ہست قرآن در زبان پہلوی

مثنوی مولوی معنوی

رحمۃ اللہ علیہ

مصنف: مولانا جلال الدین رومیؒ

ترجمہ

مولینا قاضی سجاد حسین صاحب

حامد اینڈ کمپنی ۳۸ ۔ اردو بازار لاہور ۲

باسمہٖ سبحانہٗ

مثنوی مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ

بترجمہ

مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

حامد اینڈ کمپنی لاہور

مُقدّمہ

عجب اتفاق ہے کہ نہ فارسی پڑھی نہ فارسی آئی لیکن ہندوستان میں مُروّج فارسی کی کتابوں کی اِشاعت کا کام قدرت نے اِس ہیچمداں سے لے لیا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد جبکہ فارسی کے رسم ورواج کے تابوت میں آخری کیل ٹھک رہی تھی خیال آیا کہ گلستانِ سعدیؒ کو سہل الحصول بناکر شائع کیا جائے، اُس پر اُردو میں کچھ حواشی لکھے اور اُس کو شائع کردیا۔ اُس کی اشاعت اور قبولیت نے ہمت بندھائی تو بوستانِ سعدیؒ پر بھی طبع آزمائی شروع کردی اور اُردو کے حاشیہ کے ساتھ اُس کو بھی شائع کردیا۔ پھر مُطالبہ شروع ہوا کہ ہر دو کتب کو مُستقل ترجمہ کے ساتھ شائع کردیا جائے۔ چنانچہ یہ بھی ہوا، اِن چاروں کتابوں کی پیہم اشاعت نے کام کے مزید اسباب و وسائل جمع کردیئے اور عزم پیدا ہوگیا کہ ہندوستان کے مکاتب میں مُروّج فارسی کُتب کو آسان حواشی لکھ کر بہترین انداز سے شائع کردیا جائے، مالابدمنہ شائع کی، اخلاقِ محسنی مترجم شائع کی اور پھر گلزارِ دبستان کریما، حمدِ باری اور پند نامہ بھی شائع کردیا۔ ربُّ العزت کا کرم ہے کہ اب اِن کتابوں کی ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے مکاتب اور مدارس میں مانگ اور صرف انہی کی مانگ ہے۔ گذشتہ سالوں میں دیوانِ حافظ کو مترجم اور محشی کیا اور اُس کو بھی شائع کردیا، اُس کی مقبولیت وہم وخیال سے بھی زیادہ ہوئی اور ہندوستان کے اہلِ علم اور تعلیمی حلقوں سے اُس کی اِسقدر داد ملی کہ مثنوی مولانا رومؒ پر کام کرنے اور اُس کو شائع کرنے کا ارادہ کرلیا۔ مثنوی کی ضخامت کے پیشِ نظر فیصلہ کیا کہ ابتدائً صرف پہلے دفتر کو شائع کیا جائے۔ اگر زندگی نے وفا کی اور توفیقِ خداوندی شاملِ حال رہی تو بقیہ دفتر بھی ایک ایک کرکے شائع کردیئے جائینگے۔ تقریباً سال بھر گذرتا ہے کہ میں اِس دفترِ اوّل کے ترجمہ اور حواشی لکھ کر فارغ ہوگیا لیکن کتابت کی دشواریاں اِشاعت کی تاخیر کا سبب بنیں۔ اَب جبکہ کتابت کی نگرانی اور تصیح کی مصروفیت سے کچھ وقت بچنے لگا تو یہ چند سطور بطورِ مقدمہ کے پیشِ خدمت کررہا ہوں۔ کتاب کی اہمیت اور مولانا کی شخصیت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ مقدمہ میں سیر حاصل بحثیں کی جائیں لیکن اپنی صلاحیت کی قلت اور وقت کی اِضاعت کی کثرت شاید یہ تمنا پوری کرنے دے پھر بھی خدائی مدد کے بھروسہ پر کچھ لکھ رہا ہوں۔

نام ونسب محمد نام جلال الدین لقب اور شہرت مولانائے روم کے عنوان سے ہے۔ نسب کا سلسلہ حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ محمد صرف مولانا ہی کا نام نہیں ہے بلکہ مولانا کے والد اور دادا بھی مولانا کے ہمنام ہیں۔ مولانا کے والد کا لقب بہاء الدین اور وطن بلخ ہے۔ شیخ بہاؤالدین بڑے صاحب علم وفضل بزرگ تھے اور پورے خراسان میں مرجع خلائق تھے۔ محمد خوارزم شاہ کا دَورِ سلطنت تھا وہ خود شیخ بہاؤالدین کے حلقہ بگوشوں میں تھا اور امام فخرالدین رازی کی معیت میں شیخ کے حلقہ میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ شیخ کی مقبولیتِ عامہ جب حد سے بڑھی تو اُمیر اور امام فخرالدین رازی کی طبیعتوں پر وہ بار بن گئی شیخ نے اِس کو محسوس کیا اور سنہ ۶۱۰ھ میں شیخ وطن ترک کر کے نیشاپور چلے گئے۔ خواجہ فریدالدین عطار شیخ بہاؤالدین سے نیشاپور میں ملے اُس وقت مولانائے روم کی تقریباً ۶ سال کی عمر تھی۔ مولانا پر بچپن ہی سے سعادتمندی کے آثار نمایاں تھے۔ خواجہ صاحب نے مولانا کو دیکھ کر شیخ بہاؤالدین سے فرمایا "اِن صاحبزادے کے جوہرِ قابل سے غفلت نہ برتیئے گا" اور اپنی مثنوی اسرار نامہ مولانا کو پڑھنے کیلئے عنایت کی۔ شیخ نیشاپور سے بغداد پہنچے وہاں کچھ دن قیام کر کے حجاز اور شام ہوتے ہوئے زنجان پہنچے اور وہاں سے لارندہ کا رُخ کیا لارندہ کے دورانِ قیام میں شیخ نے جبکہ مولانا کی عمر ۱۸ برس کی تھی مولانا کی شادی کر دی اور یہیں مولانا کے فرزندِ رشید سلطان ولد پیدا ہوئے۔ بغداد کے دورانِ قیام میں مولانا کی شہرت شاہِ روم علاؤالدین کیقباد تک پہنچ چکی تھی۔ لارندہ کے قیام کے دوران میں علاؤالدین کیقباد نے درخواست کی تو شیخ، قونیہ میں اُس کے پاس تشریف لے آئے اور اپنی بقیہ زندگی قونیہ ہی میں گذار کر جمعہ کے دن ۱۸ ربیع الثانی سنہ ۶۷۲ھ میں واصل بحق ہو گئے۔ مولانائے روم کی ولادت سنہ ۶۰۴ھ میں بلخ میں ہوئی تھی۔ تعلیم کے ابتدائی مراحل شیخ بہاؤالدین نے طے کرا دیئے تھے اور پھر اپنے مُرید سید برہان الدین محقق کو جو اپنے زمانے کے بہت بڑے افاضل علماء میں سے تھے مولانا کا مُعلّم اور اتالیق بنا دیا تھا۔ مولانا نے اکثر علوم وفنون اِنہی سے حاصل کئے اور اپنے والد کی حیات تک اپنے والد ہی کی خدمت میں حاضر رہے۔ والد کے انتقال کے بعد سنہ ۶۲۹ھ میں شام کا قصد کیا۔ ابتداءً حلب کے مدرسہ حلاویہ میں رہ کر مولانا کمال الدین مصنف تاریخِ حلبی سے تلمذ کیا۔

مولانائے رومؒ اپنے دَور کے اکابر علماء میں سے تھے۔ فقہ اور مذاہب کے بہت بڑے عالم تھے۔ دیگر علوم میں بھی مولانا کو پوری دستگاہ حاصل تھی۔ دَورانِ طالبعلمی ہی میں پیچیدہ مسائل میں علماءِ وقت مولانا کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اپنے والد صاحب کے وصال کے بعد مولانا نے اپنا روحانی تعلق سید برہان الدین سے قائم کر لیا تھا۔ چنانچہ مثنوی میں مولانا نے اُن کا تذکرہ اپنے پیر ہی کی حیثیت سے کیا ہے۔ مولانا کا یہ وہ دَور ہے جس میں مولانا پر ظاہری علوم ہی کا غلبہ تھا۔ سماع سے احتراز کرتے تھے۔ درس وتدریس اور فتویٰ نویسی میں مشغول رہتے تھے۔

مولانا اور شمس تبریز مولانا کی زندگی کا دوسرا دَور شمس تبریز کی ملاقات کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ مولانا کی زندگی میں شمس تبریز کی ملاقات کا

واقعہ جس قدر اہم ہے اسی قدر یہ واقعہ معرضِ خفا میں ہے۔ جواہر مضیئہ کے بیان کے مطابق تو واقعہ کی صورت یہ ہے کہ مولانا ایک روز اپنے شاگردوں کے حلقہ میں رونق افروز تھے۔ چاروں طرف کتابوں کے ڈھیر تھے کہ اچانک شمس تبریز قلندرانہ انداز سے آپہنچے اور کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ وہ چیز ہے جس سے تم واقف نہیں ہو۔ مولانا کا یہ فرمانا تھا کہ اچانک کتابوں میں آگ لگ گئی۔ مولانا نے شمس تبریز سے کہا کہ یہ کیا ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ وہ چیز ہے جس سے تم واقف نہیں ہو اور یہ کہہ کر مجلس سے روانہ ہو گئے۔ اس واقعہ سے مولانا کی حالت دگرگوں ہو گئی، تمام گھر بار اور شان و شوکت کو خیرباد کہا اور صحرا نوردی شروع کردی ملک کے گوشوں میں شمس تبریز کو تلاش کرتے پھرے لیکن اُن کا کہیں پتہ نہ چلا۔ مولانا کے مُرید چونکہ مولانا کی اِس کیفیت سے سخت پریشان تھے کہتے ہیں کہ مولانا کے کسی مرید نے شمس تبریز کو مار ڈالا۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ شمس تبریز کو اُن کے پیر بابا کمال الدین جندی نے یہ کہکر مولانا کے پاس بھیجا تھا کہ روم جاؤ وہاں ایک سوختہ دل ہے اُس کو گرما آؤ۔ شمس تبریز قونیہ پہنچے، شکر فروشوں کی سرائے میں مقیم ہوئے اور ایک دن جبکہ مولانا نہایت تزک و احتشام سے ایک راستہ سے گذر رہے تھے شمس تبریز نے مولانا سے سرِراہ دریافت کیا کہ مجاہدہ اور ریاضت کا کیا مقصد ہے؟ مولانا نے فرمایا اتباعِ شریعت۔ شمس تبریز نے کہا۔ یہ تو سب ہی جانتے ہیں لیکن اصل مقصد علم و مجاہدے کا یہ ہے کہ وہ انسان کو منزل تک پہنچا دے اور پھر حکیم سنائی کا یہ شعر پڑھا ؎

علم کز تو ترا نہ بستاند　　　جہل زاں علم بہ بود بسیار

جو علم تجھے تجھ سے نہ لے لے　　　اُس علم سے جہل بہت بہتر ہے

اِن جملوں سے مولانا اِس قدر متاثر ہوئے کہ فوراً شمس تبریز کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ مولانا کسی حوض کے کنارے کُتب بینی میں مصروف تھے وہاں شمس تبریز آ گئے اور مولانا سے دریافت کیا کہ یہ کیا کتابیں ہیں؟ مولانا نے فرمایا کہ تمھیں اِن کتابوں سے کیا غرض۔ اِس پر شمس تبریز نے وہ کتابیں حوض میں پھینک دیں۔ مولانا کو سخت رنج ہوا اور فرمایا کہ میاں درویش تم نے ایسی چیزیں ضائع کردیں جن میں نادر نکتے تھے اور اب ان کا ملنا محال ہے۔ اِس پر شمس تبریز نے وہ کتابیں خشک حالت میں حوض سے نکال کر مولانا کے سامنے رکھ دیں۔ مولانا حیران ہوئے تو شمس تبریز نے کہا یہ حال کی باتیں ہیں تم صاحبِ قال اِن کو کیا جانو۔ اِس کے بعد مولانا، شمس تبریز کے ارادتمندوں میں داخل ہو گئے۔

ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ ایک حلوہ فروش مولانا کی درسگاہ میں آیا۔ مولانا نے بھی اُس سے حلوہ کی ایک قاش خرید کر کھائی جس سے مولانا کے احوال یکسر بدل گئے۔ بے اختیار اُٹھے اور گھر بار چھوڑ نکل گئے ایک عرصہ تک گم رہے۔ واپس آئے

تو بالکل خاموش تھے۔ جذبہ میں کسی وقت بولتے تو
زبان پر اشعار جاری ہو جاتے۔ یہی اشعار ہیں جو بصورتِ مثنوی آج ہمارے
سامنے موجود ہیں۔ اِن تمام واقعات سے وہ واقعہ قرینِ عقل ہے۔ جو
سپہ سالار نے قلمبند کیا ہے۔ سپہ سالار مولانا کے خاص مُرید ہیں اور تقریباً چالیس سال
تک مولانا کے فیضِ صحبت سے مُستفیض ہوتے رہے ہیں، لکھتے ہیں۔ شمس تبریز ولد علاؤ الدین کیا بزرگ
کے خاندان سے تھے جو کہ اسمٰعیلیہ فرقہ کا امام تھا لیکن انھوں نے آبائی مذہب ترک کر دیا تھا۔ علوم ظاہری حاصل
کرنے کے بعد بابا کمال الدین کے مُرید ہو گئے تھے۔ تاجرانہ حیثیت سے زندگی بسر کرتے تھے، اکر بند بُن کر اپنا
گذارہ کرتے تھے۔ ایک روز انھوں نے دعا کی کہ خدا کوئی ایسا شخص عطا فرمائے جو میری صحبت کا متحمل ہو سکے۔ غیبی
اشارہ ہوا کہ روم جاؤ وہاں ایک شخص مل جائیگا، شمس تبریز قونیہ پہنچ کر برنج فروشوں کی سرائے میں مقیم ہو گئے
وہاں ایک اونچا چبوترہ تھا جہاں شہر کے عمائد و اُمراء کا مجمع ہو جایا کرتا تھا۔ شمس تبریز بھی اِس مجمع میں
جا بیٹھتے تھے۔ مولانا کو شمس تبریز کی آمد کا حال معلوم ہوا تو ملاقات کے لئے پہنچے، شمس تبریز سے آنکھیں چار
ہوئیں تو ایک دوسرے کو سمجھا۔ شمس تبریز نے پوچھا کہ مولانا، بایزید بسطامی کے بارے میں مشہور ہے کہ تمام
عمر انھوں نے خربوزہ نہیں کھایا کیونکہ اُن کو یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خربوزہ کس طریقہ
سے کھایا ہے۔ یہ تو تھا اُن کا اتباعِ سنت کا جذبہ، دوسری طرف مشہور ہے کہ بایزید فرماتے تھے سُبحانی مَا اَعظَمَ
شَانِی۔ اللہ اکبر میری شان کس قدر بڑی ہے۔ حالانکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اپنی جلالتِ شان کے
فرماتے ہیں میں ہر دن میں ستر مرتبہ اپنی مغفرت کی دُعا مانگتا ہوں۔ اب اِن دونوں باتوں کو کس طرح منطبق کیا
جا سکتا ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ بایزید بسطامی اگرچہ بہت بڑے بزرگ تھے لیکن وہ منازلِ تقرب میں ایک
مقام پر ٹھہر گئے تھے اور اس مرتبہ کی عظمت کے اثر سے اُن کی زبان سے اِس طرح کے الفاظ نکل جاتے تھے
اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم برابر منازل طے کرتے جاتے تھے اور جب اونچی منزل پر پہنچتے تھے تو نیچے کی منزل
اِس قدر پست نظر آتی تھی کہ اُس پر استغفار کرتے تھے۔

سپہ سالار کے بیان کے مطابق اِس کے بعد مولانا اور شمس تبریز دونوں، صلاح الدین زرکوب کے
حجرے میں چالیس روز تک چلہ کش رہے۔ اِس عرصہ میں کھانا پینا بالکل ترک کر دیا تھا اور صلاح الدین زرکوب
کے علاوہ حجرے میں کوئی داخل نہ ہو سکتا تھا۔ اِس کے بعد مولانا کے اَحوال بالکل بدل گئے۔ پہلے سماع سے
محترز تھے اب اِس کے بغیر اُن کو چین نہ آتا تھا۔ مسندِ تدریس اور فتویٰ نویسی بالکل ترک کر دی اور ایک لمحہ کے
لئے بھی شمس تبریز سے جدا ہونا گوارا نہ کرتے تھے۔ اِس سے اہلِ شہر میں شمس تبریز کے خلاف شورش بپا ہوئی اور
شمس تبریز قونیہ چھوڑ کر دمشق کو چل دیئے۔ مولانا، شمس تبریز کی جدائی سے بے چین ہو گئے اور مولانا نے
اِس جدائی میں نہایت رقت آمیز اشعار کہنے شروع کر دیئے اِس پر اہلِ شہر اور
مولانا کے مُریدوں کو ندامت ہوئی اور طے کیا گیا کہ شمس تبریز
کو واپس لایا جائے۔ چنانچہ مولانا کے بڑے صاحبزادے سلطان ولد
کی قیادت میں ایک قافلہ دمشق کو روانہ ہوا اور سلطان ولد نے
مولانا کا ایک منظوم خط شمس تبریز کی

خدمت میں پیش کیا۔ شمس تبریز متاثر ہوئے اور
قافلے کے ساتھ قونیہ واپس آگئے اور تقریباً دو سال قونیہ میں رہے
اس کے بعد شمس تبریز کا انجام کیا ہوا؟ اس میں مختلف روایات ہیں
کچھ صاحبان کہتے ہیں کہ مولانا کے صاحبزادے علاؤ الدین چلپی سے آزردہ خاطر ہو کر
غائب ہو گئے اور پھر کچھ پتہ نہ چلا۔ کچھ صاحبان کا بیان ہے کہ علاؤ الدین کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ

شمس تبریزی جو مولانائے روم کے پیر ہیں اُن کے کچھ حالات ہم نے سپردِ قلم کر دیئے ہیں۔ ان کا انجام کیا ہوا، خود وفات پائی یا شہید کئے گئے اِس بارے میں ہم مختلف باتیں تحریر کر چکے ہیں۔ اُن کی قبر کے بارے میں مختلف روایات ہیں لیکن یہ طے ہے کہ ہندوستان سے ان کی قبر کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایک مشہور قبر شمس تبریز کے نام سے ملتان کے علاقہ میں موجود ہے وہ یقیناً ان شمس تبریز کی نہیں ہے جو مولانائے روم کے پیر تھے اِسلئے کہ یہ بزرگ ساتویں صدی کے تھے اور ہندوستان میں جو صاحب مدفون ہیں یہ دسویں گیارھویں صدی کے ہیں۔ اِس سلسلہ میں ہم خواجہ حسن نظامی دہلوی مرحوم کی وہ عبارت نقل کرتے ہیں جو منشی محمد الدین فوق نے "حالاتِ شمس تبریز" نامی کتاب میں نظام المشائخ کے حوالے سے نقل کی ہے:۔

"حضرت شمس (مولانائے روم کے پیر) کے والد کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ وہ فرقہ اسماعیلیہ سے تعلق رکھتے تھے اور حضرتِ شمس نے یہ مذہب ترک کر دیا تھا مجھ کو اس دعوے کے قبول کرنے میں تامل ہے کیونکہ اسماعیلی فرقہ سے تعلق رکھنے والے شمس دوسرے گذرے ہیں جن کا مزار ملتان میں ہے۔ عوام ملتانی شمس تبریزی کو ہی حضرت مولانائے روم کا مرشد سمجھتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے۔ یورپین مورخین کو غالباً اسی روایت کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی ہے۔

ملتانی شمس تبریز کو تین سو برس کا عرصہ گذرا ہے۔ یہ اسماعیلی فرقہ کے داعی بنکر ہندوستان میں آئے تھے۔ اُن کے ہمراہ دو شخص اور تھے۔ ایک کا نام پیر صدر الدین اور دوسرے کا نام پیر امام الدین تھا۔ صدر الدین نے اضلاع سندھ و بمبئی میں دعوت شروع کی اور امام الدین نے گجرات و کاٹھیاوار میں۔ شمس الدین سیدھے پنجاب چلے آئے اور یہاں اپنا مشن جاری کیا۔ سندھ اور بمبئی میں جس قدر آغا خانی خوجے ہیں وہ سب صدر الدین کی کوشش سے مسلمان ہو کر آغا خانی (اسماعیلی) جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔ امام الدین نے اوّل اوّل تو بحیثیت اسماعیلی داعی کے کام کیا مگر چند روز کے بعد خود مختار ہو کر اپنا علیحدہ طریقہ امام شاہی جاری کر دیا۔ امام شاہی طریقہ کے اصول بھی قریب قریب اسماعیلی تھے لیکن وہ خود اپنے تئیں نائب امام اور مظہر ذاتِ مولیٰ علی بیان کرتے تھے۔ امام الدین کا مزار مقام پیرانہ میں ہے جو احمد آباد گجرات کے قریب ایک قصبہ ہے۔ آج امام شاہی جماعت میں کم از کم پندرہ بیس لاکھ آدمی ہوں گے جن میں کچھ تو ظاہری طور پر مسلمان ہو گئے ہیں جن کا لقب مومن ہے باقی گپتی یعنی پوشیدہ ہیں اور اُن کو اپنے عقائد ظاہر کرنے کا حکم نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر ایک گھر میں چار ہندو رہتے ہیں اور اُن میں سے تین امام شاہی ہیں تو چوتھے کو خبر نہ ہوگی۔ پیرانہ میں اِن کی خانقاہیں بنی ہوئی ہیں اور گدی ہندو مہنت کے اختیار میں ہے۔

جو بظاہر ہندو ہے اور بباطن امام شاہی۔ اُس
مہنت کے سینکڑوں داعی ہندوانہ لباس میں اپنے مشن کو پھیلانے
اور جماعت سے عشر اور نذر و نیاز وصول کرنے کیلئے دَورے کرتے رہتے
ہیں۔ مہنت، پیر امام الدین کی اولاد میں اِس عشر اور نذر و نیاز میں سے معقول
حصّہ تقسیم کرکے باقی خانقاہ کے اخراجات میں صرف کر دیتا ہے۔ اِسی خانقاہ میں جینئو کی درگاہ بنی ہوئی ہے
یعنی جو گپتی ظاہری طریق سے مسلمان ہونا چاہتے ہیں وہ اپنا جینئو اُس درگاہ میں چڑھا کر مسلمان ہو جاتے ہیں اور
پھر اُن کو مومن کا لقب مل جاتا ہے۔

شمس الدین تبریزی نے جن کا مزار ملتان میں ہے پنجاب کے کہاروں اور سُناروں میں اپنا طریقہ
رائج کیا اور لوگوں کو شمسی ہندو کا لقب دیا۔ شمسی ہندو براہِ راست آغا خاں کے مُعتقد بنائے گئے ہیں اور
سالانہ نذر نیاز اب تک آغا خاں ہی کو دیتے ہیں۔ اُن کی تعداد تیس لاکھ کے قریب صوبہ پنجاب میں ہے ملتانی
شمس تبریزی نے کن طریقوں سے اپنا عقیدہ پھیلایا اور کیسے کیسے عجیب و غریب واقعات عوام کی زبانوں
پر اُن کی نسبت مشہور ہیں اُن کے لکھنے کو ایک علیحدہ مضمون کی ضرورت ہے۔ بالفعل یہ بتانا مقصود ہے
کہ حضرت شمس تبریزی (مولانا روم کے پیر) کو اسماعیلی گروہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اسماعیلی شمس تبریز ملتان میں اور
مولانا والے شمس تبریز سے سینکڑوں برس بعد ہوئے ہیں۔

صلاح الدین زرکوب

شمس تبریز کی جدائی کے بعد مولانا پر سُکر کی کیفیت طاری رہنے لگی۔ اِس
اضطراب میں پابجولاں رہتے تھے۔ ایک دن صلاح الدین زرکوب کی دکان
کے سامنے سے گذر رہے تھے اور وہ چاندی کے ورق کوٹ رہے تھے۔ مولانا پر اُن کے ہتھوڑے کی آواز نے سماع
کا اثر پیدا کر دیا وہیں کھڑے ہو گئے اور وجد کی حالت طاری ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد صلاح الدین بھی زرکوبی
کا شغل چھوڑ کر مولانا سے بغلگیر ہو گئے۔ مولانا یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

یکے گنجے پدید آمد ازیں دُکان زرکوبی	زہے صورت زہے معنیٰ زہے خوبی زہے خوبی
اِس زرکوبی کی دوکان سے ایک خزانہ مل گیا	عجب صورت عجب معنیٰ عجب خوبی عجب خوبی

دونوں بزرگ جوش و مستی کی حالت میں ظہر سے عصر تک اِسی وجدی کیفیت میں مبتلا رہے۔ اِسکے بعد صلاح الدین
نے اپنی ساری دکان لُٹا دی اور مولانا کے ساتھ ہو لئے۔ صلاح الدین پہلے بھی صاحب حال بزرگ تھے۔ سید
برہان الدین محقق سے بیعت تھے اور اس طرح پر مولانا کے ہم استاد تھے۔ اب مولانا کو صلاح الدین کی صحبت
میں سکون میسر آنے لگا اور مولانا کی اور صلاح الدین کی صحبتیں گرم ہونے لگیں۔ نو برس تک اِن صحبتوں
کا سلسلہ جاری رہا۔ ۶۶۲ھ میں جب صلاح الدین کا انتقال ہو گیا تو مولانا نے اپنے مرید خاص حضرت
حسام الدین چلپی کو اپنا ہمدم اور ہمراز بنا لیا اور مولانا کو اُن سے اِس درجہ تعلقِ خاطر پیدا ہوا
کہ اُن کا ذکر ایسے الفاظ سے کرنے لگے جیسا کہ کوئی اپنے مُرشد و پیر
کا کرتا ہے پھر بھی حسام الدین مولانا کا اِس قدر احترام کرتے تھے
کہ مولانا کے وضو خانہ میں وضو کرنا بھی گستاخی تصوّر کرتے تھے
اور برف باری کے وقت بھی اپنے گھر

جاکر وضو کرکے آتے تھے ۔یہی حسام الدین ہیں
جو مولانا کے مثنوی لکھنے کا باعث ہوئے ہیں اور مولانا نے ہر
دفتر میں کہیں مطلع میں کہیں دوسری جگہ نہایت عزت واحترام
سے ان کا ذکر کیا ہے۔ ۶۷۲ھ میں قونیہ میں بہت شدت کا زلزلہ آیا۔ تقریباً
چالیس روز تک اُس کے جھٹکے محسوس ہوتے رہے ۔اہلِ شہر نے مولانا سے اِس پریشانی کا ذکر کیا تو مولانا نے
فرمایا زمین بھوکی ہے کوئی تر لقمہ چاہتی ہے اور انشاءاللہ کامیاب ہوگی۔ چند روز بعد مولانا کا مزاج ناساز
ہوا۔ ہر چند اطباء نے معالجہ کی تدبیریں کیں لیکن کوئی سود مند نہ ہوئی۔ مولانا مرض کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوتے
تھے ۔بیماری کی شہرت عام ہوئی تو شیخ صدرالدین جو شیخ محی الدین ابن عربی کے تربیت یافتہ تھے اور
روم وشام میں مرجعِ اَنام تھے، مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے ۔مولانا کے مرض کی کیفیت دیکھ کر بیقرار
ہوگئے اور مولانا کی شفا کے لئے دعا کرنے لگے ۔مولانا نے سُنا تو فرمایا شفا آپ کو مبارک ہو۔ محب
اور محبوب میں صرف ایک پیرہن کا پردہ رہ گیا ہے کیا آپ نہیں چاہتے کہ وہ اُٹھ جائے اور نور نور
میں مل جائے۔ اِس پر شیخ روتے ہوئے اُٹھ کر چلے گئے اور سمجھ گئے کہ اَب مولانا کا دمِ واپسیں ہے چنانچہ
یکشنبہ کے دن ۵ رجمادی الثانی ۶۷۲ھ کو مغرب کے وقت مولانا ہر مذہب وملت کے لاکھوں انسانوں
کو روتا ہوا چھوڑ کر عالمِ آخرت کی طرف روانہ ہوگئے اور قونیہ کی پاک سرزمین میں ہمیشہ کے لئے رُوپوش ہوگئے۔

مولانا اور فرقہ مولویہ

مولانا اپنی زندگی میں بکثرت مجاہدہ اور ریاضت کرتے تھے۔ دس دس اور بیس
بیس دن روزہ رکھتے تھے اور مطلقاً کچھ نہ کھاتے تھے، نماز کا وقت آتا تو
فوراً قبلہ رُخ ہوجاتے اور چہرے کا رنگ بدل جاتا۔ نماز میں اِس درجہ اِستغراق ہوتا تھا کہ بقول سپہ سالار
اکثر عشاء کے بعد دُو رکعت نفل کی نیت باندھتے تھے اور ان ہی دُو رکعتوں میں صبح کر دیتے تھے۔ خود مولانا
نے اپنی ایک غزل کے مقطع میں اپنی نماز کی اِستغراقی کیفیت کو بیان کیا ہے ؎

بخدا خبر ندارم چو نماز می گذارم ۔۔۔ کہ تمام شد رکوعے کہ امام شد فلانے

جب میں نماز پڑھتا ہوں خدا کی قسم مجھے ۔۔۔ یہ نہیں معلوم رہتا کہ رکوع پورا ہوگیا ہے امام کون ہے

ایک روز نماز میں اِس قدر روئے کہ تمام چہرہ اور داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی اور سردی کی شدت کی
وجہ سے آنسو جم کر یخ ہوگئے۔ بسا اوقات مولانا پر سُکر کی کیفیت طاری ہوتی تھی تو اُس حالت میں شریعت
کے ظاہری اَحکام کا ہوش نہ رہتا تھا، بیٹھے بیٹھے یکبارگی اُٹھ کھڑے ہوتے تھے اور رقص کرنے لگتے تھے، کبھی
خاموشی سے کسی ویرانے کی طرف نکل کھڑے ہوتے تھے اور ہفتوں کی تلاش کے بعد مُریدوں کو ملتے تھے۔ سماع
کی مجلس میں کئی کئی دن مدہوشی کی حالت میں گذر جاتے تھے۔ راستہ چلتے کوئی آواز کان میں پڑتی تھی تو بسا
اوقات وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ سماع کی مجلسوں میں اکثر اپنے کپڑے اُتار کر قوالوں کی نذر
کردیتے تھے۔

یہ ظاہر ہے کہ کسی بزرگ کی سُکری حالت کے اَفعال عام
مُریدوں کے لئے شمع راہ نہیں بنتے ہیں اور نہ وہ قابلِ اتباع ہوتے
ہیں لیکن آج مولانا کے نام پر جو فرقہ مولویہ

یا جلالیہ کہلاتا ہے اور شام، مصر اور قسطنطنیہ وغیرہ میں اُن کی خانقاہیں ہیں۔ مولانا کی صرف سُکری حالت کا اتباع کرتے ہیں، خاص قسم کا لباس پہنتے ہیں اور خاص قسم کا رقص اُن کے حلقوں میں ہوتا ہے۔ شریعت اور اُس کے احکام سے زیادہ تر اُن سے نابلد رہتے ہیں۔ شاہ بوعلی قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک عرصہ دراز تک مولانا کی صحبت میں رہے اور ہندوستان کا فرقہ قلندریہ بھی ایک درجہ میں مولانا کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

مولانا کی تصنیف

فیہ ما فیہ۔ یہ مولانا کے اُن خطوط کا مجموعہ ہے جو مولانا نے وقتاً فوقتاً معین الدین پروانہ کو لکھے ہیں۔ معین الدین پروانہ، رکن الدین قلیج ارسلان شاہِ قونیہ کے حاجب تھے اور دربار کے سیاہ سفید کے مالک تھے۔ اُن کو مولانا سے بہت عقیدت تھی اور اکثر و بیشتر مولانا کی خدمت میں نیازمندانہ حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک بار چند اُمراء کے ساتھ مولانا کے یہاں پہنچے تو اُمراء سے طبعی نفرت کی بنا پر مولانا چھپ گئے۔ معین الدین کے دل میں خیال آیا کہ اُمراءِ اسلام تو اولوالامر ہیں اور قرآن مجید کے حکم کے اعتبار سے اُن کی اطاعت فرض ہے۔ تھوڑی دیر بعد مولانا باہر تشریف لے آئے اور گفتگو کے اثناء میں فرمانے لگے۔ ایکدفعہ سلطان محمود غزنوی، شیخ ابوالحسن خرقانی کی ملاقات کو گیا۔ درباریوں نے بڑھ کر شیخ کو سلطان کی آمد کی خبر دی لیکن شیخ متوجہ نہ ہوئے۔ حسن میمندی جو سلطان کا وزیر تھا۔ اُس نے شیخ سے کہا کہ حضرت قرآن مجید میں اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ آیا ہے اور سلطان تو اولوالامر ہونے کے ساتھ عادل اور نیک بھی ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ مجھے تو ابھی اَطِیْعُوا اللّٰہ سے ہی فرصت نہیں ملی کہ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ میں مشغول ہوں اور اولوالامر کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ یہ سُن کر معین الدین اور تمام امراء روتے ہوئے اُٹھ کر چلے گئے۔

مولانا کی یہ کتاب بالکل نایاب تھی لیکن گذشتہ سالوں میں مولانا عبدالماجد دریابادی مدظلہ نے اُس کو دریافت کیا اور اُس کی ترتیب و تہذیب کر کے ۱۹۲۸ء میں شائع کر دیا ہے۔ مولانا نے اِس کتاب کے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے کہ رضا لائبریری رامپور میں ۱۹۲۰ء میں اُن کی نظر سے اِس کتاب کا ایک بوسیدہ اور کرم خوردہ نسخہ گذرا پھر ۱۹۲۳ء میں حیدرآباد دکن میں اُنھیں دو نسخے ملے جن میں سے ایک کتب خانۂ آصفیہ کا تھا۔ مقابلہ کرنے پر کتب خانہ آصفیہ کا نسخہ زیادہ صحیح ثابت ہوا۔ پھر اُنھوں نے پروفیسر نکلسن کی طرف رجوع کیا۔ نکلسن صاحب نے یہ نسخہ قسطنطنیہ بھیجا وہاں اُس پر تحقیق ہوئی اور ۱۹۲۴ء میں ایک صاف نقل مولانا دریابادی کو ملگئی جسکی انھوں نے اشاعت کی۔ اِس کے بعد پھر اِس کتاب کا ایرانی اڈیشن بھی منظر عام پر آگیا۔

دیوان۔ عوام اُس کو شمس تبریز کا دیوان سمجھتے ہیں حتیٰ کہ لوح پر دیوان شمس تبریز لکھ دیتے ہیں۔ مغالطہ کی بنیاد یہ ہے کہ مولانا نے اکثر غزلوں کے مقطع میں شمس تبریز کا نام ڈالدیا ہے لیکن دراصل یہ خود مولانا کا دیوان ہے اِس میں پچاس ہزار اشعار ہیں۔ محققین نے تصریح کی ہے کہ مولانا نے یہ دیوان خود شمس تبریز کے نام سے لکھا ہے۔ چنانچہ اکثر شعراء نے اِس دیوان کی غزلوں پر غزلیں لکھی ہیں اور مقطع میں تصریح کی ہے کہ یہ غزل مولانا کی غزل کے جواب میں ہے علی حزیں کہتے ہیں :-

ایں جواب غزلِ مُرشد روم ست کہ گفت

من ببوئے تو خوشم نافۂ تاتار مگیر

دوسرا مصرع مولانا کا ہے۔ پورا شعر اس دیوان میں موجود ہے۔

من بکوئے تو خوشم خانۂ من ویراں کُن

من ببوئے تو خوشم نافۂ تاتار مگیر

مثنوی۔ مولانا کی اسی کتاب نے مولانا کو حیاتِ جاوداں عطا کی ہے۔ اِس کتاب کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی اِس قدر بڑھی کہ تمام ایرانی تصانیف اِس کے مقابلہ میں ہیچ ہوکر رہ گئیں۔ اِس مثنوی کے کل اشعار کی تعداد ۲۶۶۶ ہے۔ مشہور یہ ہے کہ مولانا نے چھٹا دفتر ناتمام چھوڑ دیا تھا اور فرما دیا تھا۔

باقیِ ایں گفتہ آید بے زباں	دردلِ ہر کس کہ دارد نورِ جاں
جس شخص کی جان میں نور ہوگا	اِس مثنوی کا بقیہ حصہ اسکے دل میں خود بخود آ جائیگا

چنانچہ اِس پیشین گوئی کا مصداق بننے کے لئے ہندوستان کے اربابِ علم وفضل نے بھی مثنوی کے طرز پر دفتر ہفتم لکھا ہے۔ ہمارے علم میں مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا دفترِ ہفتم اور مولانا شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا دفترِ ہفتم ہے جو اِسی بحر اور طرز میں منظوم کیا گیا ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ خود مولانا ہی نے کچھ عرصہ بعد دفترِ ششم مکمل کر کے دفترِ ہفتم تحریر فرمایا ہے۔

مثنوی کے لغوی معنٰی تو دُو دُو والا ہیں، اِصطلاح میں اُس نظم کو مثنوی کہا جاتا ہے جس کے ہر شعر میں دُو قافیے ہوں ایک پہلے مصرع میں ایک دوسرے مصرع میں۔ مولانا کی اِس مثنوی کو مثنوی معنوی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اِس میں عالمِ معنٰی اور اَحوالِ باطن کے اَسرار و معارف کا تذکرہ ہے۔ مسائلِ تصوف اور اَسرار و معارف کے بیان میں سلطان ابوسعید ابوالخیر کی رباعیات بھی مشہور ہیں۔ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیقہ لکھا جو تصوف کی پہلی منظوم کتاب ہے۔ خواجہ فریدالدین عطار نے تصوف کے موضوع پر مختلف مثنویاں تحریر فرمائیں جن میں منطق الطیر کو زیادہ شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ لیکن اب اِس موضوع پر سب سے زیادہ اہمیت مولانا روم کی مثنوی ہی کو حاصل ہے۔ اِس مثنوی کی تصنیف کا سبب مولانا کے مُرید حسام الدین چلپی بنے ہیں۔ چنانچہ مولانا نے دفترِ اوّل کے علاوہ ہر دفتر میں ان کا ذکر کیا ہے۔ دفتر اوّل ختم ہوا تو حسام الدین کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ اِس حادثہ سے حسام الدین اِس درجہ متاثر ہوئے کہ دُو برس تک افسردہ خاطر اور پریشان رہے۔ مولانا بھی اِس عرصہ میں خاموش رہے اور مثنوی کا کام رُک گیا۔ پھر جب خود حسام الدین نے استدعا کی تو مولانا نے مثنوی کے دوسرے دفتر کی ابتدا کی اور فرمایا۔

مدّتے ایں مثنوی تاخیر شد	مہلتے بایست تاخوں شیر شد
ایک مدت تک مثنوی لکھنے میں تاخیر ہوگئی	کچھ وقت چاہیئے تاکہ خون سے دودھ بنے
چوں ضیاء الحق حسام الدین عناں	باز گردانید زاوجِ آسماں
جب ضیاء الحق حسام الدین نے	آسمان کی بلندی سے باگ موڑی

چوں بمعراجِ حقائق رفتہ بود

بے بہارش غنچہ ہا نشگفتہ بود

چونکہ وہ حقائق کی معراج میں گئے ہوتے تھے
اُن کی بہار کے بغیر غنچہ دِ کھلا تھا

تیسرے دفتر کے شروع میں فرمایا۔

اے ضیاء الحق حسام الدیں بیار — ایں سوم دفتر کہ سنّت شد سہ بار
اے ضیاء الحق حسام الدین تیسرا دفتر لا — کیونکہ تین مرتبہ (وضو میں اعضاء دھونا) سنت ہے

چوتھے دفتر کا آغاز فرمایا تو کہا۔

اے ضیاء الحق حسام الدیں توئی — کہ گذشت از مہ بنورت مثنوی
اے ضیاء الحق حسام الدین تو ہی ہے — جسکے نور کی وجہ سے مثنوی چاند سے بھی زیادہ بڑھ گئی ہے

پانچواں دفتر اس طرح سے شروع کیا۔

شہ حسام الدیں کہ نورِ انجم ست — طالبِ آغاز سفرِ پنجم ست
حسام الدین جو ستاروں کا نور ہیں — پانچویں کتاب کی ابتدا کے طالب ہیں

چھٹے دفتر کی ابتدا ہے۔

اے حیاتِ دل حسام الدیں بسے — میل میجوشد بقسمِ سادسے
اے دل کی زندگی حسام الدین — چھٹی قسم کی طرف دل کا بہت میلان ہو گیا ہے

جیساکہ اوپر گذرا تحقیق یہی ہے کہ چھٹا دفتر مولانا نے خود مکمل فرمایا اور اُس کے بعد ساتواں دفتر بھی تحریر فرمایا ہے۔ شیخ اسماعیل قیصری کو یہ ساتواں دفتر ۱۰۳۵ھ میں دستیاب ہوا اور انھوں نے تحقیق سے ثابت کیا۔ یہ خود مولانا کا ہی تحریر کردہ ہے اور شام و روم کے اہلِ علم نے اِس کو تسلیم کیا ہے جس کی ابتدا حسب ذیل شعروں سے کی ہے۔

اے ضیاء الحق حسام الدیں فرید — دولتت پاینده فقرت بر مزید
اے یکتا ضیاء الحق حسام الدین — تیری دولت ہمیشہ رہے تیرے فقر میں اضافہ ہو

چونکہ از چرخِ ششم کردی گذر — بر تر از چرخِ ہفتم کُن سفر
جبکہ تو چھٹے آسمان سے آگے بڑھ گیا ہے — ساتویں آسمان کی بلندی کا سفر کر

مثنوی کی شہرت اور مقبولیت

ایران کی چار کتابوں کو جس قدر شہرت حاصل ہوئی وہ ایرانی کتب میں سے کسی کو حاصل نہ ہو سکی۔ شاہ نامہ فردوسی، گلستانِ سعدی، دیوانِ حافظ، مثنوی مولانا روم۔ اِن میں سے بھی مثنوی کو جو قبول عام حاصل ہوا بقیہ تین کتابوں کو حاصل نہ ہو سکا۔ اِس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ افاضل علماء نے جس قدر مثنوی کی طرف توجہ کی اور کسی کتاب کی طرف نہ کی۔ اِس مثنوی کی بڑی بڑی ضخیم شرحیں لکھی گئیں کشف الظنون میں جن کا ذکر ہے۔ اُن کے علاوہ مولانا شبلی نے اپنی کتاب سوانح مولانا روم میں محمد افضل الہ آبادی، ولی محمد، مولانا عبد العلی بحر العلوم اور محمد رضا کی شرحوں کا ذکر کیا ہے۔ اِس کے علاوہ ۱۳۲۴ھ میں مرزا محمد نذیر صاحب عرشی نے مفتاح العلوم کے نام سے ایک ضخیم شرح سترہ جلدوں میں تحریر فرمائی اور اس سے پہلے مولانا احمد حسین کانپوری کی شرح بصورتِ حواشی شائع ہوئی اور

کلیدِ مثنوی کے نام سے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کئی دفتروں کی شرح شائع ہو چکی ہے۔ نیز مرأۃ المثنوی از جناب تلمذ حسین صاحب اور تشبیہاتِ رومی اور حکمتِ رومی از ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم بھی قابلِ قدر کتابیں شائع ہوئیں۔

مثنوی پڑھنے والوں کیلئے چند مفید باتیں

(۱) موسیقی سے متعلق بعض اہلِ دل اس نظریہ پر پہنچے ہیں کہ ایک خاص قسم کی موسیقی کے ذریعہ روح اپنی ماہیت اور ماہیتِ حیات وکائنات میں غوطہ زن ہوتی ہے اور موسیقی انسان کو اسی جسمانی واسطہ سے روحانی عالم میں پہنچا دیتی ہے۔ روحانی موسیقی بعض مذاہب میں جزوِ عبادت تک شمار ہوئی ہے اور اُس کو غذائے روح قرار دیا گیا ہے۔ مسلمانوں میں سماع کے مسئلہ پر اکابر صوفیاء اور علماء نے بہت بحثیں کی ہیں اور جواز و عدمِ جواز کو ثابت کیا ہے۔ جہاں تک مولانا کا تعلق ہے وہ سماعِ راست کو جائز اور سماعِ ناراست کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے۔

بر سماعِ راست ہر کس چیر نیست	طُعمۂ ہر مرغکے انجیر نیست
صحیح سماع پر ہر شخص قادر نہیں ہے	انجیر ہر پرندہ کی خوراک نہیں ہے

سماعِ راست کی شرائط اکابر صوفیاء کے ملفوظات میں مذکور ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ سننے والا عالی جذبات کا حامل اور سافل جذبات سے عاری ہو اور عالی جذبات کی نشو ونما کے لئے روحانی غذا کا طالب ہو، موسیقی اِس قسم کی ہو جو حیوانی جذبات کو نہ ابھارے اور روح کو اَسفل سے اَعلیٰ کی طرف لیجائے۔ مولانا نے مثنوی بانسری کے بیان سے شروع کی ہے اور بانسری کے ذریعہ اَسرار و معارف کے جو مضامین پیدا کئے ہیں وہ کسی اور ساز سے پیدا نہ ہوسکتے تھے۔ بانسری کا تعلق روحانیت اور الوہیت سے ہندوؤں کے یہاں بھی مسلّم ہے، چنانچہ کرشن جی کے ساتھ بانسری کا تصور اِسی حقیقت کو واضح کرتا ہے۔ مولانا نے بھی بانسری کی تشبیہ سے روح کی ماہیت اور اُس کے جذبات کو دلنشین اور دلسوز طریقہ پر پیش فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ جس طرح بانسری کے دلسوز نغمے اِس بناء پر ہیں کہ وہ اپنی اصل سے جدا ہو گئی ہے اور اُس کے نغموں کا سوز و گداز نیستان سے جدا ہو جانے کی بنیاد پر ہے۔ اِسی طرح روحِ انسانی چونکہ روح الأرواح، ہستی مطلق سے جدا ہو کر اِس عالمِ شہود میں آئی ہے لہٰذا اُس کا اِضطراب اور بے چینی بھی اِسی بنیاد پر ہے اور جب تک وہ اپنی اصل کی طرف واپس نہ ہو جائے گی اُس کو سکون حاصل نہ ہوگا وہ یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً کی منتظر ہے اور جب تک اُس کو یہ پیغام نہ مل جائیگا اُس کو سکون اور چین نصیب نہ ہوگا اور وہ بانسری کی طرح اپنے درد و فراق کا اِظہار کرتی رہے گی۔ یہی مضمون جو مولانا نے نے شروع کیا ہے، مولانا کی پوری مثنوی میں پھیلا ہوا ہے۔

(۲) وحدت الوجود، وحدت الشہود لا اِلٰہ اِلّا اللہ کے معنیٰ اہلِ ظاہر کے یہاں تو یہ ہیں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے پرستش اور عبادت صرف اِسی کی ہونی چاہئے۔ اِس

ذاتِ واحد کے علاوہ کسی اور چیز کی پرستش
شرک ہے لیکن صوفیاء کے نزدیک لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے معنیٰ لَا مَوْجُوْدَ
اِلَّا اللّٰہ کے ہیں، یعنی عالمِ وجود میں صرف ذاتِ واحد موجود ہے
اس کے علاوہ کوئی موجود نہیں ہے، کسی دوسری چیز کو حقیقی وجود سے متصف
کرنا شرک اور کفر ہے، اب اس کے بعد یہ بحث پیدا ہو جاتی ہے کہ ممکنات اور وجودِ کائنات کی وجودِ مطلق، وجودِ باری سے کیا نسبت ہے؟ جو صوفیا وحدت الوجود کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ وجودِ مطلق ایک ہی ہے جو وجوب، امکان، قدیم، حادث، مجرد، جسمانی، مومن، کافر، طاہر، نجس مختلف مظاہر میں ظاہر ہے لیکن ہر مظہر کا حکم جداگانہ ہے۔ مظاہر میں فرق کرنا لازمی امر ہے اور ہر مظہر پر ایک جداگانہ حکم لگانا ضروری ہے۔ طاہر پر طہارت کا حکم ہے تو نجس پر نجاست کا، کافر کے کچھ احکام ہیں تو مومن کے لئے دوسرے احکام ہیں۔

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد	گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی
وجود کے ہر مرتبہ کا ایک حکم ہے	اگر تو مراتب کا فرق نہ کریگا تو تو زندیق ہے

مولانا بحر العلوم نے وحدت الوجود کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔ تمام موجودات عین ذاتِ حق ہیں۔ ممکنات کے تعینات اور تشخصات محض ایک پردہ ہیں۔ اگر یہ پردہ اٹھ جائے تو سوائے ذاتِ حق کے کوئی وجود نہیں ہے اور یہ عالمِ امکاں نیست و نابود ہو جائے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید توضیح کرتے ہوئے فرمایا۔ صوفیاء کے نزدیک وجود سے مراد مصدری معنیٰ نہیں ہیں کیونکہ وہ خارج میں موجود نہیں ہیں، معقولاتِ ثانیہ میں سے ہیں جس کا وجود صرف ذہن میں ہوتا ہے بلکہ وجود سے اُن کی مراد مابہ الموجودیت ہے، حضرتِ حق جل مجدہٗ اپنے وجود اور ممکنات کے وجود میں غیر کا محتاج نہیں ہے۔ اُس کی ذات ہی خود اُس کے وجود کی مقتضی ہے اور اسی طرح ممکنات کے وجود کی بھی اُس کی ذات ہی مقتضی ہے، ممکنات کا مابہ الموجودیت کیا ہے؟ اُن کے وجود سے ارادۂ الٰہی کا تعلق ہے اور یہ ارادہ اللہ کی صفتِ ذاتی ہے جس کا مقتضی صرف اُس کی ذات ہے لہٰذا ممکنات کا مابہا الموجودیت ذاتِ حق کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اب حضرتِ حق تعالیٰ کو ممکنات کا وجود بمعنیٰ مابہا الموجودیت کہنا بالکل حق اور درست ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ عزیزی میں وحدت الوجود کی تشریح کی ہے فرمایا کہ پہلے وحدت الوجود کے معنیٰ سمجھ لو پھر حقیقتِ حال سمجھنا۔ وحدت الوجود کے معنیٰ یہ ہیں کہ وجودِ حقیقی (بمعنیٰ مابہ الموجودیت نہ کہ معنیٰ مصدری) ایک چیز ہے جو واجب میں واجب اور ممکن میں ممکن اور جوہر میں جوہر، عرض میں عرض ہے اور اس کے یہ اختلافات ذات کے اختلافات نہیں ہیں جیسا کہ سورج کی شعاعیں پاک اور ناپاک پر پڑتی ہیں اور وہ اپنی ذات کے اعتبار سے پاک ہیں، ناپاک نہیں ہیں۔ یہ مسئلہ اپنی جگہ حق ہے اور کسی طرح بھی شرع کے مخالف نہیں ہے اسلئے کہ اس وجودِ حقیقی میں سے ہر مرتبہ کا ایک جداگانہ حکم ہے اور شرع شریف ہر مرتبہ کا حکم بیان کرتی ہے بعض کو ہادی، بعض گمراہ کنندہ، بعض کو واجب الاطاعت، بعض کو واجب العصیان، بعض کو حلال، بعض

کو حرام، بعض کو پاک، بعض کو ناپاک
قرار دیتی ہے، کوتاہ بین سمجھتا ہے کہ یہ ذات کے اختلاف کی وجہ سے ہے حالانکہ یہ قطعاً نہیں ہے بلکہ شیئوں اور اعتبارات کا اختلاف ہے۔ قرآن مجید کی چند آیتوں سے بھی اِس مسئلہ کی صحت کے اشارات ملتے ہیں۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَاءِ رَبِّهِمْ ۗ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطٌ۔ عنقریب ہم اُن لوگوں کو اپنی نشانیاں اطرافِ عالم میں دکھائیں گے ۔ اُن کے اپنے درمیان میں بھی یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائیگا کہ یہ قرآن حق ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر چیز کا شاہد ہے یاد رکھو یہ لوگ تو اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہونے کی طرف سے شک میں ہیں۔ سنو! خدا ہر چیز پر حاوی ہے۔ نیز آیت هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وہی شروع سے ہے وہی آخر تک رہے گا وہی ظاہر ہے وہی پوشیدہ ہے۔ صوفیا کا ایک گروہ ہے جو وحدت الوجود کے قائلوں کی باتوں کو سُکر اور استغراق کی حالت پر محمول کرتا ہے اور وحدت الوجود کی واقعیت سے اِنکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بسا اوقات سالک کو وحدت الوجود کا احساس ہوتا ہے لیکن وہ نَفْسُ الْأَمْرِی نہیں ہے جیسا کہ سورج کی روشنی میں تمام ستارے چھپ جاتے ہیں تو دیکھنے والا صرف سورج کا وجود سمجھتا ہے اور ستاروں کو معدوم سمجھتا ہے حالانکہ وہ نفسُ الأمر میں موجود اور منوّر ہوتے ہیں تو یہ لوگ جس کو وحدت الوجود سمجھ گئے ہیں وہ وحدت الشہود ہے۔

اِن دونوں نظریوں میں فرق یہ ہے کہ وحدت الوجود کے قائل تو دراصل وجود کی حقیقی تقسیم وجودِ واجب اور وجود ممکن کے قائل نہیں ہیں اور وحدت الشہود کے قائل وجودِ ممکنات کے بھی قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ واجب الوجود کے مشاہدہ کے وقت ممکنات کے وجودات مخفی ہو جاتے ہیں۔ وحدت الوجود کے حامی، وجودِ حقیقی اور ممکنات کی تشبیہ دریا اور اُس کی موجوں اور بلبلوں سے یا رسّی اور اُس کی گرہوں سے دیتے ہیں۔

گفتم از وحدت و کثرت سخنے گوئی برمز	گفت موج وکف و گرداب ہمانا دریاست
میں نے کہا وحدت اور کثرت کی بات اشارہ میں کہہ	اُس نے کہا موجیں اور جھاگ اور بھنور، دریا ہی ہیں
اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہیں	حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں
ہے مشتمل نمودِ صُوَر پر وجودِ بحر	یاں کیا دھرا ہے قطرۂ و موج و حباب میں (غالبؔ)

اور وحدت الشہود کے قائل وجودِ حقیقی اور ممکنات کے وجود کے تشبیہ اصل اور اُس کے سایہ سے دیتے ہیں۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی وحدت الشہود کو چند در چند اشاروں کے ذریعہ ثابت کیا ہے۔ بادشاہ کے دربار میں گاؤں کے چودھری کا قصہ نقل کر کے اِسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے اور پٹ بیجنے کی حکایت میں بھی اِسی حقیقت کو روشناس کرایا ہے۔

ایک مقام پر شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں مسلکوں کی تطبیق بھی کی ہے اور فرمایا ہے کہ وحدتِ وجودی مرتبۂ ذات میں دُرست ہے اور وحدت الشہود تعینات کے درجہ میں واجب القبول اور صحیح ہے لہٰذا دونوں باتیں اپنی جگہ صحیح ہیں۔

اب ہم اس مسئلہ پر آپ کو" ردِ کو خر"

کے حوالے سے شیخ محمد اکرم کی زبانی کچھ باتیں
سناتے ہیں تاکہ مسئلہ کی پوری تنقیح اور توضیح ہو جائے وہ فرماتے ہیں۔

حضرت مجدد سرہندی سے پہلے تمام صوفیاءِ ہند میں ایک ہی فلسفہ رائج تھا اور وہ تھا ابن العربی کا فلسفۂ وحدت الوجود، بیشک اُس کے اخذ و قبول میں مختلف منازل اور مراتب تھے۔ بعض انتہا پسند صوفی تو وحدت الوجود میں اِس قدر غلو کرتے تھے کہ وہ قریب قریب دائرۂ اسلام سے باہر آجاتے تھے اور کئی دوسرے اُسے فقط اِسی حد تک اختیار کرتے تھے جس حد تک اسلام مانع نہ ہو۔ اب پہلی مرتبہ ایک جُداگانہ فلسفہ مدوّن ہوا جو فلسفہ وحدت الوجود کے مقابل ہوا اور یہ فلسفہ وحدت الشہود تھا جو معنوی اعتبار سے وحدت الوجود کی ضد یعنی تثنیۃ الوجود کا فلسفہ کہلا سکتا ہے۔

وحدت الوجود اور وحدت الشہود دونوں فلسفے ذاتِ باری اور مخلوقات و ممکنات کے تعلقات کو بیان کرتے ہیں اور ان دونوں فلسفوں کو توحیدِ عینی اور توحیدِ ظلّی سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ تذکرۂ غوثیہ میں دونوں فلسفوں کے فرق کو اِن الفاظ سے سمجھایا گیا ہے۔ وجود یعنی حقیقی ہستی واحد ہے لیکن ایک ظاہر وجود ہے اور ایک باطن، باطن وجود ایک نور ہے جو تمام عالم کے لئے بمنزلہ جان کے ہے اِس نورِ باطن کا پرتو ظاہر وجود ہے جو ممکنات کی صورت میں رونما ہے۔ ہر اسم، وصف، فعل جو عالمِ ظاہر میں ہے۔ اُن سب کی اصل وہی وصفِ باطن ہے اور اس کثرت کی حقیقت وہی وحدتِ صرف ہے جیسے امواج کی حقیقت عین ذاتِ دریا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ کائنات کے جملہ افراد تجلیاتِ حق ہیں۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَشْیَاءَ وَھُوَ عَیْنُھَا اور اس اعتباری کثرت کا وجود اِسی حقیقی وحدت سے ہے۔ اَلْحَقُّ مَحْسُوْسٌ وَالْخَلْقُ مَعْقُوْل۔ یہ وحدت الوجود کے فلسفہ کا خلاصہ ہے۔ وحدت الشہود کی تفصیل یہ ہے کہ کائنات کا وجود اور مختلف صفات اور آثار کا ظہور، واحدِ مطلق کی ذات و صفات کا ظل و عکس ہے جو عدم میں منعکس ہو رہا ہے اور یہ ظل و عکس واحدِ مطلق کا عین نہیں ہے بلکہ محض ایک مثال ہے۔ نواب سر احمد حسین نظام جنگ بہادر نے اپنی کتاب فلسفۂ فقرا میں اِن دونوں نظریوں کے فرق کو حسبِ ذیل نقشہ کی مدد سے نمایاں کیا ہے:۔

	وحدت الوجود (ھُوَ الْکُلُّ)	وحدت الشہود ھُوَ الْھَادِیْ
نظریہ	ہمہ اوست	ہمہ از اوست
رجحانِ تصوف	سکون کی طرف مائل (میں اور وہ جدا نہیں وہ دریا تو میں قطرہ ہوں)	جوش کی طرف مائل میں اسکے ساتھ اور وہ میرے ساتھ ہے۔
	وصل	عشق
اعتقاد۔	میں کون؟ اَنَا الْحَقُّ	میں کون؟ اَنَا عَبْدُہٗ (عاشق)

حقیقت تو یہ ہے کہ اس طرح کے مباحث محض ذوقی اور وجدانی ہیں اِن کو دلائل سے ثابت کرنا اور اُن کی تشریحات کرنا انتہائی دقت طلب ہیں اِسی لئے شریعت نے اِن مباحث میں پڑنے سے روکا ہے اللہ ذات و صفات کے

مسائل کو نصوص پر محمول کر کے خارج از بحث قرار دیا ہے۔ اس بحث میں مولانا روی کا کیا رجحان ہے اور وہ کونسے گروہ کے ترجمان سمجھے جاتے ہیں، مولانا کے پڑھنے والوں کو اس کا فیصلہ کرنا دشوار ہو رہا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

می شناسد ہر کہ اُو را منظر ست — کایں فغانِ ایں سرے ہم زاں سر ست

صاحبِ نظر جانتا ہے — کہ اِس جانب کی آہ و زاری اُس جانب سے ہی ہے

ایک جگہ فرماتے ہیں۔

جملہ معشوق ست و عاشق پردۂ

سب کچھ معشوق ہی ہے، عاشق ایک پردہ ہے

کسی مقام پر واضح الفاظ میں فرماتے ہیں کہ صرف ذاتِ واحد ہی موجود ہے اور تعدد یا کثرت محض ایک اعتباری چیز ہے۔

گر ہزاراں اند یک کس بیش نیست — جز خیالاتِ عدد اندیش نیست

اگر ہزاروں بھی ہیں ایک کے علاوہ کچھ نہیں ہے — کثرت اور تعدد محض خیالی ہے

بحر وحدانیست جفت و زوج نیست — گوہر و ماہیتش غیر موج نیست

صرف واحد نیت کا سمندر ہے جفت اور جوڑا کچھ نہیں — اس کی حقیقت اور ماہیت موجوں سے جدا نہیں ہے

نیست اندر بحر شرکِ پیچ پیچ — لیک با احول چہ گویم ہیچ ہیچ

سمندر میں کسی چیز کی شرکت نہیں ہے — لیکن بھینگے سے میں کیا کہوں!

یعنی غیر محدود کثرت کے اندر وجود حقیقی ایک ہی ہے، کثرت کو حقیقی سمجھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ بھینگا ایک کو دو دیکھتا ہے۔ انسان کی اس بھینگی آنکھ نے ہی اس کو مشرک بنایا ہے۔ اگر صحیح بینائی ہو تو وحدت کے علاوہ کچھ نظر نہ آئے۔ یہ اور اس طرح کے بہت سے اشعار پڑھنے والے کو بتاتے ہیں کہ مولانا وحدت الوجود کے داعی ہیں لیکن دوسری طرف اگر غور کیا جائے تو حقیقت اس کے خلاف واضح ہوتی ہے۔

جو لوگ وحدت الوجود کے نظریہ کے قائل ہیں وہ جبر و اختیار کی بحثوں میں جبر کو ترجیح دیتے ہیں اور جبریہ فرقہ ہی کو حق بجانب سمجھتے ہیں۔ اور یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔

ہر آں کس را کہ مذہب غیر جبر ست — نبی فرمود کو مانندِ گبر ست

جس شخص کا مذہب جبر کے علاوہ ہے — نبی نے فرمایا ہے وہ مجوسی ہے

لیکن مولانا اختیار کے قائل ہیں اور جا بجا جبر کے عقیدے کی تردید کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

سعی، شکرِ نعمتِ قدرت بُود — جبرِ تو انکارِ آں نعمت بُود

کوشش، قدرت کی نعمت کا شکریہ ہے — جبر اس نعمت کا کفر ہے

شکرِ نعمت نعمتت افزوں کند — کفرِ نعمت از کفت بیروں کند

نعمت کا شکر نعمت کو بڑھاتا ہے — کفرِ نعمت سے محروم کر دیتا ہے

جبرِ تو خفتن بود در رہ مخسپ
تا نہ بینی آں درو درگہ مخسپ

تیرا جبر سو جاتا ہے، راستہ میں نہ سو — جبتک اس در اور دربار کو نہ دیکھ لے نہ سو

جبر خفتن درمیانِ رہزناں — مرغِ بے ہنگام کے یابد اماں

جبر، ڈاکوؤں میں سو جانا ہے — بے وقت کا مرغا کب بچا ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ صوفیا کی وہ اکثریت جو وحدت الوجود کی قائل ہے وہ جبر کی بھی قائل ہے اور جبر کا نتیجہ جدوجہد کا ترک اور گوشہ نشینی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اسی بنا پر تصوف پر الزام لگانے والے تصوف کا یہ نتیجہ سمجھنے لگے کہ تصوف کا نتیجہ تعطل اور بیکاری اور دنیوی جدوجہد سے دست برداری کے سوا کچھ نہیں ہے اور تصوف مسائلِ زندگی سے ایک راہِ فرار ہے۔

لیکن مولانا جدوجہد اور سعی و عمل کے بہت بڑے داعی ہیں۔

اوؒ کوششِ بیہودہ بہ از خفتگی

سو جانے سے، سعی لاحاصل بہتر ہے

تک کے قائل ہیں۔

ایک جگہ پیغمبر کی زبانی فرمایا ہے۔

پایہ پایہ رفت باید سوئے بام — ہست جبری بودن ایں جا طمعِ خام

ایک ایک پٹری کوٹھے کیطرف چڑھنا چاہیئے — اس جگہ جبری بننا بیکار لالچ ہے

اللہ تعالیٰ نے ہاتھ پاؤں دے کر کوشش اور سعی کی تلقین کی ہے اگر وہ اُن کو بروئے کار نہیں لاتا ہے تو کفرانِ نعمت ہے۔

پائے داری چوں کُنی خود را تو لنگ — دست داری چوں کُنی پنہاں تو چنگ

تیرے پیر ہیں اپنے آپ کو تو لنگڑا کیوں بناتا ہے! — تیرے ہاتھ ہیں پنجہ کو کیوں چھپاتا ہے؟

خواجہ چوں بیلے بدستِ بندہ داد — بے زباں معلوم شد اُو را مراد

آقا نے جب بیلچہ ہاتھ میں دے دیا — اس کا مقصد بغیر کہے معلوم ہو گیا

توکل کا ایک غیر شرعی مفہوم عقیدۂ جبر کا لازمی نتیجہ ہے۔ مولانا اسکے بارے میں فرماتے ہیں۔

گر توکل می کنی در کار کُن — کار کن پس تکیہ بر جبار کُن

اگر توکل کرتا ہے، کام میں کر — کام کر پھر اللہ پر توکل کر

گفت آرے ار توکل رہبرست — ایں سبب ہم سُنتِ پیغمبرست

اس نے کہا ہاں اگر توکل راہنما ہے — سبب کا اختیار کرنا بھی پیغمبر کی سنت ہے

گفت پیغمبر باوازِ بلند
بر توکل زانوے اشتر بہ بند

پیغمبر نے بلند آواز سے فرمایا — توکل کیساتھ اونٹ کا پیر باندھ

رمزِ اَلکاسب حبیب اللہ شنو
از توکل در سبب کاہل مشو

"کمانے والا اللہ کا دوست ہے" کا اشارہ سن توکل کی وجہ سے اسباب اختیار کرنے میں سستی نہ کر

در توکل کسب و جہد اولیٰ تر ست **تا حبیبِ حق شوی ایں بہتر ست**

کمانا اور کوشش کرنا توکل کے معاملہ میں بہت بہتر ہے — تاکہ تو اللہ کا سہارا بن جائے یہ اچھا ہے

ایک جگہ فرمایا اسباب کا اختیار کرنا اور زندگی کی جدوجہد میں صبر و استقلال کے ساتھ زندگی کے نشیب و فراز سے دوچار ہونا ہمیشہ سے خاصانِ خدا کا خاصہ رہا ہے۔

سعیِ ابرار و جہادِ مومناں **تا بدیں ساعت ز آغازِ جہاں**

نیکوں کی کوشش اور مومنوں کا جہاد — دنیا کی ابتداء سے اب تک

حق تعالیٰ جہدِ شاں را راست کرد **آنچہ دیدند از جفا و گرم و سرد**

اللہ نے ان کی کوشش اور تمام — گرم و سرد کو صحیح قرار دیا

جہد و عمل کے سلسلہ میں مولانا کا وہ شعر بھی مشہور ہے جس پر غالب جیسا شاعر سر دھنتا ہے۔

بزیرِ کنگرۂ کبریاش مردانند **فرشتہ صید و پیمبر شکار و یزداں گیر**

اس کی کبریائی کے کنگرہ کے زیرِ سایہ وہ انسان بھی ہیں، فرشتہ اور پیغمبر جن کا شکار اور وہ خدا کو قابو میں کر لینے والے ہیں

اور اقبال نے اسی شعر کو اپنے الفاظ میں اس طرح کہا ہے۔

در دشتِ جنونِ من جبریل زبوں صیدے — یزداں بکمند آور اے ہمتِ مردانہ

میرے جنون کے میدان میں جبریل معمولی شکار ہیں — اے ہمتِ مردانہ خدا کو قابو میں کرلے

اِن حالات میں کسی طرح یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مولانا وحدت الوجود کے اس مفہوم کے قائل تھے جو دوسرے صوفیاء نے اختیار کیا ہے۔

جبر و قدر انسان جو کام کرتا ہے وہ اپنے اختیار سے کرتا ہے یا بصورتِ جبر اس سے صادر ہوتے ہیں۔ یہ مسئلہ بھی اُن مسائل میں سے ہے جن کا فیصلہ کرنا دشوار ترین امر ہے۔ اِس مسئلہ کی بنیاد دراصل اِس مسئلہ پر ہے کہ انسان اپنے اعمال کا خود خالق ہے یا انسان کے اعمال کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے، حکماء کا ایک گروہ اِس بات کا قائل ہے کہ انسانی جملہ اعمال بھی اللہ کی تخلیق ہیں انسان کو اُنکے صادر کرنے میں کوئی اِختیار اور دخل نہیں ہے۔ وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ ۔ تمہارا چاہنا کچھ نہیں بجز اِسکے کہ اللہ چاہے۔ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَاْ لَمْ يَكُنْ جو اللہ نے چاہا وُہ ہوا جو نہ چاہا نہ ہوا۔ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ خلق اور اَمر صرف اللہ کا ہے۔ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ۔ ہونے والی باتوں پر قلمِ تقدیر (لکھ کر) خشک ہو چکا ہے۔ اَلْقَلْبُ بَيْنَ اِصْبَعَيِ الرَّحْمٰنِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ۔ انسانی قلب اللہ کے قبضہ میں ہے جس طرف چاہتا ہے (بُرائی یا بھلائی) اُس کو اُس طرف مائل کر دیتا ہے۔ اَب اِن دلائل کے پیشِ نظر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انسان مجبورِ محض ہے تو ظاہر ہے کہ اِس صورت میں انسان کے اعمال کے حسن و قبح کا کوئی سوال ہی

جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ کے بارے میں فرماتے ہیں یہ بالکل سچ ہے لیکن اِسکے یہ معنیٰ کہ جو کچھ ہونا ہے وہ پہلے ہی دن لوحِ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے صحیح نہیں ہیں یہ عوام کی غلطی ہے۔ اِس کے معنیٰ یہ ہیں کہ یہ طے ہو چکا ہے کہ ہر کام کا خاص نتیجہ ہے، یہ طے ہو چکا ہے کہ ہر چیز کا ایک سبب ہے، یہ طے ہو چکا ہے کہ نیکی و بدی یکساں نہیں ہیں، یہ طے ہو چکا ہے کہ نیکی کا نتیجہ نیک اور بدی کا بد ہوگا۔

مولانا نے انسان کے اِختیار کے ثبوت کے لئے جو دلائل قائم کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) ہر شخص کے دل میں اختیار کا یقین ہے گو زبانی اُس کا اِنکار کرے اگر اِسی شخص کے سر پر چھت ٹوٹ پڑے تو کبھی چھت پر غصہ نہ کرے گا اور اگر کوئی دوسرا شخص اُس کے سر پر پتھر مار دے تو اُس پر اُس کو سخت غصہ آئے گا اور یہ اسی بنیاد پر ہے کہ چھت کو اُس نے غیر مختار سمجھا ہے اور اُس شخص کو اُس نے صاحبِ اختیار مانا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ کُتا بھی اِس بات کو سمجھتا ہے کُتا پتھر کو نہیں کاٹتا ہے جو پتھر پھینک کر اُس کے مار یگا اُس کو کاٹے گا۔

(۲) خود انسان کے تمام اقوال و افعال سے اِختیار کا ثبوت ہوتا ہے۔ ہم کسی شخص کو کسی کام کے کرنے کا حکم دیتے ہیں، کسی کو کسی کام کے کرنے کی ممانعت کرتے ہیں۔ اپنے کسی فعل پر خود نادم ہوتے ہیں اور کسی فعل پر خوش، یہ اِس کی دلیل ہے کہ ہم خود اپنے آپ کو اور دوسرے کو صاحبِ اختیار سمجھتے ہیں۔

(۳) جبر کے ثبوت میں سب سے بڑی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اگر خدا ہمارے افعال پر قادر نہیں ہے تو مجبور ہے اور اگر قادر ہے اور بندہ کو بھی قادر مانا جائے تو ایک فعل کے دو فاعل قرار پاتے ہیں جو باطل ہے۔ مولانا نے اِس شبہ کا جواب دیا جو شبہ کا جواب بھی ہے اور بجائے خود بندہ کے اِختیار کے لئے دلیل بھی ہے۔ فرمایا جو چیز کسی چیز کی ذاتیات میں سے ہے وہ سلب نہیں ہوتی ہے۔ لوہار کے بسولے میں جبر ہے لوہار کا آلہ بننے کی وجہ سے۔ اُس کا جبر سلب نہیں ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح اِختیار انسان کی ذاتیات میں سے ہے۔ اگر اللہ کو فاعل مانا جائے اور انسان اُس کے لئے بمنزلہ آلہ کے ہو تب بھی اُس کا اختیار باقی رہیگا، انسانی اختیار مسلوب نہ ہوگا اور نہ جبر سے تبدیل ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ انسان کا کفر کرنا اللہ کی مرضی سے ہے تو بھی خود یہ ثابت ہو رہا ہے کہ کفر کافر کا فعلِ اختیاری ہے ورنہ کافر، کافر نہیں ہے۔

(۴) انسان کے تمام افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے اُن کا صدور انسان سے ہوتا ہے اللہ کے خالق ہونے کی وجہ سے بسا اوقات افعالِ عباد کی نسبت اللہ کی طرف کر دی جاتی ہے ورنہ دراصل وہ بندہ کا فعل ہے۔ مولانا بحر العلوم نے ایک مقام پر فرمایا ہے ایک فرق بعد الجمع کا مقام ہے۔ جب سالک کی سیر عروج کی طرف ختم ہو جاتی ہے اور اُس کا وجود مقامِ فنا میں پہنچ جاتا ہے تو وہ پھر بشریت کی طرف نزول کرتا ہے اور اپنی ذات کا جلوہ آئینۂ حق میں دیکھتا ہے اور اپنے تمام افعال و صفات کو منسوب بسوئے حق دیکھتا ہے اور یہ عرفان کا سب سے بلند مقام ہے۔

مثنوی اور فلسفی مسائل

مولانا کا مقصد مثنوی میں اگرچہ فلسفی

نہیں پیدا ہوتا ہے اور افعال پر جزا و سزا کا ترتب بھی بالکل بے معنی ہو جاتا ہے۔ اگر زید کے ہاتھ میں رعشہ کی اضطراری حرکت ہے تو زید کو اس حرکت کی بنا پر اچھا یا برا کہنا بالکل غیر معقول ہے، انسان کے سر پر پھول برسیں یا پتھر انسان نہ پھولوں کی ستائش کرتا ہے نہ پتھر کی شکایت۔ حکماء کے اس گروہ کو جبریہ کہا جاتا ہے۔

دوسرا گروہ قدریہ ہے جو تقدیرِ ازلی کا منکر ہے اور تمام انسانی افعال کا صدور انسان سے بطور کلی اختیار کے تسلیم کرتا ہے اور بندوں کے افعال کا خالق بندوں ہی کو قرار دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں عالم میں دو خالق تسلیم کرنے پڑیں گے۔ ایک خدا اور ایک غیرِ خدا اور اس ثنویت کو اسلام کسی طرح تسلیم نہیں کر سکتا ہے۔ یزداں اور اہرمن کے تصور کو اسلام نے مٹایا ہے اور خالص توحید کی طرف رہنمائی کی ہے۔ اسی بنا پر اس قدریہ فرقہ کو مجوس ہٰذہ الامۃ قرار دیا گیا ہے۔

عقلی اعتبار سے غور کیا جائے تو یہ عقیدہ بھی خلافِ واقعہ نظر آتا ہے، اسلئے کہ انسان کا کسی کام کو کرنا یا کسی کام سے باز رہنا خواہش و ارادہ یا نفرت و اجتناب کی بنیاد پر ہوتا ہے اور انسان کو اپنی قوتِ ارادی یا قوتِ اجتنابی کی تحریک پر کوئی اختیار نہیں ہے۔ اب ان دونوں قوتوں کی تحریک کا جو نتیجہ بھی ہے وہ غیر اختیاری ہو جاتا ہے۔

اشاعرہ نے ایک درمیانی صورت نکالی یعنی انسان کے افعال کا خالق تو اللہ کو قرار دیا اور کسب کو انسان کا اپنا فعل قرار دیا اور یہ عقیدہ ٹھہرایا کہ افعال خواہ خداوندی ہوں یا بندوں کے سب کا خالق اللہ ہی ہے۔ اب بندوں کے افعال کی برائی، بھلائی یا جزاء و سزا اس بنیاد پر ہے کہ انسان نے اس کا کسب کیا ہے۔ مولانا روم نے اس مسئلہ پر بہت سے مقامات پر بحث کی ہے۔ ایک جگہ تو جبریہ اور قدریہ دونوں کو غلط کہا ہے اور فرمایا کہ اگر دیکھا جائے تو انسان کا جبرِ مطلق، اختیارِ مطلق کی بہ نسبت بالکل بداہت کے خلاف ہے۔ بداہۃً نظر آتا ہے کہ انسان اپنے افعال میں صاحب اختیار ہے۔ رہی یہ بات کہ یہ اختیار خدا کا عطا کردہ ہے یہ ایک نظری مسئلہ ہے اور فرمایا قدری کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جو دھوئیں کو موجود مانتا ہے اور آگ جو اس کی علت ہے اس کا انکار کرتا ہے اور جبری کی مثال بالکل اس شخص کی سی ہے جو دھوئیں کے ہوتے ہوئے اس دھوئیں کے وجود ہی سے انکار کرتا ہے۔ اب فیصلہ کیا جائے کہ کونسا شخص زیادہ حماقت میں مبتلا ہے۔ مولانا کے زمانہ میں اکثر صوفیاء اور علماء جبر کے قائل تھے۔ امام رازی جیسے فاضل نے اپنی تفسیر میں متعدد جگہ جبر پر دلائل قائم کئے ہیں اور پھر مستقل کتاب لکھ کر جبر کے اثبات کے لئے عقلی و نقلی دلائل پیش کئے ہیں لیکن مولانا روم کا رجحان جبر کے بالکل خلاف ہے۔ مَا شَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَ مَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ کے بارے میں مولانا نے فرمایا۔ یہ حدیث جدوجہد کی ترغیب کے لئے ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی شاہی ملازم سے یہ کہے "جو وزیر چاہتا ہے وہی ہوتا ہے" تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وزیر کو خوش رکھنے کی جدوجہد کرنی چاہئے کیونکہ مقصد کا حصول وزیر کی خوشی پر موقوف ہے۔ یہ نہیں ہے کہ مقصد کا حصول ہمارے ہاتھ میں ہے لہٰذا وہ بغیر جدوجہد کے ہمیں حاصل ہو جائیگا۔ اسی طرح اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ نجات اور حصولِ مقاصد تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے کہ جب چاہو حاصل ہو جائے بلکہ اس کے لئے انتہائی جدوجہد کی ضرورت ہے۔

مسائل کو بیان کرنا نہیں ہے ضمناً جو مسائل
بیان فرمادیئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

تجاذبِ اجسام کائنات کے تمام اجسام ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور اسی تجاذب اور کشش پر نظامِ کائنات قائم ہے۔ یہی وہ مسئلہ ہے جس کی تفاصیل نیوٹن نے کیں اور یہ نظریہ اُس کی طرف منسوب کیا گیا جبکہ مولانا نے سینکڑوں برس قبل یہ نظریہ بیان فرمادیا تھا:۔

جملہ اجزاءِ جہاں زاں حکم پیش — جفت جفت و عاشقاں جفتِ خویش
دنیا کے تمام اجزاء جوڑ جوڑ ہیں — اور ہر ایک اپنے جوڑے کا عاشق ہے

آسماں گوید زمیں را مرحبا — باتوام چوں آہن و آہن ربا
آسمان، زمین کو خوش آمدید کہتا ہے — کہ میری تیری مثال لوہے اور مقناطیس کی سی ہے

فرمایا کہ اجرامِ فلکی کی کشش کی بنیاد پر زمین بیچ میں معلق ہے اور اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے مقناطیس کا ایک گنبد بنایا جائے اور لوہے کا ایک ٹکڑا بیچ میں کردیا جائے تو وہ معلق ہوکر رہ جائے گا۔

آں حکیمش گفت کز جذبِ سما — از جہاتِ شش بماند اندر ہوا
اُس حکیم نے اُس سے کہا کہ آسمان کی وجہ — شش جہات کی کشش کی وجہ سے زمین فضا میں معلق ہے

چوں ز مقناطیس قبہ ریختہ — درمیاں ماند آہنے آویختہ
جس طرح کہ مقناطیس کا گنبد ہو — اور اس کے درمیان لوہے کا ٹکڑا لٹکا ہو

تجاذبِ ذرات اب یہ بات مسلّمات میں سمجھی گئی ہے کہ اجسام کی ترکیب ذرات سے ہے اور ان ذرات میں باہمی کشش اور تجاذب ہے اور تمام اجسام کے ذرات میں کشش اور تجاذب یکساں نہیں ہے بعض اجسام کے ذرات میں باہمی کشش بہت بڑھی ہوئی ہے اور بعض میں کم جیسا کہ لوہا اور لکڑی۔ اس مسئلہ کو سینکڑوں سال قبل مولانا نے بیان فرمایا:۔

میل ہر جزئی بہ جزئی می نہد — ز اتحادِ ہر دو تولیدے جہد
ہر جزئی کا ایک جزئی کی طرف میلان ہے — دونوں کے اتحاد سے پیدائش ہوئی ہے

اِن اشعار میں مولانا نے تجاذب کی کیفیت کو عشق سے تعبیر کیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ نباتات کے جو اجزاء ہیں وہ جمادی ہیں لیکن اُن میں اور نباتی اجزاء میں کیونکہ کشش ہے لہٰذا وہ جمادی اجزاء نباتیت اختیار کرلیتے ہیں۔ اسی طرح نباتی اجزاء حیوانی اجزاء بن جاتے ہیں۔ اگر یہ کشش نہ ہو تو عالم میں مرکبات کا فقدان ہو جائے۔

تجددِ امثال مولانا بحر العلوم نے ایک مقام پر فرمایا ہے۔ تجددِ امثال یہ ہے کہ کائنات کی صورتیں ہر آن تبدیل ہو رہی ہیں۔ ایک صورت زائل ہوتی ہے اور دوسری صورت اس کی جگہ لے لیتی ہے اور ذات اسی طرح باقی رہتی ہے، چونکہ مٹنے والی صورت آنے والی صورت جیسی ہے۔ اس وجہ سے اس تبدیلی کا احساس نہیں ہوتا ہے اور بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلی صورت علیٰ حالہا باقی ہے۔ جدید تحقیقات اس مسئلہ

کی تصدیق کرتی ہیں۔ مولانا نے اِس مسئلہ کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے فرماتے ہیں:۔

پس ترا ہر لحظہ مرگ و رجعتے ست
مصطفیٰ فرمود دنیا ساعتے ست

ہر لحظہ تیری موت اور واپسی ہے۔ اِسی لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا ایک ساعت کی ہے

ہر نفس نو مے شود دنیا و ما — بے خبر از نو شدن اندر بقا
ہر سانس میں دنیا نئی بن رہی ہے — ہم اُس کے نئے بننے سے بے خبر ہیں

عمر ہمچو جوئے نو نو می رسد — مستمرے می نماید در جسد
زندگی نہر کے پانی کی طرح نئی نئی آتی رہتی ہے — بدن میں مسلسل نظر آتی ہے

شاخِ آتش را بہ جنبانی بساز — در نظر آتش نماید بس دراز
جلتی لکڑی کو تیزی سے گھماؤ — تو دیکھنے میں ایک لمبی آگ نظر آئے گی

انسان کی زندگی کی بھی یہی صورت ہے۔ ہر لمحہ فنا اور بقا ہے۔ لیکن یہ تبدیلی اِس سرعت کے ساتھ ہے کہ زندگی مستقل اور مستمر محسوس ہوتی ہے اور اس کی مثال میں فرمایا کہ نہر کے پانی کی سطح مستقل نظر آتی ہے حالانکہ وہ سطح برابر بدل رہی ہے یا شعلہ کو اگر تیزی سے گھماؤ تو وہ ایک دائرے کی شکل میں نظر آنے لگتا ہے۔ حالانکہ ہر آن وہ شعلہ دائرے میں اپنی جگہ بدل رہا ہے لیکن تم اُسے محسوس نہیں کر رہے ہو۔

مسئلہ ارتقاء دنیا کی موجودات کو چار قسموں پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ جمادات، نباتات، حیوانات، انسان۔ اب اِن میں یہ بحث ہے کہ آیا یہ چاروں قسمیں ابتدائِ تخلیق سے اِسی طرح سے مخلوق ہوئی ہیں یا ابتدائِ تخلیق میں صرف ایک چیز پیدا کی گئی تھی پھر اُس نے ترقی اور ارتقاء کیا ہے۔ وہ چیز جماد تھی پھر ترقی کر کے نبات بنی پھر ترقی کر کے حیوان بنی اور پھر ترقی کر کے انسان بن گئی۔ یہ آخری نظریہ ڈارون کی طرف منسوب ہے۔ مولانا شبلی کا خیال ہے کہ مولانا بھی ڈارون سے بہت پہلے اِسی ارتقاء کے قائل تھے اور اُس کے ثبوت کے لئے حسب ذیل اشعار پیش کئے ہیں:۔

آمدہ اوّل بہ اقلیمِ جماد — وز جمادی در نباتی اوفتاد
انسان شروع میں جماد تھا — جماد سے نبات بنا

سالہا اندر نباتی عمر کرد — وز نباتی یاد ناورد از نبرد
سالوں نبات رہا — لیکن نباتی زندگی اسے یاد نہیں ہے

وز نباتی چوں بہ حیوانی فتاد — نامدش حالِ نباتی ہیچ یاد
نبات سے جب حیوان بنا — نباتی حالت اُس کو یاد نہیں ہے

جز ہماں میلے کہ دارد سوئے آں — خاصہ در وقتِ بہارِ ضیمراں
ہاں سوائے اُس میلان کے جو اُسکو نباتات کیطرف ہے — خصوصاً موسم بہار میں ضیمران کے کھلنے کے وقت

ہمچو میلِ کودکاں با مادراں — سرِ میلِ خود نہ داند در لباں
جس طرح کہ بچوں کا ماؤں کیطرف میلان ہوتا ہے، شیر خوارگی کے زمانہ میں بچے میلان کا راز نہیں جانتا

باز از حیواں سوِ انسانیش — **میکشد آں خالقے کہ دانیش**

پھر حیوان سے انسان کی جانب — اُسکو وہ خدا لے جاتا ہے، جو اُسکو جانتا ہے

ہمچنیں اقلیم تا اقلیم رفت — **تا شد اکنوں عاقل و دانا و زفت**

اِسطرح وہ ایک عالم سے دوسرے عالم کیطرف چلتا رہا — یہاں تک کہ وہ عاقل دانا اور فربہ بن گیا

مولانا کے یہ اشعار صاف لفظوں میں بتا رہے ہیں کہ مولانا انسان کی ابتدائی خلقت جمادی مانتے ہیں یہ سے ترقی کرکے اس نے جسمِ نباتی اختیار کیا۔ پھر عالمِ نباتات سے وہ جسمِ حیوانی بنا اور جسمِ حیوانی سے اس نے جسمِ انسانی اختیار کیا اور موسمِ بہار میں گل و گلزار کی طرف اُس کے میلان کو اُسکے عالمِ نباتات سے عالمِ حیوانات کی طرف منتقل ہونے کی دلیل بتا رہے ہیں۔

وجود کے مراتب

وجود صرف مادی ہے یا اُس کے مراتب ہیں اور ادنیٰ درجہ مادی وجود کا ہے نیز علم کے حصول کا ذریعہ صرف حواس ہیں یا اِس کے ماوراء بھی کچھ علم کے اسباب ہیں۔ اِن دونوں مسئلوں میں اختلاف چلا آرہا ہے۔ مادّے کے قائل تو یہ کہتے ہیں کہ وجود کا مدار صرف مادّے پر ہے اور مادی وجود کے علاوہ اور کوئی وجود نہیں ہے، حصولِ علم کے بارے میں بھی لامحالہ اُن کا یہ خیال ہے کہ وہ صرف عقل اور حواس کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ گروہ نہ نفس یا روح کی مستقل حیثیت تسلیم کرسکتا ہے اور نہ خدا کا قائل ہو سکتا ہے اور نہ حیات بعد الموت کا۔ اُن کے نزدیک روح کی کوئی مستقل حیثیت نہیں ہے بلکہ وہ عناصر کی خاص ترکیب کی پیداوار ہے۔ جس طرح ساز کے تاروں کے ایک خاص نظم و ضبط سے ایک نغمہ پیدا ہوتا ہے اِسی طرح وجود کے ذرات کی خاص ترتیب عقل و شعور پیدا کر دیتی ہے جب ساز ٹوٹ جائے تو نغمہ بھی ناپید ہو جائیگا۔ اہلِ شرع اِس نظریہ کو اِلحاد قرار دیتے ہیں۔ مولانا روم نے بھی مثنوی میں جابجا اِس مسئلہ پر اظہارِ خیال کیا ہے اور بتایا ہے کہ وجود کے مختلف مراتب ہیں اور وجود کا ہر مرتبہ اپنی مخصوص عقل اور اسباب و علل کا مخصوص نظام رکھتا ہے جیسے جیسے وجود کے مراتب میں ترقی ہوتی ہے ویسے ہی علم اور اُسکے ذرائع میں بھی ارتقاء ہوتا ہے۔ نباتی وجود اور عقل جمادی وجود و عقل سے بالاتر ہے اور نباتات کا شعور جمادات کے شعور سے بڑھا ہوا ہے۔ اِسی طرح حیوانات کا شعور نباتی شعور سے زیادہ بہتر اور وسیع ہے اور پھر حیوانات میں بھی عقل و شعور کے مراتب میں تفاوت ہے۔ انسان تمام حیوانات میں بالاتر ہے اور اُس کی نوع کے افراد میں بھی عقل و شعور میں بیحد تفاوت ہے۔ ایک طرف جنگلی انسانوں کا شعور ہے دوسری طرف حکماء کے شعور کی بلند پروازی ہے۔ مولانا نے فرمایا۔ انسان کے وجود کا ارتقاء اور اُس کی عقل کا ارتقاء اِس مرحلہ پر پہنچ کر بھی نہیں رُکتا ہے بلکہ حکماء کے علاوہ انبیاء اور اولیاء کا ایک طبقہ ہے جو حکماء کے مقابلہ میں زیادہ کاشفِ اسرار ہے سمجھے جاتے ہیں۔

باز غیر از عقل و جانِ آدمی — **ہست جانے در نبی و در ولی**

عام انسانی جان اور عقل کے علاوہ — نبی اور ولی میں ایک اور جان ہے

وحی والہام و نبی

مولانا وحی و الہام میں فرق نہیں کرتے ہیں۔ اور

الہامات نیز اُس بصیرت کے لئے بھی جو عقل و حس سے ماوراء ہے وحی کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ انسان کے حواسِ ظاہری کے علاوہ انسان میں حواسِ باطنی بھی ہیں، جن سے اُن باتوں کا انکشاف ہوتا ہے جو حواسِ ظاہری کے اِدراک سے باہر ہیں۔

پنج حسّے ہست جز ایں پنج حس — آں جو زرِ سُرخ و ایں حسہا چو مس
اِن حواسِ خمسہ کے علاوہ اور حواسِ خمسہ ہیں — سونا جیسے ہیں اور یہ تانبا ہیں

آئینہ دل چوں شود صافی و پاک — نقشہا بینی بروں از آب و خاک
دل کا آئینہ جب پاک و صاف ہو جاتا ہے — آب و خاک کے علاوہ وہ اور نقش دیکھتا ہے

پس محلِ وحی گردد گوشِ جاں — وحی چہ بود گفتن از حسِّ نہاں
پھر جان کا کان وحی کا محل بن جاتا ہے — وحی کیا ہے؟ اسی پوشیدہ حس کی گفتگو

اِس اِدراک کو وحی کہئے یا اِلہام، یہ عقل سے بالاتر حسِ باطن کا اِنکشاف ہوتا ہے۔ چونکہ عوام وحی کو انبیاء کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں۔ لہٰذا صوفیاء اِس قسم کے انکشافات کو وحیِ دل کہہ دیتے ہیں۔

از پئے رُوپوشِ عامہ در جہاں — وحیِ دل گویند او را صوفیاں
دنیا میں عوام سے چھپانے کے لئے — اُس کو صوفی دل کی وحی کہہ دیتے ہیں

نبی کا لفظ بھی عام طور پر ایک خاص معنیٰ میں بولا جاتا ہے لیکن مولانا اونچے درجہ کے معلمین کے لئے بھی لفظِ نبی بولتے ہیں۔

فکر کُن در راہِ نیکو خدمتے — تا نبوت یابی تو از اُمتے
بھلائی کے راستہ میں خدمت کی فکر کر — تا کہ اُمت میں رہتے ہوئے تو نبوت پالے

مولانا کی اصطلاح میں نبی اور وحی کے ایسے عام معنیٰ ہیں جو اصطلاحی نبی اور وحی سے وسیع تر ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

ایں نجوم و طب وحیِ انبیاءست — عقل و حس را سوئے بے سوزہ کجاست
یہ طب اور نجوم نبیوں کی وحی ہے — عقل اور حس کو بے جہت چیز کا راستہ نہیں ملتا ہے

قابلِ تعلیم فہم ست ایں خرد — لیک صاحب وحی تعلیمش دہد
اس عقل میں فہم و تعلیم کو قبول کرنے کی صلاحیت ہے — لیکن صاحبِ وحی اُس کو تعلیم دیتا ہے

جملہ حرفتہا یقیں از وحی بود — اوّل اوّل عقل اُو را بر فزود
یقیناً تمام ہُنر ابتداءً وحی کے ذریعہ معلوم ہوئے — پھر عقل نے ان میں اضافہ کیا ہے

مولانا کا یہ بھی خیال ہے کہ جب دل محلِ وحی ہوتا ہے تو وہ اپنی ملکوتی قوت کو متمثل کرکے پیش کرتا ہے۔ کوئی دوسری شخصیت پیغام رساں نہیں ہوتی ہے۔ محسوس یہ ہوتا ہے کہ جبرئیل کچھ کہہ رہے ہیں حالانکہ خود نبی کی قوتِ ملکوتی یہ تمثل اِختیار کر لیتی ہے۔ جیسا کہ خواب میں انسان دیکھتا ہے کہ دوسرا شخص اُس سے ہم کلام ہے حالانکہ خود اُس کا قلب

دوسرے کو منتقل کرکے پیش کر دیتا ہے۔

مولانا بحر العلوم نے مولانا کے اشعار کی شرح کرتے ہوئے ایک جگہ فرمایا جبرئیلؑ جو رسولوں کے سامنے آتے ہیں اور اللہ کی جانب سے وحی لاتے ہیں وہ ایک جبرئیلیہ حقیقت ہے جو رسولوں کی قوتوں میں سے ایک قوت ہے اور یہ قوت وہ صورت اختیار کر لیتی ہے جو عالم مثال میں اس کے لئے پوشیدہ تھی۔ وہ رسولوں کے پاس حاضر ہوتی ہے اور اللہ کا پیغام پہنچاتی ہے تو رسول خود اپنے آپ سے فیض حاصل کرتے ہیں نہ کہ کسی دوسرے سے تو جو کچھ رسول دیکھتے ہیں وہ انھیں کے خزانہ کی پوشیدہ چیز ہے۔ مولانا کے نزدیک روحِ انسانی کے عروج کے منازل ہیں۔ ایک وہ مقام آتا ہے جہاں روحِ انسانی کا روحِ الٰہی سے غایت درجہ کا اتصال ہو جاتا ہے

اتصالے بے تکیف بے قیاس	ہست رب الناس را با جانِ ناس
اللہ تعالے کا انسانوں سے اتصال ہے	جو قیاس اور بیان سے باہر ہے

اس مقام پر پہنچ کر حکمت کا طالب خود حکمت کا منبع بن جاتا ہے اور اس مقام پر پہنچ کر خود انسانی قلب لوحِ محفوظ بن جاتا ہے۔

لوحِ حافظ لوحِ محفوظے شود	روحِ اُو از روح محفوظے شود
حافظ کا دل لوحِ محفوظ بن جاتا ہے	اس کی روح خدا سے محفوظ ہوتی ہے

اس حالت میں الٰہی کلام اور فرمان خود اس کے دل سے ابھرتا ہے اور یہ احسن التقویم والا انسان جب روحانی بلندیوں پر پہنچتا ہے تو خود اس کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔

پس محلِ وحی گردد گوشِ جاں	وحی چہ بود گفتن از حسِ نہاں
روح کا کان وحی کا محل بن جاتا ہے	وحی کیا ہے، پوشیدہ حس کی گفتگو
گوشِ جان و چشمِ جاں جز ایں حس ست	گوشِ عقل و چشمِ ظن زاں مفلس ست
روح کے کان اور آنکھ ان حواس کے علاوہ ہیں	عقل کا کان، اور ظن کی آنکھ ان سے محروم ہے
پنبۂ وسواس بیروں کن زگوش	تا بگوشت آید از گردوں خروش
وسوسوں کی روئی کان سے نکال	تاکہ تیرے کان میں آسمانی آوازیں آئیں

وحی، نبی، جبرئیل اور لوحِ محفوظ کے بارے میں مولانا کے خیالات اجمالی طور پر ہم نے عرض کر دیئے ہیں تاکہ مولانا کا کلام سمجھنے میں سہولت ہو لیکن ظاہر ہے کہ یہ مولانا کے اپنے خیالات ہیں اور اربابِ شرع کو ان میں ردّ و قبول کا حق ہے ان میں سے جو چیزیں ظاہر نصوص سے ٹکرائیں وہ یقیناً دوسروں کیلئے لائقِ قبول نہ ہوں گی۔ بزرگوں کے مکاشفات اسی وقت تک حجت ہیں جب تک کہ وہ اصولِ شرع کے موافق ہوں۔

بعض اصطلاحیں صوفی وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو غیر اللہ سے محفوظ رکھے دل میں کوئی شیطانی خطرہ نہ آنے دے۔ عبادت و ریاضت میں اصولِ شرع اور سنتِ رسول پر قائم رہے۔

ابن الوقت۔ وہ صوفی کہلاتا ہے جو اسرار اور واردات سے مغلوب الحال ہو جائے، اسرار کا اظہار کر دے

خوارق اُس سے ظاہر ہو جائیں اور احکام ظاہری کی مخالفت کر بیٹھے۔ ابن الوقت ہی کو قلندر اور رند بھی کہدیا جاتا ہے۔ ابن الوقت اُس صوفی کو بھی کہا جاتا ہے جو مقتضائے وقت پر عمل کرے۔ یہ معنی پہلے معنیٰ سے عام ہیں۔ جو اصطلاحی ابن الوقت اور ابوالوقت دونوں کو شامل ہیں۔

ابوالوقت۔ وہ صاحبِ مقام صوفی کہلاتا ہے جو آدابِ شریعت کا پورا پاس کرے۔ حالات اور واردات میں نفس اور روح پر قابو رکھے۔ خداوندی حکمت کے مقتضیٰ کو سمجھتے ہوئے کرامات اور خوارق پر قابو رکھے۔ ابوالوقت کا مقام ابن الوقت سے بہت اعلیٰ سمجھا جاتا ہے۔

ابدال۔ اولیاء اللہ کی وہ جماعت ہے جو کسی دوسری شخصیت کو اپنی شکل و صورت میں تبدیل کر سکتی ہو اِن کی تعداد سات ہوتی ہے۔ دنیا کی ساتوں اقلیموں میں سے ہر اقلیم کا اُن میں ایک قطب ہوتا ہے۔

نقباء۔ اولیاء اللہ کی وہ جماعت کہلاتی ہے جن میں سے ہر ایک آسمان کے بارہ برجوں میں سے ہر برج سے متعلق ہوتا ہے اور اُس برج کے نجوم و کواکب کی تاثیرات سے اُس کا تعلق ہوتا ہے۔ ان نقباء کو بھی ابدال کہہ دیا جاتا ہے۔

رجبیّون۔ اولیاء کی وہ جماعت کہلاتی ہے جو رجب کے مہینہ میں اپنی جگہ مقیم رہتی ہے باقی پورے سال عالم میں گشت کرتی رہتی ہے۔ رجب کے پہلے دن اُن پر اس قدر بوجھ ہوتا ہے کہ وہ اپنے کسی عضو کو حرکت تک نہیں دے سکتے ہیں دوسرے دن یہ بوجھ کم ہو جاتا ہے اور تیسرے دن بالکل غائب ہو جاتا ہے۔ اُن کو پورے سال کشف رہتا ہے۔ اُن کی تعداد چالیس ہوتی ہے۔

عالمِ خلق یا عالمِ شہود۔ یہ دنیا کہلاتی ہے جہاں اشیاء اپنے مادّے اور مقدار کے ساتھ موجود ہیں۔

عالمِ مثال۔ وہ عالم ہے جو عالمِ خلق سے بالا ہے وہاں اشیاء میں مقدار تو ہے مادّہ نہیں ہے۔

عالمِ امر یا عالمِ روح۔ وہ عالم ہے جو عالمِ مثال سے بھی بالا ہے اور وہاں اشیاء بغیر مادّہ اور مقدار کے موجود ہیں۔

واصل بحق۔ وہ اولیاء اللہ کہلاتے ہیں جو مادّی خواص سے پاک و صاف ہو کر سراپا روح بن جاتے ہیں اور اُن کا اضطرابِ عشق، وصل کے سکون سے بدل جاتا ہے۔ اِن کو سالکِ واصل بھی کہا جاتا ہے اور سالکِ طالب وہ ہے جو ابھی اِس درجہ تک نہ پہنچا ہو۔

ولی۔ وہ شخص ہے جو اللہ کی ذات و صفات کو پہچانے، ہمیشہ طاعات بجالائے، محرمات سے بچے، لذتوں اور شہوتوں میں منہمک نہ ہو، نجاستوں سے بچتا ہو، فرائض کا تارک نہ ہو، مجنون اور پاگل نہ ہو، شرمگاہ اور بدن کو برہنہ نہ رکھتا ہو۔

اہلِ ارشاد۔ وہ اولیاء اللہ ہیں جن کے سپرد مخلوق کی ہدایت، قلوب کی اصلاح و تربیت اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کی تعلیم ہوتی ہے، اِن اولیاء میں سے جو اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہوتا ہے وہ قطبُ الارشاد کہلاتا ہے۔

اہلِ تکوین۔ وہ اولیاء اللہ ہوتے ہیں جن کے سپرد مخلوق کے معاش کی اصلاح، دنیا کا انتظام، مصائب کا دفع کرنا ہوتا ہے۔ اُن میں سے جو اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہوتا ہے وہ قطبُ التکوین کہلاتا ہے۔

لطائفِ ستہ۔ روح، نفس، قلب، سِر، خفی، اخفیٰ۔ سالک اپنے جسم کے ان مقامات کو ذاکر و شاغل بناتا ہے۔

صحو۔ وہ حالت ہے جس میں ظاہری و باطنی اُحکام میں فرق باقی رہتا ہے۔

سُکر۔ وہ کیفیت ہے جس میں سالک کے لئے ظاہری اور باطنی اُحکام میں امتیاز اُٹھ جائے۔

انبساط، بسط۔ وہ کیفیت ہے جس میں مسلسل وارداتِ غیبی کی وجہ سے روح میں نشاط رہتا ہے۔

انقباض، قبض۔ وہ کیفیت ہے جس میں وارداتِ غیبی کے اِنقطاع کی وجہ سے روح کو ایک تنگی اور گرفتگی محسوس ہوتی ہے۔

محو اور فنا۔ وہ کیفیت ہے جس میں سالک اپنی ہستی کو مٹا دے اس کے بالمقابل اِثبات ہے۔

ہشت بہشت۔ خلد، دار السلام، دار القرار، جنّتِ عدن، جنّت الماویٰ، جنّت النعیم، علیین، فردوس۔

ہفت دوزخ۔ سقر، سعیر، لظیٰ، حاطمہ، جحیم، جہنّم، ہاویہ۔

من و سلویٰ۔ بنی اسرائیل کو تیہ کے میدان میں خدا کی جانب سے مَن جو کہ ترنجبین کی طرح کی ایک چیز تھی اور سلویٰ جو بٹیروں جیسے پرندے تھے، کھانے کے لئے عطا ہوئے۔

علمِ اَحکام۔ وہ علم ہے جو قانونِ کلی کی صورت میں انبیاء اور مرسلین کو دیا جاتا ہے۔

علمِ لدنی۔ وہ علم بھی کہلاتا ہے جو خاص جزئی معاملہ میں کسی کلیہ سے اِستثنائی طور پر عنایت ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت خضرؑ کو بچے کے قتل کے سلسلہ میں حاصل ہوا۔

عہدِ الست۔ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ ازل میں حضرتِ آدمؑ کی ذریت سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو سب نے جواب میں کہا تھا۔ "بلیٰ" کیوں نہیں۔ اِس قول و قرار کو میثاقِ الست اور عہدِ الست کہا جاتا ہے۔

قصص

اصحابِ کہف۔ اُن بزرگوں کی جماعت ہے جو دقیانوس کے زمانہ میں پیغمبرِ وقت پر ایمان لائے تھے اور بادشاہ کے ظلم سے بچنے کیلئے ایک غار میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ خدا کی قدرت سے اُن کو ایسی نیند آئی کہ ہزاروں برس گذر گئے اور وہ اسی خوابِ استراحت میں پڑے ہیں، نہ کھاتے پیتے ہیں نہ جاگتے ہیں، آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور بظاہر بیدار معلوم ہوتے ہیں۔

ہاروت و ماروت و زہرہ۔ مشہور ہے کہ زہرہ ایک حسین عورت تھی، ہاروت و ماروت جو دو فرشتے تھے وہ اُس سے زنا کر بیٹھے جس کی پاداش میں اُن دونوں کو بابل کے ایک کنویں میں اُلٹا لٹکا دیا گیا ہے اور زہرہ اُس اسمِ اعظم کے ذریعہ جو اُس نے اُن فرشتوں سے سیکھا تھا آسمان پر چڑھ گئی ہے جس کو وہاں مسخ کر کے زہرہ ستارہ بنا دیا گیا ہے۔

اور دوسرے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ قصہ یہود کا من گھڑت ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ امرِ واقعہ صرف اِس قدر ہے جس کو قرآن نے ذکر کیا ہے کہ ہاروت و ماروت کو سحر کی تعلیم دینے کے لئے دنیا میں بھیجا گیا تھا جس سے نیک و بد کی آزمائش مقصود تھی۔

اَصْحَابُ الْاُخْدُوْد۔ سورۂ بروج میں ہے۔ قُتِلَ اَصْحَابُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْد۔ خندقوں والے ہلاک ہوئے، جو آگ کی تھیں، جن میں ایندھن تھا جبکہ وہ خندقوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو بدسلوکی مومنوں کے ساتھ کر رہے تھے اُس کو دیکھتے تھے۔

حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک لڑکا ایک جادوگر کے پاس جادو سیکھنے جاتا تھا، اُس کے راستہ میں ایک خدارسیدہ راہب کا گرجا گھر تھا۔ یہ لڑکا اُس راہب سے مانوس ہوگیا اور اُس سے فیض حاصل کرنے لگا۔ ایک روز یہ لڑکا جا رہا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ لوگ ڈرے ہوئے راستہ پر کھڑے ہیں۔ آگے جانے کی ہمت نہیں کر رہے ہیں اُس نے دریافت کیا تو اُنھوں نے بتایا کہ ایک خونخوار شیر نے راستہ روک رکھا ہے۔ یہ لڑکا آگے بڑھا اور اُس نے خدا کا نام لے کر ایک پتھر شیر کے مارا تو شیر ہلاک ہوگیا۔ اِس واقعہ سے اِس لڑکے کی شہرت ہوئی اور لوگ اُس کے گرد جمع ہونے لگے اور مومن بننے لگے۔ اِن واقعات کا بادشاہ کو علم ہوا تو وہ بہت برہم ہوا اِس لئے کہ وہ خود خدائی کا مدعی تھا اور اُس نے لڑکے کو ہلاک کرنے کا حکم دیدیا۔ اُس لڑکے کو پہاڑ پر سے پھینکا گیا لیکن وہ ہلاک نہ ہوا، اُس کو دریا میں غرق کرنے کی کوشش کی گئی لیکن وہ غرق نہ ہوا۔ تب اُس لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ اگر تو مجھے ہلاک ہی کرنا چاہتا ہے تو صرف ایک تدبیر ہے کہ تو بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَام کہہ کر میری طرف تیر چلا تو میری موت واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا اور لڑکا شہید ہوگیا۔ اِس پر جو مجمع تھا وہ سب کا سب مومن ہوگیا۔ بادشاہ نے اُن کو ہلاک کرنے کیلئے خندقیں کھدوائیں اور اُن میں آگ جلائی اور اُن مومنوں کو آگ میں جلوایا

لَيْلَةُ التَّعْرِيْس۔ آخری شب کے پڑاؤ والی رات۔ ۷ھ ہجری میں غزوۂ خیبر سے واپسی پر آپ نے وادی القریٰ اور تیماء کا رُخ کیا وہاں سے واپسی پر آنحضورؐ اور صحابہ کرامؓ رات بھر مشغولِ سفر رہے۔ صبح کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا کہ وہ نہ سوئیں اور فجر کی نماز کے وقت سب کو جگا دیں لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر بھی نیند کا غلبہ ہوگیا اور سب کی آنکھ جب کھلی جبکہ سورج نکل آیا تھا اور فجر کی نماز قضا ہوگئی تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا یہاں سے فوراً کوچ کرو، اور کچھ آگے جا کر پڑاؤ کیا اور نماز پڑھی۔ مولانا نے اپنے اشعار میں اِس نیند کو استغراقی کیفیت سے تعبیر کیا ہے۔

حضرت سلیمان اور انگوٹھی۔ مشہور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک عورت سے نکاح کر لیا جو پوشیدہ طور پر بت پرست تھی۔ اسکی پاداش میں یہ واقعہ پیش آیا کہ آپ کی وہ انگوٹھی جس کے اثر سے اُن کی حکومت جن و انس پر قائم تھی وہ ایک صخر نامی یا سید لو نامی جن نے چرالی اور وہ اُس انگوٹھی کے اثر سے حضرت سلیمانؑ کے تخت پر قابض ہوگیا اور حضرت سلیمانؑ

رُوپوش ہو گئے۔ اپنی رُوپوشی کی حالت میں وہ ایک مچھیرے کے گھر کام پر لگ گئے۔ مچھیرے نے اپنی لڑکی کی شادی اُن سے کردی۔ کچھ عرصہ بعد وہ انگوٹھی اُس جن کے ہاتھ سے دریا میں گری اور اُس کو مچھلی نے نگل لیا۔ وہ مچھلی شکار ہو کر اُس مچھیرے کے گھر آگئی، مچھلی کے پیٹ سے انگوٹھی برآمد ہوئی تو حضرتِ سلیمانؑ نے اپنی انگوٹھی کو پہچان لیا اور اُس کی تاثیر سے دوبارہ اپنے تختِ سلطنت پر قابض ہو گئے۔ اِس روایت کی حیثیت افسانہ سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ نبی پر کسی شیطان یا جن کا اِس طرح کا غلبہ ممکن نہیں ہے۔ یہ محض ایک اسرائیلی روایت ہے جو عصمتِ انبیاء کے شرعی اصول کے بالکل منافی ہے لہٰذا یہ کسی طرح بھی قابلِ قبول نہیں ہو سکتی۔

مثنوی کی احادیث اور تفسیر

حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کلیدِ مثنوی میں فرمایا ہے کہ صوفیاء اور بزرگوں کے کلام میں ایسی احادیث پائی جاتی ہیں جو احادیث کی کتابوں میں نہیں ہیں اور محدثین کے نزدیک اُن کا حدیث ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے تو اِن بزرگوں کے اس فعل کی دو توجیہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ جس طرح محدثین نے خواب کی احادیث پر حدیث کا اطلاق کر دیا ہے اِسی طرح اِن بزرگوں نے اپنے کشف وغیرہ کی بناء پر اُن کو احادیث کہہ دیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اِن احادیث سے جو مقصد ہے وہ دوسرے شرعی دلائل سے ثابت ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اِن احادیث کا غیر واقعی ہونا مقصد کے ثبوت کے لئے مُضر نہیں ہے۔ رہی یہ بات کہ غیرِ حدیث کو حدیث کیوں کہہ دیتے ہیں تو اِس کی وجہ یہ ہے کہ اِن بزرگوں پر حُسنِ ظن غالب رہتا ہے جو کچھ سن لیتے ہیں یا لکھا ہوا دیکھ لیتے ہیں اُس پر یقین کر لیتے ہیں۔ اُن کو زیادہ چھان بین کی عادت ہوتی ہے نہ مہلت۔ یہ وہ تبصرہ تھا جو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ بہرحال مثنوی میں بہت سی احادیث وہ ہیں جو محدثین کی اِصطلاح میں کسی طرح بھی حدیث کہلانے کی مستحق نہیں اور ایسی احادیث کو حدیث کہہ کر بیان کر دینے کے معاملہ میں محدثین کا طرزِ عمل بہت سخت ہے۔ اِسی طرح مولانا نے مثنوی میں صحابہ سے متعلق بعض ایسے واقعات کا ذکر کیا ہے جن کا ذکر صحابہ کے حالات پر مشتمل کتابوں میں کہیں نہیں ملتا ہے۔ نیز مولانا نے مثنوی میں بعض آیات کی وہ تفسیر کی ہے جو معتبر مفسرین کے نزدیک کسی طرح درست نہیں ہے۔ لہٰذا مثنوی کا مطالعہ کرنے والوں کو ان امور کا لحاظ رکھنا چاہیئے اور مثنوی کا مطالعہ محض تصوف کی کتاب سمجھ کر کرنا چاہیئے اور تصوف کے مسائل ہی میں اُس کو شمعِ راہ بنانا چاہیئے۔ مولانا کی بیان کردہ احادیث و تفسیر پر اعتماد کرنا درست نہیں ہے۔

گذارش

ارادہ نہ تھا کہ مقدمہ اس قدر طویل لکھا جائے لیکن حالات نے مجبور کر دیا اور مقدمہ نے کافی طوالت اختیار کر لی اور پھر بھی بعض بحثیں تشنۂ تکمیل رہ گئیں۔

آخر میں میرا اخلاقی فرض ہے کہ میں اُن مصنفین اور کتابوں کا ذکر کروں جن سے میں نے اپنے اِس مقدمہ یا اصل کتاب میں استفادہ کیا ہے دعا کرتا ہوں کہ جو مصنفین بقیدِ حیات ہیں خدا اُن کو دنیا اور آخرت کی بھلائیوں سے نوازے اور جو اس جہانِ فانی سے چلے گئے ہیں خدا اُن کی مغفرت فرمائے اور اپنی اِس کتاب کے ناظرین سے اِستدعا

اور التجا کرتا ہوں کہ وہ مجھے بھی دعائے خیر

سے فراموش نہ فرمادیں۔

جن کتابوں سے میں نے استفادہ کیا وہ حسب ذیل ہیں:-

کلیدِ مثنوی از مولانا اشرف علی رح
مثنوی مطبوعہ مطبع نامی کانپور
حکمتِ رومی و تشبیہاتِ رومی از خلیفہ عبدالحکیم
سوانح مولانا روم از مولانا شبلی
رسالہ از سپہ سالار
رودِ کوثر از شیخ اکرام
مفتاح العلوم از مولانا نذیر صاحب عرشی
ملفوظاتِ رومی از عبدالرشید صاحب تبسم
نقدِ اقبال از میکش اکبرآبادی
مراۃ المثنوی از تلمذ حسین صاحب

بڑی ناسپاس گذاری ہوگی اگر میں اُن بزرگوں اور دوستوں کا ذکر نہ کروں جنھوں نے دَورانِ کار میں طرح طرح سے میری مدد کی ہے۔ حضرت مولانا ابوالحسن صاحب زید نقشبندی مجددی زاد لطفہٗ نے پورا مقدمہ حرفاً حرفاً ملاحظہ فرما کر اس میں مذکور بحثوں پر اپنے اطمینان کا اظہار کیا۔ اور مثنوی کے اشعار کے مطالب فہمی میں جگہ جگہ مجھے مدد دی۔ عزیزم مولانا مکرم احمد امام مسجد فتحپوری بھی شکریہ کے مستحق ہیں انھوں نے کتابت کی تصحیح میں میرا ہاتھ بٹایا۔ نیز سید نظام الدین صاحب رامپوری نے میرے پورے کام پر نظر ڈالی اور بھرپور تعاون کیا۔ فَلَھُمُ الشُّکْرُ۔

سجاد حسین

۹ر ستمبر ۱۹۷۴ء

قطعۂ تاریخ

از جناب قمر سنبھلی

سیدی سجاد حسین اے عالمِ شیریں سخن
آپ کے زورِ قلم سے زندہ ہیں پھر علم و فن

اس زمانے میں کہ ہے اپنی زباں بے دست و پا
قندِ پارس سے ہیں لذت یاب اربابِ وطن

یوں تو ہے یہ ہر زباں کے لفظ و معنی کی امیں
فارسی سے ہے مگر اردو چمن اندر چمن

جملۂ تصنیفاتِ سعدی کے تراجم حاشیے
جامۂ اردو سے دی دیوانِ حافظ کو پھبن

اک نئی تخلیق کا ہے اے قمر یہ سالِ طبع
مثنوی رومی کا ہے خوب اردو پیرہن

۱۹۷۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بشنو از نے[1] چوں حکایت می کند
بانسری سے سن! کیا بیان کرتی ہے

وز جدائیہا شکایت می کند
اور جدائیوں کی (کیا) شکایت کرتی ہے!

کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند
کہ جب سے مجھے بنسلی سے کاٹا ہے

از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
میرے نالہ سے مرد عورت (سب) روتے ہیں

سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق
میں ایسا سینہ چاہتی ہوں جو جدائی سے پارہ پارہ ہو

تا بگویم شرحِ دردِ اشتیاق
تاکہ میں عشق کے درد کی تفصیل سناؤں

ہر کسے کو دور ماند از اصلِ خویش
جو کوئی اپنی اصل سے دور ہو جاتا ہے

باز جوید روزگارِ وصلِ[2] خویش
وہ اپنے وصل کا زمانہ پھر تلاش کرتا ہے

من بہر جمعیتے نالاں شدم
میں ہر مجمع میں روئی

جفتِ خوشحالان و بدحالاں شدم
خوش اوقات اور بداحوال لوگوں کے ساتھ رہی

ہر کسے از ظنِ خود شد یارِ من
ہر شخص اپنے خیال کے مطابق میرا یار بنا

وز درونِ من نہ جست اسرارِ[3] من
اور میرے اندر سے میرے رازوں کی جستجو نہ کی

سرِ من از نالۂ من دور نیست
میرا راز، میرے نالے سے دور نہیں ہے

لیک چشم و گوش را آں نور نیست
لیکن آنکھ اور کان کے لئے وہ نور نہیں ہے

[1] نَے۔ بانسری۔ کز۔ کہ از۔ یہ شعر اور بعد کے پانچ شعر بانسری کا بیان ہیں۔ نیستاں۔ بانس کا جنگل۔ نفیر۔ آہ وزاری، فریاد۔ شرحہ شرحہ۔ پارہ پارہ۔ شرح۔ تفصیل۔ اشتیاق۔ شوق، عشق۔

[2] وصلِ خویش۔ روح، عالمِ ارواح میں بانسری، بنسلی میں لوٹنے کی مشتاق ہے۔ خوشحالاں۔ جو لوگ اپنی حالت سدھارے ہوئے ہیں۔ بدحالاں۔ وہ لوگ جنہوں نے دنیا سے لو لگائی ہے۔

[3] اسرار۔ سِر کی جمع بمعنیٰ راز۔ سِرِ من یعنی میرے نالہ کو سن کر چھپے ہوئے غم کو سمجھ سکتا ہے۔ آں نور۔ وہ نورِ باطن جس سے میرا راز دیکھ اور سن سکے۔

تن زجان و جاں زتن مستور نیست
بدن، روح سے اور روح، بدن سے چھپی ہوئی نہیں ہے
لیک کس را دیدِ جاں دستور نیست
لیکن کسی کے لئے روح کو دیکھنے کا دستور نہیں ہے

آتش ست ایں بانگِ نائے و نیست باد
بانسری کی یہ آواز آگ ہے، ہوا نہیں ہے
ہر کہ ایں آتش ندارد نیست باد
جس میں یہ آگ نہ ہو، وہ نیست (و نابود) ہو

آتشِ عشق ست کاندر نے فتاد
عشق کی آگ ہے جو بانسری میں لگی ہے
جوششِ عشق ست کاندر مے فتاد
عشق کا جوش ہے جو شراب میں آیا ہے

نے حریفِ ہر کہ از یارے بُرید
بانسری اُس کی ساتھی ہے جو یار سے کٹا ہو
پردہایش پردہائے ما درید
اُس کے راگوں نے ہمارے دل کے پردے پھاڑ دیئے

ہمچو نے زہرے و تریاقے کہ دید
بانسری جیسا زہر اور تریاق کس نے دیکھا ہے؟
ہمچو نے دمساز و مشتاقے کہ دید
بانسری جیسا ساتھی اور عاشق کس نے دیکھا ہے؟

نے حدیثِ راہِ پُرخوں می کند
بانسری خطرناک راستہ کی بات کرتی ہے
قصہ ہائے عشقِ مجنوں می کند
مجنوں کے عشق کے قصے بیان کرتی ہے

دو دہاں داریم گویا ہمچو نے
بانسری کی طرح گویا ہم دو منہ رکھتے ہیں
یک دہاں پنہان ست در لبہائے وے
ایک منہ اُس کے لبوں میں چھپا ہوا ہے

یک دہاں نالاں شدہ سوئے شما
ایک منہ روتا ہوا تمہاری جانب ہے
ہائے و ہوئے در فگندہ در سما
آسمان میں شور و غل مچائے ہوئے ہے

لیک داند ہر کہ اُو را منظر ست
لیکن جسے آنکھ میسر ہے وہ جانتا ہے
کایں فغانِ ایں سرے ہم زاں سر ست
کہ اس سرے کی آہ و فریاد اُس ہی جانب کی ہے

دمدمہ ایں نائے از دمہائے اوست
اِس بانسری کی آواز اسی کی پھونکوں کی وجہ سے ہے
ہائے و ہوئے روح از ہیہائے اوست
روح کا شور و غل اُسکی تنبیہات کی وجہ سے ہے

محرمِ ایں ہوش جز بیہوش نیست
اِس ہوش کا رازداں بیہوش کے علاوہ کوئی نہیں ہے
مر زباں را مشتری چوں گوش نیست
زبان کا خریدار کان جیسا کوئی نہیں ہے

گر نبودے نالۂ نے را ثمر
بانسری کی فریاد کا اگر کوئی نتیجہ نہ ہوتا
نے جہاں را پُر نہ کردے از شکر
بانسری دنیا کو شکر سے نہ بھرتی

در غمِ ما روزہا بیگاہ شد
ہمارے غم میں بہت سے دن ضائع ہوئے
روزہا با سوزہا ہمراہ شد
بہت سے دن سوزشوں کے ساتھ ختم ہوئے

دستور نیست۔ بدن، روح کا مشاہدہ نہیں کر سکتا۔ نیست باد، بے عشق انسان کی موت بہتر ہے۔ آتش۔ بانسری میں سوزِ عشق ہے اور شراب میں جوشِ عشق۔ حریف۔ ہم پیشہ، دوست، دشمن دونوں معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ پردہ راگ، حجاب زہر ہے۔ بانسری میں زہر بھی ہے اور تریاق بھی۔

تریاق۔ تریاک، وہ دوا جو زہر کو زائل کر دیتی ہے۔ حدیث۔ قصہ، بات۔ راہِ پرخوں خطرناک راستہ۔ مجنوں۔ قیسِ عامری (عرب کے مشہور عاشق) کا لقب ہے۔ دو دہاں۔ بانسری کا ایک منہ بانسری بجانے والے کے منہ میں چھپا ہوا ہوتا ہے اُس کے دوسرے منہ سے جو آواز برآمد ہوتی ہے در اصل وہ بانسری بجانے والے ہی کی ہے اسی طرح ہمارے جملہ کام مشیتِ ایزدی کی وجہ سے ہیں۔

ایں فغاں۔ بانسری کے ظاہری سوراخ سے جو فریاد برآمد ہو رہی ہے وہ اُس سوراخ کی آواز ہے جو بانسری بجانیوالے کے منہ میں چھپا ہوا ہے۔ دمدمہ۔ نقارہ کی آواز۔ دم۔ پھونک۔ ہائے وہو۔ شور و غل۔ ہیہا۔ ہے کی جمع ہے جو تنبیہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ محرم۔ رازداں۔ ہوش۔ دانائی۔ مر۔ بمعنی مر

روز ہا[1] گر رفت گو رَو باک نیست
دن اگر گذر رہے ہیں تو کہہ دو گذریں، پروا نہیں ہے

تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست
اے وہ کہ تجھ جیسا کوئی پاک نہیں ہے، تو رہ!

ہر کہ جز ماہی ز آبش سیر شد
جو مچھلی کے علاوہ ہے اُس کے پانی سے سیر ہوا

ہر کہ بے روزی ست روزش دیر شد
جو بے روزی ہے اُس کا وقت ضائع ہوا

در نیابد حالِ پختہ ہیچ خام
کوئی ناقص، کامل کا حال نہیں معلوم کر سکتا

پس سخن کوتاہ باید والسلام
پس بات مختصر چاہیے، والسلام

بادہ[2] در جوشش گدائے جوشِ ماست
شراب جوش میں ہمارے جوش کی محتاج ہے

چرخ در گردش اسیرِ ہوشِ ماست
آسمان، گردش میں ہمارے ہوش کا قیدی ہے

بادہ از ما مست شد نے ما ازو
شراب، ہم سے مست ہوئی نہ کہ ہم اُس سے

قالب از ما ہست شد نے ما ازو
جسم ہماری وجہ سے پیدا ہوا ہے نہ کہ ہم اُس کی وجہ سے

بر سماعِ راست ہر کس چیر نیست
سچی بات سننے پر ہر شخص قادر نہیں ہے

طعمہ ہر مرغکے انجیر نیست
انجیر، ہر حقیر پرندکی خوراک نہیں ہے

بند بگسل باش آزاد اے پسر
اے بیٹا! قید کو توڑ، آزاد ہو جا

چند باشی بندِ سیم و بندِ زر
سونے، چاندی کا قیدی کب تک رہیگا؟

گر بریزی بحر را در کوزۂ
اگر تو دریا کو ایک پیالے میں ڈالے

چند گنجد قسمتِ یک روزۂ
کتنا آئیگا؟ ایک دن کا حصہ

کوزۂ چشمِ حریصاں پُر نہ شد
حریصوں کی آنکھ کا پیالہ نہ بھرا

تا صدف قانع نہ شد پُر دُر نہ شد
جب تک سیپ نے قناعت نہ کی موتی سے نہ بھرا

ہر کرا[3] جامہ ز عشقے چاک شد
جس کا جامہ عشق کی وجہ سے چاک ہوا

او ز حرص و عیب کُلی پاک شد
وہ حرص اور عیب سے بالکل پاک ہوا

شاد باش اے عشقِ خوش سودائے ما
خوش رہ، ہمارے اچھے جنون والے عشق!

اے طبیبِ جملہ علتہائے ما
اے! ہماری تمام بیماریوں کے طبیب

اے دوائے نخوت و ناموسِ ما
اے ہمارے تکبر اور عزت طلبی کی دوا!

اے تو افلاطون و جالینوسِ ما
اے کہ تو ہمارا افلاطون اور جالینوس ہے!

جسمِ خاک از عشق بر افلاک شد
خاکی جسم عشق کی وجہ سے آسمانوں پر پہونچا

کوہ در رقص آمد و چالاک شد
پہاڑ ناچنے لگا اور ہوشیار ہو گیا

---

[1] روز ہا۔ محبوب اگر باقی ہے تو ایام فراق کی بربادی کی کوئی پروا نہیں ساہتی۔ مچھلی، مراد عاشق ہے جو دریائے عشق سے کبھی سیر نہیں ہوتا ہے۔ دیر شدن۔ ضائع ہونا۔ در نیابد۔ کامل عاشق کا حال ناقص نہیں سمجھ سکتا، کمالِ عشق کی باتیں عام لوگوں کو سنانا بیکار ہے۔

[2] بادہ۔ شراب میں وہ جوش کہاں جو عشقِ صادق میں ہے۔ آسمان کی سیر و گردش مشہور ہے لیکن عاشقِ صادق کی سیر اُس سے بدرجہا زیادہ ہے۔ بر سماع۔ عاشق اپنے منازل کی سیر کی باتیں عوام کو سنائے تو وہ اُن کے متحمل نہیں ہو سکتے ہیں۔ بند بگسل۔ عشق میں کمال کی راہ یہ ہے کہ انسان ماسوا اللہ کی قید و بند سے آزاد ہو جائے۔ گر بریزی۔ دنیا کی حرص و ہوس کی لغویت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ صدف۔ سیپ، بارش کا ایک قطرہ لیکر منہ بند کر لیتا ہے تب اس میں موتی بنتا ہے۔

[3] ہر کرا۔ جذبہ عشق سے ہی نفسانی رذائل دور ہوتے ہیں۔ شاد باش۔ جنونِ عشق سے بہتر کوئی چیز نہیں وہی تمام نفسانی رذائل کا معالج ہے، تکبر اور حُبِ جاہ کی بیماری اسی سے جاتی ہے، وہی ان امراض کا افلاطون اور جالینوس ہے۔ افلاطون۔ حضرت عیسیٰؑ کے ہم زمانہ کا مشہور حکیم ہے۔ جالینوس۔ روم اور مصر کا مشہور حکیم ہے جس کا مشہور شاگرد بقراط ہے۔ جسم خاک۔ آنحضورؐ اور حضرت عیسیٰؑ کو آسمانی معراج عشق سے حاصل ہوئی۔ کوہ۔ یعنی کوہِ طور کا راز تجلی عشق کی وجہ سے تھا۔

عشق جانِ طور آمد عاشقا — طور مست و خر موسیٰ صعقا

اے عاشق! عشق طور کی جان بنا — طور مست بنا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گرے

سِرِّ پنہاں ست اندر زیر و بم[1] — فاش اگر گویم جہاں برہم زنم

زیر و بم میں راز چھپا ہوا ہے — صاف صاف بیان کر دوں تو دنیا کو درہم برہم کر دوں

آنچہ نے می گوید اندریں دو باب — گر بگویم من جہاں گردد خراب

ان دونوں معاملوں میں بانسری جو کچھ کہتی ہے — اگر میں بیان کر دوں دنیا تباہ ہو جائے

با لبِ دمسازِ خود گر جفتمے — ہمچو نے من گفتنیہا گفتمے

اگر میں اپنے یار کے ہونٹ سے ملا ہوا ہوتا — بانسری کی طرح کہنے کی باتیں کہتا

ہر کہ او از ہم زبانے شد جدا — بے نوا شد گرچہ دارد صد نوا

جو شخص دوست سے جدا ہوا — بے سہارا بنا، خواہ سَو سہارے رکھے

چونکہ گل رفت و گلستاں درگذشت — نشنوی زیں پس ز بلبل سرگذشت[2]

جب پھول ختم ہوا اور باغ جاتا رہا — اس کے بعد تو بلبل کی سرگذشت نہ سنیگا

چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب — بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب

جب پھول ختم ہوا اور باغ ویران ہوگیا — پھول کی خوشبو کس میں تلاش کریں؟ عرقِ گلاب میں

جملہ معشوق ست و عاشق پردۂ — زندہ معشوق ست و عاشق مردۂ

تمام کائنات معشوق ہے اور عاشق پردہ ہے — معشوق زندہ ہے اور عاشق مردہ ہے

چوں نہ باشد عشق را پروائے او — او چو مرغے ماند بے پر، وائے او

جب عشق کو اُس کی پروا نہ ہو — وہ بے پر کے پرندے کی طرح ہے، اس پر افسوس ہے

پرّ و بالِ ما کمندِ[3] عشقِ اوست — مو کشانش می کشد تا کوئے دوست

ہمارے بال و پر اس کے عشق کی کمند ہیں — اُس کے بال کھینچتی ہوئی اس کو دوست کے کوچہ تک لیجاتی ہے

من چہ گویم ہوش دارم پیش و پس — چوں نباشد نورِ یارم ہم نفس

میں کیا کہوں کہ میں آگے پیچھے کا ہوش رکھتا ہوں — جب کہ میرے دوست کا نور ساتھی نہ ہو

نورِ او در یمن و یُسر و تحت و فوق — بر سر و بر گردنم چوں تاج و طوق

اُس کا نور دائیں بائیں۔ نیچے، اوپر ہے — تاج اور طوق کی طرح میرے سر اور گردن میں ہے

عشق خواہد کایں سخن بیروں رود — آئینہ ات غماز نبود چوں بود

عشق چاہتا ہے کہ یہ بات ظاہر ہو — تیرا آئینہ غماز نہ ہو تو کیوں کر ہو؟

---

[1] زیر و بم۔ نیچا، اونچا سُر بانسری کے سروں میں وحدۃ الوجود کا راز پوشیدہ ہے۔ اگر اس مسئلہ کو واضح کیا جائیگا تو عوام نہ سمجھیں گے اور گڑبڑ پھیلے گی۔ دو باب یعنی زیر و بم۔ دمساز۔ یار، دوست۔ جفتمے۔ جفت ہوتے۔ نوا۔ ساز و سامان۔

[2] سرگذشت۔ بلبل، موسم بہار میں اپنے پھول میں اپنے عشق کی داستان سناتی ہے، موسم خزاں موسم فراق ہے اس میں خاموش ہو جاتی ہے۔ از گلاب۔ فراق میں بوئے یار ہی تسلی کا سبب ہوتی ہے۔ جملہ۔ خدا کا ایک ہی وجود ہے جو تمام کائنات میں موجود ہے، ممکن کا وجود اس کا محض ایک پردہ ہے۔ چوں نہ باشد۔ رحمتِ خداوندی جبکہ بندہ کے شاملِ حال نہ ہو تو وہ بندہ بے بال و پر کا پرندہ ہے۔

[3] کمند۔ وہ رسی جس سے شکار پھانسا جاتا ہے۔ یعنی اُس کا عشق ہمارے لئے کمند کا کام کرتا ہے۔ من چہ۔ جب تک نورِ خداوندی شاملِ حال نہ ہو انسان مدہوش ہے۔ عشق خواہد۔ عشقِ خداوندی کا تقاضا ہے کہ ہر قلب پر اس کی تجلی ہو لیکن زنگ آلود دل تجلی کو قبول نہیں کرتا۔ غماز۔ وہ آئینہ جس میں عکس پڑتا ہو۔

آئینہ ات دانی چرا غمّاز نیست
تو جانتا ہے تیرا آئینہ غمّاز کیوں نہیں ہے؟

زانکہ زنگار از رخش ممتاز نیست
اِس لئے کہ زنگ اُس کے چہرے سے علیحدہ نہیں ہے

آئینہ کز زنگ[1] و آلایش جدا است
وہ آئینہ جو زنگ اور میل سے دور ہے

پُر شعاع نورِ خورشیدِ خدا است
وہ خدا کے نور کے آفتاب کی شعاعوں سے بھرا ہے

رَو، تو زنگار از رُخِ اُو پاک کن
جا، اُس کے رُخ سے زنگ کو صاف کر

بعد ازاں آں نور را اِدراک کن
اُس کے بعد اُس نور کو حاصل کر

ایں حقیقت را شنو از گوشِ دل
اِس حقیقت کو دل کے کان سے سُن

تا بروں آئی بکلّی زآب و گِل
تاکہ تو پانی اور مٹی سے بالکل نکل آئے

فہم گر دارید جاں را رہ دہید
اگر سمجھ رکھتے ہو تو روح کو راستہ دو

بعد ازاں از شوق پا در رہ نہید
اس کے بعد شوق سے راستہ پر چلو

حکایت عاشق شدنِ بادشاہ بر کنیزک و خریدنِ اُو
حکایت۔ بادشاہ کا لونڈی پر عاشق ہونا اور اُس کا اُس لونڈی کو

آں کنیزک را و بیمار شدنِ کنیزک و درمانِ بیماریِ اُو
خریدنا اور لونڈی کا بیمار ہونا اور اُس کی بیماری کا علاج

بشنوید اے دوستاں ایں داستاں
اے دوستو! اِس قصہ کو سنو

خود حقیقت نقدِ حالِ ما است آں
وہ خود ہمارے موجودہ حال کی حقیقت ہے

نقدِ حالِ[2] خویش را گر پے بریم
اگر ہم اپنی موجودہ حالت کا سراغ لگائیں

ہم ز دنیا ہم ز عقبیٰ بر خوریم
ہم دنیا سے بھی اور عقبیٰ سے بھی پھل کھائیں

بود شاہے در زمانے پیش ازیں
اب سے پہلے زمانہ میں، ایک بادشاہ تھا

مُلکِ[3] دُنیا بودش و ہم مُلکِ دیں
(جس کی حکومت) مُلکِ دنیا پر بھی تھی اور مُلکِ دین پر بھی

اِتّفاقاً شاہ روزے شد سوار
اِتّفاقاً! ایک دن بادشاہ سوار ہوا

با خواصِ خویش از بہرِ شکار
اپنے خواص کے ساتھ شکار کے لئے

بہرِ صیدے می شد اُو بر کوہ و دشت
پہاڑ اور جنگل میں وہ شکار کیلئے پھر رہا تھا

ناگہاں در دامِ عشق اُو صید گشت
اچانک وہ عشق کے جال میں شکار ہو گیا

یک کنیزک دید اُو بر شاہ راہ
اُس نے راستہ پر ایک لونڈی دیکھی

شد غلامِ آں کنیزک جانِ شاہ
بادشاہ کی جان اُس لونڈی کی غلام بن گئی

---

[1] آئینہ کز زنگ: صفائے قلب پر تجلیاتِ رب کا ظہور ہوتا ہے۔ آب و گِل: یعنی مادّی جسم۔ فہم گر دارید: انسان کو پہلے روح کی تربیت کرنی چاہئے اُس کے بعد راہِ عشق پر گامزن ہو۔

[2] نقدِ حال: فی الحال، یعنی ہمیں روح کے امراض کے اِزالہ کے لئے ایک ایسے ہی طبیب کی ضرورت ہے جیسا کہ لونڈی کا معالج تھا۔ بر خوریم: بر: پھل یعنی اگر ہم اپنی اصلاح کر لیں گے تو دنیا اور آخرت کے فائدہ سے بہرہ اندوز ہو سکیں گے۔

[3] مُلکِ دنیا: یعنی وہ دُنیا کی دولت کا مالک تھا اور نیک اعمال بھی تھا۔ خواص: خاصہ کی جمع، خدمتگار، نوکر چاکر۔ صید: شکار۔ صید شدن: عاشق ہو جانا۔ شاہراہ: عام راستہ

مرغِ جانش در قفس چوں در طپید — داد مال و آں کنیزک را خرید
اُس کی جان کا پرندہ جب پنجرے میں تڑپا — مال دیا اور اُس لونڈی کو خرید لیا

چوں خرید اُو را و برخوردار[۱] شد — آں کنیزک از قضا بیمار شد
جب اُس نے اُس کو خرید لیا اور کامیاب ہوگیا — وہ لونڈی تقدیر سے بیمار ہوگئی

آں یکے خر داشت پالانش نبود — یافت پالاں گرگ خر را در ربود
ایک شخص کے پاس گدھا تھا اُس کا پالان نہ تھا — اُس نے پالان پالیا تو، گدھے کو بھیڑیا لے گیا

کوزہ بودش آب می نامد بدست — آب را چوں یافت خود کوزہ شکست
اُس کے پاس پیالہ تھا، پانی ہاتھ نہ آیا — جب پانی پایا خود پیالہ ٹوٹ گیا

شہ طبیباں جمع کرد از چپ و راست — گفت جانِ ہر دو در دستِ شماست
دائیں، بائیں سے بادشاہ نے طبیبوں کو جمع کیا — کہا، دونوں کی جان تمہارے ہاتھ میں ہے

جانِ من سہل ست و جانِ جانم اوست — دردمند و خستہ ام درمانم اوست
میری جان معمولی ہے، میری جان کی جان وہ ہے — میں دُکھی اور زخمی ہوں میرا علاج وہ ہے

ہر کہ درماں کرد مر جانِ مرا — بُرد گنج و دُرّ و مرجانِ مرا
جس نے میری جان کا علاج کر دیا — وہ میرے موتی اور مونگے کا خزانہ لے گیا

جملہ گفتندش کہ جانبازی کنیم — فہم گرد آریم[۲] و انبازی کنیم
سب نے کہا، ہم جان لڑا دیں گے — خوب غور کریں گے اور مل کر کریں گے

ہر یکے از ما مسیحِ عالمے ست — ہر الم را در کفِ ما مرہمے ست
ہم میں سے ہر ایک دنیا کا مسیحا ہے — ہمارے پاس ہر درد کا مرہم ہے

گر خدا خواہد نہ گفتند از بطر — پس خدا بنمود شاں عجزِ بشر
تکبر کی وجہ سے، انہوں نے انشاء اللہ نہ کہا — تو خدا نے انسان کی مجبوری اُن پر واضح کر دی

ترکِ استثنا[۳] مرادم قسوتے ست — نے ہمیں گفتن کہ عارض حالتے ست
انشاء اللہ نہ کہنے سے میری مراد، سیہ دلی ہے — یہ بھی نہیں کہنا چاہیے کیونکہ یہ ایک عارضی حالت ہے

اے بسا ناوردہ استثنا بگفت — جانِ اُو با جانِ استثناست جُفت
بہت سے لوگوں نے انشاء اللہ کہے بغیر بات کہی ہے — لیکن، اُن کی جان، انشاء اللہ کی روح کے ساتھ ہے

ہر چہ کردند از علاج و از دوا — گشت رنج افزون و حاجت ناروا
جس قدر بھی انہوں نے علاج اور دوا کی — مرض بڑھا اور مقصد لاحاصل رہا

---

[۱] برخوردار شدن۔ فائدہ اٹھانا۔ پالان۔ وہ گدا جو گدھے کی کمر پر بیٹھنے کے لئے کسا جاتا ہے۔ ربودن۔ اچک لینا یعنی اس دنیا میں پوری کامیابی حاصل نہیں ہوتی، بادشاہ نے لونڈی خریدلی لیکن اُسکی بیماری کی وجہ سے اُس سے لطف اندوز نہ ہو سکا۔ ہر دو۔ معشوق کی موت عاشق کی موت ہے۔ سہل۔ آسان، ناچیز۔ درمان علاج۔ دُر۔ موتی۔ مرجان۔ مونگا۔

[۲] گرد آوردن۔ جمع کرنا انبازی۔ شرکت یعنی باہمی مشورے سے علاج کریں گے۔ مسیح۔ حضرت عیسیٰ کا معجزہ تھا کہ اُن کے پھونک مارنے سے مریض اچھا ہوجاتا تھا۔ عالم۔ جہان الم۔ درد۔ خدا خواہد۔ انشاء اللہ کا ترجمہ ہے۔ بطر۔ تکبر عجز۔ کمزوری، بے بسی۔

[۳] استثناء انشاء اللہ کہنا، یعنی محض زبان سے انشاء اللہ کہنا کوئی خاص معنی نہیں رکھتا دل میں یہ یقین ہونا چاہئے کہ ہر کام اللہ کی مشیت سے ہے۔ اگر دل کا یہ عقیدہ پختہ ہے تو زبان سے نہ کہنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ رنج۔ مرض، تکلیف۔ ناروا یعنی مقصد پورا نہ ہوا۔

آں کنیزک از مرض چوں موئے[1] شد — چشمِ شاہ از اشکِ خوں چوں جوئے شد
وہ لونڈی مرض کی وجہ سے بال جیسی ہوگئی — بادشاہ کی آنکھ خون کے آنسو سے نہر کی طرح ہوگئی

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود — آں دوا در نفعِ خود گمرہ شود
جب موت آتی ہے طبیب بیوقوف ہوجاتا ہے — وہ دوا اپنا نفع پہونچانے میں گمراہ ہوجاتی ہے

از قضا سرکنگبیں صفرا فزود — روغنِ بادام خشکی مے نمود
تقدیر سے سکنجبین نے صفرا بڑھایا — روغنِ بادام خشکی بڑھاتا تھا

از ہلیلہ[2] قبض شد اطلاق رفت — آب آتش را مدد شد ہمچو نفت
ہیڑ سے قبض ہوگیا، دست ختم ہوئے — پانی، مٹی کے تیل کی طرح آگ کی مدد بن گیا

سستیِ[3] دل شد فزون و خواب کم — سوزشِ چشم و دلِ پُر درد و غم
دل کی سستی بڑھ گئی، نیند کم ہوگئی — آنکھوں میں جلن اور دل درد و غم سے بھر گیا

شربت و ادویہ و اسبابِ او — از طبیباں بُرد یکسر آبِ رُو
شربت اور دواؤں اور اُس کے اسباب نے — طبیبوں کی آبرو بالکل ختم کردی

عاجز شدنِ طبیباں از معالجۂ کنیزک و ظاہر شدن
طبیبوں کا علاج سے عاجز آجانا اور بادشاہ کو معلوم ہوجانا

بر بادشاہ و رُو آوردنِ اُو بدرگاہِ بادشاہِ حقیقی
اور حقیقی بادشاہ کی طرف اُس کا رخ کرنا

شہ چوں عجزِ آں طبیباں را بدید — پا برہنہ جانبِ مسجد دوید
بادشاہ نے جب طبیبوں کی بے بسی دیکھی — ننگے پاؤں مسجد کی جانب بھاگا

رفت در مسجد سوئے محراب شد — سجدہ گاہ از اشکِ شاہ پُر آب شد
مسجد میں گیا، محراب کی جانب ہوا — بادشاہ کے آنسوؤں سے سجدے کی جگہ تر ہوگئی

چوں بخویش آمد ز غرقابِ فنا — خوش زباں بکشاد در مدح و ثنا
جب وہ فنا کی گہرائی سے نکلکر آپے میں آیا — مدح و ثنا میں خوب زبان کھولی

کاے کمینہ بخششت مُلکِ جہاں — من چگویم چوں تو می دانی نہاں
اے! وہ کہ دنیا کی سلطنت تیری معمولی بخشش ہے — میں کیا کہوں؟ تو خود پوشیدہ بات جانتا ہے

حالِ ما و ایں طبیباں سر بسر — پیشِ لطفِ عامِ تو باشد ہدر
ہمارا اور اُن طبیبوں کا حال سب کا سب — تیری عام مہربانی کے سامنے بیکار ہے

---

[1] موئے۔ بال۔ جوئے۔ نہر۔ اَبلہ۔ بیوقوف۔ گمرہ۔ منزلِ مقصود کے خلاف چلنے والا یعنی دوا نے اپنا فائدہ نہ دیا۔ سرکنگبیں سرکہ اور انگبیں بمعنی شہد سے ملکر بنتا ہے اسی کو سکنجبین بھی کہتے ہیں۔ صفرا۔ بدن کی ایک خلط ہے، سکنجبین کا خاصہ صفرا کو کم کرنا ہے لیکن اُس نے اور بڑھا دیا، روغنِ بادام تری پیدا کرتا ہے لیکن اُس نے خشکی پیدا کردی۔

[2] ہلیلہ۔ ہیڑ، یہ قبض کشا ہے لیکن اس نے قبض پیدا کردیا اور بسہولت قضاء حاجت ہونی بند ہوگئی۔ نفت۔ مٹی کے تیل کی طرح کا ایک مادہ ہے جو بہت جلد آگ پکڑ لیتا ہے۔

[3] سستیِ دل یعنی طبیبوں کے علاج سے امراض میں اور اضافہ ہوگیا۔ اسباب۔ یعنی مرض کی تشخیص۔ بخویش آمدن۔ ہوش میں آنا۔ غرقاب۔ پانی کی گہرائی۔ فنا۔ محویت، بے خودی۔ کمینہ۔ ادنیٰ۔ ہدر۔ بیکار۔

اے ہمیشہ حاجتِ ما را پناہ
اے! وہ کہ ہمیشہ ہماری حاجت کی پناہ ہے

بارِ[1] دیگر ما غلط کردیم راہ
راستہ سے ہم پھر بھٹک گئے

لیک گفتی گرچہ می دانم سِرت
لیکن تو نے کہا ہے، اگرچہ میں تیرا بھید جانتا ہوں

زود ہم پیدا کنش بر ظاہرت
تو بھی جلد اُس کو اپنی ظاہری حالت کے مطابق بیان کردے

چوں برآورد از میانِ جاں خروش
جب اُس نے تہِ دل سے فریاد کی

اندر آمد بحرِ بخشایش بجوش
اُس کی بخشش کا دریا جوش میں آگیا

درمیانِ گریہ خوابش در ربود
روتے روتے اُس کو نیند آگئی

دید در خواب اُو کہ پیرے رُو نمود
اُس نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ ظاہر ہوئے

گفت اے شہ مژدہ[2] حاجاتت رواست
بولے، اے بادشاہ! بشارت ہے، تیری حاجتیں پوری ہوگئیں

گر غریبے آیدت فردا۔ زماست
اگر کل کو کوئی اجنبی شخص آئے تو وہ ہماری طرف سے ہے

چونکہ آید اُو حکیمِ حاذق ست
جب وہ آئے تو ماہر طبیب ہے

صادقش داں کو امین و صادق ست
اُس کو سچا جاننا، وہ سچا اور ایماندار ہے

در علاجش سحرِ مطلق را ببیں
اُس کے علاج میں پورا جادو دیکھنا

در مزاجش قدرتِ حق را ببیں
اُس کے مزاج میں خدا کی قدرت دیکھنا

خفتہ بود ایں خواب دید آگاہ شد
وہ سویا ہوا تھا، یہ خواب دیکھا جاگ اٹھا

گشتہ مملوکِ کنیزک شاہ شد
لونڈی کا غلام، بادشاہ بن گیا

چوں رسید آں وعدہ گاہ و روز شد
جب وعدہ کا وقت آگیا اور دن ہوگیا

آفتاب از شرق اختر سوز شد
سورج مشرق سے، ستاروں کو ختم کرنے والا ہوگیا

بود اندر منظرہ[3] شہ منتظر
بادشاہ جھروکہ میں، منتظر تھا

تا ببیند آنچہ بنمودند سِر
تاکہ اس بھید کو دیکھے جو اُس پر ظاہر کیا ہے

دید شخصے کاملے پُر مایۂ
اُس نے ایک شخص، کامل، پُرہنر دیکھا

آفتابے درمیانِ سایۂ
جو اندھیرے میں سورج تھا

می رسید از دور مانندِ ہلال
دور سے، چاند جیسا آرہا تھا

نیست بود و ہست بر شکلِ خیال
معدوم اور موجود تھا خیال کی طرح

نیست وش باشد خیال اندر جہاں
دنیا میں خیال، معدوم کی طرح ہوتا ہے

تو جہانے بر خیالے بیں رواں
تو دنیا کو بھی خیال کی طرح چلتی پھرتی چیز سمجھ

[1] بارِ دیگر۔ پہلی غلطی یہ ہوئی کہ طبیبوں پر بھروسہ کیا دوسری یہ ہے کہ تجھ علام الغیوب کو حال سنا رہا ہوں۔ لیک۔ خدا نے فرمایا "اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ" مجھ سے دعا مانگو میں پوری کروں گا۔ رُو نمودن۔ ظاہر ہونا۔ مژدہ[2]۔ خوشخبری۔ حاجات۔ حاجت کی جمع۔ غریب۔ اجنبی، مسافر۔ زماست۔ یعنی وہ ہمارا بھیجا ہوا ہے۔ حاذق۔ ماہر، تجربہ کار۔ کو۔ کہ اُو۔ سحرِ مطلق۔ مکمل جادو۔ گشتہ مملوک۔ لونڈی کے غم میں غلاموں کی طرح مجبورِ محض تھا اب یہ خوشخبری سنکر شاہوں کی طرح غم سے آزاد ہوگیا۔ وعدہ گاہ۔ وعدہ کا وقت۔ اختر سوز سورج کے نکلنے سے تارے روپوش ہو جاتے ہیں۔

[3] منظرہ۔ دریچہ، جھروکہ منتظر۔ انتظار کرنے والا۔ سِر۔ راز، بھید۔ مایہ۔ پونجی۔ پُرمایہ یعنی معرفت علوم سے بھرا ہوا۔ ہلال۔ چونکہ وہ شخص عبادت اور ریاضت کی وجہ سے نحیف ولاغر تھا یا وہ عید کے چاند کی طرح تھا۔ خیال۔ کبھی موجود ہوتا ہے کبھی معدوم۔ وش۔ مانند۔ جہانے۔ دنیا کا وجود بھی محض خیالی ہے۔

بر خیالے صلح شان و جنگ شاں
اُن کی صلح اور لڑائی خیال کے مطابق ہوتی ہے

وز خیالے فخر شان و ننگ[1] شاں
اُن کا فخر اور ذلت خیال ہی سے ہے

آں خیالاتے کہ دامِ اولیاست
وہ خیالات، جو اولیاء کے لئے جال ہیں

عکسِ مہ رویانِ بستانِ خداست
خدا کے باغ کے حسینوں کا عکس ہیں

آں خیالے را شہ در خواب دید
وہ خیال جو بادشاہ نے خواب میں دیکھا

در رُخِ مہماں ہمی آمد پدید
مہمان کے چہرے پر ظاہر ہوا

نورِ حق ظاہر بُود اندر ولی
ولی میں اللہ کا نور ظاہر ہوتا ہے

نیک بیں باشی اگر اہلِ دلی
اگر تو صاحبِ دل ہے، اچھی طرح دیکھ لیگا

آں ولیِ حق چو پیدا شد ز دور
وہ اللہ کا ولی جب دور سے نظر آیا

از سراپایش ہمی می ریخت نور
اُس کے سراپا سے نور برستا تھا

شہ بجائے حاجباں[2] در پیش رفت
بادشاہ، دربانوں کی بجائے آگے بڑھا

پیشِ آں مہمانِ غیبِ خویش رفت
اپنے غیبی مہمان کے سامنے آیا

ضیفِ غیبی را چو استقبال کرد
غیبی مہمان کا جب استقبال کیا

چوں شکر گوئی کہ پیوست او بورد
گویا شکر، گلاب کی پتی سے پیوستہ ہوئی

ہر دو بحری آشنا آموختہ
دونوں سمندری، تیرنا سیکھے ہوئے

ہر دو جاں بیدوختن بر دوختہ
دونوں جانیں بلا سیئے، سِلی ہوئی

آں یکے لب تشنہ واں دیگر چو آب
ایک پیاسا اور دوسرا پانی جیسا

آں یکے مخمور واں دیگر شراب
ایک مست، دوسرا شراب

گفت معشوقم تو بودستی نہ آں
اُس نے کہا، میرا معشوق تو تھا نہ وہ

لیک کار از کار خیزد در جہاں
لیکن اِس دنیا میں کام سے کام نکلتا ہے

اے[3] مرا تو مصطفیٰؐ من چوں عمرؓ
اے! تو میرا مصطفیٰؐ ہے، میں عمرؓ کی طرح ہوں

از برائے خدمتت بندم کمر
تیری خدمتگاری کے لئے میں کمربستہ ہوں

درخواستنِ توفیق رعایتِ ادب و وخامتِ بے ادبی
رعایت ادب کی خواہش اور بے ادبی کی نحوست

از خدا جوئیم توفیقِ ادب
ہم خدا سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں

بے ادب محروم ماند از فضلِ ربّ
بے ادب خدا کے فضل سے محروم رہا۔

[1] ننگ۔ ذلت۔ خیالاتیکہ۔ اولیاء اللہ کے خیالات علوم باری کا پرتو ہیں لہذا وہ قائم اور ثابت ہیں۔ نورِ حق۔ اللہ کے دلی کو نور سے پہچانا جاسکتا ہے۔ اہلِ دلی۔ بادشاہ بھی اہلِ دل تھا لہذا اُس نے پہچان لیا۔
[2] حاجباں۔ حاجب کی جمع، دربان۔ ضیف مہمان۔ ورد۔ گلاب کا پھول۔ بحری۔ سمندری۔ آشنا۔ تیراکی۔ ہر دو۔ یعنی دونوں ایک جان دو قالب ہوگئے۔ آں یکے۔ دونوں کے اتحاد کا بیان ہے۔ کار از کار۔ لونڈی کا عشق اس غیبی مہمان کی ملاقات کا سبب بنا۔
[3] اے مرا یعنی میں تیرا ایسا ہی خدمتگذار ہوں جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔ توفیق ادب۔ مشہور ہے باادب بانصیب بے ادب بے نصیب۔ وخامت۔ نحوست۔ بے ادب، گنہگار، عالم کی تباہی کا سبب ہوتا ہے۔

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد
بے ادب نے نہ صرف اپنے آپ کو خراب کیا — بلکہ اُس نے تمام اطراف میں آگ لگادی

مائدہ از آسماں در می رسید — بے شرا و بیع و بے گفت و شنید
خوان، آسمان سے پہونچتا تھا — بغیر خریدے اور بیچے، اور بغیر کہے سنے

درمیانِ قومِ موسیٰؑ چند کس — بے ادب گفتند کو سیر و عدس
موسیٰؑ کی قوم میں سے چند اشخاص — بے ادب نے کہا لہسن اور مسور کہاں ہے؟

منقطع شد خوان و ناں از آسماں — ماند رنجِ زرع و بیل و داسماں
آسمان سے خوان اور روٹی بند ہوگئی — کھیتی اور کدال اور درانتی کا غم باقی رہ گیا

باز عیسیٰؑ چوں شفاعت کرد حق — خواں فرستاد و غنیمت بر طبق
پھر عیسیٰؑ نے جب سفارش کی، اللہ نے — خوان اور طباق میں مالِ غنیمت بھیجا

مائدہ از آسماں شد عائدہ — چونکہ گفت اَنزِلْ عَلَینا مائدہ
خوان آسمان سے لوٹنے والا ہوا — چونکہ اُس نے "اتار ہم پر خوان" کہا

باز گستاخاں ادب بگذاشتند — چوں گدایاں زلّہ ہا برداشتند
پھر گستاخوں نے ادب چھوڑا — فقیروں کی طرح بچا کھچا اٹھا رکھا

کرد عیسیٰؑ لابہ ایشاں را کہ ایں — دائم ست و کم نہ گردد از زمیں
عیسیٰؑ نے اُن کی خوشامد کی کہ یہ — مستقل ہے، اور زمین سے غایب نہ ہوگا

بدگمانی کردن و حرص آوری — کفر باشد پیشِ خوانِ مہتری
بدگمانی اور لالچ کرنا — شاہی دسترخوان پر ناشکری ہوتی ہے

زاں گدارُویانِ نادیدہ ز آز — آں درِ رحمت بر ایشاں شد فراز
اُن فقیر صورت، لالچ کے ندیدوں کی وجہ سے — وہ رحمت کا دروازہ اُن پر بند ہوگیا

نان و خواں از آسماں شد منقطع — بعد ازاں زاں خواں نشد کس منتفع
آسمان سے من و سلویٰ بند ہوگیا — اُس کے بعد اُس دسترخوان سے کوئی فائدہ مند نہ ہوا

ابر ناید از پئے منعِ زکات — وز زنا افتد وبا اندر جہات
زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے ابر نہیں آتا ہے — اور زناکاری سے اطراف میں وبا پھیلتی ہے

ہر چہ آید بر تو از ظلماتِ غم — آں ز بے باکی و گستاخی ست ہم
تجھ پر جو غم کی اندھیریاں آتی ہیں — وہ بے باکی اور گستاخی کی وجہ سے بھی ہیں

آفاقؔ۔ افق کی جمع ہے، آسمان کا کنارہ، مراد تمام عالم ہے۔ مائدہ۔ دسترخوان۔ شِرا۔ خریداری۔ بیع۔ فروخت۔ سیر۔ لہسن۔ عدس۔ مسور، حضرتِ موسیٰؑ کی قوم بنی اسرائیل کے پاس قدرتی طریقہ پر مَن، جو ترنجبین کی طرح کی ایک چیز تھی اور سلویٰ جو بٹیر کی طرح کا پرندہ تھا پہونچتا تھا لیکن انہوں نے بے ادبی سے لہسن اور مسور کی خواہش کرنی شروع کردی۔
[2] منقطع۔ بند۔ زرع۔ کھیتی۔ بیل۔ پھاوڑا، کدال۔ داسماں۔ درانتی۔ شفاعت۔ سفارش۔ غنیمت۔ یعنی مَن و سلویٰ۔ طبق۔ طباق، بعض حضرات نے طبق بمعنیٰ مطابقت کرکے ترجمہ کیا ہے کہ اللہ نے خوان اور مالِ غنیمت بھیجا حضرت عیسیٰؑ کی سفارش کے مطابق، طبق زمین کے معنیٰ میں بھی آتا ہے اگر یہ معنیٰ مراد ہوں تو ترجمہ ہوگا خوان اور مالِ غنیمت زمین پر بھیجا۔ اَنزِلْ عَلَینا حضرتِ عیسیٰؑ کی دعا ہے۔ زلّہ۔ بچا ہوا کھانا۔
[3] لابہ۔ خوشامد۔ دائم ہمیشہ باقی رہنے والا۔ درِ رحمت۔ یعنی مائدہ کا اترنا فراز۔ کھلنا، بند ہونا۔ ابر نایدؔ انسانی گناہوں سے خدا کی رحمتیں منقطع ہوجاتی ہیں اور مصائب نازل ہوتے ہیں۔ بے باکی انسان کی بے ادبی مصائب کا سبب بنتی ہے۔

ہر کہ بے باکی کند در راہِ دوست
جو شخص دوست کے راستہ میں بے باکی کرتا ہے
رہزنِ مرداں شد و نامرد اوست
مردوں کا رہزن بنا اور وہ نامرد ہے

از ادب پُر نور گشت ست ایں فلک
یہ آسمان ادب سے پُر نور بنا
وز ادب معصوم و پاک آمد ملک
اور ادب ہی سے فرشتے معصوم اور پاک ہوئے

بُد ز گستاخی کسوفِ آفتاب
سورج گرہن گستاخی کی وجہ سے تھا
شد عزازیلے ز جرأت ردِّ باب
شیطان گستاخی کی وجہ سے مردود بارگاہ ہوا

ہر کہ گستاخی کند اندر طریق
(سلوک کے) راستہ میں جو گستاخی کرتا ہے
گردد اندر وادیِ حیرت غریق
حیرت کی وادی میں ڈوب جاتا ہے

حالِ شاہ و میہماں برگو تمام
بادشاہ اور مہمان کا پورا حال کہہ
زانکہ پایانے ندارد ایں کلام
اس لئے کہ اس کلام کی انتہا نہیں ہے

ملاقاتِ بادشاہ با طبیبِ الٰہی کہ در خوابش
اُس خدائی طبیب سے بادشاہ کی ملاقات جس کو اُس نے خواب میں دیکھا تھا

دیدہ بود و بشارت بقدومِ اُو دادہ شد
اور اُس کی تشریف آوری کی اُس کو خبر دیگئی تھی

شہ چو پیشِ میہمانِ خویش رفت
بادشاہ، جب اپنے مہمان کے سامنے گیا
شاہ بود و لیک بس درویش رفت
بادشاہ تھا لیکن مکمل فقیر بن کے گیا

دست بکشاد و کنارانش گرفت
ہاتھ پھیلائے، اور اُس سے معانقہ کیا
ہمچو عشق اندر دل و جانش گرفت
عشق کی طرح اُس کو دل اور جان میں لیا

دست و پیشانیش بوسیدن گرفت
اُس کے ہاتھ اور پیشانی چومنا شروع کی
وز مقام و راہ پُرسیدن گرفت
مقام اور راستہ کا حال پوچھنا شروع کیا

پُرس پُرساں میکشیدش تا بہ صدر
پوچھتے پوچھتے اُس کو صدر تک لیجارہا تھا
گفت گنجے یافتم اَمّا بہ صبر
بولا، مجھے خزانہ مل گیا، لیکن صبر سے

صبر تلخ آمد و لیکن عاقبت
صبر، کڑوا ہوتا ہے لیکن بالآخر
میوۂ شیریں دہد پُر منفعت
میٹھا، اور مفید پھل دیتا ہے

گفت اے نورِ حق و دفعِ حرج
اُسنے کہا، اے اللہ کے نور اور تنگی کو دور کرنیوالے
معنیِ اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَج
"صبر کشادگی کی کنجی ہے" کے مصداق!

لہ ہر کہ۔ اَحکام خداوندی میں بے باکی دوسروں کی تباہی کا سبب بنتی ہے۔ ایں فلک۔ آسمان نے اطاعت کی، چاند اور سورج سے مُنوّر ہوا۔ فرشتوں نے آدمؑ کے خلیفہ بنائے جانے پر اطاعت کی، معصوم اور پاک قرار دئے گئے۔ گستاخی۔ بدکاروں کو ڈرانے کے لئے سورج گرہن ہوتا ہے۔ عزازیل۔ شیطان نے آدمؑ کو سجدہ نہ کر کے نافرمانی کی، مردود ہوگیا۔

لہ طریق۔ مدارج تصوّف طے کرنیکا راستہ۔ ایں کلام یعنی ادب کی فضیلتیں اور بے ادبی کی برائیاں۔ کناراں۔ کنار کی جمع بمعنی بغل آغوش ہے دونوں مصرعوں میں مہمان مراد ہے۔ مقام۔ مہماں سے وطن اور راستہ کے حالات معلوم کئے جاتے ہیں۔ گنج۔ یعنی طبیبِ الٰہی۔

سہ عاقبت۔ انجام کار۔ منفعت۔ فائدہ۔ سعدی نے کہا ہے صبر تلخ است و لیکن بر شیریں دارد۔ دفع۔ بمعنی دافع حرج۔ تنگی۔ مفتاح۔ کنجی۔ فرج۔ کشادگی۔

اے لقاءِ تو جوابِ ہر سوال[1] | مُشکل از تو حل شود بے قیل و قال
اے! تیری ملاقات ہر سوال کا جواب ہے | بیشک تجھ سے مشکل حل ہوتی ہے

ترجمانِ ہر چہ مارا در دل ست | دستگیرِ ہر چہ پایش در گِل ست
جو کچھ ہمارے دل میں ہے، تو اُس کا ترجمان ہے | جس کا پیر دلدل میں پھنسا ہے تو اُس کا مددگار ہے

مَرحبا یا مُجتبیٰ یا مُرتضیٰ | اِن تغِب جاءَ القضا ضاق الفضا
خوش آمدید! اے پسندیدہ! اے برگزیدہ! | اگر تو غایب ہوا، موت آجائیگی، فضا تنگ ہوجائیگی

اَنتَ مَولَی القَومِ مَن لَا یَشتَھِی | قَد رَدیٰ کَلَّا لَئِن لَّم یَنتَہِ
تو قوم کا آقا ہے، جو تجھے نہیں چاہتا | وہ بیشک ہلاک ہوا، یقیناً وہ ہرگز نہ رکا

چوں گذشت آں مجلس و خوانِ کرم[2] | دستِ اُو بگرفت و بُرد اندر حرم
جب وہ مجلس اور خوانِ کرم ختم ہوا | اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور حرم سرا میں لے گیا

بُردنِ بادشاہ طبیبِ غیبی را بر سرِ بیمار

بادشاہ کا غیبی طبیب کو بیمار کے پاس لے جانا

قصّۂ رنجور و رنجوری بخواند | بعد ازاں در پیشِ رنجورش نشاند
بیمار، اور مرض کا حال سنایا | اس کے بعد اُس کو بیمار کے سامنے بٹھایا

رنگِ رُو و نبض و قارورہ بدید | ہم علاماتش ہم اسبابش شنید
اُس نے چہرہ کا رنگ اور نبض اور قارورہ دیکھا | اُس کی علامتیں اور اسباب بھی سنے

گفت ہر دارُو کہ ایشاں کردہ اند | آں عمارت نیست ویراں کردہ اند
اُس نے کہا، جو دوا انہوں نے کی ہے | وہ تعمیر نہیں ہے، انہوں نے ویران کیا ہے

بے خبر بودند از حالِ درون | اَستَعِیذُ اللّٰہَ مِمَّا یَفتَرُون
وہ، اندرونی حالت سے لاعلم تھے | جو انہوں نے غلط بیانی کی ہے اُس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں

دید رنج و کشف شد بر وے نہفت[3] | لیک پنہاں کرد و با سلطاں نگفت
اُس نے مرض دیکھا اور راز اُس پر کھل گیا | لیکن اُسنے چھپایا اور بادشاہ سے نہ کہا

رنجش از صفرا و از سودا نبود | بوئے ہر ہیزم پدید آید ز دُود
اُس کا مرض صفرا اور سودا کی وجہ سے نہ تھا | لکڑی کی بو، دھویں سے ظاہر ہوجاتی ہے

دید از زاریش کو زارِ دل ست | تن خوش ست و او گرفتارِ دل ست
اُس کی بے تابی سے وہ سمجھ گیا کہ وہ دل کی بیمار ہے | بدن ٹھیک ہے اور وہ دل (کی بیماری) میں گرفتار ہے

[1] لقاء۔ ملاقات۔ بے قیل وقال۔ بلا گفتگو، لاکلام، بیشک۔ ترجمان۔ مطلب بیان کرنے والا۔ پا در گِل۔ عاجز، بے بس۔ مرحبا۔ خوش آمدید کے معنی میں ہے، آنے والے مہمان کے لئے بولا جاتا ہے۔ مُجتبیٰ۔ منتخب۔ مُرتضیٰ۔ پسندیدہ۔ قضا۔ کا ہمزہ محذوف ہے، بمعنی کھلا میدان۔ مولیٰ۔ آقا۔ کلّا۔ یہ قرآن پاک میں ابوجہل کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ مخالفت سے باز نہ آیا تو ہم اُس کو پیشانی سے پکڑ کر گھسیٹیں گے اور جہنم میں داخل کر دیں گے، اولیاء اللہ کی مخالفت کا انجام بے حد خطرناک ہے۔

[2] خوانِ کرم۔ مہمانی کا کھانا۔ حرم۔ محلسرائے، زنان خانہ۔ رنجور۔ مریض۔ رنجوری۔ مرض۔ قصّہ بخواند۔ حال سنایا۔ قارورہ۔ یعنی وہ شیشی جس میں پیشاب جمع کر کے طبیب کو دکھایا جاتا ہے تاکہ وہ اُس کے ذریعہ مرض کی تشخیص کر سکے۔ عمارت۔ آباد کرنا۔ ویران کردن۔ اُجاڑنا۔ یعنی طبیبوں کے علاج سے مریض کی بربادی ہوئی ہے۔ مِمَّا یَفتَرُون۔ انکی غلط بیانی یہی تھی کہ وہ غیر مرض کو مرض بتا رہے تھے۔ کشف شدن۔ ظاہر ہوجانا۔

[3] نہفت۔ پوشیدہ۔ نگفت۔ چونکہ طبیب کو ابھی پورا اطمینان نہ ہوا تھا۔ صفرا و سودا۔ انسان کی اُن چار خلطوں میں سے دو ہیں جن سے انسانی بدن بنا ہے جنکے گھٹنے اور بڑھنے سے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ ہیزم۔ جلانے کی لکڑی۔ زاری۔ رونا، لاغری۔ زار۔ بیمار۔

عاشقی پیداست از زاریِ دل[1] — نیست بیماری چو بیماریِ دل
دل کی بیماری سے عاشقی ظاہر ہے — دل کی بیماری جیسی کوئی بیماری نہیں ہے

عِلّتِ عاشق ز عِلّتہا جداست — عشق اُصطرلابِ اَسرارِ خداست
عاشق کی بیماری، بیماریوں سے جدا ہے — عشق، خدا کے بھید دل کا اُصطرلاب ہے

عاشقی گر زیں سَر و گر زاں سَر ست — عاقبت ما را بداں شہ رہبر ست
عاشقی خواہ اِدھر کی خواہ اُدھر کی ہے — بالآخر، اُس شاہ تک ہماری راہ نما ہے

ہر چہ گویم عشق را شرح و بیاں — چوں بعشق آیم خجل باشم ازاں
میں عشق کی تشریح اور بیان جو کچھ کرتا ہوں — جب عشق میں پڑتا ہوں اُس سے شرمندہ ہوتا ہوں

گرچہ تفسیرِ زباں روشنگر ست — لیک عشقِ بے زباں روشن تر ست
اگرچہ زباں کی تشریح روشنی ڈالنے والی ہے — لیکن بے زبان عشق، زیادہ روشن ہے

چوں[2] قلم اندر نوشتن می شتافت — چوں بعشق آمد قلم بر خود شگافت
جب قلم لکھنے میں مصروف تھا — جب عشق پر پہونچا خود قلم چِر گیا

چوں سخن در وصفِ ایں حالت رسید — ہم قلم بشکست و ہم کاغذ درید
جب اِس حالت کے بیان کی بات آئی — قلم ٹوٹ گیا، اور کاغذ بھی پھٹ گیا

عقل در شرحش چو خر در گِل بخفت — شرحِ عشق و عاشقی ہم عشق گفت
عقل، اُس کی شرح میں مٹی میں پھنسے گدھے کی طرح سو گئی — عشق اور عاشقی کی شرح بھی عشق نے ہی کی ہے

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب — گر دلیلت باید از وے رُو متاب
آفتاب کی دلیل، خود آفتاب بنا — اگر تجھے دلیل درکار ہے تو اُس سے منہ نہ موڑ

از وے ار سایہ نشانے می دہد — شمس ہر دم نورِ جانے می دہد
سایہ، اگر اُس کا پتہ دیتا ہے — سورج، ہر وقت جان کو نور دیتا ہے

سایہ خواب آرد ترا ہمچوں سَمَر[3] — چوں بر آید شمس اِنشَقَّ القمر
سایہ، قصہ گوئی کی طرح تجھے سلاتا ہے — سورج جب نکلتا ہے چاند شق ہو جاتا ہے

خود غریبے در جہاں چوں شمس نیست — شمسِ جاں باقیست کو را اَمس نیست
دنیا میں سورج جیسا کوئی مسافر نہیں ہے — روح کا سورج باقی ہے جس کے لئے کل گذشتہ نہیں ہے

شمس در خارج اگرچہ ہست فرد — مثلِ او ہم میتواں تصویر کرد
سُورج، اگرچہ خارج میں ایک ہی ہے — اُس جیسا بھی تصوّر کیا جا سکتا ہے

[1] زاریِ دل۔ دل کی بیماری عشق کی علامت ہے یعنی طبیب سمجھ گیا کہ لونڈی مرضِ عشق میں مبتلا ہے۔ عِلّت۔ مرض اُصطرلاب۔ ایک آلہ ہے جس سے ستاروں کی گردش، آفتاب کی بلندی معلوم کیجاتی ہے۔ سَر۔ جانب۔ ایں سَر۔ یعنی عشقِ مجازی آں سَر۔ یعنی عشقِ حقیقی، عشقِ مجازی، عشقِ حقیقی کا ذریعہ بنتا ہے۔ مولانا جامی نے فرمایا ہے۔ شعر
متاب از عشق رو گرچہ مجازی ست
کہ آں بہرِ حقیقت کارسازی ست
ہر چہ۔ عشق کی حقیقت بیان سے باہر ہے۔ گرچہ۔ اقبال نے کہا ہے۔ شعر
نہیں منت کشِ تابِ شنیدن داستاں میری
خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری

[2] چوں قلم۔ عشق ایک ذوقی چیز ہے اس کا بیان نہ زبان سے ممکن ہے نہ قلم سے۔ عشق گفت عشق و عاشقی کا بیان زبان و قلم سے ممکن نہیں خود عشق میں مبتلا ہو تو اس کی کیفیت سمجھ سکتا ہے۔ آفتاب آمد۔ کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے وجود کی دلیل خود اُن کا وجود ہی ہوتا ہے عشق اور آفتاب اِنہی چیزوں میں سے ہیں۔ ار۔ اگر۔ شمس۔ یعنی ذاتِ حق۔ دنیاوی سورج کی پہچان سایہ سے ہوتی ہے اِس لئے کہ دنیاوی چیزوں میں ہر چیز کی ضد سے اُس کی پہچان ہوتی ہے۔ ذاتِ حق کی پہچان اس کے نور سے ہوتی جس کا پرتو روحِ انسانی پر پڑتا ہے۔

[3] سَمَر۔ قصہ گوئی القمر۔ چاند یہاں ممکنات کا وجود مراد ہے۔ شمسِ جاں۔ ذاتِ حق کے لئے دوام و بقا ہے۔ اَمس۔ کل گذشتہ یعنی ذاتِ حق زمانہ سے منزہ ہے۔

لیک آں شمسی کہ شد مستش اثیر — نبودش در ذہن و در خارج نظیر

لیکن وہ سورج جس سے عالمِ بالا مست ہے — اُس کی ذہن اور خارج میں کوئی مثال نہیں ہے

در تصوّر ذاتِ اُو را گنج کو — تا در آید در تصوّر مثلِ اُو

تصور میں اُس کی ذات کی گنجائش کہاں ہے — کہ تصور میں اُس کی مثال آسکے

شمسِ تبریزی کہ نورِ مطلق ست — آفتاب ست و ز انوارِ حق ست

شمس تبریزی جو مکمل نور ہے — سورج ہے اور حق کے نوروں میں سے ہے

چوں حدیثِ روئے شمس الدیں رسید — شمسِ چارم آسماں سر در کشید

جب شمس الدین کے چہرہ کی بات آگئی — چوتھے آسمان کے سورج نے مُنہ چھپالیا

واجب آمد چونکہ بُردم نامِ اُو — شرح کردن رمزے از انعامِ اُو

(اب) جبکہ میں نے اُنکا نام لیا ہے تو ضروری ہوگیا — اُن کے انعام کی تھوڑی سی شرح کرنا

ایں نفس جاں دامنم بر تافتہ ست — بوئے پیراہانِ یوسف یافتہ ست

اِس وقت میری روح مستعد ہوگئی ہے — اُس نے یوسف کے لباس کی خوشبو سونگھی ہے

کز برائے حقِ صحبت سالہا — باز گو حالے ازاں خوش حالہا

برسوں کی صحبت کا حق ادا کرنے کے لئے — اُس خوش اَحوال کا کچھ حال بیان کر

تا زمین و آسماں خنداں شود — عقل و روح و دیدہ صد چنداں شود

تاکہ زمین اور آسمان ہنس پڑیں — عقل، روح اور آنکھیں سَوگنا ہو جائیں

گفتمش اے دور اوفتادہ از حبیب — ہمچو بیمارے کہ دور ست از طبیب

میں نے کہا اے! دوست سے دور پڑی ہوئی — اُس بیمار کی طرح جو طبیب سے دور ہو

لا تُکلّفنی فانّی فی الفنا — کلّت افہامی فلا اُحصی ثنا

مجھے مجبور نہ کر میں فنا میں ہوں — میری سمجھ درماندہ ہے میں پوری تعریف نہیں کرسکتا

کُلُّ شیءٍ قالہٗ غیرُ المُفیق — اِن تکلّف اَو تصلّف لا یلیق

مدہوش جو بات بھی کہے — خواہ تکلف کرے یا درازبیانی مناسب نہیں ہے

ہر چہ می گوید موافق چوں نبود — چو تکلّف نیک نالائق نمود

جو کچھ وہ کہتا ہے چونکہ وہ مناسب نہیں ہوتا — اور تکلف کی وجہ سے بہت نامناسب نظر آتا ہے

من چہ گویم یک رگم ہشیار نیست — شرح آں یارے کہ آں را یار نیست

میں کیا کہوں؟ میری ایک رگ بھی ہوش میں نہیں ہے — اُس یار کی تفصیل جس کا کوئی شریک نہیں ہے

اور ... شریک کے ہیں۔

شمس[1]۔ یعنی کائناتی سورج اگرچہ ایک ہے لیکن اُس جیسا متصور ہوسکتا ہے۔ مُست۔ فریفتہ۔ اَثیر۔ بمعنیٰ بلند و عالی۔ نظیر۔ مثال گنج۔ گنجائش۔ کو۔ کہا۔ تا در آید۔ جبکہ شمسِ حقیقی کی ذات کا تصور ناممکن ہے تو اُس کے مثل کا تصور کیسے ہوسکتا ہے۔ شمس تبریزی۔ مولانا رومی کے پیر ہیں اُن کے تفصیلی حالات مقدمہ میں ملاحظہ کرلیجئے۔ حدیث۔ بات تذکرہ۔ سر در کشیدن۔ منہ چھپالینا۔ چارم۔ چہارم، چوتھا، سورج کو چوتھے آسمان میں مانا جاتا ہے۔

[2] شرح کردن۔ بیان کرنا۔ رَمز۔ اشارہ، تھوڑا سا بیان نَفَس۔ فا کے زبر کے ساتھ پڑھا جائے بمعنیٰ سانس، لمحہ، وقت۔ دامن بر تافتن۔ دامن سمیٹنا، تیار ہونا۔ پیراہن۔ پیرہن، حضرت یعقوبؑ کو اپنے بیٹے یوسفؑ کے لباس کی خوشبو آئی تھی تو وہ بے خود ہوگئے تھے۔ تا زمین۔ پیر نے جو اَسرار تصرف بتائے ہیں، ان کے ذکر سے عالم میں خوشی کی لہر دوڑ جائیگی۔

[3] گفتم۔ میں نے اپنی روح سے کہا تو اپنے محبوب شمس تبریزی سے دور پڑی ہے، گویا مریض طبیب سے دور ہے۔ لا تکلّفنی۔ مجھے تکلیف نہ دے۔ فنا۔ نیستی۔ اَفہام۔ فہم کی جمع، سمجھ۔ لا اُحصی۔ میں شمار نہیں کر سکتا۔ ثنا۔ تعریف۔ غیر المفیق۔ مدہوش۔ تصلّف۔ لاف زنی کرنا۔ نالائق۔ مدہوش اگر اپنے ممدوح کی تعریف کریگا تو وہ نامناسب ہوگی۔ یار۔ دوسرے مصرع میں دو بار لفظِ یار آیا ہے، اوّل کے معنی محبوب جس سے مراد ذاتِ حق ہے دوسرے کے معنی مثل

خود ثنا گفتن ز من ترکِ ثناست ¹ | کایں دلیلِ ہستی و ہستی خطاست
میرا تعریف کرنا ہی خود تعریف نہ کرنا ہے | اِس لئے کہ یہ خودی کی دلیل ہے اور وجود غلط ہے

شرحِ ایں ہجران و ایں خونِ جگر | ایں زماں بگذار تا وقتِ دگر
اِس فراق اور خونِ جگر کی تفصیل | اب دوسرے وقت کے لئے چھوڑ

قَالَ اَطْعِمْنِیْ فَاِنِّیْ جَائِعٌ | فَاعْتَجِلْ فَالْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ
اُس نے کہا، مجھے کھلا میں بھوکی ہوں | جلدی کر کہ وقت تیز تلوار ہے

صوفی اِبْنُ الْوَقْت ² باشد اے رفیق | نیست فردا گفتن از شرطِ طریق
اے دوست! صوفی اِبْنُ الْوَقْت ہوتا ہے | کل کا حوالہ دینا طریق (سلوک) کے مناسب نہیں ہے

صوفی اِبْنُ الْحَال باشد در مثال | گرچہ ہر دو فارغ اند از ماہ و سال
مثلاً صوفی اِبْنُ الْحَال ہوتا ہے | اگرچہ دونوں مہینہ اور سال سے بے نیاز ہیں

تو مگر خود مردِ صوفی نیستی | نقد را از نسیہ خیزد نیستی
شاید تو خود صوفی نہیں ہے | نقد کی اُدھار سے تباہی ہوتی ہے

گفتمش پوشیدہ خوشتر سرِّ یار | خود تو در ضمنِ حکایت گوش دار
میں نے اُس سے کہا کہ یار کا راز چھپا ہوا اچھا ہوتا ہے | البتہ تو اس کو قصہ کے ضمن میں سُن لے

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں | گفتہ آید در حدیثِ دیگراں
بہتر یہی ہوتا ہے کہ معشوقوں کا راز | دوسروں کے قصہ میں بیان ہو جائے

گفت مکشوف و برہنہ بے غلول | باز گو رنجم مدہ اے بو الفضول
کہا کھلم کھلا، بے پردا اور بے خیانت کے بات کہہ دے | اے بکواسی! (الجھی ہوئی باتیں کر کے) مجھے نہ ستا

باز گو اسرار و رمزِ مرسلیں ³ | آشکارا بہ کہ پنہاں ذکرِ دیں
رسولوں کے راز اور اشارے بتا | دین کا ذکر کھلم کھلا بہتر ہے نہ کہ پوشیدہ

پردہ بردار و برہنہ گو کہ من | می نگنجم با صنم در پیرہن
پردہ اٹھا دے اور بے پردہ کہہ کیونکہ میں | محبوب کے ساتھ پیرہن میں نہیں سما سکتی

گفتم ار عریاں شود او در عیاں | نے تو مانی نے کنارہ نے میاں
میں نے کہا، اگر وہ آنکھوں کے سامنے بے پردہ ہوگا | نہ تو رہیگی، نہ کنارہ، نہ وسط

آرزو می خواہ لیک اندازہ خواہ | بر نتابد کوہ را یک برگِ کاہ
مراد مانگ، لیکن اندازہ کے مطابق مانگ | گھاس کا ایک تنکا پہاڑ کو برداشت نہیں کر سکتا

---

¹ خود۔ زائد ہے۔ ترکِ ثنا۔ چونکہ کما حقہٗ تعریف نہیں کر سکتا ہوں۔ ہستی خطا میں مقام فنا میں ہوں جہاں اپنی ہستی باقی نہیں رہتی ہے۔ ایں ہجراں مراد مسئلہ وحدۃ الوجود ہے جو اہل اللہ کا سرمایہ عشق ہے، سالک اپنے ہر مقام کو ہجر سمجھتا ہے اس لئے کہ سیر کی کوئی حد نہیں ہے۔ جائع۔ بھوکا۔ اِعْتَجِلْ۔ جلدی کر۔ سَیْفٌ قَاطِعٌ۔ تیز تلوار۔ وقت کو تیز تلوار اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بھی جلد تلوار کی طرح گذر جاتا ہے۔ اَطْعِمْنِیْ یہ پورا جملہ روح کا قول ہے۔ صوفی۔ وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو غیر اللہ سے محفوظ رکھے دل میں کوئی نفسانی خواہش نہ آنے دے۔

² اِبْنُ الْوَقْت۔ وہ صوفی کہلاتا ہے جو اپنے احوال سے مغلوب ہو جائے راز کو ظاہر کرنے لگے اور اضطراری طور پر اُس سے کرامات کا ظہور ہونے لگے، ایسے صوفی کو رند اور قلندر بھی کہا جاتا ہے نیز اِبْنُ الْوَقْت اُس صوفی کو بھی کہا جاتا جو واردات قلبی پر فوراً عمل کرے۔ اور اَبُو الْوَقْت وہ صوفی کہلاتا ہے جس کو اپنے احوال پر قابو ہے اسرار کو ضبط کرے کوئی کرامت ظاہر نہ ہونے دے۔ فردا گفتن۔ یعنی آج کی بات کو کل پر ٹالنا ہر دو یعنی صوفی اور اُس کا حال یعنی قلبی واردات مگر۔ شاید نسیہ۔ اُدھار۔ نیستی۔

آفتابے[1] کز وے ایں عالم فروخت — اندکے گر پیش آید جملہ سوخت

وہ سورج جس سے یہ سارا عالم روشن ہے — اگر تھوڑا سا آگے آجائے تو سب کو جلادے

تا نگردد خوں دلِ جانِ جہاں — لب بدوز و دیدہ بر بند ایں زماں

تاکہ دنیا کی جان کا دل تباہ نہ ہو — اب ہونٹ سی لے اور آنکھیں بند کرلے

فتنہ و آشوب و خونریزی مجو — بیش ازیں از شمسِ تبریزی مجو

فتنہ و فساد اور تباہی کی کوشش نہ کر — اور اس سے زیادہ شمس تبریز کے بارے میں جستجو نہ کر

ایں ندارد آخر از آغاز گو — رَو تمامِ ایں حکایت باز گو

اس بات کا اختتام نہیں ہے شروع سے بات کہہ — جا، اس تمام قصے کو پھر بیان کر

خلوت طلبیدنِ طبیب از بادشاہ بآں کنیزک جہتِ دریافتِ مرضِ کنیزک

لونڈی کا مرض معلوم کرنے کے لئے طبیب کا بادشاہ سے لونڈی کے ساتھ تنہائی چاہنا

چوں حکیم از ایں سخن آگاہ شد — وز دروں ہمداستانِ شاہ شد

طبیب، جب اس بات سے باخبر ہوگیا — اور اندر سے بادشاہ کا رازدار ہوگیا

گفت اے شہ خلوتی کن خانہ را — دُور کن ہم خویش و ہم بیگانہ را

بولا، اے بادشاہ! گھر کو خالی کردے — اپنے اور غیر کو ہٹا دے

کس[2] ندارد گوش در دہلیز ہا — تا بپرسم از کنیزک چیز ہا

دہلیزوں میں کوئی کان نہ لگائے — تاکہ میں کنیز سے کچھ باتیں پوچھوں

خانہ خالی کرد شاہ و شد بروں — تا بخواند بر کنیزک اُوفسوں

بادشاہ نے گھر خالی کردیا اور باہر چلا گیا — تاکہ وہ کنیز پر منتر پڑھے

خانہ خالی کرد و یک دیّار نے — جز طبیب و جز ہماں بیمار نے

گھر خالی کردیا، اور کوئی گھر والا نہ رہا — سوائے طبیب، اور سوائے بیمار کے کوئی نہ تھا

نرم نرمک[3] گفت شہر تو کجاست — کہ علاجِ اہلِ ہر شہرے جداست

آہستگی و نرمی سے (طبیب نے) کہا تیرا شہر کہاں ہے؟ — کیونکہ ہر شہر والے کا علاج جداگانہ ہے

وندراں شہر از قرابت کیستت — خویشی و پیوستگی با چیستت

اور اس شہر میں تیرا رشتہ دار کون ہے؟ — اپنایت اور تعلق کس سے ہے؟

دست بر نبضش نہاد و یک بیک — باز می پُرسید از جورِ فلک

ہاتھ اس کی نبض پر رکھا اور ایک ایک — آسمان کے ظلم کا حال پوچھ رہا تھا

(بقیہ صفحہ ۴۵ سے آگے) تمام انبیاء نے لاالٰہ الا اللہ کی تعلیم دی ہے۔ جس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ صفاتِ کمال سے متصف صرف ایک وجودِ باری ہی ہے۔ برہنہ گو۔ یعنی دوسروں کی حکایتوں کے ضمن میں نہیں۔ پاصنم۔ محبوب کا پیرہن بھی حقیقی وصال سے مانع ہے۔ گفتم۔ یعنی میں نے روح سے کہا کہ اگر اس راز کو بالکل کھولا گیا تو تو درہم برہم ہو جائیگی۔ برنتابد۔ برداشت نہیں کرسکتا۔

[1] آفتابے۔ یعنی حدود سے بڑھ کر وصال وبال بنجاتا ہے اکبر الٰہ آبادی نے کہا ہے۔ شعر
پروانے نے شمع سے لپٹنا چاہا
پہلے تھا نور میں اور اب نار میں ہے
فتنہ۔ یعنی جب ظاہری شمس کے انوار کی تاب نہیں، تو معنوی شمس کی کیا تاب ہوگی۔ دروں۔ باطن۔ ہمداستاں۔ ہم راز، ہمکلام خلوتی۔ جس میں تنہائی ہو۔

[2] کس ندارد۔ رازِ عشق تنہائی میں ہی پوچھا جاسکتا تھا۔ فسوں۔ منتر، یعنی عشق کا جادو۔ دیّار گھر میں رہنے والا۔

[3] نرمک۔ کاف تصغیر کا ہے علاج۔ مختلف ممالک کے رہنے والوں کے مختلف مزاج ہوتے ہیں، اسی لئے علاج بھی جداگانہ ہوتا ہے۔ جور۔ ظلم۔

چوں کسے را خار در پایش خلد
جب کسی کے پیر میں کانٹا چبھتا ہے

پائے خود را بر سرِ زانو نہد
اپنا پیر ران پر رکھ لیتا ہے

از سرِ سوزن ہمی جوید سرش[1]
اُس کا سرا سوئی کی نوک سے تلاش کرتا ہے

ور نیابد می کُند بالب ترش
اور اگر نہیں ملتا تو اُسے لب سے تر کرتا ہے

خار در پا شد چنیں دشوار یاب
پیر کا کانٹا پانا جب اِس قدر دشوار ہے

خار در دل چوں بود گوئی جواب
دل کے کانٹے کا کیا حال ہوگا؟ جواب دے

خارِ دل را گر بدیدے ہر خسے
دل کا کانٹا اگر ہر شخص دیکھ سکتا

کے غماں را دست بودے بر کسے
تو غموں کو کسی پر کب قابو ہوتا؟

کس بزیرِ دُمِ خر خارے نہد
کوئی گدھے کی دُم کے نیچے کانٹا رکھ دیتا ہے

خر نداند دفعِ آں بر می جہد
گدھا اُس کو نکالنا نہیں جانتا، کودتا ہے

خر ز بہرِ دفعِ خار از سوز و درد
سوزش اور درد کی وجہ سے گدھے نے کانٹے کو دور کرنے کیلئے

جُفتہ می انداخت صد جا زخم کرد
دولتیاں پھینکیں اور سو جگہ زخم کر لئے

آں لگد کے دفعِ خارِ اُو کند
وہ دولتی اُس کا کانٹا کہاں نکال سکتی ہے؟

حاذقے باید کہ بر مرکز فتد
ایک ماہر چاہیئے جو کانٹے کی جگہ کو سمجھے

بر جہد[2] واں خار محکم تر کُند
وہ گدھا کودتا ہے اور اُس کانٹے کو اور مضبوط کر دیتا ہے

عاقلے باید کہ خارے بر کَند
کوئی عقلمند چاہیئے جو کانٹے کو نکالے

آں حکیمِ خار چیں اُستاد بود
وہ کانٹا نکالنے والا طبیب، اُستاد تھا

دست میزد جا بجا می آزمود
جا بجا ہاتھ مارتا تھا اور آزماتا تھا

زاں کنیزک بر طریقِ داستاں
اُس لونڈی سے قصّوں کی طرح

باز می پُرسید حالِ پاستاں
گزشتہ حالات کے بارے میں پوچھتا تھا

با حکیم اُو رازہا می گفت فاش
طبیب سے وہ راز کی باتیں کھل کر کہتی تھی

از مقام و خواجگان و شہرتاش[3]
مقام، اور آقاؤں اور بستی والوں کے متعلق

سوئے قصّہ گفتنش میداد گوش
وہ اُس کی قصّہ گوئی پر کان لگائے تھا

سوئے نبض و جنبشش می داشت ہوش
نبض اور اُسکی حرکات پر پوری طرح متوجہ تھا

تا کہ نبض از نامِ کہ گردد جہاں
تا کہ دیکھ لے کہ کس نام پر اُسکی نبض پھڑکتی ہے

اُو بوَد مقصودِ جانش در جہاں
دنیا میں اُس کا جانی محبوب وہی ہوگا

---

[1] سَرَش۔ کانٹے کا سرا۔ وادہ جواب۔ صاف جواب یہی ہے کہ مرضِ عشق کو سمجھ لینا آسان کام نہیں ہے۔ خَس۔ کمینہ، ادنیٰ۔ غماں۔ خلافِ قیاس غم کی جمع ہے۔ جہیدن۔ کودنا، اچھلنا۔ جُفتہ انداختن۔ دولتیاں پھینکنا۔ لگد۔ لات۔ حاذِق ماہر، تجربہ کار۔ مرکز۔ نشانہ تنیدن۔ تننا، اِرد گرد گھومنا

[2] بر جہد۔ اِس مصرعہ میں بعض شارحین نے کند کو بفتح کاف کندن بمعنیٰ کھودنا کا مضارع قرار دیا ہے اس صورت میں بر جہد کا فاعل حکیم کو قرار دیا ہے جو ہمیں مناسب نہیں معلوم ہوا ہم نے دوسرے شارحین کی طرح کند کو کاف کے پیش کے ساتھ کردن کا مضارع قرار دیکر ترجمہ کیا ہے، اس صورت میں بر جہد کا فاعل گدھا ہوگا۔ آں حکیم۔ اِن اشعار کا مقصد یہ ہے کہ دل کی بیماریوں کا علاج رہبرِ کامل ہی کر سکتا ہے۔ فاش۔ کھلم کھلا۔ خواجگان۔ خواجہ کی جمع بمعنیٰ مالک، آقا۔

[3] شہرتاش۔ ہم شہر یعنی ایک شہر کے رہنے والے آپس میں شہرتاش کہلائیں گے۔ جَستن۔ جیم کے فتحہ سے، کودنا۔ جِہاں۔ جیم کے زیر کے ساتھ، کودنے والا۔ جَہاں۔ دنیا، جیم کے فتحہ سے۔

دوستانِ شہرِ خود را بر شُمرد
(پہلے) اُس نے اپنے شہر کے دوستوں کو گنا

بعد ازاں شہرِ دگر را نام بُرد
اُس کے بعد دوسرے شہر کا نام لیا

گفت چوں بیروں شدی از شہرِ خویش
(طبیب نے) کہا جب تو اپنے شہر سے نکلی

در کدامیں شہر بودستی تو بیش
زیادہ کس شہر میں رہی تھی

نامِ شہرے گفت وزاں ہم در گذشت
اُس نے ایک شہر کا نام لیا اور آگے بڑھی

رنگِ رُو و نبضِ اُو دیگر نہ گشت
چہرہ کا رنگ اور اُس کی نبض نہ بدلی

خواجگان و شہر ہا را یک بیک
آقاؤں اور شہر کا ایک ایک کر کے

باز گفت از جای و از نان و نمک
نام بتایا پھر مقام اور کھانے پینے کا ذکر کیا

شہر شہر و خانہ خانہ قصہ کرد
ایک ایک شہر اور ایک ایک گھر کا ذکر کیا

نے رگش جنبید و نے رُخ گشت زرد
نہ اُس کی نبض پھڑکی، نہ چہرہ زرد پڑا

نبضِ اُو بر حالِ خود بُد بے گزند
اُس کی نبض بلا تکلف اپنی حالت پر تھی

تا بپرسید از سمرقندِ چو قند
یہاں تک کہ (طبیب نے) شکر جیسے سمرقند کا حال پوچھا

آہِ سردے بر کشید اُو ماہرُو
اُس چاند سے مکھڑے والی نے ٹھنڈی آہ بھری

آب از چشمش رواں شد ہمچو جُو
نہر کی طرح اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے

گفت بازرگانم آنجا آورید
بولی، مجھے ایک تاجر وہاں لایا

خواجۂ زرگر دراں شہرم خرید
اُس شہر میں ایک مالدار سنار نے مجھے خرید لیا

در برِ خود داشت شش ماہ و فروخت
اُس نے چھ مہینے اپنے پہلو میں رکھا اور بیچ دیا

چوں بگفت ایں زآتشِ غم بر فروخت
جب اُس نے یہ کہا تو رنج کی آگ سے جل اٹھی

نبض جست و روئے سُرخش زرد شد
نبض پھڑکی اور اُس کا لال چہرہ زرد ہو گیا

کز سمرقندیِ زرگر فرد شد
اس لئے کہ سمرقندی سنار سے جدا ہو گئی

چوں زِ رنجور آں حکیم ایں راز یافت
اُس طبیب نے جب بیمار سے یہ راز پا لیا

اصلِ آں درد و بلا را باز یافت
اُس درد اور مصیبت کی جڑ معلوم کر لی

گفت کوئے اُو کدام است و گذر
اُس (طبیب نے) کہا اُس کا کوچہ اور راستہ کونسا ہے؟

اُو سرِ پل گفت و کوئے غاتفر
اُس (لونڈی) نے کہا (راستہ) سرپل اور کوچہ غاتفر ہے

گفت آنکہ آں حکیمِ باصواب
تب اُس راستباز، حکیم نے کہا

آں کنیزک را کہ رستی از عذاب
اُس لونڈی سے کہ تو تکلیف سے نجات پا گئی

۱؎ بیش۔ زیادہ بعض نسخوں میں لفظ پیش ہے جو مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ دیگر گشتن۔ متغیر ہونا۔ بُد۔ بود کا مخفف ہے۔ سمرقند۔ ترکستان کا مشہور تاریخی شہر ہے۔ ۲؎ بازرگاں۔ سوداگر فرد شدن۔ اکیلا ہو جانا۔ یافت۔ طبیب، نبض اور چہرے سے فوراً سمجھ گیا کہ لونڈی اس سنار کے عشق میں مبتلا ہے۔ باز یافتن۔ حاصل کرنا۔ ۳؎ گذر۔ گذرگاہ، راستہ غاتفر۔ سمرقند کے ایک محلہ کا نام ہے باصواب۔ صائب الرائے۔ رَستن راء کے فتحہ سے، چھوٹنا، نجات پانا۔

چونکہ دانستم کہ رنجت چیست زود — در علاجت سحرہا خواہم نمود
چونکہ میں سمجھ گیا ہوں تیرا مرض کیا ہے جلد — تیرے علاج میں جادو دکھاؤں گا

شاد باش و ایمن و فارغ کہ من — آں کنم با تو کہ باراں[۱] با چمن
خوش اور مطمئن اور فارغ البال رہ کہ میں — تیرے ساتھ وہ کچھ کرونگا جو بارش چمن سے کرتی ہے

من غمِ تو میخورم تو غم مخور — بر تو من مُشفق ترم از صد پدر
میں تیرا غمخوار ہوں تو غم نہ کر — سَو باپوں سے بڑھکر میں تجھ پر مہربان ہوں

ہاں و ہاں ایں راز را با کس مگوی — گرچہ شاہ از تو کُند بس جستجوی
خبردار، خبردار یہ راز کسی سے نہ کہنا — اگرچہ بادشاہ بھی تجھ سے دریافت کرے

تا توانی پیشِ کس مکشائے راز — بر کسے ایں در مکن زنہار باز
حتی الامکان کسی پر راز نہ کھولنا — ہرگز کسی پر یہ دروازہ نہ کھولنا

چونکہ اسرارت نہاں در دل شود — آں مرادت زودتر حاصل شود
جب تیرا راز دل میں چھپا ہوگا — تیری وہ مراد بہت جلد تجھ کو حاصل ہو جائیگی

گفت پیغمبر ہر آں کو سر نہفت — زود گردد با مرادِ خویش جفت
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے اپنا راز چھپایا — بہت جلد اپنی مراد سے وابستہ ہوا

دانہ[۲] چوں اندر زمیں پنہاں شود — بعد ازاں سرسبزیِ بُستاں شود
دانہ جب زمین میں چھپتا ہے — اس کے بعد باغ کی سرسبزی (کا سبب) بنتا ہے

زر[۳] و نقرہ گر نبودندے نہاں — پرورش کے یافتندے زیرِ کاں
سونا اور چاندی اگر چھپے نہ ہوتے — تو کان میں پرورش کیسے پاتے

وعدہا و لُطفہائے آں حکیم — کرد آں رنجور را ایمن ز بیم
اس طبیب کے وعدوں اور مہربانیوں نے — اس بیمار کو خوف سے مطمئن کر دیا

وعدہا باشد حقیقی دلپذیر — وعدہا باشد مجازی تاسہ گیر
سچے وعدے دل پسند ہوتے ہیں — (اور) جھوٹے وعدے پریشان کرتے ہیں

وعدۂ اہلِ کرم گنج[۵] رواں — وعدۂ نااہل شد رنجِ رواں
اہلِ کرم کا وعدہ جاری خزانہ ہے — (اور) نا اہل کا وعدہ عذابِ جان ہے

وعدہا باید وفا کردن تمام — ور نخواہی کرد باشی سرد و خام
وعدوں کو پورا کرنا چاہیئے — اور اگر تو پورا نہ کریگا، تو سرد اور خام بنیگا

---

[۱] باراں با چمن جس طرح بارش چمن کو شاداب اور پُر رونق بنا دیتی ہے اسی طرح میں تجھے ہرا بھرا کردونگا۔ ہاں۔ حرفِ تنبیہ ہے۔ چونکہ راز ظاہر ہو جانے پر مخالفوں کو مخالفت کا موقع ملجاتا ہے اور کامیابی دشوار ہو جاتی ہے۔

[۲] دانہ۔ زمین میں بیج پوشیدہ ہوتا ہے تب سبز و شاداب ہو کر ابھرتا ہے۔

[۳] زر۔ اس شعر اور پہلے شعر سے یہ سمجھایا ہے کہ راز کا پوشیدہ رہنا ہی مفید ہے۔

تاسہ۔ اندیشہ، بے قراری۔

[۵] گنج رواں۔ قارون کے خزانوں میں سے ایک خزانہ کا نام بھی ہے۔ سرد و خام جھوٹے وعدے کرنے والا سرد دل اور خام کار ہوتا ہے۔

وعدہ کردن را وفا باشد بجاں — تا بہ بینی در قیامت فیضِ آں

وعدہ کو جان (و دل) سے پورا کرنا ضروری ہے — تاکہ قیامت میں تو اُس کا فیض دیکھے

دریافتنِ آں طبیبِ الٰہی رنجِ کنیزک را و بہ شاہ وانمودن

اُس طبیبِ الٰہی کا لونڈی کے مرض کو معلوم کر لینا اور بادشاہ پر ظاہر کرنا

آں حکیمِ مہرباں چوں راز یافت — صورتِ رنجِ کنیزک باز یافت

اُس مہربان طبیب نے جب راز معلوم کر لیا — (اور) لونڈی کے مرض کی صورت کو جان گیا

بعد ازاں برخاست عزمِ شاہ کرد — شاہ را زاں شمہ[1] آگاہ کرد

اُس کے بعد وہ اٹھا اور بادشاہ کا قصد کیا — بادشاہ کو اُس سے تھوڑا سا آگاہ کر دیا

شاہ گفت اکنوں بگو تدبیر چیست — در چنیں غم موجبِ تاخیر چیست

بادشاہ نے کہا، بتا اب کیا تدبیر ہے؟ — اِس طرح کے غم میں تاخیر کا کیا سبب ہے؟

گفت تدبیر آں بود کاں مرد را — حاضر آریم از پئے ایں درد را

اُس (طبیب) نے کہا، تدبیر یہ ہے کہ اس مرد کو — اِس درد کے علاج کے لئے ہم بلائیں

قاصدے بفرست کا خبارش[2] کند — طالبِ ایں فضل و ایثارش کند

ایک قاصد بھیج جو اُس کو بتائے — (اور) اُس کو اِس انعام اور بخشش کا طلب گار بنائے

مردِ زرگر را بخواں زاں شہرِ دُور — با زر و خلعت بدہ اورا غرور

سنار کو اُس دور شہر سے بلالے — نقد اور خلعت سے اُس کو لالچ دے

تا شود محبوبِ تو خوش دل بدو — گردد آساں ایں ہمہ مشکل بدو

تاکہ تیری محبوبہ اُس کی بدولت خوش ہو جائے — اور اُس کے ذریعہ یہ سب مشکل آسان ہو جائے

چوں بہ بیند سیم و زر آں بے نوا — بہرِ زر گردد ز خان[3] و ماں جدا

جب وہ تنگدست چاندی اور سونا دیکھیگا — تو سونے کی خاطر گھر بار سے جدا ہو جائیگا

زر خرد را والہ و شیدا کند — خاصہ مفلس را کہ خوش رسوا کند

سونا، عقل کو دیوانہ بنا دیتا ہے — خصوصاً مفلس کو کہ خوب ذلیل کرتا ہے

زر اگرچہ عقل می آرد ولیک — مردِ عاقل باید و را نیک نیک

سونا، اگرچہ عقل پیدا کرتا ہے لیکن — اُس کے لئے عقلمند اور بہت نیک آدمی درکار ہے

فرستادنِ بادشاہ رسولاں بسمرقند در طلبِ آں زرگر

بادشاہ کا ایلچیوں کو سمرقند روانہ کرنا، اُس سنار کی تلاش میں

---

[1] شمہ۔ بفتح شین، تھوڑا سا حصہ، طبیب الٰہی نے لونڈی کے عشق کا پورا قصہ نہیں سنایا تاکہ بادشاہ کو غیرت نہ آجائے۔

[2] اِخبار۔ مصدر ہے، خبر دینا۔ فضل۔ بزرگی، بخشش۔ ایثار۔ اپنے کو چھوڑ کر دوسرے کو فائدہ پہنچانا۔ خِلعت خا کے کسرہ کے ساتھ، وہ پوشاک جو بادشاہ کسی کو بطور انعام دے۔ غرور۔ غین کے ضمہ کے ساتھ، دھوکا۔ بے نوا۔ تنگدست۔

[3] خان و ماں۔ گھر بار۔ والہ۔ عاشق، فریفتہ۔ شیدا۔ عاشق۔ خاصہ۔ خصوصاً۔ خوش۔ بہت، خوب۔

چونکہ سلطاں از حکیم آنرا شنید
جب بادشاہ نے طبیب سے وہ بات سنی

پندِ اُو را از دل و جاں برگزید
دل و جان سے اُسکی نصیحت کو قبول کیا

گفت فرمانِ ترا فرماں کنم
اُس (بادشاہ) نے کہا تیرے فیصلہ کے مطابق حکم جاری کردوں گا

ہرچہ گوئی آنچناں کن آں کنم
جو تو کہیگا کہ ایسا کر میں ویسا ہی کردوں گا

پس فرستاد آں طرف یکدو رسول
پھر ایک دو قاصد اُس طرف روانہ کئے

حاذقانؑ و کافیان و بس عدول
جو ماہر، کارگذار اور بہت نیک تھے

تا سمرقند آمدند آں دو امیر
وہ دونوں سردار سمرقند میں آئے

پیشِ آں زرگر ز شاہنشاہ بشیر
اُس سُنار کے پاس بادشاہ کی طرف سے خوشخبری لے کر

کاے لطیفؑ استاد کامل معرفت
کہ اے نازک کام کرنیوالے اُستاد پوری شناخت والے!

فاش اندر شہرہا از تو صفت
شہروں میں تیری خوبی پھیلی ہوئی ہے

نک فلاں شہ از برائے زرگری
اب فلاں بادشاہ نے زیور گھڑنے کے لئے

اختیارت کرد زیرا مہتری
تجھے چنا ہے کیونکہ تو (زرگری میں) سردار ہے

اینک ایں خلعت بگیر و زر و سیم
اب یہ جوڑا اور سونا، چاندی لے

چوں بیائی خاص باشی و ندیم
(اور) جب تو آئیگا، خاص اور ہم نشیں ہوگا

مرد مال و خلعتِ بسیار دید
مرد نے جب بہت سا مال اور جوڑا (خلعت) دیکھا

غرّہ شد از شہر و فرزنداں برید
تو فریفتہ ہوگیا اور (ر) شہر اور اولاد سے جدا ہوگیا

اندر آمد شادماں در راہ مرد
مرد، خوشی خوشی راستے پر پڑ گیا

بیخبر کاں شاہ قصد جانش کرد
(اس سے) بے خبر کہ بادشاہ نے اُسکی جان کا ارادہ کیا ہے

اسپِ تازی بر نشست و شاد تاخت
عربی گھوڑے پر بیٹھا، اور خوشی خوشی دوڑا

خونبہائے خویش را خلعت شناخت
(اور) اپنے خون کے عوض کو شاہی جوڑا سمجھا

اےؑ شدہ اندر سفر با صد رضا
افسوس کہ ہنسی خوشی سفر کرنے والا

خود بپائے خویش تا سوء القضا
اپنے پاؤں سے بُری موت کی طرف روانہ ہوا ہے

در خیالش مُلک و عزّ و سروری
اُس کے خیال میں تو حکومت و عزت اور سرداری تھی

گفت عزرائیل رو، آرے بری
ملک الموت نے کہا کہ جا ہاں یہ سب چیزیں تو حاصل کریگا

چوں رسید از راہ آں مردِ غریب
جب وہ مسافر راستہ طے کرکے آپہنچا

اندر آوردش بہ پیش شہ طبیب
تو طبیب اُس کو بادشاہ کے سامنے لایا

لہ حاذق - ماہر۔ کافی - کام میں کفایت کرنے والا، کارگذار۔ عدول - وہ شخص جس کی گواہی معتبر ہو۔

لہ لطیف - مہربان، باریک کام کرنے والا۔ فاش - مشہور۔ صفت - تعریف۔ نک - اینک کا مخفف ہے، اکنون، اب۔ زیرا - ازیں راکہ۔ مہتر - بڑا، سردار۔ خلعت - شاہی جوڑا۔ ندیم - ہمنشین، مصاحب۔ غرّہ - غین کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ، فریفتہ ہونا۔ اسپ تازی - عربی گھوڑا جو عمدہ اور قیمتی ہوتا ہے، خونبہا - دیت، وہ مال جو مقتول کے بدلے میں مقتول کے وارثوں کو دیا جاتا ہے۔

لہ اے - بعض شارحین نے منادیٰ، مخاطب کو بنایا ہے لیکن ہم نے ترجمہ میں منادیٰ زرگر کو قرار دیکر ترجمہ کیا ہے۔ رضا - رضامندی۔ سوء القضاء - بُری موت۔ مُلک - بادشاہی۔ عزّ - عزت۔ آرے - حرف ایجاب ہے یعنی ملک الموت نے استہزائً کہا یہ چیزیں تجھے ضرور ملینگی۔ غریب - مسافر، اجنبی۔

پیشِ شاہنشاہ بُردش خوش بناز
اُس کو بادشاہ کے سامنے بڑے ناز کے ساتھ لے گیا

تا بسوزد بر سرِ شمعِ[1] طراز
تاکہ اُس کو طراز کی شمع کے سر پر جلا دے

شاہ دید اُو را و بس تعظیم کرد
بادشاہ نے اُس کو دیکھا اور بہت تعظیم کی

مخزنِ زر را بدو تسلیم کرد
(اور) سونے کا خزانہ اس کے سپرد کر دیا۔

پس بفرمودش کہ بر سازد ز زر
پھر اُس کو حکم دیا کہ سونے سے بنائے

از سوار و طوق و خلخال و کمر
کنگن اور طوق اور پانوں زیب اور پٹکا

ہم ز انواعِ اوانی بیعدد
بیحد برتنوں کی قسمیں، اَن گنت

کانچناں در بزمِ شاہنشہ سزد
جو بادشاہ کی مجلس کے لائق ہوں

زر گرفت آں مرد و شد مشغولِ کار
اُس مرد نے سونا لیا اور کام پر لگ گیا

بے خبر از حالتِ ایں کارزار
وہ اِس خراب کام کی حالت سے بے خبر (تھا)

پس حکیمش گفت کاے سلطانِ مہ
پھر طبیب نے اُس سے کہا اے بڑے بادشاہ!

آں کنیزک را بایں خواجہ بدہ
وہ لونڈی اُس سردار (سُنار) کو دیدے

تا کنیزک در وصالش خوش شود
تاکہ لونڈی اُس کے وصل سے خوش ہو جائے

آبِ وصلش دفعِ ایں آتش[2] شود
اور اُس کے وصل کا پانی اس آگ کا دافع ہو

شہ بدو بخشید آں مہ روئے را
بادشاہ نے وہ چاند سے مکھڑے والی اسکو بخش دی

جفت کرد آں ہر دو صحبت جوئے را
اُن دونوں وصل چاہنے والوں کا نکاح کر دیا

مدتِ شش ماہ میراندند کام
چھ مہینوں کی مدت تک اُنہوں نے مقصد برآری کی

تا بصحت آمد آں دختر تمام
یہاں تک کہ اُس لڑکی کو پوری صحت ہو گئی

بعد ازاں از بہرِ او شربت بساخت
اس کے بعد اس (طبیب) نے اُس کے لئے شربت بنایا

تا بخورد و پیشِ دختر می گداخت
جس کو وہ پیتا اور لڑکی کے سامنے گھلتا تھا

چوں ز رنجوری جمالِ او نماند
جب مرض کی وجہ سے اُس کا حُسن نہ رہا

جانِ دختر در وبالِ او نماند
تو لڑکی کی جان اُس کے وبال میں نہ رہی

چونکہ زشت و ناخوش و رخ زرد شد
چونکہ بدصورت اور ناگوار اور زرد رُو ہو گیا

اندک اندک در دلِ او سرد[3] شد
آہستہ آہستہ اُس کے دل میں (عشق) ٹھنڈا ہو گیا

عشقہائے کز پئے رنگے بود
وہ عشق جو رنگ کی خاطر ہوتا ہے

عشق نبود عاقبت ننگے بود
عشق نہیں ہوتا، انجام کار ذلت (رسوائی) ہوتی ہے

---

[1] شمع۔ موم بتی یہاں مراد لونڈی ہے۔ طراز۔ ملکِ چین کا ایک حُسن خیز شہر ہے۔ مخزن۔ خزانہ۔ بدو۔ باد۔ تسلیم۔ سپرد کرنا۔ سوار۔ سین کے کسرہ کے ساتھ، ہاتھ کا کنگن۔ طوق۔ گلے کا زیور۔ خلخال۔ پانوں زیب۔ کمر۔ پٹکا، کمر کی پٹی۔ انواع۔ نوع کی جمع، قسم۔ اوانی۔ آنیہ کی جمع، برتن۔ مہ۔ بڑا، کہ کی ضد۔ خواجہ۔ یعنی سُنار۔
[2] آتش۔ تاء پر کسرہ اور فتحہ دونوں درست ہیں۔ جفت کردن۔ نکاح کر دینا۔ صحبت جوئے۔ وصل چاہنے والا۔ کام۔ مقصد۔ بساخت۔ یعنی طبیب نے زرگر کے لئے ایک زہر آلود شربت تیار کیا جس کو پی کر وہ گھلنے لگا۔ گداختن۔ گھلنا، پگھلنا۔ رنجوری۔ مرض۔ وبال۔ مصیبت مراد عشق ہے۔
[3] سرد شد۔ سچا عشق نہ تھا محض صورت پرستی تھی، صورت بگڑنے سے عشق زائل ہو گیا۔ ننگ۔ شرم، عار۔

کاشکے[1] آں ننگ بودے یکسری
کاش وہ عار (عشقِ حسنِ ظاہری) پائیدار ہوتا

تا نرفتے بر وے آں بد داوری
تاکہ اُس پر یہ ظلم نہ ہوتا

خوں دوید از چشم ہمچوں جوئے او
اُس کی نہر جیسی آنکھوں سے خون بہنے لگا

دشمنِ جانِ وے آمد روئے او
(اور) اُس کا چہرہ اُس کی جان کا دشمن بنا

دشمنِ طاؤس آمد پرِّ او
مور کے دشمن اُس کے پر ہوئے

اے بسا شہ را بکشتہ فرِّ او
(اور) بہت سے شاہوں کو اُنکی شان وشوکت نے مارا

چونکہ زرگر از مرض بدحال شد
جب سُنار مرض سے بد حال ہو گیا

در گدازش شخصِ اُو چوں نال شد
(اور) اُسکا جسم پگھل کر قلم کے ریشہ کی طرح ہو گیا

گفت من آں آہوم کز نافِ من
اُس نے کہا، میں وہ ہرن ہوں کہ میری نافہ سے

ریخت آں صیّاد خونِ صافِ من
اِس صیّاد نے میرا صاف خون بہا دیا

اے من آں روباہِ صحرا کز کمیں
اے (مخاطب) میں جنگل کی وہ لومڑی ہوں کہ گھات میں بیٹھ کر

سر بُریدندم برائے پوستیں[2]
پوستین کے لئے اُنہوں نے میرا سر کاٹ لیا

اے من آں پیلے کہ زخمِ پیلباں
میں وہ ہاتھی ہوں کہ پیلبان کے زخم نے

ریخت خونم از برائے استخواں
ہڈیوں کی خاطر میرا خون بہا دیا

آنکہ کُشتستم پئے مادونِ من
جس نے مجھے مجھ سا کم تر کی خاطر مار ڈالا

می نداند کہ نخسپد خونِ من
اُس کو معلوم نہیں کہ میرا خون رائیگاں نہ جائیگا

بر من ست امروز فردا بروے ست
(مصیبت) آج مجھ پر اور کل اُس پر ہے

خونِ چوں من کس چنیں ضائع کے ست
مجھ جیسے آدمی کا خون یوں رائگاں کیسے ہو سکتا ہے

گرچہ[3] دیوار افگند سایہ دراز
اگرچہ دیوار لمبا سایہ ڈالتی ہے

باز گردد سوئے او آں سایہ باز
لیکن وہ سایہ پھر اُس کی طرف لوٹتا ہے

ایں جہاں کوہ ست و فعلِ ما ندا
یہ دنیا ایک پہاڑ ہے اور ہمارا فعل آواز

سوئے ما آید نداہا را صدا
آوازوں کی گونج ہماری طرف لوٹتی ہے

ایں بگفت و رفت در دم زیرِ خاک
یہ کہا اور فوراً زیرِ زمین چلا گیا

آں کنیزک شد ز درد و رنج پاک
وہ لونڈی درد و غم سے نجات پا گئی

زانکہ عشقِ مُردگاں پایندہ نیست
اِسلئے کہ مُردوں سے عشق پائیدار نہیں ہے

چونکہ مُردہ سوئے ما آیندہ نیست
اِس لئے کہ مُردہ ہماری طرف واپس آنے والا نہیں ہے

[1] کاشکے۔ حرفِ تمنا ہے۔ یکسری۔ پائیدار۔ داوری۔ حکومت، انصاف۔ بد داوری۔ ناانصافی، ظلم۔ یعنی عشقِ مجازی میں بھی اگر پائیداری ہوتی تو وہ ننگ نہ شمار ہوتا۔ روئے او۔ یعنی اُس زرگر کی خوبصورتی اُسکی ہلاکت کا سبب بنی۔ گدازش حاصل مصدر ہے گداختن کا، پگھلنا، لاغر ہونا۔ نال۔ قلم کے بیچ کا ریشہ۔ گفت۔ اگلے چار شعر زرگر کا مقولہ ہیں۔ کز نافِ من۔ ختن کے ہرن اس لئے مارے جاتے ہیں کہ اُن کے نافہ میں سے مُشک نکلتا ہے۔ کمین۔ کسی کی گھات میں بیٹھنا۔

[2] پوستین۔ لومڑی کی کھال سے پوستین بنایا جاتا ہے۔ استخواں۔ ہاتھی دانت کی طرح ہاتھی کی ہڈی بھی قیمتی ہوتی ہے۔ مادونِ من۔ کمتر زرگر نے بادشاہ کو کمتر اس لئے کہا کہ وہ کنیزک کا معشوق تھا اور بادشاہ ناکام عاشق۔ نخسپد۔ یعنی میرے خون کا بدلہ لیا جائیگا خون رائگاں نہ جائیگا۔

[3] گرچہ دیوار۔ مولاناؒ نے جزاءِ عمل کو دو مثالوں سے سمجھایا ہے کہ گناہگار کا عمل بصورتِ جزا اس کی طرف لوٹتا ہے۔ ندا۔ پکارنا۔ آواز دینا۔ صدا۔ گونج جو پہاڑ یا کنویں میں انسان کی آواز کے بعد سُنائی دیتی ہے۔ در دم۔ فوراً، اُسی وقت۔ مُردگاں۔ یعنی فانی اشیاء کا عشق قائم نہیں رہتا۔

عشقِ زندہ[1] در رواں و در بصر
زندہ کا عشق روح اور آنکھ (باطن و ظاہر) میں

ہر دمے باشد ز غنچہ تازہ تر
ہر وقت غنچہ سے بھی زیادہ تر و تازہ رہتا ہے

عشقِ آں زندہ گزیں کو باقی ست
اُس زندہ کا عشق اختیار کر جو سدا رہنے والا ہے

وز شرابِ جانفزایت ساقی ست
اور جانفزا شراب سے تجھے سیراب کرنیوالا ہے

عشقِ آں بگزیں کہ جملہ انبیا
اُس کا عشق اختیار کر کہ تمام نبیوںؑ نے

یافتند از عشقِ اُو کار و کیا
اُس کے عشق سے عزّ و شرف پایا

تو مگو ما را بداں شہ بار نیست
تو یہ نہ کہہ کہ ہماری رسائی اُس بادشاہ تک نہیں ہے

بر کریماں کارہا دشوار نیست
کریموں پر بڑے کام دشوار نہیں ہوتے

در بیانِ آنکہ کُشتنِ مردِ زرگر باشارۂ الٰہی بود نہ بخیالِ باطل

اس بیان میں کہ سنار کو مارنا خدائی اشارہ پر تھا، نہ کسی بُرے خیال سے

کُشتنِ آں مرد بردستِ حکیم
اُس مرد کا طبیب کے ہاتھ سے ہلاک ہونا

نے پئے امّید بود و نے زبیم
نہ کسی اُمید کی بناء پر تھا، نہ کسی خوف سے

اُو نکشتش از برائے طبعِ شاہ
اُس نے بادشاہ کی خاطر سے اُسے قتل نہیں کیا

تا نیامد اَمر[2] و الہام از اِلٰہ
جب تک کہ اللہ کی طرف سے حکم اور الہام نہ آیا

آں پسر را کش خضرؑ ببُرید حلق
وہ لڑکا، خضرؑ نے جس کا گلا کاٹا تھا

سِرِّ آں را در نیابد عام خلق
اُس کا بھید عام مخلوق نہیں سمجھ سکتی

آنکہ از حق یابد اُو وحی و خطاب
جو شخص اللہ کی جانب سے وحی اور خطاب پاتا ہے

ہر چہ فرماید بُوَد عینِ صواب
وہ جو کچھ کہتا ہے بالکل درست ہوتا ہے

آنکہ جاں بخشد اگر بکُشد رواست
جو جان عطا کرتا ہے اگر قتل بھی کرے تو جائز ہے

نائب ست و دستِ اُو دستِ خداست
وہ (اللہ کا) قائم مقام ہے اور اُس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے

ہمچو اسمٰعیل[3] پیشش سر بنہ
حضرتِ اسمٰعیلؑ کی طرح اُس کے سامنے سر جھکا دے

شاد و خنداں پیشِ تیغش جاں بدہ
اور ہنسی خوشی اُس کی تلوار سے قتل ہو جا

تا بماند جانت خنداں تا ابد
تاکہ تیری روح ہمیشہ خوش رہے

ہمچو جانِ پاکِ احمدؐ با اَحد
جس طرح کہ احمدِ مجتبیٰؐ کی روحِ پاک اللہ کے ساتھ

عاشقاں جامِ فرح آنگہ کشند
عاشق خوشی کا جام اُس وقت پیتے ہیں

کہ بدستِ خویش خوباں شاں کُشند
جبکہ معشوق اپنے ہاتھ سے اُن کو قتل کرتے ہیں

---

[1] زندہ یعنی خدائے حیّ و قیوم۔ گزیں۔ اختیار کر، صیغۂ امر ہے گزیدن مصدر سے۔ جانفزا۔ جان کو بڑھانے والا، روح کو قوت دینے والا۔ کیا۔ خداوند، کار فرما۔ کار و کیا یافتند۔ یعنی عزّ و شرف پایا۔ شہ۔ شاہ کا مخفف ہے، یعنی اللہ تعالیٰ۔ بر کریماں۔ یعنی حق تعالیٰ کریم و کارساز ہے وہ اپنے فضل و کرم سے کامیابی و باریابی مرحمت فرمائیگا۔ نے پئے۔ یعنی طبیب کا زرگر کو ہلاک کرنا بادشاہ سے لالچ یا خوف کی وجہ سے نہیں تھا۔

[2] اَمر۔ حکم۔ الہام۔ جو بات خدا کی طرف سے دل میں ڈالی جائے۔ اِلٰہ۔ معبود، اللہ تعالیٰ۔ خضر۔ حضرت خضر علیہ السلام، جنہوں نے ایک بچہ کو قتل کیا تھا، قرآنِ مجید میں اس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس کی مصلحت یہ تھی کہ بچہ کافر ہوتا اور اس کے کفر کی وجہ سے والدین کے ایمان کو خطرہ تھا۔ نائب۔ قائمقام یعنی جو خدا کے حکم سے قتل کرتا ہے اُس کا ہاتھ دراصل خدا کا ہاتھ ہے۔

[3] ہمچو اسمٰعیل۔ حضرت اسمٰعیلؑ سے حضرتِ ابراہیمؑ نے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے تمہاری قربانی دوں تو فوراً حضرتِ اسمٰعیلؑ نے سرِ اطاعت

شاہ آں خوں از پئے شہوت نکرد[1]
وہ خون بادشاہ نے شہوت کی خاطر نہیں کیا
تو رہا کن بدگمانی و نبرد
تو (اس معاملہ میں) بدگمانی اور جھگڑے کو چھوڑ دے

تو گماں کردی کہ کرد آلودگی
تو نے یہ گمان کیا کہ وہ خواہشِ نفسانی سے ملوث تھا
در صفا غش کے ہلد پالودگی
(لیکن) صاف میں صفائی کھوٹ کو کب چھوڑتی ہے

بہرِ آنست ایں ریاضت ویں جفا
یہ محنت اور مشقت تو اس لئے ہے
تا بر آرد کورہ از نقرہ جفا
کہ بھٹی چاندی سے میل کو نکال دے

بہرِ آنست امتحانِ نیک و بد
کھرے اور کھوٹے کا امتحان اس لئے ہے
تا بجوشد، بر سر آرد زر زبد[2]
تاکہ وہ جوش میں آئے اور سونا اپنا میل اوپر لے آئے

بگذر از ظنِّ خطا اے بدگماں
اے بدگمان! غلط گمان چھوڑ دے
اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ را بخواں
"بے شک بعض گمان گناہ ہیں" کو پڑھ

گر نبودش کار ز الہامِ اِلٰہ
اگر اُس کا کام خدا کے الہام سے نہ ہوتا
اُو سگے بودے درانندہ نہ شاہ
تو وہ پھاڑ کھانے والا کتا ہوتا، بادشاہ نہ ہوتا

پاک بود از شہوت و حرص و ہوا
وہ شہوت اور حرص و ہوس سے پاک تھا
نیک کرد او لیک نیکِ بدنما
اُس نے اچھا کیا لیکن اچھا بظاہر بُرا

گر خضرؑ در بحر کشتی را شکست
اگرچہ خضرؑ نے سمندر میں کشتی توڑ دی
صد درستی در شکستِ خضر ہست
(لیکن) خضر کے توڑنے میں سینکڑوں درستیاں تھیں

وہمِ موسیٰؑ با ہمہ نور و ہنر
باوجود تمام نور و ہنر کے موسیٰؑ کا خیال
شد از اں محجوب[3] تو بے پر مپر
اُس تک نہ پہنچا، تو بھی بے پر کی نہ اُڑا

آں گلِ سرخ است تو خونش مخواں
وہ سرخ پھول ہے تو اُس کو خون نہ کہہ
مستِ عقل ست او تو مجنونش مداں
وہ عقل سے مست ہے تو اُس کو دیوانہ نہ سمجھ

گر بُدے خونِ مسلماں کامِ اُو
اگر مسلمان کا خون بہانا اُس کا مقصود ہوتا
کافرم گر بُردمے من نامِ اُو
تو میں کافر ہوتا اگر اُس کا نام کبھی لیتا

می بلرزد عرش از مدحِ شقی
بدبخت (اور سنگدل) کی تعریف سے عرش لرزتا ہے
بدگماں گردد ز مدحش متقی
اور اُسکی تعریف سے پرہیزگار بدگمان ہو جاتا ہے

شاہ بود و شاہ بس آگاہ بود
وہ بادشاہ تھا اور بہت باخبر بادشاہ تھا
خاص بود و خاصۂ اللہ بود
وہ خاص تھا اور اللہ تعالیٰ کا مخصوص تھا

---

[1] شاہ۔ بادشاہ کا زرگر کو قتل کرانا اشارۂ خداوندی سے تھا۔ غش۔ کھوٹ۔ ہلد۔ حاصل مصدر ہے ہلیدن سے چھوڑنا۔ پالودگی۔ صفائی۔ جفا۔ جیم کے فتحہ کے ساتھ سونے اور چاندی کا میل۔ کورہ۔ بھٹی، جس میں چیزوں کو پگھلایا اور تپایا جاتا ہے۔

[2] زبد۔ جھاگ، یعنی جس طرح سونا بھٹی میں جا کر نکھرتا ہے اسی طرح انسان کے نفسانی رذائل ریاضت سے دور ہوتے ہیں۔ ظنِ خطا۔ بدگمانی۔ اثم گناہ۔ درانندہ۔ پھاڑنے والا۔ نیکِ بدنما۔ بباطن نیک اور بظاہر بُرا۔ خضر۔ خضرؑ کے کشتی توڑنے کا واقعہ قرآن میں مذکور ہے جو بظاہر بُری بات تھی لیکن اس میں مصلحتیں پوشیدہ تھیں

[3] محجوب پردے میں آیا ہوا یعنی حضرت موسیٰؑ باایں ہمہ نور و ہنر اُس مصلحت تک نہ پہنچ سکے جو حضرت خضرؑ کے پیشِ نظر تھی۔ آں گل اشارہ بادشاہ کی طرف ہے۔ بُدے۔ بودے کا مخفف ہے۔ کام۔ مقصد و غرض۔ شقی۔ بدبخت۔ سنگدل۔ متقی۔ پرہیزگار۔ آگاہ۔ یعنی عارف باللہ۔

آں کسے را کش چنیں شاہے کُشد
وہ آدمی جس کو ایسا بادشاہ قتل کرتا ہے

سوئے تخت و بہتریں جاہے کشد
اُس کو تخت اور بہترین مرتبہ عنایت فرماتا ہے

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
وہ آدمی جان لیتا ہے تو سَو جانیں دیتا ہے

آنچہ در وہمت نیاید آں دہد
(بلکہ) اتنا دیتا ہے کہ جو تیرے خیال میں کبھی نہیں آ سکتا

قہرِ خاصے از برائے لطفِ عام
عام مہربانی کے لئے کسی خاص پر قہر

شرع می دارد روا بگذار گام
شریعت جائز رکھتی ہے، قدم آگے بڑھا

گر ندیدے سودِ او در قہرِ او
اگر (اللہ تعالیٰ) اُس کا فائدہ قہر میں نہ دیکھتا

کے شدے آں لطفِ مطلق قہر جُو
تو وہ سراپا لطف و کرم، قہر کیوں کرتا

طفل می لرزد زنیشِ احتجام
پچھنے لگانے کی تکلیف سے بچہ تو لرزتا ہے

مادرِ مشفق دراں غم شادکام
(لیکن اُس کی) مہربان ماں اِس تکلیف سے خوش ہوتی ہے

تو قیاس از خویش می گیری و لیک
تو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے، لیکن

دُور دُور افتادہ بنگر تو نیک
تو غور کر (حقیقت سے) بہت دور جا پڑا ہے

پیشتر آتا بگویم قصۂ
میرے قریب آ، تاکہ تجھے ایک قصہ سناؤں

بو کہ یابی از بیانم حصۂ
ہو سکتا ہے کہ تو میرے بیان سے کچھ حصہ حاصل کر لے

حکایتِ مردِ بقّال و طوطی و روغن ریختنِ طوطی در دُکان
ایک بنیئے اور طوطی کا قصہ اور طوطی کا دُکان کے اندر تیل بہانا

بود بقّالے مر او را طوطیئے
ایک بنیا تھا اور اُس کی ایک طوطی تھی

خوشنوا و سبز و گویا طوطیئے
جو خوش آواز، سبز رنگ اور بولنے والی طوطی تھی

بر دُکاں بودے نگہبانِ دُکاں
(یہ طوطی) دکان پر دکان کی حفاظت کرتی تھی

نکتہ گفتے با ہمہ سوداگراں
اور تمام سوداگروں سے دلچسپ باتیں کرتی تھی

در خطابِ آدمی ناطق بُدے
وہ آدمیوں سے خطاب کرنے میں اُن جیسی باتیں کرتی

در نوائے طوطیاں حاذق بُدے
اور طوطیوں کے ساتھ نوا سنجی میں ماہر تھی

خواجہ روزے سوئے خانہ رفتہ بود
مالک ایک دن اپنے گھر کو گیا تھا

در دُکاں طوطی نگہبانی نمود
طوطی دُکان کی حفاظت کر رہی تھی

ق گربۂ برجست ناگہ در دُکاں
اچانک ایک بلی دکان میں کود دی

بہرِ موشے، طوطیک از بیم جاں
ایک چوہے کیلئے، اور بیچاری طوطی اپنی جان کے خوف سے

۱؎ کش۔ کہ اش کا مخفف ہے قہرِ خاصے۔ یعنی اُس زرگر کا قتل ظلم نہ تھا اور اگر ظلم مان بھی لیا جائے تو عام مصلحت اور مفاد کے پیشِ نظر کسی ایک پر ظلم جائز ہے۔ گر ندیدے۔ یعنی زرگر کے قتل ہی میں زرگر کا فائدہ تھا۔

۲؎ احتجام پچھنے لگوانا یعنی خونِ فاسد جسم سے نکالنے کے لئے عمل جراحی کرانا۔ مُشفق۔ ہمدرد، مہربان تو قیاس الخ۔ یعنی اللہ کے کاموں کو اپنے کاموں پر قیاس نہ کر۔ بو کہ۔ یعنی شاید کہ، ممکن ہے۔

۳؎ بقّال۔ سبزی فروش کو کہتے تھے، پھر بنیئے کے معنی میں مستعمل ہونے لگا۔ ناطق۔ قوتِ گویائی رکھنے والا۔ حاذق۔ ماہر، زیرک و چالاک۔ جستن۔ جیم کے فتح کے ساتھ، کودنا۔ طوطیک۔ کاف تصغیر کا ہے۔

جَست از صدرِ دُکاں سُوئے گریخت — **شیشہ ہائے روغنِ گُل را بریخت**

بھاگنے کے لئے دُکان کی بیچ میں کود دی — (اور) روغنِ گُل کی شیشیاں بہادیں

از سوئے خانہ بیامد خواجہ اش — **بر دُکاں بنشست فارغ[1] شاد و خوش**

اُس کا مالک گھر سے (واپس) آیا — (اور) خوش خوش "اطمینان سے دُکان پر بیٹھ گیا

دید پُر روغن دُکان و جامہ چرب — **بر سرش زد، گشت طوطی کَل ز ضرب**

(لیکن) دُکان کو تیل سے بُرا اور کپڑوں کو چکنا دیکھ کر — اُس کے سر پر ایسی مار لگائی کہ طوطی گنجی ہو گئی

روز کے چندے سخن کوتاہ کرد — **مردِ بقّال از ندامت آہ کرد**

چند دن تک (طوطی) نے بات کرنی چھوڑ دی — بنیئے نے ندامت و افسوس سے آہ کی

رِیش بر می کَند و می گفت اے دریغ — **کافتابِ نعمتم شد زیرِ میغ**

(وہ اپنی) داڑھی کو نوچتا اور کہتا تھا ہائے افسوس — میری نعمت کا سورج بدلی میں آ گیا

دستِ من بشکستہ بودے آں زماں — **کہ زدم من بر سرِ آں خوش زباں**

اُس وقت میرے ہاتھ ٹوٹ گئے ہوتے — جب میں نے اُس خوش زبان (طوطی) کے سر پر ضرب ماری تھی

ہدیہ ہا می داد ہر درویش[2] را — **تا بیابد نطقِ مرغِ خویش را**

وہ ہر فقیر کو تحفے تقسیم کر رہا تھا — تاکہ اپنی طوطی کی گویائی کو پالے

بعدِ سہ روز و سہ شب حیران و زار — **بر دُکاں بنشستہ بُد نومید وار**

تین دن اور تین رات کے بعد حیران و بدحال — مایوسی کی حالت میں دکان پر بیٹھا تھا

با ہزاراں غصّہ و غم گشتہ جُفت — **کاے عجب ایں مرغ کے آید بگفت**

ہزاروں رنج اور غم میں مبتلا — ہائے تعجب! یہ طوطی کب بولے گی؟

می نمود آں مرغ را ہر گوں شگفت — **وز[3] تعجب لب بدنداں می گرفت**

ہر قسم کی انوکھی چیزیں اُس پرندہ کو دکھاتا تھا — اور پھر تعجب سے اپنے ہونٹ کاٹتا تھا

دمبدم می گفت با او ہر سخن — **تاکہ باشد کاندر آید در سخن**

ہر وقت اُس سے طرح طرح کی باتیں کرتا تھا — کہ شاید وہ باتیں کرنے لگے

بر اُمیدِ آنکہ مرغ آید بگفت — **چشمِ اُو را با صُوَر می کرد جُفت**

اِس امید پر کہ پرندہ بول پڑے — (مختلف قسم کی) تصویریں اُسے دکھاتا

ناگہانی جولقی می گذشت — **با سرِ بے مو چو پشتِ طاس و طشت**

اتفاقاً ایک گدڑی پوش اُدھر سے گزر رہا تھا — جس کا سر پرات اور طشت کی پشت کی طرح (بالوں سے صاف) تھا۔

---

[1] فارغ۔ یعنی بے فکر
کَل۔ گنجا، جس کے سر پر بال نہوں۔ ضرب۔ چوٹ، مارنا۔ روز کے۔ کاف زائد ہے۔ رِیش۔ داڑھی
کَندن۔ اکھاڑنا، کھودنا، نوچنا۔ میغ۔ ابر۔

[2] دَرویش۔ دال کے فتح کے ساتھ، بمعنی فقیر بھکاری اور دال کے ضمہ کے ساتھ اولیاء اللہ کیلئے بولا جاتا ہے۔ نطق۔ گویائی
مُرغ۔ پرند، مراد طوطی ہے
زار۔ عاجز و خوار، ذلیل
نومید وار۔ مایوس، غمگین۔ شگفت۔ عجیب اور انوکھی، شاید وہ ایسی چیز کو دیکھ کر بول پڑے۔

[3] وز تعجب۔ اور جب وہ اس پر بھی نہ بولتی تھی تو تعجب سے ہونٹ کاٹتا تھا۔ گفت۔ گفتگو۔
صُوَر۔ صورت کی جمع، یعنی شاید تصویریں دیکھ کر بول پڑے۔
جولقی۔ کمل پوش فقیر۔
طاس۔ بڑا تھال۔
طشت۔ تھال۔

طوطی اندر گفت آمد آں زماں — بانگ بر درویش زد چوں عاقلاں
طوطی (اُس کو دیکھ کر) فوراً بول پڑی — اُس کو پکارا اور عقلمندوں کی طرح سوال کیا،

کز چہ اے کل با کلاں آمیختی — تو مگر از شیشہ روغن ریختی
اے گنجے! تو گنجوں میں کیوں شامل ہوا؟ — شاید تو نے بھی شیشی سے تیل گرایا ہے

از قیاسش خندہ آمد خلق را — کو چو خود پنداشت صاحب دلق را
اُس کے اس قیاس سے لوگ ہنس پڑے — کہ اُس نے گدڑی والے کو اپنا جیسا سمجھا

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر — گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر
پاک لوگوں کے کام کو اپنے پر قیاس کر — اگرچہ لکھنے میں شیر (درندہ) اور شیر (دودھ) یکساں ہوتا ہے

شیر آں باشد کہ مرد او را خورد — شیر آں باشد کہ مردم را درد
شیر تو وہ ہے جس کو آدمی پیتا ہے — اور شیر وہ ہے جو آدمیوں کو پھاڑتا ہے

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد — کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد
اس وجہ سے پورا عالم گمراہ ہو گیا — بہت کم کوئی خدا کے ابدال سے واقف ہوا

اشقیاء را دیدۂ بینا نہ بود — نیک و بد در دیدہ شاں یکساں نمود
بدبختوں کی دیکھنے والی آنکھ نہ تھی — اچھا، اور برا ان کی آنکھ میں یکساں نظر آیا

ہمسری با انبیاء برداشتند — اولیاء را ہمچو خود پنداشتند
انہوں نے نبیوں کیساتھ برابری کا دعویٰ کھڑا کر دیا — اور اولیا کو اپنا جیسا سمجھ لیا

گفتہ اینک ما بشر ایشاں بشر — ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور
یہ کہا کہ ہم بھی انسان ہیں اور وہ بھی انسان ہیں — ہم اور وہ سونے اور کھانے کے پابند ہیں

ایں نہ دانستند ایشاں از عمیٰ — ہست فرقے درمیاں بے منتہیٰ
اندھے پن سے وہ یہ نہ سمجھے — کہ اِن دونوں میں بے انتہا فرق ہے

ہر دو گوں زنبور خوردند از یک محل — لیک زیں شد نیش و زاں دیگر عسل
دونوں قسم کی بھڑوں نے ایک ہی جگہ سے کھایا — لیکن اِس سے ڈنک اور اُس سے شہد بنا

ہر دو گوں آہو گیا خوردند و آب — زیں یکے سرگیں شد و زاں مشک ناب
دونوں قسم کے ہرنوں نے گھاس اور پانی کھایا پیا — اُس ایک سے گوبر بنا اور دوسرے کا خالص مشک

ہر دو نے خوردند از یک آبخور — آں یکے خالی و آں پُر از شکر
دونوں نرسلوں نے ایک گھاٹ سے پانی پیا — لیکن ایک کھوکھلی اور دوسری شکر سے بھری ہوئی ہے

---

۱ دلق۔ گدڑی۔
۲ ازیں سبب۔ غلطی کرنے کی وجہ سے۔ ابدال۔ اولیاء اللہ کی ایک خاص جماعت کو کہتے ہیں۔ اشقیاء۔ شقی کی جمع بمعنیٰ بدبخت۔ گفتہ۔ یعنی برابری کے دعوے میں یہ کہتے ہیں۔ اینک۔ ایں اسم اشارہ کاف تصغیر کا ہے۔
۳ عمیٰ۔ اندھا پن۔ کفر، گمراہی۔ منتہیٰ۔ انتہاء۔ گوں۔ گونہ، قسم زنبور۔ بھڑ، شہد کی مکھی۔ محل۔ جگہ۔ نیش۔ ڈنک عسل۔ شہد۔ سرگین گوبر، مینگنی، ناب۔ خالص۔

صد ہزاراں ایں چنیں اشباہ بیں — فرقِ شاں ہفتاد سالہ راہ بیں

اس طرح کی لاکھوں مثالیں تیرے سامنے ہیں — (لیکن) اُنہیں ستر سالہ راہ کا فرق دکھائی دیتا ہے

ایں[۱] خورد گردد پلیدی زو جدا — واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا

یہ کھاتا ہے تو نجاست اس سے نکلتی ہے — اور وہ جو کچھ کھاتا ہے، سب خدا کا نور بنتا ہے

ایں خورد زاید ہمہ بُخل و حَسد — واں خورد زاید ہمہ نورِ اَحَد

یہ کھاتا ہے تو سراسر بخل اور حسد پیدا ہوتا ہے — اور وہ کھاتا ہے تو سب خدا کا نور بنتا ہے

ایں زمینِ پاک و آں شوراست و بد — ایں فرشتہ پاک و آں دیو است و دد

یہ پاک زمین ہے اور وہ شور اور خراب — یہ پاک فرشتہ ہے اور وہ بھوت اور درندہ

ہر دو صورت گر بہم ماند رواست — آبِ تلخ و آبِ شیریں را صفا است

دونوں صورتیں اگر ایک جیسی ہیں، ٹھیک ہے — نمکین اور شیریں پانی میں صفائی موجود ہے

جز کہ صاحب ذوق نشناسد بیاب — اُو شناسد آبِ خوش از شورہ آب

سوائے صاحبِ ذوق کے کوئی نہیں پہچان سکتا ہے، سمجھ لے — کہ وہی میٹھے اور کھاری پانی کو پہچانتا ہے

جز کہ صاحب ذوق نشناسد طُعوم — شہد را ناخوردہ کے داند ز موم

صاحب ذوق کے سوا ذائقہ کو کوئی نہیں پہچان سکتا — جس نے شہد نہ چکھا وہ شہد اور موم میں امتیاز کب کر سکتا ہے

سحر را با معجزہ کردہ قیاس — ہر دو را بر مکر بندارد اساس[۲]

جادو کو معجزہ پر قیاس کر کے — دونوں کی بنیاد مکر و فریب پر سمجھتا ہے

ساحراں با موسیٰؑ از استیزہ را — برگرفتہ چوں عصائے اُو عصا

جادوگروں نے موسیٰؑ سے لڑائی کے لئے — اُن کی لاٹھی جیسی لاٹھی اٹھائی

زیں عصا[۳] تا آں عصا فرقیست ژرف — زیں عمل تا آں عمل راہے شگرف

(لیکن) اس لاٹھی اور اس لاٹھی میں گہرا فرق ہے — اس کام میں اور اس کام میں بڑا فاصلہ ہے

لعنۃ اللہ ایں عمل را در قفا — رحمۃ اللہ آں عمل را در وفا

اس کام کے پیچھے اللہ کی لعنت ہے — اس کام میں اللہ کی رحمت شاملِ حال ہے

کافراں اندر مرے بوزینہ طبع — آفتے آمد درونِ سینہ طبع

کافر لوگ جھگڑا کرنے میں بندر کی خصلت رکھتے ہیں — (اور اُن کی یہ خصلت) سینہ میں چھپی ہوئی ایک آفت ہے

ہر چہ مردم می کند بوزینہ ہم — آں کند کز مرد بیند دمبدم

جو کچھ انسان کرتا ہے بندر بھی کرتا ہے — جو انسان ... ، پے در پے دیکھتا ہے وہ کرتا ہے

---

[۱] ایں خورد۔ بہر حال بزرگوں کو اپنے اوپر قیاس نہ کرنا چاہئے بہت سی چیزوں کے کام یکساں ہیں لیکن نتائج جداگانہ ہیں۔ دیو۔ بھوت، شیطان۔ دد۔ درندہ۔ صفا۔ میٹھا اور کھاری پانی دونوں صاف ہوتے ہیں۔ بیاب۔ یافتن سے امر کا صیغہ ہے۔ صاحب ذوق۔ جو چکھ کر ذائقوں میں فرق کر سکے۔ ناخوردہ۔ جس شخص نے کبھی شہد نہ کھایا ہو وہ موم اور شہد میں کیا فرق کر سکتا ہے۔

[۲] اَساس۔ بنیاد۔ ساحراں۔ جادوگر۔ اِستیزہ۔ جھگڑا۔ از۔ زیادہ ہے دوسرے نسخے میں "انا استیزہا" ہے۔ اس میں از زیادہ نہ ہوگا۔ ژرف۔ گہرا۔ شگرف۔ حیرتناک۔ عجیب۔

[۳] عصا۔ لاٹھی۔ قفا۔ گُدی، پیچھے۔ وفا۔ وعدہ پورا کرنا۔ دوستی برتنا۔ مرا۔ مِرار کا امالہ ہے، جھگڑا کرنا۔ بوزینہ۔ بندر۔ طبع طبیعت۔ دم بدم۔ بندر انسان کے مسلسل حرکات کو دیکھ کر اسکی نقل اتارتا ہے۔

اُو گماں بُردہ کہ من کردم چو اُو
اُس نے گمان کیا کہ میں نے اُس کی طرح کیا

فرقؔ را کے بیند آں استیزہ جُو
وہ لڑاکا فرق کو کب دیکھتا ہے؟

ایں کند از امر و آں بہرِ ستیز
یہ (مومن) حکمِ خداوندی سے کرتا ہے اور وہ (کافر) جھگڑے کیلئے

بر سرِ استیزہ رویاں خاک ریز
جھگڑا کرنے والوں کے سر پر خاک ڈال

آں منافق با موافق در نماز
وہ منافق مومن کے ساتھ، نماز میں

از پئے استیزہ آید نے نیاز
مقابلہ کے لئے آتا ہے نہ کہ نیاز مندی کیلئے

در نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ
نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ میں

با منافق مومناں در بُرد و مات
مومن، منافق کے ساتھ جیت اور ہار میں ہیں

مومناں را بُرد باشد عاقبت
انجام کار مومنوں کی جیت ہوگی

بر منافق مات اندر آخرت
آخرت میں منافق کو ہار ہوگی

گرچہ ہر دو بر سرِ یک بازی اند
اگرچہ دونوں ایک بازی لگائے ہوئے ہیں

لیک باہم مَروزی و رازی اند
لیکن یہ دونوں مرو اور رے کے باشندوں کی طرح (باہم مختلف) ہیں

ہر یکے سوئے مقامِ خود رَود
ہر ایک اپنے مقام کی طرف جاتا ہے

ہر یکے بر وفقِ نامِ خود رَود
ہر ایک اپنے نام کے مطابق کام کرتا ہے

مومنش خوانیش جانش خوش شود
تو اس کو مومن کہے تو اس کی روح خوش ہوتی ہے

ور منافق تند و پُر آتش شود
اور اگر منافق کہے تو مشتعل اور آگ سے پُر ہو جاتا ہے

نامِ آں محبوب از ذاتِ وَیست
اُس کا نام اُس کی ذات کی وجہ سے پیارا ہے

نامِ ایں مبغوض ز آفاتِ وَیست
اور اس کا نام اس کی آفتوں کی وجہ سے موجب بغض و عناد ہے

میم و واؤ و میم و نون تشریف نیست
میم اور واؤ اور میم اور نون میں کوئی شرافت نہیں ہے

لفظِ مومن جز پئے تعریف نیست
لفظِ مومن پہچان کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے

گر منافق خوانیش ایں نامِ دوں
اگر اُس کو منافق کہے تو یہ ذلیل نام

ہمچو کژدم می خلد در اندروں
بچھو کے ڈنک کی طرح اُس کے دل میں چبھتا ہے

گرنہ آں نام اشتقاقِ دوزخ ست
اگر وہ نام دوزخ سے نہیں بنا ہے

پس چرا در وے مذاقِ دوزخ ست
پھر اس میں دوزخ کا ذائقہ کیوں ہے؟

زشتیِ ایں نام بد از حرف نیست
بُرے نام کی بُرائی حروف کی وجہ سے نہیں ہے

تلخیِ آں آبِ بحر از ظرف نیست
اور اس سمندر کے پانی کی کڑواہٹ برتن کی وجہ سے نہیں ہے

لہ فرق۔ اصل اور نقل کے فرق کو وہ نہیں سمجھتا۔ آں منافق منافق، مومن کی نماز میں شریک ہوتا ہے لیکن اُس کا مقصد عبادت نہیں بلکہ فساد ہے۔ بُرد۔ جیت۔ مات۔ ہار۔ مقام۔ جائے قیام۔ وفق۔ موافق، مطابق۔

لہ مومن۔ مومن کو مومن کہو تو وہ خوش ہوتا ہے، منافق کو منافق کہو تو وہ چڑتا ہے۔ نامِ آں۔ لفظِ مومن میں مومن کی ذات کی شرافت سے شرافت آئی منافق کے بُرے حرکات کی وجہ سے یہ لفظ منحوس بنا۔ مَروزی۔ مرو کا رہنے والا۔ رازی۔ رے کا باشندہ۔ مرو خراساں میں ہے اور رے عراق میں، ان دونوں ملکوں میں بہت فاصلہ ہے۔ میم۔ یعنی مومن کے لفظ میں جس قدر حروف ہیں اُن میں کوئی ذاتی شرافت نہیں ہے، دوسرے اسماء جس طرح مسمّیٰ کی شناخت اور پہچان کے لئے ہوتے ہیں، یہ بھی ہے اب اس میں شرافت، مومن کے اوصاف کی وجہ سے آئی ہے جو اس کے معنیٰ ہیں۔

لہ منافق۔ اس کے الفاظ میں جو ناگواری ہے وہ بھی معنیٰ کی وجہ سے ہے۔ دوزخ۔ منافق کے معنیٰ میں وہ اوصاف ملحوظ ہیں جو اس کو دوزخ میں پہنچا دیں گے۔

ھ۔ تلخی۔ [illegible] پانی کی [illegible] سمندر کی وجہ سے [illegible] نہیں ہوتا اسی طرح الفاظ معنی کی وجہ سے [illegible]

حرف ظرف آمد درو معنی چو آب
حروف برتن ہیں اور اُنمیں معنی پانی کی طرح ہیں

بحرِ معنی عِندَہٗ اُمُّ الکتاب[1]
معنیٰ کا سمندر وہ ہے جس کے پاس اُمّ الکتاب ہے

بحرِ تلخ و بحرِ شیریں ہمعناں
میٹھا اور شور دریا ساتھ ساتھ رواں ہے

درمیاں شاں برزخٌ لا یبغیاں
اور اُن کے درمیاں ایک آڑ ہے، یا ایک دوسرے پر چڑھتے نہیں

دانکہ ایں ہر دو زیک اصلے رواں
جان لے کہ یہ دونوں ایک ہی اصل سے رواں ہیں

در گذر زیں ہر دو رَو تا اصلِ آں
دونوں سے گذر کر اُن کی اصل تک پہنچ جا

زرِّ قلب و زرِّ نیکو در عیار
کھوٹا سونا اور کھرا سونا پرکھنے میں

بے محک ہرگز ندارد اعتبار
بغیر کسوٹی کے ہرگز قابلِ اعتبار نہیں

ہر کرا در جاں خدا بنہد مَحَک
خدا جس کے دل میں کسوٹی رکھ دیتا ہے

مر یقیں را باز داند اُو ز شک
بلا شبہ وہ یقین کو شک سے جدا کر لیتا ہے

آنچہ گفت استفت قلبک[2] مصطفےٰ
وہ جو مصطفےٰ نے "اپنے دل سے فتوےٰ پوچھ" فرمایا ہے

آں کسے داند کہ پُر بود از وفا
اُس کو وہی جانتا ہے جو وفاداری سے پُر ہے

در دہانِ زندہ خاشاک ار جہد
زندہ کے منہ میں اگر تنکا گر جائے

آنگہ آرامد کہ بیرونش نہد
تو اُس کو چین اسی وقت آتا ہے جب اس کو باہر نکال دے

در ہزاراں لقمہ یک خاشاکِ خُرد
ہزاروں لقموں میں ایک چھوٹا سا تنکا

چوں در آمد حسِّ زندہ پے ببُرد
جب آیا تو زندہ کی حس نے اُس کا پتہ لگا لیا

حسِّ دنیا نردبانِ ایں جہاں
دنیا کا احساس، اِس جہاں کی سیڑھی ہے

حسِّ عقبیٰ نردبانِ آسماں
اور آخرت کا احساس، آسمان کی سیڑھی ہے

صحتِ ایں حس بجوئید از طبیب
اِس حس کی تندرستی طبیب سے معلوم کرو

صحتِ آں حس بجوئید از حبیب[3]
اور اُس حس کی تندرستی محبوب سے معلوم کرو

صحتِ ایں حس ز معموریِ تن
اِس حس کی تندرستی بدن کی تندرستی سے ہے

صحتِ آں حس ز تخریبِ بدن
اور اُس حس کی تندرستی بدن کی شکستگی سے ہے

شاہِ جاں مر جسم را ویراں کند
روح کا بادشاہ، جسم کو ویران کرتا ہے

بعد ویرانیش آباداں کند
اور اُس کی ویرانی کے بعد اُس کو آباد کرتا ہے

اے خنک جانیکہ در عشقِ مآل
بڑی مبارک ہے وہ جان جس نے عاقبت کی فکر میں

بذل کرد او خانماں و ملک و مال
(اپنا) گھر بار اور ملک و مال خرچ کر ڈالا

---

[1] بحرِ معنی۔ تمام اوصاف اور معانی کا منبع حضرتِ حق کی ذات ہے جس کے پاس اُمّ الکتاب یعنی لوحِ محفوظ ہے۔ بحرِ تلخ ذاتِ باری، متضاد صفات کی حامل ہے اور ہر صفت کا مَظہر دوسری صفت کے مَظہر سے ممتاز ہے۔ اَصل۔ صفتِ رحمت اور صفتِ قہر کا سرچشمہ ذاتِ واحد ہے اور سالک کا مقصد و منتہیٰ ذاتِ وحدہٗ لاشریک ہے۔ زر۔ سونا۔ قلب۔ کھوٹا۔ عیار۔ پرکھنا۔ محک۔ کسوٹی۔ زرِ قلب۔ نیکی، بدی کسوٹی پر پرکھنے سے معلوم ہوتی ہے۔ محک۔ مومن کے دل میں یہ کسوٹی پیدا ہوتی ہے۔

[2] استفت۔ مفتی سے دریافت کرنیکی ضرورت نہیں دل سے فتویٰ لے لو یہ انہی لوگوں کے لئے حکم ہے جن کے قلوب میں وہ کسوٹی پیدا ہو چکی ہے۔ عوام مفتی کے فتوے پر عمل کریں گے۔ خاشاک۔ تنکا، گھاس پھوس۔ جہد۔ جستن کا فعلِ مضارع ہے۔ پے بُردن۔ سُراغ لگا لینا۔ نردبان۔ سیڑھی۔ عقبیٰ۔ آخرت، دین۔ نردبانِ آسماں۔ یعنی جس طرح حسِ ظاہری دنیاوی ترقی کا باعث ہے اسی طرح اگر کسی کی باطنی حس بیدار ہے اور مکروہات اور گناہوں سے بچتا ہے اسکو اُخروی ترقی اور معراج حاصل ہوتی ہے۔ م

[3] حبیب۔ یعنی محبوبِ خدا جو شیخِ کامل ہو۔ معموری آبادی، آراستگی۔ تخریب۔ تباہی، شکستگی بدن۔ جب ریاضتوں کے ذریعہ انسان بدن کو گھلاتا ہے تو اُس کی باطنی حس بیدار ہوتی۔ خنک۔ خوش، سرد۔ م

کرد ویراں خانہ بہرِ گنجِ زر[1] — وز ہماں گنجش کند معمور تر

سونے کے خزانہ کیلئے اس نے اپنے گھر کو ویران کیا — اور اسی خزانہ سے پھر اسکو بہت زیادہ آباد کر دیتا ہے

آب را ببرید و جُو را پاک کرد — بعد ازاں در جُو رواں کرد آبخورد

اس نے پانی کو بند کیا اور نہر کو پاک کیا — پھر اس نے نہر میں پینے کا پانی چھوڑ دیا ہے

پوست را بشگافت پیکاں را کشید — پوستِ نو بعد ازانش بر دمید

کھال میں شگاف کیا، تیر کو کھینچ — اس کے بعد نئی کھال اس سے پیدا ہو گئی

قلعہ ویراں کرد وازکافر ستد — بعد زاں بر ساختش صد بُرج و سَد

اس نے قلعہ کو ویران کیا اور کافر سے چھینا ہے — اس کے بعد اس پر سینکڑوں برج اور فصیلیں بنائیں ہیں

کارِ بیچوں را کہ کیفیت نہد — اینکہ گفتم از ضرورت می جہد

یکتا کے کام کی کیفیت کون بیان کرے — یہ جو کچھ میں نے کہا ہے بضرورت کہا ہے

گہ چنیں[2] بنماید و گہ ضدِّ ایں — جز کہ حیرانی نباشد کارِ دیں

کبھی یوں جلوہ آرا ہوتا ہے اور کبھی اس کے برعکس — دین کا کام حیرت کے بغیر نہیں ہے

کاملاں کز سِرِّ تحقیق آگہند — بیخود و حیران و مست و والہ اند

اہلِ کمال جو حقیقت کے راز سے آگاہ ہیں — بے خود، حیران اور مست اور سرگرداں ہیں

نے چنیں حیراں کہ پشتش سوئے اوست — بل چنیں حیراں کہ رُو در روئے اوست

نہ ایسے حیران کہ ان کی پشت … کی جانب ہو — بلکہ ایسے حیران کہ ان کا چہرہ اس کے سامنے ہے

آں[3] یکے را روئے اُو شد سوئے دوست — ویں یکے را روئے اُو خود روئے اوست

اس ایک کا رُخ دوست کی جانب ہوا — اور اس ایک کا اپنا رُخ خود دوست کا رُخ ہے

روئے ہر یک می نگر میدار پاس — بو کہ گردی تو ز خدمت بُو شناس

ہر ایک کے رُخ کو دیکھ اور ادب کر — ہو سکتا ہے کہ تو خدمت سے صاحبِ معرفت بن جائے

دیدنِ دانا، عبادت ایں بود — فتح الوابِ سعادت ایں بود

عالم کو دیکھنا بھی ایک عبادت ہوتی ہے — اس سے نیک بختی کے دروازے کھل جاتے ہیں

فرق درمیانِ محقِّق و مُدّعی و مُحِقّ و مُبطِل

صاحبِ تحقیق اور ڈینگیں مارنیوالے اور حق گو اور جھوٹے کے درمیان فرق

چوں بسے ابلیس آدم روئے ہست — پس بہر دستے نشاید داد دست

چونکہ بہت سے شیطان انسانی چہرے کے ہیں — اس لئے ہر ہاتھ میں ہاتھ نہ پکڑانا چاہئے

---

[1] گنجِ زر۔ یعنی روحانی کیفیات حاصل کرنے کے لئے جسم کو لاغر کیا جاتا ہے۔ آب بریدن۔ پانی بند کرنا۔ آبخورد۔ گھاٹ، پانی۔ ستدن۔ لینا۔ سد دیوار، فصیل، قلعہ کو فتح کرتے ہی ویران کر دیا جاتا ہے، پھر فاتح اس کی تعمیر کرتا ہے اسی طرح جسم کو شیطان کے قبضہ سے نکالنے میں ویران کرنا پڑتا ہے، پھر روح کے ذریعہ اس کی تجدید کیجاتی ہے۔ کارِ بے چون۔ خدائے یکتا سے تقرّبِ حاصل کرنیکا بقدرِ ضرورت بیان کیا گیا ہے ورنہ اس کی پوری کیفیات بیان سے باہر ہیں۔

[2] گہ چنیں۔ تجلّیاتِ رب گوناگوں ہیں سالک ان میں حیران رہتا ہے۔ کاملاں۔ جو رازِ حقیقت سے آگاہ ہیں وہ ہر معاملہ میں قدرت و حکمت کو دیکھ کر حیران اور مست رہتے ہیں۔ حیراں۔ حیرانی دو قسم کی ہے ایک تو وہ ہے جو شکوک و شبہات پیدا کرتی ہے۔ دوسری وہ ہے جو محویت پیدا کرتی ہے۔

[3] آں یکے حیرانی کی محویت دو طرح کی ہے ایک میں طالب اور مطلوب متمائز ہوتے ہیں دوسری میں طالب و مطلوب میں امتیاز نہیں رہتا۔ روئے ہر یک۔ دونوں قسم کے حیراں مقربینِ بارگاہِ الٰہی ہیں جنکی خدمت باعثِ عرفانِ الٰہی ہے۔ دیدن۔ شریعت نے عالم کے دیکھنے کو جو عبادت قرار دیا ہے اس سے ایسے ہی بزرگوں کی زیارت مراد ہے جو باعثِ سعادت ہے۔ چوں۔ بیعت کے لئے شیخِ کامل کی ضرورت ہے، کیونکہ بہت سے مکار اور نقالوں سے بچنا چاہئے۔

زانکہ صیّاد آورد بانگِ صفیر
شکاری پرندے جیسی آواز اس لئے نکالتا ہے

تا فریبد مرغ را آں مرغ گیر
تاکہ وہ پکڑنے والا، پرندے کو دھوکا دے

بشنود[1] آں مرغ بانگِ جنسِ خویش
وہ پرندہ اپنے ہم جنس کی آواز سنتا ہے

از ہوا آید بیابد دام و نیش
(اور) فضا سے اُترتا ہے تو جال اور ڈنک پاتا ہے

حرفِ درویشاں بدزدد مردِ دوں
کمینہ آدمی فقراء کے کلمات چرا لیتا ہے

تا بخواند بر سلیمے زاں فسوں
تاکہ کسی بھولے بھالے پر وہ منتر پڑھے

کارِ مرداں روشنی و گرمی ست
مردوں کا کام روشنی اور گرمی (پہنچانا) ہے

کارِ دوناں حیلہ و بیشرمی ست
(اور) کمینوں کا کام دھوکا (دینا) اور بے شرمی ہے

شیرِ پشمیں از برائے گد کنند
گداگری کے لئے اون کا شیر بناتے ہیں

بومسیلم را لقب احمد کنند
مسیلمہ (کذاب) کو احمد کا لقب دیتے ہیں

بومسیلم را لقب کذّاب[2] ماند
مسیلمہ کا لقب "کذّاب" رہا

مر محمدؐ را اُولوا الالباب ماند
(اور) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا "صاحبِ عقل" رہا

آں شرابِ حق ختامش مُشکناب
وہ حق کی شراب ہے جس کی مہر خالص مشک کی ہے

بادہ را ختمش بود گند و عذاب
(اور) شراب کی مہر گندگی اور عذاب ہے

داستانِ آں بادشاہِ جہود کہ نصرانیاں را میکشت از تعصب

اُس یہودی بادشاہ کا قصہ جو عیسائیوں کو تعصب کی وجہ سے قتل کرتا تھا

بود شاہے در جہوداں ظلم ساز
یہودیوں میں ایک ظالم بادشاہ تھا

دشمنِ عیسیٰؑ و نصرانی گداز
حضرتِ عیسیٰؑ کا دشمن اور عیسائیوں کو تباہ کرنیوالا

عہدِ عیسیٰؑ بود و نوبت[3] آنِ او
حضرتِ عیسیٰؑ کا زمانہ تھا اور اُس (بادشاہ) کی حکومت تھی

جانِ موسیٰؑ او و موسیٰؑ جانِ او
(لیکن) وہ حضرتِ موسیٰؑ کی جان اور حضرتِ موسیٰؑ اُسکی جان تھے

شاہِ اَحول کرد در راہِ خدا
بھینگے بادشاہ نے خدا کے راستہ میں

آں دو دمسازِ خدائی را جدا
اُن دونوں (حضرتِ عیسیٰؑ اور موسیٰؑ) الٰہی دوستوں کو جدا کر دیا

گفت استاد احولے را کاندر آ
ایک اُستاد نے بھینگے سے کہا اندر آ

رو بروں آر از وثاق آں شیشہ را
جا گھر میں سے وہ بوتل لے آ

چوں درونِ خانہ احول رفت زود
جب بھینگا فوراً مکان میں گیا

شیشہ پیشِ چشمِ او دو می نمود
ایک بوتل اُس کی نگاہ میں دو نظر آئیں

---

[1] بشنود۔ مکار درویشوں کا روپ بھر کر خلق اللہ کو پھانستے ہیں۔ مردِ دوں۔ یعنی مکار پیر۔ مرداں۔ یعنی کامل بزرگ۔ روشنی نور۔ گرمی۔ یعنی عشق کی گرمی۔ شیر پشمین۔ گداگر اون کا مصنوعی شیر بنا کر اپنی لکڑی پر آویزاں کرتے تھے۔ گد۔ گداگری۔ بومسیلم بو زیادہ ہے۔ اصل مسیلمہ ہے ہاکو ضرورتِ شعری کی وجہ سے حذف کر دیا ہے۔ اُس نے یمامہ کے علاقہ میں جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اپنے مریدوں کی طاقت سے حکومت قائم کر لی تھی، حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں شکست دیکر اُس کا خاتمہ کیا۔

[2] کذّاب۔ بہت جھوٹا۔ اولو۔ ذو کی جمع بمعنیٰ صاحب الباب۔ لُب کی جمع بمعنیٰ عقل۔ آں۔ یعنی آنحضورؐ ختام۔ شراب کا ڈھکنا جس کو سر بمہر کر دیتے تھے۔ مشکناب۔ خالص مُشک بادہ۔ شراب، مسیلمہ مراد ہے گند۔ بدبو۔ جہود۔ یہود۔ گداز۔ گداختن سے بنا ہے بمعنیٰ جلا دینا، فنا کر دینا۔

[3] نوبت۔ باری یعنی حکومت اُس بادشاہ کی تھی۔ آن۔ وقت، زمانہ۔ اَحول۔ بھینگا، ایک کو دو دیکھنے والا۔ وثاق گھر۔ شیشہ۔ بوتل۔ دو می نمود بھینگے کو ایک کے دو نظر آتے

گفت احول زاں دو شیشہ تا کدام ॥ پیش تو آرم بکن شرحش تمام

بھینگے نے کہا اُن دو بوتلوں میں سے کونسی ॥ تمہارے پاس لاؤں، خوب کھول کر بتاؤ

گفت اُستاد آں دو شیشہ نیست رَو ॥ احولی بگذار و افزوں بیں مشو

اُستاد نے کہا دو بوتلیں نہیں ہیں، چل ॥ بھینگا بن چھوڑ اور زیادہ دیکھنے والا نہ بن

گفت اے اُستا مرا طعنہ مزن ॥ گفت اُستا زاں دو یک را بر شکن

اُس نے کہا اے استاد مجھے طعنہ نہ دیجئے ॥ اُستاد نے کہا تو دونوں میں سے ایک کو توڑ ڈال

چوں یکے بشکست ہر دو شد ز چشم ॥ مرد احول گردد از میلان و خشم

جب اُس نے ایک توڑی نگاہ سے دونوں غائب ہوگئیں ॥ انسان محبت اور غصہ سے (کبھی) بھینگا بنجاتا ہے

شیشہ یک بود و بچشمش دو نمود ॥ چوں شکست او شیشہ را دیگر نبود

بوتل ایک تھی لیکن اس کو دو نظر آئیں ॥ جب اس نے بوتل توڑ دی تو دوسری موجود نہ تھی

خشم و شہوت مرد را احول کند ॥ ز استقامت رُوح را مُبدل کند

غصہ اور شہوت انسان کو بھینگا بنا دیتے ہیں ॥ (اور) روح کو راست روی سے پھیر دیتے ہیں

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد ॥ صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

جب غرض آئی تو ہنر پوشیدہ ہوا ॥ اور دل کے سینکڑوں پردے آنکھ پر پڑ گئے

چوں دہد قاضی بدل رشوت قرار ॥ کے شناسد ظالم از مظلوم زار

جب قاضی دل میں رشوت طے کرے ॥ تو وہ ظالم اور عاجز مظلوم میں کب فرق کر سکیگا!

شاہ از حقدِ جہودانہ چناں ॥ گشت احول کالاماں یا رب اماں

بادشاہ، یہودیت کے کینہ سے ایسا ॥ بھینگا بن گیا کہ الامان و الحفیظ!

صد ہزاراں مؤمن مظلوم کشت ॥ کہ پناہم دینِ موسیٰ را و پشت

لاکھوں مؤمن مظلوم مار ڈالے ॥ کہ میں موسیٰ کے دین کی پشت و پناہ ہوں

حکایت وزیر بادشاہ و مکر او در تفریق ترسایان

بادشاہ کے وزیر کا قصہ اور عیسائیوں میں تفرقہ پھیلانے کے لئے مکر و فریب

شہ وزیرے داشت رہزن عشوہ دہ ॥ کو بر آب از مکر بر بستے گرہ

اُس بادشاہ کا ایک مکار اور رہزن وزیر تھا ॥ جو مکاری سے پانی میں گرہ لگاتا تھا

گفت ترسایاں پناہِ جاں کنند ॥ دین خود را از ملک پنہاں کنند

اُس نے کہا نصرانی اپنی جان کی (اس طرح) حفاظت کریں گے ॥ کہ بادشاہ سے اپنے دین کو چھپا لیں گے

---

۱ شرح۔ تفصیل۔ اَحولی۔ بھینگاپن۔ افزوں۔ زیادہ۔ اُستا۔ اُستاد کا مخفف ہے۔ برشکن۔ بر زیادہ ہے۔ میلان۔ محبت، طرفداری۔ خشم۔ غصہ، ناراضگی۔ یعنی محبت اور غصہ میں بھی اصل حقیقت نظر نہیں آتی ہے۔

۲ شہوت۔ خواہش۔ قرار۔ یعنی جب قاضی رشوت لینے کی ٹھان لے تو اُس کے ذہن میں ظالم اور مظلوم کا فرق نہیں رہتا۔ حقد۔ کینہ۔

۳ کہ۔ میں کاف بیانیہ ہے اُس کی ہا کا تلفظ نہیں کیا جاتا ہے۔ رہزن۔ ڈاکو، یہاں عیار اور چالاک مراد ہے۔ عشوہ۔ دھوکہ۔ گرہ۔ کر۔ ترسایاں۔ ترسا کی جمع جو عیسائی اور آتش پرست کے لئے بولا جاتا ہے، یہاں عیسائی کے معنی میں ہے۔

با ملک گفت اے شہِ اسرار جُو — کم کُش ایشاں را و دست از خوں بشو
بادشاہ سے کہا، اے طالبِ اسرار بادشاہ! — اُن کو قتل نہ کر اور اُن کی خونریزی چھوڑ دے

کم کُش ایشاں را کہ کشتن سود نیست — دیں ندارد بوئے مُشک و عود نیست
اُن کو قتل نہ کر کیونکہ قتل کرنا مفید نہیں ہے — مذہب میں خوشبو نہیں ہوتی وہ مُشک اور اگر نہیں ہے

سِر پنہاں ست اندر صد غلاف — ظاہرش با تُست و باطن بر خلاف
وہ سَو غلافوں میں چھپا ہوا راز ہے — اُس کا ظاہر تیرے ساتھ ہے اور باطن بر خلاف ہے

شاہ گفتش پس بگو تدبیر چیست — چارۂ ایں مکر و ایں تزویر چیست
بادشاہ نے اُس سے کہا، تو بتا کیا تدبیر ہے؟ — اور اِس مکر و فریب کا کیا علاج ہے؟

تا نماند در جہاں نصرانیئے — نے ہویدا دین و نے پنہانیئے
(میں چاہتا ہوں) کہ دنیا میں کوئی عیسائی نہ بچے — نہ کھلے دین کا اور نہ چھپے دین کا

گفت اے شہ گوش و دستم را ببُر — بینیم بشگاف و لب از حکمِ مُر
اس نے کہا اے بادشاہ! میرے کان اور ہاتھ کاٹ دے — اور کڑوے حکم سے میری ناک اور ہونٹ چیر دے

بعد ازاں در زیرِ دار آور مرا — تا بخواہد یک شفاعت گر مرا
اِس کے بعد مجھے سُولی کے نیچے لے آ — یہاں تک کہ ایک سفارشی مجھے مانگ لے

بر منادی گاہ کن ایں کار تو — بر سرِ راہے کہ باشد چار سُو
تو یہ کام اعلان گاہ پر کر — (اور) اُس راستہ پر کہ جو چوراہا ہو

آنگہم از خود بران تا شہرِ دور — تا در اندازم در ایشاں صد فتور
اُس وقت مجھے اپنے پاس سے کسی دور شہر میں نکال دے — تاکہ میں اُن میں سَو فتور ڈال دوں

چوں شوند آں قوم از من دیں پذیر — کارِ ایشاں سر بسر شوریدہ گیر
جب وہ قوم مجھ سے دین قبول کرنے لگے گی — تو اُن کا کام بالکل ابتر ہو جائے گا

درمیانِ شاں فتنہ و شور افگنم — کاہرمن حیراں بماند در فنم
اُن میں ایسا فتنہ اور شورش پیدا کر دونگا — کہ شیطان بھی میرے فن کو دیکھ کر حیران ہو جائیگا

آنچہ خواہم کرد با نصرانیاں — آں نمی آید کنوں اندر بیاں
جو (برتاؤ) میں عیسائیوں سے کروں گا — اِس وقت وہ بیان (بھی) نہیں ہو سکتا

چوں شمارندم امین و رازداں — دامِ دیگر گوں نہم در پیشِ شاں
جب وہ مجھے امانتدار اور رازدار سمجھ لیں گے (تو میں) — اُنکے آگے ایک اور قسم کا جال پھیلاؤں گا

۱؎ کم۔ کبھی کمی کے معنیٰ میں آتا ہے کبھی نفی کے معنیٰ دیتا ہے، یہاں نفی کے معنیٰ میں ہے۔ دست از چیزے شستن۔ کسی چیز کو چھوڑ دینا۔ مُشک۔ میم کے کسرہ اور ضمہ سے پڑھا جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ ان کو پہچاننا مشکل ہے۔ تزویر۔ حیلہ۔ مکر و فریب۔ ہویدا۔ ظاہر۔ پنہاں۔ پوشیدہ۔ مُر۔ کڑوا۔ دار۔ سولی۔ شفاعت گر۔ سفارشی۔

۲؎ منادی گاہ۔ وہ جگہ جہاں اعلانِ عام کیا جاتا ہے۔ چار سو۔ چوک، چوراہہ۔ بران۔ راندن سے امر کا صیغہ ہے۔ دین پذیر۔ دین کی بات قبول کرنے والا۔

۳؎ شوریدہ۔ پریشان و خراب۔ اہرمن۔ ایرانیوں کے عقیدے کے مطابق وہ خدا جو خالقِ شر ہے۔ ہم اس کا ترجمہ شیطان کرتے ہیں۔ امین۔ امانتدار۔ رازداں۔ بھیدی۔ دگر گوں۔ دوسری طرح۔

از حیل بفریبم ایشاں را ہمہ — واندر ایشاں افگنم صد دمدمہ[1]
ان سب کو حیلوں سے فریب دوں گا — اور ان میں سینکڑوں مکر اور فریب پھیلا دوں گا

تا بدستِ خویش خونِ خویشتن — بر زمیں ریزند کوتہ شد سخن
یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھوں اپنا خون — زمین پر بہائیں گے، بات مختصر ہوئی

تلبیس اندیشیدن وزیر با نصاریٰ و مکر او

وزیر کا عیسائیوں کو دھوکہ دینے کی فکر کرنا اور اس کا مکر

پس بگویم من بسر نصرانیم — اے خدائے راز داں میدانیم
پھر میں کہوں گا، میں پوشیدہ طور پر عیسائی ہوں — اے راز داں خدا تو مجھے جانتا ہے

شاہ واقف گشت از ایمانِ من — وز تعصب کرد قصدِ جانِ من
بادشاہ میرے ایمان سے واقف ہو گیا — (اور اس نے تعصب کی وجہ سے میری جان لینے کا ارادہ کیا)

خواستم تا دیں ز شہ پنہاں کنم — آنچہ دینِ اوست ظاہر آں کنم
میں نے چاہا کہ بادشاہ سے اپنا دین چھپاؤں — اور جو اس کا مذہب ہے وہی اپنا مذہب ظاہر کروں

شاہ بوئے برد از اسرارِ من — مُتّہم[2] شد پیش شہ گفتارِ من
بادشاہ نے میرے رازوں کی بو پالی — (اور) میری بات بادشاہ کے سامنے جھوٹی ہو گئی

گفت گفتِ تو چو در ناں سوزن ست — از دلِ من تا دلِ تو روزن ست
اس نے کہا، تیری گفتگو روٹی میں سوئی کی طرح ہے — (اور) میرے دل سے تیرے دل تک سوراخ ہے

من ازاں روزن بدیدم حالِ تو — حال دیدم کے نیوشم قالِ تو
میں نے اس سوراخ سے تیرا حال دیکھ لیا ہے — (جب میں نے حال دیکھ لیا تو تیری بات کیوں سنوں؟

گر نبودے جانِ عیسیٰ چارہ ام — او جہودانہ بکردے پارہ ام
اگر حضرتِ عیسیٰ کی روح میری مددگار نہ ہوتی — تو وہ یہودیوں کی طرح میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا

بہرِ عیسیٰ[3] سر ببازم جان دہم — صد ہزاراں منتش بر خود نہم
حضرتِ عیسیٰؑ کے لئے میں جان اور سر دے دوں — ان کے لاکھوں احسان، جان پر سمجھوں

جاں دریغم نیست از عیسیٰ ولیک — واقفم بر علمِ دینش نیک نیک
حضرت عیسیٰؑ کے لئے جان دینے میں مجھے تامل نہیں ہے لیکن — میں ان کے دین سے خوب خوب واقف ہوں

حیف می آید مرا کاں دینِ پاک — در میانِ جاہلاں گردد ہلاک
مجھے اس پر افسوس آتا ہے کہ یہ پاک دین — جاہلوں میں پہنچ کر تباہ و برباد ہو

[1] دمدمہ۔ مکر و فریب۔ حِیَل۔ حیلہ کی جمع ہے۔ بسر نصرانیم۔ یعنی بظاہر یہودی پوشیدہ عیسائی ہوں۔ اے خدا۔ یعنی خدا کی قسم کھا کر کہوں گا۔ تعصب۔ اپنے کی بیجا حمایت۔ دیں۔ یعنی عیسائیت۔ دینِ او۔ یعنی یہودیت۔

[2] متّہم۔ تہمت زدہ۔ گفت۔ پہلا گفت فعلِ ماضی۔ دوسرا گفت حاصلِ مصدر ہے۔ روزن۔ کھڑکی، روشن دان، یعنی میں تیرے دل کی بات سے واقف ہوں۔ نیوشیدن۔ سننا۔ قال۔ بات، گفتگو۔ جہودانہ۔ یعنی وہ تعصب جو یہودیوں میں ہے۔ پارہ۔ ٹکڑا۔

[3] بہرِ عیسیٰ۔ حضرتِ عیسیٰؑ کے لئے جان اور سر دینے کی تمنا ہے، اگر یہ سعادت مجھے مل جائے تو ہزار احسان مانوں۔ حیف۔ یعنی جینے کی تمنا اس لئے کہ دینِ عیسیٰ کی حفاظت اور تبلیغ کر دوں۔

شکر یزداں را و عیسیٰ را کہ ما
اللہ اور عیسیٰ کا شکر ہے کہ ہم

گشتہ ایم ایں دینِ حق را رہنما
اِس سچے دین کے راہنما بن گئے ہیں

از جہودی[1] و ز جہوداں رستہ ایم
یہودیت، اور یہودیوں سے ہم چھوٹ گئے ہیں

بر زُنارے میاں را بستہ ایم
جب سے کہ ہم نے زُنار سے اپنی کمر کس لی ہے

دور دورِ عیسیٰؑ ست اے مردماں
اے لوگو! یہ عہد تو حضرتِ عیسیٰؑ ہی کا عہد ہے

بشنوید اسرارِ کیشِ او بجاں
اُن کے مذہب کے اَسرار دل و جان سے سنو

کایں شہ بے دین و ظالم بس عدوست
یہ بادشاہ بے دین اور ظالم بہت بڑا دشمن ہے

می نہ داند ہیچ دشمن راز دوست
دوست اور دشمن میں فرق نہیں کرتا

ایں نسق می گفت با نصرانیاں
وہ عیسائیوں سے اِس طرح کی باتیں کہتا تھا

لیک بودش دل بسوئے شہ کشاں
لیکن اُس کا دل بادشاہ کا گرویدہ تھا

گفت شہ را کاے شہنشہ صبر کن
بادشاہ سے کہا جہاں پناہ، ذرا صبر کریں

تا من ایشاں را کنم[2] از بیخ و بُن
تاکہ میں اُن کی جڑ اور بنیاد اکھاڑ دوں

چوں شمارندم امین و مقتدا
جب وہ مجھے امانتدار اور پیشوا سمجھ لیں گے

سر نہندم جملہ جویند اہتدا
میرے سامنے سب سر جھکا دینگے اور رہنمائی چاہینگے

چوں وزیر ایں مکر را بر شہ شمرد
جب وزیر نے بادشاہ کے سامنے یہ فریب بیان کیا

از دلش اندیشہ را کلی ببرد
تو اُس کے دل سے فکر کو بالکل دور کر دیا

کرد با وے شاہ آں کارے کہ گفت
بادشاہ نے اُس کے ساتھ وہی کام کیا جو اُس نے کہا

خلق حیراں ماند زاں رازِ نہفت
اور اُس چھپے ہوئے بھید سے لوگ بے خبر رہے

کرد رسوائش میانِ انجمن
بادشاہ نے اُس کو بھری انجمن میں رسوا کیا

تا کہ واقف شد ز حالش مرد و زن
یہاں تک کہ مرد اور عورت اُس کے حال سے واقف ہو گئے

راند او را جانبِ نصرانیاں
اُس کو عیسائیوں کی جانب بھگا دیا

کرد در دعوت[3] شروع او بعد ازاں
اس کے بعد اُس نے تبلیغ کا کام شروع کر دیا

چوں چناں دیدند ترسایانش زار
عیسائیوں نے جب اُس کو ایسا عاجز و بدحال دیکھا

می شدند اندر غمِ او اشکبار
تو وہ اُس کی حالت زار پر رو پڑے

حالِ عالم ایں چنیں است اے پسر
اے لڑکے! دنیا کا حال یہی ہے

از حسد میخیزد اینہا سر بسر
اور یہ سب باتیں حسد سے پیدا ہوتی ہیں

قبول کردن نصاریٰ مکرِ وزیر را

[1] جہودی۔ یہودیت۔ جہوداں بادشاہ کے متعلقین یہودی۔ زُنار۔ جنیو، وہ دھاگا جسے عیسائی اپنی گردن میں صلیب ڈالتے ہیں۔ دَور۔ عہد، زمانہ یعنی اِس وقت لوگ حضرتِ عیسیٰؑ کی شریعت کے مکلّف ہیں۔ کیش۔ دین، مذہب۔ می نہ داند۔ دشمنی میں اندھا ہے۔ نسق۔ طرز، اُسلوب۔ یعنی جو باتیں عیسائیوں سے کہیگا وہ بادشاہ کو سنائیں۔ کشاں۔ مائل۔

[2] کنم۔ کاف کے فتحہ سے، کندن، اُکھاڑنا۔ بُن۔ جڑ، بنیاد۔ مُقتدا۔ جس کی پیروی کیجائے۔ اِہتدا۔ ہدایت حاصل کرنا۔ شمرد۔ اس نے گِنا، شمار کیا۔ کلّی۔ بالکل۔ گفت۔ یعنی بادشاہ نے اُس کے ہاتھ، پیر، ناک، کان کاٹ کر عیسائیوں کے علاقہ میں نکلوا دیا۔

[3] دعوت یعنی دین کی تبلیغ۔ زار۔ عاجز، بدحال۔ اشکبار۔ آنسو بہانے والا۔ حال۔ یعنی حسد یہ سب کراتا ہے جو وزیر عیسائیوں کے ساتھ کر رہا تھا۔

جمع آمدنِ نصاریٰ[1] با وزیر و راز گفتن او با ایشاں

وزیر کے پاس عیسائیوں کا جمع ہونا اور اُس کا اُن سے راز کہنا

صد ہزاراں مردِ ترسا[1] سوئے اُو | اندک اندک جمع شد در کوئے او
لاکھوں عیسائی اُس کی حمایت میں | تھوڑے تھوڑے اُسکے کوچہ میں جمع ہو گئے

اُو بیاں می کرد با ایشاں براز | سِرّ انگلیُون و زُنّار و نماز
وہ اُن سے رازداری کے ساتھ بیان کرتا تھا | انجیل اور رشتۂ صلیب اور نماز کے اسرار

اُو بیاں می کرد با ایشاں فصیح | دائماً اقوال و افعالِ مسیحؑ
وہ اُن سے فصاحت کے ساتھ بیان کرتا تھا | ہمیشہ حضرتِ مسیحؑ کے اقوال اور افعال

اُو بظاہر واعظِ اَحکام بود | لیک در باطن صفیر و دام بود
وہ بظاہر (دین کے) حکموں کا واعظ تھا | لیکن بباطن سیٹی اور جال (والا معاملہ) تھا

بہرِ ایں[2] معنیٰ صحابہ از رسول | مُلتمس بودند مکرِ نفسِ غُول
اِسی سبب سے صحابہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے | نفسانی بھوت کے مکر کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے

کُو چہ آمیزد ز اَغراضِ نہاں | در عبادتہا و در اخلاصِ جاں
کہ وہ کیا پوشیدہ طور پر خود غرضیاں ملا دیتا ہے | عبادتوں اور دل کے اخلاص میں

فضلِ طاعت را نجستندے ازو | عیبِ باطن را بجستندے کہ گو
اُن سے عبادت کی فضیلتیں نہ تلاش کرتے | (بلکہ) باطنی عیب کی جستجو کرتے کہ فرمایئے

مُو بمُو و ذرّہ ذرّہ مکرِ نفس | می شناسیدند چوں گُل از کَرَفس
نفس کی مکاری کا بال بال اور ذرّہ ذرّہ | وہ پہچان لیتے جس طرح پھول کو کرفس سے (جدا) پہچانا جا سکتا (ہے)

گفت زاں فصلے حُذیفہؓ با حسنؒ | تا بداں شد وعظ و تذکیرش حسن
اسی کا کچھ حصہ حضرتِ حذیفہؓ نے حضرتِ حسنؒ کو بتایا | جس سے اُنکا وعظ اور بیان خوب ہو گیا

مُوشگافانِ[3] صحابہ جملہ شاں | خیرہ گشتندے زاں وعظ و بیاں
تمام نکتہ شناس صحابہ | اُس وعظ اور بیان سے حیران رہ جاتے تھے۔

دِل بدو دادند ترسایاں تمام | خود چہ باشد قوّتِ تقلیدِ عام
تمام عیسائیوں نے اُس کو دل دیدیا | عام تقلید کی قوّت (بھی) کیا ہوتی ہے

در درونِ سینہ مہرش کاشتند | نائبِ عیسیٰش می پنداشتند
اُنہوں نے اپنے سینوں میں (اُس کی) محبت کا بیج بو لیا | وہ اُسکو حضرتِ عیسیٰؑ کا نائب سمجھ رہے تھے

---

[1] ترسا۔ عیسائی۔ انگلیون۔ انجیل کو کہتے ہیں۔ زنّار یعنی اُس صلیب کا دھاگا جو عیسائی گلے میں لٹکاتے ہیں۔ اَحکام۔ عیسوی مذہب کے اَحکام۔ صفیر۔ وہ آواز جو شکاری جانوروں کو پھنسانے کے لئے نکالتا ہے۔

[2] ایں معنی۔ شیطانی مکر و فریب۔ غول۔ شیطان، چھلاوہ۔ کو۔ کہ او۔ اَغراض نفسانی خواہشیں۔ کرفس۔ ایک تیز بدبودار گھاس ہے۔ حذیفہؓ ابن الیمان مشہور صحابی ہیں، جنکو دین کے اَسرار حضورؐ سے بہت حاصل ہوئے تھے۔ حسنؒ۔ حسنِ بصری مراد ہیں۔ اگرچہ یہ حضرتِ حذیفہؓ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے ہیں انکو بالواسطہ حضرتِ حذیفہؓ کے علوم پہنچے ہیں۔ امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ حسنِ بصری کا کلام انبیاء کے کلام سے مشابہ ہوتا ہے۔

[3] موشگاف۔ نکتہ شناس، محقق۔ خیرہ حیران۔ دل کسے دادن، عاشق ہونا، معتقد ہونا۔ تقلید۔ بلادلیل کسی کی پیروی کرنا۔ دجّال۔ ایک جھوٹے کا نام ہے جو دنیا میں قریب رونما ہوگا بہت سے لوگ اسکی شعبدہ بازی سے معتقد ہو کر اس کے پیرو بنجائینگے۔

اُو بسرّ دجّالِ یک[1] چشمِ لعیں — ایخدا فریاد رس نِعْمَ الْمُعِیْن
وہ خفیہ طور پر ملعون، کانا دجّال ہے — اے خدا، اچھے مددگار، ہماری فریاد سن

صد ہزاراں دام و دانہ ست ایخدا — ما چو مرغانِ حریص و بے نوا
اے خدا لاکھوں، جال اور دانے ہیں — اور ہم لالچی بھوکے پرندوں کی طرح ہیں

دمبدم پا بستۂ دامِ نوایم — ہر یکے گر باز و سیمرغے شویم
ہم ہر وقت ایک نئے جال میں گرفتار ہیں — اگرچہ ہم سب باز اور سیمرغ بن جائیں

می رہانی ہر دمے مارا و باز — سوئے دامے می رویم اے بے نیاز
تو ہمیں ہر وقت چھڑاتا ہے اور پھر — ہم کسی جال کی طرف چلدیتے ہیں، اے بے نیاز!

ما دریں انبان گندم می کنیم — گندمِ جمع آمدہ گم می کنیم
ہم اس بورے میں گیہوں بھرتے ہیں — جمع شدہ گیہوں کو گم کر دیتے ہیں

می بنیدیشیم آخر ما بہوش — کایں خلل در گندم ست از مکرِ موش
جب ہم عقل سے سوچتے ہیں — تو گیہوؤں میں یہ کمی چوہے کی مکاری سے ہے

موش تا انبانِ ما حفرہ زدہ ست — از فنش انبارِ ما ویراں شدہ ست
چوہے نے ہمارے بورے میں سوراخ کر لیا ہے — اس کے مکر سے ہمارا ذخیرہ برباد ہو گیا ہے

اوّل[2] ایجاں دفعِ شرِّ موش کن — وانگہ اندر جمعِ گندم جوش کن
اے عزیز! پہلے چوہے کی شرارت کو دفع کر — پھر گیہوں جمع کرنے کی کوشش کر

بشنو از اخبارِ آں صدرُ الصّدور — لَا صَلٰوۃَ (تَمَّ) اِلَّا بِالْحُضُوْرِ
صدروں کے صدر کی یہ حدیث سُن لے — کہ کوئی نماز بغیر حضورِ قلب کے مکمل نہیں ہوتی

گر نہ موشے دُزد در انبانِ ماست — گندمِ اعمالِ چل سالہ کجاست
اگر کوئی چوہا ہمارے بورے میں چور نہیں ہے — تو چالیس سالہ اعمال کے گیہوں کہاں ہیں؟

ریزہ ریزہ صدق ہر روزہ چرا — جمع می ناید دریں انبارِ ما
ہر روز کا ذرا ذرا سا صدق کیوں — ہمارے اس انبار میں جمع نہیں ہوتا ہے؟

بس[3] ستارۂ آتش از آہن جہید — ویں دلِ شوریدہ پذرفت و کشید
آگ کی بہت سی چنگاریاں لوہے سے نکلیں — اور اس دیوانہ دل نے ان کو قبول اور جذب کیا

لیک در ظلمت یکے دزدِ نہاں — مے نہد انگشت بر استارگاں
لیکن ایک چھپا ہوا چور اندھیرے میں — چنگاریوں پر انگلی دھر دیتا ہے

[1] یک چشم۔ کانا، دجّال کانا ہوگا۔ لعین۔ ملعون نعم المعین۔ اچھا مددگار سیمرغ۔ کہا جاتا ہے کوئی نادر الوجود پرندہ ہے جو کوہِ قاف میں رہتا ہے۔ اُس کے پروں میں تیس رنگ ہوتے ہیں۔ اَنبان تھیلا، بورا۔ حُفرہ۔ گڑھا، سوراخ۔

[2] اوّل۔ یعنی انسان کو پہلے شیطانی وساوس سے نجات حاصل کرنی چاہیئے اُس کے بعد عبادت کا ذخیرہ کرے۔ لا صلوٰۃ۔ یعنی نماز جب ہی مکمل ہوگی جب دل میں شیطانی وسوسہ کا دخل نہ رہے۔ چل سالہ عموماً چالیس سالہ عمر جوانی کی ہوتی ہے جس میں انسان باطن کی اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ہے۔

[3] ستارۂ آتش۔ آگ کی چنگاری۔ جہیدن۔ نکلنا۔ شوریدہ۔ دیوانہ۔ دُزدِ نہاں یعنی شیطان اُن شراروں کو بجھا دیتا ہے جو عبادت سے پیدا ہوتے ہیں۔

میکُشد استارگان را یک بیک | تاکہ نفروزد چراغے بر فلک
چنگاریوں کو فوراً بجھا دیتا ہے | تاکہ آسمان پر کوئی چراغ روشن نہ ہو

چوں عنایاتت شود با ما مُقیم[۱] | کے بود بیمے ازاں دُزدِ لئیم
جب تیری عنایتیں ہمارے ساتھ ہو جائینگی | تو اُس کمینہ چور کا ڈر کب ہو سکتا ہے؟

گر ہزاراں دام باشد ہر قدم | چوں تو با مائی نباشد ہیچ غم
اگر ہر قدم پر ہزاروں جال ہوں | جب تو ہمارے ساتھ ہے تو کچھ غم نہیں

ہر شبے از دامِ تن اَرواح را | می رہانی می کُنی اَلواح را
روحوں کو بدن کے جال سے ہر شب | تو رہا کر دیتا ہے، تختیاں اکھاڑ دیتا ہے

می رہند اَرواح ہر شب زیں قفس | فارغاں بے حاکم و محکوم کس
روحیں ہر شب اِس پنجرے (جسم) سے چھوٹ جاتی ہیں | فارغ البال بغیر افسری اور ماتحتی کے

شب ز زنداں بے خبر زندانیاں | شب ز دولت بے خبر سلطانیاں
(جس طرح) رات کو قیدی، قید خانہ سے بے خبر ہوتے ہیں | (اور) رات کو کارکنان، سلطنت سے بے خبر ہوتے ہیں

نے غم و اندیشۂ سُود و زیاں | نے خیالِ ایں فلان و آں فلاں
نہ کسی کو فائدہ اور نقصان کا غم اور فکر | نہ اِس فلانے اور اُس فلانے کا خیال

حالِ عارف ایں بُود بخواب ہم | گفت یزداں ہُم رُقُودٌ[۲] زیں مرم
خداشناس کی یہ حالت بغیر نیند کے بھی ہوتی ہے | خدا نے فرمایا ہے "وہ سوئے ہوئے ہیں" اِس سے نہ بھاگ

خفتہ از احوالِ دنیا روز و شب | چوں قلم در پنجۂ تقلیبِ رب
وہ دن و رات دنیا کے اَحوال سے غافل ہوتا ہے | خدا کے دستِ تصرف میں قلم کی طرح ہے

آنکہ اُو پنجہ نہ بیند در رقم | فعل پندارد بہ جنبش از قلم
(وہ شخص) جو لکھنے میں ہاتھ کو نہیں دیکھتا | وہ قلم کی حرکت کو اُسی کا فعل سمجھتا ہے

تمثیلِ مردِ عارف و تفسیر اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا

مرد عارف کی مثال اور "اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کر لیتا ہے" کی تفسیر

شمّۂ زیں حالِ عارف وانمود | خلق را ہم خوابِ حسّی در رُبود
عارف کے حال کا کچھ حصہ (اللہ نے) واضح کر دیا ہے | کہ لوگوں کو حسّی نیند بھی بے خود کر دیتی ہے

رفتہ در صحرائے[۳] بے چوں جانِ شاں | روحِ شاں آسودہ و اَبدانِ شاں
اُن کی جان ایک بے مثال بیابان میں چلی جاتی ہے | اُن کی روح اور اُن کے بدن آرام میں ہوتے ہیں

---

[۱] مُقیم۔ قائم، شاملِ حال۔ با مائی۔ تو ہمارے ساتھ ہے۔ اَلواح۔ لوح کی جمع بمعنی تختہ۔ یعنی جس طرح خدا روحوں کو آزاد کر دیتا ہے اِسی طرح ہمیں شیطانی وسوسے سے آزاد کر دے۔ فارغاں۔ ہر طرح کی تکالیف سے آزاد۔ عارف۔ جس کو خدا کی معرفت حاصل ہو گئی ہو۔

[۲] ہُم رُقُودٌ۔ وہ سوئے ہوئے ہیں یہ قرآن پاک میں اصحابِ کہف کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ اصحابِ کہف بزرگوں کی ایک جماعت تھی جو دقیانوس بادشاہ کے زمانہ میں پیغمبرِ وقت پر ایمان لے آئے تھے۔ بادشاہ کے ظلم کے خوف سے ایک غار میں جا چھپے تھے۔ مرم۔ یعنی اصحابِ کہف کے بارے میں اِس عقیدہ سے گریز نہ کر۔ چوں قلم۔ اصل کاتب کا پنجہ ہے وہ جس طرح چاہتا ہے قلم چلتا ہے۔ شمّہ۔ تھوڑا سا حصہ۔ عارف۔ وہ شخص جس کو خدا کی معرفت حاصل ہو گئی ہو۔

[۳] صحرائے بے چوں۔ اس سے مراد عالمِ مثال ہے جس کو عالمِ برزخ بھی کہتے ہیں۔ یہ عالم جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اس کو عالمِ اجسام یا عالمِ شہادت کہا جاتا ہے۔ جو کچھ عالمِ شہادت میں ہے وہ بلا کسی مادہ کے عالمِ مثال میں بھی ہے یہی عالمِ مثال مرنے کے بعد تا قیامت انسان کا مقام ہے۔ م۔ خواب میں بھی عالمِ مثال نظر آتا ہے اس کے علاوہ ایک عالمِ اَرواح ہے جو مادہ اور کیفیت دونوں سے منزّہ ہے۔

فارغاں از حرص و اکیابؔ و حصص
مرغ وار از دام جستہ وز قفص

(یہ لوگ حرص اور جھکاؤ اور پریشانی سے فارغ ہوتے ہیں
اُس پرندہ کی طرح جو جال اور پنجرے سے آزاد ہو گیا ہو

تُرکِ روز آخر چو بازرّیں سپر
ہندوئے شب را بہ تیغ افگند سَر

آخر جب دن کے سپاہی نے سنہری ڈھال لگا کر
رات کے چور کا تلوار سے سر کاٹ گرایا

میلِ ہر جانے بسوئے تن بُوَد
ہر تنے از روح آبستن بُوَد

ہر جان کا جسم کی طرف میلان ہوتا ہے
ہر بدن رُوح سے بار دار ہو جاتا ہے

از صفیرے باز دام اندر کشی
جملہ را در دامِ دَرد آور کشی

سیٹی کے ذریعہ تو پھر جال بچھا دیتا ہے
سب کو مصیبت کے جال میں پھانس دیتا ہے

چونکہ نورِ صبحدم سَر بر زند
کرگسِ زرّینِ گردوں پَر زند

جب صبح کے وقت کا نور نمو دار ہوتا ہے
اور آسمان کا سنہری گدھ اڑنے لگتا ہے

فَالِقُ الْاِصْبَاحؔ اسرافیل وار
جملہ را در صورت آرد زاں دِیار

صبح کو پیدا کرنیوالا، اسرافیل کی طرح
اُن جگہوں سے سب کو صورت میں لاتا ہے

روحہائے مُنبسِط را تن کُند
ہر تنے را باز آبستن کُند

منتشر روحوں کو جسم میں لے آتا ہے
ہر جسم کو پھر بار دار کر دیتا ہے

اسپِ جاں را می کند عاری زِ زیں
سِرِّ اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتُ ست ایں

رُوح کے گھوڑے کو زین سے ننگا کر دیتا ہے
نیند موت کی بہن ہے کا مطلب یہی ہے

لیک بہر آنکہ روز آیند باز
بر نہد بر پائے شاں بندِ دراز

لیکن اس لئے کہ وہ دن میں واپس آئیں
اُن کے پیر میں لمبی رسّی باندھ دیتا ہے

تا کہ روزش وا کشد زاں مرغزارؔ
وز چراگاہ آردش در زیرِ بار

تاکہ اُس سبزہ زار سے دن میں واپس لے آئے
اور چراگاہ سے اُسکو بوجھ کے نیچے لاتا ہے

کاش چوں اصحابِ کہفؔ آں روح را
حفظ کردے یا چو کشتی نوح را

کاش اصحابِ کہف کی طرح اُس رُوح کو
محفوظ کر دیتا یا اس طرح جیسے کشتی نے نوح کی حفاظت کی

تا ازیں طوفانِ بیداری و ہوش
وا رہیدے ایں ضمیر و چشم و گوش

تاکہ بیداری اور ہوش کے اِس طوفان سے
چھوٹ جاتے، یہ دل اور آنکھ اور کان

اے بسا اصحابِ کہف اندر جہاں
پہلوئے تو پیشِ تو ہست ایں زماں

اے (مخاطب) بہت سے اصحابِ کہف دنیا کے اندر
تیرے پہلو میں، تیرے سامنے اب بھی موجود ہیں

له اکیاب۔ کسی چیز پر اوندھا گرنا۔ حصص۔ بفتحتین، دوڑنا، سَر کے بالوں کا کم ہونا جو فکر اور پریشانی سے ہوتا ہے۔ تُرک۔ ترکستان کا رہنے والا سپاہی۔ ہندو۔ چور، غلام، ہندوستان کا رہنے والا۔ آبستن۔ حاملہ ہونا، بوجھل ہونا۔ صفیر۔ شکاری کی سیٹی جس سے شکار مائل ہو جاتا ہے۔ دامِ درد آور۔ بیداری میں طرح طرح کے دردوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ سر برزدن۔ ظاہر ہونا۔ کرگس۔ گدھ۔ پر زدن۔ اُڑنا۔

له فَالِقُ الْاِصْبَاح۔ صبح کو رات کی تاریکی سے نکالنے والا۔ اسرافیل۔ اُس فرشتہ کا نام ہے جو قیامت کے قریب صور پھونکے گا۔ مُنبسط۔ آزاد۔ عاری۔ خالی، برہنہ۔ زین۔ کاٹھی۔ سِرّ۔ بھید۔ نوم۔ نیند۔ اخ۔ بھائی۔ بر نہد۔ بر زیادہ۔ وا کشیدن۔ زور، یا حیلہ کے ذریعہ کھینچنا۔

له مرغزار۔ چراگاہ۔ وز زاد۔ زیرِ بار۔ جانوروں کو چراگاہ سے واپس لانیکے بعد لادا جاتا ہے۔ کشتی۔ حضرت نوحؑ کی کشتی نے چند روز حفاظت کی۔ طوفان۔ بیداری میں انسان طرح طرح کے مصائب اور افکار سے دوچار ہوتا ہے۔ بسا۔ اصحابِ کہف کی طرح کے م

یار با او، غار با او ہم سرود — مُہر بر چشم ست و بر گوشت چہ سود
یار اور غار (دونوں) اُن کے ہمساز ہیں — لیکن تیری آنکھ اور کان پر تو مُہر ہے، کیا فائدہ

بازداں[1] کز چیست ایں روپوشہا — ختمِ حق بر چشمہا و گوشہا
اب سمجھ لے کہ یہ حجابات کس لئے ہیں؟ — آنکھوں اور کانوں پر خدا کی مُہر کس وجہ سے ہے؟

سوال کردنِ خلیفہ از لیلیٰ و جوابِ اُو
خلیفہ کا لیلیٰ سے سوال کرنا اور اُس کا جواب

گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں توئی — کز تو مجنوں شد پریشان و غوی
خلیفہ نے لیلیٰ سے کہا کیا تو وہی ہے — کہ تیری وجہ سے مجنوں پریشان اور دیوانہ ہوا ہے

از دگر خوباں تو افزوں نیستی — گفت خامُش چوں تو مجنوں نیستی
تو دوسرے حسینوں سے بڑھ کر تو نہیں ہے — اُس نے کہا خاموش رہ چونکہ تو مجنوں نہیں ہے

دیدۂ مجنوں اگر بودے ترا — ہر دو عالم بے خطر بودے ترا
اگر تیرے پاس مجنوں کی آنکھ ہوتی — (تو) تیرے لئے دونوں جہاں بے قدر ہوتے

با خودی تو لیک مجنوں بیخود ست — در طریقِ عشق بیداری بد ست
تو ہوش میں ہے لیکن مجنوں بے ہوش ہے — عشق کی راہ میں بیداری بُری ہے

ہر کہ[2] بیدار ست او در خواب تر — ہست بیداریش از خوابش بتر
جو بیدار ہے، وہ زیادہ نیند (غفلت) میں ہے — اُس کی بیداری، نیند سے بدتر ہے

ہر کہ در خواب ست بیداریش بہ — مستِ غفلت عینِ ہشیاریش بہ
جو خواب (غفلت) میں ہے اُس کا بیدار ہونا بہتر ہے — غفلت کے مدہوش کا عین ہوشیار ہونا بہتر ہے

چوں بحق بیدار نبود جانِ ما — ہست بیداری چو دربندانِ ما
جب ہماری جان خدا کے معاملہ میں بیدار نہ ہو — تو ہماری بیداری قید خانہ کی بیداری کی طرح ہے

جاں[3] ہمہ روز از لگدکوبِ خیال — وز زیان و سود و از خوفِ زوال
پورے دن جان، خیالات کی پائمال — اور نقصان و نفع اور زوال کے خوف سے

نے صفا میماندش نے لطف و فر — نے بسوئے آسماں راہِ سفر
نہ اُس میں صفائی رہتی ہے نہ پاکیزگی اور قوت — نہ آسمان کی طرف سفر کا راستہ

خفتہ آں باشد کہ اُو از ہر خیال — دارد امید و کُند با اُو مقال
سویا ہوا وہ ہے جو ہر خیال سے — امید وابستہ کرے اور اُس کے متعلق گفتگو کرے

---

[1] بازداں۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ بے بصیرتی ہماری معصیت کاری کی وجہ سے ہے۔ کاں۔ کہ آں۔ غوی۔ دیوانہ، گمراہ۔ مجنوں نیستی۔ سعدیؒ نے فرمایا ہے لیلیٰ را از دریچہ چشمِ مجنوں بایستے نگریست۔ خطر۔ قدر و منزلت۔ با خود۔ ہوشیار۔ بے خود۔ بیہوش، مجذوب۔

[2] ہر کہ۔ جو شخص دنیاوی کاروبار میں پھنسا ہے اور جاگ رہا ہے اُس کی بیداری نیند سے بدتر ہے۔ بتر۔ بدتر۔ خواب۔ خوابِ غفلت میں مبتلا لوگوں کا بیدار ہو جانا بہتر ہے۔ بحق۔ اللہ کے معاملہ میں بیدار رہنا چاہئے۔

[3] جاں۔ دنیاوی دھندوں میں روح مکدر ہو جاتی ہے اور اُس کو عالمِ بالا کی سیر کا راستہ نہیں ملتا۔ ہر خیال۔ خیالوں کی دنیا میں آباد بیدار، غفلت کی نیند میں ہے۔ مقال۔ گفتگو۔

نے چنانکہ از خیال آید بحالؔ[1] | آں خیالش گردد اُو را صد وبال
وہ ایسا نہیں ہے کہ خیال سے وجد میں آئے | (بلکہ) اُس کا وہ خیال اُس کے لیے سو وبال ہے

دیو را چوں حور بیند اُو بخواب | پس ز شہوت ریزد اُو با دیو آب
وہ خواب میں شیطان کو حور دیکھتا ہے | پھر شہوت سے اُس سے ہم بستری کرتا ہے

چونکہ تخمِ نسل در شورہ بریخت | اُو بخویش آمد خیال از وے گریخت
جیسے ہی نسل کا بیج اُس نے شور زمین میں ڈالا | وہ بیدار ہوا اور خیال اُس سے روانہ ہوا

ضعفِ سر بیند ازاں و تن پلید | آہ ازاں نقشِ پدیدِ ناپدید
اُس کی وجہ سے سر کی کمزوری محسوس کرتا ہے اور جسم پلید | اُس ظاہری اور معدوم نقش پر افسوس ہے

مرغؔ[2] بر بالا پراں و سایہ اش | میدود بر خاک پرّاں مرغ وش
پرندہ اوپر اُڑ رہا ہے اور اُس کا سایہ | پرندہ کی طرح زمین پر اُڑان کر رہا ہے

ابلہے صیادِ آں سایہ شود | میدود چندانکہ بے مایہ شود
بیوقوف اُس سایہ کا شکاری بنتا ہے | اتنا دوڑتا ہے کہ بے طاقت ہو جاتا ہے

بے خبر کاں عکسِ آں مرغِ ہواست | بے خبر کہ اصلِ آں سایہ کجاست
اِس سے غافل ہے کہ وہ ہوا کے پرندہ کا عکس ہے | اور اس سے بے خبر ہے کہ اُس سایہ کی اصل کہاں ہے

تیر اندازد بسوئے سایہ اُو | ترکشش خالی شود در جستجو
وہ سایہ کی طرف تیر اندازی کرتا ہے | اور جستجو ہی میں اُس کا ترکش خالی ہو جاتا ہے

ترکشِ عمرش تہی شد عمر رفت | از دویدن در شکارِ سایہ تفت
اُس کی عمر کا ترکش خالی ہوا، عمر (برباد) گئی | سایہ کے شکار میں دوڑنے سے جل بھن گیا

سایۂ یزداںؔ[3] چو باشد دایہ اش | وارہاند از خیالِ سایہ اش
جب اللہ کا سایہ اُس کی دایہ ہو | تو اُس کو سایہ کے خیال سے نجات دیدے گا

در تحریضِ متابعتِ ولیِ مُرشد
رہنما ولی کی تابعداری کی ترغیب

سایۂ یزداں بود بندہ خدا | مُردۂ ایں عالم و زندہ خدا
خدا کا بندہ اللہ کا سایہ ہوتا ہے | وہ اِس دنیا کا مُردہ اور خدا کا زندہ ہوتا ہے

دامنِ اُو گیر زوتر بے گماں | تا رہی از آفتِ آخر زماں
اُس کا دامن شک و شبہ کے بغیر جلد تھام لے | تاکہ آخرت کی مصیبت سے تو چھوٹ جائے

---

[1] حالؔ - وجد کی وہ کیفیت جو سالکوں پر طاری ہوتی ہے۔ دیوؔ - شیطان۔ آبؔ یعنی نطفہ، منی تخمِ نسل۔ نطفہ، منی۔ ضعفِ سر - بدخوابی سے دماغ کمزور ہو جاتا ہے۔ پدیدِ ناپدید خواب میں جو ظاہر ہوا حقیقت میں وہ کچھ نہیں ہے۔

[2] مرغؔ - واہی خیالات کے پیچھے بھاگنے والوں کی دوسری مثال ہے۔ اصلؔ - یعنی پرندہ۔ ترکشؔ - تیروں کا تھیلا۔ تفتؔ - فعلِ ماضی، تفتن بمعنی سوختن۔

[3] سایۂ یزداںؔ - یعنی اولیاء اللہ۔ دایہؔ - انّا، مراد مرشدِ کامل ہے۔ سایہؔ - یعنی خیالاتی دنیا۔ تحریضؔ - برانگیختہ کرنا۔ بندۂ خداؔ - یعنی خدا کا خاص بندہ۔ زوترؔ - زود تر کا مخفف ہے، بہت جلد۔

کَیفَ مَدَّ الظِّل[1] نقشِ اولیاست | کُو دلیلِ نورِ خورشیدِ خداست
"کَیفَ مَدَّ الظِّلّ" اولیاء کا وجود ہے | جو اللہ کے آفتاب کے نور کے رہنما ہیں

اندریں وادی مَرَو بے ایں دلیل | لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن گو چوں خلیلؑ
اِس وادی میں بغیر رہنما کے نہ چل | خلیل اللہ کی طرح کہہ، ”میں ڈوب جانیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں“

رَو ز سایہ آفتابے را بیاب | دامنِ شہ شمسِ تبریزی بتاب
جا، سایہ کے ذریعہ آفتاب کو حاصل کرلے | اور شاہ شمسِ تبریزی کا دامن تھام لے

رہ ندانی جانبِ ایں سُور و عُرس | از ضیاء الحق حُسام الدیں بپرس
اِس جشن اور شادی کا اگر تجھے راستہ معلوم نہیں ہے | تو ضیاء الحق حُسام الدین سے پوچھ لے

ور حَسَد[2] گیرد ترا در رہ گلو | در حَسَد ابلیس را باشد غلو
اگر راستہ میں حسد تیرا گلا دبائے | حسد میں شیطان کو غلو ہے

کو ز آدم ننگ دارد از حَسَد | با سعادت جنگ دارد از حَسَد
اِس لئے کہ وہ حسد کی وجہ سے آدم سے ذلت محسوس کرتا ہے | اور حسد کی وجہ سے نیک بختی سے جنگ کرتا ہے

عَقبہ زیں صَعب تر در راہ نیست | اے خُنک آں کش حَسَد ہمراہ نیست
راستہ میں اِس سے سخت گھاٹی نہیں ہے | وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے، جسکے ساتھ حسد نہیں ہے

ایں جسد خانہ حَسَد آمد بداں | کز حَسَد آلودہ گردد خانداں
یہ جسم حسد کا گھر ہے، سمجھ لے | حسد میں پورا خاندان مبتلا ہو جاتا ہے

خانہا[3] از حَسَد گردد خراب | باز شاہی از حَسَد گردد غراب
حسد سے گھرانے تباہ ہو جاتے ہیں | حسد کی وجہ سے شاہی باز (دل) کوا بنجاتا ہے

گر جَسَد خانہ حَسَد باشد ولیک | آں جَسَد را پاک کرد اللہ نیک
اگرچہ جسم حسد کا گھر ہو سکتا ہے، لیکن | جسم کو اللہ نے خوب پاک کر دیا ہے

یافت پاکی از جنابِ کبریا | جسمِ پُر از کبر و پُر حقد و ریا
اللہ تعالیٰ کی جناب سے پاکی پائی ہے | اُس جسم نے جو کبر اور کینہ اور ریاکاری سے بھرا ہے

”طَہِّرَا بَیْتِیَ“ بیانِ پاکی ست | گنجِ نور ست ار طلسمش خاکی ست
”تم دونوں میرے گھر کو پاک کرو“ پاکی کا بیان ہے | نور کا خزانہ ہے اگرچہ اُس کا نقش مٹی کا ہے

چوں کُنی با بے حَسَد مکر و حَسَد | زاں حَسَد دل را سیاہیہا رسد
جب تو کسی صاف دل کے ساتھ مکر اور حسد کریگا | تو اس حسد سے دل میں سیاہیاں پیدا ہوں گی

---

[1] کَیفَ مَدَّ الظِّل۔ یہ قرآنی آیت کا ٹکڑا ہے اِسمیں فرمایا گیا ہے اے نبی کیا تم اپنے رب کی طرف نہیں دیکھتے کہ اُس نے کس طرح سایہ کو دراز کیا ہے، مولانا فرماتے ہیں کہ اِس سایہ سے اولیاء اللہ کے وجود کی طرف اشارہ ہے۔ دلیل۔ یعنی مُرشد کامل۔ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن۔ حضرت ابراہیمؑ نے ستارے کی اُلوہیت سے اِنکار کرتے ہوئے فرمایا تھا میں چھپ جانیوالوں کو پسند نہیں کرتا مراد دنیائے ناپائیدار کے تعلقات ہیں۔ شمسِ تبریزی۔ مولانا رومی کے شیخ ہیں تفصیلی حالات مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔ سُور۔ سین کے ضمّہ سے، مجلسِ شادی، جشن۔ ضیاء الحق حُسام الدین۔ شمسِ تبریزی سے بیعت تھے پھر مولانا سے مستفیض ہوئے۔ تفصیلی حالات مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔

[2] ور حَسَد۔ تو اس حسد کو شیطانی وسوسہ سمجھ اِس لئے کہ شیطان کو حسد پیدا کر دینے میں غلو ہے۔ کو۔ کہ او، شیطان نے حضرت آدمؑ کی قدر و منزلت دیکھ کر حسد کیا اور یہ کہہ کر کہ وہ مٹی سے بنا ہے اور میں آگ سے، اِس حسد کا اظہار کیا تو ہمیشہ کیلئے سعادت سے محروم ہو گیا۔ عَقبہ۔ عین اور قاف کے زبر کے ساتھ پہاڑ کی دشوار گذار گھاٹی صَعب۔ دشوار، سخت۔ جَسَد جسم۔ خانداں

[3] خانہا

خاک شو مردانِ حق را زیر پا | خاک بر سر کُن حسد را ہمچو ما
خاصانِ خدا کے پیر کے نیچے خاک بن جا | ہماری طرح حسد پر مٹی ڈال

در بیانِ حسد کردنِ وزیر جہود
یہودی وزیر کے حسد کے بیان میں

آں وزیرک از حسد بودش نژاد | تا بباطل گوش و بینی باد داد
وہ کمینہ وزیر، حسد سے بنا تھا | اسی لئے اس نے ناحق کان اور ناک برباد کئے

بر امیدِ آنکہ از نیشِ حسد | زہرِ او در جانِ مسکیناں رسد
اس امید پر کہ حسد کے ڈنک کے ذریعہ | اس کا زہر مسکینوں کی جان پر پہونچ جائیگا

ہر کسے کو از حسد بینی کَند | خویش را بے گوش و بے بینی کُند
جو شخص حسد کی وجہ سے اپنی ناک کاٹتا ہے | وہ اپنے آپ کو ہی کان اور بے ناک کا کرلیتا ہے

بینی آں باشد کہ او بوئے برد | بوئے او را جانبِ کوئے برد
ناک تو وہ ہے جو بُو سونگھے | بو اس کو کوچہ کی طرف لے جائے

ہر کہ بُویش نیست بے بینی بُوَد | بوئے آں بو نیست کاں دینی بُوَد
جس میں بُو کی صلاحیت نہیں وہ بے ناک کا ہوتا ہے | اور بُو وہ بُو ہے جو دین کی ہو

چونکہ بوئے بُرد و شکرِ آں نہ کرد | کفرِ نعمت آمد و بینیش خورد
اور جب بُو سونگھی اور اُس کا شکر نہ کیا | تو یہ کفرانِ نعمت ہوا اور گویا وہ اُسکی ناک کو کھا گیا

شکر کُن مر شاکراں را بندہ باش | پیشِ ایشاں مُردہ شو پاینده باش
شکر کر اور شکر گزاروں کا غلام بن | اُن کے سامنے مُردہ بن اور عمرِ دوام حاصل کر

چوں وزیر از رہزنی مایہ مساز | خلق را تو بر میاور از نماز
وزیر کی طرح رہزنی کا سامان نہ کر | لوگوں کو نماز سے نہ روک

فہم کردنِ حاذقانِ نصاریٰ مکرِ وزیر را
ماہر عیسائیوں کا وزیر کے مکر کو سمجھ جانا

ناصحِ دیں گشتہ آں کافر وزیر | کردہ او از مکر در لوزینہ سیر
وہ کافر وزیر، دین کا واعظ بن گیا | اُس نے مکر سے بادام کے حلوہ میں لہسن ملا دیا

ہر کہ صاحب ذوق بود از گفتِ او | لذّتے میدید و تلخی جفتِ او
جو صاحب ذوق تھا وہ اُس کی گفتگو سے | لذت محسوس کرتا اور اُس کے ساتھ کڑواہٹ بھی

لہ مردانِ حق۔ اولیاء اللہ
خاک شو۔ فرمانبردار بنجا
خاک بر سر کن۔ دفع کر۔
وزیرک۔ کاف تصغیر کا ہے
نژاد۔ اصل۔ باطل۔ ناحق
باد داد۔ برباد۔
لہ مسکیناں۔ یعنی عیسائی۔
بینی کندن۔ انکار کرنا۔
بے گوش۔ یعنی اپنے آپ کو
بہرا بنانا ہے۔ کوئے یعنی
راہ خدا۔ بوئے بردن۔
پہچاننا، سراغ لگا لینا۔
کفرِ نعمت۔ احسان فراموشی
یعنی ولی کامل کو پہچان کر
فائدہ نہ اٹھانا کفرانِ نعمت ہے
لہ مردہ شو۔ مرید کو شیخ
کے سامنے ایسا بنجانا چاہئے
جیسا کہ مردہ غسل دینے والے
کے لئے۔ از نماز۔ یعنی خدا کی
یاد۔ صاحب ذوق۔ یعنی
صاحب ذوق لوگ بیان کی
لذت بھی محسوس کرتے تھے
اور مکاری کی تلخی بھی محسوس
کرتے تھے۔

نکتہ ہا میگفت اُو آمیختہ
وہ ملے جُلے نکتے بیان کرتا تھا

در جُلاب و قند زہرے ریختہ
گلاب اور شکر میں زہر ملاتا تھا

ہاں[1] مشو مغرور زاں گفتِ نکو
خبردار! اُس بھلی بات سے دھوکے میں نہ پڑنا

زانکہ باشد صد بدی در زیرِ اُو
اِس لئے کہ اُس کی تہ میں سَو بُرائیاں ہوتی ہیں

ہر کہ باشد زشت گفتش زشت داں
جو شخص بُرا ہو، اُس کی گفتگو بُری سمجھ

ہر چہ گوید مُردہ آں نیست جاں
جو بات مردہ کہے، اُس میں جان نہیں ہے

گفتِ انساں پارۂ انساں بُود
انسان کی گفتگو انسان کا ٹکڑا ہوتی ہے

پارۂ از ناں یقیں ہم ناں بُود
روٹی کا ٹکڑا یقیناً روٹی ہوتا ہے

زاں علیؓ فرمود نقلِ جاہلاں
اسی لئے حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ جاہلوں کی بات

بر مزابل ہمچو سبزہ است اے فلاں
اے فلاں، کوڑیوں پر سبزہ کی طرح ہے

بر چُناں سبزہ ہر آنکو بر نشست
ایسے سبزہ پر جو شخص بیٹھا

بر نجاست بیشکے بنشستہ است
وہ بے شک نجاست پر بیٹھا ہے

بایدش خود را بشُستن از حَدث[2]
اُس کو اپنے آپ کو ناپاکی سے پاک کرنا چاہئے

تا نمازِ فرضِ اُو نبُود عبث
تاکہ اُس کی فرض نماز بیکار نہ ہو جائے

ظاہرش میگفت در رہ چُست شو
اُس کا ظاہر کہتا تھا معرفت کی راہ میں چُست ہو جا

واز اثر میگفت جاں را سُست شو
اور اثر کے اعتبار سے جان کو کہتا تھا سُست ہو جا

ظاہرِ نُقرہ سپید ست و مُنیر
چاندی کا ظاہر اگرچہ سفید اور روشن ہے

دست و جامہ زاں سیہ گردد چو قیر[3]
ہاتھ اور کپڑے اُس سے سیاہ ہو جاتے ہیں تارکول کی طرح

آتش ار چہ سُرخ رُو است از شرر
آگ اگرچہ چنگاریوں کی وجہ سے سُرخ رُو ہے

تو ز فعلِ اُو سیہ کاری نگر
لیکن تو اُس کے کام کی سیاہ کاری کو دیکھ

برق اگرچہ نور آید در نظر
بجلی اگرچہ نگاہ کو نور دکھائی دیتی ہے

لیک ہست از خاصیت دُزدِ بصر
لیکن خاصیت میں بینائی کو چرانے والی ہے

ہر کہ جز آگاہ و صاحب ذوق بُود
صاحبِ ذوق اور باخبر آدمی کے علاوہ جو بھی تھا

گفتِ اُو در گردنِ اُو طوق بُود
اُس وزیر کی گفتگو اُس کی گردن کا طوق تھی

مدّتِ شش سال در ہجرانِ شاہ
بادشاہ سے چھ سالہ دوری میں

شد وزیر اتباعِ عیسیٰ را پناہ
وزیر، عیسائیوں کی پناہ ہو گیا

---

[1] ہاں۔ حرفِ تنبیہ ہے۔ مغرور۔ دھوکے میں مبتلا۔ زِشت۔ یعنی بُرے کی بات بھی بُری ہوتی ہے۔ نقل۔ قول، بات۔ مزابل۔ مزبلہ کی جمع، کوڑی۔ کوڑا ڈالنے کی جگہ۔

[2] حَدث۔ ناپاکی۔ عبث۔ باطل۔ ظاہرش۔ بظاہر اگرچہ نصیحت کرتا تھا لیکن تاثیر اُلٹی تھی۔ ظاہرِ نقرہ۔ یہ تینوں شعر اِس مضمون کو واضح کرنے کے لئے ہیں کہ ظاہر کی خوبی باطن کی خوبی کی دلیل نہیں ہے۔

[3] قیر۔ ایک قسم کا سیاہ روغن، تارکول۔ طوق۔ لوہے کا حلقہ جو قیدیوں کے گلے میں ڈالا جاتا تھا۔ گلے کا زیور۔ ہجراں۔ جدائی۔ اتباع۔ تابع کی جمع۔ پیروی کرنے والے۔ تابعدار۔

دین و دل را کُل بدو بسپرد خلق — پیشِ امر و نہیِ اُو می مُرد[1] خلق
لوگوں نے دین اور دل بالکل اُس کے سپرد کر دیا — اُس کے حکم اور ممانعت پر لوگ جان دیتے تھے

پیغامِ شاہ پنہانی بسوئے وزیرِ پُر تزویر
بادشاہ کا خفیہ پیغام مکار وزیر کے نام

درمیانِ شاہ و اُو پیغام ہا — شاہ را پنہاں بدو آرام ہا
اُس کے اور بادشاہ کے درمیان پیغامات جاری تھے — بادشاہ کو خفیہ طور پر اُن سے آرام و اطمینان حاصل تھا

آخرُ الاَمر از برائے آں مُراد — ق تا دہد چوں خاکِ ایشاں را بباد
بالآخر اُس مقصد کے لئے — کہ اُن کو خاک کی طرح برباد کر دے

پیشِ اُو بنوشت شہ کاے مُقبلم — وقت آمد زود فارغ کن دِلم
اُس کو بادشاہ نے لکھا کہ اے میرے اقبال مند! — وقت آگیا، جلد میرے دل کو فارغ کر

زانتظارم دیدہ و دل بر رہ ست — زیں غمم آزاد کُن گر وقت ہست
انتظار میں میرے دیدہ و دل راستہ پر لگے ہیں — اس غم سے مجھے نجات دے، اگر موقع ہے

گفت اینک اندراں کارم شہا — کافگنم در دینِ عیسیٰؑ فتنہا
اُس نے کہا کہ اے بادشاہ میں ابھی اسی کام میں لگا ہوں — کہ حضرت عیسیٰؑ کے دین میں فتنے ڈال دوں

قومِ عیسیٰؑ را بُد اندر دار و گیر — حاکمِ شاں دہ امیر و دو[2] امیر
عیسائیوں کے انتظام میں — اُن کے بارہ امیر لگے ہوئے تھے

ہر فریقے مر امیرے را تَبَع — بندہ گشتہ میرِ خود را از طمع
ہر فریق ایک امیر کے ماتحت تھا — جو لالچ سے اپنے امیر کا غلام بنا ہوا تھا

ایں دہ و ایں دو امیر و قومِ شاں — گشتہ بندہ آں وزیرِ بدنشاں
یہ بارہ حاکم اور ان کی قوم — اُس بدنشاں وزیر کے غلام بن گئے

اعتمادِ[2] جملہ بر گفتارِ اُو — اقتدائے جملہ بر رفتارِ اُو
سب کو اس کی بات پر بھروسہ تھا — سب اُس کی چال کے مقتدی تھے

پیشِ اُو در وقت و ساعت ہر امیر — جاں بدادے گر بدو گفتے کہ میر
فوراً ہر امیر اُس کے آگے — جان دیدیتا اگر وہ اُس سے کہتا کہ مرجا

چوں زبوں کرد آں جہود[3]ک جملہ را — فتنہ انگیخت از مکر و دہا
جب اُس کینہ یہودی نے سب کو قابو میں کر لیا — مکر اور چالاکی سے فتنہ برپا کر دیا

[1] می مُرد خلق۔ یعنی اُس کے احکام پر جان دینے لگے۔ آخرُ الامر۔ بالآخر۔ مُقبل اقبال مند۔ بُد۔ بود۔ دار و گیر۔ انتظام۔ تَبَع۔ تابع۔ دہ امیر و دو امیر۔ یعنی دوازدہ سبطِ نصاریٰ

[2] اعتماد۔ بھروسہ۔ اقتدار پیروی۔ در وقت و ساعت فوراً۔ میر۔ مُردن کا امر ہے۔ زبوں۔ عاجز و بے چارہ۔

[3] جہودک۔ کینہ یہودی دہا۔ چالاکی۔

بیان دوازدہ امیر*

تخلیطِ وزیر در احکامِ انجیل و مکرِ آں

انجیل کے حکموں میں وزیر کا گڑبڑ کرنا اور اُس کی چالاکی

ساخت طومارے بنامِ ہر یکے ۔ نقشِ ہر طومار دیگر مسلکے

اُس نے ہر ایک کے نام پر ایک تحریر تیار کی ۔ اور ہر تحریر کی عبارت دوسرے مسلک کی تھی

حکمہائے ہر یکے نوعِ دگر ۔ ایں خلافِ آں ز پایاں تا بسر

ہر ایک کے احکام دوسری قسم کے ۔ یہ اوّل سے آخر تک اُس کے بالکل خلاف

در یکے راہِ ریاضت را و جوع ۔ رکنِ توبہ کردہ و شرطِ رجوع

ایک میں ریاضت اور بھوکا رہنے کو ۔ توبہ کا رکن بنایا اور اللہ کی طرف رجوع کی شرط

در یکے گفتہ ریاضت سود نیست ۔ اندریں رہ مخلصی جز جود نیست

ایک میں کہا کہ ریاضت کا کوئی فائدہ نہیں ۔ اور اس راستہ میں سخاوت کے علاوہ چارہ نہیں

در یکے گفتا کہ جوع و جودِ تو ۔ شرک باشد از تو با معبودِ تو

ایک میں کہا کہ تیری فاقہ کشی اور سخاوت ۔ تیرے اور تیرے معبود کے درمیان شرک ہے

جز توکل جز کہ تسلیمِ تمام ۔ در غم و راحت ہمہ مکر ست و دام

توکل اور رضا کے علاوہ ۔ غم اور راحت میں سب چالاکی اور جال ہے

در یکے گفتہ کہ واجب خدمت ست ۔ ور نہ اندیشہ توکل تہمت ست

ایک میں کہا، کہ اطاعت ضروری ہے ۔ ورنہ توکل کا خیال تہمت ہے

در یکے گفتہ کہ امر و نہی ہاست ۔ بہرِ کردن نیست شرحِ عجزِ ماست

ایک میں کہا کہ کرنے نہ کرنے کے جو حکم ہیں ۔ کرنے کے لئے نہیں ہیں، ہمارے عجز کی تفصیل ہیں

تا کہ عجزِ خود بہ بینیم اندراں ۔ قدرتِ حق را بدانیم آں زماں

تاکہ ہم اُن میں عجز دیکھ لیں ۔ اُس وقت خدا کی قدرت کو پہچانیں

در یکے گفتا کہ عجزِ خود مبیں ۔ کفرِ نعمت کردن ست آں عجز ہیں

ایک میں کہا کہ اپنے عجز کو نہ دیکھ ۔ خبردار! وہ عجز احسان فراموشی ہے

قدرتِ خود بیں کہ ایں قدرت ازوست ۔ قدرتِ خود نعمتِ او داں کہ ہوست

اپنی قدرت کو دیکھ یہ قدرت اسی کی دی ہوئی ہے ۔ اپنی قدرت کو اُس کا انعام سمجھ کہ وہی وہ ہے

در یکے گفتہ کزیں دو در گذر ۔ بت بود ہر چہ بگنجد در نظر

ایک میں کہا اِن دونوں سے گذر جا ۔ بت ہوگا جو نظر میں سما جائیگا (اِن دونوں میں سے)

لہٰذا یہ بحثیں بکثرت ہیں۔

۱؎ طومار۔ لمبی چوڑی تحریر۔ نقش۔ تحریر۔ ریاضت۔ یعنی عبادت میں محنت کرنا۔ جوع۔ بھوکا رہنا، فاقہ کشی۔ رُجوع۔ لوٹنا۔ در یکے۔ یعنی ریاضت سے کوئی فائدہ نہیں، سخاوت کرنا کافی ہے۔ شرک باشد۔ یعنی نجات دہندہ خدا ہے، فاقہ کشی اور سخاوت کو ذریعۂ نجات بنانا شرک ہے۔

۲؎ تسلیم۔ یعنی۔ عبادت و ریاضت ضروری ہے۔ توکل۔ یعنی خدا پر اعتماد کی ضرورت ہے اور اپنے آپکو خدا کے سپرد کر دینا ذریعۂ نجات ہے۔ خدمت۔ یعنی عبادت و اطاعت۔ تہمت است۔ یعنی محض توکل کو ذریعۂ نجات سمجھنا نبی پر تہمت کے مترادف ہے کیونکہ نبی نے عبادت کو ضروری قرار دیا ہے۔

۳؎ امر و نہی۔ یعنی جسقدر خدائی احکام ہیں وہ کرنیکے لئے نہیں بلکہ بندہ کو اُس کا عجز تسلیم کرانے کے لئے ہیں اِن پر عمل ناممکن ہے لہٰذا بندہ اپنے آپ کو عاجز تسلیم کرلیگا، یہ جبر کی تعلیم ہے عجزِ خود مبیں۔ اپنے آپ کو مجبورِ محض نہ سمجھو ورنہ خدا کی عطا کردہ نعمتِ قدرت کا کفر ہوگا، انسان کی قدرت خدا کا عطیہ ہے، لہٰذا انسان قادر ہے اور اپنے افعال کا خود خالق ہے۔ دُو در۔ یعنی جبر اور اختیار کی بحث میں پڑنا الغرض مو… ہے بجون … ہوتا ہے

در یکے گفتہ کہ عجز و قدرتت
ایک میں کہا کہ تیرا عجز اور قدرت
بگذرد[1] وز ہر چہ اندر فکرتت
اور جو کچھ تیرے فکر میں ہے (خود بخود) گذر جائیگا

از ہوائے خویش در ہر ملتے
ہر مذہب میں اپنی خواہشِ نفسانی سے
گشتہ ہر قومے اسیرِ ذلتے
ہر قوم ذلت میں گرفتار ہوئی ہے

در یکے گفتہ مکش ایں شمع را
ایک میں کہا (عقل کی) اس شمع کو نہ بجھا
کایں نظر چوں شمع آمد جمع را
اس لئے کہ یہ غور و فکر شمعِ محفل ہے

از نظر چوں بگذری واز خیال
خیال اور غور و فکر کو جب تو چھوڑ دے گا
کشتہ باشی نیم شب شمعِ وصال
تو گویا تو نے وصال کی شمع کو آدھی رات میں بجھا دیا

در یکے گفتہ بکش باکے مدار
ایک میں کہا، بجھا دے، پروا نہ کر
تا عوض بینی یکے با صد ہزار
تاکہ ایک کے بدلے میں لاکھ پائے

کز کشتن[2] شمع جاں افزوں شود
اس لئے کہ شمع کے بجھانے سے روح بڑھیگی
لیلیت از صبر تو مجنوں شود
تیرے صبر کی وجہ سے تیری لیلیٰ مجنوں کی طرح ہو جائیگی

ترکِ دنیا ہر کہ کرد از زہدِ خویش
جس نے اپنے زہد کی وجہ سے دنیا کو چھوڑ دیا
بیش آمد پیشِ او دنیا از پیش
اُس کے سامنے دنیا پہلے سے زیادہ آتی ہے

در یکے گفتہ کہ آنچت داد حق
ایک میں کہا، جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے
بر تو شیریں کرد در ایجاد حق
وہ آفرینش کے وقت اللہ نے تیرے لئے شیریں کر دیا

بر تو آساں کرد و خوش آں را بگیر
تیرے لئے آسان اور خوشگوار کر دیا ہے اسکو لیلے
خویشتن را در میفگن در زحیر
اپنے آپ کو پیچش میں مبتلا نہ کر

در یکے گفتہ کہ بگذر زاں خود
ایک میں کہا، اپنی ملکیت سے دستکش ہو جا
کاں قبول[3] طبع تو رد ست و بد
اسلئے کہ تیری مرغوب طبع چیز مردود اور بری ہے

راہہائے مختلف آساں شدست
مختلف راستے آسان ہو گئے ہیں
ہر یکے را ملتے چوں جاں شدست
ہر ایک کیلئے ایک مذہب جان کی طرح بن گیا ہے

گر میسر کردنِ حق رہ بدے
اگر اللہ کا آسان کر دینا ہی کوئی راستہ ہوتا
ہر جہود و گبر ازو آگہ بدے
ہر یہودی اور آتش پرست اُس سے واقف ہوتا

در یکے گفتہ میسر آں بود
ایک میں کہا، کہ آسان چیز وہ ہوتی ہے
کہ حیاتِ دل غذائے جاں بود
جو دل کی زندگی اور جان کی غذا ہوتی ہے

---

[1] بگذرد۔ یعنی جبر و قدر کی بحثیں اور جو کچھ انسانی افکار میں خود بخود ختم ہو جائیں گے لہٰذا اُن کو ترک کرنیکے اہتمام کی ضرورت نہیں۔ ہوا۔ نفسانی خواہش یعنی اِن بحثوں کا ترک بھی نفسانی خواہش ہے جو گمراہی کا سبب ہے۔ ایں شمع۔ شمع سے مراد عقل اور غور و فکر ہے، یعنی مذہبی احکام اور عقائد، عقلی ہیں انسان کو اپنی عقل سے کام لینا چاہئے۔ بکش یعنی دینی معاملوں میں عقل کو دخل نہ دے اور دیوانگی اختیار کر۔

[2] کز کشتن شمع۔ یعنی دیوانگی اختیار کرنے سے تو خدا کا محبوب بنجائیگا۔ ترکِ دنیا۔ عقل کو بالائے طاق رکھ کر جو دنیا کو چھوڑیگا دنیا اور زیادہ اُسکو ملیگی۔ دادِ حق۔ خدا نے ازل میں جو کچھ تیرے لئے مقدر کر دیا ہے وہ ملکر رہیگا اس کے لئے کیوں سعی کرتا ہے اور کیوں حلال و حرام کی بحثیں پیدا کرتا ہے۔ آنچت۔ مخفف ہے آنچہ ترا کا۔ ایجاد۔ کسی چیز کو پیدا کرنا۔ خوش۔ پسندیدہ۔ زحیر۔ پیچش، پیچ و تاب۔ آن۔ ملکیت۔

[3] قبول۔ مقبول۔ رَد۔ نامنظور، مردود۔ بد۔ یعنی جس چیز کی طرف دل راغب ہو وہ بری اور مردود ہے، اُس کو اختیار نہ کر۔ راہہا۔ اپنی پسند کی چیز اختیار کرنے سے ہی یہ اختلافِ مذاہب پیدا ہوا ہے جو فساد کا سبب بن رہا ہے۔ لہٰذا پسندیدگی حقانیت کی دلیل نہیں ہے۔ میسّر۔ آسان یعنی آسان چیز بھی درست ہے جس سے دل زندہ ہوتا ہے اور روح کے لئے وہ غذا ہے۔

ہر چہ ذوقِ[1] طبع باشد چوں گذشت ۔۔۔ بر نیارد ہمچو شورہ رَیع و کِشت

جو چیز طبیعت کے ذوق کے مطابق ہوتی ہو جب گزر جاتی ہے ۔۔۔ تو شور زمین کی طرح پیداوار اور فصل نہیں دیتی ہے

جز پشیمانی نباشد رَیعِ اُو ۔۔۔ جز خسارت بیش نارد بیعِ اُو

اُس کی پیداوار شرمندگی کے سوا نہیں ہوتی ۔۔۔ اور اس کی بیع کا حاصل نقصان کے سوا کچھ نہیں ہوتا

آں مُیسّر نبُود اندر عاقبت ۔۔۔ نامِ اُو باشد مُعسّر عاقبت

انجام کار وہ آسان نہیں ہوتی ۔۔۔ اور آخر میں اُس کا نام دشوار ہوتا ہے

تو مُعسّر از مُیسّر باز داں ۔۔۔ عاقبت بنگر جمالِ این و آں

تو دشوار اور آسان کے فرق کو سمجھ ۔۔۔ اِس اور اُس کے حسن کے نتیجہ پر نظر رکھ

در یکے گفتہ کہ اُستادے[2] طلب ۔۔۔ عاقبت بینی نیابی در حَسَب

ایک میں کہا، کسی اُستاد کی طلب کر ۔۔۔ محض ذاتی شرافت سے تجھے عاقبت اندیشی حاصل نہیں ہو سکتی

عاقبت دیدند ہر گوں ملّتے ۔۔۔ لاجرم گشتند اسیرِ زَلّتے

الغرض اُستاد جس قوم نے انجام کو معلوم کیا ۔۔۔ لا محالہ لغزش میں گرفتار ہوئی

عاقبت دیدن نباشد دست باف ۔۔۔ ورنہ کے بودے ز دینہا اختلاف

آخرت کو سمجھنا (اپنے) ہاتھ کا کام نہیں ہے ۔۔۔ ورنہ مذہبوں میں اختلاف ہوتا

در یکے گفتہ کہ اُستا ہم توئی ۔۔۔ زانکہ اُستا را شناسا ہم توئی

ایک میں کہا، اُستاد بھی تو ہی ہے ۔۔۔ اِس لئے کہ اُستاد کو پہچاننے والا تو ہی ہے

مرد باش و سُخرۂ[3] مرداں مشو ۔۔۔ رَو سرِ خود گیر و سرگرداں مشو

مرد بن اور لوگوں کا بیگاری نہ بن ۔۔۔ جا، خود اپنی فکر کر اور پریشان نہ ہو

چشم بر سِرّت بدار و از خلاف ۔۔۔ دُور شو تا یابی از حق ایتلاف

اپنی ذاتی رائے قائم کر اور خلاف سے ۔۔۔ بھاگ، تاکہ تو اللہ کا وصال پا لے

در یکے گفتہ کہ ایں جملہ یکے ست ۔۔۔ ہر کہ او دُو بیند احول مردکے ست

ایک میں کہا یہ سب (کائنات) ایک (ذات) ہے ۔۔۔ جو دو سمجھے وہ کمینہ، بھینگا ہے

در یکے گفتہ کہ صد یک چوں بود ۔۔۔ ایں کہ اندیشد مگر مجنوں بود

ایک میں کہا کہ سو ایک کیسے ہو سکتے ہیں ۔۔۔ جو یہ سوچے وہ شاید پاگل ہو

ہر یکے قولے ست ضدِّ یکدگر ۔۔۔ چوں یکے باشد بگو زہر و شکر

ہر ایک قول دوسرے کی ضد ہے ۔۔۔ بتاؤ، زہر اور شکر ایک کیسے ہو سکتے ہیں؟

---

[1] ذوقِ طبع۔ آسان اور مزاج کے موافق چیزیں اختیار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے عاقبت۔ انجام کار۔ مُیسّر۔ آسان۔ مُعسّر۔ دشوار گذار عاقبت۔ یعنی آسان کام شروع میں آسان ہے لیکن انجام کے اعتبار سے دشوار ہے۔ رَیع۔ کھیتی کا محصول، پیداوار۔ تو مُعسّر۔ روح اور عقل جس کام کو آسان سمجھے وہ عین دین ہے۔ عاقبت۔ انجام بینی۔ حَسَب حا اور سین کے فتح سے، ذاتی خوبیاں، شخصی کمالات

[2] اُستاد۔ یعنی شیخ طریقت ہر گوں۔ ہر نوع۔ لاجرم۔ ضرور۔ زَلّت۔ لغزش، خطا۔ دست باف۔ ہاتھ کا کام، آسان کام۔ اُستا۔ اُستاد کا مخفف ہے۔ یعنی تو خود اُستاد ہے کسی شیخ کی کیا ضرورت ہے اِسلئے کہ جو شیخ کو شناخت کر سکتا ہے وہ خود آخرت کو بھی سمجھ سکتا ہے۔

[3] سُخرہ۔ بیگاری۔ سرِ خود گیر۔ اپنی فکر کر۔ سرگرداں۔ حیران سِرّ۔ باطن، ذاتی رائے۔ ایتلاف۔ اِتحاد، وصال ایں جملہ۔ وجود صرف واحد ہے جو تمام کائنات میں جاری اور ساری ہے۔ صد۔ یعنی کروڑوں کائنات ایک وجود کب بن سکتی ہیں۔ زہر و شکر۔ یعنی اِن باتوں میں ایسا ہی اختلاف تھا جیسے زہر اور شکر میں۔

درمعانی[1] اختلاف و در صُوَر
معنوں اور صورتوں میں اختلاف
روز و شب بین خار و گل سنگ و گوہر
دن اور رات، کانٹے اور پھول، پتھر اور موتی (کا سا اختلاف)

تا ز زہر و از شکر در نگذری
جب تک تو زہر اور شکر سے نہ گذر رے گا
کے تو از گلزارِ وحدت بُو بری
وحدت کے چمن کی خوشبو کب سونگھے گا؟

وحدت اندر وحدت ست این مثنوی
یہ مثنوی وحدت در وحدت ہے
از سمک رَو تا سماکِ اے معنوی
اے معنیٰ کے طالب! مچھلی سے سماک تک چلا جا

در بیان آنکہ اختلاف در صورتِ روش ست نہ در حقیقتِ راہ
اِس بیان میں کہ رفتار کی صورت میں اختلاف ہے نہ کہ راستہ کی حقیقت میں

زین نمط زین نوعِ[2] دہ طومارِ دو
اِس انداز اور اِس قسم کے بارہ لمبے خطوط
بر نوشت آں دینِ عیسیٰؑ را عدو
اُس حضرت عیسیٰؑ کے دین کے دشمن نے لکھے

او زیک رنگیٔ عیسیٰؑ بُو نداشت
اُس کو حضرت عیسیٰؑ کی یکرنگی کی خوشبو نہ پہونچی تھی
وز مزاجِ خُمِّ عیسیٰؑ خُو نداشت
اور نہ حضرت عیسیٰؑ کے خُم کے مزاج کی عادت رکھتا تھا

جامۂ صد رنگ ازاں خُمِّ صفا
اُس صفائی کے خُم سے صد رنگے کپڑے
سادہ و یک رنگ گشتے چوں ضیا
نور کی طرح سادہ اور یکرنگ ہو جاتے تھے

نیست یکرنگی کزو خیزد ملال
ایسی یکرنگی نہیں جس سے طبیعت اُکتا جائے
بل مثالِ ماہی و آبِ زُلال
بلکہ اِس کی مثال، مچھلی اور صاف پانی کی ہے

گرچہ در خُشکی ہزاراں رنگہاست
اگرچہ خشکی میں ہزاروں رنگ ہیں
ماہیاں را با یبوست جنگہاست
لیکن مچھلیوں کو خشکی سے بڑی مخالفت ہے

کیست ماہی چیست دریا در مَثَل[3]
کون ہے مچھلی کیا ہے دریا، مثال دینے میں
تا بداں مانَد خدا عَزَّ وَ جَلّ
کہ اُس سے خدائے عزّ و جلّ مُشابہ ہو

صد ہزاراں بحر و ماہی در وجود
موجودات میں سے لاکھوں دریا اور مچھلیاں
سجدہ آرد پیش آں دریائے جود
اُس بحرِ سخاوت کے سامنے سر بسجود ہیں

چند بارانِ عطا باراں شدہ
بخشش کی بہت سی بارشیں برسیں
تا بداں آں بحر دُر افشاں شدہ
یہاں تک کہ اُن سے وہ سمندر موتی برسانے والا بنا

چند خورشیدِ کرم افروختہ
کرم کے بہت سے سورج طلوع ہوتے
تا کہ ابر و بحر جُود آموختہ
تب بادل اور سمندر نے سخاوت سیکھی

---

[1] در معانی - یعنی اُن طوماروں کے الفاظ و معانی میں سب سے زیادہ اختلاف تھا۔ تا ز زہر یعنی جب تک مختلف مظاہر سے گذر کر ذاتِ واحد تک نہ پہونچیگا تکمیل نہ ہوگی۔ سَمَک - مچھلی - ایک فرضی عقیدہ ہے کہ ایک مچھلی ہے اُس مچھلی کی پشت پر ایک بیل ہے اُس بیل کے سینگوں پر زمین ٹکی ہوئی ہے۔ سِماک دو ستارے ہیں جو انتہائی بلندی پر ہیں ایک کو سماکِ اعزل دوسرے کو سماکِ رامح کہتے ہیں۔ وحدت یعنی اِس مثنوی میں وحدت الوجود ہی کا بیان ہے جس کے ذریعہ زمین سے آسمانوں تک کی سیر کیجا سکتی ہے۔ نَمَط - روش، طرز۔

[2] نوع - قسم۔ عدو - یعنی مکار وزیر - یکرنگی - ایک رنگ کا ہونا۔ بُو - سراغ، علامت - خُمِ عیسیٰ - حضرت عیسیٰؑ کا مٹکا مشہور ہے کہ حضرت عیسیٰؑ رنگریزی کا کام کرتے تھے رنگ کا ایک مٹکا تھا جس میں سے ہر رنگ کا کپڑا رنگکر نکالدیتے تھے۔ جامۂ صد رنگ - یعنی مذہبی اختلاف، خُمِ صفا - یعنی حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات - ضیا - نور - خیزد - پیدا شود - ملال - اکتا جانا - آبِ زُلال - صاف پانی یعنی وہ یکرنگی ایسی نہ تھی جس سے انسان اکتائے بلکہ اُس کی مثال دریا کی یک رنگی کی سی ہے جس سے مچھلی کبھی نہیں ا

چند خورشیدِ کرم تاباں شدہ
کرم کے بہت سے سورج روشن ہوئے

تابداں آں ذرّہ سرگرداں شدہ
تب اُن سے وہ ذرّہ چکر کاٹنے والا بنا

پرتوِ ذاتش زدہ بر ماء و طین
مٹی اور پانی پر اُس کی ذات کی روشنی پڑی

تا شدہ دانہ پذیرندہ زمیں[1]
تب زمین، دانے کو قبول کرنیوالی بنی

خاک امین و ہر چہ در وے کاشتی
زمین امانتدار (بنی) اور جو کچھ تو نے اس میں بویا

بے خیانت جنس آں برداشتی
بغیر کسی خیانت کے اُس کی جنس کو اُٹھایا

ایں امانت زاں عنایت یافتست
(زمین نے) یہ امانتداری اُسکی مہربانی سے پائی ہے

کآفتابِ عدل بر وے تافتست
کیونکہ اُس پر انصاف کا سورج چمکا ہے

تا نشانِ حق نیاید نو بہار
جب تک موسمِ بہار اللہ کا حکم بن کر نہیں آتا

خاک سبزہ را نسازد آشکار
مٹی سبزے کو ظاہر نہیں کرتی

آں جوادے کو جمادے را بداد
وہ سخی جس نے جمادات کو دیے

ایں خبرہا، ویں امانت ویں سداد
یہ پیغامات اور یہ امانت اور یہ راہ روی

آں جماد[2] از لطف چوں جاں میشود
وہ جماد، مہربانی سے جان کی طرح ہو جاتا ہے

زمہریر از قہر پنہاں میشود
سخت جاڑا خوف سے چھپ جاتا ہے

آں جمادے گشت از فضلش لطیف
وہ جمادات اُس کی مہربانی سے لطیف ہو گئے

کُلُّ شَیْءٍ مِّنْ ظَرِیْفٍ ھُوَ ظَرِیْفٌ
جو چیز خوب کی طرف سے ہوتی ہے خوب ہوتی ہے

ہر جمادے را کند فضلش خبیر
اُس کا کرم ہر جماد کو باخبر بنا دیتا ہے

عاقلاں را کردہ قہرِ اُو ضریر
اور اُس کا قہر عقلمندوں کو اندھا کر دیتا ہے

جان و دل را طاقتِ ایں جوش نیست
جان اور دل میں اِس جوش کی طاقت نہیں ہے

باکہ گویم در جہاں یک گوش نیست
کس سے کہوں؟ دنیا میں کوئی کان نہیں ہے

ہر کجا[3] گوشے بُد از وے چشم گشت
جہاں کہیں کان تھا اُس جوش کی وجہ سے آنکھ بن گیا

ہر کجا سنگے بُد از وے یشم گشت
اور جہاں کہیں پتھر تھا وہ یشب بن گیا

کیمیا سازے ست چہ بُود کیمیا
وہ کیمیا ساز ہے، کیمیا کیا ہوتی ہے؟

معجزہ بخشے ست چہ بُود سیمیا
معجزہ عنایت کرنے والا ہے، سیمیا کیا ہوتی ہے

ایں ثنا گفتن ز من ترکِ ثناست
میرا یہ تعریف کرنا، تعریف نہ کرنا ہے

کایں دلیلِ ہستی و ہستی خطاست
اسلئے کہ یہ (اپنے) وجود کی دلیل ہے اور وجود کا (احساس) غلطی ہے۔

[1] دانہ پذیرندہ۔ پانی اور مٹی پر اُس کا کرم ہی زمین کی صلاحیت کا سبب ہے پرتو۔ روشنی۔ ماء۔ پانی طین۔ مٹی۔ عدل۔ انصاف نشان۔ فرمان، حکم۔ ستر بھید، چھپی ہوئی چیز۔ جواد۔ سخی۔ جماد۔ پتھر وغیرہ سداد۔ سین کے کسرہ سے درستی، سچائی، راستی۔

[2] آں جماد۔ جمادات اگرچہ بے جان ہیں لیکن عنایتِ خداوندی سے جان داروں کا سا کام کرنے لگتے ہیں۔ زمہریر۔ سخت جاڑا۔ ظریف۔ خوش طبع۔ فضل۔ کرم، مہربانی۔ خبیر۔ باخبر، آگاہ قہر۔ غضب، جلال۔ ضریر۔ نابینا۔ ایں جوش۔ قدرت کے کمالات بیان کرتے ہوئے دل میں جو جوش پیدا ہوتا ہے اُس کی تاب نہیں ہے۔

[3] ہر کجا۔ اِس جوش سے شنیدہ، دیدہ ہو گیا۔ سنگ دل بھی نور سے معمور ہو کر سنگِ یشب بن گیا۔ یشم۔ ایک قسم کا قیمتی، نورانی پتھر ہے۔ اسی کو سنگِ یشب کہتے ہیں۔ کیمیا۔ وہ فن جس سے قلعی، تانبے وغیرہ کو چاندی، سونا بنا دیا جاتا ہے۔ سیمیا۔ وہ علم ہے جس کے ذریعہ انسان مختلف شکلیں اختیار کر سکتا ہے۔

پیشِ ہستِ اُو بباید نیست بود
اُس کے وجود کے سامنے نیست ہو جانا چاہیئے

چیست ہستی پیشِ اُو کور و کبود
ہستی کیا ہوتی ہے؟ اُس کے سامنے اندھی اور سیاہ پوش ہے

گر نبودے کور ازو بگداختے
اگر اندھی نہ ہوتی اُس سے پگھل جاتی

گرمیِ خورشید را بشناختے
آفتاب کی گرمی کو پہچانتی

ور نبودے اُو کبود از تعزیت
اگر وہ (ہستی) تعزیت کی وجہ سے سیاہ پوش نہ ہوتی

کے فسُردے ہمچو یخ ایں ناحیت
تو اس جانب (دنیا) برف کی طرح کیوں ٹھٹھرتی

بیانِ خسارتِ وزیر دریں خدعہ و مکر

اِس مکر و فریب میں وزیر کے خسارہ اٹھانے کا بیان

ہمچو شہ نادان و غافل بُد وزیر
وزیر، بادشاہ کی طرح نادان اور غافل تھا

پنجہ میزد با قدیم و ناگزیر
جو واجب الوجود اور قدیم سے پنجہ لڑاتا تھا

ناگزیرِ جملگاں حیِّ قدیر
جو سب کے لئے ضروری ہے زندہ، قادر ہے

لایزالُ و لم یزلُ فرد و بصیر
ہمیشہ رہیگا، اور ہمیشہ رہا، اکیلا اور بینا ہے

باچناں قادر خدائے کز عدم
ایسے قادر خدا سے کہ جو عدم سے

صد چو عالم ہست گرداند بدم
اس عالم جیسے سو عالم ایک دم میں پیدا کر دیتا ہے

صد چو عالم در نظر پیدا کند
اِس عالم جیسے سو عالم ایک نظر میں پیدا کر دے

چونکہ چشمت را بخود بینا کند
جب تیری آنکھوں کو اپنے معاملہ میں بینا کر دے

گر جہاں پیشت بزرگ و بے تنیست
اگرچہ عالم تیرے نزدیک بڑا اور وسیع ہے

پیشِ قدرت ذرّہ میداں کہ نیست
سمجھ لے، قدرت کے آگے ایک ذرہ بھی نہیں ہے

ایں جہاں خود حبسِ جانہائے شماست
یہ عالم تمہاری جانوں کا قید خانہ ہے

ہیں دوید آنسو کہ صحرائے خدا ست
خبردار! اُس جانب دوڑو جو خدا کا میدان ہے

ایں جہاں محدود و آں خود بیحد ست
یہ عالم محدود اور وہ غیر محدود ہے

نقش و صورت پیشِ آں معنی سد ست
نقش اور صورت اُس معنیٰ کے سامنے آڑ ہیں

صد ہزاراں نیزۂ فرعون را
فرعون کے لاکھوں نیزے

در شکست آں موسیٰؑ با یک عصا
موسیٰؑ نے ایک لاٹھی سے توڑ دیے

صد ہزاراں طبِّ جالینوس بُود
جالینوس کی لاکھوں طبیں تھیں

پیشِ عیسیٰؑ و دمش افسوس بُود
حضرت عیسیٰؑ اور اُنکی پھونک کے سامنے بیکار تھیں

۱؎ ہستِ اُو۔ حضرتِ حق کی ذات کے سامنے ممکن ہونے کے باوجود عدم ہے، اپنے وجود کا احساس مشاہدہ کا حجاب ہے جس نے آنکھوں کو اندھا اور محرومی کی وجہ سے سیاہ پوش بنا رکھا ہے۔ خورشید۔ آفتابِ حق کا مشاہدہ فنا کر ڈالتا ہے۔ تعزیت۔ ماتم پرسی۔ فسردن۔ ٹھٹھرنا۔ یخ۔ برف۔ ناحیت۔ طرف، کنارہ۔

۲؎ ناگزیر۔ ضروری، واجب الوجود۔ جملگان۔ جملہ کی جمع۔ حیّ۔ زندہ۔ لایزال۔ جو ہمیشہ رہیگا۔ لم یزل۔ جو ہمیشہ سے ہے۔ بصیر۔ بینا، اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ باچناں۔ وہ وزیر اُس خدا سے پنجہ کشی کر رہا تھا جو قادرِ مطلق ہے۔ ہست۔ موجود۔ بخود بینا کند۔ یعنی اللہ تعالےٰ اپنی معرفت عطا فرمادے۔

۳؎ بے تن۔ وسیع و کشادہ۔ حبس۔ قید خانہ۔ ہیں۔ کلمۂ تنبیہ ہے۔ صحرا۔ جنگل مراد عالمِ بالا ہے۔ سد۔ دیوار۔ آنسو۔ یعنی عالمِ بالا۔ نقش و صورت۔ یعنی عالمِ سفلی عالمِ علوی کے لئے سدِ راہ ہے۔ جالینوس۔ یونان کا مشہور حکیم ہے جو حضرت عیسیٰؑ کا ہمعصر تھا۔ افسوس۔ کھیل، مذاق۔

صد ہزاراں دفترِ اشعار بُود
پیش حرفِ اُمّیش آں عار بُود

اشعار کے لاکھوں دیوان تھے
جو اس کے اُمّی (محمدؐ) کے کلام کے سامنے موجب ننگ تھے

باچناں غالب خداوندے کسے
چوں نمیرد گر نباشد اُو خسے

ایسے غالب خدا کے آگے کوئی
کیسے نہ مرے، اگر وہ کمینہ نہیں ہے!

بس دلِ چوں کوہ را انگیخت اُو
مُرغِ زیرک با دو پا آویخت اُو

پہاڑ جیسے بہت سے دلوں کو اس نے اکھاڑ دیا
چالاک، پرندے کو دونوں پیروں سے ہوتے ہوئے بھی لٹکا دیا۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ
جز شکستہ می نگیرد فضلِ شاہ

عقل اور طبیعت کو تیز کر لینا راہ نہیں ہے
شاہ کا فضل، عاجز کے سوا کسی کی دستگیری نہیں کرتا

اے بسا گنج آگنانِ گنج گاؤ
کاں خیال اندیش را شد ریش گاؤ

اے (مخاطب) بہت سے گنج گاؤ جیسے خزانے جمع کرنے والے
عقلمند دل کے لئے ساماں تمسخر بن گئے

گاؤ کہ بُود تا تو ریشِ اُو شوی
خاک کہ بُود تا حشیشِ اُو شوی

بیل کیا چیز ہے؟ کہ تو اس کی ڈاڑھی بنے
خاک کیا ہے؟ کہ تو اس کی گھاس بنے

زرّ و نقرہ چیست تا مفتوں شوی
چیست صورت تا چنیں مجنوں شوی

سونا اور چاندی کیا ہے؟ کہ تو اس کا عاشق بنے
صورت کیا ہے؟ کہ تو ایسا پاگل بنے

ایں سرا و باغِ تو زندانِ تُست
مُلک و مالِ تو بلائے جانِ تُست

یہ محل اور باغ، تیرا قید خانہ ہے
تیرا ملک اور مال تیری جان کیلئے مصیبت ہے

آں جماعت را کہ ایزد مسخ کرد
آیتِ تصویرِ شاں را نسخ کرد

جس گروہ کو اللہ نے مسخ کیا
اُن کی صورت کی پہچان کو مٹا دیا

چوں زنے از کارِ بد شُد روئے زرد
مسخ کرد اُو را خدا و زہرہ کرد

جب عورت بدکاری کی وجہ سے زرد رو ہوئی
اُس کو خدا نے مسخ کر دیا اور زہرہ بنا دیا

عورتے را زہرہ کردن مسخ بُود
آب و گل گشتن نہ مسخ ست اے عنود

عورت کو زہرہ بنا دینا تو مسخ تھا
کیا پانی اور مٹی ہو جانا مسخ نہیں ہے، اے سرکش!

روح می بُردت سوئے عرشِ بریں
سوئے آب و گل شدی در اسفلیں

روح تو تجھے عرش بریں کی طرف لیجاتی (لیکن)،
تو پانی اور مٹی کی طرف نچلے درجوں میں آ گیا

خویش را تو مسخ کردی زیں سفول
با وجودے کہ بُد آں رشکِ عقول

تو نے اپنے آپ کو اس پستی کی وجہ سے مسخ کر لیا
حالانکہ وہ جو عقول عشرہ کیلئے باعث رشک تھا

---

[1] حرف یعنی کلام اللہ۔ اُمّی۔ اُم بمعنی ماں کی طرف منسوب ہے وہ بچہ جو سایۂ پدری سے محروم ہو کر صرف ماں کے زیرِ سایہ پلا ہو اور علوم مُرَوَّجہ نہ حاصل کر سکا ہو، آنحضورؐ کو بھی اُمّی کہا جاتا ہے۔ چوں نمیرد۔ اپنے آپ کو فانی نہ سمجھے۔ مرغِ زیرک۔ چالاک پرندہ، مراد فلسفی ہے۔ فہم و خاطر۔ یعنی فلاسفہ اور حکماء محض عقل کے زور پر معرفت حاصل کر لیں یہ ممکن نہیں ہے، اللہ عجز و نیاز سے ہی دستگیری فرماتا ہے۔ گنج آگناں۔ خزانہ بھرنے والے۔ گنجِ گاؤ۔ مشہور خزانہ جو جمشید کے زمانہ کا تھا، بہرام کے زمانہ میں ایک کاشتکار کے ہاتھ آیا تھا، اس میں گائے بیل کے طلائی بُت بھی تھے اس لئے اُس کا نام گنجِ گاؤ پڑ گیا تھا۔ خیال اندیش۔ فلسفی۔

[2] ریشِ گاؤ۔ بیل کی داڑھی، اس سے احمق، بیوقوف مراد ہوتا ہے۔ حشیش۔ گھاس۔ مفتون۔ فریفتہ۔ مجنون۔ دیوانہ، عاشق۔ سرا و باغ۔ دنیاوی چیزیں، راہِ طریقت کی رکاوٹیں ہیں۔ کارِ بد۔ بُرا کام، زنا۔ زہرہ۔ ایک ستارے کا نام ہے عوام میں مشہور ہے کہ زہرہ ایک عورت تھی ہاروت و ماروت دو فرشتوں نے اس سے زنا کر لیا اس سزا میں وہ دونوں فرشتے چاہِ بابل میں اُلٹے لٹکا دیے گئے اور زہرہ عورت نے اُن دونوں سے جو اسمِ اعظم سیکھا تھا اُس کے ذریعہ آسمان پر چلی گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو مسخ کر کے زہرہ ستارہ بنا دیا، اس سارے قصے کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے یہ محض افسانہ ہے۔ [3] آب و گل۔

گشتن۔ علائقِ جسمانی میں پھنسنا۔ عنود۔ سرکش۔ اسفلین۔ اسفل کی جمع ہے بمعنی نچلا۔ سفول۔ پستی، علو کی ضد ہے۔ عقول۔ عقولِ عشرہ، ملائکہ۔

پس بتر[1] زیں مسخ کردن چوں بود ‏ ‏ پیشِ آں مسخ ایں بغایت دوں بود
اِس سے بدتر مسخ کرنا کیا ہوگا؟ ‏ ‏ بلکہ اُس مسخ کے بالمقابل یہ مسخ گرا ہوا ہے

اسپِ ہمّت سوئے اختر تاختی ‏ ‏ آدمِ مسجود را نشناختی
تو نے ہمّت کا گھوڑا ستاروں کی طرف تو دوڑایا ‏ ‏ لیکن مسجود، آدمؑ کو تو نہ پہچانا

آخر آدم زادۂ اے ناخلف ‏ ‏ چند پنداری تو پستی را شرف
اے ناخلف! آخر تو آدمؑ کی اولاد ہے ‏ ‏ ذلّت کو شرافت کب تک سمجھیگا؟

چند گوئی من بگیرم عالمے ‏ ‏ ایں جہاں را پُر کنم از خود ہمے
کب تک کہیگا؟ میں تمام دنیا کو فتح کروں گا ‏ ‏ اور اُس دنیا کو اپنے سے بھر دوں گا

گر جہاں پُر برف گردد سر بسر ‏ ‏ تابِ خور بگدازدش از یک نظر
اگر پوری دنیا بالکل برف سے بھر جائے ‏ ‏ سورج کی گرمی ایک نظر میں اسکو پگھلا دے

وزرِ[2] او و وزرِ چوں او صد ہزار ‏ ‏ نیست گرداند خدا از یک شرار
اُس (وزیر) کے بوجھ اور اُس جیسے لاکھوں کے بوجھ کو ‏ ‏ خدا ایک چنگاری سے نیست و نابود کر دے

عینِ آں تخییل را حکمت کند ‏ ‏ عینِ آں زہراب را شربت کند
بعینہٖ اُن خیالات کو دانائی بنادے ‏ ‏ اور اُس زہریلے پانی کو شربت بنادے

در خرابی گنجہا پنہاں کند ‏ ‏ خار را گل جسمہا را جاں کند
ویرانہ میں خزانوں کو محفوظ رکھتا ہے ‏ ‏ کانٹے کو پھول اور جسموں کو جان بنا دیتا ہے

آں گماں انگیز را سازد یقیں ‏ ‏ مہرہا رویاند از اسبابِ کیں
وہ گمان پیدا کر خیالی بات کو یقین بنا دیتا ہے ‏ ‏ اور کینہ کے اسباب سے، محبتیں اُگا دیتا ہے

پرورد در آتش ابراہیمؑ را ‏ ‏ ایمنیِ روح سازد بیم را
حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پال دیتا ہے ‏ ‏ اور خوف کو روح کے اطمینان کا ذریعہ بنا دیتا ہے

از سبب[3] سازیش من سودائیم ‏ ‏ وز سبب سوزیش سوفسطائیم
اُس کی علت آفرینی سے میں دیوانہ ہوں ‏ ‏ اور اُس کی سبب سوزی سے میں سوفسطائی ہوں

در سبب سازیش سرگرداں شدم ‏ ‏ در سبب سوزیش ہم حیراں شدم
اُس کی سبب سازی سے میں سرگرداں ہوں ‏ ‏ اُس کی سبب سوزی سے بھی میں حیران ہوں

مکر کردنِ وزیر و در خلوت نشستن و شور افگندن در قوم

وزیر کا مکر کرنا اور تنہائی میں بیٹھنا اور قوم میں شورش پیدا کر دینا

[1] بتر۔ بدتر۔ آں مسخ۔ صوری مسخ۔ ایں مسخ۔ معنوی مسخ۔ دوں۔ کم رتبہ، خراب۔ اختر۔ ستارہ۔ مسجود۔ جس کو سجدہ کیا جائے۔ آدم زادہ۔ زادۂ آدم۔ خلف۔ نیک فرزند۔ ناخلف۔ بد فرزند۔ شرف۔ بزرگی، بلندی تاب۔ تپش۔ خور۔ سورج

[2] وزر۔ بوجھ، گناہ۔ نیست۔ معدوم یعنی خدا کی بخشش سے ناامید نہونا چاہیئے۔ تخییل۔ خیالی بات، وہمی علوم حکمت۔ دانائی کی بات۔ زہرآب۔ زہریلا پانی۔ خراب۔ ویرانہ۔ در آتش حضرت ابراہیمؑ کو نمرود نے آگ میں ڈلوایا لیکن وہ آگ باغ بنگئی۔

[3] سبب سازی۔ سبب بنانا، علت و معلول کا سلسلہ قائم کرنا یعنی ایک وجود کو کسی دوسرے وجود پر موقوف رکھنا۔ سبب سوزی۔ بلا علت کوئی کام کرنا۔ سوفسطائی۔ حکماء کا ایک گروہ ہے جو کسی حقیقت کو موجود نہیں مانتا، ہر شے کے وجود کو وہمی اور خیالی مانتا ہے۔

چوں وزیرِ ماکرِ[1] بد اعتقاد
جب مکار، بد اعتقاد وزیر نے
دینِ عیسیٰؑ را بدل کرد از فساد
حضرتِ عیسیٰؑ کے دین کو فساد ڈالنے کے لئے بدل ڈالا

مکرِ دیگر آں وزیر از خود بہ بست
دوسرا مکر اُس وزیر نے اختیار کیا
وعظ را بگذاشت در خلوت نشست
وعظ کہنا چھوڑا، تنہائی میں بیٹھ گیا

در مُریداں در فگند از شوق سوز
مُریدوں میں شوق کی سوزش ڈالدی
بود در خلوت چہل پنجاہ روز
چالیس، پچاس روز تک تنہائی میں رہا

خلق دیوانہ شدند از شوقِ اُو
اُس کے شوق سے لوگ دیوانے ہو گئے
از فراقِ حال و قال و ذوقِ اُو
حال اور گفتگو اور اُس کے ذوق کی جدائی سے

لابہ و زاری ہمی کردند و اُو
لوگ خوشامد اور عاجزی کرتے تھے اور وہ
از ریاضت گشتہ در خلوت دوتو
مجاہدہ کی وجہ سے تنہائی میں کبڑا ہو گیا تھا

گفتہ ایشاں بے تو مارا نیست نور
انھوں نے کہا تیرے بغیر ہمارے لئے روشنی نہیں ہے،
بے عصاکش چوں بود احوالِ کور[2]
لاٹھی پکڑنے والے کے بغیر نابینا کا حال کیا ہوگا؟

از سرِ اکرام و از بہرِ خدا
ازراہِ مہربانی اور خدا کے لئے
بیش ازیں از خود مکُن مارا جدا
اس سے زیادہ ہم کو اپنے سے جدا نہ کر

ما چو طفلانیم و مارا دایہ تو
ہم بچوں کی طرح ہیں اور تو ہماری دایہ ہے
بر سرِ ما گستراں آں سایہ تو
وہی سایہ تو ہمارے اوپر ڈالدے

گفت جانم از محبّاں دور نیست
اُس نے کہا میری جان دوستوں سے دور نہیں ہے
لیک بیروں آمدن دستور[3] نیست
لیکن باہر آنے کا میرے لئے حکم نہیں ہے

آں امیراں در شفاعت آمدند
وہ امیر سفارش کے لئے آئے
واں مُریداں در ضراعت آمدند
اور وہ مُرید عاجزی کرنے لگے

کاینچہ بدبختی ست مارا اے کریم
کہ اے بزرگ! یہ ہماری کیسی بدبختی ہے
از دل و دیں ماندہ مایے تو یتیم
ہم دل اور دین سے تیرے بغیر محروم رہ گئے

تو بہانہ می کنی و ماز درد
تو تو بہانہ کر رہا ہے اور ہم درد سے
میزنیم از سوزِ دل دمہائے سرد
دل کی جلن سے ٹھنڈی آہیں بھر رہے ہیں

ما بگفتارِ خوشت خو کردہ ایم
ہمیں تیری میٹھی باتوں کی عادت ہو گئی ہے
ما زِ شیرِ حکمتِ تو خوردہ ایم
ہم نے تیری دانائی کا دودھ پیا ہے

---

[1] ماکر۔ مکر کرنیوالا۔ حال حالتِ مستی۔ قال۔ گفتگو ذوق۔ وجدان، روحانی احساس۔ لابہ۔ خوشامد زاری۔ عاجزی۔ دوتو۔ کبڑا، ممنمنی، دوہرا۔ عصاکش۔ یعنی اندھے کی لاٹھی پکڑ کر چلنے والا۔
[2] کور۔ نابینا۔ دایہ۔ دودھ پلانیوالی عورت، انا۔
[3] دستور۔ حکم، اجازت، طریقہ۔ امیراں۔ بارہ سردار۔ ضراعت۔ عاجزی، خوشامد کریم۔ بزرگ۔ یتیم۔ بے باپ کا بچہ، محروم۔ دمہائے سرد۔ ٹھنڈے سانس۔ خو۔ عادت۔ شیر۔ دودھ حکمت۔ دانائی۔ خوردہ نوشیدہ۔

اللہ اللہ ایں جفا با ما مکن — لُطف کُن امروز را فردا مکن
خدا کے لیے، یہ ظلم ہم پر نہ کر — مہربانی کر، اور آج کو کل پر نہ ٹال

می دہد دِل[1]ت کز آں بیدلاں — بے تو گردند آخر از بے حاصلاں
کیا تیرا دِل اِسکی اجازت دیتا ہے کہ یہ بیدل — تیرے بغیر محروموں میں شامل ہو جائیں؟

جُملہ در خشکی چو ماہی می طپند — آب را بکشاز جُو بردار بند
سب ایسے تڑپ رہے ہیں جیسے مچھلی خشکی میں — پانی کھول دے اور نہر سے بند اٹھا دے

ایکہ چوں تو در زمانہ نیست کس — اللہ اللہ خلق را فریاد رس
اے وہ کہ دنیا میں تجھ جیسا کوئی نہیں ہے! — خدا کے لئے لوگوں کی فریاد سن لے

دفع کردنِ وزیر مُریدان و اَتباعِ خود را
وزیر کا اپنے مریدوں اور متبعین کو دفع کرنا

گفت ہاں اے سُخرگانِ گفتگو — وعظ و گفتار و زبان و گوش جُو
اُس نے کہا، خبردار! اے گفتگو کے پابند! — وعظ اور کان، گفتار اور زبان کے تلاش کرنیوالو

پُنبہ اندر گوشِ حسِّ دوں کُنید — بندِ حِسّ از چشمِ خود بیروں کُنید
حِسّی کان کے اندر روئی ٹھونس لو — اپنی آنکھ سے ظاہری رکاوٹ دور کرو

پُنبہ آں گوشِ سِر گوشِ سر ست — تا نگردد ایں کر آں باطن کر ست
باطنی کان کی روئی، سَر کا کان ہے — جب تک یہ بہرا نہو باطن بہرا ہے

بے حس و بے گوش و بے فکرت شوید — تا خطابِ اِرْجِعِیْ[2] را بشنوید
بے حس اور بغیر کان کے اور بے فکر ہو جاؤ — تاکہ اِرْجِعِیْ کے خطاب کو سُنو

تا بگفت و گوئے بیداری دری — تو ز گفتِ خواب کے بوئے بری
جب تک تو بیداری کی گفتگو میں ہے — تو خواب کی گفتگو سے کب خوشبو حاصل کر سکتا ہے؟

سَیرِ بیرونی ست فعل و قولِ ما — سَیرِ باطن ہست بالائے سما
ہمارا فعل اور قول بیرونی سیر ہے — باطنی سیر آسمانوں پر ہے

حِسّ خُشکی دید کز خُشکی بزاد — مُوسیِ جان پائے بر دریا نہاد
حِس نے خشکی دیکھی ہے چونکہ وہ خشکی سے پیدا ہوئی — جان کے موسیٰؑ نے دریا پر قدم دھر دیا

سَیرِ جسمِ خُشک بر خُشکی فتاد — سَیرِ جاں پا در دلِ دریا نہاد
خشک جسم کی سیر خشکی پر ہوتی ہے — جان کی سیر نے دریا کے دل پر پیر دھر دیا ہے

[1] دل دادن۔ آمادہ کرنا۔ بیدل۔ عاشق۔ بے حاصل محروم۔ طپیدن۔ تپیدن، تڑپنا، جلنا۔ ہاں۔ کلمہ تنبیہ ہے۔ سُخرگان۔ سُخرہ کی جمع ہے، تابع۔ پُنبہ۔ روئی۔ گوشِ حِس۔ ظاہری کان۔ دوں۔ کمینہ، چشم۔ یعنی قلبی بینائی۔ گوشِ سِر باطنی کان۔ گوشِ سَر۔ ظاہری کان، یعنی جب تک ظاہری کان کھلے ہوئے ہیں، باطنی کان کام نہیں کرتے ہیں۔

[2] اِرْجِعِیْ۔ تو لوٹ آ، قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے: یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً یعنی اے مطمئن جان اپنے پروردگار کی طرف خود خوش ہوتی اور اُسکو خوش کرتی لوٹ جا۔ حِس یعنی حِسِ ظاہری، چونکہ مٹی سے بنا ہے لہذا اُس کی سیرگاہ یہی عالمِ آب و گِل ہے۔ روح۔ ملاءِ اعلیٰ کی چیز ہے، اُسکی سیر بھی ملاءِ اعلیٰ میں ہوتی ہے، حضرت موسیٰ پیدائش کے بعد دریائے نیل میں بہا دیئے گئے تھے۔ دریا۔ یعنی عالمِ آخرت۔

چونکہ عمر اندر رہِ خشکی گذشت — گاہ کوہ و گاہ صحرا، گاہ دشت

جونکہ عمر خشکی کے راستہ میں کٹی ہے — کبھی پہاڑ، کبھی جنگل، اور کبھی میدان میں

آبِ حیواں راکجا خواہی تو یافت — موجِ دریا راکجا خواہی شگافت

تو آبِ حیات کو کب پا سکیگا؟ — دریا کی موج کو کب چیر سکیگا؟

موجِ خاکی فہم و وہم و فکرِ ماست — موجِ آبی محو[1] و سکر[2] ست و فناست

خاکی موج، ہماری سمجھ، ہمارا وہم اور ہماری سوچ ہے — آبی موج محویت اور سُکر اور فنا ہے

تا دریں سُکری ازاں سُکری تو دُور — تا ازیں مستی ازاں جامے[3] نفور

جب تک تو اِس سُکر میں ہے اُس سُکر سے دور ہے — جب تک تو اِس سے مست ہے، اُس جام سے نفرت کرنے والا ہے

گفتگوئے ظاہر آمد چوں غبار — مُدّتے خاموش خُو کُن ہوشدار

ظاہری گفتگو، غبار کی مانند ہے — کچھ مدت چپ رہنے کی عادت ڈال، ہوش میں آ

مکرّر عرض کردن مُریداں کہ خلوت را بشکن

مُریدوں کا مکرّر عرض کرنا کہ خلوت کو چھوڑیئے

جُملہ گفتند اے حکیمِ رخنہ جُو — ایں فریب و ایں جفا با ما مگو

سب نے کہا، اے حکیم، خلل انداز — یہ فریب اور یہ ظلم، ہمیں نہ سُنا

ما اسیرانیم تا کے ایں فریب — بیدل و جانیم تا کے ایں عتیب[5]

ہم قیدی ہیں، یہ فریب کب تک! — ہم بے دل اور بے جان ہیں، یہ غصہ کب تک؟

چوں پذیرفتی تو مارا زابتدا — مرحمت کُن ہمچنیں تا انتہا

تونے جب ہمیں ابتداء سے قبول کر لیا ہے — اسی طرح آخر تک ہم پر رحم کر

ضعف و عجز و فقرِ ما دانستۂ — دردِ مارا ہم دوا دانستۂ

تونے ہماری کمزوری، عاجزی اور احتیاج جان لی ہے — ہمارے درد کی دوا بھی تونے جان لی ہے

چار پا را قدرِ طاقت بار نہ — بر ضعیفاں قدرِ قوّت کار نہ

چوپائے پر، طاقت کے مطابق بوجھ لاد — کمزوروں پر بقدرِ قوت کام ڈال

دانۂ ہر مُرغ اندازہ ویست — طُعمۂ ہر مُرغ انجیرے کے ست

ہر پرندہ کا دانہ اُس کے اندازے کے مطابق ہے — ہر پرندہ کی خوراک انجیر کب ہے!

طفل را گر نان دہی بر جائے شیر — طفلِ مسکیں را ازاں نان مردہ گیر

تو اگر بچے کو دودھ کی بجائے روٹی دے — مسکین بچہ کو اُس روٹی سے مردہ سمجھ

---

[1] محو۔ مٹا دینا، تصوف کی اصطلاح میں فنا فی الذات کو کہتے ہیں جس کے مقابل اثبات ہے۔ سُکر۔ مستی، تصوف میں وہ کیفیت مراد ہے، جس میں انوارِ غیبی کے غلبہ سے ظاہری اور باطنی احکام میں امتیاز ختم ہو جاتا ہے اس کے بالمقابل کیفیتِ صحو ہے۔

[2] سُکر۔ یعنی انوارِ غیبی کے غلبہ کی کیفیت۔ جام۔ یعنی جامِ معرفت۔ نفور۔ متنفر۔ غبار۔ یعنی حجابِ قلب، حدیث شریف میں ہے، کثرتِ کلام دل میں قساوت پیدا کرتا ہے۔ رخنہ جو۔ چونکہ ہماری تباہی کو پسند کر رہا ہے۔ اسیرِ محبت کا قیدی۔

[3] عتیب۔ عتاب کا اِمالہ ہے۔ غصہ، ناراضی۔ چوں۔ وضعداری یہی ہے کہ جب ہمیں خادم بنایا ہے تو خادم بنائے رکھ۔ دانستۂ۔ یعنی تجھے معلوم ہے کہ ہماری دوا تیرا قرب ہے۔ چارپا۔ یعنی ہمارے ساتھ اب وہ برتاؤ نہ کر جو ہمارے لئے ناقابلِ برداشت ہے۔ دانہ۔ ہر پرندہ کا دانہ اُسکی حیثیت کے مُطابق ہے۔

چونکہ دندانہا برآرد بعد ازاں — خود بخود گردد دلش جویائے ناں
جب وہ دانت نکال لے گا — تو اس کا دل خود بخود روٹی کی تلاش کریگا

مرغ پرنارستہ چوں پراں شود — لقمۂ ہر گربۂ درّاں شود
جس پرندے کے پر نہ نکلے ہوں جب وہ اڑے گا — ہر درندہ بلی کا لقمہ بنجائے گا

چوں برآرد پر بپرد او بخود — بے تکلف بے صفیر نیک و بد
جب پر نکال لیگا وہ خود بخود اڑ لیگا — اچھی، بری سیٹی کے بغیر، بلا تکلف

دیو را نطق تو خامش می کند — گوش ما را گفت تو ہش می کند
تیری گفتگو، شیطان کو چپ کر دیتی ہے — تیری گفتگو ہمارے کان کو ہوشمند کر دیتی ہے

گوش ما ہوش ست چوں گویا توئی — خشک ما بحر ست چوں دریا توئی
جب تو گویا ہوتا ہے ہمارے کان سراپا ہوش ہوتے ہیں — چونکہ تو دریا ہے، ہمارا خشک بھی سمندر ہے

با تو ما را خاک بہتر از فلک — اے سماک از تو منور تا سمک
تیرے ساتھ، ہمارے لئے زمین آسمان سے بہتر ہے — اے وہ ذات کہ تجھ جیسے سماک سے سمک تک روشن ہے

بے تو ما را بر فلک تاریکی ست — با تو اے مہ ایں زمیں تاری کے ست
تیرے بغیر ہمارے لئے آسمان پر اندھیرا ہے — اے چاند! تیرے ہوتے ہوتے، یہ زمین کب اندھیری ہے؟

با مہ روئے تو شب تاری کے ست — روز را بے نور تو تاریکی ست
تیرے چہرہ کے چاند کے ہوتے ہوئے رات کب تاریک ہے؟ — دن، تیرے نور کے بغیر تاریک ہے

با تو بر خاک از فلک بردیم دست — بر سما ما بے تو چوں خاکیم پست
تیرے ذریعہ زمین پر رہتے ہوئے ہم آسمان پر سبقت لے گئے — تیرے بغیر ہم آسمان پر بھی، زمین کی طرح پست ہیں

صورت رفعت بود افلاک را — معنی رفعت روان پاک را
آسمانوں کو ظاہری بلندی حاصل ہے — پاک روح کو معنوی بلندی حاصل ہے

صورت رفعت برائے جسمہا ست — جسمہا در پیش معنی اسمہا ست
جسموں کی، ظاہری بلندی ہے — جسم، معنی کے سامنے (محض) نام ہیں

اللہ اللہ یک نظر بر ما فگن — لا تقنطنا فقد طال الحزن
اللہ ہم پر ایک نظر ڈالے — ہمیں مایوس نہ کر، غم دراز ہو گیا ہے

جواب گفتن وزیر کہ خلوت را نمی شکنم

وزیر کا جواب دینا کہ میں تنہائی نہ چھوڑوں گا

---

۱ مرغ۔ تو ہمارے لئے بمنزلہ پروں کے ہے، تیرے بغیر ہماری ہلاکت ہے۔ دیو۔ شیطان۔ نطق۔ گویائی۔ ہش۔ ہوش کا مخفف ہے یعنی ہمارا شیطان سے بچاؤ اور ہمارا ہوش تیری صحبت اور گفتگو پر موقوف ہے۔ ۲ سماک۔ ستارہ کا نام ہے۔ سمک۔ مچھلی۔ تاریکی۔ اندھیرا۔ تاری۔ اندھیرا۔ بردیم دست۔ دست بردن غالب آنا، سبقت لیجانا۔ سما۔ آسمان۔ صورت رفعت ظاہری بلندی۔ معنی رفعت حقیقی بلندی۔

گفت حجّتہائے خود کوتہ کنید
اُس نے کہا اپنی حجّتوں کو مختصر کرو
پندؔ را در جان و در دل رہ کنید
جان اور دل میں نصیحت کو راستہ دو

گر امینم متہم نبود امیں
اگر میں امانتدار ہوں تو امین متہم نہیں ہوتا ہے
گر بگویم آسماں را من زمیں
خواہ میں آسمان کو زمین کہوں

گر کمالم با کمال انکار چیست
اگر میں کامل ہوں، تو کمال کے ہوتے ہوئے انکار کیا ہے؟
ور نیم ایں زحمت و آزار چیست
اور اگر نہیں ہوں تو یہ زحمت اور تکلیف کیوں ہے؟

من نخواہم شد ازیں خلوت بروں
میں خلوت سے باہر نہ نکلوں گا
زانکہ مشغولم باحوالِ دروں
اِس لئے کہ میں باطنی احوال میں مشغول ہوں

لابہ کردنِ مریداں در خلوتِ وزیر بارِ دگر

وزیر کی خلوت کے متعلق مریدوں کا دوبارہ خوشامد کرنا

جملہ گفتند اے وزیر انکار نیست
سب نے کہا اے وزیر! انکار نہیں ہے
گفتِ ما چوں گفتۂ اغیار نیست
ہماری بات غیروں کی سی بات نہیں ہے

اشکِ دیدہ است از فراقِ تو دواں
تیری جدائی سے آنکھوں کے آنسو بہہ رہے ہیں
آہ آہ ست از میانِ جاں رواں
جان سے آہ آہ نکل رہی ہے

طفلؔ با دایہ نہ استیزد ولیک
بچہ دایہ سے نہیں لڑتا لیکن
گرید او گرچہ نہ بد داند نہ نیک
وہ روتا ہے اگرچہ اچھا بُرا نہیں جانتا ہے

ما چو چنگیم و تو زخمہ میزنی
ہم سارنگی کی طرح ہیں اور تو مضراب مارتا ہے
زاری از ما نے تو زاری میکنی
رونا ہمارا نہیں ہے تو روتا ہے

ما چو نائیم و نوا در ما ز تست
ہم بانسری کی طرح ہیں اور ہم میں آواز تجھ سے ہے
ما چو کوہیم و صدا در ما ز تست
ہم پہاڑ کی طرح ہیں اور ہم میں گونج تجھ سے ہے

ما چو شطرنجیم اندر بُرد و مات
ہار جیت میں ہم شطرنج کی طرح ہیں
بُرد و ماتِ ما ز تست اے خوش صفات
اے خوش صفات! ہماری ہار جیت تیری طرف سے ہے

ما کہ باشیم اے تو ما را جانِ جاں
اے وہ کہ تو ہماری جان کی جان ہے ہم کیا ہوتے ہیں؟
تا کہ ما باشیم با تو درمیاں
تیرے ہوتے ہوئے، درمیان میں ہم کون ہوتے ہیں؟

ما عدمہائیم و ہستی ہائے ما
ہم اور ہماری ہستیاں معدوم ہیں
تو وجودِ مطلقِ فانی نما
تو فانی نما، وجودِ مطلق ہے

لہ پندؔ را۔ یعنی نصیحت کو دل و جان سے قبول کرلو۔ متہم۔ تہمت زدہ۔ گفت گفتگو گفتہ۔ کہا ہوا۔ اغیار غیر کی جمع یعنی ہماری یہ باتیں اپنوں کی باتیں ہیں جو آپ کے کمال کے انکار کی وجہ سے نہیں ہیں۔ اشکؔ۔ اگر کمال کا انکار ہوتا تو ہماری یہ حالت کیوں ہوتی۔

ٹہ طفلؔ۔ یعنی بچہ اپنی اندرونی تکلیف سے روتا ہے ماں کو ستانا مقصود نہیں ہوتا اس لئے ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس سے مقصد آپ کو ستانا نہیں ہے۔ ما چو چنگیم۔ یہاں سے مولانا کا اپنا بیان شروع ہو گیا ہے، اس کا تعلق وزیر کے مریدوں سے نہیں ہے۔ نائے۔ بانسری۔ نوا۔ آواز۔ صدا۔ گونج، آوازِ بازگشت۔

ٹہ شطرنج۔ مشہور کھیل ہے۔ بُرد و مات۔ ہار جیت۔ ما کہ باشیم۔ تیرے وجود کے بالمقابل ہمارا وجود معدوم ہے۔ فانی نما۔ یعنی ممکن کا وجود حقیقت میں کچھ نہیں، صرف نظر آتا ہے لہٰذا وہ ہستی نما عدم ہے اور واجب کا وجود حقیقی ہے جو نظر نہیں آتا لہٰذا وہ وجودِ مطلق فانی نما ہے۔

ما ہمہ شیراں ولے شیرِ عَلَم — **حملہ شاں از باد باشد دمبدم**
ہم سب شیر ہیں لیکن جھنڈے کے شیر — جس کا مسلسل حملہ ہوا کی وجہ سے ہوتا ہے

حملہ شاں پیدا و ناپیداست باد — **آنکہ ناپیداست ہرگز گم مباد**
اُن کا حملہ نظروں میں ظاہر ہے اور ہوا نظر سے غائب ہے — وہ ذات جو کہ نظروں سے غائب ہے کبھی (زوال سے) گم نہ ہو

بادِ ما و بودِ ما از دادِ تُست — **ہستیِ ما جملہ از ایجادِ تُست**
ہماری ہوا اور ہمارا وجود تیری عطا ہے — ہم سب کی ہستی تیری ایجاد سے ہے

لذّتِ ہستی نمودی نیست را — **عاشقِ خود کردہ بودی نیست را**
تو نے معدوم کو وجود کی لذت چکھائی — تو نے معدوم کو اپنا عاشق بنایا تھا

لذّتِ انعامِ خود را وامگیر — **نُقل و خمر و جامِ خود را وامگیر**
اپنے انعام کی لذت کو واپس نہ لے — شراب کے نقل اور اپنے جام کو واپس نہ لے

ور بگیری کیست جُست و جُو کُند — **نقش با نقّاش چوں نیرو کُند**
اور اگر تو لے لے کون ہے جو جستجو کر سکے؟ — نقش، نقاش کے ساتھ کیا زور آزمائی کرے؟

منگر اندر ما مکن در ما نظر — **اندر اکرام و سخائے خود نگر**
ہمیں نہ دیکھ، ہم پر نظر نہ کر — اپنے اکرام اور سخاوت کو دیکھ

ما نبودیم و تقاضا ماں نبود — **لُطفِ تو ناگفتۂ ما می شنود**
نہ ہم تھے نہ ہمارا تقاضا تھا — تیری مہربانی ہماری اَن کہی سنتی تھی

نقش باشد پیشِ نقّاش و قلم — **عاجز و بستہ چو کودک در شکم**
نقش، نقاش اور قلم کے سامنے ہوتا ہے — عاجز اور مجبور جس طرح بچہ، پیٹ میں

پیشِ قدرت خلق جملہ بارگہ — **عاجزاں چوں پیشِ سوزن کارگہ**
قدرت کے سامنے، عالم کی تمام مخلوقات — عاجز ہیں، جس طرح سوئی کے سامنے کڑھائی کا کپڑا

گاہ نقشِ دیو و گہ آدم کُند — **گاہ نقشِ شادی و گہ غم کُند**
کبھی شیطان کا، کبھی آدم کا نقش بناتا ہے — کبھی خوشی کا اور کبھی غم کا نقش کھینچتا ہے

دست نے تا دست جنباند بدفع — **نطق نے تا دم زند از ضرّ و نفع**
کوئی ہاتھ نہیں، جو روکنے کو ہاتھ ہلائے — گویائی نہیں، جو نفع اور نقصان پر دم مارے

تو ز قرآں باز خواں تفسیرِ بیت — **گفت ایزد ما رمیتَ اذ رمیتَ**
تو قرآن سے (راس) شعر کی تفسیر پڑھ لے — اللہ نے فرمایا تو نے نہیں پھینکا جب تو نے پھینکا

لہ حملہ شاں۔ جھنڈا ہوا سے ہلتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیر حملہ آور ہے۔ لذّتِ ہستی۔ ہم معدوم تھے تو نے وجود کا مزا چکھایا ازل میں ہم سے عہدِ الست لے کر ہم کو شیدا بنا دیا۔ وا۔ باز، واپس۔ نُقل۔ وہ میوہ یا نمکین وغیرہ جو شراب کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔ نقش۔ ممکنات واجب کا نقش و نگار ہیں۔ ٢ ما نبودیم۔ ہمارا وجود بھی نعمت ہے جو بلا مانگے ملی اور ہمیں اشرف المخلوقات بنایا۔ عاجز و بستہ۔ اگر خدا اپنی نعمتیں ہم سے چھین لے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ بارگہ۔ عالم، دنیا۔ سوزن۔ سوئی۔ ٣ کارگہ۔ وہ کپڑا جس پر نقاش بیل بوٹے کاڑھتا ہے۔ دست۔ ہاتھ، طاقت۔ دفع۔ روکنا، دھکیلنا۔ نُطق۔ قوتِ گویائی۔ ضرّ۔ نقصان۔ بیت۔ یعنی ان اشعار کی تفسیر ما رمیت۔ غزوۂ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مٹھی کنکریاں کفار کی طرف پھینکیں جس سے وہ بدحواس ہو کر شکست کھا گئے۔

گر بپرّانیم تیر آں کے ز ماست | ماکمان[1] و تیر اندازش خداست
اگر ہم تیر چلاتے ہیں تو وہ ہماری وجہ سے کب ہے؟ | ہم تو کمان ہیں اور تیر چلانیوالا خدا ہے

ایں نہ جبر[2] ایں معنئ جبّاری ست | ذکرِ جبّاری برائے زاری ست
یہ جبر نہیں ہے، یہ جبّاری کے معنیٰ ہیں | جبّاری کا ذکر (انسان کا) عجز ظاہر کرنے کیلئے ہے

زاریِ ما شد دلیلِ اضطرار[3] | خجلتِ ما شد دلیلِ اختیار
ہمارا عجز، اضطرار کی دلیل ہے | ہماری شرمندگی، اختیار کی دلیل ہے

گر نبودے اختیار ایں شرم چیست؟ | ویں دریغ و خجلت و آزرم چیست؟
اگر اختیار نہ ہوتا تو یہ شرم کیا ہے؟ | اور یہ افسوس اور شرمندگی اور صلح جوئی کیا ہے؟

زجرِ اُستاداں بشاگرداں چراست؟ | خاطر از تدبیرہا گرداں چراست؟
اُستادوں کی جھڑکی، شاگردوں کو کیوں ہے؟ | تدبیروں میں طبیعتیں سرگرداں کیوں ہیں؟

ور تو گوئی غافل ست از جبر اُو | ماہِ حق پنہاں کند در اَبرِ اُو
اگر تو کہے، وہ جبر سے غافل ہے | اللہ کا چاند اُس کو اپنے اَبر میں چھپا دیتا ہے

ہست ایں را خوش جواب[4] ار بشنوی | بگذری از کفر و بر دیں بگروی
اگر تو سُنے تو اس کا (بھی) اچھا جواب ہے | تو کفر سے بچ جائیگا اور دین پر مائل ہو جائیگا

حسرت و زاری کہ در بیماری ست | وقتِ بیماری ہمہ بیداری ست
حسرت اور عاجزی جو بیماری میں ہے | بیماری کا وقت پوری بیداری ہے

آں زماں کہ میشوی بیمار تو | میکُنی از جُرم اِستغفار تو
جس وقت تو بیمار ہوتا ہے | تو گناہ سے توبہ کرتا ہے

می نماید بر تو زشتی گنہ | میکُنی نیّت کہ باز آیم بره
تیرے اوپر گناہ کی برائی کھل جاتی ہے | تو ارادہ کرتا ہے کہ راہِ راست پر لوٹ آؤں گا

عہد و پیماں میکُنی کہ بعد ازیں | جُز کہ طاعت نبودم کارِ گزیں
تو عہد اور پیماں کرتا ہے کہ اس کے بعد | عبادت کے علاوہ کوئی کام نہ کروں گا

پس یقیں گشت آنکہ بیماری ترا | می بہ بخشد ہوش و بیداری تُرا
لہٰذا یقین ہو گیا کہ تیری بیماری | تجھے ہوش اور بیداری بخشتی ہے

پس بداں ایں اصل را اے اصل جو | ہر کرا درد ست اُو بُردست بو
اے راز کے طالب! اس حقیقت کو سمجھ لے | جس میں درد ہے اُس کو پتہ مل گیا ہے

---

[1] ماکمان۔ ہم محض ایک آلہ ہیں اصل فاعل خدا کی ذات ہے۔ جبر۔ زبردستی، فرقۂ جبریہ کا عقیدہ ہے کہ انسان اپنے افعال میں مجبورِ محض ہے، اُسے بالکل اختیار نہیں ہے، اہلِ سنّت کے نزدیک انسان کو اختیار ہے لیکن یہ اختیار خدا کے اختیار کے تابع ہے۔ جبّاری۔ زبردستی دباؤ۔ زاری۔ ضُعف، ناتوانی۔ برآئے۔ یعنی اللہ کی جبّاری سے انسان کا مجبورِ محض ہونا لازم نہیں آتا۔

[3] اضطرار۔ مجبوری۔ خجلت شرمندگی۔ یعنی انسان میں جبر اور اختیار ملا جلا ہے، لہٰذا وہ مضطر بھی ہے اور مختار بھی۔ دریغ۔ افسوس۔ آزرم صلح جوئی۔ شرم چیست اگر انسان مجبورِ محض ہوتا تو اپنے گناہوں پر کیوں شرماتا۔ زجر۔ جھڑکی خاطر طبیعت، دل۔ گرداں۔ پریشان۔ چراست۔ یعنی اگر شاگرد مجبورِ محض ہوتا تو اُستاد اس کو کیوں جھڑکتا گرداں۔ مدتبروں کا تدبیریں کرنا بھی جبر کے منافی ہے۔ ور۔ یعنی اگر یہ اعتراض ہو کہ مدتبروں کی سرگردانی اور اُستاد کا جھڑکنا اس بنیاد پر ہے کہ انکو جبر کا احساس نہیں

[4] خوش جواب۔ اِسکا بہت

هر که او بیدارتر پُر دردتر
جو زیادہ ہوشمند ہے وہی زیادہ پُر درد ہے

هر که او آگاه‌تر رُخ زردتر[1]
جو زیادہ باخبر ہے اُس کا چہرہ زیادہ زرد ہے

گر ز جبرش[2] آگهی زاریت کو
اگر تو اُسکے جبر کا معتقد ہے تو تیری عاجزی کہاں ہے؟

جنبشِ زنجیرِ جبّاریت کو
تیری مجبوری کی زنجیر کی جھنکار کہاں ہے؟

بسته در زنجیر رادی چوں کند
زنجیر سے جکڑا ہوا، سخاوت کیسے کر سکتا ہے؟

چوبِ اشکسته عمادی چوں کند
ٹوٹی ہوئی لکڑی ستون کب بن سکتی ہے؟

کے اسیرِ حبس[5] آزادی کند
قید خانہ کا قیدی، آزادی کب منا سکتا ہے؟

کے گرفتارِ بلا شادی کند
مصیبت میں گرفتار، خوشی کب منا سکتا ہے؟

ور تو می‌بینی که پایت بسته‌اند
اگر تو دیکھتا ہے کہ تیرے پیر باندھ دئیے ہیں

بر تو سرهنگانِ شه بنشسته‌اند
تجھ . . ادشاہ سے سپاہی مسلط ہیں

پس تو سرهنگی مکن با عاجزاں
لہٰذا تو کمزوروں پر سپاہی نہ بن

زانکه نبود طبع و خوی عاجزاں
اِسلئے کہ . . . . . کی طبیعت اور عادت نہیں ہوتی ہے

چوں تو جبرِ او نمی‌بینی مگو
جب تو اُسکا جبر نہیں دیکھتا ہے، تو قائل نہ ہو

ور همی‌بینی نشانِ دید کو
اور اگر تو دیکھتا ہے، تو دیکھنے کی دلیل کہاں ہے؟

اندراں کاریکه میل ستت بداں
جس کام میں تیرا میلان ہوتا ہے اُس میں

قدرتِ خود را همی‌بینی عیاں
تو اپنی قدرت کو کھلا دیکھتا ہے

اندراں کاریکه میلت نیست و خواست
جس کام میں تیری خواہش اور میلان نہیں ہے

اندراں جبری شوی کیں از خداست
اُس میں تو جبری بنتا ہے کہ یہ خدا کی جانب سے ہے

انبیا[3] در کارِ دنیا جبری‌اند
انبیاء دنیا کے کام میں جبری ہیں

کافراں در کارِ عقبیٰ جبری‌اند
کافر، آخرت کے کام میں جبری ہیں

انبیا را کارِ عقبیٰ اختیار
انبیاء کے لئے آخرت کے کام اختیاری ہیں

کافراں را کارِ دنیا اختیار
کافروں کے لئے دنیا کے کام اختیاری ہیں

زانکه هر مرغے بسوئے جنسِ خویش
کیونکہ ہر پرندہ اپنی جنس کی طرف

می‌رود او در پس و جاں پیش پیش
پیچھے پیچھے جاتا ہے اور جان آگے آگے

کافراں چوں جنسِ سجّین آمدند
کافر، چونکہ سجّین کی جنس کے ہیں

سجنِ دنیا را خوش آئین آمدند
دنیا کے قید خانہ کے قوانین خوب سمجھتے ہیں

---

[1] رُخ زرد۔ چہرے کی زردی خوف کی علامت ہے۔ [2] گر۔ اگر اللہ کی طرف سے جبر ہو تو انسان کو ہر کام سے عاجز ہونا چاہئے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے اور کہیں تو جبر کی آواز ہونی چاہئے۔ رادی۔ سخاوت، راد۔ سخی۔ اسیر۔ قیدی۔ [5] حبس۔ قید خانہ۔ سرہنگ۔ سپاہی۔ سرہنگی سپاہیانہ جبر و تشدد۔ زانکہ۔ مجبور دوسروں پر جبر نہیں کر سکتا اور انسان دوسروں پر جبر و ظلم کرتا ہے۔ خواست۔ خواہش جبری۔ مجبور۔ کیں۔ کہ ایں از خداست۔ یہ انسان کی عادت ہے کہ حسبِ منشا کاموں میں اپنا اختیار سمجھتا ہے اور جو کام نہ کرنا چاہئے اُس میں اپنے آپ کو مجبور ظاہر کرتا ہے۔ [3] انبیاء۔ دنیاوی کاموں میں ترکِ اسباب کرتے ہیں اور کافر آخرت کے کاموں میں۔ اختیار۔ انبیاء آخرت کے کاموں کو اختیاری سمجھتے ہیں اور کافر دنیا کے کاموں کو۔ ہر مرغے۔ پرند اِسقدر خوشی سے جاتا ہے کہ خود تو پیچھے ہو جاتا ہے اور اُس کی جان اُس سے بھی آگے ہوتی ہے۔ سجّین۔ وہ جگہ جہاں کفار کے نام محفوظ ہیں، جہنم کی ایک وادی کا بھی نام ہے۔

انبیاء چوں جنسِ علّییں بُدند | سوئے علّییں بجان و دل شدند
انبیاء، چونکہ علّیین کی جنس کے تھے | اس لئے وہ دل و جان سے علّیین کی طرف متوجہ ہوئے

ایخدا بنما تو جاں را آں مقام | کاندرو بے حرف میروید کلام
اے خدا! تو جان کو وہ مقام دکھا دے! | جہاں بلا حرفوں کے کلام بنتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد لیک ما | باز گوئیم آں تمامی قصہ را
اس بات کی تو کوئی انتہاء نہیں ہے لیکن ہم | پھر اس باقی قصہ کو سناتے ہیں

نومید کردن وزیر مریداں را در نقضِ خلوت
وزیر کا مریدوں کو تنہائی چھوڑنے سے نا امید کرنا

آں وزیر از اندروں آواز داد | کاے مریداں از من ایں معلوم باد
اُس وزیر نے اندر سے آواز دی | اے مریدو! میری جانب سے یہ معلوم رہے

کہ مرا عیسیٰ چنیں پیغام کرد | کز ہمہ یاران و خویشاں باش فرد
کہ مجھے حضرت عیسیٰ نے ایسا پیغام دیا ہے | کہ تمام دوستوں اور اپنوں سے اکیلے رہو

روئے در دیوار کُن تنہا نشیں | وز وجودِ خویش ہم خلوت گزیں
گوشہ نشین بن، اکیلا بیٹھ | اپنے وجود سے بھی تنہائی اختیار کر

بعد ازیں دستوری گفتار نیست | بعد ازیں با گفتگویم کار نیست
اس کے بعد بات چیت کا حکم نہیں ہے | اس کے بعد بات چیت سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے

اَلوداع اے دوستاں من مُردہ ام | رختِ بر چارم فلک بَر بُردہ ام
اے دوستو! رخصت، میں مُردہ ہوں | سامان چوتھے آسمان پر لے جا چکا ہوں

تا بزیرِ چرخِ ناری چوں حطب | می نسوزم در عنا و در عطب
تاکہ میں آگ کے کرہ کے نیچے، ایندھن کی طرح | مشقت اور محنت میں نہ جلوں

پہلوئے عیسیٰ نشینم بعد ازیں | بر فرازِ آسمانِ چارمیں
اس کے بعد حضرت عیسیٰ کے پہلو میں بیٹھوں گا | چوتھے آسمان کی بلندی پر

ولی عہد ساختن وزیر ہر یک امیر را جدا جدا
ولی عہد بنانا وزیر کا ہر سردار کو علیحدہ علیحدہ

وانگہانے آں امیراں را بخواند | یک بیک تنہا بہر یک حرف راند
تب اُن امیروں کو بلایا | اور ایک ایک کرکے تنہائی میں ہر ایک سے بات کی

۱؎ علّییّن۔ نیکیوں کا رجسٹر، جنّت کا ایک مقام۔ مقام ۲؎ یعنی اے اللہ کو وہ مقام عنایت فرما دے جہاں بلا قال و قیل مکاشفہ سے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ چارم چہارم، حضرت عیسیٰ ۳؎ چوتھے آسمان پر زندہ و سلامت ہیں۔ ۴؎ چرخِ ناری۔ آگ کا کرہ جو ہوا کے کرہ سے اوپر ہے۔ حطب۔ ایندھن عنا۔ مشقت۔ عطب ہلاکت۔ عیسیٰ حضرت عیسیٰ چرخِ چہارم پر ہیں فراز۔ وسعت۔ حرف راندن بات کرنا۔

گفت ہر یک را بدینِ عیسوی ——— نائبِ[1] حق و خلیفہ من توئی
ہر ایک سے کہا کہ عیسوی دین میں ——— اللہ کا نائب اور میرا خلیفہ تو ہی ہے

واں امیرانِ دگر اَتباعِ تو ——— کرد عیسیٰؑ جملہ را اَشیاعِ تو
اور دوسرے امیر، تیرے تابع ہیں ——— حضرتِ عیسیٰؑ نے سب کو تیرا پیرو بنا دیا ہے

ہر امیرے کو کَشد گردن بگیر ——— یا بکُش یا خود ہمیدارش اسیر
جو امیر سرکشی کرے اُس کو گرفتار کر لے ——— یا مار ڈال یا اُس کو اپنا قیدی بنا لے

لیک تا من زندہ ام ایں را مگو ——— تا نمیرم ایں ریاست را مجو
لیکن جب تک میں زندہ ہوں یہ بات نہ کہنا ——— جب تک میں مر نہ جاؤں اس سرداری کی کوشش نہ کرنا

تا نمیرم من تو ایں پیدا مکُن ——— دعوئ شاہی و استیلا مکُن
جب تک میں نہ مروں یہ ظاہر نہ کرنا ——— بادشاہی اور غلبہ کا دعویٰ نہ کرنا

اینک ایں طومار و احکامِ مسیحؑ ——— یک بیک بر خواں تو بر اُمت فصیح
اب یہ دفتر اور حضرتِ مسیحؑ کے احکام ——— ایک ایک کر کے صاف طور پر قوم کے سامنے پڑھ دے

ہر امیرے را چنیں گفت اُو جدا ——— نیست نائب جُز تو در دینِ خدا
ہر امیر سے علیحدہ علیحدہ ایسا ہی کہا ——— کہ خدا کے دین میں تیرے سوا کوئی نائب نہیں ہے

ہر یکے را کرد اُو یک یک عزیز[2] ——— ہر چہ اُو را گفت ایں را گفت نیز
ہر ایک کو اُس نے ایک ایک کر کے معزز بنایا ——— جو اُس سے کہا اِس سے بھی کہا

ہر یکے را اُو یکے طومار داد ——— ہر یکے ضدِّ دگر بُد اَلمُراد
ہر ایک کو اُس نے ایک دفتر دیدیا ——— اور ہر ایک کا مقصد دوسرے کے خلاف تھا

متنِ آں طومارہا بُد مختلف ——— ہمچو شکلِ حرفہا با تا الف
اُن دفتروں کی عبارتیں باہم مختلف تھیں ——— جیسا کہ الف، با، تا کے حروف

حُکمِ ایں طومار ضدِّ حُکمِ آں ——— پیش ازیں کردیم ایں ضد را بیاں
اِس دفتر کا حکم اُس دفتر کے خلاف تھا ——— اور اس اختلاف کو ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں

ضدِّ ہم دیگر ز پایاں تا بسر ——— شرح دادستیم ایں را اے پسر
سر سے پیر تک ایک دوسرے کی ضد ——— اے صاحبزادے! ہم اس کی تفصیل بتا چکے ہیں

کُشتنِ وزیر خود را در خلوت از مُریداں

مُریدوں سے تنہائی میں وزیر کا اپنے آپ کو مار ڈالنا

---

[1] نائب۔ قائم مقام۔ خلیفہ۔ جانشین۔ اَتباع تابع کی جمع، پیرو۔ اَشیاع شیعہ کی جمع، طرفدار۔ کشد گردن۔ سرکشی کرے۔ اَسیر۔ قیدی۔ ریاست۔ حکومت۔ پیدا۔ ظاہر۔ استیلا، غلبہ۔

[2] عزیز۔ معزز، باعزت۔ الف۔ حروفِ تہجی میں سے ہر ایک کی شکل جدا ہے۔ اے پسر۔ گزشتہ مضامین میں اِس کی تشریح کر دی گئی ہے۔

بعد ازاں چل روز دیگر در ببست — خویش را کشت از وجودِ خود برست
اس کے بعد پھر چالیس روز دروازہ بند رکھا — اور اپنے آپ کو قتل کر کے اپنے وجود سے چھٹکارا پایا

چونکہ خلق از مرگِ او آگاہ شد — بر سرِ گورش قیامت گاہ شد[1]
جب لوگ اس کی موت سے آگاہ ہوئے — تو اُس کی قبر پر قیامت کا میدان بن گیا

خلق چنداں جمع شد بر گورِ او — مو کناں جامہ دراں در شورِ او
اُس کی قبر پر بے شمار لوگ جمع ہو گئے — بال نوچتے ہوئے، کپڑے پھاڑتے ہوئے اُسکے غم میں

ق

کاں عدد را ہم خدا داند شمرد — از عرب وز ترک و ز رومی و کرد
اُن کی تعداد کو خدا ہی گننا جانتا ہے — عرب اور ترک اور رومی اور کرد سب ہی انہیں شامل تھے

خاکِ او کردند بر سرہائے خویش — دردِ او دیدند درمانہائے خویش
اُس کی مٹی اپنے سَروں پر ڈالی — اور اپنا علاج اُس کے درد کو سمجھا

آں خلائق بر سرِ گورش مہے — کردہ خوں را از دو چشمِ خود رہے[2]
اُن لوگوں نے ایک مہینہ تک اُسکی قبر پر — اپنی دونوں آنکھوں سے خون بہایا

جملہ از دردِ فراقش در فغاں — ہم شہاں و ہم کہاں و ہم مہاں
اُس کی جدائی کے درد سے سب آہ و زاری میں تھے — بادشاہ بھی، چھوٹے بھی اور بڑے بھی

طلب کردنِ امّتِ عیسیٰؑ کہ ولیعہد از شما کدام ست

حضرتِ عیسیٰؑ کی امت کا معلوم کرنا کہ تم میں سے ولی عہد کون ہے؟

بعدِ ماہے خلق گفتند اے مِہاں — از امیراں کیست بر جایش نشاں
ایک مہینہ کے بعد لوگوں نے کہا اے بزرگو! — سرداروں میں سے اس کا قائم مقام کون ہے

تا بجائے او شناسیمش امام — تا کہ کارِ ما از و گردد تمام
تاکہ اُس کی جگہ ہم اُسکو امام سمجھیں — تاکہ ہمارا کام اُس کے ذریعہ مکمل ہو

سر ہمہ بر اختیارِ او نہیم — دست بر داماں و دستِ او زنیم[3]
ہم سب اُس کے حکم کی اطاعت کریں — اور اُس کے دامن اور ہاتھ کو پکڑ لیں

چونکہ شد خورشید و ما را کرد داغ — چارہ نبود بر مقامش از چراغ
جبکہ سورج غروب ہو گیا اور ہمیں داغ دے گیا — تو اُس کی جگہ چراغ ضروری ہو گیا ہے

چونکہ شد از پیش دیدہ روئے یار — نائبے باید از و ماں یادگار
جب دوست کا چہرہ آنکھوں سے غائب ہو گیا — (تو) ہمیں اُس کا قائم مقام اُسکی یادگار چاہیے

---

[1] قیامت گاہ۔ میدانِ حشر۔ مُو۔ بال۔ کناں۔ کندن، کھودنا، اکھاڑنا دراں۔ دریدن، پھاڑنا کُرد۔ کاف کے ضمہ کے ساتھ، ایک قوم ہے۔ درد۔ تکلیف۔ درماں علاج۔ مہے۔ ایک مہینہ [2] رہ کردن۔ جاری کرنا کِہاں۔ کِہ کی جمع، کم رتبہ، چھوٹا۔ مِہاں۔ مِہ کی جمع، بزرگ، بڑا۔ ولی عہد۔ کسی حاکم کے بعد حاکم ہونے والا۔

[3] دست بر داماں زدن۔ سہارا پکڑنا۔ دست بر دست زدن۔ بیعت کرنا۔ خورشید یعنی وزیر۔ چارہ۔ علاج، تدبیر۔ چراغ۔ سورج کے ڈوبنے پر چراغ جلانا پڑتا ہے ماں۔ مارا۔

چونکہ گُل بگذشت و گلشن شد خراب
جب فصلِ گُل ختم ہو گئی اور چمن تباہ ہو گیا

بوئے گُل را از کہ جوئیم از گلاب
تو پھول کی خوشبو کس سے طلب کریں؟ گلاب سے

حق تعالےٰ چوں نیاید در عیاں
چونکہ خدا مشاہدہ میں نہیں آتا ہے

نائبِ حقند ایں پیغمبراں
یہ پیغمبر اللہ کے قائم مقام ہیں

نے[1] غلط گفتم کہ نائب یا منوب
نہیں میں نے نائب غلط کہا بلکہ وہ اصل ہیں

گر دو[2] پنداری قبیح آید نہ خوب
اور اگر اُن کو دو سمجھوگے تو بُرا ہوگا، اچھا نہ ہوگا

نے دو باشد تا توئی صورت پرست
نہیں، وہ دو ہیں جب تک تو ظاہر پرست ہے

پیشِ اُو یک گشت کز صورت برست
جو ظاہر بینی سے گذرا اُس کے لئے ایک ہیں

چوں بصورت بنگری چشمت دو است
جب تو بظاہر دیکھے گا تو تیری دو آنکھیں ہیں

تو بنورش در نگر کاں یک تو است
تو اُن کے اُس نور کو دیکھ کہ وہ ایک ہی ہے

لاجرم چوں بر یکے افتد بصر
لامحالہ جب ایک چیز پر نظر پڑتی ہے

آں یکے بینی دو ناید در نظر
تو اُسکو تو ایک ہی دیکھے گا، دو نظر نہ آئیں گی

نورِ ہر دو چشم نتواں فرق کرد
دونوں آنکھوں کی روشنی میں فرق نہیں کیا جا سکتا

چونکہ بر نورش نظر انداخت مرد
جب انسان اُن کے نور پر نظر ڈالے

در بیانِ آنکہ جملہ پیغمبراں حق اند کہ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ

اِس کا بیان کہ تمام پیغمبر برحق ہیں اِس لئے کہ "ہم اُن کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے (فرمایا)"

دہ[3] چراغ ار حاضر آری در مکاں
اگر تو دس چراغ ایک جگہ لے آئے

ہر یکے باشد بصورت غیرِ آں
تو ہر ایک چراغ صورت میں دوسرے سے جدا ہوگا

فرق نتواں کرد نورِ ہر یکے
ہر ایک کے نور میں فرق نہیں کیا جا سکے گا

چوں بنورش روئے آری بیشکے
بیشک جب تو اُس کے نور کی طرف رُخ کرے گا

اُطْلُبِ الْمَعْنٰی مِنَ الْفُرْقَانِ وَ قُلْ
اِس کا مطلب قرآن میں تلاش کر اور کہہ

لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اٰحَادِ الرُّسُلْ
کہ ہم رسولوں کی شخصیتوں میں فرق نہیں کرتے ہیں

گر تو صد سیب و صد آبی بشمری
اگر تو سَو سیب اور سَو بہی گنے

صد نماید یک شود چوں بفشری
تو سَو نظر آئیں گے لیکن جب اُنکو نچوڑے گا تو ایک ہو جائیں گے

در معانی قسمت و اعداد نیست
معانی میں تقسیم اور عدد نہیں ہے

در معانی تجزیہ و افراد نیست
تجزیہ اور اکائیاں بھی معانی میں نہیں ہیں

---

[1] نے۔ پہلی بات صحیح نہیں ہے کہ میں نے پیغمبر کو نائب کہدیا ہے۔ نے۔ نہیں یعنی دونوں جداگانہ بھی ہیں۔ صورت پرست۔ ظاہر پرست۔ صورت برست۔ جو ظاہر بینی سے نکلا۔ چشمت۔ یعنی آنکھیں دو ہیں لیکن اُنکی روشنی میں وحدت ہے۔ لاجرم۔ یقیناً، دونوں آنکھیں جب کسی چیز کو دیکھتی ہیں تو وہ ایک نظر آتی ہے۔

[3] دہ چراغ۔ دس چراغ بظاہر دس ہیں لیکن سب کی روشنی میں وحدت ہے۔ و قل۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا۔ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ "ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے ہیں"۔ در معانی۔ تعداد الفاظ میں ہے اور معنی میں وحدت ہے اور اصل چیز معنی ہیں۔

اتحادِ یار با یاراں خوش ست
یار کا یاروں سے اتحاد بہتر ہے

پائے معنیٰ گیر صورت سرکش ست
معنیٰ کا اِتباع کر، ظاہر تو سرکش ہے

صورتِ سرکش[1] گدازاں کن برنج
سرکش ظاہر کو ریاضت سے پگھلا دے

تا بہ بینی زیرِ آں وحدت چو گنج
تاکہ تو اُس کے نیچے خزانہ کی طرح وحدت کو دیکھ لے

ور تو نگدازی عنایت ہائے اُو
اور اگر تو نہ پگھلا سکے تو اُس کی مہربانیاں

ہم گدازد اے دلم مولائے اُو
بھی پگھلا دینگی ہاے (مخاطب) میرا دل اُسکا غلام ہے

اُو نماید ہم بدلہا خویش را
وہ اپنے آپ کو دلوں میں بھی ظاہر کر دیتا ہے

اُو بدوزد خرقۂ درویش را
اور وہ درویش کی گدڑی سی دیتا ہے

منبسط بودیم و یک گوہر ہمہ
ہم بسیط اور بالکل ایک جوہر تھے

بے سر و بے پا بدیم آں سر[2] ہمہ
ہم بے سر و پا تھے اور وہ ہم سب کا سردار و مربی تھا

یک گہر بودیم ہمچوں آفتاب
ہم سورج کی طرح ایک جوہر تھے

بے گدر بودیم و صافی ہمچو آب
ہم میں گدلا پن نہ تھا اور پانی کی طرح صاف تھے

چوں بصورت آمد آں نورِ سرہ
جب اس خالص نور نے صورت اختیار کی

شد عدد چوں سایہ ہائے کنگرہ
تو وہ کنگرہ کے سایوں کی طرح متعدد بن گیا

کنگرہ[3] ویراں کنید از منجنیق
گوپھن کے ذریعہ کنگرہ کو ڈھا دو

تا رود فرق از میانِ ایں فریق
تاکہ اس فریق سے فرق مٹ جائے

در بیان آنکہ انبیاء علیہم السلام گفتند کلّموا النّاس علیٰ قدرِ
اِس بیان میں کہ انبیاء علیہم السلام نے کہا ہے "لوگوں سے انکی عقلوں کے مطابق بات کرو"

عقولِھم زیرا کہ آنچہ ندانند انکار کنند و ایشاں را زیاں دارد
اِس لیے کہ جس کو وہ نہ سمجھیں گے، انکار کر دینگے اور اُن کا نقصان ہوگا

قال علیہ السلام "اُمِرنا اَن نُنزِلَ النّاسَ منازِلَھُم"
آنحضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کو ان کے مرتبوں پر رکھیں"

شرحِ ایں را گفتمے من از مرے
اِس راز کی تفصیل میں زور شور سے بیان کرتا

لیک ترسم تا نہ لغزد خاطرے
لیکن میں ڈرتا ہوں کہ کہیں کوئی دل لغزش نہ کھا جائے

نکتہا چوں تیغِ الماس ست تیز
نکتے، تیز تلوار کی طرح تیز ہیں

گر نداری تو سپر واپس گریز
اگر تیرے پاس ڈھال نہیں ہے واپس بھاگ جا

[1] صورت سرکش۔ یعنی ظاہر پرستی، محنت اور ریاضت کے ذریعہ ختم کردے تو وحدت نظر آنے لگیگی۔ ور۔ اگر تیری ریاضت بھی کام نہ کریگی تو اللہ کی مہربانیاں اِس منزل پر پہونچا دینگی۔ اُو۔ قلب مومن، مظہر ذات خداوندی ہے، اپنے جمال سے درویش کے ٹوٹے دل کو جوڑ دیتا ہے۔

[2] آں سر۔ عالم ارواح میں سب ایک بسیط جوہر تھے اعضاء بھی نہ تھے۔ چوں بصورت۔ جب اِس خالص نور کا مظہر کائنات بنی تو اُس میں تعدد پیدا ہو گیا۔ جیساکہ سورج کی بسیط روشنی مختلف کنگروں پر پڑکر تعدد کو قبول کر لیتی ہے۔

[3] کنگرہ۔ ریاضت کے ذریعہ مختلف مظاہر سے قطع نظر کرلینے کی طاقت پیدا کرو تاکہ یہ تعداد اور فرق مٹ جائے۔ مرے۔ مرار کا امالہ ہے۔ لڑنا جھگڑنا۔ تیغ الماس۔ تیز تلوار۔

پیش ایں الماس بے اسپر[1] میا | کز بریدن تیغ را نبود حیا
اس تیز تلوار کے سامنے سپر کے بغیر مت آ | اس لئے کہ تلوار، کاٹنے سے نہیں شرماتی

زیں سبب من تیغ کردم در غلاف | تا کہ کژ خوانے نخواند بر خلاف
اسی وجہ سے میں نے تلوار، غلاف میں کرلی ہے | تاکہ کوئی الٹا پڑھنے والا، اُلٹا نہ پڑھے

آمدیم اندر تمامی داستاں | از وفاداریِ جمعِ دوستاں
ہم قصہ کے اختتام پر آگئے | دوستوں کے مجمع کی وفاداری کی وجہ سے

کز پس[2] ایں پیشوا بر خاستند | بر مقامش نائبے میخواستند
کہ وہ جو اس پیشوا کے بعد اُٹھے | اُس کی جگہ کوئی قائم مقام چاہتے تھے

مُنازعت کردنِ اُمرا با یک دیگر
سرداروں کا، ایک دوسرے سے جھگڑا کرنا

یک امیرے زاں امیراں پیش رفت | پیشِ آں قومِ وفا اندیش رفت
ان سرداروں میں سے ایک سردار آگے بڑھا | اور اُس وفا اندیش قوم کے سامنے گیا

گفت اینک نائبِ آں مرد من | نائبِ عیسیٰؑ منم اندر زمن
بولا، اب اِس مرد کا میں قائم مقام ہوں | اور زمانہ میں حضرت عیسیٰؑ کا نائب میں ہوں

اینک ایں طومار برہانِ من ست | کایں نیابت بعد ازو آنِ من ست
اب! یہ دفتر میری دلیل ہے | کہ یہ قائم مقامی اُس کے بعد میری ملکیت ہے

آں امیرِ دیگر آمد از کمیں | دعویِ او در خلافت بد ہمیں
دوسرا سردار اپنی جگہ سے آیا | اور قائم مقامی میں اُس کا بھی یہی دعویٰ تھا

از بغل او نیز طومارے نمود | تا بر آمد ہر دو را خشم و جحود
اُس نے بھی بغل میں سے دفتر دکھایا | یہاں تک کہ دونوں کو غصہ اور ضد آگئی

آں امیرانِ دگر یک یک قطار | بر کشیدہ تیغہائے آبدار
دوسرے سرداروں نے بھی صف بستہ ہوکر | تیز تلواریں سونت لیں

ہر یکے را تیغ و طومارے بدست | درہم افتادند چوں پیلانِ مست
ہر ایک کے ہاتھ میں تلوار اور دفتر تھا | اور یہ سب مست ہاتھیوں کی طرح باہم گتھ گئے

ہر امیرے داشت خیلِ بیکراں | تیغہا را بر کشیدند از میاں
ہر امیر کے پاس اَن گنت لشکر تھا | اور اُنہوں نے تلواریں نیام سے نکال لیں

---

[1] اِسپر۔ ڈھال۔ کژ خواں۔ کج خواں، جو غلط مطلب سمجھے۔

[2] پسِ ایں پیشوا۔ وزیر کے مرنے کے بعد۔ وفا اندیش۔ وفادار۔ برہان دلیل۔ آنِ من۔ میری ملکیت۔ جحود۔ یعنی ایک دوسرے کی بات کا انکار۔ بیکراں۔ لاتعداد۔

صد ہزاراں مردِ ترسا[1] کشتہ شد — تا ز سرہائے بُریدہ پُشتہ شد
لاکھوں عیسائی مارے گئے — یہاں تک کہ اُن کے کٹے ہوئے سروں سے پُشتہ بن گیا

خوں رواں شد ہمچو سیل از چپ و راست — کوہ کوہ اندر ہوا زیں گرد خاست
دائیں، بائیں سے سیلاب کی طرح خون بہ نکلا — پہاڑ در پہاڑ ہوا میں غبار اڑا

تخمہائے فتنہا کو کِشتہ بود — آفتِ سرہائے ایشاں گشتہ بود
فتنوں کے بیج جو اُس نے بوئے تھے — وہ اُن کے لئے آفتِ سر بن گئے

جوزہا بشکست و آنکو مغز داشت — بعدِ کُشتن روحِ پاک و نغز داشت
واخروٹ ٹوٹے، اور جس میں گری تھی — مرنے کے بعد وہ ایک پاکیزہ اور عمدہ روح رکھتا تھا

کشتن و مُردن کہ بر نقشِ تن ست — چوں انار و جوز را بشکستن ست
مارنا اور مرنا جو جسم سے متعلق ہے — انار اور اخروٹ توڑنے کی طرح ہے

آنچہ شیریں ست آں شد ناردانگ — وانچہ پوسیدہ ست نبود غیر بانگ
جو میٹھا ہے وہ قیمتی بنا — اور جو گلا، سڑا ہے وہ آواز کے علاوہ کچھ نہیں ہے

آنچہ پُر مغز ست چوں مُشک ست پاک — وانچہ پوسیدہ ست نبود غیر خاک
جو گری سے بھرا ہے، مُشک کی طرح پاک ہے — جو گلا، سڑا ہے وہ سوائے خاک کے کچھ نہیں ہے

آنچہ با معنیٰ[2] ست خوش پیدا شود — وانچہ بےمعنیٰ ست خود رُسوا شود
جو پُر حقیقت ہے وہ اچھا ہو جاتا ہے — اور جو بےحقیقت ہے وہ خود رسوا ہو جاتا ہے

رَو بمعنیٰ کوش اے صورت پرست — زانکہ معنیٰ بر تنِ صورت پَرست
اے صورت کے پجاری بجا معنیٰ کی کوشش کر — اس لئے کہ معنیٰ ظاہر کے جسم کے لئے پَر ہیں

ہمنشینِ اہلِ معنیٰ باش تا — ہم عطا یابی و ہم باشی فتی
اہلِ باطن کا ہمنشیں بن تا کہ — انعام بھی پائے اور مرد بھی بنے

جانِ بےمعنیٰ دریں تن بےخلاف — ہست ہمچوں تیغِ چوبیں در غلاف
اس بدن میں بےمعنیٰ جان، یقیناً — غلاف میں لکڑی کی تلوار کی طرح ہے

تا غلاف[3] اندر بود باقیمت ست — چوں بروں شد سوختن را آلت ست
جب تک وہ غلاف میں ہو قیمتی ہے — جب باہر نکلی، جلانے کی چیز ہے

تیغِ چوبیں را مبر در کارزار — بنگر اوّل تا نگردد کار زار
میدانِ جنگ میں لکڑی کی تلوار نہ لے جا — پہلے دیکھ لے تا کہ کام خراب نہ ہو

---

[1] ترسا۔ عیسائی۔ کوہ کوہ۔ یعنی غبار کے پہاڑ ہوا میں اڑنے لگے۔ جوز۔ اخروٹ۔ نغز۔ نادر، عمدہ، عجیب۔ بانگ۔ آواز یعنی خراب اخروٹ میں ٹوٹنے کی آواز کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

[2] معنیٰ۔ حقیقت، باطنی خوبیاں۔ پَر۔ جسم کی پرواز باطنی خوبیوں کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اہلِ معنیٰ۔ یعنی اولیاء اللہ۔ فتی۔ نوجوان، عارف باللہ۔ جانِ بےمعنیٰ۔ وہ روح جس میں کوئی بزرگی نہ ہو۔

[3] تا غلاف۔ زندگی میں کچھ قدر و قیمت ہو سکتی ہے۔ مرنے کے بعد جہنم کا ایندھن ہے۔ کارزار۔ میدانِ جنگ، خراب کام یعنی میدانِ حشر میں دیکھ روح کام کی ثابت ہو جو فضائل سے پُر ہو گی۔

گر بُوَد چوبیں بَرو دیگر طلب
اگر وہ لکڑی کی ہے، جا دوسری لے

ور بُوَد الماس پیش آبا طرب
اور اگر تیز تلوار ہے تو خوشی سے سامنے آ

تیغ[1] در زرّاد خانہ اولیاست
تلوار، اولیاء کے اسلحہ خانہ میں ہے

دیدنِ ایشاں شمار اکیمیاست
اُن کا دیدار تمہارے لئے کیمیا ہے

جُملہ دانایاں ہمیں گفتہ ہمیں
تمام سمجھداروں نے یہی کہا ہے

ہست دانا رَحمَۃً لِّلعَالَمِین
کہ عقل مند دونوں جہان کے لئے رحمت ہے

ق

گر انارے میخری خنداں بخر
اگر تو انار خریدے، کھلا ہوا خرید

تا دہد خندہ ز دانہ اُو خبر
تاکہ کھلا ہونا اُس کے دانہ کی بابت بتادے

اے مُبارک خندہ اش کو از دہانٓ
اُس شخص کی مسکراہٹ بڑی مبارک ہے

مینماید دِل چو دُر از دُرجِ جاں
جو موتی جیسا صاف اور آبدار دل جان کی ڈبیہ سے دکھاتا ہے

نامُبارک خندۂ آں لالہ بُود
منحوس ہنسی اُس گلِ لالہ کی تھی

کز دہانِ اُو سوادِ دِل نمُود
جس کے مُنہ سے اُسکے دل کی سیاہی ظاہر ہوگئی

نارِ[2] خنداں باغ را خنداں کند
مسکراتا انار، باغ کو مسکراتا بنا دیتا ہے

صحبتِ مَرداںت از مرداں کند
مَردوں کی صحبت تجھے مَردوں میں سے بنادیگی

یک زمانے صحبتے با اولیاء
تھوڑی سی دیر، اولیاء کی ہمنشینی

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
سَو سالہ، بے ریا عبادت سے بہتر ہے

گر تو سنگِ خارہ و مَرمَر شوی
اگر تو سنگِ خارہ اور سنگِ مرمر ہو

چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی
جب صاحبِ دل کے پاس پہنچے گا تو موتی بن جائے گا

مہرِ پاکاں درمیانِ جاں نشاں
پاک لوگوں کی محبت جان میں بٹھالے

دل مدہ اِلّا بمہرِ دل خوشاں
خوش دل لوگوں کی محبت کے علاوہ دل نہ دے

کوئے[3] نومیدی مَرو کامید ہاست
مایوسی کے کوچہ میں نہ جا، کیونکہ امیدیں ہیں

سوئے تاریکی مَرو خورشید ہاست
اندھیرے کی طرف نہ جا، سورج ہیں

دل تُرا در کوئے اہلِ دل کشد
دل تجھے اہلِ دل کے کوچہ کی طرف کھینچتا ہے

تن تُرا در حبسِ آب و گِل کشد
اور جسم تجھے پانی، مٹی کے قید خانہ کی طرف کھینچتا ہے

ہیں غذائے دِل بدہ از ہمدلے
ہاں! کسی دل والے سے دلیگر، دل کو خوراک دے

رَو بجُو اقبال را از مُقبلے
جا! کسی نصیبہ والے سے نصیبہ تلاش کر

---

[1] تیغ۔ اگر اپنی رُوح کو آبدار تلوار کی طرح قیمتی بنانا ہے تو اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کرو وہ اکسیر ہے۔ زرّاد خانہ۔ اسلحہ خانہ۔ انارے۔ یعنی شیخِ طریقت اسکو بناؤ جس میں آثارِ نبوت نمایاں ہوں اور اُس کا دل موتی کی طرح مُصفّٰی ہو۔

[2] نار۔ انار کا مخفف ہے۔ مرداں یعنی اولیاء اللہ۔ یک زمانے۔ بعض نسخوں میں دوسرا مصرعہ "بہتر از صد سال بودن در تقا" ہے جس کا ترجمہ ہے سَو سال تقوے میں گذارنے سے بہتر ہے۔ سنگِ خارہ۔ ایک قسم کا سخت پتھر ہے۔ مَرمَر۔ ایک قسم کا سفید پتھر ہے۔ دل مدہ۔ انسان کو اولیاء اللہ کی محبت کا شیدائی ہونا چاہئے۔

[3] کوئے نا امیدی۔ یعنی شیخ کامل کے وجود سے انسان کو مایوس نہونا چاہئے۔ خورشید ہا یعنی اولیاء اللہ۔ اہلِ دل۔ اہلِ باطن، اولیاء اللہ۔ آب و گِل۔ یعنی مادّی لذّتیں۔ کشد۔ یعنی انسان کی طبیعت کے مختلف تقاضے ہیں۔ ہیں۔ کلمہ تنبیہ ہے۔ ہمدل۔ وہ شخص جس سے دل لگے۔ مُقبل۔ اقبال مند۔

دستِ زن در ذیلِ صاحب دولتے | تا ز افضالش بیابی رفعتے
کسی دولت والے کا دامن تھام لے | تاکہ اُس کی بزرگی سے تو بلندی پالے

صحبتِ صالح تُرا صالح کند | صحبتِ طالح ترا طالح کند
نیک کی صحبت تجھے نیک بنائے گی | بدبخت کی صحبت تجھے بدبخت بنائیگی

نعتِ تعظیمِ مصطفیٰؐ کہ در انجیل بود
آنحضورؐ کی تعظیم کی تعریف جو انجیل میں تھی

بود در انجیل نامِ مصطفیٰؐ | آن سرِ پیغمبراں بحرِ صفا
مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام انجیل میں تھا | جو پیغمبروں کے سردار اور صفا کے سمندر ہیں

بود ذکرِ حلیہ ہا و شکلِ اُو | بود ذکرِ غزو و صوم و اکلِ اُو
اُن کے حلیہ اور شکل کا ذکر تھا | اُن کے جہاد اور روزے اور کھانے کا ذکر تھا

طائفہ نصرانیاں بہرِ ثواب | چوں رسیدندے بداں نام و خطاب
عیسائیوں کی ایک جماعت ثواب کے لئے | جب اُس نام اور خطاب پر پہنچتے

بوسہ دادندے بر آں نامِ شریف | رُو نہادندے بداں وصفِ لطیف
اُس متبرک نام کو بوسہ دیتے | اُس پاک تعریف پر منہ رکھ دیتے

اندریں قصہ کہ گفتم آں گروہ | ایمن از فتنہ بُدند و از شکوہ
اُس قصہ میں جس گروہ کا میں نے ذکر کیا ہے | وہ خوف و خطر سے بے خوف تھا

ایمن از شرِّ امیران و وزیر | در پناہِ نامِ احمدؐ مستجیر
سرداروں اور وزیر کے شر سے مطمئن | اور احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کی پناہ میں پناہ گزیں تھا

نسلِ ایشاں نیز ہم بسیار شد | نورِ احمد ناصر آمد یار شد
اُن کی نسل بھی زیادہ ہو گئی | اور احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نور ساتھی اور مددگار بن گیا

واں گروہِ دیگر از نصرانیاں | نامِ احمد داشتندے مستہاں
لیکن عیسائیوں کا دوسرا گروہ | احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کی بے حرمتی کرتا تھا

مستہان و خوار گشتند از فتن | از وزیرِ شوم رائے شوم فن
وہ فتنوں کی وجہ سے ذلیل و خوار ہو گئے | بدرائے اور بدکار وزیر کے

مستہان و خوار گشتند آں فریق | گشتہ محروم از خود و شرطِ طریق
وہ فریق ذلیل اور خوار ہو گیا | اپنے سے بھی محروم ہوا اور مذہب کے آداب سے بھی

۱؎ دست زدن۔ پکڑ لینا۔ ذیل۔ دامن۔ اِفضال۔ ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ، بزرگی، فضل و کرم۔ رِفعت۔ را کے کسرہ کے ساتھ بلندی۔ صالح۔ نیک۔ طالح۔ بدبخت۔
۲؎ حُلیہ۔ حا کے ضمہ سے، صورت، خلقت۔ غزو۔ جنگ، وہ جنگ جس میں آنحضورؐ نے شرکت کی۔ صوم۔ روزہ۔ اکل۔ کھانا۔ طائفہ۔ جماعت، گروہ۔ نامِ شریف۔ آنحضورؐ کا نامِ نامی۔ ایمن۔ مامون، مطمئن۔ شکوہ۔ خوف، دبدبہ۔
۳؎ مستجیر۔ پناہ پکڑنے والا۔ ناصر۔ مددگار۔ مستہان۔ ذلیل، بے قدر۔ فتن۔ فتنہ کی جمع۔ شوم۔ منحوس۔ فن۔ ہنر، پیشہ۔ از خود۔ یعنی فتنوں میں مارے گئے۔ شرطِ طریق۔ یعنی دین اور مذہب کے آداب۔

هم مُخبّط دین شاں و حُکمِ شاں
اُن کا مذہب اور اُن کا قانون بھی تہ و بالا ہو گیا

از پئے طومار ہائے کژ بیاں
کج بیان دفتروں کی وجہ سے

نامِ احمد چوں چنیں یاری کند
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام جب اس طرح مدد کرتا ہے

تاکہ نورش چوں مددگاری کند
تو اُن کا نور کس قدر مدد کر سکتا ہے؟

نامِ احمد چوں حصارے شد حصیں
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام جب مضبوط قلعہ بنا

تاچہ باشد ذاتِ آں روحُ الامیں
تو اُس روح الامین کی ذات کس درجہ کی ہوگی؟

حکایتِ بادشاہِ جہودِ دیگر کہ در ہلاکِ دینِ عیسیٰؑ جہد می کرد

ایک دوسرے یہودی بادشاہ کی حکایت جو حضرت عیسیٰؑ کے دین کی تباہی کی کوشش کرتا تھا

بعد ازیں خونریزِ درماں ناپذیر
اس ناقابلِ علاج خونریزی کے بعد

کاندر افتاد از بلائے آں وزیر
جو اُس وزیر کی مصیبت کی وجہ سے واقع ہوئی تھی

یک شہِ دیگر ز نسلِ آں جہود
اُس یہودی کی نسل سے ایک دوسرا بادشاہ

در ہلاکِ قومِ عیسیٰؑ رُو نمود
حضرت عیسیٰؑ کی قوم کی ہلاکت کی طرف وہ متوجہ ہوا

گر خبر خواہی ازیں دیگر خروج
اگر تو اس دوسری بغاوت کی خبر چاہتا ہے

سورہ بر خواں والسّماءِ ذاتِ البروج
تو سورۂ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ کو پڑھ لے

سُنّتِ بد کز شہِ اوّل بزاد
بُرا طریقہ جو پہلے بادشاہ سے پیدا ہوا

ایں شہِ دیگر قدم بر وے نہاد
اِس دوسرے بادشاہ نے اُس پر قدم رکھا

ہر کہ او بنہاد ناخوش سنّتے
جس کسی نے کوئی بُرا طریقہ ایجاد کیا

سوئے او نفریں رود ہر ساعتے
اُس کی جانب ہر وقت لعنت جاتی ہے

زانکہ ہر چہ ایں کند زانگوں ستم
اِس لئے کہ جو کچھ یہ اِس طرح کا ظلم کریگا

زاولیں جوید خدا بے بیش و کم
بغیر کمی بیشی کے خدا پہلوں سے باز پرس کریگا

نیکواں رفتند و سنّتہا بماند
نیک لوگ گذر گئے اور اُنکے طریقے رہ گئے

وز لئیماں ظلم و لعنتہا بماند
اور کمینوں سے ظلم اور لعنتیں (باقی) رہ گئیں

تا قیامت ہر کہ جنسِ آں بداں
قیامت تک اُن بُروں کی جنس سے جو

در وجود آید بود رویش بداں
وجود میں آتا ہے اُس کا رخ اُنہی کی طرف ہوتا ہے

رگ رگ است ایں آبِ شیریں و آبِ شور
یہ میٹھا پانی اور کھاری پانی رگ رگ میں ہے

در خلائق میرود تا نفخِ صور
جو لوگوں میں صور پھونکے جانے تک جاری رہیگا

لہ مُخبّط۔ اُلٹ پلٹ، تہ و بالا۔ کژ۔ کج۔ حِصار۔ قلعہ۔ حَصین۔ مضبوط۔ روحُ الامین۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ آپ اُمّت کے مدبّر اور امانتدار ہیں، حضرت عیسیٰؑ، حضرت جبرئیلؑ۔ جہد۔ کوشش۔ خروج۔ بغاوت، فتنہ و فساد۔

سلہ البروج۔ سورۂ بروج کی آیت قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔

سلہ سُنّتِ بد۔ جو کوئی بُری رسم جاری کرتا ہے تو قیامت تک جو لوگ اُس پر عمل کریں گے بھی اُن کی بُرائی میں شریک سمجھا جائیگا اور نیک طریقہ ایجاد کرنیوالے کو قیامت تک عمل کرنیوالوں کی نیکیوں میں شریک سمجھا جائیگا۔ آبِ شیریں۔ یعنی خوبیاں۔ آبِ شور۔ یعنی بُرائیاں۔ نفخِ صور۔ یعنی اسرافیل فرشتہ کا بوق بجانا جو قیامت کے قریب ہوگا۔

نیکواں[۱] را ہست میراث از خوشاب | آنچہ میراث ست اَوْرَثْنَا الْکِتَاب
نیکوں کا ورثہ میٹھا پانی ہے | جو "اَوْرَثْنَا الْکِتَابَ" کی میراث ہے

شد نیازِ طالباں اَر بنگری | شعلہا از گوہرِ پیغمبری
اگر تو غور کرے تو طالبوں کی نیاز مندی | پیغمبری جوہر کے شعلے ہیں

شعلہ ہا با گوہراں گرداں بود | شعلہ آں جانب رود ہم کاں بود
شعلے، جواہر کے ساتھ گردش کرتے ہیں | انوار اُس جانب جاتے ہیں جہاں وہ ہوتے ہیں

نورِ روزن گردِ خانہ می دود | زانکہ خور بُرجے بہ بُرجے می رود
روشندان کی روشنی گھر کے چاروں طرف دوڑتی ہے | اِسلئے کہ سورج ایک برج سے دوسرے برج میں جاتا ہے

ہر کرا با اخترے پیوستگیست | مر وُرا با اخترِ خود ہم تگی ست
جس کو کسی ستارے سے وابستگی ہے | اُس کی اپنے ستارے کے ساتھ دوڑ ہے

طالعش گر زہرہ[۲] باشد در طرب | میلِ کلّی دارد و عشق و طلب
اگر اُس کا بُرج زہرہ ہوگا تو عیش و طرب | اور عشق و طلب میں پورا میلان رکھے گا۔

ور بود مرّیخی خوں ریز خُو | جنگ و بہتان و خصومت جوید اُو
اور اگر وہ مریخ جیسی خونریز عادت والا ہے | تو وہ لڑائی، بہتان اور جھگڑے کی جستجو کریگا

اخترانند از ورائے اختراں | کاحتراق و نحس نبود اندراں
ستاروں کے پیچھے اور ستارے ہیں | اُن میں جلانے کا میلان اور نحوست نہیں ہے

سائراں در آسمانہائے دگر | غیرِ ایں ہفت آسمانِ مشتہر
جو دوسرے آسمانوں میں گردش کر رہے ہیں | اِن مشہور سات آسمانوں کے علاوہ

راسخاں در تابِ انوارِ خدا | نے بہم پیوستہ نے از ہم جدا
(وہ ستارے) خدا کے انوار کی گرمی میں ثابت قدم ہیں | نہ باہمی جڑے ہوئے ہیں نہ ایک دوسرے سے جدا ہیں

ہر کہ باشد طالعِ اُو زاں نجوم | نفسِ اُو کفّار سوزد در رجوم
جس شخص کا بُرج اِن ستاروں سے ہوگا | اُس کا نفس کفار کو رجوم کے وقت جلا دیگا

خشمِ مرّیخی نباشد خشمِ اُو | منقلب رَو غالب و مغلوب خُو
اُس کا غصہ مریخی غصہ نہیں ہوگا | وہ سر جھکا کر چلنے والا، غالب اور مغلوب عادت والا ہے

نورِ غالب ایمن از کسف و غسق | درمیانِ اصبعین نورِ حق
وہ غالب نور والا ہے، گہن اور اندھیرے سے محفوظ | اللہ کے نور کی دو انگلیوں کے درمیان

---

۱ نیکواں۔ نیکو کی جمع۔ خوشاب میٹھا پانی۔ الکتاب۔ قرآن پاک میں مذکور ہے "ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتَابَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا" پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے اُن لوگوں کو اِس کتاب کا وارث ٹھہرایا جنکو ہم نے انتخاب کیا۔ تو اِس آیت میں جس میں میراث کا ذکر ہے یہی اخلاقِ حسنہ اور عبادات صالحہ مراد ہیں۔ شعلہا۔ یعنی انوارِ نبوّت۔ گوہراں۔ یعنی اولیاء اللہ۔ کاں بود جہاں اولیاء اللہ ہوں گے وہاں ہی انوارِ نبوت ہونگے۔ نورِ روزن۔ ازل سے آفتاب نبوت مختلف انبیاء پر ضو فگن ہوتا رہا تو انبیاء کو روشنی ایک ہی جگہ سے حاصل ہوئی اِسی لئے اصولِ دین میں سب متحد ہیں۔ پیوستگی وابستگی۔ ہم تگی۔ مل کر دوڑنا۔ ۲ زُہرہ۔ سیارہ کا نام ہے اُس سے جس کو مناسبت ہوتی ہے، اُس آدمی کا عشق و محبت کی طرف میلان ہوتا ہے۔ مرّیخ۔ ستارہ کا نام ہے جس کے اثرات جنگ جوئی اور خونریزی مانے گئے ہیں، ستاروں کے لامحالہ اثرات پڑتے ہیں، اگر ستاروں کی تاثیرات بقضاء اللہ مانی جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں، ہاں اُن کو مؤثرِ حقیقی ماننا کفر ہے۔ اخترانند۔ یعنی اولیاء اللہ ایسے ستارے ہیں۔ جنکی تاثیر میں خیر ہی خیر ہے۔ سائراں۔ اولیاء اللہ کی سیراں ساتوں آسمانوں سے ورا الورا ہے۔ م راسخاں۔ اولیاء اللہ کی صفات بیان فرمائی ہیں۔ نے۔ فلکی ستاروں میں باہمی اتّصال اور جدائی سے جو نقائص پیدا ہوتے ہیں اولیاء اللہ اُن سے بری ہیں۔ ۳ رُجوم۔ رجم کی جمع وہ چیز جو پھینک کر ماری جائے فلکی ستاروں سے قدرت یہ کام

(بقیہ صفحہ [illegible] پر)

حق فشاند آں نور را بر جانہا — مُقبلاں برداشتہ دامانہا
اللہ تعالیٰ نے اُس نور کو روحوں پر نچھاور فرمایا — جس سے نصیبہ ور اپنے دامن بھرے ہوئے ہیں

واں نثارِ[1] نور ہر کو یافتہ — روئے از غیرِ خُدا برتافتہ
جس نے اُس نور کا نچھاور پالیا — اُس نے منہ خدا کے غیر سے موڑ لیا

ہر کرا دامانِ عشقے نابُدہ — زاں نُثارِ نور بے بہرہ شدہ
جس کے پاس عشق کا دامن نہ تھا — وہ اُس نور کے نچھاور سے بے حصّہ رہا

جزوہا را رُوہا سوئے کُل ست — بُلبلاں را عشق بارُوئے گُل ست
اجزاء کے رُخ، کُل کی طرف ہیں — بُلبلوں کو پھول کے چہرہ سے عشق ہے

گاؤ را رنگ از بروں و مرد را — از دروں جُو رنگِ سُرخ و زرد را
بیل کا رنگ باہر سے اور انسان کا — اندر سے ڈھونڈھ، سُرخ اور زرد رنگ

رنگہائے نیک از خُمِّ صفا ست — رنگِ زشتاں از سیاہ آبہ[2] جُفا ست
نیک لوگوں کے رنگ صفا کے مٹکے سے ہیں — اور بروں کے رنگ، میل کچیل کے سیاہ پانی سے ہیں

صِبغۃُ اللہ[3] نامِ آں رنگِ لطیف — لعنۃُ اللہ بوئے ایں رنگِ کثیف
صبغۃ اللہ اُس پاک رنگ کا نام ہے — لعنۃ اللہ اِس گندے رنگ کی بد بو ہے

آنچہ از دریا[4] بدریا می رَود — از ہماں جا کاید آنجا می رَود
جو پانی دریا سے آتا ہے، دریا میں جاتا ہے — جس جگہ سے آتا ہے اُسی جگہ جاتا ہے

از سرِ کُہ سیلہائے تیز رَو — وز تنِ ما جانِ عشق آمیز رو
پہاڑ کی چوٹی سے تیز رَو سیلاب — اور ہمارے جسم سے عشق میں ڈوبی ہوئی جان رواں ہوتی ہے

آتش افروختنِ بادشاہ و بُت نہادن پہلوئی آتش کہ

بادشاہ کا، آگ جلانا اور آگ کے پاس بُت رکھنا کہ

ہر کہ ایں بُت را سجود کند از آتش رہائی یابد

جو بُت کو سجدہ کرے گا وہ آگ سے نجات پائے گا

آں جہودِ سگ بہ بیں چہ رائے کرد — پہلوئے آتش بُتے بر پائے کرد
دیکھو! اُس یہودی کتّے نے کیا تدبیر کی؟ — آگ کے پاس ایک بُت کھڑا کر دیا

کانکہ ایں بُت را سجود آرد برست — ور نیارد در دلِ آتش نشست
کہ جو اُس بُت کو سجدہ کریگا چھوٹ جائیگا — اور اگر نہیں کریگا، آگ میں بھسم ہو جائیگا

(بقیہ صفحہ ۱۰۴ سے آگے) یتی ہے کہ جب شیاطین غیبی باتیں اُچکنے کے لئے آسمان کی طرف جاتے ہیں تو ستارے اُنپر پھینک کر مارے جاتے ہیں جس کے وہ لگتے ہیں وہ جل بھن جاتا ہے اولیاء اللہ بھی نفسِ اَمّارہ اور کافروں کیلئے رجوم ہیں۔ غالب یعنی اللہ کی مدد سے وہ غالب ہیں لیکن منکسر المزاجی کی وجہ سے مغلوب نظر آتے ہیں۔ کسف۔ ستارہ کا بے نور ہو جانا، گہن۔ غسق۔ رات کی تاریکی۔ اِصبعین۔ اِصبع کا تثنیہ ہے، اُنگلی۔

---

[1] نُثار۔ روپیہ پیسہ جو کسی پر صدقہ کر کے نچھاور کر دیا جائے۔ زرد و سرخ۔ جانوروں کا رنگ کھال سے دیکھا جاتا ہے، اِنسانی رنگ سے مراد باطنی اوصاف ہیں۔ خُم۔ مٹکا۔
[2] سیاہ آبہ۔ کالا پانی۔ جُفا۔ جیم کے ضمّہ سے، میل کچیل، جیم کے فتحہ سے، ظلم و زیادتی۔
[3] صبغۃ اللہ۔ اللہ کا رنگ قرآن پاک میں ہے صِبغۃَ اللہِ وَمَنْ اَحسَنُ مِنَ اللہِ صِبغۃً "اللہ کا رنگ، اور کون ہے اللہ سے زیادہ اچھا اندر وئے رنگ کے"۔ [4] از دریا۔ سمندر کا پانی بخارات بنکر بادل میں تبدیل ہوتا ہے اور پھر برس کر اسی سمندر میں داخل ہو جاتا ہے۔ برپا کرد۔ کھڑا کر دیا۔

چوں سزائے آں بتِ نفس او نداد ۔۔۔ از بتِ نفسش بتے دیگر بزاد
چونکہ اس نے اپنے نفس کے بت کو سزا نہ دی تھی ۔۔۔ اس کے نفس کے بت سے ایک دوسرا بت پیدا ہو گیا

مادرِ بتہا بتِ نفسِ شماست ۔۔۔ زانکہ آں بت مار و ایں بت اژدہاست
تمہارا نفس تمام بتوں کی ماں ہے ۔۔۔ کیونکہ وہ بت سانپ اور یہ بت اژدہا ہے

آہن و سنگ ست نفس و بت شرار ۔۔۔ آں شرار از آب می گیرد قرار
نفس، لوہا اور پتھر ہے اور بت، چنگاری ۔۔۔ ق چنگاری، پانی سے بجھ جاتی ہے

سنگ و آہن زآب کے ساکن شود ۔۔۔ آدمی با ایں دو کے ایمن شود
(لیکن) پتھر اور لوہا پانی سے کب ساکن ہو سکتے ہیں؟ ۔۔۔ آدمی ان دونوں کے ہوتے ہوئے کب مطمئن ہو سکتا ہے؟

سنگ و آہن در درون دارند نار ۔۔۔ آب را بر نارِ شاں نبود گذار
پتھر اور لوہا (اپنے) اندر آگ رکھتے ہیں ۔۔۔ پانی کا اُن کی آگ پر گذر نہیں ہے

زآب چوں نارِ بروں کشتہ شود ۔۔۔ در درونِ سنگ و آہن کے رود
پانی سے باہر کی آگ بجھ جاتی ہے ۔۔۔ (وہ پانی) پتھر اور لوہے کے اندر کب جا سکے گا!

سنگ و آہن چشمۂ نار و دود ۔۔۔ قطرہ ہاشاں کفر و ترسا و جہود
لوہا اور پتھر آگ اور دھوئیں کے چشمے ہیں ۔۔۔ کفر اور عیسائیت اور یہودیت اس کے قطرے ہیں

بت سیہ آب ست در کوزہ نہاں ۔۔۔ نفس مر آبِ سیہ را چشمہ داں
بت، کوزہ میں چھپا، کالا پانی ہے ۔۔۔ نفس کو اس سیاہ پانی کا چشمہ سمجھو

آں بتِ منحوت چوں سیلِ سیاہ ۔۔۔ نفسِ بت گر چشمہ بر شاہراہ
وہ تراشا ہوا بت، کالا سیلاب ہے ۔۔۔ بت ساز، نفس شارعِ عام پر چشمہ ہے

بت درونِ کوزہ چوں آبِ کدر ۔۔۔ نفسِ شومت چشمۂ آں آبِ مُصر
بت، کوزہ میں، گدلا پانی ہے ۔۔۔ تیرا بد بخت نفس اس کا چشمہ ہے، اس کج بحث!

صد سبو را بشکند یک پارہ سنگ ۔۔۔ وآبِ چشمہ می زہاند بے درنگ
پتھر کا ایک ٹکڑا سو گھڑے توڑ دیتا ہے ۔۔۔ اور چشمہ کا پانی فوراً اس کو اچھال دیتا ہے

آبِ خم و کوزہ گر فانی شود ۔۔۔ آبِ چشمہ تازہ و باقی بود
مٹکے اور پیالے کا پانی اگر ختم ہو جائے ۔۔۔ چشمہ کا پانی تازہ اور باقی رہے گا

بت شکستن سہل باشد نیک سہل ۔۔۔ سہل دیدن نفس را جہل ست جہل
بت توڑنا آسان، اور بہت آسان ہوتا ہے ۔۔۔ نفس کے معاملہ کو آسان سمجھنا نادانی ہی نادانی ہے

[1] نفس۔ اصل بت انسان کا نفس ہے جو سینکڑوں بتوں کو جنم دیتا ہے۔ آہن۔ لوہے سے لوہا، پتھر سے پتھر ٹکراتا ہے تو چنگاری نکلتی ہے۔ چنگاری کو بجھا دینا ممکن ہے لیکن پتھر کے اندر جو چنگاری پیدا کرنے کا مادہ ہے اس کو نہیں بجھایا جا سکتا اسی طرح نفس کے پیدا کردہ بت فنا کئے جا سکتے ہیں لیکن نفس کی وہ قوت جو بت پیدا کرتی ہے اس کا ازالہ بہت دشوار ہے اس سے مطمئن نہ ہونا چاہیئے۔

[2] بت کی مثال اس سیاہ پانی کی ہے جس کا سر چشمہ نفسِ انسانی ہے۔ صد سبو۔ گندے پانی کے سو گھڑے ایک پتھر سے توڑے جا سکتے ہیں لیکن چشمہ بند نہیں کیا جا سکتا۔

صورتِ نفس ار بجوئی اے پسر — قصۂ دوزخ[1] بخواں با ہفت دَر
اے بیٹا! اگر تجھے نفس کی تصویر کی جستجو ہے، — تو سات دروازے والی دوزخ کا قصہ پڑھ لے

ہر نفس مکرے و در ہر مکر زاں — غرق صد فرعون با فرعونیاں
(اس نفس کے) ہر سانس میں ایک مکر ہے اور اُس کے ہر مکر میں — سَو فرعون، فرعونیوں کے ساتھ غرق ہیں

در خدائے موسیٰؑ و موسیٰؑ[2] گریز — آبِ ایمان را ز فرعونی مریز
موسیٰؑ کے خدا، اور موسیٰؑ کی طرف بھاگ — فرعونیت سے ایمان کی آبرو ریزی نہ کر

دست را اندر اَحَد و احمد بزن — اے برادر وا رہ از بوجہل تن
اَحَد اور احمدؐ سے تعلق پیدا کر — اے بھائی! جسم کے ابوجہل سے چھٹکارا حاصل کر

آوردنِ بادشاہِ جہود زنے را با طفل و انداختنِ اُو طفل را در آتش و بسخن آمدنِ طفل درمیانِ آتش

یہودی بادشاہ کا ایک عورت کو مع بچے کے لانا اور اس کا بچہ کو آگ میں ڈالنا اور آگ میں سے بچہ کا بولنا

یک زنے با طفل آورد آں جہود — پیشِ آں بُت و آتش اندر شعلہ بود
وہ یہودی ایک عورت کو مع بچے کے لایا — بُت کے سامنے، اور آگ شعلہ زن تھی

گفت اے زن پیشِ ایں بُت سجدہ کن — ورنہ در آتش بسوزی بے سخن
بولا، اے عورت! اس بُت کے سامنے سجدہ کر — ورنہ لا کلام تو آگ میں جلے گی

بود آں زن پاک دین و مومنہ — سجدۂ آں بُت نہ کرد آں مُوقِنہ[3]
وہ عورت پاک دین والی، اور مومنہ تھی — اُس یقین والی نے بُت کو سجدہ نہ کیا

طفل از و بستید در آتش فگند — زن بترسید و دل از ایماں بکند
اس نے اُس سے بچے کو چھینا اور آگ میں ڈال دیا — عورت ڈری اور دل کو ایمان سے ہٹایا

خواست تا او سجدہ آرد پیشِ بُت — بانگ زد آں طفل کہ اِنّی لَم اَمُت
اُس نے چاہا کہ وہ بُت کے سامنے سجدہ کرے — بچہ چیخا کہ میں مرا نہیں

اندر آ مادر کہ من اینجا خوشم — گرچہ در صورت میانِ آتشم
اماں! اندر آجا میں اس جگہ اچھا ہوں — اگرچہ بظاہر آگ میں ہوں

چشم بندست آتش از بہرِ حجیب — رحمتست ایں سر برآوردہ ز جیب
آگ نظر بندی کے لئے ایک پردہ ہے — (ورنہ) یہ ایک رحمت ہے جو رونما ہے

---

[1] قصۂ دوزخ۔ دوزخ کے جس قدر عذاب ہیں وہ دراصل نفسِ خبیث ہی کے اعمال ہیں تو گویا نفس کی مکمل تصویر دوزخ ہے۔ ہر نفس۔ نفس ہر سانس میں ایک مکر کرتا ہے جس میں سینکڑوں فرعونی شخصیتیں غرق رہتی ہیں۔

[2] موسیٰؑ۔ فرعون کی مناسبت سے حضرت موسیٰؑ کا ذکر ہے۔ اَحَد۔ خدا اور رسول کا اتباع ہی ذریعۂ نجات ہے، ابوجہل کا راستہ ہلاکت کا ہے۔ شعلہ زن۔ لپٹیں مارنے والی بے سخن۔ لامحالہ، لاکلام۔

[3] مُوقِنہ۔ مومنہ۔ ستید ماضی ہے ستیدن کا۔ لینا۔ فگند۔ آگ میں ڈالدیا۔ دل از چیزے برکندن۔ کسی چیز کو چھوڑ دینا۔ چشم بند۔ نظر بندی، انظر فریبی۔ حجیب۔ حجاب کا امالہ ہے، پردہ۔ ز جیب سر برآوردن۔ ظاہر ہونا۔

اندر آ مادر ببیں برہانِ حق
ماں! اندر آ سچائی کی دلیل دیکھ

تا بہ بینی عشرتِ خاصانِ حق
تاکہ تو خاصانِ خدا کے عیش کو دیکھے

اندر آ و آب بیں آتش مثال[1]
اندر آ اور آگ کی صورت کا، پانی دیکھ

از جہانے کاتش ست آبش مثال
اُس دُنیا سے جسکا پانی (بھی) آگ جیسا ہے

اندر آ اسرارِ ابراہیمؑ بیں
اندر آ حضرتِ ابراہیمؑ کے راز دیکھ

کو در آتش یافت ورد و یاسمیں
جس نے آگ میں گلاب اور چنبیلی کے پھول پائے

مرگ می دیدم گہِ زادن ز تو
تجھ سے پیدا ہونے کے وقت مجھے موت نظر آرہی تھی

سخت خوفم بود افتادن ز تو
تجھ میں سے نکل پڑنیکا مجھے بہت ڈر تھا

چوں[2] بزادم رستم از زندانِ تنگ
جب میں پیدا ہوا تنگ قید خانہ سے چھوٹا

در جہانے خوش ہوائے خوب رنگ
اچھے مقام اور اچھے رنگ کی دُنیا میں (آگیا)

ایں جہاں را چوں رحم دیدم کنوں
اب میں اِس دنیا کو رحم کی طرح سمجھتا ہوں

چوں دریں آتش بدیدم ایں سکوں
جب میں نے اِس آگ میں یہ سکون دیکھا

اندریں آتش بدیدم عالمے
میں نے اِس آگ میں وہ دنیا دیکھی

ذرّہ ذرّہ اندر و عیسیٰؑ دمے
جس میں ایک ایک ذرّہ عیسیٰؑ کے دم کی طرح ہے

نک جہانے نیست[3] شکلے ہست ذات
اب ایک دُنیا ہے بظاہر معدوم، دراصل موجود

واں جہاں ہست شکلے بے ثبات
اور وہ دنیا کی موجودہ شکل ناپائیدار ہے

اندر آ مادر بحقِّ مادری
ماں! اندر آ مادری حقوق کا واسطہ

بیں کہ ایں آذر ندارد آذری
دیکھ یہ آگ، آگ کی تاثیر نہیں رکھتی ہے

اندر آ مادر کہ اِقبال آمدست
ماں! اندر آ کہ خوش قسمتی آگئی ہے

اندر آ مادر مدہ دولت ز دست
ماں! اندر آ دولت کو ہاتھ سے نہ دے

قدرتِ آں سگ بدیدی اندر آ
تو نے اُس کتّے کی طاقت دیکھ لی، اندر آ

تا بہ بینی قدرت و لطفِ خدا
تاکہ تو اللہ کی قدرت اور مہربانی دیکھ لے

من ز رحمت میکشایم پائے تو
میں محبت کی وجہ سے تیرا پیر کھول رہا ہوں

کز طرب خود نیستم پروائے تو
ورنہ خوشی کی وجہ سے مجھے تیری پروا نہیں ہے

اندر آ و دیگراں را ہم بخواں
اندر آجا، اور دوسروں کو بھی بلالے

کاندر آتش شاہ بنہادست خواں
کیونکہ آگ میں شاہ نے دسترخوان بچھادیا ہے

---

[1] آتش مثال مطاعات، بظاہر ناگوار ہیں لیکن اُن کا نتیجہ بہت اچھا ہے، گناہ بظاہر میٹھا ہے، درحقیقت بہت تلخ ہے۔ ورد۔ گلاب کا پھول۔ یاسمین۔ چنبیلی کا پھول۔ زادن ز تو۔ رحمِ مادر کی زندگی پسند تھی، پیدا ہونے سے خوف لگتا تھا۔

[2] چوں بزادم۔ پیدا ہونے کے بعد دنیا اچھی لگنے لگی۔ ایں جہاں۔ جیساکہ پہلے رحمِ مادر کو اچھا سمجھتا تھا اور دنیا کو بُرا لیکن پھر دنیا اچھی لگنے لگی اسی طرح دنیا کو چھوڑ کر آگ میں آنے کو بُرا سمجھا لیکن آگ میں آنے کے بعد دنیا بُری لگنے لگی۔ دَمے۔ آگ کو مُہلک سمجھتا تھا لیکن معلوم ہوا کہ اُس کے ذرّہ ذرّہ میں دمِ مسیحائی ہے نک۔ اینک، اب۔

[3] نیست شکل۔ صورتاً معدوم۔ ہست ذات۔ حقیقتاً موجود۔ بے ثبات بے قیام۔ آذر۔ آگ آذری۔ آگ کی تاثیر۔ اِقبال۔ سعادت۔ پائے تو۔ دنیا کے پنجے سے باہر نکال رہا ہوں۔ طرب۔ خوشی مستی۔ شاہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔

اندر آئید اے ہمہ پروانہ وار
اے لوگو! سب کے سب پروانوں کی طرح اندر آجاؤ

اندریں آتش کہ دارد صد بہار
اِس آگ میں جس میں سینکڑوں بہاریں ہیں

اندر آئید اے مسلماناں ہمہ
اے مسلمانو! سب اندر چلے آؤ

غیرِ عذبِ[1] دیں عذاب است آں ہمہ
دین کے میٹھے پانی کے علاوہ سب عذاب ہے

اندر آئید و بہ بینید ایں چنیں
اندر آجاؤ اور دیکھو کہ کس طرح

سَر دگشتہ آتشِ گرم مہیں
یہ دہکتی ہوئی آگ ٹھنڈی ہوگئی ہے؟

اندر آئید اے ہمہ مست و خراب
اے مست اور تباہ لوگو! اندر آجاؤ

اندر آئید اے ہمہ عینِ عتاب
اے مجسم عتاب، اندر آجاؤ

اندر آئید اندریں بحرِ عمیق[2]
اِس گہرے سمندر میں، اندر آجاؤ

تا کہ گردد روح صافی و رقیق
تاکہ روح، صاف اور لطیف بن جائے

مادرش انداخت خود را نزدِ اُو
اُس کی ماں نے اپنے آپ کو اُس کے پاس پھینک دیا

دستِ اُو بگرفت طفلِ مہر جُو
محبت کے جویاں بچے نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا

اندر آمد مادر آں طفلِ خورد
اُس چھوٹے بچے کی ماں اندر آگئی

اندر آتش گوئے دولت را بُبرد
آگ میں اُس نے دولت کی بازی جیت لی

مادرش ہم زاں نسق گفتن گرفت
اُس کی ماں نے بھی اِسی طرح کہنا شروع کر دیا

دُرِّ[3] وصفِ لطفِ حق سُفتن گرفت
اللہ کی مہربانی کے موتیوں کو پرونا شروع کر دیا

بانگ میزد در میانِ آں گروہ
اُس جماعت میں وہ پکار رہی تھی

پُر ہمی شد جانِ خلقاں از شکوہ
لوگوں کی جان عظمت سے پُر ہو رہی تھی

نعرہ میزد خلق را کاے مرساں
اُس نے لوگوں کو پکارا، اے لوگو!

اندر آتش بنگرید ایں بوستاں
آگ کے اندر اِس باغ کو دیکھو

انداختن مردماں خود را در آتش از سرِ ذوق

ذوق کی وجہ سے لوگوں کا اپنے آپ کو آگ میں ڈالنا

خلق خود را بعد زاں بیخویشتن
اس کے بعد بے خود ہو کر لوگ اپنے آپ کو

میفگندند اندر آتش مرد و زن
مرد و عورت، آگ میں ڈال رہے تھے

بے مُوکّل بے کشش از عشقِ دوست
دوست کے عشق کی وجہ سے کسی کے بلانے اور کشش کے بغیر

ق زانکہ شیریں کردنِ ہر تلخ از وست
اس لئے کہ ہر تلخ کا شیریں کردینا اُسی کی جانب ہے

---

[1] عذب۔ شیریں پانی۔ مہین۔ میم اور ہا کے کسرہ کے ساتھ، بزرگ تر۔ مست و خراب۔ جو دُنیا کی لذتوں میں مست اور برباد ہیں۔ عینِ عتاب۔ سخت معتوب۔ بحر۔ سمندر۔
[2] عمیق۔ گہرا۔ رقیق۔ باریک، لطیف۔ گوئے بُردن۔ گیند لیجانا، بازی جیت لینا۔ نسق۔ طرز، ترتیب۔
[3] دُر۔ موتی۔ سُفتن۔ پرونا۔ جان پُر شدن۔ جوش میں آنا بہادری پیدا ہوجانا۔ خلقاں۔ خلق کی جمع مخلوق۔ شکوہ۔ عظمت، دبدبہ۔ بُوستاں۔ باغ۔ بے خویشتن۔ از خود رفتہ۔ مُوکّل۔ وہ شخص جس کو کوئی کام سپرد کیا گیا ہو۔

تا چناں شد کاں عوانانِ خلق را — منع میکردند کاتش در میا

یہاں تک ہوا کہ وہ سپاہی، لوگوں کو — منع کرتے تھے کہ آگ میں نہ آؤ

آں یہودی شد سیہ رُوی و خجل — شد پشیماں زیں سبب بیمارِ دل

وہ یہودی سیہ رُو اور شرمندہ ہو گیا — دل کا بیمار، اس وجہ سے پشیمان ہو گیا

کاندر آتش خلق عاشق تر شدند — در فنائے جسم صادق تر شدند

کہ لوگ آگ میں گرنے کے اور زیادہ عاشق ہو گئے — جسم کو فنا کرنے میں اور سچے ہو گئے

مکرِ شیطاں ہم درو پیچید شکر — دیو خود را ہم سیہ رُو دید شکر

شکر ہے، شیطان کا مکر اُسی کو چمٹ گیا — شکر ہے، شیطان نے اپنے آپ کو بھی کالا منہ دیکھا

آنچہ میمالید بر روئے کساں — جمع شد در چہرۂ آں ناکساں

(وہ سیاہی) جو وہ لوگوں کے منہ پر ملتا تھا — اُن کمینوں کے چہروں پر اکٹھی ہو گئی

آنکہ می درید جامۂ خلق چست — شد دریدہ آنِ اُو زیشاں درست

جو تیزی سے لوگوں کی جامہ دری کرتا تھا — اُس کا جامہ چاک ہو گیا، اُن کا درست ہو گیا

کژ ماندنِ دہانِ آں شخص کہ نامِ پیغمبر را بہ تسخر برد

اُس شخص کا منہ ٹیڑھا رہ جانا جس نے آنحضورؐ کا نام تمسخر کے ساتھ لیا تھا

آں دہن کژ کرد و از تسخر بخواند — نامِ احمدؐ را دہانش کژ بماند

جس نے منہ ٹیڑھا کیا اور تمسخر سے لیا — احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام، اُس کا منہ ٹیڑھا رہ گیا

باز آمد کاے محمدؐ عفو کن — اے ترا الطافِ و علمِ من لَدُن

واپس آیا کہ اے محمدؐ معاف کر دیجیے — اے (حضرت)! آپکو مہربانیاں اور علمِ لدنی حاصل ہے

من ترا افسوس می کردم ز جہل — من بُدم افسوس را منسوب و اہل

میں نے جہالت کی وجہ سے آپ کا مذاق اڑایا — (حالانکہ) تمسخر کے قابل اور مستحق تو میں تھا

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس دَرَد — میلش اندر طعنۂ پاکاں بَرَد

جب خدا چاہتا ہے کہ کسی کی پردہ دری کرے — اُس کا میلان پاک لوگوں پر طعنہ زنی میں کر دیتا ہے

ور خدا خواہد کہ پوشد عیبِ کس — کم زند در عیبِ معیوباں نفس

اور اگر خدا چاہتا ہے کہ کسی کی عیب پوشی کرے — تو عیب داروں کے عیب بھی نہیں بیان کرتا

چوں خدا خواہد کہ ماں یاری کند — میلِ ما را جانبِ زاری کند

جب خدا ہماری مدد کرنا چاہتا ہے — تو ہمیں انکساری کی طرف مائل کر دیتا ہے

---

[1] عوان۔ عین کا فتحہ، واؤ کی تشدید، سخت گیر۔ مکرِ شیطان۔ مولانا فرماتے ہیں خدا کا شکر ہے شیطان خود اپنے جال میں پھنس گیا۔

[2] ناکس۔ بے وجود۔ کمینہ۔ کژ ماندن۔ ٹیڑھا ہو جانا۔ جس طرح یہ یہودی بادشاہ اپنے کام سے خود ذلیل ہوا اُسی طرح آنحضور کا مذاق اڑانے والا ذلیل ہوا۔ تسخر۔ تمسخر۔ علمِ لدنی۔ وہ علم جو براہِ راست خدا سے بدون کسی اُستاد کے واسطہ کے حاصل ہوا ہو۔

[3] افسوس۔ استہزاء، تمسخر۔ اہل۔ قابل، صاحب۔ نفس زدن۔ سانس لینا، بات کرنا۔ یاری۔ مدد۔

اے خنک چشمیکہ اُو گریانِ اُوست[1]
بڑی مبارک ہے وہ آنکھ جو اُس کے لئے روتی ہے

وے ہمایوں دل کہ اُو بریانِ اُوست
اور وہ دل بہت مبارک ہے جو اُسکے لئے جل بھن رہا ہے

از پئے ہر گریہ آخر خندہ ایست
ہر رونے کے بعد بالآخر ہنسی ہے

مردِ آخر بیں مبارک بندہ ایست
انجام پر نظر رکھنے والا مبارک انسان ہے

ہر کجا آبِ رواں سبزہ بُوَد
جہاں کہیں آبِ رواں ہو، سبزہ ہوتا ہے

ہر کجا اشکِ رواں رحمت[2] شود
جہاں کہیں اشکِ رواں ہو، رحمت ہوتی ہے

باش چوں دولاب نالاں چشم تر
رہٹ کی طرح نالاں اور گریاں رہ

تا ز صحنِ جانت بر روید خضر
تاکہ تیری روح کے صحن سے سبزہ اُگے

مرحمت فرمود سیّد عفو کرد
سیدالکونینؐ نے رحم فرمایا، معاف کر دیا

چوں ز جرأت توبہ کرد آں روئے زرد
جب اُس شرمندہ نے ہمت کر کے توبہ کی

رحم خواہی رحم کن بر اشکبار
تو رحم چاہتا ہے تو آنسو بہانے والے پر رحم کر

رحم خواہی بر ضعیفاں رحم آر
تو رحم چاہتا ہے تو کمزوروں پر رحم کر

عتاب کردن جہود آتش را کہ چرا نمی سوزد و جواب او
یہودی (بادشاہ) کا آگ پر غصہ کرنا کہ کیوں نہیں جلاتی اور اُسکا جواب

رُو بآتش کرد شہ کائے تند خُو
بادشاہ آگ کی طرف متوجہ ہوا کہ اے بدمزاج!

آں جہاں سوزِ طبیعی خوت کو
تیری دنیا کو جلانیوالی فطری عادت کہاں ہے؟

چوں نمیسوزی چہ شد خاصیّتت
تو جلاتی کیوں نہیں، تیری خاصیت کہاں گئی؟

یا ز بختِ ما دگر شد نیّتت
یا ہمارے نصیب سے تیری نیت بدل گئی

می نہ بخشائی تو بر آتش پرست
تو آگ کے پوجنے والے کو بھی نہیں بخشتی ہے

آنکہ نپرستد ترا چوں او برست
جو تجھے نہیں پوجتا وہ کیوں بچ گیا

ہرگز اے آتش تو صابر نیستی
اے آگ! تو صبر کرنیوالی ہرگز نہیں ہے

چوں نسوزی چیست قادر نیستی
کیوں نہیں جلاتی ہے؟ کیا ہے جو تو قادر نہیں ہے؟

چشم بند ست اے عجب یا ہوش بند[3]
ہائے تعجب! یہ نظر بندی ہے یا حواس بندی

چوں نسوزاند چنیں شعلہ بلند
ایسا بلند شعلہ جلاتا کیوں نہیں ہے؟

جادوئے کردت کسے یا سیمیات
کسی نے تجھ پر جادو کیا ہے یا طلسم

یا خلافِ طبعِ تو از بختِ ماست
یا تیرا طبیعت کے خلاف (کام) ہمارے نصیبہ کی وجہ سے ہے؟

---

[1] گریاں۔ یعنی اللہ کے خوف سے۔ بریاں۔ یعنی اللہ کی محبت میں۔ آخر خندہ۔ ہر سختی کے بعد راحت ہوتی ہے۔ آخر بیں۔ جو شخص انجام پر نظر رکھتا ہے وہ قابلِ مبارک باد ہے۔

[2] رحمت۔ اللہ کے خوف سے تنہائی میں رونا اللہ کو بہت زیادہ محبوب ہے۔ خضر۔ سبزہ۔ سیّد۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم روئے زرد۔ شرمندہ، نادم خوت۔ خوئے تو۔ کو۔ کجا می نہ بخشائی۔ تو اپنے پجاریوں کو بھی نہیں بخشتی تو تُو نے اُن کو جو کہ تجھے پوجتے نہیں کیوں نہیں جلایا۔ چشم بند۔ نظر بندی۔

[3] ہوش بند۔ جس سے انسان کے حواس گم ہوجائیں۔ سیمیا۔ وہ علم ہے جس کے ذریعہ انسان اپنی شکل بدل لیتا ہے، موہوم چیزوں کو موجود کرکے دکھا دیتا ہے۔

جواب دادن آتش

گفت آتش من ہمانم آتشم — اندر آتا تو ببینی تابشم[1]

آگ نے کہا میں وہی آگ ہوں — اندر آجا، تاکہ تو میری گرمی دیکھے

طبع من دیگر نگشت و عنصرم — تیغ حقم ہم بدستوری برم

میری طبیعت اور اصل نہیں بدلی ہے — میں خدا کی تلوار ہوں، اجازت ہی سے کاٹتی ہوں

بر در خرگہ سگان ترکماں — چاپلوسی کردہ پیش میہماں

ترکمانوں کے کتے، خیمہ کے دروازہ پر — مہمان کے آگے خوشامد کرتے ہیں

ور بخرگہ بگذرد بیگانہ رو — حملہ بیند از سگاں شیرانہ او

اگر خیمہ کے پاس سے اجنبی گذرتا ہے — تو وہ کتوں سے شیروں جیسا حملہ دیکھتا ہے

من ز سگ کم نیستم در بندگی — کم ز ترکے نیست حق در زندگی

میں غلامی میں، کتے سے کم نہیں ہوں — اللہ تعالیٰ زندہ ہونے میں کسی ترک سے کم نہیں ہے

آتش طبعت اگر غمگین کند — سوزش از امر ملیک دیں کند

اگر تیرے مزاج کی آگ تجھے غمگین کرتی ہے — دین کے مالک کے حکم سے سوزش کرتی ہے

آتش طبعت اگر شادی دہد — اندرو شادی ملیک دیں نہد

اگر تیرے مزاج کی گرمی، خوشی دیتی ہے — دین کا مالک، اُس میں خوشی رکھ دیتا ہے

چونکہ غم بینی تو استغفار[2] کن — غم بامر خالق آمد کارکن

جب تو غم دیکھے، تو توبہ کر — غم، خدا کے حکم سے کام کرتا ہے

چوں بخواہد عین غم شادی شود — عین بند پائے آزادی شود

جب وہ چاہتا ہے عین غم، خوشی بنجاتا ہے — خود بیڑی، ہم آزادی بنجاتی ہے

باد و خاک و آب و آتش بندہ اند — با من و تو مردہ با حق زندہ اند

ہوا، مٹی، پانی اور آگ غلام ہیں — میرے اور تیرے اعتبار سے مردہ ہیں لیکن اللہ کے نزدیک زندہ ہیں

پیش حق آتش ہمیشہ در قیام — ہمچو عاشق روز و شب بیجاں مدام

آگ، اللہ کے سامنے ہمیشہ کھڑی ہے — عاشق کی طرح، بے جان، دن اور رات مسلسل

سنگ بر آہن زنی آتش جہد — ہم بامر حق قدم بیروں نہد

تو لوہے پر پتھر ماریگا آگ نکلے گی — وہ بھی خدا کے حکم سے باہر نکلتی ہے

آہن و سنگ از ستم برہم مزن — کایں دو میزایند ہمچو مرد و زن

ظلم کے لوہے اور پتھر کو باہم نہ ٹکرا — اسلئے کہ دونوں مرد اور عورت کی طرح بچے دیتے ہیں

---

[1] تابش۔ تپش۔ عنصر۔ اصل مادہ۔ دستوری۔ حکم، اجازت۔ برم۔ بالکاٹوں۔ بریدن کا فعل مضارع متکلم ہے۔ خرگہ۔ خیمہ۔ ترکماں۔ ترکوں کی ایک قوم ہے، ڈاکو۔ آتش طبعت جس طرح ظاہری آگ خدا کے حکم کی پابند ہے، اسی طرح باطنی آگ بھی خدا کے حکم کی پابند ہے۔ ملیک۔ مالک۔ دین۔ بدلہ، جزاء۔

[2] استغفار۔ توبہ، غم کا سبب گناہ ہے۔ عین غم۔ خدا اسباب کی تاثیرات بدل دیتا ہے۔ باد جسقدر عناصر ہیں خدا کے حکم کے پابند ہیں اور اُس کے احکام کو سمجھتے ہیں صرف آگ ہی خدا کے حکم کی پابند نہیں ہے آتش۔ آگ اللہ کے احکام کی منتظر رہتی ہے۔ قدم بیروں نہادن۔ پیدا ہونا۔

سنگ و آہن خود سبب آمد ولیک
پتھر اور لوہا خود سبب ہیں لیکن
تو ببالاتر نگر اے مردِ نیک
اے نیک مرد! تو زیادہ اونچا دیکھ

کیں سبب را آں سبب آورد پیش
اس لئے کہ اس سبب کو اُس سبب نے پیدا کیا ہے
بے سبب کے شد سبب ہرگز ز خویش
کوئی سبب، بلا کسی سبب کے خود بخود کب ہوا ہے؟

ایں سبب را آں سبب عامل کند
اس سبب کو وہ سبب، عمل کرنیوالا بناتا ہے
باز گاہے بے بر و عاطل کند
پھر کبھی بے پر، اور معطل بنا دیتا ہے

واں سببہا کانبیا را رہبر ست
وہ اسباب جو انبیاء کے رہنما ہیں
آں سببہا زیں سببہا برتر ست
وہ اسباب، اِن اسباب سے بالاتر ہیں

ایں سبب را محرم آمد عقلِ ما
اس سبب سے ہماری عقل واقف ہے
واں سببہا راست محرم انبیا
اور اُن اسباب کو انبیاء جانتے ہیں

ایں سبب چہ بود بتازی گو رسن
یہ سبب کیا ہوتا ہے؟ عربی میں کہدے رسّی
اندریں چہ ایں رسن آمد بفن
اس کنوئیں میں یہ رسّی تدبیر سے آئی ہے

گردشِ چرخ ایں رسن را علّت ست
گھِری کی گردش، اِس رسّی کی علت ہے
چرخ گرداں را ندیدن زلّت ست
گھِری گھمانے والے کو نہ دیکھنا غلطی ہے

ایں رسنہائے سببہا در جہاں
دنیا میں اِن اسباب کی رسیّوں کو
ہاں و ہاں زیں چرخِ سرگرداں مداں
ہرگز، ہرگز اِس گھومنے والے چرخ (آسمان) کی وجہ سے نہ جاننا

تا نمانی صِفر و سرگرداں چو چرخ
تاکہ تو خالی، اور آسمان کی طرح سرگرداں نہ رہے
تا نہ سوزی تو زبے مغزی چو مرخ
اور بے عقلی کی وجہ سے مرخ کی طرح نہ جلے

باد و آتش میشوند از امرِ حق
ہوا، اور آگ اللہ کے حکم سے وجود میں آتے ہیں
ہر دو سرمست آمدند از خمرِ حق
اللہ کی شراب سے دونوں مست ہیں

آبِ حلم و آتشِ خشم اے پسر
اے بیٹا! بُرد باری کا پانی اور غصہ کی آگ
ہم ز حق بینی چو بکشائی نظر
بھی تو اللہ کی جانب سے دیکھیگا اگر آنکھ کھولیگا

گر نبودے واقف از حق جانِ باد
ہوا کی جان، اگر اللہ سے واقف نہ ہوتی
فرق کے کردے میانِ قومِ عاد
قومِ عاد (کے نیک و بد) میں کب فرق کرتی؟

قصّہ ہلاک کردنِ باد قومِ ہُود علیہ السّلام را

ہوا کا ہُود علیہ السّلام کی قوم کو ہلاک کرنے کا قصّہ

سلہ ببالاتر نگر۔ حقیقتہً اللہ تعالیٰ مُسبّبُ الاسباب ہے یعنی اسباب میں تاثیرات وہی پیدا کرتا ہے۔ آں سبب۔ اللہ تعالیٰ۔ عقلِ ما۔ عوام کی نگاہ اسبابِ ظاہری پر رہتی ہے، انبیاء کی نظر مسبّبُ الاسباب پر رہتی ہے۔ رسن۔ ڈول کے کھینچنے کا سبب بظاہر رسّی ہے لیکن حقیقی سبب رسّی کو کھینچنے والا ہے۔ چہ۔ چاہ، کنواں۔

سلہ گردشِ چرخ۔ فلاسفہ آسمان کو مسبّبُ الاسباب مانتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ اسباب بمنزلہ رسّی کے ہیں اور آسمان بمنزلہ گھِری ہے اور اصلِ سبب گھِری کو گھمانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ چرخ۔ فلاسفہ فلک الافلاک کی گردش کو سببِ حقیقی قرار دیتے ہیں۔ صِفر۔ خالی۔

سلہ مرخ۔ ایک درخت ہے جس سے آگ نکالتے ہیں۔ میشوند۔ وجود میں آتے ہیں۔ خمر۔ یعنی شرابِ محبت۔ عاد۔ ایک قوم کا نام ہے جس میں حضرت ہُودؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اُن کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے اُن پر ہوا کو مسلّط کیا گیا جس نے اُن میں سے کافروں کو ہلاک کر دیا۔

هُود گردِ مُومناں خَطّے کشید — نرم میشد باد کانجا میرسید
مُومنوں کے چاروں طرف حضرتِ ہُود نے خط کھینچ دیا — جب ہوا اُس جگہ پہونچتی، نرم پڑ جاتی

ہر کہ بیروں بُود زاں خط جُملہ را — پارہ پارہ می شکست اندر ہوا
جو اُس خط کے باہر تھا، سب کو — ہوا اندر سے ٹکڑے ٹکڑے کر رہی تھی

ہمچنیں شیبانِ[1] راعی می کشید — گِرد بر گردِ رمہ خَطّے پدید
اِسی طرح (حضرتِ) شیبان چرواہے کھینچ دیتے تھے — ق — ریوڑ کے چاروں طرف نمایاں خط

چوں بجُمعہ میشد اُو وقتِ نماز — تا نیارد گرگ آں جا ترکتاز
جب نماز کے وقت جمعہ کو جاتے — تاکہ اُس جگہ بھیڑیا غارتگری نہ کرے

ہیچ گرگے در نرفتے اندراں — گوسپندے ہم نگشتے زاں نشاں
اُس میں کوئی بھیڑیا نہ گھستا — کوئی بکری بھی اُس علامت سے باہر نہ نکلتی

بادِ حرصِ گرگ و حرصِ گوسپند — دائرہ مَردِ خدا را بُود بند
بھیڑیئے کی حرص اور بکری کی حرص کی ہوا — (اُس) مردِ خدا کے دائرہ میں بند تھی

ہمچنیں بادِ اجل با عارفاں — نرم و خوش ہمچو نسیمِ بُوستاں
اِسی طرح، اولیاء اللہ پر موت کی ہوا — باغ کی نسیم کی طرح نرم اور خوشگوار ہے

آتشِ ابراہیمؑ را دنداں نزد — چوں گزیدہ حق بُود چونش گزد
آگ نے (حضرتِ) ابراہیمؑ کو تکلیف نہیں پہونچائی — جبکہ اللہ کا برگزیدہ ہو وہ کس طرح گزند پہونچائے!

آتشِ شہوت نسوزد اہلِ دیں — باغیاں را بُردہ تا قعرِ[2] زمیں
دینداروں کو شہوت کی آگ نہیں جلاتی ہے — سرکشوں کو زمین کی تہ میں لیجاتی ہے

موجِ دریا چوں بامرِ حق بتاخت — اہلِ موسیٰ را ز قبطی وا شناخت
دریا کی موج چونکہ خدا کے حکم سے اُٹھی — موسیٰ والوں کو قبطی سے پہچان لیا

خاکِ قاروں را چو فرماں در رسید — با زر و تختش بقعرِ خود کشید
قارون کی زمین کو جب حکم پہونچا — اُس کو دولت اور تخت کے ساتھ اپنی گہرائی میں کھینچ لیا

آب و گِل چوں از دمِ عیسیٰ چرید — بال و پر بکشاد و مُرغے شد پدید
مٹی اور پانی نے جب حضرتِ عیسیٰ کی پھونک کو چکھا — بال اور پر کھولے اور پرندہ بن گیا

از دہانت چوں بر آید حمدِ حق — مُرغِ جنّت سازدش ربُّ الفلق
جب تیرے مُنہ سے اللہ کی تعریف نکلتی ہے — صبح کا رب اُس کو جنّت کا پرندہ بنا دیتا ہے

[1] شیبانؔ۔ ایک ولی کا نام ہے۔ راعیؔ۔ چرواہا۔ رمہؔ۔ ریوڑ۔ پدیدؔ۔ ظاہر، نمایاں نشان۔ یعنی وہ خط جو شیبان نے کھینچا تھا۔ بادؔ۔ چونکہ گزشتہ اشعار میں ہوا کے تابعِ فرمان ہونے کا ذکر تھا اِس جگہ پر لفظ باد ہی استعمال کیا ہے یعنی بھیڑیئے کو دائرہ میں داخل ہونے اور بکریوں کو دائرے سے نکلنے کی حرص تھی۔ اَجلؔ۔ اولیاء اللہ پر موت کے بہتر آثار طاری ہوتے ہیں۔

[2] قعرؔ۔ گہرائی، یہاں دوزخ مراد ہے۔ دریاؔ۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کا تعاقب کیا تو دریائے نیل کی موجوں نے اُس کو اور اُس کی قوم قبطیوں کو غرق کر دیا۔ قارونؔ۔ حضرتِ موسیٰؑ کا چچیرا بھائی، بہت مالدار تھا۔ حضرتِ موسیٰؑ کو اُس نے بہت ستایا تو مع خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ دمِ عیسیٰؔ۔ حضرتِ عیسیٰؑ نے چمگادڑ جیسی شکل کا ایک پرندہ گارے سے بنایا اور اُس پر دم کیا تو وہ اڑنے لگا۔

ہست تسبیحتؔ بجائے آب و گِل | مُرغِ جنّت شُد زِ نفخِ صدقِ دل

تیرا سبحان اللہ کہنا جو بجائے پانی اور مٹی کے ہے | دل کی سچائی کی پھونک سے جنت کا پرندہ بنا

کوہِ طور از نورِ موسیٰؑ شُد برقص | صوفیِ کامل شُد و رَست اَز نقص

کوہِ طور (حضرتِ) موسیٰؑ کے نور سے رقص میں آگیا | باکمال صوفی بن گیا اور نقص سے بری ہوگیا

چہ عجبؔ گر کوہ صوفی شُد عزیز | جسمِ موسیٰؑ از کلوخے بود نیز

اے عزیز! اگر پہاڑ صوفی ہوگیا تو کیا تعجب ہے | حضرتِ موسیٰؑ کا جسم بھی تو مٹی کا ہی تھا

طنز و انکار کردنِ بادشاہِ جہود نصیحتِ ناصحاں را

یہودی بادشاہ کا نصیحت کرنے والوں کی نصیحت پر طنز اور انکار

ایں عجائب دید آں شاہِ جہود | جُز کہ طنز و جُز کہ انکارش نبود

(جب) یہودی بادشاہ نے یہ عجائب دیکھے | سوائے طنز اور سوائے انکار کے اُس سے کچھ نہ ہوا

ناصحاں گفتند از حد مگذراں | مرکبِ استیزہ را چنداں مراں

نصیحت کرنیوالوں نے کہا، حد سے نہ گذر | جھگڑے کی سواری کو اِس قدر تیز نہ دوڑا

بگذر از کُشتن مکن ایں فعلِ بد | بعد ازیں آتش مزن در جانِ خود

قتل کرنا چھوڑ دے، یہ بُرا کام نہ کر | اِس کے بعد اپنی جان میں آگ نہ لگا

ناصحاں را دست بست و بند کرد | ظلم را پیوند در پیوند کرد

اُس نے نصیحت کرنیوالوں کے ہاتھ باندھے اور قید کردیا | ظلم کو پیوند در پیوند کر دیا

بانگ آمد کار چوں اینجا رسید | پائے دار اے سگ کہ قہرِ ما رسید

جب کام یہاں تک پہونچا، آواز آئی | اے کتے! ٹھہر ہمارا قہر آپہونچا ہے

بعد ازاں آتش چہل گز بر فروخت | حلقہ گشت و آں جہوداں را بسوخت

اِس کے بعد آگ چالیس گز ابھری | گھیر ڈالا اور اُن یہودیوں کو جلا دیا

اصلِ ایشاں بود ز آتش ز ابتدا | سوئے اصلِ خویش رفتند انتہا

اُن کی اصل شروع ہی سے آگ تھی | بالآخر اپنی اصل کی طرف چلے گئے

ہم ز آتش زادہ بودند آں فریق | جزوہا را سوئے کُل باشد طریق

وہ لوگ آگ ہی سے پیدا ہوئے تھے | اور اجزاء کا کُل کی طرف راستہ ہوتا ہے

ہم ز آتش زادہ بودند آں خساں | حرف میراندند از نار و دُخاں

وہ کمینے آگ سے پیدا ہوئے تھے | آگ اور دھوئیں کی بات کرتے تھے

لہ تسبیحت۔ تمہارا سبحان اللہ کہنا بمنزلہ گارے کے پرندہ کے ہے اور صدقِ دل سے کہنا بمنزلہ دمِ عیسیٰؑ کے ہے۔ کوہِ طور۔ حضرتِ موسیٰؑ طور پر گئے اور اُن کے لئے تجلّیِ رب رونما ہوئی تو طور پہاڑ کو وجد آگیا اور اُس میں صفتِ انسانی یعنی حرکتِ وجدی پیدا ہوگئی اور اُس کا نقصِ جمادیت ختم ہوگیا۔

ٹہ چہ عجب۔ حضرتِ موسیٰؑ سرخیل صوفیاء بھی مٹی کے بنے ہوئے تھے اگر مٹی کا پہاڑ صوفی بنگیا تو کیا تعجب ہے۔ ناصحاں۔ ناصح کی جمع، نصیحت کرنیوالا۔ استیزہ۔ لڑائی، جھگڑا۔ در جانِ خود۔ چونکہ یہ ظلم جہنم میں جلنے کا سبب بنیگا۔

تہ ز آتش۔ یہ بھی شیاطین تھے اور شیطان آگ سے بنا ہے۔ انتہا۔ جبکہ آگ سے بنے تھے آگ میں جلے گئے۔ خس۔ کمینہ۔ حرف راندن۔ بات کرنا۔ دُخان۔ دال کے ضمہ کے ساتھ، دھواں۔

---

* برجستن آتش

آتشے بود نہ مومن سوز و بس
نہ محض مومن سوز، آگ تھی

سوخت خود آتش مرایشاں را چو خس[1]
آگ نے خود اُن کو تنکے کی طرح جلا دیا

آنکہ او بود ست اُمُّ الہاوِیہ
جو شخص ہاویہ (دوزخ) کی جڑ ہے

ہاویہ آمد مراو را زاوِیہ
ہاویہ ہی اُس کا گوشہ بنی

مادرِ فرزند جویائے وے ست
بچے کی ماں اپنے بچے کی جویا ہے

اصلہا مر فرعہا را در پے ست
جڑیں، شاخوں کے درپے ہیں

آب اندر حوض گر زندانی ست
پانی اگرچہ حوض میں بند ہے

باد نشفش میکند کار کانی ست
ہوا اُسکو جذب کرتی ہے کیونکہ وہ عنصری ہے

مے رہاند مے برد تا معدنش
(ہوا) اُس کو رہائی دیتی ہے اور اُسکے معدن تک پہنچاتی ہے

اندک اندک تا نہ بینی بُردنش
تھوڑا تھوڑا تاکہ تم اُس کے لیجانے کو نہ دیکھو

ویں نفس جانہائے ما را ہمچناں
اسی طرح یہ سانس ہماری جانوں کو

اندک اندک دزدد از حبس جہاں
دنیا کے قید خانہ سے تھوڑا تھوڑا چرا تا ہے

تا الیہ یصعد اطیابُ الکلم[2]
یہاں تک کہ پاک کلمات اُس اللہ کی طرف چڑھتے ہیں

صاعداً منّا الیٰ حیث علم
ہماری طرف سے اُس جگہ تک چڑھتے ہیں جسکو وہ جانتا ہے

ترتقی انفاسنا بالاتقاء
پرہیزگاری کی وجہ سے ہمارے سانس چڑھتے ہیں

متحفاً منّا الیٰ دارِ البقاء
ہماری جانب سے بطور تحفہ کے دارالبقاء تک

ثمّ یاتینا مکافاتُ المقال
پھر کلمات کا بدلہ ہمیں ملتا ہے

ضعف ذاک رحمۃ من ذی الجلال
اُس کا دوگنا ذوالجلال کی رحمت سے

ثمّ یلجِبنا الیٰ امثالہا
پھر وہ ہمیں مجبور کرتا ہے اُن جیسوں پر

کی ینال العبد ممّا نالہا
تاکہ بندہ حاصل کرے وہی جو اُسنے حاصل کر چکا ہے

ھٰکذا تعرج وتنزل دائماً
اسی طرح وہ چڑھتے اور اُترتے ہیں ہمیشہ

ذا فلا زالت علیہ قائماً
یہ، تو وہ اُس پر ہمیشہ قائم ہیں

پارسی گوئیم یعنی ایں کشش
ہم فارسی میں کہتے ہیں یعنی یہ کشش

زاں طرف آمد کہ آمد ایں چشش
اُس طرف سے آئی ہے کہ جس طرف سے یہ ذوق آیا ہے

چشم ہر قومے بسوئے ماندہ است
ہر قوم کی نظر اُس طرف رہتی ہے

کاں طرف یکروز ذوقے راندہ است
کہ جس طرف ایک دن کوئی مزا حاصل کیا ہے

---

[1] خس۔ تنکا۔ ہاویہ۔ دوزخ کے طبقے کا نام ہے: یہ قرآن پاک کی آیت اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُمُّہٗ ھَاوِیَۃٌ کا اقتباس ہے یعنی جس کے نیک اعمال ہلکے ٹھہرے اُسکا ٹھکانا ہاویہ ہے۔ زاوِیہ۔ کونہ؛ گوشہ۔ مادر۔ کفار کی ماں جہنم ہے لہذا اُنکو طلب کریگی زندانی؛ قیدی۔ نشف۔ چوسنا، خشک کردینا۔ کارکانی ست کہ ارکانی است، ارکان چاروں عنصروں کو کہا جاتا ہے یعنی پانی بھی عنصر ہے اور ہوا بھی لہذا ہوا پانی کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ معدن۔ کان؛ یہاں پانی کا کرہ مراد ہے۔ جانہا۔ چونکہ روح عالمِ بالا کی چیز ہے تو سانس کی ہوا اُسکو رفتہ رفتہ اُس کے اصلی مقام پر پہونچا دیتی ہے۔

[2] اطیاب۔ طیب کی جمع ہے، پاکیزہ۔ الکلم۔ کاف کا فتحہ اور لام کے کسرہ کے ساتھ کلمہ کی جمع یعنی کلماتِ طیبات کا بھی اصلی مقام ملاءِ اعلیٰ ہے لہذا وہ اپنے مقام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ انفاس۔ نفس نون اور فار کے فتحہ کے ساتھ کی جمع ہے، سانس۔ متحف۔ وہ چیز جو تحفہ میں پیش کیجائے۔ دار البقاء۔ آخرت۔ مکافات۔ بدلہ، معاوضہ۔ مقال۔ گفتگو، کلمات طیبات مراد ہیں۔ ضعف ضاد کے کسرہ کے ساتھ، دوگنا۔ ذی الجلال۔ مقربِ حق۔ یلجبنا۔ الجاء سے بنا ہے مجبور کرنا۔ ضمیر ان کلمات کی طرف لوٹتی ہیں۔ تعرج۔ عروج، کلمات طیبات چڑھتے ہیں۔ تنزل۔ نزول رحمت اترتی ہے۔ یعنی عروج و نزول۔ چشش۔ چشیدن کا حاصل مصدر ہے، چکھنا یعنی انسان کو جس چیز کا ذوق ہوتا ہے اُسی کی طرف کھینچتا ہے۔

ذوقِ جنس از جنسِ خود باشد یقیں
یقیناً جنس کو اپنی جنس سے ذوق ہوتا ہے

ذوقِ جزو از کُلِّ خود باشد ببیں
دیکھو! جزء کا ذوق اپنے کُل سے ہوتا ہے

یا مگر آں قابلِ جنسے بُوَد
یا شاید وہ چیز جنس کو قبول کرنے والی ہے

چوں بدو پیوست جنسِ اُو شود
جب اُس جنس سے ملے اُسی جنس کی ہو جائے

ہمچو آب و ناں کہ جنسِ ما نبُود
جیسے پانی اور روٹی ہماری جنس کا نہ تھا

گشت جنسِ ما و اندر ما فزُود
ہماری جنس بن گیا اور ہم میں اضافہ کر دیا

نقشِ جنسیت ندارد آب و ناں
پانی اور روٹی جنسیت کی صورت نہیں رکھتے

ز اعتبارِ آخر آنرا جنس داں
لیکن انجام کے اعتبار سے انکو جنس سمجھو

ور بغیرِ جنس باشد ذوقِ ما
اور اگر غیر جنس سے ہمارا ذوق ہو گا

آں[۲] مگر مانند باشد جنس را
وہ شاید ہماری جنس سے مناسبت رکھتا ہو

آنکہ مانند ست باشد عاریت
جو مشابہ ہے وہ عارضی ہوتا ہے

عاریت باقی نماند عاقبت
انجام کار عارضی چیز باقی نہیں رہتی

مُرغ را گر ذوق آید از صفیر
پرندہ کو اگر سیٹی سے لطف آتا ہے

چونکہ جنسِ خود نیابد شد نفیر
جب وہ اپنی جنس کو نہیں پاتا، بھاگ جاتا ہے

تشنہ را گر ذوق آید از سراب
پیاسے کو، اگر سراب سے ذوق آتا ہے

چوں رسد در وے گریزد جوید آب
جب اُسمیں پہونچتا ہے، بھاگتا ہے، پانی کی جستجو کرتا ہے

مُفلساں گر خوش شوند از زرِ قلب
مُفلس، اگر کھوٹے سونے سے خوش ہوتے ہیں

لیک آں رُسوا شود در دارِ ضرب
لیکن وہ ٹکسال میں جا کر بے قدر ہو جاتا ہے

تا زراندودیت از رہ نفگند
خبردار! کوئی ملمع ساز تجھے، راستہ سے نہ بھٹکا دے

تا خیالِ کژ ترا چہ نفگند
خبردار! کج خیالی تجھے کنوئیں میں نہ گرا دے

از کلیلہ باز جو آں قصّہ را
اُس قصّہ کو کلیلہ دمنہ میں تلاش کر

و اندر آں قصّہ طلب کُن حصّہ را
اور اُس قصّہ میں اپنا حصّہ طلب کر

در کلیلہ[۳] خواندہ باشی لیک آں
تو نے کلیلہ میں پڑھا ہو گا لیکن وہ

قِشر و افسانہ بُود نے مغزِ جاں
چھلکا اور افسانہ تھا نہ کہ جان کا مغز

قصّۂ نخچیراں و بیانِ توکّل و ترکِ جہد[۴] کردن

شکار کے جانوروں کا قصّہ اور توکّل اور کوشش ترک کر دینے کا بیان

---

[۱] یا مگر۔ ویسے اصل تو ہر ایک کو اپنی جنس سے ذوق ہوتا ہے اور کبھی اُس چیز سے بھی ذوق ہوتا ہے جو فی الحال تو ہم جنس نہیں ہے لیکن بعد میں ہم جنس بنجاتی ہے جیسے روٹی پانی کہ وہ انسان کی جنس میں سے نہیں ہے لیکن انسانی بدن میں جا کر انسان کا جزو بنجاتی ہے۔

[۲] آں مگر۔ کبھی ذوق اِس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ چیز حقیقتاً ہم جنس تو نہیں ہے لیکن ہم جنس سے مشابہت رکھتی ہے لیکن یہ ذوق بہت عارضی ہے۔ مُرغ۔ پرندہ، شکاری کی سیٹی کی طرف اِس وجہ سے کھنچتا ہے کہ وہ اُس کے ہم جنس پرندہ کی آواز سے مُشابہت رکھتی ہے لیکن فوراً ہی حقیقت کھُلنے پر بھاگتا ہے۔ سَراب۔ چمکتا ہوا ریتہ جو دور سے پانی نظر آتا ہے۔ زرِ قلب۔ کھوٹا سونا۔ دارِ ضرب۔ ٹکسال۔ تا۔ یہاں سے مولانا کا قول شروع ہوتا ہے۔ کژ۔ کج۔

[۳] کلیلہ دمنہ۔ مشہور کتاب ہے۔ کلیلہ اور دمنہ دو فرضی گیدڑوں کے نام ہیں جنکی زبانی بہت نصیحت آمیز قصّے کہانیاں نقل کی گئی ہیں یہ اصل کتاب سنسکرت میں تھی پھر اُس کا فارسی ترجمہ ہوا اور پھر خلیفہ ہارون الرشید نے فارسی سے عربی میں منتقل کرائی اب اُس کے سنسکرت اور فارسی کے نسخے مفقود ہیں عربی نسخے سے یہ کتاب دنیا کی مشہور زبانوں میں منتقل ہوئی ہے۔ قِشر۔ چھلکا۔ افسانہ۔ کہانی۔ جہد۔ جیم کا فتحہ اور ضمہ دونوں صحیح ہیں۔

[۴] کوشش، محنت۔

طائفهٔ نخچیر در وادیٔ خوش — بود شاں با شیر دائم کشمکش

شکار کے جانوروں کی ایک ٹکڑی، عمدہ وادی میں — اُن کی شیر کے ساتھ مستقل کشمکش رہتی تھی

بسکہ آں شیر از کمیں در می ربود — آں چرا بر جملہ ناخوش گشتہ بود

چونکہ وہ شیر گھات سے اٹھا لیجاتا تھا — وہ چراگاہ سب کے لئے ناگوار ہوگئی تھی

حیلہ کردند آمدند ایشاں بہ شیر — کز وظیفہ ما تُرا داریم سیر

انہوں نے تدبیر کی، وہ شیر کے پاس آئے — کہ تجھے ہم نے پیٹ بھر کر خوراک دینا منظور کیا ہے

جز وظیفہ در پئے صیدے میا — تا نگردد تلخ بر ما ایں گیا

راتب کے علاوہ کسی شکار کے پیچھے نہ آ — تاکہ یہ گھاس ہمارے لئے کڑوی نہ بنے

جواب شیر نخچیراں را و بیان خاصیت جہد

شیر کا شکار کو جواب دینا اور کوشش کی خاصیت کا بیان

گفت آرے گر وفا بینم نہ مکر — مکرہا دیدم بسے از زید و بکر

اس نے کہا، ہاں اگر میں وفاداری دیکھوں نہ مکاری — زید و بکر سے میں نے بہت مکر دیکھے ہیں

من ہلاکِ قول و فعلِ مردمم — من گزیدهٔ زخمِ مار و کژدمم

میں لوگوں کے قول اور فعل سے تباہ ہوں — میں سانپ اور بچھو کا زخم خوردہ ہوں

نفس ہر دم از درونم در کمیں — از ہمہ مردم بتر در مکر و کیں

میرے اندر سے نفس ہر وقت گھات میں ہے — مکر اور کینہ میں سب انسانوں سے بدتر ہے

گوشِ من لایُلدغ المؤمن شنید — قولِ پیغمبر بجان و دل گزید

میرے کان نے لایلدغ المؤمن سنا ہے — پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو جان و دل سے اختیار کیا ہے

باز ترجیح نہادنِ نخچیراں توکل را بر جہد و اکتساب

شکاروں کا کوشش اور کمانے پر توکل کو پھر ترجیح دینا

جملہ گفتند اے امیر باخبر — الحذر دع لیس یغنی عن قدر

سب نے کہا اے باخبر سردار! — احتیاط کو چھوڑ، وہ تقدیر سے بے نیاز نہیں کرتی ہے

در حذر شوریدنِ شور و شر ست — رو توکل کن توکل بہتر ست

بچاؤ میں، شور و شر کا برانگیختہ ہونا ہے — جا، توکل کر، توکل بہتر ہے

با قضا پنجہ مزن اے تند و تیز — تا نگیرد ہم قضا با تو ستیز

اے تند و تیز! خدائی فیصلہ کا مقابلہ نہ کر — تاکہ خدائی فیصلہ تجھ سے برسرپیکار نہ ہو

طائفہ - جماعت، گروہ - وادیٔ خوش - سرسبز میدان - نخچیر - شکار کرنا، شکارگاہ، شکار کیا ہوا جانور، وہ جانور جس کا شکار کھیلا جاتا ہے - کش مکش - صیغہ امر و نہی کا مجموعہ ہے جیسے گو مگو، کھینچا تانی - بسکہ - چونکہ - کمیں - گھات کی جگہ - چرا - جیم فارسی کے فتحہ کے ساتھ، چریدن سے، چراگاہ - حیلہ - تدبیر، مکر - وظیفہ - روزینہ، راتب - سیر - پیٹ بھر کھانا - گیا - گھاس - آرے - مجھے منظور ہے - ہاں - زید و بکر - یعنی عام انسان -

ہلاک - برباد - مردم - لوگ - گزیدہ - ڈسا ہوا - مار - سانپ - کژدم - ٹیڑھی دم والا، بچھو - نفس - یہاں سے مولانا نے نفس امارہ کے مکر کا ذکر شروع کیا ہے - لایلدغ المؤمن - حدیث ہے لایلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جا سکتا -

اکتساب - کمانا - الحذر - پرہیز، بچاؤ، چوکنا رہنا - احتیاط - دع - امر کا صیغہ، وَدَع و دعاً سے، چھوڑنا - قدر - تقدیر، قضائے الٰہی - شوریدن - برانگیختہ ہونا - فتنہ برپا ہونا - شر - برائی - تدبیر اور دیگر اسباب کو جو کوئی حقیقی سمجھے ہیں وہ زندیق سمجھے جاتے ہیں - م

پنجہ زدن - مقابلہ کرنا - ستیز - جنگ و جدل -

مُردہ[1] باید بود پیشِ حکمِ حق | تا نیاید زحمت از ربُّ الفلق
اللہ کے حکم کے سامنے مُردہ ہو جانا چاہیے | تاکہ ربّ الفلق کی جانب سے عذاب نہ آئے

باز ترجیح نہادنِ شیر جہد را بر توکّل و تسلیم
شیر کا پھر کوشش کو توکّل اور تسلیم پر ترجیح دینا

گفت آرے گر توکّل رہبر است | ایں سبب ہم سُنّتِ پیغمبر است
اُس نے کہا بیشک اگرچہ توکّل راہنما ہے | یہ سبب (اختیار کرنا) بھی پیغمبر کی سنّت ہے

گفت پیغمبر بآوازِ بلند | بر توکّل زانوئے اُشتر ببند
پیغمبرؐ نے بلند آواز سے کہا ہے | توکّل کے ساتھ اونٹ کے گھٹنے باندھ دو

رمزِ الکاسب[2] حبیبُ اللہ شنو | از توکّل در سبب کاہل مشو
اَلکاسِبُ حَبِیبُ اللہ کا نکتہ سنو | توکّل کی وجہ سے سبب کے معاملہ میں سست نہ بنو

در توکّل کسب و جہد اولیٰ تر است | تا حبیبِ حق شوی ایں بہتر است
توکّل میں کمائی اور کوشش زیادہ بہتر ہے | تاکہ تو اللہ کا محبوب بن جائے، یہ بہتر ہے

رَو توکّل کن تو با کسب اے عمو | جہد می کن کسب می کن مُو بمُو
اے چچا! جا، مع کوشش کے توکّل کر | کوشش کر، کمائی کر، سر بسر

جہد کن جدّے نما تا وارہی[3] | گر تو از جہدش بمانی ابلہی
کوشش کر، تن دہی کر تاکہ نجات پائے | اگر تو اس کی کوشش سے باز رہا تو بیوقوف ہے

باز ترجیح نخچیراں توکّل را از جہد و کسب
پھر شکاریوں کا توکّل کو کوشش اور کمائی پر ترجیح دینا

قوم گفتندش کہ کسب از ضعفِ خلق | لقمۂ تزویر داں بر قدرِ حلق
قوم نے اُس سے کہا کہ کوشش لوگوں کی کمزوری کی وجہ سے ہے | اور اُس کو بقدرِ حلق فریب کا لقمہ سمجھ

پس بداں کہ کسبہا از ضعف خاست | در توکّل تکیہ بر غیرے خطاست
پس جان لے کہ کوششیں ضعف کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں | توکّل میں غیر پر بھروسہ غلط ہے

نیست کسبے از توکّل خوب تر | چیست از تسلیم خود محبوب تر
کوئی کوشش، توکّل سے بہتر نہیں ہے | رضا و تسلیم سے زیادہ محبوب کیا چیز ہے؟

بس گریزند از بلا سوئے بلا | بس جہند از مار سوئے اژدہا
بہت لوگ ایک مصیبت سے دوسری مصیبت کی طرف بھاگتے ہیں | بہت لوگ سانپ سے اژدہے کی طرف کودتے ہیں

[1] مُردہ بودن - یعنی سرِ تسلیم خم کرنا۔ زحمت - صدمہ، مار پیٹ، عذاب۔ ربُّ الفلق صبح کی سفیدی پیدا کرنیوالا، اللہ تعالیٰ۔ سبب - اسباب کو اختیار کرنا "آنحضورؐ کی" سنّت ہے۔ بآوازِ بلند - علی الاعلان۔ زانوئے اُشتر - آنحضورؐ نے فرمایا ہے اِعْقِلْ وَ تَوَکَّلْ۔ اونٹ کے رسّی باندھ اور خدا پر بھروسہ کر، یعنی حفاظت کے جو اسباب ہیں وہ بھی اختیار کر۔

[2] الکاسب حبیبُ اللہ - کسب کرنیوالا اللہ کا محبوب ہے۔ یہ مشہور مقولہ ہے۔ کاہل - سُست، یعنی انسان کو اسباب اختیار کرنے میں سُستی نہ کرنی چاہیے۔ در توکّل - انسان کا محنت کرنا اور اسبابِ دنیوی اختیار کرنا توکّل کے خلاف نہیں ہے۔ عمو - چچا، بزرگ۔ مُو بمُو - سر بسر، پوری طرح۔ جِدّ - جیم کے کسرہ سے، کوشش۔

[3] وا - جدا - رہی - رہیدن کا فعلِ مضارع، چھوٹنا۔ ابلہ - بیوقوف۔ خلق - مخلوق۔ تزویر - مکر و فریب۔ ضُعف - یعنی انسان کو کسب اس لئے کرنا پڑتا ہے کہ اُس کے عقیدے میں کمزوری آگئی ہے، خدا پر پورا بھروسہ نہیں کرتا ہے۔ تکیہ - بھروسہ۔ تسلیم - خدا کے حکم پر سر جھکا دینا۔

حیلہ کرد انسان و حیلش دام بود
انسان نے تدبیر کی اور اُس کی تدبیر جال تھی

آنکہ جاں پنداشت خوں آشام بود
جس کو جان سمجھا وہ خون پینے والی تھی

در ببست و دشمن اندر خانہ بود
(اُس نے) دروازہ بند کر لیا اور دشمن گھر ہی میں تھا

حیلۂ فرعون زیں افسانہ بود
فرعون کی تدبیر اسی قسم کی تھی

صد ہزاراں طفل کشت آں کینہ کش
اُس کینہ والے نے لاکھوں بچے مار ڈالے

وانکہ او می جست اندر خانہ اش
اور جس کو وہ تلاش کرتا تھا اُسکے گھر میں تھا

دیدۂ ما چوں بسے علت دروست
جبکہ ہماری نگاہ میں بڑی خرابیاں ہیں

رو فنا کن دید خود در دید دوست
جا، اپنی صوابدید کو دوست کی صوابدید میں فنا کردے

دید ما را دید او نعم العوض
اُس کی صوابدید ہماری صوابدید کا بہترین بدلہ ہے

ہست اندر دید او کلی غرض
اُس کی صوابدید میں تمام مقاصد موجود ہیں

طفل تا گیرا و تا پویا نبود
بچہ جب تک پکڑنے والا اور چلنے والا نہ تھا

مرکبش جز گردن بابا نبود
بابا کی گردن کے علاوہ اُس کی سواری نہ تھی

چوں فضولی کرد و دست و پا نمود
جب اُس نے بیکار بات کی اور ہاتھ پیر نکالے

در عنا افتاد و در کور و کبود
(تو) مشقت و مصیبت اور اندھیرے میں پھنس گیا

جانہائے خلق پیش از دست و پا
لوگوں کی روحیں، ہاتھ، پیر سے پہلے

می پریدند از وفا اندر صفا
کمال کی وجہ سے، عالم غیب میں پرواز کرتی تھیں

چوں بامر اہبطوا بندی شدند
جب اہبطوا کے حکم سے قیدی بن گئیں

حبس خشم و حرص و خورسندی شدند
غصہ اور حرص اور خوشی میں گرفتار ہو گئیں

ما عیال حضرتیم و شیر خواہ
ہم اللہ کے عیال، اور شیر خوار ہیں

گفت الخلق عیال للالٰہ
(خدا نے) فرمایا ہے مخلوق اللہ کی عیال ہے

آنکہ او از آسماں باراں دہد
جو آسمان سے بارش عطا فرماتا ہے

ہم تواند کو ز رحمت ناں دہد
یہ بھی کر سکتا ہے کہ وہ کرم سے روٹی دیدے

دیگر بار بیان کردن شیر ترجیح جہد بر توکل

شیر کا توکل پر کوشش کو دوسری بار ترجیح دینا

گفت شیر آرے و لے رب العباد
شیر نے کہا، ہاں لیکن بندوں کے پروردگار نے

نردبانے پیش پائے ما نہاد
ہمارے پیروں کے پاس سیڑھی رکھدی ہے

لہ حیلہ۔ تدبیر۔ دام۔ جال۔ خون آشام۔ خونخوار۔ فرعون یہ لقب ہے نام ولید بن مصعب ہے یہ مصر کا ظالم بادشاہ گذرا ہے، کاہنوں نے اُس کو بتایا تھا کہ بنی اسرائیل کا لڑکا تمہاری سلطنت کے زوال کا باعث ہوگا، اس بنا پر اُس نے بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے بچوں کو قتل کرانا شروع کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ کو اُن کی والدہ نے پیدائش کے بعد دریائے نیل میں ڈال دیا جو بالآخر فرعون کے گھر پہنچ گئے اور وہیں اُن کی پرورش ہوئی اور وہی اُس کی سلطنت کے زوال کا سبب بنے۔

لہ دید۔ نظر، صوابدید۔ علت۔ بیماری، نقص۔ نعم العوض۔ اچھا بدلہ۔ گیرا۔ گیرندہ۔ پکڑنے والا۔ پویا۔ دوڑنے والا۔ مرکب۔ سواری۔ بابا۔ باپ۔ فضولی۔ غیر ضروری بات، بیہودگی۔ عنا۔ مشقت۔ کور۔ یعنی اندھاپن کبود۔ کالا، تاریک۔ جانہائے۔ روحیں عالم ازل میں بغیر ہاتھ پیر کے اڑتی پھرتی تھیں۔ صفا۔ عالم بالا چونکہ وہ مادہ سے صاف ہے۔

لہ اہبطوا۔ نیچے اترو، حضرت آدم و حوا اور شیطان کو گندم خوری کے بعد حکم ہوا تھا کہ سرزمین پر اترو۔

پایہ پایہ[۱] رفت باید سوئے بام — ہست جبری بودن اینجا طمع خام
کہ تجھے پیر رفتہ رفتہ چڑھنا چاہیئے — اِس مقام پر جبری ہونا خام خیالی ہے

پا داری چوں کنی خود را تو لنگ — دست داری چوں کنی پنہاں تو چنگ
تو پیر رکھتا ہے، کیوں اپنے کو لنگڑا بناتا ہے؟ — تو ہاتھ رکھتا ہے، پنجہ کو کیوں چھپاتا ہے؟

خواجہ چوں بیلے بدستِ بندہ داد — بے زباں معلوم شد اُو را مُراد
آقا نے، جب غلام کو بیلچہ تھما دیا — بغیر کچھ کہے اس کا مقصد معلوم ہوگیا

دست ہمچوں بیل اشارتہائے اوست — آخر اندیشی عبارتہائے اوست
بیلچہ کی طرح، ہاتھ اُس کے اشارے ہیں — جس کا مطلب انجام بینی ہے

چوں اشارتہاش را بر جاں نہی[۲] — در وفائے آں اشارت جاں دہی
جب تو اُس کے اشاروں کو دل پر جمالے گا — اور اُن اشاروں کو پورا کرنے میں جان دیدے گا

ق

پس اشارتہاش اسرارت دہد — بار بردارد ز تو، کارت دہد
تب اُس کے اشارے تجھے راز عطا کریں گے — تیرا بوجھ ہلکا کر دیں گے، تجھے کام دیں گے

حاملی محمول گرداند ترا — قابلی مقبول گرداند ترا
تو بار بردار ہے تو تجھے سوار کر دے گا — تو (حکم کو) ماننے والا ہے تو تجھے مقبول بنا دیگا

قابلِ[۳] امرِ وَیْ قابل شوی — وصل جوئی بعد ازاں واصل شوی
تو اُس کے حکم کو قبول کرنیوالا ہے (دربار کے) قابل ہو جائیگا — تو وصل کا طالب ہے، اُس کے بعد وصال والا بنجائیگا

سعیِ شکرِ نعمتِ قدرت بود — جبرِ تو انکارِ آں نعمت بُوَد
کوشش، قدرت کی نعمت کا شکر ادا کرنا ہے — اور تیرا جبری ہونا اُس نعمت کا اِنکار ہے

شکرِ نعمت نعمتت افزوں کُند — کفرِ نعمت از کفت بیروں کُند
نعمت پر شکر ادا کرنا تیری نعمت کو بڑھائیگا — اور نعمت کا کفر، (اُسکو) تیرے قبضہ سے نکالدیگا

جبرِ تو خفتن بُوَد در رہِ مخسپ — تا نہ بینی آں در و درگہ مخسپ
اپنے آپ کو مجبور سمجھنا، سو جانا ہے، راستہ میں نہ سو — جب تک اُس دَر اور درگاہ کو نہ دیکھ لے، نہ سو

ہاں مخسپ اے جبریِ بے اعتبار — جز بزیرِ آں درختِ میوہ دار
اے بے بھروسہ جبری! ہرگز نہ سونا — اُس میوہ دار درخت کے نیچے کے سوا

تا کہ شاخ افشاں کند ہر لحظہ باد — بر سرت دائم بریزد نقل و زاد
تاکہ ہوا ہر لحظہ شاخ کو ہلائے — داد، ہمیشہ تیرے لئے نقل و توشہ مہیا کرتی ہے

---

[۱] پایہ پایہ۔ درجہ بدرجہ۔ بام۔ کوٹھا، بالاخانہ۔ جبری۔ مجبور۔ لنگ۔ لنگڑا۔ چنگ۔ چنگل، پنجہ۔ خواجہ۔ مالک، آقا۔ بندہ۔ غلام، نوکر۔ بیل۔ بیلچہ۔ بے زبان۔ بغیر کہے ہوئے۔ مُراد۔ آقا کا مطلب یہ ہے کہ زمین کھود، جب خدا نے یہ اعضاء دئے ہیں تو اشارہ ہے کہ ہاتھ پیر کو کام میں لا۔

[۲] بر جان نہی۔ تو دل پر نقش کرلیگا۔ وفا۔ پورا کرنا۔ اسرارت۔ یعنی جب تم محنت اور ریاضت کروگے تو مجاہدہ سے کشفِ شہود ہوگا۔ حامل۔ بوجھ اٹھانیوالا۔ محمول۔ لدا ہوا، یعنی اب تو تم پر اعمال کا بار ہوگا کل کو یہی اعمال باعثِ راحت ہوں گے۔

[۳] قابل۔ قبول کرنیوالا۔ مقبول۔ یعنی مقبولِ بارگاہ۔ امرِ وَیْ۔ یعنی امرِ رب ہستی۔ قدرت۔ اختیار۔ جبر۔ مجبور ہونا بے بسی، بے اختیاری۔ در و درگہ یعنی جب تو جنابِ باری میں پہونچ جائے اور تجھے مشاہدۂ حق میسر ہو جائے۔ ہاں۔ کلمۂ تنبیہ ہے۔ جبری۔ وہ شخص جو عقیدۂ جبر کا قائل ہو، انسان کو مجبورِ محض سمجھتا ہو۔ بے اعتبار۔ اپنے منافع کے لئے تو بھاگا پھرتا ہے اور عبادات و طاعات میں اپنے آپ کو مجبور سمجھتا ہے۔ درخت۔ یعنی وصول الی اللہ۔

[۴] درخت۔ افشاندن۔ جھاڑنا۔ نقل۔ وہ چیزیں جو شراب کے ساتھ کھائی جاتی ہیں۔ زاد۔ توشہ۔

جبر خفتن در میان رہزناں — مرغِ بے ہنگام کے یابد اماں

خود کو مجبور سمجھنا، ڈاکوؤں کے درمیان سو جانا ہے — بے وقت اذان دینے والا مرغ کب بچتا ہے؟

ور اشارتہاش را بینی زنی — مرد پنداری و چوں بینی زنی

اگر اُس کے اشاروں پر تو ناک چڑھائے گا — تو اپنے آپ کو مرد سمجھتا ہے، اور جب غور کرے گا تو عورت ہے

آں قدر عقلے کہ داری گم شود — سر کہ عقل از وے بپرد دُم شود

تو جس قدر عقل رکھتا ہے، وہ گم ہو جائیگی — جس سر سے عقل اُڑ جائے وہ دُم بنجاتا ہے

زانکہ بے شکری بود شوم و شنار — می برد ناشکر را در قعرِ نار

چونکہ ناشکری، منحوس اور نامبارک ہوتی ہے — ناشکرے کو جہنم کے گڑھے میں لیجاتی ہے

گر توکّل میکنی در کار کن — کسب کن پس تکیہ بر جبّار کن

اگر تو توکّل کرتا ہے، کاروبار میں کر — کما، اور پھر اللہ پر بھروسہ کر

تکیہ بر جبّار کن تا وارہی — ورنہ اُفتی در بلا و گمرہی

خدا پر بھروسہ کر تاکہ نجات پا جائے — ورنہ مصیبت اور گمراہی میں مبتلا ہو جائیگا

باز ترجیح نہادن نخچیراں توکّل را بر جہد

شکاریوں کا توکّل کو کوشش پر پھر ترجیح دینا

جملہ با وے بانگہا بر داشتند — کاں حریصاں کیں سببہا کاشتند

سب اُس پر چیخ پڑے — کہ جن حریصوں نے یہ اسباب بوئے ہیں

صد ہزار اندر ہزاراں مرد و زن — پس چرا محروم ماندند در زمن (ق)

لاکھوں، لاکھ مرد اور عورت — زمانہ میں کیوں محروم رہے؟

صد ہزاراں قرن ز آغازِ جہاں — ہمچو اژدرہا کشادہ صد دہاں

ابتداءِ آفرینش سے لاکھوں صدیاں — اژدہوں کی طرح سینکڑوں منہ کھولے ہوئے

مکرہا کردند آں دانا گروہ — کہ زبن برکندہ شد زاں مکر کوہ

اُن عقلمندوں نے ایسی چالاکیاں کیں — کہ اُن کی چالاکیوں سے پہاڑ جڑ سے اکھڑ گیا

کردہ مکر و حیلہ آں قومِ خبیث — گر زما باور نداری ایں حدیث

اُس خبیث قوم نے چالاکی اور تدبیر کی — اگر ہماری اس بات پر تجھے یقین نہیں آتا

کرد وصفِ مکرِ شاں ذوالجلال — لِتَزُوْلَ مِنْہُ اَقْلَالُ الْجِبَالِ (ق)

اللہ نے اُن کے مکر کا بیان فرمایا ہے — اُس سے پہاڑ کی چوٹیاں ہٹ جاتی ہیں

لے رہزناں۔ یعنی شیاطین مرغ۔ جو مرغ بے وقت اذان دیتا تھا اُس کو ذبح کر لیا جاتا تھا۔ بینی زدن۔ ناک چڑھانا۔ زنی۔ تو عورت ہے۔ عقلے۔ قوتِ عقلیہ کو اگر کام میں نہ لایا جائے گا وہ بیکار ہو جائے گی۔ دُم۔ یعنی بدترین عضو۔ شوم منحوس۔ شنار۔ شین کے ضمہ کے ساتھ، نامبارک قعر۔ گہرائی۔ نار۔ آگ۔ یعنی نعمت کا کفران عذاب کا سبب ہے۔

۲ کار۔ یعنی کام میں لگ کر توکّل کرنا چاہئے۔ جبّار اللہ تعالیٰ۔ تکیہ۔ خدا پر بھروسہ ضروری ہے ورنہ انسان مصائب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حریصاں یعنی حریص انسان نے اسباب اختیار کرلے ہیں۔ زمن۔ زمانہ، یعنی اگر اسباب اختیار کرنا مفید ہوتا تو لاکھوں انسان جنہوں نے اسباب اختیار کئے محروم کیوں ہوئے۔

۳ قرن۔ صدی۔ صد ہزاراں لاکھوں۔ اژدرہا۔ اژدہے، پیٹ بھرنے پر اژدہا سو جاتا ہے، ورنہ زبان لٹکائے پھرتا ہے۔ زبن۔ اس مصرع میں قومِ عاد کی سنگتراشی کا بیان نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب وہی ہے جو آئندہ اشعار میں بیان کیا گیا ہے مکر و حیلہ۔ فریب، مکاری خبیث۔ ناپاک، بداعتقاد، ۴ مراد وہی لوگ ہیں جو اسباب کو حقیقی مؤثر مانتے ہیں۔ وصف۔ بیان، تعریف۔ اقلال۔ قُلّہ کی جمع، پہاڑ کی چوٹی۔ جبال۔ جبل کی جمع، پہاڑ۔

جز کہ آں قسمت کہ رفت اندر ازل — روئے ننمود از سگالِ واز عمل

سوائے اُس حصّہ کے جو ازل میں مقرر ہوا ہے — غور و فکر اور عمل سے (کچھ) نہ ملا

جملہ افتادند از تدبیر و کار — ماند کار و حکمہائے کردگار

سب، تدبیر اور کام سے عاجز آ گئے — اللہ کا کام اور اُس کے احکام باقی رہے

کسب جز نامے مداں اے نامدار — جہد جز وہمے مپندار اے عیار

اے نامدار! کوشش کو برائے نام سمجھ — اے ہوشیار! کوشش کو وہم کے سوا کچھ نہ سمجھ

نگریستن عزرائیل علیہ السلام بر مردے و گریختن اُو در سرائے سلیمان علیہ السلام و تقریر ترجیح توکل بر جہد و کوشش

عزرائیل علیہ السلام کا ایک شخص کو گھورنا اور اُس کا سلیمان علیہ السلام کے گھر کی طرف بھاگنا اور توکل کی مشقت اور کوشش پر ترجیح کی تقریر

سادہ مردے چاشتگاہے در رسید — در سرا عدلِ سلیمانی در دوید

ایک بھولا آدمی دن چڑھے آیا — اور حضرتِ سلیمانؑ کی عدالت میں دوڑا

رویش از غم زرد و ہر دو لب کبود — پس سلیمانؑ گفت اے خواجہ چہ بود

غم سے اُس کا چہرہ زرد اور دونوں ہونٹ نیلے تھے — (حضرت) سلیمانؑ نے پوچھا اے صاحب کیا ہوا؟

گفت عزرائیل در من ایں چنیں — یک نظر انداخت پُر از خشم و کیں

اُس نے کہا، عزرائیل (علیہ السلام) نے مجھ پر ایسی — ایک نظر ڈالی جو غصہ اور کینہ سے بھری ہوئی تھی

گفت ہیں اکنوں چہ میخواہی بخواہ — گفت فرما باد را اے جاں پناہ

انہوں نے کہا اب جو کچھ چاہتا ہے بیان کر — اُس نے کہا، اے جاں پناہ! ہوا کو حکم دیجئے

ق

تا مرا زینجا بہندستاں برد — بو کہ بندہ کاں طرف شد جاں برد

تاکہ مجھے اُس جگہ سے ہندوستان لیجائے — ہو سکتا ہے بندہ اُس طرف چلا جائے تو جان بچالے

پس سلیمانؑ کرد بر باد ایں برات — برد باد اُو را بسوئے سومنات

تو حضرتِ سلیمانؑ نے ہوا کو یہ حکم دیا — ہوا، اُس کو سومنات کی طرف لے گئی

باد را فرمود تا اُو را شتاب — برد سوئے خاکِ ہندوستاں بر آب

ہوا کو حکم دیا اور وہ فوراً اُس کو — پانی پر (سوار کر کے) ہندوستان کی سرزمین کی طرف لے گئی

نک ز درویشی گریزانند خلق — لقمۂ حرص و امل زانند خلق

اب! افلاس سے لوگ بھاگتے ہیں — اس لئے لوگ حرص اور خواہش کا لقمہ ہیں

سگال۔ غور و فکر، سوچ۔ عمل۔ کسب، کاروبار۔ افتادند۔ رہ گئے، عاجز آ گئے۔ کردگار۔ کام کا مالک۔ اللہ تعالیٰ۔ سادہ۔ بھولا بھالا۔ چاشتگاہ۔ ایک پہر دن چڑھے کا وقت۔ سرا۔ عدل۔ عدالت، محکمہ۔ سلیمانؑ۔ نبی جو حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں جنکو نبوت کے ساتھ دنیا کی عظیم الشان سلطنت بھی ملی تھی۔ انسانوں کے علاوہ جنوں پر بھی حکمران تھے۔ کبود۔ نیلا۔ خواجہ۔ مالک، آقا، بزرگ۔ عزرائیل۔ ملک الموت۔ کیں۔ کینہ۔ ہیں۔ کلمۂ تنبیہ ہے۔ باد۔ ہوا بھی حضرتِ سلیمانؑ کے تابع تھی۔ بو۔ بود، ہو سکتا ہے، ممکن ہے۔ جاں برد۔ بچ جائے، زندہ رہے۔ برات۔ تحریری حکم، شاہی حکم۔ سومنات۔ علاقہ گجرات کا ایک شہر ہے جس کا مندر دنیا میں مشہور ہے جس کو سلطان محمود نے منہدم کر دیا تھا اور اب حکومت ہند نے اُس کی دوبارہ تعمیر کرائی ہے۔ نک۔ اینک کا مخفف ہے، اب۔ گریزیدن۔ بھاگنا، بچنا۔ امل۔ آرزو۔ زانند۔ ازاں اند۔

ترسِ[1] درویشی مثالِ آں ہراس
اِفلاس کا ڈر، اُس خوف کی مثال ہے

حرص و کوشش را تو ہندستاں شناس
حرص اور کوشش کو تو ہندوستان سمجھ

روزِ دیگر وقتِ دیوان و لِقا
دوسرے دن دربار اور ملاقات کے وقت

شہ سلیمانؑ گفت عزرائیلؑ را
حضرتِ سلیمانؑ نے عزرائیل (علیہ السلام) سے کہا

ق

کاں مسلماں را بخشم از چہ سبب
اُس مسلمان کو غصہ سے کس وجہ سے

بنگریدی باز گو اے پیکِ رب
تو نے دیکھا؟ اے اللہ کے قاصد! بتا

اے عجب ایں کردہ باشی بہرِ آں
تعجب ہے! یہ تو نے اِس لئے کیا تھا

تا شود آوارہ اُو از خانماں
تاکہ وہ گھر بار سے آوارہ ہوجائے

گفتش اے شاہِ جہانِ[2] بے زوال
حضرتِ عزرائیل نے اُن سے کہا کہ اے لازوال جہاں کے بادشاہ

فہم کژ کرد و نمود اُو را خیال
اُس نے غلط سمجھا اور اُسکو خیال (غصہ) دکھایا

کہ مرا فرمود حق کامروز ہاں
اِس لئے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آج ہی

جانِ اُو را تو بہندستاں ستاں
اُس کی جان ہندوستان میں نکال لے

دیدمش اینجا و بس حیراں شدم
میں نے اُس کو یہاں دیکھا تو بہت حیران ہوا

در تفکر رفتہ سرگرداں شدم
میں فکر میں ڈوب کر پریشان ہوا

از عجب گفتم گر اُو را صد پرست
تعجب سے میں نے کہا کہ اگر اُس کے سو پر ہوں

اُو بہندستاں شدن دور اندرست
اُس کا ہندوستان پہونچنا دور (از قیاس) ہے

چوں بامرِ حق بہندستاں شدم
میں جب اللہ کے حکم سے ہندوستان پہونچا

دیدمش آنجا و جانش بستدم
میں نے اُسکو وہاں دیکھا اور اُسکی جان نکال لی

تو ہمہ کارِ جہاں را ہم چنیں
(اے مخاطب) تو دنیا کے تمام کاموں کو اِسی پر

کُن قیاس و چشم بکشا و ببیں
قیاس کرلے، اور آنکھ کھول اور دیکھ

از کہ[3] بگریزیم از خود، ایں مُحال
ہم کس سے بھاگیں؟ اپنے آپ سے؟ یہ ناممکن ہے

از کہ برتابیم از حق ایں وبال
ہم کس سے سرتابی کریں؟ خدا سے! یہ تو تباہی ہے

باز ترجیح نہادنِ شیر جہد را بر توکل و فوائدِ جہد بیان کردن

شیر کا پھر توکل پر کوشش کو ترجیح دینا اور کوشش کے فائدے بیان کرنا

شیر گفت آرے ولیکن ہم ببیں
شیر نے کہا درست ہے، لیکن یہ بھی تو دیکھ

جہد ہائے انبیا و مُرسلیں
انبیاء اور رسولوں کی کوششیں

---

[1] ترس۔ یعنی افلاس کے ڈر سے لوگ توکل کو ترک کرتے ہیں پھر بھی محروم رہتے ہیں جیساکہ وہ شخص وہاں سے ہندوستان کی طرف بھاگا لیکن وہاں بھی نہ بچا۔ دیوان و لقا یعنی دربارِ عام جس میں لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے۔

[2] جہانِ بے زوال۔ عالمِ آخرت، حضرت سلیمانؑ نبی بھی تھے، لہٰذا اُن کو شاہِ آخرت کہا ہے۔ کژ۔ کج۔ ٹیڑھا۔ ہاں۔ کلمۂ تنبیہ ہے۔ ستاں۔ ستاندن کا امر ہے، لینا۔ صد پر۔ یعنی اگر اُس شخص کے سو پر بھی لگ جائیں گے۔

[3] از کہ۔ تقدیر سے بھاگنا ایسا ہے جیساکہ خود انسان اپنے آپ سے بھاگے جو ناممکن ہے۔ انبیاء و مرسلین۔ رسولوں اور نبیوں نے بھی اسبابِ دنیوی اختیار کئے ہیں اور جدوجہد کی ہے۔

سعیِ ابرارؔ و جہادِ مومناں ‍ ‍ ‍ ‍ تا بدیں ساعت ز آغازِ جہاں
نیکوں کی کوشش، مومنوں کا جہاد ‍ ‍ ‍ ‍ ابتداء آفرینش سے اب تک

حق تعالیٰ جہدِ شاں را راست کرد ‍ ‍ ‍ ‍ آنچہ دیدند از جفا و گرم و سرد
اللہ نے اُن کی کوشش درست کر دی ‍ ‍ ‍ ‍ جو کچھ اُنہوں نے ظلم اور گرم و سرد دیکھا

حیلہ ہاشاں جملہ حال آمد لطیف ‍ ‍ ‍ ‍ کُلُّ شَیٍٔ مِّنْ ظَرِیْفٍ ھُوَ ظَرِیْف
بہرحال اُنکی تدبیریں، پاکیزہ ثابت ہوئیں ‍ ‍ ‍ ‍ بھلے کی ہر شے بھلی ہوتی ہے

دامہاشاں مرغِ گردونی گرفت ‍ ‍ ‍ ‍ نقصہاشاںؔ جملہ افزونی گرفت
اُن کے جالوں نے آسمانی پرندے پکڑے ‍ ‍ ‍ ‍ اُنکی تمام کمیوں نے، ترقیاں حاصل کر لیں

جہد میکن تا توانی اے کیا ‍ ‍ ‍ ‍ در طریقِ انبیا و اولیا
اے عقلمند! جس قدر بھی ہو سکے کوشش کر ‍ ‍ ‍ ‍ انبیاء اور اولیاء کے طریقہ پر

با قضا پنجہ زدن نبود جہاد ‍ ‍ ‍ ‍ زانکہ ایں را ہم قضا بر ما نہاد
جہاد، تقدیر الٰہی کا مقابلہ نہیں ہے ‍ ‍ ‍ ‍ اس لئے کہ یہ بھی تقدیر الٰہی نے ہم پر رکھا ہے

کافرم من گر زیاں کردست کس ‍ ‍ ‍ ‍ در رہِ ایمان و طاعت یک نفس
میں کافر ہوں، اگر کسی نے نقصان اٹھایا ہو ‍ ‍ ‍ ‍ ایمان اور طاعت کے راستہ میں، تھوڑی دیر کیلئے بھی

سر شکستہ نیست ایں سر را مبند ‍ ‍ ‍ ‍ یک دو روزے جہد کن باقی بخند
(تیرا) سر پھٹا ہوا نہیں ہے، خبردار سر کو باندھ ‍ ‍ ‍ ‍ ایک دو روز کوشش کر لے پھر آرام اُٹھا

بد محالےؔ جست کو دنیا بجست ‍ ‍ ‍ ‍ نیک حالے جست کو عقبیٰ بجست
جس نے دنیا کی جستجو کی اُس نے باطل کی جستجو کی ‍ ‍ ‍ ‍ جس نے آخرت کی جستجو کی اس نے اچھی حالت کی جستجو کی

مکرہا در کارِ دنیا بارد ست ‍ ‍ ‍ ‍ مکرہا در ترکِ دنیا وارد ست
دنیا کے کام میں تدبیر کرنا بیکار ہے ‍ ‍ ‍ ‍ دنیا چھوڑنے میں، تدبیر کرنا منقول ہے

مکر آں باشد کہ زنداں حفرہ کرد ‍ ‍ ‍ ‍ آنکہ حفرہ بست ایں مکریست سرد
تدبیر یہ ہے کہ قید خانہ میں سرنگ لگا دی ‍ ‍ ‍ ‍ جس نے سرنگ بند کر دی یہ غلط تدبیر ہے

ایں جہاں زندان و ما زندانیاں ‍ ‍ ‍ ‍ حفرہ کن زندان و خود را وارہاں
یہ دنیا قید خانہ ہے، اور ہم قیدی ہیں ‍ ‍ ‍ ‍ قید خانہ میں سرنگ لگا دے اور اپنے آپ کو چھڑا لے

چیست دنیا از خدا غافل بدن ‍ ‍ ‍ ‍ نے قماش و نقرہ و فرزند و زن
دنیا کیا ہے؟ اللہ سے غافل ہونا ‍ ‍ ‍ ‍ نہ کہ ساز و سامان اور چاندی اور بچے، بیوی

---

۱ ابرار۔ بَر کی جمع ہے، نیک آدمی۔ راست کرد۔ اُن کو غلبہ دیا اور طرح طرح سے اُن کی مدد کی۔ حیلہ۔ تدبیر۔ جملہ حال۔ بہرحال۔ لطیف۔ پاکیزہ، ظریف۔ نیک، بھلا، خوش طبع۔ دام۔ جال۔ گردونی۔ آسمانی۔

۲ نقص۔ کمی۔ افزونی۔ زیادتی، بڑھوتی۔ کیا۔ دانا، پہلوان، بادشاہ۔ قضا۔ انسان کی کوشش بھی تقدیرِ الٰہی کے ماتحت ہے۔ یک نفس۔ تھوڑی دیر۔ سر شکستہ۔ معذور، تو معذور ہے لیکن تندرست معذور نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔

۳ محال۔ باطل، ناممکن۔ بارد۔ ٹھنڈا، بے اثر۔ وارد۔ وارد حدیث میں منقول ہے۔ مکر۔ قیدی کی رہائی کی یہ تدبیر ہے کہ وہ قید خانہ میں سرنگ لگا کر نکل بھاگے، دنیا مومن کا قید خانہ ہے۔ بدن۔ بودن۔ قماش۔ ساز و سامان۔ نقرہ۔ چاندی۔

مال را کز بہرِ دیں باشی حمولؔ — نِعمَ مالٌ صالحٌ خواندش رسول
وہ مال دین کے لئے تو جس کا بار بردار ہو — اُسکو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین اچھا مال فرمایا ہے

آب در کشتی ہلاکِ کشتی ست — آب اندر زیرِ کشتی پشتی ست
کشتی میں پانی بھرنا، کشتی کی تباہی ہے — کشتی کے نیچے پانی کا ہونا کشتی کے لئے مددگار ہے

چونکہ مال و مُلک را از دل براند — زاں سلیمانؑ خویش جز مسکیں نخواند
چونکہ مال اور ملک کو دل سے نکالدیا تھا — اسلئے (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) نے اپنے آپکو مسکین کے علاوہ کچھ نہ کہا

کوزۂ سر بستہ اندر آبِ زفت — از دلِ پُر باد فوقِ آب رفت
سر بندھا پیالہ، گہرے پانی میں گیا — اور ہوا سے پیٹ بھرا ہونے کی وجہ سے، پانی پر تیرا

بادِ درویشی چو در باطن بوَد — بر سرِ آبِ جہاں ساکن بوَد
جب دل میں فقیری کی ہوا بھری ہوگی — دنیا کے پانی کے اوپر، پُر سکون ہوگا

آب نتواند مر اُو را غوطہ داد — کش دل از نفخِ الٰہی گشت شاد
پانی اُس کو غوطہ نہیں دے سکتا ہے — کیونکہ اُس کا دل خدائی پھونک سے، مسرور ہوگیا ہے

گرچہ جملہ ایں جہاں مِلکِ وے ست — مُلک در چشمِ دلِ او لاشئ ست
خواہ یہ تمام دنیا اُس کی مِلک ہو — سلطنت اُس کے دل کی نگاہ میں ہیچ ہے

پس دہانِ دل ببند و مُہر کن — پُر کنش از بادگیرِ من لدن
پس دل کا دہانہ بند کر، اور مُہر لگا — مِن لدُن کے دریچہ سے اُس کو بھر لے

جہد حق ست و دوا حق ست و درد — مُنکر اندر نفیِ جہدش جہد کرد
کوشش حق ہے، اور دوا اگر ناحق ہے، اور درد حق ہے — مُنکر اپنی کوشش کی نفی میں کوشاں ہے

کسب کن سعی نما و جہد کن — تا بدانی سرِّ علمِ من لدن
کما، کوشش کر، اور جدّ و جہد کر — تاکہ تو علمِ مِن لدُن کا راز سمجھ لے

گرچہ ایں جملہ جہاں پُر جہد شد — جہد کے در کامِ جاہل شہد شد
اگرچہ یہ تمام دنیا جدّ و جہد سے پُر ہوگئی ہے — جاہل کے مُنہ میں جدّ و جہد کب شیریں ہوئی ہے؟

مقرر شدن ترجیح جہد بر توکل
کوشش کی توکل پر ترجیح ثابت ہوجانا

زیں نمط بسیار برہاں گفت شیر — کز جوابِ آں جبریاں گشتند سیر
شیر نے اُس طریقہ پر بہت سے دلائل بیان کئے — جنکے جواب سے وہ جبر کے قائل خاموش ہوگئے

۱؎ حمولؔ - باربردار، بوجھ اُٹھانیوالا - آب اندر - اندر زیادہ ہے - پُشتی - مدد، سہارا - براند - دور کردیا - مسکین - غریب، خاکسار - زفت - موٹا، سخت - فوق - اوپر - باطن - اندر، قلب - ساکن - ٹھہرا ہوا - کش - کہ اُس - ۲؎ نفخ - پھونک - وے - یعنی وہ شخص جس کے قلب میں درویشی ہے - لاشئ - ناچیز - بادگیر - روشندان، دریچہ - مِن لدُن - پاس سے یعنی وہ علم جو خدا کی جانب سے براہِ راست حاصل ہو جس کو علمِ لدنی کہا جاتا ہے - مُنکر - جدّ و جہد کا مُنکر اِس انکار میں خود جدّ و جہد کرتا ہے - لدُن - علمِ لدنی وہ علم ہے جو براہِ راست جنابِ باری سے حاصل ہو جیسا کہ آیت وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا میں فرمایا گیا ہے "اور اُسکو ہم نے اپنے پاس سے علم دیا۔"
۳؎ گرچہ - یعنی تمام دنیا عالمِ اسباب ہے لیکن جاہل یعنی اِس عقیدہ پر یقین نہ رکھنے والا اُس کو نہیں سمجھتا ہے - نمط - طرز، طریقہ - برہان - دلیل - جبریاں - یعنی وہ جانور جو جبر کے قائل تھے - سیر - بھرا، خاموش۔

رُوبہ و خرگوش و آہو و شغال — جبر را بگذاشتند و قیل و قال

لومڑی، خرگوش، ہرن اور گیدڑ نے — جبر (کے عقیدے) کو اور بحثا بحثی کو چھوڑ دیا

عہدہا کردند با شیرِ ژیاں — کاں دریں بیعت نیفتد در زیاں

غضبناک شیر سے انہوں نے عہد کئے — کہ اُس قول و قرار میں وہ نقصان میں نہ رہیگا

قسمِ ہر روزش بیاید بے ضرر — حاجتش نبوُد تقاضائے دگر

ہر روز اُس کو حصّہ بے ضرر پہونچیگا — اُس کو دوبارہ تقاضا کرنیکی حاجت نہ ہوگی

عہد چوں بستند و رفتند آں زماں — سوئے مرعیٰ ایمن از شیرِ ژیاں

جب انہوں نے عہد کرلیا اُس وقت وہ روانہ ہوئے — چراگاہ کی طرف غضبناک شیر سے مطمئن ہوکر

جُملہ بنشستند یکجا آں وُحوش — اوفتادہ در میانِ جُملہ جوش

وہ وحشی جانور اکھٹے ہو کر بیٹھے — سب میں جوش پھیلا ہوا تھا

ہر کسے تدبیر و رائے می زدند — ہر کسے در خونِ ہر یک می شدند

ہر ایک اپنی تدبیر اور رائے لڑاتا تھا — ہر ایک، دوسرے کے خون کے درپے ہوتا تھا

عاقبت شد اتفاقِ جملہ شاں — تا بیاید قُرعۂ اندر میاں

بالآخر اُن سب کا اتفاق ہوگیا — تاکہ درمیان میں قُرعہ اندازی ہو

قُرعہ بر ہر کُو زند او طُعمہ است. — بے سخن شیرِ ژیان را لُقمہ است

جس پر قرعہ نکلے وہ خوراک ہے — بلا عذر وہ تُند شیر کا لُقمہ ہے

ہم بریں کردند آں جُملہ قرار — قُرعہ آمد سَر بسَر را اختیار

سب نے اِس پر اتفاق کرلیا — قرعہ، سب کو پسند آگیا

قُرعہ بر ہر کُو فتادے روز روز — سوئے آں شیر اُو دویدے ہمچو یوز

ہر روز جس پر قرعہ نکلتا — وہ چیتے کی طرح اُس شیر کی طرف دوڑ جاتا

اِنکار کردنِ نخجیراں بر خرگوش در تاخیر رفتن بر شیر

خرگوش کے شیر کے پاس جانے میں تاخیر پر شکاروں کی ناپسندیدگی

چوں بخرگوش آمد ایں ساغر بدَور — بانگ زد خرگوش کاخر چند جَور

جب یہ ساغر دور میں خرگوش کے پاس آیا — تو خرگوش چیخا آخر ظلم کب تک؟

قوم گفتندش کہ چندیں گاہ ما — جاں فدا کردیم در عہد و وفا

قوم نے اُس سے کہا اتنی مرتبہ ہم نے — عہد اور وفا کی خاطر جان قربان کی ہے

لہ روبہ - لومڑی - آہو - ہرن - شغال - گیدڑ - قیل و قال - گفتگو، بحث مباحثہ - ژیاں - غضبناک - بیعت - عہد، قرار، معاملہ - زیاں - نقصان - قِسم - حصّہ - بے ضرر - بلا تکلیف - مرعیٰ - چراگاہ -

لہ وُحوش - وحشی کی جمع الجمع، جنگلی جانور - عاقبت - انجام کار - قُرعہ - پانسہ - طُعمہ - خوراک - روز روز - روز بروز - یوز - چیتا - ساغر - جامِ شراب - دَور - چکر - بانگ - آواز -

تو مجو بدنامیِ ما اے عنود[1] — تا نرنجد شیر رَو تو زود زود

اے جھگڑالو! تو ہماری بدنامی نہ چاہ — تاکہ شیر خفا نہ ہو، جلد جلد جا

جواب گفتن خرگوش نخچیراں را و مہلت خواستن

خرگوش کا شکاروں کو جواب دینا اور مہلت چاہنا

گفت اے یاراں مرا مہلت دہید — تا بمکرم از بلا ایمن شوید

اس نے کہا اے یارو! مجھے مہلت دو — تاکہ تم میری تدبیر کی وجہ سے مصیبت سے بے خوف ہو جاؤ

تا اماں یابد ز مکرم جانِ تاں — ماند ایں میراث فرزندانِ تاں

میری تدبیر سے تمہاری جان امان پا لے — یہ (جنگل) تمہاری اولاد کی میراث بنا رہے

ہر پیمبر اُمّتاں را در جہاں — ہمچنیں تا مخلصی میخواند شاں

ہر پیغمبر، اُمّتیوں کو دنیا میں — اسی طرح اُنکو نجات کی طرف بلاتا رہا ہے

کز فلک راہِ بروں شو[2] دیدہ بود — در نظر چوں مردمک پیچیدہ بود

اسلئے کہ وہ آسمان سے باہر نکلنے کا راستہ دیکھ چکے تھے — وہ نگاہ میں پتلی کی طرح پوشیدہ تھے

مردمش چوں مردمک دیدند خُرد — در بزرگیِ مردمک کس رہ نبرد

انسانوں نے پتلی کی طرح ان کو چھوٹا سمجھا — پتلی کی بڑائی کا کسی کو پتہ نہ چلا

اعتراضِ نخچیراں بر سخنِ خرگوش

شکاروں کا خرگوش کی بات پر اعتراض

قوم گفتندش کہ اے خر گوش[3] دار — خویش را اندازۂ خرگوش دار

قوم نے اس سے کہا اے گدھے سن — اپنے آپ کو خرگوش کے رتبے میں رکھ

ہیں چہ لاف است ایں کہ از تو مہتراں — در نیاوردند اندر خاطر آں

خبردار! یہ کیا بکواس ہے کہ تجھ سے بڑے — دل میں بھی یہ نہیں لائے

مُعجبی یا خود قضا ماں در پے ست — ورنہ ایں دم لائق چون تو کے ست

تو خود پسند ہے، یا ہماری قضا ہمارے درپے ہے — ورنہ یہ دعویٰ تجھ جیسے کے کب مناسب ہے؟

*گفت اے یاراں حقم الہام داد — مر ضعیفے را قوی رائے فتاد

اس نے کہا اے دوستو! مجھے خدا نے الہام کیا ہے — ایک کمزور کی سمجھ میں مضبوط رائے آگئی ہے

آنچہ حق آموخت مر زنبور را — آں نباشد شیر را و گور را

اللہ نے جو کچھ شہد کی مکھی کو سکھا دیا ہے — وہ شیر اور گور خر کو میسر نہیں ہے

[1] عنود۔ جھگڑالو، ضدی مکر۔ حیلہ، تدبیر۔ ایمن۔ بے خوف۔ میراث۔ ورثہ، ترکہ۔ ہر پیمبر۔ یعنی میں جس طرح نجات کی کوشش کر رہا ہوں ہر نبی نے اپنی امت کی نجات کی کوشش کی ہے۔

[2] بیرون شو۔ باہر نکلنے والا۔ مردمک۔ آنکھ کی پتلی پیچیدہ۔ ملا جلا، مخلوط، چھپا ہوا۔ خرد۔ چھوٹا، پتلی ایک چھوٹی سی چیز ہے۔ لیکن اس میں اتنی طاقت ہے کہ بحر و بر کو اپنے اندر سما لیتی ہے۔ یہی حال انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ خر۔ گدھا، بیوقوف۔

[3] گوش دار۔ سُن۔ لاف۔ گپ، شیخی۔ مہتراں۔ بزرگ۔ خاطر۔ دل۔ مُعجب۔ خود پسند، متکبر۔ قضا ماں۔ موت ہماری۔ دم۔ دعویٰ۔ الہام۔ غیبی اشارہ۔ فنا۔ یعنی در دل۔ زنبور۔ شہد کی مکھی۔ گور۔ گور خر، جنگلی گدھا۔

باز جواب دادن خرگوش*

خانہا سازد پُر از حلوائے تر[1]
وہ تر حلوے سے بھرے ہوئے خانے بناتی ہے

حق بروآں علم را بکشود در
اللہ نے اس علم کا دروازہ اُس پر کھولدیا ہے

آنچہ حق آموخت کرمِ پیلہ را
جو کچھ اللہ نے ریشم کے کیڑے کو سکھادیا ہے

ہیچ پیلے داند آنگوں حیلہ را؟
اُس طرح کی تدبیر کوئی ہاتھی جانتا ہے؟

آدمِ خاکی زحق آموخت علم
مٹی کے آدمؑ نے اللہ سے علم سیکھا

تا بہفتم آسماں افروخت علم
علم نے ساتواں آسمان تک روشن کردیا

نام و ناموسِ مَلک را در شکست
فرشتوں کی عزت و آبرو کو شکست دیدی

کوریٔ آنکس کہ باحق در شک ست
اُس شخص کے اندھے پن نے جو اللہ کے معاملہ میں شک کرتا ہے

زاہدِ ششصد[2] ہزاراں سالہ را
چھ لاکھ برس کے زاہد کے

پوزبندے ساخت آں گوسالہ را
مچکا چڑھادیا، اُس بچھڑے کے

تا نتاند شیرِ علمِ دیں کشید
تاکہ علمِ دین کا دودھ نہ پی سکے

تا نگردد گردِ آں قصرِ مَشید
تاکہ اُس مضبوط قلعہ کے چکر نہ کاٹے

علمہائے اہلِ حس شد پوزبند
اہلِ حس کے علوم، مچکا بن گئے

تا نگیرد شیر ازاں علمِ بلند
تاکہ وہ اعلیٰ علم کے دودھ کو نہ پی سکیں

قطرۂ دل را یکے گوہر فتاد
قطرۂ دل کو ایسا گوہر عطا ہوا

کاں بدریاہا و گردوں ہا نداد
جو دریاؤں اور آسمانوں کو نہ دیا

چند صورت آخر اے صورت پرست
اے صورت کے پجاری! آخر صورت پرستی کب تک؟

جانِ بے معنیت از صورت نرَست
تیری بے معنیٰ جان نے صورت سے رہائی نہ پائی

احمد[3] و بوجہل در بتخانہ رفت
احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوجہل بت خانے میں گئے

زیں شدن تا آں شدن فرقیست ژرف
اُن کے جانے اور اُس کے جانے میں گہرا فرق ہے

ایں درآید سر نہند آں را بتاں
یہ اندر آتے ہیں تو بت اُنکے سامنے سرنگوں ہوگئے ہیں

واں درآید سر نہد چوں اُمتاں
وہ اندر آتا ہے تو پجاریوں کی طرح ماتھا ٹیکتا ہے

نقش بر دیوار مثلِ آدم ست
دیوار کی تصویر آدمی جیسی ہے

بنگر از صورت او چہ کم ست
غور کر اُس کی صورت میں کیا چیز کم ہے؟

جاں کم ست آں صورتِ بیتاب را
اُس بے طاقت تصویر میں جان کم ہے

رو بجو آں گوہرِ نایاب را
جا، اُس نایاب گوہر کو تلاش کر

---

[1] حلوائے تر۔ نرم و لذیذ حلوہ، یہاں شہد مراد ہے کرمِ پیلہ۔ ریشم کا کیڑا۔ پیل۔ ہاتھی۔ آنگوں۔ اُس قسم کا۔ حیلہ۔ تدبیر نام و ناموس۔ فرشتوں نے حضرتِ آدمؑ کی خلافت پر اعتراض کیا، حضرتِ آدمؑ کے علم کی وجہ سے پھر اُن کو آدمؑ کی خلافت تسلیم کرنی پڑی۔

[2] ششصد ہزاراں۔ چھ لاکھ، مشہور ہے کہ شیطان نے ملعون ہونے سے قبل چھ لاکھ سال عبادت کی تھی۔ پوزبند۔ وہ جالی جو گائے کے بچے کے منہ پر چڑھادیجاتی ہے تاکہ وہ بے وقت گائے کا دودھ نہ پی سکے۔ گوسالہ بچھڑا۔ یہاں شیطان مراد ہے۔ نتاند۔ نتواند کا مخفف ہے۔ قصر۔ محل۔ مَشید۔ چونہ گچ لگا ہوا، مضبوط۔ اہلِ حس۔ وہ عقلاء جو مشاہدہ ہی کو دلیلِ وجود مانتے ہیں۔ اور باطنی و شرعی علوم کے مخالف ہیں۔ قطرۂ دل۔ امانتِ الٰہی کا بار آسمانوں، زمینوں، اور پہاڑوں نے برداشت کرنے سے انکار کردیا صرف انسان کا قلب اس کا متحمل ہوا۔

[3] احمد۔ یعنی آنحضورؐ اور ابوجہل کی صورت تو یکساں ہی تھی لیکن باطنی اوصاف اور معنویت کا کتنا بڑا فرق تھا، آنحضورؐ فتح مکہ کے موقع پر خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تھے تو بُت منہ کے بل اوندھے منہ گرے۔ نقش۔ یہ دوسری مثال ہے جس کے ذریعہ باطنی اوصاف کے فرق کو سمجھایا ہے۔ بیتاب۔ بے طاقت۔ صورت۔ تصویر۔ نایاب۔ جو ہاتھ نہ لگے۔

شد سرِ شیرانِ عالم جملہ پست
دنیا کے تمام شیروں کا سر جھک گیا

چوں سگِ اصحابؓ را دادند دست
جب (قضا و قدر) نے اصحابِ کہف کے کتے کو غلبہ دیا

چہ زیانستش ازاں نقشِ نفور
اُس قابلِ نفرت صورت سے اُسکو کیا نقصان ہے

چونکہ جانش غرق شد در بحرِ نور
جبکہ اُسکی روح نور کے سمندر میں ڈوبی ہوئی ہے

وصفِ صورت نیست اندر خامہا
قلموں میں صورت کی تعریف (لکھنے کا رواج) نہیں ہے

عالم و عادل بود در نامہا
خطوں میں، عالم و عادل (لکھا) ہوتا ہے

عالم و عادل ہمہ معنیٰ ست و بس
عالم اور عادل سب معنیٰ ہیں فقط

کش نیابی در مکانِ پیش و پس
جن کو تو آگے اور پیچھے کسی جگہ نہیں پائے گا

میزند بر تن ز سوئے لامکاں
یہ لامکاں سے جسم پر وارد ہوتے ہیں

می نگنجد در فلک خورشیدِ جاں
جان کا سورج، آسمان میں نہیں سما سکتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد ہوش دار
واضح ہو، یہ بات انتہاء نہیں رکھتی ہے

گوش سوئے قصۂ خرگوش دار
خرگوش کے قصہ کی طرف کان لگائے رکھو

گوشِ خر بفروش و دیگر گوش خر
گدھے کے کان فروخت کر دے، دوسرے کان خرید لے

کیں سخن را در نیابد گوشِ خر
اسلیئے کہ اس بات کو گدھے کے کان نہیں سن سکتے

ذکرِ دانشِ خرگوش و بیانِ فضیلت و منافعِ دانش

خرگوش کی عقلمندی کا ذکر اور عقلمندی کی فضیلت اور نفعوں کا بیان

رَو تو روبہ بازیِ خرگوش بیں
چل تو خرگوش کی چالاکی دیکھ

مکر و شیر اندازیِ خرگوش بیں
خرگوش کا مکر اور شیر کو پچھاڑنا، دیکھ

خاتمِ مُلکِ سلیمانؑ ست علم
علم حضرتِ سلیمانؑ کے مُلک کی انگوٹھی ہے

جُملہ عالم صورت و جان ست علم
تمام دنیا صورت، اور علم جان ہے

آدمی را زیں ہنر بیچارہ گشت
اِس ہنر کی وجہ سے آدمی کے لئے فرمانبردار ہو گئی ہے

خلقِ دریاہا و خلقِ کوہ و دشت
پہاڑ، جنگل اور دریا کی مخلوق

زو پلنگ و شیر ترساں ہمچو موش
اُس سے تیندوا اور شیر بھی، چوہے کی طرح خوفزدہ ہیں

زو شدہ پنہاں بدشت و کُہ وحوش
اُس سے وحشی جانور، جنگل اور پہاڑ میں چھپ گئے

زو پری و دیو ساحلہا گرفت
اُس سے پری اور دیو نے سمندر کا کنارہ پکڑا

ہر یکے در جائے پنہاں جا گرفت
ہر ایک نے پوشیدہ مقام میں جگہ بنالی

لہ اصحاب۔ یعنی اصحابِ کہف۔ اِس شعر میں بھی معنوی اوصاف کی بنیاد پر فوقیت کو سمجھایا ہے۔ زیاں۔ نقصان۔ نقش۔ ظاہری صورت۔ نفور۔ قابلِ نفرت۔ وصفِ صورت۔ یعنی ظاہری حُسن قابلِ تحریر نہیں ہے۔ انسان کی باطنی خوبیوں کو تحریر میں لایا جاتا ہے۔ کش۔ کہ اسش یعنی یہ معنوی خوبیاں مکان و زمان کے ساتھ مُقید نہیں ہوتی ہیں۔
لٰہ لامکاں۔ عالمِ قدس، یعنی اِن باطنی خوبیوں کا نزول عالمِ قدس سے ہوتا ہے۔ خورشیدِ جان۔ روح کی وسعتیں لامحدود ہیں۔ پایاں۔ خاتمہ، انتہار۔ گوش دار۔ کان لگا۔ ہوشدار۔ ہوش رکھ، خوب سمجھ۔ خر۔ گدھا، بیوقوف۔ خر۔ خریدن کا امر ہے۔ روبہ بازی۔ مکر و فریب۔ بیں۔ دیدن سے امر کا صیغہ ہے۔ شیر اندازی۔ شیر کو مغلوب کرنا۔
تلہ۔ خاتم، انگوٹھی، مُہر۔ مشہور ہے کہ حضرتِ سلیمانؑ کے پاس انگوٹھی تھی جس کی وجہ سے تمام عالم اُن کے لئے مسخر ہو گیا تھا۔ آدمی۔ اِنسان علم ہی کی بدولت بحر و بر پر حکمراں ہے۔ پلنگ۔ تیندوا چیتے کو فارسی میں یوز کہتے ہیں۔ کُہ۔ کوہ کا مخفف ہے۔ زو۔ از اُو۔
ساحل۔ سمندر کا کنارہ۔

آدمی را دشمنِ پنہاں بسے ست
آدمی کے چھپے ہوئے دشمن بہت ہیں

آدمیِ باحذرؔ عاقل کسے ست
محتاط آدمی، سمجھدار انسان ہے

خلقِ خوب و زشت ہست از ما نہاں
اچھی اور بُری مخلوق ہم سے چھپی ہوئی موجود ہے

میزند بر دل بہر دم کوبِ شاں
اُن کی چوٹ ہر وقت دل پر لگتی ہے

بہرِ غسل ار در روی در جوئبار
تو اگر نہر میں غسل کے لئے جائے گا

بر تو آسیبے زند در آب خار
تو کانٹا، پانی میں تجھے تکلیف پہونچائے گا

گرچہ پنہاں خار در آب ست پست
اگرچہ کانٹا پانی کے نیچے چھپا ہوا ہے

چونکہ در تو میخلد دانی کہ ہست
چونکہ تیرے چبھا ہے تو جانتا ہے کہ موجود ہے

خار خارِ حِسّ ہا و وسوسہ
حواس اور وسوسہ کے کانٹے

از ہزاراں کس بُود نے یک کسہ
ہزاروں اشخاص کی جانب سے ہیں نہ کہ ایک شخص کی (جانب سے)

باشؔ تا حِسہائے تو مُبدل شود
ٹھہر، تاکہ تیرے حواس تبدیل ہو جائیں

تا بہ بینی شاں و مشکل حل شود
تاکہ تو ان کو دیکھ لے اور مشکل حل ہو جائے

تا سخنہائے کیاں رد کردۂ
تاکہ معلوم ہو جائے کن ہستیوں کی باتوں کو تونے رد!

تا کیاں را سَرورِ خود کردۂ
اور کن کو تونے اپنا سردار بنایا ہے؟

باز جستنِ نخچیراں سِرِّ و اندیشۂ خرگوش را
پھر شکاروں کا خرگوش کی تدبیر اور راز کو معلوم کرنا

بعد ازاں گفتند کاے خرگوشِ چُست
پھر انہوں نے کہا اے چالاک خرگوش!

در میاں نِہ آنچہ در ادراک تست
سامنے رکھدے جو تیری سمجھ میں آیا ہے

اے کہ با شیرے تو در پیچیدۂ
اے وہ! کہ شیر سے تو بھڑا ہے

باز گو رائے کہ اندیشیدۂ
بتا، تو نے کیا تدبیر سوچی ہے؟

مشورت ادراک و ہشیاری دِہد
مشورہ، عقل اور سمجھ عطا کرتا ہے

عقلہاؔ مر عقل را یاری دِہد
عقلیں: عقل کی مدد کرتی ہیں

گفت پیغمبر بکُن اے رائے زن
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے اے رائے زنی کرنے والے!

مشورت کالمُستَشَارُ مُؤتَمَن
مشورہ کرلے اسلئے کہ مشورہ دینے والا، امین ہوتا ہے

قول پیغمبر بجاں باید شنود
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قول کو دل و جان سے سننا چاہئے

باز گو تا چیست مقصودِ تو زود
تو جلدی بتا، تیرا مقصد کیا ہے؟

۱؎ حَذَر۔ بچنا، پرہیز کرنا، احتیاط۔ خلق خوب۔ اچھی مخلوق، فرشتے۔ زِشت۔ برا، یعنی شیاطین۔ کوب۔ چوٹ، صدمہ، اوپر کے اشعار میں انسان کے غلبہ کو بتایا گیا تھا، اب یہ سمجھایا ہے کہ انسان کو باوجود غلبہ کے پُر خطر اور شیاطین کے مکر سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ جوئبار۔ نہر۔ آسیب۔ صدمہ۔ پست۔ نیچے۔ دانی۔ بعض چیزیں نظروں سے غائب ہیں لیکن اُن کے اثرات سے اُنکا وجود معلوم ہو جاتا ہے۔ خار خار لفظوں کی تکرار کثرت کے معنیٰ دیتی ہے۔

۲؎ باش۔ یعنی ریاضت اور مجاہدہ سے حواس باطنی پیدا ہوتے ہیں تو نظروں سے غائب چیزیں مشاہدہ میں آجاتی ہیں۔ کیاں۔ کیا کی جمع، بزرگ، دانا۔ کیاں۔ استفہام جمع کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ سَرور۔ سردار کاے۔ کہ اے۔ چُست۔ چالاک۔ نِہ۔ نہادن سے امر کا صیغہ ہے۔ ادراک۔ عقل۔ سمجھ۔

۳؎ عقلہا۔ یعنی مشورہ دینے والوں کی عقلیں۔ عقل۔ یعنی مشورہ لینے والے کی عقل۔ یاری۔ مدد بکُن۔ مفعول دوسرے مصرع میں مشورت ہے۔ المُستَشَار۔ جس سے مشورہ ؎ لیا جائے۔ ؎ مؤتمن۔ جس کے پاس امانت رکھی جائے۔

پوشیدہ داشتنِ خرگوش راز را از نخچیراں

خرگوش کا شکاریوں سے راز کو پوشیدہ رکھنا

گفت ہر رازے نشاید باز گفت	جُفت[1] طاق آید گہے گہ طاق جُفت
اس نے کہا، ہر راز کہنے کے لائق نہیں ہوتا	کبھی جُفت، طاق آتا ہے، کبھی طاق، جُفت آتا ہے
از صفا گر دم زنی با آئینہ	تیرہ گردد زود با ما آئینہ
اگر تو آئینہ پر پھونک مارے گو صفائی کی وجہ سے	وہ بہت جلد ہمارے لئے اندھا ہو جائیگا
در بیانِ ایں سہ کم جُنباں لبت	از ذہاب[2] و از ذہب و ز مذہبت
ان تین چیزوں کے بیان میں لب کشائی نہ کر	سفر اور سونا اور اپنی منزلِ مقصود کے بارے میں
کیں سہ را خصم ست بسیار و عدو	در کمینت ایستد چوں داند او
اسلئے کہ ان تینوں کے مخالف اور دشمن بہت ہیں	تیری گھات میں رہیگا جب وہ جان جائیگا
ور برانی با یکے گوئی اَلوَداع	کُلُّ سِرٍّ جَاوَزَ الْاِثْنَیْن شَاع
اگر تم نے ایک سے کہدیا تو الوداع کہدو	ہر راز جو دو (لب) سے گذرا، مشہور ہوا
گر دو سہ پرّندہ را بندی بہم	بر زمیں مانند محبوس از الم
اگر تو دو تین پرندوں کو آپس میں باندھ دے	تکلیف کی وجہ سے زمین پر مقیّد رہیں گے
مشورت[3] دارند سِرِّ پوشیدہ خوب	در کنایت با غلط افگن مشوب
چھپے ہوئے راز کا مشورہ بہتر سمجھتے ہیں	کنایۃً جو غلطی میں مبتلا کرنے والی بات سے مخلوط ہو
مشورت کردے پیمبر بستہ سِر	گفت ایشانش جواب و بے خبر
پیمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) سربستہ مشورہ کرتے	اور وہ انکو بے خبری میں جواب دیدیتے
در مثالے بستہ گفتے رائے را	تا نداند خصم از سر پائے را
رائے کو کسی مثال سے وابستہ کر کے فرمادیتے	تاکہ مخالف سَر، پیر نہ سمجھ سکے
اُو جوابِ خویش بگرفتے ازو	وز سوالش می نبردے غیر بو
وہ اس سے اپنا جواب نکال لیتے	ان کے سوال کی غیر کو بو بھی نہ لگتی
ایں سخن پایاں ندارد باز گرد	سوئے خرگوشِ دلاور تا چہ کرد
اس بات کا خاتمہ نہیں، لوٹ	بہادر خرگوش کی جانب کہ اس نے کیا کیا؟

قصۂ مکر کردنِ خرگوش با شیر و بسر بُردن

خرگوش کا شیر کے ساتھ چالاکی کرنے اور انجام کو پہونچنے کا قصہ

[1] جُفت۔ جوڑ۔ طاق۔ اکیلا، بعض کھیلوں میں ہار جیت اِس بات پر ہوتی ہے کہ جس چیز کے ذریعہ کھیلا جاتا ہے وہ جوڑ نکلتی ہے یا بے جوڑ، یعنی انسان جیتنے کی آرزو کرتا ہے اور ہار کا پانسا آجاتا ہے۔ از صفا۔ آئینہ صاف چیز ہے لیکن اُس پر اگر پھونک ماردی جائے تو دھندلا ہو جاتا ہے، اسی طرح دوست کا سینہ صاف ہوتا ہے، اگر اُس سے راز کہدیا جاتا ہے تو اُس کے دل میں طرح طرح کے خیالات گھومنے لگتے ہیں۔ جو اکثر مفید نہیں ہوتے۔

[2] ذِہاب۔ سفر۔ ذہب سونا، یعنی مال و دولت مذہب۔ اِس سے منزل مراد ہے، جہاں انسان جارہا ہے، دین مراد لینا مناسب نہیں ہے۔ اَلوداع رخصت کرنا، یعنی اگر تم نے اپنا راز کسی ایک سے بھی کہدیا تو اس کو الوداع کہدو اب وہ راز، راز نہیں رہیگا۔ اَلاِثنَین۔ دونوں ہونٹ مراد ہیں۔ پرندہ۔ راز کی مثال پرندہ کی سی ہے، اگر بندھے پڑے رہینگے تو ٹھہرینگے۔

[3] مشورت۔ مشورہ ایسے طور پر کرو جس میں دوسرے پر بات نہ کھلے وہ مغالطہ میں پڑا رہے اور تمہیں مشورہ بھی ملجائے۔ مشوب ملا ہوا۔ بے خبر۔ صحابہ کو صحیح بات کا پتہ نہ لگتا تھا اور مشورہ بھی ہو جاتا تھا۔

حاصل آں خرگوش رائے خود نگفت
الحاصل، اُس خرگوش نے اپنی رائے نہ بتائی
مکر اندیشید باخود طاق و جُفت
جوڑ توڑ کر کے خود تدبیر سوچ لی

با وحُوش از نیک و بد نکشاد راز
وحشی جانوروں پر اچھے بُرے کا راز نہ کھولا
سِرِّ خود با جانِ خود میراند باز
اپنا راز اپنے آپ سے کہتا رہا

ساعتے تاخیر کرد اندر شدن
جانے میں ایک گھنٹہ تاخیر کی
بعد ازاں شد پیشِ شیرِ پنجہ زن
اُس کے بعد پنجہ زن شیر کے سامنے گیا

زاں سبب کاندر شدن اُو ماند دیر
اِس سبب سے کہ جانے میں دیر تک توقف کیا
خاک را میکند و میغرّید شیر
شیر زمین کو کھود رہا تھا اور غرّا رہا تھا

گفت من گفتم کہ عہدِ آں خساں
اُس نے کہا میں نے کہا تھا کہ اُن کمینوں کا عہد
خام باشد خام و زشت و نارساں
کچا ہوگا اور بُرا اور نامکمل ہوگا

دمدمہ ایشاں مرا از خر فگند
اُن کے مکر نے مجھے مار ڈالا
چند بفریبد مرا ایں دہر چند
یہ زمانہ مجھے آخر کتنا فریب دے گا؟

سخت درماند امیرِ سُست ریش
بیوقوف حاکم بہت عاجز رہتا ہے
چوں پس بیند نہ پیش از احمقیش
جب اپنی بیوقوفی سے نہ آگا دیکھے نہ پیچھا

راہ ہموارست و زیرش دامہا
راستہ صاف ہے، اور اُس کے نیچے جال ہیں
قحطِ معنیٰ در میانِ نامہا
لفظوں میں معنیٰ کا قحط ہے

لفظہا و نامہا چوں دامہاست
لفظ اور نام جالوں کی طرح ہیں
لفظِ شیریں ریگِ آبِ عمرِ ماست
میٹھا لفظ ہماری عمر کے پانی کا ریت ہے

عمر چوں آبست وقت اُو را چو جُو
عمر پانی کی طرح ہے، اس لئے وقت بمنزلہ نہر کے ہے
خلقِ باطن ریگِ جوئے عمرِ تو
باطنی اخلاق، تیری عمر کی نہر کا ریت ہیں

آں یکے ریگے کہ جوشد آب ازو
وہ ریت جس سے پانی اُبلے
سخت کمیابست رَو آنرا بجو
بہت کمیاب ہے، جا، اُسکو تلاش کر

ہست آں ریگ اے پسر مردِ خدا
اے بیٹا! وہ ریت مردِ خدا ہے
کو بحق پیوست و از خود شد جدا
جو اللہ سے جُڑا اور اپنے سے جدا ہوا

آبِ عذبِ دیں ہمی جوشد ازو
دین کا میٹھا پانی اُس سے اُبلتا ہے
طالباں را زاں حیاتست و نمو
طلبگاروں کی اُس سے زندگی اور نشوونما ہے

ساعت۔ گھنٹہ، تھوڑی دیر۔ شدن۔ جانا۔ پنجہ زن پنجہ مارنیوالا۔ وا۔ جُدا، اکثر کسی فعل کے ساتھ ملاکر مستعمل ہوتا ہے۔ میکند کندن، کھودنا۔ غرّیدن غرّانا، دہاڑنا۔ خساں۔ یعنی شکاری جانور۔ خام۔ کچا۔ زِشت۔ بُرا نارساں۔ ناتمام۔ دَمدمہ مکر و فریب۔
از خر افگندن۔ دور کر دینا، ہلاک کر دینا۔ چند۔ تا چند، کب تک دہر۔ زمانہ۔ مراد اہلِ زمانہ ہیں۔ درماندن۔ عاجز رہنا۔ سُست ریش۔ بیوقوف۔ احمقی۔ حماقت ہموار۔ صاف، برابر۔ دام۔ جال۔ قحط۔ کال۔
لفظہا۔ یعنی جھوٹے پیروں کے بڑے بڑے القاب بہت میٹھے ہیں لیکن یہ مرید کی زندگی کو برباد کرتے ہیں۔ جُو۔ نہر خلقِ باطن۔ یعنی شیخ کے باطنی احوال۔ ریگے۔ شیخِ کامل کی تلاش کر۔ مردِ خدا۔ خدا رسیدہ۔ عذب۔ شیریں۔ حیات۔ زندگی۔ نمو۔ بڑھنا۔

غیرِ مردِ حق چو ریگِ خشک داں[1] — کاب عمرت را خورد اُو ہر زماں

جو مردِ خدا نہیں اُس کو خشک ریت سمجھ — جو ہر وقت تیری زندگی کا پانی چوس رہا ہے

طالبِ حکمت شو از مردِ حکیم — تا ازو گردی تو بینا و علیم

مردِ دانا سے ، دانائی کا طالب بن — تاکہ تو اُس سے صاحبِ بصیرت اور عالم بنے

منبعِ حکمت شود حکمت طلب — فارغ آید اُو ز تحصیل و سبب

دانائی کا طالب، دانائی کا چشمہ بنجاتا ہے — وہ تحصیلِ علم اور سبب (ظاہری) سے بے نیاز ہو جاتا ہے

لوحِ حافظ لوحِ محفوظے شود — عقلِ اُو از روح محظوظے[2] شود

حافظ کی لوح ، لوحِ محفوظ بنجاتی ہے — اُس کی عقل روح سے بہرہ یاب ہو جاتی ہے

چوں معلّم بود عقلش ز ابتدا — بعد ازاں شد عقل شاگردے ورا

عقل، شروع میں جو اُس کی اُستاد تھی — اُس کے بعد عقل اُس کی شاگرد بن گئی

عقل چوں جبریلؑ گوید احمدا — گر یکے گامے نہم سوزد مرا

جبریل (علیہ السلام) کی طرح عقل کہتی ہے اے احمد! — اگر ایک قدم بڑھاؤں (تجلی) مجھے جلا دے گی

تو مرا بگذار زیں پس پیش راں — حدِ من ایں بود اے سلطانِ جہاں

مجھے پیچھے چھوڑ دیجئے اور آپ آگے جائیے — اے جہاں کے بادشاہ! میری یہ سرحد تھی

ہر کہ ماند از کاہلی بے شکر و صبر — اُو ہمی داند کہ گیرد پائے جبر

جو شخص سستی کی وجہ سے بے شکر اور بے صبر رہا — وہ سمجھتا ہے کہ اُس نے جبر کا پایہ تھاما ہے

ہر کہ جبر آورد خود رنجور کرد — تا ہماں رنجوریش در گور کرد

جس نے جبر اختیار کیا اُس نے خود کو بیمار بنا لیا — یہانتک کہ اُسکو اسی بیماری نے قبر میں پہنچا دیا

گفت پیغمبر کہ رنجوری بہ لاغ — رنج آرد تا بمیرد چوں چراغ

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ مذاق کی بیماری — مرض پیدا کر دیتی ہے یہانتک کہ (مریض) چراغ کی طرح بجھ جاتا ہے

جبر چہ بود بستنِ اشکستہ را — یا بہ پیوستن رگِ بگسستہ را

جبر کیا ہے؟ ٹوٹے ہوئے کو باندھنا — یا ٹوٹی رگ کو جوڑنا

چوں دریں رہ پائے خود نشکستۂ — بر کہ میخندی چہ پا را بستۂ

جب تو نے اِس راہ میں اپنے پیر کو نہیں توڑا ہے — کس پر ہنستا ہے، پاؤں کو کیوں باندھا ہے؟

وانکہ پایش در رہِ کوشش شکست — در رسید اُو را براق و بر نشست

جس نے کوشش کی راہ میں اپنے پیر کو توڑا — اُس کے لئے بُراق پہونچا اور وہ سوار ہوا

[1] غیرِ مردِ حق۔ یعنی مکار پیر وہ ریت ہے جو تیری عمر برباد کر رہا ہے۔ مردِ حکیم۔ شیخِ کامل۔ منبع۔ شیخِ کامل کی تربیت سے مرید، علوم اور حکمتوں کا سرچشمہ بنجاتا ہے اُسکو مدرسہ میں جانے اور اسبابِ تحصیلِ علم اختیار کرنیکی ضرورت نہیں رہتی اُسکو علمِ لدنی حاصل ہو جاتا ہے۔ لوح۔ تختی۔ حافظ۔ حفظ کرنیوالا۔ لوحِ محفوظ۔ وہ غیبی دفتر جس میں اللہ کی قدرت کے تمام احوال جو گذر گئے یا آنیوالے ہیں درج ہیں۔ روح۔ جان۔ روح۔ الہام۔

[2] محظوظ۔ حصہ پانے والا۔ شاگرد۔ یعنی جب اسرارِ الٰہی حاصل ہو جاتے ہیں تو عقل اُن سے روشنی حاصل کرتی ہے۔ گام۔ قدم۔ معراج میں حضرت جبریلؑ نے آنحضورؐ سے کہا تھا۔ اگر یکسرِ موئے برتر پرم فروغِ تجلی بسوزد پرم۔ کاہلی۔ یعنی اپنی کوتاہی اور بے عملی کو جبر سمجھتا ہے۔ رنجور۔ بیمار، یعنی کاہلی کو جبر سمجھنا ایسی بیماری ہے جو اُسکو در گور کر دیگی۔ لاغ۔ ہنسی مذاق۔ رنج۔ مرض۔ جبر۔ لغت میں ٹوٹے کو جوڑنے کے معنی میں ہے اسی لئے جبیرہ وہ پٹی کہلاتی ہے جو ٹوٹی ہڈی پر جوڑنیکے لئے باندھی جاتی ہے۔ لہذا م

م پہلے طلب میں پیر توڑ دو۔ اس کے بعد جبر کا عقیدہ اختیار کرو۔ اشکستہ۔ الف زیادہ ہے۔ بُراق۔ وہ سواری جو آنحضور کو معراج میں ملی تھی، یعنی مجاہدہ کے بعد جذبِ الٰہی کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

حاملِ دیں بود اُو محمول شد — قابلِ فرماں بُد اُو مقبول شد
وہ دین کا بوجھ اٹھانیوالا تھا (اب) سوار بن گیا — اللہ کے فرمان کو قبول کرنیوالا تھا، مقبول (بارگاہ) ہوگیا

تاکنوں فرماں پذیرفتے زشاہ — بعد ازیں فرماں رساند بر سپاہ
اب تک بادشاہ کا فرمان مانتا تھا — اس کے بعد سپاہیوں کا فرماں روا ہوگیا

تاکنوں اختر اثر کردے درو — بعد ازاں باشد امیر اختر اُو
اب تک ستارہ اُس میں اثر کرتا تھا — اِس کے بعد وہ ستارے کا حاکم ہوگا

گر ترا اِشکال آید در نظر — پس تو شک داری در انشق القمر
اگر تجھ کو اِس میں اِشکال نظر آتا ہے — تو تُو اِنشقّ القمر میں شک رکھتا ہے

تازہ کُن ایمانؔ از گفتِ زباں — اے ہوا را تازہ کردہ در نہاں
ایمان کو تازہ کرلے، نہ صرف زبانی — اے وہ شخص جس نے اپنے اندر خواہش کو تازہ کیا ہے

تا ہوا تازہ است ایماں تازہ نیست — چوں ہوا جز قفلِ آں دروازہ نیست
جب تک خواہش تازہ ہے، ایمان تازہ نہیں ہے — خواہش کے علاوہ اُس دروازہ کا کوئی قفل نہیں ہے

کردہؔ تاویلِ حرفِ بکر را — خویش را تاویل کن نے ذکر را
تُونے اچھوتے حرف میں تاویل کی ہے — اپنے آپ کو بدل، قرآن میں تاویل نہ کر

فکرِ تو تاویل کردہ ذکرؔ را — ذکر را ماں و بگرداں فکر را
تیرے فکر نے قرآن میں تاویل کی ہے — قرآن کو اپنی حالت پر رہنے دے، فکر میں تبدیلی کر

بر ہوا تاویلِ قرآں میکنی — پست و کژ شد از تو معنئ سنی
خواہش کے مطابق تو قرآن کی تاویل کرتا ہے — تیری وجہ سے روشن معنی پست اور کج ہوگئے ہیں

زیافت تاویلِ رکیکِ مگس

مکھی کی رکیک تاویل کا بوداپن

مانَد احوالت بداں طرفہ مگس — کو ہمی پنداشت خود را ہست کس
تیرے احوال اُس عجیب مکھی کی طرح ہیں — جو اپنے آپ کو کچھ سمجھتی تھی

از خودی سرمست گشتہ بے شراب — ذرّہ خود را شمردہ آفتاب
جو بغیر پئے، تکبر کی وجہ سے مست ہوگئی تھی — جس نے اپنے ذرّہ کو آفتاب سمجھ لیا تھا

وصفِ بازاں را شنیدہ در زماں — گفتہ من عنقائے وقتم بیگماں
اُس نے زمانہ میں بازوں کی تعریف سنی تھی — بولی بے شک میں اپنے وقت کا عنقا ہوں

۱؎ حامل۔ مجاہدہ میں دین کے اَحکام کا حامل تھا، اب جذبِ الٰہی، وصول الی اللہ کا سبب ہوگیا ہے۔ تاکنوں۔ یعنی فرمانبرداری کے بعد فرماں روائی کا مقام ملتا ہے۔ امیرِ اختر۔ بطور کرامت ستاروں پر حکمرانی کرتا ہے۔ اِنشقّ القمر شقِ قمر کا معجزہ اِس کی دلیل ہے۔ گفت۔ گفتگو نہاں۔ باطن۔ ہوا۔ خواہشِ نفسانی۔
۲؎ قفل۔ تالا۔ یعنی جب تک انسان پر خواہشِ نفسانی کا غلبہ ہے اُس پر علومِ ربانی کا دروازہ نہیں کھلے گا۔ تاویل۔ پھیرنا، بدلنا، عبارت کی ظاہری مراد کو چھوڑ کر کوئی محتمل معنی مراد لینا۔ بکر۔ با کے کسرہ سے، کنوارا، کنواری محفوظ، قرآن کو بکر اسلئے کہا ہے کہ وہ شیطانوں کے تصرف سے محفوظ ہے۔
۳؎ ذکر۔ قرآنِ مجید۔ ماں۔ صیغۂ امر ہے، ماندن، بمعنی گذاشتن کا۔ گرداں۔ پھیر دے۔ کژ۔ ٹیڑھا۔ سَنی۔ روشن۔ ماند۔ ماندن کا مضارع ہے، مشابہ ہونا۔ طرفہ۔ عجیب، نادر۔ خودی۔ خود پسندی، تکبر۔ بازاں۔ باز کی جمع۔ عنقا۔ عین کے فتحہ کے ساتھ کوئی خوبصورت پرندہ تھا جو اَب معدوم ہوگیا ہے۔ معدوم کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

قصۂ مگس و اندیشہ کردن *

*آں مگس بر برگِ کاہ و بولِ خر
وہ مکھی گھاس کے تنکے اور گدھے کے پیشاب پر

ہمچو کشتی باں ہمی افراشت سر
ملاح کی طرح شیخی بگھارتی تھی

گفت من کشتی و دریا خواندہ ام
بولی میں نے دریا کی کشتی کے بارے میں پڑھا ہے

مدّتے در فکرِ آں می ماندہ ام ق
ایک مدت تک میں اسکی فکر میں رہی ہوں

اینک ایں دریا و ایں کشتی و من
یہ دریا اور یہ کشتی ہے اور میں ہوں

مردِ کشتیبان و اہلِ رائے و فن
کشتی بان اور صاحبِ تدبیر و فن ہوں

بر سرِ دریا ہمی راند او عمد
دریا پر وہ چپّو چلا رہی تھی

مینمودش ایں قدر بیروں ز حد
اور وہ اُس کو لا محدود نظر آتا تھا

بود بے حد آں چمیں نسبت بدو
اُس کے اعتبار سے وہ پیشاب لا محدود تھا

آں نظر کو بیند آں را راست کو
اُس کی وہ نگاہ کہاں تھی کہ اُسکو صحیح طور پر دیکھتی

عالمش چنداں بود کش بینش ست
اُس کا عالم بھی اتنا ہی ہے جسقدر اُسکی نگاہ ہے

چشم چندیں بحر ہم چندینش ست
جتنی اُس کی آنکھ ہے، اتنا ہی اُس کا دریا ہے

صاحبِ تاویلِ باطل چوں مگس
باطل تاویل کرنیوالا، مکھی کی طرح ہے

وہمِ او بولِ خر و تصویرِ خس
اُس کا خیال، گدھے کا پیشاب اور تنکے کی صورت ہے

گر مگس تاویل بگذارد برائے
اگر مکھی رائے کی وجہ سے تاویل کرنا چھوڑ دے

آں مگس را بخت گرداند ہمائے
تو نصیبہ اُس مکھی کو ہما بنا دے

آں مگس نبود کش ایں غیرت بود
وہ مکھی نہیں ہے جس میں یہ غیرت ہو (کہ باطل تاویل نہ کرے)

روحِ او نے در خورِ صورت بود
اُس کی روح اُس کی صورت کے موافق نہیں ہوتی ہے

ہمچو آں خرگوش کو بر شیر زد
اُس خرگوش کی طرح جس نے شیر پر حملہ کیا

روحِ او کے بود اندر خوردِ قد
اُس کی روح، قد کے مطابق کب تھی؟

رنجیدنِ شیر از دیر آمدنِ خرگوش

خرگوش کے دیر میں آنے سے شیر کا رنجیدہ ہونا

شیر میگفت از سرِ تیزی و خشم
شیر، تندی اور غصہ سے کہہ رہا تھا

کز رہِ گوشم عدو بر بست چشم
دشمن نے میرے کان کے راستہ سے آنکھیں بند کر دیں

مکرہائے جبریانم بستہ کرد
جبر کا عقیدہ رکھنے والوں کے مکر نے مجھے مجبور کر دیا

تیغِ چوبینِ شاں تنم را خستہ کرد
اُن کی لکڑی کی تلوار نے میرے جسم کو زخمی کر دیا

ل افراشتن۔ شیخی بگھارنا۔ خواندہ ام۔ یعنی کتابوں میں ذکر پڑھا ہے۔ عمد۔ چپّو، یعنی وہ لکڑی جس کے ذریعہ کشتی چلائی جاتی ہے۔ چمیں۔ پیشاب، پاخانہ یہاں پیشاب مراد ہے۔ ؎ راست۔ ٹھیک۔ بینش۔ نگاہ۔ چندیں۔ اتنی سی۔ تاویلِ باطل۔ غلط معنیٰ، یعنی زیغ میں مبتلا لوگ جو قرآن کی غلط تاویل کرتے ہیں اُن کے خیالات گدھے کے پیشاب اور تنکے کی طرح ہیں اور وہ خود مکھی جیسے ہیں۔ ہما۔ ایک پرندہ ہے جو بہت مبارک سمجھا جاتا ہے، مشہور ہے کہ جس کے سر پر سے وہ گذر جائے بادشاہ ہو جاتا ہے۔ ؎ غیرت۔ یعنی دین کی ایسی غیرت ہو کہ تاویلِ باطل نہ کرے۔ روحِ او۔ یعنی اُس کی روح بلند ہوتی ہے، خواہ صورت اور علمِ ظاہری اتنا بلند نہ ہو۔ ہمچو۔ خرگوش کا قد تو چھوٹا تھا، لیکن اُس کی روح بلند تھی۔ کز رہِ گوشم۔ یعنی دشمن نے ایسی باتیں سنائیں کہ میں عقل کا اندھا ہو گیا۔ جبریاں۔ جبر کا قائل، مراد شکاری جانور ہیں۔ چوبیں۔ لکڑی کی، جانوروں کے دلائل کو لکڑی کی تلوار قرار دیا ہے۔

زیں سپسؔ من نشنوم آں دمدمہ — بانگِ دیوان ست و غولاں آں ہمہ
اس کے بعد میں اُس مکر کو نہ سنوں گا — وہ سب شیطانوں اور بھوتوں کی آواز ہے

بر دراں اے دل تو ایشاں را بیست — پوستِ شاں بر کَن کہ غیرِ پوست نیست
اے دل! تو اُن کو پھاڑ ڈال، نہ رُک — اُنکی چمڑی اُدھیڑ دے وہ چھلکے کے سوا کچھ نہیں ہیں

پوست چہ بود گفتہائے رنگ رنگ — چوں زرہ بر آب کش نبود درنگ
چھلکا کیا ہوتا ہے؟ رنگا رنگ باتیں — جیسے پانی کی زرہ کہ وہ تھوڑی دیر بھی باقی نہیں رہتی

ایں سخن چوں پوست معنیٰ مغز داں — ایں سخن چوں نقش معنیٰ ہمچو جاں
یہ بات چھلکے کی طرح ہے، معنیٰ کو مغز سمجھ — یہ بات صورت کی طرح ہے اور معنیٰ جان کی طرح ہیں

پوست باشد مغزِ بد را عیب پوش — مغزِ نیکو را ز غیرت غیب پوش
چھلکا، خراب گری کا عیب پوش ہوتا ہے — اچھی گری کے لئے غیرت کی وجہ سے غائب رکھکر پوشیدہ رکھنے والا ہوتا ہے

چوں ز باد ست قلم، دفتر ز آب — ہر چہ بنویسی فنا گردد شتاب
جب تیرا قلم ہوا کا ہے اور دفتر پانی کا — تو جو کچھ لکھیگا وہ جلد فنا ہو جائیگا

نقشِ آب ست ار وفا خواہی ازاں — باز گردی دست ہائے خود گزاں
وہ نقش بر آب ہے اگر تو اُس سے وفا چاہیگا — اپنے ہاتھ کو کاٹتا ہوا (پشیماں) واپس لوٹیگا

باد در مردم ہوا و آرزو ست — چوں ہوا بگذاشتی پیغامِ ہو ست
انسانوں میں ہوا، خواہش اور آرزو ہے — جب تو نے خواہش کو ترک کیا بس یہی اللہ کا پیغام ہے

خوش بود پیغامہائے کردگار — کو ز سر تا پائے باشد پائدار
خدا کے پیغام متبارک ہوتے ہیں — جو سر سے پیر تک پائیدار ہوتے ہیں

خطبۂ شاہاں بگردد واں کیا — جز کیا و خطبہ ہائے انبیا
بادشاہوں کے خطبے اور اُن کی سرداری بدلجاتی — بخلاف نبیوں کے نقشوں اور سرداری کے

زانکہ بوشِ بادشاہاں از ہوا ست — بارنامہ انبیا با کبریا ست
اِسلئے کہ بادشاہوں کی کرّوفر خواہشِ نفسانی سے ہے — انبیاء کی عزت خدا کی جانب سے ہے

از درمہا نامِ شاہاں بر کنند — نامِ احمدؐ تا قیامت میزنند
بادشاہوں کے نام، سکوں سے مٹا دیتے ہیں — احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام قیامت تک منقش کرتے

نامِ احمدؐ نامِ جملہ انبیا ست — چونکہ صد آمد نود ہم پیشِ ما ست
احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام، تمام انبیاء کا نام ہے — جب سو آئے تو نوّے بھی ہمارے سامنے ہے

---

۱ سپس۔ بعد، پیچھے۔ دیواں۔ دیو کی جمع ہے۔ غول۔ چھلاوا۔ بردراں۔ بر زیادہ ہے دراں، درانیدن بمعنیٰ پھاڑنا سے بنا ہے۔ پوست کھال، چھلکا۔ زرہ۔ یعنی وہ لہریں جو بشکل زرہ پانی پر پیدا ہوتی ہیں اُن کا بقا چند منٹ کا ہوتا ہے۔ پوست۔ چھلکا عیب کو چھپاتا ہے اور عمدہ مغز کو نظروں سے پوشیدہ رکھنے کا بھی کام کرتا ہے۔

۲ شتاب۔ جلدی، یعنی نقش بر آب جلد فنا ہو جاتا ہے۔ نقش بر آب۔ ناپائیدار چیز۔ گزاں۔ گزیدن بمعنیٰ کاٹنا سے بنا ہے۔ ہوا۔ خواہشِ نفسانی۔ ہُو۔ باری تعالےٰ کی ذات کا اسم ہے۔ خوش۔ اچھا۔ کردگار۔ کرنیوالا، کام کا مالک۔

۳ کیا۔ پہلوان اِس شعر میں بمعنیٰ ملکیت اور سرداری بولا گیا ہے۔ بوش۔ بار کے فتحہ کے ساتھ، کرّوفر، شان و شوکت بارنامہ۔ تجمل، تفاخر۔ کبریا۔ اللہ تعالےٰ۔ بر کنند۔ نکال ڈالتے ہیں۔ میزنند۔ منقش کرتے ہیں۔ صد سَو۔ نود۔ نون اور واؤ کے فتحہ کے ساتھ نناوے ۹۹، یعنی آنحضورؐ انبیاء کا مجموعہ ہیں لہذا جیسا کہ سَو کے ضمن میں ننانوے کا عدد موجود ہے اِسی طرح م

این سخن پایان ندارد اے پسر — قصۂ خرگوش گو و شیر نر
اے بیٹا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے — خرگوش اور نر شیر کا قصہ سنا

ہم در بیان مکر خرگوش و تاخیر او در رفتن پیش شیر
یہ بیان بھی خرگوش کی چالاکی اور اُس کا شیر کے سامنے دیر سے جانیکا ہے

در شدن خرگوش بس تاخیر کرد — مکر را با خویشتن تقریر کرد
خرگوش نے جانے میں بہت دیر کی — اور اپنی حیلہ سازی کو ثابت کیا

در رہ آمد بعد تاخیر دراز — تا بگوش شیر گوید یک دو راز
بہت دیر کے بعد راستہ پر پڑا — تاکہ شیر کے کان میں ایک دو راز کہے

تا چہ عالمہاست در سودائے عقل — تا چہ با پہناست این دریائے عقل
دیکھو! عقل کے فکر میں کیا عالم ہیں — دیکھو! یہ عقل کا دریا کسقدر وسیع ہے

بحر بے پایاں بود عقل بشر — بحر را غواص باید اے پسر
انسان کی عقل لا محدود سمندر ہے — اے بیٹا! سمندر کے لئے غوطہ خور چاہئے

صورت ما اندریں بحر عذاب — میدود چوں کاسہا بر روئے آب
ہماری صورتیں اِس شیریں سمندر میں — اِس طرح دوڑ رہی ہیں جس طرح پانی کی سطح پر پیالے

تا نشد پُر بر سر دریاست طشت — چونکہ پُر شد طشت در وے غرق گشت
جب تک بھرا نہیں، طشت دریا کے اوپر ہے — جب طشت بھرا اس میں غرق ہوا

عقل پنہان ست و ظاہر عالمے — صورت ما موج یا از وے نمے
عقل مستور ہے اور عالم ظاہر ہے — ہماری صورت موج یا اُس کی نمی ہے

ہر چہ صورت می وسیلت سازدش — زاں وسیلت بحر دور اندازدش
جو موجود (متعین) ہے صورت اُسکو وسیلہ بناتی ہے — اُس وسیلہ کی وجہ سے سمندر اُسکو دور پھینکدیتا ہے

تا نہ بیند دل، دہندہ راز را — تا نہ بیند تیر، دور انداز را
جب تک دل، راز عطا کرنیوالے کو نہ دیکھ لے — جب تک کہ تیر، دور سے پھینکنے والے کو نہ دیکھ لے

ق

اسپ خود را یاوہ داند وز ستیز — میدواند اسپ خود در راہ تیز
اپنے گھوڑے کو گم شدہ سمجھتا ہے اور جھگڑے کی وجہ — اپنے گھوڑے کو تیز دوڑاتا ہے

اسپ خود را یاوہ داند آں جواد — واسپ خود او را کشاں کردہ چو باد
وہ جوانمرد، اپنے گھوڑے کو گم شدہ سمجھتا ہے — اور گھوڑا اُس کو ہوا کی طرح اڑائے لئے جا رہا ہے

شدن۔ ہونا، جانا۔ تاخیر۔ دیر لگانا۔ تقریر۔ بیان کرنا، ثابت کرنا۔ تا۔ کلمہ تنبیہ ہے۔ چہ۔ تفخیم کے لئے ہے۔ عقل۔ یعنی وہ قوتِ شعور جو حیوانات میں بھی ہے۔ بحر۔ سمندر۔ بے پایاں۔ لامحدود۔ غواص۔ غوطہ خور۔ صورت۔ یعنی جسمِ انسانی۔ عذاب۔ شیریں، بحرِ عذاب سے مراد دریائے عقل در روح ہے۔ تا نشد پُر۔ جب تک اجسام روحانیت سے پُر نہیں ہوتے ہیں اُن پر مادیت کا غلبہ رہتا ہے۔ عقل۔ دریائے عقل اگرچہ نظروں سے غائب ہے، لیکن جسم اسی کی ایک موج ہے۔ ہر چہ۔ مظاہر پرست جو تعینات کو وسیلہ بناتے ہیں دریائے وحدت سے دور جا پڑتے ہیں۔ دہندہ راز۔ رہنمائے کامل۔ دور انداز۔ دور پھینکنے والا۔ یاوہ۔ بیہودہ، آوارہ، گم۔ ستیز۔ جنگ، جھگڑا۔ اسپ خود را۔ یعنی جب تک انسان کو روح کا مشاہدہ اور اُس سے توسل حاصل نہیں ہوتا تو وہ سمجھتا ہے کہ روح غیر موجود ہے تو اُس کی مثال اُس شہسوار کی ہے جو گھوڑے پر سوار ہو اور اپنے گھوڑے کو گم شدہ سمجھ رہا ہو۔ جواد۔ سخی۔

در فغان و جستجو آں خیرہ سر[1] — ہر طرف پرسان و جویاں در بدر
وہ حیران فریاد اور جستجو میں ہے — ہر جانب پوچھنے والا اور در بدر تلاش کرنے والا ہے

کانکہ دزدید اسپِ مارا کو و کیست — ایں کہ زیرِ ران تست اے خواجہ چیست
جس شخص نے ہمارا گھوڑا چرایا ہے کہاں ہے کون ہے؟ — اے صاحب! یہ جو آپ کی ران تلے ہے یہ کیا ہے

آرے ایں اسپ است لیک آں اسپ کو — با خود آ اے شہسوارِ اسپ جو
ہاں، یہ گھوڑا ہے، لیکن وہ گھوڑا کہاں ہے؟ — اے گھوڑے کی جستجو کرنے والے شہسوار! ہوش میں آ

وصفہا را مستمع گوید براز — تا شناسد مرد اسپِ خویش باز
سننے والا، اس کی نشانیاں چپکے سے بتاتا ہے — تاکہ وہ اپنے گھوڑے کو پھر پہچان لے

جاں زپیدائی و نزدیکی ست گم — چوں شود پُر آب و لب خشک چو خم[2]
جان، نمایاں اور قریب ہونے کی وجہ سے گم ہے — جس طرح مٹکا پانی سے بھرا ہوا اور کنارے خشک ہوں

در درونِ خود بیفزا درد را — تا بہ بینی سبز و سرخ و زرد را
اپنے اندر درد کو بڑھا — تاکہ سبز، سرخ اور زرد کو دیکھے

کے بہ بینی سرخ و سبز و بور را — تا نہ بینی پیش ازیں سہ نور را
تو سرخ اور سبز اور گلابی کو کب دیکھ سکیگا! — جب تک ان تینوں سے پہلے، نور کو نہ دیکھ لیگا

لیک چوں در رنگ گم شد ہوشِ تو — شد ز نورِ آں رنگہا روپوشِ تو
لیکن چونکہ تیرے ہوش رنگ میں گم ہو گئے ہیں — تو وہ رنگ، نور کی وجہ سے تیرے روپوش بنگئے ہیں

چونکہ شب آں رنگہا مستور[3] بود — پس بدیدی دیدِ رنگ از نور بود
چونکہ وہ رنگ رات کو چھپے ہوئے تھے — لہٰذا تو نے دیکھ لیا رنگ کا دیکھنا نور کی وجہ سے تھا

نیست دیدِ رنگ بے نورِ بروں — ہم چنیں رنگِ خیالِ اندروں
رنگ کا دیکھنا۔ بیرونی روشنی کے بغیر نہیں ہوتا — یہی حال اندرونی خیال کے رنگ کا ہے

ایں بروں از آفتاب و از سُہا ست — واں درون از عکسِ انوارِ علاء ست
یہ باہر کی روشنی آفتاب اور سُہا کی وجہ سے ہے — وہ باطنی روشنی عالمِ بالا کے انوار کے عکس سے ہے

نورِ نورِ چشم خود نورِ دل ست — نورِ چشم از نورِ دلہا حاصل ست
خود بینائی کا نور، دل کا نور ہے — بینائی کا نور دلوں کے نور سے حاصل ہوتا ہے

باز نورِ نورِ دل نورِ خدا ست — کو ز نورِ عقل و حس پاک و جدا ست
پھر دل کی بصیرت کا نور خدا کا نور ہے — جو عقل اور حس کے نور سے پاک اور جدا ہے

---

[1] خیرہ سر۔ بدمزاج، حیران۔ کو۔ کجا۔ کیست۔ کر است۔ آرے ہم ہاں۔ وہ شہسوار اپنے گھوڑے سے اسقدر غافل ہے کہ اسکی علامتیں بیان کر دینے کے بعد بھی اس کو نہیں پہچانا۔ مستمع۔ سننے والا۔ پیدائی ظاہر ہونا۔

[2] خم۔ مٹکا۔ یعنی روح، انتہائی نزدیکی اور ظہور کی وجہ سے مخفی ہو گئی ہے، کسی چیز کا انتہائی بدیہی ہونا اس کے مخفی ہونے کا سبب بنجاتا ہے اس لئے کہ ہر چیز اپنی انتہا کو پہونچکر اپنی ضد کی طرف منتقل ہو جاتی ہے جیسا کہ خوشی کی زیادتی رونے کا سبب بنجاتی ہے۔ سبز و سرخ۔ صوفیا کے نزدیک لطائفِ غیب مختلف رنگوں کے ہیں۔ بور۔ گلابی سرخ مائل بسیاہی۔ نور۔ نورِ باطن جب تک پیدا نہو گا، لطائفِ غیبیہ کے رنگ نظر نہ آئیں گے۔ ہوش۔ عقل۔ روپوش۔ نقاب، حجاب۔

[3] مستور۔ پوشیدہ۔ نیست۔ ظاہری رنگ دن کی روشنی کے بغیر نظر نہیں آتے، اسی طرح باطنی رنگ بغیر باطنی نور کے نظر نہیں آتے۔ بروں۔ ظاہری روشنی آفتاب اور سُہا ستارے کی وجہ سے اور نور باطنی عالمِ بالا کے انوار کا عکس ہے۔ م

م نور۔ یعنی بصارتِ چشم، بصیرتِ قلبی کا فیض ہے۔ باز یعنی بصیرتِ قلبی خدا کے نور کا فیض ہے جو عقل و حس سے ایک جدا چیز ہے۔

شب نہ بُد نور و ندیدی رنگ را
رات کو نور نہ تھا اور تو نے رنگ نہ دیکھا

پس بضدِ نور پیدا شد تُرا
پس ضد (شب کی تاریکی) کی وجہ سے نور نمایاں ہو گیا

شب ندیدی رنگ کاں بے نور بُود
رات کو تو نے رنگ نہ دیکھا کیونکہ وہ بے نور تھی

رنگ چہ بُود مُہرۂ کور و کبود
رنگ کیا ہوتا ہے، ایک اندھا، نیلا منکا

کہ نظر بر نور بُود آنگہ برنگ
کیونکہ نور پر نظر تھی پھر رنگ پر

ضد بضد پیدا بُود چوں رُوم و زنگ
ایک مقابل دوسرے مقابل سے واضح ہوتا ہے جیسے رومی اور حبشی

دیدنِ نور ست آنگہ دیدِ رنگ
پہلے نور کا نظر آنا ہے پھر رنگ کا دیکھنا

ویں بضدِ نور دانی بے درنگ
اور اس کو تو نور کی ضد سے بغیر تاخیر سمجھتا ہے

پس بضدِ نور دانستی تو نور
پس نور کی ضد سے تو نور کو پہچانا

ضد ضد را می نماید در صُدُور
ضد، ضد کو سینوں میں واضح کر دیتی ہے

رنج و غم را حق پئے آں آفرید
اللہ تعالیٰ نے رنج کو اس لئے پیدا فرمایا ہے،

تا بدیں ضد خوشدلی آید پدید
تاکہ اس ضد سے خوشدلی واضح ہو جائے

پس نہانیہا بضد پیدا شود
پس پوشیدہ چیزیں ضد سے واضح ہوتی ہیں

چونکہ حق را نیست ضد پنہاں بود
اللہ تعالیٰ کی چونکہ کوئی ضد نہیں ہے وہ پوشیدہ ہے

نورِ حق را نیست ضدّے در وجود
اللہ کے نور کی بھی ضد وجود میں نہیں ہے

تا بضد او را تواں پیدا نمود
تاکہ ضد سے اسکو پہچانا جا سکے

لَاجَرَمْ اَبْصَارُنَا لَاتُدْرِکُہٗ
یقیناً ہماری نگاہیں اُس کا ادراک نہیں کر سکتیں

وَ ہُوَ یُدْرِکُ بیں از موسیٰ وکُہ
اور وہ ادراک کر لیتا ہے، حضرت موسیٰ اور پہاڑ کے

صورت از معنیٰ چوں شیر از بیشہ داں
صورت کی نسبت معنیٰ سے ایسی ہے، جیسے شیر کی نسبت کچھار سے

یا چو آواز و سخن زاندیشہ داں
یا جیسے بات اور آواز کی نسبت خیال سے ہے

ایں سخن و آواز از اندیشہ خاست
یہ بات اور آواز خیال سے پیدا ہوئی

تو ندانی بحرِ اندیشہ کجاست
تجھے یہ معلوم بھی نہیں کہ خیال کا سمندر کہاں ہے؟

لیک چوں موجِ سخن دیدی لطیف
لیکن جب تو نے بات کی موج کو پاکیزہ پایا

بحرِ آں دانی کہ ہم باشد شریف
اُس کے سمندر کے متعلق بھی تو نے سمجھ لیا کہ وہ بھی شاندار ہوگا

چوں ز دانش موجِ اندیشہ بتاخت
جب عقل سے خیال کی موج اٹھی

از سخن و آواز او صورت بساخت
اُس نے بات اور آواز کی صورت اختیار کر لی

لہ نہ بُد - نہ بُود۔ ضد - مخالف، مقابل۔ پیدا - ظاہر، نمایاں یعنی نور کا احساس ہمیں اُس کی ضد رات کی وجہ سے ہوا۔ مہرہ - منکا، ہار کا دانہ کور - اندھا کبود - نیلا، سیاہ رنگ، یعنی نور کے بدون کوئی رنگ نظر نہیں آتا۔

لہ ضد - مشہور مقولہ ہے، چیزیں اپنی نقیضوں سے پہچانی جاتی ہیں - رنج - خوشی کی وضاحت رنج و غم کے ذریعہ ہوتی ہے - چونکہ - اللہ تعالیٰ کا کوئی ند اور ضد نہیں ہے لہذا وہ نگاہوں سے مخفی ہے۔ لاجرم - لامحالہ یقیناً - ابصار - بصر کی جمع، بینائی - ادراک - کسی چیز کی حقیقت معلوم کر لینا، کسی چیز کا احاطہ کر لینا۔ موسیٰ - حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھنے کی خواہش کی تو فرما دیا گیا کہ تم دیکھ نہیں سکتے ذرا سی تجلی دکھائی تو پہاڑ پاش پاش ہو گیا اور حضرت موسیٰ بیہوش ہو گئے۔

لہ صورت - صورت اور معنیٰ کی نسبت ایسی ہے جیسا کہ شیر اور اُس کی کچھار یا آواز اور خیالات کی، ظاہر ہے کہ کچھار اور خیال ایک پائیدار چیز ہے اُس کی نسبت سے شیر اور آواز جلد فنا ہو جاتی ہے

از سخن صورت بزاد و باز مُرد
بات سے صورت پیدا ہوئی اور پھر مر گئی

موج خود را باز اندر بحر بُرد
موج اپنے آپ کو پھر سمندر میں لےگئی

صورت از بے صورتے آمد برُون
صورت ایک بے صورت سے پیدا ہوئی

باز شد کہ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن
پھر لوٹ گئی کہ ہم اُسی طرف لوٹنے والے ہیں

پس ترا ہر لحظہ مرگ و رجعتے ست
پس، تیرے لئے ہر لحظہ موت اور واپسی ہے

مُصطفیٰ فرمودہ دُنیا ساعتے ست
آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا دنیا ایک گھڑی (اوقت) ہے

فکرِ ما تیرے ست از ہُو در ہوا
ہمارا خیال ایک تیر ہے جو اللہ کی جانب سے ہوا میں ہے

در ہوا کے پاید آید تا خدا
ہوا میں کب تک ٹھہرے؟ خدا کی طرف لوٹتا ہے

ہر نفس نو می شود دنیا و ما
ہر دم دنیا نئی ہو جاتی ہے، اور ہم

بے خبر از نو شدن اندر بقا
زندگی میں اُس کے نئے ہونے سے بے خبر ہیں

عمر ہمچوں جوئے نو نو می رسد
نہر کی طرح تیری عمر نئی نئی آتی رہتی ہے

مُستمرے می نماید در جسد
جو جسم میں لگاتار نظر آتی ہے

آں ز تیزی مستمر شکل آمدست
تیزی کی وجہ سے وہ لگاتار شکل بنی ہے

چوں شرر کش تیز جنبانی بدست
اُس انگارے کی طرح جس کو تو ہاتھ سے تیز گھمائے

شاخِ آتش از بجنبانی بساز
اگر تو جلتی لکڑی کو کوشش سے گھمائے

در نظر آتش نماید بس دراز
تو وہ بہت لمبی آگ نظر آئے گی

ایں درازی مدت از تیزیِ صُنع
ایجاد کی تیزی سے یہ بقا کا طول

می نماید سُرعت انگیزیِ صُنع
اللہ تعالیٰ کی ایجاد کی تیزی کو ظاہر کرتا ہے

طالبِ ایں سِر اگر علامہ ایست
اِس راز کا طالب اگر کوئی علامہ ہے

نک حُسام الدین کہ سامی نامہ ایست
اب حسام الدین ہے، جو متبرک کتاب ہے

وصفِ او از شرح مُستغنی بُوَد
اُسکی تعریف شرح سے بے نیاز ہے

رَو حکایت گو کہ بے گہ میشود
چل، قصہ بیان کر کہ بے وقت ہوا جاتا ہے

رسیدنِ خرگوش بہ شیر و خشمِ شیر بر وے
خرگوش کا شیر کے پاس پہونچنا اور شیر کا اس پر غصہ کرنا

شیر اندر آتش و در خشم و شور
شیر نے آگ اور غصہ اور شور میں

دید کاں خرگوش می آید ز دور
دیکھا کہ وہ خرگوش دور سے چلا آرہا ہے

۱؎ از سخن۔ آواز نکلتی ہے اور فنا ہو جاتی ہے جس طرح دریا کی موج اٹھتی ہے اور پھر دریا میں فنا ہو جاتی ہے۔ صورت۔ یعنی کلام اور آواز۔ بے صورت۔ یعنی خیال اور عقل۔ اِنَّا اِلَیۡہِ۔ یعنی ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ رجعت۔ واپسی، دوبارہ زندہ ہونا۔ ساعت۔ گھڑی، وقت کا تھوڑا سا حصہ۔ ساعتے یعنی اِس دنیا میں تجددِ امثال ہوتا ہے ہر آن ایک چیز فنا ہوتی ہے اور اُس جیسی ہی اُس کے قائم مقام بنجاتی ہے۔ ہو کہ۔ اِسمِ ذاتِ باری ہے اِس کو بعض صاحبان نے اِسمِ اعظم بھی قرار دیا ہے۔

۲؎ ہر نفس صرف آواز اور کلام میں ہی نہیں دنیا کی ہر چیز میں تجددِ امثال ہو رہا ہے۔ جو۔ نہر۔ مستمر۔ لگاتار۔ مسلسل دائم۔ ہمیشہ رہنے والا۔ جسد۔ جسم، بدن۔ نو۔ نیا، یعنی نہر کا پانی ہر آن بدل رہا ہے لیکن نظر میں ایک ہی پانی ہے اسی طرح عمر کی حالت ہے۔ شرر۔ چنگاری، شعلہ۔ کش۔ کہ اش۔ جنبانی۔ جنبانیدن، ہلانا کا مضارع مخاطب ہے۔

۳؎ شاخِ آتش۔ جلتی لکڑی۔ ساز۔ بناؤ، کوشش، ایک انگارے کو تیزی سے گھماؤ گے تو وہ شعلۂ جوّالہ نظر آئیگا۔

میدود بے دہشت و گستاخ اُو | خشمگین و تند و تیز و ترش رُو
بے خوف، دلیرانہ وہ دوڑ رہا ہے | غضبناک، تند اور تیز اور منہ بگاڑے
کز شکستہ[1] آمدن تہمت بُوَد | وز دلیری دفعِ ہر ریبت بُوَد
اِسلئے کہ انکسار سے آنا وجہِ تہمت ہوتا | اور دلیری سے ہر تہمت کا دفعیہ ہوتا ہے
چوں رسید او پیشتر نزدیکِ صف | بانگ بر زد شیر ہاں اے ناخلف
جب وہ صف کے نزدیک آگے پہنچا | شیر چیخا کہ ہاں اے نا خلف!
من کہ گاواں را ز ہم بدریدہ ام | من کہ گوشِ شیرِ نر مالیدہ ام
میں جس نے گایوں کو چیرا ہے | میں جس نے نر شیروں کی گوشمالی کی ہے
نیم[2] خرگوشے چہ باشد کو چنیں | امرِ ما را افگند او بر زمیں
ناقص خرگوش کیا ہوتا ہے کہ اس طرح | وہ ہمارے حکم کو نیچے ڈال دے
ترکِ خواب و غفلتِ خرگوش کن | غرۂ ایں شیر اے خر گوش کن
غفلت اور خوابِ خرگوش چھوڑ دے | اے گدھے اِس شیر کی گرج سُن

عذر گفتن خرگوش بہ شیر از تاخیر و لابہ کردن

تاخیر کی وجہ سے خرگوش کا شیر سے معذرت اور خوشامد کرنا

گفت خرگوش الاماں عذریم ہست | گر دہد عفوِ خداوندیت دست
خرگوش نے کہا جان کی بخشش، میرا ایک عذر ہے | اگر تیری مالکانہ خطا بخشی دستگیری کرے
باز گویم چوں تو دستوری دہی | تو خداوندی و شاہ و من رہی
اگر تو اجازت دے تو میں کہوں | تو مالک اور بادشاہ ہے اور میں غلام ہوں
گفت چہ عذر اے قصورِ ابلہاں[3] | ایں زماں آیند در پیشِ شہاں
اُس نے کہا اے بیوقوفوں میں سے کمتر کیا عذر ہے؟ | بادشاہوں کے سامنے اِس وقت آتے ہیں؟
مرغِ بے وقتی سرت باید برید | عذرِ احمق را نمی باید شنید
تو بے وقت کا مرغ ہے تیرا سر قلم کرنا چاہئے | احمق کے عذر کو نہ سننا چاہئے
عذرِ احمق بدتر از جرمش بُوَد | عذرِ ناداں زہرِ ہر دانش بُوَد
احمق کا عذر اس کے جرم سے بھی بدتر ہوتا ہے | ناسمجھ کا عذر، ہر عقل کا زہر ہوتا ہے
عذرت اے خرگوش از دانش تہی | من نہ خرگوشم کہ در گوشم نہی
اے بے عقل خرگوش تیرا عذر | میں گدھے کا کان نہیں ہوں کہ تو اعذر سناتا ہے

[1] شکستہ۔ بدحال، انکسار۔ تہمت۔ الزام۔ ریبت۔ شک و شبہ، یہ شعر مولانا کا مقولہ ہے۔ ہاں۔ حرفِ تنبیہ ہے۔ ناخلف۔ وہ شخص جو بزرگوں کا صحیح جانشین نہ ہو۔

[2] نیم۔ آدھا، ناچیز، ناقص، خوابِ خرگوش۔ کچھوے اور خرگوش کی مشہور کہانی کی طرف اشارہ ہے۔ غرہ۔ گرج۔ خر۔ گدھا۔ لابہ۔ خوشامد، چاپلوسی۔ الاماں۔ جان بخشی۔ عذریم۔ میرا عذر۔ دست دادن۔ دستگیری کرنا۔ دستوری۔ اجازت۔ رہی۔ غلام، خادم۔

[3] قصورِ ابلہاں۔ بیوقوفوں میں سے سب سے کم، حقیر۔ مرغِ بے وقت۔ مرغِ بے ہنگام، وہ مرغ جو بے وقت اذان دے ایسے مرغ کو ذبح کر دیا جاتا ہے تاکہ غیر وقت میں صبح صادق کا دھوکہ نہ لگے۔ خرگوش۔ گوشِ خر۔ از دانش تہی۔ عقل سے خالی، بے عقل۔

گفت اے شہ ناکسے[1] را کس شمار — عذرِ استم دیدگاں را گوش دار
اُس نے کہا، اے شاہ! نالائق کو لائق سمجھ کر — مظلوموں کا عذر سُن لے

خاص از بہرِ زکوٰۃِ جاہِ خود — گمرہے را تو مراں از راہِ خود
خاص طور پر، اپنے مرتبہ کے صدقہ میں — ایک گمراہ کو اپنے راستہ سے نہ ہٹا

بحر کو آبے بہر جُو می دہد — ہر خسے را بر سر و رُو[2] می نہد
وہ دریا، جو ہر نہر کو پانی دیتا ہے — اور ہر تنکے کو سَر اور مُنہ پر رکھتا ہے

کم نخواہد گشت دریا زیں کرم — از کرم دریا نگردد بیش و کم
اُس کرم کی وجہ سے دریا کم نہ ہوگا — کرم کی وجہ سے، دریا کا کچھ گھٹتا بڑھتا نہیں ہے

گفت دارم من کرم بر جائے اُو — جامۂ ہر کس بُرم بالائے اُو
اُس نے کہا میں اُسکے موقع پر کرم کرتا ہوں — ہر شخص کا کپڑا اُس کے قد کے مطابق تراشتا ہوں

گفت بشنو گر نباشد جائے لُطف — سَر نہادم پیشِ اژدرہائے عُنف
اُس نے کہا سن لے، اگر مہربانی کا موقع نہ ہوگا — میں سختی کے اژدھے کے سامنے سَر دھرتا ہوں

من بوقتِ چاشت در راہ آمدم — با رفیقِ خود سوئے شاہ آمدم
میں چاشت کے وقت راستہ پر پڑا — اپنے ساتھی کے ساتھ شاہ کی جانب آنے لگا

با من از بہرِ تو خرگوشے دگر — جُفت و ہمرہ کردہ بودند آں نفر
تیرے لئے، میرے ساتھ ایک دوسرا خرگوش — اُس جماعت نے ساتھ کر دیا تھا

شیرے اندر راہ قصدِ بندہ کرد — قصدِ ہر دو ہمرہِ آئندہ کرد
راستہ میں ایک شیر نے بندے کا قصد کیا — (بلکہ) ہم دونوں ساتھ آنے والوں کی طرف (جھپٹا)

گفتمش ما بندۂ شاہنشہیم — خواجہ[3]تاشانِ کہ آں درگہیم
میں نے اُس سے کہا ہم بادشاہ کے غلام ہیں — ہم دونوں اُس درگاہ کے ادنیٰ حاضر باش ہیں

گفت شاہنشہ کہ باشد شرم دار — پیشِ من تو نامِ ہر ناکس مبار
اُس نے کہا، شہنشاہ کون ہوتا ہے، شرم کر — میرے سامنے تو کسی نالائق کا نام نہ لے

ہم ترا و ہم شہت را بر درم — گر تو با یارت بگردی از برم
تجھے اور تیرے بادشاہ کو بھی پھاڑ ڈالوں گا — اگر تو اپنے ساتھی کے ساتھ میرے سامنے سے گیا

گفتمش بگذار تا بارِ دگر — روئے شہ بینم، برم از تو خبر
میں نے اُس سے کہا، چھوڑ دے تاکہ ایک بار — بادشاہ کا چہرہ دیکھ لوں اور تیری اطلاع کردوں

---

[1] ناکس۔ نالائق۔ اِستم۔ ستم، ظلم، الف زیادہ ہے۔ اِستم دیدگاں۔ مظلوم لوگ۔ جاہ۔ رُتبہ۔ گمراہ۔ یعنی خرگوش۔ بحر۔ دریا، سمندر۔ جُو۔ نہر۔ خس۔ تنکا، کمینہ

[2] بر سر و رُو نہادن۔ عزت کرنا۔ کرم۔ احسان۔ بر جا۔ موقع پر۔ بُرم۔ بُریدن بمعنیٰ قطع کرنا سے ہے۔ اژدرہا۔ جمع اژدہا۔ عُنف۔ عین کے ضمہ کے ساتھ، سختی، درشتی۔ چاشت۔ ایک پہر دن چڑھے۔ رفیق۔ سفر کا ساتھی۔ شاہ۔ یعنی شیر۔ جُفت۔ جوڑا، جوڑی دار۔ نفر۔ جماعت، مراد شکاری جانور ہیں۔ بندہ۔ غلام، یعنی خرگوش۔

[3] خواجہ تاش۔ ایک آقا کے اگر چند نوکر ہوں تو ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلائیگا۔ ناکس۔ نالائق۔ بَردَرَم۔ بَر زیادہ ہے، دَرَم دریدن کا واحد متکلم ہے۔ گردی۔ گردیدن سے مخاطب کا صیغہ ہے۔

گفت ہمرہ را گرو نہ پیشِ من
اُس نے کہا، ساتھی کو میرے پاس گروی رکھ دے
ورنہ قربانی تو اندر کیشِ من
ورنہ تو میرے مذہب میں قربان ہے

لابہ کردیمش بسے سودے نہ کرد
ہم نے اُس کی بہت خوشامد کی، فائدہ نہ دیا
یارِ من بستد مرا بگذاشت فرد
میرے یار کو پکڑ لیا، مجھے اکیلا چھوڑ دیا

ماند آں ہمرہ گرو در پیشِ اُو
وہ ساتھی اُس کے پاس گروی رہ گیا
خوں رواں شد از دلِ بیہوشِ اُو
اُس کے مدہوش دل سے خون بہنے لگا

یارم از زفتی سہ چنداں بُد کہ من
میرا یار میرے اعتبار سے تگنا تھا
ہم بلطف و ہم بخوبی ہم بہ تن
پاکیزگی میں بھی اور خوبی میں بھی اور بدن میں بھی

بعد ازیں زاں شیر آں رہ بستہ شد
اس کے بعد اُس شیر کی وجہ سے راستہ بند ہو گیا
حالِ ما ایں بود با تو گفتہ شد
ہمارا حال یہ تھا تجھ سے کہہ دیا گیا

از وظیفہ بعد ازیں اُمید بُر
اس کے بعد روزینے سے اُمید منقطع کر لے
حق ہمی گویم ترا الحق مُر
تجھ سے سچ کہتا ہوں، سچی بات کڑوی ہوتی ہے

گر وظیفہ بایدت رہ پاک کن
اگر تجھے روزینہ چاہیئے تو راستہ صاف کر دے
ہیں بیا و دفع آں بیباک کُن
ہاں آ اور اُس بے شرم کو دفع کر دے

جواب گفتن شیر خرگوش را و رواں شدن با اُو

شیر کا خرگوش کو جواب دینا اور اس کے ساتھ روانہ ہونا

گفت بسم اللہ بیا تا اُو کجاست
اِس نے کہا بسم اللہ، آ، میں دیکھوں وہ کہاں ہے؟
پیش رَو شو گر ہمی گوئی تو راست
اگر تو سچ کہتا ہے تو آگے آگے چل

تا سزائے اُو و صد چوں او دہم
تاکہ اس کو (بلکہ) اس جیسے سَو کو سزا دوں
ور دروغ ست ایں سزائے تو دہم
اور اگر یہ جھوٹ ہے، تجھے سزا دوں

اندر آمد چوں قلاوز بہ پیش
وہ رہبر کی طرح آگے آیا
تا بَرد اُو را بسوئے دامِ خویش
تاکہ اُس کو اپنے جال کی جانب لے جائے

سوئے چاہے کو نشانش کردہ بود
ایک کنوئیں کی جانب جس کا اُس نے پہلے پتہ لگا لیا تھا
چاہِ مَغ را دامِ جانش کردہ بود
گہرے کنوئیں کو اُس کی جان کا جال بنا رکھا تھا

میشدند ایں ہر دو تا نزدیکِ چاہ
دونوں کنوئیں کے نزدیک تک جا پہنچے
اِینت خرگوشے چو آب زیرِ کاہ
واہ واہ خرگوش، گویا گھاس کے نیچے کا پانی ہے

لہ گرو۔ گروی۔ کیش۔ مذہب، دین۔ لابہ۔ خوشامد، چاپلوسی۔ فرد۔ اکیلا۔ ہمرہ۔ یعنی دوسرا خرگوش۔ زفتی۔ فربہی، موٹاپا۔
ےہ سہ چنداں۔ تگنا۔ بُد۔ بُود کا مخفف ہے۔ کت۔ کہ ترا۔ وظیفہ۔ روزینہ۔ الحق مُر۔ سچی بات کڑوی ہے۔ بیباک۔ بے پروا۔
سے صد۔ سَو۔ دروغ۔ جھوٹ۔ قلاوز۔ بدرقہ، رہبر، پیشرو۔ تا۔ سببیہ ہے۔ دام۔ جال۔ مَغ۔ میم کے فتحہ کے ساتھ، گہرا۔ اِینت۔ الف کے کسرہ اور نون غنہ کے ساتھ، واہ واہ۔ آب زیرِ کاہ۔ مکر اور دھوکے میں ضرب المثل ہے، ناواقف آدمی اُس کو گھاس سمجھ کر قدم رکھتا ہے اور ڈوبتا ہے۔

آب کاہے را زہاموںؔ[1] می برد
پانی ایک تنکے کو جنگل سے بہالیجاتا ہے

آب کوہے را عجب چوں میبرد
تعجب ہے، پانی ایک پہاڑ کو کس طرح بہائے لئے جارہا ہے

دام مکرِ اُو کمندِ شیر بود
اُس کے مکر کا جال شیر کا پھندا تھا

طرفہ خرگوشے کہ شیرے را ربود
عجیب خرگوش تھا کہ شیر کو اُچک لے گیا

موسیِ فرعون را تا رُودِ نیل
ایک موسیٰؑ فرعون کو دریائے نیل تک

میکشد با لشکر و جمعِ ثقیل
لشکر اور بھاری مجمع کے ساتھ لیجارہے ہیں

پشۂ نمرودؔ[2] را بانیم پر
مچھر، آدھے پَر کے ساتھ نمرود کو

میشگافد میرود تا مغزِ سَر
شگاف دیتا ہے اور سَر کے بھیجے تک جاتا ہے

حالِ آں کو قولِ دشمن را شنود
(یہ ہے) اُس کی حالت جس نے دشمن کی بات سُنی

بیں جزائے آنکہ شد یارِ حسود
دیکھ، اُس کی سزا جو دشمن کا دوست بنا

حالِ فرعونے کہ ہاماں را شنود
یہی حال اُس فرعون کا ہے جس نے ہامان کی شنوائی کی

حالِ نمرودیکہ شیطاں را ستود
اور یہی حال اُس نمرود کا ہے جس نے شیطان کی تعریف کی

دشمن ارچہ دوستانہ گویدت
دشمن اگرچہ تجھ سے دوستانہ بات کرے

دام داں گرچہ ز دانہ گویدت
جال سمجھ اگرچہ وہ تجھ سے دانہ کہے

گر ترا قندے دہد آں زہر داں
اگر تجھے شکر دے، اُس کو زہر سمجھ

گر بتو لطفے کند آں قہر داں
اگر تجھ پر مہربانی کرے، اُس کو قہر سمجھ

چوں قضا آید نہ بینی غیرِ پوستؔ[3]
جب قضا آتی ہے چھلکے کے علاوہ تو کچھ نہ دیکھے گا

دشمناں را باز نشناسی ز دوست
دشمنوں اور دوستوں میں امتیاز نہ کر سکے گا

چوں چنیں شد ابتہال آغاز کن
جب ایسا ہو گڑگڑانا شروع کردے

نالہ و تسبیح و روزہ ساز کن
زاری اور تسبیح اور روزے کا سامان کر

نالہ میکن کاے تو علام الغیوب
رُو کر اے (خدا) تو جو غیب کا جاننے والا ہے

زیرِ سنگِ مکرِ بد مارا مکوب
ہمیں بُرے مکر کے پتھر کے نیچے نہ کچل

یا کریم العفو ستار العیوب
اے معافی کے داتا، عیبوں کی پردہ پوشی کرنیوالے

انتقام از ما مکش اندر ذنوب
گناہوں کا ہم سے بدلہ نہ لے

آنچہ در کون ست ز اشیا ہر چہ ہست
موجودات میں سے جو چیزیں بھی دنیا میں ہیں

وانما جانرا بہر حالت کہ ہست
دل پر اُس حالت میں ظاہر کردے جس پردہ ہیں

---

[1] ہامون۔ جنگل۔ کوہ۔ یعنی شیر۔ موسیٰ۔ یعنی خرگوش۔ فرعون۔ یعنی شیر، ولید بن مصعب جو فرعون کے لقب سے مشہور ہے، حضرت موسیٰؑ کے تعاقب میں نیل میں غرق ہو گیا تھا۔ جمع۔ مجمع۔ ثقیل۔ بھاری۔

[2] نمرود۔ ایک بادشاہ کا لقب ہے۔ جو بابل عراق کے علاقہ کا حاکم تھا اور خدائی کا مدعی تھا اُس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تھا۔ خدا نے اُس کو ایک مچھر کے ذریعہ ہلاک کیا، مچھر اُس کے دماغ میں گھس گیا جو اُس کی موت کا سبب بنا۔ حسود۔ حسد کرنیوالا۔ ہامان۔ فرعون مصر کے وزیر کا نام جس نے گمراہ کیا تھا۔ ستود۔ نمرود شیطان کا مداح اور اُسکا پجاری تھا۔ دام داں۔ یعنی اُس کی بات کو اُلٹا سمجھ قند۔ شکر۔ لطف مہربانی۔

[3] غیر پوست یعنی انسان اصل معاملہ تک نہیں پہونچ سکتا۔ ابتہال۔ گڑگڑانا۔ سازکن۔ سامان کر۔ علام الغیوب۔ غیب کی باتوں کا جاننے والا۔ مکوب۔ کوفتن، کوٹنا سے نہی کا صیغہ ہے۔ کریم۔ جوانمرد۔ سخی، گناہ بخشنے والا۔ ذنوب۔ ذنب کی جمع ہے، گناہ۔ کون۔ دنیا۔

۴ جہان۔ زار۔ آہ۔ کشادہ دلی۔ ہر۔ نمبر دان۔ کہنا۔ ع۔ اُسکا ضمیر ہے۔

گر سگی کردیم اے شیر آفریں — شیر را مگمار بر ما زیں کمیں

اے شیر کو پیدا کرنیوالے! اگرچہ ہم نے کتاپن کیا ہے — اِس گھات کی جگہ سے شیر کو ہم پر مسلّط نہ کر

آبِ خوش را صورتِ آتش مدہ — اندر آتش صورتِ آبی منہ

اچھے پانی کو، آگ کی صورت میں نمایاں نہ کر — آگ میں پانی کی صورت نہ رکھ

از شرابِ قہر چوں مستی دہی — نیستہا را صورتِ ہستی دہی

قہر کی شراب سے جب تو مست کر دیتا ہے — معدوم چیزوں کو موجود کی صورت دے دیتا ہے

چیست مستی بندِ چشم از دیدِ چشم — تا نماید سنگ گوہر پشم یشم

مستی کیا ہے؟ آنکھ کا آنکھ کے دیکھنے سے بند ہونا — یہانتک کہ پتھر، موتی اور اون، یشب نظر آئے

چیست مستی حسہا مبدل شدن — چوبِ گز اندر نظر صندل شدن

مستی کیا ہے؟ حسوں کا بدل جانا — جھاؤ کی لکڑی کا نگاہ میں صندل ہو جانا

قصہ سلیمان علیہ السلام و ہُدہُد و بیان آنکہ چوں قضا آید چشمہا بستہ شود

حضرتِ سلیمان علیہ السلام اور ہدہد کا قصہ اور اس کا بیان کہ جب قضا آتی ہے آنکھیں بند ہو جاتی ہیں

چوں سلیمانؑ را سرا پردہ زدند — جملہ مرغانش بخدمت آمدند

جب حضرتِ سلیمانؑ کا خیمہ لگایا گیا — تمام پرندے خدمت میں حاضر ہوئے

ہمزبان و محرمِ خود یافتند — پیشِ او یک یک بجاں بشتافتند

اُن کو اپنا ہم زبان اور محرم پایا — ایک ایک کر کے دل و جان سے اُنکے سامنے دوڑ آئے

جملہ مرغاں ترک کردہ چیک چیک — با سلیمانؑ گشتہ اَفصَح مِن اَخِیک

تمام پرندوں نے چیں چیں چھوڑ کر — حضرتِ سلیمانؑ کے ساتھ تیرے بھائی سے بھی زیادہ فصیح ہو گئے

ہمزبانی خویشی و پیوندی ست — مرد با نامحرماں چوں بندی ست

ہمزبانی، قرابت اور رشتہ داری ہے — انسان، نامحرموں کے ساتھ قیدی جیسا ہے

اے بسا ہندو و تُرک ہمزباں — اے بسا دو تُرک چوں بیگانگاں

اے (مخاطب) بہت سے ہندو اور ترک ہمزبان — اے (مخاطب) دو ترک بیگانوں کی طرح ہیں

پس زبانِ محرمی خود دیگر ست — ہم دلی از ہم زبانی بہتر ست

(محرم ہیں) محرمی کی زبان دوسری ہے — ہم دلی، ہم زبانی سے بہتر ہے

غیرِ نطق و غیرِ ایماء و سجل — صد ہزاراں ترجماں خیزد زدل

بغیر بولے اور بغیر اشارے اور لکھنے کے — دل سے لاکھوں ترجمان پیدا ہو جاتے ہیں

۱؎ سگی - کتاپن - مگمار - گماشتن بمعنی مقرر کرنا سے نہی کا صیغہ ہے - کمین - گھات کی جگہ - آبِ خوش یعنی جو حقیقت ہے وہ ہم پر واضح کر دے - نفس کی خواہش کی وجہ سے ہم مضر چیز کو مفید نہ سمجھیں - مستی - دیوانگی نیستہا - غیر موجود چیزیں ہستی - وجود، موجودگی -

۲؎ بندِ چشم - بستگیِ چشم - پشم - اون - یشم - سبز رنگ کا قیمتی پتھر ہے - جس کو عربی میں یشب کہتے ہیں - گز - جھاؤ، کپڑا وغیرہ ناپنے کا آلہ - سلیمانؑ مشہور نبی ہیں - جن کی حکومت جن وانس پر تھی اور وہ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے - سراپردہ خیمہ - محرم - میم اور رار کا فتحہ ہے، واقف کار، رازدار -

۳؎ چیک چیک - پرندوں کا چہچہانا - افصح - زیادہ خوش گفتار - مِن اَخِیک - تیرے بھائی سے خویشی - قرابت - پیوندی رشتہ داری - بندی - قیدی، گرفتار - ہندو - ہندوستانی - تُرک - ترکستان کا رہنے والا جو خوش رنگ ہوتا ہے - محرمی - ہمراز ہونا - ہمدلی - قلبی یگانگت - نطق - گویائی - ایماء - اشارہ - سجل - سین اور جیم کے کسرہ اور لام کی تشدید کے ساتھ، تحریر، کتاب، صحیفہ -

جملہ مُرغاں ہر یکے اَسرارِ خود ؎۱ — از ہُنر واز دانش واز کارِ خود
تمام پرندوں میں سے ہر ایک اپنے راز — ہنر اور عقل اور اپنے کام

باسلیماں یک بیک وا می نمود — از برائے عَرضہ خود را می ستود
حضرت سلیمان علیہ السلام سے ایک ایک کرکے ظاہر کرتا تھا — پیش کرنے کے لئے اپنی تعریف کرتا تھا

از تکبّر نے واز ہستیِ خویش — بہرِ آں تا رہ دہد او را بہ پیش
نہ تکبر سے، اور نہ اپنی خودی سے — اِس لئے کہ وہ اپنی پیشی کا راستہ دیدیں

چوں بباید بَردہ را خواجہ — عَرضہ دارد از ہُنر دیباجہ
جب کسی غلام کے پاس کوئی آقا آتا ہے — وہ ہُنر کا رُخسار پیش کرتا ہے

چونکہ دارد از خریدارش ننگ ؎۲ — خود کند بیمار و کرّ و شَل و لنگ
جب وہ اس کی خریداری کو ذلت سمجھتا ہے — اپنے آپ کو بیمار اور بہرا اور لولا اور لنگڑا بنا لیتا ہے

نوبتِ ہُد ہُد رسید و پیشہ اش — واں بیانِ صَنعت و اندیشہ اش
ہُد ہُد اور اُس کے پیشے کی باری آئی — تو اُس کی کاریگری اور تدبیر کا بیان ہوا

گفت اے شہ یک ہُنر کاں کہتر ست — باز گویم گفتِ کوتہ بہتر ست
اُس نے کہا اے شاہ! ایک ہُنر جو چھوٹا ہے — کہتا ہوں، مختصر بات بہتر ہے

گفت بر گو تا کدام ست آں ہُنر — گفت من آنگہ کہ باشم اوج بَر ؎۳
اُنہوں نے کہا، کہہ دو: ہُنر کونسا ہے؟ — اُس نے کہا جس وقت میں بلندی پر ہوتا ہوں

بنگرم از اَوج با چشمِ یقیں — می بہ بینم آب در قعرِ زمیں
بلندی سے، یقین کی آنکھ سے دیکھتا ہوں — زمین کی گہرائی میں پانی کو دیکھ لیتا ہوں

تا کجا یست و چہ عُمقستش چہ رنگ — از چہ میجوشد زخاکے یا ز سنگ
کہ کہاں ہے اُس کی کتنی گہرائی ہے، کیا رنگ ہے! — کس چیز میں سے اُبل رہا ہے مٹی سے یا پتھر سے؟

اے سلیمانؑ بہرِ لشکر گاہ را — در سفر میدار ایں آگاہ را
اے سلیمانؑ! فوجی کیمپ کے لئے — سفر میں اِس باخبر کو ساتھ رکھ

پس سلیمانؑ گفت ما را شو رفیق — در بیاباں ہائے بے آب اے شفیق
پس حضرت سلیمانؑ نے کہا، ہمارا سفر کا ساتھی بنجا — اے مہربان! بے آب جنگلوں میں

تا بیابی بہرِ لشکر آب را — در سفر سقّا شوی اَصحاب را
تاکہ تو لشکر کے لئے پانی دریافت کرے — ساتھیوں کے لئے، سفر میں سقا بنجائے

؎۱ اَسرار۔ سِر کی جمع، راز۔ کارِ خود۔ پیشہ۔ عَرضہ۔ عین کے فتحہ کے ساتھ، پیش کرنا۔ ہستی۔ خودی، غرور۔ بَردہ۔ غلام۔ خواجہ۔ مالک، آقا۔ دیباچہ۔ چہرہ، رُخسار، کتاب کا شروع۔
؎۲ ننگ۔ شرم، ذلت۔ کَر۔ بہرا۔ شَل۔ لنجا، جس کے ہاتھ پیر بیکار ہوگئے ہوں۔ لنگ۔ لنگڑا۔ ہُد ہُد۔ کھٹ کھٹ بڑھیا۔ صنعت۔ ہنر، کاریگری۔ اندیشہ۔ خیالات۔ کوتہ۔ کوتاہ، مختصر۔
؎۳ اَوج۔ بلندی۔ قعر۔ گہرائی۔ عمیق۔ گہرا۔ لشکر گاہ۔ فوجی کیمپ۔ آگاہ۔ واقف، تجربہ کار۔ رفیق۔ سفر کا ساتھی، ساتھی۔ شفیق۔ مہربان۔ سقا۔ پانی پلانیوالا۔ اَصحاب۔ یعنی لشکر والے۔

همره ما باشی و هم پیشوا — تا کُنی تو آب پیدا بهرِ ما
ہمارا ساتھی اور نیز پیشرو بن — تاکہ تو ہمارے لئے پانی تیار کر دے

باش همراهِ من اندر روز و شب — تا نه بیند از عطش[1] لشکر تعب
دن رات ہمارے ساتھ رہ — تاکہ لشکر، پیاس سے تکلیف نہ اٹھائے

بعد ازاں ہُدہُد بُدو ہمراه بود — زانکه از آبِ نہاں آگاه بود
اُس کے بعد ہُدہُد ان کے ساتھ تھا — اِس لئے کہ وہ چھپے پانی سے باخبر تھا

طعنه زدنِ زاغ در دعویٰ ہُدہُد
کوّے کا ہُدہُد کے دعوے میں طعنہ زنی کرنا

زاغ چوں بشنود آمد از حسد — با سلیماںؑ گفت کو کژ گفت و بد
جب کوّے نے سنا، حسد کی وجہ سے آیا — حضرت سلیمانؑ سے کہا کہ اس نے غلط اور غیر مناسب (کہا ہے)

از ادب نبود به پیشِ شه مقال — خاصه خود لاف دروغین[2] و محال
بادشاہ کے سامنے بات کرنا خلافِ ادب ہے — خصوصاً جھوٹی شیخی اور ناممکن (بات)

گر مر او را ایں نظر بودے مدام — چوں ندیدے زیرِ مشتِ خاک دام
اگر اس کی ہمیشہ یہ نظر ہوتی — ایک مٹھی مٹی کے نیچے جال کیوں نہ دیکھ لیتا

چوں گرفتار آمدے در دامِ او — چوں قفس اندر شدے ناکام او
جال میں وہ کیوں پھنستا — ناکام ہو کر وہ کیوں پنجرے میں ہوتا

پس سلیماںؑ گفت کاے ہُدہُد رواست — کز تو در اوّل قدح ایں دُرد خاست
پھر حضرتِ سلیمانؑ نے کہا اے ہدہد کیا مناسب ہے؟ — تیرے پہلے ہی پیالے میں یہ تلچھٹ نکلے

چوں نمائی مستِ خویش اے خوردہ دوغ — پیشِ من لافے زنی آنگه دروغ
اے چھاچھ پیئے ہوئے اپنے آپ کو مست کیوں ظاہر کرتا ہے — میرے سامنے شیخی مارتا ہے وہ بھی جھوٹی

جواب گفتنِ ہُدہُد مر سلیمانؑ را دریں طعنه
اِس طعنہ کے بارے میں ہُدہُد کا حضرتِ سلیمان علیہ السلام کو جواب دینا

گفت اے شه بر منِ عور[3] و گدا — قولِ دشمن مشنو از بہرِ خدا
اس نے کہا اے شاہ! مجھ ننگے اور فقیر کے خلاف — خدا کے لئے دشمن کی بات نہ سن

گر بہ بطلان ست دعویٰ کردنم — من نہادم سر بِبُر از گردنم
اگر میرا دعویٰ کرنا غلطی سے ہے — میں نے سر رکھ دیا اس کو گردن سے قطع کر دے

---

[1] عطش - پیاس۔ تعب - رنج، تھکن۔ بُدو - اصل میں باو تھا۔ الف کو دال سے بدل لیا جاتا ہے۔ زاغ - کوّا۔ کو - کہ او۔ کژ - کج، غلط۔ مقال - گفتگو۔ خود - زیادہ ہے۔ لاف - گپ، شیخی کی بات۔

[2] دروغین - دروغ، جھوٹ۔ یا اور نون نسبت کا ہے جیسے زرّیں، بلوریں میں ہے۔ محال - ناممکن، باطل۔ مُدام - ہمیشہ۔ دام - جال۔ قفس - پنجرا۔ قدح - قاف اور دال کے فتحہ کے ساتھ، پیالہ۔ دُرد - دال کے ضمہ کے ساتھ، تلچھٹ، گاد۔ دوغ - مکھن نکالا ہوا دودھ، چھاچھ۔ لاف - گپ۔ دروغ - جھوٹ۔

[3] عُور - عین کے ضمہ کے ساتھ، برہنہ، ننگا۔ سر نہادن - سر رکھنا، اطاعت کرنا۔

زاغ کو حکمِ خدارا منکرست
کوا جو کہ خدا کی قضا کا منکر ہے
گر ہزاراں عقل دارد کافرست
اگر لاکھ عقل رکھتا ہو، کافر ہے

در تو تا کافے بود از کافراں
اگر تجھ میں کافروں کا ایک کاف ہو
جائے گندہ و شہوتی چوں کافراں
تو گندگی اور شہوت کا مقام ہے شرمگاہ کی طرح

من ببینم دام را اندر ہوا
میں ہوا میں سے جال کو دیکھتا ہوں
گر نپوشد چشم عقلم را قضا
اگر میری عقل کی آنکھ کو قضا بند نہ کردے

چوں قضا آید شود دانش بخواب
جب قضا آتی ہے، عقل سو جاتی ہے
مہ سیہ گردد بگیرد آفتاب
چاند کالا ہو جاتا ہے، سورج گرہن ہو جاتا ہے

از قضا ایں تعبیہ کے نادرست
قضا سے یہ چھپانا کب نئی بات ہے؟
از قضا داں کو قضا را منکرست
یہ بھی قضا سے سمجھ کہ وہ قضا کا منکر ہے

قصۂ آدم علیہ السلام و بستن قضا نظرِ او را از مراعات

حضرتِ آدم علیہ السلام کا قصہ اور قضا کا اُن کی آنکھ کو بند کردینا صاف ممانعت کی نگہداشت سے

صریحِ نہی و ترکِ نہی و تاویل

اور ممانعت کو ترک کرنا اور تاویل کرنا

بو البشر کو علّم الاسما بگ ست
انسانوں کا باپ جو علّم الاسماء کا سردار ہے
صد ہزاراں علمش اندر ہر رگ ست
جس کی ہر رگ میں لاکھوں علم ہیں

اسمِ ہر چیزے چناں کاں چیز ہست
ہر چیز کا نام جس طرح وہ چیز ہے
تا بپایاں جانِ او را داد دست
آخر تک ان کی جان کو حاصل ہو گیا

ہر لقب کو داد آں مبدل نشد
جو لقب اس نے دیا وہ نہ بدلا
آنکہ چُستش خواند او کاہل نشد
جس کو اس نے چُست کہا وہ سست نہ ہوا

ہر کرا او مُقبلِ و آزاد خواند
جس کو اُس نے با اقبال اور آزاد کہا
او عزیز و خرّم و دلشاد ماند
وہ باعزت اور خوش اور مسرور رہا

ہر کہ آخر مومن ست اوّل بدید
جو آخر میں مومن ہے، شروع میں دیکھ لیا
ہر کہ آخر کافر او را شد پدید
جو آخر میں کافر ہے وہ اس پر ظاہر ہو گیا

ہر کہ آخر بیں بود او مومن ست
جو آخرت کو دیکھے وہ مومن ہے
ہر کہ آخر بیں بود او بیدن ست
جو چراگاہ پر نظر رکھے، بے دین ہے

لا حکم - یعنی کو التقدیر اور قضاء الٰہی کا انکار کنندہ ہے - کافر - اللہ کی قضا و قدر کا منکر کافر ہے - کافے - یعنی کفریہ عقیدوں میں سے ایک کا ماننے والا بھی کافر ہے - کافِ ران - شرمگاہ - بخواب شدن - سو جانا - گرفتنِ آفتاب - سورج کا گرہن میں آجانا - ۵ تعبیہ - آراستہ کرنا، چھپا دینا - نادر - عجیب، انوکھا - ابوالبشر انسانوں کے باپ، آدم علیہ السلام - بگ - بیگ کا مخفف ہے - سردار، بہادر - پایاں - انجام، خاتمہ - دست دادن - حاصل ہونا - ہر لقب - حضرتِ آدمؑ کو صرف ناموں کی تعلیم نہیں دی گئی تھی بلکہ ان کو اشیاء کی حقیقتیں بتا دی گئیں تھیں تو جس چیز کو جو لقب آدم علیہ السلام نے دیا اس میں تبدیلی نہ آئی - مُقبل - با اقبال، خوش نصیب - عزیز - باعزت - ہر کہ - ایمان اور کفر کا مدار انسان کے آخری احوال پر ہے - آخر بین - آخرت کی طرف نظر رکھنے والا - آخر - چوپایوں کے چارہ کھانے کی جگہ - بیدن بے دین کا مخفف ہے -

اسمِ ہر چیزے تو از دانا شنو — رمز و سرِّ علّم الاسماء شنو
تو ہر چیز کا نام عقلمند سے سُن — عَلَّمَ الاسماء، کا اشارہ اور راز سُن

اسمِ ہر چیزے برِ ما ظاہرش — اسمِ ہر چیزے برِ خالق سرّش
ہمارے نزدیک ہر چیز کا نام اس کے ظاہر پر ہے — اللہ کے نزدیک ہر چیز کا نام اسکے باطن پر ہے

نزدِ موسیٰؑ نامِ چوبش بُد عصا — نزدِ خالق بود نامش اژدہا
موسیٰ (علیہ السلام) کے نزدیک انکی لکڑی کا نام عصا تھا — اللہ کے نزدیک اس کا نام اژدہا تھا

بُد عمرؓ را نام اینجا بُت پرست — لیک مومن بود نامش در الست
اس جگہ عمرؓ کا نام بُت پرست تھا — لیکن ازل میں اس کا نام مومن تھا

آنکہ بُد نزدیکِ ما نامش منی — پیشِ حق ایں نقش بُد کہ با منی
وہ جس کا نام ہمارے نزدیک منی تھا — اللہ کے سامنے وہ صورت تھی جیساکہ تو میرے سامنے ہے

صورتے بُد ایں منی اندر عدم — پیشِ حق موجود نے بیش و نہ کم
عدم میں یہ منی ایک صورت تھی — جو خدا کے سامنے بغیر کمی بیشی کے موجود تھی

حاصل آں آمد حقیقت نامِ ما — پیشِ حضرت کاں بود انجامِ ما
الحاصل ہمارا نام وہی حقیقت بنا — جو اللہ کے سامنے ہمارا انجام تھا

مرد را بر عاقبت نامے نہند — نے براں کو عاریت نامے نہند
انسان کا انجام کے اعتبار سے نام رکھتے ہیں — نہ اُس پر جو چند روز کے لئے رکھتے ہیں

چشمِ آدمؑ کو بنورِ پاک دید — جان و سرِّ نامہا گشتش پدید
حضرت آدمؑ کی آنکھ نے پاک نور کے ذریعہ دیکھا — ناموں کی حقیقت اور راز اُن پر ظاہر ہو گیا

چوں ملک انوارِ حق بر وے بیافت — در سجود افتاد و در خدمت شتافت
جب فرشتوں نے اللہ کے انوار اُن پر پائے — سربسجود ہوئے اور خدمت کے لئے دوڑے

چوں ملائک نورِ حق دیدند ازو — جملہ افتادند در سجدہ بروُ
جب فرشتوں نے اُن سے اللہ کے نور کا مشاہدہ کیا — سب ان کے سامنے سجدے میں گر گئے

مدح ایں آدمؑ کہ نامش می برم — گر ستایم تا قیامت قاصرم
جس آدم کا میں نام لے رہا ہوں انکی تعریف سے — اگر میں قیامت تک مدح کروں تو قاصر ہوں

ایں ہمہ دانست و چوں آمد قضا — دانشِ یک نہی شد بر وے خطا
وہ یہ سب جان گئے اور جب قضا آئی — ایک ممانعت کی سمجھ میں ان سے غلطی ہوئی

لہ رمز۔ اشارہ۔ سِرّ۔ راز
بر ما۔ انسان کسی چیز کے ظاہر کو دیکھ کر اُس کا نام لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حقیقت کے اعتبار سے اس کا نام لیتا ہے۔
چوبش۔ حضرتِ موسیٰؑ کا عصا بظاہر لکڑی تھا۔ لیکن حقیقت میں سانپ تھا۔ یومِ الست۔ یومِ میثاق، وہ دن جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کا سب سے اقرار کرایا تھا۔ منی۔ انسان کا نطفہ انجام کے اعتبار سے انسانی صورت اختیار کرتا ہے۔ اللہ کے یہاں منی یہی صورت اختیار کئے ہوئے موجود ہے۔
سہ انجام۔ یعنی جو جس چیز کا انجام ہے اس اعتبار سے اللہ کے یہاں اس کا نام ہے۔ عاقبت۔ انجام۔ خاتمہ۔ عاریت۔ مانگی ہوئی چیز۔ چوں ملک۔ ملک کا تعلق دوسرے مصرع سے ہے یعنی ملک در سجود افتاد۔
سہ آدم۔ یعنی اُن کی تعریف قیامت تک ممکن نہیں ہے۔ دانش۔ عقل۔ قضا۔ حکمِ الٰہی، فیصلہ خداوندی نہی۔ ممانعت، حکمِ امتناعی۔

کاے عجب نہی از پئے تحریم[1] بود
تعجب ہے! ممانعت حرام ہونیکی وجہ سے تھی

یا بتاویلے بُدو توہیم بود
یا کسی تاویل کی وجہ سے تھی اور وہم میں ڈالنا تھا

در دلش تاویل چوں ترجیح یافت
ان کے دل میں جب تاویل نے ترجیح حاصل کرلی

طبع در حیرت سوئے گندم شتافت
طبیعت حیرانی میں گیہوں کی طرف دوڑ پڑی

باغباں را خار چوں در پائے رفت
جب باغباں کے پیر میں کانٹا چبھ گیا

دُزد فرصت یافت کالا بُرد تفت
چور نے موقع پالیا، تیزی سے سامان لے بھاگا

چوں ز حیرت رُست باز آمد براہ
جب حیرت سے انہیں چھٹکارا ملا، راستہ پر آئے

دیدہ بُردہ دُزد رخت از کارگاہ
دیکھا، کارخانے سے چور سامان لے بھاگا

رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا گفت واٰہ
"ہمارے رب ہم نے ظلم کیا" کہا اور آہ کی

یعنی ظلمت آمد و گم گشت راہ
یعنی اندھیرا چھا گیا اور راستہ گم ہو گیا

ایں قضا ابرے بُود خورشید پوش
یہ قضا سورج کو چھپا لینے والا ابر ہے

شیر و اژدرہا بود زو ہمچو موش
اس سے شیر اور اژدہا، چوہے کی طرح بن جاتا ہے

من اگر دامے نہ بینم گاہ حکم[2]
اگر میں قضا کے وقت جال نہیں دیکھتا ہوں

من نہ تنہا جاہلم در راہ حکم
میں ہی تنہا قضا کے راستہ میں بے خبر نہیں ہوں

اے خنک آں کو نکوکاری کند
اے (مخاطب) قابلِ مبارکباد ہے وہ شخص جو نیکی کرے

زور را بگذارد و زاری کند
زور کو چھوڑ دے اور عاجزی کرے

گر قضا پوشد سیہ ہمچوں شبت
اگر قضا سیاہ بنکر تجھے رات کی طرح ڈھانپ لے

ہم قضا دستت بگیرد عاقبت
بالآخر قضا ہی تیری دستگیری کرے گی

گر قضا صد بار قصدِ جاں کند
اگر قضا سو بار تیری جان لینا چاہے

ہم قضا جانت دہد درماں کند
قضا ہی تیری جاں بخشی کرے گی، علاج کرے گی

ایں قضا صد بار اگر راہت زند
یہ قضا اگر سو بار تجھے لوٹتی ہے

بر فرازِ چرخ خرگاہت[3] زند
آسمان کی وسعت پر تیرا خیمہ گاڑتی ہے

از کرم داں اینکہ می ترساندت
کرم سمجھ یہ کہ قضا تجھے ڈراتی ہے

تا بملکِ ایمنی بنشاندت
تاکہ امن کی سرزمین میں تجھے بٹھا دے

چوں بترساند ترا آگہ شوی
جب تجھے ڈراتی ہے تو باخبر ہو جاتا ہے

ورنہ ترساند ترا گمرہ شوی
اگر تجھے نہ ڈرائے تو گمراہ ہو جائے

---

[1] تحریم۔ حرام قرار دینا۔ تاویل۔ کلام کو ظاہری مفہوم سے پھیر کر کسی معنیٰ پر محمول کرنا جس کا احتمال صحیح ہو۔ توہیم۔ وہم دلانا۔ ترجیح یافت۔ حضرت آدمؑ سمجھے کہ ممانعت صرف وقتی تھی۔ کالا۔ سامان۔ تفت۔ گرم فرصت۔ موقع پانا۔ یعنی جس طرح پیر میں کانٹا چبھنے پر چور کو موقع ملجاتا ہے اسی طرح حضرت آدمؑ کی حیرانی نے شیطان کو موقع دیدیا۔ براہ۔ یعنی حضرت آدمؑ سمجھے کہ ممانعت تحریم کی وجہ سے تھی۔ دزد۔ چور۔ کارگاہ۔ کارخانہ۔ رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا۔ اے ہمارے رب بیشک ہم نے ظلم کیا، یہ دعا آخر تک حضرت آدمؑ نے پڑھی تھی۔ قضا۔ خداوندی قضا و قدر۔ چمکدار کو بے نور اور بہادروں کو بزدل بنادیتی ہے۔

[2] حکم۔ یعنی قضا خداوندی۔ اے خنک۔ اوپر ہُدہُد کی تقریر تھی اب مولانا کا مقولہ شروع ہوا۔ گر قضا۔ اگر تقدیر سے مصائب آئیں تو اسکی تدبیر دعا و استغفار ہے۔ درماں۔ علاج۔

[3] خرگاہ۔ خیمہ۔ کرم داں۔ اللہ کی جانب سے مصائب، تنبیہات ہیں، تاکہ انسان غفلت سے بیدار ہو جائے۔ ورنہ امن و اطمینان کی زندگی بسا اوقات غفلت کا سبب بنجاتی ہے۔

این سخن پایاں ندارد گشت دیر
اس بات کی انتہا نہیں ہے ، دیر ہوگئی

گوش کن تو قصّۂ خرگوش و شیر
شیر اور خرگوش کا قصہ سُن

پائے واپس کشیدنِ خرگوش از شیر چوں نزدیکِ چاہ آمد
کنوئیں کے پاس آکر خرگوش کا شیر سے پیچھے ہٹنا

شیر با خرگوش چوں ہمراہ شد
شیر جب خرگوش کے ساتھ ہوگیا

پُر غضب پُر کینہ و بدخواہ شد
غضبناک ، کینہ سے پُر اور دشمن ہورہا تھا

بود پیشا پیش خرگوشِ دلیر
بہادر خرگوش اس کے آگے تھا

ناگہاں پا را کشید از پیش شیر
اچانک ، شیر کے آگے سے پیچھے کو ہٹا

چونکہ نزدِ چاہ آمد شیر دید
جب شیر کنوئیں کے پاس پہونچا ، دیکھا

کز رہ آں خرگوش ماند و پا کشید
کہ خرگوش پیچھے رہ گیا اور ہٹ گیا

گفت پا واپس کشیدی تو چرا
اُس (شیر) نے کہا تو پیچھے کیوں ہٹا ؟

پائے را واپس مکش پیش اندرآ
پیچھے کو نہ ہٹ ، آگے آ

گفت کو پایم کہ دست و پائے رفت
اُس نے کہا خرگوش آ کہاں ہیں ، میرے ہاتھ پیر ختم ہوگئے

جانِ من لرزید و دل از جائے رفت
روح کانپ رہی ہے دِل دھڑک رہا ہے

رنگِ رویم را نمی بینی چو زر
میرے چہرے کا رنگ نہیں دیکھ رہا ہے ، سونے کا سا

ز اندروں خود مید ہد رنگم خبر
میرا رنگ اندرونی حالت کی خبر دے رہا ہے

حق چو سیمارا معرّف خواندہ است
جب اللہ نے پیشانی کو حال بتانیوالا فرمایا ہے

چشمِ عارف سوئے سیما ماندہ است
پہچاننے والے کی نگاہ ، پیشانی پر پڑتی ہے

رنگ و بو غمّاز آمد چوں جرس
رنگ اور بو ، گھڑیال کی طرح چغلخور ہے

از فرس آگہ کند بانگِ فرس
گھوڑے کی آواز گھوڑے کی خبر دیتی ہے

بانگِ ہر چیزے رساند زو خبر
ہر چیز کی آواز اُس کی خبر دیدیتی ہے

تا بدانی بانگِ خر از بانگِ دَر
گدھے کی آواز کو دروازے کی آواز سے جدا سمجھ

گفت پیغمبر بہ تمییزِ کساں
انسانوں کے پہچاننے کے سلسلہ میں پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا

مرءُ مخفیٌّ لدیٰ طیِّ اللّساں
انسان زبان بند رکھنے کے وقت ، پوشیدہ ہے

رنگِ رو از حالِ دل دارد نشاں
چہرہ کا رنگ ، دل کی حالت کی علامت ہے

رحمتم کن مہرِ من در دل نشاں
مجھ پر رحم کر ، دل میں میری محبت بٹھا

---

۱ پایاں - خاتمہ ، انجام - پُر غضب - یعنی خرگوش کے بتاتے ہوئے دوسرے شیر پر غضبناک ہورہا تھا - پا کشیدن - پیچھے ہٹنا ، ٹھہرنا - پیشا پیش - پیش بالف زیادہ ہے - کو - کجا ، کہاں - دست و پا رفتن - بدحواس ہوجانا - از جائے رفتن - گھبرا جانا - سیما - نشان ، علامت ، پیشانی -

۲ معرّف - بتانیوالا - عارف پہچاننے والا ، قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے " تعرفہم بسیماہم " تو ان کو پیشانی سے پہچانتا ہے - غمّاز - اشارہ کرنیوالا ، چغلخور - جرس - گھڑیال - در - دروازہ - بعض نسخوں میں ذر ہے جو ذرّہ بمعنی چیونٹی کی جمع ہے -

۳ گفت - حدیث ہے - " اَلْمَرْءُ مَخْبُوْءٌ فِیْ لِسَانِہٖ لَا فِیْ طَیْلَسَانِہٖ " انسان اپنی زبان میں چھپا ہوا ہے چادر میں نہیں - در دل - یعنی در دلِ خود - نشاں - علامت ، نشاندن بمعنی بٹھانا سے امر کا صیغہ ہے -

رنگِ روئے سُرخ دارد بانگِ شُکر
سُرخ چہرے کی رنگت، شکر کی صدا رکھتی ہے

رنگِ روئے زرد دارد صبر و نُکر
زرد چہرے کی رنگت، صبر اور تکلیف کی علامت رکھتی ہے

در من آمد آنچہ در وے گشت مات
مجھ میں وہ چیز آگئی جس میں مات کھا گئے

آدمی و جانور جامد نبات
انسان اور جانور، جمادات اور نباتات

در من آمد آنکہ دست و پا بُرد
مجھ میں وہ چیز آگئی جو حواس باختہ کر دیتی ہے

رنگِ رُو و قوّت و سیما بُرد
چہرے کا رنگ اور طاقت اور نشانی ختم کر دیتی ہے

آنکہ در ہر چہ در آید بشکند
مجھ میں وہ چیز آگئی جو جس چیز میں آجائے اس کو شکستہ کر دے

ہر درخت از بیخ و بُن اُو بر کند
درخت کو جڑ اور بنیاد سے اکھاڑ دے

ایں خود اجزا اند کلیات ازو
یہ چھوٹی چیزیں ہیں لیکن بڑی چیزیں انکی وجہ سے

زرد کردہ رنگ و فاسد کردہ بُو
رنگت زرد کئے ہوئے ہیں اور بُو بگاڑے ہوئے ہیں

تا جہاں گہ صابر ست و گہ شکور
یہانتک کہ دنیا کبھی صابر ہے اور کبھی شکر گذار

بُوستاں گہ حُلّہ پوشد گاہ عُور
باغ کبھی جوڑا پہنتا ہے، کبھی ننگا ہے

آفتابے کُو بر آید نار گوں
سورج جو آگ کی طرح برآمد ہوتا ہے

ساعتے دیگر شود اُو سر نگوں
دوسرے وقت وہ اوندھا ہو جاتا ہے

اختران تافتہ بر چار طاق
چار گوشہ خیمہ (آسمان) پر چمکنے والے یہ ستارے

لحظہ لحظہ مُبتلائے اِحتراق
دم بدم جلنے میں مبتلا ہیں

ماہ کو افزود ز اختر در جمال
چاند جو حُسن میں ستاروں سے بڑھا ہوا ہے

شد ز رنجِ دِق اُو ہمچوں ہلال
دِق کے مرض کی وجہ سے ہلال کی طرح ہے

ایں زمینِ با سکون و با ادب
یہ پُر سکون اور با ادب زمین

اندر آرد زلزلہ اش در لرز و تب
زلزلہ اس کو جاڑے بخار میں مبتلا کر دیتا ہے

اے بسا کہ زیں بلائے مُردہ ریگ
اے (مخاطب) بہت سے پہاڑ اس ذلیل مصیبت سے

گشتہ است اندر جہاں اُو خوردہ ریگ
دنیا میں وہ باریک ریتہ بنگئے ہیں

ایں ہوا با روح آمد مُقترِن
یہ ہوا جو روح سے وابستہ ہے

چوں قضا آید وبا گشت و عفن
جب قضا آتی ہے تو وبا اور گندی بنجاتی ہے

آبِ خوش کو روح را ہمشیرہ شد
خوشگوار پانی اگرچہ روح کا بھائی بن گیا ہے

در غدیرے زرد و تلخ و تیرہ شد
لیکن گڑھے میں زرد اور کڑوا اور گدلا ہو گیا

سلہ رنگ - چہرے کی سرخی سے دل کی شکر گذاری کا پتہ چلتا ہے اور چہرے کی زردی دل کی تکلیف کی علامت ہے - بانگ - آواز - نُکر - عذاب، تکلیف - مات - شکست خوردہ - جامد - جمادات یعنی اینٹ پتھر وغیرہ - نبات - یعنی نباتات ، اُگنے والی چیزیں، درخت گھاس وغیرہ - سیما - علامت آنکہ - یعنی موت کا تصوّر اجزاء - یعنی چھوٹی مخلوق کلیات - یعنی بڑی مخلوقات جیسے آسمان، زمین - صابر صبر کرنیوالا - شکور - شکر کرنیوالا - حُلّہ - پوشاک، شاہانہ لباس - عُور - برہنہ نار - آگ - سرنگوں - اوندھا یعنی غروب کے وقت - سلہ چار طاق - ایک قسم کا چار گوشہ خیمہ - اِحتراق - جل جانا، اہلِ نجوم کی اصطلاح میں کسی ستارے کا سورج کے برج میں آکر اپنی شعاعوں کو کھو دینا - ماہ - چاند چودھویں رات میں مکمل ہوتا ہے پھر بشکلِ ہلال ایسا ہو جاتا ہے، جیسا کہ دق زدہ مریض ایں زمین - زمین ساکن اور با ادب ہے زلزلہ میں ایسی ہو جاتی ہے جیسے جاڑے بخار میں مبتلا مریض کہ - کوہ کا مخفف ہے - پہاڑ - سلہ مُردہ ریگ - مُردے کا مال، ناچیز، خوردہ - باریک - ہوا - ہوا پر مدارِ زندگی ہے، قضا آتی ہے م

آتشے کو باد دارد در بُروت — ہم یکے بادے برو خواند تموت

آگ جو نہایت سرکش اور مغرور ہے — یکایک اس پر ہوا "تو مرے" پڑھ دیتی ہے

خاک کو شد مایۂ گُل در بہار — ناگہاں بادے بر آرد زو دمار

مٹی جو موسم بہار میں پھولوں کا سرمایہ ہے — اچانک ہوا اُس کو تباہ کر دیتی ہے

حالِ دریا ز اضطراب و جوشِ او — فہم کن تبدیلہائے ہوشِ او

دریا کا حال اس کے اضطراب و جوش سے — سمجھ لے۔ یہی اس کے ہوش کی تبدیلی ہے

چرخ سرگرداں کہ اندر جستجو ست — حالِ اُو چوں حالِ فرزندانِ او ست

سرگرداں آسمان جو جستجو میں ہے — اس کی حالت اُس کے فرزندوں جیسی ہے

گہ حضیض و گہ میانہ گاہ اَوج — اندر و از سعد و نحسے فوج فوج

کبھی حضیض اور کبھی اوسط، کبھی اوج — اس میں فوج در فوج سعد اور نحس ہیں

گہ شرف گاہے صُعود و گہ فرح — گہ وبال و گہ ہبوط و گہ ترح

کبھی شرف کبھی صُعود اور کبھی فرح — کبھی وبال اور کبھی ہبوط اور کبھی ترح

از خودت اے جزو ز کُلہا مختلط — فہم می کن حالتِ ہر مُنبسط

اپنے سے، اے جزو جو کُل سے ملا جلا ہے — ہر مفرد کی حالت کو سمجھ لے

چوں نصیبِ مہتراں دردست و رنج — کہتراں را کے تواند بود گنج

جب بڑوں کا حصّہ درد اور رنج ہے — تو چھوٹوں کو کب خزانہ مل سکتا ہے

چونکہ کُلّیات را رنج ست و درد — جزوِ ایشاں چوں نباشد روئے زرد

جب کلّیات کو رنج اور درد ہے — تو ان کا جزو کیوں زرد چہرہ نہ ہوگا

خاصہ جزوے کو ز اَضداد است جمع — ز آب و خاک و آتش و باد ست جمع

خصوصاً وہ جزو جو اَضداد کا مجموعہ ہے — پانی اور مٹی اور آگ اور ہوا کا مجموعہ ہے

ایں عجب نبود کہ میش از گرگ جست — ایں عجب کیں میش دل در گرگ بست

یہ تعجب کی بات نہ ہوگی کہ بھیڑ، بھیڑیئے سے چھوٹ بھاگی — یہ تعجب ہے کہ بھیڑ نے بھیڑیئے سے دل لگا لیا

زندگانی آشتیِ ضدّہا ست — مرگ آں کاندر میانشاں جنگ خاست

زندگی، مخالف چیزوں کا باہمی تعلق ہے — موت یہ ہے کہ ان کے درمیان جنگ شروع ہو گئی

صُلحِ اَضداد ست ایں عمرِ جہاں — جنگِ اَضداد ست عمرِ جاوداں

اِس دنیا کی زندگی، مخالف چیزوں کی صلح ہے — مخالف چیزوں کی لڑائی، ابدی زندگی ہے

سلہ بُروت۔ مونچھ، باد۔ در بروت داشتن، مغرور ہونا، اس سرکش آگ کو ہوا کا ایک جھونکا بجھا دیتا ہے۔ دمار۔ ہلاکت، تباہی۔ اِضطراب دریا۔ ندیا کا موجیں مارنا۔ تبدیلِ ہوش۔ حواس باختگی۔ فرزنداں۔ یعنی عناصرِ اربعہ۔ آگ، پانی، ہوا، مٹی اور موالیدِ ثلاثہ یعنی حیوانات اور نباتات اور جمادات، جنکے تغیرات کا بیان ہو چکا ہے۔ حضیض۔ ساتوں ستارے ایک دائرہ پر حرکت کرتے ہیں، اس دائرہ کا مرکز فلک الافلاک کے مرکز سے اوپر ہے، اس دائرہ پر ایک نقطہ فلک الافلاک کے مرکز سے بہت قریب ہے اسکو حضیض کہتے ہیں اور ایک نقطہ بہت زیادہ بعید ہے اُس کو اَوج کہتے ہیں اور اس دائرہ کے محیط پر دو نقطے ہیں جنکا فاصلہ فلک الافلاک کے مرکز سے یکساں ہے جنکو اوسط کہتے ہیں، مولانا نے انہی کو میانہ کہا ہے۔ سعد سعادت، نیک بختی، نحس نحوست، بدبختی۔

سلہ شرف۔ شرافت، ہر ستارے کا ایک اصل برج ہے، یہ ستارہ حرکت کرتا ہوا جب اس برج میں داخل ہوتا ہے تو وہ برج اس کا خانۂ شرف کہلاتا ہے آفتاب کے لئے برجِ حمل خانۂ شرف ہے۔ اس کے مقابل وبال ہے۔

کا برجِ میزان میں آجانا فرح خوشی، ہر ستارے کا ایک خانہ ... فرح کہلاتا ہے۔ ... کیلئے حمل کو خانۂ فرح قرار دیا گیا ہے۔

زندگانی آشتیِ دشمناں
زندگی، دشمنوں کی صلح ہے
مرگ وا رفتن باصلِ خویش داں
موت کو اپنی اصل کی طرف لوٹنا سمجھو

صلحِ دشمن وار باشد عاریت
دشمنوں کی صلح عارضی ہوتی ہے
دل بسوئے جنگ تا زد عاقبت
بالآخر لڑائی کی طرف ان کے دل دوڑتے ہیں

روزکے چند از برائے مصلحت
چند دن کے لئے از راہِ مصلحت
با ہمند اندر وفا و مرحمت
وفا اور محبت میں ملے جُلے ہیں

عاقبت ہر یک بجوہر باز گشت
بالآخر ہر ایک اپنی اصل کی طرف پلٹ گیا
ہر یکے با جنسِ خود انباز گشت
ہر ایک اپنی جنس کا ساتھی بن گیا

لُطفِ باری ایں پلنگ و رنگ را
خدا کی مہربانی ہے کہ اس تیندوے اور پہاڑی بکرے کو
اِلف داد و بُرد ز ایشاں جنگ را
محبت عطا فرمادی، اور ان کی مخالفت ختم کردی

لُطفِ حق ایں شیر را و گور را
اللہ کا کرم ہے کہ شیر اور گورخر
اِلف دادست ایں دو ضد را در وفا
دو مخالفوں کو وفاداری میں الفت عطا کردی

چوں جہاں رنجور و زندانی بُوَد
جب دنیا بیمار اور قیدی ہو
چہ عجب رنجور گر فانی بُوَد
تو کیا تعجب ہے اگر بیمار فانی ہو

پُرسیدنِ شیر سببِ پائے واپس کشیدنِ خرگوش را و جوابِ اُو

شیر کا خرگوش سے رک جانے کا سبب پوچھنا اور اس کا جواب

خواند بر شیر اُو ازیں رُو پندہا
اس نے شیر کو اس قسم کی نصیحتیں سنائیں
گفت من پس ماندہ ام زیں بندہا
بولا میں ان رکاوٹوں کی وجہ سے پیچھے رہا ہوں

شیر گفتش تو ز اسبابِ مرض
شیر نے اس سے کہا مرض کے اسباب میں سے
ایں سبب گو خاص کا ینستم غرض
خاص سبب بتا کہ میرا مقصد یہ ہے

پائے واپس کشیدی تو چرا
تو پیچھے کیوں ہٹا
مید ہی بازیچۂ واہی مرا
(کیا) تو مجھے سست اور بیہودہ دھوکا دے رہا ہے

گفت آں شیر اندریں چہ ساکن ست
خرگوش نے کہا وہ شیر اس کنوئیں میں مقیم ہے
اندریں قلعہ ز آفات ایمن ست
وہ اس قلعہ میں آفتوں سے محفوظ ہے

یارِ من بستانده از من چاہ بُرد
میرے دوست (خرگوش) کو مجھ سے الگ کرکے کنوئیں میں لے گیا
بر گرفتش از رہ و بے راہ بُرد
راستہ چلتے اس کو پکڑ لیا اور غلط راستہ پر لے گیا

(بقیہ صفحہ ۱۵۴ سے آگے)

عناصرِ اربعہ کا جزو ہے اور عناصر اربعہ جو کلیات ہیں ان سے مل کر بنا ہے۔
سے مہتراں۔ یعنی عناصرِ اربعہ جنکے تغیرات کا ذکر آچکا ہے۔ کہتراں یعنی وہ چیزیں جو ان سے بنی ہیں۔ گنج۔ خزانہ، خوشی۔ روئے زرد یعنی تغیر کی وجہ سے۔ تیش۔ بھیڑ، گرگ۔ بھیڑیا۔

سلہ زندگانی۔ شعر سے زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا
آشتی۔ صلح، دوستی عمرِ جاوداں۔ ابدی زندگی، آخرت کی زندگی۔ صلح۔ حقیقی دشمنوں کی صلح بالکل عارضی ہوگی وہ پھر دشمنی پر اُتر آئیں گے۔ روزکے۔ کاف تصغیر کا ہے۔ باہمند۔ باہم اند عاقبت۔ بالآخر۔ جوہر۔ اصل۔ انباز۔ شریک۔ پلنگ۔ تیندوا۔ رنگ۔ پہاڑی بکرا۔ اِلف۔ ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ، الفت، محبت۔ گور۔ گورخر۔ فانی۔ فنا ہونیوالا۔ بند۔ قید، خیال، حیلہ۔ بازیچہ۔ دھوکا چکمہ۔ واہی۔ سست، فضول۔ چہ۔ چاہ کا مخفف ہے، کنواں۔ ایمن۔ مطمئن۔ بے راہ۔ غلط، جو راستہ صحیح نہ ہو۔

قعرِ چہ بگزید ہر کو عاقل ست / زانکہ در خلوت صفاہائے دل ست

جو سمجھدار ہے اس نے کنویں (جیسی) گہرائی اختیار کر لی / اسلئے کہ تنہائی میں دل کی صفائیاں ہیں

ظلمتِ چہ بہ کہ ظلمت ہائے خلق / سر نہ برد آں کس کہ گیرد پائے خلق

مخلوق کی سیہ کاریوں سے کنویں کا اندھیرا بہتر ہے / جو شخص لوگوں کے پاؤں پکڑے، سر نہیں بچا سکتا ہے

گفت پیش آ زخمم او را قاہر ست / تو ببیں کاں شیر در چہ حاضر ست

اُس نے کہا، آگے آ میرا اس پر زخم لگانا قہر ڈھانیوالا ہے / تو دیکھ لے کہ وہ شیر کنویں میں موجود ہے

گفت من سوزیدہ ام زاں آتشی / تو مگر اندر برِ خویشم کشی

اُس نے کہا، میں اس آتشی مزاج سے جلا ہوا ہوں / ہاں، اگر تو مجھے اپنی بغل میں لے لے

تا بہ پشتِ تو من اے کانِ کرم / چشم بکشایم بچہ در بنگرم

تاکہ اے کرم کی کان! تیری مدد سے / میں آنکھ کھولوں، کنویں میں دیکھوں

من بہ پشتِ تو توانم آمدن / کہ نگہدارم دراں چہ بے رسن

میں تیری مدد سے (آگے) آسکتا ہوں / تاکہ بلا رسی کے اس کنویں میں نگاہ ڈالوں

نظر کردنِ شیر در چاہ و دیدنِ عکسِ خود را و عکسِ آں خرگوش

شیر کا کنویں میں جھانکنا اور اپنے اور اس خرگوش کے عکس کو دیکھنا

چونکہ شیر اندر برِ خویشش کشید / در پناہِ شیر تا چہ می دوید

جب شیر نے اُس کو اپنی بغل میں لے لیا / شیر کی حفاظت میں وہ کنویں تک دوڑا

چونکہ در چہ بنگریدند اندر آب / اندر آب از شیر و او در تافت تاب

جب انہوں نے کنویں کے پانی میں دیکھا / پانی میں، شیر اور اس کی جھلک دکھائی دی

شیر عکسِ خویش دید از آب تفت / شکلِ شیر و در برش خرگوشِ زفت

شیر نے گرم مزاجی میں پانی میں اپنا عکس دیکھا / شیر کی شکل اور اس کی بغل میں موٹا خرگوش

چونکہ خصمِ خویش را در آب دید / مر ورا بگذاشت اندر چہ دوید

جب اس نے پانی میں اپنے دشمن کو دیکھا / اس کو چھوڑ دیا، اور کنویں میں دوڑ گیا

در فتاد اندر چہے کو کندہ بود / زانکہ ظلمے بر سرش آئندہ بود

اُس کنویں میں جا گرا جو اس نے کھودا تھا / کیونکہ ظلم اُس کے سر پڑنے والا تھا

چاہِ مظلم گشت ظلمِ ظالماں / ایں چنیں گفتند جملہ عالماں

ظالموں کا ظلم اندھیرا کنواں تھا / تمام عالموں نے یہی کہا ہے

سلہ قعر۔ گہرائی یعنی گوشۂ تنہائی میں دل کی صفائی حاصل ہوتی ہے، لہذا یہ عقلمندی کا کام ہے، انسانوں سے زیادہ اختلاط کرنے سے دل میں تاریکی پیدا ہوتی ہے جو کہ غفلت کا سبب ہے اور غافل ہلاک ہو جاتا ہے۔ زخم۔ چوٹ، حملہ۔ قاہر۔ غالب، زبردست۔ کاں۔ کہ آں۔ سوزیدہ۔ سوختہ۔ آتشی۔ آتش مزاج۔ بر۔ بغل، گود۔ پشت۔ مدد، اعانت۔ سلہ کانِ کرم۔ بخشش کی کان۔ بچہ۔ در چاہ۔ تانم۔ توانم۔ در تافت۔ چمکا۔ تاب۔ چمک، عکس۔ او۔ یعنی خرگوش۔ دید۔ دیکھا، سمجھا۔ تفت۔ گرم۔ زفت۔ فربہ، موٹا سلہ کندہ بود۔ کھودا تھا، شیر نے کنواں تو نہ کھودا تھا لیکن چونکہ وہ اپنے مظالم کی وجہ سے گرا تو "چاہ کن را چاہ در پیش" کے اعتبار سے گویا اس نے ہی کھودا تھا۔ مظلم۔ تاریک۔ ظلمِ ظالماں۔ ظالموں کے ظلم کا نتیجہ ان کے لئے اندھا کنواں ہوتا ہے۔

ہر کہ ظالم تر چہش[1] با ہول تر
جو زیادہ ظالم ہے، اُسکا کنواں زیادہ خوفناک ہے

عدل فرمودست بدتر را بتر
اِنصاف نے فرمایا ہے بدتر کو بدتر

ایکہ تو از ظلم چاہے میکنی
اے وہ کہ تو ظلم کرکے کنواں کھودتا ہے

از برائے خویش دامے می تنی
خود اپنے لئے جال تنتا ہے

بر ضعیفاں گر تو ظلمے میکنی
اگر تو کمزوروں پر ظلم کرتا ہے

داں کہ اندر قعرِ چاہِ بے بُنی
سمجھ لے کہ تو اتھاہ کنویں کی گہرائی میں ہے

گردِ خود چوں کِرمِ پیلہ بر متن
ریشم کے کیڑے کی طرح اپنے چاروں طرف نہ تن

بہرِ خود چَہ میکنی اندازہ کن
تو اپنے لئے کنواں کھود رہا ہے، اندازے سے کھود

مر ضعیفاں را تو بے خصمے مداں
تو کمزوروں کو بے حمایتی نہ سمجھ

از نُبے اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللہِ بخواں
قرآن سے اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللہِ کو پڑھ لے

گر تو پیلی خصمِ تو از تو رمید
اگر تو ہاتھی ہے، تیرا مدِ مقابل تجھ سے بھاگ گیا

نک جزا طیراً ابابیلت رسید
دیکھ! طیراً ابابیل کی سزا تیرے پاس پہنچ گئی ہے

گر ضعیفے در زمیں خواہد اماں
اگر کوئی کمزور زمین میں امان کا خواہاں ہوتا ہے

غلغل افتد در سپاہِ آسماں
آسمان کے سپاہیوں میں شور مچ جاتا ہے

گر بدندانش گزی پُر خوں کنی
اگر تو اُسے دانتوں سے کاٹ کر لہو لہان کر دیگا

دردِ دندانت بگیرد چوں کُنی
تجھے دانتوں کا درد آپکڑیگا تو تو کیا کریگا

شیر خود را دید در چَہ وز غلو
شیر نے اپنے آپ کو کنویں میں دیکھا اور غلو کی وجہ سے

خویش را نشناخت آندم از عدو
اپنی ذات اور دشمن میں اسوقت امتیاز نہ کر سکا

عکس خود را او عدوِ خویش دید
اُس نے اپنے عکس کو اپنا دشمن سمجھا

لاجرم بر خویش شمشیرے کشید
لا محالہ اپنے اوپر تلوار سونت لی

اے بسا ظلمے کہ بینی در کساں
اے ظالم! ظلم (کی صفت) جو تو لوگوں میں دیکھتا ہے

خوئے تو باشد در ایشاں اے فلاں
اے فلاں! وہ اکثر تیری ہی خصلت ان میں ہوتی ہے

اندر ایشاں تافتہ ہستیِ تو
ان میں تیری ہستی نمایاں ہو رہی ہے

از نفاق و ظلم و بدمستیِ تو
تیرے نفاق اور تیرے ظلم اور تیری بدمستی سے

آں توئی واں زخم بر خود میزنی
وہ تو ہی ہے اور وہ زخم تو اپنے آپ پر لگا رہا ہے

بر خود آں دم تارِ لعنت می تنی
اور تو اُس وقت اپنے اوپر لعنت کے تار تن رہا ہے

---

[1] چہش۔ چاہِ او۔ بتر بدتر۔ می تنی۔ تو تنتا ہے تعر۔ گہرائی۔ بے بُن۔ بے تھاہ۔ کِرمِ پیلہ۔ ریشم کا کیڑا۔ اندازہ کن۔ اندازے سے کھود۔ خصم۔ دشمن، یہاں حمایتی مراد ہے۔ نُبے۔ نون کے ضمّہ با کے کسرہ اور یائے مجہول کے ساتھ، قرآن مجید مراد ہے اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللہِ۔ جب اللہ کی مدد آئی، یہ سورۂ نصر کی آیت ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ مسلمان مظلوموں کے لئے ایک وقت وہ آئیگا جب فوج در فوج ہوں گے اور ظالموں کو ظلم کا بدلہ چکھا دیں گے۔ پیلی۔ پیل، ہاتھی یا خطاب کی ہے۔ رمید۔ بھاگ گیا۔ نک۔ اینک، دیکھ۔

[2] طیراً ابابیل۔ سورۂ فیل میں مذکور ہے کہ ابرہہ نامی بادشاہ بیت اللہ کو ڈھانے کے لئے ایک بہت بڑے ہاتھی پر سوار ہو کر مع لشکر کے مکہ پر حملہ آور ہوا جس کا اہل مکہ تو مقابلہ نہ کر سکے خدا نے پرندوں کی ایک جماعت بھیجی جنکے پنجوں اور چونچوں میں کنکریاں تھیں ان کنکریوں کے ذریعہ یہ لشکر تباہ کر دیا گیا۔ سپاہِ آسمان۔ آسمانی فرشتے مظلوم کی مدد کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔ گزی گزیدن کاٹنا کا صیغہ مخاطب ہے۔

[3] خود اس کی صفات ہیں، جو دوسرے میں منعکس ہو رہی ہیں۔

درخود[1] ایں بد را نمی بینی عیاں
تو اس بدی کو اپنے اندر نمایاں نہیں پاتا ہے

ورنہ دشمن بودۂ خود را بجاں
ورنہ تو خود اپنی جان کا دشمن بنا ہوتا ہے

حملہ بر خود میکنی اے سادہ مرد
اے بیوقوف! تو اپنے اوپر حملہ کرتا ہے

ہمچو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد
اُس شیر کی طرح جس نے اپنے اوپر حملہ کیا

چوں بقعرِ خوئے خود اندر رسی
جب تو اپنی عادت کی گہرائی پر پہونچیگا

پس بدانی کز تو بود آں ناکسی
پھر تو جانے گا کہ وہ نالائقی تیری ہی تھی

شیر را در قعر پیدا شد کہ بود
شیر کو گہرائی میں جاکر معلوم ہوا کہ

نقشِ اُو آں کش دگر کس می نمود
وہ اُس کا اپنا ہی عکس تھا جو دوسرے کا نظر آرہا تھا

ہر کہ دندانِ ضعیفے میکند
جو کسی کمزور پر ظلم کرتا ہے

کارِ آں شیرِ غلط بیں میکند
وہ اس غلط بیں شیر کا کام کرتا ہے

اے بدیدہ خالِ بد بر روئے عم
اے چچا کے چہرے پر بدنما تل دیکھنے والے!

عکسِ خالِ تست آں از عم مرم
وہ تیرے تل کا عکس ہے، چچا سے نفرت نہ کر

مومناں آئینہ یکدیگر اند
مومن، ایک دوسرے کا آئینہ ہے

ایں خبر[2] را از پیمبر آورند
یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہے

پیش چشمت داشتی شیشہ کبود
تو نے اپنی آنکھوں پر اندھا چشمہ لگایا ہے

زاں سبب عالم کبودت می نمود
اس وجہ سے تجھے دنیا تاریک نظر آرہی ہے

گر نہ کوری ایں کبودی داں ز خویش
اگر تو اندھا نہیں ہے، تو یہ تاریکی اپنی طرف سے سمجھ

خویش را بد گو مگو کس را تو بیش
اپنے آپ کو بُرا کہہ، آئندہ کسی کو بُرا نہ کہہ

مومن ار ینظر[3] بنورِ اللہ نبود
اگر مومن "ینظر بنور اللہ" نہیں تھا

عیبِ مومن را برہنہ چوں نمود
تو اُس نے مومن کا عیب صاف کیسے بتا دیا

چونکہ تو ینظر بنارِ اللہ بدی
چونکہ تو ینظر بنار اللہ تھا

نیکوئی را اندیدی از بدی
(اس لئے) نیکی کو بدی سے نہ پہچان سکا

اندک اندک آب بر آتش بزن
آگ پر تھوڑا تھوڑا پانی چھڑک

تا شود نارِ تو نور اے بوالحزن
اے غمگین! تاکہ تیری آگ نور بن جائے

تو بزن یاربنا آبِ طہور
اے ہمارے رب تو پاک پانی چھڑک

تا شود ایں نارِ عالم جملہ نور
تاکہ یہ دنیا کی آگ سب نور بن جائے

[1] در خود - اپنے عیب تمہیں نظر نہیں آرہے ہیں، ورنہ خود اپنے جانی دشمن ہوتے - سادہ مرد بیوقوف - قعر - گہرائی - ناکسی - نالائقی، کوتاہی، گناہ - پیدا - ظاہر - دندان کندن - دانت اکھاڑنا، تکلیف پہونچانا - خال - تل - عم - چچا - مرم - رمیدن، بھاگنا سے نہی کا صیغہ ہے۔

[2] خبر - حدیث، حدیث شریف ہے "اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ" ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے یعنی جس طرح ایک شخص آئینہ میں دیکھکر اپنی اصلاح کرتا ہے اسی طرح ایک مومن دوسرے مومن کو دیکھکر اپنی اصلاح کرسکتا ہے، یہ اُن لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے جو صحیح معنی میں مُسلم ہیں لوگوں کو چاہیے کہ اُن کے حالات دیکھ کر اپنی اصلاح کریں۔ پہلے اشعار میں غلط نکتہ چینیوں کا بیان تھا کہ ان کو اپنے عیوب دوسروں میں نظر آتے ہیں۔ کبود - کالا، تاریک - یعنی اگر تمہاری آنکھوں پر غفلت کی پٹی بندھی ہوئی ہے تو تم اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ سے فائدہ نہ اٹھاسکو گے۔

[3] ینظر بنور اللہ - وہ دیکھتا ہے خدا کے نور کے ذریعہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ

کوہ و دریا جملہ در فرمانِ تُست | آب و آتش اے خداوند آن[۱] تُست
پہاڑ اور دریا سب تیرے حکم کے ماتحت ہیں | اے خدا! پانی اور آگ تیری ملکیت ہے

گر تو خواہی آتش آبِ خوش شود | ور نخواہی آب ہم آتش شود
اگر تو چاہے، آگ عمدہ پانی بن جائے | اگر نہ چاہے تو پانی بھی آگ بن جائے

بے طلب[۲] تو ایں طلب ماں دادۂ | بیشمار و عَد عطا بنہادۂ
بغیر مانگے تو نے ہمیں مرادیں دی ہیں | اَن گنت اور بے شمار تو نے انعام فرمائے ہیں

با طلب چوں ندہی اے حَیّ وَدود | کز تو آمد جملگی جود و وجود
اے حیّ و ودود! تو مانگنے پر کیوں نہ دیگا؟ | جبکہ تمام بخشش اور ہستی تیری ہی طرف سے ہے

در عَدم کے بود مارا خود طلب | بے سبب کردی عطاہائے عجب
عدم میں کب ہمارا مطالبہ تھا | تو نے بغیر مانگے عجیب نعمتیں عطا فرمائیں

جان و ناں دادی و عُمرِ جاوداں | سائرِ نعمت کہ ناید در بیاں
جان، رزق اور ابدی زندگی عطا فرمائی | اور باقی نعمتیں جنکا بیان ناممکن ہے

بے شمار و حد عطاہا دادۂ | بابِ رحمت بر ہمہ بکشادۂ
تو نے اَن گنت اور بے حد نعمتیں عطا فرمائیں | تو نے سب پر رحمت کا دروازہ کھولا ہے

ایں طلب در ما ہم از ایجادِ[۳] تُست | رُستن از بیداد یارب دادِ تست
یہ ہمارا مانگنا بھی تیری ہی ایجاد ہے | اے خدا! ظلم سے نجات پانا، تیری عطا ہے

بے طلب ہم میدہی گنجِ نہاں | رائیگاں بخشیدۂ جانِ جہاں
تو بغیر مانگے پوشیدہ خزانے دیدیتا ہے | تو نے دنیا کو جان مفت بخشی ہے

ھٰکَذَا اَنْعِمْ اِلیٰ دَارِ السَّلَام | بِالنَّبِیِّ الْمُصْطَفیٰ خَیْرِ الْاَنَام
جنت میں جانے تک اِسی طرح انعام فرماتا رہ | سرورِ کائنات نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں

مژدہ بُردنِ خرگوش سوئے نخچیراں کہ شیر در چاہ افتاد
خرگوش کا شکاروں کے پاس خوشخبری لے جانا کہ شیر کنوئیں میں گر گیا ہے

چونکہ خرگوش از رہائی شاد گشت | سوئے نخچیراں رواں شُد تا بدشت
خرگوش جب رہائی سے خوش ہوا | جنگل میں شکاروں کی طرف روانہ ہوا

شیر را چوں دید محوِ ظلمِ خویش | سوئے قومِ خود دوید او پیش پیش
اُس نے جب شیر کو اپنے ظلم میں مبتلا دیکھا | بہت تیز اپنی قوم کی طرف بھاگا

---

۱ آن۔ ملکیت ما آتش یعنی تکلیف کے اسباب آب۔ یعنی راحت کے اسباب۔
۲ طلب۔ درخواست ماں۔ مارا۔ عَد۔ شمار۔ حَیّ۔ زندہ۔ وَدود۔ دوست رکھنے والا۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ جاوداں۔ ابدی۔ سائر۔ بقیہ۔ ناید۔ نیاید
۳ ایجاد۔ وجود میں لانا۔ داد۔ انصاف، بخشش۔ بیداد۔ ظلم، رائیگاں۔ مفت، بلا عوض۔ دارالسلام جنت۔ انام۔ مخلوق، کائنات۔

شیر را چوں دید کشتهٔ ظلم خود — میدوید او شادمان و بارشد
جب اس نے شیر کو اپنے ظلم سے ہلاک ہوتا دیکھ لیا — وہ خوش خوش، سیدھے راستہ دوڑ رہا تھا

شیر را چوں دید در چه کشته زار — چرخ میزد شادماں تا مرغزار
جب اس نے شیر کو بری حالت میں کنویں کے اندر دیکھ لیا — تو چراگاہ میں خوشی سے قلابازیاں کھا رہا تھا

دست میزد چوں رہید از دست مرگ — سبز و رقصاں در ہوا چوں شاخ و برگ
جب موت کے پنجے سے چھوٹا، تالیاں بجاتا تھا — جس طرح شاخ اور پتے ہوا میں سبز اور رقصاں ہوتے ہیں

شاخ و برگ از حبس خاک آزاد شد — سر برآورد و حریف باد شد
شاخ اور پتے مٹی کی قید سے آزاد ہوئے — تو سر ابھارا اور ہوا کے دوست ہو گئے

برگہا چوں شاخ را بشگافتند — تا ببالائے درخت اشتافتند
پتوں نے جب شاخ کو چیرا — یہاں تک کہ درخت کے اوپر تک چڑھ گئے

با زبانِ شطاهٔ شکرِ خدا — می سراید ہر بر و برگے جدا
"شطاره" کی زبان سے خدا کا شکر — ہر برگ و بار الگ الگ ادا کر رہا ہے

بے زباں ہر بار و برگ و شاخہا — می ستاید شکر و تسبیح خدا
ہر پھل اور پتا اور شاخیں بغیر زبان کے — شکر خدا کی تسبیح کا راگ گاتے ہیں

کہ بپرورد اصلِ ما را ذو العطاء[2] — تا درخت استغلظ آمد فاستوی
عطا کرنے والے نے ہماری جڑ کی پرورش کی — یہاں تک کہ درخت موٹا ہو گیا، پھر سیدھا ہو گیا

جانہائے بستہ اندر آب و گل — چوں رہند از آب و گلہا شاددل
پانی اور مٹی میں مقید، جانیں — جب پانی اور مٹی سے خوشی کے ساتھ رہا ہو جاتی ہیں

در ہوائے عشقِ حق رقصاں شوند — ہمچو قرصِ بدر بے نقصاں شوند
اللہ کے عشق کی ہوا میں ناچتی ہیں — چودھویں رات کے چاند کی طرح بے نقصان ہو جاتی ہیں

جسمِ شاں[3] در رقص و جانہا خود مپرس — وانکہ گرد جانہا زانہا خود مپرس
ان کے جسم رقص کرتے ہیں جانوں کے متعلق تو نہ پوچھ — اور جو (مجسم) جان بنجاتے ہیں ان کے بارے میں بھی نہ پوچھ

شیر را خرگوش در زنداں نشاند — ننگ شیرے کو ز خرگوشے بماند
شیر کو خرگوش نے قید خانہ میں ڈال دیا — شیر کیلئے شرمناک بات ہے کہ وہ ایک خرگوش سے عاجز ہو گیا

در چنیں ننگی وانگہ اے عجب — فخر دیں خواہی کہ گویند لقب
تو ایسے ہی ننگ میں (مبتلا) ہے اور پھر تعجب ہے — تو چاہتا ہے کہ تجھے فخر دیں کا لقب دیں

---

[1] شادماں۔ خوش۔ رُشد را کے ضمہ اور شین کے سکون اور را کے فتحہ کے ساتھ دونوں طریقہ پر صحیح ہے، راستی، سچائی، ہدایت۔ زار۔ خراب۔ چرخ زدن۔ قلابازیاں کھانا۔ دست زدن۔ تالیاں بجانا۔ در ہوا۔ اس کا تعلق شاخ و برگ سے ہے۔ حبس۔ قید۔ حریف۔ مقابل، ساتھی۔ بر سر آوردن۔ ظاہر ہونا۔ پھوٹ نکلنا۔ اشتافتند۔ الف زیادہ ہے۔ شطاه۔ سبز شاخ جو سب سے پہلے زمین سے نکلتی ہے۔ بر۔ پھل تسبیح۔ کائنات کی ہر چیز خدا کی تسبیح کرتی ہے۔

[2] ذو العطاء: عطا والا یہ اللہ کی صفت ہے۔ استغلظ موٹا ہوا۔ استوی۔ سیدھا ہوا۔ یہ قرآن پاک کی آیت فاستغلظ فاستوی کی طرف اشارہ ہے، یعنی خدا کی قدرت سے ایک چھوٹے بیج سے پودا نکلتا ہے پھر وہ موٹا ہوتا ہے اور سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ بستہ۔ مقید۔ آب و گل۔ جسم عنصری قرص۔ ٹکیا۔ بدر۔ چودھویں رات کا مکمل چاند یعنی جس طرح نباتات زمین کی قید سے نکلکر لہلہاتی ہیں اسی طرح نیک لوگوں کی روحیں جسد عنصری کی قید سے آزاد ہو کر خوشی میں رقص کرتی ہیں۔

[3] جسمِ شاں۔ نیک لوگوں کے

فخر دیں۔ ممکن ہے اس سے امام فخر الدین رازی مراد ہوں۔

اے تو شیری در تگ[1] ایں چاہ دہر
اے (غافل) تو زمانہ کے اس کنوئیں کی گہرائی میں شیر کی
نفس چوں خرگوش خونت ریزد بقہر
تیرا نفس خرگوش کی طرح ہے جو قہر سے تیرا خون بہاتا ہے

نفس خرگوشت بصحرا در چرا[1]
تیرا خرگوش (صفت) نفس جنگل کے اندر چرنے میں (مشغول) ہے
تو بقعر ایں چہ چون و چرا
اور تو چوں و چرا کے اس کنوئیں کی گہرائی میں ہے

سوئے نخچیراں دوید آں شیر گیر
وہ شیر کو پھانسنے والا، شکاریوں کی طرف دوڑا
کابشروا یا قوم اذ جاء البشیر
کہ اے قوم خوشخبری حاصل کرلو جبکہ خوشخبری دینے والا آگیا

مژدہ مژدہ اے گروہ عیش ساز
مبارک، مبارک اے عیش منانیوالے گروہ
کاں سگ دوزخ بدوزخ رفت باز
وہ دوزخ کا کتا پھر دوزخ میں چلا گیا

مژدہ مژدہ کاں عدوئے جانہا
مبارک، مبارک کہ وہ جانوں کا دشمن
کند قہر خالقش دندانہا
اللہ کے قہر نے اس کے دانت توڑ دئیے

مژدہ مژدہ کز قضا ظالم بچاہ
مبارک مبارک کہ تقدیر سے ظالم، کنوئیں میں
او فتاد از عدل و لطف بادشاہ
گر گیا، خدا کے انصاف اور مہربانی سے

آنکہ از پنجہ بسے سرہا بکوفت
وہ جس نے پنجے سے بہت سے سر توڑ ڈالے
ہمچو خس جاروب مرگش ہم برفت
موت کی جھاڑو نے اسکو بھی کوڑے کی طرح جھاڑ دیا

آنکہ جز[2] ظلمش دگر کارے نبود
جس کو ظلم کے سوا دوسرا کام نہ تھا
آہ مظلومش گرفت و کوفت زود
مظلوم کی آہ نے اسکو پکڑ لیا اور فوراً تباہ کردیا

گردنش بشکست و مغزش بر درید
اس کی گردن توڑ دی اور اس کا مغز پھاڑ دیا
جان ما از قید محنت وارہید
ہماری جان مشقت کی قید سے رہائی پا گئی

گم شد و نابود شد از فضل حق
اللہ کی مہربانی سے وہ گم اور نابود ہوگیا
بر مہم دشمن شما را شد سبق
اور عظیم دشمن سے تمہیں سبق مل گیا

جمع شدن نخچیراں نزد خرگوش و ثنا و مدح گفتن اورا
شکاروں کا خرگوش کے پاس جمع ہونا اور اس کی مدح وثنا کرنا

جمع گشتند آں زماں جملہ وحوش
اس وقت سب وحشی جمع ہوگئے
شاد و خنداں از طرب در ذوق و جوش
ذوق و جوش اور مسرت کے عالم میں ہنسی خوشی

حلقہ کردند او چو شمع درمیاں
انہوں نے حلقہ کرلیا، وہ شمع کی طرح درمیان میں تھا
سجدہ کردندش ہمہ صحرائیاں
اور تمام صحرائی جانوروں نے اسکی تعظیم کی

[1] تگ۔ کنوئیں کی تلی۔ چرا۔ چرنا۔ چون و چرا۔ سوال جواب، شک و شبہ۔ دنداں کندن۔ تکلیف پہونچانا۔ بادشاہ اللہ تعالے۔

[2] جز۔ سوا۔ زود۔ جلد جر۔ زیادہ ہے۔ قید محنت۔ شیر کی وجہ سے جس مشقتوں میں ہم جکڑے ہوئے تھے۔ وحوش۔ یعنی جنگلی جانور۔ طرب۔ مستی۔ صحرائیاں۔ جنگلی جانور۔

تو فرشتہ آسمانی یا پری — یا تو عزرائیلِ[1] شیرانِ نری
تو آسمانی فرشتہ ہے یا پری ہے — یا تو نر شیروں کا مَلَکُ المَوت ہے

ہر چہ ہستی جانِ ما قربانِ تست — دستبردِ دست و بازوئے تست
تو جو کچھ بھی ہے ہماری جان تجھ پر قربان ہے — تیرے دست و بازو کا غلبہ درست ہے

راند حق ایں آب را در جوئے تو — آفریں بر دست و بر بازوئے تو
اللہ نے یہ پانی تیری نہر میں بہایا — تیرے دست و بازو کو شاباش ہے

باز گو تا قصہ درمانہا شود — باز گو تا مرہمِ جانہا شود
پھر کہو تاکہ یہ قصہ (ہمارے درد کا) علاج بن جائے — پھر کہو تاکہ جانوں کا مرہم بن جائے

باز گو تا چوں سگالیدی بمکر — آں عواں را چوں بمالیدی بمکر
پھر تو کہو کہ تو نے یہ تدبیر کس طرح سوچی — اُس ظالم کو چالاکی سے تو نے کیسے پامال کیا

باز گو کز ظلمِ آں استم[2] نما — صد ہزاراں زخم دارد جانِ ما
پھر کہو، کیونکہ اُس ظالم کے ظلم سے — ہماری جان میں ہزاروں زخم ہیں

باز گو آں قصہ کاں شادی فزاست — رُوح را قوت و دل را جاں فزاست
پھر سنا، کیونکہ وہ قصہ خوشی بڑھانے والا ہے — ہماری روح کیلئے غذا اور دل کیلئے جان کو بڑھانے والا ہے

گفت تائیدِ خدا بود اے مہاں — ورنہ خرگوشے چہ باشد در جہاں
اُس نے کہا اے بزرگو! خدا کی تائید تھی — ورنہ خرگوش دنیا میں کیا چیز ہے

قوّتم بخشید و دل را نور داد — نورِ دل مر دست و پا را زور داد
اُس نے مجھے قوت عطا فرمائی اور دل کو نور دیا — دل کے نور نے ہاتھ اور پیر کو طاقت دیدی

پند دادنِ خرگوش نخچیراں را کہ از مُردنِ خصم شاد مشوید

خرگوش کا شکاروں کو نصیحت کرنا کہ دشمن کے مرنے پر خوش نہ ہو

از برِ حق میرسد تفضیلہا — باز ہم از حق رسد تبدیلہا
فضیلتیں اللہ کی جانب سے ملتی ہیں — پھر خدا کی جانب سے ہی تبدیلیاں ہو جاتی ہیں

جملہ فضلِ اوست دانید ایں چنیں — سجدہ اش از جان و دل آرید ہیں
یہ سمجھو کہ سب اُس کا فضل ہے — ہاں، جان اور دل سے اُسکا سجدہ بجالاؤ

حق بدَوْر[3] و نوبت ایں تائید را — مینماید اہلِ ظن و دید را
باری باری سے اللہ تعالےٰ یہ تائید — دکھا دیتا ہے اہلِ گمان اور اہلِ مشاہدہ کو

[1] عزرائیل۔ مَلَکُ المَوت۔ دستبرد۔ غلبہ۔ آب در جو۔ دولت، حکومت، کامیابی سے کنایہ ہے۔ سگالیدن سوچنا۔ مکر۔ حیلہ، تدبیر۔ عواں۔ ظالم۔ مالیدن۔ پائمال کرنا، ملیامیٹ کرنا۔

[2] اِستم۔ الف زیادہ ہے قوت۔ روزی۔ غذا۔ تائید۔ مدد۔ مِہاں۔ مِہ کی جمع، سردار۔ خرگوشے یا، تحقیر کی ہے۔ از برِ حق۔ عزت، ذلت سب من جانب اللہ ہے اور دنیا کی کسی حالت کو قرار نہیں ہے۔

[3] دَوْر۔ چکر، باری۔ نوبت۔ باری۔ اہلِ ظن۔ ناقص لوگ جو مشاہدہ کے درجہ کو نہیں پہونچے اہلِ دید۔ وہ کاملین جو مقامِ مشاہدہ تک پہونچ چکے ہیں۔

ہیں بملکِ نوبتی شادی مکن — **اے تو بستہ نوبت آزادی مکن**

خبردار! باری والی سلطنت پر خوش نہ ہو — اے مخاطب تو باری سے وابستہ ہے (اظہار) آزادی نہ کر

آنکہ مُلکش برتر از نوبت تنند — **برتر از ہفت انجمش نوبت زنند**

جس کی سلطنت باری سے بالاتر قائم کرتے ہیں — اُس کا نقارہ سات ستاروں سے اوپر بجاتے ہیں

برتر از نوبت مُلوکِ باقیند — **دورِ دائم روح ہا را ساقیند**

باری سے بلند وہ باقی رہنے والے بادشاہ ہیں — جو دائمی دور کے ساتھ روح کے ساقی ہیں

چوں بنوبت می نہندایں دولتت — **از چہ شد پُر باد آخر سَبلتت**

جب تجھے یہ سلطنت باری سے دیتے ہیں — تو کس وجہ سے تیری مونچھوں میں ہوا بھری؟

ترکِ ایں شُرب ار بگوئی یکدو روز — **تر کنی اندر شرابِ خُلد پوز**

ایک دو روز اگر تو اس شراب کو چھوڑ دے — جنت کی شراب سے منہ تر کرے

یکدو روزے چہ کہ دُنیا ساعتے ست — **ہر کہ ترکش کرد اندر راحتے ست**

ایک دو روز کیا بلکہ دنیا ایک ساعت ہے — جس نے اس کو چھوڑ دیا وہ راحت میں ہے

معنئ التَّرکُ راحۃٌ گوش کُن — **بعد ازاں جامِ بقا را نوش کُن**

"چھوڑنا راحت ہے" کا مطلب سمجھ لے — اس کے بعد بقا کا پیالہ پی

باسگاں بگذار ایں مُردار را — **خُرد بشکن شیشۂ پندار را**

اس مُردار کو کتوں کے لئے چھوڑ دے — غرور کے شیشے کو چورا چورا کر دے

تفسیر "رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ"

"ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹتے ہیں" کی تفسیر

اے شہاں کُشتیم ما خصمِ بروں — **ماند خصمے زاں بتر در اندروں**

اے بزرگو! ہم نے باہر کے دشمن کو مار ڈالا — لیکن اُس سے زیادہ بدتر دشمن باطن میں بچا رہ گیا

کُشتنِ ایں کارِ عقل و ہوش نیست — **شیرِ باطن سخرۂ خرگوش نیست**

اِس دشمن کو مارنا عقل و ہوش کا کام نہیں ہے — باطن کا شیر خرگوش کے قابو کا نہیں ہے

دوزخ ست ایں نفس و دوزخ اژدہا — **کو بدریا ہا نگردد کم و کاست**

یہ نفس دوزخ ہے اور دوزخ اژدہا ہے — کہ وہ دریاؤں سے بھی کم نہیں ہوتا

ہفت دریا را در آشامد ہنوز — **کم نہ گردد سوزشِ آں خلق سوز**

سات سمندروں کو پی لے، پھر بھی — اُس مخلوق سوز کی جلن کم نہ ہو

ك ملکِ نوبت۔ وہ سلطنت جو باری باری خاندانوں اور افراد میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ نوبت زنند۔ نقارہ بجاتے ہیں۔ انجم۔ نجم کی جمع ہے ستارہ ساقی اند۔ یعنی اپنی روح کو محبتِ الٰہی کی شراب سے سیراب کرتے رہتے ہیں۔ سَبلت۔ پہلے تینوں حرفوں پر فتحہ ہے فارسی والے بار کو ساکن کر دیتے ہیں۔ سَبلت پُر باد شدن۔ مونچھوں میں ہوا بھرنا کبر و غرور سے کنایہ ہے۔ شُرب۔ یعنی شراب پینا۔ پوز۔ مونہہ۔ یکدو روز۔ یعنی دنیاوی زندگی میں۔ ساعت۔ گھڑی۔

۲ راحت۔ مشہور مقولہ ہے "اَلدُّنْيَا سَاعَةٌ وَتَرْكُهَا رَاحَةٌ" دنیا ایک گھڑی ہے اُسکا چھوڑنا راحت ہے۔ باسگاں۔ وہ مشہور مقولہ ہے "اَلدُّنْيَا جِيفَةٌ وَطَالِبُهَا كِلَابٌ" دنیا ایک مردار جانور ہے اور اُس کے طلبگار کتے ہیں۔ جہادِ اصغر۔ یعنی کافر سے جہاد کرنا۔ الجہاد الاکبر۔ یعنی نفسِ امارہ سے جہاد کرنا۔

۳ بروں۔ یعنی ظاہری دشمن۔ خصمِ اندروں۔ نفسِ امارہ جو باطن میں ہے۔ سخرہ۔ بیگار۔ بدریا۔ یعنی اِس اژدھے کی پیاس سات سمندر پیجانے سے ۲ بھی نہ بجھے گی۔ ہفت دریا۔ یعنی کل مخلوق۔ آشامیدن۔ پینا۔

سنگہا[1] و کافرانِ سنگدل ❋ اندر آیند اندرو خوار و خجل
پتھر اور سنگدل کافر ❋ اُس میں ذلیل اور شرمندہ ہو کر داخل ہونگے

ہم نگردد ساکن از چندیں غذا ❋ تا ز حق آید مر اُورا ایں ندا
اِسقدر خوراک سے بھی اُسکو سکون نہ ہو گا ❋ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُسکو یہ ندا آئیگی

سیر گشتی سیر گوید نے ہنوز ❋ اینت آتش اینت تابش اینت سوز ق
تیرا خوب پیٹ بھر گیا وہ کہے گی ابھی نہیں ❋ زہے آگ، زہے تابش زہے جلن

عالمے را لقمہ کرد و درکشید ❋ معدہ اش نعرہ زناں ہل من مزید
اُس نے دنیا بھر کو لقمہ بنایا اور نگل گئی ❋ اُس کا معدہ نعرہ لگا رہا ہے کیا بہ کچھ اور ہے

حق قدم بر وے نہد از لامکاں ❋ آنگہ اُو ساکن شود از کُن فکاں
اللہ تعالیٰ اُس پر لامکاں سے قدم رکھ دیگا ❋ اُس وقت وہ کُن فکان سے ساکن ہو جائیگی

چونکہ جزوِ دوزخ ست ایں نفسِ ما ❋ طبعِ کُل دارد ہمیشہ جزوہا[2]
چونکہ ہمارا یہ نفس دوزخ کا حصّہ ہے ❋ اور اجزاء ہمیشہ کُل کی طبیعت رکھتے ہیں

ایں قدم حق را بُود کورا کُشد ❋ غیرِ حق کو کہ کمانِ او کشد
یہ اللہ تعالیٰ ہی کا قدم ہو گا جو اسکی پیاس بجھائے گا ❋ سوائے اللہ تعالیٰ کے کون ہے جو اسکی کمان کو کھینچے

در کماں ننہند اِلّا تیرِ راست ❋ ایں کماں را باژگوں کژ تیرہاست
کمان میں سیدھا تیر ہی رکھتے ہیں ❋ اِس کمان کے اُلٹے ٹیڑھے تیر ہیں

راست شو چوں تیر وارِہ از کماں ❋ کز کماں ہر راست بجہد بیگماں
تیر کی طرح سیدھا ہو جا، کمان سے چھوٹ جا ❋ اِسلئے کہ کمان سے یقیناً ہر سیدھا تیر چھوٹ جاتا ہے

چونکہ واگشتم زِ پیکارِ بروں ❋ روئے آوردم بہ پیکارِ درُوں
چونکہ میں ظاہری جنگ سے فارغ ہو گیا ہوں ❋ باطنی جنگ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں

قد رجعنا من جہادِ الاصغریم ❋ بانبی اندر جہادِ اکبریم
ہم واپس ہوئے چھوٹے جہاد سے کے مصداق ہیں ❋ نبی کے سہارے جہادِ اکبر میں (لگے) ہیں

قوّتے خواہم ز حق دریا شگاف[3] ❋ تا بسوزن برکنم ایں کوہِ قاف
خدا تعالیٰ سے میں سمندر کو چاک کر دینے والی قوت چاہتا ہوں ❋ تاکہ اِس کوہ قاف کو سوئی سے اکھاڑ دوں

سہل شیرے داں کہ صفہا بشکند ❋ شیر آنست آں کہ خود را بشکند
وہ شیر (بنام) آسان سمجھ جو کہ صفیں پھاڑ دے ❋ شیر وہی ہے جو خود کو شکست دیدے

---

[1] سنگہا۔ قرآن پاک میں ہے "وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ" جہنم کی خوراک انسان اور پتھر ہوں گے۔ سیر گشتی۔ قرآن پاک میں ہے اللہ تعالیٰ جہنم سے دریافت فرمائیں گے "هَلِ امْتَلَأْتِ" کیا تیرا پیٹ بھر گیا وہ کہیگی "هَلْ مِنْ مَزِيدٍ" کیا کچھ اور ہے۔ حق قدم حدیث میں آیا ہے کہ جہنم کا پیٹ نہ بھریگا تب اللہ تعالیٰ اُس پر اپنا قدم رکھدیں گے، اِس پر وہ کہیگی کافی ہے کافی ہے کُن فکان۔ ہو جا وہ ہو گیا۔ قرآن پاک میں ہے "إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ" اُس کی شان تو یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اُسکو کہتا ہے ہو جا وہ ہو جاتی ہے۔

[2] جزوہا۔ لہٰذا النفس کی پیاس بھی محض رب کی تجلّی سے بجھ سکتی ہے۔ راست۔ سیدھا۔ باژگوں واژگون۔ اُلٹا۔ کژ۔ ٹیڑھا کز کماں۔ کمان سے ٹیڑھا تیر نہیں چلتا سیدھا تیر خوب چلتا ہے۔ بانبی۔ نبی کے سہارے یعنی اُنکی سنت کی پیروی کر کے بعض نسخوں میں بانبی ہے یعنی نفس کے بت کے ساتھ جہادِ اکبر کر رہے ہیں۔

[3] شگافتن پھاڑنا۔ برکنم - میں اکھاڑ دوں۔ کوہ قاف - بلندی اور عظمت میں مشہور تھا۔ تا بسوزن۔ انسان اپنی قوت سے سوئی جیسا ہے اور نفس بمنزلہ کوہ قاف کے ہے جو سوئی سے کوہ قاف اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت سے اکھاڑا جا سکتا ہے۔

تا شود شیرِ خدا از عونِ او — وا رہد از نفس و از فرعونِ او[1]

تاکہ اللہ کی مدد سے اللہ کا شیر بنجائے — نفس اور اُس کے فرعون سے نجات پائے

آمدن رسولِ قیصرِ روم بنزدِ عمر رضی اللہ عنہ برسالت

قیصرِ روم کے ایلچی کا پیغام لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا

در بیانِ ایں شنو یک قصّۂ — تا بری از سِرّ گفتم حصّۂ

اِس سلسلہ میں ایک قصہ سُن لے — تاکہ تو میری بات کے راز کا ایک حصہ پالے

بر عمرؓ آمد ز قیصر یک رسول — در مدینہ از بیابانِ نغول

قیصر کا ایک ایلچی (حضرت) عمرؓ کے پاس آیا — دور و دراز جنگل سے، مدینہ میں

گفت کو قصرِ خلیفہ اے حشم — تا من اسپ و رخت را آنجا کشم

بولا، اے متعلقین خلیفہ کا محل کہاں ہے؟ — تاکہ میں گھوڑا اور سامان وہاں لے جاؤں

قوم گفتندش کہ اُو را قصر نیست — مر عمرؓ را قصرِ جان روشنے ست

لوگوں نے کہا، اُن کا کوئی محل نہیں ہے — عمرؓ کا محل تو اُن کی روشن جان ہے

گرچہ از میری وُرا آوازہ الیست — ہمچو درویشاں مَر اُو را کازہ ایست

گرچہ اُن کی سرداری کی شہرت ہے — لیکن فقیروں جیسی اُنکی جھونپڑی ہے

اے برادر چوں بہ بینی قصرِ اُو — چونکہ در چشمِ دلت رُستست مُو

اے بھائی! تو اُس کا محل کیسے دیکھ سکتا ہے؟ — جبکہ تیرے دل کی آنکھ میں پڑوال اُگا ہے

چشمِ دل از مُوئے علّت[2] پاک آر — وانگہاں دیدارِ قصرش چشم دار

دل کی آنکھ کو پڑوال سے صاف کرلے — پھر اُس کے محل کے دیکھنے کی امید کر

ہر کرا ہست از ہوسہا جانِ پاک — زود بیند حضرت و ایوانِ پاک

جس کی جان ہوسوں سے پاک ہے — وہ دربار اور پاک محل جلد دیکھ لیگا

چوں محمدؐ پاک شد از نار و دود — ہر کجا رُو کرد وَجہُ اللہ بود

جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آگ اور دھوئیں سے پاک ہوگئے — جس طرف بھی رُخ کیا خدا کی ذات تھی

چوں رفیقی وسوسہ بدخواہ را — کے بہ بینی ثَمَّ وَجہُ اللہ را

جبکہ تو دشمن وسوسہ کا دوست ہے — اللہ کی ذات کو کب دیکھ سکتا ہے؟

ہر کرا باشد ز سینہ فتحِ باب[3] — اُو ز ہر ذرّہ ببیند آفتاب

جس کسی کے سینہ کا دروازہ کھل جائے — وہ ہر ذرہ میں آفتاب دیکھے گا

---

[1] فرعون۔ انسان کا نفس پر غلبہ ایسا ہی ہے جیسا کہ موسیٰؑ کا فرعون پر غلبہ، اِسی مناسبت سے دریا شگاف قوّت کی دعا کی ہے۔ ایں۔ یعنی نفس پر غلبہ۔ قیصر۔ شاہانِ روم کا لقب ہے۔ نغول۔ عمیق، دراز۔ قصر۔ محل، ایوان۔ حشم۔ نوکر چاکر، عوام۔ رخت۔ سامان کشم۔ بَرم۔ میری۔ سرداری۔ وُرا۔ اُو را۔ آوازہ۔ شہرہ۔ کازہ۔ جھونپڑیا۔

[2] مُوئے علت۔ بیماری کا بال، یعنی آنکھ میں جو پڑوال پیدا ہو جاتا ہے حضرت۔ دربار، کچہری۔ ایوان۔ محل، قلعہ۔ نار، آگ یعنی خواہشات نفسانی۔ دُود۔ دھواں یعنی خواہشاتِ نفسانی کے اثرات۔ وجہ اللہ۔ اللہ کا چہرہ، اللہ کی ذات۔ یہ قرآن پاک کی آیت "اَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْہُ اللہ" "تم جدھر کو رخ کرو وہاں اللہ کی ذات موجود ہے" کی طرف اشارہ ہے۔

[3] فتح۔ کشایش۔ باب۔ دروازہ۔ حق۔ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ دوسری چیزوں کی عظمت ختم کر دیتا ہے جیسے ستارے چاند کے مشاہدہ کے وقت بے وقعت ہو جاتے ہیں۔

حق پدید ست از میانِ دیگراں — ہمچو ماہ اندر میانِ اختراں

دوسروں کے درمیان اللہ اس طرح روشن ہے — جیسا کہ ستاروں میں چاند

[1] دو سرِ انگشت بر دو چشم نہ — ہیچ بینی از جہاں انصاف دہ

دو انگلیوں کے سرے دونوں آنکھوں پر رکھ — انصاف کر، دنیا کا تجھے کچھ نظر آتا ہے

ور نہ بینی ایں جہاں معدوم نیست — عیب جز انگشتِ نفسِ شوم نیست

اگر تو نہیں دیکھتا ہے یہ دنیا تو معدوم نہیں ہے — منحوس نفس کی انگلی کے علاوہ کوئی عیب نہیں ہے

تو ز چشم انگشت را بردار ہیں — وانگہانے ہر چہ میخواہی بہ بیں

خبردار! تم آنکھ سے انگلی ہٹا لے — پھر تو جو کچھ چاہتا ہے، دیکھ

نوح را گفتند اُمّت کو ثواب — گفت او زانسوئے وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَ

"اُمّت نے نوح (علیہ السلام) سے کہا ثواب کہاں" — اُس نے کہا وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ کے اُس طرف ہے

[2] رُو و سَر در جامہا پیچیدہ اید — لاجرم با دیدہ و نادیدہ اید

تم نے منہ اور سر کپڑوں میں لپیٹ رکھا ہے — لامحالہ آنکھ والے ہو کر بھی نابینا بنے ہو

آدمی دید ست باقی پوست ست — دید آنست آنکہ دیدِ دوست ست

آدمی تو بینائی ہے، باقی کھال ہے — دید تو دراصل محبوب کی دید ہے

چونکہ دیدِ دوست نبود کور بہ — دوست کو باقی نباشد دور بہ

جبکہ دوست کا دیدار نہ ہو اندھا ہونا اچھا ہے — جو دوست باقی رہنے والا نہ ہو اسکا دور ہونا اچھا ہے

چوں رسولِ روم ایں الفاظِ تر — در سماع آورد شد مشتاق تر

جب روم کے ایلچی نے یہ تر و تازہ لفظ — سُنے، تو وہ زیادہ مشتاق ہو گیا

دیدہ را بر جستنِ عمرؓ [3] گذاشت — رخت را و اسپ را ضائع گذاشت

آنکھیں حضرتِ عمرؓ کے ڈھونڈنے پر لگا دیں — سامان اور گھوڑے کو بغیر حفاظت کے چھوڑ دیا

ہر طرف اندر پئے آں مردِ کار — میشدے پُرساں اُو دیوانہ وار

اُس مردِ کار کی تلاش میں ہر طرف — دیوانوں کی طرح پوچھتا پھرتا

کایں چنیں مردے بود اندر جہاں — وز جہاں مانندِ جاں باشد نہاں

کہ ایسا آدمی بھی دُنیا میں ہوگا — جو جان کی طرح دُنیا سے پوشیدہ ہو

جُست اُو را تاش چوں بندہ بُود — لاجرم جوئندہ یابندہ بود

اُنکو ڈھونڈا تاکہ اُنکا غلام جیسا ہو جائے — لامحالہ تلاش کرنیوالا، پا لینے والا ہوتا ہے

[1] دو سرِ انگشت۔ اگر کوئی شخص آنکھیں بند کرلے تو دنیا کی کوئی چیز اسکو نظر نہ آئے گی لیکن چیزیں معدوم نہیں ہیں اسی طرح دل کی آنکھیں اگر بند ہوں تو مشاہدۂ حق نہو گا لیکن وہ موجود ہے اِسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ۔ انہوں نے اپنے کپڑے اپنے اوپر ڈھانپ لئے، قرآن پاک میں یہ حضرتِ نوح علیہ السلام کی قوم کا حال بیان کیا گیا ہے کہ اُن کی دعوت پر انہوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے اوپر کپڑے اوڑھ لئے تاکہ نہ اُنکی بات سُن سکیں نہ اُنکو دیکھ سکیں، حضرتِ نوحؑ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک تمہارا کفر ہے ثواب کہاں نظر آئیگا۔

[2] رُو۔ منہ۔ جامہ۔ کپڑا۔ لاجرم۔ لامحالہ۔ دیدہ۔ آنکھ۔ آدمی۔ یعنی اگر آدمی حقیقت کا ادراک نہ کرے وہ آدمی کہلانے کا مستحق نہیں ہے اور ادراک بھی محبوبِ حقیقی سے متعلق ہو۔ کور بہ۔ یعنی اس آدمی کا اندھا ہونا اچھا ہے جو محبوب کا دیدار نہ کرے اور قابلِ محبت فانی کائنات نہیں ہے۔ تر۔ پُر مغز و تازہ

[3] عمرؓ۔ صحیح تلفظ عین کے ضمہ اور میم کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ لیکن ضرورتِ شعری کی وجہ سے میم مشدد کر دیا گیا ہے۔ ضائع۔ گم، بے حفاظت۔ جاں۔ روح کے فضائل معنوی ہیں، وہ ادراک سے بالاتر ہیں، اسی طرح حضرتِ عمرؓ کے فضائل۔ تاش۔ تاکہ اُورا۔

یافتنِ رسولِ قیصرِ روم عمرؓ را خفتہ در زیرِ درختِ خرما

قیصر روم کے ایلچی کا حضرت عمرؓ کو کھجور کے درخت کے نیچے سوتا ہوا پانا

دید اعرابی زنے او را دخیل ۔ گفت عمرؓ نک بزیر آں نخیل
ایک بدو عورت نے اس کو اجنبی دیکھ کر ۔ کہا یہ عمرؓ اس کھجور کے نیچے ہیں

زیر خرمابن ز خلقاں او جدا ۔ زیر سایہ خفتہ بیں سایہ خدا
کھجور کے درخت کے نیچے مخلوق سے جدا ۔ خدا کے سایہ کو سایہ میں سوتا دیکھ

آمد او آنجا و از دور ایستاد ۔ مر عمرؓ را دید و در لرزہ فتاد
وہ اس جگہ آیا اور دور کھڑا ہو گیا ۔ (حضرت) عمرؓ کو دیکھا اور کپکپی میں مبتلا ہو گیا

ہیبتے زاں خفتہ آمد بر رسول ۔ حالتے خوش کرد بر جانش نزول
ایلچی پر اس سوتے ہوئے کی ہیبت طاری ہو گئی ۔ ایک اچھی حالت اس کی جان پر نازل ہو گئی

مہر و ہیبت ہست ضدِ یک دگر ۔ ایں دو ضد را جمع دید اندر جگر
محبت اور ہیبت ایک دوسرے کی ضد ہیں ۔ ان دو ضدوں کو اس نے اپنے جگر میں جمع دیکھا

گفت با خود من شہاں را دیدہ ام ۔ پیش سلطاناں خوش و بگزیدہ ام
اپنے سے بولا میں نے بادشاہوں کو دیکھا ہے ۔ میں بادشاہوں کے سامنے مطمئن اور برگزیدہ رہتا ہوں

از شہانم ہیبت و ترسے نبود ۔ ہیبتِ ایں مرد ہوشم در ربود
بادشاہوں کی مجھ پر کوئی ہیبت اور خوف نہ تھا ۔ اس شخص کی ہیبت نے میرے حواس گم کر دیئے

رفتہ ام در بیشۂ شیر و پلنگ ۔ روئے من ز ایشاں نگردانید رنگ
میں شیر اور تیندوے کی جھاڑی میں گیا ہوں ۔ میرے چہرے کا ان سے رنگ نہیں بدلا

بس شدم من در مصاف و کارزار ۔ ہمچو شیر آندم کہ باشد کار زار
میں بہت سے معرکوں اور جنگوں میں گیا ہوں ۔ شیر کی طرح، جبکہ کام سخت ہو

بس کہ خوردم بس زدم زخم گراں ۔ دل قوی تر بودہ ام از دیگراں
بہت سے بھاری زخم کھائے اور بہت سے لگائے ۔ اور دوسروں سے قوی دل رہا ہوں

بے سلاح ایں مردِ خفتہ بر زمیں ۔ من بہفت اندام لرزاں چیست ایں
یہ شخص بغیر ہتھیاروں کے زمین پر سویا پڑا ہے ۔ میں ساتوں اعضاء سے لرز رہا ہوں یہ کیا ہے؟

ہیبتِ حق ست ایں از خلق نیست ۔ ہیبتِ ایں مردِ صاحب دلق نیست
یہ خدا کی ہیبت ہے، مخلوق کی نہیں ہے ۔ اس گدڑی پوش انسان کی ہیبت نہیں ہے

سلہ اعرابی۔ بدو۔ دخیل۔ اجنبی۔ خرمابن۔ کھجور کا درخت۔ خلقاں۔ خلق کی جمع، مخلوق۔ سایۂ خدا۔ منصف حاکم خدا کا سایہ ہے۔ نزول یعنی ایلچی کے دل میں ایک عجیب خوشکن کیفیت پیدا ہو گئی۔ مہر یعنی ایلچی کے دل میں حضرت عمرؓ کی محبت بھی پیدا ہوئی اور خوف بھی۔ باخود۔ اپنے دل میں۔

سلہ بگزیدہ۔ برگزیدہ۔ بیشہ۔ درندے کے رہنے کی جھاڑی۔ پلنگ۔ تیندوا۔ مصاف۔ صف بندی کی جگہ۔ کارزار۔ کام کی جگہ۔ زار۔ خراب۔ سلاح۔ ہتھیار۔

سلہ ہفت اندام۔ سات اعضاء، سر، سینہ، پشت، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں۔ دلق۔ گدڑی۔ صاحب دلق۔ کملی والا فقیر۔

هر که ترسید از حق و تقویٰ گزید ۱ | ترسد از وے جن و انس و هر که دید
جو اللہ (تعالیٰ) سے ڈرا اور اس نے تقویٰ اختیار کیا | اُس سے جن اور انسان اور جو بھی اسکو دیکھے ڈرتا ہے

* اندریں فکرت بحرمت دست بست | بعد یک ساعت عمر از جا بجست
اسی فکر میں وہ ادب سے دست بستہ ہوا | ایک گھنٹہ بعد (حضرتِ) عمرؓ جگہ سے اُٹھے

کرد خدمت مر عمرؓ را و سلام | گفت پیغمبر سلام آنگہ کلام
اُس نے (حضرتِ) عمرؓ کی تعظیم کی اور سلام کیا | پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا پہلے سلام پھر کلام

پس علیکش گفت و اُو را پیش خواند | ایمنش کرد و بنزد خود نشاند
پھر (حضرت عمرؓ نے) اُسکو علیک کہا اور آگے بلایا | اُس کو مطمئن کیا اور اپنے پاس بٹھایا

هر که ترسد مر ورا ایمن کنند | مرد دل ترسندہ را ساکن کنند
جو ڈرتا ہے اُسکو مطمئن کرتے ہیں | جس کا دل ڈرے اُس کو تسکین دیتے ہیں

لا تخافوا هست نُزل خائفاں | هست درخور از برائے خائف آں
ڈرنیوالوں کی مہمانی کا کھانا "نہ ڈرو" ہے | اور اُس سے ڈرنے والوں کے لائق (خوشخبری) ہے

آنکہ خوفش نیست چوں گوئی مترس | درس چہ دہی نیست او محتاج درس
جس کو ڈر نہ ہو اُسکو "نہ ڈر" تو کیسے کہے گا؟ | سبق کیا سکھاتا ہے وہ سبق کا ضرورتمند نہیں ہے

خاطرِ ویرانش را آباد کرد ۲ | آں دل از جا رفتہ را دلشاد کرد
اُس کی برباد طبیعت کو آباد کر دیا | اُس گھبرائے ہوئے کو خوش کر دیا

سخن گفتن عمرؓ با رسولِ قیصرِ روم و سوالِ رسولِ قیصرِ روم با عمرؓ

حضرتِ عمرؓ کا قیصرِ روم کے ایلچی سے بات کرنا اور روم کے ایلچی کا حضرت عمرؓ سے سوال کرنا

بعد ازاں گفتش سخنہائے دقیق | در صفاتِ پاکِ حق نعم الرفیق
اُسکے بعد انہوں نے اُس سے باریک باتیں کیں | اللہ پاک کی صفات کے بارے میں جو بہترین رفیق ہے

وز نوازشہائے حق ابدال را | تا بداند او مقام و حال را
اور اولیاء پر اللہ تعالیٰ کی نوازشوں کے بارے میں | تاکہ وہ مقام اور حال کو سمجھ جائے

حال چوں جلوہ ست زاں زیبا عروس ۳ | ویں مقام آں خلوت آمد با عروس
حال، گویا اُس حسین دلہن کا جلوہ ہے | اور مقام، دلہن کے ساتھ خلوت ہے

جلوہ بیند شاہ و غیرِ شاہ نیز | وقتِ خلوت نیست جز شاہِ عزیز
جلوہ تو شاہ اور شاہ کے غلام (بھی) دیکھتے ہیں | لیکن خلوت کے وقت باعزت بادشاہ کے سوا کوئی نہیں ہوتا ہے

* بیدار ہستند ان امیرزہ —

---

۱ هر که۔ شعر
تو ہم گردن از حکمِ داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکمِ تو ہیچ
جَست۔ یعنی سو کر اُٹھے۔
خدمت۔ ادب تعظیم۔
پیغمبر۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اَلسَّلَامُ قَبْلَ الْکَلَامِ سلام، بات چیت سے پہلے ہے علیک۔ یعنی وعلیکم السلام ہر کہ۔ یعنی جو شخص خدا سے ڈرتا ہے۔ اُسکو طمانیت حاصل ہو جاتی ہے پھر کسی چیز کا اُسکو خوف نہیں رہتا ہے۔ نُزل۔ مہمانی کا کھانا۔ درخور۔ لائق۔ خائف۔ خوفزدہ۔
۲ خاطرِ ویران۔ شکستہ دل۔ دل از جا رفتہ۔ گھبرایا ہوا۔ دقیق۔ باریک
نعم الرفیق۔ اچھا ساتھی
ابدال۔ اولیاء اللہ کی ایک مخصوص جماعت ہے یہاں مطلقاً اولیاء اللہ مراد ہیں
مقام۔ وہ باطنی کیفیت ہے جو شریعت پر عمل کرنے اور کسب و ریاضت سے حاصل ہوتی ہے حال۔ وہ قلبی کیفیت ہے جو بلا کسب کے پیدا ہوتی ہے جیسے شوق، استغراق چنانچہ مشہور مقولہ ہے۔ اَلْمَقَامَاتُ مَکَاسِبُ وَالْاَحْوَالُ مَوَاهِبُ
یعنی مقامات، کسب سے حاصل کئے جاتے ہیں اور احوال خدا کی دین ہیں۔
۳ جلوہ۔ نمائشِ حسن، ناز و کرشمہ دکھانا۔ زیبا۔ خوبصورت۔ عروس۔ دلہن۔

* در ولہا۔ مقام۔ ایک مستقل کیفیت ہے لہذا اس کو دلہن کے ساتھ خلوت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور حال ایک زوال پذیر کیفیت ہوتی ہے لہذا اس کو جلوہ قرار دیا ہے

جلوہ[1] کرد عام و خاصاں را عروس | خلوت اندر شاہ باشد با عروس
دُلہن عوام اور خواص کو جلوہ دکھاتی ہے | دلہن کے ساتھ خلوت میں (صرف) بادشاہ ہوتا ہے

ہست بسیار اہلِ حال از صوفیاں | نادر ست اہلِ مقام اندر میاں
صوفیوں میں اہلِ حال بہت ہیں | اُن میں صاحبِ مقام کم ہیں

از مناز لہائے[2] جانش یاد داد | وز سفر ہائے روانش یاد داد
اُس کو جان کی منزلیں بتلائیں | اور اُس کو روح کے سفر یاد دلائے

وز زمانے کز زماں[3] خالی بُدست | وز مقامِ قُدس کا جلالی شدست
اُس زمانہ کی یاد دلائی جو قیدِ زماں سے خالی تھا | اور اُس مقامِ قُدس کی جو جلالی ہے

وز ہوائے کاندرو سیمرغِ رُوح | پیش ازیں دیدست پرواز فتوح
اور اُس ہوا کی جس میں روح کے سیمرغ نے | اِس سے پہلے خوشی کی پرواز دیکھی ہے

ہر یکے پروازش از آفاق بیش | وز امید و نہمتِ مشتاق بیش
اُس کی ہر ایک پرواز عالم سے بڑھی ہوئی تھی | مشتاق کی امید اور قصد سے بڑھی ہوئی تھی

چوں عمر[4] اغیار رُو را یار یافت | جانِ اُو را طالبِ اسرار یافت
جب (حضرت) عمرؓ نے بیگانہ صورت کو یار پایا | اور اُس کی طبیعت کو اسرار کا طالب پایا

شیخ کامل بود و طالب مشتہی | مردِ چابک بود و مرکب در گہی
شیخ کامل تھا، اور طالب پُر شوق | سوار ہوشیار تھا، اور سواری تیار

دید آں مُرشد کہ او ارشاد داشت | تخمِ پاک اندر زمینِ پاک کاشت
مُرشد نے دیکھا کہ وہ استعداد رکھتا ہے | پاک بیج پاک زمین میں بو دیا

مرد گفتش کاے امیر المومنین | جاں ز بالا چوں در آمد بر زمیں
(اُس) شخص نے اُن سے کہا، اے امیر المومنین | روح (عالمِ) بالا سے زمین پر کیونکر آ گئی؟

مُرغِ بے اندازہ چوں شد در قفس | گفت حق بر جاں فسوں خواند و قصص[5]
لاتعداد پرندے پنجرے میں کیسے آ گئے | انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے روح پر افسوں اور افسانے پڑھ دیئے

بر عدمہا کاں ندارد چشم و گوش | چوں فسوں خواند ہمی آید بجوش
وہ معدوم جو آنکھ اور کان نہیں رکھتے | جب وہ اُن پر افسوں پڑھتا ہے وہ جوش میں آ جاتے ہیں

از فسونِ اُو عدمہا زود زود | خوش معلق میزند سوئے وجود
اُس کے افسوں سے معدوم چیزیں جلد جلد | وجود کی جانب قلا بازیاں کھاتی ہیں

---

[1] جلوہ۔ یعنی اہلِ حال کے آثار ہر کس و ناکس پر ظاہر ہو جاتے ہیں، صاحبِ مقام کی کیفیت عوام سے پوشیدہ رہتی ہے۔

[2] مناز لہائے۔ روح کی منزلیں یہی ہیں کہ وہ پہلے مجرد تھی پھر عالمِ مثال میں آئی پھر عالمِ خلق یعنی ناسوت میں آئی اُس کے بعد جسم سے جدا ہو کر عالمِ برزخ میں جائیگی پھر حشر میں اُس جسم سے متعلق ہو جائے گی۔

[3] زماں۔ زمانہ مخلوق اور حادث ہے اِس سے پہلے ایک ایسی حالت تھی جو زمانہ سے خالی تھی۔ مقامِ قُدس۔ عالمِ جبروت، یعنی مرتبہ صفاتِ الٰہیہ۔ فتوح کشائش۔ اُمنگ، شوق آفاق۔ اطرافِ عالم نُہمت۔ خواہش، حرص۔

[4] چوں عمر۔ یہ شرط ہے، جزا، تیسرے شعر کا دوسرا مصرع ہے مشتہی۔ شائق چابک۔ چالاک۔ در گہی۔ درگاہ میں حاضر۔ ارشاد کامگاری، صلاحیت۔ مرد۔ یعنی ایلچی۔ امیر المومنین ایمان والوں کے سردار یعنی حضرتِ عمرؓ۔ بالا۔ یعنی عالمِ امر۔ زمین۔ یعنی عالمِ خلق۔ بے اندازہ۔ روح مادہ سے پاک ہے لہذا اُسکو بیمقدار کہا ہے۔ قفس۔ پنجرا، یعنی جسمِ انسانی فسوں افسوں۔

[5] قصص۔ قصہ کی جمع ہے

باز بر موجود افسونے چو خواند | زود اُو را در عدم دو اسپہ[1] راند
پھر جب موجود پر اُس نے افسوں پڑھا | جلد اُس کو عدم میں تیز دوڑا دیا

گفت با جسم[2] آیتے تا جاں شد اُو | گفت با خورشید تا رخشاں شد اُو
جسم کو کوئی آیت سنا دی، تو وہ جان بنگیا | سورج سے کہا، تو وہ چمکدار ہوگیا

باز در گوشش دمد نکتہ مخوف | در رُخِ خورشید افتد صد کسوف[3]
پھر اُس کے کان میں کوئی خوفناک نکتہ پھونک دیا | تو سورج کے رخ میں سو گرہن آ گئے

گفت در گوشِ گل و خنداں کرد | گفت با لعلِ خوش و تاباں کرد
پھول کے کان میں کچھ کہا، اُس کو شگفتہ کر دیا | خوبصورت لعل سے کچھ کہا اور اسکو چمکدار بنا دیا

تا بگوشِ خاک حق چہ خواندہ است | کو مراقب[4] گشت و خامش ماندہ است
(معلوم نہیں) زمین کے کان میں کیا پھونک رہا ہے؟ | کہ وہ منتظر اور خاموش ہوگئی ہے

تا بگوشِ ابر آں گویا[5] چہ خواند | کو چو مشک از دیدۂ خود آب راند
(نہ معلوم) اُس بولنے والے نے ابر کے کان میں کیا کہا ہے؟ | کہ اُس نے مشک کی طرح اپنی آنکھ سے پانی بہا دیا

در تردد[6] ہر کہ اُو آشفتہ است | حق بگوشِ اُو معما[7] گفتہ است
جو شخص تردد میں پریشان ہے | اللہ تعالیٰ نے اس کے کان میں کوئی معما کہا ہے

تا کند محبوس[8] اندر دو گماں | آں کنم کو[9] گفت یا خود ضد آں
تاکہ اُس کو دو گمانوں میں مبتلا کر دے | وہ کروں جو (فلاں) نے کہا یا اُس کی ضد

ہم ز حق ترجیح[10] یابد یک طرف | زاں دو یک را برگزیند زاں کنف
پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک جانب کا رجحان پاتا ہے | اُس طرف سے دونوں میں سے ایک کو اختیار کرتا ہے

گر نخواہی در تردد ہوشِ جاں | کم فشار ایں پنبہ اندر گوشِ جاں
اگر تو جان کے ہوش کو تردد میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا، | اِس روئی کو جان کے کان میں نہ ٹھونس

پنبۂ وسواس بیروں کن ز گوش | تا بگوشت[11] آید از گردوں خروش
وسوسہ کی روئی کو کان سے نکال دے | تاکہ آسمان سے آواز تیرے کان میں آئے

تا کنی فہم آں معماہاش را | تا کنی ادراک رمز و فاش را
تاکہ تو اُس کے اِن معموں کو سمجھ لے | تاکہ تو واضح بات اور اشاروں کا ادراک کر سکے

پس محلِ وحی گردد گوشِ جاں | وحی[12] چہ بود گفتن از حسِ نہاں
پھر جان کا کان وحی کی جگہ بنجاتا ہے | وحی کیا ہوتی ہے؟ پوشیدہ حس کی گفتگو ہے

---

[1] دو اسپہ۔ تیز رفتار، جو ہاری باری دو گھوڑوں سے سفر کریگا جلد منزلِ مقصود پر پہونچ جائیگا

[2] جسم۔ جسم کا زندہ ہونا اور سورج کا چمکنا اس کے حکم سے ہے

[3] کسوف۔ گرہن، حدیث میں ہے کہ چاند اور سورج کا گرہن کسی کی موت اور زندگی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی آیتیں یعنی علامتیں ہیں جن سے اللہ اپنے بندوں کو تنبیہ کرتا ہے۔

[4] مراقب۔ مراقبہ کرنیوالا، منتظر، گردن جھکانے والا۔

[5] گویا۔ گفتن سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔

[6] تردد۔ کسی کام کے کرنے نہ کرنے کا فیصلہ نہ کرسکنا

[7] معمہ۔ اندھا بنایا ہوا، چھپایا ہوا، وہ کلام جس کا مطلب پوشیدہ کر دیا گیا ہو۔

[8] محبوس۔ پابند قیدی۔

[9] کو۔ کہ او۔

[10] ترجیح۔ دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرنا۔ طرف۔ شق، فریق، جانب۔ کنف۔ کنارہ، طرف۔ ہوشِ جاں۔ روحانی زندگی۔ وسواس۔ یعنی مشاغلِ دنیوی۔

[11] تا بگوشت۔ یعنی انسان جب دنیاوی مشاغل چھوڑ دیتا ہے اُس کو ملاءِ اعلیٰ سے مناسبت ہو جاتی ہے۔

[12] وحی۔ اِس سے مراد الہام ہے جو غیرِ نبی کو بھی ہوتا ہے۔

گوشِ[1] جان و چشمِ جاں جز ایں حس ست — گوشِ عقل و چشمِ ظن زاں مُفلس ست

جان کے کان اور آنکھ اِس حس کے علاوہ ہیں — عقل کا کان اور گمان کی آنکھ اُس سے خالی ہے

لفظِ جبرم عشق را بے صبر کرد — وانکہ عاشق نیست حَبسِ جبر کرد

جبر کے لفظ نے میرے عشق کو بے قرار کر دیا — جو عاشق نہیں ہے اُسکو جبر کا قیدی بنا دیا

ایں معیّت با حق ست و جبر نیست — ایں تجلّیٔ مہ ست ایں ابر نیست

یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معیّت ہے، اور جبر نہیں ہے — یہ چاند کی تجلّی ہے، اَبر نہیں ہے

ور بُوَد ایں جبر جبرِ عامہ نیست — جبرِ آں امّارۂ خود کامہ نیست

اگر یہ جبر ہے تو عوام کا جبر نہیں ہے — خود غرض (نفس) امّارہ کا جبر نہیں ہے

جبر را ایشاں شناسند اے پسر — کہ خدا بکشاد شاں در دل بصر

اے بیٹا! جبر کو وہی پہچانتے ہیں — جن کے دل کی آنکھ خدا نے کھول دی ہے

غیب و آئندہ بر ایشاں گشت فاش — ذکرِ ماضی پیشِ ایشاں گشت لاش

غیب اور آنیوالی چیزیں اُن پر منکشف ہو گئی ہیں — گذشتہ کی یاد تو اُن کے لئے کچھ بھی نہیں

اختیار و جبرِ ایشاں دیگر ست[2] — قطرہا اندر صدفہا گوہر ست

اُن کا اختیار اور جبر دوسرا ہی ہے — صدفوں میں قطرے گوہر ہیں

ہست بیروں قطرۂ خورد و بزرگ — در صدف آں دُرّہائے خورد و سترگ

باہر وہ چھوٹے اور بڑے قطرے ہیں — لیکن صدف میں وہ چھوٹے اور بڑے موتی ہیں

طبعِ نافِ آہو ست آں قوم را — از بروں خون و درونِ شاں مُشکہا

اس قوم کی طبیعت ہرن کا نافہ ہے — باہر خون ہے اور ان کے اندر مُشک ہے

تو مگو کیں نافہ بیروں خوں بُوَد — چوں بُوَد در ناف مُشکے چوں شود

تو نہ کہہ کہ یہ نافہ باہر خون ہوتا ہے — جب ناف میں جاتا ہے مُشک کیوں بنجاتا ہے

تو مگو کایں مِس بروں بُد محتقر — در دلِ اکسیر چوں گشت ست زر

تو نہ کہہ کہ یہ تانبا باہر ناچیز تھا — اکسیر کے دل میں پہنچکر سونا کیسے بنگیا؟

اختیار و جبر در تو بُد خیال — چوں در ایشاں رفت شد نورِ جلال

اختیار اور جبر تجھ میں ایک خیال تھا — جب اُن میں پہنچا تو نورِ جلال بن گیا

نان چوں در سُفرہ است او باشد جماد — در تنِ مردم شود او روحِ شاد

روٹی جب تک دسترخوان میں ہے وہ بے روح ہے — انسان کے جسم میں پہنچکر وہ بشاش روح بنجاتی ہے

---

[1] گوشِ جاں۔ روح کے کان اور آنکھ جسم کے کان اور آنکھ کے علاوہ ہیں نیز وہ عقل کے کان اور گمان کی آنکھ سے بھی جداگانہ ہیں۔ جبر یعنی جب یہ بات سمجھ میں آگئی کہ مطلق اختیار صرف ذاتِ باری کو حاصل ہے تو میرے عشق میں اور اضافہ ہو گیا جو عبادت اور ریاضت کے اضافہ کا متقاضی ہے۔ جو لوگ عشق سے خالی ہیں وہ جبر کے معنیٰ مجبورِ محض کے لیکر عبادات کو ترک کر بیٹھتے ہیں۔ معیّت باحق۔ جب ذاتِ باری سے تعلق قائم ہو جاتا ہے تو وہ اُس کو ہی متصرفِ حقیقی سمجھتا ہے لیکن اُسکو جبر کہنا غلطی ہے۔ عامہ۔ عام لوگ۔ امّارہ۔ یعنی وہ نفس جو بُرائی پر آمادہ کرتا رہتا ہے۔ خود کامہ۔ خود غرض۔ نیست۔ یعنی اگر کوئی اللہ کے کامل اختیار کے مقابلہ میں اپنے ناقص اختیار کو جبر کے ساتھ تعبیر کرے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ آئندہ۔ مستقبل۔ فاش۔ ظاہر۔ لاش۔ لاشئ، غیر موجود۔

[2] دیگر ست۔ عارفین کا جبر مزید عشق و اطاعت کا سبب ہے عوام جو جبر کے معنیٰ لیتے ہیں وہ شرعی احکام کے معطّل ہو جانیکا باعث ہے۔ قطرہا۔ جبرِ محمود اور جبرِ مذموم کو چند مثالوں سے سمجھایا ہے۔ پہلی مثال پانی کے قطروں کی ہے کہ وہ صدف سے باہر ہو

... وہ الگ سے جان چیز ہے انسان کے بدن میں پہونچکر زندہ روح بنجاتی ہے۔

در دلِ سُفرہ[1] نگشتہ مُستحیل — **مُستحیلش جاں کُند از سلسبیل**

دسترخوان میں وہ متغیر نہیں ہوتی ہے — روح اُس کو سلسبیل کے ذریعہ متغیر کرتی ہے

قوّتِ جان ست ایں اے راست خواں — **تا چہ باشد قوّتِ آں جانِ جاں**

اے سچی بات پڑھنے والے! یہ روح کی طاقت ہے — تو روح کی روح کی کیا طاقت ہوگی؟

نان قوّتِ تن ست و لیکن در نگر — **تا چہ قوّتِ جانش باشد اے پسر**

اے بیٹا! روٹی بدن کی غذا ہے، لیکن غور کر — اِس کی روح کی غذا کیا ہوگی؟

گوشت پارہ آدمی از زورِ جاں — **می شگافد کوہ را با بحر و کاں**

آدمی جو گوشت کا ٹکڑا ہے، جان کے زور سے — پہاڑ کو مع سمندر اور کان کے پھاڑ دیتا ہے

زورِ جانِ کوہکن شقِ الحجر — **زورِ جانِ جاں در انشق القمر**

کوہکن کی جان کے زور نے پتھر پھاڑا — جان کی جان کا زور انشق القمر میں ہے

گر کشاید دل سرِ انبانِ راز — **جاں بسوئے عرش سازد ترکتاز**

اگر دل راز کے تھیلے کا منہ کھولدے — جان عرش کی جانب دوڑ جائے

گر زباں گوید ز اسرارِ نہاں — **آتش افروزد بسوزد ایں جہاں**

اگر زبان چھپے راز کہدے — آگ لگا دے (اور) اِس جہان کو جلادے

اضافت کردنِ آدم علیہ السلام زلّت را بخویش کہ ربّنا ظلمنا

حضرت آدم علیہ السلام کا اپنی لغزش کو اپنی طرف منسوب کرنا کہ اے ہمارے رب ہم نے ظلم کیا

و اضافت کردنِ ابلیس بحق تعالیٰ کہ ربِّ بما اغویتنی

اور شیطان کا اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا کہ اے میرے رب مجھے تونے کیوں گمراہ کیا

فعلِ حق و فعلِ ما ہر دو ببیں — **فعلِ ما را ہست دان پیدا ست ایں**

اللہ کے فعل اور ہمارے فعل، دونوں کو دیکھ — ہمارے فعل کو تو موجود سمجھ، یہ ظاہر ہے

گر نباشد فعلِ خلق اندر میاں — **پس مگو کس را چرا کردی چناں**

اگر مخلوق کا فعل موجود نہ ہو — تو کسی کو نہ کہہ کہ تونے ایسا کیوں کیا؟

خلقِ حق افعالِ ما را موجد ست — **فعلِ ما آثارِ خلقِ ایزد ست**

اللہ کی آفرینش ہمارے افعال کی موجد ہے — ہمارے فعل، اللہ کی آفرینش کے نتیجے ہیں

لیک ہست ایں فعلِ ما مختارِ ما[3] — **زو جزا گہ مارِ ما گہ یارِ ما**

لیکن ہمارا یہ فعل ہمارے اختیار میں ہے — اُسکی جزا کبھی ہمارے لئے سانپ ہے اور کبھی ہماری دوست ہے

[1] سُفرہ۔ دسترخوان۔ مُستحیل متغیر ہوجانیوالا۔ جاں۔ روحِ حیوانی۔ سلسبیل۔ جنّت کا چشمہ ہے یہاں بدن کی قوّتِ محللہ مراد ہے۔ جانِ جاں۔ روحِ انسانی، کیونکہ وہ روحِ حیوانی سے متعلق ہے اور روحِ حیوانی جسم سے متعلق ہے۔ ناں۔ روٹی روحِ حیوانی کی غذا ہے روحِ انسانی کی غذا علوم و معارف ہیں۔ کوہکن۔ پہاڑ کھودنے والا فرہاد جو شیریں کا عاشق تھا جس نے شیریں سے وصال کے شوق میں پہاڑ کھود ڈالا تھا لیکن نامراد مرا۔ انشق القمر۔ چاند پھٹ گیا، آنحضورؐ کے معجزۂ شق القمر کی طرف اشارہ ہے کہ روحِ انسانی کی طاقت یہ کام کر ڈالتی ہے۔ انبان۔ تھیلا۔ ترکتاز لوٹ مار۔

[2] آتش افروزد۔ پوشیدہ اسرار کے بیان کو عوام نہ سمجھیں گے تو عام کے فساد کا سبب بنجائے گا۔ ربّنا ظلمنا۔ اے ہمارے رب ہم نے ظلم کیا قرآنِ پاک میں یہ حضرت آدمؑ کا قول نقل کیا گیا ہے اسمیں اُنہوں نے اپنی خطا کو اپنی طرف منسوب کیا۔ ربِّ بما اغویتنی اے رب تُونے مجھے کس سبب سے گمراہ کیا یہ قرآن نے شیطان کا قول نقل کیا ہے اسمیں شیطان نے گمراہ کرنیکی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے۔ [3] مختار۔ پسند کرنیوالا، پسندیدہ۔ مار۔ سانپ یعنی جزاء بصورتِ عذاب ہوگی۔ یار۔ دوست۔ یعنی جزاء ہمارے لئے پسندیدہ ہوگی۔

زانکہ[1] ناطق حرف بیند یا غرض
اسلئے کہ بولنے والا یا حرفوں کو دیکھتا ہے یا مطلب کو

کے شود یکدم محیطِ دو عرض
ایکدم دو حالتوں پر کیسے حاوی ہو سکتا ہے؟

گر بمعنی رفت شد غافل ز حرف
اگر معنیٰ کی طرف گیا، حروف سے غافل ہوا!

پیش و پس یکدم نہ بیند ہیچ طرف
کوئی آنکھ ایکدم آگے اور پیچھے نہیں دیکھ سکتی

آں زماں کہ پیش بینی آں زماں
جس وقت تو آگے دیکھتا ہے، اس وقت

تو پسِ خود کے بہ بینی این بداں
تو اپنے پیچھے کب دیکھ سکتا ہے، یہ سمجھ لے

چوں محیطِ حرف و معنی نیست جاں
جب ایک جان حروف اور معنیٰ پر حاوی نہیں ہو سکتی ہے

چوں بود جاں خالقِ ایں ہر دو آں
تو جان دونوں کی خالق کیسے ہو سکتی ہے؟

حق محیطِ جملہ آمد اے پسر
اے بیٹا! اللہ سب پر حاوی ہے

وا ندارد کارش از کارِ دگر
اُسکو ایک کام دوسرے کام سے نہیں روکتا ہے

گفتِ ایزد جانِ ما را مست کرد
اللہ کے قول نے ہماری جان کو مست کر دیا

چوں ندانند آنکہ را خود ہست کرد
جس کو اس نے پیدا کیا ہے وہ اُسکو کیوں نہ جانیگا؟

گفت شیطاں کہ بما اغویتنی
شیطان نے کہا کہ مجھے کیوں گمراہ کیا!

کرد فعلِ خود نہاں دیوِ دنی
کمینہ شیطان نے اپنے فعل کو چھپا لیا

گفت آدمؑ[2] کہ ظلمنا انفسنا
آدم (علیہ السلام) نے کہا ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا

اوز فعلِ خود نبد غافل چو ما
وہ اپنے فعل سے ہماری طرح غافل نہ تھے

در گنہ اُو از ادب پنہانش کرد
اُنہوں نے گناہ (کے معاملہ) پر ادب کی وجہ سے (اللہ کے فعل) کو چھپا لیا

زاں گنہ بر خود زدن اُو بر بخورد
اپنے اوپر گناہ لے لینے سے اُنہوں نے پھل کھایا

بعدِ توبہ گفتش اے آدم نہ من
توبہ کے بعد اُنسے کہا اے آدم! کیا میں نے نہیں

آفریدم در تو آں جرم و محن
پیدا کیا تھا تجھ میں وہ جرم اور مصیبتیں

نے کہ تقدیر و قضائے[3] من بداں
کیا وہ میری تقدیر اور قضا نہ تھی؟

چوں بوقتِ عذر کردی آں نہاں
تو نے عذر کے وقت اس کو کیوں چھپایا؟

گفت ترسیدم ادب نگذاشتم
حضرت آدمؑ نے کہا میں ڈرا، ادب کو نہ چھوڑا!

گفت من ہم پاسِ آنت داشتم
(اللہ تعالیٰ) نے فرمایا میں نے بھی تیرے لئے اُس کا لحاظ رکھا

ہر کہ آرد حرمت اُو حرمت برد
جو شخص تعظیم کرتا ہے عزت پاتا ہے

ہر کہ آرد قند لوزینہ خورد
جو شخص شکر لاتا ہے وہ بادامی حلوہ کھاتا ہے

---

[1] زانکہ۔ مولانا یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ انسان اپنے احوال کا خود خالق نہیں ہے بلکہ انسان کے افعال کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے اسلئے کہ خالق کا اپنی مخلوق پر علمی احاطہ ضروری ہے ورنہ وہ اس کو کیسے پیدا کر سکیگا اور انسان کو اپنے افعال کا ہر طرح سے علم ہو ایسا نہیں ہے۔ لہٰذا انسان کو اپنے افعال کا خالق قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔ ناطق۔ بولنے والا۔ غرض۔ مطلب، مفہوم۔ یکدم۔ ایک آن میں۔ محیط۔ احاطہ کرنیوالا، گھیر لینے والا۔ عرض۔ حالت۔ طرف۔ آنکھ۔ ہر دو آں۔ یعنی حروف اور مطلب۔ وا ندارد "لَا يَشْغَلُهُ شَانٌ عَنْ شَانٍ" اللہ تعالیٰ کو ایک حالت دوسری حالت سے غافل نہیں بناتی ہے۔ گفت۔ قول، یعنی کلمۂ کُن۔ دیو۔ شیطان۔ دنی۔ کمینہ۔ فعلِ خود۔ یعنی اپنے کسب کو۔

[2] آدم۔ حضرت آدمؑ نے ظلم کی اپنی طرف نسبت کسب کے اعتبار سے کی ورنہ اس کا خلق اللہ کی طرف منسوب تھا جس کو ادباً ذکر نہیں کیا۔ شعر
گناہ اگرچہ نبود اختیارِ ما حافظ
تو در طریقِ ادب کوش و گو گناہِ من است
برخود زدن۔ اپنے اوپر لگا لینا، اپنے ذمہ لازم کر لینا۔ برخوردن۔ پھل پانا، نتیجہ حاصل کرنا۔ آفریدم۔ میں نے پیدا کیا۔ محن۔ محنت کی جمع

طیبات ازبہرِ کہ لِلطّیّبین
پاک چیزیں کس کے لئے ہیں؟ پاک لوگوں کے لئے

یار را خوش کن مرنجاں و ببیں
دوست کو خوش رکھ، رنجیدہ نہ کر اور دیکھ

تمثیل

یک مثال اے دل پئے فرقے بیار
اے دل! ایک مثال فرق کرنے کے لئے لا

تا بدانی جبر را از اختیار
تاکہ تو جبر کو اختیار سے جدا سمجھ سکے

دست کو لرزاں بُوَد از ارتعاش
وہ ہاتھ جو رعشہ سے ہل رہا ہے

وانکہ دستے را تو لرزانی زجاش
اور وہ ہاتھ جسکو تو جگہ سے ہلا رہا ہے

ہر دو جنبش آفریدہ حق شناس
دونوں حرکتوں کو اللہ کی پیدا کردہ سمجھ

لیک نتواں کرد ایں با آں قیاس
لیکن اسکو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے

زاں پشیمانی کہ لرزانید یش
اس سے تو شرمندہ ہے جس کو تونے ہلایا ہے

چوں پشیماں نیست مردِ مرتعش
رعشہ والا انسان کیوں شرمندہ نہیں ہے؟

مرتعش را کے پشیماں دیدہ
رعشہ والے کو تو نے کب شرمندہ دیکھا ہے؟

بر چنیں جبرے چہ بر چسپیدہ
اس قسم کے جبر کو تو کیوں چپٹا ہوا ہے؟

بحثِ عقل ست ایں چہ عقل آں حیلہ گر
یہ عقلی بحث ہے، عقل کیا ہے، حیلہ گر ہے

تا ضعیفے رہ بَرَد آنجا مگر
شاید کوئی کمزور آسکے ذریعہ اس مقام تک پہنچ جائے

بحثِ عقلی گر دُر و مرجاں بُوَد
عقلی بحث، خواہ موتی اور مونگا ہو

آں دگر باشد کہ بحثِ جاں بُوَد
روحانی بحث دوسری ہی چیز ہے

بحثِ جاں اندر مقامے دیگر ست
روحانی بحث کا مقام دوسرا ہے

بادۂ جاں را قوامے دیگر ست
روحانی شراب کا قوام ہی دوسرا ہے

آں زماں کہ بحثِ عقلی ساز بُود
جس زمانہ میں عقلی بحث مہیا تھی

ایں عمرؓ با بُوالحکم ہمراز بُود
یہ (حضرت) عمرؓ ابوجہل کے ساتھ ہمراز تھے

چوں عمرؓ از عقل آمد سوئے جاں
عمرؓ جب عقل سے روح کی طرف آئے

بُوالحکم بوجہل شد در بحثِ شاں
انکی بحث میں ابوالحکم ابوجہل بن گیا

سوئے عقل و سوئے حس اُو کامل ست
عقل اور حواس کے اعتبار سے وہ پورا ہے

گرچہ خود نسبت بجاں اُو جاہل ست
اگرچہ روح کے اعتبار سے وہ جاہل ہے

لہ طیبات۔ پاک چیزیں، پاک عورتیں طیّبین۔ پاک لوگ۔ یار۔ یعنی خدائے تعالٰے۔ فرقے۔ یعنی جبر اور اختیار میں امتیاز کرنے کے لئے۔ ارتعاش۔ لرزہ، رعشہ کا مرض۔ از جاش۔ از جائے او۔ ہر دو۔ ہاتھ کی دونوں قسم کی حرکت اللہ کی پیدا کردہ ہے۔ لیکن دونوں میں فرق ہے۔ ایک جبری ہے ایک اختیاری ہے۔ مرتعش۔ حرکتِ اضطراری کی وجہ سے انسان کبھی شرمندگی محسوس نہیں کرتا، اختیاری ناشائستہ حرکت سے شرمندہ ہوتا ہے۔ بحث۔ یعنی جبر و اختیار کا فرق سمجھانے کے لئے جو ہم نے پہلے تقریر کی یہ عقلی بحث ہے، لیکن عقل بیچاری خود کیا چیز ہے جو اُس کی بحث قابلِ قدر ہو۔ یہ تو محض عوام روحانیت سے خالی لوگوں کے لئے ایک راہ نمائی کی تدبیر ہے۔ ضعیف۔ یعنی وہ لوگ جنکو وہبی علوم حاصل نہیں ہیں۔ دُر۔ موتی۔ مرجان۔ مونگا۔ یعنی عقلی بحث خواہ کیسی حسین ہو روحانی بحث کا مقام حاصل نہیں کرسکتی۔ مقام۔ روحانی بحث کا مرتبہ وحی والہام کا مرتبہ ہے۔ بادہ۔ شراب۔ قوام۔ کسی چیز کے حقیقی اجزاء۔ ساز بودن۔ سامان ہونا۔ لہ بوالحکم۔ عمر بن ہشام کی پہلی کنیت ہے اس کے بعد اسکی کنیت ابوجہل مشہور ہوگئی رشتہ میں آنحضورؐ کا چچا تھا لیکن دشمنی میں سب سے آگے تھا جنگِ بدر میں مارا گیا۔ سوئے عقل۔ ابوجہل کے عقل و حواس میں کوئی کمی نہ تھی لیکن روحانیت سے بالکل خالی تھا۔

بحثِ عقل و حس اثر دان یا سبب
عقلی اور حسّی بحث کو اثر یا سبب سمجھ

بحثِ جانی یا عجب یا بوالعجب
روحانی بحث یا عجیب ہے، یا اُس سے بھی بڑھ کر ہے

ضوءِ جاں آمد نماند اے مستضی
اے روشنی کے طالب! روح کا نور جب آیا

لازم و ملزوم و نافی مقتضی
لازم اور ملزوم اور نافی مقتضی نہ رہے

زانکہ بینا را کہ نورش بازغ ست
اسلئے کہ وہ بینا جسکی روشنی چمک رہی ہے

از عصا و از عصا کش فارغ ست
لاٹھی اور لاٹھی پکڑنے والے سے بے نیاز ہے

تفسیر آیۃ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ و بیانِ آں

"وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو" آیت کی تفسیر اور اُس کا بیان

بارِ دیگر ما بقصہ آمدیم
ہم پھر قصّہ کی طرف لوٹتے ہیں

ما ازیں قصہ بروں خود کے شدیم
ہم اِس قصّہ سے باہر ہی کب نکلے ہیں؟

گر بجہل آئیم آں زندانِ اوست
اگر ہم جہل میں مبتلا ہیں تو وہ اُسکا قید خانہ ہے

ور بعلم آئیم آں ایوانِ اوست
اگر علم سے بہرہ ور ہوں، تو وہ اُس کا محل ہے

گر بخواب آئیم مستانِ وئیم
اگر ہم سو جائیں تو ہم اُس کے مست ہیں

ور بہ بیداری بدستانِ وئیم
اگر بیدار ہیں، تو اُس کے داستان گو ہیں

ور بگرییم ابرِ پُر زرقِ وئیم
اگر ہم روئیں تو اُس کا صاف پانی بھرا ابر ہیں

ور بخندیم آں زماں برقِ وئیم
اگر ہم ہنسیں تو اُس وقت ہم اُس کی بجلی ہیں

ور بخشم و جنگ عکسِ قہرِ اوست
اگر غصہ اور لڑائی میں ہیں تو اُس کے قہر کے پرتو ہیں

ور بصلح و عذر عکسِ مہرِ اوست
اگر صلح اور معذرت میں ہیں تو اُس کی مہر کا پرتو ہیں

ما کہ ایم اندر جہانِ پیچ پیچ
اِس پیچ در پیچ دنیا میں ہم کیا ہیں؟

چوں الف او خود چہ دارد ہیچ ہیچ
اَلِف کی طرح ہیں جس کے پاس کچھ نہیں ہے

چوں الف گر تو مجرّد می شوی
اگر اَلِف کی طرح تو خالی ہو جائے

اندریں رہ مردِ مفرد می شوی
تو اِس راستہ میں تو یگانہ انسان بن جائے

جہد کن تا ترکِ غیرِ حق کنی
کوشش کر تاکہ تو ماسوی اللہ کو ترک کرے

دل ازیں دنیائے فانی بر کنی
اِس فانی دنیا سے دل کو ہٹا لے

ایں سخن را نیست پایاں اے پسر
اے بیٹا! اِس بات کی انتہا نہیں ہے

از رسولِ روم برگو و ز عمرؓ
روم کے ایلچی اور حضرتِ عمرؓ کی بات کر

۱؎ اثر۔ یعنی اثر سے مؤثر پر استدلال جیسے دھویں سے آگ کے وجود پر استدلال جس کو دلیل اِنّی کہتے ہیں۔ سبب۔ یعنی علت سے معلول کے وجود پر استدلال جس کو دلیل لِمّی کہتے ہیں۔ جیسے سورج کے نکلنے سے دن کے وجود پر استدلال۔ عجب۔ عجیب۔ بوالعجب۔ عجیب کا باپ یعنی بہت زیادہ تعجب خیز۔ مُستضی روشنی حاصل کرنے والا۔ ۲؎ لازم و ملزوم۔ یعنی لازم کے وجود سے ملزوم کے وجود پر یا ملزوم کے وجود سے لازم کے وجود پر استدلال۔ نافی مقتضی یعنی نافی کے وجود سے مَنفی کے وجود پر یا مُقتضی کے وجود سے مُقتضا کے وجود پر استدلال۔ بازغ۔ چمکنے والا۔ فارغ۔ یعنی عقلی بحث اندھے کی لاٹھی ہے جو اُس کی رہنمائی کرتی ہے سماکے کو اُس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ۳؎ جہل۔ نادانی، یہ خدا کا قید خانہ ہے۔ علم۔ یعنی قربِ الٰہی یہ اُس کے دربار میں باریابی کا سبب ہے۔ دستاں۔ داستان۔ ابر۔ بادل۔ زرق۔ صاف پانی۔ برق۔ بجلی۔ ور بخشم غرضیکہ جملہ صفاتِ انسانی اللہ کی شانوں کا مظہر ہیں۔ الف۔ یعنی جو ہر چیز سے خالی ہے نہ اُس پر نقطہ ہے نہ حرکت۔ مجرّد۔ خالی۔ مردِ مفرد۔ یگانہ انسان بے مثال

سوال کردن رسول روم از عمرؓ سبب ابتلائے ارواح با ایں آب و گل جسم

روم کے ایلچی کا حضرت عمرؓ سے روحوں کے اس آب و گل کے جسم میں مبتلا ہونیکا سبب پوچھنا

از عمرؓ چوں آں رسول ایں را شنید ۱ | روشنئے در دلش آمد پدید
اُس ایلچی نے (حضرت) عمرؓ سے جب یہ سُنا | اس کے دل میں ایک روشنی پیدا ہوگئی

محو شد پیشش سوال و ہم جواب | گشت فارغ از خطا و از صواب
سوال اور جواب بھی اُس کے سامنے مٹ گیا | صحیح اور غلط سے بے نیاز ہوگیا

اصل را دریافت بگذشت از فروع | بہرِ حکمت کرد در پرسش شروع
اُس نے اصل معلوم کرلی فروع کو چھوڑ دیا | حکمت کی بات پوچھنی شروع کردی

با عمرؓ گفت او چہ حکمت بود و سِرّ | حبسِ ایں صافی دریں خاکِ کدر
(حضرت) عمرؓ سے بولا کیا حکمت اور کیا راز تھا | اس مصفّٰی چیز کو اس مکدّر مٹی میں قید کرنیکا

آبِ صافی در گِلے پنہاں شدہ | جانِ صافی بستۂ ابدال شدہ
صاف پانی، مٹی میں چھپا ہوا ہے | مصفّٰی روح جسموں سے وابستہ ہوگئی

فائدہ فرما کہ ایں حکمت چہ بود | مرغ را اندر قفس کردن چہ سود
فرمائیے یہ کیا حکمت تھی؟ | پرندہ کو پنجرے میں بند کرنیکا کیا فائدہ ہے؟

گفت تو بحثے شگر فے می کُنی ۲ | معنئے را بندِ حرفے می کُنی
(حضرت عمرؓ نے) کہا تو عجیب بحث کررہا ہے | معنیٰ کو لفظوں میں قید کررہا ہے

حبس کردی معنئ آزاد را | بندِ حرفے کردۂ تو باد را
آزاد معنیٰ کو تو نے قید کردیا | آواز کو بھی تو نے لفظوں کا پابند کردیا

از برائے فائدہ ایں کردۂ | تو کہ خود از فائدہ در پردۂ
تو نے فائدہ کے لئے یہ کیا ہے | حالانکہ تو خود فائدہ سے حجاب میں ہے

آنکہ از وے فائدہ زائیدہ شد | چوں نہ بیند آنچہ ما را دیدہ شد
جس ذات سے وہ فائدہ پیدا ہوا ہے | وہ اُس کو کیوں نہ دیکھے گا جس کو ہم نے دیکھا ہے

صد ہزاراں فائدہ است و ہر یکے | صد ہزاراں پیش آں یک اندکے
لاکھوں فائدے ہیں | اور اُن میں سے ایک کے سامنے لاکھوں فائدے کم ہیں

آں دمِ نطقش کہ جانِ جانہاست | چوں بود خالی ز معنی گوے راست
اُسکی گویائی کا انسوں جو جانوں کی جان ہے | معنیٰ سے کب خالی ہوگا؟ سچ کہنا

---

۱ ایں را شنید۔ یعنی حضرت عمرؓ نے روح کے بارے میں جو تقریر کی تھی۔ محو شد۔ یعنی سوال و جواب ختم ہوگئے اور اُس کو شرحِ صدر ہوگیا۔ اصل۔ یعنی اُس کو معلوم ہوگیا کہ اشیاء کے وجود کا اصل سبب کلمۂ کُن ہے۔ فروع۔ یعنی اشیاء کے وجود کے جزوی اسباب۔ حکمت۔ یعنی اللہ کے افعال کی حکمتیں۔ گفت۔ اُس نے دریافت کیا کہ روح کو جسم میں مقیّد کرنیکی کیا حکمت ہے۔ آبِ صافی۔ یعنی روح۔ گِل۔ یعنی انسانی جسم۔ مرغ۔ یعنی روح۔ قفس۔ یعنی انسانی بدن۔ شگرف۔ شین کے کسرہ اور گاف کے فتحہ کے ساتھ، عجیب، عظیم۔

۲ حبس۔ قید کرنا۔ باد۔ ہوا۔ یعنی آواز، انسان معنیٰ اور آواز جیسی آزاد چیز کو لفظوں میں مقید کرتا ہے تو اس میں لامحالہ کوئی نہ کوئی حکمت اور فائدہ پیشِ نظر ہوتا ہے۔ آنکہ۔ جو ذات فائدوں کی خالق ہے اُس کے افعال میں کوئی نہ کوئی فائدہ کیوں مُضمر نہ ہوگا۔ صد ہزاراں۔ روح کو مقیّد کرنے میں لاکھوں فائدے ہیں اور اُس میں سے ہر ایک ہمارے لاکھ فائدوں سے بڑھا ہوا ہے۔ دمِ نطقش۔ یعنی کلمۂ کن۔ جانِ جانہا۔ تمام جانداروں کی جان کا اصل سبب ہے۔ معنی۔ یعنی افادیت۔

آں دمِ نطقت کہ جزوِ جزوہاست
فائدہ شد کُل کُل خالی چراست

تیری گویائی جو جزؤں کا جزو ہے
مفید ہوئی، تو کُل کا کل خالی کیوں ہے؟

تو کہ جزوی کارِ تو بافائدہ است
پس چرا در طعنِ کل آری تو دست

تو جو کہ ایک جزو ہے، تیرا کام بافائدہ ہے
پھر تو کل پر طعنہ زنی کیلئے کیوں آمادہ ہوتا ہے؟

گفت اگر فائدہ نبود مگو
ور بُود ہل اعتراض و شکر جو

بولنے میں اگر فائدہ نہ ہو تو نہ بول
اگر ہو تو اعتراض چھوڑ دے اور شکر بیادا کر

شکرِ حق چوں طوق ہر گردن بُود
نے جدال و رُو تُرش کردن بُود

اللہ کا شکر ہر گردن میں طوق کی طرح ہونا چاہئے
نہ کہ جھگڑا اور منہ بگاڑنا

گر تُرش رو بودن آمد شکر و بس
ہمچو سرکہ شکر گوئے نیست کس

اگر ترش رو ہونا ہی صرف شکر ہے
تو سرکہ کا سا شکر گذار کوئی نہیں ہے

سرکہ را گر راہ باید در جگر
گو بشو سرکنگبیں از شکر

اگر سرکہ کو جگر میں جانے کا راستہ چاہیئے
کہدو، شکر سے ملکر سکنجبیں بنے

معنٰی اندر شعر جز با خبط نیست
چوں فلاسنگ ست آں را ضبط نیست

شعر میں معنٰی بیان کرنا بغیر گڑبڑ ممکن نہیں ہے
جنگل کے پتھروں کی طرح ہے اُن کا ضبط کرنا ممکن نہیں ہے

در بیانِ حدیث مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّجْلِسَ مَعَ اللهِ فَلْیَجْلِسْ مَعَ اَھْلِ التَّصَوُّفِ

حدیث، جو اللہ کے ساتھ بیٹھنے کا قصد کرے وہ اہلِ تصوّف کے ساتھ بیٹھے، کا بیان

آں رسول اینجا رسید و شاہ شد
والہ اندر قدرتُ اللہ شد

وہ ایلچی اس جگہ پہونچکر شاہ بنگیا
اللہ کی قدرت کا فریفتہ ہوگیا

آں رسول از خود بشد زیں یک دو جام
نے رسالت یاد ماندش نے پیام

وہ ایلچی ان ایک دو جام سے بیخود ہوگیا
نہ اُس کو سفارت یاد رہی نہ پیغام

سیل چوں آمد بدریا بحر گشت
دانہ چوں آمد بمزرع کشت گشت

سیلاب دریا میں پہنچا، دریا بن گیا
دانہ جب کھیت میں پہونچا، کھیتی بنگیا

سیل چوں آمد بدریا محو گشت
میغ پیشِ تیغِ شمسی ضحو گشت

سیلاب جب دریا میں پہنچا فنا ہولیا
ابر، سورج کی تلوار کے آگے دھوپ بنگیا

چوں تعلق یافت ناں با بو البشر
نانِ مردہ زندہ گشت و باخبر

روٹی کا تعلق جب (حضرتِ) آدمؑ سے ہوا
مُردہ روٹی، زندہ اور باخبر ہوگئی

سلامِ نطقت۔ یعنی انسان کا کلام جو حادث ہے۔ جب وہ فائدے سے خالی نہیں ہے تو کل کل۔ یعنی کلام قدیم کلمۂ کُن فائدے سے کیسے خالی ہوسکتا ہے۔ تو کہ۔ جب انسان کا کام فائدہ سے خالی نہیں ہوتا ہے تو کل یعنی ذاتِ باری کے کام پر بے فائدہ ہونیکے طعنہ کا کیا موقع ہے۔ گفت۔ تیرا کلام جو تونے سوال میں کیا ہے اگر مفید ہے تو مدعٰی ثابت ہوگیا یعنی کلامِ باری بھی مفید ہوگا جیسا کہ اوپر کے اشعار میں بتایا گیا اور اگر یہ تیرا کلام غیر مفید ہے تو ایسا کلام ہی نہ کرنا چاہیئے لہذا تجھے یہ سوال ترک کردینا چاہیئے نیز یہ مطلب بھی ہے کہ غیر مفید سوال کرنا درست نہیں ہے، مفید سوال بھی بشکلِ اعتراض نہ ہونا چاہیئے بلکہ شکر گوئی کے طریقہ پر ہونا چاہیئے۔ شکرِ حق۔ انسان کا شکر گذار ہونا اللہ کا شکر گذار ہونا ہے۔ نے جدال۔ لڑائی اور جھگڑے کے طریقہ پر سوالات کرنا شکر گذاری کا طریقہ نہیں ہے۔ سرکہ۔ اگر ترشروئی، شکریہ ادا کرنیکا طریقہ ہو تو پھر سرکہ سے زیادہ شکر گذار کون ہوگا۔ از شکر۔ اگر جگر تک مقبولیت کی خواہش ہے تو سرکہ کو شکر میں ملاکر سکنجبین بنالو۔ معنٰی۔ اِس موضوع کی وضاحت شعروں کے ذریعہ نہیں ہوسکتی شعر میں

تیسری مثال ہے۔ باخبر۔ زندہ کا جزو زندہ
اور باخبر کا جزو باخبر ہوگا یہ چوتھی مثال ہے۔

مُومؔ و ہیزم چوں فدائے نار شد
مُوم اور سوختہ لکڑی جب آگ پر قربان ہوئی

ذاتِ ظلمانی اُو اَنوار شد
اُس کی تاریک ذات اَنوار بنگئی

سَنگِ سُرمہ چونکہ شُد در دیدگاں
سُرمہ کا پتھر جب آنکھوں میں پہونچا

سَنگِ بینائی شُد اینجا دیدہ باں
بینائی کا پتھر اور آنکھ کا نگہبان بنگیا

اے خنک آں مرد کز خود رُستہ شُد
بہت ہی قابلِ مبارکباد ہے وہ شخص جو خودی سے نکل گیا

در وجودِ زندۂ پیوستہ شُد
اور کسی زندہ کے وجود سے وابستہ ہوگیا

وائے آں زندہ کہ با مُردہ نشست
افسوس ہے اُس زندہ پر جو مُردے کا ہم نشین ہوا!

مُردہ گشت و زندگی از وے بجست
مردہ ہوگیا اور زندگی اس سے نکل بھاگی

چوں تو در قرآنِ حق بگریختی
جب تو تجھے قرآن کی پناہ میں آگیا

بارَوانِ اَنبیاء آمیختی
اَنبیاء کی روح سے گھل مل گیا

ہست قرآں حالہائے انبیاء
قرآن میں اَنبیاء کے اَحوال ہیں

ماہیانِ بحرِ پاکِ کبریا
جو اللہ کے پاک دریا کی مچھلیاں ہیں

وَر بخوانی و نہ قرآں پذیر
اگر تو پڑھتا ہے اور تو قرآن پر عمل کرنیوالا نہیں ہے

اَنبیاءؑ و اولیاء را دیدہ گیر
اَنبیاء اور اولیاء کا دیدار سمجھ

وَر پذیرائی چو بر خوانی قصص
اگر تو عمل پیرا ہے، جب قصّے پڑھے

مُرغِ جانت تنگ آید در قفص
تو تیری جان کا پرند پنجرے میں تنگ ہوجائے

مُرغ کو اندر قفس زندانی ست
جو پرند پنجرے میں قیدی ہے

می نجوید رستن از نادانی ست
چھٹکارا نہ چاہے، تو نادانی ہے

روحہائے کز قفسہا رستہ اند
جو روحیں پنجروں سے آزاد ہوگئی ہیں

اَنبیاءؑ و رہبرِ شائستہ اند
اَنبیاء اور شائستہ مُرشد ہیں

از بروں آوازِ شاں آید بریں
باہر سے اُنکی آواز اس طرح آتی ہے

کہ رہِ رستن ترا اینست ایں
کہ تیرے چھٹکارے کا راستہ یہی ہے یہی ہے

مابدیں رستیم زیں تنگیں قفص
ہم اس تنگ پنجرے سے اِسی (راستہ) سے چھوٹے ہیں

غیرِ ایں رہ نیست چارہ ایں قفص
اس راستہ کے علاوہ (اس پنجرے سے چھٹنے کی) کوئی تدبیر نہیں ہے

خویش را رنجور ساز و زار زار
اپنے آپ کو رنجور اور زار و نزار بنالے

تا ترا بیروں کنند از اشتہار
تاکہ تجھے شہرت سے نکال لائیں

۱؎ مُوم - یہ بھی فیضِ صحبت سے تبدیلی کی ایک مثال ہے۔ سَنگِ سُرمہ - یعنی ناقص، کامل کی صحبت سے کمال حاصل کرلیتا ہے۔ زندہ یعنی مردِ خدا ولی اللہ جو زندہ دل ہے۔ زندہ - یعنی وہ شخص جس میں صلاحیت تھی۔ مُردہ - یعنی مردہ دل، ناقص پیر۔ گریختن بھاگنا۔ در گریختن - پناہ پکڑنا۔ قرآن - یعنی اگر ولیِ کامل میسّر نہ آئے تو قرآن سے فیض حاصل کرنا چاہئے۔ قرآن پذیر - یعنی قرآنی اَحکام کا عامل۔

۲؎ انبیاء و اولیاء یعنی اَنبیاء اور اولیاء کی تعلیمات پر عمل کرنا جس طرح مفید ہے اسی طرح اُنکی زیارت بھی مفید ہے اِسی طرح قرآنی تعلیمات پر عمل کرنا بھی مفید ہے اور محض زبانی تلاوت بھی مفید ہے۔ قفص - یعنی دنیا، قرآنی تعلیمات پر عمل آخرت کی طرف متوجہ کردیگا۔ دنیا سے دل گھبرانے لگیگا۔ مرغ - روح کو آزاد کرنیکی ترکیب قرآن خوانی ہے۔ اگر اس پر کوئی عمل نہ کرے تو نادانی ہے۔

۳؎ انبیاء یعنی اور کامل مُرشد کی روحیں قفس سے آزاد ہیں۔ بروں - یعنی عالمِ بالا، اِن بزرگوں کی روحیں عام انسانوں کو درسِ عبرت ہو

کاشتہارِ خلق بندِ محکم ست | در رہِ ایں از بندِ آہن کے کم ست
مخلوق میں شہرت، مضبوط بیڑی ہے | راہ میں یہ لوہے کی بیڑی سے کب کم ہے

یک حکایت بشنو اے زیبا رفیق | تا بدانی شرطِ ایں بحرِ عمیق
اے اچھے ساتھی! ایک قصہ سن لے | تاکہ اس گہرے سمندر کی موافق ہوا کو تو سمجھ لے

بشنو اکنوں داستانے در مثال | تا شوی واقف بر اسرارِ مقال
اب ایک قصہ بطور مثال کے سن لے | تاکہ بات کے رازوں سے تو باخبر ہو جائے

قصۂ بازرگاں کہ بہندوستان بتجارت میرفت و پیغام دادنِ طوطیِ محبوس بطوطیانِ ہندوستان

ایک سوداگر کا قصہ جو ہندوستان کو تجارت کے لئے جارہا تھا اور ایک قیدی طوطی کا ہندوستان کی طوطیوں کو پیغام دینا

بود بازرگانے اورا طوطیے | در قفس محبوس زیبا طوطیے
ایک سوداگر کے پاس ایک طوطی تھی | ایک خوبصورت طوطی جو پنجرے میں قیدی تھی

چونکہ بازرگاں سفر را ساز کرد | سوئے ہندوستاں شدن آغاز کرد
جب سوداگر نے سفر کا سامان کیا | اور ہندوستان کی طرف روانگی کا آغاز کیا

ہر غلام و ہر کنیزک[۲] را ز جود | گفت بہرِ تو چہ آرم گوئے زود
ہر غلام اور لونڈی کو بطور بخشش کے | کہا، جلد بتا، تیرے لئے کیا لاؤں؟

ہر یکے از وے مرادے خواست کرد | جملہ را وعدہ بداد آں نیک مرد
ہر ایک نے اُس سے اپنی ایک خواہش ظاہر کی | اس نیک مرد نے سب سے وعدہ کیا

گفت طوطی را چہ خواہی ارمغاں | کارمت از خطۂ ہندوستاں
اُس نے طوطی سے کہا تو کیا سوغات چاہتی ہے | جو تیرے لئے ہندوستان سے لاؤں؟

گفتش آں طوطی کہ آنجا طوطیاں | چوں بہ بینی کن ز حالِ من بیاں
اُس طوطی نے اُس سے کہا وہاں طوطیاں ہیں | جب تو دیکھے، میرا حال بیان کر دینا

کہ فلاں طوطی کہ مشتاقِ شماست | از قضائے آسماں در حبسِ ماست
کہ فلاں طوطی جو تمہاری مشتاق ہے | آسمانی فیصلہ کے مطابق وہ ہماری قید میں ہے ق

بر شما کرد او سلام و داد خواست | وز شما چارہ رہِ ارشاد خواست
اُس نے تمہیں سلام کہا ہے اور انصاف کی درخواست کی ہے | اور تم سے راستہ کی تدبیر اور رہنمائی چاہی ہے

---

[۱] اِشتہار۔ مال و دولت کے ذریعہ شہرت طلبی۔ شرط۔ سمندر کی ہوا جو جہاز کے موافق ہو۔ بحرِ عمیق۔ گہرا سمندر۔ اَسرار۔ سِر کی جمع۔ راز۔ مقال۔ قول، بات۔ قصہ۔ پہلے سمجھایا گیا ہے کہ واصل بحق ہونیکا طریقہ فنا ہے۔ شہرت مانع بنتی ہے۔ اِس قصہ اور حکایت کا خلاصہ یہی ہے کہ ایک طوطی نے مردہ بنکر دوسری طوطی کو تعلیم اور قفس سے رہائی کا راستہ بتایا، مُوتُوا قبلَ اَنْ تَمُوتُوا کی یہی تفسیر ہے۔ بازرگان۔ تاجر، سوداگر۔ زیبا۔ خوبصورت۔

[۲] کنیزک۔ لونڈی۔ جود۔ سخاوت۔ نیک مرد یعنی سوداگر۔ ارمغان۔ تحفہ، سوغات۔ خطہ مُلک، علاقہ۔ حبس۔ قید۔ داد۔ انصاف۔ چارۂ رہ۔ یعنی راہِ نجات کی تدبیر۔ ارشاد۔ رہنمائی۔

گفت میشاید کہ من در اشتیاق
اس نے کہا ہے کیا یہ مناسب ہے کہ میں شوق میں
جان دہم اینجا بمیرم در فراق
اس جگہ جان دیدوں اور فراق میں مرجاؤں

ایں روا باشد کہ من در بند سخت
کیا یہ جائز ہوگا کہ میں سخت قید میں ہوں
گہ شما بر سبزہ گاہے بر درخت
اور تم کبھی سبزہ پر اور کبھی درخت پر؟

ایں چنیں باشد وفائے دوستاں
اے دوستو! وفا ایسی ہی ہوتی ہے
من دریں حبس و شما در بوستاں[1]
میں اس قید میں رہوں اور تم باغ میں؟

یاد آرید اے مہاں زیں مرغ زار
اے صاحبان! اس تباہ حال پرند کو یاد کرلو
یک صبوحے درمیان مرغزار
کسی صبح کو سبزہ زار میں

یاد آرید از محبتہائے ما
ہماری محبتوں کو یاد کرو
حق مجلسہا و صحبتہائے ما
ہماری ہمنشینیوں اور صحبتوں کے حق کو (یاد کرو)

یاد یاراں یار را میموں[2] بود
دوستوں کی یاد دوست کے لئے مبارک ہوتی ہے
خاصہ کاں لیلیٰ و ایں مجنوں بود
خصوصاً جبکہ وہ لیلیٰ اور یہ مجنوں ہو

اے حریفاں بابت موزون خود
اے دوستو! (تم) اپنے حسین محبوب کے ساتھ (جام نوش کرتے ہو)
من قدحہا می خورم از خون خود
میں اپنے خون کے پیالے پی رہی ہوں

یک قدح مے نوش کن بر یاد من
میری یاد میں ایک پیالہ شراب کا پی
گر ہمی خواہی کہ بدہی داد من
اگر میرے حق میں انصاف کرنا چاہتا ہے

یا بیاد ایں فتادہ خاک بیز
یا، اس افتادہ خاک چھاننے والے کی یاد میں
چونکہ خوردی جرعہ بر خاک ریز
جب تو پیئے، ایک گھونٹ زمین پر بہادے

اے عجب آں عہد و آں سوگند کو
ہائے تعجب! وہ عہد اور قسمیں کہاں گئیں؟
وعدہ ہائے آں لب چوں قند کو
اس شکر جیسے ہونٹ کے وعدے کہاں گئے؟

گر فراق بندہ از بدبندگی ست
اگر بندہ سے جدائی اسکی بندگی کی کوتاہی کی وجہ سے ہے
چوں تو با بد بد کنی پس فرق چیست
جب تو برے کیساتھ برا کرے تو فرق کیا ہے؟

اے بدی کہ تو کنی در خشم و جنگ
اے (خدا) تو جو برائی غصہ اور لڑائی میں کرتا ہے
با طرب[3] تر از سماع و بانگ چنگ
سارنگی کی آواز کے سننے سے بھی زیادہ خوشگوار ہے

اے جفائے تو ز دولت خوب تر
اے (خدا) تیرا ظلم (دنیا کی) دولت سے بہتر ہے
وانتقام تو ز جاں محبوب تر
اور تیرا انتقام جان سے زیادہ پیارا ہے

---

[1] بوستاں - باغ۔ مہاں - مہ کی جمع، سردار۔ صبوح - صبح کی شراب۔ مرغزار - چمن۔
[2] میموں - مبارک۔ خاصہ - یعنی خصوصاً جب عشق و محبت ایسا ہو جیسا لیلیٰ اور مجنوں میں تھا۔ قدح - پیالہ، جام۔ سوگند - قسم۔ جرعہ - گھونٹ۔ فرق چیست - عمر خیام نے کہا ہے۔ (شعر)
ناکردہ گناہ درجہاں کیست بگو
آنکس کہ گنہ نکرد چوں زیست بگو
من بدکنم و تو بد مکافات دہی
پس فرق میانِ من و تو چیست بگو
[3] طرب - مستی۔ سماع - سننا۔ چنگ - سارنگی۔ انتقام - بدلہ لینا۔

نارِ تو این ست نورت چوں بُوَد
تیری آگ یہ ہے تو تیرا نور کیسا ہو گا؟

ماتم این تا خود کہ سُورت چوں بُوَد
تیرا غم ایسا ہے تو تیری شادی کیسی ہو گی؟

از حلاوتہا کہ دارد جورِ تو
تیرا ظلم جو شیرینیاں رکھتا ہے

وز لطافت کس نیابد غورِ تو
اور لطافت، کوئی شخص تیری گہرائی کو نہیں پا سکتا ہے

فی المثل جورت اگر عُریاں شود
بالفرض اگر تیرا ظلم منکشف ہو جائے

گر جہاں گریان بُوَد خنداں شود
عالم اگر رو رہا ہو تو ہنسنے لگے

نالم و ترسم کہ او باور کند
میں روتا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ وہ یقین کر لے

وز ترحم جور را کمتر کند
اور رحم کھا کر ظلم کو گھٹا دے

عاشقم بر قہر و بر لطفش بجدّ
میں اُس کے قہر اور مہربانی پر واقعۃً عاشق ہوں

اے عجب من عاشقِ ایں ہر دو ضد
تعجب ہے میں ان دو مخالف چیزوں کا عاشق ہوں

عشقِ من بر مصدرِ ایں ہر دو شُد
میرا عشق اِن دونوں کے منبع سے ہے

چوں نباشد عشق کز و نیست بد
عشق کیوں نہ ہو اس سے چارہ نہیں ہے

واللہ از زیں خار در بُستاں شوم
واللہ اگر اِس خار سے ہٹ کر باغ میں چلا جاؤں

ہمچو بلبل زیں سبب نالاں شوم
اِس وجہ سے بُلبل کی طرح نالہ کروں

ایں عجب بلبل کہ بکشاید دہاں
یہ عجیب بُلبل ہے کہ مُنہ پھیلاتی ہے

تا خورد او خار را با گلستاں
تاکہ گلستاں کو مع کانٹے کے نگل لے

ایں نہ بلبل ایں نہنگِ آتش ست
یہ بُلبل نہیں ہے (بلکہ) یہ آگ کا نگر مچھ ہے

جملہ ناخوش ہا ز عشق او را خوش ست
عشق کی وجہ سے تمام ناگواریاں اُسکو گوارہ ہیں

عاشقِ کُل ست و خود کُل ست او
وہ کُل کا عاشق ہے اور وہ خود کُل ہے

عاشقِ خویش ست و عشقِ خویش جو
اپنے آپ کا عاشق ہے اور اپنے عشق کا جویاں ہے

صفتِ اُولی اَجنحہ طیورِ عقولِ الٰہی

عقولِ الٰہی کے پر دار پرندوں کا ذکر

قصہ طوطیِ جان زینساں بُوَد
جان کی طوطی کا حال اِس طرح کا ہے

کو کسے کو محرمِ مُرغاں بُوَد
وہ کہاں ہے جو اُن پرندوں کا محرم ہو؟

کو یکے مُرغے ضعیفے بے گناہ
جو کہ ایک پرند، کمزور، بے گناہ ہے

و اندرونِ او سلیمانؑ با سپاہ
جس کے اندر (حضرت) سلیمانؑ سپاہیوں کے ساتھ ہیں

لہ نار۔ یعنی سزا۔ نور۔ یعنی ثواب۔ ماتم۔ رنج کی مجلس سُور۔ شادی کی محفل۔ لطافت۔ باریکی، نزاکت غور۔ گہرائی۔ عُریاں۔ منکشف، ننگا، ایک مومن کی تکالیف اس کے لئے کفارۂ سیئات ہوتی ہیں تو انجام کے اعتبار سے یہ مصائب خوشی کا سبب ہیں۔ باور کند۔ یقین کر لے کہ میرا رونا مصیبت کے ازالہ کیلئے ہے اور رحم کھا کر ستانا چھوڑ دے۔ جِدّ۔ جیم کے کسرہ کے ساتھ کوشش، واقعۃً۔

سلہ ضد۔ مخالف، متباین مَصدر۔ نکلنے کی جگہ یعنی ذاتِ باری تعالےٰ جس سے قہر اور مہر کا صدور ہوتا ہے۔ خار۔ یعنی قہر۔ زیں سبب یعنی قہر کے مہر میں تبدیل ہونے کی وجہ سے۔ عجب بلبل۔ یعنی عاشقِ صادق کے لئے دوست کی جانب سے قہر اور مہر میں یکساں لذت ہے کُل۔ یعنی ذاتِ باری جو جامع الصفات ہے۔ عاشقِ خویش است۔ ہم اسی کُل کے جزو ہیں لہذا کُل سے عشق گویا اپنے سے عشق ہے، عراقی لکھا ہے۔ شعر
ظاہر و باطن توئی طالب و مطلوب تو
واں دگر نامے ست اندر ہر زبان انداختہ

سلہ اَجنحہ۔ جناح کی جمع، بازو طیور۔ طائر کی جمع، پرند۔ عقول۔ یعنی مجرد روحیں۔ کو۔ کجا، کہ او محرم۔ رازدار م۲ ہمراز۔ مُرغ۔ یعنی روح جس کا جسمِ عنصری ریاضتوں سے کمزور ہو گیا ہے اور معصوم ہے اسمیں حضرت سلیمانؑ اور اُن کے لشکر کی قوت ہے۔

چوں بنالد زار بے شکر و گلہ ؎۱
جب وہ بغیر شکر اور شکوے کے خوب روتا ہے

افتد اندر ہفت گردوں غلغلہ
تو ساتوں آسمانوں میں شور مچ جاتا ہے

ہر دمش صد نامہ صد پیک از خدا
اُس کے پاس ہر وقت سَو پیام اور سَو قاصد خدا کی جناب سے آتے ہیں

یا ربے زو شصت لبیک از خدا
اُسکی طرف سے ایکبار یا رب ہوتا ہے اور خدا ساٹھ مرتبہ لبیک کہتا ہے

زلّتِ اُو بہ ز طاعت پیشِ حق
اُسکی لغزش خدا کے نزدیک اطاعت سے بہتر ہے

پیشِ کفرش جملہ ایماں ہا خلق ؎۲
اُسکے کفر کے بالمقابل تمام ایمان پُرانے ہیں

ہر دمے اُو را یکے معراجِ خاص
اُس کو ہر لحظ ایک خاص معراج ہوتی ہے

بر سرِ تاجش نہد حق تاجِ خاص
اُسکے تاج پر اللہ تعالیٰ ایک خاص تاج رکھ دیتا ہے

صورتش بر خاک و جاں در لامکاں
اُس کا جسم زمین پر ہے اور روح لامکان میں ہے

لامکانے فوقِ وہمِ سالکاں
وہ لامکاں جو سالکوں کے تصور سے بالا ہے

لامکانے نے کہ در وہم آیدت
وہ ایسا لامکاں نہیں ہے جو تیرے تصور میں آئے

ہر دمے در وے خیالے زایدت
ہر لحظ اُس کے بارے میں تیرا ایک خیال پیدا ہو

بل مکان و لامکاں در حکمِ اُو
بلکہ مکان اور لامکان اُس کے حکم میں ہیں

ہمچو در حکمِ بہشتی چار جُو
جیسے بہشتی کے حکم میں چار نہریں

شرحِ ایں کوتہ کُن و رُخ زیں بتاب
اِس بات کی شرح مختصر کر دے اور اس سے رخ موڑ لے

دم مزن و اللہ اعلم بالصواب
دم نہ مار، اللہ ہی بہتر جانتا ہے

باز میگردیم ازیں اے دوستاں
اے دوستو! ہم یہاں سے پلٹتے ہیں

سوئے مرغ و تاجرِ ہندوستاں
پرندے اور ہندوستان کے تاجر کے قصے کی طرف

دیدنِ خواجہ در دشت طوطیاں را و پیغام رسانیدن
سوداگر کا جنگل میں طوطیوں کو دیکھنا اور پیغام پہونچانا

مردِ بازرگاں پذیرفت ایں پیام
سوداگر نے یہ پیغام قبول کر لیا

کو رساند سوئے جنس ؎۳ از وے سلام
کہ وہ اُسکے ہم جنس کو اُسکا سلام پہونچا دیگا

چونکہ تا اقصائے ہندستاں رسید
جب وہ ہندوستان کے حدود میں پہونچا

در بیاباں طوطی چندے بدید
اُس نے جنگل میں چند طوطیاں دیکھیں

مرکب استانید و پس آواز داد
سواری روکی اور پھر آواز دی

آں سلام و آں امانت باز داد
وہ سلام اور وہ امانت پہونچا دی

؎۱ نالد - یعنی جب ایسی روح دردِ فراق سے نالاں ہوتی ہے تو ملائکہ متاثر ہوتے ہیں - ہر دمش - ایسی روح سے اللہ تعالیٰ کے نامہ و پیام جاری رہتے ہیں وہ ایک بار یارب کہتی ہے تو جناب باری کی طرف سے متعدد بار لبیک کی آواز آتی ہے پیک - قاصد - شصت - ساٹھ - لبیک - میں حاضر ہوں، خدا کی طرف جب اُس کی نسبت ہو تو دعاء قبول کرنیکے معنیٰ میں ہونگے زلّت - لغزش، چونکہ اسکی لغزش توبہ اور استغفار کا سبب بنتی ہے تو مراتب اور بڑھ جاتے ہیں - خلق - خاء اور لام کے فتحہ کے ساتھ، پُرانا - ؎۲ کفر - یعنی خلافِ شریعت بات جیسے بعض اولیاء اللہ کا کلمہ سُبحانی مَا اَعظَمَ شانی میری ذات پاک ہے، میری شان کسقدر بڑی ہے - معراج - یعنی درجات کی ترقی - صورت - جسم - لامکاں - وہ جگہ جو مکان و زمان سے منزہ ہے - سالکاں - علماءِ ظاہر - چار جو - چار نہریں جو بہشت میں جنتیوں کے حکم کے تابع ہوں گی - پانی کی نہر، شہد کی نہر، دودھ کی نہر - شراب کی نہر

؎۳ سوئے جنس - یعنی دوسری طوطیں - اقصائے ہند - ہندوستان کی سرحد - مرکب - سواری - امانت - یعنی طوطی کا پیغام -

طوطیے از طوطیاں لرزید و پس — **اُو فتاد و زود بگسستش نفس**

طوطیوں میں سے ایک طوطی کانپنے لگی اور پھر — گر پڑی اور بہت جلد اس کا دم ٹوٹ گیا

شد پشیماں خواجہؔ از گفتِ خبر — **گفت رفتم در ہلاکِ جانور**

خبر پہونچانے سے خواجہ پریشان ہوا — اور بولا میں ایک جاندار کی ہلاکت کے درپے ہوا

ایں مگر خویش ست با آں طوطیک — **ایں مگر دو جسم بُود و روح یک**

شاید یہ طوطی اُس طوطی کی رشتہ دار ہے — شاید یہ دو جسم اور ایک جان تھے

ایں چرا کردم چرا دادم پیام — **سوختم بیچارہ را زیں گفتِ خام**

میں نے یہ کیوں کیا؟ کیوں پیغام پہونچایا؟ — اس فضول بات سے میں نے بیچاری کو جلا ڈالا

ایں زباں چوں سنگ و فم آہن وش ست — **آنچہ بجہد از زباں چوں آتش ست**

یہ زبان پتھر کی طرح ہے اور مُنہ لوہا جیسا ہے — جو زبان سے نکلتا ہے آگ کی طرح ہے

سنگ و آہن را مزن برہم گزاف — **گہ ز روئے نقل و گہ از روئے لاف**

خواہ مخواہ پتھر اور لوہے کو نہ ٹکرا — کبھی نقل کے طور پر اور کبھی شیخی سے

زانکہ تاریکی ست ہر سو پنبہ زار — **در میانِ پُنبہ چوں باشد شرار**

کیونکہ اندھیرا ہے ہر جانب روئی ہے — شعلہ روئی میں کیسے رُک سکتا ہے؟

ظالم آں قومیکہ چشماں دوختند — **وز سخنہا عالمے را سوختند**

وہ لوگ ظالم ہیں جنہوں نے آنکھیں سی لیں — اور باتوں سے جہاں کو جلا ڈالا

عالمے را یک سخن ویراں کند — **روبہانِ مردہ را شیراں کند**

ایک بات، جہاں کو ویران کر دیتی ہے — مُردہ لومڑیوں کو شیر بنا دیتی ہے

جانہا در اصلِؔ خود عیسیٰ دم اند — **یکزماں زخم اند و دیگر مرہم اند**

روحیں اپنی اصل میں (حضرت) عیسیٰ کا سا دم رکھتی ہیں — ایک وقت زخم ہیں اور دوسرے وقت مرہم ہیں

گر حجاب از جانہا بر خاستے — **گفتِ ہر جانے مسیح آساستے**

اگر روحوں سے پردہ اُٹھ جائے — تو ہر روح کی بات مسیح جیسی ہے

گر سخن خواہی کہ گوئی چوں شکر — **صبر کُن زیں حرص و ایں حلوا مخور**

اگر تو شکر جیسی بات کہنا چاہتا ہے — (تب بھی) اس حرص سے صبر کر اور یہ حلوا نہ کھا

صبرؔ باشد مُشتہائے زیرکاں — **ہست حلوا آرزوئے کودکاں**

عقلمندوں کو صبر مرغوب ہوتا ہے — حلوا کھانے کی آرزو تو بچوں کو ہوتی ہے

لہ خواجہ- یعنی سوداگر- سنگ- پتھر- فم- مُنہ- گزاف- بیہودہ بات- لاف- شیخی- تاریکی- یعنی دلوں کی تاریکی- پنبہ- روئی- شرار- یعنی اسرارِ توحید تاریک دل عوام کے سامنے بیان کرنا تباہی اور بربادی کا سبب ہے- چشماں- یعنی وہ لوگ جو دل کے اندھے ہیں اور مدعی ہیں غلط انداز سے اسرار کی باتیں کر کے عالم میں فساد برپا کرتے ہیں- روبہان مردہ- مردہ لومڑیاں یعنی وہ لوگ جو دین کی باتوں پر اعتراض کرنیکے عادی ہیں-

۲ے اصل- فطرت- عیسیٰ دم- وہ لوگ جنکی پھونک میں وہ اثر ہو جو حضرت عیسیٰ کے دم کر دینے میں تھا کہ بیمار اچھے ہو جاتے تھے- گفت- گفتار- بات- آسا- مانند- گر- روح سے جسمانی حجاب رفع کرنیکی ترکیب ہے- حلوا- یعنی جسمانی لذت کی باتیں-

۳ے صبر- صاد کے فتحہ سے، ضبطِ نفس، کسرِ خواہش اور صاد کے کسرہ سے معنی ایلوا جو ایک کڑوی دوا ہے- مشتہی- وہ چیز جسکو دل چاہے-

هر که صبر آورد گردوں بر رود[1]
جو صبر اختیار کر لیتا ہے، آسمان سے بلند ہو جاتا ہے

هر که حلوا خورد واپس تر رود
جس نے حلوا کھایا وہ لوٹ جاتا ہے

تفسیرِ قولِ شیخ فرید الدین عطار قدس سرہٗ
شیخ فرید الدین عطار قدس سرہٗ کے قول کی تفسیر

تو صاحب نفسی اے غافل میان خاک خوں میخور
اے عقلمند! تو صاحبِ دل ہے مٹی میں خون پیتا

که صاحب دل اگر زهرے خورد آں انگبیں باشد
اس لئے کہ صاحبِ دل اگر زہر کھاتا ہے وہ شہد بن جاتا ہے

صاحبِ دل را ندارد آں زیاں
صاحبِ دل کو نقصان نہیں پہونچتا ہے

گر خورد او زهرِ قاتل را عیاں
اگرچہ وہ صاف طور پر قاتل زہر کھائے

زانکه صحت یافت و از پرهیز رست
اسلئے کہ وہ صحتیاب ہو گیا ہے اور پرہیز سے نجات پا گیا

طالبِ مسکیں میانِ تپ در ست
اور مسکین طالب بخار میں مبتلا ہے

گفت پیغمبر که اے طالب جری
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ اے جری (طالب)

هاں مکن با هیچ مطلوبے مری
کسی مرشد کی کبھی برابری نہ کر

گفت احمدؐ گر نمی خواهی زلل
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے اگر تو نقصان کا خواہشمند نہیں ہے (مرید)

هیں مکن با هیچ مطلوبے جدل
ہرگز کسی مرشد سے جھگڑا نہ کر

ور تو نمرودی ست آتش در مرو
اگر تو نمرود ہے تو آگ میں نہ جا

رفت خواهی اول ابراهیم شو
اگر جانا چاہتا ہے تو پہلے ابراہیم بن

چوں نئی سبّاح نے دریائیے
جبکہ تو نہ تیراک ہے نہ دریائی

در میفگن خویش از خود رائیے
خودسری سے اپنے آپ کو دریا میں ڈال

او ز قعرِ بحر گوهر آورد
وہ دریا کی گہرائی سے موتی لاتا ہے

از زیانها سود بر سر آورد
نقصانوں سے فائدہ اٹھاتا ہے

کاملے گر خاک گیرد زر شود
کامل انسان اگر خاک لے لے سونا ہو جائے

ناقص ار زر برد خاکستر شود
ناقص اگر سونا لے لے خاک ہو جائے

دستِ ناقص دستِ شیطان ست و دیو
ناقص کا ہاتھ، شیطان اور بھوت کا ہاتھ ہے

زانکه اندر دامِ تلبیس ست و ریو
کیونکہ وہ دھوکے اور مکر کے جال میں ہے

چوں قبولِ حق بود آں مرد راست
سچا انسان چونکہ اللہ کا مقبول ہوتا ہے اسلئے

دستِ او در کارها دستِ خدا ست
کاموں میں اسکا ہاتھ، خدا کا ہاتھ ہے

---

[1] هر که۔ صبر کرنیوالوں کے مراتب بلند ہوتے ہیں اور لذائذِ جسمانی سے انسان کے مراتب کا تنزل ہوتا ہے۔ تو صاحب نفسی۔ یعنی ناقص لوگوں کے لیے جو باتیں مضر ہیں درجۂ کمال پر پہونچکر مضر نہیں رہتی ہیں۔ آں۔ یعنی زہر۔ عیاں۔ برملا، کھلم کھلا۔ زانکہ۔ بہت سی چیزیں مریض کے لئے مضر ہوتی ہیں، صحتیاب ہونے پر وہ مضر نہیں رہتیں بلکہ مفید ہوتی ہیں۔ طالب جو علم معرفت کے ابتدائی مراحل طے کر رہا ہے۔ مری۔ لڑائی جھگڑا۔ مطلوب۔ یعنی مرشدِ کامل۔ احمدؐ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، یہ کوئی حدیث نہیں ہے مفہوم ایک درجہ میں صحیح ہے۔ زلل۔ لغزش۔ جدل جھگڑا، بحث۔

[2] مطلوب۔ یعنی مرشد، راہنما۔ نمرود۔ وہی ظالم بادشاہ ہے جس نے حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کو دہکتی آگ میں ڈلوایا تھا اور اللہ کے فضل وکرم سے وہ آگ ان کے لئے گلزار بنگئی تھی یعنی نمرودی صفات ہیں تو آگ، آگ ہے اور اگر تم اپنے اندر ابراہیمی صفات پیدا کر لو تو تمہارے لئے آگ، گلزار ہے۔

[3] سبّاح۔ تیراک، یعنی کسبی کمالات۔ دریائی۔ دریا کا رہنے والا، یعنی جسمیں وہبی کمالات نہوں۔ از زیانہا۔ یعنی ناقص جو چیزیں، اور باتیں مضر ہیں، کامل انسے نفع اندوز ہوتا ہے۔ ناقص۔ وہ پیر جو معرفت سے خالی ہیں۔ تلبیس۔ دھوکا دینا۔ دیو۔ مکروفریب۔ قبول۔ مقبول۔ مرد راست۔ راست باز شیخ۔

جہل آید پیشِ اُو دانش شود
اُس کے سامنے جہل بھی آتا ہے، تو عقل بنجاتا ہے

جہل شد علمیکہ در ناقص رود
جو علم ناقص میں چلا جائے وہ جہل بنجاتا ہے

ہر چہ گیرد عِلّتی[1] عِلّت شود
بیمار جو لیتا ہے، بیماری بنجاتی ہے

کفر گیرد کاملے مِلّت شود
کامل انسان کفر اختیار کرتا ہے دین بنجاتا ہے

اے مرے کردہ پیادہ با سوار
اے پیدل! تو سوار سے لڑتا ہے

سَر نخواہی بُرد اکنوں پائے دار
سنبھل کر تو اب سَر سالم نہ لیجائے گا

تعظیم کردنِ ساحراں موسیٰؑ را کہ اوّل تو عصا بینداز

جادوگروں کا موسیٰ (علیہ السلام) کی تعظیم کرنا کہ پہلے آپ لاٹھی ڈالئے

ساحراں در عہدِ فرعونِ لعین
ملعون فرعون کے زمانہ میں جادوگروں نے

چوں مرے کردند با موسیٰؑ[2] زکیں
کینہ وری کی وجہ سے جب (حضرت) موسیٰؑ سے جھگڑا کیا

لیک موسیٰؑ را مُقدّم داشتند
لیکن (حضرت) موسیٰؑ کو آگے کیا

ساحراں اُو را مکرّم[3] داشتند
جادوگروں نے ان کو معزز مانا

زانکہ گفتندش کہ فرمانِ آنِ تُست
اسلئے کہ انہوں نے اُنسے کہا کہ آپ صاحب فرمان ہیں

گر تو میخواہی عصا بفگن نخُست
اگر آپ چاہیں تو پہلے عصا ڈالیں

گفت نے اوّل شما اے ساحراں
انہوں نے فرمایا اے جادوگرو! نہیں پہلے تم

افگنید آں مکر را اندر میاں
وہ شعبدہ دکھاؤ

ایں قدر تعظیم دینِ شاں را خرید
دین کی اسقدر تعظیم نے ہی انہیں خرید لیا

وز مرے آں دست و پاہا شاں بُرید
اور مقابلہ بازی میں انکے ہاتھ اور پیر کاٹ دئے

ساحراں چوں قدرِ اُو بشناختند
جادوگروں نے جب انکا مرتبہ پہچان لیا

دست و پا در جرمِ آں در باختند
اس جرم میں ہاتھ اور پیر ہار بیٹھے

لُقمہ و نکتہ ست کامل[4] را حلال
نوالہ اور نکتہ کامل کے لیئے حلال ہے

تو نۂ کامل مخور، می باش لال
تو کامل نہیں ہے، نہ کھا، گونگا بنجا

تو چو گوشی اُو زبان نے جنسِ تو
تو کان کی طرح ہے اور وہ زبان، جو تیری جنس نہیں ہے

گوشہا را حق بفرمود اَنصِتُوا
کانوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ خاموشی سے سنو

کودکِ اوّل چوں بزاید شیر نوش
بچہ جب دودھ پیتا پیدا ہوتا ہے

مدّتے خامُش بُوَد اُو جملہ گوش
ہمہ تن کان بنکر ایک مدت تک چپ رہتا ہے

لہ عِلّتی - بیمار - عِلّت - بیماری - مِلّت - دین، شریعت - پیادہ - پیدل، یعنی مردِ ناقص - سوار - یعنی مردِ کامل - پائے داشتن - ثابت قدم رہنا ساحر - جادوگر، شعبدہ باز - مرے - اِمالہ ہے مِرار کا، جھگڑا، مقابلہ، اختلاف مقدّم - آگے -

سے - مکرّم - باعزت، معزز - آں - ملکیت - عصا - لاٹھی - مکر - یعنی جادوگری، شعبدہ بازی ایں قدر - ساحروں نے حضرتِ موسیٰؑ کی تعظیم بھی کی اور انسے مقابلہ بھی کیا، تعظیم کے نتیجہ میں تو وہ خود مومن ہوگئے اور مقابلہ کی گستاخی کی وجہ سے انجام کاران کے ہاتھ پیر کٹے -

ساحراں - ساحر جب حضرت موسیٰؑ کے معتقد ہوگئے تو اپنی گستاخی کی بخوشی سزا بھگتنے پر آمادہ ہوگئے ورنہ کسی حیلہ سے فرعون سے نجات پاسکتے تھے -

سے کامل یعنی تکمیل مراتب کے بعد لذائذ کا استعمال اور تصوف کے باریک مسائل کا بیان جائز ہے، سالک کے لئے ترک لذائذ ضروری ہے اور اس کو مسائل تصوف پر کلام کرنیکی اجازت نہیں ہے - لال - گونگا - تو - ناقص کا کام سننا ہے لہذا وہ بمنزلہ کان کے ہے کامل کا کام تعلیم دینا ہے لہذا وہ بمنزلہ زبان کے ہے -

مدّتے می بایدش لب دوختن
اُس کو ایک مدت تک ہونٹ سینے چاہئیں

از سخن گویاں سخن آموختن
بات کرنیوالوں سے بات سیکھنی چاہئے

تا نیاموزد نگوید صد یکے [1]
جب تک سیکھ نہیں لیتا سَو میں سے ایک بھی نہیں کہتا ہے

وَر بگوید حشو گوید بے شکے
اگر بولتا ہے تو بلا شبہ بیکار بولتا ہے

وَر نباشد گوش تی تی می کند
اگر کان نہوں تو تی تی کرتا ہے

خویشتن را گنگ گیتی می کند
اپنے کو تمام عمر کے لئے گونگا بنا لیتا ہے

کرِّ اصلی کش نبُود آغاز گوش
مادر زاد بہرا جس کے شروع سے کان نہوں

لال باشد کے کُند در نُطق جوش
گونگا ہوتا ہے بولنے کی ہمت کب کرتا ہے

زانکہ اوّل سمع [2] باید نُطق را
اس لئے کہ بولنے کے لئے پہلے سننا چاہئے

سوئے منطق از رہِ سمع اندرا
بولنے کی جانب سُننے کے رُستہ سے اندر آ

اُدخُلُوا الاَبیَاتَ مِن اَبوَابِہَا
گھروں میں اُن کے دروازوں سے داخل ہو

وَاطلُبُوا الاَرزَاقَ مِن اَسبَابِہَا
رزقوں کو اُن کے ذرائع سے تلاش کرو

نُطق کاں موقوفِ راہِ سمع نیست
وہ گویائی جو سُننے کی راہ پر موقوف نہیں ہے

جز کہ نُطقِ خالقِ بے طمع نیست
بے نیاز، اللہ تعالیٰ کی گویائی کے علاوہ نہیں ہے

مبدِع [3] ست و تابعِ اُستاد نہ
وہ موجد ہے اور کسی اُستاد کے تابع نہیں ہے

مُسنِدِ جملہ وَرا اِسناد نہ
سب کو سہارا دینے والا ہے اسکو سہارے کی ضرورت نہیں ہے

باقیاں ہم در حِرَف ہم در مقال
باقی سب ہی دستکاریوں اور گفتگو میں

تابعِ اُستاد و محتاجِ مثال
اُستاد کے تابع اور مثال کے محتاج ہیں

زیں سخن گر نیستی بیگانۂ
اگر تو اس بات سے نا آشنا نہیں ہے

دلق و اشکے گیر در ویرانۂ
کسی ویرانے میں گدڑی اور اشکباری اختیار کر

زانکہ آدمؑ زاں عتاب از اشک رست
اسلئے کہ آدم (علیہ السلام) اُس عتاب سے آنسوؤں سے بچے

اشکِ تر باشد دمِ توبہ پرست
اشکِ تر توبہ کرنے والے کیلئے ایک مؤثر آمد ہے

بہرِ گریہ آدمؑ آمد بر زمیں
آدم (علیہ السلام) رونے کے لئے زمین پر آئے

تا بُود گریاں و نالاں و حزیں
تاکہ روئیں اور چلائیں اور غمگین ہوں

آدمؑ از فردوس و از بالائے ہفت
آدم (علیہ السلام) جنت اور سات آسمانوں پر سے

پائے ماچاں [4] از برائے عذر رفت
ایک پیر پر کان پکڑے کرتے ہوئے عذر کیلئے چلے

---

[1] تا نیاموزد۔ بچہ جب تک تعلیم مکمل نہیں کر لیتا ہے اُس وقت تک خاموشی سے سنتا ہے۔ اور اگر بولتا بھی ہے تو غلط سلط بول جاتا ہے۔ ور نباشد جو مادر زاد بہرا ہوتا ہے وہ گونگا بھی ہوتا ہے اُس کو بولنا نہیں آتا۔ تی تی۔ یعنی گونگے کی تلاہٹ۔ گنگ۔ گونگا۔ گیتی۔ زمانہ مدت العمر۔ کرِّ اصلی۔ مادر زاد بہرا۔ لال گونگا۔

[2] سمع۔ سننا۔ نُطق گویائی۔ منطِق۔ بولی۔ گفتگو۔ اندر آ۔ یعنی تقاضائے فطرت یہی ہے کہ پہلے سنو اور جب خوب سیکھ جاؤ تب بولو۔ اُدخُلُوا یعنی ہر کام کو اس کے طریقے کے مطابق کرنا چاہئے۔ نطق۔ خدا کی گویائی سننے کی محتاج نہیں ہے، انسان کی گویائی لامحالہ سننے کے بعد ہے۔

[3] مُبدِع۔ ایجاد کرنیوالا۔ تابع۔ پیروی کرنیوالا مُسنِد۔ سہارا دینے والا۔ اِسناد۔ ٹیک، سہارا۔ حِرَف۔ حا کے کسرہ اور را کے فتحہ کے ساتھ حرفہ کی جمع ہے، پیشہ، دستکاری۔ دلق۔ باطن کی تکمیل کا یہ طریقہ ہے کہ گدڑی پہنکر ویرانے میں آہ وزاری کرو۔ عتاب۔ غصہ۔ حضرت آدمؑ کو انکی آہ وزاری اور اشکباری نے نجات دلائی تھی اور انکی توبہ قبول ہوئی تھی۔ م۔

[4] پائے ماچاں۔ فقرا میں ایک سزا کی نوعیت ہے جب کسی سے کوئی قصور ہو جاتا ہے تو اسکو ایک پیر پر جوتیوں میں کھڑا کیا جاتا ہے اور کان پکڑوائے جاتے ہیں۔

گر ز پشتِ آدمی وز صلبِ او | در طلب می باش ہم در طلبِ او [1]
اگر تو آدم (علیہ السلام) کی پشت اور انکی کمر سے ہے | جستجو میں رہ نیز انکی جماعت میں

زاتشِ دل و آبِ دیدہ نقل ساز | بوستاں از ابر و خورشید ست تاز
دل کی آگ اور آنکھ کے پانی سے چبینا تیار کر | باغ، ابر اور آفتاب سے تازہ ہے

تو چہ دانی ذوقِ آب اے شیشہ دل | زانکہ ہمچوں خر شدی تو پایہ گل
اے نازک دل! تو آنسوؤں کا ذوق کیا جانے | اسلئے کہ تو گدھے کی طرح دھنسا ہوا ہے

تو چہ دانی ذوقِ آبِ دیدگاں | عاشقِ نانی تو چوں نادیدگاں
تو آنکھوں کے آنسوؤں کا ذوق کیا جانے | تو ندیدوں کی طرح روٹی کا عاشق ہے

گر تو ایں انباں [2] زناں خالی کنی | پُر ز گوہر ہائے اجلالی کنی
اگر تو اس تھیلے کو روٹی سے خالی کرلے | انوار کے موتیوں سے پُر کرلے

طفلِ جاں از شیرِ شیطاں باز کن | بعد ازانش با ملک انباز کن
جان کے بچے کو شیطان کے دودھ سے روک | اس کے بعد اُس کو فرشتوں کا ساتھی بنالے

تا تو تاریک و ملول و تیرہٗ | داں کہ با دیو لعیں ہمشیرہٗ
جب تک تو تاریک، رنجیدہ اور سیاہ ہے | سمجھ لے کہ ملعون شیطان کا دودھ شریک بھائی ہے

لقمہ کاں نور افزود و کمال | آں بود آوردہ از کسبِ حلال
جس لقمہ نے نور اور کمال بڑھایا ہے | وہ حلال کمائی سے حاصل کیا ہوا ہوتا ہے

روغنے کاید چراغِ ما کشد | آب خوانش چوں چراغے را کشد
وہ تیل جو آتے ہی ہمارا چراغ بجھادے | چونکہ وہ چراغ کو گل کرتا ہے اس کو پانی کہہ

علم و حکمت زاید از لقمہ حلال | عشق و رقت [3] زاید از لقمہ حلال
حلال لقمہ سے علم اور دانائی پیدا ہوتی ہے | عشق اور دل کی نرمی حلال لقمہ سے پیدا ہوتی ہے

چوں ز لقمہ تو حسد بینی و دام | جہل و غفلت زاید آں را داں حرام
جب تو دیکھے کہ لقمہ سے ہمیشہ حسد اور مکر | جہل اور غفلت پیدا ہوتی ہے تو اسکو حرام سمجھ

ہیچ گندم کاری و جو بر دہد | دیدۂ اسپے کہ کرہ خر دہد
کبھی ایسا ہوا ہے کہ تو نے گیہوں بوئے اور جو پیدا ہوئے | تو نے دیکھا ہے کہ گھوڑی نے گدھے کا بچہ جنا ہو؟

لقمہ تخم ست و برش اندیشہا | لقمہ بحر و گوہرش اندیشہا
لقمہ بیج ہے اور اس کا پھل خیالات ہیں | لقمہ سمندر ہے اور اسکے موتی خیالات ہیں

---

[1] طُلب - جماعت، تا کے ساتھ بھی مستعمل ہے۔ صُلب - پشت۔ نقل - چبینا۔ ابر - یعنی جس طرح باغ کا نشو و نما اور تازگی ابر کے پانی اور آفتاب کی گرمی سے ہے اسی طرح انسان کی تر و تازگی آبِ دیدہ اور عشق کی گرمی سے ہے۔ گِل - مٹی۔

[2] انبان - تھیلہ یعنی پیٹ - گوہرِ اجلالی - انوارِ معرفت - ملک - فرشتہ۔ انباز - شریک - کسبِ حلال - جائز کمائی۔ روغنے۔ یعنی جو تیل چراغ بجھائے وہ تیل نہیں بلکہ پانی ہے

[3] رِقت - یعنی قلب کی نرمی - کاری - کاشتن بمعنی بونا کا صیغہ واحد مخاطب ہے - بر - پھل - کُرہ - کاف کے ضمہ سے، گھوڑے یا گدھے کا بچہ۔

زاید از لقمهٔ[1] حلال اندر دہاں — میلِ خدمت عزمِ رفتن آں جہاں
منہ میں حلال لقمہ سے پیدا ہوتا ہے — عبادت کا رجحان (اور) اس جہان (آخرت) میں جانے کا پختہ ارادہ

زاید از لقمهٔ حلال اے مہ حضور — در دلِ پاکِ تو و در دیدہ نور
اے سردار! حلال لقمہ سے حضوری پیدا ہوتی ہے — تیرے پاک دل اور آنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے کیا — بحثِ بازرگان و طوطی کن بیا
اے بزرگ! اس بات کی کوئی انتہا نہیں ہے — سوداگر اور طوطی کی بحث شروع کر

باز گفتنِ بازرگاں با طوطی آنچہ در ہندوستان دیدہ بود

سوداگر کا پھر طوطی سے کہنا جو کچھ اس نے ہندوستان میں دیکھا تھا

کرد بازرگاں تجارت را اتمام — باز آمد سوئے منزل[2] شادکام
سوداگر نے تجارت مکمل کر لی — اور وطن کی طرف خوشی سے لوٹا

ہر غلامے را بیاورد ارمغاں — ہر کنیزک را بہ بخشید او نشاں
ہر غلام کے لئے سوغات لایا — اس نے ہر کنیز کو ایک نشانی دی

گفت طوطی ارمغانِ بندہ کو — آنچہ دیدی آنچہ گفتی باز گو
طوطی بولی بندی کا تحفہ کہاں ہے؟ — جو تو نے دیکھا اور جو کہا وہ بھی بیان کر

گفت نے من خود پشیمانم[3] ازاں — دستِ خود خایان و انگشتاں گزاں
وہ بولا نہیں میں اس سے خود شرمندہ ہوں — اپنے ہاتھ کو چبا رہا ہوں اور انگلیوں کو کاٹ رہا ہوں

کہ چرا پیغام خامے از گزاف — بُردم از بے دانشی و از نشاف
کہ کیوں لغویت سے بیکار پیغام — میں لے گیا، بے عقلی اور غلطی سے؟

گفت اے خواجہ پشیمانی ز چیست — چیست ایں کیں خشم و غم را مقتضی ست
اس نے کہا اے خواجہ! کس بات سے شرمندگی ہے؟ — کونسی بات ہے جو غصہ اور غم کی مقتضی ہے

گفت، گفتم آں شکایتہائے تو — با گروہِ طوطیاں ہمتائے تو
اس نے کہا میں نے تیری شکایتیں بتائیں — تیری ہم جنس طوطیوں کو

آں یکے طوطی ز دردت بوئے بُرد — زہرہ اش بدرید و لرزید و بمرد
ایک طوطی کو تیرے درد کا احساس ہوا — اس کا پتہ پھٹا، کپکپائی اور مر گئی

من پشیماں گشتم ایں گفتن چہ بود — لیک چوں گفتم پشیمانی چہ سود
میں شرمندہ ہوا کہ یہ کیا کہنے کی بات تھی — لیکن جب کہہ چکا تو شرمندگی سے کیا فائدہ؟

---

[1] لقمہ۔ یعنی انسان جس طرح کی غذا کھائیگا ویسے ہی خیالات پیدا ہوں گے۔ خدمت۔ اطاعت۔ بندگی۔ مہ۔ سردار۔ حضور: دل کی توجہ، محویت۔ کیا۔ بزرگ، بڑا۔

[2] منزل۔ وطن۔ شادکام۔ بامقصد۔ خوش۔ ارمغاں۔ تحفہ۔ نشان۔ علامت، نشانی۔

[3] پشیماں۔ شرمندہ۔ خایاں۔ چباتا ہوا۔ گزاں۔ کاٹتا ہوا۔ نشاف۔ بے عقلی، غلطی۔ کیں۔ کہ ایں۔ مقتضی۔ باعث، موجب۔ ہمتا۔ برابر، ہم جنس۔ بوئے بُردن۔ معلوم کر لینا، محسوس کرنا۔ زہرہ۔ زا۔ کے فتحہ کے ساتھ، پتہ، جگر۔

نکتہ[1] کاں جست ناگہ از زباں — ہمچو تیرے داں کہ جست آں از کماں
جو بات اچانک زبان سے نکل گئی — اُس کو اُس تیر جیسا سمجھ جو کمان سے نکل جائے

وانگردد از رہ آں تیر اے پسر — بند باید کرد سیلے را ز سر
اے بیٹا! وہ تیر راستہ سے واپس نہیں آسکتا — سیلاب کو ابتدا ہی سے بند کرنا چاہیے

چوں گذشت از سر جہانے را گرفت — گر جہاں ویراں کند نبود شگفت
جب پانی سر سے گذر گیا اُس نے دنیا کو گھیر لیا — اگر دنیا کو ویران کردے تو کوئی تعجب نہ ہوگا

فعل را در غیب اثر ہا زادنی ست — واں موالیدش بحکم خلق نیست
غیب میں فعل کے آثار پیدا ہونے والے ہیں — اور اُس کے وہ نتیجے مخلوق کے حکم سے نہیں ہیں

بے شریکے جملہ مخلوق خدا ست — آں موالید ارچہ نسبت شاں بما ست
بغیر شرکت یہ سب خدا کے پیدا کردہ ہیں — تمام نتیجے، اگرچہ اُنکی نسبت ہماری طرف ہے

زید پرّانید تیرے سوئے عَمر — عَمر را بگرفت تیرش ہمچو نمر
زید نے عمرو کی طرف تیر چلایا — اور اُس کے تیر نے عمرو کو تیندوے کی طرح دبوچ لیا

مدّتِ سالے ہمی زائید درد — درد ہا را آفریند حق نہ مرد
سال بھر درد ہوتا رہا — دردوں کو خدا پیدا کرتا ہے، نہ کہ انسان

زید رامی آں دم ار مُرد از وَجل — درد ہا می زاید آنجا تا اَجل[2]
اگر تیر چلانے والا زید خوف سے اسی وقت مرگیا — اُس جگہ مرنے تک درد پیدا ہوتے رہیں گے

زاں موالید وجع چوں مُرد او — زید را ز اوّل سبب قتال گو
جب وہ درد کے اُن نتیجوں سے مرگیا — زید کو ابتدائی سبب کی وجہ سے قاتل کہو

آں وجعہا را بدو منسوب دار — گرچہ ہست آں جملہ صُنع کردگار
اُن دردوں کو اُس کی طرف منسوب کر — اگرچہ وہ سب اللہ کی کار فرمائی ہے

ہمچنیں کسب و دم و دام و جماع — آں موالید ست حق را مستطاع
اسی طرح کمائی اور تدبیر اور جال اور ہمبستری — وہ سب کام اللہ کے پیدا کردہ اور مقدور ہیں

بستہ در ہائے موالید از سبب — چوں پشیماں شد ولی از دستِ رب
سبب سے نتیجوں کے دروازے بند ہوجاتے ہیں — خدا کے ہاتھ سے، جب ولی شرمندہ ہوتا ہے

اولیا[3] را ہست قدرت از الٰہ — تیر جستہ باز آرندش ز راہ
اللہ کی جانب سے اولیاء کو قدرت حاصل ہے — (کہ وہ) چھوٹے ہوئے تیر کو راستہ سے واپس لے آئیں

---

[1] نکتہ۔ بات۔ سَیل بہاؤ۔ شگفت۔ عجب۔ فعل۔ یعنی ہر انسان کے عمل کا عالمِ غیب میں اثر و نتیجہ مرتّب ہوتا ہے۔ زادنی۔ پیدا ہونے کے لائق۔ موالید۔ مولود کی جمع ہے۔ نتیجہ۔ بے شریک خدا کی صفت ہے۔ نمر۔ تیندوا، فہد، اِن دونوں شعروں میں خدا کے افعال کی بندوں کی طرف مجازاً منسوب کئے جانیکی مثال ذکر کی ہے۔ رامی۔ تیر انداز۔ وَجل۔ خوف۔

[2] تا اَجل۔ یعنی عمرو کے مرنے تک، تو معلوم ہوا کہ درد کا خالق اللہ ہے۔ نہ کہ زید ورنہ زید کے مرنے پر درد ختم ہوجاتا۔ دَم۔ مکر، تدبیر۔ مستطاع۔ مقدور۔ ولی۔ یعنی اللہ کا دوست جب کبھی اپنے کسی فعل پر شرمندہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سبب سے پیدا ہونے والے نتائج کے دروازے بند کردیتے ہیں اور اُس سبب پر نتائج مرتّب نہیں ہوتے ہیں۔

[3] اولیاء ولی کی جمع ہے۔ ولی وہ شخص ہے جس میں یہ تین باتیں ہوں اللہ کی ذات و صفات کی معرفت، طاعات کی بجا آوری محرّمات سے اجتناب۔ تیر جستہ۔ کمان سے چلے ہوئے تیر کو واپس کرسکتے ہیں، اولیاء کی کرامت حق ہے۔

گفتہ ناگفتہ کند از فتحِ باب [1] — تا ازاں نے سیخ سوزد نے کباب
دروازہ کھلا ہوا ہونیکی وجہ وہ کہے ہوئے کو نہ کہا ہوا کر دے — تاکہ اُس سے سیخ جلے نہ کباب

از ہمہ دلہا کہ آں نکتہ شنید — آں سخن را کرد محو و ناپدید
اُن تمام دلوں سے جنہوں نے وہ بات سنی ہے — اُس بات کو محو اور نابود کر دے

گرت برہاں باید و حجت مہا — از نبی خواں آیۂ اَوْ نُنْسِہَا
اے بزرگ! اگر تجھے حجت اور دلیل چاہیے — قرآن میں سے آیت اَوْ نُنْسِہَا پڑھ لے

آیۂ اَنْسَوْکُمْ ذِکْرِی بخواں — قوتِ نسیاں نہادن شاں بداں
اَنْسَوْکُمْ ذِکْرِی آیت پڑھ لے — اور اُن میں بھلانے کی قوت پیدا کئے جانے کو سمجھ لے

چوں بہ تذکیر و بہ نسیاں قادرند — بر ہمہ دلہائے خلقاں قاہرند
چونکہ وہ یاد دلانے اور بھلانے پر قادر ہیں — تمام مخلوق کے دلوں پر حاکم ہیں

چوں بہ نسیاں بست او راہِ نظر — کار نتواں کرد ور باشد ہنر
جب اُس نے بھلا دینے کے ذریعہ غور و فکر کی راہ بند کر دی — کام نہیں کرسکتا ہے خواہ ہنر موجود ہو

خَذْتُمُوْ سُخْرِیًّا اَہْلَ السُّمُوْ — از نبی خوانید تا اَنْسَوْکُمْ
مرتبہ والوں کو تم نے مذاق بنایا — اَنْسَوْکُمْ تک قرآن میں پڑھو

صاحبِ دہ [2] پادشاہِ جسمہاست — صاحبِ دل شاہِ دلہائے شماست
شہر کا حاکم جسموں کا بادشاہ ہے — تمہارے دلوں کا بادشاہ اہلِ دل ہے

فرعِ دید آمد عمل بے ہیچ شک — پس نباشد مردم الا مردمک
بلاشک عمل دیکھنے کی شاخ ہے — تو انسان پتلی کے سوا کچھ نہ ہوگا

مردمش چوں مردمک دیدند خرد — در بزرگی مردمک کس پے نبرد
لوگوں نے اُس کو پتلی کی طرح حقیر سمجھا — پتلی کی بڑائی کا کسی نے پتہ نہ لگایا

من تمامِ ایں نیارم گفت زاں — منع می آید ز صاحب مرکزاں
میں اُنکو پورا نہیں بتا سکتا کیونکہ — مرکز والوں کی طرف سے اسکی ممانعت ہوئی ہے

چوں فراموشیِ خلق و یادِ شاں — با وے است و میرسد فریادِ شاں
چونکہ لوگوں کی بھول اور اُن کی یاد — اُس سے متعلق ہے، اور وہ اُنکی فریاد کو پہنچتا ہے

صد ہزاراں نیک و بد را آں بہی [3] — می کند ہر دم ز دلہا شاں تہی
وہ باکمال لاکھوں اچھے اور بُرے خیالات کو — اُنکے دلوں سے ہر دم نکالتا ہے

[1] فتحِ باب۔ اولیاء پر اللہ کے قرب کا دروازہ کھلا ہوا ہوتا ہے۔ گرت۔ اگر ترا۔ مہا۔ اے مہ، اے سردار۔ نبی۔ قرآنِ مجید۔ اَوْ نُنْسِہَا۔ قرآنِ پاک میں ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ آیَۃٍ اَوْ نُنْسِہَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْہَا، نہیں منسوخ کرتے ہیں ہم کسی آیت کو یا بھلاتے ہیں اُس کو مگر یہ کہ لاتے ہیں بہتر اُس سے خذتمو قرآنِ پاک میں ہے فَاتَّخَذْتُمُوْہُمْ سِخْرِیًّا حَتّٰی اَنْسَوْکُمْ ذِکْرِی یعنی تم نے اُن نیک لوگوں کا مذاق اڑایا تو اُنہوں نے تمہارے دلوں سے میری یاد بھلا دی۔ صاحبِ دہ۔ دنیاوی بادشاہ جسموں پر حکمرانی کرتے ہیں اور اولیاء اللہ دلوں پر فرماں روائی کرتے ہیں۔

[2] فرع۔ شاخ۔ یعنی علم کے بعد عمل ہے اور علم کا ذریعہ آنکھ ہے تو انسان دراصل پتلی کا نام ہے لیکن لوگ اُس کو ایک چھوٹی چیز سمجھتے ہیں یہی حال اولیاء اللہ کا ہے کہ بظاہر وہ معمولی انسان ہیں لیکن اُن کے کارنامے عظیم الشان ہیں۔ صاحب مرکز۔ یعنی بڑے اولیاء اللہ۔

[3] بہی۔ بارکا فتحہ، باکمال، یعنی بزرگ رات کے اوقات میں متعلقین کے خیالات میں تصرف کرتے ہیں۔

روز[1] دلہا را ازاں پُر میکند — آں صدفہا را پُر از دُر میکند
دن میں دلوں کو اُن (خیالات) سے پُر کرتا ہے — اُن سیپوں کو موتیوں سے پُر کرتا ہے

آں ہمہ اندیشۂ پیشانہا — می شناسند از ہدایت جانہا
تمام گذشتہ خیالات کو — (اولیاء کی) روحیں پہچان لیتی ہیں اللہ کی رہنمائی کی وجہ سے

پیشۂ و فرہنگِ تو آید بتو — تا درِ اسباب بکشاید بتو
نیز پیشہ اور عقل تیرے پاس آجاتے ہیں — تاکہ تجھ پر اسباب کا دروازہ کھول دیں

پیشۂ زرگر با ہنگر نشد — خوئے ایں خوشخو بداں مُنکر نشد
سُنار کا پیشہ، لوہار کے لئے نہیں ہوتا ہے — اُس خوش اَخلاق کی عادت اُس مُنکر کی طرف نہیں جاتی ہے

پیشہا و خُلقہا[2] ہمچوں جہیز — سوئے خصم آیند روزِ رستخیز
پیشے اور اخلاق سامانِ سفر کی طرح — قیامت کے دن مالک کی طرف آئیں گے

صورتے کاں بر نہادت غالب ست — ہم براں تصویر حشرت واجب ست
وہ صورت جو تیرے وجود پر غالب ہے — اُسی صورت پر تیرا حشر ضروری ہے

پیشہا و خلقہا از بعدِ خواب — واپس آید ہم بخصمِ خود شتاب
پیشے اور اَخلاق، سونے کے بعد — اپنے مالک کی طرف فوراً لوٹ آتے ہیں

پیشہا[3] و اندیشہا در وقتِ صبح — ہم بدانجا شد کہ بُود آں حُسن و قبح
پیشے اور خیالات صبح کے وقت — اُسی جگہ پہونچ جاتے ہیں جہاں وہ حُسن اور قبح (کا سبب) تھے

چوں کبوترہائے پیک از شہرہا — سوئے شہرِ خویش آرد بہرہا
نامہ بری کے کبوتروں کی طرح، شہروں سے — اپنے شہر کی جانب (نامہ و پیام کے) حصّے لاتے ہیں

ہر چہ بینی سوئے اصلِ خود رود — جزو سوئے کُلِّ خود راجع شود
تو جس چیز کو دیکھیگا، اپنی اصل کی طرف جاتی ہے — جزو اپنے کُل کی طرف لوٹتا ہے

شنیدنِ آں طوطی حرکتِ آں طوطی را و مُردنِ او و نوحۂ خواجہ بر او

طوطی کا اُس طوطی کی حرکت کو سننا اور اس کا مرجانا اور مالک کا اُس پر رونا

چوں شنید آں مُرغ کاں طوطی چہ کرد — ہم بلرزید و فتاد و گشت سرد
جب اُس پرند نے سنا کہ اس طوطی نے کیا کیا — وہ بھی کپکپایا اور گرا اور ٹھنڈا ہو گیا

خواجہ چوں دیدش فتادہ ایں چنیں — بر جہید و زد کُلہ را بر زمیں
مالک نے جب اُس کو اس طرح پڑا ہوا دیکھا — تڑپ گیا اور ٹوپی زمین پر پٹخ دی

---

[1] روز۔ دن میں اپنی توجہ کے ذریعہ دلوں میں بہترین خیالات پیدا کر کے دلوں کے سیپوں کو موتیوں سے پُر کرتے ہیں۔ آں ہمہ۔ شیخ اپنی قوتِ باطنی سے مُرید کے پہلے خیالات اور وساوس کو جان جاتا ہے۔ درِ اسباب۔ پیشہ اور ہُنر کمائی کا ذریعہ اور سبب ہے۔

[2] خُلق۔ اَخلاق۔ جہیز۔ سامانِ سفر۔ خصم۔ یعنی وہ شخص جس کے وہ اخلاق نہیں۔ روزِ رستخیز۔ روز قیامت۔ نہاد۔ طبیعت۔

[3] پیشہا۔ صبح ہوتے ہی وہ پیشے اور خیالات اُن اشخاص تک پہونچ جاتے ہیں جنکے لئے وہ اچھائی یا بُرائی کا سبب ہوتے ہیں۔ بہرہ۔ حصّہ یعنی وہ نامہ بر کبوتر اپنے حصّہ کی خبریں لے کر اپنے شہر کو لوٹتے ہیں۔ گشت سرد۔ مرکر ٹھنڈا ہو گیا۔

چون بدین رنگ و بدین حالش بدید
جب اُس کو اِس حالت اور اِس رنگ میں دیکھا

خواجہ برجست و گریبان را درید
مالک تڑپا اور گریبان چاک کرلیا

گفت اے طوطیٔ خوبِ خوش جبیں
بولا کہ اے حسین اور اچھی پیشانی والی طوطی!

ہے چہ بودت ایں چرا گشتی چنیں
ہائے، تجھے یہ کیا ہوا، تو ایسی کیوں ہوگئی؟

اے دریغا مرغِ خوش آوازِ من
ہائے افسوس! میرے خوش الحان پرندے

اے دریغا ہمدم و ہمرازِ من
ہائے افسوس! میرے ساتھی اور میرے ہمراز

اے دریغا مرغِ خوش الحانِ من
ہائے افسوس! میرے خوش آواز پرند

راحِ روح و روضۂ رضوانِ من[1]
میری روح کی راحت اور میری جنت

گر سلیمانؑ را چنیں مرغے بُدے
اگر (حضرتِ) سلیمانؑ کے پاس ایسا پرند ہوتا

کے دِگر مشغولِ آں مرغاں شدے
وہ پھر کب اُن پرندوں میں مصروف ہوتے؟

اے دریغا مرغ کارزاں یافتم
ہائے افسوس! پرند جس کو میں نے سستا خریدا

زود روے از روے او برتافتم
بہت جلد میں نے اُس کے دیدار سے منہ موڑ لیا

اے زباں تو بس زیانی مر مرا
اے زبان! تو سراسر میرا نقصان ہے

چون توئی گویا چہ گویم مر ترا
تو ہی چونکہ بات کرنیوالی ہے، تجھے کیا کہوں؟

اے زباں ہم آتش و ہم خرمنی[2]
اے زبان! تو آگ بھی ہے اور خرمن بھی

چند ایں آتش دریں خرمن زنی
کب تک اِس خرمن میں تو آگ لگاتی رہے گی؟

در نہاں جاں از تو افغاں میکند
پوشیدہ طور پر جان تجھے فریاد کرتی ہے

گرچہ ہرچہ گوئیش آں میکند
اگرچہ تو اُس سے جو کہتی ہے وہ وہی کرتی ہے

اے زباں ہم گنجِ بے پایاں توئی
اے زبان! بے شمار خزانہ تو ہے

اے زباں ہم رنجِ بے درماں توئی
اے زبان! لا علاج مرض بھی تو ہے

ہم صفیر و خدعۂ مرغاں توئی[3]
سیٹی بجانیوالی اور پرندوں کے لئے دھوکے کا سبب تو ہے

ہم انیسِ وحشتِ ہجراں توئی
ہجر کی وحشت میں محبت بھری بھی تو ہے

ہم خفیر و رہبرِ یاراں توئی[4]
دوستوں کی رہبر اور قاصد بھی تو ہے

ہم بلیس و ظلمتِ کفراں توئی
شیطان اور کفر کی تاریکی بھی تو ہے

چند امانم میدہی اے بے اماں
اے بے امان! تو مجھے کب امن دیگی؟

اے تو زہ کردہ بکینِ من کماں
اے کہ تو نے میری دشمنی میں کمان پر چلّہ چڑھا رکھا ہے

[1] رضواں۔ داروغۂ جنت کا نام ہے۔ سلیمانؑ حضرتِ سلیمانؑ پرندوں کی بولی سمجھتے تھے اسی لئے پرندوں سے دلچسپی رکھتے تھے۔ دریغا حسرت، افسوس، اِس میں الف ندبہ کا ہے۔ اے زباں یعنی میری زبان سے مجھے یہ نقصان پہونچا، نہ وہ مرنے والی طوطی کا قصّہ سناتی نہ میری طوطی مرتی لیکن میں زبان کا شکوہ کیا کروں، جبکہ یہ شکوہ بھی زبان ہی ادا کررہی ہے۔

[2] ہم آتش زبان ہی ذخیرہ کرتی ہے اور زبان ہی اُس کو تباہ کرتی ہے۔ درنہاں۔ انسان کی تباہی زبان کی بدولت ہوتی ہے، زبان دیگر انسان کو بسا اوقات خلافِ مزاج کام کرنا پڑتا ہے۔ گنج۔ زبان خزانے بھی جمع کرتی ہے اور لا علاج مصائب میں بھی مبتلا کرتی ہے۔

[3] صفیر۔ سیٹی۔ خدعہ دھوکے کی چیز۔ خفیر۔ رہبر انیس محبت کرنیوالا۔ یعنی زبان ہی سیٹی بجاکر پرندوں کے دھوکے کا سبب بنتی ہے اور وہ اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ کر آکر جال میں پھنس جاتے ہیں اور یہی زبان تنہائی میں مونس اور غمخوار بنتی ہے۔ خفیر

[4] رہنما، نگہبان، قاصد۔ بلیس - ابلیس کا مخفف ہے، شیطان

نک بپرّانید مُرغ مرا[١]
اب تو نے میرے پرندے کو اڑا دیا ہے

در چراگاہِ ستم کم کُن چرا
ظلم کی چراگاہ میں چرنا کم کر دے

یا جوابِ من بگو یا داد دہ
یا میرا جواب دے یا انصاف کر

یا مرا اسبابِ شادی یاد دہ
یا مجھے خوشی کے اسباب یاد دلا

اے دریغا نورِ ظلمت سوزِ من
ہائے افسوس! میرے اندھیرے کو ختم کرنے والے نور

اے دریغا صبحِ روز افروزِ من
ہائے افسوس! میرے دن کو روشن کرنے والی صبح

اے دریغا مُرغِ خوش پروازِ من
ہائے افسوس! میرے خوش پرواز پرند

ز انتہا پرّید تا آغازِ من
انتہا سے میری ابتدا تک تلف ہو گیا

عاشقِ رنج ست نادان[٢] تا ابد
نادان (انسان) ہمیشہ رنج کا خوگر ہے

خیز و لا اُقسِمُ بخواں تا فی کبد
اٹھ، اور لا اُقسِمُ کو فی کبد تک پڑھ لے

از کبد فارغ شدم با روئے تو
تیرے چہرہ کی وجہ سے میں رنج سے خالی ہوا

وز زبد صافی بُدم در جوئے تو
میں تیری نہر میں میل سے صاف تھا

اے دریغا خیالِ دیدن ست
ہائے افسوس! دیدار کا خیال ہے

وز وجودِ[٣] نقدِ خود بریدن ست
اپنے موجودہ وجود سے جدا ہونا ہے

غیرتِ حق بُود با حق چارہ نیست
اللہ کی غیرت تھی اور اللہ کے سامنے چارہ نہیں ہے

کو دلے کز حُکمِ حق صد پارہ نیست
کونسا دل ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہے؟

غیرت آں باشد کہ اُو غیرِ ہمہ است
غیرت یہ ہے کہ وہ سب سے غیر ہے

آنکہ افزوں از بیان و دمدمہ است
جو کہ بیان اور مکر و حیلہ سے بالاتر ہے

اے دریغا اشکِ من دریا بُدے
ہائے افسوس! میرے آنسو دریا ہوتے

تا نثارِ دلبرِ زیبا شُدے
تاکہ حسین معشوق پر نثار ہوتے

طوطیِ من مُرغِ زیرک سارِ من
میری طوطی میرے عقلمند پرند

ترجمانِ فکرت و اسرارِ من
میرے فکر اور رازوں کے ترجمان

ہر چہ روزی داد و ناداد آمدم
اس نے مجھے عطا کیا میں ناشکرا ثابت ہوا

اُو ز اوّل گفت تا یاد آمدم
پہلے وہ بولی یہاں تک کہ مجھے (خدا) یاد آیا

طوطئے کاید ز وحی آوازِ او
وہ طوطی (روح) جس کی آواز وحی سے ہے

پیش ز آغازِ وجود آغازِ او
وجود کی ابتدا سے پہلے اُس کی ابتدا ہے

١ مُرغ مرا۔ یعنی سوداگر کی طوطی۔ شادی۔ خوشی پرّید۔ تلف ہو گیا، زایل ہو گیا، اس کا فاعل لطف و عیش مقدّر ہے۔

٢ نادان۔ یعنی انسان فی کبد۔ سورۂ لا اُقسِمُ میں فرمایا گیا ہے۔ "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ" ہم نے انسان کو رنج اور سختی میں پیدا کیا ہے۔ از کبد۔ یعنی اے طوطی تجھے دیکھ کر میرا رنج و غم مٹ جاتا تھا یا اس شعر سے عالمِ ارواح اور اُس سے جدائی کا تذکرہ شروع کیا ہے اس صورت میں روئے تو سے مراد دیدارِ خداوندی ہے۔

٣ وز وجود۔ اب دیدار جب ہی ہوگا جب روح جسدِ عنصری سے جدا ہو جائیگی۔ غیرت۔ اللہ نے یہ چاہا کہ اُسکو پہچانا جائے لہٰذا ہمیں عالمِ عنصری میں پیدا فرما دیا۔ آنکہ۔ یعنی اُسکی غیریت کا بیان ناممکن ہے۔ دلبر۔ یعنی مُردہ طوطی اس شعر سے پھر طوطی کا نوحہ شروع کیا ہے۔ زیرک۔ ذہین، سمجھدار۔ سار۔ مثل، مانند، مینا۔ ہر چہ۔ یہ طوطی اللہ کا ایک عطیہ تھی۔ جسکا میں شکر نہ ادا کر سکا وہ صبح اٹھ کر اللہ کی یاد میں لگ جاتی تھی اس کی وجہ سے مجھے بھی خدا کی یاد آ جاتی تھی۔ طوطئے۔ یہاں سے طوطی کے قصے سے روح کا بیان شروع کیا ہے۔ رُوح کا مُلہَم اور جسم سے پہلے مخلوق ہونا مشہور ہے۔

اندرونِ تُست آں طوطی نہاں
وہ طوطی تیرے اندر پوشیدہ ہے

عکسِ[1] اُورا دیدہ تو بر این و آں
تو اِس پر اور اُس پر اُس کا عکس دیکھتا ہے

می بَرد شادیت را تو شاد ازُو
وہ (عکس) تیری خوشی برباد کر رہا ہے تو اُس سے خوش ہے

می پذیری ظلم را چوں داد ازُو
تو اُس سے ظلم کو اِنصاف کی طرح قبول کر رہا ہے

ایکہ جاں از بہرِ تن می سوختی
اے وہ کہ تو نے جان کو جسم کے لئے جلا دیا ہے

سوختی جاں را و تن افروختی
تو نے جان کو جلا دیا اور جسم کو روشن کیا

سوختم من سوختہ خواہد کسے
میں جل چکا ہوں، کوئی جلنا چاہے

تا ز من آتش زند اندر خسے
تو مجھ سے پھونس میں آگ لگالے

سوختہ چوں قابلِ آتش بُوَد
جلا ہوا آگ کے قابل کب ہوسکتا ہے؟

سوختہ بستاں کہ آتش کش بُوَد
ایسا جلا ہوا لے جو آگ کو قبول کرنیوالا ہو

اے دریغا اے دریغا آ دریغ
ہائے افسوس، ہائے افسوس، ہائے افسوس

کاں چناں ماہے[2] نہاں شد زیرِ میغ
ایسا چاند اَبر کے نیچے چھپ گیا

چوں زنم دم کآتشِ دل تیز شد
کیسے دم ماروں کیونکہ دل کی آگ تیز ہوگئی ہے

شیرِ ہجر آشفتہ و خونریز شد
ہجر کا شیر غضبناک اور خونریز ہوگیا ہے

آنکہ اُو ہشیار خود تند ست و مست
وہ جو کہ ہوش کی حالت میں تند اور مست ہے

چوں بُوَد چوں اُو قدح گیرد بدست
اُس کا کیا حال ہوگا جب وہ ہاتھ میں پیالہ تھام لے

شیرِ مستے[3] کز صفت بیروں بُوَد
وہ مست شیر جو اپنے آپ سے باہر ہو

از بسیطِ مرغزار افزوں بُوَد
وہ جنگل کے میدان سے بڑھ جاتا ہے

قافیہ اندیشم و دلدارِ من
میں قافیہ کی فکر میں ہوں اور میرا محبوب

گویدم مندیش جز دیدارِ من
مجھ سے کہتا ہے، سوائے میرے دیدار کے کچھ

خوش نشیں اے قافیہ اندیشِ من
اے میرے قافیہ سوچنے والے! آرام سے بیٹھ

قافیہ دولت توئی در پیشِ من
تو میرے روبرو خوش نصیبی کے ہم معنیٰ ہے

حرف چہ بُوَد تا تو اندیشی ازاں
حرف کیا ہوتا ہے جو تو اُس کی فکر میں ہے

صوت چہ بُوَد خارِ دیوارِ رزاں
آواز کیا ہوتی ہے، انگور کی ٹٹی کا کانٹا

حرف و صوت و گفت را برہم زنم
حرف اور آواز اور بولی کو میں مٹا دیتا ہوں

تا کہ بے ایں ہر سہ با تو دم زنم
تاکہ اِن تینوں کے بغیر تجھ سے بات کروں

[1] عکس۔ یعنی تم روح کو نہیں دیکھ سکتے ہو اُس کے آثار جو جسم پر طاری ہیں انکو دیکھتے ہو۔ می بَرد۔ یعنی روح کے عکس میں مشغولیت باعثِ رنج ہے، روح میں مشغول ہونا چاہئے۔ ایکہ۔ انسان تن پروری میں لگتا ہے اور روح کو فنا کرتا ہے۔ سوختم۔ میں عشقِ الٰہی میں اپنے جسم کو جلا چکا ہوں اگر کوئی عشق کی آگ میں جلنا چاہے مجھسے آگ لے لے۔ سوختہ۔ جو شخص روح کو بالکل فنا کر چکا ہو اُسمیں آتشِ عشق نہیں لگتی ایسا شخص تلاش کرو جو اُس آگ کو قبول کرسکے۔

[2] ماہے۔ یعنی روح۔ میغ۔ یعنی جسم۔ چوں زنم۔ عشقِ الٰہی کا بیان ممکن نہیں رہا۔ آنکہ۔ یعنی میں صحو کی حالت میں بھی عشق کے بیان پر قادر نہیں مستی کی حالت میں کیا بیان کرسکوں گا۔

[3] شیرِ مستے۔ یہ خود مولانا نے اپنی حالت بیان کی ہے۔ قافیہ میں جب شعر کا قافیہ تلاش کرتا ہوں تو محبوب کا تقاضہ ہوتا ہے کہ میرے دیدار کے علاوہ کچھ تلاش نہ کر قافیہ۔ پیچھے آنیوالا، مترادف یعنی قافیہ کی تلاش میں مشاہدہ کی دولت حاصل ہو

آں دمے کز آدمش کردم نہاں — با تو گویم اے تو اسرارِ جہاں
وہ بات جو آدمؑ سے میں نے پوشیدہ رکھی — اے اسرارِ جہاں! تجھ سے میں کہونگا

آں دمے را کہ نگفتم با خلیلؑ — واں دمے را کہ نداند جبرئیلؑ
وہ بات جو میں نے خلیلؑ سے نہ کہی — اور وہ بات جو جبرئیلؑ (بھی) نہیں جانتا

آں دمے کز وے مسیحا دم نزد — حق ز غیرت نیز بے ما ہم نزد
وہ بات جو مسیحاؑ نے نہ کہی — (اور) اللہ نے غیرت کی وجہ سے بغیر (فنا حاصل کئے ہوئے) ہمارے نہیں کہی

ما چہ باشد در لغت اثبات و نفی — من نہ اثباتم منم بے ذات و نفی
(لفظ) ما کیا ہے لغت میں اثبات اور نفی (کے معنی) میں — میں اثبات نہیں ہوں، میں بے ذات ہوں اور نفی

من کسی در ناکسی دریافتم — پس کسی در ناکسی در تافتم
میں نے ہستی فنا میں پائی — اِس لئے ہستی کو فنا میں لپیٹ دیا

بند کن چوں سیل سیلانی کند — ور نہ رسوائی و ویرانی کند
بند باندھ دے جب سیلاب طغیانی پر آئے — ورنہ خرابی اور بربادی کر دے گا

من چہ غم دارم کہ ویرانی بود — زیرِ ویراں گنجِ سلطانی بود
میں کیا غم کروں کہ ویرانی ہو گی — شاہی خزانہ ویرانہ میں ہی ہوتا ہے

غرقِ حق خواہد کہ باشد غرق تر — ہمچوں موجِ بحر جاں زیر و زبر
اللہ میں ڈوبا ہوا چاہتا ہے کہ زیادہ ڈوب جائے — سمندر کی موج کی طرح جان زیر و زبر ہو جائے

زیرِ دریا خوشتر آید یا زبر — تیرِ او دلکش تر آید یا سپر
دریا کے نیچے بہتر ہوگا یا دریا کے اوپر — اُس کا تیر زیادہ پسندیدہ ہوگا یا ڈھال

پس بوَد وسوسہ باشی دلا — گر طرب را باز دانی از بلا
اے دل تو وسوسہ کا مارا ہوا ہوگا — اگر تو نے خوشی اور مصیبت میں فرق کیا

گر مرادت را مذاقِ شکر ست — بے مرادی نے مرادِ دلبر ست
اگر تیری مراد میں شکر کا مزہ ذائقہ ہے — کیا بے مرادی محبوب کی مراد نہیں ہے؟

ہر ستارہ اش خونبہائے صد ہلال — خونِ عالم ریختن اُو را حلال
اُسکا ہر ستارہ سنو چاندوں کا خون بہا ہے — عالم کا خون بہانا اُس کے لئے درست ہے

ما بہا و خونبہا را یافتیم — جانبِ جاں باختن بشتافتیم
ہم نے قیمت اور خون بہا پالیا ہے — ہم جان کی بازی ہارنے کی طرف دوڑے ہیں

لہ آں دمے۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی "پھر اللہ نے آنحضورؐ کو وحی کی جو بھی کی" اس آیت میں اُن اسرار کی طرف اشارہ ہے جو بغیر حضرتِ جبرئیلؑ کی وساطت کے حضورؐ کو بتائے گئے اور چونکہ وہ اسرار طریقہ محمدیہ سے متعلق تھے دوسرے انبیاء سے اُن کا کوئی تعلق نہ تھا لہٰذا وہ اسرار اُن کو نہیں بتائے گئے۔ ما۔ لفظِ ما عربی میں دو معنیٰ میں مستعمل ہوتا ہے ایک نفی جس کو مانافیہ کہتے ہیں دوسرے ما موصولہ جو اثبات کے معنیٰ دیتا ہے لیکن جب میں اپنے لئے لفظِ ما بولوں تو نفی کے معنیٰ ہوں گے۔ اِسلئے کہ میں اپنی ذات کو فنا کر چکا ہوں اور نفیِ محض ہوں

سے کسی۔ ہستی۔ ناکسی۔ نیستی، فنا۔ تافتن۔ بٹنا۔ موڑنا۔ سیلانی۔ طغیانی۔ ویرانی۔ بربادی، ورنہ، مولانا اپنے آپ کو کہتے ہیں۔ تجلیِ بے حجاب کے سوال سے باز آؤ وہ اِس عالم میں بربادی کا سبب ہوگی جیسا کہ کوہِ طور کے ساتھ ہوا۔ من چہ غم۔ مولانا فرماتے ہیں مجھے ویرانی کا غم نہیں ہے۔ ویرانہ میں خزانہ ملتا ہے۔

سہ غرق۔ جو شخص مقامِ شہود تک پہونچ گیا وہ تو اور بھی قرب کا متمنی ہوگا اور چاہیگا کہ جسدِ عنصری کا

جملہ شاہاں پستِ پستِ خویش را ¹ — جملہ مستاں مستِ مستِ خویش را

تمام بادشاہ اپنے آگے جھکنے والے کے سامنے جھکے ہیں — اپنے عاشق کے تمام عاشق، عاشق ہوتے ہیں

جملہ شاہاں بردۂ بردہ خود اند — جملہ خلقاں مُردۂ مُردہ خود اند

تمام بادشاہ اپنے غلام کے غلام ہیں — تمام لوگ اپنے مُردہ کے لئے مُردہ ہیں

می شود صیاد مُرغاں را شکار — تا کُند ناگاہ ایشاں را شکار

شکاری، پرندوں کا شکار بنتا ہے — تاکہ اچانک اُن کا شکار کرے

دلبراں ² بر بیدلاں فتنہ بجاں — جملہ معشوقاں شکارِ عاشقاں

معشوق، عاشقوں پر دل سے عاشق ہوتے ہیں — تمام معشوق، عاشقوں کا شکار ہوتے ہیں

ہر کہ عاشق دیدیش معشوق دا — کو بہ نسبت ہست ہم ایں وہم آں

جس کو تو عاشق دیکھے، اُس کو معشوق سمجھ — کیونکہ نسبت کی وجہ سے وہ یہ بھی ہے اور وہ بھی ہے

تشنگاں گر آب جویند از جہاں — آب ہم جوید بعالم تشنگاں

اگرچہ دنیا میں پیاسے پانی تلاش کرتے ہیں — پانی بھی دنیا میں پیاسوں کو تلاش کرتا ہے

چونکہ عاشق اُوست تو خاموش باش — اُو چو گوشت میدہد تو گوش باش

جبکہ وہ عاشق ہے، تو چپ رہ — جب اُس نے تجھے کان دیئے ہیں (تو ہمہ تن) کان بنجا

اے حیاتِ عاشقاں در مُردگی — دل نیابی جز کہ در دلبُردگی

اے (طالب!) عاشقوں کی زندگی مرنے میں ہے — دل گم کئے بغیر، تو دل نہ پائے گا

من دلش جستہ بصد ناز ³ و دلال — اُو بہانہ کردہ با من از ملال

میں نے سو ناز و انداز سے اُسکی دلجوئی کی — اُس نے ناراضی کی وجہ سے مجھ سے بہانہ کر دیا

منش جُستہ با نیاز و بے ملال — اُو بہانہ کردہ از ناز و دلال

میں نے عاجزی سے کسی ملال کے بغیر اُسکی جستجو کی — اُس نے ناز و انداز کی وجہ سے ٹال دیا

گفتم آخر غرق تست ایں عقل و جاں — گفت رَو رَو بر من ایں افسوں مخواں

میں نے کہا یہ عقل اور جان آخر تجھ میں غرق ہے — بولا۔ جا جا مجھ پر جادو نہ چلا

من ندانم آنچہ اندیشیدۂ — اے دو دیدہ دوست را چوں دیدۂ

مجھے معلوم نہیں تو نے کیا سوچ رکھا ہے؟ — اے دوئی والے تو نے دوست کو کیا سمجھ رکھا ہے

اے گرانجاں خوار دیدستی مرا — زانکہ بس ارزاں خریدستی مرا

اے پست ہمت! تو نے مجھے بے قدر سمجھا — اِس لئے کہ تو نے مجھے سستا خریدا ہے

---

¹ پست۔ جھکنے والا۔ مست۔ عاشق یعنی جب اطاعت کمال کو پہونچ جاتی ہے تو آقا اُس کی بات پر سرِ تسلیم خم کرنے لگتا ہے اور عاشق اپنے عاشقوں سے عشق کرنے لگتا ہے۔ بردہ۔ غلام، مسخر، تابع۔ مُردہ۔ بے جان۔ جملہ۔ یعنی بادشاہ اپنے فرمانبرداروں کے فرمانبردار بنجاتے ہیں اور جس غلام نے مولیٰ کی مرضی میں اپنے آپ کو فنا کر دیا ہو مولیٰ اُسکے لئے فنا ہوتا ہے۔ میشود: شکاری شوق میں خود شکار بنتا ہے پھر کہیں شکار اسکے ہاتھ لگتا ہے۔

² دلبر۔ معشوق۔ فتنہ بجاں۔ کسی پر مرنے والا۔ ہر کہ۔ عاشقِ صادق، معشوق کے دل میں گھر کر لیتا ہے اِس اعتبار سے وہ معشوق بنجاتا ہے۔ آب جویند۔ نہروں اور دریاؤں میں پانی بہکر پیاسوں کی تلاش کرتا ہے چونکہ عاشق اوست۔ جب حضرتِ حق خود مہربان ہو گئے ہیں اور رؤف و رحیم ہیں تو اب تو ہمہ تن گوش بنجا اور آہ و فریاد چھوڑ دے۔ اے۔ عاشق کی زندگی موت میں مضمر ہے جب تک تو دل کو محبت میں فنا نہ کر دیگا تو وہ حقیقی دل نہ ہوگا۔ دل جستن دل جوئی کرنا۔

³ ناز و دلال۔ ناز و انداز بہانہ کردن۔ ٹال دینا۔

ہر کہ اُو ارزاں[1] خرد ارزاں دہد — گوہرے طفلے بقرصِ ناں دہد
جو سستا خریدتا ہے، سستا دے ڈالتا ہے — ایک بچہ موتی ایک روٹی کی ٹکیا میں دیدیتا ہے

غرقِ عشقے شو کہ غرق ست اندریں — عشقہائے اوّلین و آخریں
عشق میں ڈوب جا کہ اِس میں غرق ہیں — اگلے پچھلوں کے عشق

مجملش گفتم نکردم من بیاں — ورنہ ہم افہام سوزد ہم زباں
میں نے اُس کو مجملاً بتایا، میں نے تفصیل نہیں کی — ورنہ عقلیں جل جائیں اور زبان بھی

من چو لب گویم لبِ دریا بود — من چو لا گویم مرادِ الا بود
میں جب لب کہتا ہوں (مطلب) لبِ دریا ہوتا ہے — میں جب لا کہتا ہوں تو الا مراد ہوتا ہے

من ز شیرینی[2] نشینم رو ترش — من ز بسیاری گفتارم خمش
میں مٹھاس سے ترش رُو ہو کر بیٹھ جاتا ہوں — میں اپنی باتوں کی کثرت کی وجہ سے چپ ہو جاتا ہوں

تا کہ شیرینیٔ ما از دو جہاں — در حجابِ رو ترش باشد نہاں
تاکہ ہماری مٹھاس دونوں جہانوں میں — ترشروئی کے پردہ میں پوشیدہ رہے

تا کہ در ہر گوش ناید ایں سخن — یک ہمی گویم ز صد سرِّ لدن
تاکہ ہر کان میں یہ بات نہ آئے — علمِ لدُنی کے سو رازوں میں سے ایک کہہ رہا ہوں

تفسیرِ قولِ حکیم سنائی روّح اللہ روحہٗ

حکیم سنائی کے قول کی تفسیر — خدا اُنکی روح کو راحت دے

بہر چہ از راہ وا مانی چہ کفر آں حرف و چہ ایماں
جس چیز کی وجہ سے تو راستہ سے بھٹک جائے وہ کلمہ کفر ہوا تو کیا اور ایمان ہوا تو کیا

بہر چہ از دوست دور افتی چہ زشت آں نقش و چہ زیبا
جس سے تم دوست سے دور ہو جاؤ وہ نقش بُرا ہو تو کیا اچھا ہو تو کیا

وَفِی مَعْنٰی قَوْلِ النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ سَعْدًا[3] لَغَیُوْرٌ وَّاَنَا اَغْیَرُ مِنْہُ

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس فرمان کے معنی کہ سعدؓ بیشک غیرتمند ہے اور میں اُس سے بھی زیادہ غیرتمند ہوں

وَاللّٰہُ اَغْیَرُ مِنِّیْ وَمِنْ غَیْرَتِہٖ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَہَرَ مِنْہَا وَمَا بَطَنَ

اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرتمند ہے اور اللہ نے اپنی غیرت کی وجہ سے تمام کھلی اور ڈھکی بدکاریوں کو حرام قرار دیا ہے

جملہ عالم زاں غیور آمد کہ حق — بُرد در غیرت بریں عالم سبق
تمام دنیا اِس لئے غیرتمند بنی کہ اللہ تعالےٰ — غیرت میں اِس دنیا پر سبقت لے گیا ہے

[1] ارزاں۔ چونکہ اُس کے دریائے کرم سے دوست اور دشمن سیراب ہو رہے ہیں۔ طفلے۔ بچے کو جب مفت موتی ملجاتا ہے وہ ایک روٹی کے ٹکڑے میں فروخت کر ڈالتا ہے۔ غرقِ عشقے۔ یہاں سے مولانا کا مقولہ ہے۔

[2] شیرینی۔ یعنی اسرارِ معرفت کی مٹھاس۔ رُو ترش یعنی خاموش، یعنی اسرارِ معرفت سے واقفیت کے باوجود اپنے آپ کو لاعلم ظاہر کرتا ہوں کیونکہ ہر آدمی کے سامنے وہ مضامین بیان نہیں کئے جاسکتے ہیں۔ حکیم سنائیؒ۔ غزنیں کے رہنے والے تھے ابتداءً شاعری کی پھر فقر اور تجرید اختیار کرلی آپکا شمار مشہور اولیاءاللہ میں ہے ۵۴۶ھ میں وفات پائی۔ تصوف میں آپکی "حدیقۃ الحقیقۃ" کتاب بہت مشہور ہے۔ مولانا روم نے اپنی مثنوی میں کئی جگہ اِس کتاب سے اقتباس کیا ہے۔ حکیم سنائیؒ کے مقولہ کا خلاصہ یہ ہے کہ طاعت بھی جنابِ قدس سے دوری کا سبب بنے تو وہ معصیت ہی ہے مثلاً کوئی فرضِ عین جہاد چھوڑ کر نفلی حج کیلئے جائے۔

[3] سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں حدِّ قذف کے سلسلہ میں اُنہوں نے عرض کیا تھا کہ اگر بیوی کو زنا کرتے ہوئے دیکھوں گا تو فوراً قتل کر دونگا چار گواہ لانے [4] ...

[4] مخلوق کی غیرت، غیرتِ حق کا پرتو ہے۔

اُو چو جان ست و جہاں چوں کالبد — کالبد از جان پذیرد نیک و بد
وہ جان کی طرح ہے اور دنیا جسم کی طرح — جسم، جان سے نیکی اور بدی قبول کرتا ہے

ہر کہ محرابِ نمازش گشت عین — سوئے ایماں رفتنش می داں تو شین
جس کی نماز کی محراب ذات ہو — اُس کا ایمان کی طرف جانا تو عیب سمجھ

ہر کہ شد مر شاہ را اُو جامہ دار — ہست خسراں بہر شاہش اتّجار
جو بادشاہ کا مہتمم توشہ خانہ ہو — اُس کا بادشاہ کے لئے تجارت کرنا ٹوٹے کی بات ہے

ہر کہ با سلطاں شود اُو ہمنشیں — بر درش شستن بود حیف و غبیں
جو بادشاہ کا ہمنشیں ہو — اُس کا دروازہ پر بیٹھنا قابلِ افسوس اور نقصان کی بات ہے

دستِ بوسش چوں رسید از بادشاہ — گر گزیند بوسِ پا باشد گناہ
جب اُسکو بادشاہ کی دست بوسی حاصل ہو گئی — اگر پابوسی اختیار کرے تو گناہ ہوگا

چوں بیابی دست گردِ پا مگرد — ہست سر بازی نشانِ مردِ مرد
جب تو ہاتھ پالے، پیر کے چکر نہ کاٹ — سر دینا بڑے بہادر کی علامت ہے

گرچہ سر بر پا نہادن خدمت ست — پیشِ آں خدمت خطا و زلت ست
اگرچہ پیروں پر سر رکھ دینا خدمت ہے — (لیکن) اُس خدمت کے مقابلہ میں غلطی اور لغزش ہے

شاہ را غیرت بود بر ہر کہ اُو — بو گزیند بعد ازاں کہ دید رُو
بادشاہ کو اُس پر غیرت آئے گی جو — خوشبو اختیار کرے جبکہ چہرہ دیکھ لیا ہے

غیرتِ حق بر مثلِ گندم بود — کاہِ خرمن غیرتِ مردم بود
اللہ کی غیرت، گیہوں جیسی ہے — انسانوں کی غیرت بھوسے کی طرح ہے

اصلِ غیرتہا بدانید از اِلٰہ — آں خلقاں فرعِ حق بے اشتباہ
غیرتوں کی جڑ خدا سے سمجھو — بلاشبہ مخلوق کی غیرت خدا کی غیرت کی شاخ ہے

شرحِ ایں بگذارم و گیرم گِلہ — از جفائے آں نگارے دہ دلہ
اِس کی شرح چھوڑتا ہوں شکوہ شروع کرتا ہوں — اُس دس دل والے محبوب کی جفا کا

نالم ایرا نالہا خوش آیدش — از دو عالم نالہ و غم بایدش
اسلئے روتا ہوں کہ اُسکو رونا اچھا لگتا ہے — دونوں جہاں کی جانب سے اُسکو رونا پسند آتا ہے

چوں ننالم تلخ از دستانِ اُو — چوں نیم در حلقۂ مستانِ اُو
اُسکے ناز و انداز کی وجہ سے کڑوے آنسو کیوں نہ بہاؤں — اُس کے عاشقوں کے حلقے میں کیوں داخل ہوں

لہ اُو۔ جسم حرکات و سکنات میں روح کے تابع ہے، اِسی طرح کائنات کے احوال مشیتِ باری کے تابع ہیں۔ محرابِ نماز۔ مرکزِ توجہ۔ عین۔ یعنی ذاتِ باری ایمان۔ یعنی مشاہدہ سے تنزل اختیار کر کے دلائل سے یقین حاصل کرنا غیرتِ رَبّ کا سبب ہے۔ شین۔ عیب۔ جامہ دار۔ بخشی، مہتمِ توشہ خانہ ہو کر کپڑے کا تاجر بنے۔ شستن۔ نشستن، بیٹھنا کا مخفف ہے۔ حیف۔ ظلم، افسوس۔ غبین۔ زیاں کار، یہ غیرت کی تیسری مثال ہے۔

لہ دستِ بوسش۔ یعنی اعلیٰ مرتبہ چھوڑ کر ادنیٰ مرتبہ اختیار کرنا بھی غیرت کا سبب ہے۔ پیشِ آں۔ یعنی دست بوسی کے مقابلہ میں یہ خدمت کا ادنیٰ درجہ ہے شاہ را غیرت۔ یہ بھی غیرت کی بات ہے کہ دیدار کا موقع ہو تو اُس کو چھوڑ کر خوشبو سونگھنے پر اکتفا کر لے۔ غیرتِ حق۔ یعنی اصل غیرتِ حق ہے اور انسانوں کی غیرت بھوسے کی طرح بے قدر ہے۔

لہ شرحِ ایں۔ یعنی غیرتِ حق کی تفصیل۔ گِلہ۔ شکوہ۔ نگار۔ معشوق۔ دہ دلہ۔ چونکہ حضرتِ حق کی شئون مختلف ہیں لہذا اُسکو دہ دلہ کہا ہے۔ ایرا۔ زیرا، حدیث شریف میں آیا ہے اللہ کو دو قطرے بہت محبوب ہیں ایک وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے آنکھ سے گرے، دوسرا وہ خون کا قطرہ جو جہاد میں ٹپکے۔ نالیدن۔ رونا۔ دستان۔ مکر و فریب، ناز و انداز۔ مستان۔ عشاق۔

چوں نباشم ہمچو شب[1] بے روز او
اُس کے دن کے بغیر میں رات کی طرح کیوں نہ ہو جاؤں

بے وصال روئے روز افروز او
اُس کے، دن کو روشن کرنیوالے چہرے کے وصال کے بغیر

ناخوشِ اُو خوش بُود در جانِ من
اسکی جانب سے ناگوار، میری جان کو گوارا ہے

جاں فدائے یارِ دل رنجانِ من
دل دُکھلانے والے یار پر میری جان قربان ہے

عاشقم بر رنجِ خویش و دردِ خویش
میں اپنے رنج اور اپنے درد کا عاشق ہوں

بہرِ خوشنودیِ شاہِ فردِ خویش
اپنے بے مثال شاہ کی خوشنودی کے لئے

خاکِ غم را سُرمہ سازم بہرِ چشم
میں غم کی خاک کا آنکھوں کے لئے سُرمہ بناتا ہوں

تا ز گوہر پُر شود دو بحرِ چشم
تاکہ آنکھوں کے دونوں سمندر موتیوں سے بھر جائیں

اشک کاں از بہرِ او بارند خلق
لوگ جو آنسو اس کے لئے بہاتے ہیں

گوہرست و اشک پندارند خلق
موتی ہیں، لوگ اُنکو آنسو سمجھتے ہیں

من ز جانِ جاں شکایت میکنم
میں جانِ جاناں کی شکایت کرتا ہوں

من نیم شاکی روایت[2] میکنم
میں شاکی نہیں ہوں، بیان کر رہا ہوں

دل ہمی گوید ازو رنجیدہ اَم
دل کہتا ہے میں اُس سے رنجیدہ ہوں

وز نفاقِ سُست میخندیدہ اَم
کمزور نفاق سے، میں ہنستا ہوں

راستی کُن[3] اے تو فخرِ راستاں
اے وہ ذات کہ تو سچوں کا فخر ہے! سیدھا چل

اے تو صدر و من دَرَت را آستاں
اے وہ کہ تو صدر ہے اور میں تیرے در کی دہلیز ہوں

آستان و صدر در معنیٰ کجاست
حقیقتاً آستاں اور صدر کہاں ہے؟

ما و من کو آں طرف کو یارِ ماست
جہاں ہمارا یار ہے وہاں "ما و من" کہاں ہے؟

اے رہیدہ جانِ تو از ما و من
اے وہ کہ تیری ذات "ما و من" سے آزاد ہے

اے لطیفۂ روح اندر مرد و زن
اے! مرد اور عورت میں لطیفۂ روح

مرد و زن چوں یک شود آں یک توئی
مرد و زن جب ایک ہو جائیں وہ ایک تو ہی ہے

چونکہ یکہا محو شد آں نک توئی
جب سب مٹ جائیں اب تو وہی ہے

ایں من و ما بہرِ آں بر ساختی
"ایں من و ما" کو تو نے اِس لئے بنایا ہے

تا تو با خود نردِ خدمت باختی
تاکہ تو خدمت کی بازی کھیلے

تا تو ما و تو زیک جوہر شوی
جب تو "ما و تو" ایک جوہر بنجائے گا

عاقبت محض چناں دلبر شوی
بالآخر اسی طرح خالص دلبر ہو جائے گا

---

[1] شب۔ رات۔ یعنی سیاہ بختی۔ روز۔ یعنی دن کی طرح روشن ہے۔ ناخوش معشوق، عاشق کے درد سے اِس لئے خوش ہے کہ وہ درد تقاضائے عشق ہے۔ لہٰذا اُسکی خوشی کی خاطر ہم اپنے درد اور رنج سے خوش ہیں۔ اشک یعنی جو آنسو محبوب کی یاد میں بہے وہ موتی ہے۔

[2] روایت۔ یعنی میں اپنے درد کا جو بیان کرتا ہوں وہ بصورت شکایت ضرور ہے لیکن دراصل وہ شکایت نہیں بلکہ ایک واقعہ کو نقل کرنا ہے۔ دل۔ یعنی ہر دل، محبوب سے رنجیدہ ہونیکا اظہار کرتا ہے میں اُس کے اِس نفاق پر ہنستا ہوں اسلئے کہ وہ دل دراصل خوشی محسوس کر رہا ہے۔

[3] راستی کُن۔ یعنی مجھے ناز و کرشمہ نہ دکھا تو صدرِ مجلس ہے میں آستاں جیسا پامال ہوں لہٰذا مجھ پر ظلم کرنا تیری شایانِ شان نہیں ہے۔ آستاں۔ چونکہ پہلے شعر میں محبوب کو صدر اور اپنے آپ کو آستاں کہا تو اس سے دوئی کی بو آئی جو فنا کے خلاف ہے لہٰذا اب اِسکا تدارک کیا ہے۔ اے۔ ذاتِ حق واحد ہے یہ ممکنات اسکے عارضی تعینات ہیں وہی ذاتِ واحد لطیفۂ روح ہے جو مرد و زن کے عارضی جسم کو

تا من و تو ہا ہمہ یک جاں شوند — عاقبت[1] مستغرق جاناں شوند
جب "من و تو" سب ایک جان ہو جائینگے — انجام کار جانا (ں) میں فنا ہو جائینگے

ایں ہمہ ہست و بیا اے امر کن — اے منزہ از بیان و از سخن
یہ سب کچھ ہے، اور آ جا اے حاکم — اے وہ (ذات) جو بیان اور کلام سے پاک ہے

چشم[2] جسمانی نتاند دیدنت — در خیال آرد غم و خندیدنت
جسمانی آنکھ تجھے نہیں دیکھ سکتی ہے — تجھے خیال میں لا سکتا ہے غم اور ہنسنا؟

دل کہ او بستہ غم و خندیدن ست — تو بگو کے لائق آں دیدن ست
وہ دل جو غم اور ہنسی سے وابستہ ہے — تو بتا وہ دیدار کے قابل ہے؟

آنکہ او بستہ غم و خندہ بود — او بدیں دو عاریت زندہ بود
جو غم اور ہنسی سے مقیّد ہو — وہ اِن دونوں عارضی چیزوں سے زندہ رہتا ہے

باغ سبز عشق کو بے منتہا ست — جز غم و شادی دروبس میوہا ست
عشق کا سبز باغ جو دائمی ہے — اُسمیں غم اور خوشی کے علاوہ بہت سے میوے ہیں

عاشقی زیں ہر دو[3] حالت برتر ست — بے بہار و بے خزاں سبز و تر ست
عاشقی اِن دونوں حالتوں سے بلند و بالا ہے — (وہ) بے بہار اور بے خزاں سبز اور تر ہے

دہ زکوٰۃ روئے خود اے خوبرو — شرح جان شرحہ شرحہ باز گو
اے (محبوب) خوبرو اپنے مکھڑے کی زکوٰۃ عطا کر — پارہ پارہ جان کی شرح پھر کر دے

کز کرشمہ غمزۂ غمازۂ — بر دلم بنہاد داغِ تازۂ
چغلخور ناز کے انداز سے — اُس نے میرے دل پر تازہ داغ لگا دیا ہے

من حلالش کردم ار خونم بریخت — من ہمی گفتم حلال او می گریخت
میں نے اُس کے لئے حلال کر دیا اگر وہ میرا خون بہائے — میں حلال حلال کہتا رہا وہ گریز کرتا رہا

چوں گریزانی ز نالۂ خاکیاں — غم چہ ریزی بر دلِ غمناکیاں
خاکساروں کے نالے سے تو کیوں گریزاں ہے؟ — غمگینوں کے دل پر کیوں غم پاشی کرتا ہے؟

اے کہ ہر صبحیکہ از مشرق بتافت — ہمچو چشمۂ مشرقت در جوش یافت
اے محبوب! ہر صبح جو مشرق سے نمودار ہوئی — اُس نے مشرق کے سورج کی طرح تجھے تاباں پایا

چہ بہانہ می دہی شیدات را — اے بہانہ شکر لبہات را
اپنے عاشق سے تو کیوں بہانے کرتا ہے — اے وہ (محبوب) جسکے ہونٹوں کی شکر کی کوئی قیمت نہیں ہے

[1] عاقبت۔ یعنی یہ ممکنات کے عارضی تعینات ختم ہو جائیں گے تو وہی ذاتِ واحد قیوم باقی رہجائیگی۔ اَمرِ کُن۔ امر کنندہ، حاکم۔ یعنی بیشک ذاتِ واجب الوجود ممکنات کے حجاب میں محجوب ہے لیکن میری تمنا یہی ہے کہ بیان و سخن سے گذر کر اُس کی ذات کا مشاہدہ کر لوں۔

[2] چشمِ جسمانی۔ اب مضمونِ سابق سے گریز کرتے ہیں کہ یہ تمنا غلط ہے یہ ہماری جسمانی آنکھ کب مشاہدہ کر سکتی ہے اور جب تک ہم غم و شادی کے پابند ہیں ہم پر مادی عوارض طاری ہیں کیسے مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ دل۔ یعنی وہ دل جو طبعی کیفیتوں کا مقیّد ہے وہ دیدار ہی نہیں کر سکتا ہے۔ عاریت۔ مانگی ہوئی چیز جو چند روز اپنے پاس رہتی ہے، یعنی غم و خندہ بے منتہا۔ لافانی، یعنی جب انسان میں لافانی صفات پیدا ہو جائیں گی تب وہ دیدارِ الٰہی کے قابل ہوگا۔

[3] دو حالت یعنی خزاں اور بہار، باغِ عشق کی تر و تازگی لافانی ہے۔ شرحِ جاں۔ یعنی یہ بتا کہ ہماری روح کو کب دیدار میسر آئیگا۔ شرحہ شرحہ۔ ٹکڑے ٹکڑے۔ غمزہ۔ آنکھ کا اشارہ۔ غماز۔ چغلخور۔ غمزہ کو غماز[4] اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ دل کی بات ظاہر کر دیتا ہے۔ داغِ تازہ۔ یعنی نئی تجلّی۔ حلال۔ یعنی میں یہی کہتا رہا کہ میرا خون بہانا حلال ہے مگر وہ خونریزی پر آمادہ نہ ہوا بلکہ گریز کر گیا۔ چشمۂ مشرق۔ آفتاب۔ بہانہ۔ قیمت نہیں ہے۔

اے جہاںؔ کہنہ را تو جانِ نو
اے (محبوب) پرانی دنیا کی تو تازہ جان ہے

از تنِ بیجان و دلِ افغاں شنو
بے جان اور بے دل جسم کی فریاد سن لے

شرحِ گل بگذار از بہرِ خدا
(اے دل) خدا کے لئے پھول کی تشریح چھوڑ

شرحِ بلبل گو کہ شد از گل جدا
اُس بلبل کی تفصیل بتا جو پھول سے جدا ہو گئی ہے

از غم و شادی نباشد جوشِ ما
غم اور خوشی سے ہمارا جوش (وابستہ) نہیں ہے

با خیال و وہم نبود ہوشِ ما
ہمارا ہوش خیال اور وہم سے (وابستہ) نہیں ہے

حالتِ دیگر بود کاں نادر ست
ایک دوسری ہی حالت ہے جو کمیاب ہے

تو مشو منکر کہ حق بس قادر ست
تو منکر نہ بن اللہ بہت قدرت والا ہے

تو قیاس از حالتِ انساں مکن
تو انسان کی حالت پر قیاس نہ کر

منزل اندر جور و در احساں مکن
ظلم و احسان میں ٹھکانہ نہ کر

جور و احساں رنج و شادی حادث ست
ظلم اور احسان، رنج اور خوشی سب نو پید ہیں

حادثاں میرند و حق شاں وارث ست
نو پید چیزیں فنا ہو جاتی ہیں اور اللہ انکا وارث ہے

صبح شد اے صبح را پشت و پناہ
اے صبح کے پشت و پناہ! صبح ہو گئی

عذرِ مخدومی حسام الدین بخواہ
میرے مخدوم حسام الدین سے معذرت کر

عذر خواہِ عقلِ کل و جاں توئی
عقلِ کل اور جان سے معذرت چاہنے والا تو ہی ہے

جانِ جان و تابشِ مرجاں توئی
جان کی جان اور مونگے کی چمک تو ہی ہے

تافت نورِ صبحِ ما از نورِ تو
ہماری صبح کا نور تیرے نور سے چمک اٹھا

در صبوحی با مئے منصورِ تو
صبح کی شراب نوشی کے وقت، تیری منصور شراب کے ذریعہ

دادۂ حق چوں چنیں دارد مرا
اللہ کی عطا جب مجھے ایسا بنائے رکھتی ہے

بادہ کہ بود تا طرب آرد مرا
شراب کیا ہوتی ہے جو مجھے مست کرے؟

بادہ در جوشش گدائے جوشِ ماست
شراب، جوش میں ہمارے جوش کی بھکاری ہے

چرخ در گردش فدائے ہوشِ ماست
آسمان، گردش میں ہمارے ہوش پر قربان ہے

بادہ از ما مست شد نے ما ازو
شراب ہم سے مست ہوئی ہے، نہ کہ ہم اُس سے

قالب از ما ہست شد نے ما ازو
جسم ہماری وجہ سے پیدا ہوا ہے، نہ کہ ہم اسکی وجہ سے

ما چو زنبوریم و قالب ہا چو موم
ہم شہد کی مکھی کی طرح ہیں اور جسم موم کی طرح

خانہ خانہ کردہ قالب را چو موم
اُس نے جسم کو موم کی طرح خانہ خانہ بنا رکھا ہے

لہ جہان کہنہ۔ دنیا میں پرمہ تغیرات ہیں اسلئے اُسکو کہنہ کہا ہے۔ جانِ نو۔ حضرتِ حق، قیوم ہے لہٰذا وہ عالم کیلئے بمنزلہ جان ہے اور ہر روز اُس کی ایک شان کا ظہور ہوتا ہے۔ شرحِ گل۔ یعنی محبوب کے دیدار کی باتیں ختم کر کے اَب عاشق کی مہجوری کا حال سُنا۔ سہ حالتِ انسان۔ یعنی عشقِ مجازی کی لذت اور تکلیف محبوب کے قہر اور مہر پر موقوف ہے۔ عشقِ حقیقی کو عشقِ مجازی پر قیاس نہ کرنا چاہیئے۔ اِس لئے کہ اُس کی کیفیات عوارض سے وابستہ ہیں جو فانی ہیں اور عشقِ حقیقی کا تعلق ذاتِ باری سے ہے جو حی و قیوم ہے۔ صبح شد۔ یعنی تجلیات کی محویت میں سحر ہو گئی اور مثنوی لکھنے میں تاخیر ہوئی لہٰذا اے عشق تجھے حسام الدین سے عذر خواہی کرنی چاہیئے۔ جنکی فرمائش اور اصرار پر مثنوی لکھنی شروع کی گئی ہے۔ حسام الدین مولانا کے خاص مرید ہیں جن کا ذکر مولانا بڑی تعظیم سے کرتے ہیں۔ توئی۔ یعنی عشق۔ عقل، جان، مرجان۔ یعنی مونگا۔ مراد مولانا حسام الدین۔ نورِ تو۔ نورِ عشق۔ صبوحی۔ صبح کی شراب۔ سہ منصور۔ یعنی خدائی مدد سے بہرہ یاب۔ دادۂ حق یعنی عشقِ الٰہی۔ بادہ۔ انگوری شراب یعنی انگوری شراب کا جوشش مہ کردہ۔ یعنی اپنے تصرف میں لایا۔

بس درازست ایں حدیث اے خواجہ گو ‖ تا چہ شد احوالِ آں مردِ نکو[1]

یہ قصہ دراز ہے اے صاحب! بتائیے ‖ اُس نیک مرد کے کیا احوال ہوئے؟

رجوع بحکایت خواجہ تاجر

خواجہ سوداگر کی حکایت کی طرف رجوع

خواجہ اندر آتش و درد و حنین ‖ صد پراگندہ ہمی گفت ایں چنیں

خواجہ، آگ اور درد اور رونے کی حالت میں ‖ اسی طرح کی سینکڑوں بہکی بہکی باتیں کر رہا تھا

گہ تناقض گاہ ناز و گہ نیاز ‖ گاہ سودائے حقیقت گہ مجاز

کبھی متضاد باتیں، کبھی ناز اور کبھی نیاز ‖ کبھی حقیقی پاگل پن اور کبھی بناوٹی

مردِ غرقہ گشتہ جانے میکند ‖ دست را در ہر گیاہے میزند

ڈوبنے والا، جان توڑتا ہے ‖ ہر تنکے پر ہاتھ مارتا ہے

تا کدامیں دست گیرد در خطر ‖ دست و پائے میزند از بیم سر

تا کہ خطرے میں اُس کی کوئی دستگیری کرے ‖ سر کے ڈر سے ہاتھ پیر مارتا ہے

دوست دارد دوست ایں آشفتگی ‖ کوشش بیہودہ بہ از خفتگی

اس پریشان حالی کو دوست پسند کرتا ہے ‖ سونے سے لاحاصل کوشش بہتر ہے

آنکہ اُو شاہ ست او بیکار نیست ‖ نالہ[2] از وے طُرفہ کو بیمار نیست

جو شاہ ہے وہ (بھی) بیکار نہیں ہے ‖ جو بیمار نہیں ہے اُس کی آہ وزاری عجیب بات ہے

بہرِ ایں فرمودہ رحمٰن اے پسر ‖ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ اے پسر

اے بیٹا! رحمٰن نے اس لئے فرمایا ہے ‖ اے بیٹا! وہ ہر روز کسی کام میں ہے

اندریں رہ می تراش و می خراش[3] ‖ تا دمِ آخر دمے فارغ مباش

اِس راستہ میں کانٹ چھانٹ کرتے رہو ‖ آخری سانس تک کسی وقت خالی نہ رہو

تا دمِ آخر دمے آخر بُوَد ‖ کہ عنایت با تو صاحب سر بُوَد

مرتے دم تک کوئی وقت ہمراز ہوگا ‖ کہ عنایت (خداوندی) تیری ہمراز ہوگی

ہر کہ میکوشد گر مرد و زن ست ‖ گوش و چشمِ شاہِ جاں بر روزن ست

جو بھی کوشش کرتا ہے، خواہ مرد ہو یا عورت ‖ جان کے مالک کے کان اور آنکھیں جھروکے پر لگی ہیں

ایں سخن پایاں ندارد اے عمو ‖ قصۂ طوطی و خواجہ باز گو

اے چچا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے ‖ طوطی اور خواجہ کا قصہ سنا

---

[1] مردِ نکو۔ یعنی سوداگر۔ حنین۔ رونے کی آواز۔ گیاہے۔ مشہور ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ بیمِ سَر۔ موت کا ڈر۔ دوست۔ یعنی اللہ تعالےٰ کو کوشش اور سعی پسند ہے اگرچہ نتیجہ اُس نے اپنے قبضۂ قدرت میں رکھا ہے۔ شاہ ست۔ یعنی اللہ تعالیٰ باوجود تمام بے نیازیوں اور صمدیت کے معروفِ کار ہے۔

[2] نالہ۔ بدون بیماری کے آہ وزاری جس طرح باعثِ تعجب ہے اسی طرح حضرتِ حق کی بے نیازی کے باوجود مشغولیت باعثِ تعجب ہے۔ رحمٰن۔ اللہ کا اسم ہے نیز سورۂ رحمٰن بھی مراد ہو سکتی ہے چونکہ یہ آیت اِسی سورہ کی ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ یعنی صفاتِ ذات جن کا وہ اظہار کرتا رہتا ہے کسی کو مارتا ہے کسی کو رزق دیتا ہے کسی کو حیات بخشتا ہے۔

[3] تراش و خراش۔ تراشیدن۔ بمعنیٰ کاٹنا۔ اور خراشیدن بمعنیٰ چھیلنا سے امر کے صیغے ہیں یہاں کوشش اور سعی مراد ہے۔ آخر۔ دو جگہ ہے پہلے کے معنیٰ پچھلا اور دوسرے کے معنیٰ یقیناً ہیں۔ ہر کہ۔ قرآن میں ہے "لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى" یعنی تم میں سے میں کسی کام کرنیوالے کے کام ضائع نہ کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ گوش۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر شخص کے کام کا سننے اور دیکھنے والا ہے۔

بیروں انداختنِ خواجہ طوطیٔ مُردہ را از قفس و پریدنِ آں

خواجہ کا مُردہ طوطی کو پنجرے سے باہر پھینکنا اور اُس کا اُڑ جانا

بعد ازانش از قفس بیروں فگند
اُس کے بعد اُس کو پنجرے سے باہر پھینکا

طوطیک پرّید تا شاخِ بلند
طوطی بلند شاخ پر اُڑ گئی

طوطیِ مُردہ چناں پرواز کرد
مُردہ طوطی نے اِس طرح اُڑان بھری

کافتاب از شرق ترکی تاز[1] کرد
جیسے سورج مشرق سے دوڑ دھوپ کرتا ہے

خواجہ حیراں گشت اندر کارِ مرغ
پرندے کے کام سے خواجہ حیران ہو گیا

بے خبر ناگہ بدید اسرارِ مرغ
اچانک، بے خبر اس نے پرندے کے راز دیکھے

روئے بالا کرد و گفت اے عندلیب
اوپر مُنہ اٹھایا اور بولا اے بُلبل!

از بیانِ حالِ خود مان دہ نصیب
اپنے حال کے بیان سے ہمیں حصہ دے

اُو چہ کرد آنجا کہ تو آموختی
اُس نے وہاں کیا کیا جو تو نے سیکھ لیا

چشمِ ما از مکرِ خود بردوختی
اپنی تدابیر سے تو نے ہماری آنکھیں بند کر دیں

ساختی مکرے و ما را سوختی
تو نے مکر کیا اور ہمیں جلا ڈالا

سوختی ما را و خود افروختی
ہمیں جلا دیا اور خود کو روشن کر لیا

گفت طوطی کو بفعلم پند داد
طوطی نے کہا کہ اُس نے عمل سے مجھے نصیحت کی

کہ رہا کُن نطق و آواز و گشاد
کہ بول چال اور خوشی کو ترک کر دے

زانکہ آوازت[2] ترا در بند کرد
کیونکہ تیری آواز نے تجھے قید کرایا

خویش اُو مُردہ پئے ایں پند کرد
اُس نے اِس نصیحت کیلئے اپنے آپکو مُردہ بنا لیا

یعنی اے مطرب شدہ با عام و خاص
یعنی اے خاص و عام کو مست کرنے والے

مُردہ شو چوں من[3] کہ تا یابی خلاص
میری طرح مردہ بنجا تاکہ نجات پائے

دانہ باشی مرغگانت بر چنند
دانہ بنے گا تو پرندے تجھے چُگ لیں گے

غنچہ باشی کودکانت بر کنند
کلی بنے گا تو بچے تجھے نوچ لیں گے

دانہ پنہاں کُن بکلّی دام شو
دانے کو چھپا، بالکل جال بنجا

غنچہ پنہاں کُن گیاہِ بام شو
کلی کو چھپا لے محل کا سبزہ بنجا

ہر کہ داد اُو حُسنِ خود را در مزاد
جس نے اپنے حُسن کو بڑھایا

صد قضائے بد سوئے اُو رو نہاد
سینکڑوں آفتوں نے اُس کا رخ کیا

---

[1] ترکی تاز۔ ترکتاز یعنی ترکوں کی طرح دوڑ دھوپ کرنا۔ عندلیب۔ بُلبل۔ نصیب حصّہ۔ بفعل پند دادن۔ عملی طور پر نصیحت کرنا۔ رہا کردن چھوڑنا۔ گشاد۔ انبساط، خوشی۔

[2] آوازت۔ طوطی کی خوش الحانی گرفتاری کا سبب بنتی ہے۔ ایں پند پہلے گذرا ہے کہ تاجر کی طوطی نے جنگل کی طوطی سے اپنی نجات کی راہنمائی چاہی تھی تو جنگل کی طوطی نے مرکر اس کو تعلیم دی کہ خاموشی نجات کا سبب ہے۔

[3] یعنی۔ مرکر اُس نے یہ سمجھایا تھا کہ مرکر تیری خوش بیانی ختم ہوگی تو تجھے نجات ملیگی۔ دانہ باشی۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے یعنی انسان کی نمود اُسکی تباہی ہے۔ مزاد۔ زیادتی۔ قضا۔ آفت۔ رو نہادن۔ متوجہ ہونا۔

چشمہا و خشمہا و رشکہا
آنکھیں اور غصے اور رشک
بر سرش بارد چو آب از مشکہا
اُس پر اس طرح برس پڑینگے جیسے مشک سے پانی

دشمناں اُو را ز غیرت میدرند
دشمن، حسد سے اُسے پھاڑ ڈالیں گے
دوستاں ہم روزگارش میبرند
دوست بھی اُس کا وقت ضائع کریں گے

آنکہ غافل بُود از کشتِ بہار
جو موسم بہار کی کھیتی سے غافل ہو
اُو چہ داند قیمتِ ایں روزگار
وہ اُس وقت کی قیمت کیا جانے

در پناہِ لطفِ حق باید گریخت
اللہ کی مہربانی کی پناہ میں آنا چاہیے
کو ہزاراں لطف بر ارواح ریخت
جس نے روحوں پر ہزاروں مہربانیاں برسائی ہیں

تا پناہے یابی آنگہ چہ پناہ
اُس وقت تک کہ تو پناہ حاصل کرلے اور پناہ بھی کیسی
آب و آتش مر ترا گردد سپاہ
کہ پانی اور آگ تیرے سپاہی بنجاتے ہیں

نوحؑ و موسیٰؑ را نہ دریا یار شد
کیا نوح اور موسیٰ (علیہما السلام) پر دریا مہربان نہیں ہوا؟
نے بر اعداشاں بکیں قہار شد
کیا اُنکے دشمنوں پر اُس نے قہر نہیں ڈھایا؟

آتش ابراہیمؑ را نے قلعہ بُود
کیا آگ ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے قلعہ نہیں بنی؟
تا بر آورد از دل نمرود دُود
یہانتک کہ نمرود کے دل سے دھواں اٹھادیا

کوہ یحییٰؑ را نہ سوئے خویش خواند
کیا پہاڑ نے یحییٰ علیہ السلام کو اپنی طرف نہیں بلایا؟
قاصدانش را بزخم سنگ راند
اور اُن کا قصد کرنیوالوں کو پتھر مار کر بھگایا؟

گفت اے یحییٰ بیا در من گریز
اُس نے کہا اے یحییٰ! آ مجھ میں بھاگ آ
تا پناہت باشم از شمشیر تیز
تاکہ تیز تلوار سے تیری پناہ ہوں

وداع کردن طوطی خواجہ را و پند دادن و پریدن
طوطی کا خواجہ کو رخصت کرنا اور نصیحت کرنا اور اڑ جانا

یک دو پندش داد طوطی بے نفاق
طوطی نے اُس کو مخلصانہ دو ایک نصیحتیں کیں
بعد ازاں گفتش سلام الفراق
اُس کے بعد اُس نے کہا، سلام ہے، الفراق

الوداع اے خواجہ کردی مرحمت
الوداع اے خواجہ! تو نے کرم کیا
کردی آزادم ز قید و مظلمت
مجھے قید اور تاریکی سے آزاد کردیا

الوداع اے خواجہ رفتم تا وطن
اے خواجہ الوداع، میں وطن کو جاتی ہوں
ہم شوی آزاد روزے ہمچو من
تو بھی میری طرح کسی دن آزاد ہوجائے

سلہ روزگارش می برند۔ اوقات ضائع کرینگے۔ کِشت۔ کھیتی۔ بہار۔ موسم بہار۔ اُو چہ داند۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اگر یہاں بیج نہ بوؤ گے تو آخرت میں نہ کاٹ سکوگے۔ در پناہِ حق۔ انسانوں سے خلوت اختیار کرکے اللہ سے دوستی جوڑنی چاہیے۔
سلہ چہ پناہ۔ خدا کی پناہ۔ وہ پناہ ہے جس کے ذریعہ کائنات خادم بنجاتی ہے
شعر
تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ
نوحؑ و موسیٰؑ۔ طوفان آیا جو حضرتِ نوحؑ کی نجات اور دشمنوں کی تباہی کا سبب بنا۔ دریائے نیل نے فرعون کو ڈبودیا حضرت موسیٰؑ کو نجات دلائی۔ قلعہ۔ یعنی پناہ گاہ۔ دود از دل بر آوردن۔ حسرت زدہ بنانا، محروم کرنا۔
سلہ نمرود۔ وہی ظالم بادشاہ ہے جس نے حضرتِ ابراہیمؑ کو آگ میں ڈلوایا تھا۔ یحییٰ۔ مشہور ہے کہ حضرتِ یحییٰؑ کو قوم نے جب قتل کرنیکا ارادہ کیا تو ایک پہاڑ نے اُن کو اپنے اندر پناہ دی اور جب قوم انکے تعاقب میں پہونچی تو اسی پہاڑ کے پتھروں نے اُس قوم کو ہلاک کردیا۔ وَداع کردن۔ رخصت کرنا۔ اَلوداع اَلفراق۔ یہ دونوں کلمے جدائی کے موقع پر بولے جاتے ہیں۔ مظلمت۔ اندھیرا۔ آزاد۔ یعنی دنیوی علائق کے پنجرے سے۔

خواجہ گفتش فی اَمانَ اللہ برو | مر مرا اکنوں نمودی راہِ نو
خواجہ نے اُس سے کہا فی امان اللہ جا | تو نے مجھے اب نئی راہ دکھا دی

سوئے ہندوستانِ اصلی رو نہاد | بعدِ شدّت از فرح دل گشت شاد
اصلی وطن ہندوستان کی طرف اُس نے رخ کیا | سختی کے بعد خوشی سے اُس کا دل خوش ہو گیا

خواجہ با خود گفت ایں پندِ من ست | راہِ اُو گیرم کہ ایں رہ روشن ست
خواجہ نے اپنے آپ سے کہا یہ میرے لئے نصیحت ہے | اُس کا راستہ اختیار کروں گا، یہ راستہ واضح ہے

جانِ من کمتر ز طوطی کے بُوَد | جاں چنیں باید کہ نیکو پے بُوَد
میری جان طوطی سے کیا کم ہے | ایسی جان چاہیئے جو نیک قدم ہو

مضرتِ تعظیمِ خلق و انگشت نما شدن
لوگوں کی تعظیم اور شہرت کی مضرت

تن قفس شکل ست زاں شد خارِ جاں | از فریبِ داخلان و خارجاں
جسم پنجرے کی طرح ہے، اسی وجہ جان کیلئے کانٹا ہے | اندرونی اور بیرونی لوگوں کے مکر کی وجہ سے

اینش گوید من شوم ہمرازِ تو | و آنش گوید نے منم انبازِ تو
یہ اس کو کہتا ہے میں تیرا ہمراز ہوں | اور وہ اُس سے کہتا ہے نہیں میں تمہارا ساتھی ہوں

اینش گوید نیست چوں تو در وجود | در کمال و فضل و در احسان و جود
یہ اُس سے کہتا ہے تجھ جیسا کوئی موجود نہیں ہے | کمال اور فضل اور احسان اور سخاوت میں

آنش گوید ہر دو عالم آنِ تست | جملہ جانہائے ما طفیلِ جانِ تست
وہ اُس سے کہتا ہے دونوں جہاں تیری ملکیت ہیں | ہم سب کی جانیں تیری جان کی طفیلی ہیں

اینش گوید گاہِ عیش و خرّمی | آنش گوید گاہِ نوش و ہمدمی
یہ اُس سے کہتا ہے، عیش اور خوشی کا وقت ہے | وہ اُس سے کہتا ہے۔ پینے پلانے اور یاری دوستی کا وقت ہے

اُو چو بیند خلق را سرمستِ خویش | از تکبّر میرود از دستِ خویش
وہ جب لوگوں کو اپنا شیدائی دیکھتا ہے | تکبّر کی وجہ سے آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔

اُو نداند کہ ہزاراں را چو او | دیو افگندست اندر آبِ جو
وہ نہیں سمجھتا کہ اُس جیسے ہزاروں کو | شیطان نے نہر کے پانی میں پھینک دیا ہے

لطف و سالوسِ جہاں خوش لقمہ ایست | کمترش خور کو پُر آتش لقمہ ایست
دنیا کی مہربانی اور مکاری مزیدار نوالہ ہے | اُس کو نہ کھا کیونکہ وہ آگ بھرا ہے

لے فی امان اللہ۔ اللہ کی حفاظت میں یہ کلمہ بھی رخصت کرتے وقت بولا جاتا ہے۔ اصلی۔ وطن محذوف کی صفت ہے۔ فرح۔ خوشی۔ انگشت نما شدن۔ مشہور ہونا۔ ۵۲ اینش۔ جلوت کی جو مضرتیں ہیں اُنکا بیان ہے شعر:
دل کے یاردں سے ہوا شوق گناہ
آدمی کا آدمی شیطان ہے
انباز۔ شریک۔ ساتھی۔ جود سخاوت۔ دیو۔ شیطان۔ سالوس۔ مکروفریب۔

آتشش[۱] پنہاں و ذوقش آشکار — دُودِ اُو ظاہر شود پایانِ کار
اُسکی آگ ڈھکی ہوئی ہے اور مزا کھلا ہوا ہے — اُس کا دھواں آخر میں ظاہر ہوتا ہے

تو مگو تا مدح را من کے خرم — از طمع می گوید اُو من پے برم
تو یہ نہ کہہ خوشامد کا میں کب خریدار ہوں؟ — مجھے معلوم ہے وہ لالچ کی وجہ سے کہہ رہا ہے

مادحت گر ہجو گوید بر ملا — روزہا سوزد دِلت زاں سوزہا
تیری تعریف کرنیوالا، اگر کھلم کھلا برائی کرے — اُن سوزشوں سے تیرا دل عرصہ تک جلیگا

گرچہ دانی کُو ز حرماں گفت آں — کاں طمع کہ داشت از تو شد زیاں
اگرچہ تو جانتا ہے کہ اُس نے محروم رہنے کی وجہ سے وہ کہا ہے — کیونکہ وہ لالچ جو اُسکو تجھ سے تھا، نہ ملا

آں اثر میماندت در اندروں[۲] — در مدیح ایں حالتے ہست آزموں
اُس کا اثر تجھ میں رہیگا — تعریف میں (بھی) یہ حالت معیار ہے

آں اثر ہم روزہا باقی بُوَد — مایۂ کبر و خداعِ جاں شود
وہ اثر بھی عرصہ تک باقی رہتا ہے — جو جان کے تکبر اور دھوکے کا سرمایہ بنتا ہے

نیک بنماید چو شیرین ست مدح — بد نماید زانکہ تلخ اُفتاد قدح
تعریف چونکہ میٹھی ہے، اچھی لگتی ہے — برائی چونکہ کڑوی ہے بری لگتی ہے

ہمچو مطبوخ ست و حَبّ کاں را خوری — تا بدیرے شورش و رنج اندری
(وہ برائی) مسہل اور گولی کی طرح ہے جو تو کھاتا ہے — جس کی شورش اور تکلیف دیر تک تجھ میں رہتی ہے

ور خوری حلوا بُوَد ذوقش دمے — ایں اثر چوں آں نمی پاید ہمے
اگر تو حلوا کھائے اُس کا مزا تھوڑی دیر رہتا ہے — اُسکا اثر بھی اُس کے اثر کی طرح پائیدار نہیں ہے

چوں نمی پاید ہمی ماند نہاں — ہر ضدے[۳] را تو بضدِ آں بداں
چونکہ (حلوے کا ذائقہ منہ میں) نہیں ٹھہرتا ہے — ہر ایک ضد کو دوسری ضد سے پہچان لے

چوں شکر ماند نہاں تاثیرِ اُو — بعدِ چندے دُمّل آرد نیش جو
چونکہ شکر کی تاثیر پوشیدہ رہتی ہے (چھپی رہتی ہے) — چند دن بعد قابلِ نشتر پھوڑا پیدا کر دیتی ہے

ور حَبّ و مطبوخ خوردی اے ظریف — اندروں شد پاک زاخلاطِ کثیف
اے خوش مزاج! اگر تو گولی اور مسہل پیے — گندے مواد سے تیرا باطن پاک ہو جائے

نفس از بس مدحہا فرعون شد — کُن ذلیلَ النفسِ ہُوناً لاَ تَسُد
نفس تعریفوں سے فرعون بنگیا — تو متکبر مزاج خاکسار بنجا، سرداری نہ چاہ

۱؎ آتشش۔ مدح سرائی سے انسان ابتدا لطف اندوز ہوتا ہے۔ لیکن انجام تباہی ہے۔ تو مگو۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ لوگوں کی غلط مدح سرائی سے ہم پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ مولانا اسکی تردید کرتے ہیں کہ ضرور اثر ہوتا ہے جو تمہارے لئے غیر محسوس ہے۔ گرچہ دانی۔ یعنی تم خود سمجھتے ہو کہ چونکہ تم نے اُسے محروم کیا ہے اِس لئے برائی کر رہا ہے لیکن اُس کی برائی سے متاثر ہوتے ہو۔

۲؎ اندروں۔ باطن، قلب۔ مدیح۔ مدح، تعریف۔ خِداع۔ مکروفریب۔ قدح۔ عیب جوئی، طعنہ زنی۔ مطبوخ۔ پکا ہوا یعنی مسہل کی دوا جو پکا کر پلائی جاتی ہے۔ حَبّ۔ گولی۔ تا بدیرے۔ مسہل کا اثر سارے دن رہتا ہے۔ پیٹ میں مروڑ ہوتا رہتا ہے اور دست آتے رہتے ہیں۔ ایں۔ حلوے کا ذائقہ۔ آں۔ مسہل کا اثر۔

۳؎ ہر ضدے۔ ایک ضد کو دوسری ضد سے پہچانا جاتا ہے۔ جب کڑوی دوا کا اثر دیر تک رہتا ہے تو شکر کا بھی اثر دیرپا ہوگا۔ چوں شکر۔ شکر کا اندرونی اثر یہ ہوگا کہ اُس سے پھوڑے پیدا ہونگے جن پر شگاف لگانے کی ضرورت پڑیگی۔ ظریف۔ خوش مزاج۔ اَخلاط۔ خِلط کی جمع ہے۔ جسم کا مادہ۔ کثیف۔ گندا۔

۴؎ گاڑھا۔ ذلیل النفس۔ متکبر مزاج۔ هَوْن۔ خاکساری۔ لاَ تَسُدْ۔ سردار نہ بن، سیادت کا فعل نہی ہے۔

تا توانی بندہ شو سلطاں مباش ‏— زخم کش چوں گوئے[۱] شو چوگاں مباش

جب تک ہو سکے خادم بن بادشاہ نہ بن ‏— گیند کی طرح چوٹ برداشت کر بلّا نہ بن

ورنہ چوں لطفت نماند ویں جمال ‏— از تو آید آں حریفاں را ملال

ورنہ جب تیری مہربانی اور حسن نہ رہیگا ‏— اُن دوستوں کے تجھ سے دل بھر جائینگے

آں جماعت کت ہمی دادند ریو ‏— چوں ببینندت بگویندت کہ دیو

وہی لوگ جو تجھے دھوکا دیتے تھے ‏— جب تجھ کو دیکھیں گے تجھے بھوت کہیں گے

جملہ گویندت چو بینندت بدر ‏— مُردہ از گورِ خود بر کردہ سر

جب تجھے دروازہ پر دیکھیں گے سب تجھے کہیں گے ‏— مردہ اپنی قبر سے نکل آیا ہے

ہمچو امرد[۲] کہ خدا نامش کنند ‏— تا بداں سالوس در دامش کنند

اَمرد (لڑکے) کی طرح کہ اُس کو خدا کہتے ہیں ‏— تاکہ اِس مکاری سے اُسکو جال میں پھانس لیں

چوں بہ بدنامی برآید ریش او ‏— دیو را ننگ آید از تفتیش او

جب بدنامی کے ساتھ اُس کی داڑھی نکل آئی ‏— اُس کے احوال معلوم کرنے سے شیطان کو بھی ذلت محسوس ہوتی ہے

دیو سوئے آدمی شد بہر شر ‏— سوئے تو ناید کہ از دیوی بتر

شیطان شر پھیلانے آدمی کی طرف آتا ہے ‏— تیری جانب نہیں آتا، کیونکہ تو شیطان سے بدتر ہے

تا تو بودی آدمی دیو از پیت ‏— میدوید و میچشانید از میت

جب تک تو آدمی تھا شیطان تیرے پیچھے ‏— دوڑتا تھا اور تجھے شراب پلاتا تھا

چوں شدی در خوئے دیوی استوار ‏— میگریزد از تو دیو اے نابکار

جب تو شیطنت میں پختہ کار ہوگیا ‏— اے نالائق! شیطان تجھ سے بھاگتا ہے

آنکہ اندر دامنت آویخت او ‏— چوں چنیں گشتی ز تو بگریخت او

جو تیرے دامن سے چمٹا ہوا تھا ‏— جب تو ایسا ہوگیا وہ تجھ سے بھاگ گیا

تفسیر ماشاء[۳] اللہ کان وما لم یشأ لم یکن

جو اللہ نے چاہا ہوا اور جو نہ چاہا نہ ہوا کی تفسیر

اینہمہ گفتیم لیک اندر بسیج ‏— بے عنایاتِ خدا ہیچیم ہیچ

یہ سب کچھ ہم نے کہا لیکن ارادہ میں ‏— خدا کی عنایتوں کے بغیر ہم ہیچ در ہیچ ہیں

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق ‏— گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

اللہ اور اللہ کے مخصوص بندوں کی عنایتوں کے بغیر ‏— اگر فرشتہ (بھی) ہے تو اُسکا نامۂ اعمال سیاہ ہے

---

[۱] گوئی۔ گیند، گیند بلّے کی چوٹ کھاتی ہے۔ چوگاں۔ بلّا، گیند پر ضرب لگاتا ہے۔ ورنہ۔ وہی خوشامدی تجھ سے بھاگیں گے۔ کت۔ کہ ترا۔ ریو۔ فریب، دھوکا۔ دیو۔ شیطان۔ بھوت۔ بدر۔ بر در۔ دروازہ پر۔
[۲] امرد۔ نوخیز لڑکا۔ خدا۔ یعنی اس کے چاہنے والے اس کو دل وجان کا مالک بتاتے تھے۔ بدنامی۔ عاشقوں کی صحبت کی وجہ سے۔ دیوی بتر۔ تو شیطان سے بھی بڑا شیطان ہے۔ از پیت۔ از پئے تو۔ میت۔ ترا مے می چشانید۔ آنکہ۔ شعر
بوقتِ تنگدستی آشنا بیگانہ می گردد
صراحی چوں شود خالی جدا پیمانہ می گردد
[۳] ماشاء اللہ۔ جو اللہ نے چاہا، اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ خدا کی مشیت اور ارادہ سے اُس کی مراد جدا نہیں ہو سکتی جو خدا چاہتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ بسیج۔ بروزنِ سریش۔ قصد وارادہ۔ ہیچ۔ ناچیز۔ خاصانِ حق۔ انبیاء اور مرسلین۔ ورق۔ نامۂ اعمال۔

اے خدا اے قادرِ بیچون و چند
اے خدا! اے قدرت والے کیفیت اور کمیت سے

از تو پیدا شد چنیں قصرِ بلند
اس قدر بلند محل تجھ سے بنا ہے

واقفی بر حالِ بیرون و درون
تو ظاہری اور باطنی حالت سے واقف ہے

بے کم و بے بیش و بے چندی و چون
تو بلا کمی اور زیادتی کے اور کمیت اور کیفیت کے

اے خدا اے فضلِ تو حاجت روا
اے خدا! اے وہ ذات کہ تیری عنایت حاجت روا ہے

با تو یادِ ہیچ کس نبود روا
تیرے سامنے کسی کی یاد درست نہیں ہے

ایں قدر ارشاد تو بخشیدۂ
اسقدر رہنمائی تو نے بخشی ہے

تا بدیں بس عیبہا پوشیدۂ
جس سے تو نے بہت سے عیب ڈھک دیئے ہیں

قطرۂ دانش کہ بخشیدی ز پیش
پہلے سے تو نے جو علم کا قطرہ بخشا ہے

متصل گرداں بدریاہائے خویش
اس کو اپنے دریاؤں سے ملا دے

قطرۂ علم ست اندر جانِ من
میری جان میں علم کا ایک قطرہ ہے

وا رہانش از ہوا وز خاکِ تن
اسکو خواہش اور جسم کی مٹی سے بچا دے

پیش ازیں کیں خاکہا خسفش کند
اس سے پہلے کہ یہ مٹیاں اسکو دھنسا لیں

پیش ازیں کیں بادہا نشفش کند
اس سے پہلے کہ یہ ہوائیں اسکو سکھا لیں

گرچہ چوں نشفش کند تو قادری
اگرچہ تو اس پر قادر ہے کہ جب وہ اسکو سکھا لیں

کش ازیشاں وا ستانی وا خری
کہ اس کو تو ان سے واپس لے لے

قطرۂ کو در ہوا شد یا کہ ریخت
وہ قطرہ جو ہوا میں اڑ گیا یا بہہ گیا

از خزینہ قدرتِ تو کے گریخت
تیری قدرت کے خزانے سے کب بھاگ سکتا ہے؟

گر در آید در عدم یا صد عدم
اگر وہ عدم یا سو عدموں میں بھی آ جائے

چوں بخوانیش او کند از سر قدم
جب تو اسے بلائے وہ سر کے بل آ جائے

صد ہزاراں ضد ضد را می کشد
لاکھوں متضاد چیزیں متضاد چیزوں کو فنا کرتی ہیں

بازشاں فضلِ تو بیروں می کشد
پھر تیرا فضل انکو باہر نکال لاتا ہے

از عدمہا سوئے ہستی ہر زماں
ہر وقت عدموں سے وجود کی طرف

ہست یارب کارواں در کارواں
اے خدا! قافلہ در قافلہ (رواں) ہے

خاصہ ہر شب جملہ افکار و عقول
خصوصاً ہر رات تمام فکریں اور عقلیں

نیست گردد غرق در بحرِ نغول
نیند کے سمندر میں غرق ہو کر معدوم ہو جاتی ہیں

لہ بیچوں - وہ ذات جسکی حقیقت دریافت نہ کیجا سکے چند - مقدار - قصرِ بلند - آسمان - روا - برلانے والا، جائز - ارشاد - رہنمائی، ہدایت -

لہ قطرۂ دانش - انسان کا علم اللہ کے علم کی نسبت سے سمندروں کے اعتبار سے ایک قطرہ بھی نہیں ہے - خسف - زمین کا کسی چیز کو اپنے اندر دھنسا لینا - نشف - خشک کرنا - کش - کہ اورا - واستاندن - واپس لینا - واخریدن - اپنی چیز کو واپس خرید لینا -

لہ صد ہزاراں - دنیا میں تنازع للبقاء کا عمل جاری ہے اشیاء فنا ہو جاتی ہیں قدرت پھر انکو پیدا کرتی ہے - خاصہ - جس طرح موجوداتِ خارجی معدوم سے موجود ہوتے ہیں اسی طرح خیالات کا بھی حال ہے - نغول - بفتحتین ژرف - گہرا -

باز وقتِ صبح چوں اللّٰہیاں
پھر صبح کو خدا پرستوں کی طرح

بر زنند از بحر سر چوں ماہیاں
مچھلیوں کی طرح سمندر سے سر ابھارتی ہیں

در خزاں[1] بیں صد ہزاراں شاخ و برگ
خزاں (کے موسم) میں لاکھوں شاخیں اور پتے

از ہزیمت رفتہ در دریائے مرگ
شکست کھا کر موت کے دریا میں چلے جاتے ہیں

زاغ پوشیدہ سیہ چوں نوحہ گر
کوّے نے نوحہ گر کی طرح سیاہ لباس پہنا ہے

در گلستاں نوحہ کردہ بر خضر
باغ میں سبزہ پر نوحہ کرتا ہے

باز فرماں آید از سالارِ دہ
پھر ربّ العالمین کی جانب سے حکم آتا ہے

مر عدم را کانچہ خوردی باز دہ
عدم کیلئے، کہ جو کچھ تو نے کھایا ہے واپس دے

آنچہ خوردی وا دہ اے مرگِ سیاہ
اے کالی موت! جو تو نے کھایا ہے، واپس دے

از نبات و ورد و از برگ و گیاہ
پودے اور گلاب اور پتے اور گھاس

اے برادر عقل یک دم با خود آر
اے بھائی! تھوڑی دیر ہوش سنبھال

دمبدم در تو خزان ست و بہار
تجھ میں (بھی) ہر وقت خزاں اور بہار ہے

اے برادر یک دم از خود دور شو
اے بھائی! تھوڑی دیر کیلئے خودی چھوڑ دے

با خود آ و غرق بحرِ نور شو
ہوش میں آ، اور نور کے سمندر میں ڈوب جا

باغِ دل را سبز و تر و تازہ بیں
دل کے باغ کو سبز اور تر و تازہ دیکھ

پُر ز غنچہ و ورد و سرو و یاسمیں
غنچہ اور گلاب اور سرو اور چنبیلی سے

زانبہیِ برگ پنہاں گشتہ شاخ
پتوں کی کثرت سے شاخیں ڈھکی ہوئی ہیں

زانبہیِ گُل نہاں صحرا و کاخ
پھولوں کی کثرت سے جنگل اور محل ڈھکے ہوئے ہیں

ایں سخنہا[2] یکہ از عقلِ کُل ست
یہ باتیں جو عقلِ کل کی جانب سے ہیں

بوئے آں گلزار سرو و سنبل ست
سرو اور سنبل کے چمن کی خوشبو ہیں

بوئے گُل دیدی کہ آنجا گُل نبود
جس جگہ پھول نہ تھا تو نے پھول کی خوشبو سونگھی

جوشِ مُل دیدی کہ آنجا مُل نبود
تو نے شراب کا نشہ اس جگہ دیکھا ہے جہاں شراب نہ تھی؟

بو[3] قلاوز ست و رہبر مر ترا
خوشبو تیری راہنما اور رہبر ہے

مے برد تا خلد و کوثر مر ترا
تجھے جنت اور کوثر تک لیجائے گی

بو دوائے چشم باشد نور ساز
خوشبو نور پیدا کرنیوالی، آنکھ کی دوا ہے

شد ز بوئے دیدۂ یعقوبؑ باز
خوشبو سے (حضرت) یعقوبؑ کی آنکھیں کھل گئیں

---

[1] در خزاں۔ موسمِ خزاں میں شاخیں اور پتے فنا ہو جاتے ہیں اور کوّے گویا اُن پر نوحہ گری کرتے ہیں اور قدرت پھر اُن کو پیدا کر دیتی ہے۔ سالارِ دہ۔ ربّ العالمین۔ نبات۔ زمین سے اُگنے والی چیزیں ورد۔ پھول۔ گلاب۔ اے برادر۔ انسان کے نفس میں خزاں یہ ہے کہ تعلقاتِ کونیہ سے وہ متعلق ہو اور بہار یہ ہے کہ معارف وجدانیہ سے سرفراز ہو۔

[2] ایں سخنہائے۔ یہ مضامین جو سمجھائے جا رہے ہیں یہ اسی باطنی گلزار کی مہک ہے عقلِ کُل یعنی ذاتِ باری تعالےٰ۔ مُل۔ شراب۔ جوشِ مُل مستی۔ مُل نبود۔ یعنی شراب کے بغیر مستی ممکن نہیں اور گُل کے بغیر خوشبو ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا اِن مضامین میں جوش اور خوشبو لا محالہ باطنی شراب اور باطنی گلزار کا فیض ہے۔

[3] بو۔ خوشبو، باطنی گلزار کی خوشبو جنت اور کوثر کی رہنمائی کرتی ہے۔ قلاوز۔ بدرقہ، جو شخص لشکر کے آگے راہنمائی کے لئے چلتا ہے۔ خلد۔ جنت۔ کوثر۔ جنت میں ایک نہر ہے۔ نور ساز۔ نور افزا۔ یعقوب حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں روتے روتے اندھے ہو گئے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتے کی خوشبو سے بینا ہو گئے۔

بوئے بد مر دیدہ را تاری کند — بوئے یوسف دیدہ را یاری کند

بد بو آنکھ کو تاریک کرتی ہے — یوسف (علیہ السلام) کی خوشبو آنکھ کی مدد کرتی ہے

تو کہ یوسف نیستی[1] یعقوب باش — ہمچو اُو با گریہ و آشوب باش

تو جب یوسف نہیں ہے، یعقوب بنجا — اُس کی طرح رونے اور مصیبت میں رہ

چوں تو شیریں نیستی فرہاد باش — چوں نہ لیلیٰ تو مجنوں گرد فاش

جب تو شیریں نہیں ہے فرہاد بن — جب تو لیلیٰ نہیں ہے تو کھلا مجنوں بنجا

تفسیر قول حکیم سنائی قدس سرہ

حکیم سنائی قدس سرہ کے قول کی تفسیر

ناز را روئے بباید ہمچو ورد — چوں نداری گرد بد خوئی مگرد

ناز کرنیکے لئے گلاب جیسا چہرہ چاہئے — جب تو نہیں رکھتا ہے بدمزاجی کے قریب جا

عیب[2] باشد چشم نابینا و باز — زشت باشد روئے نازیبا و ناز

عیب ہے، اندھی آنکھ اور کھلی ہوئی — بری بات ہے بدصورت چہرہ اور ناز

بشنو ایں پند از حکیم غزنوی — تا بیابی در تنِ کہنہ نوی

حکیم غزنوی سے یہ نصیحت سن لے — تاکہ پرانے جسم میں نیا پن پائے

ایں رباعی را شنو از جان و دل — تا بکُل بیروں شوی از آب و گِل

جان و دل سے اس رباعی کو سن لے — تاکہ تو بالکلیہ آب و گِل سے نکل جائے

پندِ اُو را از دل و جان گوش کن — ہوش را جان ساز و جاں را ہوش کن

اس کی نصیحت کو دل و جان سے سن — ہوش کو جان بنا اور جان کو ہوش بنالے

آں حکیم غزنوی شیخ کبیر — گفتہ است ایں پند نیکو یاد گیر

اُس بڑے شیخ حکیم غزنوی نے — کہا ہے، اِس نصیحت کو اچھی طرح یاد کرلے

پیشِ یوسف[3] نازش و خوبی مکن — جز نیاز و آہِ یعقوبی مکن

یوسف کے سامنے ناز اور نخرے نہ کر — سوائے عاجزی اور یعقوبی آہ کے (کچھ) نہ کر

معنئِ مُردن ز طوطی بد نیاز — در نیاز و فقر خود را مُردہ ساز

طوطی کے مرنے کا مطلب عاجزی تھا — عاجزی اور احتیاج میں اپنے آپ کو مردہ بنالے

تا دمِ عیسیٰ ترا زندہ کند — ہمچو خویشت خوب و فرخندہ کند

تاکہ (حضرت) عیسیٰ کا دم تجھے زندہ کردے — اپنی طرح تجھے نیک اور مبارک بنادے

[1] نیستی۔ یعنی اگر تم مطلوب نہیں ہو تو طالب ہی ہنو۔ چوں تو۔ اسکا مطلب بھی یہی ہے کہ مطلوب نہیں ہو تو طالب ہی بنجاؤ۔ ورد۔ گلاب کا پھول۔

[2] عیب۔ اندھی آنکھ سے کوئی غمزے کرے تو وہ عیب ہوگا۔ غزنوی۔ یعنی حکیم سنائی۔ آب و گل۔ یعنی جسدِ عنصری۔ ہوش را۔ یعنی مطالب سمجھنے میں پورے ہوش و حواس سے کام لو۔

[3] پیشِ یوسف۔ یعنی مطلوب کے سامنے غمزہ و ناز مناسب نہیں ہے، عاجزی اور آہ و زاری سے کام لے۔ معنئ۔ یعنی طوطی کا مرنا اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نیاز سے کام لے اور مطلوب کے سامنے اپنے آپکو مردہ بنالے۔ دمِ عیسیٰ۔ یعنی مطلوب کا فیض تجھے زندہ کردیگا۔

در بہاراں[1] کے شود سرسبز سنگ	خاک شو تا گُل بروید رنگ رنگ
پتھر (موسم) بہار میں کب سرسبز ہوتا ہے	مٹی بنجا تاکہ رنگ برنگ کے پھول اُگیں
سالہا تو سنگ بودی دلخراش	آزموں را یک زمانے خاک باش
تو سالوں دلخراش پتھر رہا ہے	آزمائش کے طور پر تھوڑی دیر کیلئے خاک بنجا
درمیانِ ایں شنو یک داستاں	تا بدانی اعتقادِ راستاں
اِس بیان میں ایک داستان سن لے	تاکہ تجھے راست بازوں کا عقیدہ معلوم ہو جائے

داستانِ پیرِ چنگی کہ در عہدِ عمرؓ از بہرِ خداوند تعالےٰ
سارنگی بجانیوالے بوڑھے کا قصّہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں

در گورستاں در روزِ بینوائی چنگ میزد
فاقہ کے روز اللہ واسطے قبرستان میں سارنگی بجاتا تھا

ایں شنیدستی کہ در عہدِ عمرؓ	بود چنگی مطربے با کرّ و فر
تونے یہ سنا ہے کہ (حضرت) عمرؓ کے زمانہ میں	ایک سارنگی بجانیوالا گویّا شان و شوکت سے تھا
بلبل از آوازِ اُو بیخود شدے	یک طرب ز آوازِ خوبش صد شدے[2]
بلبل اُس کی آواز سے مست ہوجاتی	اُس کی حسین آواز سے ایک مستی سَو مستیاں بنجاتیں
مجلس و مجمع دمش آراستے	وز نوائے اُو قیامت خاستے
اُس کی آواز مجلس اور مجمع کو آراستہ کردیتی	اور اُس کی آواز سے قیامت برپا ہوجاتی
ہمچو اسرافیلؑ کآوازش بفن	مُردگاں[3] را جاں در آرد در بدن
وہ (حضرت) اسرافیلؑ جیسا تھا کہ اسکی آواز فن کے ذریعہ	مُردوں کے بدن میں جان ڈالدیتی
یا رسائل بود اسرافیلؑ را	کز سماعش پر برستے فیل را
یا وہ (حضرت) اسرافیلؑ کا ہم آواز تھا	کہ اُس کے سننے سے ہاتھی کے پر لگجاتے
سازد اسرافیلؑ روزے نالہ را	جاں دہد پوسیدۂ صد سالہ را
(حضرتِ) اسرافیلؑ ایک روز نالہ کا ساز و سامان کرینگے	سَو سال کے پُرانے (جسم) کو جان عطا کرینگے
اولیاء را در درُوں ہم نغمہاست	طالباں را زاں حیاتے بیبہاست
اولیاء کے اندر (بھی) نغمے ہیں	اُنسے طالبوں کو انمول زندگی حاصل ہوتی ہے
نشنود آں نغمہا را گوشِ حس	کز ستمہا گوشِ حس باشد نجس
اُن نغموں کو حسّی کان نہیں سنتے ہیں	اِسلئے کہ (دنیا کی) باتوں سے حسّی کان ناپاک ہوجاتے ہیں

[1] دربہاراں۔ موسم بہار میں پتھر پر سبزہ نہیں اُگتا مٹی اور خاک پر سبزہ اُگتا ہے تو پتھر نہ بن خاکسار بن سالہا۔ تعلقات دنیوی سے تو سنگ بن گیا ہے۔ راستاں راست باز لوگ۔ چنگی۔ چنگ، سارنگی، یا نسبت کی ہے، سارنگی بجانیوالا۔ مُطرب۔ مستی پیدا کرنیوالا، گویّا۔ کرّ و فر۔ شان و شوکت۔

[2] صد شدے۔ یعنی اسکی آواز سے مستی سو گنا بڑھ جاتی تھی۔ دَم۔ آواز، سرود۔ نوا۔ آواز، موسیقی کے ایک مقام کا نام ہے۔ اسرافیل۔ ایک فرشتہ کا نام ہے جو قیامت کے قریب صور پھونکے گا جس سے تمام نظام کائنات درہم برہم ہو جائیگا انسان بیہوش ہو جائیں گے۔ پھر چالیس سال کے بعد وہ دوسرا صور پھونکے گا تو تمام کائنات اصلی حالت پر آجائیگی۔ فن۔ تدبیر، حیلہ۔

[3] مُردگاں۔ مُردے۔ رسائل۔ رسیلہ کی جمع، ہمزباں، ہم آواز۔ پر رستن۔ پر نکل آنا یعنی مست ہوجانا۔ نالہ۔ یعنی صور پھونکنا۔ درُوں۔ باطن۔ نغمہ۔ نرم اور شیریں آواز جمع بناتے وقت آخری حرف گرجائیگا اور جمع نغمہا آئیگی۔ بیبہا۔ انمول۔ گوشِ حس۔ کان نجس۔ ناپاک۔

نشنود نغمہ پری را آدمی — کو بود ز اسرارِ پریاں اعجمی[۱]

پری کا نغمہ آدمی نہیں سنتا — کیونکہ وہ پریوں کے راز سے نابلد ہے

گرچہ ہم نغمہ پری زیں عالم است — نغمہ دل برتر از ہر دو دم است

اگرچہ پری کا نغمہ بھی اسی عالم کا ہے — لیکن دل کا نغمہ دونوں نغموں سے بلند ہے

کہ پری و آدمی زندانی اند — ہر دو در زندانِ ایں نادانی اند

اس لئے کہ پری اور آدمی قیدی ہیں — دونوں اسی نادانی کے قیدخانہ میں ہیں

سورۂ رحمٰن بخواں اے مبتدی — تا شوی بر سرِ پریاں مہتدی

اے نوآموز! سورۃ الرحمٰن پڑھ — تاکہ تو پریوں کے بھید سے واقف ہو جائے

معشر الجن سورۂ رحمٰن بخواں[۲] — تستطیعوا تنفذوا را باز داں

سورۃ الرحمٰن کی "معشر الجن" پڑھ — "تستطیعوا" اور "تنفذوا" کو سمجھ

نغمہائے اندرونِ اولیاء — اوّلا گوید کہ اے اجزاءِ لا

اولیاء کے باطن نغمے — پہلے کہتے ہیں اے معدوم کے جزو!

ہیں زلائے نفی سرہا بر زنید — ایں خیال و وہم بیروں افگنید

خبردار! عدم کے لا سے نکلو — اس خیال اور وہم کو نکال پھینکو

اے ہمہ پوسیدہ در کون و فساد — جانِ باقی[۳] تاں نروئید و نزاد

اے بالکلیہ کون اور فساد میں ڈوبے ہوؤ — تمہاری باقی رہنے والی روح نہ اگی نہ پیدا ہوئی

کار ایشاں ستاز انسوتر پرے — گر دہد روشن چو جوئی رہبرے

ان (اولیاء) کا کام اس سے بھی آگے کا ہے — جب تو رہبر تلاش کریگا تجھ پر کھلیگا

گر بگویم شمۂ زاں نغمہا — جانہا سر بر زنند از دخمہا

اگر میں ان نغموں کا تھوڑا سا بیان کر دوں — تو روحیں قبروں سے نکل پڑیں

گوش را نزدیک کن کاں دور نیست — لیک نقل آں بتو دستور نیست

کان کو قریب کر وہ دور نہیں ہیں — لیکن انکو تجھے نقل کرنیکا دستور نہیں ہے

ہیں کہ اسرافیل وقتند اولیاء — مردہ را زیشاں حیات است و نما

خبردار! اولیاء وقت کے اسرافیل ہیں — مردے کی ان سے زندگی اور نشو و نما ہے

جانہائے مردہ اندر گورِ تن — بر جہد ز آوازِ شاں اندر کفن

جسم کی قبر میں مردہ جانیں — انکی آواز سے کفن میں تڑپنے لگتی ہیں

---

[۱] کو-کہ او- اعجمی- گونگا- کسی زبان سے ناواقف۔ ہر دو دم- یعنی پری اور گویّے کا نغمہ- زندانی- قیدی- نادانی- غفلت، یعنی تعلقاتِ دنیوی- مبتدی- ابجد پڑھنے والا، نوآموز- مہتدی- ہدایت یافتہ، واقف کار-

[۲] معشر- گروہ- رحمٰن- سورۃ الرحمٰن میں جن اور پری کا ذکر ہے اس میں انسانوں کے ساتھ جنوں کو بھی خطاب کیا گیا ہے اسی سورت میں فرمایا گیا ہے یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَن تَنفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانفُذُوا- لَا تَنفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ۔ اے جن اور انسانوں کے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ تم آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ (اور ہم سے بچ جاؤ) تو نکل جاؤ- نہ نکلو گے مگر زور سے- لا- نفی کا کلمہ ہے یعنی ظاہری ہستی جو کالعدم ہے- ایں خیال- یعنی خودی کا خیال- کون و فساد- بننا اور بگڑنا یعنی عالم دنیا-

[۳] جانِ باقی- روحِ حقیقی- رہبر- شیخ کامل- سر بر زدن- نکل پڑنا- دخمہ- مجوسیوں کا قبرستان- دستور- یعنی وہ نغمے خود سنو انکے سنانیکا دستور نہیں ہے- اولیاء- اولیاء اللہ بھی وہی کام کرتے ہیں[۴]

[۴] جو اسرافیل کرینگے- انکے صور سے مردے زندہ ہو جائیں گے اولیاء بھی مردہ دلوں کو زندگی عطا کرتے ہیں- جانہا آئے- اولیاء اللہ کے نغمے مردہ دلوں کو زندگی عطا کر دیتے ہیں-

گوید این آوازِ آواہا جدا است — زندہ کردن کارِ آوازِ خدا است

وہ کہتی ہے یہ آواز، آوازوں سے جداگانہ ہے — زندہ کرنا خدا کی آواز کا کام ہے

چون ز صوتِ اولیاء آگاہ شوند — از طرب گویند چوں بارہ شوند

جب وہ اولیاء کی آواز سے واقف ہو جاتی ہیں — جب راستہ پر چل پڑتی ہیں تو خوش ہو کر کہتی ہیں

ما بمُردیم و بکلّی کاستیم — بانگ حق آمد ہمہ برخاستیم

ہم مر گئے تھے اور بالکل مضمحل ہو گئے تھے — خدا کی آواز آئی، ہم سب اٹھ کھڑے ہوئے

بانگِ حق اندر حجاب و بے حجیب — آں دہد کو داد مریم را ز جیب

اللہ کی آواز پردے میں اور بے پردہ — وہ چیز عطا کرتی ہے جو اس نے جیب سے مریم کو دی

اے فنا تاں نیست کردہ زیر پوست — باز گردید از عدم ز آوازِ دوست

اے لوگو! تمہیں فنا نے کھال کے اندر نابود کر دیا ہے — دوست کی آواز پر عدم سے واپس آ جاؤ

مُطلق آں آواز از شہ بُود — گرچہ از حلقومِ عبد اللہ بود

وہ مطلق آواز شاہ کی ہوتی ہے — اگرچہ اللہ کے بندے کے حلق سے ہو

گفت او را من زبان و چشمِ تو — من حواس و من رضا و خشمِ تو

اسکو خدا نے کہدیا ہے میں تیری زبان اور آنکھ ہوں — میں تیرے حواس اور تیری رضا اور ناراضی ہوں

رَو کہ بی یسمع و بی یبصر توئی — سرِّ توئی چہ جائے صاحبِ سرِّ توئی

جا! بی یسمع و بی یبصر تو ہے — تو راز ہے چہ جائیکہ تو صاحب راز ہو

بیان حدیث مَن کانَ لِلّٰہِ کانَ اللّٰہُ لَہٗ

حدیث "جو شخص اللہ کے لئے ہو گیا اللہ اس کے لئے ہو گیا" کا بیان

چون شدی مَن کانَ لِلّٰہ از وَلَہ — من ترا باشم کہ کانَ اللّٰہ لَہ

جب تو عشق کی وجہ سے مَن کانَ لِلّٰہ بنا — میں تیرا ہو گیا کیونکہ کانَ اللّٰہ لَہٗ ہے

گہ توئی گویم ترا گاہے منم — ہر چہ گویم آفتابِ روشنم

کبھی تجھے تو ہے کبھی میں ہوں کہتا ہوں — جو کچھ بھی کہتا ہوں میں روشن آفتاب ہی ہوں

ہر کجا تابم ز مشکاتِ دمے — حل شد آنجا مشکلاتِ عالمے

جس جگہ تھوڑی دیر کیلئے تیرے طاقچہ سے چمک جاتا ہوں — اس جگہ دنیا کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں

ہر کجا تاریکی آمد ناسزا — از فروغِ ما بود شمس الضحیٰ

جس جگہ نامناسب تاریکی آتی ہے — ہماری تجلی سے شمس الضحیٰ بنجاتی ہے

۱؎ گوید۔ جب اُن روحوں اور دلوں کو زندگی ملجاتی ہے تو وہ اولیاء کے نغموں کی آواز کو خدا کی آواز سمجھتے ہیں اسلئے زندہ کر دینا خدا کی آواز کی تاثیر ہے۔ صوت۔ آواز، نغمہ۔ بارہ۔ رہ رو، راہ پر چلنے والا۔ بکلّی۔ بالکل کاستن۔ گھٹنا، مضمحل ہونا۔ بانگ۔ آواز۔ یعنی اولیاء کے نغمے۔ حجاب۔ پردہ۔ حجیب۔ حجاب کا امالہ ہے، یعنی وہ آواز جو خدا کی براہ راست ہے بالواسطہ سو لوں کی ہے۔ مریم۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا مبارک نام ہے، خدا کی آواز نے انکو حضرت عیسیٰ جیسا اولو العزم پیغمبر عطا فرما دیا۔ فنا۔ یعنی فانی دنیا کے تعلقات۔ مُطلق۔ یعنی اس سے قطع نظر کر وہ کس کے حلقوم سے آ رہی ہے۔

۲؎ عبد اللہ۔ یعنی انبیاء اور اولیاء۔ حواس۔ حاسہ کی جمع۔ رضا۔ خوشنودی۔ خشم۔ غصہ۔ ناراضی حدیث شریف میں ہے "میں جب بندہ سے محبت کرتا ہوں تو اسکا کان بنجاتا ہوں۔ جس سے وہ سنتا ہے، اسکا ہاتھ بنجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔" بی یسمع۔ میرے ذریعہ سے سنتا ہے بی یبصر۔ میرے ذریعہ سے دیکھتا ہے۔ سِر۔ یعنی اب وہ صرف راز داں نہیں ہے بلکہ مجسّم راز ہے۔ مَن کان۔

ظلمتے¹ را کافتابش بر نداشت — **از دم ما گردد آں ظلمت چو چاشت**

جس تاریکی کو سورج نہ اٹھا سکا — ہمارے دم سے وہ تاریکی چاشت بنجاتی ہے

آدمے را او بخویش اسما نمود — **دیگراں را ز آدم اسما می کشود**

آدمؑ پر اُس نے اپنی جانب سے ناموں کا اظہار کیا — دوسروں پر آدم کے ذریعہ نام منکشف ہو گئے

آب خواہ از جو بجو یا از سبو — **کیں سبو را ہم مدد باشد ز جو**

پانی خواہ نہر سے لے یا مٹکے سے — مٹکے کی مدد بھی تو نہر سے ہے

نور خواہ از مہ طلب خواہی ز خور — **نورِ مہ ہم ز آفتاب ست اے پسر**

روشنی چاند سے طلب کر یا سورج سے — اے بیٹا! چاند کی روشنی بھی سورج سے ہے

مقتبس شو زود چوں یابی نجوم — **گفت پیغمبر کہ اصحابی² نجوم**

جلد روشنی حاصل کر لے جب تو ستارے پالے — پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میرے صحابہ ستارے ہیں

خواہ ز آدم گیر نورش خواہ ازو — **خواہ از خم گیر مے خواہ از کدو**

اسکا نور آدم سے لے یا اس سے لے — شراب خواہ مٹکے سے لے یا کدو سے

کیں کدو با خم بہ پیوست ست سخت — **نے چو تو شاداں کدوے اے نیک بخت**

یہ کدو مٹکے سے سخت جڑا ہوا ہے — اے نیک بخت! تیری طرح وہ کدو بے نیاز نہیں ہے

گفت طوبیٰ من³ رآنی مصطفیٰ — **والذی یبصر لمن وجہی یریٰ**

مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا خوشخبری ہے کیلئے اس کے جس نے مجھے دیکھا — اور جو اسکو دیکھے جس نے میرا چہرہ دیکھا

چوں چراغے نورِ شمع را کشید — **ہر کہ دید آں را یقیں آں شمع دید**

جب چراغ نے شمع کی روشنی حاصل کر لی — جس نے اُس کو دیکھا یقیناً اس نے شمع کو دیکھا

ہمچنیں تا صد چراغ ار نقل شد — **دیدنِ آخر لقائے اصل بد**

اسی طرح اگر وہ سو چراغوں میں منتقل ہوئی — آخری کا دیکھنا، اصل کی ملاقات تھی

خواہ از نورِ پسیں بستاں تو آں — **ہیچ فرقے نیست خواہ از شمع داں**

خواہ آخری روشنی سے تو وہ لے — کوئی فرق نہیں خواہ شمع سے سمجھ لے

خواہ نور از اولیں بستاں بجاں — **خواہ از نورِ پسیں فرقے مداں**

خواہ پہلے والے سے تو دل و جان سے روشنی لے — خواہ آخری روشنی سے، کوئی فرق نہ سمجھ

خواہ بیں نور از چراغ آخریں — **خواہ بیں نورش ز شمع غابریں⁴**

خواہ روشنی آخری چراغ کی دیکھے — خواہ اُس کی روشنی گزرے ہوؤں کی سمجھ

خاتمہ

۱ے ظلمت۔ تاریکی۔ چاشت ایک پہر چڑھے دن کا وقت آدمے۔ حضرت آدمؑ کو دنیا کی چیزوں کے نام سکھائے پھر فرمایا دوسروں کو یہ نام بتا دو تو یہ فیض حضرت آدم کے واسطہ سے خدا ہی کا ہے۔ آب۔ چند مثالیں دیکر سمجھایا گیا ہے کہ واسطہ درمیان میں آجانے سے حقیقت نہیں بدلتی ہے پانی نہر ہی کا ہے خواہ مٹکے سے لے کر پیا جائے نور۔ چاند کی روشنی۔ سورج ہی کی روشنی ہے نجوم۔ ستارے۔

۲ے اصحابی نجوم۔ میرے صحابہ ستارے جیسے ہیں جس سے ہدایت حاصل کرو گے ہدایت پا جاؤ گے یہ حدیث شریف ہے۔ اس کدو یعنی اولیاء اللہ کا ذاتِ باری سے اتحاد ہے کدو۔ کدو کو خشک کرکے اس کے اندر سے گودا نکالکر اسمیں شراب بھر لیتے تھے۔

۳ے من رآنی۔ حدیث شریف ہے "طوبیٰ لمن رآنی او رأی من رآنی" خوشخبری ہے جس نے مجھے دیکھا یا اس شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا، صحابہ میں بالواسطہ حضور کا نور تھا چوں چراغے۔ جو چراغ شمع سے روشن ہوا ہے اس چراغ کو دیکھنا گویا کہ شمع کو دیکھنا ہے۔ صد چراغ۔ بیعت میں اگر چند واسطے بھی ہوں تو وہ نور اصل سے ہی حاصل ہوا ہے لہٰذا شیخ طریقت سے بیعت آنحضور سے بیعت ہے خواہ۔ غرضیکہ جو روشنی منتقل ہو رہی ہے وہ آخری چراغ کی ہے اس سے فیض حاصل کرنا اصل ہی سے فیض حاصل کرنا ہے ۲ے۔

۴ے غابرین۔ غابر کی جمع۔ بمعنی گزشتہ و آئندہ دونوں کے معنی میں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

در معنی حدیث اِنَّ لِرَبِّکُمْ فِی اَیَّامِ

اِس حدیث کے معنیٰ کے بیان میں کہ تمہارے رب کی تمہارے

دَھرِکُمْ نَفَحَاتٌ اَلَا فَتَعَرَّضُوْا

زمانہ میں خوشبوئیں ہیں، آگاہ، اُن سے وابستہ ہو جاؤ!

گفت پیغمبر کہ نفحتہائے حق — اندریں ایام می آرد سَبَق

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کی خوشبوئیں — اِس زمانہ میں آگے بڑھی ہیں

گوشِ ہُش دارید ایں اوقات را — در ربائید ایں چنیں نفحات را

اِن اوقات میں ہوش کے کان لگائے رکھو — اِس طرح کی خوشبوئیں حاصل کر لو

نفحہ آمد شمارا دید و رفت — ہر کرا می خواست جاں بخشید و رفت

خوشبو آئی، اُس نے تمہیں دیکھا اور چل دی — جس نے چاہا اُس نے اُسکو جان بخش دی اور چل گئی

نفحۂ دیگر رسید آگاہ باش — تا ازیں ہم وانمانی خواجہ تاش

خبردار! دوسری خوشبو آئی — اے پیر بھائی! اِس سے بھی محروم نہ رہنا

جانِ آتش یافت زاں آتش کُشے — جانِ مردہ یافت از وے جُنبشے

جہنمی جان نے اُس سے آگ کو بجھانے والا پالیا — مُردہ جان نے اُس سے زندگی پالی

جانِ ناری یافت از وے انطفا — مُردہ پوشید از بقائے اُو قبا

جہنمی جان نے اُس سے بجھاؤ حاصل کر لیا — مُردے نے اُس کے وجود سے قبا پہن لی

نَفَحات۔ نفحۃ کی جمع، خوشبو، مہک۔ سَبَق۔ پیش قدمی، آگے بڑھنا، ہُش۔ ہوش کا مخفف ہے، اَوقات۔ وقت کی جمع، وقت صوفیاء کی اصطلاح میں وہ وقت ہے جس میں واردات غیبی کا دل پر نزول ہوتا ہے۔ نفحہ آمد سے مراد حضورؐ کے دم مبارک کی خوشبو۔ ہر کرا می خواست۔ ہر کہ اُو را می خواست۔ نفحۂ دیگر۔ اولیاء اللہ کے دم مبارک کی خوشبو۔ وا ماندن۔ محروم رہنا، خواجہ تاش۔ ایک آقا کے غلاموں میں سے ہر ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلاتا ہے۔ یہاں پیر بھائی مراد ہے۔ جانِ آتش۔ وہ جان جو آگ کے لائق ہو۔ آتش کُشے۔ اگر کُشے کے کاف پر زبر پڑھا جائے تو معنیٰ ہوں گے آگ کو کھینچنے والا یعنی جلا دینے والا تو پہلے مصرع کا مطلب ہوگا جن بدنصیبوں نے اُس خوشبو سے فائدہ نہ اُٹھایا وہ مزید تباہی میں مبتلا ہوئے اور اگر کُشے کے کاف پر پیش پڑھا جائے تو معنیٰ ہوں گے آگ کو بجھا دینے والا تو مصرع کا مطلب ہوگا کہ اُن گنہگاروں نے ایسی چیز حاصل کر لی جس سے اُن کے گناہ معاف ہو گئے۔ مُردہ۔ یعنی جن کے دل مُردہ ہو گئے تھے۔ جُنبش۔ حرکت، زندگی۔ ناری۔ دوزخی۔ اِنطفا۔ بجھ جانا، بے نور ہو جانا۔ مُردہ۔ شعر

تازگی و جنبشِ طوبیٰ ست ایں
یہ طوبیٰ کی تازگی اور جنبش ہے

ہمچو جنبش ہائے خلقاں نیست ایں
یہ مخلوق کی جنبشوں کی طرح نہیں ہے

گر در افتد در زمین و آسماں
اگر وہ زمین اور آسمان پر آپڑے

زہرۂ شاں آب گردد در زماں
فوراً اُن کا پِتّہ پانی ہوجائے

خود زبیمِ ایں دمِ بے منتہا
اِس بے انتہا ہوا کے خوف سے

ق
بازخواں فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَہَا
پڑھ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَہَا

ورنہ خود اَشْفَقْنَ مِنْہَا چوں بُدے
ورنہ اَشْفَقْنَ مِنْہَا کیوں ہوتا؟

گرنہ از بیمش دلِ کُہ خوں شدے
اگر اُس کے خوف سے پہاڑ کا دل خون نہ بنتا

دوش دیگر گونہ ایں میداد دست
کل، یہ عجیب طرح سے حاصل ہوا تھا

لقمۂ چندے درآمد در بہ بست
چند لقمے آگئے، دروازہ بند ہوگیا

بہر لقمہ گشت لقمانے گرو
لقمہ کی وجہ سے لقمان گروی ہوگیا

وقتِ لقمان ست اے لقمہ برو
اے لقمے جا! لقمان کا وقت ہے

از ہوائے لقمۂ ایں خار خار
لقمہ کی خواہش میں یہ بے قراری

از کفِ لقماں بروں آرید خار
لقمان کے تلوے سے کانٹا نکال دو

در کفِ اُو خار و سایش نیز نیست
اُس کے تلوے میں کانٹا اور اُس کا اثر بھی نہیں ہے

لیک تاں از حرص آں تمییز نیست
لیکن تجھے حرص کی وجہ سے تمیز نہیں ہے

خار داں آں را کہ خرما دیدۂ
جس کو تو نے چھوارا سمجھا ہے اُس کو کانٹا سمجھ

زانکہ بس نانِ کور و بس نادیدۂ
کیونکہ تو بہت ناشکرا اور ندیدہ ہے

جانِ لقماں کہ گلستانِ خدا ست
لقمان کی جان، جو خدا کا باغ ہے

پائے جانش بستۂ خارے چرا ست
اُس کی جان کا پاؤں کانٹے سے کیوں الجھا ہے؟

اشتر آمد ایں وجودِ خار خوار
یہ کانٹے خور وجود، اونٹ ہے

مصطفیٰ زادے بریں اشتر سوار
مصطفیٰ زادہ اِس اونٹ پر سوار ہے

اشترا تنگِ گلے بر پشتِ تست
اے اونٹ! پھولوں کی گٹھری تیری پیٹھ پر ہے

کز نسیمش در تو صد گلزار رست
جس کی خوشبو سے تجھ میں سو گلزار اُگے ہیں

میلِ تو سوئے مغیلاں ست و ریگ
تیرا میلان کیکر اور ریت کی طرف ہے

تا چہ گل چینی ز خار اے مردہ ریگ
اے حقیر! تو کانٹے سے کیا پھول چنے گا

طوبیٰ۔ خوشخبری، جنت کے ایک درخت کا نام ہے، میرے نزدیک شعر کا مطلب یہ ہے کہ اولیاء کے نغمات سے جو زندگی اور تازگی میسّر آجاتی ہے وہ شجرِ طوبیٰ کی سی تازگی اور زندگی ہے، ممکنات کی سی عارضی تازگی نہیں ہے۔ در افتند یعنی وہ نغمہ اور تجلی زمین اور آسمان برداشت نہیں کرسکتے ہیں۔ دَم نغمہ۔ فَاَبَیْنَ قرآنِ پاک میں ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَہَا وَاَشْفَقْنَ مِنْہَا ہم نے امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی انہوں نے اِنکار کیا کہ وہ اُس کو اُٹھائیں اور اُس سے ڈر گئے۔ ایں یعنی نغمات اور تجلیات۔ لقمہ یعنی نفسانی لذّت۔ لقمان مشہور دانا بزرگ گذرے ہیں بعض اُنکو نبی مانتے ہیں یہاں مُراد روح ہے۔ خار خار۔ تردّد، پریشانی۔ سایہ۔ یعنی کانٹے کا نشان۔ خُرما۔ چھوارا، کھجور یعنی لذّتِ نفس کو تو مفید سمجھتا ہے حالانکہ وہ مُہلک ہے۔ نانِ کور۔ ناشکرا۔ نادیدہ۔ حریص، بھوکا۔ لقمان۔ روح اور جان پر چونکہ وحیِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے اسلئے اُسکو لقمان قرار دیا ہے۔ خار یعنی نفسانی خواہش۔ اُشتر۔ اونٹ، یہاں جسمِ انسانی مراد ہے۔ خار خوار۔ اونٹ ببول وغیرہ کے کانٹے کھاجاتا ہے۔ مصطفیٰ زادہ روح کو شرافت کی وجہ سے مُصطفیٰ زادہ کہا ہے۔ تنگ تنگ۔ کے قصیدہ

اے بگشتہ زیں طلب ہر کو بکو — چند گوئی آں گلستاں کو و کو

اے اِس طلب میں کوچہ بکوچہ گھومنے والے! — کب تک کہے گا، وہ چمن کہاں ہے، کہاں ہے!

پیش ازاں کیں خار پا بیروں کنی — چشم تاریک ست جولاں چوں کنی

اس سے پہلے کہ تو پاؤں کے اِس کانٹے کو نکالے — آنکھیں اندھی ہیں، تو کیونکر دوڑ سکتا ہے؟

آدمی کو می نگنجد در جہاں — در سرِ خارے ہمی گردد نہاں

وہ انسان، جو دنیا میں نہیں سماتا — ایک کانٹے کے پیچھے چھپ جاتا ہے

مصطفیٰ آمد کہ سازد ہمدمی — کَلِّمِینِی یَا حُمَیرا کَلِّمِی

مُصطفیٰ آئے کہ ہم کلامی کریں — اے حُمیرا! مجھ سے بات کر، بات کر

اے حُمیرا آتش اندر نہ تو نعل — تا ز نعلِ تو شود ایں کوہ لعل

اے حُمیرا! نعل آگ میں ڈال — تاکہ تیرے نعل کی وجہ سے یہ پہاڑ لعل بنجائے

ایں حُمیرا لفظِ تانیث ست و جاں — نام تانیثش نہند ایں تازیاں

یہ حمیرا مؤنث لفظ ہے اور جان — اہلِ عرب اُس کا نام مؤنث رکھتے ہیں

لیک ز تانیث جاں را باک نیست — روح را با مرد و زن اِشراک نیست

لیکن جان کو مؤنث ہونے کی کوئی پرواہ نہیں ہے — روح کی مرد و عورت سے کوئی شرکت نہیں ہے

از مؤنث وز مذکر بر تر ست — ایں نہ آں جان ست کز خشک و تر ست

وہ مذکر اور مؤنث سے بالا ہے — یہ وہ جان نہیں ہے جو خشک اور تر سے ہے

ایں نہ آں جانست کافزاید ز ناں — یا گہے باشد چنیں گاہے چناں

یہ وہ جان نہیں ہے جو روٹی سے بڑھتی ہے — یا کبھی ایسی اور کبھی ویسی ہوتی ہے

خوش کنندہ است و خوش و عینِ خوشی — بے خوشی نبُوَد خوشی اے مُرتشی

خوش کرنیوالی ہے اور خوش ہے اور مجسم خوشی ہے — اے رشوت خور! خوشی بغیر خوشی کے نہیں ہے

مُرتشی را ہست از رشوت خوشی — صد خوشی یابی چو دست اندر کشی

رشوت خور کو رشوت سے خوشی ہوتی ہے — تو اگر رشوت سے دست کش ہوجائے تو خوشیاں پائے

چوں تو شیریں از شکر باشی بُوَد — کاں شکر گاہے ز تو غائب شود

اگر تو شکر کی وجہ سے میٹھا ہے تو ہو سکتا ہے — کہ وہ شکر کبھی تجھ سے غائب ہوجائے

چوں شکر گردی ز تاثیرِ وفا — پس شکر کے از شکر گردد جدا

جب وفا کی تاثیر سے تو خود شکر بن جائے — تو شکر، مٹھاس سے کب جدا ہوتی ہے؟

گلستاں یعنی علم و معرفت کا باغیچہ۔ کو۔ کوچہ۔ کو۔ کہاں۔ آدمی۔ روح لامکانی چیز ہے، عالم کی وسعتیں اس کیلئے تنگ ہیں لیکن لذتِ نفس سے وہ غائب ہوجاتی ہے۔ ہمدمی۔ ہمکلامی۔ حُمیرا۔ حمرا کی تصغیر ہے بمعنی سُرخ، یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب ہے۔ یہاں مُصطفیٰ سے مراد مردِ عارف اور حمیرا سے مراد روح ہے۔ یعنی عارفِ کامل اپنی رُوح سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اے حمیرا۔ مردِ عارف کہتا ہے اے روح عشقِ الٰہی میں بےچین کردے تاکہ یہ جسم بے قرار ہوجائے۔ نعل در آتش نہادن یہ کوئی عمل ہے، نعل کو کچھ پڑھکر آگ میں ڈالدیا جاتا ہے تو معمول بےچین ہوجاتا ہے لہٰذا اسکے معنی بیقرار کردینا ہوگئے ہیں۔ کوہ یعنی بدن۔ حمیرا۔ مؤنث کا صیغہ ہے اور عربی میں روح یعنی نفس کو مؤنث مانا جاتا ہے لہٰذا لفظِ حمیرا سے روح مراد لینا مناسب ہے۔ باک۔ خوف، خطرہ۔ اِشراک۔ شرکت۔ ایں۔ یعنی اِس روح سے روحِ حیوانی مراد نہیں ہے جسکی پرورش خشک اور تر غذاؤں سے ہوتی ہے۔ مُرتشی رشوت خور۔ روح کے مراتبِ عشق تین ہیں ایک تو یہ کہ روح عشق کو خوش کرنیوالی ہو دوسرے یہ کہ عشق سے خود خوش ہو تیسرے یہ کہ عینِ خوشی بنجائے۔ صد خوشی اگر انسان لذتِ نفس کی رشوت خوری چھوڑدے تو صدہا مسرتیں حاصل ہوں۔ وفا عشق میں وفا کے ذریعہ عینِ شکر بنجاؤگے تو شیرینی

زہرِ محض ست آں کہ باشد بے وفا[1]
جو بے وفا ہے، وہ خالص زہر ہے

ھَبْ لَنَا یَا رَبَّنَا نِعْمَ الْوَرٰی
اے ہمارے پروردگار! ہمیں اچھی مخلوق عطا فرمائیے

عاشق از حق چوں غذا یابد رحیق
عاشق جب اللہ کی جانب سے شراب کی غذا پالیتا ہے

عقل آنجا گم شود گم اے رفیق
اے دوست! عقل اس جگہ بالکل بیکار ہوجاتی ہے

عقلِ جزوی عشق را منکر بود
تھوڑی عقل عشق کی منکر ہوتی ہے

گرچہ بنماید کہ صاحب سِرّ بود
اگرچہ (بظاہر) نظر آتا ہے کہ رازداں ہوگی

زیرک و داناست امّا نیست نیست
وہ عقلمند اور سمجھدار ہے لیکن (صاحبِ) فنا نہیں ہے

تا فرشتہ لا نشد اہرمنے ست
جب تک فرشتہ نیست نہ ہوجائے شیطان ہے

او بقول و فعل یارِ ما بود
وہ قول اور فعل میں ہماری دوست ہے

چوں بحکمِ حال آئی لا شود
جب تو عالمِ حال کے ماتحت آجائیگا معدوم ہوگی

لا بود او چوں نشد از ہست نیست
وہ کچھ نہیں ہے جبکہ ہست سے نیست نہ ہو

زانکہ طوعاً لا نشد کرہاً بسے ست
جبکہ وہ خوشی سے نیست نہ بنی تو مجبوریاں بہت ہیں

جاں کمال ست و ندائے او کمال
جان کمال ہے اور اسکی آواز کمال ہے

مصطفیٰ گویاں ارحنا یا بلال
مصطفیٰ (صلّی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں اے بلال ہمیں راحت پہنچا

اے بلال افراز بانگِ سلسلت
اے بلال! اپنی حسین آواز بلند کر

زاں دمے کاندر دمیدم در دلت
اُس فیض سے جو میں نے تیرے دل میں پھونکا ہے

اے بلال ایں گلبنت را جاں سپار
اے بلال! اپنے اِس بوٹے میں جان ڈال

خیز بلبل وار جاں می کن نثار
اُٹھ، بلبل کی طرح جان نچھاور کر

زاں دمے کادم ازو مدہوش شد
اُس آواز سے جس سے آدم مدہوش ہوگئے

ہوشِ اہلِ آسماں بے ہوش شد
آسمان والوں کے ہوش بے ہوش ہوئے

مصطفیٰ بے ہوش شد زاں خوب صوت
مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلم، اُس حسین آواز سے مدہوش ہوئے

شد نمازش از شبِ تعریس فوت
لیلۃ التعریس میں اُن کی نماز فوت ہوگئی

سر ازاں خوابِ مبارک بر نداشت
بابرکت نیند سے سر نہ اُٹھایا

تا نمازِ صبحدم آمد بچاشت
یہانتک کہ صبح کی نماز کے بعد چاشت کا وقت آگیا

در شبِ تعریس پیشِ آں عروس
شبِ تعریس میں، اُس دُلہن کے سامنے

یافت جانِ پاکِ ایشاں دستبوس
آپ کی پاک رُوح نے دست بوسی کی

[1] بے وفا۔ عشق میں بیوفائی زہر ہے۔ نِعْمَ الْوَرٰی۔ اچھی مخلوق جو عشق میں وفادار ہے۔ رحیق۔ شراب کا نام ہے۔ عقل یعنی عقلِ فلسفی، عقلِ جزوی۔ ناقص عقل وجودِ باری پر تو دلائل قائم کرکے واقفِ اسرار ہونا ظاہر کرتی ہے لیکن عشق کے عجائب کی منکر ہے۔ زیرک دانا، ہوشیار۔ نیست۔ نابود، فنا۔ لا۔ نیست۔ اہرمن۔ دیو، شیطان۔ یار۔ یعنی بات چیت اور کاموں میں عقل رہنمائی کرتی ہے۔ حال۔ کیفیت باطنی جو ذریعہ معرفت ہے۔ طوعاً۔ خوشی سے۔ کرہاً۔ جبراً۔ کمال۔ یعنی عینِ کمال۔ افراز۔ بلند کر۔ سلسل۔ خوشگوار، شیریں پانی۔ دم۔ آواز۔ دمیدن۔ پھونکنا۔ گلبن۔ بوٹا، سُرخ پھولوں کا درخت۔ زاں دمے۔ وحیِ الٰہی سے حضرتِ آدم مدہوش ہوگئے تھے۔ خوب صوت۔ حسین آواز یعنی حضرتِ بلال کی اذان۔ تعریس۔ آخری شب میں پڑاؤ کرنا۔ غزوہ بنی المصطلق سے واپسی پر آنحضورؐ کی صبح کی نماز قضا ہوگئی تھی۔ نمازِ صبحدم۔ نمازِ فجر یعنی آنحضورؐ کی نیند دراصل ایک استغراقی کیفیت تھی جس کی وجہ سے بروقت حضورؐ نماز نہ پڑھ سکے تھے۔ عروس۔ دولھا، دولہن۔ دستبوس۔ ہاتھ چومنا۔

عشق و جاں ہر دو نہانند و ستیر
معشوق اور جان دونوں پوشیدہ اور مستور ہیں
گر عروسش خواندہ ام عیبے مگیر
اگر میں نے اس کو دلہن کہہ دیا ہے عیب گیری نہ کر

از ملالِ یار خامُش گردمے
یار کے ملال سے میں چُپ ہو جاتا
گر ہمم اُو مہلت بدادے یکدمے
اگر تھوڑی دیر کے لئے (بھی) وہ مجھے مہلت دیتا

لیک می گوید بگو ہیں عیب نیست
لیکن وہ کہتا ہے، کہہ خبردار عیب نہیں ہے
جُز تقاضائے قضائے غیب نیست
(یہ کلمات) غیب کے تقاضے کے بغیر نہیں ہیں

عیب باشد کو نہ بیند جُز کہ عیب
(یہ کلمات) عیب ہونگے اُس کیلئے جو عیب کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے
عیب کے بیند روانِ پاکِ غیب
عالم غیب کی پاک روح عیب کب دیکھتی ہے؟

عیب شد نسبت بمخلوقِ جہول
جاہل مخلوق کے اعتبار سے عیب ہو گا
نے بہ نسبت با خداوندِ قبول
مقبولِ بارگاہ (شخص) کی نسبت سے عیب نہ ہوگا

کفر ہم نسبت بخالق حکمت ست
اللہ کے اعتبار سے کفر بھی حکمت ہے
چوں بما نسبت کُنی کفر آفت ست
جب تو ہمارا اعتبار کرے کفر، مصیبت ہے

در یکے عیبے بود با صد صفات
اگر سو خوبیوں کے ساتھ ایک عیب ہو
بر مثالِ چوب باشد در نبات
تو وہ مصری میں لکڑی کی طرح ہو گا

در ترازو ہر دُو را یکساں کشند
ترازو میں دونوں کو یکساں رکھتے ہیں
زانکہ آں ہر دُو چو جسم و جاں خوشند
اس لئے وہ دونوں جسم اور اچھی جان کی طرح ہیں۔

پس بزرگاں ایں نہ گفتند از گزاف
تو بزرگوں نے یہ خواہ مخواہ نہیں کہا
جسمِ پاکاں عینِ جاں افتاد صاف
پاک لوگوں کا جسم جان کی طرح مصفیٰ ہے

گفتِ شان و فعلِ شان و ذکرِ شاں
اُن کا قول اور اُن کا فعل اور اُن کا ذکر
جملہ جانِ مطلق آمد بے نشاں
سب بے نشان، مطلق جان ہیں

جانِ دشمن دارِ شاں جسمے ست صرف
اُن کے دشمن کی جان صرف جسم ہے
چوں زیاد از نرد اُو اسمے ست صرف
جیسے نرد کا زیاد کہ وہ صرف نام ہے

آں بخاک اندر شد و کُل خاک شد
وہ خاک میں ملا اور پورا خاک ہو گیا
ایں نمک اندر شد و کُل پاک شد
یہ نمک میں گیا اور سب پاک ہو گیا

آں نمک کز وے محمدؐ اَملح ست
وہ نمک جس سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ملیح تر ہوئے
زاں حدیثِ با نمکِ اُو اَفصح ست
اُس نمکین بات سے وہ فصیح تر ہوئے

عشق۔ یعنی معشوق۔ ستیر۔ مستور، چھپا ہوا۔ گر عروسش جس طرح دلہن پردہ میں ہوتی ہے اسی طرح عشق اور جان بھی پوشیدہ ہے۔ از ملال۔ یعنی میں ذات حق کو عروس کہنے سے باز بھی آجاتا لیکن ظاہر ہے کہ وہ مجھے کہنے پر مجبور رہوں تو تقاضائے غیب یعنی یہ کلمات غیبی اشارے سے میں نے کہے ہیں۔ عیب۔ یعنی کلمات کہنا انہیں کے نزدیک عیب ہوگا جنکو عیب کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ہو۔ جہول۔ نادان۔ خداوند قبول۔ صاحب قبولیت مقبول، یعنی بعض کلمات جاہل کہیں تو عیب شمار ہوگا اور اگر وہی کلمات صاحب حال کہے تو اس کے اعتبار سے وہ عیب نہیں ہے۔ کفر ہم۔ یعنی نسبت کے بدل جانے سے کلمات اور اقوال کا حکم بدل جاتا ہے مثلاً کفر ہے اللہ کی طرف اُس کے خلق کی نسبت عین حکمت ہے ہماری نسبت سے وہ انتہائی خراب بات اور عیب ہے۔ در یکے۔ یعنی میں نے حضرت حق کے بارے میں بہت سی باتوں کا ذکر کیا ہے جنکی وجہ سے مجھ میں خوبیاں گنی جائینگی مگر ایک لفظ عروس کہہ دینا میرا عیب بھی ہے تو گرفت نہ کر دوسروں کے ساتھ رہیگا بھی اسی بھلائی میں مل جاتا ہے۔ پس بزرگاں۔ یعنی جب برائی اور بھلائی کی نسبتی ہو تو جسم عوام کے اعتبار سے روح سے کم درجہ کی چیز ہے لیکن بزرگوں کے اعتبار سے جسم انکی روح کی طرح پاک وصاف ہے۔ گفت شان۔ پاک لوگوں کے جو اعمال جسم سے تعلق رکھتے ہیں وہ بھی بمنزلہ روح کے ہیں۔ دشمن دار۔ دشمنی رکھنے والا۔ زیاد۔ نرد کی سات بازیوں میں سے ایک۔

آں نمک باقی ست از میراثِ اُو
آپ کی میراث کا وہ نمک باقی ہے
با تو اَند آں وارثانِ اُو بجُو
آپ کے وہ وارث تیرے ساتھ ہیں، تلاش کرے

پیشِ تو شستہ ترا خود پیش کو
تیرے آگے بیٹھے ہیں، خود تجھے آگا کب میسر ہے؟
پیشِ ہستت جانِ پیش اندیش کو
تیرے وجود کے سامنے آگے سوچنے والی جان کہاں ہے؟

گر تو خود را پیش و پس داری گماں
اگر تو اپنے لئے آگے پیچھے کا گمان رکھتا ہے
بستۂ جسمی و محرومی زجاں
تو تُو جسم کا پابند ہے اور جان سے محروم ہے

زیر و بالا پیش و پس وصفِ تن ست
نیچا اور اونچا، آگا اور پیچھا جسم کی صفتیں ہیں
بے جہتہا ذاتِ جانِ روشن ست
پاک جان، بغیر سمتوں کے ہے

برگشا از نورِ پاکِ شہ نظر
شاہ کے پاک نور سے نظر کر
تا نہ پنداری تو چوں کوتہ نظر
تاکہ کوتاہ نظر کی طرح تو یہ نہ خیال کرے

ق

کہ ہمینی در غم و شادی و بس
کہ تو صرف غمی اور خوشی کے لئے ہے اور بس
اے عدم گو مر عدم را پیش و پس
اے معدوم! معدوم کا آگا پیچھا کہاں ہے؟

از وجود و از عدم گر بگذری
تو اگر وجود اور عدم سے گزر جائے
از حیاتِ جاودانی بر خوری
تو ابدی زندگی حاصل کرے

روزِ باران ست میرو تا بہ شب
بارش کا دن ہے، رات تک چلا چل
نے ازیں باراں ازاں بارانِ رب
اِس بارش سے نہیں، خدا کی بارش سے

ہست باراں ہا بجز ایں باراں بداں
سمجھ لے! اِس بارش کے علاوہ اور بارش بھی ہے
می نمی بیند ورا جز چشمِ جاں
جس کو صرف جان کی آنکھ دیکھتی ہے

چشمِ جاں را باز کُن نیکو نگر
جان کی آنکھ کھول، اچھی طرح دیکھ
تا ازاں باراں عیاں بینی خضر
تاکہ اُس بارش کا سبزہ صاف دیکھے

سوال کردنِ عائشہؓ از پیغمبر علیہ السلام کہ باراں شد و جامۂ مبارکِ تو تر نگشت و جوابِ آں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پیغمبر علیہ السلام سے سوال کرنا کہ بارش ہوئی اور آپ کے بابرکت کپڑے نہ بھیگے اور اُس کا جواب

مصطفیٰ روزے بگورستاں برفت
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن قبرستان تشریف لے گئے
با جنازہ یارے از یاراں برفت
دوستوں میں سے ایک دوست کے جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے

از میراثِ او۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا علماء انبیاء کے وارث ہیں، یعنی آپ کی معرفت کی چاشنی اور ملاحت علماء اور اولیاء میں منتقل ہوئی ہے جو اب بھی دنیا میں موجود ہیں۔ پیشِ تو۔ وہ وارثانِ نبی موجود ہیں لیکن وہ لوگ جو اپنے وجود میں روح کو گم کئے ہوئے ہیں اُنکو احساس نہیں ہے جبتک انسان اپنی ہستی کو فنا نہیں کرتا اُسکو پیش بین روح میسر نہیں آتی۔ گر تو۔ اگر انسان کو اپنے آگے پیچھے کا خیال ہے تو وہ جسمانی صفات میں گھرا ہوا ہے اور روح کی لذتوں سے محروم ہے۔ زیر و بالا یہ سب صفات جسم کی ہیں روح اُن سے پاک ہے۔ نورِ پاک۔ حقیقی معرفت حاصل ہو جانے پر انسان غم اور خوشی وغیرہ جسمانی صفات سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔
بگزری۔ دست بردار شوی۔ حیاتِ جاودانی۔ ابدی زندگی۔ بر خوری پھل کھائے۔ روزِ باراں۔ یعنی الٰہی فیوض برس رہے ہیں۔ ایسی حالت میں گھر میں بیٹھا رہنا مناسب نہیں ہے اُن سے نفع اندوز ہونا چاہیئے۔ چشمِ جاں۔ فیوض کی بارش کا روح کی آنکھ ادراک کر سکتی ہے۔ خضر۔ سبزہ۔ یار۔ یعنی صحابی۔

خاک را در گورِ اُو آگندہ کرد
اُن کی قبر میں مٹی بھر دی

زیرِ خاک آں دانۂ اش را زندہ کرد
مٹی کے نیچے اُن کے دانہ کو زندہ کر دیا

ایں درختانند ہمچوں خاکیاں
مٹی میں دفن کئے ہوؤں کی مانند یہ درخت (بھی ہیں)

دست ہا بر کردہ اند از خاکداں
جو مٹی سے ہاتھ باہر نکالے ہوئے ہیں

سوئے خلقاں صد اشارت میکنند
لوگوں کی طرف سو اشارے کر رہے ہیں

وانکہ گوشستش عبارت میکنند
جن کے کان ہیں اُن کے لئے تقریر کر رہے ہیں

تیز گوشاں رازِ ایشاں بشنوند
تیز کان والے اُن کا راز سُنتے ہیں

غافلاں آوازہا را نشنوند
غافل لوگ آوازوں کو نہیں سُنتے ہیں

با زبانِ سبز و با دستِ دراز
سبز زبان سے اور لمبے ہاتھ سے

از ضمیرِ خاک میگویند راز
خاک میں چھپے ہوئے راز بتا رہے ہیں

ہمچو بطّاں سر فرو بُردہ بآب
بطخوں کی طرح پانی میں غوطہ مارے ہوئے

گشتہ طاؤساں و بودہ چوں غراب
مور بن گئے، اور کوّے کی طرح

در زمستاں شاں اگر محبوس کرد
جاڑوں میں اگر اُن کو قید کیا

آں غراباں را خدا طاؤس کرد
اُن کوّوں کو اللہ (تعالیٰ) نے مور بنا دیا

در زمستاں شاں اگرچہ داد مرگ
جاڑوں میں اگرچہ اُن کو مارا

زندہ شاں کرد از بہار و داد برگ
اُن کو بہار سے زندہ کر دیا اور پتّے دیدیئے

منکراں گویند ہست ایں خود قدیم
مُنکر کہتے ہیں یہ قدیم ہیں

ایں چرا بندیم بر ربِّ کریم
ربِّ کریم سے اُن کا تعلّق کیوں کریں؟

جملہ پندارند کیں خود دائم ست
سب یقین کرتے ہیں کہ یہ ہمیشہ سے ہے

در قدیم ایں جملہ عالم قائم ست
اور ہمیشہ سے یہ تمام عالم قائم ہے

کوری ایشاں درونِ دوستاں
(یہ عقیدہ) اُنکے اندھے پن سے ہے، دوستوں کے دل میں

حق بروئیانید باغ و بوستاں
اللہ (تعالیٰ) نے باغ اور بوستاں اُگا دیا ہے

ہر گلے کاندر درون بویا بُوَد
جو پھول اپنے اندر سے خوشبو دے رہا ہو

آں گل از اسرارِ کُل گویا بُوَد
وہ پھول تمام اسرار کا پتہ دیتا ہے

بوئے ایشاں رغمِ انفِ منکراں
اُن کی خوشبو منکروں کی ذلّت کے ساتھ

گردِ عالم می رَوَد پردہ دَراں
پردہ دری کرتے ہوئے دنیا کا چکر کاٹتی ہے

دانۂ اش۔ یعنی دنیوی موت کے بعد اُسکو برزخی زندگی نصیب ہوگئی۔ خاکیاں۔ مٹی سے پیدا ہونیوالے اور مرکو مٹی میں مدفون ہونیوالے۔ بر کردن۔ نکالنا۔ خاکداں۔ دُنیا۔ عبارت۔ تقریر۔ برگ درختانِ سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار۔ قرآنِ پاک میں فرمایا گیا ہے کائنات کی ہر چیز خدا کی تسبیح پڑھتی ہے تم نہیں سمجھتے ہو۔ زبانِ سبز۔ یعنی پتّے۔ دستِ دراز یعنی شاخیں۔ ضمیر۔ دل کی بات۔ ہمچو بطّے۔ درختوں کی ۳ حالتوں کو تین پرندوں سے تشبیہ دی ہے درخت موسم خزاں میں ہریالی ختم ہوکر کالے کوّے کی طرح ہوجاتے ہیں اور طوبت کو حاصل کرنے میں گویا وہ بطخیں ہیں جو پانی میں غوطہ لگا کر غذا حاصل کرتی ہیں موسم بہار میں پھول پتّیاں نکلنے کے بعد وہ مور بن جاتے ہیں۔ منکراں۔ یعنی دہریہ جو وجودِ باری کے منکر ہیں اور فلاسفہ جو خدا کو صانع اور مختار نہیں مانتے ہیں۔ ایں۔ یعنی کائنات قدیم ہے خدا سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ کوری۔ اندھاپن۔ روئیانیدن۔ روئیدن کا متعدی مصدر ہے یعنی اولیاء اللہ کے سینے علومِ معرفت سے باغ و بہار ہیں۔ اُنکے گل اور بوٹے کی خوشبو سے منکر اسطرح پریشان ہوتے ہیں جیسے گوبر کا کیڑا خوشبو سے یا کمزور دماغ والا ڈھول کی آواز سے۔ بویا۔ خوشبو دینے والا۔ گویا۔ بولنے والا۔

مُنکراں ہمچو جُعَل زاں بوئے گُل — یا چو نازک مغز از بانگِ دُہل

اُس کے پھول کی خوشبو سے مُنکر گبرِ نڈے کیطرح ہیں — یا ایسے جیسے ڈھول کی آواز سے نازک دماغ

خویشتن مشغول می سازند و غرق — چشم می دوزند از لمعانِ برق

اپنے آپ کو مشغول اور غرق کرتے ہیں — بجلی کی چمک سے آنکھیں سی لیتے ہیں

چشم می دوزند و آنجا چشم نے — چشم آں باشد کہ بیند مامنے

آنکھیں سی لیتے ہیں اور اُن کی آنکھیں ہی نہیں ہیں — آنکھ تو وہ ہے جو جائے پناہ کو دیکھ لے

چوں زگورستاں پیمبرؐ باز گشت — سوئے صِدّیقہ شد و ہمراز گشت

جب پیغمبر (صلّی اللہ علیہ وسلّم) قبرستان سے لَوٹے — صِدّیقہ (رضی اللہ عنہا) کی طرف گئے اور ہمراز بنے

چشمِ صِدّیقہ چو بر رُویش فتاد — پیش آمد دست بر وے می نہاد

صِدّیقہ (رضی اللہ عنہا) کی نظر جب آپکے چہرے پر پڑی — آگے بڑھیں اور آپ پر ہاتھ رکھا

بر عمامہ، بر رُخ و بر مُوئے اُو — بر گریباں و بَرو بازوئے اُو

عمامہ پر اور آپ کے چہرے اور بالوں پر — گریبان پر اور جسم پر اور آپکے بازو پر

گفت پیغمبرؐ چہ می جوئی شتاب — گفت باراں آمد امروز از سحاب

پیغمبر (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا جلد جلد کیا ڈھونڈتی ہو؟ — بولیں آج بادل سے بارش برسی ہے

جامہایت می بجویم در طلب — تر نمی بینم ز باراں اے عجب

جُستجو میں آپ کے کپڑے چھوتی ہوں — تعجب ہے! بارش سے تر نہیں دیکھتی ہوں

گفت چہ بر سر فگندی از اِزار — گفت کردم آں ردائے تو خمار

فرمایا، سر پر کونسا کپڑا اوڑھا تھا؟ — بولیں آپ کی چادر کو دوپٹہ بنایا تھا

گفت بہرِ آں نمود اے پاک جیب — چشمِ پاکت را خدا بارانِ غیب

فرمایا، اے پاک دل! اسی لئے دکھائی — خدا نے تیری پاک آنکھ کو غیبی بارش

نیست آں باراں ازیں ابرِ شما — ہست ابرِ دیگر و دیگر سما

وہ بارش تمہارے اِس ابر کی نہیں ہے — وہ دوسرا ابر اور دوسرا آسمان ہے

ایں چنیں باراں ز ابرِ دیگرست — رحمتِ حق در نزولش مُضمرست

اس طرح کی بارش دوسرے ابر کی ہے — جس کے نازل ہونے میں خدا کی رحمت پوشیدہ ہے

بشنو از قولِ سنائیؒ در رُموز — معنیِ تا واقف آئی بر کنوز

اِشارات کے بارے میں سنائیؒ کے قول کے — ایک معنیٰ سُن، تاکہ تو خزانوں سے واقف ہو جائے

جُعَل۔ گبرِ ونڈا، گوبر کی گولیاں بنا کر لڑھکانے والا کیڑا۔ دُہل۔ ڈھول۔ مشغول۔ یعنی منکرین جو محض عقلی غلط دلائل میں اپنے آپ کو مصروف کئے ہوئے ہیں اور صحیح دلائل کی روشنی سے آنکھوں کو بند کئے ہوئے ہیں۔
چشم نے۔ دراصل اُن کے آنکھ کبھی نہیں ہے آنکھ تو وہی ہے جو صحیح دیکھے۔
بازگشت۔ واپس آئے۔ صِدّیقہ۔ حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب ہے۔ ہمراز۔ راز کی باتیں کرنے والا۔ عِمامہ عین کے کسرہ سے، پگڑی۔ بَر۔ پہلو، بغل۔ سحاب۔ ابر۔ اِزار۔ تہ بند، لنگی۔ ردا۔ چادر۔
خمار۔ اوڑھنی۔ جیب۔ گریبان، سینہ، دل۔ سما۔ آسمان۔ مُضمر۔ پوشیدہ۔ سنائی۔ مشہور حکیم، شاعر، بزرگ ہیں۔ رُموز۔ رمز کی جمع، اشارہ۔ کنوز۔ کنز کی جمع، خزانہ۔

گر تو بکشائی ز باطن دیدۂ — زود یابی سُرمۂ بگزیدۂ
اگر تو باطن کی آنکھیں کھول لے — بہت جلد پسندیدہ سُرمہ حاصل کرلے

تفسیر بیت حکیم سنائی رَوَّحَ اللّٰہُ رُوحَہٗ
حکیم سنائی (خدا اُن کی روح کو راحت پہنچائے) کے شعر کی تفسیر

آسمانہاست در ولایتِ جاں — کارفرمائے آسمانِ جہاں
روح کی اقلیم میں آسمان ہیں — جو دنیا کے آسمان میں کارفرما ہیں

در رہِ روح پست و بالاہاست — کوہ ہائے بلند و دریاہاست
روح کے راستہ میں پستی اور بلندیاں ہیں — اُونچے پہاڑ اور دریا ہیں

پیرِ دانا اندریں رمزے کہ گفت — در حقیقت زیں صدف دُرّے بسُفت
دانا بزرگ نے اس سلسلہ میں جو اشارہ کیا — حقیقتاً اِس سیپ کا موتی پرو دیا

غیب را ابرے و آبے دیگرست — آسمان و آفتابے دیگرست
(عالمِ) غیب کا ابر اور پانی دوسرا ہے — آسمان اور آفتاب دوسرا ہے

ناید آں اِلّا کہ بر خاصاں پدید — باقیاں فِی لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْد
وہ صرف خاصانِ (خدا) پر ظاہر ہوتا ہے — باقی لوگ اِس نئی مخلوق سے شُبہ میں ہیں

ہست باراں از پئے پروردگی — ہست باراں از پئے پژمُردگی
ایک بارش پرورش کے لئے ہے — ایک بارش مُرجھانے کے لئے ہے

نفعِ بارانِ بہاراں بوالعجب — باغ را بارانِ پائیزی چو تب
موسمِ بہار کی بارش کا نفع تعجب خیز ہے — خزاں کی بارش باغ کے لئے بخار کی طرح ہے

باغ را بارانِ نیسانی طرب — باز بارانِ خرابی ہمچو تب
نیساں کی بارش باغ کی مستی ہے — پھر خزاں کی بارش بخار کی طرح ہے

آں بہاری نازہ پروردش کند — ویں خزانی ناخوش و زردش کند
موسمِ بہار کی بارش اُس کی نازبرداری کرتی ہے — یہ خزاں کی بارش اُس کو خراب اور زرد کردیتی ہے

ہمچنیں سرما و باد و آفتاب — بر تفاوت داں و سر رشتہ بیاب
اسی طرح جاڑا اور ہوا اور سورج — جداگانہ سمجھ اور اصول کو سمجھ لے

ہمچنیں در غیب انواع ست ایں — در زیان و سود و در رنج و غبیں
اسی طرح (عالمِ) غیب میں اس کی قسمیں ہیں — نفع اور نقصان، تکلیف اور ٹوٹے میں

ولایتِ جان۔ عالمِ روح۔ پیرِ دانا۔ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ۔ رمز۔ اشارہ۔ صَدَف۔ سیپ۔ دُرّ۔ موتی۔ فی لَبْسٍ۔ یہ آیت حشر کے منکروں کے بارے میں ہے۔ مولانا نے امورِ غیبیہ پر شبہ کرنے والوں کے لئے استعمال کردی ہے۔ ہست باراں۔ یعنی غیبی بارش کی بھی دو قسمیں ہیں، مضر اور مفید۔ بوالعجب۔ بہت تعجب خیز۔ پائیز۔ خزاں۔ نیساں۔ وہ دن جب آفتاب برجِ حمل میں ہوتا ہے، ایامِ بہار۔ تب۔ بخار۔ تفاوت۔ فرق۔ سر رشتہ۔ بات کا سرا، کھوج۔ انواع۔ نوع کی جمع، قسم۔ زیاں۔ نقصان۔ سود۔ نفع۔ غَبِیں۔ فاترالعقل، ٹوٹے میں پڑا ہوا۔

ایں دمِ اَبدال باشد زاں بہار	در دل و جاں روید از وے سبزہ زار
اَبدال کا کلام اِسی بہار سے ہوتا ہے	اِس سے دل و جان میں سبزہ اُگتا ہے
فعلِ بارانِ بہاری با درخت	آید از اَنفاسِ شاں اے نیک بخت
موسمِ بہار کی بارش کا درختوں سے جو معاملہ ہے	اے نیک بخت! اُن کے سانسوں سے حاصل ہوتا ہے
گر درختِ خشک باشد در مکاں	عیبِ آں از بادِ جاں افزا دآں
اگر کسی جگہ کوئی خشک درخت ہو	اُس کا وہ عیب روحانی ہوا سے بڑھ جاتا ہے
باد کارِ خویش کرد و بَر وَزید	آنکہ جانے داشت بر جانش گزید
ہوا نے اپنا کام کیا اور چلی گئی	جس میں جان تھی اس نے اُسکو اپنی جان پر ترجیح دی
وانکہ جامد بود خود واقف نشد	ولئے اُو جانے کہ اُو عارف نشد
اور جو پتھر تھا واقف نہ ہوا	اُس جان پر افسوس جو پہچاننے والی نہ بنی

در معنیِ حدیث کہ اِغْتَنِمُوا بَرْدَ الرَّبِیعِ فَاِنَّہٗ یَعْمَلُ بِاَبْدَانِکُمْ کَمَا

اِس حدیث کے معنیٰ کے بیان میں کہ موسمِ ربیع کی سردی کو غنیمت سمجھو وہ تمہارے بدنوں پر

یَعْمَلُ بِاَشْجَارِکُمْ وَاجْتَنِبُوا بَرْدَ الْخَرِیفِ فَاِنَّہٗ یَعْمَلُ بِاَبْدَانِکُمْ

وہی عمل کرتی ہے جو تمہارے درختوں پر اور موسمِ خریف کی سردی سے بچو وہ تمہارے جسموں پر

کَمَا یَعْمَلُ بِاَشْجَارِکُمْ

وہی عمل کرتی ہے جو تمہارے درختوں پر

قولِ پیغمبر شنو اے جانِ من	دور کُن از خویشتن اِنکار و ظن
اے جانِ من! پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات سُن	اِنکار اور گمان اپنے سے دور کر
گفت پیغمبر ز سرمائے بہار	تن مپوشانید یاراں زینہار
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا موسمِ بہار کے جاڑے کے	یارو! ہرگز بدن نہ ڈھکو
زانکہ با جانِ شما آں می کُند	کاں بہاراں با درختاں میکُند
اِس لئے کہ وہ تمہاری جان کے ساتھ وہی کرتا ہے	جو موسمِ بہار درختوں کے ساتھ کرتا ہے
بس غنیمت باشد آں سرمائے اُو	در جہاں بر عارفانِ وقت جُو
اُس کی سردی غنیمت ہوتی ہے	دنیا میں، وقت کے تلاش کرنیوالے عارفوں پر
در بہاراں جامہ از تن بَر کُنید	تن برہنہ جانبِ گلشن روید
(موسمِ) بہار میں کپڑے اُتار دو	ننگے بدن، باغ کی طرف چلو

دَم۔ سانس، کلام۔ اَبدال۔ اولیاء اللہ کی ایک خاص جماعت ہے یعنی اولیاء کے انفاس بہار کا کام کرتے ہیں۔ اور دلوں میں سبزہ اُگاتے ہیں۔ اَنفاس نفَس کی جمع سانس۔ گر درخت یعنی بزرگوں کے اَنفاس سے بدبختوں کی بدبختی میں اضافہ ہو جاتا ہے جبکہ وہ ان انفاس کے مُنکر ہو جائیں۔ باد۔ اولیاء کی بادِ بہاری اِصلاحِ عوام کا کام کر جاتی ہے اور جو اُس سے مستفید ہوا وہ اولیاء اُن پر جان نثار کرتے ہیں۔ جامد جن کے دل پتھر کے ہو گئے ہیں اور ناقابلِ اصلاح ہیں۔
ربیع۔ موسمِ بہار خریف۔ موسم خزاں۔ سرمائے بہار۔ یعنی غیبی فیوض و برکات۔ با درختاں جس طرح موسمِ بہار کی بارش سے درخت سرسبز و شاداب ہوتے ہیں فیوضِ غیبیہ سے روح تازہ ہوتی ہے۔
سرمائے اُو۔ یعنی فیوض برکات۔ وقت۔ یعنی وہ وقت جس میں غیبی واردات کا قلب پر نزول ہو۔

لیک بگریزید از بادِ خزان
لیکن بادِ خزاں سے بچو

کاں کُند کاں کرد با باغ و رزاں[1]
اِسلئے کہ وہ بھی کریگی جو اُس نے باغ اور انگوروں کیساتھ کیا

راویاں ایں را بظاہر بُردہ اند
روایت کرنیوالوں نے اِسکو ظاہری معنیٰ پر محمول کیا

ہم براں صورت قناعت کردہ اند
اور انھوں نے انہی معنیٰ پر قناعت کرلی

بے خبر بودند از سِرِّ آں گروہ
یہ جماعت، راز سے بے خبر تھی

کوہ را دیدہ ندیدہ کاں بکوہ
پہاڑ کو دیکھا، پہاڑ میں کان کو نہ دیکھا

آں خزاں نزدِ خدا نفس و ہواست
وہ خزاں اللہ تعالیٰ کے نزدیک نفس اور خواہش ہے

عقل و جاں عینِ بہارست و بقاست
عقل اور روح عینِ بہار اور بقا ہے

گر ترا عقلے ست جزوی در نہاں
اگر تجھ میں ناقص عقل ہے

کاملُ العقلے بجو اندر جہاں
دنیا میں مکمل عقل والا تلاش کرلے

جزوِ تو از کُلِّ او کُلّی شود
تیری ناقص (عقل)، اسکی کامل (عقل) سے کامل ہوجائیگی

عقلِ کُل بر نفس چوں غُلّے شود
کامل عقل نفس کے لئے طوق بن جائے گی

پس بتاویل ایں بود کانفاسِ پاک
(اِس حدیث کے معنیٰ) تاویل کیساتھ یہ ہونگے کہ پاک سانس

چوں بہارست و حیاتِ برگ و تاک
(نرم و گرم) بہار کیطرح ہیں اور پتوں اور انگور کی حیات ہیں

از حدیثِ اولیاء نرم و درشت
اولیاء کی نرم اور سخت بات سے

تن مپوشاں انکہ دینت است پشت
پہلو تہی نہ کر کیونکہ وہ تیرے دین کی پشت پناہ ہیں

گرم گوید سرد گوید خوش بگیر
گرم کہیں، سرد کہیں خوشی سے تسلیم کر

تا ز گرم و سرد بجہی وز سعیر
تاکہ گرم اور سرد اور جہنّم سے نجات پالے

گرم و سردش نو بہارِ[3] زندگی ست
اُن کا گرم و سرد (کہنا)، زندگی کی نو بہار ہے

مایۂ صدق و یقین و بندگی ست
صدق اور یقین اور بندگی کا سرمایہ ہے

زانکہ زاں بُستانِ جانہا زندہ است
اِسلئے کہ اُن سے جانوں کا باغ ترو تازہ ہے

زاں جواہر بحرِ دل آگندہ است
اُن جواہر سے دل کا سمندر پُر ہے

بر دلِ عاقل ہزاراں غم بود
عقلمند کے دل پر ہزاروں غم چھا جاتے ہیں

گر ز باغِ دل خلالے کم بود
اگر دل کے باغ سے ایک تنکا کم ہو جاتا ہے

رزاں[1]۔ رز کی جمع، انگور، خزاں کی ہوا سے یہ چیزیں تباہ ہوجاتی ہیں۔ راویاں۔ راوی کی جمع، حدیث نقل کرنے والا یعنی عام طور پر روایت کرنیوالوں نے اِس حدیث کے ظاہری معنیٰ لئے ہیں۔ سِر۔ راز یہاں پر عالمِ غیب کی بادِ بہار اور خزاں مراد ہے۔ کان۔ معدن۔ ہوا۔ خواہش نفسانی۔ اتقا۔ تقویٰ، پرہیزگاری۔ گر ترا۔ یعنی اگر یہ مضامین غیب تیری سمجھ میں نہیں آتے تو کسی شیخِ کامل کا دامن پکڑلے پھر سمجھ میں آجائنگے۔ کُلِ او۔ یعنی شیخِ کامل کی مکمل عقل۔ غُل[2]۔ گردن کا طوق یعنی اُس کی بیعت تجھے ہوا و حرص سے روک دے گی۔ تاویل۔ کسی عبارت سے ظاہری معنیٰ مراد نہ لینا۔ حیات۔ زندگی۔ تاک۔ انگور۔ نرم و درشت۔ پیاری اور تلخ نصیحتیں۔ پشت یعنی پشت پناہ۔ گرم و سرد گفتن۔ سخت و سُست کہنا۔ گرم و سرد۔ مصائب۔ سعیر۔ جہنم۔ نو بہار[3]۔ بارش کی ٹھنڈک اور سورج کی گرمی سبزہ زار پیدا کرتی ہے اِسی طرح شیخ کی گرم و سرد نصیحتیں ایمان کی تازگی کا سبب ہیں۔ بُستانِ جاں۔ روحانی باغ۔ بحر۔ سمندر۔ آگندہ۔ پُر۔

پُرسیدنِ عائشہ رضی اللہ عنہا از مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنا

کہ سِرِّ بارانِ امروز چہ بود

کہ آج کی بارش کا کیا راز تھا؟

پس سُوالش کردہ صِدّیقہ زِ صدقِ ۱ — باخشوع و با ادب از جوشِ عشق

صدّیقہ (رضی اللہ عنہا) نے سچائی سے آپ سے سوال کیا — محبت کے جوش سے عاجزی اور ادب کے ساتھ

کاے خلاصہ ہستی و زبدہ وجود — حِکمتِ بارانِ امروزی چہ بود

اے ہستی کے خلاصہ اور وجود کے برگزیدہ! — آج کی بارش میں کیا حکمت تھی؟

این ز بارانہائے رحمت ہاست یا — بہر تہدیدات و عدلِ کبریا

یہ رحمتوں کی بارشوں میں سے ہے، یا — دھمکیوں اور خدا کے انصاف کے لئے ہے

این ازاں لُطفِ بہاریات بُود — یا ز پائیزی پُر آفات بُود

یہ (بارش) مہربانی اور موسم بہار کی بارش میں سے تھی — یا آفتوں بھری خزاں کی بارش تھی

گفت این از بہرِ تسکینِ غم ست — کز مصیبت بر نژادِ آدم ست

فرمایا کہ یہ اس غم کی تسکین کے لئے ہے — جو آدم کی نسل پر مصیبت کی وجہ سے ہے

گر بر آں آتش بماندے آدمی — بس خرابی اوفتادے و کمی

اگر آدمی اس آگ میں رہتا — بہت خرابی اور کمی واقع ہو جاتی

این جہاں ویراں شدے اندر زماں ۲ — حرصہا بیروں شدے از مردماں

یہ دنیا فوراً ویران ہو جاتی — انسانوں میں سے حرص نکل جاتی

اُستُنِ این عالَم اے جاں غفلت ست — ہوشیاری این جہاں را آفت ست

اے جان! اس عالم کا ستون غفلت ہے — ہوشیاری اس عالم کی آفت ہے

ہوشیاری زاں جہان ست و چو آں — غالب آید پست گردد این جہاں

ہوشیاری اس عالم کی ہے اور جب وہ — غالب آجائے تو یہ عالم پست ہو جاتا ہے

ہوشیاری آفتاب و حرص یخ — ہوشیاری آب و این عالم وسخ

ہوشیاری سورج ہے اور حرص برف ہے — ہوشیاری پانی ہے اور یہ عالم میل ہے

زاں جہاں اندک ترشح می رسد ۳ — تا نہ خیزد زین جہاں حرص و حسد

اس عالم سے تھوڑی سی رستی رہتی ہے — تاکہ اس عالم سے حرص اور حسد ختم نہ ہو جائے

---

۱ صدق۔ سچائی، خشوع۔ عاجزی۔ خلاصہ ہستی۔ مخلوقات کے کمالات کا جامع۔ زبدہ۔ مکھن، برگزیدہ۔ تہدید۔ دھمکی۔ عدل۔ انصاف۔ لُطف۔ مہربانی۔ بہاریات۔ سامانِ بہار۔ پائیزی۔ خزانی۔ تسکین۔ ساکن کرنا۔ نژاد۔ نسل، اولاد۔ گر۔ یعنی اگر انسان کو غم سے بالکل سکون نہ ملے تو سلسلۂ زندگی میں بہت خلل پڑ جائے۔

۲ این جہاں۔ انسان غم کی مایوسیوں میں پڑا رہتا اور حرص کی وجہ سے جو کوشش ہے وہ ختم ہو جاتی اور دنیا ویران ہو جاتی۔ اُستُن۔ ستون۔ غفلت۔ لاپروائی۔ ہوشیاری۔ احساس۔ آفت۔ مشہور مقولہ ہے "لَوْلَا الْحُمَقَاءُ لَخَرِبَتِ الدُّنْيَا" اگر احمق نہ ہوتے تو دنیا تباہ ہو جاتی۔ ہوشیاری۔ آخرت کا پورا احساس ہو جائے تو پھر دنیا بے حقیقت نظر آنے لگے۔ ہوشیاری کا سورج حرص کے برف کو پگھلا دے اور یہ دنیا جو میل کچیل ہے، ہوشیاری کا پانی اس کو دھو ڈالے۔

۳ زاں جہاں۔ عالم آخرت سے اس دنیا میں تھوڑا تھوڑا ترشح ہوتا ہے تاکہ لوگ غفلت میں مبتلا رہ کر حرص و حسد کی بنیاد پر دنیا کا کاروبار کرتے رہیں اگر غفلت زیادہ بڑھ جائے تو ہر انسان فکر میں مبتلا ہو جائے اور دنیا سے اچھی اور بری صفات کا خاتمہ ہو جائے۔

گر ترشّح بیشتر گردد ز غیب — نے ہنر ماند دریں عالم نہ عیب

اگر غیب سے یہ رِساؤ زیادہ بڑھ جائے — اِس عالَم میں نہ ہنر رہے نہ عیب

این ندارد حد سوئے آغاز رَو — سوئے قصّہ مردِ چنگی باز رَو

اِس کا خاتمہ نہیں ہے شروع کی طرف چل — سازنگی بجانے والے کے قصہ کی طرف واپس چل

بقیہ قصۂ پیر چنگی و بیانِ مخلصِ آں

سازنگی بجانے والے بوڑھے کے قصہ کا بقیہ اور اُس کا خلاصہ

مُطرِبے[1] کز وے جہاں شد پُر طرب — رُستہ ز آوازش خیالاتِ عجب

وہ گویا جس سے، عالم مستی سے بھرا ہوا تھا — اُس کی آواز سے عجیب خیالات پیدا ہوتے تھے

از نوایش مُرغِ دل پرّاں شدے — وز صدایش ہوشِ جاں حیراں شدے

اُس کی آواز سے مُرغِ دل اُچھلنے لگتا تھا — اُسکی صدا سے جان کا ہوش حیران ہوجاتا تھا

چوں بر آمد روزگارش پیر شد — بازِ جانش از عجز پشّہ گیر شد

جب اُسکی عمر ڈھل گئی، اور بوڑھا ہوگیا — اُسکی جان کا باز، عاجزی سے مچھر کا شکاری بنگیا

بازچہ[2] گر پیل باشد بیگماں — پشّہ اش سازد ضعیف و ناتواں

باز کیا، اگر ہاتھی بھی ہو تو بلا شبہ — مچھر اُس کو کمزور اور بے طاقت بنادے

پُشتِ اُو خم گشت ہمچوں پُشتِ خُم — ابرواں بر چشم ہمچوں پارِ دُم

اُس کی کمر مٹکے کی طرح ٹیڑھی ہوگئی — آنکھ پر آبروئیں دُمچی کی طرح ہوگئیں

گشت آوازِ لطیف و جانفزاش — ناخوش و مکروہ و زشت و دلخراش

اُس کی پاکیزہ اور جان کو بڑھانیوالی آواز — خراب اور مکروہ اور بُری اور دلخراش ہوگئی

آں نوا کہ رشکِ زُہرہ آمدہ — ہمچوں آوازِ خرِ پیرے شدہ

وہ آواز جو زُہرہ کے لئے باعثِ رشک تھی — بوڑھے گدھے کی آواز کی طرح ہوگئی

خود کدامیں خوش کہ آں ناخوش نشد — یا کدامیں سقف کاں مفرش نشد

کونسا خوش ہے جو ناخوش نہ ہوا ہو؛ — یا کونسی چھت ہے جو پامال نہ ہوئی ہو؛

غیرِ آوازِ عزیزاں در صدور — کہ بُوَد از عکسِ دمِ شاں نفخِ صُور[3]

(اللہ کے) پیاروں کی آواز کے علاوہ جو سینوں میں ہے — کہ صُور کا پھکنا بھی اُن کی آواز کی گونج ہے

آں درونے کیں درو نہا مست ازوست — نیستے کیں ہستہا ماں ہست ازوست

وہ باطن کہ یہ باطن اُس سے مست ہیں — وہ فانی کہ ہمارے وجود اُس سے (قائم) ہیں

مُطرِب[1]۔ اُس گویئے کی آواز مستی اور عجیب خیالات پیدا کردیتی تھی، انسانوں کے دل دھڑکنے لگتے تھے۔ اور مدہوشی کا عالم چھا جاتا تھا
پشّہ گیر۔ مچھر کا شکار کرنیوالا یا مچھر کا شکار۔ یعنی وہ گویا انتہائی کمزور ہوگیا۔
بازچہ[2]۔ یعنی باز ہی نہیں ہاتھی بھی اپنی ناتوانی کے وقت مچھروں سے عاجز آجاتا ہے۔
خُم۔ مٹکا۔ پاردُم۔ دُمچی۔
لطیف۔ نازک، پاکیزہ۔ جانفزا۔ جان کو بڑھانیوالا۔ زشت۔ بُرا۔
دلخراش۔ دل کو چھیلنے والا۔
زُہرہ۔ ایک ستارہ کا نام ہے جس کو اہلِ نجوم گانے بجانے والی عورت کی ہمشکل تصوّر کرتے ہیں اور اُس کو رقاصہ فلک کہتے ہیں۔ خر۔ گدھا، گدھے کی آواز کو بدترین سمجھا گیا ہے۔ سقف۔ چھت۔
مفرش۔ پامال۔ نث۔ مشہور ہے ہر کمالے را زوالے۔
عزیزاں۔ یعنی اولیاء اللہ جو اللہ تعالےٰ کے پیارے ہیں۔
صدور۔ صدر کی جمع، سینہ۔
نفخِ صور[3]۔ دوسری مرتبہ صُور پھونکنے پر مُردے زندہ ہوجائینگے۔
آں درونے۔ یعنی اولیاء کے باطن کی وجہ سے بہت سے باطن مست ہیں وہ فنا ہونے والے ضرور ہیں لیکن ہمارے وجود اُنکے وجود سے قائم ہیں

کہربائے[1] فکرِ دہر آوازِ اوست
اُس کی آواز زمانے کے فکر کے لئے کہربا ہے
لذّتِ الہام و وحی و رازِ اوست
الہام اور وحی اور راز کی وہ لذت ہے

چونکہ مطرب پیرتر گشت و ضعیف
چونکہ گویا بہت بوڑھا اور کمزور ہوگیا
شد زبے کسبی رہینِ یک رغیف
بلا کمائی کے ایک روٹی کا مرہون (محتاج) ہوگیا

گفت عمر و مہلتم دادی بسے
اُس نے کہا (اے خدا) تونے مجھے عمر اور بہت مہلت دی
لطفہا کردی خدایا با خسے
اے خدا! تونے ایک کمینہ پر مہربانیاں کیں

معصیت ورزیدہ ام ہفتاد سال
میں نے ستّر سال گناہ کئے
باز نگرفتی ز من روزے نوال
تونے مجھ سے ایک دن (بھی) عطا واپس نہ چھینی

نیست کسب امروز مہمانِ توام
کمائی نہیں ہے، اب میں تیرا مہمان ہوں
چنگ بہرِ تو زنم کانِ توام
تیرے لئے سارنگی بجاؤں گا کیونکہ تیرا غلام ہوں

چنگ را برداشت شد اللہ جوئے
سارنگی اُٹھائی اللہ (تعالیٰ) کی طلب میں روانہ ہوا
سوئے گورستانِ یثرب آہ جوئے
مدینہ کے قبرستان کی جانب آہیں بھرتا ہوا

گفت خواہم از حق ابریشم بہا
بولا اللہ (تعالیٰ) سے سارنگی (بجانے کا) انعام چاہونگا
کو بہ نیکوئی پذیرد قلب ہا
کیونکہ وہ کھوٹے سکّے (بھی) عمدگی کیساتھ قبول کرتا ہے

چنگ زد بسیار و گریاں سر نہاد
سارنگی بہت بجائی اور روتے ہوئے سر رکھدیا
چنگ بالیں کرد و بر گورے فتاد
سارنگی کا تکیہ بنایا اور ایک قبر پر گر پڑا

خواب بُردش مرغِ جاں از حبس رست
اُسکو نیند آگئی، جان کا پرندہ قید سے چھوٹ گیا
چنگ و چنگی را رہا کرد و بجست
سارنگی اور سارنگی باز کو چھوڑا اور چل دیا

گشت آزاد از تن و رنجِ جہاں
جسم سے اور دنیا کی تکلیف سے آزاد ہوا
در جہانِ سادہ و صحرائے جاں[2]
سادہ عالم میں اور روح کے میدان میں (جا پہنچا)

جانِ او آنجا سرایاں ماجرا
اُس کی روح اس جگہ یہ قصہ گانے لگی
کاندریں جا گر بماندندے مرا!
کہ کاش مجھے اسی جگہ رہنے دیتے!

خوش بُدے جانم ازیں باغ و بہار
اس باغ و بہار سے میری جان خوش ہوتی
مستِ ایں صحرا و غیبی لالہ زار
اس لالہ زار غیبی میدان سے مست (ہوتی)

بے پر و بے پا سفر می کردمے
میں بغیر پَر اور پیر کے سفر کرتی
بے لب و دندان شکر میخوردمے
بغیر ہونٹ اور دانتوں کے شکر کھاتی

[1] کہربا۔ ایک پتھر ہے جس میں تنکوں کیلئے کشش ہوتی ہے۔ بے کسبی۔ نہ کما سکنا۔ رہین۔ گروی، محتاج۔ رغیف۔ روٹی۔ گفت۔ یعنی گویّے نے خدا سے یہ دعا کی۔ خس۔ تنکا، کمینہ۔ ہفتاد۔ ستر گویّے کی عمر ستر سال کی تھی۔ نوال۔ بخشش۔ کسب۔ کمائی۔ کان۔ کراں۔ اللہ جوئے۔ جویندۂ خدا۔ یثرب۔ مدینہ طیبہ کا پرانا نام ہے۔ ابریشم بہا۔ سارنگی بجانے کا انعام، سارنگی کے تار ریشم سے بھی بنائے جاتے تھے۔ قلب۔ کھوٹا سکہ۔ فتاد۔ یعنی لیٹ گیا۔ خواب۔ نیند میں اسکی روح آزاد ہوگئی۔

[2] صحرائے جاں۔ عالم ارواح۔ مرا۔ یہ تمام باتیں گویّے کی روح نے کہیں جن میں عالم روح کی کیفیات کا ذکر ہے۔

ذکر و فکرے فارغ از رنجِ دماغ
ذہنی اُلجھن سے فارغ ہو کر ذکر اور فکر میں مشغولیت ہوتی)

کردمے باساکنانِ چرخ لاغ
آسمان میں بسنے والوں کیساتھ خوشی مناتی

چشم بستہ عالمے می دیدمے
آنکھیں بند کرکے میں عالم کو دیکھتی

وَرد و ریحاں بے کفے میچیدمے
ہاتھ لگائے بغیر، گلاب و ریحان چنتی

مُرغِ آبی غرقِ دریائے عَسل
پانی کا پرندہ، شہد کے دریا میں ڈوبا ہوا

عینِ ایّوبی شراب و مغتسل
حضرتِ ایوب (علیہ السلام) کا چشمہ جو پینے اور نہانے کا تھا

کہ بدو ایّوبؑ از پا تا بفرق
کہ جس کے ذریعہ حضرتِ ایوب پیر سے سر کی مانگ تک

پاک شد از رنجہا چوں نورِ شرق
نورِ مشرق کی طرح تکلیفوں سے پاک ہوئے

گر بُود ایں چرخ دہ چندے کہ ہست
اگر یہ آسمان موجودہ حالت سے دس گنا ہو

نیست نزدِ آں جہاں جز تنگ و پست
اُس جہاں کے مقابلہ میں تنگ اور پست کے سوا کچھ نہیں ہے

مثنوئیؒ در حجم گر بُودے چو چرخ
مثنوی (معنوی) اگر جسامت میں آسمان کیطرح ہوتی

درنگنجیدے دریں زاں نیم برخ
اسمیں اُس (عالم کے بیان) کا آدھا ٹکڑا بھی سماتا

کاں زمین و آسمانِ بس فراخ
اُس بہت وسیع آسمان اور زمین نے

کرد از تنگی دلم را شاخ شاخ
تنگی کی وجہ سے میرے دل کو پارہ پارہ کر دیا ہے

ویں جہانے کاندریں خوابم نمود
اور یہ عالم جو اِس نیند میں مجھے نظر آیا

از کشایش پرّ و بالم را کشود
اُس نے وسعت کی وجہ سے میرے بال و پر کھول دیئے ہیں

ایں جہان و راہش ار پیدا بُدے
یہ عالم اور اُس کا راستہ اگر نظر آتا

کم کسے یک لحظۂ اینجا بُدے
کوئی ایک لمحہ کے لئے بھی اِس جگہ نہ ہوتا

اَمر می آمد کہ ہیں طامع مشو
حکم ہوتا تھا کہ خبردار، لالچی نہ بن

چوں زپایت خار بیروں شد برو
جبکہ تیرے پیر سے کانٹا نکل گیا، جا

مُول مُولے میزد آنجا جانِ اُو
اُس کی جان اُس جگہ ٹھیرو ٹھیرو کہتی تھی

در فضائے رحمت و احسانِ اُو
اُس کے احسان اور رحمت کی فضا میں

در خواب گفتنِ ہاتف باعمرؓ کہ چندیں زر از بیت المال
غیبی آواز کا نیند میں حضرت عمرؓ سے کہنا کہ اِس قدر روپیہ بیت المال سے

بآں مردِ دِہ کہ در گورستان خفتہ است
اُس شخص کو دے دو جو قبرستان میں سویا ہوا ہے

لاغ۔ خوشی و مسرت، ہنسی کھیل۔ وَرد۔ گلاب کا پھول، پھول۔ ریحاں۔ ہر خوشبودار پودا۔ عسل۔ شہد۔ عینِ چشمہ۔ ایوّبی۔ حضرتِ ایوبؑ کا جسم جب گل سڑ گیا اور اُس میں کیڑے پڑ گئے تو اُن کی دعا سے خدا نے ایک چشمہ پیدا کیا اور اُن کو حکم دیا کہ اس کا پانی پیو اور اُسی سے نہاؤ۔ چنانچہ چند روز میں اُن کا تمام جسم اچھا ہو گیا۔ شراب۔ ہر پینے کی چیز۔ مُغتسل۔ نہانے کا پانی۔ فرق۔ سر کے بالوں کی مانگ۔ رنجہا۔ بیماریاں۔ مثنوئیؒ۔ یعنی یہ مثنوی جس میں عالمِ ارواح کی باتیں ذکر کی جا رہی ہیں۔ حجم۔ موٹائی۔ بُرخ۔ پارہ، ٹکڑا۔ بَس۔ بہت، بکثرت۔ شاخ شاخ۔ پاش پاش، پارہ پارہ۔ پیدا۔ ظاہر۔ بُدے۔ بودے۔ کم۔ یعنی نہیں۔ خار یعنی غفلت۔ مُول میم کے ضمہ کے ساتھ بمعنی باش، توبہ، ناز و غمزہ، دوسرے مُول میں یا زیادہ ہے، تکرار امر کے لئے ہے۔ ہاتف۔ غیبی آواز۔ بیت المال شاہی خزانہ۔

آں زماں حق بر عمرؓ خوابے گماشت — تاکہ خویشؔ از خواب نتوانست داشت[۱]

اُسوقت اللہ (تعالیٰ) نے حضرتِ عمرؓ پر نیند طاری کر دی — یہانتک کہ نیند کی وجہ سے اپنے آپ کو نہ سنبھال سکے

در عجب افتاد کیں معہود نیست — ویں زغیب افتاد بے مقصود نیست

تعجب کیا کہ یہ عادت نہیں ہے — یہ غیب سے آئی ہے بلامقصد نہیں ہے

سر نہاد و خواب بُردش خواب دید — کامدش از حق ندا جانش شنید

سر رکھا اور اُن کو نیند آگئی، خواب دیکھا — اُنکو اللہ تعالیٰ کی آواز آئی جو اُن کی جان نے سُنی

آں ندائے کاصلِ ہر بانگ و نواست — خود ندا آنست و ایں باقی صداست

وہ آواز، جو ہر آواز اور صدا کی اصل ہے — وہی آواز ہے اور یہ سب گونج ہے

تُرک[۲] و کُرد و پارسی گو و عرب — فہم کردہ آں ندا بے گوش و لب

تُرک اور کُرد اور فارسی بولنے والے اور عرب — بغیر کان اور ہونٹ کے اُس آواز کو سُن چکے ہیں

خود چہ جائے تُرک و تاجیک ست و زنگ — فہم کردست ایں ندا را چوب و سنگ

تُرک اور تاجیک اور حبشی پر منحصر نہیں ہے — اِس آواز کو تو لکڑی اور پتھر نے سُنا ہے

ہر دمے از وے ہمی آید الَست — جوہر و اعراض[۳] ہمی گردند مست

ہر وقت اُسکی جانب سے اَلَست (کی آواز) آتی ہے — جس سے جوہر اور عَرض مست ہو جاتے ہیں

گر نمی آید بلیٰ زیشاں ولے — آمدنِ شاں از عدم باشد بلیٰ

اگرچہ اُنکی جانب سے "بلیٰ" نہیں نکلتا ہے لیکن — اُن کا عدم سے آنا "بلیٰ" ہے

آنچہ من گفتم ز فہمِ چوب و سنگ — در بیانش قصہ بشنو بے درنگ

وہ جو میں نے لکڑی اور پتھر کے سمجھنے کی بات کہی ہے — اُس کے بیان میں فوری طور پر ایک قصہ سُن لے

آنچہ گفتم ز آشنائی سنگ و چوب — در بیانش قصہ ہُشدار خوب

میں نے پتھر اور لکڑی کی سمجھ بوجھ کی جو بات کہی ہے — اُس کے بیان میں ایک قصہ ہے خوب غور کر

نالیدنِ ستونِ حنّانہ[۴] از فراقِ پیغمبر علیہ السلام کہ جماعت انبوہ شدند و

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی جُدائی کی وجہ سے حنّانہ ستون کے رونے کا قصہ جبکہ ایک مجمع جمع ہوا اور

گفتند کہ ما روئے مبارکِ ترا چوں آں نشستہ نمی بینیم و منبر ساختن و

انھوں نے کہا کہ جب آپ اُس پر بیٹھتے ہیں ہم آپ کا چہرۂ مبارک نہیں دیکھ پاتے اور منبر کا بنانا اور

شنیدنِ رسولِ خدا نالۂ ستون را بصریح و مکالمۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم با آں ستون

رسولِ خدا کا ستون کا رونا صاف سُننا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس سے گفتگو

---

[۱] خویش داشتن۔ اپنے آپ کو قابو میں رکھنا۔ معہود۔ عادت کے مطابق۔ بے مقصود۔ بلا وجہ۔ جانش شنید۔ چونکہ وہ غیبی آواز تھی۔ اصل۔ جڑ۔ نوا۔ آواز۔ ندا آنست۔ چونکہ وہ کلمہ کُن کی آواز تھی جس سے تمام کائنات وجود میں آئی ہے۔ صدا۔ گونج، آوازِ بازگشت۔ [۲] تُرک۔ ترکستان کی مشہور جنگجو قوم ہے۔ کُرد۔ کُردستان کے بسنے والے۔ پارسی گو۔ فارسی بولنے والے۔ بے گوش و لب۔ چونکہ وہ اللہ کی آواز ہے وہ اُذن و لب سے منزہ ہے اُس کو دل سُنتا ہے کان کی ضرورت نہیں ہے۔ تاجیک۔ ایک قوم کا نام ہے — اور وہ عربی النسل جو عجم میں پیدا ہوا ہو۔ زنگ۔ حبشہ۔ اَلَست یعنی "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں" یہ خدا نے ازل میں روحوں کو خطاب کر کے فرمایا جس پر روحوں نے "بَلیٰ" ہاں کہا یہ عہدِ اَلَست کہلاتا ہے۔ جوہر۔ وہ موجودات جو خود قائم ہیں جیسے انسان، فرشتے وغیرہ وغیرہ۔ [۳] اعراض۔ عَرض کی جمع جو اپنے وجود میں دوسرے موجود کا محتاج ہے جیسے رنگ وغیرہ وغیرہ۔ آمدن۔ یعنی کائنات اگرچہ زبان سے بلیٰ نہیں کہتی لیکن اُس کا وجود میں آنا بلیٰ کہنے کے مترادف ہے۔ آنچہ۔ یعنی میں نے یہ بات کہی کہ پتھر اور لکڑی بھی روحانی کلام کو سنتے ہیں اِس سلسلہ میں استوانۂ حنّانہ کا قصہ سُن لو

[۴] حنّانہ: بہت رونے والا۔ مسجدِ نبوی میں شروع میں ایک کھجور کا تنہ گاڑ دیا گیا جس پر آنحضورؐ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے اسکے بعد منبر بنا لیا گیا تو آنحضورؐ کی جدائی پر وہ کھجور کا تنہ رونے لگا حضورؐ نے منبر سے اتر کر اُسکو پیار کیا تو وہ چپ ہوا پھر اسکو مسجد کی قبلی دیوار میں دفنا دیا۔

اُستنِ حنّانہ در ہجرِ رسولؐ
حنانہ ستون رسول کی جدائی میں

نالہ میزد ہمچو اربابِ عقول
سمجھداروں کی طرح روتا تھا

درمیانِ مجلسِ وعظ آنچناں
وعظ کی مجلس کے دوران اس طرح رویا،

کز وے آگاہ گشت ہم پیر و جواں
کہ اُس سے بوڑھے اور جوان واقف ہوگئے

در تحیّر ماند اصحابِ رسولؐ
رسولؐ کے صحابہؓ حیرت میں پڑگئے

کز چہ می نالد ستوں با عرض و طول
کہ ستون لمبائی اور چوڑائی کیساتھ کیوں روتا ہے

گفت پیغمبرؐ چہ خواہی اے ستوں
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اے ستون کیا

گفت جانم از فراقت گشت خوں
بولا کہ میری جان آپکے فراق سے خون ہوگئی ہے

از فراقِ تو مرا چوں سوخت جاں
چونکہ میری جان آپ کی جدائی میں جل گئی ہے

چوں ننالم بے تو اے جانِ جہاں
اے جانِ عالم! آپ کے بغیر میں کیوں نہ روؤں

مسندت من بودم از من تاختی
میں آپؐ کی مسند تھا، آپ مجھ سے دُور ہوگئے

بر سرِ منبر تو مسند ساختی
اور منبر پر آپ نے مسند بنالی

پس رسولش گفت کاے نیکو درخت
تو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اے بھلے درخت!

اے شدہ با سرّ تو ہمراز بخت
اے وہ کہ تیرے باطن کو خوش نصیبی حاصل ہے!

گر ہمی خواہی ترا نخلے کنند
اگر تو چاہتا ہے تجھے کھجور بنادیں

شرقی و غربی ز تو میوہ چنند
شرق اور مغرب کے لوگ تیرا میوہ چنیں

یا دراں عالم حقت سروے کند
یا اُس جہاں میں اللہ (تعالیٰ) تجھے سرو بنادے

تا تر و تازہ بمانی تا ابد
تاکہ تو ہمیشہ تر و تازہ رہے

گفت آں خواہم کہ دائم شد بقاش
بولا میں وہ چاہتا ہوں کہ جس کی بقا دائمی ہو

بشنو اے غافل کم از چوبے مباش
اے غافل سُن! تو لکڑی سے کم نہ بن

آں ستوں را دفن کرد اندر زمیں
اُس ستون کو زمین میں دفن کردیا

کہ چو مردم حشر گردد یومِ دیں
جو انسانوں کی طرح قیامت میں اُٹھایا جائیگا

تا بدانی ہر کرا یزداں بخواند
تاکہ تو سمجھ جائے کہ جس کو خدا نے پکار لیا

از ہمہ کارِ جہاں بیکار ماند
وہ دنیا کے تمام کاموں سے بیکار رہ گیا

ہر کرا باشد ز یزداں کار و بار
جس کا خدا (تعالیٰ) سے کاروبار ہوتا ہے

یافت بار آنجا و بیروں شد ز کار
وہ وہاں بار پاجاتا ہے اور (دنیا کے) کام کا نہیں رہتا

اُستن۔ ستون۔ اربابِ عقول۔ عقل والے۔ تحیّر۔ حیرانی۔ عرض۔ چوڑائی۔ طول۔ لمبائی۔ مسند۔ وہ چیز جس پر ٹیک لگائی جائے۔ تاختن۔ بھاگنا گریز کرنا۔ سِرّ۔ باطن۔ ہمراز۔ ساتھی، رفیق۔ نخل۔ کھجور۔ چنند۔ چینند کا مخفف ہے۔ سرو۔ مشہور درخت ہے۔ بقاش۔ بقائے او۔ بشنو یعنی لکڑی نے حیاتِ اَبدی کی خواہش کی انسان کو اس سے کم سمجھدار نہ ہونا چاہیے۔ حشر۔ قبر سے اٹھایا جانا۔ یومِ دین۔ بدلے کا دن، قیامت۔ تا بدانی۔ استوانۂ حنانہ کو دفن کرنا، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو خدا کا ہوگیا دنیا کے دھندے سے بیکار ہوگیا۔ بار۔ دخل۔

وانکه اُو را نبُود از اسرار[۱] داد — کے کُند تصدیق اُو نالہ جماد
وہ شخص جس کو اسرار کی بخشش نہ ہو — وہ بے جان کے رونے کی کب تصدیق کرتا ہے؟

گوید آرے نے ز دل بہرِ وفاق — تا نگویندش کہ ہستا اہلِ نفاق
موافقت کی خاطر ہاں (زبان سے) کہدیگا نہ کہ دل سے — تاکہ اُس کو لوگ منافق نہ کہیں

گر نبندے واقفانِ اَمرِ کُن — در جہاں رُو گشتہ بودے ایں سخن
اگر امرِ کُن کے واقف کار نہ ہوتے — تو دنیا میں یہ بات مانی نہ جاتی

صد ہزاران زاہلِ تقلید و نشاں[۲] — افگندشاں نیم وہمے در گماں
لاکھوں مقلدوں اور لکیر کے فقیروں کو — آدھا وہم (پورے) وہم میں مبتلا کر دیتا ہے

کہ بظن تقلید و اِستدلال شاں — قائم ست و جملہ پرّ و بالِ شاں
اس لئے کہ اُنکی تقلید اور اُن کا اِستدلال ظن پر — قائم ہے اور اُن کے سب بال و پر (ظنیات ہیں)

شُبہ می انگیزد آں شیطانِ دُوں — در فتند ایں جملہ کوراں سرنگوں
وہ کمینہ شیطان، شُبہ پیدا کر دیتا ہے — جس سے یہ سب اندھے اوندھے گر جاتے ہیں

پائے استدلالیاں چوبیں بُود — پائے چوبیں سخت بے تمکیں بُود
(عقلی) دلائل والوں کا پیر لکڑی کا ہوتا ہے — (اور) لکڑی کا پیر بہت کمزور ہوتا ہے

غیر آں قطبِ[۳] زمانِ دیدہ ور — کز ثباتش کوہ گردد خیرہ سر
سوائے اُس قطبِ دوراں، صاحبِ بصیرت کے — کہ اُس کے جماؤ سے پہاڑ حیران ہو جاتا ہے

پائے نابینا عصا باشد عصا — تا نیفتد سرنگوں اُو بر حصا
اندھے کا پیر لاٹھی ہوتی ہے لاٹھی — تاکہ وہ کنکریوں پر سر کے بل نہ گرے

آں سوارے کو سپہ را شد ظفر — اہلِ دل را کیست سلطانِ بصر
وہ سوار جو سپاہیوں کی فتح (کا باعث) ہے — دینداروں کیلئے کون ہے؟ فرمانروائے بصیرت ہے

با عصا کوراں اگر رہ دیدہ اند — در پناہِ خلق روشن دیدہ اند
اندھوں نے اگر لاٹھی سے راستہ ٹٹول لیا ہے — تو روشن چشم مخلوق کی پناہ میں ہیں

گر نہ بینایاں بُدندے و شہاں — جملہ کوراں خود بمُردندے عیاں
اگر آنکھوں والے اور شاہ نہ ہوتے — تمام اندھے صاف مر جاتے

نے ز کوراں کِشت[۴] آید نے دُرود — نے عمارت نے تجارتہا و سُود
اندھوں سے نہ بونا آئے نہ کاٹنا — نہ تعمیر کرنا، نہ تجارت اور نہ نفع

---

۱ اسرار - علوم باطن - داد - حصہ - جماد - وہ چیز جس میں حس و حرکت نہ ہو - آرے - ہاں، تصدیق کا کلمہ ہے - اہلِ نفاق - منافق - رو گشتہ - یعنی یہ بات کوئی تسلیم نہ کرتا -

۲ اہلِ تقلید و نشاں - یعنی فلاسفہ - ظن - وہ علم ہے جو شک ڈالنے سے زائل ہو جاتا ہے - دُوں - کمینہ - کوراں - کور کی جمع، اندھا - استدلال - یعنی عقلی دلیل سے کام لینا - چوبیں - لکڑی کی چیز - بے تمکیں - کمزور - پائے استدلالیاں - اس کے بعد بعض نسخوں میں یہ شعر بھی ہے ؎
گر باستدلال کارِ دیں بُدے
فخر رازی رازدارِ دیں بُدے
یعنی اگر دین کے تمام مسائل کا مدار عقلی دلائل پر ہوتا تو فخر الدین رازی دین کے سب سے بڑے رازداں ہوتے -

۳ قطب - صاحبِ ارشاد ولی - دیدہ ور - صاحبِ بصیرت - ثبات - ثابت قدمی وغیرہ - خیرہ سر - حیران - عصا - لاٹھی - حصا - کنکری - ظفر - فتح، کامیابی - سلطانِ بصر - فرمانروائے بصیرت - بینایاں - صاحبِ بصیرت یعنی اولیاء اللہ - شہاں - شاہ کی جمع یعنی ولی اللہ - کوراں - یعنی عوام الناس -

۴ کشت - فصل بونا - دُرود - فصل کاٹنا - عمارت - تعمیر یعنی جس طرح اندھے اپنی ضروریات میں دوسروں کے محتاج ہیں اسی

گر نبودے رحمت و افضالِ شاں — در شکستے چوبِ استدلالِ شاں
اگر اُن کی مہربانیاں اور شفقت نہ ہوتی — اُن کے اِستدلال کی لاٹھی ٹوٹ جاتی

ایں عصا چہ بود قیاسات و دلیل — آں عصا کہ دادشاں بینا جلیل
یہ لاٹھی کیا ہے، قیاس اور دلیل — یہ وہ لاٹھی ہے جو انکو (خدا) بصیر جلیل نے دی ہے

او عصاتاں داد تا پیش آمدید — آں عصا از خشم ہم بر وے زدید
اُس نے تمہیں لاٹھی دی تاکہ آگے بڑھو — غصہ سے وہ لاٹھی تم نے اُس پر دے ماری

چوں عصا شد آلتِ جنگ و نفیر — آں عصا را خورد بشکن اے ضریر
جب لاٹھی جنگ اور بھگدڑ کا ذریعہ ہوگئی — اے اندھے! اُس لاٹھی کا چورا چورا کردے

حلقۂ کوراں بچہ کار اندرید — دیدباں را درمیانہ آوریدر
تم اندھوں کے حلقہ میں کیوں ہو؟ — کسی صاحب بصیرت کو درمیان میں لاؤ

دامنِ اُو گیر کو دادت عصا — در نگر کادم چہا دید از عصیٰ
اُس کا دامن پکڑ جس نے تجھے لاٹھی دی ہے — غور کر آدم (علیہ السلام) نے نافرمانی سے کیا کیا دیکھا؟

چوں عصا شد مار و استن باخبر — معجزہ موسیٰؑ و احمدؐ در نگر
لاٹھی سانپ کیسے بنی اور ستون کیسے باخبر ہوا! — (حضرت) موسیٰ اور (حضرت) احمد علیہما السلام کے معجزے پر غور کر

از عصا ماری و از اُستن حنیں — پنج نوبت میزنند از بہرِ دیں
لاٹھی کا سانپ بن جانا اور ستون کا رونا — دین کے لئے پانچ وقت نقارہ پیٹتے ہیں

گر نہ نامعقول بودے ایں مزہ — کے بُدے حاجت بچندیں معجزہ
اگر یہ مزہ عقل میں نہ آنے والا نہ ہوتا — تو اس قدر معجزوں کی کب ضرورت پڑتی؟

ہر چہ معقول ست عقلت میخرد — بے بیانِ معجزہ بے جزر و مد
جو عقل میں آنیوالی بات ہوتی ہے تیری عقل اسکو قبول — بغیر معجزہ کے ظہور کے اور بغیر ردّ و کد کے

ایں طریقِ نکرِ نامعقول بیں — در دلِ ہر مقبلے مقبول بیں
اس انوکھے اور عقل میں نہ آنیوالے طریقہ کو دیکھ — ہر بانصیب مقبول (شخص) کے دل میں دیکھ

آں چناں کز بیمِ آدم دیو و دد — در جزائر در رمیدند از حسد
جس طرح آدمی کے ڈر سے جن اور درندے — حسد کی وجہ سے جزیروں میں بھاگ گئے ق

ہم زبیمِ معجزاتِ انبیا — سرکشیدہ منکراں زیرِ گیا
نبیوں کے معجزوں کے خوف سے بھی — منکروں نے گھاس کے نیچے سر چھپا لیا

۱؎ اگر نبودے۔ اگر بزرگوں کی توجہ نہ ہو تو محض اِستدلال سے علومِ معرفت حاصل نہیں ہو سکتے ہیں۔ ایں عصا۔ اللہ تعالیٰ نے ان فلاسفہ کو قوتِ استدلال اسلئے دی تھی کہ انبیاء کو پہچانیں لیکن انہوں نے اُلٹا کام لیا اور ان دلائل سے اِنکار کا کام لینا شروع کر دیا۔

۲؎ چوں عصا۔ جب دلائل مقصد کے خلاف استعمال ہوں تو اُن دلائل کو ترک کر دینا چاہئے۔ حلقہ۔ جماعت۔ دیدبان۔ صاحب بصیرت یعنی شیخ کامل۔ عصیٰ۔ اُس نے نافرمانی کی، حضرت آدمؑ کے بارے میں قرآن پاک میں ہے فعصیٰ آدم ربہٗ فغویٰ۔ آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو بھٹک گئے۔ ماری۔ سانپ شدن۔ حنین۔ گریہ زاری۔ بہرِ دیں۔ معجزات کے ذریعہ دین کے غلبہ کا اِظہار ہوتا ہے۔

۳؎ نامعقول۔ الٰہیات کی بحثیں محض دلائلِ عقلیہ سے طے نہیں ہو سکتی ہیں لامحالہ وحی پر اعتماد کرنا ضروری ہے۔ معقول۔ یعنی جو چیز عام انسانوں کی عقل کے مطابق ہو۔ میخرد۔ قبول می کند۔ بیان۔ اِظہار۔ جزر۔ سمندر کے پانی کا سمٹاؤ۔ مد۔ سمندر کے پانی کا چڑھاؤ۔ نکر۔ انوکھا۔ مقبل۔ بانصیب۔ مقبول۔ خدا رسیدہ، یعنی علومِ اخروی کا اِدراک عام عقلوں سے بالاتر ہے اُن کا اِدراک کشف اور ذوق سے ہوتا ہے۔

تا بناموسِ[1] مسلمانی زیند
تاکہ مسلمانی کی عزت کے ساتھ زندہ رہیں

در تسلّس تا ندانی کہ کیند
مکّاری میں، تاکہ تو یہ نہ سمجھ سکے کہ وہ کون ہیں،

ہمچو قلّابان برآں نقدِ تباہ
کھوٹے سکّے بنانے والوں کی طرح اس خراب سکّہ پر

نقرہ می مالند و نامِ پادشاہ
چاندی اور بادشاہ کا نام چڑھاتے ہیں

ظاہرًا الفاظِ توحید و شرع
بظاہر توحید اور شریعت کے الفاظ ہیں

باطنِ آں ہمچو در ناں تخمِ ضرع
باطن اُن کا ایسا ہے جیسے روٹی میں مرغ کے بیج

فلسفی را زہرہ نے تا دم زند
فلسفی کی مجال نہیں کہ دم مارے

دم زند دینِ حقش بر ہم زند
دم مارے تو سچا دین اس کو بیخ دے

دست و پائے او جماد[2] و جانِ او
اُسکے ہاتھ اور پیر جماد ہیں اور اُس کی روح

ہر چہ گوید آں دُو در فرمانِ اُو
جو کچھ کہتی ہے وہ دونوں اُسکے حکم میں ہیں

باز باں گرچہ کہ تہمت می نہند
زبان سے اگرچہ وہ تہمت دھرتے ہیں

دست و پا شاں گواہی می دہند
اُن کے ہاتھ اور پیر گواہی دیتے ہیں

اظہارِ معجزۂ[3] پیغمبر علیہ السلام و بسخن آمدنِ سنگریزہ در دستِ ابوجہل
پیغمبر (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا معجزہ ظاہر کرنا اور سنگریزوں کا ابوجہل کے ہاتھ میں بات کرنا

وگواہی دادن بر رسالتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اور گواہی دینا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت پر

سنگہا اندر کفِ بوجہل بُود
سنگ ریزے ابوجہل کی مٹھی میں تھے

گفت اے احمد بگو ایں چیست زُود
بولا اے احمدؐ جلد بتا یہ کیا ہے؟

گر رسولی[4] چیست در دستم نہاں
اگر تو رسول ہے میرے ہاتھ میں کیا چھپا ہے؟

چوں خبر داری ز رازِ آسماں
جبکہ آسمان کے راز کا تو خبردار ہے

گفت چوں خواہی بگویم کاں چہاست
فرمایا، تو کیا چاہتا ہے، میں بتاؤں کہ وہ کیا ہے؟

یا بگویند آنکہ ما حقیم و راست
یا وہ کہیں کہ ہم برحق اور سچے ہیں

گفت بوجہل آں دُوم نادر تر است
ابوجہل نے کہا دوسری بات زیادہ انوکھی ہے

گفت آرے حق ازاں قادر تر است
فرمایا ہاں (اللہ تعالیٰ) اس سے زیادہ برقادر ہے

گفت شش پارہ حجر در دستِ تست
فرمایا تیرے ہاتھ میں پتھر کے چھ ٹکڑے ہیں

بشنو از ہر یک تو تسبیحِ درست
اور ہر ایک سے تو صحیح تسبیح سُن لے

---

[1] ناموس۔ عزّت و آبرو، قاعدہ قانون۔ تسلّس، سالوس سے بنا ہے، مکر و فریب کرنا۔ زیند۔ زیستن کا مضارع ہے۔ کیند۔ کدام اند۔ قلّاب۔ کھوٹے سکّے بنانے والا۔ تباہ۔ کھوٹا خراب۔ ضرع۔ ایک زہریلی کڑوی گھاس ہے۔

[2] جماد یعنی انہیں کوئی عقل اور سمجھ نہیں ہے۔ دُو۔ ہاتھ اور پیر۔ باز باں یعنی فلسفی یہ کہتے رہتے ہیں کہ جمادات میں شعور نہیں وہ کیسے کسی کا حکم مان سکتے ہیں اُن کے ہاتھ پیر خود اُن کے خلاف گواہی دیتے ہیں کہ اُن میں بھی شعور نہیں ہے لیکن روح کے حکم کو مانتے ہیں۔

[3] معجزہ۔ اس معجزہ کا تذکرہ حدیث کی معتبر کتابوں میں نہیں ہے۔ مولانا کا منشا یہ ہے کہ ندائے غیبی کو جس طرح نباتات سنتی ہیں جسکو استوانہ حنانہ کے واقعہ نے ثابت کیا اسی طرح جمادات بھی سنتی ہیں۔ ابوجہل۔ اسلامی دور سے پہلے اسکو ابوالحکم کہا جاتا تھا آنحضورؐ کی انتہائی دشمنی میں جو حرکتیں کیں اُسکی وجہ سے اسلامی دور میں اُسکو ابوجہل کہا گیا۔

[4] گر رسولی۔ جب تم آسمانوں کے راز بتاتے ہو تو یہ قریب کی چیز ہے اسکو ضرور بتا دینا چاہیے۔ گفت۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں بتاؤں کہ تیری مٹھی میں کیا ہے یا جو چیز مٹھی میں ہے وہ بتائے کہ میں کون ہوں۔ دُوم یعنی مٹھی

از میانِ مُشتِ اُو ہر پارہ سنگ
اُس کی مُٹھی میں ہر سنگریزے نے

در شہادت گفتن آمد بے درنگ
فوراً (کلمۂ) شہادت پڑھنا شروع کر دیا

[1] لَا اِلٰہ گفت و اِلَّا اللّٰہ گفت
لا الٰہ کہا اور الّا اللہ کہا

گوہرِ احمد رسول اللہ سُفت
احمد رسول اللہ کا موتی پرو دیا

چوں شنید از سنگہا بُوجہل ایں
ابو جہل نے جب پتھروں سے یہ سُنا

زد ز خشم آں سنگہا را بر زمیں
غصہ سے اُن پتھروں کو زمین پر دے مارا

گفت نبوَد مثلِ تو ساحرِ دگر
بولا تجھ جیسا کوئی دوسرا جادوگر نہ ہوگا

ساحِراں را سَر توئی و تاجِ سَر
تو ساحروں کا سردار اور سرتاج ہے

چوں بدید آں مُعجزہ بُوجہل تَفت
جب ابوجہل نے وہ معجزہ دیکھا، جل گیا

گشت در خشم و بسوئے خانہ رَفت
غصہ میں بھر گیا اور گھر کی طرف چلا گیا

رہ گرفت و رفت از پیشِ رسولؐ
راستہ لیا، اور رسولؐ کے سامنے سے چلا گیا

اوفتاد اندر چہ آں زشتِ سُفول
وہ بدبخت پست فطرت کنوئیں میں جا گرا

مُعجزہ را دید و شد بدبخت و زَفت
معجزہ دیکھا اور مزید بدبخت اور سخت ہو گیا

سوئے کفر و زندقہ شد تیز رفت
کفر اور بے دینی کی طرف تیز رَو ہو گیا

خاک بر فرقش کہ بُد کور و لعیں
اُس کے سر پر خاک، کیونکہ اندھا اور ملعون تھا

چشمِ اُو ابلیس آمد خاک بیں [2]
اُس کی آنکھ خاک کو دیکھنے والا شیطان ثابت ہوئی

ایں سخن را نیست پایاں اے عمو
اے چچا! اس بات کا اختتام نہیں ہے

قصۂ آں پیرِ چنگی باز گو
سارنگی نواز بوڑھے کا قصہ پھر سُنا

باز گرد و حالِ مُطرب گوش دار
واپس لوٹ اور گویّے کا حال سُن

زانکہ عاجز گشت مُطرب زِ انتظار
اِس لئے کہ گویّا انتظار میں عاجز آ گیا

بقیۂ قصۂ پیرکِ چنگی و پیغام رسانیدن باو

حقیر بوڑھے سارنگی نواز کا بقیہ قصہ اور اُس کو پیغام پہونچانا

بانگ آمد مر عمرؓ را کاے عمرؓ
عمر (رضی اللہ عنہ) کو آواز آئی، اے عمرؓ

بندۂ ما را ز حاجت باز خَر
ہمارے ایک بندہ کو ضرورت سے نجات دلا

بندۂ داریم خاص و مُحترم
ہمارا ایک خاص اور محترم بندہ ہے

سوئے گورستاں تو رنجہ کُن قدم
قبرستان کی جانب جا

---

[1] لَا اِلٰہ۔ یعنی خدا کی وحدانیت کی گواہی دی۔ پھر آنحضورؐ کی رسالت کی گواہی دی۔ ساحِر۔ جادوگر۔ تَفت۔ تا، کے فتحہ کے ساتھ، گرم غضبناک۔ خَشم۔ غصہ۔ زشت۔ بدبخت، شقی، بُرا۔ سُفول۔ پست فطرت، کینہ۔ زَفت۔ زا کے فتحہ کے ساتھ، سخت، درشت۔ زَندَقہ۔ بے دینی۔ تیز رفت۔ تیز رفتار۔ فَرق۔ سَر کے بالوں کی مانگ۔ بُد۔ بود کا مخفف ہے۔

[2] خاک بیں۔ شیطان نے حضرتِ آدمؑ کے پتلے کو مٹی کا خیال کیا، باطنی اوصاف کو نہ دیکھا۔ کاے۔ کہ اے۔ باز خریدن۔ نجات دلانا، چھڑا لینا۔ محترم۔ معزز۔ قدم رنجہ کُن۔ تشریف لے جائیے۔

اے عمرؓ! برجہ زبیتُ المالِ عام — ہفتصد دینار بر کف نہ تمام

اے عمر رضؓ! اُٹھ، عام بیتُ المال سے — پورے سات سَو دینار ہاتھ میں لے

پیش اُو بر کاے تو مارا اختیار — ایں قدر بستاں کنوں معذور دار

اُس کے سامنے لیجا کہ اے ہمارے برگزیدہ! — اتنا لے لے، اب معذور سمجھ

ایں قدر از بہرِ ابریشم بہا — خرج کُن چوں خرج شد ایں جا بیا

یہ مقدار، جو سارنگی کا اِنعام ہے — خرچ کر، جب خرچ ہو جائے اس جگہ آجانا

پس عمرؓ زاں ہیبتِ آواز جست — تا میاں را بہرِ ایں خدمت بہ بست

تو عمر (رضی اللہ عنہ) اُس آواز کی ہیبت سے اُٹھ کھڑے ہوئے — اور اس خدمت کے لئے کمر بستہ ہو گئے

سوئے گورستاں عمرؓ بنہاد رُو — در بغل ہمیاں دواں در جستجو

عمر (رضی اللہ عنہ) نے قبرستان کا رُخ کیا — ہمیانی بغل میں تھی، جستجو میں دوڑ رہے تھے

گردِ گورستاں دواں شد اُو بسے — غیرِ آں پیر اُو ندید آنجا کسے

قبرستان کے چاروں طرف بہت دوڑے — اُس بوڑھے کے علاوہ کسی کو نہ دیکھا

گفت ایں نبوُد دِگر بارہ دوید — ماندہ گشت و غیرِ آں پیر اُو ندید

کہا، یہ نہ ہوگا، پھر دوڑے — تھک گئے اور اُس بوڑھے کے سوا نہ دیکھا

گفت حق فرمود ما را بندہ ایست — صافی و شائستہ و فرخندہ ایست

کہا، اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے ہمارا ایک بندہ ہے، — پاک، شائستہ اور بابرکت ہے

پیرِ چنگی کے بُوَد خاصِ خدا — حبّذا اے سِرِّ پنہاں حبّذا

بوڑھا سارنگی نواز خدا کا خاص کب ہوگا؟ — واہ واہ، اے پوشیدہ راز، واہ واہ

بارِ دیگر گِردِ گورستاں بگشت — ہمچو آں شیرِ شکاری گردِ دشت

پھر قبرستان کا چکر لگایا — جیسے شکاری شیر، جنگل کے گرد (چکر لگاتا ہے)

چوں یقیں گشتش کہ غیرِ پیر نیست — گفت در ظلمت دلِ روشن بسے ست

جب اُنکو یقین ہو گیا کہ بوڑھے کے علاوہ کوئی نہیں ہے — بولے، بہت سے روشن دل اندھیرے میں ہوتے ہیں

آمد و با صد ادب آنجا نشست — بر عمرؓ عطسہ فتاد و پیر جست

آئے، اور بہت ادب سے وہاں بیٹھے — عمر (رضی اللہ عنہ) کو چھینک آئی اور بوڑھا اُٹھ بیٹھا

مر عمرؓ را دید و ماند اندر شگفت — عزمِ رفتن کرد و لرزیدن گرفت

عمر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا اور حیران ہو گیا — چل دینے کا ارادہ کیا اور کانپنے لگا

۱؎ بیتُ المال۔ شاہی خزانہ جو عوام کے لئے ہوتا ہے۔ برجہ۔ جا امر ہے جہیدن کا، کودنا۔ بر زیادہ ہے۔ تمام۔ مکمل۔ بر۔ بُردن کا امر ہے۔ اختیار۔ برگزیدہ۔ ابریشم بہا۔ سارنگی بجانے کا انعام۔ میاں بستن۔ کمر کسنا، کسی کام کے لئے تیار ہو جانا۔ ہمیاں۔ نقد کی تھیلی۔ صافی۔ پاک۔ شائستہ۔ لائق، مُہذب۔ فرخندہ۔ مُبارک۔ حبّذا۔ تعریف کا کلمہ ہے، واہ واہ، سبحان اللہ۔

۲؎ چونکہ تلاش کے بعد کوئی سارنگی نواز کے علاوہ نہ ملا تو سمجھے وہی چھپا ہوا بزرگ ہے۔ آنجا۔ یعنی بوڑھے کے پاس۔ عطسہ۔ چھینک۔ جست۔ وہ سویا ہوا تھا چھینک کی آواز سے اُٹھ بیٹھا۔ شگفت۔ حیرت، تعجب۔ لرزیدن۔ کانپنا، لرزنا۔

گفت در باطن خدایا از تو داد
دل میں بولا اے خدا تیری دہائی ہے

مُحتسب بر بیر کے چنگی فتاد
نا چیز سارنگی نواز پر محتسب آپڑا

چوں نظر اندر رخِ آں پیر کرد
جب اس بوڑھے کے چہرے پر نظر کی

دید او را شرمسار و روئے زرد
اس کو شرمندہ اور زرد رُو دیکھا

پس عمر رض گفتش مترس از من مرم
عمر (رضی اللہ عنہ) نے اس سے کہا خوف نہ کر مجھ سے

کت بشارتہائے حق آوردہ ام
کیونکہ میں تو تیرے لئے خدا کی جانب سے خوشخبریاں لایا ہوں

چند یزداں مدحتِ خوئے تو کرد
اللہ (تعالیٰ) نے تیری خصلت کی اسقدر تعریف کی

تا عمرؓ را عاشقِ روئے تو کرد
کہ عمرؓ کو تیرے چہرے کا عاشق بنا دیا

پیشِ من بنشیں و مہجوری مساز
میرے سامنے بیٹھ، اور جدائی نہ کر

تا بگوشت گویم از اقبال راز
تاکہ تیرے کان میں تیری اقبالمندی کا راز کہوں

حق سلامت میکند می پرسدت
اللہ (تعالیٰ) نے تجھے سلام کہا ہے اور تجھ سے دریافت کیا ہے

چونی از رنج و غمانِ بے حدت
کہ بے حد غموں اور تکلیفوں میں تیرا کیا حال ہے؟

نک قُراضہ چند ابریشم بہا
یہ ہے کچھ تھوڑا سا سارنگی بجانے کا انعام!

خرج کُن ایں را و باز ایں جا بیا
اس کو خرچ کر اور پھر اس جگہ آجانا

پیر لرزاں گشت چوں ایں را شنید
جب یہ سُنا تو بوڑھا کانپ گیا

دست می خائید و بر خود می طپید
ہاتھ کاٹتا تھا اور تڑپتا تھا

بانگ می زد کاے خدائے بے نظیر
چلاتا تھا کہ اے بے مثال خدا!

بسکہ از شرم آب شد بیچارہ پیر
بیچارہ بوڑھا شرم سے پانی پانی ہو گیا

چوں بسے بگریست و ز حد رفت درد
جب بہت رویا اور درد حد سے بڑھ گیا

چنگ را زد بر زمیں و خُرد کرد
سارنگی کو زمین پر دے مارا اور ریزہ ریزہ کر دیا

گفت اے بودہ حجابم از اِلٰہ
بولا اے (سارنگی)، تو ہی خدا سے میرا پردہ تھی

اے مرا تو راہزن از شاہراہ
اے سارنگی تو ہی میرے لئے شاہراہ سے راہزن تھی

اے بخوردہ خونِ من ہفتاد سال
اے (سارنگی) تو نے ہی ستر سال میرا خون پیا

اے ز تو رویم سیہ پیشِ کمال
اے (سارنگی) تیری وجہ سے میرا منہ اہل کمال کے سامنے کالا تھا

اے خدائے با عطائے با وفا
اے خدا تو کہ عطا والا اور باوفا ہے

رحم کُن بر عمرِ رفتہ در جفا
اس زندگی پر رحم کر دے جو ظلم میں بسر ہوئی

باطن۔ دل۔ داد۔ فریاد، دہائی۔ محتسب۔ اسلامی دور میں ایک شخص مقرر کیا جاتا تھا جو لوگوں کی نگرانی رکھتا تھا اور بدکاروں کو سزا دیتا تھا۔ مرم۔ رمیدن سے نہی کا صیغہ ہے نہ بھاگ۔ کت۔ کہ ترا۔ کہ برائے تو۔ بشارت۔ خوشخبری۔ چند۔ اسقدر۔ مدحت۔ تعریف۔ خوئے۔ خصلت، عادت۔ مہجوری۔ جدائی۔ اقبال۔ خوش نصیبی، سلامت میکند۔ ترا سلام می کند۔ می پرسدت۔ ترا می پرسد۔ چونی۔ چگونہ ہستی۔ نک۔ اینک کا مخفف ہے، اب۔ قُراضہ۔ ریزگاری، کترن۔ ابریشم بہا۔ سارنگی بجانے کا انعام۔ خائیدن۔ چبانا۔ بر خود طپیدن۔ لوٹنا، مضطرب ہو جانا۔ آب شدن۔ پسینہ میں ڈوب جانا، شرمندہ ہونا۔ خرد کرد۔ ریزہ ریزہ کر دیا۔ حجاب۔ پردہ، رکاوٹ۔ راہزن۔ ڈاکو۔ شاہراہ۔ آباد راستہ۔ کمال۔ اہل کمال۔ جفا۔ ظلم۔

داد حق عمرے کہ ہر روزے ازاں | کس نداند قیمتِ آں در جہاں

اللہ تعالیٰ نے جو عمر دی ہے اسکے ہر دن کی قیمت | اسکی قیمت دنیا میں کوئی نہیں جانتا ہے

خرج کردم عُمرِ خود را دمبدم | در دمیدم جملہ را در زیر و بم

میں نے اپنی عمر کا لمحہ لمحہ خرچ کر دیا | اور زیر و بم میں سب کو پھونک دیا

آہ کز یادِ رَہ و پردہ عراق | رفت از یادم دمِ تلخِ فراق

افسوس! رَہ اور پردۂ عراق کی یاد میں | میں موت کے تلخ وقت کو بھول گیا

وائے کز تری زیرا فگندِ خُرد | خُشک شد کشتِ دلِ من دل بمُرد

ہائے! نا چیز زیرا فگندِ خرد کی تری سے | میرے دل کی کھیتی خشک ہو گئی میرا دل مُردہ ہو گیا

وائے کز آوازِ ایں بست و چہار | کارواں بگذشت بیگہ شد نہار

ہائے! اِس چوبیس کی آواز کی وجہ سے | قافلہ چلا گیا، دن بے وقت ہو گیا

اے خدا فریاد ازیں فریاد خواہ | داد خواہم نے زکس زیں داد خواہ

اے خدا! اسی فریادی سے، فریاد ہے | انصاف چاہتا ہوں اور کسی سے نہیں اِسی داد خواہ سے

دادِ خود را چوں ندادم در جہاں | عمر شد ہفتاد سال از من جہاں

چونکہ میں نے خود اپنے آپ سے اِس جہان میں انصاف نہ کیا | میری ستّر سال کی عمر بیکار گذر گئی

دادِ خود از کس نیابم جز مگر | زانکہ اُو از من بمن نزدیک تر

اپنا انصاف کسی سے نہ حاصل کر سکونگا سوائے | اُس کے جو خود میری ذات سے زیادہ مجھ سے قریب ہے

کیں منی از وے رسد دم دم مرا | پس وُرا بینم چو ایں شد گم مرا

اسلئے کہ یہ ہستی لمحہ بہ لمحہ مجھے اُس سے مل رہی ہے | جب یہ مجھ سے گم ہو گئی ہے تو میں اُسکو دیکھوں گا

ہمچو آنکو با تو باشد زر شمر | سوئے اُو داری نہ سوئے خود نظر

جیسے وہ شخص جو تجھے روپے گن کر دے رہا ہو | تو اُس کی طرف دیکھتا ہے نہ کہ اپنی جانب

ہمچنیں در گریہ و در نالہ اُو | می شمر دے جُرمِ چندیں سالہ اُو

اسی طرح رو رو کر اور چلا چلا کر | وہ اپنے سالہا سال کے گناہ گن رہا تھا

گردانیدن عمر رضی اللہ عنہ نظرِ اُو از مقامِ گریہ کہ ہستی ست بمقامِ اِستغراق

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کا اُس کو مقامِ گریہ سے جو کہ ہستی ہے مقامِ اِستغراق کی طرف پھیر دینا

سلہ داد یعنی خدا نے جو عمر عطا کی ہے اسکے دنوں کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا اور انسان اُنکو ضائع کرتا ہے۔ زیر و بم۔ موسیقی میں آوازوں کے نام ہیں۔ زیر ہلکا سُر بم بھاری سُر۔ رَہ۔ راہ کا مخفف ہے، موسیقی میں سُر جمانے کو کہتے ہیں۔ پردۂ عراق۔ ایک راگ کا نام ہے۔ دمِ تلخِ فراق۔ موت کا کڑوا وقت۔ تری۔ رونق ہے راء کو ضرورتِ شعری کی وجہ سے مُشدد کر دیا ہے۔ سلہ زیرا فگندِ خرد۔ موسیقی کے مشہور چوبیس راگوں میں سے ایک راگ کا نام ہے۔ بست و چہار۔ یعنی چوبیس راگنیاں بیگہ۔ بے وقت۔ نہار۔ دن۔ اے خدا یعنی میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے اے خدا میں تجھ سے داد و فریاد چاہتا ہوں۔ دادِ خود۔ قرآنِ پاک میں فرمایا گیا ہر گناہ اور کفر سے خود انسان اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔ نزدیک تر۔ قرآنِ پاک میں فرمایا ہے ہم انسان سے اسکی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ سلہ منی۔ خودی، ہستی، صوفیاء کے نزدیک تجددِ امثال ہے یعنی انسان کا ہر آن ایک وجود فنا ہوتا ہے اور اللہ کی جانب سے اسی آن میں اُس جیسا دوسرا وجود عطا ہوتا ہے۔ گم۔ یعنی جب اپنی ہستی کو فنا کر دونگا تو دیدار میسّر آئے گا۔ مقامِ گریہ جب انسان اپنے گناہوں کا احساس کر کے روتا

پس عمر گفتش کہ ایں زاریِ تو — ہست ہم آثارِ ہُشیاریِ تو
حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اُس سے فرمایا کہ یہ تیرا رونا — بھی تیرے ہوش کی علامت ہے

بعد ازاں اُو را ازاں حالت براند[۱] — زاعتذارش سوئے اِستغراق خواند
اُسکے بعد اُس کو اُس حالت سے ہٹایا — اُس کو عذر خواہی سے اِستغراق کی طرف بُلایا

ہست ہُشیاری زیادِ مامضیٰ — ماضی و مستقبلت پردۂ خدا
گذشتہ کی یاد سے ہوشیاری پیدا ہوتی ہے — تیرا ماضی اور مستقبل خدا سے پردہ ہے

آتشے بر زن بہر دُو تا بکے — پُر گرہ باشی ازیں ہر دُو چو نے
دونوں کو جلا دے ، کب تک — تو ان دونوں سے نے کی طرح پُر گرہ رہے گا

تا گرہ بانئے بوَد ہمراز نیست — ہمنشینِ آں لب و آواز نیست
جب تک بانسری میں گرہ ہے ہمراز نہیں ہے — اِس لب اور آواز کی ساتھی نہیں ہے

چوں بطوف خود بطوفی مُرتدی — چوں بخانہ آمدی ہم باخودی
جبتک تو خودی کے چکر کیساتھ طواف کرتا ہے مُرتد ہے — جب تو خانہ (کعبہ) میں آیا تب بھی خودی میں ہے

اے[۲] خبرہات از خبردِہ بے خبر — توبۂ تو از گناہِ تو بتر
اے (مخاطب) تیری خبریں خبر دینے والے کے غیر متعلق ہیں — تیری توبہ ، تیرے گناہ سے بدتر ہے

راہِ فانی گشتہ راہِ دیگرست — زانکہ ہُشیاری گناہِ دیگرست
فنا شدہ کا راستہ ، دوسرا ہی راستہ ہے — اِس لئے کہ ہُشیاری ایک دوسرا گناہ ہے

اے تو از حالِ گذشتہ توبہ جُو — کے کُنی توبہ ازیں توبہ بگو
اے تو کہ گذشتہ حالت سے توبہ کرنیوالا ہے — بتا اِس توبہ سے کب توبہ کرے گا ؟

گاہ بانگِ زیر را قبلہ کُنی — گاہ گریہ زار را قُبلہ زنی
کبھی تو نرم آواز کو قبلہ بناتا ہے — کبھی پھوٹ پھوٹ کر رونے کا بوسہ لیتا ہے

چونکہ[۳] فاروق آئینۂ اسرار شد — جانِ پیر از اندروں بیدار شد
چونکہ (عمر) فاروق اسرار کا آئینہ ہو گئے — بوڑھے کی جان باطن سے بیدار ہو گئی

ہمچو جاں بے گریہ و بے خندہ شد — جانش رفت و جانِ دیگر زندہ شد
(وہ بوڑھا) روح کیطرح گریہ اور خندہ سے آزاد ہو گیا — اُسکی (ایک) جان چلی گئی دوسری جان زندہ ہو گئی

حیرتے آمد درونش آں زماں — کہ بروں شد از زمین و آسماں
اُسکے باطن میں اُس وقت ایک حیرت پیدا ہوئی — جس سے وہ زمین اور آسمان سے باہر ہو گیا

---

[۱] براند یعنی مقامِ ہستی سے مقامِ استغراق میں پہنچا دیا۔ ہست۔ گذشتہ واقعات کی یاد خودی ہے ، گذشتہ اور آئندہ کی فکر خدا سے حجاب ہے۔ آتشے۔ گذشتہ اور آئندہ کی یاد کو نرسل کی گرہوں سے تعبیر کیا ہے جو حجاب ہیں ، بانسری کی جب گرہیں صاف کردی جاتی ہیں تب وہ بجانیوالے کی ہمراز بنتی ہے۔ چوں۔ خودی کے ساتھ طوافِ کعبہ فرک ہے۔

[۲] اے۔ جو اپنے ماضی اور مستقبل کی فکر میں ہے وہ واقعات پیدا کرنیوالے سے غافل ہے۔ ایسے شخص کی اپنے واقعات سے توبہ ، گناہ سے بدتر ہے۔ فانی۔ مقامِ فنا میں انسان سب کچھ فراموش کر دیتا ہے۔ نے تو۔ جبمیں خودی باقی ہے اور اس حالت میں توبہ کرتا ہے اُسکو اس توبہ سے توبہ کرنی چاہیئے۔ گاہ۔ مُغنی کو خطاب ہے تو کبھی نغمہ میں مشغول تھا اب گریہ و زاری کی خودی میں مشغول ہے۔

[۳] چونکہ۔ حضرت عمرؓ کے رُخِ انور سے اسرارِ الٰہی نمایاں تھے اُنکو دیکھ کر بوڑھے کی روح بیدار ہو گئی۔ ہمچو۔ اب وہ مجسّم روح تھا ، روح گریہ اور خندہ سے منزہ ہے۔ اب بوڑھے کی روحِ جسمانی فنا ہو چکی تھی اور اُنکو روحِ مجرد حاصل ہو گئی تھی۔ حیرت۔ یہ ایک کیفیت ہے جو

جستجوئے ماورائے جستجو — من[1] نمیدانم تو میدانی بگوی
جستجو کے علاوہ ایک جستجو (تھی) — میں نہیں جانتا، تو جانتا ہے تو بتا

جستجوئے از ورائے حال و قال — غرقہ گشتہ در جمالِ ذوالجلال
ایک جستجو (کے ساتھ) جو حال و قال سے ماوراء تھی — وہ ذوالجلال کے جمال میں مستغرق ہو گیا

غرقۂ نے کہ خلاصی باشدش — یا بجز دریا کسے بشناسدش
وہ مستغرق نہیں کہ جس کو چھٹکارا حاصل ہو — یا دریا کے علاوہ اس کو کوئی پہچان سکے

عقلِ جزو از کُل گویا نیستے — گر تقاضا بر تقاضا نیستے
جزوی عقل (عقلِ) کُل کے بارے میں بتا سکتی — اگر تقاضہ بر تقاضہ نہ ہوتا

چوں[2] تقاضا بر تقاضا می رسد — موج آں دریا بدینجا می رسد
چونکہ تقاضہ بر تقاضہ ہو رہا ہے — اس دریا کی موج اس جگہ تک پہنچتی ہے

چونکہ قصہ حالِ پیر اینجا رسید — پیر و جانش روئے در دریا کشید
جبکہ بوڑھے کے حال کا معاملہ یہاں تک پہنچا — بوڑھا اور اس کی جان دریا میں ڈوب گئی

پیر دامن را ز گفت و گو فشاند — نیم گفتہ در دہانِ او بماند
بوڑھے نے گفتگو سے دامن جھاڑا — آدھی بات کہی (آدمی) اسکے منہ میں رہ گئی

از پئے ایں عیش و عشرت ساختن — صد ہزاراں جاں بشاید باختن
اس عیش و عشرت کے حاصل کرنے کیلئے — لاکھوں جانیں قربان کر دینی چاہئیں

در شکارِ بیشۂ جاں باز باش — ہمچو خورشیدِ جہاں جانباز باش
روح کی جھاڑی کے شکار میں باز بن جا — دنیا کے سورج کی طرح جانباز بن جا

جاں فشاں[3] افتاد خورشیدِ بلند — ہر دمے تی می شود پُر می کنند
اونچا آفتاب جان چھڑکنے والا واقع ہوا ہے — ہر سانس میں خالی ہوتا ہے اور وہ بھر دیتے ہیں

در وجودِ آدمی جان و رواں — می رسد از غیب چوں آبِ رواں
انسان کے جسم میں جان اور روح — جاری پانی کی طرح غیب سے پہنچتی رہتی ہے

ہر زماں از غیب نو نو می رسد — وز جہانِ تن بروں شو می رسد
غیب سے ہر وقت نئی نئی پہنچتی رہتی ہے — اور دنیا سے چل (کی آواز) آتی رہتی ہے

جانفشاں اے آفتابِ معنوی — مر جہانِ کہنہ را بنما نوی
اے روحانی سورج! جانفشانی کر — پرانی دنیا کو تو نئی (دنیا) بنادے

[1] من۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے یعنی ایسی جستجو کسبی نہ تھی بلکہ انجذابی تھی جس کی کیفیت واضح نہیں کیجاسکتی۔ ذوالجلال۔ اللہ تعالیٰ۔ خلاصی۔ نجات۔ دریا یعنی دریائے وحدت۔ عقل جزو انسانِ عارف۔ کُل یعنی ذاتِ حق۔ گویا۔ بولنے والا۔

[2] چوں یعنی جو کچھ ذات باری کے متعلق کہا گیا ہے تقاضہائے غیبی کی بنا پر کہا گیا ہے۔ اینجا یعنی بمقام حیرت۔ دامن فشاندن۔ ترک کردینا۔ نیم گفتہ۔ آدھی بات۔ عیش و عشرت۔ یعنی جو جان دیکر بوڑھے کو حاصل ہو جائے۔ بیشۂ جاں۔ عالمِ روح۔ باز۔ مشہور شکاری پرندہ ہے۔ جانباز۔ سورج اپنی روشنی ہر وقت دوسروں پر نچھاور کرتا رہتا ہے۔

[3] جاں فشاں۔ جان کو صرف کرنیوالا۔ تی۔ تہی کا مخفف ہے، خالی۔ پُر می کنند۔ عالمِ غیب سے اسکو روشنی عطا ہوتی رہتی ہے۔ آبِ رواں۔ دریا کی سطح جو آپ کو نظر آتی ہے ہر آن آپ کے سامنے کا پانی گذرتا رہتا ہے اور نیا پانی اس کی جگہ لیتا رہتا ہے۔ یہی حال صوفیا کے نزدیک روح انسانی کا ہے۔ وز جہانِ تن بروں شو۔ جسم کی دنیا سے نکل جا، یہ غیبی آواز آتی ہے۔ آفتابِ معنوی۔ روحانی سورج یعنی شیخ کامل۔ نوی۔ نیا۔

تفسیر دعائے آں دو فرشتہ کہ ہر روز بر سرِ بازار منادی کنند کہ اللّٰھم

اُن دو فرشتوں کی دعا کی تفسیر جو کہ ہر روز بر سرِ بازار اعلان کرتے ہیں کہ اے اللہ ہر

اَعْطِ کُلَّ مُنْفِقٍ خَلَفًا وَکُلَّ مُمْسِكٍ تَلَفًا و بیان آنکہ

خرچ کرنیوالوں کو اچھا بدلہ اور ہر بخیل کو تباہی عطا فرما اور اُس کا بیان کہ خرچ

مُنفِق مجاہد راہِ حق ست نہ مُسرف راہِ ہوا

کرنے والا اللہ کے راستہ کا مجاہد ہے نہ کہ خواہشات میں اُڑانے والا

گفت پیغمبر کہ دائم[1] بہر پند
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ نصیحت کیلئے ہمیشہ

دو فرشتہ خوش مُنادی می کنند
دو فرشتے عمدہ منادی کرتے ہیں

کاے خدایا مُمسکاں را در جہاں
کہ اے خدا! دنیا میں بخیلوں کو

تو مدہ الّا زیاں اندر زیاں
تو نہ عطا فرما مگر تباہی در تباہی

اے خدایا مُنفقاں را دِہ خلف
اے خدا! خرچ کرنیوالوں کو اچھا بدلہ دے

اے خدایا مُمسکاں را دِہ تلف
اے خدا! بخیلوں کو تباہ کر دے

مُنفق و مُمسک محل بیں بہ بُوَد
موقع دیکھکر خرچ کرنیوالے اور نہ خرچ کرنیوالے اچھے

چوں محل باشد مؤثر می شود
جب موقع ہوتا ہے تو اثر کرتا ہے

اے بسا اِمساک[2] کز انفاق بہ
اے (مخاطب) بہت سی جگہوں پر خرچ نہ کرنا خرچ کرنے سے

مالِ حق را جز بامرِ حق مدہ
اللہ کے مال کو اللہ کے حکم کے بغیر خرچ نہ کر

تا عوض یابی تو گنجِ بیکراں
تاکہ تو لاتعداد خزانہ بدلے میں پالے

تا نباشی از عِدادِ کافراں
تاکہ تو کافروں کی شمار میں نہ آئے

ق

کُشتراں قرباں ہمی کردند تا
جو کہ اونٹوں کی قربانی کرتے تھے تاکہ

چیرہ گردد تیغِ شاں بر مصطفیٰ
انکی تلوار مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر غالب آجائے

امرِ حق را باز داں از واصلے
اللہ (تعالیٰ) کا حکم کسی پہنچے ہوئے سے معلوم کرلے

امرِ حق را در نیابد ہر دلے
ہر دل، خدا کے حکم کو معلوم نہیں کر سکتا

چوں غلامے باغی کو عدل کرد
اُس باغی غلام کی طرح جس نے انصاف کیا

مالِ شہ بر باغیاں او بذل کرد
اُس نے بادشاہ کا مال باغیوں پر خرچ کر دیا

طُرفہ تر کانرا ہمی پنداشت عدل
زیادہ عجیب یہ ہے کہ اُسنے اُسکو انصاف سمجھا

کز سخاوت کردہ ام ایثار و بذل
کہ میں نے سخاوت کیوجہ سے فائدہ رسانی کی اور خرچ کیا

---

[1] دائم۔ ہمیشہ۔ پند۔ نصیحت مُنادی۔ پکارنیوالا۔ مُمسک۔ بخیل۔ زیاں۔ تباہی، نقصان۔ مُنفق۔ خرچ کرنے والا۔ خلف۔ قائم مقام۔ مُنفق و مُمسک یعنی موقع پر خرچ کرنے والا اور بے موقع نہ خرچ کرنے والا بہتر ہوتا ہے۔

[2] اِمساک۔ روکنا، بخل کرنا۔ انفاق۔ خرچ کرنا۔ بیکراں۔ لامحدود۔ عِداد۔ شمار۔ چیرہ۔ غالب۔ واصل۔ یعنی واصل بحق۔ عدل۔ انصاف۔ بذل۔ خرچ کرنا۔ طرفہ۔ عجیب۔ ایثار۔ کسی فائدہ کے معاملہ میں اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دینا۔

بندہ پندارد کہ اُو خود عدل کرد ۔ مالِ شہ را بر مساکیں بذل کرد
غلام سمجھتا ہے کہ اُس نے انصاف کیا ۔ بادشاہ کا مال مسکینوں پر خرچ کیا

عدلِ ایں باغی و دادش پیشِ شاہ ۔ چہ فزاید دوری و روئے سیاہ
بادشاہ کے روبرو اس باغی کا انصاف اور عطا ۔ کیا بڑھائے گا؟ دوری اور سیاہ روئی

در نُبیِ[۱] انذارِ اہلِ غفلت ست ۔ کایں ہمہ انفاقہاشاں حسرت ست
قرآن میں غافلوں کے لئے دھمکی ہے ۔ کہ ان کی یہ فضول خرچیاں حسرت (کا سبب) ہیں

قربانی کردن سرداران عرب بامیدِ قبول افتادن
عرب کے سرداروں کا قبولیت کی امید پر قربانی کرنا

سرورانِ مکہ در حربِ رسول ۔ بود شاں قرباں بامیدِ قبول
رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑائی میں مکہ کے سرداروں کی ۔ قربانی قبولیت کی امید پر تھی

بہرِ ایں مومن ہمی گوید ز بیم ۔ در نماز اِہدِ الصِّراطَ المُستَقِیم
اسی سبب سے، مومن خوف سے کہتا ہے ۔ نماز میں (اے خدا) سیدھے راستہ کی رہنمائی کر

آں درم دادن سخی[۲] را لائق ست ۔ جاں سپردن خود سخائے عاشق ست
روپیہ خرچ کرنا، سخی کے لئے مناسب ہے ۔ عاشق کی سخاوت، جان سپرد کر دینا ہے

ناں دہی از بہرِ حق نانت دہند ۔ جاں دہی از بہرِ حق جانت دہند
اگر تو خدا کیلئے روٹی دیگا، تجھے روٹی دینگے ۔ تو خدا کے لئے جان دیگا، تو تجھے جان دینگے

گر بریزد برگہائے ایں چنار ۔ برگِ بے برگیش بخشد کردگار
اگر اس چنار کے پتے جھڑ جائیں ۔ خدا اُس کی بے سامانی کو سامان سے بدلدیتا ہے

گر نماند[۳] از جود در دستِ تو مال ۔ کے کند فضلِ الٰہت پائمال
اگر سخاوت کی وجہ سے تیرے ہاتھ میں مال نہ رہا ۔ تو خدا کی مہربانی تجھے برباد کب کریگی؟

ہر کہ کارد گردد انبارش تہی ۔ لیکنش اندر مزرعہ باشد بہی
جو بوتا ہے اُس کا ڈھیر خالی ہو جاتا ہے ۔ لیکن اُس کی کھیتی میں خوبی ہوتی ہے

وانکہ در انبار ماند و صرفہ کرد ۔ اسپش و موشِ حوادثہاش خورد
اور جس نے ڈھیر میں رہنے دیا اور بخل کیا ۔ اُس کو حوادث کے گھن اور چوہے نے کھایا

ایں جہاں نفی ست در اثبات جو ۔ صورتت صفر ست در معنات جو
یہ جہاں عدم ہے، وجود میں (مقصد) تلاش کر ۔ تیرا جسم صفر ہے، معنی میں (مقصد) ڈھونڈ

---

[۱] نُبی۔ نون کے ضمہ با کے کسرہ اور یائے مجہول کے ساتھ فارسی لفظ ہے بمعنی قرآنِ مجید۔ انذار۔ ڈرانا۔ حسرت۔ یعنی یہی فضول خرچی باعثِ حسرت اور افسوس بنے گی۔ سرور۔ سردار۔ حرب۔ جنگ۔ قرباں۔ قربانی۔ بہرِ ایں۔ یعنی خرچ کے مصرف میں غلطی کے ڈر سے۔

[۲] سخی۔ یعنی سخی کا کام اللہ (تعالیٰ) کے دربار میں مال و دولت پیش کرنا ہے اور عاشق کا کام جان پیش کرنا ہے۔ ناں۔ روٹی خیرات کرنیسے رزق کی فراخی ہوگی جان قربان کرنیسے ابدی زندگی ملے گی۔ چنار۔ درخت پت جھڑ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو پتے دیتے ہیں تم جان قربان کروگے تو اللہ جان عطا فرمادینگے۔

[۳] گر نماند۔ اللہ کی راہ میں اگر مال خرچ ہوگا تو اللہ کا فضل کبھی ذلیل نہ ہونے دیگا۔ ہر کہ۔ خدا کی راہ میں دینا ایسا ہے جیسے غلہ بونا فی الحال تو اُس سے ڈھیر میں کمی آئے گی لیکن انجام میں کئی گنا حاصل ہوگا۔ وآنکہ۔ اگر کوئی تخم ریزی نہ کریگا اور غلہ کو جمع رکھے گا وہ بجائے بڑھنے کے تباہ ہو جائیگا۔ نفی۔ نابود، معدوم۔ صفر۔ خالی۔ بمعنات۔ معنیٔ تو۔

جانِ[1] شور و تلخ پیشِ تیغ بَر
کھاری اور کڑوی جان کو تلوار کے سامنے کردے

جان چوں دریائے شیریں را بخر
میٹھے دریا جیسی جان خرید لے

ور نمی تانی شدن زیں آستاں
اگر تو اِس آستانہ سے نہیں جا سکتا ہے

گوش کُن بارے زمن ایں داستاں
تو ذرا یہ قصہ مجھ سے سُن لے

قصۂ آں خلیفہ کہ در کرم از حاتمِ طائی گذشتہ بود
اُس خلیفہ کا قصہ جو سخاوت میں حاتم طائی سے بڑھا ہوا تھا

یک خلیفہ بود در ایامِ پیش
پہلے زمانہ میں ایک خلیفہ تھا

کردہ حاتم را گدائے جودِ خویش
جس نے حاتم کو بھی اپنی بخشش کا فقیر بنایا تھا

رایتِ[2] اکرام و جود افراشتہ
جس نے اِکرام اور سخاوت کا جھنڈا بلند کر رکھا تھا

فقر و حاجت از جہاں برداشتہ
اِفلاس اور احتیاج کو دنیا سے اُٹھا دیا تھا

بحر و کاں از بخششش صاف آمدہ
سمندر اور کانیں اُس کی بخشش کی وجہ سے

دادِ اُو از قاف تا قاف آمدہ
اُس کی بخشش قاف سے قاف تک تھی

در جہانِ خاک ابر و آب بود
خاکدان (دنیا) میں اَبر اور پانی تھا

مظہرِ بخشائشِ وہاب[3] بود
وہ وہاب (اللہ تعالیٰ) کی بخشش کا مظہر تھا

از عطایش بحر و کاں در زلزلہ
اُس کی عطا سے سمندر اور کانیں ہلچل میں تھیں

سوئے جودش قافلہ در قافلہ
اُس کی عطا کی طرف (انسانوں کے) قافلے در قافلے تھے

قبلۂ حاجت در و دروازہ اش
اُس کا در اور دروازہ حاجتوں کا قبلہ تھا

رفتہ در عالم بجود آوازہ اش
سخاوت میں اُس کا شہرہ عالم میں تھا

ہم عجم ہم روم ہم تُرک و عرب
عجم بھی روم بھی تُرک اور عرب بھی

ماندہ از جود و سخایش در عجب
اُس کی بخشش اور عطا سے تعجب میں تھے

آبِ حیواں بود دریائے کرم
وہ آبِ حیات اور دریائے کرم تھا

زندہ گشتہ ہم عرب زو ہم عجم
اُسکی وجہ سے عرب اور عجم میں بھی جان پڑ گئی تھی

اندر ایامِ چنیں سلطانِ داد
اُس جیسے داد و دہش کے بادشاہ کے زمانہ میں

بشنو اکنوں داستانے باکشاد
اب خوشی سے ایک قصہ سُن

قصۂ اعرابیِ درویش و ماجرا کردنِ زن با اُو از فقر و درویشی
ایک فقیر بدو کا قصہ اور اُس کی بیوی کا اُس سے جھگڑا کرنا فقر اور افلاس کے بارے میں

---

[1] جانِ شور یعنی عارضی زندگی کی بجائے حیاتِ اَبدی حاصل کرلے۔ تانی۔ توانی کا مخفف، توانستن، سکنا۔ خلیفہ۔ قائم مقام، بادشاہ کو۔۔۔ رسول کا نائب سمجھا جاتا تھا اسلئے اُس کو خلیفہ کہا جاتا تھا۔ حاتم۔ بنو طے قبیلہ کے مشہور سخی سردار کا نام ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قبل وفات پا گیا تھا اُسکے صاحبزادے عدی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تھے۔

[2] رایت۔ جھنڈا۔ بحر۔ سمندر۔ کان۔ معدن۔ صاف آمدہ۔ یعنی اُسنے سمندر کے موتی اور کانوں کا سارا چاندی سونا صرف کر ڈالا تھا اور سمندر موتیوں سے اور کانیں چاندی سونے سے خالی ہوگئی تھیں قاف۔ ایک پہاڑ ہے جسکے بارے میں یہ تخیل تھا کہ وہ دُنیا کے چاروں طرف گھوما ہوا ہے لہٰذا قاف تا قاف کے معنیٰ سارے عالم کے لئے جاتے تھے۔ جہانِ خاک۔ دنیا۔

[3] وہاب۔ بہت زیادہ دینے والا یہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ قبلہ و کعبہ یعنی مرکزِ توجہات۔ قبلۂ حاجت۔ وہ شخص جس کی طرف لوگ ضروریات میں متوجہ ہوں۔ آبِ حیواں۔ کوئی چشمہ ہے جس کا پانی پینے سے ابدی زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔ ایام۔ زمانہ۔ داستان۔ قصہ۔ کشاد۔ فرحت، خوشی۔

یک شب اعرابی[۱] زنے مر شوئے را
ایک رات، بدو عورت نے، شوہر سے
گفت و از حد برد گفت و گوئے را
کہا، اور گفتگو حد سے بڑھا دی

کیں ہمہ فقر و جفا ہا می کشیم
کہ ہم یہ سب محتاجی اور سختیاں جھیلتے ہیں
جملہ عالم در خوشی ما ناخوشیم
ساری دنیا خوش ہے اور ہم ناخوش ہیں

نانِ ماں نے، نان خورش ما درد و رشک
ہمارے لئے روٹی نہیں ہے، ہمارا سالن درد و رشک ہے
کوزہ ماں نے آبِ ماں از دیدہ اشک
ہمارے پاس پیالہ نہیں ہے، ہمارا پانی آنکھ کے آنسو ہیں

جامۂ ما روز تابِ آفتاب
ہمارا لباس دن میں سورج کی دھوپ ہے
شب نہالین و لحاف از ماہتاب
رات میں ہمارا بچھونا اور لحاف، چاندنی ہے

قرصِ مہ را قرصِ ناں پنداشتہ
ہم نے چاند کی ٹکیا کو روٹی کی ٹکیا سمجھا ہے
دست سوئے آسماں برداشتہ
اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں

ننگِ درویشاں ز درویشیِ ما
ہماری فقیری، فقیروں کیلئے (باعث) ذلت ہے
روز شب از روزی اندیشیِ ما
روزی کی فکر میں، ہمارا دن، رات ہے

خویش و بیگانہ شدہ از ما رماں[۲]
اپنا اور پرایا ہم سے گریزاں ہے
بر مثالِ سامری از مردماں
جیسا کہ سامری انسانوں سے

گر بخواہم از کسے یکمشت نسک
اگر میں کسی سے ایک مٹھی مسور مانگوں
مر مرا گوید خمش کن مرگ و جسک
(تو وہ) مجھ سے کہتا ہے کہ چپ ہو جا، غم کھائے جا اور مر جا

مر عرب را فخر غزو[۳]ست و عطا
عرب کیلئے خصوصاً جنگ اور بخشش (موجب) فخر ہے
در عرب ما ہمچو خط اندر خطا
عرب میں ہم ایسے ہیں جیسے خط میں حرفِ غلط

چہ غزا ما بے غذا خود کشتہ ایم
کہاں کی جنگ، ہم بغیر غذا کے مُردہ ہیں
یا بشمشیرِ عدم سرگشتہ ایم
یا موت کی تلوار سے پریشان ہیں

چہ خطا ما بے خطا در آتشیم
کیسی خطا، ہم بلا قصور کے، آگ میں ہیں
چہ دوا ما در دو غم را مفرشیم
دوا کیسی؟ ہم تو درد و غم سے پامال ہیں

چہ عطا ما بر گدائی مے تنیم
کیسی بخشش، ہم بھیک مانگنے پر آمادہ ہیں
مر مگس را در ہوا رگ می زنیم
ہوا میں مکھی کے نشتر مارتے ہیں

گر کسے مہماں رسد گر من منم
اگر کوئی مہمان پہنچ جائے اگر میں، میں ہوں
شب بخسپد دلق او را بر کنم
رات کو سوئے تو اس کی گدڑی اتار لوں

---

۱ اعرابی زنے۔ بدوی عورت۔ شوئے۔ شوہر۔ ماں۔ ہمارا۔ ناں خورش۔ سالن۔ رشک۔ حسد۔ قرص۔ ٹکیا۔ دست۔ یعنی ہم نے جو آسمان کیطرف دعا کیلئے ہاتھ اٹھا رکھے ہیں، گویا چاند کو روٹی کی ٹکیا سمجھ رکھا ہے۔ ننگ۔ یعنی ہم اس قدر مفلس ہیں کہ ہمارے اس افلاس سے فقیر بھی شرما جاتے ہیں، روزی کی فکر میں ہمارا دن بھی شبِ تاریک ہے۔

۲ رماں۔ اسم حالیہ ہے۔ رمیدن سے یعنی بھاگنا۔ سامری۔ وہ شخص جس نے حضرت موسیٰؑ کی عدم موجودگی میں بنی اسرائیل کو گئو سالہ پرستی میں لگا دیا تھا، پھر حضرت موسیٰؑ کی اس کو بد دعا لگی تو اس کا یہ حال ہو گیا کہ اگر اس کو کوئی چھوئے تو دونوں کو بخار چڑھ جاتا تھا اسلئے وہ لوگوں سے بچا پھرتا تھا۔ نسک۔ نون کا فتحہ اور سین کا سکون، مسور۔ خمش۔ خاموش ہو جا۔ کن مرگ۔ مر جا۔ جسک۔ رنج و بلا یعنی جسک بکن۔

۳ غزو۔ جنگ، جہاد۔ خط اندر خطا۔ یعنی غلط حرف۔ سرگشتہ۔ حیران، پریشان۔ مفرش۔ فرش، پامال۔ گدائی۔ بھکاری پن۔ مگس۔ یعنی تاکہ اس سے روزی حاصل کریں۔ من منم۔ یعنی میں اپنی اصلیت پر آجاؤں۔ دلق۔ گدڑی۔

زیں نمطؒ زیں ماجرا و گفتگو
اِس طور پر یہ قصہ اور گفتگو
بُرد از حدِّ عبارت پیشِ شو
بیان سے بڑھی ہوئی شوہر سے کرتی

کز عَنا و فقر ما گشتیم خوار
کہ مشقت اور افلاس سے ہم ذلیل ہوگئے ہیں
سوختیم از اِضطراب و اِضطرار
پریشانی اور مجبوری سے ہم جل گئے ہیں

تا بکے ما ایں چنیں خواری کشیم
ہم کب تک اِس طرح کی ذلّت برداشت کریں؟
غرقہ اندر بحرِ ژرفِ آتشیم
آگ کے گہرے سمندر میں ہم غرق ہیں

تاکہ ار روزے درآید میہماں
اگر کسی روز اچانک کوئی مہمان آجائے
شرمسار بہا بُریم از وے بجاں
ہمیں انتہائی شرمندگی اُٹھانی پڑے

لیک مہماں گر درآید بے ثبوت
لیکن اگر کوئی مہمان بلا تحقیق آجائے
دانکہ کفشِ مہماں سازیم قوت
سمجھ لے کہ ہم مہمان کا جوتہ بیچ کھائیں گے

مغرورؒ شدنِ مریدانِ محتاج و تشبیہ مُدّعیانِ مُزوّر
مغرور مند مریدوں کا دھوکا کھانا اور بناوٹی مدّعیوں سے شبہ ہیں

وایشاں را شیخِ واصلِ پنداشتن و نقد را از
پڑنا اور اُن کو پہنچا ہوا بزرگ سمجھنا اور کھرے کو نقلی سے

نقل ندانستن و نیافتن
نہ پہچاننا اور نہ پانا

بہرِ ایں گفتند دانایاں بفن
اِسی لئے فن کے سمجھداروں نے کہا ہے
میہمانِ محسناں باید شدن
محسنوں کا مہمان بننا چاہیئے

تو مرید و میہمانِ آں کسی
تو ایسے شخص کا مہمان اور مرید ہے
کو ستاند حاصلت را از خسی
جو تیری کمائی کمینہ پن سے وصول کرلے

نیست چیرہؒ چوں ترا چیرہ کند
وہ قابو پانیوالا نہیں ہے کہ تجھے قابو پانیوالا بنائے
نور ندہد مر ترا تیرہ کند
روشنی نہ دے گا، تجھے تاریک بنا دیگا

چوں ورا نورے نبُد اندر قِراں
جبکہ اُس کے باطن میں نور نہیں ہے
نور کے یابند از وے دیگراں
تو اُس سے دوسرے کب روشنی حاصل کرسکتے ہیں!

ہمچو اعمش کو کُند داروئے چشم
اُس چُندھے کی طرح جو آنکھ کا علاج کرے
چہ کشد در چشم ہا اِلّا کہ یشم
آنکھوں میں سوائے (سنگ) یشم کے اور کیا لگائیگا؟

لہ نمط۔ طور، طریقہ۔ شو۔ شوہر۔ عنا۔ رنج و مشقت۔ غرقہ۔ ڈوبا ہوا۔ ژرف گہرا۔ بے ثبوت۔ یعنی ہماری حقیقت معلوم کیئے بغیر۔ سازیم قوت۔ یعنی ہم اُسکے جوتے بیچ کھائیں۔

ے٢ مغرور۔ دھوکہ میں مبتلا۔ مُدّعی بزرگی کا جھوٹا دعویدار۔ مزوّر۔ دھوکے باز۔ شیخ واصل۔ وہ بزرگ جو اللہ تعالیٰ تک پہنچا ہوا ہو۔ نقل نقلی سکہ۔ محسناں۔ بخشش کرنیوالے۔ حاصلت۔ تیری کمائی۔ خسی۔ کمینہ پن۔

ے۳ چیرہ۔ غالب یعنی خسلات پر قابو پانے والا۔ تیرہ۔ تاریک نبُد۔ نہ بود۔ اعمش چندھا جس کی آنکھیں مریض ہوں، پانی بہتا ہو۔ یشم۔ ایک پتھر ہے۔ بعض نسخوں میں پشم بمعنی اون ہے۔

حالِ ما این ست در فقر و عنا[۱] — ہیچ مہمانے مبا مغرورِ ما

اِفلاس اور مشقت میں ہمارا یہ حال ہے — کوئی مہمان ہم سے دھوکا نہ کھائے

قحطِ دہ سال ار ندیدی در صُوَر — چشمہا بکشا و اندر ما نگر

اگر تو نے مجسّم دس سالہ قحط نہ دیکھا ہو — تو آنکھیں کھول اور ہمیں دیکھ لے

ظاہرِ ما چوں درونِ مُدَّعی — در دِلش ظلمت زبانش شعشعی

ہمارا ظاہر مدّعی کے باطن کی طرح ہے — اُسکے دل میں تاریکی ہے اور اُسکی زبان چمکیلی (تیز و طرّار)

از خدا نے بُوئے اُو را نے اثر — دعوتش افزوں ز شیثؑ و بوالبشرؑ[۲]

اُس میں خدا کی نہ بُو ہے نہ اثر — اُسکی دعوت شیثؑ اور ابوالبشرؑ سے بڑھی ہوئی ہے

دیو ننموده وُرا ہم نقشِ خویش — اُو ہمی گوید ز اَبدالیم بیش

شیطان نے (بھی) اُسکو اپنی صورت نہیں دکھائی — وہ یہ کہتا ہے کہ میں اَبدال سے بھی بڑھا ہوا ہوں

حرفِ درویشاں بدُزدیده بسے — تا گماں آید کہ ہست اُو خود کسے

درویشوں کی بہت سی باتیں چُرالی ہیں — تاکہ یہ گمان ہو کہ وہ بھی کچھ ہے

خُردہ گیرد در سخن بر بایزیدؒ[۳] — ننگ دارد از درونِ اُو یزید

باتوں میں (حضرتِ) بایزیدؒ کی عیب گیری کرتا ہے — اُس کے باطن سے یزید کو (بھی) شرم آتی ہے

ہر کہ داند مر وُرا چوں بایزیدؒ — روزِ محشر حشر گردد با یزید

جو اُس کو (حضرتِ) بایزیدؒ کی طرح سمجھتا ہے — قیامت کے دن اُس کا حشر یزید کے ساتھ ہوگا

بے نوا از نان و خوانِ آسماں — پیشِ اُو نَنداخت حق یک اُستخواں

آسمان کی روٹی اور خوان سے بے سر و سامان ہے — اللہ (تعالےٰ) نے اُسکے سامنے ایک ہڈی (بھی) نہیں ڈالی ہے

اُو ندا کرده کہ خواں بنہاده ام — نائبِ حقّم خلیفہ زاده ام

اُس نے مُنادی کی ہے کہ میں نے دستر خوان بچھا رکھا ہے — میں اللہ (تعالےٰ) کا نائب اور خلیفہ زادہ ہوں

اَلصّلا سادہ دلانِ پیچ پیچ — تا خورید از خوانِ جُودم ہیچ ہیچ

اے پیچ در پیچ احمقو! صلائے عام ہے — میری بخشش کے خوان کھاؤ (حالانکہ ہیچ در ہیچ ہے)

سالہا بر وعدۂ فردا کساں — گردِ آں در گشتہ فردا نارساں

کل کے وعدہ پر لوگ سالوں — اُس دروازہ کے گرد چکر کھاتے رہے اور کل آنیوالی نہیں ہے

دیر باید تا کہ سِرِّ آدمی — آشکارا گردد از بیش و کمی

کافی وقت چاہئیے کہ انسان کا بھید — کمی اور بیشی میں واضح ہو

---

۱ عنا۔ رنج و مشقت۔ مبا۔ مباد کا مخفف ہے۔ در صُوَر۔ یعنی صورتوں میں مجسّم۔ شعشعی۔ روشن، چمکدار۔ اثر۔ نشان۔ شیثؑ۔ حضرتِ آدم علیہ السلام کے بیٹے جو نبی تھے۔

۲ بوالبشر۔ انسانوں کے باپ یعنی آدم علیہ السلام۔ دیو۔ شیطان۔ اَبدال۔ اولیاء کی ایک جماعت ہے۔ خُردہ۔ عیب۔ ننگ۔ ذلّت، شرم۔ یزید۔ ابن معاویہؓ جس کے دورِ حکومت میں حضرت حسینؓ شہید ہوئے۔

۳ بایزید۔ بسطامی مشہور بزرگ ہیں۔ نان و خوانِ آسمان۔ غیبی، روحانی غذائیں۔ استخواں۔ یعنی معمولی غذا۔ اَلصّلا۔ کھانا کھانے کیلئے پکارنا۔ سادہ دلاں۔ بیوقوف لوگ۔ پیچ پیچ۔ یہ مولانا کا قول ہے۔ فردا۔ یعنی کل کا وعدہ۔ سِرّ۔ راز، باطنی حالت۔

زیرِ دیوارِ بدن گنجیست[۱] یا — خانۂ مورست و مار و اژدہا

جسم کی دیوار کے نیچے خزانہ ہے یا — چیونٹی اور سانپ اور اژدہے کا بھٹ ہے

چونکہ پیدا گشت کو چیزے نبود — عمرِ طالب رفتہ آگاہی چہ سود

جب معلوم ہوا کہ وہ کچھ نہ تھا — تو مُرید کی عمر گذر گئی، اب معلوم ہونے سے کیا فائدہ؟

دربیانِ آنکہ نادر افتد کہ مُریدے در مُدّعیِ مُزوّر اعتقاد بصدق بندد کہ اُو کیست و بدیں اعتقاد بمقامے برسد کہ شیخش بخواب ندیدہ باشد و آب و آتش اُورا گزند نہ کُند و شیخش را گزند کُند ولیکن نادِر[۲] نادِر باشد

اِس بات کا بیان کہ کم ہوتا ہے کہ کوئی مُرید جھوٹے مُدّعی کا سچائی سے معتقد ہوجائے کہ وہ کچھ ہے اور اس اعتقاد کے ذریعہ وہ ایسے مقام پر پہنچ جائے کہ اُس کے پیر نے خواب میں بھی نہ دیکھا ہو اور پانی اور آگ اسکو نقصان نہ پہنچائے اور اُس کے پیر کو نقصان پہنچادے لیکن نادر تو نادر ہی ہوتا ہے

لیک نادِر طالبِ آید کز فروغ — در حقِ اُو نافع آید آں دروغ

لیکن نادر ہے کہ مرید کو روشنی کیوجہ سے — اُس کے حق میں وہ جھوٹ مفید ہوجائے

اُو بقصدِ نیکِ خود جائے رسد — گرچہ جاں پنداشت آں آمد جسد

وہ اپنے نیک ارادہ کیوجہ ایک مقام تک پہنچ جاتا ہے — اگرچہ جس کو اُس نے جان جانا تھا جسم ثابت ہوا

مَرُورا رُومی نماید حالہا — کہ ندید آں ہیچ شیخش سالہا

اُس کے لئے ایسے احوال رونما ہوتے ہیں — کہ اُس کے ناچیز پیر نے سالوں (بھی) نہیں دیکھے

چوں تحرّی در دلِ شب قبلہ را — قبلہ نے واں نمازِ اُو روا[۳]

جیساکہ آدھی رات میں قبلہ کی اٹکل کرنا — اُدھر قبلہ نہیں ہے (لیکن) اُسکی نماز درست ہوگئی

مُدّعی را قحطِ جاں اندر سرست — لیک ما را قحطِ ناں بر ظاہرست

مُدّعی کے باطن میں روح کا قحط ہے — لیکن ہمارے ظاہر پر روٹی کا قحط ہے

ما چرا چوں مُدّعی پنہاں کُنیم — بہرِ ناموسِ مُزوّر جاں کَنیم

مُدّعی کی طرح ہم کیوں چھپائیں — جھوٹی آبرو کے لئے جان دیں

صبر فرمودنِ اعرابی زنِ خود را و فضیلتِ صبر گفتن

بدّو کا اپنی بیوی کو صبر کا حکم دینا اور صبر کی فضیلت بیان کرنا

[۱] گنجیست یعنی معارفِ الٰہیہ کا خزانہ۔ مُور۔ چیونٹی۔ مَار۔ سانپ یعنی بُرے اخلاق۔ پیدا۔ ظاہر۔ طالب۔ مُرید۔

[۲] نادِر۔ کمیاب۔ فروغ۔ روشنی۔ گرچہ۔ یعنی مُرید نے پیر کو مجسّم رُوح سمجھا وہ جسمِ محض نکلا۔ تحرّی۔ صحیح بات کی جُستجو کرنا۔ دلِ شب۔ آدھی رات۔

[۳] روا۔ درست یعنی قبلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں اگر اٹکل سے نماز پڑھی اور وہ قبلہ رُو نہ تھا تب بھی نماز درست ہوجائیگی۔ مُدّعی۔ بناوٹی پیر یعنی بناوٹی پیر کی طرح ہمیں اپنے اِفلاس کو چھپانے کی ضرورت نہیں ہے اور جھوٹی آبرو کے لئے جان کھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔

شوے گفتش چند جوئی دخل[1] و کشت
شوہر نے اس سے کہا تو آمدنی اور پیداوار کی کبتک جستجو کریگی،

خود چہ ماند از عمر افزوں تر گذشت
خود زندگی کتنی رہی ہے زیادہ تو گذر گئی ہے

عاقل اندر بیش و نقصاں ننگرد
سمجھدار کمی بیشی کو نہیں دیکھتا ہے

زانکہ ہر دو ہمچو سیلے بگذرد
اس لئے کہ دونوں بہاؤ کی طرح گذر جاتے ہیں

خواہ صاف و خواہ سیلِ تیرہ رو
خواہ صاف ہو یا بہاؤ کی گدلی رَو ہو

چوں نمی پاید دمے از وے مگو
جبکہ وہ ٹھیرنے والی نہیں ہے اُسکا کچھ ذکر نہ کر

اندریں عالم ہزاراں جانور
اِس دنیا میں ہزاروں جاندار

میزیَد خوش عیش بے زیر و زبر
بغیر کسی تردد کے آرام سے جی رہے ہیں

شکر می گوید خدا را فاختہ
فاختہ، اللہ (تعالیٰ) کا شکر ادا کرتی ہے

بر درخت و برگِ شب ناساختہ
درخت پر، حالانکہ اُسنے رات کا کچھ سامان نہیں کیا ہے

حمد می گوید خدا را عندلیب[2]
بُلبل، خدا کی تعریف کرتی ہے

کاعتمادِ رزق بر تُست اے مجیب
کہ اے قبول کرنیوالے! رزق کا تجھ پر بھروسہ ہے

باز دستِ شاہ را کردہ نوید
باز نے، بادشاہ کے ہاتھ کو دعوت نامہ بنا کر

از ہمہ مُردار بُبریدہ اُمید
تمام مُرداروں سے اُمید منقطع کرلی

ہمچنیں از پشہ گیری تا بہ پیل
اسی طرح مچھر سے لے کر ہاتھی تک

شد عیال اللہ و حق نعم المُعیل
سب اللہ (تعالیٰ) کا کنبہ ہیں اور اللہ (تعالیٰ) بہترین پرورش کرنیوالا ہے

ایں[3] ہمہ غمہا کہ اندر سینہ ہاست
یہ سب غم جو سینوں میں ہیں

از غبار و گرد بادِ بُودِ ماست
ہماری ہستی کے غبار اور بگولے ہیں

ایں غمانِ بیخ کَن چوں داسِ ماست
یہ جڑ کھودنے والے غم ہمارے لئے درانتی کیطرح ہیں

ایں چنیں شد و آنچناں وسواسِ ماست
اِسطرح ہو گیا، اُسطرح ہو گیا، ہمارے وسوسے ہیں

دانکہ ہر رنجے ز مُردن پارہ ایست
سمجھ لے کہ ہر غم موت کا ایک ٹکڑا ہے

جزوِ مرگ از خود بِراں گر چارہ ایست
اگر کوئی تدبیر ہے تو موت کے حصہ کو اپنے سے دفع کر دے

چوں ز جزوِ مرگ نتوانی گریخت
جب تو موت کے حصہ سے نہیں بھاگ سکتا ہے،

دانکہ کُلش بر سرت خواہند ریخت
سمجھ لے کہ اُسکے کُل کو تجھ پر طاری کر دینگے

جزوِ مرگ ار گشت شیریں مر ترا
اگر موت کا جزو تیرے لئے میٹھا ہو گیا ہے

دانکہ شیریں میکند کُل را خدا
سمجھ لے کہ خدا کُل کو میٹھا کر دے گا

---

[1] دخل۔ آمدنی۔ کِشت۔ کھیتی، پیداوار۔ بگذرد۔ دنیا میں نہ راحت کو بقا ہے نہ رنج کو۔ خوش عیش۔ آرام کی زندگی۔ زیر و زبر۔ فکر و تردد۔ برگِ شب۔ رات کا سامان۔

[2] عندلیب۔ بُلبل، ہزار داستاں۔ مجیب۔ دعا کو قبول کرنیوالا یعنی اللہ تعالیٰ۔ باز۔ باز کو ہاتھ پر بٹھایا جاتا ہے۔ نوید۔ دعوت نامہ، خوشخبری۔ مُردار۔ باز کی اصل خوراک مُردوں کی بوٹیاں ہیں۔ پشہ۔ مچھر۔ پیل۔ ہاتھی۔ عیال۔ وہ لوگ جن کے اخراجات ذمہ ہوں۔ مُعیل۔ عیال کو پالنے والا۔

[3] ایں یعنی یہ غم ہماری موہوم ہستی کے اثرات ہیں۔ غماں۔ غم کی جمع ہے۔ داس۔ کھیتی وغیرہ کاٹنے کی درانتی۔ دانکہ۔ رنج و غم موت کے اجزاء ہیں اور موت سے مفر نہیں ہے تو ان سے بھی مفر نہیں ہے۔ قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں کُل یعنی موت۔

دردہا از مرگ می آید رسولؐ
درد، موت کے قاصد ہیں

از رسولش رُو مگرداں اے فضول
اے بیوقوف! قاصد سے مُنہ نہ موڑ

ہر کہ شیریں می زید او تلخ مُرد
جو شخص خوشگوار زندگی بسر کرتا ہے وہ تلخ موت مرتا ہے

ہر کہ اُو تن را پرستد جاں نبرد
جو شخص تن پروری کرتا ہے جان بچا سکیگا

گو سفنداں را ز صحرا می کشند
بکری کو جنگل سے لاتے ہیں

آنکہ فربہ تر مرُ اُو را می کُشند
جو زیادہ موٹی ہوتی ہے اسکو ذبح کرتے ہیں

شب گذشت و صبح آمد اے قمر
اے چاند! رات گذر گئی اور صبح ہو گئی

چند گیری ایں فسانہ را ز سرؐ
تو اس قصہ کو کب تک دُہرائے گی؟

تو جواں بُودی و قانع تر بُدی
تو جوان تھی تو زیادہ صابر تھی

زر طلب گشتی خود اوّل زر بُدی
تو زر کی طلبگار بن گئی پہلے تو خود زر تھی

رز بُدی پُر میوہ چوں کاسِد شُدی
تو میوے سے بھری انگور کی بیل تھی کیوں خراب ہو گئی

وقتِ میوہ پختنت فاسِد شدی
میوہ پکنے کے وقت تو سڑ گئی

میوہ ات باید کہ شیریں تر شود
چاہئے تھا کہ تیرا میوہ اور زیادہ میٹھا ہوتا

چوںؐ رسَن تاباں نہ واپس تر رود
نہ کہ بٹی ہوئی رسّی کی طرح بل اُترنے لگے

جُفت مائی جُفت باید ہم صفت
تو میرا جوڑا ہے جوڑے کو یکساں ہونا چاہئے

تا بر آید کارہا بر مصلحت
تاکہ مصلحت کے مطابق کام چلیں

جُفت باید بر مثالِ ہمدگر
جوڑے کو ایک دوسرے کی طرح ہونا چاہئے

در دو جُفتِ کفش و موزہ در نگر
جوتے اور موزے دونوں کے جوڑے کو دیکھ

گر یکے کفش از دو تنگ آید بپا
دونوں میں سے اگر ایک جوتہ پیر میں تنگ آئے

ہر دو جُفتش کار ناید مر تُرا
تو پورا جوڑا ہی تیرے کام میں نہیں آتا

جُفت در یک خرد و آں دیگر بزرگ
جوڑے میں سے ایک پاؤں میں چھوٹا اور دوسرا بڑا

جُفت شیر بیشہ دیدی ہیچ گرگ
تو نے دیکھا ہے کہ جنگل کے شیر کا جوڑا بھیڑیا ہو

راست ناید بر شتر جفتِ جوال
بوروں کا جوڑا، اونٹ پر ٹھیک نہیں ہو سکتا

آں یکے خالی و آں پُر مالِ مال
کہ انہیں سے ایک خالی ہو اور دوسرا مال سے بھرا ہوا

من روم سوئے قناعت دل قوی
میں جرأت سے قناعت کی طرف جاتا ہوں

تو چرا سوئے شناعت می روی
تو بُرائی کی طرف کیوں جاتی ہے؟

۱؎ رسول قاصد پیغامبر ہر کہ جو مصائب جھیلنے کا عادی نہیں ہے موت کے وقت اس کو بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ گو سفند۔ بکری، یعنی موٹی بکری کی موت جلد آتی ہے۔ اے قمر۔ چاند کہہ کر بیوی کو خطاب کیا ہے۔

۲؎ از سر گرفتن۔ تکرار کرنا۔ قانع۔ صابر۔ زر بُدی یعنی استغنار کی وجہ سے تو خود بمنزلہ سونے کے تھی۔ رز۔ انگور، انگور کی بیل۔ کاسد۔ کھوٹا۔ فاسد خراب۔

۳؎ چوں رسن جس رسّی کو اُلٹا بل دیا جائے چھوڑنے سے فوراً اُس کے بل اُتر جاتے ہیں۔ جُفت۔ جوڑا، نر مادہ۔ گر یکے۔ ایک موزہ یا جوتہ اگر پیر میں تنگ ہو تو دوسرا بھی بیکار ہے۔ بیشہ۔ جھاڑی گرگ۔ بھیڑیا یعنی شیر اور بھیڑیئے سے جوڑا نہیں بنتا ہے۔ راست۔ ٹھیک۔ جوال۔ گون، تھیلا۔ قناعت۔ تھوڑے پر صبر کرنا۔ شناعت۔ بُرائی

مَردِ قانع از سرِ اخلاص و سوز[۱] — زیں نسق می گفت با زن تا بروز

ہمارا مردِ قانع خلوص اور دل سوزی سے — دن نکلنے تک اِسی طرح بیوی سے کہتا رہا

نصیحت کردنِ زن شوہر را کہ سخن افزوں از قدم و مقامِ خود مگو کہ لِمَ تَقُولُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ، کہ ایں سخنہا اگرچہ راست ست اَمّا مقامِ توکّل ترا نیست و ایں سخن گفتن فوقِ مقام و معاملۂ خود ترا زیاں[۲] دارد و کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ باشد

بیوی کا شوہر کو نصیحت کرنا کہ اپنی بساط اور مقام سے بڑھ کر بات نہ کر کیونکہ (فرمایا گیا ہے) جو تم نہیں کرتے ہو وہ کہتے کیوں ہو، اِس لئے کہ یہ باتیں اگرچہ سچی ہیں لیکن تجھے توکّل کا مقام حاصل نہیں ہے اور یہ بات کہنا مقام اور معاملہ سے بڑھ کر تیرے نقصان کا باعث ہے اور "اللہ کے نزدیک بڑی موجب عذاب ہے" کا مصداق ہوگی

زن بروزد بانگ کاے ناموس کیش — من فسونِ تو نخواہم خورد بیش

عورت اُس پر چیخی کہ اے عزّت کے شیدائی! — اب میں زیادہ تیرے فریب میں نہ آؤں گی

تُرّہات از دعویٰ و دعوت مگو — رَو سخن از کبر و از نخوت مگو

دعوے اور دعوت کی بکواس نہ کر — جا، تکبّر اور غرور کی بات نہ کر

چند حرفِ طُمطُراق و کاروبار — کار و حالِ خود ببین و شرم دار

دنیاداری اور کرّ و فر کی باتیں کب تک؟ — اپنا کام اور حال دیکھ اور شرم کر

نخوت و دعویٰ و کبر و تُرّہات — دُور کُن از دل کہ تا یابی نجات

تکبّر اور دعویٰ اور غرور اور بکواس — دل سے نکال دے تاکہ تو نجات پائے

کبر زشت و از گدایاں زشت تر — روزِ سرد[۳] و برف و انگہ جامہ تر

تکبّر بُرا ہے اور مفلسوں سے اور زیادہ بُرا ہے — ٹھنڈا دن اور برف اور پھر کپڑے بھیگے ہوئے

چند آخر دعویٰ و بادِ بروت — اے ترا خانہ چو بیتُ العنکبوت

دعویٰ اور مونچھوں کا تاؤ کب تک؟ — اے وہ کہ تیرا گھر مکڑی کے جالے کی طرح ہے

از قناعت کے تو جاں افروختی — از قناعتہا تو نام آموختی

تو نے قناعت سے کب روح روشن کی ہے؟ — تو نے قناعتوں کا نام سیکھ لیا ہے

---

[۱] سوز۔ یعنی سوزِ دل۔ مقتاً۔ قرآنِ پاک میں ہے کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ، اللہ کے نزدیک یہ بات بڑی موجب عذاب ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں ہو۔

[۲] زیاں۔ نقصان۔ ناموس۔ عزّت۔ کیش۔ طریقہ۔ فسوں۔ مکر و فریب۔ تُرّہات۔ جھوٹی بناوٹی باتیں۔ طُمطُراق۔ شان و شوکت۔ نخوت۔ تکبّر۔ زشت۔ بُرا

[۳] روزِ سرد۔ یعنی مفلسی اور محتاجی اور پھر غرور ایسا ہے جیسے جاڑے کا زمانہ، پھر برف باری اور کپڑے بھی گیلے ہیں، یعنی مصیبت بالائے مصیبت ہے۔ بادِ بروت۔ مونچھ کی ہوا یعنی تکبّر۔ بیتُ العنکبوت۔ مکڑی کا جالا، جو کمزوری میں ضرب المثل ہے۔

گفت[۱] پیغمبر قناعت چیست؟ گنج
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قناعت کیا ہے؟ خزانہ ہے

گنج را تو وا نمیدانی ز رنج
تو رنج اور گنج میں فرق نہیں سمجھتا ہے

ایں قناعت نیست جز گنجِ رواں
یہ قناعت تو گنجِ رواں ہی ہے

تو مزن لاف اے غم و رنجِ رواں
اے چلتے پھرتے رنج و غم ہتو ڈینگیں نہ مار

تو مخوانم جُفت و کمتر زن بغل[۲]
تو مجھے بیوی نہ کہہ اور شوہر ہونے کا اظہار نہ کر

جُفتِ انصافم نیم جُفتِ دغل
میں انصاف کی (بنیاد پر) بیوی ہوں، مکاری کی بیوی

چوں قدم باشاہ و بابگ می زنی
تو بادشاہ اور سردار کے ساتھ کیوں ہمسری کرتا ہے!

چوں مگس را در ہوا رگ می زنی
اُڑتی مکھی کے کیوں نشتر مارتا ہے؟

باسگاں زیں استخواں در چاششی
تو ہڈی پر کتوں سے چھینا جھپٹی کرتا ہے

چوں نے اشکم تہی در نالشی
تو خالی پیٹ بانسری کی طرح آہ و فریاد کرتا ہے

سوئے ما منگر بخواری سُست سُست
میری جانب حقارت اور ذلت کی نگاہ سے دیکھ

تا نگویم آنچہ در رگ ہائے تُست
تا کہ تیری رگ رگ کا حال نہ کہہ ڈالوں

عقلِ خود را از من افزوں دیدہٗ
تو نے اپنی عقل کو میری عقل سے بڑا سمجھا ہے

تو منِ کم عقل را چوں[۳] دیدہٗ
تو نے مجھ کم عقل کو کیوں پسند کیا ہے؟

ہمچو گرگِ زشت اندر ما مجہ
بدمزاج بھیڑیے کی طرح مجھ پر نہ جھپٹ

اے ز ننگِ عقلِ تو بے عقل بہ
تیری قابلِ شرم عقل سے بے عقل ہونا اچھا ہے

چونکہ عقلِ تو عقیلہ مردم ست
چونکہ تیری عقل انسانوں کے لئے پھندا ہے

آں نہ عقل ست بلکہ مار و کژدم ست
یہ عقل نہیں ہے بلکہ سانپ اور بچھو ہے

خصمِ ظلم و مکرِ تو اللہ باد
تیرے ظلم اور مکر کو اللہ سمجھے

دستِ عقلِ تو ز ما کوتاہ باد
خدا کرے، تیری عقل کی دست درازی ہم پر نہ ہو

ہم تو ماری ہم فسوں گر اے عجب
ہائے تعجب! تو سانپ بھی ہے اور منتر پڑھنے والا بھی

مار گیر و ماری اے ننگِ عرب
اے عرب کے لئے باعثِ ذلت تو سانپ بھی ہے اور سپیرا بھی

زاغ اگر زشتیِ خود بشناختے
کوّا اگر اپنی بدصورتی کو پہچان لیتا

ہمچو برف از رنج و غم بگداختے
رنج اور غم سے برف کی طرح پگھل جاتا

مردِ افسوں گر بخواند چوں عدو
منتر پڑھنے والا دشمن کی طرح پڑھتا ہے

اُو فسوں بر مار و مار افسوں برو
وہ سانپ پر منتر اور سانپ اس پر منتر پڑھتا ہی

---

[۱] گفت پیغمبر۔ حدیث شریف میں آیا ہے — اَلْقَنَاعَۃُ کَنْزٌ لَا یَنْفَدُ قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا ہے۔ گنجِ رواں۔ قارون کے خزانوں میں سے ایک خزانہ کا نام ہے۔ مخواں۔ نہ بلا۔

[۲] بغل زدن۔ جوڑے پن کو ظاہر کرنا۔ نر کبوتروں کا مل کر پرواز کرنا جوڑا ہونے کی نشانی ہے۔ دغل۔ کھوٹ مکر۔ قدم زدن۔ برابری کرنا۔ بگ۔ بیگ کا مخفف ہے، سردار۔ مگس۔ مکھی۔ رگ زدن۔ خون نکالنا۔ چاشش۔ حملہ، چھینا جھپٹی۔ اشکم۔ شکم ہمزہ زیادہ ہے۔ نالش۔ رونا، چیخنا، فریاد۔ خواری۔ ذلت۔ سُست نگریستن۔ ذلت سے دیکھنا۔

[۳] چوں دیدہٗ۔ جوڑے کے لئے مجھے کیوں پسند کیا ہے۔ عقیلہ۔ رسّی، یعنی تو اپنی عقل کے ذریعہ لوگوں کو پھانستا ہے۔ ہم تو۔ تو انسانوں کو تباہ کرتا ہے تو تو سانپ ہے، لوگوں کو پھنساتا ہے تو تو سپیرا ہے۔ زشتیِ خود یعنی اپنی بدصورتی۔ مرد۔ سپیرا اگر سانپ پر منتر پڑھتا ہے تو سانپ بھی اس پر منتر پڑھتا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ سپیرا سانپ پکڑنے کے شوق میں مبتلا ہے۔

گر نبودے[1] دامِ اُو افسونِ مار — کے فسونِ مار را گشتے شکار
اگر سانپ کا منتر اُس کے لئے جال نہ ہوتا — تو وہ سانپ کے منتر کا شکار کب بنتا؟

مردِ افسوں گر زحرصِ کسب و کار — در نیابد آں زماں افسونِ مار
منتر پڑھنے والا، کمائی اور کام کی حرص کیوجہ سے — اُس وقت سانپ کے منتر کو محسوس نہیں کرتا ہے

مار گوید اے فسوں گر ہین و ہیں — آنِ خود دیدی فسونِ من ببیں
سانپ کہتا ہے، اے سپیرے! خوب دیکھ لے — تو نے اپنا منتر دیکھا، میرا منتر (بھی) دیکھ لے

توبنامِ[2] حق فریبی مر مرا — تا کُنی رُسوائے شور و شر مرا
تو اللہ کے نام کے ذریعہ مجھے پھانستا ہے — تاکہ تو مجھے شور و شر سے رسوا کرے

نامِ حقّم بست نے آں رائے تو — نامِ حق را دام کردی وائے تو
مجھے اللہ کے نام نے باندھا نہ کہ تیری رائے نے — تو نے اللہ کے نام کو جال بنایا، تجھ پر افسوس ہے

نامِ حق بستاند از تو دادِ من — من بنامِ حق سپردم جان و تن
اللہ (تعالیٰ) کا نام تجھ سے مجھے انصاف دلائیگا — میں نے اللہ کے نام پر جان اور جسم سپرد کر دیا ہے

تا بزخمِ من رگِ جانت بُرد — یا تُرا چوں من بزندانے[3] بَرد
تاکہ وہ میرے زخم (کے بدلے) تیری جان کی رگ کاٹ دے — یا تجھے میری طرح قید خانہ میں ڈالدے

زن ازیں گونہ خشِن گفتارہا — خواند بر شوئے خود آں طومارہا
عورت اِس قسم کی سخت باتیں — دفتر در دفتر شوہر کو سناتی رہی

نصیحت کردنِ مرد زن را کہ در فقیراں بخواری

مرد کا عورت کو نصیحت کرنا کہ فقیروں کو ذلت سے نہ دیکھ اور اللہ

منگر و در کارِ حق بگمانِ کمال نگر و طعنہ مزن بر

کے معاملہ میں کمال کے گمان سے نظر کر اور اپنے افلاس کی وجہ

فقر و فقیراں از بے نوائیِ خویشتن

سے فقر اور فقیروں پر طعنہ زنی نہ کر

مرد چوں ایں طعنہا از زن شنُفت — مستمع شد بعد ازیں ہیں تا چہ گفت
مرد نے جب یہ طعنے عورت کے سُنے — سُنتا رہا، اِس کے بعد دیکھ کہ کیا کہا!

گفت اے زن تو زنی یا بوالحزن — فقر فخر آمد مرا طعنہ مزن
بولا اے بیوی! تو عورت ہے یا مجسّم غم — مجھے طعنہ نہ دے فقر (باعث) فخر ہے

---

[1] گر نبودے۔ سانپ نے جو منتر پڑھا ہے وہ سپیرے کے لئے جال ہے۔ آنِ خود۔ یعنی اپنا منتر۔

[2] نامِ حق۔ منتر میں اللہ کے نام استعمال ہوگے ہیں۔ شور و شر۔ یعنی سانپ کا تماشہ دیکھنے والوں کا۔ نامِ حق۔ چونکہ سپیرے نے اللہ کے ناموں کا غلط کاموں کے لئے استعمال کیا ہے۔

[3] زندانے۔ یعنی جس طرح سپیرے نے قید کیا ہے۔ خشِن۔ سخت، ناگوار۔ طومار۔ دفتر۔ مستمع۔ سننے والا۔ بوالحزن۔ غموں کا باپ یعنی بہت غمگین، مالداروں کو حشر میں بہت غم اٹھانے پڑینگے۔

مال و زر سر را بُوَد ہمچوں کلاہ[1]
مال و زر ایسے ہیں جیسے سر کی ٹوپی

کَل بُوَد آں کز کُلہ سازد پناہ
جو شخص ٹوپی کی پناہ پکڑتا ہے، گنجا ہوتا ہے

آنکہ زُلف و جعدِ رعنا باشدش
جس کی زلف حسین اور گھونگریالے بال ہوں

چوں کُلاہش رفت خوشتر آیدش
جب اُس کی ٹوپی نہ ہو تو زیادہ حسین ہوتا ہے

مردِ حق باشد بمانندِ بصر
مردِ خدا بینائی کی طرح ہے

پس برہنہ بہ کہ پوشیدہ بصر
پس بینائی کُھلی اچھی ہے یا ڈھکی ہوئی؟

وقتِ عَرضہ[2] کردن آں بَردہ فروش
غلام فروش دکھلاتے وقت

برکَند از بندہ جامہ عیب پوش
غلام کے عیب چھپانیوالے کپڑے اُتار دیتا ہے

وَر بُوَد عیبے برہنہ اش کے کُند
اگر کوئی عیب ہو، اُس کو ننگا کب کریگا؟

بل بجامہ خدعۂ باوے کُند
بلکہ کپڑوں کے ذریعہ اُس کو دھوکا دیگا

گوید ایں شرمندہ است از نیک و بد
کہے گا، یہ اچھے بُرے سے شرماتا ہے

از برہنہ کردن اُو از تو رمد
ننگا کرنے سے تیرے پاس سے بھاگ جائیگا

خواجہ در عیب است غرقہ تا بگوش
آقا کانوں تک عیب میں ڈوبا ہوا ہے

خواجہ را مال ست و مالش عیب پوش
(لیکن) آقا کے پاس مال ہے اور اُسکا مال عیب کو چھپانے والا ہے

کز طمع عیبش نہ بیند طامعے
لالچی لالچ کی وجہ سے اسکے عیب نہیں دیکھتا ہے

گشت دلہا را طمعہا جامعے
لالچ دلوں کو جوڑنے والا بن گیا ہے

ور گدا گوید سخن چوں زرِ کاں[3]
اگر فقیر کان کے سونے کی سی بات کہے

رہ نیابد کالۂ اُو در دُکاں
اُسکا سامان دُکان میں راہ یاب نہیں ہوتا ہے

کارِ درویشی ورائے فہمِ تست
درویشی کا معاملہ تیری سمجھ سے اوپر ہے

سُوئے درویشاں بمنگر سُست سُست
تو ذلت سے درویشوں کو نہ دیکھ

زانکہ درویشی ورائے کارہاست
کیونکہ درویشی دنیوی کاموں سے جداگانہ چیز ہے

دمبدم از حق مر ایشاں را عطاست
اُن (درویشوں) کیلئے اللہ کیطرف سے برابر بخشش ہے

بلکہ درویشاں ورائے مُلک و مال
بلکہ درویش ملک اور مال کے علاوہ

روزیٔ دارند ژرف از ذوالجلال
اللہ سے ایک بھاری روزی پاتے ہیں

حق تعالیٰ عادل ست و عادلاں
اللہ تعالیٰ عادل ہے، اور عادل

کے کُنند استمگری بر بیدلاں
کمزوروں پر کب ظلم کرتے ہیں؟

---

[1] کلاہ۔ ٹوپی۔ کَل۔ گنجا۔ کُلہ۔ کلاہ کا مخفف ہے۔ جَعد۔ گھنگریالے بال۔ رَعنا۔ حسین، خوبصورت

[2] عَرضہ کردن پیش کرنا۔ بَردہ۔ غلام، لونڈی ج۔ خُدعہ۔ دھوکا۔ وے یعنی خریدار۔ خواجہ آقا۔ طامع۔ لالچی۔ دلہا۔ یعنی لالچی اور مالدار کے دل۔ جامع۔ اکٹھا کرنے والا۔

[3] زرِ کان۔ خالص سونا جو کان سے برآمد ہوا ہے۔ کالہ۔ سامان۔ دُکان یعنی سننے والے کا کان۔ فہم سمجھ، عقل۔ کارہا۔ دنیا کے معاملے۔ ذوالجلال۔ اللہ تعالیٰ۔ اِستمگری۔ ستمگری، ہمزہ زیادہ ہے۔

آں یکے را نعمت و کالا دہند
ایک کو نعمت اور سامان دیں
ویں دگر را بر سرِ آتش[1] نہند
دوسرے کو آگ پر رکھیں

آتشش سوزد کہ دارد ایں گماں
اُس کو آگ جلائے جو یہ گماں کرے
بر خدائے خالقِ ہر دو جہاں
دونوں جہان کے خالق کے بارے میں

"فقر فخری" نز گزاف ست و مجاز
"فقر میرا فخر ہے" نہ گپ ہے نہ مجاز
صد ہزاراں عزِّ پنہان ست و ناز
لاکھوں عزتیں اور ناز پوشیدہ ہیں

از غضب بر من لقبہا راندہٗ
تو نے غصہ سے میرے بہت نام دھرے
مار خُوی و مار گیرم خواندہٗ
تو نے مجھے سانپ جیسی خصلت والا اور سپیرا بتایا

گر بگیرم مار و دندانش کنم
اگر میں سانپ پکڑتا ہوں اور اُسکے دانت اکھاڑ دیتا ہوں
تا کشش از سر کوفتن ایمن کنم
تو اسلئے کہ اس کو سر کچلنے سے محفوظ کر دوں

زانکہ آں دنداں عدوِّ جانِ اوست
چونکہ دانت اُس کی جان کے دشمن ہیں
من عدو را می کنم زیں علم دوست
میں دشمن کو اس علم کے ذریعہ دوست بناتا ہوں

از طمع ہرگز نخوانم من فسوں
میں لالچ کی وجہ سے منتر نہیں پڑھتا ہوں
ایں طمع را کردہ ام من سرنگوں
میں نے تو لالچ کو اوندھے منہ کر دیا ہے

حاش للہ طمع من از خلق نیست
خدا کی قسم مجھے لوگوں سے لالچ نہیں ہے
از قناعت در دلِ من عالمے ست
میرے دل میں قناعت کا ایک جہان ہے

از سرِ امرود[2] بُن بینی چناں
تو امرود کے درخت سے ایسا دیکھتی ہے
زاں فرود آ تا نماند آں گماں
اس سے اُتر آ تاکہ وہ گمان نہ رہے

چونکہ[3] برگردی و سرگشتہ شوی
جب تو گھومے اور سر چکرانے لگے
خانہ را گردندہ بینی و آں توئی
تو گھر کو گھومتا دیکھے گا حالانکہ گھومنے والا تو ہی ہے

در بیانِ آنکہ جنبیدنِ ہر کسے از انجاست کہ وے ست

اِس بیان میں کہ ہر چیز کا حرکت کرتے نظر آنا اُس لئے ہے کہ وہ

ہر کسے را از چنبرہ وجودِ خود بیند تا بہ کبود آفتاب را
ہر چیز کو اپنے وجود کے حلقہ سے دیکھتا ہے۔ یہاں تک کہ نیلے رنگ کے
کبود نماید و سرخ سرخ نماید چوں تابہا از رنگ
ذریعہ سورج کو نیلا اور سرخ کے ذریعہ سرخ دکھاتا ہے جب چمک رنگ سے

[1] آتش یعنی مُفلس کی آگ۔ آتشش سوزد یعنی جو خدا کے بارے میں یہ خیال کرے کہ غنیٰ باعثِ رحمت اور فقر باعثِ عذاب ہے خدا اُسکو برباد کردے۔ الفقر فخری۔ حدیث صحیح ثابت ہے اور اپنے حقیقی معنیٰ میں ہے۔ لقبہا یعنی بیوی نے جو سپیرا کہا۔ ایمن۔ مطمئن۔ عدو۔ سانپ کو اُسکے دانتوں کی وجہ سے مارا جاتا ہے۔ زیں علم۔ منتر۔ ایں طمع یعنی میں نے لالچ کو دل سے نکال دیا ہے۔ قناعت۔ تھوڑے پر صبر کرنا۔ [2] سرِ امرود۔ مولانا نے دفتر چہارم میں ایک قصہ نقل کیا ہے کہ ایک بدکار عورت نے اپنے شوہر کیساتھ یہ فریب کیا کہ اُسکو باغ میں لے گئی اور ایک امرود کے درخت کے نیچے بٹھا کر بولی کہ تو نیچے رہ میں اوپر سے امرود دوں گی شوہر نیچے رہا وہ اوپر سے امرود دینے لگی پھر تھوڑی دیر بعد خود چلانے لگی کہ تو بدفعلی کیوں کررہا ہے۔ مرد حیران ہوا اور انکار کیا تو بولی اچھا تو اوپر چڑھ کر امرود توڑ کر مجھے دے اور خود نیچے اُتر آئی جب وہ امرود توڑ کر دے رہا تھا اُسنے اپنے ایک یار کو بلایا اور اُس سے زنا میں مصروف ہو گئی۔ شوہر اوپر سے چیخا کہ یہ کیا حرکت ہے تو کہنے لگی کہ کچھ نہیں ہاں یہ اس پیڑ کا اثر ہے کہ جو اسپر چڑھا ہوتا ہے اُسکو نیچے کا آدمی بدفعلی کرتا نظر آتا ہے۔ مولانا نے اسی قصہ کیطرف اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔ بُن۔ بوٹا۔

[3] چونکہ جس شخص کا سر گھومتا ہے اُسکو ہر چیز گھومتی نظر آتی ہے۔ چنبرہ۔ حلقہ۔ کبود۔ نیلا۔ در بیان۔ اس عنوان کا خلاصہ یہ ہے کہ اَلْمَرْءُ یَقِیْسُ عَلٰی نَفْسِہٖ ہر انسان اپنے اوپر دوسرے کو قیاس کرتا ہے۔ بُرے کو سب بُرے اور اچھے کو سب اچھے نظر آتے ہیں۔

بیروں آید و سفید شود از ہمہ تابہائے دیگر راست
صاف ہوجاتی ہے اور سفید ہوجاتی ہے تو تمام دوسری روشنیوں سے زیادہ صحیح

گوتر باشد
دکھانے والی ہوتی ہے

دید احمدؐ را ابوجہل و بگفت — زشت نقشی کز بنی ہاشم شگفت
ابوجہل نے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا اور کہا — تو بدصورت ہے جو بنی ہاشم میں پیدا ہوا ہے

گفت احمدؐ مر ورا کہ راستی — راست گفتی گرچہ کار افزاستی[1]
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تو سچا ہے — تو نے سچ کہا ہے اگرچہ بیہودہ گو ہے

دید صدیقؓ[2] لقیش بگفت کے آفتاب — اے ز شرقی نے ز غربی خوش بتاب
حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) نے انکو دیکھا تو کہا آفتاب! — اے وہ کہ جو نہ مشرقی ہے نہ مغربی، خوب روشن ہو

گفت احمدؐ راست گفتی اے عزیز — اے رہیدہ تو ز دنیائے پنچیز
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا، اے عزیز! تو نے — اے وہ کہ جو ناچیز دنیا سے آزاد ہے

حاضراں گفتند کاے صدر الوریٰ — راست گو گفتی تو دو ضد گو[3] را چرا
حاضرین نے کہا، کہ اے سرورِ عالمؐ! — آپ نے دو متضاد باتیں کہنے والوں کو سچا کیوں کہا؟

گفت من آئینہ ام مصقولِ دست — ترک و ہندو در من آں بیند کہ ہست
فرمایا میں ہاتھ کا منجھا ہوا آئینہ ہوں — ترک اور ہندوستانی مجھ میں وہی دیکھتا ہے جو وہ خود ہے

ہر کرا آئینہ باشد پیشِ رو — زشت و خوبِ خویش را بیند در رو
جس کے منہ کے سامنے آئینہ ہو — اپنے اچھے اور برے کو اس میں دیکھے گا

اے زن ار طماع می بینی مرا — زیں تحری زنانہ بر تر آ
اے بیوی! اگر تو مجھے لالچی سمجھتی ہے — تو اس زنانہ اٹکل سے باہر نکل

آں طمع را ماند و رحمت بود — کو طمع آنجا کہ آں نعمت بود
وہ (فقر) لالچ کے مشابہ ہے اور رحمت ہوتا ہے — جہاں یہ نعمت ہو وہاں لالچ کہاں؟

امتحاں کن فقر را روزے دو تو — تا بفقر اندر غنا بینی دو تو
تو دو دن فقر کو آزمالے — تا کہ فقر کے ذریعہ تجھے دوگنی غنا نظر آئے

صبر کن با فقر و بگذار ایں ملال — زانکہ در فقر ست عزِ ذوالجلال
فقر پر صبر کرلے اور اس رنج کو ترک کردے — کیونکہ فقر میں خداداد عزت ہے

[1] کار افزا۔ ضرورت سے زیادہ کام کرنے والا۔
[2] صدیق۔ حضرت ابوبکرؓ کا لقب ہے۔ نے زغربی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف مشرق والوں کے لئے ہیں نہ مغرب والوں کے لئے بلکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ پنچیز۔ ناچیز۔ کاسے۔ کہ اے۔ صدر الوریٰ۔ مخلوق کے سردار۔
[3] ضد گو۔ خلاف بولنے والا۔ مصقول۔ منجھا ہوا۔ ترک۔ یعنی گورا۔ ہندو یعنی کالا۔ تحری۔ اٹکل کرنا۔ آں۔ لوگوں کو مسخر کرنا۔ آں نعمت۔ یعنی رحمت خداوندی۔ دو تو۔ دو گنا۔

سرکہ مفروش و ہزاران جاں ببیں — ازقناعت غرق بحرِ انگبیں

ترش روئی نہ کر اور دیکھ ہزاروں جانیں — قناعت کی وجہ سے شہد کے سمندر میں ڈوبی ہوئی ہیں

صد ہزاراں جان تلخی کش نگر — ہمچو گل آغشتہ اندر گلشکر

تلخی برداشت کرنیوالی لاکھوں جانوں کو دیکھ — گلقند میں پھولوں کی طرح لت پت ہیں

اے دریغا مر ترا گنجا بُدے — تا زجانم شرحِ دل پیدا شدے

اے افسوس! تجھ میں اگر گنجائش ہوتی — تو میری جان سے دل کی شرح ظاہر ہوتی

ایں سخن شیر ست در پستانِ جاں — بے کشندہ خوش نمی‌گردد رواں

یہ باتیں جان کے پستان میں دودھ ہیں — چوسنے والے کے بغیر اچھی طرح جاری نہیں ہوتی ہیں

مستمع چوں تشنہ و جوئندہ شد — واعظ ار مردہ بود گویندہ شد

سننے والا جب پیاسا اور طلبگار ہو — وعظ کہنے والا اگر مردہ (بھی) ہو تو بولنے لگتا ہے

مستمع چوں تازہ آید بے ملال — صد زباں گردد بگفتن گنگ و لال

سننے والا جب تازہ دم اور بے تکان ہو — سینکڑوں گونگی زبانیں بولنے لگتی ہیں

چونکہ نامحرم در آید از درم — پردہ در پنہاں شوند اہلِ حرم

جب دروازے سے کوئی نامحرم آتا ہے — مستورات پردے میں چھپ جاتی ہیں

ور در آید محرمے دور از گزند — بر گشایند آں ستیراں روئے بند

اور اگر کوئی محرم آتا ہے خدا اسکو سلامت رکھے — تو مستورات نقاب اٹھا دیتی ہیں

ہر چہ را خوب و خوش و زیبا کنند — از برائے دیدۂ بینا کنند

جس چیز کو اچھا اور عمدہ اور حسین بناتے ہیں — دیکھنے والی آنکھ کے لئے بناتے ہیں

کے بود آوازِ چنگ از زیر و بم — از برائے گوشِ بے حسِ اصم

سارنگی کی زیر و بم کی آواز کب ہوتی ہے؟ — بہرے، بے حس کے کان کے لئے

مشک را حق بیہدہ خوشدم نکرد — بہر شم کرد و پئے اخشم نکرد

اللہ تعالیٰ نے مشک کو خوشبودار بیکار نہیں بنایا — سونگھنے کیلئے بنایا ہے، بے حس ناک والے کیلئے نہیں بنایا

نائے را حق بیہدہ خوشدم نکرد — بہرِ انس آمد پئے اہرم نکرد

اللہ تعالیٰ نے بانسری کو خوش آواز بیکار نہیں بنایا — انسان کیلئے بنی ہے شیطان کیلئے نہیں بنی

حق زمین و آسماں بر ساختہ است — در میاں بس نور و نار افروختہ است

اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بنایا ہے — درمیان میں نور اور نار کو روشن کیا ہے

---

۵۱ سرکہ مفروش۔ ترشروئی نہ کر۔ قناعت۔ تھوڑے پر صبر کرنا۔ انگبیں۔ شہد۔ آغشتن۔ آلودہ ہونا۔ گلشکر۔ گلقند۔ گنجا۔ گنجائش کا مخفف ہے۔ ایں سخن۔ یعنی اسرارِ معرفت شیخ پر اسیوقت وارد ہوتے ہیں جب کوئی طالب صادق ہو۔

۵۲ مردہ بود۔ یعنی شیخ کی طبیعت حاضر نہ بھی ہو تو واردات شروع ہو جاتی ہیں۔ گنگ۔ گونگا۔ لال۔ گونگا۔ نامحرم۔ اجنبی، یعنی وہ شخص جو اسرار سننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ اہلِ حرم۔ زنانخانہ۔ یعنی اسرارِ معرفت۔ ستیراں۔ مستورات یعنی اسرارِ معرفت۔ روئے بند۔ نقاب۔

۵۳ ہر چہ۔ یعنی اسرار اہلِ معرفت کے لئے ہیں۔ اصم۔ بہرا۔ شم۔ سونگھنا۔ اخشم۔ جس کی ناک میں حس نہ ہو۔ خوشدم۔ خوش آواز۔ انس۔ انسان۔ اہرم۔ شیطان، دیو۔ نور و نار۔ خیر و شر۔

ایں زمیں را از برائے خاکیاں | آسماں را مسکنِ افلاکیاں

اِس زمین کو خاک والوں کے لئے | آسمان کو آسمان والوں کے رہنے کی جگہ (بنایا)

مردِ سفلی[1] دشمنِ بالا بُود | مشتریِ ہر مکاں پیدا بُود

نیچے رہنے والا انسان اوپر کا مخالف ہوتا ہے | ہر مکان کا خریدار پیدا ہو جاتا ہے

اے ستیرہ ہیچ تو برخاستی | خویشتن را بہرِ کور آراستی

اے پردہ نشین! کبھی تو تیار ہوئی ہے | اپنے آپ کو اندھے کے لئے تو نے آراستہ کیا ہے؟

گر جہاں را پُر دُرِ[2] مکنوں کنم | روزیِ تو چوں نباشد چوں کنم

اگر میں دنیا کو اچھے موتیوں سے بھر دوں | تب بھی تیرا حصہ نہ ہو تو میں کیا کروں؟

ترکِ جنگ و رہزنی اے زن بگو | ور نمیگوئی بترکِ من بگو

اے بیوی! ڈکیتی اور جنگ ترک کر دے | اگر نہیں چھوڑتی ہے تو مجھے چھوڑ دے

مر مرا چہ جائے جنگِ نیک و بد | کایں دلم از صلحہا ہم می رمد

نیک و بد کی لڑائی کا میرے لئے کیا موقع ہے؟ | اِس لئے کہ میرا دل تو صلح سے بھی بھاگتا ہے

بر سرِ ایں ریشہا نیشم مزن | زخمہا بر جانِ بے خویشم مزن

میرے اِن زخموں پر ڈنک نہ مار | میری بے خود جان پر زخم نہ لگا

گر خمش گردی و گرنہ آں کنم | کہ ہمیں دم ترکِ خان و ماں کنم

اگر تو چپ ہوتی ہے تو خیر ورنہ میں یہ کرونگا | کہ ابھی گھر بار چھوڑ دوں گا

پا تہی گشتن بہ است از کفش[3] تنگ | رنجِ غربت بہ کہ اندر خانہ جنگ

تنگ جوتے سے، پیر کا ننگا ہونا بہتر ہے | خانہ جنگی سے، سفر کی تکلیف بہتر ہے

مراعات کردن زن شوئے را و استغفار نمودن از گفتۂ خود

عورت کا مرد کی رعایت کرنا اور اپنے کہے ہوئے سے توبہ کرنا۔

زن چو دید اُو را کہ تند و توسن ست | گشت گریاں گریہ خود دامِ زن ست

جب عورت نے اسکو دیکھا کہ تند اور تیز ہے | رونے لگی، رونا تو خود عورت کا جال ہے

گفت از تو کے چنیں پنداشتم | از تو من امیدِ دیگر داشتم

بولی میں تمہیں ایسا نہ خیال کرتی تھی | تم سے تو مجھے اور ہی توقع تھی

---

[1] سفلی۔ نچلے درجہ کا۔ دشمن۔ مخالف۔ مشتری۔ خریدار۔ ستیرہ۔ مستورہ، پردہ نشین۔ کور۔ اندھا۔

[2] دُرِ مکنوں۔ سیپ میں چھپا ہوا موتی جو نہایت آبدار ہوتا ہے۔ مرا یعنی جنگ و جدل تو در کنار صلح کی بھی میرے دل میں گنجائش نہیں، علائقِ دنیوی ختم کر چکا ہوں۔ نیش۔ ڈنک۔ بے خویش۔ کمزور، بے طاقت۔ خان و ماں۔ گھر بار۔

[3] کفش۔ جوتا۔ غربت۔ مسافرت، بے وطنی۔ مراعات۔ رعایت برتنا۔ استغفار۔ معافی چاہنا۔ توسن۔ سین کے فتحہ کے ساتھ، سرکش گھوڑا۔ دام۔ جال۔ دیگر یعنی جو تم نے کہا اس کے خلاف۔

زن در آمد از طریقِ نیستی[۱] — گفت من خاکِ شمایم نے ستی
عورت خاکساری سے پیش آئی — بولی میں تمہاری خاک ہوں، بیوی نہیں ہوں

جسم و جانم ہر چہ ہستم آنِ تُست — حُکم و فرماں جُملگی فرمانِ تُست
میرا جسم اور جان جو کچھ بھی ہے تیری ملک ہے — حُکم اور فرمان سب تیرا (حق) ہے

گر ز درویشی دلم از صبر جَست — بہرِ خویشم نیست ایں بہرِ تو ہست
اگر فقیری سے میرا دل اُکھڑا — یہ اپنے لئے نہیں (بلکہ) تیرے لئے ہے

تو مَرا در دردہا بودی دَوا — من نمی خواہم کہ باشی بے نَوا
تو میرے دردوں کی دوا رہا ہے — میں نہیں چاہتی کہ تو بے سر و سامان رہے

جانِ تو کز بہرِ خویشم نیست ایں — از برائے تُست ایں بانگ و حنیں
تیری جان کی قسم، یہ اپنے لئے نہیں ہے — یہ رونا اور چیخنا تیرے لئے ہے

خویشِ من واللہ کہ بہرِ خویشِ تو — ہر نفس خواہد کہ میرد پیشِ تو
خدا کی قسم میری ہستی تیرے لئے ہے — وہ ہر وقت چاہتی ہے کہ تجھ پر قربان ہو جائے

کاشکے[۲] جانت کش روانِ من فدے — از ضمیرِ جانِ من واقف شُدے
کاش تیری وہ جان جس پر میری جان فدا ہے — میری جان کے دل کی بات سے واقف ہو جاتی

چوں تو بامن ایں چنیں بودی بظن — ہم ز جان بیزار گشتم ہم ز تن
جبکہ تیرا گمان میرے ساتھ یہ ہے — [۳] میں جسم و جان سے بیزار ہو گئی ہوں

خاک را بر سیم و زر کردیم چوں — تو چنینی بامن اے جانِ سکوں
میں نے چاندی سونے پر خاک ڈالی، جبکہ — تیرا میرے ساتھ یہ معاملہ ہے اے سکونِ دل!

تو کہ در جان و دلم جا می کُنی — زیں قدر از من تبرّا می کُنی
تو جو کہ میرے دل و جان میں جگہ بنائے ہوئے ہے — مجھ سے اِسقدر (اظہارِ) بیزاری کر رہا ہے

تو تبرّا کُن کہ ہستت دستگاہ — اے تبرّائے تُرا جاں عُذر خواہ
تو بیزار ہو جا، کیونکہ تجھے اِختیار ہے — اے (وہ کہ) تیری بیزاری سے میری جان معافی طلب ہے

یاد می کُن آں زمانے را کہ من — چوں صنم بُودم تو بُودی چوں شمن
وہ وقت بھی یاد کر لے کہ ..... میں — بُت کی طرح تھی اور تو پُجاری کی طرح تھا

بندہ بر وفقِ تو دل افروختست — ہر چہ گوئی پخت گویم سوختست
بندی نے تیری موافقت کیلئے دل منور کر رکھا ہے — جس کو تو پکے گا پک گیا میں کہونگی جل گیا ہے

---

[۱] نیستی۔ خاکساری، پستی۔ نیک عورت آن۔ ملکیت۔ جُملگی۔ تمام۔ بہرِ تو۔ تیرے لئے۔ جانِ تو۔ تیری جان کی قسم۔ بانگ۔ چیخ و پکار۔ حنین۔ رونا۔ خویشِ من۔ میری ہستی۔ ہر نفس۔ ہر دم

[۲] کاش۔ تو کہ جس پر میری جان قربان ہے میرے دل کی بات سے واقف ہو جاتا اور میرے ظاہری الفاظ سے بُرا نہ مانتا۔ چوں۔ تو نے بدگمانی سے سمجھا کہ میں محض اپنے آرام کے لئے زر کی طالب ہوں لہٰذا میں جینے سے بیزار ہوں۔

[۳] تو چنینی۔ یعنی جب تیرا میرے بارے میں یہ خیال ہے۔ تبرّا۔ اظہارِ بیزاری۔ دستگاہ۔ قدرت، قابو۔ صنم۔ بُت۔ شمن۔ شین اور میم کے فتحہ کے ساتھ، بُت پرست۔ ہر چہ۔ یعنی تجھ سے ایک قدم آگے بڑھ کر تائید کرونگی۔

من سپانلخ[1] توام ہر چیم پزی | یا بہ ترشی یا بہ شیریں می نزی
میں تیرے لئے پالک کا ساگ ہوں جس چیز میں تو چاہے | کھٹائی میں یا مٹھائی میں تیرے لئے مناسب ہے

کفر گفتم نک بایماں آمدم | پیشِ حکمت از سرِ جاں آمدم
میں نے کفر بکا اب میں ایمان لے آئی ہوں | تیرے حکم کے سامنے جان سے حاضر ہوں

خوئے شاہانہ ترا نشناختم | پیشِ تو گستاخ خر[2] در تاختم
تیرے شاہانہ مزاج کو میں نہ پہچانی | تیرے سامنے بے باکی سے میں نے سواری ہانکی

چوں ز عفوِ تو چراغے ساختم | توبہ کردم اعتراض انداختم
اب تیرے عفو کو میں نے چراغ بنالیا | میں نے توبہ کرلی، اعتراض کو چھوڑ دیا

می نہم پیشِ تو شمشیر و کفن | می کشم پیشِ تو گردن را بزن
میں تیرے سامنے تلوار اور کفن رکھتی ہوں | تیرے سامنے گردن جھکاتی ہوں، مجھے مار ڈال

از فراقِ تلخ می گوئی سخن | ہر چہ خواہی کن ولیکن ایں مکن
تو کڑوے فراق کی بات کرتا ہے | جو چاہے کر، لیکن یہ نہ کر

در تو از من عذر خواہے ہست سِر | با تو بے من او شفیعے مستمر[3]
میرے بارے میں تجھ میں عذر خواہی کرنیوالی ایک پوشیدہ چیز ہے | جو میری عدم موجودگی میں ہمیشہ تجھ سے سفارش کرنیوالی ہے

عذر خواہم در درونت خلقِ تست | ز اعتمادِ او دلِ من جرم جست
میرا عذر خواہ جو تیرے اندر ہے، وہ تیرا اخلاق ہے | اُس کے بھروسہ پر میرے دل نے جرم کیا ہے

رحم کن پنہاں ز خود اے خشمگیں | اے کہ خلقت بہ ز صد من انگبیں
اے غضبناک! اپنی طرف سے چپکے سے رحم کردے | اے وہ کہ تیرا خلق سَو من شہد سے بہتر ہے

زیں نسق می گفت با لطف و گشاد | در میانِ گریہ بر رُو او فتاد
اِس طور پر نرمی سے اور دل کھول کر وہ کہہ رہی تھی | روتے روتے مُنہ کے بل گر پڑی

گریہ چوں از حد گزشت و ہائے ہائے | از خنینش مرد را شد دل زجائے
جب اُسکا رونا اور ہائے ہائے کرنا حد سے بڑھ گیا | اُس کے رونے سے مرد کا دل پگھل گیا

چوں قرارش ماند و صبرش بجائے | زانکہ بے گریہ بُد او خود دلربائے
اُس کا صبر و قرار کس طرح باقی رہتا | اِس لئے کہ وہ تو روئے بغیر (ہی) دلربا تھی

ز آں باراں یکے برقے بدید | ز و شرارے بر دلِ مرد بجہید
اُس بارش سے ایک بجلی چمکی | اور اُس کی ایک چنگاری مرد کے دل پر آگری

---

[1] سپانلخ۔ پالک کا ساگ۔ ہر چیم۔ بہر چہ مرا۔ پزی۔ پختن بمعنی پکانا کا مضارع مخاطب ہے۔ می نزی۔ ترا سزاوار است۔
[2] خر۔ گدھا، سواری۔ تاختن۔ دوڑانا۔ چراغ۔ یعنی مشعلِ راہ۔ ایں مکن۔ جدائی نہ کر۔ سِر۔ باطن۔
[3] مستمر۔ ہمیشہ۔ شفیع۔ سفارشی۔ خلق۔ اخلاقِ حسنہ۔ انگبیں۔ شہد۔ نسق۔ طرز، طریق۔ گشاد۔ کشایشِ دل۔ خنیدن۔ رونا۔ دل از جا شدن۔ رحم آنا۔ شرار۔ چنگاری۔

زانکہ بندہ[1] رُوئے خوبش بُود مرد — چوں بُود چوں بندگی آزاد کرد

اس لئے کہ مرد اس کے حسین چہرہ کا غلام تھا — کیا ہوگا جب آزاد غلامی کرنے لگے؟

آنکہ از کبرش دلت لرزاں بُود — چوں شوی چوں پیشِ تو گریاں شود

وہ جس کے تکبر سے تیرا دل لرزتا ہو — تیرا کیا حال ہوگا اگر وہ تیرے سامنے رونے لگے

آنکہ از نازش دل و جاں خوں بُود — چونکہ آید در نیاز اُو چوں بُود

وہ جس کے ناز سے دل اور جان خون ہوں — جب وہ نیاز مندی کرنے لگے تو کیا ہوگا؟

آنکہ در جور و جفایش دامِ ماست — عُذرِ ما چہ بُود چو اُو در عُذر خاست

وہ جو ظلم و ستم میں ہمارے لئے جال ہے — اگر وہ عذر خواہی کرنے لگے تو ہمارا کیا عذر ہوگا؟

آنکہ جز خونریزیش کارے نبُود — چوں نہد گردن زہے سودا و سُود

وہ جس کا خونریزی کے علاوہ کوئی کام نہ تھا — جب وہ گردن جھکا دے تو کتنا اچھا سودا اور نفع ہے

آنکہ جز گردن کشی ناید ازو — خوش در آید با تو چوں باشد بگو

وہ جس کو تکبر کے سوا کچھ نہ آتا ہو — تجھ سے اچھی طرح پیش آئے تو بتا کیا ہوگا؟

زُیِّنَ[2] لِلنَّاسِ حق آراستہ است — زانکہ حق آراست چوں تانند رست

"زُیِّنَ لِلنَّاسِ" کو خدا نے آراستہ کیا ہے — جسکو خدا نے آراستہ کیا ہو اُس سے چھٹکارا کیسے ہو سکتا ہے؟

چوں پئے یَسْکُنَ اِلَیْہَاش آفرید — کے تواند آدمؑ از حوّا برید

جب اُس کو یَسْکُنَ اِلَیْہَا کیلئے پیدا فرمایا ہے — تو آدمؑ، حوا سے کیسے جدا ہو سکتے ہیں؟

رستمِ[3] زال ار بود وز حمزہ بیش — ہست در فرماں اسیرِ زالِ خویش

اگر رستم زال ہو اور حضرت حمزہؓ سے بھی بڑھا ہوا — وہ اپنی بڑھی (بیوی) کے حکم کا قیدی ہے

آنکہ عالم مستِ گفتش آمدے — کَلِّمِیْنِیْ یَا حُمَیْرَا میزدے

وہ ذات جس کی گفتگو سے عالم مست ہو جاتا — فرماتی تھی کہ اے حُمیرا! مجھ سے بات کر

آب غالب شد بر آتش از نہیب — آتشش جوشد چو باشد در حجیب

بڑائی کی وجہ سے پانی آگ پر غالب ہے — پردے میں ہو تو وہ آگ سے جوش کھانے لگتا ہے

چونکہ دیگے حائل آمد ہر دو را — نیست کرد آں آب را کردش ہوا

جب دیگ دونوں میں حائل ہو گئی — اُس آگ نے پانی کو معدوم کر دیا اُسکو ہوا بنایا

ظاہرا بر زن چو آب ار غالبی — باطنا مغلوب و زن را طالبی

اگرچہ بظاہر تو عورت پر پانی کی طرح غالب ہے — در پردہ تو مغلوب اور عورت کا شیدائی ہے

---

[1] بندہ۔ غلام۔ بندگی۔ غلامی۔ آزاد۔ یعنی محبوب جو آزاد آقا کی طرح ہوتا ہے۔ نیاز۔ عاجزی۔ آنکہ در جو ...۔ محبوب کا جور و جفا عاشق کا جال ہے تو معشوق کی عذر خواہی کے بعد عاشق کا کیا حال ہوگا۔ زہے سودا۔ یعنی جب معشوق فرمانبرداری کرنے لگے تو پھر سبحان اللہ۔

[2] زُیِّنَ۔ قرآنِ پاک کی آیت ہے: زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّہَوٰتِ مِنَ النِّسَاءِ الخ لوگوں کو مرغوب چیزوں یعنی بیویوں کی وابستگی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ یَسْکُنَ اِلَیْہَا وہ اُس سے سکون حاصل کرلے۔ حضرتِ آدمؑ اور حوا کے بارے میں قرآنِ پاک میں فرمایا گیا ہے کہ حوا کو اِس لئے پیدا کیا تاکہ آدمؑ اُس سے سکون حاصل کریں۔

[3] رستمِ زال یعنی زال کا بیٹا رستم۔ زال۔ بوڑھی یہاں بیوی مراد ہے۔ حمزہ۔ ایک مشہور پہلوان بھی ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے چھوٹے چچا کا نام بھی ہے جن کی شجاعت ضرب المثل ہے۔ حُمیرا۔ حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب ہے۔ نہیب۔ عظمت، رُعب، حائل۔ آڑ۔ ہر دو۔ آگ پانی۔ باطنا۔ چونکہ تعلقِ خاطر ہے۔

این چُنیں خاصیّتے[۱] در آدمی ست ۔۔۔ مہرِ حیواں را کم ست آں از کمی ست

یہ انسان کی خصوصیت ہے ۔۔۔ حیوان میں محبت کم ہے، یہ نقصان کی وجہ سے ہے

دربیانِ حدیثِ اِنَّھُنَّ یَغلِبنَ العَاقِلَ وَیَغلِبُھُنَّ الجَاھِلُ

اِس حدیث کے بیان میں کہ بیشک وہ عورتیں عقلمند پر غالب ہیں اور جاہل اُن پر غالب ہے

گفت پیغمبر کہ زن بر عاقلاں ۔۔۔ غالِب آید سخت بر صاحبدلاں

پیغمبر (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ عورت عقلمندوں ۔۔۔ اور صاحب دلوں پر بہت غالب ہے

باز بر زن جاہلاں چیرہ شوند ۔۔۔ زانکہ ایشاں تُند و بس خیرہ روند

پھر جاہل لوگ عورت پر غالب ہو جاتے ہیں ۔۔۔ کیونکہ وہ بدمزاجی اور اکھڑپن سے چلتے ہیں

کم بود شاں رقّت و لُطف و وِداد[۲] ۔۔۔ زانکہ حیوانی ست غالِب بر نہاد

اُن میں نرمی، مہربانی اور محبّت کم ہوتی ہے ۔۔۔ کیونکہ اُن کی طبیعت پر حیوانیت غالب ہے

مہر و رقّت وصفِ انسانی بُود ۔۔۔ خشم و شہوت وصفِ حیوانی بُود

محبت اور نرمی انسانی وصف ہوتا ہے ۔۔۔ غصہ اور شہوت حیوانی وصف ہوتا ہے

پرتوِ حق ست آں معشوق نیست ۔۔۔ خالق ست آں گوئیا مخلوق نیست

وہ اللہ (تعالیٰ) کا عکس ہے معشوق نہیں ہے ۔۔۔ گویا وہ خالق ہے، مخلوق نہیں ہے

تسلیم کردنِ مَرد خود را بآنچہ اِلتماسِ زن بُود از طلبِ مَعیشت و آں اِعتراضِ را اِشارۂ حق دانستن

مرد کا عورت کی درخواست کو قبول کرنا جو روزگار کے بارے میں تھی اور اُس اعتراض کو اللہ کا اشارہ جاننا

بنزدِ عقلِ ہر دانندہ ہست ۔۔۔ کہ باگردندہ گردانندہ ہست

ہر عقلمند کے نزدیک یہ (مسلّم) ہے ۔۔۔ کہ گھومنے والے کے ساتھ گھمانے والا ہے

ازاں چرخہ کہ گرداند زنِ پیر ۔۔۔ قیاسِ چرخِ گرداں[۳] را ہمی گیر

اُس چرخہ کی طرح جس کو بوڑھی گھما رہی ہے ۔۔۔ گھومنے والے آسمان کو قیاس کر لو

مَرد ازاں گفتن پشیماں شد چناں ۔۔۔ کز عَوانی ساعتِ مُردن عَواں

مرد اُس گفتگو سے ایسا شرمندہ ہوا ۔۔۔ جیسے ظالم مرتے وقت ظلم سے

گفت خصمِ جانِ جاں چوں آمدم ۔۔۔ بر سرِ جاں من لگدہا چوں زدم

بولا، جانِ جاں کا میں مدِمقابل کیوں بنا؟ ۔۔۔ میں نے اپنی جان سے بدسلوکی کیوں کی؟

---

[۱] خاصیّتے۔ یعنی اُنس و محبت انسان کا خاصہ ہے۔ از کمی۔ یعنی حیوان کی خلقت انسان سے ناقص ہے۔ حدیث۔ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ حدیث کی مشہور کتابوں میں نہیں ہے۔ تُند۔ بدمزاج۔ خیرہ۔ بیہودہ۔ رِقّت۔ دل کی نرمی۔

[۲] وِداد۔ محبت۔ پرتو۔ روشنی، عکس، شعاع۔ خالق۔ عورت، مرد کو جنم دیتی ہے اور تربیت کرتی ہے۔ اِلتماس۔ درخواست کرنا۔ مَعیشت۔ روزگار۔

[۳] چرخِ گرداں۔ آسمان۔ عَواں۔ عین کا فتحہ اور واؤ کا تشدید ہے لیکن یہاں بلاتشدید پڑھا جائے گا۔ ظالم، سخت گیر، عَوانی میں یاء مصدری ہے۔ خصم۔ دشمن۔ مخالف۔ جانِ جاں۔ محبوب۔ لگد۔ لاتیں مارنا، بدسلوکی کرنا۔

چوں قضا آید نماند فہم و رائے | کس نمی داند قضا را جز خدائے
جب قضا آتی ہے عقل اور سمجھ نہیں رہتی ہے | خدا کے علاوہ قضا کو کوئی نہیں جانتا ہے

چوں قضا آید فرو پوشد بَصر | تا نداند عقلِ ما پا را ز سَر
جب قضا آتی ہے آنکھیں بند کر دیتی ہے | تاکہ ہماری عقل سر پیر کو نہ سمجھ سکے

زاں امامُ المتقین[1] داد ایں خبر | گفت اِذا جاءَ القضاءُ عَمِیَ البَصَر
اسی لئے متقیوں کے امام نے یہ خبر دی ہے | فرمایا "جب قضا آتی ہے آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں"

چوں قضا بگذشت خود را می خورد | پردہ بدریدہ گریباں می درد
جب قضا گذر جاتی ہے انسان اپنے آپکو کاٹتا ہے | پردہ چاک کر کے گریبان چاک کرتا ہے

مَرد گفت اے زن پشیماں می شوم | گر بُدم کافر مسلماں می شوم
مرد نے کہا، اے بیوی میں شرمندہ ہوں | اگر میں کافر تھا تو مسلمان ہوتا ہوں

من گنہگارم تو اَم رحمے بکُن | بر مکَن یکبار گیم از بیخ و بُن
میں خطا وار ہوں تو مجھ پر رحم کر | ایک بارگی میری بیخ کنی نہ کر

کافرِ پیر ار پشیماں می شود | چونکہ عُذر آرد مسلماں می شود
بوڑھا کافر اگر شرمندہ ہوتا ہے | جب عذر کرتا ہے تو مسلمان ہو جاتا ہے

من گنہگارم تو اَم رحمے بکُن | عُذرِ من بپذیر و بشنو ایں سخن
میں خطا وار ہوں تو مجھ پر رحم کر | میرا عذر قبول کر لے اور یہ بات سن

حضرتِ[2] پُر رحمت ست و پُر کرم | عاشقِ اُو ہم وجود و ہم عدم
رحمت اور کرم سے بھرا دربار ہے | وجود اور عدم (دونوں) اُس کے عاشق ہیں

کفر و ایماں عاشقِ آں کبریا | مِس و نقرہ بندۂ آں کیمیا
کفر اور ایمان اُس کبریا کے عاشق ہیں | تانبا اور چاندی اُس کیمیا کے غلام ہیں

دَر بیانِ آنکہ موسیٰ و فرعون ہر دو مسخر یک
اس بیان میں کہ موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون دونوں ایک ہی مشیت

مشیت اند چنانکہ زہر و پا زہر و ظلمت و نور
کے تابع ہیں جیسا کہ زہر اور تریاق اور تاریکی اور روشنی

و خلوتِ فرعون با حق تعالےٰ
اور فرعون کی اللہ تعالےٰ سے خلوت

[1] امام المتقین۔ یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ می خورد۔ یعنی افسوس میں ہاتھوں کو کاٹتا ہے۔ پردہ۔ یعنی غفلت کا پردہ۔ بر مکَن۔ کَندن یعنی اکھاڑنا سے نہی کا صیغہ ہے۔

[2] حضرت۔ یعنی دربارِ خداوندی۔ وجود یعنی وجود اور عدم دونوں اُس کے حکم کے تابع ہیں۔ مس۔ تانبا۔ مسخر۔ تابع۔ مشیت۔ مشیتِ خداوندی۔ پازہر۔ تریاق۔

موسیٰ و فرعون معنی را رہی[1] — ظاہر آں رہ دارد و ایں بے رہی

موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون ایک حقیقت کے تابع ہیں — بظاہر وہ راستہ پر ہے اور یہ بے راہ

روز موسیٰ پیشِ حق نالاں شدہ — نیم شب فرعون ہم گریاں شدہ

موسیٰ (علیہ السلام) دن میں (بھی) اللہ کے سامنے نالاں — آدھی رات کو فرعون بھی رو دیا

کایں چہ غل ست اے خدا بر گردنم — ور نہ غل باشد کہ گوید من منم

کہ اے خدا! میری گردن میں یہ کیسا طوق ہے؟ — اگر طوق نہ ہو تو "میں میں ہوں" کون کہے؟

زانکہ موسیٰ را تو مہ رو کردہ — ماہِ جانم را سیہ رو کردہ

جس سے تو نے موسیٰ (علیہ السلام) کو چاند کی شکل کر دیا ہے — میری جان کے چاند کو سیہ رُو کر دیا ہے

زانکہ موسیٰ را منور کردہ — مر مرا زاں ہم مکدر کردہ

جس سے تو نے موسیٰ (علیہ السلام) کو روشن کر دیا ہے — اُسی سے مجھے غبار آلود کر دیا ہے

بہتر از ماہے نمود استارہ ام — چوں خسوف آمد چہ باشد چارہ ام

میرا استارہ چاند سے بہتر معلوم ہوتا تھا — جب گرہن لگ گیا، میں کیا کروں؟

نوبتم گر ربّ و سلطاں می زنند — مہ گرفت[2] و خلق پنگاں می زنند

اگر لوگ میرے رب اور سلطان ہونے کا ڈنکا بجاتے ہیں — تو چاند گرہن میں آ گیا، لوگ تھالی بجاتے ہیں

می زنند آں طاس و غوغا می کنند — ماہ را زاں زخمہ رسوا می کنند

لوگ طشت بجاتے ہیں اور شور مچاتے ہیں — چاند کو اُس ڈنکے سے رُسوا کرتے ہیں

من کہ فرعونم[3] ز خلق اے وائے من — زخمِ طاس آں ربی الاعلیٰ من

میں جو کہ فرعون ہوں ہائے افسوس مخلوق کی وجہ سے — ڈنکے کی چوٹ میرے "رَبِّیَ الْاَعْلٰی" پر

خواجہ تاشانیم اما تیشہ ات — می شکافد شاخ را در بیشہ ات

ہم ایک آقا کے غلام ہیں لیکن تیرا کلہاڑا — تیرے جنگل میں شاخ میں شگاف لگاتا ہے

ق

باز شاخے را موصل می کند — شاخِ دیگر را معطل می کند

پھر ایک شاخ پر پیوند چڑھا دیتا ہے — اور دوسری شاخ کو بیکار کر دیتا ہے

شاخ را بر تیشہ دستے ہست نے — ہیچ شاخ از دستِ تیشہ رست نے

شاخ کو کلہاڑے پر قابو ہے؟ نہیں — کوئی شاخ کلہاڑے سے بچی، نہیں

حقِ آں قدرت کہ آں تیشہ تراست — از کرم کن ایں کژیہا را تو راست

اُس قدرت کے طفیل جو کہ تیرا کلہاڑا ہے — کرم کر کے ان کجیوں کو تو سیدھا کر دے

---

[1] رہی۔ غلام۔ بے رہی۔ گمراہی یعنی نکوکار اور خطاکار دونوں اپنے اختیار کیساتھ تابع فرمان ہیں۔ کایں۔ کہ ایں۔ غل۔ طوق، یعنی انانیت کا طوق۔ من منم یعنی انانیت کا دعویٰ۔ مہ رو۔ چاند کی سی شکل والا۔ مکدر۔ میلا۔ استارہ۔ ستارہ الف زیادہ ہے۔ خسوف۔ چاند گرہن۔ نوبت زدن۔ نقارہ پیٹنا۔

[2] مہ گرفت۔ چاند گرہن میں ہے۔ پنگاں۔ تھالی، بعض قوموں میں چاند گرہن کے وقت تھالیاں بجاتی اور ڈھول پیٹتی ہیں تاکہ چاند گرہن سے نکل جائے۔ طاس۔ طشلا۔ غوغا۔ شور و غل۔ زخمہ وہ چھلا جو انگلی میں پہن کر ستار بجایا جاتا ہے، مضراب۔

[3] فرعون شاہانِ مصر کا لقب تھا۔ حضرت موسیٰ کے زمانے کے فرعون کا نام مصعب بن ولید تھا لہٰذا فرعون سے مراد شاہ مصر ہے۔ انا ربکم الاعلیٰ۔ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں یہ فرعون کا مقولہ ہے۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلام ہوں تو ہر ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلائیگا۔ تیشہ۔ تبر، کلہاڑا۔ بیشہ۔ جنگل۔ موصل۔ پیوند لگے یعنی شاخ کا کلہاڑے پر کوئی بس نہیں ہے۔ حق۔ یعنی بحق آں قدرت۔ کژی۔ کجی۔ راست۔ سیدھا۔

باز با خود گفتہ فرعونِ عجب ⁂ من نہ در یارَبَّنا[1] ام جملہ شب
پھر فرعون اپنے دل میں کہتا، ہائے تعجب ⁂ ق کیا میں تمام رات یارَبَّنا میں نہیں ہوتا ہوں؟

در نہاں خاکی و موزوں می شوم ⁂ چون بموسیٰؑ می رسم چوں می شوم
تنہائی میں متواضع اور معتدل ہو جاتا ہوں ⁂ جب موسیٰؑ کے سامنے پہنچتا ہوں، کیسا ہو جاتا ہوں؟

رنگِ زرِ قلب دہ تو می شود ⁂ پیشِ آتش چوں سیہ رُو می شود
کھوٹے سونے کا رنگ دس گنا ہوتا ہے ⁂ آگ کے سامنے کیسا کالا منہ ہو جاتا ہے۔

نے کہ قلب و قالبم در حکمِ اوست ⁂ لحظہ مغزم کند یک لحظہ پوست
کیا ایسا نہیں ہے کہ ہمارا قلب اور جسم اُس کے تابع ہے؟ ⁂ ایک لحظہ میں ہمیں گودا بنا دیتا ہے ایک لحظہ میں چھلکا

لحظہ ماہم[2] کند، لحظہ سیاہ ⁂ خود چہ باشد کارِ ایں غیرِ اِلٰہ
ایک لحظہ میں ہمیں چاند بنا دیتا ہے ایک لحظہ میں کالا ⁂ خدا کے علاوہ یہ کس کا کام ہو سکتا ہے؟

سبز گردم چونکہ گوید کِشت باش ⁂ زرد گردم چونکہ گوید زِشت باش
جب وہ کہے کھیتی بن جائیں سبز ہو جاؤں ⁂ جب وہ کہے بدصورت بنجا میں زرد ہو جاؤں

پیشِ چوگانہائے حکمِ کُن فکان ⁂ میدویم اندر مکان و لامکان
کُن فکان کے حکم کے بلّے کے آگے ⁂ ہم مکان اور لامکان میں دوڑ رہے ہیں

چونکہ بے رنگے اسیرِ رنگ شد ⁂ مُوسیٰ با مُوسیٰ در جنگ شد
جب بے رنگ، رنگ کا پابند ہو گیا ⁂ ایک موسیٰ کا دوسرے موسیٰ سے اختلاف ہو گیا

چوں بہ بیرنگی شدی کاں داشتی ⁂ موسیٰؑ و فرعون دارند[3] آشتی
جب تو اُس بے رنگی میں آ جائے جو تو رکھتا تھا ⁂ (معلوم ہو گا کہ) موسیٰؑ اور فرعون (باہمی) صلح رکھتے ہیں

گر ترا آید بریں گفتہ سوال ⁂ رنگ کے خالی بود از قیل و قال
اگر تو میری اس گفتگو پر سوال کرے ⁂ رنگ قیل و قال سے کب خالی ہو سکتا ہے؟

اے عجب کایں رنگ از بیرنگ خاست ⁂ رنگ با بیرنگ چوں در جنگ خاست
تعجب ہے، یہ رنگ بے رنگ سے پیدا ہوا ⁂ رنگ بے رنگ سے کیوں مختلف ہوا؟

اصلِ روغن زآب افزوں می شود ⁂ عاقبت با آب ضد چوں می شود
تیل کا بیج، پانی سے بڑھتا ہے ⁂ انجام کار، پانی کے مخالف کیوں ہوتا ہے؟

چونکہ روغن را ز آب اسرشتہ اند ⁂ آب با روغن چرا ضد گشتہ اند
جبکہ تیل کو پانی سے تیار کیا ہے ⁂ تو پانی اور تیل میں کیوں تضاد ہے؟

[1] یارَبَّنا۔ اے ہمارے پروردگار یعنی تمام رات خدا کو پکارتا ہوں۔ خاکی۔ منکسر المزاج۔ موزوں معتدل۔ رنگ۔ مولانا فرماتے ہیں فرعون کی عادت میں ملمع شدہ تھیں حضرت موسیٰؑ کی آتش کے سامنے اُنکا سنہرا رنگ سیاہ پڑ جاتا تھا۔ کہ۔ بلکہ۔ قلب۔ روح۔ قالب۔ جسم، فرعون کی بات کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ سب مشیت کے تابع ہیں وہ جسکے ساتھ جو معاملہ چاہتا ہے کرتا ہے۔

[2] ماہم کند۔ مرا ماہ کند۔ کِشت۔ کھیتی۔ زِشت۔ بُرا۔ کُن فکان۔ ہو جا پس ہو گیا قرآن پاک میں ہے جب خدا کسی بات کا ارادہ فرماتا ہے تو اُسکو حکم دیتا ہے کہ ہو جا بس وہ ہو جاتی ہے بے رنگ۔ وجودِ مطلق۔ اسیرِ رنگ۔ یعنی وجودِ مطلق جب تعین کی قید میں آتا ہے اور وہ وجود صفتِ امکاں کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے۔ موسیٰ۔ یہاں مراد مطلقاً نبی ہے۔

[3] دارند آشتی۔ یعنی جو کچھ اختلافات ہیں وہ تعینات کی وجہ سے ہیں وجودِ مطلق کا تقاضہ آشتی اور صلح ہے۔ قیل و قال۔ یعنی اختلافات۔ اے عجب۔ یعنی جب وجودِ مطلق ہی کے سب تعینات ہیں تو وجودِ مطلق کے خواص ممکنات میں کیسے بدل گئے۔ اصل اس اشکال کا جواب ہے کہ تلہن

چوں[1] گُل از خار ست و خار از گُل چرا — ہر دو در جنگ اند و اندر ماجرا
جب پھول کانٹے سے اور کانٹا پھول سے ہے کیوں، دونوں جنگ میں (مبتلا) ہیں اور بحث و تمحیص میں؟

یا نہ جنگ ست ایں برائے حکمت ست — ہمچو جنگِ خرفروشاں صنعت ست
یا یہ جنگ نہیں ہے، بلکہ مصلحت کیلئے ہے، دلالوں کی جنگ کی طرح مصنوعی ہے

یا نہ ایں ست و نہ آں حیرانی ست — گنج باید گنج در ویرانی ست
یا نہ یہ ہے اور نہ وہ، حیرانی ہے، خزانہ چاہیئے، اور خزانہ ویرانی میں ہے

آنچہ تو گنجش توہم می کنی — زاں توہم گنج را گم می کنی
جس کو تو خزانہ سمجھ رہا ہے، اس وہم سے تو خزانہ گم کر رہا ہے

چوں عمارت[2] داں تو وہم و رایہائے — گنج نبود در عمارت جائیہائے
وہم اور تدبیر کو تو آبادی کی طرح سمجھ، آبادیوں میں خزانہ نہیں ہوتا ہے

در عمارت ہستی و جنگے بود — نیست را از ہستہا ننگے بود
عمارت میں ہستی اور اختلاف ہوتا ہے، فانی کو ہستیوں سے نفرت ہوتی ہے

نے کہ ہست از نیستی فریاد کرد — بلکہ نیست آں ہست را واداد کرد
(یہ بات) نہیں ہے کہ ہست نے نیستی سے نفرت کی، بلکہ نیست نے اُس ہست کو رد کر دیا ہے

تو مگو کہ من گریزانم ز نیست — بلکہ او از تو گریزانست بایست
تو یہ نہ کہہ کہ میں نیست سے گریز کرتا ہوں، بلکہ وہ تجھ سے گریز کرتا ہے، ٹھہر

ظاہرا میخواندت او سوئے خود — وز دروں می راندت با چوبِ رد[3]
بظاہر وہ تجھے اپنی طرف بلاتا ہے، لیکن، باطن میں تجھے ہکانے کی لکڑی سے بھگاتا ہے

قومے اندر آتشِ سوزاں چو ورد — قومے اندر گلستاں با رنج و درد
ایک قوم جلانیوالی آگ میں پھولوں کیطرح ہے (اور) ایک قوم باغ میں رنج اور درد میں ہے

نعلہائے بازگونہ است اے سلیم — نفرتِ فرعون را داں از کلیم
اے سلیم! یہ اُلٹے نعل ہیں، فرعون کی نفرت کو موسیٰ (علیہ السلام) کی جانب سے سمجھ

سببِ حرمانِ اشقیا از دو جہاں کہ خَسِرَ الدُّنیَا وَالآخِرَة

بدبخت لوگوں کے دو جہاں سے محروم رہنے کا سبب جنھوں نے دنیا اور آخرت میں خسارہ اٹھایا

آں حکیمک اعتقادے کردہ است — کآسماں بیضہ زمیں چوں زردہ است
اُس فلسفی نے اعتقاد کیا ہے، کہ آسمان انڈے کیطرح ہے اور زمین زردی کیطرح ہے

---

[1] چوں گل۔ یہ دوسرا جواب ہے یعنی گل اور خار دونوں کا نشوونما ایک درخت سے ہے پھر بھی دونوں میں تضاد ہے۔ یا نہ جنگ تیسری بات یہ ہے کہ انمیں حقیقی اختلاف نہیں ہے بلکہ مصلحت کی وجہ سے بناوٹی اختلاف ہے۔ حیرانی۔ ادراک اور احساس کا تعطل۔ گنج۔ خزانہ، یہاں استغراق فی الحق مراد ہے۔ ویرانی۔ حیرت، مجاہدہ۔ گنجش۔ گنج سے مراد دنیوی لذتیں ہیں۔

[2] عمارت۔ آبادی یعنی وہم اور خیالات آبادی کی طرح ہیں، خزانہ ویرانہ میں ملتا ہے آبادی میں نہیں ہوتا۔ نیست۔ یعنی فانی فی اللہ۔ ہستہا۔ یعنی دنیادار، مدعیانِ ہستی۔ فریاد کردن۔ شاکی ہونا، نفرت کرنا۔ واداد۔ واپس۔ نیست۔ صاحبِ فنا۔ راندن۔ ہانکنا، ہٹانا۔

[3] چوبِ رد۔ وہ ڈنڈا جو بلی کتے کو بھگانے کیلئے بنایا جاتا ہے۔ قومے۔ یعنی اہل اللہ۔ ورد۔ گلاب کا پھول۔ نعلہائے بازگونہ۔ چور جوتوں میں اُلٹے نعل جڑوا لیتے ہیں تاکہ کھوجی انکی آمد کو رفت سمجھ لے، یعنی دراصل تو اہل اللہ کو اہل دنیا سے نفرت ہوتی ہے لیکن نظر یہ آتا ہے کہ دنیادار انکو ذلیل سمجھ رہے ہیں۔ کلیم۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ۔ حکیمک۔ فلسفی، کاف تصغیر کا ہے۔ زردہ۔ انڈے کی زردی۔

گفت سائل چون بماند این خاکدان[۱] | در میانِ این محیطِ آسماں
سوال کرنیوالے نے کہا کہ یہ زمین کس طرح ٹھہری ہوئی ہے؟ | اس احاطہ کرنے والے آسمان کے درمیان میں

ہمچو قندیلے معلّق در ہوا | نے بر اسفل می رود نے بر عُلا
ہوا میں ایک معلق قندیل کی طرح | (جو) نہ نیچے جاتی ہے نہ اوپر

آں حکیمش گفت کز جذبِ سما | از جہاتِ شش بماند اندر ہوا
اُس فلسفی نے کہا کہ آسمان کی کشش ہے | شش جہات سے، ہوا میں ہے

چوں زمقناطیس قبّہ ریختہ | در میان ماند آہنے آویختہ
جیسے مقناطیس سے ڈھلا ہوا قبہ | لٹکا ہوا لوہا (اُس کے) درمیان رہتا ہے

آں دِگر گفت آسمانِ باصفا[۲] | کے کَشد در خود زمینِ تیرہ را
دوسرے نے کہا مصفّیٰ آسمان | تاریک زمین کو اپنی طرف کب کھینچے گا؟

بلکہ دفعش می کند از شش جہات | تا بماند در میانِ عاصفات
بلکہ اُس کو چھ جانبوں سے دفع کرتا ہے | تاکہ تیز ہواؤں کے درمیان میں رہے

پس ز دفعِ خاطرِ اہلِ کمال | جانِ فرعوناں بماند اندر ضلال
اہلِ کمال کی طبیعت کے دفع کرنے کیوجہ سے | فرعونوں کی جان گمراہی میں پڑی رہی

پس ز دفعِ ایں جہان و آں جہاں | ماندہ اند ایں بیرہاں بے این و آں
پس اِس جہان اور اُس جہان کے دفع کرنے کیوجہ سے | یہ گمراہ بغیر اِس کے اور بغیر اُس کے رہے

سرکشی از بندگانِ ذوالجلال | زانکہ دارند از وجودِ تو ملال
اللہ کے بندوں سے تو سرکشی اس لئے کرتا ہے | کیونکہ وہ تیرے وجود سے رنجیدہ ہیں

کہربا[۳] دارند و چوں پیدا کنند | کاہِ ہستیٔ تُرا شیدا کنند
اُن کے پاس کہربا ہے جب وہ اسکو ظاہر کرتے ہیں | تیرے وجود کے تنکے کو عاشق بنا لیتے ہیں

کہربائے خویش چوں پنہاں کنند | زود تسلیمِ تُرا طغیاں کنند
اپنے کہربا کو جب وہ چھپا لیتے ہیں | فوراً تیری اطاعت کو سرکشی بنا دیتے ہیں

آنچناں کہ مرتبہ حیوانی ست | کو اسیر و سُغبۂ انسانی ست
جس طرح حیوانی مرتبہ ہے | ق کہ وہ انسان کا قیدی اور فرمانبردار ہے

مرتبہ انساں بدستِ اولیا | سُغبہ چوں حیواں شناسش اے کیا
انسان کا مرتبہ اولیاء کے ہاتھ میں ہے | حیوان کی طرح فرمانبردار سمجھ، اے عقلمند!

---

۱ خاکداں۔ زمین۔ محیط۔ احاطہ کرنیوالا۔ معلّق۔ لٹکا ہوا۔ اسفل۔ نیچے کی چیز۔ عُلا۔ بلندی۔ جذب۔ کشش۔ سما۔ آسمان۔ شش جہات۔ دایاں، بایاں، اوپر، نیچے، آگا، پیچھا۔ مقناطیس۔ میم اور طاء کا کسرہ ہے، ایک پتھر ہے جو لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ قبّہ۔ گنبد۔ ریختہ۔ ڈھلا ہوا۔

۲ باصفا۔ صاف و شفاف۔ تیرہ۔ غبار آلود تاریک۔ دفع۔ دور کرنا۔ شش جہات۔ چھ طرفیں۔ عاصفات۔ عاصفہ کی جمع، تیز ہوا۔ خاطر۔ قلب۔ اہلِ کمال۔ یعنی اولیاء اللہ۔ ضلال۔ گمراہی۔ ایں جہاں۔ دنیا۔ آں جہاں۔ آخرت۔ بیرہاں۔ گمراہان۔ ذوالجلال۔ اللہ تعالیٰ۔ ملال۔ رنج۔

۳ کہربا۔ کاہ ربا، وہ پتھر جو تنکے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ کاہ۔ تنکا۔ تسلیم۔ مان لینا۔ طغیان۔ سرکشی، انکار۔ اسیر۔ قیدی۔ سُغبہ۔ سین کے فتح کے ساتھ، مطیع، مغلوب۔ فریفتہ۔

بندۂ خود خواند احمدؐ در رشاد
قرآن میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بندہ کہکر پکارا ہے

جملہ عالَم را بخواں قُلْ یَاعِبَادْ[1]
تمام جہان کو " قُلْ یَاعِبَادِ " پڑھ لے

عقلِ تو ہمچوں شتربان تو شتر
تو اونٹ ہے اور عقل شتربان کی طرح ہے

می کشاند ہر طرف در حکمِ مُر
سخت حکم سے ہر طرف کھینچتی ہے

عقلِ عقلند اولیا و عقلہا
اولیاء عقل کی عقل ہیں اور عقلیں

بر مثالِ اُشتراں تا انتہا
آخیر تک اونٹوں کی طرح ہیں

اندر ایشاں بنگر آخر ز اعتبار
اُن کو عبرت کی نگاہ سے دیکھ

یک قلاؤز ست و جانِ صد ہزار
ایک رہنما ہے اور لاکھوں جانیں ہیں

چہ قلاؤز و چہ اُشتربان بیاب
رہنما کیا اور شتربان کیا، حاصل کر

دیدۂ کاں دیدہ بیند آفتاب
وہ آنکھ جو آنکھ آفتاب کو دیکھ سکے

نک جہاں در شب بماندہ میخ دوز
یہ، دنیا تاریکی میں ہے، بیکار

مُنتظر موقوفِ خورشید ست و روز
منتظر اور سورج اور دن پر موقوف ہے

اینت[2] خورشیدے نہاں در ذرّہ
حیرت ذرّہ میں سورج پوشیدہ ہے

شیر نر در پوستینِ برّہ
بکری کے بچّہ کی کھال میں شیر نر ہے

اینت[3] دریائے نہاں در زیرِ کاہ
حیرت گھاس کے نیچے چھپا دریا ہے

پا برایں کہ ہیں مَنہ با اشتباہ
خبردار شبہ میں اس گھاس پر پاؤں نہ رکھنا

اشتباہے و گمانے در دروں
باطن میں حُسنِ ظن اور گمان

رحمتِ حق ست بہرِ رہنموں
رہنمائی کے لئے اللہ کی رحمت ہے

ہر پیمبر فرد آمد در جہاں
ہر پیغمبر دنیا میں تنہا آیا

فرد بُود و صد جہانش در نہاں
تنہا تھا اور اُس میں سَو جہان چھپے ہوئے تھے

عالمِ کبریٰ[4] بقدرت سُخرہ کرد
قدرت سے عالمِ کبریٰ کو مسخر کرلیا

کرد خود را در کہیں نقشے نورد
معمولی نقش میں اپنے آپ کو لپیٹ دیا

ابلہانش فرد دیدند و ضعیف
بیوقوفوں نے اُس کو اکیلا اور کمزور سمجھا

کے ضعیف ست آنکہ با شہ شد حریف
وہ کمزور کب ہوگا جو شاہ کا مصاحب ہو

ابلہاں گفتند مردے بیش نیست
بیوقوفوں نے کہا ایک انسان سے زیادہ نہیں ہے

وائے آنکو عاقبت اندیش نیست
اُس پر افسوس ہے جو عاقبت اندیش نہیں ہے

---

[1] قُلْ یَاعِبَادِیْ۔ کہہ دو اے میرے بندو، عام مفسرین یاعبادی کو اللہ کا مقولہ قرار دیتے ہیں لیکن مولانا نے یہاں جو تفسیر کی ہے اُسکے اعتبار سے یاعبادی کو آنحضورؐ کا مقولہ بتایا ہے۔ مُر۔ کڑوا، سخت۔ عقلِ عقلند۔ یعنی اولیاء لوگوں کی عقل کے لئے بمنزلہ عقل کے ہیں۔ اعتبار۔ عبرت اور سبق حاصل کرنا۔ قلاؤز۔ رہبر۔ صد ہزار۔ لاکھ۔ چہ۔ یعنی اولیاء کو قلاؤز اور شتربان جیسا سمجھنا غلط ہے بلکہ وہ آفتاب ہیں۔ نک۔ اینک کا مخفف ہے۔ میخ دوز۔ ساکن، بیکار۔ منتظر۔ یعنی اولیاء کے بغیر دنیا میں اندھیرا ہے دنیا انکی روشنی کیلئے انکے وجود کی منتظر ہے جس طرح رات اپنے منوّر ہونے میں سورج کی منتظر رہتی ہے۔

[2] اینت۔ اینک، یہ۔ خورشید یعنی روح۔ ذرّہ یعنی جسمِ انسانی۔ زیرِ کاہ۔ جس دریا کی سطح پر گھاس ہو وہاں بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے انسان گھاس سمجھ کر قدم دھرتا ہے نیچے گہرا پانی ہوتا ہے۔ [3] کاہ۔ اشتباہ ہے۔ نفراء کے ساتھ حسنِ ظن قائم رکھنے سے رہنما ملجاتا ہے۔ ہر پیمبر یعنی پیغمبر دراصل پوری ایک اُمّت ہوتا ہے۔ [4] عالمِ کبریٰ۔ جہان، عالمِ صغریٰ انسان کو کہا جاتا ہے۔ نقشے۔ یعنی پیغمبر انسان کی صورت میں رونما ہوتا ہے لیکن کائنات پر اُسکا تصرف ہوتا ہے۔

عاقبت دیدن بُوَد از کاملی [۱] | **دور بودن ہر نفس از جاہلی**
کامل ہونا، انجام پر نظر رکھنا ہے | ہر وقت جہالت سے دُور رہنا ہے

بِشنو اکنوں قصۂ صالحؑ رواں | **بگذر از صورت طلب معنےٰ دراں**
اب (حضرت) صالح کا مشہور قصہ سُن | الفاظ سے گزر جا، اُن میں معنی طلب کر

زانکہ صورت بیں نہ بیند عاقبت [۲] | **عاقبت بینی بیابی عافیت**
کیونکہ ظاہر بیں انجام کو نہیں دیکھتا ہے | تو انجام پر نظر کرے گا تو عافیت کو پائیگا

حقیر دیدن خصمان صالحؑ ناقہ را چوں حق تعالےٰ خواہد لشکرے

دشمنوں کا حضرتِ صالحؑ کی اونٹنی کو حقیر سمجھنا۔ جب خدا چاہتا ہے کہ کسی لشکر کو

را ہلاک گرداند در نظر ایشاں خصمان را حقیر نماید ویقللکم

ہلاک کرے، اُن کی نگاہ میں دشمنوں کو حقیر دکھاتا ہے اور وہ تم کو اُن

فِیْٓ اَعْیُنِہِمْ لِیَقْضِیَ اللّٰہُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا

کی نظر میں کم دکھاتا تھا تاکہ اُس کام کو سرانجام دے جو کرنا چاہتا ہے

ناقۂ صالحؑ بصورت بُد شتر | **پے بریدند ش زجہل آں قوم مُر**
(حضرت) صالحؑ کی اونٹنی بظاہر ایک اونٹنی تھی | اُس سخت قوم نے جہالت سے اُسکی کونچیں کاٹ دیں

از برائے آب چو خصمش شدند | **آب کور و ناں کور ایشاں بُدند**
وہ نہر کے پانی کیوجہ سے اُس کے دشمن ہوگئے | وہ پانی اور روٹی کے احسان فراموش ہوگئے

ناقۃ اللہ آب خورد از جوئے مبغ | **آب حق را داشتند از حق دریغ**
اللہ کی اونٹنی نے ابر کی نہر سے پانی پیا | اُنہوں نے اللہ کا پانی، اللہ سے روکا

ناقۂ صالحؑ [۳] چو جسمِ صالحاں | **شد کمینے در ہلاکِ طالحاں**
(حضرت) صالحؑ کی اونٹنی نیک لوگوں کے جسم کی سی ہے | (جو) بدبختوں کی ہلاکت کی کمین گاہ بنی

تا براں اُمّت زحکمِ مرگ و درد | **ناقۃُ اللہِ وَسُقْیٰہَا چہ کرد**
دیکھ لو! کہ اُس قوم پر موت اور درد کے ذریعہ | اللہ کی اونٹنی اور اُس کے پانی پینے نے کیا کیا

شحنۂ قہرِ خدا از ایشاں بجُست | **خونبہائے اُشترے شہرے درست**
خدا کے قہر کے دارو غہ نے اُن سے طلب کیا | اونٹنی کے خون کے بدلے میں ایک پورا شہر

روحِ صالح بر مثالِ اُشتر یست | **نفسِ گمرہ مر ورا چوں پے بریست**
روح جو بمنزلہ (حضرت) صالحؑ کے ہے اونٹ جیسی بنا پر یہ اسواسا ہے | اور گمراہ نفس اُسکی کونچیں کاٹنے والے کیطرح ہے

---

[۱] کاملی دجاہلی۔ میں یائے مصدری ہے۔ صالحؑ۔ قومِ ثمود کے نبی تھے آپکے کیلئے بطورِ معجزہ ایک اونٹنی پتھر سے پیدا کردیگئی جسکو قوم نے اس ضد میں مار ڈالا کہ وہ تالاب کا بیشتر پانی پی لیتی تھی اسپر قومِ ثمود پر زلزلہ کا عذاب آیا اور وہ تباہ ہوگئی۔ رواں۔ جاری، مشہور۔ صورت۔ ظاہری حیثیت لفظی پہلو۔

[۲] عاقبت۔ انجام کار۔ خصماں خصم کی جمع، مخالف۔ ویقللکم۔ یہ آیت جنگ بدر کے متعلق نازل ہوئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قدرت نے مشرکین کی نظروں میں مسلمانوں کو قلیل کرکے دکھایا تاکہ وہ جنگ پر آمادہ ہوں اور قدرت مسلمانوں کے ہاتھ سے اُن کا خاتمہ کرادے۔ پے بریدن۔ ایڑی کے اوپر سے پیر کے رگ پٹھے کاٹ دینا تاکہ چلنے کے قابل نہ رہے۔ مُر۔ کڑوا۔ آب کور ناں کور۔ احسان فراموش۔ جوئے مبغ یعنی اس تالاب اور نہر میں قدرتی پانی تھا۔ مبغ۔ ابر۔ آبِ حق۔ قدرتی پانی۔

[۳] ناقہ۔ یعنی نیک لوگوں کو ستانا ہلاکت کا باعث ہے حضرتِ صالحؑ کی اونٹنی کو ستاکر قومِ ثمود ہلاک ہوئی۔ ناقۃ اللہ وسقیاھا۔ یہ سورۂ شمس کی آیت ہے جسمیں کہا گیا ہے کہ اللہ کے رسول نے اُنسے کہا کہ اللہ کی اونٹنی کو نہ ستانا اور نہ اُس کا پانی بند کرنا لیکن اُنہوں نے نہ مانا تو خدا نے اُنکو ہلاک کر دیا۔ شحنہ۔ کوتوال۔ خونبہا۔ خون کا عوض۔ روح صالح یعنی انسان میں روح کو حضرت صالح کیطرح اور جسم کو بمنزلہ اُنکی اونٹنی کے سمجھو اور نفسِ انسانی گویا قدار ہے جسنے اونٹنی کو ہلاک کر دیا تھا۔

روحِ ہمچو صالحؑ و تن ناقہ است — روح اندر وصلؔ و تن در فاقہ است

روح بمنزلہ (حضرت) صالحؑ ہے اور جسم اونٹنی ہے — روح وصل (کی خوشی) میں ہے اور جسم فاقہ میں ہے

روحِ صالح قابلِ آفات نیست — زخم بر ناقہ بُوَد بر ذات نیست

روح جو بمنزلہ صالحؑ ہے مصائب کو قبول کرنیوالی نہیں ہے — زخم اونٹنی پر ہوگا، ذات پر نہیں ہے

روحِ صالح قابلِ آزار نیست — نورِ یزداں سغبۂ کفار نیست

روح (جو بمنزلہ) صالحؑ ہے تکالیف کو قبول کرنیوالی نہیں ہے — اللہ کا نور کافروں کا تر لقمہ نہیں ہے

حق ازاں پیوست با جسمے نہاں — تاش آزارند و بینند امتحاں

اللہ تعالیٰ نے اسکو جسم سے پوشیدہ طور پر پیوست کر دیا ہے — تاکہ وہ اس کو ستائیں اور آزمائش میں پڑیں

بے خبر کآزارِ ایں آزارِ اوست — آبِ ایں خُم متصل با آبِ جوست

(وہ) اس سے بے خبر ہیں کہ اس (روح) کا ستانا اس اللہ (کا ستانا) ہے — اس مٹکے کا پانی نہر کے پانی سے وابستہ ہے

زاںؔ تعلق کرد با جسمش اِلٰہ — تا کہ گردد جملہ عالم را پناہ

اس کو اللہ نے جسم سے اسلئے متعلق کیا — تاکہ وہ تمام دنیا کے لئے پناہ بنے

کس نیابد بر دلِ ایشاں ظفر — بر صدف آید ضرر نے بر گہر

اُن کے دل پر کوئی فتح نہیں پاتا ہے — ضرر سیپ کو پہنچتا ہے نہ کہ موتی کو

ناقۂ جسمِ ولی را بندہ باش — تا شوی با روحِ صالحؑ خواجہؔ تاش

ولی کے جسم کی اونٹنی کا غلام بن جا — تاکہ روحِ صالح کے ساتھ تجھے ہمخواجگی حاصل ہو

گفت صالحؑ چونکہ کردید ایں حسد — بعد سہ روز از خدا نقمت رسد

حضرتِ صالحؑ نے فرمایا کہ چونکہ تم نے یہ حسد برتا — تین دن کے بعد خدا کا عذاب آئے گا

بعدِ سہ روزِ دگر از جاں ستاں — آتشے آید کہ دارد سہ نشاں

اگلے تین دن بعد جان لینے والے (اللہ) کی جانب سے — ایک آگ آئے گی جس کی تین علامتیں ہیں

رنگِ روئے جملہ تاں گردد دگر — رنگ رنگ مختلف اندر نظر

تم سب کے چہروں کا رنگ دگرگوں ہو جائیگا — جو دیکھنے میں مختلف رنگ کے ہوں گے

روزِ اوّل روئے تاں چوں زعفراں — در دوم رُو سُرخ ہمچوں ارغواں

پہلے دن تمہارے چہرے زعفران جیسے ہونگے — دوسرے دن چہرے ارغواں کی طرح سرخ ہونگے

در سوم گردد ہمہ رُوہا سیاہ — بعد ازاں اندر رسد قہرِ اِلٰہ

تیسرے دن سب چہرے سیاہ ہو جائیں گے — اس کے بعد اللہ کا عذاب آ جائے گا

---

۱ وصل یعنی وہ واصل بحق ہے اور مسرور ہے۔ تن یعنی جسم پر مصائب آتے ہیں۔ ذات یعنی روح۔ سغبہ۔ چکنی چیز۔ امتحان۔ یعنی شریر لوگ نیکوں کے جسم کو ستاتے ہیں تو عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ایں یعنی روح۔ او۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ آب یعنی روح کی نسبت اللہ تعالیٰ سے وہی ہے جو مٹکے کے پانی کی نہر کے پانی سے ہے۔
۲ زاں۔ انبیاء اور اولیاء کی روح کو جسموں سے اس لئے بھی متعلق کیا گیا ہے کہ وہ عالم کی پناہ بنیں۔ ظفر۔ فتح۔ صدف۔ سیپ۔ گہر۔ موتی۔ جسم یعنی جو بمنزلہ ناقہ کے ہے۔ روح یعنی جو بمنزلہ حضرت صالحؑ کے ہے۔
۳ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلام ہر ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلائیگا۔ حسد یعنی انکو اونٹنی کے پانی پینے سے جلن پیدا ہوئی۔ نقمت۔ عذاب۔ جاں ستاں۔ جان کو لینے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔ نشاں۔ علامت۔ تاں۔ جمع مخاطب کی ضمیر ہے۔ ارغواں۔ گل بابونہ جو نہایت سرخ ہوتا ہے۔

گر نشاں خواہید از من زیں وعید[1]
اگر تم مجھ سے اِس دھمکی کی علامت چاہتے ہو

کرّۂ ناقہ بسوئے کہُ دوید
اونٹنی کا بچہ پہاڑ کی جانب بھاگا جا رہا ہے

گر توانیدش گرفتن چارہ ہست
اگر اس کو پکڑ سکو تو (یہ) تدبیر ہے

ورنہ خود مرغِ امید از دام جست
ورنہ اُمید کا پرندہ جال سے نکل گیا ہے

چوں شنیدند ایں ز و جملہ بہ تگ
جب اُنھوں نے اُن سے یہ سُنا سب دوڑ کر

در پئے اُشتر دویدندے چو سگ
اونٹ (کے بچے) کے پیچھے کتّے کی طرح بھاگے

کس نتانست اندراں کرّہ رسید
کوئی شخص اُس بچّہ تک نہ پہنچ سکا

رفت و در کہسارہا شُد ناپدید
وہ چلا گیا اور پہاڑوں میں غائب ہو گیا

ہمچو روحِ پاک کو از ننگِ[2] تن
پاک روح کی طرح جو کہ جسم کی نفرت سے

میگریزد جانبِ ربّ المِنن
خدا کی جانب بھاگتی ہے

گفت دیدید ایں قضا مُبرم شُدست
فرمایا، تم نے دیکھ لیا یہ فیصلہ قطعی ہو گیا ہے

صورتِ اُمّید را گردن زدست
جس نے اُمّید کی صورت معدوم کر دی ہے

کرّۂ ناقہ چہ باشد خاطرش
اونٹنی کا بچہ کس کی مثال ہے اُسکے دل کی

کہ بجا آرید احسان و برِش
کہ جس کے ساتھ احسان اور خدمت بجا لاؤ

گر بجا آید[3] دلش رستید ازاں
اگر اُس کا دل صاف ہو جائے، اُس (عذاب) سے چھوٹ گئے

ورنہ نومید و ساعدہا گزاں
ورنہ نا اُمید اور حسرت زدہ رہو گے

چوں شنیدند آں وعیدِ مُنکدِر
جب اُنھوں نے ہولناک دھمکی سُنی

چشم بنہادند آں را مُنتظر
سراپا انتظار بن کر انتظار کرنے لگے

روزِ اوّل رُوئے خود دیدند زرد
پہلے دن اپنے چہروں کو زرد دیکھا

میزدند از نا اُمیدی آہِ سرد
اور نا اُمیدی سے ٹھنڈی آہیں بھریں

سُرخ شد رُوئے ہمہ روزِ دوم
دوسرے دن سب کے چہرے سُرخ ہو گئے

نوبتِ اُمید و توبہ گشت گم
اُمید اور توبہ کا وقت ختم ہو گیا

شد سیہ روزِ سوم رُوئے ہمہ
تیسرے دن سب کے چہرے سیاہ ہو گئے

حکمِ صالحؑ راست شد بے ملحمہ
(حضرت) صالح کا حکم بلا اختلاف صحیح ثابت ہوا

چوں ہمہ در نا اُمیدی سر زدند
جب سب نا اُمیدی میں مبتلا ہو گئے

ہمچو اُشتر در دو زانو آمدند
اونٹ کی طرح گھٹنوں کے بل آ گئے

---

[1] وعید۔ بُری بات کا وعدہ۔ کرّہ چوپائے کا بچّہ۔ کہ۔ کوہ کا مخفف ہے، پہاڑ۔ چارہ ہست۔ یعنی عذاب سے بچنے کی تدبیر ہے۔ تگ۔ دوڑ۔ دویدندے۔ یا زیادہ ہے، ماضی مطلق کا صیغہ ہے۔ نتانست۔ نتوانست۔ کہسار۔ کوہستان۔

[2] ننگ۔ عیب، ذلّت۔ مِنَن۔ مِنّت کی جمع ہے، احسان۔ قضا۔ فیصلۂ خداوندی۔ مُبرم۔ محکم، قطعی۔ گردن زدن۔ مار ڈالنا۔ کرّہ یعنی حضرت صالح ؑ کی اونٹنی کے بچّہ کی مثال ایک ولی کے دل کو سمجھو جس کی خدمت اور احسانمندی تمہارے لئے ضروری ہے۔ اگر اونٹنی کا بچّہ اُنسے راضی ہو جاتا تو عذابِ الٰہی سے نجات پا جاتے اِسی طرح اگر ولی کے دل کو خوش رکھو گے نجات پا جاؤ گے ورنہ حسرت اور افسوس سے دوچار ہو گے۔

[3] دل بجا آمدن۔ طبیعت کا بحال ہو جانا، مطمئن ہو جانا۔ ساعد۔ کلائی۔ مُنکدِر۔ مکدّر۔ چشم نہادن۔ انتظار کرنا۔ حکم۔ فیصلہ۔ ملحمہ۔ معرکہ، اختلاف۔

در نبے[1] آورد جبریلِ امیں
قرآن میں جبرئیل امین لائے ہیں

شرحِ ایں زانو زدن را جاثمیں
گھٹنوں کے بل بیٹھنے کی شرح "جاثمین"

زانو آں دم زن کہ تعلیمت کنند
تو دو زانو اُس وقت بیٹھ جب تجھے پڑھائیں

وز چنیں زانو زدن بیمت کنند
اور اُس طرح دو زانو بیٹھ جانے سے تجھے ڈرائیں

منتظر گشتند زخمِ قہر را
قہر کی چوٹ کے منتظر ہو گئے

قہر آمد نیست کرد آں شہر را
قہر ٹوٹا (اور) اُس شہر کو نیست و نابود کر دیا

صالحؑ از خلوت[2] بسوئے شہر رفت
(حضرت) صالحؑ خلوت سے شہر کی جانب گئے

شہر دید اندر میانِ دود و تفت
شہر کو دھوئیں اور سوختگی میں دیکھا

نالہ از اجزائے ایشاں می شنید
اُن کے اجزاء سے وہ نالہ سنتے تھے

نوحہ پیدا، نوحہ گویاں ناپدید
رونا موجود تھا رونے والے معدوم تھے

ز استخوانہاشاں شنید او نالہا
اُنھوں نے اُن کی ہڈیوں سے رونا سنا

اشکِ خوں از جانِ شاں چوں ژالہا
اُنکی جانوں سے خون کے آنسو اولوں کی طرح (دیکھے)

گریہ چوں از حد گذشت و ہائے ہائے
رونا اور ہائے ہائے جب حد سے گزر گیا

گریہ ہائے جانفزائے دلربائے
وہ رونا جو جانفزا اور دلربا تھا

صالحؑ آں بشنید و گریہ ساز کرد
(حضرت) صالحؑ نے وہ سنا اور رونا شروع کر دیا

نوحہ بر نوحہ گراں آغاز کرد
رونے والوں پر رونا شروع کر دیا

گفت اے قومِ بباطل زیستہ
فرمایا، اے باطل میں زندگی بسر کرنیوالی قوم!

وز شما من پیشِ حق بگریستہ
اور تم سے میں خدا کے سامنے نالاں رہا ہوں

حق بگفتہ صبر کن بر جورِ شاں
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اُن کے ظلم پر صبر کر

پند شاں دِہ بس نماند از دورِ شاں
اُنکو نصیحت کر، اُن کا دَور زیادہ نہیں رہا ہے

من[3] بگفتہ پند شُد بند از جفا
میں نے عرض کیا نصیحت جَور جفا کی وجہ سے بند ہو گئی

شیرِ پند از مہر جوشد وز صفا
نصیحت کا دودھ محبت اور صفا کی جوش میں آتا ہے

بسکہ کردید از جفا بر جائے من
میرے بارے میں تم نے بہت ظلم کئے

شیرِ پند افسرد در رگہائے من
نصیحت کا دودھ میری رگوں میں ٹھٹھر گیا

حق مرا گفتہ ترا لطفے دہم
اللہ (تعالیٰ) نے مجھ سے فرمایا تجھے (صفتِ) لطف عطا کرونگا

بر سرِ آں زخمہا مرہم نہم
اُن زخموں پر مرہم رکھ دوں گا

---

[1] نبے۔ قرآن پاک۔ جاثمیں۔ سینہ کے بل اوندھے ہو جانیوالے۔ قرآن پاک میں قوم ثمود کے بارے میں فرمایا گیا ہے: فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِھِمْ جٰثِمِیْنَ ۔ پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں اوندھے۔ زانو۔ انسان کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے اُستاد اور پیر کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھنا چاہیئے۔ بیم۔ ناامیدی۔

[2] خلوت۔ خار کے فتحہ کے ساتھ، تنہائی۔ دود۔ دھواں۔ تفت۔ گرمی۔ جانفزا۔ جان کو بڑھانے والا۔ چونکہ اُن کا رونا باعثِ عبرت تھا جس کی وجہ سے روحانی ترقی ہوتی ہے اِس لئے اُس کو جانفزا کہا ہے۔ بس۔ بہت۔ دَور۔ زمانہ۔

[3] من بگفتہ۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا نصیحت کے جذبات تو محبت سے اُبھرتے ہیں بسکہ۔ اُن لوگوں نے مجھ پر ظلم کئے تو نصیحت کا دودھ خشک ہو گیا ہے: لطفے دہم۔ خدا نے فرمایا ہم تجھ کو اپنی صفتِ لطف ودیعت کریں گے۔ آں زخمہا۔ اُنکی ایذارسانی کے زخم۔

صاف کردہ حق دلم را چوں سما ؎۱ — رُوفتہ از خاطرم جورِ شما

اللہ (تعالیٰ) نے میرے دل کو آسمان کی طرح صاف کر دیا — تمہارے ظلم کو میری طبیعت سے جھاڑ دیا

در نصیحت من شدہ بارِ دگر — گفتہ امثال و سخنہا چوں شکر

میں دوبارہ نصیحت میں لگ گیا ہوں — شکر جیسی باتیں اور مثالیں کہنے لگا ہوں

شیرِ تازہ از شکر انگیختہ — شیر و شہدے با شکر آمیختہ

شکر سے، تازہ دودھ نکالا — دودھ اور شہد کو شکر سے ملایا

در شما چوں زہر گشتہ ایں سخن — زانکہ زہرستاں بُدید از بیخ و بُن

اُس بات نے تم میں زہر کا کام کیا — اس لئے کہ تم جڑ اور بنیاد سے سراپا زہر تھے

چوں شوم غمگیں کہ غم شد سرنگوں — غم شما بودید اے قومِ حروں

میں غمگین کیوں ہوں جبکہ غم اوندھا ہو گیا؟ — اے سرکش قوم! غم تو تم تھے

ہیچ کس بر مرگِ غم نوحہ کند — ریشِ سر چوں شد کسے مو بر کند ؎۲

غم کے ختم ہو جانے پر کوئی روتا ہے؟ — جب سر کا زخم اچھا ہو جائے کون بال اکھاڑتا ہے؟

رُو بخود کرد و بگفت اے نوحہ گر — نوحہ ات را مے نیرزند ایں نفر

اپنی طرف رُخ کیا اور کہا اے نوحہ گر! — یہ لوگ تیرے نوحے کے لائق نہیں ہیں

کژ مخواں اے راست خوانندہ مبیں — کَیْفَ اٰسٰی خَلْفَ قَوْمٍ کٰفِرِیْن

اے قرآنِ مبین کے صحیح پڑھنے والے! غلط نہ پڑھ — میں کافروں کی قوم پر کس طرح غمخواری کروں؟

باز اندر چشمِ خود او گریہ یافت — رحمتِ بے علتے بر وے بتافت

پھر اُن (صالحؑ) نے اپنی آنکھ میں رونا محسوس کیا — بے علت رحمت نے اُن پر تجلی کی

قطرہ می بارید و حیراں گشتہ بود — قطرۂ بے علت از دریائے جود ؎۳

قطرے ٹپک رہے تھے اور وہ (صالحؑ) حیران تھے — وہ قطرے جو بخشش کے دریا سے کسی وجہ کے بغیر آ رہے تھے

عقل او می گفت کیں گریہ ز چیست — بر چنیں افسوسیاں شاید گریست

اُن کی عقل کہتی تھی کہ یہ رونا کس وجہ سے ہے؟ — ایسے ظالموں پر رونا چاہیئے؟

بر چہ می گریی بگو بر فعلِ شاں — بر سپاہِ کینۂ بد نعلِ شاں

کس چیز پر روتے ہو؟ بتاؤ اُن کے کاموں پر — اُن کی پُر کینہ شریر فوج پر

بر دلِ تاریک پُر زنگارِ شاں — بر زبانِ زہر ہمچوں مارِ شاں

اُن کے زنگ آلود تاریک دل پر — اُن کی سانپ جیسی زہر آلود زبان پر

؎۱ سما۔ آسمان کی صفائی ضرب المثل ہے۔ رُوفتن۔ جھاڑ دینا، صاف کر دینا۔ شیر۔ دودھ یعنی نصیحت۔ شکر۔ یعنی میٹھی باتیں۔ زہرستان۔ زہر کی جگہ۔ بُدید۔ بودید۔ سرنگوں۔ اوندھا، مغلوب۔ حَرُون۔ سرکش۔ مرگِ غم۔ زوالِ غم۔ ریش۔ زخم۔

؎۲ مُو بر کندن۔ بال نوچنا، اظہارِ غم کرنا۔ رُو بخود کرد۔ یعنی اپنے آپ کو مخاطب کیا۔ نفر۔ جماعت۔ کژ۔ کج، ٹیڑھا۔ کَیْفَ اٰسیٰ۔ قرآن میں حضرتِ شعیبؑ کا مقولہ منقول ہے کہ میں کافروں کی ہلاکت پر کیسے غم کروں۔ آیت میں عَلٰی قَوْمٍ ہے مولانا نے خَلْفَ قَوْمٍ فرمایا ہے یعنی مجھے اب غم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ باز۔ حضرتِ صالحؑ نے اپنے آپ کو تسلی دی لیکن پھر بھی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ رحمتِ بے علت۔ خدا کی رحمت بلا علت اور بغیر غرض کے ہوتی ہے۔ حیران۔ حضرتِ صالحؑ حیران تھے کہ آنکھوں سے آنسو کیوں بہے جاتے ہیں۔

؎۳ دریائے جُود۔ یعنی رحمتِ خداوندی۔ افسوس۔ ظلم۔ افسوسیاں۔ ظلم کرنے والے۔ بر چہ۔ نیچے کے متعدد شعر عقل کا مقولہ ہیں۔ سپاہِ کینہ۔ یعنی قوم کا ہر ہر فرد مجسم کینہ تھا اور پوری قوم کینہ کے سپاہی تھے۔ بد نعل۔ وہ گھوڑا جو نعلبندی کے وقت شرارت کرے۔

بر دم و دندانِ سگسارانہ شاں
اُن کے کتّوں جیسے دانتوں اور سانس پر

بر دہان و چشم کژدم[1] خانہ شاں
اُن کے منہ اور آنکھ پر جو بچھوؤں کا گھر تھے

بر ستیز و تسخر و افسوسِ شاں
اُن کی جنگجوئی اور تمسخر اور ظلم پر

شکر کن چوں کرد حق محبوسِ شاں
اللہ (تعالیٰ) کا شکر کر جبکہ اللہ نے اُنکو گرفتار کر دیا ہے

دستِ شاں کژ پائے شاں کژ چشم کژ
اُن کے ہاتھ کج، اُن کے پیر کج، آنکھیں کج

مہرِ شاں کژ صلحِ شاں کژ خشم کژ
اُن کی محبت کج، اُن کی دوستی کج، غصہ کج

از پئے تقلید و از آیاتِ نقل
تقلید اور منقول کہانیوں کی وجہ سے

پا نہادہ بر سرِ ایں پیرِ عقل
اُس عاقل شیخ کے سر کو پامال کر رکھا تھا

پیر خر[2] نے جملہ گشتہ پیرِ خر
پیر کے خریدار نہیں تھے سب بوڑھے گدھے ہو گئے تھے

از زبان و چشم و گوشے ہمدگر
ایک دوسرے کی زبان اور آنکھ اور کان کی وجہ سے

از بہشت آورد یزداں بندگاں
اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بہشت سے (اسلئے) باہر لایا

تا نماید شاں سقر پروردگاں
تاکہ اُنھیں دوزخیوں (کے انجام) کو دکھائے

در معنی آیت مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیَانِ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَانِ

(اِس) آیت کے معنی کے بیان میں مِلائے دو دریا ملکر ملنے والے اِن دونوں میں ایک پردہ جو ایکدوسرے پر زیادتی نہ کرے"

اہلِ نار و خلد را بیں ہمدگاں
جہنمیوں اور جنتیوں کو ہمنشیں دیکھ

درمیانِ شاں بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَان
اُنکے بیچ میں پردہ ہے ایکدوسرے سے خلط ملط نہیں ہیں

اہلِ نار و اہلِ نور آمیختہ
ناری اور نوری ملے جلے ہیں

درمیانِ شاں کوہِ قاف انگیختہ
اُن کے درمیان کوہِ قاف کھڑا ہے

اہلِ نار و نور باہم درمیاں
ناری اور نوری آپس میں متحد ہیں

درمیانِ شاں بحرِ ژرف[3] بیکراں
اُن کے درمیان ناپیدا کنار گہرا سمندر ہے

ہمچو در کاں خاک و زر کرد اختلاط
جس طرح معدن میں مٹی اور سونا باہم ملے ہوئے ہیں

درمیانِ شاں صد بیابان و رباط
اُن کے درمیان سینکڑوں جنگل اور سرائیں ہیں

ہمچنانکہ عقد در دُرّ و شبہ
جس طرح کہ ہار میں موتی اور پوتھ

مختلط چوں میہمانِ یکشبہ
ایک رات کے مہمان کیطرح ملے جلے ہوئے ہیں

صالح و طالح بصورت مشتبہ
نیک اور بد صورت میں ملے جلے ہیں

دیدہ بکشا بو کہ گردی منتبہ
آنکھ کھول ہو سکتا ہے تو آگاہ ہو جائے

---

[1] کژدم خانہ۔ بچھو کے سوراخ یعنی اُنکی آنکھوں اور منہ سے زہر آلود نظریں اور باتیں نکلتی تھیں۔ ستیز۔ جنگ وجدل۔ تسخر۔ تمسخر۔ محبوس۔ یعنی گرفتارِ عذاب۔ دست۔ یعنی اُنکے جملہ اعضاء میں کجی تھی کوئی عضو صحیح کام نہ کرتا تھا۔ تقلید۔ یعنی آبا و اجداد کی تبلیغ۔ آیاتِ نقل یعنی جو غلط باتیں اپنے بڑوں سے سنی تھیں۔ پیرِ عقل حضرت صالح ؑ۔

[2] پیر خر نے۔ یعنی وہ پیر کے خریدار نہ تھے۔ پیرِ خر۔ بوڑھا گدھا جس کی بے عقلی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ از زبان۔ یعنی ایک نے دوسرے کو اپنی زبان اور آنکھ کے ذریعہ اور زیادہ حماقتوں میں مبتلا کر دیا تھا۔ سقر۔ دوزخ، انبیاء کی بعثت اسلئے بھی ہوئی ہے کہ وہ کافروں کا حسرتناک انجام دیکھیں۔ مرج۔ یعنی دو سمندروں کی طرح دوزخی اور بہشتی ملے جلے ہیں اور امتیاز اوصاف سے ہے۔ ہمدگاں۔ ہمنشیں، پڑوسی۔ برزخ۔ پردہ حائل۔ بحر۔ سمندر۔

[3] ژرف۔ گہرا۔ رباط۔ سرائے۔ عقد۔ ہار۔ عقدِ در۔ دُرِ عقد۔ شبہ سکا نچ کا موتی، پوتھ۔ میہمانِ یکشبہ۔ جو صرف ایک رات کا مہمان ہے اور اہلِ خانہ سے ملا جلا ہوا ہے لیکن اگلے روز ہی جدا ہو جائے گا۔ طالح۔ بدبخت۔ بو۔ بود کا مخفف۔ منتبہ۔ آگاہ۔

بحر را نیمیش شیریں چوں شکر — طعم شیریں رنگ روشن چوں قمر
سمندر کا آدھا شکر جیسا میٹھا — میٹھا مزا، رنگ چاند جیسا چمکدار ق

نیمِ[1] دیگر تلخ ہمچوں زہرِ مار — طعم تلخ و رنگ مُظلم قیر وار
دوسرا آدھا، سانپ کے زہر کی طرح کڑوا — مزا کڑوا اور رنگ روغنِ قیر کی طرح کالا

ہر دو بر ہم میزنند از تحت و اوج — بر مثالِ آبِ دریا موج موج
دونوں آپس میں اوپر اور نیچے سے ٹکراتے ہیں — موج در موج دریا کے پانی کی طرح

صورتِ بر ہم زدن از جسمِ تنگ — اختلاطِ جانہا در صلح و جنگ
تنگ نظری کی وجہ سے ایک دوسرے سے بھڑنا — صلح اور جنگ میں روحوں کا شامل ہونا ہے

موجہائے[2] صلح بر ہم میزنند — کینہ ہا از سینہ ہا بر می کنند
(نوری) صلح کی موجوں کو ابھارتے ہیں — سینوں سے کینوں کو نکالتے ہیں

موجہائے جنگ بر شکلِ دگر — مہر ہا را می کُند زیر و زبر
(ناریوں کی) جنگ کی موجیں (اسکے) برعکس — محبتوں کو تہ و بالا کرتی ہیں

مہر تلخاں را بشیریں می کشد — زانکہ اصلِ مہر ہا باشد رَشد
محبت، کڑوؤں کو مٹھاس کی طرف کھینچتی ہے — اس لئے کہ محبتوں کی اصل، راہ روی ہے

قہر شیریں را بہ تلخی می بَرد — تلخ با شیریں کجا اندر خورد
عداوت میٹھے کو تلخ بناتی ہے — کڑوا، میٹھے سے کب مناسبت رکھتا ہے!

تلخ و شیریں زیں نظر ناید پدید — از دریچہ[3] عاقبت تانند دید
کڑوا اور میٹھا اِس نگاہ سے نظر نہیں آتا ہے — انجام کے دریچہ سے دیکھ سکتے ہیں

چشمِ آخر بیں تواند دید راست — چشمِ اوّل بیں غرور ست و خطا ست
انجام پر نظر رکھنے والی آنکھ صحیح دیکھ سکتی ہے — ابتدا کو دیکھنے والی آنکھ دھوکا اور غلط ہے

اے بسا شیریں کہ چوں شکر بود — لیک زہر اندر شکر مُضمر بود
(اے) مخاطب بہت سی چیزیں شکر جیسی ہوتی ہیں — لیکن شکر میں زہر چھپا ہوا ہوتا ہے

آنکہ زیرک تر بود بشناسدش — چونکہ دید از دورش اندر کشمکش
جو زیادہ سمجھدار ہوتا ہے اُس کو پہچانتا ہے — جبکہ دور سے اُس کو کشمکش میں دیکھتا ہے

واں دگر در پیش رُو بوئے بَرد — واں دگر چوں دست بنہد کرد رد
اور وہ (دوسرا) سامنے آنے پر سونگھ لیتا ہے — اور وہ (تیسرا) جب ہاتھ رکھتا ہے، رد کر دیتا ہے

[1] نیم۔ آدھا۔ زہرمار۔ سانپ کا زہر۔ قیر۔ ایک کالا روغن ہے۔ ہر دو۔ یعنی ناری اور نوری لوگوں میں ٹکراؤ ہوتا رہتا ہے لیکن دونوں اپنی اپنی حالت پر رہتے ہیں چونکہ یہ کیفیت ازلی ہے۔ جسم۔ یعنی یہ جسموں کی کشمکش دراصل روحوں کی کشمکش ہے۔

[2] موجہائے صلح۔ یعنی نوری یہ کوشش کرتے ہیں کہ حق کیطرف سے ناریوں میں کینہ نہ رہے محبت پیدا ہو جائے۔ موجہائے جنگ۔ ناری اسکے کوشاں رہتے ہیں کہ عداوت پھیلے محبت کا غلبہ نہ ہو سکے۔ تلخاں۔ یعنی ناری۔ اندر خوردن۔ موافقت کرنا۔ زیں نظر۔ یعنی ظاہر بیں نظر۔ پدید۔ ظاہر۔

[3] دریچہ عاقبت۔ یعنی انجام کی آنکھ کا دریچہ۔ غرور۔ دھوکا۔ مُضمر۔ پوشیدہ۔ آنکہ زیرک۔ یعنی سمجھدار آدمی فوراً ہی اِس ملمع سازی کو سمجھ جاتا ہے۔ تدمی نقرار کو پہچاننے میں انسانوں کے مختلف مراتب ہیں جن کو مولانا نے ان اشعار میں سمجھایا ہے۔ بوئے برد۔ یعنی بعض لوگ مصنوعی پیر کو جب سمجھتے ہیں جب بالکل اُس کے سامنے پہنچیں اور بعض جب سمجھتے ہیں جب ہاتھ میں ہاتھ پکڑا دیں۔

وآں دگر بشناسدش تا بو کند[1] — وآں دگر چوں بر لب و دنداں نہد

اور وہ (چوتھا) اُسکو جب پہچانتا ہے جب سونگھتا ہے — اور وہ (پانچواں) جب ہونٹ اور دانت کے گھسا کر چباتا ہے

پس لبش ردش کند پیش از گلو — گرچہ نعرہ میزند شیطاں کلوا

تو حلق سے پہلے ہی اُسکے ہونٹ اُسکو رد کر دیتے ہیں — اگرچہ شیطان نعرہ لگاتا ہے کہ کھا جاؤ

وآں دگر را در گلو پیدا کند — وآں دگر را در بدن رسوا کند

اور وہ (چھٹا) حلق میں پہنچنے پر معلوم کر لیتا ہے — اور اُس (ساتویں) کو بدن میں پہنچکر شرمندہ کرتا ہے

وآں دگر را در حدث سوزش کند — دمبدم زخم جگر دوزش دہد

اور اُس (آٹھویں) کے پاخانہ پھرنے میں جلن پیدا کرتا ہے — پے در پے اُسمیں جگر دوز زخم پیدا کرتا ہے

وآں دگر را بعدِ ایام و شہور — وآں دگر را بعدِ مرگ اندر قبور

اور وہ (نواں) دنوں اور مہینوں کے بعد — اور اُس (دسویں) کو مرنے کے بعد قبر میں

ور دہندش مہلت اندر قعرِ گور[2] — لابد آں پیدا شود یوم النشور

اور اگر اُسکو قبر کے گڑھے میں مہلت دیدیتے ہیں — لامحالہ وہ حشر کے دن ظاہر ہوتا ہے

ہر نبات و شکرے را در جہاں — مہلتے پیداست از دورِ زماں

ہر مصری اور شکر کے لئے دنیا میں — رفتارِ زمانہ سے، ایک وقت درکار ہے

سالہا باید کہ تا از آفتاب — لعل یابد رنگ و رخشانی و تاب

سالوں چاہئیں تاکہ سورج سے — لعل رنگ اور چمک اور روشنی حاصل کرے

پنج سال و ہفت باید تا درخت — یابد از میوہ رسانی فر و بخت

پانچ اور سات سال درکار ہیں تاکہ درخت — پھل دینے کی وجہ سے شان و شوکت اور نصیبہ حاصل کرے

باز ترہ در دو ماہ اندر رسد — باز تا سالے گلِ احمر رسد

پھر سبزی دو مہینے میں تیار ہو جاتی ہے — اور گلاب کا پھول ایک سال میں آتا ہے

بہرِ ایں فرمود حق عزّ و جلّ — سورۃ الانعام در ذکرِ اجل

اسی لئے اللہ عزّ و جلّ نے ذکر فرمایا ہے — سورۂ انعام کو مدت کے بارے میں

ایں[3] شنیدی مو بمویت گوش باد — آب حیوانست خوردی نوش باد

تونے یہ سُنا خدا کرے تیرا رُواں رُواں کان بن جائے — جو تونے پیا آبِ حیات ہے، خدا کرے تریاق ثابت ہو

آبِ حیواں خواں مخواں ایں را سخن — روحِ نو بیں در تنِ حرفِ کہن

اِس کو آبِ حیات کہہ، بات نہ کہہ — پرانے حرفوں کے قالب میں نئی روح دیکھ

---

[1] بو کند: بعض جب سمجھتے ہیں جب ادنیٰ میل جول ہوتا ہے۔ لب و دنداں: بعض جب سمجھتے ہیں جب برت لیتے ہیں۔ پیش از گلو: یعنی اِس معنوی پیر کی تعلیمات کو حلق تک نہیں پہنچنے دیتے ہیں۔ در گلو: بعض جب سمجھتے ہیں جب وہ تعلیمات حلق تک پہنچ جاتی ہیں۔ در بدن: بعض کو جب احساس ہوتا ہے جب اُسکی زہریلی تعلیمات کا بدن پر اثر پڑتا ہے۔ در حدث: خراب غذا کا اثر بسا اوقات پاخانہ پھرتے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ ایام: یعنی زندگی میں بداثرات کو محسوس کر لیتے ہیں۔

[2] قعرِ گور: قبر کا گڑھا، یعنی بعض اشخاص کو اُن بُری تعلیمات کا احساس قبر میں جا کر ہوتا ہے۔ یوم النشور: حشر کا دن، غرضیکہ بدعقیدہ پیر کی تعلیمات کا مُضر اثر محسوس کرنے میں انسانوں میں بہت تفاوت ہے اور ہر انسان کیلئے اُنکو محسوس کرنے میں ایک وقت لگتا ہے اللہ کی جانب سے ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے اُس وقت سے پہلے اُس کام کی تکمیل نہیں ہوتی ہے۔ ہر نبات: اللہ نے ہر چیز کی تکمیل کی ایک میعاد مقرر فرما دی ہے۔ لعل: آفتاب لعل کی ہزاروں برس تربیت کرتا ہے تب اُس کا رنگ و روپ نکھرتا ہے۔ درخت: پھلدار درخت میں پھل پانچ سات سال میں آتا ہے۔ ترہ: سبزی۔ اجل: سورہ انعام میں ہر

نکتۂ دیگر تو بِشنو اے رفیق — ہمچو جاں اُو سخت پیدا و دقیق [۱]

اے دوست: تو ایک دوسرا نکتہ سن — جو روح کیطرح بالکل ظاہر بھی ہے اور باریک بھی ہے

در مقامے ہست ایں ہم زہرِ مار — از تصاریفِ خدائے خوشگوار

ایک جگہ یہ سانپ کا زہر ہے — خدا کے تصرفات سے جو خوشگوار (بنانیوالا) ہے

در مقامے زہر [۲] و در جائے دوا — در مقامے کفر و در جائے رَوا

ایک جگہ زہر ہے اور ایک جگہ دوا ہے — ایک جگہ کفر ہے اور ایک جگہ جائز ہے

در مقامے خار و در جائے چو گُل — در مقامے سرکہ در جائے چو مُل

ایک جگہ کانٹا ہے اور ایک جگہ پھول جیسا ہے — ایک جگہ سرکہ ہے اور ایک جگہ شراب جیسا ہے

در مقامے خوف و در جائے رَجا — در مقامے بُخل و در جائے سَخا

ایک جگہ خوف ہے اور ایک جگہ امید ہے — ایک جگہ بُخل ہے اور ایک جگہ سخاوت ہے

در مقامے فقر و در جائے غِنا — در مقامے قہر و در جائے رضا

ایک جگہ فقر ہے اور ایک جگہ غنا ہے — ایک جگہ قہر ہے اور ایک جگہ خوشنودی ہے

در مقامے جور [۳] و در جائے وفا — در مقامے منع و در جائے عطا

ایک جگہ ظلم ہے اور ایک جگہ وفا ہے — ایک جگہ منع کرنا ہے اور ایک جگہ بخشش ہے

در مقامے دُرد و در جائے صَفا — در مقامے خاک و جائے کیمیا

ایک جگہ تلچھٹ ہے اور ایک جگہ صاف ہے — ایک جگہ خاک ہے اور ایک جگہ کیمیا ہے

در مقامے عیب و در جائے ہُنر — در مقامے سَنگ و در جائے گُہر

ایک جگہ عیب ہے اور ایک جگہ ہُنر ہے — ایک جگہ پتھر ہے اور ایک جگہ موتی ہے

در مقامے حنظل و جائے شُکر — در مقامے خشک و در جائے مُطر

ایک جگہ اندرائن ہے اور ایک جگہ شکر ہے — ایک جگہ خشکی ہے اور ایک جگہ بارش ہے

در مقامے ظلم و جائے محضِ عدل — در مقامے جہل و جائے عینِ عقل

ایک جگہ ظلم ہے اور ایک جگہ خالص عدل ہے — ایک جگہ جہل ہے ایک جگہ پوری عقل ہے

گرچہ ایں جا [۴] اُو گزندِ جاں بُود — چوں بد انجا در رسد درماں بُود

اگرچہ اس جگہ وہ جان کا نقصان ہے — جب اُس جگہ پہنچے تو علاج ہے

آب در غورہ [۵] تُرش باشد و لیک — چوں بانگوری رسد شیریں و نیک

رس کچے انگور میں کھٹا ہوتا ہے لیکن — جب پختگی پر آتا ہے تو میٹھا اور عمدہ ہوتا ہے

۱؎ ہمچو جاں جسطرح روح، ظاہر بھی ہے اور مخفی بھی اسیطرح یہ نکتہ ہے یعنی اگرچہ منجانب اللہ ہر چیز کیلئے میعاد کا مقرر ہونا آبِ حیات ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس مسئلہ کے متضاد پہلو اور اثرات ہیں جن کو مولانا نے نیچے کے تیرہ شعروں میں واضح کیا ہے۔ زہر مار جو لوگ میعاد و قدر کے معاملہ میں اسباب کو مؤثر بالذات اور واحد کا غیر سمجھتے ہیں وہ ہلاک ہوتے ہیں۔ خوشگوار: یہ مسئلہ اُن کیلئے خوشگوار ہے جو اسباب کی کثرت میں وحدتِ حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

۲؎ زہر۔ اُن لوگوں کیلئے ہے جو اسباب کی کثرت کو غیرِ حق سمجھ بیٹھتے ہیں۔ دوا۔ اُن لوگوں کیلئے ہیں جو کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ خوف یعنی یہی مسئلہ خوف کا سبب ہے اور اسی سے اُمید وابستہ ہے نیز دل اُسکے سمجھنے میں کبھی بخل سے کام لیتا ہے کبھی سخا سے کام لیتا ہے۔ فقر یعنی دولتِ ایمان سے تہی دست بنا دیتا ہے کبھی ایمان سے مالا مال کر دیتا ہے کبھی قہرِ خداوندی کا سبب بنتا ہے کبھی رضائے الٰہی کا سبب بنجاتا ہے۔

۳؎ جور: جبکہ اس مسئلہ کو غلط طور پر انسان سمجھے تو یہی ظلم ہے۔ صحیح سمجھے تو اپنے ساتھ وفاداری ہے حصولِ سعادت کے مانع بھی ہے اور سعادت عطا بھی کرتا ہے۔ دُرد۔ تلچھٹ صَفا یعنی صاف شراب۔ حنظل اندرائن۔

۴؎ ایں جا یعنی جبکہ اسکو صحیح طور پر نہ سمجھے۔ ۵؎ غورہ۔ کچا انگور یعنی محل کے بدلنے سے چیزوں کے خواص اور تاثیرات بدل جاتی ہیں۔

بازدر خُم اُو شود تلخ و حرام ۱ — در مقامے سر کگے نِعمَ الاِدَام

پھر مٹکے میں وہ کڑوا اور حرام بن جاتا ہے — سرکہ کے مقام پر وہ بہترین سالن ہے

ایں چنیں باشد تفاوت در امور — مردِ کامل ایں شناسد در ظہور

اسی طرح معاملات میں فرق ہوتا ہے — کامل انسان اس کو خوب پہچانتا ہے

دربیانِ آنکہ آنچہ ولی کامل کند مریداں را نشاید گستاخی کردن و ہماں فعل کردن کہ حلوا طبیب را زیاں ندارد و مریض را زیاں دارد و سرما و برف انگور رسیدہ را زیاں ندارد اَمّا غورہ را زیاں دارد کہ در راہ است و نارسیدہ لِیَغفِرَ لَکَ اللہُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ صدق اللہ

اس بات کے بیان میں جو ولی کامل کرے مریدوں کے لئے گستاخی کرنا اور وہ کام کرنا مناسب نہیں ہے اس لئے کہ حلوا طبیب کو مضر نہیں ہے اور مریض کو نقصان پہنچاتا ہے اور جاڑا اور برف پکے انگور کو نقصان نہیں پہنچاتا ہے لیکن کچے انگوروں کو نقصان پہنچا دیتا ہے کیونکہ ابھی راہ میں ہیں اور پختہ نہیں ہیں تاکہ اللہ بخشدے تیرے اگلے پچھلے گناہ اللہ نے سچ فرمایا

گر ولی زہرے خورد نوشے شود — ور خورد طالب سیہ ہوشے شود

اگر ولی زہر کھائے تریاق ہو جائے — اگر طالب کھائے تو بے ہوش ہو جائے

رَبِّ ھَب لِی ۲ از سلیماں آمدست — کہ مدہ غیر مرا ایں مُلک و دست

"رَبِّ ھَب لِی" حضرت سلیمانؑ سے منقول ہے — کہ میرے سوا کسی کو یہ سلطنت اور غلبہ عطا کر

تو مکُن با غیر من ایں لُطف و جود — ایں حسد را مانَد اَمّا آں نبود

میرے غیر پر تو یہ مہربانی اور عطا نہ فرما — یہ حسد سے مشابہ ہے لیکن حسد نہیں تھا

نکتۂ لَا یَنبَغِی میخواں بجاں — سِرِّ مِن بَعدِی ز بُخلِ اُو مداں

"لَا یَنبَغِی" کا نکتہ غور سے پڑھ — "مِن بَعدِی" کا راز انکے بخل کی وجہ سے نہ سمجھ

بلکہ اندر مُلک دید اُو صد خطر — مُو بمُو ۳ مُلکِ جہاں بُد بیمِ سر

بلکہ سلطنت میں انھوں نے سو خطر محسوس کئے — پوری دنیا کی سلطنت، جان کا خطرہ تھی

بیمِ سر یا بیمِ سِرّ یا بیمِ دیں — اِمتحانے نیست مارا مثلِ ایں

جان کا خطرہ یا روحانی خوف یا دین کا خوف — ہمارے لئے اس جیسی کوئی آزمائش نہیں ہے

---

۱ حرام۔ جب شیرۂ انگور خمر بنجائے تو حرام ہے سرکہ بنجائے تو بہترین سالن ہے۔ لِیَغفِرَ لَکَ۔ بعض مباحات کاملوں کے لئے مفید ہیں۔ لیکن ناقصوں کیلئے مضر ہوتے ہیں، حضورؐ کا وہ مقام تھا جسمیں کسی مباح سے تلذذ اور نفع اندوزی نقصان کا سبب نہیں بن سکتی تھی۔

۲ رَبِّ ھَب لِی مُلکاً لَا یَنبَغِی لِاَحَدٍ مِن بَعدِی یہ حضرت سلیمانؑ کی دعا ہے جو قرآن میں منقول ہے یعنی اے خدا میری جیسی سلطنت میرے بعد اور کسی کو نہ دینا مولانا اس آیت کا مطلب یہ سمجھا رہے ہیں کہ یہ دعا حسد پر مبنی نہ تھی بلکہ حضرت سلیمانؑ یہ سمجھتے تھے کہ اس عظیم الشان سلطنت کا بار میں تو اٹھا سکتا ہوں کوئی دوسرا نہیں اٹھا سکے گا اس کے لئے اس قسم کی سلطنت مضر ہوگی تو یہ فرمانا دوسروں پر شفقت کی وجہ سے تھا نہ کہ حسد کی وجہ سے۔

۳ مو بمو۔ بال بال، یعنی مکمل بیم سر۔ جان کا خوف۔ بیم سِرّ یعنی روح کے لئے خطرہ۔ بیم دیں۔ یعنی دین کے لئے خطرہ۔

پس سلیمانؑ ہمتے باید کہ اُو — بگذرد زیں صد ہزاراں رنگ و بُو[1]
پس کوئی سلیمان جیسی ہمت والا چاہیئے کہ جو — اِن لاکھوں رنگ و بو سے (بچکر) نکل جائے

باچناں قوّت کہ اُو را بُود ہم — موجِ آں مُلکش فرو می بست دم
اُس قوّت کے ہوتے ہوئے جو اُنکو حاصل تھی — اُس سلطنت کی موجیں اُن کا سانس گھونٹتی تھیں

خواں وَ اَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ — چوں بماند از تخت و مُلک خود تہی
اَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ پڑھ — کس طرح اپنے تخت و سلطنت سے خالی ہو گئے

چوں برو بنشست زیں اندوہ گرد — بر ہمہ شاہانِ عالَم رحم کرد
جب اُن پر اس غم کی گرد بیٹھی — دنیا کے تمام بادشاہوں پر ترس کھایا

شد تشفیع و گفت ایں مُلک و لِوا[2] — باکمالے دہ کہ دادی مر مرا
سفارشی بن گئے اور کہا یہ سلطنت اور جھنڈا — اُس کمال کے ساتھ عنایت فرما جو تو نے مجھے دیا ہے

ہر کرا بدہی و بکُنی آں کرم — اُو سلیمان ست و آنکس ہم منم
جس کو تو عطا کرے اور وہ کرم کرے — وہ سلیمان ہے اور وہ میں ہی ہوں

اُو نباشد بعدی اُو باشد معی — خود معی چہ بُود منم بے مدّعی
وہ میرے بعد نہ ہوگا وہ میرے ساتھ ہوگا — میرے ساتھ ہونا کیا ہوتا ہے، وہ میں ہی ہوں بغیر کسی دعویدار کے

شرحِ ایں فرض ست گفتن لیک من — باز میگردم بقصّہ مرد و زن
اس کی تشریح کرنا ضروری ہے لیکن میں — پھر مرد اور عورت کے قصّہ کی طرف لوٹتا ہوں

مُخلَصِ ماجرائے عرب و جُفت اُو در فقر و شکایت

اَعرابی اور اُس کی بیوی کے فقر اور شکایت کے قصّہ کا خلاصہ

ماجرائے مرد و زن را مُخلَصے — باز می جوید رَوانِ مُخلِصے
مرد اور عورت کے قصّہ کے خلاصے کو — ایک مخلص کی روح تلاش کر رہی ہے

ماجرائے مرد و زن اُفتاد نقل — ایں مثالِ[3] نفسِ خود می دان و عقل
مرد اور عورت کا قصّہ ایک مثال واقع ہوا ہے — اِس کو اپنے نفس اور عقل کی مثال سمجھ

ایں زن و مردے کہ نفس ست و خرد — نیک بایست ست بہر نیک و بد
یہ عورت اور مرد جو کہ نفس اور عقل ہے — نیک اور بد کے لئے ضروری ہے

ویں دو پابستہ دریں خاکی سرا — روز و شب در جنگ و اندر ماجرا
یہ دونوں اس عالمِ سفلی کے پابند ہیں — دن رات، جنگ اور بحث میں ہیں

---

[1] رنگ و بو یعنی سلطنت کے گوناگوں مسائل۔ اِفتاد۔ یعنی حضرت سلیمانؑ میں اس عظیم سلطنت کے بار کے تحمل کی قوت تھی لیکن پھر بھی وہ خلل انداز ہوئی۔ اَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ جَسَدًا۔ ہم نے ڈال دیا اُس کی کرسی پر ایک جسم، یہ آیت حضرت سلیمانؑ کے قصہ میں مذکور ہے جس کی تفسیر بعض مفسرین نے یہ کی ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے لاعلمی میں ایک مشرک عورت سے نکاح کر لیا جس کی پاداش میں اُنکی وہ انگوٹھی صخر نامی جن لے گیا جس میں اُن کی سلطنت کا راز مضمر تھا اور آپ کے تخت سلطنت پر قابض ہو گیا چند روز بعد وہ انگوٹھی پھر حضرت سلیمانؑ کے ہاتھ آئی تب تخت سلطنت پر دوبارہ قابض ہوئے۔

[2] لِوا۔ جھنڈا۔ کمالے۔ تاکہ وہ اِس کمال کے ذریعہ غلطی کی تلافی کر سکے۔ بعدی۔ مولانا نے اسکے معنی یہ لئے ہیں کہ وہ مجھ سے کم رتبہ نہ ہو۔ معی۔ میرے ساتھ یعنی کمالات میں مجھ جیسا ہو۔ مَخلَص میم اور لام کے فتحہ کے ساتھ، خلاصہ، میم کے ضمہ اور لام کے کسرہ کے ساتھ، خالص محبت والا دوست

[3] ایں مثال یعنی عورت سے مراد نفس اور مرد سے مراد عقل ہے۔ پابستہ۔ مُقید۔ خاکی سرا۔ دنیا۔ ماجرا جھگڑا

زن ہمی خواہد حویجِ[1] خانقاہ
عورت گھر کی ضروریات چاہتی ہے

یعنی آبِ رُو و نان و خوان و جاہ
یعنی آبرو اور روٹی اور خوان اور عزت

نفس ہمچوں زن پئے چارہ گری
نفس عورت کی طرح تدبیر کے درپے ہے

گاہ خاکی گاہ جوید سروری
کبھی عاجزی کرتا ہے کبھی بڑائی چاہتا ہے

عقل خود زیں فکرہا آگاہ نیست
عقل اِن افکار سے واقف نہیں ہے

در دماغش جز غمِ اللہ نیست
اُس کے دماغ میں اللہ کے غم کے سوا کچھ نہیں ہے

گرچہ سِرِّ قصہ ایں دانہ است و دام
اگرچہ قصہ کا راز یہ دانہ ہے، اور جال

صورتِ قصہ شنو اکنوں تمام
قصہ کا ظاہر ہے، اب پورا قصہ سُن

گر بیانِ معنوی کافی شدے
اگر باطن کا بیان مکمل ہو جائے

خلقِ عالم عاطِل و باطِل بُدے
عالَم کی پیدائش بیکار اور باطل ہو جائے

گر محبّت فکرت و معنے ستے
اگر محبت، فکر اور باطنی معاملہ ہوتا

صورتِ صوم و نمازت نیستے
تو تیری نماز اور روزے کی صورت معدوم ہو جاتی

ہدیہ ہائے[2] دوستاں باہم دِگر
دوستوں کے ایک دوسرے کو تحفے

نیست اندر دوستی اِلّا صُوَر
دوستی میں محض صورتیں ہیں

تا گواہی دادہ باشد ہدیہ ہا
تاکہ تحفے گواہی دیں

بر محبّت ہائے مُضمَر در خفا
اندر چھپی ہوئی محبتوں پر

زانکہ احساں ہائے ظاہر شاہد اند
کیونکہ ظاہری احسانات گواہ ہیں

بر محبّت ہائے سِرّ اے ارجمند
اے گرامی قدر! چھپی ہوئی محبتوں پر

شاہدت[3] گہ راست باشد گہ دروغ
تیرا گواہ کبھی سچا ہوتا ہے کبھی جھوٹا

مَست گاہے از مَے و گاہے ز دوغ
مست کبھی شراب سے اور کبھی چھاچھ سے

دوغ خوردہ مستیئے پیدا کُند
چھاچھ پینے والا مستی ظاہر کرتا ہے

ہائے و ہوئے و سَر گرانیہا کُند
ہائے وہو اور نشہ دکھاتا ہے

آں مُرائی در صلوٰۃ و در صیام
ریاکار نماز اور روزے میں

می نماید جدّ و جہدے بس تمام
پوری جدّ و جہد ظاہر کرتا ہے

ق

تا گماں آید کہ او مستِ ولاست
تاکہ گمان ہو جائے کہ وہ دوستی سے مست ہے

چوں حقیقت بنگری غرقِ ریاست
جب تو اصلیت دیکھے گا تو وہ ریاکاری میں غرق ہے

---

[1] حویج۔ حوائج کا اختصار ہے۔ خانقاہ۔ گھر۔ خاکی۔ عاجزی۔ سروری۔ سرداری۔ گرچہ۔ یعنی اِس قصہ کی حقیقت بمنزلہ دانہ کے ہے اور قصہ کی صورت جال ہے۔ معنوی۔ باطنی۔ عاطِل۔ بیکار، عبث۔ باطِل۔ لغو۔ گر محبت۔ اگر محبتِ خداوندی محض ایک باطنی معاملہ ہوتا تو پھر نماز، روزہ کی فرضیت کی ضرورت نہ ہوتی، حالانکہ یہ بھی شریعت میں ضروری ہیں۔

[2] ہدیہ ہائے۔ دوستوں میں باہمی تحفوں کا لین دین قلبی محبت کے گواہ ہیں جو دل میں چھپی ہوئی ہے۔ مُضمَر۔ پوشیدہ۔ خفا۔ باطن۔ احسانہائے ظاہر۔ ظاہری احسانات چھپی ہوئی محبت کے گواہ ہوتے ہیں۔ ارجمند۔ بوزن نقشبند، صاحبِ رتبہ، عزیز۔

[3] شاہد۔ لیکن گواہ ہمیشہ سچا ہی نہیں ہوتا جو ظاہری مستی دکھاتا ہے کبھی وہ حقیقتاً مست ہوتا ہے کبھی اُس کی مستی بناوٹی ہوتی ہے۔ دوغ۔ مٹھا، چھاچھ۔ مُرائی۔ ریاکار یعنی ریاکار کی نماز اور روزہ جھوٹے گواہ ہیں اُس کا دل محبتِ خداوندی سے خالی ہوتا ہے۔ وِلا۔ دوستی۔ ریا۔ دکھاوا۔

حاصل اَفعالِ [1] برونی رہبرست
الحاصل، ظاہری افعال رہبر رہیں

تانشاں باشد برآنچہ مُضمرست
تاکہ اُس چیز کی علامت بنیں جو پوشیدہ ہے

راہبر گہ حق بود گاہے غلط
رہبر، کبھی صحیح ہوتا ہے کبھی غلط ہوتا ہے

گہ گزیدہ باشد و گاہے سَقط
کبھی برگزیدہ ہوتا ہے، کبھی ناکارہ ہوتا ہے

یارب آں تمییز دِہ مارا بخوست
اے خدا! درخواست یہ ہیں وہ تمیز عطا کر دے

تاشناسیم آں نشانِ کژ زراست
کہ ہم غلط علامت کو صحیح علامت سے جدا سمجھ سکیں

حِسّ را تمییز دانی چوں شود
تجھے معلوم ہے حِس کو تمیز کیسے حاصل ہوتی ہے؟

زانکہ حِسّ یَنظُر بنُورِاللہ بُوَد
جبکہ حِس "وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے" بنجائے

ور اثر نبُوَد سبب ہم مُظہرست
اگر اثر نہ پایا جائے سبب بھی ظاہر کرنیوالا ہے

ہمچو خویشی کز محبّت مُخبرست
جیسے رشتہ داری جو محبّت کی خبر دینے والی ہے

نبُوَد [2] آنکہ نورِ حقش شد امام
جس شخص کیلئے اللہ کا نور امام بنجائے وہ نہیں رہتا

مُر اثر ہا یا سبب ہا را غلام
آثار اور اسباب کا غلام

چونکہ نوراللہ درآید در مَشام
جب اللہ کا نور دماغ میں سما جاتا ہے

مُر اثر را یا سبب را نبُوَد غلام
وہ اثر یا سبب کا غلام نہیں رہتا

تامحبّت در درونِ شعلہ زند
جب باطن میں محبت شعلہ زن ہوتی ہے

زفت گردد وز اثر فارغ کند
تو قوی ہو جاتی ہے اور اثر سے فارغ کر دیتی ہے

حاجتش نبُوَد پئے اعلامِ مِہر
محبت کے ظاہر کرنے کیلئے اُسکو کوئی ضرورت نہیں رہتی ہے

چوں محبّت نورِ خود زد برسپہر
جبکہ محبت اپنا نور آسمان پر پہنچا دیتی ہے

ہست تفصیلات تا گردد تمام
بہت تفصیلات ہیں کہ پوری ہو

ایں سخن لیکن بجو تو والسّلام
یہ بات، لیکن تو خود تلاش کر لے والسّلام

گرچہ [3] شد معنٰی دریں صورت پدید
اگرچہ معنٰی اِس صورت میں ظاہر ہوئے ہیں

صورت از معنٰی قریب ست و بعید
(لیکن) صورت معنٰے سے قریب بھی ہے اور دور بھی ہے

در دلالت ہمچو آبند و درخت
دلالت کرنے میں پانی اور درخت کیطرح ہیں

چوں بماہیّت روی دور اند سخت
تو اگر حقیقت پر غور کریگا (ایک دوسرے) بہت دور ہیں

دانہ بیں کز آب و خاک و آفتاب
دانہ کو دیکھ پانی اور مٹی اور سورج کیوجہ سے

چوں درختے گشت در عالم شتاب
کیسے، بہت جلد دنیا میں درخت بن گیا

[1] افعالِ برونی۔ ظاہری افعال۔ گزیدہ۔ برگزیدہ، یعنی سچا راہبر۔ سقط۔ بیکار، ناکارہ۔ بخواست۔ یعنی ہماری درخواست ہے۔ نشان۔ علامت یعنی ظاہری اعمال۔ حِس۔ یعنی عمل حقیقی اور ریاکاری میں انسان جب فرق کر سکتا ہے جب اسکو اللہ اپنا نور عطا فرمائے۔ ور اثر۔ یعنی ظاہری اعمال کے علاوہ اور اسباب بھی محبت کا پتہ دیتے ہیں مثلاً رشتہ داری ہے، اگر ظاہری لین دین نہ ہو تو بھی رشتہ داری یہ بتاتی ہے کہ باہمی محبت ہے۔ مُظہر۔ ظاہر کرنیوالا۔ مُخبر۔ خبر دینے والا۔

[2] نبود۔ یعنی جب نورِ خداوندی دل میں سما جاتا ہے تو اعمالِ ظاہری بتقاضائے محبت صادر ہوتے ہیں، ثواب و عذاب یا اظہارِ عبودیت اُنکا مقصود نہیں ہوتا ہے۔ تامحبت۔ جب کسی کے باطن میں محبت کی آگ لگی ہوتی ہے اور وہ محبت توانائی حاصل کر لیتی ہے تو بغیر علامتوں کے بھی پہچانی جاتی ہے۔ اِعلام۔ بتانا۔ لیکن بجو تو۔ اِس مضمون کی تفصیلات بہت ہیں تو خود تلاش کر لے

[3] گرچہ۔ یعنی محبت کا ظہور بصورتِ اعمال ہوتا ہے لیکن محبت اور علامت میں بہت مناسبت بھی ہے اور دونوں

در بماہیت بگردانی نظر — دور دور اند ایں ہمہ از یک دگر
اگر تو حقیقت پر نظر ڈالے — ایک دوسرے سے بہت دور ہیں

ترکِ ماہیات و خاصیات گو — شرح کُن اقوالِ آں دو رزق جو
ماہیتوں اور خاصیتوں (کے بیان) کو چھوڑ — اُن دونوں رزق کے طلبگاروں کی باتوں کی بتا

بازگو از ماجرائے مرد و زن — زانکہ انجامے ندارد ایں سخن
مرد اور عورت کا قصہ پھر سُنا — اس لئے کہ اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

دل نہادنِ مردِ عرب بر التماس[۱] دلبرِ خویش و سوگند خوردن کہ مرا دریں تسلیم حیلتے و امتحانے نیست

اعرابی کا اپنی محبوبہ کی بات پر راضی ہو جانا اور قسم کھانا کہ اس رضامندی سے میرا مقصد کوئی حیلہ اور آزمائش نہیں ہے

مرد گفت اکنوں گذشتم از خلاف — حکم داری تیغ بر کش از غلاف
مرد نے کہا اب میں خلاف سے باز آیا — تجھے حکم دینے کا حق ہے تلوار نیام سے نکال لے

ہر چہ گوئی مر ترا فرماں برم — در بد و نیک آید آنرا ننگرم
جو تو کہے گی تیرا حکم بجا لاؤں گا — اگر اچھائی برائی آئیگی اس کو نظر انداز کرونگا

در وجودِ تو شوم من منعدم[۲] — چوں محبّم حُبُّ یُعْمِی وَ یُصِم
میں تیرے وجود میں فنا ہو جاؤں گا — جبکہ میں عاشق ہوں محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے

گفت زن آہنگِ برّم می کُنی — یا بحیلت کشفِ سرّم می کُنی
عورت نے کہا، تو میرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کر رہا ہے — یا چالاکی سے میرا راز کھول رہا ہے

گفت وَاللهُ عَالِمُ السِّرِّ الْخَفِی — کافرید از خاک آدم را صفی
اسنے کہا اللہ (تعالیٰ) چھپے ہوئے بھیدوں کا جاننے والا ہے — جس نے برگزیدہ آدم (علیہ السلام) کو مٹی سے پیدا کیا ہے

در سہ گز قالب کہ دادش وا نمود — آنچہ در ارواح و در الواح[۳] بود
تین گز کے جسم میں جو انکو دیا، ظاہر فرما دیں — وہ تمام چیزیں جو روحوں اور تختیوں میں تھیں

یاد دادش لوحِ محفوظِ وجود — تا ابد انست آنچہ در الواح بود
ان کو وجود کی لوحِ محفوظ یاد کرادی — یہانتک کہ وہ اُن تمام باتوں کو جان گئے جو تختیوں میں تھیں

تا ابد ہر چہ کہ از پس بود و پیش — درس کرد از عَلَّمَ الْاَسْمَاءِ خویش
ابد تک جو ماضی اور مستقبل میں تھا — اپنے اسماء کی تعلیم کے ذریعہ اُن کو پڑھا دیا

---

[۱] التماس۔ گزارش۔ دلبر۔ معشوق۔ سوگند۔ قسم۔ گذشتم از خلاف۔ میں نے اختلاف چھوڑ دیا۔ حکم داری۔ تجھے حکم دینے کا اختیار ہے۔ تیغ۔ یعنی تلوار چلائے تو گردن حاضر ہے۔

[۲] منعدم۔ محو، فنا۔ محبّم۔ محب ہستم۔ یُعمی۔ اندھا کر دیتا ہے۔ یُصِم۔ بہرا کر دیتا ہے۔ بِرّ۔ احسان، سلوک۔ حیلت۔ تدبیر۔ کشفِ سر۔ راز کھولنا۔ آفریدن۔ پیدا کرنا۔ صفی۔ برگزیدہ، منتخب۔ قالب۔ یعنی جسمِ آدم۔

[۳] الواح۔ لوح کی جمع ہے تختی، الواح سے لوحِ محفوظ مراد ہے یا دیگر لوحیں مراد ہیں۔ ابد۔ ختم نہ ہونے والا مستقبل زمانہ۔

تا ملک بیخود شد از تدریسِ اُو
اُس علم کی تعلیم سے فرشتے مدہوش ہو گئے

قُدسِ دیگر یافت از تقدیس[1] اُو
اُن فرشتوں نے (اللہ کی) پاکی بیان کر کے اور پاکیزگی حاصل کر لی

آں کشادِ شاں کز آدمؑ رُو نمود
وہ انکشافات جو اُنکو (حضرتِ) آدمؑ سے حاصل ہوئے

در کشادِ آسمانہا شاں نبود
وہ آسمانوں کے انکشافات میں انکو حاصل نہ تھے

در فضائے عرصۂ آں پاک جاں
اُس پاک جان کے میدان کی وسعت (کے مقابلہ) میں

تنگ آمد عرصۂ ہفت آسماں
ساتوں آسمانوں کا میدان تنگ ہو گیا

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے

من نگنجم ہیچ در بالا و پست
میں اوپر نیچے (کہیں) نہیں سما سکتا ہوں

در زمین و آسمان و عرش نیز
زمین اور آسمان اور عرش میں بھی

من نگنجم ایں یقیں داں اے عزیز
میں نہیں سما سکتا ہوں، اے پیارے! یقین کر

در دلِ مومن بگنجم اے عجب
تعجب ہے، مومن کے دل میں سما جاتا ہوں

گر مرا جوئی دراں دلہا طلب
اگر میری تلاش کرے اِن دلوں میں تلاش کر

گفت[2] فادخُلِی فی عبادی تلتقی
(اللہ تعالیٰ) نے فرمایا میرے بندوں میں داخل ہو جا تو پالیگا

جنۃً من رؤیتی یا مُتّقی
میرے دیدار کی جنت اے پرہیزگار!

عرش[3] با آں نور و پہنائی خویش
عرش نے، باوجود اپنے نور اور وسعت کے

چوں بدید اُو را برفت از جائے خویش
جب اُس کو دیکھا، بے قرار ہو گیا

خود بزرگی عرش باشد بس پدید
عرش کی بڑائی بہت واضح ہے

لیک صورت کیست چوں معنیٰ رسید
لیکن صورت کیا چیز ہے جب معنیٰ آ پہنچیں؟

ہر مَلَک می گفت ما را پیش ازیں
ہر فرشتہ کہتا تھا، ہمیں اِس سے پہلے

اُلفتے می بود بر روئے زمیں
روئے زمین سے محبت تھی

تخمِ خدمت در زمیں می کاشتیم
ہم نے زمین میں خدمت کے بیج بوئے تھے

زاں تعلق ما عجب می داشتیم
اُس تعلق سے ہم متعجب تھے

کایں تعلق چیست با ایں خاکداں
کہ اِس زمین سے یہ تعلق کیسا ہے؟

چوں سرشتِ ما بُدست از آسماں
جبکہ ہمارا خمیر آسمان سے ہے

اِلفِ ایں انوار با ظلمات چیست
اِن نوروں کو تاریکیوں سے محبت کیوں ہے؟

چوں تواند نور با ظلمات زیست
نور تاریکیوں کے ساتھ کیسے زندہ رہ سکتا ہے!

---

[1] تقدیس یعنی فرشتوں نے کہا "سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا" "اے خدا تیری ذات پاک ہے ہمیں بجز اُسکے کچھ معلوم نہیں جو تو نے ہمیں بتا دیا ہے۔ آں کشاد۔ جو معلومات فرشتوں کو آدمؑ سے حاصل ہوئیں وہ آسمانوں سے حاصل نہ تھیں۔ در فضائے۔ اسماء کی تعلیم کے بعد آدمؑ کی وسعتوں کی آسمانوں میں گنجائش نہ تھی۔ گفت پیغمبر۔ حدیث قدسی ہے "لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ" "مجھے نہ میری زمین سما سکتی ہے نہ میرا آسمان، ہاں میرے مومن بندے کا دل سما سکتا ہے۔

[2] گفت۔ قرآن پاک میں ہے۔ "فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ" "پس داخل ہو ہمارے بندوں میں اور داخل ہو جا ہماری جنت میں" مولانا نے اس آیت کا مطلب یہ لیا ہے کہ مومن کے دل میں سما کر دیدار کی جنت میں پہنچ جا، یعنی قلب مومن میں اللہ کی رویت میسر آ سکتی ہے

[3] با۔ باوجود۔ پہنا۔ وسعت از جا رفتن۔ بیقرار ہونا۔ صورت۔ یعنی مادی چیز معنیٰ۔ یعنی روحانی چیز۔ خاکداں۔ زمین۔ الف۔ اُلفت محبت۔ انوار۔ یعنی ملائکہ۔ ظلمات۔ یعنی دنیا کی چیزیں۔

آدما آں الف از بوئے تو بود / زانکہ جسمت را زمیں بُد تارو پود[1]

اے آدمؑ! وہ محبت تیری خوشبو کی وجہ سے تھی / کیونکہ تیرے جسم کا تانا بانا زمین تھی

جسمِ خاکت را ازیں جا بافتند / نورِ پاکت را درآنجا تافتند

تیرے خاکی جسم کو اس جگہ سے حاصل کیا / تیرے پاک نور کو اُس جگہ چمکایا

ایں کہ جانِ ما ز رُوحت یافت ست / پیش پیش از خاک آں می تافت ست

یہ جو کچھ ہماری جان نے تیری روح سے حاصل کیا ہے / پہلے پہلے زمین سے چمکا ہے

در زمیں بُودیم و غافل از زمیں / غافل از گنجے کہ در وے بُد دفیں

ہم زمین پر تھے اور زمین سے غافل تھے / اُس خزانہ سے غافل تھے جو اُس میں مدفون تھا

چوں سفر فرمود ما را زاں مقام / تلخ شد ما را ازاں تحویل کام

جب ہمیں اُس جگہ سے سفر کرنیکا حکم فرمایا / اُس تبدیلی سے ہمارا حلق کڑوا ہوگیا

تاکہ حجتہا ہمی گفتیم ما / کہ بجائے ما کہ آید اے خدا

یہاں تک کہ ہم نے حجتیں کیں / کہ اے خدا! ہماری جگہ کون آئیگا؟

نورِ ایں تسبیح و ایں تہلیل را / می[5] فروشی بہرِ قال و قیل را

اس تسبیح اور تہلیل کے نور کو / تو لڑائی، جھگڑے سے تبدیل کرتا ہے

حلمِ حق گسترد بہرِ ما بساط / کہ بگوئید از طریقِ انبساط

اللہ (تعالیٰ) کے حلم نے ہمیں موقع دیا ق / کہ کھل کر کہو

ہر چہ آید بر زبان تاں بے حذر / ہمچو طفلانِ یگانہ با پدر

بلا خوف، جو تمہاری زبان پر آئے / جیسے بے تکلّف بچے اپنے باپ سے

ما ہمی دانیم خود رازِ شما / لیک می خواہیم آوازِ شما

خود ہم تمہارے راز کو جانتے ہیں / لیکن تمہاری آواز (میں) سننا چاہتے ہیں

زانکہ ایں دمہا[3] چہ گر نالائق ست / رحمتِ من بر غضب ہم سابق ست

اسلئے کہ یہ معمولی باتیں اگرچہ مناسب نہیں ہیں / (لیکن) میری رحمت غصہ پر سبقت رکھتی ہے

از پئے اظہارِ ایں سبق اے ملک / در تو بنہم داعیۂ اشکال و شک

اے فرشتو! اس سبقت کے اظہار کیلئے / میں تم میں اشکال اور شک کا داعیہ پیدا کر رہا ہوں

تا بگوئی و نگیرم بر تو من / منکرِ حلمم نیارد دم زدن

تاکہ تم کہو اور میں تم پر گرفت نہ کروں / میری بردباری کا منکر دم نہ مار سکے

---

[1] تار و پود۔ تانا، بانا۔ جسمِ خاکت۔ یعنی آدمؑ کا جسم تو خاکی ہے اُس میں نورِ علم آسمانی ہے۔ ایں کہ۔ یعنی علم کا نور۔ چوں سفر۔ اللہ نے فرشتوں کو زمین سے منتقل ہونیکا حکم دیا تو فرشتوں پر یہ حکم بھاری پڑا۔ حجتہائے۔ یعنی فرشتوں نے یہ کہنا شروع کردیا کہ تو زمین میں ہماری جگہ انسانوں کو بسانا چاہتا ہے جو زمین میں فتنہ و فساد برپا کردینگے۔

[5] می فروشی یعنی فرشتوں نے کہا کہ ہم تو تیرے زمین پر تیری تسبیح و تہلیل کرتے ہیں تو انسانوں کو آباد کریگا تو وہ تسبیح و تہلیل کے بجائے فتنہ و فساد کرینگے۔ حلم۔ بردباری۔ گستردن۔ بچھانا۔ بساط۔ بچھونا۔ بساط گستردن۔ موقع دینا۔ انبساط۔ خوشی۔ کشائشِ دل۔ بے حذر۔ بلاخوف۔ آوازِ شما۔ یعنی تمہاری زبان اور آواز سے ہم سننا چاہتے ہیں۔

[3] دمہا چہ۔ چہ تصغیر کیلئے ہے یعنی ادنیٰ باتیں رحمت۔ حدیثِ قدسی ہے۔ اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ میری رحمت میرے غصہ سے آگے ہے۔ سبق۔ سبقت داعیہ۔ جذبہ۔ تا بگوئی یعنی تاکہ فرشتے اعتراض کریں اور میں گرفت نہ کروں اور میرے علم کا ثبوت ہوجائے اور آئندہ کے انکار کا موقع نہ رہے۔

صدؔ پدر، صد مادر اندر حِلمِ ما
ہر نفس زاید در اُفتد در فنا

سَو باپ اور سَو مائیں ہمارے حِلم میں
ہر لمحہ پیدا ہو کر فنا ہو رہی ہیں

حِلمِ ایشاں کفِ بحرِ حِلمِ ماست
کف رَوَد آید ولے دریا بجاست

اُن کا حِلم ہمارے حِلم کے سمندر کا جھاگ ہے
جھاگ تو آتے جاتے ہیں لیکن دریا اپنی جگہ پر ہے

خود چہ گویم پیشِ آں دُر ایں صدف
نیست اِلّا کفِ کف کفِ کف

میں کیا بتاؤں، اُس موتی کے سامنے یہ سیپ
جھاگ ہی جھاگ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے

حقِ آں کف، حقِ آں دریائے صاف
کامتحانی نیست ایں گفت و نہ لاف

اُس جھاگ کی قسم اور اُس صاف دریا کی قسم
یہ گفتگو نہ آزمائش ہے نہ بکواس

از سرِ مہر و صفا ہست و خضوع
حقِ آنکس کہ بدو دارم رُجوع

محبت اور خلوص اور عاجزی کی وجہ سے ہے
اُس ذات کی قسم جس کی طرف مجھے لَوٹنا ہے

گر بہ پیشت امتحان ست ایں ہوس
امتحاں را امتحاں کُن یک نفس

اگر تیرے نزدیک یہ خواہش آزمائش کیلئے ہے
تھوڑی دیر کیلئے آزمائش کو آزما لے

سرّ مپوشاں تا پدید آید سرم
امر کُن تو ہر چہ بروے قادرم

راز کو نہ چھپا، تاکہ میرا راز بھی، ظاہر ہو جائے
جو میں کر سکتا ہوں اُس کا حکم دے

دل مپوشاں تا پدید آید دلم
تا قبول آید ہر آنچہ قابلم

دل (کی بات) نہ چھپا، تاکہ میرے دل (کی بات) ظاہر ہو جائے
تاکہ جس بات کے میں قابل ہوں اُسکو قبول کر لوں

چہ کُنم در دستِ من چہ چارہ است
در نگر تا جانِ من چہ کارہ است

کیا کروں میرے قابو میں کیا تدبیر ہے؟
غور کر لے، میں کِس کام کا ہوں

تعیین کردنِ زن طریقِ طلبِ روزی شوئے

عورت کا اپنے شوہر کے لئے روزی طلب کرنے کا راستہ متعین کرنا

خود را و قبول کردنِ اُو

اور اُس کا قبول کر لینا

گفت زن نک آفتابے تافت ست
عالمے زو روشنائی یافت ست

عورت نے کہا، یہ آفتاب چمکا ہے
(اور) دنیا نے اُس سے روشنی پائی ہے

نائبِ رحماں خلیفہ کردگار
شہر بغداد ست ازوے چوں بہار

خدا کا قائم مقام، اللہ کا خلیفہ
بغداد شہر اُس کی وجہ سے (موسمِ) بہار جیسا ہے

لہ صد پدر یعنی سینکڑوں ماں باپ کی بردباری اللہ کی بردباری کے سامنے ہیچ در ہیچ ہے۔ کف۔ جھاگ، سمندر کے مقابلہ میں جھاگ بے حقیقت چیز ہوتی ہے۔ بحر یعنی حلم باری تعالیٰ۔ صدف یعنی ماں باپ کی بردباری۔ گفت۔ گفتگو۔ لاف۔ گپ بکواس۔ حقِ آں کف۔ یہ مقولہ بدو کا شروع ہوا ہے، بیوی نے کہا تھا کہ تیرا اظہار محبت امتحان کے لئے ہے یا حقیقت پر مبنی ہے اسکے جواب میں کہا ہے کہ میری باتیں محبت پر مبنی ہیں امتحانی اور آزمائشی نہیں ہیں۔

لہ رجوع۔ واپسی یعنی مرنے کے بعد۔ صفا خلوص خضوع۔ عاجزی، انکساری۔ ہوس۔ یعنی صلح کی خواہش۔ سر۔ راز۔ قادر۔ قدرت والا۔ چہ کنم۔ اب جبکہ تو روزی کمانے کو کہتی ہے تو بتا کس طرح کماؤں۔ نک۔ اینک، اب۔ آفتاب۔ یعنی خلیفہ وقت۔

لہ بغداد ———— عراق کا مشہور شہر ہے اس میں باغ داد تھا اس باغ میں بیٹھ کر نوشیرواں انصاف کیا کرتا تھا۔

گر بہ پیوندیؔ بداں شہؔ شہ شوی
اگر تو اس بادشاہ سے وابستہ ہوجائیگا بادشاہ بنجائیگا

سوئے ہر ادبار تا کے می روی
ہر نحوست کی طرف کب تک چلے گا؟

ہمنشینیِ مقبلاں چوںؔ کیمیاست
نصیبہ ور لوگوں کی مصاحبت، کیمیا ہے

چوں نظر شاں کیمیائے خود کجاست
اُن کی نظر جیسی، کیمیا (بھی)، کب ہے؟

چشمِ احمدؐ بر ابوبکرؓ زدہ
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نگاہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) پر پڑی

اُو زِ یک تصدیقؔ صدّیقےؔ شدہ
وہ ایک تصدیق سے صدیق ہو گئے

گفت من شہ را پذیراؔ چوں شوم
اُس نے کہا بادشاہ کے یہاں میں مقبول کس طرح ہو سکتا ہوں؟

بے بہانہؔ سوئے اُو من چوں روم
ذریعہ کے بغیر میں اُس کے پاس کیسے جاؤں؟

نسبتے باید مرا یا حیلتے
مجھے کوئی تعلق یا تدبیر چاہیئے

ہیچ پیشہ راست شد بے آلتے
کوئی پیشہ بغیر اوزار کے چلا ہے؟

ہمچو مجنونؔ کہ بشنید از یکے
مجنوں کی طرح، کہ جب اُس نے کسی سے سنا

کہ مرض آمد بہ لیلےٰ اندکے
کہ لیلےٰ کسی قدر بیمار ہے

گفت آوہ بے بہانہ چوں روم
بولا، افسوس! بغیر بہانہ کے کیسے جاؤں؟

ور بمانم از عیادتؔ چوں شوم
اگر مزاج پرسی سے رہ جاؤنگا تو میرا کیا حال ہوگا؟

لَیْتَنِیْ کُنْتُ طَبِیْباً حَاذِقاً
کاش میں ماہر طبیب ہوتا

کُنْتُ اَمْشِیْ نَحْوَ لَیْلیٰ شَائِقاً
لیلےٰ کے پاس شوق سے جاتا

قُلْ تَعَالَوْاؔ گفت حق ما را بداں
اللہ (تعالےٰ) نے قل تعالوا ہمارے لئے اِسی لئے فرمایا ہے

تا بُوَد شرمؔ اِشکنی ما را نشاں
تاکہ ہماری شرم ٹوٹنے کا نشان بن جائے

شب پرّاں را گر نظر و آلت بُدے
چمگادڑوں کے لئے اگر نظر اور ذریعہ ہوتا

روز شاں جولان و خوش حالت بُدے
دن میں اُن کی گردش اور اچھی حالت ہوتی

گفت چوں شاہِ کرمؔ میداں رود
بولی، جب شاہِ کرم میدان میں نکلتا ہے

عینِؔ ہر بے آلتی آلت شود
ہر بے سروسامانی، ذریعہ بن جاتی ہے

زانکہؔ آلت دعویٰ ست و ہستی ست
کیونکہ سامان تو دعویٰ اور انانیت ہے

کار در بے آلتی و پستی ست
(اصل) کام بے سروسامانی اور ذلت سے ہے

گفت کے بےؔ آلتی سوداؔ کنم
(شوہر نے) کہا کہ بے سروسامانی کا میں کب خیال کر سکتا ہوں

تا نہ من بے آلتی پیدا کنم
جب تک میں بے سروسامانی پیدا نہ کر لوں

لہ پیوندی۔ پیوستن کا فعلِ مضارع مخاطب ہے۔ شہ۔ یعنی خلیفہ۔ شہ۔ یعنی مالدار۔ ادبار۔ بدبختی۔ چوں۔ یعنی شاہوں کی نظر کیمیا سے بھی بڑھ کر ہے۔ یک تصدیق۔ یعنی معراج کے واقعہ کی تصدیق۔ صدّیق۔ بہت سچ بولنے والا، بہت زیادہ تصدیق کرنیوالا، یہ حضرتِ ابوبکرؓ کا لقب ہے۔ پذیرا۔ مقبول۔ بہانہ۔ حیلہ۔ مجنوں۔ قیس عامری کا لقب ہے۔ عیادت۔ بیمار کی مزاج پرسی کرنا۔ قل تعالوا۔ قرآن پاک کی آیت ہے: "اے نبی کہدے چلے آؤ"۔

لہ شرم اِشکنی۔ شرم کو توڑنا یعنی اللہ تعالےٰ نے چلے آؤ فرماکر بغیر حیلہ جانے میں جو شرم تھی اس کو توڑا ہے۔ شاہِ کرم۔ بخشش والا بادشاہ۔ عینِ بے آلتی۔ یعنی بے سروسامانی کامیابی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ زانکہ۔ ساز و سامان میں انانیت ہے جس سے محرومی ہوتی ہے۔ بے سروسامانی اور عاجزی سے سوال میں کامیابی ہوتی ہے۔

لہ بے آلتی۔ بے سروسامانی۔ سودا۔ خیال، شوق، یعنی اتنا خلوص ہوجائے کہ تحفہ کی ضرورت نہ رہے۔

پس گواہے بایدم بر مُفلسی ۔۔۔ تا شہم رَحمے کُند در مُفلسی
پس مُفلسی پر میرا کوئی گواہ ہونا چاہیئے ۔۔۔ تاکہ بادشاہ مُفلسی میں مجھ پر رحم کرے

تو گواہی غیر گفت و گو و رنگ ۔۔۔ وَانما تا رحم آرد شاہِ شنگ
(اے مخاطب) تو (بھی) گفتگو اور وضع کے علاوہ کوئی گواہی ۔۔۔ پیش کرتا کہ محبُوب بادشاہ تجھ پر رحم کرے

کایں گواہی کش زگفت و رنگ بُد ۔۔۔ نزد آں قاضیِ القُضاۃ آں جرح شد
اِسلئے کہ گواہی جو گفت گو اور وضع کی تھی ۔۔۔ اَحکمُ الحاکمین کے سامنے مجروح ہو گئی ہے

پس گواہے زاندروں می بایدم ۔۔۔ نے گواہیِّ بروں می بایدم
مجھے کوئی باطنی گواہ درکار ہے ۔۔۔ ظاہری گواہی کی مجھے ضرورت نہیں ہے

صِدق می باید گواہِ حالِ اُو ۔۔۔ تا بتابد نورِ اُو بے قالِ اُو
سچائی اُس کے حال کی گواہ ہونی چاہیئے ۔۔۔ تاکہ اس کا نور اُس کی گفتگو کے بغیر چمک جائے

ہدیہ بردنِ آں عرب سبوئے آبِ باراں از میانِ بادیہ سوئے بغداد بنزدِ خلیفہ و پنداشت کہ آنجا قحطِ آب ست

اُس بدوی کا جنگل سے بارش کے پانی کا مٹکا ہدیہ میں لے جانا خلیفہ بغداد کے پاس اور اُس نے خیال کیا کہ وہاں پانی کا قحط ہے

گفت زن صِدق آں بُوَد کز بودِ خویش ۔۔۔ پاک بر خیزی تو از مجہودِ خویش
عورت نے کہا کہ سچائی یہ ہے کہ اپنے وجود سے ۔۔۔ اپنی کوشش سے بالکل علیحدہ ہو جا

آبِ باران ست مارا در سبو ۔۔۔ مِلکت و سرمایہ و اَسبابِ تو
ٹھلیا میں ہمارا بارش کا پانی ہے ۔۔۔ جو تیری ملکیت اور سرمایہ اور اسباب ہے

ایں سبوئے آب را بردار و رَو ۔۔۔ ہدیہ ساز و پیشِ شاہنشاہ شَو
پانی کی یہ ٹھلیا اُٹھا اور جا ۔۔۔ تحفہ قرار دے اور بادشاہ کے پاس پہنچ جا

گو کہ مارا غیر زیں اَسباب نیست ۔۔۔ در مفازہ[۳] ہیچ بِہ زیں آب نیست
کہنا، ہمارے پاس اس سامان کے علاوہ کچھ نہیں ہے ۔۔۔ جنگل میں اِس سے اچھا پانی نہیں ہے

گر خزانہ اش پُر زرُ دُرّ و گوہر ست ۔۔۔ ایں چنیں آبش نباشد نادِر ست
اگرچہ اُسکا خزانہ موتیوں اور جواہر سے بھرا ہوا ہے ۔۔۔ اُس کے پاس ایسا پانی نہ ہوگا (یہ) کمیاب ہے

چیست آں کوزہ تنِ محصورِ ما ۔۔۔ اندرو آب ایں حواسِ شورِ ما
وہ ٹھلیا کیا ہے؟ ہمارا گھرا ہوا بدن ہے ۔۔۔ اُس میں پانی ہمارے نمکین حواس ہیں

---

[۱] گواہے۔ صدق اور اخلاص کی کوئی علامت ہونی چاہیئے تو گواہی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ خدا کے سامنے جانیکے لئے بھی اخلاص کی گواہی کی ضرورت ہے اگر دل میں اخلاص نہ ہوگا محض ظاہری گفتگو سے کام نہ چلے گا۔ پس گواہے۔ شوہر نے کہا باطنی گواہ کی ضرورت ہے۔ صدق آں بود۔ عورت نے شوہر سے کہا اپنی ہستی اور اپنی جدوجہد سے بردار ہو جانا ہی سچائی ہے۔ سبو۔ ٹھلیا۔ ملکت۔ مملوک تو۔

[۳] مفازہ۔ جنگل۔ فاخر۔ قیمتی، قابلِ فخر۔ نادر۔ کمیاب۔ چیست آں کوزہ۔ یہاں سے مولانا کا مقولہ شروع ہوا ہے۔ یعنی جس طرح بدو اپنی ٹھلیا شاہ بغداد کی خدمت میں پیش کرنیکے لئے چلا ہمیں بھی اپنے بدن کی ٹھلیا دربارِ خداوندی میں پیش کرنی ہے۔

اے خداوند ایں خُم و کوزہ مرا
اے خدا میرے اِس مٹکے اور کوزے کو

در پذیر از فضلِ اَللّٰہُ اِشْتَرٰی[1]
"اللہ اشتریٰ" کی مہربانی سے قبول فرمالے

کوزہَ با پنج لُولہ پنج حِس
پانچ ٹوٹیوں کا کوزہ (جو) پانچ حواس ہیں

پاک دار ایں آب را از ہر نجس
اِس پانی کو ہر قسم کی نجاست سے پاک رکھ

تا شود زیں کوزہ مَنفذ سُوئے بحر
تاکہ اس کوزہ کا راستہ سمندر کی جانب ہو جائے

تا بگیرد کوزہَ من خُوئے بحر
تاکہ میرا کوزہ سمندر کی خصلت اختیار کرلے

تا چو ہدیہ پیشِ سلطانش بَری
تاکہ ہدیہ میں جب تو اُس کو بادشاہ کے سامنے لیجائے

پاک بیند باشدش شہ مُشتری[2]
اُسکو وہ پاک دیکھے، ہوسکتا ہے کہ بادشاہ اُسکا خریدار بنجائے

بے نہایت گردد آبش بعد ازاں
اُس کے بعد اُس کا پانی لاانتہا ہو جائے گا

پُر شود از کوزہَ من صد جہاں
میرے کوزے سے سَو جہان بھر جائیں گے

لُولہا بر بند و پُر دارش زخُم
اُس کی ٹونٹیاں بند کردے اور اُسکو مٹکے سے بھر رکھ

گفت غُضُّوا عَنْ ھَوًی اَبْصَارَکُمْ
فرمایا ہے، خواہشِ نفسانی سے اپنی نگاہیں نیچی رکھو

رِیشِ اُو پُر باد کیں ہدیہ کراست
وہ مغرور تھا کہ یہ تحفہ کس کو میسّر ہے؟

لائقِ چوں تو شہے اینست راست
تجھ جیسے بادشاہ کے لائق ہے، یہ درست ہے

آں نمی دانست کانجا بر گذر
اُس کو یہ خبر نہ تھی کہ وہاں راستہ پر

ہست جاری دِجلہ ہمچوں شکر
شکر جیسا دجلہ بہہ رہا ہے

در میانِ شہر چوں دریا رواں
شہر کے درمیان، سمندر کی طرح جاری ہے

پُر ز کشتیہا و شَسْتِ[3] ماہیاں
کشتیوں اور مچھلی پکڑنے کے کانٹوں سے پُر ہے

رَو برِ سُلطان و کار و بار بیں
بادشاہ کے پاس جا، اور کاروبار دیکھ

حُسنِ تَجْرِیْ تَحْتَہَا الْاَنْہَارُ بیں
"تَجْرِیْ تَحْتَہَا الْاَنْہَارُ" کا حُسن دیکھ

ایں چنیں حِسہا و اِدراکاتِ ما
اِسی طرح ہماری معلومات اور احساسات

قطرہٴ باشد دراں بحرِ صفا
اُس صاف سمندر میں ایک قطرہ ہیں

باز جوی و باز بیں و باز یاب
طلب کر اور مشاہدہ کر اور حاصل کر

از کہ از مَنْ عِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتٰبْ
کس سے؟ اُس ذات سے جسکے پاس لوحِ محفوظ ہے

در نمد دوختنِ زن سبوئے آب را و مُہر بر وے نہادن

عورت کا ٹھلیا کو نمدہ میں سینا اور اُس پر مُہر لگانا

---

[1] اَللّٰہُ اِشْتَرٰی۔ قرآنِ پاک میں ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ۔ "خدا نے مومنین سے اُن کی جانیں اور مال خرید لیا ہے بعوض جنت کے"۔ لُولہ۔ ٹونٹی، یعنی بدن کی ٹھلیا میں پانچ حواس بمنزلہ پانچ ٹونٹیوں کے ہیں اِن حواس کے ذریعہ اندر گندگی نہ پہنچنی چاہیئے۔ مَنفذ۔ سوراخ۔ بحر۔ یعنی وحدت کا سمندر۔ خوئے بحر۔ حدیث شریف میں ہے اللہ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو۔

[2] مُشتری۔ خریدار۔ ریش او پُر باد۔ بُدّو گھمنڈ تھا کہ ایسا تحفہ کسی کو میسّر نہ آیا ہوگا اور یہ عجیب تحفہ یقیناً بادشاہ کے لائق ہے۔ گذر۔ گذرگاہ، راستہ۔ دِجلہ۔ دال کے فتحہ کے ساتھ، عراق کا مشہور دریا ہے جس کے دونوں طرف شہر بغداد آباد ہے۔

[3] شَسْت۔ شین کے فتحہ سے، نشتر، مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ تَجْرِیْ تَحْتَہَا الْاَنْہَارُ۔ نہریں اسکے نیچے جاری ہیں، قرآن میں یہ جنت کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ بحرِ صفا۔ علومِ الٰہی کا سمندر۔ باز جو۔ علومِ الٰہی کا طالب بن وہ تجھے خدا سے حاصل ہونگے۔

مَرد گفت آرے سَبُو را سَر[1] بِبند — ہِیں کہ ایں ہدیہ ست ما را سُودمند

مرد نے کہا، ہاں، ٹھلیا کا منھ بند کردے — یقیناً یہ تحفہ ہمارے لئے مفید ہے

در نمد در دوز تو ایں کوزہ را — تا کُشاید شہ بہدیہ روزہ را

تو اس کوزہ کو نمدے میں سی دے — تاکہ بادشاہ تحفہ سے روزہ کشائی کرے

کایں چنیں اندر ہمہ آفاق نیست — جُز رحیق و مایۂ اَذواق نیست

اِس طرح کا تحفہ دنیا میں نہیں ہے — (یہ) عمدہ شراب اور لذتوں کے سرمایہ کے سوا کچھ نہیں ہے

زانکہ ایشاں زاہلِ تلخ و شور — دائماً پُر علت اند و نیم کور

اِس لئے کہ یہ لوگ کڑوے اور نمکین پانی کی وجہ سے — ہمیشہ بیمار اور آدھے اندھے ہیں

مُرغ کابِ[2] شور باشد مسکنش — اُو چہ داند جائے آبِ روشنش

جس پرندہ کی جائے رہائش کھاری پانی ہو — وہ اپنے صاف پانی کی جگہ کیا جانے؟

ایکہ اندر چشمۂ شور ست جات — تو چہ دانی شطِ جیحون و فرات

اے وہ کہ تیری جگہ کھاری چشمہ ہے! — تو جیحوں اور فرات (دریا) کے کنارے کو کیا جانے؟

اے تو نارَستہ ازیں فانی رَباط — تو چہ دانی صحو و سُکر و انبساط

اے وہ کہ تو اِس فانی سرائے سے نہیں چھوٹا! — تو صحو اور سُکر اور انبساط کو کیا جانے؟

وَر بدانی نقلت از آب و جد ست — پیشِ تو ایں نامہا چوں ابجد ست

اگر تو جانتا (بھی) ہے تو باوا دادا سے سُنا سُنایا ہی — تیرے سامنے یہ نام حروفِ تہجی کی طرح ہیں

ابجد[3] و ہوز چہ فاش ست و پدید — بر ہمہ طفلان و معنیٰ بس بعید

ابجد اور ہوز کس قدر واضح اور ظاہر ہیں — تمام بچوں پر، اور معنیٰ کس قدر دُور ہیں

پس سَبُو برداشت آں مردِ عرب — در سفر شد می کشیدش روز و شب

اُس بدو مرد نے ٹھلیا اٹھائی — سفر میں (روانہ) ہوگیا، دن رات اُسکو اُٹھاتا تھا

بر سبُو لرزاں بُد از آفاتِ دہر — ہم کشیدش از بیاباں تا بشہر

زمانے کی آفتوں سے ٹھلیا کے بارے میں خوفزدہ تھا — اُس کو جنگل سے شہر کی طرف لئے جاتا تھا

زن مُصلیٰ باز کردہ از نیاز — رَبِّ سَلِّمْ وِرد کردہ در نماز

عورت نے عاجزی سے مُصلیٰ بچھایا — نماز میں اے خدا اِس کو سلامت رکھ، کی دُعا شروع کردی

کہ نگہدار آبِ ما را از خساں — یارب ایں گوہر بداں دریا رساں

کہ ہمارے پانی کو کمینوں سے محفوظ رکھ — اے خدا! یہ موتی اُس دریا تک پہنچا دے

---

[1] سَر بہ بند۔ مُنھ بند کردے۔ ہِیں۔ کلمۂ تنبیہ ہے۔ دَوز۔ سی دے۔ رَحیق۔ شراب۔ اَذواق۔ ذوق کی جمع ہے، مزہ، لُطف۔ زانکہ۔ اعرابی (بدوی) کو یہ غلط فہمی اس لئے تھی کہ لوگ جنگل میں عموماً شور اور تلخ پانی پی کر بیمار رہتے ہیں اور کمزور ہو جاتے ہیں۔

[2] آبِ شور۔ کھارا پانی۔ جات۔ جائے تو۔ شط۔ کنارہ۔ جیحوں۔ ایران کا مشہور دریا۔ فرات۔ عراق کا مشہور دریا جو کوفہ کے قریب گذرتا ہے۔ رَباط۔ سرائے یعنی دنیا۔ صحو و سُکر و انبساط۔ روحانی کیفیتیں جو سالک کو پیش آتی ہیں۔ اب۔ باپ۔ جد۔ دادا۔

[3] ابجد۔ بچوں کو حروفِ تہجی کے حقائق کا کوئی علم نہیں وہ صرف رٹ لیتے ہیں نہ اُنکو یہ معلوم ہے کہ انہی ابجد ہوز کی ترتیب سے اعداد کے ذریعہ تاریخیں نکالی جاتی ہیں نہ یہ معلوم کہ یہی حروف تعویذات اور طلسمات میں کام آتے ہیں نہ یہ معلوم کہ انہی حروف سے اسمار باری بنے ہیں جنکی تاثیرات غیر متناہی ہیں نہ یہ معلوم کہ ان حروفِ تہجی کو ملاکر جو آٹھ کلمات بنائے گئے ہیں انہیں حضرت آدمؑ کے واقعات کی پوری تاریخ ہے وغیرہ وغیرہ۔ متعلق بجائے نماز۔ ربِّ سَلِّم۔ اے خدا اس ٹھلیا کو سلامت رکھنا۔ خساں۔ یعنی چور ڈاکو۔ گوہر یعنی

گرچہ شویم آگہ ست و پُرفن ست — لیک گوہر را ہزاراں دشمن ست

اگرچہ میرا شوہر باخبر اور صاحبِ تدبیر ہے — لیکن موتی کے ہزاروں دشمن ہیں

خود چہ باشد گوہرِ آبِ کوثر ست[۱] — قطرۂ زاں آب کاصلِ گوہر ست

موتی کیا ہوگا (حوضِ) کوثر کا پانی ہے — اس پانی کا قطرہ ہے جو اصل میں گوہر ہے

ق

از دعا ہائے زن و زاریِ اُو — وز غمِ مرد و گراں باریِ اُو

عورت کی دُعاؤں اور اُس کی عاجزی سے — مَرد کے غم اور اُس کی جفاکشی سے

سالِم از دُزداں واز آسیبِ سنگ — بُرد تا دارُالخِلافہ بے دِرنگ

چوروں اور پتھر کے صدمہ سے سالم — بلا توقّف دارُالخلافہ تک لے گیا

دید درگاہے پُراز اِنعامہا — اہلِ حاجت گسترِیدہ دامہا

اِنعاموں سے بھرا ایک دربار دیکھا — ضرورت مندوں نے جال بچھا رکھے ہیں

دمبدم ہر سُوئے صاحب حاجتے — یافتہ زاں در عطا و خلعتے[۲]

لمحہ بہ لمحہ ہر جانب ضرورتمند — اُس دَر سے عطا اور خلعت پائے ہیں

بہرِ گبر و مومن و زیبا و زِشت — ہمچو خورشید و مَطر بل چوں بہشت

کافر اور مومن اور اچھے اور بُرے کیلئے (وہ دربار) — سورج اور بارش کی طرح بلکہ بہشت کیطرح تھا

دید قومے در نظر آراستہ — قومِ دیگر مُنتظر برخاستہ

ایک قوم کو دیکھا جو سامنے آراستہ تھی — دوسری قوم مُنتظر کھڑی تھی

خاص و عامہ از سلیمانؑ تا بمور — زندہ گشتہ چوں جہاں از نفخِ صور

خاص اور عام (حضرتِ) سلیمانؑ سے لیکر چیونٹی تک — جی اُٹھے جیسے کہ دنیا صُور پھونکنے سے

اہلِ صورت در جواہر تافتہ — اہلِ معنیٰ بحرِ معنیٰ یافتہ

اہلِ ظاہر جواہر میں لَدے ہوئے تھے — اہلِ باطن نے حقیقت کا سمندر پایا تھا

آنکہ بے ہمّت چہ باہمّت شُدہ — وانکہ باہمّت چہ بانعمت شُدہ

جو بے ہمّت تھا کس قدر باہمّت ہوگیا — جو باہمّت تھا کس قدر نعمت والا ہوگیا

بانگ می آمد کہ اے طالب بیا — جُود محتاجِ گدایاں چوں گدا

آواز آتی تھی کہ اے طلبگار! آجا — سخاوت کو سائلوں کی ضرورت ہے جیسے کہ سائل کو سخاوت کی

در بیانِ آنکہ چنانکہ گدا عاشقِ کریم ست کریم ہم عاشقِ گدا ست[۳]

اس کا بیان کہ جس طرح فقیر، سخی کا عاشق ہے سخی بھی فقیر کا عاشق ہے

---

۱ کوثر۔ جنت کا چشمہ ہے۔ اصلِ گوہر۔ یعنی موتی اسی پانی کے قطرات سے بنتے ہیں۔ گراں باری۔ بوجھ اٹھانا، جفاکشی۔ آسیب۔ صدمہ۔ دارُالخلافہ۔ خلیفۃ المسلمین کے رہنے کا شہر۔ دِرنگ۔ تاخیر۔ درگاہ۔ دربار۔ دامہا۔ جال، یعنی اِنعام حاصل کرنے کے وسائل و ذرائع۔

۲ خلعت۔ شاہی لباس۔ گبر۔ آتش پرست، کافر۔ مَطر۔ بارش، مینہ۔ در نظر۔ بادشاہ کے سامنے۔ سلیماں۔ یعنی امراء۔ مور۔ یعنی غرباء۔ نفخِ صور۔ صُور پھونکنا جس سے تمام مُردے زندہ ہو جائیں گے۔ جود۔ یعنی اُس کی سخاوت بھکاریوں کو اس طرح تلاش کرتی تھی جس طرح بھکاری بخشش اور عطا کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔

۳ در بیان۔ سخیوں کی سخاوت کا وجود اور ظہور فقراء کے وجود سے ہے لہٰذا سخی اپنی سخاوت کیلئے فقراء کے محتاج ہیں جیسا کہ توبہ کا وجود توبہ کرنیوالے سے ہے۔ گدا۔ فقیر، بھکاری۔

اگر گدا را صبر بیش بُوَد کریم بر درِ اُو آید و اگر کریم را صبر بُوَد گدا

اگر فقیر کا صبر بڑھا ہوا ہے تو کریم اُسکے دروازے پر آجاتا ہے اور سخی کو صبر ہو تو فقیر اُس کے

بر درِ اُو آید اَمّا صبر کمالِ گدا و نقصانِ کریم ست

دروازے پر آتا ہے لیکن صبر کرنا فقیر کا کمال ہے اور سخی کا عیب ہے

جُود محتاج ست و خواہد طالبے
سخاوت ضرورتمند ہے اور کوئی طلبگار چاہتی ہے
ہمچنانکہ توبہ خواہد تائبے
جس طرح توبہ، توبہ کرنے والے کو چاہتی ہے

جُود می جوید گدایان و ضِعاف[1]
سخاوت، فقیروں اور کمزوروں کو تلاش کرتی ہے
ہمچو خوباں کآئینہ جویند صاف
جیسے حسین صاف آئینہ تلاش کرتے ہیں

رُوئے خوباں ز آئینہ زیبا شود
حسینوں کا چہرہ، آئینہ سے حسین بنتا ہے
رُوئے احساں از گدا پیدا شود
احسان کا چہرہ فقیر سے رُونما ہوتا ہے

چوں گدا آئینۂ جود ست ہاں
جبکہ فقیر، سخاوت کا آئینہ ہے، خبردار
دَم بُوَد بر رُوئے آئینہ زیاں
پھونک مارنا، آئینہ کے چہرے کی بربادی ہے

پس ازیں فرمود حق در والضحیٰ[2]
اسلئے اللہ (تعالیٰ) نے (سورۃ والضحیٰ میں فرمایا ہے
بانگ کم زن اے محمدؐ بر گدا
اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فقیر کو نہ جھڑک

آں یکے جُودش گدا آرد پدید
ایک وہ ہے جسکی سخاوت کو فقیر رونما کرتا ہے
وِیں دگر بخشد گدایاں را مزید
اور یہ دوسرا وہ ہے جو فقیر کو زیادہ دیتا ہے

پس گدایاں آئینہ جُودِ حق اند
فقراء اللہ (تعالیٰ) کی سخاوت کے آئینہ ہیں
واں کہ با حق اند جُودِ مطلق اند
اور جو لوگ اللہ سے وابستہ ہیں وہ مجسم سخاوت ہیں

واں کہ جُز ایں دو بُوَد خود مُردہ ایست[3]
اور جو ان دونوں کے علاوہ ہے وہ مُردہ ہے
اُو بریں در نیست نقشِ پردہ ایست
وہ اُس دروازے پر نہیں ہے پردے کا نقش ہے

فرق درمیانِ آنکہ درویش ست بخدا و تشنۂ خدا و آنکہ

فرق اُس شخص میں جو اللہ کا بھکاری اور اُس کا پیاسا ہے اور اُس شخص

درویش ست از خدا و تشنہ است بغیر

میں جو خدا سے بے پروا اور غیر کا پیاسا ہے

لیک دُرویشے کہ اُو تشنۂ خدا ست
لیکن وہ فقیر جو اللہ (تعالیٰ) کا پیاسا ہے
ہست دائم از خدایش کار راست
اُس کا کام ہمیشہ خدا کی جانب سے درست ہے

---

[1] ضِعاف۔ ضعیف کی جمع ہے، کمزور، فقیر۔ خوباں۔ خوب کی جمع ہے، حسین، خوبصورت۔ زیبا۔ خوبصورت۔ پیدا۔ ظہور۔

[2] والضحیٰ۔ سورۂ والضحیٰ میں آنحضورؐ کو کہا گیا ہے۔ "وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْھَرْ" سائل کو نہ جھڑک۔ آں یکے۔ ایک سخی کی سخاوت کو بھکاری رونما کرتا ہے۔ دوسری قسم سخی کی یہ ہے کہ سائل کو بغیر مانگے دوگنا دیتا ہے۔ پس گدایاں فقیر کی ایک قسم تو وہ ہے جو صبر کرتی ہے اور کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتی وہ تو اللہ کی صفت جود کی مَظہر ہے اور جو فقرا ایسے ہیں کہ اللہ نے اُن کے دل غنی کر دیئے ہیں وہ جُودِ مطلق ہیں جو اللہ کی صفتِ جود اختیار کر چکے ہیں۔

[3] واں کہ۔ تیسری قسم فقیر کی وہ ہے جو دستِ سوال دراز کرتا ہے وہ اللہ کے در پر نہیں ہے بلکہ دروازہ کے پردے کا نقش ہے جو دروازہ سے باہر ہوتا ہے۔ تشنہ۔ پیاسا۔ دائم۔ ہمیشہ۔

لیک درویشے کہ تشنہ غیر شد | اُو حقیر و اَبلہ[1] و بے خیر شد
لیکن وہ فقیر جو غیر کا پیاسا ہوا | وہ ذلیل اور بیوقوف ہے اور بھلائی سے خالی ہوا

نقشِ درویش ست اُو نے اہلِ جاں | نقشِ سگ را تو مینداز استخواں
وہ مُردہ فقیر کی تصویر ہے، جاندار نہیں ہے | کُتّے کی تصویر کو ہڈی نہ ڈال

فقرِ لقمہ دارد اُو نے فقرِ حق | پیشِ نقشِ مُردہ کم نہ طبق
وہ لُقمہ کی فقیری رکھتا ہے نہ کہ اللہ (تعالیٰ) کی فقیری | مُردے کی تصویر کے سامنے طباق نہ رکھ

ماہیِ خاکی بُود درویشِ ناں | شکلِ ماہی لیک از دریا رماں
روٹی کا فقیر، مٹی کی مچھلی ہوتا ہے | مچھلی کی شکل ہے لیکن دریا سے بے تعلق ہے

نقشِ ماہی کے بُود درویشِ آب | آں ز بے آبی نمیگردد خراب
مچھلی کی تصویر، پانی کی فقیر کب ہوتی ہے؟ | وہ پانی نہ ہونے سے تباہ نہیں ہوتی ہے

مُرغِ خانہ است اُو نہ سیمرغِ[2] ہوا | لُوت نوشد اُو ننوشد از خدا
وہ گھریلو پرندہ ہے نہ کہ ہوا کا سیمرغ | لذیذ کھانے کھاتا ہے خدا سے فیض حاصل نہیں کرتا ہے

عاشقِ حق ست اُو بہرِ نوال | نیست جانش عاشقِ حُسن و جمال
وہ عطیہ کی خاطر اللہ تعالیٰ کا عاشق ہے | اُس کی جان حُسن و جمال کی عاشق نہیں ہے

گر توہّم می کُند اُو عشقِ ذات | ذات نبُود وہمِ اسمار و صِفات
اگر وہ ذاتِ (خداوندی) کے عشق کا خیال کرتا ہے | اسمار اور صفات کا خیال ذاتِ (خداوندی) نہیں ہوتا ہے

وہمِ مخلوق[3] ست و مولود آمدست | حق نہ زائیدست اُو لَمْ یُولَدْ ست
خیال، مخلوق ہے اور پیدا شدہ ہے | حق (تعالیٰ) پیدا نہیں ہوا ہے وہ "لَمْ یُولَدْ" ہے

عاشقِ تصویرِ وہمِ خویشتن | کے بُود از عاشقانِ ذُو المِنَن
اپنے وہم کی تصویر کا عاشق | اللہ (تعالیٰ) کے عاشقوں میں سے کب ہو سکتا ہے؟

عاشقِ آں وہم گر صادق بُود | آں مجازش تا حقیقت می کشد
اُس خیال کا عاشق بھی اگر سچا ہو | وہ مجاز اُس کو حقیقت تک پہنچا دیتا ہے

شرح میخواہد بیانِ ایں سخن | لیک می ترسم ز افہامِ کہن
اس بات کا بیان تفصیل چاہتا ہے | لیکن میں پُرانے خیالات سے ڈرتا ہوں

فہم ہائے کہنہ کوتہ نظر | صد خیالِ بد در آرد در فکر
کوتاہ نظر لوگوں کی بوسیدہ عقلیں | تخیّل میں سینکڑوں بُرے خیالات لائینگی

---

[1] اَبلہ۔ بیوقوف۔ اہلِ جاں۔ جاندار۔ استخواں یعنی ایسے فقیر کے سامنے معرفتِ خداوندی کے نکتے بیان کرنا بے سود ہے۔ طبق یعنی معرفتِ خداوندی کے علوم کا طبق۔

[2] سیمرغ۔ ایک فرضی پرندہ ہے جس میں تیس رنگ کے پر فرض کئے گئے ہیں۔ لُوت۔ لذیذ کھانے، نوال عطیہ۔ توہّم۔ وہم کرنا۔ اَسمار یعنی اسمارِ الٰہی۔ صِفات یعنی صفاتِ خداوندی۔

[3] مخلوق۔ پیدا کیا ہوا، مولود۔ جنا ہوا۔ لَمْ یُولَدْ۔ وہ جنا نہیں گیا۔ تصویرِ وہم۔ خیالی صورت۔ ذُو المِنَن۔ احسانات والا، حق تعالیٰ۔ صادِق۔ سچا۔ مجاز۔ غیر اصلی۔ حقیقت یعنی اللہ (تعالیٰ) کا عشق۔ افہام۔ فہم کی جمع، سمجھ، عقل۔ کہن۔ پُرانا۔

بر سماعِ راستؔ ہر کس چیر نیست — لقمہ ہر مرغکے انجیر نیست
سچی بات سننے پر ہر شخص قادر نہیں ہے — ہر پرندے کی خوراک انجیر نہیں ہے

خاصہ مرغِ مردۂ پوسیدۂ — پُر خیالِ اعمٰی بے دیدۂ
خاص طور پر مُردہ، سڑا ہوا پرندہ — اندھا، اندھے پن کے خیالات سے بھرا ہوا

نقشِ ماہی را چہ دریا و چہ خاک — رنگِ ہندوؔ را چہ صابون و چہ زاک
مچھلی کی تصویر کے لئے کیا دریا اور کیا خشکی — ہندوستانی کے رنگ کیلئے کیا صابون اور کیا پھٹکری

نقش اگر غمگیں نگاری بر ورق — اُو ندارد از غم و شادی سَبق
اگر کاغذ پر تو کوئی غمگین تصویر بنائے — اُس کو خوشی اور غم سے کوئی واسطہ نہ ہوگا

صورتش غمگین و اُو فارغ ازاں — صورتش خنداں و اُو زاں بے نشاں
اُس کی صورت غمگین ہے اور وہ غم سے خالی ہے — اُس کی صورت ہنستی ہے اور وہ اُس ہنسی سے خالی ہے

ویں غم و شادی کہ اندر دل خفی ست — پیشِ آں شادی و غم جز نقش نیست
یہ غم اور خوشی جو دل میں چھپی ہوئی ہے — اُس خوشی اور غم کے سامنے سوا نقش کے کچھ نہیں ہے

صورتِ خنداں نقش از بہرِ تُست — تا ازاں صورت شود معنٰی درست
تصویر کی ہنستی ہوئی صورت تیرے لئے ہے — تاکہ اُس صورت سے، باطن درست ہو جائے

صورتِ غمگین نقش از بہرِ ماست — تاکہ مارا یاد آید راہِ راست
غمگین تصویر کی صورت، ہمارے لئے ہے — تاکہ ہمیں سیدھا راستہ یاد آ جائے

نقشہائے کاندریں حمامہاست — از برونِ جامہ کُن چوں جامہاست
وہ تصویریں جو ان حماموں میں ہیں — جامہ کن (حمام کے درجے) سے باہر کپڑوں جیسی ہیں

تا بُرونی جامہا بینی و بس — جامہ بیروں کُن در آ اے ہمنفس
جب تک تو (جامہ کن سے) باہر ہے کپڑے دیکھتا ہے — اے ساتھی! کپڑے اُتار، اندر آ جا

زانکہ با جامہ در آنسو راہ نیست — تن ز جاں و جاں ز تن آگاہ نیست
اِسلئے کہ کپڑوں کے ہوتے ہوئے اُس جانب راستہ نہیں ہے — جسم کو جان اور جان کو جسم کی خبر نہیں ہے

باز می گردم سوئے قصہ عرب — از بیانِ سرّ و رازِ بوالعجب
میں بدوی کے قصہ کی طرف لوٹتا ہوں — سِرّ اور عجیب راز کے بیان سے

لہ راست۔ سچی بات۔ چیر۔ غالب۔ لقمہ۔ خوراک۔ مرغک۔ حقیر پرندہ۔ خاصہ۔ خصوصاً۔ اعمٰی۔ اندھا۔ بے دیدہ۔ کور چشم۔ نقشِ ماہی۔ مچھلی کی تصویر کیلئے دریا اور خشکی یکساں ہے چونکہ وہ اصلی نہیں ہے لہٰذا وہ اپنی اصلِ حیات کی جویاں نہیں ہے مزوّرین اور غلط مدعیانِ تصوف کا یہی حال ہے۔

ٹہ ہندو۔ ہندوستان کا رہنے والا جو عموماً کالے ہوتے ہیں اُن کیلئے صابون اور پھٹکری یکساں ہے اُن کی سیاہی دُور نہ ہوگی۔ زاک۔ پھٹکری۔ نقش یعنی تصویر میں جو کیفیات ظاہر کیجاتی ہیں وہ حقیقت سے دور ہوتی ہیں محض صورت رنج و غم کی ہوتی ہے حقیقت غیر موجود ہوتی ہے خفی۔ پوشیدہ نقش۔ تصویر، یعنی اولیاءاللہ پر جو قبض اور بسط کی کیفیت طاری ہوتی ہے اسکے بالمقابل عام انسانوں کا غم اور خوشی ہیچ ہے۔ صورت یعنی یہ ظاہری غم اور خوشی اسلئے ہے کہ تو اہل اللہ کے غم اور خوشی کی طرف رہنمائی حاصل کرے۔ معنی۔ باطن۔ حمامہا۔ غسلخانے یعنی جسمیں محض نقوش ہیں جو حقیقت سے خالی ہیں۔

تہ جامہ کن۔ حمام کا وہ درجہ کہلاتا ہے جہاں کپڑے اتارے جاتے ہیں۔ اِن اشعار میں مولانا نے تنبیہ کی ہے کہ انسان ظاہر سے نکل کر ہی حقیقت تک پہنچ

پیش آمدنِ نقیبان و دربانانِ خلیفہ از بہرِ اکرامِ اعرابی و پذیرفتنِ ہدیۂ اُورا

بدوی کے اعزاز کے لئے خلیفہ کے دربانوں اور نقیبوں کا آگے بڑھنا اور اس کے ہدیہ کو قبول کرلینا

آں عرابی[1] از بیابانِ بعید — بر درِ دارُالخلافہ چوں رسید
وہ بدوی، دُور کے جنگل سے — جب دارُالحکومت کے دروازہ پر پہنچا

پس نقیباں پیشِ اعرابی شدند — بس گُلابِ لُطف بر رُوَیش زدند
تو نقیب، بدوی کے پاس آئے — (اور اُنھوں نے) مہربانی کا گُلاب اسکے چہرے پر چھڑکا

حاجتِ اُو فہمِ شاں شد بے مقال[2] — کارِ ایشاں بُد عطا پیش از سوال
بغیر گفتگو کے اُس کی حاجت اُنکی سمجھ میں آگئی — اُن کا کام سوال سے پہلے عطا کرنا تھا

پس بدو گفتند یا وَجْہَ العرب — از کُجائی، چونی از رنج و تعب
اُنھوں نے اُس سے کہا کہ اے عرب کے سردار! — تو کہاں سے آیا ہے؟ تکلیف اور تھکن سے تیرا کیا حال ہے؟

گفت وَجْہم گر مَرا وَجہے دہید — بے وجوہم چوں پس پشتم نہید
اُسنے کہا میں سردار ہوں، اگر مجھے ذریعۂ معاش دیدو — (اور) اگر مجھے پس پشت ڈالو تو میں بے حقیقت ہوں

اے کہ در رُوتاں نشانِ مہتری[3] — فرِّتاں خوشتر زِ زرِّ جعفری
اے (نقیبو)! تمہارے چہروں پر سرداری کا نشان ہے — تمہاری شان و شوکت جعفری سونے سے زیادہ خوشنما ہے

اے کہ یک دیدارِتاں دیدارہا — اے نثارِ دیدِتاں دینارہا
اے (نقیبو)! تمہارا ایک دیدار بہت سے دیدار ہیں — اے (نقیبو)! تمہارے دیدار پر اشرفیاں نچھاور ہیں

اے ہمہ ینظُر بنورِ اللہ شدہ — از برِ حق بہرِ بخشش آمدہ
اے (نقیبو)! جو سب کے سب اللہ کے نور سے دیکھنے والے ہو — اللہ تعالےٰ کے پاس سے انعام دینے کیلئے آئے ہو

تا زنید آں کیمیا ہائے نظر — بر سرِ مسہائے اشخاصِ بشر
تاکہ وہ کیمیا اثر نگاہیں ڈالو — انسانوں کے وجود کے تانبے پر

من غریبم از بیاباں آمدم — بر اُمیدِ لُطفِ سُلطاں آمدم
میں مسافر ہوں، جنگل سے آیا ہوں — بادشاہ کی مہربانی کی اُمید پر آیا ہوں

بُوئے لُطفِ اُو بیاباںہا گرفت — ذرّہ ہائے ریگ ہم جانہا گرفت
اُسکی مہربانی کی خوشبو جنگلوں میں پھیل گئی ہے — ریت کے ذروں میں بھی جانیں پڑگئی ہیں

[1] عرابی۔ اعرابی۔ دارالخلافہ۔ خلیفۃُ المسلمین کا شہر۔ نقیباں۔ نقیب کی جمع ہے، چوبدار۔

[2] بے مقال۔ بلا گفتگو۔ وَجہُ العرب۔ عرب کا چہرہ، یعنی سردار۔ کجائی۔ از کجا ہستی۔ چونی۔ چوں ہستی۔ تعب۔ تھکن۔ رُوتاں۔ روئے شما۔

[3] مہتری۔ سرداری۔ فر۔ جاہ و اقبال۔ جعفر۔ زرد رنگ کا ایک پھول ہے، ایک کیمیاگر کا نام ہے اور جعفر برمکی بنی عباس کا مشہور وزیر تھا۔ ینظر بنورِ اللہ۔ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ حدیث میں ہے۔ اِتَّقُوا مِنْ فِرَاسَۃِ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللہِ، مومن کی فراست سے ڈرتے رہو وہ اللہ کے نور کے ذریعہ دیکھتا ہے۔ مس۔ تانبا۔ اشخاص۔ وجود۔ غریب۔ اجنبی، مسافر۔

تا بدینجا بہرِ دینار آمدم — چوں رسیدم مستِ دیدار آمدم

میں یہاں دینار کے لئے آیا — جب پہنچا تو دیدار سے مست ہوگیا

بہرِ ناں شخصے سوئے نانبا دوید — داد جاں چوں حسنِ نانبا را بدید

ایک شخص روٹی کے لئے نانبائی کی جانب دوڑا — جب نان بائی کا حسن دیکھا جان دیدی

بہرِ فرجہ شُد یکے تا گلستاں — فرجۂ او شد جمالِ باغباں

ایک شخص تفریح کے لئے باغ میں گیا — باغبان کا حسن اُس کی تفریح کا سبب بنگیا

ہمچو اعرابی کہ آب از چہ کشید — آبِ حیواں از رُخِ یوسف چشید

اُس بدوی کیطرح جس نے کنویں سے پانی کھینچا — (حضرت) یوسفؑ کے رُخ سے آبِ حیات پی لیا

رفت موسیٰؑ کاتشے آرد بدست — آتشے دید او کہ از آتش برست

موسیٰ (علیہ السلام) گئے تاکہ آگ لائیں — انھوں نے وہ آگ دیکھی جسکی وجہ سے آگ سے کنارہ کش ہوگئے

جستِ عیسیٰؑ تا رہد از دشمناں — بُردش آں جستن بچارم آسماں

(حضرت) عیسیٰؑ دشمنوں (کے نرغہ) سے کودے تاکہ نجات حاصل کریں — وہ کودنا اُن کو چوتھے آسمان پر لے گیا

دامِ آدمؑ خوشۂ گندم شدہ — تا وجودش خوشۂ مردم شدہ

(حضرت) آدمؑ کا جال گیہوں کی بال بنی — یہانتک کہ اُن کا وجود انسانوں کا گچھا بن گیا

باز آمد سوئے دام از بہرِ خور — ساعدِ شہ یافت و اقبال و فر

باز، کھانے کے لئے جال کی جانب آیا — اُس کو بادشاہ کی کلائی پر جگہ اور شان و شوکت ملی

طفل شد مکتب پئے کسبِ ہُنر — بر امیدِ مُرغ یا لطفِ پدر

بچہ، ہُنر حاصل کرنے مکتب میں گیا — باپ کی مہربانی یا کسی چڑیا کی اُمید پر

پس ز مکتب آں یکے صدرے شدہ — ماہیانہ دادہ و بدرے شدہ

پھر مکتب سے وہ صدر ہوگیا — ماہواری (فیس) دی اور چاند ہوگیا

آمدہ عباسؓ حرب از بہرِ کیں — بہرِ قمعِ احمدؐ و استیزِ دیں

عباس (رضی اللہ عنہ) کینہ پروری کیلئے جنگ کیلئے آئے — احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیخ کنی اور دین سے لڑنے کیلئے

گشت دیں را تا قیامت پُشت و رُو — در خلافت اُو و فرزندانِ اُو

قیامت تک کیلئے دین کے پشت و پناہ بن گئے — خلافت کے معاملہ میں وہ اور اُن کی اولاد

آمدہ عمرؓ بقصدِ مصطفیٰؐ — تیغ در کف بستہ بس میثاقہا

حضرتِ عمرؓ آنحضورؐ کے قتل کے ارادہ سے آئے — تلوار ہاتھ میں لے کر بہت سے عہد کرکے

لہ تا بدینجا۔ مولانا نے اِس شعر سے یہ بیان فرمایا ہے کہ بسا اوقات انسان ایک معمولی مقصد کا ارادہ کرتا ہے اور اُسکو ایک اعلیٰ مقصد حاصل ہوجاتا ہے۔ آئندہ بہت سے اشعار میں مختلف واقعات پیش فرماکر اسی مضمون کو بیان کیا ہے۔ نانبا۔ نانبائی۔ فرجہ۔ فا کے ضمّہ کے ساتھ، کشادگی، تفریح۔ اعرابی۔ وہ مسافر مراد ہے جس نے چاہِ کنعان میں پانی کیلئے ڈول ڈالا اور وہاں حضرتِ یوسفؑ کو دیکھ لیا۔ رفت موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ کوہِ طور پر آگ لینے گئے تھے وہاں تجلّی ربّ کا مشاہدہ ہوگیا۔

لہ جستِ عیسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ دشمنوں کے نرغے سے نکلنے کے لئے کودے اور وہاں سے چوتھے آسمان پر پہنچ گئے۔ حضرت عیسیٰؑ کا چوتھے آسمان پر ہونا عوام کا خیال ہے وہ دوسرے آسمان پر ہیں۔ آدمؑ۔ حضرت آدمؑ نے گیہوں کھالیا اور وہی اس کا سبب بنا کہ اُنکی نسل سے سینکڑوں انبیاء اور رسول پیدا ہوئے۔ باز۔ باز دانہ خوری کے ارادہ سے جال میں پھنستا ہے اور وہی اُسکے عروج کا سبب ہوجاتا ہے کہ اُسکو بادشاہ کے ہاتھ پر بیٹھنا نصیب ہوتا ہے۔

تہ بر امیدِ مرغ۔ باپ بچہ کو معمولی چڑیا کا لالچ دیکر مدرسہ بھیجتا ہے اور بچہ اِسی کیوجہ سے مکتب سے صدرُ الصدور ہوسکتا ہے۔ عباسؓ۔ آنحضورؐ کے چچا مخالفت کیلئے میدان میں آئے وہاں گرفتار ہوکر مسلمان ہوئے اور اُنکی نسل کو خلافت ملی۔ پُشت۔ یعنی مددگار۔ رُو۔ سردار۔ فرزندانِ او۔ حضرتِ عبداللہ ابن عباسؓ کی اولاد سات آٹھ سو سال تک بغداد میں خلافت پر متمکن رہی۔ عمرؓ۔ میم پر تشدید بضرورت۔

بشری کی وجہ سے ہے۔ میثاقہا۔ میثاق، عہد و پیمان۔ حضرتِ عمرؓ نے ابوجہل وغیرہ سے آنحضورؐ کو قتل کرنیکا عہد کیا تھا۔

گشتہ اندر شرع امیر المومنینؔ | پیشوا و مُقتدائے اہلِ دیں
شریعت میں امیر المومنین بنے | دینداروں کے پیشوا اور مقتدا بنے

آں عَلف کش سُوئے ویرانہا شُدہ | بے خبر بر گنج ناگہ پا زدہ
وہ گھسیارا جنگلوں کی جانب چلا | اچانک بے خبری میں اُسکا پانو ں خزانہ پر پڑ گیا

تشنہ آمد سُوئے جوئے آبؔ در | دید اندر جُوئے خود عکسِ قمر
پیاسا، نہر کی طرف آیا، پانی میں | نہر کے اندر اُس نے چاند کا عکس دیکھ لیا

من بریں در طالبِ چیز آمدم | صدر گشتم چوں بدہلیز آمدم
میں اس دروازہ پر ایک چیز کا طالب بنکر آیا | جب دہلیز پر پہنچا، صدر بن گیا

آب آوردم بتحفہ بہرِ ناں | بُوئے نانم بُرد تا صدرِ جہاںؔ
روٹی کی خاطر میں پانی کا تحفہ لایا | روٹی کی تمنا مجھے دنیا کے صدر کے پاس لے آئی

ناں بروں آند آدمی را از بہشت | ناں مرا اندر بہشتے در سرشت
روٹی نے انسان کو جنّت سے نکالا | مجھے روٹی نے جنّت سے وابستہ کر دیا

رُستم از آب و زناں ہمچوں مَلک | بے غرض گردم بریں در ہمچوں فلک
فرشتے کیطرح میں روٹی اور پانی سے نجات پا گیا ہوں | میں اس آسمان جیسے در کا بغیر کسی غرض کے طواف کرتا ہوں

دربیانِ آنکہ عاشقِ دنیا بر مثالِ عاشقِ دیوار یست کہ برو
اِس کا بیان کہ دنیا کے عاشق کی مثال اُس دیوار کے عاشق جیسی ہے جس پر

آفتاب تافتہ وجہد نکرد تا فہم کند کہ ایں تاب از دیوار نیست
سورج چمکا ہو اور اُسنے یہ سمجھنے کی کوشش نہ کی کہ یہ روشنی دیوار کی نہیں ہے

از آفتاب ہست در آسمانِ چہارم لاجرم کلی دل بر دیوار
سورج کی ہے جو چوتھے آسمان میں ہے، لامحالہ وہ بالکلیہ دیوار پر عاشق ہو گیا

نہاد و چوں پرتوِ آفتاب بآفتاب پیوست اُو محروم ماند
اور جب سورج کی روشنی سورج سے جا ملی تو وہ محروم رہ گیا

وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ
اور آڑ کر دی گئی اُن میں اور اُن کی مراد میں

بے غرض نبود بگردش در جہاں | غیرِ جسم و غیرِ جانِ عاشقاں
دنیا میں گردش بے غرض نہیں ہوتی ہے | سوائے عاشقوں کے جسم اور جان کے

لہ امیر المومنین۔ حضرت عمرؓ ابتداً خلیفہ خلیفۂ رسول اللہ کہلاتے تھے پھر امیر المومنین لقب پڑ گیا۔ مقتدا۔ وہ جس کی لوگ پیروی کریں۔ عَلف کش گھسیارا۔ گنج خزانہ۔

ٚ آب در۔ سے درآب یہاں تک یہی مضمون ہے کہ انسان بسا اوقات معمولی چیز کا ارادہ کرتا ہے اور اُس کو اعلیٰ چیز حاصل ہو جاتی ہے۔

ٚ صدرِ جہاں۔ یعنی بادشاہ۔ ناں یعنی گیہوں نے حضرت آدمؑ کو جنت سے نکالا۔ سرشت۔ ملا دیا۔ در زیادہ ہے۔ بے غرض مخلصانہ۔ رستم یعنی میں اس دربار میں دنیا طلبی کے لئے آیا تھا اور اب میں دنیا سے بے نیاز ہو گیا ہوں چونکہ میں روحانی دولت سے مالامال ہو گیا ہوں۔

عاشقانِ[۱] کُل نہ ایں عُشّاقِ جزو
کُل کے عاشق، نہ کہ یہ جزو کے عاشق

ماند از کُل آنکہ شُد مُشتاقِ جزو
جو جزو کا عاشق ہوا وہ کُل سے (دور) رہ گیا

چونکہ جزوے عاشقِ جزوے شود
جب کوئی جزو، کسی جزو کا عاشق ہو

زُود معشوقش بکُلِّ خود رَود
اُسکا معشوق بہت جلد اپنے کُل کیطرف چلا جاتا ہے

ریشِ[۲] گاؤ و بندۂ غیر آمد اُو
وہ بے وقوف اور غیر کا غلام بنا

غرقہ شد کف در ضعیفے در زد اُو
وہ ڈوبا، اُس نے کمزور پر ہاتھ مارا

نیست حاکم تا کُند تیمارِ اُو
وہ (معشوق) حاکم نہیں ہے تاکہ اپنا اختیار سے اُس (عاشق)

کارِ خواجہ خود کُند یا کارِ اُو
وہ (معشوق) آقا کا کام کرے یا اُس (عاشق) کا؟

فَاَزْنِ بالحُرّہ پئے ایں شد مثل
آزاد عورت سے زنا کر، یہ مثل اسی لئے بنی ہے

فاسرقِ الدُّرَّۃ بدیں شُد منتقل
موتی کی چوری کر، اسی لئے منتقل ہوا ہے

بندہ[۳] سوئے خواجہ شُد اُو ماند زار
غلام اپنے آقا کیطرف روانہ ہوا وہ عاجز رہ گیا

بوئے گُل شُد سوئے گُل اُو ماند خار
پھول کی خوشبو پھول میں گئی وہ کانٹا رہ گیا

ہمچوں آں اَبلہ کہ تابِ آفتاب
اُس احمق کی طرح جس نے سورج کی روشنی

دید بر دیوار و حیراں شُد شتاب
دیوار پر دیکھی، اور فوراً حیران ہو گیا

عاشقِ دیوار شد کایں باضیاست
دیوار کا عاشق بن گیا کہ یہ پُر نور ہے

بے خبر کاں عکسِ خورشیدِ سماست
یہ معلوم نہیں کہ یہ آسمان کے سورج کا عکس ہے

چوں باصلِ خویش پیوست آں ضیا
جب وہ روشنی اپنی اصل سے جا ملی

دید دیوارِ سیہ ماندہ بجا
دیکھا کالی دیوار اپنی جگہ پر کھڑی ہے

اُو بماندہ دور از مطلوبِ خویش
وہ اپنے مطلوب سے دُور رہ گیا

سعیِ ضائع رنجِ باطل پا ریش
محنت برباد، تکلیف اکارت، پیر زخمی

ہمچو صیادے کہ گیرد سایۂ
(مجاز کا عاشق) اُس شکاری کیطرح ہے جو سایہ کو پکڑے

سایہ کے گردد وُرا سرمایۂ
سایہ اُس کا سرمایہ کب بن سکتا ہے؟

سایۂ مُرغے گرفتہ مرد سخت
شکاری نے پرندے کے سایہ کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا

مُرغ حیراں گشتہ بر شاخِ درخت
پرندہ درخت کی شاخ پر حیران تھا

کایں مُدمّغ بر کہ می خندد عجب
یہ بیہودہ دماغ، تعجب ہے کس پر ہنستا ہے؟

اینت باطل اینت پوشیدہ سبب
عجب! باطل ہے، عجب! سبب پوشیدہ ہے

---

[۱] عاشقاں۔ عاشق محبت کے تقاضے سے کام کرتا ہے اُس کی کوئی غرض نہیں ہوتی ہے۔ کُل۔ ذاتِ خداوندی۔ جزو مخلوق۔ عُشّاق۔ عاشق کی جمع ہے۔ چونکہ۔ یعنی جب مخلوق کسی مخلوق پر عاشق ہو۔ بکُلِ خود۔ یعنی ممکنات فنا ہو کر ذاتِ اَحدیت میں مل جاتے ہیں۔

[۲] ریش گاؤ۔ یعنی احمق۔ غرقہ شد۔ ڈوب گیا۔ کف۔ مثل مشہور ہے ڈوبتا ہوا تنکے کا سہارا پکڑنا چاہتا ہے۔ اِزن۔ اَمر کا صیغہ ہے زنا کر۔ حُرّہ۔ آزاد عورت۔ اِسرق۔ اَمر کا صیغہ ہے، چوری کر۔ دُرّہ۔ موتی۔ منتقل۔ منقول یعنی انسان جو بھی کرے بلند ہمتی سے کرے

ہر گناہے کہ کُنی در خبِ آدینہ بکن
تا کہ از صدر نشینانِ جہنم باشی

[۳] بندہ۔ یعنی معشوق جب اپنے مالک سے جا ملیگا تو یہ عاشق عاجز اور محروم رہ جائیگا لہٰذا مخلوق سے عشق بیوقوفی ہے خالق سے عشق کرنا چاہئے۔ اَبلہ۔ بیوقوف۔ تاب۔ روشنی، چمک۔ شتاب۔ جلد۔ کایں۔ کہ ایں۔ ضیا۔ روشنی۔ سَما۔ آسمان۔ سعی۔ کوشش۔ ریش۔ زخمی۔ مُدمّغ۔ بد دماغ۔ اینت۔ اینک دیکھ۔ حیرت، عجب۔

ور تو گوئی جزو پیوستہ کل ست
اگر تو کہے جزو کل سے وابستہ ہے

خار می خور خار پیوستہ گل ست
کانٹا کھالے، کانٹا، پھول سے ملا ہوا ہے

جزو یک رو نیست پیوستہ بکل
جزو پوری طرح کل سے جڑا ہوا نہیں ہے

ورنہ خود باطل بدے بعثِ رسل
ورنہ رسولوں کی بعثت بیکار ہوتی

چوں رسولاں از پئے پیوستن اند
جبکہ رسول ملانے کے لئے ہیں

پس چہ پیوندند شاں چوں یک تن اند
وہ کس چیز کو ملائیں گے، جب ایک ہی ہیں

ایں سخن پایاں ندارد اے غلام
اے لڑکے! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

زانکہ جرے سخت دارد ایں کلام
اس لئے کہ یہ بات بہت کشش رکھتی ہے

شرح کن حالِ عرب اے با نظام
اے منتظم! بدوی کے حال کی تفصیل بتا

روز بے گہ شد حکایت کن تمام
دن بے وقت ہوگیا، کہانی ختم کر

سپردن عرب ہدیہ خود بغلامان خلیفہ و شرح آں
بدوی کا اپنے تحفہ کو خلیفہ کے نوکروں کے سپرد کرنا اور اس کی تفصیل

با نقیباں حالِ خود را آں عرب
بدوی نے اپنی حالت نقیبوں سے

چوں بگفت او در بہنگامِ طلب
جب کہی، اور اس نے سوال کا موقع دیکھا

آں سبوئے آب را در پیش داشت
وہ پانی کی ٹھلیا پیش کردی

تخمِ خدمت را در اں حضرت بکاشت
(اور) اس دربار میں خدمت کا بیج بو دیا

گفت ایں ہدیہ بداں سلطاں برید
بولا، یہ تحفہ بادشاہ کے پاس لے جاؤ

سائلِ شہ را ز حاجت وا خرید
بادشاہ کے بھکاری کو حاجت سے نجات دلاؤ

آبِ شیریں و سبوئے سبز و نو
میٹھا پانی ہے، ٹھلیا سبز اور نئی ہے

ز آبِ بارانی کہ جمع آمد بہ گو
بارش کا پانی ہے جو گڑھے میں جمع ہوگیا تھا

خندہ می آمد نقیباں را ازاں
نقیبوں کو اس پر ہنسی آرہی تھی

لیک پذ رفتند آں را ہمچو جاں
لیکن انھوں نے جان کی طرح اسکو قبول کرلیا

زانکہ لطفِ شاہِ خوبِ با خبر
اس لئے کہ اچھے باخبر بادشاہ کی مہربانی

کردہ بود اندر ہمہ ارکاں اثر
سب کارکنوں میں اثر کئے ہوئے تھی

خوئے شاہاں در رعیت جا کند
بادشاہوں کی عادت رعایا میں گھر کر لیتی ہے

چرخ اخضر خاک را خضرا کند
سبز آسمان زمین کو سرسبز کر دیتا ہے

۱؎ ور تو گوئی۔ یعنی جزو کل کا عین ہے تو جزو پر عاشق ہونا کل پر عاشق ہونا ہے۔ ورنہ۔ اگر جزو کا کل سے بالکلیہ اتصال ہوتا تو رسولوں کو بھیجنا بیکار ہوتا اسلئے کہ رسولوں کی بعثت کا مقصد مخلوق کو خالق سے وابستہ کرنا ہی ہے۔
۲؎ غلام۔ لڑکا۔ جر۔ کشش، طوالت۔ بیگہ۔ بے گاہ۔ ہنگام وقت۔ طلب۔ سوال۔ حضرت۔ دربار۔ حاجت۔ ضرورت، محتاجی۔ واخریدن۔ چھڑانا، نجات دلانا۔ گو۔ زمین کا گڑھا۔ پذرفتند۔ پذیرفتند۔ زانکہ۔ مشہور ہے کہ رعایا بادشاہ کی عادت اختیار کرتی ہے۔
۳؎ ارکان۔ رکن کی جمع ہے کارکن۔ جا کردن۔ گھر کرلینا۔ اخضر۔ مذکر سبز۔ خضرا۔ مؤنث سبز۔ آسمان کی سبزی سے زمین کا سبز ہونا شاعرانہ تخیل ہے۔

شہ چوں حوضے داں حشم[1] چوں لولہا — آب از لولہ رود در گولہا
بادشاہ کو حوض اور خادموں کو ٹونٹیاں سمجھ — پانی ٹونٹیوں کے ذریعہ نالیوں میں جاتا ہے

چونکہ آبِ جملہ از حوضے ست پاک — ہر یکے آبے دہد خوش ذوقناک
جبکہ سب کا پانی پاک حوض کا ہے — ہر ایک (ٹونٹی) خوش ذائقہ پانی دیتی ہے

ور دراں حوض آبِ شورے رست و پلید — ہر یکے لولہ ہماں آرد پدید
اگر اس حوض میں کھارا اور ناپاک پانی ہے — ہر ٹونٹی سے وہی پانی نکلے گا

زانکہ پیوست ست ہر لولہ بحوض — خوض کن در معنئ ایں حرف خوض
کیونکہ ہر ٹونٹی حوض سے وابستہ ہے — اِن حرفوں کے معنیٰ میں خوب غور کرلے

لطفِ شاہنشاہِ جانِ بے وطن — چوں اثر کردست اندر کلِّ تن
بے وطن جان کے بادشاہ کی مہربانی نے — پورے بدن میں کیا اثر کیا ہے!

لطفِ عقلِ خوش نہادِ خوش نسب — چوں ہمہ تن را در آرد در ادب
پاک طبیعت، پاک نسب، عقل کی لطافت — کس طرح تمام بدن کو مہذب کر دیتی ہے

عشقِ شنگِ بے قرارِ بے سکوں — چوں در آرد کلِّ تن[2] را در جنوں
شوخ، بے چین، بے قرار عشق — کس طرح سارے بدن کو جنون میں مبتلا کر دیتا ہے

لطفِ آبِ بحر کو چوں کوثر ست — سنگریزش جملہ دُرّ و گوہر ست
اس دریا کی لطافت کو دیکھ، جو کوثر کی طرح ہے — اُسکے سنگریزے سب موتی اور گوہر ہیں

ہر ہنر کاستا بداں معروف شد — جانِ شاگردش بداں موصوف شد
جس ہنر میں اُستاد مشہور ہوتا ہے — اُسکے شاگرد کی جان اُسی سے موصوف ہوتی ہے

پیشِ اُستادِ اصولی ہم اصول — خواند آں شاگردِ چستِ با وصول
اصولی اُستاد کے سامنے اصول — پڑھتا ہے، مستعد اور کامیاب شاگرد

پیشِ اُستادِ فقیہ[3] آں فقہ خواں — فقہ خواند نے اصول و نے بیاں
فقہ کا پڑھنے والا، فقیہ اُستاد کے سامنے — فقہ پڑھتا ہے نہ (علم) اصول اور نہ (علم) بیان

پیشِ اُستادے کہ اُو نحوی بود — جانِ شاگردش ازو نحوی شود
اُس اُستاد کے سامنے جو نحوی ہو — شاگرد کی جان اس سے نحوی بنجاتی ہے

باز اُستادے کہ آں محوِ رہ ست — جانِ شاگردش ازو محوِ شہ ست
پھر وہ اُستاد جو راہِ (خدا) میں محو ہے — اُسکے شاگردوں کی جان شاہ میں محو ہوجاتی ہے

---

[1] حَشَم۔ حا اور شین کے فتحہ کیساتھ، نوکر چاکر۔ لُولَہ۔ ٹونٹی، نل۔ گول۔ نالی، بچہ بچہ۔ ذوق۔ ذائقہ۔ آبِ شور۔ کھاری پانی، اِن اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِہِمْ یعنی جیسا راجہ ویسی ہی پرجا۔ جان۔ روح، چونکہ وہ تمام بدن پر حکمرانی کرتی ہے اسلئے اسکو شہنشاہ کہا ہے، اور چونکہ وہ اس عالم کی چیز نہیں ہے لہٰذا اسکو دنیا کے اعتبار سے بے وطن کہا ہے روح کو بدن کے ساتھ وہی نسبت ہے جو شاہ کی رعایا سے۔

[2] تن۔ جسم۔ اُستا۔ استاد کا مخفف ہے معروف۔ مشہور۔ موصوف۔ یہ صف۔ اصولی۔ علمِ اصول کا ماہر، علمِ اصول وہ کہلاتا ہے جس میں کسی علم کے قواعدِ کلی بیان کئے گئے ہوں جیسے علمِ اصولِ فقہ وغیرہ۔ چست۔ ہوشیار۔ باوصول۔ فارغ التحصیل، یعنی جس طرح رعایا بادشاہ کے اوصاف قبول کرتی ہے اور اعضاء روح کے اثرات سے متاثر ہوتے ہیں، اسی طرح شاگرد میں اُستاد کے اوصاف منتقل ہوتے ہیں۔

[3] فقیہ۔ علمِ فقہ کا ماہر۔ فقہ۔ دانائی، وہ علم جس میں شرع کے عملی احکام بیان کئے گئے ہیں۔ بیان۔ وہ علم ہے

زیں ہمہ انواعِ[1] دانش روزِ مرگ ... دانشِ فقر است سازِ راہ و برگ

علم کی اِن قسموں میں سے مرنے کے دن (آخرت کے) راستہ کا ساز و سامان، علمِ فقر ہی ہے

ماجرائے مردِ نحوی در کشتی با کشتیبان و جواب دادنِ او

ملاح کے ساتھ کشتی میں نحوی کا قصہ اور اُس کا جواب دینا

آں یکے نحوی بہ کشتی در نشست ... رُو بکشتیباں نہاد آں خود پرست

ایک نحوی کشتی میں سوار ہوا ... اُس متکبر نے ملاح کا رخ کیا

گفت ہیچ از نحو خواندی گفت لا ... گفت نیمِ عمرِ تو شد در فنا

بولا، تو نے کچھ نحو پڑھی ہے اُسنے کہا نہیں ... اُس نے کہا، تیری آدھی عمر برباد ہوئی

دل شکستہ گشت کشتیباں ز تاب ... لیک آں دم گشت خاموش از جواب

رنج سے ملاح کا دل ٹوٹ گیا ... لیکن اُس وقت جواب سے خاموش رہا

باد کشتی را بگردابے فگند ... گفت کشتیباں بداں نحوی بلند

ہوا نے کشتی کو بھنور میں ڈال دیا ... ملاح نے بلند آواز سے نحوی سے کہا

ہیچ دانی آشنا کردن بگو ... گفت نے از من تو سبّاحی مجو

تو کچھ تیرنا جانتا ہے، بتا ... اُس نے کہا تو مجھ سے تیراکی کی اُمید نہ کر

گفت کُلِ عمرت اے نحوی فناست ... زانکہ کشتی غرقِ ایں گردابہاست[2]

اُس نے کہا، اے نحوی! تیری ساری عمر برباد ہے ... اسلئے کہ کشتی اِن بھنوروں میں ڈوب رہی ہے

محو می باید نہ نحو ایں جا بداں ... گر تو محوی بے خطر در آب راں

اِس جگہ محویت چاہیئے نہ کہ نحو، سمجھ لے ... اگر تو محو ہے بے خطر سمندر میں کود جا

آبِ دریا مُردہ را بر سر نہد ... ور بود زندہ ز دریا کے رہد

دریا کا پانی مُردے کو سر پر اُٹھا لیتا ہے ... اگر زندہ ہو تو دریا سے کب بچ سکتا ہے؟

گر بمُردی تو ز اوصافِ بشر ... بحرِ اسرارت نہد بر فرقِ[3] سر

اگر تو بشری خصلتوں سے مُردہ ہو جائے ... اسرار کا سمندر تجھے سر پر اُٹھائے گا

اے کہ خلقاں را تو خر می خواندۂ ... ایں زماں چوں خر بریں یخ ماندۂ

اے (وہ) کہ مخلوق کو تو نے گدھا کہا ہے ... تو اب گدھے کی طرح اس برف میں پھنسا ہے

گر تو علامۂ زمانی در جہاں ... نک فنائے ایں جہاں بیں ایں زماں

اگر تو دنیا میں علامۂ زماں ہے ... اب دنیا کے فنا ہونے کو دیکھ

---

[1] انواعِ دانش۔ علم کی قسمیں۔ دانشِ فقر۔ علمِ تصوف۔ ساز۔ سامان۔ برگ۔ توشہ۔ خود پرست۔ متکبر۔ لا۔ نہیں۔ گرداب۔ بھنور۔ آشنا کردن تیرنا۔ سبّاحی۔ تیراکی۔

[2] گرداب۔ بھنور۔ محو۔ فنا، استغراق۔ اِن اشعار سے مولانا کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح سمندر میں جان بچانے کے لئے تیراکی کی ضرورت ہے اور نحو بیکار ہے اسی طرح بحرِ طریقت میں صرف فنائیت کام دیگی۔ اپنے جسمانی خصائل کو فنا کردو تب نجات ہوگی۔ محوی۔ محوِ ہستی۔ (آب الخ) بر سر نہد یعنی مردہ انسان پانی کے اوپر آجاتا ہے۔

[3] فرق۔ سر کے بالوں کی مانگ۔ اے۔ جو شخص رسمی علوم کی بنیاد پر دوسروں کو گدھا سمجھتا ہے خود بُری حالت میں ہوگا۔ علامہ۔ بہت بڑا عالم۔

مَردِ نحوی را ازاں در دوختیم — تا شما را نحوِ محو آموختیم
نحوی انسان کا قصہ ہم نے اِسلئے منسلک کر دیا ہے — تاکہ تمہیں فنا کا طریقہ سِکھا دیں

فقہِ فقہ و نحوِ نحو و صرفِ صرف — در گم آمد یابی اے یارِ شگرف
فقہ کا فقہ اور نحو کی نحو اور صرف کی صرف — اے بھلے یار! تو فنا میں پائے گا

آں سبوئے آب دانشہائے ماست — واں خلیفہ دِجلۂ علمِ خداست
وہ پانی کی ٹھلیا، ہمارے علوم ہیں — اور وہ خلیفہ خدا کے علم کا دِجلہ ہے

ما سبوہا پُر بدِجلہ می بریم — گر نہ خر دانیم خود را ما خریم
ہم ٹھلیاں بھر کر دجلہ کی طرف لیجا رہے ہیں — اگر ہم اپنے آپ کو گدھا نہ سمجھیں تو ہم گدھے ہیں

بارے اعرابی بداں معذور بود — کو زِ دِجلہ غافل و بس دور بود
اب سمجھ لے کہ وہ بدوی تو اس بارے میں — کیونکہ وہ دِجلہ سے غافل اور بہت دُور تھا

گر زِ دِجلہ باخبر بودے چو ما — او نبردے آں سبو را جا بجا
اگر وہ ہماری طرح دِجلہ سے باخبر ہوتا — تو وہ ٹھلیا کو منزل بمنزل نہ لے جاتا

بلکہ از دِجلہ اگر واقف بُدے — آں سبو را بر سَرِ سنگے زدے
بلکہ اگر دِجلہ سے واقف ہوتا — تو وہ ٹھلیا کو پتھر پر مار دیتا

آں سبوئے تنگ پُر ناموس ننگ — شد حجابِ بحر بر زن آں بسنگ
وہ مختصر ٹھلیا، شرم اور ذلّت سے بھری ہوئی — وہ سمندر (علوم معرفت) کا حجاب بنگئی اُسکو پتھر پر پٹخ دے

قبول کردنِ خلیفہ ہدیہ را و عطا فرمودن باکمالِ

خلیفہ کا ہدیہ کو قبول کرنا اور بخشش کرنا اُس ہدیہ سے

بے نیازی ازاں ہدیہ

پوری بے نیازی کے باوجود

چوں خلیفہ دید و احوالش شنید — آں سبو را پُر زِ زر کرد و مزید
جب خلیفہ نے اُسکو دیکھا اور اُسکے حالات سُنے — اُس ٹھلیا کو اشرفیوں سے بھر دیا بلکہ اور زیادہ دیا

آں عرب را کرد از فاقہ خلاص — داد بخششہا و خلعتہائے خاص
اُس بدوی کو فاقہ (کشی) سے نجات دی — (اُسکو) بخششیں اور خاص شاہی جوڑے دیئے

پس نقیبے را بفرمود آں قباد — آں جہانِ بخشش و آں بحرِ داد
پھر اُس عالیجاہ بادشاہ نے نقیب کو حکم دیا — اُس جہانِ بخشش اور عطا کے سمندر نے

لہ دوختیم۔ یعنی میں نے یہاں نحوی کا قصہ ذکر کیا ہے۔ نحو۔ طریقہ۔ فقہ فقہ۔ علم فقہ کا مغز۔ گم آمد۔ فنا۔ شگرف۔ عمدہ، پسندیدہ۔ تا۔ یعنی ہم اگر اپنے علومِ رسمی پر نازاں ہوں تو ہماری حماقت ہے۔ ہمارے علوم کی علوم خداوندی کے مقابلہ میں وہی حیثیت ہے جو ٹھلیا کے پانی کی دجلہ کے اعتبار سے تھی۔

ئہ اعرابی۔ بدو دِجلہ سے واقف نہ تھا اِس لئے ایک گھڑا پانی لیکر بغداد کو چلا۔ اگر وہ دِجلہ سے واقف ہوتا تو کبھی بادشاہ کی خدمت میں بغداد جاکر ایک گھڑا پانی پیش نہ کرتا۔ اسی طرح اگر ہم اللہ کے علم کے دریا سے واقف ہو جائیں تو اپنے مختصر سے علم کا مشکیزہ پیش کرنے کی جرأت نہ کریں۔

ٹہ ناموس و ننگ۔ شرم و عار۔ زن۔ زدن بمعنی مارنا سے صیغۂ امر ہے۔ زر۔ سونا، اشرفیاں۔ مزید۔ یعنی مزید براں۔ خلعت۔ وہ کپڑے جو بادشاہ اپنے اتار کر کسی کو دیدے، وہ کپڑے جو بادشاہ کسی کو عطا کرے۔ قباد۔ ایک مشہور بادشاہ کا نام ہے، ہر بادشاہ کو بھی کہہ دیا جاتا ہے۔

کایں سبو پُر زر بدستِ او دہید
کہ اس ٹھلیا کو اشرفیوں سے بھر کر اس کو دیدو

از رہِ خشک آمدست آں سفر
وہ خشکی کے راستہ سے آیا ہے اور سفر

چوں بکشتی در نشیند رنجِ راہ
جب وہ کشتی میں بیٹھے گا، راستہ کی تکلیف

ہمچناں کردند و دادندش سبو
انھوں نے ایسا ہی کیا اور اس کو ٹھلیا دیدی

چوں بکشتی در نشست و دجلہ دید
جب وہ کشتی میں بیٹھا اور اس نے دجلہ دیکھا

کاے عجب لطف آں شہِ وہّاب را
کہ تعجب ہے اس لطف بخش بادشاہ کی مہربانی پر

چوں پذیرفت از من آں دریائے جود
اس دریائے سخاوت نے کیسے قبول کر لیا؟

کُلِ عالم را سبو داں اے پسر
اے بیٹا! پوری دنیا کو ٹھلیا سمجھ

قطرۂ از دجلۂ خوبیِ اوست
(یہ ٹھلیا) اُسکی خوبی کے دجلہ کی ایک بوند ہے

گنجِ مخفی بد ز پُرّی چاک کرد
چھپا ہوا خزانہ تھا جو فراوانی کی وجہ سے پھٹ پڑا

گنجِ مخفی بد ز پُرّی جوش کرد
وہ چھپا ہوا خزانہ تھا فراوانی کی وجہ سے اُسنے جوش مارا

در بدیدے قطرہ از دجلہ خدا
اگر کوئی، خدا کے دجلہ کا ایک قطرہ دیکھ لیتا

آنکہ دیدندش ہمیشہ بیخود اند
جنھوں نے اُس کو دیکھا ہے وہ ہمیشہ بیخود ہیں

چونکہ وا گردد سوئے دجلش برید
جب واپس لوٹے تو اس کو دجلہ کیجانب لیجاؤ

از رہِ دجلش بود نزدیک تر
دجلہ کے راستہ سے اس کیلئے زیادہ قریب ہوگا

خود فراموشش شود آں جایگاہ
اُس جگہ وہ بھول جائے گا

پُر ز رو بُردند تا دجلہ دوتو
اشرفیوں سے بھری ہوئی اور اسکو دوبالا (لطف کی قسم) دجلہ

سجدہ می کرد از حیا و می خمید
شرم سے سجدہ کرتا تھا اور جھکتا تھا

واں عجب تر کو ستد آں آب را
اور اس پر زیادہ تعجب کہ وہ پانی (کا ہدیہ قبول کر لیا ہے)

اینچناں نقدِ دغل را زود زود
بہت جلد اس جیسے کھوٹے سکے کو

پُر شدہ از لطف و خوبی تا بسر
جو لطف اور خوبی سے کناروں تک بھری ہوئی ہے

کاں نمی گنجد ز پُرّی زیر پوست
جو اپنے پُر ہونے پر پھولا نہیں سماتا ہے

خاک را تاباں تر از افلاک کرد
جس نے خاک کو افلاک سے بھی زیادہ روشن کر دیا

خاک را سلطانِ اطلس پوش کرد
مٹی کو اطلس پوش بادشاہ بنا دیا

آں سبو را او فنا کردے فنا
اُس ٹھلیا کو وہ بالکل فنا کر دیتا

بیخودانہ بر سبو سنگے زدند
انھوں نے بیخودوں کی طرح ٹھلیا پر پتھر مار دیا ہے

لہ رنج راہ۔ راستہ کی مشقت۔ دو تو یعنی دوگنے لطف کیساتھ، دولت بھی ملی اور دجلہ کی سیر بھی ہوئی۔ سجدہ می کرد۔ یعنی حیا سے اوندھا ہوا جا رہا تھا۔ کاے۔ کہ اے۔ وہاب۔ بہت زیادہ عطا کرنیوالا۔ پذیرفتن۔ قبول کرنا۔ جنس۔ مال۔ دغل۔ کھوٹا۔ تا بسر۔ لبریز۔ یہاں سے پھر اُسی مضمون کا اعادہ ہے کہ ہمارے علوم ہیچ ہیں۔ پُرّی۔ وا پر تشدید ضرورت کیوجہ سے ہے۔ زیر پوست نگنجیدن۔ پھولا نہ سماتا۔

سے گنج مخفی۔ چھپا ہوا خزانہ۔ یہ ایک غیر صحیح حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ کُنتُ کنزاً مخفیاً فاحببتُ ان اُعرف۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں" یعنی کائنات کی پیدائش معرفت خداوندی کیلئے ہے۔ خاک را۔ یعنی انسان کو اللہ نے اپنی صفات سے موصوف بنایا ہے۔

سے آں سبو۔ یعنی انسانی علوم کی ٹھلیا۔ آنکہ۔ جن لوگوں پر علم باری کی حقیقت منکشف ہو گئی ہے انھوں نے اپنے حقیر علم کو خیرباد کہدیا ہے۔

اے[1] زغیرت بر سبو سنگے زدہ
اے وہ جس نے غیرت سے ٹھلیا پر پتھر مارا ہے

آں سبو زاشکست کامل تر شدہ
وہ ٹھلیا ٹوٹنے سے اور مکمل ہو گئی ہے

خم شکستہ آب ازو نا ریختہ
ٹھلیا ٹوٹ گئی، اُس کا پانی نہیں بہا

صد درستی زیں شکست انگیختہ
اِس شکستگی سے سینکڑوں دُرستیاں پیدا ہو گئی ہیں

جزو جزوِ خم برقص ست و بحال
ٹھلیا کا ٹکڑا ٹکڑا رقص اور حال میں ہے

عقلِ جزوی را نمودہ ایں محال
ناقص عقل کو یہ ناممکن نظر آتا ہے

نے سبو پیدا دریں حالت نہ آب
اِس حالت میں اُس کے سامنے نہ ٹھلیا ہے نہ پانی

خوش ببیں واللہ اعلم بالصواب
اچھی طرح سمجھ لے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے

چوں[2] درِ معنیٰ زنی بازت کنند
تو جب معنیٰ کا دروازہ کھٹکھٹائیگا تیرے لئے کھول دیئے

پرِّ فکرت زن کہ شہبازت کنند
فکر کا پَر پھڑپھڑا تجھے شہباز بنا دیں گے

پرِّ فکرت شد گِل آلود و گراں
تیرے فکر کا پَر مٹی میں سَن گیا ہے اور بھاری ہو گیا ہے

زانکہ گِل خواری ترا گِل شد چو ناں
کیونکہ تو مٹی کھانیوالا ہے تیرے لئے مٹی روٹی کی طرح بنگئی ہے

ناں گِل ست و گوشت کمتر خور ازیں
روٹی اور گوشت مٹی ہے اُس کو کم کھا

تا نمانی ہمچو گِل اندر زمیں
تاکہ مٹی کی طرح تو زمین میں نہ رہ جائے

خاک می خوردیم عمرے در غذا
ہم غذا میں تمام عمر مٹی کھاتے رہے

خاک مارا خورد آخر در جزا
آخر کار بدلہ میں مٹی نے ہمیں کھا لیا

چوں گرسنہ می شوی سگ می شوی
جب تو بھوکا ہوتا ہے، کتا بن جاتا ہے

تند و بد پیوند و بد رگ می شوی
تو بد مزاج، بد اخلاق، بد خصلت ہو جاتا ہے

چوں[3] شدی تو سیر مُردارے شدی
جب تیرا پیٹ بھر جاتا ہے تو مُردہ ہو جاتا ہے

بے خبر چوں نقشِ دیوارے شدی
دیوار کی تصویر کی طرح بے خبر ہو جاتا ہے

پس دمے مُردار دیگر دم سگی
بس ایک وقت تو مُردار ہے اور دوسرے وقت تو کتا ہے

چوں کُنی در راہِ شیراں خوش تگی
تو شیروں کے راستہ میں کب خوش رفتار ہو سکتا ہے؟

آلتِ اِشکارِ خود جز سگ مداں
اپنے شکار کے ذریعہ کو کتے کے سوا کچھ نہ سمجھ

کمترک انداز سگ را استخواں
کتے کو ہڈی کم ڈال

زانکہ سگ چوں سیر شد سرکش شود
اِسلئے کہ کتے کا جب پیٹ بھر جاتا ہے وہ سرکش ہو جاتا ہے

کے سوئے صید و شکارے خوش دود
پھر صید اور شکار کی طرف اچھی طرح کب دوڑتا ہے؟

---

[1] اے زغیرت۔ مقامِ فنا میں پہنچ کر انسان کو کمال حاصل ہوتا ہے۔ خم شکستہ یعنی مقامِ فنا میں پہنچکر رگ رگ میں محبت کا نور سرایت کر جاتا ہے اور جزو جزو رقص اور حال میں ہوتا ہے اور کمالِ ذاتی بھی فنا نہیں ہوتا ہے۔ نے سبو۔ اِس مقام پر پہنچ کر نہ اُس کو اپنے بدن کا ہوش رہتا ہے نہ اپنے ذاتی کمالات کا۔

[2] چوں درِ معنیٰ۔ اگر تو علومِ الٰہی کا طالب ہے تو کوشش کر کہ خدا تیری مدد کرے گا۔ پرِّ فکرت۔ چونکہ تو نے عالمِ سفلی کو اپنی خوراک بنا لیا ہے لہٰذا تو علومِ عالیہ سے محروم ہو گیا ہے۔ ناں۔ انسانی خوراک سب مٹی کی پیداوار ہے اُس کی کثرت اُس کو مٹی میں مِلا دیتی ہے۔ چوں انسان جب بھوکا ہوتا ہے تو اُس میں درندگی آجاتی ہے۔

[3] چوں شدی سیر۔ بسیار خوری انسان میں مُردنی پیدا کر دیتی ہے۔ پس۔ لہٰذا شکم سیری اور انتہائی بھوک دونوں مُضر ہیں۔ راہِ شیراں یعنی ایسی دو حالتوں میں راہِ سلوک کیسے طے کر سکتے ہو۔ آلت۔ ذریعہ۔ اِشکار الف زیادہ ہے۔ کمترک۔ کاف تصغیر کا ہے۔ سگ۔ یعنی قوائے حیوانی۔

آں عرب را بے نوائی[1] می کشید — تا بداں درگاہ و آں دولت رسید
اُس بدوی کو بے سروسامانی کھینچ لائی — یہاں تک کہ وہ اُس درگاہ اور اُس دولت تک پہنچ گیا

در حکایت گفتہ ام احسانِ شاہ — در حقِ آں بے نوائے بے پناہ
میں نے قصہ میں بادشاہ کے احسان کا ذکر کیا ہے — (جو) اس بے نوا اور بے پناہ کے حق میں (کیا گیا)

ہر چہ گوید مردِ عاشق بوئے عشق — از دہانش می جہد در کوئے عشق
عاشق انسان جو کچھ کہتا ہے، عشق کی خوشبو — عشق کے کوچہ میں اس کے منہ سے مہک جاتی ہے

گر بگوید[2] فقہ فقر آید ہمہ — بوئے فقر آید ازاں خوش دمدمہ
اگر وہ فقہ کی بات کرتا ہے سب فقر ہوتا ہے — اس خوش گفتاری سے فقر کی خوشبو آتی ہے

ور بگوید کفر آید بوئے دیں — آید از گفتِ شکش بوئے یقیں
اگر وہ کفر (کی بات) کہتا ہے، دین کی خوشبو آتی ہے — اسکے شک کی بات سے بھی یقین کی خوشبو آتی ہے

ور بگوید کژ نماید راستی — اے کژی کہ راست را آراستی
اگر ٹیڑھی بات کہے تو سیدھی نظر آئے — اے کجی (تو خوب ہے) کہ تُو نے سیدھی بات کو آراستہ کر دیا ہے

کفِ کژ کز بحرِ صافی خاست است — اصلِ صاف آں فرع را آراست است
ٹیڑھا جھاگ جو صاف دریا سے پیدا ہوتا ہے — صاف اصل نے اس فرع کو آراستہ کر دیا ہے

آں کفش را صافی و محقوق داں — ہمچو دشنامِ لبِ معشوق داں
اس کے اُس جھاگ کو صاف اور صحیح سمجھ — معشوق کے منہ کی گالی کی طرح سمجھ

گشت ایں دشنامِ نامطلوبِ[3] اُو — خوش ز بہرِ عارضِ محبوبِ اُو
اس کی ناپسندیدہ گالی (بھی) — اس کے محبوب چہرے کی وجہ سے اچھی ہے

از شکر گر شکلِ نانے می پزی — طعمِ قند آید نہ ناں چوں می مزی
اگر تو شکر سے روٹی پکائے گا — جب تو چکھے گا اس میں شکر کا مزا آئیگا نہ کہ روٹی کا

ور بتِ زریں بیابد مومنے — کے ہلد اُو را پئے سجدہ کُنے
اگر کوئی مومن سونے کا بت پالے — اسکو سجدہ کرنے والے کیلئے کب چھوڑے گا

چوں بیابد مومنے زریں وثن — کے ہلد آں را برائے ہر شمن
جب کوئی مومن سونے کا بت پالے گا — اس کو پجاری کے لئے کب چھوڑے گا

بلکہ گیرد اندر آتش افگند — صورتِ عاریتش را بشکند
بلکہ اس کو لے کر آگ میں ڈال دے گا — اس کی عارضی ہیئت کو توڑ دے گا

[1] بے نوائی۔ بے سروسامانی۔ درگاہ یعنی خلیفہ کا دربار۔ دولت رسید۔ تو بھی بے نوائی اختیار کریگا تو دربارِ خداوندی میں جا پہنچے گا۔ بے پناہ یعنی بدو۔ ہر چہ گوید یعنی بدو اور خلیفہ کے قصہ سے اُن احسانات الٰہیہ کیطرف اشارہ ہے جو ہر وقت بندوں پر مبذول ہوتے رہتے ہیں۔ ہر چہ۔ یعنی ہم تو عشقِ الٰہی میں مبتلا ہیں ہمارے قصے اور کہانیوں سے بھی مضامینِ عشق کی بو آتی ہے۔

[2] گر بگوید۔ عارف اگر فقہ کا مسئلہ بھی بیان کرتا ہے تو چونکہ مقصد رضائے الٰہی ہوتا ہے لہٰذا وہ علم فقر و تصوف بنجاتا ہے۔ ور بگوید۔ بظاہر اس کا نامناسب کلام بھی عین دین ہوتا ہے۔ کژ۔ وہ کلام جو عوام کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ بحرِ صافی صاف دریا۔ فرع۔ شاخ۔ محقوق۔ ٹھیک، درست۔

[3] نامطلوب۔ ناپسندیدہ۔ عارض۔ رخسار، اولیاء اللہ کا جملہ کلام چونکہ عشق پر مبنی ہوتا ہے لہٰذا وہ صحیح ہوتا ہے۔ پزی۔ پختن بمعنی پکانا سے فعل مضارع مخاطب ہے۔ مزی۔ مزیدن بمعنی چکھنا سے فعل مضارع مخاطب ہے۔ بُت زریں۔ اوپر یہ بیان تھا کہ اہلِ عرفان کے بظاہر بُرے کلمات بھی بباطن مفید ہوتے ہیں اور اعتبار باطن کا ہے ظاہر کا نہیں ہے شکر کی روٹی کا ظاہر روٹی ہے لیکن باطن شکر ہے اسی طرح بُت کا ظاہر بُرا ہے لیکن باطن سونا ہے لہٰذا مومن اسکو اٹھالیگا۔ ہلد۔ ہلیدن بمعنی چھوڑنا سے فعل مضارع ہے۔ وثن۔ بت، مورتی۔ شمن۔ بت پرست۔ عاریتی۔ مانگی ہوئی، عارضی۔

تا نماند بر ذہب[۱] نقشِ وَثن
تاکہ سونے پر بُت کی صورت نہ باقی رہے

زانکہ صورت مانع ست و راہزن
اِس لئے کہ صورت مانع اور رہزن بنی ہے

ذاتِ زَرّش دادِ ربّانیت ست
اُس کا اصل سونا خدا کی دین ہے

نقشِ بُت بَر نقدِ زر عاریت ست
نقد سونے پر بُت کی تصویر عارضی ہے

بہرِ کَیکے تو گلیمے را مسوز
پسّو کی وجہ سے تو گدڑی کو نہ جلا

در صُداعِ ہر مگس مگذار روز
ہر مکھی کی دردِ سری کی وجہ سے دن کو باہر نکلنا نہ چھوڑ

بُت پرستی گر بمانی در صُوَر
اگر تو صورتوں میں (لگا) رہا تو بت پرست ہے

صورتش بگذار و در[۲] معنیٰ نگر
صورت سے گذر جا اور معنیٰ کو دیکھ

مَردِ حجّی ہمرہی حاجی طلب
(اگر) تو حج کا جوانمرد ہے تو حاجی کو اپنا ہمسفر بنا

خواہ ہندو خواہ تُرک و یا عرب
خواہ ہندوستانی ہو خواہ ترکی یا عرب ہو

منگر اندر نقش و اندر رنگ اُو
تصویر اور اُس کے رنگ کو نہ دیکھ

بنگر اندر عزم و در آہنگِ اُو
اُس کے ارادے اور قصد کو دیکھ

گر سیاہ ست و ہم آہنگ توست
اگر وہ کالا ہے اور تیرا ہم خیال ہے

تو سفیدش خواں کہ ہم رنگ توست
تو اُس کو گورا سمجھ کیونکہ وہ تیرا ہم رنگ ہے

ور سپید ست و وُرا آہنگ نیست
اگر وہ سفید ہے اور تیرا ہم خیال نہیں ہے

زو بِبُر کز دل مرا اُو را رنگ نیست
اُس سے تعلق نہ رکھ کیونکہ وہ دل کا ہم رنگ نہیں ہے

ایں حکایت گفتہ شُد زیر و زبر
یہ قصہ بغیر ترتیب کہہ دیا گیا ہے

ہمچو فکرِ عاشقاں بے پا و سَر
جیساکہ عاشقوں کا خیال بے سر و پا ہوتا ہے

سَر ندارد چوں ازل بُود ست پیش
(عاشق کے خیال کا) سِرا نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ ازل سے ہے

پا ندارد با اَبَد[۳] بُود ست خویش
(وہ) انتہا نہیں رکھتا ہے (اسلئے کہ) اَبد سے وابستہ ہے

بلکہ چوں آب ست و ہر قطرہ ازاں
بلکہ وہ پانی کی طرح ہے اور اُس کا ہر قطرہ

ہم سَر ست و پا و ہم بے ہر دو ہاں
سَر اور پیر بھی رکھتا ہے اور بغیر سر و پا بھی ہے

حاش لِلّٰہ ایں حکایت نیست ہیں
خدا بچائے، خبردار یہ کہانی نہیں ہے

نقدِ حالِ ما و تُست ایں خوش ببیں
یہ ہمارا اور تیرا موجودہ حال ہے، غور کر

پیشِ ہر صوفی کہ اُو با فر بُود
ہراُس صوفی کے لئے جو شان شوکت والا ہے

ہر چہ آں ماضی ست لا یُذکر بُود
جو گذر گیا ہے وہ ناقابلِ ذکر ہوتا ہے

---

[۱] ذہب۔ سونا۔ دادِ ربّانیت۔ خدا داد۔ کیک۔ کاف کے فتحہ کے ساتھ، پسّو۔ گلیم۔ گدڑی۔ صُداع۔ دردِ سر۔ مگس۔ مکھی، لہٰذا اولیاء اللہ کی بات بظاہر اگر ناگوار بھی ہے تو اُس کی وجہ سے حقیقت سے کنارہ کش نہ ہو جانا۔ بُت پرستی۔ بُت پرستی۔

[۲] در معنیٰ۔ لہٰذا بزرگوں کے ظاہرِ الفاظ سے درگذر کر کے معنیٰ تک پہنچو۔ صُوَر۔ صورت کی جمع ہے۔ مردِ حجّی۔ مردِ حج ہستی۔ نقش۔ شکل و صورت۔ رنگ۔ کالا، گورا۔ آہنگ۔ قصد لہٰذا اعتبار باطن کا ہے نہ کہ ظاہر کا۔ حکایت۔ بدو کا قصہ زیر و زبر۔ غیر مرتب۔ سَر۔ ابتداء۔ پا۔ انتہا۔ ازل۔ زمانہ ماضی کی ہمیشگی۔

[۳] اَبد۔ زمانہ مستقبل کی جانب کی ہمیشگی، عاشق کا تعلق چونکہ ذاتِ خداوندی سے ہے جو ازلی اور ابدی ہے لہٰذا اُس کے معاملہ کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ قطرہ۔ اگر قطرے کو دریا سے علیحدہ کرو تو اُس کی انتہا اور ابتدا ہے اور اگر علیحدہ نہ کرو تو قطرہ کی ابھی نہ انتہا ہے نہ ابتدا یہی حال عاشق کے احوال کا ہے۔ نقدِ حال یعنی بدو اور اُسکی بیوی کا قصہ دراصل خود ہمارا قصہ ہے۔ فَر۔ یعنی تصرف کی شان و شوکت۔

چوں بُوَد فکرش ہمہ مشغولِ[1] حال — نایداندر ذہنِ اُو فکرِ مآل

جبکہ اُس کا فکر پوری طرح حال میں مشغول ہوتا ہے — اُس کے ذہن میں انجام کا فکر (بھی) نہیں آتا ہے

ہم عرب ما ہم سبو ما ہم مَلَک — جُملہ مَا یُوْفَکُ عَنْہُ مَنْ اُفِکْ

بدو بھی ہم ہیں اور ٹھلیا بھی ہم ہیں اور بادشاہ بھی — سب وہی ہے جس سے باز رہا وہی جو بھیرا گیا

عقل را شُو داں و زن ایں نفس و طبع — ایں دُو[2] ظلمانی و مُنکر عقل شمع

عقل کو شوہر اور نفس اور طبیعت کو عورت (سمجھ) — یہ دونوں تاریک اور منکر ہیں عقل شمع ہے

بشنو اکنوں اصلِ انکار از چہ خاست — زانکہ کُل را گونہ گونہ جزوہاست

اب سُن، انکار کی بنیاد کیسے پڑی؟ — اس لئے کہ کُل کے مختلف قسم کے اجزاء ہیں

جزو[3] کُل نے جزوہا نسبت بکُل — نے چو بوئے گُل کہ باشد جزوِ گُل

(حقیقی) جزو اور کُل نہیں جزو کی کُل کیساتھ نسبت (تابع جیسے ہیں) ایسی (بھی) نہیں ہے جیسے کہ پھول کی خوشبو پھول کا جزو ہے

لُطفِ سبزہ جزوِ لُطفِ گُل بُوَد — بانگِ قمری جزوِ آں بُلبل بُوَد

(بلکہ اس طرح ہے جیسے) سبزہ کا لطف پھول کے لطف کا جزو ہوتا ہے — (جیسے) قمری کی آواز بلبل کا جزو (تابع ہونے کی حیثیت سے) ہوتی ہے

گر شوم مشغولِ اشکال و جواب — تشنگاں را کے توانم داد آب

اگر میں اعتراض اور جواب میں مشغول ہوجاؤں — (تو) پیاسوں کو کب سیراب کرسکوں گا؟

گر تو اشکالی بکُلّی و حرج — صبر کُن کہ الصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجْ

اگر تو مجسم اشکال اور تنگی ہے — (تو) صبر کر، صبر کشادگی کی کنجی ہے

احتما کُن احتما زاندیشہا — زانکہ شیراانند دریں بیشہا

وسوسوں سے بہت پرہیز کر — اس لئے کہ ان جھاڑیوں میں شیر چھپے ہیں

احتماہا بر دواہا سرورست — زانکہ خاریدن فزونی گرست

پرہیز دواؤں سے بہتر ہے — اس لئے کہ کھجانا، خارش کی زیادتی (کی علامت) ہے

احتما اصلِ دوا آمد یقیں — احتما کُن قوّتِ جانت ببیں

پرہیز یقیناً دوا کی جڑ ہے — پرہیز کر، (پھر) اپنی روح کی طاقت دیکھ

احتماہا مر دواہا را سرست — ہضمِ دارُو علّتِ نو دیگرست

پرہیز، دوا کی اصل ہے — دوا کا ہضم ہوجانا، دوسری نئی بیماری ہے

قابلِ ایں گفتہا شو گوش دار — تاکہ از زر سازمت من گوشوار

ان باتوں کو قبول کرنے والا بن، توجہ سے سُن — تاکہ میں تیرے لئے سونے کے آویزے بناؤں

[1] مشغولِ حال۔ چونکہ واردات میں معروف ہوتا ہے۔ فکرِ مآل۔ عاشق رضا و تسلیم کی وجہ سے انجام سے بھی بے فکر ہوتا ہے۔ ہم عرب ما۔ یعنی بدو اور ٹھلیا اور بادشاہ کی عطا کا جو قصہ ہم نے نقل کیا ہے وہ ایک مثال ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ کی ہے ہم وہ عبادتیں اور تحفے پیش کرتے ہیں جنکی اُسکے یہاں کمی نہیں ہے وہ پھر بھی قبول فرماتا ہے۔ اِن باتوں کا وہی انکار کریگا جو راندہ درگاہ ہوگا۔ عقل را شو۔ عقل کو بمنزلہ شوہر کے سمجھو اور نفس اور طبیعتِ انسانی کو بمنزلہ عورت کے سمجھو اور دونوں کے مکالمہ کو عقل اور نفس کا مکالمہ سمجھو۔ بشنو۔ روحِ باطنی ایک حقیقت ہے لیکن طبائع مختلف ہیں اِسلئے کچھ انکار کرتی ہیں کچھ اقرار کرتی ہیں۔

[3] جزو کل۔ یعنی ہم بار بار رب العزت کو کُل سے اور انسانوں کو جزو سے تعبیر کرتے آرہے ہیں لیکن اِس سے مراد حقیقی جزئیت اور کلیت نہیں ہے۔ اللہ اجزا سے منزہ ہے نیز وہ نسبت بھی مراد نہیں ہے جو خوشبو اور پھول میں ہے اِسلئے کہ اللہ تعالیٰ حادث صفات سے پاک ہے بلکہ جزو اور کُل سے یہاں مراد تابع اور متبوع ہے۔ گر شوم۔ جو نسبت میں نے بیان کی اِس میں بھی اِشکالات ہیں لیکن اگر اس طرح کے اِشکال اور جواب کے درپے ہو جاؤنگا تو حقائق بیان نہ کرسکونگا صبر کُن۔ صبر سے ذوق اور وجدان پیدا ہوگا جس سے سب اشکالات حل

گوشوارہ چہ کہ کانِ زر شوی — تا بماہ و تا ثریا بر شوی
آویزہ کیا ہوتا ہے، بلکہ تو سونے کی کان بنجائے گا — یہانتک کہ چاند اور ثریا سے بھی بالاتر ہو جائیگا

اولاً[1] بشنو کہ خلقِ مختلف — مختلف جانند از یا تا الف
پہلے سُن لے کہ مختلف مخلوق — الف سے یا تک مختلف حقیقتیں ہیں

در حروفِ مختلف شور و شکے ست — گرچہ از یک رُو ز سر تا پا یکے ست
مختلف حروفِ (تہجی) میں (اختلاف کا) شور اور شک ہے — اگرچہ ایک اعتبار سے سر سے پیر تک ایک ہیں

از یکے رُو ضدّ و دیگر متّحد — از یکے رُو ہزل و از دیگر روئے جِد
ایک پہلو سے (ایکدوسرے کے) مخالف دوسرے (پہلو سے) متحد ہیں — (جیساکہ کوئی جملہ) ایک پہلو سے مذاق اور دوسرے (پہلو سے) مقصود ہو

پس[2] قیامت روزِ عرضِ اکبر ست — عرضِ او خواہد کہ با زیب و فر ست
قیامت (کا دن)، بڑی پیشی کا دن ہے — پیشی وہ چاہے گا جو شان و شوکت سے ہے۔

ہر کہ چوں ہندوئے بد و سودائی ست — روزِ عرضش نوبتِ رسوائی ست
جو کوئی ہندو کی طرح برا اور سودائی ہے — اُس کے لئے پیشی کا دن رُسوائی کا وقت ہے

چوں ندارد روئے ہمچوں آفتاب — او نخواہد جز شبِ ہمچوں نقاب
جو شخص آفتاب جیسا چہرہ نہ رکھتا ہو — وہ نقاب کی طرح رات کے سوا کچھ نہ چاہے گا

برگ یک گُل چوں ندارد خارِ او — شد بہاراں دشمنِ اسرارِ او
جبکہ اُس کا کانٹا پھول کی ایک پتی (بھی) نہ رکھتا ہو — موسمِ بہار اُسکے چھپے ہوئے رازوں کا دشمن ہو گا

وانکہ[3] سر تا پا گُل ست و سوسن ست — پس بہار او را دو چشمِ روشن ست
جو شخص سر سے پیر تک گُل اور سوسن ہے — موسمِ بہار اُس کے لئے دو روشن آنکھیں ہیں

خارِ بے معنیٰ خزاں خواہد خزاں — تا زند پہلوئے خود با گلستاں
بے حقیقت کانٹا خزاں ہی خزاں چاہتا ہے — تاکہ گلستاں کا مقابلہ کر سکے

تا بپوشد حُسنِ آن و ننگِ ایں — تا نہ بینی ننگ آن و رنگِ ایں
تاکہ وہ (خزاں) اُسکا حُسن اور اسکا عیب ڈھک دے — تاکہ تو اُس کا عیب اور اِس کا رنگ نہ دیکھ سکے

پس خزاں او را بہار ست و حیات — یک نماید سنگ و یاقوتِ زکات
اُس کے لئے خزاں بہار اور زندگی ہے — جو پتھر اور قیمتی یاقوت کو یکساں دکھاتی ہے

باغباں ہم داند آن را در خزاں — لیک دیدِ یک بہ از دیدِ جہاں
باغباں بھی اُس کو موسمِ خزاں میں جانتا ہے — لیکن ایک کا دیکھنا دنیا کے دیکھنے سے بہتر ہے

---

[1] اولاً بشنو۔ چونکہ انسان باوجود انسان ہونیکے مختلف طبائع رکھتے ہیں اسلئے بعض طبائع میں اشکالات پیدا ہوتے ہیں۔ در حروف۔ انسانوں کے طبائع کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسے حروفِ تہجی میں اختلاف ہے۔ حالانکہ سب حروفِ تہجی ہی ہیں۔ از یکے رُو۔ جیساکہ بعض جملے ہوتے ہیں کہ جملہ ایک ہی ہے اور مذاق میں اسکے کچھ معنیٰ ہیں اور جب حقیقت کے طور پر وہ بولا جائے تو دوسرے معنیٰ ہوتے ہیں۔

[2] پس قیامت۔ اختلاف کے اسباب کو سمجھنے سے زیادہ ضروری ہے کہ اس اختلاف کے نتائج پر غور کیا جائے جو قیامت میں ظاہر ہونگے۔ ہر کہ۔ جو لوگ شکوک و شبہات سے اپنے منہ کالے کئے ہوئے ہیں پیشی کے دن اُنکی بہت رُسوائی ہوگی۔ چوں ندارد۔ معارفِ الٰہیہ سے جن کے چہرے منوّر نہ ہونگے وہ مُنہ چھپائیں گے۔ برگ۔ جس کانٹے میں پھول کی ایک پتی بھی نہ ہو وہ موسمِ بہار میں اور زیادہ رسوا ہوتا ہے جبکہ دوسرے کانٹےدار درخت پھولوں سے لدے جاتے ہیں۔

[3] وانکہ۔ جو شخص نیک اعمال سے مزین ہوگا قیامت کے دن وہ نہایت مسرور ہوگا۔ خار۔ بداعمال دوسرے کو بھی بداعمال دیکھنے کا خواہشمند ہوگا۔ پس۔ بداعمال چاہیگا کہ پیشی کا وقت نہ آئے تاکہ اچھے اور برے کی تمیز نہ ہو سکے۔ باغباں یعنی شیخِ کامل اُنکی بداعمالی کو جانتا ہے۔ بداعمال کو چاہیئے کہ اُس شیخ کے سامنے اپنے مخفی اعمال بیان کرے اور اسکی اصلاح کرالے تاکہ قیامت کے دن شیخ اعظم ﷺ انکے عیوب کو ظاہر نہ کرینگے۔

خود جہاں آں یک کس ست و آگہ است[1]	ہر ستارہ بر فلک جزو مہ است
وہ ایک شخص خود جہان ہے اور باخبر ہے	آسمان پر ہر ستارہ چاند کا جزو ہے
خود جہاں آں یک کس ست و باقیاں	جملہ اتباع و طفیل اند اے فلاں
جہاں وہی ایک شخص ہے اور باقی	سب تابع اور طفیلی ہیں، اے فلاں!
او جہانِ کامل ست و مفرد ست	نسخۂ کلِ وجود او را بدست
وہ پورا جہان ہے اور اکیلا ہے	وجودِ کل کا نسخہ (جو حقیقت انسانیہ ہی) اسکے ہاتھ میں ہے
پس ہمی گویند ہر نقش و نگار	مژدہ مژدہ نک ہمی آید بہار
ہر نقش و نگار یہ کہتا ہے	خوشخبری ہو خوشخبری اب بہار آتی ہے
تا بود تاباں شگوفہ چوں زرہ	تا کنند آں میوہ ہا پیدا گرہ
تاکہ شگوفے زرہ کی طرح چمکیں	تاکہ میوے گچھے پیدا کریں
چوں[2] شگوفہ ریخت میوہ سر کند	چونکہ تن بشکست جاں سر بر زند
جب شگوفہ جھڑا، میوہ نکلا	جب جسم ختم ہوا روح ظاہر ہوئی
میوہ معنیٰ و شگوفہ صورتش	آں شگوفہ مژدہ میوہ نعمتش
میوہ، معنی ہے اور شگوفہ اس کی صورت ہے	شگوفہ خوشخبری ہے، میوہ اسکی نعمت ہے
چوں شگوفہ ریخت میوہ شد پدید	چونکہ آں کم شد شد ایں اندر مزید
جب شگوفہ جھڑا، میوہ رونما ہوا	جب شگوفہ گھٹا تو یہ (میوہ) بڑھا
تا کہ ناں نشکست قوت کے دہد	نا شکستہ خوشہا کے مے دہد
جب تک روٹی نہ ٹوٹے، طاقت کب دیتی ہے!	نہ ٹوٹے ہوئے خوشے شراب کب بناتے ہیں
تا ہلیلہ نشکند با ادویہ	کے شود خود صحت افزا در ریہ
جب تک ہیڑ دواؤں میں نہ کٹے	پھیپھڑے میں صحت افزا کب ہوتی ہے!

در صفت[3] پیر و مطاوعت کردن با او

پیر کی تعریف اور اس کی تابعداری کرنے کا بیان

اے ضیاء الحق حسام الدیں بگیر	یک دو کاغذ بر فزا در وصفِ پیر
اے ضیاء الحق حسام الدین! لے	پیر کے بیان میں ایک دو کاغذ اور بڑھائے
گرچہ جسمت نازک ست و بس نزار	بر نمی آید جہاں را بے تو کار
اگرچہ تیرا جسم نازک اور بہت لاغر ہے	(لیکن) دنیا کا کام تیرے بغیر نہیں نکلتا ہے

[1] خود - شیخِ کامل خود ایک عالَم ہے۔ ہر ستارہ یعنی دوسرے نیک لوگ اس کے اجزاء ہیں۔ باقیاں۔ باقی کی جمع ہے۔ اتباع۔ تابع کی جمع ہے۔ او جہان۔ شیخِ کامل اگرچہ ایک شخص ہے لیکن کمل ایک جہان ہے وہ چاند ہے دوسرے ستارے ہیں۔ نسخۂ کلِ وجود۔ حقیقتِ انسانیہ کو تندرست رکھنے کا نسخہ اس کے پاس ہوتا ہے۔ پس۔ کائنات اپنے فانی ہونے کی وجہ سے قیامت کا پیغام دے رہی ہے۔ تا بود۔ تاکہ جیسے زرہ کے حلقے چمکتے ہیں اسی طرح شگوفے چمک جائیں اور پھل آجائیں۔ یہ پیغام بہار ہی لئے ہے۔

[2] چوں شگوفہ۔ شگوفہ کی پتیاں جھڑ جانے پر اندر سے پھل نمودار ہوتا ہے۔ چوں۔ روح کا جسم سے تعلق منقطع ہونے پر اُسکے آثار اور قوی ہو جاتے ہیں قیامت میں یہ آثار خوب ظاہر ہوں گے شگوفہ پھل کی آمد کا پیغام دیتا ہے آں شگوفہ۔ ایں پھل۔ تاکہ۔ روٹی کے ٹوٹ کر جب نوالے بنتے ہیں تو وہ بدن کو قوت پہنچاتی ہے، انگور ٹوٹنے کے بعد شراب بنتا ہے اسی طرح ہیڑ کے فائدے جب ہیں جب اسکو کوٹ کر دواؤں میں ملایا جائے۔ اسی طرح ریاضت اور مجاہدہ سے بدن کو جبتک پامال نہ کروگے فائدہ نہ اٹھا سکو گے۔ ریہ۔ پھیپھڑا۔

[3] در صفت۔ اس سے پہلے کہا تھا

گرچہ جسمِ نازکت را زور نیست — لیک بے خورشید مارا نور نیست[۱]

اگرچہ تیرے نازک جسم میں طاقت نہیں ہے — لیکن سورج کے بغیر ہمارے لئے روشنی نہیں ہے

گرچہ مصباح و زجاجہ گشتۂ — لیک سرخیلِ دل و سررشتۂ

اگرچہ تو چراغ اور قندیل بن گیا ہے — لیکن (اہلِ) دل کا پیشوا اور آغاز کار ہے

چوں سررشتہ بدستِ کامِ تُست — دُرہائے عقدِ دل انعامِ تُست

جبکہ آغازِ کار تیرے ہاتھ میں اور منشا کے مطابق ہے — دل کے ہار کے موتی تیرا انعام ہیں

بر نویس احوالِ پیرِ راہ داں — پیر را بگزیں و عینِ راہ داں

واقفِ راہ پیر کے احوال تحریر کر — پیر (کا دامن) تھام لے اور حقیقی راستہ پالے

پیر تابستاں و خلقاں تیرماہ — خلق مانندِ شب اند و پیر ماہ

پیر، موسمِ بہار ہے اور مخلوق خزاں ہے — مخلوق رات جیسی ہے اور پیر چاند ہے

کردہ ام بختِ جواں را نامِ پیر[۲] — کو زحق پیر ست نہ از ایامِ پیر

میں نے جواں بخت کو پیر کہا ہے — کیونکہ وہ خدا کی جانب سے پیر ہے عمر کی وجہ سے پیر نہیں ہے

اُو چناں پیر ست کش آغاز نیست — با چناں دُرِّ یتیم انباز نیست

وہ ایسا پیر ہے جس کی ابتدا نہیں ہے — اور ایسے یکتا موتی کا (کوئی) شریک نہیں

خود قوی تر می بُود خمرِ کُہن — خاصہ آں خمرے کہ باشد مِن لَدُن

پُرانی شراب خود زیادہ تنومند ہوتی ہے — خصوصاً وہ شراب جو علم لدنی کی ہو

خود قوی تر می شود خمرِ قدیم[۳] — آں کہن تر بہتر اے شیخِ علیم

پُرانی شراب خود زیادہ قوی ہوتی ہے — اے دانا شیخ! جس قدر زیادہ پرانی ہو بہتر ہے

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر — ہست بس پُر آفت و خوف و خطر

پیر (کا توسّل) اختیار کر، یہ سفر بغیر پیر کے — آفت اور خوف و خطر سے بہت پُر ہے

آں رہے کہ بارہا تو رفتۂ — بے قلاوُز اندر آں آشفتۂ

جس راستہ پر تو بارہا چلا ہے — بغیر رہنما کے تو اُس میں پریشان ہے

پس رہے را کہ ندیدستی تو ہیچ — ہیں مَرو تنہا ز رہبر سر مپیچ

پھر وہ راستہ جو تو نے کبھی نہیں دیکھا ہے — خبردار! تنہا نہ جا (اور) رہبر سے انحراف نہ کر

ہر کہ او بے مُرشدے در راہ شد — او ز غولاں گمرہ و در چاہ شد

جو شخص بغیر پیر کے راستہ پر چلا — وہ شیطانوں کی وجہ سے گمراہ اور ہلاک ہوا

---

[۱] مارا نور نیست۔ ضیاء الحق مُرید ہیں، لیکن مولانا کی محبت میں ایسے الفاظ ذکر کر جاتے ہیں جو پیر کے لئے بولے جاتے ہیں۔ مصباح۔ چراغ۔ زجاجہ۔ قندیل۔ سرخیل۔ افسر، پیشوا۔ سررشتہ۔ ڈور کا سِرا، باعث۔ کام۔ مقصد۔ عقد۔ ہار یعنی مثنوی۔ راہ۔ سلوک۔ تابستان۔ موسمِ گرما جو موسمِ بہار ہوتا ہے۔ تیرماہ موسمِ خزاں۔

[۲] نامِ پیر۔ پیر بوڑھے کو کہتے ہیں اور بزرگی چونکہ اکثر بڑھاپے میں آتی ہے لہٰذا پیر اور شیخ بزرگ کے معنیٰ میں بولا جانے لگا۔ مولانا نے فرمایا کہ ضیاء الحق عمر کے اعتبار سے پیر نہیں ہیں بلکہ جوان ہیں اور بزرگی کے اعتبار سے پیر ہیں۔ آغاز نیست۔ پیری پیغمبری کا پرتو ہے اور حضورؐ نے فرمایا ہے میں اسی وقت پیغمبر تھا جبکہ حضرت آدمؑ کا صرف پُتلا بنا تھا۔ دُرِّ یتیم۔ دُرِ یکتا۔ انباز۔ شریک، نظیر۔

[۳] خود قوی تر۔ پیر کا بڑھاپا کمزوری کی دلیل نہیں ہے بلکہ کہنہ شراب کی طرح اسکی روحانی قوت اور تیز ہو جاتی ہے۔ من لدن۔ یعنی من عند اللہ، اللہ کی جانب سے علم لدنی۔ گزیں۔ گزیدن بمعنی اختیار کرنا سے صیغہ امر ہے۔ خوف و خطر یعنی وساوسِ شیطانی کے خطرے۔ قلاوز۔ رہبر۔ آشفتن۔ پریشان ہونا۔ غول۔ چھلاوہ، شیطان۔ درچاہ شدن۔ ہلاک ہونا۔

گر نباشد سایۂ پیر اے فضول
اے مُہمل ! اگر پیر کا سایہ نہ ہو

بس ترا سرگشتہ دارد بانگِ غُول[۱]
شیطان کی آواز تجھے بہت پریشان کرے گی

غُولت از رہ افگند اندر گزند
شیطان تجھے گمراہ کر کے نقصان پہنچا دیگا

از تو داہی تر دریں رہ بس بُدند
تجھ سے زیادہ چالاک اس راستے میں بہت (گمراہ) ہوئے ہیں

از نُبے بشنو ضلالِ رہرواں
راستہ چلنے والوں کی گمراہی قرآن سے سُن

کہ چہ شاں کرد آں ابلیسِ بَدرواں
کہ انکے ساتھ بد ذات شیطان نے کیا کیا ہے؟

صد ہزاراں سالہ رہ از جادہ دور
سیدھے راستے سے لاکھوں سال کی مسافت پر دور

بُرد شاں و کرد شاں اِدبار عور
اُنہیں لے گیا اور بدبختی کی وجہ سے اُنکو ننگا کر دیا

اُستخوانہا شاں ببین و موئے شاں
اُن کی ہڈیاں اور بال دیکھ لے

عبرتے گیر و مَراں خر سوئے شاں
عبرت حاصل کر، اور اُن کا راستہ نہ اختیار کر

گردنِ خر گیر و سوئے راہ کش
گدھے کی گردن پکڑ لے اور (اُسکو) راستہ کیطرف کھینچ

سُوئے رہبانان و رہ دانانِ خوش
(سیدھے) راستہ والوں اور راستہ کو خوب جاننے والوں کی طرف

ہیں مَہِل خر را و دست از وے مدار
خبردار! گدھے کو نہ چھوڑ اور اُسکو آزاد نہ کر

زانکہ عشقِ اُوست سوئے سبزہ زار
اس لئے کہ اُس کا عشق سبزہ زار سے ہے

گر یکے دم تو بغفلت وَاہلیش[۲]
اگر تو غفلت سے اسکو تھوڑی دیر کیلئے بھی آزاد چھوڑ دیگا

اُو رَوَد فرسنگہا سوئے حشیش
دہ میلوں گھاس کی جانب چلا جائے گا

دشمنِ راہ است خرِ مستِ عَلف
گھاس کا عاشق گدھا، راستہ کا دشمن ہے

اے بسا خر بندہ را کردہ تلف
بہت سے اناڑیوں کو اُس نے ہلاک کیا ہے

گر ندانی رہ ہر آنچہ خر بخواست
اگر تو راستہ نہیں جانتا ہے، تو جو گدھا چاہے

عکسِ آں کُن خود بُوَد آں راہ راست
اُس کے برخلاف کر وہی سیدھا راستہ ہوگا

شَاوِرُوْهُنَّ پس آنگہ خَالِفُوْا
اُن (عورتوں) سے مشورہ کرو پھر خلاف کرو

اِنَّ مَنْ لَّمْ یَعْصِهِنَّ تَالِف[۳]
جو شخص اُنکے خلاف نہیں کرتا ہے ہلاک ہو جانیوالا ہے

باہوا و آرزو کم باش دوست
خواہشِ نفسانی اور آرزو سے دوستی نہ کر

چوں یُضِلُّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اوست
کیونکہ وہی ہے جو تجھے اللہ (تعالٰی) کے راستے سے گمراہ کرتی ہے

ایں ہوا را نشکند اندر جہاں
دنیا میں خواہشِ نفسانی کو پامال نہیں کرتی

ہیچ چیزے ہمچو سایہ ہمرہاں
کوئی چیز جیسا کہ ساتھیوں کا سایہ

---

[۱] بانگ۔ شیطانی وساوس کی آواز۔ داہی۔ چالاک، یعنی تجھ سے زیادہ عقلمند بغیر پیر کے گمراہ ہوئے ہیں۔ نُبے۔ قرآن مجید، یعنی قرآن مجید میں بہت سی قوموں کے قصے مذکور ہیں جنکو شیطان نے گمراہ کر دیا۔ اِدبار۔ بدبختی، نحوست۔ عور۔ ننگا، یعنی نیک اعمال سے خالی۔ خر سوئے کسے راندن کسی کی طرف مائل ہونا، اسکے راستہ پر چلنا، یعنی اُن ہلاک شدگان سے عبرت حاصل کرو انکا راستہ نہ اختیار کرو۔ خر گدھا یعنی نفس۔ رہبانان۔ جمع ہے رہبان کی، الف نون علامت ہے اسم فاعل کی، جیسے فیلبان، رہگیر۔ راہ داں۔ راستہ سے واقف۔ مَہِل۔ نہ چھوڑ، ہلیدن سے نہی کا صیغہ ہے۔

[۲] وَاہلیش شین مفعول کی ضمیر ہے۔ وا بمعنی کشادہ۔ ہلی۔ ہلیدن کا فعل مضارع ہے۔ فرسنگ فرسخ جو تین میل کا ہوتا ہے۔ حشیش۔ گھاس۔ عَلف۔ گھاس، چارہ۔ خر بندہ۔ اناڑی سوار جو سواری کے تابع ہوتا ہے۔ خر یعنی نفسِ انسانی۔ شَاوِرُوْهُنَّ۔ اُن عورتوں سے مشورہ کرو۔ یہ حدیث ثابت نہیں ہے البتہ طَاعَةُ النِّسَاءِ نَدَامَةٌ عورت کی اطاعت ندامت کا باعث ہے حدیث صحیح ہے۔

[۳] تَالِف اسم فاعل ہے ہلاک ہونیوالا۔ چوں۔ قرآن میں ہے وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور نہ اتباع کر خواہش

وصیّت کردنِ رسولِ خدا مر علیؓ را کہ چوں ہر کسے بنوعِ طاعتے

رسولِ خدا کا (حضرت) علیؓ کو وصیّت کرنا کہ جب ہر شخص اللہ کا تقرب کسی قسم کی اطاعت

تقرب بحق جوید تو تقرب جے بصحبتِ عاقل و بندۂ خاص تا از

کے ذریعہ ڈھونڈتا ہے تو عقلمند اور خاص بندے کی صحبت کے ذریعہ تقرب چاہ تاکہ ان

ایشاں ہمہ پیش قدم باشی قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ[1]

سب سے آگے بڑھ جائے آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب لوگ

اِذَا تَقَرَّبَ النَّاسُ اِلٰی خَالِقِهِمْ بِاَنْوَاعِ الْبِرِّ فَتَقَرَّبْ اِلَی اللّٰهِ

اپنے خالق کا تقرب مختلف نیکیوں کے ذریعہ چاہیں تو اللہ کا عقل اور اسرارِ الٰہی

بِالْعَقْلِ وَالسِّرِّ تَسْبِقُهُمْ بِالدَّرَجَاتِ وَالزُّلْفٰی عِنْدَ النَّاسِ

کے ذریعہ تقرب چاہ، درجوں میں سب سے بڑھ جائے گا دنیا میں

فِی الدُّنْیَا وَعِنْدَ اللّٰهِ فِی الْآخِرَةِ

لوگوں کے نزدیک اور آخرت میں اللہ کے نزدیک

گفت پیغمبر علیؓ را کاے علیؓ
حضرت (علیؓ) سے پیغمبر (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا اے علیؓ

شیرِ حقّی پہلوانی پُردِلی
تو اللہ کا شیر ہے، بہادر ہے، دلیر ہے

لیک بر شیری مکن ہم اعتمید
لیکن تو شیری پر بھروسہ نہ کر

اندر آ در سایۂ نخلِ اُمید
نخلِ اُمید کے سایہ میں آجا

ہر کسے گر طاعتے پیش آورند
ہر شخص اگر عبادت پیش کرے

بہرِ قربِ حضرتِ بیچون و چند
بے مثال اور بے نظیر کے دربار کی قربت کیلئے

تو تقرب جو بعقل و سرِّ خویش
تو اپنی عقل اور محبت کے ذریعہ سے نزدیکی حاصل کر

نے چو ایشاں بر کمال و برِّ خویش
نہ کہ اُن کی طرح اپنے کمال اور نیکی (کی بنیاد) پر

تو درآ در سایۂ آں عاقلے
تو اُس عقلمند کے سایہ میں آجا

کش نتاند بُرد از راہ ناقلے
جس کو راستہ سے کوئی ہٹانے والا نہ ہٹا سکے

پس تقرب جو بدو سوئے اِلٰہ
اُس کے ذریعہ اللہ کا قرب طلب کر

سر مپیچ از طاعتِ او ہیچ گاہ
کسی وقت (بھی) اُس کی فرمانبرداری سے منہ نہ موڑ

زانکہ او ہر خار را گلشن کند
اس لئے کہ وہ ہر کانٹے کو پھول بنا دیتا ہے

دیدۂ ہر کور را روشن کند
ہر اندھی آنکھ کو روشنی عطا کر دیتا ہے

---

[1] قال النبی۔ یہ حدیث ان الفاظ سے حدیث کے ذخیرے میں نہیں ہے مضمون صحیح ہے۔ شیرِ حق۔ حضرت علیؓ کا لقب اسد اللہ ہے۔ پہلوان۔ بہادر۔ پُردل۔ مضبوط دل والا۔ اعتمید۔ اعتماد کا امالہ ہے۔ نخلِ اُمید۔ یعنی مرشد۔ تقرب۔ قریب ہونا۔ عقل یعنی معرفتِ الٰہی۔ سِر۔ یعنی محبت یا نیک عمل۔

[2] عاقل۔ یعنی مردِ عارف۔ نتاند۔ نتواند کا مخفف ہے۔ ناقل۔ نقل کرنے والا۔ زانکہ۔ شیخِ کامل، اُس انسان کو جو اعمالِ حسنہ سے خالی ہے نیک عمل بنا دیتا ہے۔ روشن کند یعنی قلبی بصیرت عطا کر دیتا ہے۔

ظلِ او اندر زمیں چوں کوہِ قافؔ
اُس کا سایہ زمین پر کوہ قاف کی طرح ہے

روحِ او سیمرغ بس عالی طواف
اُس کی رُوح اونچا چکر لگانے والا سیمرغ ہے

دست گیرد بندۂ خاصِ الٰہ
اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ دستگیری کرتا ہے

طالباں را می برد تا پیشگاہ
(وہ) طالبوں کو (اللہ تعالیٰ کی) درگاہ تک لیجاتا ہے

گر بگویم تا قیامت نعتِ او
اگر میں قیامت تک اُس کی تعریف کروں

ہیچ آں را غایت و مقطع مجو
اُس کی انتہا اور خاتمہ کی اُمید نہ کر

آفتابِ روح نے آں فلک
(وہ) روح کا سورج ہے، آسمان کی طرف منسوب نہیں ہے

کز نورش زندہ اند انس و ملک
اُس کے نُور سے انسان اور فرشتے زندہ ہیں

در بشر روپوش گشت ست آفتاب
سورج انسان (کے جسم) میں روپوش ہے

فہم کن واللہ اعلم بالصواب
سمجھ لے، اور اللہ (تعالیٰ) بہتر جانتا ہے

یا علیؓ از جملۂ طاعاتِ راہ
اے علیؓ! راہِ (حق) کی تمام اطاعتوں میں سے

برگزیں تو سایۂ خاصِ الٰہ
اللہ (تعالیٰ) کے مخصوص (بندہ) کے سایہ کو اختیار کر

ہر کسے در طاعتے بگریختند
ہر شخص ایک اطاعت کی پناہ لے رہا ہے

خویشتن را مخلصے انگیختند
(اور) اپنے لئے نجات کی جگہ بحال رہا ہے

تو برو در سایۂ عاقل گریز
تو جا عقلمند کے سایہ کی پناہ لے

تا رہی زاں دشمنِ پنہاں ستیز
تاکہ چھپ کر لڑنے والے دشمن سے نجات پالے

از ہمہ طاعات اینت لائق ست
تیرے لئے یہ تمام اطاعتوں سے زیادہ مناسب ہے

سبق یابی بر ہر آں کو سابق ست
ہر آگے بڑھنے والے سے تو سبقت لے جائیگا

چوں گرفتی پیر ہیں تسلیم شو
جب پیر بنالے خبردار! سرِ اطاعت رکھدے

ہمچو موسیٰؑ زیرِ حکمِ خضرؑ رو
موسیٰ (علیہ السلام) کیطرح حضرت خضرؑ کے حکم کے ماتحت چل

صبر کن بر کارِ خضرؑ اے بے نفاق
اے مخلص! خضرؑ کے کام پر صبر کر

تا نہ گوید خضرؑ رو ہٰذا فراق
تاکہ خضرؑ یہ نہ کہہ دے کہ جا یہ جُدائی ہے

گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن
خواہ وہ (خضرؑ) کشتی توڑ دے تو اعتراض نہ کر

گرچہ طفلے را کشد تو مو مکن
خواہ وہ بچے کو مار ڈالے تو رنج نہ کر

دستِ او را حق چو دستِ خویش خواند
جب خدا نے اُسکے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے

تا ید اللہ فوق ایدیہم براند
یہانتک کہ "اللہ کا ہاتھ اُنکے ہاتھ پر ہے" فرمایا ہے

لہ کوہِ قاف۔ شاعرانہ تخیل کے اعتبار سے کوہِ قاف پوری دنیا کو گھیرے ہوئے ہے یعنی شیخِ کامل کا سایہ پورے عالم پر ہوتا ہے۔ سیمرغ۔ فرضی پرندہ ہے جس کے پروں میں تیس خوشنما رنگ ہیں۔ دستگیر۔ مردِ عارف دستگیری کرتا ہے۔ پیشگاہ یعنی دربارِ خداوندی۔ غایت۔ انتہا۔ مُقطع۔ خاتمہ۔ آں۔ ملکیت۔ نام آفتاب۔ یعنی شیخِ کامل کی روح۔ خاصِ الٰہ۔ اللہ کا مخصوص بندہ۔ مخلص۔ نجات کی جگہ۔ پنہاں ستیز۔ شیطان چھپا ہوا دشمن ہے۔ اینت۔ ایں برائے تو۔

۲ہ ہمچو موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ جب خضرؑ سے تعلیم حاصل کرنے لگے تو بالکلیہ اُن کے حکم کے تابع بنگئے تھے۔ ہٰذا فراق جب حضرت موسیٰؑ سے صبر نہ ہوا تو حضرت خضرؑ نے انسے کہدیا اب جدا ہو جاؤ۔ کشتی حضرت خضرؑ نے اُس کشتی میں سوراخ کر دیا جسمیں سوار ہوئے تھے۔

۳ہ طفلے۔ حضرت خضرؑ نے معصوم بچہ کو مار ڈالا تھا۔ مو کردن۔ سوال پوچھنا، رنجیدہ ہونا۔ ید اللہ۔ شجرۂ رضوان کے نیچے جب حضورؐ نے صحابہؓ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت لی تھی اُس کے بارے میں قرآن نے کہا ہے کہ وہ نبی کا ہاتھ نہ تھا بلکہ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر تھا۔

دستِ حق میرانْدش[1] زندش کند
اللہ (تعالیٰ) کا ہاتھ اُس کو مارتا ہے تو اُسکو زندہ کرتا ہے

زندہ چہ بُود جانِ پایندش کند
زندہ کیا ہوتا ہے، اُس کو ابدی زندگی عطا کرتا ہے

یار باید راہ را تنہا مَرَو
کوئی راستہ کا یار چاہئے تنہا نہ جا

از سَرِ خود اندریں صحرا مشو
اِس جنگل میں تنہا نہ جا

ہر کہ تنہا نادِراں رہ را بُرید
(ایسا) کم ہے کہ تنہا کسی نے یہ راستہ طے کیا ہو

ہم بعونِ ہمتِ مرداں رسید
وہ بھی بزرگوں کی باطنی توجہ کی وجہ سے پہنچا ہوگا

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست
پیر کا ہاتھ غیر حاضر لوگوں سے (بھی) کوتاہ نہیں ہے

دستِ اُو جُز قبضۂ اللہ نیست
اُس کا ہاتھ اللہ (تعالیٰ) ہی کا ہاتھ ہے

غائباں را چوں چنیں خلعت دہند
جب وہ غیر حاضر لوگوں کو ایسا انعام دیتے ہیں

حاضراں از غائباں لاشک بہند
تولامحالہ حاضر لوگ، غیر حاضروں سے بہتر ہیں

غائباں[2] را چوں نوالہ می دہند
جب وہ غیر حاضر لوگوں کو لقمہ دیتے ہیں

پیشِ مہماں تا چہ نعمتہا نہند
تو مہمان کے سامنے کیا کیا نعمتیں رکھتے ہونگے؟

کُو کسے کو پیشِ شہ بندد کمر
کجا وہ شخص جو بادشاہ کے سامنے کمر کسے ہوئے ہو

با کسے کو ہست از بیرونِ در
اُس شخص کے مقابلہ میں جو دروازہ سے باہر ہو

فرق بسیار ست ناید در حساب
بہت فرق ہے جو حساب میں نہیں آتا ہے

آں ز اہلِ کشف و ایں ز اہلِ حجاب
وہ اہلِ کشف میں سے ہے اور یہ اہلِ حجاب میں سے ہے

جہد آں کُن تا رہے یابی دروں
وہ کوشش کر تاکہ اندر کا راستہ پالے

ورنہ مانی حلقہ وار از در بروں
ورنہ زنجیر کی طرح دروازے سے باہر رہ جائے گا

چوں گزیدی پیر نازک[3] دل مباش
جب تونے پیر بنالیا تو نازک دل نہ بن

سُست و ریزندہ چو آب و گِل مباش
گارے کی طرح سُست اور بکھرنے والا نہ بن

نرم گوید سخت گوید خوش بگیر
(پیر) نرم بات کہے (یا) سخت کہے خوشی سے قبول کر

تا کُند بر جملہ میرانت امیر
تاکہ تجھے تمام سرداروں کا سردار بنادے

در بہر زخمے تو پُر کینہ شوی
اگر ہر تکلیف پر تو غصہ سے بھرے گا

پس کجا بے صیقل آئینہ شوی
تو بغیر مانجھے کس طرح صاف ہوگا؟

قصۂ کبودی زدن قزوینی بر شانہ گاہ و پشیماں شدنِ اُو بزخمِ سوزن

ایک قزوینی کا کندھے پر گُدوانا اور زخمِ سوزن کی وجہ سے شرمندہ ہونے کا قصہ

[1] میرانْدش۔ حضرت خضرؑ نے جس بچہ کو مارا وہ اُس کی موت نہ تھی بلکہ اُس کی حیاتِ جاودانی تھی ہر کہ تنہا۔ بغیر شیخِ کامل کے کسی کو شاذ ونادر کوئی مرتبہ حاصل ہوا ہے تو وہ بھی دراصل کسی بزرگ کی روح کا تصرف ہے۔ دستِ پیر۔ شیخ کا ہاتھ دراصل اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔

[2] غائباں را ——— شیخ کا فیض اگرچہ غائبانہ بھی پہنچتا ہے لیکن جن کو قرب حاصل ہوتا ہے وہ یقیناً بہتر ہیں۔ کو کسے۔ جو لوگ شاہی دربار کے حاضر باش ہوتے ہیں وہ یقیناً اُن سے افضل ہوتے ہیں جو دربار تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ اہلِ کشف جنکو شیخ کی صحبت نصیب ہوتی ہے وہ اہلِ کشف ہوتے ہیں۔ اہلِ حجاب۔ جو لوگ مجلس سے غیر حاضر ہیں اُن کو علومِ الٰہی کا کشف حاصل نہیں ہوتا ہے۔ حلقہ۔ زنجیر، زنجیر مکان سے باہر رہتی ہے۔

[3] نازک دل۔ وہ شخص جو معمولی سی بات پر رنجیدہ ہو جائے نرم۔ شیخ کی ہر بات کو تسلیم کرنا ضروری ہے خواہ ناگوار ہو یا گوارا۔ زخم۔ یعنی مجاہدہ کی تکالیف برداشت کئے بغیر آئینۂ دل پر صیقل نہیں چڑھتی ہے۔ کبودی زدن بدن کو گدوانا۔ قزوینی۔ قزوین کا رہنے والا جو عراق کا ایک شہر ہے۔

این حکایت بشنو از صاحب بیان — در طریق و عادتِ قزوینیان
بیان کرنے والے سے یہ قصہ سن — جو قزوینیوں کی عادت اور رسم کے بارے میں ہے

بر تن و دست و کتفہا بے درنگ — میزنند از صورتِ شیر و پلنگ
جسم، ہاتھ اور کاندھے پر بلا تردد — شیر اور تیندوے کی تصویر گُدواتے ہیں

بر جنیاں صورت پیاپے بے گزند — از سرِ سوزن کبودیہا زنند
اس طرح کی تصویر پے در پے بلا تکلف — سوئی کی نوک سے گودتے ہیں

سوئے دلاک[1] بشد قزوینیے — کہ کبودم زن بستاں شیرینیے
ایک قزوینی نائی کے پاس گیا — کہ میرے گود دے (اور) شیرینی لے لے

گفت چہ صورت زنم اے پہلواں — گفت بر زن صورتِ شیرِ ژیاں
اُس نے کہا اے پہلوان! کیا تصویر بنا دوں؟ — کہا، غضبناک شیر کی تصویر بنا دے

طالعم[2] شیر ست نقشِ شیر زن — جہد کن رنگ کبودی سیر زن
میرا طالع اسد ہے، شیر کی تصویر بنا دے — کوشش کر، دل بھر کے گود دے

گفت بر چہ موضعت صورت زنم — گفت بر شانہ گہم زن آں رقم
اُس نے کہا، تیرے کس جگہ تصویر بنا دوں؟ — کہا میرے کندھے پر نقش کر دے

تا شود پشتم قوی در رزم[3] و بزم — با چنیں شیرِ ژیاں در عزم و حزم
تاکہ رزم اور بزم میں میری کمر مضبوط ہو جائے — ایسے خوفناک شیر کی وجہ سے پختہ کاری اور پختہ ارادہ میں

چونکہ او سوزن فرو بردن گرفت — دردِ آں در شانہ گہ مسکن گرفت
اُس نے جب سوئیاں چبھانی شروع کیں — اُس کی تکلیف کندھے میں ہونے لگی

پہلواں در نالہ آمد کاے سنی — مر مرا کشتی چہ صورت می زنی
پہلوان نے رونا شروع کر دیا کہ اے بلند مرتبہ! — تُو نے تو مجھے مار ڈالا، کیا تصویر بنا رہا ہے؟

گفت آخر شیر فرمودی مرا — گفت از چہ عضو کردی ابتدا
اُس نے کہا، تو نے شیر بنانے کے لئے کہا ہے — کہا، کس عضو سے تُم نے شروع کیا ہے؟

گفت از دُمگاہ آغازیدہ ام — گفت دُم بگذار اے دو دیدہ ام
اُس نے کہا میں نے دُم کی طرف سے شروع کیا ہے — کہا، اے نورِ چشم! دُم بنانی چھوڑ دے

از دُم و دُمگاہِ شیرم دم گرفت — دُمگہِ او دمگہم محکم گرفت
دُم اور دُم کی جگہ سے شیر نے میرا سانس گھونٹ دیا — اُس کی دُم کی جگہ نے میرے سانس لینے کی جگہ کو دبا دیا

---

[1] دلاک۔ حجام، نائی۔ شیرینی۔ یعنی گودنے کی اُجرت۔ پہلواں۔ جوانمرد سپاہی۔ شیرِ ژیاں۔ غضبناک شیر۔ بر زن۔ بر لیلاو ہے۔

[2] طالع۔ نجومی۔ کسی کی پیدائش کے وقت بارہ برجوں میں سے جو برج مشرق سے نمودار ہو وہ پیدا ہونے والے کا طالع کہلاتا ہے۔ شیر یعنی برج اسد۔ سیر زن۔ یعنی پوری طرح گود۔ موضع۔ مقام۔ شانہ۔ کندھا۔ رقم۔ نشان

[3] رزم۔ جنگ۔ بزم۔ مجلس نشاط۔ عزم۔ پختہ ارادہ۔ حزم۔ ہوشیاری۔ فرو بردن۔ گاڑنا۔ مسکن۔ جگہ۔ سنی۔ اچھا، روشن۔ دُمگاہ۔ دُم کی جگہ۔ دم گرفت۔ سانس رُک گیا۔ دمگہ۔ سانس کی جگہ۔ محکم۔ مضبوط۔

شیرِ بے دُم باش گو اے شیر ساز — کہ دلم سُستی گرفت از زخمِ گاز[1]

بے دُم کا شیر سہی، اے شیر بنانے والے! — اوزار کے زخم نے میرا دل نڈھال کر دیا ہے

جانبِ دیگر گرفت آں شخص زخم — بے محابا و مواساتے و رحم

وہ شخص دوسری جانب زخم کرنے لگا — بے دھڑک اور بغیر ہمدردی اور رحم کے

بانگ زد اُو کایں چہ اندام ست از و — گفت اُو گوش ست اے مردِ نکو

وہ چیخا، یہ اُس کا کونسا عضو ہے؟ — اُس نے کہا، اے نیک مرد! یہ کان ہے

گفت تا گوشش نباشد اے ہمام — گوش را بگذار و کوتہ کن کلام

اس نے کہا، اے سردار! اُس کا کان نہ ہو — کان کو چھوڑ دے، اور قصہ مختصر کر

جانبِ دیگر خلش آغاز کرد — باز قزوینی فغاں را ساز کرد

اُس نے دوسری جانب چبھانا شروع کیا — پھر قزوینی نے شور کرنا شروع کر دیا

کایں سوم جانب چہ اندام ست نیز — گفت اینست اِشکمِ[2] شیر اے عزیز

کہ یہ تیسری جانب کونسا عضو ہے؟ — اُس نے کہا، اے پیارے! یہ شیر کا پیٹ ہے

گفت تا اِشکم نباشد شیر را — خود چہ اِشکم می بباید شیر را

اُس نے کہا، شیر کا پیٹ بھی نہ ہو — شیر کو پیٹ کی کیا ضرورت ہے؟

گشت افزوں درد کم زن زخمہا — اِشکمے چہ شیر را بہرِ خدا

درد بہت بڑھ گیا، زخم کم کر — شیر کے لئے پیٹ کی کیا ضرورت ہے؟ خدا کے لئے

خیرہ شد دلاک بس حیراں بماند — تا بدیر انگشت در دنداں بماند

نائی متعجب ہوا اور حیران رہ گیا — دیر تک اُنگلی دانتوں میں دبائے رہا

بر زمیں زد سوزن آندم اوستاد — گفت در عالم کسے را ایں فتاد

اُس وقت اُستاد نے سوئی زمین پر پھینک دی — بولا، دنیا میں کسی کو ایسا بھی پیش آیا ہوگا؟

شیرِ بے دُم و سر و اِشکم کہ دید — ایں چنیں شیرے خدا خود نافرید

بے دُم، سر اور پیٹ کا شیر کس نے دیکھا ہے — ایسا شیر تو خدا نے کوئی پیدا ہی نہیں کیا ہے

چوں نداری طاقتِ سوزن زدن — از چنیں شیرِ ژیاں[3] پس دم مزن

جب تو سوئی چبھنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے — ایسے خوفناک شیر کے بارے میں بات نہ کر

اے برادر صبر کن بر دردِ نیش — تا رہی از نیشِ نفسِ گبرِ خویش

اے بھائی! سوئی کے درد پر صبر کر — تا کہ تو اپنے بے دین نفس کے ڈنک سے نجات پائے

---

[1] گاز۔ قینچی، جراحی کا اوزار۔ محابا۔ مروت، لحاظ۔ مواسات۔ غمخواری، معاونت۔ اندام۔ عضو۔ ہمام۔ سردار، بزرگ۔ خلش۔ چبھن۔ فغاں۔ فریاد۔

[2] اِشکم۔ شکم، الف زائد ہے۔ خیرہ۔ حیران، سرگشتہ، پریشان۔ نافرید۔ نہ آفرید۔ سوزن زدن۔ یعنی گودنے کے لئے سوئیں چبھانا۔

[3] شیر ژیاں۔ غضبناک شیر۔ رہی۔ تو نجات پائے، رہیدن سے واحد مخاطب مضارع ہے۔ گبر۔ آتش پرست، یہاں مطلقاً کافر مراد ہے، یہ مولانا کا مقولہ شروع ہوا ہے یعنی انسان اگر مجاہدوں اور ریاضتوں کی تکلیف برداشت کر لیتا ہے تو پھر نفسِ امارہ سے بچ جاتا ہے ورنہ اسی طرح محروم رہتا ہے جیسا کہ قزوینی محروم رہا۔

کاں گروہیکہ رہیدند از وجود
اسلئے کہ جو لوگ اپنے وجود سے آزاد ہو گئے ہیں
چرخ و مہر و ماہ شاں آرد سجود
آسمان اور سورج اور چاند اُن کو سجدہ کرتا ہے

ہر کہ مُرد اندر تنِ اُو نفسِ گبر
جن کے بدن میں بے دین نفس مر گیا ہے
مر وُرا[1] فرماں بَرَد خورشید و اَبر
سورج اور ابر اُن کا حکم مانتا ہے

چوں دلش آموخت صبر افروختن
جب اس کا دل صبر کو روشن کرنا سیکھ جاتا ہے
آفتاب اُو را نیارد سوختن
سورج اُس کو نہیں جلا سکتا

گفت حق در آفتابِ منتجم
روشن سورج کے بارے میں اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا
ذکرِ تَزَاوَر[2] گذا اَعَن کَہفِہِم
اُن کے غار سے بچ کر نکل جاتا ہے

خفتگانے[3] کز خدا بُد کارِ شاں
وہ سونے والے جن کا معاملہ خدا سے تھا
مَیل کردے آفتاب از غارِ شاں
سورج اُن کے غار سے کترا جاتا تھا

خار جملہ لطف چوں گُل می شود
کانٹا پھول کی طرح پُر لطف ہو جاتا ہے
پیشِ جزوے کو سوئے کُل می شود
اس جزو کے سامنے جو کُل سے وابستہ ہوتا ہے

چیست تعظیمِ خدا افراشتن
خدا کی عظمت کو ظاہر کرنا کیا ہے؟
خویشتن را خوار و خاکی داشتن
اپنے آپ کو ذلیل اور مٹی بنا لینا ہے

چیست توحیدِ خدا آموختن
اللہ (تعالیٰ) کی واحدانیت سیکھنا کیا ہے؟
خویشتن را پیشِ واحد سوختن
اپنے آپ کو "واحد" کے سامنے فنا کر دینا ہے

گر[4] ہمی خواہی کہ بفروزی چو روز
اگر تو چاہتا ہے کہ دن کی طرح منوّر ہو جائے
ہستیِ ہمچوں شب خود را بسوز
(تو) اپنی رات جیسی ہستی کو جلا ڈال

ہستیت در ہستِ آں ہستی نواز
وجود عطا کرنے والے کے وجود میں اپنے وجود کو
ہمچو مس در کیمیا اندر گداز
تانبے کی طرح کیمیا میں پگھلا دے

در من و ما سخت کردستی دو دست
من و ما کو تو نے مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے
ہست ایں جملہ خرابی از دو ہست
دو وجودوں کی وجہ سے یہ ساری خرابی ہے

رفتنِ گرگ و روباہ در خدمت شیر بشکار
بھیڑیے اور لومڑی کا شیر کے ساتھ شکار کو جانا

شیر و گرگ و روبہے بہرِ شکار
شیر اور بھیڑیا اور لومڑی شکار کے لئے
رفتہ بودند از طلب در کوہسار
جستجو کرتے ہوئے پہاڑ میں پہنچ گئے تھے

---

[1] مر وُرا۔ قرآن پاک میں ذکر ہے۔ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۔ اللہ نے تمہارے تابع فرمان بنا دیا ہے اُن چیزوں کو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔

[2] تزاور۔ قرآن پاک میں اصحاب کہف کے قصہ میں فرمایا گیا ہے۔ جب آفتاب نکلتا ہے تو داہنی جانب سے بچ کر نکل جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو بائیں جانب سے کترا جاتا ہے۔ یعنی سورج کی تپش ان کو نہیں پہنچتی ہے۔ منتجم۔ روشن۔ کہف۔ غار۔

[3] خفتگانے۔ یعنی اصحاب کہف جو غار میں سوئے ہوئے تھے۔ غار۔ یعنی جو لوگ ذاتِ واحد میں اپنے آپ کو فنا کر دیتے ہیں اُنکے لئے کانٹے پھول بن جاتے ہیں۔ چیست۔ یعنی توحید یہی ہے کہ ذاتِ احد میں اپنے آپ کو فنا کر دے۔

[4] گر۔ اگر تو منوّر ہونا چاہتا ہے تو اپنی ذات کو فنا کر دے۔ ہستیت۔ اپنی ہستی کو خدا کی ہستی میں پگھلا دے۔ دو ہست۔ دو ہستیاں۔ رفتن گرگ۔ اس قصہ سے مقصود یہی ہے کہ بھیڑیئے نے شیر کے مقابلہ میں انانیت اختیار کی اور دوئی کو ختم نہ کیا تو خود فنا ہو گیا لہذا انسان کی بھی دوئی ہٹانے میں ہی نجات ہے۔

هر سہ باہم اندراں صحرا ژرف[1] ‌‌ — صیدہا گیرند بسیار و شگرف
(تاکہ) تینوں مل کر گھسے جنگل میں — بہت، اور عمدہ (قسم کا) شکار کریں

تا بہ پشتِ ہمدگر بر صیدہا — سخت بر بندند بار و قیدہا
تاکہ ایک دوسرے کی مدد سے شکاروں پر — سخت دباؤ ڈالیں، اور گرفت میں لائیں

گرچہ زاں ایشاں شیر نر را ننگ بود — لیک کرد اکرام و ہمراہی نمود
اگرچہ وہ بہادر شیر کے لئے موجب عار تھے — لیکن اس نے عزت افزائی کی اور ساتھ ہو گیا

ایں چنیں شہ را ز لشکر زحمت ست — لیک ہمرہ شد جماعت رحمت ست
اس جیسے بادشاہ کو لشکر سے تکلیف ہوتی ہے — لیکن ساتھ ہو گیا، (اس لئے کہ) جماعت رحمت ہے

ایں چنیں مہ را ز اختر ننگہاست — او میانِ اختراں بہرِ سخاست
اسی طرح چاند کو ستاروں سے شرم آتی ہے — (لیکن) وہ از راہِ کرم ستاروں کے درمیان ہے

امرِ شاوِرْہُمْ[2] پیمبر را رسید — گرچہ رائے نیست رایش را مزید
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن سے مشورہ کرنے کا حکم ملا ہے — اگرچہ کوئی رائے اس کی رائے سے بڑھ کر نہیں ہے

در ترازو جَو رفیقِ زر شدست — نے از آنکہ جَو چو زر جوہر شدست
ترازو میں جو سونے کا ساتھی بن گیا ہے — اس لئے نہیں کہ جو سونے کی طرح جوہر بن گیا ہے

روح قالب را کنوں ہمرہ شدست — مدتے سگ حارسِ[3] درگہ شدست
اب روح جسم کے ساتھ ہو گئی ہے — مدت تک کتا دربار کا محافظ رہا ہے

چونکہ رفتند ایں جماعت سوئے کوہ — در رکابِ شیر با فر و شکوہ
جب یہ جماعت پہاڑ پر گئی — شان و شوکت سے شیر کے ساتھ

گاوِ کوہی و بز و خرگوشِ زفت — یافتند و کارِ ایشاں پیش رفت
پہاڑی گائے اور بکرا اور موٹا خرگوش — انہوں نے پکڑ لیا اور ان کا کام چل گیا

ہر کہ باشد در پئے شیرِ حراب — کم نیاید روز و شب اُو را کباب
جو کوئی جنگجو شیر کے ساتھ ہو — اس کے لئے دن رات میں کباب کی کمی نہ ہوگی

چوں ز کہ در بیشہ آوردند شاں — کشتہ و مجروح اندر خوں کشاں
جب پہاڑ سے انہیں جنگل میں لائے — مردہ اور زخمی، خون میں لتھڑے ہوئے

گرگ و روبہ را طمع بود اندراں — کہ رود قسمت بعدلِ خسرواں
ان میں بھیڑئیے اور لومڑی کی خواہش تھی — کہ شاہی انصاف سے تقسیم ہو

---

[1] ژرف۔ گہرا۔ شگرف۔ عمدہ۔ پشت۔ مدد۔ بار و قید۔ دباؤ اور گرفت۔ ننگ۔ شرم و عار۔ اکرام۔ عزت کرنا۔ جماعت۔ یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ ایں چنیں۔ ان مثالوں کا مقصد یہ ہے کہ کاملین اگر ناقصین کو ساتھ لگا لیتے ہیں تو اس سے ناقصین کو مغرور نہ ہونا چاہئے بلکہ ناقصین کو شکر گزار ہونا چاہئے کہ وہ اپنا نقصان کر کے ان کا بھلا کر رہے ہیں۔

[2] امر۔ قرآنِ پاک میں ہے اے پیغمبر جنگ کے بارے میں ان سے مشورہ لیجئے پھر جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو خدا پر بھروسہ کریں۔ در ترازو۔ جَو کو یہ شرافت سونے کے ساتھ ہونے کی وجہ سے حاصل ہو گئی ہے۔ روح جسم کو روح کے ساتھ رہنے سے یا جَو کو سونے کے ساتھ تُل جانے سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ جسم اور جَو کو کوئی ذاتی فضیلت حاصل ہو گئی ہے جسم کو روح کی معیت سے فائدہ پہنچا۔

[3] حارس۔ نگہبان۔ گاوِ کوہی۔ نیل گائے۔ بز۔ بکری۔ زفت۔ موٹا، فربہ۔ ہر کہ۔ اسی طرح اولیا کے ساتھ رہنے سے نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ حراب۔ جنگ۔ کہ۔ کوہ کا مخفف ہے۔ بیشہ۔ جھاڑی جنگل۔ خسرو۔ بادشاہ، خاء کا ضمہ اور کسرہ دونوں جائز ہیں کسرہ اولیٰ ہے۔

عکسِ طمعِ ہر دو شاں بر شیر زد
شیر پر اُن دونوں کے لالچ کا عکس پڑا

شیر دانست آں طمع ہا را سند[1]
شیر اُن لالچوں کے ثبوت کو جان گیا

ہر کہ باشد شیرِ اسرار و امیر
جو شخص اسرار (کے میدان) کا شیر اور سردار ہو

اُو بداند ہر چہ اندیشد ضمیر
وہ جان جاتا ہے جو کچھ دل سوچتا ہے

ہیں نگہدار اے دلِ اندیشہ خُو
خبردار اے وسوسوں کے عادی دل! محفوظ رکھ

دل ز اندیشہ بدی در پیشِ اُو
دل کو اُس کے سامنے برُے خیال سے

داند[2] اُو خر را ہمی راند خموش
وہ جانتا ہے (پھر بھی) کام چلاتا ہے

در رُخت خندد برائے رُوئے پوش
پردہ پوشی کے لئے تیرے سامنے مُسکراتا ہے

شیر چوں دانست آں وسواسِ شاں
شیر کو جب اُن کے وسوسے معلوم ہو گئے

وانگفت و داشت آندم پاسِ شاں
کُھل کر نہ بتایا اور اُن سے رعایت برتی

لیک با خود گفت بنمایم سزا
لیکن اُس نے دل میں کہا (ابھی) سزا دیتا ہوں

مر شما را اے خسیسانِ گدا
تمہیں اے کمینے فقیرو!

مر شما را بس نیامد رائے من
تمہارے لئے میری رائے کافی نہ ہوئی

ظنِ تاں اینست در اعطائے من
میری بخشش میں تمہارا یہ خیال ہے

اے وجودِ رائے تاں از رائے من[3]
خبردار! تمہاری رائے کا وجود میری رائے سے ہے

از عطا ہائے جہاں آرائے من
میری دنیا کو سجانے والی عطاؤں کی وجہ سے ہے

نقش با نقاش چہ اِسگالد دگر
نقش، نقاش کو کیا سُوجھائے

چوں سگالش اُوش بخشید و نظر
جبکہ اُسکی سوچ و نگاہ اُسی کی بخشی ہوئی ہے

ایں چنیں ظنِ خسیسانہ بمن
مجھ پر ایسے کمینہ پن کا گمان

مر شما را بُود ننگانِ زمن
تمہارا تھا، تم زمانے کیلئے (باعث) عار ہو

ظَانِّیْنَ بِاللّٰہِ ظَنَّ السَّوْءِ را
خدا کے ساتھ بدگمانی کرنیوالوں کا

گر نہ بُبرّم سر بود عینِ خطا
اگر میں سر نہ قلم کردوں تو غلطی ہے

وا رہانم چرخ را از ننگِ تاں
تمہارے (وجود کی) ذلت سے آسمان کو نجات دلاؤنگا

تا بماند در جہاں ایں داستاں
تاکہ یہ قصہ دنیا میں (مثال بنا) رہے

شیر با ایں فکر میزد خندہ فاش
شیر اِس خیال میں بظاہر ہنستا تھا

بر تبسم ہائے شیر ایمن مباش
شیر کی مُسکراہٹوں پر مطمئن نہ ہو جانا

---

[1] سند۔ ثبوت۔ ضمیر۔ دل، لہٰذا مُرید کو شیخ کے متعلق دل میں وسوسے نہ لانے چاہئیں ورنہ شیخ اُنکو جان لیگا۔ جو شیخ اپنے مرید کے چھپے ہوئے خیالات کو سمجھ جاتا ہے لہٰذا اُس کی مجلس میں بُرے خیالات دل میں نہ لانے چاہئیں۔

[2] داند اُو۔ یعنی وہ جانتا ہے لیکن ظاہر نہیں کرتا ہے۔ خر راندن خموش۔ سوار کا گدھے کی خواہش کے مطابق سفر کرنا، کام چلانا دوسرے کی خواہش کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لینا۔ در رُخت۔ تیرے سامنے مُسکراتا ہے تاکہ تو کچھ نہ سمجھ سکے۔ خسیس۔ کمینہ۔ رائے من۔ میری رائے پر تمہیں اعتماد نہیں ہے بلکہ تم اپنے آپ کو حصہ دار سمجھتے ہو۔

[3] رائے من۔ تمہاری رائے اور تمہارا وجود میری رائے کے تابع ہے۔ نقش۔ نقش، نقاش کی دین ہے، نقش نقاش کو کیا بتائے گا۔ ننگانِ زمن۔ تمہارا وجود دنیا کے لئے عار کا سبب ہے۔ تا بماند۔ تاکہ تمہاری سزا دوسروں کے لئے عبرت کا سبب بنے۔ خندہ۔ ہنسی۔ فاش۔ ظاہر، کھلا ہوا۔

مالِ دنیا شد تبسّم[۱] ہائے حق
دنیا کی دولت اللہ (تعالیٰ) کی مُسکراہٹیں ہیں

کرد ما را مست و مغرور و خَلَق
جنھوں نے ہمیں مست اور مغرور اور بوسیدہ بنا دیا ہے

فقر و رنجوری بہشت ست اے سَنَد
اے سردار! فقیری اور بیماری بہشت ہے

کاں تبسّم دامِ خود را بر کَنَد
کیونکہ اسکی وجہ سے مُسکراہٹ اپنا جال اکھاڑ لیتی ہے

اِمتحان کردنِ شیر گرگ را و گفتن کہ ایں صَید ہا را قسمت کُن
شیر کا بھیڑئیے کو آزمانا اور کہنا کہ اِن شکاروں کو تقسیم کر دے

گفت شیر اے گرگ ایں را بخش کُن
شیر نے کہا، اے بھیڑئیے! اِس کو تقسیم کر دے

معدلت را نو کُن اے گرگِ کہن
اے پُرانے بھیڑئیے! انصاف (کی رسم) تازہ کر

نائب[۲] من باش در قسمت گری
تقسیم کرنے میں میرا قائم مقام بن جا

تا پدید آید کہ تو چہ گوہری
تاکہ معلوم ہو جائے کہ تجھ میں کیا جوہر ہے؟

گفت اے شہ گاوِ وحشی بخشِ تُست
(بھیڑیا) بولا اے شاہ! نیل گائے تیرا حصہ ہے

آں بزرگ و تو بزرگ و زفت و چُست
یہ بھی بڑی ہے اور تو بھی بڑا، اور عظیم اور تنومند ہے

بُز مرا کہ بُز میانہ است و وسط
بکری میری ہے کیونکہ بکری درمیانی اور متوسط (چیز) ہے

روبہا! خرگوش بِستاں بے غلط
او لومڑی! تو خرگوش لے لے، بلا غلطی کے

شیر گفت اے گرگ چوں گفتی بگو
شیر نے کہا او بھیڑئیے! تو کیا بکتا ہے بتا؟

چونکہ من باشم تو گوئی ما و تو
جبکہ میں موجود ہوں تو میرے تیرے کی کیا بکواس کرتا ہے؟

گرگ خود چہ سگ بُوَد کہ خویش دید
بھیڑیا کیا کتا ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے

پیشِ چوں من شیرِ بے مثل و ندید
مجھ جیسے بے مثل اور انوکھے شیر کے ہوتے ہوئے

گفت پیش آ اے خرے کو خود خرید[۳]
اُس نے کہا، او خود پسند گدھے! آگے آ

پیشش آمد پنجہ زد او را درید
وہ آگے آیا، اُس نے پنجہ مارا، اُس کو پھاڑ ڈالا

چوں ندیدش مغز و تدبیرش رشید
جب (شیر نے) اُس میں مغز اور بھلی تدبیر نہ دیکھی

در سیاست پوستش از سر کشید
سزا میں اُس کی کھال کھینچ لی

گفت چوں دیدِ منت از خود نبُرد
(شیر نے) کہا، جب میرا دیدار تیری خودی نہ مٹا سکا

ایں چنیں جاں را بباید زار مُرد
ایسی جان کو ذلیل ہو کر مر جانا چاہیئے

چوں نگشتی فانی اندر پیشِ من
تو جب میرے سامنے فانی نہ ہوا

فرض آمد مر ترا گردن زدن
تجھے قتل کر دینا ضروری ہوا

۱؎ تبسّم۔ مُسکراہٹ۔ ایمن۔ مطمئن۔ مالِ دنیا۔ یعنی دنیا کی دولت بظاہر تو نعمت ہے لیکن مصائب کا سبب ہے لہٰذا اُس کو اللہ تعالیٰ کا زہر خند سمجھو۔ خَلَق۔ بوسیدہ۔ سَنَد۔ سردار۔ دامِ۔ یعنی اگر فقر اختیار کر لو گے تو اُس زہر خند سے بچ جاؤ گے۔ قسمت۔ تقسیم۔ بخش کُن۔ تقسیم کر دے۔ مَعدلت۔ انصاف۔ گرگِ کہن۔ پُرانا بھیڑیا، تجربہ کار۔

۲؎ نائب۔ قائم مقام۔ گوہر۔ اصل و نسل۔ وَسَط۔ درمیانہ۔ بستاں۔ ستاندن بمعنی لینا کا صیغۂ امر ہے۔ ما و تو۔ تو تو، میں میں۔ خویش دید۔ خود بینی۔ ندید۔ جس کی مثال نہ دیکھی گئی ہو۔ خر۔ یعنی احمق۔

۳؎ خود خرید۔ یعنی اپنی قدر و قیمت لگاتا ہے۔ مغز۔ قابلیت، جوہر۔ رشید۔ ٹھیک، درست۔ سیاست۔ سزا۔ پوست از سر کشیدن۔ کھال کھینچ لینا، مار ڈالنا۔ دیدِ منت۔ یعنی دیدارِ من ترا۔ از خود بردن۔ بے خود کر دینا۔ زار مردن۔ ذلیل موت مرنا۔

گرچہ غالب دارم اندر بذلِ فضلؔ[1] | گاہ گاہے ہم کُنم از عدل فضل
اگرچہ عنایت فرمائی کو میں غالب رکھتا ہوں | (لیکن)، کبھی کبھی انصاف کو ترجیح دیدیتا ہوں

کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ جُز وجہِ اُو | چوں نہ در وجہِ اُو ہستی مجو
سوائے اُس کی ذات کے ہر چیز فنا ہو جانیوالی ہے | جب تو اُسکی ذات میں نہیں (سمایا) ہستی کی اُمید نہ رکھ

ہر کہ اندر وجہِ ما باشد فنا | کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ نبُود جزا
جو ہماری ذات میں فنا ہو جائے | اُس کی سزا "کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ" نہیں ہوتی ہے

زانکہ در اِلاّستؔ[2] اُو از لا گذشت | ہر کہ در اِلاّست اُو فانی نگشت
اِس لئے کہ وہ اِلاّ میں ہے "لا" سے گذر گیا | جو شخص اِلاّ میں داخل ہے فانی نہ ہوا

ہر کہ بر در اُو من و مامی زند | رَدِّ باب ست اُو و بر لامی تند
جو دروازے پر "میں" اور "تو" کا اعلان کرے | وہ دروازے سے مردود ہے، اور "لا" کے درجہ میں مقیم ہے

قصّۂ آں کس کہ در یارے بکوفت اُواز دروں گفت تو کیستی
اُس شخص کا قصّہ جس نے دوست کے دروازے پر دستک دی اُس نے اندر سے پوچھا کون

گفت مُنَم گفت چوں توئی در نمی کشایم کہ ہیچ کس را از
ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں ہوں، اُس نے جواب دیا کہ تو ہے تو میں دروازہ نہیں کھولوں گا

یاراں نمی شناسم کہ اُو "مَن" گوید برو
کیونکہ میں اُس کو دوست نہیں سمجھتا جو اپنے آپکو "میں" کہے سو واپس ہو جا۔

آں یکے آمد درِ یارے بزد | گفت یارش کیستی کیں در مزد
ایک شخص آیا، دوست کا دروازہ کھٹکھٹایا | اُسکے دوست نے کہا تو کون ہے اِس دروازہ کو کھٹکھٹا

گفت من گفتش برو ہنگام نیست | بر چنیں خوانے مقامِ خامؔ[3] نیست
اُسنے کہا میں اُسنے اُسے کہا جا (ملاقات کا) وقت نہیں ہے | ایسے خوان پر کچے کی جگہ نہیں ہے

خام را جز آتشِ ہجر و فراق | کہ پزد کہ وا رہاند از نفاق
کچے کو سوائے ہجر اور جدائی کی آگ کے | کون پختہ بنا سکتا ہے تاکہ اُسکو نفاق سے نجات دے

چوں توئی تو ہنوز از تو نرفت | سوختن باید ترا در نارِ تفت
جبکہ تیری خودی ابھی تک تجھ سے نہیں گئی ہے | تجھے دہکتی آگ میں جلا دینا چاہئیے

پشیمان شدنِ آں گوئندہ کہ مُنَم و غربت و ریاضت و
اُس "میں" کہنے والے کا شرمندہ ہونا اور ایک سال تک بے وطنی

---

[1] بذلِ فضل۔ یعنی رحم و کرم سے کام لیتا ہوں۔ گاہ گاہے۔ کبھی رحم و کرم پر انصاف کو ترجیح دیتا ہوں اور جو انصاف کا تقاضہ ہوتا ہے وہی کرتا ہوں۔ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے "اللہ تعالےٰ کی ذات پاک کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔" در وجہِ اُو۔ جو شخص اپنی ذات کو ذاتِ باری میں فنا کر دیگا وہی بچے گا ورنہ ہلاک ہوجائیگا۔ کیونکہ صرف اُسکی ذات فنا سے بچے گی۔

[2] در اِلاّ۔ یعنی اُسکی ذات ہلاکت سے مستثنیٰ رہنے والی چیز میں داخل ہے۔ از لا۔ یعنی ہلاک ہونیوالی چیز نہ رہی۔ فانی۔ یعنی وہ ذاتِ اَحد میں داخل ہوگیا جسکے لئے فنا نہیں ہے۔ من و ما۔ یعنی اسکے دروازے پر دوئی ختم ہوجانی چاہئیے ورنہ مردود بارگاہ ہوگا اور ہلاک ہوجائیگا۔ قصّہ۔ جبتک دو دوستوں میں "میں" اور "تو" کا معاملہ ہے اُنمیں یکتائی نہیں ہے اور نہ حقیقی دوستی ہے۔ من۔ یعنی اُسنے اپنے وجود کو دوست کے وجود سے جُدا سمجھا۔

[3] خام۔ یعنی جو دوئی کا قائل ہے اور دوستی میں کچا ہے۔ نفاق۔ یعنی دوئی۔ توئی تو۔ یعنی تیرا "تو" ہونا۔ تفت۔ تند و تیز، یعنی تاکہ دوستی میں پختہ ہوجائے۔ پشیمان۔ یعنی وہ دوست شرمندہ ہوا اور ریاضت اور مجاہدوں سے اُس نے

غرامتِ یک سال کشیدن و باز گشتنِ مُستَغفِر بر
اور محنت اور مشقت برداشت کرنا اور معافی کے لئے دروازے پر واپس آنا

درِ خانہ و پُرسیدنِ صاحب خانہ کہ کیست بر دَر و جواب
اور صاحبِ خانہ کا دریافت کرنا دروازے پر کون ہے؟ اور اُس کا جواب

گفتنِ آں کہ توئی بَر در و نفیِ منیِّ خود
میں کہنا کہ دروازے پر تو ہی ہے اور اپنے وجود کا اِنکار کرنا

رفت آں مسکین و سالے در سفر — در فراقِ دوست سوزید از شرر[1]
دہ بیچارا چلا گیا اور ایک سال تک سفر میں — دوست کے فراق میں چنگاریوں سے جلتا رہا

پُختہ گشت آں سوختہ پس باز گشت — باز گردِ خانۂ اَنباز گشت
دہ (آتشِ فراق سے) جلا ہوا پختہ ہو گیا، پھر لوٹا — دوبارہ دوست کے گھر کی طرف روانہ ہوا

حلقہ زد بَر در بصد تَرس و ادب — تا نہ بجہد بے ادب لفظے زلَب
نہایت خوف اور ادب سے دروازہ کھٹکھٹایا — تاکہ مُنہ سے کوئی بے ادبی کا لفظ نہ نکلے

بانگ زد یارش کہ بر دَر کیست آں — گفت بر دَر ہم توئی اے دِلستاں
اُسکے دوست نے آواز دی، دروازہ پر کون ہے؟ — اُس نے کہا اے دوست! دروازہ پر بھی تو ہی ہے

گفت اکنوں چوں منی اے من درآ — نیست گنجائے دو من در یک سرا
اُس نے کہا، اب تُو "میں" ہے تو اے "میں" اندر آجا — ایک گھر میں دو "میں" کی گنجائش نہیں ہے

چوں یکے باشد ہمہ نبوَد دوئی — ہم منی برخیزد آنجا ہم توئی
جب سب ایک ہو جائیں دوئی نہیں رہتی ہے — وہاں "میں" اور "تو" ختم ہو جاتا ہے

نیست سوزن را سرِ رشتہ دو تا[2] — چونکہ یکتائی دریں سوزن درآ
سوئی میں دو دھاگے نہیں ہوتے — جب تو ایک بن گیا ہے، سوئی میں آجا

رِشتہ را باشد بسوزن اِرتباط — نیست در خور با جَمَل سَمّ الخیاط
دھاگے اور سوئی میں مناسبت ہے — سوئی کا ناکا، اونٹ کے مناسب نہیں ہے

کے شود[3] باریک، ہستیِ جَمَل — جز بمقراضِ ریاضات و عمل
اونٹ کا وجود باریک نہیں ہو سکتا ہے — عمل اور ریاضتوں کی قینچی کے بغیر

دستِ حق باید مر آں را اے فلاں — کاں بوَد بر ہر محالے کُن فکاں
اے فلاں! اِس کام کے کیلئے خدا کا ہاتھ چاہیئے — کیونکہ وہ ہر ناممکن پر "کُن فکان" ہوتا ہے

---

[1] شَرر۔ چنگاری یعنی جدائی کی آگ۔ اَنباز۔ شریک، دوست۔ تَرس۔ خوف۔ ہم توئی۔ یعنی دروازہ پر تو ہی ہے میں اپنے وجود کو ختم کر چکا ہوں اور دوئی مٹا چکا ہوں۔ چوں منی۔ یعنی اب جبکہ "تو" "میں" بن گیا ہے اور دوئی ختم ہو گئی ہے۔ گنجا۔ گنجائش۔

[2] دو تا۔ دو سرو والا دھاگا سوئی کے ناکے میں نہیں آتا ہے۔ یکتائی۔ جب دونوں کو ملا کر ایک کر دیا جائے تو سوئی کے ناکے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اِرتباط۔ تعلق۔ در خور۔ لائق۔ جَمَل۔ اونٹ۔ سَمّ الخیاط۔ سوئی کا سوراخ، قرآنِ پاک میں ہے کافر جنت میں نہ جائیں گے جب تک اونٹ سوئی کے ناکے میں نہ داخل ہو جائے۔

[3] کے شود۔ موٹا نفس ریاضتوں کے ذریعہ ہی سے دُبلا بنایا جا سکتا ہے تب ہی وہ سلوک کے تنگ مقامات سے گذر سکتا ہے۔ مِقراض۔ قینچی۔ دستِ خود یعنی نفسِ انسان کو کسی قابل بنانے کیلئے دستِ قدرت ہی کی ضرورت ہے جسکے لئے ہر ناممکن بھی ممکن ہے۔ کُن فکان۔ یعنی حضرتِ حق کا "کُن" کا حکم ہر محال اور ناممکن کو موجود کر دیتا ہے۔

ہر مُحال از دستِ اُو ممکن شود ہر حَرُوں از بیمِ اُو ساکن شود

ہر ناممکن اُس کے ہاتھ سے ممکن ہوجاتا ہے اُس کے خوف سے ہر سرکش ساکن ہوجاتا ہے

اکمہ[۱] و ابرص چہ باشد مُردہ نیز زندہ گردد از فسونِ آں عزیز

نابینا اور کوڑھی کیا ہوتا ہے، مُردہ بھی اُس غالب کے منتر سے زندہ ہوجاتا ہے

واں عدم کز مُردہ مُردہ تر بُود در کفِ ایجادِ اُو مُضطر بُوَد

وہ عدم جو مُردے سے بھی زیادہ مُردہ ہوتا ہے اُس کے ایجاد کے ہاتھ میں بے اختیار رہتا ہے

کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ بخواں مَرُورا بے کار و بے فعلے مداں

"کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْن" کو پڑھ اُس کو بیکار اور بغیر کام کے نہ سمجھ

کمتریں کارش ہر روز ست آں کُو سہ لشکر را کُند ایں سُو رواں

اُس کا معمولی کام ہر روز یہ ہوتا ہے کہ وہ تین لشکر اِس طرف روانہ کرتا ہے

لشکرے زِ اَصلاب[۲] سوئے اُمّہات بہرِ آں تا در رحم روید نبات

ایک لشکر (باپوں کی) پُشت سے ماؤں کی جانب تاکہ وہ رحم میں آگے

لشکرے زِ اَرحام سوئے خاکداں تا ز نر و مادہ پُر گردد جہاں

ایک لشکر ماؤں کے رحموں سے دنیا کی طرف تاکہ دنیا نر اور مادہ سے بھری رہے

لشکرے از خاکداں سوئے اجل تا بہ بیند ہر کسے حُسنِ عمل

ایک لشکر دنیا سے موت کی جانب تاکہ ہر شخص اچھے عمل کو دیکھے

باز بیشک پیش ازانہا می رسد آنچہ از حق سوئے جانہا می رسد

پھر بیشک اُن (تینوں لشکروں) سے پہلے پہنچتی ہے وہ چیز (شہوتِ جماع) جو اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے روحوں میں آتی ہے

وانچہ از جانہا بدلہا می رسد وانچہ از دلہا بگِلہا می رسد

وہ چیز (شہوتِ جماع) جو روحوں سے دلوں میں پہنچتی ہے اور وہ جو دلوں سے جسموں میں پہنچتی ہے

اینت لشکرہائے حق بیحد و مر از پئے ایں گفت ذِکْرٰی[۳] لِلْبَشَر

دیکھو! اللہ (تعالیٰ) کے لشکر بیحد و حساب ہیں اسی لئے فرمایا ہے "ذِکْرٰی لِلْبَشَر"

ایں سخن پایاں ندارد ہیں بتاز سوئے آں دو یارِ پاک و پاکباز

ہاں، اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، چل اُن دو پاکباز اور پاک دوستوں کے قصہ کی جانب

خواندنِ آں یار یارِ خود را پس از تربیت یافتن

اُس دوست کا دوست کو تربیت پانے کے بعد بُلانا

---

[۱] اکمہ۔ پیدائشی اندھا۔ ابرص۔ کوڑھی۔ فسوں۔ منتر، یہاں کلمۂ کُن مُراد ہے۔ عزیز۔ اللہ تعالیٰ۔ عدم۔ معدوم چیز مُردے سے بھی زیادہ مُردہ ہے لیکن کلمۂ کُن سے موجود ہوجاتی ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ ہر دن وہ کسی کام میں ہے۔

[۲] اَصلاب۔ صُلب کی جمع ہے، کمر کی ہڈی۔ اُمّہات۔ اُم کی جمع ہے ماں۔ رحم۔ بچہ دان۔ نبات۔ زمین سے اُگنے والی چیزیں۔ خاکداں۔ زمین۔ اجل۔ موت۔ باز۔ یعنی اِن تین لشکروں کے علاوہ ایک طاقت ہے جو اللہ کی جانب سے بدنِ انسانی میں پیدا کی جاتی ہے جسکی وجہ سے انسان جماع پر قادر ہوجاتا ہے۔

[۳] ذِکْرٰی لِلْبَشَر۔ سورۂ مدثر میں ہے۔ وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ وَمَا ھِیَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْبَشَرِ یعنی پروردگار کے لشکروں کو سوائے پروردگار کے اور کوئی نہیں جانتا ہے اور یہ انسان کے لئے عبرت ہیں۔

گفت یارش کاندر آ اے جملہ من[1] | نے مخالف چوں گُل و خارِ چمن
دوست نے اُس سے کہا اے میرے سب کچھ اندر آجا | (اب ہم) چمن کے پھول اور کانٹے کی طرح مخالف نہیں ہیں

رشتہ یکتا شد غلط کم شد کنوں | گر دُو تا بینی حروفِ کاف و نوں
دھاگا اکہرا ہوگیا، اب (دوئی کی) غلطی ختم ہوگئی ہے | اگرچہ تو حرف کاف اور نون کو دُو عدد دیکھتا ہے

ق

کاف و نوں ہمچوں کمند آمد جذوب | تا کشاند مر عدم را در خطوب
کاف اور نون (ملکر) کمند کی طرح کھینچنے والے بنتے ہیں | تاکہ عدم کو بڑے کاموں کی طرف کھینچ کر لائیں

پس دُوتا باید کمند اندر صُوَر[2] | گرچہ یکتا باشد آں دُو در اثر
بظاہر کمند دوہری ہونی چاہیئے | اگرچہ نتیجہ میں دونوں مل کر اکہرے ہوجائیں

گر دُو پا گر چار پا رہ را برد | ہمچو مقراضِ دُو پا یک تا بُرد
خواہ دُو پایہ ہو یا چارپایہ جب راستہ چلتا ہے | دُو پاؤں والی قینچی کی طرح ایک راستہ قطع کرتا ہے

آں دُو انبازانِ گازر را ببیں | ہست در ظاہر خلافِ آن و ایں
اُن دُو شریک دھوبیوں کو دیکھ | بظاہر یہ اور وہ مخالف ہیں

آں یکے کرباس در جُو می زند | واں دگر انباز خشکش می کند
ایک کپڑے کو نہر میں ڈالتا ہے | دوسرا شریک اُس کو خشک کرتا ہے

باز او آں خشک را تر می کند | گوئیا ز استیزہ ضد بر می تند
پھر وہ اُس خشک کو تر کر دیتا ہے | گویا جھگڑے کی وجہ سے مخالف کام کرتا ہے

لیک آں دُو ضد[3] استیزہ نما | یکدل و یک کار باشد اے فتا
لیکن دونوں مخالف بظاہر جھگڑا کرنے والے | اے نوجوان! ایک دل اور ایک کام میں ہیں

ہر نبیؑ و ہر ولیؒ را مسلکے ست | لیک تا حق می برد جملہ یکے ست
ہر نبی اور ہر ولی کا ایک الگ راستہ ہے | لیکن اللہ (تعالیٰ) تک پہنچانے میں سب ایک ہیں

روئے درہم کشیدن از سخن بہ سببِ ملالتِ مستمعان
سننے والوں کی بے توجہی کی وجہ سے بات کرنے سے روگردانی کرنا

چونکہ جمعِ مستمع را خواب بُرد | سنگہائے آسیا را آب بُرد
چونکہ سننے والوں کے مجمع کو نیند آگئی ہے | اللہ تعالیٰ نے چکی کے پاٹوں کو چلانے والا پانی بند کر دیا

رفتنِ ایں آب فوقِ آسیاست | رفتنش در آسیا بہرِ شماست
اس پانی (یعنی اسرار) کی آمد چکی (ہونٹ) سے دور (دل میں) ہے | چکی (ہونٹوں) میں جاری ہونا تمہارے لئے ہے

---

[1] جملہ من۔ یعنی تو میرا مجموعہ ہے۔ غلط۔ یعنی دوئی۔ کاف و نون۔ یعنی کلمۂ کُن کے کاف اور نون۔ جذوب۔ جذب کرنیوالا۔ کشاند۔ کشاندن بمعنی کشیدن سے مضارع ہے۔ خطوب۔ خا کے فتحہ کے ساتھ خطب بمعنی امر عظیم کی جمع ہے۔ پس دُوتا۔ پہلے اشعار میں یکتائی کا بیان تھا اب سمجھاتے ہیں کہ یکتائی سے دُو وجودوں کا ایک ہونا مراد نہیں ہے بلکہ عمل کی یکسانیت مراد ہے۔ جانور کے پیر متعدد ہیں کام ایک ہے، قینچی کے پر دُو ہیں عمل ایک ہے، دُو دھوبی کام کرتے ہیں کام ایک ہے۔

[2] صُوَر۔ صورت کی جمع ہے اثر۔ نتیجہ۔ مقراض۔ قینچی۔ گازر۔ دھوبی۔ انباز۔ شریک۔ کرباس۔ سوتی کپڑا۔ جُو۔ نہر۔ استیزہ۔ جنگ۔

[3] دُو ضد۔ دونوں دھوبی جو ایک دوسرے کے مخالف کام کرتے ہیں۔ مسلک۔ مذہب، مشرب۔ ملالت۔ تنگدلی۔ مستمعان۔ سننے والے۔ مولانا کو مثنوی کا املا کرانے میں کچھ انقباض ہوا جسکی وجہ سننے والوں کی غفلت تھی۔ آسیا۔ چکی۔ فوقِ آسیا۔ یعنی دل۔ آسیا۔ یعنی ہونٹ۔

چوں شمارا حاجت طاحوں[1] نماند | آب را در جوئے اصلی باز راند

جب تمہیں چکّی (ہونٹوں کے کلام کی) ضرورت نہ رہی | پانی کو اصل نہر (دل) کی جانب پھر جاری کر دیا

ناطقہ سوئے دہاں تعلیم راست | ورنہ خود آں آب را جوئے جدا ست

(قوتِ گویائی) منہ میں تمہاری تعلیم کے لیے ہے | ورنہ اس پانی کی نہر علیحدہ (دل میں) ہے

می رود بے بانگ و بے تکرار ہا | تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ تا گلزار ہا

وہ (پانی) جاری ہے بغیر شور اور نزاع کے | اُن چمنوں تک جن کے نیچے نہریں ہیں

اے خدا جاں را تو بنما آں مقام | کاندرو بے حرف می روید کلام

اے خدا روح کو وہ مقام دکھا دے | جس میں بغیر حروف کے کلام پیدا ہوتا ہے

تا کہ سازد جانِ پاک از سر قدم | سوئے عرصہ دُور پہنائے عدم

تا کہ پاک روح سر کے بل جائے | اُس میدان کی جانب جو وسیع اور معدوم ہے

عرصۂ بس باکشاد و بافضا | ویں خیال[2] و ہست یابد زو نوا

وہ میدان (عالمِ غیب) جو وسیع اور پُرفضا ہے | یہ عالمِ مثال اور (عالمِ) شہود اس سے ساز و سامان پاتا ہے

تنگ تر آمد خیالات از عدم | زاں سبب باشد خیال اسبابِ غم

(عالمِ) مثال عدم (عالمِ غیب) سے چھوٹا ہے | اسی وجہ سے (عالمِ) مثال غم کا سبب بنتا ہے

باز[3] ہستی تنگ تر بود از خیال | زاں شود در وے قمر ہمچوں ہلال

پھر (عالمِ) شہود (عالمِ) مثال سے چھوٹا ہے | اسی وجہ سے اس میں قمر ہلال جیسا بن جاتا ہے

باز ہستیِ جہانِ حس و رنگ | تنگ تر آمد کہ زندانیست تنگ

پھر حس و رنگ کے جہاں کا وجود | بہت تنگ ہے بلکہ وہ تو تنگ قیدخانہ ہے

عِلّتِ تنگی ست ترکیب و عدد | جانبِ ترکیب حس ہا می کشد

مرکّب اور معدود ہونا تنگی کا سبب ہے | حواس مرکّب کی جانب کشش کرتے ہیں

زاں سوئے حس عالمِ توحید داں | گر یکے خواہی بداں جانب بَراں

عالمِ توحید حس سے پرے سمجھ | اگر تو (عالمِ) توحید کی خواہش رکھتا ہے اُس جانب قدم بڑھا

امرِ کُن یک فعل بود و نون و کاف | در سخن افتاد و معنیٰ بود صاف

"کُن" کا امر ایک فعل تھا اور نون اور کاف | لفظوں میں آیا ورنہ مدلول اور (لفظوں سے) پاک تھا

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد | تاچہ شد احوالِ گرگ اندر نبرد

اس بات کا آخر نہیں ہے واپس لوٹ | معرکے میں بھیڑیے کا کیا حال ہوا؟

[1] طاحون۔ چکّی۔ جوئے اصلی۔ یعنی دل۔ ناطقہ۔ قوتِ گویائی۔ ورنہ۔ یعنی اسرارِ خداوندی کی اصل جگہ قلب ہے۔ بانگ۔ آواز۔ تکرار۔ بحث۔ انہار۔ نہر کی جمع ہے۔ اے خدا یعنی وہ مقام عطا فرمادے جہاں اِلہام ہو۔ عرصہ۔ میدان۔ دور۔ وسیع۔ عدم یعنی عالمِ غیب۔

[2] خیال یعنی عالمِ مثال۔ ہست یعنی عالمِ شہادت۔ نوا۔ سامان۔ خیالات یعنی عالمِ مثال۔ عدم یعنی عالمِ غیب۔ غم ہونا غم کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ واقعہ کی پوری حکمت منکشف نہ ہو، عالمِ مثال میں عالمِ غیب کے اعتبار سے روح کو انکشافِ تام حاصل نہیں ہوتا ہے اِسلئے اُس کو رنج پہنچتا ہے۔

[3] باز ہستی۔ یعنی عالمِ شہود، عالمِ مثال کے اعتبار سے تنگ ہے اسی لئے غم میں چاند جیسے چہرے ہلال جیسے ہوجاتے ہیں۔ عِلّتِ تنگی یعنی عالمِ ناسوت کی تنگی اسکے مادی ہونے کی وجہ سے ہے مادی ہونے کی وجہ سے وہ معدود اور مرکّب بن گیا ہے۔ حس۔ یعنی عالمِ مثال اور عالمِ شہادت۔ عالمِ توحید۔ عالمِ غیب جس میں پہنچ کر توحید کا پورا انکشاف ہوجاتا ہے۔ کُن یعنی لفظ کُن پہلے کلامِ نفسی تھا جو حروف اور آواز سے منزّہ تھا پھر کلامِ لفظی بن گیا۔ نبرد۔ جنگ۔

اَدب کردنِ شیر گرگ را بجہت بے اَدبیِ اُو

شیر کا بھیڑیئے کو اُس کی بے ادبی پر سزا دینا

گرگ را برکند سر آں سرفراز[1] — تا نماند دُو سری[1] و امتیاز
اُس معزز (شیر) نے بھیڑیے کا سر توڑ ڈالا — تاکہ دوہری سرداری اور امتیاز نہ رہے

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ[1] ست اے گرگِ پیر — چوں نبُودی مُردہ[2] در پیشِ امیر
اے بوڑھے بھیڑیئے! "ہم نے اُن سے بدلے لیا ہے" — جبکہ تو حاکم کے سامنے مُردہ نہ بنا

بعد ازاں رُو شیر با رُوباہ کرد — گفت ایں را بخش کُن از بہرِ خورد
اِس کے بعد شیر نے لومڑی کا رُخ کیا — بولا، اِس کو کھانے کے لئے تقسیم کر دے

سجدہ کرد و گفت کایں گاوِ سمین — چاشت خوردت باشد اے شاہِ مہین
(لومڑی نے) سجدہ کیا اور کہا یہ موٹی نیل گائے — اے بڑے بادشاہ! تیرا ناشتہ ہے

واں بُز از بہرِ میانہ روز را — یخنیِ باشد شہِ فیروز را
اور وہ بکری دوپہر کے لئے — فیروزمند بادشاہ کے لئے یخنی ہوگی

واں دِگر خرگوش بہرِ شام ہم — شبچرہ اے شاہِ با لُطف و کرم
اور وہ دوسرا خرگوش شام کے لئے — نُقل ہے، اے مہربان خوش مزاج بادشاہ!

گفت اے رُوبہ تو عدل افروختی — ایں چُنیں قسمت زِ کہ آموختی
(شیر نے) کہا اے لومڑی! تو نے انصاف کو روشن کر دیا — اِس طرح کی تقسیم تُو نے کس سے سیکھی ہے؟

از کجا آموختی ایں اے بزرگ — گفت اے شاہِ جہاں از حالِ گرگ
اے بزرگ! تو نے یہ (انصاف) کہاں سے سیکھا ہے؟ — اُس نے کہا، اے دنیا کے بادشاہ! بھیڑیئے کے حال

گفت چوں در عشقِ ما گشتی گرو — ہر سہ را بر گیر و بستان و برو
(شیر نے) کہا جب تو ہماری محبت میں رہن ہے — تینوں کو لے لے اور قبضہ کر اور چل دے

رُوبہا چوں جُملگی ما را شدی — چونت آزاریم چوں تو ما شدی
اے لومڑی! جب تو مُجسّم ہمارے لئے ہوگئی ہے — جبکہ تو "ہم" ہوگئی ہے، تجھے ہم کیسے ستا سکتے ہیں!

ما تُرا و جملہ اِشکاراں[3] تُرا — پائے بر گردونِ ہفتم نہ برآ
ہم تیرے ہیں، اور سب شکار تیرے ہیں — ساتویں آسمان پر پیر رکھ، جلوہ گر ہو

چوں گرفتی عبرت از گرگِ دَنی — پس تو رُوبہ نیستی شیرِ منی
جبکہ تو نے کمینہ بھیڑیئے سے عبرت حاصل کر لی ہے — تو لومڑی نہیں ہے بلکہ میرا شیر ہے

---

[1] سرفراز۔ سردار۔ دُوسری۔ دو سرداروں کی رقابت۔ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ۔ پھر ہم نے اُن سے بدلے لیا، یہ قوم فرعون کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا ہے۔

[2] مُردہ۔ فانی۔ امیر۔ حاکم۔ سمین۔ موٹا۔ چاشت خورد۔ ناشتہ۔ مہین۔ بزرگ۔ میانہ روز۔ دوپہر۔ فیروز۔ نعمتمند۔ شبچرہ۔ رات کا کھانا۔ افروختن۔ روشن کرنا، کسی کام کو عمدگی سے کرنا۔ حالِ گرگ۔ بھیڑیئے کا انجام۔

[3] اِشکار۔ شکار۔ پائے بر گردوں نہادن۔ عالی مرتبہ بن جانا۔ برآمدن۔ جلوہ گر ہونا۔ عبرت۔ دوسرے کے انجام کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرنا۔ دَنی۔ کمینہ۔ شیرِ منی۔ شیرِ من ہستی۔

عاقل[1] آں باشد کہ عبرت گیرد از
عقلمند وہ ہے جو عبرت حاصل کرلے

مرگِ یاراں و بلائے محترز
دوستوں کی موت اور قابلِ احتراز مصیبت سے

رُوبہ آندم بر زباں صد شکر راند
اس وقت لومڑی نے زبان سے سینکڑوں شکر ادا کئے

کہ مرا شیر از پسِ آں گرگ خواند
کہ شیر نے مجھے بھیڑیئے کے بعد بلایا۔

گر مرا اول بفرمودے کہ تو
اگر مجھے شروع میں کہہ دیتا کہ تو

بخش کن ایں راکہ جاں بردے ازو
اس کو تقسیم کردے تو اس سے کون جان بچاتا؟

مقصودِ حکایت در فضیلتِ آخر زمانیاں

آخری زمانہ میں پیدا ہونے والوں کی فضیلت کا بیان اس حکایت کا مقصد ہے

پس سپاس اُورا کہ ما را در جہاں
اس (خدا) کا شکر ہے کہ اس نے دنیا میں ہمیں

کرد پیدا از پسِ پیشینیاں
اگلوں کے بعد پیدا فرمایا ہے

تا شنیدیم آں سیاستہائے حق
یہانتک کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی اُن سزاؤں کو سن لیا

بر قرون[2] ماضیہ اندر سَبق
جو گزشتہ زمانوں میں اگلے لوگوں کو دی گئیں

تاکہ ما از حالِ آں گرگانِ پیش
تاکہ اگلے زمانہ کے بھیڑیوں کے حال سے

ہمچو رُوبہ پاسِ خود داریم بیش
لومڑی کی طرح ہم خوب اپنی حفاظت کریں

اُمتِ مرحومہ زیں رُو خواند ماں
اسی وجہ سے ہمیں اُمتِ مرحومہ فرمایا ہے

آں رسولِ حق و صادق در بیاں
احادیث میں سچے، برحق رسولؐ نے

استخواں و پشمِ آں گرگاں عیاں
اُن بھیڑیوں کی ہڈیاں اور بال خوب

بنگرید و پند گیرید اے مِہاں
دیکھو اور اے بزرگو! نصیحت حاصل کرو

عاقل از سر بنہد ایں مستی و باد
عقلمند انسان تکبر اور مستی کو دماغ سے نکال دیتا ہے

چوں شنید انجامِ فرعونان[3] و عاد
جب وہ فرعونوں اور قومِ عاد کا قصہ سنتا ہے

ورنہ بنہد دیگراں از حالِ اُو
اور اگر انانیت سر اور دماغ سے نہ نکالیگا تو دوسرے لوگ

عبرتے گیرند و از اضلالِ اُو
اور اس کی گمراہی سے عبرت حاصل کریں گے

تہدید کردنِ نوح علیہ السّلام مر قوم را کہ با من مپیچید کہ

حضرتِ نوحؑ کا قوم کو ڈرانا کہ مجھ سے نہ الجھو میں تو خدا

من روئے پوشم خدا را ایں با خدا می پیچید نہ با من
کا نقاب ہوں، تو تم خدا سے الجھ رہے ہو نہ کہ مجھ سے

---

[1] عاقل آں باشد۔ اس فقرہ کا منشا یہ ہے کہ جو اپنے آپکو ذاتِ حق میں فنا کردیگا نجات پاجائیگا اور انسان کو چاہیئے کہ دوسروں سے عبرت حاصل کرے۔ محترز۔ بچنے کی چیز۔ گزدبہ۔ لومڑی اس بات پر شکر گزار ہوئی کہ شیر نے اسکو پہلے نہ طلب کیا تھا ورنہ وہ بھیڑیئے کے انجام سے عبرت نہ حاصل کرسکتی۔ سپاس۔ شکر۔ پیشینیاں پہلے لوگ۔ سیاست۔ سزا۔

[2] قرون۔ قرن کی جمع ہے زمانہ کی صدی۔ سَبق۔ درس یعنی قرآن کا درس۔ گرگان۔ یعنی بھیڑیا صفت انسان۔ امتِ مرحومہ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ایسی امت قرار دیا ہے جس پر خدا کی رحمت ہے اور اس نے ہمیں دوسری امتوں کے بعد پیدا کیا ہے تاکہ عبرت حاصل کریں۔ استخواں۔ قرآن نے بار بار فرمایا ہے کہ پہلی قوموں کے منکرین سے عبرت حاصل کرو۔ مِہاں۔ مِہ کی جمع ہے، سردار۔

[3] فرعوناں شاہانِ مصر۔ عاد مشہور قوم ہے جو اللہ کے عذاب سے ہلاک ہوئی، لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ ان قوموں کے انجام سے سبق حاصل کرے۔ اِضلال۔ بہکانا، گمراہ کرنا۔ تہدید کردن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ فنا ہونے کے بعد ذاتِ احد کے ساتھ انفعال میں اسقدر وحدت ہوجاتی

گفت نوحؑ اندر نصیحت قوم را ⁂ در پذیرید از خدا آخر عطا
(حضرت) نوحؑ نے نصیحت میں قوم سے کہا ⁂ خدا کی عطا کو قبول کر لو

بنگرید اے سرکشاں من من نیم ⁂ من ز جاں[1] مُردم بجاناں می زیم
اے سرکشو! غور کرو میں میں نہیں ہوں ⁂ میں (اپنی) جان (کے اعتبار) سے مُردہ ہوں محبوب کے ذریعہ زندہ ہوں

چوں ز جاں مُردم بجاناں زندہ ام ⁂ نیست مرگم تا ابد پایندہ ام
جبکہ (اپنی) جان (کے اعتبار) سے مُردہ ہوں محبوب کے ذریعہ (زندہ ہوں) ⁂ میرے لئے موت نہیں ہے میں ابد تک زندہ ہوں

چوں بمُردم از حواساتِ بشر ⁂ حق مرا شد سمع و ادراک و بصر
چونکہ میں بشری حواس (کے اعتبار) سے مُردہ ہوں ⁂ اللہ (تعالیٰ) میرا کان اور احساس اور بینائی بن گیا ہے

چونکہ من من نیستم ایں دم زہوست[2] ⁂ پیش ایں دم ہر کہ دم زد کافر اوست
چونکہ میں میں نہیں ہوں یہ کلام اس کی جانب سے ہے ⁂ اِس گفتگو کے مقابلہ میں جو بات کریگا وہ کافر ہے

ہست اندر نقشِ ایں روباہ شیر ⁂ سوئے ایں روبہ نشاید شد دلیر
لومڑی کی اِس صورت (نوحؑ) میں شیر (ذاتِ خدا) ہے ⁂ اِس لومڑی (نوحؑ) کے مقابلہ میں دلیر نہ ہونا چاہئے

گر ز روئے صورتش می نگروی ⁂ غرّشِ شیراں ازو می نشنوی
اگر تو اس کی صورت کے اعتبار گرویدہ نہیں ہوتا ہے ⁂ تو کیا شیروں جیسی گرج بھی اس سے نہیں سن رہا ہے؟

گر نبودے نوحؑ را از حق یدے ⁂ پس جہانے را چساں برہم زدے
اگر (حضرت) نوحؑ کی مدد اللہ (تعالیٰ) کیجانب سے نہ ہوتی ⁂ تو وہ (طوفان کے ذریعہ) دنیا کو کیسے درہم برہم کرتے؟

صد ہزاراں شیر بود اندر تنے ⁂ ہر دو عالم را ہمی دیدار ز نے[3]
(حضرت نوحؑ کے) ایک جسم میں لاکھوں شیر تھے ⁂ دونوں عالم کو وہ چنا کا ایک دانہ سمجھتے تھے

او بروں رفتہ بُد از ما و منے ⁂ او چو آتش بود عالم خرمنے
وہ ما اور من سے کنارہ کش ہو گئے تھے ⁂ وہ آگ کی طرح اور دنیا کھلیان کی طرح تھی

چونکہ خرمن پاسِ عشرِ او نداشت ⁂ او چناں شعلہ براں خرمن گماشت
چونکہ کھلیان نے اُن کے دسواں حصہ کی رعایت نہ کی ⁂ انہوں نے اِس کھلیان پر آگ کا شعلہ مسلط کر دیا

ق

ہر کہ او در پیشِ ایں شیرِ نہاں ⁂ بے ادب چوں گرگ بکشاید دہاں
جو شخص اس چھپے ہوئے شیر کے سامنے ⁂ بھیڑئیے کی طرح بے ادبی سے زبان کھولیگا

ہمچو گرگ آں شیر بر دراندش ⁂ فانتقمنا منہم برخواندش
وہ شیر بھیڑیے کی طرح اس کو پھاڑ ڈالے گا ⁂ "ہم نے ان سے بدلے لیا" اس پر پڑھیگا

---

[1] زجاں مُردم یعنی میں فنا ہو چکا ہوں اب میری بقا اللہ کے ذریعہ ہے۔ جاناں یعنی اللہ تعالیٰ: تا ابد۔ اب مجھے ابدی زندگی مل گئی ہے۔ حواسات۔ حواس کی جمع ہے۔ دَم یعنی کلام۔ دَم زدن۔ اعتراض کرنا۔ سمع۔ قوتِ سماعت۔ ادراک۔ معلوم کرنا۔ بصر۔ قوتِ بینائی۔

[2] ھو۔ اللہ کا اسمِ ذات ہے۔ غرّش۔ آواز کی گرج۔ ید۔ ہاتھ طاقت۔ برہم زدن۔ تہ و بالا کر دینا

[3] ارزن۔ ایک اناج ہے جس کا دانہ بہت چھوٹا ہوتا ہے جس کو چینا کہتے ہیں۔ ما و من یعنی غرور اور خودی۔ خرمن۔ غلہ کا کھلیان۔ پاس۔ لحاظ، رعایت۔ عشر۔ دسواں حصہ، اناج کی پیداوار کا دسواں جو بطور زکوٰۃ ادا کیا جاتا ہے۔ دریدن و درانیدن۔ پھاڑ ڈالنا۔ فانتقمنا منہم قرآن پاک میں ایک معذب قوم کے بارے میں فرمایا ہے کہ جب انہوں نے نافرمانی کی تو ہم نے ان سے بدلے لیا۔

زخم یابد ہمچو گرگ از دستِ شیر
وہ بھیڑیئے کی طرح شیر کے ہاتھ سے زخم کھائے گا

پیشِ شیر اَبلہ[1] بُود کو شُد دلیر
احمق ہے جو شیر کے سامنے دلیر بنے

کاشکے آں زخم بر جسم آمدے
کاش وہ زخم جسم پر لگتا

تا دل و ایماں سلامت ماندے
تاکہ دل اور ایمان سالم رہتے

قوّتم بگسست چوں اینجا رسید
یہاں پہنچ کر میری طاقت نے جواب دیدیا

چوں توانم کردن ایں سِرّ را پدید
میں اس راز کو کس طرح ظاہر کردوں؟

لیک ہم رمزے بگویم با شما
لیکن تمہیں ایک اشارہ کرتا ہوں

بُو کہ دریابید و گردید آشنا
شاید تم سمجھ جاؤ اور واقف ہو جاؤ

ہمچو آں رُوباہ کم اِشکم[2] کُنید
اُس لومڑی کی طرح کم کھاؤ

پیشِ اُو رُوباہ بازی کم کُنید
اُس کے سامنے حیلہ بازی نہ کرو

جملہ ما و من بہ پیشِ اُو نہید
ما اور من کو تمامتر اُس کے سامنے چھوڑ دو

مالکِ مُلک اُوست مُلک اُو را دہید
مُلک کا مالک وہ ہے، سلطنت اس کے سپرد کردو

چوں فقیر آئید اندر راہِ راست
سیدھے راستہ میں فقیر بن کر آجاؤ

شیر و صیدِ شیر خود آنِ شماست
شیر اور شیر کا شکار تمہارا مال ہے

زانکہ اُو پاک ست و سُبحاں وصفِ اوست
اس لئے کہ وہ یکتا ہے اور پاک ہونا اُسکی صفت ہے،

بے نیاز ست اُو ز مغزِ نغز و پوست
وہ اچھے مغز اور چھلکے سے بے نیاز ہے

ہر شکار[3] و ہر کراماتے کہ ہست
ہر شکار اور ہر نعمت جو بھی ہے

از برائے بندگانِ آں شہ است
اُس شاہ کے غلاموں کے لئے ہے

گفت اَلَیسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ
اُسنے فرمایاہے، کیا خدا اپنے بندہ کیلئے کافی نہیں ہے؟

تا نہ گردد بندہ ہر سُو حیلہ جُو
تاکہ بندہ ہر جانب بھٹکتا نہ پھرے

ہر کہ اُو بر حق توکّل می کُند
جو اللہ (تعالٰی) پر بھروسہ کرتا ہے

اُو بجائے خود تفضّل می کُند
وہ خود اپنے ساتھ بھلائی کرتا ہے

نیست شہ را طمع بہرِ خلق ساخت
اللہ (تعالٰی) کو کوئی لالچ نہیں ہے، مخلوق کیلئے بنائی ہے

اینہمہ دولت خُنک آں کو شناخت
یہ سب دولت، خوش قسمت ہے وہ جو یہ سمجھا

آنکہ دولت آفرید و دُو سرا
جس نے دولت اور دونوں جہاں پیدا کئے ہیں

مُلک و دولتہا چہ کار آید ورا
مُلک اور دولتیں اُس کے کس کام آئیں گی؟

---

[1] اَبلہ۔ بے وقوف۔ دلیر۔ بہادر، گستاخ۔ قوّتم۔ یعنی ایک انسان کی مخالفت اللہ کی مخالفت ہے اِس کی وضاحت نازک مسئلہ ہے۔ رمزے۔ جبکہ ایک بندہ فنا فی اللہ ہو جاتا ہے تو وہ صفاتِ رب کا حامل بن جاتا ہے۔

[2] کم اِشکم۔ فنائیت حاصل کرنے کا طریقہ ریاضت اور مجاہدہ جس میں قلتِ خوراک بھی داخل ہے۔ روباہ بازی۔ چالاکی، حیلہ بازی۔ ما و من۔ یعنی خودی۔ چوں۔ جب تم صفاتِ نفسانیہ سے پاک ہو جاؤ گے تو تمھیں معیت حاصل ہو جائے گی۔ سبحان۔ بے عیب۔ مغز۔ گودا۔ پوست۔ چھلکا۔ نغز۔ اچھا۔

[3] شکار۔ یعنی ظاہری نعمت۔ کرامات۔ یعنی باطنی نعمت۔ می کُند۔ چونکہ توکل کے ذریعہ نعمتوں کا مستحق بن جاتا ہے۔ شہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ اینہمہ۔ قرآن پاک میں ہے۔ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا اے انسانوں تمہارے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ سب کچھ جو زمین میں ہے۔ دو سرا۔ دونوں جہاں۔

پیشِ سُبحاںؔ پس نگہدارید دل | تا نگردید از گمانِ بد خجل
(اللہ) پاک ذات کے سامنے، دل کی حفاظت رکھو | تاکہ بدگمانی کرکے شرمندہ نہ ہونا پڑے

کُو بہ بیند سِرّ و فکر و جُستجو | ہمچو اندر شیرِ خالص تارِ مُو
وہ راز اور فکر اور طلب کو اسطرح دیکھ لیتا ہے | جس طرح خالص دودھ میں بال

آنکہ اُو بے نقش و سَادہ سینہ شُد | نقشہائے غیب را آئینہ شُد
جو شخص بے نقش اور صاف سینہ والا ہوجاتا ہے | وہ غیب کے نقوش کا آئینہ ہوجاتا ہے

سِرِّ ما را بیگماں مُوقن شود | زانکہ مُومن آئینۂ مُومن شود
بلاشبہ وہ ہمارے راز کا یقین کرنیوالا ہوجائے گا | اس لئے کہ مُومن، مُومن کا آئینہ بن جاتا ہے

مُومنے اُو مُومنی تو بیگماں | درمیانِ ہر دُو فرقے بیکراں
بلاشبہ وہ بھی مُومن ہے تو بھی مُومن ہے | (لیکن) دونوں میں بے انتہا فرق ہے

چوں زند اُو نقدِ ما را بر محکّ | پس یقیں را باز داند اُو ز شک
جب وہ ہمارے نقد کو کسوٹی پر رگڑتا ہے | تو وہ یقین کو شک سے جُدا کرلیتا ہے

چوں شود جانش محکّ نقدہا | پس بہ بیند نقد را و قُلب را
جب اُس کی جان نقدوں کی کسوٹی بنجاتی ہے | تو وہ کھرے اور کھوٹے کو سمجھ جاتا ہے

نشاندن پادشاہاں صوفیاں را پیشِ روئے خود تا چشمِ شاں روشن شود

بادشاہوں کا صوفیوں کو اپنے سامنے بٹھانا تاکہ اُن کی آنکھیں روشن ہوجائیں

بادشاہاں را چنیں عادت بُود | ایں شنیدہ باشی ار یادت بُود
بادشاہوں کی یہ عادت ہوتی ہے | تونے یہ سُنا ہوگا، اگر تجھے یاد ہو

دستِ چپ شاں پہلواناں ایستند | زانکہ دِل پہلوئے چپ باشد بہ بند
اُن کے بائیں ہاتھ پر پہلوان کھڑے ہوتے ہیں | کیونکہ دل بائیں جانب رکھا ہوتا ہے

مُشرِف و اہلِ قلم بر دستِ راست | زانکہ علمِ ثبت و خط آں دستِ راست
محاسب اور اہلِ قلم دائیں ہاتھ پر (ہوتے ہیں) | کیونکہ درج کرنے اور لکھنے کا علم دائیں ہاتھ کا ہے

صوفیاں را پیشِ رُو موضع دہند | کآئینۂ جانند و ز آئینہ بہند
صوفیوں کو سامنے جگہ دیتے ہیں | کیونکہ وہ روح کا آئینہ ہیں اور (ظاہری) آئینہ سے بہتر ہیں

حاجباں ایں صوفیانند اے پسر | سادہ و آزادہ و افگندہ سر
اے بیٹا! یہ صوفی دربان ہیں | سادہ ہیں، آزاد ہیں اور سر جھکائے ہوئے ہیں

ل سُبحاں۔ یعنی شیخ کامل۔ خجل۔ شرمندہ۔ مُو۔ بال۔ آنکہ۔ جو شخص ماسوا اللہ اور وساوس کے نقش سے دل کو صاف کرلیتا ہے اُسکے دل پر اسرارِ غیبی کا نزول ہونے لگتا ہے لہٰذا وہ دوسرے کے دل کے وساوس کو جان لیتا ہے۔ زانکہ۔ حدیث شریف میں ہے اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِن۔ ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے۔ یعنی مومن کامل کے قلب پر دوسرے مومن کے وسوسوں کا عکس پڑتا ہے۔ نقد۔ چاندی، سونا یعنی دل کے وسوسے۔

۲ محک۔ کسوٹی پس۔ وہ اچھے اور بُرے خیالات میں فرق کرلیتا ہے۔ قلب۔ کھوٹا۔ پہلواناں۔ یعنی فوجی افسر۔ دل۔ انسان کا دل سینہ میں بائیں جانب ہے۔ مُشرِف۔ محاسب اعلیٰ۔ ثبت۔ درج کرنا، لکھنا۔

۳ و ز آئینہ۔ یعنی صوفیا عام آئینوں سے بہت افضل ہیں، آئینہ سامنے رکھا جاتا ہے اسلئے صوفیا کو سامنے بٹھایا جاتا ہے۔ حاجب۔ دربان یعنی صوفیاء اللہ کے دربار کے دربان ہیں۔ سادہ۔ یعنی اُنکے دل علائق دنیوی سے آزاد ہیں۔

سینہا[1] صیقل زدہ از ذکر و فکر ۔۔۔ تا پذیرد آئینہ دل نقش بکر
(ان کے) سینے ذکر و فکر ..... سے منجھے ہوئے ہیں ۔۔۔ تاکہ دل کا آئینہ نئے نقش قبول کرلے

ہر کہ او از اصل فطرت خوب زاد ۔۔۔ آئینہ در پیش او باید نہاد
جو شخص اصل پیدائش سے حسین پیدا ہوا ہے ۔۔۔ آئینہ اس کے سامنے رکھنا چاہئے

عاشق آئینہ باشد روئے خوب ۔۔۔ صیقل جاں آمد از تقوی القلوب
خوبصورت ہی آئینہ کا عاشق ہوتا ہے ۔۔۔ روح کی صیقل دلوں کی تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے

ہر کہ دارد روئے خوب با نظام[2] ۔۔۔ طالب آئینہ باشد والسلام
جو شخص خوبصورت اور موزوں چہرہ رکھتا ہے ۔۔۔ وہ آئینہ کا طالب ہوتا ہے والسلام

بشنو اکنوں یک مثال معنوی ۔۔۔ تا تو دیگر قول صورت نشنوی
اب ایک بامعنی مثال سُن لے ۔۔۔ تاکہ تو پھر ظاہری بات نہ سُنے

آمدن آشنائے از سفر بدیدن حضرت یوسف علیہ السلام

ایک دوست کا حضرت یوسف علیہ السلام کے دیدار کے لئے سفر سے آنا

آمد از آفاق یارے مہرباں ۔۔۔ یوسف صدیق را شد میہماں
ایک مہربان دوست دور سے آیا ۔۔۔ (حضرت) یوسفؑ صدیق کا مہمان بنا

کاشنا بودند وقت کودکی ۔۔۔ بر وسادہ آشنائی متکی
کیونکہ بچپن سے آپس میں آشنا تھے ۔۔۔ (اور) دوستی کے تکیہ پر تکیہ لگائے ہوئے تھے

یاد دادش جور اخوان و حسد ۔۔۔ گفت آں زنجیر بود و ما اسد
اُسنے (حضرت) یوسفؑ کو بھائیوں کی ظلم اور حسد یاد دلایا ۔۔۔ فرمایا وہ زنجیر تھی اور ہم شیر ہیں

عار[3] نبود شیر را از سلسلہ ۔۔۔ نیست ما را از قضائے حق گلہ
شیر کو زنجیر سے کوئی عار نہیں ہوتی ہے ۔۔۔ ہمیں اللہ (تعالیٰ) کے فیصلہ کا کوئی گلہ نہیں ہے

شیر را بر گردن ار زنجیر بود ۔۔۔ بر ہمہ زنجیر ساراں میر بود
اگرچہ شیر کی گردن میں زنجیر تھی ۔۔۔ (لیکن) وہ تمام قیدیوں کا سردار تھا

گفت چوں بودی تو در زندان و چاہ ۔۔۔ گفت ہمچوں در محاق و کاست ماہ
اُسنے کہا قید خانہ اور کنویں میں آپ کا کیا حال تھا؟ ۔۔۔ انھوں نے کہا جیسا کہ چاند (کا حال) زوال اور گھٹاؤ میں

در محاق ار ماہ نو گردد دوتا ۔۔۔ نے در آخر بدر گردد بر سما
اگرچہ نیا چاند (ہلال) گھٹاؤ میں دوہرا ہو جاتا ہے ۔۔۔ کیا آخر میں وہ آسمان پر بدر (کامل) نہیں بنجاتا ہے؟

---

[1] سینہا۔ ابتدا میں چیز کو مانجھتے ہیں پھر عمدہ نقش و نگار بنائے جاتے ہیں۔ صوفیا نے دل کو مانجھ لیا ہے۔ لہٰذا اُن کے قلوب پر علوم الٰہی منکشف ہوتے ہیں۔ بکر۔ تازہ، غیر مستعمل۔ ہر کہ او یعنی اولیاء اللہ کی صحبت سے پاک نفس مستفید ہوتے ہیں۔ تقوی القلوب۔ جو دل سے متقی ہیں اُنکی روح کی صیقل ہو جاتی ہے۔

[2] با نظام۔ یعنی جسکے چہرے موزوں خد و خال کے ہیں۔ معنوی۔ حقیقی۔ قول صورت وہ بات جو حقیقت پر مبنی نہ ہو۔ آمدن۔ پہلے یہ بتا چکے ہیں کہ اولیاء اللہ کی مثال آئینہ کی ہے اور آئینہ وہی پسند کرتا ہے جو خوبصورت ہو اور اپنے حسن کو سنوارنا چاہتا ہو۔ اسی بات کو واضح کرنے کیلئے یہ قصہ نقل کیا ہے کہ حضرت یوسفؑ چونکہ حسین و جمیل تھے اسلئے اُن کے دوست نے انکو آئینہ پیش کیا۔ وسادہ۔ تکیہ۔ متکی۔ تکیہ لگانے والا۔ یاد دادش۔ حضرت یوسفؑ کو انکے بھائیوں نے رشک و حسد کیوجہ سے کنویں میں گرا دیا تھا یہ بات اُسنے انکو یاد دلائی۔ اخوان۔ اخ کی جمع یعنی بھائی۔

[3] عار۔ ذلت، یعنی شیر ہر حال شیر رہتا ہے۔ زنجیر ساراں۔ زنجیر والا۔ جمع۔ امیر، حاکم۔ محاق۔ چاند کے گھٹاؤ کا زمانہ۔ کاست۔ گھٹاؤ۔ دوتا۔ دوہرا، چاند شروع ماہ میں دوہری کرکے ہوتا ہے۔ بدر۔ چودھویں کا چاند۔ ایسی بزرگوں کا ابتلاء مزید بزرگی کا سبب بنتا ہے۔ سما۔ آسمان۔

گرچہ دُرِّ دانہ [1] بہاوں کوفتند
موتی کو اگرچہ ہاون میں کوٹا
نورِ چشم و دل ازو افروختند
(لیکن) اُس سے آنکھوں اور دل کیلئے نور کا سامان کیا

گندمے را زیرِ خاک انداختند
گیہوں کو مٹی کے نیچے ڈالا
پس زخاکش خوشہا بر ساختند
پھر اُس زمین سے گیہوں کے خوشے بنے

بارِ دیگر کوفتندش ز آسیا
پھر اُس کو چکی میں پیسا
قیمتش افزود و ناں شد جانفزا
تو اُس کی قیمت بڑھ گئی اور وہ جان کو بڑھانے والی روٹی بن گئی

باز ناں را زیرِ دنداں کوفتند
پھر روٹی کو دانتوں میں دبایا
گشت عقل و فہم جانِ ہوشمند
تو وہ عقلمند کی عقل و فہم اور جان بن گئی

باز آں جاں چونکہ محوِ [2] عشق گشت
پھر وہ جان جب عشق میں فنا ہوئی
یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ آمد بعدِ کِشت
تو وہ کاشت کے بعد کسانوں کو حیرت میں ڈالنے والی بنی

باز آں جاں چوں بحق اُو محو شد
پھر وہ جان جب اللہ (تعالیٰ) میں فنا ہوئی
باز ماند از سُکر و سُوئے صَحو شد
تو مستی سے ہٹ کر ہوش کی جانب آگئی

عالَمے را زاں صَلاح [3] آمد ثمر
ایک عالَم کو اُس سے نیکی کا پھل مِلا
قومِ دیگر را فلاحِ مُنتظر
دوسری قوم کو متوقع فلاح حاصل ہوئی

ایں سخن پایاں نہ دارد باز گرد
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لَوٹ
تا کہ با یوسفؑ چہ کرد آں نیک مرد
کہ اُس نیک انسان نے (حضرت) یوسفؑ کے ساتھ کیا کیا

طلب کردنِ یوسف علیہ السلام ارمُغان ازاں مرد بعد از مقالات

(حضرت) یوسف علیہ السلام کا اُس مرد سے گفتگو کے بعد سوغات طلب کرنا

بعد قصہ گفتنش گفت اے فلاں
اُسکو قصہ سنانے کے بعد (حضرت یوسفؑ نے) فرمایا اے فلاں!
ہیں چہ آوردی تو ما را ارمُغاں
ہاں، تو ہمارے لئے کیا سوغات لایا ہے

دیدنِ یاراں تہیدست اے کیا
اے عقلمند! دوستوں کی زیارت خالی ہاتھ
ہست بے گندم شدن در آسیا
بغیر گیہوں کے آٹے کی چکی پر جانا ہے

بر درِ یاراں تہیدست آمدن
دوستوں کے دروازے پر خالی ہاتھ آنا
ہست بے گندم سوئے طاحوں شدن
بغیر گیہوں کے چکی کی طرف جانا ہے

حق تعالےٰ خلق را گوید بحشر
اللہ تعالیٰ حشر میں مخلوق سے فرمائے گا
ارمُغاں کو از برائے روزِ نشر
نشر کے دن کے لئے تحفہ کہاں ہے؟

---

[1] دُرِّ دانہ۔ موتی۔ ہاون۔ اوکھلی۔ گزند۔ نقصان۔ آسیا۔ چکی۔ جانفزا۔ جان کو بڑھانے والا۔ ہوشمند۔ عقلمند۔

[2] محو۔ فنا۔ یُعجِب۔ تعجب میں ڈالتی ہے۔ زُرّاع۔ زارع کی جمع ہے، کاشتکار۔ کِشت۔ کھیتی۔ سُکر۔ نشہ، بیہوشی۔ صَحو۔ ہوش میں آنا۔

[3] صَلاح۔ بہتری۔ ثمر۔ پھل۔ فلاح۔ نجات، بہبودی۔ مُنتظر۔ متوقع۔ ارمغان۔ تحفہ، سوغات۔ طاحون۔ چکی۔ حشر، نشر۔ قیامت۔

جِئتُمُونَا وُ فُرَادیٰ[1] بے نوا — ہم بدانساں کہ خَلَقْنَاکُمْ کَذَا
تم ہمارے پاس تنہا بے سازوسامان کے آئے — ویسے ہی جیسے کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا

ہیں چہ آوردید دستاویز را — ارمُغانِ روزِ رستاخیز را
خبردار! کیا سند لائے ہو — قیامت کے دن کے لئے تحفہ

یا اُمیدِ بازگشتن تاں نبُود — وعدۂ امروز تاں باطل نمُود
یا تمہیں واپس لوٹنے کی اُمید نہ تھی — (اور) آج کا وعدہ تمہیں غلط نظر آیا تھا

وعدۂ مہمانیش را منکری — پس زِ مطبخ خاک و خاکستر خوری
اُس کی مہمانی کے وعدہ کا تو مُنکر ہے — (اسلئے اُسکے) باورچیخانہ سے تو خاک اور راکھ کھائیگا

ور نہ مُنکر چنیں دستِ تہی — بر درِ آں دوست چوں پا می نہی
اور اگر تو منکر نہیں ہے تو اس طرح خالی ہاتھ — اُس دوست کے دروازہ پر قدم کیوں رکھتا ہے؟

اندکے صرفہ بکُن از خواب[2] و خور — ارمُغاں بہرِ ملاقاتش بِبَر
سونے اور کھانے میں تھوڑی سی کمی کر — اُس کی ملاقات کے لئے سوغات لے جا

شو قَلِیلُ النَّوم مِمَّا یَہجَعُون — باش در اسحار از یَستَغفِرُون
سونے میں کم نیند والا بن جا — صبح کے وقت توبہ کرنے والوں میں سے ہو جا

اندکے جُنبش بکُن ہمچو جنیں — تا بہ بخشندت حواسِ نور بیں
ماں کے پیٹ کے بچہ کی طرح تھوڑی سی حرکت کر — تاکہ تجھے نُور دیکھنے والے حواس عطا کر دیں

چوں بیابی آں حواسِ دُور بیں — پا نہی بالائے چرخِ ہفتمیں
جب تو وہ دور دیکھنے والے حواس حاصل کرے گا تو — ساتویں آسمان پر قدم رکھے گا

وز جہاں[3] چوں رحم بیروں می روی — از زمیں در عرصۂ واسع شوی
جب دنیا سے جو (ماں کے) رحم کی طرح ہے تو باہر جائیگا — (اور) زمین سے ایک وسیع میدان میں پہنچے گا

آنکہ اَرضُ اللہ واسع گفتہ اند — عرصۂ داں کانبیا در رفتہ اند
وہ (میدان) جسکو اللہ کی وسیع زمین کہا گیا ہے — وہ میدان ہے جہاں انبیاء گئے ہیں

دل نگردد تنگ زاں عرصہ فراخ — نخلِ تر آنجا نہ گردد خشک شاخ
اُس وسیع میدان سے دل کبھی نہیں گھبراتا ہے — تر کھجور وہاں کبھی خشک شاخ نہیں بنی ہے

حاملی تو مر حواست را کنوں — کُند و ماندہ می شوی و سرنگوں
اب کہ تو اپنے حواس کا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہے — سُست اور تھکا ہوا اور اوندھا ہو جاتا ہے

---

[1] فُرادیٰ۔ فرزہ کی جمع ہے، تنہا، اکیلا جانیوالا۔ دستاویز۔ سند۔ رستاخیز۔ قیامت۔ وعدۂ امروز۔ یعنی قیامت۔ مُنکر۔ انکار کرنے والا۔ خاکستر۔ راکھ۔ تہی۔ خالی۔ صرفہ۔ کفایت شعاری، کمی۔

[2] خواب و خور۔ سونا اور کھانا۔ مِمَّا یَہجَعُون۔ قرآن پاک میں مومنین کی حالت بیان کی ہے وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے اور صبح کو استغفار کرتے ہیں۔ اندکے۔ اب اللہ کے دربار میں تحفہ لے جانے کی تدبیر بتاتے ہیں۔ جنین۔ وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو۔ بچہ ماں کے پیٹ سے حرکت کی وجہ سے باہر آتا ہے تو اُس کو حواس عطا ہوتے ہیں۔ چوں۔ جب تو بھی ریاضت کرے گا تو تجھے باطنی حواس مل جائینگے۔

[3] وز جہاں۔ یہ دنیا ماں کے رحم کی طرح تنگ ہے اور عالَمِ ارواح وسیع تر ہے۔ عرصہ۔ یعنی عالمِ ارواح یا عالَمِ مثال۔ حاملی۔ بیداری میں انسان پر اُس کے حواس مسلط ہوتے ہیں اور انسان اُنکی سواری بنتا ہے، سواری تھکتی ہے سوار آرام سے رہتا ہے۔

چونکہ محمولیؔ نہ حامل وقتِ خواب — ماندگی رفت و شدی بے پیچ و تاب
نیند کے وقت تو سوار ہوتا ہے نہ کہ سواری — تھکن جاتی رہتی ہے اور تو آرام سے ہوجاتا ہے

چاشنے داں تو حالِ خواب را — پیشِ محمولیِ حالِ اولیاءؔ
نیند کی حالت کو تو ایک نمونہ سمجھ — اولیاء کے سوار ہونے کی حالت کا

اولیاءؔ اصحابِ کہف اند اے عنود — در قیام و در تقلب ہُم رُقود
اے سرکش! اولیاء اصحابِ کہف ہیں — جو قیام اور چلنے پھرنے کی حالت میں بھی سوئے ہوئے ہیں

می کشد شاں بے تکلف در فعال — بے خبر ذات الیمین ذات الشمال
اُنکو (اللہ تعالیٰ) افعال میں بلا تکلف کھینچتا ہے — دائیں بائیں جانب جبکہ وہ بے خبر ہیں

چیست آں ذات الیمین فعلِ حسن — چیست آں ذات الشمال اشغالِ تن
ذات الیمین کیا ہے؟ اچھے کام — ذات الشمال کیا ہے؟ جسمانی مصروفیت

گر تو بینیؔ شاں بدشواری درو — نیست شاں خوفے ولا ھم یحزنون
اگر تو اُن کو کسی دشواری میں دیکھے — تو اُن کو کوئی خوف نہیں ہے نہ وہ غمگین ہوتے ہیں

می رود ایں ہر دو از مردم پدید — بے خبر زیں ہر دو ایشاں در مزید
یہ دونوں کام انسانوں سے ظاہر ہوتے ہیں — جبکہ وہ اُن سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں

می رود ایں ہر دو کار از انبیاء — بے خبر زیں ہر دو ایشاں چوں صدا
یہ دونوں کام (بیداری میں) انبیاء سے ظاہر ہوتے ہیں — وہ صدائے بازگشت کیطرح دونوں سے بیخبر ہوتے ہیں

گر صدایت بشنواند خیر و شر — ذاتِ کہ باشد ز ہر دو بے خبر
اگر پہاڑ کی آوازِ بازگشت تجھے بُری بھلی آواز سنائے — پہاڑ دونوں سے بے خبر ہے

گفتنِ مہمان یوسف علیہ السلام را کہ ارمغاں بہرِ تو آئینہ
مہمان کا یوسف علیہ السلام سے کہنا کہ تمہارے لئے سوغات میں آئینہ

آوردہ ام تا چوں درآں نگری مرا یاد آری
لایا ہوں تاکہ جب آپ اُس میں دیکھیں مجھے یاد کریں

گفت یوسفؑ ہیں بیاور ارمغاں — او ز شرمِ ایں تقاضا در فغاں
(حضرت) یوسفؑ نے فرمایا ہاں تحفہ لا — وہ اِس تقاضہ کی شرم سے آہیں بھرنے لگا

گفت من چند ارمغاں جستم ترا — ارمغانے در نظر نامد مرا
بولا میں نے آپ کے لئے چند تحفے ڈھونڈے — کوئی تحفہ میری نگاہ میں نہ جچا

لہ محمولی جس وقت انسان سویا ہوا ہوتا ہے حواس پر سوار ہوتا ہے اور حواس اُنکو لئے پھرتے ہیں تو انسان کو تھکن نہیں ہوتی ہے۔ چاشنی۔ نمونہ: اولیاء اللہ بھی حواس کے محمول ہوتے ہیں اختیار اور ارادہ کو ترک کر دیتے ہیں اور یہ حالت اُن کی مستقل ہوتی ہے۔

۲ہ اولیاء۔ اولیاء کی مثال بالکل اصحابِ کہف کی سی ہے جو غار میں بے خود لیٹے تھے اور قدرت اُنکو کروٹیں دلاتی تھی۔ می کشد۔ اصحاب کہف کے ارادے کے بغیر اللہ تعالیٰ اُن سے افعال صادر کراتا تھا۔ ذات الیمین قرآنِ پاک میں اصحابِ کہف کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ "ہم اُن کو دائیں بائیں پلٹ رہے ہیں" اِس آیت میں ذات الیمین سے روحانی مشغولیت اور ذات الشمال سے جسمانی مشغولیت مراد ہے۔

۳ہ گر تو بینی۔ اولیاء پر تکلیفیں ظاہری ہوتی ہیں۔ نفس الامر میں اُن پر نہ خوف طاری ہوتا ہے نہ غم۔ می رود۔ اولیاء سے افعال کا صدور بغیر ارادہ ہونے لگتا ہے۔ ہر دو کار یعنی روحانی اور جسمانی مشغولیت۔ گر صدایت اُنکی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیساکہ صدائے بازگشت پہاڑ سے صادر ہوتی ہے اور اسمیں پہاڑ کے کسی ارادہ کو دخل نہیں ہوتا۔

حَبّہ[1] را جانبِ کاں چوں بَرَم — قطرۂ را سُوئے عُمّاں چوں بَرَم
ایک حبّہ کو کان کی طرف کیسے لے جاؤں! — ایک قطرہ کو عمّان (دریا) کی طرف کیسے لے جاؤں؟

زیرہ را من سوئے کرماں آورم — گر بہ پیشِ تو دل وجاں آورم
(گویا) میں زیرے کو کرمان لے جاؤں — اگر آپ کے سامنے دل وجان (بھی) رکھ دوں

نیست تخمے کاندریں اَنبار[2] نیست — غیرِ حُسنِ تو کہ اُو را یار نیست
کوئی بیج نہیں ہے جو اِس ڈھیر میں نہ ہو — آپ کے حسن کے سوا کہ اس کا ثانی نہیں ہے

لائق آں دیدم کہ من آئینۂ — پیشِ تو آرم چو نورِ سینۂ
میں نے یہ مناسب سمجھا کہ ایک آئینہ — آپ کو پیش کروں جو سینہ کے نور کی طرح ہو

تا بہ بینی رُوئے خوبِ خود دراں — اے تو چوں خورشید وشمعِ آسماں
تاکہ آپ اپنا حسین چہرہ اس میں دیکھیں — آپ کہ آسمان کے سورج اور شمع (چاند) کی طرح ہیں

آئینہ آوردمت اے روشنی — تا چو بینی رُوئے خود یادم کنی
اے نور! میں آپ کے لئے آئینہ لایا ہوں — تاکہ جب آپ اپنا چہرہ دیکھیں تو مجھے یاد کر لیا کریں

آئینہ بیروں کشید اُو از بغل — خوب را آئینہ باشد مُشتَغَل
اُس نے بغل سے آئینہ نکالا — خوبصورت کے لئے آئینہ ایک مشغلہ ہوتا ہے

آئینۂ ہستی چہ باشد نیستی — نیستی بگزیں گر اَبلہ نیستی
ہستی کا آئینہ کیا ہوتا ہے؟ فنا — فنا اختیار کر اگر تو بے وقوف نہیں ہے

ہستی اندر نیستی بتواں نمُود — مالداراں بر فقیر آرند جُود
ہستی کو فنا میں دیکھا جا سکتا ہے — مالدار، فقیر پر سخاوت کرتے ہیں

آئینہ صافیِ ناں خود گرسنہ است — سوختہ ہم آئینہ آتش زنہ است
بھوکا خود روٹی کا صاف آئینہ ہے — سوختہ چقماق کا آئینہ ہے

نیستی ونقص ہر جائیکہ خاست — آئینۂ[3] خوبیِ جملہ پیشہاست
فنا اور نقص جس جگہ پیدا ہوا — تمام خوبیوں کے حسن کا مظہر ہے

بہر آنکہ نیستی پالودگی ست — وانچہ ایں ہستی ہمہ آلودگی ست
اِس لئے کہ فنا، صفائی ہے — اور یہ ہستی جو کچھ ہے سراسر آلودگی ہے

چونکہ جامہ چُست دوزیدہ بُود — مَظہرِ فرہنگِ درزی کے شَوَد
جبکہ کپڑا (پہلے سے) صحیح سِلا ہوا ہو — وہ درزی کی عقلمندی کا مظہر کب بنے گا؟

---

[1] حبّہ۔ ایک رائی کے برابر وزن۔ عمّان۔ یمن میں سمندر کے کنارے ایک شہر کا نام ہے۔ اُس شہر کی نسبت سے اُس سمندر کو عمّان کہدیا جاتا ہے۔ زیرہ۔ گرم مصالحوں میں جو زیرہ پڑتا ہے وہ کرمان کا مشہور ہے جو کہ فارس کا ایک شہر ہے اُس کو زیرۂ کرمانی کہا جاتا ہے۔

[2] اَنبار۔ ڈھیر۔ یار۔ دوست، مثال۔ اُسے تو حضرت یوسفؑ کا حُسن مشہور ہے اِسی لئے اُن کو آسمان کی شمع اور سورج کہا ہے۔ خوب را یعنی حسین چہرے والا آئینہ میں مشغول ہوجاتا ہے۔ آئینۂ ہستی یعنی فنافی اللہ ہونے سے بقاباللہ حاصل ہوتا ہے۔ ہستی یعنی وجود، بقاباللہ نیستی۔ فنا، یعنی ماسوا اللہ سے اِنقطاع۔ جود۔ سخاوت۔ یعنی غیر اللہ سے تہیدست ہوجاؤ گے تو عطا ملے گی۔

[3] آئینہ۔ یعنی مَظہر۔ سوختہ۔ وہ چیز جس کو سُلگا کر لکڑیوں پر رکھتے ہیں تاکہ لکڑیاں آگ پکڑ لیں۔ گرسنہ۔ بھوکا۔ آتش زنہ۔ چقماق جس کو رگڑ کر آگ نکالی جاتی ہے۔ نیستی ونقص۔ یعنی غیر اللہ کے تعلقات کی فنا اور کمی۔ پالودگی۔ صفائی۔ آلودگی۔ آلائش۔ جامہ چست۔ بدن کے مطابق کپڑا۔ فرہنگ۔ عقل، دانش۔ دوزیدہ سِلا ہوا۔

ناتراشیده همی باید جذوعؔ[1]
درختوں کے تنے بغیر کٹے ہوئے ہونے چاہئیں

تا دُرُودگر اصل سازد یا فروع
تاکہ بڑھئی چھوٹی بڑی چیزیں بنا سکے

خواجۂ اِشکستہ بند آنجا رود
ہڈی جوڑنے کا ماہر اُس جگہ جائے گا

کہ در آنجا پائے اِشکستہ بود
جس جگہ کوئی ٹوٹے ہوئے پیر والا ہوگا

کے شود چوں نیست رنجور و نزار
جب کوئی مریض اور بیمار نہ ہو کب ہو سکتا ہے

آں جمال و صنعتِ طب آشکار
طب کی کاریگری اور حُسن کا اظہار؟

خواریٔ و دونیٔ مسہا بر ملا
تانبے کی ذلت اور کم درجہ ہونا کُھلا ہوا

گر نباشد کے نماید کیمیا
اگر نہ ہو تو کیمیا کیا دکھائے گی؟

نقصہا[2] آئینۂ وصفِ کمال
ہر قسم کا نقص، وصفِ کمال کا آئینہ ہے

واں حقارت آئینۂ عز و جلال
اور ذلت، عزت اور جلال کا آئینہ ہے

زانکہ ضد را ضد کند پیدا یقیں
ضد، ضد کو خوب واضح کرتی ہے

زانکہ با سرکہ پدید ست انگبیں
سرکہ کے مقابلہ میں شہد بہت واضح ہوجاتا ہے

ہر کہ نقصِ خویش را دید و شناخت
جس نے اپنے نقص کو دیکھ لیا اور پہچان لیا

اندر استکمالِ خود دو اسپہ تاخت
وہ اپنی تکمیل میں تیز دوڑا ہے

زاں نمی پرّد بسوئے ذو الجلال
اسی وجہ سے وہ شخص ذوالجلال کی طرف پرواز نہیں کرتا

کو گمانے می برد خود را کمال
جو اپنے کمال کا گمان رکھتا ہے

علّتے بدتر ز پندارِ[3] کمال
کمال کے گھمنڈ سے زیادہ بدتر بیماری

نیست اندر جانت اے مغرورِ ضال
تیری روح میں اور کوئی نہیں ہے، اے گمراہ مغرور!

از دل و از دیدہ ات بس خوں رود
تیرے دل اور آنکھ سے بہت خون بہے

تا ز تو ایں معجبی بیروں رود
تاکہ یہ تکبر تجھ سے نکلے

علتِ ابلیس انا خیرٌ بدست
شیطان کی بیماری "میں بہتر ہوں" تھی

ویں مرض در نفسِ ہر مخلوق ہست
یہ مرض ہر مخلوق کے نفس میں موجود ہے

گرچہ خود را بس شکستہ بیند او
اگرچہ وہ اپنے آپ کو بہت متواضع خیال کرتا ہے

آبِ صافی داں و سرگیں زیرِ جو
صاف پانی سمجھ اور نہر کی تہ میں گوبر ہے

چوں بشورانی ورا در امتحاں
جب تو اُس کو بطور امتحان ہلائے گا

آب سرگیں رنگ گردد در زماں
فوراً پانی، گوبر کے رنگ کا ہو جائے گا

---

[1] جذوع۔ جذع کی جمع ہے، تنۂ درخت۔ درودگر۔ درودگر، بڑھئی۔ اصل۔ جڑ، بڑی چیز۔ فرع۔ شاخ، چھوٹی چیز۔ اشکستہ بند۔ ٹوٹی ہڈی جوڑنے والا۔ رنجور۔ بیمار۔ نزار۔ لاغر، کمزور۔ خواری۔ ذلت، ناچیز ہونا۔ دونی۔ ادنیٰ درجہ کا ہونا۔

[2] نقصہائے۔ نقایص، کمال حاصل کرنے کا سبب بن جاتے ہیں یعنی نیستی اور فنا سے بقائے دوام حاصل ہوجاتا ہے۔ ضد۔ مشہور مقولہ ہے اَلْاَشْیَاءُ تُعْرَفُ… بِاَضْدَادِھَا یعنی کسی چیز کی شناخت اُس کی ضد کے ذریعہ ہوتی ہے۔ استکمال۔ پورا کرنا۔ دو اسپہ۔ بہت تیز۔ ذوالجلال۔ اللہ تعالیٰ۔ علت۔ بیماری۔

[3] پندار۔ غرور، گھمنڈ۔ ضال۔ گمراہ۔ معجبی۔ غرور، تکبر، خود پسندی۔ انا خیرٌ۔ میں بہتر ہوں، یہ دعویٰ شیطان نے حضرت آدمؑ کے مقابلہ میں کیا تھا۔ شکستہ۔ متواضع، مسکین۔ سرگیں۔ گوبر۔ جو۔ نہر۔ شورانیدن۔ ہلانا، حرکت دینا۔

در تگِ جُو ہست سرگین اے فتیٰ — گرچہ جُو صافی نماید مُر ترا
اے نوجوان! نہر کی تہ میں گوبر ہے — اگرچہ تجھے نہر صاف نظر آرہی ہے

ہست پیرِ راہ دانِ پُر فطن — باغہائے نفس و تن را جوئے کن
سمجھدار راہِ (طریقت) سے واقف پیر — جسم اور نفس کے باغوں کی نہر کو صاف کرنے والا ہے

جوئے خود را کے تواند پاک کرد — نافع از علمِ خدا شد علمِ مرد
نہر اپنے آپ کو خود کب پاک کر سکتی ہے؟ — پیر کا علم خداداد علم کی وجہ سے مفید بنگیا ہے

آبِ جُو سرگیں نتاند پاک کرد — جہلِ نفسش را نروبد علمِ مرد
نہر کا پانی گوبر کو صاف نہیں کر سکتا ہے — انسان کا علم اُسکے نفس کے جہل کو مٹا نہیں کر سکتا ہے

کے تراشد تیغ دستۂ خویش را — رَو بجرّاحے سپار ایں ریش را
تلوار اپنے دستہ کو کب تراش سکتی ہے؟ — جا، اِس زخم کو جرّاح کے سپرد کر

بر سرِ ہر ریش جمع آمد مگس — تا نہ بیند قبحِ ریشِ خویش کس
ہر زخم پر مکھیاں جمع ہو گئی ہیں — تاکہ کوئی شخص اپنے زخم کی پیپ کو نہ دیکھ سکے

واں مگس اندیشہا و آمالِ تو — ریشِ تو آں ظلمتِ احوالِ تو
وہ مکھیاں تیرے خیالات اور اُمیدیں ہیں — تیرے اَحوال کی تاریکی تیرا زخم ہے

ور نہد مرہم بر آں ریشِ تو پیر — آں زماں ساکن شود درد و نفیر
اگر تیرے اِس زخم پر پیر مرہم لگا دے — اُس وقت تیرے درد اور آہ کو سکون ہو جائیگا

تا نہ پنداری کہ صحت یافت است — پرتوِ مرہم در انجا تافت است
ہرگز نہ سمجھ لینا کہ صحت حاصل ہو گئی ہے — (ابھی) مرہم کا سایہ اُس پر پڑا ہے

ہیں ز مرہم سر مکش اے پُشت ریش — واں ز پرتو داں مداں از اصلِ خویش
اے زخمی کمر والے! خبردار مرہم سے مُنہ نہ موڑ — اُس (آرام) کو (عارضی) اثر سمجھ اصل (صحت) نہ جان

ایں سخن پایاں ندارد اے جواں — بشنو اکنوں قصۂ در ضمنِ آں
اے جوان! اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے — اُس کے ضمن میں ایک قصّہ سُن لے

مُرتد شدنِ کاتبِ وحی بسببِ آنکہ پرتوِ وحی بر وے زد

وحی کے کاتب کا مُرتد ہو جانا اِس لئے کہ وحی کا پَرتو اُس پر پڑا

آں آیہ را پیش پیغمبر خواند و گفت من محلِّ وحیم —
اُس نے آیت پیغمبر (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے پہلے پڑھی اور بولا مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے

لہ تگ۔ کنوئیں کی گہرائی۔ اِن اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنے معائب کا علاج خود نہیں کر سکتا ہے کسی شیخ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ فتیٰ۔ جوان۔ فطن۔ فا، اور طا کا فتحہ، دانائی۔ جُو کُن۔ نہر کھودنے والا۔

لہ نتاند۔ نتواند۔ نروبد۔ پاک نہیں کرتا، رفتن کا فعلِ مضارع منفی ہے۔ اندیشہائے۔ خیالات۔ آمال۔ اَمَل کی جمع، امید۔ ور نہد۔ شیخِ کامل کے معالجہ سے ہی مرض دُور ہو سکے گا۔

لہ تا نہ پنداری۔ شیخ کی صحبت سے اگر کچھ سکون ملے تو اپنی صحت کی غلط فہمی کی بنا پر اُس کی صحبت کو ترک نہ کرے۔ جس عارضی سکون کو مرہم کا اثر سمجھو، زخم باقی ہے۔ کاتبِ وحی۔ یہ عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح کا قصّہ ہے۔ اِس قصّہ سے یہ سمجھایا ہے کہ بغیر کمال، کمال کے دھوکے سے کیا نقصان ہوتا ہے۔

پیش از عثمانؓ یکے نسّاخ[1] بود — کو بہ نسخِ وحی جِدّے می نمود

حضرت عثمانؓ سے پہلے ایک کاتبِ وحی تھا — جو وحی کے لکھنے میں سرگرم رہتا تھا

چوں نبی از وحی فرمودے سبق — او ہماں را وا نوشتے در ورق

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی کا سبق پڑھاتے — وہ اُس کو ورق پر لکھ لیتا

پرتوِ آں وحی بروے تافتے — او درونِ خویش حکمت یافتے

وحی کا پرتو اُس پر پڑتا — (اللہ) اُس نے اپنے اندر دانائی محسوس کی

عینِ آں حکمت بفرمودے رسول — زیں قدر گمراہ شد آں بوالفضول

بعینہ اُس دانائی کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (لکھنے کا) — (لیکن) وہ نالائق اِس کے باوجود گمراہ ہو گیا

کانچہ می گوید رسولِ مستنیر[2] — مر مرا ہست آں حقیقت در ضمیر

کہ روشن ضمیر، رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں — وہ حقیقت تو میرے دل میں ہے

پرتوِ اندیشہ اش زد بر رسول — قہرِ حق آورد بر جانش نزول

اُس کے خیال کا عکس رسول پر پڑا — اللہ (تعالیٰ) کا قہر اُس کی جان پر نازل ہوا

پرتوِ او ناگہش در دل بتافت — در درونِ خویشتن حرفے نیافت

اُس کا عکس اُس کے دل پر نمودار ہوا — اُس نے اپنے دل میں (حکمت کا) ایک حرف بھی نہ پایا

ہم ز نسّاخی بر آمد ہم ز دیں — شد عدوِّ مصطفیٰؐ و دیں بکیں

کتابت سے بھی برطرف ہوا اور دین سے بھی — کینہ وری سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، اور دین کا دشمن (بن گیا)

مصطفیٰؐ فرمود کاے گبرِ عنود[3] — چوں سیہ گشتی اگر نور از تو بود

مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اے سرکش گمراہ! — تو کیسے سیاہ (دل) ہو گیا اگر نور تیرے (دل کا) تھا

گر تو ینبوعِ الٰہی بودۂ — ایں چنیں آبِ سیہ نکشودۂ

اگر تو اللہ (کے نور) کا چشمہ ہوتا — تو ایسا سیاہ پانی تجھ سے نہ بہتا

اندروں می سوختش ہم زیں سبب — او نیارد توبہ کردن اے عجب

اِس وجہ سے اُس کا دل جلتا تھا — (لیکن) تعجب ہے وہ توبہ نہ کر سکتا تھا

تاکہ ناموسش بہ پیشِ این و آں — نشکند بربست ایں او را دہاں

تاکہ اِسکے اور اُسکے سامنے اُس کی آبرو — خراب نہ ہو اُس نے اِس کا منہ بند کر دیا

آہ می کرد و نبودش آہ سود — چوں در آمد تیغ سر را در ربود

آہ کرتا تھا اور آہ کرنا اس کو مفید نہ تھا — جب (قضا کی) تلوار آئی اُس نے سر قلم کر دیا

---

[1] نسّاخ۔ لکھنے والا۔ جِدّ۔ کوشش۔ گمراہ ہو گیا۔ سورۂ مومنون کی آیت وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ الخ کا نزول ہوا اس کے آخر میں فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کو لکھوا رہے تھے تو اُس کی زبان پر آنحضورؐ کے بولنے سے پہلے ہی فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ جاری ہو گیا آنحضورؐ نے فرمایا ٹھیک ہے یہ لکھ لو، اس سے اُس کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے، حالانکہ حضورؐ کے پرتو کا اثر تھا۔

[2] مُستنیر۔ روشن ضمیر دل۔ بوالفضول۔ بیکار اور لغو انسان۔ پرتو۔ آنحضورؐ کو جب اُسکی حالت منکشف ہو گئی تو خدا کا قہر اُس پر نازل ہو گیا۔ پرتوِ آں۔ یعنی قہرِ الٰہی کا عکس۔ حرفے نیافت۔ یعنی وحی کے آثار اُسکے دل سے غائب ہو گئے۔ نسّاخی۔ کتابت۔ کیں۔ کینہ۔

[3] عنود۔ جھگڑالو۔ ینبوع۔ چشمہ۔ نیارست۔ نتوانست۔ دہاں بربستن۔ خاموش ہو جانا۔ اس شعر کی وجہ سے بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ کاتبِ وحی جو مرتد ہو گیا تھا وہ مسیلمہ کذاب ہے اسلئے کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح فتحِ مکہ میں مسلمان ہو گیا تھا اور مسیلمہ حالتِ کفر میں حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں مارا گیا تھا لیکن اسکا کوئی ثبوت نہیں تھا کہ مسیلمہ کسی زمانہ میں کاتبِ وحی رہا ہو۔

کردہ[1] حق ناموس را صد من حدید
اللہ (تعالیٰ) نے آبرو کے خیال، کو سو من کا لوہا بنا دیا ہے

کبر و کفر آنساں بہ بست آں راہ را
اس طرح تکبر اور کفر نے اُس راستہ کو بند کر دیا ہے

گفت اَغلالاً فَھُم بِہ مُقمَحُون
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا طوق ہیں پس وہ اُنکی وجہ سے مُنہ کو اونچا کئے ہوئے ہیں

خَلفَھُم سَدّاً فَاَغشَینَاھُم
اُنکے پیچھے ایک دیوار ہے پھر ہم نے اُنکو ڈھانپ دیا ہے

رنگ[2] صحرا دارد آں سدّیکہ خاست
وہ دیوار جو پیدا ہوئی ہے صحرا جیسی ہے

شاہدِ تو سدِّ روئے شاہد ست
تیرا معشوق، معشوق کے چہرے کی دیوار ہے

اے بسا کُفّار را سودائے دیں
اے (مخاطب) بہت سے کافر ہیں جن کو دین کی لگن ہے

بندِ پنہاں لیک از آہن بتر
(یہ) بند پوشیدہ ہے لیکن لوہے سے بھی بدتر ہے

بندِ آہن را تواں کردن جدا
لوہے کے بند کو جدا کیا جا سکتا ہے

مَرد را زنبور گر نیشے زند
اگر انسان کے بھڑ ڈنک مارتی ہے

زخمِ[3] نیشِ اَمّا چو از ہستیِ تست
لیکن اگر تیرے تکبر کے ڈنک کا زخم ہے

شرحِ ایں از سینہ بیروں می جہد
اِس کی تفصیل سینہ سے باہر آ رہی ہے

نے مشو نومید خود را شاد کُن
نہیں ناامید نہ ہو اپنے آپ کو خوش رکھ

اے بسا بستہ بہ بندِ ناپدید
اے (مخاطب) بہت سے انسان اِس چھپی ہوئی بیڑی میں بندھے ہیں

کو نیارد کرد ظاہر آہ را
کہ وہ افسوس (بھی) ظاہر نہیں کر سکتا ہے

نیست آں اَغلال مارا از بروں
ہمارے وہ طوق بیرونی نہیں ہیں

می نہ بیند بند را پیش و پسِ او
وہ اس دیوار کو نہیں دیکھتا ہے جو اسکے آگے اور پیچھے ہے

او نمیداند کہ آں سدِّ قضاست
وہ نہیں جانتا کہ وہ قضاءِ (الٰہی) کی دیوار ہے

مُرشدِ تو سدِّ گفتِ مُرشد ست
تیرا مرشد، مُرشد کی گفتگو کے لئے دیوار ہے

بندِ شاں ناموس و کبر و آن و ایں
اُن کی بیڑی شرم اور تکبر اور یہ اور وہ ہے

بندِ آہن را کُنَد پارہ تبر
لوہے کے بند کو کُدال توڑ دیتی ہے

بندِ غیبی را نداند کس دوا
غیبی بند کی کوئی دوا نہیں جانتا ہے

طبعِ او آں لحظہ بر دفعے تند
اُس کی طبیعت اُسی وقت اُسکو دفع کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے

غم قوی باشد نگردد درد سست
(تو) غم زیادہ ہوگا، درد کم نہ ہوگا

لیک می ترسم کہ نومیدی دہد
لیکن میں ڈرتا ہوں کہ مایوسی پیدا نہ کر دے

پیشِ آں فریاد رس فریاد کُن
اُس فریاد سُننے والے کے سامنے فریاد کر

---

[1] کردہ حق۔ انسان بسا اوقات اپنے گناہ کے اعتراف اور توبہ سے اسلئے رُکتا ہے کہ وہ اُسکی بے آبروئی کا سبب بنتی ہے۔ اور یہ ایک ایسی بیڑی اور بند ہے جو اُس کو نظر بھی نہیں آتا ہے۔
آں راہ۔ یعنی توبہ کا راستہ۔
اَغلالاً۔ سورہ یٰسین میں ہے۔ اِنَّا جَعَلنَا فِیٓ اَعنَاقِھِم اَغلٰلًا فَھِیَ اِلَی الاَذقَانِ فَھُم مُّقمَحُونَ وَجَعَلنَا مِن بَینِ اَیدِیھِم سَدًّا وَّمِن خَلفِھِم سَدًّا فَاَغشَینٰھُم فَھُم لَا یُبصِرُونَ "بیشک ہم نے کر دیئے ہیں اُنکی گردنوں میں طوق تو وہ مُنہ اٹھائے ہوئے ہیں اور کر دی ہے ہم نے اُنکے سامنے دیوار اور اُنکے پیچھے دیوار پھر ہم نے اُنکو اوپر سے ڈھانپ دیا ہے پس وہ نہیں دیکھتے ہیں"۔

[2] رنگ۔ یعنی جس طرح صحرا میں کوئی اُبھار نہیں ہوتا اور نہ وہاں کوئی آڑ ہوتی ہے وہ دیوار بھی ایسی ہی ہے۔ شاہدِ تو۔ دنیا کی محبوب چیزیں انسان کو محبوبِ حقیقی کے دیدار سے مانع آتی ہیں۔ مرشدِ تو۔ یعنی تو نے جس باطل چیز کو رہنما سمجھ لیا ہے۔ بندِ پنہاں۔ یعنی دیوار سے یہ مخفی دیوار مراد ہے جو لوہے کی دیوار سے بھی زیادہ سخت ہے۔
مرد را۔ یعنی نظر آنیوالی مضر چیز کی فوراً طبیعت مدافعت کرتی ہے۔

[3] زخم۔ بیرونی دشمن کا مقابلہ آسان ہوتا ہے۔ اندرونی دشمن زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ شرحِ ایں۔

یعنی اِسکی تفصیل کہ کبر اور ناموس غیبی بند ہیں جسکی علت قضائے الٰہی ہے، اسکی تفصیل مایوسی پیدا کردیگی۔

کاے مُحبّ[1] عَفو از ما عَفو کُن
اے معافی کو پسند کرنے والے! ہمیں معاف فرما دے
اے طبیبِ رنجِ ناسُورِ کہُن
اے پُرانے ناسور کی تکلیف کے طبیب

عکسِ حکمت آں شقی را یاوہ کرد
حکمت کے عکس نے اُس بدبخت کو گمراہ کر دیا
خود مبیں تا بر نیارد از تو گرد
خود پسند نہ بن، تاکہ تو برباد نہ ہو

اے برادر بر تو حکمت جاریہ ست
اے بھائی! تیرے (دل) پر جو حکمت جاری ہے
آں ز اَبدال ست و بر تو عاریہ ست
وہ اَبدال کی ہے اور تیرے پاس عارضی ہے

گرچہ در خود خانہ نورے یافت ست
گھر اپنے اندر اگرچہ روشنی محسوس کر رہا ہے
آں ز ہمسایہ منوّر تافت ست
(لیکن) وہ روشن پڑوسی کی وجہ سے چمک رہا ہے

شُکر کُن غرّہ مشو بینی مکُن
شُکر کر، گھمنڈ نہ کر، انکار نہ کر
گوش دار و ہیچ خود بینی مکُن
سُن، اور کبھی تکبّر نہ کر

صد دریغ و درد کایں عاریتے[2]
افسوس، صد افسوس کہ اِس عارضی چیز نے
مُعجباں را دور کرد از اُمّتے
متکبّروں کو اُمّت سے دُور کر دیا

من غلامِ آنکہ اُو در ہر رباط
میں اُس شخص کا غلام ہوں جو ہر منزل میں
خویش را واصل نداند بر سِماط
اپنے آپ کو دسترخوان پر پہنچ جانیوالا نہ سمجھے

بس رباطے کہ بباید ترک کرد
بہت سی منزلوں سے گزرنا ہوگا
تا بمسکن در رسد یک روز مرد
پھر کسی دن انسان مسکن تک پہنچے گا

گرچہ آہن سُرخ شد اُو سُرخ نیست
اگرچہ لوہا سُرخ ہوگیا (لیکن) وہ سُرخ نہیں ہے
پرتوِ عاریتِ آتش زنے ست
(وہ) آتش زن کا مانگا ہوا عکس ہے

گر شود[3] پُر نُور روزن یا سرا
اگر روشن دان یا گھر نور سے بھر جائے
تو مداں روشن مگر خورشید را
تو صرف سورج کو روشن سمجھ

ور در و دیوار گوید روشنم
اگر در و دیوار کہے کہ میں روشن ہوں
پرتوِ غیرے ندارم ایں منم
مجھ پر غیر کا کوئی عکس نہیں ہے میں خود (روشن) ہوں

پس بگوید آفتاب اے نارشید
تو سورج کہے گا کہ اے گمراہ!
چونکہ من غائب شوم آید پدید
جب میں غائب ہوجاؤں گا تو پتہ چلے گا

سبزہا گویند ما سبز از خودیم
(اگر) سبزے کہیں ہم خود بخود سبز ہیں
شاد و خندانیم و بس زیبا خدیم
شاد اور خنداں ہیں اور بہت خوبصورت ہیں

ق

---

[1] مُحبّ۔ دوست۔ رنج۔ مرض۔ عکسِ حکمت یعنی مُرشد کے کمالات کا پرتو جو مرید پر پڑے۔ شقی۔ کوئی خاص شخص مراد نہیں ہے۔ جاریہ۔ رواں۔ اَبدال۔ اولیاء اللہ کی ایک خاص جماعت ہے۔ غرّہ۔ مغرور۔ بینی کندن۔ انکار کرنا۔ گوش داشتن۔ توجہ سے سننا۔

[2] عاریتہ۔ عارضی علم و کمال۔ مُعجبان۔ مُعجب کی جمع ہے، متکبّر۔ اُمّت۔ یعنی اُمّتِ محمدیہ۔ من۔ میں اُس شخص کا معتقد ہوں جو کسی مقام کو بھی مقامِ کمال نہ سمجھے۔ رباط۔ سرائے، منزل۔ سماط۔ دسترخوان۔ بس۔ سالک بہت سی منزلیں طے کرکے مقامِ قُرب تک پہنچتا ہے۔ گرچہ۔ مقصد یہ ہے کہ بہت سی چیزوں کے اوصاف اپنے نہیں ہوتے ہیں بلکہ دوسرے کے عکس اور پرتو ہوتے ہیں؛ اُسکی ایک مثال گرچہ در خانہ خود سے دی تھی دوسری مثال یہ ہے کہ لوہے کی سُرخی اپنی نہیں ہے بلکہ آگ کا پرتو ہے۔

[3] گر شود۔ یہ تیسری مثال ہے کہ گھر میں نور اپنا نہیں ہوتا ہے بلکہ سورج کا پرتو ہوتا ہے۔ سبزہا۔ یہ چوتھی مثال ہے کہ سبزہ کی تری و تازگی اپنی نہیں ہے بلکہ موسمِ بہار کی عطا کردہ ہے

فصلِ تابستاں بگوید کاے اُمم
(تو) موسمِ بہار کہے گا اے مخلوق!

خویش را بینید چوں من بگذرم
اپنے آپ کو اس وقت دیکھنا جب میں گذر جاؤں

تن۱ ہمی نازد بخوبی و جمال
حُسن اور جمال پر جسم ناز کرتا ہے

روح پنہاں کردہ فرّ و پرّ و بال
رُوح نے اپنی شان شوکت اور بال پر چھپا رکھے ہیں

گویدش کاے مزبلہ تو کیستی
وہ (رُوح) اُس (بدن) کو کہتی ہے اے کوڑی تُو کیا ہے؟

یک دو روز از پرتوِ من زیستی
کچھ دن تو میرے عکس سے جی لیا ہے

غنج و نازت می نگنجد در جہاں
عالَم میں تیرا کرشمہ اور ناز نہیں سماتا ہے

باش تا کہ من شوم از تو جہاں
ٹھہر جا، یہاں تک کہ میں تجھ سے رخصت ہو جاؤں

گرم دارانت ترا گورے کنند۲
تیرے دوست تیرے لئے قبر کھودیں گے

کش کشانت در تگِ گور افگنند
کشاں کشاں تجھے قبر کے گڑھے میں پھینکیں گے

تا کہ چوں در گور یارانت کنند
جب تیرے دوست تجھے قبر میں دفن کردینگے

طعمۂ موران و مارانت کنند
تجھے چیونٹیوں اور سانپوں کی خوراک بنادینگے

بینی از گندِ تو گیرد آں کسے
تیری بدبُو سے (وہ بھی) ناک بند کرے گا

کہ بہ پیشِ تو ہمی مُردے بسے
جو اکثر تجھ پر جان قربان کرتا تھا

پرتوِ روح ست نطق و چشم و گوش
گویائی اور آنکھ، کان، روح کا اثر ہے

پرتوِ آتش بُوَد در آب جوش
پانی میں جوش آنا آگ کا اثر ہوتا ہے

آں چنانکہ پرتوِ جاں بر تن ست
جس طرح روح کا پَرتو جسم پر ہے

پرتوِ ابدال بر جانِ من ست
اَبدال کا پَرتو میری روح پر ہے

جانِ جاں چوں وا کشد۳ پا را ز جاں
جانِ جاں جب جان سے اپنا قدم پیچھے ہٹالے

جاں چناں گردد کہ بیجاں تن بداں
تو سمجھ لے کہ جان' بے جان جسم کی طرح ہو جائیگی

سر ازاں رُو می نہم من بر زمیں
میں اِسی وجہ سے زمین پر چہرہ رکھتا ہوں

تا گواہِ من بُوَد در یومِ دیں
تاکہ وہ قیامت کے دن میری گواہ ہو

یومِ دیں کہ زُلزِلَت زِلزَالَہَا
قیامت کے دن جبکہ زمین کو زلزلہ آجائیگا

ایں زماں باشد گواہِ حالہا
اُس وقت وہ حالتوں کی گواہ ہوگی

کو تُحَدِّثُ جہرتا اَخبارَہا
کیونکہ وہ علی الاعلان اپنی خبریں سُنائے گی

در سخن آید زمین و خارہا
زمین اور اُس کا خار و خس بولنے لگے گا

---

۱ تن۔ یہ پانچویں مثال ہے بدن کی تمام خوبیاں روح کی وجہ سے ہیں۔ زیبا۔ خوبصورت۔ قد۔ رخسار۔ فرّ۔ شان و شوکت۔ پرّ و بال۔ ساز و سامان۔ مزبلہ۔ کوڑی۔ غنج۔ ناز و ادا۔ جہاں۔ عالم۔ جہاں۔ کودنے والا۔ جستن سے اسم فاعل ہے۔ گرم داراں۔ محبت کی گرم جوشی دکھلانے والے۔ ترا۔ برائے تو۔

۲ کنند۔ کھودینگے، کندن کا فعل مضارع۔ کش کشاں۔ کھینچے کھینچے۔ تگ۔ تہ، گہرائی۔ طعمہ۔ خوراک۔ موراں۔ مور کی جمع ہے، چیونٹی۔ ماراں۔ مار کی جمع ہے سانپ۔ بینی گرفتن۔ ناک بند کرنا۔ گند۔ بدبو۔ بر کسے مردن کسی پر قربان ہونا۔ جانِ جاں۔ یعنی مرشدِ کامل۔

۳ پاکشیدن پیچھے ہٹنا۔ بداں۔ تو جان۔ دانستن سے امر کا صیغہ ہے۔ یومِ دیں۔ یومِ قیامت۔ زُلزِلَت سورۂ الزلزال میں کہا گیا ہے جب زمین بڑے زور سے ہلائی جائے گی اور زمین اپنے خزانے نکال کر پھینک دے گی اور انسان کہے گا کہ اُسے کیا ہوگیا ہے اُس دن تمام خبریں بتادے گی۔

فلسفی[1] گوید ز معقولاتِ دُوں
فلسفی بکتر درجہ کی معقولات کی باتیں کرتا ہے

عقل از دہلیز می ماند بروں
(اُس کی) عقل چوکھٹ سے باہر رہتی ہے

فلسفی مُنکِر شود در فکر و ظن
فکر اور ظن میں (رہ کر) فلسفی مُنکِر ہوتا ہے

گو برو سَر را بداں دیوار زن
کہدے کہ جا، اس دیوار سے سر پھوڑ

نُطقِ آب و نُطقِ خاک و نُطقِ گِل
پانی کا بولنا اور مٹی کا بولنا اور گارے کا بولنا

ہست محسوسِ حواسِ اہلِ دل
اہلِ دل کے حواس کا محسوس ہے

فلسفی کو مُنکِرِ حنّانہ است
فلسفی جو (اُسطوانۂ) حنانہ (کے رونے) کا منکر ہے

از حواسِ انبیاء بیگانہ است
وہ نبیوں کے حواس سے بے خبر ہے

گوید[2] اُو کہ پرتوِ سودائے خَلق
وہ (فلسفی) کہتا ہے کہ انسانوں کی سوداویت کا اثر

بس خیالات آورد در رائے خَلق
لوگوں کی رائے میں بہت سے خیالات (فاسد) پیدا کر دیتا ہے

بلکہ عکسِ آں فساد و کفرِ اُو
یہ اُس کے فساد اور کفر کا پرتو ہے

آں خیالِ مُنکرے را زد برو
جس نے یہ بُرا خیال اُس پر مسلط کر دیا ہے

فلسفی مَر دیو را مُنکِر شود
فلسفی، شیطان کا مُنکِر بنتا ہے

در ہماندم سخرۂ دیوے بُوَد
(اور) اُسی وقت شیطان کا محکوم ہوجاتا ہے

گر ندیدی دیو را خود را ببیں
اگر تو نے شیطان کو نہیں دیکھا ہے، اپنے آپکو دیکھ لے

بے جنوں نبُوَد کبودی بر جبیں
جنون کے بغیر پیشانی پر نیلاہٹ نہیں ہوتی ہے

ہر کرا[3] در دل شک و پیچانی ست
جس کے دل میں شک اور کجی ہے

در جہاں اُو فلسفی پنہانی ست
وہ دنیا میں چھپا فلسفی ہے

مینماید اعتقاد اُو گاہ گاہ
وہ کبھی کبھی اعتقاد کو ظاہر کرتا ہے

آں رگِ فلسف کُند رویش تباہ
فلسفہ کی وہ رگ اُس کا روسیاہ کرتی ہے

اَلحذر اے مومناں کو در شماست
دوڑو، اے مومنو! کہ وہ تمہارے اندر ہے

در شما بس عالَمِ بے منتہاست
تم میں (فاسد خیالات کا) بے انتہا جہاں ہے

جملہ ہفتاد[4] و دو ملت در تو ست
سب بہتّر فرقے تجھ میں ہیں

وہ کہ آں روزے بر آرد از تو دست
افسوس! کہ کسی دن وہ ہاتھ پیر نکالیں

ہر کرا اُو را برگِ ایں ایماں بُوَد
جس شخص کے پاس اس ایمان کا ساز و سامان ہوگا

ہمچو برگ از بیمِ اُو لرزاں بُوَد
وہ پتّے کی طرح اُس کے ڈر سے لرزاں ہوگا

---

[1] فلسفی۔ فلاسفہ جمادات کے کلام کے منکر ہیں لہٰذا مولانا اُن کی تردید کر رہے ہیں۔ نُطق۔ جمادات اور نباتات کا کلام اہلِ دل سنتے ہیں۔ حنّانہ۔ رونے والا، وہ ستون کہلاتا ہے جس کے سہارے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر بننے سے پہلے خطبہ دیا کرتے تھے، منبر بنجانے پر جب آپ نے اُس کا سہارا لینا چھوڑا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ بیگانہ۔ ناآشنا۔

[2] گوید۔ فلسفی جمادات اور نباتات کے کلام کے اعتقاد کو مجنونانہ خیال سے تعبیر کرتا ہے۔ دیو را۔ فلسفی شیطان کا اِنکار کرتا ہے حالانکہ اُسی شیطان کی اطاعت میں حق کا اِنکار کرتا ہے۔ گر ندیدی۔ فلسفی نے اگر شیطان کو نہیں دیکھا ہے تو خود اپنے آپ کو دیکھ لے اُس میں شیطان کے اثرات موجود ہیں جنوں کو بھی اُس کے اثرات سے پہچانا جاتا ہے۔

[3] ہر کرا۔ فلسفی کسی گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر کج فہم فلسفی ہی ہوتا ہے۔ اے مومناں۔ ایک شخص جو مومنین کے زمرے میں داخل ہے وہ بھی فلسفی ہو سکتا ہے۔ ایک مومن کے دل میں فاسد خیالات آسکتے ہیں لہٰذا بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ جملہ۔ [4] بہتّر گمراہ فرقوں کے اعتقادات انسان کے دل میں چھپے ہوئے ہیں، مومن کا کام یہ ہے کہ اُنکا قلع قمع

بر بلیس[1] و دیوزاں خندیدۂ
ابلیس اور شیطان پر تو اِس لئے ہنستا ہے

کہ تو خود را نیک مردم دیدۂ
کہ تو نے اپنے آپ کو نیک انسان سمجھا ہے

چوں کند جاں باز گونہ پوستیں
جب چھپے ہوئے اَحوال ظاہر ہوں گے

چند واویلا بر آید زاہلِ دیں
دیندار لوگ کس قدر واویلا کریں گے

بر دکاں ہر زر نما خنداں شدست
دکان پر ہر سونا دکھانے والا ہنس رہا ہے

زانکہ سنگِ امتحاں پنہاں شدست
اس لئے کہ کسوٹی غائب ہو گئی ہے

پردہ[2] اے ستار از ما بر مگیر
اے پردہ پوش! ہمارا پردہ نہ اُٹھا

باش اندر امتحاں مارا مُجیر
امتحان میں ہمیں پناہ دینے والا بن جا

قلب پہلو می زند باز ر بشب
رات میں کھوٹا (کھرے) سونے کی برابری کرتا ہے

انتظارِ روز می دارد ذہب
(کھرا) سونا دن کا انتظار کرتا ہے

باز بانِ حال زر گوید کہ باش
زبانِ حال سے (کھرا) سونا کہتا ہے، ٹھہر

اے مزوّر تا بر آید روزِ فاش
اے دھوکہ باز! جب تک کہ دن چڑھے

صد ہزاراں سال ابلیسِ لعیں
ابلیسِ لعین لاکھوں سال

بود زابدال و امیر المومنیں
ابدال میں سے، اور مومنین (فرشتوں) کا سردار رہا

پنجہ زد با آدم از نازیکہ داشت
تکبر کی وجہ سے حضرتِ آدمؑ کے مقابلہ میں آگیا

گشت رسوا ہمچوں سرگیں وقتِ چاشت
اِس طرح رسوا ہوا جیسے دن چڑھے گوبر

پنجہ با مرداں مزن اے بوالہوس
اے بوالہوس! مردانِ خدا کا مقابلہ نہ کر

برتر از سلطاں چہ می رانی فرس
بادشاہ سے آگے گھوڑا کیوں دوڑاتا ہے؟

دعا کردنِ بلعم[3] باعور کہ موسیٰ علیہ السلام را و قومش را
بلعم باعور کا دعا کرنا کہ موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم کو اِس شہر

ازیں شہر کہ حصار دادہ اند بے مراد باز گرداں و مُستجاب
سے جس کا انھوں نے محاصرہ کر رکھا ہے ناکام واپس کر دے اور اُس کی

شدنِ دُعایش
دُعا کا مقبول ہونا

بلعمِ باعور را خلقِ جہاں
بلعم باعور پر دنیا کی مخلوق

سُغبہ شد مانندِ عیسیٰ زماں
فریفتہ ہو گئی جس طرح عیسیٰ (علیہ السلام) پر اُن کے زمانہ میں

---

[1] بر تلبیس۔ شیطان کا مذاق اڑاتا ہے جو اپنے آپ کو بڑا پارسا سمجھتا ہے۔ چوں کند۔ لیکن انسان کے جب مخفی اَحوال کھلتے ہیں تو اُسکے معتقد واویلا کرنے لگتے ہیں۔ پوستین باز گونہ کردن۔ پوستین کو اُلٹ دینا یعنی مخفی اَحوال کا ظاہر ہو جانا اور ظاہری حالت کا مخفی ہو جانا۔ بر دکاں۔ جب تک کسوٹی پر نہیں کسا جاتا کھرا کھوٹا یکساں معلوم ہوتا ہے۔

[2] پردہ۔ جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ ہر انسان میں مخفی عیوب ہیں تو اب مولانا دعا کرتے ہیں۔ باکسے پہلو زدن۔ مقابلہ کرنا۔ صد ہزاراں۔ شیطان مردود ہونے سے قبل بڑا ولی اللہ اور فرشتوں کا سردار تھا۔ پنجہ زدن۔ مقابلہ کرنا، مخالف ہو جانا۔ برتر۔ بادشاہ کی سواری سے اپنی سواری آگے بڑھانا حد سے تجاوز کرنا ہے۔

[3] بلعم باعور۔ حضرتِ موسیٰؑ کے زمانہ کا ایک مشہور عبادت گذار تھا جو کنعان یا شہر جبارین کا رہنے والا تھا۔ حضرتِ موسیٰؑ نے جب کنعان پر چڑھائی کی تو اہلِ شہر نے اُس سے اصرار کیا کہ وہ موسیٰؑ کی پسپائی کی دعا کرے۔ اصرار کے بعد وہ راضی ہو گیا۔ پھر اسکا دین و ایمان بھی گیا اور حضرتِ موسیٰؑ کا کچھ نہ بگڑا۔ اب اُسنے سازش کر کے موسیٰؑ کی قوم میں زنا کی رسم جاری کر دی۔ شمعون نامی سردار زنا کر بیٹھا جس سے طاعون کی وبا پھیلی اور ہزاروں آدمی ہلاک ہو گئے۔ اشعارِ بالا میں بزرگوں سے مقابلہ نہ کرنے کی نصیحت تھی بلعم

سجدہ ناوردند کس را دونِ او — صحتِ[1] رنجور بود افسونِ او

وہ اُس کے علاوہ کسی کے سامنے سرِ تسلیم خم نہ کرتے — اُس کا دم کرنا بیمار کی صحت تھی

پنجہ زد با موسیٰؑ از کبر و کمال — آنچناں شد کہ شنیدستی تو حال

کمال اور غرور کی وجہ سے اُسنے (حضرت) موسیٰؑ کا مقابلہ کیا — اُس کا وہ حال ہوا جو تُونے سُنا

صد ہزار ابلیس و بلعم در جہاں — ہمچنیں بودست پیدا و نہاں

لاکھوں شیطان اور بلعم دنیا میں — ایسے ہی ہوئے ہیں جو مشہور اور غیر مشہور ہیں

ایں دُو را مشہور گردانید اِلٰہ — تاکہ باشند ایں دُو بر باقی گواہ

اِن دو کو خدا نے مشہور کر دیا — تاکہ یہ دونوں باقی کے لئے گواہ بنیں

رہزناں را در بیاباں چوں کشند — یکدو تن را سوئے دِہ زایشاں کشند

ڈاکوؤں کو جب جنگل میں قتل کر دیتے ہیں — انہیں سے ایک دو (کی نعش) کو گاؤں میں کھینچ لاتے ہیں

تا ببینند اہلِ دِہ گیرند پند — رُویتِ ایشاں بُود شاں ہیچو بند[2]

تاکہ گاؤں والے دیکھیں، نصیحت پکڑیں — ان کا دیکھنا ان کے لئے بندش بنتا ہے

ایں دُو دُزد آویخت بردارِ بُلند — ورنہ اندر دہر بس دُزداں بُدند

اِن دو چوروں کو (اللہ تعالیٰ نے) اونچی سولی پر لٹکایا — ورنہ دنیا میں بہت سے چور تھے

ایں دُو را پرچم بسُوئے شہر بُرد — کُشتگانِ قہر را نتواں شمرد

اِن دونوں کو پرچم شہر کی طرف لایا ہے — (ورنہ) قہر (خدا) کے مارے ہوئے شمار نہیں کئے جاسکتے

نازنینی تو ولے در حدِ خویش — اللہ اللہ پامنہ از حد تو بیش

تو نازنین ہے لیکن اپنی حد میں (رہ) — خدا کے لئے حد سے آگے قدم نہ رکھ

گر زنی بر نازنیں تر از خودت — در تگِ ہفتم زمیں زیر آردت

اگر تو اپنے سے زیادہ نازنین پر حملہ کرے گا — وہ تجھے ساتویں زمین کے نیچے گہرائی میں اتاریگا

قصۂ عاد و ثمود از بہرِ چیست — تا بدانی انبیاء را نازکیست

عاد اور ثمود کا قصہ (قرآن میں) کس لئے ہے؟ — (اسلئے ہے) تاکہ تو جان لے انبیاء کا کس پر ناز ہے

ایں نشانِ خسف[3] و قذف و صاعقہ — شُد بیانِ عِزِّ نفسِ ناطقہ

یہ دھنسنے اور سنگباری اور کڑک کی علامت — نفسِ ناطقہ کی عزت کے اظہار کے لئے ہے

جملہ حیواں را پئے انساں بکش — جملہ انساں را بکش از بہرِ ہُش

تمام حیوانات انسان کے لئے مارے جاسکتے ہیں — ہوشمند (انسانِ کامل) کیلئے سب انسان مارے جاسکتے ہیں

[1] صحت۔ بلعم باعور کے دم کرنے سے بیمار اچھے ہو جاتے تھے۔ حال۔ بلعم کی زبان کتے کی طرح باہر نکلی رہتی تھی۔ ایں دو۔ یعنی شیطان اور بلعم باعور۔ گواہ۔ تاکہ لوگ ان کے حالات کو دیکھ کر اور سنکر عبرت حاصل کریں۔

[2] ہیچو بند۔ گاؤں والے ڈاکوؤں کی نعشیں دیکھ کر جرائم سے باز رہتے ہیں۔ پرچم۔ بادل کا گچھا جو جھنڈے کے سر پر باندھا جاتا تھا۔ گر زنی۔ اپنے سے بڑے سے مقابلہ ہلاکت کا باعث ہے۔ نازکیست۔ یعنی انبیاء کو خدا پر ناز ہوتا ہے۔

[3] خسف۔ زمین میں دھنسنا۔ قارون زمین میں دھنسایا گیا۔ قذف۔ سنگباری، قوم لوط کو سنگسار کر دیا گیا تھا۔ صاعقہ۔ بجلی کی کڑک، قوم ثمود پر بجلی گری تھی۔ نفسِ ناطقہ۔ یعنی انبیاء کرام۔ جملہ حیواں۔ جس طرح حیوانات کو انسانوں کے لئے ذبح کیا جا سکتا ہے اسی طرح انبیاء کی خاطر نافرمانوں کو قتل کرا دیا جاتا ہے۔

هُش چه باشد عقلِ کُل[۱] اے هوشمند — عقلِ جُزوی هُش بود اما نژند
اے عقلمند! ہوش کیا ہے؛ عقلِ کامل! — جزوی عقل رکھنے والا بھی (صاحب) ہوش ہوتا ہے لیکن کمزور

جمله حیواناتِ وحشی زِ آدمی — باشد از حیوانِ اُنسی در کمی
آدمی سے وحشت کرنے والے سب حیوان — مانوس جانوروں سے کم درجہ میں ہوتے ہیں

خونِ آنہا خلق را باشد سبیل — زانکه وحشی اند از عقلِ جلیل
اُن کا خون لوگوں کے لئے حلال ہے — کیونکہ وہ بڑی عقل (انسان) سے وحشی ہیں

خونِ ایشاں خَلق را باشد روا — زانکه انساں را نیند ایشاں سزا
ان کا خون لوگوں کے لئے روا ہے — کیونکہ انسان سے اُن کو مناسبت نہیں ہے

عزتِ وحشی بداں ساقط شدست — که مَر انساں را مخالِف آمدست
وحشی (جانور) کی عزت اسی وجہ سے جاتی رہی — کہ وہ انسان کا مخالِف ہے

پس چه عزت باشدت اے نادرہ[۲] — چوں شدی تو حُمُرٌ مُستَنفِرَہ
اے احمق! تیری عزت کیا ہے گی؟ — جب تو بھڑکنے والے گدھوں (میں سے) بنگیا

خَر نشاید کُشت از بہرِ صَلاح — چوں شود وحشی شود خونش مُباح
مصلحت کی وجہ سے گدھے کو ذبح نہیں کیا جاتا ہے — جب وحشی (گورخر) ہو جاتا ہے تو اُسکا خون حلال ہوجاتا ہے

گرچہ خَر را دانشِ زاجر نبُود — ہیچ معذورش نمیدارد وَدُود
اگرچہ گدھے میں روکنے والی عقل نہیں ہے — پھر بھی خدا اُس کو معذور نہیں رکھتا ہے

پس چو وحشی شُد ازاں دَم آدمی — کے بُود معذور اے یارِ سمی[۳]
پھر جب انسان اُس (انبیا کی) گفتگو سے وحشی ہوجائے — اے عالی قدر دوست! وہ کب معذور ہو گا!

لاجَرَم کُفّار را شد خوں مباح — ہمچو وحشی پیشِ نشّاب و رِماح
لامحالہ کفار کا خون مباح ہوگیا — وحشی (جانور) کی طرح تیروں اور نیزوں کے سامنے

جُفت و فرزندانِ شاں جملہ سبیل — زانکه بے عقل اند و مردود و ذلیل
اُن کی بیویاں اور اولاد سب مباح ہوگئے — اِس لئے کہ وہ (دین سے) بے عقل ہیں اور مردود اور ذلیل ہیں

باز عقلے کو رَمد از عقلِ عقل — گردد از عقلی بحیوانات نقل
پھر وہ عقل جو (انبیاء کی) عقلِ کُل سے وحشت کرتی ہے — عقلمندی سے حیوانات کی طرف منتقل ہوجاتی ہے

بشنو اکنوں در بیانِ ایں سخن — قصہ از جان و نیکو گوش کُن
اب اِس سلسلہ میں ایک قصہ سُن — دل وجان سے اور اچھی طرح سُن

---

۱ عقلِ کل۔ مکمل عقل یعنی انبیاء عقلِ جزوی: ناقص عقل والا، عوام۔ نژند۔ ضعیف، کمزور۔ حیواناتِ وحشی۔ جنگلی جانور۔ حیوانِ اُنسی۔ پالتو جانور۔ سبیل۔ حلال یعنی شکاری اُن کا شکار کر لیتے ہیں۔ عقلِ جلیل۔ بڑی عقل یعنی انسان۔ سزا۔ مناسبت، لائق۔

۲ نادرہ۔ احمق۔ حُمُرٌ مُستَنفِرَہ۔ قرآنِ پاک میں فرمایا گیا ہے۔ "وہ کفار حق سے اِس طرح بھاگتے ہیں جس طرح گورخر شیر سے"۔ صلاح۔ گدھے سے باربرداری کا فائدہ ہے۔ مباح۔ جائز۔ زاجر۔ منع کرنے والا۔ وَدُود۔ دوست رکھنے والا، اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ دَم۔ سانس، انبیاء کا کلام

۳ سمی۔ بلند، عالی قدر۔ نشّاب۔ نُشابہ کی جمع ہے، تیر۔ رِماح۔ رُمح کی جمع ہے، نیزہ۔ جُفت۔ بیوی، جوڑا۔ سبیل۔ مباح۔ عقلِ عقل یعنی انبیاء۔ عقلی۔ عقلمندی۔ نقل۔ منتقل۔

اعتماد کردنِ ہاروت[1] و ماروت بر عصمتِ خویش و امیری دنیا خواستن و در فتنہ افتادن

ہاروت اور ماروت کا اپنی پاکدامنی پر گھمنڈ کرنا اور دنیا کی سرداری چاہنا اور فتنہ میں پھنس جانا

ہمچو ہاروت و چو ماروتِ شہیر[2] | از بطر خوردند زہر آلود تیر
مشہور ہاروت اور ماروت جیسوں نے | تکبر کی وجہ سے زہر آلود تیر کھایا ہے

اعتمادے بودشاں بر قدسِ خویش | چیست بر شیر اعتمادِ گاوِ میش
اُن کو اپنے تقدس پر گھمنڈ تھا | شیر (قضائے الٰہی) پر بھینس (انسان) کو کیا اطمینان ہو سکتا ہے

گرچہ اُو با شیر صد چارہ کند | شاخ شاخش شیرِ نر پارہ کند
اگرچہ وہ شیر کے مقابلہ میں سو تدبیریں کرے | نر شیر اُس کے جوڑ جوڑ کے ٹکڑے کر دے گا

گر شود پُر شاخ ہمچو خار پُشت | شیر خواہد گاو را ناچار کُشت
خواہ وہ سینگوں سے ساہی کی طرح بھری ہو | لامحالہ شیر گائے کو مار ڈالے گا

گرچہ صرصر[3] بس درختاں می کند | با گیاہِ پست احساں می کند
اگرچہ آندھی بہت سے درختوں کو اکھاڑ دیتی ہے | (لیکن) چھوٹی گھاس پر احسان کرتی ہے

بر ضعیفیِ گیاہ آں بادِ تُند | رحم کرد اے دل تو از قوّت مُلند
گھاس کی کمزوری پر تیز ہوا نے | رحم کیا اے دل! تو قوت کے بارے میں نہ غرّا

تیشہ را ز انبوہیِ شاخِ درخت | کے ہراس آید بُبُرّد لخت لخت
درخت کی شاخ کے گھنے پن سے کلہاڑا | کب ڈرتا ہے، اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے

لیک بر برگے نکوبد خویش را | جُز کہ بر نیشے نکوبد نیش را
لیکن پتّے پر اپنے آپ کو نہیں مارتا ہے | سوائے سخت کے اپنی دھار نہیں چلاتا ہے

شُعلہ را ز انبوہیِ ہیزُم چہ غم | کے رمد قصّاب ز انبوہِ غنم
سوختے کے گٹھڑ کے گھنے پن سے آگ کو کیا ڈر ہے | بکریوں کے ریوڑ سے قصاب کب بھاگتا ہے؟

پیشِ معنیٰ چیست صورت بس زبوں | چرخ را معنیش می دارد نگوں
معنیٰ (مؤثر) کے سامنے صورت (متاثر) کی کیا حقیقت ہے، | آسمان کو اُس کا معنیٰ (مؤثر) اوندھا رکھتا ہے

تو قیاس از چرخِ دولابی بگیر | گردشش از چیست از عقلِ مُنیر
تو (کنوئیں کی) گھرنی پر قیاس کر لے | اُس کی گردش کس کی وجہ سے ہے؟ روشن عقل کی وجہ سے

---

[1] ہاروت و ماروت۔ مشہور ہے کہ یہ دو فرشتے تھے جن کو اپنی عبادت پر بڑا گھمنڈ پیدا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے وہ قہرِ خداوندی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ یہ قصّہ محض ایک افسانہ ہے جس کو مولانا نے عبرت کے لئے نقل کر دیا ہے جس کا خلاصہ خود اعتمادی اور گھمنڈ کے انجامِ بد کو واضح کرتا ہے

[2] شہیر۔ مشہور۔ بطر۔ تکبر و غرور۔ اعتماد۔ بھروسہ۔ قُدس۔ پاکبازی۔ گاؤ میش۔ بھینس۔ شاخ شاخ۔ ایک ایک عضو۔ پارہ۔ ٹکڑا۔ شاخ۔ سینگ۔ خار پُشت۔ بلی کی برابر ایک جنگلی جانور ہے جس کے تمام بدن پر تیروں جیسے کانٹے ہوتے ہیں جن کو وہ اپنی مدافعت میں کھڑا کر لیتا ہے۔ گاؤ یعنی بھینس۔ گرچہ۔ قضا سے صرف زاری اور دعا کے ذریعہ بچا جا سکتا ہے۔

[3] صرصر۔ آندھی۔ مُلند۔ نہی کا صیغہ ہے۔ لندیدن بوزن جنبیدن — غرّانا، بکارنا۔ تیشہ۔ کلہاڑا۔ ہراس۔ خوف۔ لخت لخت۔ ریزہ ریزہ۔ نیش۔ سخت، دھار ڈنک۔ انبوہی۔ کثرت۔ ہیزم۔ ایندھن۔ قصّاب۔ قصائی۔ غنم۔ بکریاں۔ معنیٰ۔ یعنی مؤثر جو کائنات میں تصرف کر رہا ہے۔ صورت یعنی کائنات۔ چرخ دولابی گھرنی جس پر رسّی ڈال کر ڈول کھینچا جاتا ہے۔ عقلِ منیر یعنی انسانی عقل۔

گردشِ ایں قالبِ[1] ہمچوں سپر
ڈھال جیسے اِس جسم کی گردش

ہست از روحِ مستّر اے پسر
اے صاحبزادے! چھپی ہوئی روح کی وجہ سے ہے

گردشِ ایں باد از معنیِ اوست
اس ہوا کی گردش اُس (اللہ تعالیٰ) کے اثر سے ہے

ہمچوں چرخے کو اسیرِ آبِ جوست
اس پن چکی کی طرح جو نہر کے پانی کی پابند ہے

جزر و مد و دخل و خرجِ ایں نفس
اس سانس کا اُتار اور چڑھاؤ اندر جانا اور باہر نکلنا

از کہ باشد جز زجانِ پُر ہوس
سوائے پُرہوس روح کے کس کی وجہ سے ہے؟

گاہ جیمش می کند گہ حاؤ دال
وہ (روح) اس (سانس) کو کبھی جیم بناتی ہے کبھی حا اور دال

گاہ صلحش می کند گاہے جدال
کبھی اسکو (باعث) صلح بنادیتی ہے کبھی لڑائی کا سبب)

گہ یمینش می برد گاہے یسار
کبھی اُس کو داہنی طرف لیجاتی ہے کبھی بائیں طرف

گہ گلستاں[2] می کند گاہیش خار
کبھی اس کو چمن بنادیتی ہے، کبھی کانٹا

ہمچناں ایں آب را یزدانِ پاک
اسی طرح اللہ پاک نے پانی کو

کرد بر فرعون خونِ سہمناک
فرعون پر خوفناک خون بنادیا

ہمچنیں ایں باد را یزدانِ ما
اسی طرح ہمارے اللہ نے اِس ہوا کو

کردہ بُد بر عاد ہمچوں اژدہا
قومِ عاد پر اژدہے کی طرح بنادیا تھا

باز ہم ایں باد را بر مومناں
پھر اسی ہوا کو مومنوں پر

کردہ بُد صلح و مراعات و اماں
صلح اور رعایت اور امن بنادیا تھا

گفت المعنیٰ ھو اللہ شیخ دیں
دین کے شیخ نے فرمایا ہے معنیٰ وہ اللہ ہی ہے

بحرِ معنیہاست ربُّ العالمیں
معانی کا سمندر رب العالمین ہے

جملۂ[3] اطباقِ زمین و آسماں
زمین اور آسمان کے سارے طبقے

ہمچو خاشاکے دراں بحرِ رواں
اس جاری سمندر میں تنکے کی طرح ہیں

حملہا و رقصِ خاشاک اندر آب
پانی کے اندر تنکے کے حملے اور رقص

ہم زآب آمد بوقتِ اضطراب
پانی کے موجزن ہونے کے وقت پانی کی وجہ سے ہوتے ہیں

چونکہ ساکن خواہدش کرد از مرا
چونکہ کشمکش سے اُسکو سکون دینا چاہتا ہے

سوئے ساحل افگند خاشاک را
(اسلئے) تنکے کو ساحل پر پھینک دیتا ہے

چوں کشد از ساحلش در موجگاہ
پھر جب اُس کو ساحل سے موجوں کی جگہ لائیگا

آں کند آں موج کاتش باگیاہ
وہ موج اُس کیساتھ وہ کریگی جو آگ گھاس سے (کرتی ہے)

[1] قالب۔ جسم۔ مستّر۔ مستور۔ چرخ یعنی پن چکی۔ پُرہوس۔ ہوسناک۔ گاہ۔ روح انسان کے سانس کو مختلف حرفوں کی آواز میں منہ سے خارج کرتی ہے۔ گاہ صلحش۔ کبھی ایسے اچھے الفاظ نکالتی ہے جو باہمی دوستی اور صلح کا سبب بنتے ہیں اور کبھی ایسے الفاظ نکالتی ہے جن سے دشمنی پیدا ہوتی ہے۔

[2] گلستاں یعنی وہ کلام جو باغ کیطرح باعث تفریح ہو۔ خار یعنی ایسا کلام جو کانٹے کی طرح چبھے۔ فرعون۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کیلئے پانی کو ہلاکت کا سبب بنادیا۔ عاد۔ قومِ عاد پر ہوا مسلط کردی جس نے اژدھوں کی طرح اُن کو تباہ کردیا۔ بر مومناں غزوۂ احزاب میں ہوا ہی مسلمانوں کی فتحمندی کا سبب بنی تھی۔ شیخ دین۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ۔ المعنیٰ ھو اللہ یعنی مؤثر حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہی اور تمام اسباب کا وہی مرجع ہے۔

[3] جملہ۔ اس بحرِ رواں یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے آسمانوں اور زمینوں کی حقیقت تنکے سے زیادہ نہیں ہے جس طرح ایک سمندر تنکے پر اثر انداز ہے اسی طرح حضرت حق زمینوں اور آسمانوں پر اثر انداز ہے۔ اطباق۔ طبقات۔ آں کند یعنی جب قیامت میں کائنات کو دوبارہ وجود میں لائیگا اسقدر جلد ایسی تاثیر کریگا جیسا کہ آگ پھونس پر تاثیر کرتی ہے۔

ایں حدیث آخر ندارد باز راں — جانبِ ہاروت و ماروت اے جواں
اِس بات کا آخر نہیں ہے، پھر چل — اے جوان! ہاروت و ماروت (کے قصہ) کی جانب

بقیہ قصہ ہاروت و ماروت و نکال[۱] و عقوبتِ ایشاں
ہاروت اور ماروت اور اُن کی سزا اور عذاب کے قصہ کا بقیہ

چوں گناہ و فسقِ خلقانِ جہاں — می شُدے روشن بایشاں آں زماں
جب دنیا کی مخلوق کی بدکاری اور گناہ — اُن پر واضح ہوتا، اُس وقت

ق

دست خائیدن گرفتندے ز خشم — لیک عیبِ خود ندیدندے بچشم
وہ غصہ سے ہاتھ چبانا شروع کر دیتے — لیکن آنکھوں سے اپنا عیب نہ دیکھتے

خویش در آئینہ دید آں زشت مرد — رُو بگردانید از آن و خشم کرد
بدصورت نے اپنے آپ کو آئینہ میں دیکھا — اُس سے مُنہ پھیر لیا اور اُس پر غصہ کیا

خویش بیں چوں از کسے جُرمے بدید — آتشے در وے ز دوزخ شد پدید
خود بیں جب کسی کا کوئی گناہ دیکھتا ہے — اُس میں دوزخ کی آگ نمودار ہو جاتی ہے

حمیّت[۲] دیں خواند او آں کِبر را — ننگرد در خویش نفسِ گبر را
اِس تکبر کو وہ دین کی حفاظت بتاتا ہے — اپنے اندر بے دین نفس کو نہیں دیکھتا ہے

حمیّتِ دیں را نشانے دیگر ست — کہ ازاں آتش جہانے اخضر ست
دینی حمیّت کی علامت تو دوسری ہے — کہ اُس آگ سے تو دنیا سرسبز ہوتی ہے

گفت حق شاں گر شما روشنگرید[۳] — در سیہ کاراں مُغفّل منگرید
اللہ (تعالیٰ) نے اُن (ہاروت و ماروت) سے فرمایا — سیاہ کاروں کو غفلت سے نہ دیکھو

شکر گوئید اے سپاہ و چاکراں — رَستہ اید از شہوت و از مثلِ آں
اے سپاہیو اور خادمو! شکر ادا کرو — کہ شہوت اور اُس جیسی چیز سے بچے ہوئے ہو

گر ازاں معنیٰ نہم من بر شما — مر شما را پیش نپذیرد سما
اگر وہ معنیٰ (شہوت) میں تم میں رکھ دوں — تمہیں آسمان نہ قبول کرے

عصمتے کہ مر شما را در تن ست — آں ز عکسِ عصمت و حفظِ من ست
وہ پاکدامنی جو تمہارے جسم میں ہے — وہ میرے بچانے اور حفاظت کرنے کا اثر ہے

آں ز من بینید نز خود ہین و ہیں — تا نچربد بر شما دیوِ لعیں
اُس (عصمت) کو میری جانب سے سمجھو نہ کہ اپنی جانب سے خبردار، خبردار — تاکہ تم پر لعین شیطان غالب نہ آجائے

---

[۱] نکال۔ عذاب، عقوبت۔ سزا۔ دست خائیدن۔ ہاتھ چبانا یعنی افسوس کرنا۔ خشم۔ غصہ۔ زشت مرد۔ بدصورت آدمی۔ خویش بیں۔ خود پسند، متکبر۔

[۲] حمیت۔ بوزن خدمت، حفاظت کرنا، پرہیز کرنا اگر حار کا فتحہ میم کا کسرہ اور یا کو مشدد پڑھا جائے تو غیرتمندی کے معنی میں ہوگا۔ گبر۔ بے دین، سرکش۔ اخضر۔ سرسبز یعنی دین کی غیرت سے جو غصہ آتا ہے وہ دنیا کی سرسبزی کا باعث ہوتا ہے۔

[۳] روشنگر۔ نورانی۔ سیہ کار۔ گنہگار۔ مغفل۔ غافل۔ سپاہ و چاکراں۔ فرشتے اللہ کے سپاہی اور خدام دربار ہیں۔ مثلِ آں۔ بعض نسخوں میں اس کی بجائے چاکِ راں ہے، ران کا شگاف یعنی عورت کی شرم گاہ۔ معنیٰ۔ یعنی شہوت۔ سما۔ آسمان۔ عصمت۔ پاکدامنی، بچاؤ۔ نز تن۔ از من۔ نچربد۔ چربیدن، غالب آجانا۔

آنچنانکہ کاتبِ وحیِ رسول — دید در خود حکمت و نورِ وصول

جیساکہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وحی کے کاتب نے — اپنے اندر حکمت اور وصول (الی اللہ) کی روشنی دیکھی

خویش را ہم لحنِ مرغانِ خدا — می شمرد آں بُد صفیرے چوں صدا

اپنے آپ کو طائرانِ قدس کا ہم نوا — سمجھا، (حالانکہ) وہ صدائے بازگشت کیطرح کی آواز تھی

لحنِ مرغاں را اگر واصف شوی — بر ضمیرِ مرغ کے واقف شوی

اگر تو پرندوں کی بولی بولے — پرندوں کے دل سے تو کب واقف ہو سکتا ہے؟

گر بیاموزی صفیرے بلبلے — تو چہ دانی کو چہ گوید با گلے

اگر تو بلبل کی چہچہاہٹ سیکھ لے — تو کیا جانے کہ وہ پھول سے کیا کہتی ہے؟

ور بدانی از قیاس و از گماں — باشد آں بر عکسِ آں اے ناتواں

اگر تو قیاس اور گمان سے سمجھ بھی لے — (تو) اے ناتواں! وہ اُس کے برعکس ہوگا

باشد آں بے شک و بے شبہ گماں — چوں زلبِ جنباں گمانہائے کراں

وہ یقیناً (محض) گمان ہوگا — جیساکہ بہرے کا گمان ہونٹ ہلانیوالوں کے بارے میں

بعیادت رفتنِ کر بخانۂ ہمسایۂ بیمار و رنجیدنِ بیمار

ایک بہرے کا بیمار پڑوسی کے گھر مزاج پرسی کے لئے جانا اور بیمار کا رنجیدہ ہونا

آں کرے را گفت افزوں مایۂ — کہ ترا رنجور شد ہمسایۂ

ایک ذی حیثیت آدمی نے بہرے سے کہا — کہ تیرا پڑوسی بیمار ہوگیا ہے

گفت با خود کر کہ با گوشِ گراں — من چہ دریابم زگفتِ آں جواں

بہرے نے اپنے دل میں کہا کہ بہرے کانوں سے — میں اُس نوجوان کی گفتگو کیا سمجھوں گا

خاصہ رنجور و ضعیف آواز شد — لیک باید رفت آنجا نیست بُد

خصوصاً (جبکہ وہ) بیمار اور کمزور آواز والا ہوگیا ہے — لیکن وہاں جانا ہی چاہیئے، کوئی چارہ نہیں ہے

چوں ببینم کاں لبش جنباں شود — من قیاسے گیرم آں را ہم زخود

جب میں دیکھوں گا کہ اُس کے ہونٹ ہلتے ہیں — میں خود بخود اُس سے قیاس کرلوں گا

چونکہ گویم چونی اے محنت کشم — او بخواہد گفت نیکم یا خوشم

جب میں کہوں گا کیا حال ہے اے میرے مصیبت زدہ دوست! — وہ کہے گا اچھا ہوں یا خوش ہوں

من بگویم شکر چہ خوردی ابا — او بگوید شربتے یا ماش با

میں کہوں گا (اللہ کا) شکر ہے، بابا کیا کھایا ہے؟ — وہ یا شوربا کہے گا یا اُڑد کا شوربا

---

۱ آنچنانکہ۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے یعنی پر تو کو اپنی ذاتی صفت سمجھنا غلط ہے۔ کاتب۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔ وصول۔ یعنی خدا رسیدہ۔ لحن۔ آواز۔ مرغانِ خدا۔ انبیاء، جن کا طائر روح قدسِ باری کے قریب رہتا ہے۔ صفیر۔ سیٹی، پرندہ کی آواز۔ صدا۔ گونج۔

۲ واصف۔ صاحبِ وصف۔ ضمیر۔ باطن، دل۔ وبدانی۔ اگر اٹکل سے کچھ سمجھ گئے تو وہ حقیقت کے خلاف ہوگا۔ کراں۔ کر کی جمع، بہرا۔ بہرے دوسروں کے ہونٹوں کی حرکات سے کچھ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جو عموماً صحیح نہیں ہوتا ہے۔ اسی مضمون کو اس قصہ سے واضح کیا ہے۔

۳ افزوں مایہ۔ معزز آدمی، متمول۔ رنجور۔ بیمار۔ کر۔ بہرا۔ گوشِ گراں۔ اونچا سننے والا کان۔ خاصہ۔ خصوصاً۔ نیست بُد۔ کوئی چارہ نہیں ہے۔ ابا۔ ہم نے اَبْ بمعنی باپ سمجھ کر ترجمہ کیا ہے۔ شربہ۔ شوربا۔ ماش با۔ اُڑد کی دال کا شوربا۔

من بگویم صحّ[1] نوشت کیست آں
میں کہونگا تیرا پینا مناسب ہوا، وہ کون ہے؟
از طبیباں پیشِ تو گوید فلاں
طبیبوں میں سے تیرا معالج، وہ کہے گا فلاں

من بگویم بس مبارک پاست اُو
میں کہوں گا وہ بہت مبارک قدم ہے
چونکہ اُو آید شود کارت نکو
چونکہ وہ آتا ہے، تیرا کام اچھا ہوجائے گا

پائے اُو را آزمودستیم ما
ہم نے اُس کا قدم آزمایا ہے
ہر کجا شُد می شود حاجت رَوا
جہاں پہنچتا ہے، حاجت روا بن جاتا ہے

ایں جواباتِ قیاسی راست کرد
اِن قیاسی جوابوں کو اُس نے ٹھیک کرلیا
پیشِ آں رنجور شد آں نیک مرد
(پھر) وہ نیک انسان، بیمار کے پاس گیا

گو نیا رنجور را خاطِر[2] ز کرَ
گویا بیمار کا دل بہرے سے
اندکے رنجیدہ بُود اے پُرہُنر
کچھ رنجیدہ تھا، اے ہنرمند!

کَر درآمد پیشِ رنجور و نشست
بہرا، بیمار کے پاس پہنچا اور بیٹھ گیا
بر سَرِ اُو خوش ہمی مالید دست
اُس کے سَر پر محبت سے ہاتھ پھیرنے لگا

گفت چونی؟ گفت مُردم گفت شُکر
اُسنے کہا تو کیسا ہے؟ (بیمار نے) کہا میں تو مر گیا اُسنے -
شُد ازو رنجور پُر آزار و نُکر
اُس سے بیمار تکلیف اور ناگواری سے بھر گیا

کایں چہ شکر ست اُو عدوِ ما شد ست
کہ یہ کیسا شکر ہے وہ ہمارا دشمن ہوا ہے
کر قیاسے کرد و آں کژ آمد ست
بہرے نے اٹکل لگائی اور وہ ٹیڑھی لگی

بعد ازاں گفتش چہ خوردی گفت زہر
اِسکے بعد اُس سے کہا، تونے کیا کھایا ہے اُسنے کہا زہر!
گفت نوشت[3] باد افزوں گشت قہر
اُس نے کہا مبارک ہو اُس کا غصہ اور بڑھا

بعد ازاں گفت از طبیباں کیست اُو
اِسکے بعد اُس نے کہا، طبیبوں میں سے کون ہے
کہ بیاید اُو بچارہ پیشِ تو
جو تیرے پاس علاج کے لئے آتا ہے!

گفت عزرائیل می آید برو
(بیمار نے) کہا، ملک الموت آتا ہے، جا
گفت پایش بس مبارک شاد شو
اُس نے کہا اُسکے قدم بہت مبارک ہیں خوش ہو جا

ایں زماں از نزدِ اُو آیم برت
میں تیرے پاس ابھی اُس کے پاس سے آیا ہوں
گفتم اُو را تا کہ گردد غمخورت
میں نے اُس کو کہا ہے کہ تیری خبرگیری کرے

کَر بروں آمد ازانجا شادماں
بہرا اُس جگہ سے خوش خوش لوٹا
شُکر کش کردم مراعات ایں زماں
(اللہ کا) شکر ہے، کہ میں نے اس وقت اُسکا حق ادا کردیا ہے

[1] صحّ نوشت۔ تیرا پینا درست ہوا۔ مبارک پا۔ مبارک قدم۔ حاجت روا۔ ضرورت کو پورا کرنے والا۔ راست کردن صحیح کرلینا۔

[2] خاطر۔ دل، مزاج۔ چونی۔ چساں ہستی۔ شکر۔ یعنی اللہ کا شکر ہے۔ نُکر۔ ناگواری۔ شُدست۔ بودہ است۔ کژ۔ کج، ٹیڑھا۔

[3] نوشت باد۔ تجھے مبارک ہو۔ قہر۔ یعنی بیمار کا غصہ۔ چارہ۔ علاج، تدبیر۔ عزرائیل۔ موت کے فرشتے کا نام ہے۔ برت۔ یعنی تیرے پاس۔ کش۔ کہ اش۔ مراعات۔ لحاظ، مروّت۔

خود گمانش از کری[1] معکوس بود — کہ زیانِ محض را پنداشت سود

بہرے پن کی وجہ سے اُس کا گمان اُلٹا تھا — کہ خالص نقصان کو وہ نفع سمجھا

زُد بِرِہ می گفت با خود از عمٰا — شکر کہ کردم عیادت جار را

وہ راستہ میں اندھے پن سے، اپنے دل میں سوچ رہا تھا — (خدا) کا شکر ہے کہ میں نے پڑوسی کی عیادت کرلی

گفت رنجور ایں عدوِّ جانِ ماست — ما ندانستیم کو کانِ جفاست

(لیکن) مریض نے کہا یہ تو ہماری جان کا دشمن ہے — ہم نہ سمجھے تھے کہ وہ تو ظلم کی کان ہے

خاطرِ رنجور جویاں صد سَقط — تا کہ پیغامش کند از ہر نمط

مریض کا دل سینکڑوں بُری باتیں سوچ رہا تھا — تاکہ اُس کو ہر طرح کا پیغام بھیجے

چوں کسے کو خوردہ باشد آشِ[2] بد — می بشوراند دلش تا قے کند

اُس شخص کی طرح جس نے خراب حریرہ پیا ہو — اُس کا دل بَتلا رہا ہوتا کہ قے کرڈالے

کظمِ غیظ اینست آنرا قے مکن — تا بیابی در جزا شیریں سخن

غصہ کو گھونٹنا یہی ہے کہ اُس کو نہ اُگل — تاکہ بدلے میں میٹھی بات حاصل ہو

چوں نبودش صبر می پیچید او — کایں سگِ ملعون کُجا گفتار کو

چونکہ اُسمیں صبر (کا مادّہ) نہ تھا وہ بل کھا رہا تھا — کہ یہ ملعون کتا، بکواس کرنے والا کہاں ہے؟

تا بریزم بر وے آنچہ گفتہ بود — کاں زماں شیرِ ضمیرم خفتہ بود

تاکہ اُس پر پلٹ دوں جو اُس نے کہا ہے — کیونکہ اُس وقت میرے اندر کا شیر سو رہا تھا

چوں عیادت بہرِ دل آرامی ست — ایں عیادت نیست دشمن کامی ست

جبکہ بیمار پُرسی دل کو آرام پہنچانے کے لئے ہے — یہ تو بیمار پُرسی نہیں ہے، عداوت ہے

تا بہ بیند دشمنِ خود را نزار[3] — تا بگیرد خاطرِ زشتش قرار

تاکہ اپنے دشمن کو بدحال دیکھے — تاکہ اُس کی بُری طبیعت کو سکون ہو

بس کساں کایشاں عبادتہا کنند — دل بر رضوان و ثوابِ آں نہند[4]

بہت انسان ہیں جو عبادت کرتے ہیں — اور (اللہ تعالٰی کی) خوشنودی اور اُسکے ثواب کی اُمید

خود حقیقت معصیت باشد خفی — بس کدر کانرا تو پنداری صفی

(لیکن) وہ چھپی ہوئی گنہگاری ہوتی ہے — بہت سے مکدر پانی ہوتے ہیں جنکو تو صاف پانی سمجھتا ہے

ہمچو آں کر کو ہمی پنداشت ست — کو نکوئی کرد و آں خود بد بُدست

اُس بہرے کی طرح جس نے یقین کیا ہے — کہ اُس نے بھلائی کی (حالانکہ) وہ بُرائی تھی

---

[1] از کری۔ بہرے پن کی وجہ سے اُس کے سب قیاس اُلٹے ہوئے اور معز پڑے۔ رد بَرہ۔ ردئے خود براہ آوردہ تھا۔ اندھاپن۔ کان۔ معدن جفا۔ ظلم۔ سقط۔ بُری بھلی باتیں۔ نمط۔ طرز، طریقہ۔
[2] آش، حریرہ۔ بد۔ بدبودار شورانیدن۔ بے چین ہونا۔ کظم۔ غصہ کو پی جانا۔ غیظ۔ غصہ، غضب۔ کو۔ کہاں۔ دشمن کام۔ دشمن کے مقصد کے مطابق، یعنی تباہ و برباد۔
[3] نزار۔ بدحال۔ خاطرِ زشت۔ بدباطنی۔ بس کساں یہاں سے مولانا کا مقولہ شروع ہوا ہے جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ انسان اپنے بہت سے اعمال کو صحیح سمجھتا ہے حالانکہ وہ غلط ہوتے ہیں۔ رضوان۔ رضامندی۔ دل بر چیزے نہادن۔ کسی چیز کا امیدوار ہونا۔ کر۔ بہرا۔ کو۔ کہ او۔

اُو نشستہ خوش کہ خدمت کردہ ام — حقِ ہمسایہ[1] بجا آوردہ ام
وہ خوش ہو بیٹھا کہ میں نے خدمت کی ہے — (اور) پڑوسی کا حق ادا کیا ہے

بہرِ خود اُو آتشے افروختہ ست — در دلِ رنجور و خود را سوختہ ست
اُس نے (تو) اپنے لئے آگ بھڑکا دی ہے — بیمار کے دل میں، اور اپنے آپ کو پھونک دیا ہے

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ اَوْقَدْتُمُوْ — اِنَّکُمْ فِی الْمَعْصِیَۃِ اِزْدَدْتُمُوْ
اُس آگ سے بچو جو تم نے بھڑکائی — تم نے تو گنہگاری میں ترقی کی ہے

گفت پیغمبر[2] بیک صاحب رِیا — صَلِّ اِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ یَا فَتٰی
پیغمبر (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ایک ریاکار سے فرمایا — اے نوجوان! نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی ہے

از برائے چارۂ ایں خوفہا — آمد اندر ہر نمازے اِھْدِنَا[3]
اِن ہی اندیشوں کے علاج کے لئے — ہر نماز میں "اے اللہ ہماری رہنمائی فرما" آیا ہے

کیں نمازم را میامیز اے خدا — با نمازِ ضالین و اہلِ ریا
کہ اے اللہ! میری اِس نماز کو نہ بلا — گمراہوں اور ریاکاروں کی نماز کے ساتھ

از قیاسے کہ بکرد آں کر چنیں — صحبتِ[4] دہ سالہ باطل شد بدیں
اُس اٹکل کی وجہ سے جو اُس بہرے نے کی — دس سال کی دوستی ٹوٹ گئی

خواجہ پندارد کہ طاعت می کُند — بیخبر کز معصیت جاں می کُند
جناب سمجھ رہے ہیں کہ عبادت کرتے ہیں — اِس سے بیخبر ہیں کہ گناہ کی وجہ سے جان کو ہلاک کر رہے ہیں

رَو قیاسِ خویشتن را ترک کُن — کز قیاست تو شود ریشِ کُہن
جا، اپنا قیاس چھوڑ — کیونکہ تیرے قیاس کی وجہ سے زخم پرانا بن جائیگا

خاصہ اے خواجہ قیاسِ حسِّ دُوں — اندر آں وحیِ کہ ہست از حد فزوں
اے صاحب! خصوصاً وہ قیاس جو ناقص حس کے ذریعہ ہو — اُس وحی میں جو (تیری) حد سے آگے ہے

گوشِ حسِّ تو بحرف ار درخورست — داں کہ گوشِ غیب گیرِ تو کرست
تیرے حس کا کان اگر حرفوں کے لائق ہے (بھی) — (تو) سمجھ لے کہ تیرا غیب کو سننے والا کان بہرا ہے

در بیان آنکہ اوّل کسیکہ در مقابلِ نصِّ صریح قیاس آورد ابلیس بود

اِس بیان میں کہ جس نے سب سے پہلے صریح نص کے مقابلہ میں قیاس کیا وہ شیطان تھا

اوّل آں کس کیں قیاسکہا نمود — پیشِ انوارِ خدا ابلیس بود
سب سے پہلا شخص جس نے یہ بیہودہ قیاس کئے — خدائی انوار کے مقابلہ میں وہ شیطان تھا

---

[1] ہمسایہ۔ پڑوسی۔ فَاتَّقُوْا۔ پس بچو۔ النَّار۔ آگ۔ اَلَّتِیْ۔ جس کو۔ اَوْقَدْتُمْ۔ تم نے بھڑکایا۔ اِنَّکُمْ۔ بیشک تم۔ فِی الْمَعْصِیَۃِ۔ گناہ میں۔ اِزْدَدْتُمْ۔ تم بڑھ گئے۔

[2] گفت پیغمبر۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد میں آیا اور اُس نے رکوع سجدہ ٹھیک کیے بغیر نماز پڑھی اور پھر آنحضورؐ کو سلام کیا۔ آنحضورؐ نے فرمایا جاؤ تم نے نماز نہیں پڑھی دوبارہ پڑھو تین بار ایسا ہی ہوا پھر آنحضورؐ نے اُس کو صحیح نماز کا طریقہ بتایا۔ یہ روایت اُس شخص کے بارے میں ہے جس نے تعدیلِ ارکان نہیں کی تھی، اُس کو ریاکار فرمانا ثابت نہیں ہے۔

[3] اِھْدِنَا۔ اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ سورۂ فاتحہ میں ہر نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ ضالین۔ ضال کی جمع ہے، گمراہ۔ اہلِ ریا۔ ریاکار۔

[4] صحبتِ دہ سال۔ بہرے اور بیمار پڑوسی کی دس سالہ ملاقات۔ ریشِ کُہن۔ پرانا زخم، ناسور۔ حسِّ دُوں۔ کمتر درجہ کے حواس۔ از حد فزوں۔ وحیِ الٰہی کا حقیقی اِدراک ظاہری حواس سے نہیں ہو سکتا ہے۔ درخور۔ لائق۔ قیاسک۔ کاف تحقیر کے لئے ہے چونکہ یہ قیاس نص کے مقابلہ میں ہے۔

گفت نار از خاک بیشک بہتر ست — من[۱] ز نار و او ز خاکِ اکدر ست

اُس نے کہا کہ یقیناً آگ مٹی سے بہتر ہے — میں آگ سے اور وہ (آدم) تاریک مٹی سے بنا ہے

پس قیاسِ فرع بر اصلش کنیم — او ز ظلمت ما ز نورِ روشنیم

ہم فرع کو اصل پر قیاس کریں گے — وہ تاریکی سے، میں روشن نور سے (بنا) ہوں

گفت حق نے بلکہ لا انساب شد — زہد و تقویٰ فضل را محراب شد

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا نہیں بلکہ نسبت کچھ نہیں ہے — پرہیزگاری اور تقویٰ بزرگی کا مقام بنگیا ہے

این نہ میراثِ جہانِ فانی ست — کہ بہ انسابش بیابی جانی ست

یہ فانی دنیا کی وراثت نہیں ہے — جسکو تو نسب کی بنیاد پر حاصل کرلے (بلکہ) روحانی

بلکہ این میراثہائے انبیاست — وارثِ این جانہائے اتقیاست

بلکہ یہ انبیاء کا ورثہ ہے — اس کی وارث متقیوں کی جانیں ہیں

پورِ آن بوجہل شد مومن عیان — پورِ[۲] آن نوحِ نبی از گمرہان

ابوجہل کا بیٹا علی الاعلان مومن بنا — نوح نبیؑ کا بیٹا گمراہوں میں سے (بنا)

زادۂ خاکی منور شد چو ماہ — زادۂ آتش توئی اے روسیاہ

خاک سے پیدا شدہ چاند کی طرح منور ہوا — اے روسیاہ! تو آگ سے پیدا شدہ ہے

این قیاسات و تحری روزِ ابر — یا بشب مر قبلہ را کردست جبر

یہ اٹکل اور قیاس ابر کے دن — یا رات میں قبلہ کا بدل ہیں

لیک با خورشید و کعبہ پیشِ رو — این قیاس و این تحری را مجو

لیکن سورج اور کعبہ کے سامنے ہوتے ہوئے — یہ قیاس اور یہ اٹکل کام میں نہ لا

کعبہ نادیدہ مکن رو زو متاب — از قیاس اللہ اعلم بالصواب

کعبہ کو اَن دیکھا نہ بنا اُس سے مُنہ نہ موڑ — قیاس کر کے، (اور) اللہ بہتر جانتا ہے

چون صفیرے بشنوی از مرغِ حق[۳] — ظاہرش را یاد گیری چون سبق

جب تو طائر قدس کی آواز سن لیتا ہے — اُس کے ظاہر کو سبق کی طرح رٹ لیتا ہے

وانگہے از خود قیاساتے کنی — مر خیالِ محض را ذاتے کنی

پھر اپنی جانب سے قیاسات کرتا ہے — محض خیال کو تو ذات بنا لیتا ہے

اصطلاحاتے ست مر ابدال را — کہ نباشد زان خبر اقوال را

ابدال کی خاص اصطلاحیں ہیں — (صاحب) اقوال کو اُن کا علم نہیں ہوتا ہے

[۱] من ز نار۔ شیطان کا مادہ ناری ہے اور آدم علیہ السلام کا خاکی ہے۔ اکدر۔ زیادہ میلا، تاریک۔ فرع۔ شاخ۔ کنیم۔ قیاس میں کسی جزوی مسئلہ کو کسی کلیہ سے مستنبط کیا جاتا ہے تو فرع سے مراد وہ جزوی مسئلہ ہے اور اصل سے کلیہ مراد ہے۔ لا انساب۔ انسانی نسب کا روحانی معاملوں میں اعتبار نہیں ہے۔ محراب۔ صدر مقام۔ پور۔ بیٹا۔ ابوجہل کا بیٹا حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ آخر میں مسلمان ہوئے اور بڑے کارنامے کئے جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

[۲] پور نوح۔ نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان ایمان نہ لایا اور طوفان میں غرق ہوا۔ زادۂ خاکی حضرت آدم علیہ السلام۔ زادۂ آتش۔ شیطان۔ تحری۔ اٹکل لگانا ابر کے دن یا رات میں اگر سمت قبلہ معلوم نہ ہو تو جس طرف بھی قبلہ ہونیکا زیادہ گمان ہو نماز پڑھ لی جاتی ہے اور وہ نماز درست ہوتی ہے خواہ قبلہ کی مخالف سمت کو پڑھی گئی ہو۔ کعبہ نادیدہ۔ اگر کعبہ سامنے ہو تو اُس کو اَن دیکھا بنا کر تحری کرنا غلط ہوگا۔

[۳] مرغ حق۔ انبیاء و اولیاء، حظیرۂ قدس کے طائر کہلاتے ہیں۔ چون سبق یعنی صرف حروف رٹ لینا۔ خیال یعنی غیر موجود چیز۔ ذات یعنی حقیقت۔ اقوال۔ یعنی وہ لوگ جو الفاظ رٹے ہوئے ہیں اور معانی سے بہت دور ہیں بعض نسخوں میں عقّال ہے جو عاقل کی جمع ہے۔

مَنطق[۱] الطیری بصوت آموختی
تونے پرندوں کی بولی آواز سے سیکھ لی
صد قیاس و صد ہوس افروختی
(اور) سینکڑوں قیاس اور سینکڑوں ہوسیں روشن کردیں

ہمچو آں رنجور دلہا از تو خست
اُس بیمار کی طرح، تجھ سے بہت سے دل شکستہ ہوگئے
کر بہ پندار اصابت گشت مست
بہرا درستگی کے گھمنڈ سے مست ہوگیا

کاتب آں وحی زاں آوازِ مُرغ
اُس وحی کا کاتب طائرِ قدس کی آواز سے
بُردہ ظنّے کو بُود انبازِ مرغ
گمان کرنے لگا کہ وہ طائرِ قدس کا شریک ہے

مُرغ پرّے زد مرا اُو را کور کرد
طائرِ قدس نے ایک پر مارا (اور) اُسکو اندھا کردیا
نک فرو بردش بقعرِ مرگ و درد
اُس کو موت اور عذاب کے گڑھے میں اُتار دیا

ہیں[۲] بعکسے یا بظنّے ہم شما
خبردار! تم بھی پرتو یا گمان کی وجہ سے
در میفتید از مقاماتِ سما
آسمانی مراتب سے نہ گر پڑنا

گرچہ ہاروتید و ماروت و فزوں
اگرچہ تم ہاروت اور ماروت ہو اور بڑھ کر
از ہمہ بر بامِ نَحنُ الصَّافُّون
سب سے "ہم صف بندی کرنیوالے ہیں" کے ایوان پر

ق
بر بدیہائے بداں رحمت کنید
بُروں کی بُرائی پر رحم کرو
بر منی و خویش بینی کم تنید
خودی اور خود پسندی پر نہ اکڑو

ہیں مبادا غیرت آید از کمیں
خبردار! غیرتِ (خداوندی) گھات سے نہ نکل آئے
سر نگوں افتید در قعرِ زمیں
(اور) زمین کے گڑھے میں اوندھے گرو

ہر دُو گفتند اے خدا فرماں تراست
(ہاروت ماروت) دونوں نے کہا اے خدا! حکم تیرا ہے
بے امانِ تو امانے خود کجاست
تیری امان کے بغیر امان کہاں ہے؟

ایں ہمی گفتند دل[۳] شاں می طپید
یہ وہ کہہ رہے تھے (اور) اُن کا دل بے چین تھا
بد کجا آید ز ما نِعمَ العَبید
ہم بہترین غلاموں سے بُرائی کیسے سرزد ہوسکتی ہے!

خارِ خارِ دو فرشتہ ہم نہشت
اُن دونوں فرشتوں کے وسوسوں نے نہ چھوڑا
تا کہ تخمِ خویش بینی را نکشت
جب تک کہ خود بینی کا بیج نہ بو دیا

بس ہمی گفتند کاے ارکانیاں
وہ کہتے تھے، اے عناصر سے بنے ہوؤ!
بے خبر از پاکیِ رُوحانیاں
روحانی مخلوق کی پاکیزگی سے بے خبر

ق
ما کہ بر گردوں تتقہا می تنیم
ہم جو کہ آسمان پر (عبادت کے) خیمے تانتے ہیں
بر زمیں آئیم و شادُرواں زنیم
ہم زمین پر آئیں گے اور (کارناموں کے) شامیانے لگائیں گے

---

[۱] مَنطق الطیر۔ پرندوں کی بولی، یہاں سے مولانا نے اولیاء کے مقابلہ میں قیاس آرائی کی بُرائی ظاہر کی ہے۔ رنجور۔ جس طرح بہرے سے وہ مریض دل شکستہ ہوا، بزرگوں کے دل تجھ سے خستہ ہوں گے۔ آوازِ مرغ۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آیات کی تلاوت۔ مرغ۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ کو۔ یعنی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو یہ خیال ہو گیا کہ میں وحی میں شریک ہوں، مجھ پر بھی وحی آتی ہے۔

[۲] ہیں۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ کا مقولہ ہے اور خطاب ہاروت و ماروت کو ہے۔ نَحنُ الصَّافُّون۔ ہم صف بستہ ہیں یہ فرشتوں کا مقولہ ہے تنی۔ انانیت، خودی۔ تنیدن۔ تننا، اکڑنا۔ غیرت۔ یعنی خدائی غیرت۔ کمیں۔ گھات۔ قعر۔ گہرائی۔ فرماں تراست۔ تجھے حکم دینے کا حق ہے۔

[۳] دل شاں می طپید۔ اُن کے دل بے چین تھے، چونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ان سے بدی کا صدور ممکن نہیں ہے۔ نِعمَ العَبید۔ اچھے غلام۔ خار خار۔ وسوسے جو دل میں کانٹے کی طرح چبھتے ہیں۔ ارکانیاں۔ وہ جو ارکانِ اربعہ یعنی چار عنصروں سے بنے ہیں۔ تتق۔ بڑا خیمہ۔ شادُرواں۔

ہر دو شاں گفتند مارا باک نیست
ان دونوں نے کہا ہمیں کوئی پروا نہیں ہے
کہ سرشتِ ما ز آب و خاک نیست
اس لئے کہ ہمارا خمیر پانی اور مٹی کا نہیں ہے

عدل ورزیم و عبادت آوریم
ہم انصاف کریں گے اور عبادت بجا لائینگے
باز ہر شب سوئے گردوں بر پریم
پھر ہر رات کو آسمان پر اڑ جائیں گے

تا شویم اعجوبۂ دورِ زماں
یہاں تک کہ ہم دورِ زمانہ کے انوکھے بنجائینگے
تا نہیم اندر زمیں امن و اماں
(کیونکہ) ہم زمین پر امن وامان قائم کرینگے

آں قیاسِ حالِ گردوں بر زمیں
آسمان کے حال کو زمین پر قیاس کرنا
راست ناید فرق دارد در کمیں
درست نہ ہوگا، گہرا فرق ہے

در بیانِ آنکہ حالِ خود و مستیِ خود پنہاں باید داشت
اس کا بیان کہ اپنی حالت اور اپنی مستی کو چھپانا چاہیئے

بشنو الفاظِ حکیمِ پردۂ
رازداں حکیم کے الفاظ سن
سر ہم آنجا بنہ کہ بادہ خوردۂ
جس جگہ تونے شراب پی ہے وہیں سر رکھدے

مستے از میخانہ چوں ضال شد
کوئی مست جب کسی میخانہ سے بھٹک گیا
تسخر و بازیچۂ اطفال شد
وہ بچوں کے لئے مسخرہ اور کھلونا بن گیا

می فتد او سو بسو بر ہر رہے
وہ اِدھر اُدھر ہر راستہ پر گرتا ہے
در گل و می خندش ہر ابلہے
کیچڑ میں، اور اس پر ہر احمق ہنستا ہے

او چنیں و کودکاں اندر پیش
وہ اس حال میں اور بچے اس کے پیچھے
بے خبر از مستی و ذوقِ میش
بے خبر اس کی شراب اور مستی کے ذوق سے

خلق اطفال اند جز مستِ خدا
مخلوق بچے ہیں، خدا کے مست کے علاوہ
نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا
بالغ کوئی نہیں ہے اسکے علاوہ جو نفسانی خواہش سے نجات پا گیا

گفت دنیا لعب و لہو ست و شما
(اللہ نے) فرمایا ہے دنیا کھیل کود ہے اور تم
کودکید و راست فرماید خدا
بچے ہو اور خدا درست فرماتا ہے

از لعب بیروں نرفتی کودکی
تو کھیل کود سے باہر نہیں نکلا، تو بچہ ہے
بے زکاتِ روح کے باشد زکی
روح کی پاکیزگی کے بغیر تو پاک کب ہو سکتا ہے؟

چوں جماعِ طفل داں ایں شہوتے
تو اس شہوت کو بچے کے جماع کی طرح سمجھ
کہ ہمی رانند ایں جا اے فتے
جسکو وہ یہاں پورا کر رہے ہیں، اے نوجوان!

اعجوبہ تعجب کی چیز۔ دربیان۔ اِن اشعار کا مقصد یہ ہے کہ اہلِ باطن کو اسرار کا اظہار نہ کرنا چاہیئے تاکہ عوام غلط قیاس آرائی کرکے تباہ نہ ہوں حکیم۔ اس سے حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں۔ سر نہادن۔ پڑ رہنا۔ ضال۔ راستہ بھول جانے والا مسافر۔
تسخر۔ تمسخر۔ بازیچہ کھلونا۔ پیش۔ پیچھے۔ مستِ خدا۔ عاشق خدا۔ رہیدہ۔ آزاد۔
گفت۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ۔ "دنیا کی زندگی تو محض جی کا بہلاوا اور کھیل ہے"، لہٰذا دنیا دار بچے ہیں جو دنیا کے کھلونے سے کھیلتے ہیں۔ زکات۔ پاکیزگی۔ زکی۔ پاکیزہ۔

این جماعِ طفل چہ بُوَد بازئے — با جماعِ رُستمے و غازئے
بچہ کا جماع کیا ہوتا ہے! محض کھیل — رُستم اور غازی کے جماع کے سامنے

جنگِ خَلقاں ہمچو جنگِ کودکاں — جملہ بے معنیٰ و بے مغز و مُہاں
لوگوں کی لڑائی بچوں کی لڑائی جیسی ہے — سب بے معنیٰ اور بے مغز اور حقیر

جملہ با شمشیرِ چوبیں جنگِ شاں — جملہ در لَا یَنْبَغِی آہنگِ شاں
اِن کی لڑائی لکڑی کی تلواروں سے ہے — اُن کا قصد و ارادہ سب غیر مناسب میں داخل ہے

جملہ شاں گشتہ سوارہ بر نئے — کایں بُراقِ ماست یا دُلدل پئے
سب لکڑی کے سوار بنے ہوئے ہیں — کہ یہ ہمارا بُراق ہے یا دُلدل قدم ہے

حامِل اند و خود ز جہل افراشتہ — راکب و محمولِ رہ پنداشتہ
وہ لدے ہوئے ہیں اور نادانی سے اپنے آپکو بلند کئے ہوئے — راستہ کا سوار اور چڑھا ہوا سمجھتے ہیں

باش تا روزے کہ محمولانِ حق — اسپ تازاں بگذرند از نُہ طبق
ٹھہر، جب تک حق کے سوار کسی دن — گھوڑے دوڑاتے ہوئے نو آسمانوں سے گذر جائیں

یَعْرُجُ الرُّوحُ اِلَیْهِ وَالْمَلَكْ — مِنْ عُرُوجِ الرُّوحِ یَهْتَزُّ الْفَلَكْ
فرشتے اور روح اُس (اللہ تعالیٰ) کیطرف چڑھیں گے — روح کے چڑھنے سے آسمان جھومے گا

ہمچو طفلاں جملہ تاں دامن سوار — گوشۂ دامن گرفتہ اسپ وار
بچوں کی طرح تم سب دامن پر سوار ہو — گھوڑے کی طرح دامن کو پکڑے ہوئے ہو

از حق اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِی رسید — مرکبِ ظن بر فلکہا کے دوید
اللہ (تعالیٰ) کیجانب سے "گمان فائدہ نہیں دیتا ہے" — گمان کا گھوڑا آسمانوں پر کب دوڑا ہے!

اَغْلَبُ الظَّنَّیْنِ فِی تَرْجِیْحِ ذَا — لَا تُمَارِ الشَّمْسَ فِی تَوْضِیْحِهَا
دو گمانوں میں سے زیادہ غالب اُسکی ترجیح کیلئے ہے — سورج کی وضاحت میں نہ جھگڑ

آفتابِ حق چو گردد مستوی — در قیامت بر رشید و بر غوی
حق کا سورج جب سر پر آجائے گا — ق — قیامت میں راہ یاب اور گمراہ پر

آنگہے بینند مرکبہائے خویش — مرکبے سازیدہ اندازِ پائے خویش
اُس وقت اپنی سواریوں کو دیکھیں گے — کہ انھوں نے اپنے پیر کو سواری بنایا ہے

وہم و حس و فکر و ادراکِ شما — ہمچو نے داں مرکبِ کودک ہلا
تمہارا وہم اور حس اور فکر اور معلومات — آگاہ! اُن کو بچہ کی بانس کی سواری کی طرح سمجھ

لہ جماعِ طفل۔ نابالغ بچہ کے جماع کا کوئی نتیجہ نہیں ہے اسیطرح اہلِ دنیا حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ فتے۔ فتی کا امالہ ہے نوجوان۔ خَلقاں خَلق کی جمع، مخلوق۔ لَا یَنبَغِی۔ غیر مناسب چیزیں۔ نے، بانس، عموماً بچے بانس پر سوار ہو کر اُسکو گھوڑا سمجھ کر کھیلتے ہیں ایسے ہی اہلِ ظاہر غیر حقیقی دلائل پر سوار ہیں۔ بُراق۔ وہ سواری جو آنحضور ؐ کو معراج میں ملی تھی۔

ٹہ دُلدل۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خچر جو حاکمِ اسکندریہ نے بطور تحفہ دیا تھا۔ حامِل۔ اُٹھانیوالا، سواری۔ راکب۔ سوار۔ محمول۔ سوار۔ محمولانِ حق۔ خدائی سوار۔ نُہ طبق۔ نو آسمان۔ یَعرُج۔ چڑھیگا۔ یہتز۔ جھومیگا۔ ہمچو۔ بچے یہ بھی کرتے ہیں کہ اپنے دامن کو ہی ٹانگوں کے درمیان کر کے اُسکو گھوڑا تصور کر لیتے ہیں۔ یہی حال اہلِ ظاہر کا ہے جو غلط دلائل پر سوار ہیں اِنَّ الظَّنَّ۔ قرآن پاک میں ہے۔ وہ لوگ صرف گمان کا اِتباع کرتے ہیں اور گمان حق بات کے مقابل کچھ مفید نہیں ہے لہٰذا حقائقِ باطنہ کا محض ظن کی بنیاد پر انکار درست نہیں ہے۔

ٹہ اَغلب۔ یعنی ظنِ غالب پر تو جب عمل ہوتا ہے جبکہ اُسکے مقابلہ میں بھی ظن ہی ہو یقین کے بالمقابل ظن بالکل باطل ہے، جب سورج سامنے ہو تو اُسکے انکار

عِلمہائے اہلِ دل حمّالِ شاں
اہلِ دل کے علوم اُن کی سواری ہیں

عِلمہائے اہلِ تن احمالِ شاں
تن پروروں کے عِلم اُن کا بوجھ ہوگا

عِلم چوں بر دل زند یارے شود
عِلم جب دل پر اثر کرے، مددگار ہوگا

عِلم چوں بر تن زند بارے سود
عِلم جب بدن پر اثر کرے، بوجھ ہوگا

گفت ایزد یَحْمِلُ اَسْفَارَہٗ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ اپنی کتابیں لادے ہوئے ہے

بار باشد عِلم کاں نبوُد زِ ھُو
وہ عِلم بوجھ ہوتا ہے جو اللہ کی جانب سے نہ ہو

عِلم کاں نبوُد زِ ھُو بے واسطہ
جو علم اللہ تعالیٰ کی جانب سے بلاواسطہ نہ ہو

آں نپاید ہمچو رنگِ ماشِطہ
وہ پائیدار نہیں ہوتا ہے مشاطہ کے (لگائے ہوئے) رنگ کی طرح

لیک چوں ایں بار را نیکو کشی
لیکن جب تو اِس بوجھ کو اچھی طرح کھینچے گا

بار بَرگیرند و بخشندت خوشی
بوجھ اُتار لیں گے اور تجھے خوشی بخشیں گے

ہیں بکش بہرِ خدا ایں بارِ عِلم
خبردار! علم کے اِس بوجھ کو اللہ کے لئے اٹھا

تا بہ بینی در دروں انبارِ عِلم
یہاں تک کہ تو (اپنے) اندر علم کے انبار دیکھے

ہیں مکش بہرِ ہوا ایں بارِ عِلم
خبردار! علم کے اِس بوجھ کو (خواہشِ نفسانی کیلئے نہ اٹھا)

تا شوی راکب تو بر رہوارِ عِلم
تاکہ تو علم کے گھوڑے پر سوار ہو جائے

چونکہ بر رہوارِ عِلم آئی سوار
جب تو علم کے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے گا

بعد ازاں افتد ترا از دوش بار
اِس کے بعد تیرے کندھے سے بوجھ ہلکا ہوگا

از ہوا ہا کے رہی بے جامِ ھُو
محبتِ الٰہی کے جام کے بغیر تو خواہشات سے کب چھوٹے گا

اے زِ ھُو قانع شدہ با نامِ ھُو
اے وہ کہ جو اللہ کی ذات کی بجائے نام پر قانع ہو گیا ہے

از صفت وز نام چہ زاید خیال
(اللہ کی) صفت اور نام سے کیا پیدا ہوتا ہے؟ خیال

واں خیالش ہست دلّالِ وصال
اور وہ اُس کا خیال، وصال کا راہنما ہے

دیدہٗ دلّال بے مدلول ہیچ
کبھی تو نے کوئی راہنما بغیر مقصود کے دیکھا ہے

تا نباشد جادہ نبوُد غولِ ہیچ
جب تک راستہ نہ ہو، کبھی چھلاوا نہیں ہوتا ہے

ہیچ نامے بے حقیقت دیدہٗ
تو نے کبھی کوئی نام بغیر مسمّیٰ کے دیکھا ہے؟

یا ز گاف و لامِ گُل گُل چیدہٗ
یا (لفظ) گُل کے گاف اور لام سے تو نے پھول چنے ہیں

اسم خواندی رَو مسمّیٰ را بجو
تو نے نام پڑھ لیا، جا نام والے کو ڈھونڈ

مہ ببالا داں نہ اندر آبِ جو
چاند کو اوپر سمجھ، نہ کہ نہر کے پانی میں

ــــــــ

لہ عِلمہائے۔ یقینی علوم راحت رساں ہیں، ظنّی علوم وبالِ جان ہیں۔ حَمّال۔ بوجھ اٹھانے والا۔ اَحمال۔ حِمل کی جمع، بوجھ۔ بر دل۔ یعنی وہ علم جو بطریق الہام اور وحی حاصل ہو۔ بر تن۔ یعنی وہ علم جو بدن کے حواس کے ذریعہ حاصل ہو۔ یحمل۔ قرآن پاک میں ہے جن لوگوں پر تورات پر عمل کرنے کا بار ڈالا گیا پھر وہ اُس پر کاربند نہ ہوئے اُن کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔

لہ اَسفار۔ سِفر کی جمع ہے، کتب۔ ھُو۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ بے واسطہ۔ کسبی علوم کے بعد دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے جو وہبی ہے یہاں علم سے یہی کیفیت مراد ہے۔ ماشطہ۔ مشاطہ، نائن جو دلہن کو بناؤ سنگھار کراتی ہے۔ ایں بار۔ یعنی کسبی علوم بیکار نہیں ہیں اُنکو اللہ کیلئے حاصل کیا جائے تو نور عطا ہو جاتا ہے۔ بار یعنی کسبی علوم کی کثافت اور بوجھ ہلکا ہو جائیگا۔ زِ ھُو قانع شدہ۔ مؤمن کو اللہ کی ذات کا طالب بننا چاہیئے محض اللہ کے نام پر اکتفا نہ کرنا چاہیئے۔

لہ از صفت۔ یعنی اللہ کے اسماء اور صفات کا ورد ذات تک پہنچنے میں رہنمائی کرتا ہے۔ دیدہٗ۔ دلالت کرنیوالے کا وجود اُس چیز کے وجود کی علامت ہے جس پر وہ دلالت کرتا ہے، عوام کا خیال ہے کہ راستوں پر چھلاوے

گر ز نام و حرف خواہی بگذری [1] | پاک کن خود را ز خود ہیں یکسری

تو اگر نام اور حرفوں سے آگے بڑھنا چاہتا ہے | تو خبردار! اپنے آپ کو خودی سے بالکل پاک کرلے

ہمچو آہن ز آہنی بیرنگ شو | در ریاضت آئینۂ بے زنگ شو

لوہے کی طرح لوہے پن سے بے تعلق ہو جا | ریاضت کر کے بغیر زنگ کا آئینہ بن جا

خویش را صافی کن از اوصافِ خود | تا بہ بینی ذاتِ پاکِ صافِ خود

اپنے آپ کو اپنے اوصاف سے صاف کرلے | تاکہ تو اپنی پاک، صاف ذات کو (اس حالت میں) دیکھے

ق

بینی اندر دل علومِ انبیا | بے کتاب و بے مُعید و اوستا

(کہ) تو دل میں انبیاء کے علوم دیکھے | بغیر کتاب اور بغیر دُہرانے والے کے اور بغیر استاد کے

گفت پیغمبر [2] کہ ہست از امتم | کو بود ہم گوہر و ہم ہمتم

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میری امت میں ایک | جو میرے جوہر اور میری ہمت میں میرا شریک ہوگا

مر مرا زاں نور بیند جانِ شاں | کہ من ایشاں را ہمی بینم بداں

ان کی جان مجھے اُس نور سے دیکھے گی | جس سے میں اُن کو دیکھتا ہوں

ق

بے صحیحین و احادیث و رُوات | بلکہ اندر مَشرب آبِ حیات

(مجھے بغیر نور سے دیکھے گا) بغیر صحیحین اور احادیث اور راویوں کے | بلکہ مَشرب (عشق) میں (جو) آبحیات ہے (دیکھے گا)

سِرّ اَمْسَیْنَا لُکْرُدِیًّا [3] بداں | رازِ اَصْبَحْنَا عَرَابِیًّا بخواں

"ہم نے کُردی ہو کر شام گذاری" کے راز کو سمجھ | "ہم نے عربی ہو کر صبح کی" کے راز کو پڑھ

سِرّ اَمْسَیْنَا وَ اَصْبَحْنَا ترا | می رساند جانبِ راہِ خدا

تجھے اَمْسَیْنَا اور اَصْبَحْنَا کا راز | راہِ خدا کی جانب پہنچا دے گا

ور مثالے خواہی از علمِ نہاں | قصہ گو از رومیان و چینیاں

اگر تو علمِ لدنی کی مثال چاہتا ہے | تو رومیوں اور چینیوں کا قصہ دُہرا

قصۂ مِرے کردنِ رومیان و چینیاں در علمِ نقاشی و صورتگری

نقاشی اور مصوری کے علم میں رومیوں اور چینیوں کے مقابلہ کا قصہ

چینیاں گفتند ما نقاش تر | رومیاں گفتند ما را کرّ و فر

چینیوں نے کہا کہ ہم بڑے نقاش ہیں | رومیوں نے کہا کہ ہم شان و شوکت والے ہیں

گفت سلطاں امتحاں خواہم دریں | کز شما خود کیست در دعویٰ گزیں

بادشاہ نے کہا میں اس معاملہ میں امتحان لونگا | کہ دعوے میں تم میں سے کون بہتر ہے؟

[1] گر ز نام: اسماء الٰہی سے ذات الٰہی تک اُسوقت پہنچ گے جب خودی سے اپنے آپکو پاک کرلوگے۔ ہمچو آہن: آئینہ لوہے سے بنایا جاتا تھا۔ اُسکو زنگ سے صاف کر کے صیقل کر دیا جاتا تھا جس میں عکس نظر آنے لگتا تھا، اگر لوہے میں اُسکا اپنا زنگ رہے تو اُسمیں عکس نمودار نہ ہوگا۔ خویش را: دل کے زنگ کو دُور کردو گے تو اُسمیں انبیاء کے علوم کا عکس نظر آسکیگا۔ مُعید: سبق دہرانیوالا۔ تکرار کرانیوالا۔

[2] گفت پیغمبر: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ اُمّت میں ایسے لوگ پیدا ہونگے جو میرے جوہرِ علم و ہمت میں میرے شریک ہونگے ایک روایت میں ہے: میری امت میں وہ لوگ ہونگے جنکو اللہ کیطرف سے اِلہام ہوگا۔ صحیحین: دو صحیح کتابیں یعنی امام بخاری کی صحیح اور امام مسلم کی صحیح بلکہ مشاہدہ کی یہ صورت مشربِ عشق سے حاصل ہوتی ہے جو روح کے لئے آبِ حیات ہے۔

[3] سِرِّ اَمْسَیْنَا: جعفر ابو الوفاءؒ کرد قوم میں سے تھے جو عربی سے ناواقف تھے، حضرتِ حق نے اُنکو ایک شب میں علومِ عربیہ عطا فرما دیئے۔ صبح کو جب اُنھوں نے وعظ فرمایا تو کہا شام کو میں کُردی تھا اور عربی سے ناواقف تھا اللہ کا کرم ہے کہ اُسنے رات میں عربی علوم عطا فرما دیئے اور میں صبح کو عربی ہو گیا ہوں۔ صورتگری: مصوری، علمِ باطن کے حصول کی صورت اس قصہ سے سمجھائی ہے۔ کرّوفر: شان و شوکت۔ گزیں: پسندیدہ۔

اہلِ چین و روم چوں حاضر شدند
چینی اور رومی جب آئے

رومیاں در علم واقف تر بُدند
(تو) رومی باعتبار علم زیادہ ماہر تھے

چینیاں گفتند خدمت[1] ما کُنیم
چینیوں نے کہا ہم محنت کرینگے

رومیاں گفتند بر حکمت تنیم
رومیوں نے کہا ہم حکمت و دانائی دکھائیں گے

چینیاں گفتند یک خانہ بما
چینیوں نے کہا ایک گھر

خاص بسپارید و یک آنِ شما
خاص طور پر ہمارے سپرد کر دو اور ایک تم لیلو

بود دو[1] خانہ مُقابل در بدر
آمنے سامنے کے دو گھر بالمقابل تھے

زاں یکے رومی ستد چینی دگر
اُن میں سے ایک رومیوں نے دوسرا چینیوں نے لے لیا

چینیاں صد رنگ از شہ خواستند
چینیوں نے بادشاہ سے سَو قسم کے رنگ مانگے

پس خزینہ باز کرد آں ارجمند
اُس اقبال مند (بادشاہ) نے خزانہ کھول دیا

ہر صباحے از خزینہ رنگہا
ہر صبح کو خزانے سے رنگوں کے لئے

چینیاں را راتبہ بود و عطا
چینیوں کو مقرر رقم بلکہ اور کچھ زیادہ مل جاتا

رومیاں گفتند نے نقش و نہ رنگ
رومیوں نے کہا نہ نقش اور نہ رنگ

در خور آید کار را جز دفع[2] زنگ
کام میں آئے گا، سوائے زنگ صاف کرنے کے

در فرو بستند و صیقل می زدند
اُن (رومیوں) نے دروازہ بند کیا اور مانجھنے لگے

ہمچوں گردوں سادہ و صافی شدند
(در و دیوار) آسمان کیطرح سادہ اور صاف ہو گئے

از دو[3] صد رنگی بہ بیرنگی رہے ست
زنگارنگی (عالمِ کثرت) سے (بے رنگی) عالمِ وحدت کیطرف

رنگ چوں ابر ست و بیرنگی مہے ست
رنگ ابر کیطرح اور بے رنگی چاند کی طرح ہے

ہر چہ اندر ابر ضو بینی و تاب
تو ابر میں جو کچھ روشنی اور چمک دیکھتا ہے

آں ز اختر دان و ماہ و آفتاب
وہ ستاروں اور چاند اور سورج کی وجہ سے سمجھ

چینیاں چوں از عمل فارغ شدند
جب چینی کام سے فارغ ہوئے

از پئے شادی دُہلہا می زدند
اُنھوں نے خوشی میں ڈھول بجائے

شہ در آمد دید آنجا نقشہا
بادشاہ آیا اُس نے اُس جگہ نقش دیکھے

می ربود آں عقل را و فہم را
جو عقل اور سمجھ کو دنگ کر رہے تھے

بعد ازاں آمد بسوئے رومیاں
اُس کے بعد (بادشاہ) رومیوں کی طرف آیا

پردہ را بالا کشیدند از میاں
اُنھوں نے درمیان سے پردے کو اوپر کھینچ دیا

---

[1] خدمتہا یعنی قوتِ عمل سے کام لیں گے۔ تنیم۔ مشغول ہونگے۔ آن۔ ملکیت۔ در بدر یعنی دونوں کے دروازے آمنے سامنے تھے۔ راتبہ۔ دونوں کا مقرر عطیہ۔ عطا۔ بخشش جو مقرر نہ ہو۔

[2] دفعِ زنگ۔ یعنی ہمیں رنگ و روغن مفید نہ ہوگا، بلکہ دیواروں کو صاف کرنا اور مانجھنا مفید ہوگا۔ ہمچو گردوں۔ مکان کو آسمان کی طرح صاف ستھرا کر دیا۔

[3] از دو صد۔ یعنی عالمِ کثرت عالمِ وحدت کا لازمہ ہے۔ یہاں سے مولانا کا ذہن چینیوں کی زنگارنگی اور رومیوں کی بے رنگی سے کثرت کی زنگارنگی اور وحدت کی بے رنگی کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔ ہر چہ۔ اَبر میں چمک اور روشنی اُن ستاروں یا چاند اور سورج کی وجہ سے ہوتی ہے جو اُس کے پیچھے ہوتے ہیں۔ اسی طرح عالمِ امکاں میں ہر کمال ذاتِ واحد سے آیا ہے۔ دُہلہا دُہل کی جمع ہے، ڈھول۔ پردہ را۔ یعنی رومیوں نے اپنے مکان پر جو پردہ ڈال رکھا تھا۔

عکسِ آں تصویر و آں کردارہا¹ — زد بریں صافی شدہ دیوارہا
(تو) اُن تصویروں اور دستکاریوں کا عکس — اُن صاف دیواروں پر پڑا

ہر چہ آنجا دید ایں جا بہ نمود — دیدہ را از دیدہ خانہ می ربود
(بادشاہ نے) جو وہاں دیکھا یہاں اس سے اچھا دیکھا — اور یہ منظر، آنکھوں کو حلقۂ چشم سے اُچک رہا تھا

رومیاں آں صوفیانند اے پدر — بے ز تکرار و کتاب و بے ہنر
اے بابا! رومی وہ صوفی ہیں — بغیر تکرار اور کتاب اور ہنر (آموزی) کے

لیک صیقل کردہ اند آں سینہا — پاک ز آز و حرص و بخل و کینہا
لیکن اُنھوں نے سینوں کو مانجھ لیا ہے — لالچ اور حرص اور بخل اور کینوں سے پاک (کر لیا ہے)

آں صفائے آئینہ وصفِ دل است — صورتِ بے منتہا را قابل است
آئینہ کی صفائی اُن کے دل کی صفت ہے — (جو) لا انتہا صورتوں کو قبول کرنے والا ہے

صورتِ بے صورتِ بے حد و عیب — زائینۂ دل تافت بر موسیٰ² ز جیب
صورت بغیر صورت کے جو بے حد اور بے عیب تھی — جو گریبان میں دل کے آئینہ سے حضرت موسیٰؑ پر چمکی تھی

گرچہ آں صورت نہ گنجد در فلک — نے بعرش و فرش و دریا و سمک
اگرچہ وہ صورت آسمان میں نہیں سماتی ہے — نہ عرش میں اور نہ زمین اور نہ دریا میں اور نہ مچھلی میں

زانکہ محدود است و معدود است آں — آئینۂ دل را نباشد حد بداں
اس لئے کہ یہ چیزیں محدود اور شمار میں آنیوالی ہیں — سمجھ لے دل کی آئینہ کی کوئی حد نہیں ہے

عقل³ اینجا ساکت آید یا مُضل — زانکہ دل با اوست یا خود اوست دل
عقل اس جگہ خاموش رہتی ہے یا گمراہ کرتی ہے — اسلئے کہ دل اُس سے ملا ہوا ہے یا خود وہی دل ہے

عکسِ ہر نقشے نتابد تا ابد — جز ز دل ہم با عدد ہم بے عدد
قیامت تک، ہر نقش کا عکس نہیں چمکتا ہے — دل کے علاوہ (کسی اور چیز پر)، خواہ وہ شمار میں آنیوالے ہوں یا ان گنت ہوں

تا ابد ہر نقشِ نو کاید برو — می نماید بے حجابے اندرو
قیامت تک کا ہر نیا نقش جو اس دل پر پڑتا ہے — کسی حجاب کے بغیر اُس میں نظر آتا ہے

اہلِ صیقل رستہ اند از بو و رنگ — ہر دمے بینند خوبی بے درنگ
صیقل کرنیوالے بُو اور رنگ سے نجات پا گئے ہیں — وہ انتہائی کو بلا توقف ہر وقت دیکھ لیتے ہیں

نقش و قشرِ علم را بگذاشتند — رایتِ عین الیقین افراشتند
اُنھوں نے نقش اور علم کے چھلکے کو چھوڑ دیا ہے — عین الیقین کا جھنڈا بلند کر دیا ہے

---

¹ کردارہا۔ صنعتیں۔ بہ۔ بہتر۔ دیدہ خانہ۔ آنکھوں کے حلقے۔ رومیاں آن صوفیاں۔ یعنی جس طرح رومیوں نے خود نقش و نگار نہیں بنائے بلکہ چینیوں کے نقش و نگار کو منعکس کر لیا اسیطرح صوفیاء اپنی لوحِ دل پر علومِ الٰہیہ کو منعکس کر لیتے ہیں۔ دل۔ دل ایسا آئینہ ہے کہ جب وہ صاف ہو جاتا ہے تو لا انتہا صورتوں کو اپنے اندر منعکس کر لیتا ہے۔

² بر موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ کو علمِ لدُنّی حاصل ہوا تھا جو لا انتہا تھا اور بے صورت تھا چونکہ وہ علم حصولی نہ تھا جو اشیاء کی صُور ذہنیہ کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے۔ گرچہ۔ وہ علمِ لدُنّی زمین آسمان اور دریا اور دریائی حیوانات میں نہیں سما سکتا چونکہ یہ سب چیزیں محدود ہیں اور وہ غیر محدود ہے لیکن آئینۂ دل میں غیر محدود کو قبول کر لینے کی صلاحیت ہے۔

³ اینجا۔ یعنی اس معاملہ میں کہ قلب میں علمِ لدُنّی سما سکتے ہیں۔ زانکہ۔ کیونکہ یہ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ قلب اور صورت میں اقتران ہے یا دونوں میں عینیت ہے۔ تا ابد۔ قیامت تک جس قدر نقوش ہیں خواہ محدود ہوں یا غیر محدود، دل کے سوا کسی آئینہ میں منعکس نہیں ہو سکتے ہیں۔ خوبی۔ علومِ محمودہ عین الیقین یقین کا آخری درجہ ہے۔

ذوق و فکر و روشنائی یافتند — بحرِ بہرِ آشنائی یافتند
اُن کو ذوق اور فکر اور روشنی حاصل ہو گئی ہے — انہوں نے تیراکی کے لئے سمندر پالیا ہے

مرگ کز وے جملہ اندر وحشت اند — می کنند ایں قوم بر وے ریشخند
موت جس سے سب خوف زدہ ہیں — یہ قوم اُس کی ہنسی اُڑاتی ہے

کس نیابد بر دلِ ایشاں ظفر — بر صدف آید ضرر نے بر گہر
(کیونکہ) اُن کے دل پر کوئی قابو نہیں پاسکتا ہے — ضرر سیپ کو پہنچتا ہے، نہ کہ موتی کو

گرچہ نحو و فقہ را بگذاشتند — لیک محو و فقر را برداشتند
اگرچہ اُنہوں نے نحو اور فقہ کو ترک کر دیا ہے — لیکن وہ فنا اور فقر کے حامل ہو گئے ہیں

تا نقوشِ ہشت جنّت تافت ست — لوحِ دل شاں را پذیرا یافت ست
جب سے آٹھوں بہشتوں کے نقوش اُبھرے ہیں — اُنکی لوحِ دل کو (عکس کی) قبول کرنے والی پایا ہے

برتر اند از عرش و کرسی و خلا — ساکنانِ مقعدِ صدقِ خدا
وہ عرش اور کرسی اور خلا سے بھی بہتر ہیں — (وہ) خدا کی سچائی کی نشستگاہ کے ساکن ہیں

صد نشاں دارند و محوِ مطلق اند — چہ نشاں بل عینِ دیدارِ حق اند
وہ سینکڑوں نشان رکھتے ہیں اور مطلق فنا ہیں — نشان کیا، بلکہ وہ اللہ کا بعینہٖ دیدار ہیں

پرسیدن پیغمبر زید را صلی اللہ علیہ وسلم کہ امروز چونی و چون برخاستی و جواب گفتن او کہ اصبحت مومنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرتِ زید (رضی اللہ عنہ) سے دریافت فرمانا کہ آج تم کیسے ہو اور تم نے کس حالت میں صبح کی اور (بستر سے) کس حال میں اٹھے ہو اور انکا جواب دینا کہ یا رسول اللہ میں نے مومن ہونے کی حالت میں صبح کی ہے

گفت پیغمبر صباحے زید را — کیف اصبحت اے رفیقِ با صفا
ایک صبح کو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زیدؓ سے فرمایا — اے مخلص رفیق! تم نے صبح کس حالت میں کی ہے؟

گفت عبداً مومناً باز اوش گفت — گو نشاں از باغِ ایماں گر شگفت
انہوں نے کہا مومن بندہ ہونے کی حالت میں، پھر اُن سے حضورؐ نے فرمایا — اگر ایمان کا چمن کھِلا ہے تو اُس کی علامت بتاؤ

گفت تشنہ بودہ ام من روز ہا — شب نخفتستم ز عشق و سوز ہا
انہوں نے کہا میں (روزہ کی وجہ سے) دنوں پیاسا رہا ہوں — عشق اور سوز کی وجہ سے راتوں نہیں سویا ہوں

تا ز روز و شب گذر کردم چناں — کہ ز اسپر بگذرد نوکِ سناں
یہاں تک کہ روز و شب سے میں اِس طرح گذر گیا — جس طرح نیزے کی نوک ڈھال سے گذر جاتی ہے

۱؎ ذوق روشنائی یعنی نورِ قلب۔ بحر یعنی علومِ وہبیہ کا سمندر۔ آشنائی۔ تیراکی۔ وحشت۔ خوف۔ ریشخند۔ ہنسی اڑانا۔ ظفر۔ فتح۔ صدف یعنی جسم۔ گہر یعنی روح۔ محو۔ فنا۔ خلا۔ وہ فضا جو عرش سے اوپر ہے۔

۲؎ مقعدِ صدق۔ قرآن پاک میں ہے "پرہیزگار سچائی کی نشستگاہ میں ہیں"۔ صد نشاں۔ جو بقا باللہ کے ہیں۔ محوِ مطلق یعنی فنا فی اللہ کی وجہ سے۔ زید یعنی ابن حارثہ رضی اللہ عنہ جن کو زید الخیر بھی کہا جاتا ہے۔ احادیث میں آنحضورؐ کا اس طرح کا مکالمہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے تو ملتا ہے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں صرف اس قدر ملتا ہے کہ حضورؐ نے ان سے دریافت کیا تھا کہ تم نے صبح کس حالت میں کی، اس قصہ کا مقصد یہ ہے کہ مجاہدے سے مشاہدہ پیدا ہو جاتا ہے۔

۳؎ کیف کیسے۔ اَصبحتَ۔ تو نے صبح کی۔ با صفا مخلص۔ اوش۔ اُس کو۔ گفت۔ دن میں روزے رکھتا تھا اور رات کو یادِ خدا میں مصروف رہتا تھا۔ تا ز روز یعنی زمانی اختیار سے مجھے تعلق نہ رہا اور معیتِ حق جو غیر زمانی ہے وہ حاصل ہو گئی۔

کہ ازاں[۱] سو جملہ ملت یکے ست — صد ہزاراں سال و یک ساعت یکے ست
کیونکہ وہاں تمام ملتیں ایک ہیں — لاکھوں سال اور ایک گھنٹہ یکساں ہے

ہست ازل را و ابد را اتحاد — عقل را رہ نیست زاں سو زافتقاد
(وہاں) ازل اور ابد میں وحدت ہے — گم ہو جانے کیوجہ سے وہاں عقل کے لئے کوئی راستہ نہیں ہے

گفت ازاں رہ کو رہ آوردی بیا — در خور فہم و عقول ایں دیار
(آنحضورؐ نے) فرمایا اُس راستہ کا تحفہ کہاں ہے لا — جو ان ملکوں (دنیا کے رہنے والوں) کی فہم اور عقلوں کے مناسب ہو

گفت خلقاں چوں ببیند آسماں — من ببینم عرش را با عرشیاں
(زیدؓ نے) کہا جب لوگ آسمان کو دیکھتے ہیں — میں عرش کو مع عرش کے باشندوں کے دیکھتا ہوں

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من — ہست پیدا ہمچو بت پیش شمن
آٹھوں جنتیں اور ساتوں دوزخیں میرے سامنے — اس طرح نمایاں ہیں جس طرح پجاری کے سامنے بت

یک بیک وا می شناسم خلق را — ہمچو گندم من ز جو در آسیا
میں لوگوں کو ایک ایک کر کے جدا جدا پہچانتا ہوں — جسطرح میں چکی میں جو اور گندم (کو پہچانتا ہوں)

کہ بہشتی کیست و بیگانہ کے ست — پیش من پیدا چو مار و ماہی ست
کہ بہشتی کون ہے اور (جنت سے) بیگانہ کون ہے؟ — میرے سامنے اس طرح نمایاں ہے جسطرح سانپ اور مچھلی

ایں[۲] زماں پیدا شدہ برایں گروہ — یوم تبیض و تسود وجوہ
اس گروہ پر اسی وقت روشن ہے — وہ دن جبکہ چہرے منور اور کالے ہو جائینگے

پیش ازیں ہر چند جاں پُر عیب بود — در رحم بود و ز خلقاں غیب بود
اس (روز قیامت) سے پہلے ہی یقیناً روح عیبوں سے پُر تھی — رحم مادر میں (بچے کی طرح) تھی اور مخلوق (کی نظروں) سے

الشقی[۳] من شقی فی بطن امہ — من سمات الجسم یعرف حالہم
بدبخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ سے بدبخت بنا — جسم کی علامتوں سے اُن کا حال جانا جاتا ہے

تن چو مادر طفل جاں را حاملہ — مرگ درد زادن ست و زلزلہ
بدن، ماں کی طرح، روح سے حاملہ ہے — موت، جننے کا درد اور ہلچل ہے

جملہ جانہائے گذشتہ منتظر — تا چگونہ زاید آں طفل بطر
پہلی تمام رُوحیں منتظر ہیں — کہ یہ خود پسند بچہ کس حالت میں پیدا ہوتا ہے!

زنگیاں گویند خود از ماست او — رومیاں گویند بس زیباست او
کالے سمجھتے ہیں وہ ہم میں سے ہے — گورے کہتے ہیں کہ وہ بہت سُرخرو ہے

---

[۱] کہ۔ ذاتِ حق وحدتِ تامہ ہے اور وہ غیر زمانی ہے۔ حضرت زیدؓ مقامِ وحدتِ ذات اور فنائے کثرتِ تعینات میں پہنچ گئے تھے ازل و ابد چونکہ زمانی ہے لہٰذا غیر زمانی ذات کیلئے وہ یکساں ہے۔ رہ آورد۔ سوغات، تحفہ۔ در خور۔ لائق۔ چونکہ حضرت زیدؓ نے ایسے مقام کی باتیں شروع کر دیں تھیں جو عوام کی عقلوں سے بالاتر تھیں لہٰذا آنحضورؐ نے انکو تنبیہ کی اور پھر انھوں نے دوزخ اور جنت وغیرہ سے متعلق باتیں بیان کرنا شروع کر دیں۔ ہشت۔ یعنی جنت اور دوزخ کے تمام طبقے میرے لئے روشن ہو گئے ہیں۔

[۲] ایں زماں۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے کہ عوام تو جنتی اور جہنمی کو قیامت میں پہچانیں گے لیکن اولیاء اللہ انکو اسی دنیا میں پہچان لیتے ہیں۔ یوم قرآن کی آیت میں ہے یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْہٌ جس روز بعض چہرے نورانی ہونگے اور بعض چہرے کالے۔ ایں زماں۔ یعنی جسطرح حضرت زیدؓ کو مشاہدہ حاصل تھا اولیاء اللہ کو بھی مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ پیش ازیں یعنی قیامت کے پہلے رُوح نظروں سے چھپی ہوئی تھی اور انکے عیب نظر نہیں آتے تھے جسطرح بچہ ماں کے پیٹ میں چھپا ہوتا ہے اور اسکے اوصاف معلوم نہیں ہوتے۔

[۳] الشقی۔ بدبخت یعنی بچہ کا دوزخی یا جنتی ہونا ماں کے پیٹ میں رہتے ہوئے ہی طے ہو جاتا ہے البتہ عوام اسکے پیدا ہونے کے بعد اسکی جسمانی حرکات سے کسی فیصلہ پر پہنچتے ہیں۔ تن۔ شقی۔

چوں برآید[۱] درجہاں جانِ وجود — پس نماند اختلافِ بیض و سُود
جب روح کا وجود دنیا میں پیدا ہو جاتا ہے — کالوں اور گوروں کا امتیاز نہیں رہتا ہے

گر بُود زنگی برندش زنگیاں — روم را رومی برد ہم از میاں
اگر وہ کالا ہوتا ہے تو اُس کو کالے لے جاتے ہیں — گورے کو درمیان میں سے گورے لیجاتے ہیں

تا نزاد اُو مُشکلات عالم ست — آنکہ اُو نازادہ بشناسد کم ست
جبتک وہ پیدا نہیں ہوتا عالم کیلئے مشکلات (کا سبب) ہے — جو نہ جنے ہوئے کو پہچان لیں کم ہیں

اُو مگر بنگرد بنُورِ اللہ بُود — کاندرونِ پوست اُو را رہ بُود
اگر، وہ اللہ کے نور سے دیکھنے والا ہو — کہ چھلکے کے اندر اُس کے لئے راستہ ہوتا ہے

اصلِ[۲] آب نطفہ اسپید ست و خوش — لیک عکسِ جانِ رومی و حبش
نطفہ کا پانی اصل میں سفید اور خوشنما ہے — لیکن گورے اور کالے کی روح کا اثر

ق
میدہد رنگ احسن التقویم را — تا بہ اسفل می برند ایں نیم را
بہترین ساخت والے کو رنگ بخشتا ہے — یہاں تک آدھوں کو گہرائی میں لے جاتا ہے

یَوْمَ تَبْیَضُّ وَتَسْوَدُّ وُجُوہ — تُرک و ہندو شہرہ گردد زاں گروہ
جس روز چہرے سفید اور سیاہ ہونگے — اُس گروہ میں سے گورے اور کالے مشہور ہوجائینگے

فاش[۳] گردد کہ تو کاہی یا کہ کوہ — ہندوی یا تُرک پیشِ ہر گروہ
واضح ہو جائے گا کہ تو تنکا ہے یا پہاڑ — تو کالا ہے یا گورا ہر گروہ پر

در رحم پیدا نباشد ہندو ترک — چونکہ زاید بیندش خورد و بزرگ
رحم (مادر) میں کالا گورا واضح نہیں ہوتا ہے — جب پیدا ہوتا ہے اُسکو ہر چھوٹا بڑا دیکھ لیتا ہے

ایں سخن پایاں نہ دارد باز راں — تا نمانیم از قطارِ کارواں
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، واپس لوٹ — تاکہ ہم قافلہ کی قطار سے (پیچھے) نہ رہ جائیں

جواب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را کہ احوالِ خلق بر من پوشیدہ و پنہاں نیست

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دینا کہ لوگوں کے احوال مجھ سے چھپے ہوئے نہیں ہیں

جُملہ را چوں روزِ رستاخیز من — فاش می بینم عیاں از مرد و زن
میں سب کو قیامت کے دن کی طرح — کھلا ہوا دیکھتا ہوں خواہ مرد ہو یا عورت

ہیں بگویم یا فرو بندم نفس — لب گزیدش مصطفٰے یعنی کہ بس
ہاں میں بتاؤں یا سانس گھونٹ لوں — مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُنکے لئے ہونٹ دبایا کہ بس

[۱] چوں برآید۔ اوپر کا قصہ تو عالم برزخ کا ہے کہ وہاں جہنمی کو جہنمی اور جنتی کو جنتی پہچانیں گے لیکن جب دنیا میں بچہ پیدا ہوتا ہے وہاں جہنمی اور جنتی کا فرق محسوس نہیں ہوتا ہے۔ بیض۔ ابیض کی جمع ہے، گورا۔ سُود۔ اسود کی جمع ہے، کالا۔ تا نزاد او۔ یعنی جب تک عالم برزخ میں پیدائش نہیں ہوتی۔

[۲] اصل۔ یعنی جہنمی اور جنتی جس نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں اور جس سے جسم کی ساخت ہوتی ہے اُسمیں یکسانیت ہے فرق جو پیدا ہوتا ہے وہ روح کا عکس ہے۔ احسن التقویم۔ بہترین ساخت یعنی انسان۔ اسفل۔ نچلا حصہ، یعنی جہنم کا نچلا حصہ۔ یوم۔ یعنی قیامت کے روز جہنمی اور جنتی گروہ بالکل علیحدہ علیحدہ ہوجائینگے۔

[۳] فاش۔ واضح۔ کاہی۔ تو تنکا ہے۔ کوہ۔ پہاڑ یعنی عمل کے اعتبار سے بھاری ہے یا ہلکا۔ ہندو ترک یعنی جہنمی اور جنتی۔ رستاخیز۔ قیامت۔ لب گزیدن۔ ہونٹ دانتوں میں دبانا، یہ کام سے روکنے کا اشارہ ہوتا ہے۔

یارسول اللہ بگویم سِرّ حشر[۱] — درجہاں پیدا کنم امروز نشر
یارسول اللہ میں قیامت کا راز کہہ ڈالوں — دنیا میں آج ہی قیامت برپا کردوں

ہِل مرا تا پردہ ہا را بر درم — تا چو خورشیدے بتابد گوہرم
مجھے اجازت دیجیئے کہ پردے چاک کردوں — تاکہ میرا جوہر آفتاب کی طرح چمکے

تا کسوف آید زمن خورشید را — تا نمایم نخل را و بید را
تاکہ میری وجہ سے سورج گرہن میں آجائے — تاکہ میں کھجور اور بید کو (جدا کرکے) دکھا دوں

وَانمایم روزِ رستاخیز را — نقد را و نقدِ قلب[۲] آمیز را
قیامت کے دن کو کھول کر دکھا دوں — کھرے اور کھوٹے کو (دکھا دوں)

دست ہا ببریدہ اصحابِ شمال — وَانمایم رنگِ کفر و رنگِ آل
ہاتھ کٹے ہوئے، بائیں جانب والوں کو — تاریکی اور سُرخ رنگ کو واضح کردوں

وَاکشایم ہفت سوراخ نفاق — در ضیائے ماہ بے خسف و مُحاق
نفاق کے سات سُوراخ واضح کردوں — اُس چاند کی روشنی میں جس کیلئے گرہن اور گھٹاؤ نہیں ہے

وَانمایم من پلاسِ اشقیا — بشنوانم طبل[۳] و کوسِ انبیا
میں بدبختوں کا ٹاٹ کا لباس کھول کر دکھا دوں — انبیاء کا نقارہ سُنا دوں

دوزخ و جنّات و برزخ درمیاں — پیشِ چشمِ کافراں آرم عیاں
دوزخ اور جنّتیں اور درمیان میں برزخ — کافروں کی نظروں میں لے آؤں

وَانمایم حوضِ کوثر را بجوش — کآب بر رُوشاں زند بانگش بگوش
حوضِ کوثر کو ٹھاٹھیں مارتا ہوا دکھا دوں — کہ وہ اُنکے چہروں پر پانی چھڑکے کانوں میں آواز پہنچائے

وانکہ تشنہ گردِ کوثر می دوند — یک بیک را وَانمایم تا کیند
وہ لوگ جو کوثر کے گرد پیاسے بھاگے پھر رہے ہیں — ایک ایک کو دکھا دوں کہ وہ کون ہیں؟

واں کساں کہ تشنہ بر گردش دواں — گشتہ اند ایندم نمایم من عیاں
وہ لوگ جو اُس کے چاروں طرف پیاسے بھاگے — پھر رہے ہیں، اِن کو ابھی کھلم کھلا دکھا دوں

می بساید دوشِ شاں بر دوشِ من — نعرہاشاں می رسد در گوشِ من
اُن کا کندھا میرے کندھے سے چھل رہا ہے — اُن کے نعرے میرے کان میں پہنچ رہے ہیں

اہلِ جنّت پیشِ چشمم ز اختیار — در کشیدہ یک دگر را در کنار
میری آنکھوں کے سامنے جنّتی خوشی سے — ایک دوسرے سے گلے مِل رہے ہیں

۱ے حشر و نشر۔ قیامت۔ ہِل۔ ہلیدن سے امر کا صیغہ ہے، تو چھوڑ۔ گوہرم۔ میرا کمال۔ نخل۔ کھجور یعنی وہ لوگ جو اپنے اعمال کے ثمرات پائیں گے۔ بید۔ مشہور درخت ہے جس پر کوئی پھل نہیں آتا ہے یعنی وہ لوگ جو نیک اعمال کے پھلوں سے محروم ہوں گے۔

۲ے قلب۔ کھوٹا۔ اصحابِ شمال۔ بائیں جانب والے، دوزخی۔ کفر۔ سیاہی۔ آل۔ سُرخی۔ ہفت۔ اِس سے وہ سات کبیرہ گناہ مراد ہیں جن کو احادیث میں "السَّبْعُ المُوْبِقَاتُ" سات ہلاکت میں ڈالنے والی چیزیں کہا گیا ہے۔ خسف۔ چاند گرہن۔ مُحاق۔ چاند کا گھٹاؤ۔ پلاس۔ ٹاٹ کا لباس، ذلت کا لباس۔

۳ے طبل و کوس۔ نقارہ۔ برزخ۔ جنّت اور دوزخ کا درمیانی مقام۔ آب یعنی اُس کا پانی اُن کے چہروں پر پڑے اور اُس کے پانی کے جاری ہونے کی آواز اُن کے کانوں میں آئے۔ کہ تشنہ۔ کافروں کو حوضِ کوثر سے سیراب نہ کیا جائیگا۔ اہلِ جنّت۔ جنّتی باہم معانقے کریں گے اور بغل گیر ہوں گے۔

دستِ بکدیگر زیارت می کنند
ایک دوسرے کی دست بوسی کرتے ہوئے ملاقات کر رہے ہیں

وز لباں ہم بوسہ غارت می کنند
اور ہونٹوں سے بوسے (کے مزے) لوٹ رہے ہیں

کر شد ایں گوشم زبانگِ[1] آہ آہ
آہ آہ کی آواز سے میرے یہ کان بہرے ہوگئے

از خساں و نعرۂ واحسرتاہ
بدبختوں کی وجہ سے اور واحسرتا کے نعروں سے

ایں اشارتہاست[2] گویم از نغول
یہ تو اشارے ہیں، گہری بات (بھی) کہتا ہوں

لیک می ترسم ز آزارِ رسول
لیکن رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ملال سے ڈرتا ہوں

ہمچنیں می گفت سر مست و خراب
وہ (زیدؓ) مستی اور مدہوشی میں یہ کہہ رہے تھے

داد پیغمبر گریبانش بتاب
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُن کا گریبان اینٹھا

ق

گفت دم درکش کہ اسپت گرم شد
آنحضورؐ نے فرمایا خاموش رہو کہ تیرا گھوڑا تیز ہوگیا ہے

عکسِ حق لَا یَسْتَحْیِی زد شرم شد
تجھ پر اللہ نہیں شرماتا ہے کا عکس پڑ گیا، جھجک جاتی رہی ہے

آئینۂ[3] تو جست بیروں از غلاف
تیرا آئینہ غلاف سے باہر آگیا ہے

آئینہ و میزاں کجا گوید خلاف
آئینہ اور ترازو خلافِ (واقعہ) کب بتاتے ہیں؟

آئینہ و میزاں کجا بندد نفس
آئینہ اور ترازو کب چپ ہوئے ہیں

بہرِ آزار و حیائے ہیچ کس
کسی کی شرم اور تکلیف کی وجہ سے

آئینہ و میزاں محکہائے سنی
آئینہ اور ترازو روشن کسوٹیاں ہیں

گر دو صد سالش تو خدمتہا کنی
اگر تو دو سو سال خدمت کرے

ق

کز برائے من بپوشاں راستی
کہ میری وجہ سے سچائی کو چھپالے

بل فزوں بنما و منما کاستی
بلکہ زیادہ دکھادے، کمی نہ دکھا

اوت گوید ریش و سبلت بر مخند
وہ تجھ سے کہے گا کہ اپنا مذاق نہ اُڑا

آئینہ و میزاں وانگہ ریو و بند
آئینہ اور ترازو، اور پھر فریب اور حیلہ

چوں خدا ما را برائے آں فراخت[4]
جبکہ خدا نے ہمیں اس لئے بلند کیا ہے

کہ بما شُواں حقیقت را شناخت
کہ ہمارے ذریعہ سے حقیقت پہچانی جائے

ایں نہ باشد ما چہ ارزیم اے جواں
اے جوان! اگر یہ نہ ہو تو، ہم کس لائق ہیں

کے شویم آئینِ روئے نیکواں
ہم نیکوں کے چہرے کا آئینہ کب ہوسکتے ہیں؟

لیک درکش در بغل آئینہ را
لیکن آئینے کو بغل میں دبالے

کز تجلی کرد سینا سینہ را
اس لئے کہ اس نے سینہ کو تجلی سے کوہ سینا بنا دیا ہے

---

[1] زبانگ آہ آہ۔ جہنمی ہائے افسوس کے نعرے لگائینگے۔
[2] ایں۔ یعنی قیامت کے واقعات کے بارے میں کچھ اشارے کر رہا ہوں تفصیل بیان کرنیسے ڈرتا ہوں۔ نغول۔ گہری بات۔ آزار۔ ملال۔ تابیدن۔ تافتن۔ اینٹھنا، بل دینا۔ اسپت۔ یعنی تیرے کلام کا گھوڑا۔ لَا یَسْتَحْیِی۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیِی مِنَ الْحَقِّ "خدا حق بات کہنے سے دریغ نہیں کرتا ہے"
[3] آئینہ۔ یعنی صاف گوئی کا آئینہ۔ غلاف یعنی اعتدال۔ آئینہ و میزان۔ یہ دونوں حقیقت واضح کر دیتے ہیں۔ خواہ کسی کو رنج ہو یا خوشی۔ محک۔ کسوٹی۔ سنی۔ روشن۔ فزوں۔ زیادہ۔ کاستی۔ کمی۔ ریش و سبلت بر مخند۔ بر ریش و سبلت خود مخند۔ اپنی داڑھی اور مونچھ کا مذاق نہ بنا۔ ریو۔ فریب۔ بند۔ حیلہ۔
[4] فراخت۔ افراخت۔ بلند کیا، پیدا کیا۔ ارزیم۔ ارزیدن۔ قیمت پانا۔ آئین روئے نیکواں شویم بھلے لوگوں کے چہرے کے لائق ہوں یعنی اُنکے روبرو ہونے کی جرأت کرسکیں۔ تجلی۔ جلوہ گر ہونا۔ سینا۔ وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ کی تجلی حاصل ہوئی تھی۔

گفت آخر ہیچ گنجد در بغل | آفتابِ حق و خورشیدِ ازل
(حضرت زیدؓ نے کہا) بغل میں کبھی سمایا ہے | حق کا سورج اور ازل کا آفتاب ؟

ہم دَغَل[1] را ہم بغل را بر دَرَد | نے جنوں ماند بہ پیشش نے خرد
وہ کھوٹ اور بغل کو بھی پھاڑ ڈالتا ہے | اُسکے سامنے نہ جنون ٹھہرتا ہے نہ عقل ٹھہرتی ہے)

گفت یک اِصبع چو بر چشمے نہی | بینی از خورشید عالَم را تہی
(آنحضورؐ نے) فرمایا اگر تو آنکھوں پر ایک انگلی رکھدے | دنیا کو سورج سے خالی پائے گا

یک سرِ انگشت پردہ ماہ شُد | وِیں نشانِ ساتریِ شاہ شُد
ایک سرِ انگشت چاند کا پردہ بن گیا | یہ شاہ (اللہ) کی پردہ پوشی کی مثال ہوئی

تا بپوشاند جہاں را نُقطۂ | مہر گردد مُنخسف از سُقطۂ
ایک نقطہ (آنکھ کا پھولا) دنیا کو چھپا دیتا ہے | بادل کے ایک ٹکڑے سے سورج چھپ جاتا ہے

لَب بہ بند و غور دریائے نگر | بحر را حق کرد محکومِ[2] بشر
خاموش رہ، اور دریا کی گہرائی پر نظر کر | سمندر کو اللہ (تعالیٰ) نے انسان کا محکوم بنایا ہے

ہمچو چشمۂ زنجبیل و سلسبیل | ہست در حکمِ بہشتیِ جلیل
جیسا کہ زنجبیل و سلسبیل | بزرگ بہشتی کے حکم میں ہیں

چار[3] جوئے جنّت اندر حکمِ ماست | ایں نہ زورِ ما بفرمانِ خداست
جنّت کی چار نہریں ہمارے حکم میں ہیں | یہ ہماری طاقت نہیں ہے خدا کے حکم کی وجہ سے ہے

ہر کجا خواہیم داریمش رواں | ہمچو سحر اندر مرادِ ساحراں
ہم جس طرف چاہتے ہیں اُنکو جاری کر دیتے ہیں | جیساکہ جادو، جادوگر کے قابو میں ہوتا ہے

ہمچو ایں دو چشمۂ چشمِ رواں | ہست در حکمِ دل و فرمانِ جاں
جس طرح آنکھ کے دو رواں چشمے | جان کے فرمان اور دل کے حکم کے تابع ہیں

گر بخواہد رفت سوئے زہر مار | ور بخواہد رفت سوئے اعتبار
اگر وہ چاہے سانپ کے زہر کی طرف (ابصار) چلی جائے | اگر وہ چاہے، عبرت پکڑنے کی طرف چلی جائے

گر بخواہد سوئے محسوسات رفت | ور بخواہد سوئے ملبوسات رفت
اگر وہ چاہے تو نظر محسوسات کی طرف چلی جائے | اگر وہ چاہے چھپی ہوئی چیزوں کی طرف چلی جائے

گر بخواہد سوئے کلّیات راند | ور بخواہد حبسِ جزویات ماند
اگر وہ چاہے (بصیرت) کلّیات کی جانب چلی جائے | اگر وہ چاہے جزئیات میں گھری رہے

[1] دَغَل۔ کھوٹ۔ دَرَد فعل مضارع ہے، دریدن پھاڑنا۔ اِصبع۔ انگلی۔ وِیں۔ کسی چیز کے پوشیدہ ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اُس چیز کو چھپا دیا جائے دوسری یہ کہ اپنی آنکھ بند کر لی جائے، اللہ تعالیٰ کا پوشیدہ ہونا دوسری قسم کا ہے۔ نقطہ۔ یعنی پتلی میں سفید نقطہ۔ مہر۔ سورج۔ مُنخسف۔ محجوب۔ سُقطہ۔ سین کے ضمہ کیساتھ، بادل کا ٹکڑا۔

[2] محکوم۔ انسان نے دریا کو مسخر کر لیا ہے جس طرح چاہتا ہے اُس پر جہاز رانی کرتا ہے، تو جب دریا مسخر ہے تو خیالات کے دریا کو بھی قابو میں رکھنا چاہیے۔ لَب بہ بند۔ یعنی دل پر قابو حاصل کر اور اُسکے مکشوفات کو ظاہر نہ کر اور غور کر کہ جب اللہ نے سمندر کو انسان کا محکوم بنایا ہے تو دل بھی محکوم بن سکتا ہے۔ زنجبیل و سلسبیل۔ جنت کی دو نہروں کے نام ہیں یعنی یہ بھی انسان کی محکوم ہیں۔

[3] چار جو۔ چار نہریں جو کہ پانی، دودھ، شہد اور شراب کی ہیں۔ ہر کجا۔ یہ نہریں ہر طرف کو جاری ہونگی جس طرف جنتی چاہیگا یہ بھی انسان کی محکوم ہیں۔ دو چشمہ۔ دونوں آنکھیں دل کی محکوم ہیں۔ زہر مار۔ سانپ کا زہر یعنی گناہ۔ محسوسات۔ وہ چیزیں ہیں جو حواس کے ذریعہ معلوم ہوں۔ ملبوسات۔ چھپی ہوئی چیزیں جو عقل سے معلوم ہوں۔ کلیات۔ اور جزئیات ایک ایک جز عبرت حاصل ہوتا ہے۔

همچنیں هر پنج حس[۱] چون نایزه | بر مرادِ امرِ دل شد جایزه
اسی طرح پانچوں حواس ٹونٹی کی طرح | دل کی مُراد کے مطابق چلنے والے بن گئے ہیں

هر طرف که دل اشارت کردشاں | می رود هر پنج حس دامن کشاں
جس طرف دل نے اُن کو اشارہ کیا | پانچوں حواس نازو انداز سے روانہ ہوجاتے ہیں

دست و پا در امرِ دل اندر مَلا | همچو اندر دستِ موسیٰؑ آں عصا
ہاتھ اور پاؤں دل کے حکم میں پھنسے ہیں | جس طرح لاٹھی (حضرتِ) موسیٰؑ کے ہاتھ میں

دل بخواهد پا در آید زو برقص | یا گریزد سوئے افزونی زنقص
دل چاہے تو پاؤں اُس کی وجہ سے رقص میں آجائیں | یا نقصان سے نفع کی طرف بھاگیں

دل بخواهد دست آید در حساب | با اصابع تا نویسد او کتاب
دل اگر چاہے، ہاتھ کام میں لگ جائیں | مع انگلیوں کے تاکہ وہ کتاب لکھے

دست در دستِ نهانی[۲] مانده است | او درون، تن را برون بنشانده است
ہاتھ، پوشیدہ ہاتھ (دل) کے قبضہ میں ہے | وہ (دل) اندر ہے، جسم کو باہر بٹھا رکھا ہے

گر بخواهد بر عدو مارے شود | ور بخواهد بر ولی یارے شود
اگر وہ چاہے، (ہاتھ) دشمن کیلئے سانپ بنجائے | اگر وہ چاہے، دوست کا یار بن جائے

گر بخواهد کفچهٔ در خوردنی | ور بخواهد همچو گرزِ ده منی
اگر وہ چاہے، کھانے میں چمچہ بن جائے | اگر وہ چاہے، دس من کا گرز بن جائے

دل چه می گوید بدیشاں اے عجب | طرفه وصلت طرفه پنهانی سبب
تعجب ہے، دل اُن سے کیا کہدیتا ہے | عجیب تعلق ہے، عجیب مخفی سبب ہے

دل مگر مهرِ سلیمانؑ یافته است | کو مهارِ پنج حس بر تافته است
دل کو شاید مُہرِ سلیمانی مل گئی ہے | جس نے پانچوں حواس کی مُہار موڑ رکھی ہے

پنج حسے[۳] از برون میسورِ او | پنج حسے از درون مامورِ او
باہر کے پانچوں حواس اُس کے تابع ہیں | اندر کے پانچوں حواس اُس کے محکوم ہیں

ده حس ست و هفت اندام دگر | آنچه اندر گفت ناید می شمر
دس حواس ہیں اور سات دوسرے اعضاء ہیں | جو ذکر میں نہیں آئے تو اُن کو گِن لے

چوں سلیمانی دلا در مهتری | بر پری و دیو زن انگشتری
جبکہ تو سلیمانؑ (جیسا) ہے (اور) بہادر سردار ہے | پَری اور دیو پر حکومت کر

۱۔ پنج حس۔ حواسِ خمسہ بھی دل کے محکوم ہیں۔ نایزہ۔ ٹونٹی، نل۔ جایزہ۔ گذرنے والی۔ دامن کشیدن۔ ناز سے چلنا۔ عصا۔ حضرتِ موسیٰؑ کی لاٹھی اُنکی محکوم تھی۔ افزونی۔ زیادتی۔ حساب۔ کام۔ اصابع۔ اِصبع کی جمع ہے، اُنگلی۔

۲۔ دستِ نہانی خفیہ ہاتھ، دل یعنی ہاتھ بھی دل کا محکوم ہے۔ دل چہ می گوید۔ یہاں سے مولانا نے دل کی حاکمیت پر تعجب کا اظہار کیا ہے۔ مُہرِ سلیماں۔ حضرتِ سلیمانؑ کی انگوٹھی جس کی تاثیر سے وہ انسانوں اور جنوں پر حکومت کرتے تھے۔

۳۔ پنج حسے از بروں۔ ظاہری پانچ حواس، باصرہ۔ دیکھنے کی طاقت۔ سامعہ سننے کی طاقت۔ شامہ۔ سونگھنے کی طاقت۔ ذائقہ۔ چکھنے کی طاقت۔ لامسہ۔ چھونے کی طاقت۔
پنج حسے از دروں۔ پانچ باطنی حواس۔ حِسِ مشترک۔ خیال۔ وہم۔ حافظہ۔ متصرفہ۔ ہفت اندام۔ سات اعضاء، سر۔ سینہ۔ پشت۔ دونوں ہاتھ۔ دونوں پاؤں یہ ظاہری ہفت اندام ہیں، باطنی ہفت اندام یہ ہیں۔ دماغ۔ پھیپھڑا۔ دل۔ جگر۔ تلی۔ پتہ۔ گردہ۔ چوں سلیمانی جبکہ انسان کو قوتِ سلیمانی حاصل ہے تو اسکو اپنے قویٰ پر حکمراں ہونا چاہیئے۔

گر دریں مُلکت بری باشی ز ریو ؎۱ — خاتم از دستِ تو نستاند سدیو
اگر تو اپنی اِس سلطنت میں فریب سے بچا رہے — تو سدیو تجھ سے انگوٹھی نہیں چھین سکتا ہے

بعد ازاں عالم بگیرد اسمِ تو — دو جہاں محکومِ تو چوں جسمِ تو
اُس کے بعد دنیا تیرا نام (یاد) کرے گی — تیرے جسم کی طرح دونوں جہان تیرے محکوم ہونگے

ور ز دستت دیو خاتم را ببرد — بادشاہی فوت شد بختت بمرد
اگر تیرے ہاتھ سے جن انگوٹھی لے اُڑا — تو تیری بادشاہی ختم ہوئی اور تیرا نصیبہ مردہ ہوگیا

بعد ازاں یا حسرتا شد للعباد — بر شما مختوم تا یوم التناد
اُس کے بعد "بندوں پر افسوس ہے" ہوگیا — وہ تمہارے لئے قیامت تک مُہر بن گیا

ور تو دیوِ خویشتن را منکری — چوں روی آنجا تو روشن بنگری
اگر تو اپنے شیطان (کے وجود) کا منکر ہے — جب وہاں (حشر میں) پہنچے گا تو خوب دیکھ لیگا

مکرِ خود را گر تو انکار آوری — از ترازو ؎۲ و آئینہ کے جاں بری
اگر تو اپنے فریب (کھانے کا) منکر ہے — ترازو اور آئینہ سے کیسے جان بچائے گا؟

ایں سخن پایاں ندارد چوں کنم — بعد ازیں بر قصۂ لقمانؑ تنم
کیا کروں اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے — اِس کے بعد میں (حضرتِ) لقمانؑ کے قصہ میں لگوں

متہم کردنِ غلامان و خواجہ تاشاں مر لقمانؑ را کہ آں میوہائے پروریدہ و گزیدہ آوردیم اُو خوردہ است

غلاموں اور ساتھیوں کا (حضرتِ) لقمانؑ کو متہم کرنا کہ ہم عمدہ اور اچھے میوے لائے اور وہ اُس نے کھائے ہیں

بود لقمانؑ پیشِ خواجہ خویشتن — در میانِ بندگانش خوار تن
(حضرتِ) لقمانؑ اپنے آقا کے سامنے — اُس کے غلاموں میں حقیر تھے

می فرستاد اُو غلاماں را بباغ — تا کہ میوہ آیدش بہرِ فراغ
وہ غلاموں کو میوہ لانے کیلئے باغ میں بھیجتا تھا — تاکہ اُس کے لئے بفراغت میوہ آئے

بود لقمانؑ در غلاماں چوں طفیل ؎۳ — پُر معانی تیرہ صورت ہمچو لیل
غلاموں میں (حضرتِ) لقمانؑ طفیل کی طرح تھے — حکمتوں سے پُر تھے، رات کیطرح کالی صورت تھے

آں غلاماں میوہ ہائے جمع را — خوش بخوردند از نہیبِ طمع را
اُن غلاموں نے جمع شدہ میووں کو — لالچ کی لُوٹ مار سے خوب کھایا

؎۱ ریو۔ مکر و فریب۔ سدیو۔ اُس جن کا نام ہے جس نے حضرتِ سلیمانؑ کی انگوٹھی چُرائی تھی۔ یا حسرتا۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ یَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ: بندوں کے حال پر افسوس ہے کبھی اُن کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جس کی انھوں نے ہنسی نہ اُڑائی ہو۔ مختوم۔ مُہر زدہ۔ یوم التناد۔ قیامت کا دن۔ دیوِ خویشتن۔ یعنی نفس آنجا۔ یعنی میدانِ حشر۔

؎۲ ترازو۔ یعنی میزان العدل جس سے قیامت میں اعمال تولے جائینگے۔ آئینہ یعنی صحیفہ اعمال جو قیامت میں ہر شخص کو دیا جائیگا۔ لقمانؑ۔ ایک بڑے دانشور اور صاحبِ حکمت شخص کا نام ہے اُنکو بعض لوگ نبی بھی مانتے ہیں۔ متہم۔ تہمت زدہ۔ خوار تن۔ حقیر، یعنی لقمانؑ کی دوسرے غلاموں کے مقابلہ میں آقا کے یہاں کوئی عزت نہ تھی۔

؎۳ طفیل۔ ایک شخص کا نام ہے جو بلا بُلائے دعوتوں میں شرکت کرتا تھا اور ذلیل ہوتا تھا۔ تیرہ صورت۔ سیاہ فام۔ لیل۔ رات۔ جمع۔ یعنی جمع شدہ۔ خوش۔ بہت، خوب۔ نہیب۔ لوٹ۔

خواجه را گفتند لقمان خورد آں — خواجه بر لقمان ترش گشت و گراں
اُنھوں نے آقا سے کہا وہ لقمانؒ نے کھائے ہیں — آقا (حضرتِ) لقمانؒ پر بگڑا اور ناراض ہوا

چوں تفحّص کرد از لقمان سبب — در عتابِ خواجه اَش بکشاد لب
جب اُس نے (حضرتِ) لقمانؒ سے وجہ دریافت کی — اپنے آقا کی ناراضی کے سلسلہ میں اُنھوں نے لب کشائی کی

گفت لقمان سیّدا پیشِ خدا — بندهٔ خائن نباشد مرتضیٰ
(حضرتِ) لقمانؒ نے کہا اے آقا! خدا کے سامنے — خیانت کرنیوالا غلام پسندیدہ نہیں ہو سکتا

امتحاں را کار فرما اے کیا — شربتِ رانش بده بهرِ نما
اے سردار! اِمتحان لے لیجئے — (اصلیت) دکھانے کیلئے مُسہل کا شربت پلا دیجئے

امتحاں کُن جمله مارا اے کریم — سیرِ ماں در ده تو از آبِ حمیم
اے داتا! ہم سب کا اِمتحان لے لیجئے — ہمیں گرم پانی پیٹ بھر کر پلا دیجئے

بعد ازاں مارا بصحرائے براں — تو سوار و ما پیاده می دواں
اُس کے بعد ہمیں جنگل میں نکال دیجئے — آپ سوار اور ہم پیدل دوڑیں

آنگہاں بنگر تو بدکردار را — صُنعہائے کاشفُ الاسرار را
تب تو بدکردار کو دیکھ لینا — رازوں کو کھولنے والے کی حکمتوں کیوجہ سے

گشت ساقی خواجه از آبِ حمیم — مر غلاماں را و خوردند آں ز بیم
آقا گرم پانی کا ساقی بن گیا — غلاموں کیلئے، اور اُنھوں نے خوف کیوجہ سے پی لیا

بعد ازاں می راندِ شاں در دشتہا — می دویدند آں نفر تحت و علا
اُس کے بعد اُن کو جنگلوں میں نکال دیا — وہ لوگ اونچی نیچی جگہ دوڑے

قے در افتادند ایشاں از عنا — آب می آورد ز ایشاں میوہا
مشقت کی وجہ سے وہ قے میں مبتلا ہو گئے — پانی نے اُن (کے پیٹ) سے میوے نکال ڈالے

چونکه لقمان را در آمد قے ز ناف — می بر آمد از درونش آبِ صاف
جب (حضرتِ) لقمانؒ کی ناف سے قے آئی — اُن (کے پیٹ) میں سے صاف پانی نکلتا تھا

حکمتِ لقماں چو تاند ایں نمود — پس چه باشد حکمتِ ربُّ الوجود
جبکہ (حضرتِ) لقمانؒ کی دانائی یہ کرشمہ دکھا سکتی ہے — تو ربّ الوجود کی حکمت کیا ہو گی؟

یَوْمَ تُبْلَی السَّرَائِرُ کُلُّهَا — بَانَ مِنْکُمْ کَامِنٌ لَا یُشْتَهیٰ
جس دن سب رازوں کی آزمائش کی جائیگی — تم میں سے وہ باتیں ظاہر ہونگی جو ناپسندیدہ ہیں

۱؎ آں۔ آں را۔ تُرش۔ ناراض۔ گراں۔ خفا۔ تفحّص۔ جستجو کرنا۔ لب کشادن۔ بولنا۔ سیّدا۔ اے آقا۔ خائن۔ خیانت کرنے والا۔ مرتضیٰ۔ پسندیدہ۔ کار فرما۔ عمل میں لا۔ کیا۔ سردار۔ رانش۔ راندن سے بنا ہے، مُسہل۔ کریم۔ بزرگ، سخی۔ آبِ حمیم۔ گرم پانی۔ صُنعہائے۔ حکمتیں۔

۲؎ کاشفُ الاسرار۔ رازوں کو کھولنے والا۔ را۔ پہلے مصرع میں علامتِ مفعول ہے۔ دوسرے مصرع میں سبب کے لئے ہے۔ ساقی۔ پانی پلانے والا۔ بیم۔ ڈر، خوف۔ دشت۔ جنگل۔ نفر۔ گروہ، جماعت۔

۳؎ تحت۔ نیچا۔ علا۔ بلندی۔ عنا۔ محنت۔ ز ایشاں یعنی غلام۔ تاند۔ تواند۔ ربُّ الوجود۔ وجود کا پالنے والا، اللہ تعالیٰ۔ یوم۔ دن۔ تُبلیٰ۔ آزمائے جائیں گے۔ السّرائر۔ سریرۃ کی جمع ہے، چھپی ہوئی چیز۔ بَانَ۔ ظاہر ہوا۔ کامِنٌ۔ پوشیدہ۔ لَا یُشتھیٰ۔ ناپسندیدہ۔

چوں سُقُوا مَاءً حَمِیمًا قُطِّعَت | جُمْلَةُ الْاَسْتَارِ مِمَّا اَفْضَحَت
جب اُن کو گرم پانی پلایا گیا پارہ پارہ کر دیئے گئے | تمام پردے اُن کارناموں سے جنھوں نے رُسوا کیا

نار زاں آمد عذابِ کافراں | کہ حجر را نار باشد امتحاں
کافروں کی سزا، آگ اسی وجہ سے بنی ہے | کہ پتھر کی آزمائش آگ سے ہوتی ہے

ایں دلِ چوں سنگ را تا چند چند | پند گفتیم و نمی پذرفت پند
اِس پتھر جیسے دل کو کتنی ہی | ہم نے نصیحت کی اُس نے نصیحت قبول نہ کی

ریشِ بد را داروئے بد یافت رگ | مرسرِ خر را سزد دندانِ سگ
خراب زخم کو خراب دوا ہی قابو میں لائی ہے | گدھے کے سر کیلئے کتے ہی کے دانت مناسب ہیں

لِلْخَبِیثَاتِ الْخَبِیثُوْنَ حکمت ست | زشت را ہم زشت جفت و بابت ست
خبیثات کے لئے خبیثوں کا ہونا ہی دانائی ہے | بُرے کا بُرا ہی جوڑا اور لائق ہے

پس تو ہر جفتے کہ میخواہی بگیر | محو او باش و صفاتش را پذیر
پس تو جو جوڑا چاہے بنا لے | اسمیں فنا ہو جا اور صفات کو قبول کر لے

پس تو ہر راہے کہ میخواہی برو | محو و ہمشکلِ صفاتِ دوست شو
پس تو جس راستہ پر چلنا چاہے، چل | دوست کی صفات میں فنا اور ہمشکل بن جا

نور خواہی مستعدِ نور شو | دور خواہی خویش بین و دور شو
نور چاہتا ہے تو نور کے لئے مستعد بن | دُور ہونا چاہتا ہے تو متکبر اور دُور ہو جا

ور رہے خواہی ازیں سجنِ خرب | سر مکش از دوست وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ
اگر اِس برباد، قید خانے سے رہائی چاہتا ہے | دوست (اللہ تعالیٰ) سے سرکشی نہ کر اور سجدہ کر اور قریب ہو جا

سرکشاں را بیں سراسر در عذاب | سر بنہ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
سرکشوں کو سراسر عذاب میں سمجھ | سرِ تسلیم، خم کر دے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد خیز زید | بر بُراقِ ناطقہ بر بند قید
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے اے زیدؓ اُٹھ | گویائی کے براق کو باندھ دے

بقیۂ قصۂ زیدؓ در جواب حضرت رسالت عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں (حضرت) زید رضؓ کا بقیہ قصہ

ناطقہ چوں فاضح آمد عیب را | میدراند پردہائے غیب را
جبکہ بولنا، عیب کی پردہ دری کرنیوالا ہے | وہ غیب کے پردوں کو چاک کر دیتا ہے

---

۱ سُقُوا۔ پلائے گئے۔ مَاءً حَمِیمًا۔ گرم پانی۔ قُطِّعَت۔ پارہ پارہ کر دیئے گئے۔ اَلْاَسْتَار، ستر کی جمع ہے، پردہ۔ مِمَّا۔ وہ چیزیں۔ اَفْضَحَت۔ جس نے رسوا کیا۔ حجر۔ پتھر کو آتش گیر مادہ سے توڑا جاتا ہے۔ ایں دل۔ کافروں کے دل کو قرآن نے پتھر سے تعبیر کیا ہے۔ رگ یافتن۔ حقیقت کو پہنچ جانا۔

۲ مرسرِ خر۔ مشہور ہے گوشتِ خر دندانِ سگ۔ زشت۔ بد صورت۔ جفت۔ شوہر، بیوی۔ بابت۔ لائق، سزاوار، مناسب۔ پس۔ حدیث شریف ہے: "اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلْ" انسان اپنے دوست کا مذہب اختیار کر لیتا ہے تو غور کر لے کس سے دوستی کر رہا ہے۔

۳ سجن۔ قید خانہ۔ خرب۔ ویرانہ۔ اُسْجُدْ۔ تو سجدہ کر۔ اِقْتَرِبْ۔ قریب ہو جا۔ ایں سخن۔ یہ آنحضورؐ کا مقولہ ہے۔ براق۔ وہ سواری جو حضورؐ کو معراج میں ملی تھی۔ ناطقہ۔ قوتِ گویائی یہاں سے مولانا نے اسرار کے اخفاء کی حکمتیں بتائی ہیں۔ فاضح۔ رُسوا کرنے والا۔

غیبؑ مطلوبِ حق آمد چند گاہ — ایں دُہل زن را براں بر بند راہ
ہر چند کہ اللہ (تعالیٰ) کو غیب مطلوب ہے — اِس ڈھول پیٹنے والے کو نکالدے راستہ بند کردے

تگ مراں در کش عناں مستور بہ — ہر کس از پندارِ خود مسرور بہ
تیز نہ دوڑ، باگ کھینچ (راز کا) چھپا ہوا ہونا بہتر ہے — ہر انسان کا اپنے خیال کے مطابق خوش رہنا بہتر ہے

حق ہمی خواہد کہ نومیدانِؑ اُو — زیں عبادت ہم نگردانند رُو
اللہ (تعالیٰ) چاہتا ہے کہ اُس سے نا امید — بھی اِس عبادت سے منہ نہ موڑیں

ہم مُشرّف در عبادتہائے اُو — مُشتغِل گشتہ بطاعتہائے اُو
جو لوگ اُس کی عبادتوں سے مشرف ہیں ق — اُس کی فرمانبرداریوں میں مشغول ہیں

ہم بامیدے مُشرّف می شوند — چند روزے در رکابش می دوند
وہ بھی اُمید سے مشرف ہوں — (کیونکہ) چند روز وہ بھی ہم رکاب رہے ہیں

خواہد آں رحمت بتابد بر ہمہ — بر بد و نیک از عمومِ مرحمہ
رحمت چاہتی ہے کہ وہ سب پر نازل ہو — بُرے اور بھلے پر، رحمت کے عام ہونے کی وجہ سے

حق ہمی خواہد کہ ہر میر و اسیر — با رجا و خوف باشند و حذیرؑ
اللہ (تعالیٰ) چاہتا ہے کہ ہر حاکم اور محکوم — امید و بیم میں رہیں اور ڈرتے رہیں

ایں رجا و خوف در پردہ بُوَد — تا پسِ ایں پردہ پرورده شود
یہ امید و بیم پردہ (پوشی کی صورت) میں ہوسکتی ہے — تاکہ پسِ پردہ وہ پرورش پاتے رہیں

چوں دریدی پردہ کو خوف و رجا — غیب را شد کرّ و فرِّ اندر ملا
جب تونے پردہ چاک کردیا امید و بیم کہاں رہی؟ — غیب کی شان و شوکت برملا ہوگئی

حکایت

بر لبِ جُو بُرد ظنّے یک فتیٰؑ — کہ سلیمانؑ ست ماہی گیرِ ما
ایک نوجوان نے دریا کے کنارے پر خیال کیا — کہ ہمارا مچھیرا، سلیمان (علیہ السلام) ہے

گر وَیست ایں از چہ فرد ست و خفیست — ورنہ سیمائے سلیمانیش چیست
یہ اگر وہی ہے تو یہ تنہائی اور چھپاؤ کیوں ہے؟ — ورنہ اُس کا سلیمانؑ جیسا چہرہ مہرہ کیوں ہے؟

اندریں اندیشہ می بود اُو دو دلؑ — تا سلیمانؑ گشت شاہِ مُستقل
اِس خیال میں وہ دو دل ہو رہا تھا — یہاں تک کہ (حضرت) سلیمانؑ مستقل بادشاہ بن گئے

دیو رفت از مُلک و تختِ اُو گریخت — تیغ بختش خونِ آں شیطاں بریخت
دیو چلا گیا، اُن کے مُلک اور تخت سے بھاگ گیا — اُن کے نصیبہ کی تلوار نے اِس شیطان کا خون بہایا

لہ غیب۔ پردہ پوشی۔ دُہل زن۔ ڈھول پیٹنے والا، اعلان کرنے والا۔ تگ۔ دوڑ۔ مراں۔ راندن سے نہی ہے، نہ چلا۔ عناں۔ باگ۔ مستور۔ چھپا ہوا۔ پندار۔ عقیدہ، خیال۔
لہ نومیداں۔ وہ لوگ جو غلط عقیدہ کی وجہ سے نفس الامر میں مایوس ہیں، یعنی اخفار اسرار میں یہ بھی حکمت ہے کہ یہ لوگ بھی مایوس نہ ہوں۔ عبادتہائے۔ یعنی ناقص عبادتیں۔ رکاب۔ سواری، جلو۔ میر۔ سردار۔ اسیر۔ یعنی محکوم۔ رجا۔ امید۔
لہ حذیر۔ ڈرنے والا۔ ایں رجا۔ یعنی جب تک انسان کے اعمال پردے میں ہیں امید و خوف ہے ورنہ یکسو ہو جائیگا۔ اندر ملا۔ برملا۔ حکایت۔ اِس کا مقصد یہ ہے کہ انکشافِ حقیقت کے بعد خوف و رجا ختم ہو جاتا ہے۔ گر وَیست۔ اگر مچھیرا واقعی سلیمانؑ ہیں تو تنہا اور اس حالت میں کیوں ہیں۔ سیما۔ علامت، چہرہ مہرہ۔ دو دل۔ متردد۔ مستقل۔ خود مختار۔ دیو۔ وہ جن جس نے انگوٹھی چرائی تھی۔

کرد در انگشتِ خود انگشتری — جمع آمد لشکرِ دیو و پری
انھوں نے اپنی انگلی میں انگوٹھی پہنی — دیو اور پریوں کا لشکر جمع ہو گیا

آمدند از بہرِ نظّارہ رِجال — درمیانِ شاں آنکہ بُد صاحبِ خیال
لوگ، دیدار کے لئے آئے — اُن میں وہ گمان کرنے والا (بھی) تھا

چوں در انگشتش بدید انگشتری — رفت اندیشہ و گمانش یکسری
جب اُس نے اُن کی انگلی میں انگوٹھی دیکھی — اُس کا گمان اور خیال ختم ہو گیا

وہم آنگاہ ہست کاں پوشیدہ است — ایں تحرّی از پئے نادیدہ است
وہم اُسوقت تک رہتا ہے جبتک کہ وہ پوشیدہ ہے — اٹکل بغیر دیکھی چیز کے تئے ہے

شُد خیالِ غائب اندر سینہ زفت — چونکہ حاضر شد خیالِ اُو برفت
غائب (چیز) کا خیال سینہ میں استوار ہوا — جب وہ حاضر ہو گئی خیال ختم ہوا

گر سمائے نور بے باریدنی ست — ہم زمینِ تار بے بالیدنی ست
اگر منوّر آسمان نہ برسنے والا ہے — تاریک زمین بھی بغیر نشوونما کے ہے

یُوْمِنُوْنَ بِالْغَیْب می باید مرا — زاں بہ بستم روزنِ فانی سرا
(اللہ نے فرمایا) ہمیں غیب پر ایمان لانیوالے درکار ہیں — اس لئے میں نے دنیا کے سوراخ بند کر دیئے ہیں

گرچہ ہست اظہار کردن خود کمال — می رہاند جانہا را از خیال
اگرچہ ظاہر کرنا خود کمال ہے — (کیونکہ) جانوں کو وہم سے رہائی دیدیتا ہے

لیک یک در صد بُود ایمان بغیب — نیک دان و بگذر از تزویر و ریب
لیکن سو میں سے ایک کو ایمان بالغیب ہوتا ہے — خوب سمجھ لے اور مکر اور شک سے درگزر کر

چوں شگافم آسماں را در ظہور — چوں بگویم هَلْ تَرٰی فِیْهَا فُطُوْر
اگر اظہار کے لئے میں آسمان میں شگاف ڈالوں — تو کیا تم اُنہیں شگاف دیکھتے ہو کیسے کہوں؟

تا دریں ظلمت تحرّی گسترند — ہر کسے رُو جانبے می آورند
تاکہ اس اندھیرے میں اٹکل لگاتے رہیں — ہر آدمی الگ الگ جانب کو رُخ کرے

مُدّتے معکوس باشد کارہا — شحنہ را دُزد آوَرَد بر دارہا
(تاکہ) ایک عرصہ تک کام اُلٹے رہیں — چور، کوتوال کو سولی پر چڑھادے

تاکہ بس سُلطانِ عالی ہمّتے — بندۂ بندہ خود آید مُدّتے
تاکہ عالی ہمّت بادشاہ — ایک عرصہ تک غلام کا غلام رہے

لے جمع آمد. حضرت سلیمانؑ کی سلطنت دوبارہ جم گئی۔ رِجال۔ رجل کی جمع ہے، مرد۔ صاحبِ خیال۔ یعنی وہ شخص جس نے حضرت سلیمانؑ کو مچھلیاں پکڑتے دیکھا تھا جبکہ وہ سلطنت سے محروم ہو کر ایک مچھیرے کے گھر میں رُوپوش ہو گئے تھے۔ چوں۔ ایک روز حضرت سلیمانؑ کے جال میں وہ مچھلی آگئی جس نے وہ انگشتری نگل لی تھی جو دیو سے دریا میں گر پڑی تھی اور جس کے بل پر حضرت سلیمانؑ حکومت کرتے تھے اور اُس مچھلی کے پیٹ سے انگشتری نکال کر حضرت سلیمانؑ نے اپنی انگلی میں پہن لی۔

ٹے وہم۔ جو چیز پوشیدہ اور مخفی ہو وہاں وہم کارفرما ہوتا ہے۔ گر سمائے نور۔ عالم کی شادابی کیلئے بارش ہونا ضروری ہے جو کہ اَبر کے حجاب کیساتھ نازل ہوتی ہے ورنہ زمین میں بالیدگی نہ ہو۔ اسی طرح اخفاء غیب میں بھی مصلحت ہے۔ فانی سرا یعنی دنیا۔ لیک در صد۔ تمام عالم کا مومن ہو جانا مصلحتِ باری کے خلاف ہے۔

ثے چوں۔ اگر میں غیب کے مشاہدہ کیلئے آسمانوں کو شق کر دیتا تو هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْر کی دعوت نہ دیتا۔ قرآن میں اللہ کی حکمت پر استدلال میں یہ آیت ہے فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْر اے انسان تو اپنی نظر آسمان پر دوڑا کیا اس میں تجھے کوئی شگاف نظر آتا ہے۔ تا دریں۔ غیب میں

بندگی[1] در غیب آمد خوب وگش | حفظِ غیب آمد در استعباد خوش

غیب کی صورت میں عبادت خوب اور بہتر ہے | عبادت کرانے میں غیب کی حفاظت اچھی ہے

گو کہ مدحِ شاہ گوید پیشِ اُو | تا کہ در غیبت بُود اُو شرم رُو

کہاں ہے وہ جو بادشاہ کے سامنے بادشاہ کی تعریف کرے | اُس کے مقابلہ میں جو غائبانہ شرمائے

قلعہ دارے کز کنارِ مملکت | دور از سلطان و سایہ سلطنت

وہ قلعہ دار جو مملکت کے کنارے پر | بادشاہ اور سلطنت کے سایہ سے دور

ق

قلعہ نفروشد بمالِ بیکراں | پاس دارد قلعہ را از دشمناں

لاتعداد مال کے لئے قلعہ کو فروخت کرے | دشمنوں سے قلعہ کی حفاظت کرے

غائب از شہ در کنارِ ثغرہا | ہمچو حاضر اُو نگہدارد وفا

دل کے کنارے پر بادشاہ سے غائب | حاضر کی طرح وفا کی نگہداشت کرے

پیشِ شہ اُو بہ بُود از دیگراں | کہ بخدمت حاضر اند و جانفشاں

بادشاہ کے نزدیک وہ دوسروں سے بہتر ہوگا | جو دربار میں حاضر ہیں اور جانفشانی کرتے ہیں

پس بغیبت نیم ذرہ حفظِ کار | بہ کہ اندر حاضری زاں صد ہزار

غیبت میں کام کی تھوڑی بھی نگہداشت | موجودگی کی لاکھ کارگذاری سے بہتر ہے

طاعت[2] و ایماں کنوں محمود شد | بعدِ مرگ اندر عیاں مردود شد

فرمانبرداری اور ایمان اب قابلِ تعریف ہے | مرنے کے بعد مشاہدہ کی صورت میں نامقبول ہے

چونکہ غیب و غائب و رُو پوش بہ | پس دہاں بر بند و لب خاموش بہ

چونکہ غیب اور غائب اور چھپا ہوا بہتر ہے | تو منہ کو بند کرلے، خاموش رہنا بہتر ہے

اے برادر دست وادار از سخن | خود خدا پیدا کند علمِ لدن

اے بھائی! بات کہنے سے دستبردار ہو جا | وہ (اللہ تعالیٰ) علمِ وہبی خود پیدا کردیگا

بس بُود خورشید را رویش گواہ | اَیُّ شَیْءٍ اَعْظَمُ الشَّاہِدُ اِلٰہ

سورج کے لئے اُس کا چہرہ کافی گواہ ہے | سب سے بڑا گواہ کون ہے؟ خدا ہے

نے[3] بگویم چوں قرین شد در بیاں | ہم خدا و ہم مَلَک ہم عالِماں

نہیں میں تو شہادت دونگا جیسا کہ بیان میں ساتھ ہیں | اللہ بھی اور فرشتے بھی اور علماء بھی

یَشْهَدُ اللّٰهُ وَالْمَلَكُ وَاَهْلُ الْعُلُوْم | اَنَّهٗ لَا رَبَّ اِلَّا مَنْ یَدُوْم

اللہ گواہی دیتا ہے اور فرشتے اور علماء | کہ رب نہیں ہے مگر وہ جو ہمیشہ رہے

---

[1] بندگی۔ یہاں سے بھی اِخفاءِ اَحوال کی حکمت بیان کرنا شروع کی۔ گش۔ خوب۔ حفظ۔ محفوظ۔ استعباد۔ عبادت کرانا۔ حفظِ غیب۔ غائبانہ اطاعت کا بڑا درجہ ہے۔ کو۔ کجا یعنی دونوں میں بہت فرق ہے۔ ثغر۔ سرحد۔

[2] طاعت وایماں۔ آیاتِ الٰہیہ کے مشاہدہ کے بعد ایمان معتبر نہ ہوگا۔ علمِ لدن۔ خدا جس کو چاہیگا خود علمِ وہبی عطا فرمادیگا اور وہ غیب پر مطلع ہوجائیگا، تو خاموش ہوجا۔ بس۔ جب مشاہدہ ہوجائیگا تو پھر کسی گواہ کی ضرورت نہ رہے گی۔

[3] نے بگویم۔ اوپر کا مضمون تھا کہ صرف اللہ کی گواہی ہی کافی ہے۔ آفتاب آمد دلیلِ آفتاب اب اِس مضمون سے گریز ہے کہ ہاں اللہ کی گواہی کافی ضرور ہے لیکن چونکہ اللہ نے اپنی گواہی میں فرشتوں اور اہلِ علم کو شریک کیا ہے تو میں بھی گواہی دیتا ہوں۔ یشہد قرآن پاک میں ہے۔ "شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ" اللہ اس پر گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اہلِ علم گواہی دیتے ہیں۔

چوںؑ گواہی داد حق کہ بُود مَلک — تا شود اندر گواہی مشترک
جب اللہ (تعالیٰ) نے گواہی دیدی تو فرشتے کیا ہو ہیں — کہ وہ گواہی دینے میں شریک ہوں

زانکہ شعشاع وحضورِ آفتاب — بَرنتابد چشم ودلہائے خراب
یہ اس لئے کہ کرنوں اور سورج کی موجوگی کی — کمزور آنکھیں اور دل، طاقت نہیں رکھتے ہیں

چوں خفاشے کو تفِ خورشید را — برنتابد بگسلد اُمّید را
جبکہ چمگادڑ جو سورج کی چمک کی — تاب نہیں لاتی ہے اُمید توڑ بیٹھتی ہے

پس ملائک را چو ماہاں باز داں — جلوہ گر خورشید را بر آسماں
تو فرشتوں کو اُن چاندوں کی طرح سمجھ — جو آسمان پر سورج کو جلوہ دیتے ہیں

کایں ضیا ما ز آفتابے یافتیم — چوں خلیفہ بر ضعیفاں تافتیم
(وہ کہتے ہیں) کہ یہ روشنی ہم نے سورج سے حاصل کی ہے — قائم مقام بن کر ہم کمزوروں پر چمکے ہیں

چوںؑ مہِ نو یا سہ روزہ یا کہ بدر — مرتبہ ہر یک بُود در نور و قدر
نئے چاند یا تین روزہ چاند یا چودھویں کے چاند کی طرح — ہر ایک (فرشتہ) کا نور اور قدر میں رتبہ ہے

زا جنحہ نورِ ثُلاث اَوْ رُباع — بر مراتب ہر مَلک را آں شعاع
نور کے تین تین یا چار چار بازوؤں کی وجہ سے — مرتبہ کے اعتبار سے ہر فرشتہ کو وہ نور حاصل ہے

ہمچو پرہائے عقولِ انسیاں — کہ بسے فرق ست شاں اندر میاں
جیسے انسانوں کے عقل بازو — کہ اُن کے درمیان بہت بڑا فرق ہے

پس قرینِ ہر بشر در نیک و بد — آں مَلک باشد کہ مانندش بُود
ہر انسان کا نیکی اور بدی کے اعتبار سے ساتھی — وہ فرشتہ ہوگا جو اُس کے مناسب ہوگا

چشمِ اَعمش نورِ خور را بر نتافت — اختر او را شمع شد تا رہ بیافت
چُندھے کی آنکھ میں سورج کی روشنی کی تاب نہیں ہے — ستارہ اُس کی شمع بنگیا یہانتک کہ اُسکو راستہ ملگیا

گفتن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مر زید رضی اللہ عنہ را
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زید رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ

کہ ایں سر را فاش تر زیں مگو و متابعت نگہدار
اس راز کو اس سے زیادہ کھل کر نہ کہہ اور فرمانبرداری کا لحاظ رکھ

گفت پیغمبر کہ اصحابی نجوم — رہرواں را شمع و شیطاں را رجوم
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میرے صحابہ ستارے ہیں — جو مسافروں کی شمع اور شیطان کیلئے گرز ہیں

لے چوں گواہی۔ اب یہ سمجھانا ہے کہ خدا کی گواہی کے بعد فرشتوں اور علماء کی گواہی کی کیا ضرورت تھی۔ شعشاع۔ شعاع۔ بر نتابد۔ تاب نیارد۔
ے خفاش۔ چمگادڑ۔ تف۔ چمک، گرمی۔ پس ملائک۔ یعنی جسطرح سورج کے ہوتے ہوئے چاند اور ستاروں کے وجود میں مصلحت کارفرما ہے اسیطرح اللہ کی گواہی کے بعد فرشتوں کی گواہی میں مصلحت کارفرما ہے۔ ماہاں۔ مختلف نور کے چاند۔
ے چوں۔ جس طرح مختلف تاریخوں کے چاند کے نور میں فرق ہے اسیطرح فرشتوں کے مراتب میں فرق ہے۔ اجنحہ۔ جناح کی جمع ہے، بازو۔ ثلاث۔ تین تین۔ رباع۔ چار چار۔ عقول۔ انسانوں کی عقلوں میں فرق ہے۔ اعمش۔ چندھا، کمزور نگاہ والا۔ خور۔ خورشید۔
ے اصحابی۔ حدیث شریف ہے: اَصْحَابِی کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ۔ میرے صحابہ ستاروں کیطرح ہیں تم جس کی بھی پیروی کرو گے راہ یاب ہو جاؤ گے۔ ستاروں کے دو فائدے ہیں ایک راہنمائی دوسرے یہ کہ وہ شیطانوں کیلئے گرز بھی ہیں جو شیاطین آسمانی باتیں چرانے کی کوشش کرتے ہیں اُن کو ہلاک کردیتے ہیں۔ اسیطرح صحابہ چراغ العلوم ہیں، وہ منکروں کی ہلاکت کا سبب ہیں۔

هر کسے را گر بُدے آں چشم و زور | گو گرفتے ز آفتابِ چرخ[1] نور
اگر ہر شخص کے لئے وہ آنکھ اور طاقت ہوتی | کہ جس سے آسمان کے سورج سے نور حاصل کر سکتا

کے ستارہ حاجتستے اے ذلیل | کے بُدے بر نورِ خورشیداں دلیل
اے ذلیل! ستارے کی پھر کیا ضرورت تھی؟ | وہ سورج کی روشنی کا راہنما کب ہوتا؟

ہیچ ماہ و اخترے حاجت نبود | کو بُود بر آفتابِ حق شہود
(انکو) کسی چاند اور ستارے کی ضرورت نہ تھی | جو حق کے سورج کا گواہ ہوتا

ماہ[2] می گوید با بر و خاک و فے | مَن بشر مِن مثلکم یوحیٰ الی
چاند، ابر اور خاک اور سایہ سے کہتا ہے | میں تم جیسا انسان ہوں، مجھ پر وحی آتی ہے

چوں شما تاریک بودم در نہاد | وحیِ خورشیدم چنیں نورے بداد
دراصل تمہاری طرح میں بھی بے نور تھا | وحی کے سورج نے مجھے یہ نور عطا کیا ہے

ظلمتے دارم بہ نسبت با شموس | نور دارم بہرِ ظلماتِ نفوس
سورجوں کی بہ نسبت، میں تاریک ہوں | انسانوں کی تاریکیوں کیلئے میرے پاس نور ہے

زاں ضعیفم تا تو تابے آوری | کہ نہ مردِ آفتابِ انوری
میں اس لئے ضعیف ہوں کہ تو برداشت کر سکے | کیونکہ تو زیادہ چمکدار سورج کا مردِ میدان، نہیں ہے

ہمچو شہد[3] و سرکہ در ہم بافتم | تا بہ بیماری جگر رہ یافتم
میں شہد اور سرکہ کی طرح باہم مل گیا ہوں | یہاں تک کہ جگر کی بیماری تک پہنچ گیا ہوں

چوں ز علت وارہیدی اے رہیں | سرکہ را بگذار می خور انگبیں
اے گرفتار (مرض) جب بیماری سے نجات پا جائے | سرکہ کو چھوڑ دے شہد چاٹ

تختِ دل معمور شد پاک از ہوا | بر وے الرحمٰن علی العرش استویٰ
جب دل کا تخت خواہشات سے پاک ہو کر (نور سے) بھر گیا | تو الرحمٰن علی العرش استویٰ کا مصداق ہو گیا

محکم بر دل بعد ازیں بے واسطہ | حق کُند چوں یافت دل ایں رابطہ
اس کے بعد بلا واسطہ دل پر محکم | اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے جب دل کو یہ ربط حاصل ہو گیا

ایں سخن پایاں ندارد زیدؓ کو | تا دہم پندش کہ رسوائی مجو
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے (حضرت) زیدؓ کہاں ہیں؟ | تاکہ میں ان کو روکوں کہ رسوائی نہ کر

نیست حکمت گفتن ایں اسرار را | چوں قیامت می رسد اظہار را
ان رازوں کے کہنے میں دانائی نہیں ہے | اظہار کے لئے قیامت آرہی ہے

[1] چرخ۔ آسمان۔ دلیل۔ رہنما۔ شہود شاہد، گواہ۔ فے بسایہ۔
[2] ماہ۔ یعنی نبی کریم۔ یوحیٰ۔ وحی بھیجی جاتی ہے۔ الی۔ میری جانب۔ قرآن میں ہے۔ قُل اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوحیٰ اِلَیَّ "اے نبی! تم لوگوں سے کہدو میں تم جیسا انسان ہوں مجھ پر وحی آتی ہے"۔ جوں خدا۔ آنحضورؐ کو خطاب کر کے اللہ نے فرمایا ہے: "اسی طرح سے ہم نے اپنے حکم سے دین کی جان یعنی قرآن تمہاری طرف وحی کے ذریعہ بھیجی ہے تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کسکو کہتے ہیں"۔ شموس۔ یعنی شئونِ باری اور صفاتِ الٰہی۔ کہ نہ مرد۔ براہِ راست منجانب اللہ افاضہ عوام کے لئے مناسب نہیں اسلئے رسول واسطہ بنے ہیں۔
[3] شہد۔ یعنی فیضِ حق۔ سرکہ۔ یعنی قولی تعلیمات۔ جگر۔ یعنی مخلوقات۔ درہم بافتن۔ مل جل جانا۔ رہ یافتن۔ داخل ہو جانا، سرایت کرنا۔ علت۔ یعنی روحانی امراض۔ سرکہ را بگذار۔ اب قالی اور قولی تعلیمات کی ضرورت نہیں ہے اسرار الٰہی کی معرفت بذریعہ علم لدنی حاصل ہونے لگیگی۔ تختِ دل۔ یعنی جب دل ہوا و ہوس سے پاک ہو جائیگا اللہ کی تجلیات اس پر ایسی ہی ہونگی جیسی کہ عرش پر۔ محکم۔ جب اللہ سے رابطہ پیدا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ دل پر براہِ راست الہام فرماتا ہے۔ اور اسکو علوم لدنیہ حاصل ہو جاتے ہیں۔ رسوائی۔ اسرار کا کھولنا رسوائی کا سبب ہے۔ قیامت۔ قیامت کے دن سب چھپے ہوئے راز کھل جائیں گے۔

رجوع بحکایت زید رضی اللہ عنہ

(حضرت) زید رضی اللہ عنہ کی حکایت کی طرف واپسی

زید را اکنوں نیابی گو گریخت — جَست از صفِ نعال و نعل ریختؑ
(اے مخاطب) اب تو زیدؓ کو نہ پائیگا کیونکہ اب وہ چلدیئے — (مجلس کی) آخری صف سے روانہ ہوگئے اور تیزی سے روانہ ہوئے

تو کہ باشی زید ہم خود را نیافت — ہمچو اختر کہ برو خورشید تافت
تو کیاہے، زید خود اپنے آپ کو نہیں پاسکتے ہیں — اُس ستارے کی طرح جس پر سورج روشنی ڈالدے

نے ازو نقشے بیابی نے نشاں — نے کہے یابی براہِ کہکشاں
تو نہ اُس (ستارے) کا نقش پائے گا نہ نشان — نہ کہکشاں کے راستہ میں تو تنکا پائے گا

شدؑ حواس و نطق بے پایانِ ما — محوِ نورِ دانشِ سلطانِ ما
ہمارے لامحدود حواس اور قوتِ گویائی — ہمارے شہنشاہ کی دانش کے نور میں فنا ہوگئی

حسہا و عقلہا شاں در درون — موج در موجِ لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن
اُن (روحوں) کے حواس اور عقلیں اِس عالم میں — "لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن" (کے مقام) میں موجزن تھے

چوں شب آمد باز وقتِ بار شد — انجمِ پنہاں شدہ بر کار شد
جب رات آئی پھر کام کا وقت آگیا — چھپے ہوئے ستارے کام میں لگ گئے

خلقِؑ عالم جملگی بیہش شوند — پردہا بر رو کشند و بغنوند
دنیا کی تمام مخلوق بے ہوش ہوجاتی ہے — چہرے ڈھانپ لیتے ہیں اور اونگھنے لگتے ہیں

صبح چوں دم زد عَلَم افراشت خور — ہر فتیٰ از خوابگہ برداشت سر
صبح نے جب سانس لیا سورج نے جھنڈا بلند کیا — ہر نوجوان نے خواب گاہ سے سر اٹھایا

بیہشاں را وا دہد حق ہوشہا — حلقہ حلقہ حلقہا در گوشہا
اللہ بے ہوشوں کو ہوش دے دیتا ہے — جماعت در جماعت تابعِ فرمان ہوجاتے ہیں

پائے کوباں دست افشاں در ثنا — ناز نازاں ربّنا اَحْیَیْتَنَا
تعریف میں ناچتے ہوئے، رقص کرتے ہوئے — ناز کرتے ہوئے کہ اے ہمارے رب تونے ہمیں زندہ کردیا

آں جلود و آں عظامِ ریختہ — فارساں گشتہ غبار انگیختہ
ریزہ ریزہ کھالیں اور ہڈیاں — شہسوار بنے ہوئے، غبار اُڑاتے ہوئے

حملہ آرند از عدم سوئے وجود — در قیامت ہم شکور و ہم عنود
عدم سے وجود کی طرف تیزی سے چلیں گے — قیامت میں شکر گذار بھی اور سرکش بھی

۱ؑ نعل ریختن۔ تیز بھاگنا۔ تو کہ۔ زیدؓ اب فنا کے اُس مقام پر پہنچ گئے ہیں خود انکو اپنی خبر نہیں ہے۔ کہکشاں۔ اصل میں کاہ کشاں ہے یہ باریک ستاروں کا لمبا مجموعہ ہے اور ایسا ہے جیسا کہ گھاس کا گٹھر زمین پر ڈالکر کھینچا جائے تو زمین پر نشانات ہوجاتے ہیں۔ یہ آسمان پر رات کی تاریکی میں جنوباً شمالاً ایک سڑک کی صورت میں نظر آتا ہے۔ جب سورج نکلتا ہے نہ ستارے نظر آتے ہیں نہ کہکشاں۔

۲ؑ شد۔ عالمِ ارواح میں ہمارے تمام حواس خدائی نور میں اسی طرح محو تھے جیسی کہ حضرت زیدؓ پر محویت طاری ہوئی۔ لَدَیْنَا۔ سورہ یٰسین میں مذکور ہے۔ اِنْ کَانَتْ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً فَاِذَا ھُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ۔ قیامت بس ایک زور کی آواز ہوگی تو بس لوگ ہمارے حضور میں حاضر کیے جائیں گے۔ چوں شب آمد جسطرح ستارے دن میں چھپ جاتے ہیں اور رات آتے ہی معروفِ عمل ہوجاتے ہیں اسیطرح جب انسان پر شب یعنی موت طاری ہوتی ہے اور روح عالمِ ارواح میں پہنچ جاتی ہے تو ملائکہ اُس میں تصرف شروع کردیتے ہیں۔

۳ؑ خلقِ عالم۔ یعنی سکرات الموت سے بیہوشی طاری ہوجاتی ہے اور عالمِ برزخ میں روحوں پر غنودگی طاری ہوجاتی ہے۔ صبحدم۔ صبح ہوتے ہی تمام انسان نیند سے بیدار ہوجاتے ہیں اسی

الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور

سر[1] چہ می پیچی چرا نادیدۂ — در عدم اوّل نہ سر پیچیدۂ
ایسا بھولا بن کر تو کیوں انکار کرتا ہے؟ — کیا پہلے عدم میں تونے منہ نہ موڑا تھا؟

در عدم افشردہ بودی پائے خویش — کہ مرا کہ بر کند از جائے خویش
تونے عدم میں اپنا پیر سکوڑ رکھا تھا — کہ مجھے میری جگہ سے کون اکھاڑ سکتا ہے؟

می نہ بینی صُنعِ ربّانیت را — کہ کشد اُو موئے پیشانیت را
کیا تو خدا کی کاریگری کو نہیں دیکھتا ہے — کہ اس نے تیری پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچ لیا

تا کشیدت اندریں انواعِ حال — کہ نبودت در گمان و در خیال
یہاں تک کہ تجھے اِن احوال میں مبتلا کر دیا — جو تیرے گمان اور خیال میں بھی نہ تھے

آں عدم اُو را ہمارہ[2] بندہ است — کار کُن دیوا! سلیماںؑ زندہ است
عدم ہمیشہ اُس کے فرمان کے تابع ہے — اے دیو! کام میں لگ جا سلیمانؑ زندہ ہے

دیو می سازد جفانِ کالجواب — زہرہ نے تا دفع گوید یا جواب
دیو، تالابوں جیسے لگن بنا رہا ہے — طاقت نہیں ہے کہ انکار کرے یا جواب دیدے

خویش را بیں چوں ہمی لرزی ز بیم — مر عدم را نیز لرزاں داں مقیم
تو اپنے آپ کو دیکھ خوف سے کیسا کانپ رہا ہے — عدم کو بھی ہمیشہ لرزاں سمجھ

ور تو دست اندر مناصب میزنی — ہم ز ترس ست آنکہ جانے میکنی
اگر تو بڑے عہدوں پر دست درازی کر رہا ہے — یہ بھی ڈر ہی کی وجہ سے ہے کہ تو مشقت اٹھاتا ہے

ہر چہ جز عشقِ خدائے احسن ست — گر شکر خائیست آں جاں کندن[3] ست
خدائے خوب تر کے عشق کے علاوہ جو کچھ ہے — اگر شکر خوری بھی ہے وہ جاں کنی ہے

چیست جاں کندن سوئے مرگ آمدن — دست را آبِ حیاتے نا زدن
جان کنی کیا ہے؟ موت کی جانب چلنا ہے — آبِ حیات کو حاصل نہ کرنا ہے

خلق را دو دیدہ در خاکِ ممات — صد گماں دارند در آبِ حیات
مخلوق کی نگاہیں موت کی مٹی کی طرف ہیں — آبِ حیات میں سینکڑوں شک کرتے ہیں

جہد کُن تا صد گماں گردد نود — شب برو ور تو بخسپی شب رود
کوشش کر کر تو گمان نوّے بن جائیں — رات کو سفر کر اگر سو گیا رات چلی جائے گی

در شبِ تاریک جوئے آں روز را — پیش کُن آں عقلِ ظلمت سوز را
اندھیری رات میں اس دن کی تلاش کرلے — تاریکی کو ختم کر دینے والی عقل کو رہنما بنا

---

[1] سر چہ۔ روح نے حضرت آدمؑ کے جسم میں آنے سے پہلے بھی انکار کیا تھا۔ در عدم۔ ازل میں روح جسم میں آنے کو آمادہ نہ تھی۔ تا کشیدت۔ مجبوراً روح کو جسدِ عنصری اختیار کرنا پڑا اور احوالِ دنیا میں مبتلا ہونا پڑا۔

[2] ہمارہ۔ ہموارہ، ہمیشہ۔ دیوا۔ اے دیو۔ جفان۔ جفنؔ کی جمع ہے، لگن۔ جواب۔ اصل میں جوابی ہے جو جابیہ کی جمع ہے بڑا حوض۔ زہرہ۔ پتہ، حوصلہ۔ مناصب۔ منصب کی جمع، بڑا عہدہ۔ بڑے عہدوں کی کاوشش انسان مال حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے جس کی وجہ افلاس کا خوف ہوتا ہے جو بتقدیر اللہ ہے تو گویا انسان کا عہدے حاصل کرنا اللہ سے لرزنا ہے۔

[3] جان کندن۔ مصیبت برداشت کرنا۔ مرگ۔ یعنی دنیا۔ آبِ حیات یعنی عشقِ الٰہی، دیدارِ الٰہی۔ نود۔ نوّے۔ شب رفتن۔ رات کو چلنا، یعنی رات کو عبادت کرنا۔ آں روز۔ یعنی نورِ الٰہی۔

در شبِ بد رنگ بس نیکی بُوَد
کالی رات میں بہت نیکیاں ہوتی ہیں

آبِ[۱] حیواں جُفتِ تاریکی بُود
آبِ حیات اندھیرے میں ہوتا ہے

سَر زِ خفتن کے تواں بر داشتن
سونے سے سَر کب اُٹھایا جا سکتا ہے!

با چُنیں صد تخمِ غفلت کاشتن
غفلت کے ایسے سَو بیج بو کر

خوابِ مُردہ لقمہ مُردہ یار شد
مُردے کی سی نیند، حرام لقمے، پیارے بن گئے

خواجہ خُفت و دُزدِ شب بر کار شد
جناب سو گئے، اور رات کا چور کام میں لگ گیا

تو نمیدانی کہ خصمانت کیند
تو نہیں جانتا کہ تیرے دشمن کون ہیں؟

ناریاں[۲] خصمِ وجودِ خاکیند
ناری، خاکیوں کے وجود کے دشمن ہیں

نار خصمِ آب و فرزندانِ اوست
آگ، پانی اور اس کی پیداوار کی دشمن ہے

ہمچنانکہ آب خصمِ جانِ اوست
جس طرح پانی اُس کی جان کا دشمن ہے

آب آتش را کُشد زیرا کہ اُو
پانی، آگ کو بجھا دیتا ہے کیونکہ وہ (آگ)

خصمِ فرزندانِ آبست و عدو
پانی کی پیداوار کی مخالف اور دشمن ہے

بعد ازاں ایں نار نارِ شہوتست
اس آگ کے علاوہ ایک شہوت کی آگ ہے

کاندرو اصلِ گناہ و زَلّتست
جس کے اندر گناہ اور لغزش کی جڑ ہے

نارِ بیرونی بآبے بفسرد
بیرونی آگ پانی سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے

نارِ شہوت تا بدوزخ می بَرد
شہوت کی آگ جہنم تک لے جاتی ہے

نارِ شہوت می نیارامد بآب
شہوت کی آگ، پانی سے نہیں بجھتی ہے

زانکہ دارد طبعِ دوزخ در عذاب
اس لئے کہ عذاب میں وہ دوزخ کا مزاج رکھتی ہے

نارِ شہوت را چہ چارہ[۳] نورِ دیں
شہوت کی آگ کا کیا علاج ہے؟ دین کا نور علاج ہے

نُورُکُمْ اِطْفَاءُ نَارِ الْکَافِرِیْن
(جس طرح) تمہارا نور (ایمان) کافروں کی آگ کا بجھانا ہے

چہ کُشد ایں نار را نورِ خدا
اس آگ کو کیا چیز بجھا سکتی ہے؟ خدا کا نور (بجھا سکتا ہے)

نورِ ابراہیمؑ را ساز اُوستا
(حضرت) ابراہیمؑ کے نور کو اُستاد بنا لے

تا ز نارِ نفس چوں نمرودِ تو
تاکہ تیرے نمرود جیسے نفس کی آگ سے

وا رَہد ایں جسم ہمچوں عُودِ تو
تیرا لکڑی جیسا جسم نجات پا جائے

شہوتِ نارے براندن کم نشد
شہوت وہ آگ ہے جو پورا کرنے سے کم نہیں ہوتی ہے

اُو بماندن کم شود بے ہیچ بُد
وہ روکنے سے کم ہو جاتی ہے بغیر کسی چیز کے

۵[۱] آبِ حیواں مشہور ہے کہ آبِ حیات تک پہنچنے میں بہت سی تاریکیوں سے گزرنا پڑتا ہے، یعنی رات کے اندھیرے میں آبِ حیات تلاش کر۔ لقمۂ مُردہ۔ حرام غذا۔ دزدِ شب۔ یعنی شیطان۔ خصم۔ دشمن، مخالف۔

۵[۲] ناریاں۔ شیاطین۔ فرزندانِ آب۔ یعنی انسان جو نطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ بعد ازاں۔ یعنی ناری مخلوق کے علاوہ شہوت کی آگ بھی آدمی کی دشمن ہے۔ نارِ بیرونی۔ یعنی عنصری آگ۔ نارِ شہوت۔ جس طرح دوزخ کی آگ پانی سے نہ بجھے گی اسی طرح شہوت کی آگ پانی سے نہیں بجھ سکتی ہے۔ بلکہ دین کے نور کے ذریعہ بجھے گی۔

۵[۳] چارہ۔ علاج۔ اِطفاء۔ بجھا دینا۔ اوستا۔ اُستاد۔ نمرود۔ اُس بادشاہ کا نام ہے جس نے حضرت ابراہیمؑ کو دہکتی ہوئی آگ میں پھنکوا دیا تھا اور وہ آگ اُن پر گلزار بن گئی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کا نور آگ کے بجھ جانے کا سبب بنا تھا۔ شہوت راندن۔ خواہشِ نفسانی کو پورا کرنا۔ بماندن۔ یعنی شہوت کو روکو گے تو رُکے گی۔

تاکہ[1] ہیزم می نہی بر آتشے
تو آگ پر ایندھن کب تک رکھے گا؟

کے بمیرد آتشش از ہیزم کشے
ایندھن ڈالنے والے سے آگ کب بجھ سکتی ہے؟

چونکہ ہیزم باز گیری نار مُرد
جب تو ایندھن ہٹالے گا آگ مُردہ ہو جائیگی

زانکہ تقوٰی آب سُوئے نار بُرد
اسلئے کہ پرہیزگاری نے آگ پر پانی ڈالدیا ہے

کے سیہ گردد ز آتش رُوئے خوب
خوبصورت چہرہ آگ سے کب سیاہ ہوتا ہے؟

کو نہد گلگونہ از تقوٰی القلوب[2]
اسلئے کہ اُسنے دلوں کی پرہیزگاری کا غازہ لگایا ہے

نار پاکاں را ندارد خود زیاں
آگ، پاک لوگوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے

کے ز خاشاکے شود دریا نہاں
کوڑے کرکٹ سے دریا کب چھپ سکتا ہے؟

ہر کہ تریاکِ خدائے را بخورد
جس نے خدائی تریاق کھالیا

گر خورد زہرے مگویش کو بمرد
اگر وہ زہر بھی کھالے تو اس کو مُردہ نہ کہہ

گر طبیبت گوید اے رنجورِ زار
اگر تجھ سے طبیب کہے کہ اے کمزور مریض!

از عسل پرہیز کن ہیں ہوشیار
شہد سے پرہیز کر، خبردار اے ہوشیار!

گر جوابش گوئی از جہل اے سقیم
اے بیمار! اگر تو نادانی سے اُس کو جواب دے

کہ چرا تو میخوری بے ترس و بیم
کہ تو بلا خوف و خطر کیوں کھا رہا ہے؟

گویدت در دل حکیمِ مہرباں
مہربان طبیب، دل دل میں تجھے کہے گا

ق کز قیاسے کردہ چوں اَبلہاں
تو نے بیوقوفوں کی طرح غلط قیاس کیا ہے

آبِ چشمہ[3] بیں ز ریزش شد فزوں
چشمہ کے پانی کو دیکھ بہاؤ سے اور بڑھ گیا

آبِ خُم بیں خود ز خوردن شد نگوں
مٹکے کے پانی کو دیکھ پینے سے (اُسکا) اوندھا ہو گیا

خور کُند رنجور را رنجور تر
کھانا، بیمار کو زیادہ بیمار بنا دیتا ہے

وانکہ معمور ست خود معمور تر
جو صحت مند ہے اُس کو زیادہ صحت مند بنا دیتا ہے

در تو علت می فروزد ہمچو نار
(کھانا) تجھ میں آگ کیطرح بیماری بڑھادے گا

ہیں مکُن با نار ہیزم را تو یار
خبردار! ایندھن کو آگ کا یار نہ بنا

زیں دو آتش[4] خانمانت ویراں شود
اِن دونوں آگوں سے تیرا گھر برباد ہو جائیگا

قالبِ زندہ ازو بے جاں شود
زندہ جسم اُنسے مُردہ ہو جائے گا

در من از ناریست آں ہمچو نور
مجھ میں اگر آگ ہے تو وہ نور جیسی ہے

نارِ صحت در تن افزاید سرور
صحت کی آگ جسم میں سرور بڑھاتی ہے

---

[1] تاکہ۔ شہوت اور اُس کے تقاضے کو پورا کرنے کی مثال آگ اور ایندھن کی ہے۔ جس قدر شہوت کا تقاضہ پورا کرو گے شہوت میں اضافہ ہوگا۔ تقوٰی یعنی خواہشاتِ نفسانی سے بچنا۔ گلگونہ۔ غازہ۔

[2] تقوٰی القلوب۔ دلوں کی پرہیزگاری۔ نار پاکاں را۔ حضرت ابراہیم کو آگ نہیں جلا سکی، اسی طرح آتشِ نفس سے پاک لوگ محفوظ رہتے ہیں۔ ہر کہ۔ جو کامل ہو گئے ہیں اُن کو جائز لذتیں مُضر نہیں ہوتی ہیں، ابتدائی مجاہدوں میں اُن کا ترک مناسب ہے۔ گر طبیب۔ مریض کو شہد مضر ہو سکتا ہے طبیب کو مضر نہیں ہے، اسی طرح شیخ کامل لذائذِ دنیوی کا استعمال کر سکتا ہے، مبتدی کے لئے مناسب نہیں ہے۔

[3] آبِ چشمہ۔ شیخ کامل کی مثال جاری چشمہ کی سی ہے اور مبتدی خُم جیسا ہے۔ خور۔ اگر بیمار غذا کھائے گا بیماری میں اضافہ ہوگا صحت مند کھائیگا تو قوت بڑھے گی۔ دو آتش۔ عنصری آگ اور بیماری کی آگ۔ نارِ صحت۔ حرارتِ عزیزی۔

نارِ صحت چوں فزاید در وجود — بے زیانِ تن شود صد گونہ سود
صحت کی آگ جب جسم میں بڑھتی ہے — جسم کے نقصان کے بغیر سو گونہ مفید ہوتی ہے

آتش افتادن در شہر در زمانِ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امیر المومنین حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شہر میں آگ لگنا

آتشے اُفتاد در عہدِ عمرؓ — ہمچو چوبِ خشک میخورد اُو حجر
(حضرتِ) عمرؓ کے زمانے میں آگ لگ گئی — جو پتھروں کو سوکھی لکڑیوں کی طرح جلا رہی تھی

در فتاد اندر بنا و خانہا — تا زد اندر پرِ مرغ و لانہا
تعمیرات اور گھروں میں لگ گئی — یہاں تک کہ پرندوں کے پروں اور گھونسلوں میں جا لگی

نیمِ شہر از شعلہا آتش گرفت — آب می ترسید ازاں و می شگفت
آدھے شہر کو آگ کے شعلوں نے گرفت میں لیا — پانی اُس سے خوفزدہ تھا اور تعجب کر رہا تھا

مشکہائے آب و سرکہ می زدند — بر سرِ آتش کسانِ ہوشمند
پانی اور سرکہ کی مشکیں ڈال رہے تھے — ہوشمند انسان آگ پر

آتش از استیزہ افزودے لہب — می رسید اورا مدد از صنعِ رب
آگ، دشمنی سے، لپٹیں بڑھاتی تھی — اُسکو اللہ (تعالیٰ) کی قدرت سے مدد پہنچ رہی تھی

آتش از استیزہ افزوں می شدے — می رسید اُو را مدد از بے حدے
آگ جوش سے بڑھ رہی تھی — اُسکو بے پایاں (قدرت) سے مدد پہنچ رہی تھی

خلق آمد جانبِ عمرؓ شتاب — کآتشِ ما خود نمی میرد ز آب
لوگ جلدی سے حضرتِ عمرؓ کے پاس آئے — کہ ہماری آگ پانی سے نہیں بجھ رہی ہے

گفت آں آتش ز آیاتِ خداست — شعلۂ از آتشِ بخلِ شماست
انہوں نے فرمایا یہ آگ خدا کے قہر کی نشانیوں میں سے ہے — تمہارے بخل کی آگ کا شعلہ ہے

آب بگذارید و ناں قسمت کنید — بخل بگذارید اگر آنِ منید
پانی کو چھوڑ دو، اور روٹیاں تقسیم کرو — بخل سے توبہ کرو، اگر تم میرے ہو

خلق گفتندش کہ در بکشودہ ایم — ما سخی و اہلِ فتوّت بودہ ایم
لوگوں نے کہا کہ ہم نے تو دروازے کھول دیئے ہیں — ہم تو سخی اور جوانمرد چلے آتے ہیں

گفت ناں در رسم و عادت دادہ اید — دست از بہرِ خدا نکشادہ اید
انہوں نے فرمایا تم نے روٹی رواج اور عادت کی وجہ سے دی ہے — خدا کیلئے ہاتھ نہیں کھولا ہے

ف۱ عہد۔ زمانہ۔ حجر۔ پہاڑوں کے پتھر کو لکڑی کی طرح جلا رہی تھی۔ لانہ۔ گھونسلا، بھڑوں کا چھتہ۔ آب۔ پانی خوفزدہ تھا اور تعجب کر رہا تھا کہ اُس سے آگ کیوں نہیں بجھ رہی ہے۔
ف۲ آب و سرکہ۔ عرب میں گھروں میں پانی اور سرکہ کے مشکے ہوتے تھے۔ استیزہ۔ جھگڑا، خصومت۔ لہب۔ شعلہ۔ بے حدے۔ یعنی قدرتِ الٰہی جو لامحدود ہے۔
ف۳ عمرؓ۔ میم پر تشدید ضرورتِ شعری کی وجہ سے ہے۔ آیات۔ آیۃ کی جمع ہے، عذاب، علامت یعنی یہ تمہارے بخل کے گناہ کی سزا ہے۔ در بکشودہ ایم غریبوں اور مسافروں کے لئے ہمارے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ فتوّت۔ جوانمردی، مروّت، عادت۔ یعنی تمہاری مہمان نوازی بطورِ عادت ہے بطورِ عبادت نہیں ہے۔

بہرِ فخر و بہرِ بوش و بہرِ ناز — نز برائے ترس و تقویٰ و نیاز
فخر اور شان و شوکت اور خود نمائی کیلئے (دیا ہے) — نہ کہ خوف (خدا) اور پرہیزگاری اور نیازمندی کی وجہ سے

مال تخم است و بہرِ شورہ منہ — تیغ را در دستِ ہر رہزن مدہ
مال، بیج ہے ہر شور زمین میں نہ ڈال — تلوار کو کسی ڈاکو کے ہاتھ میں نہ دے

اہلِ دیں را باز داں از اہلِ کیں — ہمنشینِ حق بجو با او نشیں
دینداروں اور دشمنوں میں فرق کر — اللہ (تعالیٰ) کا مقرب تلاش کر اُسکا ہمنشین بن

ہر کسے بر قومِ خود ایثار کرد — خواجہ پندارد کہ او خود کار کرد
ہر شخص نے اپنی قوم پر ایثار کیا ہے — جناب سمجھتے ہیں کہ آپنے (بڑا) کام کیا ہے

قصہ خیو انداختن خصم در روئے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ
امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منہ پر ایک دشمن کے تھوک دینے

و انداختن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ شمشیر از دست
کا قصہ اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ سے تلوار پھینک دینا

از علیؓ آموز اخلاصِ عمل — شیرِ حق را داں مطہر از دغل
(حضرت) علیؓ سے عمل کا اخلاص سیکھ — اسد اللہ کو کھوٹ سے پاک سمجھ

در غزا بر پہلوانے دست یافت — زود شمشیرے برآورد و شتافت
جہاد میں (حضرت علی نے) ایک پہلوان پر قابو پایا — جلد تلوار نکالی اور لپکے

او خیو انداخت بر روئے علیؓ — افتخارِ ہر نبیؑ و ہر ولیؒ
اُسنے (حضرت) علیؓ کے منہ پر تھوک دیا — جو ہر نبی اور ولی کے لئے باعث فخر ہیں

او خیو زد بر رُخے کہ روئے ماہ — سجدہ آرد پیشِ او در سجدہ گاہ
اُس نے اُس چہرے پر تھوکا کہ چاند — اُس کے سامنے سجدہ گاہ میں سجدہ کرتا ہے

افتخارِ ہر ولیؒ و ہر صفی — کرد نارِ غیظ بر خود منطفی
ہر ولی اور ہر برگزیدہ کے لئے باعث فخر علیؓ نے — اپنے غصہ کی آگ کو بجھا دیا

در زماں انداخت شمشیر آں علیؓ — کرد او اندر غزایش کاہلی
(حضرت) علیؓ نے فوراً تلوار ڈال دی — (اور) اُس سے لڑنے میں سستی برتی

گشت حیراں آں مبارز زیں عمل — وز نمودن عفو و رحمت بے محل
وہ جنگجو اِس عمل سے حیران ہوگیا — اور بے موقع عفو اور شفقت کرنے سے (حیران ہوگیا)

لہ بوش۔ باء کے فتحہ اور شین معجمہ کے ساتھ۔ کر و فر۔ نز۔ نہ از۔
۲ہ اہلِ کیں۔ یعنی خدا کے دشمن، بدکار۔ ایثار۔ اپنی ضرورت پر دوسرے کو ترجیح دے دینا۔ خیو۔ بفتح اول بضمِ تحتانی و واوِ معروف، تھوک۔ شیرِ حق۔ اسد اللہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ مُطہر۔ پاک۔ دغل۔ کھوٹ، فساد۔
۳ہ غزا۔ جہاد، مذہبی جنگ۔ اِفتخار۔ اپنے، چھوٹے بڑوں کے لئے باعثِ فخر ہوتے ہیں۔ روئے ماہ۔ حضرت علی رض کا چہرہ چاند کے لئے بھی باعثِ تعظیم ہے لیکن اُس نے یہ گستاخی کی۔ مُنطفی۔ بجھ جانے والا۔ کاہلی۔ سستی۔ مبارز۔ میدانِ جنگ میں مقابلہ کرنے والا، جنگجو۔ بے محل۔ لڑائی میں شفقت بے محل ہے۔

گفت برمن تیغِ تیز افراشتی — از چہ افگندی مرا بگذاشتی
اُسنے کہا، آپ نے مجھ پر تیز تلوار اُٹھائی — (پھر) کِس وجہ سے آپنے پھینکدی، مجھے چھوڑ دیا؟

آنچہ دیدی بہتر از پیکارِ من — تا شدی تو سُست در اشکارِ من
آپ نے وہ کیا دیکھا جو مجھ سے لڑنے سے بہتر تھا؟ — یہانتک کہ آپ میرا اشکار کرنے میں سُست ہوگئے

آنچہ دیدی کہ چنیں خشمت نشست — تا چنیں برقے[1] نمود و باز جست
آپ نے وہ کیا دیکھا کہ اسطرح آپکا غصّہ فرو ہوگیا؟ — یہانتک کہ وہ بجلی چمکی اور واپس ہوگئی

آنچہ دیدی کہ مرا زاں عکس دید — در دل و جاں شعلہ آمد پدید
آپ نے وہ کیا دیکھا کہ اُسکے دیکھنے کے عکس سے میرے؟ — دل اور جان میں شعلہ نمودار ہوگیا

آنچہ دیدی برتر از کون و مکاں — کُو بہ از جاں بُود و بخشیدیم جاں
آپنے وہ کیا دیکھا؟ جو کون و مکان سے برتر تھا — جو جان سے بھی پیارا تھا اور آپنے میری جان بخشی کردی

در شجاعت شیرِ ربانیستی — در مُروّت خود کہ داند کیستی
بہادری میں آپ شیرِ خدا ہیں — مروّت میں، کوئی کیا سمجھ سکتا ہے کہ آپ کیا ہیں؟

در مُروّت ابرِ مُوسائی بہ تیہ[2] — کامد از وے خوانِ نانِ بے شبیہ
مروّت میں آپ موسائی ابر ہیں (میدان) تیہ میں — جس کی وجہ سے بے نظیر روٹی کا خوان آیا

ابرہا گندم دہد کانرا بجہد — پختہ و شیریں کُند مردم چو شہد
ابر گیہوں عطا کرتے ہیں جس کو محنت سے — لوگ پکاتے ہیں اور شہد کیطرح میٹھا کر لیتے ہیں

ابرِ موسیٰؑ پرِّ رحمت بر کشاد — پختہ و شیریں و بے زحمت بداد
(حضرتِ) موسیٰؑ کے اَبر نے رحمت کا پَر کھولا — پکا پکایا اور میٹھا (کھانا) بغیر محنت کے عطا کیا

از برائے پختہ[3] خوارانِ کرم — رحمتش افراخت در عالم عَلَم
کرم (خداوندی) سے پختہ (کھانا) کھانیوالوں کیلئے — اُس کی رحمت نے عالَم میں جھنڈا بلند کر دیا

تا چہل سال آں وظیفہ واں عطا — کم نشد یک روز زاں اہلِ رجا
چالیس سال تک وہ وظیفہ اور وہ عطا — امیدواروں سے ایک روز (بھی) کم نہ ہوا

تا ہم ایشاں از خسیسی خاستند — گندنا و تَرّہ و خَس خواستند
پھر بھی وہ کمینہ پن سے اُٹھ کھڑے ہوئے — گندنا اور کاہو اور ساگ کی خواہش کرنے لگے

جُملگی گفتند با موسیٰ ز آز — بقل و قِثّا و عَدس سیر و پیاز
حرص کی وجہ سے سب نے (حضرتِ) موسیٰؑ سے کہا — سبزی اور ککڑی اور مسور اور لہسن اور پیاز (چاہیے)

---

[1] برقے۔ یعنی غصّہ کی بجلی۔ زاں عکس دید۔ اُس چیز کے اثر سے میرے دل میں بجلی کوندگئی ہے۔ شیرِ ربانی۔ خدائی شیر، حضرتِ علی رضؓ کا لقب اسداللہ ہے۔

[2] تیہ۔ وہ جنگل بیابان تھا جس میں حضرتِ موسیٰؑ کی قوم بنی اسرائیل پر آسمان سے اَبر بھی آیا اور من و سلویٰ بھی اترا تھا۔ ابرہا یعنی معمولی ابر تو بارش برسا کر گیہوں پیدا کر دیتا ہے جس سے محنت اور مشقت کر کے انسان نفع اندوز ہوتا ہے موسیٰؑ کے اَبر کے ساتھ بغیر محنت کے من و سلویٰ اُترا تھا۔

[3] پختہ خواراں۔ یعنی جو پکا ہوا کھانا کھانے کے عادی تھے۔ آں عطا یعنی من و سلویٰ۔ رجا۔ امید۔ خسیسی۔ کمینہ پن۔ گندنا۔ ایک سبزی ہے جو پکا کر کھائی جاتی ہے جس میں لہسن کی سی بو ہوتی ہے۔ ترّہ۔ ساگ۔ خَس۔ کاہو۔ آز۔ لالچ۔ بَقل۔ سبزی۔ قِثّا۔ ککڑی۔ عدس۔ مسور۔ سِیر۔ لہسن

زیں گدارُوئی و حرص و آزِ شاں
اُن کی اِس گداگری اور حرص اور طمع کی وجہ سے

مُنقطع شد منّ و سلویٰ زِ آسماں
آسمان سے منّ اور سلویٰ بند ہو گیا

اُمّتِ احمد کہ ہستند از کِرام
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمّت جو شرفاء میں سے ہے

ہست باقی تا قیامت آں طعام
(اس کے لیے) وہ کھانا قیامت تک باقی ہے

چوں اَبِیتُ عِندَ رَبِّی فاش شُد
جبکہ میں اپنے پروردگار کے پاس رات گزارتا ہوں،

یُطعِمُ و یُسقِی کنایت زاٰش شُد
وہ کھلاتا ہے اور پلاتا ہے، حریرہ سے کنایہ ہے

ہیچ بے تاویل ایں را در پذیر
اِس کو بغیر کسی تاویل کے مان لے

تا در آید در گلو چوں شہد و شیر
تاکہ تیرے حلق میں شہد اور دودھ کی طرح آئے

زانکہ تاویل ست وا دادِ عطا
اِسلئے کہ تاویل کرنا خدا کی بخشش کو رد کرنا ہے

چونکہ بیند آں حقیقت را خطا
کیونکہ وہ حقیقت کو غلط سمجھ رہا ہے

آں خطا دیدن زِ ضعفِ عقلِ اُست
وہ غلط سمجھنا اُس کی عقل کی کمزوری کی وجہ سے ہے

عقلِ کُل مغز ست و عقلِ جزو پوست
عقلِ کُل مغز ہے اور عقلِ جزو چھلکا ہے

خویش را تاویل کُن نہ اَخبار را
اپنی تاویل کر، حدیثوں کی تاویل نہ کر

مغز را بد گوئی نے گلزار را
دماغ کو بُرا کہہ، نہ کہ باغ کو

اے علیؓ کہ جملہ عقل و دیدۂ
اے علی رضؓ! جو تم کہ مجسّم عقل و نظر ہو

شمّۂ وا گو از انچہ دیدۂ
جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس میں سے کچھ بتا دو

تیغِ حِلمت جانِ ما را چاک کرد
آپ کی بُردباری کی تلوار نے ہمیں قتل کر ڈالا

آبِ علمت خاکِ ما را پاک کرد
آپ کے علم کے پانی نے ہماری مٹی کو پاک کر دیا

باز گو دانم کہ ایں اسرارِ ہُوست
بتائیے! میں سمجھا کہ یہ خدائی رازوں میں سے ہے

زانکہ بے شمشیر کُشتن کارِ اوست
اِسلئے کہ بغیر تلوار کے قتل کرنا اُسی کا کام ہے

صانعِ بے آلت و بے جارِحہ
وہ بغیر اوزار اور ہاتھ کے، صانع ہے

واہبِ ایں ہدیہ ہائے رابحہ
وہ اِن قیمتی تحفوں کا عطا کرنے والا ہے

صد ہزاراں روح بخشد ہوش را
ہوش و حواس کو لاکھوں روح میں عطا کر دیتا ہے

کہ خبر نبوَد دو چشم و گوش را
(اسطرح) کہ دونوں آنکھوں اور کانوں کو خبر بھی نہیں

صد ہزاراں مے چشاند روح را
روح کو لاکھوں شرابیں پلا دیتا ہے

کہ خبر نبوَد دہاں را اے فتیٰ!
(اس طور پر) کہ اے نوجوان! منہ کو خبر بھی نہیں ہوتی ہے

---

۵۱ گدارُوئی۔ گداگری۔ کِرام۔ کریم کی جمع ہے، شریف، سخی۔ اَبِیتُ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَبِیتُ عِندَ رَبِّی یُطعِمُنِی وَیَسقِینِی "میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے۔"

۵۲ آش۔ ہر رقیق غذا جو پی جائے۔ تاویل۔ کسی کلام کے ظاہری معنی چھوڑ کر کوئی دوسرے معنی مراد لینا۔ وَاداد۔ واپس لینا۔ عقلِ کُل۔ یعنی وہ عقل جو آخرت کی باتیں سمجھے۔ عقلِ جزو۔ دنیاوی معاملات کی عقل۔

۵۳ اَخبار۔ خبر کی جمع ہے، حدیث۔ اے علی۔ یہ اُسی پہلوان کا قول ہے۔ شمّہ۔ پارہ۔ حِلم۔ بردباری۔ ہُو۔ اللہ تعالیٰ۔ صانع۔ کام کرنے والا، بنانے والا، کاریگر۔ آلت۔ اوزار۔ جارِحہ۔ ہاتھ۔ رابحہ۔ خوشبودار، قیمتی۔

بازگو اے بازِ عرش و خوش شکار[1] — تا چہ دیدی ایں زماں از کردگار

اے عرش کے باز، بہترین شکار کرنیوالے! بتایئے — آپ نے اِس وقت خدا کی جانب سے کیا دیکھا

چشمِ تو ادراکِ غیب آموختہ — چشمہائے حاضراں بر دوختہ

آپ کی نگاہ غیب کا ادراک سیکھے ہوئے ہے — حاضرین (مجلس) کی آنکھیں سلی ہوئی ہیں

آں یکے ماہے ہمی بیند عیاں — واں یکے تاریک می بیند جہاں

ایک وہ ہے جو چاند کو صاف دیکھ رہا ہے — ایک وہ ہے جو دنیا کو تاریک دیکھ رہا ہے

واں یکے سہ ماہ می بیند بہم — ایں سہ کس بنشستہ یک موضع بغم

ایک وہ ہے جو تین چاند یکجا دیکھتا ہے — یہ تینوں شخص ایک جگہ مستغرق ہوئے بیٹھے ہیں

چشمِ ہر سہ باز و گوشِ ہر سہ تیز — در تو آویزان[2] و از من در گریز

تینوں کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور تینوں کے کان تیز ہیں — تجھ سے متعلق ہیں اور مجھ سے متنفر ہیں

سحرِ عینست ایں عجب لطفِ خفی ست — بر تو نقشِ گرگ و بر من یوسفی ست

یہ غیبی جادو ہے، عجیب مخفی معاملہ ہے — تیرے لئے بھیڑیئے کا نقش ہے اور میرے لئے یوسفی نقش ہے

عالم ار ہجدہ ہزار ست و فزوں — ہر نظر را نیست ایں ہجدہ زبوں

عالم اٹھارہ ہزار ہیں بلکہ اور زیادہ — یہ اٹھارہ ہزار ہر نظر کے قابو میں نہیں ہیں

راز بکشا اے علیِ مرتضیٰؓ — اے پس سوء القضا حسن القضا[3]

اے علی مرتضیٰؓ! راز کھول دیجئے — اے وہ (ذات) جو بد قسمتی کے بعد خوش نصیبی بنتی ہے

یا تو وا گو آنچہ عقلت یافت ست — یا بگویم آنچہ بر من تافت ست

یا تو آپ بتایئے جو کچھ آپ کی عقل نے سمجھا ہے — یا میں بتاتا ہوں جو مجھ پر منکشف ہوا ہے

از تو بر من تافت چوں داری نہاں — میفشانی نور چوں مہ بے زباں

آپکی ذات سے مجھ پر منکشف ہو گیا ہے، چھپاتے کیوں ہیں؟ — آپ تو بغیر کہے چاند کی طرح نور پاشی کرتے ہیں

از تو بر من تافت پنہاں چوں کنی — بے زباں چوں ماہ پرتو می زنی

آپ چھپاتے کیوں ہیں آپ ہی کی وجہ سے مجھ پر واضح ہو گیا ہے — آپ تو چاند کی طرح بغیر بات کئے روشنی پھیلاتے ہیں

لیک اگر در گفت آید قرصِ ماہ — شب رواں را زود تر آرد براہ

لیکن اگر چاند کی ٹکیا بول پڑے — تو مسافروں کو جلد راستہ پر لے آئے

از غلط ایمن شوند و از ذہول — بانگِ مہ غالب شود بر بانگِ غول

غلطی اور بھول سے وہ محفوظ ہو جائیں — چاند کی آواز چھلاوے کی آواز پر غالب آ جائے

---

[1] خوش شکار۔ اچھا شکاری۔ کردگار۔ اللہ تعالیٰ۔ اِدراک۔ پالینا، حاصل کر لینا۔ ماہے۔ چاند یعنی ذاتِ حق، سائل نے یہاں مشاہدۂ حق کے مختلف مرتبوں کا ذکر کیا ہے۔ سہ ماہ۔ ایک مشاہدۂ حق جسکو جمع بھی کہتے ہیں دوسرے مشاہدۂ خلق جسکو فرق کہتے ہیں تیسرے حق اور خلق کے مجموعہ کا مشاہدہ جسکو جمع الجمع کہتے ہیں۔ بغم۔ یعنی متفکر، خیال میں مستغرق۔

[2] در تو آویزاں۔ یعنی مشاہدۂ حق کرنیوالا، صاحبِ جمع الجمع سے قریب اور صاحبِ فرق سے متنفر ہے۔ بر تو یعنی خلق کا مشاہدہ صاحبِ فرق کے لئے مہلک اور صاحبِ جمع الجمع کیلئے عینِ ایمان ہے۔ عالَم۔ یعنی عوالم کی کثرت کا ہر شخص مشاہدہ نہیں کر سکتا ہے۔ مرتضیٰ۔ پسندیدہ، یہ حضرت علیؓ کا لقب ہے۔ سُوءُ الْقَضَا۔ بد قسمتی یعنی قتل کرنیکا ارادہ۔

[3] حُسْنُ الْقَضَا۔ خوش قسمتی یعنی معاف کرنیکا معاملہ اور ایمان کا سبب۔ تافت ست۔ یعنی وہ نور جو آپ پر منکشف ہوا ہے اُسکا عکس مجھ پر بھی پڑا ہے۔ بے زبان۔ یعنی بغیر کہے۔ پرتو می زنی۔ تم مظہرِ حقیقت ہو۔ شب رواں۔ رات کا مسافر جو چاند سے رہنمائی حاصل کرتا ہے۔ غُول۔ چھلاوہ مشہور ہے کہ وہ راستے سے بھٹکا دیتا ہے۔

ماہ بے گفتن چو باشد رہنما — چوں بگوید شد ضیا اندر ضیا

جب چاند بغیر بولے رہنما ہوتا ہے — اگر بولے تو نورٌ علیٰ نور بن جائے

چوں تو بابی آں مدینہ علم را — چوں شعاعی آفتابِ حلم را

جبکہ آپ علم کے شہر کا دروازہ ہیں — جبکہ آپ بردباری کے سورج کی شعاع ہیں

باز باش اے بابِ جویا باب — تا رسد از تو قشور اندر لباب

اے دروازے! دروازے کی جستجو کرنے والے کیلئے کھلا رہ — تاکہ تیری وجہ سے چھلکے مغز کے مرتبہ میں پہنچ جائیں

باز باش اے بابِ رحمت تا ابد — بارگاہِ ما لہٗ کفواً احد

اے رحمت کے دروازے! قیامت تک کھلا رہ — اس ذات کی بارگاہ جس کا کوئی ہمسر نہیں ہے

ہر ہوا و ذرہ خود منظرے ست — ناکشودہ کے بود کانجا درے ست

ہر ہوا اور ہر ذرہ ایک دریچہ ہے — جس جگہ دروازہ ہوتا ہے وہ بند کب رہتا ہے!

تا نہ بکشاید درے را دیدباں — در درون ہرگز نہ گنجد ایں گماں

نگراں، جب تک دروازہ نہ کھولدے — یہ خیال دل میں نہیں جمتا ہے

چوں کشادہ شد درے حیراں شود — مرغِ امید و طمع پراں شود

جب دروازہ کھلتا ہے، حیران ہوجاتا ہے — امید اور طمع کا پرندہ پرواز کرنے لگتا ہے

غافلے ناگہ بویراں گنج یافت — سوئے ہر ویرانہ زاں پس می شتافت

ایک ناواقف کو اچانک ویرانہ میں خزانہ مل گیا — اس کے بعد وہ ہر ویرانے کی طرف دوڑتا ہے

تا ز درویشے نیابی تو گہر — کے گہر جوئی ز درویشِ دگر

جب تک ایک درویش سے تجھے موتی نہ ملجائے — تو دوسرے درویش سے موتی کب ڈھونڈیگا!

سالہا گر ظن دود با پائے خویش — نگذرد ز اشگافِ بینیہائے خویش

(تیرا) خیال سالوں بھی اپنے پیر سے دوڑیگا — تو اپنی ناک کے نتھنوں سے آگے نہ بڑھے گا

تا بہ بینی نایدت از غیب بو — غیر بینی ہیچ می بینی بگو

جبتک تیری ناک میں غیب کی خوشبو نہ آئے — بتا! ناک کے علاوہ تجھے کچھ نظر آئے گا

سوال کردن از امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کہ چوں تو دگر بر خونِ

امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کرنا کہ کیا ہوا کہ مجھ جیسے

ہمچو منی مظفر شدی و شمشیر از دست انداختی و مرا کشتی

کے قتل پر آپ قابو پا گئے اور آپ نے ہاتھ سے تلوار پھینکدی اور مجھے قتل نہ کیا

لہ ماہ۔ چاند بغیر بولے رہنمائی کرتا ہے اگر بولنے لگے تو مزید رہنمائی کرنے لگے۔ باب۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے أنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ قشور۔ قشر کی جمع ہے، چھلکا، یعنی بے علم۔ لباب۔ مغز، یعنی علم۔

ٹہ کفو۔ ہمسر، شریک۔ احد۔ کوئی۔ ہر ہوا، یعنی مشاہدۂ حق کیلئے دروازہ کا کھلنا ہی ضروری نہیں ہے کائنات کے ہر ہر ذرہ میں اس کا مشاہدہ ہو سکتا ہے لیکن پھر بھی دیدبان کی ضرورت ہے جیسا کہ اگلے شعر میں فرمایا ہے۔ درے ست۔ یعنی جو دروازہ اسی لئے بنایا گیا ہے کہ آنیوالے اس سے داخل ہوں وہ بند نہیں کیا جاتا ہے۔ دیدباں۔ محافظ، یعنی شیخ کامل کے ذریعہ سے اطمینان حاصل ہوگا کہ ہر ذرہ کے ذریعہ مشاہدہ ہو سکتا ہے۔

ٹہ چوں کشادہ شد۔ مشاہد کو کیفیت حیرت لاحق ہوتی ہے اور وہ مزید انکشاف کیلئے کوشش کرتا ہے اسکی مثال ایسی ہے جیسا کہ کسی کو ایک خزانہ مل جائے تو وہ شوق میں جنگلوں میں مزید خزانوں کی تلاش کرتا ہے۔ سالہا۔ شیخ کامل کے بغیر محض ذاتی جدوجہد سے کمال حاصل نہیں ہوتا ہے۔ تا بہ بینی۔ غیب سے مناسبت شیخ کامل کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔

پس بگفت آں نو مسلمانِ ولی
اُس نو مسلم، ولی نے کہا

از سرِ مستی و لذت باعلیؓ
حضرت علی رضؓ سے لذت اور سرمستی کی حالت میں

ق

کہ بفرما یا امیر المومنیں
کہ اے امیر المومنین! فرمایئے

تا بجنبد جان بہ تن ہمچو جنیں
تاکہ روح جسم میں وجد کرے، پیٹ کے بچہ کی طرح

ہفت اختر ہر جنیں را مدتے
ساتوں ستارے ایک مدت تک پیٹ کے بچہ کی

میکنند اے جاں بنوبت[2] خدمتے
باری باری خدمت کرتے ہیں، اے جان!

چونکہ وقت آید کہ جاں گیرد جنیں
جب یہ وقت آتا ہے کہ پیٹ کے بچہ میں روح آجائے

آفتابش آں زماں گردد مُعیں
اُس وقت سورج اُس کا مددگار بنتا ہے

چوں جنیں را نوبتِ تدبیر رُو
جب پیٹ کے بچہ کی پیدائش کا وقت آجاتا ہے

از ستارہ سوئے خورشید آید اُو
تو وہ ستارے سے سورج کی جانب آجاتا ہے

ایں جنیں در جنبش آید ز آفتاب
یہ پیٹ کا بچہ سورج کی وجہ سے حرکت میں آتا ہے

کافتابش جاں ہمی بخشد شتاب
چونکہ آفتاب جلد اُس کو روح بخشتا ہے

از دگر انجم بجز نقشے نیافت
(اُس پیٹ کے بچہ نے) دوسرے ستاروں سے صورت

ایں جنیں تا آفتابش بر نتافت
اِس طرح جب تک کہ اُس پر سورج نہیں چمکا

از کدامیں رہ تعلق یافت اُو
کس راستے سے اُس کو تعلق پیدا ہوا؟

در رحم با آفتابِ خوبرُو
رحم میں رہتے ہوئے خوبصورت آفتاب سے

از رہِ پنہاں کہ دور از حسِ ماست
اُس مخفی راستے سے جو ہمارے ادراک سے دُور ہے

آفتابِ چرخ را بس راہہاست[3]
آسمان کے سورج کے بہت سے راستے ہیں

آں رہے کہ زر بیابد قوت ازو
وہ راستہ ہے کہ سونا اُس سے غذا حاصل کرتا ہے

واں رہے کہ سنگ شُد یاقوت ازو
وہ راستہ ہے کہ اُس سے پتھر یاقوت بنجاتا ہے

آں رہے کہ سُرخ سازد لعل را
وہ راستہ ہے کہ لعل کو سُرخ بناتا ہے

واں رہے کہ برق بخشد نعل را
وہ راستہ ہے کہ جو نعل کو برق عطا کرتا ہے

آں رہے کہ پُختہ سازد میوہ را
وہ راستہ ہے کہ میووں کو پکاتا ہے

واں رہے کہ دل دہد کالیوہ را
وہ راستہ ہے کہ حیران کو، دل عطا کرتا ہے

باز گو اے بازِ پر افروختہ
بتایئے، اے پَر کھولے ہوئے باز!

باشہ و با ساعدش آموختہ
جو بادشاہ اور اُس کی کلائی پر سدھایا ہوا ہے

---

[1] نو مسلم۔ وہ شخص جو کافر کے گھر پیدا ہوا ہو اور پھر مسلمان ہوا ہو۔ جنین۔ وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہے۔ ہفت اختر۔ ماں کے پیٹ میں بچہ کی تدبیر اور نشوونما میں مختلف ستاروں کا دخل ہوتا رہتا ہے۔ روح پڑنے کے وقت سورج مدبر بنتا ہے جس کی وجہ سے بچہ میں روحِ حیوانی آجاتی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سورج قرار دے کر جنینِ ایمانی میں روح پیدا کر دینے کی تمنا کا اظہار ہے۔

[2] نوبت۔ باری۔ مُعین۔ مددگار۔ شتاب۔ جلد۔ بجز نقشے۔ سورج کے علاوہ دیگر ستارے صرف جسمانی نشوونما کی تدبیر کرتے ہیں۔ آو۔ یعنی ماں کے پیٹ کا بچہ، جنین۔

[3] راہہا۔ سورج کائنات میں بہت سی راہوں سے اثر انداز ہے، یہ مخفی راہ جس سے وہ ماں کے پیٹ کے بچہ پر اثر انداز ہے ہم حواس کے ذریعہ اُس کا ادراک نہیں کر سکتے ہیں۔ یہی وہ راہ ہے کہ سورج کان میں سونے کی پرورش کرتا ہے اسی راہ سے اُسکے ذریعہ پتھر یاقوت بنجاتا ہے لعل میں سرخی اسی راہ سے آتی ہے گھوڑے کے نعل میں رگڑ کے وقت اسی راہ سے سورج کی تاثیر ہوتی ہے جس سے آگ پیدا ہو جاتی ہے میوہ را۔ میووں کی پختگی سورج کی تاثیر

ع - دل دہد - حوصلہ بڑھانا ہے۔ کالیوہ - حیران، احمق۔ باشہ - حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ترجمانِ الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔

بازگو اے بازِ عنقا گیرِ شاہ — اے سپاہ اِشکن بخود نے باسپاہ
بتائیے۔ اے عنقاء کو شکار کرنے والے شاہی باز! — اے بغیر سپاہیوں کے تنہا لشکر کو شکست دینے والے!

اُمّتِ وحدیؒ یکے وصد ہزار — بازگو اے بندہ بازت را شکار
آپ تنہا ایک امت ہیں، ایک ہیں اور لاکھوں ہیں — بتائیے اے وہ کہ خادم آپ کے باز کا شکار ہے!

در محلِ قہر ایں رحمت زِ چیست — اژدہا را راہ دادن راہ کیست
قہر کی جگہ یہ مہر کس وجہ سے ہے؟ — اژدہے کو چھوڑ دینا کس کا طریقہ ہے؟

جوابِ دادن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کہ سببِ افگندنِ شمشیر از دست چہ بُود در آنحالت

امیر المومنین حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کا جواب دینا کہ اس وقت تلوار کو ہاتھ سے پھینک دینے کا سبب کیا تھا

گفت من تیغ از پئے حق میزنم — بندۂ حقم نہ مامورِ تنم
فرمایا، میں اللہ تعالیٰ کے لئے تلوار چلاتا ہوں — میں خدا کا بندہ ہوں، اپنے جسم کا غلام نہیں ہوں

شیرِ حقم، نیستم شیرِ ہوا — فعلِ من بر دینِ من باشد گوا
میں اسد اللہ ہوں، خواہشِ نفسانی کا شیر نہیں ہوں — میرا فعل میرے دین پر گواہی دے گا

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ در حراب — من چو تیغم واں زنندہ آفتاب
جنگ میں کنکریاں تو نے نہیں پھینکیں جبکہ پھینکیں — میں تلوار کی طرح ہوں اور چلانے والا سورج ہے

رختِ خود را من زرہ برداشتم — غیرِ حق را من عدم انگاشتم
راستہ سے میں نے اپنا سامان ہٹا لیا — خدا کے غیر کو میں نے معدوم سمجھ لیا ہے

سایہ ام من کے جدا ام ز آفتاب — حاجبم من نیستم اُو را حجاب
میں سایہ ہوں، سورج سے کب جدا ہوں؟ — میں (دربار کا) دربان ہوں اس کے لئے پردہ نہیں ہوں

من چو تیغم پُر گہرہائے وصال — زندہ گردانم نہ کُشتہ در قتال
جبکہ میں وصال کے موتیوں سے جڑی ہوئی تلوار ہوں — میں جنگ میں زندگی دیتا ہوں، قتل نہیں کرتا ہوں

خوں نپوشد گوہرِ تیغِ مرا — باد از جا کے بَرد میغِ مرا
میری تلوار کے جوہر کو، خون نہیں چھپا سکتا ہے — میرے ابرِ (کرم) کو ہوا جگہ سے کب ہلا سکتی ہے

کہ نیَم کوہم زِ صبر و حلم و داد — کوہ را کے در رباید تند باد
میں تنکا نہیں ہوں، صبر اور حلم اور انصاف کا پہاڑ ہوں — تیز ہوا، پہاڑ کو کب ہلا سکتی ہے؟

لے اُمّتِ وحدی۔ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے لئے قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ ابراہیم تنہا ایک قوم تھے۔ اژدہا سانپ کو تو مار ڈالنا چاہیئے اُس کو بھاگنے کا راستہ نہ دینا چاہیئے تو آپ کو چاہیئے تھا کہ مجھ جیسے دشمن کو قتل کر ڈالتے۔

لے پئے حق۔ یعنی میرا جہاد صرف اللہ کیلئے ہے۔ مَا رَمَیْتَ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر میں کفار کیطرف ایک مٹھی کنکریاں پھینکیں جس سے کفار سراسیمہ ہو گئے۔ قرآن میں فرمایا گیا کہ تمہارا پھینکنا نہ تھا ہمارا کام تھا جس کی یہ تاثیر ہوئی۔ آفتاب یعنی اللہ تعالیٰ جب بندہ کوئی کام اللہ کی عین مرضی کے مطابق کرتا ہے تو اُس کام کو اللہ کیطرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ رخت۔ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں میری کوئی ذاتی غرض نہیں ہے۔

لے سایہ ام۔ خدا کی مرضیات میں بالکل خدا کے تابع ہوں جس طرح سایہ سورج کے تابع ہے۔ حاجب۔ دربان، جس کا کام دربار تک پہنچانا ہے۔ وصال۔ بادشاہوں کی تلواروں میں موتی جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ میری تلوار کا زیور خدا کا وصال ہے۔ زندہ گردانم۔ میرے جہاد کا مقصدِ اصلی قتل کرنا نہیں ہے بلکہ راہِ حق دکھا کر جاوید زندگی دینا ہے۔ کہ نیم میں گھاس کا تنکا نہیں ہوں۔

آنکہ[۵۱] از بادے رَوَد از جا خَسے ست ۔ زانکہ بادِ ناموافق خود بسے ست

جو ہوا سے جگہ سے ہل جائے وہ تنکا ہے ۔ اِس لئے کہ ناموافق ہوائیں تو بہت ہیں

بادِ خشم و بادِ شہوت بادِ آز ۔ بُرد اُو را کو نبُود اہلِ نماز

غصہ کی ہوا، اور شہوت کی ہوا، حرص کی ہوا ۔ اُس شخص کو جنبش دیتی ہے جو دیندار نہ ہو

بادِ حرص و بادِ کینہ بادِ آز ۔ بَرد اُو را کو نبُود اہلِ نیاز

حرص کی ہوا اور کینہ کی ہوا، ہوس کی ہوا ۔ اُس کو اُڑا لے گئی جو نیازمند نہ تھا

بادِ کبر و بادِ عُجب و بادِ خلم ۔ بَرد اُو را کہ نبُود از اہلِ علم

تکبر کی ہوا اور غرور کی ہوا اور سبک سری کی ہوا ۔ اُسکو اُڑا لے گئی اسلئے کہ وہ اہلِ علم میں سے نہ تھا

کوہم و ہستیِ من بنیادِ اُوست ۔ ور شوم چون کاہ بادم بادِ اُوست

میں پہاڑ ہوں اور میرا وجود اُس کی بنیاد ہے ۔ اگر میں تنکا بنوں تو میرے لئے ہوا اُسکی جانب سے ہے

جُز ببادِ اُو نجنبد میلِ من ۔ نیست جُز عشقِ اَحد سرخیلِ من

اُس کی ہوا کے بغیر میرا جھکاؤ نہیں ہوتا ہے ۔ عشقِ الٰہی کے علاوہ میرا کوئی پیشرو نہیں ہے

خشم[۵۲] بر شاہاں شہ و ما را غلام ۔ خشم را من بستہ ام زین و لگام

غصہ، بادشاہوں پر حکمراں ہے اور ہمارا غلام ہے ۔ میں نے غصہ پر زین اور لگام کس دیا ہے

تیغِ حلمم گردنِ خشمم زدست ۔ خشمِ حق بر من ہمہ رحمت شدست

میری بُردباری کی تلوار نے میرے غصہ کی گردن کاٹ دی ہے ۔ مجھ پر اللہ کا غصہ مجسم رحمت بن گیا ہے

غرقِ نورم گرچہ سقفم شد خراب ۔ روضہ گشتم گرچہ ہستم بُوتراب

میں نور میں غرق ہوں، اگرچہ میرا جسم تباہ ہے ۔ میں باغ بن گیا ہوں اگرچہ میں ابوتراب ہوں

چوں درآمد علتے اندر غزا ۔ تیغ را دیدم میاں کردن سزا

جہاد میں جب ایک علت پیدا ہو گئی ۔ میں نے مناسب سمجھا کہ تلوار کو میان میں کر لوں

تا اَحَبَّ[۵۳] لِلّٰہِ آید نامِ من ۔ تا کہ اَبْغَضَ لِلّٰہ آید کامِ من

تاکہ میرا نام اَحَبَّ لِلّٰہ میں ہو جائے ۔ تاکہ میرا مقصد اَبْغَضَ لِلّٰہ ہو جائے

تا کہ اَعْطٰی لِلّٰہ آید جودِ من ۔ تا کہ اَمْسَکَ لِلّٰہ آید بُودِ من

تاکہ میری بخشش اَعْطٰی لِلّٰہ ہو جائے ۔ تاکہ میرا وجود اَمْسَکَ لِلّٰہ بن جائے

بُخلِ من لِلّٰہ عطا لِلّٰہ و بس ۔ جملہ لِلّٰہ ام نیَم من آنِ کس

میرا بُخل کرنا اللہ کے لئے ہے اور میرا دینا اللہ کے لئے ہے ۔ میں مجسم اللہ کیلئے ہوں میں کسی کا غلام نہیں ہوں

---

۵۱ زانکہ تنکا ہر ناموافق ہوا کے ساتھ اُڑ جاتا ہے۔ آنکہ۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ خلم۔ بجائے معجمہ، سبک سری آپ بیتی۔ بنیادِ اوست یعنی میں حلم اور بُردباری کا پہاڑ ہوں اور میرا وجود اُس حلم کی جڑ اور بنیاد ہے۔ بادِ اوست۔ یعنی اللہ کی ہوا کیلئے میں بمنزلہ تنکے کے ہوں۔

۵۲ خشم۔ غصہ، بادشاہوں پر حکمراں ہے میں نے اُس کو قابو میں کر لیا ہے۔ سقف۔ چھت، اِس جگہ بدن مُراد ہے۔ بُوتراب۔ مٹی والا، ایکبار حضرتِ علی رضی اللہ عنہ حضرتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے رنجیدہ ہو کر مسجدِ نبوی کے کچے فرش پر جا لیٹے، پسینہ آیا تو زمین کی مٹی آپ کے بدن پر لگ گئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آنحضور نے مسجد میں پہنچکر آپ کی کمر سے مٹی صاف کرنی شروع کی اور محبت سے فرمایا قُمْ یَا اَبَا تُراب اے مٹی میں سنے ہوئے کھڑا ہو جا۔ اُس روز سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب ابوتراب پڑ گیا۔

۵۳ اَحَبَّ۔ حدیث شریف ہے "مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ" جس شخص نے کسی سے محض اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ کیلئے بغض کیا اور کسی کو محض اللہ کیلئے دیا اور محض اللہ کیلئے نہ دیا اُسنے اپنے

لِلّٰہ انچہ می کنم تقلید[۱] نیست
میں جو کچھ کرتا ہوں اللہ کے لیے ہے تقلید نہیں ہے
نیست تخییل و گماں جز دید نیست
خیال و گمان نہیں ہے آنکھوں دیکھی بات ہے

زاجتہاد و از تحرّی رستہ ام
میں غور و فکر اور اٹکل سے آزاد ہوں
آستیں بر دامنِ حق بستہ ام
میں نے آستین اللہ کے دامن سے وابستہ کر دی ہے

گر ہمی پرّم ہمی بینم مطار
اگر میں پرواز کرتا ہوں تو مجھے اڑنے کی جگہ نظر آتی ہے
ور ہمی گردم ہمی بینم مدار
اگر میں گردش کرتا ہوں تو مجھے گھومنے کی جگہ نظر آتی ہے

ور کشم بارے بدانم تا کجا
اگر میں بوجھ اٹھاتا ہوں تو جانتا ہوں کہ کہاں تک اٹھانا ہے)
ماہم و خورشید پیشم پیشوا
میں چاند ہوں اور میرے آگے سورج راہنما ہے

بیش[۲] ازیں با خلق گفتن روئے نیست
مخلوق سے اس سے زیادہ کہنا مناسب نہیں ہے
بحر را گنجائے اندر جوئے نیست
نہر میں سمندر کی گنجائش نہیں ہے

پست می گویم باندازۂ عقول
عقلوں کے اندازہ سے گر کر میں بات کہتا ہوں
عیب نبود ایں بود کارِ رسول
عیب نہیں، یہی رسول کا (طریقہ) کار ہے

از غرض[۳] حرّم گواہی حر شنو
میں غرض سے آزاد ہوں، آزاد کی گواہی سنو
کہ گواہی بندگاں نہ رزد بجو
اسلئے کہ غلاموں کی گواہی ایک جَو کے بھی برابر نہیں

در شریعت مر گواہی بندہ را
غلام کی گواہی کی شریعت میں
نیست قدرے وقتِ دعویٰ و قضا
دعویٰ اور فیصلہ کے وقت کوئی قدر نہیں ہے

گر ہزاراں بندہ باشندت گواہ
اگر ہزاروں غلام تیرے گواہ ہوں
بر نسنجد شرع ایشاں را بکاہ
شریعت اُنکو تنکے کا (بھی) ہموزن نہیں سمجھتی

بندۂ شہوت بتر نزدیکِ حق
اللہ کے نزدیک نفسانی خواہش کا غلام زیادہ برا ہے
از غلام و بندگانِ مسترق
رقیق بنائے ہوئے غلاموں سے

کایں بیک لفظے شود از خواجہ حر
اِس لئے کہ وہ (غلام) ایک لفظ سے آقا سے آزاد ہوتا ہے
واں زید شیریں و میرد سخت مر
اور وہ (نفس کا غلام) لذت میں جی کر سختی سے مرتا ہے

بندۂ شہوت ندارد خود خلاص
شہوت کے غلام کی خلاصی نہیں ہے
جز بفضلِ ایزد و انعامِ خاص
بجز اللہ تعالیٰ کے فضل اور خاص انعام کے

در چہے افتاد کو را غور نیست
وہ ایسے کنویں میں گرا ہے جسکی تھاہ نہیں ہے
واں گناہِ اوست جبر و جور نیست
وہ اُس کی خطا ہے ظلم و زبردستی نہیں ہے

۱؎ تقلید نیست یعنی میں کا یہ اخلاص لوگوں کی دکھا دیکھی نہیں ہے بلکہ یہ میرا عین الیقین ہے۔ گر ہمی پرّم۔ قربِ الٰہی کے نور کی وجہ سے میرا ہر کام علیٰ وجہ البصیرت ہے۔ ماہم۔ میں ہر وقت اللہ تعالیٰ سے نور کا کسب کرتا رہتا ہوں۔

۲؎ بیش ازیں یعنی جس قدر میں اپنے بارے میں کہہ چکا ہوں اُس سے زیادہ کہنے کا موقع نہیں ہے۔ بخاری شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول منقول ہے۔ حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ اَتُحِبُّوْنَ اَنْ يُّكَذَّبَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ لوگوں سے وہی باتیں کہو جو وہ سمجھ سکیں۔ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اُسکے رسول کو جھٹلا دیا جائے۔ یعنی عوام کیلئے ناقابلِ فہم باتیں کروگے تو وہ ان باتوں کی تکذیب کر دینگے۔

۳؎ از غرض یعنی میں اپنی اِن باتوں پر دلائل تو قائم نہیں کرتا ہوں کیونکہ یہ ذوقی باتیں ہیں خود گواہی دیتا ہوں اور چونکہ میں آزاد ہوں، آزاد شخص کی گواہی شریعت میں معتبر ہوتی ہے جو خود اپنی جگہ دلیل ہوتی ہے۔ مسترق۔ رقیق یعنی غلام بنایا ہوا۔ کایں یعنی غلام اور رقیق کو اگر اُس کا آقا اَنْتَ حُرٌّ کہدے تو فوراً آزاد ہو جاتا ہے لیکن شہوت کا غلام موت تک غلام رہتا ہے۔ چہ۔ یعنی گمراہی کا کنواں۔

در چہے انداخت اُو خود را کہ من
اُسنے اپنے آپکو ایسے کنویں میں گرادیا ہے کہ مجھے

در خورِ قعرش نمی یابم رَسَن [۵۱]
اُس کی گہرائی کے بقدر رَسّی نہیں ملتی ہے

چوں گناہِ اُوست اَے جاں چوں کُنم
جب اُسکی خطا ہے لے پیارے ! میں کیا کروں؟

کہ وُرا از قعرِ چہ بیروں کُنم
کہ اُس کو کنویں کی گہرائی سے باہر نکالوں

بس کُنم گر ایں سخن افزوں شود
بس کرتا ہوں، اگر یہ بات بڑھی

خود جگر چہ بُود کہ خارا خوں شود
تو جگر کیا ہوتا ہے، سنگِ خارا بھی خون بنجائے گا

ایں جگر ہا خوں نشد از سختی ست
یہ جگر خون نہ بنے اس کی وجہ سختی ہے

غفلت و مشغولی و بدبختی ست
غفلت اور مصروفیت اور بدبختی ہے

خوں [۵۲] شود روزیکہ خونش سود نیست
اُس دن خون بنے گا جبکہ خون بننا مفید نہیں ہے

خوں شو ایں وقتیکہ خوں مردود نیست
اب اس وقت خون بن جبکہ خون بننا نامقبول نہیں ہے

چوں گواہی بندگاں مقبول نیست
جبکہ غلاموں کی گواہی مقبول نہیں ہے

عَدل آں باشد کہ بندہ غُول نیست
عدل وہ ہوگا جو شیطان کا غلام نہیں ہے

گفت اَرسلناکَ شاھِدٌ در نُذُر
قرآن میں اَرسلناکَ شاھِدًا فرمایا ہے

زانکہ بُود از کون اُو حُر بن حُر
کیونکہ وہ (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم) پیدائش سے حُر ابن حُر تھے

چونکہ حُرّم خشم کے بندد مرا
جبکہ میں حُر ہوں تو غصہ مجھے قیدی کب بنا سکتا ہے؟

نیست اینجا جز [۵۳] صفاتِ حق در آ
یہاں تو اللہ تعالیٰ کی صفات کے علاوہ کچھ نہیں ہے اندر آ

اندر آ کازاد کردت فضلِ حق
اندر آجا، اللہ تعالیٰ کی مہربانی نے تجھے آزاد کردیا ہے

زانکہ رحمت داشت بر خشمش سَبَق
کیونکہ اُس کی رحمت اسکے غصہ پر سبقت لیگئی ہے

اندر آ اکنوں کہ رَستی از خطر
اندر آجا، اب تو خطرے سے نجات پاگیا ہے

سنگ بودی کیمیا کردت گہر
تو پتھر تھا، تجھے کیمیا نے موتی بنا دیا ہے

رَستہ از کُفر و خارستانِ اُو
تو کفر اور اُس کے خارستان سے نجات پاگیا ہے

چوں گلے بشگفتہ در بُستانِ اُو
اُس کے باغ میں تو پھول کی طرح کھل گیا ہے

تو مَنی و من توام اے مُحتشم
تُو میں اور میں تُو ہے اے معزز!

تو علیؓ بودی علیؓ را چوں کُشم
تو علیؓ تھا، علیؓ کو میں کیسے قتل کروں!

معصیت کردی بہ از ہر طاعتے
تُو نے وہ گناہ کیا جو ہر طاعت سے بہتر ہے

آسماں پیمودہ در ساعتے
تو نے ایک گھڑی میں آسمان ناپ ڈالا

---

[۵۱] رَسَن۔ کنویں کی رسّی۔ چوں کُنم میں کیا کروں۔ خود کردہ را علاجے نیست۔ قعرِ چہ۔ کنویں کی گہرائی۔ ایں سخن۔ یعنی گناہوں کی بنا پر قساوتِ قلبی کا بیان۔ خارا۔ پتھر کی ایک سخت قسم ہے۔ ایں جگرہا۔ قرآن نے قساوتِ قلبی کا بیان کیا اور کفار کے دل خون نہ ہوئے اُسکی وجہ اُن کی قساوتِ قلبی کی انتہا تھی۔

[۵۲] خوں شود۔ اِن قسی القلب لوگوں کے جگر بھی خون ہونگے لیکن وہ قیامت میں ہونگے جبکہ ندامت اور خونِ جگر بہانے سے کوئی نفع نہ ہوگا۔ عدل۔ گواہی کیلئے عدالت شرط ہے جس کیلئے حریت ضروری ہے تو شیطان کا غلام عدل نہ کہلائے گا اور اُس کی گواہی معتبر نہ ہوگی۔ گفت۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنّا اَرسلناکَ شاھِدًا۔ اے رسول! ہم نے تمہیں گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ حُر بن حُر۔ آزاد، آزاد کا بیٹا۔

[۵۳] جز صفاتِ حق یعنی اب میں خدائی اخلاق اور صفات کا حامل ہوں۔ سَبَق۔ سبقت، حدیث قدسی ہے اِنَّ رَحمَتِی سَبَقَت غَضَبِی۔ بیشک میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ خطر یعنی کفر اور قتل کے خطرات۔ کیمیا۔ یعنی فضلِ خداوندی۔ بُستان۔ باغ یعنی بندگانِ خاص۔ تو منی۔ یعنی اب تو اور میں ہم مشرب اور ہم مذہب ہوگئے ہیں۔ معصیت۔

بس خجستہ[1] معصیت کاں مرد کرد
وہ معصیت بہت مبارک تھی جو اس مرد نے کی

نے ز خارے بر دمد اوراق ورد
کیا گلاب کی پھول پتیاں کانٹے سے نہیں نکلتی ہیں؟

نے عمر را قصد آزار رسول ﷺ
کیا عمر (رضی اللہ عنہ) کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ستانے کا

می کشیدش تا بدرگاہ قبول
قبولیت کے دربار کی طرف نہیں کھینچا

نے بسحر ساحراں فرعون شاں
کیا فرعون نے جادوگروں کو ان کے جادو کی وجہ سے

می کشید و گشت دولت عون[2] شاں
نہیں بلایا، اور خوش نصیبی ان کی مددگار بنی

گر نبودے سحر شان و آں جحود
اگر ان کا جادو اور ان کی سرکشی نہ ہوتی

کے کشیدے شاں بفرعون عنود
عنادی فرعون انہیں کب بلاتا!

کے بدیدندے عصا و معجزات
وہ عصا اور معجزے کب دیکھ سکتے!

معصیت طاعت شد اے قوم عصات[3]
اے نافرمانو! معصیت، طاعت بن گئی

ناامیدی را خدا گردن زدست
ناامیدی کو خدا نے فنا کر دیا ہے

چوں گناہ و معصیت طاعت شدست
جبکہ گناہ اور معصیت طاعت بن گئی ہے

چوں مبدل می کند او سیئات
جب وہ گناہوں کو تبدیل کر دینا چاہتا ہے

عین طاعت می کند رغم وشات
تو (انکو) چغلخوروں کے علی الرغم عین طاعت بنا دیتا ہے

زیں شود مرجوم شیطان رجیم
اس سے شیطانِ رجیم مزید سنگسار ہو جاتا ہے

وز حسد او بطرقد گردد دو نیم
اور حسد سے وہ شق ہو جاتا ہے، دو ٹکڑے ہو جاتا ہے

او بکوشد تا گناہے آورد
وہ کوشش کرتا ہے تاکہ کوئی گناہ کرائے

زاں گنہ ما را بچاہے آورد
اس گناہ کی وجہ سے ہمیں کنوئیں میں گرادے

چوں بہ بیند کاں گنہ شد طاعتے
جب دیکھتا ہے کہ وہ گناہ طاعت بن گیا

گردد او را نامبارک ساعتے
اس کے لئے بڑا منحوس وقت ہوتا ہے

اندر آ من در کشادم مر ترا
اندر آجا، میں نے تیرے لئے دروازہ کھول دیا ہے

تف زدی و تحفہ دادم مر ترا
تو نے تھوکا، میں نے تجھے تحفہ دیا

من جفا گر را چنیں ہا می دہم
(جب) میں ظالم کو اس طرح عطا کرتا ہوں

پیش پائے حب چناں سر می نہم
(اندازہ کر) محبت کے قدموں پر کس طرح جھکوں گا

پس وفا گر را چہا بخشم بداں
پس وفادار کو کیا کچھ عطا کروں گا، سمجھ لو

گنجہا و ملکہائے جاوداں
خزانے اور لازوال ملک (دونگا)

[1] خجستہ۔ بابرکت۔ اوراق ورد۔ گلاب کے پھول کی پتیاں۔ نے۔ وہ مثالیں بیان کی گئی ہیں جن میں گناہ نجات کا سبب بنا ہے عمر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضورؐ کو ایذا پہنچانے چلے تھے اور مسلمان ہو گئے، فرعون کے جادوگر حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ کیلئے آئے اور مسلمان ہو گئے۔

[2] عون۔ مددگار۔ جحود۔ انکار، کفر۔ عنود۔ سرکش۔ عصا۔ حضرت موسیٰؑ کا عصا۔

[3] عصات۔ عاصی کی جمع ہے بمعنی گنہگار۔ یعنی گناہ۔ جب اللہ کے کرم سے سیئات بھی حسنات بن جاتے ہیں تو گنہگاروں کو مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ سیئات۔ سیئۃ کی جمع ہے، گناہ۔ وشات۔ واشی کی جمع ہے، چغلخور یعنی مخالف۔ رغم۔ خاک آلود ہونا یعنی کسی کی منشاء کے خلاف کام کا ہونا۔ زیں شود شیطان کا مقصد گناہ کرا کر تباہ کرنا ہے جب گناہ طاعت بن جاتا ہے تو اس کو انتہائی صدمہ ہوتا ہے۔ تف۔ تھوک۔ پس۔ یعنی جب مخالفوں سے یہ برتاؤ ہے تو دوستوں کے ساتھ کیا کچھ نہیں کرونگا۔

جاودانہ بادشاہی بخشمش — آنچہ اندر وہم ناید بد ہمش

اس کو لازوال بادشاہی بخشوں گا — جس کا تصور بھی نہ ہو سکے اس کو وہ دوں گا

من چناں مردم کہ بر خونی[1] خویش — نوشِ لطفِ من نشد در قہر نیش

میں ایسا مرد ہوں کہ اپنے قاتل پر بھی — میری مہربانی کا شہد، قہر کا ڈنک نہیں بنا

گفتنِ حضرتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بگوشِ رکابدارِ[2] امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کہ کشتنِ علی رضی اللہ عنہ بر دستِ تو خواہد بود خبرت کردم

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے خادم سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کان میں کہنا کہ علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تیرے ہاتھ سے ہوگی میں نے تجھے بتا دیا ہے

گفت پیغمبر بگوشِ چاکرم — کو بُرد روزے زگردن ایں سرم

میرے خادم کے کان میں (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا — کہ وہ ایک روز اس گردن سے سر قلم کرے گا

کرد آگہ آں رسول از وحیِ دوست — کہ ہلاکم عاقبت بر دستِ اوست

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وحی کے ذریعہ آگاہ کر دیا — کہ میری ہلاکت انجام کار اُسکے ہاتھ سے ہوگی

او ہمی گوید بکُش پیشیں مرا — تا نیاید از من ایں منکر خطا

وہ (مجھ سے) کہتا ہے کہ پہلے ہی مجھے مار ڈالیے — تاکہ ایسی بُری خطا مجھ سے نہ ہو

من ہمی گویم چو مرگِ من زتست — با قضا من چوں توانم حیلہ جست

میں (اُس سے) کہتا ہوں جبکہ میری موت تیرے ہاتھ سے ہے — قضائے (خداوندی) کے مقابلہ میں میں کیا تدبیر کر سکتا ہوں؟

او ہمی افتد بہ پیشم کاے کریم — مر مرا کُن از برائے حق دو نیم

وہ میرے قدموں پر گرتا ہے کہ اے آقا! — خدا کے لئے میرے دو ٹکڑے کر دیجئے

تا نیاید بر من ایں انجامِ بد — تا نسوزد جانِ من بر جانِ خود

تاکہ میرا یہ بُرا انجام نہ ہو — تاکہ میں اپنے اوپر نہ جلوں

من ہمی گویم برو جف القلم[3] — زاں قلم بس سرنگوں گردد عَلم

میں کہتا ہوں، جا قلم خشک ہو چکا ہے — اس قلم سے بہت سے جھنڈے سرنگوں ہو گئے ہیں

ہیچ بُغضے نیست در جانم زتو — زانکہ ایں را من نمیدانم زتو

میرے دل میں تیری طرف سے کوئی بغض نہیں ہے — اس لئے کہ میں اس بات کو تیری طرف سے نہیں سمجھتا ہوں

---

[1] خونی۔ قاتل۔ نوش۔ شہد، تریاق۔ نیش۔ کیل، ڈنک۔

[2] رکابدار۔ خادم، حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ابن ملجم خارجی کے ہاتھوں ہوئی ہے۔ جو کہ صحابی نہ تھا اس صورت میں اس قصہ کی تصدیق صحیح روایات سے نہیں ہوتی ہے۔ چاکر۔ خادم۔ دوست۔ یعنی اللہ تعالےٰ۔ اُوست۔ یعنی وہی خادم۔ منکر خطا۔ بڑی خطا، یعنی حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کا قتل، حیلہ۔ تدبیر۔

[3] جف القلم۔ حدیث شریف میں ہے۔ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا أَنْتَ لَاقٍ، "جو تیرے ساتھ ہونے والا ہے اُس کو لکھ کر قلمِ قدر خشک ہو چکا ہے" یعنی تقدیر کا لکھا اب نہیں مٹ سکتا ہے۔ سرنگوں۔ یعنی اقبال مند ادبار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ علم۔ جھنڈا۔

آلتِ حقّی تو فاعل دستِ حق — چوں زنم بر آلتِ حق طعن و دق

تو اللہ تعالیٰ کا آلہ ہے، اور کرنیوالا خدا ہے — میں اللہ تعالیٰ کے آلہ پر نیزہ زنی اور گرزرانی کیسے کروں؟[1]

گفت اُو پس آں قصاص از بہرِ چیست — گفت ہم از حق و آں سرِّ خفیست

اُس نے کہا، تو پھر خون کا بدلہ کیوں ہے؟ — کہا وہ بھی اللہ تعالیٰ کیجانب سے ہے اور وہ مخفی راز ہے

گر کُند بر فعلِ خود حق اعتراض[2] — زاعتراضِ خود بروید اندر ریاض

اگر اللہ (تعالیٰ) اپنے فعل پر اعتراض کرتا ہے — اپنے اعتراض سے وہ باغ اگا دیتا ہے

اعتراض اُو را رسد بر فعلِ خود — زانکہ در قہر ست و در لطف اُو احد

اُس کو اپنے کام پر اعتراض کا حق ہے — کیونکہ وہ قہر اور مہر میں یگانہ ہے

اندریں شہرِ حوادث میر اُوست — در ممالک مالکِ تدبیر اُوست

حوادث کی اِس دنیا میں وہی نگراں ہے — ملکوں میں وہی تدبیر کا مالک ہے

آلتِ خود را اگر خود بشکند — آں شکستہ گشتہ را نیکو کُند

اگر وہ اپنے آلہ کو خود توڑ دیتا ہے — اِس ٹوٹے ہوئے کو خوب جوڑ دیتا ہے

رمزِ نَنْسَخْ آیَةً اَوْ نُنْسِهَا — نَاْتِ خَیْرًا در عقب می داں مِہا!

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا کے اشارے — کے بعد نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَا کو سمجھ لے اے بزرگ!

ہر شریعت را کہ حق منسوخ کرد — اُو گیا بُرد و عوض آورد ورد

جس شریعت کو خدا نے منسوخ کیا ہے — (تو) اُسنے گھاس کو ختم کیا ہے اور بدلے میں گلاب دیا ہے

شب کُند منسُوخ نورِ روز را — چوں جمادے داں خرد افروز را

رات، دن کی روشنی کو منسوخ کر دیتی ہے — عقلمند کو پتھر کی طرح سمجھ

باز شب منسُوخ شد از نورِ روز — تا جمادی سوخت زاں آتش فروز

پھر دن کی روشنی سے رات منسوخ ہوئی — یہانتک کہ اُس حرارت پیدا کرنیوالے کیوجہ سے پتھر پن ختم ہو گیا

گرچہ ظلمت[3] آمد آں نوم و سُبات — نے درونِ ظلمت ست آبِ حیات

اگر نیند اور رات کا سکون تاریکی ہے — (تو) کیا آبِ حیات تاریکی میں نہیں ہے؟

نے دراں ظلمت خردہا تازہ شُد — سکتۂ سرمایۂ آوازہ شُد

کیا اُس تاریکی میں عقلیں تازہ نہیں ہو گئیں — کیا خاموشی، شہرت کا سرمایہ نہیں بنی؟

کہ ز ضدہا ضدّہا آید پدید — در سویدا روشنائی آفرید

کیونکہ اَضداد سے اَضداد پیدا ہوتے ہیں — دل کے کالے نقطہ میں نُور پیدا فرمایا ہے

[1] آلت۔ اوزار، آلہ۔ کار۔ قصاص۔ خون کا بدلا یعنی جبکہ قاتل خود نہیں قتل کرتا ہے بلکہ قدرت کا ہاتھ قتل کرتا ہے تو قاتل سے بدلہ کیوں لیا جاتا ہے۔ وآں۔ قاتل کو صدورِ قتل سے قبل قتل کرنا ظلم ازِ محض پر قتل کر دینا ہے اور جب اُس سے قتل صادر ہو چکا تو اُس کا اختیار بھی کارفرما ہوا لہٰذا اُسکا قتل عین حکمت ہے، رہی یہ بات کہ ہے بہرحال وہ ایک آلہ صدورِ قتل سے قبل بھی اور بعد میں بھی اور اللہ نے اب قصاصًا اُسکو قتل کرنیکا حکم فرما دیا تو اللہ کو اختیار ہے کہ اپنے ایک آلہ کو خود توڑ ڈالے۔

[2] اعتراض یعنی اپنے کسی حکم کو اب خلافِ مصلحت قرار دیدے اور اُسکی بجائے دوسرا حکم دیدے تو وہ اِس دوسرے حکم پر مصلحتوں کے باغ کھلا دیتا ہے۔ ننسخ۔ تشریع میں جو تبدیلی ہوتی ہے وہ مصلحتوں سے پُر ہوتی ہے خود فرمایا ہے۔ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَا۔ ہم جب کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اُس سے بہتر لے آتے ہیں۔ شب کند۔ تکوینیات میں بھی جب اللہ کوئی تغیر فرماتا ہے تو اُسمیں مصلحت ہوتی ہے۔ چوں عقل انسانی بیکار پتھر جیسی ہو جاتی ہے۔

[3] گرچہ ظلمت۔ بظاہر نور کی تبدیلی کے بعد ظلمت کی آمد کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتی لیکن جاندار وں کو حقیقتًا اِسی سے آبِ حیات حاصل ہوتا ہے اور تمام قویٰ از سرِ نو تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔ سکتہ۔

جنگِ[1] پیغمبر مدارِ صُلح شُد | صُلحِ ایں آخر زماں زاں جنگ بُد

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جنگ صلح کا دارومدار ہوئی | اِس اخیر زمانہ کی صلح اِسی جنگ کی وجہ سے تھی

صد ہزاراں سَر بُرید آں دِلستاں | تا اماں یا بد سَرِ اہلِ جہاں

اُس محبوب نے لاکھوں سَر قلم کر دیئے | تاکہ دنیا والوں کے سَروں کو امن حاصل ہو

باغباں زاں می بُرد شاخِ مضر | تا بیابد نخل قامتہا و بر

باغبان، سبز شاخ اِس لئے کاٹ دیتا ہے | تاکہ کھجور قد اور پھل حاصل کرے

می کَند از باغ آں دانا حشیش | تا نماید باغ و میوہ خرمیش

وہ سمجھدار، باغ میں سے گھاس اکھاڑ ڈالتا ہے | تاکہ باغ اور پھل اپنی تر و تازگی نمایاں کر سکے

می کَند دندان بُدِ آں طبیب | تا رہد از درد و بیماری حبیب

مریض دانت کو ڈاکٹر اکھاڑ دیتا ہے | تاکہ دوست درد اور بیماری سے نجات پا جائے

پس زیادتہا درونِ نقصہاست | مر شہیداں را حیات اندر فناست

پس نقصانوں میں ترقیاں (مضمر) ہیں | شہیدوں کی زندگی، فنا ہو جانے میں ہے

چوں بُریدہ گشت حلقِ رزق خوار | یُرزَقُونَ یَفرَحُونَ[2] آید گوار

جب رزق کھانے والا حلق کٹ گیا | تو یُرزَقُونَ یَفرَحُونَ خوشگوار ہو کر آ جاتا ہے

حلقِ حیواں چوں بُریدہ شد بعدل | حلقِ انساں رُست و افزاید فضل

جانور کا گلا جب انصاف سے کاٹا گیا | انسان کے حلق نے نشوونما پائی اور اُس کی فضیلت بڑھ گئی

حلقِ انساں چوں بُرید شد ببیں | تا چہ زاید کُن قیاس آں را بدیں

جب انسان کا گلا کٹا ، غور کر | وہ کیا اضافہ کرے گا، اُس کو اِسی پر قیاس کرلے

حلقِ[3] ثالث زاید و تیمارِ او | شربتِ حق باشد و انوارِ او

تیسرا حلقوم پیدا کرے گا اور اُس کی تیمارداری | اللہ (تعالیٰ) کے شربت اور اُس کے انوار سے ہوگی

حلقِ ببریدہ خورد شربت ولے | حلق از لا رستہ مُردہ در بلے

کٹا ہوا حلقوم شربت پیتا ہے ، لیکن | وہ حلق جو لا سے آزاد ہو گیا ہو اور بلیٰ میں فنا ہو گیا ہو

بس کُن اے دوں ہمتِ کوتہ بنان | تا کیت باشد حیاتِ جان بنان

اے کوتاہ ہمت اور کوتاہ دست! بس کر | روٹی کے ذریعہ تیری جان کی زندگی کب تک رہیگی؟

زاں نداری میوہ مانندِ بید | کابرو بُردی پئے نانِ سپید

بید کی طرح تو بے ثمر اِسی وجہ سے ہے | کہ تُو نے سفید روٹی کے لئے آبرو ختم کر دی ہے

---

[1] جنگِ پیغمبر۔ آنحضورؐ کے جس قدر غزوات ہیں اُن میں بظاہر تخریب ہے لیکن در اصل تعمیر ہے۔ باغباں۔ مالی شاخیں تراشتا ہے۔ اور گھاس اکھاڑ ڈالتا ہے اِس کی وجہ سے باغ میں پھل اور پھول کی کثرت ہوتی ہے۔ می کَند۔ طبیب دانت اکھاڑتا ہے لیکن مصلحت یہ ہوتی ہے کہ بیمار کو آرام ملے۔ حبیب۔ یعنی محبوب بیمار۔ پس بہت سی چیزوں میں جو نقصان نظر آتے ہیں وہی اضافوں کا سبب ہیں، انسان شہید ہو کر بقاءِ دوام حاصل کر لیتا ہے۔

[2] گوار۔ شہیدوں کے بارے میں آیت یُرزَقُونَ فَرِحِینَ نازل ہوئی ہے یعنی اُن شہیدوں کو رزق دیا جاتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں۔ حلقِ حیوان۔ اللہ تعالیٰ کے نام پر جانور ذبح ہوتا ہے اور انسان اُس کو کھاتا ہے تو اُسکو یہ فضیلت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ اشرف المخلوقات کا جزوِ بدن بنجاتا ہے۔ انسان کا حلق اگر اللہ تعالیٰ کے نام پر کٹے تو اِسپر قیاس کر لو اُس کو کیا فضیلتیں حاصل ہونگی۔ بدیں۔ بایں۔

[3] حلقِ ثالث۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کا حلقوم اللہ کے نام پر کٹے گا تو انسان کو ایک ایسا حلقوم عنایت ہو جائیگا جو اللہ کے انوار اور شربت پیئے گا۔ لا۔ یعنی غیر اللہ کی نفی۔ بلےٰ یعنی صرف اللہ کی ربوبیت کا اور اقرار ہو۔ بیان۔ ہمت۔ ارادہ۔ بید۔ بے ثمر درخت ہے۔

گر ندارد صبر زیں ناں جانِ حس
اگر حس کی جان اس روٹی سے صبر نہیں کرتی ہے

کیمیا[1] را گیر و زر گرداں تو مس
کیمیا حاصل کر، اور تو تانبے کو سونا بنا دے

جامہ شوئی کرد خواہی اے فلاں
اے فلاں! اگر تو کپڑے صاف کرنا چاہتا ہے

رو مگرداں از محلہ گازراں
تو دھوبیوں کے محلّہ سے رُوگردانی نہ کر

گرچہ ناں بشکست مر روزہ ترا
اگرچہ روٹی نے تیرا روزہ توڑ دیا ہے

در شکستہ بند پیچ و بر تر آ
ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والے سے لپٹ جا اور آگے بڑھ

چوں شکستہ بند آمد دستِ او
جب اُسکا ہاتھ، ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والا ہے

پس رفو آید یقیں زاں شکستِ او
تو اُس کا توڑنا یقیناً، جوڑنا ہو گا

گر تو آں را بشکنی گوید بیا
اگر تو خود اس کو توڑنے لگے وہ کہے گا، آجا

تو درستش کن نداری دست و پا
تو اُس کو درست کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے

پس شکستن حقِ او باشد کہ او
توڑنا اُس کے لئے مناسب ہے جو

مر شکستہ گشتہ را داند رفو[2]
ٹوٹے ہوئے کو جوڑنا جانتا

آنکہ داند دوخت او داند درید
جو سینا جانتا ہے وہ کاٹنا بھی جانتا ہے

ہر چہ او بفروخت نیکوتر خرید
جو بیچتا ہے وہ عمدہ طریقہ پر خریدتا ہے

خانہ را کند و جو جنّت ساخت او
گھر کو اُجاڑا اور اُس کو جنّت بنا دیا

پست کرد و بر فلک افراخت او
اُس کو ڈھایا اور آسمان تک بلند کر دیا

خانہ را ویراں کند زیر و زبر
گھر کو ویران اور زیر و زبر کرتا ہے

پس بیک ساعت کند معمور تر
پھر ایک گھڑی میں اور زیادہ آباد کر دیتا ہے

گر یکے را سر ببُرد از بدن
اگر کسی کے جسم سے سر کاٹتا ہے

صد ہزاراں سر بر آرد در زمن
فوراً لاکھوں سر پیدا کر دیتا ہے

گر نفرمودے قصاصے بر جناۃ
اگر وہ مجرموں پر قصاص کا حکم نہ فرماتا

خود[3] نگفتے فی القصاص آمد حیات
(اور) یہ نہ فرماتا کہ قصاص میں زندگی ہے

خود کرا زہرہ بُدے تا او ز خود
کس کی طاقت ہوتی کہ وہ از خود

بر اسیرِ حکمِ حق تیغے زند
اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند پر تلوار چلائے

زانکہ داند ہر کہ چشمش را کشود
اسلئے کہ ہر وہ شخص جانتا ہے جس نے آنکھ کھولی ہے

کاں کشندہ سخرۂ تقدیر بود
کہ وہ قاتل تقدیر کے تابع تھا

[1] کیمیا۔ یعنی اگر تو خود ترکِ دنیا نہیں کر سکتا تو کسی شیخ کا ہاتھ پکڑ لے وہ تیرے تانبے کو سونا بنا دیگا۔ جامہ شوئی یعنی گناہوں سے اپنا دامن پاک کر لے۔ گازراں گازر کی جمع ہے، دھوبی یعنی وہ شیخ کامل جو تجھے گناہوں سے پاک کر دے۔ نان۔ روٹی یعنی دنیاوی لذتیں۔ روزہ یعنی پرہیزگاری۔ شکستہ بند۔ ٹوٹے ہوئے کو جوڑنیوالا یعنی شیخِ کامل۔ گر تو۔ اگر تو خود تقویٰ حاصل کرنیکی کوشش کریگا تو کوئی نہ کوئی شیخ کامل تجھے اپنی طرف کھینچ لیگا۔ پس شکستن۔ اصلاحِ باطن کرنا شیخِ کامل ہی کا کام ہے۔

[2] رفو۔ سینا یعنی جوڑنا۔ خانہ۔ ایک ماہر کاریگر گھر کھود ڈالتا ہے تو پھر اُسکو جنت نشان بنا دیتا ہے۔ بر آرد۔ پیدا کُند یعنی ایک بُری عادت چھڑا کر لاکھوں بھلی عادتیں پیدا کر دیتا ہے۔ در زمن فوراً۔ جناۃ۔ جانی کی جمع ہے، مجرم۔ خود نگفتے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ تمہارے لئے قصاص میں زندگانی ہے۔ اِس شعر سے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقولہ شروع ہوا ہے۔

[3] خود کرا۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا قاتل جو تقدیر کا اسیر ہے اُسکو بغیر حکمِ خداوندی کون مار سکتا تھا۔ زہرہ۔ ہمت، حوصلہ۔ چشم کشودن۔ غور کرنا۔ کشندہ۔ قاتل۔ سخرہ۔ مسخر، مجبور۔

هر کرا آں حکمؒ بر سر آمدے
جس کے لئے یہ حکم صادر ہوتا

بر سرِ فرزندِ خود تیغے زدے
(وہ) اپنے لڑکے کے سر پر تلوار مارتا

رَو بترس و طعنہ کم زن بر بداں
جا، ڈرتا رہ اور بروں پر طعنہ زنی نہ کر

پیش دامِ حکم عجزِ خود بداں
اللہ (تعالیٰ) کے حکم کے جال کے سامنے اپنا عجز سمجھ

پیشِ حکمِ حق بنہ گردن بجاں
دل سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے گردن جھکا دے

تسخر و طعنہ مزن بر دیگراں
دوسروں پر مذاق اور طعنہ زنی نہ کر

تعجب کردنِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام از ضلالت ابلیس
ابلیس لعین کی گمراہی پر حضرت آدم علیہ السلام کا تعجب کرنا

لعین و عجب آوردنِ اُو
اور اُن کا غرور کرنا

روزے آدم بر بلیسے کو شقی ست
ایک روز آدم (علیہ السلام) نے ابلیس کو جو بدبخت ہے

از حقارت و ز زیافت بنگریست
حقارت اور کھوٹے پن کی نگاہ سے دیکھا

خویش بینی کرد و آمد خود گزیں
(انھوں نے) خود بینی کی اور خود پسند بنے

خندہ زد بر کارِ ابلیسِ لعیں
ابلیسِ لعین کے کام کی ہنسی اڑائی

بانگ بر زد غیرتِ حق کاے صفی
غیرت حق نے پکارا کہ اے برگزیدہ!

تو نمیدانی ز اسرارِ خفی
تمہیں چھپے ہوئے رازوں کا علم نہیں ہے

پوستیں را باژگونہ گر کنم
اگر میں پوستین کو الٹ دوں

کوہ را از بیخ و از بُن بر کنم
(تو) پہاڑ کو جڑ اور بنیاد سے اکھاڑ ڈالوں

پردہ صد آدم آندم بر درم
فوراً سینکڑوں آدموں کی پردہ دری کردوں

صد بلیسِ نو مسلماں آورم
سینکڑوں شیطانوں کو نومسلم کردوں

گفت آدمؑ توبہ کردم زیں نظر
(حضرت) آدمؑ نے کہا میں نے اس نظر سے توبہ کی

ایں چنیں گستاخ نندیشم دگر
پھر کبھی ایسی گستاخی کو خیال میں بھی نہ لاؤں گا

یارب ایں جرأت ز بندہ عفو کن
اے خدا! بندہ کی اس جرأت کو معاف کردے

توبہ کردم می نگیرم زیں سخن
میں نے توبہ کی، میری اس بات پر گرفت نہ کر

یا غیاث المستغیثین اھدنا
اے فریادیوں کے فریادرس! ہم کو ہدایت دے

لا افتخار بالعلوم والغنا
علوم اور مالداری پر کوئی فخر نہیں ہے

---

۱ حکم۔ یعنی تقدیر الٰہی کا حکم، یعنی اگر بیٹے کا قتل باپ کے ہاتھ سے مقدر ہو چکا ہے تو شفقتِ پدری اس کو نہیں روک سکتی ہے۔ دامِ حکم یعنی تقدیرِ خداوندی کا جال یعنی بروں کا مذاق اڑانا بڑا خطرناک ہے۔ تعجب کردن۔ اس قصہ کا مقصد بھی یہی ہے کہ کسی کے گناہ پر مذاق نہ اڑانا چاہیے۔ اور اپنے اوپر گھمنڈ نہ کرنا چاہیے۔

۲ بلیس۔ ابلیس شیطان۔ شقی۔ بدبخت۔ زیافت۔ کھوٹا پن۔ خویش بینی۔ غرور، تکبر۔ خود گزیں۔ خود پسند۔ صفی۔ منتخب۔ صفی اللہ حضرت آدمؑ کا لقب ہے۔ خفی۔ پوشیدہ۔ باژگونہ۔ الٹا۔ پوستیں باژگونہ کردن۔ حالات کو الٹ دینا، باطن کو ظاہر کر دینا۔ بن۔ جڑ۔

۳ نو مسلماں۔ وہ شخص جو کافر کے گھر میں پیدا ہونے کے بعد اسلام لایا ہو۔ نظر یعنی خود بینی۔ غیاث۔ فریادرس۔ مستغیثین۔ مستغیث کی جمع ہے۔ فریادی۔ افتخار۔ فخر کرنا۔ غنا۔ مالداری۔

لاتزغ قلبا هدیت بالکرم — واصرف السوء الذی خط القلم

کرم کرکے جس دل کو تُو نے ہدایت دیدی ہے اُسکو کج نہ کر — اور اُس بُرائی کو پھیر دے جو قلم نے لکھدی ہے

بگذراں از جانِ ما سوءُ القضا — وا مبر ما را ز اخوانِ الصفا

بُری تقدیر کو ہماری جان سے ٹالدے — ہمیں اہل اللہ سے جُدا نہ کر

تلخ تر از فرقتِ تو ہیچ نیست — بے پناہت غیر پیچا پیچ نیست

تیری جدائی سے زیادہ کڑوی چیز کوئی نہیں ہے — تیری پناہ کے بغیر سوائے اُلجھن کے کچھ نہیں ہے

رختِ ما ہم رختِ ما را راہزن — جسمِ ما مر جانِ ما را جامہ کن

ہمارا سامان بھی ہمارا راہزن ہے — ہمارا جسم ہی ہماری جان کیلئے نقصان رساں ہے

دستِ[۲] ما چوں پائے ما را می خورد — بے امانِ تو کسے چوں جاں برد

جب ہمارا ہاتھ ہی ہمارے پاؤں کو کھاتا ہے — تیری اماں کے بغیر کوئی کسطرح جان بچاسکتا ہے؟

ور برد جاں زیں خطرہائے عظیم — بُردہ باشد مایۂ اِدبار و بیم

اگر ان بڑے خطروں سے جان بھی بچالی — تو بدبختی اور خوف کا سرمایہ حاصل کیا

زانکہ جاں چوں واصلِ جاناں نبود — تا ابد با خویش کور ست و کبود

اسلئے کہ جان کا جبتک محبوب سے وصال نہ ہو — قیامت تک وہ خود اندھی اور بے نُور ہے

چوں تو ندہی راہ جاں خود بُردہ گیر — جاں کہ بے تو زندہ باشد مُردہ گیر

جب تو راستہ نہ دے جان کا بچنا فرضی بات ہے — وہ جان جو تیرے بغیر زندہ ہو اُسکو مُردہ سمجھنا چاہیے

گر تو طعنہ می زنی بر بندگاں — مر ترا آں می رسد[۳] اے کامراں

اگر تو بندوں پر طعنہ زنی کرے — اے مختار! یہ تیرا حق ہے

ور تو ماہ و مہر را گوئی خفا — ق — ور تو قدِ سرو را گوئی دوتا

اگر تو چاند اور سورج کو مخفی کہے — اگر تو سرو کے قد کو جُھکا ہوا کہے

ور تو چرخ و عرش را خوانی حقیر — ور تو کان و بحر را گوئی فقیر

اگر تو آسمان اور عرش کو حقیر کہے — اگر تو کان اور سمندر کو فقیر کہے

آں بہ نسبت با کمالِ تو رواست — مُلکِ اکمال و فناہا مر تراست

یہ بات تیرے کمال کے پیشِ نظر درست ہے — مکمل کرنے اور فنا کرنے کی ملکیت تیری ہی ہے

کہ تو پاکی از خطر و ز نیستی — نیستاں را مُوجد و مُفنیستی

کیونکہ تو عدم اور نیستی سے پاک ہے — معدوم کو وجود کرنیوالا ہے اور فنا کرنیوالا ہے

---

۱ لاتزغ۔ کج نہ کر۔ سوءٌ۔ بُرائی۔ قلم یعنی قلم تقدیر۔ بگذراں۔ ٹال دے۔ وا مبر۔ جدا نہ کر۔ اِخوان الصفا۔ صاف دل لوگ، اہل اللہ۔ رخت۔ سامان، یعنی دنیاوی لذتیں۔ جامہ کن۔ کپڑے اُتارنیوالا۔
۲ دستِ ما۔ یعنی ہماری معرفت و نیت راہِ سلوک میں نہیں چلنے دیتی۔ اِدبار۔ نحوست۔ بیم۔ خوف، یعنی وہ جان جو محبّتِ الٰہی سے خالی ہے، اگر بچا بھی لی تو کچھ فائدہ نہیں ہے ایسی جان تو ادبار اور خوف کا سرمایہ ہے۔ کور و کبود۔ بے نور و تاریک۔ راہ۔ راہِ نجات، یعنی جب اللہ تعالیٰ نجات کا راستہ نہ دے تو جان کا بچنا فرضی اور غیر واقعی ہے کیونکہ ایسی جان تو خود مُردہ ہے۔
۳ مر ترا می رسد۔ تجھے حق حاصل ہے۔ کامراں۔ کامیاب۔ خفا۔ مخفی، پوشیدہ۔ دوتا۔ دوہرا، کُبڑا۔ پاکی۔ تو پاک ہے۔ خطر۔ احتمالِ عدم نجات۔ نیست ہا۔ مُفنی۔ فنا کرنیوالا۔

آنکه رویانید[۱] داند سوختن — وانکه بدرید ست داند دوختن

جس نے اُگایا ہے وہ جلانا جانتا ہے — جس نے پھاڑا ہے وہ سینا جانتا ہے

می بسوزد ہر خزاں مر باغ را — باز رویاند گلِ صباغ را

ہر خزاں میں باغ کو جلا ڈالتا ہے — پھر رنگ آمیز پھول اُگا دیتا ہے

کاے بسوزیدہ بروں آ تازہ شو — بارِ دیگر خوب و خوش آوازہ شو

کہ اے جلے ہوئے باہر آ، تر و تازہ ہو جا — دوبارہ خوبصورت بن اور مشہور ہو جا

چشمِ نرگس کور شد بازش بساخت — حلقِ نے ببرید و بازش خود نواخت

نرگس کی آنکھ اندھی ہوئی اُس کو پھر بنا دیا — بانسری کا حلق پھاڑ دیا پھر اُس کو بجا دیا

ما چو مصنوعیم[۲] و صانع نیستیم — جز زبون و جز کہ قانع نیستیم

ہم چونکہ بنائے ہوئے ہیں اور بنانے والے نہیں ہیں — سوائے ناچیز اور سوائے (ادنیٰ درجہ پر) قانع ہونے کے کچھ نہیں ہیں

ما ہمہ نفسی و نفسی می زنیم — گر نخواہی ما ہمہ آہرمنیم

ہم سب نفسی نفسی پکارتے ہیں — اگر تو نہ چاہے، ہم سب شیطان ہیں

زاں ز آہرمن رہیدستیم ما — کہ خریدی جانِ ما را از عمی[۳]

ہم نے شیطان سے رہائی اسلئے پائی ہے — کہ تو نے ہماری جان کو اندھے پن سے بچا لیا ہے

تو عصا کش ہر کرا کہ زندگیست — بے عصا و بے عصا کش کور چیست

جس کی زندگی ہے تو اُس کیلئے لاٹھی پکڑنے والا ہے — لاٹھی اور لاٹھی پکڑنے والے کے بغیر اندھا کیا ہوتا ہے!

غیرِ تو ہر چہ خوش ست و ناخوش ست — آدمی سوز ست و عینِ آتش ست

تیرے سوا جو کچھ بھی ہے خواہ اچھا ہے یا بُرا ہے — آدمی کو جلانے والا ہے اور مجسم آگ ہے

ہر کرا آتش پناہ و پشت شد — ہم مجوسی گشت و ہم زردشت شد

جس کسی کے لئے آگ پشت و پناہ بن گئی — وہ آتش پرست اور آتش پرستوں کا پیشوا بن گیا

كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللهَ بَاطِلُ — إِنَّ فَضْلَ اللهِ غَيْمٌ هَاطِلُ

اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے — بیشک اللہ کا فضل بارش برسانے والا ابر ہے

بازگشتن بحکایت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قصہ کی طرف واپسی

و مسامحت کردنِ او با خونی و رکابدارِ خویش

اور اُن کا اپنے قاتل اور اپنے خادم سے چشم پوشی برتنا

---

[۱] رویانیدن - اُگانا - صباغ - رنگریز - گلِ صباغ - وہ پھول جو اپنی خوشرنگی کی وجہ سے باغ کی زینت ہو - آوازہ - شہرت - بازش - اس کی جگہ دوسرا پھول کھلا دیا -

[۲] مصنوع - بنایا ہوا، مخلوق - صانع - بنانے والا، خالق - زبون - کمزور، ناچیز - نفسی نفسی زدن - حاجت کا اظہار کرنا - آہرمن - اہرمن، شیطان -

[۳] عمی - اندھا پن - عصا کش - اندھے کی لاٹھی پکڑ کر چلنے والا - کور چیست - اندھا بالکل بیکار ہے چل پھر نہیں سکتا ہے - ما خلا - علاوہ - غیم - ابر - ہاطل - برسنے والا - مسامحت - چشم پوشی - رکابدار - خادم

بازرو سوئے علیؓ و خونیش — واں کرم باخونی و افزونیش

(حضرت) علیؓ اور انکے قاتل کے (قصہ کی) طرف پھر چل — اور قاتل پر انکے کرم اور کرم میں اضافہ کی طرف (چل)

گفت ۱ دشمن را ہمی بینم بچشم — روز و شب بر وے ندارم ہیچ خشم

کہا میں دشمن کو آنکھ سے دیکھتا ہوں — شب و روز، اس پر کوئی غصہ نہیں کرتا ہوں

زانکہ مرگم ہمچو جاں خوش آمدست — مرگِ من در بعث چنگ اندر زدست

کیونکہ مجھے موت زندگی کی طرح اچھی لگتی ہے — میری موت نے زندگی کو مضبوطی سے پکڑ لیا ہے

مرگِ بے مرگی بُود مارا حلال — برگِ بے برگی بود مارا نوال

بغیر موت کے موت ہمارے لئے حلال ہے — بے نوائی کا سامان ہمارے لئے عطیہ ہے

برگِ بے برگی ترا چوں برگ شد — جانِ باقی یافتی و مرگ شُد

بے نوائی کا سامان جب تیرے لئے سامان بن گیا — تو تو نے حیاتِ جاودانی پالی اور موت ختم ہو گئی

آنچہ خوفِ دیگراں آں امنِ تُست — بط قوی در بحر و مرغِ خانہ سُست

جو دوسروں کیلئے خوف کا سبب ہے وہ تیرے لئے امن بن گیا — دریا میں بط قوی ہوتی ہے اور پالتو مرغ سست ہوتا ہے

ظاہرش مرگ و بباطن زندگی — ظاہرش ابتر نہاں پایندگی

اُس کا ظاہر موت ہے اور باطن زندگی ہے — بظاہر وہ تباہی ہے، بباطن وہ بقا ہے

از رحم ۲ زادن جنیں را رفتن ست — در جہاں اُو را ز نو بشگفتن ست

بچہ کا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا (اُسکا) سفر ہے — اُس کا دنیا میں از سرِ نو کھلنا ہے

چوں مرا سوئے اجل عشق و ہواست — نہیِ لَا تُلْقُوا بِاَیْدِیْکُمْ مراست

چونکہ موت سے مجھے عشق اور محبت ہے — اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو کی ممانعت میرے لئے ہے

آنکہ مُردن پیشِ جانش تہلکہ است — امرِ لَا تُلْقُوا بگیرد اُو بدست

جس کی جان کے لئے مرنا ہلاکت ہے — وہ لَا تُلْقُوا کے حکم پر عامل نہیں ہے

آنکہ ۳ مُردن پیشِ اُو شد فتحِ باب — سَارِعُوا آمد مر اُو را در خطاب

جس کے لئے مرنا کامیابی بن گیا ہے — اُس کے لئے "جلدی کرو" کا خطاب آیا ہے

زانکہ نہی از دانہ شیریں بُود — تلخ را خود نہی حاجت کے شود

اس لئے کہ ممانعت تو میٹھے دانہ سے ہوتی ہے — کڑوے کے لئے ممانعت کی کیا ضرورت ہے؟

دانہ کش تلخ باشد مغز و پوست — تلخی و مکروہیش خود نہیِ اُوست

جس دانہ کا گودا اور چھلکا کڑوا ہو — اُس کی تلخی اور کڑواہٹ خود ممانعت ہے

---

۱ گفت یعنی حضرت علیؓ نے اپنے مقابل سے کہا۔ خشم یعنی اپنے ذاتی معاملہ میں۔ مرگِ بے مرگی۔ حدیث شریف میں ہے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا یعنی مر جاؤ قبل اسکے کہ مرو۔ بے برگی۔ بے نوائی، بے سروسامانی، یہ مولانا کا محاورہ ہے۔ آنچہ۔ موت کافروں کے لئے باعثِ خوف اور مومن کیلئے باعثِ امن ہے جیسا کہ دریا بط کیلئے ترقی کا سبب اور پالتو مرغ کیلئے کمزوری کا سبب ہے۔

۲ از رحم۔ بچہ کا ماں کے پیٹ سے باہر آنا اُسکا انتقال ہے اور اسی سے اُسکا نشو و نما ہوتا ہے۔ نہی۔ قرآن پاک میں ہے وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ تم اپنے آپکو ہلاکت میں نہ ڈالو مولانا نے ہلاکت کے معنی موت کے لئے ہیں جبکہ ایک حدیثِ صحیح میں اسکے معنی ترکِ جہاد کے بتائے گئے ہیں۔ یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ نہی اُن چیزوں کیلئے ہوتی ہے جنکی طرف انسان کو رغبت ہو ناپسندیدہ چیز سے روکنے کے کوئی معنی نہیں ہیں اب دونوں شعروں کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ موت چونکہ میرے لئے مرغوب ہو چکی ہے اسلئے لَا تُلْقُوْا کا خطاب میرے اور مجھ جیسوں کیلئے ہے جو لوگ موت کو خود ہی پسند نہیں کرتے وہ دراصل اس نہی کے مخاطب نہیں بن سکتے اور نہ وہ اس نہی پر عامل سمجھے جائیں گے۔

۳ آنکہ۔ جو عشقِ الٰہی میں مبتلا ہیں اور وصال کے جویاں ہیں اُن کے لئے موت ہی ذریعۂ وصال ہے وہ سَارِعُوْا کا اپنے آپکو مخاطب سمجھتے ہیں اور اسی پر عمل کرتے ہیں

دانۂ مُردن مرا شیریں شدست — بَلْ هُمْ اَحْیَاءٌ پئے من آمدست

موت کا دانہ میرے لئے میٹھا ہو گیا ہے — "بلکہ وہ زندہ ہیں" میرے لئے وارد ہوا ہے

اُقْتُلُوْنِیْ یَا ثِقَاتِیْ لَائِمًا — اِنَّ فِیْ قَتْلِیْ حَیَاتِیْ دَائِمًا

اے میرے معتمد لوگو! مجھے ملامت کرتے ہوئے قتل کر ڈالو — بیشک میرے مرنے میں میری ابدی زندگی ہے

اِنَّ فِیْ مَوْتِیْ حَیَاتِیْ یَا فَتیٰ — کَمْ اُفَارِقُ مَوْطِنِیْ حَتّٰی مَتیٰ

اے نوجوان! میری موت میں میری زندگی ہے — میں اپنے وطن سے کب تک اور کتنا جدا رہوں!

فُرْقَتِیْ لَوْ لَمْ یَکُنْ فِیْ ذَا السُّکُوْنْ — لَمْ یَقُلْ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنْ

اگر اس سکونت میں میری جدائی نہ ہوتی — تو (اللہ تعالیٰ) نہ فرماتا ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں

راجع آں باشد کہ باز آید بشہر — سوئے وحدت آید از تفریقِ دہر

لوٹنے والا تو وہی ہوتا ہے جو اپنے شہر میں واپس آئے — زمانہ کے فراق سے وصال کی طرف آئے

ایں سخن پایاں ندارد چاکرم — چوں شنید ایں سِرّ زِ سیّد گشت خم

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، میرے خادم نے — آنحضورؐ سے جب یہ راز سنا (شرم سے) جھک گیا

افتادنِ رکابدار ہر بار در پائے امیر المومنین علیؓ کہ اے امیر المومنین مرا بکش واز ایں قضا باز رہاں

ہر دفعہ خادم کا امیر المومنینؓ کے پاؤں پڑنا کہ اے امیر المومنینؓ مجھے مار ڈالیے اور اس تقاضائے خداوندی سے بچھڑا دیجئے

آمد و در خاک پیشم اوفتاد — دمبدم در پائے من سر می نہاد

وہ (خادم) آیا اور میرے آگے زمین پر گر پڑا — اس نے بار بار میرے پیروں پر سر رکھا

باز آمد کاے علیؓ زودم بکش — تا نہ بینم آں دم و وقتِ تُرش

پھر آیا کہ اے علیؓ! مجھے جلد قتل کر دیجئے — تاکہ وہ بُرا وقت نہ دیکھوں

من حلالت می کنم خونم بریز — تا نہ بیند چشمِ من آں رستخیز

میں معاف کرتا ہوں، میرا خون بہا دیجئے — تاکہ میری آنکھ وہ قیامت نہ دیکھے

گفت ار ہر ذرہ خونی شود — خنجر اندر کف بقصدِ تو بود

(حضرت علیؓ نے) فرمایا اگر ہر ذرہ قاتل بنجائے — تیرے لئے اس کے ہاتھ میں خنجر ہو

یک سرِ مُو از تو نتواند بُرید — چوں قلم بر تو چناں خطے کشید

تیرا ایک بال بھی نہیں کاٹ سکتا ہے — جبکہ قلم (تقدیر) نے تیرے لئے ایسا لکھ دیا ہے

۱؎ دانۂ مُردن۔ یہ حضرت علیؓ کا مقولہ ہے۔ بَل۔ شہدا کے بارے میں قرآن میں کہا گیا ہے "لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ" "نہ گمان کرو تم ان لوگوں کو جو اللہ کے راستہ میں قتل کئے گئے ہیں مُردہ، بلکہ وہ زندہ ہیں"۔ ثِقَات۔ ثِقَۃٌ کی جمع ہے معتمد علیہ۔ لَائِم۔ ملامت کرنیوالا۔ اُقْتُلُوْنِیْ۔ یہ شعر حضرت منصور حلاجؒ کے شعر سے ماخوذ ہے۔ انھوں نے فرمایا تھا ؎

اُقْتُلُوْنِیْ یَا ثِقَاتِیْ
میرے معتمدو مجھے قتل کردو
اِنَّ فِیْ قَتْلِیْ حَیَاتِیْ
بیشک قتل میں میری زندگی ہے

مَوْطِن۔ وطن۔

۲؎ اَلسُّکُوْن۔ یعنی دنیاوی زندگی۔ وحدت۔ دوست کے ساتھ اتحاد، وحدت۔ تفریق۔ جدا کرنا۔ دہر۔ زمانہ۔ سیّد۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ گشت خم۔ ندامت سے جھک گیا۔

۳؎ دم بدم۔ لمحہ بہ لمحہ، ہر آن۔ تُرش۔ کھٹا، ناگوار۔ حلالت۔ حلال بر لئے تو۔ خون ریختن۔ مار ڈالنا۔ رستخیز۔ قیامت، ہونیکا واقعہ۔ قلم۔ قلمِ تقدیر

لیک بے غم شو شفیعِ[۱] تو منم — خواجۂ روحم نہ مملوکِ تنم
لیکن بے فکر ہو جا میں تیرا سفارشی ہوں — میں رُوح کا مالک ہوں، جسم کا غلام نہیں ہوں

پیشِ من ایں تن ندارد قیمتے — بے تنِ خویشم فتے ابن الفتے
میرے نزدیک اِس جسم کی کوئی قیمت نہیں ہے — بغیر جسم (کے واسطے) کے میں جوانمرد جوانمرد کا بیٹا ہوں

خنجر و شمشیر شُد ریحانِ من — مرگِ تن شُد بزم و نرگستانِ من
خنجر اور تلوار میرے لئے خوشبو اور پھول بن گئے ہیں — جسم کی موت میری بزم (نشاط) اور باغیچہ ہے

آنکہ اُو تن را بدینساں پے کُند — حرصِ میری و خلافت کے کُند
جو جسم کو اِس طرح مغلوب کر دے — وہ امیری اور خلافت کی حرص کب کر سکتا ہے؟

زاں بظاہر کُوشد اندر جاہ و حُکم — تا امیراں را نماید راہِ حُکم
بظاہر وہ جو حکومت اور مرتبہ کیلئے کوشاں ہے — (تو اسلئے ہوا) تاکہ حاکموں کیلئے حکومت کرنے کی رہنمائی کریں

تا بیارا ید بہر تن[۲] جامۂ — تا نویسد اُو بہر کس نامۂ
تاکہ ہر (حکومت) کے جسم کیلئے جامہ تیار کر دیں — تاکہ ہر شخص (حاکم) کیلئے قانون نامہ تحریر کریں

تا امیری را دہد جانِ دگر — تا دہد نخلِ خلافت را ثمر
تاکہ امارت میں نئی رُوح ڈال دیں — تاکہ نخلِ خلافت کو پھل عطا کر دیں

میریٔ اُو بینی اندر آں جہاں — فکرتِ پنہانیت گردد عیاں
اُس عالَم (آخرت) میں تو اُنکی سرداری دیکھے گا — تیرے چھپے ہوئے خیالات ظاہر ہو جائینگے

ہیں گمانِ بد مبر اے ذُو لُباب[۳] — باخود آ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
اے عقلمند! خبردار بُرا گمان نہ کر — ہوش میں آ، اور اللہ بہتر جانتا ہے

بیانِ آنکہ فتح طلبیدن پیغمبر صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم مکّہ و غیر
اِس کا بیان کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا مکّہ وغیرہ کی فتح طلب کرنا

مکّہ را جہتِ دوستیٔ مُلکِ دنیا نبُود چونکہ فرمود اَلدُّنیَا
مُلکِ دنیا کی محبت کی وجہ سے نہ تھا چونکہ خود فرمایا ہے دنیا مردار ہے

جِیفَۃٌ وَطَالِبُھَا کِلَابٌ بلکہ بامر بُود
اور اُس کے طلبگار کُتّے ہیں بلکہ خدا کے حکم سے تھا

جہدِ پیغمبر بفتحِ مکّہ ہم — کے بود در حُبِّ دنیا مُتّہم
آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فتح مکّہ کی کوشش — دنیا کی محبت سے مُتّہم کب ہو سکتی ہے؟

---

۱ شفیع۔ سفارشی۔ خواجۂ روح۔ صاحبِ دل۔ مملوکِ تن۔ جسم کا غلام۔ قیمت۔ قدر۔ فتی۔ جوانمرد۔ ابن۔ بیٹا۔ ریحان۔ ہر خوشبودار گھاس۔ نرگستان۔ باغ۔ پے کردن۔ کاٹ ڈالنا۔ میری۔ امیری، سرداری۔ جاہ۔ مرتبہ۔ حکم۔ حکومت۔ راہِ حکم۔ حکومت کا قاعدہ۔

۲ تن۔ جسم یعنی حکومت۔ جامہ۔ کپڑا، یعنی طرزِ عمل۔ نامہ۔ یعنی قانون نامہ۔ امیری۔ حکومت۔ جان دادن۔ تازہ کردینا، مضبوط کردینا۔ نخل۔ کھجور کا درخت۔ ثمر۔ پھل۔

۳ لُباب۔ لُب، عقل۔ باخود آ۔ ہوش میں آجا۔ جہد۔ طاقت، کوشش۔ حُبّ۔ محبت۔ مُتّہم۔ تہمت زدہ۔

آنکہ اُو از مخزنِ ہفت آسماں ‌‌‌ چشمِ دل بربست روزِ امتحاںؔ

جس ذات نے سات آسمانوں کے خزانہ سے ‌‌‌ دل کی آنکھ بند کرلی، آزمائش کے دن

از پئے نظارۂ اُو حور و جاں ‌‌‌ پُر شدہ آفاق ہر ہفت آسماں

جس کے دیدار کے لئے حوریں اور روحیں ‌‌‌ ساتوں آسمانوں کے اطراف میں جمع تھیں

قُدسیاں افتادہ بر خاکِ رہش ‌‌‌ صد چو یوسفؑ اُو فتادہ در چہش

مقدس فرشتے اُنکے راستے کی خاک پر گرے پڑتے تھے ‌‌‌ یوسف (علیہ السلام) جیسے سیکڑوں اُن کے مشتاق تھے

خویشتن آراستہ از بہرِ اُو ‌‌‌ خود وُرا پروائے غیرِ دوست کو

اُن کے لئے سب نے اپنے آپ کو سنوارا تھا ‌‌‌ خود اُن کو دوست کے علاوہ کسی کی پرواہ کب تھی؟

آنچناں پُر گشتہ از اجلالِ حق ‌‌‌ کاندرو ہم رہ نیابد آلِ حق

اللہ کے جلال سے آپ اِسقدر بھرے ہوئے تھے ‌‌‌ کہ اُس میں انبیاء کو بھی دخل نہ تھا

لَایَسَعُؔ فِیْنَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ ‌‌‌ وَالْمَلَکُ وَالرُّوْحُ اَیْضًا فَاعْقِلُوْا

ہمارے اندر گنجائش نہیں پاتا کوئی مرسل نبی ‌‌‌ اور فرشتے اور روح بھی بس سمجھ لو

گفت مازاغیم و ہمچوں زاغ نے ‌‌‌ مستِ صبّاغیم و مستِ باغ نے

فرمایا ہم مَازاغ ہیں، کوّے کی طرح نہیں ہیں ‌‌‌ ہم صبّاغ کے متوالے ہیں، باغ کے شیدائی نہیں ہیں

چونکہ مخزنہائے افلاک و عقولؔ ‌‌‌ چوں خسے آمد بر چشمِ رسولؐ

جبکہ آسمانوں اور عقول کے خزانے ‌‌‌ رسولؐ کی نگاہ میں ایک تنکے کے برابر ثابت ہوئے

پس چہ باشد مکہ و شام و عراق ‌‌‌ کہ نماید اُو نبرد و اشتیاق

تو مکہ اور شام اور عراق کیا ہوتا ہے ‌‌‌ اور وہ کوشش اور اشتیاق ظاہر کرے

آں گمان و ظنِ منافق را بُود ‌‌‌ کو قیاس از جہل و حرصِ خود کُند

یہ گمان اور خیال تو منافق کا ہو سکتا ہے ‌‌‌ کیونکہ وہ اپنے جہل اور حرص پر قیاس کرتا ہے

آبگینہ زرد چوں سازی نقاب ‌‌‌ زرد بینی جملہ نورِ آفتاب

تو جب زرد آئینہ کا نقاب بنائے گا ‌‌‌ سورج کی تمام روشنی کو زرد دیکھے گا

بشکن آں شیشہ کبود و زرد را ‌‌‌ تا شناسی گرد را و مرد را

اُس اندھے اور زرد شیشہ کو توڑ ڈال ‌‌‌ تاکہ تو گرد اور مرد کی شناخت کرسکے

گردِ فارِس گرد سر افراشتہ ‌‌‌ گرد را تو مردِ حق پنداشتہ

شہسوار کے چاروں طرف غبار اُڑ رہا ہے ‌‌‌ تو نے غبار کو مردِ حق سمجھ لیا ہے

لہ روزِ امتحاں۔ معراج کے وقت۔ آفاق۔ اُفق کی جمع ہے۔ آسمان کا کنارہ۔ قُدسیاں۔ عالمِ قدس کے فرشتے۔ در چہ افتادن۔ مشتاق ہونا۔ دوست۔ اللہ تعالیٰ۔ اِجلال۔ جلال، بزرگی۔ آلِ حق۔ اہل اللہ، انبیاء۔

کہ لَایَسَعُ۔ گنجائش نہیں پاتا ہے۔ نبیٌ مُرسَلٌ۔ رسول پیغمبر۔ روح۔ حضرت جبرئیلؑ۔ فَاعْقِلُوا۔ سمجھ لو۔ لَایَسَعُنِی۔ حدیث شریف ہے لِی وَقْتٌ لَایَسَعُنِی فِیْہِ غَیْرُ رَبِّی میرے لئے ایک ایسا وقت آتا ہے اُسمیں میرے اندر سوائے میرے رب کے کسی کی گنجائش نہیں ہے۔ مازاغیم۔ مَازَاغَ ایم۔ ہم مَازَاغَ کے مصداق ہیں سورۂ نجم میں ہے۔ "مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی" یعنی دیدارِ الٰہی کے وقت آنحضورؐ کی نظر اِدھر اُدھر نہ ہوئی نہ اچٹی۔ زاغ۔ کوّا، یعنی دنیا کا دلدادہ۔ صَبّاغ۔ رنگنے والا، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے: صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً "خدا کا رنگ اور خدا سے بہتر رنگنے والا کون ہے۔ مَخْزَن۔ خزانہ، جائے اجتماع۔

سہ عقول۔ عقل کی جمع، فرشتے۔ نبرد۔ جنگ۔ زآبگینہ۔ اگر کوئی زرد چشمہ لگالے تو ہر چیز زرد نظر آئے گی، یہی حال اچھوں کیساتھ بدگمانی کرنیکا ہے۔ فارِس۔ گھوڑ سوار۔ مردِ حق۔ اہل اللہ۔

گرد دید[۱] ابلیس و گفت ایں فرعِ طیں
شیطان نے (آدم کی) گرد دیکھی اور بولا یہ مٹی کا بنا ہوا ہے

چوں فزاید بر منِ آتش جبیں
مجھ آتشیں پیشانی والے سے کیسے بڑھ جائے گا؟

تا تو می بینی عزیزاں را بشر
جب تک تو معززین (بارگاہِ الٰہی) کو بشر سمجھتا ہے

داں کہ میراثِ بلیس ست آں نظر
سمجھ لے یہ نگاہ، شیطان کی میراث ہے

گر نہ فرزندِ بلیسی اے عنید
اے سرکش! اگر تو شیطان کی اولاد نہیں ہے

پس بتو میراثِ آں سگ چوں رسید
تو تجھے اُس کتے کی میراث کیسے ملی ہے؟

من نیم سگ شیرِ حقم حق پرست
میں کتا نہیں ہوں، حق پرست اسد اللہ ہوں

شیرِ حق آنست کز صورت برست
اللہ کا شیر وہ ہے جو صورت (پرستی) سے چھوٹ گیا

شیرِ دنیا جوید اشکارے و برگ
دنیا کا شیر، شکار اور سامان تلاش کرتا ہے

شیرِ مولیٰ جوید آزادی و مرگ
اللہ کا شیر، آزادی اور موت کی جستجو کرتا ہے

چونکہ اندر مرگ بیند صد وجود
چونکہ وہ موت میں سینکڑوں وجود سمجھتا ہے

ہمچو پروانہ بسوزاند وجود
پروانہ کی طرح (اپنے) وجود کو جلا دیتا ہے

شد ہوائے مرگ[۲] طوقِ صادقاں
موت کی تمنا، سچوں کے گلے کا طوق ہے

کہ جہوداں را بداں بُد امتحاں
اس لئے کہ یہود کا اسی سے امتحان ہوا تھا

در نبی فرمود کاے قومِ یہود
(اللہ تعالیٰ نے) قرآن میں فرمایا کہ اے یہودیو!

صادقاں را مرگ باشد فتح و سود
سچوں کے لئے موت کامیابی اور نفع ہے

ہمچنانکہ آرزوئے سود ہست
جس طرح کہ نفع کی تمنا ہوتی ہے

آرزوئے مرگ بردن زاں بہ است
موت کی آرزو کرنا اس سے (بھی) بہتر ہے

اے[۳] جہوداں بہرِ ناموسِ کساں
اے یہودیو! لوگوں میں آبرو کی خاطر

بگذرانید ایں تمنا بر زباں
اس تمنا کو زبان پر لے آؤ

یک جہودے ایں قدر زہرہ نداشت
ایک یہودی میں بھی اس قدر ہمت نہ ہوئی

چوں محمد ایں علم را بر فراشت
جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ جھنڈا بلند کیا

گفت اگر گویند ایں را بر زباں
(آنحضور نے) فرمایا اگر یہودی زبان سے یہ کہہ دیں

یک جہودے خود نماند در جہاں
تو ایک یہودی بھی دنیا میں نہ بچے

پس یہوداں مال بردند و خراج
یہودی مال اور خراج آنحضور کے پاس لیگئے

کہ مکن رسوا تو ما را اے سراج
کہ اے چراغِ (ہدایت) ہمیں رسوا نہ کر

---

[۱] گرد۔ یعنی مٹی۔ فرع شاخ۔ طین مٹی۔ فرعِ طین مٹی سے بنے ہوئے آدم علیہ السلام۔ آتش۔ شیطان آگ سے بنا ہے۔ عزیزاں اہل اللہ۔ بشر یعنی صرف صفاتِ بشری سے متصف جیسا کہ قرآن میں کفار کا مقولہ منقول ہے اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا یعنی تم صرف ہم جیسے انسان ہو۔ آں نظر۔ یعنی محض ظاہر کو دیکھنا اور باطنی فضائل پر نظر نہ کرنا۔ فرزندِ بلیسی۔ یعنی تو فرزندِ ابلیس ہستی۔ عنید۔ سرکش۔ اشکار شکار۔ برگ۔ ساز و سامان۔ شیرِ مولیٰ۔ اسد اللہ۔

[۲] ہوائے مرگ۔ موت کا شوق۔ صادق سچی محبت والا۔ جہوداں۔ یہود۔ امتحان آزمائش سے بنے۔ قرآنِ پاک۔ سود۔ نفع۔

[۳] اے جہوداں۔ قرآن میں ہے "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِیَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ" اے یہودیو! اگر تم خیال کرتے ہو کہ تم اللہ کے دوست ہو اور لوگوں کے علاوہ تو موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔ کساں۔ لوگ۔ زہرہ۔ پتہ، طاقت۔ مال یعنی جزیہ جو غیر مسلموں کو فوجی خدمات کے عوض بصورتِ مال ادا کرنا پڑتا تھا۔ خراج۔ غیر مسلم مالکانِ زمین سے جو ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ سراج۔ چراغ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔

جزیہ پذرفتند می بودند شاد — ہمچناں وَاللہُ اَعْلَمُ بِالرَّشَادْ

انھوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا اور خوش تھے — اسی حالت میں، اور خدا اُن کی ہدایت کا حال زیادہ جانتا ہے

این سخن را نیست پایاںؔ[۵۱] نے پدید — دست با من دہ چو چشمت دوست دید

اس بات کا تو خاتمہ نظر نہیں آتا — (اپنا) ہاتھ مجھے پکڑا جبکہ تیری آنکھوں نے دوست (خدا) کا دیدار کر لیا ہے

اندر آ در گلستاں از مزبلہ — چونکہ در ظلمت بدیدی مشعلہ

کوڑی سے باغ کے اندر آجا — جبکہ تو نے تاریکی میں نور دیکھ لیا ہے

بے توقف زود تر درنہ قدم — زیں چہ بے بُن سوئے باغِ ارم

بلا تاخیر، بہت جلد قدم رکھ — اس اتھاہ کنویں سے، بہشت میں

ہم نبردش گفت از بہرِ خدا — شرح کن ایں را و بپذیرم ہلا

ان کے (حضرت علیؓ) مقابل نے کہا، خدا کے لئے — اس کی تفصیل بتا دیجئے اور مجھے در (غلامی) میں قبول کر لیجئے

گفتنِ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ با قرینِ خود کہ چوں

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اپنے مقابل سے فرمایا کہ جب

تو خیوؔ[۵۲] انداختی بر روئے من خشمِ من بجنبید و اخلاصِ عمل

تو نے میرے منہ پر تھوکا، میرا غصہ ابھرا اور عمل کا اخلاص

نماند مانعِ کشتنِ تو آں بود و مسلماں شدنِ او

نہ رہا، تیرے قتل کا مانع یہ تھا اور اس کا مسلمان ہو جانا

گفت امیر المومنینؓ با آں جوانؔ[۵۳] — کہ بہنگامِ نبرد اے پہلواں

امیر المومنینؓ نے اس جوان سے فرمایا — کہ اے پہلوان! مقابلہ کے وقت

ق

چوں تو خیو انداختی بر روئے من — نفس جنبید و تبہ شد خوئے من

جب تو نے میرے منہ پر تھوکا — نفس میں اشتعال پیدا ہوا اور میری عادت بگڑی

نیم بہرِ حق شد و نیمے ہوا — شرکت اندر کارِ حق نبود روا

آدھا (جہاد) اللہ کیلئے اور آدھا خواہش نفسانی کیلئے ہو گیا — اللہ کے کام میں شرکت درست نہیں ہے

تو نگاریدہ کفِ مولیستی — آنِ حقی کردۂ من نیستی

تو مولیٰ کے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے — تو اللہ کا مملوک ہے میرا مخلوق نہیں ہے

نقشِ حق را ہم بامرِ حق شکن — بر زجاجہ دوست سنگِ دوست زن

اللہ کے نقش کو اللہ ہی کے حکم سے توڑ — دوست کے شیشہ پر دوست کا پتھر مار

---

[۵۱] پایاں۔ آخر، خاتمہ۔ دست با من دہ۔ یعنی مسلمان ہونے کے لئے۔ گلستاں۔ یعنی باغِ اسلام۔ مزبلہ۔ کوڑی یعنی کفر کی نجاست۔ چہ۔ چاہ کا مخفف ہے۔ بے بُن۔ بے تھاہ۔ باغِ ارم۔ بہشت۔ ہم نبرد۔ شریکِ جنگ۔

[۵۲] خیو۔ خا کو فتح یا ضمہ واؤ معروف، لعابِ دہن، تھوک۔

[۵۳] آں جواں۔ یعنی مقابل۔ ہنگام۔ وقت۔ نبرد۔ جنگ۔ نفس جنبیدن۔ نفس کا جوش میں آنا۔ خوئے۔ عادت۔ نیم۔ آدھا۔ روا۔ درست۔ نگاریدہ۔ منقش کیا ہوا، آفریدہ۔ کفِ مولیٰ۔ دستِ قدرت۔ آنِ۔ مملوک۔ کردہ۔ مخلوق۔ نقشِ حق۔ یعنی مخلوقِ خدا۔ شکستن۔ یعنی کشتن۔ زجاجہ۔ کانچ کی بنی ہوئی چیز، بوتل۔

گبر این بشنید و نورے[1] شد پدید — در دلِ اُو تا کہ زُنّارش برید

اُس کافر نے یہ بات سنی اور ایک نور ظاہر ہوا — اُسکے دل میں یہاں تک کہ اُس نے اپنا زنار کاٹ پھینکا

گفت من تخمِ جفا می کاشتم — من ترا نوعے دِگر پنداشتم

اُس نے کہا میں نے ظلم کا بیج بویا تھا — میں نے آپ کو کچھ اور ہی خیال کیا تھا

تو ترازوئے اَحد خُو بودۂ — بل زبانہ ہر ترازو بودۂ

آپ تو خدائی اخلاق والی ترازو تھے — بلکہ آپ تو ہر ترازو کا کانٹا تھے

تو تبار و اصلِ خویشم بودۂ — تو فروغِ شمعِ کیشم بودۂ

آپ تو میری اصل اور خاندان تھے — آپ میرے مذہب کی شمع کا نور تھے

من غلامِ آں چراغِ شمع[2] خو — کہ چراغت روشنی پذرفت ازو

میں اُس شمع خو چراغ کا غلام ہوں — کہ جس سے آپ کے چراغ نے نور حاصل کیا ہے

من غلامِ موجِ آں دریائے نور — کو چنیں گوہر برآرد در ظہور

میں اُس دریائے نور کی موج کا غلام ہوں — جو ایسے موتی نکالتی ہے

عرض کن بر من شہادت را کہ من — مر ترا دیدم سرافرازِ زمن

مجھ پر (کلمہ) شہادت پیش کیجئے کیونکہ میں — آپ کو خصوصاً زمانہ میں برتر سمجھتا ہوں

قربِ[3] پنجہ کس ز خویش و قومِ اُو — عاشقانہ سُوئے دیں کردند رُو

اُسکے رشتہ داروں اور قوم میں سے تقریباً پچاس آدمیوں نے — والہانہ (طور پر) دین کا رُخ کیا

اُو بہ تیغِ حلم چندیں خلق را — وا خرید از تیغ چندیں حلق را

اُن (علی رض) نے بُردباری کی تلوار کے ذریعہ اتنے لوگوں کو — تلوار سے بچا دیا، اِس قدر حلقوم کو

تیغِ حلم از تیغِ آہن تیز تر — بل ز صد لشکر ظفر انگیز تر

بُردباری کی تلوار لوہے کی تلوار سے زیادہ تیز ہے — بلکہ سینکڑوں لشکروں سے زیادہ فتح کرنیوالی ہے

خاتمہ

اے دریغا لقمۂ دو خوردہ شد — جوششِ فکرت ازاں افسردہ شد

ہائے افسوس! دو چار لقمے کھائے گئے — فکر کا جوش اُس سے ٹھنڈا پڑ گیا

گندمے خورشیدِ آدم را کسوف — چوں ذنب شعشاعِ بدرے را خسوف

گیہوں کا ایک دانہ آدم کے سورج کیلئے گرہن بنا — جیسا کہ نقطۂ ذنب میں آنا چاند کے نور کا گرہن ہے

[1] نور۔ یعنی نورِ ایمان۔ زُنّار بریدن۔ مسلمان ہو جانا، کفر سے توبہ کرنا۔ اَحد خُو۔ خدائی اخلاق والا۔ زبانہ۔ ترازو کا کانٹا۔ تو ترازو۔ یعنی آپ تو بزرگی کا معیار اور انصاف کا حامل نکلے۔ تو تبار۔ یعنی میں اب اپنے خاندان اور مذہب سے نکل کر آپ کی غلامی اور مذہب اختیار کرتا ہوں۔ آں چراغ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جن سے حضرت علی رض نے نور حاصل کیا۔

[2] شمع خو۔ شمع کی روشنی چاروں طرف یکساں ہوتی ہے آنحضور کا فیض بھی عام ہے۔ چنیں گوہر یعنی حضرت علی رض جیسے گوہرِ نایاب۔ عرض کردن۔ پیش کرنا، تلقین کرنا۔ شہادت۔ کلمۂ شہادت۔ سرافراز۔ معظم و مکرم۔

[3] قُرب۔ تقریباً۔ پنجہ۔ پنجاہ، پچاس۔ وا خرید۔ آزاد کر دیا۔ خاتمہ مولانا نے دفتر اول ختم کرنیکے بعد کافی دن بعد دفتر دوم شروع کیا تھا۔ دفتر اول کو ختم کر دینے کی دو وجہیں بیان فرمائی ہیں ایک تو سامعین کا قصص اور حکایات میں لگ جانا اور انکے بیان سے جو اصلی مقصد عبرت اور نصیحت ہے اسکی طرف توجہ کا کم کر دینا ہے، دوسرے کلام کی طوالت جو سامعین میں ملال پیدا کر دیتی ہے اور کلام زیادہ مفید نہیں رہتا ہے۔ لقمۂ دو۔ یعنی حکایتوں اور قصوں کو لوگوں نے جسمانی خوراک بنا لیا۔ جوشش۔ سامعین کی غفلت مقرر کا جوش ختم کر دیتی ہے۔ گندمے۔ حضرت آدم نے گیہوں کھایا تو جنت سے نکلنا پڑا۔ ذنب۔ مدارِ شمس اور مدارِ قمر کے باہمی تقاطع سے دو نقطے پیدا ہوتے ہیں انہیں سے ایک کا نام رأس اور دوسرے کا ذنب ہے، جس وقت سورج نقطۂ رأس پر ہو اور چاند نقطۂ ذنب پر تو دونوں کے درمیان زمین حائل ہو جاتی ہے اور چاند گرہن میں آجاتا ہے۔

اِینت[1] لُطفِ دِل کہ از یکمشت گِل — ماہِ اُو چوں می شود پروِیں گُسِل

دل کی لطافت عجیب ہے کہ ایک مُٹھی خاک سے — اُس کا چاند، ثریا کی طرح پراگندہ ہوجاتا ہے

ناں چو معنٰی بُود خوردش سُود بُود — چونکہ صورت گشت انگیزد جُحُود

روٹی جب تک معنٰی تھی اُس کا کھانا مفید تھا — چونکہ وہ صورت بنگئی (اِسلئے) اِنکار کا باعث بنگئی

ہمچو خارِ سبز کاُشتر می خورد — زاں خورش صد نفع و لذّت می بَرد

سبز کانٹوں کی طرح جوکہ اونٹ کھاتا ہے — اُس خوراک سے سینکڑوں نفعے اور لذتیں حاصل کرتا ہے

چونکہ آں سبزیش رفت و خُشک گشت — چوں ہمانرا می خورد اُشتر بدشت

جب اُن کی سبزی جاتی رہے اور خشک ہوجائیں — پھر اونٹ اُن کو جنگل میں چرے

می دراند کام و لُنجش[2] اے دریغ — ق کانچناں وردِ مُربّا گشت تیغ

اُس کا تالو اور ہونٹ پھاڑ دینگے۔ ہائے افسوس — کہ ایسا گلقند تلوار بن گیا

ناں چو معنٰی بُود بُود آں خارِ سبز — چونکہ صورت شد کنوں خُشک ست و گبز

روٹی جب تک معنٰی تھی وہ سبز کانٹا تھی — جب صورت بن گئی، خشک اور سخت ہے

تو بداں عادت کہ اُو را پیش ازیں — خوردہ بُودی اے وجودِ نازنیں

تو اِسی عادت سے کہ اِس سے پہلے اُس کو — تونے کھایا، اے نازنیں وجود والے!

بر ہماں بُو می خوری ایں خُشک را — ق بعد ازاں کامیخت معنٰی با ثری

اِسی بُو پر تو اِس خُشک کو کھاتا ہے — اِس کے بعد جبکہ معنی مٹّی میں مل گئے ہیں

گشت خاک آمیز و خُشک و گوشت بُر[3] — زاں گیاہ اکنوں بپرہیز اے شتر

جو مٹّی میں مل گئی اور خشک ہوگئی اور گوشت کو کاٹنے والی ہے — اے اونٹ! اب اِس گھاس سے پرہیز کر

سخت خاک آلودہ می آید سخن — آب تیرہ شُد سرِ چہ بند کُن

بات بہت خاک آلود نکلتی ہے — پانی گدلا ہوگیا، کنوئیں کا مُنہ بند کردے

تا خدایش باز صاف و خوش کُند — اُو کہ تیرہ کرد ہم صافش کُند

جب تک خدا اُس کو پھر اچھا اور صاف کرے — جس نے اُسکو گدلا کیا ہے اُسکو صاف بھی کردیگا

صبر آرد آرزو را نے شتاب — صبر کُن واللّٰہ اَعلَمُ بِالصّواب

صبر آرزو پوری کرتا ہے، نہ کہ جلد بازی — صبر کر، اور خدا بہتر جانتا ہے

---

[1] اِینت۔ ہمزہ پر کسرہ یائے معروف نون ساکن فتح، کلمۂ تحسین و تعجب بمعنی زہے۔ یکمشتِ گِل یعنی سامعین کی بے توجہی۔ پروِین۔ ستاروں کا مجموعہ ہے جو جاڑوں میں شروع رات سے نمودار ہو جاتا ہے۔ ناں۔ یعنی جبتک قصّوں اور حکایتوں سے اَسرار اور حکمتیں اخذ کی جائیں تو مفید ہونگے لیکن جب وہ محض قصہ گوئی ہوجائے تو قابلِ سماعت نہیں ہیں۔ ہمچو خار۔ کانٹے جبتک سبز ہیں، اونٹ کے لئے مفید ہیں خشک ہوجانے کے بعد انتہائی مضر ہیں۔ کام۔ تالو

[2] لُنج۔ ہونٹ، لام کے ضمہ کے ساتھ ہونٹ، لام کے فتحہ کے ساتھ خرامِ ناز۔ وردِ مُربّا۔ گلقند۔ گبز۔ سخت، قوی۔ تو بداں عادت یعنی پہلے حکایات کو نتیجہ خیز بنا کر سُن رہا تھا اب جبکہ وہ بے نتیجہ ہوگئی ہیں تو پُرانی عادت کے مطابق اُن کو سنے جارہا ہے اب جبکہ وہ بے معنی ہوگئی ہیں تو اُنسے پرہیز ضروری ہے۔

[3] گوشت بُر۔ گوشت کو کاٹنے والا سخت خاک آلود۔ یہاں سے مولانا نے اپنے آپ کو مخاطب بنایا ہے۔ تیرہ۔ گدلا۔ سرِ چہ۔ کنوئیں کا مُنہ۔ صبر آرد۔ یعنی تمنائیں صبر سے پوری ہوتی ہیں جلد بازی بے فائدہ ہے۔

فہرست عنوانات

حامد اینڈ کمپنی
اردو بازار لاہور



ہست قرآن در زبان پہلوی

مثنوی مولوی معنوی

مصنف: مولانا جلال الدین رومیؒ

ترجمہ

مولینا قاضی سجاد حسین صاحب

حامد اینڈ کمپنی ۰ ۳۸- اردو بازار لاہور ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

دفترِ اوّل کی اشاعت

جس وقت میں نے مثنوی کی اشاعت کا ارادہ کیا تھا خود بھی مذبذب تھا اور احباب بھی مختلف الرائے تھے۔ کچھ احباب ہمت بندھاتے تھے تو کچھ احباب مخلصانہ طور پر اس اقدام کی مخالفت کرتے تھے لیکن میں نے خدا پر بھروسہ کر کے عواقب و انجام سے قطع نظر کی اور اشاعت کے کاموں میں لگ گیا۔ جب دفترِ اوّل مکمل ہوا تو سوچا کہ اس کا اجرا کسی جلسہ میں کرایا جائے۔ میں اس فکر میں لگا ہوا تھا کہ بعض احباب نے توجہ دلائی کہ اس سال جبکہ مولانائے رومؒ کی سات سو سالہ یادگار منائی جا رہی ہے اور دیگر ممالک میں اس سلسلہ میں بہت سے اجتماعات ہو رہے ہیں ہندوستان میں بھی اس طرح کی تقریب منانی چاہیئے اور اسی میں دفترِ اوّل کے اجرار کی رسم ادا کی جائے۔ میں نے یہ خیال جناب پروفیسر سید نور الحسن صاحب وزیرِ تعلیم حکومت ہند کے سامنے ظاہر کیا تو موصوف نے اس کو پسند فرمایا اور اپنے ہاتھوں دفترِ اوّل کا اجرار کرنا منظور کر لیا۔ چنانچہ ۲۸ مارچ ۱۹۷۵ء کو غالب اکیڈمی بستی نظام الدین میں جناب حکیم عبد الحمید صاحب صدر غالب اکیڈمی کی زیرِ صدارت جشن ۷۰۰ سو سالہ مولانائے رومؒ کے عنوان سے ایک کامیاب اجتماع ہوا جس میں جناب کوکب دری زاد لطفہ کا مجھے بھرپور تعاون حاصل رہا اور جناب مسعود حسن خاں صاحب وائس چانسلر جامعہ ملیہ نے ایک علمی مقالہ پڑھا۔ جناب فتح اللہ صاحب مجتبائی کلچرل کونسلر ایرانی ایمبیسی دہلی نے مولانا رومؒ اور مثنوی پر ایک فاضلانہ تقریر کی اور جناب محمد اعظم کامران نے اپنے دلنواز نغمہ سے مولانا رومؒ کی ایک غزل سنائی۔ دہلی کے اکثر علم دوست احباب اس میں شریک ہوئے، بقول بعض احباب کے یہ اجتماع دہلی کے دانشوروں اور اہلِ علم کا ایک قابلِ ذکر اجتماع تھا۔ دہلی کے انگریزی ہندی اور اردو اخبارات نیز آل انڈیا ریڈیو دہلی اور ٹیلی ویژن نے اس اجتماع اور مثنوی کے دفترِ اوّل کے اجرار، اور اس کی پسندیدگی پر خوب خوب خبریں شائع کیں۔ محکمہ ٹیلی ویژن نے تو صرف ایسے اجتماع کو رونما کرنے پر بس نہ کی بلکہ میری اور مثنوی کی مستقل فلم تیار کر کے اس کو مختلف اسٹیشنوں سے مختلف اوقات میں دکھایا۔ اس کے بعد سے آج تک شاید ہی اردو کا کوئی موقر اخبار یا رسالہ ایسا ہوگا جس نے دفترِ اوّل پر سیر حاصل تبصرہ نہ کیا ہو اور مثنوی شریف کے پورے دفتروں کی تکمیل کا اصرار نہ کیا ہو۔ میں

منعم وتواب کا کس طرح شکریہ ادا کروں کہ اُس کی رحمتِ بے پایاں سے اُس کی قبولیت وہم وگمان سے بھی زیادہ ہوئی۔ مُلک کے اہلِ علم نے بذریعہ خطوط اُس کی تعریف و توصیف کی اور مُلک کے ہر ہر گوشہ سے اُس کی مانگ شروع ہوگئی۔ میں نے اُس کی اشاعت کے بعد فوراً ہی دفترِ دوم پر کام شروع کر دیا۔ آج جبکہ میں یہ مقدمہ سپردِ قلم کر رہا ہوں یہ دفترِ دوم اس قابل ہوگیا ہے کہ اُس کی طباعت شروع کرا سکوں اور قریبی عرصہ میں اہلِ علم کی خدمت میں پیش کر سکوں۔ دفترِ اوّل کی اشاعت کے بعد سے بقیہ دفتروں کی اشاعت و تکمیل کے لئے جو سہولتیں میسّر آرہی ہیں اُن کا تفصیلی ذکر تو طویل ہے البتہ اِس سلسلہ میں اگر میں پروفیسر سید نورالحسن صاحب وزیرِ تعلیم اور وزارتِ تعلیم ہند کا ذکر نہ کروں تو بڑی ناسپاس گذاری ہوگی۔ میں موصوف اور اُن کی وزارت کا انتہائی شکر گذار ہوں کہ موصوف نے دفترِ اوّل کی بڑی تعداد میں خریداری کرا کر دیگر دفاتر کی اشاعت کو آسان بنا دیا اور صرف یہی نہیں بلکہ بقیہ دفتروں کی اشاعت کے لئے ایک گراں قدر مالی اعانت کرنا بھی منظور کر لیا ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے دفترِ دوم تو عنقریب ہی سامنے آجائیگا۔ اب میں نے تیسرے دفتر پر کام شروع کر دیا ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ اُس کو نصف کے قریب لکھ چکا ہوں۔ اب جبکہ بقیہ دفتروں کی اشاعت کی مالی مشکلات سے میں بے نیاز ہو چکا ہوں ناظرین سے استدعا ہے وہ دعا فرمائیں رب العزت مجھے وہ طاقت بھی عطا فرما دے کہ میں قلمی اعتبار سے اِس خدمت کی بلد از جلد تکمیل کر سکوں گو سنِ قتالہ میں پہنچ گیا ہوں اور اپنی عمر کی ۶۵ ویں منزل طے کر رہا ہوں، قوائے جسمانی بھی انحطاط پذیر ہیں لیکن مولائے کریم سے پُر اُمید ہوں کہ وہ اِس ناکارہ کو وہ طاقت عطا فرمادے گا جس سے میں اپنی اِس تمنا کو پورا کر سکوں گا۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيز۔

مولانائے رومؒ اور مثنوی

دفترِ اوّل کے مقدمہ میں مولانا کے حالات اور مثنوی کے بارے میں کچھ معروضات کی گئی ہیں اُس کی اشاعت کے بعد ماہ مئی، جون، جولائی ۱۹۷۵ء کے رسالہ "جامعہ" کے شماروں میں اسی موضوع پر مسز انیماری شمیل پروفیسر ہارورڈ یونیورسٹی کے مقالہ کا ترجمہ از سید ضیاءالحسن صاحب ندوی نظروں سے گذرا اُس میں بعض جدید معلومات تھیں۔ موصوفہ مستشرق خاتون ہیں جو مولانائے رومؒ پر ایک سند تسلیم کی جاتی ہیں۔ وہ امسال ماہ ستمبر میں ہندوستان بھی آئیں اور مجھے بھی اُن سے ملنے اور اِس موضوع پر معلومات حاصل کرنے کا موقع ملا۔ مناسب سمجھا گیا کہ اُس کی تلخیص و اقتباس دفترِ دوم کے اس مقدمہ میں بشکریہ رسالہ جامعہ ہدیۂ ناظرین کروں، اب مطالعہ کرنے والوں سے گذارش ہے کہ اِس تلخیص اور غیر مرتب اقتباس کو دفترِ اوّل کے مقدمہ کے مضمون کے ساتھ ملا کر مطالعہ کریں تاکہ پوری افادیت حاصل ہو سکے۔

مولانا جلال الدین رومیؒ ۱۲۰۷ء میں بلخ میں پیدا ہوئے جو آج کل مملکت افغانستان کے زیرِ نگین ہے۔ اِس تاریخ ولادت پر مورخین کا اتفاق ہے لیکن مولانا کی کتاب "فیہ ما فیہ" کی ایک

عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ مولاناؒ خوارزم شاہ کے سمرقند کے محاصرہ کے جو کہ ۱۲۰۹ء میں ہوا تھا چشم دید واقعات بیان کر رہے ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولاناؒ کی پیدائش یقیناً اس سے کم از کم دس بارہ سال قبل ہو چکی تھی۔

بلخ اس دور میں علمی و دینی مرکز تھا، قدیم زمانے میں یہ شہر بودھ مذہب کا بھی مرکز رہ چکا تھا، ہو سکتا ہے کہ تصوف کے قدیم رجحانات میں جھلکنے والے بعض بودھ افکار اسی شہر کی دین ہوں، حضرت ابراہیم بن ادھم اسی شہر کی پیداوار ہیں۔ دنیا سے اُن کی بیزاری گوتم بودھ کے زہد اور ترکِ دنیا سے بہت ملتی جلتی ہے۔ مولانائے رومؒ نے بچپن میں فلسفی مفکر امام فخر الدین رازی کا زمانہ بھی پایا تھا، امام رازی کو سلطان خوارزم کے دربار میں بہت رسوخ تھا اور سلطان کو صوفیوں کے خلاف کر دینے میں اُن کا بہت بڑا حصہ تھا، ۱۲۰۹ء میں صوفی مجدد الدین بغدادی کے نہر جیحون میں ڈوب کر جان دیدینے کا سبب بھی یہی بنے تھے۔ مولانائے رومؒ کے والد شیخ بہاؤ الدین ولدؒ سے بھی امام کے تعلقات اچھے نہ تھے۔ مولانائے رومؒ بھی دینی معاملات میں عقل و فلسفہ کی مداخلت کو ناپسند کرتے تھے۔ اِن کے دوست اور شیخ شمس الدین تبریزی تو امام فخر الدین رازی کو "الکافر الاحمر" سرخ کافر کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ مولانائے رومی کا یہ شعر

گر باستدلال کارِ دیں بُدے	فخر رازی رازدارِ دیں بُدے
اگر دین کا معاملہ دلیل بازی پر موقوف ہوتا	تو فخر الدین رازی دین کے رازدار ہوتے

بھی اِن حالات کی غمازی کرتا ہے۔

شیخ بہاؤ الدین ولد کے بلخ چھوڑنے کی بنیاد امام رازی کی عداوت کو قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ امام رازی کی وفات ۱۲۱۰ء میں ہو گئی تھی جبکہ شیخ بہاؤ الدین نے بلخ ۱۹-۱۲۱۸ء میں چھوڑا ہے۔

شیخ بہاؤ الدین ۱۲۲۰ء میں وسطِ روم میں پہنچے۔ یہاں سے مولانا جلال الدینؒ کے نام کے ساتھ رومی کی نسبت شروع ہوئی۔ ایک عرصہ تک شیخ بہاؤ الدین "لارندا" میں مقیم رہے۔ مولانائے رومؒ کی والدہ کی یہاں ہی وفات ہوئی۔ لوگ آج بھی اُس قبر اور مسجد کی زیارت کو جاتے ہیں جو مولاناؒ نے اُن کی یادگار میں بنائی تھی مولانائے رومؒ نے یہاں ہی جوہر نامی ایک سمرقندی دوشیزہ سے شادی کی جس سے اُن کے عزیز ترین بیٹے سلطان ولد پیدا ہوئے جو آگے چل کر مولاناؒ کے رومؒ کے خلیفہ دوم اور مولاناؒ کے بہترین سوانح نگار اور اُن کی کتابوں کے شارح بنے۔ سلطان علاؤ الدین کیقباد نے شیخ بہاؤ الدین ولد کو قرمان (لارندا) میں بلوالیا تھا۔ قرمان، قونیہ سے سو کلومیٹر جنوب مشرق میں واقع ہے۔ سلطان علاؤ الدین نے قلعہ کے قریب ایک ٹیلہ پر ایک عالیشان مسجد تعمیر کرائی، قونیہ اُس دور میں پُر رونق مدرسوں اور مسجدوں سے آباد تھا شیخ بہاؤ الدین ولد اور اُن کے خاندان کے آجانے سے اس کی رونق دوبالا ہو گئی۔ ۲۲ جنوری ۱۲۳۱ء کو شیخ بہاؤ الدین اِس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔

شیخ بہاؤ الدین کی وفات کے چند سال بعد اُن کے شاگرد رشید برہان الدین محقق ترمذی بھی قونیہ پہنچ گئے۔ مولانا رومؒ نے

انہی سے علوم لدنی، حکمتِ الہامی اور صوفیانہ زندگی کے رموز و اسرار کی معرفت حاصل کی اور پھر انہی کے حکم کی تعمیل میں آپ شام تشریف لے گئے اور وہاں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، شیخ سعد الدین حموی، شیخ اوحد الدین کرمانی کے حلقے کے بڑے بڑے صوفیوں سے آپ نے ملاقاتیں کیں۔ ہو سکتا ہے کہ ممتاز صوفی شمس الدین تبریزی سے پہلی ملاقات آپ کی یہاں ہی ہوئی ہو۔

برہان الدین محقق سنہ ۱۲۴۰ء میں قونیہ چھوڑ کر قیصریہ چلے گئے اور وہاں ہی ان کی وفات ہوئی اور آج بھی ان کی قبر کی زیارت کے لئے لوگ دور دراز علاقوں سے آتے ہیں۔

منگول نے ۱۲۴۳ء میں روم کے علاقہ پر قبضہ کر لیا، اناطولیہ بھی اُن کے قبضہ میں آ گیا قیصریہ بھی جلد ہی منگول کی لوٹ مار کی نذر ہو گیا۔ انہی حالات میں قونیہ پر منگول کا تسلط ہو چکا تھا، اس سیاسی تاریکی کے باوجود مولانائے رومؒ نے شمسِ دوام کو اپنے سامنے درخشاں دیکھ لیا تھا۔ جنوری ۱۲۴۴ء کے اواخر میں مولاناؒ کی شمس الدین تبریزی سے ملاقات قونیہ میں ہوئی۔ مولانائے رومؒ اور شمس الدین تبریزی کی پہلی ملاقات کے بارے میں بہت سی روایتیں ہیں اُن میں سب سے زیادہ قرینِ قیاس وہی روایت ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بایزید بسطامی کے فرقِ مراتب کے سلسلہ میں باہمی گفتگو کی ہے، اس ملاقات کے بعد دونوں بزرگ ایک دوسرے سے ایسے وابستہ ہوئے کہ چھ ماہ تک ایک دوسرے سے جُدا نہ ہوئے۔ صلاح الدین زرکوب کی دوکان تھی اور اُس پر اِن دونوں کی مجلس اس طور پر ہوتی تھی کہ نہ کھانے پینے کی فکر ہوتی نہ ضروریاتِ زندگی کی خبر۔ پورے چھ ماہ اسی عالم میں گذر گئے، یہ شمس الدین تبریزی کون تھے جو مولانائے رومؒ کی زندگی میں اِس قدر انقلاب کا سبب بنے اُن کے صحیح واقعات تو پردۂ خفا میں ہیں لیکن اِس قدر ضرور معلوم ہے کہ اُن کی سخت تنقید سے اُس دور کے صوفیا میں سے کوئی بھی نہ بچ سکا۔ شام و عراق کے بڑے بڑے مشائخ سے شمس الدین نے ملاقاتیں کیں۔ ان کی ملاقاتوں کا سب سے زیادہ دلچسپ قصہ وہ ہے جو اوحد الدین کرمانی کی ملاقات کے دوران پیش آیا۔ اوحد الدین کرمانی ان صوفیوں میں سے تھے جو مخلوق کی صورتوں میں خالق کا جمال دیکھتے اور اس کی پرستش کرتے تھے، انسانی شباب میں انھیں جمالِ خداوندی نظر آتا تھا۔ ایک مرتبہ اوحد الدین نے شمس الدین سے کہا کہ میں چاند کو اس وقت دیکھتا ہوں جبکہ وہ پانی کے پیالے میں عکس ریز ہوتا ہے، شمس الدینؒ نے فوراً ٹوکا اور کہا کہ اگر تمہاری گردن میں کُبی نہیں ہے تو تم اس کو آسمان پر ہی کیوں نہیں دیکھتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شمس الدین کی ملاقات محی الدین عربیؒ سے بھی ہوئی ہے۔ شیخ اکبر کے تصنیفی اور علمی شہ پارے اور اُن کے خیالات و افکار بھی شمس الدین کی نگاہِ تنقید سے نہیں بچ سکے ہیں۔ شمس الدین، ابنِ عربی کو نوآموز و خام کار سمجھتے تھے۔ وہ مولانائے رومؒ کو موتی سے تشبیہ دیتے تھے تو شیخ محی الدین عربی کو کنکریوں سے۔ شمس الدین صوفیا کے کس سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے یہ ابھی تک واضح نہیں ہو سکا ہے۔ ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ انھیں خواب میں براہِ راست آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے خرقۂ تصوف حاصل کرنے کا شرف حاصل ہے۔ ہمیں تُرک عالم عبدالباقی کی اِس رائے سے اتّفاق ہے کہ وہ عموماً قلندر، اور ایک جہاں گشت درویش تھے شمس الدین کے بعض جملے اور عبارتیں بھی اِس کی تصدیق کرتی ہیں جن میں وہ قلندریت کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ اُن کا اپنے بارے میں دعویٰ تھا کہ وہ عاشقیت ہی سے نہیں بلکہ معشوقیت کے مقام سے بھی آگے نکل گئے تھے۔ وہ تمام مراحل طے کر کے قطب المعشوقین کے مقام پر سرفراز تھے۔

سخت حیرت ہے کہ شمس الدین کی چند ماہ کی صحبت سے مولانائے رومؒ نے تمام سماجی ذمہ داریوں بلکہ فرائض اور واجبات کو بھی بالائے طاق رکھ دیا تھا اِسی بنیاد پر مولاناؒ کے متعلقین میں غیض و غضب کی وہ آگ بھڑکی کہ شمس الدین کو قونیہ چھوڑنا پڑا۔ اِس جُدائی کا مولانائے رومؒ پر یہ اثر پڑا کہ اُن کو اپنا غم ہلکا کرنے کے لئے رقص و سرود اور نغمۂ موسیقی کی پناہ لینی پڑی۔ ایک عرصہ کے بعد مولاناؒ کو پتہ چلا کہ شمس الدین شام کے مرغزاروں میں فروکش ہیں تو مولاناؒ نے اپنے بیٹے سلطان ولد کو اُن کو واپس لانے کے لئے روانہ کیا شمس الدین واپس آئے تو مولاناؒ پر سرور و انبساط کا عالم طاری ہوا، دونوں کی ملاقات ہوئی تو یہ تمیز کرنا مشکل تھا کہ اُن میں طالب کون ہے اور مطلوب کون ہے۔ مولاناؒ نے اُن کو قونیہ کا پابند کرنے کے لئے کیمیا نامی ایک دوشیزہ سے اُن کی شادی کرادی اور پھر دونوں میں ہفتوں بلکہ کئی کئی ماہ مسلسل رُوحانی اور وجدانی گفتگو میں گزرنے لگے۔ یہ بات پھر مولاناؒ کے عقیدتمندوں پر گراں گذرنے لگی جس سے اُنکے اندر پھر شمس الدین کے خلاف غم و غصہ کے جذبات بھڑک اُٹھے۔ اسی دوران ۱۲۴۷ء میں "کیمیا" کا انتقال ہوگیا تو پھر شمس الدین قونیہ سے ایسے غائب ہوئے کہ ڈھونڈنے سے بھی کبھی نہ ملے۔ شمس الدین کی اِس رُوپوشی کے بارے میں متضاد کہانیاں ملتی ہیں۔ بعض روایات بتاتی ہیں کہ شمس الدین قونیہ سے نامعلوم مقام کی طرف رُخصت ہوئے "افلاکی" صراحت کرتے ہیں کہ اُن کو مولاناؒ کے صاحبزادے فخرالعلماء علاؤالدین ولد کی دشمنی کی وجہ سے قتل کردیا گیا لیکن یہ بات بھی بعید از قیاس ہے کہ ایسے محترم خانوادے کا کوئی فرد قتلِ عمد جیسے معیوب اور ذلیل جُرم کا ارتکاب کرے یا کرائے۔

بہرحال کہا جاتا ہے کہ دسمبر ۱۲۴۸ء کی رات تھی دونوں بزرگ شب کے آخری حصّہ تک باہمی گفتگو میں محو تھے کہ کوئی شخص شمس الدین کو باہر بُلا کر اُن پر پے در پے قاتلانہ حملے کرنے لگا اور اُن کو قتل کر کے قریب کے ایک اندھے کنوئیں میں ڈال دیا۔ یہ کنواں آج تک موجود ہے جس کی نشاندہی کی جاتی ہے صبح کو مولاناؒ کے بڑے صاحبزادے سلطان ولد کو خبر ملی تو اُنھوں نے اُن کی نعش کو کنوئیں سے نکال کر ایک قبر میں دفن کردیا۔ اب یہی شمس الدین کی آخری آرامگاہ ہے جس پر ایک یادگاری تختی لگادی گئی ہے۔ حال ہی میں جو کھدائی کی گئی ہے اُس سے ایک بڑی قبر کا سراغ ملتا ہے جس کا تعلق عہدِ سلجوقی سے معلوم ہوتا ہے۔ مولاناؒ میوزیم کے ڈائرکٹر سید محمد اور ند، افلاکی کے اِس بیان کی تائید

کرتے ہیں۔ مولانائے رومؒ سے اس جانگسل واقعہ کو پوشیدہ رکھا گیا لیکن پھر بھی مولاناؒ کے بعض اشعار بتاتے ہیں کہ اُن کو اس سانحہ کا علم ہو گیا تھا۔ بعض لوگوں نے اُن سے کہا کہ شمس الدین دیارِ شام میں مقیم ہیں تو مولاناؒ وہاں پہنچ گئے اور کہتے تھے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اُس نے شمس الدین کو دیکھا ہے تو اُس سے پوچھو کہ اُس فردوسِ بریں کا راستہ کدھر ہے؟ اس کے بعد مولاناؒ کے اشعار میں شمس الدین کی ایسی چھاپ نظر آتی ہے کہ اُن کو ہر طرف شمس الدین ہی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ ایک غزل میں کہتے ہیں

تنہا میں ہی شمس الدین شمس الدین نہیں گاتا رہتا ہوں بلکہ اُدھر بطخیں اور سارس تالابوں میں اور بلبلوں پر بلبلیں چمن زاروں میں وارفتگی کے عالم میں نغمہ سرا ہیں، اِدھر میں سرِ شام گنگناتا ہوں۔

شمس الدین کانِ جواہر، شمس الدین روز و شب، شمس الدین شام و سحر، شمس الدین جامِ جم، شمس الدین بحرِ بیکراں، شمس الدین دمِ عیسیٰ، شمس الدین یدِ بیضا، شمس الدین جمالِ یوسف۔

مولانا کو اگرچہ جلد ہی شمس الدین کی وفات کا علم ہو گیا تھا لیکن اس کا اعتراف و اقرار ان پر سخت گراں تھا۔

اس کے بعد بھی شمس الدین تبریزی کی شخصیت کے بارے میں بہت سے حالات معرضِ خفا میں ہیں حتیٰ کہ بعض محققین اُن کے بارے میں اس درجہ مشکوک ہیں کہ وہ سرے سے اس جیسی شخصیت کے وجود ہی کا انکار کرتے ہیں لیکن وہ عظیم کلاہ درویشی جو قونیہ میوزیم میں آج بھی موجود ہے اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ اس جیسی شخصیت ایک زمانہ میں موجود تھی، آنکھوں نے اُس کو دیکھا ہے اور اُس کے نقوش آج بھی تازہ ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں مولانائے رومؒ اور شمس تبریزی کی باہمی انوکھی ملاقاتیں، باہمی شیفتگی اور یہ ربط صوفیائے اسلام میں کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتا ہے۔

بعض لوگ شمس الدین تبریزی کو سقراط سے تشبیہ دیتے ہیں جس نے اپنے پیچھے تحریری شکل میں کچھ نہ چھوڑا لیکن افلاطون جیسا شاگرد چھوڑا جو اُس کی عظمت کا سبب بنا۔ اسی طرح مولاناؒ ایک چراغ کے مانند تھے اور شمس الدین وہ چنگاری تھے جو اُس چراغ کو روشن کر گئی۔

شمس الدین تبریزی کی جدائی کے بعد مولاناؒ کی روح، الہام و کشف کے ایک نئے سرچشمہ سے مانوس ہونے لگی۔ وہ ایک روز قونیہ میں صرافہ کے بازار سے گذر رہے تھے وہاں صلاح الدین زرکوب کی دکان پر زرکوبی کی کھٹ کھٹ کی آواز ایک دلکش نغمہ کی طرح مولاناؒ کے کان میں پڑی اور مولاناؒ بے اختیار رقص کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد صلاح الدین زرکوب بھی اس رقصِ مستانہ میں شریک ہو گئے۔ اس طرح کچھ دیر دونوں سرِ بازار رقص کرتے رہے پھر صلاح الدین تو اپنی دکان کے کاموں میں لگ گئے اور مولاناؒ گھنٹوں اسی عالم میں رقصاں رہے۔ صلاح الدین زرکوب مولانا برہان الدین محقق سے فیض یافتہ تھے، زہد و تقشف میں

شیخ و مُرشد کی بولتی تصویر تھے۔ اسی بنا پر شیخ محقق نے باوجود اُن کی ناخواندگی کے اُن کو اپنا روحانی وارث اور اکلوتا خلیفہ قرار دیا تھا۔ شمس الدین تبریزی کے بعد مولاناؒ کو پھر صلاح الدین زرکوب کی صحبتوں میں وہی پُرانا کیف و سرور حاصل ہونے لگا، صحبتوں کا سلسلہ طویل ہونے لگا۔ بالآخر اس اتحاد و شیفتگی کا یہ نتیجہ ہوا کہ مولاناؒ نے اپنے صاحبزادے سلطان ولد کی شادی صلاح الدین زرکوب کی بیٹی فاطمہ سے کر دی۔ ایک وقت آیا کہ صلاح الدین بیمار ہوئے۔ مولاناؒ اُن کی تیمارداری میں اِس قدر منہمک اور مصروف ہوئے کہ اپنے معمولات سے بھی غافل ہے اور بہت ہی کم صلاح الدین سے جُدا ہوتے تھے۔ جب وہ وقت آیا کہ صلاح الدین زرکوب اِس دُنیا سے رخصت ہوئے اور اُن کی روح عالمِ ارواح کے تصرفات سے لطف اندوز ہونے لگی تو مولاناؒ تدفین سے فارغ ہو کر گھر واپس آئے۔ مولاناؒ نے اُن کا جو مرثیہ لکھا اُسمیں تحریر فرمایا:-

اے وہ شخص جو زمین و آسمان کو چھوڑ جانے والے پر کبھی رونا تھا تیرے عہدِ زریں کی یاد میں ہوش و حواس اشکبار ہیں اور روح کرب زدہ اور غمگسار ہے، اب کوئی نہیں جو تیری جگہ لے سکے۔ مکان ولامکان تیرا ماتم کر رہے ہیں، جبرئیل امین کے پَر تیرے غم میں پیلے پڑ گئے ہیں، اولیاء و انبیاء سب کی آنکھیں نم ہیں۔ اے صلاح الدین تم ایک بلند پرواز برق رفتار طائر تھے تم کیا اُڑے کہ وہ شاخ بھی اُڑ گئی جس سے کبھی تم تیر کی مانند اُڑتے تھے۔

یہ بتا دینا بھی مناسب ہے کہ مولاناؒ صوفیانہ جذب و کیف اور رقص و سرود میں منہمک رہنے کے باوجود عین اِسی وجدانی کیفیت کے دَوران بھی صحیح شرعی رائے یا فتویٰ دینے سے کبھی قاصر نہ رہے۔ سپہ سالار نے جنھیں برسوں مولاناؒ کی خدمت کا موقع ملا ہے، نماز اور اُس کے آداب سے اُن کے شغف اور اُن کی طویل روزہ کشی کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔

مولاناؒ کا حُسنِ سلوک حُسنِ معاشرت اور شریعت کی غیر معمولی پابندی ہی لوگوں کو اُن کے دَر تک کھینچتی تھی۔ مولاناؒ کے دروازے خواص اور مالداروں سے زیادہ عوام اور غریبوں کے لئے کُھلے رہتے تھے۔ مولاناؒ کے معتقدین میں جہاں مَردوں کے انبوہ در انبوہ نظر آتے ہیں وہاں معتقد عورتوں کی بھی ایک بڑی تعداد ہے۔ سُلطان غیاث الدین کی بیگم جو قونیہ سے قیصریہ چلی گئی تھیں، جب مولاناؒ کی جُدائی برداشت نہ کر سکیں تو اُنھوں نے ایک بازنطینی آرٹسٹ سے مولاناؒ کی تصویر بنوائی جس کو وہ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتی تھیں۔ خود مولاناؒ کی پوتی سلطان ولد کی صاحبزادی ایک عرصہ تک کامیابی کے ساتھ طریقِ مولویت کی نشر و اشاعت کرتی رہیں۔ مولاناؒ کی دوسری بیوی کرا خاتون کو بھی وہ روحانی مقام حاصل تھا کہ مولاناؒ ان کو "سارہ" ثانی اور "مریم زمانہ" کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

تیسری شخصیت جو مولاناؒ کے جذب و کشش کا محور بنی وہ حسام الدین چلپی کی شخصیت ہے۔ حسام الدین بن حسن اخی ترک قونیہ کی سوسائٹی میں درمیانی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حسام الدین

مولانا کی زندگی میں اچانک نمایاں نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ برسوں پہلے سے اُن کی صحبت میں رہتے آئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ شمس الدین تبریزی نے اُن کو نوبہاری کی حالت میں دیکھا تھا تو اُن پر اپنی پوری توجہ مبذول کی تھی۔ حسام الدین اِس قدر روشن ضمیر تھے کہ وہ دوستوں اور محبت کرنیوالوں کی تکلیف کو خود بخود اِس طرح محسوس کرلیا کرتے تھے جیسے کہ وہ تکلیفیں خود اُن کے روح اور جسم میں پائی جاتی ہوں۔ وہ تصوف اور سلوک کے اعلیٰ مدارج پر فائز تھے۔ مولاناؒ نے اُن کو اپنے بعض خطوط میں "جنیدِ عصر" سے تعبیر فرمایا ہے اور کہتے تھے کہ وہ مجھ سے باپ اور بیٹے کی مانند قریب ہیں اور مجھے وہ نورِ عین کی طرح عزیز ہیں۔ مولاناؒ کے الہامی افکار اور اُن کی حکمت وتعلیمات کی تشریح اور تفسیر کا سہرا حسام الدین ہی کے سر پر ہے جنھوں نے مولاناؒ کے صوفیانہ فلسفہ اور حکمت کو اصل صورت میں محفوظ کردیا اور مولاناؒ کی تحریروں کو اُن کے عقیدتمندوں اور مُریدوں نے یکجا کردیا۔ مولاناؒ نے اِنہی کی فرمائش پر اپنا روحانی سرمایہ جس کو مثنوی معنوی کہا جاتا ہے اُن کو املاء کرایا۔ چند برس تک حسام الدین مولاناؒ کے ساتھ رہے۔ مولاناؒ کی زبان سے جو شعر نکلتا وہ اُس کو قلمبند کرلیتے۔ سڑک ہو یا گھر، حمام ہو یا بازار، محفلِ سماع ہو یا خلوت خانہ، سایہ کی طرح مولاناؒ کے ساتھ رہتے تھے۔

مثنوی کی ابتداء کی تاریخ متعین کرنا تو دشوار ہے لیکن بقول عبدالباقی کے دفتر اول کی بعض حکایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اُس وقت تک بغداد میں عباسی حکومت قائم تھی۔ ۱۲۵۸ء میں جب تاتاریوں نے مستعصم باللہ عباسی خلیفہ کو قتل کیا اُس وقت دفترِ اول کا املا مکمل ہوا تھا۔ دفتر اول کی تکمیل کے بعد حسام الدین کی بیوی کا انتقال ہوگیا تو مولاناؒ کے اشعار کا الہامی سلسلہ جاری نہ رہ سکا اور کافی تاخیر سے دفترِ دوم شروع کیا۔ مولاناؒ جب مرض الموت میں مبتلا ہوگئے تب ہی مثنوی کے املاء کا سلسلہ ختم ہوا۔

۱۲۷۳ء کے موسمِ خزاں میں مولاناؒ کی نقاہت بڑھ گئی۔ طبیب مرض کی تشخیص میں ناکام ہوگئے طبیبوں نے بہرحال یہ محسوس کرلیا کہ مولاناؒ کے پھیپھڑے میں پانی اُتر آیا ہے۔ ۱۷ دسمبر ۱۲۷۳ء کی شام ایک پُرملال شام تھی جس میں مولاناؒ ہمیشہ کے لئے اِس دارِ فانی سے رخصت ہوکر اپنے حقیقی محبوب سے جاملے۔ اُن کی وفات سے صرف انسان ہی نہیں بلکہ حیوانات بھی متاثر ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ مولاناؒ کی بلی نے بھی اُن کی وفات کے بعد کھانا پینا چھوڑ دیا تھا اور ٹھیک ایک ہفتہ کے بعد وہ اپنی زندگی کی بساط لپیٹ کر چل دی جس کو مولاناؒ کی اہلیہ نے مولاناؒ کے پہلو میں دفن کرادیا۔

مولانائے رومؒ کی احادیث و تفسیر اور سِیَرِ صحابہ

اِس موضوع پر میں دفترِ اول کے مقدمہ میں کچھ باتیں لکھ چکا ہوں۔ اِس سلسلہ میں آیات کی تفسیر سے متعلق حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ علیہ نے رسالہ "غایۃ المقال" میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرات صوفیہ بعض آیات کی ایسی تفسیر کرتے ہیں جس پر کوئی نقل شاہد نہیں ہوتی ہے اِس پر بعض جہلاء اُن کو کفر کی طرف منسوب کرنے لگتے ہیں لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ اُن کی

مراد حقیقی تفسیر نہیں ہوتی ہے بلکہ صرف ایک اشارہ مقصود ہوتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "التفرقہ بین الاسلام والزندقہ" میں تحریر فرمایا ہے کہ بعض اصحاب غلبۂ ظن سے بلا دلیل کسی آیت کی تاویل کرنے لگتے ہیں اُن پر کفر کا فتویٰ صادر کرنے میں عجلت سے کام نہ لینا چاہیئے بلکہ غور کرنا چاہیئے اگر اُن کی یہ تفسیر و تاویل اصولی عقائد سے متعلق نہیں ہے تو اُن کی کسی طرح سے تکفیر جائز نہ ہوگی اور ایسی تاویل کے قائل کو مُبتدع اور کافر نہیں کہا جا سکتا ہے۔ جہاں تک احادیث اور سِیَر انبیاء و صحابہ کی بحث ہے اس کے متعلق بھی میں دفتر اوّل کے مقدمہ میں کچھ عرض کر چکا ہوں۔ مولانا نے دفتر دوم میں "سجدہ کردنِ یحییٰ مسیح در شکم مادر یک دگر را" کے ماتحت جو کلام فرمایا ہے اُس میں حضرت مسیح اور حضرت یحییٰ کے ماؤں کے پیٹ میں ایک دوسرے کو سجدہ کرنے پر معترضین کے اعتراضات نقل کئے ہیں اور پھر فرمایا ہے :-

این بداند آنکہ اہلِ خاطر ست — غائب از آفاق اُو را حاضر ست

اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جو صاحب دل ہے — آفاق سے غائب (چیز) اُس کے لئے حاضر ہے

پیشِ مریمؑ حاضر آمد در نظر — مادرِ یحییٰؑ کہ دور ست از بصر

حضرتِ مریمؑ کی نگاہوں کے سامنے آ گئی — حضرتِ یحییٰؑ کی ماں جو نگاہ سے دُور تھی

اور پھر فرمایا :-

ور ندیدش نز برون و نز درون — از حکایت گیر معنیٰ اے زبون

اور اگر مریمؑ نے انکو ظاہری اور باطنی طور پر بھی نہ دیکھا ہو — اے ناقص! اس حکایت سے معنیٰ اخذ کر لے

نے چناں افسانہا بشنیدۂ — ہمچو شیں بر نقشِ آں چسپیدۂ

کیا تو نے ایسے افسانے نہیں سُنے ہیں — تو اُن کے نقش پر شین کی طرح چپکا ہوا ہے

اور پھر فرمایا کہ کلیلہ و دمنہ اور گل و بلبل کے افسانے تم سنتے ہو اور ایسے نتائج اخذ کرتے ہو اسی طرح مثنوی کے قصص اور حکایات کو سمجھو اور اُن سے صحیح نتائج اخذ کرو۔

مولانا کا یہ فرمانا بالکل صحیح ہے کہ بعض بزرگوں نے افسانوی قصوں سے بہترین نتائج نکالے ہیں۔ شیخ فریدالدین عطار نے منطق الطیر لکھی اور پرندوں کی زبانی مسائل کو سمجھایا، کلیلہ و دمنہ بھی حکمت و دانائی سے لبریز بہترین کتاب سمجھی گئی ہے لیکن اس فرق کو بہرحال نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ افسانوں کو حدیث اور سِیَر صحابہ کر کے پیش کرنے کی جو مضرتیں ہیں وہ اُن کی افادیت سے زیادہ ہیں۔ اس سلسلہ میں مَیں نے دفترِ اوّل کے مقدمہ میں جو معروضات پیش کی ہیں وہ بہر حال مثنوی شریف کے مطالعہ میں پیشِ نظر رہنی چاہئیں۔

دفترِ دوم کی تصوّف کی چند اصطلاحیں

فتوح۔ عبادات ومکاشفات اور علم ومعارف کا دروازہ کھل جانا۔ فتح۔ بندہ پر ذاتِ احدیت کی تجلیات کا نزول شروع ہو جانا۔ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ میں اِس مقام کی طرف بھی اشارہ ہے۔ حسِ خفاش انسان کے مادّی حواسِ ظاہرہ اور حواسِ باطنہ۔ حسِ دُرپاش۔ روحانی حواس۔ مراقبہ۔ غیر اللہ سے توجہ ہٹاکر حضورِ دل کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہونا۔ حضورِ یار۔ معیتِ حق تعالےٰ۔ ظاہر۔ صوفیہ کی اصطلاح میں حقیقت کو کہتے ہیں۔ مظہر۔ صورت اور مراۃ کو کہتے ہیں مثلاً کوئی شخص آئینہ میں اپنی صورت دیکھتا ہے تو وہ شخص ظاہر ہے اور صورت وآئینہ مظہر ہے۔ رُوح۔ صوفیہ کی اصطلاح میں صورتِ نوعیہ کو کہتے ہیں۔ روحِ اعظم۔ انواع کی صورِ نوعیہ کے علاوہ جن کو ارواح کہا جاتا ہے۔ صوفیہ ایک اور روح مانتے ہیں: جو ذاتِ باری سے سب سے پہلے صدور میں آئی ہے اور وہ تمام ارواح کی مربّی ہے اُس کو روحِ اعظم کہا جاتا ہے اور یہی روحِ اعظم روحِ محمدی ہے جیسا کہ حدیث اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوۡرِیۡ (سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا فرمایا ہے) میں مذکور ہے۔ لاہوت۔ ذاتِ باری بلالحاظ اسماء وصفات۔ جبروت۔ مرتبۂ صفاتِ باری تعالیٰ۔ ملکوت۔ مرتبۂ اسمائے باری تعالےٰ۔ حظیرۂ قدس۔ وہ مقام ہے جہاں ملاء اعلیٰ اور روحِ اعظم کے انوار کا باہمی تداخل ہوتا ہے۔ ملاءِ اعلیٰ۔ افضل ملائکہ کی جماعت۔ علم الیقین۔ وہ علم ہے جو کسی سچے خبر دینے والے کی خبر سے حاصل ہو جیسے کسی سچے انسان کے کہنے سے آگ کے جلانے کا علم۔ عین الیقین۔ وہ علم ہے جو خود اپنی آنکھ کے دیکھنے سے حاصل ہو۔ مثلاً آگ کے جلانے کا علم جبکہ آگ سے کسی چیز کو جلتے ہوئے اپنی آنکھ سے دیکھا۔ حق الیقین۔ وہ علم ہے جو اپنی ذات پر تجربہ کرنے سے حاصل ہو جیسا کہ آگ کے جلانے کا علم جبکہ خود آگ نے اُس کو جلایا ہو۔ قطب الاقطاب غوثِ اعظم۔ وہ ولی ہوتا ہے جو تمام عوالم پر فرمانروا ہوتا ہے اور بقائے عالم کا سلسلہ اُس کی بقا سے قائم رہتا ہے اور دوسرے تمام اولیاء اُس کے تابع ہوتے ہیں۔ شیخِ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحاتِ مکیہ میں فرمایا ہے کہ اُن قطبوں میں سے بعض کو خلافتِ باطنہ کے ساتھ خلافتِ ظاہری بھی حاصل ہوتی ہے جیسے کہ خلفائے اربعہ، امام حسن، حضرت امیر معاویہ، حضرت عمر بن عبد العزیز۔ اور بعض کو محض خلافتِ باطنی حاصل ہوتی ہے جیسے شیخ احمد سبتی، حضرت بایزید بسطامی وغیرہ۔ مولانا بحر العلوم نے فرمایا ہے قطبِ حقیقی اور غوثِ ازلی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک ہے۔ دنیا کے دیگر اقطاب اِس روحِ پاک کے خلیفہ ہیں اور اُن اقطاب میں سے بعض کو تحکمِ عظیم حاصل ہے اور یہ مقام شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھا۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ "کلیدِ مثنوی" میں تحریر فرماتے ہیں

کہ سالک پر ابتدائً حق تعالیٰ کے افعال کا ظہور ہوتا ہے اُس کو تجلیِ افعال کہتے ہیں پھر صفات کا ظہور ہوتا ہے اُس کو تجلیِ صفات کہتے ہیں۔ پھر ذاتِ بحت کا اُس کو تجلیِ ذات کہا جاتا ہے۔

شخصیتیں

واصل بن عطا۔ یہ معتزلہ کے فرقہ کا بانی ہے۔ بہت ذہین شخص تھا لیکن اس کے عقائد فلسفۂ یونان سے متاثر تھے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں اس نے بحث شروع کی اور دعویٰ کیا کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب نہ مومن ہے نہ کافر بلکہ بین بین ہے۔ اس پر حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اِعْتَزَلَ عَنَّا یعنی وہ ہم (اہل سنت والجماعت) سے کنارہ کش ہو گیا۔ اُس وقت سے اُس کو اور اُس کے ہم عقیدہ لوگوں کو معتزلی کہا جانے لگا۔

سکندر ذوالقرنین۔ یہ ایک خدا پرست اور برگزیدہ بادشاہ تھا، جس کا قصّہ قرآنِ پاک میں مذکور ہے۔ آبِ حیات کی جستجو اور اُس سے محرومی کا قصّہ بھی اِسی کی طرف منسوب ہے۔ یہ سکندرِ اعظم (جس کو سکندرِ رومی بھی کہتے ہیں) کے علاوہ شخصیت ہے، سکندرِ رومی شاہِ یونان تھا جس نے دارا شاہِ ایران کو شکست دی تھی۔ یہ سکندر ذوالقرنین سے صدیوں بعد گذرا ہے۔

نمرود۔ یہ کافر بادشاہ تھا جو خدائی کا مدّعی بنا تھا جس کی سزا میں قدرت نے ایک مچھر اُس پر مسلط کر دیا تھا جو اُس کے دماغ میں گھس گیا تھا جس کی کلبلاہٹ اور اذیت رسانی اُس وقت تک ختم نہ ہوتی تھی جب تک کہ نمرود کے سر پر جوتے کی دس پندرہ ضربیں نہ پڑیں۔

خضرؑ۔ حضرت خضرؑ کے نسب اور خاندان اور حالات سے متعلق مستند روایات ہمیں کم ملتی ہیں، بہرحال اس قدر ثابت ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے اُن سے ملاقات کی تھی اور وہ علم لدنی اور تکوینیات کے بہت بڑے عالم تھے۔ تفسیرِ خازن میں مذکور ہے کہ اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ وہ زندۂ جاوید شخصیت ہیں اور اہلِ معرفت اور صوفیاء اِس عقیدہ پر متفق ہیں۔

جرجیسؑ۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری کے شاگرد تھے۔ فلسطین میں رہتے تھے۔ اُس دور میں موصل کا بادشاہ بہت بڑا ظالم تھا جو لوگوں کو بُت پرستی پر مجبور کرتا تھا۔ انھوں نے اُس کو نصیحت کی تو اُس نے اُن کے قتل کے احکام جاری کر دیئے۔ یہ متعدد بار قتل کئے گئے لیکن قدرتِ الٰہی ہر بار اُن کو زندہ کر دیتی تھی۔ اِس معجزے سے بہت سے لوگ اُن کے پیرو ہو گئے۔ لیکن سرکشوں کی سرکشی ختم نہیں ہوئی اور بالآخر وہ انہی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

سامری۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص گذرا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس وقت کوہِ طور پر گئے تو اُس نے قوم میں شرارت پیدا کر دی۔ ایک گئوسالہ بنا کر قوم کو اُس کی پرستش پر لگا دیا، جس سے حضرت موسیٰؑ بہت برہم ہوئے اور اُس کو بد دعائیں دیں جس سے وہ تباہ و برباد ہو گیا۔

برصیصا۔ بنی اسرائیل میں سے ایک عیسائی راہب کا نام ہے جو بہت بڑا عبادت گذار تھا۔ ستر سال تک عبادتِ الٰہی میں مصروف رہا لیکن شیطان نے اُس پر غلبہ حاصل کیا اُس کو ابتداءً عملیات سکھائے جس سے اُس کی بہت شہرت ہوئی۔ شاہِ وقت کی ایک لڑکی اس کے پاس دعا کرانے آئی تو اُس سے زنا کر بیٹھا،

شہزادی حاملہ ہوگئی تو اُس کو قتل کر ڈالا۔ اِس کی پاداشت میں زنا کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔

امام محمد بن عسکری رحمۃ اللہ علیہ حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں اور یہ اثنا عشری شیعہ صاحبان کے بارھویں امام ہیں اور اُن کے عقیدے کے مطابق اُن کو حضرتِ خضر کی طرح عمرِ جاوید دی گئی ہے اور وہ اس وقت سُرّ مَن رّائی مقام کے ایک غار میں رُوپوش ہیں۔ قیامت کے قریب ان کا ظہور ہوگا اور ان صاحبان کے نزدیک وہی مہدی موعود ہیں۔ جو قیامت کے قریب ظاہر ہوکر دنیا سے ظلم و فساد کو مٹائیں گے۔ اہلِ سنت ان کی وفات کے قائل ہیں اور مہدی موعود بھی ان کو نہیں کہتے ہیں بلکہ مہدی موعود محمد بن عبد اللہ کو مانتے ہیں۔ جو حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہوں گے اور قیامت کے قریب ان کا ظہور ہوگا۔

بلعم بن باعور۔ بنی اسرائیل یا قومِ عمالقہ میں سے ایک بہت بڑا زاہد و عابد اور مستجاب الدعوات شخص تھا۔ شیطان نے اس کا اغوا کیا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مخالف ہوگیا جس کی پاداشں میں اس کی تمام برکتیں مسلوب ہوگئیں اور کفر کی حالت میں اس کی موت ہوئی۔

عوج بن عنق۔ قومِ عمالقہ میں سے ایک کافر شخص کا نام ہے۔ جس کے قد اور عمر کے بارے میں مبالغہ آمیز قصے منقول ہیں۔ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیرِ مظہری میں اُس کے حالات نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ اُس کے حالات بغوی نے بہت مبالغہ آمیز لکھے ہیں جن کو کسی طرح عقل قبول نہیں کرتی ہے اور محدثین بھی اُن کا انکار کرتے ہیں۔ ہاں وہ قومِ جبابرہ میں سے ایک بڑے قد اور بڑی طاقت کا آدمی تھا اور یہ قوم بہت قد آور ہیبت ناک تھی۔

ابو عامر راہب۔ یہ مدینہ کا رہنے والا تھا اس نے آنحضورؐ کی ہجرت سے قبل مسیحیت اختیار کرلی تھی اور توریت و انجیل کا کافی مطالعہ کرلیا تھا۔ آنحضورؐ کی ہجرت سے قبل نبی آخر الزماں کی بشارتیں لوگوں کو سناتا تھا لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد اُس کو حسد و رشک پیدا ہوگیا اور آنحضورؐ کی مخالفت کرنے لگا۔ آنحضورؐ نے اُس کو فہمائش کی مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ جنگِ بدر کی فتح کے بعد یہ مدینہ طیبہ سے بھاگ کر مکہ معظمہ میں جا بسا اور قریش کو آنحضورؐ کے خلاف بھڑکاتا رہا۔ جنگِ احد میں قریشِ مکہ کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوا اور اسی نے مسلمانوں پر سب سے پہلا تیر چلایا۔ پھر جب مکہ فتح ہوگیا تو یہ بھاگ کر ہرقل شہنشاہِ روم کے دربار میں پہنچ گیا اور وہاں بیٹھ کر مسلمانوں اور آنحضورؐ کے خلاف سازشیں کرنے لگا۔ منافقوں نے قبا میں مسجدِ ضرار اسی کے مشورے سے بنائی تھی اور اُن کا ارادہ تھا کہ اُس کو بلا کر اس مسجد میں بٹھائیں اور مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کردیں۔ آنحضورؐ نے اِس سازش کو کامیاب نہ ہونے دیا اور یہ منافقانہ حالت میں مدینہ نہ پہنچ سکا اور اسی حالت میں روم میں مرا۔

جعفرِ طرّار۔ یہ ایک بہت بڑا حیلہ ساز اور چالاک شخص تھا جیب تراشی میں بھی ماہر تھا۔ اُس نے دو مصنوعی پر بھی بنوالئے تھے جن کے ذریعہ

یہ بندروں کی طرح اُچھل کود کر لیتا تھا۔

مذہبی فرقے

مُشبّہہ۔ وہ فرقہ ہے جو خدا کو مخلوقات اور ممکنات سے تشبیہ دیتا ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کلید مثنوی میں فرمایا ہے کہ بعض کامل مشبّہہ ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ممکنات کی مخصوص صفات کو بھی حضرت حق تعالیٰ کیلئے ثابت کرتے ہیں جیسے شکل وصورت اور مکان اور جسم وغیرہ۔ پھر اُن کامل مشبّہہ میں باہمی اختلاف ہے۔ حق تعالیٰ کے لئے کوئی ایک شکل ثابت کرتا ہے تو دوسرا کوئی دوسری شکل ثابت کرتا ہے۔

منزّہہ۔ یہ وہ فرقہ ہے جو حضرت حق تعالیٰ کو ممکنات کی صفات سے پاک وخالی مانتا ہے۔ اُس میں بھی ایک کامل منزّہ ہیں یہ لوگ وہ ہیں جو ممکنات کے ساتھ مختص اور غیر مختص جملہ صفات سے حضرت حق کو پاک مانتے ہیں حتّٰی کہ صفتِ علم سے بھی۔ جامعۃ بین التشبیہ والتنزیہ۔ یہ وہ جماعت ہے جو اللہ تعالیٰ سے اُن صفات کی تو نفی کرتی ہے جو ممکن کے لئے مخصوص ہیں لیکن وہ صفات جو ممکن کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں اُن کو اللہ کے لئے ثابت کرتی ہے پھر اُن میں بھی دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جو نفسِ صفات کی نفی کرتا ہے مگر صفات کے آثار اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرتا ہے اور اُن آثار کا منشا ذاتِ باری تعالیٰ کو بتاتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ خدا علیم ہے لیکن صفتِ علم اُس کے لئے ثابت نہیں ہے بلکہ انکشاف کا منشا اُس کی ذات ہے۔ اسی طرح وہ قدیر ہے لیکن صفتِ قدرت اُس کے لئے ثابت نہیں۔ قدرت کے جو آثار ہیں اُن کا منشا بھی اُس کی ذات ہے۔ یہ گروہ معتزلہ کا ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو صفات کو بھی ثابت کرتا ہے۔ پھر اس دوسرے گروہ میں بھی دو گروہ ہو گئے ہیں۔ ایک تو وہ گروہ ہے جو اُن نصوص کی تاویل کرتا ہے۔ جن میں اللہ کے لئے صفتِ استواء، صفتِ بطش، صفتِ ضحک، ید، وجہ وغیرہ آیا ہے یہ گروہ متکلمین کا ہے۔ دوسرا وہ گروہ ہے جو اِن آیتوں کوئی تاویل نہیں کرتا لیکن یہ ضرور کہتا ہے کہ اِن صفات کے وہ معنی نہیں ہیں جن معنی کے اعتبار سے یہ ممکنات کے لئے بولی جاتی ہیں اور ان صفات کی حقیقت کو اللہ کے علم کی طرف مفوض کرتا ہے۔ یہ گروہ محدثین کا ہے۔

معتزلہ۔ یہ فرقہ واصل ابن عطا کا پیرو ہے۔ اِس کی بہت سی شاخیں ہیں جن کے عقائد یہ ہیں قرآن مخلوق ہے۔ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے۔ تقدیر کا عقیدہ غلط ہے۔ کبیرہ گناہ کرنے والا مومن نہیں ہے۔ خدا کی صفات نہیں ہیں۔

دہریہ۔ وہ فرقہ ہے جو خدا کو نہیں مانتا ہے اور کہتا ہے کہ عالم کا کاروبار بغیر کسی متصرف کے خود چل رہا ہے اور اسی طرح قدیم سے چلا آرہا ہے۔ چونکہ یہ خود دہر اور زمانے کو متصرف مانتا ہے اِس لئے اُن کو دہریہ کہا گیا ہے۔

ثنویہ۔ یہ فرقہ دو خداؤں کا قائل ہے۔ ایک کو یزداں کہتا ہے جو خالق خیر ہے دوسرے کو اہرمن کہتا ہے جو خالق شر ہے

فرقہ اباحیہ۔ یہ فرقہ اِس بات کا قائل ہے کہ اگر انسانی

قلب کا تصفیہ ہو جائے تو پھر اس کے لئے ہر کام جائز ہے۔
پھر اس کے لئے شریعت کے اوامر اور نواہی یکساں ہیں۔
اس سے کسی کبیرہ گناہ کا بھی مواخذہ نہ ہوگا۔

جبریہ۔ اس فرقے کے عقائد ہیں کہ بندہ اپنے افعال میں مجبورِ محض ہے۔ اس فرقہ کے انتہا پسند، بندے کی طرف افعال کی نسبت کرنے کو ایسا ہی مانتے ہیں جیسا کہ جمادات کی طرف کسی عمل کی نسبت کی جائے۔

قدریہ۔ یہ فرقہ تقدیر کا منکر ہے اور بندہ کو اپنے افعال پر قادرِ مطلق مانتا ہے۔

سوفسطائیہ۔ یہ فرقہ توہم پرست فلاسفہ کے ایک گروہ کا پیرو ہے۔ یہ فلاسفہ اشیاء کی حقیقت کے منکر ہیں ان کی کئی شاخیں ہیں۔

عنادیہ۔ یہ فرقہ اشیاء کی حقیقت کا منکر ہے اور کہتا ہے کہ جن کو حقیقتیں سمجھا جاتا ہے وہ محض اوہام اور خیالات ہیں۔

عندیہ۔ یہ فرقہ بھی اشیاء کی حقیقتِ واقعیہ کا منکر ہے اور کہتا ہے کہ جس چیز کی جو حقیقت فرض کر لی جائے وہی اس کی حقیقت ہے۔ جوہر کو اگر جوہر فرض کر لیا جائے تو وہ جوہر ہے اگر اس کو عرض فرض کر لیا جائے تو وہ عرض ہے۔

لاادریہ۔ اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ نہ کسی چیز کے وجود کا علم ممکن ہے نہ عدم کا۔ بلکہ ہر چیز کا عدم و وجود مشکوک ہے اور یہ شکوک بھی مشکوک ہی ہے۔

سجاد حسین
۲۹ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ
یکم فروری ۱۹۷۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُدّتے[1] ایں مثنوی تاخیر شُد — مُہلتے بایست تا خوں شیر شُد
ایک مدت کی اِس مثنوی میں تاخیر ہوئی — مُہلت درکار ہے تاکہ خون، دودھ بنے

تا نزاید بختِ تو فرزندِ نو — خوں نگردد شیرِ شیریں خوش شنو
جب تک تیرا نصیب نیا بچہ نہ جنے — خون، شیریں دودھ نہیں بنتا، خوب سُن لے

چوں ضیاء الحق حُسام الدیں عناں — باز گردانید ز اوجِ آسماں
جب ضیاء الحق حسام الدین نے باگ — آسمان کی بلندی سے موڑی

چوں بمعراجِ حقائق رفتہ بُود — بے بہارش غنچہا نشگفتہ بُود
چونکہ وہ حقائق کی معراج میں پہنچے ہوئے تھے — اُن کی بہار کے بغیر، غنچے نہ کھلے تھے

چوں ز دریا سوئے ساحل باز گشت — چنگِ شعرِ مثنوی باساز گشت
جب وہ دریا سے کنارے کی طرف واپس آئے — مثنوی کے اشعار کی سارنگی باساز بن گئی

مثنوی کہ صیقلِ[2] ارواح بُود — باز گشتنش روزِ استفتاح بُود
وہ مثنوی جو رُوحوں کے لئے صیقل تھی — اُن کی واپسی (مثنوی کیلئے) روزِ استفتاح ہوئی

مطلعِ تاریخِ ایں سودا و سُود — سالِ ہجرت ششصد و شصت و دو بُود
اِس سودے اور نفع کی تاریخ کا مطلع — چھ سو ۶۶۲ باسٹھ ہجری کا سال تھا

لہ تھوڑے ۔ مثنوی کا دوسرا دفتر تاخیر سے شروع ہوا، اِس کی کئی وجہیں ہوئیں (۱) مولانا حسام الدین جو مثنوی کی تحریر کا باعث تھے اُنکو اپنی اہلیہ کے انتقال سے پریشانیاں لاحق ہوئیں (۲) سامعین کی بے التفاتی کو شوق سے بدلنا تھا (۳) مولانا نے دفتر دوم کے مضامین کو ذہن میں جمع کیا۔ بخت۔ نصیب۔ خون۔ جگر پیدا ہونے پر خون دودھ بنکر پستان میں آتا ہے۔ عنان۔ باگ۔ اوج۔ بلندی۔ معراج۔ سیڑھی۔ آسمانوں وغیرہ کی سیر جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کرائی گئی تھی۔ یہاں فیضِ روحانی نیز تیمنّا بھی وہ مضامین عالیہ جن کا ذکر سے زیادہ بیان ہے۔ دریا یعنی عالم ملکوت۔ ساحل۔ دریا کا کنارا یعنی عالم ناسوت۔ چنگ۔ سارنگی۔ باساز۔ سامان سے۔ ۲ے صیقل۔ قلعی۔ استفتاح۔ کھولنا یعنی علوم و معارف کا جو دروازہ بند ہو گیا تھا اس کا کھولنا۔ رجب کی پندرہ تاریخ جسمیں رحمتِ خداوندی کے دروازے کھلتے ہیں اور خانہ کعبہ کا دروازہ زائرین کے لئے کھول دیا جاتا ہے۔ مطلعِ تاریخ وہ شعر یا عبارت جس کے حروف سے ابجدی حساب سے تاریخ نکلتی ہے۔ سودا۔ سامانِ تجارت۔ سُود۔ نفع۔

بلبلانے زینجا برفت و باز گشت | بہرِ صیدِ ایں معانی باز گشت
بلبلیں اس جگہ سے گئیں اور واپس لوٹیں | ان معانی کے شکار کے لئے باز بن گئیں

ساعدِ شہ مسکنِ ایں باز باد | تا ابد بر خلق ایں در باز باد
(خدا کرے) اس باز کا ٹھکانا شاہ کی کلائی ہو | قیامت تک مخلوق پر یہ دروازہ کھلا رہے

آفتِ ایں در ہوا و شہوت ست | ورنہ اینجا شربت اندر شربت ست
اس دروازہ کی آفت خواہشِ نفسانی اور شہوت ہے | ورنہ یہاں پر شربت ہی شربت ہے

ایں دہاں بر بند تا بینی عیاں | چشم بندِ آں جہاں حلق و دہاں
اس منہ کو بند رکھ تاکہ تو (اسرار و معارف) کو آنکھ سے | اس جہان (آخرت) کیلئے منہ اور حلق آنکھوں کی پٹی ہیں

اے دہاں تو خود دہانۂ دوزخی | وے جہاں تو بر مثالِ برزخی
اے منہ! تو دوزخ کا دہانہ ہے | اور اے دنیا! تو برزخ جیسی ہے

نورِ باقی پہلوئے دنیای دوں | شیرِ صافی پہلوئے جوہائے خوں
ناچیز دنیا کے پہلو میں باقی (رہنے والا) نور ہے | خون کی نہروں کے پہلو میں صاف دودھ ہے

چوں درو گامے زنی بے احتیاط | شیرِ تو خوں می شود از اختلاط
اگر تو اس میں ایک قدم بغیر احتیاط کے رکھے گا | خلط ملط ہو کر تیرا دودھ خون بن جائیگا

یک قدم زد آدم اندر ذوقِ نفس | شد فراقِ صدرِ جنت طوقِ نفس
نفس کی خوشی میں آدم ؑ نے ایک قدم رکھا | (تو) جنت کے صدر (مقام) کی جدائی گلے کا ہار بنگئی

ہمچو دیو از وے فرشتہ می گریخت | بہرِ نانِ چند آبِ چشم ریخت
فرشتہ اُن سے ایسا بھاگتا تھا جیسا کہ شیطان | چند روٹیوں کی وجہ سے کس قدر آنسو بہائے

گرچہ یک مو بد گنہ کو جستہ بود | لیک آں مو در دو دیدہ رُستہ بود
اگرچہ وہ گناہ جو انھوں نے کیا بال برابر تھا | لیکن وہ بال (گویا) دونوں آنکھوں میں اُگا تھا

بود آدم دیدۂ نورِ قدیم | موئے در دیدہ بود کوہِ عظیم
آدم ؑ تو قدیم نور کی آنکھ تھے | (لیکن) آنکھ میں بال، بڑا پہاڑ ہوتا ہے

فراق۔ یعنی جنت سے جدائی ہوگئی۔ دیو۔ آدم ؑ سے شیطان متنفر تھا اب فرشتے بھاگنے لگے۔
بہرِ نان۔ یعنی گیہوں کے لئے۔
[۳] گرچہ۔ حضرت آدم ؑ کی خطا معمولی تھی لیکن "نزدیکاں رابیش بود حیرانی" کی رُو سے اُن پر عتاب ہوگیا
بود آدم۔ معمولی خطا حضرت آدم ؑ کے اعتبار سے بڑی سمجھی گئی جیسا کہ آنکھ جیسی شفاف چیز میں معمولی بال بھی بڑا پہاڑ بن جاتا ہے۔

[۱] بلبلانے۔ یعنی مولانا حسام الدین جوکہ مضامین عالیہ کا شکار نہیں کرتے تھے زینجا یعنی عالم ناسوت۔ برفت۔ یعنی عالم ملکوت میں گئے۔ باز گشت۔ واپس ہوئے۔ باز۔ شاہین یعنی مولانا حسام الدین مضامین عالیہ کا شکار کرنے کے قابل ہوگئے این در یعنی مضامین عالیہ کے فیضان کا دروازہ جو مثنوی کے ذریعہ کھلا ہے۔ آفت۔ اس فیض سے وہ بہرہ مند ہوگا جو خود پرستی اور شہوت نفس سے بچے گا۔ این دہاں یعنی حلق اور زبان کی لذتوں سے دست کش ہوجا۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ۔

اندروں از طعام خالی دار
تا درو نورِ معرفت بینی

چشم بند۔ یہ کھلا ہوا چشم سے آنکھوں کی پٹی یعنی معقوم اور منہ کی لذتیں اسرار معرفت سے مانع ہیں

[۲] اے دہاں۔ اگر انسان حرام لقمہ کھاتا ہے تو دوزخ میں پہنچ جاتا ہے۔ برزخ۔ دو متضاد چیزوں کے درمیان آڑ دنیاوی زندگی جنتی اور دوزخی زندگی کے درمیان ہے اس میں جنت اور جہنم دونوں کے آثار ہیں نورِ باقی۔ ابدی روشنی، ہدایت۔ شیرِ صافی یعنی اعمالِ صالحہ جوہائے خوں یعنی معاصی گام۔ قدم۔ احتیاط۔ بچاؤ۔ شیرِ تو یعنی نیکی برائی سے بدل جائیگی۔ ذوقِ نفس۔ خلود کے شوق میں ممنوعہ درخت کھالیا

گر دراں[1] دم او بکردے مشورت — در پشیمانی نگفتے معذرت
اگر وہ اُس وقت مشورہ کر لیتے — (تو) شرمندگی میں معذرت نہ کرتے

زانکہ با عقلے چو عقلے جفت شد — مانعِ بد فعلی و بد گفت شد
اسلئے کہ ایک عقل جب دوسری عقل کی شریک بنی — (تو) بُرے کام اور بُری بات سے مانع ہوئی

نفس با نفسِ دگر چوں یار شد — عقلِ جزوی عاطل و بیکار شد
ایک نفس جب دوسرے نفس کا یار بنا — ناقص عقل معطل اور بے کار ہوئی

گر ز تنہائی چو ناہیدے شوی — زیرِ ظلِّ یار خورشیدے شوی
اگر تو تنہائی میں زُہرہ جیسا بنے گا — یار (پیر) کے سایہ میں آفتاب بنے گا

رَو بجو یارِ خدائے را تو زُود — چوں چناں کردی خدا یارِ تو بُود
جا، خدا کے دوست کی جلد تلاش کر لے — جب تو نے ایسا کر لیا تو خدا تیرا دوست ہے

آنکہ در خلوت نظر بر دوختست — آخر آں را ہم زیار آموختست
جس نے خلوت کو مطمحِ نظر بنا لیا ہے — آخر اُس (خلوت پسندی) کو بھی یار سے سیکھا ہے

خلوت از اغیار باید نے زیار — پوستیں بہر دے آمد نے بہار[2]
گوشہ نشینی غیروں سے چاہیئے نہ کہ یار سے — پوستین ماگھ کے مہینہ کیلئے ہے نہ کہ موسمِ بہار کیلئے

عقل با عقلِ دگر دوتا شود — نور افزوں گشت و رہ پیدا شود
عقل، دوسری عقل کے ساتھ ملکر دوگنی ہو جاتی ہے — روشنی بڑھ جاتی ہے اور راستہ نمایاں ہو جاتا ہے

نفس با نفسِ دگر دوتا شود — ظلمت افزوں گشت و رہ پنہاں شود
نفس، نفس کے ساتھ مل کر دوگنا ہو جاتا ہے — اندھیرا بڑھ جاتا ہے اور راستہ چھپ جاتا ہے

یار چشمِ تست اے مردِ شکار — از خس و خاشاک اُو را پاک دار
اے شکاری! یار، تیری آنکھ ہے — کوڑے کرکٹ سے اُس کو محفوظ رکھ

ہیں بجاروبِ زباں گردے مکُن — چشم را از خس رہ آوردے مکُن
خبردار! زبان کی جھاڑو سے گرد نہ اُڑا — آنکھ کو تنکے کا تحفہ نہ دے

چونکہ مومن[3] آئینہ مومن بُود — روئے اُو ز آلودگی ایمن بُود
جبکہ مومن، مومن کا آئینہ ہوتا ہے — اُس کا چہرہ آلودگی سے محفوظ رہنا چاہیئے

---

[3] مومن۔ حدیث شریف میں ہے۔ اَلْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ یعنی جس طرح آئینہ عیب دکھا دیتا ہے اور اُس کو مشہور کرتا نہیں پھرتا ہے اسیطرح ایک مومن کو دوسرے مومن کے ساتھ معاملہ کرنا چاہیئے۔ ایمن۔ محفوظ۔

[1] گر دراں۔ گناہ سے بچ جانے کی ترکیب یہ ہے کہ اہلِ علم سے مشورہ کر لیا جائے۔ عقلے یعنی مشورہ کرنیوالے کی عقل اور صاحبِ معرفت کی عقل۔ نفس۔ یعنی امّارہ نفس۔ عقلِ جزوی۔ ناقص عقل لہٰذا بُری صحبت سے بچنا ضروری ہے۔ ناہید۔ زُہرہ ستارہ یار۔ پیر کی صحبت تنہائی کی عبادت سے زیادہ فیض رساں ہے۔ زود۔ اہل اللہ کی صحبت اللہ کے قُرب کا سبب ہے۔ خلوت۔ تنہائی۔ نظر بر دوختن۔ کسی کو مطمحِ نظر بنا لینا۔ یار یعنی خلوت پسندی کے فوائد کسی شیخ کی صحبت میں ہی سیکھے ہیں لہٰذا صحبت مفید ہوئی۔ اغیار۔ بیگانے۔ پوستین۔ بال دار کھال کا لباس دَے۔ ماگھ کا مہینہ جس میں سخت سردی پڑتی ہے۔

[2] بہار یعنی پھاگن کا مہینہ، ہر خلوت میں فضیلت نہیں ہے۔ اغیار سے خلوت مفید ہے یار کے ساتھ صحبت مفید ہے۔ دوتا۔ دوگونہ۔ نور افزوں گشت۔ شیخ کی صحبت نور افزا ہے اُس سے خلوت اختیار کرنا مفید نہیں ہے۔ نفس۔ بُرے ساتھی سے خلوت مفید ہے۔ یار۔ جبکہ صحبتِ شیخ ضروری ہے تو اُس کے آداب کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ مردِ شکار۔ شکاری۔ ہیں۔ شیخ کی شان میں بدگوئی نہ ہونی چاہیئے۔ پاک دار۔ شیخ راہِ ہدایت دکھاتا ہے لہٰذا وہ آنکھ کا کام دیتا ہے

۴۲۵

یار آئینہ ست جاں را در حزن[1] | در رخِ آئینہ اے جاں دم مزن
غم میں ، یار جان کا آئینہ ہے | اے پیارے! آئینہ پر پھونک نہ مار

تا نپوشد روئے خود را از دمت | دم فرو بردن بباید ہر دمت
تاکہ تیری پھونک سے وہ اپنا منہ نہ چھپالے | ہر وقت تجھے سانس گھونٹے رہنا چاہیئے

کم ز خاکی! چونکہ خاکے یار یافت | از بہارے صد ہزار انوار یافت
کیا تو مٹی سے بھی کم ہے؟ جب مٹی نے یار کو پایا | ایک بہار سے لاکھوں کلیاں حاصل کرلیں

آں[2] درختے کو شود با یار جفت | از ہوائے خوش ز سر تا پا شگفت
وہ درخت جو یار کا ساتھی بنا | عمدہ ہوا سے سر سے پیر تک کھِل گیا

در خزاں چوں دید او یارِ خلاف | در کشید او زود سر زیرِ لحاف
خزاں کے موسم میں جب اس نے مخالف ساتھی کو دیکھا | اُس نے فوراً سر لحاف کے نیچے کرلیا

گفت یارِ بد بلا آشفتن ست | چونکہ او آمد طریقم خفتن ست
اُس نے کہا، بُرا ساتھی مصیبت ہے | جب وہ آگیا تو میرا شیوہ سوجانا ہے

پس بخسپم باشم از اصحابِ کہف | بہ ز دقیانوس باشد خوابِ کہف
پس میں سوجاتا ہوں اصحاب کہف جیسا ہوجاتا ہوں | غار میں سونا، دقیانوس (کی صحبت) سے بہتر ہے

یقظۂ[3] شاں مصروفِ دقیانوس بود | خوابِ شاں سرمایۂ ناموس بود
اُنکی بیداری دقیانوس پر صرف ہوتی تھی | اُن کا سوجانا عزت کا سرمایہ تھا

خواب بیداری ست چوں با دانش ست | وائے بیدارے کہ با ناداں نشست
جو نیند عقلمندی سے ہے، وہ بیداری ہے | اُس بیدار پر افسوس ہے جو نادان کے ساتھ بیٹھا

چونکہ زاغاں خیمہ بر گلشن زدند | بلبلاں پنہاں شدند و تن زدند
چونکہ کوّوں نے باغ میں ڈیرے ڈال دیئے | بلبلیں چھپ گئیں اور چُپ ہوگئیں

زانکہ بے گلزار بلبل خامش ست | غیبتِ خورشید بیداری کُش ست
جس طرح کہ بغیر چمن کے بلبل چُپ ہے | سورج کا غروب بیداری ختم کردینے والا ہے

ہے۔ کوا یعنی نااہل لوگ۔ خیمہ زدن مقیم ہوجانا۔ بلبلاں یعنی اہلِ حق۔ تن زدن خاموش ہوجانا۔ گلزار گلشن یعنی حق کے طالب لوگ۔ غیبتِ خورشید۔ سورج کے غروب کرجانے سے بیداری کے چہچہے ختم ہوجاتے ہیں۔ اِسی طرح طالبین کے غائب ہوجانے سے شیخ پر خاموشی طاری ہوجاتی ہے۔

[1] حزن۔ غم یعنی حالتِ انقباض۔ دم زدن، پھونک مارنا، پھونک سے آئینہ دھندلا ہوجاتا ہے۔ ہر دمت۔ یعنی کسی وقت بھی شیخ کے سامنے لاف زنی نہ کرنی چاہیئے۔ خاکے۔ جب زمین اپنے یار (موسمِ بہار) سے ہم صحبت ہوتی ہے تو طرح طرح کے پھول اُگا دیتی ہے، مرید کو بھی شیخ کی صحبت سے اِسی طرح کا استفادہ کرنا چاہیئے۔ انوار۔ جمع نور بمعنی غنچہ، کلی۔

[2] آں۔ موسمِ بہار درخت کیلئے یارِ موافق ہے اسکی صحبت سے درخت شگفتہ ہوجاتا ہے اسی طرح پیر کی صحبت باعثِ شگفتگی ہوتی ہے۔ در خزاں۔ موسمِ خزاں درختوں کے لئے یارِ ناموافق ہے درخت اُس کی صحبت پسند نہیں کرتے ہیں لہٰذا سوجاتے ہیں یعنی بدصحبت سے خلوت میں سوجانا بہتر ہے۔ اصحابِ کہف۔ اِن کا پورا قصہ دفترِ اول میں گذر چکا ہے اُن کے دور میں دقیانوس ظالم بادشاہ تھا یہ بزرگ لوگ اُس سے جدا ہوکر غار کی تنہائی میں جاکر سو گئے تھے۔

[3] یقظۂ۔ بیداری۔ مصروف۔ زیرِ استعمال۔ ناموس۔ عزت۔ خواب۔ وہ سونا جو بہتر مقصد کے پیشِ نظر ہو اُس بیداری سے بہتر ہے جس میں بُروں کی صحبت ملے۔ دانش۔ عقل۔ وائے۔ کلمۂ افسوس ہے۔ ناداں۔ عرفانِ حق سے خالی۔ زاغاں۔ زاغ کی جمع

۴۲۶

آفتاب[1] ار ترکِ ایں گلشن کُند — تا کہ تحت الارض را روشن کُند
سورج اگر اِس چمن کو چھوڑتا ہے — تو اِس لئے کہ زمین کے نچلے حصّہ کو روشن کرے

ق

آفتابِ معرفت را نقل نیست — مشرقِ اُو غیرِ جان و عقل نیست
معرفتِ (خداوندی) کے سورج (پیر) کیلئے منتقل ہونا — اُس کی مشرق صرف روح اور عقل ہے

خاصہ خورشیدِ کمالِ کاں سَریست — روز و شب کردارِ اُو روشنگریست
خصوصاً وہ آفتابِ کمال جو اُس جانب کا ہے — اُس کا کام دن رات روشن کرنا ہے

مَطلعِ شمس آی گر اسکندری — بعد ازاں ہر جا روی نیکوفری
اگر تو سکندر ہے تو سورج کے طلوع ہونے کی جگہ پر آ — اِس کے بعد جہاں جائے گا نیک بخت ہوگا

بعد ازاں ہر جا روی مشرق بود — شرقہا بر مغربت عاشق شود
اِس کے بعد تو جہاں جائے گا مشرق ہوگی — مشرقیں تیری مغرب پر عاشق ہونگی

حسِّ[2] خفاشت سوئے مغرب دواں — حسِّ دُرپاشت سوئے مشرق رواں
تیری چمگادڑ والی حِس مغرب کی طرف دوڑنے والی ہے — تیری موتی برسانے والی حِس مشرق کی جانب رواں ہے

راہِ حس راہِ خران ست اے سوار — اے خراں را تو مزاحم شرم دار
اے سوار! حِس کا راستہ گدھوں کا راستہ ہے — تو گدھوں سے بھڑتا ہے، شرم کر

پنج حسّے ہست جز ایں پنج حس — آں چو زرِ سرخ و ایں حسہا چو مس
اِن پانچ حواس کے علاوہ پانچ حِس اور ہیں — وہ سُرخ سونے کی طرح ہیں اور یہ حواس تانبے کی طرح ہیں

اندراں بازار کاہلِ محشر اند — حسِّ مس را چوں حسِّ زر کے خرند
جس بازار میں اہلِ محشر ہیں — تانبے کے حِس کو سونے کے حِس کی طرح کب خریدتے ہیں؟

حسِّ ابداں قوتِ ظلمت می خورد — حسِّ جاں از آفتابے می چرد
بدنوں کی حِس ظلمت سے روزی حاصل کرتی ہے — رُوح کی حِس آفتاب سے غذا حاصل کرتی ہے

اے[3] بُبردہ رختِ حسہا سوئی غیب — دست چوں موسیٰ برون آور ز جیب
اے (وہ ذات) جو حِس کے سامان کو غیب کی طرف لے — موسیٰؑ کی طرح ہاتھ کو گریبان سے باہر نکال

اے صفاتت آفتابِ معرفت — و آفتابِ چرخ بندِ یک صفت
اے وہ کہ تیری صفات پہچان کے لئے سورج ہیں — اور آسمان کا سورج ایک صفت کا پابند ہے

---

[1] آفتاب۔ سورج کو فیض رسانی کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا پڑتا ہے۔ زمین کی فوقانی سطح سے منتقل ہو کر زمین کی تحتانی سطح کے باشندوں کو نور پہنچاتا ہے لیکن شیخ ایک ہی جگہ رہتا ہے اور زمین کے ہر حصّہ کے باشندوں کو فیض پہنچاتا ہے۔ آفتابِ معرفت۔ شیخ کامل۔ مشرق۔ سورج کے طلوع کرنے کی جگہ۔ جان۔ شیخ کی توجہ سے روح اور عقل روشنی حاصل کرتی ہے۔ خورشید کمال۔ اللہ تعالیٰ۔ آں سر۔ اُس جانب یعنی ذاتِ باری عالمِ امکان سے ورا ہے۔ روشنگری۔ روشنی پہنچانا۔ اسکندری۔ سکندر ذوالقرنین کا واقعہ قرآن پاک میں مذکور ہے، یہ نیک بادشاہ تھا اور اُس نے مشرق سے مغرب تک اپنی سلطنت کو وسیع کر دیا تھا۔ مطلعِ شمس۔ اہل اللہ۔ نیکوفر۔ با اقبال۔ مشرق۔ یعنی مطلعِ انوار۔ مغربت یعنی تیرے وہ حالات جن میں انوار کی کمی ہوگی اُس پر مشرقیں قربان ہوں گی۔

[2] حسِّ خفاشت۔ حواسِ خمسہ ظاہرہ مادی چیزوں کا ادراک کرتے ہیں اور وہ ظلمت کے طالب ہیں۔ حسِّ دُرپاش۔ انسان کے لطائف ستہ قلب، روح، نفس، سر، خفی، اخفیٰ مُراد ہیں جنکے انکشافات پر معرفتِ حق مبنی ہے۔ آں چو زر۔ مادی حواس لطائف کے مقابلہ میں تانبے میں۔ بازار۔ آخرت کے بازار میں لطائف ستہ کی قیمت اُٹھے گی۔ قوت۔ روزی۔ حسِّ جاں۔ لطائف۔ آفتاب یعنی ذاتِ باری۔

[3] اے یہاں سے مولانا نے مناجات شروع کر دی ہے۔ دست چوں موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ کا یدِ بیضا تاریکی کو دور کر دیتا تھا۔ برون آور تاکہ تیری تجلی نور بار جہل کی تاریکی کو دور کر دے۔ صفاتت۔ صفاتِ خداوندی ذات کی معرفت کا ذریعہ ہیں۔ آفتابِ چرخ۔ سورج بھی صفتِ باری کا مظہر ہے۔

گاہ خورشید و گہے دریا شوی — گاہ کوہِ قاف و گہ عنقا شوی
(تو) کبھی سورج اور کبھی دریا (میں متجلی) ہوتا ہے — کبھی کوہِ قاف (میں)، اور کبھی عنقا (کیطرح بے نشان) ہوتا ہے

تو نہ این باشی نہ آں در ذاتِ خویش — اے فزوں از وہمہا و ز بیش بیش
اپنی ذات میں تو نہ یہ ہے نہ وہ ہے — اے وہ ذات جو وہموں سے آگے ہے اور آگے سے بھی آگے ہے

روح با علم ست و با عقل ست یار — روح را با تازی و ترکی چہ کار
روح علم اور عقل کی ساتھی ہے — روح کو ترکی یا عربی سے کیا واسطہ!

از تو اے بے نقش با چندیں صور — ہم مشبہ ہم موحد خیرہ سر
اے بے نقش! اتنے مظاہر کے ہوتے ہوئے تیری وجہ سے — اہلِ تشبیہ بھی اور اہلِ توحید بھی حیران ہیں

گہ مشبہ را موحد می کنی — گہ موحد را بصورت رہزنی
تو کبھی اہلِ تشبیہ کو اہلِ توحید بنا دیتا ہے — کبھی اہلِ توحید کا صورت کی وجہ سے رہزن ہوتا ہے

گہ ترا گوید ز مستی بو الحسن — یا صغیر السن یا رطب البدن
کبھی مستی میں ابو الحسن تجھے کہتا ہے — اے کم عمر! اے نازک بدن!

گاہ نقشِ خویش ویراں می کند — از پئے تنزیہ جاناں می کند
کبھی وہ اپنے نقش کو مٹاتا ہے — تنزیہ کے لئے اپنی جان کھوتا ہے

چشمِ حس را ہست مذہب اعتزال — دیدۂ عقل ست سُنّی در وصال
حس کی آنکھ کا مذہب اعتزال ہے — وصال کے معاملہ میں عقل کی آنکھ سُنّی ہے

سخرۂ حس اند اہلِ اعتزال — خویش را سُنّی نمایند از ضلال
حس کے پابند معتزلی ہیں — غلطی سے اپنے آپ کو سُنّی ظاہر کرتے ہیں

ہر کہ در حس ماند او معتزلی ست — گرچہ گوید سُنّیم از جاہلی ست
جو حس میں (پھنسا) رہا وہ معتزلی ہے — اگرچہ وہ کہے "میں سُنّی ہوں" نادانی ہے

ہر کہ از حسِ خدا دید آیتے — در برِ حق ہست بہرِ طاعتے
جس نے حسِ خداوندی کے ذریعہ کوئی نشانی دیکھ لی — وہ اطاعت کیلئے اللہ (تعالیٰ) کی جناب میں ہے

ہر کہ بیروں شد ز حس سُنّی وے ست — اہلِ بینش چشمِ عقلِ خویش بست
جو شخص حس سے بالاتر ہو گیا وہ سُنّی ہے — اہلِ نظر نے اپنی عقل کی آنکھ بند کر لی ہے

سُنّی تو حقیقتاً وہ ہے جو باطنی بصیرت پیدا کرے اور دیدارِ حق کر سکے۔ حسِ خدا۔ حسِ باطن۔ آیت۔ نشانی۔ بر۔ پیش جناب۔ بہرِ طاعتے۔ اللہ کی کسی نشانی میں اللہ کے جمال کا مشاہدہ کرنا مستقل عبادت ہے۔ اہلِ بینش۔ صاحبِ نظر عقل و حواس سے کام نہیں لیتا ہے وہ بصیرتِ قلبی سے کام لیتا ہے۔

۱؎ گاہ خورشید۔ یہ تمام چیزیں مظاہرِ قدرت ہیں۔ تو نہ۔ مظاہرِ قدرت عینِ ذاتِ باری نہیں ہیں اس کی ذات وہم سے بھی وراء الورا ہے۔

۲؎ روح۔ روح اگرچہ مادی بدن میں متصرف ہے لیکن مادی اثر سے منزہ ہے۔ مشبہ۔ وہ لوگ جو خدا کو مخلوقات سے تشبیہ دیتے ہیں۔ موحد۔ وہ لوگ جو خدا کو ذات و صفات میں یکتا مانتے ہیں۔ خیرہ سر۔ حیران یعنی دونوں گروہوں میں سے اس کی حقیقت تک کوئی نہیں پہنچ سکا۔ گہ مشبہ۔ مشبہ حیران ہو کر تنزیہ کا قائل ہو جاتا ہے اور موحد بن جاتا ہے کبھی موحد حیران ہو کر تشبیہ کا قائل ہو جاتا ہے۔ ابو الحسن۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کنیت ہے مراد عارفِ کامل ہے جو کسی بچہ میں جلوہ دیکھ کر مشبہ کے الفاظ بول جاتا ہے۔ صغیر السن۔ کم عمر۔ رطب البدن۔ نازک بدن۔

۳؎ گاہ۔ موحد غلبۂ تنزیہ میں اپنے وجود کو ہی معدوم سمجھنے لگتا ہے اور صرف ذاتِ واحد کو موجود مانتا ہے۔ چشمِ حس۔ ظاہری آنکھ۔ مذہبِ اعتزال۔ معتزلہ کا عقیدہ کہ حشر میں بھی دیدارِ خدا ناممکن ہے۔ دیدۂ عقل۔ باطنی بصیرت کا تقاضہ ہے کہ دیدارِ حق ہوگا یہ اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ سخرۂ حس۔ جو سُنّی محض حسِ ظاہری رکھتے ہیں وہ بھی حقیقتاً معتزلی ہیں ان کو بھی دیدارِ حق میسر نہ آئیگا۔

گر بدیدے حسِ حیواں شاہ را — پس بدیدے گاؤ و خر اللہ را

اگر حیوانی حس، شاہ کو دیکھ سکتی — تو گاؤ اور خر بھی، اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیتے

گر نبودے حسِ دیگر مر ترا — جز حسِ حیوان بیروں از ہوا

اگر دوسری حس تیرے لئے مخصوص نہ ہوتی — حیوانی حس کے علاوہ، خواہشِ نفسانی سے بالاتر

پس بنی آدم مکرم کے بُدے — کے بہ حسِ مشترک محرم شدے

تو بنی آدم مکرم کب ہوتے؟ — مشترک حس کی وجہ سے محرم (راز) کب ہوتے؟

نامصور یا مصور گفتنت — باطل آمد بے ز صورت رفتنت

تیرا (خدا کو) باصورت یا بے صورت کہنا — بے کار ہے جب تک کہ تو صورت سے نہ گزر جائے

نامصور یا مصور پیشِ اوست — کو ہمہ مغز ست و بیروں شد ز پوست

باصورت یا بے صورت تو اُس کے سامنے ہے — جو مجسم مغز ہے، چھلکے سے بالا ہے

گر تو کوری نیست بر اعمیٰ حرج — ورنہ رَو کالصبرُ مفتاحُ الفرج

اگر تو اندھا ہے تو اندھے پر کوئی گناہ نہیں — ورنہ جا "صبر کرنا کشادگی کی کنجی ہے"

پردہائے دیدہ را داروئے صبر — ہم بسوزد ہم بسازد شرحِ صدر

(ظاہری) آنکھ کے پردوں کو داروئے صبر — جلا بھی دیتی ہے اور شرحِ صدر بھی کر دیتی ہے

آئینہ دل چوں شود صافی و پاک — نقشہا بینی بروں از آب و خاک

دل کا آئینہ جب صاف و پاک ہو جائے گا — تو آب و خاک سے بالاتر نقش دیکھے گا

ہم ببینی نقش و ہم نقاش را — فرشِ دولت را و ہم فراش را

نقش بھی دیکھے گا اور نقاش کو بھی — دولت کے فرش کو اور نیز فرش کرنے والے کو

چوں خلیل آمد خیالِ یارِ من — صورتش بُت معنیِ او بُت شکن

میرے یار کا خیال خلیل (اللہ) کی طرح ثابت ہوا — اُس کا ظاہر بُت اور اُس کی حقیقت بُت شکن ہے

شکرِ یزداں را کہ چوں او شد پدید — در خیالِ او خیالِ حق رسید

خدا کا شکر ہے کہ وہ جب ظاہر ہوا — اُس کے تصور میں اللہ تعالیٰ کا تصور حاصل ہوا

شکرِ معطی را کہ چوں او در رسید — در خیالش جاں خیالِ خود بدید

داتا کا شکر ہے کہ جب وہ خیال میں آیا — اُس کے خیال میں جان نے اپنا خیال دیکھا

---

۵۰ حسِ حیواں۔ ظاہری حس۔ شاہ۔ اللہ تعالیٰ۔ حسِ دیگر۔ حسِ باطنی۔ بیروں از ہوا۔ ہوا و ہوس سے بالاتر۔ مکرم۔ قرآن میں ہے لقد کرمنا بنی آدم "اور البتہ ہم نے بنی آدم کو عزت دی"۔ حسِ مشترک یعنی وہ حواس جو حیوان اور انسان میں مشترک ہیں۔ محرم۔ راز دار۔

۵۲ نامصور۔ یعنی خدا کا باصورت ہونا یا صورت سے منزہ ہونا اُس شخص کیلئے متحقق ہے جو مجاہدہ کر کے سراپا مغز بنگیا ہو۔ کور۔ اندھا۔ کورستی۔ اندھا پن۔ اعمیٰ۔ نابینا۔ حرج۔ تنگی، گناہ۔ ورنہ۔ اگر استعداد ہی مفقود ہے تو مجبوری ہے ورنہ صبر سے مجاہدات کروگے تو یہ مقام حاصل ہو جائے گا۔ سوزد۔ یعنی صبر آنکھوں کے پردے ہٹا دے گا۔

۵۳ آئینہ دل۔ بلغیر اضافت کے پڑھا جائے۔ آب و خاک۔ عالمِ ناسوت۔ نقش یعنی مخلوق۔ نقاش یعنی خالق۔ فرشِ دولت۔ دربار۔ فراش یعنی اللہ تعالیٰ۔ خلیل۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ خیالِ یار۔ تصورِ شیخ۔ حضرت ابراہیم نے ستارے کو دیکھ کر ھٰذا ربی "یہ میرا رب ہے" کہا یہ ایک تدبیر تھی جو بظاہر بُت پرستی تھی لیکن دراصل اُس کا اثبات اس کے ابطال کیلئے تھا وہ بُت شکنی تھی۔ اسی طرح تصورِ شیخ بظاہر بُت پرستی ہے لیکن چونکہ وہ اللہ تک پہنچاتا ہے اسلئے حقیقتاً وہ بُت شکنی ہے۔ شکرِ یزداں۔ تصورِ شیخ نے اللہ تعالیٰ کے تصور تک پہنچا دیا۔ چوں او۔ تصورِ شیخ یعنی شیخ کے تصور کے ذریعہ ہمیں اپنے نفس کی حقیقت معلوم ہوگئی اور اُس کے ذریعہ معرفتِ خداوندی حاصل ہوئی۔ مَن عَرَفَ نَفسَہٗ فَقَد عَرَفَ رَبَّہٗ "جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اُس نے خدا کو پہچان لیا"۔

خاکِ درگاہت دلم را می فریفت[1]
تیری درگاہ کی خاک نے میرے دل کو فریفتہ کر دیا

خاک بر وے کو زخاکت می شگیفت
اُس پر خاک جس نے تیری خاک سے بے نیازی کی

گفتمش گر خوبم پذیرد ایں از دو
میں نے کہا اگر میں اچھا ہوں تو وہ (اللہ) اس (خوبی) کو اس (دل) سے قبول کر لےگا

ورنہ خود خندید بر من زشت رُو
ورنہ مجھ بد صورت پر ہنس دے گا

چارہ آں باشد کہ خود را بنگریم
تدبیر یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو دیکھیں

در خورِ آنیم و یا نادر خوریم
ہم اُس کے لائق ہیں یا نالائق ہیں

اُو جمیل ست و یُحِبُّ لِلجَمال
وہ حسین ہے اور حُسن کو پسند کرتا ہے

کے جوانِ نو گزیند پیرہ زال
بوڑھی عورت کو نوجوان کب قبول کرتا ہے؟

طَیّبات از بہرِ کہ؟ لِلطَّیّبیں
پاکیزہ عورتیں کس کے لئے ہیں؟ پاک مَردوں کے لئے

خوب خوبی را کند جذب ایں یقیں
اچھا، اچھائی کو جذب کرتا ہے یہ یقینی بات ہے

خوب خوبی را کند جذب[2] ایں بداں
اچھا، اچھائی کو جذب کرتا ہے، سمجھ لے

طیّبات و طیّبین بر وے بخواں
طیّبات اور طیّبین اُس پر پڑھ دے

در ہر آں چیزے کہ تو ناظِر شوی
تو جس چیز کو بھی دیکھے گا

می کُند با جنس سَیرا اے معنوی
اے معنیٰ شناس! وہ اپنی ہم جنس کیساتھ چلتی ہے

در جہاں ہر چیز چیزے جذب کرد
دنیا میں ہر ایک چیز نے ایک چیز کو جذب کیا ہے

گرم گرمی را کشید و سرد سَرد
گرم نے گرمی کو کھینچا اور سرد نے سردی کو

قِسمِ[3] باطِل باطلاں را می کشند
باطل اِقسم باطلوں کو کھینچتی ہے

باقیاں از باقیاں ہم سَرخوشند
باقی رہنے والے باقی رہنے والوں سے خوش ہیں

ناریاں مر ناریاں را جاذِب اند
جہنمی جہنمیوں کو کھینچنے والے ہیں

نوریاں مر نوریاں را طالِب اند
نوری، نوریوں کے طالب ہیں

صَاف را ہم صافیاں راغِب شوند
صاف لوگ، صاف کی طرف راغب ہوتے ہیں

دُرد را ہم تیرگاں جاذِب بُوند
بد باطن، تلچھٹ کو حاصل کرتے ہیں

زنگ را ہم زنگیاں باشند یار
حبشی کے حبشی، دوست ہوتے ہیں

روم را بار دمیاں افتاد کار
رومی کا، رومیوں سے واسطہ ہے

چشم چوں بستی تُرا جاں کندنیست
تو نے جب آنکھ بند کی، تجھے بیقراری ہے

چشم را از نورِ روزن صبر نیست
آنکھ روزن کے نُور سے صبر نہیں کر سکتی ہے

---

[1] فریفتن ۔ عاشق بنانا۔ شگیفتن ۔ بے نیاز ہونا۔ از دو۔ از دل۔ زِشت رو ۔ بد صورت۔ چارہ ۔ تدبیر۔ در خور ۔ لائق۔ پیرہ زال ۔ بوڑھی عورت۔ ایں یقیں ۔ یہ یقینی بات ہے۔

[2] جذب ۔ کشش۔ طیبات ۔ قرآن پاک میں ہے "اَلطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ" پاک عورتیں پاک مَردوں کے لئے ہیں۔ ناظِر ۔ دیکھنے والا۔ اے معنوی ۔ اے حقیقت بیں۔

[3] قِسم ۔ فرقہ، گروہ۔ باقیان ۔ اہلِ ہدایت۔ ناریاں ۔ جہنمی۔ نوریاں ۔ جنتی۔ صافیاں ۔ صاف باطن۔ تیرگاں ۔ سیاہ باطن۔ زنگ ۔ حبشی۔ روم ۔ رومی۔ جاں کندنی ۔ گھبراہٹ۔ روزن ۔ روشندان۔

چشم چوں بستی ترا تاسہ گرفت
جب تو نے آنکھ بند کی تجھے گھبراہٹ نے پکڑا
نورِ چشم از نورِ روزن می شگفت
آنکھ کا نور روزن کے نور سے کھلتا ہے

تاسۂ تو جذبِ نورِ چشم بُود
تیری بیقراری آنکھ کے نور کا جذبہ تھی
تا بہ پیوندد بہ نورِ روز زُود
تاکہ جلدی دن کی روشنی سے وابستہ ہو جائے

چشمِ باز ار تاسہ گیرد مر ترا
کھلی ہوئی آنکھ، اگر تجھے بیقرار کرے
دانکہ چشمِ دل بہ بستی بَرگُشا
سمجھ لے کہ تو نے دل کی آنکھ بند کی ہے، کھول لے

آں تقاضائے دو چشمِ دل شناس
سمجھ لے یہ دل کی دونوں آنکھوں کا تقاضہ تھا
کو ہمی جوید ضیائے بیقیاس
کیونکہ وہ بے اندازہ روشنی چاہتی ہیں

چوں فراقِ آں دو نورِ بے ثبات
جبکہ دو ناپائدار نوروں کی جدائی نے
تاسہ آوردت کشادی چشمہات
تجھے بیقرار کر دیا، تو نے اپنی آنکھیں کھول دیں

چوں فراقِ آں دو نورِ پائدار
تو دو پائدار نوروں کی جدائی
تاسہ چوں آرد مر آں را پاس دار
کیسی بے قراری پیدا کرے گی، اس کا خیال رکھ

اُو چو می خواند مرا من بنگرم
وہ جب مجھے بلاتا ہے میں غور کرتا ہوں
لائقِ جذبم و یا بد پیکرم
میں کشش کے قابل ہوں یا بدصورت ہوں

گر لطیفے زشت را در پے کند
اگر کوئی خوبصورت، بدصورت کا پیچھا کرے
تسخرے باشد کہ اُو بروے کند
یہ ایک مذاق ہوتا ہے جو وہ اس سے کرتا ہے

کے ببینم روئے خود را اے عجب
تعجب ہے، میں اپنا چہرہ کب دیکھتا ہوں،
تا چہ رنگم ہمچو روزم یا چو شب
جو یہ کہوں کہ میں کس رنگ کا ہوں، میں دن کی طرح ہوں یا رات کی مانند

نقشِ جانِ خویش می جُستم بسے
میں نے اپنی جان کا نقش بہت تلاش کیا
ہیچ می ننمود نقشم از کسے
(لیکن)، میرا نقش کسی سے رونما نہ ہوا

گفتم آخر آئینہ از بہرِ چیست
میں نے کہا آخر آئینہ کس لئے ہوتا ہے
تا بداند ہر کسے کہ جنسِ کیست
(اسی لئے) کہ ہر شخص یہ جان لے کہ وہ کس جنس کا ہے

آئینہ آہن برائے پوستہاست
لوہے کا آئینہ جسموں کے لئے ہے
آئینہ سیمائے جاں سنگیں بہاست
جان کے چہرے کا آئینہ بہت قیمتی ہے

آئینہ جاں نیست اِلّا روئے یار
جان کا آئینہ، یار کے چہرے کے علاوہ نہیں ہے
روئے آں یارے کہ باشد زاں دیار
اس یار کا چہرہ جو اس دیار (عالمِ ملکوت) کا ہو

ق

لہ تاسہ۔ بیقراری۔ نورِ چشم۔ آنکھ کا نور بیرونی نور کا طالب ہے ورنہ گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ چشمِ باز۔ آنکھ کھلی ہوئی ہونے پر اگر گھبراہٹ طاری ہو تو سمجھ لے کہ یہ اضطراب دل کی آنکھ بند ہونے کی وجہ سے ہے۔
لہ آں تقاضائے۔ دل کی گھبراہٹ، دل کی آنکھیں بند ہونے کی وجہ سے ہوئی جو لا انتہا نور کا مشاہدہ چاہتی ہیں۔ دو نور یعنی دل کی آنکھ کا نور اور لامحدود نور۔ بد پیکر۔ بدصورت۔ گر لطیفے۔ جب یہ طے ہے کہ ہم جنس ہم جنس کا طالب ہوتا ہے تو اگر حسین کسی بدصورت کا طالب بنتا ہے تو وہ محض مذاق کے لئے ہوتا ہے۔
لہ اے عجب اس کا تعلق اگلے شعر کے دوسرے مصرع سے ہے۔ ہمچو روز یعنی منوّر۔ چو شب یعنی سیاہ باطن نقشِ جان۔ شیخ کے ذریعہ مرید کی حقیقی تصویر سامنے آجاتی ہے یعنی میں نے ایسا شیخ تلاش کیا جس کی وجہ سے مجھ پر اپنی حقیقت واضح ہو جائے۔ گفتم۔ آئینہ میں دیکھ کر اپنی خوبصورتی و بدصورتی پہچان لی جاتی ہے۔ آئینہ سیمائے جاں جس آئینہ میں باطن کی خوبصورتی و بدصورتی نظر آتی ہے وہ مرشد و شیخ ہے جو بہت قیمتی چیز ہے۔ روئے یار۔ شیخ کی صحبت میں اپنے نقائص نظر آجاتے ہیں۔ آں دیار یعنی وہ شیخ جس کا تعلق عالمِ ملکوت سے ہو۔

431

گفتم اے دل آئینۂ کُلّی بجُو — رَو بدریا کار برنا ید ز جُو
میں نے کہا اے دل! مکمل آئینہ تلاش کر — دریا پر جا، نہر سے کام نہ چلے گا

زیں طلب بندہ بکوئے تو رسید — دردِ مریم را بخُرما بُن کشید
اس طلب کی وجہ سے خادم تیرے کوچہ میں پہنچا — مریم کو دردِ کھجور کے درخت کی طرف لے گیا

دیدۂ تو چوں دلم را دیدہ شد — صد دلِ نادیدہ غرقِ دیدہ شد
تیرا نور جب میرے دل کا نور بن گیا — سینکڑوں نہ دیکھے ہوئے دل دیکھے ہوؤں میں ساگئے

آئینہ کُلّی برآوردم زِ دود — دیدم اندر آئینہ نقشِ تو بود
میں نے دھوئیں سے مکمل آئینہ نکالا — میں نے دیکھا آئینہ میں تیرا نقش تھا

آئینہ کُلّی ترا دیدم اَبد — دیدم اندر چشمِ تو مَن نقشِ خود
میں نے تجھے ہمیشہ مکمل آئینہ سمجھا — میں نے تیری آنکھوں میں اپنا نقش دیکھا

گفتم آخر خویش را من یافتم — در دو چشمش راہِ روشن یافتم
میں نے کہا بالآخر میں نے اپنے آپ کو پالیا — اس کی دونوں آنکھوں میں روشن راستہ پایا

گفت وہمم کاں خیالِ تُست ہاں — ذاتِ خود را از خیالِ خود بداں
میرے وہم نے کہا کہ یہ تیرا خیال ہے، خبردار! — اپنی ذات کو اپنا خیال سمجھ

نقشِ من از چشمِ تو آواز داد — کہ منم تو تو منی در اتحاد
میرے نقش نے تیری آنکھ میں سے آواز دی — کہ میں تو ہوں، تو میں ہے، یگانگت میں

کاندریں چشمِ مُنیرِ بے زوال — از حقائق راہ کے یابد خیال
اس روشن، حقائق سے بے زوال آنکھ میں — خیال راستہ کب پا سکتا ہے؟

در دو چشمِ غیرِ من تو نقشِ خود — گر ببینی آں خیالے داں وَ رَد
میرے علاوہ کسی کی دونوں آنکھوں میں اپنا نقش — اگر تو دیکھے تو اس کو (محض) خیال اور (قابل) رد سمجھ

زانکہ سُرمہ نیستی در می کشد — بادہ از تصویرِ شیطاں می چشد
اس لئے کہ وہ نیستی کا سُرمہ لگاتا ہے — (اور) شیطان کی تصویر سے شراب پیتا ہے

چشمِ او خانۂ خیالست و عدم — نیستہا را ہست بیند لاجرم
اس کی آنکھ عدم اور خیال کا گھر ہے — لامحالہ وہ معدوم کو موجود دیکھتا ہے

پھنسی ہوئی ہے وہاں شیطانی تصور پہنچ جاتا ہے۔ خانۂ خیال۔ یعنی اس کی آنکھ میں غیر حقیقی چیزیں گھر کیے ہوئے ہیں۔

ل آئینۂ کُلّی۔ یعنی شیخ کامل تھا۔ یعنی شیخ کامل جو۔ نہر یعنی ناقص پیر۔ مریم، حضرت عیسیٰؑ کی والدہ۔ خرما بن۔ کھجور کا درخت حضرت مریمؑ کو درد زہ کا اضطراب کھجور کے سائے، پھل اور ٹھنڈے پانی اور بچہ کے دیدار سے رفع ہوا تھا۔ صد دلِ نادیدہ۔ میرا دل جب معرفت ہونے میں سو دلوں کی برابر تھا۔ برآوردم زِ دود۔ یعنی میں نے نورِ مطلق کو تعینات کے دھوئیں سے جدا کیا تو اس میں تیرا نقش محسوس کیا۔ آئینۂ کُلّی بکمل آئینہ۔ اَبد۔ ہمیشہ۔ چشمِ تو۔ دل کا دیدۂ بصیرت۔

ﷺ گفتم۔ شیخ کے آئینۂ دل میں اپنی صورت دیکھ کر اطمینان ہو گیا اور اس کی وجہ سے مجھے راہ ہدایت میسر ہوئی۔ خیال۔ خیالی بات۔ ہاں۔ تنبیہ کا کلمہ ہے۔ ذات۔ نقش۔ الامری صورت نقش۔ میری صورت نے بتایا کہ یہ صورت واقعی ہے محض خیالی نہیں ہے۔

ﷺ کاندریں چشم۔ یعنی میرے نقش نے یہ بھی کہا کہ شیخ کی چشمِ دل میں جو کہ ہمیشہ حقائق سے وابستہ ہے کوئی غیر واقعی خیالی چیز نہیں سما سکتی۔ در دو چشمِ غیر۔ ناقص کی چشمِ دل میں غیر حقیقی چیز نمودار ہو سکتی ہے نیستی۔ عالمِ فانی۔ بادہ شراب۔ تصویر۔ تخیل۔ می چشد چونکہ وہ ناقص ہے اور اس کی چشمِ بصیرت عالمِ سفلی میں

چشمِ من چوں سُرمہ دید از ذوالجلال [1]
میری آنکھ نے جبکہ جلال والے (اللہ) کا سُرمہ دیکھا ہے

خانۂ ہستی ست نے خانۂ خیال
وہ موجود کا خانہ ہے، نہ کہ خیال کا

تا یکے مُو باشد از ہستیِ تو
جب تک تیری ہستی کا ایک بال بھی رہے گا

در خیالت گم شود ہستیِ تو
تیری ہستی تیرے خیال میں گم ہو جائے گی

تا یکے مُو باشد از تو پیشِ چشم
جب تک تیرا ایک بال بھی آنکھ کے سامنے ہوگا

در خیالت گوہرے باشد چو یشم
تیرے خیال میں موتی، سنگِ یشم ہوگا

یشم را آنگہ شناسی از گہر
تو یشم (پتھر) اور موتی میں اُسوقت تمیز کر سکیگا

کز خیالِ خود کُنی کُلّی گذر
جب اپنے خیال سے بالکلیہ گذر جائے گا

یک حکایت بشنو اے گوہر شناس
اے موتی کو پہچاننے والے! ایک حکایت سن لے

تا بدانی تو عیاں را از قیاس
تاکہ تو مشاہدہ کو قیاس سے (جُدا) جان لے

ہلال پنداشتنِ آں شخص خیال را در عہدِ امیر المومنین عمر رضؓ

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص کا خیال کو چاند سمجھ لینا

ماہِ [2] روزہ گشت در عہدِ عُمر رضؓ
(حضرت) عمر رضؓ کے زمانے میں رمضان آیا

بر سرِ کوہے دویدند آں نفر
سب پہاڑ کی چوٹی پر گئے

تا ہلالِ روزہ را گیرند فال
تاکہ روزے کے چاند سے (نیک) فال لیں

آں یکے گفت اے عمر رضؓ اینک ہلال
ایک شخص بولا، اے عمر رضؓ! چاند یہ ہے

چوں عمر رضؓ بر آسماں مہ را ندید
جب (حضرت) عمر رضؓ نے آسمان پر چاند نہ دیکھا

گفت کایں مہ از خیالِ تو دمید
فرمایا یہ چاند تیرے خیال سے چمکا ہے

ورنہ من بیناترم [3] افلاک را
ورنہ میں تو آسمانوں کو زیادہ دیکھنے والا ہوں

چوں نمی بینم ہلالِ پاک را
پاک چاند کو کیوں نہ دیکھ لوں گا؟

گفت تر کُن دست بر ابرو بمال
فرمایا ہاتھ تر کر اور ابرو پر مَل

آنگہاں تو بر نگر سُوئے ہلال
پھر تو چاند کی طرف دیکھ

چونکہ اُو تر کرد ابرو مہ ندید
جب اُس نے اَبرو تر کر لی چاند کو نہ دیکھا

گفت اے شہ نیست مہ شد ناپدید
بولا، اے شاہ! چاند نہیں ہے، وہ غائب ہو گیا

گفت آرے مُوئے اَبرو شد کماں
فرمایا ہاں اَبرو کا بال کمان بن گیا

سُوئے تو افگند تیرے از گماں
اُس نے تیری جانب گمان کا تیر چلا دیا

---

[1] ذوالجلال۔ اللہ تعالےٰ کے تصور کے ساتھ باطل جمع نہیں ہو سکتا۔ تا یکے مو۔ یعنی جب تک عالمِ ناسوت سے ادنیٰ تعلق رہے گا۔ ہستیِ تو۔ عالمِ وجد۔ یشم۔ ایک کم قیمت پتھر ہے۔ کلی گذر۔ فنا کے بعد حقائق منکشف ہوں گے۔ عیاں۔ مشاہدہ۔ قیاس۔ تخمینی بات۔

[2] ماہِ روزہ۔ رمضان شریف۔ نفر۔ جماعت۔ فال۔ نیک شگون۔ از خیالِ تو یعنی تیرا چاند محض خیالی ہے۔

[3] بیناتر۔ حضرت عمر رضؓ کی نگاہ اُس سے زیادہ تیز تھی یا حضرت عمر رضؓ کا اپنے کشف کی طرف اشارہ تھا۔

چوں یکے مُو کژ شد از ابروئے اُو
جب اُس کی ابرو کا ایک بال ٹیڑھا ہوا

شکلِ ماہے نو نمود آں موئے اُو
اُس کے اُس بال نے نئے چاند کی شکل نمودار کر دی

چوں یکے مُو کژ شد اورا راہ[۱] زد
جب ایک بال ٹیڑھا ہوا اُس نے گمراہ کر دیا

تا بدعویٰ لافِ دیدِ ماہ زد
یہاں تک کہ دعوے کیا تو چاند دیکھنے کی ڈینگ ماری

موئے کژ چوں پردۂ گردوں بُود
ٹیڑھا بال جب آسمان کا پردہ بن گیا

چوں ہمہ اَجزات کژ شد چوں بُود
جب تیرے تمام اجزا ٹیڑھے ہو جائیں تو کیا ہوگا؟

راست کُن اَجزات را از راستاں
سچوں کے ذریعہ اپنے اجزا سیدھے کر لے

سر مکش اے راست رَو زاں آستاں
اے سیدھا چلنے والے اُس چوکھٹ سے سر نہ ہٹا

ہم ترازو را ترازو راست کرد
ترازو ہی ترازو کو برابر کرتی ہے

ہم ترازو را ترازو کاست کرد
ترازو ہی ترازو کو کم کر دیتی ہے

ہر کہ با ناراستاں ہم سنگ شد
جو گمراہوں کے ساتھ تُلا

در کمی اُفتاد و عقلش دنگ شد
کمی میں مُبتلا ہوا اور اُس کی عقل ماری گئی

رَو اَشِدَّآءُ[۲] عَلَی الْکُفَّار باش
جا، کفار پر بھاری پڑ

خاک بر دلداریِ اغیار پاش
بیگانوں کی دلداری پر خاک ڈال

بر سرِ اغیار چوں شمشیر باش
بیگانوں کے سَر پر تلوار بن

ہیں مکُن روباہ بازی شیر باش
خبردار! مکاری نہ کر، شیر بن

تا ز غیرت از تو یاراں نگسلند
تاکہ غیرت کی وجہ سے تجھ سے یار نہ کٹ جائیں

زانکہ آں خاراں عدوّے ایں گلند
اِسلئے کہ وہ کانٹے (اغیار) اِس گلستان (وحدت) کے دشمن ہیں

آتش[۳] اندر زن بگرگاں چوں سپند
کالے دانہ کی طرح اُن بھیڑیوں (اغیار) میں آگ لگا دے

زانکہ ایں گرگاں عدوّے یوسف اند
کیونکہ یہ بھیڑیئے یوسفؑ (محبوبِ حقیقی) کے دشمن ہیں

جانِ بابا گویدت ابلیس ہیں
خبردار! شیطان تجھے جانِ پدر کہے گا

تا بہ دَم بفریبدت دیوِ لعیں
تاکہ لعین شیطان تجھے فریب میں پھنسا لے

ایں چنیں تلبیس با بابات کرد
(شیطان نے) تیرے آبا (حضرت آدمؑ) سے ایسی

آدمؑ را ایں سیہ رُخ مات کرد
(حضرت) آدمؑ کو اُس سیاہ رُو نے ہرا دیا

بر سرِ شطرنج چست ست ایں غراب
یہ کوا شطرنج پر چست (ہو کر بیٹھا) ہے

تو مبیں بازی بچشمِ نیم خواب
تو بازی کو اونگھتی آنکھ سے نہ دیکھ

---

[۱] راہ زد۔ گمراہ کر دیا۔ لاف۔ بیہودہ دعویٰ۔ اجزات۔ اجزائے تو۔ راستاں۔ مازنین۔ سر مکش۔ سر دگردانی نہ کر۔ ترازو۔ یعنی ترازو کا باٹ۔ کاست۔ کم۔ ہم سنگ شدن۔ برابر تُلنا۔ دنگ شدن۔ حیران ہونا۔

[۲] اشدّاء۔ شدید کی جمع ہے سخت۔ اغیار۔ غیر کی جمع ہے۔ پاش۔ چھڑک۔ روباہ بازی۔ مکاری۔ تا ز غیرت۔ غیروں سے جُڑنا اپنوں سے ٹوٹنا ہے۔ خاراں۔ یعنی اللہ سے بیگانے۔ گُل۔ ذاتِ خداوندی۔

[۳] آتش زدن۔ برباد کرنا۔ گرگاں۔ یعنی اللہ کے دشمن۔ سپند۔ کالا دانہ جو بہت جلد آگ پکڑ لیتا ہے اور نظرِ بد کے دفع کرنے کیلئے اُسکو جلایا جاتا ہے۔ یوسفؑ یعنی محبوبِ حقیقی، حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنے باپ حضرت یعقوبؑ سے کہا تھا کہ یوسفؑ کو بھیڑیئے نے کھا لیا، اگرچہ یہ غلط تھا۔ مولانا نے اُن کے قول کے مطابق بھیڑیئے اور حضرت یوسفؑ کی دشمنی کو ذکر کر دیا ہے۔ جانِ بابا۔ نورِ نظر، لاڈلا بیٹا۔ دَم۔ فریب۔ بابات۔ بابائے تو۔ مات۔ شاہِ شطرنج کو مقید کر دینا جس شطرنجی کا شاہ مقید ہو جائے وہ ہار جاتا ہے، لہٰذا "مات کردن" مطلقاً ہرا دینے کے معنیٰ میں مستعمل ہو جاتا ہے

زانکه فرزینِ بند ہا داند بسے ۔۔۔ کہ بگیرد در گلویت چوں خسے
اس لئے کہ وہ فرزین کے بہت گھراؤ جانتا ہے ۔۔۔ تاکہ تیرے گلے میں تنکے کی طرح پھنس جائے

در گلو ماند خسِ او سالہا ۔۔۔ چیست آں خس مہرِ جاہ و مالہا
اُس (شیطان) کا تنکا گلے میں سالہا رہتا ہے ۔۔۔ وہ تنکا کیا ہے؟ رُتبہ اور مال کی محبت

مال خس باشد چو ہست آں بے ثبات ۔۔۔ در گلویت مانعِ آبِ حیات
مال چونکہ فانی ہے، وہ تنکا ہے ۔۔۔ تیرے گلے میں وہ آبِ حیات سے مانع ہے

گر بَرد مالت عدوّے پُر فنے ۔۔۔ رہزنے را بُردہ باشد رہزنے
اگر کوئی چالاک دشمن تیرا مال لے جائے ۔۔۔ ایک ڈاکو، دوسرے ڈاکو کا مال لے گیا

دزدیدنِ مارگیرے مارے را از مارگیرے دیگر

ایک سپنیرے کا دوسرے سپنیرے کے سانپ کو چُرانا

دُزدکے از مارگیرے مار بُرد ۔۔۔ زابلہی آں را غنیمت می شمرد
ایک چور، ایک سپنیرے کا سانپ لے گیا ۔۔۔ بیوقوفی سے اُس کو (مال) غنیمت سمجھ رہا تھا

وارہید آں مارگیر از زخمِ مار ۔۔۔ مار کُشت آں دزد را بس زار زار
وہ سپنیرا، سانپ کے زخم سے بچ گیا ۔۔۔ سانپ نے اُس چور کو بُری طرح مار ڈالا

مارگیرش دید پس بشناختش ۔۔۔ گفت از جاں مارِ من پرداختش
سپنیرے نے اُس کو دیکھا تو پہچان گیا ۔۔۔ بولا، اُس کو میرے سانپ نے بے جان کیا ہے

در دُعا می خواستے جانم ازو ۔۔۔ کِش بیابم، مار بستانم ازو
دعا میں میری جان اُس کو طلب کرتی تھی ۔۔۔ کہ میں اُس کو پکڑ لوں، سانپ اُس سے لے لوں

شُکرِ حق را کاں دُعا مردود شد ۔۔۔ من زیاں پنداشتم آں سود شد
اللہ (تعالیٰ) کا شکر ہے کہ وہ دعا مردود ہو گئی ۔۔۔ میں نے نقصان سمجھا تھا وہ نفع ہوئی

بس دُعا ہا کاں زیانست و ہلاک ۔۔۔ از کرم می نشنود یزدانِ پاک
بہت سی دعائیں جو نقصان اور ہلاکت ہیں ۔۔۔ اللہ پاک اُن کو کرم کی وجہ سے قبول نہیں کرتا ہے

مُصلح ست او مصلحت را داند او ۔۔۔ کاں دعا را باز می گرداند او
وہ مُصلح ہے اور مصلحت کو جانتا ہے ۔۔۔ کہ اُس دعا کو وہ لَوٹا دیتا ہے

واں دُعا گوینده شاکی می شود ۔۔۔ مے بَرد ظنِّ بد و آں بد بُوَد
دعا کرنے والا شاکی ہوتا ہے ۔۔۔ بُرا گمان کرتا ہے اور یہ بدگمانی بُری ہوتی ہے

---

۱ فرزین۔ شطرنج کے مُہروں میں بمنزلہ وزیر کے ہوتا ہے جو دو رُخی چال چل سکتا ہے اس کے گھِر جانے سے مات دیدینا آسان ہو جاتا ہے، فرزین بند ایسی چال کو کہا جاتا ہے جس میں فرزین گھِر جائے۔ خس۔ گھاس کا تنکا۔ مہر۔ محبت۔ جاہ۔ مرتبہ۔ بے ثبات۔ ناپائیدار۔ آبِ حیات۔ وہ پانی جس سے ابدی زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔ پُر فن۔ مکار۔ رہزنے۔ مال بھی راہزن ہے گمراہ کر دیتا ہے۔

۲ دزدک۔ کمینہ چور۔ مارگیر۔ سپنیرا۔ وارہید۔ نجات پاگیا۔ زخمِ مار۔ سانپ کا ڈسنا۔ زار۔ بُری حالت۔ پرداخت۔ خالی کر دیا۔ در دعا۔ یعنی سانپ کے مل جانے کی دعا کرتا تھا۔ کِش۔ کہ اش۔

۳ مردود۔ نامقبول۔ زیاں۔ نقصان۔ سود۔ فائدہ۔ مُصلح۔ بہتری کرنے والا۔ باز گردانیدن۔ لوٹا دینا۔ شاکی۔ شکوہ کرنے والا۔ بد بود۔ یعنی بدگمانی بُری ہوتی ہے۔

435

می نداند که بلائے خویش خواست — وز کرم حق آں بَدُو ناورد راست

وہ نہیں سمجھا کہ اُس نے اپنی مصیبت کی دُعا کی ہے — اور خدا نے کرم کر کے اُس کو قبول نہیں کیا ہے

اِلتماس کردنِ ہمراہ عیسیٰ علیہ السّلام بر زندہ کردنِ استخوانہا از عیسیٰ علیہ السّلام

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ساتھی کا اُن سے ہڈیوں کو زندہ کر دینے کی درخواست کرنا

گشت با عیسیٰ یکے اَبلہ رفیق — استخوانہا دید در گورِ عمیق

ایک بیوقوف (حضرت) عیسیٰ کا سفر کا ساتھی بن گیا — اُس نے ایک گہری قبر میں ہڈیاں دیکھیں

گفت اے ہمراہ نامِ آں سَنی ؑ — کہ بداں تو مُردہ زندہ می کُنی

کہنے لگا کہ اے ساتھی! اُس بلند ذات کا نام — ق — جس کے ذریعہ تم مُردے کو زندہ کرتے ہو

مر مرا آموز تا احساں کُنم — استخوانہا را بداں با جاں کُنم

مجھے سکھا دو، تاکہ میں اچھا کام کردوں — اُس کے ذریعہ ہڈیوں کو جاندار بنا دوں

گفت خامُش کُن کہ آں کارِ تو نیست — لائقِ اَنفاس و گفتارِ تو نیست

فرمایا، چُپ رہ کہ وہ تیرا کام نہیں ہے — تیرے سانسوں اور گفتار کے لائق نہیں ہے

کاں نَفَس خواہد زباراں پاک تر — وز فرشتہ در روش چالاک تر

وہ (نام) ایسا سانس چاہتا ہے جو بارش سے زیادہ — اور رفتار میں فرشتے سے زیادہ تیز ہو

عمرہا بایست تا دم پاک شُد — تا امینِ مخزنِ افلاک شُد

عمریں چاہئیں تاکہ سانس پاک ہو — اور آسمانوں کے خزانے کا امین بنے

خود گرفتی ایں عصا در دستِ راست — دستِ را دستانِ موسیٰ از کجاست

یہ لاٹھی تو نے داہنے ہاتھ میں پکڑلی ہے — ہاتھ میں موسوی اعجاز کہاں ہے؟

گفت گر من نیستم اَسرار خواں — ہم تو بر خواں نام را بر استخواں

وہ بولا، اگر میں اَسرار کے پڑھنے کے قابل نہیں ہوں — (تو) آپ ہی ہڈیوں پر نام پڑھ دیجئے

گفت عیسیٰؑ یارب ایں اَسرار چیست — میلِ ایں اَبلہ دریں گفتار چیست

حضرت عیسیٰؑ نے کہا اے خدا! یہ کیا راز ہے؟ — اس بیوقوف کا میلان اس گفتگو کی طرف کیوں ہے؟

چوں غمِ خود نیست ایں بیمار را — چوں غمِ جاں نیست ایں مُردار را

اِس بیمار کو اپنا غم کیوں نہیں ہے؟ — اس مُردے کو (اپنی) جان کا غم کیوں نہیں ہے؟

ؔ۵۱ بَدُو۔ بأو۔ ناورد۔ نیاورد۔ راست۔ مقبول۔ الہٰذا راضی برضاءِ الٰہی رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ تمھاری دعا قبول بھی نہ کرے تو۔ یہی سمجھنا چاہیئے کہ بھلائی اِسی میں تھی۔ اِلتماس کردن۔ اِس حکایت کا منشا بھی یہی ہے کہ انسان ایک بات کی خواہش کرتا ہے لیکن اُس کی بھلائی اُس میں نہیں ہوتی ہے۔ اَبلہ۔ بیوقوف۔ گور۔ قبر۔ بعض نسخوں میں گَوِ ہے جو گڑھے کے معنی میں ہے۔

ؔ۵۲ سَنی۔ بلند۔ احسان۔ اچھا کام کرنا۔ باجان۔ جاندار۔ خامُش کُن۔ چُپ ہو جا۔ اَنفاس۔ نَفَس کی جمع، سانس۔ عصا۔ لاٹھی۔ راست۔ دایاں۔ دستان۔ افسوں، اعجاز۔

ؔ۵۳ اَسرار۔ راز۔ نام۔ اسم اعظم۔ چوں۔ دوسرے کے لئے اسمِ اعظم کا خواہاں ہے۔

مُردهٔ خود را رها کردست اُو ¹
اُس نے اپنے مُردے کو چھوڑا ہے

مُردهٔ بیگانه را جوید رَفو
غیر کے مُردے کی بھلائی چاہتا ہے

گفت حق اِدبار اگر ادبار جوست
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا بدبخت ہے اگر بدبختی کا جویا ہے

خار رُوییدن جزاے کِشتِ اوست
اُس کی کھیتی کا نتیجہ کانٹوں کا اُگنا ہے

آنکه تخمِ خار را کارد در جهاں
جس شخص نے دنیا میں کانٹے کا بیج بویا

هاں وهاں او را مجو در گلستاں
خبردار، خبردار! اُس کو گُلستاں میں تلاش کر

گر گُلے گیرد بکف خارے شود
اگر وہ ہاتھ میں پھول لے گا تو وہ کانٹا بنجائیگا

در سُوئے یارے رود مارے شود
اگر دوست کی طرف جائیگا تو سانپ بنجائیگا

کیمیائے زهرِ مارست آں شقی
وہ بدبخت سانپ کے زہر (کی طرح) کی کیمیا ہے

بر خلافِ کیمیائے مُتّقی
مُتقی کی کیمیا کے برخلاف

هیں مکُن بر قول و فعلش اعتمید ²
خبردار! اُس کے قول و فعل پر بھروسہ نہ کر

کو ندارد میوهٔ مانندِ بید
وہ (درخت) بید کی طرح پھل نہیں رکھتا ہے

اندرز کردن صوفی خادم را در تیمار داشتِ بهیمه و لاحول گفتنِ آں خادم

صوفی کا خادم کو جانور کی خبر گیری کرنے کی نصیحت کرنا اور اُس خادم کا لاحول پڑھنا

صوفیئے می گشت در دورِ اُفق
ایک صوفی دنیا کے اطراف میں گشت کرتا تھا

تا شبے در خانقاهے شد قُنُق
ایک رات ایک خانقاہ میں مہمان ہو گیا

یک بهیمه داشت در آخُر بِبست
اُس کا ایک چوپایہ (سواری کا) تھا جس کو اصطبل میں باندھا

اُو بصدرِ صُفّه با یاراں نشست
وہ دوستوں کے ساتھ چبوترے کے صدر مقام پر بیٹھ گیا

پس مُراقب گشت با یارانِ خویش
پھر اپنے دوستوں کے ساتھ مراقبہ کرنے لگا

دفترے باشد حضورِ یار بیش
یار کی صحبت بہت بڑا دفتر ہوتی ہے

دفترِ صوفی سواد و حرف نیست ³
صوفی کا دفتر، سیاہی اور حرف نہیں ہے

جز دلِ اسپید همچوں برف نیست
برف کی طرح سفید دل کے سوا کچھ نہیں ہے

زادِ دانشمند آثارِ قلم
عقلمند کا توشہ قلم کے نشانات ہیں

زادِ صوفی چیست انوارِ قدم
صوفی کا توشہ کیا ہے، اللہ (تعالیٰ) کے انوار

ۛ۱ مُردۂ خود یعنی اپنی مُردہ رُوح۔ رَفو۔ بھلائی، اِصلاح۔ اِدبار۔ بدبختی، مبالغۃً بدبخت کے معنیٰ میں بولا گیا ہے۔ کِشت۔ کھیتی۔ کارَد۔ کاشتن بمعنیٰ بونا کا مضارع ہے۔ مارے شود۔ دوست کی صحبت ہلاکت کا سبب بنجائیگی۔ کیمیا۔ وہ فن ہے جس کے ذریعہ چیزوں کی ماہیت بدلتے ہیں، تانبے کو سونا بنا دیتے ہیں۔ شقی یعنی شقی سانپ کے زہر کی طرح کی کیمیا ہے جو زندہ کو مردہ کر دیتا ہے۔ مُتّقی۔ یعنی مُتّقی شخص مُردوں کی ماہیت تبدیل کر کے اُن کو بھلا بنا دیتا ہے۔

۲ اعتمید۔ اعتماد کا امالہ ہے، بھروسہ۔ بید۔ بے ثمر درخت ہے۔ اندرز۔ نصیحت۔ بہیمہ۔ چوپایہ یعنی سواری کا جانور۔ دورِ اُفق۔ اطرافِ عالم۔ قُنُق۔ ترکی لفظ ہے بمعنیٰ مہمان۔ آخُر۔ اصطبل۔ صَدر۔ صدر مقام۔ صُفّہ۔ چبوترہ۔ مراقب۔ مراقبہ کرنے والا یعنی ماسوا اللہ سے توجہ ہٹا کر خدا کی طرف متوجہ ہونے والا۔ حضور۔ یاد، معیتِ حق۔ بیش۔ اکثر، بیشتر۔

۳ سواد۔ سیاہی۔ اِسپید۔ سفید۔ زاد۔ توشہ۔ آثارِ قلم۔ یعنی نوشتۂ قلم۔ انوارِ قدم۔ انوارِ الٰہی۔

ہمچو صیادے[1] سوئے اِشکار شُد — گامِ آہو دید و بر آثار شد
اُس شکاری کی طرح جو شکار کے پیچھے لگا — ہرن کے قدم دیکھے اور نشانِ قدم پر چل پڑا

چندگاہش گامِ آہو درخورست — بعد ازاں خود نافِ آہو رہبرست
اُس کو کچھ دیر ہرن کے قدموں کی ضرورت ہے — اُس کے بعد خود ہرن کا نافہ اُس کا رہنما ہے

چونکہ شُکرِ گام کرد و رہ بُرید — لاجرم زاں گام در کامے رسید
چونکہ اُس نے نشانِ قدم کی قدر کی اور راستہ طے کیا — لامحالہ اُس قدم سے مقصد تک پہنچ گیا

رفتنِ یک منزلے بر بوئے ناف — بہتر از صد منزلِ گام و طواف
نافہ کی خوشبو پر ایک منزل چلنا — چکر کی سَو منزلوں سے بہتر ہے

آں[2] دلے کو مَطلعِ مہتابہاست — بہرِ عارف فُتِّحَتْ اَبوابُہاست
وہ دل جو بہت سے سورجوں کا مشرق ہے — عارف کے لئے فُتِّحَتْ اَبْوَابُہَا (کا مصداق) ہے

با تو دیوارست و با ایشاں درست — با تو سنگ و با عزیزاں گوہرست
(وہ دل) تیرے لئے دیوار اور اُن کیلئے دروازہ ہے — تیرے لئے پتھر اور پیاروں کے لئے موتی ہے

آنچہ تو در آئینہ بینی عیاں — پیر اندر خشت بیند پیش ازاں
تو جو کچھ آئینہ میں مشاہدہ کرتا ہے — پیر، لوہے کے ٹکڑے میں اُس سے پہلے دیکھ لیتا ہے

پیر ایشانند کایں[3] عالم نبود — جانِ ایشاں بود در دریائے جود
وہ اُس وقت سے پیر ہیں جبکہ یہ جہان نہ تھا — اُن کی روحیں دریائے حق میں تھیں

پیش ازیں تن عمرہا بگذاشتند — پیشتر از کشت بَر برداشتند
اِس جسم سے پہلے اُنھوں نے عمریں گزاری ہیں — اُنھوں نے کھیتی سے پہلے ہی پھل چُنے ہیں

پیشتر از نقش جاں پذرفتہ اند — پیشتر از بحر دُرہا سُفتہ اند
وہ جسم سے پہلے جان حاصل کرچکے ہیں — دریا سے پہلے ہی وہ موتی پرو چکے ہیں

مشورت کردن خدائے تعالیٰ با فرشتگان در ایجادِ خلق

مخلوق کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے مشورہ کرنا

لہ صیاد شکاری۔ اِشکار۔ شکار۔ گام یعنی نشانِ قدم۔ آثار۔ اثر کی جمع ہے نشانِ قدم۔ چندگاہ۔ کچھ دیر، سالک ابتداءً تجلیاتِ افعال کا مشاہدہ کرتا ہے پھر فرطِ شوق میں مطلوبِ حقیقی کے منازلِ قرب طے کرنے لگتا ہے پھر منجانب اللہ جذب و کشش ہوتی ہے تو منازل کی دشواریاں کم ہونے لگتی ہیں اور تجلی صفاتی اور تجلی ذاتی ہو جاتی ہے، سلوک کا تعلق سالک کی ذاتی سعی اور کوشش سے ہے اور اُسمیں غلطی کا امکان ہے، جذب منجانب اللہ ہے لہٰذا اُسمیں شیطانی مداخلت ممکن نہیں ہے اِسی وجہ سے مجرد سالک سے مجذوب سالک بدرجہا افضل ہے۔ بوئے ناف۔ نافۂ ہرن کی خوشبو یعنی منجانب اللہ جذب۔ بہتر۔ کسی بزرگ نے کہا ہے جَذْبَةٌ رَبَّانِيَّةٌ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ اللہ کی جانب سے ایک کشش جن و انس کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔ ٢ه آں دلے۔ پہلے کہا تھا مرشد کیلئے اُس کا دل وقف ہے، اب کہتے ہیں کہ اُس دل کے ذریعہ معارف کے دروازے کھلتے ہیں فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا۔ قرآنِ پاک میں فرمایا ہے کہ جنتیوں کے لئے جنت کے دروازے پہلے سے کھولدیئے جائینگے۔ شعر میں ضرورت کی وجہ سے فُتِحَتْ کی پہلی تا کو مشدد اور ابوابُہا کی دوسری با کو ساکن پڑھنا ہے۔ ٣ه با تو۔ عامی سے کچھ نہیں بڑھ سکتا لہٰذا اُس کے لئے بمنزلہ دیوار کے ہے۔ عزیزاں۔ گرامی قدر لوگ۔ خشت۔ مراد وہ لوہے کا ٹکڑا ہے جس کو صیقل کرکے آئینہ بنایا جاتا تھا۔

٤ه ایں عالم۔ عالمِ ناسوت، اولیاء کی روحیں عالمِ ارواح میں وہ سب کچھ حاصل کرتی ہیں جو عوام کو عالمِ ناسوت میں آنے کے بعد حاصل ہوگا۔ کشت۔ عالمِ ناسوت کے اعمالِ صالحہ۔ بَر۔ پھل یعنی اجر۔ نقش۔ یعنی جسم عنصری۔ بحر۔ یعنی عالمِ ناسوت۔ دُر۔ یعنی اعمالِ صالحہ کے نتائج۔

مشورت می رفت[۵۱] در ایجادِ خلق — جانِ شاں در بحرِ قدرت تا بحلق

مخلوق کے پیدا کرنے میں مشورہ ہو رہا تھا — اُنکی روح گلے گلے تک قدرت کے سمندر میں ڈوبی ہوئی تھی

چوں ملائک مانعِ آں می شدند — بر ملائک خفیہ خنبک می زدند

جب فرشتے اُس کے لئے مانع بنے — اُنھوں نے فرشتوں پر چپکے سے تالی پیٹی

مُطّلع بر نقشِ ہر چہ ہست شد — پیش ازاں کیں نقشِ گِل پابست شد

وہ ہر اُس چیز سے باخبر تھے جو وجود میں آئی — اُس سے پہلے کہ یہ صورت مٹی کی پابند ہو

پیشتر ز افلاک کیواں دیدہ اند — پیشتر از دانہا ناں دیدہ اند

اُنھوں نے آسمانوں سے پہلے زحل کو دیکھا ہے — اُنھوں نے دانوں سے پہلے روٹی دیکھی ہے

بے دماغ و دل پُر از فکرت بُدند — بے سپاہ و جنگ بر نُصرت زدند

وہ دماغ اور دل کے بغیر غور و فکر سے پُر تھے — اُنھوں نے بغیر لشکر اور جنگ کے (شیطان پر) فتح حاصل

آں[۵۲] عیاں نسبت بایشاں فکرت ست — ورنہ خود نسبت بدوراں رویت ست

وہ مشاہدہ اُن کے اعتبار سے (بمنزلہ) فکر کے ہے — ورنہ دور والوں کے اعتبار سے (وجود کے بعد مشاہدہ ہوگا)

فکرت از ماضی و مستقبل بود — چوں ازیں دو رست مشکل حل شود

فکر (کا تعلق) ماضی اور مستقبل سے ہوتا ہے — جبکہ اُن کا فکر اِس (ماضی و مستقبل) سے متعلق نہیں مسئلہ حل ہو گیا

دیدہ چوں بے کیف ہر باکیف را — دیدہ پیش از کاں صحیح و زیف را

چونکہ اُنھوں نے ہر باکیف کو بے کیف دیکھ لیا ہے — اُنھوں نے کان (کے وجود) سے پہلے ہی کھرے کھوٹے

پیشتر[۵۳] از خلقتِ انگورہا — خوردہ میہا و نمودہ شورہا

انگوروں کی پیداوار سے پہلے ہی — اُنھوں نے شرابیں پی لی ہیں اور مستیاں کھائی ہیں

در تموزِ گرم می بینند دے — در شعاعِ شمس می بینند فے

وہ ساون میں، ماگھ کو دیکھتے ہیں — وہ سورج کی شعاع میں سایہ دیکھتے ہیں

در دلِ انگور مے را دیدہ اند — در فنائے محض شیٔ را دیدہ اند

اُنھوں نے انگور کے دل میں شراب کو دیکھا ہے — اُنھوں نے عدمِ محض میں وجود کو دیکھا ہے

رُوح از انگور مے را دیدہ است — رُوح از معدوم شیٔ را دیدہ است

روح نے انگور کے اندر شراب کو دیکھا ہے — رُوح نے معدوم سے موجود کو دیکھا ہے

سے پہلے ہی وہ اُن کی کیفیات حاصل کر چکے تھے۔ تموز۔ ماگھ، ساون کے بعد آتا ہے۔ شعاع بسورج ڈھلے سایہ نمودار ہوتا ہے۔

۵۱ می رفت۔ می آمد۔ ایجاد۔ آفرینش۔ تا بحلق یعنی غرق۔ مانع۔ فرشتوں نے ایجادِ انسان اور اُس کی خلافت کے خلاف مشورہ دیا تھا۔ خنبک زدن۔ تالی بجانا، چونکہ اولیا کی ارواح کو مصالح کا علم تھا لہٰذا فرشتوں کی رائے پر از راہِ بے تکلفی ہنسی اُڑائی۔ نقش۔ جسمِ عنصری کیواں۔ زحل ستارہ بلندی کیں مشہور ہے۔ پیشتر۔ یعنی اعمال کے نتائج کا اُن کو علم تھا۔ بے دماغ۔ اُن کا ازل میں قوتِ علمیہ حاصل تھی۔ بے سپاہ۔ اُن کو ازل میں نصرت حاصل تھی۔

۵۲ آں عیاں۔ عالمِ ناسوت کی خلق سے قبل جو کچھ اُس کی چیزوں کا مشاہدہ اولیاء کو ہوا وہ اُن کے علوم میں بمنزلہ فکر کے ہے جس کے ذریعہ ادنیٰ درجہ کا علم حاصل ہوتا ہے۔ عوام کو یہی مشاہدہ اگر حاصل ہوگا تو بمنزلہ رویت کہلاتا ہے جس کے ذریعہ اعلیٰ درجہ کا علم حاصل ہوتا ہے اِسلئے کہ عوام کے علوم میں اِس سے زیادہ اعلیٰ کوئی علم نہیں ہے۔ دوراں۔ وہ لوگ جو تجلّیٔ حق سے دُور ہیں۔ فکرت۔ فکر کا تعلق ماضی اور مستقبل سے ہوتا ہے حل شود۔ چونکہ اولیاء کے سامنے سب حاضر ہے لہٰذا اُن کا فکر، فکر نہیں ہے بلکہ مشاہدہ ہے۔ بے کیف۔ وہ حقائق جو مادی نہیں ہیں، ذاتِ باری۔ زیف۔ کھوٹا۔

۵۳ پیشتر۔ ممکنات کے وجود

آسماں در دورِ ایشاں جرعہ نوش ۔ آفتاب از جودِ شاں زربفت پوش
آسمان ان کے دَور (جام) میں شراب نوش ہے ۔ سورج ان کی سخاوت سے زربفت پوش ہے

چوں از ایشاں مجتمع بینی دو یار ۔ ہم یکے باشند وہم شش صد ہزار
جب تو اُن میں سے دو یاروں کو اکٹھا دیکھے ۔ وہ ایک ہوں گے اور چھ لاکھ (بھی)

بر مثالِ موجہا اعدادِ شاں ۔ در عدد آوردہ باشد بادشاں
اُن کی شمار موجوں جیسی ہے ۔ جن کو ہوا گنتی میں لے آئی ہے

مُفترق شد آفتابِ جانہا ۔ در درونِ روزنِ اَبدانہا
روحوں کا سورج جدا جدا ہو گیا ہے ۔ جسموں کے سوراخوں میں

چوں نظر در قُرص داری خود یکیست ۔ آنکہ شد محجوبِ اَبداں در شکیست
جب تو سورج کی ٹکیہ کو دیکھے تو وہ ایک ہے ۔ جو بدنوں کے حجاب میں ہے وہ شک میں ہے

تفرقہ در رُوحِ حیوانی بُود ۔ نفسِ واحد رُوحِ انسانی بود
تعدد، حیوانی روح میں ہوتا ہے ۔ انسانی روح ایک جان ہوتی ہے

روحِ انسانی کنفسِ واحدست ۔ روحِ حیوانی سِفالِ جامدست
انسانی روح ایک نفس کی طرح ہے ۔ حیوانی روح جامد ٹھیکرا ہے

گفت حق رَشَّ عَلَیْہِمْ نُورَہٗ ۔ مُفترق ہر گزنہ گردد نورِ اُو
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اُن پر اپنا نور چھڑک دیا ہے ۔ اُس کا نور متعدد نہیں ہو سکتا ہے

عقلِ جزو از رمزِ ایں آگاہ نیست ۔ واقفِ ایں سِر بجز اللہ نیست
ناقص عقل اِس راز سے آشنا نہیں ہے ۔ اِس راز سے اللہ کے علاوہ کوئی واقف نہیں ہے

عقل را اندر چنیں سودا چہ کار ۔ کرِّ مادر زاد را سُرنا چہ کار
اِس معاملے میں عقل کا کیا کام؟ ۔ پیدائشی بہرے کو شہنائی سے کیا واسطہ؟

یک زماں بگذار اے ہمرہ ملال ۔ تا بگویم وصفِ خالے زاں جمال
اے ساتھی تھوڑی دیر کیلئے ملال کو چھوڑ دے ۔ تاکہ میں تجھ سے اُس حُسن کے ایک تِل کی تعریف کروں

در بیاں ناید جمالِ حالِ اُو ۔ ہر دو عالم چیست عکسِ خالِ اُو
اُس کی خوبی کا حُسن بیان نہیں کیا جا سکتا ۔ دونوں جہان کیا ہیں؟ اُس کے تِل کا عکس

چونکہ من از خالِ خوبش دم زنم ۔ نطق می خواہد کہ بشگافد تنم
جب میں اُس کے حسین تِل کا بیان کرتا ہوں ۔ گویائی چاہتی ہے کہ میرے جسم کو پھاڑ ڈالے

۱ جرعہ گھونٹ۔ زربفت۔ ایک قسم کا ریشمین سنہرا کپڑا۔ چوں از ایشاں۔ رُوحِ اعظم میں سب کا اشتراک ہے لہٰذا تمام اولیا حقیقت میں مُتحد اور ایک ہیں۔ ہم شش صد ہزار تشخص کے اعتبار سے اُن میں دوئی ہے اور باطنی قوت کے اعتبار سے وہ قائم مقام چھ لاکھ کے ہیں۔ بر مثالِ موج۔ موجوں کا تعدد ہوا کی وجہ سے ہے ورنہ حقیقت میں سب سمندر ہیں۔ مفترق سورج کا تعدد مختلف روزنوں کی وجہ سے ہے ورنہ حقیقت میں وہ ایک ہے۔

۲ روحِ حیوانی۔ اُس کا خاصہ زندگی اور شہوت ہے جو تفرقہ کا سبب ہے۔ روحِ انسانی۔ تعدد کے باوجود حقیقت میں مُتحد ہے۔ نورِ او۔ خدا کے نور میں تفرقہ ممکن نہیں ہے۔

۳ عقلِ جزو۔ ناقص عقل، عام انسانی عقل۔ رَمز۔ اشارہ، بھید کی بات۔ کَر۔ بہرا۔ مادر زاد۔ پیدائشی۔ سُرنا۔ شہنائی۔ خال۔ تِل، مُراد روحِ اعظم ہے۔ بشگافد تنم۔ جوش کے اظہار کے لئے صرف زبان کافی نہیں ہوتی، بدن پھٹ پڑنا چاہتا ہے۔

چون کُنم لب را کشادن نیست راہ — فکر تے کُن تا نماید رہِ اِلٰہ

میں کیا کروں لب کشائی کا موقع نہیں ہے — تدبیر کر تاکہ خدا رہنمائی کر دے

ہمچو مورے[1] اندریں خرمن خوشم — تا فزوں از خویش بارے میکشم

اس ڈھیر میں میں چیونٹی کی طرح خوش ہوں — اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ اُٹھا رہا ہوں

بستہ شدن تقریرِ معنیٔ حکایت بسببِ میلِ مُستمع باستماعِ صورتِ ظاہر حکایت و غیر آں

حکایت کے معنی کی تقریر کا بند ہو جانا چونکہ سننے والے کا رجحان حکایت کے ظاہر کی طرف ہے وغیرہ

کے گذارد آنکہ رشکِ روشنی ست — تا بگویم آنچہ فرض و گفتنی ست

(اسرار کی) وہ حقیقت جو رشک (کرنیوالی ذات) کب موقع دیتی ہے؟ — کہ میں فرض اور کہنے کی بات کہوں

بحر کف پیش آرد و سدے کُند — جر کُند وز بعدِ جر مدے کُند

سمندر سامنے جھاگ لے آتا ہے اور بندش کر دیتا ہے — کھینچ کرتا ہے اور کھینچ کے بعد ڈھیل دیتا ہے

ایں زماں بشنو چہ مانع شد، مگر — مُستمع را رفت دل جائے دگر

اب سُن کہ مانع کیا پیش آیا، شاید — سننے والے کا دل دوسری جگہ پہنچ گیا

خاطرش[2] شد سوئے صوفیِ قُنُق — اندراں سودا فرو شد تا عُنُق

اُس کا دل مہمان صوفی کی طرف چلا گیا — اِس معاملہ میں وہ گردن تک ڈوب گیا

لازم آمد باز رفتن زیں مقال — سوئے آں افسانہ بہرِ وصفِ حال

اِس گفتگو سے پلٹنا ضروری ہو گیا — اُس افسانہ کی طرف، حال بیان کرنے کیلئے

صوفیِ صورت مپندار اے عزیز — ہمچو طفلاں تا کے از جوز و مویز

اے عزیز! ظاہری صوفی نہ سمجھنا — بچوں کی طرح اخروٹ اور منقیٰ سے کب تک دلچسپی؟

جسمِ ما جوز و مویز ست اے پسر — گر تو مردی زیں دو چیز اندر گذر

اے بیٹا! ہمارا جسم اخروٹ اور منقیٰ ہے — اگر تو مرد ہے تو اِن دونوں چیزوں سے گزر جا

ور تو[3] اندر نگذری اِکرامِ حق — بگذراند مر ترا از نُہ طبق

اگر تو خود، نہ گذر سکے گا تو اللہ (تعالیٰ) کا کرم — تجھے نو آسمانوں سے گزار دے گا

بشنو اکنوں صورتِ افسانہ را — لیک ہیں از کہ جُدا کُن دانہ را

اب افسانہ کی صورت سُن لے — لیکن خبردار! بُھس سے غلّہ کو جُدا کر لینا

---

[1] مور چیونٹی۔ خرمن۔ انبار۔ فزوں۔ زیادہ۔ بار۔ بوجھ۔ رشکِ روشنی۔ اللہ تعالےٰ جو اسرار کے افشار سے روکتا ہے۔ بحر۔ سمندر۔ کف۔ جھاگ۔ سد۔ روک۔ جر۔ کھینچنا۔ مد۔ پھیلانا۔ مُستمع سننے والا۔

[2] خاطر۔ طبیعت، دل۔ قُنُق۔ ترکی لفظ ہے مہمان۔ عُنُق۔ گردن۔ مقال، بات چیت۔ صوفی صورت۔ ظاہری صوفی۔ جوز۔ اخروٹ۔ مویز منقیٰ۔ جسم۔ مادی جسم کی مشغولیت طفلانہ حرکت ہے

[3] ور تو۔ اگر انسان ناقص کوشش سے روح کے منازل طے نہیں کر پاتا ہے تو خدا کی مدد شامل حال ہو جاتی ہے۔ نہ طبق۔ نو آسمان یعنی ملاءِ اعلیٰ۔ دانہ را۔ یعنی قصہ کی روح کو سمجھ لے۔

التزام کردنِ خادم تعهدِ بہیمہ را و تخلف نمودن

خادم کا چوپائے کی نگرانی اپنے ذمہ لینا اور وعدہ خلافی کرنا

حلقۂ آں صوفیانِ مُستفید[1] | چونکہ در وجد و طرب آخر رسید
استفادہ کرنے والے صوفیوں کا حلقہ | جب وجد اور طرب میں ختم ہوا

خواں بیاوردند بہرِ میہماں | از بہیمہ یاد آورد آں زماں
وہ مہمان کے لئے خوان لائے | تب اُس نے چوپائے کو یاد کیا

گفت خادم را کہ در آخُر برو | راست کُن بہرِ بہیمہ کاہ و جو
خادم سے کہا اصطبل میں جا | چوپائے کے لئے گھاس اور جو تیار کر

گفت لاحول ایں چہ افزوں گفتن ست | از قدیم ایں کارہا کارِ من ست
اُس نے کہا لاحول یہ کیا زیادہ کہنے کی بات ہے | یہ کام تو میرے ہمیشہ کے کام ہیں

گفت تر کُن آں جوش را از نخست[2] | کاں خرک پیر ست و دندانہاش سست
اُس نے کہا اُس کے جو کو پہلے بھگو لینا | کیونکہ گدھا بوڑھا ہے اور اسکے دانت کمزور ہیں

گفت لاحول ایں چہ می گوئی مہا | از من آموزند ایں ترتیب ہا
اُس نے کہا لاحول یہ جناب کیا فرماتے ہیں! | یہ باتیں لوگ مجھ سے سیکھتے ہیں

گفت پالانش فرونہ پیش پیش | داروئے منبل بنہ بر پُشتِ ریش
اُس نے کہا اُس کا فوراً پالان اُتار دے | زخمی کمر پر منبل دوا مل دینا

گفت لاحول آخر ایں حکمت گذار | جنسِ تو مہمانم آمد صد ہزار
اُس نے کہا لاحول اِس حکمت کو رہنے دے | تجھ جیسے ہزاروں مہمان میرے یہاں آئے ہیں

جملہ راضی[3] رفتہ اند از پیشِ ما | ہست مہمان جانِ ما و خویشِ ما
ہمارے پاس سے سب خوش گئے ہیں | مہمان تو ہمارا اپنا اور جان ہے

گفت آبش دہ و لیکن شیر گرم | گفت لاحول از توام بگرفت شرم
اُس نے کہا اُس کو پانی پلا دے لیکن نیم گرم | اُس نے کہا لاحول میں تو تجھ سے شرمندہ ہو رہا ہوں

گفت اندر جَو تو کمتر کاہ کُن | گفت لاحول ایں سخن کوتاہ کُن
اُس نے کہا جو میں گھاس کم ملانا | اُس نے کہا لاحول، بات مختصر کر

گفت جایش را بروب از سنگ و پُشک | در بود تر ریز بروے خاکِ خشک
اُس نے کہا اُس کا تھان کنکر اور لید سے صاف کرنا | اگر گیلا ہو خشک مٹی ڈال دینا

[1] مُستفید۔ فائدہ حاصل کرنے والا۔ وجد کیفیت وجدیہ جو صوفیا پر طاری ہوتی ہے۔ خوان۔ کھانے کی سینی۔ بہیمہ۔ چوپایہ یعنی صوفی کا گدھا۔ آخُر۔ اصطبل، چراگاہ۔ کاہ۔ گھاس۔ افزوں گفتن۔ زیادہ کہنا۔

[2] نخست۔ ابتدا۔ خرک۔ معمولی گدھا۔ تھا۔ بزرگ، بڑا۔ پالان۔ گدھے کا چارجامہ۔ منبل۔ ایک دوا کا نام ہے جو زخموں پر لگائی جاتی ہے۔ ریش۔ زخم، زخمی۔ صد ہزار۔ لاکھ۔

[3] راضی۔ چونکہ میں نے اچھی خدمات انجام دی ہیں۔ شیر گرم۔ نیم گرم۔ بگرفت شرم آپ کی غیر ضروری باتوں سے شرمندہ ہو رہا ہوں۔ پُشک۔ مینگنی، لید۔

گفت لاحول اے پدر لاحول کُن ۔۔۔ بارسولِ اہل کمتر کُن سخن
اس نے کہا لاحول، اے بابا لاحول پڑھ ۔۔۔ لائق قاصد سے بات کم کر

گفت پستانش بشانہ پشتِ خر بخار ۔۔۔ گفت لاحول اے پدر شرمے بدار
اس نے کہا کھریرا لے، گدھے کی کمر پر پھیر دے ۔۔۔ اس نے کہا لاحول اے بابا شرم کر

گفت دُم افسار را کوتہ بہ بند ۔۔۔ تا ز غلطیدن نیفتد اُو بہ بند
اس نے کہا پچھاڑی چھوٹی کر کے باندھ ۔۔۔ تاکہ لوٹنے میں اس میں نہ پھنس جائے

گفت لاحول اے پدر چندیں مثال ۔۔۔ بہرِ خر چندیں مَرو اندر جُوال
اس نے کہا لاحول اے بابا! اس قدر نہ رو ۔۔۔ گدھے کے لئے اس قدر پریشان نہ ہو

گفت بر پشتش فگن جُل زود تر ۔۔۔ زانکہ شب سرماست اے کانِ ہنر
اس نے کہا کہ اس کی کمر پر جلد جھول ڈال دے ۔۔۔ اے ہنرمند! چونکہ سردی کی رات ہے

گفت لاحول اے پدر چندیں مگو ۔۔۔ استخواں در شیر چوں نبوَد مجو
اس نے کہا لاحول اے بابا! اس قدر باتیں نہ کر ۔۔۔ دودھ میں ہڈی نہیں ہوتی ہے تلاش نہ کر

من ز تو اُستا ترم در فنِ خود ۔۔۔ میہماں آید مرا از نیک و بد
میں اپنے فن میں تجھ سے زیادہ اُستاد ہوں ۔۔۔ میرے پاس اچھے اور برے مہمان آتے رہتے ہیں

لائقِ ہر میہماں خدمت کنم ۔۔۔ من ز خدمت چوں گل و چوں سوسنم
میں مہمان کے مناسب خدمت کرتا ہوں ۔۔۔ میں خدمت ہی کی وجہ سے پھول اور سوسن کی طرح ہوں

خادم ایں گفت و میاں را بست چست ۔۔۔ گفت رفتم کاہ و جو آرم نخست
خادم نے یہ کہا اور کس کر کمر باندھی ۔۔۔ بولا، جاتا ہوں پہلے گھاس اور جو لاؤں

رفت وز آخر نکرد اُو ہیچ یاد ۔۔۔ خوابِ خرگوشے بداں صوفی فتاد
وہ چلا گیا اور اصطبل کی کوئی بات یاد نہ رکھی ۔۔۔ اس صوفی کو غفلت کی نیند آگئی

رفت خادم جانبِ اوباش چند ۔۔۔ کرد بر اندرزِ صوفی ریشخند
خادم چند آواروں کے پاس پہنچا ۔۔۔ صوفی کی نصیحت کی مذاق اڑائی

صوفی از رہ ماندہ بود و شد دراز ۔۔۔ خوابہا می دید با چشمِ فراز
صوفی راستہ کا تھکا ہوا تھا، لیٹ گیا ۔۔۔ بند آنکھوں سے خوابیں دیکھ رہا تھا

کاں خرش در چنگ گرگے ماندہ بود ۔۔۔ پارہا از پشت و رانش می ربود
کہ وہ گدھا ایک بھیڑیئے کے پنجے میں ہے ۔۔۔ وہ اس کی کمر اور ران کے ٹکڑے اتار رہا ہے

---

۱ رسولِ اہل۔ سمجھدار قاصد۔ شانہ۔ یعنی کھریرا۔ دُم افسار۔ پچھاڑی۔ غلطیدن۔ لوٹنا۔ مثال۔ نہ رُو۔ جوال۔ صاحب غیاث نے بمعنی بورا جس میں غلہ یا گھاس بھر کر گھوڑے کے گدھے پر لادا جاتا ہے نیز بمعنی جسم لکھا ہے۔ بعض شارحین نے در جوال افتن کے معنی دھوکا کھانا اور پریشان ہونا لکھا ہے ہم نے اسی اعتبار سے ترجمہ کر دیا ہے۔

۲ جُل۔ جھول۔ استخواں۔ دودھ میں ہڈی ڈھونڈنا فضول کام ہے۔ اُستا۔ استاد۔ سوسن۔ آسمانی رنگ کا ایک خوشبو دار پھول ہے۔ خوابِ خرگوش۔ کچھوے اور خرگوش کی دوڑ کی بازی کے مشہور قصہ کی طرف اشارہ ہے، یعنی خوابِ غفلت۔

۳ اوباش۔ فارسی میں مفرد سمجھا جاتا ہے، کمینہ، آوارہ۔ ریشخند۔ مذاق، دل لگی۔ شد دراز۔ لمبے پیر کر کے سوگیا۔ بعض نسخوں میں شب دراز ہے یعنی شب دراز بود۔

گفت لاحول ایں چہ مالیخولیاست[1] — اے عجب آں خادمِ مُشفق کجاست
بولا، لاحول، یہ کیا دیوانگی ہے؟ — ہائے تعجب! وہ مہربان نوکر کہاں ہے؟

باز میدید آں خرش در راہرو — گہ بچاہے می فتاد و گہ بہ گو
پھر اُس نے دیکھا کہ اُس کا وہ گدھا راستہ چلتے میں — کبھی کنوئیں میں گرتا تھا، کبھی گڑھے میں

گوناگوں می دید ناخوش واقعہ — فاتحہ می خواند با اَلْقَارِعَہ
قسم قسم کے ناخوشگوار واقعات دیکھتا تھا — سورۃ الحمد مع سورۃ القارعۃ کے پڑھتا تھا

گفت چارہ چیست یاراں خستہ اند — رفتہ اند و جملہا در بستہ اند
اُس نے کہا تدبیر کیا ہو دوست تھکے ہوئے ہیں — سب چلے گئے ہیں اور دروازہ بند کر لیا ہے؟

باز می گفت اے عجب آں خادمک — نے کہ با ما گشت ہم نان و نمک
پھر کہتا ہائے تعجب، وہ نالائق نوکر — کیا ہمارا ہم پیالہ و ہم نوالہ نہیں بنا ہے

من نکردم با وے اِلّا لطف و لیں — اُو چرا با من کند بر عکس کیں
میں نے تو اُسکے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی برتی — وہ کیوں برعکس کینہ کرتا ہے؟

مر عداوت را سبب باید سند — ورنہ جنسیت وفا تلقیں کند
دشمنی کی بنا کے لئے کوئی سبب ہونا چاہیئے — ورنہ ہم جنس ہونا، وفاداری سکھاتا ہے

باز[2] می گفت آدمؑ با لطف و جود — کے براں ابلیس جورے کردہ بود
پھر کہتا کہ مہربانی اور کرم کرنے والے آدمؑ نے — کب اُس شیطان پر ظلم کیا تھا؟

آدمی مر مار و کژدم را چہ کرد — کو ہمیخواہند اُو را مرگ و درد
آدمی نے سانپ اور بچھو کے ساتھ کیا کیا ہے؟ — کہ وہ اُس کی تکلیف اور موت کے خواہاں ہیں

گرگ را خود خاصیت بدریدن است — ایں حسد در خلق آخر روشن است
بھیڑیئے کی اپنی خاصیت پھاڑ ڈالنا ہے — مخلوق میں یہ حسد کرنا کُھلا ہوا ہے

باز میگفت ایں گمانِ بد خطاست — بر برادر ایں چنیں ظنم چراست
پھر کہتا یہ بدگمانی بُری ہے — بھائی کے بارے میں یہ میرا گمان کیوں ہے؟

باز گفتے حزم سوءُ الظنّ تست — ہر کہ بدظن نیست کے ماند درست
پھر کہتا بدگمانی تیری پختہ کاری ہے — جو بدظن نہیں ہے وہ کب بچتا ہے؟

صوفی اندر وسوسہ و آں خر چناں[3] — کہ چناں بادا جزائے دشمناں
صوفی وسوسوں میں، اور وہ گدھا اِس حال میں — کہ دشمنوں کی یہ سزا ہو

[1] مالیخولیا۔ جنون کی ایک قسم ہے۔ گو۔ گڑھا۔ گوناگوں۔ قسم قسم۔ فاتحہ۔ سورۃ الحمد، القارعۃ۔ یہ دونوں سورتیں مصیبت کے دفع کرنے کے لئے پڑھی جاتی ہیں۔ خستہ۔ تھکا ماندہ۔ خادمک۔ کاف تحقیر کا ہے۔ لطف۔ مہربانی۔ لین۔ نرمی۔ کین۔ کینہ دری۔ سند۔ ٹیک، بنیاد۔ جنسیت۔ ہم جنس ہونا۔ تلقین۔ پڑھانا، سکھانا۔

[2] باز می گفت۔ پہلے سوچا کہ بدی کرنے کا کوئی سبب ہوتا ہے، پھر خیال آیا کہ بُرائی کرنے والے بلاوجہ بھی بُرائی کرتے ہیں۔ جور۔ ظلم۔ کژدم۔ بچھو۔ شعر
نیش عقرب نہ از پئے کین است
مقتضائے طبیعتش این است
حسد۔ اپنے ذاتی حسد کی وجہ سے انسان دوسرے کے ساتھ بلاوجہ بُرائی کرتا ہے۔ برادر۔ یعنی خادم۔ سوء الظن۔ بدگمانی حزم۔ پختہ کاری، احتیاط۔

[3] کہ چناں۔ گدھا ایسی مصیبت میں مبتلا تھا کہ دشمن کو نصیب ہو۔

آں خرِ مسکیں میانِ خاک و سنگ — کژ شدہ پالاں دریدہ پالہنگ[1]

وہ بیچارہ گدھا پتھر اور مٹی میں — پالان ٹیڑھا اور باگ ڈور شکستہ

خستہ از رہ جملہ شب بے علف — گاہ در جاں کندن و گہ در تلف

راستہ کا تھکا ماندہ، تمام رات بغیر گھاس کے — کبھی جاں کنی میں، اور کبھی ہلاکت میں

خر ہمہ شب ذکر می کرد اے اِلٰہ — جَو رہا کردم کم از یکمشت کاہ

گدھا تمام رات کہتا تھا، اے خدا! — میں نے جَو چھوڑے، ایک مٹھی گھاس ہی مل جائے

با زبانِ حال می گفت اے شیوخ — رحمتے کُن سوختم زیں خامِ شوخ

زبانِ حال سے کہتا تھا، اے بزرگو! — رحم کرو میں اس ناتجربہ کار بے شرم کے ہاتھوں جل گیا

آنچہ آں خر دید از رنج و عذاب — مُرغِ خاکی بیند اندر سیلِ آب

جو رنج اور عذاب اُس گدھے نے دیکھا — خشکی کا پرندہ پانی کے بہاؤ میں دیکھتا ہے

پس بہ پہلو گشت آں شب تا سحر — آں خرِ بیچارہ از جوع البقر[2]

رات سے صبح تک بہت پہلو بدلتا رہا — وہ بیچارہ گدھا، بھوک کی شدت سے

نالہ می کرد از فراقِ کاہ و جَو — مُستمند از اشتیاقِ کاہ و جَو

گھاس اور جَو کی جدائی میں روتا تھا — گھاس اور جَو کے شوق میں غمزدہ تھا

ہمچنیں در محنت و در درد و سوز — نالہا می کرد آں شب تا بروز

درد و سوزش اور تکلیف میں اسی طرح — اُس رات (میں) دن تک روتا رہا

روز شد خادم بیامد بامداد[3] — زود پالاں جُست بر پشتش نہاد

دن ہوا، خادم صبح کو آیا — بہت جلد اُس کی کمر پر پالان کس دیا

خر فروشانہ دو سہ زخمش بزد — کرد با خر آنچہ زاں سگ می سزد

گدھے بیچنے والوں کی طرح دو تین چوٹیں لگائیں — گدھے سے وہ کیا جو کتے کے لائق ہوتا ہے

خر جہندہ گشت از تیزیِ نیش — کو زباں تا خر بگوید حالِ خویش

چوٹ کی تیزی سے گدھا کودنے لگا — زبان کہاں تھی کہ گدھا اپنی حالت بتاتا؟

گمان بُردنِ کاروانیاں کہ بہیمۂ صوفی رنجور است

قافلہ والوں کا گمان کرنا کہ صوفی کا گدھا بیمار ہے

چونکہ صوفی بر نشست و شد رواں — خر بروُ افتادن آمد در زماں

جب صوفی بیٹھا، اور روانہ ہوا — اُس وقت گدھا مُنہ کے بل گرنے لگا

[1] پالہنگ۔ باگ ڈور۔ علف۔ گھاس، چارہ۔ جاں کندن۔ نزع، جان نکلنا۔ تلف۔ ہلاکت۔ ذکر یعنی گدھا دعا کرتا تھا کہ جَو نہ سہی ایک مٹھی گھاس ہی مل جائے۔ خام یعنی ناتجربہ کار مالک جس نے خادم پر بھروسہ کرلیا تھا۔ شوخ۔ شریر۔ مرغ خاکی خشکی کا پرندہ۔ سیل۔ بہاؤ۔

[2] جوع البقر۔ بیل کی سی بھوک، ایک مرض ہے جب انسان اس میں مبتلا ہوجاتا ہے ہر وقت کھاتا ہے کسی وقت بھوک بند نہیں ہوتی۔ مستمند۔ رنجیدہ۔

[3] بامداد۔ صبح۔ زخم۔ چوٹ۔ بزد۔ تاکہ وہ تیز چلنے لگے۔ آنچہ۔ یعنی مارنا، ڈانٹنا۔ جہندہ۔ کودنے والا۔ نیش۔ یعنی ڈنڈے کی چوٹ۔ بہیمہ۔ یعنی گدھا۔ رنجور۔ بیمار۔ بروُ افتادن۔ مُنہ کے بل گرنا۔

ہر زمانش خلق[1] می برداشتند | جملہ رنجورش ہمی پنداشتند
ہر موقع پر لوگ اُس کو اُٹھا دیتے | سب ہی نے اُس کو بیمار سمجھا

آن یکے گوشش ہمی پیچید سخت | واں دگر در زیرِ گامش جست لخت
کوئی اُس کا کان، سخت مروڑتا | کوئی دوسرا اُس کے قدم کے نیچے کنکر تلاش کرتا

واں دگر در نعلِ اُو می جست سنگ | واں دگر در چشمِ اُو می دید رنگ
کوئی اُس کے کھُر میں پتھر ڈھونڈتا | کوئی اُس کی آنکھ کی رنگت دیکھتا

باز می گفتند اے شیخ ایں ز چیست | دی ہمی گفتی کہ شکر ایں خر قویست
پھر کہتے اے شیخ! اس کو کیا ہوا ہے؟ | کل تو کہتا تھا کہ (خدا کا) شکر ہے یہ گدھا مضبوط ہے

گفت آں خر کو بشب لاحول خورد | جز بدیں شیوہ نداند راہ برد
اُس نے کہا وہ گدھا جس نے رات کو لاحول کھائی ہو | اس طریقہ کے علاوہ راستہ طے نہیں کر سکتا ہے

چونکہ قوتِ خر بشب لاحول بود | شب مسبّح بود و روز اندر سجود
چونکہ رات کو گدھے کی خوراک لاحول تھی | رات کو تسبیح خواں تھا اور دن میں سجدہ میں ہے

چوں ندارد کس غمِ تو ممتحن[2] | خویش کارِ خویش باید ساختن
اے مبتلا! جب کسی کو تیری فکر نہ ہو | اپنا کام خود کر لینا چاہیے

آدمی خوار اند اغلب مردماں | از سلام علیک شاں کم جو اماں
اکثر لوگ مردم خور ہیں | اُن کی سلام علیک سے مطمئن نہ ہو

خانۂ دیو ست دلہائے ہمہ | کم پذیر از دیوِ مردم دمدمہ
سب کے دل شیطان کا مسکن ہیں | انسانی شیطان سے فریب نہ کھا

از دمِ دیو آنکہ اُو لاحول خورد | ہمچو آں خر در سر آید در نبرد
جو شیطان کے افسوں سے دھوکا کھا گیا | معرکہ میں وہ گدھے کی طرح سر کے بل گر پڑیگا

ہر کہ در دنیا خورد تلبیسِ[3] دیو | وز عدوّے دوست رُو تعظیم ریو
جو دنیا میں شیطان کا دھوکا کھاتا ہے | اور دوست نما دشمن سے تعظیم اور فریب کھاتا ہے

ق

در رہِ اسلام بر پولِ صراط | در سر آید ہمچو آں خر از خباط
اسلامی طریقہ کے مطابق پل صراط پر | حماقت کی وجہ سے اس گدھے کی طرح سر کے بل گریگا

عشوہائے یارِ بد منیوش ہیں | دام بیں ایمن مرو تو بر زمیں
خبردار! شریر دوست کے نخرے نہ سنہ | جال کو دیکھ زمین پر بے پرواہ ہو کر نہ چل

[1] خلق۔ لوگ۔ پنداشتند۔ اُس کے گرنے سے اُس کو بیمار سمجھنے لگے۔ گام۔ قدم۔ لخت۔ یعنی کوئی سخت ٹکڑا۔ در چشم اُو۔ جانور کی آنکھوں کے رنگ سے بیماری کی شناخت کی جاتی ہے۔ ز چیست۔ گرنے کا کیا سبب ہے۔ دی۔ کل گذشتہ۔ کو۔ کہ او۔ لاحول خورد۔ یعنی اُس گدھے نے چارے کے بجائے خادم کی لاحول کھائی ہے۔ شیوہ۔ طریقہ۔ راہ بردن۔ چلنا۔ مسبّح۔ تسبیح پڑھنے والا۔ سجود۔ مُنہ کے بل گرنے کو سجدہ سے تعبیر کیا ہے۔

[2] ممتحن۔ مبتلائے آزمائش۔ آدمی خوار۔ مردم خور۔ اغلب۔ اکثر۔ کم، نفی کے معنیٰ میں ہے۔ دیو۔ شیطان۔ دیوِ مردم۔ شیطان سیرت انسان۔ دمدمہ۔ فریب۔ لاحول خوردن۔ دھوکے میں آجانا۔ در سر آمدن۔ سر کے بل گرنا۔

[3] تلبیس۔ فریب۔ ریو۔ مکر۔ پول۔ پُل۔ خباط۔ دیوانگی، بیوقوفی۔ عشوہ۔ ناز و انداز، فریب۔ منیوش۔ مت سُن۔ دام۔ جال۔ ایمن۔ مطمئن۔

466

صد ہزار ابلیس لاحول آر[1] بیں — آدما ابلیس را در مار بیں

لاحول پڑھنے والے لاکھوں شیطانوں کو مدِ نظر رکھ — اے آدم! شیطان کو سانپ میں دیکھ

دم دہد گوید ترا اے جانِ دوست — تا چو قصابے کشد از گوشت پوست

دھوکا دے گا، تجھے "اے جانِ دوست" کہے گا — تاکہ قصاب کی طرح گوشت سے کھال کھینچ لے

دم دہد تا پوستت بیروں کشد — وائے آں کز دشمناں افیوں چشید

وہ فریب دے گا تاکہ تیری کھال کھینچ لے — اس پر افسوس ہے جو دشمنوں سے افیون کھائے

سر نہد بر پائے تو قصاب وار — دم دہد تا ریزدت خوں زار زار

قصائی کی طرح تیرے پیر پر سر رکھتا ہے — فریب دیتا ہے تاکہ خوب تت سے تیرا خون بہائے

ہمچو شیراں صیدِ خود را خویش کن — ترکِ عشوہ اجنبی و خویش کن

شیر کی طرح اپنے لئے خود شکار کر — اپنے اور غیر کے مکر سے بچ

ہمچو خادم داں مراعاتِ خساں — بیکسی بہتر ز عشوہ ناکساں

کمینوں کی مدارات خادم جیسی سمجھ — نالائقوں کی ناز برداری کرنے سے بیکسی بہتر ہے

در زمینِ مردماں خانہ مکن — کارِ خود کن[2] کارِ بیگانہ مکن

دوسروں کی زمین میں گھر نہ بنا — اپنے کام میں لگ جا بیگانے کے کام کو چھوڑ

کیست بیگانہ تنِ خاکیِ تو — کز برائے اوست غمناکیِ تو

بیگانہ کون ہے تیرا خاکی جسم ہے — جس کے لئے تو فکر مند ہے

تا تو تن را چرب و شیریں می دہی — جوہرِ جاں را نہ بینی فربہی

جب تک تو جسم کو تر اور میٹھے (لقمے) دیتا ہے — روح کے جوہر میں تو موٹاپا نہ پائے گا

گر میانِ مشک تن را جا شود — روزِ مردن گندِ او پیدا شود

اگر جسم کی جگہ مشک میں (بھی) ہو گی — موت کے دن اس میں بدبو پیدا ہو جائیگی

مشک[3] را بر تن مزن بر دل بمال — مشک[3] چہ بود نامِ پاکِ ذوالجلال

مشک کو جسم پر نہ مل، دل پر مل — مشک کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی ہے

آں منافق مشک بر تن می نہد — روح را در قعرِ گلخن می نہد

منافق جسم پر مشک ملتا ہے — روح کو بھٹی میں جھونکتا ہے

بر زباں نامِ حق و در جانِ او — گندہا از کفرِ بے ایمانِ او

زبان پر اللہ (تعالیٰ) کا نام اور اس کی روح میں — بے ایمان کفر کی گندگیاں ہیں

[1] لاحول آر۔ یعنی لاحول پڑھنے والے۔ آدما۔ اے آدم۔ ابلیس دربارۂ مشہور ہے کہ جنت میں حضرت آدمؑ کو دھوکا دینے کیلئے شیطان سانپ کے پیٹ میں چھپ کر گیا تھا۔ جانِ دوست۔ دھوکا دینے کے لئے جانِ من کہتا ہے اور محبت کا اظہار کرتا ہے۔ دم دہد۔ دھوکا دیتا ہے۔ افیوں چشیدن۔ کسی کی باتوں سے دھوکا کھا جانا۔ زار زار۔ بری طرح۔ عشوہ۔ ناز و انداز۔ خادم۔ یعنی خانقاہ والا خادم۔ مراعات۔ رعایتیں۔ خساں۔ کمینے لوگ۔ ناکس۔ نالائق۔

[2] کارِ خود۔ تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔ کیست۔ لوگ بیگانہ صرف غیر آدمی کو سمجھتے ہیں لیکن جسمِ خاکی بھی بیگانہ ہے جو ساتھ نہ دیگا۔ تا تو تن۔ تن پروری بھی بیگانے کے کام میں لگنا ہے۔ جوہرِ جاں۔ تن پروری سے روح کمزور ہوتی ہے۔ گر میان۔ گل سڑ جانے والی چیز کی نگہداشت زیادہ مناسب نہیں ہے۔

[3] مشک۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روح معطر ہوتی ہے۔ قعر۔ گہرائی۔ گلخن۔ بھٹی۔ دوزخ۔ بر زباں۔ منافق بظاہر خدا کا نام لیتا ہے لیکن اس کے دل میں گندگی ہے۔

٦٦٦

ذکرؔ[1] با او ہمچو سبزہ گلخن ست — بر سر مبرز گلست و سوسن ست

اُس کا ذکر (و فکر) کوڑی کے سبزہ کی طرح ہے — پاخانہ پر پھول اور سوسن ہے

آں نبات آنجا یقین عاریت ست — جائے آں گل مجلس ست و عشرت ست

وہ سبزہ اُس جگہ پر یقیناً عارضی ہے — اُس پھول کی جگہ مجلس اور (مقام) عشرت ہے

طیبات آمد برائے طیبین — لِلْخَبِیثَاتِ الْخَبِیثِیْن ست ہیں

اچھی چیزیں اچھوں کے لئے ہیں — ہاں، بُرائیاں بُروں کے لئے ہیں

کیں مدار آنہا کہ از کیں گمرہند — گورِ شاں پہلوئے کیں داراں نہند

کینہ وری نہ کر، وہ لوگ جو کینہ کی وجہ سے گمراہ ہیں — اُن کی قبر کینہ وروں کے پہلو میں بنائینگے

اصلِ کینہ دوزخ ست[2] و کینِ تو — جزوِ آں کُل ست و خصمِ دینِ تو

کینہ کی اصل دوزخ ہے اور تیرا کینہ — اُس کُل کا جزء ہے اور تیرے دین کا دشمن ہے

چوں تو جزوِ دوزخی پس ہوش دار — جزو سوئے کُلِ خود گیرد قرار

چونکہ تو دوزخ کا جزء ہے، لہٰذا سمجھ لے — جزء اپنے کُل کی جانب ہی قرار پکڑتا ہے

ور تو جزوِ جنّتی اے نامدار — عیشِ تو باشد ز جنّت پائدار

اے نامور! اگر تُو جنت کا جزء ہے — تیری زندگی جنت کی وجہ سے پائیدار ہوگی

تلخ با تلخاں یقیں مُلحق شود — کے دمِ باطل قرینِ حق شود

یقیناً کڑوا، کڑوؤں کے ساتھ مل جاتا ہے — باطل بات، حق (بات) کیساتھ کب مل سکتی ہے؟

اے[3] برادر تو ہمیں اندیشۂ — ما بقی تو استخوان و ریشۂ

اے بھائی! تو فقط غور (و فکر) ہی ہے — باقی تو ہڈیاں اور رگیں ہیں

گر گُل ست اندیشۂ تو گلشنی — ور بود خارے تو ہیمہ گلخنی

اگر تیرا فکر پھول ہے تو تُو گلزار ہے — اور اگر کانٹا ہے تو تُو بھٹی کا ایندھن ہے

گر گلابی بر سر و جیبت زنند — ور تو چوں بولی برونت افگنند

اگر تو گلاب ہے تو سَر اور گریبان پر ملینگے — اگر تو پیشاب ہے تو تجھے باہر پھینک دینگے

طبلہا در پیشِ عطاراں بہ بیں — جنس را با جنسِ خود کردہ قریں

عطار کے سامنے ڈبیوں کو دیکھ — جنس کو جنس کے ساتھ ملا رکھا ہے

جنسہا با جنسہا آمیختہ — زیں تجانس زینتے انگیختہ

ہم جنسوں کو ہم جنسوں میں ملائے ہوئے ہے — اس جنسی مناسبت سے رونق بڑھائی ہے

---

[1] ذکر۔ ذکرِ خداوندی کا مقام منافق نہیں ہے۔ گلخن۔ یعنی کوڑی۔ مبرز۔ بیت الخلاء۔ سوسن۔ مشہور خوشبودار پھول ہے۔ نبات۔ اُگنے والی چیز۔ عاریت۔ مانگی ہوئی چیز۔ عشرت۔ عیش و راحت۔ کیں مدار۔ کینہ وری نہ کر، یہ پاکیزہ بننے کی ترکیب ہے۔

[2] دوزخ۔ شعر
کینہ دل کا اک بڑا آزار ہے
کینہ کیا ہے اک عذاب النار ہے
خصم۔ دشمن، حدیث شریف میں ہے کینہ ور جنت میں نہ جائیگا۔ جزوِ دوزخی جبکہ کینہ کی اصل دوزخ ہے تو کینہ ور دوزخ کا جزو ہے۔

[3] اے برادر۔ جنّتی اور دوزخی ہونے کا مدار خیالات اور اعتقادات پر ہے اور یہی انسان کی خصوصیت ہے ورنہ گوشت و پوست تو دیگر حیوانات میں بھی ہے۔ گل۔ اعمالِ صالحہ۔ خار۔ یعنی بُرے اعمال۔ گلابی۔ نیک کاموں کی وجہ سے اگر تو بمنزلہ گلاب کے ہے۔ بول۔ پیشاب۔ طبلہ۔ ڈبہ، ڈبیہ۔ عطار۔ عطر فروش۔ قرین۔ ساتھی۔ تجانس۔ دو چیزوں کا ہم جنس ہونا۔

تو رہائی جو ز ناجنساں بجِدؔ[1] — صحبتِ ناجنس گورست و لحد

تو کوشش کرکے ناجنسوں سے رہائی حاصل کرلے — ناجنس کی صحبت قبر اور لحد ہے

گر در آمیزند عود و شکرش — بر گزیند یک بیک از دیگرش

اگر اس کی شکر اور عود گڑبڑ ہو جائیں — ایک کو دوسرے سے چھانٹ لے گا

طبلہا بشکست و جانہا ریختند — نیک و بد در ہمدگر آمیختند

ڈبیاں ٹوٹیں اور روحیں بہہ پڑیں — اچھی اور بری آپس میں مل گئیں

حق فرستاد انبیار را با ورق — تا گزید ایں دانہا را بر طبق

اللہ (تعالیٰ) نے انبیاء کو کتابیں دیکر بھیجا — یہاں تک کہ ان دانوں کو (مختلف) طبق پر چن دیا

حق فرستاد انبیار را بہر دیں — تا جدا گردد ز ایشاں کفر و دیں

اللہ (تعالیٰ) نے انبیاء کو اسلئے بھیجا ہے — تاکہ ان کی وجہ سے کفر اور دین جدا ہو جائے

مؤمن و کافر مسلمان و جہود — پیش از ایشاں جملہ یکساں می نمود

مؤمن اور کافر، مسلمان اور یہودی — ان سے پہلے سب یکساں نظر آتے تھے

پیش از ایشاں ما ہمہ یکساں بدیم — کس ندانستہ کہ ما نیک و بدیم

ان سے پہلے ہم سب یکساں تھے — کوئی نہیں جانتا تھا کہ ہم نیک ہیں یا برے

قلب[2] و نیکو در جہاں بود رواں — چوں جہاں شب بود و ما چوں شبرواں

کھوٹا اور کھرا دنیا میں چالو تھا — چونکہ دنیا رات تھی اور ہم رات کے مسافروں کیطرح تھے

تا بر آمد آفتابِ انبیار — گفت اے غش دور شو صافی بیا

یہاں تک کہ نبیوں کا آفتاب طلوع ہوا — اس نے کہا اے کھوٹ تو دور ہو اور اے کھرے تو آ

چشم داند فرق کردن رنگ را — چشم داند لعل را و سنگ را

آنکھ رنگ میں فرق کرنا جانتی ہے — آنکھ لعل اور پتھر کو جانتی ہے

چشم داند گوہر و خاشاک را — چشم را زاں می خلد خاشاکہا

آنکھ موتی اور تنکے کو جانتی ہے — اسی لئے آنکھ میں تنکا کھٹکتا ہے

دشمنِ روزند ایں قلابگاں[3] — عاشقِ روزند آں زرہائے کاں

یہ کھوٹے سکے ڈھالنے والے دن کے دشمن ہیں — کان کے سونے، دن کے عاشق ہیں

زانکہ روز ست آئینہ تعریف را — تا ببیند اشرفی تشریف را

اس لئے کہ دن پہچاننے کا آئینہ ہے — تاکہ اشرفی بلند رتبے کو دیکھ لے

---

[1] جِدّ۔ کوشش۔ صحبت ناجنس۔ شعر
یار سارا بس ایں قدر زنداں
کہ بود ہم طویلۂ رنداں
عُود۔ اگر۔ طبلہا۔ یعنی عالمِ ارواح میں نیک و بد روحیں جداگانہ تھیں عالمِ ناسوت میں نیک و بد مل جل گئے۔ ورق۔ یعنی آسمانی صحیفے۔ طبق بعض شارحین نے بمعنی مطابقت لکھا ہے، بعض نے طباق کے معنی میں لیا ہے۔ ایشاں۔ انبیار۔ مؤمن۔ یہ تقسیم انبیاء کی بعثت کے بعد ہوئی ہیں۔

[2] قلب۔ کھوٹا سکہ۔ رواں۔ رائج۔ شب رواں۔ رات کے مسافروں میں باہمی امتیاز نہیں ہوتا ہے۔ غش۔ کھوٹ۔ صافی۔ خالص۔ چشم داند۔ انبیاء بمنزلہ آنکھ کے ہیں جو اچھے برے کو پہچان لیتے ہیں۔ می خلد۔ آنکھ کو تنکا اسی لئے ستاتا ہے کہ وہ اسکی قدر گھٹا دیتی ہے۔

[3] قلابگاں۔ کھوٹا سکہ بنانے والے، یہ لوگ اندھیرے سے اپنا کام چلاتے ہیں۔ زرہائے۔ چونکہ وہ خالص ہے اور دن میں اس کی قدر بڑھتی ہے۔ اشرفی۔ زیادہ شریف، بعض نسخوں میں اشرفی ہے جو کہ ایک سونے کا سکہ ہے۔ تشریف۔ اعلیٰ منزلت۔ بلند مرتبہ۔

حق قیامت را لقب زاں روز کرد ¹
اللہ (تعالیٰ) نے قیامت کا لقب اسی وجہ سے دن بنایا ہے

روز بنماید جمالِ سُرخ و زرد
کہ دن سُرخ اور زرد کا حُسن دکھا دیتا ہے

پس حقیقت روز سرِّ اولیاست
پس (اس) روز (قیامت) کی حقیقت اولیاء کا باطن ہے

روز پیشِ مہرِ شاں چوں سایہا ست
اُنکے چاند کے مقابلہ میں دن سایوں کی طرح ہے

عکسِ رازِ مردِ ² حق دانید روز
دن کو مردِ حق کے باطن کا عکس سمجھو

عکسِ ستاریش شامِ چشم دوز
آنکھ کو بند کر دینے والی شام اُنکی ستاری کا عکس ہے

زاں سبب فرمود یزداں والضحیٰ
اِسی وجہ سے اللہ (تعالیٰ) نے (قسم ہے) ضحیٰ کی فرمایا

والضحیٰ نورِ ضمیرِ مصطفیٰ ³
اور ضحیٰ مصطفیٰؐ کے دل کا نور ہے

قولِ دیگر کایں ضحیٰ را خواست دوست
دوسرا قول یہ ہے کہ یہ چاشت کا وقت دوست (خدا) نے

ہم برائے آنکہ ایں ہم عکسِ اوست
وہ بھی اسلئے کہ یہ (چاشت کا وقت) اُنکے (دل کے نور) کا عکس ہے

ورنہ بر فانی قسم گفتن خطاست
ورنہ فانی چیز پر قسم کھانے کو کہنا غلطی ہے

خود فنا چہ لائقِ گفتِ خداست
کیا فنا (کا ذکر) اللہ تعالیٰ کے قول کے مناسب ہے؟

از خلیلے لا اُحِبُّ الآفلین
خلیل (اللہ) نے فرمایا میں غروب کر جانیوالوں کو پسند (نہیں کرتا)

پس فنا چوں خواست ربُّ العالمین
تو فانی کو رب العالمین نے کیسے پسند فرما لیا؟

لا اُحِبُّ الآفلیں گفت آں خلیل
میں غروب کر جانیوالوں کو پسند نہیں کرتا خلیل نے فرمایا

کے فنا خواہد ازیں ربِّ جلیل
ربّ جلیل فنا کو کب پسند کرے گا؟

باز واللیل ست ستاریِ او
پھر "واللیل" آنحضورؐ کی ستاری ہے

واں تنِ خاکیِ زنگاریِ او
اور آپ کا زنگاری، خاکی جسم ہے

آفتابش ⁴ چوں بر آمد زاں فلک
اُن (آنحضورؐ) کا آفتاب (اللہ تعالیٰ) جب فلک

با شبِ تن گفت ہیں مَا وَدَّعَک
جسم کی رات کو فرمایا خبردار! اُسنے تمہیں چھوڑا نہیں ہے

وصل پیدا گشت از عینِ بلا
خود ابتلاء سے وصل پیدا ہو گیا

زاں حلاوت شد عبارت مَا قَلیٰ
"اُس نے کینہ وری نہیں کی" کی تعبیر شیرینی ہوئی

اتش۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ فلک۔ یعنی آسمانِ الوہیت۔ شبِ تن۔ رات کی طرح جسم بھی نور کے لئے ساتر ہے۔ ما ودّعک۔ اُس خدا نے تجھے چھوڑا نہیں ہے۔ عینِ بلا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہود نے روح کی حقیقت کا سوال کیا آنحضورؐ نے بتانے کا وعدہ کیا لیکن انشاءاللہ کہنا بھول گئے۔ اِس پر بطور تنبیہ کچھ دن کیلئے وحی منقطع ہو گئی اور پھر سورۂ والضحیٰ نازل ہوئی جسمیں فرمایا گیا خدا نے تمہیں چھوڑا نہیں ہے یعنی تمہیں وصل حاصل ہے لہٰذا اُنہیں اِبتلاء سے وصل کی بشارت ملی۔

¹ قیامت قرآن میں قیامت کو دن بتایا گیا ہے۔ حقیقت۔ صوفیاء کی اصطلاح میں ظاہر کو حقیقت اور مظاہر کو صورت کہا جاتا ہے، تمام کائنات اسماءِ الٰہی کا مظہر ہے اور اسماءِ الٰہی ظاہر حقیقت ہیں اور تمام کائنات میں انسان مظہرِ اتم ہے، قیامت کے دن کی حقیقت اولیاء کا باطن ہے چونکہ وہ اسم مُقسِط کا مظہر ہے تو کھرے کھوٹے کو جُدا کرنے کا مظہر قیامت کا دن ہے اور اُس کی حقیقت اولیاء کا باطن ہے۔

² مردِ حق۔ اولیاء کے قلوب میں کھرے کھوٹے کو جدا کر دینے کی صلاحیت ہے اور پردہ پوشی کی بھی۔ لہٰذا دن اور رات اُن کے قلوب کا عکس ہیں۔

³ والضحیٰ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اِس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک کا نور مراد ہے جس کی قسم خدا نے کھائی ہے۔ اگر دیگر مفسرین کے قول کے مطابق ضحیٰ کے معنی چاشت کے وقت کے لئے جائیں تب بھی اُس کی قسم اسی بنیاد پر ہے کہ وہ نورِ مصطفوی کا مظہر ہے ورنہ محض چاشت کا وقت ایک فانی چیز ہے جو خدا کی قسم کی لائق نہیں ہے۔ واللیل۔ خدا نے جو رات کی قسم کھائی ہے اُس سے آنحضورؐ کی ستاری اور جسدِ عنصری مراد ہے جس میں نور پنہاں ہے۔

⁴ آفتاب۔ ذاتِ خداوندی

450

هر عبارت خود نشانِ حالتیست | حال چوں دست و عبارت آلتیست
ہر عبارت ایک حالت کی علامت ہے | حال بمنزلہ ہاتھ کے اور عبارت بمنزلہ آلہ کے ہے

آلتِ زرگر بدستِ کفش گر | ہمچو دانہ کشت کردہ ریگ در
سنار کا اوزار موچی کے ہاتھ میں | ایسا ہی ہے جیسے ریتے میں بویا ہوا دانہ

و آلتِ اسکاف پیشِ برزگر | پیشِ سگ کہ استخواں در پیشِ خر
موچی کا اوزار کاشتکار کے سامنے | کتے کے سامنے گھاس اور گدھے کے سامنے ہڈی ڈالنا ہے

بود اَنَا الْحَقّ در لبِ منصور نور | بود اَنَا اللّٰہ در لبِ فرعون زور
اَنَا الْحَقّ منصور کے لب پر نور تھا | "میں خدا ہوں" فرعون کے لب پر جھوٹ تھا

شُد عصا اندر کفِ موسیٰؑ گوا | شُد عصا اندر کفِ ساحر ہَبا
لاٹھی موسیٰؑ کے ہاتھ میں گواہ بنی | جادوگر کے ہاتھ میں لاٹھی بیکار ہوئی

زیں سبب عیسیٰؑ بداں ہمراہِ خود | در نیاموزید آں اسمِ اَحَد
اسی وجہ سے (حضرت) عیسیٰؑ نے اپنے ساتھی کو | اللہ کا نام (اسمِ اعظم) نہ سکھایا

کو نداند نقص بر آلت نہد | سنگ بر گِل زن تو آتش کے جہد
کیونکہ وہ (اپنا) نقص نہ سمجھے گا آلہ پر (الزام) دھرے گا | تو چقماق کو مٹی پر رگڑ، شعلہ کب دے گا؟

دست و آلت ہمچو سنگ و آہن ست | جُفت باید جُفت شرطِ زادن ست
ہاتھ اور آلہ، چقماق اور لوہے کی طرح ہے | جوڑا چاہیئے جننے کے لئے جوڑا شرط ہے

آنکہ بے جُفت ست و بے آلت یکیست | در عدد شک ست و آں یک بے شکیست
جو (ذاتِ خدا) بے جوڑے اور بے آلے کے ہے وہ ایک ہے | (ایکے) چند ہونے میں شک ہے اور اس کا ایک ہونا بے شک ہے

آنکہ دو گفت و سہ گفت و بیش ازیں | مُتفق باشند در واحد یقیں
جنہوں نے (اسکو) دو کہا اور تین کہا اور اس سے زیادہ کہا | یقیناً وہ ایک (کے وجود) میں متفق ہیں

اَحولی چوں دفع شد یکساں شوند | آں دو سہ گویاں یکے گویاں شوند
بھینگاپن جب جاتا رہا، یکساں ہو جائیں گے | دو تین کہنے والے ایک کہنے والے ہو جائیں گے

گر یکے گوئی تو در میدانِ او | گِرد بر میگرد از چوگانِ او
اگر تو (خدا کو) ایک کہتا ہے تو اس کے میدان میں | اس کے بلّے پر چکر کاٹ

درعدد۔ چند خدا ہونا ثابت نہیں ہیں۔ دو گفت۔ چند خداؤں کے ماننے والے بھی ایک خدا کے تو لامحالہ قائل ہوئے۔ احولی۔ بھینگاپن جس کی وجہ سے ایک کے چند نظر آتے ہیں۔ گر یکے۔ توحید کے لئے ضروری ہے کہ اس کا تابع فرمان بنے۔

[1] ہر عبارت۔ عبارت کے ذریعہ کسی حالت کو بیان کیا جاتا ہے اور ان دونوں کی وہی نسبت ہے جو ہاتھ اور کاریگر کے اوزار کی ہے۔ اگر ہاتھ اور اوزار میں مناسبت ہے، تو کام ٹھیک ہوگا ورنہ غلط۔ اسی طرح عبارت اگر حال کے مطابق ہوگی تو صحیح ہے ورنہ غلط ہے۔ آلتِ زرگر۔ ہر آلہ ہر ہاتھ میں کام نہیں کرتا ہے ہاتھ اور آلہ میں تناسب ضروری ہے۔ پیشِ سگ۔ کتا گھاس نہیں کھا سکتا نہ گدھا ہڈی چبا سکتا ہے۔ خر۔ گدھا گھاس کھا سکتا ہے نہ کہ ہڈی۔ منصور۔ حلاج نے اپنے آپ کو فنا کر کے اَنَا الحق کہا تھا۔ عبارت اور حال میں مطابقت تھی۔ فرعون۔ نے خدائی کی نفی کے لئے کہا جو جھوٹ تھا عبارت اور حال میں مطابقت نہ تھی۔

[2] عصا۔ حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ میں ہاتھ کی لکڑی اژدہا بنی جو معجزہ ہونے کی وجہ سے رسالت کی گواہ بنی، آلہ اور ہاتھ میں مناسبت تھی۔ ساحر۔ ہار گئے اور ان کی لاٹھیاں بیکار ہو گئیں۔ زیں سبب۔ جب ہاتھ کام کا نہ ہو تو اوزار کام نہ کریگا۔ کو۔ اپنا قصور نہ سمجھے گا اسمِ اعظم کو غلط کہے گا۔ سنگ۔ یعنی چقماق۔ جفت۔ جوڑے سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔

[3] آنکہ۔ یعنی نتیجہ کیلئے جوڑا اور صحیح آلہ ہونا ضروری ہے لیکن یہ انسانوں کیلئے ہے خدا جوڑے اور آلہ سے پاک ہے۔

گوئی[1] آنگه راست و بے نقصاں شود | کو ز زخمِ دستِ شہ رقصاں شود
گیند اُس وقت صحیح اور بے عیب ہوتی ہے | جبکہ وہ بادشاہ کے ہاتھ کی ضرب سے ناچے

گوش دار اے احول اینہا را بہوش | داروئے دیدہ بکش از راہِ گوش
اے بھینگے! اِس کو ہوش سے سُن لے | کان کے راستے سے آنکھ کی دوا لگالے

بس کلامِ پاک در دلہائے کور | می نپاید می رود تا اصلِ نور
بہت سے پاک کلام ہیں جو اندھے دلوں میں | نہیں ٹھہرتے ہیں، اصل نور کی طرف چلے جاتے ہیں

واں فسونِ دیو در دلہائے کژ | می رود چوں کفشِ کژ در پائے کژ
شیطان کے منتر ٹیڑھے دلوں میں | اتر جاتے ہیں جیسے ٹیڑھی جوتی ٹیڑھے پیر میں

گرچہ حکمت را بہ تکرار آوری | چوں تو نا اہلی شود از تو بری
اگرچہ دانائی کی باتوں کو تو دُہرائے | جبکہ تو نااہل ہے، وہ تجھ سے علیحدہ رہیگی

ورچہ[2] بنویسی نشانش می کنی | ورچہ می لافی بیانش می کنی
اگرچہ تو لکھ لے، اُس کی پہچان بنالے | اگرچہ تو ڈینگے مارے اُس کو بیان کرے

اُو ز تو رُو در کشد اے پُر ستیز | بند ہا را بگسلد بہرِ گریز
اے جھگڑالو! وہ (باتیں) تجھ سے مُنہ پھیر لیں گی | بھاگنے کے لئے پھندے توڑ دیں گی

ورنہ خوانی و ببیند سوزِ تو | علم باشد مُرغِ دست آموزِ تو
اگر تو (علمِ ظاہری) نہ پڑھے اور وہ (خدا) تیرے شوق کو دیکھے | علم تیرے ہاتھ کا پَلا ہوا پرند ہو گا

اُو نپاید پیشِ ہر نا اوستا | ہمچو بازِ شہ بخانہ رُوستا
وہ بے اُستادے کے پاس نہیں ٹھہرتا ہے | جیسے کہ شاہی باز دیہاتی کے گھر میں

یافتن بادشاہ بازِ گم کردہ را بخانۂ پیر زن

بادشاہ کا گم شدہ باز کو بوڑھی عورت کے گھر میں پالینا

علم آں بازیست کو از شہ گریخت | گندہ[3] پیر از جہل پیشش کاہ ریخت
علم، وہ باز ہے جو بادشاہ سے بھاگا | بوڑھی نے نادانی سے اُسکے سامنے گھاس ڈالی

علم بازے داں کہ اُو از شہ گریخت | سوئے آں کمپیر کو می آرد بیخت
علم کو وہ باز سمجھ جو بادشاہ سے بھاگا | اُس بوڑھی کے پاس جو آٹا چھانتی تھی

تاکہ تتماجے پزد اولاد را | دید آں بازِ خوشِ خوش زاد را
تاکہ بچوں کے لئے حریرہ پکائے | اُس نے اُس خوبصورت اچھی نسل کے باز کو دیکھا

---

[1] گوئی۔ صحیح گیند وہی ہے جو بلّے کی مار کے مطابق حرکت کرے۔ مُوحّد کو بھی چوگانِ قضا کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ راہِ گوش۔ نصیحت سُن کر صحیح عقیدہ قائم کرلے۔ بس نصیحت اُسی پر اثر کرتی ہے جو دل کا اندھا نہ ہو۔ فسون۔ شیطانی باتوں کو بھی دل قبول کرتا ہے چونکہ وہ باتیں بھی ٹیڑھی ہیں۔ گرچہ حکمت۔ علم سیکھنے کے لئے مناسبت شرط ہے۔

[2] ورچہ۔ علم حاصل کرنے کی سب تدبیریں کرے۔ لافی۔ لافیدن۔ شیخی بگھارنا۔ رُو کشیدن۔ مُنہ موڑنا۔ پُر ستیز۔ جھگڑالو۔ ورنہ خوانی۔ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا، معارف کا سرچشمہ ہے۔ نپاید۔ پائیدار نہیں ہوتا۔ رُوستا۔ دیہاتی۔

[3] گندہ پیر۔ بوڑھی۔ جہل۔ یعنی باز کی خوراک سے ناواقفیت۔ کمپیر۔ بوڑھی۔ می آرد بیخت۔ آرد می بیخت۔ تتماج۔ حریرہ۔ خوش۔ خوبصورت۔ خوش زاد۔ اعلیٰ نسل والا۔

پایکش[1] بست و پرش کوتاہ کرد
اُس کے نازک پیر باندھے اور اُس کے پر کاٹے

ناخنش ببرید و قوتش کاہ کرد
اُسکے ناخن چھانٹے اور اُس کو گھاس کا چارہ دیا

گفت نا اہلاں نکردند ت بساز
بولی، نا اہلوں نے تجھے درست نہ کیا

پر فزود از حد و ناخن شد دراز
پر حد سے بڑھ گئے، اور ناخن لمبے ہو گئے

دستِ ہر نا اہل بیمارت کند
ہر نا اہل کا ہاتھ۔ تجھے بیمار کر دے گا

سوئے مادر آکہ تیمارت کند
ماں کے پاس آ، تاکہ تیری خبر گیری کرے

مہرِ جاہل راچنیں داں اے رفیق
اے دوست! جاہل کی محبت کو ایسا ہی سمجھ

کژ رود جاہل ہمیشہ در طریق
جاہل راستہ میں ہمیشہ ٹیڑھا چلتا ہے

جاہل ار باتو نماید ہمدلی
جاہل اگر تجھ سے ہمدردی ظاہر کرے

عاقبت زخمت زند از جاہلی
نادانی سے آخرکار تجھے زخمی کر دے گا

روزِ شہ در جستجو[2] بیگاہ شد
بادشاہ کا دن تلاش میں بیکار گیا

سوئے آں کمپیر و آں خرگاہ شد
(بالآخر) اُس بڑھیا اور اُسکے خیمہ کی طرف روانہ ہوا

دید ناگہ باز را در دود و گرد
اچانک باز کو دھوئیں اور غبار میں دیکھا

شہ برو بگریست زار و نوحہ کرد
بادشاہ اس پر رو پڑا اور نوحہ کرنے لگا

گفت ہر چند ایں جزائے کارِ تست
بولا، درحقیقت تیرے کام کی یہی سزا ہے

کہ نباشی در وفائے ما درست
کیونکہ تو ہماری وفاداری پر قائم نہ رہا

چوں کنی از خلد در دوزخ فرار
تو جنت سے دوزخ میں ٹھکانا کیوں کرتا ہے؟

غافل از لَایَسْتَوِیْ اَصْحَابُ نَار
اے لَایَسْتَوِیْ اَصْحَابُ النَّارِ سے غافل

ایں سزائے آنکہ از شاہِ خبیر[3]
یہی اُس کی سزا ہے جو جانکار بادشاہ سے

خیرہ بگریزد بخانہ گندہ پیر
شوخی سے بھاگ کر بوڑھی عورت کے گھر جائے

گندہ پیرِ جاہل ایں دنیا دنی ست
جاہل، بوڑھی یہ کمینی دنیا ہے

ہر کہ مائل شد بدو خوار و غبی ست
جو اُس کی طرف جھکا، ذلیل اور بیوقوف ہے

ہست دنیا جاہل و جاہل پرست
دنیا جاہل اور جاہل پرست ہے

عاقل آں باشد کزیں جاہل برست
عقلمند وہ ہے جو اُس جاہل سے نجات پالے

ہر کہ با جاہل بود ہمراز باز
جو جاہل کا ہمراز ہوگا بالآخر

آں رسد با او کہ با آں شاہ باز
اُس کو وہ ملے گا جو اُس شاہباز کو

---

[1] پایکش۔ پایک اش کاف تصغیر کے لئے ہے۔ کوتاہ کرد۔ کاٹ کر چھوٹے کر دئے۔ قوت۔ خوراک۔ کاہ۔ گھاس۔ ساز۔ ساخت پرداخت۔ دست۔ نا اہل کے ہاتھوں بُری گت بنتی ہے۔ مادر۔ بڑھیا نے محبت میں اپنے آپ کو باز کی ماں کہا ہے۔ مہر۔ شعر۔ بود محبتِ ناداں بلا کہ یوسف کے طرب سرائے زلیخا تمام زنداں است

[2] در جستجو۔ باز کے ڈھونڈنے میں۔ بیگاہ۔ ضائع، بیکار۔ خرگاہ۔ خیمہ۔ دود۔ بڑھیا کے چولہے کا دھواں۔ نار یعنی بے وفائی۔ لایستوی۔ قرآن پاک میں ہے "دوزخی اور بہشتی برابر نہیں ہو سکتے ہیں بہشتی نجات پانے والے ہیں"۔

[3] خبیر۔ باخبر، حق شناس۔ گندہ پیر۔ بڑھی عورت۔ دنی۔ کمینہ۔ بدو۔ باو۔ غبی۔ کند ذہن۔ جاہل پرست۔ دنیا جاہلوں کی زیادہ قدرداں ہے۔ باز۔ پھر، بالآخر۔

بازمی مالید پر بر دستِ شاہ
باز، بادشاہ کے ہاتھ پر بازو ملتا تھا
بےزباں[1] می گفت من کردم گناہ
بغیر زبان کے کہتا تھا کہ میں نے خطا کی

پس کجا زارد کجا نالد لئیم
کمینہ کہاں زاری کرے، کہاں روئے!
گر تو نپذیری بجز نیک اے کریم
اے کریم! اگر تو نیک کے علاوہ کسی کی (دعا) قبول نہیں کرتا ہے

سر کجا بنہد ظلوم شرمسار
ظالم، شرمندہ سر کہاں جھکائے!
جز بدرگاہِ تو اے آمرزگار
تیری درگاہ کے سوا، اے بخشنے والے!

لطفِ شہ جاں را جنایت جو کند
شاہ کی مہربانی، جان کو گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے
زانکہ شہ ہر زشت را نیکو کند
کیونکہ شاہ ہر بُرائی کو بھلائی کر دیتا ہے

رو مکن زشتی کہ نیکیہائے ما
گناہ کا رُخ نہ کر، کیونکہ ہماری نیکیاں (بھی)
زشت آید پیشِ آں زیبائے ما
اُس ہمارے محبوب کے سامنے بُری نظر آتی ہیں

خدمتِ[2] خود را سزا پنداشتی
تو نے اپنی عبادت کو اچھا سمجھا
تو لوائے جرم ازاں افراشتی
اِسلئے تُو نے معصیت کاری کا جھنڈا بلند کر دیا

چوں ترا ذکر و دعا دستور شد
چونکہ تجھے ذکر اور دعا کی عادت ہو گئی ہے
زاں دعا کردن دلت مغرور شد
اِس دُعا سے تیرا دل مغرور ہو گیا ہے

ہم سخن دیدی تو خود را با خدا
تو نے اپنے آپ کو خدا سے ہمکلام سمجھا
اے بسا کو زیں گماں افتد جدا
بہت سے لوگ اِسی گمان کی وجہ سے دور جا پڑے ہیں

گرچہ[3] با تو شہ نشیند بر زمیں
اگرچہ بادشاہ تیرے ساتھ زمین پر بیٹھ جائے
خویشتن بشناس و نیکو تر نشیں
اپنے آپ کو پہچان، اور سلیقے سے بیٹھ

باز گفت اے شہ پشیماں می شوم
باز نے کہا، اے شاہ! میں شرمندہ ہوں
توبہ کردم نو مسلماں می شوم
میں نے توبہ کی، از سرِ نو مسلمان ہوتا ہوں

آنکہ تو مستش کنی و شیر گیر
جس کو تو مست اور نیم مست کرے
گر ز مستی کژ رود عذرش پذیر
اگر مستی کی وجہ سے ٹیڑھا چلے، تو اُس کا عذر قبول فرما

گرچہ ناخن رفت چوں باشی مرا
اگرچہ ناخن جاتے رہے (لیکن) جب تو میرا ہو گا
بر کنم من پرچمِ خورشید را
میں سورج کا جھنڈا اکھاڑ دوں گا

ور چہ پرّم رفت چوں بنوازیم
اگرچہ میرے پَر جاتے رہے (لیکن) جب تو مجھے نوازے گا
چرخ بازی کم کند در بازیم
آسمان مجھ سے گردش میں بازی نہیں بد سکتا

---

[1] بے زباں یعنی زبانِ حال۔ زارد۔ زاریدن کا فعل حالی ہے۔ لئیم۔ کمینہ، گنہگار۔ ظلوم۔ بہت ظلم کرنے والا۔ جنایت جو۔ خطا کار۔ نیکو کند۔ بُرائیوں کو بھلائیوں میں بدل دیتا ہے۔ رو مکن۔ خدا کی رحمت کے بھروسے پر گناہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ نیکیہائے ما۔ ہماری نیکیاں بھی اُس کے شایانِ شان نہیں ہیں۔

[2] خدمت۔ یعنی عبادت۔ سزا یعنی خدا تعالٰے کے لائق۔ لوا۔ جھنڈا۔ جرم۔ گناہ۔ مغرور شد۔ ہماری دعا قبولیت کے لائق کہاں ہے۔ زیں گمان۔ عبادت کا گھمنڈ، ہلاکت کا سبب ہے۔

[3] گرچہ۔ بڑے کی بے تکلفی سے انسان کو گستاخ نہ ہونا چاہیئے۔ باز۔ یہاں سے پھر باز کی گفتگو ہے۔ نو مسلماں۔ از سرِ نو فرمانبردار۔ شیر گیر۔ وہ مست جو اپنی گفتار و رفتار پر قابو رکھتا ہو۔ کژ۔ کج۔ ناخن رفت۔ بڑھی نے ناخن تراش دیئے تھے۔

454

گر کمر بخشیم کُہ را بَر کنم — گر دہی کِلکم عَلمہا بشکنم
اگر تو میرے پٹکا باندھ دے، پہاڑ کو اکھاڑ دوں — اگر تو مجھے قلم کا، پورا دیدے میں جھنڈے گرادوں

آخر از پشہ نہ کم باشد تنم — مُلکِ نمرودی بپر برہم زنم
آخر میرا جسم مچھر سے کم نہ ہوگا — نمرودی سلطنت کو پَر سے زیر و زبر کر دوں

در ضعیفی تو مرا بابیل گیر — ہر یکے خصمِ مرا چوں پیل گیر
کمزوری میں مجھے ابابیل سمجھ — میرے ہر مقابل کو ہاتھی جیسا سمجھ

قدرِ فُندقی افگنم بُندق خریق — بُندقم در فعلِ صد چوں منجنیق
فندق کی بقدر پھاڑنے والا غلہ پھینکوں گا — میرا غلہ کام میں سو گوپھنوں کی طرح ہوگا

گرچہ سنگم ہست مقدارِ نخود — لیک در ہیجا نہ سَر ماند نہ خود
اگرچہ میرا پتھر چنے کی بقدر ہے — لیکن جنگ میں نہ سر بچے گا نہ خود

رفت موسیٰؑ در وغا با یک عصاش — زد براں فرعون و بر شمشیر ہاش
موسیٰؑ جنگ میں ایک لاٹھی لے کر گئے — اس کو فرعون اور اس کی تلواروں پر چلایا

ہر رسولے یک تنہ کاں در زدست — بر ہمہ آفاق تنہا بر زدست
ہر پیغمبر تنہا جو اس جنگ میں داخل ہوا ہے — تمام جہان پر تنہا غالب آیا ہے

نوحؑ چوں شمشیر در خواہید ازو — موجِ طوفاں کرد حق شمشیرِ او
نوحؑ نے جب اس (اللہ) سے تلوار چاہی — اللہ (تعالیٰ) نے طوفان کی موج کو آپکی تلوار بنا دیا

احمدا خود کیست اِسپاہِ زمیں — ماہ بیں بر چرخ و بشگافش جبیں
اے احمدؐ! یہ زمین کے سپاہی کیا ہیں؟ — آسمان پر چاند کو دیکھ اور اس کی پیشانی چیر دے

تا بداند سَعد و نحسِ بے خبر — دور دورِ تست نے دورِ قمر
تاکہ نیک بخت اور جاہل بد بخت جان لے — یہ تیرا دَور دورہ ہے نہ کہ قمر کا

دورِ تست ایرا کہ موسیٰؑ کلیم — آرزو می بُرد زیں دورت مقیم
یہ تیرا دور ہے اسی لئے موسیٰؑ کلیم (اللہ) — تیرے اس دَور میں مقیم ہونے کی آرزو کرتے تھے

چونکہ موسیٰؑ رونقِ دورِ تو دید — کاندرو صبحِ تجلّی می دمید
چونکہ موسیٰؑ نے تیرے دَور کی رونق دیکھی — کہ اس میں تجلّی کی صبح چمکتی ہے

گفت یا رب ایں چہ دَورِ رحمت ست — آں گذشت از رحمت اینجا رویت ست
کہا، اے خدا یہ کیسا رحمت کا دور ہے؟ — وہ تو رحمت سے (بھی) بڑھ گیا اس جگہ تو دیدار ہے

---

۵۱ کمر - پٹکا۔ بخشیم - بخشی مرا۔ کِلک - قلم کا پورا قلم۔ جھنڈا۔ پشہ - مچھر۔ نمرود ایک ظالم بادشاہ تھا جو خدائی کا مدعی تھا، ایک مچھر اسکی ناک میں گھس گیا جو اسکی ہلاکت کا سبب بنا۔ بابیل - ابرہہ نے خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے ہاتھیوں کے لشکر سے حملہ کیا، چھوٹے چھوٹے پرندوں کے جھرمٹ نے اس لشکر پر حملہ کیا اور معمولی کنکریاں اپنے پنجوں کے ذریعہ ان پر گرا کر ان کو ہلاک کر دیا۔ خصم - مقابل دشمن۔ پیل - ہاتھی۔ فندق - عناب کی وضع کا ایک پھل ہے، چھوٹی گیند۔ بندق - غلہ۔ خریق - پھاڑنے والا۔ نخود - چنا۔ ہیجا - جنگ۔ خود - لوہے کی ٹوپی جو جنگ میں اوڑھی جاتی ہے۔

۵۲ موسیٰؑ ساحروں کے مقابلہ میں حضرت موسیٰؑ عصا لیکر گئے تھے۔ وغا - جنگ۔ یک تنہ - تنہا۔ در - دروازہ۔ زد - داخل ہوا، تاراج کیا۔ نوحؑ - حضرت نوحؑ کے طوفان کی موجوں نے وہ کام کیا جو تلواریں کرتی ہیں۔ احمدا - یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ اِسپاہ - سپاہ۔ ماہ - آنحضورؐ سے شق القمر کا معجزہ ظاہر ہوا۔ نے دورِ قمر - ستاروں اور چاند کی پرستش کا زمانہ ختم ہو گیا ہے۔

۵۳ مقیم - ابونعیمؒ نے کتاب حلیہ میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں حضرت موسیٰؑ کی اس تمنا

455

غوطہ خور موسیٰ اندر بحار | وز میانِ دورِ احمدؐ سر برآر
اے موسیٰ! سمندروں کے اندر غوطہ لگا | اور احمدؐ کے دور کے درمیان سر ابھار دے

گفت یا موسیٰ بداں بنمودمت | راہِ آں خلوت بداں بکشودمت
(اللہ نے) فرمایا اے موسیٰ اسی لئے میں نے تمہیں دکھایا ہے | اس خلوت کا راستہ تم پر اسی لئے کھولا ہے

[۵۱] گر توزاں دوری دریں دورے کلیم | پا بکش زیرا دراز است ایں گلیم
اے کلیم! اگرچہ تو اس دور سے دور ہے (لیکن) اسی میں ہے | پیر پھیلا دے، اس لئے کہ یہ کمبلی دراز ہے

من کریمم ناں نمایم بندہ را | تا بگرید از طمع آں زندہ را
میں کریم ہوں، بندہ کو روٹی دکھا دیتا ہوں | تاکہ اس زندہ کو لالچ رُلا دے

بینیِ طفلے بمالد مادرے | تا شود بیدار و وا جوید خورے
ماں بچے کی ناک ملتی ہے | تاکہ جاگ جائے، اور کھانا مانگے

کو گرسنہ خفتہ باشد بے خبر | واں دو پستاں می چکد از مہر در
کہ وہ بھوکا بے خبر سویا ہوا ہوتا ہے | اور دونوں پستان محبت سے دودھ ٹپکاتے ہیں

[۵۲] کُنتُ کَنزًا رَحمَۃً مَّخفِیَّۃً | فَابتَعَثتُ اُمَّۃً مَّھدِیَّۃً
میں رحمت کا ایک چھپا ہوا خزانہ تھا | تو میں نے ایک ہدایت یافتہ اُمت پیدا کی

ہر کراماتے کہ میجوئی بجاں | اُو نمودت تا طمع کردی دراں
جن عطاؤں کو تو جان (و دل) سے چاہتا ہے | اُس نے وہ تجھے دکھا دیں تاکہ تو اُن کا لالچ کرے

چند بُت بشکست احمدؐ در جہاں | تا کہ یا رب گوی گشتند اُمتاں
احمدؐ نے دنیا میں چند بُت توڑے | تو اُمتیں یارب کہنے والی بن گئیں

گر نبودے کوششِ احمدؐ تو ہم | می پرستیدی چو اجدادت صنم
اگر احمدؐ کی کوشش نہ ہوتی، تو بھی (اے مخاطب) | اپنے باوا دادا کی طرح بُت پوجتا

[۵۳] ایں سرت وارست از سجدہ صنم | تا بدانی حقِ اُو را بر اُمم
تیرا یہ سر بُت کو سجدہ کرنے سے بچ گیا | خبردار، اُمتوں پر اُن کے حق کو سمجھ لے

گر بگوئی شکرِ ایں رستن بگو | کز بُتِ باطن ہمت برہاند اُو
اگر تو اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے تو کر | تاکہ اندرونی بُت سے بھی تجھے چھٹکارا دلا دے

مر سرت را چوں رہانید از بتاں | ہم بداں قوت تو دل را وا رہاں
جس طرح اس نے تیرے سر کو بتوں سے آزاد کر دیا | اسی طاقت کے ذریعہ سے تو دل کو بُت پرستی سے، آزاد کر

---

۵۱ گر تو۔ اگرچہ تیرا زمانہ دورِ احمدیؐ سے دُور ہے لیکن تو اُس سے متمتع اور نفع اندوز ہے۔ گلیم۔ چادر یعنی آنحضورؐ کا زمانہ۔ من کریم۔ میں دینا چاہتا ہوں اور بندوں کو اپنی نعمتوں کی جھلک دکھا دیتا ہوں تاکہ وہ اُن کی خواہش میں گریہ وزاری کریں اور میرا دریائے رحمت جوش میں آجائے، حضرت موسیٰؑ کو دورِ احمدیؐ کی جھلک اِسی لئے دکھائی گئی۔ مادرے۔ ماں سوئے ہوئے بچہ کو بیدار کرتی ہے تاکہ وہ روئے اور پستان سے دودھ جوش مار کر نکلے اور وہ اُس کو پلائے۔

۵۲ کُنتُ۔ حدیث شریف ہے۔ کُنتُ کَنزًا مَّخفِیًّا فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ۔ میں چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ اُمَّۃً مَّھدِیَّۃً ہدایت یافتہ اُمت یعنی اُمتِ محمدیؐ جس کو معرفتِ ذات و صفات کا پورا علم عطا کیا گیا ہے۔ احمدؐ۔ آنحضورؐ کی بعثت بھی اِنہی عطیات میں سے ہے جس کی نمائش کی وجہ سے اشرفُ المخلوقات نے اپنا مقام پا لیا ورنہ اپنے سے ادنیٰ کے سامنے سر بسجود تھا۔

۵۳ وارست۔ چھوٹ گیا۔ بگو۔ اُس کا شکریہ مزید نعمت کا سبب بنے گا اور انسان باطنی بُت سے بھی نجات پائے گا۔ قوت یعنی آنحضورؐ کے اتباع کی قوت

456

سَرز شکرِ دیں ازاں برتافتی[۱] — کز پدر میراثِ ارزاں یافتی
دین کے شکریہ سے تو نے اس لئے منہ موڑا ہے — کہ تو نے باپ سے سستی میراث پالی ہے

مردِ میراثی چہ داند قدرِ مال — رُستمے جاں کند مجّاں یافت زال
وراثت پانے والا انسان مال کی قدر کیا جانے؟ — رستم نے جان کھپائی، بوڑھے نے مفت حاصل کر لیا

چوں بگریانم بجوشد رحمتم — آں خروشندہ بنوشد نعمتم
جب میں رُلاتا ہوں میری رحمت جوش مارتی ہے — وہ رونے والا سُن لیتا ہے "میں نعمت ہوں"

گر نخواہم داد خود ننمایمش — چوں کنش کردم بستہ دل بکشایمش
اگر میں دینا نہ چاہوں تو اُس کو نہ دکھاؤں — جب میں اُسکو تنگدل بناتا ہوں تو اُس دل کو کشادہ کر دیتا ہوں

رحمتم موقوفِ آں خوش گریہ ہاست — بعد ازاں از بحرِ رحمت موج خاست
میری رحمت خوب رونے پر موقوف ہے — اُس کے بعد رحمت کے دریا سے موج اٹھتی ہے

تا نگرید[۲] طفل کے جوشد لبن — تا نگرید ابر کے خندد چمن
جب تک بچہ نہ روئے دودھ کب جوش مارتا ہے؟ — جب تک ابر نہ روئے چمن کب ہنستا ہے؟

حلوا خریدنِ شیخ احمد خضرویہ از جہتِ غریماں بالہامِ حق تعالےٰ

اللہ تعالےٰ کے اِلہام سے شیخ احمد خضرویہ کا قرض خواہوں کے لئے حلوا خریدنا

بود شیخے دائماً اُو وام دار — از جوانمردی کہ بود اُو نامدار
ایک شیخ ہمیشہ قرض دار رہتے تھے — اُس سخاوت کی وجہ سے جس میں وہ مشہور تھے

دہ ہزاراں وام کردے از مہاں — خرج کردے بر فقیرانِ جہاں
وہ مالداروں سے ہزاروں قرض لیتے تھے — دنیا بھر کے فقیروں پر خرچ کر دیتے تھے

ہم بوام اُو خانقاہے ساختہ — جان و مال و خانقہ در باختہ
اُنھوں نے قرض ہی سے خانقاہ بنائی تھی — گھر بار اور خانقاہ (قرض میں) کھو چکے تھے

احمدِ خضرویہؒ بودے نامِ اُو — خدمتِ عشاق بودے کامِ اُو
اُن کا نام احمد خضرویہؒ تھا — (خدا کے) عاشقوں کی خدمت اُن کا کام تھا

وامِ اُو را حق زہر جا می گذارد — کرد حق بہرِ خلیلؑ از ریگ[۳] آرد
(اللہ تعالےٰ) اُن کے قرض کہیں نہ کہیں سے اتار دیتا تھا — خدا (تعالےٰ) نے (حضرت) ابراہیمؑ کیلئے ریت سے آٹا کر دیا

نہ ملا تو واپسی پر شرمندگی سے بچنے کے لئے اُس نے اونٹ پر ریت لاد لیا۔ جب گھر واپس آیا تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا گیہوں کی بجائے آٹا لائے ہو۔ اب اُس خادم نے دیکھا تو وہ ریت نہ تھا بلکہ آٹا تھا۔

[۱] سَر۔ نسلی مسلمان کو نعمتِ اسلام کی قدر نہیں ہر انسان جس قدر ذاتی کمائی کی قدر کرتا ہے میراثِ پدر کی اتنی قدر نہیں کرتا میراثی۔ جس کو ورثہ میں مال مل گیا ہو۔ رُستم۔ یعنی کمانے والا بہادری اور محنت سے مال کماتا ہے وارث اُس کو اُڑا ڈالتے ہیں۔ زال۔ یعنی وارث۔ چوں۔ یہاں سے پھر پہلے مضمون کو شروع کیا ہے کہ گریہ وزاری سے میری رحمت کو جوش آتا ہے۔ نعمتم۔ یعنی نعمتِ خداوندی پکارتی ہے کہ میں موجود ہوں۔ گر نخواہم۔ جس کو دینا مقصود نہیں ہوتا ہے اُسکو نعمت کی جھلک بھی نہیں دکھاتا ہوں۔ چو کنش۔ جب وہ شوق کی وجہ سے دل گرفتہ ہوتا ہے تو اُسکو دیکر خوش کر دیتا ہوں۔

[۲] تا نگرید۔ اِس سنت اللہ کا مشاہدہ کائنات میں کر لو۔ بچہ کے رونے سے ماں کے پستان میں دودھ جوش مارتا ہے ابر کے رونے اور پانی برسانے سے باغ شگفتہ ہوتا ہے۔ حلوا خریدن۔ اس قصہ کا مقصد بھی گریہ کی فضیلت اور اُس پر نعمتوں کے نزول کا بیان ہے۔ خضرویہ۔ فارسی والے یا پر زبر ہا کو ساکن کر کے پڑھتے ہیں۔ وام قرض۔ جوانمردی۔ سخاوت۔

[۳] ریگ آرد۔ مشہور ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے خادم کو مہمانوں کی خاطر گیہوں قرض لینے بھیجا وہاں اُس کو قرض

گفت پیغمبر کہ در بازارہا — دو فرشتہ می کنند از دل دعاؔ
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ بازاروں میں — دو فرشتے دل سے دعا کرتے ہیں

کاے خدا تو منفقاں را دہ خلف — اے خدا تو ممسکاں را دہ تلف
کہ اے خدا تو خرچ کرنے والوں کو عوض دیدے — اے خدا تو بخیلوں کو ہلاکت دیدے

خاصہ آں منفق کہ جاں انفاق کرد — حلقِ خود قربانیِ خلاق کرد
خصوصاً وہ خرچ کرنیوالا جس نے جان خرچ کی — اپنے گلے کو اللہ (تعالیٰ) کی قربانی بنایا

حلق پیش آورد اسماعیلؑ وار — کارد بر حلقش نیارد کردگار
(حضرت) اسماعیلؑ کی طرح اس نے گلا پیش کر دیا — خدا اس کے گلے پر چھری نہ چلائے گا

پس شہیداں زندہ زیں رُویند و خوش — تو بداں قالب بمنگر گبر وش
پس شہید اسی لئے زندہ اور خوش ہیں — تو انکے (خاکی) قالب کو کافر کی طرح نہ دیکھ

چوں خلف دادست شاں جانِ بقا — جانِ ایمن از غم و رنج و شقا
چونکہ انکو (اللہ تعالیٰ نے) باقی رہنے والی جان عوض میں عطا کی ہے — وہ جان جو غم اور رنج اور بدبختی سے محفوظ ہے

شیخ وامیؔ سالہا ایں کار کرد — می ستد می داد ہمچوں پائمرد
قرض لینے والے شیخ نے سالوں یہ کام کیا — مستقل مزاج کی طرح لیتے دیتے رہے

تخمہا می کاشت تا روزِ اجل — تا بود روزِ اجل میرِ اجل
مرنے کے دن تک (نیکیوں کی) تخم ریزی کرتے رہے — تاکہ موت کے دن بڑے سردار بنیں

چونکہ عمرِ شیخ در آخر رسید — در وجودِ خود نشانِ مرگ دید
جب شیخ کی آخری عمر آ گئی — انھوں نے اپنے جسم میں موت کے آثار دیکھے

وام خواہاں گردِ او بنشستہ جمع — شیخ بر خود خوش گدازاں ہمچو شمع
قرض خواہ اُن کے گرد جمع ہو کر بیٹھ گئے — شیخ شمع کی طرح اپنے آپ میں پگھل رہے تھے

وام خواہاں گشتہ نومید و ترش — دردِ دلہا یار شد با دردِ شش
قرض خواہ ناامید اور ناراض تھے — دلوں کا درد پھیپھڑے کے درد کا ساتھی ہو گیا تھا

شیخ گفت ایں بدگماناںؔ را نگر — نیست حق را چار صد دینار زر
شیخ نے فرمایا ان بدگمانوں کو دیکھ — (کیا) اللہ کے پاس سونے کی چار سو اشرفیاں نہیں ہیں

کودکے حلوا ز بیروں بانگ زد — لافِ حلوا بر امیدِ دانگ زد
ایک لڑکے نے باہر سے حلوے کی آواز لگائی — پیسے کی امید پر حلوے کی تعریف کی

ؔ دعا۔ یعنی فرشتے ندا دیتے ہیں۔ منفق یعنی اللہ کے لئے خرچ کرنے والے۔ خلف یعنی خرچ کا بدلہ۔ ممسک۔ بخیل۔ تلف۔ ہلاکت۔ حلق۔ حلقوم۔ خلاق۔ اللہ تعالیٰ۔ اسماعیلؑ۔ حضرت ابراہیمؑ کی خواب کے مطابق حضرت اسماعیلؑ اپنے آپ کو ذبح کرانے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ قالب۔ شہداء کو اُخروی حیاتِ ابدی ملی ہے ان کے جسمِ خاکی کو دیکھ کر کافر اس کا منکر بنتا ہے۔ جانِ بقا۔ باقی رہنے والی جان۔

ؔ وامی۔ قرض لینے کا عادی۔ پائمرد۔ مستقل مزاج۔ اجل۔ موت کا وقت۔ اَجل۔ بزرگ۔ نشان۔ علامت۔ شمع۔ شیخ شمع کی طرح پگھل رہے تھے۔ ترش۔ بدمزاج۔ شش۔ پھیپھڑا یعنی دلوں کے درد کے ساتھ پھیپھڑے کے درد کا بھی اضافہ ہو گیا۔

ؔ بدگماناں۔ قرض خواہ جو قرض کی ادائیگی میں بدگمان تھے۔ چار صد۔ شیخ کے ذمہ چار سو اشرفیوں کا قرض تھا۔ دینار۔ سونے کا ایک سکہ ہے جس کا وزن ایک مثقال کی برابر یعنی ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے۔ لاف۔ شیخی بگھارنا۔ دانگ۔ چھ رتی کا ہوتا ہے۔

شیخ اشارت کرد خادم را بسر[۱] ـــ کہ برو آں جملہ حلوا را بخر

شیخ نے خادم کو سر سے اشارہ کیا ـــ کہ جا تمام حلوا خرید لے

تا غریماں چونکہ آں حلوا خورند ـــ یک زمانے تلخ در من ننگرند

کیونکہ قرض خواہ جب وہ حلوا کھا لیں گے ـــ تھوڑی دیر تیکھی نظر سے مجھے نہ دیکھیں گے

در زماں[۲] خادم بروں آمد ز در ـــ تا خرد آں جملہ حلوا زاں پسر

فوراً خادم دروازے سے باہر آیا ـــ تاکہ سارا حلوا لڑکے سے خرید لے

گفت اُو را جملۂ حلوا بچند ـــ گفت کودک نیم دینار ست و اَند

خادم نے اُس سے پوچھا سب حلوا کتنے کا ہے؟ ـــ لڑکے نے کہا کہ آدھے دینار سے کچھ زائد کا ہے

گفت نے از صوفیاں افزوں مجو ـــ نیم دینارت دہم افزوں مگو

اُس نے کہا صوفیوں سے زیادہ نہ مانگ ـــ تجھے آدھا دینار دوں گا زیادہ نہ بول

اُو طبق بنہاد اندر پیشِ شیخ ـــ تو ببیں اسرارِ سِر اندیشِ شیخ

اُس نے اندر جا کر طباق شیخ کے سامنے رکھ دیا ـــ (اب) تو راز کو سوچنے والے شیخ کے اسرار کو دیکھ

کرد اشارت با غریماں کیں نوال[۳] ـــ نک تبرک خوش خورید ایں را حلال

(شیخ نے) قرضخواہوں کو اشارہ کیا کہ یہ عطا ہے، ـــ یہ تبرک ہے اِس کو حلال سمجھ کر خوب کھاؤ

بہرِ فرماں جملگی حلقہ زدند ـــ خوش ہمی خوردند حلوائے چو قند

حکم کے مطابق سب نے حلقہ باندھ لیا ـــ قند جیسے حلوے کو خوب کھایا

چوں طبق خالی شد آں کودک ستد ـــ گفت دینارم بدہ اے پُر خِرد

جب طباق خالی ہو گیا اُس لڑکے نے اُٹھایا ـــ بولا، اے دانشمند میرا دینار دے

شیخ گفتا از کجا آرم درم ـــ وام دارم میروم سوئے عدم

شیخ نے فرمایا، درہم کہاں سے لاؤں ـــ میں مقروض ہوں۔ (ملکِ) عدم کی طرف جا رہا ہوں

کودک از غم زد طبق را بر زمیں ـــ نالہ و گریہ برآورد و حنین

لڑکے نے غم کے مارے طباق زمین پر پٹخ دیا ـــ رونا اور چیخنا شروع کر دیا

بانگ می کرد و فغان و ہائے ہائے ـــ کاے مرا اشکستہ بودے سر دو پائے

شور کرتا اور روتا اور ہائے ہائے کرتا تھا ـــ کہ میرے دونوں پاؤں ٹوٹ گئے ہوتے

کاشکے من گردِ گلخن گشتمے ـــ بر درِ ایں خانقاہ نگذشتمے

کاش میں بھٹی کے گرد ہی چکر لگاتا ـــ اِس خانقاہ کے دروازے سے نہ گزرتا

۱؎ بسر۔ سر سے اشارہ کیا، بولنے کی طاقت نہ رہی تھی۔ غریماں۔ غریم کی جمع ہے، قرضخواہ۔ تلخ۔ یعنی غصہ۔

۲؎ در زماں۔ فوراً۔ بچند۔ کس قیمت کا ہے۔ اَند۔ مبہم عدد کے لئے بولا جاتا ہے جس کا اطلاق ایک سے نو تک ہوتا ہے۔ افزوں مگو۔ زیادہ نہ بول۔ اَسرار۔ سِر کی جمع ہے، راز۔ سِر اندیش۔ راز کو سوچنے والا۔

۳؎ نوال۔ عطیہ۔ نک۔ اینک کی تخفیف ہے، بمعنٰی اینست و اکنوں۔ درم۔ درہم، ایک سکہ ہے جس کا وزن ساڑھے تین ماشے کا ہوتا ہے۔ حنین۔ رونا چلانا۔ گلخن۔ بھٹی یعنی حلوا پکانے کی بھٹی۔

صوفیانِ طبل[1] خوارِ لقمہ جو | سگ دلان، ہمچو گربہ روئے شو
پیٹو صوفی، لقمہ ڈھونڈنے والے | کتوں کا دل رکھنے والے، بلی کی طرح مُنہ دھونے والے

از غریوِ کودک آنجا خیر و شر | گرد آمد گشت بر کودک حشر
لڑکے کے شور و غل سے اُس جگہ بھلے اور بُرے | جمع ہوگئے، لڑکے پر بھیڑ لگ گئی

پیشِ شیخ آمد کہ اے شیخِ درشت[2] | تو یقیں داں کہ مرا استاد کشت
شیخ کے سامنے آیا، کہ اے سنگدل شیخ! | تو یقین کرلے کہ اُستاد نے مجھے مار ہی ڈالا

گر روم من پیشِ او دستِ تہی | او مرا بکشد اجازت میدہی
اگر میں اُس کے سامنے خالی ہاتھ جاؤں | وہ مجھے مار ڈالے گا، تو روا رکھتا ہے!

واں غریماں ہم بانکار و جحود | رو بشیخ آوردہ کایں بازی چہ بود
قرضخواہ بھی تردید اور انکار کے ساتھ | شیخ کی طرف متوجہ ہوئے کہ، یہ کیا تماشہ تھا!

مالِ ما خوردی مظالم می بری | از چہ بود ایں ظلمِ دیگر بر سری
ہمارا مال مارا، حقوق لے جا رہا ہے | علاوہ ازیں یہ کیا ظلم تھا!

تا نمازِ دیگر آں کودک گریست | شیخ دیدہ بست و در وے ننگریست
عصر کی نماز تک وہ لڑکا روتا رہا | شیخ نے آنکھیں بند کرلیں اور اسکی طرف دیکھا بھی نہیں

شیخ فارغ از جفا و از خلاف | در کشیدہ روی چوں مہ در لحاف
شیخ ظلم اور جھگڑے سے فارغ (البال) تھے | چاند جیسا چہرہ لحاف میں چھپائے ہوئے تھے

با ازل خوش با ابد خوش شاد کام | فارغ از تشنیع و طعنِ خاص و عام
ازل (مقدر) سے خوش ابد (آخرت) سے خوش مسرور! | خاص و عام کے لعن طعن سے بے نیاز تھے

آنکہ[3] جاں در روئے او خندد چو قند | از ترش روئیِ خلقش چہ گزند
جس کی جان اسکے سامنے قند کی طرح (میٹھی) مسکراہٹ | اُس کو مخلوق کی بد مزاجی سے کیا نقصان؟

آنکہ جاں بوسہ دہد بر چشمِ او | کے خورد غم از فلک و ز خشمِ او
جس کی آنکھوں پر جان بوسہ دے | وہ آسمان اور اُس کے غصہ کا غم کب کرتا ہے؟

در شبِ مہتاب مہ را بر سماک | از سگاں و عوعوِ ایشاں چہ باک
چاندنی رات میں چاند کو سماک پر | کتوں اور اُن کے بھونکنے سے کیا خوف؟

سگ وظیفہ خود بجا می آورد | مہ وظیفہ خود برخ می گسترد
کتا اپنا کام کر رہا ہے | چاند اپنا کام (روشنی) رُخ پر ڈال رہا ہے

[1] طبل خوار۔ طبل، ڈھول یعنی کھا کر ڈھول سا پیٹ پھلانے والے۔ گربہ۔ بلی اپنا زہد دکھانے کے لئے اپنا مُنہ اپنے لعاب سے صاف کرتی رہتی ہے۔ غریو۔ شور و غل۔ خیر و شر۔ بھلے بُرے لوگ۔ حشر۔ مجمع۔

[2] درشت۔ یعنی سنگدل۔ استاد۔ استاد کُشت۔ استاد مجھے مار ڈالے گا۔ دستِ تہی۔ خالی ہاتھ۔ جحود۔ دیدہ و دانستہ انکار۔ بازی۔ تماشہ۔ مظالم۔ حقوق، مطالبات۔ بر سری۔ علاوہ۔ نمازِ دیگر۔ نمازِ اول ظہر، دوسری نماز عصر۔ دیدہ۔ آنکھ۔ فارغ۔ خالی۔ جفا۔ ظلم۔ خلاف۔ لڑائی جھگڑا۔ ازل۔ یعنی مقدر۔ ابد۔ یعنی انجام۔ تشنیع۔ لعنت ملامت کرنا۔

[3] آنکہ۔ جس کی روح اُس کے سامنے مسکرائے کسی کا منہ بنانا اُس کے لئے مُضر نہیں ہے۔ شبِ مہتاب۔ چاندنی رات۔ سماک۔ قمر کی منزلوں میں سے چودھویں منزل ہے۔ عوعو۔ کتوں کے بھونکنے کی آواز۔ وظیفہ۔ معمول۔

کارکِ[1] خود می گذارد ہر کسے
ہر شخص اپنا کام کرتا ہے
آب نگذارد صفا بہرِ خسے
تنکے کی وجہ سے پانی اپنی صفائی نہیں چھوڑتا ہے

خس خسانہ می رَوَد بر روئے آب
تنکا کمینوں کی طرح پانی کے اوپر جا رہا ہے
آبِ صافی می رود بے اضطراب
صاف پانی بغیر پریشانی کے بہہ رہا ہے

مصطفیٰؐ مہ می شگافد نیم شب
(حضرت) مصطفیٰؐ، آدھی رات چاند کو شق کر رہے ہیں
ژاژ می خاید ز کینہ بولہب
کینہ کی وجہ سے ابولہب بکواس کر رہا ہے

آں مسیحا مُردہ زندہ می کُند
(حضرت) عیسیٰؑ مردے کو زندہ کر رہے ہیں
واں جہود از خشم سُبلت می کَند
یہودی غصہ میں اپنی مونچھیں نوچ رہے ہیں

بانگِ سگ ہرگز رسد در گوشِ ماہ
کتوں کی آواز کبھی چاند کے کان میں پہنچی ہے؟
خاصہ ماہے کو بُوَد خاصِ اِلٰہ
خصوصاً وہ چاند جو اللہ (تعالیٰ) کا مخصوص ہو

مے خورد شہ بر لبِ جُو تا سحر
بادشاہ نہر کے کنارے صبح تک مے نوشی کرتا ہے
در سماع از بانگِ چُغزاں بیخبر
گانے میں مینڈکوں کی آواز سے بے خبر

ہم شدے توزیع[2] کودک دانگ چند
لڑکے کے چند پیسے چندہ بھی ہو سکتے تھے
ہمتِ شیخ آں سخا را کرد بند
شیخ کی باطنی توجہ نے اُس سخاوت کو رد کر دیا

تا کسے ندہد بکودک ہیچ چیز
تاکہ کوئی شخص لڑکے کو کچھ نہ دے
قوّتِ پیراں ازیں بیش ست نیز
بزرگوں کی قوّت اِس سے بھی بڑھ کر ہے

شد نمازِ دیگر[3] آمد خادمے
عصر کی نماز ختم ہوئی تو ایک خادم آیا
یک طبق بر کف ز پیشِ حاتمے
ایک طباق ہاتھوں پر دھرے کسی سخی کے پاس سے

صاحبِ مالے و حالے پیشِ پیر
ایک صاحبِ مال و حال نے پیر کی خدمت میں
ہدیہ بفرستاد کز وے بُد خبیر
ہدیہ بھیجا کیونکہ وہ اُس کی حالت سے باخبر تھا

چار صد دینار بر گوشہ طبق
طباق کے کنارے پر چار سو دینار
نیم دینارِ دگر اندر ورق
آدھا دینار اور، کاغذ میں

خادم آمد شیخ را اکرام کرد
خادم آیا، شیخ کی تعظیم کی
واں طبق بنہاد پیشِ شیخِ فرد
اور اُس طبق کو یگانہ (زمانہ) شیخ کے سامنے رکھ دیا

چوں طبق را از عطا بکشود زود
جب فوراً عطیہ کے طباق کو کھولا
خلق دیدند آں کرامت بے جحود
لوگوں نے وہ کرامت اقرار کے ساتھ دیکھی

---

[1] کارک۔ معمولی کام۔ خس۔ تنکا۔ خسانہ۔ کمینہ پن۔ اضطراب۔ پریشانی دریا کا جوش۔ مصطفیٰ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ شق القمر کی طرف اشارہ ہے۔ ژاژ خائیدن۔ بکواس کرنا۔ ابولہب۔ آنحضورؐ کا چچا جو آپؐ کی دشمنی میں مشہور ہے۔ مسیحا۔ حضرت عیسیٰؑ جن کا معجزہ مردے کو زندہ کرنا تھا۔ جہود۔ یہودی لوگ۔ سُبلت۔ مونچھ۔ مے خورد۔ شراب می نوشد۔ بر لبِ جو۔ دریا کے کنارے شراب نوشی مزید لطف کا سبب ہوتی ہے۔

[2] توزیع۔ تقسیم چندہ مراد ہے۔ آں سخا۔ لوگوں کے چندہ دینے میں شیخ کی باطنی توجہ مانع بنی۔ کودک۔ یعنی حلوا بیچنے والا لڑکا۔ قوّت۔ باوجود دوسرے قرض خواہوں کے لڑکے کے قرض کی ادائیگی دوسروں سے پسند نہ کی اسلئے کہ بزرگوں کی قوتِ باطنی کے مقابلہ میں یہ سب قرض ہیچ تھا۔

[3] نمازِ دیگر۔ عصر کی نماز، اوّل نماز ظہر کی کہلاتی ہے چونکہ فرضیتِ نماز کے بعد امامتِ جبرئیلؑ میں پہلی نماز ظہر کی ادا ہوئی ہے۔ حاتم۔ یعنی سخی۔ بُد خبیر۔ وہ سخی شیخ کے مقروض ہونے سے واقف تھا۔ نیم دینار جس کا حلوا خریدا تھا۔ فرد۔ یکتائے زمانہ۔ کرامت۔ بزرگوں سے جو بات غیبی نظام کے ماتحت عام سنت اللہ کے خلاف ظاہر ہو وہ کرامت کہلاتی ہے۔

آہ و افغاں از ہمہ برخاست زود — کاے سرِ شیخاں[1] و شاہاں ایں چہ بود

فوراً سب کی آہ و فغاں بلند ہوئی — کہ اے بزرگوں اور بادشاہوں کے سردار یہ کیا تھا!

ایں چہ سِرّ ست اینچہ سلطانیست باد — اے خداوند خداوندانِ راز

یہ کیا راز ہے؟ اور یہ کیسی شہنشاہی ہے؟ — اے راز داروں کے آقا!

ماندانستیم ما را عفو کن — بس پراگندہ کہ رفت از ما سخن

ہم نہ سمجھے، ہمیں معاف کر دیجئے — وہ بہت بیہودہ باتیں جو ہم سے ہوئیں

ما کہ کورانہ عصاہا می زنیم — لاجرم قندیلہا را بشکنیم

ہم جو اندھا دُھند لاٹھی گھماتے ہیں — یقیناً قندیلوں کو توڑ دیتے ہیں

ما چو کرّاں ناشنیدہ یک خطاب — ہرزہ گویاں از قیاسِ خود جواب

ہم بہروں کی طرح ہیں ایک بات سُنے بغیر — اپنے اندازے سے بیہودہ جواب دیتے ہیں

ما ز موسیٰ پند نگرفتیم کو — گشت از انکارِ خضرے زرد رُو

ہم نے (حضرت) موسیٰ (کے واقعہ) سے نصیحت حاصل نہ کی — (حضرت) خضرؑ پر اعتراض کر کے شرمندہ ہوئے

با چناں[2] چشمے کہ بالا می شتافت — نورِ چشمش آسماں را می شگافت

ایسی آنکھوں کے ذریعہ جو عالمِ (بالا) کی طرف جاتی تھیں — اُن کی آنکھوں کا نور آسمان کو چاک کرتا تھا

کردہ با چشمت تعصب موسیا — از حماقت چشمِ موشِ آسیا

اے موسیٰ! (شیخ خضرویہ) تیری آنکھوں کے ساتھ تعصب برتا — حماقت کی وجہ سے پن چکی کے چوہے (جیسی) آنکھ نے

شیخ فرمود آں ہمہ انکار و قال — من بحل کردم شما را آں جدال

شیخ نے فرمایا وہ سب انکار اور گفتگو — وہ لڑائی جھگڑا میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے

سِرّ آں ایں بود کز حق خواستم — لاجرم بنمود راہِ راستم

اس کا راز یہ تھا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے چاہا تھا — لامحالہ اس نے سیدھا راستہ مجھے دکھا دیا

گفت[3] ایں دینار اگرچہ اندک ست — لیک موقوفِ غریوِ کودک ست

(اللہ تعالیٰ) نے فرمایا کہ یہ اگرچہ تھوڑے سے دینار ہیں — لیکن بچّہ کے رونے پر موقوف ہیں

تا نگرید کودکِ حلوا فروش — بحرِ بخشش در نمی آید بجوش

جب تک حلوہ فروش کا لڑکا نہ روئے — بخشش کا دریا جوش میں نہ آئے گا

اے برادر طفلِ طفلِ چشمِ تست — کام خود موقوفِ زاری داں نخست

اے بھائی! بچّہ تیری آنکھ ہے — پہلے اپنے مقصد کو رونے پر موقوف سمجھ

---

[1] سر: سردار، بہتر۔ راز۔ خداوند: آقا۔ قندیلہا: یعنی بزرگوں کے روشن دل۔
ما چو کراں: اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ عام بزرگوں کی بات کی تہ تک نہیں پہنچتے ہیں اور اپنے قیاس سے اٹکل پچو باتیں بنانے لگتے ہیں۔ موسیٰ: حضرت موسیٰؑ حضرت خضرؑ کے کاموں کی تہ تک نہ پہنچے تھے اور اعتراضات کر کے شرمندہ ہوئے تھے۔

[2] باچناں چشمے: اولیاء کی چشمِ بصیرت آسمانوں کو پار کر جاتی ہے۔ تعصب: بیجا حمایت۔ موسیا: یعنی شیخ خضرویہ۔ موش: چوہا۔ آسیا: چکی۔ انکار: یعنی وہ تمام بیہودہ باتیں جو ان لوگوں نے کی تھیں۔ بحل کردم: میں نے معاف کر دیں۔ جدال: لڑائی جھگڑا۔

[3] گفت: یعنی میری دعا پر اللہ نے فرمایا۔ غریو: شور، دھن۔ اے برادر: مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ جس طرح بخشش کا دروازہ حلوا فروش بچے کے رونے سے کھلا اسی طرح تو بھی اپنے معاملہ کو سمجھ۔

کامِ خود موقوفِ زاریِ دل ست — بے تضرع[۵۱] کامیابی مُشکل ست
اپنا مقصد دل کے رونے پر موقوف ہے — گڑگڑائے بغیر کامیابی مشکل ہے

گر ہمی خواہی کہ مُشکل حل شود — خارِ محرومی بگل مُبدَل شود
اگر تو چاہتا ہے کہ مُشکل حل ہو جائے — محرومی کا کانٹا پھول میں بدل جائے

گر ہمی خواہی کہ آں خلعت رسد — پس بگریاں طفلِ دیدہ بر جسد
اگر تو چاہتا ہے کہ وہ پوشاک تجھے مل جائے — تو آنکھ کے بچے کو جسم (کی ضرورت) پر رُلا

ترسانیدنِ شخصے زاہدے را کہ کم گریی تا کور نہ شوی

ایک شخص کا ایک زاہد کو ڈرانا کہ کم رویا کر تاکہ تو اندھا نہ ہو جائے

زاہدے را گفت یارے در عمل — کم گری تا چشم را ناید خلل
عمل (تصوف) کے ایک ساتھی نے ایک زاہد سے کہا — کم رویا کر تاکہ آنکھ کو نقصان نہ پہنچے

گفت زاہد از دو بیروں نیست حال — چشم بیند یا نہ بیند آں جمال
زاہد نے کہا حال دو صورتوں سے خالی نہیں ہے — اُس حُسن کو آنکھیں دیکھیں گی یا نہ دیکھیں گی

گر بہ بیند نورِ حق خود چہ غم[۵۲] ست — در وصالِ حق دو دیدہ کے کم ست
اگر وہ اللہ (تعالیٰ) کے نور کو دیکھ لیں گی تو پھر کیا غم ہے؟ — اللہ (تعالیٰ) کے وصال میں دو آنکھیں کیا کم ہیں

ور نہ خواہد دید از حق نور و ضو — ایں چنیں چشمِ شقی گو کور شو
اور اگر وہ اللہ (تعالیٰ) کے نور اور روشنی کو نہ دیکھ سکینگی — تو کہہ دو ایسی آنکھیں اندھی ہو جائیں

غم مخور از دیدہ کاں عیسیٰ تُرا ست — چپ مرو تا بخشدت دو چشمِ راست
آنکھوں کی فکر نہ کر، عیسیٰ (خدا) تیرا ہے — ٹیڑھا نہ چل تاکہ وہ تجھے صحیح آنکھیں بخش دے

عیسیِ روحِ تو با تو حاضر ست — نُصرت از وے خواہ کو خوش ناصر ست
تیری روح کا عیسیٰ (خدا) تیرے پاس موجود ہے — مدد اُس سے مانگ وہ بہترین مددگار ہے

لیک بیگارِ تنِ پُر استخواں — بر دلِ عیسیٰ مَنِہ تو ہر زماں
لیکن ہڈیوں بھرے جسم کی بیگار — کسی وقت (بھی)، عیسیٰ (خدا) کے دل پر نہ رکھ

ہمچو آں ابلہ[۵۳] کہ اندر داستاں — ذکرِ اُو کردیم بہرِ راستاں
اُس بیوقوف کی طرح جس کا قصہ میں — اہلِ حق کے لئے ہم نے اُس کا ذکر کیا ہے

زندگیِ تن مجو از عیسیت — کامِ فرعونی مخواہ از موسیت
اپنے عیسیٰ (خدا) سے جسم کی زندگی کا طالب نہ بن — اپنے موسیٰ (خدا) سے فرعونی مقصد نہ چاہ

---

۵۱ تضرع - عاجزی، گڑگڑانا۔ خارِ محرومی یعنی مصیبتیں نعمتوں میں تبدیل ہو جائیں۔ خلعت۔ شاہی لباس۔ یکے در عمل۔ یارِ طریقت، ہم مشرب۔ گریی۔ گریستن سے صیغہ امر ہے۔ خلل۔ نقصان۔ گفت۔ یعنی زاہد نے جواب میں کہا میں اللہ کی یاد میں رو کر آنکھیں خراب کر رہا ہوں تو اب دو صورتیں ہیں یا تو اس رونے کے نتیجہ میں میری آنکھیں برباد ہونگی اور مجھے دیدارِ حق میسر آ جائیگا۔ تو پھر مجھے اِن جسمانی آنکھوں کی بربادی کی کوئی پروا نہیں اور اگر دیدارِ حق میسر نہ آئے تو پھر ایسی آنکھوں کا برباد ہونا ہی بہتر ہے جو دیدارِ حق سے محروم ہوں۔

۵۲ چہ غم۔ یعنی جسمانی آنکھوں کی بربادی کا کوئی رنج نہیں ہے۔ دو دیدہ۔ جو آنکھیں دیدارِ حق کیلئے ملیں گی۔ عیسیٰ۔ یعنی وہ خدا جو مُردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ چپ مرو۔ کجروی نہ اختیار کر۔ راست۔ درست۔ عیسیِ روح۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو روحوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ نُصرت۔ مدد۔ بیگار۔ بے مزدوری کا کام۔ بر دلِ عیسیٰ یعنی اللہ تعالیٰ سے رُوح کی زندگی چاہو۔

۵۳ ابلہ۔ حضرت عیسیٰ کا وہ بیوقوف ساتھی جس نے ہڈیوں کو زندہ کرنے پر اصرار کیا۔ کامِ فرعونی۔ یعنی تن پروری کی لذاتِ جسمانی۔ موسیٰ۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔

بر دلِ خود کم نہ اندیشۂ معاش[1] — عیش کم ناید تو بر درگاہ باش

اپنے دل پر معاش کی فکر کم کر — معاش کم نہ رہے گی تو دربار میں حاضر رہ

ایں بدن خرگاہ آمد رُوح را — یا مثالِ کشتیِ مر نوحؑ را

یہ جسم روح کا خیمہ ہے — یا کشتی جیسا ہے، نوحؑ کے لئے

تُرک چوں باشد بیابد خرگہے — خاصہ چوں باشد عزیزِ درگہے

سپاہی جب (ملازم) ہوتا ہے اسکو خیمہ مل جاتا ہے — خصوصاً جبکہ وہ دربار میں باعزت ہو

تمامی قصۂ زندہ شدنِ استخوانہا بدعائے عیسیٰ علیہ السلام

(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کی دُعا سے ہڈیوں کے زندہ ہوجانے کے قصہ کی تکمیل

چونکہ عیسیٰؑ دید آں اَبلہ رفیق — جز کہ استیزہ نمیداند طریق

جب (حضرت) عیسیٰؑ نے اُس بیوقوف ساتھی کو دیکھا — کہ جھگڑے کے سوا کوئی طریقہ نہیں جانتا ہے

می نگیرد پند را از ابلہی — بُخل می پندارد اُو از گمرہی

بیوقوفی کی وجہ سے نصیحت قبول نہیں کرتا ہے — نادانی کی وجہ سے (اسمِ اعظم نہ پڑھنے کو) بُخل سمجھتا ہے

خواند عیسیٰؑ نامِ[2] حق بر استخواں — از برائے التماسِ آں جواں

(حضرت) عیسیٰؑ نے ہڈیوں پر اسمِ اعظم پڑھ دیا — اُس جوان کے اصرار کی وجہ سے

حکمِ یزداں از پئے انجامِ مرد — صورتِ آں استخواں را زندہ کرد

اللہ (تعالیٰ) کے حکم نے (اُس) انسان کے انجام کیلئے — اُن ہڈیوں کے ڈھانچہ کو زندہ کر دیا

از میاں بر جست یک شیرِ سیاہ — پنجہ زد کرد نقشش را تباہ

درمیان سے ایک کالا شیر کودا — اُس (شیر) نے پنجہ مارا اور اُس کے نقش کو مٹا دیا

کلّہ اش بر کند و مغزش ریخت زود — ہمچو جوزے کاندرے مغزے نبود

اُسکی کھوپڑی اکھاڑ دی اور جلد اُس کا بھیجا بکھیر دیا — اُس اخروٹ کی طرح جس میں گری نہ تھی

گر وُرا مغزے بُدے زاشکستنش — خود نبودے نقص اِلّا بر تنش

اگر اُس میں گودا ہوتا، اُس کے ٹوٹنے سے — محض اُس کے جسم کو نقصان پہنچتا

گفت عیسیٰؑ[3] چوں تشتابش کوفتی — گفت زاں رُو کہ تو زو آشوفتی

حضرت عیسیٰؑ نے اُس (شیر) سے فرمایا تو نے اِسقدر جلدی — اُس نے کہا اِس لئے کہ تم اُس سے پریشان ہوئے

گفت عیسیٰؑ چوں نخوردی خونِ مرد — گفت در قسمت نبودم رزقِ خود

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا تو نے اُسکا خون کیوں نہ پیا؟ — اُس نے کہا میری قسمت میں اپنی روزی نہ تھی

---

[1] معاش یعنی جسمانی زندگی کا گذارا۔ درگاہ یعنی بارگاہِ خداوندی۔ خرگاہ خیمہ یعنی اصل روح ہے اور جسم محض اُس کی قیامگاہ ہے۔ کشتی۔ اصل حضرت نوحؑ کی ذات تھی اور کشتی محض اُنکی نشست گاہ تھی۔ تُرک یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے وفادار سپاہی بن گئے تو وہ خود تمہارا بندوبست فرمادے گا۔ عزیز۔ باعزت۔ استیزہ۔ لڑائی جھگڑا۔ طریق۔ راستہ۔ پند یعنی حضرت عیسیٰؑ کی نصیحت۔ بُخل حضرت عیسیٰؑ کے اسمِ اعظم نہ پڑھنے کو اُن کے بُخل پر محمول کر رہا تھا۔

[2] نامِ حق یعنی اسمِ اعظم۔ جواں۔ یعنی حضرت عیسیٰؑ کا بیوقوف ساتھی۔ از میاں۔ یعنی گڑھے کے اندر سے یا فوراً۔ شیرِ سیاہ۔ کالا شیر، خوفناک شیر۔ نقش۔ یعنی ہستی۔ ہمچو۔ یعنی کھوپڑی خالی اخروٹ کی طرح رہ گئی۔ مغزے بدے۔ یعنی عقل ہوتی۔

[3] گفت عیسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ نے شیر سے کہا۔ آشوفتی اُس نے بے جا سوال کر کے حضرت عیسیٰؑ کو پریشان کیا تھا۔ در قسمت۔ شیر اپنی مقدر روزی کھا کر طبعی موت مرا تھا۔

اے بسا[۱] کس ہمچو آں شیرِ ژیاں
اے (مخاطب) بہت سے لوگ اُس غضبناک شیر کی طرح

صیدِ خود ناخوردہ رفتہ از جہاں
دنیا سے اپنا شکار بغیر کھائے چلے گئے

قسمتش کاہے نہ و حرصش چو کوہ
اُنکی قسمت میں ایک تنکا نہیں اور اُنکی حرص پہاڑ جیسی

جُستہ بے وجہے وجوہ از ہر گروہ
ہر گروہ سے بے طریقہ آمدنیوں کا جویاں ہے

جمع کردہ مال و رفتہ سوئے گور
مال کو جمع کیا، اور قبر میں چلا گیا

دشمناں در ماتمِ اُو کردہ سُور
دشمنوں نے اُس کے ماتم میں جشن منایا

اے میسّر کردہ بر ما در جہاں
اے (وہ ذات) تونے دنیا کو ہمارے لئے آسان کر دیا ہے

سُخرہ و بیگار ما را وا رہاں
فرمانبرداری اور بیگار سے، ہمیں نجات دے

طُعمہ بنمودہ بما و آں بودہ شست
ہمیں چارہ نظر آیا، اور وہ مچھلی کا کانٹا تھا

آنچناں بنما بما آں را کہ ہست
ہمیں اُسی طرح دکھا دے جس طرح سے وہ ہے

گفت آں شیر اے مسیحا ایں شکار
اُس شیر نے کہا، اے مسیحا! یہ شکار

بود خالص از برائے اعتبار
محض عبرت کے لئے تھا

گر مرا روزی بُدے اندر جہاں
اگر دنیا میں میرا رزق ہوتا

خود چہ کارستے مرا با مُردگاں[۲]
میرا مُردوں سے کیا واسطہ ہوتا؟

ایں سزائے آنکہ یابد آبِ صاف
یہ اُس کی سزا ہے جو صاف پانی پائے

ہمچو خر در جُو بمیزد از گزاف
بیہودگی سے گدھے کی طرح اُسمیں پیشاب کر دے

گر بداند قیمتِ آں جوئے خر
اگر گدھا اُس نہر کی (قدر و) قیمت جانتا

اُو بجائے پا نہد در جوئے سر
وہ نہر میں پیر کی جگہ سر رکھتا

او بیابد آنچناں پیغمبرے
وہ ایسا پیغمبر پائے

میرِ آبِ زندگانی پرورے
جو زندگی کے پرورش کرنے والے پانی (آبِ حیات) کا سردار ہے

چوں نمیرد پیشِ اُو از امرِ کُن[۳]
(لفظِ) کُن کے حکم سے آپ کس کے سامنے جان کیوں (دیتا)

اے امیرِ آب ما را زندہ کن
اے آبِ حیات کے سردار ہمیں زندہ کر دے

ہیں سگِ ایں نفس را زندہ مخواہ
خبردار! اپنے نفس کُتّے کی زندگی نہ چاہ

کُو عدوِ جانِ تست از دیرگاہ
کیونکہ وہ مُدّت سے تیری جان کا دشمن ہے

خاک بر سر استخوانے را کہ آں
اُن ہڈیوں پر خاک، جو کہ

مانعِ ایں سگ بُود از صیدِ جاں
اِس کُتّے کو جان کا شکار کرنے سے روکیں

---

[۱] اے بسا کس۔ یہاں سے مولانا نے نصیحت شروع کی ہے۔ کاہ، تنکا، معمولی مال۔ کوہ۔ پہاڑ، بڑی چیز۔ بے وجہ۔ ناموزوں۔ وجوہ۔ آمدنیاں۔ ماتم۔ سوگ۔ سور۔ محفلِ نشاط، جشنِ مسرت۔ سُخرہ۔ بیگار، بغیر اُجرت کی مزدوری۔ طُعمہ۔ خوراک۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ خالص۔ محض۔ اعتبار۔ عبرت پکڑنا یعنی تاکہ وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو بزرگوں کو لاحاصل سوال کر کے پریشان کرتے ہیں۔

[۲] مُردگاں۔ یعنی میں مَر کر مُردوں میں شامل نہ ہوتا۔ بمیزد۔ میزیدن بمعنی پیشاب کرنا یہ فعل مضارع ہے۔ گزاف۔ بیہودگی، اس بیوقوف کو حضرت عیسیٰؑ کی ذاتِ گرامی میسّر آئی جو بمنزلہ صاف پانی کے تھے، ان کے ذریعہ اُس کو اپنی روح کی پاکیزگی کرنی چاہیئے تھی لیکن اُس نے گدھے کی طرح ان کا غلط استعمال کیا۔

[۳] امرِ کُن۔ یعنی خدائی حکم۔ امیرِ آب۔ یعنی آبِ حیات کے سردار۔ عدو۔ حدیث میں آیا ہے تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان میں ہے۔ استخواں۔ یعنی جسمِ انسانی۔ جاں۔ یعنی روحانی کمالات۔

سگ ؑ نۂ بر استخواں چوں عاشقی ۔۔۔ دیو چہ وار از چہ بر خوں عاشقی

تو کتا نہیں ہے ہڈیوں پر کیوں عاشق ہے؟ ۔۔۔ جونک کی طرح خون پر تو کس وجہ سے عاشق ہے؟

آں چہ چشمست آنکہ بینائیش نیست ۔۔۔ ز امتحانہا جز کہ رسوائیش نیست

وہ بھی کیا آنکھ ہے جس میں بینائی نہیں ہے ۔۔۔ امتحانوں میں رسوائی کے سوا اُس کیلئے کچھ نہیں ہے

سہو باشد ظنہا را گاہ گاہ ۔۔۔ اینچہ ظن ست اینکہ کور آمد براہ

گمانوں میں کبھی کبھی بھول ہوتی ہے ۔۔۔ یہ کیا گمان ہے جو راستہ سے اندھا ہو!

کردۂ بر دیگراں نوحہ گری ۔۔۔ مدتے بنشیں و بر خود می گری

تو دوسروں پر رویا ہے ۔۔۔ کچھ عرصہ بیٹھ اور اپنے اوپر رو

ز ابرِ گریاں شاخ سبز و تر شود ۔۔۔ زانکہ شمع از گریہ روشن تر شود

رونے والے ابر سے شاخ سبز و تازہ بنتی ہے ۔۔۔ جیساکہ شمع، رونے سے اور زیادہ روشن ہو جاتی ہے

ہر کجا نوحہ کنند آنجا نشیں ۔۔۔ زانکہ تو اولیٰ تری اندر حنیں

جہاں نوحہ کریں وہاں بیٹھ ۔۔۔ کیونکہ رونا تیرے لئے زیادہ بہتر ہے

زانکہ ایشاں ؑ در فراقِ فانی اند ۔۔۔ غافل از لعلِ بقائے کانی اند

کیونکہ وہ فنا ہونیوالے (مُردے) کے فراق میں (مبتلا) ہیں ۔۔۔ بقا کی کان کے لعل سے غافل ہیں

زانکہ بر دل نقشِ تقلید ست بند ۔۔۔ رَو بآبِ چشم بندش را برند

کیونکہ دل پر تقلید کا نقش رکاوٹ ہے ۔۔۔ جا، آنسوؤں سے اُس رکاوٹ کو فنا کر دے

زانکہ تقلید آفتِ ہر نیکو یست ۔۔۔ کہ بود تقلید گر کوہِ قوی ست

کیونکہ تقلید ہر نیکی کی تباہی ہے ۔۔۔ تقلید اگر مضبوط پہاڑ (بھی) ہے تو وہ تنکا ہے

گر ضریرے ؑ لمتر ست و تیز خشم ۔۔۔ گوشت پارہ اش داں کہ اُو را نیست چشم

اگر کوئی اندھا موٹا اور غصیل ہے ۔۔۔ اُسکو گوشت کا ٹکڑا سمجھ کیونکہ اُس کے آنکھ نہیں ہے

گر سخن گوید ز مُو باریک تر ۔۔۔ آں سرش را زاں سخن نبود خبر

اگر وہ بال سے زیادہ باریک بات کہے ۔۔۔ اُس کے دماغ کو اُس بات کا پتہ نہیں ہے

مستیِ دارد ز گفتِ خود ولیک ۔۔۔ از برِ وے تا بمے راہیست نیک

اپنی گفتگو سے مست ہے لیکن ۔۔۔ اُس سے شراب تک بڑا لمبا راستہ ہے

فربہ، موٹا۔ تیز خشم غضبناک۔ تحن یعنی باریک نکتے۔ ترش۔ جب تک حال نہ ہو قال بیکار ہے۔ از برِ وے۔ میں نے لفظ بر کو زیادہ مان کر ترجمہ کیا ہے۔ مے۔ یعنی عشقِ خداوندی کا نشہ۔

ؑ۵۱ سگ نۂ۔ انسانی جسم ہڈیوں اور خون کا مجموعہ ہے۔ ہڈی کتے کی خوراک ہے اور خون جونک کی خوراک ہے۔ دیو چہ۔ جونک، دیک۔ آں چہ۔ اگر تمہاری نگاہ میں چھلکے اور مغز میں کوئی فرق نہیں تو تمہاری آنکھیں بیکار ہیں امتحان کے وقت رُسوا ہوں گی۔ سہو۔ اگر انسان لذائذِ جسمانی اور اُخروی نعمتوں میں فرق نہیں کر سکتا ہے تو قابلِ معافی بھول نہیں ہے یہ تو اندھا پن ہے۔ بر دیگراں یعنی دوسروں کے عیب۔ بر خود یعنی اپنے مصائب پر رونا چاہئیے۔ ز ابرِ گریاں۔ جس طرح بارش سے نباتات کا فروغ ہے اسی طرح اپنے مصائب پر رونے سے روح کا فروغ ہوتا ہے۔ از گریہ۔ موم پگھل کر آنسوؤں کی صورت میں ٹپکتا ہے۔ نوحہ۔ مُردے پر رونا۔ حنیں۔ رونا چلّانا۔

ؑ۵۲ ایشاں۔ مردے پر رونے والے۔ فانی۔ یعنی مرنے والا انسان۔ لعلِ کانی۔ معدنی لعل یعنی ابدی زندگی۔ زانکہ۔ نوحہ اسلئے ممنوع ہے کہ وہ دیکھا دیکھی کا رونا ہے اس ممانعت کو پُر خلوص رونے سے ختم کر دو۔ برند۔ صاف کر دے، رندیدن بمعنی ستردن سے امر کا صیغہ ہے۔ تقلید۔ یعنی اندھا دھند کسی کی پیروی کرنا۔ کہ بود۔ تقلیدی کام خواہ بڑا ہو اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے۔

ؑ۵۳ ضریر۔ ناقص، اندھا۔ لمتر۔

٩٦٦

ہمچو[۵۱] جُویست اُو نہ آبے میخورد
اُس کی مثال نہر کی سی ہے جو پانی نہیں پیتی
آب از وبر آب خوراں بگذرد
اُس کا پانی، پانی پینے والوں تک چلا جاتا ہے

آب در جُوزاں نمی گیرد قرار
پانی اِس وجہ سے نہر میں نہیں ٹھہرتا
زانکہ آں جُو نیست تشنہ و آب خوا
کہ وہ نہر پیاسی اور پانی پینے والی نہیں ہے

ہمچو نلئے نالۂ و زاری کُند
جیسا کہ بانسری نالہ و زاری کرتی ہے
لیک بیگارِ خریدارے کُند
لیکن وہ خریدار کی بیگار کرتی ہے

نوحہ[۵۲] گر باشد مُقلّد در حدیث
نوحہ گر بات میں مُقلّد ہوتا ہے
جُز طمع نبُود مرادِ آں خبیث
اُس خبیث کا لالچ کے علاوہ کوئی مقصد نہیں ہے

نوحہ گر گوید حدیثِ سوزناک
نوحہ گر دردناک بات کہتا ہے
لیک کو سوزِ دل و دامانِ چاک
لیکن دل کی جلن اور پھٹا ہوا دامن کہاں ہے؟

از مُقلّد تا مُحقّق فرقہاست
مُقلّد اور مُحقّق میں بہت فرق ہے
کیں چو داؤد ست و آں دیگر صداست
یہ داؤدؑ کی طرح ہے اور وہ صدائے بازگشت ہے

مَنبعِ گفتارِ ایں سوزے بُود
اُسکی بات کا سرچشمہ سوز ہوتا ہے
واں مقلّد کہنہ آموزے بُود
اور وہ مقلّد کہنہ آموز ہوتا ہے

ہیں مشو غرّہ[۵۳] بداں گفتِ حزیں
اُس غمناک بات سے دھوکے میں نہ پڑنا
بار بر گاوست بر گردوں حنیں
بوجھ بیلوں پر ہے گاڑی میں چوں چوں ہے

ہم مُقلّد نیست محروم از ثواب
مُقلّد بھی ثواب سے محروم نہیں ہے
نوحہ گر را مُزد باشد در حساب
نوحہ گر کی مزدوری بھی حساب میں لگتی ہے

کافر و مومن خدا گویند ولیک
کافر اور مومن (یا) خدا کہتے ہیں، لیکن
درمیانِ ہر دو فرقے ہست نیک
دونوں میں بہت فرق ہے

آں گدا گوید خدا از بہرِ ناں
بھکاری (یا) خدا روٹی کے لئے کہتا ہے
مُتّقی گوید خدا از عینِ جاں
مُتّقی (دل د) جان سے خدا کہتا ہے

اَللہ اَللہ می زنی از بہرِ ناں
تو روٹی کے لئے اللہ اللہ کی ضربیں لگاتا ہے
بے طمع پیش آ و اللہ را بخواں
لالچ کے بغیر آگے بڑھ اور اللہ اللہ کہہ

گر بدانستے گدا از گفتِ خویش
اگر بھکاری اپنی بات کی (قدر) جانتا
پیشِ چشمِ او نہ کم ماندے نہ بیش
اُس کی نظر میں (دنیا کا) کم و بیش نہ رہتا

---

۵۱ ہمچو۔ یعنی واعظِ بے عمل اور مقلّدِ بے بصر کی مثال نہر اور بانسری کی سی ہے، نہر خود نفع نہیں اُٹھاتی بانسری کے دل میں سوز نہیں ہے۔

۵۲ نوحہ گر۔ وہ عورت یا مرد جو اُجرت پر رونے کا پیشہ کرے۔ مقلّد۔ نوحہ گروں میں سے ایک کچھ کہتا ہے دوسرے اُسی کو دُہراتے ہیں۔ خبیث یعنی نوحہ گر۔ مُحقّق۔ وہ شخص جو اپنی تحقیق سے بات کی تہ تک پہنچے۔ داؤدؑ۔ مشہور نبی ہیں جن کا لحن و لہجہ بڑا پُر اثر تھا انسانوں کے علاوہ حیوانات تک وجد کرنے لگتے تھے۔ صدا۔ آوازِ بازگشت۔

۵۳ غرّہ۔ مغرور، دھوکے میں پڑا ہوا۔ حزیں۔ غمناک۔ گردوں۔ گاڑی، چھکڑا۔ مقلّد۔ اچھے کام کی تقلید بھی باعثِ ثواب ہے۔ مُزد۔ مزدوری۔ در حساب۔ طے شدہ۔ خدا گویند۔ خدا کا نام لیتے ہیں یا خدا کے قائل ہیں۔ بہرِ ناں۔ روٹی کمانے کے لئے۔ عینِ جاں۔ یعنی تہِ دل۔ گفتِ خویش۔ یعنی اللہ کا نام۔

سالہا گوید خدا آں نان خواہ[1] | ہمچو خر مصحف کشد از بہر کاہ

روٹی مانگنے والا سالوں (یا)، خدا کہتا ہے | گدھے کی طرح گھاس کے لئے قرآن اٹھاتا ہے

گر بدل در تافتے گفت لبش | ذرہ ذرہ گشتہ بودے قالبش

اگر اُس کے ہونٹ کی بات دل پر چمکتی | تو اُس کا جسم ذرہ ذرہ ہو جاتا

نام دیوے رہ بُرد در ساحری | تو بنام حق پشیزے می بری

جادو گری میں شیطان کا نام کام کرتا ہے | تو اللہ کے نام کے ذریعہ دمڑی حاصل کرتا ہے

خاریدن روستائی در تاریکی شیر را بظن آنکہ گاؤ ست

ایک دیہاتی کا شیر کو سہلانا اُس خیال سے کہ وہ گائے ہے

روستائی[2] گاؤ در آخُر بہ بست | شیر گاؤش خورد و بر جایش نشست

ایک دیہاتی نے گائے کو سال میں باندھ دیا | شیر نے اُس کی گائے کھائی اور اسکی جگہ بیٹھ گیا

روستائی شد در آخُر سوئے گاؤ | گاؤ را می جُست شب آں کنجکاؤ

دیہاتی سال میں گائے کے پاس گیا | وہ تلاش کنندہ رات میں گائے کو ڈھونڈتا تھا

دست می مالید بر اعضائے شیر | پشت و پہلو گاہ بالا گاہ زیر

شیر کے اعضاء پر ہاتھ پھیرتا تھا | کمر اور کروٹ پر، کبھی اوپر، کبھی نیچے

گفت شیر ار روشنی افزوں[3] بُدے | بردریدے زہرہ اش دل خوں شُدے

شیر نے کہا اگر روشنی تیز ہوتی | اُس کا پتا پھاڑ دیتے اُس کا دل خون بنجاتا

ایں چنیں گستاخ زاں می خارَدم | کو دریں شب گاؤ می پندارَدم

اِس طرح نڈر ہو کر مجھے سہلا رہا ہے | کیونکہ وہ رات میں مجھے گائے سمجھ رہا ہے

حق ہمی گوید کہ اے مغرورِ کور | نے ز نامم پارہ پارہ گشت طور

اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے اے دھوکے میں مبتلا اندھے! | کیا میرے نام سے (کوہ) طور ریزہ ریزہ نہیں ہوا؟

کہ لَوْ اَنْزَلْنَا کِتَابًا لِّلْجَبَلْ | لَانْصَدَعْ ثُمَّ انْقَطَعْ ثُمَّ ارْتَحَلْ

کہ اگر ہم (اپنی) کتاب پہاڑ پر اُتارتے | تو وہ پھٹ جاتا پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا پھر جگہ سے ہل جاتا

از من ار کوہِ اُحد واقف بُدے | پارہ گشتے و دلش پُر خوں شُدے

اگر اُحد پہاڑ مجھ سے واقف ہوتا | ٹکڑے ہو جاتا اور اُس کا دل پُر خون ہو جاتا

از پدر و ز مادر ایں بشنیدہ | لاجرم غافل ازیں پیچیدہ

تو نے ماں باپ سے یہ سُنا ہے | لامحالہ تو غفلت سے اِس میں لگا ہوا ہے

---

[1] نان خواہ۔ روٹی کا بھکاری۔ ہمچو خر۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے ان لوگوں کی مثال جو توراۃ کے حامل بنائے گئے اور پھر انھوں نے اس پر عمل نہ کیا اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ قالبش۔ اس کا جسم اگر نام کی حقیقت سے۔۔۔ پارہ پارہ ہو جاتا۔ نامِ دیو۔ عملیات میں جادوگر شیطان کے نام سے کام لیتے ہیں۔ پشیز۔ دمڑی۔

[2] روستائی۔ دیہاتی۔ آخر۔ جانوروں کے باندھنے کی جگہ۔ کنج کاؤ۔ کونے کونے کو کھودنے والا، کنج گوشہ۔ کاؤ، کاویدن سے بنا ہے، کھودنے والا۔

[3] افزوں۔ رات کی تاریکی کی وجہ سے وہ شیر کو گائے سمجھ کر اُس پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ زہرہ۔ پتا۔ گستاخ۔ نڈر۔ حق ہمی گوید جس طرح سے ناواقفیت کی وجہ سے شیر پر ہاتھ پھیرنے کے باوجود اُس دیہاتی کا دل شق نہ ہوا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کما حقہ معرفت نہ ہونے سے اُس کے نام کا تحمل ہو جاتا ہے ورنہ کوہِ طور کی طرح جسمِ انسانی پارہ پارہ ہو جائے۔ کہ۔ قرآن پاک میں ہے کہ اگر ہم اس قرآن کو ایک پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اسکو دیکھتے کہ وہ خدا کے خوف سے جھک جاتا اور پھٹ جاتا۔ اُحد۔ مدینہ منورہ کا مشہور پہاڑ ہے۔ از پدر۔ ماں باپ سے جو ملتا ہے انسان اس کی زیادہ قدر نہیں کرتا ہے۔ لاجرم۔ لامحالہ۔

گر تو بے تقلید ازیں واقف شوی — بے نشاں از لطف چوں ہاتفؔ[1] شوی

اگر بغیر تقلید کے تو اس سے واقف ہو جائے — ہاتف کی طرح لطافت کی وجہ سے بے نشان ہو جائے

بشنو ایں قصہ پئے تہدید را — تا بدانی آفت تقلید را

تنبیہ کے لئے یہ قصہ سن لے — تاکہ تو تقلید کی ہلاکت کو سمجھ لے

فروختن صوفیاں بہیمۂ صوفی مسافر را جہت سماع

سماع کی خاطر صوفیوں کا ایک مسافر صوفی کی سواری کو بیچ ڈالنا

صوفیٔ در خانقاہ از رہ رسید — مرکب خود برد و در آخر کشید

ایک صوفی (سفر کے) راستے سے ایک خانقاہ میں پہنچا — اپنی سواری کو لے گیا اور اصطبل میں باندھ دیا

آبکش داد و علف از دست خویش — نے چو آں صوفی کہ ما گفتیم پیش

اپنے ہاتھ سے اس کو تھوڑا سا پانی اور چارا دیا — اس صوفی کی طرح نہیں جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے

احتیاطش کرد از سہو و خباط — چوں قضا آید چہ سود است احتیاط

اس (صوفی) نے اس (سواری) کی بھول اور بیوقوفی (سے) — جب قضا آتی ہے تو احتیاط سے کیا فائدہ؟

صوفیاں درویش بودند و فقیر — کاد فقر ان یکن کفرا یبیر

صوفی درویش اور فقیر تھے — قریب ہے کہ فقر بڑا کفر بن جائے

اے تونگر تو کہ سیری[2] ہیں مخند — بر کژی آں فقیر دردمند

اے مالدار تو کہ پیٹ بھرا ہے، نہ ہنس — اس دکھی فقیر کی کج روی پر

از سر تقصیر آں صوفی رمہ — خرفروشی در گرفتند آں ہمہ

اس صوفی گروہ نے غلط کاری سے — سب نے خرفروشی شروع کر دی

کز ضرورت ہست مُردار مباح — بس فسادے کز ضرورت شد صلاح

کیونکہ ضرورت کی وجہ سے مُردار جائز ہے — بہت سی خرابیاں ہیں جو ضرورت میں جائز ہو جاتی ہیں

ہم دراں دم آں خرکؔ[3] بفروختند — لوت آوردند و شمع افروختند

فوراً ہی انھوں نے وہ گدھا بیچ دی — مزیدار کھانا لائے اور شمع روشن کی

ولولہ افتاد اندر خانقہ — کامشباں لوت و سماع ست و وَلَہ

خانقاہ میں غل مچ گیا — کہ آج رات لذیذ کھانا ہے، سماع ہے، مستی ہے

چند ازیں صبر و ازیں سہ روزہ چند — چند ازیں زنبیل و زیں دریوزہ چند

کب تک یہ صبر اور کب تک یہ تین دن کا فاقہ! — کہاں تک یہ کشکول اور کہاں تک بھیک!

---

[1] ہاتف۔ وہ فرشتہ جس کی آواز سنائی دے اور نظر نہ آئے۔ تہدید۔ دھمکی، تنبیہ۔ فروختن۔ اس قصہ کا مقصد یہ ہے کہ کسی سنائی بات کو رٹ لینا اور حقیقت پر غور نہ کرنا بہت مُضر ہوتا ہے۔ مُرکب۔ یعنی گدھا۔ آبکش۔ تھوڑا پانی سکے۔ پہلے جس صوفی کا ذکر گذرا ہے اس نے خود اپنے گدھے کو چارہ پانی نہ دیا تھا خادم پر بھروسہ کر لیا تھا۔ سہو۔ بھول۔ خباط۔ خبط، دیوانگی۔ کاد الفقر۔ حدیث میں ہے قریب ہے کہ افلاس کفر بنجائے یعنی مفلس کا ایمان ڈگمگا جاتا ہے۔

[2] سیر۔ پیٹ بھرا۔ کژی۔ کجروی۔ رمہ۔ بکریوں کا ریوڑ، یہاں صوفیوں کا گروہ مراد ہے۔ خرفروشی یعنی انھوں نے اس مسافر کے گدھے کے بیچنے کا معاملہ کر ڈالا۔ کز ضرورت۔ شرعی اصول ہے مجبوریاں ممنوعات کو جائز کر دیتی ہیں۔ بس۔ ضرورت کے وقت مردار کھانا جائز ہے۔

[3] خرک۔ معمولی گدھا۔ لوت۔ لذیذ کھانا۔ سماع۔ سننا یعنی قوالی سننا۔ وَلَہ۔ مستی، جوش عشق۔ سہ روزہ۔ یہیں یا نسبت کی ہے اور اس کا موصوف محذوف ہے یعنی فاقہ۔ زنبیل۔ چمڑے کا تھیلا جس میں فقراء اپنے کھانے کی چیزیں رکھتے ہیں۔ دریوزہ۔ بھیک مانگنا۔

ماہم از خلقیم جاں داریم ما — دولت امشب میہماں داریم ما
ہم بھی مخلوق ہیں، ہم بھی جان رکھتے ہیں — آج رات دولت ہماری مہمان ہے

تخمِ[1] باطل را ازاں می کاشتند — کانکہ آں جاں نیست جاں پنداشتند
باطل کا بیج انہوں نے اس لئے بویا — کہ جو جان نہیں ہے اس کو انہوں نے جان سمجھا

واں مسافر نیز از راہِ دراز — خستہ بود و دید آں اِقبال و ناز
وہ (صوفی) مسافر، طویل راستہ کی وجہ سے — تھکا ہوا تھا اور اس نے توجہ اور مہربانی دیکھی

صوفیانش یک بیک بنواختند — نردِ خدمتہاش خوش می باختند
ایک ایک صوفی نے اس کو نوازا — اس کی خدمتگذاری کی اچھی چالیں چل رہے تھے

آں یکے پایش ہمی مالید و دست — واں یکے پرسیدش از جا نشست
ایک اس کے ہاتھ پیر دبا رہا تھا — ایک اس کی نشست گاہ کو دریافت کرتا تھا

واں یکے افشاند گرد از رختِ او — واں یکے بوسید دستش را و رُو
ایک اس کے سامان کی گرد کو جھاڑتا تھا — دوسرا اس کے ہاتھ اور منہ کو چومتا تھا

گفت چوں می دید میلانِ شاں بوے — گر طرب امشب نخواہم کرد کے
جب اس نے ان کا جھکاؤ اپنی طرف دیکھا تو کہا — اگر آج (عیش و) طرب نہ کروں گا تو کب کروں گا؟

لوت خوردند و سماع آغاز کرد — خانقہ تا سقف شد پُر دُود[2] و گرد
سب نے کھانا کھایا اور سماع شروع ہوا — خانقاہ، چھت تک دھوئیں اور گرد سے بھر گئی

دودِ مطبخ، گردِ آں پا کوفتن — ز اشتیاق و وجدِ جاں آشوفتن
دھواں مطبخ کا، گرد رقص کی — شوق اور وجد کی وجہ سے جان کا پریشان ہونا

گاہ دست افشاں قدم می کوفتند — گہ بسجدہ صُفّہ را می رُوفتند
کبھی بھاؤ دکھاتے ہوئے رقص کرتے تھے — کبھی سجدوں سے چبوترہ پر جھاڑو دیتے تھے

دیر یابد صوفی آز از روزگار — زاں سبب صوفی بود بسیار خوار
صوفی زمانہ سے مراد دیر میں پاتا ہے — اسی لئے صوفی پُر خور ہوتا ہے

جُز[3] مگر آں صوفی کز نورِ حق — سیر خورد و فارغ ست از ننگ و دق
مگر سوائے اس صوفی کے جو اللہ کے نور سے — پیٹ بھرا ہوا اور ذلت اور (دروازہ) پیٹنے سے بے نیاز ہو

از ہزاراں اندکے زیں صوفی اند — باقیاں در دولتِ آں می زیند
ہزاروں میں بہت تھوڑے ایسے صوفی ہیں — باقی ان کی بدولت جیتے ہیں

---

[1] تخمِ باطل۔ یعنی بُرے اعمال۔ کانکہ۔ انھوں نے نفسِ امّارہ کو روح سمجھ کر اس کی پرورش شروع کر دی۔ اِقبال۔ بتوجہ ہونا۔ ناز۔ مہربانی۔ یک بیک۔ با اتصال کے لئے ہے جیسے دربدر۔ نواختن۔ نوازنا۔ نرد باختن۔ چال چلنا، دھوکا دینا۔ پرسید۔ یعنی کھانے کیلئے جائے نشست کے بارے میں پوچھتا تھا یا قیامگاہ کو پوچھتا تھا۔ رخت۔ سامان۔ گفت یعنی مسافر صوفی نے دل میں کہا۔ میلان۔ توجہ۔ طرب۔ مستی، وجد میں رقص کرنا۔

[2] دُود۔ دھواں یعنی مطبخ کا دھواں۔ گرد۔ یعنی رقص کی۔ پاکوفتن۔ رقص کرنا۔ دست افشاندن۔ ہاتھ ہلاتے ہوئے یعنی بھاؤ دکھاتے ہوئے۔ گہ بسجدہ۔ کبھی سجدہ ریز ہو کر چبوترے پر پیشانی گھستے تھے گویا کہ پیشانیوں سے چبوترے پر جھاڑو دے رہے ہیں۔ آز۔ حرص، مقصد۔ زاں سبب۔ بھوکا زیادہ کھاتا ہے۔

[3] جز۔ یعنی حقیقی صوفی کسی حالت میں بھی بسیار خور نہیں ہوتا ہے۔ ننگ۔ یعنی بھیک مانگنے کی ذلت۔ دق۔ کوٹنا یعنی دروازہ کھٹکھٹانا۔ درِ دولت۔ بناوٹی صوفی بھی حقیقی صوفیوں کے بدولت کھا کما لیتے ہیں۔

چوں سماع آمد ز اوّل تا کراں[1] — مطرب آغازید یک ضربِ گراں
جب سماع (کا سامان) اوّل تا آخر ہو گیا — گویے نے ایک مؤثر گت شروع کی

خر برفت و خر برفت آغاز کرد — زیں حرارہ جملہ را انباز کرد
گدھا چلا گیا گدھا چلا گیا (کی دھن)، کو شروع کیا — اِس گرمی نے سب کو (دھن میں) شریک کر دیا

زیں حرارہ پائے کوباں تا سحر — کف زناں خر رفت و خر رفت اے پسر
اِس گرم جوشی میں صبح تک رقص کرتے ہوئے — تالیاں بجاتے ہوئے اے لڑکے گدھا چلا گیا گدھا چلا گیا (کہتے رہے)

از رہِ تقلید آں صوفی ہمیں — خر برفت آغاز کرد اندر حنیں
بطور تقلید کے (مسافر) صوفی نے (بھی)، یہی — روتے ہوئے، گدھا چلا گیا (گانا) شروع کر دیا

چوں گذشت آں نوش و جوش و آں سماع — روز گشت و جملہ گفتند الوداع
جب وہ (کھانا)، پینا اور جوش اور سماع ختم ہوا — دن نکل آیا اور سب رخصت ہو گئے

خانقہ خالی شد و صوفی بماند — گرد از رخت آں مسافر می فشاند
خانقاہ خالی ہو گئی اور (مسافر) صوفی رہ گیا — وہ (صوفی) مسافر سامان سے گرد جھاڑنے لگا

رخت از حجرہ بروں آورد او — تا بخر بندد آں ہمراہ جو
اُس نے حجرے سے سامان باہر نکالا — تاکہ وہ ساتھیوں کو تلاش کرنے والے (صوفی) گدھے پر (لاد دیں)

تا رسد در ہمرہاں[2] خوش می شتافت — رفت در آخر خرِ خود را نیافت
بہت جلدی کر رہا تھا تاکہ ساتھیوں سے جا ملے — اصطبل میں گیا (تو) اپنا گدھا نہ پایا

گفت آں خادم بآبش بردہ است — زانکہ خر دوش آب کمتر خوردہ است
(دل میں) کہا کہ خادم اُس کو پانی پلانے لے گیا ہے — اِس لئے کہ گدھے نے کل رات پانی کم پیا تھا

خادم آمد گفت صوفی خر کجاست — گفت خادم ریش بیں[3] جنگے بخاست
خادم آیا (تو) صوفی نے کہا گدھا کہاں ہے؟ — خادم نے کہا اپنی داڑھی کا خیال کر (اس پر دونوں میں) جھگڑا (کھڑا ہو گیا)

گفت من خر را بتو بسپردہ ام — من ترا بر خر مؤکل کردہ ام
(صوفی نے) کہا میں نے گدھا تیرے سپرد کیا ہے — میں نے تجھے گدھے کا محافظ بنایا ہے

بحث با توجیہ کن حجت میار — وانچہ من بسپردمت واپس سپار
مدلل بات کر، حجت بازی نہ کر — جو میں نے تیرے سپرد کیا ہے، واپس دے

از تو خواہم آنچہ من دادم بہ تو — باز دہ آنچہ کہ بسپردم بہ تو
جو میں نے تجھے دیا ہے تجھ سے (لینا) چاہتا ہوں — جو میں نے تیرے سپرد کیا ہے، واپس کر

[1] کراں۔ کنارہ، آخری حد۔ مطرب۔ گویا، قوال۔ ضرب گراں۔ بھاری چوٹ، ایسی گت جو بے چین کر دے۔ حرارہ۔ گرمی۔ انباز۔ شریک کار۔ پاکوبیدن۔ رقص کرنا۔ کف زناں۔ تالیاں بجاتے ہوئے۔ تقلید۔ دیکھا دیکھی۔ حنین۔ آہ و بکا۔ الوداع۔ رخصت کرنا۔

[2] ہمرہاں۔ یعنی سفر کے وہ ساتھی جو پہلے روانہ ہو گئے تھے۔ دوش۔ گذشتہ رات، گذشتہ دن کے معنی صحیح نہیں ہیں۔

[3] ریش بیں۔ یعنی اپنی داڑھی کا خیال کر اور مجھ سے غلط سوال نہ کر۔ موکل۔ وکیل، محافظ۔ بحث۔ گفتگو۔ توجیہ۔ دلیل پیش کرنا۔ حجت۔ دلیل۔

۴۶۱

گفت[1] پیغمبر کہ دستت ہر چہ برد / بایدش در عاقبت واپس سپرد

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ ہاتھ جو کچھ لے / اُس کو آخر میں واپس کرنا چاہیئے

ور نہ از سرکشی راضی بدیں / نک من و تو خانۂ قاضیِ دیں

اور اگر سرکشی سے تو اس پر راضی نہیں ہے / ابھی میں ہوں اور تو ہے اور شریعت کے قاضی کا گھر ہے

گفت من مغلوب بودم صوفیاں / حملہ آوردند و بودم بیمِ جاں

(خادم نے) کہا، میں مجبور تھا، صوفیوں نے / حملہ کر دیا، اور مجھے جان کا خوف تھا

تو جگر[2] بندے میانِ گربگاں / اندر اندازی و جوئی زاں نشاں

تو کلیجہ بلیوں میں / پھینکتا ہے اور اس کا نشان ڈھونڈتا ہے

در میانِ صد گرسنہ گردۂ / پیشِ صد سگ گربۂ پژمردۂ

سو بھوکوں میں ایک روٹی / مری بلی سو کتوں کے سامنے

گفت گیرم کز تو ظلماً بستدند / قاصدِ خونِ منِ مسکیں شدند

(صوفی نے) کہا مانتا ہوں، تجھ سے وہ ظلماً چھین کر لے گئے / مجھ غریب کے خون کے درپے ہوئے

تو نیائی و نگوئی مر مرا / کاں خرت را می برند اے بینوا

تو نہیں آتا اور مجھ سے نہیں کہتا ہے / کہ اے مفلس! وہ تیرا گدھا لے جا رہے ہیں

تا خر[3] از ہر کہ برد من واخرم / ور نہ توزیعے کنند ایشاں زرم

تاکہ جس نے گدھا لیا میں اس سے واپس لیتا / ورنہ وہ چندہ کرکے میری قیمت دیدیتے

صد تدارک بود چوں حاضر بدند / ایں زماں ہر یک باقلیمے شدند

جب وہ تھے تو سو بندوبست ہو سکتے تھے / اب تو ہر ایک، ایک ملک کو روانہ ہو گیا

من کرا گیرم کرا قاضی برم / ایں قضا خود از تو بر آمد سرم

میں کس کو پکڑوں؟ کس کو قاضی کے پاس لیجاؤں؟ / یہ مصیبت تیری وجہ سے میرے سر پر آئی ہے

چوں نیائی و نگوئی کاے غریب / پیش آمد ایں چنیں ظلمِ مہیب

تو کیوں نہ آیا اور نہیں کہا کہ اے بے وطن! / ایسا خوفناک ظلم پیش آیا ہے

گفت واللہ آمدم من بارہا / تا ترا واقف کنم زیں کارہا

(خادم نے) کہا، خدا کی قسم میں کئی بار آیا / تاکہ تجھے ان کارناموں سے واقف کر دوں

تو ہمی گفتی کہ خر رفت اے پسر / از ہمہ گویندگاں باذوق تر

تو کہتا تھا، اے بیٹا! گدھا چلا گیا / سب کہنے والوں سے زیادہ ذوق سے

---

[1] گفت۔ حدیث میں ہے۔ علی الید ما اخذت حتی تؤدیہ "ہاتھ جو کچھ لے اس کا ادا کرنا فرض ہے"۔ ور نہ۔ یعنی ور نہ واپس۔ مطلب۔ واجو۔ بیم جاں۔ جان کا خوف۔

[2] جگر بند۔ جگر، پھیپھڑے اور دل کا مجموعہ۔ گربگان۔ گربہ کی جمع یعنی بھوکے صوفی۔ گرسنہ۔ بھوکا۔ گردہ۔ روٹی، پھیلی، خمیرہ۔ گیرم۔ میں مانتا ہوں۔

[3] واخرم۔ میں لوٹا لیتا۔ توزیع۔ تقسیم، چندہ۔ زر۔ یعنی گدھے کی قیمت۔ تدارک۔ فوت شدہ چیز کو حاصل کر لینا۔ اقلیم۔ ملک، ولایت۔ قضا۔ مصیبت یعنی گدھے کا بک جانا۔ غریب۔ مسافر، بے وطن۔ مہیب۔ خوفناک۔ کارہا یعنی صوفیوں کے کارنامے۔ باذوق تر یعنی دوسرے صوفیوں سے بھی زیادہ ذوق سے کہتا تھا۔

بازمی گشتم کہ اُو خود واقف ست
میں واپس ہوجاتا تھا کہ وہ تو واقف ہے

زیں قضا راضیست مردِ عارفست[1]
اِس مصیبت پر راضی ہے، عارف انسان ہے

گفت آنرا جملہ می گفتند خوش
(صوفی نے) کہا وہ سب اُسکو ذوق سے گا رہے تھے

مر مرا ہم ذوق آمد گفتنش
اُن کے کہنے سے میرے اندر بھی ذوق پیدا ہوگیا

مر مرا تقلیدِ شاں بر باد داد
مجھے اُن کی تقلید نے برباد کیا

کہ دو[2] صد لعنت برآں تقلید باد
ایسی تقلید پر دو سو لعنتیں ہوں

خاصہ تقلیدِ چنیں بے حاصلاں
خصوصاً ایسے بیہودہ لوگوں کی تقلید

کابرو را ریختند از بہرِ ناں
جنہوں نے روٹی کی خاطر آبرو لُٹا دی

عکسِ ذوقِ آں جماعت میزدے
اُس جماعت کے ذوق کا عکس پڑ رہا تھا

ویں دلم از عکس ذوقیں می شدے
میرا دل عکس سے صاحبِ ذوق بن رہا تھا

عکس چنداں باید از یارانِ خوش
اچھے دوستوں کا عکس اِس قدر درکار ہے

کہ شوی از بحرِ بے[5] عکس آب کش
کہ تو بے عکس سمندر سے سیراب ہو

عکس کاول زد تو آں تقلید داں
شروع میں جو عکس پڑے تو اُس کو تقلید سمجھو

چوں پیاپے شد بُوَد تحقیق آں
جب پے در پے ہو تو وہ تحقیق ہوگی

تا نشد تحقیق از یاراں مبُر
جبتک تحقیق (کا درجہ حاصل) نہ ہو دوستوں سے نہ کٹ

از صدف مگسل نگشتہ قطرہ دُر
جب تک قطرہ موتی نہ بنے سیپ سے جُدا نہ ہو

صاف خواہی چشمِ عقل و سمع را
اگر تو عقل کی آنکھ اور کان کو صاف رکھنا چاہتا ہے

بر دراں تو پردہائے طمع را
تو لالچ کے پردوں کو چاک کر دے

زانکہ[3] آں تقلیدِ صوفی از طمع
اسلئے کہ لالچ کی وجہ سے اُس صوفی کی تقلید نے

عقلِ اُو بر بست از نور و لمع
اُس کی عقل کو نور اور چمک سے روکدیا

زانکہ صوفی را طمع بُردش ز راہ
کیونکہ صوفی کو لالچ نے گمراہ کیا

ماند در خسران و شد کارش تباہ
ٹوٹے میں پڑا اور اُس کا کام برباد ہوگیا

طمعِ لوت و طمعِ آں ذوقِ سماع
مزیدار کھانے کا لالچ اور سماع کے ذوق کا لالچ

مانع آمد عقلِ اُو را ز اطلاع
اُس کی عقل کے لئے باخبر ہونے سے مانع بنگیا

گر طمع در آئینہ برخاستے
لالچ، اگر آئینہ میں پیدا ہو جائے

در نفاق آں آئینہ چوں ماستے
نفاق میں وہ آئینہ بھی ہم جیسا ہو جائے

---

[1] مردِ عارف۔ باخدا انسان۔ تقلید۔ یعنی اندھا دُھند بغیر سوچے سمجھے پیروی کرنا۔ بہرِ ناں۔ یعنی شکم پُری کے لئے اُن صوفیوں نے خیانت کی۔ عکس۔ یعنی اُن لوگوں کے ذوق نے میرے اندر بھی ذوق پیدا کر دیا۔ یارانِ خوش۔ اچھے دوست یعنی مُرشدینِ کاملین، یہ اچھی تقلید کا بیان ہے۔

[2] بحرِ بے عکس۔ ذاتِ ہمتا، اللہ تعالےٰ۔ عکس کا اول۔ سالک ابتداء مُرشدِ کامل کی تقلید کرتا ہے اور کمال حاصل ہو جانے پر یہ مُقلد، مُحقق بن جاتا ہے۔ تب منقطع نہ ہوتاکہ وہ شیخِ کامل تربیت کرتا ہے۔ صَدَف۔ سیپ یعنی شیخ۔ دُر۔ موتی۔ صاف خواہی۔ شیخ سے مُستفیض ہونے کے لئے بُرے اخلاق کا ترک ضروری ہے۔

[3] زانکہ۔ اس لئے کہ۔ طمع۔ لالچ۔ لمع۔ چمک۔ ز اطلاع۔ یعنی صوفیوں کی سازش کی خبر۔ آئینہ۔ آئینہ حقیقتِ حال کو صحیح طور پر واضح کردیتا ہے۔ لہٰذا وہ صاف گوئی میں ضرب المثل ہے۔

گر ترازو را طمع بودے بمال ¹ — راست کے گفتے ترازو وصفِ حال

اگر ترازو کو مال کا لالچ ہوتا — (تو) ترازو سچی حالت کب بتاتی؟

گفت گیرم از طمع قاروں شوی — آخر الامر اندریں ہاموں شوی

(ترازو نے) کہا میں مانتی ہوں لالچ سے تو قارون بن جائیگا — انجام کار اسی جنگل (قبرستان) میں پہنچے گا

ہر نبی می گفت با قوم از صفا — من نخواہم مُزدِ پیغام از شما

ہر نبی اپنی قوم سے اخلاص سے کہتا تھا — میں تم سے پیغام (بری) کی مزدوری نہیں چاہتا ہوں

من دلیلم حق شمارا مشتری — داد حق دلالیم ہر دو سری

میں راہ نما ہوں اور تمہارا خریدار اللہ (تعالیٰ) ہے — اللہ (تعالیٰ) نے مجھے دونوں طرف کی دلالی دیدی ہے

ہست مُزدِ کار مر دلال را — مُزد باید داد تا گوید سزا

ہر دلال کی اجرت ہوتی ہے — اُجرت دیدینی چاہیئے تاکہ وہ ٹھیک بات کہے

چیست مُزدِ کارِ من ² دیدارِ یار — گرچہ خود بوبکر بخشد چل ہزار

میرے کام کی اُجرت کیا ہے؟ یار کا دیدار — اگرچہ ابوبکرؓ خود چالیس ہزار دے دیں

چل ہزارِ اُو نباشد مُزدِ من — کے بود شبہ شبہ دُرِّ عدن

اُن کے چالیس ہزار میری مزدوری نہیں ہوسکتے — پوتھ، عدن کے موتی کی طرح کب ہوتا ہے؟

یک حکایت گویمت بشنو بہوش — تا بدانی کیں طمع شد بندِ گوش ³

میں تجھے ایک قصہ سناتا ہوں ہوش سے سن لے — تاکہ تو سمجھ جائے کہ یہ لالچ کان کی ڈاٹ ہے

ہر کرا باشد طمع اُلکن شود — با طمع کے چشمِ دل روشن شود

جس میں لالچ ہوتا ہے وہ گونگا ہوجاتا ہے — لالچ کے ہوتے ہوئے دل کی آنکھ کب روشن ہوتی ہے؟

پیشِ چشمِ اُو خیالِ جاہ و زر — ہمچناں باشد کہ مُوی اندر بصر

اُس کی آنکھ کے سامنے رتبے اور مال کا خیال — ایسا ہوتا ہے کہ جیسا کہ آنکھ میں بال

جز مگر مستے کہ از حق پُر بود — گرچہ بدہی گنجہا اُو حر بود

ہاں سوائے اُس مست کے کہ جو حق سے بھرا ہو — اگرچہ تو اُس کو خزانے بخشدے وہ آزاد ہوتا ہے

ہر کہ از دیدار برخوردار شد — ایں جہاں در چشمِ اُو مُردار شد

جو دیدارِ (خداوندی) سے بہرہ ور ہو گیا — یہ دنیا اُس کی نظر میں مُردار ہو گئی

لیک آں صوفی ز مستی دور بود — لاجرم از حرصِ خود بے نور بود

لیکن وہ صوفی مستی سے دور تھا — لامحالہ اپنے لالچ کی وجہ سے بے نور تھا

---

¹ ترازو - ترازو بھی کم و بیش کو صحیح صحیح بتا دیتی ہے قارون - حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کا مشہور مالدار کنجوس ہے۔ ہاموں جنگل یعنی قبرستان جہاں مالدار اور فقیر یکساں ہیں۔ ہر نبی - حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ وغیرہ سب نے قوم سے یہی کہا تھا۔ دلیل - راستہ بتلانے والا، دلال۔ مشتری - خریدار۔ ہر دو سری - دونوں جانب، دلال دونوں جانب سے دلالی وصول کرتا ہے۔ سزا - مناسب، دلال کو دلالی ملجاتی ہے تو ٹھکانے کی بات کرتا ہے۔

² من - یعنی یہ آنحضورؐ نے فرمایا۔ بوبکرؓ - حضرت ابوبکرؓ نے آنحضورؐ پر اپنی تمام دولت صرف کرڈال۔ بعض روایات میں ہے کہ جس وقت وہ مسلمان ہوئے اُن کی ملکیت میں چالیس ہزار دینار تھے۔ شبہ - شین کے زیر کے ساتھ بمعنی مثل اور شین کے زبر کے ساتھ بمعنی پوتھ۔

³ بندِ گوش - یعنی لالچ میں پڑکر انسان کسی نصیحت کو قبول نہیں کرتا ہے۔ اُلکن - ہکلا یعنی لالچی آدمی صحیح بات کہنے پر قادر نہیں رہتا۔ پیشِ چشم - مال و جاہ کا لالچ انسان کو بے بصیرت بنا دیتا ہے۔ حر بود - جو مئے حق کا مست ہے وہ آزاد ہوتا ہے کسی کا بے جا دباؤ قبول نہیں کرتا ہے۔ ایں جہاں - دنیا - مُردار - حدیث شریف میں ہے دنیا مردار ہے اُس کے

476

صد حکایت بشنود مدہوشِ حرص — در نیاید نکتۂ در گوشِ حرص

حرص سے مدہوش سو قصے سنتا ہے — لیکن حرص کے کان میں ایک نکتہ بھی نہیں آتا ہے

تعریف[1] کردنِ منادیانِ قاضی مفلس را گردِ شہر

قاضی کے اعلانچیوں کی شہر کے چاروں طرف ایک مفلس کی تشہیر کرنا

بود شخصے مفلسے بے خان ومان — ماند در زندان و بندِ بے اماں

ایک شخص مفلس اور خانہ خراب تھا — جو قید خانہ اور بے اماں قید میں تھا

لقمۂ زندانیاں خوردے گزاف — بر دلِ خلق از طمع چوں کوہِ قاف

خواہ مخواہ قیدیوں کا کھانا کھا جاتا — لالچ کی وجہ سے وہ لوگوں کے دلوں پر کوہِ قاف کی طرح (بھاری) تھا

زہرہ نے کس را کہ او لقمہ خورد — زانکہ آں لقمہ ربا چابک برد

کسی کا پتہ نہ تھا کہ وہ لقمہ کھائے — کیونکہ وہ لقمہ اُچک لینے والا فوراً (اُڑا) لے جائے گا

ہر کہ دور از رحمتِ رحماں بود — او گدا چشم ست گر سلطاں بود

جو رحمان کی رحمت سے دور ہو — اگرچہ وہ بادشاہ ہو اس کی آنکھ بھکاری کی ہے

مر مروّت را نہادہ زیرِ پا — گشت زنداں دوزخے زاں ناں رُبا

اُس نے مروّت کو پامال کر رکھا تھا — اُس روٹی اُچکے سے قید خانہ دوزخ بن گیا تھا

گر گریزی بر امیدِ راحتے — زاں طرف ہم پیشت آید کوفتے

اگر تو راحت کی تمنا میں بھاگے گا — اس طرف سے بھی تیرے سامنے کوئی مصیبت آئے گی

ہیچ کنجے بے دد[2] و بے دام نیست — جز بخلوتگاہِ حق آرام نیست

کوئی گوشہ درندے اور چرندے کے بغیر نہیں ہے — حق کی خلوت گاہ کے سوا کہیں راحت نہیں ہے

کنجِ زندانِ جہانِ ناگزیر — نیست بے پامزد و بے دقِ الحصیر

دنیا کے جبری قید خانہ کا گوشہ — محنت اور بھاگ دوڑ سے خالی نہیں ہے

واللہ ار سوراخِ موشے در روی — مبتلائے گربہ چنگالے شوی

خدا کی قسم اگر تو کسی چوہے کے سوراخ میں جائے گا — کسی بلی کے پنجے میں پھنسے گا

آدمی[3] را فربہی ہست از خیال — گر خیالاتش بود صاحب جمال

خیالات کی وجہ سے آدمی کی فربہی ہے — اگر اُس کے تصورات حسین ہوں

ور خیالاتش نماید ناخوشے — می گدازد ہمچو مومِ آتشے

اگر اُس کے خیالات ناخوشگواری ظاہر کریں — آگ (پر) کے موم کی طرح پگھل جائے گا

---

[1] تعریف کردن۔ تشہیر کرنا۔ خان ومان۔ خان، خانہ، مان، گھر سامان، یعنی بے گھر بے در۔ گزاف۔ بیہودہ۔ کوہِ قاف۔ ایلان کا مشہور پہاڑ ہے۔ زَہرہ۔ پتا۔ چابک۔ تیزی، جلدی۔ گدا چشم۔ فقیر کی آنکھ والا، لالچی۔

[2] دد۔ درندہ۔ دام۔ چرندہ۔ زندانِ جہاں۔ پہلے رسمی قید خانہ کے مصائب کا ذکر تھا اب دنیا جو ایک مومن کا قید خانہ ہے اسکے مصائب کا ذکر ہے۔ ناگزیر۔ دنیوی زندگی میں اس جہان سے چھٹکارا نہیں ہے۔ پامزد۔ محنت، مزدوری۔ دقِ الحصیر۔ دق، کوٹنا حصیر، بوریا، جم کر بیٹھے اور مشقت کا کام کرنے سے نیچے کا بوریا جلد ٹوٹ جاتا ہے۔ لہٰذا اس کے معنی محنت مشقت کے آتے ہیں۔

[3] آدمی۔ پہلے اشعار میں انسان کے خارجی مصائب میں مبتلا ہونے کا بیان تھا۔ اب اِن اشعار میں اُن مصائب کا ذکر ہے جن کے اسباب خود انسان کے اندر ہیں۔ صاحب جمال۔ اچھے خیالات انسان کی تر و تازگی کا سبب ہیں۔ ناخوشے۔ اگر انسانی خیالات کوئی ناخوشگوار تصور باندھ دیتے ہیں تو انسان موم کی طرح پگھل جاتا ہے۔

در میانِ مار و کژدم گر ترا
اگر تجھے سانپ اور بچھوؤں کے درمیان

با خیالاتِ خوشاں دارد خدا
عمدہ تصورات کے ساتھ خدا رکھے

مار و کژدم مر ترا مونس شود
سانپ بچھو تیرے غم خوار ہو جائیں گے

کاں خیالت کیمیائے مس شود
کیونکہ تیرے وہ خیالات تانبے کیلئے کیمیا ہو جائینگے

صبر شیریں از خیالِ خوش شدست
اچھے خیال سے صبر شیریں بنا ہے

کاں خیالاتِ فرح پیش آمدست
کیونکہ وہ خوشی کے خیالات پیش آئے ہیں

آں فرح آید ز ایماں در ضمیر
دل میں خوشی ایمان سے آتی ہے

ضعفِ ایماں ناامیدی و زحیر
ایمان کی کمزوری ناامیدی اور ناخوشی ہے

صبر از ایماں بیابد سر کُلہ
صبر نے ایمان کا تاج پہنا ہے

حَیْثُ لَا صَبْرَ فَلَا اِیْمَانَ لَہٗ
جس کو صبر نصیب نہیں اُس کا ایمان نہیں ہے

گفت پیغمبر خدا اش ایماں نداد
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا خدا نے اسکو ایمان نہیں دیا

ہر کرا صبرے نباشد در نہاد
جس کی فطرت میں صبر (کرنا) نہ ہو

آں یکے در چشمِ تو باشد چو مار
ایک شخص تیری نظر میں سانپ ہوتا ہے

ہم وے اندر چشمِ آں دیگر نگار
وہی دوسرے کی نظر میں محبوب ہوتا ہے

زانکہ در چشمت خیالِ کفرِ اوست
اسلئے کہ تیری نظر میں اُس کے کفر کا خیال ہے

واں خیالِ مومنی در چشمِ دوست
دوست کی نگاہ میں اُس کے مومن ہونے کا خیال ہے

کاندریں یک شخص فعلے ہر دو ہست
ایک شخص میں دونوں کے کارنامے ہیں

گاہ ماہی باشد او گاہے شست
کبھی وہ مچھلی ہوتا ہے کبھی مچھلی پکڑنے کا کانٹا

نیمِ او مومن بود نیمیش گبر
اُس کا نصف مومن ہوتا ہے، نصف کافر

نیمِ او حرص آوری نیمیش صبر
اُس کا نصف حرص پسندی نصف صبر ہوتا ہے

گفت یزدانت فمنکم مؤمنٌ
تیرے خدا نے فرمایا ہے بس تم میں سے مومن ہیں

باز منکم کافرٌ گبرِ کہن
پھر فرمایا، تم میں سے کافر ہیں پرانے کافر

ہمچو گاوے نیمۂ جلدش سیاہ
اُس بیل کی طرح جس کی آدھی کھال کالی ہے

نیمۂ دیگر سپید و ہمچو ماہ
اور دوسری آدھی چاند کی طرح سفید ہے

ہر کہ ایں نیمہ بہ بیند رد کند
جو اس آدھے کو دیکھتا ہے اُس کو ٹھکرا دیتا ہے

ہر کہ آں نیمہ بہ بیند کد کند
جو اُس آدھے کو دیکھتا ہے (خریداری کی) کوشش کرتا ہے

۱؎ در میانِ مار۔ انسان اچھے خیالات کی بنا پر دشمنوں میں بھی راحت سے زندگی گزار لیتا ہے۔ بس یعنی اچھے خیالات دشمنوں کو دوست بنا دیتے ہیں۔ خیالِ خوش۔ یعنی صبر کے ثواب کا خیال۔ فرح۔ خوشی۔ ز ایماں۔ مومن کا ایمان ہوتا ہے کہ صبر کا ثواب ملے گا۔ سر کلہ۔ کلاہِ سر۔ نداد۔ حدیث شریف میں ہے صبر ایمان کا ایک حصہ ہے۔ ضمیر۔ دل۔ زحیر۔ پیچش، ناخوشی۔

۲؎ آں یکے۔ خیالات جس طرح اثرات کے اعتبار سے مختلف ہیں اسی طرح اپنی ذات کے اعتبار سے بھی مختلف ہیں، ایک ہی انسان کے بارے میں ایک انسان کا خیال ہوتا ہے کہ وہ ڈسنے والا سانپ ہے دوسرا اُس کو اپنا دوست خیال کرتا ہے۔
زانکہ۔ سانپ سمجھنے والے کی نظر میں اُس کی برائیاں ہیں دوست سمجھنے والے کے خیال میں اُس کی بھلائیاں ہیں۔

۳؎ کاندریں۔ ہر شخص میں نفس الامر میں برے اور بھلے اخلاق ہوتے ہیں شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ نیم او۔ ہر انسان میں کافرانہ صفات بھی ہوتی ہیں، مومنانہ صفات بھی۔ ہمچو گاوے۔ انسان کی مثال چتکبرے بیل کی طرح سمجھ۔ ایں نیمہ یعنی کالا حصہ آں نیمہ۔ یعنی سفید حصہ۔

از جمالِ یوسفؑ[1] اِخواں پس نفور — لیک اندر دیدۂ یعقوبؑ نور
یوسف (علیہ السلام) کے حُسن سے بھائی سخت متنفر — لیکن وہ یعقوب (علیہ السلام) کے نورِ چشم تھے

از خیالِ بد مراُورا زشت دید — چشمِ فرع و چشمِ اصلی ناپدید
(بھائیوں نے) بُرے خیال کی وجہ سے اُنکو بد شکل دیکھا — (اُنکی) فرعی آنکھ تھی اور اصلی آنکھ ناپید تھی

چشمِ ظاہر سایۂ آں چشم داں — ہر کہ آں بیند بگردد ایں بداں
ظاہری آنکھ کو اُس آنکھ کا پرتو سمجھ — جو وہ (دل کی آنکھ) دیکھے گی یہ اسی طرف گھوم جائیگی

سایۂ اصل ست فرع اما کجا — سایہ با خورشید دارد پا بجا
فرع، اصل کا سایہ ہے، لیکن کہاں — ٹھہرتا ہے سایہ سورج کے سامنے؟

تو مکانی[2] اصلِ تو در لامکاں — ایں دکاں بربند و بکشا آں دکاں
تو مکانی ہے، تیری اصل لامکان میں ہے — یہ دکان بند کر دے وہ دکان کھول لے

شش جہت مگریز زیرا در جہات — ششدر ست و ششدرہ مات ست مات
چاروں طرف بھاگ اِس لئے کہ تمام جانبوں میں — پھنساؤ کی جگہ ہے اور پھنساؤ والے کیلئے ہار ہی ہار ہے

ایں سخن را نیست حد زندانیاں — مضطر اند از دستِ آں خر قلتباں
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، قیدی — اُس دیوث، گدھے سے پریشان ہیں

شکایت کردنِ اہلِ زنداں پیشِ وکیلِ قاضی از دستِ آں مفلس

قیدیوں کا اُس مفلس کی قاضی کے وکیل سے شکایت کرنا

با وکیلِ قاضیِ ادراک مند — اہلِ زنداں در شکایت آمدند
عقلمند قاضی کے وکیل سے — قیدی شکایت کرنے لگے

کہ سلامِ ما بقاضی بر کنوں[3] — باز گو آزارِ ما زیں مردِ دوں
کہ اب ہمارا سلام قاضی کو پہنچا — پھر اُس کمینہ انسان سے جو تکلیف ہمیں پہنچ رہی ہے وہ بیان کر

کاندریں زنداں بماند او مستمر — یاوہ تاز و طبل خوار ست و مضر
وہ ہمیشہ اِس قیدخانہ میں رہتا ہے — فضول گشت کرنے والا، بُر خور اور تکلیف دہ ہے

مردِ زندانی نیابد لقمۂ — در بصد حیلت کشاید طعمۂ
قیدی کو (اوّل تو) روٹی ملتی نہیں ہے — اگر سَو تدبیروں سے وہ کھانا کھولتا ہے

در زماں پیش آید آں دوزخ گلو — حجتش اینکہ خدا گفتہ کلوا
وہ جہنم (جیسے) حلق والا فوراً آجاتا ہے — اُس کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کھاؤ

---

[1] یوسفؑ۔ اپنے باپ حضرت یعقوبؑ کے نورِ نظر تھے اور اُنکو اُن کے بھائی بُرا سمجھتے تھے۔ از خیال۔ چونکہ اُن کے بھائیوں کے خیالات بُرے تھے اُن کو یوسف بُرے نظر آئے۔ چشمِ اصلی۔ دل کی آنکھ۔ چشمِ ظاہر۔ جسم کی آنکھ۔ آں چشم۔ دل کی آنکھ۔ ہر کہ۔ جسمانی آنکھ دل کی آنکھ کے تابع ہے۔ اصل یعنی دل کی آنکھ۔ فرع یعنی جسمانی آنکھ۔

[2] تو مکانی۔ انسان میں اصل روح ہے اور اُس کا مسکن عالمِ بالا ہے لہٰذا انسان کو عالمِ ارواح کے کاروبار میں لگنا چاہیئے۔ شش جہت۔ چھ جانبیں، دائیں، بائیں، آگے، پیچھے، اوپر، نیچے۔ ششدر۔ وہ جگہ جس سے رہائی مشکل ہو وہ چھ خانے جس میں نرد کا مہرہ پھنس کر مشکل سے بچتا ہے۔ ششدرہ۔ نرد کا وہ مہرہ جو ششدر میں پھنس جائے۔ مات۔ شاہِ شطرنج کا گرفتار ہو جانا جس کی وجہ سے بازی میں ہار ہو جاتی ہے۔

[3] بر۔ بُردن سے امر کا صیغہ ہے۔ آزار۔ تکلیف۔ دوں۔ کمینہ۔ مستمر۔ ہمیشہ۔ یاوہ تاز۔ بیکار پھرنے والا، آوارہ گرد۔ طبل خوار۔ کھا کر پیٹ کو ڈھول کی طرح بنا لینے والا۔ طعمہ۔ خوراک۔ دوزخ گلو۔ وہ شخص جس کا گلا ہر وقت کھانا مانگے۔ کلوا۔ تم کھاؤ۔

٦٦٦

چوں مگس حاضر شود در ہر طعام
ہر کھانے پر مکھی کی طرح گرتا ہے

از وقاحت[1] بے صلاح و بے سلام
بے شرمی سے بغیر بلائے اور بغیر سلام کے

پیشِ اُو ہیچست لوتِ شصت کس
اُس کے لیے ساٹھ آدمیوں کا کھانا کچھ بھی نہیں ہے

کر کند خود را اگر گوئیش بس
اگر اُس کو بس کہو تو اپنے آپ کو بہرا بنا لیتا ہے

زیں چنیں قحطِ سہ سالہ داد داد
اس تین سال قحط سے فریاد ہے، فریاد ہے

ظلِّ مولانا ابد پاینده باد
جناب کا سایہ ہمیشہ قائم رہے

گو ز زنداں تا رود ایں گاومیش
حکم دیدیجئے کہ یہ بھینسا قید خانہ سے چلا جائے

یا وظیفہ کن ز وقفے لقمہ ایش
یا اُس کے کھانے کا کسی وقف سے وظیفہ مقرر کر دیجئے

اے ز تو خوش ہم ذکور[2] و ہم اناث
اے وہ کہ تجھ سے سب مرد و زن راضی ہیں!

داد کن اَلْمُسْتَغَاثْ اَلْمُسْتَغَاثْ
انصاف کیجئے المدد المدد

سوئے قاضی شد وکیلِ بانمک
خوش مزاج وکیل، قاضی کے پاس گیا

گفت با قاضی شکایت یک بیک
ایک ایک کر کے قاضی سے شکایتیں کر دیں

خواند از زنداں ورا قاضی بہ پیش
قاضی نے اُس کو قید خانہ سے (اپنے) سامنے بلایا

پس تفحص کرد از اعیانِ خویش
اور اپنے لوگوں سے تحقیق کی

گشت ثابت پیشِ قاضی آں ہمہ
وہ سب کچھ قاضی کے سامنے ثابت ہو گیا

کہ نمودند از شکایت آں رمہ
جو شکایت میں اُس جماعت نے ظاہر کیا تھا

گفت قاضی خیز زیں زنداں برو
قاضی نے کہا، اُٹھ اس قید خانہ سے تو چلا جا

سوئے خانہ مُردہ ریگ[3] خویش شو
اپنے موروثی گھر کی جانب (روانہ) ہو

گفت خان و مانِ من احسانِ تست
اُس نے کہا میرا گھر بار تو تیرا احسان ہے

ہمچو کافر جنتم زندانِ تست
کافر کی طرح میری جنت تیرا قید خانہ ہے

گر ز زندانم برانی تو بَرَد
اگر تو دھکے دے کر مجھے قید خانہ سے نکال دیگا

خود بمیرم من ز درویشی و کد
میں مفلسی اور مشقت سے مر جاؤں گا

ہمچو ابلیسے کہ می گفت اے سلام
شیطان کی طرح کہتا تھا اے خدا!

رَبِّ اَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَام
مجھے قیامت تک مہلت دیدے

کاندریں زندانِ دنیا من خوشم
کہ اس دنیا کے قید خانہ میں میں خوش ہوں

تا کہ دشمن زادگاں را می کُشم
تا کہ دشمن کی اولاد کو ہلاک کروں

[1] وقاحت۔ بے شرمی۔ صلاح۔ نیکی، کھانے کیلئے بلانا۔ کر گند یعنی اگر اُسے کھانا کھانے سے روکو تو بہرا بن جاتا ہے۔ قحطِ سہ سالہ۔ وہ پیٹو شاید تین سال سے جیل خانہ میں تھا۔ گاومیش بھینس۔

[2] ذکور۔ ذکر کی جمع، مرد۔ اناث۔ انثیٰ کی جمع، عورت۔ المستغاث۔ وہ شخص جس سے مدد مانگی جائے۔ بانمک۔ خوش مزاج، با مذاق۔ یک بیک۔ ایک ایک۔ تفحص۔ جستجو۔ اعیان۔ سردار۔ رمہ۔ جماعت، گروہ۔

[3] مُردہ ریگ۔ موروثی چیز۔ ہمچو۔ حدیث میں ہے "دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے" کد۔ محنت، مشقت۔ رب۔ قرآن پاک میں شیطان کا مقولہ مذکور ہے: "اے میرے پروردگار مجھے روزِ قیامت تک مہلت دے"۔ دشمن زادگان۔ بنی آدم، حضرت آدم سے شیطان کی دشمنی ہے۔

هر کہ اُو را قُوتِ ایمانے بود ۔ وز برائے زادِ رہ نانے بود
جس کے پاس ایمان کی روزی ہو ۔ اور توشہ کے لئے روٹی ہو

می ستانم گہ بمکر و گہ بریو ۔ تا بر آرند از پشیمانی غریو
(اُس سے) کبھی مکر سے کبھی دھوکے سے چھین لونگا ۔ تاکہ شرمندگی سے چیخنے لگے

گہ بدرویشی کنم تہدیدِ شاں ۔ گہ بزلف و خال بندم دیدِ شاں
کبھی اُن کو افلاس سے ڈراؤں ۔ کبھی اُن کی نگاہ زُلف اور تل میں پھنساؤں

قُوتِ ایمانی دریں زنداں کم ست ۔ وانکہ ہست از قصدِ ایں سگ در خم ست
اس قید خانہ میں ایمان کی روزی کم ہے ۔ جو ہے وہ اِس کتے کی وجہ سے پیچ و خم میں ہے

از نماز و صوم و صد بیچارگی ۔ قُوتِ ذوق آید بُرد یکبارگی
نماز اور روزہ اور سَو قسم کے عجز سے ۔ ذوق میسر آتا ہے، جس کو وہ ایکدم لے بھاگتا ہے

أَسْتَعِيذُ اللهَ مِنْ شَيْطَانِهِ ۔ قَدْ هَلَكْنَا آهِ مِنْ طُغْيَانِهِ
میں اللہ سے اُس کے شیطان سے پناہ چاہتا ہوں ۔ آہ، ہم اِس کی سرکشی سے ہلاک ہوگئے ہیں

یک سگ ست و در ہزاراں می رود ۔ ہر کہ در وے رفت اُو آں می شود
ایک کُتا ہے اور ہزاروں میں گھس جاتا ہے ۔ جس میں وہ گھستا ہے وہ وہی بن جاتا ہے

ہر کہ سردت کرد میداں کو درو ست ۔ دیو پنہاں گشت اندر زیرِ پوست
جو تجھے (اللہ کی عبادت میں) سست بنائے سمجھ لے ۔ کھال کے اندر شیطان چھپا ہے

چوں نیابد صورت آید در خیال ۔ تا کشاند آں خیالت در وبال
جب (اپنی) صورت میں نہ آئے تو تصور میں آجائیگا ۔ تاکہ وہ تصور، تجھے وبال میں ڈال دے

از خیالاتِ تو می آید بلا ۔ چوں خیالت فاسد آمد جابجا
تیرے خیالات سے مصیبت آتی ہے ۔ چونکہ تیرا خیال ہر جگہ فاسد ہوتا ہے

گہ خیالِ فرجہ و گاہے دکاں ۔ گہ خیالِ علم و گاہے خان و ماں
کبھی کشادگی کا خیال اور کبھی دکان (کا خیال) ۔ کبھی علم کا خیال اور کبھی گھر در (کا خیال)

گہ خیالِ مکسب و سوداگری ۔ گہ خیالِ تاجری و داوری
کبھی پیشے اور سوداگری کا خیال ۔ کبھی تاجر ہونے اور عہدہ کا خیال

گہ خیالِ نقرہ و فرزند و زن ۔ گہ خیالِ بوالفضول و بوالحزن
کبھی زر اور اولاد اور بیوی کا خیال ۔ کبھی بکواسی اور غمزدہ کا خیال

---

[1] قُوت۔ خوراک۔ راہ۔ یعنی راہِ آخرت۔ نانے۔ یعنی کوئی نیک عمل۔ می ستانم۔ یعنی میں اس کی زادِ راہ چھین لیتا ہوں۔ ریو۔ مکر و فریب۔ غریو۔ شور و غل۔ گہ بدرویشی۔ قرآن پاک میں ہے "شیطان تمہیں افلاس کے احتمال میں مبتلا کر دیتا ہے اور تم کو بے حیائی کی ترغیب دیتا ہے"۔

[2] قُوت۔ اس دنیا کے قید خانہ میں مؤمن اور شیطان کی وہی صورت ہے جو دوسرے قیدیوں کی تھی اور اس پیٹو مفلس کی تھی۔ از نماز۔ عبادات سے جو روزی حاصل ہوتی ہے اُس کو شیطان اُڑا دیتا ہے۔ یک سگ۔ ابلیس ایک ہے اُس کی ذریت بہت سے شیاطین ہیں۔ شیطانی اثر سے انسان بھی شیطان بن جاتا ہے۔

[3] ہر کہ۔ ہر وہ چیز جو انسان کی عبادت کی سرگرمیوں کو سرد کر دے اُس میں شیطانی اثر سمجھو۔ چوں۔ شیطان کی تباہ کاری کے لئے اُس کا مجسم ہو کر سامنے آنا ضروری نہیں ہے وہ انسانی خیالات میں شیطنت بھر دیتا ہے جو تباہی کا سبب بنجاتے ہیں۔ از خیالات۔ انسان کی تباہی اُس کے فاسد خیالات سے ہوتی ہے۔ گہ خیال۔ ان تمام چیزوں میں فاسد خیالات کی آمیزش ہلاکت کا سبب ہے۔ بوالفضول۔ بیہودہ انسان۔ بوالحزن۔ غمگین۔

گہ خیالِ آسیا و باغ و راغ | گہ خیالِ میغ و ماغ و لیغ و لاغ
کبھی چکّی اور باغ اور جنگل کا خیال | کبھی اَبر اور کُہر اور بدلی اور شوخی کا خیال

گہ خیالِ آشتی و جنگہا | گہ خیالِ نامہا و ننگہا
کبھی صلح اور لڑائیوں کا خیال | کبھی نام آوریوں اور ذلتوں کا خیال

گہ خیالِ کالہ و گاہے قماش | گہ خیالِ مفرش و گاہے فراش
کبھی سامان کا خیال کبھی عمدہ چیزوں کا | کبھی فرش بچھانے کی جگہ کا خیال اور کبھی فرش کا

ہیں بروں کن از سر ایں تخییلہا | ہیں برو ب از دل چنیں بد حیلہا
خبردار! ان خیالات کو سر سے نکال دے | خبردار! ان بُری تدبیروں کو دل سے نکال دے

ہاں بگو لا حول ہا در ہر زماں | از زباں تنہا نہ بل از عینِ جاں
خبردار! ہر وقت لاحول پڑھ | صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ دل سے

تتمۂ قصۂ آں مفلس
اُس مفلس کے قصہ کا بقیہ

گفت قاضی مفلسی را وانما | گفت اینک اہلِ زندانت گواہ
قاضی نے کہا، مفلسی کو ثابت کر | اُس نے کہا یہ قیدی آپ کے سامنے گواہ ہیں

گفت ایشاں متہم باشند چوں | می گریزند از تو می گریند خوں
(قاضی نے) کہا وہ متہم ہوں گے کیونکہ | وہ تجھ سے گریزاں ہیں تیری وجہ خون کے آنسو بہا رہے ہیں

وز تو می خواہند تا ہم وارہند | زیں غرض باطل گواہی می دہند
وہ چاہتے ہیں کہ تجھ سے چھٹکارا حاصل کریں | اس وجہ سے غلط گواہی دیں گے

جملہ اہلِ محکمہ گفتند ما | ہم بر ادبار و بر افلاسش گوا
محکمہ کے سب لوگوں نے کہا کہ ہم | بھی اُس کی نحوست اور مفلسی کے گواہ ہیں

ہر کرا پرسید قاضی حالِ او | گفت مولا دست زیں مفلس بشو
قاضی نے جس سے بھی اُس کا حال پوچھا | اُس نے کہا جناب! اس سے دستبردار ہو جائیں

گفت قاضی کش بگردانید فاش | گرد شہر ایں مفلس ست و ہم قلاش
قاضی نے کہا اُس کو علی الاعلان گھماؤ | شہر کے چاروں طرف کہ یہ مفلس اور کنگال ہے

کو بکو او را منادیہا کنید | طبلِ افلاسش عیاں ہر جا زنید
کوچہ بکوچہ اُس کے بارے میں اعلانات کر دو | علی الاعلان اُسکے افلاس کا ہر جگہ ڈھول پیٹ دو

لہ آسیا چکی ۔ راغ جنگل ۔ میغ ۔ بادل ۔ ماغ ۔ کہر، غبار ۔ لیغ ۔ بدلی ۔ لاغ ۔ شوخی، مذاق ۔ سامان ۔ قماش ۔ ریشمین کپڑا ۔ گھر کا ساز و سامان ۔ مفرش ۔ فرش بچھانے کی جگہ ۔
سے ہاں ۔ اِن فاسد خیالات کے دفعیہ کی یہی صورت ہے کہ انسان دل وجان سے لاحول پڑھتا رہے ۔ دانما ۔ اگر مفلس کا افلاس ثابت ہو جاتا ہے تو اس کو قید نہیں رکھا جا سکتا ہے ۔ گواہ یعنی قیدی افلاس ثابت کر دیں گے ۔
سے متہم ۔ اگر گواہی میں گواہ کی غرض ثابت ہو جاتی ہے تو اُس کی گواہی معتبر نہیں رہتی ہے ۔ غرض ۔ صاحب غرض کی گواہی معتبر نہیں ہوتی ۔ کش ۔ کہ اش ۔ قلاش ۔ مفلس، کنگال ۔

480

تاکسے نسیہ[51] نبفروشد بدو
تاکہ کوئی اُس کے ہاتھ اُدھار نہ بیچے

قرض ندہد ہیچکس اُورا تسو
کوئی اُس کو آدھا حبّہ (بھی) قرض نہ دے

ہرکہ دعویٰ آردش اینجا بفن
جو کوئی اُس پر اِس جگہ چالاکی سے دعویٰ کریگا

پیشِ زندانش نخواہم کرد من
اُس کو میں قید میں نہ ڈالوں گا

پیشِ من اِفلاس اُو ثابت شدست
میرے روبرو اُس کا افلاس ثابت ہوگیا ہے

نقد و کالا[52] نیستش چیزے بدست
نقد اور جنس کچھ اُس کے پاس نہیں ہے

آدمی در حبسِ دنیا زاں بود
انسان دنیا کے قید خانہ میں اِسوجہ سے ہوتا ہے

تا بود کافلاسِ اُو ثابت شود
تاکہ اُس کا اِفلاس ثابت ہوجائے

مُفلسیِّ دیو را یزدانِ ما
ہمارے خدا نے شیطان کی مُفلسی کا

ہم منادی کرد در قرآنِ ما
بھی ہمارے قرآن میں اعلان کردیا ہے

کو دغا و مُفلس ست و بدسخن
کہ وہ (مجسّم) دغا اور مُفلِس اور بدکلام ہے

ہیچ با اُو شرکت و سودا مکُن
تو کبھی اُس کے ساتھ شرکت اور معاملہ نہ کر

ور کُنی اورا بہانہ آوری
اگر تو کرے گا تو اُسکے لئے بہانہ مہیّا کرے گا

مُفلس ست اُو صرفہ از وے کم بری
(وہ) مُفلس ہے اُس سے ڈگری وصول نہ کرسکیگا

حاضر آوردند[53] چوں فتنہ فروخت
جب فتنہ روشن ہوگیا (لوگ) لائے

اُشترے کُردی کہ ہیزم می فروخت
ایک کُردی کا اونٹ جو ایندھن بیچتا تھا

کُردِ بے چارہ بسے فریاد کرد
بیچارے کُردی نے بہت فریاد کی

ہم مُوکّل را بدانگے شاد کرد
سپاہی کو بھی ایک دانگ دے کر خوش کیا

اُشترش بُردند از ہنگامِ چاشت
چاشت کے وقت سے اُس کا اونٹ لے گئے

تا شب و افغانِ اُو سودے نداشت
رات تک کے لئے، اور اُس کا رونا دھونا مفید نہوا

برشتر بنشست آں قحطِ گراں
وہ بھاری قحط اونٹ پر بیٹھ گیا

صاحبِ اُشتر پئے اُشتر دواں
اونٹ والا، اونٹ کے پیچھے دوڑ رہا تھا

سُو بسُو و کُو بکُو می تاختند
ہر ہر جانب اور کوچہ بکوچہ دوڑتے تھے

تا ہمہ شہرش عیاں بشناختند
یہانتک کہ تمام شہر نے اُسکو نمایاں طور پر پہچان لیا

پیشِ ہر حمّام و ہر بازارگہ
ہر حمّام اور ہر بازار کے سامنے

کردہ مردم جملہ در شکلش نگہ
سب لوگ ... نے اُسکی صورت پر نگاہ ڈال لی

---

[51] نسیہ۔ ادھار۔ تسو۔ چار جَو کا وزن۔ ہرکہ۔ نادہندی کی سزا قید ہے لیکن جبکہ اُس کا اِفلاس ثابت ہوجائے تو پھر قید نہیں کیا جاسکتا۔

[52] کالا۔ سامان۔ آدمی۔ اِنسان کو دنیا کی قید میں قدرت نے اِسی لئے مقیّد کیا ہے تاکہ عملِ صالح سے اُس کا افلاس یا مالداری ثابت ہوسکے۔ مُفلسی۔ اللہ تعالٰے نے شیطان کی مُفلسی کا اِسی لئے اعلان کیا ہے تاکہ کوئی اُس سے کسی قسم کا معاملہ نہ کرے جیسا کہ قاضی نے اُس مُفلس کے بارے میں کرایا تھا۔ صرفہ۔ یعنی زرِ ڈگری۔

[53] حاضر آوردند۔ چونکہ اُس مُفلِس کا اعلان اور تشہیر کرنی تھی اور مُفلِس کو سارے شہر میں گھمانا تھا۔ کُرد۔ ایک صحرا نورد قوم ہے۔ ہیزم۔ ایندھن۔ مُوکّل۔ کارندہ۔ دانگ۔ چھ رتّی کے وزن کا سکّہ ہے شاد کرد۔ یعنی سپاہی کو ایک دانگ دے کر خوش کرنا چاہا تاکہ اُس کا اونٹ چھوڑ دے۔ قحطِ گراں۔ یعنی وہ مُفلِس قیدی چونکہ وہ سب کو بھوکا مارتا تھا۔ نگہ۔ اُس کو شناخت کرنے کے لئے سب نے اُس کو دیکھا۔

481

دہ[1] منادی گر بلند آوازیاں
دس بلند آواز منادی کرنے والے
ترک و کرد و رومیان و تازیاں
ترک، اور کرد، اور رومی، اور عرب

جملگاں آوازہا برداشتند
سب چیختے تھے
کایں ہمہ تخمِ جفاہا کاشتہ
کہ اس نے سب بدمعاملگیوں کا بیج بویا ہے

مفلس ست و ایں ندارد ہیچ چیز
مفلس ہے اس کے پاس کچھ نہیں ہے
تا کس او را قرض ندہد یک پشیز
ہرگز اس کو کوئی ایک دمڑی قرض نہ دے

ظاہر و باطن ندارد حبّہ
کھلا ڈھیلا اس کے پاس ایک حبہ نہیں ہے
مفلسے قلبے دغائے دِبّہ
مفلس ہے کھوٹا ہے دغاباز ہے بنی کا ڈھیر ہے

بینوائے بدادائے[2] بے وفا
مفلس ہے، نادہند ہے، بے وفا ہے
ناں ربلائے گدائے بے حیا
روٹی کا اچکا ہے، پکا بھکاری ہے، بے شرم ہے

ہاں دہاں با او حریفی کم کنید
خبردار! خبردار! اس کے ساتھ معاملہ نہ کرنا
چونکہ گاز آرد گرہ محکم زنید
چونکہ قینچی رکھتا ہے اسلئے مضبوط گرہ لگالو

ور بحکم آرید ایں پژمردہ را
اس موئے کو اگر تم عدالت میں لاؤ گے
من نخواہم کرد زنداں مردہ را
میں مردے کو قید نہ کروں گا

خوش دم ست و آں گلویش بس فراخ
بہت بنا(باتونی) ہے اور اس کا حلق بہت پھیلا ہوا ہے
با شعارِ نو دثارِ شاخ شاخ
اوپر کا لباس نیا ہے اندرونی تار تار ہے

گر بپوشد[3] بہرِ مکر آں جامہ را
اگر مکاری کے لئے وہ کوئی کپڑا پہنے
عاریہ است آں تا فریبد عامہ را
وہ مانگا ہوا ہے تاکہ عوام کو فریب دے

حرفِ حکمت بر زبانِ ناحکیم
نادان کی زبان پر دانائی کی بات
حلّہائے عاریت داں اے سلیم
اے عزیز! مانگی ہوئی پوشاک سمجھ

گرچہ دزدے حلّۂ پوشیدہ است
اگرچہ ایک چور نے پوشاک پہن لی ہے
دستِ تو چوں گیرد آں ببریدہ دست
(مصافحہ میں) وہ تیرا ہاتھ کیسے پکڑے کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہے

چوں شبانگہ از شتر آمد بزیر
رات کو جب وہ (مفلس)، اونٹ سے نیچے اترا
کرد گفتش منزلم دور ست و دیر
کردی نے اس سے کہا میرا مکان دور ہے اور دیر ہو گئی ہے

بر نشستی اشترم را از پگاہ
تو صبح سے میرے اونٹ پر بیٹھا ہے
جو رہا کردم کم از اخراجِ کاہ
جو میں نے چھوڑے کم از کم گھاس کا خرچہ (دے)

---

[1] دہ۔ دس آدمی مختلف زبانوں میں منادی کر رہے تھے۔ پشیز۔ تانبے کا سکہ، پیسہ۔ دھیلا۔ حبّہ۔ دانہ، رتی بھر چاندی کا سکہ۔ قلب۔ کھوٹا۔ دِبّہ۔ دال کے زیر کے ساتھ، بنی کا ڈھیر دال کے ضمہ کے ساتھ کپی۔

[2] بدادا۔ نادہند، بدمعاملہ۔ نر۔ بڑا۔ حریفی۔ معاملہ۔ چونکہ۔ یہ گرہ کٹ ہے، جیب کی حفاظت رکھو۔ حکم۔ یعنی محکمۂ قضا۔ خوش دم۔ چرب زبان، باتونی۔ شعار۔ اوپری لباس۔ دثار۔ اندرونی لباس، یعنی بظاہر بھلا معلوم ہوتا ہے لیکن بباطن برا شخص ہے۔

[3] گر بپوشد۔ مانگ کر اچھا لباس پہن کر لوگوں کو دھوکا دیتا ہے۔ حرفِ حکمت۔ بیوقوف شخص دانائی کی بات کہتا ہے تو وہ بھی کسی اور کی کہی ہوئی ہوتی ہے۔ گرچہ۔ چور کا عموماً ہاتھ کٹا ہوا ہوتا ہے اگر وہ چھپانے کے لئے دراز آستین قمیص بھی پہن لے تو مصافحہ کے وقت راز کھل جاتا ہے، یہی بیوقوف کا حال ہے۔ شبانگہ۔ رات کے وقت۔ آمد۔ یعنی وہ مفلس اترا۔ پگاہ۔ صبح۔ رہا کردم۔ میں نے جو معاف کئے۔

گفت تا اکنوں چہ میکردیم پس
(مفلس نے) کہا ہم نے اب تک کیا کیا ہے؟

ہوشِ تو کو نیست اندر خانہ کس
تیرے ہوش کہاں ہیں؟ بے وقوف!

چرخ افلاسم شنید اے پُرطمع
اے لالچی! میرے افلاس (کی بات) آسمان نے سُن لی

تو نہ بشنیدی بگوشِ بے لمع
پھوٹے کان سے تو نے نہ سُنی

طبلِ افلاسم بچرخ سابعہ
میرے افلاس کا ڈھنڈورا ساتویں آسمان تک

رفت و تو نشنیدۂ ایں واقعہ
پہنچ گیا اور تو نے یہ واقعہ نہ سُنا

گوشِ تو پُر بودہ است از طمعِ خام
تیرا کان بیہودہ لالچ سے پُر ہے

پس طمع کر می کند گوش اے غلام
اے لڑکے! لالچ کان کو بہرا بنا دیتا ہے

تا کلوخ و سنگ بشنید ایں بیاں
یہ بیان اینٹ اور پتھر تک نے سُن لیا

مُفلس ست و مُفلس ست ایں قلتباں
(کہ) یہ دیوث مُفلس ہے مُفلس ہے

تا بشب گفتند و در صاحبِ شتر
برنزد کو از طمع پُر بود و پُر
وہ (منادی کرنیوالے) رات تک کہتے رہے اور اونٹ والے پر اثر نہ کیا کیونکہ وہ لالچ سے بھر پور تھا

ہست بر سمع و بصر مُہرِ خدا
کان اور آنکھ پر خدا کی مُہر ہے

در حُجب بس صورت ست و بس صدا
بہت سی صورتیں اور بہت سی آوازیں پردوں میں ہیں

آنچہ او خواہد رساند آں بہ چشم
جس کو وہ چاہتا ہے آنکھ تک پہنچا دیتا ہے

از جمال و از کمال و از کرشم
(یعنی) حُسن اور کمال اور کرشمہ (کو)

وانچہ او خواہد رساند آں بگوش
جس کو وہ چاہتا ہے کان تک پہنچا دیتا ہے

از سماع و از بشارت وز خروش
(یعنی) قوالی اور خوشخبری اور شور (کو)

گرچہ تو ہستی کنوں غافل ازاں
اگرچہ تو اب اس سے غافل ہے

وقتِ حاجت حق کند آنرا عیاں
ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ اُنکو ظاہر کر دیگا

گفت پیغمبر کہ یزدانِ مجید
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے

از پئے ہر درد درماں آفرید
ہر درد کا علاج پیدا فرمایا ہے

گرچہ درماں جوئی و گوئی بجاں
اگرچہ تو علاج تلاش کرے اور دل سے کہے

کاے خدا درمانِ کارِ من رساں
کہ اے خدا میرے کام کا علاج کر دے!

لیک آں درماں نبینی رنگ و بو
لیکن تو اس علاج کا رنگ و بو نہیں دیکھے گا

بہرِ دردِ خویش بے فرمانِ او
اُس کے حکم کے بغیر اپنے درد کے لئے

---

۵۱ ہوش تو کو کجا۔ نیست اندر خانہ کس۔ گھر میں کوئی لائق آدمی نہیں ہے۔ یہ محاورہ اُس شخص کے لئے بولا جاتا ہے جس پر کوئی نصیحت اثر نہ کرے۔ چرخ۔ آسمان۔ لمع۔ نور، روشنی۔ قوتِ سماعت مراد ہے۔

۵۲ طبل۔ ڈھول۔ سابعہ۔ ساتواں۔ طمعِ خام۔ بیہودہ لالچ۔ کر۔ بہرا۔ قلتبان۔ دیوث، بھڑوا۔ حُجب۔ حجاب کی جمع ہے۔ پردہ۔ بس۔ بہت

۵۳ آنچہ۔ تمام تاثیرات اللہ تعالےٰ کی اجازت پر موقوف ہیں کرشم۔ ناز و انداز۔ بگوش۔ آنکھ، کان وغیرہ اپنا کام جب کرتے ہیں جب خدا چاہتا ہے۔ وقت۔ قیامت کے روز سب باتیں عیاں ہو جائیں گی۔ درماں آفرید۔ حدیث شریف میں ہے "خدا نے جو بیماری پیدا کی ہے اُس کی دوا بھی پیدا کی ہے" لہٰذا حق و باطل میں امتیاز نہ کر سکنے کے مرض کی بھی دوا ضرور ہے۔ لیک۔ اِس مرض کی دوا بھی بتائید خداوندی حاصل ہو سکے گی۔

چشم را اے چارہ جو در لامکاں[۱] ❊ ہیں بنہ چوں چشم کشتہ سوئے جاں
اے علاج کی جستجو کرنیوالے! آنکھ کو لامکان میں ❊ لگائے رکھ جس طرح مقتول کی آنکھ جان کیطرف (لگی رہتی ہے)

کون پُر چارہ است و ہیچت چارہ نے ❊ تا کہ نکشاید خدایت روزنے
دنیا علاج سے پر ہے اور تیرا کوئی علاج نہیں ہے ❊ جب تک خدا تیرے لئے راہ نہ کھول دے

ایں جہاں از بے جہت پیدا شدست ❊ کہ ز بے جائے جہاں را جا شدست
یہ جہان، بے جہت (خدا) سے پیدا ہوا ہے ❊ لامکاں (خدا کی قدرت) سے دنیا کو (عالم وجود میں) جگہ ملی ہے

باز گرد از ہست سوئے نیستی ❊ گر تو از جاں طالب مولیستی
ہستی سے نیستی کی طرف لوٹ ❊ اگر تو (دل و) جان سے مولا کا طالب ہے

جائے دخل ست ایں عدم از وے مرم ❊ جائے خرج ست ایں وجود بیش و کم
یہ نیستی آمدنی کی جگہ ہے اس سے گریز نہ کر ❊ یہ گھٹنے بڑھنے والا وجود خرچ کی جگہ ہے

کارگاہِ صُنع حق چوں نیستی ست ❊ جز معطّل در جہانِ ہست کیست
اللہ (تعالٰی) کی کاریگری کا محل نیستی ہے ❊ عالم ہستی میں بیکار کے علاوہ کچھ نہیں ہے

فی المناجات

اے خدائے پاک بے انباز[۲] و یار ❊ دست گیر و جرم ما را در گذار
اے خدائے پاک جو لاشریک اور مددگار سے مستغنی ہے ❊ دستگیری فرما اور ہماری خطا سے درگذر فرما

یاد دہ ما را سخنہائے رقیق ❊ کہ ترا رحم آورد آں اے رفیق
ہمیں رقت آمیز باتیں سکھا دے ❊ اے مہربان! جو تیرے رحم کا سبب بنیں

ہم دعا از تو اجابت ہم ز تو ❊ ایمنی از تو مہابت ہم ز تو
دعا (کی توفیق) بھی تیری جانب سے ہے اور قبولیت بھی ❊ اطمینان تیری طرف سے ہے، ڈر بھی تجھی سے ہے

گر خطا گفتیم اصلاحش تو کن ❊ مُصلحی تو اے تو سلطانِ سخن
اگر ہم غلط بات کہیں تو اس کی اصلاح کر دے ❊ اے کہ تو کلام کا بادشاہ ہے تو ہی اصلاح کرنیوالا ہے

کیمیا[۳] داری کہ تبدیلش کُنی ❊ گرچہ جوئے خوں بود نیلش کُنی
تیرے پاس کیمیا ہے تو اس کو تبدیل کر سکتا ہے ❊ اگر خون کی نہر ہو تو اسکو دریائے نیل بنا دیتا ہے

ایں چنیں میناگریہا کارِ تست ❊ ایں چنیں اِکسیرہا اسرارِ تست
ایسی میناکاری تیرا کام ہے ❊ ایسی کیمیائیں تیرے بھید ہیں

---

۱ لامکاں۔ عالم ملکوت۔ چوں چشم کشتہ۔ مقتول کی آنکھیں عموماً کھلی رہ جاتی ہیں تو گویا وہ اپنی جان کو دیکھ رہا ہے تو بھی درد کے علاج کے لئے عالم ملکوت پر نظر رکھ۔ ایں جہاں۔ اس عالم کون و مکان کو ذات بے جہت اور لامکان نے پیدا کیا ہے تو اسی کی طرف نظر رکھ اور جہت و مکان سے نگاہ ہٹا لے۔ عدم۔ یعنی لامکان عالم ملکوت۔ مترم۔ رمیدن سے نہی کا صیغہ ہے۔ کارگاہ۔ اللہ تعالٰے نیست سے ہست کرتا ہے تو اس کی ایجاد کا تعلق نیستی سے ہے لہذا اپنے آپ کو نیست بنا لے

۲ انباز۔ شریک، ساتھی۔ یار۔ مددگار۔ ہم دعا۔ خدا ہی ایسی دعا کی توفیق عطا فرماتا ہے جس کو وہ قبول کرلے۔ ایمنی۔ خدا کی غفاریت سے اطمینان ہے اور اس کی قہاریت سے ڈر ہے۔ گر خطا۔ دعا میں اگر کوئی غلط بات نکلے تو اس کی اصلاح فرما دے۔

۳ کیمیا۔ جس طرح کیمیا تانبے کو سونا بنا دیتی ہے اللہ تعالٰے بھی سیئات کو حسنات میں تبدیل فرما دیتا ہے۔ میناگری۔ کسی چیز میں آبگینے جڑنا یعنی خطا کو صواب بنا دینا۔ اکسیرہا یعنی گناہوں کو نیکیاں بنا دینا۔

آبِ[۵۱] را و خاک را بر ہم زدی ‏ ‏ زآب و گل نقشِ تنِ آدمؑ زدی
تو نے پانی اور مٹی کو ملایا ‏ ‏ پانی اور مٹی سے آدمؑ کے جسم کی صورت بنادی

نسبتش دادی بجفت و خال و عم ‏ ‏ با ہزار اندیشۂ شادی و غم
(پھر) تو نے اُسکے ساتھ شوہر اور ماموں اور چچا (ہونے کی) ‏ ‏ مع ہزاروں شادی اور غمی کے خیالات کے

باز بعضے را رہائی دادۂ ‏ ‏ زیں غم و شادی جُدائی دادۂ
پھر تو نے بعض کو چھٹکارا دے دیا ‏ ‏ اِس غم اور خوشی سے جدا کر دیا

بُردۂ از خویش و پیوند و سرشت ‏ ‏ کردۂ در چشمِ اُو ہر خوب زشت
(اُس کو) اپنے دوستوں عزیزوں اور سرشت سے نکال لیا ‏ ‏ اُس کی نظر میں ہر کھلنے والی چیز کو برا بنادیا

ہر چہ محسوس ست اُو رد می کند ‏ ‏ وانچہ ناپیدا ست مسند می کند
وہ ہر محسوس چیز کو رد کر دیتا ہے ‏ ‏ جو غیر محسوس ہے اُس کو سہارا بناتا ہے

عشقِ اُو پیدا و معشوقش نہاں ‏ ‏ یار بیروں فتنۂ اُو در جہاں
اُس کا عشق ظاہر ہے اور اُس کا معشوق پوشیدہ ہے ‏ ‏ یار (کائنات سے) باہر ہے جہان میں اُسکا فتنہ ہے

ہین[۵۲] رہا کن عشقہائے صورتی ‏ ‏ نیست بر صورت نہ بر روئے ستی
خبردار! صورت کے عشقوں کو چھوڑ دو ‏ ‏ وہ (عشق) بیوی کے چہرہ اور صورت پر نہیں ہے

آنچہ معشوق ست صورت نیست آں ‏ ‏ خواہ عشقِ اینجہاں خواہ آنجہاں
جس سے عشق ہے وہ صورت نہیں ہے ‏ ‏ خواہ اِس جہان (عالَمِ ناسوت) کا عشق ہو یا اُس جہان کا

آنچہ بر صورت تو عاشق گشتۂ ‏ ‏ چوں بروں شد جاں چرایش ہشتۂ
جس کی صورت پر تو عاشق ہو رہا ہے ‏ ‏ جب (اُسکی) جان نکل گئی تو اُسکو کیوں چھوڑا ہے

صورتش بر جاست ایں سیری ز چیست ‏ ‏ عاشقا واجو کہ معشوقِ تو کیست
اُس کی صورت موجود ہے، یہ دل بھرنا کیوں ہے؟ ‏ ‏ اے عاشق! ڈھونڈ کہ تیرا معشوق کون ہے؟

آنچہ محسوس[۵۳] ست گر معشوقہ است ‏ ‏ عاشقستے ہر کہ اُو را حس ہست
اگر محسوس چیز ہی معشوق ہے ‏ ‏ تو جس میں بھی حِس ہے وہ عاشق ہوتا

چوں وفا آں عشق افزوں می کند ‏ ‏ کے وفا صورت دگرگوں می کند
جب وفاداری عشق کو بڑھاتی ہے ‏ ‏ (تو) وفا صورت میں کب تغیر کرتی ہے؟

صورت کو تو وہ بھی دیکھتے ہیں۔ چوں وفا۔ یہ صورت کے معشوق نہ ہونے کی تیسری دلیل ہے معشوق کی وفا سے عشق میں اضافہ ہوتا ہے حالانکہ صورت وہی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ عشق کا تعلق صورت سے نہیں ہے۔

۵۱ آب۔ جب اللہ تعالیٰ پانی اور مٹی سے اشرف المخلوقات بنا دیتا ہے تو برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کرنا معمولی بات ہے۔ نسبتش۔ معمولی آب و گل میں یہ نسبتیں بھی پیدا فرما دیں اور اُس کو ایسا ذی حس بنا دیا کہ اُس میں غم و شادی کے جذبات ہیں باز۔ پھر انہی انسانوں میں سے بعض کو تمام دنیا سے بے نیاز کر کے اپنا بنا لیا۔ پیوند۔ تعلقات۔ سرشت۔ بناوٹ، خمیر ہر خوب۔ یعنی وہ چیزیں جو خدا سے غافل بنائیں۔ محسوس یعنی دنیاوی چیزیں۔ ناپید۔ یعنی حواسِ ظاہر سے غیر محسوس، اللہ تعالیٰ۔ مسند۔ بھروسے کی چیز، مستند علیہ۔ بیروں۔ یعنی دنیا و عقبیٰ سے باہر۔ فتنہ۔ یعنی اُس کے عشق میں جہان مبتلا ہے۔

۵۲ ہین۔ پہلے اشعار میں عشقِ حقیقی کا ذکر تھا اب عشقِ مجازی سے پرہیز کرنے کی ہدایت ہے۔ اینجہاں یعنی عالمِ ناسوت کا عشق۔ آنجہاں یعنی عالمِ ملکوت کا عشق۔ آنچہ۔ اگر معشوق در اصل صورت ہے تو مر جانے کے بعد بھی تو وہ صورت باقی ہے اب اُس سے عشق کیوں نہیں ہے۔ یہ صورت کے معشوق نہ ہونے کی پہلی دلیل ہے۔

۵۳ محسوس۔ صورت کے معشوق نہ ہونے کی دوسری دلیل ہے۔ یعنی صورت جس کا حواس سے ادراک ہوتا ہے اگر وہی معشوق ہے تو جانوروں کو بھی اُس سے عشق ہونا چاہیئے تھا۔ کیوں کہ

پَرتوِ خورشید[1] بر دیوار تافت | تابشِ عاریتے دیوار یافت
آفتاب کا عکس دیوار پر پڑا | (تو) عارضی چمک دیوار نے حاصل کرلی

بر کلوخے دل چہ بندی اے سلیم | وا طلب اصلی کہ اُو تابد مُقیم
اے سادہ لوح! ڈھیلے سے کیا دل لگاتا ہے | اصلی کو طلب کر جو ہمیشہ چمکتا ہے

اے کہ تو ہم عاشقی بر اصلِ خویش | خویش بر صورت پرستاں دِہ بیش
اے وہ کہ تو بھی (اپنے زعم میں) اصل پر عاشق ہے | اپنے آپ کو صورت پرستوں سے زیادہ (افضل) سمجھتا ہے

پَرتوِ عقل ست آں بر حسِّ تو | عاریت میداں ذہب بر مسِ تو
تیرے (اس) احساس پر عقل کا سایہ پڑگیا ہے | اپنے تانبے پر سونے کو عارضی سمجھ

چوں زر اندود[2] ست خوبی در بشر | ورنہ چوں شد شاہدِ تو پیرِ خر
انسان کا حسن مُلمع کی طرح کا ہے | ورنہ تیرا معشوق بوڑھے گدھے کی طرح کیوں ہوا؟

چوں فرشتہ بود ہمچوں دیو شُد | کاں ملاحت اندرو عاریہ بُد
فرشتہ جیسا تھا، بھوت جیسا بن گیا | کیونکہ اُس میں حُسن عارضی تھا

اندک اندک می ستاند آں جمال | اندک اندک خشک می گردد نہال
(اللہ تعالیٰ) اُس حسن کو تھوڑا تھوڑا واپس لیتا رہتا ہے | آہستہ آہستہ (ہرا بھرا) پودا خشک ہوجاتا ہے

رَو نُعَمِّرْهُ[3] نُنَكِّسْهُ بخواں | دل طلب کُن دل مَنِہ بر استخواں
جا نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ کو پڑھ | دل کی طلب کر، ہڈی سے دل نہ لگا

کاں جمالِ دل جمالِ باقی ست | دو لبش از آبِ حیواں ساقی ست
کیونکہ دل کا حُسن باقی رہنے والا حُسن ہے | اُس کے دونوں ہونٹ آبحیات کے ساقی ہیں

خود ہم اُو آب ست و ہم ساقی و مست | ہر سہ یک شُد چوں طلسمِ تو شکست
خود وہی پانی ہے وہی پلانے والا ہے اور مست ہے | جب تیرا طلسم ٹوٹا، تینوں ایک ہوئے

آں یکے را تو ندانی از قیاس | بندگی کُن ژاژ کم خا ناشناس
تو اکیلے (خدا) کو عقل سے نہ سمجھے گا | اے جاہل! عبادت کر، بکواس نہ کر

معنیِ تو صورت ست و عاریہ | بر مناسب شادی و بر قافیہ
تیری اصل (بھی) صورت (ہی) ہے اور عارضی ہے | تناسب (اعضا) اور موزونیت پر تو خوش ہے

اسکو وجود واحد ہی نظر آتا ہے۔ یکے۔ یعنی ذاتِ احد۔ قیاس یعنی عقلی دلائل۔ بندگی یعنی ذات خداوندی کو مجاہدات کے ذریعہ پہچانا جاسکتا ہے۔ ژاژ۔ ایک کڑوی اور خاردار گھاس ہے جسکو اونٹ بھی نہیں کھاسکتا ہے اسی سے ژاژ خائیدن بمعنی بکواس کرنا بنا ہے۔ معنیِ تو۔ یعنی جسکو تو حقیقت سمجھ کر عاشق ہوا ہے وہ بھی محض صورت ہے اور تیرا عشق

[1] خورشید۔ یعنی اللہ تعالیٰ اصلِ جمال جمالِ حق ہے اور ممکنات پر اُس کا پرتو ہے لہذا اِس سے عشق کا تعلق ہے، جب یہ حال ہے تو پھر عشق اصل ہی سے کرنا چاہیئے۔ کلوخ یعنی جس پر اصل جمال کا پرتو پڑا ہے۔ اے کہ تو۔ بعض لوگ مجازی معشوق کو معشوقِ حقیقی کا مظہر قرار دے کر اُس سے عشق کرتے ہیں اور اپنے آپ کو صورت پرستوں سے افضل سمجھتے ہیں یہ محض اُن کے عقلی ڈھکوسلے ہیں اور یہ اُن کی ملمع سازی ہے عقلی دلائل کے زور سے حقیقت نہیں بدلتی ہے۔

[2] زر اندود۔ ملمع کیا ہوا۔ شاہد۔ معشوق یعنی حسین معشوق بھی بڑھاپے میں بوڑھے گدھے جیسا نظر آنے لگتا ہے۔ اندک اندک۔ اللہ تعالیٰ اپنے جمال کو انسان سے واپس لے لیتا ہے اور سرسبز شاداب چیز جھاڑ بن جاتی ہے

[3] نُعَمِّرْهُ۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ۔ "اور جس کو ہم بڑی عمر دیتے ہیں اسکو بناوٹ میں اُلٹا گھماتے ہیں"۔ دل۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ استخواں یعنی ممکنات۔ جمالِ دل۔ اللہ تعالیٰ کا حسن۔ دو لبش۔ اُس کے دونوں ہونٹ، بعض نسخوں میں دو لتش ہے یعنی اُس کا عشق۔ خود ہم او۔ جب انسان کی خودی مٹ جاتی ہے تو تمام ممکنات میں

آں[1] بود معنیٰ کہ بستاند تُرا
اصل تو وہ ہوتی ہے جو تیری خودی کو ختم کر دے

بے نیاز از نقش گرداند تُرا
تجھے صورت سے بے نیاز بنا دے

نبود آں معنیٰ کہ کور و کر کُند
اصل وہ نہیں ہے جو اندھا اور بہرا بنائے

مر تُرا بر نقش عاشق تر کُند
تجھے صورت پر زیادہ عاشق کر دے

کور را قسمت خیالِ غم فزاست
اندھے کا حصہ غم بڑھانے والے خیالات ہیں

بہرۂ چشم ایں خیالاتِ فناست
(ظاہری) آنکھ کا حصہ فانی خیالات ہیں

حرفِ قرآں را ضریراں[2] معدنند
اندھے، قرآن کے حروف کی کان ہیں

خر نہ بینند و بپالاں برزنند
گدھے کو نہیں دیکھتے ہیں اور پالان کو لُوٹتے ہیں

چوں تو بینائی پئے خر رَو کہ جست
اگر تو بینا ہے، گدھے کا پیچھا کر جو کہ کود گیا

چند ازیں پالاں گری اے تن پرست
اے تن پرست! یہ پالان گری کب تک؟

خر چو ہست آید یقیں پالاں تُرا
جب گدھا ہے تو تجھے پالان یقیناً مل جائے گا

کم نگردد ناں چو باشد جاں تُرا
جب تک تیری جان ہے رزق ناپید نہ ہو گا

خر چو باشد کم نیاید اے عمو
اے چچا! جب گدھا ہو گا پالان کی کمی نہ ہو گی

خود بہ پُشتش رُو نہد پالانِ اُو
خود بخود اُس کی کمر پر اُس کا پالان آ جائے گا

پُشتِ خر دُکانِ مال و مکسب ست
گدھے کی کمر، مال اور کمائی کی جگہ ہے

جانِ تو سرمایۂ صد قالب ست
تیری جان سَو قالبوں کا سرمایہ ہے

خر[3] برہنہ بر نشیں اے بوالفضول
اے بکواسی! ننگی پشت والے گدھے پر چڑھ جا

خر برہنہ نے کہ راکب شد رسول
کیا ننگی پشت والے گدھے پر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سوار (نہیں ہوئے)

اَلنَّبِیُّ قَدْ رَکِبَ مُعْرَوْرِیًا
نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ننگی پشت (گدھے) پر سوار ہوئے

وَالنَّبِیُّ قِیْلَ سَافَرَ مَاشِیًا
کہا گیا ہے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پیدل سفر کیا

بلکہ آں شہ ہم پیادہ رفتہ است
بلکہ وہ شاہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدل بھی چلے ہیں

بارِ ایں و آں بسے بپذرفتہ است
اِس کا اور اُس کا بوجھ بہت اُٹھایا ہے

شد خرِ نفسِ تو بر میخش بہ بند
تیرا خرِ نفس (قبضہ سے) نکل گیا اُسکو کھونٹے سے باندھ

چند بگریزد ز کار و بارِ چند
تو کاروبار سے کب تک گریز کرے گا؟

بارِ صبر و شکر اُو را بُرد نیست
صبر اور شکر کا بوجھ اُس کو اُٹھانا ہے

خواہ در صد سال خواہی سی و بیست
خواہ سَو سال میں خواہ تیس اور بیس سال میں

---

[1] آں بود حقیقت کا عشق انسان کی خودی مٹاتا ہے اور صورت پرستی سے بے نیاز بنا دیتا ہے۔ کور و کر۔ یعنی حقیقت سے۔ کور را۔ یعنی حقیقت بینی سے محروم شخص۔

[2] ضریر۔ اندھا۔ معدن۔ کان۔ خر نہ بینند۔ چشمِ بصیرت کے اندھے حقیقت کو چھوڑ کر مجاز پر فریفتہ ہیں۔ چوں تو بینائی۔ صاحبِ بصیرت کو اصل مقصود کے درپے ہونا چاہیئے فروعات میں نہ پھنسنا چاہیئے۔ خر چو ہست۔ جب مقصود حاصل ہو جاتا ہے تو اُس کے لوازم بھی مہیا ہو جاتے ہیں۔ پُشتِ خر۔ ایک چیز ایک چیز کے اعتبار سے مقصود بالذات ہوتی ہے اور دوسری چیز کے اعتبار سے وہ اصلی مقصد نہیں ہوتی ہے گدھا، پالان کے اعتبار سے مقصود ہے لیکن کمائی کے اعتبار سے اصلی مقصد نہیں ہے بلکہ گدھے سے کما کر کھانا اصلی مقصد ہے۔

[3] خر برہنہ۔ اصل مقصد سے سروکار رکھنا چاہیئے خواہ فروع نہ حاصل ہوں اگر پالان نہ بھی ہو تو گدھے پر سوار ہو جانا چاہیئے۔ اور اگر گدھا بھی نہ ہو تو منزل تک پیدل ہی چلنا چاہیئے۔ شد خرِ نفس۔ نفسِ امارہ کو قابو میں رکھنا چاہیئے اور اُس کی حیلہ جوئی کی وجہ سے مجاہدات سے باز نہ رہنا چاہیئے۔ بارِ صبر۔ انسان کو لا محالہ اپنے فرائض انجام دینے ہیں۔

487

هیچ وازِر وزرِ غیرے برنداشت
کسی بوجھ اٹھانے والے نے دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھایا

هیچکس ندرود تا چیزے نکاشت
کسی نے نہ کاٹا جب تک کہ کچھ نہ بویا

طمعِ خام ست آں مخور خام اے پسر
خام لالچ ہے اے صاحبزادے! تو کچا نہ کھا

خام خوردن علت آرد در بشر
کچا کھانا انسان میں بیماری پیدا کر دیتا ہے

کاں فلانے یافت گنجے ناگہاں
کہ فلانے نے اچانک خزانہ پا لیا

من ہم آں خواہم چرا جویم دکاں
میں بھی ایسا ہی چاہتا ہوں تو دکان کی جستجو کیوں کروں؟

کارِ بخت ست آں و آنہم نادرست
یہ مقدر کی بات ہے اور وہ بھی بہت نادر ہے

کسب باید کرد تا تن قادرست
جب تک بدن میں جان ہے کمائی کرنی چاہیئے

کسب کردن گنج را مانع کے ست
کمائی خزانہ کے لئے کب رکاوٹ ہے؟

پا مکش از کار آں خود درپے ست
کام سے قدم نہ ہٹا وہ (تیرے) پیچھے ہے

تا نگردی تو گرفتارِ اگر
تو اگر مگر میں ہرگز نہ پھنس

کہ اگر ایں کردمے یا آں دگر
کہ اگر میں یہ کرتا یا وہ کرتا

کز اگر گفتن رسول باوفاق
با توفیق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اگر کہنے سے

منع کرد و گفت ہست آں از نفاق
منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ وہ نفاق ہے

کاں منافق در اگر گفتن بمرد
کیونکہ منافق "اگر مگر" میں ہی مر گیا

وز اگر گفتن بجز حسرت نبرد
اور اگر مگر کہنے سے سوائے افسوس کے کچھ حاصل نہ کیا

اے بسا کس مردہ در بوک و مگر
بہت سے انسان "شاید کہ ہو" اور "اگر" میں مر گئے

از نہالِ عاقبت ناخوردہ بر
آخرت کے درخت کا پھل چکھے بغیر

ور نمی یابی تو نقصانِ اگر
اگر تو "اگر مگر" کے نقصان کو نہیں سمجھا

ایں مثل بشنو کہ دریابی مگر
تو یہ قصہ سن لے شاید تو سمجھ جائے

حکایت در معنی ایں بیت اگر را با مگر ہم جفت کردند
اس شعر کے معنی سے متعلق قصہ انھوں نے "اگر اور مگر" کی شادی کر دی اُن سے

از ایشاں بچہ آمد کاشکے نام
"کاشکے" نامی بچہ پیدا ہوا

یک غریبے خانہ می جست از شتاب
ایک مسافر جلدی میں گھر تلاش کر رہا تھا

دوستے بُردش سوئے خانہ خراب
ایک دوست اُس کو گرے ہوئے گھر کے پاس لے گیا

۱؎ وازر۔ بوجھ اُٹھانے والا۔ وزر۔ بوجھ۔ ہیچکس۔ بغیر عمل کے کوئی پھل نہیں ملتا ہے۔ طمعِ خام۔ بے بنیاد لالچ۔ خام۔ کچا۔ علت۔ بیماری۔ کاں فلانے۔ یہ بے بنیاد لالچ ہے۔ کسب باید۔ شیخ چلی کی باتوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے جب تک انسان میں طاقت ہے کام کرنا چاہیئے۔

۲؎ کسب کردن۔ انسان جس غیبی خزانے کے لالچ میں پڑا ہے، کما کر کھانا اُس کیلئے کب مانع ہے، اگر ملنا ہے تو وہ بھی خود مل جائیگا۔ تا نگردی۔ اگر مگر میں پھنسنا، کسب در عمل سے مانع بنتا ہے اور اس سے سوائے افسوس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ کز۔ اگر مگر میں پھنسنا یقین کے منافی ہے اور یقین عینِ ایمان ہے لہٰذا اگر مگر میں پھنسا ہوا انسان مومن نہیں ہے۔ منع کرد۔ آنحضورؐ نے فرمایا اِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّیْطَانِ۔ اگر مگر کا خیال شیطانی کام کا دروازہ کھولتا ہے۔

۳؎ بوک۔ یہ بود کہ کا مخفف ہے یعنی شاید کہ یہ جملہ بھی شکی انسان بولتا ہے۔ اگر۔ یعنی لفظ اگر کہنے کا نقصان۔ اگر را با مگر۔ "اگر" اور "مگر" کا نکاح کیا اُن سے "کاشکہ" بچہ پیدا ہوا۔ خانہ خراب۔ ڈھیا ہوا گھر۔

گفت اُو ایں را اگر سقفے بُدے
اُس (دوست) نے کہا کہ اگر (اُس گھر پر) چھت ہوتی
پہلوئے من مر ترا مسکن شُدے
میرے پڑوس میں تیرے رہنے کی جگہ ہوتی

ہم عیالِ[1] تو بیاسودے اگر
تیرے بال بچوں کو بھی آرام ملتا، اگر
درمیانہ داشتے حُجرہ دگر
دوسرا حجرہ درمیان میں ہوتا

ور رسیدے میہماں روزے ترا
اگر کسی روز تیرا مہمان آ جاتا
ہم بیاسودے اگر بودیت جا
وہ بھی آرام پاتا اگر تجھے جگہ مل جاتی

کاشکے معمور بودے ایں سرا
کاش یہ مکان آباد ہوتا
خانۂ تو بودے ایں معمُورِ ما
تو ہمارا یہ آباد گھر تیرا گھر ہوتا

گفت آرے پہلوئے یاراں خوش ست
(مسافر نے) کہا بیشک دوستوں کا پڑوس اچھا ہے
لیک اے جاں در اگر نتواں نشست
لیکن اے جانِ (من)! اگر میں سکونت نہیں ہو سکتی ہے

ایں ہمہ عالم طلبگارِ خوش اند
یہ تمام جہان اچھائی کا طلبگار ہے
وز خوشِ تزویر اندر آتش اند
لیکن بناوٹی اچھائی سے آگ میں ہیں

طالبِ زر گشتہ جملہ پیر و خام
تمام بوڑھے اور نوجوان سونے کے طلبگار ہیں
لیک قلب از زر نداند چشمِ عام
لیکن عام آنکھ (کھرے) سونے کو کھوٹے سے نہیں پہچانتی ہے

پرتوے[2] بر قلب زد خالص ببیں
دیکھ خالص نے کھوٹے کو چمکا دیا ہے
بے محک زر را مکن از ظن گزیں
بغیر کسوٹی کے (محض) اندازے سے سونا نہ لے

گر محک داری گزیں کُن ورنہ رَو
اگر تو کسوٹی رکھتا ہے لے ورنہ جا
نزدِ دانا خویشتن را کُن گرو
اپنے آپ کو کسی دانا کے سپرد کر دے

پس محک[3] باید میانِ جانِ خویش
کسوٹی اپنے اندر ہونی چاہیئے
ور نداری رہ مرو تنہا بہ پیش
اگر تیرے پاس نہیں ہے تو تنہا آگے نہ بڑھ

بانگِ غولاں ہست بانگِ آشنا
چھلاووں کی آواز دوست کی آواز ہے
آشنائے کو کشد سوئے فنا
(لیکن) ایسا دوست جو ہلاکت کیطرف کھینچتا ہے

بانگ می دارد کہ ہاں اے کارواں
وہ (چھلاوا) پکارتا ہے، کہ خبردار اے قافلے!
سوئے من آئید نک راہ و نشاں
میری جانب آؤ یہ راستہ اور نشان (منزل)، ہے

نامِ ہر یک می برد غول اے فلاں
چھلاوا ہر ایک کا نام پکارتا ہے اے فلانے!
تا کند آں خواجہ را از آفلاں
تاکہ اُن صاحب کو ہلاک شدگان میں (شامل) کر دے

---

[1] عیال۔ بال بچے۔ معمور۔ آباد۔ آرے۔ ہاں۔ در اگر۔ اگر گھر کا جو خیالی مکان ہے اُس میں رہائش نہیں ہو سکتی ہے۔ ایں ہمہ عالم۔ سب یہ چاہتے ہیں کہ آخرت کی کامیابی حاصل ہو لیکن شیطان اُن کو گمراہ کر دیتا ہے اور وہ آتش حسرت میں جلتے ہیں جیسا کہ اِس مسافر کے ساتھ اُس دوست نے کیا۔ طالبِ زر۔ ہر انسان نیک عمل چاہتا ہے لیکن شیطان نے جو ملمع سازی کی وہ نہیں پہچان سکتا ہے۔

[2] پرتوے۔ شیطان بُرے اعمال کو مزین کر کے دکھا دیتا ہے اگر کوئی ایسا صاحبِ باطن ہو کہ خود اُس فریب کو سمجھ سکے تو امتیاز کر کے عمل کرے ورنہ اپنے آپ کو کسی شیخِ کامل کے سپرد کر دے تاکہ وہ شیطانی اور رحمانی عمل میں امتیاز کر دے۔

[3] محک۔ کسوٹی، یعنی بُرے بھلے میں تمیز کرنے کا نورِ فراست۔ غولاں۔ چھلاوے جو مسافر کو راستہ سے بھٹکا دیتے ہیں۔ آشنا۔ دوست۔ نک۔ اینک، اینست۔ نشان۔ یعنی نشانِ منزل۔ آفلاں۔ آفل کی جمع ہے، غائب ہونے والا۔

چوں رسد آنجا بہ بیند گرگ و شیر
عمر ضائع راہ دور و روز دیر

وہ جب اس جگہ پہنچتا ہے بھیڑیا اور شیر دیکھتا ہے
عمر برباد (ہوئی) راستہ دور (رہ گیا) اور دن بے وقت (ہو گیا)

چہ[51] بود آں بانگِ غول اے نیکخو
مال خواہم جاہ خواہم آبرو

اے نیک مزاج! چھلاوے کی آواز کیا ہوتی ہے؟
مال چاہتا ہوں، مرتبہ چاہتا ہوں، آبرو (چاہتا ہوں)

اندرونِ خویش ایں آوازہا
منع کن تا کشف گردد رازہا

اپنے اندر سے اِن آوازوں کو
روک دے تاکہ راز کھلیں

ذکرِ حق کن بانگِ غولاں را بسوز
چشم چوں نرگس ازیں کرگس بدوز

اللہ کا ذکر کر، چھلاووں کی آواز کو پھونک دے
نرگس جیسی آنکھ اِس گدھ سے بند کر لے

صبحِ کاذب را ز صادق وا شناس
رنگِ مے را باز داں از رنگِ کاس

صبح صادق کو صبح کاذب سے پہچان
شراب کے رنگ کو پیالے کے رنگ سے علیحدہ کر

تا بود کز دیدگانِ[52] ہفت رنگ
دیدۂ پیدا کند صبر و درنگ

ہو سکتا ہے کہ سات پردوں والی آنکھوں کی بجائے
صبر اور استقلال، ایک آنکھ پیدا کر دے

رنگہا بینی بجز ایں رنگہا
گوہراں بینی بجائے سنگہا

اِن رنگوں کے علاوہ تو اور رنگ دیکھے
سنگریزوں کی بجائے تو موتی دیکھے

گوہرے چہ بلکہ دریائے شوی
آفتابِ چرخ پیمائی شوی

موتی کیا بلکہ تو دریا بن جائے
آسمان کو طے کرنے والا سورج بن جائے

کارکن در کارگاہ باشد نہاں
تو برو در کارگہ بینش عیاں

کاریگر، کارخانہ میں چھپا ہوتا ہے
تو جا، کارخانہ میں اُس کا مشاہدہ کر لے

کار[53] چوں بر کارکن پردہ تنید
کارکن بر کارگہ باشد پدید

کام نے جبکہ کارکن پر پردہ ڈال رکھا ہے
کاریگر کارخانہ میں رونما ہو گا

خارجِ ایں کار نتوانیش دید
منتظر در کارگہ آید پدید

کام سے علیحدہ تو اُس کو نہ دیکھ سکے گا
جس کا انتظار ہے وہ کارخانہ میں ظاہر ہو گا

کارگہ چوں جائے باشِ عامل ست
آں کہ بیرون ست ازو غافل ست

جبکہ کارخانہ کاریگر کا ٹھکانا ہے
جو اُس (کارخانہ) سے باہر ہے وہ اُس سے غافل ہے

---

[51] چہ بود۔ چھلاوے کی آواز انسان کے اپنے اندرونی جذبات ہیں جو مال اور جاہ اور آبرو سے متعلق ہیں۔ رازہا۔ یعنی حقیقت کے اسرار۔ چشم چوں نرگس۔ نرگس کی آنکھ بے نور اور حسین ہونے میں ضرب المثل ہے یہاں دونوں معنیٰ مراد لئے جا سکتے ہیں۔ کرگس۔ گدھ مردہ خوری میں مشہور ہے۔ صبح۔ آسمان کے مشرقی کنارے پر پہلے سفیدی آتی ہے وہ صبحِ کاذب کہلاتی ہے اس لئے کہ اُس کے بعد پھر تاریکی آجاتی ہے اُس تاریکی کے بعد کی سفیدی کو صبحِ صادق کہا جاتا ہے جو در اصل صبح ہے، یعنی اصل کو عارضی چیز سے جدا کر لینے کی استعداد پیدا کر۔

[52] دیدگانِ ہفت رنگ۔ انسان کی آنکھ میں سات پردے ہیں جن کو ہفت رنگ کہا ہے۔ دیدہ۔ یعنی صبر و استقلال دل کی آنکھ کھول دے گا۔ رنگہا۔ جب قلب کی آنکھ کھل جائیگی تو اصل حقیقت واضح ہو جائیگی۔ گوہرے۔ یعنی صرف گوہر کو دیکھنا ہی نہیں بلکہ تو ایسا سمندر بن جائیگا جس میں موتی پیدا ہوتے ہیں اور عالمِ بالا کی سیر کرنے لگے گا۔ کارکن۔ اللہ تعالیٰ کو اُس کی مصنوعات و مخلوقات میں دیکھا جا سکتا ہے، مصنوع سے صانع کے وجود پر استدلال کیا جاتا ہے۔

[53] کار۔ اللہ کی صنعت اُس کے لئے پردہ پوشی ہے تو اب اُس کو کارگاہِ عالم ہی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ کارگہ۔ کاریگر کارخانہ میں ہوتا ہے اُس کو باہر تلاش کرنا بے وقوفی ہے۔

پس در آ در کارگہ یعنی عدم[1]	تا بہ بینی صُنع و صانع را بہم
لہٰذا کارخانہ یعنی عدم میں آ	تاکہ تو کام اور کاریگر کو اکٹھا دیکھے

کارگہ چوں جائے روشن دیدگیست	پس برونِ کارگہ پوشیدگیست
کارخانہ چونکہ کھلے طور پر دیکھنے کی جگہ ہے،	پس کارخانہ کے باہر پوشیدگی ہے

رُو بہ ہستی داشت فرعونِ[2] عنود	لاجرم از کارگاہش کور بود
سرکش فرعون (اپنے) وجود کی طرف متوجہ ہوا	لامحالہ اُس کے کارخانہ سے اندھا تھا

لاجرم میخواست تبدیلِ قدر	تا قضا را باز گرداند ز در
یقیناً وہ تقدیر کو بدلنا چاہتا تھا	تاکہ اللہ (تعالیٰ) کے فیصلہ کو دروازے سے واپس لوٹا دے

خود قضا بر سُبلتِ آں حیلہ مند	زیرِ لب می کرد ہر دم ریشخند
فیصلہ (خداوندی) اُس حیلہ گر کی مونچھوں پر	ہر وقت زیرِ لب مُسکرا رہا تھا

صد ہزاراں طفل کُشت اُو بے گناہ	تا بگردد حُکم و تقدیرِ اِلٰہ
اُس نے لاکھوں معصوم بچے قتل کر ڈالے	تاکہ (اللہ تعالیٰ کا) فیصلہ اور تقدیر ٹل جائے

تاکہ موسیٰ[ؑ] نبی ناید بروں	کرد در گردن ہزاراں ظلم و خوں
تاکہ موسیٰ[ؑ] نبی ظاہر نہ ہوں	اُس نے (اپنی) گردن پر ہزاروں ظلم اور خون لئے

آں ہمہ خوں کرد و موسیٰ[ؑ] زادہ شُد	وز برائے قہرِ اُو آمادہ شُد
اُس نے بہت (کشت و) خون کیا اور موسیٰ[ؑ] پیدا ہوگئے	اور اُس کی سرکوبی کے لئے آمادہ ہوگئے

گر بدیدے کارگاہِ لایزال	دست و پایش خشک گشتے ز احتیال
اگر وہ (خدائے) لایزال کا کارخانہ دیکھ لیتا	حیلہ گری سے اُس کے ہاتھ پیر خشک ہو جاتے

اندرونِ خانہ اش موسیٰ[ؑ] معاف	وز بروں می کشت طفلاں را گزاف
اُس کے گھر میں موسیٰ[ؑ] آرام سے تھے	وہ باہر خواہ مخواہ بچوں کو قتل کر رہا تھا

ہمچو صاحب[3] نفس کو تن پرورد	بر دگر کس ظنِ حقدے می بَرد
اُس نفسانی (انسان) کی طرح جو تن پروری کرے	دوسرے پر دشمنی کا گمان کرے

کایں عدو و آں حسود و دشمن ست	خود حسود و دشمنِ اُو آں تن ست
کہ یہ دشمن، اور وہ حاسد اور مخالف ہے	(حالانکہ) اُس کا حاسد اور دشمن خود وہ جسم ہے

[1] یعنی عدم - اپنے وجود اور ہستی کو فنا کرنے کے بعد ہی وجودِ واحد کا مشاہدہ ہو سکتا ہے۔ کارگہ - کارخانہ عالم - ہستی کو ختم کر کے مشاہدہ حق کرنے کا مقام ہے جب تک انسان اپنی ہستی کا قائل ہے وہ مشاہدہ سے محروم ہے۔

[2] فرعون - فرعون اپنی ہستی کی طرف متوجہ تھا لہٰذا وہ کارگاہِ عدم سے اندھا تھا۔ تبدیلِ قدر - مقدر یہ ہو چکا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اُس کی سلطنت کو زیر و زبر کر دیں گے۔ سُبلت - مونچھ - بر سُبلت کسے خندیدن کے معنیٰ ہیں کسی کو بنظرِ حقارت دیکھنا - ریشخند - مذاق اُڑانا - طفل - بنی اسرائیل کے نومولود لڑکوں کو قتل کرا دیتا تھا - تاکہ موسیٰ[ؑ] - فرعون کو اُس کی ایک خواب کی تعبیر میں بتایا گیا تھا کہ بنی اسرائیل کا کوئی لڑکا اُس کی سلطنت کے زوال کا سبب بنے گا - کارگاہِ لایزالی - اللہ تعالیٰ کا کارخانہ قدرت - احتیال قضائے الٰہی سے بچنے کے لئے بنی اسرائیل کے لڑکوں کا قتل - اندرونِ خانہ - حضرت موسیٰ[ؑ] کی پرورش فرعون کے گھر میں ہو رہی تھی اور باہر اُس نے قتلِ عام کا بازار گرم کر رکھا تھا۔

[3] ہمچو صاحب نفس - جو انسان تن پروری کر رہا ہے اور دوسروں پر دشمنی کا گمان کر رہا ہے اُس کی مثال فرعون کی سی ہے کہ اصل دشمن موسیٰ[ؑ] کو پال رہا تھا اور بے قصور بچوں کو قتل کرا رہا تھا - آں تن ست - تن پروری روح کی موت کا سبب ہے تو اصل دشمن انسان کا تن ہے۔

اُو۱ چو موسیٰ و تنش فرعونِ اُو — اُو بہ بروں می دود کہ کو عدو؟
وہ موسیٰ کی طرح ہے اور اُس کا جسم اُسکا فرعون ہے — وہ باہر بھاگا پھرتا ہے، کہ دشمن کہاں ہے؟

نفس اندر خانۂ تن نازنیں — بر دگرکس دست می خاید بکیں
نفس جسم کے گھر میں نازوں میں پل رہا ہے — وہ دوسروں پر کینہ سے ہاتھ چبا رہا ہے

ملامت کردن مردم شخصے را کہ مادر را کُشت بہ تہمت
لوگوں کا ایک شخص کو ملامت کرنا جس نے ماں کو تہمت کی وجہ سے قتل کر ڈالا

آں یکے از خشم مادر را بکُشت — ہم بزخمِ خنجر و ہم زخمِ مُشت
ایک شخص نے غصہ میں ماں کو مار ڈالا — خنجر کے زخم اور مُکّوں کی مار سے

آں یکے گفتش کہ از بد گوہری — یاد ناوردی تو حقِ مادری
ایک شخص نے اُس سے کہا کہ بدذاتی کی وجہ سے — تو نے ماں کا حق یاد نہ کیا

ہے چرا کُشتی ورا اے زشت رُو — می نگوئی اُو چہ کرد آخر بتو
افسوس! اے بدرُو تو نے اُسکو کیوں مار ڈالا؟ — کیوں نہیں بولتا؟ آخر اُسنے تیرے ساتھ کیا کیا؟

ہیچ کس کُشتست مادر اے عنود — می نگوئی کو چہ کرد آخر چہ بود
اے سرکش! کسی نے ماں کو بھی، قتل کیا ہے؟ — کیوں نہیں بولتا کہ اُسنے کیا کیا! آخر کیا بات تھی!

گفت کارے۲ کرد کاں عارِ ویست — کُشتمش کاں خاک ستّارِ ویست
اُس نے کہا، اُس نے وہ کام کیا جو اُسکے لئے عار تھا — میں نے اُسکو قتل کر دیا کیونکہ مٹی ہی، اُسکی پردہ پوشی کرنیوالی ہے

مُتّہم شد با یکے زاں کُشتمش — غرقِ خوں در خاکِ گور آغشتمش
وہ ایک کیساتھ مُتّہم ہوئی اسلئے میں نے اُسکو قتل کر دیا — خون میں نہلا کر میں نے قبر کی مٹی میں اُسکو ملا دیا

گفت آں کس را بکُش اے محتشم — گفت پس ہر روز مردے را کُشم
اُس نے کہا، ارے بھلے اُس شخص کو قتل کر — اُس نے کہا تو پھر ہر روز ایک مرد کو قتل کروں

کُشتم اُو را رَستم از خونہائے خلق — نائے او برّم بہ است از نائے خلق
میں نے اُس کو قتل کر دیا، لوگوں کے خون سے چھٹکارا ہے — اُس کا گلا کاٹوں یہ اُس سے بہتر ہے کہ لوگوں کا گلا

نفسِ۳ تُست آں مادرِ بدخاصیت — کہ فسادِ اُوست در ہر ناحیت
وہ بدعادت ماں تیرا نفس ہے — کہ ہر جانب اِسی کا فساد ہے

ہیں بکُش اُو را کہ بہرِ آں دنی — ہر دمے قصدِ عزیزے می کُنی
آگاہ! اُسی کو قتل کر اُس کمینے کی وجہ سے — تو ہر وقت کسی عزیز کی جان لینے کا قصد کرتا ہے

---

۱ اُو۔ یعنی اُس کی روح۔ نفس اندر تن۔ یعنی نفسِ اَمّارہ۔ نازنیں۔ نازوں سے پلا ہوا۔ ملامت کردن۔ اِس حکایت کا منشاء یہ ہے کہ بُرائی کی جڑ کو ختم کرنا چاہیئے نفس اَمّارہ ہی سب بُرائیوں کی جڑ ہے۔ زخم مُشت۔ گھونسوں کی چوٹ۔ بدگوہری۔ اِس میں یاء کو مصدری اور خطاب کے لئے دونوں طرح ترجمہ کیا جاسکتا ہے۔ عنود۔ سرکش۔

۲ کارے۔ یعنی وہ ایک اجنبی سے ملوث تھی۔ خاک۔ یعنی قبر کی مٹی ہی اُس کی پردہ پوشی ہے۔ آں کس۔ یعنی جس کے ساتھ وہ مُتّہم ہوئی تھی۔ خونہائے خلق۔ یعنی کہ جس سے مُتّہم ہے اُس کو قتل کروں کل کو کسی دوسرے سے مُتّہم ہو تو اُس کو قتل کروں۔

۳ نفس۔ انسان کی تمام بُرائیاں نفسِ اَمّارہ کی وجہ سے ہیں۔ ناحیت۔ گوشہ، جانب۔ آں دنی۔ کمینہ نفس۔

از پئے ۵۱ ایں دنیائے خوش بر تست تنگ ۔ از پئے او با حق و با خلق جنگ

اسی کی وجہ سے یہ بھلی دنیا تجھ پر تنگ ہے ۔ اسی کے لئے (اللہ تعالیٰ) اور مخلوق سے جنگ ہے

نفس کشتی باز رستی ز اعتذار ۔ کس ترا دشمن نماند در دیار

(اگر) تو نے نفس کو مار ڈالا عذر خواہی سے چھوٹ جائیگا ۔ دنیا میں تیرا کوئی دشمن نہ رہے گا

گر شکال آرد کسے بر گفتِ ما ۔ از برائے انبیا و اولیا

اگر ہماری بات پر کوئی اشکال (اعتراض) کرے ۔ انبیاء اور اولیاء کی وجہ سے

کانبیا را نے کہ نفسِ کشتہ بود ۔ پس چرا شاں دشمناں بود و حسود

کہ نبیوں کا نفس کیا مرا ہوا نہ تھا ۔ تو اُن کے حاسد اور دشمن کیوں تھے؟

گوش نہ تو اے طلبگارِ صواب ۔ بشنو ایں اشکال و شبہت را جواب

اے بھلی بات کے طالب! کان دھر ۔ اس اشکال اور شبہ کا جواب سُن لے

دشمنِ ۵۲ خود بودہ اند آں منکراں ۔ زخم بر خود می زدند ایشاں چناں

وہ منکر خود اپنے دشمن تھے ۔ اس طرح وہ اپنے ہی کو زخمی کر رہے تھے

دشمن آں باشد کہ قصدِ جاں کند ۔ دشمن آں نبود کہ خود جاں می کند

دشمن تو وہ ہوتا ہے جو جان (لینے) کا ارادہ کرے ۔ دشمن وہ نہیں ہوتا جو خود دم توڑ دے

نیست خفاشک عدوِ آفتاب ۔ او عدوِ خویش آمد در حجاب

چمگادڑ، سورج کی دشمن نہیں ہے ۔ وہ در پردہ اپنی ہی دشمن ہے

تابشِ خورشید او را می کشد ۔ رنجِ او خورشید ہرگز کے کشد

سورج کا نور اُس کو مارے ڈالتا ہے ۔ اُس کی تکلیف سورج کب برداشت کرتا ہے؟

دشمن آں باشد کزو آید عذاب ۔ مانعِ آید لعل را از آفتاب

دشمن وہ ہوتا ہے جس سے تکلیف پہنچے ۔ لعل کے لئے آفتاب سے مانع بنے

مانعِ خویشند جملہ کافراں ۔ از شعاعِ جوہرِ پیغمبراں

تمام کافر اپنے لئے روک ہیں ۔ پیغمبروں کے گوہر کی شعاع سے

کے حجاب ۵۳ چشمِ آں فرد ند خلق ۔ چشمِ خود را کور و کژ کردند خلق

لوگ اُس یکتا کی آنکھ کا حجاب کب ہیں؟ ۔ لوگوں نے اپنی آنکھ کو اندھا اور اپنے آپ کو بھینگا بنا لیا ہے

چوں غلامِ ہندوی کو کیں کشد ۔ از ستیزِ خواجہ خود را می کشد

ہندوستانی غلام کی طرح کہ وہ کینہ رکھتا ہے ۔ آقا کی دشمنی میں اپنے آپ کو مار ڈالتا ہے

۵۱ ازدے۔ اس نفس کی وجہ سے۔ اِعتذار۔ عذر خواہی ایک دوسرے سے دشمنی کرتا ہے اور پھر اُس کو معذرت بھی کرنی پڑتی ہے، اجب دشمنی ختم ہوجائیگی تو معذرت کی ضرورت نہ رہیگی۔ کانبیا۔ یہ اشکال کی وضاحت ہے کہ انبیاء اور اولیاء نے تو اپنے نفسِ امارہ کو مار دیا تھا پھر اُنسے دشمنی اور حسد کیوں تھا۔

۵۲ دشمن خود۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کے دشمن اُنکے دشمن نہ تھے بلکہ اپنے دشمن تھے کیونکہ دشمنی کے نقصانات خود اُن کو پہنچتے تھے۔ قصدِ جاں یعنی روح اور اس کے مراتب کو نقصان پہنچائے۔ جاں کند خود مخالفوں کی روح تباہ ہوئی۔ خفاشک۔ ذلیل چمگادڑ خود ہی آفتاب کے نور سے محروم ہے اُس کے نور میں خلل انداز نہیں ہے۔ عذاب۔ یعنی دشمن تو وہ ہے جس کی دشمنی سے منافع کو نقصان پہنچے۔ لعل بعل آفتاب سے فیض حاصل کرتا ہے۔

۵۳ کے حجاب۔ اپنے زمانہ کے یکتا کے ساتھ دشمنوں کی دشمنی اُنکی آنکھ کا حجاب نہیں بن سکتی ہے بلکہ دشمن خود اپنے آپ کو اندھا اور بھینگا بنالیتے ہیں۔ کیں۔ کینہ۔ ستیز۔ لڑائی جھگڑا۔

493

سرنگوں می افتد از بامِ سرا
کوٹھے پر سے اوندھا گر جاتا ہے

تا زیانے کردہ باشد خواجہ را[1]
تاکہ آقا کو نقصان پہنچائے

گر شود بیمار دشمن با طبیب
اگر بیمار، طبیب کا دشمن ہو جائے

ور کند کودک عداوت با ادیب
اگر بچہ اُستاد سے عداوت کرے

در حقیقت دشمنِ جانِ خود اند
درحقیقت وہ خود اپنی جان کے دشمن ہیں

راہِ عقل و جانِ خود را خود زدند
اپنی عقل اور جان کا راستہ خود کاٹتے ہیں

گازرے[2] گر خشم گیرد ز آفتاب
دھوبی اگر سورج پر غصہ کرے

ماھیے گر خشم می گیرد ز آب
مچھلی اگر پانی سے دشمنی کرتی ہے

ق

تو نکو بنگر کرا دارد زیاں
تو غور کر، نقصان کس کا ہے

عاقبت کہ بود سیاہ اختر ازاں
آخر کار اُس سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا!

گر ترا حق آفریند زشت رُو
اگر تجھے اللہ (تعالیٰ) نے بدصورت پیدا کیا ہو

ہاں مشو ہم زشت رو ہم زشت خو
خبردار، بدصورت اور بدعادت نہ بن

ور بود کفشت مرو در سنگلاخ
اگر تیرے پاس جوتا ہے تو پتھریلی زمین میں چل

ور دو شاخ ستت مشو تو چار شاخ
اگر تیرے دو شاخیں ہیں چار شاخوں والا نہ بن

تو حسودی[3] کز فلاں من کمترم
تو ہی بر حاسد ہے کہ میں فلاں سے کم ہوں

می فزاید کمتری در اخترم
وہ میرے نصیب میں کمتری بڑھا رہا ہے

خود حسد نقصان و عیبِ دیگرست
خود حسد ایک دوسرا عیب اور نقصان ہے

بلکہ از جملہ بدیہا بدترست
بلکہ تمام بُرائیوں سے بُرا ہے

آں بلیس از ننگ و عارِ کمتری
شیطان نے کمتری کی ذلت اور عار سے

خویشتن افگند در صد ابتری
اپنے آپ کو سینکڑوں تباہیوں میں پھنسا دیا

از حسد می خواست تا بالا بود
اُس نے حسد کی وجہ سے چاہا کہ اُونچا بنے

خود چہ بالا بلکہ خوں پالا بود
اُونچا تو کیا بنتا، بلکہ خون آلود ہو گیا

آں ابوجہل از محمدؐ ننگ داشت
ابوجہل کو محمدؐ سے ذلت محسوس ہوئی

وز حسد خود را ببالا می فراشت
اور حسد کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو اونچا کرتا

بو الحکم نامش بُد و بوجہل شد
جس کا نام بوالحکم تھا، بوجہل ہو گیا

اے بسا اہل از حسد نا اہل شد
بہت سے لوگ حسد کی وجہ سے نا اہل بنے

---

[1] خواجہ را۔ خواجہ کو نقصان کیا پہنچتا دشمنی میں خود اُس نے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔ راہِ عقل۔ نہ عقل کی تکمیل ہوگی نہ جان کی بالیدگی ہوگی۔

[2] گازر۔ دھوبی کو کپڑے سکھانے کیلئے دھوپ کی ضرورت ہے۔ ماھیے۔ مچھلی کو اپنی زندگی کے لئے پانی کی ضرورت ہے۔ سیاہ اختر۔ بدنصیب۔ گر ترا۔ ایک عیب ہے تو انہیں اضافہ نہ کرنا چاہیے۔ انبیاء اور اولیاء کے دشمنوں میں جہل تو تھا ہی دشمنی کر کے اور اپنے آپ کو تباہ کر لیا۔ ور کفش۔ پیادہ پا جوتے پہن کر چلنا ایک مصیبت ہے۔ اسکو پتھریلی زمین میں چل کر دوگنا نہ کر۔ شاخ۔ سینگ، ٹہنی، ٹکڑا۔ ستو یعنی اپنی مصیبت میں اضافہ نہ کر۔

[3] تو حسودی۔ حسد کی بنیاد دوسرے کے مال و جاہ کی زیادتی ہے، حاسد کا مال تو کم ہی ہوتا ہے حسد کر کے اور مصائب میں اضافہ کرتا ہے۔ ابلیس۔ شیطان نے حضرت آدمؑ پر حسد کیا اور سو مصیبتوں میں اپنے آپ کو پھنسا دیا۔ از حسد۔ حسد کی وجہ سے بلندی تو کیا ملتی تباہ ہوگیا۔ ابوجہل۔ آنحضورؐ کے چچا عمر بن ہشام کو ابوالحکم کہا جاتا تھا وہ سب کے فیصلے کرتا تھا حسد میں مبتلا ہوا تو ابوجہل یعنی نادان لقب پڑا۔

من ندیدم در جہانِ جستجو ۔۔۔ ہیچ اہلیت بہ از خوئے[۱] نکو

میں نے تگ و دو کی دنیا میں نہیں دیکھی ۔۔۔ کوئی اہلیت نیک عادت سے بہتر

انبیا را واسطہ زاں کرد حق ۔۔۔ تا پدید آید حسدہا در فلق

اللہ (تعالیٰ) نے انبیاء کا واسطہ اسی سے بنایا ہے ۔۔۔ تاکہ حسد روشنی میں نمایاں ہوجائے

در گذر از فضل و ز جستی و فن ۔۔۔ کار خدمت دارد و خُلقِ حَسَن

بڑائی اور چالاکی اور ہنر سے درگزر کر ۔۔۔ خدمت اور اچھے اخلاق کام کے ہیں

[۲] زانکہ کس را از خدا عارے نبود ۔۔۔ حاسدِ حق ہیچ دیّارے نبود

اس لئے کہ خدا سے تو کسی کو عار نہ تھی ۔۔۔ کوئی باشندہ اللہ (تعالیٰ) کا حاسد نہ تھا

آں کسے کش مثلِ خود پنداشتے ۔۔۔ زاں سبب با او حسد برداشتے

جس شخص کو تو اپنا جیسا سمجھتا ہے ۔۔۔ اُس سے اسی وجہ سے تو حسد کرتا ہے

چوں مقرر شد بزرگیِ رسول ۔۔۔ پس حسد ناید کسے را از قبول

جب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بڑائی طے ہوگئی ۔۔۔ تو کسی (مومن)، کو ماننے میں حسد نہیں آتا

[۳] پس بہر دورے ولیِ قائم ست ۔۔۔ تا قیامت آزمائش دائم ست

ہر زمانے میں ایک ولی قائم ہے ۔۔۔ قیامت تک دائمی آزمائش ہے

ہر کرا خوئے نکو باشد برست ۔۔۔ ہر کسے کو شیشہ دل باشد شکست

جس کی اچھی عادت ہوگی وہ نجات پاگیا ۔۔۔ جس کا دل شیشے کا ہوگا وہ ٹوٹ گیا

پس امامِ حیّ و قائم آں ولی ست ۔۔۔ خواہ از نسلِ عمرؓ خواہ از علیؓ ست

زندہ اور قائم امام وہ ولی ہے ۔۔۔ خواہ (حضرت) عمرؓ کی نسل سے ہو یا (حضرت) علیؓ کی

مہدیؑ و ہادی وے ست اے نیکخو ۔۔۔ ہم نہان و ہم نشستہ پیشِ رُو

اے نیک بخت! مہدی اور ہادی وہی ہے ۔۔۔ چھپا ہوا بھی ہے اور سامنے بیٹھا ہوا بھی ہے

او چو نورست و خرد جبرئیلِ او ۔۔۔ آں ولیِ کم ازو قندیلِ او

وہ نور کی طرح ہے اور عقل اس کا جبرئیلؑ ہے ۔۔۔ اُس سے کم (درجہ کا) ولی اُس کا قندیل ہے

امامِ حیّ و قائم ہے مہدی بھی وہی ہے اور ہادی بھی وہی ہے، اُس کی یہ خوبیاں مخفی ہوتی ہیں اور وہ لوگوں کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے۔ شیعہ صاحبان کے عقیدہ کے مطابق وہ لوگوں کی نگاہوں سے سُرّ مَن رَآی کے غار میں پوشیدہ ہیں۔ خرد جبرئیلِ او۔ اُس کی عقل اُس کے لئے منجانب اللہ پیغام رساں ہے۔ قندیلِ او۔ دوسرے اولیاء اُس کے ہی نور سے فیض پہنچاتے ہیں۔

---

[۱] خوئے نیکو۔ نیک خصلت ہونا سب سے بڑی خوبی ہے۔ انبیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور بندوں کے درمیان انبیا کو واسطہ اسی لئے بنایا ہے تاکہ حاسدوں کا مخلصوں سے امتیاز ہوجائے۔ کار خدمت گذاری اور خوش خلقی ہی کام کی چیزیں ہیں۔

[۲] زانکہ۔ اگر اللہ تعالیٰ رسولوں کا واسطہ نہ بناتا تو حاسدوں کا حسد ظاہر نہ ہوتا۔ اللہ کو کوئی بھی اپنے برابر کا تصور کرکے حسد نہ کرتا۔ آں کسے۔ انسان کے حسد کی بنیاد یہی ہے کہ وہ دوسرے کو اپنے برابر کا سمجھتا ہے پھر اُس کی بڑائی پر حسد کرتا ہے۔

[۳] پس۔ رسولوں کا سلسلہ ختم ہوجانے سے حاسدوں کے حسد کے اظہار کا موقع ختم نہیں ہوا، اب اولیاء اللہ کی ذات بھی حاسدوں کو پرکھنے کی کسوٹی ہے۔ ولیِ قائم۔ قطب الاقطاب جو تمام عوالم پر فرمانروا ہوتا ہے اور بقاءِ عالم اُسکی بقا سے ہے۔ ہر کرا۔ اچھی عادت والے اُس کا اتباع کرکے نجات حاصل کرلیں گے تُنک مزاج محروم رہیں گے۔ امامِ حیّ و قائم۔ شیعہ حضرات بارھویں امام محمد مہدیؑ کو زندہ اور قائم مانتے ہیں چونکہ اُن کے نزدیک امام صرف اہلِ بیت میں سے ہی ہوسکتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ امام کے لئے نسلی کوئی خصوصیت نہیں ہے ہر دور کا قطب الاقطاب

وآنکہ زیں قندیل کم مشکوٰۃِ ماست — **نور را در مرتبہ ترتیبہاست**

اور جو اس قندیل سے کم (درجہ کا) ہے وہ ہمارا طاقچہ ہے — مرتبہ میں نور کی ترتیبیں ہیں

زانکہ ہفصد پردہ دارد نورِ حق — **پردہائے نور داں چندیں طبق**

اسلئے کہ اللہ (تعالیٰ) کا نور سات سو پردے رکھتا ہے — تو ان مراتب کو نور کے پردے سمجھ

از پسِ ہر پردہ قومے را مقام — **صف صف اند ایں پردہاشاں تا امام**

ہر پردے کے پیچھے ایک جماعت کا مقام ہے — اُن کے یہ پردے امام تک صف بہ صف ہیں

اہلِ صفِ آخریں از ضعفِ خویش — **چشمِ شاں طاقت ندارد نورِ بیش**

آخری صف والے، اپنی کمزوری کی وجہ سے — اُنکی آنکھ زیادہ چمک کی طاقت نہیں رکھتی ہے

واں صفِ پیش از ضعیفیِ بصر — **تاب نارد از شعاعِ بیش تر**

اگلی صف، نگاہ کی کمزوری کی وجہ سے — زیادہ چمک کی طاقت نہیں رکھتی ہے

روشنی کو حیاتِ اول ست — **رنج جان و فتنۂ ایں احول ست**

وہ روشنی جو پہلی صف کی زندگی ہے — اس کمزور آنکھ والے کی جان کیلئے مصیبت و آفت ہے

احولیہا اندک اندک کم شود — **چوں ز ہفصد بگذرد او یم شود**

اس کی کمزوری تھوڑی تھوڑی کم ہوتی ہے — جب سات سو پردوں سے گزر جاتا ہے تو دریا ہو جاتا ہے

آتشے کاصلاحِ آہن یا زرست — **کے صلاحِ آبی و سیبِ ترست**

وہ آگ جو لوہے یا سونے کی (باعثِ) اصلاح ہے — تازہ سیب اور بہی کی (باعثِ) اصلاح کب ہے؟

سیب و آبی خامیِ دارد خفیف — **نے چو آہن تابشے خواہد لطیف**

سیب اور بہی تھوڑا سا کچاپن رکھتے ہیں — لوہے جیسا نہیں، (اسلئے) ہلکی گرمی چاہتے ہیں

لیکن آہن را لطیف آں شعلہاست — **کو جذوبِ تابشِ آں اژدہاست**

لیکن لوہے کے لئے وہ شعلے ہلکے ہیں — کیونکہ وہ گرمی کے اُن اژدہوں کو خوب جذب کرنے والا ہے

ہست آں آہن فقیرِ سخت کش — **زیرِ پتک و آتش ست او سرخ و خوش**

سختی کو برداشت کرنے والا درویش وہ لوہا ہے — ہتھوڑے اور آگ کے نیچے وہ سرخ اور خوش ہے

حاجبِ آتش بود بے واسطہ — **در دلِ آتش رود بے رابطہ**

وہ بلا واسطہ آگ کی روک بنتا ہے — بغیر کسی ذریعہ آگ کے درمیان گُھس جاتا ہے

شعلے۔ فقیرِ سخت کش۔ وہ درویش جو مجاہدات کی بھٹی میں تپتا ہے اس کی مثال لوہے کی طرح ہے۔
حاجب۔ وہ اُس آگ کو براہِ راست بدن پر لے لیتا ہے۔

---

[1] واٰنکہ۔ قطب الاقطاب نور ہے جو اولیا اس سے مستفید ہیں وہ بمنزلہ قندیلوں کے ہیں دیگر بزرگ جو اُن اولیاء سے متفید ہیں اُن کی مثال طاقچہ کی سی ہے جو قندیل سے منور ہوتا ہے۔ ہفصد یعنی بہت سے طبق یعنی اولیاء کے طبقات۔ از پس۔ اولیاء کے مختلف طبقات ہیں جو قطب الاقطاب پر جاکر ختم ہو جاتے ہیں۔

[2] اہلِ صف۔ آخری صف والے زیادہ تجلی کے متحمل نہیں ہو سکتے ہیں۔ صفِ پیش یعنی آخری صف سے اگلی صف والے۔ شعاع یعنی نورِ خداوندی۔ حیاتِ اول یعنی وہ تجلی جو صفِ اول کے لئے باعثِ حیات ہے۔ احول بھینگا، کمزور نگاہ والا۔ احولیہا۔ کمزور تیسرے درجہ کے اولیاء بھی مجاہدات کے ذریعہ ترقی کر کے اور حجابات طے کر کے عارفِ کامل بن جاتے ہیں۔ او یم۔ میں وہ ہوں، وحدت کی طرف اشارہ ہے۔

[3] آتشے۔ یعنی جس طرح محسوسات میں ہر آگ کو ہر چیز برداشت نہیں کر سکتی اسی طرح ہر تجلی کا ہر شخص متحمل نہیں ہو سکتا ہے۔ اگر وہ آنچ جو لوہے کیلئے مفید ہے سبزی پر ڈال دی جائے تو وہ جل کر خاک ہو جائیگی۔ آبی۔ بہی۔ آں شعلہا۔ جو سخت آنچ لوہے کیلئے درکار ہے لوہے کے لئے وہی لطیف ہے۔ اژدہا یعنی

496

بے حجابے آب و فرزندانِ آب[1]
پانی اور پانی کی پیداوار بغیر آڑ کے

پختگی ز آتش نیابند و خطاب
آگ سے نہیں پکتی ہے اور نام نہیں پاتی ہے

واسطہ دیگے بُود یا تابہ
دیگ کا واسطہ ہو، یا توے کا

ہمچو پا را در روشِ پا تابہ
جس طرح چلنے میں پیر کے لئے جوتا

یا مکانے در میاں تا آں ہوا
یا درمیان میں الگ جگہ ہو تاکہ وہ ہوا

میشود سوزاں و می آرد نما
گرم ہو، اور بڑھائے

پس فقیر آنست کو بے واسطہ ست
درویش وہ ہے جو بغیر واسطہ کے ہے

شعلہا را با وجودش رابطہ ست
شعلوں کو اس کی وجود سے تعلق ہے

پس دلِ عالم ویست ایرا کہ تن
وہ درویش عالم کیلئے (بمنزلہ) دل ہے کیونکہ جسم

می رسد از واسطہ ایں دل بفن
اسی دل کے واسطے سے فن (ہنر) تک پہنچتا ہے

دل نباشد تن چہ داند گفتگو
اگر دل نہ ہو جسم گفتگو کیا جانے؟

دل نہ جوید تن چہ داند جستجو
دل جستجو نہ کرے تو جسم جستجو کرنا کیا جانے؟

پس نظرگاہِ شعاع آں آہن ست
لہٰذا شعلے کا منظورِ نظر، لوہا ہے

پس نظرگاہِ خدا دل نے تن ست
خدا کا منظورِ نظر دل ہے، نہ کہ جسم

باز ایں دلہا جزوی چوں تن ست
پھر یہ جزوی دل جسم کی طرح ہیں

با دلِ صاحبدلے کو معدن ست
صاحبِ دل کے دل کے مقابلے میں جو کان ہے

بس مثال و شرح خواہد[2] ایں کلام
یہ کلام بہت سی مثالیں اور شرح چاہتا ہے

لیک ترسم تا نہ لغزد فہمِ عام
لیکن میں ڈرتا ہوں کہ عوام کی سمجھ لغزش نہ کھا جائے

تا نہ گردد نیکوئیِ ما بدی
تاکہ ہماری نیکی، بدی نہ بن جائے

ایں کہ گفتم ہم نہ بُد جز بیخودی
یہ بھی جو کچھ میں نے کہا، دریا سوائے بیخودی کے

پائے کژ را کفشِ کژ بہتر بود
ٹیڑھے پیر کے لئے ٹیڑھا جوتا بہتر ہوتا ہے

مر گدا را دستگہ بر در بود
گداگر کی جگہ دروازے پر ہوتی ہے

امتحانِ[3] بادشاہ باآں دو غلام کہ نو خریدہ بود
بادشاہ کا ان دو غلاموں کا امتحان کرنا جن کو نیا خریدا تھا

بادشاہے دو غلام ارزاں خرید
ایک بادشاہ نے دو سستے غلام خریدے

تا یکے زاں دو سخن گفت و شنید
ان دونوں میں سے ایک سے بات کہی اور سنی

---

[1] فرزندانِ آب۔ پانی کی پیداوار خطاب۔ یعنی ان کو روٹی، پلاؤ وغیرہ نہیں کہلاتا۔ تابہ۔ توا۔ آٹا جب توے کے واسطے سے آگ پر پکے گا تب اس کو روٹی کہا جائیگا۔ پاتابہ۔ جوتہ۔ نما۔ گرم ہوا سے درخت وغیرہ نشوونما پاتے ہیں۔ پس فقیر۔ عارفِ کامل براہِ راست کسبِ فیض کرتا ہے۔ ویست۔ قطب الاقطاب عالم کے لئے بمنزلہ دل کے ہے۔ دل نباشد۔ جسم کے سارے کمالات دل کی وجہ سے ہیں۔ نظرگاہ خدا۔ دل خدا کا منظورِ نظر قطب الاقطاب ہوتا ہے۔ دلہائے جزوی یعنی اس دور کے دیگر اولیاء۔ بادلِ صاحب دلے۔ قطب الاقطاب دیگر اولیاء کو فیض پہنچاتا ہے۔

[2] ایں کلام۔ اولیاء کے مراتب کی وضاحت کے لئے مفصل کلام درکار ہے جس کا مآل وحدت الوجود کا مسئلہ ہے جو عوام کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ تا نہ گردد۔ نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق نہ ہو جائے۔ پائے کژ۔ عوام کے ذہن کے مطابق عوام سے بات کرنی چاہیئے، باریک مسائل ان کے سامنے بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔ مر گدا را۔ فقیر دروازے پر سے بھیک مانگے گا تو کچھ مل جائیگا گھر میں گھسے گا تو گت بن جائے گی۔

[3] امتحان پہلے کہا گیا تھا کہ غرض کے مناسب حال اس سے بات

یا فتش زیرک دل و شیریں جواب
اُس نے اُس کو ذہین اور شیریں جواب پایا

از لبِ[۱] شکّر چہ زاید شکّر آب
حسین ہونٹوں سے کیا ٹپکتا ہے؟ شربت

آدمی مخفیست در زیرِ زباں
انسان زبان میں پوشیدہ ہے

ایں زباں پردہ است بر درگاہِ جاں
یہ زبان جان کے دربار کا پردہ ہے

چونکہ بادے پردہ را درہم کشید
جب ہوانے پردہ ہٹا دیا

سرِ صحنِ خانہ شُد بر ما پدید
گھر کے صحن کا راز ہم پر کُھل گیا

کاندراں خانہ گہر[۲] یا گندم ست
کہ اُس گھر میں موتی ہیں، یا گیہوں

گنجِ زر یا جملہ مار و کژدم ست
سونے کا خزانہ ہے یا سب سانپ اور بچھو ہیں

یا درو گنجست و مارے بر کراں
یا اُس میں خزانہ ہے اور کنارے پر سانپ ہے

زانکہ نبود گنجِ زر بے پاسباں
اِسلئے کہ سونے کا خزانہ محافظ کے بغیر نہیں ہوتا ہے

بے تامّل اُو سخن گفتے چناں
وہ بے تامّل ایسی باتیں کرتا

کز پسِ پانصد تامّل دیگراں
جو دوسرے پانسو بار غور کر کے (کرتے)

گفتے در باطنش دریاستے
گویا اُس کے اندر ایک دریا ہے

جملہ دُر یا گوہرِ گویاستے
جو موتی ہی موتی ہے یا وہ (غلام) بولتا موتی ہے

نورِ ہر گوہر کزو تاباں شُدے
ہر موتی (بات) کا نور جو اُس سے چمکتا

حق و باطل را ازاں فرقاں شُدے
حق اور باطل اُس سے الگ الگ ہو جاتا

نورِ فرقاں[۳] فرق کردے بہرِ ما
قرآن کا نور ہمارے لئے جدا کر دیتا

ذرّہ ذرّہ حق و باطل را جُدا
حق اور باطل کے ذرّے ذرّے کو علیحدہ

نورِ گوہر نورِ چشمِ ما شُدے
موتی کا نور ہماری آنکھ کا نور ہو جاتا

ہم سوال و ہم جوابِ ما بُدے
ہمارا سوال بھی ہمارا جواب بھی ہو جاتا

چشم کژ کردی دو دیدی قرصِ ماہ
تو نے آنکھ کو ٹیڑھا کر لیا، چاند کی ٹکیا کو دو دیکھا

چوں سوال ست ایں نظر در اشتباہ
اِشتباہ کے معاملہ میں یہ ٹیڑھی نظر سوال (اعتراض) جیسی ہے

راست گرداں چشم را در ماہتاب
چاند (کو دیکھنے) میں اپنی آنکھ سیدھی کر لے

تا یکے بینی تو مہ را نک جواب
تاکہ تو چاند کو ایک دیکھے، یہ جواب ہے

---

[۱] لبِ شکّر۔ شیریں دہن۔ زیرِ زباں۔ عربی کا مشہور محاورہ ہے۔ اَلْمَرْءُ مَخْبُوْءٌ تَحْتَ لِسَانِہٖ آدمی اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ چونکہ۔ جب آدمی بول پڑا تو زبان کا پردہ ہٹ گیا۔ صحنِ خانہ یعنی انسان کا باطن۔

[۲] گہر۔ یعنی اچھی خصلتیں۔ گندم یعنی معمولی خصلتیں۔ مار و کژدم یعنی بُری خصلتیں۔ یا درو۔ یعنی اُس میں اچھی اور بُری دونوں خصلتیں ہیں۔ زانکہ۔ عموماً اچھوں میں بھی کوئی نہ کوئی عیب ہوتا ہی ہے۔ بے تامّل۔ وہ برجستہ ایسی بات کہتا تھا کہ دوسرا سینکڑوں بار سوچ کر بھی نہ کہہ سکے۔ تاباں۔ چمکنے والا۔ فرقاں۔ الگ الگ نظر آنا۔

[۳] نورِ فرقاں۔ پہلے اشعار میں مولانا نے اُس غلام کی باتوں کے بارے میں فرمایا کہ اُس سے حق و باطل میں اِمتیاز ہو جاتا تھا اِس پر شبہ ہوا کہ یہ صفت تو قرآن میں بھی نہیں ہے ورنہ دنیا میں کوئی گمراہ نہ رہتا۔ اِن اشعار میں مولانا نے اِس شبہ کا جواب دیا ہے کہ بیشک قرآن میں اپنی جگہ یہی خوبی ہے لیکن دیکھنے والے کی آنکھ کی کمی اُس میں آڑے آجاتی ہے۔ فرقان۔ کلام اللہ کا نام ہے چونکہ وہ حق و باطل میں امتیاز پیدا کر دیتا ہے۔ گوہر یعنی قرآن کی آیتیں۔ ہم سوال۔ جو شبہ پیدا ہوتا اُس کا جواب خود قرآن میں مِل جاتا۔ چشم کژ۔ بھینگے کو صحیح حقیقت نظر نہیں آتی ہے۔ نک جواب۔ جواب یہی ہے کہ تو اپنی نظر کو صحیح کر لے قرآن کی فرقانیت واضح ہو جائے گی۔

فکرتت را راست کُن نیکو نگر
اپنی فکر کو سیدھا کر لے، اچھی طرح دیکھ

ہست[1] ہم نور و شعاعِ آں گہر
وہ بھی اسی موتی کا نور اور شعاع ہے

ہر جوابے کاں ز گوش آید بدل
جو جواب کان کے ذریعے سے دل میں پہنچتا ہے

چشم گفت از من شنو آں را بہل
چشم (بصیرت) کہتی ہے مجھ سے سُن، اُس کو چھوڑ

گوش دلّالست و چشم اہلِ وصال
کان (تو) دلّال ہے اور چشمِ (بصیرت خود) صاحبِ وصل ہے

چشم صاحب حال و گوش اصحاب قال
چشمِ (بصیرت) صاحبِ حال ہے اور کان زبانی بات کرنیوالوں میں سے ہے

در شنیدِ[2] گوش تبدیلِ صفات
کان سے سننے میں صفات کی تبدیلی ہے

در عیانِ دیدہا تبدیلِ ذات
مشاہدوں سے ذات کی تبدیلی ہے

ز آتش ار علمت یقیں شد لے سخن
بلاشبہ اگر آگ کا تجھے علم الیقین ہو گیا ہے

پختگی جُو در یقیں منزل مکن
یقین میں پختگی طلب کر، رُکا نہ کر

تا نسوزی نیست آں عین الیقیں
جب تک آگ تجھے جلا نہ دے عین الیقین نہیں ہے

ایں یقیں خواہی در آتش نشیں
تو یہ یقین چاہتا ہے، تو آگ میں بیٹھ

گوش چوں ناقد بود دیدہ شود
کان اگر پرکھنے والا ہو تو چشمِ (بصیرت) بنجاتا ہے

ورنہ قُل در گوش پیچیدہ شود
ورنہ بات کان میں لپٹ (کر رہ) جاتی ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے، واپس لَوٹ

تا کہ شہ با آں غلامانش چہ کرد
دیکھ، بادشاہ نے اپنے غلاموں سے کیا کیا؟

رواں کردن بادشاہ یکے را از آں دو غلام و از یں دیگر حال پرسیدن

بادشاہ کا اُن دو غلاموں میں سے ایک کو روانہ کر دینا اور دوسرے سے حالات دریافت کرنا

آں غلامک[3] را چو دید اہلِ ذکا
جب اُس (شاہ) نے اُس پیارے غلام کو ذہین سمجھا

آں دگر را کرد اشارت کہ بیا
دوسرے کو اشارہ کیا کہ آجا

کافِ رحمت گفتمش تصغیر نیست
میں نے (غلامک میں) کاف محبت کیلئے بولا ہے تحقیر کا

جَد چو گوید طفلکم تحقیر نیست
دادا جب میرا بچونگڑا کہتا ہے تو تحقیر نہیں ہے

چوں بیامد آں دوم در پیشِ شاہ
جب وہ دوسرا بادشاہ کے سامنے آیا

بود اُو گندہ دہاں دنداں سیاہ
وہ گندہ دہن اور کالے دانتوں والا تھا

لگایا جاتا ہے اُس کو چھوٹا کر کے ظاہر کرنا ہوتا ہے، اب یہ چھوٹا ظاہر کرنا کبھی اُس چیز کی ذلت ظاہر کرنے کے لئے ہوتا) بند سے اور پیار کے اظہار کے لئے۔

[1] ہست۔ صحیح فکر خدا کی دین ہے۔ گہر۔ یعنی ذات باری۔ ہر جوابے۔ کسی شبہ کا حقیقی جواب صحیح فکر سے حاصل ہوتا ہے۔ دوسروں کا جواب سُن لینے سے حاصل نہیں ہوتا ہے۔ گوش۔ سنی سنائی بات اور صحیح فکر سے حاصل شدہ بات میں وہی نسبت ہے جو ایک دلّال اور محبوب میں ہے۔ صاحب حال۔ جو کسی کیفیت میں خود مبتلا ہو۔ اصحاب قال۔ وہ لوگ جنہوں نے اُس کیفیت کو لوگوں سے سُنا ہو۔

[2] در شنید۔ کسی بُری بات کے نتیجہ کو سُن کر انسان اُس سے پرہیز کرتا ہے جس میں یہ ممکن ہوتا ہے کہ اُس بُرائی کو پھر کر بیٹھے لیکن انجام بد میں پھنس کر ایسی نصیحت حاصل ہوتی ہے کہ اُس بُرائی کا ارتکاب ممکن نہیں رہتا ہے۔ یقین۔ آگ کے جلا دینے کی اگر کوئی مخبر صادق خبر دے اُس سے جو یقین آگ کے جلانے پر حاصل ہوا وہ علم الیقین ہے۔ کسی کو آگ میں جلتے دیکھ کر جو اُس کے جلانے پر یقین حاصل ہوا وہ عین الیقین ہے، خود اپنا ہاتھ آگ میں جلنے سے جو آگ کے جلانے پر یقین حاصل ہوا وہ حق الیقین ہے۔ گوش۔ کان کو اگر کمال حاصل ہو جاتا ہے تو وہ بھی آنکھ کا کام کرنے لگتا ہے اور سننا بھی دیکھنے کے قائم مقام بن جاتا ہے۔

[3] غلامک۔ اِس میں کاف تصغیر کا ہے یعنی جس میں یہ

گرچہ شہ ناخوش شد از گفتارِ اُو
بادشاہ اگرچہ اُسکی گفتگو سے (مُنہ کی بدبو) ناخوش ہوا

جُستجوئے کرد ہم ز اَسرارِ[۱] اُو
(تاہم) اُس کے بھیدوں کی جستجو کی

گفت با ایں شکل و گندہ دہاں
اُس (بادشاہ) نے کہا اس شکل اور مُنہ کی بدبو ہوتے ہوئے

دور بنشیں مرکب ایں سو تر مراں
پرے ہوکر بیٹھو، سواری اس جانب زیادہ نہ بڑھا

کہ تو زاہلِ نامہ و رُقعہ بُدی
کیونکہ تو نامہ و پیام کے لائق ہے

نے جلیس و یار و ہم بقعہ بُدی
نہ کہ ہم نشین اور ہم مجلس دوست ہونے کے

تا علاجِ آں دہانِ تو کنیم
جبتک کہ ہم تیرے مُنہ کا علاج کریں

تو حبیب و ما طبیبِ پُر فنیم
تو پیارا ہے اور ہم ہُنرمند طبیب ہیں

بہر کیکے نو گلیمے سوختن
ایک پسّو کی وجہ سے نئی گدڑی کو جلانا (مناسب نہیں)

نیست لائق از تو دیدہ دوختن
(اسی طرح) تجھ سے آنکھیں بند کر لینا مناسب نہیں ہے

لیک قابل تر بُدی زاں یارِ خود
لیکن تو اپنے دوست سے زیادہ قابل ہے

نزدِ ما آکہ تو بہ زاں یارِ بد
ہمارے پاس آجا کیونکہ تو اُس بُرے دوست سے بہتر ہے

باہمہ بنشیں[۲] دو سہ دستاں بگو
سب کچھ ہوتے ہوئے بیٹھ جا دو تین قصے سُنا

تا بہ بینم صورتِ عقلت نکو
تاکہ میں تیری عقل کی حالت اچھی طرح دیکھ لوں

آں ذکی[۲] را پس فرستاد اُو بکار
پھر اُس ذہین کو اُس نے کام کیلئے بھیج دیا

سُوئے حمامے کہ رو خود را بخار
حمام کی جانب کہ جا اپنے آپ کو مل دَل

ویں دِگر را گفت تو چہ زیرکی
اُس دوسرے سے کہا تو کتنا سمجھدار ہے

صد غلامی در حقیقت نے یکی
درحقیقت تو سَو غلام (کی برابر) ہے نہ کہ ایک کے

آں نہ کاں خواجہ تاشِ تو نمود
تو ایسا نہیں ہے جیسا کہ تیرے ساتھی نے ظاہر کیا ہے

از تو ما را سَرد کرد آں حسود
اُس حاسد نے ہمیں تجھ سے برگشتہ کیا ہے

گفت کو دزد و کژ است و کژ نشیں
اُس نے کہا ہے کہ وہ تو چور اور بدچلن ہے اور بدصحبت ہے

حیز و نامرد و چناست و چنیں
کم ہمت (ہے) اور نامرد ہے اور ایسا ہے اور ویسا ہے

گفت[۳] پیوستہ بُدست او راست گو
اُس نے کہا، وہ ہمیشہ سے سچا ہے

راست گوئے من ندیدستم چو اُو
اُس جیسا سچا میں نے نہیں دیکھا

راستی و نیک خوئی و حیا
سیدھا پن، اور نیک خصلتی اور شرم

حلم و دینداری و احسان و سخا
بُردباری، اور دینداری اور احسان اور سخاوت

---

[۱] اَسرار۔ بھید۔ مرکب۔ یعنی دُور تو بیٹھ لیکن اِس قدر دُور نہیں کہ بات ہی نہ سُن سکے کہ تو۔ چونکہ تو گندہ دہن ہے اس لئے تو ہم مجلس تو بنے گا لیکن تجھ سے نامہ و پیام کا کام لیا جائیگا یا تجھ سے آمنے سامنے بات نہ کی جائیگی بلکہ نامہ و پیام کے ذریعہ تجھ سے کام لیا جائیگا۔ بہرِ کیکے۔ جس طرح ایک پسّو کی وجہ سے گدڑی جلا دینا حماقت ہے اِسی طرح محض گندہ دہنی کی وجہ سے تجھ سے جدائی مناسب نہیں ہے۔ لیک۔ چونکہ راز معلوم کرنا تھا اِس لئے اِس طرح کی گفتگو شروع کی۔ یارِ بد۔ یعنی دوسرا غلام۔ باہمہ۔ یعنی گندہ دہنی وغیرہ کے ہوتے ہوئے۔ دستاں۔ داستان۔

[۲] ذکی۔ ذہین، روشن طبع۔ بخار۔ یعنی بدن مل کر غسل کرلے۔ زیرکی۔ زیرک ہستی۔ صد غلامی۔ غلام ہستی۔ یکی۔ یک ہستی۔ خواجہ تاش۔ آقا شریک۔ سَرد کرد۔ برگشتہ بنانا۔ کژ۔ ٹیڑھا، بدچلن۔ کژ نشین۔ آوارہ، بدصحبت۔ حیز۔ مخنث، نامرد۔

[۳] گفت۔ یعنی مخاطب بدصورت غلام نے جواب میں کہا۔ بُدست۔ بودہ است۔ راستی۔ سچائی۔ حیا۔ شرم۔ حلم۔ بُردباری۔

راستؔ[1] گوئی در نہاد و خلقتست
(اور) سچائی اُس کے مزاج میں پیدائشی ہے

ہر چہ گوید من نگویم تہمت ست
وہ جو کچھ کہتا ہے میں نہیں کہتا ہوں کہ (وہ) تہمت ہے

کژ ندانم آں نکو اندیشش را
میں اِس نیک خیال کو ٹیڑھا نہیں سمجھتا ہوں

مُتّہم دارم وجودِ خویش را
اپنے آپ کو ملزم ٹھہراتا ہوں

باشد اُو در مَن ببیند عیبہا
ہو سکتا ہے کہ وہ مجھ میں عیبوں کو دیکھتا ہو

من نہ بینم در وجودِ خود شہا
اے بادشاہ! میں اپنے اندر نہیں دیکھتا ہوں

ہر کسے گر عیبِ خود دیدے زپیش
ہر شخص اگر پیشگی اپنا عیب دیکھ لیتا

کے بُدے فارغ وے از اصلاحِ خویش
اپنی اِصلاح سے کب فارغ ہوتا؟

غافل اند ایں خَلق از خود اے پدر
اے بابا! یہ لوگ اپنے آپ سے غافل ہیں

لاجرم گویند عیبِ ہمدگر
لامحالہ ایک دوسرے کے عیب بیان کرتے ہیں

من نہ بینم روئے خود را اے شمنؔ[2]
اے صورت پرست! میں اپنا چہرہ نہیں دیکھتا ہوں

من بہ بینم روئے تو تو در روئے من
میں تیرا چہرہ دیکھتا ہوں، تو میرا چہرہ

آں کسے کہ اُو بہ بیند روئے خویش
جو شخص اپنا چہرہ دیکھتا ہے

نورِ اُو از نورِ خلقاں ست بیش
اُس کا نور لوگوں کے نور سے بڑھا ہوا ہے

گر بمیرد نورِ اُو باقی بُود
اگر وہ مر (بھی) جائے اُس کا نور باقی رہتا ہے

زاں کہ دیدش دیدِ خلّاقی بُود
کیونکہ اُس کی نظر خدائی نظر ہوتی ہے

نورِ حسّی نبوَد آں نورے کہ اُو
وہ نورِ حسّی نہیں ہوتا جو کہ وہ

روئے خود محسوس بیند پیشِ رو
اپنے چہرے کو آمنے سامنے محسوس کرے

گفتؔ[3] تو ہم عیبِ اُو گو مُو بمُو
(اُس نے کہا) تو بھی اسکے عیب ایک ایک کرکے کہہ دے

آنچناں کہ گفت اُو از عیبِ تو
جس طرح اُس نے تیرے عیب کہے ہیں

تا بدانم کہ تو غمخوارِ منی
تاکہ میں سمجھ جاؤں کہ تو میرا غمخوار ہے

کدخدائے مملکت یارِ منی
سلطنت کا منتظم (اور) میرا دوست ہے

گفت اے شہ من بگویم عیبہاش
اُس (غلام) نے کہا اے شاہ! میں اسکے عیوب

گرچہ ہست اُو مرمرا خوش خواجہ تاش
اگرچہ وہ میرا اچھا ساتھی ہے

عیبِ اُو مہر و وفا و مردمی
اُس کا عیب محبت اور وفاداری اور انسانیت ہے

خوئے اُو صدق و ذکا و ہمدمی
اُسکی خصلت سچائی اور ذہانت اور ہمدردی ہے

لہ راستؔ گوئی۔ سچ بولنا۔ نہاد۔ طبیعت۔ ہر چہ گوید۔ وہ جو کچھ بھی میرے بارے میں کہتا ہے۔ مُتّہم۔ تہمت زدہ، بدنام۔ باشد۔ ہو سکتا ہے، ممکن ہے۔ شہا۔ اے شاہ۔ ہر کسے۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ بُدے۔ بودے۔ لاجرم۔ لامحالہ۔

۲ شمن۔ بت پرست، عابد۔ روئے۔ منہ یعنی عیب۔ خلقاں۔ مخلوق۔ باقی بود۔ خدائی نور باقی رہنے والا ہے۔ روئے خود۔ اپنے عیوب اُس کو ایسے صاف نظر آتے ہیں جیساکہ دوسرے کے۔

۳ گفت۔ یعنی بادشاہ نے اُسے ابھار کر دوسرے غلام کی بابت پوچھا۔ کدخدا۔ مہتمم، منتظم۔ مملکت۔ سلطنت۔ عیبِ او۔ یہ اُس طریقہ پر تعریف ہے جو بظاہر عیب جوئی ہے۔ مردمی۔ انسانیت۔ ذکا۔ ذہانت۔ ہمدمی۔ غمخواری۔

کمترین عیبش جوانمردی و داد ¹ — آں جوانمردی کہ جاں را ہم بداد

اُس کا سب سے چھوٹا عیب، سخاوت اور بخشش ہے — ایسی سخاوت جو جان بھی بخش دے

صد ہزاراں جاں خدا کردہ پدید — چہ جوانمردی بود کاں را ندید

خدا نے لاکھوں جانیں پیدا فرمائی ہیں — جس نے انکو نہ دیکھا اُسنے (جان کی) سخاوت کیا کی

ور بدیدے ² کے بجاں بخلش بدے — بہر یک جاں کے چنیں غمگیں شدے

اگر (اُن جانوں کو) دیکھ لیتا (اپنی) جان پر کب بخل کرتا؟ — (اپنی) ایک جان کی وجہ سے کب ایسا غمگین ہوتا؟

بر لبِ جو بخلِ آب آں را بود — کو زجوئے آب نابینا بود

نہر کے کنارے پر پانی کا بخل اُس میں ہوگا — جو نہر کے پانی سے اندھا ہوگا

گفت پیغمبر کہ ہر کس از یقین — داند او پاداشِ خود در یومِ دیں

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ جو شخص یقینی طور پر — قیامت کے دن کے اپنے بدلے کو جان لے گا

ہر یکے را دہ عوض می آیدشں ق — ہر زماں جودے دگرگوں زایدش

کہ اُس کو ایک کے بدلے میں دس ملیں گے — اُس سے ہر وقت نئی قسم کی سخاوت صادر ہوگی

جودِ جملہ از عوضہا دیدن ست — پس عوض دیدن ضدِ ترسیدن ست

سب کی سخاوت بدلوں کو دیکھ لینے کی وجہ سے ہے — بدلے کو دیکھ لینا (فقر سے) ڈرنے کی ضد ہے

بخل ³ نادیدن بود اعواض را — شاد دارد دیدِ دُر غوّاص را

بدلوں کو نہ دیکھنا بخل (کا سبب) ہوتا ہے — موتی کی دید، غوطہ خور کو خوش رکھتی ہے

پس بعالم ہیچکس نبود بخیل — زانکہ کس چیزے نیارد بے بدیل

(اگر بدلے کی دید ہر شخص کو حاصل ہو جائے) تو دنیا میں کوئی — اِس لئے کہ بدلے کے بغیر کوئی کچھ نہیں دیتا ہے

پس سخا از چشم آمد نے ز دست — دید دارد کار جز بینا نرست

تو سخاوت کا تعلق آنکھ سے ہوا نہ کہ ہاتھ سے — معاملہ دیکھنے پر ٹھہرا دیکھ لینے والے کے سوا کسی نے (بخل سے) نجات حاصل نہ کی

عیب دیگر آنکہ خود بیں نیست او — ہست در ہستیِ خود او عیب جو

(اُس غلام میں) دوسرا عیب ہے کہ وہ خود بیں نہیں ہے — وہ اپنے اندر عیوب کو تلاش کرنے والا ہے

عیب گوی و عیب جوئ خود بد ست — با ہمہ نیکو و با خود بد بُدست

وہ خود اپنا عیب گو اور عیب جو ہے — سب کیساتھ بھلا اور اپنے لئے بُرا ہے

شیطان فقر سے ڈرا کر سخاوت سے روکتا ہے۔ ³ بخل۔ انسان بخل جب ہی کرتا ہے جبکہ آخرت کے بدلوں پر اُسکو یقین نہ ہو اعواض۔ عوض کی جمع بدلہ غوّاص۔ غوطہ خور۔ از چشم۔ بدلہ کا عین الیقین سخاوت کا سبب ہے۔ نے ز دست۔ ہاتھ محض آلۂ کار ہے۔ نرست۔ بخل سے وہی چھٹکارا پائیگا جسکو بدلہ نظر آرہا ہو۔ بُدست۔ بودہ است۔

¹ جوانمردی۔ شجاعت، سخاوت۔ داد۔ بخشش۔ آں جوانمردی۔ سخاوت کا انتہائی درجہ ہے کہ اپنی جان بھی ضرورت مند کو دیدے۔ صد ہزاراں۔ اِس شعر کا ایک مطلب تو وہ ہے جو ترجمہ سے ظاہر ہے کہ جان دینے اور شہادت کا شوق اُس شخص کو ہوگا جس کے مدِنظر وہ جانیں ہوں گی جو اُس ایک جان کو اللہ کے راستہ میں لُٹا دینے سے حاصل ہونگی دوسرا مطلب بعض صاحبان نے یہ لکھا کہ بدلے میں جو جانیں ملیں گی وہ مدِنظر نہ ہوں بلکہ صرف مولٰی کی رضا مدِنظر ہو تو اِس صورت میں دوسرے مصرع کا ترجمہ یہ ہوگا۔ وہ سخاوت کیا ہی اعلٰی ہے جس میں بدلے کی جانیں پیشِ نظر نہ ہوں۔ اِن دونوں مطلبوں کے اعتبار سے آئندہ چند شعروں کا مطلب بیان کرنا ہوگا۔

² در بدیدے۔ اگر ایک جان کے بدلے میں بہت سی ابدی جانیں مل جانے کا یقین ہو تو جان دینے میں کوئی بھی بخل نہ کرے۔ بر لبِ جو۔ نہر کے کنارے پر پانی پر وہی بخل کرے گا جو نہر کا پانی نہ دیکھ رہا ہو۔ پاداش۔ جزا، بدلہ۔ یومِ دین۔ بدلہ کا دن، روزِ قیامت۔ ہر یکے۔ حدیث شریف ہے کل عملِ ابنِ آدم بعشرۃ امثالہا۔ انسانوں کو ہر عمل کا بدلا دس گنا ملیگا۔ ترسیدن۔

گفت شہ جلدی مکن در مدحِ یار — مدحِ[۱] خود در ضمنِ مدحِ اُو میار
بادشاہ نے کہا دوست کی تعریف میں جلدی نہ کر — اُس کی تعریف کے ضمن میں خود ستائی نہ کر

زانکہ من در امتحاں آرم وُرا — شرمساری آیدت در ماجرا
اِس لئے کہ میں اُس کو آزماؤں گا — (اِس) قصہ میں تجھے شرمندگی ہوگی

قسمِ غلام در صدق و وفائے یارِ خود از طہارت
بادشاہ کے سامنے غلام کا اپنے دوست کی سچائی اور وفاداری کی اپنے

ظنِ خود نزدیکِ شاہ
گمان اور پاکیزگی کی وجہ سے قسم کھانا

گفت[۲] لے وَاللهِ بِاللهِ الْعَظِيم — مَالِكِ الْمُلْكِ وَرَحْمٰن وَرَحِيم
اُس (غلام) نے کہا نہیں خدا کی قسم اُس خدا کی قسم جو بزرگ ہے — سلطنت کا مالک ہے اور مہربان ہے اور رحم والا ہے

آں خدائے کہ فرستاد انبیا — نے بحاجت بل بفضل و کبریا
وہ خدا جس نے نبی بھیجے — مجبوری سے نہیں بلکہ (اپنی) بڑائی اور فضل سے

آں خداوندیکہ از خاکِ ذلیل — آفرید اُو شہسوارانِ جلیل
وہ خدا جس نے حقیر مٹی سے — بڑے بڑے (روحانی) شہسوار پیدا فرمائے

پاک شاں کرد از مزاجِ خاکیاں — بگذرانید از تگِ اَفلاکیاں
اُن کو خاکیوں کے مزاج سے پاک کردیا — آسمان والوں کی دوڑ سے آگے کردیا

برگرفت از نار و نورِ صاف ساخت — وانگہ او بر جملۂ انوار تاخت
آگ سے اُن کو علیحدہ کردیا اور صاف نور بنایا — تب وہ (نور) تمام نوروں سے بازی لے گیا

آں سنا[۳] برقے کہ بر ارواح تافت — تاکہ آدمؑ معرفت زاں نور یافت
وہ روشن برق جو روحوں پر چمکی — یہانتک کہ (حضرت) آدمؑ نے اُس نور سے معرفت حاصل کی

آں کز آدمؑ رُست و دستِ شیثؑ چید — پس خلیفہ اش کرد آدمؑ کاں بدید
وہ (نور) کہ (حضرت) آدمؑ سے پھوٹا اور اُسکو حضرت شیثؑ نے — جب اُس (نور) کو (حضرت) آدمؑ نے دیکھا تو اُن (حضرت) شیثؑ

نوحؑ ازاں گوہر چو بر خوردار شد — در ہوائے بحرِ جاں دُر بار شد
جب (حضرت) نوحؑ اُس موتی (نور) سے نفع اندوز ہوئے — جان کے سمندر کے تموّج سے موتی برسانے لگے

جانِ ابراہیمؑ ازاں انوار زفت — بے حذر در شعلہائے نار رفت
اِنہی عالیقدر نوروں کی وجہ سے (حضرت) ابراہیمؑ کی جان — بلا جھجک آگ کے شعلوں میں گھس گئی

---

۱ مدحِ خود۔ انسان بسا اوقات دوسروں کی تعریف اِس لئے کرتا ہے کہ لوگ اُسکی نیکی کے قائل ہوجائیں۔ ماجری جو ہوا واقعہ۔

۲ نے یعنی جو میں تعریف کرتا ہوں غلط نہیں ہے۔ واللہ۔ یہاں سے قسم شروع ہوتی ہے اور سینتالیس[۴۷] شعروں تک قسم کا ہی مضمون ہے اور اڑتالیسویں[۴۸] شعر "کہ در صفاتِ خواجہ تاش" جواب قسم ہے۔ نے بحاجت یعنی خدا انبیا کو بھیجنے میں مجبور نہ تھا بلکہ انبیا کی رسالت بھی اُس کا کرم ہے۔ شہسواراں یعنی انبیا اور اولیا۔ خاکیاں۔ عنصری مخلوق۔ تگ۔ رفتار۔ افلاکیاں آسمانی مخلوق۔ نار۔ آگ۔ بر۔ مطلق۔ تاخت۔ چڑھ دوڑا۔

۳ سنا۔ روشنی، حدیث شریف میں ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کو جمع کرکے اُنپر نور برسایا جس پر وہ نور پڑگیا وہ ہدایت پاگیا جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہوگیا۔ معرفت۔ خدائی عرفان۔ شیث حضرت آدمؑ کے صاحبزادے ہیں جو حضرت آدمؑ کے بعد نبی ہوئے اور حضرت آدمؑ نے اپنی زندگی میں اُن کو اپنا جانشین بنایا۔ نوحؑ حضرت آدمؑ کی وفات کے ایکسو چالیس سال بعد حضرت نوحؑ کی ولادت ہوئی جوان ہوتے ہی رسول بنادیے گئے۔ ابراہیمؑ نمرود کا زمانہ تھا جس وقت حضرت ابراہیمؑ سینتیس سال کے تھے انکو نمرود نے آگ میں جلادینا چاہا۔

503

چونکہ اسمٰعیلؑ در جویش فتاد — پیشِ دشنہ آبدارش سر نہاد
چونکہ (حضرت) اسماعیلؑ اُس (نور) کی نہر میں گِرے — اور اُس کے تیز خنجر کے سامنے سر رکھ دیا

جانِ داؤدؑ از شعاعش گرم شد — آہن اندر دست بافش نرم شد
(حضرت) داؤدؑ کی جان اُس (نور) کی شعاع سے گرم ہوئی — لوہا اُن کے بُننے والے ہاتھ میں نرم ہو گیا

چوں سلیمانؑ بُد وصالش را رضیع — دیو گشتش بندہ فرمان و مطیع
چونکہ (حضرت) سلیمانؑ اُس (نور) کے وصال سے شیر خوار تھے — دیو (اور پری) اُن کے حکم کے غلام اور فرمانبردار ہو گئے

در قضا یعقوبؑ چوں بنہاد سر — چشم روشن کرد از بوئے پسر
(حضرت) یعقوبؑ نے جب (نور کے ہاتھ سے) خدائی حکم کے آگے — تو بیٹے کی خوشبو سے آنکھوں کو روشن کیا

یوسفِؑ مہ رو چو دید آں آفتاب — شد چناں بیدار در تعبیرِ خواب
چاند کے ٹکڑے والے (حضرت) یوسفؑ نے جب اُس نور کا — تو خواب کی تعبیر دینے میں بہت بیدار (مغز) ہو گئے

چوں عصا از دستِ موسیٰؑ آب خورد — مُلکتِ فرعون را یک لقمہ کرد
جب لاٹھی (حضرت) موسیٰؑ کے ہاتھ سے سیراب ہوئی — فرعون کی سلطنت کو ایک لقمہ بنا لیا

جانِ جرجیسؑ از فرش چوں راز یافت — ہفت نوبت جاں فشاند و باز یافت
(حضرت) جرجیسؑ کی جان نے جب اُس (نور) کی عظمت — سات مرتبہ جان نثار کی اور پھر پالی

چونکہ زکریاؑ ز عشقش دم زدے — کرد در جوفِ درختش جاں فدے
(حضرت) زکریاؑ نے (اُس نور کی وجہ سے) اُسکے عشق کا دم بھرا — اُس کے درخت کے بیچ میں جان قربان کر دی

چونکہ یونسؑ جرعہ زاں جام یافت — در درونِ ماہی او آرام یافت
چونکہ (حضرت) یونسؑ نے اُس (نور کے) جام سے ایک — مچھلی کے (پیٹ کے) اندر انہوں نے آرام کیا

چونکہ یحییٰؑ مست گشت از ذوقِ او — سر بطشتِ زر نہاد از شوقِ او
چونکہ (حضرت) یحییٰؑ اُس (نور) کے ذوق سے مست ہوئے — اُس کے عشق میں سونے کے طشت میں سر دیدیا

چوں شعیبؑ آگاہ شد زیں ارتقا — چشم را در باخت از بہرِ لقا
جب حضرت شعیبؑ اُس (نور کی وجہ سے) عروج سے واقف ہوئے — ملاقات کے لئے آنکھیں ہار دیں

۱۔ اسماعیلؑ۔ حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں حکم ہوا کہ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کی قربانی دو چنانچہ حضرت اسماعیلؑ قربان ہونے کیلئے فوراً تیار ہو گئے۔ داؤدؑ۔ حضرت شمویلؑ اور اس دور کے بادشاہ طالوت کے بعد بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے، رسول بنائے گئے اور زبور اُن پر نازل ہوئی اُن کا معجزہ تھا کہ لوہا اُن کے ہاتھ میں موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا جس سے وہ زرہیں بناتے تھے۔ سلیمانؑ۔ حضرت داؤدؑ کے فرزند ہیں اور اپنے والد کی طرح سلطنت اور نبوت کے جامع تھے آپکی سلطنت جن اور انس پر تھی۔ رضیع۔ شیر خوار بد کو جن بھی فرمانبردار تھے۔ یعقوبؑ اپنے بیٹے یوسفؑ کے فراق میں اس قدر روئے کہ بینائی جاتی رہی پھر حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو سے بینائی لوٹی۔

۲۔ یوسفؑ۔ حسن اور خواب کی تعبیر میں عدیم النظیر تھے جس کا قرآن میں ذکر ہے۔ عصا نباتات میں پانی زندگی کا سبب ہے خشک لکڑی حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ کی وجہ سے زندہ ہو کر سانپ بنی تو گویا اُسنے حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ سے پانی حاصل کیا۔ ملکت۔ ملک۔ لقمہ کرد حضرت موسیٰؑ کا معجزہ سلطنت کے زوال کا سبب بنا۔ جرجیسؑ۔ حضرت عیسیٰؑ کے حواری کے صاحبزادے اور پیغمبر ہیں ان کی قوم نے انکو کئی مرتبہ ہلاک کیا لیکن وہ زندہ ہو گئے۔ زکریاؑ۔ خدا کے پیغمبر حضرت سلیمانؑ کی اولاد میں ہیں قوم نے ستایا تو انہوں نے ایک درخت میں پناہ لی جسکو قوم نے آرے سے چیر کر انکو شہید کر دیا۔

۳۔ یونسؑ۔ آپ نینوا میں مبعوث ہوئے، قوم کو سمجھایا انکی نافرمانی سے ناراض ہو کر اس خیال سے کہ اب انپر عذاب نازل ہو گا اہل و عیال کے اُس بستی سے نکل کر چلے گئے عذاب نازل نہ ہوا تو شرمندگی کی وجہ سے کسی اور طرف چل دیئے اِسپر انپر عتاب ہوا جس کشتی میں سوار ہوئے وہ نہ چلی تو دریا میں پھینکے گئے اور مچھلی نے انکو نگل لیا۔ توبہ کی تو مچھلی کے پیٹ سے زندہ برآمد ہوئے۔ یحییٰؑ۔ ہیرودس نامی بادشاہ کے دور میں مبعوث ہوئے اُسنے ایک عورت کی سازش سے انکو قتل کرایا اور سونے کے طشت میں انکا سر رکھ کر اُس عورت کو پیش کر دیا۔ شعیبؑ۔ اہل مدین اور اصحاب ایکہ کیلئے مبعوث ہوئے لیکن نافرمانی کی وجہ سے لوگ صاعقہ اور

شکر کرد ایوبؑ صابر ہفت سال ۔۔۔ در بلا چوں دید آثارِ وصال
(حضرت) ایوبؑ صابر نے (اُس نور کی بدولت) سات سال شکر ادا کیا ۔۔۔ مصیبت میں جبکہ وصال کے آثار دیکھے

خضرؑ و الیاسؑ از میش چوں دم زدند ۔۔۔ آبِ حیواں یافتند و کم زدند
(حضرت) خضرؑ اور الیاسؑ نے جب اُس (نور) کی شراب کا گھونٹ پیا ۔۔۔ انھوں نے آبِ حیات پا لیا اور پروا نہ کی

نَردبانش عیسیٔ مریمؑ چو یافت ۔۔۔ بر فرازِ گنبدِ چارم شتافت
(حضرت) عیسیٰؑ ابنِ مریم نے جب اُس (نور) کی سیڑھی پا لی ۔۔۔ چرخِ چہارم کی بلندی پر چڑھ گئے

چوں محمدؐ یافت آں مُلک و نعیم ۔۔۔ قُرصِ مہ را کرد اندر دم دو نیم
جب (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے (نور کی) وہ دولت ۔۔۔ فوراً چاند کی ٹکیا کے دو ٹکڑے کر دیئے

چوں ابوبکرؓ آیتِ توفیق شد ۔۔۔ با چناں شہ صاحب و صدیق شد
جب (حضرت) ابوبکرؓ (نور کی بدولت) توفیقِ (خداوندی) کے ۔۔۔ ایسے بادشاہ کے ساتھی اور تصدیق کرنے والے ہوئے

چوں عمرؓ شیدائے آں معشوق شد ۔۔۔ حق و باطل را ز دل فاروق شد
جب (حضرت) عمرؓ اُس معشوق (نور) کے شیدا بنے ۔۔۔ دل سے حق اور باطل میں امتیاز کرنے والے ہو گئے

چونکہ عثمانؓ آں عیاں را عین گشت ۔۔۔ نورِ فائض بودہ ذوالنورینؓ گشت
چونکہ (حضرت) عثمانؓ اُس (نور) مشاہدہ کی آنکھ بنے ۔۔۔ نور فیضان رساں تھا وہ ذوالنورین بن گئے

چوں ز نورش مرتضیٰؓ شد دُرفشاں ۔۔۔ گشت اُو شیرِ خدا در مرجِ جاں
جب اُسکے نور سے (حضرت علی) مرتضیٰؓ موتی برسانے والے بنے ۔۔۔ تو وہ جان کے جنگل میں شیرِ خدا ہو گئے

روشن از نورش چو سبطینؓ آمدند ۔۔۔ عرش را دُرّیں و قرطین آمدند
چونکہ حسنینؓ اُس کے نور سے روشن پیدا ہوئے ۔۔۔ عرش کے لئے دو موتی اور دو بالے بن گئے

آں یکے از زہر جاں کردہ نثار ۔۔۔ واں سر افگندہ براہش مست وار
اُس ایک نے زہر سے جان نثار کر دی ۔۔۔ اور اُس (دوسرے) نے مستانہ وار اُسکی راہ میں سر دیدیا

چونکہ سبطینؓ از سِرش واقف بُدند ۔۔۔ گوشوارِ عرشِ ربانی شدند
چونکہ حسنینؓ اُس (نور) کے راز سے واقف تھے ۔۔۔ خدا کے عرش کے گوشوارے بن گئے

سبطِ پاکش ہم حسینؓ و ہم حسنؓ ۔۔۔ گوشوارِ عرشِ حیِّ ذوالمنن
اُن کی پاک اولاد حسینؓ بھی اور حسنؓ بھی ۔۔۔ حیِّ ذوالمنن کے عرش کے گوشوارے ہیں

چوں جنیدؒ از جندِ او دید آں مدد ۔۔۔ خود مقاماتش فزوں شد از عدد
جب (حضرت) جنیدؒ نے اُس (نور) کے لشکر کی مدد دیکھی ۔۔۔ اُن کے مرتبے شمار سے (آگے) بڑھ گئے

۱؎ ایوبؑ - آپکی طرح طرح سے آزمائش ہوئی مال و اولاد تباہ ہوئی جسم پھوٹنے لگا لیکن اُن کے صبر و شکر میں فرق نہ آیا۔ خضر و الیاسؑ - حضرت الیاسؑ بنی اسرائیل میں نبی بنا کر بھیجے گئے لیکن قوم نے اُن کا کہنا نہ مانا تو حضرت الیسعؑ کو قائم مقام بنا کر روپوش ہو گئے اُن کو اور حضرت خضرؑ کو روئے زمین پر زندہ مانا جاتا ہے۔ عیسیٰؑ مسیح یہ ہے کہ وہ دوسرے آسمان پر زندہ ہیں، اُن کا چوتھے آسمان پر ہونا عوام میں مشہور ہے۔ قرصِ مہ - شق القمر کا معجزہ آنحضورؐ سے مکہ میں ظاہر ہوا۔ صاحب - ساتھی۔ صدیق - راست گو، تصدیق کنندہ۔ فاروق - جُدا کرنے والا۔

۲؎ ذوالنورین - دو نوروں والا حضرت عثمانؓ کی شادی حضورؐ کی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ سے یکے بعد دیگرے ہوئی، اسلئے اُن کا یہ لقب پڑا۔ مرتضیٰ حضرت علیؓ۔ دُرفشاں - موتی برسانے والا۔ مرج - چراگاہ، جنگل۔ سبطین - دو بیٹے، حسن حسین رضی اللہ عنہما۔ دُرّیں - دو موتی۔ قرطین - دو گوشوارے۔

۳؎ آں یکے حضرت حسنؓ کو زہر دیدیا گیا جس سے اُنکی شہادت ہو گئی۔ واں حضرت حسینؓ کو دشتِ کربلا میں شہید کر دیا۔ جنیدؒ مشہور بزرگ ہیں، تصوف میں صاحبِ تصانیف ہیں شریعت و طریقت کے جامع [illegible]

٥٠٥

بایزیدؒ[51] اندر مزیدش راه دید — نامِ قطب العارفین از حق شنید

(حضرت) بایزیدؒ نے اُس (نور) کی زیادتی میں راستہ پایا — خدا سے قطب العارفین کا لقب سُنا

چونکہ کرخیؒ کرخ او را شد حرس — شد خلیفہ حق و ربانی نفس

چونکہ (حضرت) کرخیؒ اُس کے کرخ کے محافظ بنے — خدا کے خلیفہ اور خدائی سانس والے بن گئے

پورِ ادہمؒ[52] مرکب آں سو راند شاد — گشت او سلطانِ سلطانانِ داد

ادہمؒ کے بیٹے نے خوشی سے اُس طرف سواری ہانکی — تو انصاف کے بادشاہوں کے بادشاہ بن گئے

واں شقیقؒ از شقِ آں راہِ شگرف — گشت او خورشید رای و تیز طرف

(حضرت) شقیقؒ اُس عجب راستہ کو طے کرنے کی وجہ سے — آفتاب جیسی رائے والے اور تیز نگاہ بن گئے

شد فضیلؒ از رہزنی رہ پیرِ راہ — چوں بلحظِ لطف شد ملحوظِ شاہ

(حضرت) فضیلؒ راستہ کی رہزنی سے راہ (طریقت) کے — جب شاہ کی مہربانی سے منظورِ نظر بنے

بشرِ حافیؒ را مبشر شد ادب — سر نہاد اندر بیابانِ طلب

بشر حافیؒ کے لئے ادب بشارت دینے والا بنا — تو وہ طلب کے بیابان میں چل پڑے

چونکہ ذو النونؒ[53] از غمش دیوانہ شد — مصرِ جاں را ہمچو شکر خانہ شد

چونکہ (حضرت) ذو النونؒ اُس کے غم میں دیوانہ بنے — روح کی بستی کے لئے شکر خانہ جیسا بن گئے

چوں سریؒ بے سر شد اندر راہِ او — بر سریرِ سروراں شد جاہِ او

جب سریؒ اُس کے راستہ میں فنا ہو گئے — شاہوں کے تخت پر اُن کی جگہ ہو گئی

رحمت و رضوانِ حق در ہر زماں — باد بر جان و روانِ پاکِ شاں

ہر زمانہ میں اللہ (تعالیٰ) کی رضامندی اور رحمت — اُن کی پاک جان اور روح پر رہے

صد ہزاراں بادشاہانِ مہاں — سر فرازانند زاں سوئے جہاں

لاکھوں بڑے بڑے شاہِ (طریقت) — جو اُس عالم کی جانب سے سرفراز ہیں

ق

نامِ شاں از رشکِ حق پنہاں بماند — ہر گدائے نامِ شاں را بر نخواند

اُن کا نام اللہ (تعالیٰ) کے رشک کی وجہ سے — کسی درویش نے بھی اُن کا نام ظاہر نہ کیا

---

[51] بایزیدؒ۔ بسطامی کہلاتے ہیں اُن کا لقب قطب العارفین ہے۔ کرخیؒ۔ کرخ کا رہنے والا۔ کرخ بغداد یا بلخ کا ایک گاؤں ہے۔ یہ حضرت معروفؒ کا لقب ہے۔ حرس۔ نگہبان چونکہ حضرت معروفؒ مقامِ کرخ میں رات بھر بیداری اور گریہ زاری میں معروف رہتے اسلئے اُن کو کرخ کا نگہبان کہا ہے۔

[52] پورِ ادہمؒ۔ ادہم کا بیٹا، یعنی حضرت ابراہیمؒ شاہی خاندان سے تھے، بلخ کی سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کر لی تھی۔ امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد اور جامعِ طریقت و شریعت تھے۔ شقیقؒ۔ بلخ کے رہنے والے مشہور تاجر تھے پھر سب کچھ خیرات کر کے فقیری اختیار کر لی تھی امام ابو یوسفؒ کے شاگرد تھے فضیلؒ۔ ابتدائی زندگی میں ڈاکو تھے لیکن بھیس صوفیا کا بنائے رکھتے تھے نماز باجماعت کے پابند تھے بالآخر ہدایت ملی اور اولیاءِ کاملین میں سے ہو گئے۔ بشرِ حافیؒ ننگے پیر رہنے والے بشر یہ بڑے عالم تھے اور پھر بہت بڑے ولی ہوئے مبشر شد ادب بشر نے ایک کاغذ پر بسم اللہ لکھی ہوئی پڑی پائی، ادب سے اسکو اٹھایا اور اس پر خوشبو لگا کر ایک طاق میں رکھا اُن کا یہ ادب اُن کے روحانی عروج کا سبب بنا اور اولیاء کاملین میں شمار ہوئے۔

[53] ذو النونؒ مصری مشہور بزرگ ہیں۔ ملامتیہ فرقہ میں آپ کا شمار ہے۔ سریؒ۔ بوزن علی مشہور بزرگ ہیں۔ آپ کے نام کے ساتھ سقطی بھی لگایا جاتا ہے کیونکہ آپ کباڑ فروشی بھی کرتے تھے، معروف کرخیؒ کے خلیفہ اور حضرت جنید بغدادیؒ کے ماموں ہیں۔ بے سر شد یعنی خود کو فنا کر دیا یا اپنے سر سے انانیت کو نکال دیا۔ صد ہزاراں۔ لاکھوں اولیاء اللہ کو ایسے محجوب ہیں کہ خدا رشک کی وجہ سے اُن کو مخفی رکھتا ہے اور اس کو گوارا نہیں کرتا ہے کہ دوسرے انکو پہچانیں۔

حقِ آں نور و حقِ نورانیاں
قسم ہے اُس نور کی اور قسم ہے اُن نور والوں کی

کاندراں بحراند ہمچو[1] ماہیاں
جو اُس (نور کے) سمندر میں مچھلیوں کی طرح ہیں

بحرِ جان و جانِ بحر ار گویمش
اگر میں اُس (نور کے سمندر) کو جان کا سمندر اور سمندر کی

نیست لائق نامِ نو می جویمش
مناسب نہیں ہے، اسکے لئے نیا نام تلاش کرونگا

حقِ آں آنے کہ ایں و آں از وست
اُس مِلکیت کی قسم کہ یہ اور وہ اُسی سے ہے

مغزہا نسبت بدو باشند پوست
انکے اعتبار سے مغز (بمنزلہ) چھلکے کے ہیں

کہ صفاتِ[2] خواجہ تاشی و یارِ من
کہ ساتھی اور میرے یار کی خوبیاں

ہست صد چنداں کہ ایں گفتارِ من
میرے اِس بیان سے سَو گُنا ہیں

آنچہ می دانم ز وصفِ آں ندیم
اُس دوست کی خوبی جو میں جانتا ہوں

باورت ناید چہ گویم اے کریم
اے صاحب کرم! میں کیا بتاؤں آپ یقین نہیں

شاہ گفت اکنوں از آنِ خود بگو
شاہ نے کہا، اب اپنی بات کہہ

چند گوئی آنِ این و آنِ او
اِس کی اور اِس کی کب تک کہے گا؟

تو چہ داری و چہ حاصل کردۂ
تیرے پاس کیا ہے؟ اور تو نے کیا حاصل کیا ہے؟

از تگِ دریا چہ دُر آوردۂ
دریا کی تہہ سے کیا موتی لایا ہے؟

روزِ مرگ ایں حسِّ تو باطل شود
مرتے وقت تیری یہ حس تو بیکار ہو جائے گی

نورِ جاں داری کہ یارِ دل شود
تیرے پاس روح کا نور بھی ہے جو دل کا رفیق بنے

در لحد[3] کیں چشم را خاک آگند
قبر میں اِس آنکھ کو مٹی بھر دے گی۔

ہست آنچہ گور را روشن کند
وہ کچھ بھی ہے جو قبر کو روشن کرے

نورِ دل از جاں بود اے یارِ غار
اے جگری دوست! دل کا نور روح سے ہوتا ہے

مستعار آں را مداں اے مستِ عار
اے مغرور! اُس کو مانگی ہوئی چیز نہ سمجھ

آں زماں کیں دست و پایت بر دَرَد
جس وقت تیرے یہ ہاتھ پیر ریزہ ریزہ ہو جائینگے

پرّ و بالت ہست تا جاں بر پرد
بال و پر ہیں کہ روح پرواز کرے

آں زماں کیں جانِ حیوانی نماند
جس وقت یہ حیوانی روح نہ رہے گی

جانِ باقی بایدت بر جا نشاند
اُس کی جگہ باقی رہنے والی جان بٹھانی چاہیئے

شرطِ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنْ نے کردن ست
"جو شخص نیکی لایا" کی شرط نیکی کرنا نہیں ہے

بل حسن را سوئے حضرت بُردن ست
بلکہ نیکی کو دربار میں لے جانا ہے

---

[1] ہمچو ماہیاں۔ اولیاء کاملین کی تشبیہ مچھلیوں سے دیجاتی ہے کیونکہ جس طرح مچھلی بغیر پانی زندہ نہیں رہ سکتی اِسی طرح وہ لوگ تقربِ الٰہی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ نیست لائق۔ خدا کی پوری صفات اُس کا کوئی نام ظاہر نہیں کرسکتا۔ مغزہا۔ اور ملکیتیں خواہ کتنی ہی مضبوط ہوں وہ ملکیتِ خداوندی کی بہ نسبت ہیچ ہیں۔

[2] کہ صفات۔ یہ شعر اوپر کی قسموں کا جواب ہے۔ ندیم۔ ہم مجلس، ہم پیالہ۔ باور۔ یقین۔ کریم۔ سخی، بزرگ۔ آن۔ طرز و انداز۔ تگ۔ تہ۔ ایں حس۔ قوائے ظاہری۔ نورِ جاں۔ یعنی قوائے باطنی۔

[3] لحد۔ قبر میں روشنی نیک اعمال سے ہوگی۔ پر و بال یعنی روحانی کمالات۔ جانِ حیوانی۔ حیوانی روح موت پر فنا ہو جاتی ہے۔ جانِ باقی۔ روحِ انسانی مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنِ۔ قرآنِ پاک میں ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا۔ "جو ایک نیکی لایا تو اُس کے لئے دس گُنا اجر ہے۔" مولانا فرماتے ہیں کہ اِس شرطیہ جملہ میں مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ کا مطلب محض نیکی کرنا نہیں ہے بلکہ نیکی کو خدا کے دربار میں پیش کرنا ہے۔

جوہرے[1] داری زانساں یا خری
تو انسانیت کا جوہر رکھتا ہے یا نرا گدھا ہے

ایں عَرَضہا کہ فنا شد چوں بَرِی
یہ اَعراض جبکہ فنا ہو گئے (انکو) کیسے لیجائیگا؟

ایں عَرَضہائے نماز و روزہ را
یہ نماز، روزہ عَرَض

چونکہ لَا یَبْقٰی زَمَانَیْنِ انْتَفٰی
جبکہ دو زمانوں میں باقی نہیں رہتے ہیں، ناپید ہو گئے

نقل نتواں کردم اَعراض را
اَعراض کو منتقل نہیں کیا جا سکتا ہے

لیک از جوہر برند اَمراض را
ہاں (یہ اَعراض)، جوہر سے امراض خارج کر دیتے ہیں

تا مبدّل گشت جوہر زیں عَرَض
اِن اَعراض سے جوہر میں تبدیلی ہو جاتی ہے

چوں ز پرہیزے کہ زائل شد مرض
جیسا کہ پرہیز سے مرض جاتا رہتا ہے

گشت پرہیز عَرَض جوہر بجہد
کوشش سے پرہیز (عَرَض) جوہر (کو کمتر کر) نوالا ہو گیا

شد دہانِ تلخ از پرہیز شہد
کڑوا منہ پرہیز سے میٹھا بن گیا

از زراعت[2] خاکہا شد سُنبلہ
کھیتی کرنے سے مٹی بال بن گئی

دار وئے مُو کرد مُو را سِلسلہ
بالوں کی دوا نے بالوں کو بڑھا دیا

آں نکاحِ زن عَرَض بُد شد فنا
عورت سے نکاح کرنا عَرَض تھا جو فنا ہو گیا

جوہرِ فرزند حاصل شد زما
فرزند جوہر، ہم سے برآمد ہو گیا

جفت کردن اسپ و اُشتر را عَرَض
گھوڑے اور اونٹ کی جفتی کرانا عَرَض ہے

جوہرِ کُرّہ بزائیدن غَرَض
مقصود بچہ جوہر جننا ہے

ہست[3] آں بستاں نشاندن ہم عَرَض
باغ لگانا بھی عَرَض ہے

گشت جوہر میوہ اَش اینک عَرَض
اُس کا پھل جوہر بن گیا یہ مقصود ہے

ہم عَرَض داں کیمیا بُردن بکار
کیمیا گری کو بھی عَرَض سمجھ

جوہرے زاں کیمیا گر شد بیار
کیمیاگر کے پاس سے جوہر دست کے پاس آگیا

صیقلی کردن عَرَض باشد شہا
اے شاہ! صیقل کرنا عَرَض ہوتا ہے

زیں عَرَض جوہر ہمی زاید صفا
یہ عَرَض جوہر میں صفائی پیدا کر دیتا ہے

پس مگو کہ من عملہا کردہ ام
تو یہ نہ کہہ میں نے عمل کیے ہیں

دخلِ آں اَعراض را بنما مَرم
اِن اَعراض کی پیداوار دکھا، بھاگ نہیں

---

[1] جوہر۔ موتی، ہنر، اصطلاح میں وہ چیز جوہر کہلاتی ہے جو اپنے وجود میں کسی دوسری چیز کی محتاج نہ ہو بلکہ بالذات قائم ہو۔ خری۔ خرمستی۔ عَرَض۔ وہ چیز جو خود قائم نہ ہو بلکہ اپنے وجود میں کسی دوسری چیز کی محتاج ہو جیسے رنگ وغیرہ۔ نماز و روزہ۔ حرکات اور اقوال کا مجموعہ ہے جن کا وجود آنی ہے زمانہ وجود کے بعد دوسرے زمانہ میں اُن کا وجود نہیں رہتا ہے۔ اَعراض۔ عَرَض کی جمع ہے، عَرَض ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جا سکتا ہے۔ جوہر۔ روح۔ اَمراض یعنی بُرے اخلاق۔ پرہیز۔ عَرَض ہے اس کے ذریعہ اَمراض دور ہو جاتے ہیں اور انسان میں تبدیلی آ جاتی ہے۔ دہاں صفراوی مریض پرہیز کرتا ہے تو منہ کی کڑواہٹ چلی جاتی ہے اور مٹھاس پیدا ہو جاتی ہے۔
[2] زراعت۔ کھیتی کرنا عَرَض ہے خاکہا۔ زمین کی مٹی جو جوہر ہے تبدیل ہو کر اناج کی بال بن جاتی ہے۔ دارو۔ دوا کرنا عَرَض ہے۔ مُو۔ بال جوہر ہے جس میں درازی آئی۔ نکاح۔ عَرَض ہے جس سے بچہ جو جوہر ہے پیدا ہوا۔ جفت کردن۔ گھوڑے یا اونٹ کی جفتی کرانا عَرَض ہے۔ بچہ۔ جوہر ہے۔
[3] ہست۔ باغ کا لگانا عَرَض ہے، اُس کا پھل جوہر ہے۔ جو مقصود ہے۔ ہم عَرَض داں۔ کیمیاگری ایک عَرَض ہے اس سے جو سونا بنتا ہے وہ جوہر اور مقصود ہے۔ صیقلی۔ صیقل کرنا، عَرَض ہے اس سے جو چیز صاف ہو جاتی ہے وہ جوہر اور مقصود ہے۔ پس مگو۔ بادشاہ کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی عبادات وغیرہ سب اَعراض ہیں جو ناقابل انتقال ہیں، اور دربارِ خداوندی میں پیش نہیں کیا جائیگا بلکہ روح پیش ہوگی جو جوہر ہے اور عبادات وغیرہ سے اس کی نشوونما

ایں صفت کردن[1] عرض باشد خمش
اسی طرح "کرنا" عرض ہوگا، چپ رہ

سایۂ بز را پئے قرباں مکش
قربانی کے لئے بکری کے سایہ کو ذبح نہ کر

گفت شاہا بے قنوطِ عقل نیست
اُس (غلام) نے کہا اے شاہ عقل کیلئے مایوسی کے سوا

گر تو فرمائی عرض را نقل نیست
اگر آپ یہ کہیں کہ عرض منتقل نہیں ہوتا ہے

بادشاہا جز کہ یاسِ بندہ نیست
اے شاہ! (یہ بات) بندہ کی مایوسی کے سوا کچھ نہیں ہے

ہر عرض کاں رفت باز آئندہ نیست
(کہ) جو عرض چلا گیا واپس آنے والا نہیں ہے

گر نبودے مر عرض را نقل و حشر
اگر عرض کیلئے نقل ہونا اور جمع ہونا نہیں ہے

فعل بودے باطل و اقوال قشر
"کرنا" باطل ہوگا اور "کہنا" چھلکا ہوگا

ایں عرضہا نقل شد لونِ دگر
یہ اعراض دوسری طرح منتقل ہوں گے

حشر ہر فانی بود کونِ دگر
ہر فانی کا حشر دوسری ہستی میں ہوگا

نقل ہر چیزے بود ہم لائقش
ہر چیز کا منتقل ہونا اُس کے مناسب ہوگا

لائقِ[2] گلہ بود ہم سائقش
گلہ بان، گلہ کے مناسب ہوتا ہے

وقتِ محشر ہر عرض را صورتیست
حشر کے وقت ہر عرض کی ایک صورت ہوگی

صورتِ ہر یک عرض را نوبتیست
ہر عرض کی صورت کیلئے ایک نوبت (معین) ہے

بنگر اندر خود کہ تو بودی عرض
تو خود اپنے اندر غور کر، تو عرض تھا

جنبشِ جفتے بہ جفتے باغرض
ایک جوڑے کی جوڑے کیساتھ حرکت خواہش کیساتھ تھی

بنگر اندر خانہ و کاشانہا
محلوں اور گھر کو دیکھ

در مہندس بود چوں افسانہا
انجینیر (کے ذہن) میں خیالات کی طرح تھے

کاں فلاں خانہ کہ ما دیدیم خوش
کہ فلاں گھر جو ہم نے دیکھا ہے بہت خوبصورت تھا

بود موزوں صفہ[3] و سقف و درش
اسکا دالان اور چھت اور دروازہ بہت موزوں تھا

از مہندس آں عرض و اندیشہا
انجینیر کا وہ عرض اور خیالات

آلت آورد و ستوں از بیشہا
آلہ اور جنگلوں سے ستون لائے

چیست اصل و مایۂ ہر پیشۂ
ہر پیشہ کی اصل اور سرمایہ کیا ہے؟

جز خیال و جز عرض و اندیشۂ
سوائے خیال اور عرض اور سوچ کے

---

[3] صُفّہ۔ ایسا مسقف حصہ جس پر چہار دیواری نہ ہو۔ سقف۔ چھت۔ بیشہا۔ جنگلات۔ ہر پیشہ۔ صرف انجینیری میں ہی نہیں بلکہ ہر پیشہ میں کاریگر ایک تصور قائم کرتا ہے جو عرض ہے اور پھر وہ تصور جوہری صورت اختیار کر لیتا ہے۔

[1] کردن۔ یعنی انسان کا عمل بز۔ بکری جوہر ہے اس کا سایہ عرض ہے بکری کی قربانی تقرب کا سبب بنے گی نہ کہ سایہ کی قربانی۔ گفت۔ غلام کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر عبادات کو اعراض کہہ کر ناقابلِ انتقال کہا جائیگا تو عبادات کی اہمیت ختم ہو جائے گی اور عابدوں میں مایوسی پیدا ہوگی اور یہ کہنا کہ عبادات اعراض ہیں انکو دربارِ خداوندی میں دنیا سے کیسے منتقل کیا جا سکتا ہے جب صحیح ہے کہ یہ اعراض اعراض رہیں لیکن اگر ان اعراض کی تبدیلی بصورتِ جواہر کر دی جائے تو پھر اُن کے منتقل ہونے میں کوئی عقلی اشکال نہیں ہے اور شریعت نے بتایا ہے کہ انسان کی ہر عبادت اور عمل ایک خاص جوہری شکل اختیار کر لیگا اور دربارِ خداوندی میں پیش ہوگا۔

[2] لائقِ گلہ۔ اونٹوں کا چرواہا اور ہوتا ہے اور بکریوں کا چرواہا اور ہوتا ہے۔ نوبتیست۔ عرض مختلف جواہر کی صورت اختیار کریگا جس کے لئے وقت مقرر ہے۔ بنگر۔ یہ ایسی مثالیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عرض جوہری صورت اختیار کر لیتا ہے۔ جنبش۔ ماں باپ کی ہمبستری عرض ہے اِسی نے بچہ کی جوہری صورت اختیار کر لی۔ مہندس۔ انجینیر کا ذہنی خاکہ عرض ہے جو مکان کی جوہری صورت اختیار کر لیتا ہے۔

جملہ اَجزائے جہاں را بے غرض
دنیا کے تمام اَجزاء کو بے غرض (ہوکر)

در نگر حاصل نشد جُز از غَرض
دیکھ سوائے غرض کے اور کچھ حاصل نہیں ہے

اوّل[1] فکر آمد آخر در عمل
پہلے فکر آیا، پھر عمل

بِنیت عالَم چناں دَاں در ازل
ایسے ہی عالَم کی بناء کو ازل میں (سمجھ)

میوہا در فکرِ دل اوّل بُوَد
پھل، اوّل دل کے خیال میں ہوتے ہیں

در عمل ظاہر بآخر می شوَد
آخر میں عملی طور پر ظاہر ہوتے ہیں

چوں عمل کردی شجر بنشاندیٔ
جب تو نے عمل کیا، شجر کاری کی

اندر آخر حرفِ اوّل خواندیٔ
(گویا)، آخر میں پہلا - ف پڑھا

گرچہ شاخ و برگ و بیخش اوّل ست
اگرچہ اُس (درخت) کی شاخ اور پتے اور جڑ پہلے ہے

آں ہمہ از بہرِ میوہ مُرسَل ست
وہ سب میوے کے لئے بھیجے ہوئے ہیں

پس سَرے کہ مغزِ ایں اَفلاک بُود
پس وہ سردار جوان آسمانوں کا مغز تھا

اندر آخر خواجۂ[2] لَولاک بود
آخر میں صاحبِ لولاک ہوا

نقلِ اَعراض ست ایں[3] بحث و مقال
یہ بحث اور گفتگو اَعراض کی نقل ہے

نقلِ اَعراض ست ایں شیر و شگال
یہ شیر اور گیدڑ اعراض کی نقل ہے

جُملہ عالَم خود عَرض بودند تا
تمام عالَم خود عرض تھا۔ یہاں تک

اندریں معنٰی بیامد هَلْ اَتٰی
کہ اِسی مقصد کے لئے هَلْ اَتٰی (قرآن میں) آیا ہے

ایں عَرضہا از چہ زائید از صُوَر
یہ اَعراض (دنیا) کس چیز سے پیدا ہوئے ہیں صُوَرِ (مثالی) سے

ویں عَرض ہم از چہ زائید از فکر
اور یہ عرض (صورِ مثالی) کس چیز سے پیدا ہوا فکر (صورِ علمیہ) سے

ایں جہاں یک فکرتست از عقلِ کُل
یہ دنیا ایک عقلِ کُل (اللہ) کا ایک علم ہے

عقل چوں شاہ است و فکرتہا رُسُل
عقل (اللہ) گویا بادشاہ ہے اور فکر (صورِ علمیہ) قاصد ہیں

عالَمِ اوّل جہانِ امتحاں
پہلا عالَم امتحان کی دنیا ہے

عالَمِ ثانی جزائے این و آں
دوسرا عالَم اِس اور اُس کا بدلہ ہے

چاکرت شاہا خیانت می کُند
اے شاہ! آپ کا نوکر بد دیانتی کرتا ہے

آں عَرض زنجیر و زنداں می شوَد
وہ عَرض زنجیر اور قید خانہ بن جاتا ہے

---

[1] اوّل فکر۔ مشہور مقولہ ہے۔ اَوَّلُ الفِکرِ آخِرُ العَمَلِ یعنی پہلے تجویز پھر عمل۔ در ازل۔ جملہ اجزائے عالَم ازل میں صُوَرِ علمیہ تھے پھر اُن کا وجود خارج میں ہوا۔ میوہا۔ باغ لگانے کا نقشہ ذہنی ہوتا ہے اور اُسکے پھل پھول سب تصوراتی ہوتے ہیں، آخر میں عملی صورت وجود میں آتی ہے۔ اندر آخر۔ تصور کا ابتدائی نقشہ عمل کے آخر میں وجود میں آتا ہے۔ گرچہ۔ شاخ و برگ اصلی مقصد نہیں ہے مقصود پھل ہے جو آخر میں وجود آتا ہے۔

[2] خواجۂ لولاک۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، ایک حدیث قدسی ہے۔ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ یعنی اے محمدؐ اگر تمہارا وجود پیشِ نظر نہ ہوتا تو میں عالَم کو نہ پیدا کرتا، عالَم کی پیدائش سے اصل مقصود حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے اسی لئے سب سے آخر میں ظہور پذیر ہوئے۔ محدثین کے نزدیک مضمون تو صحیح ہے لیکن یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

[3] ایں بحث۔ اَعراض کے منتقل ہونے نہ ہونے کی یہ بحث بھی عرض ہی کو منتقل کرنا ہے۔ ابتداءً تصورات تھے بعد کو بصورت جوہر وجود میں آئے۔ شیر و شگال۔ شیر گیدڑ وغیرہ کے افسانے پہلے اُن کا تصور کیا جاتا ہے پھر لکھے جاتے ہیں۔ شگال۔ شغال، گیدڑ۔ هَلْ اَتٰی۔ قرآن مجید میں ہے "بیشک انسان پر ایسا وقت

آیا جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھا"۔ اِس سے معلوم ہوا کہ عالَم عدم کے بعد وجود میں آیا ہے۔ از صُوَر۔ یعنی مثالی صورتیں جو عالَمِ شہود سے پہلے عالَمِ مثال میں تھیں۔ ویں عرض۔ یعنی یہ مثالی صورتیں اللہ تعالیٰ کی صُوَرِ علمیہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ عقلِ کُل۔ ذاتِ باری تعالیٰ۔ عالَمِ اوّل۔ دنیا۔ عالَمِ ثانی۔ آخرت۔ خیانت۔ نوکر کی چوری ایک عرض ہے وہ بصورتِ زنجیر قید ... [illegible]

بندہ اَت چوں خدمتِ[1] شائستہ کرد
آپ کے غلام نے جب اچھی خدمت کی

آں عَرض نے خلعتے شد در نبرد
وہ عَرض کیا معرکہ میں خلعت نہیں بنی؟

ایں عَرض ما جوہر آں بیضہ است و طیر
اِس عَرض (کی نسبت) جوہر کیسا تھ انڈے اور پرندکی ہے

ایں ازاں و آں ازیں زاید بہ سیر
یہ اُس سے اور وہ اِس سے مسلسل پیدا ہوتا ہے

گفت[2] شاہنشہ چنیں گیر المراد
شاہنشاہ نے فرمایا، مطلب یہی سمجھو

ایں عَرضہائے تو یک جوہر نزاد
تیرے اِن اَعراض نے ایک جوہر نہ بنایا

گفت مخفی داشت ہست آں اے خرد
اُس (غلام) نے کہا عقل (اللہ) نے اُسکو پوشیدہ رکھا ہے

تا بُوَد غیب ایں جہانِ نیک و بد
تاکہ یہ جہانِ نیک و بد، پوشیدہ رہے

زانکہ گر پیدا شدے اَشکالِ فکر
اِس لئے کہ اگر خیالات کی شکلیں ظاہر ہو جاتیں

کافر و مومن نگفتے جُز کہ ذکر
(تو) کافر اور مومن سوائے ذکرِ (خداوندی) کے زبان پر نہ لاتا

پس عیاں بودے نہ غیب اے شاہِ دیں
اے دین کے بادشاہ! مشاہدہ ہوجاتا نہ کہ غیب

نقشِ دین و کفر بودے بر جبیں
پیشانی پر دین اور کفر کا نشان ہو جاتا

کے دریں عالم بُت و بُتگر بُدے
اِس عالم میں بُت اور بُتگر کب ہوتے؟

چوں کسے را زَہرۂ تسخر بُدے
کس طرح کسی کو مذاق اُڑانے کا حوصلہ ہوتا!

پس قیامت بودے ایں دنیائے ما
ہماری یہ دنیا حشر بن جاتی

در قیامت[3] کے کُند جُرم و خطا
(اور) حشر میں جُرم و خطا (کوئی) کب کر سکتا ہے؟

گفت شہ پوشید حق پاداشِ بد
بادشاہ نے فرمایا اللہ (تعالیٰ) نے بُرائی کی سزا پوشیدہ رکھی ہے

لیک از عامہ نہ از خاصانِ خود
لیکن عام انسانوں سے نہ کہ اپنے خاص سے

گر بدامے افگنم من یک امیر
اگر میں (سزا کے) جال میں کسی ایک سردار کو ڈالوں

از امیراں خفیہ دارم نَے وزیر
سرداروں سے مخفی رکھوں گا نہ کہ وزیر سے

حق بمن بنمود پس پاداشِ کار
اللہ (تعالیٰ) نے عملوں کا بدلا میرے لئے نمودار کر دیا ہے

وز صُوَرہائے عَملہا صد ہزار
لاکھوں عملوں کی صورتوں کے ذریعہ

تو نشانے دِہ کہ من دانم تمام
تو (اپنے اعمال کی) نشاندہی کر میں سب جان جاؤنگا

ماہ را بر من نمی پوشد غمام
ابر چاند کو میرے سامنے نہیں چھپا سکتا

وزیر کی مثال خاصانِ خدا کی ہے۔ حق بمن بنمود۔ شاہ، عارفِ کامل تھا اور خاصانِ خدا میں سے تھا۔
تو نشانے دہ۔ تو اپنے عمل کی صورت بتا میں سمجھ لوں گا کہ وہ اچھا ہے یا بُرا۔

[1] خدمت۔ خدمت کرنا عَرض ہے وہ بصورتِ خلعت ظاہر ہوتا ہے جو جوہر ہے۔ ایں عَرض۔ عَرض اور جوہر کی وہی نسبت ہے جو انڈے اور مُرغی کی ہے، انڈے سے مُرغی، مُرغی سے انڈا بنتا رہتا ہے، اِسی طرح عَرض سے جوہر اور جوہر سے عَرض صادر ہوتا رہتا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ عَرض ناقابلِ انتقال ہے یا عَرض کا جوہر میں تبدیل ہونا ممکن نہیں ہے غلط بات ہے۔

[2] گفت شاہنشہ۔ بادشاہ نے کہا کہ چلو یہی صحیح کہ عَرض جوہر بن جاتا ہے تو تمہارا کوئی عمل جوہر بنا۔ گفت۔ غلام نے کہا کہ عَرض بصورتِ جوہر دنیا میں نمایاں نہیں کیا جاتا ہے قدرت کو یہی منظور ہے ورنہ دنیا آزمائش کی جگہ نہ رہے گی۔ اَشکالِ فکر یعنی اَعراض بشکلِ جواہر نمودار ہو جائیں۔ پس۔ مومن کے اَعمال اچھی صورتوں میں اور کافر کے اَعمال بُری صورتوں میں نمایاں ہو جاتے تو نہ کوئی کافر ہوتا اور نہ دین کا مذاق اُڑانے والا۔ پس قیامت۔ تو یہ دنیا محشر بن جاتا جس میں اَعمال اپنی شکلوں میں ظاہر ہونگے۔

[3] در قیامت۔ محشر میں سب مُطیع و فرمانبردار ہوں گے۔ گفت شہ۔ بیشک عمل کی جزا پوشیدہ ہے لیکن عوام کے لئے، خاصانِ خدا کی نظروں کے سامنے ہے۔ یک امیر۔ امراء کی مثال عوام کی ہے اور

گفت[۱] پس از گفتِ من مقصود چیست
اُس (غلام) نے کہا پھر میرے کہنے کا کیا فائدہ ہے؟

چوں تو میدانی کہ آں چہ بود چیست
جبکہ آپ جانتے ہیں کہ جو (عمل) تھا وہ کیسا ہے

گفت شہ حکمت در اظہارِ جہاں
شاہ نے فرمایا دنیا کو پیدا کرنے کی حکمت

آنکہ دانستہ بروں آید عیاں
یہ ہے کہ (اللہ کا) جانا ہوا مشاہدہ میں آجائے

آنچہ می دانست تا پیدا نکرد
جبتک (اللہ تعالےٰ نے) اسکو پیدا نہ کردیا جسکو وہ جانتا تھا

بر جہاں ننہاد رنجِ طلق و درد
دنیا پر درد زہ اور تکلیف کو مسلط نہیں کیا

یک زماں بیکار نتوانی نشست
تو تھوڑی دیر (بھی) بیکار نہیں بیٹھ سکتا ہے

تا بدی یا نیکئی از تو بجست
جب تک کہ کوئی بدی یا نیکی تجھ سے سرزد نہ ہو

ایں[۲] تقاضاہائے کار از بہر آں
کام کے یہ تقاضے اس لئے

شد مؤکل تا شود سرت عیاں
مسلط ہوئے تاکہ تیرا بھید کھل جائے

ورنہ کے گیرد کلابہ تن قرار
ورنہ (یہ کیوں ہے کہ) بدن کا چرخہ کب قرار پکڑتا ہے؟

چوں ضمیرت می کشد او را بکار
چونکہ تیرا دل اُس کو کام کی طرف کھینچتا ہے

پس کلابہ تن کجا ساکن شود
جسم کا چرخہ کہاں ٹھہرتا ہے؟

چوں سر رشتہ ضمیرش می کشد
جبکہ دل کا دھاگا اُس کو چلاتا ہے

تاسہ[۳] تو شد نشانِ آں کشش
اُس کشش کی علامت تیری بے چینی ہے

بر تو بیکاری بُود چوں جاں کنش
بیکاری تیرے لئے جان کنی ہے

تاسہ تو آں کشش را شد نشاں
تیری بے قراری اُس کشش کی علامت ہے

ہست بیکاری چو جاں کندن عیاں
ظاہر ہے کہ بیکاری جان کنی کی طرح ہے

ایں جہان و آں جہاں زاید ابد
یہ جہاں اور وہ جہاں ہمیشہ (نتائج) پیدا کرتا ہے

ہر سبب مادر اثر از وے ولد
ہر سبب ماں ہے مسبَّب اُس کا بچہ ہے

چوں اثر زائید آں ہم شد سبب
جب مسبَّب پیدا ہوا وہ بھی سبب بن گیا

تا بزاید زو اثرہائے عجب
یہاں تک کہ اُس نے عجب مسبَّبات پیدا کئے

ایں سببہا نسل بر نسل ست لیک
یہ اسباب نسل در نسل ہیں لیکن

دیدۂ باید منور نیک نیک
بہت روشن آنکھ چاہیئے

موجود کردیتا ہے۔ باپ سبب بنا بیٹے کے وجود کا اور بیٹا مسبَّب ہوا۔ پھر یہ بیٹا سبب بن گیا پوتے کے وجود کا۔ یہی سلسلہ نسل در نسل چلتا ہے۔

[۱] گفت۔ غلام نے کہا کہ جب آپ کا کشف اس قدر بڑھا ہوا ہے تو مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں۔ گفت شہ۔ سنت اللہ یہی ہے کہ وہ زبان سے کہلواتا ہے ورنہ اُس کے علم میں سب کچھ ہے اسی لئے اُس نے عالم کو بنایا ہے اور پھر اُس کو عالمِ تکلیف قرار دیا ہے۔ یک زماں۔ انسان بیکار نہیں بیٹھ سکتا لامحالہ اچھا یا برا کام کرتا ہے۔

[۲] ایں تقاضائے کار۔ انسان کو کام پر اسی لئے مجبور کیا ہے تاکہ اُس کی پوشیدہ نیکی اور بدی وجود اور مشاہدہ میں آجائے۔ ورنہ۔ یعنی اگر تجھے یہ تسلیم نہیں ہے کہ پوشیدہ بُرائی بھلائی کو عالمِ وجود میں لانا تھا تو یہ بتا کہ انسانی بدن کا چرخہ حرکت کیوں گھومتا ہے اور اُس کو قرار کیوں نہیں ہے۔ کلابہ۔ چرخہ، آنٹی۔

[۳] تاسہ۔ بے چینی، بیکاری میں انسان کی بے چینی اس کی دلیل ہے کہ اُس کا قلبی تقاضا ہے کہ وہ عمل کرے۔ جاں کنش۔ جان کنی۔ ایں جہاں۔ دنیا کو عالمِ اسباب بنایا اور ہر سبب کا ایک نتیجہ اور اثر متعین کیا جو اُس سے وجود میں آجاتا ہے۔ یہ سب اسی لئے ہے کہ اللہ کو اپنی معلومات کا خارجی وجود پیدا کرنا تھا۔ چوں اثر۔ ایک سبب کی وجہ سے ایک مسبَّب وجود میں آتا ہے پھر وہ مسبَّب سبب بن کر کسی دوسرے مسبَّب کو

شاہ[1] با او در سخن اینجا رسید | تا بدید از وے نشانے یا ندید
بادشاہ اُس کے ساتھ گفتگو میں یہاں تک پہنچا | (نہ معلوم) اُس (غلام کے من) کا کوئی نشان دیکھا یا نہیں دیکھا

گر بدید آں شاہِ جویا دُور نیست | لیک ما را ذکرِ آں دستور نیست
اگر جستجو کرنیوالے بادشاہ نے دیکھ لیا ہو تو بعید نہیں | لیکن اُس کا ذکر کرنا ہمارا شیوہ نہیں ہے

چوں ز گرمابہ بیامد آں غلام | سوئے خویشش خواند آں شاہِ ہمام
جب وہ غلام حمام سے آیا | تو ملکِ معظم نے اُس کو اپنی طرف بلایا

باز پرسیدن حالِ آں غلام

پھر اُس غلام کی حالت پوچھنا

گفت صحّ[2] لک نعیمٌ دائم | بس لطیفی و ظریف و خوبرو
اُس (بادشاہ) نے کہا خدا کرے تو تندرست رہے (اور تیرے لئے) | تو بہت پاکیزہ اور خوش طبع اور خوبصورت ہے

پس سوئے کارے فرستاد آں دگر | تا ازیں دیگر شود او باخبر
پھر اُس دوسرے (غلام) کو ایک کام کیلئے بھیج دیا | تاکہ اُس دوسرے سے وہ باخبر رہے

پیش بنشاندش بصد لطف و کرم | بعد ازاں گفت اے چو ماہ اندر ظلم
بڑی مہربانی اور کرم سے اُس کو سامنے بٹھایا | اُس کے بعد کہا، اے تاریکی کے چاند جیسے!

ماہ روئی جعد موئی مشکبو | نیک خوئی نیک خوئی نیک خو
تیرا چاند جیسا مکھڑا ہے، تو گھنگریالے بال والا، مشک کی سی | تو نیک خو ہے، تو نیک خو ہے، نیک خو ہے

اے دریغا گر نبودے در تو آں | کہ ہمی گوید برائے تو فلاں
ہائے افسوس! اگر تجھ میں وہ باتیں نہ ہوتیں | جو فلاں نے تیرے بارے میں کہی ہیں

ق

شاد گشتے ہر کہ رویت دیدیے | دیدنت مُلکِ جہاں ارزیدیے
جو بھی تیرا چہرہ دیکھتا خوش ہوتا | تیرا دیکھنا دنیا کی سلطنت کی قیمت کا ہوتا

گفت رمزے[3] زاں بگو اے بادشا | کز برائے من چہ گفت آں دیں تباہ
اُس (غلام) نے کہا اے شاہ! اُسمیں سے کچھ بتلایئے | اُس بے ایمان نے میرے بارے میں کیا کہا ہے؟

گفت اوّل وصفِ دوروئیت کرد | کاشکارا تو دوائی خفیہ درد
اُس (شاہ) نے کہا پہلے تو اُسنے تیرے دو رُخے ہونے کی! | کہ بظاہر تو دوا ہے، بباطن درد ہے

خُبثِ یارش را چو از شہ گوش کرد | در زماں دریائے خشمش جوش کرد
جب اُسنے بادشاہ سے اپنے دوست کی خباثت سُنی | فوراً ہی اُس کے غصہ کا دریا جوش میں آ گیا

---

[1] شاہ با او۔ غلام اور بادشاہ کی گفتگو یہاں تک ہوئی کہ بادشاہ نے غلام کے اعمال کی صورتیں دیکھنے کا ذکر کیا لیکن صورتیں دیکھیں یا نہیں دیکھیں یہ بات ضرورت سے زیادہ ہے لہٰذا ہم اس کا ذکر مناسب نہیں سمجھتے ہیں۔ دور نیست۔ چونکہ بادشاہ عارف کامل تھا لہٰذا وہ ذریعہ کشف دیکھ بھی سکتا تھا۔ گرمابہ۔ حمام۔ ہمام۔ معظم۔

[2] صحّ لک۔ تجھ کو صحت ہو۔ دعائیہ ہے خدا تجھے تندرست رکھے۔ لک نعیمٌ دائمٌ۔ یہ بھی جملہ دعائیہ ہے خدا کرے تجھے باقی رہنے والی نعمت حاصل ہو۔ لطیف۔ پاکیزہ۔ ظریف خوش مزاج۔ آں دگر۔ گندہ دہن غلام از یں۔ وہ غلام جو نہا کر آیا تھا۔ ماہ اندر ظلم۔ چاند کا حسن رات کی تاریکی میں ہی نمایاں ہوتا ہے دن میں اُس کی قدر و قیمت نہیں ہے۔ جعد مو گھنگریالے بال۔ فلاں یعنی گندہ دہن غلام۔ دیدیے۔ دیدے معنی تمنائی ہے اس میں ایک یاء زیادہ لگا دی گئی ہے۔

[3] رمزے۔ اشارہ۔ دین تباہ۔ بے دین، فاسق۔ دو روئی، دو غلا پن منافقت۔ کاشکارا۔ کہ آشکارا۔ دوائی۔ دوا ہستی مجتث۔ بدباطنی۔ گوش کرد سنا۔ در زماں فوراً

کفؔ[1] برآورد آں غلام و سُرخ گشت ⁂ تاکہ موجِ ہجوِ او از حد گذشت

وہ غلام غصّہ میں جھاگ بھر لایا اور سُرخ ہو گیا ⁂ یہاں تک کہ مذمت کرنے کا جذبہ حد سے گزر گیا

کوزِ اوّل دَم کہ با من یار بود ⁂ ہمچو سگ در قحط بس گیں خوار بود

کہ وہ شروع ہی سے جب سے کہ میرا دوست تھا ⁂ قحط میں کتّے کی طرح گوبر کھانے والا تھا

چوں دمادم کرد ہجوش چوں جرس ⁂ دست بر لب زد شہنشاہش کہ بس

جب اُس نے اُس کی گھنٹے کی طرح دمادم مذمت کی ⁂ شہنشاہ نے اُس کے ہونٹ پر ہاتھ رکھ دیا کہ بس

گفت دانستم ترا از وے بداں ⁂ از تو جاں گندست از یارت دہاں

اُس (بادشاہ) نے فرمایا میں تجھے اور اُسے سمجھ گیا، سمجھ لے ⁂ تیری روح گندی ہے اور اُس کا مُنہ گندہ ہے

پس نشیں اے گندہؔ[2] جاں از دور تو ⁂ تا امیر اُو باشد و مامور تو

بس اے گندہ رُوح! تو دُور بیٹھ ⁂ تاکہ وہ حاکم بنے اور تو محکوم (بنے)

بہر ایں گفتند اکابر در جہاں ⁂ رَاحَۃُ الْاِنْسَانِ فِیْ حِفْظِ اللِّسَانِ

اِسی لئے دنیا بھر کے بزرگوں نے کہا ہے ⁂ انسان کی راحت زبان کی حفاظت میں ہے

در حدیث آمد کہ تسبیح از ریا ⁂ ہمچو سبزہ گولخن داں اے کیا

حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ ریاکاری کی تسبیح ⁂ اے عقلمند! کوڑی کا سبزہ سمجھ

پس بداں کہ صورتِ خوب نکو ⁂ با خصالِ بد نیرزد یک تسو

بس سمجھ لے بھلی، اچھی صورت ⁂ بُری عادتوں کے ہوتے ہوئے چار جَو کے لائق نہیں ہے

ورؔ[3] بُوَد صورت حقیر و ناپذیر ⁂ چوں بُوَد خلقش نکو در پاش میر

اگر صورت حقیر اور نہ بھانے والی ہو ⁂ جب اُسکے اخلاق اچھے ہوں تو اُسکے قدموں میں جان دیدے

صورتِ ظاہر فنا گردد بداں ⁂ عالمِ معنٰی بماند جاوداں

سمجھ لے، ظاہری صورت فنا ہو جائے گی ⁂ باطن کا عالم ہمیشہ (باقی) رہے گا

چند باشی عاشقِ صورت بگو ⁂ طالبِ معنٰی شو و معنٰی بجو

بتا، صورت کا عاشق کب تک (بنا) رہے گا؟ ⁂ سیرت کا طلبگار بن اور باطن کی تلاش کر

چند بازی عشق با نقشِ سبُو ⁂ بگذر از نقشِ سبو و آب جُو

ٹھلیا کے نقش سے عشق بازی کب تک؟ ⁂ ٹھلیا کے نقش (و نگار) کو چھوڑ اور پانی تلاش کر

صورتش دیدی ز معنٰی غافلی ⁂ از صدف دُر را گزیں گر عاقلی

تو نے اُس کی صورت دیکھی اُسکی سیرت سے غافل ہے ⁂ سیپ میں سے موتی چن اگر تو عقلمند ہے

---

[1] کف۔ جھاگ۔ ہجو۔ مذمت۔ ہجو۔ کتا خود ذلیل جانور ہے اور اُسکی دنائت ہے کہ بھوک میں نہ کھانے کی چیز کھا جاتا ہے۔ دمادم۔ دم بدم۔ جرس۔ گھنٹا، اُس کی آواز مسلسل ہوتی ہے۔ لب۔ ہونٹ، یعنی خود اپنے ہونٹ پر یا غلام کے ہونٹ پر۔ دانستم۔ یعنی میں تیرے اور اُس کے فرق کو جان گیا۔ بداں۔ دانستن کا صیغۂ امر ہے۔ دہان۔ وہ گندہ دہن تھا۔

[2] گندہ جاں۔ گندی روح والے۔ از دور۔ از زیادہ ہے۔ راحۃ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے۔ "مَن سَکَتَ نَجیٰ وَرَاحَۃُ الْاِنْسَانِ فِیْ حِفْظِ اللِّسَانِ" جو خاموش رہا بچا اور انسان کی راحت زبان کی نگہداشت میں ہے"۔ در حدیث۔ خلاصہ یہ ہے کہ اصل خوبی باطن کی ہے حسنِ صورت معتبر نہیں ہے۔ گولخن۔ گلخن، آگ کی بھٹی، کوڑی۔ پس۔ خوبصورت غلام چونکہ بدسیرت تھا لہٰذا اُس کی کوئی قیمت نہ تھی۔

[3] ور بود۔ صورت کی نہیں بلکہ سیرت کی قدردانی ہونی چاہیئے۔ در پاش۔ در پائے او۔ صورت۔ جسم خاک میں مل جاتا ہے اچھے اخلاق دنیا میں باقی رہتے ہیں۔ معنٰی۔ سیرت، اخلاق، حقیقت۔ نقشِ سبو یعنی ظاہر آب۔ یعنی سیرت اور باطن۔ از صدف دُر۔ سیپ ظاہر ہے، موتی باطن ہے۔

این صدفہائے قوالب در جہاں
جسموں کے یہ سیپ، دنیا میں

گرچہ جملہ زندہ اند از بحرِ جاں[1]
اگرچہ سب جان کے سمندر (اللہ تعالیٰ) سے زندہ ہیں

لیک اندر ہر صدف نبود گہر
لیکن ہر سیپ میں موتی نہیں ہوتا ہے

چشم بکشا در دلِ ہر یک نگر
آنکھ کھول اور ہر ایک کے اندر دیکھ لے

کانچہ دارد دیں چہ دادمی گزیں
اس میں کیا ہے، اِس میں کیا ہے، چن

زانکہ کم یاب ست آں درِ ثمیں
کیونکہ قیمتی موتی نایاب ہے

گر بصورت می روی کوہے بشکل
اگر تو صورت پر جاتا ہے تو پہاڑ شکل میں

در بزرگی ہست صد چنداں کہ لعل
بڑائی میں لعل سے کئی سو گنا زیادہ ہے

ہم بصورت دست و پا و پشمِ تو
نیز تیرے ہاتھ اور پیر اور بال

ہست صد چنداں کہ نقشِ چشمِ تو
تیری آنکھوں کے وجود سے کئی سو گنا بڑے ہیں

لیک پوشیدہ نباشد بر تو ایں
لیکن یہ تجھ سے پوشیدہ نہ رہے

کز ہمہ اعضا دو چشم آمد گزیں
کہ تمام اعضاء میں دو آنکھیں فائق ہیں

از یک اندیشہ[2] کہ آید در درول
ایک خیال جو دل میں آتا ہے اُس سے

صد جہاں گردد بیک دم سرنگوں
سو جہان فوراً اوندھے ہو جاتے ہیں

جسمِ سلطاں گر بصورت یک بود
بادشاہ کا جسم اگرچہ بظاہر ایک ہوتا ہے

صد ہزاراں لشکرش در پے دود
(لیکن) اُس کے پیچھے ہزاروں کا لشکر دوڑتا ہے

باز شکل و صورتِ شاہِ صفی
پھر (اسی) منتخب بادشاہ کی صورت

ہست محکومِ یکے فکرِ خفی
ایک مخفی خیال کے تابع ہے

خلقِ بے پایاں ز یک اندیشہ[3] بیں
دیکھ (اللہ تعالیٰ کے) ایک ارادہ سے لا انتہا مخلوق

گشتہ چوں سیلے روانہ بر زمیں
زمین پر بہاؤ کی طرح روانہ ہو گئی ہے

ہست آں اندیشہ پیشِ خلق خرد
(اگرچہ) وہ ارادہ لوگوں کی رائے میں چھوٹا ہے

لیک چوں سیلے جہاں را خورد و برد
لیکن بہاؤ کی طرح اُس نے دنیا کو خورد برد کر دیا

خلقِ عالم چوں رمہ ست و خق شباں
دنیا والے ریوڑ کی طرح ہیں اور اللہ تعالیٰ چرواہا

میدواند جملہ را روز و شباں
شب و روز سب کو دوڑا رہا ہے

چرواہا۔ شباں۔ خلافِ قیاس شب کی جمع ہے۔

[1] بحرِ جاں۔ جان کا سمندر یعنی ذاتِ حق تعالیٰ۔ بعض نسخوں میں از بہرِ جاں ہے تو ترجمہ ہوگا جان کی حفاظت کیلئے۔ لیک۔ ہر انسان میں روح ہے لیکن ہر روح پاکیزہ نہیں ہے۔ کانچہ۔ ہر روح میں خوبیاں نہیں ہیں جس میں خوبیاں ہوں اُس کو پسند کرو۔ درِ ثمین۔ قیمتی موتی۔ گر بصورت۔ جسم کی بڑائی اور خوبی کوئی چیز نہیں ورنہ پہاڑ، لعل سے افضل ہوتا ہم بصورت۔ انسان کا باقی بدن اُس کی آنکھوں سے چند گنا ہے لیکن شرافت آنکھوں کو حاصل ہے۔ گزیں۔ برگزیدہ۔

[2] اندیشہ۔ فکر و خیال بھی ایک معنوی چیز ہے جو صد جہاں (ظاہر) کو زیر و زبر کر ڈالتا ہے۔ ایک شاہی ارادہ و خیال سے سینکڑوں ملک تباہ ہو جاتے ہیں۔ جسمِ سلطان۔ بادشاہ کا ایک جسم لشکریوں کے ہزاروں جسموں پر حکمراں محض اپنی باطنی خوبیوں کی وجہ سے ہے۔ باز۔ پھر یہی حکمراں کا جسم اُس کے خیال اور فکر کا فرمانبردار ہے تو فضیلت کا مدار معنیٰ اور باطن پر ہے۔

[3] اندیشہ یعنی اللہ تعالیٰ کا ارادہ قرآن پاک میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی بات کا ارادہ فرماتے ہیں تو کلمۂ کن سے وہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اندیشہ۔ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو تباہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو فوراً تباہ ہو جاتی ہے۔ رمہ۔ ریوڑ۔ شباں۔

515

پس چو۱ می بینی که از اندیشهٔ
پس جب تو دیکھے کہ ایک ارادہ سے

قائم ست اندر جہاں ہر بیشهٔ
ہر چیز دنیا میں قائم ہے

خانہا و قصرہا و شہرہا
مکانات، محلات اور شہر

کوہہا و دشتہا و نہرہا
پہاڑ اور جنگل اور نہریں

ہم زمین و بحر ہم مہر و فلک
زمین اور دریا بھی، سورج اور آسمان بھی

زندہ از وے ہمچو از دریا سمک
اسی کی وجہ سے زندہ ہیں جیسا کہ مچھلی دریا سے

پس چرا از ابلہی پیشِ تو کور
تو مجھ اندھے کے سامنے حماقت سے

تن سلیمان ست و اندیشہ چو مور
جسم سلیمانؑ جیسا ہے اور ارادہ چیونٹی جیسا

می نماید پیشِ چشمت کہ بزرگ
تیری نگاہ کے سامنے پہاڑ بڑا ہے

ہست اندیشہ چو میش و کوہ گرگ
ارادہ بھیڑ کی مانند ہے اور پہاڑ بھیڑیا

عالم۲ اندر چشمِ تو ہول و عظیم
جہاں، تیری نظر میں خوفناک اور بڑا ہے

ز ابر و برق و ز رعد داری لرز و بیم
ابر، بجلی اور کڑک سے تو لرزتا اور ڈرتا ہے

وز جہانِ فکرتی اے کم ز خر
اور اے گدھے سے کم (عقل)! تو عالم فکر سے

ایمن و غافل چو سنگِ بے خبر
بے علم، پتھر کی طرح غافل اور مطمئن ہے

زانکہ نقشی وز خرد بے بہرۂ
کیونکہ تو ایک تصویر ہے اور عقل سے بیگانہ ہے

آدمی خو نیستی خر کرۂ
تو آدمی خصلت نہیں ہے گدھے کا بچہ ہے

جہلِ محضی وز خرد بیگانۂ
تو خالص جہل ہے اور عقل سے بیگانہ ہے

بو نداری از خدا دیوانۂ
خدا کی تجھ میں بو بھی نہیں ہے تو پاگل ہے

سایہ را تو شخص می بینی ز جہل
نادانی سے تو سایہ کو وجود سمجھتا ہے

شخص ازاں شد نزد تو بازی و سہل
اسی لئے وجود تیرے نزدیک کھیل اور بے وقعت ہے

بنگر ز غیبت۳ یک نمودار آتش ست
دیکھ، آگ عالم غیب کا ایک نمونہ ہے

کز لطافت چوں ہوائے دلکش ست
جو لطافت میں دلکش ہوا کی طرح ہے

تا بجسمے در نمی پیچد کثیف
جب تک کسی کثیف جسم میں نہ لگے

آگہی نبود بصر را زاں لطیف
اُس لطیف کا آنکھ کو پتہ نہیں چلتا ہے

---

۱ پس چو می بینی۔ تو غور کریگا تو دنیا کی تمام کائنات اللہ تعالیٰ کے ارادے سے قائم ہے اور تمام چیزوں کی بقا اللہ کے ارادے سے وابستہ ہے جس طرح مچھلی کی زندگی دریا سے وابستہ ہے۔ پس چرا جبکہ اتنی مثالوں سے یہ سمجھا دیا گیا کہ اصل خوبی باطن کی ہے نہ کہ ظاہر کی تو جسم کو حضرت سلیمانؑ جیسا اور فکر و خیال کو چیونٹی جیسا سمجھنا حماقت اور بے وقوفی ہے۔ کوہ کا نصف ہے یعنی جسم کی بڑائی کی وجہ سے پہاڑ کی عظمت کا خیال حماقت ہے۔ اندیشہ۔ خیال اور ارادہ کو بکری اور پہاڑ کو بھیڑیا سمجھنا غلطی ہے۔

۲ عالم۔ تو اجسام سے ڈرتا ہے ابر، بجلی اور کڑک کی تباہی سے خوفزدہ ہے۔ وز جہانِ فکر۔ فکر اور خیال سے جو تباہیاں آتی ہیں اس سے بے خبر اور مطمئن ہے نقشی۔ تو تصویر ہے جو عقل سے کوری ہوتی ہر آدمی خو۔ انسان کی فضیلت عقل و خرد اور فکر کی وجہ سے ہے جو معرفت حق پیدا کرتی ہے۔ سایہ۔ تو نے غیر مقصود کو مقصود اور مقصود کو غیر مقصود بنا رکھا ہے

۳ ز غیبت۔ انسان غیر مقصود کو مقصود اسلئے بناتا ہے کہ حقیقت بین نظر سے محروم ہوتا ہے لیکن ایک وقت وہ آئے گا جب صحیح حقیقت سامنے آجائیگی غائب از نظر حقیقت کو آگ کی مثال سے سمجھایا ہے، آگ ایک لطیف عنصر ہے جو نظروں سے غائب ہے، نظر جب آتی ہے جب وہ کسی کثیف جسم میں لگ جاتی ہے۔

بازافزون ست ہنگامِ اثر — از ہزاراںؔ تیشہ و تیغ و تبر
پھر تاثیر کے وقت وہ بڑھی ہوئی ہے — ہزاروں تیشوں اور تلواروں اور تبر سے

باش تا روزیکہ آں فکر و خیال — بر کشاید بے حجابے پرّ و بال
اُس دن تک ٹھہر جبکہ وہ فکر اور خیال — کُھلم کُھلا بال و پر نکالے

کوہہاؔ بینی شدہ چوں پشمِ نرم — نیست گشتہ ایں زمینِ سرد و گرم
تو پہاڑوں کو نرم اُون کی طرح دیکھے گا — یہ سرد و گرم زمین نابود ہو جائے گی

نے سما بینی نے اختر نے وجود — جز خدائے واحدِ حیّ وَدُود
تو نہ آسمان دیکھے گا نہ ستارے نہ وجود — ایک خدا، حیّ اور ودود کے علاوہ

یک فسانہ راست آید یا دروغ — تا دہد مر راستیہا را فروغ
ایک قصّہ خواہ سچا ہو یا جھوٹا (ذکر کیا جاتا ہے) — تاکہ وہ سچائیوں کو فروغ دے

حسد کردنِ حَشَم بر غلامِ خاص
غلاموں کا مخصوص غلام پر حسد کرنا

پادشاہے بندۂ را از کرم — بر گزیدہ بود بر جملہ حَشَم
ایک بادشاہ نے کرم کر کے ایک غلام کو — تمام غلاموں میں سے پسند کر لیا تھا

جامگیٔ او وظیفہ چل امیر — دہ یکے قدرش ندیدہ صد وزیر
اُس کی تنخواہ چالیس سرداروں کی تنخواہ (کی برابر) تھی — سو وزیروں نے بھی اُسکے مرتبہ کا دسواں حصہ نہ دیکھا تھا

از کمالِ طالعؔ و اقبال و بخت — او ایازے بود و شہ محمودِ وقت
بھ تارا اور اقبال اور نصیب کے کمال کی وجہ سے — وہ ایاز تھا اور بادشاہ محمودِ دوراں (تھا)

روحِ او با روحِ شہ در اصلِ خویش — پیش ازیں تن بودہ ہم پیوند و خویش
اُسکی روح شاہ کی روح کے ساتھ اپنی اصل میں — اُس جسم سے پہلے جڑی ہوئی اور یگانہ تھی

کار آں دارد کہ پیش از تن بدست — بگذر از اینہا کہ نو حادث شدست
(اصل) معاملہ وہی ہے جو جسم سے پہلے ہوا ہے — اِن (تعلقات) کو رہنے دے کہ یہ نئے پیدا ہوئے ہیں

چشمِ عارف راست گو نے احول است — چشمِ او بر کِشتہائے اوّل است
عارف کی آنکھ ٹھیک دکھانے والی ہے نہ کہ بھینگی — اُس کی نظر پہلی کھیتیوں پر ہے

چشمِ راست گر- صحیح دکھانے والی آنکھ- اَحوَل- بھینگا جس کو ایک کے دو نظر آتے ہیں- کِشتہائے اوّل- تقدیرِ ازل-

از ہزاراں- آگ جنگل کو اس درجہ تباہ کر دیتی ہے کہ ہزاروں تیغ و تبر بھی اُس کو اس قدر تباہ نہیں کر سکتے ہیں- باش- ارادۂ الٰہی جو نظروں سے مخفی ہے اُس کی تاثیرات بھی ایک دن ظاہر ہونگی-
کوہہا- ارادۂ الٰہی سے قیامت کے دن بڑے سے بڑا وجود حقیر اور ناچیز ہو جائیگا- پشم- اُون- سما- آسمان- حیّ- زندہ، اللہ تعالیٰ کا نام ہے- وَدُود- محبت کرنے والا، اللہ تعالیٰ کا نام ہے- فسانہ- انسان اللہ تعالیٰ کے غیبی ارادہ سے غافل ہے اِس قصّہ کے ضمن میں بھی اِسی امر کو واضح کیا ہے کہ دوسرے غلام شاہ کے فکر اور ارادے سے غافل تھے یہی حسد کی وجہ ہوتی ہے- جامگی، وظیفہ- تنخواہ، راتبہ- وظیفہ- روزینہ- چل- چہل، چالیس- دہ یک- ایک بٹا دس، دسواں حصہ-
طالع- ستارۂ قسمت، بخت- نصیبہ- ایاز- سلطان محمود غزنوی کا محبوب غلام تھا- دونوں کا باہمی تعلق ضرب المثل ہے- سلطان محمود کی وفات ۴۲۱ھ میں ہوئی اور غزنی میں دفن ہوئے- اصل- یعنی علمِ الٰہی یا عالمِ ارواح- کار آں دارد- اہمیت انہی باتوں کی ہے جو جسمِ عنصری کے قبل پیش آئی ہیں- اینہا جو متعلق عالمِ اجسام میں پیش آتے ہیں- نو حادث- تازہ وقوع میں آنے والا- عارف- وہ جس کو معرفتِ خداوندی حاصل ہو گئی ہے-

517

انچہ گندم کاشتندش وانچہ جو
جو انھوں نے گیہوں بویا ہے اور جَو

چشمِ او آنجاست روز و شب گرو
اُس کی نظر شب و روز اُس طرف لگی ہے

انچہ آبستست شب جز آں نزاد
رات جس سے حاملہ ہی ہے اسکے سوا اُسنے نہیں جنا

حیلہا و مکرہا جملہ ست باد
حیلے اور تدبیریں سب بیکار ہیں

کے شود دل خوش بحیلتہائے گش
چالو حیلوں سے وہ شخص کب دل خوش ہوتا ہے

آنکہ بیند حیلۂ حق بر سرش
جو اللہ تعالٰی کی تدبیر کو اپنے سر پر (مسلط) دیکھتا ہے

او درونِ دام و دامے می نہد
وہ جال میں ہے اور ایک جال لو بچھاتا ہے

جانِ تو نے آں جہد نے ایں جہد
تیری جان کی قسم نہ اُس سے نکلتا ہے نہ اُس سے نکلتا ہے

گر بروید ور بریزد صد گیاہ
اگر سینکڑوں گھاسیں اُگیں یا اُگائے

عاقبت بر روید آں کشتۂ الٰہ
انجام کار اللہ (تعالٰی) کا بویا ہوا اُگے گا

کشتِ نو کارید بر کشتِ نخست
پُرانی کھیتی پر تو نے نئی کھیتی بو دی

ایں دوم فانیست و آں اول درست
دوسری فنا ہونے والی ہے، پہلی ٹھیک ہے

تخمِ اول کامل و بگزیدہ است
پہلا بیج مکمل اور منتخب ہے

تخمِ ثانی فاسد و پوسیدہ است
دوسرا بیج خراب اور سڑا ہوا ہے

افگن ایں تدبیرِ خود را پیش دوست
اپنی اِس تدبیر کو دوست کے سامنے ڈالدے

گرچہ تدبیرت ہم از تدبیرِ اوست
اگرچہ تیری تدبیر بھی اُسی کی تدبیر کی وجہ سے ہے

کار آں دارد کہ حق افراشت ست
اہم کام وہی ہے جو خدا نے قائم کیا ہے

آخر آں روید کہ اول کاشت ست
آخر میں وہی اُگے گا جو پہلے بویا ہے

ہر چہ کاری از برائے او بکار
جو بوئے اُس کے لئے بو

چوں اسیرِ دوستی اے دوستدار
اے دوست! جبکہ تو دوست کا پابند ہے

گردِ نفسِ دزد و کارِ او مپیچ
چور نفس کے گرد اور اُس کے کام میں نہ لگ

ہر چہ آں نے کارِ حق ہیچست ہیچ
جو اللہ (تعالٰی) کا کام نہیں ہے وہ ہیچ در ہیچ ہے

پیش ازاں کہ روزِ دیں پیدا شود
اِس سے قبل کہ قیامت کا دن ظاہر ہو

نزدِ مالک دزدِ شب رسوا شود
مالک کے سامنے رات کا چور رسوا ہو

رختِ دزدیدہ بتدبیر و فنش
تدبیر اور اُسکے ہنر سے چُرایا ہوا مال

ماندہ روزِ داوری در گردنش
انصاف کے دن اُس کی گردن پر ہوگا

---

۱ گندم - یعنی اعلٰی اعمال۔ کاشتند - کارکنانِ قضا و قدر نے جو لکھ دیا ہے۔ جو - یعنی گھٹیا اعمال۔ شب - یعنی جو مقدر میں مکتوب ہے وہی سامنے آئیگا۔ گش - خوب۔ حیلۂ حق - اللہ کی قدرت۔

۲ دام - یعنی تقدیرِ الٰہی کا جال۔ دامے - یعنی اپنی تدبیر کا جال۔ صد گیاہ - یعنی سینکڑوں تدبیریں۔ کشتۂ الٰہ - یعنی جو خدا نے مقدر کر دیا ہے۔ کشتِ نو - یعنی تدبیر۔ کشتِ نخست - یعنی تقدیر۔ ایں دوم - یعنی تدبیر۔ تخمِ اول - تقدیر کے تدبیر پر غلبہ کی توجیہ ہے۔

۳ افگن - جب یہ ثابت ہو گیا کہ تقدیر تدبیر پر غالب ہے تو معاملہ تقدیر کے سپرد کر دینا چاہیئے۔ ہر چہ کاری - جب خدا سے دوستی کا دعویٰ ہے تو اُس کی شریعت پر عمل کرنا چاہیئے اور اُس کے لئے مخلصانہ عمل کرنا چاہیئے۔ نفس - یعنی امارہ۔ ہر چہ - نفس امارہ کے کام اللہ کی مرضی کے مطابق نہیں ہیں۔ پیش ازاں - قیامت کے دن شیطانی کاموں سے علیحدگی بے معنی بات ہوگی۔ داوری - داد وری ہے، منصفی۔

صد[1] ہزاراں عقل باہم بر جہند
لاکھوں عقلیں مل کر کوشش کرتی ہیں

تا بغیرِ دامِ اُو دامے نہند
تاکہ اُسکے (تقدیر کے) جال کے سوا کوئی (تدبیر کا) جال بچھائیں

دامِ خود را سخت تر یابند و بس
اپنی (تقدیر کے) جال کو اور سخت پاتے ہیں اور بس

کے نماید قوّتے با باد خس
تنکا، آندھی کے مقابلے میں کیا طاقت دکھائے؟

ور نداری باور از من رو ببیں
اگر میری بات کا تجھے یقین نہیں ہے، جا دیکھ

در نُبے وَاللہُ خَیرُ المَاکِرِیْن
قرآن میں ہے، "اور اللہ سب سے اچھا داؤ کرنیوالا ہے"

گر[2] تو گوئی فائدہ ہستی چہ بُود
اگر تو کہے ہستی (عالمِ تدبیر) کا کیا فائدہ تھا

در سوالت فائدہ ہست اے عنود
اے سرکش! کیا تیرے (اِس) سوال میں فائدہ ہے؟

گر ندارد ایں سوالت فائدہ
اگر تیرے اِس سوال میں فائدہ نہیں ہے

چہ شنوم ایں را عبث بے عائدہ
(تو) میں اُس کو بیکار بے نتیجہ کیوں سنوں؟

ور سوالت فائدہ دارد یقیں
اگر تیرے سوال میں یقیناً فائدہ ہے

پس جہاں بے فائدہ نبوُد ببیں
تو غور کر عالَم (تدبیر) بے فائدہ نہ ہوگا

از سوالت ار بود بس فائدہ
اگر تیرے سوال سے بہت سے فائدے ہیں

چوں بجوید در جہاں کس فائدہ
تو عالَم (تدبیر) میں کوئی شخص فائدہ کیوں تلاش کریگا؟

ور سوالت را بسے فائید ہاست
اگر تیرے سوال میں بہت سے فائدے ہیں

پس جہاں بے فائدہ آخر چراست
تو عالَم (تدبیر) آخر بے فائدہ کیوں ہے؟

ور[3] جہاں از یک جہت بے فائدہ است
اگر عالَم (تدبیر) ایک اعتبار سے بے فائدہ ہے

از جہت ہائے دگر پر عائدہ است
دوسری جہتوں سے فائدہ سے پُر ہے

فائدہ تو گر مرا فائیدہ نیست
اگر تیرا فائدہ میرا فائدہ نہیں ہے

مر ترا چوں فائدہ است از وے مایست
چونکہ وہ تیرا فائدہ ہے اُس سے باز نہ رہ

فائدہ تو گر مرا نبوُد مُفید
اگر تیرا فائدہ میرے لئے مفید نہیں ہے

چوں ترا شد فائدہ گیر اے مُرید
چونکہ وہ تیرا فائدہ ہے اے مرید! تو اُسے اختیار کر

ور منم زاں فائدہ حرّ ابن حرّ
اگر میں اِس فائدہ سے آزاد ہوں

مر ترا چوں فائدہ است از وے مبُر
چونکہ وہ تیرا فائدہ ہے اُس سے نہ کٹ

حُسنِ یوسفؑ عالمے را فائدہ
یوسفؑ کے حُسن میں عالَم کا فائدہ تھا

گرچہ بر اخواں عبث بُد زائدہ
اگرچہ وہ بھائیوں کے لئے بیکار، عبث تھا

---

[1] صد ہزاراں۔ تقدیر کے خلاف عقلاء کی تدبیریں بالکل بیکار ہیں۔ با باد خس۔ باد تقدیرِ الٰہی ہے اور خس تدبیر عقلاء۔ واللہ۔ تو اچھے داؤ کے بالمقابل ناقص داؤ کیا کر سکتا ہے۔

[2] گر تو گوئی۔ اِعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تقدیر کے مقابلہ میں تدبیر بیکار ہے تو خدا کا عالَمِ تدبیر کو پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔ در سوالت۔ اِلزامی جواب ہے کہ تیرے اس اعتراض میں کوئی فائدہ ہے یا نہیں اگر بے فائدہ ہے تو بے فائدہ سوال کے جواب کی ضرورت نہیں ہے اور اگر تیرا سوال مفید ہے اور عبث نہیں تو اللہ کا عالَمِ تدبیر کو پیدا کرنا کیسے بے فائدہ ہو سکتا ہے۔ ور سوالت۔ جب ایک انسان کا فعل عبث نہیں تو حکیم و علیم کا فعل کیسے عبث ہو سکتا ہے۔

[3] در جہاں۔ ہر چیز کا ہر حیثیت سے مفید ہونا ضروری نہیں ہے، اگر عالَمِ تدبیر بمقابلہ تقدیر بے فائدہ ہے تو اُس میں دوسری حیثیت سے بہت سے فائدے ہیں۔ فائدۂ تو۔ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر چیز ہر شخص کے لئے مُفید ہو، ایک چیز ایک کے لئے بیکار ہے تو دوسرے کے لئے مُفید ہوتی ہے۔ حُسنِ یوسفؑ۔ حضرت یوسفؑ کے حُسن کی افادیت سب کے لئے تھی لیکن بھائیوں کیلئے نہ تھی۔

لحنِ[1] داؤدی چناں محبوب بود — **لیک بر محروم نامطلوب بود**
داؤدی نغمہ کس قدر محبوب تھا — لیکن محروم (منکر) کے لئے ناپسندیدہ تھا

آبِ نیل از آبِ حیواں بُد فزوں — **لیک بر قبطیِ مُنکر بود خوں**
نیل کا پانی آبِ حیات سے بھی بڑھا ہوا تھا — لیکن منکر قبطی (فرعون) پر خون تھا

ہست بر مومن شہیدی زندگی — **بر منافق مُردنست و ژندگی**
مُومن کے لئے شہادت زندگی ہے — منافق کے لئے موت اور تباہی ہے

چیست[2] در عالم بگو یک نعمتے — **کہ نہ محروم اند از وے اُمتے**
بتا، دنیا میں کونسی نعمت ہے؟ — کہ اُس سے کچھ لوگ محروم نہیں ہیں

گاؤ و خر را فائدہ چہ در شکر — **ہست ہر جاں را یکے قوتے دگر**
گدھے اور بیل کے لئے شکر میں کیا فائدہ ہے! — ہر جاندار کی جداگانہ غذا ہے

لیک گر آں قوت بر وے عارضیست — **پس نصیحت کردن او را رائضیست**
لیکن اگر وہ اُس کی عارضی غذا ہے — تو نصیحت کرنا، اُس کو سدھانا ہے

چوں[3] کسے کو از مرض گِل داشت دوست — **گرچہ پندارد کہ آں گِل قوتِ اوست**
جب کوئی کسی مرض کی وجہ سے مٹی (کھانا) پسند کرے — اگرچہ وہ سمجھ رہا ہو کہ مٹی اُسکی (اصل) غذا ہے

قوتِ اصلی را فرامش کردہ است — **روئے در قوتِ مرض آوردہ است**
(لیکن) اُس نے اصلی غذا کو بھلا دیا ہے — بیماری کی غذا کی طرف رُخ کر لیا ہے

نوش را بگذاشتہ سم خوردہ است — **قوتِ علت ہمچو چوبش کردہ است**
شہد کو چھوڑ کر زہر کھایا ہے — بیماری کی غذا نے اُس کو لکڑی جیسا بنا دیا ہے

قوتِ اصلیِ بشر نورِ خداست — **قوتِ حیوانی مر او را ناسزاست**
انسان کی اصل غذا خدا کا نور ہے — حیوانی غذا اُس کے لئے مناسب نہیں ہے

لیک از علت دریں افتاد دل — **کہ خورد او روز و شب از آب و گِل**
لیکن بیماری کی وجہ سے (اُس کا) دل اسی میں پڑا ہے — کہ شب و روز وہ پانی مٹی (کی پیداوار) کھائے

روئے زرد و پا سست و دل سُبک — **کو غذائے والسماء ذاتِ الحُبُک**
چہرہ زرد، پیر سست، اور دل کمزور — کہاں راستوں والے آسمان کی غذا؟

ترکاریاں، پھل وغیرہ۔ روئے زرد۔ یہ غذائیں اُس کی رُوح میں کمزوری کی علامتیں پیدا کر دیتی ہیں۔ والسماء ذات الحبک۔ سورۂ والذاریات کی یہ آیت ہے یعنی قسم ہے راستوں والے آسمان کی۔

[1] لحنِ داؤدی۔ حضرت داؤدؑ کا نغمہ پرندوں تک کے لئے مفید تھا لیکن کافروں کیلئے مفید نہ تھا۔ آبِ نیل۔ دریائے نیل کا پانی مخلوقِ خدا کیلئے مفید تھا فرعون کیلئے مہلک بنا۔ شہیدی۔ شہادت مومن کیلئے مفید ہے کافر کیلئے مضر ہے۔

[2] چیست۔ دنیا کی ہر نعمت کا یہی حال ہے کہ کچھ انسانوں کیلئے وہ مفید ہے اور محروم انسانوں کیلئے مفید نہیں ہے۔ در شکر۔ اللہ تعالٰی نے ہر نعمت ہر ایک کیلئے نہیں پیدا فرمائی ہے، شکر انسانوں کے لئے نعمت اور غذا ہے، حیوانوں کیلئے نہیں ہے لیکن بعض اصل غذا کو چھوڑ کر دوسری غذا کے عادی ہو جاتے ہیں تو نصیحت اُن کیلئے کارگر ہوتی ہے اور وہ اصل غذا حاصل کرنے لگتے ہیں۔ رائضی۔ گھوڑے کو سدھانا۔

[3] چوں کسے۔ بعض لوگ مرض کی حالت میں مٹی کو غذا بنا لیتے ہیں اور اُس کو اپنی غذا سمجھتے ہیں۔ نوش۔ اصلی غذا شہد کی طرح مفید ہوتی ہے اور بیماری کی وجہ سے جس چیز کو اُس نے غذا سمجھ لیا ہے وہ اُسکے لئے مضر اور زہر ہوتی ہے جو اُس کو فربہ کرنے کی بجائے لکڑی جیسا خشک بنا دیتی ہے۔ نورِ خدا۔ نورِ معرفتِ خداوندی۔ قوتِ حیوانی۔ جسمانی تدبیریں و نفسانی خواہشیں۔ از آب و گل۔ یعنی مٹی پانی کی پیداوار، گوشت،

آں[1] غذائے خاصگانِ دولت است — خوردنِ آں بے گلو و آلت است

وہ دربار کے مخصوص لوگوں کی غذا ہے — اُس کا کھانا بغیر حلق اور برتنوں کے ہے

شد غذائے آفتاب از نورِ عرش — مر حسود و دیو را از دودِ فرش

آفتاب کی غذا عرش کا نور ہے — حاسد اور شیطان کی (غذا) زمین کا دھواں ہے

در شہیداں یُرزَقُونَ فرمود حق — آں غذا را نے دہاں بُد نے طبق

اللہ (تعالیٰ) نے شہیدوں کے بارے میں یُرزَقُونَ فرمایا ہے — اُس غذا کے لئے نہ منہ ہے نہ طباق

دل ز ہر یارے غذائے می خورد — دل ز ہر علمے صفائے می برد

دل ہر محبوب چیز سے غذا حاصل کرتا ہے — دل ہر علم سے صفائی حاصل کرتا ہے

صورتِ[2] ہر آدمی چوں کاسہ ایست — چشم از معنیٔ او حساسہ ایست

ہر آدمی کی صورت پیالے کی طرح ہے — آنکھ اُس کے باطن کا ادراک کرنے والی ہے

از لقائے ہر کسے چیزے خوری — وز قرانِ ہر قریں چیزے بری

تو ہر شخص کی ملاقات سے کچھ حاصل کریگا — تو ہر ساتھی کے ملنے سے کچھ حاصل کرے گا

چوں ستارہ با ستارہ شد قریں — لائق ہر دو اثر زاید یقیں

جب ایک ستارہ دوسرے ستارہ سے ملتا ہے — یقیناً دونوں کے مناسب اثر بڑھتا ہے

از قرانِ مرد و زن زاید بشر — وز قرانِ سنگ و آہن ہم شرر

مرد اور عورت کے ملنے سے انسان پیدا ہوتا ہے — اور پتھر اور لوہے کے ملنے سے چنگاریاں (نکلتی ہیں)

وز قرانِ خاک با بارانہا — میوہا و سبزہا ریحانہا

مٹی اور بارشوں کے ملنے سے — میوے اور سبزے (اور) خوشبودار گھاس (پیدا ہوتی ہیں)

وز قرانِ سبزہا با آدمی[3] — دل خوشی و بے غمی و خرمی

انسان کے ساتھ سبزوں کے جمع ہونے سے — دل خوشی اور بے غمی اور سرور (پیدا ہوتا ہے)

وز قرانِ خرمی با جانِ ما — می بزاید خوبی و احسانِ ما

ہماری جان کے ساتھ خوشی کے ملنے سے — خوبی اور کمالات پیدا ہوتے ہیں

قابلِ خوردن شود اجسامِ ما — چوں برآید از تفرج کامِ ما

ہمارے جسم (کھانا) کھانے کے قابل ہوجاتے ہیں — جبکہ تفریح سے ہمارا مقصد پورا ہوتا ہے

---

[1] آں غذا۔ آسمانی غذا اللہ (تعالیٰ) کے مخصوص بندوں کی غذا ہے جس کے کھانے کے لئے عالمِ ناسوت کے وسائل اور ذرائع کی ضرورت نہیں ہے۔ دودِ فرش۔ عالمِ ناسوت کی غذا۔ یُرزَقُونَ قرآن پاک میں شہیدوں کیلئے فرمایا گیا ہے۔ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ "بلکہ وہ اپنے خدا کے پاس زندہ ہیں جن کو غذا دیجاتی ہے"۔ آں غذا جنت کی یہ غذا بغیر مادی ذرائع اور وسائل کے کھائی جاتی ہے۔ دل۔ جس طرح دنیاداروں اور اہل اللہ کی غذا میں اور دنیا اور آخرت کی غذا میں فرق ہے اسی طرح انسان کے مختلف اعضا کی مختلف غذائیں ہیں، دل کی غذا، دوست کی ملاقات اور حصولِ علم ہے۔

[2] صورت۔ چشمِ بصیرت کی غذا انسان کے باطنی اوصاف ہیں۔ از لقائے۔ ہر چیز ایک دوسرے سے ملکر کچھ نہ کچھ غذا اور قوت حاصل کرتی ہے۔ چوں ستارہ۔ اب مولانا نے چند مثالیں پیش فرمائی ہیں جن سے ثابت کیا ہے کہ ہر چیز دوسری چیز سے مل کر کوئی غذا اور طاقت حاصل کرلیتی ہے قران السعدین اور قران النحسین سے ہر ستارہ ایک دوسرے سے تقویت اور غذا حاصل کرلیتا ہے اور تاثیر بڑھ جاتی ہے۔ از قرانِ مرد و زن میاں بیوی کی ہمبستری سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ وز قرانِ۔ پتھر اور لوہے کو ملاکر رگڑا جائے تو چنگاریاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ ریحان۔ ہر خوشبودار گھاس۔

[3] آدمی۔ انسان چمنوں کی سیر کرتا ہے تو سرور حاصل ہوتا ہے۔ خرمی۔ انسان کو خوشی میسر آتی ہے تو قوائے باطنی میں اضافہ ہوتا ہے اور بھوک لگتی ہے جو صحت کو بڑھاتی ہے۔ تفرج۔ سیر و تفریح۔ کام۔ مقصد۔

سُرخروئی[1] از قرانِ خوں بُوَد | خوں زخورشیدِ خوشی گلگوں بُوَد
خون کے ملنے سے سُرخروئی حاصل ہوتی ہے | خوشی کے آفتاب سے خون سُرخ ہوتا ہے

بہترینِ رنگہا سُرخی بُوَد | واں زخورشید ست از وے میرسد
رنگوں میں بہترین رنگ سُرخی ہوتی ہے | وہ سورج کی وجہ سے ہے اور اُسی سے حاصل ہوتی ہے

ہر زمینے کو قریں شُد با زُحل | شورہ گشت و کِشت را نبوَد محل
جو زمین زُحل (ستارہ) کی متعلق ہوئی | وہ شوریلی بنی اور کھیتی کی جگہ نہیں رہتی

قوّت اندر فعل آید ز اتّفاق | چوں قرانِ دیو با اہلِ[2] نفاق
متفق ہو جانے سے کام میں قوّت آجاتی ہے | جیسا کہ شیطان کا منافقوں سے مل جانا

ایں معانی راست از چرخِ نہم | بے ہمہ طاق و طُرم طاقِ طُرم
ان معانی کے لئے نویں آسمان | بغیر شان و شوکت والے سے شان و شوکت ہے

خلق[3] را طاق و طُرم عاریت ست | امر را طاق و طُرم ماہیّت ست
عالَم کی شان و شوکت عارضی ہے | (عالَمِ) امر کی شان و شوکت ذاتی ہے

از پئے طاق و طُرم خواری کشند | بر اُمیدِ عزّ در خواری خوشند
شان و شوکت کے لئے ذلّت برداشت کرتے ہیں | عزّت کی اُمید پر ذلّت میں خوش ہیں

بر امیدِ عزّ دہ روزہ خدوک | گردنِ خود کردہ اند از غم چو دوک
دس روزہ عزّت کی اُمید پر پریشان ہیں | فکر میں اپنی گردن کو تکلا جیسا بنائے ہوئے ہیں

چوں نمی آیند ایں جا کہ منم | کاندریں عزّ آفتابِ روشنم
اِس جگہ کیوں نہیں آتے جہاں میں ہوں | کہ میں اِس عزّت میں روشن سورج ہوں

مَشرقِ خورشید بُرجِ قیر گوں | آفتابِ ما ز مشرقہا بروں
سورج کی مشرق سیاہ بُرج ہے | ہمارا سورج مشرقوں سے بالا ہے

مشرقِ اُو نسبتِ ذرّاتِ اُو | نے بر آمد نے فرو شد ذاتِ اُو
اُس کی مشرق ذرّوں کے ساتھ اُسکی نسبت ہے | نہ اُس کی ذات طلوع کرتی ہے نہ غروب کرتی ہے

ما کہ واپس ماندہ ذرّاتِ وَیم | در دو عالم آفتابِ بے فیَم
ہم جو کہ اُس کے ذرّات میں سے پسماندہ ہیں | دونوں جہانوں میں بغیر سایہ کا سورج ہیں

مشرقِ او۔ ذاتِ باری کیلئے جب ہم لفظ شرق بولتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ذرّات یعنی اولیاء اللہ اُسوقت اس سے کسبِ نور کر رہے ہیں جو دائمی نہیں ہے بلکہ بسا اوقات کسبِ نور میں حجابات حائل ہو جاتے ہیں ورنہ اللہ کیلئے نہ مشرق ہے نہ مغرب اُسکی ذات ہر وقت نور فشاں ہے۔ واپس ماندہ ذرّات یعنی ہم اسکا اولیاء میں بہت کم

[1] سُرخروئی۔ رخساروں میں خون دوڑتا ہے تو چہرہ سُرخ ہو جاتا ہے۔ گلگوں۔ خوشی سے خون میں سُرخی پیدا ہوتی ہے۔ واں۔ یہ سُرخی سورج کی تاثیر سے پیدا ہوتی ہے۔ زُحل۔ ایک ستارہ ہے جس کو نحسِ اکبر بھی کہا جاتا ہے اس کی یہ تاثیر ہے کہ جس زمین کی طرف اُس کا رُخ ہو وہاں قحط اور جس طرف اس کی پشت ہو وہاں وبا پھیل جاتی ہے۔

[2] اہلِ نفاق۔ منافقوں کا شیطان سے ملاپ انکے شر میں اضافہ کر دیتا ہے۔ چرخِ نہم۔ شرع میں اسی کو عرش کہا جاتا ہے اور حکماء اسکو فلکُ الافلاک اور فلکِ اطلس کہتے ہیں جو بالکل سادہ ہے اسمیں کوئی ستارہ نہیں ہے، صوفیاء کے نزدیک علوم و معارفِ ربانی کا نزول اسی فلک سے ہوتا ہے چونکہ باہمی میل جول سے کوئی نہ کوئی چیز حاصل ہوتی ہے لہذا انسان کو علوم و معارف سے وابستہ ہونا چاہیئے جن میں بڑی شان و شوکت ہے۔

[3] خلق۔ عالمِ مادیات۔ امر۔ عالمِ مجردات جس میں علوم و معارفِ الٰہی بھی داخل ہیں۔ عزّ۔ یعنی دنیا کی عزّت۔ خدوک۔ غصہ، پریشانی۔ دوک۔ تکلا، تنہا یعنی مقامِ معرفتِ خداوندی۔ قیر گوں۔ سیاہ۔ آفتابِ ما۔ ہم جس سے نور حاصل کرتے ہیں وہ ذات باری ہے جو مشرقوں سے وراء الوراء ہے

بازؔ گردِ شمس میگردم عجب — ہم ز فرِ شمس باشد ایں سبب

تعجب ہے میں پھر بھی سورج کے چاروں طرف گردش کرتا ہوں — یہ سبب بھی سورج کی شان و شوکت کی جانب سے ہے

شمس باشد بر سببہا مُطّلع — ہم ازو حبلِ سببہا منقطع

اسباب سے سورج باخبر ہوتا ہے — اسباب کی رسّی کا ٹوٹنا بھی اسی کی جانب سے ہے

صدؔ ہزاراں بار بریدم امید — از کہ از شمس ایں شما باور کنید

میں نے لاکھوں بار امید منقطع کی — کس سے ! سورج سے اس کا تم یقین کرو

تو مرا باور مکُن کز آفتاب — صبر دارم من و یا ماہی ز آب

تو میرا یقین نہ کر ، کہ سورج سے — میں صبر کر سکتا ہوں اور یا مچھلی پانی سے (صبر کر سکتی ہے)

ور شوم نومید نومیدیِ من — عینِ صُنعِ آفتابست اے حسن

اگر میں نا امید ہوں ، میری نا امیدی — بالکل سورج کا کام ہے ، اے پیارے !

عینِ صُنع از نفسِ صانع چوں بُرد — عینِ ہست از غیرِ ہستی چوں چرد

بعینہٖ کام ، کام کرنے والے کی ذات سے کیسے جدا ہو سکتا ہے؟ — خود موجود غیر موجود سے کیسے غذا (وجود) حاصل کر سکتا ہے؟

جملہؔ ہستیہا ازیں روضہ چرند — گر بُراق و تازیاں ور خود خرند

تمام موجودات اسی باغ سے غذا (وجود) حاصل کرتے ہیں — خواہ بُراق اور عربی گھوڑے ہوں یا خود گدھے ہوں

لیک اسپِ کور کورانہ چرد — می نہ بیند روضہ را زانست رد

لیکن اندھا گھوڑا ، اندھے پن سے چرتا ہے — وہ باغ کو نہیں دیکھتا ہے ، اس لئے مردود ہے

وانکہ گردشہا ازاں دریا ندید — ہر دم آرد رو بمحرابِ جدید

اور جس نے گردشوں کو اس دریا سے نہ سمجھا — ہر آن منہ نئی محراب کی طرف کرتا ہے

اوز بحرِ عذب آبِ شور خورد — تا کہ آبِ شور اُو را کور کرد

اس نے شیریں دریا سے کھارا پانی پیا — یہاں تک کہ کھارے پانی نے اس کو اندھا کر دیا

بحر می گوید بدستِ راست خور — ز آبِ من اے کور تا یابی بصر

دریا کہتا ہے کہ داہنے ہاتھ سے پی — میرا پانی اے اندھے ! تاکہ تو بینائی حاصل کرے

ہست دستِ راست اینجا ظنِ راست — کو بداند نیک و بد را کز کجاست

داہنے ہاتھ (سے مراد) یہاں صحیح عقیدہ ہے — تاکہ وہ جان لے کہ نیک و بد کہاں سے ہے

لہ بازؔ۔ یعنی میں باوجود آفتاب ہو جانے کے پھر بھی مزید تقرب حاصل کرنے کیلئے اس شمس کو لپٹا ہوا ہوں اور یہ میرا لپٹنا اور چکّر جو تقرب کا سبب ہے یہ بھی اسی شمس کا عطا کردہ ہے۔ ایں سبب۔ ہم ز فرِ شمس باشد۔ یعنی میری گردش جو کہ تقرب کا سبب ہے اس کی ہی پیدا کردہ ہے، جس طرح نتائج قبضۂ قدرت میں ہیں اسی طرح اُن کے اسباب بھی قبضۂ قدرت میں ہیں۔ شمس۔ اسباب کا مہیا ہونا اور نہ ہونا قدرتِ خداوندی کے تابع ہے۔

لہ صدؔ ہزاراں۔ وصول الی اللہ کی سعی میں لاکھوں بار مایوسیاں پیدا ہوتی ہیں۔ تو مرا۔ لیکن مایوسی، ترکِ سعی کا سبب نہیں بنتی۔ صبر دارم۔ مایوس ہو کر صبر کر کے بیٹھ جاؤں یہ ممکن نہیں ہے۔ ماہی۔ مچھلی، پانی سے صبر کر کے نہیں بیٹھ سکتی تڑپ تڑپ کر جان دے دیتی ہے۔ ور شوم۔ مایوس کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ عینِ صُنع۔ جبکہ مایوس کرنا بھی اللہ کا فعل ہے تو وہ اللہ کے ساتھ مزید تعلق پیدا کر دیتا ہے۔ عینِ ہست۔ مایوسی جو موجود ہے وہ غیر موجود کا فعل کب ہو سکتی ہے ولا موجود الا اللہ لہٰذا وہ اللہ ہی کی پیدا کردہ ہے۔

لہ جملہؔ ہستیہا۔ اچھے ہوں یا برے سب نے وجود اسی ذات سے حاصل کیا ہے۔ اسپِ کور۔ جن کو بصیرت حاصل نہیں ہوتی وہ اس طرف دھیان نہیں دیتے ہیں اور مردودِ بارگاہ ہو جاتے ہیں۔ گردشہا۔ جو لوگ اسباب کو منجانب اللہ نہیں سمجھتے وہ اسباب کو قبلہ گاہ بنا لیتے ہیں۔ دریا۔ بحرِ حقیقت، اللہ تعالیٰ۔ اوز بحر۔ منکرین کی کج فطرتی ان کو تباہ کر دیتی ہے۔ بحرِ عذب۔ شیریں پانی کا دریا۔ بدستِ راست۔ یعنی حقائق کو صحیح طور پر دیکھ۔ ظنِ راست یعنی تمام

523

نیزہ[1] گردانے ست اے نیزہ کہ تو
اے نیزے! کوئی نیزے کو گھمانے والا ہے کہ تو

راست می گردی گہ و گاہے دوتو
کبھی سیدھا ہو جاتا ہے اور کبھی دوہرا

ما ز عشقِ شمسِ دیں بے ناخنیم
ہم دین کے شمس کے عشق کی وجہ سے معذور ہیں

ورنہ ما آں کور را بینا کنیم
ورنہ ہم اُس اندھے کو بینا کر دیتے

ہاں ضیاء[2] الحق حسام الدیں تو زود
ہاں ضیاء الحق حسام الدین تو جلد

دارویش کن کوریِ چشمِ حسود
اُسکا علاج کر دے، حاسد کے اندھے پن کے باوجود

جملہ کوراں را دوا کن اے قمر
اے چاند! سب اندھوں کا علاج کر دے

اے نہالِ میوہ دار افشاں ثمر
اے پھلدار درخت! پھل گرا

تو تیائے کبریائی تیز فعل
زود اثر خدائی سرمہ

داروئے ظلمت کُش استیز فعل
تاریکی کو دُور کرنے والی دوا، اکھاڑ گرانے والی

آنکہ گر بر چشمِ اعمیٰ بر زند
وہ کہ اگر اندھے کی آنکھ میں ڈال دیں

ظلمتِ صد سالہ را زو بر کند
سو سالہ تاریکی کو اُس سے دُور کر دے

جملہ کوراں را دوا کن جز حسود
حاسد کے علاوہ سب اندھوں کا علاج کر

کز حسودی بر تو می آرد جحود
جو حسد کی وجہ سے تیرا انکار کرتا ہے

مر حسود[3]ت را اگرچہ آں منم
اپنے حاسد کو خواہ وہ میں ہی ہوں

جاں مدہ تا ہمچنیں جاں میکنم
جان عطا نہ کر تاکہ اسی طرح جان تڑپتا رہوں

آنکہ او باشد حسودِ آفتاب
جو کہ سورج کا حاسد ہوتا ہے

کور می گردد ز بُودِ آفتاب
سورج کے وجود سے اندھا ہو جاتا ہے

اینت درد بے دوا کو راست آہ
عجب اُس کا لا علاج مرض ہے! افسوس

اینت افتادہ ابد در قعرِ چاہ
عجب! یہ ہمیشہ کے لئے کنویں کی گہرائی میں گرا ہوا ہے

نفیِ خورشیدِ ازل بایستِ او
اُس نے ازلی سورج کا عدم چاہا

کے بر آید ایں مرادِ او بگو
بتا اُس کی یہ تمنا کیسے پوری ہو؟

باز آں باشد کہ باز آید بشاہ
باز وہی ہے جو شاہ کے پاس واپس آجائے

بازِ کور ست آنکہ شد گم کردہ راہ
جو راستہ سے بھٹک گیا وہ اندھا باز ہے

---

[1] نیزہ گرداں۔ برچھی گھمانے والا۔ نیزہ۔ یعنی انسانی قد۔ دوتو۔ دُہرا۔ شمس دیں۔ یعنی شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ بے ناخن۔ مجبور، معذور، مولانا کی تصرفات سے معذوری یا فنائیت کی بنا پر تھی یا تصرف سے مجوب تھے یا ماذون تو تھے لیکن تشبہ بالانبیاء کی بنا پر تصرف کرنا پسند نہ کرتے تھے کور را۔ بسا اوقات اولیاء اللہ ایسا تصرف کر دیتے ہیں کہ منکر قدموں پر آگرتا ہے۔

[2] ضیاء الحق۔ مولانا کے خلیفہ ہیں جن سے مولانا فرماتے ہیں کہ تو گمراہوں پر تصرف کر کے راہِ راست پر لا۔ اے قمر۔ ضیاء الحق جن کا دل چاند کی طرح روشن ہے۔ توتیا۔ سرمہ۔ استیز فعل جس کا کام مرض کو دفع کرنا ہے۔ اعمیٰ۔ یعنی جو عرصہ سے منکر ہے بجز حسود۔ حسد کی بنا پر منکر کی شفا ناممکن ہے۔

[3] مر حسود۔ حاسد کسی طرح فیضیاب نہیں ہو سکتا ہے۔ کور می گردد۔ آفتاب کا کام روشنی پہنچانا ہے لیکن حاسد آنکھیں بند کر لینے کی وجہ سے اور اندھا بنتا ہے۔ اینت۔ زہے۔ درد۔ حسد کا کوئی علاج نہیں ہے۔ خورشید ازل۔ اولیاء اللہ یا ذاتِ خداوندی۔ باز آں باشد۔ یعنی طالب تو وہ ہے کہ اگر کسی وقت فیض حاصل بھی نہ ہو تو منکر نہ بنے بلکہ کوشش جاری رکھے پھر مناسبت پیدا ہوگی اور فیض حاصل ہونے لگے گا منکر بن گیا تو تباہی ہے۔

گرفتار شدن باز میانِ چغداں بویرانہ

ویرانہ میں باز کا چغدوں میں پھنس جانا

بازدر ویراں بر چغداں فتاد
باز ویرانے میں الوؤں میں جا گرا

راہ راگم کرد و در ویراں فتاد
راستہ بھول گیا اور ویرانے میں جا اترا

اُو ہمہ نور ست از نورِ رضا
وہ خوشنودی (حق) کے نور سے سراپا نور ہے

لیک کورش کرد سرہنگِ قضا
لیکن اس کو قضا (خداوندی) کے سپاہی نے اندھا کر دیا

خاک در چشمش زد و از راہ بُرد
(قضا نے) اس کی آنکھوں میں دھول جھونک دی اور راستہ سے ہٹا دیا

درمیانِ چغد و ویرانش سپرد
اس کو الوؤں اور ویرانے میں ڈال دیا

بر سری چغدانش بر سر می زنند
علاوہ ازیں اُلو اس کے سر پر ٹھونگیں مارتے تھے

پرو بالِ نازنینش می کنند
اس کے ناز پروردہ پروبال اکھاڑتے تھے

ولولہ افتاد در چغداں کہ ہا
الوؤں میں شور مچ گیا کہ خبردار!

باز آمد تا بگیرد جائے ما
باز آیا ہے تاکہ ہماری جگہ پر قبضہ کرلے

چوں سگانِ کوی پُر خشم و مہیب
گلی کے ہیبت ناک اور غضبناک کتوں کی طرح

اندر افتادند در دلقِ غریب
مسافر کی گدڑی کو لپٹ گئے

باز گوید من چہ در خورد م بچغد
باز کہتا ہے: مجھے الوؤں سے کیا لگاؤ!

صد چنیں ویراں رہا کردم بچغد
ایسے سو ویرانے میں نے الوؤں کیلئے چھوڑ دیئے ہیں

من نخواہم بود اینجا می روم
میں اس جگہ نہیں رہنا چاہتا میں جاتا ہوا

سوئے شاہنشاہ راجع می شوم
شاہ کی طرف واپس جاتا ہوں

خویشتن مکشید اے چغداں کہ من
اے الو! اپنے آپ کو نہ مارے ڈالو کیونکہ میں

نے مقیمم می روم سوئے وطن
میں مقیم نہیں ہوں، وطن کی طرف جاتا ہوں

ایں خراب آباد در چشمِ شماست
یہ ویرانہ تمہاری نظر میں آباد ہے

ورنہ ما را ساعدِ شہ باز جاست
ورنہ ہمارے لئے تو شاہ کی کلائی واپسی کی جگہ ہے

چغد گفتا باز حیلت می کند
ایک الو بولا، باز مکاری کرتا ہے

تا ز خان و ماں شما را برکند
تاکہ تمہیں گھر بار سے اکھاڑ دے

خانہائے ما بگیرد اُو بہ مکر
مکاری سے ہمارے گھروں پر قبضہ کرلے

برکند ما را ز سالوسی زِ وکر
چالاکی سے ہمارے گھونسلوں سے ہم کو اکھاڑ دے

۱؎ گرفتار شدن ۔ اس حکایت کا خلاصہ یہی ہے کہ باز شاہ کی کلائی سے محروم ہو گیا تھا لیکن برابر طلب میں لگا رہا اور کامیاب ہوا ۔ باز ۔ اس سے مراد نبی و عارف ہے ۔ چغداں ۔ الو ۔ ان سے مراد منکرین اور محجوبین ہیں اور اس حکایت میں شاہ سے ذاتِ حق اور زنداں سے دنیاوی لذتیں مراد ہیں ۔ اُو ہمہ نور ۔ عارفین کی بھی کبھی آزمائش ہو جاتی ہے اور وہ قضائے الٰہی سے راہ گم کر بیٹھتے ہیں ۔ بر سری ۔ علاوہ ازیں ۔ می آزنند یعنی باز کے سر پر ٹھونگیں مارتے تھے ۔ نازنین ۔ ناز پروردہ ۔

۲؎ ولولہ ۔ داویلا کرنا ، جوش و خروش ۔ تا بگیرد ۔ انبیاء کے بارے میں منکرین یہی کہتے تھے ۔ یُرِیدُ اَنْ یُّخْرِجَکُمْ مِّنْ اَرْضِکُمْ ۔ یعنی وہ چاہتا ہے کہ تم کو تمہاری سرزمین سے نکال کر اس پر قبضہ جمائے ۔ دلق ۔ گدڑی ۔ غریب ۔ اجنبی ، مسافر ۔ باز گوید ۔ انبیاء اور اولیاء نے منکرین سے اکثر یہی کہا ہے ۔

۳؎ من نخواہم ۔ شعر
خرم آں روز کزیں منزلِ ویراں بروم
راحتِ جاں طلبم وز پئے جاناں بروم
نذر کردم کہ گر آید بسر ایں غم روزے
تا درِ میکدہ شاداں و غزل خواں بروم
شاہنشاہ ۔ ذاتِ حق ۔ وطن یعنی دارِ آخرت ۔ ساعدِ شہ یعنی اللہ (تعالیٰ) کا قرب ۔ حیلت ۔ حیلہ بازی ۔ خان و مان ۔ گھر بار ۔ مکاری ۔ فریب ، مکاری ۔ وکر ۔ گھونسلا ۔

مینماید سیری[۱] ایں حیلت پرست
یہ مکار سیر چشمی دکھاتا ہے

واللہ از جملہ حریصاں بدتر ست
خدا کی قسم تمام لالچیوں سے بدتر ہے

او خورد از حرص طیں را ہمچو دِبس
وہ لالچ میں مٹی، انگور کے شیرے کی طرح چاٹتا ہے

دُنبہ مسپارید اے یاراں بخرس
اے دوستو! دُنبہ ریچھ کے سپرد نہ کرو

لاف از شہ می زند وز دستِ شاہ
بادشاہ، اور بادشاہ کی کلائی کی ڈینگیں مارتا ہے

تا برد او ما سلیماں را زِ راہ
تاکہ ہم بھولوں کو گمراہ کر دے

خود چہ جنسِ[۲] شاہ باشد مرغکے
ذلیل پرند بادشاہ کے کیا مناسب ہوگا؟

مشنوش گر عقل داری اندکے
اگر تم تھوڑی سی بھی عقل رکھتے ہو، اس کی نہ سنو

جنسِ شاہ است او و یا جنسِ وزیر
وہ بادشاہ کے لائق ہے یا وزیر کے لائق ہے؟

ہیچ باشد لائقِ لوزینہ سیر
کبھی لہسن، بادام کے حلوے کے لائق ہوتا ہے؟

آنچہ می گوید زمکر و فعل و فن
وہ جو مکاری اور فریب کاری اور چالاکی سے یہ کہتا ہے

ہست سلطاں با حشم جویائے من
(کہ) بادشاہ مع فوج کے میری تلاش میں ہے

اینت مالیخولیائے ناپذیر ق
عجب! ناقابلِ قبول پاگل پن ہے

اینت لافِ خام و دامِ گول گیر
عجب! بے بنیاد شیخی اور بھولوں کو پھانسنے کا جال ہے

ہر کہ ایں باور کند او ابلہ است
جو یہ یقین کرے وہ احمق ہے

مرغکِ لاغر چہ درخوردِ شہ است
کمزور ذلیل پرند، بادشاہ کے کیا لائق ہے؟

کمترین[۳] چُغد ار زند بر مغزِ او
چھوٹے سے چھوٹا اُلو اگر اس کے بھیجے پر (ٹھونگ) مارے

مر ورا یاری گری از شاہ کو
اس کی بادشاہ سے سرپرستی کہاں ہے؟

گفت باز ار یک پرِ من بشکنید
باز نے کہا، اگر میرا ایک پر (بھی) تم توڑ دو

یا زغم برگِ گلے بر من زنید
یا غصہ سے ایک پھول کی پنکھڑی میرے مارو

بیخِ چغدستاں شہنشہ بر کند
بادشاہ بوستان کی بیخ کنی کر دے گا

خانہا تاں جملگی برسر زند
تم سب کے گھونسلے اجاڑ دے گا

چغد خود چہ بود اگر بازے مرا
اُلو کیا ہوتا ہے؟ اگر کوئی باز (بھی)، میرا

دل برنجاند کند بر من جفا
دل رنجیدہ کرے (اور) مجھ پر ظلم کرے

شہ کند تودہ بہر نشیب و فراز
بادشاہ ہر نشیب و فراز میں ڈھیر لگا دے

صد ہزاراں خرمن از سرہائے باز
بازوں کے سروں کے لاکھوں کھلیان

[۱] سیری: پیٹ بھرا ہونا۔ طین: مٹی۔ دِبس: انگور کا شیرہ۔ خرس: ریچھ۔ لاف یعنی یہ اس کی بکواس ہے کہ اس کی شاہ سے دوستی ہے اور وہ اس کی کلائی پر بیٹھتا ہے۔ سلیماں: سلیم کی جمع ہے، بھولا انسان۔ از راہ بردن: دھوکا دینا، گمراہ کرنا۔

[۲] جنس: ہم جنس، مناسب۔ مرغک: حقیر پرند۔ لوزینہ: بادام کا حلوا۔ سیر: لہسن۔ اینت: زہے، عجب۔ مالیخولیا: جنون کی ایک قسم ہے۔ ناپذیر: ناقابل قبول۔ لافِ خام: بے بنیاد شیخی۔ گول: بالضم و واو مجہول، احمق، ابلہ۔

[۳] کمترین: اکثر متکبروں نے بھی اسی طرح دھمکیاں دی ہیں۔ گفت: انبیاء اور اولیاء کو ستانے پر بستیاں ویران کر دی گئی ہیں۔ اگر باز: اولیاء کو ستانے سے عوام تو درکنار بڑے بڑے لوگ صاحب علم و ہنر برباد ہوئے ہیں۔ نشیب: نشیب کا مخفف ہے، پست زمین۔

پاسبانِ[1] من عنایاتِ وے ست | ہر کجا کہ می روم شہ در پے ست
اُس کی مہربانیاں میری نگہبان ہیں | میں جہاں جاتا ہوں بادشاہ پیچھے ہوتا ہے

در دلِ سلطاں خیالِ من مُقیم | بے خیالِ من دلِ سلطاں سقیم
بادشاہ کے دل میں میرا خیال جما ہوا ہے | میرے خیال کے بغیر بادشاہ کا دل رنجیدہ ہے

چوں بپرّاند مرا شہ در رَوِش | یابم اندر اَوجِ جاں خوش پرورش
جب بادشاہ مجھے کسی رَوِش میں اُڑاتا ہے | میں جان کی بلندی میں اچھی بالیدگی محسوس کرتا ہوں

ہمچو ماہ و آفتابے می پَرم | پَردہائے آسماں را بر دَرم
میں چاند اور سورج کی طرح اُڑتا ہوں | آسمان کے پردے چاک کر دیتا ہوں

روشنیِ[2] عقلہا از فکرتم | اِنفطارِ آسماں از فطرتم
عقول کی روشنی میرے فکر (کے نور) سے ہے | آسمانوں کا شق ہونا میری پیدائش کی وجہ سے ہے

بازم و حیراں شود در من ہما | چغد کہ بُوَد تا بداند سرِّ ما
میں باز ہوں اور میرے معاملہ میں ہما حیران ہوتا ہے | اُلّو کیا ہوتا ہے کہ ہمارا راز سمجھے؟

شہ برائے من ز زنداں یاد کرد | صد ہزاراں بستہ را آزاد کرد
شاہ نے میری وجہ سے قید خانہ کو یاد کیا | لاکھوں قیدیوں کو آزاد کر دیا

یک دمم با چغدہا دمساز کرد | از دمِ من چغدہا را باز کرد
(مجھے) تھوڑی دیر کے لئے اُلوؤں کا ساتھی بنایا | میرے دم بدم سے اُلوؤں کو باز بنا دیا

اے خنک[3] چغدے کہ در پروازِ من | فہم کرد از نیک بختی رازِ من
وہ اُلو خوش قسمت ہے جو کہ میری پرواز میں | نیک بختی سے میرا راز سمجھ گیا

در من آویزید تا بازاں شوید | گرچہ چغدانید شہبازاں شوید
مجھ سے متعلق ہو جاؤ تاکہ باز بن جاؤ | اگرچہ تم اُلو ہو باز بن جاؤ

آنکہ باشد با چنیں شاہے حبیب | ہر کجا افتد چرا باشد غریب
جو ایسے بادشاہ کا محبوب ہو | جہاں بھی جا پڑے اجنبی کیوں ہو؟

ہر کہ باشد شاہ دردش را دوا | گر چو نے نالد نباشد بینوا
بادشاہ جس کے درد کی دوا ہو | اگرچہ وہ بانسری کی طرح نالہ کرے بے ساز و ساماں نہیں ہوتا

---

۱ پاسبان۔ خدا نے انبیاء کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ مُقیم۔ جاگزیں۔ سقیم۔ بیمار۔ یابم۔ یعنی جب خدا مجھے روحانی عروج عطا فرماتا ہے تو مجھے روح کی ترقی میں اچھی پرورش حاصل ہوتی ہے۔ می پرم۔ انبیاء کو معراج جسمانی اور اولیاء کو معراج روحانی حاصل ہو جاتی ہے۔

۲ روشنیِ عقلہا یعنی عقلوں کو نور میری وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اِنفطار۔ آسمانوں میں شگاف ہونا۔ فطرتم۔ میری پیدائش کی وجہ سے ہے، آسمانوں کا انفطار انبیاء کی معراجوں یا بارشوں کے نزول کے لئے ہے۔ ہما۔ یعنی ملائکہ، افضلِ بشر، افضلِ ملائکہ سے افضل ہے۔ صد ہزاراں۔ بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم۔ یک دم۔ کفار، انبیاء کی صحبت سے اور محجوبین اولیاء کی صحبت سے کامل بن جاتے ہیں۔

۳ خُنک۔ ٹھنڈا، خوش نصیب۔ پرواز۔ یعنی مرتبہ کمال۔ نیک بختی۔ سعادتِ ازلی۔ رازِ من۔ یعنی حُسنِ عقیدت رکھے۔ آویزید۔ یعنی تعلق پیدا کرو۔ شہباز۔ ایک بڑی قسم کا باز ہے۔ شوید۔ انبیاء اور اولیاء کے اِتباع سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ حبیب۔ محبوب۔ غریب۔ مسافر، اجنبی۔ ہر کہ۔ مقربین کا رونا عشق کی وجہ سے جو مراتب کی بلندی پیدا کرتا ہے۔

مالکِ مُلکم[1] نیَم من طبل خوار
میں سلطنت کا مالک ہوں پیٹو نہیں ہوں
طَبلِ بازم می زند شہ از کنار
کنارے سے بادشاہ میری واپسی کا طبل بجاتا ہے

طبلِ بازِ من ندائے اِرجِعی
میری واپسی کا طبل "واپس آجا" کی آواز ہے
حق گواہِ من برغمِ مُدعی
مخالف کی ذلت کے ساتھ اللہ تعالیٰ میرا گواہ ہے

من نیَم جنسِ شہنشہ دُور از و
میں بادشاہ کا ہم جنس نہیں ہوں اُس سے جُدا ہوں
لیک دارم در تجلّی نور از و
لیکن تجلی میں اُس کا نور رکھتا ہوں

نیست جنسیّت زروئے شکل و ذات
ہم جنس ہونا صورت اور ذات (ہی) کی وجہ سے نہیں ہے
آب جنسِ خاک آمد در نبات
زمین کی پیداوار میں پانی، مٹی کی جنس ہو گیا

بادِ[2] جنسِ آتش آمد در قوام
بناوٹ میں ہوا، آگ کی جنس ہو گئی
طبع را جنس آمدست آخر مدام
شراب (آدمی کی) طبیعت کی جنس ہو گئی ہے

جنسِ ما چوں نیست جنسِ شاہِ ما
ہماری جنس چونکہ ہمارے شاہ کی جنس نہیں ہے
مائے ما شد بہرِ مائے او فنا
ہماری ہستی اُس کی ہستی میں فنا ہو گئی ہے

چوں فنا شد مائے ما او ماند فرد
جب ہماری ہستی فنا ہو گئی وہ اکیلا رہ گیا
پیشِ پائے اسپِ او گردم چو گرد
اُس کے گھوڑے کے پیر کے سامنے میں گرد کی طرح ہو گیا

خاک شد جان و نشانیہائے او
ہماری جان خاک ہو گئی اور اُس کی نشانیاں
ہست بر خاکش نشانِ پائے او
اِس (جان) کی خاک پر اُسکے پاؤں کے نشان ہو گئے

خاکِ پایش شو برائے ایں نشاں
اِس نشان کے لئے اُسکے پاؤں کی خاک بن جا
تا شوی تاجِ سرِ گردن کشاں
تاکہ تو عالیشان لوگوں کے سر کا تاج بن جائے

تا کہ نفریبد شما را شکلِ من
ہرگز میری (ظاہری) صورت تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے
نقلِ[3] من نوشید پیش از نقلِ من
میرے مرنے سے پہلے میرا نُقل چکھ لو

اے بسا کس را کہ صورت راہ زد
اے (مخاطب) بہت سے لوگوں کو صورت نے گمراہ کیا
قصدِ صورت کرد، بر اللہ زد
اُسنے صورت (کو ستانے) کا ارادہ کیا (اور) اللہ پر حملہ کیا

---

[1] مالکُ الملک۔ بادشاہی کا مالک۔ طبل خوار۔ حریص۔ طبلِ باز۔ واپسی کا نقارہ، باز جب شکار کر چکتا ہے اُس کو واپس بلانے کیلئے نقارہ بجایا جاتا ہے۔ کنار۔ کنارہ۔ اِرجِعی۔ تو واپس آجا، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی پاک روحوں کو واپس بلانے کے لئے فرماتا ہے، اللہ کا یہ فرمانا طبلِ باز ہے۔ رغمِ مدعی۔ مخالف کی ذلت۔ نیَم۔ لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ بادشاہ اور وزیر کی جنس نہیں ہے لہٰذا اُنسے کیا تعلق، اس کا جواب ہے کہ میں ہم جنس تو نہیں ہوں لیکن اُسکے نور کی تجلی مجھ پر پڑ گئی ہے جنسیت یعنی جنسیت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم شکل و صورت ہو بلکہ تعلق اور مناسبت کی وجہ سے ہم جنس بنتا ہے۔ آب۔ زمین کی پیداوار میں پانی اور مٹی کا باہم تعلق ہے حالانکہ دونوں کی شکل و صورت جدا جدا ہے۔

[2] باد۔ چند مثالیں دیکر سمجھایا ہے کہ باہمی تعلق شکل و صورت کے اتحاد پر موقوف نہیں ہے ہوا آگ کی حقیقت میں داخل ہے اور اُس سے متعلق ہے اگر ہوا نہ ہو تو آگ فوراً بجھ جاتی ہے، طبیعتِ انسانی اور شراب میں تعلق ہے۔ شراب پی کر طبیعت میں مستی آجاتی ہے۔ مائے۔ انانیت، ہستی۔ فنا یعنی ہم اللہ کے ہم جنس تو نہیں ہیں لیکن ہم نے اپنی ہستی کو اُس کیلئے فنا کر دیا ہے۔ خاک۔ ہم نے اپنے آپ کو مٹی میں ملا دیا اور اُس مٹی پر اُس کے نقشِ قدم ہیں۔ گردن کشاں۔ عالیجاہ لوگ۔

[3] نُقل۔ بضم، میوہ وغیرہ جو شراب کے ساتھ کھایا جائے بالفتح نقلِ مکانی، انتقال یعنی محض صورتِ ظاہری پر نظر کر کے تحقیر نہ کرنی چاہیئے اور استفادہ سے محروم نہ رہنا چاہیئے۔ بسا کس۔ کافر انبیاء کو صورتاً اپنا جیسا دیکھ کر مسکر ہنستے تھے اور مخالفت کرتے تھے جو در اصل اللہ کی مخالفت ہوتی تھی۔

آخِر ایں جاں بابدن پیوستہ است[۵۱] — ہیچ ایں جاں بابدن مانستہ است
آخر یہ جان، بدن کے ساتھ ملی ہوئی ہے — کہیں یہ جان بدن سے مشابہ ہے؟

تابِ نُورِ چشم باپیہ است جُفت — نُورِ دل در قطرۂ خونے نہفت
آنکھ کے نور کی چمک آنکھ کی چربی سے ملی ہوئی ہے — دل کا نور، خون کے ایک قطرے میں چھپا ہوا ہے

شادی اندر گُردہ وغم در جگر — عقل چوں شمعے درونِ مغزِ سر
خوشی گردے میں اور غم جگر میں (ہے) — عقل شمع کی طرح سر کے مغز میں (ہے)

رائحہ در انف ومنطق در لسان — لہو در نفس وشجاعت در جنان
خوشبو ناک میں، اور گویائی زبان میں (ہے) — کھیل کود نفس میں اور بہادری قلب میں (ہے)

ایں تعلقہا نہ بے کیف است وچوں — عقلہا در دانشِ چونی زبوں
کیا یہ تعلقات ناقابلِ بیان اور ناقابلِ خیال نہیں ہیں! — عقلیں (ان کی) کیفیت کے سمجھنے سے قاصر ہیں

جانِ کُل[۵۲] با جانِ جُزو آسیب کرد — جاں ازو دُرّے ستد در جیب کرد
جانِ کل نے جانِ جزو پر اثر ڈالا — جانِ (جزو) نے اس سے موتی لیا اور جیب میں ڈال لیا

ہمچو مریم جاں ازاں آسیبِ جیب — حاملہ شُد از مسیحِ دلفریب
(حضرت) مریمؑ کی طرح جان اس دل کی تاثیر سے — حسین مسیح سے حاملہ ہو گئی

آں مسیحے نے کہ بر خشک وتر است — آں مسیحے کز مساحت برتر است
وہ مسیح نہیں جو بحر و بر پر ہے — وہ مسیح جو ناپ تول سے بالا ہے

پس زجانِ جاں[۵۳] چو حامل گشت جاں — از چنیں جانے شود حاملِ جہاں
تو جب جان، جانِ جاں سے حاملہ ہو گئی — ایسی جان سے جہاں پُر ہو جاتا ہے

پس جہاں زاید جہانِ دیگرے — ایں حشر را وا نماید محشرے
تو جہان دوسرا جہان جن دیتا ہے — یہ گروہ (جہانِ دیگر) اس گروہ کا محشر نمایاں کر دیتا ہے

تا قیامت گر بگویم بشمرم — من زشرحِ ایں قیامت قاصرم
قیامت تک اگر میں بتاؤں (اور) گنوں — میں اس قیامت کی تشریح سے عاجز ہوں

تا قیامت ایں قیامت را اگر — شرح گویم قاصر آیم اے پسر
قیامت تک اس قیامت کی اگر — میں شرح کروں، اے صاحبزادے! میں عاجز آ جاؤں

---

[۵۱] آخر۔ جسم اور روح میں باہمی تعلق ہے اور ایک دوسرے کے مشابہ نہیں ہے تو منکرین وجود کی عدم مشابہت سے تعلق کا کیوں انکار کرتے ہیں۔ تابِ نور۔ جب آنکھ کی چربی نورِ چشم کا مظہر اور دل کا قطرۂ خون نور کا مظہر ہو سکتے ہیں تو ایک انسان کے نورِ حق سے متجلی ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ شادی۔ گردہ اور خوشی میں، غم اور جگر میں، عقل اور مغز میں صوری مشابہت نہیں ہے لیکن باہمی تعلق ظاہر ہے۔ رائحہ۔ خوشبو۔ انف۔ ناک۔ جنان۔ دل۔ ان چیزوں میں صورتاً مشابہت نہیں اور تعلق ظاہر ہے۔ ایں تعلقہا۔ پہلے جن چیزوں کا باہمی تعلق بتایا ہے اس تعلق کو پوری طرح سمجھنا مشکل ہے لہٰذا تعلق مع اللہ کی کیفیت بیان کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔

[۵۲] جانِ کُل۔ ذاتِ حق، یہ انسان سے خدا کے تعلق کا بیان ہے۔ جانِ جزو۔ انسان۔ آسیب۔ اثر۔ ہمچو مریمؑ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل کو متاثر کیا اور وہ حاملِ امانت ہو گیا جس طرح حضرت مریمؑ کے گریبان میں پھونک ماری اور وہ حضرت مسیحؑ سے حاملہ ہو گئی تھیں۔ مسیحے۔ حضرت مریمؑ تو ایک انسان مسیحؑ سے حاملہ ہوئیں مومن کا قلب تجلیاتِ رب کا حامل ہو گیا۔ خشک وتر۔ بحر و بر۔ مساحت۔ ناپنا۔

[۵۳] جانِ جاں۔ روح الارواح، ذاتِ حق۔ حاملِ حق۔ شیخ کے قلبی نور سے تمام دنیا مستفید ہوتی ہے۔ ایں حشر۔ بزرگوں سے فیض حاصل کرنے والے اپنے پہلے بزرگوں کی شہرت اور نمود کا سبب بنتے ہیں۔ محشر۔ قیامت میں سب کے وجود ظاہر ہو جائیں گے اسی طرح مستفیدین بزرگوں کے وجود کو نمایاں کرتے ہیں۔ تا قیامت۔ پھر مستفیدین اور مستفیدین سے مستفیدین کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ تا قیامت۔ جبکہ بزرگوں کا سلسلہ قیامت تک جاری ہے تو اس کا شمار مشکل ہے

ایں سخنہا خود بمعنیٔ یاربے ست[۱] | حرفہا دامِ دمِ شیریں لبے ست
خود یہ باتیں یارب کے معنیٰ میں ہیں | (انکے) حرف شیریں لب (محبوب) کی گفتگو کا جال ہیں
چوں کُند تقصیر پس چوں تن زند | چونکہ لبیکش زیارب می رسد
کوتاہی کیوں کرے، اور خاموش کیوں رہے؟ | جبکہ یارب کی وجہ سے اسکے پاس لبیک کی آواز پہنچ رہی ہے
ہست لبیکے کہ نتوانی شنید | لیک سَر تا پائے بتوانی چشید
وہ ایسی لبیک ہے جو سُنی نہیں جاسکتی | ہاں سَر سے پیر تک تو چکھ سکتا ہے
یک مثل[۲] آوردمت تا لے بری | وز چنیں لبیک پنہاں برخوری
میں تیرے لئے ایک مثال بیان کرتا ہوں تاکہ تجھے رہنمائی ہو جائے | اور اس طرح کی پوشیدہ لبیک سے پھل کھالے

کلوخ انداختنِ تشنہ از سرِ دیوار در جُوئے آب

پیاسے کا دیوار پر سے پانی کی نہر میں مٹی کے ڈھیلے پھینکنا

بر لبِ جُو بُود دیوارے بلند | بر سرِ دیوار تشنہ دردمند
ایک نہر کے کنارے پر ایک اونچی دیوار تھی | دیوار پر مصیبت زدہ پیاسا (بیٹھا تھا)
تشنہ مُستَسقیِ زار و نزار | عاشقِ مستِ غریبِ بے قرار
پیاسا، پانی کا طلبگار، بدحال اور لاغر | عاشق، مست، پردیسی بے قرار (تھا)
مانعش از آب آں دیوار بُود | از پئے آب اُو چو ماہی زار بُود
وہ دیوار اُس کے لئے پانی سے روک تھی | پانی کے لئے وہ مچھلی کی طرح بے تاب تھا
شُد حجابِ آب آں دیوارِ اُو | بر فلک می شد فغانِ زارِ اُو
اُس کی وہ دیوار پانی کی آڑ بنی | اُس کی دردناک فریاد آسمان پر پہنچتی تھی
ناگہاں انداخت اُو خشتے در آب | بانگِ آب آمد بگوشش چوں خطاب
اچانک اُس نے ایک اینٹ پانی میں پھینکی | اُس کے کان میں پانی کی آواز پکار کی طرح آئی
چوں خطاب[۳] یارِ شیرین و لذیذ | مست کرد آں بانگِ آبش چوں نبیذ
دوست کی میٹھی اور لذیذ گفتگو جیسی | اُسکو پانی کی اس آواز نے شراب کی طرح مست کر دیا
از صفائے بانگِ آب آں ممتحن | گشت خشت انداز و ز انجا خشت کَن
وہ مصیبت زدہ پانی کی آواز کی صفائی کی وجہ سے | اینٹ پھینکنے والا اور اُس جگہ سے اینٹ اکھاڑنے والا ہو گیا
آب می زد بانگ یعنی ہے ترا | فائدہ چہ زیں زدنِ خشتے مرا
پانی پکارتا تھا یعنی ارے تجھے | میرے اینٹ مارنے سے کیا فائدہ ہے؟

---

[۱] ایں سخنہا۔ یہ نصیحت کی باتیں، جو بزرگ اللہ تعالیٰ کی جانب سے لوگوں کی اصلاح پر مامور ہوتے ہیں اُن کا وعظ و نصیحت کرنا ذکر الٰہی کے ہم معنیٰ ہوتا ہے۔ یارب۔ یعنی ذکر خداوندی۔ حرفہا ذکر اور نصیحت سے خدا سے شرف ہمکلامی حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے لبیک کی صدا آتی ہے تو گویا یارب کہنا اللہ تعالیٰ کی گفتگو کے لئے جال اور سبب ہے۔ چوں کند جبکہ ذکر سے شرف ہمکلامی حاصل ہو تو کون بدنصیب ہوگا جو ذکر کرنے سے باز رہے۔ لبیک میں حاضر ہوں یہ پکارنے والے کے جواب میں کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ جواب شنیدنی نہیں ہے بلکہ ذوقی ہے۔

[۲] یک مثل۔ ذکر کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو لبیک کی آواز آتی ہے وہ شنیدنی نہیں ہے بلکہ ذوقی ہے اس کو اِس قصّے سے سمجھاتا ہے کہ پیاسے کے لئے پانی کی آواز بھی ایک ذوقی چیز ہے جو پیاسا نہ ہو وہ اُس آواز سے کوئی لطف حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ مُستسقی۔ پانی کا طلبگار۔ نزار۔ بدحال۔ نزار۔ لاغر۔ عاشق۔ یعنی پانی کا عاشق۔ مست۔ یعنی پانی کے عشق سے۔

[۳] خطاب۔ یعنی ڈلا گرنے سے جو پانی میں آواز پیدا ہوئی وہ پیاسے کے لئے ایسی ہی تھی جیسے ذاکر کے لئے لبیک کی آواز۔ نبیذ۔ شراب۔ ممتحن۔ آزمائش میں

تشنہ گفت آبا[1] مرا دو فائدہ ست — من ازیں صنعت ندارم ہیچ دست

پیاسے نے کہا اے پانی میرے دو فائدے ہیں — میں اس کام سے کبھی دست بردار نہ ہوں گا

فائدہ اول سماعِ بانگِ آب — کو بُود مر تشنگاں را چوں سحاب

پہلا فائدہ تو پانی کی آواز کا سننا ہے — جو پیاسوں کے لئے ابر کی طرح ہوتی ہے

بانگِ اُو چوں بانگِ اسرافیل شد — مُردہ را زیں زندگی تحویل شد

اس کی آواز اسرافیلؑ کی آواز کی طرح ہے — مُردے کو اس سے زندگی حاصل ہو جاتی ہے

یا چو بانگِ رعد ایامِ بہار — باغ می یابد ازو چندیں نگار

یا موسمِ بہار میں بادل کی گرج کی آواز کی طرح ہے — جس سے باغ بہت سے نقش و نگار حاصل کر لیتا ہے

یا چو بر درویش[2] آوازِ زکات — یا چو بر محبوس پیغامِ نجات

یا (ایسی ہے) جیسی فقیر کیلئے زکات (دینے والے) کی آواز — یا (ایسی ہے) جیسے قیدی کے لیے رہائی کا پیغام

یا دمِ رحمٰن بُود کاں از یمن — می رسد سوئے محمدؐ بے دہن

یا اللہ (تعالیٰ) کی وہ گفتگو تھی جو یمن سے — محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بغیر منہ کے پہنچتی ہے

یا چو بوئے احمدِ مرسل بُود — کاں بعاصی در شفاعت می رسد

یا رسول (اللہ) احمدؐ کی خوشبو تھی — جو ایک گنہگار کو شفاعت (کے وقت) میں پہنچے گی

یا چو بوئے[3] یوسفِ خوبِ لطیف — می زند بر جانِ یعقوبؑ نحیف

یا حسین پاکیزہ یوسفؑ کی خوشبو کی طرح — جو لاغر (حضرت) یعقوبؑ کی جان پر اثر کرتی ہے

یا نسیمِ روضۂ دار السلام — سوئے عاصی می رسد بے انتقام

یا بہشت کے باغ کی خوشگوار ہوا ہے — جو بخشے ہوئے گنہگار کو پہنچتی ہے

یا سوئے مسِ سیہ از کیمیا — می رسد پیغام کاے ابلہ بیا

یا کالے تانبے کے پاس کیمیا کی جانب سے — پیغام پہنچتا ہے کہ اے بیوقوف آ (اسکی طرح ہے)

یا ز لیلیٰ بشنود مجنوں کلام — یا فرستد ویس رامیں را پیام

یا (جس طرح کہ) لیلیٰ کی جانب سے مجنوں کلام سنتا ہے — یا ویس (معشوق) رامین (عاشق) کو پیغام بھیجتی ہے

فائدہ دیگر کہ ہر خشتے کزیں — بر کنم آیم سوئے ماءِ معیں

دوسرا فائدہ (یہ ہے) کہ ہر اینٹ جو اسمیں سے — میں اکھاڑتا ہوں صاف پانی کی جانب آجاتا ہوں

---

[1] آبا۔ اے پانی۔ ندارم۔ نہ بردارم۔ سحاب۔ پیاسا جس طرح ابر کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے پانی کی آواز سن کر بھی خوش ہوتا ہے۔ اسرافیلؑ۔ حضرت اسرافیلؑ کے صور سے مُردے زندہ ہو جائیں گے۔ مُردہ یعنی جو پیاس سے مر رہا ہے پانی کی آواز سے اس کو ایک زندگی مل جاتی ہے۔ رعد گرج۔ باغ موسمِ بہار میں بادل کی گرج سے بشارت حاصل کرتا ہے۔

[2] درویش۔ فقیر جب زکوٰۃ دینے والے کی آواز سنتا ہے تو اس میں نشاط پیدا ہو جاتا ہے۔ دمِ رحمٰن۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا مجھے خدائی سانس یمن کی جانب سے پہنچتا ہے بے دہن۔ خدا کا کلام اور سانس دہن سے منزہ ہے۔ بوئے احمدؐ۔ شفاعت کے وقت آنحضورؐ کی خوشبو گنہگار کے لئے جانفزا ہوگی۔

[3] بوئے یوسفؑ۔ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کے کرتے کی خوشبو بہت دور سے محسوس کر لی تھی جو ان کے نشاط کا سبب بنی۔ نحیف۔ کمزور، لاغر۔ نسیم۔ ہلکی خوشگوار ہوا۔ روضہ۔ باغ۔ دار السلام۔ بہشت کے آٹھ طبقوں میں سے ایک طبقہ کا نام ہے۔ بے انتقام۔ یعنی وہ گنہگار جس کو گناہوں کی سزا نہ ملی ہو۔ از کیمیا۔ کیمیا کی آواز سونے کے لئے ایسی ہی روح فزا ہے جیسے پیاسے کے لئے پانی کی آواز تھی۔ ویس۔ عرب کی مشہور معشوقہ ہے جیسا کہ لیلیٰ۔ رامیں۔ عرب کا مشہور عاشق ہے جیسا کہ مجنوں۔ فائدہ دیگر۔ اینٹ اکھاڑنے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ دیوار کم ہو رہی ہے اور پانی کا قرب بڑھ رہا ہے۔

کز کمیِ خشت دیوارِ بلند
اِسلئے کہ اونچی دیوار ایک اینٹ کی کمی سے
پست تر گردد بہر دفعہ کہ کند
جتنی مرتبہ اُکھڑتی ہے، زیادہ نیچی ہو جاتی ہے

پستیِ دیوار قربے می شود
دیوار کی نیچائی ایک نزدیکی بن جاتی ہے
فصلِ اُو درمانِ وصلے می شود
اُس (اینٹ) کا جُدا ہونا وصل کا سبب ہو جاتا ہے

پستی آمد کندنِ خشتِ لزب
چکنی ہوئی اینٹ کا اُکھاڑنا پستی (کا سبب) بنا
مُوجبِ قربت کہ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ
(یہ) قرب کا سبب ہے (جیسا) کہ سجدہ کر اور قریب ہو جا

تا کہ ایں دیوارِ عالی گردن ست
جب تک یہ دیوار اونچی گردن والی ہے
مانعِ ایں سر فرود آوردن ست
یہ سر جھکانے سے مانع ہے

سجدہ نتواں کرد بر آبِ حیات
آب حیات پر سجدہ نہیں کیا جا سکتا
تا نیابی زیں تنِ خاکی نجات
جبتک کہ تو اِس مٹی کے جسم سے نجات نہ پائیگا

بر سرِ دیوار ہر کو تشنہ تر
جو شخص دیوار پر زیادہ پیاسا (میٹھا) ہوگا
زُود تر اُو میکند خشت و مدر
وہ اینٹ اور ڈھیلا جلد اُکھاڑے گا

ہر کہ عاشق تر بود بر بانگِ آب
جو پانی کی آواز پر زیادہ عاشق ہوگا
اُو کلوخ زفت بر کند از حجاب
وہ آڑ کے بڑے بڑے ڈھیلے اُکھاڑیگا

اُو ز بانگِ آب پُر مے تا عُنُق
وہ پانی کی آواز سے گلے تک شراب سے پُر ہے
نشنود بیگانہ جز بانگِ بُلُق
بیگانہ سوائے "گڑپ" کی آواز کے کچھ نہیں سنتا ہے

اے خنک آں را کہ اُو ایامِ پیش
اے (مخاطب) خوش نصیبی ہے جو شروع کے زمانے کو
مُغتنم دارد، گذارد وامِ خویش
غنیمت سمجھے، (اور) اپنا قرض ادا کردے

اندراں ایام کش قدرت بُود
اُس زمانے میں جبکہ اُس کو قدرت ہوتی ہے
صحت و زورِ دل و قوت بُود
صحت اور دل کی طاقت اور قوت ہوتی ہے

واں جوانی ہمچو باغِ سبز و تر
اور وہ جوانی سرسبز و شاداب باغ کی طرح
می رساند بے دریغے بار و بر
بے دریغ پھل اور میوے دیتی ہے

چشمہائے قوت و شہوت رواں
قوت اور شہوت کے چشمے جاری ہیں
سبز می گردد زمینِ تن بداں
جسم کی زمین اُن سے سرسبز ہوتی ہے

خانہ معمور سقفش بس بلند
گھر آباد ہے، اُس کی چھت اونچی ہے
معتدل ارکان بے تخلیط و بند
بغیر گڑبڑ اور رکاوٹ کے، ستون ٹھیک ہیں

۱؎ کز کمی پیاسے کا جس قدر پانی سے فاصلہ تھا وہ اینٹ کے اُکھڑنے سے کم ہو رہا تھا. فصلِ اُو - اینٹ کا اُکھڑنا پیاسے کے پانی سے وصل کو قریب کر رہا تھا۔ پستی آمد جس طرح سے دیوار کا پست ہونا قربت اور وصل کا سبب تھا اسی طرح انسان کا پست ہونا اور سجدہ میں گرنا قربِ خداوندی کا سبب ہے جیسا کہ قرآن کی آیت میں کہا گیا ہے۔ لزب۔ چکنے والا۔ تا کہ جب تک انسان تن پروری کریگا اور اپنی گردن کو اونچا رکھے گا وہ دیوار ہے جو پانی کے وصل سے مانع تھی۔

۲؎ آبِ حیات۔ ذاتِ خداوندی کا سجدہ اور قرب جب حاصل ہوگا جب تنِ خاکی کی اینٹیں اُکھاڑ دوگے۔ تشنہ تر۔ جو وصل کا زیادہ پیاسا ہوگا وہ وصل کے اسباب جلد حاصل کریگا۔ زفت۔ موٹا، مضبوط۔ حجاب۔ پردہ۔ اُو۔ اِس لیے کہ پانی کی آواز سے شراب کا سا نشہ حاصل ہو رہا تھا بیگانہ۔ جس کو پانی کی حاجت نہیں ہے۔ بلق۔ پانی میں کسی چیز کے گرنے کی آواز۔

۳؎ اے خنک جوانی کی عبادت اور مجاہدہ بہت افضل ہے۔ وام۔ قرض یعنی اللہ کے حقوق۔ اندراں ایام یعنی جوانی کا زمانہ۔ جوانی۔ جوانی کے مجاہدات بہت جلد مثمر ہوتے ہیں۔ سبز۔ تر و تازہ زمین میں تخم ریزی بہتر پیداوار کرتی ہے۔ معمور۔ آباد۔ ارکان۔ عناصر، ستون۔

نورِ چشم و قوتِ ابداں بجا[1]
آنکھوں کی روشنی اور جسموں کی طاقت بحال ہے

قصر محکم خانہ روشن پُر صفا
قلعہ مضبوط، گھر روشن صفا ستھرا ہے

ہیں غنیمت داں جوانی اے پسر
اے صاحبزادے! خبردار جوانی کو غنیمت سمجھ

سر فرود آور بکن خشت و مدر
سر جھکا لے، اینٹ اور ڈھیلا اکھاڑ دے

پیش ازاں کایامِ پیری در رسد
اس سے پہلے کہ بڑھاپے کا زمانہ آئے

گردنت بندد بحبلٍ من مسد
تیری گردن مونج کی رسی سے بندھ جائے

خاک شورہ گردد و ریزان و سست
مٹی شوریلی اور جھڑنے والی اور سست ہو جائے

ہرگز از شورہ نبات خوش نرست
شوریلی زمین میں کبھی اچھی گھاس نہیں اُگی ہے

آبِ زور و آبِ شہوت منقطع
طاقت کا پانی اور شہوت کا پانی منقطع ہو جائے

او ز خویش و دیگراں نا منتفع
وہ اپنے آپ، اور دوسروں سے نفع نہ اٹھا سکے

ابرواں چوں پاردم زیر آمدہ[2]
ابرو میں تو بچی کی طرح لٹکی ہوئی

چشم را نم آمدہ تاری شدہ
آنکھ میں موتیا اُترا ہوا دھندلائی ہوئی

از تشنج رو چو پشت سوسمار
جھریوں سے چہرہ گوہ کی کمر کی طرح

رفتہ نطق و طعم و دنداں ہا ز کار
گویائی اور ذائقہ ختم اور دانت بیکار

پشت دوتا گشتہ دل سست و تپاں
کمر دوہری، دل سست اور لرزاں

تن ضعیف و دست و پا چوں ریسماں
جسم کمزور، ہاتھ پیر دھاگا جیسے

بر سرِ رہ زاد کم مرکوب سست
راستہ پر، توشہ ندارد، سواری سست

غم قوی و دل تنک تن نادرست
غم بھاری، دل کمزور، جسم بگڑا ہوا

خانہ ویراں کار بے ساماں شدہ
گھر تباہ، کام بے سہارا

دل ز افغاں ہمچو نائے انباں شدہ[3]
دل فریاد سے مشک والی بین کی طرح

عمر ضائع سعی باطل راہ دور
عمر برباد، کوشش بیکار، راستہ دراز

نفس کاہل دل سیہ جاں ناصبور
نفس سست، دل کالا، جان بے صبر

موئے بر سر ہمچو برف از بیمِ مرگ
موت کے ڈر سے سر پر بال برف جیسے

جملہ اعضا لرز لرزاں ہمچو برگ
تمام اعضاء پتے کی طرح سخت لرزاں

روز بے گہ لاشہ لنگ و رہ دراز
دن بے وقت، گدھا لنگڑا اور راستہ دراز

کارگہ ویراں عمل رفتہ ز ساز
کارخانہ ویران، عمل ناکارہ

---

[1] نورِ چشم۔ جوانی میں حواسِ ظاہری اور حواسِ باطنی سب صحیح حالت میں ہوتے ہیں۔ بکن خشت و مدر یعنی برے اخلاق زائل کر دے۔ گردنت بندد یعنی بڑھاپے میں عبادت نہ ہو سکے گی بمسد کھجور کے ریشے یا مونج کی رسی۔ خاکِ شورہ۔ بڑھاپے میں عبادت اور ریاضت کے عمدہ ثمرات حاصل نہیں ہوتے ہیں، بڑھاپے کا بدن شوریلی زمین کی طرح ہے جو بارآور نہیں ہوتی ہے۔ آبِ زور۔ جس زمین کی آبپاشی نہیں ہوتی اس کی پیداوار اچھی نہیں ہوتی ہے۔ او ز خویش۔ بڑھاپے میں انسان نہ اپنے لائق رہتا ہے نہ مہمان کے لائق رہتا ہے۔

[2] پاردم۔ ترچی۔ زیر آمدہ۔ بڑھاپے میں بھنویں لٹک کر آنکھوں پر آجاتی ہیں۔ چشم۔ بڑھاپے میں موتیا بند ہو جاتا ہے اور آنکھوں میں دھند پیدا ہو جاتی ہے۔ تشنج۔ اینٹھن، پٹھے سکڑتے ہیں تو کھال میں جھریاں اور سلوٹیں پڑ جاتی ہیں۔ سوسمار۔ گوہ، جس کی کمر کھردری ہوتی ہے۔ نطق۔ گویائی۔ طعم۔ ذائقہ۔ دوتا۔ دوہرا۔ ریسماں۔ دھاگا، رسی۔ زاد۔ توشہ۔ مرکوب۔ سواری۔ تنک۔ تنگ، پریشان۔

[3] نائے انباں۔ مشک والی بین، مشک کو بین سے جوڑ دیا جاتا ہے اور اس میں ہوا بھر دی جاتی ہے جس سے بین بجتی رہتی ہے۔ ہمچو برف یعنی سفید۔ لاشہ۔ لاغر حیوان یا انسان، گدھا۔ کارگہ۔ کارخانہ۔

بیخہائے۱ خوئے بد محکم شدہ
بُری عادتوں کی جڑ مضبوط
قوتِ بر کندن آں گم شدہ
اُس کے اکھاڑنے کی طاقت گم

فرمودنِ والی شخص را کہ خاربن کہ نشاندۂ از سرِ راہِ مردماں برکن و عذر آوردنِ اُو

حاکم کا ایک شخص سے کہنا کہ کانٹوں کا جھاڑ جو تونے بویا ہے لوگوں کے راستہ سے اکھاڑ دے اور اُس کا عذر کرنا

ہمچو آں شخصِ درشتِ خوش سخن
اُس باتونی، سنگدل، انسان کی طرح
درمیانِ رہ نشاند او خاربن
جس نے راستہ میں کانٹوں کا جھاڑ بویا

رہ گذریانش ملامت گر شدند
راستہ چلنے والے اُس کو ملامت کرتے
پس بگفتندش بکن آنرا نکند
اس نے کہا، اُس کو اکھاڑ، اُس نے نہ اکھاڑا

ہر دمے آں خاربن افزوں شدے
ہر وقت وہ جھاڑ بڑھتا رہا
پائے خلق از زخمِ آں پُرخوں شدے
لوگوں کے پیر اُس کے زخم سے خون آلود ہوتے

جامہائے خلق بدریدے زخار
کانٹوں سے لوگوں کے کپڑے پھٹتے
پائے درویشاں بخستے زار زار
غریبوں کے پیر خوب زخمی ہوتے

چونکہ حاکم را خبر شد زیں حدیث
جب حاکم کو اِس بات کی خبر ہوئی
یافت آگاہی ز فعلِ آں خبیث
اُس خبیث کے کام سے واقف ہو گیا

چوں بجدّ۲ حاکم بدو گفت ایں بکن
جب حاکم نے تاکید سے اُس سے کہا اِسکو اکھاڑ دے
گفت آرے بر کنم روزیش من
بولا، ہاں کسی دن میں اُس کو اکھاڑ دونگا

مدّتے فردا و فردا وعدہ داد
ایک زمانہ تک کل اور کل کا وعدہ کرتا رہا
شد درختِ خارِ اُو محکم نہاد
وہ خاردار درخت مضبوط جڑ کا ہو گیا

گفت روزے حاکمش اے وعدہ کژ
ایک روز حاکم نے اُس سے کہا اے وعدہ خلاف!
پیش آ در کارِ ما واپس مغژ
ہمارے (کہے ہوئے) کام میں پیشقدمی کر واپس نہ جا

گفت الایّام۳ یا عد بیننا
بولا، زمانہ نے ہم میں دوری پیدا کردی
گفت عجّل لا تماطل دیننا
اُس (حاکم) نے کہا جلدی کر ہمارے قرض میں ٹال مٹول نہ کر

تو کہ می گوئی کہ فردا ایں بداں
تو جو کہتا ہے کہ "کل" یہ سمجھ لے
کہ بہر روزے کہ می آید زماں
کہ ہر دن جو وقت بھی آتا ہے

۱ بیخہائے بد۔ بڑھاپے میں بُری عادتیں اور راسخ ہو جاتی ہیں اور اُن کو چھوڑنے کی طاقت کمزور ہو جاتی ہے۔ فرمودن۔ اِس حکایت کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ بدخصلتوں کا اگر ازالہ نہ کیا جائے تو وہ اور جڑ پکڑ جاتی ہیں۔ درشت۔ سنگدل۔ خوش سخن۔ باتونی۔ خاربن۔ کانٹوں والا درخت۔ رہ گذریاں۔ راستہ چلنے والے۔ حدیث۔ بات۔ نشاندن یعنی راستہ میں کانٹے بونا۔

۲ بجدّ۔ یعنی تاکید اور سختی سے۔ فردا۔ کل۔ نہاد۔ جڑ، بنیاد۔ وعدہ کژ۔ وعدہ خلاف۔ مغژ۔ مغزیدن سے نہی کا صیغہ ہے، گھٹنوں کے بل نہ چل۔

۳ الایّام۔ دن۔ زمانہ۔ باعد۔ دُوری پیدا کردی ہے بیننا۔ ہمارے درمیان۔ عجّل۔ تو جلدی کر۔ لاتماطل۔ ٹال مٹول نہ کر۔ دیننا۔ ہمارا قرض۔ کہ فردا۔ یعنی کل کو کاٹ دونگا۔

آں درختِ بد جواں تر می شود
وہ خراب درخت زیادہ جوان ہوتا جاتا ہے

ویں کَنندہ پیر و مُضطر می شود
اور یہ اُکھاڑنے والا بوڑھا اور مجبور ہوتا جاتا ہے

خار بُن در قوّت و بَرخاستن[1]
خار دار درخت قوت اور بلند ہونے میں ہے

خار کَن در سُستی و در کاستن
کانٹے اُکھاڑنے والا سُستی اور گھٹاؤ میں ہے

خار بُن ہر روز و ہر دم سبز و تَر
خار دار درخت ہر دن اور ہر وقت سبز و تازہ ہے

خار کَن ہر روز زار و خشک تر
کانٹے اُکھاڑنے والا ہر دن کمزور اور زیادہ خشک ہوتا جاتا ہے

اُو جواں تَر می شود تو پیر تَر
وہ زیادہ جوان ہو رہا ہے اور تو زیادہ بوڑھا

زود باش و روزگارِ خود مبر
جلدی کر، اور اپنا وقت ضائع نہ کر

خار بُن داں ہر یکے خوئے بدت
اپنی ہر بُری عادت کو خار دار درخت سمجھ

بارہا در پائے خار آخر زدت
بارہا کانٹا تیرے پیر میں چبھا ہے

بارہا بر فعلِ خود نادِم شدی
تو بارہا اپنے فعل پر نادم ہوا ہے

بر سرِ راہِ تحیُّر آمدی
تو حیرانی کے راستہ پر آیا ہے

بارہا از خوئے[2] خود خستہ شدی
تو بارہا اپنی عادت سے زخمی ہوا ہے

حِس ندا ، سخت بے حِس آمدی
تجھے حساس نہیں ہے تو سخت بے حس ثابت ہوا ہے

زخمِ دیگر کساں
اگر دوسروں کو زخمی کرنے سے

کہ زِ خُلقِ زشتِ تو ہست آں رساں
جو کہ تیرے بُرے اخلاق سے (وہ زخم) لگے ہیں

غافلی بارے ز زخمِ خود نہٗ
تو غافل ہے لیکن اپنے زخم سے تو (غافل) نہیں ہے

ق تو عذابِ خویشتن و بر بیگانہٗ
تو اپنے لئے اور دوسروں کے لئے عذاب ہے

یا تبر گیر و بہ بُن مردانہ زن؟
یا کلہاڑا لے اور بہادروں کی طرح (جڑ پر) مار

تو علیؓ وار ایں درِ خیبر بکَن
تو علیؓ کی طرح خیبر کے اِس دروازہ کو اکھاڑ دے

ورنہ[3] چوں صدیق و فاروقِ مہیں
ورنہ (حضرت) صدیقؓ اور بزرگ فاروقؓ کی طرح

ہیں طریقِ دیگراں را بر گزیں
خبردار! دوسروں کا طریقہ اختیار کر

یا بگلبن وصل کُن ایں خار را
یا اِس کانٹے کو بوٹے کے ساتھ ملا لے

وصل کُن با نار نورِ یار را
آگ کو دوست کے نور کے ساتھ وابستہ کر دے

تا کہ نورِ اُو کُشد نارِ تُرا
تاکہ اُس کا نور تیری آگ کو بجھا دے

وصلِ اُو گلشن کُند خارِ تُرا
اُس کا ملنا تیرے کانٹے کو گلستاں بنا دے

---

[1] برخاستن۔ اٹھنا، اونچا ہونا۔ کاستن۔ گھٹنا، کم ہونا۔ تر۔ پہلے مصرع میں بمعنی تر کو اور دوسرے میں بمعنی زیادہ ہے۔ خار بُن داں یعنی خار دار درخت اپنی بُری عادت کو سمجھ۔ بارہا۔ بُری عادتوں سے انسان کو تکلیف پہنچتی ہے۔ تحیّر۔ حیران ہونا۔

[2] خوئے۔ یعنی بد عادت۔ خُلقِ زشت۔ بُرے اخلاق۔ غافلی۔ غافل ہستی۔ نہٗ نیستی۔ بر بیگانہٗ۔ بر بیگانہ ہستی۔ تبر۔ کلہاڑا۔ یعنی اخلاقِ ردیہ خود اپنے مجاہدات سے دُور کر دے۔ علی وار۔ حضرت علیؓ کی طرح حضرت علیؓ کا مسلک مسلکِ ہدایت تھا جس میں مخلوق سے علیحدہ رہ کر مجاہدات کے ذریعہ مقامات طے کئے جاتے ہیں۔ خیبر ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے دو سو میل ہے وہاں یہود قلعہ بند ہو گئے تھے تو حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ نے قلعہ کا دروازہ اکھاڑ دیا تھا جو اس قدر بھاری تھا کہ اُس کو سات آدمیوں نے اور ایک روایت کے مطابق چالیس آدمیوں نے اُٹھانا چاہا تو وہ نہ اُٹھ سکا۔

[3] ورنہ۔ حضرات شیخین کا مسلک مسلکِ نبوت تھا جس میں متوجہ بمخلوق للحق رہتے ہیں۔ یا بگلبن۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی شیخ کی خدمت میں لگے رہو۔ نار۔ یعنی مرید کے اخلاقِ ذمیمہ۔

تو مثالِ[1] دوزخی اُو مُومن ست — کشتنِ آتش بمُومن ممکن ست

تو دوزخ جیسا ہے، وہ مُومن ہے — مُومن کے ذریعہ آگ بجھانا ممکن ہے

مصطفیٰ فرمود از گفتِ جحیم — کو بمُومن لابہ گر گردد ز بیم

مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دوزخ کی گفتگو نقل فرمائی ہے — کہ وہ خوف سے مُومن کی خوشامد کرے گی

گویدش بگذر زمن اے شاہ زود — ہیں کہ نورت سوزِ نارم را ربود

اُس سے کہے گی اے شاہ! میرے پاس سے جلد چلا جا — دیکھ! تیرے نور نے میری آگ کی گرمی ختم کردی

پس ہلاکِ نار نورِ مُومن ست — زانکہ بے ضد دفعِ ضد لا یمکن ست

تو مُومن کا نور، آگ کی تباہی ہے — کیونکہ مقابل کے بغیر مقابل کا دفع کرنا ناممکن ہے

نار ضدِ نور باشد روزِ عدل — کاں ز قہر انگیختہ شد ویں ز فضل

انصاف کے دن آگ، نور کی ضد ہوگی — اس لئے کہ وہ غضب سے پیدا کی ہوئی اور یہ مہربانی سے

گر ہمی خواہی تو دفعِ شرِّ[2] نار — آبِ رحمت بر دلِ آتش گمار

اگر تو آگ کے شر کو دفع کرنا چاہتا ہے — تو رحمت کا پانی آگ میں ڈال دے

چشمۂ آں آبِ رحمت مُومن ست — آبِ حیواں روحِ پاکِ محسن ست

اُس آبِ رحمت کا چشمہ مُومن ہے — محسن کی پاک روح آبِ حیوان ہے

بس گریزاں ست نفسِ تو ازو — زانکہ تو از آتشی اُو ز آبِ جو

تیرا نفس اُس سے بہت بھاگتا ہے — اسلئے کہ تو آگ کا (بنا ہوا) ہے وہ نہر کے پانی سے

ز آب آتش زاں گریزاں می شود — کاتشش از آب ویراں می شود

آگ، پانی سے اِس لئے بھاگتی ہے — کہ اُس کی سوزش پانی سے برباد ہو جاتی ہے

حسّ و[3] فکرِ تو ہمہ از آتش ست — حسِّ شیخ و فکرِ او نورِ خوش ست

تیرا حس اور فکر سب آگ سے (بنا) ہے — شیخ کا حس اور اُس کا فکر عمدہ نور سے (بنا) ہے

آبِ نورِ اُو چو بر آتش چکد — چکچک از آتش بر آید بر جہد

اُس کے نور کا پانی جب آگ پر سے ٹپکتا ہے — آگ سے بڑبڑ کی آواز آتی ہے اور (وہ) غائب ہو جاتی ہے

چوں کند چکچک تو گویش مرگ و درد — تا شود ایں دوزخِ نفسِ تو سرد

جب بڑبڑ کرے تو اس سے کہہ، تجھے موت اور درد — تاکہ تیرے نفس کی یہ دوزخ ٹھنڈی ہو جائے

تا نسوزد اُو گلستانِ ترا — پست نکند عدل و احسانِ ترا

تاکہ وہ تیرے چمن کو نہ جلا دے — تیرے عدل اور احسان کو نہ گھٹا دے

---

[1] تو مثالِ دوزخی۔ پہلے شعر میں کہا تھا نور نار کو بجھا دیتا ہے اب اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ بمُومن۔ نور کا ہوتا ہے۔ جحیم۔ دوزخ۔ کو۔ یعنی دوزخ۔ لابہ۔ خوشامد۔ بیم خوف۔ بے ضد جن دو چیزوں سے تضاد کی نسبت ہوتی ہے وہ ایک دوسری کو ختم کر دیتی ہیں نار اور نور ایک دوسری کی ضد ہیں۔ قہر۔ قہر اور مہر ایک دوسرے کی ضد ہیں، نار قہر کا مظہر ہے اور نور مہر کا مظہر ہے لہٰذا وہ بھی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

[2] شرِّ نار۔ اخلاقِ رذیلہ کے اثرات۔ آبِ رحمت یعنی شیخ کی صحبت۔ مومن۔ یعنی شیخ۔ محسن۔ یعنی شیخ۔ بس گریزاں۔ بُرے بھلوں کی صحبت سے اِسی لئے گریز کرتے ہیں کہ بُروں کا مزاج ناری ہے اور بھلوں کا آبی۔ ز آب۔ شیخ ترکِ لذات کا حکم دیتا ہے، عوام گریز کرتے ہیں۔

[3] حِسّ و فکر۔ عوام کے احساسات اور افکار اخلاقِ رذیلہ کی پیداوار ہیں۔ آبِ نور۔ شیخ کی صحبت سے جب اخلاقِ رذیلہ کا ازالہ ہوتا ہے تو مُرید خود اُس کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ چک چک۔ آگ پر پانی ڈالنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے چوں کند۔ اخلاقِ رذیلہ کے ازالہ سے اگر نفس میں بے چینی ہو تو اس سے پریشان نہ ہونا چاہیئے۔ تا نسوزد۔

536

یک[1] شرار از وے ہزاراں گلستاں
اُس کی ایک چنگاری سے ہزاروں چمن ایسے ہیں

از یکے نے نام بینی نے نشاں
کہ تو ایک کا بھی، نام و نشان نہ دیکھے گا

بعد ازاں چیزے کہ کاری بَر دہد
اس کے بعد تو جو بوئے گا نفع دے گا

لالہ و نسرین و سیسن بَر دہد
لالہ اور سیوتی اور سیسن اُگائے گا

باز پہنا می رَویم از راہِ راست
پھر ہم کشادہ اور سیدھے راستہ پر چلتے ہیں

باز گرد اے خواجہ راہِ ما کجاست
اے جناب! واپس لوٹیئے ہمارا راستہ کدھر ہے؟

اندریں تقریر بودیم اے خسور
ہم یہ کہہ رہے تھے، اے ٹولے میں پڑے ہوئے!

کہ خرت لنگ ست و منزل دور دور
کہ تیرا گدھا لنگڑا ہے اور منزل بہت دور ہے

بارِ تو باشد گراں در راہ چاہ
تیرا بوجھ بھاری ہوگا، راستہ میں کنواں ہے

کج مرو رَو راست اندر شاہ را
ٹیڑھا نہ چل، چوڑی سڑک پر سیدھا چل

سال شصت آمد کہ در شست[2] کشد
ساٹھ سال ہو گئے۔ تاکہ تجھے کانٹے میں دھر لیں

راہ دریا گیر تا یابی رَشد
دریا میں، کا راستہ اختیار کر تاکہ تو ہدایت حاصل کرے

آنکہ عاقل بود در دریا رسید
جو (مچھلی) سمجھدار تھی دریا (کی تہ) میں پہنچی

شد خلاص از دام و از آتش رہید
جال سے خلاصی ہوئی اور آگ سے چھوٹ گئی

چونکہ بیگہ گشت و آں فرصت گذشت
چونکہ بے وقت ہو گیا، اور وہ موقع نکل گیا

مُردہ گرد و رَو سوئے دریا ز دشت
مُردہ بن جا اور جنگل سے دریا کی جانب نکل جا

ورنہ در تابہ شوی بریاں بسے
ورنہ تو توے پر خوب بھُنے گا

ایں چنیں بر خود کُند ہرگز کسے
ایسا اپنے لئے کوئی نہیں کرتا ہے

حالِ آں سہ ماہی و آں جوئبار
اُن تین مچھلیوں اور اُس نہر کا قصہ

گفتہ شد اینجا برائے اعتبار
یہاں عبرت کے لئے کہا گیا ہے

فَانْتَبِہْ ثُمَّ اعْتَبِرْ ثُمَّ انْتَصِبْ
پس بیدار ہو جا پھر عبرت پکڑ پھر سیدھا ہو جا

وَاسْتَعِنْ بِاللہِ ثُمَّ اجْهَدْ تُصِبْ
اللہ سے مدد چاہ، پھر کوشش کر، پالے گا

سال[3] بیگہ گشت و وقتِ کِشت نے
سال بے وقت ہو گیا بونے کا وقت نہیں ہے

جز سیہ رُوئی و فعلِ زشت نے
سوائے کالا مُنہ ہونے کے اور بُرے کام کے کچھ نہیں ہے

کرم در بیخِ درختِ تن فتاد
جسم کے درخت کی جڑ میں، دیمک لگ گئی ہے

بایدش بر کند و بر آتش نہاد
اُس کو دور کرنا اور آگ پر رکھ دینا چاہیئے

1. یک شرر۔ بعض گناہ ایسے ہیں کہ اُن سے تمام نیکیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ بعد ازاں۔ نفس کی اصلاح کے بعد اعمال کے سب اچھے ثمرات مرتب ہوتے ہیں۔ نسترین۔ سیوتی۔ سیسن۔ ایک خوشبودار گھاس ہے جس کی خوشبو سوسن اور نسترن کی سی ہوتی ہے۔ پہنا۔ چوڑا یعنی راستہ از راہ راست اس کا بیان ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ہم نے کچھ دقیق مسائل بیان کرنے شروع کر دیئے تھے اب ہم پھر وعظ و نصیحت شروع کرتے ہیں۔ خسور۔ ٹوٹا اُبھلانے والا۔ شاہ راہ۔ صراطِ مستقیم۔
2. شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ مولانا نے ایک قصہ نقل کیا ہے کہ تین مچھلیاں تالاب میں تھیں ایک عاقل، ایک نیم عاقل، ایک بیوقوف۔ شکاری جال لیکر آیا عقلمند تو فوراً دریا کی تہ میں چلی گئی اور نجات پا گئی بقیہ دو پھنس گئیں جو نیم عاقل تھی اسنے کچھ عقل سے کام لیا اپنے آپ کو مُردہ بنا لیا شکاری نے اُس کو مُردہ سمجھ کر پھر دریا میں پھینک دیا وہ بھی بچ گئی تیسری بیوقوف نے جال میں ہی اُچھل کود کی۔ شکاری نے اُس کے کباب بنائے، تو ساٹھ سال کی عمر ایک جال ہے اُس سے بچنے کی صورت ایک تو یہ ہے کہ ساٹھ سال سے پہلے ہی دریائے حقیقت میں غوطہ لگا دیا جائے ورنہ اِس عمر میں پہنچ کر ہی نجات کی تدبیر کی جائے ورنہ پھر آگ میں بھننا پڑیگا۔
3. سال۔ ساٹھ سال تک بھی نیکی نہ کی ہو تو بڑی رسوائی کی بات ہے۔ جرم یعنی بُرے اعمال کے جرائم۔

537

ہیں وہیں اے راہ رو بیگاہ شد — آفتاب عمر سوئے چاہ[1] شد

خبردار اور خبردار! اے مسافر بے وقت ہوگیا ہے — زندگی کا سورج کنویں کی جانب (روانہ) ہوگیا ہے

ایں دو روزک را کہ زورت ہست زود — پیر افشانی بکن از راہ جود

ان دو دنوں میں جبکہ طاقت ہے، جلد — از راہ کرم بڑھاپے میں جوانی کا کام کرلے

ایں قدر تخمیکہ ماندستت بکار — تا در آخر بینی آں را برگ و بار

اتنا ہی بیج جو بچ گیا ہے، بو دے — تاکہ آخرت میں تو اس کے پھل اور پتے دیکھ لے

ایں قدر عمرے کہ ماندستت بباز — تا بروید زیں دو دم عمر دراز

جس قدر تیری عمر باقی رہی ہے اسکو بازی پر لگا دے — تاکہ ان دو سانسوں سے بڑی عمر اگ آئے

تا نمردست ایں چراغ با گہر — ہیں فتیلہ اش ساز و روغن زود تر

جب تک یہ جواہر دار چراغ بجھا نہیں ہے — خبردار بہت جلد اس کے لئے بتی اور تیل مہیا کرلے

آفت تاخیر خیرات بفردا

اچھے کاموں کو کل پر مؤخر کرنے کی آفت

ہیں مگو فردا[2] کہ فرداہا گذشت — تا بکلی نگذرد ایام کشت

خبردار کل نہ کہہ کیونکہ بہت سے کل گزر گئے — کہیں کھیتی کا زمانہ بالکلیہ نہ گزر جائے

پند می بشنو کہ تن بند قویست — کہنہ بیروں کن گرت میل نویست

میری نصیحت سن لے کہ جسم مضبوط قید ہے — پرانے کو چھوڑ دے اگر نئے کی خواہش ہے

لب بہ بند و کف پر زر بر گشا — بخل تن بگذار پیش آور سخا

ہونٹ بند کر، سونے سے بھری مٹھی کھول دے — جسم کا بخل چھوڑ دے، سخاوت اختیار کر

ترک لذتہا و شہوتہا سخاست — ہر کہ در شہوت فرو شد بر نخاست

لذتوں اور شہوتوں کا چھوڑنا سخاوت ہے — جو شخص شہوت میں ڈوبا، نہ ابھرا

ایں سخا شاخیست از سرو بہشت — وائے او کز کف چنیں شاخے بہشت

یہ سخاوت جنت کے سرو کی شاخ ہے — اس پر افسوس ہے جو ایسی شاخ کو چھوڑ دے

عروۃ الوثقی[3] ست ایں ترک ہوا — برکشد ایں شاخ جاں را بر سما

خواہش نفسانی کو چھوڑنا، مضبوط دستہ ہے — جان کی شاخ کو آسمان پر کھینچ لے جاتا ہے

تا برد شاخ سخا اے خوب کیش — مر ترا بالا کشاں تا اصل خویش

اے خوش خصلت! تاکہ سخاوت کی شاخ — تجھے اوپر کو کھینچ کر اپنی اصل تک لے جائے

---

[1] چاہ۔ یعنی قبر کا کنواں۔ دو روزک۔ یعنی بڑھاپے کی چند روزہ زندگی۔ پیر افشانی۔ بڑھاپے میں جوانوں جیسے کام کرنا۔ بکار۔ بودے۔ کاشتن سے امر کا صیغہ ہے۔ آخر۔ آخرت۔ بباز۔ بازیدن اور باختن سے امر کا صیغہ ہے۔ عمر دراز۔ جاودانی عمر۔ چراغ۔ یعنی چراغ زندگی۔ فتیلہ۔ چراغ کی بتی۔

[2] مگو فردا۔ یعنی کار امروز را بفردا مگذار۔ ایام کشت۔ یعنی عمل کا وقت۔ تن۔ روح کے اعمال کے لئے جسم مانع ہے۔ لب بر بند۔ یعنی باتوں سے کام نہ چلے گا۔ بر گشا۔ یعنی سخاوت اور خیرات کر۔ بخل تن۔ یعنی جسمانی ریاضت سے بچنا۔ سخا۔ یعنی بدن کی سخاوت یہ ہے کہ جسمانی لذتوں اور شہوتوں سے پرہیز کیا جائے اور اس کو عبادات میں صرف کیا جائے۔ ایں سخا۔ حدیث شریف میں ہے، سخاوت بہشت کا ایک درخت ہے جو شخص سخی ہے اسنے اس درخت کی ایک شاخ کو پکڑ رکھا ہے وہ شاخ اسکو نہیں چھوڑتی جبتک کہ اسکو بہشت میں داخل نہیں کر دیتی ہے۔

[3] عروۃ۔ دست آویز، دستہ، ہر وہ چیز جو مضبوطی سے پکڑی جائے۔

یوسفِ حُسنی و ایں عالم چو چاہ
تو حسن کا یوسف ہے اور یہ جہان کنواں جیسا ہے
وِیں رَسن صبر ست بر اَمرِ آلہٰ
اور یہ رَسّی خدا کے حکم پر صبر کرنا ہے
یوسفا آمد رسن درزن دو دست
اے یوسف! رَسّی آگئی ہے دونوں ہاتھ سے پکڑ لے
از رَسن غافل مشو بیگہ شدست
رسّی سے غافل نہ ہو، بے وقت ہو گیا ہے
حمدُ لِلّٰہ کایں رَسن آویختند
الحمد للہ کہ یہ رسّی لٹکا دی ہے
فضل و رحمت را بہم آمیختند
فضل اور رحمت کو باہم ملا دیا ہے
در رسن زن دست بیروں رو زچاہ
رسّی پکڑ لے، کنویں سے نکل آ
تا بہ بینی بارگاہِ بادشاہ
تاکہ بادشاہ کے دربار کو دیکھے
تا بہ بینی عالمِ جانِ جدید
تاکہ تو جان کے نئے عالم کو دیکھ لے
عالمے بس آشکار و ناپدید
وہ عالم جو بہت واضح اور پوشیدہ ہے
ایں جہانِ نیست چوں ہستاں شدہ
معدوم جہان، موجودات کی طرح ہو گیا ہے
واں جہانِ ہست بس پنہاں شدہ
وہ موجودہ جہان بہت پوشیدہ ہو گیا ہے
خاک بر باد ست و بازی می کند
ہوا پر گرد ہے، اور وہ ناچ رہی ہے
کژ نمائی پردہ سازی می کند
غلط نمائش اور پردہ پوشی کر رہی ہے
خاک ہمچوں آلتے در دستِ باد
ہوا کے ہاتھ میں گرد ایک آلہ کی طرح ہے
باد را داں عالی و عالی نژاد
ہوا کو برتر اور برتر اصل والا سمجھ
چشمِ خاکی را بخاک افتد نظر
مٹی کی آنکھ کی، گرد پر نظر پڑتی ہے
باد بیں چشمے بود نوعِ دگر
ہوا دیکھنے والی آنکھ دوسری قسم کی ہوتی ہے
اینکہ بر کارست بیکارست و پوست
یہ جو (جہان) کام میں لگا ہے وہ بیکار اور چھلکا ہے
وانکہ پنہان ست مغز و اصل اوست
وہ جو پوشیدہ ہے مغز اور اصل ہے
اسپ داند اسپ را کو ہست یار
گھوڑے کو گھوڑا جانتا ہے کیونکہ وہ دوست ہے
ہم سوارے داند احوالِ سوار
سوار بھی سوار کے احوال کو جانتا ہے
چشمِ حس اسپ ست و نورِ حق سوار
ظاہری آنکھ گھوڑا ہے، اللہ کا نور سوار ہے۔
بے سوار ایں اسپ خود ناید بکار
سوار کے بغیر یہ گھوڑا تنہا کام میں نہیں آتا ہے
پس ادب کُن اسپ را از خوئے بد
تو گھوڑے کو بُری عادت سے (چھڑا کر) مؤدب بنا
ورنہ پیشِ شاہ باشد اسپ رد
ورنہ شاہ کے سامنے گھوڑا مردود ہو گا

۱؎ یوسف: حضرت یوسف کو بھائیوں نے کنویں میں ڈال دیا تھا۔ یوسفا: اے یوسف یعنی ہر وہ شخص جو دنیا کے کنویں میں گرا ہوا ہے۔ حمدُ للہ: خدا کا شکر ہے کہ اس نے نجات کا ذریعہ بنا دیا ہے جو توبہ و استغفار ہے۔ بارگاہ: توبہ و استغفار کے ذریعہ خدا کے مقربوں میں ہو جاؤ گے۔ عالمِ جاں: عالم ارواح۔ ایں جہاں: یعنی عالمِ شہادت جو فانی ہے۔ آنجہاں: عالم ارواح جو دائمی ہے۔

۲؎ خاک بر باد: جب بگولا اٹھتا ہے تو گرد و غبار نظر آتا ہے اور ہوا جو اصل ہے وہ نگاہوں سے مخفی رہتی ہے انسان اس کو دیکھ کر سمجھتا ہے کہ گرد خود حرکت کر رہی ہے۔ خاک: عالمِ شہود میں بھی در اصل عالمِ غیب کام کر رہا ہے۔ باد را داں: اصل عالمِ غیب کو سمجھو۔ چشمِ خاکی: حواسِ ظاہر عالمِ شہود کو دیکھتے ہیں۔ نوعِ دگر: یعنی اللہ کی آنکھ عالمِ غیب کو دیکھتی ہے۔

۳؎ اینکہ: عالمِ شہادت کی جو موجودات مصروفِ عمل ہیں وہ محض چھلکا ہیں اصل محرک عالمِ غیب ہے جو نظروں سے پوشیدہ ہے۔ اسپ داند: ہم جنس ہم جنس کو جان سکتا ہے حسی نظر تو عالم شہود کی چیز ہے لہٰذا وہ عالمِ شہود کی چیز ہی کو جان سکتی ہے۔ چشمِ حس: ظاہری آنکھ کا سوار اللہ کا نور ہے اسکے بغیر یہ آنکھ کسی کام کی نہیں

چشمِ اسپ از چشمِ شہ رہبر[۵۱] بُود — چشمِ اُو بے چشمِ شہ مُضطر بُود

گھوڑے کی آنکھ شاہ کی آنکھ کی وجہ سے رہبر ہوتی ہے — اُس کی آنکھ شاہ کی آنکھ کے بغیر معذور ہے

چشمِ اسپاں جُز گیاہ و جُز چرا — ہر کجا خوانی بگوید نے چرا

گھوڑوں کی آنکھ کو گھاس اور چراگاہ کے سوا — جہاں تو بلائے گا وہ کہے گی نہیں، کس لئے؟

نورِ حق بر نورِ حِس راکب شود — وانگہے جاں سوئے حق راغب شود

حِسی نور پر اللہ کا نور سوار ہوتا ہے — تب جان اللہ (تعالےٰ) کی جانب راغب ہوتی ہے

اسپ بے راکب چہ داند رسم و راہ — شاہ باید تا بداند شاہراہ

گھوڑا سوار کے بغیر رسم و راہ کو کیا جانے! — شاہ چاہیے، تاکہ وہ شاہراہ کو سمجھے

سوئے حِسے رَو کہ نورش راکب ست — حِس را آں نور نیکو صاحب ست

اُس حِس کی جانب جا جس پر نور سوار ہے — حِس کے لئے وہ نور بہتر ساتھی ہے

نورِ حِس را نورِ حق تزئیں بُود — معنئے نورٌ علیٰ نور ایں بُود

حِسی نور کے لئے اللہ کا نور باعثِ زینت ہے — نور بالائے نور کے یہی معنیٰ ہیں

نورِ حِسی[۵۲] می کشد سوئے ثَریٰ — نورِ حقّش می بَرد سوئے عُلیٰ

حسی نور پستی کی طرف کھینچتا ہے — اللہ (تعالیٰ) کا نور اُس کو بلندی کی طرف لیجاتا ہے

زانکہ محسوسات دُوں تر عالَمے ست — نورِ حق دریا و حِس چوں شبنمے ست

کیونکہ (عالَم) محسوسات نچلے درجہ کا عالَم ہے — اللہ (تعالےٰ) کا نور دریا اور حِس شبنم کی طرح ہے

لیک پیدا نیست آں راکب[۵۳] برو — جز بہ آثار و بہ گفتارِ نکو

لیکن وہ سوار (نورِ حق)، اُس (نورِ چشم) پر نظر نہیں آتا ہے — سوائے اچھی نشانیوں اور اچھی گفتگو کے

نورِ حِسی کو غلیظ ست و گراں — ہست پنہاں در سوادِ دیدگاں

حِسی نور جو کہ کثیف اور بھاری ہے — وہ (بھی) آنکھوں کی سیاہی میں چھُپا ہوا ہے

چونکہ نورِ حِس نمی بینی بہ چشم — چوں بہ بینی نورِ آں غیبی بچشم

جبکہ حِسی نور کو بھی تو آنکھ سے نہیں دیکھتا ہے — تو اُس غیبی نور کو آنکھ سے کیسے دیکھے گا؟

نورِ حِس با آں غلیظی مختفی ست — چوں خفی نبود ضیائے کاں صفی ست

حِسی نور با وجود کثافت کے پوشیدہ ہے — تو وہ روشنی جو شفاف ہے پوشیدہ کیسے نہ ہوگی؟

کیسے نظر آسکتا ہے۔ مُختفی۔ خفی، پوشیدہ۔
صَفی۔ مُنتخب، صاف شفاف۔

[۵۱] رہبر بود۔ اصل رہبری سوار کی آنکھ کرتی ہے۔ چشمِ اسپاں۔ گھوڑے کے مدِ نظر صرف گھاس اور چراگاہ ہوتی ہے، اِسی طرح حِسی آنکھ کے پیشِ نظر صرف لذائذِ دنیوی ہیں۔ نورِ حق۔ جب نورِ بصر پر نورِ حق سوار ہوتا ہے تب اسکو آخرت کی نعمتیں نظر آتی ہیں۔ چہ داند۔ نورِ بصیرت کے بغیر محض نورِ بصارت سے وصول الی الحق ممکن نہیں ہے۔ شاہ۔ یعنی نورِ حق۔ نورِ حِس۔ نورِ بصارت کی زیب و زینت نورِ بصیرت ہی سے ہے قرآن پاک میں "نورٌ علیٰ نورٍ" سے یہی مراد ہے۔

[۵۲] نورِ حِسی ظاہری بصارت دنیا کی طرف مائل کرتی ہے اور نورِ بصیرت انسان کو ملاءِ اعلیٰ کی رہبری کرتا ہے۔ زانکہ۔ نورِ حِسی انسان کو دنیا کی طرف اِسلئے لے جاتا ہے کیونکہ اُسکے جملہ محسوسات عالَمِ اسفل کے ہیں۔ نورِ حق۔ نورِ حق اور نورِ چشم کی مثال دریا اور شبنم کی سی ہے۔

[۵۳] راکب۔ یعنی نورِ حق۔ جز بہ آثار۔ جن لوگوں کو نورِ حق حاصل ہو جاتا ہے، اُن کی باتوں اور بھلے کاموں سے سمجھ لیا جاتا ہے کہ اُن کو نورِ حق حاصل ہے۔ چونکہ۔ جبکہ نورِ بصارت بھی نظر نہیں آتا حالانکہ وہ مادی چیز ہے تو نورِ بصیرت اور نورِ ایمانی جو کہ غیبی چیز ہے

540

[1] این جہاں چوں خس بدست بادِ غیب
یہ جہان بھی ہوا کے ہاتھ میں تنکے کی طرح ہے

عاجزی پیشہ گرفت از دادِ غیب
اُس نے (عالمِ) غیب کی مہربانی سے عاجزی کا پیشہ اختیار کر لیا ہے

گہ بلندش می کند گاہیش پست
وہ (ہوا) اُس کو کبھی اونچا کرتی ہے، کبھی نیچا

گہ درستش می کند گاہے شکست
کبھی اُس کو درست کر دیتی ہے، کبھی شکستہ

گہ یمینش می برد گاہے یسار
کبھی اُس کو دائیں جانب لیجاتی ہے، کبھی بائیں جانب

گہ گلستانش کند گاہیش خار
کبھی اُس کو چمن بنا دیتی ہے کبھی کانٹا

گہ بہ بحرش می برد گاہیش بر
کبھی اُس کو سمندر میں لیجاتی ہے، کبھی خشکی میں

گاہ خشکش می کند گاہیش تر
کبھی اُس کو خشک کر دیتی ہے، کبھی تر

دستِ پنہان و قلم بیں خط گذار
ہاتھ پوشیدہ ہے اور قلم کو خط کھینچنے والا دیکھ

اسپ در جولان و ناپیدا سوار
گھوڑا دوڑ میں ہے اور سوار ظاہر نہیں ہے

تیر پراں بیں و ناپیدا کماں
تیر کو اُڑتا ہوا دیکھ اور کمان ظاہر نہیں ہے

جانہا پیدا و پنہاں جانِ جان
جانیں ظاہر ہیں اور جانوں کی جان پوشیدہ ہے

تیر را مشکن کہ ایں تیرِ شہی ست [2]
تیر کو نہ توڑ کیونکہ یہ شاہی تیر ہے

نیست پرتابی زشست آگہی ست
آٹکل پچو نہیں ہے واقفیت کے نشانہ سے ہے

ما رمیت اذ رمیت گفت حق
اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا

کارِ حق بر کارہا دارد سبق
اللہ (تعالیٰ) کا فعل (بندوں کے) کاموں پر سبقت رکھتا ہے

خشمِ خود بشکن تو مشکن تیر را
اپنے غصہ کو ختم کر دے تو تیر کو نہ توڑ

چشمِ خشمت خوں شمارد شیر را
تیرے غصہ کی آنکھ دودھ کو خون سمجھتی ہے

بوسہ دہ بر تیر و پیشِ شاہ بر
تیر کو چوم لے، اور بادشاہ کے سامنے لے جا

تیرِ خوں آلودہ از خونِ تو تر
خون آلود تیر جو تیرے خون سے تر ہو

آنچہ پیدا عاجز و بستہ زبوں [3]
جو ظاہر ہے وہ عاجز اور بندھا ہوا اور کمزور ہے

وانچہ ناپیدا چنیں تند و حروں
جو پوشیدہ ہے وہ ایسا تند اور زور آور ہے

ما شکاریم ایں چنیں دام کراست
ہم شکار ہیں، ایسا جال کس کا ہے؟

گوئ چوگانیم و چوگانے کجاست
ہم بلّے کی گیند ہیں اور بلّا کہاں ہے؟

می درد می دوزد ایں خیاط کو
پھاڑتا ہے، سیتا ہے، یہ درزی کون ہے؟

می دمد می سوزد ایں نفاط کو
پھونکتا ہے، جلاتا ہے، یہ مشعلچی کون ہے؟

---

[1] ایں جہاں - عالمِ شہادت۔ بادِ غیب - عالمِ غیب۔ عاجزی - یعنی عالمِ شہادت اسی تصرف کو قبول کر لیتا ہے، جو عالمِ غیب اُس میں کام کرتا ہے۔ گہ - عالمِ غیب، عالمِ شہادت میں ہر طرح کے تصرفات کرتا رہتا ہے۔ دستِ پنہاں - کوئی قلم بغیر کاتب کے ہاتھ کے نہیں لکھتا نہ کوئی گھوڑا بغیر سوار کے گھڑ دوڑ میں دوڑتا ہے تو ظاہر ہے کہ عالم کے جملہ تصرفات کا کوئی کرنیوالا ہے۔ جانِ حق - ذاتِ حق۔

[2] تیرِ شہی - قضا و قدر کے جس قدر تیر ہیں وہ علیم و قدیر کے چلائے ہوئے ہیں لامحالہ اُن میں حکمت پوشیدہ ہے۔ ما رمیت - جنگِ بدر میں آنحضور نے ایک مٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی جس نے آندھی کے گرد و غبار کی طرح اُن کی آنکھوں کو متاثر کیا اس پر یہ آیت آئی۔ کارِ حق - مصرعِ اول کی توجیہ۔ خشمِ خود - اگر کوئی تیر آکر لگے تو اُس کو قضا و قدر سے سمجھ اُس پر غم و غصہ نہ کر غصہ کی حالت غلط بینی کا باعث ہوتی ہے۔ بوسہ دہ - انسان کو قضا پر راضی رہنا چاہیئے۔

[3] آنچہ پیدا - عالمِ شہادت مجبورِ محض ہے قضا و قدر کے سامنے بے بس ہے۔ ما شکاریم - قضا و قدر کے پھندے میں ہم مرغِ اسیر ہیں ہمارے کام چوگانِ قدر کے تابع ہیں۔ می درد - جو ذات حقیقتاً متصرف ہے وہ

ساعتے[1] کافر کند صدّیق را | ساعتے زاہد کند زندیق را
کبھی تصدیق کرنے والے کو کافر بنا تا ہے | کبھی بے دین کو زاہد بنا تا ہے

زانکہ مخلص در خطر باشد مدام | تا ز خود خالص نگردد او تمام
(اپنے آپ کو) خالص بنانیوالا ہمیشہ خطرے میں ہوتا ہے | جب تک کہ وہ خودی سے پورا خالص نہ ہو جائے

زانکہ در راہست و رہزن بیحد ست | اور رہد کو در امانِ ایزد ست
چونکہ وہ راستہ میں ہے اور ڈاکو بہت ہیں | نجات وہی پائے گا جو خدا کی امان میں ہے

آئینہ خالص نگشت او مخلص ست | مرغ را نگرفتہ است او مقنص ست
آئینہ صاف نہیں ہوا ہے، وہ صاف کر رہا ہے | پرند کا شکار نہیں کیا ہے وہ پھنسا رہا ہے

چونکہ[2] مخلص گشت مخلص باز رست | در مقامِ امن رفت و بُرد دست
جب صاف کرنے والا مصفّیٰ ہو گیا، نجات پا گیا | امن کے مقام میں پہنچ گیا اور بازی جیت گیا

ہیچ آئینہ دگر آہن نہ شد | ہیچ نانِ گندمی خرمن نہ شد
کوئی آئینہ پھر لوہا نہیں ہوا ہے | کوئی گیہوں کی روٹی کھلیان نہیں بنی ہے

ہیچ انگورے دگر غورہ نہ شد | ہیچ میوہ پختہ باکورہ نہ شد
کوئی (پکا) انگور پھر کچّا نہیں ہوا ہے | کوئی پختہ میوہ کچّا نہیں ہوا ہے

پختہ گرد و از تغیّر دور شو | رَو چو برہانِ[3] محقق نور شو
پختہ بن جا اور تغیّر سے دور ہو جا | جا بُرہان (الدین) مُحقّق کی طرح نور بن جا

چوں ز خود رستی ہمہ برہاں شدی | چونکہ گفتی بندہ ام سلطاں شدی
جب تو نے خودی سے نجات پائی تو مجسّم برہان الدین ہو گیا | جب تو نے کہا کہ میں غلام ہوں، بادشاہ بن گیا

ور عیاں خواہی صلاح الدین نمود | دیدہا را کرد بینا و کشود
تو اگر مشاہدہ چاہتا ہے۔ صلاح الدین نے دکھا دیا ہے | آنکھوں کو بینا کر دیا ہے اور کھول دیا ہے

فقر را از چشم و از سیمائے او | دید ہر چشمے کہ دارد نورِ ہو
فقر کو اُن کی آنکھوں اور پیشانی سے | ہر اُس آنکھ نے دیکھ لیا ہے جو خدا کا نور رکھتی ہے

شیخ فعالست بے آلت چو حق | با مریداں دادہ بے گفتے سبق
پیر اللہ (تعالیٰ) کی طرح بغیر کسی آلہ کے تصرف کرنے والا ہے | بغیر بولے مُریدوں کو سبق پڑھاتا ہے

[1] ساعتے۔ انسان کا دل قبضۂ قدرت میں ہے ایک آن میں الٹ پلٹ دیتی ہے۔ صدّیق۔ صدیقیّت کا مرتبہ نبوّت سے کم اور ولایت سے بڑھا ہوا ہے۔ زندیق۔ بیدین، کافر۔ مخلص۔ سالک جو مجاہدات کر رہا ہے۔ زانکہ۔ سالک کو راہِ سلوک میں بہت خطرے لاحق ہوتے ہیں۔ آئینہ۔ سالک کو بہت سے مراتب طے کرنے ہوتے ہیں۔

[2] چونکہ۔ سالک مراتب طے کرنے کے بعد مقامِ امن پر پہنچتا ہے۔ ہیچ آئینہ۔ کمال حاصل کر لینے کے بعد خطرات کا ازالہ ہو جاتا ہے اور پھر وہ ان کی طرف نہیں لوٹتا ہے۔ صوفیاء کا مقولہ ہے الفانی لا یرد۔ یعنی سالک مقامِ فنا میں پہنچ کر مردود نہیں ہوتا ہے۔ آہن۔ قدیم زمانہ میں آئینہ لوہے سے بنایا جاتا تھا۔ غورہ۔ انگور کا کچا خوشہ۔ باکورہ۔ درخت کا جو سب سے پہلا پھل اُترے یہاں کچا پھل مراد ہے۔

[3] برہان۔ مولانا روم شروع میں مولانا برہان الدین محقق سے بیعت ہوئے تھے پھر شمس تبریزیؒ سے بیعت ہوئے ہیں۔ ہمہ برہان یعنی مجسّم برہان الدین ثانی بن جاؤ گے۔ بندہ۔ کامل عبدیت کے بعد سلطانی حاصل ہوتی ہے صلاح الدینؒ۔ زرکوب مولانا کے پیر بھائی ہیں لیکن مولانا اُنکی تعظیم بہت کرتے ہیں اور ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جیسا کہ پیروں کے لئے کئے جاتے ہیں۔ فقر۔ بزرگ کے جسم پر بزرگی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ شیخ۔ پیر باطنی طور پر تصرف کرتا ہے۔

دل بدستِ اُو چو مومِ نرم رام
دل اُس کے ہاتھ میں نرم موم کی طرح مسخر ہے

مُہرِ اُو گہ ننگ سازد گاہ نام[51]
اُسکی مہر کبھی ذلت کی مُہر لگاتی ہے کبھی شہرت کی

مُہرِ مُومش حاکیِ انگشتری ست
اُس کے مُوم کی مہر انگوٹھی کا نقش ہے

باز آں نقشِ نگیں حاکیِ کیست
پھر وہ نگ کا نقش کس کا نقش ہے؟

حاکیِ اندیشۂ آں زرگرست
(وہ نقش) سُنار کے خیال کا عکس ہے

سلسلۂ ہر حلقہ اندر دیگرست
ہر حلقہ کا سلسلہ دوسرے میں (جُڑا ہوا) ہے

ایں صدا[52] در کوہِ دلہا بانگِ کیست
دلوں کے پہاڑ میں یہ گونج کس کی آواز کی ہے؟

گہ پُرست از بانگ گہ گاہے تہی ست
پہاڑ کبھی آواز سے پُر ہیں کبھی خالی ہیں

ہر کجا ہست اُو حکیم ست اوستاد
جہاں یہ آواز ہے وہ دانا ہے، استاد ہے

بانگِ اُو زیں کوہِ دل خالی مباد
خدا کرے اُسکی آواز اِس دل کے پہاڑ سے جدا نہ ہو

ہست کہ کاواز مثنّیٰ می کُند
(بعض) پہاڑ ہیں جو آواز کو دوگنا کر دیتے ہیں

ہست کہ کاواز صد تا می کُند
(بعض) پہاڑ ہیں جو آواز کو سَو گنا کر دیتے ہیں

می زہاند کوہ زاں آواز و قال
پہاڑ اُس آواز اور بات سے جوش میں لے آتا ہے

صد ہزاراں چشمۂ آبِ زلال
تیز پانی کے لاکھوں چشمے

چوں ز کہ آں لُطف بیروں می شود
جب پہاڑ سے وہ لُطف نکل جاتا ہے

آبہا در چشمہا خوں می شود
چشموں میں پانی خون بن جاتا ہے

زاں شہنشاہِ[53] ہمایوں نعل بود
یہ اُس شہنشاہ مبارک قدم کی وجہ سے تھا

کہ سراسر طورِ سینا لعل بود
کہ طورِ سینا (پہاڑ) لعل ہو گیا تھا

جاں پذیرفت و خرد اجزائے کوہ
پہاڑ کے اجزاء نے جان اور عقل قبول کر لی

ما کم از سنگیم آخر اے گروہ
اے لوگو! کیا ہم آخر پہاڑ سے بھی کم ہیں؟

نے زجاں یک چشمہ جوشاں میشود
نہ تو جان سے ایک چشمہ جوش زن ہوتا ہے

نے بدن از سبز پوشاں می شود
نہ بدن ہی سبزہ زاروں کی طرح بنتا ہے

نے صدائے بانگِ مُشتاقی درو
نہ تو اُس میں عشق کی آواز کی صدا ہے

نے صفائے جُرعۂ ساقی درو
نہ اُس میں ساقی کے گھونٹ کی صفائی ہے

مُشتاقی۔ شوق۔ صفا۔ صفائی۔ جرعہ۔ گھونٹ۔ ساقی۔ یعنی شیخ۔ نہ شیخ کی توجہ اثر کرتی ہے نہ خود دل میں ولولہ پیدا ہوتا ہے۔

[51] مہر او۔ شیخ کے تصرف سے کبھی قبض کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو باعثِ ننگ ہوتی ہے کبھی بسط کی کیفیت جو موجبِ نام ہوتی ہے۔ مُہر۔ مُرید کے دل پر پیر کا نقش ابھرتا ہے پیر کے دل پر نقشِ خداوندی ہوتا ہے۔ حاکی۔ ناقل، عکس۔ اندیشہ زرگر۔ یعنی ارادہ اللہ۔ ہر حلقہ۔ سلسلہ کے یکے بعد دیگرے جس قدر مُرید ہوتے چلے جائیں گے اُن کی یہی صورت ہوگی۔

[52] ایں صدا۔ پیر کے دل پر جو نقوشِ خداوندی ہیں اُن کی وضاحت ہے۔ ہر کجا۔ یہ شیوع کیلئے دعا ہے۔ کاوا۔ کہ آواز۔ مثنّیٰ۔ دوھرا۔ صدتا۔ سَو گنا۔ می زہاند۔ شیخ کی توجہ سے مُرید کے دل میں اسرار حکمت کے لاکھوں چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ بیرون کہ۔ فیوضِ باطنیہ کے بند ہوجانے سے معارف، کفریہ خیالات کا سبب بن جاتے ہیں۔

[53] شہنشاہ۔ ذاتِ حق یا حضرتِ موسیٰؑ۔ طورِ سینا ملک شام کا مشہور پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ کو شرفِ ہمکلامی بخشا گیا تھا اور اُس پہاڑ پر خدا کی تجلی پڑی تھی۔ کوہ۔ یعنی طور نے تجلی کو قبول کیا۔ نے زجان۔ پہاڑ تو فیوض قبول کر لے اور انسان اپنے اندر یہ صلاحیت نہ پیدا کرے تو بڑے شرم کی بات ہے دل اور اعضاء پر فیوض طاری ہونے چاہئیں۔

کو حمیت تا ز تیشہ وز کلند[1] — این چنیں کہ را بکلی بر کنند
غیرت کہاں ہے تاکہ کلہاڑے اور پھاوڑے سے — ایسے پہاڑ کو بالکل کھود دیں

بو کہ بر اجزائے او تابد مہے — بو کہ در وے تابِ خور یابد رہے
ہو سکتا ہے کہ اُس کے اجزا پر چاند چمک جائے — ہو سکتا ہے کہ اُس میں سورج کی شعاع راہ یاب ہو جائے

چوں قیامت کوہہا را بر کند — پس قیامت ایں کرم را کے کند
جب قیامت پہاڑوں کو اُکھاڑ دے گی — پھر قیامت یہ کرم کہاں کرے گی؟

ایں قیامت زاں قیامت کے کم ست — آں قیامت زخم و ایں چوں مرہم ست
یہ قیامت اُس قیامت سے کب کم ہے؟ — وہ قیامت زخم اور یہ مرہم جیسی ہے

ہر کہ دید آں مرہم[2] از زخم ایمن ست — ہر بدے کایں حسن دید او محسن ست
جس نے وہ مرہم دیکھ لیا، زخم سے مطمئن ہے — جس بُرے نے یہ خوبی دیکھ لی وہ خوبیوں والا ہے

اے خنک زشتے کہ خوبش شد حریف — وائے گلروئیکہ جفتش شد خریف
اے مخاطب! وہ بدصورت قابلِ مبارکباد ہے حسین جس کا ساتھی ہو گیا — افسوس ہے اُس خوبصورت پر جس کا ساتھی (موسم) خریف بنا

نانِ مردہ چوں حریفِ جاں شود — زندہ گردد نان عینِ آں شود
بے جان روٹی جب جان کی ساتھی بنتی ہے — روٹی زندہ ہو جاتی ہے بعینہ وہ وہی ہو جاتی ہے

ہیزمِ تیرہ حریفِ نار شد — تیرگی رفت و ہمہ انوار شد
تاریک ایندھن آگ کا ساتھی بنا — تاریکی ختم ہو گئی اور مجسم نور بن گیا

در نمکسار ار خرِ مردہ فتاد — آں خری و مردگی یکسو نہاد
نمک کی کان میں اگر مُردہ گدھا گرا — اُس نے گدھاپن اور مُردارپن کو علیحدہ کر دیا

صبغۃ اللہ[3] ہست رنگ خم ہو — پیسہا یکرنگ گردد اندرو
اللہ کے مٹکے کا رنگ "صبغۃ اللہ" ہے — اُس میں چتکبرے یک رنگ ہو جاتے ہیں

چوں دراں خم افتد و گوئیش قم — از طرب گوید منم خم لا تلم
جب وہ اس مٹکے میں گر جائے اور تو اُس سے کہے کھڑا ہو جا — مستی سے وہ کہیگا میں مٹکا ہوں ملامت نہ کر

آں منم خم خود انا الحق گفتن ست — رنگ آتش دارد الا آہن ست
اُس کا میں خود مٹکا ہوں "انا الحق" کہنا ہے — آگ کا رنگ رکھتا ہے لیکن لوہا ہے

---

[1] کلند۔ پھاوڑا۔ کوہ۔ یعنی بدن کو مجاہدات کے تیشہ سے اُکھاڑ پھینکا جائے۔ جو کہ۔ بُود کہ۔ ممکن ہے۔ یعنی نورِ معرفت کا ادنیٰ درجہ۔ تابِ خور۔ یعنی نورِ معرفت کا اعلیٰ درجہ۔ قیامت۔ قیامت میں پہاڑ اکھڑ جائیں گے لیکن قیامت سے فیض حاصل نہ ہوگا اور مجاہدہ کے ذریعہ بدن کے پہاڑ کو اُکھاڑنے سے فیض حاصل ہوگا۔ ایں قیامت۔ یعنی مجاہدہ کے ذریعہ کوہِ جسم کو اُکھاڑنا مطلب یہ کہ مجاہدہ کے ذریعہ سے اِس قیامت کے زخموں کو مُندمل کیا جاسکتا ہے۔

[2] مرہم۔ یعنی مقامِ فنا۔ زخم۔ یعنی قیامت کے مصائب۔ ہر بدے۔ خواہ ابتدائی زندگی خراب ہو اگر وہ مجاہدات سے مقامِ فنا حاصل کر لیگا تو اُس کو مقامِ احسان حاصل ہو جائیگا۔ زشت۔ یعنی بُرے اعمال والا۔ خوب۔ یعنی جمالِ روحانی۔ حریف۔ شریکِ پیشہ، ساتھی۔ جفت۔ جوڑا۔ خریف۔ موسمِ خزاں۔ نانِ مردہ۔ چند مثالوں سے بُرے کے بھلے کے ساتھ ہم صحبت ہونے کے برکات کو سمجھایا ہے۔ ہیزم۔ ایندھن۔ نمکسار۔ نمک کی کان۔ یکسو نہاد۔ اب اُس کا کھانا بھی جائز ہے۔

[3] صبغۃ اللہ۔ قرآن پاک میں ہے صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً۔ اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ بہتر ہوگا۔ ہو۔ ذاتِ حق تعالیٰ۔ پیس۔ وہ شخص جس کے بدن پر برص وغیرہ کے داغ ہوں۔ قم۔ اُٹھ کھڑا ہو۔ لا تلم۔ ملامت نہ کر یعنی مقامِ فنا پر فائز ہو جانے والا کسی کی ملامت پسند نہیں کرتا۔ منم خم۔ مقامِ فنا میں پہنچ کر جب خدائی رنگ میں رنگا جاتا ہے تو اپنے آپ کو خم کہہ دیتا ہے یہی صورت شیخ منصور حلاج کی تھی وہ مقامِ فنا میں پہنچ کر انا الحق کہہ گزرے۔

رنگِ آہن محوِ رنگِ آتش[1] ست | ز آتشی می لافد و خامُش وَش ست
لوہے کا رنگ آگ کے رنگ میں محو ہو گیا | آتشی ہو جانے کی شیخی مارتا ہے اور خاموش جیسا ہے

چوں بسرخی گشت ہمچوں زرکاں | پس انا النار ست لافش بے زباں
جب (لوہا) سرخی کی وجہ سے کان کے سونے کی طرح ہو گیا | تو "میں آگ ہوں" اس کا بغیر زبان کے شیخی بگھارنا ہے

شد ز رنگ و طبعِ آتش محتشم | گوید او من آتشم من آتشم
وہ (لوہا) رنگ اور طبیعت سے شاندار آگ بن گیا | تو وہ کہتا ہے میں آگ ہوں، میں آگ ہوں

آتشم من گر ترا شک ست و ظن | آزموں کن دست را بر من بزن
میں آگ ہوں، اگر تجھے شک اور (بد) گمانی ہے | آزمالے، میرے اوپر ہاتھ رکھ دے

آتشم من بر تو گر شد مشتبہ | روئے خود بر روئے من یکدم بنہ
میں آگ ہوں، اگر تجھ پر مشتبہ ہے | تھوڑی دیر کے لئے اپنا چہرہ میرے اوپر رکھ دے

آدمی[2] چوں نور گیرد از خدا | ہست مسجودِ ملائک ز اجتبا
انسان جب خدا کا نور حاصل کر لیتا ہے | وہ برگزیدہ ہو جانے کی وجہ سے فرشتوں کا مسجود بنجاتا ہے

نیز مسجودِ کسے کو چوں ملک | رستہ باشد جانش از طغیان و شک
نیز اس شخص کا مسجود بن جاتا ہے فرشتہ کی طرح | جس کی جان سرکشی اور شک سے نجات پاگئی ہو

آتشے چہ آہنے چہ لب بہ بند | ریش تشبیہ مشبّہ بر مخند
کیسی آگ، کیسا لوہا، خاموش رہ | مشبّہ کی تشبیہ کی ہنسی نہ اڑا

پائے در دریا منہ کم گو از آں | بر لبِ دریا خمش کن لب گزاں
دریا میں قدم نہ رکھ اس کی بات نہ کر | ہونٹ کاٹتے ہوئے دریا کے کنارے خاموشی اختیار کر

گرچہ صد چوں من ندارد تابِ بحر | لیک[3] می نہ شکیبم از غرقابِ بحر
اگرچہ مجھ جیسے سینکڑوں بھی دریا کی تاب نہیں لاسکتے ہیں | لیکن میں دریا میں ڈوبے بغیر صبر نہیں کر سکتا ہوں

جان و عقلِ من فدائے بحر باد | خونبہائے عقل و جاں ایں بحر داد
دریا پر میری جان اور عقل قربان ہو | عقل و جان کے خون کا معاوضہ اس سمندر نے ادا کیا

تا کہ پایم می رود رانم در و | چوں نماند پا چو بطّانم در و
جب تک میرے پیر چلتے ہیں انکو اسمیں چلاتا رہوں گا | جب پیر کام نہ دینگے تو میں اس میں بطخ کی طرح ہوں

---

[1] رنگِ آتش۔ انا الحق کہنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ صفاتِ خداوندی سے متصف ہو گئے تھے جس طرح سے لوہا آگ میں آگ کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور وہ بظاہر انگارہ نظر آتا ہے لیکن آگ آگ ہے اور لوہا لوہا ہے بے زباں۔ لوہا سرخ ہو کر زبانِ حال سے اپنے آگ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ شد۔ لوہا آگ میں پڑ کر آگ کا رنگ اور مزاج حاصل کر لیتا ہے اور آگ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ محتشم شاندار بارعب۔ من آتشم۔ اہل اللہ بھی جب اخلاقِ خداوندی حاصل کر لیتے ہیں تو وحدت کے مدعی ہو جاتے ہیں۔

[2] آدمی۔ انسان میں جب اخلاقِ خداوندی پیدا ہو جاتے ہیں تو اس میں مسجود ہونے کی صفتِ خداوندی پیدا ہو جاتی ہے۔ نیز۔ صالحین کا بھی وہ مسجود بنجاتا ہے۔ آتشے چہ۔ پہلے اشعار میں ذاتِ حق کو آگ سے تشبیہ دی گئی جو محض سمجھانے کے لئے تھی لیکن پھر بھی خالق کو مخلوق کے مشابہ قرار دینا چونکہ مشبّہ کا مسلک ہے اسلئے اپنے آپ کو خاموش ہو جانے کا حکم دیتے ہیں تاکہ تشبیہ کا شبہ نہ پیدا ہو جائے۔ پائے د۔ دریا۔ ذات و صفات کی بحثیں ناپیدا کنار سمندر ہیں ان میں نہ گھسنا چاہیے۔ گرچہ۔ یعنی مولانائے روم جیسے سینکڑوں عالم بھی مل جائیں تو ان بحثوں کو نہ سلجھا سکیں گے۔

[3] لیک۔ فرماتے ہیں بیشک نازک مقام ہے لیکن میں بغیر صفات و ذات کے ذکر کے صبر بھی نہیں کر سکتا ہوں۔ بحر یعنی ذات و صفاتِ خداوندی۔ خونبہا۔ جبکہ مجھے جان و عقل کا خونبہا مل چکا ہے تو اس کو قربان کرنے میں کوئی دریغ نہیں ہے۔ چو بطّانم۔ بطخ اپنے آپ کو دریا کے سپرد کر دیتی ہے کہ جس طرف بہا لے جائے۔

بے ادبؔ حاضر ز غائب خوشترست — حلقہ گرچہ کژ بود نے بر درست

حاضر اناڑی، غائب سے بہتر ہے — حلقہ اگرچہ ٹیڑھا ہو (کیا)، در پر نہیں ہے؟

اے تن آلودہ بگردِ حوض گرد — پاک کے گردد برونِ حوض مَرد

اے گندے جسم والے حوض کے گرد چکر لگا — انسان حوض سے باہر کب پاک ہوا ہے؟

پاک کو از حوض مہجور اوفتاد — او ز طُہرِ خویش ہم دور اوفتاد

وہ پاک جو حوض سے دُور ہو گیا ہے — وہ اپنی پاکی سے بھی دُور ہو گیا ہے

پاکیِ ایں حوض بے پایاں بُوَد — پاکیِ اَجسام کم میزاں بُوَد

اس حوض کی پاکی بے انتہا ہوتی ہے — (عام) جسموں کی پاکی کم وزن کی ہوتی ہے

زانکہ دل حوضیست لیکن در کمیں — سوئے دریا راہِ پنہاں دارد ایں

اس لئے کہ دل ایک حوض ہے لیکن پوشیدہ طور پر — یہ دریا کی طرف چھپا ہوا راستہ رکھتی ہے

پاکیِ محدودِ تو خواہد مدد — ورنہ اندر خرچ کم گردد عدد

تیری محدود پاکی مدد چاہتی ہے — ورنہ خرچ ہونے میں عدد گھٹتا ہے

مثلؔ خواندنِ آب آلودگاں را بپاکی

پانی کی ناپاکوں کو پاکی کی طرف بلانے کی مثال

آب گفت آلودہ را در من شتاب — گفت آلودہ کہ دارم شرم زآب

ایک گندے کو پانی نے کہا میرے اندر آ جا — گندے نے کہا مجھے پانی سے شرم آتی ہے

گفت آب ایں شرم بے من کے رود — بے من ایں آلودہ زایل کے شود

پانی نے کہا میرے بغیر یہ شرم کیسے رفع ہوگی؟ — میرے بغیر یہ گندگی کب دور ہو سکتی ہے؟

زآب ہر آلودہ کو پنہاں شود — اَلحیاءؔ یمنعُ الایمان بُوَد

اگر ہر ناپاک، پانی سے چھپے گا — تو شرم ایمان کے لئے مانع ہے، ہو جائے گا

دل ز پایہ حوضِ تن گلناک شُد — تن ز آبِ حوضِ دلہا پاک شُد

دل، جسم کے حوض کے زینہ سے مٹی میں سَن گیا ہے — جسم، دلوں کے حوض کے پانی سے پاک ہو گیا ہے

گردِ پایہ حوض گردی اے پسر — ہاں ز پایہ حوضِ تن می کن حذر

اے بیٹا! حوض کے زینہ کے چاروں طرف چکر لگا — خبردار! جسم کی حوض کے زینہ سے بچ

لہ بے آدب۔ ذات و صفات کے ذکر میں غلبۂ حال میں کبھی سوئے ادب ہو جاتا ہے لیکن ذکر کرنا ذکر نہ کرنے سے بہرحال بہتر ہے۔ حلقہ۔ زنجیر کا حلقہ اگرچہ ٹیڑھا ہے لیکن در پر تو ہے۔ اے تن آلودہ۔ مولانا دریائے حق سے استفادہ کی ترغیب دیتے ہیں۔ حوض یعنی شیخ۔ طہرِ خویش۔ فی الحال نفس پاک صاف ہے لیکن برائی کا امکان ہے، اگر شیخ سے دور ہے اور اپنی ذاتی طہارت نہ رہی تو طہارت ممکن نہ ہوگی۔ ایں جو من۔ شیخ کا دریائے باطن۔ اجسام۔ یعنی عوام کی ذاتی نیکی۔ زانکہ۔ شیخ کے باطن کا اتصال ذاتِ باری سے ہے۔ پاکی محدود۔ نیک لوگوں کو بھی شیخ کا دامن تھامنا چاہیئے ورنہ ان کی محدود پاکی کتنے دن ختم ہو جائیگی۔

لہ مثلِ خواندن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ناپاک کو پانی سے شرم اور گریز نہ چاہیئے یعنی باطنی طہارت حاصل کرنے میں شیخ سے شرم یا گریز مناسب نہیں ہے یہ شرم۔ یہ ناپاکی کی شرم۔

سہ الحیاءُ۔ حدیث شریف میں ہے۔ الحیاءُ شعبۃٌ من الایمان۔ حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے تو پھر حیاء کو ایمان کیلئے مانع نہ بنانا چاہیئے۔ حوضِ تن۔ انسان کے بدن میں گویا دو حوضیں ہیں ایک تو وہ جو بُرے خصائل کا مخزن ہے دوسرا وہ جو مخزن ہے بھلائیوں کا۔ برائیوں کا مخزن حوضِ تن ہے اور بھلائیوں کا مخزن حوضِ دل ہے۔

پایہ۔ درجہ، زینہ۔ حذر۔ یعنی بُرے اخلاق سے پرہیز کرنا۔

بحرِ تن بر بحرِ دل بر ہشتہ زنان / در میاں شاں برزخٌ لا یبغیان

جسم کا دریا، دل کے دریا سے ملا جُلا ہے / اُنکے درمیان آڑ ہے ایک دوسرے پر نہیں چڑھتے ہیں

گر تو باشی راست وَر باشی تو کژ / پیشتر می غژ و تو واپس مغژ

خواہ تو سیدھا ہو، خواہ تو ٹیڑھا ہو / آگے کو کھسک اور واپس نہ کھسک

پیشِ شاہاں گر خطر باشد بجاں / لیک نشکیبند عالی ہمتاں

بادشاہوں کے حضور میں اگرچہ جان کا خطرہ ہوتا ہے / لیکن بلند ہمت والے اس سے صبر نہیں کر سکتے

شاہ چوں شیریں تر از شکر بود / جاں بشیرینی رود خوشتر بود

بادشاہ چونکہ شکر سے بھی زیادہ میٹھا ہوتا ہے / مٹھاس کے بدلے جان چلی جائے تو بہتر ہے

اے ملامت گو سلامت مر ترا / اے سلامت جو توئی واہی العریٰ

اے ملامت گر! تجھے سلامتی مبارک ہو / اے سلامتی کی جستجو کرنے والے! تو کمزور دستہ والا ہے

جانِ من کورہ ست و با آتش خوشست / کورہ را ایں بس کہ خانۂ آتش ست

میری جان تو بھٹی ہے اور آگ سے خوش ہے / بھٹی کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ آگ کا گھر ہے

ہمچو کورہ عشق را سوزید نیست / ہر کہ او زیں کور باشد کودنی ست

بھٹی کی طرح عشق کا کام جلانا ہے / جو اس سے اندھا ہو وہ احمق ہے

برگِ بے برگی ترا چوں برگ شد / جانِ باقی یافتی و مرگ شد

سامانِ بے سامانی جب تیرا سامان ہو گیا / تو نے باقی رہنے والی جان حاصل کر لی اور موت ختم ہو گئی

چوں ز غم شادیت افزودن گرفت / روضۂ جانت گل و سوسن گرفت

جب غم سے تیری خوشی میں اضافہ ہوا / تو تیری جان کے باغ میں گل اور سوسن آگئے

آنچہ خوفِ دیگراں آں امنِ تست / بط قوی از بحر و مرغِ خانہ سست

جو دوسروں کا ڈر ہے وہ تیرا اطمینان ہو گیا / بطخ سمندر سے قوی ہوتی ہے اور پالتو پرندہ سُست ہوتا ہے

باز دیوانہ شدم من اے طبیب / باز سودائی شدم من اے حبیب

اے طبیب! میں پھر دیوانہ ہو گیا / اے دوست! میں پھر پاگل ہو گیا

حلقہائے سلسلہ تو ذو فنوں / ہر یکے حلقہ دہد دیگر جنوں

تیری زنجیر کے حلقے فنون سے بھرے ہوئے ہیں / ہر ایک حلقہ ایک نیا جنون پیدا کرتا ہے

دادِ ہر حلقہ فنونِ دیگر ست / پس مرا ہر دم جنونِ دیگر ست

ہر حلقہ کی دین ایک دوسرا ہی جنون ہے / تو میرے لئے ہر وقت ایک نیا جنون ہے

---

۱ بر ہشتہ زنان۔ دونوں قسم کے اخلاق کے مخزن ملے جلے ہیں۔ گر تو باشی۔ سلوک میں کوئی غلطی بھی ہو جائے تب بھی منازل طے کرنے میں توقف نہ چاہیئے۔ غژ۔ امر کا صیغہ ہے، غژیدن، کھسکنا، گھٹنوں کے بل چلنا۔ پیشِ شاہاں۔ مشہور مقولہ ہے: "نزدیکان را بیش بود حیرانی"۔

۲ شاہ۔ دربارِ حق کی حاضری شکر سے بھی زیادہ شیریں ہے اگر اسکے حصول میں جان بھی چلی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ملامت گو۔ عشقِ الٰہی کے سلسلہ میں ملامت کرنیوالے کا سہارا خود کمزور ہے۔ کورہ۔ بھٹی۔ عشق۔ عشق بھی وہی کام کرتا ہے جو آگ کی بھٹی کام کرتی ہے۔ کودن۔ احمق، نا اہل۔

۳ برگ۔ سامان یعنی فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے۔ تم۔ غمِ عشق جاں گداز نہیں ہے بلکہ جاں فزا ہے۔ آنچہ۔ دوسرے کے لئے غم خوف کا سبب ہے، عاشق کے لئے موجبِ اطمینان ہے، سمندر پالتو مرغ کے لئے ہلاکت اور بطخ کے لئے باعثِ مسرت ہے۔ باز۔ عشق و معشوق کے ذکر سے مولانا پر ایک کیفیت طاری ہوئی جس کا اظہار کر رہے ہیں۔ حلقہائے زنجیر عشق کا ہر حلقہ ایک نئی قسم کا جنون پیدا کرتا ہے۔

پس[1] فنوں باشد جنوں ایں شد مثل — خاصہ در زنجیر ایں میر اجل
تو جنون کی بہت سی قسمیں ہیں یہ ضرب المثل بن گئی ہے — خاص طور پر اس بڑے آقا کی زنجیر میں

آنچناں دیوانگی بگست بند — کہ ہمہ دیوانگاں پندم دہند
دیوانگی نے ایسی بیڑیاں توڑیں — کہ سب دیوانے مجھے نصیحت کرنے لگے

آمدن دوستاں بہ بیمارستاں جہت پرسش ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

دوستوں کا شفاخانہ میں ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی مزاج پرسی کے لئے آنا

ایں چنیں ذوالنون[2] مصری را فتاد — کاندرو شور و جنونِ نو بزاد
اسی طرح ذوالنون مصری کے لئے ہوا — کہ ان میں ایک نیا جنون اور ولولہ پیدا ہوا

شور چنداں شد کہ تا فوقِ فلک — میرسد از وے جگرہا را نمک
انہیں ایسی شورش ہوئی کہ آسمان کے اوپر تک — ان کی وجہ سے جگروں پر نمک پاشی ہوئی

ہیں منہ تو شورِ خود اے شورہ خاک — پہلوئے شورِ خداوندانِ پاک
خبردار! اے شوریلی مٹی کے تو اپنے عشق کو نہ رکھ — پاک صاحبوں کے عشق کے برابر

خلق را تابِ جنونِ او نبود — آتشِ او ریشہاشاں می ربود
لوگوں میں ان کے جنون (کے برداشت) کی طاقت نہ تھی — ان کی آگ ان کی داڑھیوں کا صفایا کر رہی تھی

چونکہ در ریشِ عوام آتش فتاد — بند کردندش بزنداں المراد
چونکہ عوام کی داڑھیوں میں آگ لگی — ان کو قید خانہ میں بند کر دیا مقصد یہ ہے

نیست[3] امکاں واکشیدن ایں لجام — گرچہ زیں رہ تنگ می آیند عوام
اس لگام کو کھینچنا ممکن نہیں ہے — اگرچہ اس طریقہ سے عوام تنگ ہوں

دیدہ ایں شاہاں ز عامہ خوفِ جاں — کایں گرہ کورند و شاہاں بے نشاں
ان شاہوں نے عوام سے جان کا خطرہ محسوس کیا ہے — کیونکہ یہ گروہ اندھا ہے اور شاہوں میں کوئی علامت نہیں ہے

چونکہ حکم اندر کفِ رنداں بود — لاجرم ذوالنون در زنداں بود
جبکہ فیصلہ رندوں کے ہاتھ میں ہوگا — لامحالہ ذوالنون قید خانہ میں ہونگے

یک سوارہ می رود شاہِ عظیم — در کفِ طفلاں چنیں دُرِّ یتیم
عظیم بادشاہ تنہا جا رہا ہے — ایسا نایاب موتی بچوں کے ہاتھ میں پڑا ہے

اس بارے میں مجبور تھے۔ دیدہ۔ عوام کی جانب سے ذوالنون کو تو صرف قید خانہ کی تکلیف برداشت کرنی پڑی دوسرے بزرگوں کی تو جان کو خطرے لاحق ہوئے ہیں۔ بے نشاں۔ عوام بزرگوں کے باطن کو نہیں سمجھ سکتے ہیں ان کے ظاہر پر بزرگی کی کوئی نشانی نہیں ہوتی ہے۔ رنداں یعنی ذوالنون کی بزرگی کے لئے شاہِ عظیم

[1] پس۔ مثل مشہور ہے۔ اَلْجُنُوْنُ فُنُوْنٌ جنون کی بہت قسمیں ہیں۔ میر اجل۔ بڑا سردار، اللہ تعالیٰ۔ پندم دہند۔ یعنی دوسرے دیوانے کہتے کہ جنون میں اس قدر بیخودی نہ چاہیئے۔ آمدن دوستاں۔ اس حکایت کا منشا یہی ہے کہ جنون کا نتیجہ قید خانہ ہوتا ہے۔ بیمارستان یعنی پاگلوں کا شفاخانہ۔

[2] ذوالنون۔ مچھلی والا، یہ حضرت ثوبان بن ابراہیم کا لقب پڑ گیا جو بہت بڑے بزرگ تھے اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک سفر میں کسی کشتی میں سوار تھے اس کشتی میں ایک تاجر کا موتی چوری ہو گیا لوگوں نے ان کو متہم کر دیا انھوں نے عاجز آکر دعا شروع کی تو سینکڑوں مچھلیاں اپنے اپنے منہ میں اسی جیسا موتی لئے ہوئے نمودار ہوئیں انھوں نے ایک مچھلی سے موتی لیکر اس تاجر کو دیدیا۔ ہیں منہ۔ مولانا فرماتے ہیں میں نے اپنے جنونِ عشق کے سلسلہ میں ذوالنون کے عشق کا قصہ ذکر کیا لیکن اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں اپنے عشق کو ان کے عشق جیسا سمجھتا ہوں ان کا عشق بہت بلند تھا۔ ریشہا۔ وہ جنونِ عشق میں ریاکاروں کا پردہ فاش کرتے تھے جس سے وہ شرمندہ ہوتے تھے۔

[3] نیست۔ عوام میں فتنہ پیدا کرنا منظور ہے لیکن ذوالنون

درِّ چہ دریائے نہاں در قطرۂ ؎۱ — آفتابے درج اندر ذرۂ

موتی کیا ہوتا ہے، اِک قطرہ میں پوشیدہ دریا (دیا) ایک سورج ذرّے میں

آفتابِ خویش را ذرّہ نمود — واندک اندک رُوئے خود را بر کشود

اُس نے اپنے سورج کو ذرّہ دکھایا اور تھوڑا تھوڑا اپنا مُنہ کھولا

جملۂ ذرّات در وے محو شُد — عالَم از وے مست گشت و صحو شُد

تمام ذرّے اُس میں محو ہو گئے دنیا اُس سے مست ہو گئی اور ہوش جاتا رہا

چوں قلم در دست غدّارے بُود — لاَجَرم منصور بر دارے بُود

جب قلم کسی غدّار کے ہاتھ میں ہوگا تو لامحالہ منصور سُولی پر ہوگا

چوں سفیہاں راست ایں کار و کیا — لازم آمد یَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِیَا

جب اختیار اور اقتدار بے عقلوں کو حاصل ہو ضروری ہوگا کہ وہ نبیوں کو قتل کریں

انبیاء را گفتہ قومِ راہ گم ؎۲ — از سفہ، اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ

گم گشتہ راہ قوم نے نبیوں سے کہا حماقت سے، کہ ہم تمھیں منحوس سمجھتے ہیں

جہلِ ترسا بیں اماں انگیختہ — زاں خداوندے کہ گشت آویختہ

نصرانیوں کی نادانی دیکھ، امن کے طالب ہیں اُس آقا سے جو (اُنکے عقیدہ میں) سولی پر لٹکا دیا گیا

چوں بقولِ اوست مصلوبِ یہود — پس مر او را اَمن کے تاند نمود

جب اُنکے بقول یہودیوں نے اُنکو سولی پر چڑھا دیا ہے تو وہ اُن کو نجات کب دے سکتے ہیں؟

چوں دلِ آں شاہ زیشاں خوں بُود ؎۳ — عصمتِ وَاَنْتَ فِیْہِمْ چوں بُود

جبکہ اُس (ذوالنّونؒ) شاہ کا دل اِن لوگوں (کی) وجہ سے خون ہو تو "اَنْتَ فِیْہِمْ" کا بچاؤ کیسے (حاصل) ہو؟

زرِّ خالص را و زرگر را خطر — باشد از قلّابِ خائن بیشتر

خالص سونے، اور سنار کو خطرہ زیادہ ہوتا ہے، خائن جعلساز سے

یوسفاں از رشکِ زشتاں مخفی اند — کز عدو خوباں در آتش می زیند

بہت سے یوسف، بدصورتوں کے رشک کی وجہ سے پوشیدہ رہتے ہیں کیونکہ حسین، دشمن کی وجہ سے انگاروں پر لوٹتے ہیں

؎۱ درّ چہ۔ ذوالنّون کو دُرِّ یتیم کہا تھا۔ اب فرماتے ہیں موتی نہیں بلکہ وہ لاکھوں موتیوں والا سمندر ایک قطرہ میں اور معرفت کا آفتاب ایک ذرہ میں ہیں۔ آفتاب۔ ذوالنّون معری۔ ذرّات۔ یعنی عوام۔ مست گشت۔ عقلیں کھو بیٹھا۔ صحو شد۔ یعنی اُنکی بزرگی کو نہ سمجھ سکے۔ غدّار۔ یعنی شاہِ وقت کا وزیر جس نے علماء کو ظاہر پر فتویٰ دینے پر مجبور کیا۔ منصور یعنی حسین بن منصور حلّاجؒ۔ کار و کیا۔ معاملہ کا اختیار یَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِیَاءَ۔ سورۂ آلِ عمران کی طرف اشارہ ہے جس میں مذکور ہے کہ وہ لوگ انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں۔

؎۲ راہ گم۔ گمراہ۔ سفہ۔ بیوقوفی اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ۔ سورۂ یٰسین میں ہے کہ گاؤں والوں نے رسولوں کو کہا ہم تمہارے وجود سے بدفالی لیتے ہیں۔ جہلِ ترسا۔ اوپر جاہلوں کی دشمنی کا ذکر تھا۔ اب جاہلوں کی محبت کا ذکر ہے یعنی یہ جہالت کہ اُنکے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کو سولی دے دی گئی اور وہ اپنے آپ کو نہ بچا سکے اور یہ اُنکے ذریعہ اپنی نجات کے قائل ہیں۔ مصلوب۔ سولی پر چڑھا ہوا۔

؎۳ چوں دل۔ قرآن پاک میں ہے مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَہُمْ وَاَنْتَ فِیْہِمْ۔ آنحضورؐ کو خطاب ہے کہ جب تک تم اُن میں موجود ہو اُن پر عذاب نہ آئیگا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ "تم اُن میں موجود ہو" کا مطلب یہ ہے کہ جب تک قوم تمھیں نہ ستائے، تو محض موجود ہونا عذاب کے دفع کرنے کے لئے کافی نہیں ہے اسی طرح محض اولیاء اللہ کا وجود دفعِ عذاب نہ کر سکے گا۔ اور چونکہ ذوالنّونؒ کو قوم نے ستایا لہٰذا قوم کا بچاؤ نہ ہو سکے گا۔ زرِّ خالص۔ خالص سونا اور سنار جعلساز کو رسوا کر دیتا ہے لہٰذا جعلساز کی دشمنی سے وہ خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ یہی حال انبیاء اور اولیاء کا عوام کے ساتھ ہے۔ یوسفاں یعنی نیک لوگ۔ زشتاں۔ بُرے لوگ۔ در آتش۔ بُروں کی وجہ سے بھلوں کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔

یوسفاں از مکرِ اخواں در چہ اند
بہت سے یوسف بھائیوں کی مکاری کی وجہ سے کنوئیں میں ہیں

کز حسد یوسف بگرگاں می دہند
کیونکہ وہ حسد کی وجہ سے یوسف کو بھیڑیئے کو دیدیتے ہیں

از حسد بر یوسفِ مصری چہ رفت
حسد کی وجہ سے مصری یوسف پر کیا گذری؟

ایں حسد اندر کمیں گرگیست زفت
یہ حسد چھپا ہوا موٹا بھیڑیا ہے

لاجرم زیں گرگ یعقوبؑ حلیم
لامحالہ اس بھیڑیئے کی وجہ سے بُردبار یعقوبؑ

داشت بر یوسفؑ ہمیشہ خوف و بیم
یوسفؑ کے معاملہ میں خوف و خطر محسوس کرتے تھے

گرگِ ظاہر گردِ یوسف خود نگشت
ظاہری بھیڑیا، یوسفؑ کے پاس بھی نہ آیا

ایں حسد در فعل از گرگاں گذشت
یہ حسد کارنامہ میں بھیڑیوں سے بھی بڑھ گیا

زخم کرد ایں گرگ وز عذرِ لبق
اس بھیڑیئے نے زخمی کیا اور چکنا چپڑا عذر لے کر

آمدہ کاِنّا ذَھَبْنَا نَسْتَبِقُ
(حضرت یعقوبؑ کے پاس) آیا کہ ہم دوڑ لگا رہے تھے

صد ہزاراں گرگ را ایں مکر نیست
لاکھوں بھیڑیوں کو بھی یہ مکاری حاصل نہیں ہے

عاقبت رسوا شود ایں گرگ بایست
ٹھہر جا، بالآخر یہ بھیڑیا رُسوا ہوگا

زانکہ حشرِ حاسداں روزِ گزند
کیونکہ حشر کے دن حاسدوں کا حشر

بیگماں بر صورتِ گرگاں کنند
یقیناً بھیڑیوں کی صورت میں کریں گے

حشرِ پُر حرصِ سگِ مُردار خوار
مُردار خوار، حریص کُتے کا حشر

صورتے خوکے بُود روزِ شمار
قیامت کے دن سُور کی صورت میں ہوگا

زانیاں را گندہ اندامِ نہاں
(قیامت کے دن) زناکاروں کی شرمگاہیں گندی ہوں گی

خمر خواراں را بُود گندہ دہاں
شراب نوشوں کے مُنہ بدبودار ہونگے

گندِ مخفی کاں بدلہا می رسید
چھپی ہوئی گندگی جو دلوں میں پہنچتی ہے

گشت اندر حشر محسوس و پدید
وہ قیامت میں محسوس اور ظاہر ہوگی

بیشۂ آمد وجودِ آدمی
انسان کا وجود ایک بَن ہے

بر حذر شو زیں وجود ار آدمی
اگر تو انسان ہے تو اس وجود سے احتیاط برت

ظاہر و باطن اگر باشد یکے
اگر ظاہر و باطن یکساں ہو

نیست کس را در نجاتِ او شکے
اس کی نجات میں کسی کو شک نہیں ہے

در وجودِ ما ہزاراں گرگ و خوک
ہمارے وجود میں ہزاروں بھیڑیئے اور سُور ہیں

صالح و ناصالح و خوب و خشوک
نیک اور بد، اور اچھے اور بُرے

۱ے یوسفاں۔ حضرت یوسفؑ کو بھائیوں نے حسد کی وجہ سے کنوئیں میں گرادیا تھا۔ بگرگاں۔ حسد کی وجہ سے حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے انکو بھیڑیئے کے پھاڑنے کا افسانہ گھڑا تھا۔ گرگ۔ یعنی حسد۔ حضرت یوسفؑ کو بھیڑیئے نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا بھائیوں کا حسد تکلیف کا سبب بنا۔ عذر۔ یعنی بھائیوں کا یہ کہنا کہ ہم دوڑ لگا رہے تھے اور یوسفؑ کو بھیڑیا لے گیا۔ صد ہزاراں۔ یہ مکاری جس کا سبب حسد ہوا سو بھیڑیوں سے بھی ممکن نہ تھی۔

۲ے رسوا شود۔ چنانچہ بھائیوں کو حضرت یوسفؑ کی بڑائی کا رُسوا ہوکر مجبوراً اقرار کرنا پڑا اور آخرت کی رسوائی یہ ہوگی کہ تمام حاسدوں کا حشر بھیڑیوں کی شکل میں ہوگا۔ حضرت یوسفؑ کے بھائی تو تائب ہوگئے تھے اور اُن میں سے ہر ایک کو مقامِ نبوّت حاصل ہوا تھا اُن کا حشر بھیڑیوں کی صورت میں نہ ہوگا۔

۳ے حشر۔ حرام خور کا حشر خنزیر کی صورت میں ہوگا۔ زانیاں۔ زناکاروں کا حشر اس حالت میں ہوگا کہ انکی شرمگاہیں سڑتی ہونگی شرابیوں کے مُنہ سڑتے ہوں گے۔ مخفی۔ دلوں میں چھپی ہوئی گندگیاں نمایاں ہو جائینگی۔ بیشہ۔ بَن اور جھاڑیوں میں مُوذی جانور رہتے ہیں سی طرح انسان کے وجود میں مُوذی صفتیں ہیں۔ ظاہر یعنی باطن

حکم[1] آں خو راست کو غالب تر است
حکم اُس خصلت کے مطابق ہے جو غالب ہے

چونکہ زر بیش از مس آمد آں زر است
جب سونا تانبے سے زیادہ ہے تو وہ سونا ہے

سیرتے کاں در وجودت غالب است
وہ خصلت جو تیرے وجود میں غالب ہے

ہم براں تصویر حشرت واجب است
اُسی صورت پر تیرا حشر ضروری ہے

ساعتے گرگی در آید در بشر
ایک وقت میں انسان میں بھیڑیا پن آتا ہے

ساعتے یوسف رُخی ہمچوں قمر
ایک وقت میں چاند جیسی یوسف رُخی آتی ہے

می رَوَد از سینہا در سینہا
سینوں سے سینوں میں جاتے ہیں

از رہِ پنہاں صلاح و کینہا
پوشیدہ طور پر نیکی اور کینے

بلکہ خود از آدمی در گاؤ و خر
بلکہ انسان سے، بیل اور گدھے میں

می رَوَد دانائی و علم و ہنر
سمجھ اور علم اور ہنر پہنچتا ہے

اسپ سکسک می شود رہوار و رام
کم رفتار گھوڑا، تیز رفتار اور فرمانبردار ہو جاتا ہے

خرس بازی می کند بز ہم سلام
ریچھ کھیلتا ہے، بکری بھی سلام کرتی ہے

رفت[2] در سگ ز آدمی حرص و ہوس
انسان سے حرص و ہوس کتے میں پہنچی

یا شباں شد یا شکاری یا حرس
چرواہا، یا شکاری، یا محافظ بنا

در سگِ اصحاب خوئے زاں رقود
اصحاب (کہف) کے کتے میں اُن سوئے ہوؤں کی فضیلت

رفتہ تا جویائے اللہ گشتہ بود
پہنچی یہاں تک کہ وہ اللہ کا طالب بن گیا

ہر زماں در سینہ نوعے سر کند
ہر زمانہ میں سینہ میں ایک خاص نوعیت ظاہر ہوتی ہے

گاہ دیو و گہ ملک گہ دام و دد
کبھی شیطان اور کبھی فرشتہ اور کبھی چرندہ اور درندہ (ہو جاتا ہے)

زاں عجب بیشہ کہ ہر شیر آگہ است
اُس عجیب جنگل سے جس کو ہر شیر جانتا ہے

تا ببامِ سینہا پنہاں رہ است
سینوں کی بلندی تک مخفی راستہ ہے

دزدی[3] کُن از دُرِ مرجانِ جاں
جان کا موتی، اور مونگا چرا لے

اے کم از سگ از درونِ عارفاں
عارفوں کے دل میں سے اے کتے سے کمتر!

چونکہ دزدی دزد آں دُرِ لطیف
جبکہ تو چور ہے، تو پاکیزہ موتی چرا

چونکہ حامل می شوی بارِ شریف
جبکہ تو بوجھ اٹھاتا ہے تو بھلا بوجھ اٹھا

فہم کردن مریداں کہ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ دیوانہ نشدہ متعمداً ایں صورت کردہ

مریدوں کا سمجھنا کہ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ پاگل نہیں ہوئے ہیں قصداً یہ صورت بنائی ہے

---

[1] حکم آں خو۔ جو خصلت غالب ہوگی اُسی پر حشر ہوگا۔ اشرفی میں تھوڑا سا تانبہ ضرور ہوتا ہے لیکن وہ سونے کی کہلاتی ہے۔ ساعتے۔ کسی وقت انسان میں اخلاقِ ذمیمہ کا غلبہ ہوتا ہے کسی وقت اخلاقِ حمیدہ کا۔ می رود۔ صحبت سے انسان میں اچھے بُرے اخلاق اُبھرتے ہیں۔ بلکہ۔ حیوانات انسان کی صحبت سے متاثر ہوتے ہیں سکسک۔ کم رفتار گھوڑا۔ رہوار۔ تیز رفتار گھوڑا۔ رام۔ مطیع۔ خرس۔ ریچھ۔ بز۔ بکرا۔

[2] رفت۔ انسان کی صحبت سے کتے میں کام کرنے کی حرص و ہوس آجاتی ہے تو وہ بکریوں کا چرواہا یا شکاری یا نگہبان بن جاتا ہے۔ در سگ۔ قطمیر نامی اصحاب کہف کا کتا جنت میں جائیگا۔ رقود۔ سونے والے، راقد کی جمع ہے۔ نوعے۔ یعنی اخلاق کی کوئی قسم۔ دام۔ چرندہ۔ دد۔ درندہ۔

[3] دزدی کن۔ پہلے اشعار میں بتایا تھا کہ ایک سینہ سے دوسرے سینہ میں خیالات منتقل ہوتے ہیں اب فرماتے ہیں جبکہ خفیہ راستہ سے کچھ حاصل کرنا ہے تو عارفوں کے دل کے پاکیزہ خیالات حاصل کر۔ متعمداً۔ جان بوجھ کر۔

چونکہ ذوالنّون سوئے زنداں رفت شاد — بند بر پا دست بر سر ز افتقاد[1]

جب ذوالنّون خوشی خوشی قید خانہ کی طرف چلے — پا بہ زنجیر، (اُنکے) گم کرنے کی وجہ سے سر کو پکڑے ہوئے

دوستاں از ہر طرف بنہادہ رُو — سُوئے زنداں بہر پرسش نزدِ اُو

دوستوں نے ہر جانب سے رُخ کیا — قید خانہ کی جانب اُن کے پاس حال دریافت کرنے گئے

دوستاں در قصّۂ ذوالنّوں شدند — سوئے زنداں و دراں رائے زدند

دوست ذوالنّون کے معاملہ میں روانہ ہوئے — قید خانہ کی جانب، اور اُس میں ملائے زنی کی

کایں مگر قاصد کُند یا حکمتے ست — اُو دریں رہ قبلہ است و آیتے ست

کہ یہ (مجنونانہ حرکتیں) بالقصد کرتے ہیں یا کوئی راز ہے — کیونکہ وہ اِس راستہ میں قبلہ ہیں اور نشانی ہیں

دُور دُور از عقل چوں دریائے اُو — تا جنوں باشد سفہ فرمائے اُو

اُن کی دریا جیسی عقل سے بہت بعید ہے — کہ جنوں اُن سے بیوقوفی (کی باتیں) کرائے

حاش لِلّٰہ از کمالِ جاہِ اُو — کابرِ بیماری بپوشد ماہِ اُو

خدا بچائے! اُن کے مرتبہ کے کمال کی وجہ سے — کہ بیماری کا اَبر اُن کے چاند کو چھپائے

اُو ز شرِّ عامّہ[2] اندر خانہ شُد — اُو ز ننگِ عاقلاں دیوانہ شُد

وہ عوام کے شر کی وجہ سے قید خانہ میں گئے ہیں — وہ عقلمندوں کے عیب کی وجہ سے دیوانے بن گئے ہیں

اُو ز عارِ عقلِ کُندِ تن پرست — قاصدًا رفت ست و دیوانہ شدست

وہ تن پرست کُند عقل کی ذلّت کی وجہ سے — جان کر (قید خانہ میں) گئے ہیں اور دیوانہ بنے ہیں

کہ بہ بندم اے فتیٰ و ز ساز گاوُ — بر سر و پشتم بزن واِیں رامکاؤ

کہ اے جوان (سپاہی) مجھے باندھ دے اور سانٹا — میرے سر اور کمر پر مار اور اُس میں کنج دکاؤ نہ کر

تا ز زخمِ لخت یابم مَن حیات — چوں قتیل از گاوِ موسیٰؑ اے ثِقات

تا کہ (چمڑے کے) ٹکڑے کی چوٹ سے میں زندگی حاصل کروں — اے معتبر لوگو! جیسا کہ موسیٰؑ کی گائے سے مقتول نے زندگی پائی

تا ز زخمِ[3] لخت گاوے خوش شوم — ہمچو کشتۂ گاوِ موسیٰؑ گِش شوم

تا کہ گائے کے (چمڑے کے) ٹکڑے سے میں خوش ہو جاؤں — (حضرت) موسیٰؑ کی گائے کے مقتول کی طرح خوش ہو جاؤں

زندہ شد کشتہ ز زخمِ دُمِ گاوُ — ہمچو مس از کیمیا شُد زرِّ ساوُ

گائے کی دُم کی چوٹ سے مقتول زندہ ہو گیا — جیسے تانبا کیمیا سے خالص سونا بن گیا

کُشتہ بر جست و بگفت اسرار را — وانمود آں زمرۂ خونخوار را

مقتول اُٹھ بیٹھا، اور راز بتائے — اور قاتل جماعت کو ظاہر کر دیا

---

[1] اِفتقاد۔ گم کرنا یعنی چونکہ اُنھوں نے حضرت ذوالنّون کو گم کر دیا تھا رائے زدند۔ یعنی ذوالنّونؒ کی دیوانگی کے بارے میں مختلف رایوں کا اظہار کرنے لگے۔ کایں۔ بعض لوگوں کی رائے ہوئی کہ جان کر دیوانہ بنے ہیں۔ حکمتے۔ یعنی خدا نے دیوانہ بنا دیا ہے اس میں اللہ کی کوئی حکمت ہوگی۔ رَہ۔ معرفت کی راہ۔ آیتے۔ خدا کی پہچان کی علامت۔ دُور دُور۔ بعض لوگوں نے کہا یہ ممکن نہیں کہ اُن جیسے عقلمند سے دیوانگی بیوقوفی کے کام کرا سکے۔ اَبَر یعنی دیوانگی۔ ماہ یعنی عقل۔

[2] شرِّ عامّہ۔ عوام کی شرارت۔ ز ننگ۔ چونکہ عقلمند لوگ باعثِ ننگ کام کرنے لگے ہیں اس لئے اُنھوں نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا کر اپنے آپ کو اُن کے زمرے سے خارج کر لیا ہے عقل کُند۔ وہ عقل جس میں ذہانت نہ ہو۔ تن پرست۔ وہ عقل جو روحانیت کی تربیت نہ کرے۔ قاصدًا۔ بالارادہ۔ کہ۔ یعنی وہ قصدًا قید خانہ میں گئے ہیں اور دیوانوں کی طرح اپنے آپ کو گائے کے چمڑے کے انڑے پٹوا رہے ہیں۔ ساز گاو۔ چمڑے کا تسمہ جس سے جانوروں کو سدھاتے ہیں۔

[3] تا ز زخم۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں ایک بھتیجے نے اپنے چچا کو قتل کر ڈالا تو قاتل کا پتہ نہ چلتا تھا حضرت موسیٰؑ نے ایک گائے ذبح کرائی اور اُس کا چمڑہ لیکر مُردے پر مارا تو مُردہ زندہ ہو گیا اور اُس نے قاتل کا پتہ بتا دیا تھا۔ گِش۔ خوش

زرِّ ساو۔ خالص سونا۔ اسرار۔ یعنی چھپے ہوئے راز۔

گفت روشن کایں جماعت کشتہ اند — تخمِ ایں آشوب ایشاں کِشتہ اند ۱
واضح طور پر کہا کہ اِس جماعت نے قتل کیا ہے — اِس فساد کے بیج انھوں نے بوئے ہیں

چونکہ کُشتہ گردد ایں جسمِ گراں ۱ — زندہ گردد، ہستیِ اَسرار داں
جب یہ بھاری جسم مُردہ ہو جاتا ہے — رازداں وجود زندہ ہو جاتا ہے

جانِ اُو بیند بہشت و نار را — باز داند جُملۂ اَسرار را
اُس کی جان دوزخ اور جنت کو دیکھتی ہے — (اور) تمام رازوں کو جان لیتی ہے

وَانماید خونیانِ دیو را — وَانماید دامِ خُدعہ و ریو را
قاتل شیطانوں کو ظاہر کر دیتی ہے — مکر اور دھوکے کے جال کو واضح کر دیتی ہے

گاو کُشتن ہست از شرطِ طریق ۲ — تا شود از زخمِ دُمش جاں مُفیق
گائے کو ذبح کرنا، معرفت کی شرط ہے — تاکہ جان اُسکی دُم کی چوٹ سے ہوش میں آجائے

گاوِ نفسِ خویش را زُوتر بکُش — تا شود روحِ خفی زندہ بہُش
بہت جلد اپنے نفس کی گائے کو ذبح کر دے — تاکہ مخفی روح ہوش کے ساتھ زندہ ہو جائے

ایں سُخن را مقطع و پایاں مجُو — حالِ ذوالنّوں با مُریداں باز گُو
اِس بات کی ابتدا اور انتہا نہ تلاش کر — ذوالنّونؒ کا مُریدوں کے ساتھ معاملہ سُنا

رجوع کردن بحکایتِ ذوالنّون رحمۃُ اللہ علیہ

ذوالنّونؒ رحمتہ اللہ علیہ کی حکایت کی طرف رجوع کرنا

چوں رسیدند آں نفر نزدیکِ اُو — بانگ بر زد ہے کیانند اِتَّقُو
جب وہ لوگ اُن کے پاس پہنچے — وہ چیخے خبردار تم کون ہو؟ بھاگو

با ادب گفتند ما از دوستاں — بہرِ پُرسِش آمدیم اینجا بجاں
اُنھوں نے ادب سے کہا، ہم دوستوں میں سے ہیں — ہم دل و جان سے (آپکو) پوچھنے آئے ہیں

چونی اے دریائے عقلِ ذو فنون ۳ — ایں چہ بُہتان ست بر عقلت جُنوں
اے عجائب والی عقل کے دریا! آپ کیسے ہیں؟ — آپ کی عقل پر جنون کا یہ کیسا الزام ہے؟

دُودِ گُلخن کے رسد در آفتاب — چوں شود عنقا شکستہ از غُراب
بھٹی کا دُھواں آفتاب تک کب پہنچتا ہے؟ — عنقا کوّے سے کب شکست کھاتا ہے؟

وَا مگیر از ما بیاں کُن ایں سخُن — ما محبّانیم با ما ایں مکُن
ہم سے نہ چھپائیے، یہ بات بتائیے — ہم دوست ہیں، ہم سے یہ نہ کیجئے

---

۱ چونکہ جس طرح اُس مقتول کی روح نے اَسرار کا انکشاف کر دیا اسی طرح جب انسان اپنی ہستی کو فنا کر دیتا ہے تو اُس پر اَسرار منکشف ہونے لگتے ہیں۔ جانِ او مقامِ فنا پر پہنچ کر اَسرارِ آخرت مُنکشف ہو جاتے ہیں۔ وَانماید انسان کو محسوس ہو جاتا ہے کہ شیاطین اسکے قاتل ہیں اور انکے مکر و فریب کو پہچان جاتا ہے۔

۲ گاو کُشتن یعنی مادی جسم کو فنا کرنا۔ طریق یعنی طریقِ معرفت۔ مُفیق۔ ہوشمند۔ بہُش۔ بہ ہوش۔ مُریداں یعنی ذوالنّونؒ کے وہ مرید جو پاگل خانہ میں گئے تھے۔ نفر۔ جماعت۔ اِتَّقُوا۔ تم ڈرو، تم بھاگو۔ پُرسِش یعنی احوال کی دریافت۔ عیادت

۳ فنون۔ فن کی جمع ہے۔ بُہتان۔ جھوٹا الزام۔ جنوں یعنی تیری عقل پر جنون کا الزام جھوٹ ہے۔ گلخن۔ بھٹی یعنی جس طرح بھٹی کا دُھواں آفتاب تک نہیں پہنچ سکتا ہے اور عنقا کوّے سے شکست نہیں کھا سکتا ہے اسی طرح تیری عقل تک نہ جنون کی رسائی ہو سکتی ہے نہ تیری عقل جنون سے مغلوب ہو سکتی ہے۔ کمُن یعنی حقیقت نہ چھپائیے۔

مر محبّاں را نشاید دور کرد ۔۔۔ یا برو پوشش و دغل مہجور[1] کرد
دوستوں کو نہ بھگانا چاہیئے ۔۔۔ یا رُو پوشی اور دھوکے سے دور کرنا چاہیئے

راز را اندر میاں نہ با مُحِب ۔۔۔ اے کہ بحرِ علم و عقلی اِستجب
راز کو دوست کے سامنے رکھ دیجئے ۔۔۔ اے وہ کہ آپ علم و عقل کے سمندر ہیں! مان جائیے

راز را اندر میاں آور شہا ۔۔۔ رُو مکن در ابرِ پنہانی مہا
اے شاہ! راز بتا دیجئے ۔۔۔ اے چاند! ابر میں منہ نہ چھپائیے

ما مُحبّ صادق و دلخستہ ایم ۔۔۔ در دو عالم دل بتو وابستہ ایم
ہم سچے دوست اور دل شکستہ ہیں ۔۔۔ دونوں جہان میں ہمارا دل آپ سے وابستہ ہے

راز را از دوستاں پنہاں مکن ۔۔۔ در میاں نہ راز و قصدِ جاں مکن
راز کو دوستوں سے نہ چھپائیے ۔۔۔ راز بتا دیجئے اور ہماری جان کے درپے نہ ہوجئے

چونکہ ذوالنون ایں سخن زایشاں شنید ۔۔۔ جز طریقِ امتحاں مخلص ندید
جب ذوالنون نے اُن کی یہ بات سُنی ۔۔۔ آزمائش کے راستے کے علاوہ چھٹکارا نہ دیکھا

فحش آغازید[2] و دشنام از گزاف ۔۔۔ گفت اُو دیوانگانہ زی وقاف
خواہ مخواہ فحش اور گالی گلوچ شروع کر دی ۔۔۔ دیوانوں کی طرح انہوں نے زق زق بق بق شروع کر دی

بر جہید و سنگ پرّاں کرد و چوب ۔۔۔ جملگاں بگریختند از بیمِ کوب
کودے اور پتھر اور لکڑیاں پھینکنے لگے ۔۔۔ چوٹ کے ڈر سے سب بھاگ گئے

قہقہہ خندید و جنبانید سر ۔۔۔ گفت بادِ ریشِ ایں یاراں نگر
قہقہہ مار کر ہنسے اور سر ہلایا ۔۔۔ کہا ان دوستوں کی شیخی دیکھ

دوستاں بیں کو نشانِ دوستاں ۔۔۔ دوستاں را رنج کے باشد چو جاں
دوستوں کو دیکھو! دوستوں کی علامت کہاں ہے؟ ۔۔۔ دوستوں کو جان کی فکر کب ہوتی ہے؟

کے کراں[3] گیرد ز رنجِ دوست دوست ۔۔۔ رنج مغز و دوستی اُو را چو پوست
دوست کے ستانے سے دوست کب کنارہ کشی کرتا ہے؟ ۔۔۔ تکلیف اٹھانا مغز ہے اور دوستی اس کا چھلکا

رنج بر خود گیر گر تو دوستی ۔۔۔ رُو مگرداں گر تو نیکو خوستی
اگر تو دوست ہے تکلیف برداشت کر ۔۔۔ اگر تو اچھی عادت والا ہے، رو گردانی نہ کر

نے نشانِ دوستی باشد خوشی ۔۔۔ در بلا و محنت و آفت کشی
کیا خوشی دوستی کی نشانی نہیں ہے؟ ۔۔۔ مصیبت و مشقت اور آفتیں برداشت کرنیں

---

[1] مہجور کرد یعنی رُو پوشی اور مکر سے فراق میں مبتلا کرنا مناسب نہیں ہے۔ اِستجب۔ قبول کر، منظور کر۔ شہا۔ اے شاہ۔ مہا۔ اے ماہ۔ دلخستہ۔ رنجیدہ۔ قصدِ جاں کردن۔ مار ڈالنا۔ امتحاں۔ آزمائش۔ مخلص۔ چھٹکارے کی جگہ۔

[2] آغازید۔ شروع کر دیا۔ گزاف۔ بے وجہ، بے اصل۔ زی وقاف۔ جھک جھک، بک بک۔ بادِ ریش۔ غرور، شیخی۔ نشان۔ علامت۔ رنج۔ یار بے تحمل نہ کند یار نباشد۔

[3] کراں۔ کنارہ۔ مغز۔ اصل، لُبِ لباب۔ پوست۔ چھلکا۔ رنج بر خود گیر۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ رُو مگرداں۔ یعنی اگر دوست تکلیف پہنچائے۔ نے نشان۔ دوستی کی علامت یہی ہے کہ ہر حالت میں راضی برضا رہ دوست رہے۔

دوست ہمچوں زر[۱] بلا چوں آتش ست | زرِ خالص در دلِ آتش خوش ست
دوست سونے کی طرح، تکلیف آگ کی طرح ہے | خالص سونا آگ کے بیچ میں بھلا ہے

امتحان[۲] کردن خواجۂ لقمانؑ زیرکی لقمانؑ را

حضرت لقمانؑ کے آقا کا لقمانؑ کی ذہانت کی آزمائش کرنا

نے کہ لقمانؑ را کہ بندۂ پاک بود | روز و شب در بندگی چالاک بود
کیا ایسا نہیں ہوا کہ لقمانؑ جو ایک اچھے غلام تھے | دن رات خدمتگاری میں چست تھے

ق

خواجہ اش میداشتے در کار پیش | بہترش دیدے ز فرزندانِ خویش
آقا اُن کو ہر کام میں آگے رکھتا تھا | اپنی اولاد سے بھی اُن کو زیادہ سمجھتا تھا

زانکہ لقمانؑ گرچہ بندہ زادہ بود | خواجہ بود و از ہوا آزادہ بود
اسلئے کہ حضرت لقمانؑ اگرچہ غلام زادہ تھے | (لیکن) آقا تھے اور خواہشِ نفسانی سے آزاد تھے

گفت[۳] شاہے شیخ را اندر سخن | کز من از بخشش تو چیزے خواست کن
ایک بادشاہ نے گفتگو میں ایک بزرگ سے کہا | مجھ سے بخشش میں کچھ مانگ

گفت اے شہ شرم ناید مر ترا | کہ چنیں گوئی مرا زیں بر تر آ
اُس (بزرگ) نے کہا اے بادشاہ! تجھے شرم نہیں آتی | کہ مجھ سے یہ کہتا ہے، اِس سے بالاتر بن

من دو بندہ دارم و ایشاں حقیر | واں دو بر تو حاکمانند و امیر
میرے دو غلام ہیں اور وہ (بھی) حقیر ہیں | اور وہ دونوں تیرے حاکم اور سردار ہیں

گفت شہ آں دو چہ اند ایں ذلت ست | گفت آں یک خشم و دیگر شہوت ست
بادشاہ نے کہا وہ دونوں کیا ہیں؟ یہ (تو) ذلت ہے | اُس (بزرگ) نے کہا ایک غصہ دوسرا شہوت ہے

شاہ آں داں کو ز شاہی فارغ ست | بر مہ و خورشید نورش بازغ ست
بادشاہ اُس کو سمجھ جو بادشاہی سے بے نیاز ہے | چاند اور سورج پر اُس کا نور غالب ہے

مخزن آں دارد کہ مخزن عارِ او ست | ہستی آں دارد کہ با ہستی عدو ست
وہ ایسا خزانہ رکھتا ہے کہ ظاہری خزانہ اُسکی ذلت ہے | وہ ایسا وجود رکھتا ہے جو وجود کا دشمن ہے

خواجۂ لقماں بظاہر خواجہ وش | در حقیقت بندہ لقمان خواجہ اش
(حضرت) لقمانؑ کا آقا ظاہری خواجگی کے ہوتے ہوئے | حقیقتاً غلام ہے، لقمانؑ اُس کے آقا ہیں

ہستی آں دارد۔ یعنی اُس کا روحانی وجود ہے جو جسمانی وجود کا دشمن ہے۔ خواجہ۔ یعنی دراصل لقمان خواجہ تھے اور اُن کا خواجہ دراصل غلام تھا۔

[۱] ہمچوں زر۔ جس طرح سونا آتش سے نکھرتا ہے اسی طرح دوستی میں دوست کے مصائب برداشت کرنے سے خلوص کا اظہار ہوتا ہے۔

[۲] اِمتحان کردن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح حضرت لقمانؑ نے دوست کے ہاتھ سے کڑوا خربوزہ بھی رغبت سے کھایا اسی طرح ایک انسان کو منجانب اللہ مصائب پر بھی راضی برضاء الٰہی رہنا چاہیئے۔ خواجہ۔ آقا اُن کو معتز زادہ اولاد سے زیادہ پیار سے رکھتا تھا۔ زانکہ۔ یہ پہلے شعر کی دلیل ہے۔ بندہ زادہ۔ حضرت لقمانؑ کو اگر ولی اور بزرگ مانا جائے تو غلام زادہ ہونے میں کوئی اِشکال نہیں اور اگر وہ نبی تھے تو ان کے باپ کو جبراً غلام بنایا گیا ہوگا۔ خواجہ بود۔ چونکہ وہ ہوا و ہوس سے آزاد تھے لہٰذا غلام نہ تھے بلکہ آقا تھے۔

[۳] گفت شاہے۔ چونکہ مولانا نے پہلے شعر میں ہوا و ہوس سے آزاد ہونے کا ذکر کیا ہے لہٰذا اِس سلسلہ میں یہ حکایت نقل کی ہے۔ بر تر آ۔ یعنی یہ بات تیرے مقام سے گری ہوئی ہے۔ حق۔ تو میرے دو غلاموں کا غلام ہے۔ ذلت۔ یعنی غلاموں کا غلام ہونا میرے لئے ذلت کا سبب ہے۔ زِ شاہی۔ شاہ تو وہ ہے کہ دنیا کی بادشاہت سے بھی بے نیاز ہو۔ بازغ۔ چمکنے والا، روشن۔ مخزن۔ یعنی علم و معرفت کا خزانہ۔ کہ مخزن۔ یعنی زر و جواہر کا خزانہ۔

در جہانِ[1] بازگونہ زیں بسے ست
الٹی دنیا میں ایسا بہت ہے

در نظرشاں گوہرے کم از خسے ست
اُن کی نظر میں جوہر تنکے سے کم ہے

مَر بیاباں رامفازہ نام شُد
بیابان کا نام، کامیابی کی جگہ ہوا

نام و ننگے عقلِ شاں رادام شُد
عزت و ذلت، اُن کی عقل کا جال بنا

یک گرہ راخود مُعرّف جامہ است
ایک گروہ کے لئے لباس پہچان کا ذریعہ ہے

در قبا گویند کو از عامہ است
قبا پہننے والے کو عوام میں سے کہتے ہیں

یک گرُہ را ظاہرِ سالوس و زَرق
ایک گروہ کے ظاہری مکر اور فریب نے

کردہ زاہد نام و اندر زُہد غرق
زاہد اور زہد میں ڈوبے ہوئے نام رکھ لئے

یک گرُہ را ظاہرِ[2] سالوس و زُہد
ایک گروہ میں ظاہری مکر اور زہد ہے

نور باید تا بُود جاسوسِ زہد
نور چاہئے جو زہد کی مخبری کرے

نور باید پاک از تقلید و غول
نور درکار ہے جو تقلید اور کجی سے خالی ہو

تا شناسد مرد را بے فعل و قول
تاکہ انسان کو بغیر قول اور فعل کے پہچانے

در رَوَد در قلبِ اُو از راہِ عقل
اُس کے دل میں عقل کے راستہ سے گھس جائے

نقدِ اُو بیند نباشد بندِ نقل
اُس کا نقد دیکھ لے، سنی سنائی کا پابند نہ ہو

بندگانِ[3] خاصِ علّامُ الغیوب
علّام الغیوب کے خاص بندے

در جہانِ جاں جواسیس القلوب
روحانی دنیا میں دلوں کے جاسوس ہیں

در درونِ دل در آید چوں خیال
جب دل میں کوئی خیال آتا ہے

پیشِ شاں مکشوف باشد سرِّ حال
پوشیدہ بھید اُن کے سامنے کُھل جاتا ہے

در تنِ گنجشک چہ بُود برگ و ساز
چڑیا کے جسم میں کیا ساز و سامان ہوتا ہے؟

کہ شود پوشیدہ آں بر عقلِ باز
کہ وہ باز کی عقل پر چھپ سکے

آنکہ واقف گشت بر اسرارِ ھُو
جو اللہ تعالیٰ کے بھیدوں سے واقف ہوگیا

سرِّ مخلوقات چہ بُود پیشِ اُو
مخلوق کے بھید اُس کے سامنے کیا ہیں؟

آنکہ بر افلاک رفتارش بُود
جس کی گذر آسمانوں پر ہو

بر زمیں رفتن چہ دشوارش بُود
اُس کو زمین پر چلنا کیا دشوار ہوگا؟

در کفِ داؤد کاہن گشت موم
(حضرت) داؤد کے ہاتھ میں جبکہ لوہا موم ہوگیا

موم چہ بُود در کفِ اُو اے ظلوم
اے ظالم! اُن کے ہاتھ میں موم کیا ہوگا!

---

[1] جہانِ بازگونہ۔ اُلٹی دنیا۔ در نظر۔ یعنی قیمتی چیز کو کم قیمت اور کم قیمت چیز کو قیمتی سمجھتے ہیں۔ مَفازہ۔ کامیابی کی جگہ، صحرا کو کہتے ہیں حالانکہ وہ مُہلکہ یعنی ہلاکت کی جگہ ہے، نام نہند زنگی کافور۔ نام و ننگ۔ عزت و ذلت کے خیال سے بے عقل کے کام کرتے ہیں۔ یک گرہ۔ کپڑوں سے انسان کو پہچانتے ہیں اُس کی حقیقت پر نظر نہیں رکھتے ہیں گدڑی والے کو فقیر سمجھتے ہیں قبا پہننے والے کو معمولی انسان تصور کرتے ہیں۔

[2] ظاہرِ سالوس۔ بعض لوگ ظاہری مکاری کو دیکھ کر زُہد کے قائل ہو جاتے ہیں۔ نور باید۔ کسی کو پہچاننے کیلئے نورِ قلبی درکار ہے جس کے ذریعہ بغیر بات کئے اور کام دیکھے انسان کو پہچانا جاسکے۔ نقدِ اُو۔ انسان کی صحیح حالت۔

[3] بندگان۔ پیر پر مرید کے دل کے احوال منکشف ہو جاتے ہیں۔ علام الغیوب۔ غیبوں کا جاننے والا، یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ جواسیس۔ جاسوس کی جمع ہے، راز کو جاننے والا۔ در درون۔ جس طرح خیالات انسان کے دل میں گھستے ہیں اسی طرح خاص بندے بھی دل میں گھس کر پوشیدہ احوال جان لیتا ہے۔ در تن۔ گنجشک سے مراد مرید اور باز سے مراد شیخ ہے۔ اسرارِ ھُو۔ اللہ کے اسرار۔ بر افلاک۔ انبیاء اور اولیاء کو آسمانوں کی سیریں

کرائی گئی ہیں۔ داؤد۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا موم ہو جاتا تھا۔

بود[1] لقمانؒ بندہ شکلے خواجۂ — بندگی بر ظاہرش دیباجۂ

لقمانؒ بظاہر غلام (حقیقتاً) آقا تھے — غلامی اُن کے ظاہر کا عنوان تھی

چوں رَوَد خواجہ بجائے ناشناس — در غلامِ خویش پوشاند لباس

آقا جب کسی اجنبی جگہ جاتا ہے — اپنے غلام کو (شاہی) لباس پہنا دیتا ہے

اُو بپوشد جامہائے آں غلام — مر غلامِ خویش را سازد امام

وہ اُس غلام کے کپڑے خود پہن لیتا ہے — اپنے غلام کو پیشرو بنا لیتا ہے

در پَیَش چوں بندگاں در رَہ شود — تا نباید زو کسے آگاہ[2] شود

راستہ میں غلاموں کی طرح اُسکے پیچھے چلتا ہے — تاکہ اُس کو کوئی نہ پہچان سکے

گوید اے بندہ تو رَو در صدر نشیں — من بگیرم کفش چوں بندہ کمیں

کہہ دیتا ہے کہ اے غلام! تو جا اور صدر جگہ پر بیٹھ — میں معمولی غلام کی طرح جوتیاں لے لونگا

تو درشتی کُن مرا دُشنام دہ — مر مرا تو ہیچ توقیرے مَنِہ

تو سختی کر، مجھے بُرا بھلا کہہ — تو میری کوئی عزت نہ کر

ترکِ خدمت خدمتِ تو داشتم — تا بغُربت تخمِ حیلت کاشتم

خدمت نہ کرنا میں نے تیرے ذمہ لگایا ہے — جب تک کہ مسافرت میں میں نے تدبیر کا بیج بویا ہے

خواجگاں[3] ایں بندگیہا کردہ اند — تا گماں آید کہ ایشاں بندہ اند

آقاؤں نے یہ غلامیاں کی ہیں — تاکہ یہ گمان ہو کہ وہ غلام ہیں

چشم پُر بودند و سیر از خواجگی — کارہا کردہ اند آمادگی

وہ آقائیت سے سیر چشم اور پیٹ بھرے تھے — انھوں نے استعداد (کے لئے) بہت سے کام کئے ہیں

وِیں غلامانِ ہوا برعکسِ آں — خویشتن بنمودہ میرِ عقل و جاں

اور یہ خواہش کے غلام اس کے برعکس — اپنے آپ کو عقل و جان کا آقا ظاہر کرتے ہیں

آید از خواجہ رہِ افگندگی — ناید از بندہ بغیر از بندگی

آقا سے خاکساری کا طریقہ آتا ہے — (اللہ کے) بندے سے بندگی کے سوا کچھ نہیں آتا ہے

پس ازاں عالَم بدیں عالَم چُناں — تعبیتہا ہست برعکسِ ایں بداں

پس اُس عالم سے اِس عالم تک — بہت سی بناوٹی باتیں ہیں اُن کو اُلٹا سمجھ

---

[1] بود لقمانؒ. حضرت لقمانؒ نے جان بوجھ کر ظاہری طور پر غلامی اختیار کر رکھی تھی ورنہ وہ آقا تھے. چوں رود. غلامی کی شکل اختیار کر لینے کی وجہ بیان کی ہے، اجنبی جگہ مصلحتوں کی بنا پر اکثر اپنے آپ کو غلام اور غلام کو شاہ ظاہر کر دیا کرتے ہیں

[2] آگاہ شود. اپنے آپ کو بادشاہ ظاہر کرنے میں خطرات ہوتے ہیں. نشیں. نشیں کا مخفف ہے. کمیں. کمینہ. تو درشتی. تاکہ غلام کو آقا سمجھا جائے. ترکِ خدمت یعنی تیری خدمتگذاری یہی ہے کہ تو خدمت نہ کرے. غُربت. مسافرت. حیلت. تدبیر.

[3] خواجگاں. بہت سے بزرگ اپنی بزرگی کے اخفاء کیلئے معمولی معمولی کام اختیار کر لیتے ہیں تاکہ عوام کی نگاہوں سے چھپے رہیں. کارہا. بزرگانِ دین معمولی پیشے اختیار کر لیتے ہیں تاکہ اُن کی استعدادِ قربِ الٰہی میں اضافہ ہو. ویں غلاماں. جو لوگ حرص و ہوا کے غلام ہیں وہ اپنی بڑائی ظاہر کرتے ہیں. خواجہ. بزرگانِ دین ہمیشہ فروتنی اختیار کرتے ہیں. از بندہ یعنی جو اللہ کے نیک بندے ہیں. ازاں عالم. عالمِ آخرت. ازیں عالم. عالمِ دنیا. تعبیتہا. تعبیتہ کی جمع ہے بناوٹ. برعکس جس طرح یہ واقعہ ہے کہ بظاہر حضرت لقمانؒ غلام اور ان کا آقا آقا ہے لیکن حقیقتاً حضرت لقمانؒ آقا اور اُن کا آقا اُن کا غلام تھا اسی طرح اِس عالم اور عالمِ آخرت میں اور بہت سی چیزیں ہیں کہ جو حقیقتاً ظاہر کے برعکس ہیں۔

خواجۂ لقمانؑ ازیں[۵۱] حالِ نہاں — بود واقف دیدہ بود از وے نشاں
(حضرت) لقمانؑ کا آقا اس راز سے — واقف تھا اور اُس کی نشانی دیکھ چکا تھا

راز می دانست خوش می راند خر — از برائے مصلحت آں راہبر
راز جانتا تھا، کام چلا رہا تھا — اُس راہنما کی مصلحت کی وجہ سے

مر وُرا آزاد کردے از نخست — لیک خوشنودیِ لقمانؑ را بجُست
اُن کو وہ پہلے ہی آزاد کر دیتا — لیکن اُس نے (حضرت) لقمانؑ کی خوشنودی چاہی

زانکہ لقمانؑ را مراد ایں بود تا — کس نداند سِرّ آں شیرِ فتا
کیونکہ (حضرت) لقمانؑ کا مقصد یہی تھا، تاکہ — اُس نوجوان شیر کا کوئی بھید نہ سمجھ سکے

چہ عجب[۵۲] گر سِر زِ بد پنہاں کُنی — ایں عجب کہ سِر زِ خود پنہاں کُنی
یہ کیا عجیب بات ہے کہ تو راز کسی بُرے سے چھپائے — عجیب تو یہ ہے کہ تو راز کو اپنے آپ سے چھپائے

کار پنہاں کُن تو از چشمانِ خود — تا بُوَد کارت سلیم از چشمِ بد
اپنی نظروں سے چھپ کر کام کر — تاکہ تیرا کام نظرِ بد سے بچا رہے

خویش را تسلیم کُن بردار مُزد — وانگہ از خود بے زِ خود چیزے بدزد
اپنے آپ کو سپرد کر دے، مزدوری کمالے — پھر بے خودی میں اپنے میں سے کچھ چُرا لے

می دہند[۵۳] افیوں بمردِ زخم مند — تا کہ پیکاں از تنش بیروں کُنند
زخمی انسان کو افیون دے دیتے ہیں — تاکہ اُس کے جسم میں سے تیر کھینچ لیں

وقتِ مرگ از رنج اُو را مید رند — اُو بداں مشغول شُد جاں می بَرند
مرتے وقت اُس کو تکلیف سے ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہیں — وہ اِس میں لگا، جان نکال لے جاتے ہیں

چوں بہر فکرے کہ خواہی دل سپرد — از تو چیزے در نہاں خواہند بُرد
جب کسی فکر میں تو دل کو لگا دے گا — تو وہ تیری چیز چپکے سے چرالیں گے

پس بداں مشغول شو کاں بہتر ست — تا ز تو چیزے بَرد کاں کہتر ست
تو اُس میں لگ جو اچھی چیز ہو — تاکہ (چور) تیری وہ چیز لے جائے جو گھٹیا ہے

ہر چہ اندیشی و تحصیلے کُنی — می در آید دُزد زاں سُو کایمنی
جو تو سوچتا ہے، اور حاصل کرتا ہے — چور اُس جانب سے آتا ہے جدھر سے تو مطمئن ہے

---

۵۱ ازیں حال۔ یعنی اِس بات سے کہ حضرت لقمانؑ نے ظاہراً غلامی اختیار کر رکھی ہے ورنہ بباطن اُن کا رتبہ آقائیت کا ہے۔ راہبر۔ یعنی حضرت لقمانؑ خوشنودی۔ حضرت لقمانؑ کی خواہش تھی کہ اُن کو غلام بنائے رکھے۔ بہ تر۔ اُن کا روحانی مرتبہ۔

۵۲ چہ عجب۔ کمالات کو دوسروں کی نگاہوں سے مخفی رکھنا بھی کمال ہے لیکن اپنی نگاہوں میں اپنے کمالات، کمال نہوں تب زیادہ کمال ہے۔ چشمِ بد۔ خود اپنی نظرِ بد سے اپنے اعمال کو بچا۔ خویش را۔ اپنے آپ کو غلام سمجھتے ہوئے مزدوری کئے جاؤ تب اپنے رذایل کو اپنے آپ سے چُرا کر غائب کر سکو گے۔

۵۳ می دہند۔ افیوں کھلا کر خودی مٹادی جاتی ہے تب اِصلاح کی جاتی ہے تو خودی کو مٹانے سے اِصلاح ہوگی۔ وقتِ مرگ۔ موت کے وقت جسمانی تکالیف میں مبتلا ہوتا ہے تو اُس کی طرف توجہ جاتی ہے اور روح سے غفلت ہو جاتی ہے تو روح چوری چلی جاتی ہے۔ چوں بہر فکرے۔ انسان کی جس چیز کی طرف توجہ رہتی ہے وہ بچ جاتی ہے جس سے غفلت برتتا ہے وہ چوری ہو جاتی ہے۔ بہتر ست۔ قیمتی چیز کی طرف توجہ کرے پھر ضائع ہوگی تو معمولی چیز ضائع ہوگی۔ ایمنی۔ تو مطمئن ہو کر بے توجہی کرتا ہے تو چور اُسکو چُراتا ہے جس چیز کی انسان فکر رکھتا ہے اُس کی جانب چور نہیں آتا

558

بارِ بازرگاں چو در آب اوفتد | دست اندر کالۂ بہتر زند
تاجر کا مال جب پانی میں گرتا ہے | تو وہ عمدہ سامان پر ہاتھ مارتا ہے

کشتیٔ مالش بغرقاب اوفتد | ہر چہ نازل تر بدریا افگند
اُس کے مال کی کشتی اگر سمندر میں پھنسے | جو گھٹیا ہے اُس کو دریا میں پھینک دیتا ہے

چونکہ چیزے فوت خواہد شد در آب | ترکِ کمتر گوئی و بہتر را بیاب
چونکہ کوئی نہ کوئی چیز تو پانی میں ڈوبے گی | گھٹیا کو چھوڑ دے اور بڑھیا کو بچالے

نقدِ ایماں را بطاعت گوش دار | تا ز روئے حق نگردی شرم سار
بندگی کے ذریعہ ایمان کے نقد کی حفاظت کر | تاکہ تو اللہ (تعالیٰ) کے روبرو شرمندہ نہ ہو

چونکہ نقدت را نگہداری کنی | حرص و غفلت را بَرد دِ بُودنی
جب تو اپنے نقد کی دیکھ بھال رکھے گا | کینہ شیطان حرص اور غفلت کو لے بھاگے گا

ظاہر شدن فضل و زیرکی لقمان پیش امتحان کنندگان

امتحان کرنے والوں کے سامنے (حضرت) لقمانؑ کی بزرگی اور ذہانت کا ظاہر ہونا

خواجۂ لقمانؑ چو لقمانؑ را شناخت[2] | بندہ بود اُو را و با او عشق باخت
حضرت لقمانؑ کے آقا نے جب لقمانؑ کو پہچان لیا | اُن کا غلام ہو گیا اور اُن پر فریفتہ ہو گیا

ہر طعامے کاوریدندے بُوَے | کس سوئے لقمانؑ فرستادے زپے
وہ جو کھانا اُس کے پاس لاتے | تو فوراً کسی کو (حضرت) لقمانؑ کی جانب روانہ کرتا

تا کہ لقمانؑ دست سُوے آں بَرد | قاصدًا تا خواجہ پس خوردش خورد
تاکہ (حضرت) لقمانؑ اُس میں ہاتھ ڈال دیں | اِس ارادے سے کہ آقا اُن کا جھوٹا کھائے

سُؤرِ[3] اُو خوردے و شور انگیختے | ہر طعامے کو نخوردے ریختے
اُن کا جھوٹا کھاتا، اور مستی پیدا کرتا | جو کھانا وہ نہ کھاتے اُس کو ضائع کر دیتا

ور بخوردے بیدل و بے اشتہا | ایں بُود پیوستگی بے منتہا
اگر کھاتا بھی تو بے دلی اور بے رغبتی سے | لامحدود تعلق یہ ہوتا ہے

خربزہ آوردہ بودند ارمغاں | لیک غائب بود لقمانؑ آں زماں
تحفے میں خربوزہ لائے تھے | لیکن اُس وقت (حضرت) لقمانؑ موجود نہ تھے

گفت خواجہ با غلامے کے فلاں | زود رَو فرزند لقمانؑ را بخواں
آقا نے ایک غلام سے کہا کہ فلانے! | جلد جا، عزیز لقمانؑ کو بُلا لا

---

[1] بار۔ پہلے سمجھایا تھا کہ اچھی چیز کی طرف نگاہ رکھو تاکہ معمولی چیز ضائع ہو اب اُس کو مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہ اگر کشتی بوجھل ہونے کی وجہ سے ڈوبنے لگتی ہے تو معمولی چیزیں پھینک دی جاتی ہیں۔ کالا۔ سامان۔ نازل تر۔ گھٹیا۔ بہتر۔ قیمتی سامان۔ ایماں۔ یہ قیمتی چیز ہے اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کرنی ہے اِس کی حفاظت کر۔ حرص۔ اپنے رذایل کی حفاظت نہ کر تاکہ وہ چوری ہو جائیں۔

[2] شناخت۔ یعنی اُن کا آقا اُنکی بزرگی کو پہچان گیا۔ ہر طعامے۔ بڑوں کا جھوٹا تبرکًا کھایا جاتا ہے۔ فرستادے۔ یعنی اُن کو بلانے کیلئے۔ پس خورد۔ بچا ہوا کھانا۔

[3] سُؤر۔ پس خوردہ۔ شور انگیختن۔ مستی کا اظہار کرنا۔ ریختے۔ اُنکے نہ کھانے سے سمجھتا تھا کہ کھانا مکروہ ہے۔ پیوستگی۔ تعلق۔ خربزہ۔ خربوزہ۔ ارمغاں۔ تحفہ۔ فرزند۔ محبت میں بیٹا کہا ہے۔

چونکہ لقمانؑ آمد و پیشش نشست
جب (حضرت) لقمانؑ آئے اور اسکے سامنے بیٹھ گئے

خواجہ پس بگرفت سکینے[۵۱] بدست
اُس کے بعد آقا نے چھری ہاتھ میں لی

چوں بُرید و داد اُورا یک بُریں
جب تراشا، اور اُن کو ایک قاش دی

ہمچو شکر خوردش و چوں انگبیں
اُنھوں نے اُس کو شکر و شہد کی طرح کھالیا

از خوشی کہ خورد داد اُورا دوم
چونکہ اُنھوں نے خوشی سے کھایا اُن کو دوسری دی

تا رسید آں گُرچہا تا ہفدہم
یہاں تک کہ وہ قاشیں سترہ تک پہونچیں۔

ماند گُرچے گفت ایں را من خورم
ایک قاش بچی تو بولا اِس کو میں کھاؤں گا،

تا چہ شیریں خربزست ایں بنگرم
تاکہ دیکھوں کیسا میٹھا خربوزہ ہے؟

اُو چنیں خوش میخورد کز ذوقِ اُو
وہ اِسقدر خوشی سے کھا رہے تھے کہ اُنکے ذوق سے

طبعہا شد مُشتہی و لُقمہ جُو
طبیعتیں خواہشمند ہوگئیں اور کھانا چاہنے لگیں

چوں[۵۲] بخورد از تلخیش آتش فروخت
جب اُسنے کھایا اُس کی کڑواہٹ سے آگ لگ گئی

ہم زباں کرد آبلہ ہم حلق سوخت
زبان پر آبلہ پڑگیا حلق بھی جل گیا

ساعتے بیخود شد از تلخیِ آں
تھوڑی دیر اُس کی کڑواہٹ سے بے چین رہا

بعد ازاں گفتش کہ اے جانِ جہاں
اُس کے بعد اُنسے کہا، اے جانِ عالم!

نوش چوں کردی تو چندیں زہر را
آپ نے اسقدر زہر کیسے پی لیا؟

لُطف چوں انگاشتی ایں قہر را
اِس قہر کو لُطف کیوں سمجھا؟

ایں چہ صبرست ایں صبوری از چہ روست
یہ کیسا صبر ہے اور یہ کس طرح کا صبر کرنا ہے؟

جانِ تو گوئی بہ پیشِ تو عدوست
گویا آپ کی جان آپ کے نزدیک آپکی دشمن ہے

چوں[۵۳] نیاوردی بحیلت حجتے
کیوں نہ تدبیر سے آپ نے کوئی عذر کردیا

کہ مرا عُذر یست بس کُن ساعتے
کہ میں معذور ہوں، تھوڑی دیر ٹھہر

گفت من از دستِ نعمت بخشِ تو
فرمایا کہ تیرے سخی ہاتھ سے

خوردہ ام چنداں کہ از شرمم دوتو
میں نے اسقدر کھایا ہے کہ شرمندگی سے جھکا جاتا ہوں

شرمم آمد گر یکے تلخ از کفت
مجھے شرم آتی اگر تیرے ہاتھ سے ایک کڑوی چیز

می نخورم اے تو صاحب معرفت
نہ کھاؤں اے (آقا)، تو خود جانتا ہے

چوں ہمہ اجزام از انعامِ تو
جبکہ میرے تمام اجزا تیرے اِنعام سے

رُستہ اند و غرقِ دانہ و دامِ تو
اُگے ہیں اور تیرے دانہ و دام میں غرق ہیں

---

۵۱ سکین۔ چھری۔ بُریں۔ قاش، پھانک۔ انگبیں، شہد۔ گرچہا۔ گرچ کی جمع ہے، بالضم و کاف و جیم فارسی، خربوزے، تربوز کی قاش۔ مشتہی۔ خواہشمند

۵۲ چوں۔ کڑوا خربوزہ کھانے سے حلق میں سوزش اور زبان پر آبلہ پڑگیا۔ جانِ جہاں۔ یعنی حضرت لقمانؑ۔ زہر۔ یعنی کڑوا خربوزہ۔ عدو ایسا کڑوا خربوزہ کھانا تو جان کے ساتھ دشمنی ہے۔

۵۳ چوں۔ یعنی صاف اِنکار مناسب نہ تھا تو کوئی عذر تراش لیتے۔ گفت حضرت لقمانؑ نے فرمایا جب اِس ہاتھ سے سیکڑوں شیریں چیزیں کھاچکا ہوں ایک تلخ چیز کا اِنکار بے شرمی ہے۔ اَجزام۔ میرے بدن کے سارے اَجزا، تیرے نمک کے پروردہ ہیں۔ دام۔ جال۔

گرز یک[1] تلخے کُنم فریاد و داد
اگر میں ایک کڑوی چیز سے فریاد اور واویلا کروں

خاکِ تیرہ برسرِ اجزام باد
تو کالی خاک میرے اجزاء پر ہو

لذّتے دستِ شکر بخشت کہ داشت
تیرا شکر بخش ہاتھ جو لذت رکھتا تھا

اندریں بطیخ تلخی کے گذاشت
اُس نے اِس خربوزے میں کڑواہٹ کہاں چھوڑی؟

از محبت تلخہا شیریں شود
محبت کی وجہ سے کڑوی چیزیں میٹھی ہو جاتی ہیں

از محبت مسہا زریں شود
محبت سے تانبے سونے بن جاتے ہیں

از محبت دُردہا صافی شود
محبت سے تلچھٹیں صاف ہو جاتی ہیں

وز محبت دردہا شافی شود
محبت سے درد شفا بخشنے والے بن جاتے ہیں

از محبت خارہا گل می شود
محبت سے کانٹے پھول بن جاتے ہیں

وز محبت سرکہا مُل می شود
محبت سے سرکے شراب بن جاتے ہیں

از محبت دار تختے[2] می شود
محبت سے سُولی، تخت بن جاتی ہے

وز محبت بار بختے می شود
محبت سے بوجھ نصیبہ بن جاتا ہے

از محبت سجن گلشن می شود
محبت سے قید خانہ چمن بن جاتا ہے

بے محبت روضہ گلخن می شود
بغیر محبت کے باغ بھٹی بن جاتا ہے

از محبت نار نورے می شود
محبت سے آگ نور بن جاتی ہے

وز محبت دیو حورے می شود
محبت سے دیو، حور بن جاتا ہے

از محبت سنگ روغن می شود
محبت سے پتھر تیل بن جاتا ہے

بے محبت موم آہن می شود
بغیر محبت کے موم لوہا بن جاتا ہے

از محبت حزن شادی می شود
محبت سے غم خوشی بن جاتا ہے

وز محبت غول ہادی می شود
محبت سے چھلاوا راہبر بن جاتا ہے

از محبت نیش[3] نوشے می شود
محبت سے ڈنک شہد بن جاتا ہے

وز محبت شیر موشے می شود
محبت سے شیر چوہا بن جاتا ہے

از محبت سُقم صحت می شود
محبت سے بیماری، تندرستی بنجاتی ہے

وز محبت قہر رحمت می شود
محبت سے قہر رحمت بن جاتا ہے

از محبت خار سوسن می شود
محبت سے کانٹا سوسن بن جاتا ہے

وز محبت خانہ روشن می شود
محبت سے گھر روشن ہو جاتا ہے

---

[1] گرز یک۔ کسی بڑے محسن کی معمولی سی زیادتی پر واویلا کرنا بڑی ذلیل حرکت ہے۔ لذت۔ محسن کے ہاتھ کی کڑوی چیزیں کڑوی نہیں رہتی ہیں۔ از محبت۔ یہاں سے مولانا نے فرمایا ہے کہ محبت چیزوں کی حقیقت بدل دیتی ہے۔ دُرد۔ تلچھٹ۔ دردہا۔ یعنی امراض۔ مُل شراب۔
[2] تختے۔ یعنی تختِ شاہی۔ بار۔ بوجھ۔ بخت۔ یعنی خوش نصیبی۔ سجن۔ قیدخانہ۔ روضہ۔ باغیچہ۔ گلخن۔ بھٹی۔ دیو۔ یعنی بدصورت۔ حور۔ یعنی خوبصورت۔ حزن۔ غم۔ غول۔ چھلاوا جس کا کام راستہ سے بھٹکانا ہے۔
[3] نیش۔ زہریلا ڈنک۔ موش۔ چوہا۔ سقم۔ بیماری۔ سوسن۔ ایک آسمانی رنگ کا پھول ہے۔

از محبت مُردہ زندہ می شود   وز محبت شاہ بندہ می شود

محبت سے مُردہ زندہ ہو جاتا ہے   محبت سے شاہ، غلام بن جاتا ہے

ایں محبت ہم نتیجہ دانش ست[1]   کے گزافہ بر چنیں تختے نشست

یہ محبت بھی سمجھ کا نتیجہ ہے   بکواسی ایسے تخت پر کب بیٹھ سکتا ہے؟

دانشِ ناقص کجا ایں عشق زاد   عشق زاید ناقص اَمّا بر جماد

ناقص عقل نے یہ عشق کب جنا ہے؟   ناقص (عقل) عشق پیدا کرتی ہے لیکن پتھر سے

بر جمادے رنگِ مطلوبے چو دید   از صفیرے بانگِ محبوبے شنید

پتھر پر جب محبوب کا رنگ دیکھا   سیٹی سے محبوب کی آواز سن لی

دانشِ ناقص نداند فرق را   لاجرم خورشید داند برق را

ناقص عقل، فرق نہیں سمجھتی   لامحالہ بجلی کو سورج سمجھ لیتی ہے

چونکہ ملعوں خواند ناقص را رسول[2]   بود در تاویل نقصانِ عقول

ناقص کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ملعون کہا ہے   از روئے تاویل عقلوں کی کمی (مراد) تھی

زانکہ ناقص تن بُود مرحومِ رحم   نیست بر مرحوم لائق لعن و زخم

اس لئے کہ ناقص جسم، قابلِ رحم ہوتا ہے   قابلِ رحم لعنت و زحمت کے لائق نہیں ہے

نقصِ عقلست آنکہ بد رنجوریست   مُوجبِ لعنت سزائے دوریست

بُری بیماری عقل کی کمی ہے   جو لعنت کا سبب اور دور رہنے کے قابل ہے

زانکہ تکمیلِ خردہا دُور نیست[3]   لیک تکمیلِ بدن مقدور نیست

کیونکہ عقلوں کی تکمیل بعید نہیں ہے   لیکن بدن کی تکمیل ممکن نہیں ہے

کفرِ فرعونے و ہر گبرِ عنید   جملہ از نقصانِ عقل آمد پدید

فرعون اور ہر سرکش کافر کا کفر   سب عقل کی کمی سے رُونما ہوا ہے

بہر نقصانِ بدن آمد فرج   در نُبی کہ ما علی الاعمیٰ حرج

بدن کی کمی کے لئے گنجائش آئی ہے   قرآن میں ہے "اندھے پر گناہ نہیں ہے"

برق آفل باشد و بس بے وفا   آفل از باقی نداند بے صفا

برق چھپ جانے والی ہوتی ہے اور بہت بے وفا ہوتی ہے   بے نور غائب ہو جانیوالے کو باقی رہنے والے سے ممتاز نہیں کر سکتا

برق خندد بر کہ می خندد بگو   بر کسے کہ دل نہد بر نورِ او

بجلی ہنستی ہے، بتا کس پر ہنستی ہے؟   اُس شخص پر جو اُس کی چمک سے دل لگائے

---

[1] دانش۔ یعنی عشق و محبت کامل عقل کا نتیجہ ہے۔ ناقص۔ یعنی ناقص عقل بھی عشق پیدا کرتی ہے لیکن غیر واقعی معشوق کے ساتھ۔ بر جمادے۔ ناقص عقل جب کسی چیز پر محبوبِ حقیقی کا عکس دیکھتی ہے تو اُس کی گرویدہ ہو جاتی ہے۔ یہ دھوکا ایسا ہی ہے جیسا کہ پرند کو شکاری کی سیٹی سے دھوکا لگتا ہے اور اُسکو اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ کر جال میں جا پھنستا ہے صفیر سیٹی جو شکاری بجاتا ہے۔ لاجرم۔ فانی کو باقی تصور کر لیتا ہے۔

[2] چونکہ۔ جس ناقص کو ملعون کہا گیا ہے اُس سے مراد ناقص عقل والا ہے۔ ناقص تن۔ جیسے لنگڑا، اندھا۔ زخم۔ زحمت۔ بد رنجوری۔ بری بیماری۔

[3] زانکہ۔ باعثِ لعنت وہ بُرائی ہو سکتی ہے جس کا ازالہ ممکن ہو اور نہ کیا جائے۔ بے عقل، عاقلوں کی صحبت میں عقل حاصل کر سکتا ہے، لنگڑا بالکل معذور ہے۔ کفر چونکہ عقلی نقصان کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے لہٰذا باعثِ لعنت ہے۔ فرج۔ کشادگی۔ اعمیٰ۔ اندھا۔ حرج۔ گناہ۔ آفل۔ غروب کر جانے والا۔ برق۔ بجلی کی کوند کو قہقہہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

نورہائے برق بربُریدہ پے ست[1] — آں چو لاشرقی و لاغربی کے ست

بجلی کے نوروں کے پیر کٹے ہوئے ہیں — وہ لاشرقی و لاغربی کی طرح کب ہیں؟

برق را خواں یخطف الابصار دان[1] — نورِ باقی را ہمہ ابصار داں

بجلی کو تو نگاہیں اُچک لینے والی سمجھ — باقی رہنے والے نور کو مجسم نگاہیں سمجھ

برکفِ دریا فرس را راندن ست — نامہ را در نورِ برقے خواندن ست

دریا کے جھاگ پر گھوڑا دوڑانا ہے — خط کو بجلی کی روشنی میں پڑھنا ہے

از حریصی عاقبت نادیدنست — بر دل و بر عقل خود خندیدنست

حرص کی وجہ سے ناعاقبت اندیشی ہے — اپنے دل اور اپنی عقل کی ہنسی اُڑانا ہے

عاقبت بین ست عقل از خاصیت — نفس باشد کو نہ بیند عاقبت

عقل طبعاً عاقبت بیں ہے — جو انجام کو نہیں دیکھتا ہے وہ نفس ہے

عقل کو مغلوبِ نفس او نفس شد — مشتری مات زحل شد نحس شد

جو عقل نفس سے مغلوب ہو وہ نفس بنجاتی ہے — جب مشتری زحل سے مات کھاجاتا ہے منحوس ہوجاتا ہے

ہم[2] دریں نحسے بگرداں ایں نظر — در کسے کو کرد نحست در نگر

اس نحوست میں بھی اپنی نگاہ کو گھما — اُس ذات کو دیکھ جس نے تجھے منحوس بنایا

آں نظر کو بنگرد ایں جزر و مد — اُو ز نحسے سوئے سعدے نقب زد

جو نگاہ اس آتار چڑھاؤ کو دیکھے — اُس نے نحوست سے سعادت کیطرف راستہ بنالیا ہے

زاں[3] ہمی گرداند از حالے بحال — ضد بضد پیدا کناں در انتقال

(خدا) اسلئے تجھے ایک حال سے دوسرے حال کیطرف لیجاتا ہے — تبدیلی میں ایک مخالف سے دوسرا مخالف پیدا کرتے ہوئے

تا کہ خوفت زاید از ذات الشمال — لذتِ ذاتُ الیمیں یرجی الرجال

تاکہ تیرا خوف بائیں جانب والے (اعمالنامہ) سے پیدا — اُس دائیں جانب والے (اعمالنامہ) کی لذت جسکی لوگ تمنا کرتے ہیں

تا کہ از عسرت نہ بینی خوفہا — کے ز لیسرے بازیابی لطفہا

جب تک کہ تو تنگی کے خوفوں کو نہ دیکھے گا — تو تجھے سہولت سے لُطف کب حاصل ہونگے؟

تا نہ بینی خوف نحسِ مشأمہ — کے شناسی قدرِ لطفِ میمنہ

جبتک تو بائیں جانب والوں کی نحوست کا خوف نہ دیکھے گا — دائیں جانب والوں کے لُطف کی قدر کب سمجھے گا؟

تا دو پر باشی کہ مرغِ یک پرہ — عاجز آید از پریدن یکسرہ

تاکہ تو دو پروں والا ہوجائے کیونکہ ایک بازو کا پرندہ — اُڑنے سے بالکل عاجز رہتا ہے

---

[1] بریدہ پے۔ پیر کٹے ہوئے لاشرقی ولاغربی۔ وہ نہ شرقی ہے نہ غربی یہ قرآن پاک میں اللہ کے نور کی صفت بیان کی گئی ہے۔ یخطف۔ قرآن پاک میں کفار کے بارے میں ہے "یکاد البرق یخطف ابصارھم" قریب ہے کہ بجلی انکی نگاہوں کو اُچک لے۔ از حریصی۔ ناپائیدار عشق ایسا ہے جیسا کہ دریا کے جھاگوں پر گھوڑا دوڑانے کی کوشش یا آسمانی بجلی کی کوند میں خط پڑھنے کی کوشش عقل۔ عقل انسانی انجام پر نظر رکھتی ہے نفس کوتاہ بیں ہے۔ مشتری۔ سعد ستارہ ہے لیکن زحل منحوس ستارے کی داب میں آکر نحس بن جاتا ہے۔

[2] ہم دریں نحسے اگر انسان وساوس قلبی میں مبتلا ہو تو ان کے درپے نہ ہو بلکہ یہ مراقبہ کرے کہ یہ وسوسے بھی اللہ کی جانب سے ہیں تو وساوس کی نحوست ختم ہوکر مربح کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے جزر۔ سمندر کا اُتار۔ مد۔ سمندر کا چڑھاؤ۔

[3] زاں ہمی۔ انسان کے احوال کی تبدیلی میں مصلحت یہ ہے کہ راحت کی قدر اُسی کو ہوتی ہے جو مصیبت میں پھنس چکا ہو۔ ذات الشمال۔ بائیں جانب والے یہ دوزخیوں کی صفت ہے۔ ذات الیمین۔ دائیں جانب والے یہ جنتیوں کی صفت ہے عسر تنگی۔ یسر۔ سہولت۔ مشأمہ۔ بائیں جانب یعنی بائیں جانب والے جو جہنمی ہونگے۔ دو پر۔ یعنی قبض اور بسط کی کیفیت۔

ہیں[1] گذر راز میمنہ و زمیسرہ
خبردار! دائیں جانب اور بائیں جانب والوں سے گذر جا

در سرائے سابقاں آں یکسرہ
بالکلیہ سابقین کے گھر میں

یار ہا کُن تا نیایم در کلام
یا تو چھوڑ دے تاکہ میں گفتگو نہ کروں

یا بدہ دستور تا گویم تمام
یا اجازت دے تاکہ پوری بات کہہ دوں

ورنہ ایں خواہی نہ آں فرماں تراست
اگر تو نہ یہ چاہے نہ وہ چاہے، تجھے اختیار ہے

کس چہ داند مر ترا مقصد کجاست
کون سمجھے کہ تیرا مقصد کیا ہے؟

جانِ ابراہیمؑ باید تا بنور
حضرت ابراہیمؑ کی جان چاہیئے تاکہ نور کے ذریعہ

بیند اندر نار فردوس و قصور
آگ میں جنت اور محلات دیکھ لے

پایہ[2] پایہ بر رود بر ماہ و خور
درجہ بدرجہ چاند اور سورج سے اونچا جائے

تا نماند ہمچو حلقہ بندِ در
تاکہ کنڈے کی طرح دروازہ کا پابند نہ رہے

چوں خلیلؑ از آسمانِ ہفتمیں
حضرت ابراہیمؑ خلیل (اللہ) کی طرح ساتویں آسمان سے

بگذرد کہ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ
گذر جاتا ہے کیونکہ وہ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ (کہتے ہیں)

ایں جہانِ تن غلط انداز شد
یہ جسم کی دنیا، غلطی میں مبتلا کرنیوالی ہے

جز مر آں را کو ز شہوت باز شد
علاوہ اُس کے جو خواہشِ نفسانی سے باز رہا

حسدِ آں حشم برآں غلامِ خاصِ سلطان
بادشاہ کے خاص غلام پر غلاموں کا حسد کرنا

قصہ[3] شاہ و امیران و حسد
شاہ اور امیروں، اور حسد کا قصہ

بر غلامِ خاص و سلطانِ خرد
خاص غلام، اور شہنشاہِ عقل پر

ق

دور ماند از جرِّ جرّارِ کلام
دور رہ گیا کلام کو طول دینے والے کے طول دینے کی وجہ سے

باز باید گشت و کرد آں را تمام
واپس لوٹنا چاہیئے اور اُس کو مکمل کرنا چاہیئے

باغبانِ مُلک با اقبال و بخت
اقبال اور نصیب والا، مُلک کا باغبان

چوں درختے را نداند از درخت
درخت اور درخت میں امتیاز کرنا کیونکر جانیگا؟

آں درختے را کہ تلخ و رد بود
وہ درخت جو کڑوا اور ناپسند ہو

واں درختے کہ یکش ہفصد بود
اور وہ درخت جو ایک سات سو کے برابر ہو

کے برابر دارد اندر مرتبت
(اُن کو) رتبے میں برابر کب رکھے گا؟

چوں بہ بیند شاں بچشمِ عاقبت
جب اُن کو دور اندیشی کی نگاہ سے دیکھے گا

---

[1] ہیں۔ قرآن پاک میں اصحاب میمنہ اور میسرہ کا ذکر آیا ہے۔ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ یعنی جو دائیں جانب اور بائیں جانب والوں سے آگے ہونگے وہ مقرب ہونگے۔ میسرہ۔ بائیں جانب۔ یار ہا کُن۔ مولانا سننے والے کو مخاطب کرتے ہیں کہ یا تو اسرار کا یہ بیان ختم ہونا چاہیئے یا ترجیح کی جائے تاکہ بیان پورا ہو سکے۔ جانِ ابراہیمؑ۔ عقلِ کامل ہو تو حضرت ابراہیمؑ کی سی ہو۔ جو دشمنوں کی آگ میں بھی آخرت کا منظر دیکھ رہے تھے۔

[2] پایہ۔ سالک کو مسلسل ترقی کرنی چاہیئے تاکہ ظلمت راز سے باہر نہ رہے۔ حلقہ۔ کنڈی کا حلقہ دروازہ سے باہر ہوتا ہے۔ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ۔ میں غروب کر جانے والوں کو پسند نہیں کرتا حضرت ابراہیمؑ نے یہ اُس وقت فرمایا جب چاند اور سورج کی الوہیت کا انکار کر رہے تھے۔

[3] قصہ۔ درمیان میں مولانا نے کچھ اسرار و حکم کی باتیں شروع کر دی تھیں اب پھر اس قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جر۔ کھینچنا۔ جرّارِ کلام۔ کلام کو طول دینے والا۔ باغبان۔ بادشاہ اور غلاموں کی مثال باغبان اور درختوں کی سی ہے باغبان سب درختوں کو پہچانتا ہے اور اُن سے اُنکی حیثیت کا معاملہ کرتا ہے لہٰذا حسد بیجا ہے۔ یکش۔ باغ میں ایک درخت ایسا قیمتی ہوتا ہے جو بہت سوں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

564

کاں درختاں را نہایت چیست بر ¹ — گرچہ یکسانند ایں دم در نظر

کہ ان درختوں کا انجام کار پھل کیسا ہے؟ — اگرچہ اِس وقت دیکھنے میں یکساں ہیں

شیخ کو ینظر بنور اللہ شد — از نہایت وز نخست آگاہ شد

وہ شیخ جو اللہ کے نور سے دیکھنے والا ہو گیا — ابتداء اور انتہاء سے واقف ہو گیا

چشمِ آخُر بیں ببست از بہر حق — چشمِ آخر بیں گشاد اندر سبق

اُسنے اللہ تعالیٰ کیلئے چَر کو دیکھنے والی آنکھ بند کرلی ہے — آخرت کو دیکھنے والی آنکھ پہلے سے کھول لی ہے

آں حسوداں بد درختاں بودہ اند — تلخ گوہر شور بختاں بودہ اند

وہ حاسد، بُرے درخت تھے — کڑوی اصل والے بدبخت تھے

از حسد جوشان و کف می ریختند — در نہانی مکر می انگیختند

حسد کی وجہ سے جوش میں تھے اور جھاگ گراتے تھے — خفیہ طور پر مکر کرتے تھے

تا ² غلامِ خاص را گردن زنند — بیخ اُو را از زمانہ بر کنند

تاکہ خاص غلام کو قتل کر دیں — دنیا سے اُس کی جڑ اُکھاڑ دیں

چوں شود فانی چو جانش شاہ بود — بیخ اُو در عصمتُ اللہ بُود

وہ فانی کب ہو سکتا ہے جبکہ بادشاہ اسکی جان تھا — اُس کی جڑ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں تھی

شاہ ازاں اسرار واقف آمدہ — ہمچو بوبکرِ ربابیؒ تن زدہ

بادشاہ اُن رازوں سے واقف ہو گیا — ابوبکرؒ ربابی کی طرح خاموش تھا

در تماشائے دلِ بدگوہراں — میزند خنبک براں کوزہ گراں

بد اصلوں کے دل کو دیکھ کر — اُن جعل سازوں پر تالیاں بجاتا تھا

مکر می سازند قومِ حیلہ مند — تا کہ شہ را در فُقاعے ³ در کنند

مکار قوم، مکاری کر رہی تھی — تاکہ بادشاہ کو دھوکے میں مبتلا کر دیں

بادشاہے بس عظیمِ بیکراں — در فُقاعے کے بگنجد اے خراں

لا انتہا عظیم بادشاہ — اے گدھو! دھوکے میں کب پڑ سکتا ہے؟

از برائے شاہ دامے دوختند — آخر ایں تدبیر ازو آموختند

بادشاہ کے لئے جال بُن رہے تھے — آخر یہ تدبیر (بھی) اُسی سے سیکھی تھی

نحس شاگردیکہ با اُستادِ خویش — ہمسری آغازد و آید بہ پیش

وہ شاگرد بدبخت ہے جو اپنے اُستاد سے — مقابلہ کرے اور سامنا کرے

---

¹ کاں درختاں۔ بظاہر سب درخت یکساں ہیں۔ بَر۔ پھل۔ شیخ۔ پیر سمجھتا ہے کہ کونسا مرید بالآخر کس مرتبہ پر فائز ہوگا۔ چشمِ آخُر بیں۔ یعنی جانوروں والی آنکھ جو محض غذا جسمانی کو دیکھتی ہے جسُوداں۔ یعنی اُن کے اعمال کے پھل تلخ تھے تلخ گوہر کڑدی جڑ والے۔ کف۔ جھاگ۔

² تا غلام۔ تاکہ مخصوص غلام کو قتل کر ڈالیں۔ عصمتُ اللہ۔ اللہ کی حفاظت۔ بوبکرِ ربابی۔ ایک مجذوب ولی کا نام ہے جو سات سال تک بالکل خاموش رہے تھے کوزہ گراں۔ کمہار۔ کمہار چونکہ برتنوں پر طرح طرح کے رنگ چڑھاتا ہے لہٰذا جعل ساز اور ملمع گر کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ خنبک زدن۔ ہتھیلیاں بجانا۔

³ فقاع۔ دھوکہ۔ بادشاہ۔ یعنی شیخ۔ اے خراں۔ پیر کو دھوکا دینے والا گدھا ہے دائم۔ جال۔ تدبیر۔ سپاہی، شاہ اور سپہ سالار سے طریقہ سیکھتا ہے مرید شیخ سے آداب سیکھتا ہے۔ نحس۔ وہ شاگرد منحوس ہے جو اُستاد سے سیکھے ہوئے ہنر کے ذریعہ اُستاد ہی کا مقابلہ کرنے لگے۔

باکدام[1] اُستادِ اُستادِ جہاں — پیشِ اُو یکساں ہُویدا و نہاں

کونسے اُستاد سے؟ دنیا کے اُستاد سے — جس کے سامنے ظاہر و باطن یکساں ہے

چشمِ او ینظُر بنُورِ اللہ شُدہ — پردہائے جہل را خارِق بُدہ

اُسکی نظر اللہ (تعالیٰ) کے نور سے دیکھنے والی ہوگئی ہے — جہل کے پردوں کو پھاڑنے والی ہوگئی ہے

از دلِ سُوراخ چوں کُہنہ گلیم — پردہ بندد بہ پیشِ آں حکیم

پُرانی گدڑی جیسے دل کے سوراخ پر — اُس دانا کے سامنے پردہ تانتا ہے

پردہ می خندد برو با صد دہاں — ہر دہانے گشتہ اشگافے دراں

پردہ سَو مُنہ سے اُس پر ہنستا ہے — اُس کا ہر سوراخ ایک مُنہ بن گیا ہے

گوید[2] آں اُستاد مر شاگرد را — کاے کم از سگ نیستت با من وفا

وہ اُستاد، شاگرد سے کہتا ہے — اے کُتّے سے کمتر! تو میرا وفادار نہیں ہے

خود مرا اُستا مگیر آہن گُسل — ہمچو خود شاگرد گیر و کور دل

مجھے لوہے کو توڑنے والا اُستاد نہ سمجھ — اپنی طرح شاگرد اور تاریک دل والا سمجھ

نہ از منّت یاریست در جان و روان — بے منت آبے نمی گردد رواں

کیا تیری جان اور روح میں میری امداد نہیں ہے — میرے بغیر تیری کامیابی نہ تھی

پس دلِ من کارگاہِ تختِ تست — چہ شکنی ایں کارگہ اے نادرست

تیرے تخت کا کارخانہ میرا دل ہے — اے نالائق! اِس کارخانہ کو کیوں توڑتا ہے؟

گویدش[3] پنہاں زنم آتش زنہ — نے بقلب از قلب باشد روزنہ

تو اُس سے کہتا ہے میں پوشیدہ طور پر چقماق رگڑتا ہوں — کیا دل سے دل تک سوراخ نہیں ہوتا ہے

آخر از روزن بہ بیند فکرِ تو — دل گواہی می دہد زیں ذکرِ تو

وہ تیرا خیال روزن میں سے دیکھ لیتا ہے — تیرے اِس ذکر کی دل گواہی دیدیتا ہے

لیک در رُویت نمالد از کرم — ہر چہ گوئی خندد و گوید نعم

لیکن شرافت کی وجہ سے تیرے مُنہ پر نہیں کہتا، — تو جو کچھ کہتا ہے وہ مُسکرا دیتا ہے اور ہاں کہہ دیتا ہے

اُو نمی خندد ز ذوقِ مالشت — اُو ہمی خندد بر اں سگالشت

وہ تیری مالش کے ذوق سے نہیں ہنستا ہے — وہ تیرے خیال پر ہنستا ہے

---

[1] باکدام۔ یعنی استاد بھی وہ جو روحانی استاد ہے جس کے سامنے ہر شخص کا ظاہر و باطن یکساں ہے۔ ینظُر۔ حدیث میں ہے اِتَّقُوا مِنْ فِرَاسَۃِ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔ مؤمن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھ لیتا ہے۔ خارق۔ پھاڑنیوالا۔ از دل۔ جو دل معصیتوں کی وجہ سے پُرانی گدڑی کی طرح سوراخ در سوراخ ہے، یہ اُس کے راز کو چھپانا چاہتا ہے۔ پردہ۔ اس دل کے سوراخوں پر پردہ ڈالتا ہے تاکہ راز نہ کھل جائے۔ ہر دہانے۔ پردہ کے پیچھے دل کا ہر سوراخ راز بتا رہا ہے۔

[2] گوید۔ استاد شاگرد سے کہتا ہے تو کُتّے سے بھی وفاداری میں کم ہے۔ خود مرا۔ اگر تو مجھے بہت بڑا استاد نہ سمجھے تو بھی کم از کم میں نے تیری تربیت تو کی ہے پھر یہ احسان فراموشی کیوں ہے۔ آب رواں شدن۔ کامیاب ہونا۔ دلِ من۔ تجھے جو تختِ عزت نصیب ہوا ہے وہ میرے دل کی کاریگری ہے

[3] گویدش۔ شاگرد اُستاد کو دھوکا دینے کیلئے کہتا ہے کہ میرے دل میں تیری محبت ہے۔ آتش زنہ چقماق۔ روزنہ۔ سوراخ۔ آخر۔ پیر مُرید کے دل کی حالت معلوم کر لیتا ہے دل گواہی۔ مُرید کا دل بتا دے گا کہ وہ جھوٹا ہے۔ لیک۔ شیخ مرید کے ہر مکر کو سمجھتا ہے لیکن بسا اوقات اپنی شرافت کی وجہ سے اُس کا اظہار نہیں کرتا ہے اور اسکی ہاں میں ہاں ملا دیتا ہے۔ نمی خندد۔ شیخ کی مسکراہٹ تصدیق کے لئے نہیں ہوتی ہے تمسخر کے لئے ہوتی ہے۔

پس خداعی[1] را خداعی شد جزا
دھوکے بازی کا بدلہ دھوکہ بازی ہے

کاسہ زن کوزہ بخور اینک سزا
پیالی مار، پیالہ کھا یہ سزا ہے

گر بُدے با تو وُرا خندہ رضا
اگر تیرے ساتھ اُس کی رضامندی کی ہنسی ہوتی

صد ہزاراں گل شگفتے مر ترا
تجھ میں لاکھوں پھول کھل جاتے

چوں دلِ اُو در رضا آرد عمل
جب اُس کا دل خوشی میں کوئی کام کرے

آفتابے داں کہ آید در حمل
سمجھ لے کہ سورج (برج) حمل میں آگیا

زو بخندد ہم نہار و ہم بہار
اُس سے کھل جاتا ہے دن بھی اور (موسم) بہار بھی

در ہم آمیزد شگوفہ و سبزہ زار
شگوفے اور سبزہ زار آپس میں مل جاتے ہیں

صد ہزاراں بلبل و قمری نوا
لاکھوں بلبلیں اور قمریاں چہچہانے

افگنند اندر جہانِ بے نوا
لگتی ہیں (اس) اُجاڑ دنیا میں

چوں ندانی تو خزاں را از بہار
جبکہ تو خزاں اور بہار کو نہیں سمجھتا ہے

چوں بدانی رمز خندہ در ثمار
تو پھلوں کے ہنسنے کے اشارے کیا سمجھے گا؟

چونکہ[2] برگِ روحِ خود زرد و سیاہ
جبکہ تو اپنی روح کے پتّوں کا زرد اور سیاہ ہونا

می نہ بینی چوں بدانی خشمِ شاہ
نہیں سمجھتا ہے تو شاہ کے غصّہ کو کیا سمجھے گا؟

آفتابِ شاہ در برجِ عتاب
شاہ کا سورج غصّہ کے برج میں آکر

میکند رُوہا سیہ ہمچوں کتاب
اعمال نامہ کی طرح روسیاہ کر دیتا ہے

آں عطارد را ورقہا جانِ ماست
ہماری جان اُس عطارد کے لئے کاغذ ہے

آں سپید و آں سیہ میزانِ ماست
وہ سفید اور سیاہ ہمارا معیار ہے

باز منشورے[3] نویسد سرخ و سبز
پھر وہ سرخ اور سبز فرمان لکھتا ہے

تا رہند ارواح از سودا و عجز
حتیٰ کہ ہماری روحیں پاگل پن اور عجز سے بچا یا جاتی ہیں

سُرخ و سبز افتاد نسخِ نو بہار
نو بہار کی تحریر سرخ اور سبز واقع ہوئی ہے

چوں خطِ قوس قزح در اعتبار
جو قیاس کرنے میں دھنک کمان کے نقش کی طرح ہے

اندریں معنیٰ شنو تو قصّۂ
اس مقصد میں تو ایک قصّہ سُن لے

تا بیابی از معانی حصّۂ
تاکہ تو بھی معانی سے حصّہ پالے

سودا۔ عجز۔ یعنی وصول الی الحق سے عجز۔ سرخ و سبز۔ شیخ کے انوار مختلف انواع کے ہوتے ہیں جیسا کہ دھنک کمان میں مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ اندریں معنیٰ۔ بشیر رخ اور باد یا، اللہ کا مظہر ہیں، بلقیس نے حضرت سلیمانؑ کے خط کو ان کا مظہر سمجھ کر تعظیم کی اور ہُدہُد کی حقارت کو مدِّ نظر نہ رکھا۔

[1] خداعی۔ دھوکا، یعنی جس طرح کا معاملہ پیر کے ساتھ کیا ویسا ہی برتاؤ اُس نے کیا۔ کاسہ زن کوزہ بخور یعنی اینٹ کا جواب پتھر۔ گر بُدے۔ پیر مرید کے کاموں سے خوش ہو کر ہنسے تو مرید فیوض سے مالا مال ہو جائے۔ حَمَل۔ بکری کا بچہ، سورج کے برجوں میں سے ایک برج بکری کے بچّے کی صورت میں ہے۔ جب سورج گردش کرتا ہوا اُسمیں آتا ہے تو موسم بہار شروع ہو جاتا ہے۔ زو بخندد یعنی موسم بہار کا سماں پیدا ہو جاتا ہے۔ صد ہزاراں۔ موسم بہار میں بلبلیں اور قمریاں چہچہانے لگتی ہیں۔ چوں ندانی۔ جب مرید حسِ باطن سے بے بہرہ ہو تو نہ وہ فیوض کی آمد کو سمجھے گا نہ اُنسے محرومی کو۔ در ثمار۔ پھلوں کا خندہ یہ ہے کہ ان پر پکنے کی رونق آجائے۔

[2] چونکہ کور باطن کو جب یہ نظر نہیں آتا کہ اُس کی روح پر خزاں طاری ہے تو وہ پیر کے غصّہ کے اثرات کو بھی نہیں سمجھ سکتا ہے۔ عتاب۔ پیر کی ناراضی سے قلب سیاہ ہو جاتا ہے۔ عُطارد۔ ستارہ جسکو دبیرِ فلک یعنی آسمان کا منشی بھی کہا جاتا ہے۔ ورقہا۔ جس طرح کاتب کا اثر کاغذ پر آتا ہے پیر کا اثر روح پر پڑتا ہے۔ اور مرید کی قلبی حالت ہی اُس کی اچھائی یا برائی کا معیار ہے۔

[3] مُنشور۔ شاہی فرمان۔ سودا یعنی نفسانی لذتوں کا

عکسِ تعظیمِ پیغمبر سلیمانؑ در دلِ بلقیس[1] از صورتِ حقیرِ ہُدہُد

(حضرت) پیغمبر سلیمان (علیہ السلام) کی تعظیم کا عکس، بلقیس کے دل پر حقیر ہُدہُد کی صورت کے ذریعہ

رحمتِ صد تو براں بلقیس باد | کہ خدایش عقلِ صد مرداں بداد
اُس بلقیس پر سو گنی رحمت ہو | جس کو خدا نے سینکڑوں مردوں کی عقل عطا فرمائی

ہُدہُدے نامہ بیاورد و نشاں | از سلیمانؑ چند حرفے بابیاں
ایک ہُدہُد تحریر اور نشانی لایا | (حضرت) سلیمانؑ کی جانب سے وضاحت کیساتھ چند حروف

خواند او آں نکتہائے باشمول | وز حقارت ننگرید اندر رسول
اُس نے اُن جامع نکتوں کو پڑھا | اور نامہ بر کو حقارت سے نہ دیکھا

چشمِ ہُدہُد دید و جاں عنقاش دید | حسّ چو کفے دید و دل دریاش دید
آنکھ نے ہُدہُد دیکھا اور جان نے اُس کو عنقا دیکھا | حِس نے اسکو جھاگ دیکھا اور دل نے اسکو دریا دیکھا

عقل با حسّ زیں طلسماتِ دو رنگ | چوں محمدؐ با ابوجہلاں بجنگ
اِن دو رنگی طلسمات کی وجہ سے عقل حِس کے ساتھ | جنگ میں آتی ہے جیسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) (ابوجہلوں کیساتھ)

کافراں[2] دیدند احمدؐ را بشر | چوں ندیدند از وے انشق القمر
کافروں نے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو (صرف) انسان دیکھا | جبکہ اُن سے شق القمر (کا معجزہ) نہ دیکھا

خاک زن در دیدۂ حس بینِ خویش | دیدۂ حس دشمنِ عقل ست و کیش
اپنی حِسّی آنکھ پر خاک ڈال | حسّی آنکھ، عقل اور مذہب کی دشمن ہے

دیدۂ حس را خدا اعماش خواند | بُت پرستش گفت و ضدِ ماش خواند
حسّی آنکھ کو خدا نے اندھا کہا ہے | اُس کو بُت پرست کہا ہے اور ہمارا دشمن کہا ہے

زانکہ او کف دید و دریا را ندید | زانکہ حالے دید و فردا را ندید
کیونکہ اُس نے جھاگ دیکھے اور دریا کو نہ دیکھا | کیونکہ اُس نے موجودہ حالت دیکھی اور انجام نہ دیکھا

خواجۂ[3] فردا و حالی پیشِ او | او نمی بیند ز گنجے جز تسو
وہ آخرت کے آقا ہیں اور اُسکے نزدیک موجودہ وقت کے | وہ خزانے میں سے سوائے دمڑی کے کچھ نہیں دیکھتا ہے

ذرۂ زاں آفتاب آرد پیام | آفتاب آں ذرہ را گردد غلام
(اگر) ایک ذرہ اُس سورج کا پیغام لائے | سورج اُس ذرے کا غلام بن جائے

---

[3] یعنی انجام۔ خواجۂ فردا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فردائے قیامت کے آقا ہیں وہ آنحضورؐ کی صرف موجودہ زندگی کو دیکھتا ہے۔ تسو۔ چار جَو کی بقدر وزن، اگز کا چوبیسواں حصہ یعنی آنحضورؐ جو ایک عظیم خزانہ تھے اُس میں سے اُسے صرف کوڑی اور دمڑی نظر آئی۔ زاں آفتاب۔ یعنی حق تعالےٰ۔ آفتاب۔ یعنی سورج۔

[1] بلقیس۔ ملکِ یمن کے شہر سبا کی حکمراں تھی جس کا قصہ قرآن میں مذکور ہے۔ عقلِ صد مرداں۔ بلقیس اگرچہ عورت تھی لیکن اللہ نے اسکو سینکڑوں مردوں کی سی عقل عطا فرمائی تھی۔ ہدہد۔ حضرت سلیمانؑ نے ہدہد کے ذریعہ بلقیس کے پاس اپنا خط بھیجا تھا۔ نکتہائے باشمول۔ جامع نکتے۔ رسول۔ قاصد یعنی ہدہد۔ چشم۔ ظاہری آنکھ میں وہ ہدہد تھا مگر چونکہ وہ حضرت سلیمانؑ کا قاصد تھا لہٰذا باطنی نگاہ نے اُس کو عنقا سمجھا۔ طلسماتِ دو رنگ۔ وہ چیزیں جو بظاہر حقیر ہیں لیکن بباطن عظیم ہیں اُن کے بارے میں عقل اور حس میں جنگ ہوتی رہتی ہے۔ ابوجہلاں۔ یعنی ابوجہل کی طرح کے سخت کافر۔

[2] کافراں۔ کافر آنحضورؐ کی ظاہری بشریت کو دیکھتے تھے اور روحانی عظمت جس کا کرشمہ شق القمر کا معجزہ ہے اُس کو نہ دیکھتے تھے۔ دیدۂ حس۔ محض ظاہر بیں نگاہ عقل و مذہب کی دشمن ہے۔ اعماش خواند۔ خدا نے اُس کو اندھا قرار دیا ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ۔ آپ فرما دیجئے کیا اندھا اور بینا برابر ہیں؟ اس آیت میں اعمیٰ سے وہ مراد ہیں جو صرف حسّی نظر سے کام لیتے ہیں اور قلبی نظر سے محروم ہیں۔ زانکہ۔ کافروں کی ظاہر بیں نظر نے حضورؐ کا صرف ظاہر دیکھا روحانی قوتوں کو نہ دیکھا۔ فردا۔

قطرۂ کز بحرِ وحدت شد سفیر[1] — ہفت بحر آں قطرہ را باشد اسیر
ایک قطرہ جو دریائے وحدت کا پیغامبر بنا — ساتوں سمندر اُس قطرے کے پابند ہوئے

گر کفِ خاکے شود چالاکِ اُو — پیشِ خاکش سر نہد افلاکِ اُو
اگر ایک مٹھی مٹی اُسکے لئے (اطاعت میں) چست ہو جائے — تو اُس کی مٹی کے آگے اُس کے آسمان سر دھریں

خاکِ آدم چونکہ شد چالاکِ حق — پیشِ خاکش سر نہد اَملاکِ حق
(حضرت) آدمؑ کی مٹی چونکہ اللہ کے لئے چست بنی — اُس کی مٹی کے آگے اللہ کی مملوکہ چیزوں نے سر رکھ دیا

اَلسَّمَاءُ انْشَقَّتْ آخر از چہ بود — از یکے چشمے کہ خاکے بر گشود
"آسمان پھٹ گیا" آخر کس وجہ سے تھا؟ — اُس آنکھ کے لئے جو مٹی نے کھولی

خاک از دُردی نشیند زیرِ آب — خاک بیں کز عرش بگذشت از شتاب
مٹی تلچھٹ ہو جانے کی وجہ سے پانی کے نیچے بیٹھ جاتی ہے — مٹی کو دیکھ! تیزی سے عرش سے بھی اونچی چلی گئی

آں لطافت پس بداں کز آب نیست — جز عطائے مُبدِع وَہّاب نیست
تو سمجھ لے وہ لطافت آب (و گِل) کی نہیں ہے — ایجاد کرنیوالے عطا کرنیوالے (خدا) کی دین کے سوا کچھ نہیں ہے

گر کند سفلی ہوا و نار را — ور ز گل او بگزراند خار را
اگر وہ ہوا اور آگ کو سفلی بنا دے — اگر وہ کانٹے کو پھول سے بڑھا دے

حاکم ست و یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاء — او ز عینِ درد انگیزد دوا
وہ حاکم ہے اور اللہ (تعالیٰ) جو چاہے وہ کرتا ہے — وہ بعینہٖ درد سے دوا پیدا کر دیتا ہے

ور زمین[2] و آب را عُلوی کند — راہِ گردوں را بپا مطوی کند
اگر مٹی اور پانی کو عُلوی کر دے — آسمان کے راستے کو پیروں سے طے کرا دے

گر ہوا و نار را سفلی کند — تیرگی و دُردی و ثقلی[3] کند
اگر ہوا اور آگ کو سفلی بنا دے — تاریکی اور تلچھٹ اور کثافت والا کر دے

نیست کس را زہرہ تا گوید کہ چوں — بس جگرہا کاندریں رہ گشت خوں
کسی کی مجال نہیں کہ کہے "کیوں"؟ — بہت سے جگر ہیں جو اس راستہ میں خون ہوئے ہیں

پس یقیں شد کہ تُعِزُّ مَنْ تَشَاء — خاکی را گفت پر ہا بر گشا
لہٰذا یقین ہو گیا ہے کہ "تو جس کو چاہے عزت دے" — ایک خاکی کو کہا کہ پَر کھول

آتشی را گفت رَو ابلیس شو — زیرِ ہفتم خاک با تلبیس شو
آتشی کو کہا جا شیطان بن — ساتویں زمین کے نیچے مکّار بن

---

[1] سفیر۔ پیغامبر۔ اسیر۔ پابند۔ چالاک۔ یعنی فرمانبرداری میں چست۔ اَملاک۔ یعنی تمام کائنات جو اللہ کی مملوک ہے۔ اَلسَّمَاءُ انْشَقَّتْ۔ حضورؐ کے معجزہ شقّ القمر کی طرف اشارہ ہے۔ خاک بیں۔ حضورؐ کی معراجِ جسمانی کی طرف اشارہ ہے۔ آں لطافت۔ معراجِ جسمانی حضر اللہ کا عطیہ تھا ورنہ جسمانی خواص کا تقاضا تو اس کے خلاف تھا۔ سفلی۔ وہ چیزیں جن کا طبعی تقاضا زمین کی جانب رہنے کا ہے، عناصرِ اربعہ میں سے ہوا اور آگ عُلوی ہیں جنکا طبعی تقاضا اوپر جانے کا ہے۔ انگیزد دوا۔ قدرتِ حق درد کو دوا بنا دیتی ہے۔

[2] زمین و آب۔ یہ دونوں عنصر سفلی ہیں۔ راہِ گردوں۔ آب و گِل سے بنے ہوئے پیغمبروں کو آسمانوں کی سیر کرائی۔ گر ہوا و نار۔ ہوا میں لطافت اور نار میں روشنی ہے اُن میں سفلی عناصر کے خواص پیدا کر دیتا ہے۔

[3] ثقل۔ تلچھٹ، کثافت۔ جگرہا۔ اس راز کو سمجھنے میں بہت سے جگر خون ہو گئے ہیں۔

آدمِ خاکی تو بَر رَو بر سَما
اے خاکی آدم! تو آسمان پر جا
اے بلیسِ آتشی رَو تا ثَرٰی
اے آتشی شیطان! زمین کے نیچے جا

چارِ طبع و علّتِ اُولٰی نیَم
میں چار عنصر اور پہلی علّت نہیں ہوں
در تصرّف دائماً من باقیَم
میں تصرّف کرنے میں ہمیشہ باقی رہنے والا ہوں

کارِ من بے علّت ست و مستقیم
میرا کام بغیر علّت کے ہے اور سیدھا ہے
نیست تقدیرم بعلّت اے سقیم
اے بیمار! میری (خلق کی) تقدیر علّت کی وجہ سے نہیں ہے

عادتِ خود را بگردانم بوقت
(مناسب) وقت پر اپنی عادت کو بدل دیتا ہوں
ایں غبار از پیش بنشانم بوقت
اس غبار کو سامنے سے ہٹا دیتا ہوں

بحر را گویم کہ ہیں پُر نار شو
میں سمندر کو کہہ دوں کہ ہاں آگ سے بھر جا
گویم آتش را کہ رَو گلزار شو
میں آگ کو کہہ دوں کہ جا گلشن بن جا

کوہ را گویم سُبک شو ہمچو پشم
میں پہاڑ کو کہہ دوں کہ گالے کی طرح ہلکا ہو جا
چرخ را گویم فرو شو پیشِ چشم
میں آسمان کو کہہ دوں آنکھوں کے سامنے نیچے اتر آ

گویم اے خورشید مقرون شو بماہ
میں سورج کو کہہ دوں چاند سے مل جا
ہر دو را سازم چو دو ابرِ سیاہ
دونوں کو دو کالے ابر کی طرح بنا دوں

چشمۂ خورشید را سازیم خشک
میں چشمۂ آفتاب کو خشک کر دوں
چشمۂ خوں را بفن سازیم مُشک
خون کے چشمہ کو ہنر سے مُشک بنا دوں

آفتاب و مہ چو دو گاوِ سیاہ
سورج اور چاند کو دو کالے بیلوں کی طرح
یوغ بر گردن بہ بندد شاں الٰہ
اُن کے کندھے پر اللہ (تعالیٰ) جوا باندھ دے

اِنکارِ فلسفی بر قرآن اِنْ اَصْبَحَ مَاءُکُمْ غَوْرًا

قرآن کی آیت "اگر تمہارا پانی نیچے اُتر جائے" پر فلسفی کا اِنکار

مُقریٔ میخواند از روئے کتاب
ایک قاری قرآن میں سے پڑھ رہا تھا
مَاءُکُمْ غَوْرًا ز چشمہ بندم آب
مَاءُکُمْ غَوْرًا (یعنی) میں چشمہ سے پانی بند کر دوں

آب را در غور اگر پنہاں کُنم
اگر پانی کو گہرائی میں پوشیدہ کر دوں
چشمہا را خشک و خشکستاں کُنم
چشموں کو خشک اور ریگستان بنا دوں

بدل دے۔ یوغ۔ ہل، گاڑی کا جُوا۔ مُقری۔ پیانجی کتاب۔ قرآن پاک۔ ماءُکم۔ قرآن پاک میں ہے اِنْ اَصْبَحَ مَاءُکُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاتِیْکُمْ بِمَاءٍ مَّعِیْنٍ اگر تمہارا پانی زمین میں اتر جائے تو تمہارے پاس بہنے والا پانی کون لائیگا۔ ز چشمہ۔ یہ سب اِس آیت کے معانی کا بیان ہے۔ غور۔ گڑھا۔

لے فلک جو کہ سِفلی ہے اسکو اللہ تعالیٰ آسمانوں پر پرواز کرا دیتا ہے۔ آتشی۔ شیطان ناری عُلوی ہے اس کو سِفلی بنا دیا۔ ثرٰی نمناک مٹی یعنی زمین۔ چار طبع۔ چار عُنصر بعض فلاسفہ کا خیال ہے کہ کائنات میں عناصرِ اربعہ ہی بالاستقلال متصرّف ہیں۔ علّتِ اولیٰ بعض فلاسفہ کا خیال ہے کہ اللہ (تعالیٰ) نے صرف عقلِ اوّل کو پیدا کیا ہے اور اُس سے تمام کائنات وجود میں آئی ہے اب کائنات میں اللہ (تعالیٰ) کا تصرف نہیں ہے۔ بے علّت۔ انسان کے کام کی کوئی علّت غائی اور غرض ہوتی ہے اللہ بے نیاز ہے۔ سَقیم۔ بیمار۔
لے عادتِ خود۔ اپنے عام قاعدے میں اللہ تعالیٰ تبدیلی فرما دینے پر قادر ہے۔ غبار یعنی عام قاعدے کی رکاوٹ۔ بحر۔ سمندر کو اگر حکم دے تو پانی کے بجائے آگ سے بھر جائے، آگ کو حکم دے تو گُلزار بن جائے۔ کوہ را۔ پہاڑ کو حکم دے تو وہ گالا بن جائے جیسا کہ قیامت میں ہو گا۔ چرخ۔ آسمان زمین بن جائے۔
لے گو یم قیامت میں چاند اور سورج باہم مل جائیں گے۔ ہر دو۔ دونوں کا نور ختم ہو جائیگا جیسا کہ سورۃ تکویر میں مذکور ہے۔ چشمۂ خورشید۔ سورج بے نور ہو جائے۔ چشمۂ خوں۔ ہرن کے نافہ میں خون مُشک بنجاتا ہے۔ آفتاب۔ یعنی صرف تبدیل صفات ہی نہیں خدا چاہے تو ماہیت

آب را در چشمہ کہ آرد دِگر
(تو) پانی کو چشمہ میں دوسرا کون لا سکتا ہے؟

جُز مَنِ بے مِثل با فضل و خَطَر
مجھ بے مثال، بزرگ اور عظیم کے علاوہ

فلسفی منطقی مُستہاں
ایک ذلیل، فلسفی، منطقی

میگذشت از سوئے مکتب آں زماں
اُس وقت مکتب کی جانب سے گذر رہا تھا

چونکہ بشنید آیت اُو از ناپسند
جب اُس نے آیت سُنی تو ناپسندیدگی سے

گفت آریم آب را ما با کلند
بولا کہ ہم پھاوڑے سے پانی نکال لائینگے

ما بزخمِ بیل و تیزیِ تبر
ہم بیلچے کی ضرب اور تبر کی تیزی سے

آب را آریم از پستی زبر
پانی کو نیچے سے اوپر لے آئیں گے

شب بخفت و دید اُو یک شیر مرد
وہ رات کو سویا اور اُس نے ایک بہادر مرد کو دیکھا

زد طپانچہ ہر دو چشمش کور کرد
اُس (مرد) نے اُسکے مُنہ پر طمانچہ مارا، دونوں آنکھوں کو اندھا کر دیا

گفت زیں دو چشمہٴ چشم اے شقی
اُس نے کہا اے بدبخت! آنکھوں کے ان دو چشموں سے

با تبر نورے بر آر از صادقی
اگر تو سچا ہے تو تبر کے ذریعہ روشنی نکال لے

روز گشت و چشم خود را کور دید
دن ہوگیا، اور اُس نے اپنی آنکھوں کو اندھا دیکھا

نورِ فائض از دو چشمش ناپدید
بہنے والا نور اُس کی دونوں آنکھوں سے غائب ہوگیا

گر بنالیدے و مستغفر شُدے
اگر وہ روتا اور توبہ کرنے والا ہوتا

نورِ رفتہ از کرم ظاہر شُدے
تو مہربانی کی وجہ سے گیا ہوا نور ظاہر ہو جاتا

لیک استغفار ہم در دست نیست
لیکن توبہ بھی اپنے بس میں نہیں ہے

ذوقِ توبہ نُقلِ ہر سرمست نیست
توبہ کا ذوق، ہر مست کا چبینا نہیں ہے

زشتیِ اعمال و شومیِ جحُود
بداعمالی اور انکار کی بدبختی نے

راہِ توبہ بر دلِ اُو بستہ بود
توبہ کا راستہ اُس کے دل پر بند کر دیا تھا

دل بسختی ہمچو روئے سنگ گشت
دل سختی کی وجہ سے پتھر کی سطح کی طرح بن گیا

چوں شگافد توبہ آں را بھر کشت
تو بہ کھیتی کے لئے اُس کو کس طرح پھاڑے؟

چوں شعیبے کو کہ تا اُو از دُعا
(حضرت) شعیبؑ جیسا کوئی کہاں ہے کہ وہ دعا سے

بھر کشتن خاک سازد کوہ را
پہاڑ کو بونے کے لئے مٹی بنا دے

از نیاز و اعتقادِ آں خلیل
اس پیارے کی عاجزی اور اعتقاد کی وجہ سے

گشت ممکن امرِ صعب مُستحیل
سخت، ناممکن کام ممکن بن گیا

لہ جُز منِ۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ۔ مُستہان۔ ذلیل۔ با کلند۔ یعنی فلسفی بولا نأتیہ بالمِعْوَل ذالمُعِین ہم اُس پانی کو کدال اور مددگار کے ذریعہ نکال لیں گے۔ زبر۔ بلندی پر۔

لہ شقی۔ بدبخت۔ نورے۔ یعنی اُن آنکھوں کا نور جو اندھی ہوگئی تھیں۔ گر بنالیدے۔ اگر اُس گستاخی پر نادم ہو کر توبہ کر لیتا تو اللہ (تعالیٰ) کے کرم سے آنکھوں کی روشنی لوٹ آتی۔ در دست نیست۔ ہر انسان کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی ہے۔ نُقل۔ وہ میوہ وغیرہ جو شراب کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔ جحُود۔ انکار

لہ دل بسختی۔ گناہوں سے سنگدلی پیدا ہو جاتی ہے۔ شعیبے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حضرت شعیبؑ کی دعا سے پہاڑ کھیتی کے قابل ہوگیا تھا، لیکن اِس کا ثبوت نہیں ہے۔ آں خلیل۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دعا سے نمرود کی آگ گلزار بن گئی تھی۔ صعب۔ دشوار۔ مُستحیل۔ محال۔ ناممکن۔

یا بدر یوزہ[1] مقوقس از رسول
یا مقوقس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی وجہ سے

سنگلاخے مزرعے شد با وصول
پتھریلی زمین پیداوار والا کھیت بن گئی

ہمچنیں بر عکس آں انکارِ مرد
اسی طرح انسان کا انکار اُلٹا

مس کند زر را و صلحے را نبرد
سونے کو تانبا اور صلح کو جنگ بنا دیتا ہے

کہربائے مسخ آمد ایں دعا
یہ (بداعتقادی کی) پکار مسخ کی کہربا ہے

خاکِ قابل را کند سنگ و حصٰی
جو (کھیتی کے) قابل زمین کو پتھر و کنکر بنا دیتی ہے

ہر دلے را سجدہ ہم دستور نیست
ہر دل کو سجدہ کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے

مزدِ رحمت قسمِ ہر مزدور نیست
ہر مزدور کی مزدوری کا رحمت میں حصہ نہیں ہے

ہیں[2] بہ پشتِ آں مکن جرم و گناہ
خبردار! اس کے بھروسہ جرم اور گناہ نہ کر

کہ کنم توبہ در آیم در پناہ
کہ میں توبہ کر لوں گا، پناہ میں آجاؤں گا

می بباید تاب و آبے توبہ را
توبہ کے لئے سوزش اور آنسو درکار ہیں

شرط شد برق و سحابے توبہ را
توبہ کے لئے بجلی اور ابر شرط ہے

آتش و آبے بباید میوہ را
میوے کے لئے گرمی اور پانی چاہئے

واجب آمد ابر و برق ایں شیوہ را
اس طریقہ کے لئے ابر اور برق ضروری ہے

تا نباشد[3] برقِ دل و آبِ دو چشم
جبتک دل کی بجلی اور دونوں آنکھوں کا پانی نہ ہو

کے نشیند آتشِ تہدید و خشم
دھمکی اور غصہ کی آگ کب فرو ہو سکتی ہے؟

تا نباشد گریۂ ابرِ مطر
جب تک ابر کا رونا بارش کے ذریعہ نہ ہو

تا نباشد خندۂ برق اے پسر
اے صاحبزادے! جب تک بجلی کا قہقہہ نہ ہو

کے بروید سبزۂ ذوقِ وصال
وصال کے ذوق کا سبزہ کب اُگتا ہے؟

کے بجوشد چشمہا ز آبِ زلال
نیز پانی کے چشمے کب جوش میں آتے ہیں؟

کے گلستاں راز گوید با چمن
گلستان چمن سے راز کب کہتا ہے؟

کے بنفشہ عہد بندد با سمن
بنفشہ سمن کے ساتھ دوستی کب کرتا ہے؟

کے چنارے کف کشاید در دعا
دعا کے لئے چنار ہاتھ کب پھیلاتا ہے؟

کے درختے سر فشاند در ہوا
ہوا میں درخت کب جھومتا ہے؟

کے شگوفہ آستینِ پُر نثار
نچھاور سے بھری ہوئی آستین شگوفہ کب

بر فشاندن گیرد ایامِ بہار
بکھیرتا ہے موسمِ بہار میں؟

---

[1] دریوزہ۔ سوال، درخواست۔ مقوقس شاہِ مصر کا نام ہے جس کے پاس حضورؐ نے مبارک گرامی نامہ بھیجا جس کے فوٹو شائع ہو چکے ہیں۔ با وصول۔ قابلِ پیداوار۔ انکار۔ یعنی خدا کی قدرت کا انکار۔ کہربا۔ ایک قسم کا پتھر ہے جس میں کشش ہوتی ہے۔ حصٰی۔ کنکر۔ دستور۔ حکم، اجازت۔ مزد۔ مزدوری۔

[2] ہیں۔ توبہ کے سہارے گناہ کرنا مناسب نہیں ہے اس لئے کہ حقیقی توبہ کا میسر آنا آسان نہیں ہے۔ تاب و آب۔ یعنی وہ دعا گناہ مٹاتی ہے جو سوزشِ دل اور آنسوؤں سے ہو۔ برق۔ یعنی دل کی شورش۔ سحاب یعنی آنسوؤں والی آنکھیں۔ میوہ۔ پھل پکنے کے لئے گرمی اور پانی ضروری ہے، اسی طرح اعمال کا پھل دل کی گرمی اور آنکھ کے آنسوؤں سے پکتا ہے۔ تہدید و خشم۔ گناہوں پر جو اللہ کی وعید اور غصہ ہے۔

[3] تا نباشد۔ جس طرح موسمِ بہار کی بہاریں ابر و برق پر موقوف ہیں اسی طرح دل کی کھیتی سوزشِ اندرونی اور آبِ چشم پر موقوف ہے۔ وصال۔ یعنی وصالِ حق۔ کے بجوشد۔ موسمِ بہار میں چشمے بہہ نکلتے ہیں اسی طرح دل کے سوتے دل کی گرمی اور رونے سے کھلتے ہیں۔ بنفشہ۔ گلِ بنفشہ اور گلِ سمن موسمِ بہار میں کھلتے ہیں۔ چنار ایک درخت ہے جس کے پتے انسان کے پنجے کی شکل کے ہوتے ہیں۔ شگوفہ۔ شگوفے کے زیرہ

کے فروزد لالہ را رُخ ہمچو خوں[1]
خون جیسے (رنگ) سے لالہ چہرے کو کب چمکاتا ہے؟
کے گُل از کیسہ بر آرد زر بروں
پھول تھیلی سے سونا، کب نکالتا ہے؟

کے بیاید بلبل و گُل بو کند
بلبل کب آئے اور پھول کو سونگھے؟
کے چو طالب فاختہ کوکو کند
عاشق کی طرح فاختہ کہاں ہے کہاں کب کرے؟

کے بگوید لک لک آں لک لک بجان
لق لق، لک لک (دل اور) جان سے کب کہے؟
لک چہ باشد مُلک لک اے مستعان
لک کیا ہوتا ہے؟ اے مددگار مُلک تیرا ہے

کے نماید خاک اسرارِ ضمیر
زمین، دل کے راز کب ظاہر کرے؟
کے شود چوں آسماں بستاں مُنیر
باغ، آسمان جیسا روشن کب ہے؟

از کجا آوردہ اند ایں حُلّہا[2]
یہ پوشاکیں کہاں سے لائے ہیں؟
مِن کریمٍ مِن رحیمٍ کُلّہا
سب کی سب کریم (اور) رحیم کی جانب سے ہیں

آں لطافتہا نشانِ شاہدیست
وہ پاکیزگیاں محبوب کی نشانی ہیں
ایں نشانہا پائے مردِ عابدیست
یہ نشانیاں عابد کی مددگار ہیں

آں شود شاد از نشاں کو دید شاہ
نشانی سے وہ خوش ہوتا ہے جسنے شاہ کو دیکھا ہو
چوں ندید اُو را نباشد انتباہ
جب اُس کو نہ دیکھا ہو آگاہی نہ ہوگی

رُوحِ آنکس کو بہنگامِ اَلَسْت
اُس شخص کی روح جس نے عہدِ الست کے وقت
دید ربِّ خویش و شد بیہوش و مست
اپنے رب کو دیکھا اور مست و بے خود ہوا

اُو شناسد بوئے مے کو می خورد[3]
شراب کی بُو وہ پہچانتا ہے جو شراب پیئے
چوں نخورد اُو مے چہ داند بو کرد
جب اُس نے شراب پی نہیں وہ سونگھنا کیا جانے؟

زانکہ حکمت ناقۂ ضالّہ است
کیونکہ دانائی، گم شدہ اونٹنی ہے
ہمچو دلّالہ شہاں را دالّہ است
دلاّلہ کی طرح شاہوں کے لئے راہنما ہے

تو بہ بینی خواب در یک خوش لقا
تو خواب میں ایک حسین کو دیکھتا ہے
کو دہد وعدہ و نشانے مر ترا
جو تجھے وعدہ اور نشانی عطا کرتا ہے

کہ مرادِ تو شود اینک نشاں
کہ تیرا مقصد پورا ہو جائے گا، یہ نشانی ہے
کہ بہ پیش آید ترا فردا فلاں
کہ فلاں شخص کل تیرے سامنے آئے گا

---

[1] ہمچو خوں۔ لالہ کا رنگ خونی ہوتا ہے۔ زر یعنی پھول کا زیرہ۔ فاختہ۔ اسکی کوکو کی آواز کو محبوب کو تلاش کرنے کی آواز مانا جاتا ہے۔ لک لک۔ پانی کا پرندہ ہے جسکو لق لق بھی کہتے ہیں اُس سے لک لک کی آواز نکلتی ہے جس کے معنی ہیں تیرے لئے" مولانا فرماتے ہیں اس کا مطلب ہے۔ مُلک لک یا مستعان" اے خدا ملک تیرا ہے" اسرارِ ضمیر۔ موسمِ بہار کے پھول زمین کے دل کے اسرار ہیں تب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئے ہیں۔

[2] از کجا۔ موسمِ بہار میں نو بہاران چمن کو خدا لباس عطا فرماتا ہے۔ لطافتہا۔ موسمِ بہار کی لطافتیں۔ نشان۔ علامت۔ ایں نشان۔ ایک عابد عارف برگِ درختانِ سبز کو معرفتِ کردگار کا ذریعہ بناتا ہے شاہ۔ حضرتِ حق۔ انتباہ۔ جو معرفت سے خالی ہے اُس کی نظر مصنوع پر رک جاتی ہے صانع تک نہیں پہنچتی ہے۔ اَلَسْت۔ ازل میں خدا نے روحوں کو جمع کر کے کہا تھا: "اَلَسْتُ بِرَبِّکُم" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔

[3] اُو شناسد۔ آثار سے مؤثر تک پہنچنے کی چند مثالیں دی ہیں حکمت۔ حدیث شریف میں ہے دانائی مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں اُس کو دیکھ لیتا ہے اُس کو لے لیتا ہے اسی طرح آیاتِ الٰہیہ سے اللہ کی ذات پر دلالت ہوتی ہے۔ ایک عارف کو الٰہی آیات کو دیکھ کر ذاتِ حق یاد آجاتی ہے۔ دلّالہ۔ بشاطہ۔ دالّہ۔ دلالت کرنے والی۔ تو بہ بینی۔ اللہ کی نشانیوں سے اللہ کو پہچاننے کی دوسری مثال ہے کہ اگر خواب میں آکر تم سے کوئی وعدہ کرے اور نشانیاں بتا دے تو جب وہ نشانیاں سامنے آئیں گی تو تم پر کیسی کیفیت طاری ہوگی۔

یک نشانے[1] آنکہ اُو باشد سوار — یک نشانے کہ تُرا گیرد کنار

ایک نشانی یہ ہے، کہ وہ سوار ہو گا — ایک نشانی یہ ہے کہ تجھ سے بغلگیر ہو گا

یک نشانیکہ بخندد پیشِ تو — یک نشاں کہ دست بندد پیشِ تو

ایک نشانی یہ ہے، وہ تیرے سامنے ہنسے گا — ایک نشانی یہ ہے کہ وہ تیرے سامنے ہاتھ باندھیگا

یک نشانے آنکہ ایں خوابِ ہوس — چوں شود فردا نگوئی پیشِ کس

ایک نشانی یہ ہے کہ یہ خواب خواہش سے — کل جب ہوگی تو کسی سے نہ کہہ سکے گا

زاں نشاں با والدِ یحییٰ بگفت — کہ نیائی تا سہ روز اصلاً بگفت

یہ نشانی (حضرت) یحییٰ کے والد سے کہی — کہ تو تین روز تک بات نہ کر سکے گا

دم مزن سہ روز ازیں اے نیک خو — کایں سکوت ست آیتِ مقصودِ تو

اے نیک عادت والے! اس بار تین دن تک دم نہ مارنا — یہ خاموشی تیرا مقصود (حاصل ہونے) کی علامت ہے

ہیں میاور ایں نشانے[2] را بگفت — ویں سخن را دار اندر دل نہفت

خبردار! یہ نشانی کسی کو نہ بتانا — اس بات کو دل میں چھپائے رکھنا

تا سہ شب خامش کن از نیک و بد — ایں نشاں باشد کہ یحییٰ آیدت

تین رات تک اچھی بُری بات سے چپ رہنا — یہ نشانی ہوگی کہ یحییٰ تیرے پاس پیدا ہو کر آئیگا

ایں نشانہا گویدت ہمچوں شکر — ایں چہ باشد صد نشانے ہم دگر

شکر کی طرح یہ نشانیاں تجھ سے کہے گا — یہ کیا، دوسری سو نشانیاں بھی وہ کہے گا

ایں نشانِ آنکہ ملک و جاہ — کہ ہمی جوئی بیابی از الٰہ

یہ اس کی نشانی ہوگی کہ جو ملک و مرتبہ — تو چاہتا ہے وہ خدا کی جانب سے پائے گا

آنکہ[3] می گریی بہ شبہائے دراز — وانکہ می سوزی سحرگہ در نیاز

جس کے لئے تو لمبی راتوں میں روتا رہا ہے — اور جس کے لئے صبح کے وقت عاجزی میں جلتا رہا ہے

وانکہ بے آں روزِ تو تاریک شُد — ہمچو دُوکے گردنت باریک شُد

وہ جس کے بغیر تیرا دن تاریک ہو گیا ہے — تیری گردن تکلے کی طرح باریک ہو گئی ہے

وانکہ دادی ہرچہ داری در زکات — چوں زکاتِ پاکبازاں رختہاست

وہ (جس کے لئے) تو نے اپنا سب کچھ لٹا دیا — جبکہ پاکبازوں کی خیرات سامان ہوتا ہے

رختہا دادی و خواب و رنگِ رُو — سر فدا کردی و گشتی ہمچو مُو

(جس کیلئے) تو نے سامان اور نیند اور چہرے کی آب تاب لُٹا دی — سر کو قربان کر دیا اور تو بال کی طرح بن گیا

[1] یک نشاں۔ مقصود پورا ہو جانے کی پہلی نشانی یہ ہے کہ صبح کو ایک سوار آئیگا دوسری یہ ہے کہ وہ آکر بغلگیر ہوگا، تیسری یہ ہے وہ ہنسے گا، چوتھی یہ ہے کہ وہ ہاتھ باندھ کر سامنے کھڑا ہوگا، پانچویں یہ ہے کہ تو یہ خواب کسی سے بیان نہ کر سکیگا۔ والدِ یحییٰ۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی گئی تھی تو تین روز تک بات نہ کرنے کا ہی حکم دیا گیا تھا۔ نیک خو۔ یعنی حضرت زکریا۔ مقصودِ تو۔ یعنی حضرت یحییٰ کی پیدائش۔

[2] ایں نشانے یعنی تین روز تک بات نہ کرنا۔ آیدت۔ تمہارے گھر پیدا ہوگا۔ ایں نشانہا یعنی خواب میں آنے والے نے جو نشانیاں بتائیں۔ ایں نشاں۔ اس شخص کا مقصود یہ تھا کہ اُس کو ملک و جاہ حاصل ہو اُس کے حصول کی یہ نشانیاں بتائی گئیں۔

[3] آنکہ۔ جس کے لئے تو راتوں کو روتا تھا اور صبح سویرے عاجزی سے دعائیں کرتا تھا۔ دوکے۔ تکلا۔ ہرچہ داری۔ تمام مال و دولت۔ زکات یعنی خیرات۔ رختہا دادی۔ سامان ہی نہیں بلکہ نیند اور چہرے کی رونق سب اس تمنا میں گنوا دی۔

چند در آتش نشستی ہمچو عُود[1]
کتنی مرتبہ تو اگر کی طرح آگ میں بیٹھا!
چند پیشِ تیغ رفتی ہمچو خُود
ڈھال کی طرح تو کتنی مرتبہ تلوار کے سامنے گیا؟

زینچنیں بیچارگیہا صد ہزار
اِس طرح کی لاکھوں بے چارگیاں
خوئے عُشاق است و ناید در شمار
عاشقوں کی عادت ہے اور وہ شمار نہیں ہوسکتیں

چونکہ اندر خواب دیدی حالہا
چونکہ تونے خواب میں وہ احوال دیکھے
آنکہ بُودے آرزوئیش سالہا
جن کی برسوں سے آرزو تھی

چونکہ شب ایں خواب دیدی روز شد
تونے جب رات کو یہ خواب دیکھا، دن ہوا
از امیدش روزِ تو پیروز شد
اِس کی امید سے تیرا دن کامیاب ہوا

چشم گرداں کردۂ بر چپ و راست
تونے دائیں بائیں دہانب، آنکھیں دوڑائی ہیں
کاں نشان و آں علامتہا کجاست
کہ وہ نشانی اور وہ علامتیں کہاں ہیں؟

بر مثالِ[2] برگ می لرزی کہ وائے
تو پتّے کی طرح لرزتا تھا، کہ ہائے
گر رود روز و نشاں ناید بجائے
اگر دن ختم ہو گیا اور نشانی نمودار نہ ہوئی

می دَوی در کوی و بازار و سرا
تو کوچہ اور بازار اور سرائے میں دوڑتا تھا
چوں کسے کو گم کُند گو سالہ را
اُس شخص کی طرح جس نے بچھڑا گم کر دیا ہو

خواجہ خیر ست ایں دوادو چیست
جناب خیریت ہے یہ تیری بھاگ دوڑ کس لئے ہے؟
گم شدہ اینجا کہ داری کیستت
تیرا اِس جگہ جو گم ہوا ہے وہ تیرا کیا لگتا ہے؟

گوئیش خیر ست لیکن خیرِ من
تو اُس سے کہے گا خیریت ہے لیکن میری خیریت
کس نشاید کہ بداند غیرِ من
مناسب نہیں ہے کہ میرے سوا کوئی جانے

گر بگویم[3] یک نشانم فوت شد
اگر میں ایک نشانی بھی، بتادوں تو وہ جاتی رہی
چوں نشاں شد فوت وقتِ موت شد
جب نشانی جاتی رہی تو موت کا وقت آگیا

بنگری در روئے ہر مردِ سوار
تو ہر سوار انسان کے مُنہ کو تکتا ہے
گو بدت منگر مرا دیوانہ وار
وہ تجھ سے کہتا ہے مجھے دیوانوں کی طرح نہ دیکھ

گوئیش من صاحبے گم کردہ ام
تو اُس سے کہتا ہے میں نے ایک ساتھی گم کر دیا
رُو بجُست و جوی اُو آوردہ ام
میں اُس کی تلاش میں ہوں

دولتت پائندہ باد اے سوار
اے سوار! تیری دولت باقی رہے
رحم کُن بر عاشقاں معذور دار
عاشقوں پر رحم کر، معذور سمجھ

---

[1] عُود۔ خوشبودار لکڑی ہے جس کی بتیاں دھونی کے لئے بنائی جاتی ہیں۔ خود۔ ڈھال۔ زینچنیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ کسی مطلوب کے عاشقوں کو اس طرح کی چیزوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ پیروز۔ فیروز، کامیاب۔ چشم گرداں۔ یعنی رات کی بتائی ہوئی نشانیوں کی جستجو میں تو نظریں دوڑا رہا تھا۔

[2] برمثال۔ صبح کو نشانیوں کی تلاش میں اِس خوف سے لرز رہا تھا کہ وہ نشانیاں نہ دیکھ پائے۔ گوسالہ۔ بچھڑا۔ دوادو۔ بھاگ دوڑ۔ کیستت۔ تیرا کون ہے۔ غیرِ من۔ کیونکہ نہ خواب کی بات کسی کو نہ بتا سکتا تھا۔

[3] گر بگویم۔ خواب کو نہ بتانا بھی ایک نشانی ہے کہہ دینے سے وہ نشانی فوت ہو جائیگی اور اُس کا فوت ہو جانا موت کی برابر ہے کیونکہ مقصود ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ بنگری۔ اشتیاق میں دیوانوں کی طرح ہر سوار کو دیکھتا تھا۔ معذور دار۔ گھوڑنے میں مجھے معذور سمجھ اور معاف کرنے۔

چوں طلب کردی بجدّ[1] آمد نظر
جب تو نے کوشش سے طلب کی وہ نظر آئی

جدّ خطا نکند چنیں آمد خبر
حدیث میں آیا ہے کہ کوشش رائیگاں نہیں جاتی

ناگہاں آمد سوارے نیکبخت
اچانک ایک نیک بخت سوار سامنے آیا

پس گرفت اندر کنارت سخت سخت
اُس نے گرم جوشی سے معانقہ کیا

تو شدی بیہوش و افتادی بطاق
تو بیہوش ہو گیا اور محراب میں گر پڑا

بیخبر گفت اینت سالوس و نفاق
ناواقف نے کہا، یہ مکر اور نفاق ہے

اُو چہ می بیند در و ایں شور چیست
وہ کب دیکھتا ہے کہ اس میں یہ جذبہ کس چیز کا ہے

اُو نداند کاں نشانِ وصلِ کیست
وہ نہیں جانتا کہ یہ کس کے ملنے کی نشانی ہے؟

ایں نشاں در حقِ اُو باشد کہ دید
یہ نشانی اُس کیلئے (ہی) ہے جس نے (مقصد) سمجھا ہے

آں دگر را کے نشاں آید پدید
دوسرے کے لئے یہ نشانی کب واضح ہو سکتی ہے؟

ہر زماں[2] کز وے نشانے می رسد
جب بھی اُس کی جانب سے کوئی نشانی ملتی ہے

شخص را جانے بجانے می رسد
(اُس) شخص میں ایک نئی جان آتی ہے

ماہی بیچارہ را پیش آمد آب
بیچاری مچھلی کے سامنے پانی آگیا

ایں نشانہا تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَاب
یہ نشانیاں تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَاب (جیسی) ہیں

پس[3] نشانیہا کہ اندر انبیاست
وہ نشانیاں جو انبیاءؑ میں ہیں

خاص آں جاں را بُود کو آشناست
وہ اُن لوگوں کے لئے ہیں جو واقف کار ہیں

ایں سخن ناقص بماند و بیقرار
یہ بات ناقص اور بکھری رہ گئی

دل ندارم بیدلم معذور دار
میرا دل نہیں ہے، میں بیدل ہوں، معذور سمجھ

ذرہا را کے تواند کس شمرد
ذروں کو کوئی کب گن سکتا ہے؟

خاصہ آں کو عشق از وے عقل بُرد
خصوصاً وہ جس کی عقل کو عشق نے ختم کر دیا ہو

می شمارم برگہائے باغ را
میں باغ کے پتوں کو گنتا ہوں؟

می شمارم بانگ کبک و زاغ را
میں چکور اور کوے کی آواز کو شمار کرتا ہوں؟

در شمار اندر نیاید لیک من
وہ گنتی میں نہیں آتے، لیکن میں

می شمارم بہرِ رُشدِ مُمتحن
مُبتلا کی رہنمائی کے لئے گنتا ہوں

نحس کیواں یا کہ سعدِ مشتری
زحل کی نحوست۔ یا مشتری کی سعادت

ناید اندر حصر گرچہ بشمری
گنتی میں نہیں آتی ہے، اگرچہ تو شمار کرے

---

[1] جدّ۔ کوشش۔ خبر۔ اصطلاح میں حدیث شریف کو کہتے ہیں لیکن یہ حدیث نہیں بلکہ ایک مشہور مقولہ ہے۔ مَنْ جَدَّ وَجَدَ "جس نے کوشش کی اُس نے پایا"۔ پس گرفت۔ گرم جوشی سے بغلگیر ہوا۔ طاق۔ محراب۔ بیخبر۔ یعنی وہ لوگ جو اصل قصہ سے ناواقف تھے۔ سالوس۔ مکر۔ شور۔ جوش۔ کہ دید۔ یعنی اُس چیز کو دیکھا ہو جس کی یہ نشانی ہے۔

[2] ہر زماں۔ مقصد حاصل ہونے کی جو جو نشانی وہ دیکھ رہا تھا اُس میں جان پڑتی جا رہی تھی۔ ماہی۔ پانی کو دیکھ کر جس طرح مچھلی میں جان پڑتی ہے خواب دیکھنے والے کے لئے یہ نشانیاں جو آیات قرآنی کی طرح یقینی ہیں جان پڑنے کا سبب ہیں۔ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَاب "یہ قرآن کی آیتیں ہیں" یعنی یہ نشانیاں ایسی ہی سچی ہیں جیسا کہ قرآن کی آیات جن میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

[3] پس نشانیہا۔ انبیاء میں جو نشانیاں ہیں اُن سے وہی متاثر ہوتا ہے جس کو حق تعالیٰ سے شناسائی حاصل ہو۔ ایں سخن۔ یعنی انبیاء کی نشانیاں۔ بیقرار۔ غیر مرتب۔ ذرہا۔ انبیاءؑ کی نشانیاں ذروں کی طرح بیشمار ہیں اور پھر دیوانہ عاشق اُنکو کیا گن سکتا ہے۔ می شمارم۔ باغ کے پتے اور پرندوں کی آوازیں نہیں گنی جا سکتی ہیں۔ بہر رشد۔ انبیاء کی لاتعداد نشانیوں میں سے کچھ بیان

لیک[1] ہم بعضے ازیں ہر دو اثر
لیکن ان دونوں کے اثر کا کچھ حصہ

شرح باید کرد بہرِ نفع و ضر
(لوگوں کے) نفع ونقصان کے لئے بیان کردینا چاہئے

تا شود معلوم آثارِ قضا
تاکہ قضاءِ خداوندی کے اثرات معلوم ہو جائیں

شمّۂ مر اہلِ سعد و نحس را
کچھ، سعادت اور نحوست والوں کو

طالعِ آں کس کہ باشد مشتری
جس کا طالع مشتری ہو

شاد گردد از نشاط و سروری
وہ نشاط اور عزت کی وجہ سے خوش رہے گا

وانکہ را طالع زحل از ہر شرور
جس کا طالع زحل ہوگا ہر قسم کے شروں سے

احتیاطش لازم آمد در امور
معاملات میں اُس کے لئے احتیاط ضروری ہے

گر نگویم آں زحل استارہ را
اگر میں اُس زحل ستارے کے متعلق، نہ کہوں

زآتشش سوزد مر آں بیچارہ را
اُس بیچارے کو وہ اپنی آگ سے پھونک دے

بس کن اے بیہودہ تا زاں آفتاب
اے بیہودہ! بس کر، کہیں اِس آفتاب

آتشے نابد بیکبارہ بتاب
کی آگ یکبارگی چمک نہ اُٹھے

از کواکب در سپہرِ بیکراں
لامحدود آسمان کے ستاروں میں

در دمے نے نور ماند نے نشاں
ایک دم نہ نور رہے، نہ نشان

آنچہ بر دارد درآں مشغول شو
جس کا نتیجہ نکلے اُس میں مشغول ہو

وز دگر گفتارہا معزول شو
دوسری باتوں سے جُدا رہ

جنبشِ اختر نیاید جز سقیم
ستارے کی چال مریض کے سوا کچھ نہیں ہے

بر ندارد جز کہ لطفِ آں رحیم
سوائے اُس رحیم کی مہربانی کے کوئی چیز نتیجہ خیز نہیں ہے

اُذکروا اللہ شاہِ ما دستور داد
ہمارے بادشاہ (اللہ تعالیٰ) نے ذکر کی اجازت دیدی ہے

دید اندر نار و ما را نور داد
ہمیں آگ میں دیکھا اور ہمیں نور بخش دیا

گفت[2] اگرچہ پاکم از ذکرِ شما
فرمایا اگرچہ میں تمہارے ذکر سے پاک ہوں

نیست لائق مر مرا تصویرہا
مثالیں میرے مناسب نہیں ہیں

لیک ہرگز مست تصویر و خیال
لیکن مثال اور تخیل کا عادی

در نیابد ذاتِ ما را بے مثال
ہماری ذات کو بغیر مثال کے نہیں سمجھتا ہے

ذکرِ[3] جسمانہ خیالِ ناقص ست
جسمانی ذکر، ناقص خیال ہے

وصفِ شاہانہ ازآنہا خالص ست
شاہانہ صفات اُن سے منزہ ہیں

---

[1] لیک۔ باوجود ہشیار ہونے کے کچھ بیان کردی جاتی ہیں۔ بس کن۔ اللہ کی ذات اور نشانیوں کا بیان صحیح طور پر ممکن نہیں کوئی تجلی غیرت میں آگئی تو پھونک ڈالے گی۔ از کواکب۔ اِس تجلی کا یہ اثر ہوگا۔ آنچہ۔ پہلے ستاروں سے متعلق باتیں ذکر کی تھیں اب فرماتے ہیں نجوم کی باتوں میں مشغولیت بیکار ہے اُس سے کوئی فائدہ نہیں ستاروں کی حالتیں صحیح نہیں ہوتی ہیں فائدہ اللہ کی مہربانی پر موقوف ہے۔ اُذکروا اللہ۔ خدا کا ذکر کرو یہ مفید ہے خواہ ہم اُسکی حمد و ثنا میں اُس کی شایانِ شان باتیں نہ بھی کہہ سکیں۔

[2] گفت۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کو ممکنات کی صفات سے تشبیہ دے کر سمجھایا جاتا ہے ظاہر ہے کہ وہ ناقص مثالیں ہیں، خدا کی ذات اُن سے پاکیزہ ہے لیکن چونکہ انسان مادی چیزوں کو سمجھنے کا عادی ہوتا ہے لہٰذا مادی چیزوں کی مثال دے کر ہی اُس کو اللہ کی صفات سمجھائی جاسکتی ہیں۔

[3] ذکر جسمانہ۔ اللہ کی تعریف میں ہم یہ کہیں کہ وہ انسان کی طرح عاجز نہیں ہے تو یہ ایسا ہی ہے کہ کسی بادشاہ کی تعریف میں ہم یہ کہیں کہ وہ جولاہہ نہیں ہے۔

577

شاہ را گوید کسے جولاہ نیست — ایں چہ مدحست آں مگر آگاہ نیست
(اگر) بادشاہ کو کوئی کہے کہ وہ جولاہہ نہیں ہے — یہ کیا تعریف ہے؟ شاید وہ واقف نہیں ہے

اِنکار کردنِ موسیٰ علیہ السّلام بر مناجاتِ شبان[1]
ایک چرواہے کی دعا پر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا اِنکار

دید موسیٰ یک شبانے را براہ — کو ہمی گفت اے کریم وائے اِلٰہ
(حضرت) موسیٰؑ نے ایک چرواہے کو راستہ میں دیکھا — کہ وہ کہہ رہا تھا اے کریم اور اے خدا!

تو کجائی تا شوم من چاکرت — چارقت دوزم کنم شانہ سرت
تو کہاں ہے؟ تاکہ میں تیرا نوکر بنوں — تیرا جوتا سی دوں تیرے سر میں کنگھی کردوں

تو کجائی تا کہ خدمتہا کنم — جامہ ات را دوزم و بخیہ زنم
تو کہاں ہے! تاکہ تیری خدمتیں کروں — تیرا کپڑا سی دوں، اور بخیہ کر دوں

جامہ ات شویم شپشہایت[2] کشم — شیر پیشت آورم اے محتشم
تیرے کپڑے دھو دوں، تیری جوئیں مار دوں — اے معزز! تیرے سامنے دودھ پیش کردوں

ور ترا بیماریِ آمد بہ پیش — من ترا غمخوار باشم ہمچو خویش
اگر تجھے بیماری لاحق ہو — اپنے کی طرح میں تیرا غمخوار بنوں

دستکت بوسم بمالم پایکت — وقتِ خواب آید بروبم جایکت
تیرے پیارے ہاتھ چوموں تیرے نازک پیر دباؤں — سونے کا وقت آئے تو تیرا بستر صاف کردوں

اے خدائے من فدایت جانِ من — جملہ فرزندان و خان و مانِ من
اے میرے خدا تجھ پر میری جان قربان — تمام اولاد، اور میرا گھر بار

گر بدانم خانہ، تو من مدام — شیر و روغن آرمت ہر صبح و شام
اگر مجھے تیرے گھر کا پتہ چل جائے تو میں ہمیشہ — صبح و شام دودھ اور گھی تیرے لئے لاؤں

ہم پنیر و نانہائے[3] روغنیں — خمرہائے جوغرات اے نازنیں
پنیر بھی اور روغنی روٹیاں بھی — دہی کی مٹکیاں اے نازنیں!

سازم و آرم بہ پیشت صبح و شام — ق از من آوردن ز تو خوردن طعام
تیار کردوں، اور صبح و شام تیرے سامنے لاؤں — میرا لانا ہو، تیرا کھانا ہو

اے فدائے تو ہمہ بزہائے من — اے بیادت ہی ہی و ہیہائے من
اے (وہ ذات) جس پر میری ساری بکریاں قربان — اے (وہ ذات) کہ تیری یاد میں میری آہ و زاری ہے

---

[1] اِنکار کردن۔ فرمایا تھا کہ اللہ تعالےٰ کی حقیقی تعریف اِمکان سے باہر ہے پھر بھی جس طرح بن پڑے تعریف کرنی چاہیئے اِسی کی مناسبت سے یہ قصّہ نقل فرمایا ہے کہ چرواہے کی ناشائستہ تعریف چونکہ خلوصِ نیت سے تھی لہٰذا مقبولِ بارگاہ بنی۔ چاکر۔ نوکر۔ چارق۔ جوتا۔ شانہ۔ کنگھی۔

[2] شپش۔ سین کے ضمہ کے ساتھ، جوں۔ محتشم۔ باوقار۔ خویش۔ اپنا۔ رشتہ دار۔ دستکت۔ دستکِ تو۔ پایکت۔ پایکِ تو۔ جایکت۔ جایکِ تو، اِن تینوں لفظوں میں کاف تصغیر، پیار کے لئے ہے۔ مدام۔ ہمیشہ۔

[3] نانہائے روغنیں۔ پراٹھے۔ جوغرات۔ دہی۔ ہی ہی ہیہائے۔ ہائے ہائے، آہ و زاری۔

578 578

زیں نمط بیہودہ می گفت آں شبان
وہ چرواہا اس طرح کی بیہودہ باتیں کہہ رہا تھا
گفت موسیٰؑ باکیستت اے فلاں [1]
حضرت موسیٰؑ نے کہا اے فلاں! تو کس سے مخاطب ہے؟

گفت باآں کس کہ مارا آفرید
اُسنے کہا اُس ذات سے (مخاطب ہوں) جسنے ہمیں پیدا کیا ہے
ایں زمین و چرخ ازو آمد پدید
یہ زمین اور آسمان جس کے پیدا کرنے سے ظاہر ہوا ہے

گفت موسیٰؑ ہائے خیرہ سر شدی
حضرت موسیٰؑ نے فرمایا افسوس تو پاگل ہوگیا ہے
خود مسلماں ناشدہ کافر شدی
مسلمان نہ ہوا (بلکہ) کافر ہوگیا ہے

اینچہ ژاژ ست وا ینچہ کفرست و فشار
یہ تیری کیا بکواس ہے اور یہ تیرا کیا کفر اور بیہودگی ہے؟
پنبۂ اندر دہانِ خود فشار
اپنے منہ میں روئی ٹھونس لے

گند کفرِ تو جہاں را گندہ کرد
تیرے کفر کی بدبو نے دنیا کو بدبودار کر دیا ہے
کفرِ تو دیبائے دیں را ژندہ کرد
تیرے کفر نے دین کے دیبا کو گدڑی بنادیا

چارق و پاتابہ لائق مر تراست [2]
چپل اور جوتا تیرے لئے مناسب ہے
آفتابے را چنینہا کے رواست
آفتاب کے لئے ایسی چیزیں کب مناسب ہیں؟

گر نہ بندی زیں سخن تو حلق را
اگر تو ان باتوں سے منہ بند نہ کرے
آتشے آمد بسوزد خلق را
آگ آئے گی اور دنیا کو جلادے گی

آتشے گر نامدست ایں دود چیست
اگر آگ نہیں آئی تو یہ دھواں کیسا ہے؟
جاں سیہ گشتہ رواں مردود چیست
جان کالی ہوگئی، روح مردود کیوں ہے؟

گر ہمی دانی کہ یزداں داور ست
اگر تو جانتا ہے کہ خدا حاکم ہے
ژاژ و گستاخی ترا چوں باور ست
بیہودہ گوئی اور گستاخی پر تجھے کیوں یقین ہے؟

دوستیِ بے خرد چوں دشمنی ست [3]
بے وقوف کی دوستی دشمنی جیسی ہے
حق تعالےٰ زیں چنیں خدمت غنی ست
اللہ تعالےٰ اس طرح کی خدمت سے بے نیاز ہے

باکہ می گوئی توایں باعم و خال
تو یہ کس سے کہہ رہا ہے، چچا اور ماموں سے
جسم و حاجت در صفاتِ ذوالجلال
جسم اور حاجت اللہ کی صفتوں میں؟

شیر اُو نوشد کہ در نشو و نما ست
دودھ وہ پیتا ہے جو نشو و نما میں ہے
چارق اُو پوشد کہ اُو محتاجِ پا ست
چپل وہ پہنتا ہے جس کو پاؤں کی ضرورت ہے

ور برائے بندہ است ایں گفتگو
اگر یہ گفتگو (اُس) بندے کے لئے ہے
آنکہ حق گفت اُو منست و من خود او
جسکے بارے میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا میں وہی ہوں اور وہ میں

---

[1] باکیستت۔ یعنی خطاب تو باکیست۔ خیرہ سر۔ بیہودہ۔ ژاژ۔ ایک خاردار گھاس، ہر ژاژ خائی، بکواس کرنا۔ فشہ۔ فا کے ضمہ کے ساتھ، بیہودہ بات۔ فشار۔ فا کے فتحہ کے ساتھ فشردن بمعنی نچوڑنا، گند۔ گندگی۔ ژندہ۔ پارہ پارہ کپڑا، گدڑی، یعنی تیری اس گفتگو سے کفر و الحاد پھیلے گا اور دین میں رخنہ پیدا ہوگا۔

[2] چارق۔ جوتا، چپل۔ پاتابہ۔ جوتا، کھڑاؤں۔ آفتابے یعنی ذاتِ خداوندی۔ خلق را ایک شخص کا گناہ دوسروں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ آتشے۔ اگر عذاب ابھی نہیں آیا تو اُس کے آثار آگئے ہیں جس سے دل سیاہ ہوگیا ہے۔ یزداں۔ خدا۔ داور۔ حاکم۔

[3] دوستی۔ بیوقوف دوست سے عقلمند دشمن بہتر ہے۔ زیں یعنی وہ خدمتیں جو گڈریا اللہ تعالےٰ کے لئے بیان کر رہا تھا۔ عم۔ چچا۔ خال۔ ماموں۔ جسم۔ گڈریئے نے پیر دبانے کو کہا تھا۔ حاجت۔ گڈریئے نے روٹی کھلانے کو کہا تھا۔ شیر۔ غذا کی اُس کو ضرورت ہے جس کا جسم ہو اور اُسکا نشو و نما ہوتا ہو۔ محتاجِ پا۔ اللہ تعالےٰ کو نہ پیر کی ضرورت ہے نہ جوتے کی حاجت ہے۔ ور برائے۔ بعض خدا کے نیک بندے وہ ہوتے ہیں جو اپنی شخصیت اور خواہشات کو فنا کرکے حضرت حق کی مرضیات کے مطابق ڈھل جاتے ہیں انکے بارے میں حدیث شریف ہے کہ اللہ تعالےٰ قیامت میں بنی آدم کو خطاب کرکے فرمائے گا۔ خطاب کا مضمون آئندہ اشعار میں مذکور ہے۔

آنکہ گفت اِنِّی مَرِضْتُ لَمْ تَعُدْ[1] — من شدم رنجور او تنہا نہ شد
جسکے بارے میں فرمایا میں مریض ہوا تو نے عیادت کیوں نہ کی؟ — میں بیمار تھا وہ تنہا بیمار نہ تھا

آنکہ بی یَسْمَعُ وَبِی یُبْصِرُ شدہ است — در حقِ آں بندہ ایں ہم بیہدہ است
وہ کہ جو میرے ذریعہ سنتا ہے اور میرے ذریعہ دیکھتا ہے ہو گیا ہے — اُس بندے کے حق میں بھی یہ بیہودہ ہے

بے ادب گفتن سخن با خاصِ حق — دل بمیراند سیہ دارد ورق
اللہ (تعالیٰ) کے خاص بندے سے بے ادبی سے بات کرنا — دل کو مُردہ کر دیتا ہے، اعمالنامہ سیاہ کر دیتا ہے

گر تو مردے را بخوانی فاطمہ[2] — گرچہ یک جنس اند مرد و زن ہمہ
اگر تو مرد کو فاطمہ کہہ کر بلائے — اگرچہ سب مرد و عورت ایک جنس ہیں

قصدِ خونِ تو کند تا ممکن است — گرچہ خوشخوی و حلیم و ساکن است
حتی الامکان تیری جان (لینے) کا ارادہ کرے — اگرچہ خوش مزاج اور بُردبار اور صاحبِ سکون ہو

فاطمہ[2] مدح است در حقِ زناں — مرد را گوئی بود زخمِ سناں
عورتوں کے لئے فاطمہ تعریف ہے — (اگر) تو مرد کو کہے بھالے کا زخم ہوگا

دست و پا در حقِ ما استایش است — در حقِ پاکیِ حق آلایش است
ہاتھ اور پیر ہونا ہمارے لئے تعریف ہے — اللہ (تعالیٰ) کی پاکی کے لئے ناپاکی ہے

لَمْ یَلِدْ لَمْ یُوْلَدْ او را لائق است — والد و مولود را او خالق است
نہ اُس نے جنا نہ وہ جنا گیا اس کیلئے مناسب ہے — (کیونکہ) وہ باپ اور لڑکے کا خالق ہے

ہر چہ جسم آمد ولادت وصفِ اوست — ہر چہ مولود است او زیں سوئے جو است
جو جسم ہے پیدا ہونا اُس کی صفت ہے — جو جنا ہوا ہے وہ اِس طرف (جسم) کا جوئندہ ہے

زانکہ از کون[3] و فساد است و مہیں — حادث است و محدثے خواہد یقیں
چونکہ وہ بننے بگڑنے (والے عالم) کا اور کمزور ہے — وہ نو پیدا ہے اور یقیناً پیدا کرنے والے کا خواہاں ہے

گفت اے موسیٰ دہانم دوختی — وز پشیمانی تو جانم سوختی
اس نے کہا اے موسیٰ! تم نے میرا منہ سی دیا — اور شرمندگی سے میری جان جلا دی

جامہ را بدرید و آہے کرد تفت — سر نہاد اندر بیاباں و برفت
کپڑے پھاڑے اور گرم آہ کی — بیاباں کا رُخ کیا اور چل دیا

جسمانی اور مادی چیزوں کا خاصہ ہے۔ حادث۔ نو پیدا۔ محدث۔ پیدا کرنے والا۔ گفت۔ چرواہے نے کہا۔ دوختی۔ چونکہ آپ نبی ہیں اور اطاعت ضروری ہے۔ وز پشیمانی۔ اللہ کا ذکر چھوٹنے سے شرمندگی ہے جو روح کو جلا رہی ہے۔ جامہ بدرید۔ ذکر سے محرومی کی وجہ سے۔

---

[1] اِنِّی مَرِضْتُ لَمْ تَعُدْنِی۔ "میں بیمار ہوا تھا تو مزاج پرسی کو نہ آیا"۔ تو اس سے مراد یہ ہے کہ میرا وہ مخصوص بندہ بیمار ہوا تھا تو نے اُسکی مزاج پرسی کیوں نہ کی تھی۔ ایسے ہی بندوں کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ وہ ایسا بندہ ہوتا ہے۔ بِی یَسْمَعُ وَبِی یُبْصِرُ وہ میرے ذریعہ سنتا ہے اور میرے ذریعہ دیکھتا ہے یعنی اُس کی قوتِ سامعہ اُسی بات کو سنتی ہے جو میری مرضی کے مطابق ہو اور قوتِ باصرہ اُسی کو دیکھتی ہے جس میں میری رضا ہو۔ بے ادب۔ اللہ کے اِن مخصوص بندوں سے گستاخانہ باتیں کرنا دل کو مردہ اور اعمالنامہ کو سیاہ کر دیتا ہے۔

[2] فاطمہ۔ دودھ چھڑانے والی یہ جنتی عورتوں کی سردار آنحضورؐ کی صاحبزادی کا نام ہے جو ہر عورت اپنے لئے پسند کرے گی۔ لیکن کسی مرد کو کہو تو وہ بُرا مان جائیگا۔ دست۔ انسان کے ہاتھ پیر میں نقصان ہو تو عیب ہے اللہ کیلئے ثابت کرو تو اُس کے تنزیہ کے منافی ہے۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ۔ نہ اُس نے کسی کو جنا نہ اُسکو کسی نے جنا۔ جو بعض صاحبان نے اس کا ترجمہ بحرِ وحدت کا کیا ہے یعنی جنا ہوا ہونا ذاتِ باری سے کم درجہ کے لئے ہے بعض صاحبان نے اس کو جوئندہ کے معنی میں لیا ہے۔ ازیں سُو یعنی عالمِ امکان

[3] کون و فساد۔ بننا بگڑنا۔ یہ

عتاب کردنِ حق تعالیٰ باموسیٰ علیہ السلام بہرِ شباں

چرواہے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی (حضرت) موسیٰ علیہ السلام پر خفگی

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے (حضرت) موسیٰ پر وحی آئی

بندۂ ما را زما کردی جُدا [۱]
تونے ہمارے بندے کو ہم سے جُدا کر دیا

تو برائے وصل کردن آمدی
تو مِلانے کے لئے آیا ہے

نے برائے فصل کردن آمدی
جُدا کرنے کے لئے نہیں آیا ہے

تا توانی پا مَنِہ اندر فراق
جب تک ہو سکے جُدائی میں قدم نہ رکھ

کَابْغَضُ الْاَشْیَاءِ عِنْدِیْ الطَّلَاق
اسلئے کہ طلاق میرے نزدیک بُری چیزوں میں سب سے بُری ہے

ہر کسے را سیرتے بنہادہ ایم
ہم نے ہر شخص کی ایک طبیعت بنائی ہے

ہر کسے را اِصطلاحے دادہ ایم
ہم نے ہر شخص کو ایک اِصطلاح دی ہے

در حقِ اُو مدح دَر حقِ تو ذَم
اُسکے حق میں تعریف ہے (اور) تیرے حق میں بُرائی ہے

در حقِ اُو شہد و در حقِ تو سَم
اُسکے حق میں وہ شہد ہے (اور) تیرے حق میں زہر ہے

در حقِ [۲] اُو نور در حقِ تو نار
تیرے حق میں وہ نور ہے اُسکے حق میں آگ ہے

در حقِ اُو وَرد در حقِ تو خار
اُسکے حق میں وہ گلاب کا پھول ہے تیرے حق میں وہ کانٹا ہے

در حقِ اُو نیک در حقِ تو بَد
اُسکے حق میں وہ اچھی ہے تیرے حق میں بُری ہے

در حقِ اُو خوب در حقِ تو رَد
اُسکے حق میں وہ خوب ہے تیرے حق میں مَردود ہے

ما بَری از پاک و ناپاکی ہمہ
ہم پاکی اور ناپاکی سب سے منزہ ہیں

از گراں جانی و چالاکی ہمہ
سُستی اور چُستی سب سے (منزہ ہیں)

من [۳] نکردم امر تا سُودے کُنم
میں نے حکم اِس لئے نہیں دیا کہ کوئی فائدہ اُٹھاؤں

بلکہ تا بر بندگاں جودے کُنم
بلکہ اِس لئے کہ بندوں پر بخشش کروں

ہندیاں را اِصطلاحِ ہند مدح
ہندوستان والوں کیلئے ہندوستان کی اِصطلاح تعریف ہے

سِندیاں را اِصطلاحِ سِند مدح
سندھیوں کے لئے سندھ کی اِصطلاح تعریف ہے

من نگردم پاک از تسبیح شاں
میں اُن کی تسبیح سے پاک نہیں بنتا ہوں

پاک ہم ایشاں شوند دُر فشاں
وہی پاک اور موتی برسانیوالے بن جاتے ہیں

---

[۱] جُدا۔ یعنی ذکر سے جو اُسے قُربِ حاصل تھا وہ نہ رہا۔ وصل۔ اَنبیاء کی بعثت کا مقصد مخلوق کو خالق سے وابستہ کرنا ہے۔ الطلاق۔ حدیث شریف ہے۔ اَبْغَضُ الْحَلَالِ عِنْدَ اللّٰہِ الطَّلَاقُ۔ حلال چیزوں میں سے طلاق اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے۔ طلاق سے میاں بیوی میں فراق ہوتا ہے۔ ہر کسے۔ ہر انسان اپنی اِستعداد اور اپنے مروجہ الفاظ میں تعریف کرتا ہے جبکہ دل میں عقیدت ہے تو اُس کی تعریف بہرحال مقبول ہے اور اُس کی وہ حمد اُسکے لئے باعثِ تعریف ہے ایک عامی انسان اپنی اِستعداد کے مطابق جو تعریف کرتا ہے اگر وہ لفظ پڑھا لکھا بولے تو اُس کے لئے وہ بُرائی ہے۔

[۲] در حق۔ حضورؐ نے ایک لونڈی سے دریافت کیا، خدا کہاں ہے تو اُس نے جواب دیا! آسمانوں میں ہے تو یہ کہنا اُس کے لئے نور بنا آنحضورؐ نے اُس کا اِسلام معتبر مانا اگر یہی جملہ ایک عالم فاضل کہے تو کفر ہے جو موجب نار ہے۔ رَد۔ مردود۔ ما بری۔ انسان تقدیس و تسبیح میں جو کچھ بھی کہتا ہے اللہ کی ذات اُس سے بلند ہے لہٰذا اب جو بھی کچھ کہے اُس کو نہ روکو۔

[۳] من نکردم۔ اللہ تعالیٰ کے اَحکام کی پابندی میں اللہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ بندے پابندی کرکے رحم وکرم کے مستحق ہوتے ہیں۔ ہندیاں۔ ہر ملک والے اپنی لغت اور اِصطلاح میں تعریف کرسکتے ہیں۔ نگردم۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی تسبیح سے پہلے ہی پاک ہے۔ دُر فشاں۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح موتی کے دانے ہیں۔

ما برون[1] را ننگریم و قال را　　ما درون را بنگریم و حال را

ہم ظاہر اور قول کو نہیں دیکھتے ہیں　　ہم باطن کو اور حالت کو دیکھتے ہیں

ناظرِ قلبیم اگر خاشع بُود　　گرچہ گفت لفظ ناخاضع بُود

ہم قلب کو دیکھنے والے ہیں اگروہ عاجزی کرنیوالا ہو　　اگرچہ لفظی گفتگو عاجزی کی نہ ہو

زاں کہ دل جوہر بود گفتن عرض　　پس طفیل آمد عرض جوہر غرض

اس لئے کہ دل جوہر ہے، اور کہنا عرض ہے　　تو عرض ضمنی چیز ہے، جوہر مقصود ہے

چند ازیں الفاظ[2] و اضمار و مجاز　　سوز خواہم سوز با آں سوز ساز

یہ منہ سے بولنا اور دل میں چھپانا اور مجاز کب تک!　　میں سوز ہی سوز چاہتا ہوں سوز سے موافقت کر

آتشے از عشق در جاں برفروز　　سر بسر فکر و عبارت را بسوز

عشق کی آگ، جان میں روشن کر　　(غور و) فکر اور عبارت کو بالکل جلادے

موسیا آداب داناں دیگر اند　　سوختہ جان و رواناں دیگر اند

اے موسیٰ! آداب جاننے والے دوسرے ہیں　　سوختہ جان اور سوختہ روح دوسرے ہیں

عاشقاں را ہر زماں سوزیدنیست　　بر دہِ ویراں خراج و عشر نیست

عاشقوں کو ہر وقت جلنا ہے　　اجاڑ گاؤں پر خراج اور عشر نہیں ہے

در خطا[3] گوید ورا خاطی مگو　　گر بُود پُر خوں شہید آں را مشو

اگر وہ غلط بات کہتا ہے تو اس کو خطادار نہ کہہ　　اگر شہید خون میں بھرا ہوا اس کو نہ دھو

خوں شہیداں را ز آب اولیٰ تر است　　ایں خطا از صد صواب اولیٰ تر است

شہیدوں کے لئے خون پانی سے بہتر ہے　　یہ غلطی سو صحیح چیزوں سے زیادہ اچھی ہے

در درونِ کعبہ رسمِ قبلہ نیست　　چہ غم ار غواص را پاچیلہ نیست

کعبہ کے اندر قبلہ (رخ ہونے) کی رسم نہیں ہے　　اگر غوطہ خور کے پاس چپل نہیں ہیں تو کیا غم ہے؟

تو ز سرمستاں قلاوزی مجو　　از رفو مر جامہ چاکاں را مگو

تو مستوں سے رہنمائی کی توقع نہ کر　　جامہ چاک لوگوں سے رفو کی فرمائش نہ کر

ملتِ عشق از ہمہ ملت جدا است　　عاشقاں را مذہب و ملت خدا است

عشق کا مذہب تمام مذہبوں سے جدا ہے　　عاشقوں کا مذہب اور دین اللہ تعالیٰ ہے

---

[1] برون۔ حدیث شریف میں ہے اللہ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا ہے تمہاری نیتوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ خاشع۔ عاجزی کرنیوالا۔ خاضع۔ خاکساری کرنیوالا۔ جوہر۔ خود قائم رہنے والی چیز۔ عرض۔ دوسرے کے سہارے قائم رہنے والی چیز۔ غرض یعنی اصل مقصد۔

[2] الفاظ جو منہ سے بولا جائے۔ اضمار۔ دل میں کسی بات کا رکھنا۔ مجاز۔ لفظ کے حقیقی معنیٰ چھوڑ کر دوسرے معنیٰ مراد لینا انسان کی تقریر و کلام میں یہ سب باتیں ہوتی ہیں۔ موسیا۔ اے موسیٰ۔ آداب داناں۔ عارفین کاملین۔ سوختہ۔ یعنی وہ لوگ جن کی روحیں عشق خداوندی میں جل بھن گئی ہیں۔ بر دہ۔ یعنی ویران گاؤں سے کوئی ٹیکس وصول نہیں کیا جاتا ہے بلکہ معاف کردیا جاتا ہے اسی طرح عاشقوں سے رسوم کی پابندی کا مطالبہ نہیں کیا جاتا ہے۔

[3] در خطا۔ جذبۂ عشق میں اللہ کی شان میں نامناسب الفاظ بھی اللہ کو پسند ہیں جس طرح خون نجس ہے لیکن شہید کا خون اللہ تعالیٰ نے پاک قرار دیا ہے اس کو نہلایا نہیں جاتا ہے۔ خوں۔ خون آلودہ شہید پانی سے غسل دیئے ہوئے دوسرے مردوں سے افضل ہے۔ در درون۔ جب انسان بیت اللہ کے اندر پہنچ کر نماز پڑھے تو جدھر چاہے رخ کرکے نماز پڑھ سکتا ہے۔ پاچیلہ۔ چپل۔ قلاوزی۔ رہنمائی۔ ملتِ عشق۔ غلبۂ حال میں صرف ذاتِ باری کی طرف توجہ ہوتی ہے مذہبی رسوم و قیود کی پابندی نہیں ہوتی۔

لعل را گر مہر نبود باک نیست — عاشق از دریائے غم غمناک نیست

لعل پر اگر ٹھپّہ نہیں ہے، پروا نہیں ہے — عاشق غم کے دریا سے غمگین نہیں ہوتا ہے

وحی آمدن بموسیٰ علیہ السلام در عذر خواستن آں شباں

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام پر وحی آنا اس گڈریئے سے معذرت کے سلسلہ میں

بعد ازاں در سرِ موسیٰ حق نہفت — رازہائے گفت کاں ناید بگفت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے (حضرت) موسیٰ کے باطن میں مخفی کر دیئے — بات کے وہ راز جو بیان نہیں کئے جا سکتے

بر دلِ موسیٰ سخنہا ریختند — دیدن و گفتن بہم آمیختند

(حضرت) موسیٰ کے دل میں بہت سی باتیں ڈال دیں — مشاہدہ اور گفتگو کو آپس میں ملا دیا

چند بیخود گشت و چند آمد بخود — چند پرید از ازل سوئے ابد

چند بار، بیہوش ہوئے چند بار ہوش میں آئے — چند (بار)، ازل سے ابد تک پرواز کی

بعد ازیں گر شرح گویم ابلہی ست — زاں کہ شرحِ ایں ورائے آگہی ست

اس کے بعد اگر میں تشریح کروں تو بیوقوفی ہے — اس لئے کہ اس کی تشریح عقل سے بالاتر ہے

ور بگویم عقلہا را بر کند — ور نویسم بس قلمہا بشکند

اگر میں کہہ دوں تو عقلوں کو زائل کر دے — اگر میں لکھوں تو قلموں کو توڑ دے

ور بگویم شرحہائے معتبر — تا قیامت باشد ایں بس مختصر

اگر میں اس کی قابلِ بھروسہ شرحیں بیان کروں — قیامت تک (بھی)، وہ بہت مختصر (بیان) ہو گی

لاجرم کوتاہ کردم من زباں — گر تو خواہی از درونِ خود بخواں

مجبوراً میں نے زبان کوتاہ کر لی — اگر تو چاہتا ہے اپنے اندر (سے) پڑھ لے

چونکہ موسیٰ ایں عتاب از حق شنید — در بیاباں از پئے چوپاں دوید

جب (حضرت) موسیٰ نے یہ ناراضی اللہ سے سنی — جنگل میں گڈریئے کے پیچھے بھاگے

بر نشانِ پائے آں سرگشتہ راند — گرد از پرّہ بیاباں بر فشاند

اس دیوانے کے نقشِ قدم پر روانہ ہو گئے — بیابان کے دامن سے گرد اڑائی

گام پائے مردمِ شوریدہ خود — ہم ز گامِ دیگراں پیدا بود

دیوانوں کے پیروں کی رفتار — دوسروں کی رفتار سے جدا ہوتی ہے

یک قدم چوں رخ ز بالا تا نشیب — یک قدم چوں پیل رفتہ بر اریب

ایک قدم رخسار کی طرح اوپر سے نیچے کو — ایک قدم ہاتھی کی طرح آڑا ترچھا

۱ـه لعل۔ یعنی لعل وگوہر پر کسی ٹھپّے اور سکّے کی ضرورت نہیں وہ خود قیمتی ہے۔ بر سر۔ باطن۔ دیدن و گفتن۔ یعنی مشاہدہ کے ساتھ گفتگو۔ چند یعنی حضرت موسیٰؑ کو عروج حاصل ہوا اور بہت سے نئے انکشافات ہوئے۔ بعد ازیں۔ عالمِ ملکوت کے احوال بیان اور عقل سے بالاتر ہیں۔ ور بگویم ذات اور صفات کا بیان عقلوں اور تحریروں کے بس کا نہیں ہے۔

۲ـه لاجرم۔ وہ کیفیات خود اپنے اوپر طاری کرو تب کچھ معلوم ہو سکے گا۔ چوپاں۔ وہ گڈریا جس کو حضرت موسیٰؑ نے ڈانٹا تھا۔

۳ـه گام پائے۔ دیوانوں کے قدم بھی آڑے ترچھے پڑتے ہیں۔

گاہ چوں موجے برافرازاں عَلَم ٣ — گاہ چوں ماہی روانہ بر شکم

کبھی موج کی طرح جھنڈا بلند کئے ہوئے — کبھی مچھلی کی طرح پیٹ کے بل رواں

گاہ بر خاکے نوشتہ حالِ خود — ہمچو رمالے کہ رملے بر زند

کبھی خاک پر اپنا حال لکھا — رمال کی طرح جو رمالی کرتا ہے

گاہ حیراں ایستادہ گہ دواں — گاہ غلطاں ہمچو گوی از صولجاں

کبھی حیران کھڑا ہوا، کبھی دوڑتا ہوا — کبھی لڑھکتا ہوا جیسے بلّے سے گیند

عاقبت دریافت اُو را و بدید — گفت مُژدہ دہ کہ دستورے رسید

انجام کار اس کو پالیا اور دیکھا — فرمایا مبارک ہو، اجازت آگئی ہے

ہیچ آدابے و ترتیبے مجو — ہر چہ می خواہد دلِ تنگت بگو

کوئی ادب اور ترتیب نہ تلاش کر — جو تیرا تنگ دل چاہے، کہتا رہ

کفرِ تو دین ست و دینت نورِ جاں — ایمنی از تو جہانے در اماں

تیرا کفر، دین ہے اور تیرا دین جان کا نور ہے — تو امن میں ہے (اور) تیری وجہ سے ایک جہان امن میں ہے

اے مُعاف یَفْعَلُ اللہُ مَا یَشَآءُ — بے مُحابا رو زباں را بر گشا

اے یَفْعَلُ اللہُ مَا یَشَآءُ کے معافیدار — جا، بے تامل زبان کھول

گفت اے موسیٰ ازاں بگذشتہ ام — من کنوں در خونِ دل آغشتہ ام

کہا، اے موسیٰ اس سے میں گذر چکا ہوں — اب میں دل کے خون میں آلودہ ہوں

من ز سدرہ ٥ منتہیٰ بگذشتہ ام — صد ہزاراں سالہ زاں سو گشتہ ام

میں سدرۃ المنتہیٰ سے گذر گیا ہوں — لاکھوں سال کی مسافت اس سے آگے کی جانب چلا گیا ہوں

تازیانہ بر زدی اسپم بگشت — گنبدی کرد و ز گردوں بر گذشت

تونے کوڑا مارا میرا گھوڑا مڑ گیا — جست لگائی اور آسمان سے پار ہو گیا

محرمِ ناسوتِ ما لاہوت باد — آفریں بر دست و بر بازوت باد

(خدا کرے) ہمارے ناسوت کا لاہوت محرم بنے — تیرے دست و بازو کو شاباش ہے

حالِ من اکنوں بروں از گفتن ست — آنچہ می گویم نہ احوالِ من ست

اب میری حالت بیان سے باہر ہے — جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ میرے احوال نہیں ہیں

نقش ٦ می بینی کہ در آئینہ ایست — نقشِ تُست آں نقشِ آں آئینہ نیست

تو جو نقش آئینہ میں دیکھتا ہے — وہ تیرا نقش ہے وہ نقش اس آئینہ کا نہیں ہے

٣ گاہ ۔ دیوانہ کبھی سر اٹھائے بھاگتا نظر آئے گا کبھی پیٹ کے بل سرکتا ہوا بڑھے گا۔ مجنوں لیلیٰ کا نام زمین پر لکھتا پھرتا تھا۔ عاقبت بالآخر وہ گڈریا حضرت موسیٰ کو مل گیا حضرت موسیٰ نے فرمایا تجھے اسی طریقہ پر مناجات کی اجازت مل گئی ہے جو بھی تیری زبان پر آئے کہتا رہ۔ کفرِ تو۔ دوسروں کے لئے اگرچہ وہ کلماتِ کفریہ ہوں لیکن تیرے لئے عینِ دین ہے، تجھے خدا کی طرف سے امن حاصل ہے اور تیری وجہ سے دنیا کو بھی امن حاصل ہے۔ یَفْعَلُ اللہُ مَا یَشَآءُ۔ خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے، تجھے ان کلمات کی اجازت دیدی ہے۔ ازآں۔ یعنی مقامِ مناجات۔

٥ سِدرَۃُ المُنتَہیٰ ساتویں آسمان پر بیری کے درخت جیسا کوئی درخت ہے جو حضرت جبرئیلؑ کی پرواز کی آخری حد ہے یعنی اب میں اپنے اس مقام سے گذر گیا جہاں غلبۂ حال میں نامناسب الفاظ استعمال کئے تھے۔ تازیانہ۔ میری طبیعت کے لئے آپ کی تنبیہ ایک تازیانہ ثابت ہوئی۔ ناسوت۔ عالمِ اجسام۔ لاہوت۔ عالمِ ذاتِ الٰہی جس میں پہنچ کر سالک کو فنا کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ حالِ من۔ ذوقی حالت کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

٦ نقش می بینی۔ حضرت مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان اشعار کا تعلق "شاہ را گوید کسے جولاہہ نیست" سے ہے یعنی اللہ کی تعریف ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق کرتا ہے، آئینہ میں خود اپنا عکس نظر آتا ہے جو کچھ نظر آتا ہے وہ آئینہ کے نقش و نگار نہیں ہوتے ہیں۔

دَم کہ مَردِ نائی اندر نائے کرد
نَے بجانے والے نے جو پھونک نَے میں بھری

درخورِ نائیست نے درخوردِ مرد
وہ نَے کے مناسب ہے نہ کہ اُس بجانے والے مرد کے مناسب

ہاں و ہاں گر حمد گوئی و سپاس
خبردار خبردار تو جو شکر گزاری اور تعریف کرے

ہمچو نافرجامِ آں چوپاں شناس
اُس نالائق گڈریئے کی سی سمجھ

حمدِ تو نسبت بتو گر بہتر ست
تیرا تعریف کرنا تیرے اعتبار سے اگرچہ بہتر ہے

لیک آں نسبت بحق ہم ابتر ست
لیکن وہ اللہ (تعالیٰ) کی نسبت سے ناقص ہے

کاشکے بہتر نبودے مر ترا
کاشکہ تیری (وہ) بہتر (دُعا) نہ ہوتی

دردِ او و سوز بودے مر ترا
اُس کا درد اور سوز تیرے لئے (حاصل) ہوتا

چند گوئی چوں غطا بر داشتند
جب پردہ اُٹھا دیں گے، تو کتنا کہے گا؟

کایں نبود ست آنچہ می پنداشتند
جو اُنھوں نے خدا کے بارے میں تصور کیا تھا وہ یہ نہ تھا

ایں قبولِ ذکرِ تو از رحمت ست
تیرے ذکر کو قبول کر لینا رحمت ہے

چوں نمازِ مستحاضہ رخصت ست
جیسے استحاضہ والی کی نماز جائز ہے

با نمازِ او بیالود ست خوں
اُس کی نماز سے خون وابستہ ہے

ذکرِ تو آلودہ تشبیہ و چوں
تیرا ذکر (اللہ) کرنا تشبیہ اور مثال سے آلودہ ہے

خوں پلید ست و بآبے می رود
خون ناپاک ہے اور پانی سے دُھل جاتا ہے

لیک باطن را نجاستہا بود
لیکن باطن میں وہ نجاستیں ہوتی ہیں

کاں بغیرِ آبِ لطفِ کردگار
جو خدا کی مہربانی کے پانی کے بغیر

کم نہ گردد از درونِ مردِ کار
کام کرنے والے کے باطن سے نہیں دُھلتیں

در سجودت کاشکے رو گردانیے
کاشکہ تو سجدے میں رُخ پھیرتا

معنیِ سُبحانَ رَبّی دانیے
"اے میرے رب تو پاک ہے" کے معنیٰ جان لیتا

کاے سجودم چوں وجودم ناسزا
یعنی اے (خدا)! میرا سجدہ میرے وجود کی طرح (تیرے) لائق نہیں ہے

مر بدی را تو نکوئی دہ جزا
تو بُرائی کا بدلہ بھلائی سے عطا فرما

ایں زمیں از حلمِ حق دارد اثر
اس زمین میں اللہ (تعالیٰ) کی بُردباری کا اثر ہے

تا نجاست برد و گلہا داد بر
کہ گندگی کو ختم کر دیا اور پھول نتیجہ میں دیئے

میرا سجدہ بھی تیرے لائق نہیں اور یہ سجدہ تیری خدمت میں پیش کرنا گستاخی ہے لیکن تیری ذات وہ ہے جو بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دیتی ہے۔ قرآن پاک میں ہے، یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّئَاتِہِمْ حَسَنَات۔ اللہ اُن کی برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ ایں زمین۔ زمین اللہ کی صفتِ حلم سے متصف ہے۔

ؔلہ دَم کہ۔ اللہ تعالیٰ تو اس پر قادر ہیں کہ اپنی تعریف اپنی شان کے مطابق کر دیں لیکن ہماری استعداد اُس کو قبول نہیں کر سکتی ہے جس طرح نَے بجانے والا اپنی طاقت کے اعتبار سے نَے میں پھونک نہیں بھرتا ہے ورنہ اُس کے پردے پھٹ جائیں، نَے کے لحاظ سے پھونکتا ہے۔ ہاں وہاں۔ ہم جو بھی تعریف کرتے ہیں وہ گڈریئے کی طرح کی تعریف کرتے ہیں۔ ابتر۔ ناقص، ہماری تعریف خدا کے اعتبار سے ناقص ہے۔

ؔلہ۲ کاشکے۔ جو تعریف تمہارے اعتبار سے بہتر بھی ہے کاش اُس کی بجائے تمہارے دل میں سوز و گداز ہو۔ چند گوئی۔ قیامت میں جب حجابات رفع ہو گئے تو تمہیں پتہ چل جائیگا کہ ذاتِ باری وہ نہ تھی جو تم نے سمجھی تھی۔ ایں قبول۔ ہماری ناقص تعریف کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول کرتا ہے جس طرح کہ مستحاضہ کی نماز کو باوجود طہارت نہ ہونے کے قبول کر لیتا ہے۔ تشبیہ و چوں۔ ہم جس قدر تعریفیں کرتے ہیں اُن میں لامحالہ تشبیہات اور مثالیں ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب نہیں ہیں اُن کی ناپاکی مستحاضہ کے خون سے بھی زیادہ ہے۔

ؔلہ۳ کاں۔ باطنی نجاست صرف رحمت کے پانی سے ہی دُھل سکتی ہے۔ کاے۔ یعنی سجدہ میں سُبحانَ رَبّیَ الاَعلیٰ کے معنیٰ یہ ہیں کہ بندہ عرض کرتا ہے کہ

تا بپوشد اُو پلیدیہائے[1] ما
یہاں تک کہ وہ ہماری پلیدیوں کو چھپا لیتی ہے

در عوض بر روید از وے غنچہا
بدلے میں اُس سے غنچے کھلتے ہیں

پس چو کافر دید کو در داد و جُود
تو کافر جب دیکھے گا کہ وہ عطا اور بخشش میں

کمتر و بے مایہ تر از خاک بُود
مٹی سے بھی کمتر اور تہی دست تھا

از وجودِ اُو گُل و میوہ نرُست
اُس کے وجود سے پھول اور میوہ نہ اُگا

جُز فسادِ جملہ پاکیہا نجُست
پاکیوں کو خراب کرنے کے علاوہ اُس نے کچھ نہ کیا

گفت واپس رفتہ ام من در ذہاب
کہے گا میں نے اُلٹی چال چلی ہے

حَسْرَتَا یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَاب
افسوس! کاش میں مٹی ہوتا

کاش از خاکے سفر نگزیدمے
کاش میں مٹی (ہونے) سے ترقی نہ کرتا

ہمچو خاکے دانہ می چیدمے
مٹی کی طرح بیج کو چُن لیتا

چوں[2] سفر کردم مرا رہ آزمود
جب میں نے ترقی کی مجھے راہ نے آزمایا

زیں سفر کردن رہ آوردم چہ بود
اِس ترقی سے مجھے کیا تحفہ ملا؟

زاں ہمہ میلش سوئے خاکست کُو
اسی وجہ سے اُس کا میلان مٹی کی طرف ہے کیونکہ وہ

در سفر سُودے نہ بیند پیش رو
ترقی میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتا ہے

رُوئے واپس کردنش از حرص و آز
اُس کا واپسی کی طرف رُخ کرنا حرص اور لالچ کی وجہ سے ہے

در رہِ اُو ہیچ نہ صدق و نیاز
اُس کے راستہ میں کوئی سچائی اور عاجزی نہیں ہے

ہر گیا را کِش بود میلِ عُلا
جس گھاس کا میلان بلندی کی طرف ہوتا ہے

در مزید ست و حیات ست و نما
وہ بڑھوتری اور زندگی اور (نشو) نما میں ہے

چونکہ گردانید سر سُوئے زمیں
چونکہ اُس نے زمین کی طرف رُخ کیا

در کمی و خُشکی و نقص و غبیں
وہ گھٹاؤ اور خشکی اور نقصان اور ٹوٹے میں ہے

میلِ[3] رُوحت چوں سوئے بالا بود
تیری روح کا میلان جب (عالَم) بالا کی طرف ہو

در تزاید مرجعت آں جا بود
ترقی میں تیرا مرجع وہی ہوگا

ور نگونساری سَرت سوئے زمیں
اگر تو اوندھا ہے تیرا سَر زمین کی طرف ہے

آفلی حق لَا اُحِبُّ الْآفِلِیْن
تو غروب کر جانیوالا ہے یقیناً میں غروب کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں

ورنگونساری۔ جب روح اوندھی ہو جاتی ہے تو زمین پر واپس ہونے کی خواہش کرتی ہے۔ حق۔ دراصل حقّاً تھا۔

[1] پلیدیہا۔ کھاد میں نجاستیں ہوتی ہیں۔ دید۔ جبکہ قیامت میں کافر دیکھے گا کہ وہ زمین سے بھی بدتر ہے زمین بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دیتی ہے اور اُس نے اللہ کی نعمتوں کے بدلے میں کفر کیا۔ جز فساد۔ زمین نے ناپاک کو پاک بنایا کافر نے پاکیوں کو ناپاک کیا۔ گفت۔ یعنی قیامت میں حسرت سے کہیگا کہ کاش میں مٹی ہوتا کہ بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دیسکتا۔ سفر۔ جمادات سے ترقی کرکے نوعِ حیوانی وجود میں آئی ہے۔ دانہ۔ زمین میں بیج بویا جاتا ہے تو وہ بدلہ میں پھل پھول اُگا دیتی ہے۔

[2] چوں سفر۔ سفر کی حالت میں انسان کی صحیح فطرت ظاہر ہو جاتی ہے یعنی مجھے ترقی سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ رہ آورد۔ تحفۂ سفر۔ میلش یعنی اُس کا کہنا یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا کاش میں مٹی ہوتا۔ روئے واپس یعنی مٹی بن جانے کی خواہش عجز اور نیاز سے ہو تو اللہ کو پسند ہے جیسا کہ بعض بزرگوں سے اس کا اظہار ہوا ہے۔ ہر گیا۔ کافر کے مٹی بننے کی خواہش کی مثال ہے کہ گھاس میں جب تک نشوونما ہے بڑھنے اور اوپر جانے کی خواہش ہے جب مُردنی چھاتی ہے تو اُس کا نیچے کی طرف جھکاؤ ہو جاتا ہے۔

[3] میلِ روحت۔ روح انسانی کو جب اوپر جانے کی خواہش ہوتی ہے تو اوپر جانے میں اُس کو ترقی حاصل ہوتی ہے

586

پرسیدن موسیٰ علیہ السّلام از سِرّ غلبۂ ظالماں

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کا ظالموں کے غلبہ کے راز کا سوال کرنا

گفت موسیٰؑ اے کریمِ کارساز
(حضرت) موسیٰؑ نے عرض کیا اے کارسازِ کریم!

اے کہ یکدم ذکرِ تو عمرِ دراز[1]
اے (وہ ذات) جس کا ایک لمحہ ذکر کرنا عمرِ دراز ہے

نقشِ کژمژ دیدم اندر آب و گِل
میں نے عالمِ آب و گِل میں بہت سی آڑی ترچھی چیزیں دیکھی ہیں

چوں ملائک اعتراضے کرد دل
ملائکہ کی طرح دل نے اعتراض کیا ہے

کہ چہ مقصود ست نقشے ساختن
کہ اس میں کیا مقصد ہے؟ کہ ایک نقش بنانا

واندرو تخمِ فساد انداختن
اور اُس میں فساد کا بیج بو دینا

آتشِ ظلم و فساد افروختن
ظلم اور فساد کی آگ بھڑکانا

مسجد و سجدہ کناں را سوختن
مسجد، اور سجدہ کرنے والوں کو پھونکنا

مایۂ[2] خونابہ و زردابہ را
خون اور پیپ کے ذخیرے کو

جوش دادن از برائے لابہ را
دل لگی کے لئے جوش دینا

من یقیں دانم کہ عینِ حکمت ست
میں بالیقین جانتا ہوں کہ (یہ) بعینہٖ حکمت ہے

لیک مقصودم عیانِ رویت ست
لیکن میرا مقصد مشاہدہ ہے

آں یقیں می گویدم خاموش کُن
وہ یقین مجھ سے کہتا ہے، چپ رہ

حرصِ رویت گویدم نے جوش کُن
دیکھنے کی حرص مجھ سے کہتی ہے نہیں (سوال میں) جوش دکھا

مر ملائک را نمودی سِرِّ خویش
تو نے فرشتوں پر اپنا راز ظاہر کردیا

کایں چنیں نوشے ہمی ارزد بہ نیش
کہ اس طرح کا شہد، ڈنک کے لائق ہے

عرضہ کردی نورِ آدمؑ را عیاں
تو نے آدمؑ پر علم، کھلم کھلا پیش کردیا

بر ملائک گشت مشکلہا بیاں
فرشتوں کے اشکالات حل کر دیئے

حشرِ[3] تو گوید کہ سِرِّ مرگ چیست
تیرا حشر بتادے گا کہ موت کا کیا راز ہے؟

میوہا گویند سِرِّ برگ چیست
میوے بتاتے ہیں کہ پتوں (کے ہونے) کا کیا راز ہے؟

سِرِّ خون و نطفہ حُسنِ آدمی ست
خون اور نطفہ کا راز، آدمی کا حسن ہے

سابقِ ہر بیشی آخر کمی ست
ہر بیشی سے پہلے کمی ہوتی ہے

---

[1] یک دم. تھوڑا سا وقفہ جس میں ذکرِ الٰہی ہو، دراز عمر کے قائم مقام ہے. کژمژ. یعنی سمجھ میں نہ آنیوالی چیزیں. چوں ملائک. آدمؑ کی تخلیق پر فرشتوں کا سوال و اعتراض معاندانہ نہ تھا بلکہ حکمت سمجھنے کے لئے تھا. کہ چہ مقصود. دنیا کی چیزوں میں بھلائی کے ساتھ برائی کا پہلو بھی ہے. آتش. کفر کا غلبہ ہوتا ہے تو اس میں فساد، مسجدوں کی ویرانی سجدہ کرنیوالوں کا قتل عام ہوتا ہے.

[2] مایہ. انسان کی تخلیق، منی اور خون سے ہوتی ہے پھر وہ ظلم و فساد کے کھیل کھیلتا ہے. عیانِ رویت. صاف دیکھنا. آں یقین. یعنی یہ یقین کہ اس میں اللہ کی کوئی حکمت ہے. جوش کُن. یعنی جوش خروش سے سوال کر. کایں چنیں. فرشتوں کو سمجھا دیا تھا کہ انسان کے متضاد قوٰی ہی خلافتِ خداوندی کے اہل اور صفاتِ الٰہی کا مظہر ہو سکتے ہیں. نوش یعنی خلافت. نیش. انسان کی فطرت جس میں فتنہ و فساد بھی مُضمر ہے. نورِ آدمؑ. علمِ آدمؑ. مشکلہا. یعنی آدمؑ کی خلافت پر جو اشکالات تھے.

[3] حشرِ تو. حضرت موسیٰؑ کے سوال کا جواب ہے کہ ہر چیز کی خوبی اُس کے انجام سے ظاہر ہوتی ہے، قیامت میں معلوم ہوگا کہ موت جیسی تلخ چیز کے پیدا کرنے میں خدا کی حکمت یہ تھی کہ وہی اخروی نعمتوں کے حصول کا سبب بنے. برگ. پتے بظاہر بیکار ہیں لیکن جب وہ پھل کی گرمی اور سردی سے حفاظت کر کے پکاتے ہیں تو اُن کی پیدائش کی حکمت معلوم ہوتی ہے. سِرِّ خوں. انسانی قوام کا حسن جب ظاہر ہوتا ہے جب اُس سے انسان نوجوان اور حسین بن جاتا ہے. سابق. ناقص چیز کمال حاصل کرتی ہے.

لوح^1^ را اوّل بشوید بے وقوف	آنگہے بروے نویسد اُو حروف
ناواقف (بچہ) پہلے تختی دھو دیتا ہے	پھر اُس پر حروف لکھتا ہے

خوں کُند دل را ز اشکِ مُستہاں | بر نویسد بروے اُسرارِ نہاں
(سالک) بے وقعت آنسوؤں سے دل کو خون کرتا ہے | (پھر) اُس پر پوشیدہ راز لکھتا ہے

وقتِ شُستن لوح را باید شناخت | کہ مرآں را دفترے خواہند ساخت
دھوتے وقت تختی کو پہچان لینا چاہیئے | کہ اُس کو ایک دفتر بنائیں گے

چوں اساسِ خانہ می اُفگنند | اوّلیں بنیاد را برمی کَنند
جب کسی گھر کی بنیاد رکھتے ہیں | پہلے نیو کھودتے ہیں

گِل برآرند اوّل از قعرِ زمیں | تا باآخر بر کشی ماءِ مَعیں
پہلے زمین کی گہرائی سے مٹی کھودتے ہیں | تاکہ تو آخر میں پانی کھینچے

از حجامت^2^ کودکاں گریند زار | کہ نمی دانند ایشاں سرِّ کار
پچھنوں سے بچے زار زار روتے ہیں | کیونکہ وہ کام کے راز سے واقف نہیں ہیں

مرد خود زر می دہد حجّام را | می نوازد نیشِ خوں آشام را
مرد (باپ) پچھنے لگانے والے کو روپیہ دیتا ہے | خون چوسنے والے نشتر کو نواز تا ہے

می دَوَد حمّال در بارِ گراں | میر باید بار را از دیگراں
بھاری بوجھ لئے ہوئے قُلی دوڑتا ہے | دوسرے (قلیوں) سے بوجھ چھینتا ہے

جنگِ حمّالاں برائے بار بیں | ایں چنیں ست اجتہادِ مردِ دیں
بوجھ کے لئے قلیوں کی جنگ پر غور کر | دیندار کی کوشش اس طرح کی ہے

چوں گرانیہا اساسِ رحمت ست | تلخیہا ہم پیشوائے نعمت ست
جبکہ گرانیاں، رحمت کی بنیاد ہیں | تلخیاں بھی رحمت کا پیش خیمہ ہیں

حُفَّتِ الْجَنَّۃُ بِمَکْرُوْھَاتِنَا | حُفَّتِ النِّیْرَانُ مِنْ شَھْوَاتِنَا
جنت ہماری ناپسندیدہ چیزوں سے گھیر دی گئی ہے | (اور) جہنم ہماری مرغوب چیزوں سے گھیر دی گئی ہے

تخمِ مایہ^3^ آتشت شاخِ تر ست | سوختۂ آتش قرینِ کوثر ست
تیری آگ کا سرمایہ تر شاخ ہے | آگ کا جلا ہوا کوثر کے پاس ہے

ہر کہ در زنداں قرینِ محنتے ست | آں جزائے لذّتے و شہوتے ست
جو قیدخانہ میں محنت میں مبتلا ہے | وہ لذت اور شہوت کی سزا ہے

لہ لوح را۔ یعنی ہر کمی بیشی کا سبب ہے، تختی پر سب سے پہلے ہر چیز مٹادی جاتی ہے پھر اُس پر حسین نقش بنائے جاتے ہیں۔ خوں کند۔ انسان رو رو کر دل کو خون بنا دیتا ہے پھر اُس پر اَسرار نمودار ہوتے ہیں۔ وقتِ شُستن۔ عقلمند انسان کمی میں بیشی کو سمجھ جاتا ہے۔ چوں اساس۔ نیا گھر بناتے ہیں تو پہلے پُرانی بنیادوں کو اکھاڑ دیتے ہیں۔ گِل برآرند۔ پانی حاصل کرتے ہیں تو پہلے زمین کھودتے ہیں۔

لہ از حجامت۔ تخریب میں تعمیر کا راز مضمر ہے، پچھنے لگاتے ہیں تو تکلیف ہوتی ہے لیکن نتیجہ میں بیماریوں سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ می دود۔ بوجھ اٹھا لینے والا تکلیف برداشت کرتا ہے تو مزدوری پاتا ہے۔ مردِ دیں۔ دیندار اپنے آپ کو تکالیف میں اسی لئے مبتلا کرتا ہے تاکہ بہترین نتائج حاصل کرے۔ چوں۔ دنیا میں بھی تکلیفوں کے بعد راحتیں ہیں اور آخرت میں بھی۔ حُفّت۔ انسان نفس کی خواہشوں کے خلاف کرتا ہے تو جنت پاتا ہے شہوتوں کو پورا کرتا ہے تو جہنم ملتی ہے۔

لہ تخمِ مایہ۔ شاخ تر ہوتی ہے تو سکھا کر اُسکو جلایا جاتا ہے جب جلتی ہے تو اُس پر پانی چھڑک کر بجھایا جاتا ہے۔ ہر کہ۔ نفس کی لذتوں کے نتیجہ میں جیلخانہ جانا پڑتا ہے۔

ہر کہ در قصرے[۱] قرینِ دولتے ست — آں جزائے کارزار و محنتے ست

جو محل میں صاحبِ سلطنت ہے — وہ محنت اور جنگ کا بدلہ ہے

ہر کرا بینی بزر و سیم فرد — داں کہ اندر کسب کردن صبر کرد

جس کو تو چاندی اور سونے میں یکتا دیکھے — سمجھ لے اُس نے کمائی میں صبر کیا ہے

بے سبب[۲] بیند چو دیدہ شد گزار — تو کہ در حسی سبب را گوش دار

جب آنکھ (عالمِ اسباب سے) گزر جانے والی بن جائے تو بغیر سبب کے دیکھتی ہے — تو حس کا پابند ہے سبب پر توجہ کر

آنکہ بیروں از طبائع جانِ اوست — منصبِ خرقِ سببہا آنِ اوست

جس کی جان (انسانی) طبائع سے باہر ہے — اسباب کو ترک کر دینے کا مقام اُسے حاصل ہے

بے سبب بیند نہ از آب و گیا — چشمہ چشمہ معجزاتِ انبیا

بغیر سبب کے پانی اور گھاس کے بغیر دیکھتا ہے — کثرت سے انبیاء کے معجزات (جیسے)

ایں سبب[۳] ہمچوں طبیب و علیل — ایں سبب ہمچوں چراغ ست و فتیل

یہ سبب ایسا ہے جیسے طبیب اور بیمار — یہ سبب چراغ اور بتی کی طرح ہے

شب چراغت را فتیلے نو بتاب — پاک داں زینہا چراغِ آفتاب

رات کو اپنے چراغ کے لئے نئی بتی بٹ لے — سورج کے چراغ کو اُن سے پاک سمجھ

رو تو کہگل ساز بہرِ سقفِ خاں — سقفِ گردوں را ز کہگل پاک داں

گھر کی چھت کے لئے تو گارا تیار کرلے — آسمان کی چھت کو گارے سے پاک سمجھ

وہ کہ چوں دلدارِ ما غم سوز شد — خلوتِ شب در گذشت و روز شد

واہ واہ جب ہمارا محبوب غم کو ختم کرنیوالا بن گیا — رات کی تنہائی ختم ہوئی اور دن نکل آیا

جز بشب جلوہ نباشد ماہ را — جز بدردِ دل مجو دلخواہ را

چاند کا جلوہ رات کے سوا نہیں ہوتا — دردِ دل کے بغیر محبوب کی جستجو نہ کر

ترکِ عیسیٰ کردہ خر پروردہ — لاجرم چوں خر بروںِ پردہ

تونے عیسیٰؑ کو چھوڑا ہے، گدھے کی پرورش کی ہے — لامحالہ تو گدھے کی طرح خیمہ کے باہر ہے

---

۳ ایں سبب۔ عام انسانوں کے لئے سبب کا اختیار کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ مریض کے لئے طبیب یا چراغ کے لئے بتی۔ چراغت۔ عام انسانوں کو سبب کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ آفتاب۔ جو کاملین ہیں وہ اسباب اختیار کرنے سے پاک ہیں۔ رو۔ گھر کیلئے کہگل ضروری ہے ورنہ منہدم ہو جائیگا آسمان اُس سے منزہ ہی ہے عوام اور خواص کا اسباب اختیار کرنے میں فرق ہے۔ وہ کہ۔ خواص کو یہ مقام حاصل ہے۔ جز بشب۔ چونکہ پہلے ہم رذائل سے پُر تھے لہٰذا ہم پر تجلی نہ ہوئی ترک۔ خاص مقام اور تجلی نہ ہونے کی وجہ جسم پروری ہے۔ عیسیٰ۔ یعنی روح، عقل۔ خر یعنی جسم، نفس۔ پردہ۔ بارگاہِ رب العزت۔

۱ در قصرے۔ جنگوں کی مشقت اور محنت برداشت کرنے سے ہی تختِ شاہی حاصل ہوتا ہے۔ ہر کرا۔ کمائی کی محنت پر صبر کرنے سے انسان دولت کا مالک بنتا ہے، غرضیکہ جب محنت اور مشقت کے بعد راحت ہے تو ظالموں کا ظلم چونکہ مظلوموں کی راحت کا سبب بنے گا تو ظالموں کی پیدائش میں حکمت ہے۔

۲ بے سبب۔ اوپر چونکہ مصائب اور تکالیف کو راحتوں کا سبب بتایا تھا اب اسباب اختیار کرنے کی بحث شروع کی ہے، جب تک انسان حواس کی قید و بند میں ہے اُس کی نظر اسباب پر ہوتی ہے تو اُس کو اسباب اختیار کرنا ضروری ہیں اور جب حواس سے آزاد ہو جاتا ہے تو ہر چیز کو بغیر اسباب کے قدرتِ الٰہی سے سمجھتا ہے تب اُس کے لئے ترکِ اسباب جائز ہے۔ طبائع۔ یعنی جب ریاضت کے ذریعہ ظاہری حواس سے آزاد ہو جاتا ہے تو ظاہری سبب اُس کی نگاہ میں نہیں ہوتا ہے اب اُس کو یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اسباب کو ترک کر سکے۔ چشمہ۔ جس طرح انبیاء کے معجزات اسباب سے متعلق نہیں ہوتے بلکہ محض اللہ کی قدرت سے اُن کا ظہور ہوتا ہے اسی طرح دیگر اشیاء کو بھی محض اللہ کی قدرت سے سمجھتا ہے، اسباب سے ان کو متعلق نہیں کرتا۔

طالعِ[1] عیسیٰؑ ست علم و معرفت
علم و معرفت عیسیٰؑ کا نصیب ہے

طالعِ خر نیست اے تو خر صفت
اے کہ تو گدھے جیسا ہے! گدھے کا نصیب نہیں ہے

نالۂ خر بشنوی رحم آیدت
تو گدھے کا نالہ سنتا ہے، تجھے رحم آ جاتا ہے

پس ندانی خر خری فرمایدت
تو نہیں جانتا ہے کہ گدھا تجھ سے گدھے پن کی فرمائش کریگا

رحم بر عیسیٰؑ کن و بر خر مکن
عیسیٰؑ پر رحم کر اور گدھے پر نہ کر

طبع را بر عقل خود سرور مکن
نفس کو اپنی عقل کا سردار نہ بنا

طبع را ہل تا بگرید زار زار
نفس کو چھوڑ تاکہ وہ زار زار روئے

تو از و بستان و وامِ جاں گذار
تو اُس سے وصولی کر اور جان کا قرض ادا کر دے

سالہا خر بندہ بودی بس بُود
تو سالوں گدھے کا غلام رہا ہے، کافی ہے

زانکہ خر بندہ ز خر واپس بُود
کیونکہ گدھے کا نوکر گدھے کے پیچھے رہتا ہے

ز اَخِّرُوْهُنَّ[2] مرادش نفسِ تُست
ان کو "پیچھے رکھو" سے تیرا نفس مُراد ہے

کو بہ آخر باید و عقلت نخست
کیونکہ وہ پیچھے ہونا چاہیئے اور عقل پہلے

ہم مزاجِ خر شدست ایں عقلِ پست
یہ پست عقل گدھے کے مزاج کی ہو گئی ہے

فکرش اینکہ چوں علف آرم بدست
اُس کو یہی فکر ہے کہ چارہ کیونکر ہاتھ آئے

آں خرِ عیسیٰؑ مزاجِ دل گرفت
(حضرت) عیسیٰؑ کے گدھے نے دل کا مزاج حاصل کیا

در مقامِ عاقلاں منزل گرفت
عقلمند دل کے مقام میں جگہ پائی

زانکہ غالب عقل بود و خر ضعیف
کیونکہ عقل غالب تھی اور گدھا کمزور تھا

از سوارِ زفت گردد خر نحیف
بھاری سوار سے گدھا کمزور ہو جاتا ہے

خود[3] ز ضعفِ عقلِ تو اے خر بہا
اے گدھے برابر! تیری عقل کی کمزوری کی وجہ سے

ایں خرِ پژمردہ گشتست اژدہا
یہ ادھموا گدھا اژدہا ہو گیا ہے

گر ز عیسیٰؑ گشتۂ رنجور دل
اگر تو عیسیٰؑ کی وجہ سے رنجیدہ دل ہو گیا ہے

ہم از و صحت رسد او را مہل
اُسی سے صحت حاصل ہو گی، اُس کو نہ چھوڑ

اے مسیحِ خوش نفس چونی ز رنج
اے پاک دم مسیحا! تکلیف سے آپ کا کیا حال ہے؟

کہ نبود اندر جہاں بے مار گنج
دنیا میں کوئی خزانہ سانپ کے بغیر نہیں ہوتا ہے

---

[1] طالعِ عیسیٰؑ۔ علم و معرفت روح کا حصہ ہے، نفس اُس سے بے بہرہ ہے۔ نالۂ خر۔ نفس اپنی خواہشات کے لئے واویلا کرتا ہے تو اُنکو پورا کر دیتا ہے۔ رحم۔ روح کی پرورش کر نفس کو روح پر غالب نہ بنا۔ واپس بود۔ گدھے والا جو گدھے سے بھی پیچھے ہے منزل پر گدھے کے بعد پہنچے گا۔

[2] اَخِّرُوْهُنَّ۔ حدیث شریف میں عورتوں کے بارے میں آیا ہے اَخِّرُوْهُنَّ حَیْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ "سو خر کرو اُن کو جبکہ موخر کیا ہے اُن کو اللہ نے"۔ مولانا فرماتے ہیں اِس حدیث میں جس طرح عورتوں کو مردوں سے مُؤخر رکھنے کا حکم ہے اسی طرح اُس میں نفس کو عقل سے موخر رکھنے کا حکم ہے۔ عقلِ پست۔ وہ عقل جو نفس سے مغلوب ہو گئی ہے۔ خرِ عیسیٰؑ۔ عقل سے نفس کو مغلوب بنا دیگا تو نفس میں بھی عقل کے خواص پیدا ہو جائیں گے جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ کے گدھے میں ہوا۔ سوارِ زفت۔ قوی سوار یعنی غالب عقل۔

[3] خود۔ جب انسان کی روح کمزور ہو تو نفس کو بہت زیادہ غلبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ گر ز عیسیٰؑ۔ شیخ بمنزلہ حضرت عیسیٰؑ کے ہے جو مردہ روح کو زندہ کرتا ہے، اگر شیخ کی تربیت میں کسی بات سے دل کو رنج بھی پہنچے تو برداشت کرنا چاہیئے کیونکہ ذریعۂ صحت وہی ہے۔ اے مسیح۔ پہلے شعر میں مرید کو نصیحت تھی اب پیر کو خطاب ہے۔

چونی اے [1] عیسیٰؑ ز دیدارِ یہود — چونی اے یوسفؑ ز اخوانِ حسود

اے عیسیٰ! یہود کے دیدار سے تیرا کیا حال ہے؟ — اے یوسف! حاسد بھائیوں کی وجہ سے آپ کیسے ہیں؟

تو شب و روز از پئے ایں قومِ غمر — چوں شب و روزی بدو بخشائی عمر

تو دن رات اِس بے وقوف قوم کے پیچھے — دن رات کی طرح ہے اور اسکو زندگی بخشتا ہے

آہ ازیں صفرائیانِ بے ہنر — چہ ہنر زاید ز صفرا دردِ سر

ان بے ہنر صفراوی مزاج والوں پر افسوس ہے — صفرا سے کیا ہنر پیدا ہوتا ہے؟ دردِ سر پیدا ہوتا ہے،

تو ہماں کن کہ کند خورشیدِ شرق — با نفاق و حیلہ و دزدی و زرق

تو وہی کر جو شرق کا سورج کرتا ہے — باوجود نفاق اور حیلہ اور چوری اور مکاری کے

تو عسل ما سرکہ در دنیا و دیں — دفعِ ایں صفرا بود سرکنگبیں

دنیا اور دین (کے معاملہ) میں تو شہد ہے اور ہم سرکہ ہیں — سکنجبین اِس صفرا کو دفع کرنے والی ہے

[2] سرکہ افزودیم ما قومِ زحیر — تو عسل بفزا کرم را وامگیر

ہم پیچش زدوں نے سرکہ بڑھا دیا ہے — تو شہد میں اضافہ کر دے، مہربانی کم نہ کر

ایں سزید از ما چنیں آمد ز ما — ریگ اندر چشم چہ افزاید عمیٰ

ہم اسی لائق تھے ہم سے ایسا ہی ہوا — ریت آنکھ میں کیا بڑھائے گا؟ اندھا پن

آں سزد از تو ایا کحلِ عزیز — کہ بیابد از تو ہر ناچیز چیز

اے پیارے سرمے! تیرے یہی لائق ہے — کہ تجھ سے ہر ناچیز، کوئی چیز حاصل کرے

ز آتشِ ایں ظالمانت دل کباب — از تو جملہ اِہدِ قومی بد خطاب

اِن ظالموں کی آگ سے تیرا دل کباب ہے — تیری جانب سے اِہدِ قومی کا جملہ خطاب ہے

کانِ [3] عودی در تو گر آتش زنند — ایں جہاں از عطر و ریحاں پُر کنند

تو "اگر" کی کان ہے اگر تجھ میں آگ لگائیں گے — اِس دنیا کو عطر اور خوشبو سے بھر دیں گے

تو نہ آں عودی کز آتش کم شود — تو نہ آں روحی اسیرِ غم شود

تو وہ اگر نہیں ہے جو [illegible] سے کم ہو جائے — تو وہ روح نہیں ہے جو غم کی قیدی بنجائے

عود سوزد کان [illegible] داز سوز دور — باد کے حملہ برد بر اصلِ نور

اگر جل جاتا ہے "اگر" [illegible] جلنے سے دور ہے — اصلِ نور پر ہوا کب حملہ کر سکتی ہے!

---

[3] کانِ عودی: اگر کی لکڑی پر اگر جلایا جائے تو اُس کی [illegible] خوبیاں ظاہر ہوتی ہیں پیر بمنزلہ عُود کے ذخیرہ کے ہے جو ختم نہیں ہوتا ہے [illegible] ان بدکاروں کے فیض کو ختم نہیں کر سکتی ہے۔

---

[1] اے عیسیٰ یعنی شیخ۔ یہود یعنی بدکردار مرید۔ یوسف یعنی پیر۔ اخوانِ حسود۔ یعنی بدعمل مرید۔ تو شب و روز۔ شیخ کی توجہ روح کی عمر دراز کرتی ہے۔ صفرائیاں۔ صفراوی مزاج والے جن پر صفرا کا غلبہ ہوتا ہے نہ وہ تندرست رہتے ہیں نہ اُن کو صحیح چیز نظر آتی ہے اور دردِ سر میں مبتلا رہتے ہیں۔ تو ہماں کن جس طرح سورج باوجود تمام نالائقیوں کے سب کو منور کرتا رہتا ہے اسی طرح آپ بھی مریدوں کی بدکرداری کی وجہ سے اُن کو فیض سے محروم نہ کریں۔ تو عسل۔ پیر کے افعال و اخلاق شہد کی طرح شیریں ہیں۔ ما سرکہ مُریدوں کی بداعمالیاں سرکہ کی طرح تلخ ہیں۔ ایں صفرا نفس پر جو صفرا کا غلبہ ہے وہ سکنجبین سے دور ہوگا۔ سرکنگبیں۔ سکنجبین دوا ہے جو شہد اور سرکہ ملا کر بنائی جاتی ہے۔

[2] سرکہ یعنی نفس کے [illegible] زحیر۔ پیچش کی بیماری۔ ایں سزید۔ ہم اسی قابل ہیں کہ ہم سے آپ کو تکلیف پہنچے۔ آں سزد۔ آپ بمنزلہ سرمہ کے ہیں جو بینائی پیدا کرتا ہے۔ ز آتش۔ یعنی بے شک مُریدوں کی بدعملی سے آپ کا دل جلتا [illegible] اہدِ قومی۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دیدے یہ دعا [illegible] نے اُس وقت کی [illegible] قوم نے اُن کو ستایا اور [illegible] اُن کو بددعا نہ دی

اے ز تو مر آسماں ہا را صفا ‏ ‏ اے جفائے تو نکوتر[1] از وفا

اے (وہ کہ) ! تیری وجہ سے آسمانوں کو صفائی حاصل ہے ‏ ‏ اے وہ (ذات) کہ تیری جفا وفا سے بہتر ہے

زانکہ از عاقل جفائے گر رود ‏ ‏ از وفائے جاہلاں بہتر بود

کیونکہ عقلمند سے اگر جفا بھی ہو جائے ‏ ‏ تو جاہلوں کی وفا سے بہتر ہوتی ہے

عاقل آرد معرفت را در میاں ‏ ‏ جاہل آرد معرفت را در زباں

عقلمند معرفت کو درمیان میں لاتا ہے ‏ ‏ جاہل معرفت کو زبان پر لاتا ہے

گفت پیغمبر عداوت از خرد ‏ ‏ بہتر از مہرے کہ از جاہل رسد

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ عقل کیساتھ دشمنی ‏ ‏ اُس محبت سے بہتر ہے جو جاہل کیجانب سے ہو

دوستی با مردم دانا نکوست ‏ ‏ دشمنِ دانا بہ از نادان دوست

عقلمندوں سے دوستی اچھی ہے ‏ ‏ دانا دشمن، نادان دوست سے بہتر ہے

رنجانیدن امیرے آں خفتہ را کہ مار در دہانش رفتہ بود

ایک امیر کا اُس سونے والے کو تکلیف دینا جس کے مُنہ میں سانپ گھس گیا تھا

عاقلے بر اسپ می آمد سوار ‏ ‏ در دہانِ خفتہ می رفت مار

ایک عقلمند گھوڑے پر سوار آ رہا تھا ‏ ‏ ایک سوئے ہوئے کے مُنہ میں سانپ گھس رہا تھا

آں سوار آں را بدید و می شتافت ‏ ‏ تا رہاند خفتہ را فرصت نیافت[2]

اُس سوار نے اُس کو دیکھا اور دوڑا ‏ ‏ تاکہ سوتے ہوئے کو بچالے، موقع نہ ملا

چونکہ از عقلش فراواں بُد مدد ‏ ‏ چند دبوسے قوی بر خفتہ زد

چونکہ عقل کی اسکو بہت مدد حاصل تھی ‏ ‏ چند سخت کوڑے سوئے ہوئے کے مارے

خفتہ از خوابِ گراں چوں برجہید ‏ ‏ یک سوارِ تُرک با دبوس دید

سویا ہوا جب گہری نیند سے اُٹھا ‏ ‏ ایک تُرک سوار کو مع کوڑے کے دیکھا

بے محابا تُرک دبوسِ گراں ‏ ‏ چونکہ افزوں کوفت او را شد دواں

تُرک نے بے جھجک سخت کوڑے ‏ ‏ چونکہ اُس کے بہت مارے، وہ بھاگا

خفتہ زاں زخمِ گراں برجست زود ‏ ‏ گشت حیراں گفت آیا ایں چہ بود[3]

سویا ہوا اُس سخت چوٹ سے بہت جلد اُٹھا ‏ ‏ حیران ہوگیا، بولا یہ کیا تھا؟

بُرد او را زخمِ آں دبوس سخت ‏ ‏ زد گریزاں تا بزیرِ یک درخت

اُس سخت کوڑے کی چوٹ اُس کو لے گئی ‏ ‏ اُس سے بھاگا کر، ایک درخت کے نیچے

---

[1] نکوتر۔ شیخ کی سختی سے مُرید کی اصلاح ہوتی ہے۔ زانکہ۔ عقلمند کا ظلم، نادان کی دوستی سے بہتر ہوتا ہے۔ عاقل۔ عقلمند، علم و معرفت پر عمل کرتا ہے جاہل مُحض زبان سے ذکر کرتا ہے۔ گفت پیغمبر۔ ان الفاظ کی کوئی حدیث نہیں ہے۔ دشمنِ دانا۔ عقلمند دشمنی ہی نہیں کرتا ہے اگر کرتا ہے تو بظاہر دشمنی ہوتی ہے اور اُس میں پوشیدہ کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ رنجانیدن۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ سوار نے جو کچھ کیا بظاہر دشمنی تھی لیکن اُس میں حکمت پوشیدہ تھی۔

[2] فرصت نیافت۔ یعنی بچانے کا موقع نہ ملا اور سانپ اُس کے مُنہ میں گھس گیا۔ بُد مدد یعنی وہ سوار عقلمند تھا۔ دبوس۔ گرز، کوڑا۔ شد دواں۔ وہ سونے والا بھاگا۔

[3] چہ بود۔ یعنی یہ سوار مجھے کیوں مار رہا ہے۔ برد۔ یعنی وہ اُٹھ کر بھاگا اور بھاگتے بھاگتے ایک درخت کے نیچے پہنچا۔

سیب[۱] بوسیدہ بسے بُد ریختہ — گفت زیں خور اے بدرد آمیختہ
سڑے ہوئے سیب، بہت پڑے تھے — بولا، یہ کھا اے درد مند!

سیب چنداں مرد را در خورد داد — کز دہانش باز بیروں می فتاد
(اس) شخص کو اس قدر سیب کھلائے — کہ اُس کے مُنہ سے باہر نکلنے لگے

بانگ می زد کاے امیر آخر چرا — قصدِ من کردی تو نادیدہ جفا
وہ چیخا اے سردار! آخر کیوں؟ — بغیر قصور کے تو نے میری جان (لینے) کا ارادہ کیا ہے

گر تُرا از اصل ست با جانم ستیز — تیغ زن یکبارگی خونم بریز
اگر اصلاً تجھے میری جان سے دشمنی ہے — تلوار مار، ایک دم سے میرا خون بہادے

شوم ساعت کہ شدم بر تو پدید — اے خنک آں را کہ روئے تو نہ دید
وہ گھڑی بڑی نحس تھی کہ میں تیرے سامنے آیا — وہ قابلِ مبارکباد ہے جس نے تیرا چہرہ نہ دیکھا

بے جنایت[۲] بے گنہ بے بیش و کم — ملحداں جائز ندارند ایں ستم
بلا زیادتی، بلا خطا، بلا کمی اور بیشی کے — کافر (بھی) یہ ظلم جائز نہیں سمجھتے ہیں

می جہد خوں از دہانم با سخن — اے خدا آخر مکافاتش تو کُن
بات کے ساتھ میرے مُنہ سے خون ٹپکتا ہے — اے خدا تو اس کا بدلہ لے!

ہر زماں می گفت او نفرینِ نو — اُوش می زد کاندریں صحرا بدو
وہ ہر لمحہ ایک نئی ملامت کر رہا تھا — (اور) وہ اُس کو مارتا تھا کہ اس بیاباں میں دوڑ

زخمِ دبوس و سوارِ ہمچو باد — می دوید و باز بر رو می فتاد
کوڑے کی چوٹ، اور ہوا کی طرح کا سوار — وہ دوڑتا تھا اور پھر مُنہ کے بل گرتا تھا

ممتلی و خوابناک و سست بُد — بر سر و پایش ہزاراں زخم شُد
وہ شکم پُر اور نیند میں، اور سست تھا — اُس کے سر اور پیروں پر ہزاروں زخم ہو گئے

تا شبانگہ می کشید[۳] و می کشاد — تا ز صفرا قے شدن بر وے فتاد
رات تک کھینچا تانی ہوتی (رہی) — یہاں تک کہ اُس کو صفرا کی قے ہونے لگی

زو بر آمد خورد ہا زشت و نکو — مار با آں خوردہ بیروں جست ازو
اس سے اچھا بُرا کھایا ہوا نکل پڑا — اُس کھائے ہوئے کے ساتھ سانپ بھی اس سے نکلا

چوں بدید از خود بروں آں مار را — سجدہ آورد آں نکو کردار را
جب اُس نے اپنے (پیٹ) میں سے سانپ نکلتا دیکھا — اُس بھلے (انسان) کے سامنے اُس نے سجدہ کیا

---

[۱] سیب۔ وہ درخت سیب کا تھا اور اُس کے نیچے گلے سڑے سیب بہت پڑے تھے۔ گفت۔ سوار نے کہا۔ مرد را۔ یعنی سونے والے کو۔ بانگ می زد۔ سویا ہوا اُٹھ کر جو بھاگا تھا وہ چیختا تھا۔ نادیدہ جفا۔ یعنی میں نے تجھ پر کوئی ظلم بھی نہیں کیا ہے۔ یکبارگی۔ دفعۃً قتل ہو جانا آسان ہوتا ہے۔ اے خنک روئے تو۔ یعنی تجھ جیسے ظالم کا چہرہ۔

[۲] جنایت۔ ظلم، زیادتی۔ ملحد۔ بے دین۔ اے خدا ایسے ظالم کو خدا ہی سزا دے سکتا ہے۔ مکافات۔ بدلہ۔ اُوش۔ یعنی وہ تُرک سوار اُس بھاگنے والے کو۔ ہمچو باد۔ وہ تیز رو گھوڑے پر سوار تھا۔ باز۔ یعنی جب بھاگتے بھاگتے تھک جاتا تھا۔ ممتلی۔ یعنی سیب کھانے سے اُس کا پیٹ پُر تھا۔

[۳] کشید و کشاد۔ کھینچنا اور کھولنا یعنی پکڑ دھکڑ۔ صفرا۔ بدن کی چار خلطوں میں سے ایک خلط ہے۔ مار۔ تے میں سانپ بھی پیٹ میں سے نکلا۔ سجدہ آورد۔ تعظیم کے لئے اُس کے سامنے سرنگوں ہو گیا۔ نکو کردار۔ یعنی بھلا سوار۔

سہمِ آں مارِ سیاہِ زشت و زفت — چوں بدید آں دردہا از وے برفت
اُس کالے، بھدّے، موٹے سانپ کا ڈر — جب اُسے نظر آیا وہ تکلیفیں اس سے جاتی رہیں

گفت تو خود جبرئیلِ رحمتی — یا خداوند و ولیِ نعمتی
بولا۔ تو تو رحمت کا فرشتہ ہے — یا میرا آقا، اور مُربّی ہے

اے مبارک ساعتے کہ دیدیَم — مُردہ بودم جانِ نو بخشیدیَم
وہ کتنی نیک گھڑی تھی کہ میں نے تجھے دیکھا — میں مر چکا تھا، تو نے نئی زندگی بخشی

تو مرا جویاں مثالِ مادراں — من گریزاں از تو مانندِ خراں
تو ماؤں کی طرح میری دیکھ بھال کرنیوالا ہے — میں تجھ سے گدھوں کی طرح بھاگنے والا تھا

خر گریزد از خداوند از خری — صاحبش در پے ز نیکو اختری
گدھا مالک سے گدھے پن سے بھاگتا ہے — اُس کا مالک نیک بختی کی وجہ سے اسکے درپے ہے

نز پئے سُود و زیاں می جویدش — لیک تا گرگش ندرّد یا دَدش
وہ اُس کو نفع نقصان کیلئے نہیں ڈھونڈتا ہے — لیکن (اسوجہ سے) کہ اُسکو بھیڑیا یا درندہ نہ پھاڑ ڈالے

اے۲ خُنک آں را کہ بیند روئے تو — یا در افتد ناگہاں در کوئے تو
مبارک ہے وہ جو تیرا چہرہ دیکھے — یا اچانک تیرے کوچے میں پہنچ جائے

اے روانِ پاک بستودہ ترا — چند گفتم ژاژ و بیہودہ ترا
اے وہ کہ پاک جان تیری ثنا خواں ہے — میں نے تجھے کسقدر بیہودہ باتیں کہیں اور بکواس کی

اے خداوند و شہنشاہ و امیر — من نگفتم جہلِ من گفت آں مگیر
اے آقا، اور شہنشاہ، اور سردار! — میں نے نہیں کہا میری نادانی نے کہا اُسپر دار و گیر نہ کر

شمّہ زیں حال اگر دانستمے — گفتنِ بیہودہ نتوانستمے
اگر میں اِس حال کا تھوڑا سا حصّہ بھی جان لیتا — تو بیہودہ بکواس نہ کرتا

بس ثنایت گفتمے اے خوشخصال — گر مرا یک رمز می گفتی زحال
اے اچھے انسان! تیری میں بہت تعریفیں کرتا — اگر تو واقعہ کا تھوڑا اشارہ (بھی) کر دیتا

لیک خامُش کردہ می آشوفتی — خامشانہ بر سرم می کوفتی
لیکن تو تو چپ رہ کر پریشان کرتا تھا — خاموشی سے میرے سر کو کچل رہا تھا

شد سرم کالیوہ۳ عقل از سر بجست — خاصہ ایں سر را کہ مغزش کمترست
میرا سر دیوانہ ہو گیا عقل سر میں سے بھاگ گئی — خصوصاً یہ سر جس میں مغز بہت کم ہے

---

۱ سہم۔ سانپ کے ڈر سے چوٹ اور زخموں کی تکلیف بھول گیا۔ ولیِ نعمت۔ جو نعمتیں بخشے۔ مُردہ بودم۔ سانپ کاٹ لیتا اور میں مر جاتا۔ بخشیدیم۔ تو مرا بخشیدی۔ خر گریزد۔ گدھے کے بھاگنے میں گدھے ہی کی ہلاکت ہے۔ اگر مالک نہ پکڑے گا تو گدھے کو بھیڑیا یا اور کوئی درندہ پھاڑ کھائے گا۔

۲ اے خنک۔ چونکہ تو اُس کی دیکھ بھال کرے گا۔ اے۔ نیک لوگ بھی تیری تعریفیں کرتے ہیں۔ ژاژ۔ جس کا ذکر پہلے اشعار میں آیا ہے جہلِ من گفت۔ میری نادانی اُس بکواس کا سبب بنی۔ زیں حال، یعنی میرے پیٹ میں سانپ گھس گیا ہے اور تو اُسے نکالنے کی تدبیر کر رہا ہے۔

۳ کالیوہ۔ احمق بے عقل، دیوانہ۔ خاصہ۔ یعنی میں پہلے سے بے وقوف تھا چکنے سے اور بے عقل ہو گیا۔

عفو کن اے خوب رُوئے خوب کار — آنچہ گفتم از جنوں اندر گذار[1]
اے خوبصورت، خوب سیرت، معاف کردے — پاگل پن سے میں نے جو کچھ کہا اُس سے درگذر کر

گفت اگر من گفتمے رمزے ازاں — زہرۂ تو آب گشتے درزماں
اُس نے کہا اگر میں اُس میں سے تھوڑا سا بھی بتا دیتا — فوراً تیرا پِتا پانی بن جاتا

گر ترا می گفتمے اوصافِ مار — ترس از جانت برآوردے دِمار
اگر میں تجھ سے سانپ کی باتیں کہہ دیتا — خوف تیری جان نکال دیتا

مُصطفیٰ فرمود اگر گویم براست — شرحِ آں دشمن کہ در جانِ شماست
مصطفیٰ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا اگر میں سچ سچ کہہ دوں — اُس دشمن کی تفصیل، جو تمہارے اندر ہے

زہرہائے پُردلاں برہم دَرَد — نہ رود رہ نے غمِ کارے خورد
تو وہ بہادروں کے پتّے پھاڑ دے — نہ کوئی راستہ چلے، نہ کسی کام کی فکر کرے

نے دلش را تاب ماند در نیاز — نے تنش را قوّتِ صوم و نماز
نہ اُس کے دل میں عاجزی کی طاقت رہے — نہ اُس کے بدن میں نماز اور روزہ کی طاقت رہے

ہمچو موشے[2] پیشِ گربہ لا شود — ہمچو برّہ پیشِ گرگ از جا رود
(وہ) چوہے کی طرح بلّی کے سامنے معدوم ہو جائے — اُس بکری کے بچے کی طرح جو بھیڑیئے کے سامنے بھاگے

اندرو نے حیلہ ماند نے روش — پس کُنم ناگفتہ تاں من پرورش
اُس میں نہ کوئی تدبیر رہے، نہ چال — میں بغیر بتائے ہوئے تمہاری تربیت کرتا ہوں

ہمچو بوبکرِ رُبابی رح تن زنم — دست چوں داؤدؑ در آہن زنم
ابوبکر ربابی رح کی طرح میں خاموش رہتا ہوں — ہاتھ سے (حضرت) داؤدؑ کی طرح لوہے کا کام کرتا ہوں

تا محال از دستِ من حالے شود — مُرغ پر برکندہ را بالے شود
تاکہ ناممکن میرے ہاتھ سے موجود ہو جائے — پر نُچے ہوئے پرندے کے پر اُگ جائیں

چوں یَدُ اللہِ[3] فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ بُود — دستِ ما را دستِ خود فرمود اَحَد
جب کہ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہوا — تو اللہ (تعالیٰ) نے میرے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا

پس مرا دستِ دراز آید یقیں — برگذشتہ ز آسمانِ ہفتمیں
تو یقیناً میرا دراز ہاتھ — ساتویں آسمان سے آگے بڑھ گیا

---

[1] اندر۔ زیادہ ہے۔ گفت۔ اُس کی معذرتوں کے بعد سوار نے کہا۔ ازآں۔ یعنی سانپ کے پیٹ میں گھُسنے کا واقعہ۔ اوصافِ مار۔ یعنی اُس کی خوفناکی اور پیٹ میں گھُسنا۔ دِمار۔ ہلاکت۔ فرمود۔ اسکے بعد مولانا نے آنحضور کی زبانی جو کچھ کہا ہے وہ کوئی مستقل حدیث نہیں ہے۔ دشمن۔ یعنی شیطان۔ زہرہ۔ پِتّا۔ پُردل بہادر۔ نے دلش۔ بدحواسی طاری ہو جائے پھر نہ عاجزی کرنے کی طاقت رہے نہ روزہ نماز کی۔

[2] ہمچو موشے۔ چوہا بلّی کے سامنے، بکری کا بچہ بھیڑیئے کے سامنے مُردہ ہو جاتا ہے۔ لا۔ معدوم اور مُردہ۔ برّہ۔ بکری کا بچہ۔ ناگفتہ۔ یعنی شیطان کے مکر و دشمنی کی تفصیل کہے بغیر۔ بوبکر ربابی رح۔ ایک مشہور بزرگ گذرے ہیں جو چند سال بالکل خاموش رہے، یہ باتیں مولانا نے اسی طرح کہی ہیں ورنہ یہ بزرگ تو آنحضور کے بہت بعد کے ہیں۔ تن زدن۔ خاموش رہنا دست در آہن زدن۔ لوہے کا کام کرنا، سخت کام کرنا۔ بال۔ پر۔

[3] یَدُ اللہ جب حدیبیہ کے موقع پر آنحضور نے اپنا ہاتھ صحابہ کے ہاتھ پر رکھ کر بیعت لی تھی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یَدُ اللہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ "اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے"۔ دستِ ما۔ یعنی اس آیت میں اللہ نے آنحضور کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ اَحَد۔ اللہ تعالیٰ۔

دستِ من بنمود بر گردوں ہنر
میرے ہاتھ نے آسمان پر ہنر دکھایا
مُقریا برخواں کہ اِنْشَقَّ الْقَمَر[1]
اے قاری اِنْشَقَّ الْقَمَر پڑھ

ایں صفت ہم بہرِ ضعفِ عقلہاست
یہ صفت بھی عقلوں کی کمزوری کی وجہ سے (بیان کی) ہے
با ضعیفاں شرحِ قدرت کے رواست
کم عقلوں کے سامنے قدرت کی تشریح کب مناسب ہے؟

خود بدانی چوں برآری سر ز خواب
تو خود جان لے گا جب نیند سے سر اُٹھائے گا
ختم شد وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
(بات) ختم ہوئی اور اللہ بہتر جانتا ہے

گر ترا[2] می گفتمے ایں ماجرا
اگر میں یہ قصہ تجھ سے کہہ دیتا
آں دم از تو جانِ تو گشتے جدا
اُسی وقت تیری روح تجھ سے جدا ہو جاتی

مر ترا نے قوتِ خوردن بُدے
نہ تجھ میں کھانے کی طاقت رہتی
نے رہ و پروائے قے کردن بُدے
نہ قے کرنے کی راہ اور پروا رہتی

می شنیدم فحش و خر می راندم
میں بُری باتیں سنتا رہا اور کام چلاتا رہا
رَبِّ یَسِّرْ زیرِ لب می خواندم
آہستگی سے رَبِّ یَسِّرْ پڑھتا رہا

از سبب گفتن مرا دستور نے
سبب بتانا میری عادت نہیں ہے
ترکِ تو گفتن مرا مقدور نے
تجھے چھوڑ دینے پر میں قادر نہ تھا

ہر زماں می گفتم از دردِ دروں
اندرونی تکلیف کی وجہ سے میں ہر وقت کہتا تھا
اِهْدِ قَوْمِیْ اِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْن
اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے بے شک وہ جانتے نہیں ہیں

سجدہا[3] می کرد آں رستہ ز رنج
وہ تکلیف سے نجات پانے والا سجدے کرتا تھا
کاے سعادت وے مرا اقبال گنج
کہ اے سعادت (مند) اے میرے اقبال کے خزانے!

از خدا یابی جزاہائے شریف
تو خدا سے اچھے بدلے پائے گا
قوتِ شکرت ندارد ایں ضعیف
اس کمزور میں تیرا شکریہ ادا کرنے کی طاقت نہیں

شکرِ حق گوید ترا اے پیشوا
اللہ تیرا شکریہ ادا کرے اے پیشوا!
آں لب و چانہ ندارم واں نوا
میں وہ ہونٹ اور جبڑا اور وہ سامان نہیں رکھتا ہوں

دشمنیِ عاقلاں زینساں بود
عقلمندوں کی دشمنی اس طرح کی ہوتی ہے
زہرِ ایشاں ابتہاجِ جاں بود
اُن کا زہر جان کی خوشی ہوتی ہے

دوستیِ ابلہاں رنج و ضلال
بیوقوفوں کی دوستی رنج اور گمراہی ہے
ایں حکایت بشنو از بہرِ مثال
مثال کے لئے یہ قصہ سُن لے

---

[1] اِنْشَقَّ الْقَمَر۔ چاند پھٹ گیا۔ اشق القمر کا معجزہ آنحضورؐ کی انگلی کے اشارے سے ظاہر ہوا تھا۔ ایں صفت یعنی آنحضورؐ کے ہاتھ کو اللہ کا ہاتھ کہنا۔ خود۔ قدرت کے راز قیامت میں کھلیں گے۔

[2] گر ترا۔ یہاں تک مولانا نے حدیث کے حوالے سے بیان کیا اب اصل قصہ کی طرف رجوع کر کے سوار کی بابت نقل کرتے ہیں۔ نے رہ۔ نہ دوڑ سکتا نہ قے کر سکتا۔ خر راندن۔ کام چلانا۔ رَبِّ یَسِّرْ۔ خدا مشکل آسان کر دے۔ اِهْدِ قَوْمِیْ اِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْن۔ میری قوم کو ہدایت کر دے وہ جانتے نہیں ہیں۔ یہ آنحضورؐ نے اُس وقت دعا کی تھی جب طائف میں آپ کو دشمنوں نے ستایا تھا۔

[3] سجدہا۔ یعنی جب وہ سوار کی مہربانیوں کو سمجھ گیا تو تعظیم کے لئے سرنگوں ہو گیا کھڑے یعنی اور یہ کہتا تھا۔ چانہ جبڑا۔ ندارم۔ یعنی میرا منہ تیری تعریف کے قابل نہیں ہے۔ دشمنی۔ مولانا نے اس قصہ میں یہ سمجھایا ہے کہ عقلمند کی دشمنی نادان کی دوستی سے بہتر ہے۔ ابتہاج۔ خوش ہونا۔ دوستیِ ابلہاں آ۔ مولانا بیوقوف کی دوستی کے آگے بھی یہ قصہ سناتے ہیں۔

J96

اعتماد کردنِ شخصے بر تملّق[۱] ووفائے خرس

ایک شخص کا ریچھ کی چاپلوسی اور وفاداری پر بھروسہ کرنا

اژدہائے خرس را درمی کشید — شیر مردے رفت و فریادش رسید

ایک اژدہا ایک ریچھ کو کھینچ رہا تھا — ایک بہادر گیا اور اُس کی مدد کی

شیر مردانند در عالم مدد — آں زماں کافغانِ مظلوماں رسد

بہادر لوگ دنیا میں مدد ہیں — اُس وقت جبکہ مظلوموں کی فریاد آئے

بانگِ[۲] مظلوماں زہر جا بشنوند — آں طرف چوں رحمتِ حق می دوند

مظلوموں کی فریاد جس جگہ سے سُنتے ہیں — اُس جانب اللہ کی رحمت کی طرح دوڑ جاتے ہیں

آں ستونہائے خللہائے جہاں — آں طبیبانِ مرضہائے نہاں

وہ دنیا کے شگافوں کے ستون ہیں — وہ پوشیدہ مرضوں کے طبیب ہیں

محضِ مہر وداوری ورحمت اند — ہمچو حق بے علت و بے رشوت اند

خالص محبت اور انصاف اور رحمت ہیں — اللہ تعالیٰ کی طرح بلا غرض اور بے رشوت ہیں

ایں چہ یاری میکنی یکبارگیش — گوید از بہرِ غم و بیچارگیش

یہ مدد تو کیوں کرتا ہے؟ فوراً — وہ کہے گا اُس کے غم اور بیچارگی کی وجہ سے

مہربانی شد شکارِ شیر مرد — در جہاں دارو نہ جوید غیرِ درد

بہادر کا شکار، مہربانی ہے — درد کے علاوہ دنیا میں دوا کوئی نہیں تلاش کرتا ہے

ہر کجا دردے دوا آنجا رود — ہر کجا فقرے نوا آنجا رود

جہاں درد ہوتا ہے دوا وہاں پہنچتی ہے — جہاں اِفلاس ہوتا ہے، سامان وہاں جاتا ہے

ہر کجا پستی[۳] ست آب آنجا رود — ہر کجا مشکل جواب آنجا رود

جہاں نشیب ہے پانی وہاں پہنچتا ہے — جہاں کوئی اِشکال ہے جواب وہاں جاتا ہے

آب کم جو تشنگی آور بدست — تا بجوشد آبت از بالا و پست

پانی کی تلاش نہ کر، پانی پیدا کر — تاکہ اوپر نیچے سے تیرے لئے پانی جوش میں آئے

تا سقاہم ربہم آید خطاب — تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب

تاکہ اُن کے ربّ نے "اُنکو سیراب کیا" کا خطاب آئے — پیاسا رہ، اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

آبِ رحمت بایدت رو پست شو — وانگہاں خور خمرِ رحمت مست شو

تجھے رحمت کا پانی چاہیئے؟ جا پست بن — پھر رحمت کی شراب پی، مست بن

---

[۱] تملّق۔ چاپلوسی۔ خرس۔ ریچھ۔ اژدہا۔ بڑے اژدہے سانس کے ذریعہ جانور کو کھینچ کر کھا جاتے ہیں۔ شیر مرد۔ بہادر۔ شیر مردانند۔ بہادروں کا کام مدد کرنا ہے یہ مولانا کا مقولہ ہے۔

[۲] بانگ۔ بہادروں کا کام یہ ہے کہ وہ مظلوموں کی مدد کے لئے دوڑیں۔ خللہائے۔ یعنی ظلموں کے خلل۔ محض۔ بہادروں کی محبت بغیر کسی غرض اور رشوت کے ہوتی ہے۔ ایں چہ۔ یعنی اگر اُن سے کوئی سوال کرے۔ گوید۔ بہادر جواب میں کہتا ہے۔ مہربانی۔ بہادروں کا مقصود مہربانی ہوتی ہے وہ مہربانی کرنے کی اس طرح جستجو کرتے ہیں جیسا کہ شکاری شکار کی۔ ہر کجا۔ ہر چیز ایک محل چاہتی ہے، مہربانی کرنے کا موقع ومحل بہادر ہے۔ درد۔ دوا کا محل درد ہے، بخشش و عطا کا محل فقر ہے۔

[۳] پستی۔ پانی کا محل نشیب ہے جواب کا محل اشکال اور سوال ہے۔ آب کم جو۔ پیاس پیدا کروگے تو پانی ملے گا پانی کی آمد کا محل پیاس ہے۔ سقاہم۔ جنتیوں کے بارے میں قرآن میں مذکور ہے۔ آب رحمت۔ اپنے اندر پستی پیدا کرو رحمت کے پانی کا محل بن جاؤ گے۔

رحمتؔ اندر رحمت آید تا بسر — بر یکے رحمت فرو ما اے پسر

پھر سر تک رحمت ہی رحمت ہو گی — اے صاحبزادے! ایک رحمت پر اکتفا نہ کر

چرخ را در زیرِ پا آر اے شجاع — بشنو از فوقِ فلک بانگِ سماع

اے بہادر! آسمان کو قدموں کے نیچے لا — آسمان پر سے سماع کی آواز سن لے

پنبۂ وسواس بیروں کن زگوش — تا بگوشت آید از گردوں خروش

کان سے وسوسوں کی روئی نکال — تاکہ آسمان سے شور کی آواز تیرے کان میں آئے

پاک کن دو چشم را از موئے عیب — تا بہ بینی باغ و سروستانِ غیب

عیب کے بڑوال سے دونوں آنکھوں کو صاف کرلے — تاکہ تو غیب کے سروستان اور باغ دیکھے

دفع کن از مغز و از بینی زکام — تاکہ ریح اللہ آید در مشام

سر اور ناک سے زکام رفع کر — تاکہ ناک میں خدائی خوشبو آئے

ہیچ مگذار از تپِ صفرا اثر — تا بیابی از جہاں طعمِ شکر

صفراوی بخار کا کوئی اثر نہ چھوڑ — تاکہ تو عالمِ (آخرت) سے شکر کا مزا چکھے

داروئے مردی کن و عنّیں مپو — تا بروں آیند صد گوں خوبرو

مردمی کا علاج کر اور عنّین (بنا ہوا) نہ بنا پھر — تاکہ سو قسم کے خوبصورت (بچے) پیدا ہوں

کندۂ تن را ز پائے جاں بکن — تا کند جولاں بگردِ آں چمن

جان کے پاؤں میں سے جسم کا کاٹھ نکال دے — تاکہ وہ اس چمن (آخرت) کے گرد دوڑ سکے

غلِ بخل از دست و گردن دور کن — بختِ نو دریاب از چرخِ کہن

بخل کا طوق ہاتھ اور گردن سے اتار ڈال — پرانے آسمان سے نیا نصیبہ حاصل کرلے

ور نمی تانی بہ کعبۂ لطف پر — عرضہ کن بیچارگی بر چارہ گر

اگر (خود) نہیں کرسکتا ہے مہربانی کے کعبہ کی پرواز کر — بیچارگی کو چارہ گر پر پیش کردے

زاری و گریہ قوی سرمایہ ایست — رحمتِ کلی قوی تر دایہ ایست

عاجزی اور رونا بڑا سرمایہ ہے — عام رحمت بہت قوی دایہ ہے

دایہ و مادر بہانہ جو بود — تاکہ کے آں طفلِ او گریاں شود

انّا اور اماں بہانے ڈھونڈتی ہیں — تاکہ کب اس کا بچہ روئے؟

طفلِ حاجاتِ شما را آفرید — تا بنالید و شود شیرش پدید

(اللہ تعالیٰ نے) تمہاری ضرورتوں کا بچہ پیدا کر دیا — تاکہ تم روؤ اور اس کا دودھ پیدا ہو

ل رحمت۔ کسی ایک مقام پر نہ رکو لطفِ بے پایاں کے طالب رہو۔ چرخ را۔ اس قدر مجاہدے کرو کہ آسمان قدمبوسی کرنے لگے پھر اسرارِ حق سن سکو گے۔ پنبۂ وسواس۔ شیطانی اثر کا ازالہ کرکے اسرارِ حق سن سکو گے۔

۲ پاک کن۔ چشمِ بصیرت کو وسواس کے بڑوال سے صاف کرلو تاکہ اسرارِ غیب دیکھ سکو۔ دفع کن۔ حواسِ باطنہ کو نفسانی خواہش سے صاف کرلو تب عالمِ غیب کی لذتوں سے مستفید ہو گے۔ صفرا۔ صفراوی بخار میں میٹھی چیز کڑوی لگتی ہے عنّین۔ نامرد یعنی اعلیٰ صلاحیتیں پیدا کرو تاکہ تم مظہرِ کمالات بن سکو۔ خوبرو۔ یعنی خوبصورت بچے۔

۳ کندۂ تن۔ روح کے لئے جسم بمنزلہ بیڑی کے ہے۔ پہلے زمانے میں جبکہ جیلخانے نہ تھے قیدی کا پاؤں لکڑی کے بڑے کندے میں پھنسا کر ڈال دیا جاتا تھا وہ پھر چل پھر نہ سکتا تھا۔ غل۔ پیر کی بیڑی بھی نکال اور گردن اور ہاتھ کی بیڑیاں بھی اتار پھینک پھر نیا نصیبہ حاصل ہوگا۔ کعبۂ لطف۔ مہربانی کا قبلہ یعنی شیخ۔ چارہ گر۔ شیخ۔ زاری۔ خدا کی رحمت کو متوجہ کرنے کا سب سے قوی سبب انسان کی گریہ وزاری ہے۔ دایہ۔ انّا اور ماں دودھ پلانے کا بہانہ ڈھونڈتی ہیں اسی طرح اللہ کی رحمت ہے۔ شعر رحمتِ حق بہانہ می جوید رحمتِ حق بہا نمی جوید۔ طفلِ حاجات۔ اللہ نے انسان کے پیچھے ضرورتیں لگا دی ہیں جن کی بدولت انسان گریہ زاری کرتا ہے تو [illegible] پڑے ہیں۔

گفت اُدعوا اللہ بے زاری مباش | تا بجوشد شیرہائے مہرہاش

اس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا اللہ کو پکارو (گریہ و) زاری کے بغیر نہ رہ | تاکہ اس کی مہربانیوں کے دودھ جوش میں آئیں

ہائے و ہوئے باد شیر افشانِ ابر | در غمِ ما اند یک ساعت تو صبر

ابر سے دودھ برسانے والی ہوا کے زناٹے | ہماری فکر میں ہیں تھوڑی دیر صبر کرلے

فِی السَّمَاءِ رِزْقُکُمْ نشنیدۂ | اندریں پستی[1] چہ بر چسفیدۂ

آسمان میں تمہارا رزق ہے، تونے نہیں سنا؟ | پھر اس پستی سے تو کیوں چپٹا ہوا ہے؟

ترس و نومیدیت داں آوازِ غول | می کشد گوشِ تو تا قعرِ سفول

اپنے خوف اور ناامیدی کو چھلاوے کی آواز سمجھ | جو تیرے کان کو گہرائی کی طرف لے جاتی ہے

ہر ندائے کاں تُرا بالا کشد | آں ندائے داں کہ از بالا رسد

جو آواز تجھے (عالَم) بالا کی طرف کھینچے | سمجھ لے کہ وہ آواز (عالَم) بالا سے آئی ہے

ہر ندائے کاں ترا حرص آورد | بانگِ گرگے[2] داں کہ اُو مردم درد

جو آواز تجھ میں لالچ پیدا کرے | بھیڑیئے کی آواز سمجھ جو انسانوں کو پھاڑتا ہے

ایں بلندی نیست از روئے مکاں | ایں بلندیہاست سوئے عقل و جاں

یہ بلندی جگہ کے اعتبار سے نہیں ہے | یہ بلندیاں عقل و جان کی طرف سے ہیں

ہر سبب بالاتر آمد از اثر | سنگ و آہن فائق آمد بر شرر

ہر سبب نتیجہ سے بلند ہے | پتھر اور لوہا، چنگاری سے بلند ہے

آں فلانے[3] فوقِ آں سرکش نشست | گرچہ در صورت بہ پہلویش نشست

وہ فلاں اُس متکبر سے اونچا بیٹھا | اگرچہ صورتاً برابر میں بیٹھا ہے

فوقی آنجاست از روئے شرف | جائے دور از صدر باشد مُستخف

وہاں کی فوقیت بڑائی کے اعتبار سے ہے | صدر سے فاصلہ کی جگہ بے وقعت ہوتی ہے

سنگ و آہن زیں جہت کہ سابق است | در عمل فوقیِ ایں دو لائق ست

پتھر اور لوہا اس اعتبار سے کہ پہلے ہیں | عمل میں ان دونوں کی فوقیت مناسب ہے

واں شرر از روئے مقصودیِ خویش | زآہن و سنگست زیں رو بیش بیش

چنگاریاں اپنے مقصود ہونے کی وجہ سے | اس اعتبار سے لوہے اور پتھر سے بڑھ کر ہیں

سنگ و آہن اول و پایاں شرر | لیک ایں ہر دو تن اند و جاں شرر

پتھر اور لوہا پہلے ہے اور آخر میں چنگاریاں | لیکن یہ دونوں جسم ہیں اور چنگاریاں جان ہیں

---

[1] پستی۔ یعنی صرف رزق کے ظاہری اسباب کیلئے سرگردانی۔ ترس۔ اللہ کے کاموں میں لگنے کی وجہ سے رزق کی کمی کا اندیشہ شیطانی وسوسہ ہے اَلشَّیْطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ "شیطان تمہیں فقر کی دھمکی دیتا ہے" قرآن میں وارد ہوا ہے۔ قعرِ سفول۔ یعنی دنیاوی انہماک۔ ہر ندائے۔ جس طرف سے آواز آتی ہے انسان اُدھر متوجہ ہوتا ہے۔

[2] گرگ۔ یعنی شیطان جو بنی آدم کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ ایں بلندی۔ پہلے شعر میں لفظ بالا بمعنی بلندی اور فوقیت بولا تھا اب بلندی اور فوقیت کی قسمیں سمجھاتے ہیں فرماتے ہیں کبھی بلندی اور پستی مکان کے اعتبار سے ہوتی ہے وہ یہاں مراد نہیں ہے بلکہ روحانی اور عقلی فوقیت اور بلندی مراد ہے۔ ہر سبب۔ سبب کو نتیجہ پر فوقیت حاصل ہے چنانچہ چقماق جو کہ لوہے اور پتھر سے ملا کر بنایا جاتا ہے وہ سبب ہے اور اس سے جو آگ نکلی ہے وہ نتیجہ ہے اس اعتبار سے چقماق کو آگ کی چنگاریوں پر فوقیت حاصل ہے لیکن یہ فوقیت اور برتری مکانی نہیں ہے۔

[3] آں فلانے۔ ایک انسان کو دوسرے سے بلند جگہ پر مانا جاتا ہے حالانکہ وہ ایک جگہ بیٹھے ہیں تو یہ بلندی بھی مکانی نہیں بلکہ رتبہ کی ہے۔ آنجا۔ یہ پہلے شعر والی فوقیت۔ جائے دور۔ صدر مجلس اگرچہ نیچی جگہ پر بیٹھا ہوا ہو لیکن اس جگہ کو فوقیت

599

کانِ[1] شرر کاندر زماں واپس ترست — در صفت از سنگ و آہن برترست

وہ چنگاریاں جو زمانہ میں بہت بعد میں ہیں — پتھر اور لوہے سے خوبی میں بڑھی ہوئی ہیں

در زماں شاخ از ثمر سابق ترست — در ہنر از شاخ اُو فائق ترست

شاخ زمانہ میں پھل سے پہلے ہے — خوبی میں وہ شاخ سے بہت برتر ہے

چونکہ مقصود از شجر آمد ثمر — پس ثمر اوّل بُود آخر شجر

چونکہ درخت سے پھل مقصود ہے — اس لئے پھل پہلے، درخت پیچھے ہوا

سوئے[2] خرس و اژدہا گردیم باز — زانکہ طولے دارد اضمار و مجاز

ہم پھر ریچھ اور اژدہے کی طرف لوٹتے ہیں — کیونکہ اضمار اور مجاز کی بات طول رکھتی ہے

خرس چوں فریاد کرد از اژدہا — شیر مردے کرد از چنگش رہا

ریچھ نے جب اژدہے کی وجہ سے داد پکار کی — بہادر مرد نے اُس کو اُس کے پنجے سے چھڑا دیا

حیلت و مردی بہم دادند پشت — اژدہا را اُو بدیں حیلہ بکشت

تدبیر اور بہادری نے ایک دوسرے کی مدد کی — اس تدبیر سے اُس نے اژدہے کو مار ڈالا

اژدہا را اُو بدیں حیلہ بہ بست — تاکہ آں خرس از ہلاک تن برست

اژدہے کو اس نے اِس تدبیر سے باندھ دیا — یہاں تک کہ ریچھ جسمانی ہلاکت سے بچ گیا

اژدہا راہست قوّت حیلہ نیست — لیک[3] فوقِ حیلۂ تو حیلہ الیست

اژدہے میں طاقت ہے تدبیر نہیں ہے — لیکن تیری تدبیر سے بڑھ کر ایک اور تدبیر ہے

ماکراں بسیار لیکن در کمیں — ماکر اُو داں وَھُوَ خَیْرُ الْمَاکِرِیْن

تدبیر کرنے والے بہت ہیں لیکن گھات میں — اُس تدبیر کرنیوالے کو سمجھ اور وہ تدبیر کرنیوالوں میں بہتر ہے

حیلۂ خود را چو دیدی باز رو — کز کجا آمد سوئے آغاز رو

جب تو اپنی تدبیر کو دیکھے، واپس لوٹ — کہ کہاں سے آئی ہے؟ شروع کی طرف پلٹ

ہر چہ در پستی ست آمد از عُلا — چشم را سوئے بلندی نہ ہلا

جو کچھ بھی (عالم) پستی میں آیا ہے (عالم) بالا سے آیا ہے — خبردار! نگاہ اوپر کی جانب رکھ

روشنی بخشد نظر اندر عُلا — گرچہ اوّل خیرگی آرد بلا

(عالم) بالا پر نظر رکھنا روشنی عطا کرتا ہے — اگرچہ آزمائش ابتداءً تاریکی پیدا کردیتی ہے

چشم را در روشنائی خوئے کن — گر نہ خفاشی نظر آں سوئے کن

آنکھ کو روشنی میں رکھنے کی عادت ڈال — اگر تو چمگادڑ نہیں ہے اُس طرف دیکھ

---

[1] کانِ شرر۔ چنگاریاں بعد میں وجود میں آتی ہیں، چقماق کو تقدم اور شرفِ زمانی ہے لیکن آگ مقصود ہے لہٰذا اسکو تقدم اور شرف رتبہ کا حاصل ہے۔ در زماں۔ شاخ کو پھل پر تقدم زمانی حاصل ہے لیکن شرف میں پھل مُقدم ہے۔ ہنر۔ یعنی رتبہ کے اعتبار سے۔

[2] سوئے خرس۔ یعنی ریچھ اور اژدہے کا قصہ۔ اضمار۔ دل میں چھپانا، امرِ معنوی، فوقیتِ معنویہ۔ مجاز۔ فوقیتِ مجازی۔ حیلت۔ حیلہ، تدبیر۔ مردی۔ بہادری۔ پشت دادن۔ مدد کرنا۔ اژدہا را۔ اژدہے میں طاقت تو تھی تدبیر نہ تھی بہادر میں طاقت اور تدبیر دونوں تھیں اس لئے بہادر اژدہے پر غالب آگیا۔

[3] لیک۔ انسان کو اپنی تدبیر پر گھمنڈ نہ چاہیئے کیونکہ خدا کی تدبیر تمہاری تدبیر سے زیادہ قوی ہے۔ قرآن پاک میں ہے وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْن۔ حیلۂ خود۔ اپنی تدبیر کو بھی خدا کی عطا کردہ سمجھو۔ ہر چہ۔ صرف انسان کی تدبیر ہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر چیز خدا کی عطا کردہ ہے۔ پستی۔ عالمِ دنیا۔ عُلا۔ عالمِ آخرت۔ روشنی۔ مصائب میں پھنس کر ذاتِ حق سے غفلت ہوتی ہے لیکن جب انسان اسکو منجانب اللہ سمجھ لیتا ہے تو غم کا ازالہ بھی ہوجاتا ہے۔ چشم را۔ آنکھ کو نورِ معرفت کا عادی بنانا چاہیئے۔ خفاش۔ چمگادڑ لمراتی ہے۔

عاقبت[1] بینی نشانِ نورِ تُست — شہوتِ حالی حجابِ سُورِ تُست

انجام کو دیکھنا تیرے نور کی نشانی ہے — موجود شہوت تیری خوشی کا حجاب ہے

عاقبت بینے کہ صد بازی بدید — مثلِ آں نبود کہ یک بازی شنید

انجام پر نظر رکھنے والا جس نے سو کھیل دیکھے ہیں — اُس جیسا نہ ہوگا جس نے ایک کھیل سُنا ہے

زاں یکے بازی چناں مغرور شُد — کز تکبر ز اوستاداں دُور شُد

ایک کھیل کی وجہ سے وہ ایسا مغرور ہوا — کہ تکبر کی وجہ سے اُستادوں سے دور ہو گیا

سامری[2] وار آں ہُنر در خود چو دید — او ز موسیٰؑ از تکبر سر کشید

سامری کی طرح جب اسنے اپنے اندر وہ ہنر دیکھا — اُس نے موسیٰؑ سے تکبر کی وجہ سے سرکشی کی

اُو ز موسیٰؑ آں ہُنر آموختہ — وز مُعلم چشم را بر دوختہ

اُس نے وہ ہُنر موسیٰؑ سے سیکھا ہے — اور اُستاد سے، آنکھ بند کر لی

لاجرم موسیٰؑ دگر بازی نمود — تا کہ آں بازیّ او جانش ربود

لامحالہ موسیٰؑ نے دوسرا کھیل دکھایا — یہاں تک کہ وہ کھیل اُس کی جان لے گیا

اے بسا دانش کہ اندر سر دَوَد — تا شود سَرور بداں خود سر رَوَد

بہت سی عقلیں جو دماغ میں آتی ہیں — تاکہ اُن کی وجہ سے سردار بنے (لیکن) سر ہی چلا جاتا ہے

سر[3] نخواہی کہ رَوَد تو پائے باش — در پناہِ قطبِ صاحب رائے باش

(اگر) تو نہیں چاہتا ہے کہ سر جائے تو ہمتن پاؤں بن جا — (اور) تدبیر والے قطب کی پناہ میں آ جا

گرچہ شاہی خویش فوقِ او مبیں — گرچہ شہدی جز نباتِ او مچیں

اگرچہ تو شاہ ہو اپنے آپ کو اُس سے بالا نہ سمجھ — اگرچہ تو شہد ہو اُس کی شکر کے علاوہ نہ چُن

فکرِ تو نقش ست و فکرِ اوست جاں — نقدِ تو قلب ست نقدِ اوست کاں

تیرا فکر تصویر ہے، اور اُس کا فکر جان ہے — تیرا نقد کھوٹا ہے (اور) اُس کا نقد کان ہے

اُو توئی خود را بجو در اُوئے اُو — کو و کو گو فاختہ شو سوئے اُو

وہ تو ہی ہے اپنے آپ کو اُس کی ہستی میں تلاش کر — اس کے لئے فاختہ بن اور کُوکُو کہتا رہ

ور نخواہی خدمتِ ابنائے جنس — در دہانِ اژدہائی ہمچو خرس

اگر تو اپنے ہم جنسوں کی خدمت نہیں کرنا چاہتا ہے — تو تو ریچھ کی طرح اژدہے کے مُنہ میں ہے

---

[1] عاقبت۔ جس شخص کو نورِ معرفت حاصل ہو جاتا ہے وہ انجام پر نظر رکھتا ہے نور کی شہوتیں پوری کرنے سے آخرت کی خوشیاں معدوم ہو جاتی ہیں۔ عاقبت بیں۔ شیخ قدرت کے صدہا جلوے دیکھتا ہے۔ زاں۔ اِنتہائی بیوقوفی ہے کہ قدرت کا معمولی کرشمہ دیکھ کر اپنے آپ کو کامل شیوخ سے مُستغنی سمجھ لیا جائے۔

[2] سامری۔ بنی اسرائیل کا ایک شخص ہے جس نے دریائے نیل عبور کرتے ہوئے ایک فرشتے کے گھوڑے کی یہ تاثیر دیکھی کہ جہاں اُس کا قدم پڑتا تھا سبزہ اُگ جاتا تھا اور زندگی کے آثار نمودار ہو جاتے تھے تو اُس نے اِس مٹی سے یہ کام لیا کہ حضرت موسیٰ جب کوہِ طور پر گئے ہوئے تھے تو اُس نے چاندی سونے کا ایک بچھڑا بنا کر اُس میں وہ مٹی ڈالدی جس سے اُس میں زندگی کے آثار پیدا ہو گئے اور قوم کو اُس کی پرستش پر لگا دیا اور حضرت موسیٰؑ کا مقابلہ کرنے لگا۔ دگر بازی نمود حضرت موسیٰؑ نے بد دعا کی تو اُس کا یہ حال ہو گیا کہ کسی کے جسم سے اُس کا جسم مل جائے تو اُس کو بخار چڑھ جائے۔ اے بسا۔ انسان بھلائی کے لئے تدبیر کرتا ہے وہی اُس کی ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔

[3] سر نخواہی۔ اِس ہلاکت سے بچنے کا صرف یہ طریقہ ہے کہ اپنے آپ کو شیخِ کامل کے سپرد کر دو۔ گرچہ۔ مرید کو خواہ کتنے ہی کمالات حاصل ہو جائیں اُس کے لئے شیخ کا اِتباع ضروری ہے۔ فکرِ تو۔ بغیر جان کا ڈھانچہ بیکار ہے۔ او توئی۔ یعنی شیخ سے اپنے آپکو بالکل متحد کر دو۔ اوئے او۔ وجودِ او۔ کوکو۔ فاختہ کی آواز ہے جس کا مطلب ہے کہاں کہاں؟ یعنی وہ اپنے محبوب کو تلاش کرتی اور پکارتی ہے۔ ابنائے جنس۔ انسان اِس دھوکے میں تباہ ہوتا ہے کہ اپنے جیسے انسان کو شیخ کیسے بنالے۔

ورترش[1] می آیدت قندِ رضا — همچو خرسی در دہانِ اژدہا
اگر خوشنودی کی شکر تجھے کڑوی لگتی ہے — تو تو ریچھ کی طرح اژدہے کے منہ میں ہے

بوکہ اُستادے رہاند مر ترا — وز خطر بیروں کشاند مر ترا
شاید کوئی پیر تجھے رہائی دلا دے — اور خطرے سے تجھے نکال لے

زاری میکن چو زورت نیست ہیں — چونکہ کوری سر مکش از راہ بیں
خبردار، اگر تجھ میں طاقت نہیں ہے تو عاجزی کر — تو چونکہ اندھا ہے، راستہ دیکھنے والے سے سرکشی نہ کر

تو کم از خرسی نمی نالی ز درد — خرس رَست از درد چوں فریاد کرد
تو ریچھ سے بھی گیا گزرا ہے، درد کی وجہ سے نالہ نہیں کرتا ہے — ریچھ نے درد سے نجات پالی جب فریاد کی

اے خدا[2] ایں سنگدل را موم کن — نالۂ اُو را خوش و مرحوم کن
اے خدا! اِس سنگدل کو موم کر دے — اُس کے رونے کو مبارک اور باعثِ رحمت بنا دے

گفتنِ نابینائے سائل با مردم کہ من دو کوری دارم

ایک اندھے بھکاری کا لوگوں سے کہنا کہ میں دو اندھے پن رکھتا ہوں

بود کورے کو ہمی گفت الاَماں — من دو کوری دارم اے اہلِ زماں
ایک اندھا تھا جو کہہ رہا تھا، پناہ بخدا — میں دوگنا اندھا پن رکھتا ہوں اے دنیا والو!

پس دوبارہ رحمتم آرید ہاں — چوں دو کوری دارم من در میاں
مجھ پر ضرور دوگنا رحم کرو — چونکہ میں دوگنا اندھا پن رکھتا ہوں (دونوں) میں ہوں

از تعجب مردماں گفتند لیک — ایں دو کوری را بیاں کن نیک نیک[3]
لوگوں نے تعجب سے پوچھا، لیکن — اس دوسرے اندھے پن کو صاف صاف بتا

زانکہ یک کوریت می بینیم ما — آں دگر کوری چہ باشد وانما
اِسلئے کہ تیرا ایک اندھا پن ہم دیکھتے ہیں — وہ دوسرا اندھا پن کیا ہے، ظاہر کر

گفت زشت آوازم و ناخوش نوا — زشت آوازی و کوری شد دوتا
بولا، میں بھدی آواز والا اور ناگوار آواز والا ہوں — آواز کا بھدا پن اور اندھا پن دوگنا (اندھا پن) ہو گیا

بانگ زشتم مایۂ غم می شود — مہرِ خلق از بانگِ من کم می شود
میری بُری آواز غم کا سرمایہ بن جاتی ہے — میری آواز کی وجہ سے لوگوں کی مہربانی کم ہو جاتی ہے

زشت آوازم بہر جا کہ رود — مایۂ خشم و غم و کیں می شود
میری بُری آواز جہاں بھی جاتی ہے — غصہ اور غم و کینہ کا سبب ہو جاتی ہے

---

[1] ورترش۔ شیخ کی رضامندی بمنزلہ شکر ہے۔ بوکہ۔ اگر تم شیخ کا دامن پکڑے رہوگے تو تمہیں وساوس کی ہلاکت سے نجات مل جائیگی۔ زاری۔ اگر تم میں خود صلاحیت نہیں ہے اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کرو وہ کسی شیخ کی رہبری کر دے گا پھر اُس کا اتباع کر لینا۔ از درد۔ ریچھ چیخا چلایا تو بہادر اُس کی مدد کو پہنچا

[2] اے خدا۔ چونکہ شیخ کی نافرمانی ہلاکت کا باعث ہے تو ایسے مرید کے لئے دعا فرماتے ہیں کہ خدا اُس کو رونے کی توفیق دے اور اُس کا رونا مقبول ہو۔ گفتن۔ اِس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر قول اور نالہ میں درد ہوتا ہے تو قابلِ رحم ہوتا ہے۔ دو کوری۔ یعنی آنکھ کا اندھا پن اور آواز کا بھدا پن۔ دوبارہ۔ مکرر۔

[3] نیک نیک۔ خوب اچھی طرح۔ وانما۔ ظاہر کر۔ زشت آوازی۔ آواز کا بھدا پن بھی محرومی کا سبب ہے اِس لئے اُس کو اندھا پن کہا ہے۔ بانگِ زشتم۔ بھدی آواز سے ناگواری ہوتی ہے۔ مہر۔ مہربانی۔ کیں۔ کینہ۔

بر دو کوری رحم را دو تا کنید | این چنیں ناگنج را گنجا کنید[1]
دہرے اندھے پن پر دوگنا رحم کرو | ایسے نہ سمانے والے (شخص) کو سما جانیوالا بنا دو

زشتی آواز کم شد زیں گلہ | خلق شد بر وے برحمت یکدلہ
اس طرح (شکوہ کرنے) سے اسکی آواز کا بھدا پن کم (محسوس) ہوا | لوگ اُس پر رحم کرنے پر متفق ہو گئے

کرد نیکو چوں بگفت او راز را | لطفِ آوازِ دلش آواز را
جب اُس نے راز بتایا، تو بھلا بنا دیا | اُس کے دل کی آواز نے (اُس کی) آواز کو

وانکہ آوازِ دلش ہم بد بود | آں سہ کوری زشتی سرمد بود
جس کے دل کی آواز بھی بُری ہو | وہ تہرا اندھا پن ہمیشہ کی بُرائی ہو گی

لیک[2] وہابان کہ بے علت دہند | بو کہ دستے بر سرِ زشتش نہند
لیکن دم بخشش کرنے والے جو بغیر سبب دیتے ہیں | ہو سکتا ہے کہ اُس کے بدنصیب سر پر ہاتھ رکھ دیں

چونکہ آوازش خوش و مرحوم شد | زو دلِ سنگیں دلاں چوں موم شد
چونکہ اُس کی آواز اچھی اور قابلِ رحم بن گئی | اُس سے سنگدلوں کے دل (بھی) موم جیسے ہو گئے

نالۂ کافر چو زشت است و شہیق | زاں نمی گردد اجابت را رفیق
کافر کا نالہ چونکہ بُرا اور گدھے کی آواز جیسا) ہوتا ہے | اِس لئے قبولیت کا رفیق نہیں بنتا ہے

اِخْسَئُوا بر زشت آواز آمدست | کو ز خونِ خلق چوں سگ بود مست
دُور ہٹو۔ بھدی آواز پر آیا ہے | کیونکہ وہ مخلوق کے خون سے کُتّے کی طرح مست تھا

چونکہ نالۂ خرس رحمت کش بود | نالہ ات نبود چنیں، ناخوش بود
جبکہ ریچھ کا رونا رحمت کا سبب ہو | تیرا رونا ایسا نہ ہو (تو وہ) ناپسندیدہ ہے

دانکہ[3] با یوسفؑ تو گرگی کردۂ | یا ز خونِ بیگناہے خوردۂ
سمجھ لے کہ تو نے یوسفؑ کیساتھ بھیڑیا پن کیا ہے | یا کسی بے گناہ کا خون پیا ہے

توبہ کن وز خوردہ استفراغ کن | ور جراحت کہنہ شد رو داغ کن
توبہ کر، اور کھایا ہوا اُگل دے | اگر زخم پُرانا ہو گیا ہے تو جا، داغ دے

باز گرد از گرگی اے روباہ پیر | نصرت از حق می طلب نِعْمَ النَّصِیر
اے بوڑھی لومڑی! بھیڑیا پن چھوڑ دے | اللہ (تعالیٰ) سے مدد طلب کر وہ بہترین مددگار ہے

---

[1] ناگنج۔ وہ شخص جس کیلئے کہیں گنجائش نہ ہو۔ گنجا۔ سمائی کے قابل۔ کم شد۔ آواز کا بھدا پن تو کم نہ ہوا تھا لیکن چونکہ جذبۂ دل سے بات کہی لوگوں کو رحم آگیا۔ یکدلہ۔ ایک دل والا، آخر میں ہ نسبت کیلئے ہے جیسے یکسارہ۔ آوازِ دل یعنی کہ شکوہ دردمند دل سے کیا لہٰذا اُس کا اثر ہوا۔ وانکہ جس کی آنکھ بھی اندھی ہو اور آواز بھی بھدی پھر جذبۂ دل بھی شکوے میں نہ ہو تو اُس میں تین اندھے پن جمع ہو جاتے ہیں۔ سرمد۔ لازوال۔

[2] لیک۔ اِس تین قسم کے اندھے کو مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ بے علت۔ وہ لوگ جو بلا کسی ذاتی غرض اور وجہ کے عطا کرتے ہیں۔ خوش۔ خوشگوار۔ مرحوم۔ قابلِ رحم۔ سنگیں دلاں۔ پتھر جیسے دل والے۔ رحم دلوں کا موم ہونا تو ظاہر ہے۔ نالۂ کافر چونکہ وہ دردِ دل سے خالی ہے لہٰذا مردود ہے۔ شہیق۔ گدھے کی بھاری آواز کو جو ابتدائی ہوتی ہے زفیر اور آخری ہلکی آواز کو شہیق کہا جاتا ہے۔ اجابت۔ قبولیت۔ اِخْسَئُوا۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ اِخْسَئُوا فِیْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ دور ہو اسی میں پڑے رہو مجھ سے کلام نہ کرو یہ کفار سے اُسوقت کہدیا جائیگا جب وہ جہنم سے نکلنے کیلئے واویلا کریں گے ناخوش بود یعنی اِس نالہ کے ناپسندیدہ ہونے کی دلیل ہے۔

[3] دانکہ یعنی قبول نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تو نے حقوقُ النفس یا حقوقُ العباد کو تلف کیا ہے۔ اِستفراغ۔ قے یعنی حقوق کی ادائیگی کر دے۔ داغ۔ زخم کا آخری علاج داغ دینا تھا۔ روباہ پیر یعنی وہ شخص جسکی ساری عمر مکاری میں گذری ہے۔ نِعْمَ النَّصِیر۔ بہترین مددگار۔

تتمۂ حکایتِ خرس و آں ابلہ کہ بر وفائے خرس اعتماد کردہ بود

ریچھ اور اُس بیوقوف کی حکایت کا باقی حصہ جس نے ریچھ کی وفاداری پر بھروسہ کیا تھا

خرس از اژدہا چوں وارہید ۔۔۔ واں کرم زاں مردِ مردانہ بدید
ریچھ سبب اژدہے سے نجات پا گیا ۔۔۔ اور اُس نے اُس بہادر کا بہادرانہ کرم دیکھا

چوں سگِ اصحابِ کہف آں خرسِ زار ۔۔۔ شد ملازم در پئے آں یارِ غار
(تو) وہ بیچارہ ریچھ اصحاب کہف کے کُتے کی طرح ۔۔۔ اُس یارِ غار کا ساتھی بن گیا

آں مسلماں سر نہاد از خستگی ۔۔۔ خرس حارس گشت از دلبستگی
تھکن کی وجہ سے وہ نیک آدمی لیٹ گیا ۔۔۔ تعلقِ خاطر کی وجہ سے ریچھ محافظ بن گیا

آں یکے بگذشت و گفتش حال چیست ۔۔۔ اے برادر مر ترا ایں خرس کیست
ایک شخص وہاں سے گذرا اور اُس نے اُس سے کہا مزاج کیسے ہیں؟ ۔۔۔ اے بھائی! یہ ریچھ تیرا کون ہے؟

قصہ وا گفت و حدیثِ اژدہا ۔۔۔ گفت بر خرسے منہ دل ابلہا
اُس نے وہ قصہ اور اژدہے کی بات سب سُنائی ۔۔۔ اُس نے کہا اے بیوقوف! ریچھ سے دل نہ لگا

دوستی ز ابلہ بتر از دشمنی ست ۔۔۔ او بہر حیلہ کہ دانی راندنی ست
بیوقوف کی دوستی، دشمنی سے بدتر ہے ۔۔۔ کسی ہر تدبیر سے جو تو جانتا ہے وہ بھگا دینے کے لائق ہے

گفت واللہ از حسودی گفت ایں ۔۔۔ ورنہ خرس چہ نگری ایں مہر بیں
اُس نے کہا، خدا کی قسم (یہ بات) حسد سے کہی ہے ۔۔۔ ورنہ ریچھ کو کیا دیکھتا ہے، اِس محبت کو دیکھ

گفت مہرِ ابلہاں عشوہ دہ ست ۔۔۔ ایں حسودی من از مہرش بہ ست
اُس نے کہا بیوقوفوں کی محبت فریب دینے والی ہے ۔۔۔ میرا یہ حسد کرنا اُس کی محبت سے بہتر ہے

ہی بیا با من بران ایں خرس را ۔۔۔ خرس را مگزیں مہل ہم جنس را
خبردار، میرے ساتھ آجا اِس ریچھ کو بھگا دے ۔۔۔ ریچھ کو پسند نہ کر، ہم جنس کو نہ چھوڑ

گفت رَو رَو کارِ خود کن اے حسود ۔۔۔ گفت کارم ایں بُد و بختت نبود
اُس نے کہا اے حاسد جا جا اپنا کام کر ۔۔۔ اُس نے کہا میرا کام یہی تھا اور تیرے نصیب میں تھا

من کم از خرسے نباشم اے شریف ۔۔۔ ترکِ او کن تا منت باشم حریف
اے بھلے آدمی! میں ریچھ سے کم نہ ہونگا ۔۔۔ اُس کو چھوڑ دے تاکہ میں تیرا دوست ہو جاؤں

بر تو دل می لرزدم ز اندیشۂ ۔۔۔ با چنیں خرسے مرو در بیشۂ
فکر سے تجھ پر میرا دل لرزتا ہے ۔۔۔ ایسے ریچھ کے ساتھ جنگل میں نہ جا

لہ وارہیدن۔ چھوٹ جانا۔ سگ اصحاب کہف کا کُتا نیکی میں ضرب المثل ہے۔ یارِ غار۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے وقت آنحضورؐ کا ساتھ دیا اور تین دن حضورؐ کے ساتھ غارِ ثور میں گذارے لہٰذا اُن کو یارِ غار کہا جاتا ہے پھر ہر مخلص کو یارِ غار کہدیا جاتا ہے۔ حارس۔ نگہبان۔

لہ واگفتن۔ واضح طور پر کہنا۔ حدیث۔ قصہ۔ منہ دل۔ دل نہ لگا۔ ابلہا۔ اے ابلہ۔ راندنی یعنی ہر تدبیر سے پیچھا چھڑا لینا چاہیے۔ انگری سالف زیادہ ہے۔

لہ عشوہ دہ۔ فریب دینے والا۔ ایں حسودی یعنی اگر بالفرض میں نے حسد سے بھی یہ بات کہی ہے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ ہم جنس یعنی مجھے۔ بختت نبود۔ میرا کام نصیحت کرنا تھا تیرے نصیب میں قبول کرنا نہ تھا۔ حریف۔ دوست، ساتھی، بالمقابل۔ بیشہ۔ جنگل۔

ایں دلم ہرگز نہ لرزید از گزاف[1]
میرا یہ دل خواہ مخواہ نہیں لرزا

نورِ حق ست ایں نہ دعوی و نہ لاف
یہ (لرزنا) اللہ کے نور (کیوجہ) سے ہے یہ نہ ادعا ہے نہ بکواس

مومنم ینظر بنورِ اللہ شدہ
میں مومن ہوں وہ (مومن) جو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

ہاں وہاں بگریز ازیں آتشکدہ
خبردار خبردار، اس آگ کی بھٹی سے بھاگ

ایں ہمہ گفت و بگوشش در نرفت
اس نے یہ سب کچھ کہا اور اس کے کان میں نہ گیا

بدگمانی مرد را سدّیست زفت
انسان کیلئے بدگمانی بڑا بندھ ہے

دستِ وے بگرفت و دست از وے کشید
اس نے اس کا ہاتھ پکڑا، اسنے اس سے ہاتھ چھڑا لیا

گفت رفتم چوں نہ یارِ رشید
اُسنے کہا، جبکہ سیدھا ہونیوالا دوست نہیں ہے میں جاتا ہوں

گفت رو برمن تو غمخوارہ مباش
اُس نے کہا، جا تو میرا غم نہ کھا

بوالفضولا معرفت کمتر تراش
اے بکواسی! معرفت (خداوندی کی باتیں) نہ کر

باز[2] گفتش من عدوے تو نیم
اُس نے پھر کہا، میں تیرا دشمن نہیں ہوں

لطف بینی گر بیائی در پیم
اگر میرے پیچھے (پیچھے) آجائیگا لطف (و محبت) دیکھیگا

گفت خوابستم مرا بگذار و رو
اُس نے کہا، مجھے نیند آرہی ہے، مجھے چھوڑ اور جا

گفت آخر یار را منقاد شو
اُس نے کہا، آخر دوست کا فرمانبردار بن جا

تا بخسپی در پناہِ عاقلے
تاکہ تو ایک عقلمند کی حفاظت میں سوئے

در جوارِ دوستے صاحبدلے
ایک صاحبدل دوست کے قریب

در خیال افتاد مرد از جدِّ او
اُس کے اصرار سے وہ مرد شک میں پڑ گیا

خشمگیں شد زو و بگردانید رو
غضبناک ہو گیا، اُس سے منہ پھیر لیا

کیں مگر قصدِ من آمد خونی ست
کہ یہ شاید میری جان کا خواہاں بنا ہے خونی ہے

یا طمع دارد گدائی و تونی ست
یا لالچ کرتا ہے، بھک منگا اور چور ہے

یا گرو[3] بست ست با یاراں بدیں
یا اُس نے دوستوں سے اس پر شرط باندھی ہے

کہ بترساند مرا از ہمنشیں
کہ مجھے ساتھی سے ڈرا دے گا

یا حسد دارد ز مہرِ یارِ من
یا میرے یار کی محبت پر حسد کرتا ہے

کاینچنیں جدّ میکند در کارِ من
کہ میرے معاملہ میں اس قدر اصرار کر رہا ہے

خود نیامد ہیچ از خبثِ سرش
اُس کی بددماغی سے نہ آیا

یک گمانِ نیک اندر خاطرش
کوئی بھی نیک گمان اس کے دل میں

---

[1] گزاف۔ لغو، بیہودہ۔ نورِ حق۔ یعنی یہ میری الہامی بات ہے۔ دعوی۔ یعنی خواہ مخواہ دعوی نہیں کر رہا ہوں۔ لاف۔ یعنی گھمارنا۔ ینظر بنورِ اللہ حدیث میں ہے المومن ینظر بنور اللہ۔ مومن خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔ آتشکدہ۔ یعنی ریچھ کی دوستی۔ سدّ۔ بندھ۔ زفت بھاری، موٹا۔ بگرفت۔ یعنی نصیحت کرنے والے نے ریچھ والے کا ہاتھ پکڑا لیکن اُس نے اُس سے ہاتھ چھڑا لیا۔ معرفت۔ یعنی خدا رسیدہ ہونا۔

[2] باز گفتش۔ اس نصیحت کرنے والے نے ریچھ والے سے پھر کہا۔ خوابستم۔ مرا خواب ست۔ منقاد۔ مطیع، فرمانبردار۔ عاقلے۔ یعنی نصیحت کرنیوالا۔ جدّ۔ اصرار۔ قصدِ من۔ یعنی میری جان لینے کا ارادہ۔ تونی۔ بھنگی، چور، دغاباز یعنی میری خدمت کر کے کچھ کمانا چاہتا ہے۔

[3] گرو بست۔ اُس نے شرط باندھی ہے۔ ہمنشیں۔ یعنی ریچھ۔ یارِ من۔ یعنی ریچھ۔ خود۔ یعنی چونکہ بددماغ تھا نصیحت کرنے والے کے بارے میں کوئی بھلا خیال اُس کے دل میں نہ آیا۔

ظنِ نیکش جملگی بر خرس بود
اُس کا نیک گمان بالکل ریچھ پر تھا

اومگرآں خرس راہم جنس بو
شاید وہ اس ریچھ کا ہم جنس تھ

بدگمان و ابلہ و نا اہل بود
بدگمان اور بے وقوف اور نا اہل تھا

و ز شقاوت اُو مطیعِ جہل بو
بدبختی کی وجہ سے وہ جہل کا تابع تھ

بدرگ و خود رای و بدبختِ ابد
بدسرشت اور خودسر اور ہمیشہ کا بدبخت

گمرہ و مغرور و کور و خوار و رَد
گمراہ اور مغرور اور اندھا اور ذلیل اور مردو

خرس را بگزیدہ بر صاحب کمال
ریچھ کو صاحبِ کمال پر ترجیح دی

رُوسیہ حاصل تبہ فاسد خیال
رُوسیاہ، بدانجام، گندے خیال والا

عاقلے را از سگی تہمت نہاد
کُتے پن سے ایک عقلمند پر تہمت دھری

خرس را دانست اہلِ مہر و داد
ریچھ کو محبت اور انصاف والا سمجھا

گفتنِ[2] موسیٰ گوسالہ پرست را کہ آں خیال اندیشی و حزم تو کجا رفت

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کا ایک بچھڑے کے پوجنے والے سے فرمانا کہ تیری وہ سمجھ اور پختگی کہاں چلی گئی؟

گفت موسیٰ با یکے مستِ خیال
(حضرت) موسیٰ نے ایک وہمی سے فرمایا

کاے بد اندیش از شقاوت در ضلال
کہ اے بدبختی کی وجہ سے گمراہ اور بدخیال!

صد گمانت بود در پیغمبرم
تجھے میری پیغمبری میں تو شک تھے

با چنیں برہان و ایں خُلقِ کریم
ایسی دلیل اور ان اچھے اخلاق کے ہوتے ہوئے

صد ہزاراں معجزہ دیدی زمن
تو نے مجھ سے لاکھوں معجزے دیکھے

صد خیالت می فزود و شک و ظن
لیکن تیرے اندر سینکڑوں وہم، شک اور بدگمانیاں تھیں

از خیال و وسوسہ تنگ آمدی
تو وہم اور وسوسہ سے مجبور ہوگیا

طعن بر پیغمبرم می زدی
میری پیغمبری پر تو نے طعنہ زنی کی

گردِ[3] از دریا بر آوردم عیاں
میں نے کھلم کھلا دریا سے گرد اُڑا دی

تا رہید یداز شرِ فرعونیاں
یہاں تک کہ تم فرعون والوں کے شر سے بچ گئے

ز آسماں چل سالہ کاسہ و خواں رسید
چالیس سال تک آسمان سے پیالہ اور خوان آیا

و ز دُعایم جُوئے از سنگے دوید
میری دعا سے پتھر سے پانی کی نہر بہ پڑی

---

[1] آدگر۔ یعنی ریچھ جیسی فطرت کا تھا۔ مطیع۔ فرمانبردار۔ بدرگ۔ بدسرشت۔ خودرای۔ کسی کا کہنا نہ ماننے والا۔ بدبختِ ابد۔ ازلی شقی۔ رَد۔ مردود۔ حاصل تبہ۔ بدانجام۔ عاقلے یعنی نصیحت کرنے والا۔ داد۔ انصاف۔

[2] گفتن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بچھڑے کے پجاری کو سیدھا راستہ نظر نہ آیا۔ شقاوت۔ بدبختی۔ ضلال۔ گمراہی۔ صد گماں۔ سینکڑوں شبہات۔ برہان۔ دلیل۔ شک۔ یعنی پیغمبری میں شک و شبہ۔

[3] گرد برآوردن۔ ہلاک کردینا، خاک اُڑانا یعنی حضرت موسیٰ نے جب بنی اسرائیل کے ساتھ دریائے نیل کو پار کیا تو بطور معجزہ کے راستہ بالکل خشک ہوگیا تھا۔ فرعونیاں۔ فرعون کا لشکر بنی اسرائیل کو گرفتار نہ کرسکا تھا۔ زآسماں۔ میدانِ تیہ میں بنی اسرائیل پر چالیس سال تک آسمان سے من وسلویٰ اترتا رہا۔ وزدعایم۔ حضرت موسیٰ کی ضرب سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے تھے۔

چوب[1] شد در دستِ من نر اژدہا — آب خوں شد بر عدوے ناسزا
میرے ہاتھ میں لکڑی نر اژدھا بنی — نالائق دشمن پر پانی خون بن گیا

شد عصا مار و کفم شد آفتاب — آفتاب از عکسِ رویم شد شہاب
لاٹھی سانپ بنی، اور میری ہتھیلی سورج بنی — سورج میرے چہرے کے عکس سے ٹوٹا ہوا ستارہ بنگیا

این و صد چندین و چندیں گرم و سرد — از تو اے سرد آں توہم کم نہ کرد
یہ اور ایسے ایسے سینکڑوں مختلف قسم کے معجزوں نے — اے کج فہم! تیرا وہم نہ ہٹایا

بانگ[2] زد گوسالہ از جادوئی — سجدہ کردی کہ خدائے من توئی
جادوگری سے بچھڑا بولا — تونے سجدہ کیا، کہ میرا خدا تو ہے

آں توہمات را سیلاب برد — زیرکیِ باردت را خواب برد
تیرے ان وہموں کو سیلاب بہالے گیا — تیری لایعنی ذہانت سو گئی

چوں نبودی بدگماں در حقِ او — چوں نہادی سر چنیں اے زشت رو
تو اس کے بارے میں بدگمان کیوں نہ ہوا! — اے بدصورت! تونے اس طرح کیوں سر دھر دیا؟

چوں خیالت نامد از تزویر[3] او — وز فسادِ سحرِ احمق گیرِ او
تجھے اس کی مکاری کا کیوں خیال نہ آیا؟ — اور اس کے احمقوں کو پھنسانیوالے جادو کا

سامری خود کہ باشد اے مہاں — کہ خدائے بر ترا شد در جہاں
اے ذلیل! سامری خود کیا ہے؟ — کہ جو دنیا میں خدا بناڈالے

چوں دریں تزویرِ او یک دل شدی — وز ہمہ اشکالہا عاطل شدی
تو جب تو اس کی اس مکاری سے مطمئن ہوگیا — اور تمام اشکالات سے خالی ہوگیا

گاو می شاید خدائی را بلاف — در رسولی ام تو چوں کردی خلاف
بکواس ہے، بچھڑا خدائی کے لائق ہوسکتا ہے؟ — میرے رسول ہونے میں تونے کیوں خلاف کیا؟

پیشِ گاوے سجدہ کردی از خری — گشت عقلت صیدِ سحرِ سامری
گدھے پن سے تونے بچھڑے کے سامنے سجدہ کیا — تیری عقل سامری کے جادو کا شکار ہوگئی

چشم دزدیدی ز نورِ ذوالجلال — اینت جہلِ وافر و عینِ ضلال
تونے اللہ (تعالیٰ) کے نور سے آنکھیں چرائیں — عجیب بھاری نادانی اور اصل گمراہی ہے

شہ براں عقل و گزینش کہ تراست — چوں تو کانِ جہل را کشتن سزاست
تیری عقل اور اسکے انتخاب پر جو تونے کیا، تف ہے — تجھ جیسے جہل کی کان کا قتل مناسب ہے

---

[1] چوب۔ حضرت موسیٰ کی لاٹھی اژدہا بن گئی تھی۔ کفم۔ حضرت موسیٰ کو یدِ بیضا کا معجزہ حاصل تھا۔ شہاب۔ یعنی سورج کی حیثیت گھٹ گئی۔ گرم و سرد۔ مختلف اقسام۔ سرد۔ جامد طبع، بیوقوف۔

[2] بانگ زد۔ سامری نے جو بچھڑا بنایا تھا وہ بولنے لگا تھا۔ جادوئی۔ جادوگری۔ توہمات۔ پیغمبری کے سلسلہ میں جو شکوک تھے بچھڑے کی خدائی میں نہ پیدا ہوئے۔ در حق او۔ بچھڑے کی خدائی۔

[3] تزویر۔ فریب۔ او یعنی سامری۔ احمق گیر۔ بیوقوفوں کو پھانسنے والا۔ سامری۔ اس شخص کا نام ہے جس نے بنی اسرائیل کو بچھڑے کی پوجا میں لگا دیا تھا۔ مہان۔ ذلیل۔ یک دل۔ مطمئن۔ عاطل۔ فارغ۔ خالی۔ لاف۔ بکواس۔ رسولی۔ رسالت۔ خلاف۔ مخالفت۔ گاو۔ یعنی بچھڑا۔ خری۔ گدھاپن۔ سحر سامری۔ سامری کا جادو یہی تھا کہ اس نے حضرت جبرئیل کے گھوڑے کی قدموں کی مٹی اس بچھڑے کے بت میں ڈال دی تھی جو اس کی زندگی کا سبب بن گئی تھی۔ اینت۔ یہ کلمہ تعجب ہے۔ وافر۔ گھنا۔ ضلال۔ گمراہی۔ شہ۔ کلمہ نفرین ہے، تف۔ گزینش۔ انتخاب۔ کان۔ معدن۔

گاوِ زرّیں[1] بانگ کرد آخر چہ گفت | کا حمقاں را اینہمہ رغبت شگفت

سونے کا بچھڑا بولا، آخر کیا کہا؟ | کہ احمقوں کی رغبت کے یہ سب پھول کھلے

زاں عجب تر دیدہ از من بسے | لیک حق را کے پذیرد ہر خسے

مجھ سے تونے اس سے زیادہ تعجب انگیز (معجزے) دیکھے | لیکن ہر کمینہ حق بات کو کب مانتا ہے؟

باطلاں را چہ رُباید باطلے | عاطِلاں را چہ خوش آید عاطلے

بیہودوں کو کیا بھاتا ہے؟ بیہودہ بات | لغو لوگوں کو کیا اچھا لگتا ہے؟ لغو

زاں کہ ہر جنسے رُباید جنسِ خود | گاو سُوئے شیرِ نر کے رُو نہد

کیونکہ ہر جنس اپنی جنس کو کھینچتی ہے | گائے، نر شیر کے سامنے کب آتی ہے؟

گرگ بر یوسف[2] کجا عشق آورد | جُز مگر از مکر تا اُو را خورد

بھیڑیا، یوسفؑ سے کب عشق کرتا ہے؟ | مکر کے سوا! تاکہ اُس کو ہڑپ کر جائے

چوں ز گرگی وارہد محرم شود | چوں سگِ کہف از بنی آدم شود

جب بھیڑیے پن سے نجات حاصل کر لیتا ہے محرم ہو جاتا ہے | اصحابِ کہف کے کُتّے کی طرح انسان ہو جاتا ہے

چوں محمدؐ را ابوبکرؓ نکو[3] | دید صدقش گفت ھٰذا صادق

جب نیک (سیرت) ابوبکرؓ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) | کی سچائی کو دیکھا بول اُٹھے یہ سچا ہے

چوں ابوبکرؓ از محمدؐ بُرد بُو | گفت ھٰذا لیس وجہ کاذب

جب ابوبکرؓ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوشبو سونگھی | کہا یہ جھوٹا چہرہ نہیں ہے

چوں نہ بُد بوجہل از اصحابِ درد | دید صد شق القمر باور نہ کرد

چونکہ ابوجہل اصحابِ درد میں سے نہ تھا | سَو شق القمر (جیسے معجزے) دیکھے یقین نہ کیا

دردمندے کش زبام افتاد طشت | زو نہاں کردیم حق پنہاں نگشت

وہ دردمند جس کا راز ظاہر ہو کر رہا | ہم نے اُس سے حق کو چھپایا، پھر بھی نہ چھپا

وانکہ[4] او جاہل بُد از دردش بعید | چند بنمودیم و او آں را ندید

وہ جو کہ جاہل تھا اور اُس کے درد سے دور تھا | ہم نے اُس کو ہر چند دکھایا اُسنے اُسکو نہ دیکھا

آئینہ دل صاف باید تا در و | واشناسی صورتِ زشت از نکو

دل کا آئینہ صاف ہونا چاہیئے تاکہ اُس میں | بُری اور اچھی صورت میں تو امتیاز کر سکے

ترک کردنِ آں مردِ ناصح بعد از مبالغہ پندِ مغرورِ خرس را

اُس نصیحت کرنے والے انسان کا حد درجہ کی نصیحت کے بعد ریچھ سے دھوکہ کھائے ہوئے آدمی کی نصیحت کو ترک کرنا

---

[1] گاوِ زرّیں۔ بچھڑے کا بُت جو سامری نے سونے سے بنایا تھا۔ دیدہ۔ یعنی معجزے۔ خس۔ کمینہ۔ باطلاں۔ کُندہ ہم جنس با ہم جنس پرواز۔ گاو۔ گائے شیر کی جنس نہیں ہے۔ گرگ۔ حضرت یوسفؑ کے ساتھ گرگ کا تصور اُن کے بھائیوں کے جھوٹ پر مبنی ہے۔ محرم۔ بھیڑیا پن ختم کر کے بھیڑیا انسان کا ساتھی بن سکتا ہے جس طرح کہ اصحاب کہف کے کُتّے کا کُتّا پن ختم ہوا اور وہ اُنکا ساتھی بن گیا۔

[2] چوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اوصاف میں اشتراک تھا لہٰذا اُن کا اُن کی طرف میلان ہوا۔ ھٰذا صادق یعنی آنحضورؐ اپنی رسالت کے دعوے میں سچے ہیں۔ بوجہل۔ ابوجہل اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اوصاف کا اشتراک نہ تھا لہٰذا شق القمر کے معجزے سے بھی قائل نہ ہوا۔ دردمندے۔ یعنی طالب حق۔ طشت۔ از بام افتادن راز کا ظاہر ہو جانا۔

[3] وانکہ۔ جو شخص طلب حق میں دردمند نہیں ہے۔ آئینہ دل۔ کفار کا آئینۂ دل زنگ آلود تھا لہٰذا وہ منکر ہے۔ ترک کردن۔ اگر مخاطب میں نصیحت سُننے کی صلاحیت نہ ہو تو نصیحت نہ کرنی چاہیئے۔ مغرور۔ دھوکے میں مبتلا۔

آں [1] مسلماں ترکِ آں ابلہ گرفت ۔۔۔ زیرِ لب لاحول گویاں باز رفت

اُس مسلمان نے اُس بے وقوف کو چھوڑ دیا ۔۔۔ خاموشی سے لاحول پڑھتا ہوا لوٹ گیا

گفت چوں از جدّ و پند و از جدال ۔۔۔ در دلِ اُو بیش می زاید خیال

بولا جبکہ اصرار اور نصیحت اور بحث سے ۔۔۔ اُس کے دل میں زیادہ شک پیدا ہوتا ہے

پس رہِ پند و نصیحت بستہ شد ۔۔۔ امرِ اَعرِض عنہُم پیوستہ شد

تو وعظ اور نصیحت کا راستہ بند ہو گیا ہے ۔۔۔ اُن سے اِعراض کر" کا حکم وابستہ ہو گیا ہے

چوں دوایت می فزاید درد پس ۔۔۔ قصہ بر طالب بگو بر خواں عَبَس

جب تیری دوا درد بڑھائے تو ۔۔۔ طلبگار سے بات کر (سورۂ) عبس پڑھ لے

چونکہ اعمیٰ طالبِ حق آمدست ۔۔۔ بہرِ فقرِ اُو نشاید سینہ خست

جبکہ اندھا حق کا طالب بن کر آیا ہے ۔۔۔ اُس کے اِفلاس کی وجہ سے تنگدل نہونا چاہئے

تو حریصی بر رشادِ مہتراں ۔۔۔ تا بیاموزند عام از سروراں

تو بڑوں کی ہدایت کا حریص ہے ۔۔۔ تاکہ عوام، سرداروں سے (دین) سیکھیں

احمدا دیدی کہ قومے از ملوک [2] ۔۔۔ مستمع گشتند گشتی خوش کہ بوک

اے احمد! تم نے دیکھا کہ بادشاہوں کی ایک جماعت ۔۔۔ سننے لگی ہے (اور) تم خوش ہوئے کہ شاید

ق

ایں رئیساں یارِ دیں گردند خوش ۔۔۔ بر عرب اینہا سرند و بر حبش

یہ سردار دین کے اچھے دوست بن جائیں گے ۔۔۔ یہ عرب اور حبشہ کے سردار ہیں

بگذرد ایں صیت از بصرہ و تبوک [3] ۔۔۔ زانکہ النّاسُ علیٰ دِینِ المُلُوک

یہ شہرت بصرہ اور تبوک سے آگے بڑھ جائیگی ۔۔۔ کیونکہ قوم بادشاہوں کے دین پر ہوتی ہے

زیں سبب تو از ضریرِ مہتدی ۔۔۔ رُو بگردانیدی و تنگ آمدی

اِس لئے تم نے ہدایت چاہنے والے اندھے سے ۔۔۔ رُوگردانی کی، اور تنگ ہوئے

کاندریں فرصت کم افتد ایں مناخ ۔۔۔ تو ز یارانی و وقتِ تو فراخ

کہ اِس وقت یہ موقع کم ملتا ہے ۔۔۔ تو صحابہ میں سے ہے تیرے لئے بہت وقت ہے

مُزدحم می کردیم در وقتِ تنگ ۔۔۔ ایں نصیحت می کُنم نَز خشم و جنگ

تنگ وقت میں تو نے مجھ پر ہجوم کیا ۔۔۔ یہ میں نصیحت کر رہا ہوں نہ کہ غصہ اور لڑائی

مہتدی۔ ہدایت کرنے والا۔ مناخ۔ اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ۔ یعنی یہ موقع کم ہاتھ آتا ہے کہ یہ لوگ آکر بات سنیں یاراں۔ یعنی صحابہ۔ فراخ۔ وسیع۔ مزدحم۔ ہجوم کرنے والا۔ نصیحت۔ یعنی یہ نصیحت کہ تم اِس وقت قرآن سننے کا سوال نہ کرو۔

[1] آں مسلماں۔ یعنی نصیحت کرنیوالا۔ جدال۔ یعنی نصیحت کا بحث و مباحثہ۔ خیال یعنی شک۔ پس۔ اگر نصیحت مزید اِنکار کا سبب بنے تو پھر نصیحت سے اِعراض کرنا چاہیئے۔ اَعْرِضْ عَنْهُمْ۔ اُن سے منہ پھیر لو۔ یہ آنحضورؐ سے اُن کفار کے بارے میں فرمایا گیا جن پر نصیحت کارگر نہ رہی تھی۔ عَبَس۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے بڑے سرداروں کو فہمائش کر رہے تھے۔ اِس اثنا میں ابن ام مکتومؓ حاضر ہوئے اور قرآن سنانے کی فرمائش کی تو آنحضورؐ کے چہرے پر ناگواری کے آثار پیدا ہوئے اور اُن سرداروں سے گفتگو کو ختم کرنا پسند نہ کیا اِس پر سورۂ عَبَس نازل ہوئی جس کا مضمون مولانا نے آئندہ اشعار میں بیان فرمایا ہے۔ اعمیٰ یعنی ابن ام مکتوم رضؓ۔ مہتراں یعنی سرداران قریش۔

[2] ملوک۔ یعنی قریش کے سردار۔ بُوک۔ شاید، مگر۔ ایں رئیساں۔ یعنی سرداران قریش۔ بَر۔ سردار۔ بگذرد۔ یعنی اِن سرداروں کے مسلمان ہو جانے سے۔ صیت۔ یعنی اسلام کی شہرت۔ بصرہ۔ عراق کا مشہور شہر ہے۔

[3] تبوک۔ شام کی سرحد پر ایک شہر ہے۔ النَّاسُ علیٰ دِینِ مُلُوکِہِم۔ لوگ اپنے بادشاہوں کے مذہب پر ہوتے ہیں۔ یہ مشہور مقولہ ہے۔ ضریر۔ نابینا یعنی ابن ام مکتومؓ

احمدا نزدِ خدا ایں یک ضریر — بہتر از صد قیصرؓ ست و صد وزیر
اے احمدؐ! اللہ کے نزدیک یہ ایک اندھا — سینکڑوں قیصروں اور وزیروں سے بہتر ہے

یادِ اَلنَّاسُ مَعَادِنُ ہیں بیار — معدنے باشد فزوں از صد ہزار
خبردار! "لوگ کانیں ہیں" کو یاد رکھو — ایک کان لاکھوں سے بہتر ہوتی ہے

معدنِ لعل و عقیقِ مُکتنِس — بہتر ست از صد ہزاراں کانِ مِس
لعل اور عقیق کی چھپی ہوئی کان — تانبے کی لاکھوں کانوں سے بہتر ہے

احمدا اینجا ندارد مال سُود — سینہ باید پُر ز عشق و درد و دُود
اے احمدؐ! یہاں مال مفید نہیں ہے — ایسا سینہ درکار ہے جو عشق اور درد اور دھوئیں سے بھرا ہو

اَعمیِ روشن دل آمد درمند — پند اُو را دِہ کہ حقِ اُوست پند
ایک اندھا، روشن دل، دردمند آیا — اس کو نصیحت کر، نصیحت اس کا حق ہے

گر دو سہ اَبلہ ترا مُنکر شوند — تلخ کے گردی چو ہستی کانِ قند
اگر دو تین بے وقوف تیرے منکر ہوں — تو آپ تلخ کب ہوسکتے ہیں جبکہ آپ شکر کی کان ہیں

گر دو سہ احمق ترا تہمت نہد — حق برائے تو گواہی می دہد
اگر دو تین احمق تجھ پر تہمت لگائیں — اللہ (تعالیٰ) تیری گواہی دیتا ہے

گفتؐ از اقرارِ عالم فارغم — آنکہ حق باشد گواہ اُو را چہ غم
فرمایا (آپؐ)، میں جہان کے اقرار سے فارغ ہوں — جس کا خدا گواہ ہو اس کو کیا غم ہے

گر خفاشے را ز خورشیدے خورست — ایں دلیل آمد کہ آں خورشید نیست
اگر چمگادڑ کو سورج سے خوراک حاصل ہے — یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ سورج نہیں ہے

نفرتِ خفاشگاں باشد دلیل — کہ منم خورشیدِ تابانِ جلیل
چمگادڑوں کی نفرت دلیل ہوگی — کہ میں (ربِّ) جلیل کا روشن سورج ہوں

گر گلابے را جُعل راغب شود — آں دلیلِ ناگلابی می بود
اگر کسی گلاب (کے پھول) کیطرف گبریلا رغبت کرے — وہ اسکے گلاب (کا پھول) نہ ہونے کی دلیل ہوگی

گر شود قلبے خریدارِ محک — در محکیِّ اش در آید نقص و شک
اگر کھوٹا سکہ، کسوٹی کا طالب ہے — اس کے کسوٹی ہونے میں نقص اور شک ہوگا

دزد شب خواہد نہ روز ایں بداں — شب نیم روزم کہ تابم در جہاں
یہ جان لے کہ چور رات چاہتا ہے، نہ کہ دن — میں رات نہیں ہوں دن ہوں جو دنیا میں چمکتا ہوں

[1] قیصر۔ روم کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ اَلنَّاسُ مَعَادِنُ۔ "لوگ کانیں ہیں" اس حدیث کے بقیہ لفظ یہ ہیں کَمَعَادِنِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّةِ خِیَارُھُمْ فِی الْجَاھِلِیَّةِ خِیَارُھُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقُھُوْا جیسا کہ سونے اور چاندی کی کانیں جو انہیں سے جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں جبکہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔ معدنے یعنی ابن ام مکتومؓ۔ صد ہزار۔ یعنی سردارانِ قریش۔ مُکتنِس۔ پوشیدہ، مخفی۔ مِس۔ تانبا۔ اینجا یعنی دین کے معاملہ میں۔ اَعمیٰ۔ یعنی ابن ام مکتومؓ۔ منکر۔ یعنی رسالت کے منکر۔

[2] گفت۔ پہلے اشعار میں سورۂ عبس کا مضمون بیان کیا گیا تھا یہاں سے آنحضورؐ کا مقولہ ہے۔ گواہ۔ یعنی رسالت و صداقت پر۔ خور سے خوراک۔ نیست۔ ورنہ چمگادڑ کو اس سے نفرت ہوتی

[3] نفرت۔ سورج سے چمگادڑوں کی نفرت اس کے کمال ہونے کی دلیل ہے۔ جلیل یعنی ربِّ جلیل۔ جُعل۔ بدبو میں پرورش پانیوالا گبریلا اگر گلاب سے رغبت کرنے لگے تو اس کا گلاب ہونا مشکوک ہوجائیگا۔ قلب۔ کھوٹا سکہ۔ یہاں کھوٹا سکہ چلانیوالے کے معنی میں ہے۔ محک۔ کسوٹی۔ دزد۔ چور رات کی تاریکی سے اپنا کام چلاتا ہے۔ شب نیم۔ لہٰذا چور اور دغاباز مجھے پسند نہیں کرسکتے ہیں۔

فارقم فاروقیم غربیل وار — تاکہ کاہ از من نمی یابد گزار

میں فرق کرنیوالا ہوں، چھلنی کی طرح جدا کرنیوالا ہوں — حتیٰ کہ بھوسی مجھ میں سے نہیں گزر سکتی ہے

آرد را پیدا کنم من از سبوس — تا نمایم کیں نقوش ست و آں نفوس

میں آٹے کو بھوسی سے علیحدہ کر دیتا ہوں — تاکہ دکھادوں کہ یہ تصویریں ہیں اور وہ انسان ہیں

من چو میزانِ خدایم در جہاں — وانمایم ہر سبک را از گراں

میں دنیا میں خدا کی ترازو کی طرح ہوں — ہر ہلکے کو بھاری سے نمایاں کر دیتا ہوں

گاؤ را داند خدا گوسالۂ — خر خریدارے و در خور کالۂ

بچھڑا ہی بیل کو خدا سمجھتا ہے — گدھا خریدار، اور اُس کے مناسب مال ہوتا ہے

من نہ گاوم تا گوسالہ خرد — من نہ خارم کاشترے از من چرد

میں بیل نہیں ہوں کہ بچھڑا مجھے خریدے — میں کانٹا نہیں ہوں کہ اونٹ مجھے چرے

اُو گماں دارد کہ با من جور کرد — بلکہ از آئینۂ من روفت گرد

وہ خیال کرتا ہے کہ اُس نے میرا کچھ بگاڑا — بلکہ اُس نے میرے آئینہ سے گرد صاف کر دی ہے

تملق کردنِ دیوانہ جالینوس را و ترسیدنِ جالینوس از وے

ایک دیوانہ کا جالینوس کی خوشامد کرنا اور جالینوس کا اُس سے خوفزدہ ہونا

گفت جالینوس با اصحابِ خود — مر مرا تا آں فلاں دارو دہد

جالینوس نے اپنے شاگردوں سے کہا (کوئی) — مجھے فلاں دوا لا دے

پس بدو گفت آں یکے کاے ذو فنون — ایں دوا خواہند از بہرِ جنون

اُس سے کسی نے کہا اے صاحبِ کمالات! — یہ دوا جنون کے لئے مانگتے ہیں

دور از عقلت مگو ایں گفتگو — گفت در من کرد یک دیوانہ رُو

خدا کرے جنون تیری عقل سے دور رہے یہ گفتگو نہ کر — اُس نے کہا مجھے ایک دیوانہ نے دیکھا

ساعتے در روئے من خوش بنگرید — چشمکم زد آستینِ من درید

تھوڑی دیر مجھے غور سے دیکھا — مجھے آنکھ ماری، میری آستین پھاڑ دی

گر نہ جنسیت بُدے در من ازو — کے رُخ آوردے بمن آں زشت رُو

اگر مجھ میں اُس کی جنسیت نہ ہوتی — وہ منحوس صورت میری طرف کب متوجہ ہوتا؟

گر نہ دیدے جنسِ خود کے آمدے — کے بغیرِ جنسِ خود را بر زدے

اگر وہ اپنے ہم جنس کو نہ دیکھتا کب آتا! — اپنے آپ کو غیر جنس سے کب بھڑاتا؟

---

۵۱ فارق۔ غلط اور صحیح میں امتیاز کرنیوالا۔ فاروق۔ دو چیزوں میں فرق دکھانے والا۔ غربیل۔ غربال، چھلنی۔ کاہ۔ تنکا، بھوسی۔ سبوس۔ بھوسی۔ نقوش۔ یعنی بے جان تصویریں۔ میزان۔ ترازو۔ سبک۔ ہلکا۔

۵۲ گاؤ۔ بیل کو بے عقل بچھڑا ہی خدا سمجھ سکتا ہے۔ درخور۔ مناسب، لائق۔ کالا۔ سامان۔ نہ خارم۔ اونٹ کانٹے کھانا پسند کرتا ہے۔ او گماں۔ ناقص، کامل کے کمال کا انکار کر کے سمجھتا ہے کہ اُس نے کامل کا کچھ بگاڑ دیا حالانکہ اُس کا انکار اُس کے کمال کی بنیاد بنتا ہے۔ تملق۔ اِس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جالینوس کو ایک دیوانہ کے اُس سے مانوس ہونے سے یہ شبہ ہوا کہ میری عقل میں کوئی نقصان ہے ورنہ یہ دیوانہ میری طرف مائل نہ ہوتا۔

۵۳ اصحاب۔ یعنی شاگرد۔ فلاں دارو۔ یعنی وہ فلاں دوا جو مرضِ جنون میں کھلائی جاتی ہے۔ آں یکے۔ یعنی ایک شاگرد۔ دور۔ یہ جملہ دعائیہ ہے۔ ایں گفتگو۔ یعنی جنون کی دوا کھانے کی بات۔ جرد۔ یعنی رُد کرد۔ چشمکم زد۔ جو دوستی اور بے تکلفی میں ہوتا ہے۔ سو زید۔ بے تکلفی کی وجہ سے۔ جنسیت۔ یعنی اگر اُس کی طرح میں بھی دیوانہ نہیں ہوں۔ جنسِ خود۔ یعنی دیوانہ۔

چوں دو کس برہم زند بے ہیچ شک — در میاں شاں ہست قدرِ مشترک[1]
جب دو شخص آپس میں ملیں، بلاشک — اُن میں کوئی قدرِ مشترک ہے

کے پرد مرغے مگر با جنسِ خود — صحبتِ ناجنس گور است و لحد
ہر پرند اپنے ہم جنس کے ساتھ ہی اڑتا ہے — ناجنس کی ہم نشینی قبر اور لحد ہے

سببِ پریدن و چریدن مرغے با مرغِ دیگر کہ جنسِ او نبود

ایک پرندے کے غیر جنس پرندے کے ساتھ اُڑنے اور چرنے کا سبب

آں حکیمے گفت دیدم ہم تگے — در بیاباں زاغ را با لکلکے
ایک دانا نے کہا میں نے چلتے پھرتے دیکھا — جنگل میں کوّے کو لقلق کے ساتھ

در عجب ماندم بجستم حالِ شاں — تا چہ قدرِ مشترک یابم نشاں
میں تعجب میں رہ گیا، میں نے اُن کے حال کی جستجو کی — تاکہ قدرِ مشترک کا پتہ لگاؤں

چوں شدم نزدیک من حیران و دنگ[2] — خود بدیدم ہر دو آں بودند لنگ
جب میں حیران اور دنگ، قریب پہنچا — میں نے خود دیکھا کہ وہ دونوں لنگڑے تھے

خاصہ شہبازے کہ او عرشی بود — با یکے جغدے کہ او فرشی بود
خصوصاً وہ شہباز جو عرشی ہو — ایک جغد کے ساتھ جو فرشی ہو (کیسے تعلق رکھ سکتا ہے)

آں یکے[3] خورشیدِ علییں بود — ویں دگر خفاش کز سجیں بود
ایک وہ جو علیین کا سورج ہو — اور یہ دوسری چمگادڑ جو سجین کی ہو

آں یکے نورے ز ہر عیبے بری — واں دگر کورے گدائے ہر دری
ایک وہ نور جو ہر عیب سے بری ہے — اور دوسرا اندھا جو ہر در کا بھکاری ہے

واں یکے ماہے کہ بر پرویں زند — واں یکے کرمے کہ بر سرگیں تند
ایک ایسا چاند جو ثریا سے متعلق ہے — ایک وہ کیڑا جو گوبر کے چکر کاٹے

آں یکے یوسف رخے عیسیٰ نفس — ویں دگر گرگے و یا خر یا خرس
ایک یوسفؑ جیسے چہرے والا عیسیٰؑ جیسے سانس والا — دوسرا بھیڑیا، یا گدھا، یا ریچھ

آں یکے پراں شدہ در لامکاں — ویں یکے در کاہداں ہمچوں سگاں
ایک وہ جو لامکان میں اڑتا ہے — اور یہ ایک کوڑی پر کتوں کی طرح

آں یکے سلطانِ عالی مرتبت — ویں دگر در گلخنے در تعزیت
وہ ایک، بلند مرتبہ بادشاہ — اور یہ دوسرا بھٹی کے اندر ماتم میں

---

[1] قدرِ مشترک۔ یعنی کوئی ایسی بات جو دونوں میں ہو۔ سبب۔ کوّا اور لقلق ہم جنس نہ تھے لیکن اُن میں لنگڑا پن قدرِ مشترک تھی۔ ہم تگی۔ مل کر چلنا پھرنا۔ لکلک۔ لقلق۔

[2] حیران و دنگ۔ اس لئے کہ دو غیر جنس کو ملا جلا دیکھا تھا۔ خاصہ۔ جبکہ کوّے اور لقلق کو دیکھ کر ایک عقلمند حیران ہوا حالانکہ دونوں ہی پرند ہیں تو نبی جو عرش کا شہباز ہے اور منکر جو ویرانے کا جغد ہے باہم کیسے مانوس ہو سکتے ہیں۔ شہباز۔ یعنی رسول و نبی۔ جغد۔ منکر۔

[3] یکے۔ یعنی رسول و نبی۔ علیین۔ وہ دفتر جس میں جنتیوں کے نام لکھے ہونگے، بہشت کا بلند مقام۔ سجین۔ وہ دفتر جس میں دوزخیوں کے نام لکھے ہوں گے، جہنم کی وادی۔ نورے۔ یعنی رسول و نبی۔ کورے۔ یعنی منکر۔ پرویں۔ ثریا جو ستاروں کا مجموعہ ہے۔ کرم۔ کیڑا۔ سرگیں۔ گوبر۔ یوسف۔ حضرت یوسفؑ کا حسن مشہور ہے۔ عیسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ کے سانس میں بڑی برکتیں تھیں۔ پراں۔ پرواز کرنے والا۔ لامکاں۔ عالمِ لاہوت۔ کاہداں۔ کوڑے کی جگہ۔ گلخن۔ بھٹی۔ تعزیت۔ ماتم۔

آں یکے خلقے ز اِکرامش خَجِل ۔۔۔ ویں دگر از بینوائی مُنفَعِل
ایک وہ جس کے کرم سے مخلوق شرمندہ ۔۔۔ اور یہ دوسرا بے سرو سامانی سے شرمندہ

آں یکے سر در شدہ زاہلِ زماں ۔۔۔ ویں دِگر در خاکِ خواری بس نہاں
ایک وہ جو زمانے والوں کا سردار بنا ۔۔۔ اور یہ دوسرا ذلت کی خاک میں دبا ہوا

بُلبلاں را جائے می زیبد چمن ۔۔۔ مر جُعَل را در حمیں خوشتر وطن
بلبلوں کی جگہ چمن میں مناسب ہے ۔۔۔ گبرونڈے کا گندگی بہترین وطن ہے

با زبانِ معنوی گُل با جُعَل ۔۔۔ ایں ہمہ گوید کہ اے گندہ بَغل
پھول، گبرونڈے کو زبانِ حال سے ۔۔۔ یہ کہتا ہے کہ اے بغل گند والے!

گر گریزانی ز گُلشن بیگماں ۔۔۔ ہست آں نفرت کمالِ گلستاں
اگر تو چمن سے بھاگتا ہے، یقیناً ۔۔۔ وہ نفرت، چمن کا کمال ہے

غیرتِ من بر سرِ تو دور باش ۔۔۔ می زند کائے خسا زیں در دُور باش
میری غیرت تیرے سر پر نیزہ ۔۔۔ (پھینک کر) مارتی ہے اے کمینے! اِس در سے دور رہ

ور بیامیزی تو با من اے دَنی ۔۔۔ ایں گماں آید کہ از کانِ منی
اے کمینے! اگر تو مجھ سے گھل مل جائے گا ۔۔۔ یہ خیال ہوگا کہ تو میری جنس کا ہے

گر دَر آمیزد ز نقصانِ من ست ۔۔۔ زاں کہ پندارند کو زانِ من ست
اگر گھل مل جائے گا تو میری کمی کا سبب ہے ۔۔۔ کیونکہ لوگ سمجھیں گے کہ وہ میرا ہے

حق مرا چوں از پلیدی پاک داشت ۔۔۔ چوں سزد بر من پلیدی را گماشت
خدا نے جب مجھے نجاست سے پاک رکھا ہے ۔۔۔ تو مجھ پر نجاست کو مسلط کرنا کیسے مناسب ہوگا!

یک رگم زایشاں بُد و آں را بُرید ۔۔۔ در من آں بَد رگ کجا خواہد رسید
میری ایک رگ اُن میں کی تھی اس کو کاٹ دیا ۔۔۔ وہ بُری رگ مجھ میں کہاں آسکتی ہے؟

یک نشانِ آدمؑ آں بُد از ازل ۔۔۔ کہ ملائک سر نہندش از محل
(حضرت) آدمؑ کی ایک نشانی ازل سے یہ تھی ۔۔۔ کہ فرشتے مرتبے کی وجہ سے اُن کو سجدہ کریں

یک نشانِ دیگر آں کہ آں بلیس ۔۔۔ ننہدش سر کہ منم شاہ و رئیس
دوسری نشانی یہ کہ شیطان ۔۔۔ اُن کو سجدہ نہ کرے کہ میں شاہ اور رئیس ہوں

پس اگر ابلیس ہم ساجد شدے ۔۔۔ اُو نہ بودے آدمؑ اُو غیرے بُدے
تو اگر شیطان بھی سجدہ کرنے والا ہو جاتا ۔۔۔ تو وہ آدمؑ نہ ہوتا کوئی اور ہوتا

---

۵۱ اِکرام۔ تعظیم کرنا، بخشنا۔ خَجِل۔ شرمندہ۔ مُنفَعِل۔ نادم، شرمندہ۔ سَر در۔ سردار۔ می زیبد۔ زیب دیتا ہے۔ جُعَل۔ نجاست کا کیڑا، گبرونڈا۔ حمیں۔ نجاست، گندگی۔

۵۲ معنوی۔ باطنی یعنی زبانِ حال۔ گندہ بغل۔ بغل گند، بدبو دار۔ گر گریزانی۔ یہ پھول کا مقولہ ہے۔ غیرت۔ انبیاء اور بزرگوں کی غیرت کا تقاضہ ہے کہ خدا کے دشمن اُن سے دُور رہیں۔ دور باش۔ پہلے مصرع میں اُس دو شاخہ نیزے کے معنیٰ میں ہے جو چوبدار کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور وہ بادشاہ یا امیر کے آگے چلتا ہے تاکہ لوگ راستہ سے دور ہو جائیں دوسرے مصرع میں یہ "دور ہو" کے معنیٰ میں ہے۔ دَنی۔ کمینہ۔ کان۔ معدن۔

۵۳ گر در آمیزد۔ بروں کا بھلوں سے میل بھلوں کے نقصان کا سبب ہے۔ آں منست یعنی ہم جنس ہے۔ بُرید۔ آنحضورؐ کا سینہ مبارک کئی بار شق کیا گیا اُس میں سے خون کی ایک بوند نکال دی گئی اور اُس کو زمزم سے پاک کیا گیا۔ یک نشاں۔ حضرت آدمؑ کے کمال کی دو نشانیاں تھیں ایک تو یہ کہ ملائکہ اُن کو سجدہ کریں۔ دوسری یہ کہ شیطان سجدہ نہ کرے۔ منم۔ شیطان نے کہا تھا کہ میں آدمؑ سے بہتر ہوں اُس کو سجدہ کیوں کروں۔ پس۔ اگر شیطان سجدہ کر لیتا تو کمال کی دوسری نشانی مفقود ہو جاتی۔

613

ہم سجودِ ہر مَلک میزانِ اُوست[۱]
ہر فرشتہ کا سجدہ اُس کا معیار ہے
ہم جحودِ آں عدو بُرہانِ اُوست
اُس دُشمن کا اِنکار بھی اس کی دلیل ہے

ہم گواہِ اُوست اِقرارِ مَلک
فرشتہ کا اِقرار کرنا بھی اس کا گواہ ہے
ہم گواہِ اُوست کفرانِ سَگک
ذلیل کُتّے کا اِنکار بھی اُس کا گواہ ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
اِس بات کی اِنتہا نہیں ہے، واپس چل
تا چہ کرد آں خرس با آں شیر مرد
کہ اُس ریچھ نے اُس بہادر کے ساتھ کیا کیا؟

تتمہ قصہ اِعتمادِ آں مغرور بر تملّقِ خرس
اُس دھوکے میں مبتلا کا ریچھ کی چاپلوسی پر بھروسہ کرنیکا باقی قصہ

اُو[۲] بخفت و خرس میراندش مگس
وہ سو گیا اور ریچھ اُس کی مکھیاں اُڑاتا تھا
وز ستیز آمد مگس شد باز پس
اور ضد سے مکھیاں پھر واپس آجاتی تھیں

چند بارش راند از روئے جواں
اُس نے کئی بار اُن کو جوان کے مُنہ پر سے اُڑایا
واں مگس زو باز می آمد دواں
وہ مکھیاں تیزی سے واپس آجاتیں

خشمگیں شد با مگس خرس و برفت
ریچھ کو مکھیوں پر غصّہ آیا اور وہ گیا
برگرفت از کوہ سنگے سخت و زفت
پہاڑ سے ایک سخت اور بھاری پتھر اُٹھالیا

سنگ آورد و مگس را دید باز
پتھر لایا اور مکھیوں کو پھر دیکھا
بر رُخِ خفتہ گرفتہ جائے ساز[۳]
سوئے ہوئے کے مُنہ پر ٹھکانا بنائے ہوئے

برگرفت آں آسیا سنگ و بزد
اُس نے چکّی جیسا پتھر اُٹھایا اور مارا
بر مگس تا آں مگس واپس خزد
مکھیوں پر تاکہ وہ مکھیاں واپس جا گھسیں

سنگ روئے خفتہ را خشخاش کرد
پتھر نے سوئے ہوئے کے مُنہ کو خشخاش (جیسا) کر دیا
ایں مَثَل بر جُملہ عالم فاش کرد
یہ کہاوت تمام دنیا میں مشہور کر دی

مہرِ اَبلہ مہرِ خرس آمد یقیں
بیوقوف کی دوستی یقیناً ریچھ کی دوستی ہے
کینِ اُو مہر ست و مہرِ اُوست کیں
اُس کا کینہ محبت ہے اور اُس کی محبت کینہ ہے

عہدِ اُو سست ست و ویران و ضعیف
اُس کا عہد و پیمان، کمزور اور برباد و ضعیف ہے
گفت اُو زفت و وفائے اُو نحیف
اُس کی باتیں گھنی ہیں اور اُس کی وفاداری کمزور ہے

گر خورد سوگند ہم باور مکُن
اگر وہ قسم بھی کھائے تو یقین نہ کر
بشکند سوگند مردِ کژ سخن
اُلٹی باتیں کرنے والا، قسم توڑ ڈالتا ہے

---

[۱] میزان۔ معیار۔ جُحود۔ اِنکار۔ عدو۔ شیطان۔ گواہ۔ حضرت آدمؑ کے کمال پر جس طرح فرشتوں کا اقرار اور سجدہ گواہ ہے اسی طرح شیطان کا اِنکار بھی گواہ ہے۔ کُفرآن۔ انکار، ناشکری۔ سگک۔ کاف تصغیر کا ہے یعنی شیطان۔ ایں سخن یعنی ناقصین کا اِنکار کاملین کی فضیلت کی دلیل ہے۔ تملّق۔ چاپلوسی، خوشامد۔

[۲] اُو یعنی شیر مرد۔ وز ستیز۔ مکھی کی عادت ہے کہ اُڑاؤ تو وہ لوٹ کر آتی ہے جوان۔ یعنی شیر مرد۔ زفت۔ موٹا، بھاری۔

[۳] جائے ساز۔ موافق جگہ۔ آسیا سنگ۔ سنگِ آسیا۔ چکی کا پتھر۔ خزد۔ خزیدن بمعنی گھسنا کا فعل مضارع ہے۔ ایں مَثَل۔ وہ ضرب المثال جو دوسرے شعر میں مذکور ہے۔ کینِ اُو۔ بیوقوف دشمنی میں جدا ہو جائیگا تو نقصان نہ پہنچا سکے گا دوستی کے میل جول کی وجہ سے نقصان رساں ہوگا۔ عہدِ اُو۔ بیوقوف کا کوئی عہد و پیمان مضبوط نہیں ہوتا ہے وہ باتونی ہوتا ہے اُس میں وفاداری نہیں ہوتی ہے۔ گر خورد۔ بیوقوف کی قسم پر بھی بھروسہ نہ کرنا چاہئیے وہ فوراً قسم توڑ ڈالتا ہے۔

چونکہ بے سوگند گفتش بُد دروغ — تو میفت از مکر و سوگندش بدروغ [۵۱]

چونکہ اُس کی بغیر قسم کے بات، جھوٹ تھی — تو اُسکے مکر اور قسم کی وجہ سے فریب میں نہ پڑ

نفسِ او میر ست و عقلِ او اسیر — صد ہزاراں مُصحفش خود خوردہ گیر

اس کا نفس حاکم ہے اور اُس کی عقل قیدی ہے — لاکھوں قرآن اُس کے کھائے ہوئے سمجھ

چونکہ بے سوگند پیماں بشکند — گر خورد سوگند ہم آں بشکند

جبکہ وہ بغیر قسم کے عہد توڑ ڈالتا ہے — اگر قسم بھی کھالے گا اُس کو توڑ ڈالے گا

زانکہ نفس آشفتہ تر گردد ازاں — کہ کند بندش بسوگندِ گراں

کیونکہ اِس (قسم) سے نفس زیادہ پریشان ہوگا — کہ اُس کو بھاری قسم میں قید کرے

چوں اسیرے بند بر حاکم نہد — حاکم آں را بردرد بیروں جہد

جب کوئی قیدی حاکم کے بیڑی رکھائے — حاکم اُس کو توڑ دے گا، باہر نکل آئے گا

بر سرش کوبد ز خشم آں بند را — می زند بر روئے او سوگند را

اُس کے سر پر وہ بیڑی دے مارے گا — قسم کو اس کے منہ پر پھینک مارے گا

تو زاَوْفُوا بِالْعُقُود ش دست شو — اِحْفَظُوا اَیْمَانَکُمْ با او مگو

تو "عہدوں کو پورا کرو" سے اُس سے ہاتھ دھولے — اپنی قسموں کی حفاظت کرو" اُس سے نہ کہہ

وانکہ داند عہد با کہ می کند [۵۲] — تن کند چوں تار و گرد او تند

جو شخص یہ سمجھ لے کہ عہد کس سے کرتا ہے — جسم کو دھاگے کی طرح کرتا ہے اور اُسکے گرد تنتا ہے

بعیادت رفتن حضرت مصطفٰی صلّی اللہ علیہ وسلّم بر صحابی رنجور و فائدہ عیادت

حضرت مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار صحابی کی مزاج پرسی کو جانا اور بیمار پرسی کا فائدہ

از صحابہ خواجۂ بیمار شُد — واندراں بیماریش چوں تار شُد

صحابہ میں سے ایک بزرگ بیمار ہوگئے — اور اُس بیماری میں وہ دھاگے کی طرح ہوگئے

مصطفٰیؐ آمد عیادت سوئے او — چوں ہمہ لطف و کرم بُد خوئے او

حضرت مصطفٰیؐ اُن کے پاس بیمار پرسی کیلئے تشریف لائے — چونکہ آپ کی عادت، مجسم لطف و کرم تھی

در عیادت رفتنِ تو فائدہ است — فائدہ آں باز بر تو عائدہ است

بیمار پرسی کے لئے تیرا فائدہ ہے — اس کا فائدہ تجھے ہی پہنچنے والا ہے

فائدہ اوّل کہ آں شخصِ علیل — بُو کہ قُطبے باشد و شاہِ جلیل [۵۳]

پہلا فائدہ یہ ہے کہ وہ بیمار شخص — ہوسکتا ہے کوئی قُطب اور بڑا شاہ ہو

---

۵۱ دروغ۔ جھاچھ، مکر نفسِ او۔ بیوقوف کی عقل پر اُس کا نفس حاکم ہوتا ہے اگر وہ قسم کی بجائے لاکھوں قرآن بھی کھا جائے تو کیا اعتبار ہے۔ چونکہ۔ عہد شکنی کا عادی بہر حال عہد توڑ ڈالتا ہے زانکہ۔ اُسکی وجہ یہ ہے کہ اُس پر نفس حاکم ہوتا ہے اور حاکم کسی قسم کی بیڑی کب برداشت کرسکتا ہے اُسکو جلد توڑ ڈالیگا ہاں اگر انسان کی طبیعت سلیم ہو تو وہ قسم کی بیڑی کا احساس کرے گا۔ اسیر۔ قیدی یعنی وہ بیوقوف جو نفس کی قید میں ہے۔ حاکم یعنی نفس۔ بر سرش۔ قسم توڑ دا کر دُوگنے عذاب میں مبتلا کریگا۔ اَوْفُوا بِالْعُقُوْدِ مومنین کو خطاب ہے اپنے عہدوں کو پورا کرو اِحْفَظُوْا اَیْمَانَکُمْ اپنی قسموں کی نگہداشت رکھو۔

۵۲ وانکہ۔ ایک مومن سمجھتا ہے کہ وہ قسم کھا کر خدا سے عہد کرتا ہے۔ تن کند یعنی اپنے جسم کو دھاگا بنا کر اُس کو مضبوط باندھتا ہے اور اُسکی حفاظت میں جان قربان کرتا ہے۔ عیادت۔ بیمار پرسی، اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بعض بندگانِ خدا فنائیت کے اُس مقام پر ہوتے ہیں کہ اُنکے ساتھ کوئی عہد ہو یا دیگر معاملہ وہ خدا کے ساتھ سمجھا جاتا ہے۔ چوں۔ آنحضور کے اخلاق کریمانہ تھے۔ عائدہ۔ لوٹنے والا یعنی عیادت کا فائدہ خود عیادت کرنیوالے کا اپنا فائدہ ہے

چوں دو چشمِ دل نداری اے عنود ۔۔۔ واؔنمی دانی تو ہیزم را ز عود

اے سرکش! جب تو دل کی دو آنکھیں نہیں رکھتا ہو ۔۔۔ تو اگر کو ایندھن سے ممتاز نہیں سمجھ سکتا ہے

چونکہ گنجے ہست در عالم مرنج ۔۔۔ ہیچ ویراں را مداں خالی ز گنج

جبکہ دنیا میں خزانہ ہے، رنجیدہ نہ ہو ۔۔۔ کسی ویرانے کو (بھی)، خزانے سے خالی نہ سمجھ

قصدِ ہر درویش می کن از گزاف ۔۔۔ چوں نشاں یابی بجد می کن طواف

ہر درویش کا قصد وجہ کے بغیر کر لیا کر ۔۔۔ جب پتہ پالے تو کوشش کر کے چکر کاٹ

چوں ترا آں چشمِ باطن بیں نہ بود ۔۔۔ گنجؔ می پندار اندر ہر وجود

جب تیری باطن کو دیکھنے والی آنکھ نہیں ہے ۔۔۔ ہر وجود میں خزانہ سمجھ

ور نباشد قطب یارِ رہ بود ۔۔۔ شہ نباشد فارسِ اسپہ بود

اگر قطب نہ ہوگا، راستہ کا یار ہوگا ۔۔۔ شاہ نہ ہوگا، گھوڑا سوار ہوگا

پس صلہ یارانِ رہ لازم شمار ۔۔۔ ہر کہ باشد گر پیادہ گر سوار

یاروں کے ساتھ سلوک کو لازم سمجھ ۔۔۔ کوئی ہو، پیادہ ہو یا سوار

ور عدو باشد ہم ایں احساں نکوست ۔۔۔ کہ باحساں دوست گردد گر عدوست

اگر دشمن ہے تو بھی یہ احسان اچھا ہے ۔۔۔ اگر دشمن ہے، احسان کی وجہ سے دوست ہو جائیگا

ورؔ نگردد دوست کینش کم شود ۔۔۔ زانکہ احساں کینہ را مرہم شود

اگر دوست نہ بنا تو اس کی دشمنی کم ہو جائیگی ۔۔۔ اس لئے کہ احسان کینہ کا مرہم ہے

پس فوائد ہست غیر ایں و لیک ۔۔۔ از درازی خائفم اے یارِ نیک

اس کے علاوہ بھی فائدے ہیں، لیکن ۔۔۔ اے بھلے یار! میں طوالت سے خائف ہوں

حاصل ایں آمد کہ یارِ جمع باش ۔۔۔ ہمچو بتگر از حجر یارے تراش

خلاصہ یہ نکلا کہ جماعت کا دوست بن ۔۔۔ بت گر کی طرح پتھر سے دوست تراش لے

زانکہ انبوہی و جمعِ کارواں ۔۔۔ رہزناں را بشکند پشت و سناں

اس لئے کہ قافلہ کی جماعت اور اسکی کثرت ۔۔۔ ڈاکوؤں کی کمر اور بھالا توڑ دیتی ہے

وحی آمدن از حق تعالیٰ بہ موسیٰؑ کہ چرا بہ عیادتِ من نیامدی

حضرت موسیٰؑ کے پاس خدا کی طرف سے وحی آنا کہ تو میری بیمار پرسی کے لئے کیوں نہ آیا؟

آمد از حق سوئے موسیٰؑ ایں عتیب ۔۔۔ کاے طلوعِ ماہ دیدہ تو ز جیب

موسیٰؑ کی جانب اللہ کے پاس سے یہ ناراضی پہنچی ۔۔۔ اے وہ کہ تونے گریبان سے سورج کا طلوع دیکھا ہے

لہ وانمی دانی۔ جب تم خاص قطب کو نہیں پہچانتے ہو تو ہر مومن کی عیادت کر لیا کرو۔ چونکہ۔ دنیا ادیا سے خالی نہیں ہے تلاش جاری رکھو پالوگے۔ چوں۔ جب کسی دستیاب ہو جائے اس پر جان قربان کردو۔

ٹہ گنج۔ اہلِ باطن کے پالینے کی تدبیر یہی ہے کہ ہر جگہ ان کو تلاش کرو۔ یارِ رہ۔ یعنی بیمار اگر قطب نہ ہوگا تو کوئی سالکِ راہِ طریقت ہوگا۔ شہ۔ یعنی قطب۔ فارس۔ گھوڑا سوار۔ صلہ۔ باہمی تعلق۔ ہر کہ۔ یعنی خواہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو۔ ور عدو۔ دشمن سے بھلائی کرو دشمنی دوستی سے بدل جائے گی۔

سہ ور۔ بھلائی کرنے سے دشمن دوست بھی نہ بنے گا تو دشمنی میں کمی آجائے گی۔ حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ عیادت سے معاشرہ کی اصلاح ہوتی ہے اور ایک اچھا معاشرہ پیدا ہوتا ہے اور اچھے معاشرہ میں زندگی گوشۂ تنہائی کی زندگی سے بہت بہتر ہے۔ حجر۔ مردہ دل میں اپنی محبت پیدا کرد۔ زانکہ۔ یہ اجتماعی زندگی کی فضیلت ہے۔ وحی۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ہر مسلمان کی عیادت کرنی چاہیئے خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ عتیب۔ عتاب، ناراضی۔ جیب۔ گریبان حضرت موسیٰؑ کے معجزہ یدِ بیضا کی طرف اشارہ ہے۔

مشرقت کردم بنورِ ایزدی ۔۔۔ من حقم رنجور گشتم نامدی
میں نے خدائی نور سے تجھے مشرق بنایا ۔۔۔ میں خدا ہوں، میں بیمار ہوا تو نہ آیا

گفت سبحانا تو پاکی از زیاں ۔۔۔ اینچہ رمزست ایں بکن یا رب عیاں
(حضرت موسیٰؑ نے) کہا اے اللہ تو نقصان سے پاک ہے ۔۔۔ یہ کیا راز ہے؟ اے خدا اِس کو ظاہر کر دے

باز فرمودش کہ در رنجوریم ۔۔۔ چوں نہ پرسیدی تو از روئے کرم
(اللہ تعالیٰ نے) پھر اُس سے کہا کہ میں مریض ہوں ۔۔۔ تو نے ازروئے کرم میری پرسش کیوں نہ کی

گفت یا رب نیست نقصانے ترا ۔۔۔ عقل گم شد ایں گرہ را بر کشا
انھوں نے عرض کیا اے خدا تیرے لئے کوئی گھاٹا نہیں ہے ۔۔۔ عقل گم ہو گئی ہے، یہ گرہ کھول دے

گفت آرے بندۂ خاصِ گزیں ۔۔۔ گشت رنجور اُو منم نیکو ببیں
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا ہاں ایک خاص برگزیدہ بندہ ۔۔۔ بیمار ہوا، اور وہ میں ہوں خوب سمجھ لے

ہست رنجوریش رنجوریِ من ۔۔۔ ہست معذوریش معذوریِ من
اُس کی بیماری، میری بیماری ہے ۔۔۔ اُس کی معذوری، میری معذوری ہے

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا ۔۔۔ گو نشیند در حضورِ اولیا
جو خدا کی ہم نشینی چاہے ۔۔۔ کہہ دو وہ اولیاء کی خدمت میں بیٹھے

از حضورِ اولیا گر بگسلی ۔۔۔ تو ہلاکی زانکہ جزوی نے کلی
اگر تو اولیاء کے پاس حاضری سے علیحدہ رہیگا ۔۔۔ تو برباد ہے، کیونکہ تو جزو ہے کل نہیں ہے

ہر کرا دیو از کریماں وا برد ۔۔۔ بیکسش یابد سرش را اُو خورد
شیطان جس کو بھلوں سے جدا کر دے ۔۔۔ اُس کو بے سہارا پا لیتا ہے اُس کا سر چبا لیتا ہے

یک بدست از جمع رفتن یکزماں ۔۔۔ مکرِ شیطاں باشد و نیکو بداں
تھوڑی دیر کے لئے بھی ایک بالشت جماعت سے دور ہونا ۔۔۔ شیطان کا مکر ہوگا، خوب سمجھ لے

جدا کردن باغباں صوفی و فقیہ و علوی را از یکدگر و ادب کردن

باغبان کا صوفی اور مولوی اور سید کو ایک دوسرے سے جدا کر دینا اور سزا دینا

باغبانے چوں نظر در باغ کرد ۔۔۔ دید چوں دزداں بباغِ خود سہ مرد
ایک باغبان نے جب باغ کو دیکھا ۔۔۔ اپنے باغ میں تین شخص چوروں جیسے دیکھے

یک فقیہ و یک شریف و صوفیے ۔۔۔ ہر یکے شوخے فضولی یوفیے
ایک مولوی اور ایک سید اور ایک صوفی ۔۔۔ (جنمیں سے) ہر ایک بے حیا، بکواسی، لغوگو

لہ مشرق۔ حضرت موسیٰؑ نورِ خداوندی کے مظہر تھے رنجور۔ بیمار۔ زیاں۔ نقصان یعنی بیماری وغیرہ۔ در رنجوریم۔ میں مریض ہوں۔ نقصان۔ یعنی بیماری۔ گرہ۔ یعنی خدا کا اپنے آپ کو بیمار کہنے کا عقدہ۔ گزیں۔ برگزیدہ۔ او منم۔ جب انسان فنائیت کے مقام پر پہنچتا ہے تو گویا اتحاد ہو جاتا ہے۔ ہست۔ مقامِ فنا میں پہنچ جانیوالے ولی کا بیمار ہونا گویا خدا کا بیمار ہونا ہے اس مضمون کی حدیث مشکوٰۃ شریف میں مذکور ہے۔ اولیا۔ جبکہ اولیا اللہ کا خدا سے اتحاد ہے تو انکے پاس بیٹھنا خدا کے پاس بیٹھنا ہے۔

سے از حضور۔ اولیاء کی صحبت باعثِ نجات ہے ورنہ شیطانی وساوس موجب ہلاکت بنیں گے۔ جزوی یعنی تو ناقص ہے۔ کلی یعنی تو کامل نہیں ہے۔ دیو۔ شیطان۔ کریماں۔ یعنی اولیا اللہ۔ وا خورد۔ یعنی شیطان ہلاکت کا سبب بنجاتا ہے۔ بدست۔ یعنی بقدر بالشت۔ جمع۔ جماعت۔ جدا کردن۔ پہلے شعر میں جماعت سے علیحدگی کی مضرت سمجھائی تھی اب اِس کو اس حکایت سے واضح کرتے ہیں

سے فقیہ۔ مولوی، مفتی۔ علوی۔ وہ سید جو حضرت علی رضؓ کی اولاد میں سے ہے لیکن حضرت فاطمہؓ کے بطن سے نہیں ہے یہ وں۔ دزداں۔ یہ تینوں بلا اجازت

616

گفت با اینہا مرا صد حجت است[1] ۔۔۔ لیک جمع اندو جماعت رحمت است

اُس نے (دل میں) کہا اُنکے مقابلہ میں میری سو دلیلیں ہیں ۔۔۔ لیکن اکٹھے ہیں، اور جماعت رحمت ہے

بر نیایم یک تنہ با سہ نفر ۔۔۔ بس ببرم شاں نخست از یکدگر

تنہا تینوں کے ساتھ جیت نہ سکوں گا ۔۔۔ پہلے اُن کو ایک دوسرے سے جُدا کر دوں

ہر یکے را من بسوئے افگنم ۔۔۔ چونکہ تنہا شاں کُنم سر بر کنم

میں ہر ایک کو ایک جانب پھینک دوں ۔۔۔ جب اُن کو اکیلا اکیلا کر دوں گا سر پھوڑ دوں گا

حیلہ کرد و کرد صوفی را براہ ۔۔۔ تا کُند یارانش را بے اُو تباہ

تدبیر کی اور صوفی کو ایک راستہ پر کیا ۔۔۔ تاکہ اُس کے دوستوں کو اُس کے بغیر تباہ کرے

گفت صوفی را برو سوئے وُثاق[2] ۔۔۔ یک گلیم آور برائے ایں رفاق

اُس (باغبان) نے صوفی سے کہا، گھر جا ۔۔۔ ان ساتھیوں کے لئے ایک کمبل لے آ

رفت صوفی گفت خلوت با دو یار ۔۔۔ تو فقیہی ویں شریفِ نامدار

صوفی چلا گیا اُس (باغبان) نے دونوں دوستوں سے تنہائی میں کہا ۔۔۔ آپ مولوی ہیں، اور یہ مشہور سید ہیں

ما بفتوائے تو نانے می خوریم ۔۔۔ ما بہ پرّ دانشِ تو می پریم

ہم آپ کے فتوے کے مطابق روٹی کھاتے ہیں ۔۔۔ ہم آپ کی عقل کے پَر سے پرواز کرتے ہیں

ویں[3] دگر شہزادہ و سلطانِ ماست ۔۔۔ سید است از خاندانِ مصطفیٰ ست

یہ دوسرے ہمارے شاہ اور شہزادے ہیں ۔۔۔ سید ہیں (حضرت) مصطفیٰؐ کے خاندان سے ہیں

کیست آں صوفی شکم خوارِ خسیس ۔۔۔ تا بود با چوں شما شاہاں جلیس

وہ صوفی پیٹو، کمینہ کون ہوتا ہے؟ ۔۔۔ کہ تم جیسے شاہوں کا ہمنشین بنے

چوں بیاید مر ورا پنبہ کنید ۔۔۔ ہفتۂ بر باغ و راغِ من زنید

جب آئے اُس کی روئی دُھن دو ۔۔۔ تم ایک ہفتہ باغ اور چمن میں رہو

باغ چہ بود جانِ من آنِ شما است ۔۔۔ اے شما بودہ مرا چوں چشمِ راست

باغ کیا ہوتا ہے؟ میری جان تمہاری ملک ہے ۔۔۔ تم تو میری داہنی آنکھ ہو

وسوسہ کرد و مر ایشاں را فریفت ۔۔۔ آہ کز یاراں نمی باید شگیفت

اُس نے (اُن میں) وسوسہ پیدا کر دیا اور اُنکو دھوکا دیا ۔۔۔ افسوس ہے یاروں سے صبر کرنا مناسب نہیں ہے

چوں برہ کردند صوفی را و رفت ۔۔۔ خصم شد اندر پیش با چوبِ زفت

جب اُنھوں نے صوفی کو روانہ کر دیا اور وہ چلا گیا ۔۔۔ دشمن اُس کے پیچھے موٹی لکڑی لے کر چلا

---

[1] صد حجت۔ زبانی دلائل سے قائل کر دوں گا لیکن۔ اگر مار پیٹ کی نوبت آئی تو میں تینوں سے نہ جیت سکوں گا۔ پس لہٰذا اِن تینوں کو علیحدہ علیحدہ کرنا چاہیئے اور ایک ایک کر کے نبٹنا چاہیئے۔ بے آد۔ پہلے اُسکو پھر فقیہ اور شریف کو تنہا تنہا کر کے تباہ کرے۔

[2] وِثاق۔ واؤ کے کسرہ کے ساتھ، قید، واؤ کے پیش کے ساتھ، گھر۔ گلیم۔ کمبل۔ رِفاق۔ رفیق کی جمع ہے ساتھی۔ خلوت۔ یعنی تنہائی میں۔ فتوئی۔ عوام فقیہ کے فتوے سے حلال و حرام کا فیصلہ کرتے ہیں۔ پرّ دانش۔ فقیہ عقلی دلائل قائم کرتا ہے۔

[3] ویں۔ یعنی شریف۔ خاندان اہلبیت۔ شکم خوار۔ پیٹو۔ جلیس۔ ہم نشین۔ پنبہ کنید۔ یعنی اُس کو روئی کی طرح دُھن دو بعض صاحبان نے تنبہ سمجھ کر تنبیہ کا مخفف قرار دیا ہے۔ راغ۔ چمن۔ زنید۔ یعنی خیمہ زنید۔ آن۔ ملکیت۔ چشمِ راست۔ دائیں آنکھ زیادہ محبوب ہے۔ شگیفت۔ صبر کیا۔ برہ۔ یعنی گھر کے راستہ کی جانب۔ خصم۔ یعنی باغبان۔ زِفت۔ موٹا۔

گفت اے سگ صوفی باشد کہ تیز
بولا اے کتے! تو ہی صوفی ہے کہ تیزی سے

اندر آئی باغِ ما تو از ستیز[1]
تو ہمارے باغ میں جبراً اندر آتا ہے

ایں جُنیدت رہ نمود و بایزیدؒ
یہ راستہ تجھے جنیدؒ اور بایزیدؒ نے دکھایا؟

از کدامیں شیخ و پیرت ایں رسید
کون سے شیخ اور پیر سے تجھے یہ پہنچا ہے؟

کوفت صوفی را چو تنہا یافتش
جب صوفی کو اکیلا پایا اُس کو پیٹ ڈالا

نیم کُشتش کرد و سر بشگافتش
اُس کو ادھ موا کر دیا اور اُس کا سر پھاڑ دیا

گفت[2] صوفی آنِ من بگذشت لیک
صوفی بولا، میرا وقت تو گذر گیا لیکن

اے رفیقاں پاسِ خود دارید نیک
اے دوستو! اپنا خوب خیال رکھو

مر مرا اَغیار دانستید ہاں
خبردار! تم نے مجھے غیر سمجھا

نیستم اَغیار تر زیں قلتباں
اِس دیوث سے زیادہ میں غیر نہیں ہوں

آنچہ من خوردم شما را خوردنی ست
جو کچھ میں نے چکھا، تمہیں بھی چکھنا ہے

واینچنیں ضَربت جزائے ہر دَنی ست
اس طرح کی پٹائی ہر کمینہ کی سزا ہے

رفت بر من بر شما ہم رفتنی ست
مجھ پر جو گذری، تم پر بھی گذرنی ہے

اینچنیں شربت شما را خوردنی ست
اِس طرح کا شربت تمہیں بھی پینا ہے

ایں[3] جہاں کوہ ست گفت و گوئے تو
یہ دنیا پہاڑ ہے اور تیری گفتگو

چوں صدا ہم باز آید سوئے تو
گونج کی طرح تیری طرف لوٹتی ہے

چوں ز صوفی گشت فارغ باغباں
جب باغبان، صوفی سے نبٹ لیا

یک بہانہ کرد زاں پس جنسِ آں
اِس کے بعد اِسی طرح کا ایک بہانہ کیا

کاے شریفِ من برو سوئے وثاق
کہ اے میرے سیّد گھر کی جانب چلا جا

کہ ز بہرِ چاشت پختیم من رُقاق
اِس لئے کہ میں نے ناشتہ کے لئے چپاتیاں پکائی ہیں

از درِ خانہ بگو قیماز را
دروازے میں نوکر سے کہنا

تا بیارد آں رُقاق و قاز را
تاکہ وہ چپاتیاں اور قاز لے آئے

چوں بِرہ کردش بگفت اے تیز بیں
جب اُسکو روانہ کر دیا بولا اے تیز نگاہ والے!

تو فقیہی ظاہر ست ایں و یقیں
تو مولوی ہے یہ ظاہر اور یقینی بات ہے

اُو شریفی می کند دعویِٔ سرد
وہ سیّد ہونے کا بغیر دلیل دعویٰ کرتا ہے

مادرِ اُو را کہ داند تا چہ کرد
اُسکی ماں کے بارے میں کون جانتا ہے کہ اُس نے کیا کیا ہے؟

---

[1] ستیز۔ لڑائی۔ جنید۔ بغداد کے مشہور بزرگ ہیں۔ بایزید۔ بایزید بسطامیؒ مشہور بزرگ ہیں۔ نیم کشتہ۔ ادھ موا۔

[2] گفت۔ صوفی نے پٹنے کے بعد فقیہ اور شریف سے کہا۔ قلتبان۔ دیوث، بے غیرت۔ ضربت۔ مار۔ دنی۔ کمینہ۔

[3] ایں جہاں۔ یعنی دنیا بمنزلہ پہاڑ ہے جس میں صدائے بازگشت ہوتی ہے۔ ع ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے
چاشت۔ ناشتہ کا وقت۔ رقاق۔ چپاتیاں۔ قیماز۔ خادم قاز۔ بطخ۔ دعویٔ سرد۔ دعویٰ بغیر دلیل۔

برزن[1] و بر فعلِ زن دل می نہید | عقلِ ناقص وانگہائے اعتمید
عورت اور عورت کے فعل پر اطمینان کرتے ہو | ناقص عقل ، اور پھر بھروسہ!

خویشتن را بر علیؓ و بر نبیؐ | بستہ است اندر زمانہ بس غبی
اپنے آپ کو علی رض اور نبی ص سے | وابستہ کر دیا ہے دنیا میں بہت سے بیوقوفوں نے

ہر کہ[2] باشد از زنا و ز زانیاں | ایں بَرَد ظن در حقِ رّبانیاں
جو شخص زنا، اور زانیوں کی اولاد ہو | وہ خدا والوں کے ساتھ ایسا گمان کرتا ہے

ہر کہ بَرگردد سَرَش از چرخہا | ہمچو خود گردندہ بیند خانہ را
جس کسی کا سر گھومنے سے چکرا جاتا ہے | وہ گھر کو اپنا جیسا چکرانے والا سمجھتا ہے

آنچہ گفت آں باغبانِ بوالفضول | حالِ اُو بُد دور زاولادِ رسولؐ
اُس بکواسی باغبان نے جو کچھ کہا | خود اُس کا حال تھا، رسولؐ کی اولاد سے دور!

گر نہ بودے اُو نتیجہ مُرتداں | کے چنیں گفتے برائے خانداں
اگر وہ مرتدوں کا نُطفہ نہ ہوتا | خاندان (نبوت) کے لئے ایسا کب کہتا!

خواند افسونہا شنید آں رافقیہ | در پئش رفت آں ستمگارِ سفیہ
اُس نے منتر پڑھے، مولوی نے وہ سُنے | وہ اَحمق ظالم اُس کے تابع بن گیا

گفت[3] اے خر اندریں باغت کہ خواند | از پیمبر ُ ز دزدیت میراث ماند
بولا اے گدھے! اس باغ میں تجھے کس نے بلایا؟ | پیمبر سے ورثہ میں تجھے چوری ملی

شیر را بچہ ہمی ماند بدو | تو بہ پیغمبر چہ می مانی بگو
شیر کا بچہ اُسی کے مُشابہ ہوتا ہے | بتا تجھ میں پیغمبرؐ کی کیا مشابہت ہے؟

با شریف آں کرد آں دوں از کجی | کہ کند با آلِ یٰسینؑ خارجی
کجی سے اُس کمینہ نے سیّد کے ساتھ وہ کیا | جو خاندانِ نبوت کے ساتھ خارجی کرتا ہے

تا چہ کیں دارند دائم دیو و غول | چوں یزید و شمر با آلِ رسولؐ
دیکھو! شیطان اور بُھتنے کس قدر مستقل کینہ رکھتے ہیں | یزید اور شمر کی طرح، رسولؐ کی اولاد کیساتھ

شد شریف از زخمِ آں ظالم خراب | با فقیہ اُو گفت با چشمِ پُر آب
سیّد اُس ظالم کی مار سے برباد ہوا | آنسو بھری آنکھوں سے اُس نے مولوی سے کہا

پائدار اکنوں کہ ماندی فرد و کم | چوں دُہل شو زخم می خور بر شکم
ٹھہر، اب جبکہ تو اکیلا اور کم رہ گیا | ڈھول بن جا، پیٹ پر مار کھا

[1] برزن۔ نسب کا معاملہ عورت کے قول و فعل پر مبنی ہے۔ اِعتمید باعتماد۔ خویشتن۔ یعنی اِس زمانہ میں بہت سے بے وقوف اپنے آپکو آنحضورؐ اور حضرت علی رضؓ کی اولاد بتاتے ہیں۔

[2] ہر کہ۔ چونکہ گذشتہ شعر میں سیّد کے لئے باغبان کے نامناسب قول کا ذکر تھا اس لئے مولانا اظہار کرتے ہیں کہ دوسروں کو حرامی کہنا خود حرامی ہونے کی دلیل ہے۔ رّبانیاں۔ یعنی اہلِ بیت۔ ہر کہ۔ جیسے خود چکرانے والے کو گھر چکراتا نظر آتا ہے اسی طرح حرامی کو دوسرے حرامی نظر آتے ہیں۔ نتیجہ۔ یعنی اولاد و نطفہ۔ مُرتد۔ دین سے مُنحرف ہو جانے والا۔ خاندان۔ یعنی اہلِ بیت۔ ستمگار۔ یعنی باغباں۔ سفیہ۔ بے وقوف۔

[3] گفت۔ یعنی باغبان نے شریف سے کہا۔ میراث چونکہ وہ آلِ رسول تھا۔ مانی۔ مانند ہستی۔ یٰسین۔ بعض مفسرین نے اِس کو آنحضورؐ کا نام قرار دیا ہے۔ خارجی۔ وہ لوگ تھے جو حضرت علیؓ سے منحرف ہو کر اُن کی تکفیر کرنے لگے تھے۔ یزید ابن معاویہؓ اسی کے دَورِ حکومت میں حضرت امام حسینؓ کو کربلا میں شہید کیا گیا۔ شمر۔ وہ بدنصیب جو حضرت امام حسینؓ کا قاتل تھا۔ پائدار۔ ٹھہر۔ فرد۔ تنہا۔ دُہل۔ ڈھول۔

گر شریف و لائق و ہمدم نیم
میں اگر سید اور لائق اور ساتھی نہیں ہوں
از چنیں ظالم[1] ترا من کم نیم
تیرے لئے اس ظالم سے کم نہیں ہوں

مر مرا دادی بدیں صاحب غرض
تونے مجھے اِس خود غرض کے سپرد کر دیا
احمقی کردی ترا بئس العوض
تونے بیوقوفی کی، تیرے لئے بُرا بدلہ ہے

شد ازو فارغ بیامد کاے فقیہ
وہ اُس سے نبٹا، آیا کہ او مولوی!
چہ فقیہی اے تو ننگ ہر سفیہ
تو کیا مولوی ہے؟ تو تو ہر احمق کے لئے ننگ ہے

فتویٔت اینست اے ببریدہ دست
اے ہتھ کٹے! تیرا یہ فتویٰ ہے
کاندر آئی و نگوئی امر ہست
کہ اندر آجائے اور نہ کہے کہ اجازت ہے

ایں چنیں رخصت بخواندی در وسیط
اِس طرح کا جواز تونے وسیط میں پڑھا ہے
یا بدست ایں مسئلہ اندر محیط
یا یہ مسئلہ محیط میں ہے

ایں بگفت و دست بر وے بر گشاد
یہ کہا اور اُس پر ہاتھ چھوڑ دیا
دست او و کین دلش اداد داد
اُس کے ہاتھ نے دل کے کینہ کی خوب داد دی

گفت حقّستت بزن دستت رسید
اُس نے کہا تجھے حق ہے، مار تیرا قابو چل گیا
ایں سزائے آنکہ از یاراں برید
یہی اُس کی سزا ہے جو دوستوں سے کٹا

من سزاوارم بایں و صد چنیں
میں اِس اور اِس جیسی سینکڑوں کا مستحق ہوں
تا چرا ببریدم از یاراں بکیں
کینہ میں دوستوں سے کیوں کٹا؟

گوش کردم آں ہمہ افسوس[2] تو
تیری سب ملامت میں نے سُنی
میزنم بر سر کہ شد ناموس تو
سر پر دمٹر مارتا ہوں کہ تیری عزت گئی

زد ورا القصہ بسیار و بخست
قصہ مختصر اُس کو بہت مارا اور چورا کر دیا
کرد بیرونش ز باغ و در ببست
اُس کو باغ سے نکالا اور دروازہ بند کر دیا

ہر[3] کہ تنہا ماند از یاران خود
جو اپنے دوستوں سے الگ رہ گیا
ایں چنیں آید مر او را جملہ بد
اِس طرح کی سب خرابیاں اُس پر آتی ہیں

ایں عیادت از برائے ایں صلہ ست
یہ بیمار پرسی اِس تعلق کے لئے ہے
ویں صلہ از صد محبت حاملہ ست
اور یہ تعلق سینکڑوں محبتوں کا حامل ہے

رجعت بقصۂ مریض و عیادت رفتن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مریض اور آنحضورؐ کے مریض پرسی کے لئے جانے کے قصہ کی طرف رجوع

---

[1] ظالم۔ یعنی باغبان۔ بئس العوض۔ بُرا بدلہ۔ فتویٔت۔ فتوائے تو۔ امر۔ حکم، اجازت۔ وسیط۔ امام غزالی کی مشہور کتاب ہے۔ محیط۔ حنفی فقہ کی مشہور کتاب ہے۔

[2] افسوس۔ ملامت۔ ناموس۔ عزت۔

[3] ہر کہ۔ مجمع اور جماعت سے علیحدگی کا یہی انجام ہوتا ہے۔ ایں عیادت۔ عیادت سے جماعتی زندگی بنتی ہے۔

دَرعیادت شُد رسولِ بے ندیدؐ[1] | آں صحابی رابحالِ نزع دید
بینظیر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بیمار پرسی کیلئے روانہ ہوئے | اُن صحابی کو نزع کی حالت میں دیکھا

چوں شُدی دُور از حضورِ اولیا | در حقیقت گشتۂ دُور از خدا
جب تو اولیا کے پاس حاضری سے دُور ہو گیا | حقیقتاً تو خدا سے دُور ہو گیا ہے

چوں نتیجہ ہجرِ ہمراہاں غم ست | کے فراقِ روئے شاہاں زاں کمست
جبکہ ساتھیوں کی جدائی کا نتیجہ غم ہے | شاہوں کے حضور سے جدائی اِس سے کب کم ہے!

سایۂ شاہاں طلب ہر دم شتاب | تا شوی زاں سایہ بہتر ز آفتاب
شاہوں کا سایہ طلب کر اور ہر وقت دوڑتا رہ | تاکہ تو اُس سایہ کی وجہ سے سورج سے بہتر ہو جائے

رَو بخُسپ اندر پناہے مُقبلے[2] | بُو کہ آزادت کُند صاحبدلے
کسی با اقبال کی پناہ میں جا پڑ | شاید کوئی صاحبِ دل تجھے آزادی دیدے

گر سفر داری بدیں نیت برو | ور حضر باشد ازیں غافل مشو
اگر سفر کرنا ہے اِس نیت سے جا | اگر اقامت ہو (تو بھی) اُس سے غافل نہ ہو

دَر بَدر می گرد و میرَو کو بکو | جُستجو کن جُستجو کن جُستجو
در بدر پھر، کوچہ بکوچہ جا | تلاش کر، تلاش کر، تلاش

تا توانی ز اولیاء بَر متاب | جهد کُن وَاللہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
جب تک ہو سکے اولیا سے مُنہ نہ موڑ | کوشش کر، اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

گفتنِ شیخے مَر بایزیدؒ[3] را کہ کعبہ منم گردِ من طواف کُن

ایک شیخ کا بایزیدؒ سے کہنا کہ میں کعبہ ہوں تو میرا طواف کرلے

سوئے مکہ شیخ اُمت بایزیدؒ | از برائے حج و عُمرہ می دَوید
اُمت کے شیخ بایزیدؒ مکہ کی جانب | حج اور عمرہ کے لئے جا رہے تھے

اُو بہر شہرے کہ رفتے از نخُست | مَر عزیزاں را بکردے باز جُست
وہ جس شہر میں جاتے ابتداءً | خاصانِ خدا کی تلاش کرتے

گرد می گشتے کہ اندر شہر کیست | کو بر ارکانِ بصیرت مُتکی ست
چکر کاٹتے کہ شہر میں کون ہے | جو طریقت کے ستونوں پر ٹیک لگائے ہو؟

گفت حق اندر سفر ہر جا روی | باید اوّل طالبِ مَردے شوی
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا جس جگہ تو سفر میں جائے | یہ چاہیئے کہ ابتداءً تو مردِ (حق آگاہ) کا طالب بنے

---

[1] ندید۔ مثال، نظیر۔ نزع۔ جانکنی۔ چوں مثنوی۔ مولانا عیادت کے قصہ کو پورا کرنا چاہتے تھے لیکن اولیاء کی صحبت کی ترغیب کے بیان نے مولانا کو وہ پورا نہ کرنے دیا اور پھر صحبتِ اولیاء کی بات شروع کر دی۔ چوں نتیجہ۔ اگر اہل اللہ سے دوری، قربِ حق سے محرومی کا سبب نہ بھی ہو تو جدائی کا غم ہی کیا کم ہے۔ بہتر ز آفتاب۔ سورج تو ظاہری انوار پہنچاتا ہے اولیاءؒ کے فیض سے باطنی نور حاصل ہوتا ہے۔

[2] مُقبلے۔ یعنی ولی اللہ۔ صاحبدل۔ ولی اللہ، اُس کی صحبت خواہشاتِ نفسانی سے آزاد کر دیتی ہے۔ گر۔ انسان سفر میں ہو یا حضر میں ہر حالت میں اولیاء اللہ کی صحبت کی جستجو کرے۔

[3] بایزیدؒ۔ بسطامی مشہور ولی گزرے ہیں۔ عزیزاں۔ اولیاء اللہ۔ ارکانِ بصیرت۔ یعنی شرائطِ طریقت۔ متکی۔ تکیہ لگانیوالا۔ گفت حق۔ یعنی اللہ نے بایزیدؒ کے دل میں الہام فرمایا۔ مرد۔ یعنی ولی اللہ۔

قصدِ[1] گنجے کُن کہ ایں سُود و زیاں ‌‌ ‌در تبع آید تو آں را فرع داں
خزانہ کا ارادہ کر، کیونکہ یہ نفع و نقصان ‌‌ ‌تبعاً حاصل ہو جائے گا اُس کو تو فرع سمجھ

ہر کہ کارد قصدِ گندم باشدش ‌‌ ‌کاہ خود اندر تبع می آیدش
جو بوتا ہے اُس کا قصد گیہوں کا ہوتا ہے ‌‌ ‌بھوسا تبعاً اُس کو حاصل ہو جاتا ہے

گر بکاری جو نباید گندمے ‌‌ ‌مَردمے جُو مَردمے جُو مَردمے
تو اگر جو بوئے گا گیہوں نہ اُگے گا ‌‌ ‌کسی مردِ (حق) کی تلاش کر کسی مرد (حق) کی تلاش کر کسی مردِ حق کی

قصدِ کعبہ کُن چو وقتِ حج بود ‌‌ ‌چونکہ رفتی مکہ ہم دیدہ شود
جب حج کا زمانہ ہو کعبہ کا قصد کر ‌‌ ‌جب تو پہنچے گا مکہ بھی دیکھ لیا جائے گا

قصد در معراج دیدِ دوست بُود ‌‌ ‌در تبع عرش و ملائک ہم نمُود
معراج میں دوست کے دیدار کا قصد تھا ‌‌ ‌تبعاً عرش اور فرشتے بھی دکھائی دیئے

سیدُ[2] الاَعمالُ بالنیات گفت ‌‌ ‌نیتِ خیرت بسے گلہا شگفت
سید (المرسلین) نے فرمایا اعمال نیتوں سے ہیں ‌‌ ‌تیری اچھی نیت سے بہت سے پھول کھلے ہیں

نیتِ مُومن بود بہ از عمل ‌‌ ‌ایں چنیں فرمود سُلطانِ دُوَل
مومن کی نیت عمل سے بہتر ہوتی ہے ‌‌ ‌سلطنتوں کے بادشاہ نے اسی طرح فرمایا ہے

حکایت[3] خانہ ساختنِ مُریدے و امتحانِ پیر مُرید را
ایک مرید کا مکان بنانے اور پیر کا مُرید کے امتحان لینے کا قصہ

خانۂ نو ساخت روزے یک مُرید ‌‌ ‌پیر آمد خانۂ اُو را بدید
ایک مُرید نے ایک وقت نیا گھر بنایا ‌‌ ‌پیر آیا، اُس نے اُس کے گھر کو دیکھا

گفت شیخ آں نو مریدِ خویش را ‌‌ ‌اِمتحاں کرد آں نکو اندیش را
شیخ نے اپنے اِس نئے مرید سے فرمایا ‌‌ ‌اُس خیر اندیش کا اِمتحان لیا

روزن از بہرِ چہ کردی اے رفیق ‌‌ ‌گفت تا نور اندر آید زیں طریق
اے دوست! تو نے روشندان کس لئے بنایا ہے ‌‌ ‌اُس نے کہا تاکہ اِس راستے سے روشنی اندر آئے

گفت آں فرع است ایں باید نیاز ‌‌ ‌تا ازیں رہ بشنوی بانگِ نماز
فرمایا یہ تو فرع ہے یہ طاعت کیلئے ہونا چاہیئے ‌‌ ‌تاکہ تو اِس راستے سے اذان سُنے

نور خود اندر تبع می آیدت ‌‌ ‌نیتِ آں را کُن کہ آں می بایدت
روشنی تبعاً خود تیرے پاس اندر آئے گی ‌‌ ‌اُسی نیت کر جسکی نیت کرنی چاہیئے

---

[1] قصدِ گنج۔ یعنی سفر کا اصل مقصد کسی ولی اللہ کی زیارت کو بنالو سفر کے دوسرے منافع تبعاً حاصل کرو اور انکو فرع سمجھو۔ ہر کہ۔ جس طرح کاشتکار کا اصل مقصد گیہوں ہے بھوسا ضمناً حاصل ہوتا ہے قصدِ کعبہ۔ حج کا مقصد اصلی کعبہ کی زیارت ہے مگر شہر کی تبعاً زیارت ہو جاتی ہے۔ در معراج۔ آنحضورؐ کا مقصد معراج میں دیدارِ باری تعالیٰ تھا عرش و ملائک کا دیدار تبعاً حاصل ہو گیا۔

[2] سید۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّمَا الاَعمَالُ بِالنِّیَّاتِ یعنی اعمال کا مدار نیتوں پر ہے جیسی نیت ہو گی ویسا ہی اُس عمل کا نتیجہ ہو گا۔ نیت۔ حدیث شریف ہے نِیَّۃُ المُؤمِنِ خَیرٌ مِّن عَمَلِہٖ وَ عَمَلُ المُنَافِقِ خَیرٌ مِّن نِیَّتِہٖ یعنی مومن کی نیت عمل سے بھی بہتر ہوتی ہے اور منافق کا عمل نیت سے بہتر ہوتا ہے یعنی منافق جو عمل کرتا ہے اُس میں فاسد نیت ہوتی ہے۔

[3] حکایت۔ اِس حکایت کا منشا یہ ہے کہ عمل میں اصلی مقصد کی نیت کرنی چاہیئے ادنیٰ مقصد خود حاصل ہو جائیگا۔ نو مرید۔ یہ مرید ابھی شیخ کی تعلیمات سے پورا مستفید نہیں ہوا تھا۔ روزن۔ روشندان۔ گھر میں روشندان بناتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اُس کا مقصد ذکر اللہ اور اذان کی آمد کو قرار دے روشنی روشندان سے خود حاصل ہو ہی جائیگی۔

623

بایزیدؒ اندر سفر جُستے بسے
بایزیدؒ نے سفر میں بہت تلاش کیا

تا بیابد خضرِ وقتِ خود کسے
تاکہ کسی اپنے وقت کے خضر کو پالے

دید پیرے با قدے ہمچوں ہلال[1]
ایک بوڑھے، ہلال جیسے قد والے کو دیکھا

یافت در وے فرّ و گفتارِ رجال
اُس میں مردانِ (حق آگاہ) کی شان اور گفتگو پائی

دیدہ نابینا و دل چوں آفتاب
آنکھوں سے نابینا، اور دل سورج کی طرح

ہمچو فیلے دیدہ ہندستان بخواب
اُس ہاتھی کی طرح جس نے ہندستان کو خواب میں دیکھا ہو

چشم[2] بستہ خُفتہ بیند صد طرب
آنکھیں بند کئے ہوئے سوتا ہوا سو مستیاں دیکھتا ہے

چوں کشاید آں نہ بیند اے عجب
جب (آنکھ) کھولتا ہے تعجب ہے وہ کچھ نہیں دیکھتا

بس عجب در خواب روشن می شود
خواب میں بہت سے عجائب دیکھتا ہے

دل درونِ خواب روزن می شود
نیند میں، دل روشندان بن جاتا ہے

آنکہ بیدار ست و بیند خوابِ خوش
جو بیدار ہے اور اچھی خواب دیکھتا ہے

عارف ست او خاکِ او در دیدہ کش
وہ عارف باللہ ہے اُس کی خاک قدم، آنکھوں میں لگا

بایزیدؒ او را چو از اقطاب یافت
اُن کو بایزیدؒ نے جب قطبیوں میں سے پایا

مسکنت بنمود و در خدمت شتافت
انکساری دکھائی، اور اُن کی خدمت میں دوڑ کر

پیشِ او بنشست و می پرسید حال
اُن کے سامنے بیٹھے اور احوال دریافت کئے

یافتش[3] درویش و ہم صاحب عیال
اُن کو نادار، اور عیال دار پایا

گفت عزمِ تو کجا اے بایزیدؒ
اُنھوں نے کہا، اے بایزیدؒ تیرا کہاں کا ارادہ ہے؟

رختِ غربت را کجا خواہی کشید
سامانِ سفر کہاں لے جائے گا؟

گفت عزمِ کعبہ دارم از دلہ
(بایزیدؒ) نے کہا شوق کیوجہ سے کعبہ کا قصد ہے

گفت ہیں با خود چہ داری زادِ رہ
فرمایا اچھا، راستہ کا خرچہ کتنا رکھتا ہے؟

گفت دارم از درم نقرہ دویست
کہا چاندی کے دو سَو درہم رکھتا ہوں

نک بہ بستہ سخت بر گوشہ ردیست
یہ چادر کے کونے میں مضبوط بندھے ہوئے ہیں

گفت طوفے کُن بگردم ہفت بار
اُنھوں نے فرمایا میرے گرد سات بار طواف کرلے

ویں نکوتر از طوافِ حج شمار
اور اُس کو حج کے طواف سے بہتر سمجھ

واں درمہا پیشِ من نہ اے جواد
اے سخی! اور وہ درہم میرے سامنے رکھ دے

داں کہ حج کردی و شد حاصل مراد
سمجھ لے کہ تو نے حج کرلیا اور مقصد پورا ہوگیا

---

[1] ہمچوں ہلال۔ وہ شیخ بڑھاپے کی وجہ سے خمیدہ کمر تھے۔ رجال۔ یعنی اولیاء اللہ۔ دیدہ نابینا۔ یعنی وہ شیخ دل کی آنکھوں سے عالم ملکوت کی سیر کرکے مسرور تھے جس طرح ہاتھی جو ہندوستان کا جانور ہے غیر ملک میں جاکر جب ہندوستان کو خواب میں دیکھتا ہے تو مسرور ہوتا ہے۔

[2] چشم بستہ۔ اولیاء اللہ آنکھیں بند کرکے جب عالم ملکوت کی سیر کرتے ہیں تو انکو عجائب قدرت نظر آتے ہیں جو آنکھیں کھلنے پر نظر نہیں آتے۔ درونِ خواب۔ یعنی جب آنکھیں بند ہوتی ہیں تو دل عالم ملکوت کا روشندان بنجاتا ہے۔ آنکہ۔ اولیاء اللہ بیداری میں آنکھیں بند کرکے وہ حسین منظر دیکھتے ہیں جو عام انسان کو خواب میں نظر آجایا کرتے ہیں۔

[3] یافتش۔ وہ شیخ تنگدست تھے اور عیالداری بہت تھی۔ دَلَہ۔ عشق، شوق۔ ردیست۔ ردا است۔ طوفے کُن۔ شیخ کا بایزیدؒ کو اپنے طواف کا حکم دینا غلبۂ حال میں تھا ورنہ طواف بنظرِ عبادت کعبہ کے علاوہ جائز نہیں ہے۔ نکوتر از حج۔ بایزیدؒ کا نفل حج ہوگا اس لئے یہ فرمایا ایسی صورت میں حج سے بہتر حاجتمند اولیاء پر روپیہ صرف کردینا ہے۔ حج کردی۔ کیونکہ اس صورت میں حج سے بھی زیادہ ثواب مل جائیگا۔

624

عُمرہ کردی عُمرِ[۱] باقی یافتی — صاف گشتی بر صفا بشتافتی
تونے عمرہ کرلیا اور باقی رہنے والی زندگی حاصل کرلی — تو پاک ہوگیا (کوہ) صفا پر (بھی) دوڑ لیا

حقِ آں حقّے کہ جانت دیدہ است — کہ مرا بر بیتِ خود بگزیدہ است
اُس خدا کی قسم جس کو تیری روح نے دیکھا ہے — کہ اُس نے اپنے گھر پر مجھے فضیلت بخشی ہے

کعبہ[۲] ہر چندیکہ خانہ برِّ اُوست — خِلقتِ من نیز خانہ سرِّ اُوست
ہرچند کہ کعبہ اُس کی عبادت کا گھر ہے — میرا وجود بھی اُس کے اَسرار کا گھر ہے

تا بکرد آں خانہ را در وے نرفت — واندریں خانہ بجز آں حیّ نرفت
جب سے اُس نے وہ گھر بنایا ہے اُس میں نہیں گیا ہے — اور اِس گھر میں اُس حیّ (و قیوم) کے علاوہ کوئی نہیں گیا ہے

چوں مرا دیدی خدا را دیدۂ — گِردِ کعبہ صدق بر گردیدۂ
جب تونے مجھے دیکھا تو گویا خدا کو دیکھا ہے — سچائی کے کعبہ کے گرد تونے طواف کیا ہے

خدمتِ من طاعت و حمدِ خداست — تا نہ پنداری کہ حق از من جداست
میری خدمت اللہ (تعالےٰ) کی عبادت اور حمد ہے — خبردار! کبھی نہ سمجھنا کہ اللہ (تعالےٰ) مجھ سے جدا ہے

چشم نیکو باز کُن در من نگر — تا بہ بینی نورِ حق اندر بشر
اچھی طرح آنکھ کھول، مجھے دیکھ — تاکہ تو بشر میں اللہ (تعالےٰ) کا نور دیکھے

بایزید[۳] اکعبہ را دریافتی — صد بہا و عزّ و صد فر یافتی
اے بایزیدؒ! تونے کعبہ پالیا — سینکڑوں نفیس اور عزتیں سینکڑوں شان و شوکت پالی ہیں

کعبہ را یکبار "بَیْتِیْ" گفت یار — گفت "یَا عَبْدِیْ" مرا ہفتاد بار
دوست (اللہ تعالےٰ) نے کعبہ کو ایکبار "میرا گھر" کہا ہے — مجھے ستر بار "اے میرے بندے" کہا ہے

بایزیدؒ آں نکتہا را ہوش داشت — ہمچو زرّیں حلقہ اش در گوش داشت
(حضرت) بایزید رحمہ نے اُن نکتوں کو یاد کرلیا — سونے کے بالے کی طرح اُن کو کان میں پہنا

آمد از وے بایزیدؒ اندر مزید — مُنتہی در مُنتہیٰ آخر رسید
اُن سے بایزید رحمہ بڑھوتری میں پہنچے — کامل (مُرید) مرتبۂ کمال میں پہنچے

دانستنِ پیمبر کہ سببِ رنجوری آں شخص گستاخی بودہ است در دعا

آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جان لینا کہ اُس شخص کی بیماری کا سبب دعا میں گستاخی تھی

چوں پیمبر دید آں بیمار را — خوش نوازش کرد یارِ غار را
جب پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُس بیمار کو دیکھا — سچے دوست پر اچھی نوازش کی

---

[۱] عمرِ باقی۔ ابدی زندگی۔ صفا۔ کوہ صفا پر سعی کرنے سے باطنی صفائی حاصل ہوتی ہے۔ مرا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کو خطاب کرکے فرمایا تھا کہ مومن تجھ سے افضل ہے۔

[۲] کعبہ۔ یعنی عبادتخانہ ہے۔ خانہ ستر۔ یعنی اَسرارِ الٰہی کا مخزن ہے۔ تا بکرد۔ یعنی حضرت حق جل مجدہٗ کو جو تعلق قلبِ مومن سے ہے وہ تعلق کعبہ سے نہیں ہے اِسی لئے قلبِ مومن تجلیاتِ باری کا زیادہ مظہر ہے۔ چوں مرا۔ اتحاد کی وجہ سے اہلُ اللہ کی زیارت گویا خدا کی زیارت ہے۔

[۳] بایزید ا۔ یعنی میری زیارت کعبہ کی زیارت ہے۔ کعبہ را۔ قرآن میں مذکور ہے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کو خطاب کرکے فرمایا گیا۔ "طَهِّرَا بَیْتِیَ" "تم دونوں میرے گھر کو پاک کرو۔ یَا عَبْدِیْ۔ مومن جب بھی سورہ فاتحہ پڑھتا ہے اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ "ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرما" پر پہنچتا ہے تو حضرتِ حق کی جانب سے کہا جاتا ہے۔ لِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ۔ میرے بندے کیلئے ہے جو اس نے مانگا۔ آمد۔ اِس گفتگو سے حضرت بایزیدؒ کے مقام بڑھے پہلے بھی ولایت کا کمال حاصل تھا اِس گفتگو سے مزید کمال حاصل ہوا۔ یارِ غار۔ ابوبکر رضی اللہ عنہٗ چونکہ غارِ ثور میں ہجرت کے وقت آنحضورؐ کے ساتھ تھے، سچا دوست۔

625

زندہ[1] شد چوں او پیمبر را بدید
جب اُس نے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا ایسی

گوئی آں دم حق مراورا آفرید
تو کہیگا اللہ نے اسی وقت اسکو پیدا فرمایا ہے

گفت بیماری مرا ایں بخت داد
اُس نے کہا بیماری نے مجھے یہ نصیبہ دیا

کامد ایں سلطان بر من بامداد
کہ صبح صبح یہ شاہ میرے پاس آئے

تا مرا صحت رسید و عافیت
یہاں تک کہ مجھے صحت اور آرام حاصل ہو گیا

از قدوم ایں شہ پُر خاصیت
اِس پُر خاصیت شاہ کی تشریف آوری سے

اے خجستہ رنج و بیماری و تب
مبارک ہے مرض، اور بیماری اور بخار

اے مبارک درد و بیداریٔ شب
مبارک ہے درد اور یہ رات کا جاگنا

نک مرا در پیری از لطف و کرم
یہ کہ لطف و کرم سے بڑھاپے میں

حق چنیں رنجوری داد و سقم
اللہ تعالیٰ نے ایسی بیماری اور مرض عنایت کیا

دردِ پشتم داد تا من ہم زخواب
کمر میں درد عطا کیا تاکہ میں نیند سے

بر جہم بر نیم شب لابد شتاب
لامحالہ جلدی سے آدھی رات کو اُٹھ بیٹھوں

تا نخسپم جملہ شب چوں گاومیش
تاکہ تمام رات بھینس کی طرح نہ سوؤں

دردہا بخشید حق از لطفِ خویش
اللہ (تعالیٰ) نے اپنی مہربانی سے ایسے درد عطا کئے

زیں[2] شکست آں رحمِ شاہاں جوش کرد
اِس شکستگی کی وجہ سے شاہ کا وہ رحم جوش میں آگیا

دوزخ از تہدیدِ من خاموش کرد
کہ دوزخ کو میرے ڈرانے سے چُپ کر دیا

رنج گنج آمد کہ رحمتہا دروست
مرض خزانہ بنا کیونکہ اُس میں رحمتیں ہیں

مغز تازہ شد چو بخراشید پوست
جب چھلکا چھیلا تازہ مغز نکل آیا

اے برادر موضعِ تاریک و سرد
اے بھائی تاریک اور سرد مقام میں

صبر کردن بر غم و سُستی و درد
غم اور سُستی اور درد پر صبر کرنا

چشمۂ حیوان و جامِ مستی ست
آبِ حیات کا چشمہ اور مستی کا جام ہے

کاں بلندیہا[3] ہمہ در پستی ست
اِس لئے کہ تمام بلندیاں پستی میں مُضمر ہیں

آں بہاراں مُضمرست اندر خزاں
بہاریں خزاں میں پوشیدہ ہیں

پُر بہارست ایں خزاں مگریز ازاں
یہ خزاں پُر بہار ہے اُس سے گریز نہ کر

ہمرہِ غم باش و با وحشت بساز
غم کا ساتھی بن اور وحشت سے نباہ

می طلب در مرگِ خود عمرِ دراز
اپنی موت میں دراز زندگی تلاش کر

---

[1] زندہ یعنی اُن صحابی کو از سرِ نو زندگی ملی ہے سلطان۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ بامداد۔ صبح کا وقت۔ پُر خاصیت۔ بعض نسخوں میں بے حاشیت یعنی بے خادموں کے شہنشاہ۔ خجستہ۔ وہ بیماری جو رحمتوں کا سبب بنے مبارک ہے نک۔ یہ بیماری عبادتوں کا سبب بن گئی، دردِ کمر کی وجہ سے لامحالہ رات کو اُٹھ بیٹھتا ہوں اور تہجد پڑھتا ہوں۔

[2] زیں شکست۔ بیماری کے مبارک ہونے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے دوزخ کے عذاب سے نجات مل گئی۔ مغز۔ بیماری غفلت کے پردے چاک کر دیتی ہے اور روح تازہ ہو جاتی ہے۔ اے برادر۔ مرض کی تکلیف پر صبر کرنا رحمتوں کا سبب ہے۔

[3] بلندیہا مراتب کی بلندیاں مصائب کی پستیوں میں پوشیدہ ہیں۔ غم، وحشت پر صبر کرنے سے ابدی زندگی حاصل ہوگی۔

آنچہ گوید نفسِ[1] تو کاینجا بدست — مشنوش چون کارِ او ضد آمدست

تیرا نفس کچھ بھی کہے کہ یہاں بُرائی ہے — اُس کی نہ سن کیونکہ اُس کا کام بالعکس ہے

تو خلافش کُن کہ از پیغمبران — این چنین آمد وصیّت در جہان

تو اُس کے خلاف کر کیونکہ پیغمبروں کی جانب سے — دنیا میں وصیّت اِسی طرح آئی ہے

مشورت[2] در کارہا واجب شود — تا پشیمانی در آخر کم بود

کاموں میں مشورہ ضروری ہے — تاکہ انجام کار پشیمانی نہ ہو

حیلہا کردند بسیار انبیا — تا کہ گرداں شد بریں سنگ آسیا

نبیوں نے بہت سی تدبیریں کی ہیں — تب اِس پاٹ پر چکّی چلی ہے

نفس می خواہد کہ تا ویراں کُند — خلق را گمراہ و سرگرداں کُند

نفس چاہتا ہے کہ تباہ کردے — مخلوق کو گمراہ اور پریشان کردے

گفت اُمّت مشورت با کہ کنیم — انبیا گفتند با عقلِ امیم

اُمّت نے دریافت کیا ہم کس سے مشورہ کریں؟ — انبیاء نے فرمایا رہبر کی عقل سے

گفت اگر کودک در آید یا زنے — کو ندارد عقل و رایِ روشنے

دریافت کیا اگر بچہ یا عورت سامنے آئے — جس میں عقل اور روشن رائے نہیں ہے

گفت با او مشورت کُن وانچہ گفت — تو خلافِ آں کُن و در راہ اُفت

فرمایا اس سے مشورہ کر اور جو وہ کہے — تو اس کے خلاف کر، اور چل پڑ

نفسِ[3] خود را زن شناس از زن بتر — زانکہ زن جزوست نفست کلِ شر

اپنے نفس کو عورت سمجھ، عورت سے (بھی) بدتر — اِس لئے کہ عورت جزو ہے اور تیرا نفس پورا شر ہے

مشورت با نفسِ خود گر می کُنی — ہرچہ گوید کُن خلافِ آں دَنی

اگر تو اپنے نفس سے مشورہ کرے — جو وہ کہے اُس کمینہ کے خلاف کر

گر نماز و روزہ می فرمایدت — نفس مکّارست مکرے زایدت

اگر وہ تجھے نماز اور روزہ کا حکم دے — نفس مکّار ہے۔ تجھ سے کوئی مکر کر رہا ہے

مشورت با نفسِ خویش اندر فعال — ہرچہ گوید عکسِ آں باشد کمال

کاموں میں اپنے نفس سے مشورہ (کرسکتے ہو) — وہ جو کچھ کہے اسکے بالعکس (کرنا) کمال ہے

بر نیائی با وے واستیزِ او — رو بر یارے بگیر آمیزِ او

(اگر) اُس سے اور اُس کی لڑائی میں نہ جیتے — کسی یار کے پاس جا اُس سے میل جول کر

---

[1] نفس۔ نفسِ امّارہ ہمیشہ بُرائی کی طرف راغب کرتا ہے اُس کے مشورے کے خلاف عمل کرو خلافش کُن۔ نفسِ امّارہ کے خلاف کرنے کی تمام انبیاء نے وصیت ونصیحت کی ہے۔

[2] مشورت۔ بیشک شرعی طور پر مشورہ کرنے کا حکم ہے مشورے سے انجام کی پشیمانی سے نجات ملتی ہے لیکن نفس سے مشورہ مناسب نہیں ہے۔ حیلہا۔ انبیاء اور رسولوں کی تدبیروں سے لوگ ہدایت یافتہ بنے ہیں نفس۔ نفسِ امّارہ راہِ ہدایت کے خلاف مشورہ دے کر برباد کرنا چاہتا ہے۔ گفت۔ مشورہ عقلِ سلیم والے سے کرنا چاہیئے۔ اَمیم۔ اِمام کا امالہ ہے۔ گفت۔ شرعی حکم ہے کہ بچّہ اور عورت کا مشورہ قابلِ قبول نہیں ہے۔

[3] نفسِ خود۔ عورت کا مشورہ جبکہ ناقابلِ قبول ہے تو نفس کا اُس سے بھی زیادہ ناقابلِ قبول ہونا چاہیئے۔ دَنی۔ کمینہ۔ گر نماز۔ ہوسکتا ہے کہ اُس کا مقصد یہ ہو کہ تو سمجھ لے کہ نفس اب مُطمئنہ ہوگیا ہے اور مجاہدات کو ترک کردے۔ بر نیائی۔ اگر انسان خود نفس کا مقابلہ نہ کرسکے تو شیخ کی مدد حاصل کرے۔

عقلؔ قوّت گیرد از عقلِ دگر — نیشکر کامل شود از نیشکر
عقل، دوسری عقل سے طاقت حاصل کر لیتی ہے — نیشکر، نیشکر سے کامل ہوتی ہے

من زمکرِ نفس دیدم چیزہا — کو بَرد از مکرِ خود تمیزہا
میں نے نفس کے مکر سے بہت سی باتیں دیکھی ہیں — وہ اپنے مکر کے ذریعہ (اچھے بُرے کی) تمیز ختم کر دیتا ہے

وعدہا بدہد ترا تازہ بدست — کو ہزاراں بار آنہا را شکست
تیرے ہاتھ میں تازہ تازہ وعدے دیتا ہے — جن کو اس نے ہزاروں بار توڑا ہے

عمرؔ اگر صد سال خود مہلت دہد — اُوت ہر روزے بہانہ نو نہد
عمر اگر سو سال کی بھی فرصت دے — وہ تجھے ہر روز نیا بہانہ سکھائے گا

گرم گوید وعدہائے سرد را — جادوے مَردی بہ بندد مرد را
غلط وعدوں کو درست بتائے گا — قوّتِ مردمی کا جادو مردمی کو ختم کر دیتا ہے

اے ضیاء الحق حسام الدیں بیا — کہ نہ روید بے تو از شورہ گیا
اے ضیاء الحق حسام الدین! آجا — کہ تیرے شور زمین سے گھاس نہیں اگتی

از فلک آویختہ شد پردۂ — از پئے نفرین دل آزردۂ
آسمان سے ایک پردہ لٹکا دیا گیا ہے — دردمند دل کی ملامت کے لئے

ایںؔ قضا را ہم قضا داند علاج — عقلِ خلقاں در قضا گیج ست و کاج
اس تقدیر کا علاج بھی تقدیر ہی جانتی ہے — تقدیر کے معاملہ میں مخلوق کی عقل پراگندہ اور بھینگی ہے

اژدہا گشت ست آں مارِ سیاہ — آنکہ کرمے بود افتادہ براہ
وہ کالا سانپ، اژدہا بن گیا — جو راستہ میں پڑا ہوا ایک کیڑا تھا

اژدہا و مار اندر دستِ تو — شد عصا اے جانِ موسیٰ مستِ تو
تیرے ہاتھ میں اژدہا اور سانپ — لاٹھی بن گیا اے وہ کہ (حضرت) موسیٰ کی جان تجھ سے مست ہے

حکمِ خُذْهَا لَا تَخَفْ دادت خدا — تا بدستت اژدہا گردد عصا
خدا نے تجھے "اس کو پکڑ لے، نہ ڈر" کا حکم دیا ہے — تاکہ تیرے ہاتھ میں اژدہا لاٹھی بن جائے

ہیں یدِ بیضا نما اے بادشاہ — صبحِ نو بکشا ز شبہائے سیاہ
ہاں، اے بادشاہ یدِ بیضا دکھا دے — کالی راتوں میں سے نئی صبح نمودار کر دے

دستِ تو۔ یعنی ضیاء الحق حسام الدین کو اللہ نے وہ روحانیت دی ہے جس کے ذریعہ وہ نفس کو راہِ راست پر لا سکتے ہیں۔ خذہا۔ قرآن میں ہے۔ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ جب موسیٰ کی لاٹھی سانپ بن گئی تو وہ ڈرے تب حکم ہوا اسکو پکڑ لو اور نہ ڈرو۔ یدِ بیضا۔ موسیٰ نے بغل میں ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ سفید چمکیلا بنکر نکلا تھا، یعنی ضیاء الحق تم بھی اپنی روشن ضمیری سے کام لیکر نفس کی اصلاح کرو۔

لہ عقل۔ مرید کی عقل شیخ کی عقل کے ساتھ مل کر قوی ہو جائیگی۔ نے شکر۔ گنا اگر کسی اور کھیتی میں بو یا جائے تو اچھا نہ ہوگا۔ بعض قسموں میں پیشہ گر ہے یعنی عام پیشوں میں بھی اُستاد سے ہی کمال حاصل ہوتا ہے۔ تمیز۔ نفس اچھے بُرے کی تمیز ختم کر دیتا ہے۔
لہ عمر۔ انسان کی طویل عمر میں بھی نفس ہر روز ایک بہانہ نیکی نہ کرنے کا تراش دیتا ہے۔ وعدہائے سرد۔ پرانے وعدے جو پورے نہیں ہوئے ہیں۔ جادو۔ مشہور ہے کہ جادو کے ذریعہ مرد کو عورت سے باندھ دیا جاتا ہے پھر وہ مرد عورت کے قابل نہیں رہتا۔ یعنی نفس ایسا جادو کر دیتا ہے کہ نیکی پر قدرت نہیں رہتی۔ — از شورہ۔ شوریلی زمین میں گھاس اُگانا بہت مشکل ہے لہٰذا ہر مشکل کام کے لئے یہ محاورہ بولا جاتا ہے۔ از فلک۔ نفس کی مکاریوں کا ایک پردہ ہے جو آسمان سے آویزاں ہے تاکہ مبتلا ملامت کا مستحق بنے۔
سلہ ایں قضا۔ نفس کی مکاریاں بھی قضاءِ خداوندی سے ہیں تو قضاءِ خداوندی ہی اس کا علاج کر سکتی ہے انسانی عقل اس کے علاج سے عاجز ہے۔ گیج۔ پراگندہ، پریشان۔ کاج۔ بھینگا۔ اژدہا۔ نفس ایک معمولی کیڑا تھا سانپ بنا، سانپ سے اژدہا بن گیا۔

دوزخے افروخت بر وے دم فسوں
اُس (نفس) نے دوزخ بھڑکا دی ہے اُس پر پھونک منتر دے

اے[1] دمِ تو از دمِ دریا فزوں
اے وہ کہ تیری پھونک دریا کی ہمت سے بڑھکر ہے

بحرِ مکّار ست و بنمودہ کفے
(وہ نفس) مکار سمندر ہے، جھاگ دکھائی دیتا ہے

دوزخ ست از مکر بنمودہ تفے
دوزخ ہے مکر سے (معمولی) حرارت دکھائی دیتا ہے

زاں نماید مختصر در چشمِ تو
تیری نگاہ میں اس وجہ سے مختصر نظر آتا ہے

تا زبوں بینیش جنبد خشمِ تو
تاکہ تو اس کو حقیر سمجھے اور تیرا غصہ حرکت میں آجائے

ہمچناں کہ لشکرِ انبوہ بود
جیسا کہ لشکر بہت تھا

مر پیمبر را بہ چشم اندک نمود
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نظر میں مختصر نظر آیا

تا[2] بر ایشاں زد پیمبر بے خطر
یہانتک کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُن پر بلا جھجک حملہ کردیا

ور فزوں دیدے ازاں کردے حذر
اگر زیادہ دیکھتے اُس سے ہچکچاتے

آں نمائش بود فضلِ ایزدی
یہ دکھاوا اللہ تعالیٰ کا کرم تھا

احمدا[2] ور نہ تو بددل می شدی
ورنہ اے احمدؐ! تم بددل ہو جاتے

کم نمود اُو را و اصحاب ورا
اُن کو اور اُن کے ساتھیوں کو کم دکھایا

آں جہادِ ظاہر و باطن خدا
اللہ (تعالیٰ) نے ظاہری و باطنی جہاد

تا میسر کرد یسرے را بر او
یہانتک کہ آپ کو سہولت میسر کردی

تا ز عسرے اُو نگردانید رُو
جبکہ اُنھوں نے دشواری سے منہ نہ موڑا

کم نمودن[3] مر وُرا پیروز بود
اُن کو کم دکھانا کامیابی تھی

زاں نمودن روزِ اُو نوروز بود
اِسلئے کہ اس طرح دکھانا اُن کیلئے عید کا دن تھا

کم نمودن بس خجستہ روز بود
کم دکھانا بہت مبارک دن تھا

کہ حقش یار و طریق آموز بود
کیونکہ اللہ (تعالیٰ) اُن کا دوست اور راہنما تھا

آنکہ حق پُشتش نباشد در ظفر
وہ شخص جس کا کامیابی میں خدا مددگار نہ ہو

دانکہ خر گوشش نماید شیرِ نر
سمجھ لے اُس کو خرگوش نر شیر نظر آتا ہے

وائے گر صد را یکے بیند ز دور
اُس پر افسوس ہے اگر دور سے سو کو ایک سمجھ بیٹھے

تا بجالش اندر آید از غرور
تاکہ دھوکے میں حملہ کر بیٹھے

زاں نماید ذوالفقارے حربۂ
چونکہ اُس کو ذوالفقار ایک نیزہ نظر آتی ہے

زاں نماید شیرِ نر چوں گربۂ
چونکہ اُس کو نر شیر ایک بلی نظر آتی ہے

---

[1] اے دمِ تو۔ اے ضیاء الحق تمہارا پھونکنا اُس دوزخ کی آگ کو بجھانے میں سمندر سے بھی زیادہ ہے۔ بحر۔ نفس بظاہر حقیر معلوم ہوتا ہے لیکن شدید تباہی کا سبب ہے۔ کف۔ سمندر کا جھاگ۔ تف۔ گرمی۔ زاں نماید۔ اللہ کا کرم ہے کہ نفس حقیر چھوٹا نظر آتا ہے ورنہ اُس سے مقابلہ کی ہمت چھوڑ بیٹھے۔ ہمچناں۔ جنگِ بدر میں دشمنوں کو حقیر کرکے دکھانے کی یہی مصلحتِ خداوندی تھی۔

[2] تا۔ اگر کافروں کی فوج زیادہ نظر آتی تو حملہ کرنے میں پس و پیش کرنا پڑتا۔ نمائش۔ یعنی تھوڑا کرکے دکھانا۔ آں جہاد۔ جنگِ بدر کا جہاد باطنی بھی تھا اور جسمانی بھی۔ یُسر۔ سہولت، نرمی۔ عُسر۔ سختی، دشواری۔

[3] کم نمودن۔ جنگِ بدر میں آنحضورؐ کو دشمن کم نظر آئے یہی فتحمندی کا سبب بنا جس سے خوشی حاصل ہوئی۔ کہ حقش۔ یہ کم نظر آنا اللہ کا کرم تھا۔ آنکہ۔ اللہ کی مدد جس کے شاملِ حال نہ ہو اسکو کم دشمن کی تعداد زیادہ نظر آتی ہے اور وہ دشمن کو قوی سمجھتا ہے۔ وائے۔ دشمنوں کا کم نظر آنا کبھی اللہ کے کرم سے ہوتا ہے اور کبھی قہر سے، کفار کے ساتھ قہر کا معاملہ تھا تاکہ دھوکا کھاکر جنگ میں کود پڑیں اور شکست کھائیں۔ ذوالفقار۔ حضرت علی رضؓ کی تلوار کا نام ہے۔ حربہ۔ نیزہ۔

٦٧٩

تا دلیر اندر فتد احمق بجنگ — واندر آرد شاں بدیں حیلت بچنگ
تاکہ بیوقوف ہمت کرکے جنگ کر بیٹھے — اور (اعدا)، اُنکو تدبیر سے پنجے میں پکڑ لے

تا بپائے خویش باشد آمده — آں قلیواں[1] جانبِ آتشکده
تاکہ اپنے پیروں سے آئے ہوئے ہوں — آگ کی بھٹی کی جانب وہ بیوقوف

کاہ برگے می نماید تا تو زود — پف کنی اُورا برانی از وجود
گھاس کا تنکا نظر آتا ہے، تاکہ تو جلد — پھونک مار دے اور اُس کو فنا کردے

ہیں[2] کہ آنکہ کوہہا برکنده است — زو جہاں گریان و اُو در خندہ است
خبردار! وہ ایسا ہے کہ اُس نے پہاڑوں کو اکھاڑ دیا ہے — جہان اُس کی وجہ سے روتا ہے اور وہ ہنستا ہے

می نماید تا بہ کعب ایں آب جُو — صد چو عُوج بن عنق شد غرقِ اُو
یہ نہر کا پانی ٹخنے تک نظر آتا ہے — عوج بن عنق جیسے سینکڑوں اُس میں ڈوب گئے ہیں

می نماید موج خونش تل مُشک — می نماید قعرِ دریا خاکِ خشک
اُس کو خون کی موج مُشک کا ٹیلہ نظر آتی ہے — اُس کو دریا کی گہرائی خشک زمین نظر آتی ہے

خشک دید آں بحر را فرعون کور — تا درو راند ز سرمستی و زور
اندھے فرعون نے اُس دریا کو خشک دیکھا — یہاں تک کہ مستی اور طاقت سے اُس میں گھس پڑا

چوں درآید در تگِ دریا بُود — دیدۂ فرعون کے بینا بُود
جب گھس جاتا ہے دریا کی تہ میں ہوتا ہے — فرعون کی آنکھ کب دیکھتی ہے؟

دیدۂ[3] بینا از لقائے حق شود — حق کجا ہمراز ہر احمق شود
اللہ (تعالیٰ) کی ملاقات سے آنکھ بینا بنتی ہے — اللہ (تعالیٰ) ہر احمق کا ہمراز کب بنتا ہے؟

قند بیند خود شود زہرِ قتول — راہ بیند خود بود آں بانگِ غول
شکر سمجھتا ہے، وہ خود قاتل زہر ہوتی ہے — وہ (ٹھیک) راستہ سمجھتا ہے وہ چھلاوے کی آواز ہوتا ہے

اے فلک در فتنۂ آخر زماں — تیز می گردی بدہ آخر اماں
اے آسمان! تو آخری زمانے کے فتنے میں — تیزی سے گھومتا ہے، آخر کچھ تو امن دے

خنجر تیز تو اندر قصدِ ما — نیشِ زہر آلودہ در قصدِ ما
تیرا تیز خنجر ہمارے قتل کے درپے ہے — زہر آلود نشتر ہمارے (مارنے کے) درپے ہے

اے فلک از رحمِ حق آموز رحم — بر دلِ مُوراں مزن چوں مار زخم
اے آسمان! اللہ (تعالیٰ) کے رحم سے رحم کرنا سیکھ لے — چیونٹیوں کے دل پر سانپ کی طرح زخم نہ کاٹ

[1] قلیواں۔ قلیو کی جمع ہے، احمق۔ آتشکدہ۔ آگ کی بھٹی۔ کاہ برگے۔ برگ کاہ، یعنی مبتدی کو نفس ایک حقیر چیز معلوم ہوتا ہے اور اُس کی اصلاح کو معمولی بات سمجھتا ہے حالانکہ وہ بہت خطرناک ہے۔ پف۔ پھونک۔ برانی از وجود راندن، فنا کردینا۔

[2] ہیں۔ نفس نے بڑے بڑے انسانوں کو تباہ کیا ہے۔ می نماید۔ یہ نفس کی مثال ہے کہ بظاہر معمولی دریا معلوم ہوتا ہے لیکن بڑے سے بڑے انسان کو ڈبو دیتا ہے۔ می نماید اس نفس کی خون کی موج، مُشک کا ٹیلہ نظر آتی ہے۔ تل۔ ٹیلہ۔ قعر۔ گہرائی، تہ۔

[3] دیدہ بینا۔ بصیرت اہل حق کو حاصل ہوتی ہے فرعون احمق اس کا مستحق نہ تھا۔ قتول۔ بہت زیادہ قاتل۔ غول۔ چھلاوا جو راستہ سے بھٹکا دیتا ہے۔ نیش۔ نشتر۔ موراں۔ چیونٹیاں۔ مار۔ سانپ۔

حقِ آنکہ چرخۂ چرخِ ترا [۱]
اُس ذات کا واسطہ جس نے تیرے گنبد کے چرخے کو

کرد گرداں بر فرازِ ایں سرا
اِس گھر پر گھمایا ہے

کردِ دگرگوں گردی و رحمت کُنی
کر دوسرے طریقہ پر گھوم اور رحم کر

پیش ازاں کہ بیخِ ما را بر کَنی
اِس سے قبل کہ تو ہمیں تباہ کرے

حقِ آنکہ دایگی کردی نخست
اُس کا واسطہ کہ تو نے پہلے پرورش کی

تا نہالِ ما ز آب و خاک رُست
یہانتک کہ ہمارا پودا پانی اور مٹی سے اُگا

حقِ آں شہ کہ ترا صاف آفرید
اُس شاہ کا واسطہ جس نے تجھے شفاف پیدا کیا

کرد چندیں مشعلہ در تو پدید
اور اس قدر مشعلیں تجھ میں پیدا کیں

آنچناں معمور [۲] و باقی داشتت
تجھے اِس قدر آباد اور باقی رکھا

تا کہ دہری از ازل پنداشتت
کہ دہریہ نے تجھے ازلی سمجھا

شُکر دانستیم آغازِ ترا
(خدایا) شُکر ہے، ہم تیری ابتدا کو سمجھ گئے

انبیاء گفتند آں رازِ ترا
انبیاء نے تیرا راز کہہ دیا

آدمی داند کہ خانہ حادِث ست
آدمی سمجھتا ہے کہ مکان نو پیدا ہے

عنکبوتے نے کہ در وے عابِث ست
مکڑی نہیں، جو اُس میں کھیل رہی ہے

پشّہ کے داند کہ ایں باغ از کیست
مچھر کیا جانے کہ یہ باغ کب سے ہے؟

کو بہاراں زاد و مرگش در دَیست
اِسلئے کہ وہ موسمِ بہار میں پیدا ہوا اُسی میں اُس کی موت ہے

کِرم [۳] کاندر چوب زاید سست حال
سُست حال کیڑا جو لکڑی میں پیدا ہوا

کے بداند چوب را وقتِ نہال
وہ پودا ہونے کے وقت سے لکڑی کو کب جانتا ہے؟

وَر بداند کرم از ماہیتش
اور اگر کیڑا اُس کی حقیقت کو جان لے

عقل باشد کرم باشد صورتش
وہ عقل ہوگا، اُس کی صورت کیڑے کی ہوگی

عقل خود را می نماید رنگہا
عقل اپنے آپ کو مختلف رنگوں میں ظاہر کرتی ہے

چوں پری دور ست زاں فرسنگہا
پری کی طرح، پری سے (بھی)، کوسوں دور ہے

از ملک بالاست چہ جائے پری
پری کیا چیز ہے، فرشتوں سے (بھی) بالا ہے

تو مگس پری بہ پستی می پری
تو مکھی کے پَر رکھتا ہے پستی کی طرف پرواز کرتا ہے

---

[۱] حق۔ یہ قسم ہے اس کا جواب اگلا شعر ہے۔ سرا یعنی دنیا۔ کرد دگرگوں۔ یعنی تیری گردش ہماری تباہی کیلئے نہ ہو۔ حقِ آنکہ۔ زمانے نے ہمیں پرورش کیا ہے، یہ مولانا نے عام شاعرانہ انداز اختیار فرمایا ہے ورنہ زمانہ کی گردش نہ آبادی کا سبب ہے نہ بربادی کا۔ مشعلہ۔ یعنی ستارے۔

[۲] معمور۔ آباد۔ دہری۔ وہ شخص جو خدا کے وجود کا قائل نہ ہو اور تمام مادی تصرفات خود مادہ کی طرف منسوب کرے۔ شکر یعنی خدا کا شکر ہے۔ راز۔ یعنی آسمان کا نو پیدا ہونا۔ حادِث۔ نو پیدا۔ عنکبوت۔ مکڑی کم سمجھ اپنے جالے کو ازلی سمجھ سکتی ہے۔ عابِث۔ لغو کام کرنیوالا۔ پشّہ۔ مچھر۔ باغ کی ابتدا اور انتہاء سے ناواقف ہوتا ہے۔

[۳] کِرم۔ کیڑا۔ وہ کیڑا جو درخت کی لکڑی میں پیدا ہوتا ہے وہ اس درخت کی ابتداء سے ناواقف ہوتا ہے۔ نہال۔ پودا۔ عقل۔ وہ کیڑا جو درخت کے حادث ہونے کو سمجھ جائے بظاہر کیڑا ہے لیکن درحقیقت وہ عقلِ مجسم ہے۔ عقل خود را۔ عقل ایک مجرد چیز ہے جو کیڑے کی شکل میں متشکل ہو سکتی ہے جیسے جن اور پری بلکہ وہ پری سے بھی بہت زیادہ لطیف چیز ہے۔ از ملک۔ عقل، فرشتہ سے بھی زیادہ مجرد ہے۔ تو مگس۔ دہریا اور عام انسان کی عقل کی پرواز مکھی کی طرح پستی کی طرف ہے جو عالم کے حادث ہونے کی طرف پرواز نہیں کرتی ہے۔

گرچہ عقلت سوئے بالا می پرد | مرغِ تقلیدت بہ پستی می چرد
اگرچہ تیری عقل (عالِم) بالا کی طرف پرواز کرتی ہو | تیری تقلید کا پرندہ نیچے کی طرف جُھکتا ہے

عِلمِ تقلیدی وبالِ جانِ ماست | عاریہ است و ما نشستہ کاں ماست
تقلیدی علم ہمارا وبالِ جان ہے | وہ مانگی ہوئی چیز ہے اور ہم (مطمئن) بیٹھے ہیں کہ ہماری ہے

زیں خرد جاہل ہمی باید شدن | دست در دیوانگی باید زدن
اِس عقل سے بیگانہ ہو جانا چاہیے | دیوانگی اختیار کرلینی چاہیے

ہر چہ بینی سودِ خود زاں می گریز | زہر نوش و آبِ حیواں را بریز
جس کو تو اپنا فائدہ سمجھتا ہے اُس سے گریز کر | زہر پی لے، آبِ حیات کو بہا دے

ہر کہ بستاید ترا دشنام دہ | سود و سرمایہ بمفلس وام دہ
جو تیری تعریف کرے اُس کو بُرا بھلا کہہ | نفع اور سرمایہ مفلس کو قرض دیدے

ایمنی بگذار و جائے خوف باش | بگذر از ناموس و رسوا باش فاش
امن کی جگہ کو چھوڑ، خوف کی جگہ میں رہ | عزت کو خیرباد کہہ دے اور کھُلم کھُلا رُسوا بن

آزمودم عقلِ دور اندیش را | بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را
میں نے دُور اندیش عقل کو آزما لیا | اِس کے بعد اپنے آپ کو دیوانہ بناؤں گا

عُذر گفتنِ دلقک با سیّد کہ چرا فاحشہ بنکاح آورد

آقا سے ڈوم کا عذر کرنا کہ اُس نے بدکار عورت سے کیوں نکاح کیا ہے

گفت با دلقک شبے سیّد اجل | قحبہ را خواستی تو از عجل
ایک رات ایک بڑے آقا نے ڈوم سے کہا | جلدی میں تو نے رنڈی سے نکاح کرلیا

با من ایں را بازمی بایست گفت | تا یکے مستورہ کردیمیت جفت
مجھ سے یہ کھُل کر کہنا چاہیے تھا | تاکہ میں ایک پردہ نشین سے تیرا نکاح کرتا

گفت نہ مستورہ صالح خواستم | قحبہ گشتند و زغم تن کاستم
اُس نے کہا نو پاکدامن پردہ نشینوں سے نکاح کیا | وہ رنڈی بنیں، اور میں غم سے گھُلا

خواستم ایں قحبہ را بامعرفت | تا ببینم چوں شود ایں عاقبت
اس رنڈی سے میں نے جان کر نکاح کیا ہے | تاکہ میں دیکھوں یہ آخر میں کیا بنتی ہے!

جو کہ مفید ہوگی جیسا کہ بہلول کے قصہ سے واضح ہوگا۔
۳ مستورہ۔ پردہ نشین عورت۔ قحبہ۔ رنڈی۔ زانیہ۔

۱ گرچہ۔ دہریہ اور عام انسان میں بھی عقل ہے جو عالَم کے حدوث کا ادراک کرسکتی ہے لیکن اُس کا تقلیدی علم مانع بنتا ہے۔ علمِ تقلیدی۔ تقلیدی علم حقیقت تک نہیں پہنچاتا اور انسان اُس سے دھوکے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ زیں خرد۔ ناقص عقل، اور تقلیدی علم سے جہل اور دیوانگی کی بے عقلی بہتر ہے۔ ہر چہ بینی۔ ناقص عقل جس کو اچھا سمجھے اُس کو بُرا سمجھنا چاہیے۔ زہر نوش۔ ناقص عقل جس کو زہر سمجھے وہ درحقیقت آبِ حیات ہے اور جس کو آبِ حیات سمجھے وہ زہر ہے۔

۲ ہر کہ بستاید۔ ناقص عقل والا انسان اپنی تعریف سے خوش ہوتا ہے تمہیں چاہیے کہ مُنہ پر تعریف کرنیوالے کو بُرا بھلا کہدو، اور مُنہ پر تعریف کے نفع اور سرمایہ کو نیکیوں سے مفلس کے سپرد کردو۔ ایمنی۔ ناقص عقل جس جگہ کو امن کی جگہ سمجھے اُس کو چھوڑ کر اُس جگہ جاؤ جس کو وہ ڈر کی جگہ سمجھتی ہے جسکو وہ عزت سمجھتی ہے اُس سے گریز کرو اور جس کو وہ ذلت سمجھے اُس کو اختیار کرو۔ عقلِ دور اندیش۔ یعنی عقلِ ناقص۔ دلقک۔ ڈوم، اُس نے پردہ نشینوں کو برت کر رنج اٹھایا تو رنڈی سے نکاح کرکے تجربہ حاصل کرنے کی سوچی۔ اسی طرح عقل کے نقصانات محسوس کرکے دیوانگی کا تجربہ کرنا چاہیے

632

عقل[1] راہم آزمودم من بسے — زیں سپس جویم جنوں را مغرسے
میں نے عقل کو بھی بہت آزمایا — اِس کے بعد دیوانگی کا کمیت تلاش کرونگا

بہ حیلت در سخن آوردن سائل آں بزرگ را کہ خود را دیوانہ ساختہ بود

سوال کرنیوالے کا تدبیر سے اُن بزرگ کو باتوں پر آمادہ کر لینا جنھوں نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا لیا تھا

آں یکے می گفت خواہم عاقلے — مشورت آرم بدو در مشکلے
ایک (شخص) کہہ رہا تھا، میں ایک عقلمند چاہتا ہوں — اُس سے ایک مشکل میں مشورہ کروں گا

آں یکے گفتش کہ اندر شہر ما — نیست عاقل جز کہ آں مجنوں نما
ایک (شخص) نے اُس سے کہا ہمارے شہر میں — اُس بظاہر دیوانے کے علاوہ کوئی عقلمند نہیں ہے

بر نئے گشتہ سوارہ نک فلاں — می دواند درمیان کودکاں
بانس پر سوار ہو کر یہ فلاں — بچوں میں اُس کو دوڑا رہا ہے

گوئے می بازد بروزان و شباں — در جہاں گنج نہاں جانِ جہاں
دن رات گیند سے کھیلتا ہے — دنیا میں چھپا خزانہ ہے، دنیا کی روح ہے

صاحب[2] رایست و آتش پارۂ — آسماں قدرست و اختر بارۂ
صاحب رائے ہے اور چنگاری ہے — آسمان کے رتبہ والا ہے اور ستارہ کا سوار ہے

فرِّ او کروبیاں را جاں شدست — او دریں دیوانگی پنہاں شدست
اُس کی عزت فرشتوں کی جان ہے — وہ اِس دیوانگی میں چھپا ہوا ہے

لیک ہر دیوانہ را جاں نشمری — سر منہ گوسالہ را چوں سامری
لیکن ہر دیوانہ کو تو جان نہ سمجھنا — سامری کی طرح بچھڑے کے آگے ماتھا نہ ٹیکنا

چوں ولی آشکارا با تو گفت — صد ہزاراں غیب و اسرار نہفت
جبکہ ولی نے صاف صاف تجھ سے کہہ دیئے — غیب کے لاکھوں (معاملے) اور پوشیدہ راز

مر ترا آں فہم و آں دانش نبود — و آندانستی[3] تو سرگیں راز عود
تجھ میں وہ فہم اور وہ سمجھ نہ تھی — تو گوبر کو اگر سے نہ پہچان سکا

از جنوں خود را ولی چوں پردہ ساخت — مر ورا اے کور کے خواہی شناخت
ولی نے جب جنون کو اپنا پردہ بنا لیا — اے اندھے! تو اُس کو کب پہچان سکتا ہے؟

گر ترا باز ست آں دیدہ یقیں — زیر ہر سنگے یکے سرہنگ بیں
اگر تیرے یقین کی آنکھ کھلی ہوئی ہے — ہر پتھر کے نیچے ایک سپاہی دیکھ لے

---

[1] عقل۔ جس طرح اُس ڈوم نے پردہ نشینوں سے عاجز آکر رندی کا تجربہ شروع کیا اِسی طرح میں عقل سے عاجز آکر دیوانگی کا تجربہ شروع کروں گا۔ مَغرس۔ پودا لگانے کی جگہ، کمیت۔ بزرگ۔ یعنی حضرت بہلولؒ ہارون الرشید کے زمانہ میں ایک بزرگ تھے جنہوں نے مصلحتاً اپنے آپ کو دیوانہ بنا رکھا تھا، بانس کو گھوڑا بنا کر بچوں میں کھیلتے رہتے تھے، وہ خاموش رہتے تھے لیکن جب بولتے تھے تو بڑی دانائی کی بات کہہ دیتے تھے۔ مشکلے۔ یعنی مصنف کا مشکل مسئلہ۔ شہر یعنی بغداد۔ مجنوں نما۔ حضرت بہلولؒ جنہوں نے اپنے آپ کو دیوانہ ظاہر کر رکھا تھا۔ گوئے۔ شب و روز بچوں کے ساتھ گیند کھیلتے ہیں۔ گنج نہاں۔ معرفت کے علوم کا چھپا ہوا خزانہ ہیں۔ جانِ جہاں۔ دنیا اُن کی بدولت قائم ہے۔

[2] صاحب۔ یعنی بہلولؒ صاحب رائے اور ذہین ہے، اور بلند شخصیت ہے۔ فرِّ او۔ فرشتے اُس کی تعظیم کرتے ہیں اُس نے اپنے مرتبہ کو دیوانگی میں چھپا رکھا ہے۔ لیک۔ ہر دیوانے کو ولی سمجھنا غلط ہے۔ چوں۔ بعض اولیاء کے اپنے آپ کو دیوانگی میں چھپانے کی توجیہ ہے۔

[3] وآندانستی۔ تو بھلے بُرے میں امتیاز نہ کر سکا۔ از جنوں۔ جب ولی اصل حالت میں تھا اور تو اُس کو نہ پہچان سکا تو اب جبکہ وہ دیوانگی میں پوشیدہ ہے

633

پیشِ آں چشمے کہ بازؔ و رہبرست — ہر گلیمے را کلیمے در برست
اُس آنکھ کے سامنے جو کھلی ہوئی اور رہنما ہے — ہر کمبل کی آغوش میں ایک کلیم ہے

مرولی را ہم ولی شہرہ کند — ہر کرا اُو خواست با بہرہ کند
(اپنی) ولایت کو ولی مشہور کرتا ہے — جس کو وہ خود چاہتا ہے کامیاب کرتا ہے

کس نداند از خرد اُو را شناخت — خاصہ اُو مر خویش را دیوانہ ساخت
عقل کے ذریعہ کوئی اُس کو نہیں پہچان سکتا — خصوصاً اُس کو جس نے اپنے آپ کو دیوانہ بنالیا

چوں بدزدد دُزدِ بینا رختِ کور — ہیچ یابد دُزد را اعمیٰ بزور
جب بینا چور نابینا کا سامان چرالے — اندھا چور کو (اپنی) طاقت سے کبھی پکڑ سکتا ہے؟

کور نشناسد کہ دُزدِ اُو کہ بُود — گرچہ خود بروے زند دُزدِ عنُود
اندھا نہیں پہچان سکتا ہے کہ اُس کا چور کون ہے؟ — اگرچہ سرکش چور اپنے آپ کو اس سے بھڑادے

چوں گزد سگ کورِ صاحب ژندہ را — کے شناسد آں سگِ درندہ را
جب اندھے، گدڑی والے کو کتا کاٹ لے — وہ کاٹنے والے کتے کو کب پہچانتا ہے؟

حملہ کردنِ سگ بر کور گدا

ایک اندھے فقیر پر کتے کا حملہ کرنا

یک سگے در کوئے بر کورے گدا — حملہ می آورد چوں شیرِ وغا
ایک کتا کسی گلی میں اندھے فقیر پر — معرکہ کے شیر کی طرح حملہ کر رہا تھا

سگ[2] کند آہنگِ درویشاں بہ خشم — در کشد مہ خاکِ درویشاں بہ چشم
کتا غصہ سے فقیروں پر حملہ کرتا ہے — چاند فقیروں کی خاک آنکھ میں لگاتا ہے

کور عاجز شد ز بانگ و بیمِ سگ — اندر آمد کور در تعظیمِ سگ
اندھا کتے کی آواز اور ڈر سے عاجز آگیا — اندھا کتے کی تعظیم کرنے لگا

کاے[3] امیرِ صید و اے شیرِ شکار — دستِ دستِ تست از من بدار
کہ اے شکار کے مالک اور اے شکار کے شیر! — غلبہ تجھی کو ہے، مجھے چھوڑ دے

کز ضرورت دُمِ خر را آں حکیم — کرد تعظیم و لقب دادش اَدیم
اُس دانا نے مجبوراً گدھے کی دُم کی — تعظیم کی اور اُس کو "نری" کا لقب دیا

گفت اُو ہم از ضرورت اے اسد — از چوں من لاغر شکارت چہ رسد
اُس نے بھی مجبوراً کہا اے شیر! — مجھ جیسے بودے شکار سے تجھے کیا ملے گا؟

---

[1] باز۔ کھلا ہوا۔ گلیم۔ گدڑی۔ کلیم۔ یعنی حضرت موسیٰ ؑ۔ ہر کرا۔ یعنی ولی جس کو چاہتا ہے اپنی ولایت سے روشناس کرادیتا ہے۔ کس نداند۔ محض عقل سے کسی ولی کو نہیں پہچانا جاسکتا ہے۔ چوں۔ اندھا چور جیسے ادنیٰ انسان کو عقل سے نہیں پہچان سکتا ہے تو ولی جیسے اعلیٰ انسان کو حس سے کیسے پہچانا جاسکتا ہے۔ گزد۔ اندھا کاٹنے والے کتے کو محض عقل سے نہیں پہچان سکتا ہے۔ وغا۔ میدانِ جنگ۔

[2] سگ۔ یعنی بے بہرہ درویشوں کے درپے آزار ہوتے ہیں حالانکہ وہ اس قدر بلند مرتبہ ہوتے ہیں کہ چاند جیسے روشن دل اُن کی خاکِ پا کو سرمہ بناتے ہیں۔ بیم۔ خوف۔

[3] کاے۔ اندھے نے کتے کی تعظیم میں یہ کہنا شروع کردیا کز ضرورت۔ مجبوری میں انسان گدھے کو بھی باپ بنالیتا ہے۔ اَدیم۔ نری جو ایک عمدہ قسم کا چمڑا ہے۔ از چوں من۔ یعنی مجھ جیسے لاغر شکار کا تجھے کیا فائدہ۔

گور می گیرند یارانت بدشت (1) | کور می گیری تو در کوچہ بگشت

تیرے دوست جنگل میں گور خر پکڑتے ہیں | تو اندھے کو پکڑتا ہے، جو گلی میں گشت میں ہے

گور می جویند یارانت بہ صید | کور می جوئی تو در کوچہ بہ کید

تیرے دوست شکار میں گور خر تلاش کرتے ہیں | تو گلی میں چالاکی سے اندھے کو ڈھونڈتا ہے

آں سگِ عالم شکارِ گور کرد | ویں سگِ بے مایہ قصدِ کور کرد

اس سدھے ہوئے کتے نے گور خر کا شکار کیا | اس بے ہنر کتے نے اندھے کا قصد کیا

علم چوں آموخت سگ رَست از ضلال | می کُند در بیشہ ہا صیدِ حلال

جب کتے نے ہنر سیکھ لیا گمراہی سے چھوٹ گیا | جنگلوں میں حلال شکار کرتا ہے

سگ چو عالم گشت شد چالاک زَہف | سگ چو عارف گشت شد ز اصحابِ کہف

کتا جب صاحبِ علم بنا چالاک و چست ہو گیا | کتا جب با خدا بنا اصحابِ کہف میں سے ہو گیا

سگ شناسا شد کہ میرِ صید کیست | اے خدا آں نورِ اشناسندہ چیست

کتا واقف ہو گیا کہ میرِ شکار کون ہے | اے خدا وہ پہچاننے والا نور کہاں ہے؟

کور نشناسد نہ از بے چشمی است (2) | بلکہ ایں زاں است کز جہل است مست

اندھا نہیں پہچانتا ہے (یہ نہ پہچاننا) آنکھ نہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے | بلکہ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ جہل سے مست ہے

نیست خود بے چشم تر کور از زمیں | ایں زمیں از فضلِ حق شد خصم بیں

زمین سے زیادہ بے آنکھوں والا اندھا کوئی نہیں ہے | یہ زمین اللہ کے کرم سے دشمن کو دیکھ لینے والی ہو گئی

نورِ موسیٰؑ را دید و موسیٰؑ را نواخت | خسفِ قاروں کرد و قاروں را شناخت

موسیٰؑ کے نور کو اس نے دیکھا اور موسیٰ کو نوازا | قارون کو دھنسا دیا اور قارون کو پہچانا

رَجف کرد اندر ہلاکِ ہر دَعی | فہم کرد از حق کہ یا اَرضُ ابلعی

ہر حرامزادے کو ہلاک کرنے کیلئے زلزلہ میں آ گئی | "اے زمین تو پانی نگل لے" اللہ کی جانب سے سمجھ گئی

خاک و باد و آب و نارِ با شرر (3) | بے خبر از ما و از حق با خبر

مٹی اور ہوا اور پانی اور چنگاریوں والی آگ | ہم سے بے خبر ہیں اور اللہ (تعالیٰ) سے باخبر ہیں

ما بعکسِ آں ز غیرِ حق خبیر | بے خبر از حق با چندیں نذیر

ہم ہیں کہ بالعکس خدا کے غیر سے باخبر ہیں | اور باوجود اسقدر ڈرانیوالوں کے خدا سے بیخبر ہیں

لَاجَرَم اَشفقنَ مِنہا جملہ شاں | کُند شد ز آمیزِ حیواں جملہ شاں

یقیناً وہ تمام (کائنات)، اس (بارِ امانت) سے ڈر گئی | ان کی آمادگی حیوان کی (صفات کی) آمیزش سے شست ہو گئی

---

(1) گور۔ گورخر۔ کید۔ مکر۔ سگِ عالم۔ سدھایا ہوا کتا۔ علم۔ علم کی یہ فضیلت ہے کہ کتا بھی اس کو حاصل کر کے راہ یاب ہو جاتا ہے تو انسان علم حاصل کر کے کس قدر فضیلتیں حاصل کر سکتا ہے۔ زہف۔ چست۔ اصحابِ کہف۔ اصحابِ کہف کے کتے کا نام قطمیر ہے۔ سگ۔ کتے کو وہ نور عطا ہو جاتا ہے جس سے وہ اپنے مالک کو پہچانتا ہے اے خدا وہ نور ہمیں بھی عطا کر دے جس سے ہم اپنے مالک کو شناخت کریں۔

(2) کور۔ اندھے کا نہ پہچاننا دراصل قلبی بصیرت نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ نیست۔ زمین کے آنکھیں نہیں ہیں وہ پھر بھی پہچانتی ہے۔ نور۔ حضرت موسیٰؑ کو اُسنے پہچانا اور اچھا معاملہ کیا نیل کی زمین خشک ہو گئی اور وہ دریا کو عبور کر گئے۔ قارون کو پہچان کر دھنسا دیا۔ رجف کرد۔ منکروں کو زلزلہ سے ہلاک کر دیا۔ حضرت نوحؑ کی نجات کیلئے پانی کو نگل گئی۔

(3) خاک۔ عناصرِ اربعہ کے آنکھیں نہیں ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کو خوب پہچانتے ہیں۔ ما بعکس۔ انسان کے آنکھیں ہیں غیر اللہ کو خوب پہچان لیتا ہے لیکن باوجود انبیاء کے ڈرانے کے اللہ تعالیٰ سے بے خبر بنا ہوا ہے۔ خبیر۔ خبردار۔ نذیر۔ ڈرانے والا۔ اشفقن منہا۔ قرآن میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امانت کا بار آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں پر ڈالنا چاہا لیکن وہ اس سے ڈر گئے اور اسکو قبول نہ کیا کہ ان

گفت بیزاریم جملہ زیں حیات ۔۔۔ کہ بُوَد با خلق حیّ با حق مَوات
کہا ہم سب اِس زندگی سے بیزار ہیں ۔۔۔ کہ مخلوق کے ساتھ زندہ، خدا کے تعلق میں مُردہ ہے

چونکہ بماند از خلق گردد اُو یتیم[1] ۔۔۔ اُنسِ حق را قلب می باید سلیم
جب مخلوق سے جُدا ہو جائے تو وہ یتیم ہو جائے ۔۔۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کے لئے قلبِ سلیم چاہئے

چوں ز کورے دُزد دُزدد کالۂ ۔۔۔ می کُند آں کور عمیا نالۂ
جب چور اندھے کا سامان چُرا لیتا ہے ۔۔۔ وہ اندھا، اندھا دھند روتا ہے

تا نہ گوید دُزد اُو را کاں منم ۔۔۔ کز تو دُزدیدم کہ دُزدِ پُر فنم
جب تک چور اُس سے نہ کہے کہ وہ میں ہوں ۔۔۔ میں نے تیری چوری کی ہے کیونکہ میں ماہر چور ہوں

کے شناسد کور دُزدِ خویش را ۔۔۔ چوں ندارد نورِ چشم و آں ضیا
اندھا اپنے چور کو کب پہچان سکتا ہے؟ ۔۔۔ جبکہ وہ نہ آنکھوں میں نور رکھتا ہے نہ وہ روشنی

چوں بگوید ہم بگیر اُو را تو سخت ۔۔۔ تا بگوید اُو علامتہائے رَخت
جب وہ کہدے اُس کو مضبوطی سے پکڑ لے ۔۔۔ تاکہ وہ سامان کی علامتیں بتادے

پس جہادِ اکبر[2] آمد عصرِ دُزد ۔۔۔ تا بگوید کو چہ دُزدید ست مَرد
پس چور کو بھینچنا بڑا جہاد ہے ۔۔۔ تاکہ وہ بتادے کہ اُس نے کیا چُرایا ہے!

اوّلاً دُزدید کُحلِ دیدہ ات ۔۔۔ چوں ستانی بازیابی تبصرت
اُس نے پہلے تیری آنکھ کا سرمہ چُرایا ہے ۔۔۔ جب تو واپس لے لیگا دوبارہ بینائی حاصل کرلیگا

کالۂ حکمت کہ گم کردہ دل ست ۔۔۔ پیشِ اہلِ دل یقیں آں حاصل ست
دانائی کا سرمایہ جو دل نے گنوایا ہے ۔۔۔ اہلِ دل کے سامنے یقیناً وہ مل جاتا ہے

کورِ دل با جان و با سمع و بصر ۔۔۔ می نداند دزدِ شیطاں را اثر
دل کا اندھا، جان اور کان اور بینائی کے ہوتے ہوئے ۔۔۔ شیطان چور کی علامت کو نہیں جانتا ہے

ز اہلِ[3] دل جو از جماد آں را مجُو ۔۔۔ کہ جماد آمد خلائق پیشِ اُو
اہلِ دل کے پاس تلاش کر، بے حس کے پاس تلاش نہ کر ۔۔۔ اس لئے کہ مخلوق اُس کے مقابلہ میں بے حس ہے

باز می گردیم سوئے راز جُو ۔۔۔ تا شود ہم مشورت با راز گو
راز تلاش کرنے والے کی طرف ہم پھر لوٹتے ہیں ۔۔۔ تاکہ راز بتلانے والے سے وہ ہم مشورہ ہوسکے

---

[3] زاہلِ دل۔ حکمت اہلِ دل کے پاس ہے، عوام بے حس پتھر ہیں۔ باز می گردیم۔ یعنی ہم حضرت بہلول رح اور مشورہ چاہنے والے کا قصہ دوبارہ شروع کرتے ہیں۔

[1] چوں۔ مخلوق سے ایسا تعلق ہو کہ اگر وہ تعلق ختم ہو جائے تو انسان یتیم کی طرح بے سہارا ہو جائے۔ اُنسِ حق۔ حیوانیت کے ہوتے ہوئے خدا سے اُنس قلبِ سلیم کا کام ہے جو ہمیں حاصل نہیں، یہاں تک یہ قول اُس کائنات کا تھا جس نے امانت کے تحمل سے انکار کیا ہے۔ چوں۔ اندھا چور کو نہیں پہچانتا اور اندھا دھند نالہ کرتا ہے۔ کے شناسد۔ جب انسان نورِ جسم اور نورِ باطن سے محروم ہو تو چور کو نہیں پہچان سکتا ہے۔ چوں بگوید۔ جب چور اقرار کرلے تو سخت گیری کرنی چاہیئے تاکہ وہ چوری کا پورا پتہ دیدے یہی معاملہ انسان کا اپنے نفس سے ہونا چاہیئے۔

[2] جہادِ اکبر۔ صوفیا کی اصطلاح میں نفس سے مجاہدہ کرنا جہادِ اکبر کہلاتا ہے۔ عصر۔ دبانا، نچوڑنا، اس شعر کا دوسرا مصرع بعض نسخوں میں یہ ہے:۔ "تا بگوید کہ چہ برد آں زن بمزد" زن بمزد کے معنیٰ ہیں بیوی کی زنا کی کمائی کھانے والا، دیوث۔ اوّلاً۔ نفس سب سے پہلے انسان کی بصیرت چُرا لیتا ہے۔ کالۂ حکمت۔ نفسِ انسانی جب انسان کو حکمت و دانائی سے محروم کردے تو وہ دوبارہ اہلِ دل سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ کورِ دل۔ کور باطن باوجود ظاہری حواس کے شیطانی اثرات محسوس نہیں کرتا ہے۔

636

مشورت جوینده آمد نزدِ اوؔ | کاے ابِ کودک شدہ رازے بگو
مشورہ چاہنے والا اُس کے پاس آیا | اے بچہ بنے ہوئے باپ! ایک راز بتا دے

گفت رُو زیں حلقہ کیں دَربازِ نیست | باز گرد امروز روزِ راز نیست
اُسنے کہا اِس زنجیر کے پاس سے چلا جا کیونکہ دروازہ | واپس ہو جا آج راز (بتانے) کا دن نہیں ہے

گر مکاں را رہ بُدے در لامکاں | ہمچو شیخاں بودمے من بر دُکاں
اگر مکان کے لئے لامکان میں راستہ ہوتا | مشائخ کی طرح میں گدّی پر ہوتا

خواندنِ محتسب مستِ خراب اُفتادہ را بسُوئے زنداں
محتسب کا ایک بدمست پڑے ہوئے کو قیدخانہ کی طرف بلانا

محتسب در نیم شب جائے رسید | در بُنِ دیوار مستے خفتہ دید
کوتوال، آدھی رات کو ایک جگہ پہنچا | دیوار کی جڑ میں ایک مست کو سویا ہوا دیکھا

گفت ہے مستی چہ خوردستی بگو | گفت زیں خوردم کہ ہست اندر سُبو
اُس نے کہا ارے تو نشہ میں ہے بتا تونے کیا پیا ہے؟ | اُس نے کہا جو صراحی میں ہے وہ میں نے پیا ہے

گفت آخر در سُبو وا گو کہ چیست | گفت زانچہ خوردہ ام گفت آں خفی ست
اُس نے کہا صاف بتا کہ آخر صراحی میں کیا ہے؟ | اُسنے کہا جو میں نے پیا ہے کہا یہ گول مول بات ہے

گفت آنچہ خوردۂ خود چیست آں | گفت آنکہ در سُبو مخفی ست آں
اُس نے کہا یہ بتا کہ جو تونے پیا ہے وہ کیا ہے؟ | اُس نے کہا وہی جو صراحی میں چھپا ہوا ہے

دَور مے شد ایں سوال و ایں جواب | ماند چوں خر محتسب اندر خلاب
یہ سوال اور جواب چلتا رہا | کوتوال گدھے کی طرح کیچڑ میں پھنس گیا

گفت اُو را محتسب ہیں آہ کُن | مست ہُو ہُو کرد ہنگامِ سخن
اُس سے کوتوال نے کہا، خبردار! آہیں بھر | مست نے بات کرتے وقت آہا ہا کہا

گفت گفتم آہ کُن ہُو می کُنی | گفت من شادم تو از غم منحنی
اُسنے کہا میں نے آہ کرنے کو کہا تو آہا ہا کرتا ہے | اُسنے کہا میں خوش ہوں، تو غم سے جھک گیا ہے

آہ از درد و غم و بیدادی ست | ہُوئی ہُوئی مے خوراں از شادی ست
آہ، درد اور غم اور ظلم کی وجہ سے ہوتی ہے | شرابیوں کا آہا ہا کرنا خوشی کی وجہ سے ہوتا ہے

محتسب گفت ایں ندانم خیز خیز | معرفت متراش بگذار ایں ستیز
کوتوال نے کہا، میں یہ کچھ نہیں جانتا تو کھڑا ہو اُٹھ | بزرگی نہ بگھار، یہ جھگڑا ختم کر

ا آو۔ یعنی حضرت بہلولؒ۔ اب کودک شدہ یعنی بہلول کا زتبہ باپ کا تھا لیکن بچہ بنے ہوئے تھے۔ حلقہ یعنی دروازے کی زنجیر۔ مکاں۔ یعنی ناسوتی انسان۔ لامکاں۔ عالم لاہوت۔ دکاں چبوترہ، مسند۔

۲ خواندن۔ اِس قصہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ ناسوتی انسان کو لاہوت کے رازوں کا علم نہیں ہوتا ہے۔ محتسب۔ کوتوال۔ ہی۔ جلدی۔ چہ خوردستی یعنی تونے کیا پیا ہے جس سے تو نشہ میں ہے۔ گفت مست نے جواب دیا جو صراحی میں ہے وہ میں نے پیا ہے۔ گفت آخر۔ کوتوال نے کہا صراحی میں کیا ہے۔ گفت زانچہ۔ مست نے کہا جو میں نے پیا ہے وہ صراحی میں ہے۔ گفت آں۔ کوتوال نے کہا بات واضح نہیں ہو رہی ہے۔ بگو۔ کوتوال نے کہا جو تونے پیا ہے وہ بتا دے۔

۳ دور می شد۔ کوتوال اور مست میں یہی سوال و جواب چلتا رہا۔ خلاب۔ کیچڑ۔ آہ کن۔ یعنی اب تجھے قید خانہ میں جانا ہے ہائے ہائے کر۔ ہو ہو یعنی خوشی کا نعرہ۔ منحنی۔ خمیدہ کمر۔ آہ۔ مست نے کہا ہائے ہائے تو غمزدہ مظلوم کرتا ہے شرابی تو مستی میں خوشی کے نعرے لگاتا ہے۔ معرفت۔ یعنی خدا رسیدہ ہونا۔

637 بھتی

گفت رو تو از کجا من از کجا
اُس نے کہا جا، تو کہاں اور میں کہاں

گفت مستی خیز تا زنداں بیا
اُس نے کہا تو نشہ میں ہے، اُٹھ قید خانہ چل

گفت مست اے محتسب بگذار و رو
مست نے کہا اے کوتوال جانے دے اور چلا جا

از برہنہ کے تواں بردن گرو
ننگے کا کیا اگروی کیا جا سکتا ہے؟

گر مرا خود قوتِ رفتن بدے
اگر مجھ میں خود بخود جانے کی طاقت ہوتی

خانہ خود می رفتمے ویں کے شدے
تو میں اپنے گھر چلا جاتا اور یہ (جھگڑا) کب ہوتا؟

من[۵۲] اگر با عقل و با امکانمے
میں اگر عقلمند اور قابو میں ہوتا

ہمچو شیخاں بر سرِ دکانمے
مشائخ کی طرح مسند پر ہوتا

گر مرا رائے و تدبیرے بدے
اگر مجھ میں رائے اور تدبیر ہوتی

ہمچو شیخاں جاہ و توقیرے بدے
مشائخ کی طرح رتبہ اور عزت ہوتی

ہم مرا زنبیل و دریوزہ بدے
میری بھی جھولی اور بھیک ہوتی

نذر و ادرارِ ہمہ روزہ بدے
روزانہ کی نذر اور بخشش ہوتی

بگذر[۵۳] از من زانکہ گم کردی تو راہ
میرے پاس سے چلا جا کیونکہ تو بھٹک گیا ہے

باز جو ریشِ بزرگ و خانقاہ
لمبی داڑھی اور خانقاہ تلاش کرے

دوم بارہ در سخن آوردن سائل شیخ را تا حال باقی معلوم گردد

سوال کرنے والے کا شیخ کو دوبارہ بات چیت میں لگانا تاکہ باقی حال معلوم ہو جائے

گفت آں سائل کہ آخر یک نفس
اُس سائل نے کہا کہ آخر تھوڑی دیر کے لئے

اے سوارہ بر نئے ایں سو راں فرس
اے بانس کے سوار، گھوڑا اس طرف ہانک دے

راند سوئے او کہ ہیں زوتر بگو
گھوڑا اُس طرف بڑھایا، کہ ہاں جلد کہہ

کاسپِ من بس توسن ست و تند خو
کیونکہ میرا گھوڑا بہت منہ زور اور تند مزاج ہے

تا لگد بر تو نہ کوبد زود باش
تاکہ تیرے دولتی نہ مار دے جلدی کر

از چہ می پرسی بیانش کن تو فاش
کیا پوچھتا ہے اُس کو واضح کر؟

او مجالِ رازِ دل گفتن نہ دید
اُس نے دلی راز کہنے کا موقع نہ دیکھا

زو بروں شو کرد و در لاغش کشید
اُس کو ٹال دیا، اور مذاق میں لگا لیا

گفت می خواہم دریں کوچہ زنے
اُسنے کہا میں اِس گلی میں ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں

کیست لائق از برائے چوں منے
مجھ جیسے کے لئے کون سی مناسب ہوگی؟

---

۵۱ تو از کجا۔ یعنی تیرا اور میرا راستہ جداگانہ ہے میں تیرے ساتھ کیوں چلوں۔ از برہنہ۔ جو خود ننگا ہو اُس کے کپڑے گروی کیسے رکھے جا سکتے ہیں، مجھے قید خانہ تک چلنے کیلئے کہنا ایسا ہی ہے جیسے ننگے سے کپڑے گروی کرنے کو کہا جائے۔ گر مرا۔ اگر پیروں سے چلنے کی طاقت ہوتی تو گھر چلا جاتا اور یہ قصہ پیش نہ آتا۔

۵۲ من اگر۔ درمیان میں مولانا نے شرابی کا قصہ شروع کر دیا تھا اب پھر حضرت بہلولؒ کی بات شروع کرتے ہیں، حضرت بہلول رحؒ نے مشورہ چاہنے والے سے کہا اگر مجھ میں عقل ہوتی اور میں اپنے قابو میں ہوتا تو دوسرے مشائخِ طریقت کا سا میرا حال ہوتا۔ زنبیل۔ جھولی جس میں فقراء اپنے کھانے پینے کی چیزیں رکھتے ہیں۔ ادرار۔ روزینہ۔

۵۳ بگذر۔ تو نے غلط انتخاب کیا راز دریافت کرنا ہے تو کسی دراز ریش بزرگ کے پاس خانقاہ میں جا۔ اے سوارہ برنے حضرت بہلولؒ بانس کو گھوڑا بنائے ہوئے اُسپر سوار تھے۔ اسپِ من۔ وہی بانس کا گھوڑا۔ توسن۔ سرکش گھوڑا۔ لگد۔ دولتی۔ او مجال۔ مشورہ چاہنے والے نے رازِ دل کہنے کا موقع نہ دیکھتے ہوئے دوسری بات شروع کر دی۔ بروں شو کردن۔ ٹالدینا۔ لاغ۔ مذاق۔ خواہم زنے۔ شادی کرنا چاہتا ہوں۔

638

گفت سہ گونہ زنند اندر جہاں
اُس نے کہا دنیا میں عورتیں تین قسم کی ہیں
آں دو رنج و ایں یکے گنجِ رواں[۱]
دو وبال ہیں اور ایک گنج رواں ہے

آں یکے را چوں بخواہی کُل تراست
ایک سے جب تو نکاح کریگا وہ پوری تیری ہے
وِیں دگر نیمے ترا نیمے جداست
دوسری آدھی تیری ہے، آدھی بیگانہ ہے

واں سوم ہیچ اُو ترا نبود بداں
سمجھ لے، تیسری بالکل تیری نہ ہوگی
ایں شنیدی دُور شو رفتم رواں
تو نے یہ سن لیا بھاگ جا میں روانہ ہوتا ہوں

تا ترا اسپم نیّراند لگد
تاکہ میرا گھوڑا تیرے دولتی نہ اڑادے
کہ بیفتی[۲] بر نہ خیزی تا ابد
اور تو ایسا گرے کہ قیامت تک نہ اٹھے

شیخ راند اندر میانِ کودکاں
شیخ نے گھوڑا بچوں میں دوڑا دیا
بانگ زد بارِ دگر اُورا جواں
جوان نے اُن کو دوبارہ پکارا

کہ بیا آخر بگو تفسیر ایں
کہ آئیے، آخر اِس کی تفصیل بتائیے
ایں زناں سہ نوع گفتی برگزیں
آپ نے تین قسم کی عورتیں بتائیں، منتخب کر دیجئے

راند سوئے اُو و گفتش بکرِ خاص
اُس کی طرف گھوڑا دوڑایا اور اُس سے کہا باکرہ تمام
کُل تُرا باشد ز غم یابی خلاص
سب تیری ہوگی تو غم سے نجات پائے گا

وانکہ نیمے آنِ تو بیوہ[۳] بود
جو آدھی تیری ہوگی، بیوہ ہوگی
وانکہ ہیچست آں عیالِ با ولد
وہ جو تیرے لئے کچھ نہیں، بال بچے والی بیوہ عورت ہوگی

چوں ز شوئے اوّلش کودک بود
جب اُسکے پہلے شوہر سے بچہ ہوگا
مہرِ کلِ خاطرش آں سو رود
اُس کے دل کی محبت اُس طرف جائیگی

دور شو تا اسپ ننداز د لگد
بھاگ جا، تاکہ گھوڑا دولتی نہ مار دے
سُمّ اسپِ توسنم بر تو رسد
میرے سرکش گھوڑے کا کھُر تیرے لگے

ہائے و ہوئے کرد شیخ و باز راند
شیخ نے ہائے وہو کی اور پھر (گھوڑا) دوڑا دیا
کودکاں را باز سوئے خویش خواند
بچوں کو پھر اپنی طرف بلا لیا

باز بانگش کرد آں سائل بیا
سوال کرنیوالے نے پھر اُنکو آواز دی کہ آئیے
یک سوالم ماند اے شاہِ کیا
اے شہنشاہ! ایک سوال رہ گیا

باز راند ایں سو بگو زود تر چہ بود
پھر (گھوڑا) اُس طرف کو دوڑایا کہ جلد کہہ کیا تھا
کہ ز میداں آں بچہ گویم بود
کیونکہ وہ بچہ میدان سے میری گیند لے بھاگا

---

۱ گنجِ رواں۔ نہ ختم ہونے والا خزانہ، قارون کے خزانہ کا نام ہے۔ آں یکے۔ ایک عورت تو وہ ہوتی ہے جو مکمل شوہر کی ہوتی ہے۔ ویں دگر۔ دوسری قسم کی عورت آدھی شوہر کے لئے اور آدھی شوہر سے اجنبی ہوتی ہے۔ واں سوم۔ تیسری قسم عورت کی وہ ہے جو شوہر سے بالکلیہ بیگانہ ہوتی ہے۔

۲ کہ بیفتی۔ یعنی میرا گھوڑا لاتیں ماردیگا تو تو مر جائے گا۔ جواں۔ یعنی مشورہ چاہنے والا۔ برگزیں۔ یعنی عورت کی ان تین قسموں میں سے میرے لئے منتخب کر دیجئے۔ بکر۔ بے شادی شدہ عورت، ایسی عورت سے شادی کی جائے تو وہ ہمہ تن شوہر کی ہوتی ہے۔

۳ بیوہ۔ بیوہ کا تعلق پہلے شوہر سے بھی باقی رہتا ہے۔ وانکہ ہیچست۔ جو بالکل شوہر کی نہیں ہوتی اور ایسی بیوہ عورت ہوتی ہے جس کی پہلے شوہر سے اولاد بھی ہو۔ سم۔ کھُر۔ ہائے وہوئے۔ یعنی دیوانگی کا نعرہ۔ کودکاں۔ وہی بچے جن کے ساتھ حضرت بہلولؒ کھیل رہے تھے۔ زود تر۔ زود ترا بہت جلد۔ کہ ز میداں۔ یعنی کھیل کے میدان میں سے۔

639

گفت اے شہ باچنیں عقل و ادب ‏ ‏ ‏ ایں چہ شید[1] ست اینچہ فعلست اے عجب

اُس نے کہا اے شاہ! اِس عقل و ادب کے ہوتے ہوئے ‏ ‏ ‏ یہ کیا بناوٹ ہے؟ یہ کیا کام ہے؟ تعجب ہے

تو ورائے عقلِ کلی در بیاں ‏ ‏ ‏ آفتابی در جنوں چونی نہاں

تو بیان میں عقلِ کل سے آگے ہے ‏ ‏ ‏ تو سورج ہے، پاگل پن میں کیوں پوشیدہ ہے؟

گفت ایں اوباش رائے می زنند ‏ ‏ ‏ تا دریں شہر خودم قاضی کنند

کہا یہ عوام سوچتے ہیں ‏ ‏ ‏ کہ اس شہر کا مجھے قاضی بنا دیں

دفع می گفتم مرا گفتند نے ‏ ‏ ‏ نیست چوں تو عالمے صاحب فنے

میں ٹالتا ہوں، وہ مجھ سے کہتے ہیں نہیں ‏ ‏ ‏ تم جیسا (کوئی دوسرا) صاحبِ فن عالم نہیں ہے

باوجودِ تو حرام ست و خبیث ‏ ‏ ‏ کہ کم از تو در قضا گوید حدیث

تمہارے ہوتے ہوئے ناجائز اور برا ہے ‏ ‏ ‏ کہ تم سے کم، فیصلہ کی بات کرے

در شریعت نیست دستورے کہ ما ‏ ‏ ‏ کمتر از تو شہ کنیم و پیشوا

شریعت میں کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ہم ‏ ‏ ‏ تم سے کم تر کو شاہ اور پیشوا بنا لیں

زیں ضرورت گیج و دیوانہ شدم ‏ ‏ ‏ زیں گروہ از عجز بیگانہ شدم

اِس مجبوری میں مَیں پاگل اور دیوانہ ہو گیا ہوں ‏ ‏ ‏ عاجز آکر ان لوگوں سے بیگانہ بن گیا ہوں

ظاہر آشوریدہ و شیدا شدم ‏ ‏ ‏ لیک در باطن ہمانم کہ بدم

بظاہر پاگل اور دیوانہ ہو گیا ہوں ‏ ‏ ‏ لیکن درحقیقت میں وہی ہوں کہ جو تھا

عقلِ[2] من گنج ست و من ویرانہ ام ‏ ‏ ‏ گنج اگر پیدا کنم دیوانہ ام

میری عقل خزانہ ہے اور میں ویرانہ ہوں ‏ ‏ ‏ اگر میں خزانہ کو ظاہر کردوں تو میں دیوانہ ہوں

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد ‏ ‏ ‏ ایں عسس را دید و در خانہ نشد

دیوانہ وہ ہے جو دیوانہ نہ بنا ‏ ‏ ‏ کوتوال کو دیکھا اور گھر میں نہ چھپا

دانشِ[3] من جوہر آمد نے عرض ‏ ‏ ‏ ایں بہائے نیست بہرِ ہر عرض

میری عقل جوہر (پائدار) ہے نہ کہ عرض (غیر مستقل) ‏ ‏ ‏ یہ ہر غرض کی قیمت نہیں ہے

کانِ قندم نیستانِ شکرم ‏ ‏ ‏ ہم ز من می روید و من می خورم

میں شکر کی کان ہوں، شکر کی ایکھ ہوں ‏ ‏ ‏ (شکر) مجھ میں سے پیدا ہوتی ہے اور میں (خود) کھاتا ہوں

علمِ تقلیدی و تعلیمی ست آں ‏ ‏ ‏ کز نفورِ مستمع دارد فغاں

وہ تقلیدی اور (محض) پڑھا ہوا علم ہے ‏ ‏ ‏ جو سننے والے کی بے رغبتی سے داد یلا کرے

لہ شید۔ مکر و فریب، مغالطہ، بناوٹ۔ عقلِ کل۔ حضرت جبرئیلؑ۔ آفتابی۔ آفتاب ہتی۔ اوباش۔ عوام الناس۔ دفع می گفتم۔ میں نے ٹالا۔ باوجودِ تو۔ یہ اُن عوام نے کہا۔ حدیث۔ بات۔ دستور۔ طریقہ، قانون۔ شہ۔ یعنی قاضی۔ گیج۔ پریشاں، بدحال۔ شیدا۔ دیوانہ۔ باطن۔ یعنی حقیقتاً۔

لہ عقل۔ عقل بمنزلہ خزانہ کے ہے اور دفینہ ہمیشہ ویرانہ میں ہوتا ہے لہٰذا میں نے اپنے ظاہر کو ویرانہ بنا رکھا ہے اب اگر میں عقل کا اظہار کروں تو دیوانگی ہوگی۔ دیوانہ نہ شد۔ دیوانہ تو وہ ہے کہ جو اپنی عقل کی نمائش کرے اور بوقتِ ضرورت اُس کو چھپانے کے لئے دیوانہ نہ بنے اِس کی مثال تو اُس شخص کی سی ہے جس کی گرفتاری کے لئے کوتوال آ رہا ہو اور وہ پھر بھی گھر میں نہ چھپے۔ عسس۔ کوتوال۔

لہ دانشِ من۔ جو عقل پختہ اور پائیدار ہوتی ہے وہ نمائش سے مستغنی ہوتی ہے۔ عرض۔ سامان یعنی میری عقل اِس سے افضل ہے کہ میں اُسکو دنیاوی کاموں میں خرچ کروں۔ کانِ قندم یعنی میں اپنے علوم و معارف سے خود استفادہ کرتا ہوں۔ علمِ تقلیدی و تعلیمی۔ نقلی علم مراد ہے جو بلا تحقیق سیکھا ہو یا دنیا داری کیلئے سیکھا ہو ایسا علم داد کا طالب ہوتا ہے اور اگر لوگ اُسکی طرف متوجہ نہ ہوں تو تکلیف پہنچتی ہے۔

چوں[1] پئے دانہ نہ بہرِ روشنی ست
چونکہ وہ روٹی کیلئے ہے نورِ معرفت کیلئے نہیں ہے

ہمچو طالب علمِ دنیائے دنی ست
(اُس کا طالب) کمینی دنیا کے علم کا طالب جیسا ہے

طالبِ علم ست بہرِ عام و خاص
وہ علم کا طالب عوام و خواص کے لئے ہے

نے کہ تا یابد ازیں عالم خلاص
نہ اِس لئے کہ اِس عالم (دنیا) سے نجات پائے

ہمچو موشے ہر طرف سوراخ کرد
وہ چوہے کی طرح ہے جس نے ہر جانب بھٹ بنائے

نیست مُرغے از ہمہ سوراخ فرد
وہ پرند نہیں ہے جو تمام بھٹوں سے آزاد ہو

ہمچو مُوشے ہر طرف سُوراخہا
وہ چوہے جیسا ہے، کہ ہر جانب سوراخ

می کَنَد غافل ز انوارِ لقا
کھودتا ہے لقا (اللہ) کے نوروں سے غافل ہے

چونکہ سُوئے دشت و نورش رہ نبود
چونکہ وہ میدان اور نور کی طرف راہ یاب نہ ہوا

ہم دراں ظلمات جہدے می نمود
اِنہی تاریکیوں میں محنت کرتا رہا

گر خدایش پَر دہد پرِّ خرد
اگر خدا اُس کو عقل کے پر دے دے

برہد از مُوشی و چوں مرغاں پَرد
تو وہ چوہے پن سے نجات پا جائے اور پرندوں کیطرح پرواز کرے

ورنہ جویدپَر بماند زیرِ خاک
اگر وہ پروں کا جویاں نہ ہو تو مٹی کے نیچے رہیگا

نا اُمید از رفتنِ راہِ سماک
سماک کے راستہ پر چلنے سے نا اُمید (ہو کر)

عِلمِ گفتارے[2] کہ اُو بے جاں بود
وہ زبانی علم جو بے روح ہوتا ہے

عاشقِ رُوئے خریداراں بود
وہ خریداروں کی توجہ کا عاشق ہوتا ہے

گرچہ باشد وقتِ بحثِ علم زفت
اگرچہ وہ بحث کے وقت بھاری علم ہو

چوں خریدارش نباشد مُرد و رفت
جب اُس کا خریدار نہ ہوگا تو وہ فنا ہوا اور رہا ہا

مُشتری من خدا ایست و مرا
میرا خریدار اللہ تعالیٰ ہے اور مجھے

می کشد بالا کہ اَللّٰہُ[3] اشْتَرٰی
وہ (عالم) بالا کی طرف کھینچتا ہے چنانچہ (ارشاد ہے) "اللہ نے خریدا"

خونبہائے من جمالِ ذوالجلال
میرا خوں بہا ذوالجلال (اللہ تعالیٰ) کا جمال ہے

خونبہائے خود خورم کسبِ حلال
میں اپنا خوں بہا کھاتا ہوں (جو) حلال کمائی ہے

ایں خریدارانِ مفلس را بہل
اِن مفلس خریداروں کو چھوڑ

چہ خریداری کُنَد یک مُشتِ گِل
ایک مُشتِ خاک کیا خریداری کر سکتی ہے؟

پر داد دینے والے انسان۔
مُشتِ گِل۔ یعنی انسان۔

[1] چوں پئے دانہ۔ اِس علم کی غرض چونکہ محض دنیا ہوتی ہے لہٰذا یہ دنیوی علم کی برابر ہے۔ نے کہ حقیقی علم کا منشا دنیا سے خلاصی اور تقرب الی اللہ ہوتا ہے۔ ہمچو موشے۔ جس طالب علم کا مقصد دنیا ہو اس کی مثال چوہے کی سی ہے۔ جو روشنی سے نفور ہوتا ہے یہ بھی نورِ معرفت سے متنفر ہے۔ انوارِ لقا۔ معرفتِ خداوندی کے نور۔ گر خدایش۔ ایسے طالب علم کو خدا اگر عقل عنایت فرما دے تو پرندوں کی طرح عالمِ بالا کی طرف پرواز کرے۔ سماک۔ ایک ستارہ ہے جو قمر کی چودہویں منزل میں ہے یہاں بلندی اور عروج مراد ہے۔

[2] علم گفتارے۔ وہ علم جس میں حقانیت کی روح نہ ہو اور اُس میں محض لفظی ٹیپ ٹاپ ہو بے جان ہوتا ہے اور داد دینے والوں کا محتاج ہوتا ہے۔ زفت۔ موٹا، بھاری۔ خریدارش۔ یعنی داد دینے والے نہیں ہوتے ہیں تو فنا ہو جاتا ہے۔ مُشتری من۔ حضرت بہلول رح نے فرمایا میرے علم کا خدا خریدار ہے اس لئے وہ علم میرے عروج کا سبب ہے۔

[3] اللہ اشتریٰ۔ قرآن پاک میں ہے کہ خدا نے مومنوں سے اُن کی جان اور مال خرید لیا ہے اِس عوض پر کہ اُن کے لئے جنت ہے خونبہا۔ جان کی قیمت جو قاتل سے دلائی جاتی ہے۔ خورم۔ یعنی اب مجھے اللہ کے جمال کا دیدار حاصل ہے۔ ایں خریداران۔ یعنی علم

گِل[۱] مخور گِل را مخر گِل را مجو ‏— زانکه گِل خوارست دائم زرد رُو
گِل نہ کھا، مٹی نہ خرید، مٹی کی جستجو نہ کر — کیونکہ مٹی کھانے والا ہمیشہ زرد رُو ہوتا ہے

دل بخر تا دائماً باشی جواں — از تجلّی چہرہ اَت خوں اَرغواں
دل کو خرید تاکہ تو ہمیشہ جوان رہے — تجلّی سے تیرا چہرہ گُلِ بابونہ کی طرح رنگا

طالب دل شو کہ تا باشی چو گُل — تا شوی شاداں و خنداں ہمچو مُل
دل کا طالب بن تاکہ تو پھول کی طرح بنے — اور شراب کی طرح مسکراتا ہوا اور خوش رہے

دل[۲] نباشد آنکہ مطلوبش گِل ست — ایں سخن را روئے با صاحبدل ست
وہ دل ہی نہ ہوگا جس کا مطلوب مٹی ہے — یہ رُوئے سخن صاحبِ دل کے لئے ہے

یارب ایں بخشش نہ حدِّ کارِ ماست — لُطفِ تو لُطفِ خفی را خود سزاست
اے خدا! یہ عطا ہمارے بس کی نہیں ہے — مخفی مہربانی کے لئے تیری مہربانی مناسب ہے،

دست گیر از دستِ ما مارا بخر — پردہ را بردار و پردہ ما مدر
ہماری دستگیری فرما، ہمیں ہم سے خرید لے — پردے کو اٹھا دے اور ہماری پردہ دری نہ فرما

باز خر مارا ازیں نفسِ پلید — کاردش تا استخوانِ ما رسید
اِس ناپاک نفس سے ہمیں خرید لے — اُس کی چھری ہماری ہڈیوں تک پہنچ گئی ہے

از چو ما بیچارگاں ایں بندِ سخت — کہ کشاید اے شہِ بے تاج و تخت
ہم مجبوروں سے یہ سخت بیڑی — اے تاج و تخت سے مستغنی بادشاہ! کون کھول سکتا ہے؟

ایں چنیں قفلِ گراں[۳] را اے وَدُود — کہ تواند جز کہ فضلِ تو کشود
اے محبوب اِس قدر بھاری قفل کو — تیری مہربانی کے علاوہ اور کون کھول سکتا ہے؟

ما ز خود سوئے تو گردانیم سر — چوں توئی از ما بما نزدیک تر
ہم اپنی جانب سے تیری جانب رُخ کرتے ہیں — چونکہ تو ہم سے ہمارے اعتبار سے بھی زیادہ نزدیک ہے

با چنیں نزدیکی دوریم دُور — در چنیں تاریکی بفرست نُور
اِسقدر نزدیکی کے ہوتے ہوئے (بھی) ہم بہت دُور ہیں — ایسی تاریکی میں تو نور بھیج دے

ایں دعا ہم بخشش و تعلیم تست — ورنہ در گلخن گلستاں از چہ رُست
یہ دُعا بھی تیری تعلیم اور عطا ہے — ورنہ بھٹی میں چمن کیسے اُگتا؟

قریب ہیں۔ ایں دعا۔ یعنی یہ دعا جو نفس کے فریب سے نجات کے لئے ہم کر رہے ہیں تیری ہی توفیق ہے۔ گلخن۔ یعنی ہماری طبیعت جو بھٹی جیسی ہے۔ گلستاں یعنی دعا جو چمن کی طرح ہے۔ آگ کی بھٹی میں چمن اُگا دینا قدرتِ خداوندی کی ایک مثال ہے۔

[۱] گِل مخور۔ وہ عالم جو اپنے علم کی انسانوں سے داد کا طالب ہے مٹی کھانے والے کی طرح خود زرد رو ہوتا ہے اور زرد روئی شرمندگی کی علامت ہے۔ دل بخر۔ یعنی کسی صاحبِ دل کا دل خرید تو اُس کے دل کے نور سے تمہارا چہرہ گُلِ بابونہ کی طرح سُرخ رہے گا جو خوشی اور جوانی کی علامت ہے۔ ہمچو مُل۔ شراب کی رنگت سُرخ ہوتی ہے۔
[۲] دل نباشد۔ جو دل مادّیات کا طالب ہو وہ حقیقتاً دل ہی نہیں ہے ورنہ بڑھیا چیز گھٹیا چیز کی کیسے طالب بن سکتی ہے۔ یارب۔ چوں کہ مادّیات سے دل کو ہٹا لینا مشکل کام ہے لہٰذا مولانا خدا سے التجا کرتے ہیں۔ لُطف۔ مہربانی۔ لُطفِ خفی۔ یعنی مادّیات سے دل کا متنفر ہو جانا۔ مارا بخر۔ یعنی ہمیں اپنی ذات سے بے تعلق کر دے۔ پردہ۔ یعنی وہ پردہ جو ہم میں اور ذاتِ خداوندی میں حائل ہے۔ کاردش۔ یعنی اُس کی ایذا رسانی حد سے گذر گئی ہے۔ بندِ سخت۔ یعنی نفس کی گرفت۔
[۳] قفلِ گراں۔ یعنی خواہشاتِ نفسانی کا قفل۔ وَدُود۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ ما ز خود۔ اِس معاملہ میں ہماری ذاتی کوشش مُفید نہیں ہے۔ چوں توئی۔ خدا نے ارشاد فرمایا ہے ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ انسان سے

درمیانِ خون و روده فہم و عقل — **جز ز اکرام تو نتواں کرد نقل**

خون اور انتڑی میں سمجھ اور عقل — تیرے کرم کے سوا کوئی منتقل نہیں کرسکتا ہے

از دو پارہ پیہ ایں نورِ رواں — **موجِ نورش می زند تا آسماں**

یہ جاری نور، چربی کے دو ٹکڑوں سے! — اس کے نور کی موج آسمان سے ٹکراتی ہے

گوشت پارہ کہ زباں آمد ازو — **می رود سیلابِ حکمت جُو بجُو**

گوشت کا ٹکڑا جو کہ زبان ہے، اس سے — دانائی کا سیلاب نہر در نہر جاتا ہے

ق

سُوئے سوراخے کہ نامش گوشہاست — **تا بباغِ جاں کہ میوہ اش ہوشہاست**

اس سوراخ کی جانب سے جس کا نام کان ہے — جان کے باغ تک جس کا میوہ دانائیاں ہیں

شاہراہِ باغِ جانہا شرعِ اوست — **باغ و بُستانہائے عالم فرعِ اوست**

جانوں کے باغ کی شاہراہ اس کی شریعت ہے — دنیا کے باغ اور چمن اس کی شاخ ہیں

اصل و سرچشمہ خوشی آنست آں — **زود تجری تحتہا الانہار خواں**

اصل اور خوشی کا سرچشمہ وہی وہ ہے — جلدی سے "اس کے نیچے نہریں جاری ہیں" پڑھ لے

قصۂ رنجور گو با مصطفےٰ — **زانکہ لُطفِ حق ندارد منتہیٰ**

آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ بیمار کا قصہ بتا — اس لئے کہ اللہ کی مہربانی کی کوئی حد نہیں ہے

شکرِ نعمت چوں کُنی چوں شکرِ تو — **نعمتِ تازہ بود ز احسانِ او**

تو نعمت کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہے جبکہ تیرا شکر کرنا — اس کے احسان سے ایک نئی نعمت ہے

عجزِ تو در شکر شکر آمد تمام — **فہم کُن دریاب قد تم الکلام**

شکر سے تیرا عاجز ہونا ہی پورا شکر ہے — سمجھ لے، جان لے، بات پوری ہوئی

تتمۂ نصیحت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آں بیمار را

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بیمار کو نصیحت کرنے کا بقیہ قصہ

گفت پیغمبر مر آں بیمار را — **چوں عیادت کرد یارِ زار را**

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس بیمار سے فرمایا — جب بیمار دوست کی مزاج پرسی کی

کہ مگر نوعے دعائے کردۂ — **از جہالت زہر بائے خوردۂ**

شاید تو نے کوئی دعا کی ہے — نادانی سے زہریلا شوربا پیا ہے

یاد آور چہ دعائے گفتۂ — **چوں زمکرِ نفس می آشفتۂ**

یاد کر کیا دعا کی ہے؟ — جب تو نفس کے مکر سے پریشان ہوا ہے

ا۵ درمیانِ خون۔ انسانی جسم کے خون اور انتڑیوں میں عقل جیسی چیز پیدا فرما دینا قدرتِ خداوندی کی دوسری مثال ہے۔ از دو پارہ۔ انسان کی آنکھوں میں ایسا نور پیدا کردینا جو آسمان تک پہنچتا ہے قدرتِ خدا کی تیسری مثال ہے۔ گوشت پارہ۔ انسان کی زبان سے جو محض ایک گوشت کا ٹکڑا ہے حکمت و دانائی کی باتیں کانوں تک پہنچتی ہیں اور کان اُن کو روح تک پہنچا دیتے ہیں جس سے انسان میں ہوشمندی پیدا ہوتی ہے یہ قدرتِ خداوندی کی چوتھی مثال ہے۔ شرعِ اوست۔ یعنی حکمت کے جان کے باغ میں پہنچنے کا راستہ شریعت ہے دوسرے چمنستانِ حکمت اس چمن کی شاخ ہیں۔

۵۲ آنست۔ یعنی حکمت کا سیلاب۔ الانہار۔ مولانا نے اس آیت میں نہروں سے حکمت اور معارفِ الٰہیہ کی نہریں مراد لی ہیں۔ رنجور۔ بیمار۔ ندارد منتہیٰ۔ قرآن پاک میں ہے اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو گے تو شمار نہ کرسکو گے۔ شکرِ نعمت۔ اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا ناممکن ہے اس لئے کہ نعمت پر شکر ادا کرنا خود ایک نعمت ہے اب اس کا شکریہ ادا کروگے تو اس کی ایک اور نعمت موجود ہوجائیگی تو سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا اور تم شکریہ سے عہدہ برآ نہ ہو سکوگے۔ عجز۔ ہم اُسکے شکریہ سے

گفت یادم نیست الّا ہمّتے[1] | دار با من یادم آید ساعتے

اُس نے کہا مجھے یاد نہیں، مگر توجہ | ڈال دیجئے مجھ پر، فوراً مجھے یاد آجائے گی

از حضورِ نور بخشِ مُصطفیٰ ؐ | پیشِ خاطر آمد اُورا آں دُعا

آنحضورؐ کی نور عطا کرنے والی تشریف آوری سے | وہ دعا اُس کے دل میں آگئی

ہمّتِ پیغمبرِ ؐ روشن کدہ | پیشِ خاطر آمدش آں گم شدہ

نورانی خاندان کے پیغمبرؐ کی توجہ سے | وہ بھولی ہوئی (دعا) اُس کے دل میں آگئی

تافت ازاں روزن کہ از دل تا دلےست | روشنی کو فرقِ حقّ و باطل ست

اُس روزن سے جو دل سے دل تک ہے چمکی | روشنی جو حق اور باطل میں فرق کردینے والی ہے

گفت اینک یادم آمد اے رسول | آں دُعا کہ گفتہ ام من بو الفضول[2]

اُس نے کہا اے رسول! اب مجھے یاد آگئی | وہ دعا جو مجھ بے وقوف نے کی ہے

چوں گرفتارِ گُنہ می آمدم | غرقہ گشتہ دست و پائے می زدم

جب میں گناہ میں مبتلا ہو گیا | ڈوب کر ہاتھ پیر مارتا تھا

بُر گنہ بابِ کُشایش می زند | غرقہ دست اندر حشایش می زند

گنہگار، نجات کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے | ڈوبتا ہوا گھاس پر ہاتھ مارتا ہے

از تو تہدید و وَعیدے می رسید | مُجرماں را از عذابِ بس شدید

آپ کی جانب سے دھمکی اور ڈراوا پہنچتا تھا | گنہگاروں کے لئے سخت عذاب کا

مُضطرب[3] می گشتم و چارہ نہ بود | بند محکم بُود و قفلِ ناکشود

میں پریشان ہوگیا اور کوئی تدبیر نہ تھی | مضبوط قید تھی، اور نہ کھلنے والا تالا

نے مقامِ صبر و نے راہِ گُریز | نے امیدے توبہ نہ جائے ستیز

نہ صبر کا مقام اور نہ بھاگنے کی جگہ | نہ توبہ کی اُمید نہ جھگڑے کا موقع

نے بغیرِ حق تعالےٰ یارِ من | ایں چنیں دشوار آمد کارِ من

نہ خدا کے علاوہ (کوئی) میرا دوست | میرا کام ایسا مشکل ہو گیا

من چو ہاروت و چو ماروت از حزَن | آہ می کردم کہ اے خلّاقِ من

میں غم سے ہاروت ماروت کی طرح | آہ کرتا تھا کہ اے میرے پیدا کرنیوالے!

ذکرِ دُشواری عذابِ آخرت و سختی آں

آخرت کے عذاب کی دشواری اور سختی کا ذکر

---

[1] ہمّت۔ باطنی توجہ۔ آں دعا۔ وہ دعا جو اُس نے کی تھی اور بھول گیا تھا۔ روشن کدہ۔ منور گھر۔ گم شدہ۔ یعنی دعا۔ تافت۔ یعنی آنحضورؐ کی باطنی توجہ سے آپ کے قلب مبارک سے اُن کے قلب تک نور پہنچا جس سے دعا یاد آگئی۔

[2] بو الفضول۔ بیہودہ۔ بر گنہ۔ گنہگار۔ حشایش۔ حشیش کی جمع، گھاس، مقولہ ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ تہدید۔ ڈراوا۔ وعید۔ سزا کا وعدہ۔ مجرماں۔ گنہگاراں۔

[3] مضطرب۔ یعنی اِن حالات میں پریشان ہوگیا۔ ہاروت ماروت۔ وہ دو فرشتے جو اپنے گناہوں کی پاداش میں بابل کے کنوئیں میں لٹکے ہوئے مانے گئے ہیں یہ شرعی اعتبار سے محض ایک افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

از خطرؔ[1] ہاروت و ماروت آشکار
ہاروت و ماروت نے خطروں کی وجہ سے علانیہ

چاہِ بابل را بکردند اختیار
بابل کے کنویں کو پسند کرلیا

تا عذابِ آخرت اینجا کشند
تاکہ آخرت کے عذاب کو اسی جگہ بھگت لیں

گربزندؔ[2] و عاقل و ساحر وشند
ہوشیار ہیں اور عقلمند ہیں اور جادوگر جیسے ہیں

نیک کردند و بجائے خویش بُود
اچھا کیا، اور بامحل تھا

سہل تر باشد ز آتش رنجِ دُود
دھویں کی تکلیف آگ سے زیادہ آسان ہوتی ہے

حد ندارد وصفِ رنجِ آنجہاں
اُس عالَم (آخرت) کی تکلیف کی کوئی حد نہیں ہے

سہل باشد رنجِ دنیا پیشِ آں
دنیا کی تکلیف اُس کے مقابلہ میں آسان ہے

اے خنک آں کو جہادے می کُند
قابلِ مبارکباد ہے وہ شخص جو مجاہدہ کرتا ہے

بَر بدن زجرے و دادے می کُند
بدن کو تنبیہ اور اُس کے ساتھ انصاف کرتا ہے

تا ز رنجِ آں جہانے وارہد
تاکہ اُس جہان (آخرت) کی تکلیف سے نجات پالے

بر خود ایں رنجِ عبادت می نہد
اپنے اوپر عبادت کی تکلیف ڈالتا ہے

منؔ[3] ہمی گفتم کہ یارب آں عذاب
میں نے بھی یہ کہا کہ اے خدا! وہ سزا

ہمدریں عالم براں بر من شتاب
اِسی عالم (دنیا) میں جلدی سے جاری کردے

تا دراں عالم فراغت باشدم
تاکہ اُس عالمِ (آخرت) میں مجھے فراغت حاصل ہو

در چنیں درخواست حلقہ می زدم
اِس طرح کی درخواست پر میں زنجیر کھٹکھٹاتا تھا

اینچنیں رنجورئیے پیدام شد
اِس قسم کی بیماری مجھ میں پیدا ہوگئی

جانِ من از رنج بے آرام شد
کہ میری جان تکلیف سے بے آرام ہوگئی

ماندہ ام از ذکر و از اورادِ خود
ذکر اور اپنے وظائف سے میں عاجز ہوگیا ہوں

بے خبر گشتم ز خویش و نیک و بد
اپنے اور اچھے بُرے سے بے خبر ہوگیا ہوں

گر نمی دیدم کنوں من روئے تو
اگر اب میں آپ کا چہرہ نہ دیکھتا

اے خجستہ وے مبارک خوئے تو
اے بابرکت اور اے وہ ذات کہ تیری خصلت مبارک ہے

می شُدم از دستِ من یکبارگی
میں ایک بارگی اپنے ہاتھ سے گیا گزرا ہوجاتا

کردئیم شاہانہ ایں غمخوارگی
آپ نے میری شاہانہ غمخواری فرمائی

گفت ہے ہے ایں دعا دیگر مکن
آپ نے فرمایا خبردار! یہ دعا پھر نہ کرنا

بر مکن تو خویش را از بیخ و بُن
اپنے آپ کو جڑ بنیاد سے نہ اکھاڑ

---

[1] از خطر ہا۔ افسانہ یہ ہے کہ ہاروت و ماروت نے زہرہ سے زنا کرلیا تب اُن سے کہا گیا کہ آخرت میں عذاب بھگتو یا دنیا میں، جس کی یہ صورت ہوگی کہ ایسے کنویں میں جس میں دھواں بھرا ہوگا قیامت تک کے لئے اُلٹے لٹکا دیئے جاؤ گے۔ اِس پر اُنھوں نے دنیا کی سزا کو پسند کرلیا۔ بابل۔ عراق کا مشہور شہر تھا۔

[2] گربز۔ چالاک۔ ساحر۔ ہاروت و ماروت لوگوں کو جادو کی تعلیم دینے والے تھے۔ آتش۔ یعنی جہنم کی آگ۔ دُود یعنی وہ دھواں جو چاہِ بابل میں ہے۔ اے خنک۔ وہ انسان قابلِ مبارکباد ہے جو اپنے جسم کو دنیاوی تکالیف میں مبتلا کرکے عبادات اور مجاہدہ کرلے اور آخرت کے عذاب سے نجات حاصل کرلے۔ داد۔ انصاف۔ جسم کے ساتھ یہی انصاف ہے کہ عبادت کرکے اُس کو آخرت کے عذاب سے چھڑالے۔

[3] من ہمی گفتم۔ اُن صحابی نے حضورؐ سے عرض کیا کہ میں نے یہی دعا کی تھی کہ مجھے بجائے آخرت کے دنیا میں عذاب میں مبتلا کردیا جائے۔ ذکر۔ یعنی خدا کا ذکر۔ اَوراد۔ وہ وظائف جن کو کوئی اپنا معمول بنالے۔ می شُدم۔ یعنی میں مرجاتا۔

645

تو چہ طاقت داری اے مورِ ژند [1] — **کہ نہد بر تو چناں کوہے بلند**

اے کمزور چیونٹی! تو کیا طاقت رکھتا ہے — کہ وہ (اللہ تعالیٰ) تجھ پر اس قدر اونچا پہاڑ دھر دے

گفت توبہ کردم اے سلطاں کہ من — **از سرِ جلدی نسازم ہیچ فن**

اس نے کہا اے شاہ! میں نے توبہ کی — عجلت میں کوئی ترکیب عمل میں نہ لاؤں گا

ایں جہاں تیہ است و تو موسیٰ و ما — **از گنہ در تیہ ماندہ مبتلا**

یہ دنیا تیہ ہے اور آپ موسیٰ ہیں اور ہم — گناہ کی وجہ سے تیہ میں مبتلا ہیں

سالہا رہ می رویم و در اخیر — **ہمچناں در منزلِ اول اسیر**

ہم سالوں کی مسافت طے کرتے ہیں اور آخر میں — اسی طرح پہلی منزل کے پابند ہیں

ذکرِ قومِ موسیٰ علیہ السلام و پشیمانیِ ایشاں

موسیٰ علیہ السلام کی قوم اور ان کی شرمندگی کا تذکرہ

قومِ موسیٰ [2] راہ می پیمودہ اند — **آخر اندر گامِ اول بودہ اند**

(حضرت) موسیٰؑ کی قوم راستہ طے کرتی — (لیکن) نتیجہ میں وہ پہلی جگہ پر ہوتی

گر دلِ موسیٰ ز ما راضی بدے — **تیہ را راہ و کراں پیدا شدے**

اگر (حضرت) موسیٰؑ کا دل ہم سے خوش ہوتا — تیہ کا راستہ اور کنارہ معلوم ہو جاتا

ور بکُل بیزار بودے او ز ما — **کے رسیدے منّ و سلویٰ از سما**

اگر وہ ہم سے بالکلیہ بیزار ہوتے — تو من و سلویٰ آسمان سے کب آتا

کے ز سنگے چشمہا جوشاں شدے — **در بیاباں تا امانِ جاں شدے**

پتھر سے چشمے کب جوش مارتے — جنگل میں، حتیٰ کہ جان کی امان بن گئے

بل بجائے خواں خود آتش آمدے — **اندریں منزل لہب بر ما زدے**

بلکہ خوان کی بجائے آگ برستی — اس منزل میں لپٹ ہمیں مارتی

چوں [3] دو دل شد موسیٰ اندر کارِ ما — **گاہ خصمِ ماست و گاہے یارِ ما**

چونکہ ہمارے معاملہ میں موسیٰؑ دو دلے ہو گئے ہیں — کبھی ہمارے دشمن ہیں اور کبھی ہمارے دوست ہیں

خشمش آتش می زند در رختِ ما — **حلمِ او رد می کند تیرِ بلا**

ان کا غصہ ہمارے سامان کو پھونک دیتا ہے — ان کی بردباری مصیبت کا تیر لوٹا دیتی ہے

کے بود کہ حلم گردد خشمِ تیز — **نیست نادر ایں ز لطفت اے عزیز**

کب ہوگا کہ ان کا تیز غصہ بردباری بن جائے — اے خدا! یہ تیری مہربانی سے دور نہیں ہے

---

[1] مور۔ چیونٹی۔ ژند۔ اندھا، پست و خوار۔ کوہے بلند یعنی دنیا کا عذاب۔ توبہ کردم یعنی آئندہ عذاب بھگتنے کی دعا نہ کروں گا بلکہ معافی کی درخواست کیا کروں گا۔ تیہ۔ بوزن فیل وہ بیابان تھا جس میں نافرمانیوں کی بدولت بنی اسرائیل چالیس سال تک سرگرداں پھرتے رہے۔ اسی میدان میں ان پر من و سلویٰ بھی اترا اور پتھر کے پانی کے چشمے بھی پھوٹے۔ سالہا۔ بنی اسرائیل تیہ میں جہاں سے صبح کو چلتے تھے شام کو پھر وہیں پہنچ جاتے تھے نکلنے کا کوئی راستہ نہ ملتا تھا یہی حال ہمارا ہے توبہ و استغفار سے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے لیکن گناہ کر بیٹھتے ہیں تو پھر پہلی منزل پر پہنچ جاتے ہیں۔

[2] قومِ موسیٰ یعنی بنی اسرائیل۔ گر دل۔ بنی اسرائیل کہتے تھے کہ اگر موسیٰ بالکل خوش ہوتے تو ہم تیہ سے نکلنے میں کامیاب ہو جاتے۔ ور بکل۔ اگر بالکلیہ ناراض ہوتے تو ہم پر من و سلویٰ کیوں اترتا اور پتھر سے پانی کے چشمے کیوں ابلتے۔ بل۔ من و سلویٰ کے بجائے ہم پر آگ نازل ہوتی۔

[3] چوں دو دل۔ حضرت موسیٰؑ کے دل میں ہم سے پیار بھی ہے اور ناراضی بھی۔ خشمش۔ یعنی ان کا غصہ ہماری تباہی کا باعث ہے۔ کے بود۔ ہم اس وقت کے منتظر ہیں جب خدا کی مہربانی سے ان کا غصہ بھی بردباری میں تبدیل ہو جائیگا۔

مدحِ[1] حاضر وحشت است از بہرِ ایں | نامِ موسیٰؑ می برم قاصد چنیں
منہ پر تعریف کرنا ناراضی کا سبب ہے اِس لئے | میں عمداً اس طرح حضرت موسیٰ کا نام لے رہا ہوں

ورنہ موسیٰؑ کے روا دارد کہ من | پیشِ تو یاد آورم از ہیچ تن
ورنہ حضرت موسیٰؑ کب گوارا کرتے کہ میں | آپ کے سامنے کسی کو یاد کروں

عہدِ ما بشکست صد بار و ہزار | عہدِ تو چوں کوہ ثابت برقرار
ہمارا عہد سینکڑوں اور ہزاروں بار ٹوٹا ہے | تیرا عہد پہاڑ کی طرح ثابت برقرار ہے

عہدِ ما کاہ و بہر بادے زبوں | عہدِ تو کوہ و ز صد کہ ہم فزوں
ہمارا عہد تنکا ہے اور ہر ہوا سے مغلوب ہے | تیرا عہد پہاڑ ہے اور سینکڑوں پہاڑوں سے بڑھا ہوا ہے

حقِ آں قوت کہ بر تلوینِ ما | رحمتے کن اے امیرِ لَونہا
اُس قوت کا واسطہ جو تجھے ہماری نیرنگیوں پر ہے | اے حالات کے فرمانروا! رحم فرما دے

خویش را دیدم و رسوائی خویش | امتحانِ ما مکن اے شاہ بیش
میں نے اپنے آپ کو اور اپنی رسوائی کو دیکھ لیا | اے شاہ! ہمارا زیادہ امتحان نہ لے

تا فضیحتہائے[2] دیگر را نہاں | کردہ باشی اے کریمِ مُستعاں
تاکہ دوسری رسوائیوں کو تو پوشیدہ | کردے اے مددگار کریم!

بیحدی تو در جمال و در کمال | در کژی ما بیحدیم و در ضلال
تو جمال اور کمال میں لامحدود ہے | ہم کجی اور گمراہی میں لاانتہا ہیں

بیحدی خویش بگمار اے کریم | بر کژیِ بیحدِ مُشتے لئیم
اے کریم! اپنی بے پایانی مسلط فرما دے | ایک مُٹھی (خاک) کمینے کی لامحدود کجی پر

ہیں[3] کہ از تقطیعِ ما یک تار ماند | مصر بودیم و یکے دیوار ماند
دیکھ! ہمارے لباس کا ایک تار رہ گیا ہے | ہم شہر تھے اور ایک دیوار رہ گئی ہے

اَلْبَقِیَہ اَلْبَقِیَہ اے خدیو | تا نگردد شاد کلی جانِ دیو
اے شاہ! باقی کی حفاظت کر | تاکہ شیطان کی جان بالکلیہ خوش نہ ہو

بہرِ ما نے بہرِ آں لُطفِ نخست | کہ تو کردی گمرہاں را باز جست
ہماری وجہ سے نہیں اُس پہلی مہربانی کی وجہ سے | کہ تو نے گمراہوں کو تلاش کیا ہے

---

[1] مدحِ حاضر۔ اُن بیمار صحابی نے حضرت موسیٰؑ کا ذکر کر کے اُن کے کچھ فضائل ذکر کئے اب فرماتے ہیں کہ دراصل وہ فضائل آپ کے ہیں لیکن چونکہ منہ پر تعریف کرنے سے آپ کو ناگواری ہوتی ہے تو میں نے حضرت موسیٰؑ کے ضمن میں آپ کے فضائل کا ذکر کیا ہے۔ ورنہ۔ حضرت موسیٰؑ خود اس کو نہ پسند کرتے کہ آپ کی موجودگی میں اُنکی تعریف کی جائے۔ عہد۔ ہم نے بندگی کا عہد کیا جو ہزاروں بار ٹوٹا اللہ نے ربوبیت کا عہد کیا جو ہر وقت برقرار ہے۔ تلوینِ ما۔ کبھی ہم توبہ کرتے ہیں کبھی اُسکو توڑتے ہیں کبھی اطاعت و عبادت کرتے ہیں کبھی نافرمانی کرتے ہیں اور یہ سب کچھ قدرتِ خداوندی کا مظہر ہے۔ لونہا۔ یعنی ہماری مختلف کیفیتیں۔

[2] تا فضیحتہائے دیگر۔ اگر تو ہمیں امتحان میں ڈالے گا تو دیگر رُسوائیاں ڈھکی چھپی رہیں گی۔ مُستعان۔ جس سے مدد مانگی جائے۔ بیحدی۔ اللہ کا جمال و کمال لامحدود ہے اور بندہ کی خطائیں لامحدود ہیں لہٰذا وہی پردہ پوشی کر سکتا ہے۔

[3] ہیں۔ ہماری پردہ پوشی کے ظاہری اسباب ختم ہوگئے ہیں۔ لباس کا صرف ایک تار رہ گیا ہے نیکی کی تمام قوتیں ہم فنا کر چکے ہیں اُس کے صرف آثار باقی رہ گئے ہیں۔ البقیہ۔ جو کچھ باقی ہے اُسکی حفاظت کر دے تاکہ بالکلیہ تباہی نہ ہو۔ بہرِ ما نے۔ ہم پر رحم اپنے قدیم رحم کے طفیل کر دے جو گناہگاروں کو معاف کرنے کے لئے تلاش کرتا ہے۔

667

چوں نمودی قدرتت بنمائے رحم — اے نہادہ رحمہا در شحم و لحم
جب تونے اپنی قدرت کا اظہار کیا ہے رحم فرما دے — اے وہ ذات! جسنے چربی اور گوشت میں رحم (کا مادہ) رکھدیا ہے

زیں دعا گر خشم افزاید ترا — تو دعا تعلیم فرما مہترا
اگر یہ دعا تیرا غصہ بڑھائے — اے بڑے! تو (اور) دعا سکھلا دے

آنچناں کآدم بیفتاد از بہشت — رجعتش دادی کہ رست از دیو زشت
جیسا کہ (حضرت) آدمؑ جنت سے گرے — انکو تونے توبہ کے طریقہ کی تعلیم فرمائی کہ شیطان سے وہ نجات پاگئے

دیو کہ بود کو ز آدمؑ بگذرد — بر چنیں نطعے ازو بازی برد
شیطان کیا ہوتا ہے جو حضرت آدمؑ سے بڑھ جائے — ایسی بساط پر اس سے بازی جیت لے

در حقیقت نفع آدمؑ شد ہمہ — لعنت حاسد شد آں بد دمدمہ
حقیقتاً سب (حضرت) آدمؑ کا نفع ہوا — وہ برا مکر حاسد کی لعنت بنا

بازیِ دید و دو صد بازی ندید — پس ستون خیمۂ خود را برید
ایک چال دیکھی اور دو سو چالیں نہ دیکھیں — تو اپنے خیمہ کا ستون کاٹ ڈالا

آتشے زد شب بکشت دیگراں[2] — باد سوئے کشت او گردش رواں
رات میں دوسروں کی کھیتی میں آگ لگائی — ہوا نے اس کو اس کی کھیتی کی طرف روانہ کردیا

چشم بندے بود لعنت دیو را — تا زیان خصم دید آں ریو را
لعنت شیطان کی آنکھ کی پٹی تھی — یہاں تک کہ اس مکر کو مقابل کی بربادی سمجھا

ہم زیان جان او شد ریو او — خود تو گوئی بود آدمؑ دیو او
اس کا مکر اس کی جان کی تباہی بنا — تو خود کہے گا آدمؑ اس کے گمراہ کرنے والے تھے

لعنت[3] ایں باشد کہ کژ بینش کند — حاسد و خود بین و پر کینش کند
لعنت یہ ہوتی ہے کہ اس کو کج بین بنادے — اس کو حاسد اور متکبر اور کینہ ور کردے

تا بداند کہ ہر آں کو بد کند — عاقبت باز آید و بر وے زند
یہاں تک کہ وہ جان لیگا کہ جو شخص برائی کرتا ہے — انجام کار وہ لوٹتی ہے اور اس پر پڑتی ہے

جملہ فرزیں بندہا بیند بعکس — مات بر وے گردد و نقصان و نکس
تمام مہروں کو الٹا دیکھتا ہے — مات اور نقصان اور ذلت اس کو ہوتی ہے

---

[1] چوں نمودی۔ انسانوں اور جانوروں میں رحم کا مادہ خدا کی رحمت کا جزو ہے۔ زیں دعا۔ اگر ہمارے یہ دعائیہ الفاظ پسند نہیں ہیں تو تو ہی اور دعا سکھادے جیسا کہ تونے حضرت آدمؑ کو خود دعا سکھائی تھی جس سے ان کی لغزش معاف ہوئی۔ رجعت۔ واپسی، توبہ۔ بگذرد۔ بازی لیجائے۔ نطع۔ چمڑے کا ٹکڑا، بساط۔ درحقیقت شیطان نے جو مکر حضرت آدمؑ کے نقصان کے لئے کیا وہ ان کے نفع کا سبب بن گیا اور توبہ کے بعد انکو مزید قرب حاصل ہوگیا۔ بازی۔ شیطان نے اپنے مکر کی طرف دھیان کیا اللہ تعالیٰ کی تدبیروں کو ذہن میں نہ رکھا اور اپنے مکر سے خود برباد ہوگیا۔

[2] آتشے۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کو تباہ کرنے کے لئے مکر کیا اور خود اسکے جال میں پھنس گیا۔ چشم بندے۔ شیطان کے لئے اللہ کی لعنت آنکھ کی پٹی ثابت ہوئی وہ اپنے انجام کو نہ دیکھ سکا۔ خود تو گوئی۔ شیطان تو حضرت آدمؑ کی تباہی کا سبب نہ بنا البتہ حضرت آدمؑ شیطان کی تباہی کا سبب بن گئے۔

[3] لعنت۔ جب کوئی خدا کی لعنت میں گرفتار ہوتا ہے تو کج بین اور حاسد اور متکبر اور کینہ ور بن جاتا ہے۔ تا بداند۔ برائی کا وبال خود برائی کرنے والے کو بھگتنا پڑے گا۔ فرزین بند۔ شطرنج کی وہ چال جس سے مخالف کی نرد فرزین کی مار کا خطرہ کم ہو جائے۔ مات۔ بازی ہارنا۔ نکس۔ اوندھا، ذلیل۔

زانکہ[۱] گر اُو ہیچ بیند خویش را — مُہلک و ناسور بیند ریش را
اِس لئے کہ اگر وہ اپنے آپ کو ناچیز سمجھتا — زخم کو مُہلک اور ناسور سمجھتا

درد خیزد زیں چنیں دیدن درُوں — درد اُو را از حجاب آرد بروں
اِس طرح دیکھنے سے اندر درد اٹھتا ہے — درد اُس کو پردے سے باہر لے آتا ہے

تانگیرد مادراں را دردِ زِہ — طفل در زادن نیابد ہیچ رہ
جب تک ماؤں کے دردِ زہ نہ ہو — بچّہ کو پیدا ہونے کے لئے کوئی راستہ نہیں ملتا

ایں امانت در دل و جاں حاملہ است — وایں نصیحتہا مثالِ قابلہ است
یہ امانت دل میں ہے اور جان حاملہ ہے — اور یہ نصیحتیں دایہ جیسی ہیں

قابلہ گوید کہ زن را درد نیست — درد باید درد کودک را رہ ست
دایہ کہتی ہے کہ عورت کو درد (زہ) نہیں ہے — درد چاہیئے درد (زہ) بچہ کا راستہ ہے

آنکہ اُو بیدرد باشد رہزن ست — زانکہ بیدردی اَنَا الحق گفتن ست
جو بے درد ہو وہ رہزن ہے — اِس لئے بیدردی اَنَا الحق کہنا ہے

آں[۲] اَنَا بیوقت گفتن لعنت است — ویں اَنَا در وقت گفتن رحمت است
اَنَا کو بے موقع کہنا (موجب) لعنت ہے — اور اِس اَنَا کو باموقع کہنا (باعثِ) رحمت ہے

آں اَنَا منصُور را رحمت بُدہ — ایں اَنَا فرعون را لعنت بُدہ
وہ اَنَا منصور کے لئے (باعثِ) رحمت تھا — یہ اَنَا فرعون کے لئے (موجبِ) لعنت تھا

لاجرم ہر مُرغِ[۳] بے ہنگام را — سَر بُریدن واجب است اِعلام را
لامحالہ بے وقت کے ہر مرغ کا — سَر کاٹ ڈالنا تشہیر کے لئے ضروری ہے

سَر بُریدن چیست کُشتن نفس را — در جہاد و ترک گفتن لمس را
سَر کاٹنا کیا ہے؟ نفس کو مارنا ہے — مجاہدہ میں، اور لذّت کو خیر باد کہنا ہے

آنچناں کہ نیشِ کژدم برکنی — تاکہ یابد اُو ز کُشتن ایمنی
جیسے کہ تو بچھو کا ڈنک نکال دے — تاکہ وہ مارے جانے سے مامون ہو جائے

---

[۱] زانکہ۔ اگر تکبّر نہ ہو تو انسان اپنی بُرائی کو بُرائی سمجھ کر ازالہ کر لیتا ہے۔ درد۔ اپنی خطا پر اگر انسان درد محسوس کرلے تو نجات ہو جاتی ہے۔ تانگیرد درد۔ ماں کو اگر دردِ زہ نہ ہو تو خوشکن نتیجہ سامنے نہیں آتا ہے۔ ایں امانت۔ بھلائی کی طاقتیں دل میں بمنزلہ حمل کے ہیں اور روحِ انسانی حاملہ ہے اور وعظ و نصیحت اُن قوی کو بروئے کار لانے والی ہے لہٰذا وہ بمنزلہ دایہ کے ہے۔ قابلہ۔ ناصح کی نصیحت سے اگر درد نہیں پیدا ہوتا ہے تو بھلائی کی طاقتیں بروئے کار نہیں آتی ہیں جس طرح دایہ تب ہی جناتی ہے جبکہ عورت کے درد زہ ہو۔ بے درد باشد۔ جس میں درد کا مادّہ نہیں وہ بے درد ڈاکو کی طرح ہے۔ بے دردی۔ بے درد متکبر ہوتا ہے اور تکبّر کا آخری درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کا درجہ دے کر خدائی کا دعویٰ کر دیتا ہے جیسا کہ متکبر بے درد فرعون نے اَنَا رَبُّکُمُ الاَعلیٰ کہا یہی اَنَا الحق کہنے کا مطلب ہے۔

[۲] آں اَنَا۔ پہلے شعر میں اَنَا الحق کہنے کو بے دردی اور تکبّر کی بنیاد پر بتایا تھا اب اُسکی تفصیل فرماتے ہیں کہ بے وقت اَنَا الحق کہنا لعنت ہے لیکن باموقع کہنا درست ہے۔ منصورؒ۔ حلاج نے وحدۃُ الوجود کے غلبہ میں اپنے آپ کو فنا کر کے اور صفاتِ خداوندی سے متصف ہو کر اَنَا الحق کہا تو موجبِ رحمت تھا، فرعون نے بے موقع کہا تو موجبِ لعنت بنا۔

[۳] مرغِ بے ہنگام۔ جو مرغ بے وقت بولے اُس کو ذبح کر دیا جاتا ہے۔ اِسی طرح فرعون نے بے وقت اَنَا الحق کہا اور وہ ہلاک کر دیا گیا۔ اعلام۔ یعنی دوسروں کو بتانا، اعلان کرنا۔ سَر بُریدن۔ اگر انسان کا نفس تکبّر میں اَنَا الحق کا مدّعی بنے تو اُس کے سَر کاٹنے کی ترکیب یہ ہے کہ مجاہدات کے ذریعہ اُس کو قتل کر ڈالے۔ آنچناں۔ نفس کو مارنے سے انسان کی نجات ہو جاتی ہے جیسے کہ بچھو کا ڈنک توڑ دیا جائے تو پھر وہ ہلاک ہونے سے بچ جاتا ہے۔

بر کَنی[۱] دندانِ پُر زہرے ز مار | تا رہد مار از بلائے سنگسار

سانپ کے زہریلے دانت اُکھاڑ دے | تاکہ سانپ سنگساری کی مصیبت سے بچ جائے

ہیچ نکشد نفس را جز ظلِّ پیر | دامنِ آں نفس کُش را سخت گیر

نفس کو شیخ کے سایہ کے علاوہ کوئی چیز نہیں مارتی ہے | اُس نفس کو مارنے والے کا دامن مضبوطی سے پکڑ لے

چوں بگیری سخت آں توفیق ہوست | در تو ہر قوت کہ آید جذبِ اوست

جب تو مضبوط پکڑے گا وہ اللہ (تعالیٰ) کی توفیق ہوگی | تجھ میں جو قوت آئے گی وہ اسی کی کشش ہے

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ راست داں | ہر چہ دارد جاں بود از جانِ جاں

"تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا"، کو صحیح سمجھ | جو کچھ جان میں ہے وہ جانِ جاں کیجانب سے ہوگا

دست[۲] گیرندہ ویست و بُردبار | دمبدم آں دم ازو امید دار

وہی دستگیری کرنیوالا اور بوجھ اٹھانیوالا ہے | ہر وقت اُس سے جذب کی امید رکھ

نیست غم گر دیر بے اُو ماندۂ | دیر گیر و سخت گیرش خواندۂ

اگر تو بہت دیر تک اسکے بغیر رہا ہے تو غم نہ کر | تو نے اُسکو دیر سے پکڑنیوالا اور سخت گرفت کرنیوالا پڑھا ہے

دیر گیرد سخت گیرد رحمتش | یک دمت غائب ندارد حضرتش

اسکی رحمت دیر سے شاملِ حال ہوگی تو پوری شاملِ حال ہوگی | اُس کا دربار تجھے ایک لمحہ کیلئے غائب نہ ہونے دیگا

ور تو خواہی شرحِ ایں فضل و وِلا | از سرِ اندیشہ می خواں والضحیٰ

اگر تو اس مہربانی اور دوستی کی شرح چاہتا ہے | تو غور و فکر سے (سورۂ) والضحیٰ پڑھ لے

ور[۳] تو گوئی ہم بدی ہا از ویست | لیک آں نقصانِ فضلِ او کے ست

اگر تو کہے کہ برائیاں بھی اسی کی جانب سے ہیں | لیکن وہ اُس کی عنایت کے نقصان کا باعث کب ہیں؟

آں بدی دادن کمالِ اُوست ہم | من مثالے گویمت اے محتشم

وہ برائی دینا بھی اُس کا کمال ہے | اے بزرگوار! میں تجھ سے ایک مثال کہتا ہوں

مثال در بیانِ معنیٰ نُؤمِنُ بالقَدَرِ خَیرِہٖ وَشَرِّہٖ

اِس معنیٰ کے بیان میں ایک مثال کہ ہم ایمان لائے اچھی اور بری تقدیر پر

کرد نقاشے دوگونہ نقشہا | نقشہائے صاف و نقشِ بے صفا

ایک نقاش نے دو قسم کے نقش بنائے | اچھے نقش اور بُرے نقش

پریشانی ہوئی لیکن پھر انتہائی پیار کیساتھ آنحضورؐ کی اس سورہ کے ذریعہ تسلی فرمادی گئی۔

[۳] ور تو گوئی۔ بے وقت انا الحق کہنا اور قلب میں بُری قوتوں کا پیدا ہونا بھی اللہ کا فعل ہے تو بظاہر یہ کمال خداوندی کے خلاف ہے مولانا جواباً فرماتے ہیں کہ بدی کا خلق بھی اللہ کا کمال ہے اور اُسکو ایک مثال میں سمجھاتے ہیں۔

[۱] بر کنی۔ اگر سانپ کا زہریلا دانت توڑ دیا جائے تو سانپ ہلاکت سے بچ جاتا ہے۔ ہیچ۔ نفس کو شیخ کے زیرِ سایہ مارا جاسکتا ہے۔ چوں بگیری۔ شیخ کا دامن پکڑنا بھی توفیقِ خداوندی ہے اور مُرید کو باطنی قوت شیخ سے حاصل ہوتی ہے۔ مَا رَمَیْتَ۔ غزوۂ بدر میں جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مُٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی اور اُس سے اُن کی نگاہیں خیرہ ہوگئیں تو قرآن میں فرمایا گیا کہ وہ تمہارا پھینکنا نہ تھا خدا کا پھینکنا تھا یعنی مُرید کو مُراد ہی سے قوت حاصل ہوتی ہے اِسلئے اُس کا فعل اصل کی طرف منسوب ہو جاتا ہے۔

[۲] دست۔ خدا ہی دستگیری فرماتا ہے اُسی سے جذب کی اُمید کر۔ نیست غم۔ اگر وصول الی الحق میں دیر لگے تو گھبرانا نہ چاہیئے جس طرح خدا کا عذاب دیر میں آتا ہے اور سخت آتا ہے اسی طرح اُس کی رحمت بھی آزمائشوں کے بعد متوجہ ہوتی ہے۔ دیر۔ اُسکی رحمت آزمائش کے بعد جب متوجہ ہوتی ہے تو پھر اسقدر قُرب حاصل ہوتا ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی دوری نہیں ہوتی ہے۔ والضحیٰ یہود کے سوال پر جواب دینے کا وعدہ کیا لیکن انشاء اللہ نہ کہا تو آنحضورؐ سے وحی کا انقطاع ہوگیا جس سے آنحضورؐ کو بہت

نقشِ یوسفؑ کرد و حُورِ خوش سرشت — نقشِ عفریتاں و ابلیسانِ زشت

(حضرت) یوسفؑ کا اور خوبصورت حور کا نقش بنایا — بھوتوں اور شیطانوں کا بُرا نقش (بنایا)

ہر دو گونہ نقش اُستادیِ اوست — زشتیِ اُو نیست آں رادیِ اوست

دونوں قسم کے نقش اُسکی مہارت (کی دلیل) ہیں — یہ اُس کی بُرائی نہیں ہے اُس کی دانائی ہے

خوب را در غایتِ خوبی کَشد — حسِّ عالَم چاشنی ازوے چَشد

خوبصورت کو انتہائی خوبصورتی سے بناتا ہے — دنیا کے حواس اُس سے لُطف اُٹھاتے ہیں

زشت را در غایتِ زشتی کُند — جُملہ زشتی ہا بگردش بر زَنند

بدصورت کو انتہائی بدصورت بناتا ہے — تمام بدصورتیاں اُس پر مُڑھ دیتا ہے

تا کمالِ دانشش پیدا شود — مُنکرِ اُستادیش رُسوا شود

تاکہ اُس کی دانش کا کمال ظاہر ہو جائے — اُس کی اُستادی کا مُنکر رسوا ہو جائے

ورنہ[2] تا ند زشت کردن ناقص ست — زیں سبب خلّاقِ گبر و مُخلص ست

اگر وہ بدصورت کو نہ پیدا کر سکے تو ناقص ہو — اِسی لئے وہ کافر اور مومن کا پیدا کرنے والا ہے

پس ازیں رُو کفر و ایماں شاہد اند — بر خداوندیش ہر دُو ساجد اند

تو اس حیثیت سے کفر اور ایمان گواہ ہیں — اُس کی خدائی پر (اور) دونوں اُسکو سجدہ کرنیوالے ہیں

لیک مومن دانکہ طوعاً ساجد ست — زانکہ جویائے رضا و قاصد ست

لیکن سمجھ لے کہ مومن خوشی سے سجدہ کرنیوالا ہے — کیونکہ وہ رضامندی کا جویاں اور قصد کرنیوالا ہے

ہست کرہاً گبر ہم یزداں پرست — لیک قصدِ اُو مُرادِ دیگر ست

کافر بھی جبراً خدا پرست ہے — لیکن اُس کا مقصود دوسرا ہے

قلعۂ[3] سلطاں عمارت می کُند — لیک دعویِٰ امارت می کند

شاہی قلعہ تعمیر کرتا ہے — لیکن سلطنت کا مدعی ہے

گشت باغی تا کہ مُلک اُو را بُوَد — عاقبت خود قلعہ سلطاں را شوَد

وہ باغی بنا تاکہ مُلک اُس کا ہو جائے — انجام کار قلعہ بادشاہ کا ہو جاتا ہے

مومن آں قلعہ برائے بادشاہ — می کُند معمور نے از بہرِ جاہ

مومن وہ قلعہ بادشاہ کے لئے — تعمیر کرتا ہے نہ کہ (اپنی) شان و شوکت کیلئے

---

[1] یوسفؑ۔ یوسفؑ کا نقش حسین ترین ہے اور بھوت و شیطان کا نقش بھیانک ہے۔ ہر دو گونہ۔ حسین نقش اور بھیانک نقش اگر کمتر ہیں تو نقاش کے کمال بدال ہیں۔ رادی۔ دانشمندی حسِ عالَم حسین نقش سے ہر ہر انسان لطف اندوز ہوتا ہے۔ زشتی۔ بدصورتی۔ تاکمال۔ حسین نقش کو حسین ترین بنانا مُصوّر کا کمال ہے اور بھیانک نقش کو انتہائی بھیانک بنانا بھی نقاش کا کمال ہے۔

[2] ورنہ۔ اگر اللہ تعالیٰ بدصورت بنانے کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو یہ اُسکے ناقص ہونے کی دلیل ہوگی اور وہ ہر طرح کے نقصان سے پاک ہے لہٰذا اُس کو مومن اور کافر دونوں کا خلاق ماننا ہوگا۔ پس۔ کفر اور ایمان اُس کی خلاقی اور خدائی کے گواہ ہیں اور دونوں اُس کو سجدہ کرتے ہیں۔ لیک۔ کافر و مومن کے سجدے میں فرق یہ ہے کہ مومن کا سجدہ اختیاری اور رضائے قلب سے ہے اور کافر کا سجدہ اضطراری ہے اور اضطراری نہ ایمان معتبر نہ عبادت۔ مرادِ دیگر۔ مضطر جو کام کرتا ہے اُس میں اُس کا قصد و ارادہ نہیں ہوتا ہے۔

[3] قلعہ۔ اضطراری عبادت کی مثال یہ ہے کہ ایک وہ شخص جس کا ارادہ بغاوت کرنے کا ہے ایک قلعہ تعمیر کرتا ہے لیکن مجبوراً ظاہر یہی کرتا ہے کہ یہ قلعہ بادشاہ کے لئے بنا رہا ہوں لیکن اُسکا قصد یہ ہے کہ بغاوت کر کے اُس قلعہ میں شاہی کرونگا ۔۔ ایسے آدمی کا انجام سوائے تباہی کے کچھ نہیں قلعہ کے مفاد اُسکو حاصل نہیں ہوتے ہیں اسیطرح کافر کا اضطراری سجدہ اُسکے لئے کچھ بھی مفید نہیں ہے۔ مومن۔ مومن صحیح نیت سے کام کرتا ہے تو مقصد کو پالیتا ہے۔ معمور۔ آباد، تعمیر شدہ۔

زشت[1] گوید اے شہِ زشت آفریں — قادری بر خوب و بر زشتِ مہیں
بدصورت کہتا ہے، اے بدصورت کے پیدا کرنیوالے شاہ! — تو خوبصورت اور ذلیل بدصورت کے پیدا کرنے پر قادر ہے

خوب گوید اے شہِ حُسن و بہا — پاک گردانیدیَم از عیبہا
خوبصورت کہتا ہے، اے شاہِ حُسن و جمال! — تونے مجھے عیبوں سے پاک کر دیا

حَمْدٌ لَکَ وَالشُّکْرُ لَکَ یَاذَالْمِنَنْ — حاضری و ناظری بر حالِ من
اے احسانات والے! تیری تعریف ہے اور تیرا شکر ہے — تو میری حالت پر حاضر و ناظر ہے

حاصل آں شد کو ہر آنچہ خواست کرد — خوب را و زشت را چوں خار و ورد
خلاصہ یہ ہوا کہ اُس نے جو چاہا وہ کیا — اچھے اور بُرے کو کانٹے اور ببول کی طرح

اُوست بر ہر بادشاہے بادشا — کارسازِ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ
وہ ہر بادشاہ کے اوپر بادشاہ ہے — کاموں کا بنانیوالا ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے

وصیت کردن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بیمار را و دعا آموزیدن

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار کو نصیحت کرنا اور دُعا سکھانا

گفت[2] پیغمبر مر آں بیمار را — ایں بگو کہ سہل کُن دشوار را
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بیمار سے فرمایا — یہ کہہ کر (اے خدا) مشکل آسان کر دے

آتِنَا فِیْ دَارِ دُنْیَانَا حَسَنْ — آتِنَا فِیْ دَارِ عُقْبَانَا حَسَنْ
ہمیں ہمارے دنیا کے گھر میں بھلائی عطا فرما — ہمیں ہمارے آخرت کے گھر میں بھلائی عطا فرما

راہ را بر ما چو بُستاں کُن لطیف — منزلِ ما خود تو باشی اے شریف
صراطِ (مستقیم) کو ہم پر باغ کی طرح پُر لُطف بنا دے — اے شرافتوں والے! ہماری منزل خود تو ہی ہو

مومناں در حشر گویند اے مَلَک — نے کہ دوزخ بود راہِ مشترک
مومن حشر میں کہیں گے، اے فرشتو! — کیا دوزخ (مومنوں اور کافروں کا) مشترک راستہ نہ تھا؟

مومن و کافر بر و یابد گذار — ماندیدیم اندریں رہ دود[3] و نار
مومن اور کافر اس پر گذرتے ہیں — ہم نے اِس راستہ میں دُھواں اور آگ نہ دیکھی

نک بہشت و بارگاہِ ایمنی — پس کجا بود آں گذرگاہِ دَنی
یہ تو بہشت اور اطمینان کی بارگاہ ہے — تو وہ کم درجہ کا راستہ کہاں ہے؟

پس مَلَک گوید کہ آں روضہ خضر — کاں فلاں جا دیدہ اید اندر گذر
تو فرشتے کہیں گے کہ وہ سبز باغ — جو راستہ میں تم نے فلاں جگہ دیکھا ہے

---

[1] زشت گوید۔ یہ بدصورت کے شاہد دگواہ ہونے کا بیان ہے۔ مہین۔ ذلیل۔ خوب گوید۔ یہ خوبصورت کی شہادت کا بیان ہے۔ بہا۔ رونق، جمال۔ حمد لک۔ خوبصورت یہ کہتا ہے۔ ذَالْمِنَن۔ احسانات والا۔ حاصل۔ یعنی سب بحث کا خلاصہ یہ ہے۔ ورد۔ ببول۔ اُوست۔ شہنشاہی خدا کی صفت ہے۔ یفعل۔ یعنی وہ اپنے ہر فعل میں مختارِ کل ہے۔

[2] گفت۔ یعنی انسان کو ہر حالت میں اپنی بھلائی کے لئے دعا کرنی چاہیئے۔ راہ۔ یعنی پُلصراط۔ منزل۔ یعنی مقصود۔ گذار۔ یعنی پُلصراط پر سے مومن و کافر کو گذرنا ہوگا جو جہنم پر قائم کی جائیگی۔

[3] دود و نار۔ یعنی جہنم کے آثار۔ نک۔ مومن پُلصراط سے گذر کر جنت میں پہنچ جائیگا۔ گذرگاہ۔ یعنی پُلصراط۔ پس فلک۔ آنحضورؐ کی تعلیم کردہ دعا کا یہ اثر ہوگا کہ پُلصراط پر سے گزرنے میں دوزخ کا منظر مومن کے لئے سبز باغ کا منظر بن جائیگا۔

دوزخ آنجا بود و سیاست گاہِ سخت
دوزخ اور سخت سزا کی جگہ وہیں تھی
بر شما شد باغ و بستان و درخت
تمہارے لئے وہ باغ اور چمن اور درخت بنگئی

چوں[1] شما ایں نفسِ دوزخ خوی را
چونکہ تم نے اس دوزخ مزاج نفس پر
آتشی و گبر و فتنہ جوئے را
جہنمی اور کافر اور فتنہ جو پر

جہد ہا کردید تا شد پُر صفا
تم نے مجاہدے کئے یہانتک کہ وہ مصفیٰ ہوگیا
نار را کشتید از بہرِ خدا
تم نے آگ کو بجھایا خدا کے لئے

آتشِ شہوت کہ شعلہ می زدے
شہوت کی آگ جو بھڑکتی تھی
سبزۂ تقویٰ شد و نورِ ہدے
تقوے کا سبزہ اور ہدایت کا نور بن گئی

آتشِ خشم از شما ہم حلم شد
تمہارے غصہ کی آگ بھی بردباری بنگئی
ظلمتِ جہل از شما ہم علم شد
تمہارے جہل کی تاریکی بھی علم بن گئی

آتشِ حرص از شما ایثار شد
تمہاری حرص کی آگ ایثار بن گئی
واں حسد چوں خار بُد گلزار شد
جو حسد کانٹے کی طرح تھا وہ چمن بن گیا

چوں[2] شما ایں جملہ آتشہائے خویش
چونکہ تم نے اپنی اِن تمام آگوں کو
بہرِ حق کُشتید جملہ پیش پیش
پہلے ہی پہلے اللہ (تعالیٰ) کے لئے بجھادیا

نفسِ ناری را چو باغے ساختید
چونکہ تم نے جہنمی نفس کو باغ بنالیا
اندرو تخمِ وفا انداختید
اُس میں وفا کا بیج بو دیا

بلبلانِ ذکر و تسبیح اندرو
جس میں ذکر اور تسبیح کی بلبلیں
خوش سرایاں در چمن بر طرفِ جُو
نہر کے کنارے چمن میں خوش الحانی کرتی ہیں

داعیِ حق را اجابت کردہ اید
اللہ (تعالیٰ) کی طرف بلانیوالے کی تم نے بات مان لی
وز جحیمِ نفس آب آوردہ اید
اور نفس کی دوزخ سے تم نے پانی حاصل کرلیا

دوزخِ ما نیز در حقِ شما
ہماری دوزخ بھی تمہارے لئے
سبزہ گشت و گلشن و برگ و نوا
سبزہ اور گلشن اور ساز و سامان بن گئی

چیست[3] احساں را مکافات اے پسر
اے بیٹا! احسان کا بدلہ کیا ہے؟
لُطف و احسان و ثوابِ معتبر
مہربانی اور احسان اور معقول ثواب

نے شما گفتید ما قربانیم
کیا تم نے نہیں کہا تھا، ہم فدائی ہیں
پیشِ اوصافِ شما ما فانیم
آپ کے اوصاف کے پیشِ نظر ہم فانی ہیں

[1] چوں۔ جبکہ مومن نے نفس کی جہنمی صفات کو مجاہدات سے زائل کردیا تو آخرت میں جہنم کے صفات بھی اُن کے لئے تبدیل ہو جائینگے۔ نار۔ یعنی نفسانی آگ۔ آتشِ شہوت۔ یعنی مجاہدات کے ذریعہ نفس کی بُرائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کرنا۔

[2] چوں شما۔ جب ایک انسان اللہ کے لئے نفس کی بُرائیوں کو زائل کردیتا ہے تو اللہ تعالیٰ آخرت کی بُرائیوں سے محفوظ فرمادیتے ہیں۔ چو باغے۔ جب انسان نیک اعمال والا بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی بُرائیوں کو بھی بھلائیوں میں تبدیل کرتا ہے۔ بلبلاں۔ اس باغ میں دریائے معرفت کے کنارے ذکر و تسبیح کی بلبلیں نغمے گاتی ہیں۔ داعیِ حق۔ یعنی نبی ورسول۔ وز جحیم۔ یعنی نفسِ امارہ کو نفسِ مطمئنہ بنادیا۔

[3] چیست۔ قرآن پاک میں ہے "نیکی کا بدلہ نیکی ہے"۔ نے شما۔ پہلا خطاب تو عام مومنین کو تھا یہ خطاب عشاق کے لئے ہے۔

653

ما اگر قلّاش و گر دیوانہ ایم
ہم خواہ مُفلس اور خواہ دیوانے ہیں
مستِ آں ساقی[1] و آں پیمانہ ایم
اسی ساقی اور اسی پیمانے کے مست ہیں

بر خطِ فرمانِ اُو سر می نہیم
اُس کے ارشاد کی ہم فرمانبرداری کرتے ہیں
جانِ شیریں را گروگاں میدہیم
اپنی جانِ شیریں کو ہم گروی کرتے ہیں

تا خیالِ دوست در اسرارِ ماست
جب تک دوست کا خیال ہمارے دلوں میں ہے
چاکری و جاں سپاری کارِ ماست
خدمتگاری اور فداکاری ہمارا کام ہے

ہر کجا شمعِ بلا افروختند
انھوں نے جہاں کہیں عشق کی شمع روشن کی ہے
صد ہزاراں جانِ عاشق سوختند
عاشقوں کی لاکھوں جانیں جلا ڈالی ہیں

عاشقانے کز درونِ خانہ اند
وہ عاشق جو بارگاہ کے اندر ہیں
شمعِ رُوئے یار را پروانہ اند
وہ دوست کے رُخ کی شمع کے پروانے ہیں

اے دل آنجا رو کہ با تو روشن اند
اے دل! تو وہاں جا جہاں تیرے ساتھ روشن (دل) ہیں
وز بلاہا مر ترا چوں جوشن اند
جو مصائب کے لئے تیری زرہ ہیں

درمیانِ[2] جاں ترا جا می کنند
وہ تجھے دل میں جگہ دیتے ہیں
تا ترا پُر بادہ چوں جامے کنند
تاکہ تجھے جام کی طرح شراب سے بھرپور کر دیں

درمیانِ جانِ ایشاں خانہ گیر
اُن کے دل میں تو جگہ بنا لے
در فلک خانہ کُن اے بدرِ منیر
اے روشن چاند! آسمان میں جگہ کرلے

چوں عُطارد دفترِ دل وا کنند
وہ عطارد کی طرح دل کا دفتر کھول دینگے
تاکہ بر تو سرّہا پیدا کنند
تاکہ تجھ پر راز کھول دیں

پیشِ خویشاں باش چوں آوارۂ
اپنوں کے سامنے رہ، تو آوارہ کیوں ہے
بر مَہِ کامل زن ار مَہ پارۂ
اگر تو چاند کا ٹکڑا ہے، کامل چاند سے جڑ جا

جُزو را از کُلِّ خود پرہیز چیست
جزو کو اپنے کُل سے پرہیز کیوں ہے؟
با مخالف ایں ہمہ آمیز چیست
مخالف کے ساتھ یہ میل کیوں ہے؟

جنس[3] را بیں نوع گشتہ در رَوِش
تو اُس کے سامنے جنس کو نوع بنے ہوئے دیکھ
غیبہا بیں عین گشتہ در رَہِش
اُسکے طریق میں تو غیبوں کو مشاہدہ بنے ہوئے دیکھ

---

[1] ساقی۔ یعنی معرفت کے علوم کا ساقی۔ خطِ فرماں۔ حکم۔ سر نہادن۔ اطاعت کرنا۔ گروگاں۔ گروی۔ اسرار۔ دل کے چھپے ہوئے راز۔ چاکری۔ خدمتگاری۔ جاں سپاری۔ فداکاری۔ عاشقاں۔ یعنی وہ عاشق جو مُقربانِ بارگاہِ خداوندی ہیں۔ اے دل۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اِن عاشقوں کی صحبت اختیار کرو۔ جوشن۔ لوہے کی جنگی زرہ جو تیر و تلوار سے حفاظت کرتی ہے۔

[2] درمیاں۔ اِن عاشقوں کی صحبت اختیار کروگے تو وہ اپنے دل میں تمہیں جگہ دینگے اور شرابِ معرفت سے مست کر دینگے۔ فلک یعنی یہ عاشق جو مرتبہ کی بلندی میں آسمان جیسے ہیں۔ عُطارد۔ ستارہ کا نام ہے جس کو دبیرِ فلک یعنی آسمان کا منشی کہا جاتا ہے اور علوم و معارف کا تعلق اُس سے جانا جاتا ہے۔ پیشِ خویشاں۔ جبکہ تجھ میں صلاحیت ہے تو یہ تیرے عاشق ہیں تو اُن سے کیوں بچتا ہے۔ مہِ کامل یعنی یہ خدائی عشاق۔ مخالف یعنی دنیادار لوگ۔

[3] جنس۔ وہ کُلّی ہے جس کے ماتحت مختلف حقیقتوں کی نوعیں داخل ہوتی ہیں۔ نوع۔ وہ کُلّی ہے جس کے ماتحت ایک حقیقت کے افراد داخل ہوتے ہیں۔ یعنی اِن عاشقانِ خدا کی صحبت میں تجھے وحدتِ حقیقی کا جلوہ نظر آئے گا اور تو سب چیزوں میں ایک وجود دیکھے گا۔ غیبہا۔ اُن کی صحبت میں تیرے مشاہدہ میں غیبی اسرار آجائیں گے۔

تا چو زن[1] عشوہ خری اے پُرخرد — از دروغ و عشوہ کے یابی مدد

اے عقلمند! عورتوں کیطرح تو کبتک فریب کی قدر کریگا — جھوٹ اور فریب سے کب مدد حاصل کرسکے گا؟

چاپلوسی لفظِ شیرینی فریب — می ستانی می نہی چون زن بہ جیب

خوشامد (اور) فریب کے میٹھے الفاظ — تو قبول کرتا ہے، عورتوں کیطرح جیب میں رکھ لیتا ہے

مر ترا دشنام و سیلیِ شہاں — بہتر آید از ثنائے گمرہاں

تیرے لئے شاہوں کی گالیاں اور چپت — مناسب ہیں، گمراہوں کی تعریف سے

صفعِ شاہاں خور مخور شہدِ خساں — تا کسے گردی ز اقبالِ کساں

شاہوں کا تمانچہ کھا کمینوں کا شہد نہ کھا — تاکہ تو صاحبِ دل لوگوں کی وجہ سے انسان بن جائے

زانکہ زایشاں دولت و خلعت رسد — در پناہِ روح جاں گردد جسد

کیونکہ انہی سے دولت و خلعت ملتی ہے — روح کی پناہ میں جسم روح بن جاتا ہے

ہر کجا بینی برہنہ بے نوا — داں کہ اُو بگریختست از اُوستا

جس جگہ تو ننگا بے سروسامان دیکھے — سمجھ لے کہ وہ اُستاد سے بھاگا ہے

تا چناں گردد کہ می خواہد دلش — آن دلِ کورِ بدِ بے حاصلش

تاکہ وہ ویسا بنے جیساکہ اُس کا دل چاہتا ہے — وہ اُس کا اندھا، بُرا، بدنصیب دل

گر چناں[2] گشتی کہ اُستا خواستے — خویش را و خلق را آراستے

اگر وہ ویسا بنتا جیساکہ اُستاد چاہتا — اپنے آپ کو اور لوگوں کو سنوار دیتا

ہر کہ از اُستا گریزد در جہاں — اُو ز دولت می گریزد ایں بداں

جو دنیا میں اُستاد سے بھاگے — سمجھ لے وہ دولت سے بھاگتا ہے

پیشۂ آموختی در کسبِ تن — چنگ اندر پیشۂ دیں نیز زن

تو نے جسم کی کمائی کا پیشہ سیکھ لیا — دین کے پیشہ میں بھی ہاتھ ڈال

در جہاں پوشیدہ گشتی و غنی[3] — چوں بروں آئی ازینجا چوں کُنی

تو ناموری تھا دنیا میں چھپا رہا — جب یہاں سے باہر نکلے گا کیا کرے گا

پیشۂ آموز کاندر آخرت — اندر آید کسب و دخلِ مغفرت

ایسا پیشہ سیکھ کہ آخرت میں — مغفرت کی آمدنی اور کمائی حاصل ہو

آں جہاں شہریست پُر بازار و کسب — تا نہ پنداری کہ کسب اینجاست حسب

وہ عالمِ آخرت، ایک ایسا شہر ہے جو بازار اور کمائی سے بھرا ہے — تو ہرگز یہ نہ سمجھ کہ کمائی صرف اسی جگہ ہے

---

[1] چو زن۔ عورتیں بہت جلد عشوہ اور غلط تعریفوں کے فریب میں آجاتی ہیں۔ مر ترا۔ ایک انسان کیلئے دنیادارں کی جھوٹی تعریفوں سے بزرگوں کی کڑوی باتیں زیادہ مفید ہیں۔ شہاں۔ یعنی بزرگانِ دین۔ صفع۔ تمانچہ یعنی کڑوی نصیحت۔ شہد۔ یعنی جھوٹی تعریف کساں۔ یعنی بزرگانِ دین۔ زایشاں۔ بزرگوں کی سختی جھیلنے سے نفع پہنچتا ہے۔ در پناہ جسم جو ایک بے حس چیز ہے روح کی صحبت میں حساس ہوجاتا ہے، اسی طرح مرید شیخ کی صحبت سے زندگی حاصل کرلیتا ہے۔ ہر کجا۔ جو اُستاد کا ادب نہ کریگا اور صحبت برداشت نہ کریگا محروم رہیگا۔ تا چناں۔ اُستاد سے بھاگنے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اُستاد کو اپنی منشا پر چلانا چاہتا ہے اور جب اُس میں کامیابی نہیں ہوتی تو بھاگتا ہے۔

[2] گر چناں۔ اگر مرید شیخ کی مرضی کے مطابق مجاہدے کرے تو اپنی اور دوسروں کی ہدایت کا سبب بن جائے۔ پیشۂ دیں۔ دینداری سے روح کی اصلاح ہوتی ہے جس کو بقا حاصل ہے۔

[3] غنی عنین کا مخفف ہے، نامرد، دین کی نامردی دنیا میں تو چھپ سکتی ہے لیکن آخرت میں کھل کر رہے گی۔ کسب کمائی۔ دخل۔ آمدنی۔ آں جہاں۔ آخرت میں اعمالِ حسنہ کے اچھے دام لگیں گے اور اعمالِ سیئہ کے کھوٹے دام

حق تعالیٰ گفت کایں کسبِ جہاں	پیش آں کسبست لعبِ[1] کودکاں
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس عالم (دنیا) کی کمائی	اُس (عالمِ آخرت) کی کمائی کے مقابلہ میں بچوں کا کھیل ہے
ہمچو آں طفلے کہ بر طفلے تند	شکلِ صحبت کُن مساسے می کُند
اُس بچہ کی طرح جو بچہ پر چڑھے	(اور) جماع کرنے والے کی طرح مساس کرے
کودکاں[2] سازند در بازی دُکاں	سُود نبود جز کہ تغییرِ زماں
بچے کھیل میں دکان لگاتے ہیں	وقت گذاری کے علاوہ کوئی نفع نہیں ہوتا ہے
شب شود در خانہ آید گرسنہ	کودکاں رفتہ بماندہ یک تنہ
رات ہو جاتی ہے تو گھر میں بھوکا آتا ہے	بچے چلے جاتے ہیں، اکیلا رہ جاتا ہے
ایں جہاں بازیگہ است و مرگ شب	باز گردی کیسہ خالی پُر لَعب
یہ دنیا تماشا گاہ ہے اور موت رات ہے	تو تھکا ماندہ خالی جیب واپس ہوگا
سوئے خانہ گورِ تنہا ماندہ	با فغاں واحسرتا بر خواندہ
قبر کے گھر کی طرف (جانے کیلئے) تو تنہا رہ گیا	فریاد کے ساتھ ہائے افسوس کہتا ہوا
کسبِ دیں عشق ست و جذبِ اندروں	قابلیت نورِ حق داں اے حروں
دین کی کمائی عشق اور باطنی جذبہ ہے	اے سرکش! قابلیت اللہ کے نور کو سمجھ
کسبِ[3] فانی خواہدت ایں نفسِ خس	چند کسبِ خس کُنی بگذار و بس
تیرا یہ کمینہ نفس فنا ہو جانیوالی کمائی چاہتا ہے	کب تک کمینی کمائی کرے گا؟ چھوڑ، بس کر
نفسِ حس گر جویدت کسبِ شریف	حیلہ و مکرے بود آں را ردیف
حسی نفس اگر تجھ سے اچھی کمائی کا مطالبہ کرے	کوئی حیلہ اور مکر اُس کے پس پشت ہوگا

بیدار کردنِ ابلیس حضرت امیر المومنین معاویہ رضؓ را کہ برخیز کہ وقتِ نماز است

شیطان کا حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو بیدار کرنا کہ اٹھیئے نماز کا وقت ہے

در خبر آمد کہ خالِ مومناں	بود اندر قصرِ خود خفتہ شباں
قصہ میں مذکور ہے کہ مسلمانوں کے ماموں	رات کے وقت اپنے محل میں سو رہے تھے
قصر را از اندروں در بستہ بود	کز زیارتہائے مردم خستہ بود
محل کا دروازہ اندر سے بند تھا	کیونکہ وہ لوگوں کی ملاقات سے تھک گئے تھے
ناگہاں مردے اُو را بیدار کرد	چشم چوں بکشاد پنہاں گشت مرد
اچانک اُن کو ایک شخص نے جگا دیا	جب انھوں نے آنکھ کھولی وہ شخص چھپ گیا

[1] لعب۔ کھیل، قرآن پاک میں دنیاوی زندگی کو بے کار کھیل کود سے تعبیر کیا ہے۔ ہمچو۔ دنیاوی کاروبار محض نمائش ہے جس میں کوئی حقیقت اور بقا نہیں جیسا کہ ایک بچہ دوسرے بچے سے جماع کرے جو محض جماع کی نقل ہے مساس۔ چھونا، رگڑنا۔

[2] کودکاں۔ دنیاوی کاروبار بچوں کی فرضی دکان ہے۔ تغییر زماں۔ وقت گذاری۔ ایں جہاں۔ اِس دنیا کو بچوں کی دنیا سمجھو اور موت کو رات تصور کرو اگر دنیا میں لگے رہو گے تو جس طرح فرضی دکان والا بچہ بلا کمائی کے گھر کو تنہا لوٹتا ہے اسی طرح موت آنے پر تم تنہا بلا کمائی کے کوچ کرو گے۔ کسبِ دین۔ دین کی کمائی عشقِ خداوندی اور باطنی جذب ہے اور اس کی قابلیت خداداد ہے۔

[3] کسبِ فانی نفس کا تقاضہ فانی لذتیں حاصل کرنا ہے۔ نفسِ حس نفسِ امارہ اگر کسی بھلے کام کی ترغیب دیتا ہو تو اسکے پسِ پشت کوئی دھوکا ہوتا ہے۔ ردیف۔ ایک جانور پر دو سواروں میں سے پچھلا سوار۔ خال۔ ماموں، حضرت امیر معاویہ رضؓ حضرت امِ حبیبہ امّ المومنین زوجۃ النبیؐ کے بھائی ہیں اس اعتبار سے وہ مسلمانوں کے ماموں ہیں۔ قصر۔ حضرت امیر معاویہ رضؓ لوگوں کی ملاقاتوں سے تھک کر محل کے اندر کا دروازہ بند کر کے سو گئے تھے۔

گفت اندر قصر کس را رہ[1] نبود — کیست کایں گستاخی و جرأت نمود

بولے محل میں کسی (کے آنے) کا راستہ نہ تھا — کون ہے جس نے یہ گستاخی اور ہمت کی؟

گرد بر گشت و طلب کرد آں زماں — تا بیابد زاں نہاں گشتہ نشاں

اُنھوں نے چکر لگایا اور فوراً جستجو کی — تاکہ اس چھپے ہوئے کا پتہ لگالیں

از پسِ در مُدبرے[2] را دید کو — در پسِ پردہ نہاں می کرد رُو

در کے پیچھے اُنھوں نے ایک پُشت پھیرے ہوئے کو دیکھا کہ وہ — پردے کے پیچھے مُنہ چھپا رہا تھا

گفت ہی تو کیستی نامِ تو چیست — گفت نامم فاش ابلیسِ شقی ست

فرمایا خبردار! تو کون ہے تیرا کیا نام ہے؟ — اُس نے کہا میرا نام بدبخت شیطان مشہور ہے

جواب گفتن مر حضرت امیر المومنین معاویہؓ را

حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب دینا

گفت بیدارم چرا کردی بجدّ — راست گو با من مگو بر عکس و ضدّ

اُنھوں نے کہا تونے مجھے کوشش کر کے کیوں جگایا؟ — سچ بتا مجھ سے اُلٹی اور خلاف (بات) نہ کہنا

گفت ہنگامِ نماز آخر رسید — سوئے مسجد زود می باید دوید

اُس نے کہا نماز کا وقت آخیر ہو گیا ہے — مسجد کی جانب جلد دوڑ جانا چاہیئے

عَجِّلُوا[3] الطَّاعَاتِ قَبْلَ الْفَوْت گفت — مصطفےٰ چوں گوہرِ معنیٰ بسُفت

عبادات کو فوت ہونے سے پہلے پورا کرو فرمایا ہے — مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معنیٰ کے موتی پروئے

گفت نے نے ایں غرض نبود ترا — کہ بخیرے رہنما باشی مرا

اُنھوں نے کہا نہیں نہیں تیرا یہ مقصد نہ ہوگا — کہ کسی بھلائی کے لئے تو میری رہنمائی کرے

دُزد آید از نہاں در مسکنم — گویدم کہ پاسبانی می کنم

چور چھپ کر میرے گھر میں آئے — (اور) مجھ سے کہے کہ میں چوکیداری کر رہا ہوں

من کجا باور کنم آں دُزد را — دُزد کے داند ثواب و مُزد را

میں اُس چور کا کب یقین کر سکتا ہوں؟ — چور ثواب اور مزدوری کو کیا جانے؟

خاصہ دُزدے چوں تو قُطّاع الطّریق — از چہ رُو گشتی چنیں بر من شفیق

خصوصاً تجھ جیسا ڈاکو چور — تو مجھ پر ایسا مہربان کیوں بنا؟

جواب گفتن ابلیسِ لعین بارِ دوم حضرت امیر المومنین معاویہؓ را

لعین شیطان کا دوسری بار حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب دینا

---

[1] رَہ نبود۔ یعنی دروازہ بند تھا اندر آنے کا راستہ کھلا ہوا نہ تھا۔ گستاخی۔ یعنی نیند سے بیدار کرنا۔ جرأت یعنی بلا اجازت محل میں آنا۔

[2] مُدبر۔ پشت پھیرنے والا بدبخت۔ فاش۔ ظاہر، مشہور۔ جدّ۔ کوشش۔ برعکس۔ یعنی واقعہ کے خلاف۔ ہنگام۔ وقت۔ باید دوید۔ یعنی تاکہ نماز قضا نہ ہو جائے۔

[3] عَجِّلُوا۔ یعنی وقتی عبادت کا وقت ختم ہونے سے پہلے اور غیر وقتی عبادت فوت ہونے سے پہلے ادا کردو۔ گفت۔ حضرت معاویہؓ نے شیطان سے کہا تو اللہ کے اسمِ مُضل کا مظہر ہے تجھ سے خیر کی راہنمائی ممکن نہیں ہے۔ ثواب و مزد۔ انسان دوسرے کی نگہبانی یا ثواب کے لئے کریگا یا اُجرت کے لئے، چور کو ان دونوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ قُطّاع الطّریق۔ راہزن، ڈاکو۔

657

گفت[1] ما اوّل فرشتہ بودہ ایم
اُس نے کہا میں شروع میں فرشتہ تھا

راہِ طاعت را بجاں پیمودہ ایم
میں نے فرمانبرداری کا راستہ (دل) جان سے طے کیا ہے

سالکانِ راہ را محرم بُدیم
میں راہِ (خدا) کے سالکوں کا رازدار تھا

ساکنانِ عرش را ہمدم بُدیم
عرش کے رہنے والوں کا ساتھی تھا

پیشۂ اوّل کجا از دل رَوَد
پہلا پیشہ دل سے کہاں نکلتا ہے؟

مہرِ اوّل کے ز دل بیروں شود
پہلی محبت دل سے کب نکلتی ہے؟

در سفر گر رُوم بینی یا خُتن
سفر میں تو خواہ روم کو دیکھے یا ختن کو

از دلِ تو کے رود حُبِّ وطن
تیرے دل سے وطن کی محبت کہاں جاتی ہے؟

ماہم از مستانِ ایں[2] مے بودہ ایم
ہم بھی اِس شراب کے مستوں میں سے رہے ہیں

عاشقانِ درگہِ وے بودہ ایم
اِس کے دربار کے عاشقوں میں سے رہے ہیں

نافِ ما بر مہرِ اُو ببریدہ اند
ہماری نال اُس کی محبت پر کٹی ہے

عشقِ او در جانِ ما کاریدہ اند
اُس کا عشق ہماری جان میں بو یا گیا ہے

روزِ نیکو دیدہ ایم از روزگار
زمانہ سے ہم نے اچھا وقت دیکھا ہے

آبِ رحمت خوردہ ایم اندر بہار
(موسم) بہار میں ہم نے رحمت کا پانی پیا ہے

نے[3] کہ ما را دستِ فضلش کاشتہ است
کیا ہمیں اُس کی مہربانی کے ہاتھ نے نہیں بویا ہے؟

از عدم ما را نہ اُو برداشتہ است
کیا وہ ہمیں عدم سے اُٹھا کر نہیں لایا ہے؟

اے بسا کز وے نوازش دیدہ ایم
ہم نے اُس کی بہت سی نوازشیں دیکھی ہیں

در گلستانِ رضا گردیدہ ایم
ہم اُس کی رضا کے باغ میں ٹہلے ہیں

بر سرِ ما دستِ رحمت می نہاد
ہمارے سر پر دستِ شفقت رکھتا تھا

چشمہائے لطف بر ما می کُشاد
مہربانی کی نظروں سے ہمیں دیکھتا تھا

در گہِ طفلی کہ بودم شیر جُو
بچپن میں جب کہ میں دودھ پیتا تھا

گاہوارم را کہ جُنبانید اُو
میرا پنگوڑا کون ہلاتا تھا؟ وہ

از کہ خوردم شیر غیر از شیرِ اُو
میں نے اُس کے دودھ کے علاوہ کس کا دودھ پیا ہے؟

کہ مرا پرورد جز تدبیرِ اُو
مجھے اُس کی تدبیر کے علاوہ کس نے پالا ہے؟

خوئے کاں با شیر رفت اندر وجود
وہ عادت جو دودھ کے ساتھ جسم میں گئی ہو

کے تواں اُو را ز مردم وا کشود
اُس کو انسانوں سے کون نکال سکتا ہے؟

---

[1] گفت. شیطان نے امیر معاویہؓ سے کہا میں ایک زمانہ میں مُعلمِ الملکوت تھا. محرم راز دار، ساکنانِ عرش. فرشتے. پیشۂ اوّل. فرشتوں کو تعلیم دینا اور نیکی کی رہنمائی کرنا. در سفر. وطن کی محبت ابتدائی محبت ہے وہ کسی حالت میں نہیں جاتی خواہ انسان کسی دوسرے بہتر شہر میں جا بسے. ختن. چین کا ایک مشہور شہر ہے.

[2] ایں مے یعنی عشقِ خداوندی کی شراب. وے یعنی خدائے تعالےٰ. ناف بر مہر کسے بُریدن. کسی سے پیدائشی محبت ہونا. رحمت. یعنی رحمتِ خداوندی.

[3] نے کہ. جب اُسکے اِسقدر احسانات ہیں تو ہمارے دل میں اُسکی محبت کیسے نہ ہوگی. می نہاد. یعنی جب تک کہ میں راندۂ درگاہ نہ ہوا تھا. گہ. گاہ. گاہوارہ. جھولنا، پنگوڑا. شیر اُو. یعنی اللہ تعالیٰ نے پرورش کی. خوئے. گھٹی میں پڑی ہوئی عادت نہیں بدلتی ہے.

گر عتابے کرد دریائے کرم
اگر دریائے کرم نے عتاب کیا ہے

بستہ کے گردند درہائے کرم
کرم کے دروازے کب بند ہو سکتے ہیں!

اصلِ نقدش لطف و داد و بخشش ست
اُسکے سکے کی اصل مہربانی اور عطا اور بخشش ہے

قہر بروے چوں غبارے از غش ست
اُس کے اوپر قہر ایسا ہے جیسا کہ کھوٹ کا جھول

از برائے لطف عالم را بساخت
اُس نے جہان کو مہربانی کے لئے بنایا ہے

ذرہ ہارا آفتاب اُو نواخت
ذروں کو اُس کے آفتاب نے نوازا ہے

فرقت از قہرش اگر آبستن ست
جدائی اگر اُس کے غصہ کی حامل ہے

بہرِ قدرِ وصلِ اُو دانستن ست
تو اُس کے وصل کی قدر جاننے کے لئے ہے

تا دہد جاں را فراقش گوشمال
جب اُس کی جدائی جان کی گوشمالی کرتی ہے

جاں بداند قدرِ ایامِ وصال
جان، وصل کے دنوں کی قدر کو جان لیتی ہے

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خدا نے فرمایا ہے

قصدِ من از خلق احساں بودہ است
پیدا کرنے سے میرا مقصود احسان کرنا ہے

آفریدم تا ز من سودے کنند
میں نے پیدا کیا ہے تاکہ وہ مجھ سے فائدہ اٹھائیں

تا ز شہدم دست آلودے کنند
(اور) تاکہ میرے شہد سے ہاتھ آلودہ کریں

نے برائے آں کہ تا سودے کنم
نہ اسلئے کہ میں (اُن سے) فائدہ اٹھاؤں

وز برہنہ من قبائے بر کنم
اور ننگے کی میں قبا اُتارلوں

چند روزے کہ ز پیشم راندہ است
چند روز سے کہ مجھے سامنے سے دھتکارا ہے

چشمِ من در روئے خوبش ماندہ است
میری آنکھ اس کے حسین چہرے پر جمی ہے

کز چناں روئے چنیں قہر اے عجب
کہ تعجب ہے، ایسے چہرے سے ایسا غصہ

ہر کسے مشغول گشتہ در سبب
ہر شخص سبب میں مشغول ہے

من سبب را ننگرم کاں حادث ست
میں سبب کو نہیں دیکھتا ہوں کیونکہ وہ حادث ہے

زانکہ حادث حادثے را باعث ست
(اور) اسلئے کہ حادث، حادثات کا باعث ہے

لطفِ سابق را نظارہ می کنم
میں پہلی مہربانی کا نظارہ کرتا ہوں

ہر چہ آں حادث دو پارہ می کنم
جو حادث ہے اُس کے دو ٹکڑے کر دیتا ہوں

ترکِ سجدہ از حسد گیرم کہ بود
میں مانتا ہوں (آدمؑ کی) سجدہ نہ کرنا حسد کی وجہ سے تھا

آں حسد از عشق خیزد نہ از جحود
وہ حسد محبت ... پیدا ہوتا ہے نہ کہ انکار سے

لہ گر عتابے۔ جبکہ وہ ناراض ہے میں اسکے کرم سے مایوس نہیں ہوں۔ اصل نقدش۔ نقد سکہ میں ہے خدا نے فرمایا سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلیٰ غَضَبِیْ میری رحمت میرے غضب سے بڑھی ہوئی ہے۔ غش۔ کھوٹ، جمع۔ از برائے لطف۔ اللہ کی مہربانی سے ہی عالم وجود میں آیا ہے۔ فرقت۔ یعنی خدا اپنے دربار سے دور بھی کرتا ہے تو اسلئے کرتا ہے کہ دربار کی قدر معلوم ہو جائے۔ تا دہد۔ جب جدائی کی سزا ملتی ہے تو وصل کی قدر ہوتی ہے۔

ےلہ نے برائے۔ دنیا کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کا اپنا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ وز برہنہ۔ ننگے سے کوئی چادر کیسے چھین سکتا ہے مخلوق جبکہ خود محتاج ہے تو اُس سے اللہ تعالیٰ کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ چشمِ من۔ لہٰذا میں اُنکی رحمت کا امیدوار ہوں۔ ہر کسے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ناراضی میں ایسا کوئی سبب پیدا فرما دیتا ہے جس سے بندہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو عام لوگ اُس سبب پر نظر کر کے کڑھتے ہیں میں مُسبب یعنی اللہ تعالیٰ پر نظر رکھتا ہوں اور اس کا قائل ہوں ہر چہ از دوست می رسد نیکوست۔ حادث۔ یعنی سبب۔ حادثے را۔ یعنی تکالیف۔

ےلہ لطف۔ مہربانی اللہ کی قدیم صفت ہے اور قہر بعد کی چیز ہے میں قدیم صفت کو پیشِ نظر رکھتا ہوں اور مایوس نہیں ہوتا ہوں قہر سے قطع نظر کر لیتا ہوں۔ ترک سجدہ۔ حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے

هر حسد از دوستی خیزد یقیں | کہ شود با دوست غیرے ہم نشیں
یقیناً (اصلاح کا) ہر حسد دوستی سے پیدا ہوتا ہے | کہ دوست کے ساتھ غیر ہم نشین ہو

ہست شرطِ دوستی غیرت پزی | ہمچو بعد عطسہ گفتن دیر زی
غیرتمندی، دوستی کا لازمہ ہے | جیسا کہ چھینک کے بعد کہنا "عمر دراز ہو"

چونکہ بر نطعش جز آں بازی نبود | گفت بازی کن چہ دانم در فزود
چونکہ اس کی بساط پر اس بازی کے سوا کچھ نہ تھا | اس نے کہا بازی کھیل، میں بڑھنا کیا جانوں

آں یکے بازی کہ بدمن باختم | خویشتن را در بلا انداختم
وہی ایک بازی جو تھی میں نے کھیلی | تو میں نے اپنے آپ کو مصیبت میں پھنسا لیا

در بلا ہم می چشم لذاتِ او | ماتِ اویم ماتِ اویم ماتِ او
مصیبت میں بھی میں اس کی لذتیں چکھتا ہوں | اسی سے ہارا ہوں اسی سے ہارا ہوں اسی سے ہارا ہوں

چوں رہاند خویشتن را اے سرہ | ہیچکس در شش جہت از ششدرہ
اے کھرے! اپنے آپ کو کیسے چھڑائے | کوئی ان چھ جہتوں میں ہلاکت کی جگہ سے؟

جزو ششش از کلِ ششش چوں وا رہد | خاصہ کہ بے چوں مر او را کژ نہد
ششدرہ کی نرد ششدرہ سے کیسے نکلے | خصوصاً جبکہ (ذاتِ) بیمثال نے (اس نرد کو) ٹیڑھا رکھا ہو

ہر کہ در شش او درونِ آتش است | اوش برہاند کہ خلاق شش است
جو کوئی چھ جہت سے آگ میں ہے | اسکو وہی نجات دلائے جو شش جہت کا پیدا کرنے والا ہے

خود اگر کفر است اگر ایمانِ او | دست بافِ حضرت ست و آنِ او
خواہ وہ کفر ہے اور خواہ وہ ایمان ہے | (اسی) دربار کا بنا یا ہوا ہے اور اُسی کا مملوک ہے

باز تقریر کردن امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ابلیس لعین را

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ابلیس لعین کے سامنے دوبارہ تقریر کرنا

گفت امیر او را کہ اینہا راست ست | لیک بخشِ تو ازینہا کاست ست
امیر (معاویہؓ) نے اس سے کہا یہ سب درست ہے، | لیکن ان میں تیرا حصہ نہیں ہے

صد ہزاراں را چو من تو رہ زدی | حفرہ کردی در خزینہ آمدی
تو نے مجھ جیسے لاکھوں کو گمراہ کیا ہے | نقب لگا کر تو خزانہ میں آیا ہے

آتشی از تو نہ سوزم چارہ نیست | کیست کز دستِ تو جامہ اش پارہ نیست
تو آگ ہے تجھ سے نہ جلوں؟ کوئی چارہ نہیں ہے | کون ہے جس کا جامہ تیرے ہاتھ سے چاک نہیں ہے؟

۱ہ ہر حسد۔ رقابت میں جو حسد پیدا ہوتا ہے وہ دوست کی دوستی پر مبنی ہے کیونکہ حاسد رقیب یہ نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا محبوب کا ہم نشین بنے بہتے دوستی اور عشق میں رقیب سے حسد لازمی چیز ہے جس طرح کہ دعا چھینک کے لوازم میں سے ہے۔

۲ہ چونکہ جبکہ تقدیر الٰہی کی بساط پر میرے لئے صرف یہی بازی تھی کہ میں آدم کو سجدہ نہ کروں اور مردود بارگاہ بنوں تو میرے لئے اس سے تجاوز کرنے کا کیا امکان تھا۔ آں یکے۔ یعنی آدم کو سجدہ نہ کرنے کی بازی میں نے کھیل اور میں مصیبت میں پھنس گیا۔ در بلا چونکہ میں نے اسکی ذات سے بازی ہاری لہٰذا میں اس بازی ہارنے سے بھی لطف اندوز ہوتا ہوں۔ ششدرہ۔ وہ جگہ جس سے رہائی ناممکن ہو، وہ چھ خانے جو نرد کی بازی میں ہوتے ہیں ان میں گوٹ ایسی بند ہو جاتی ہے کہ اس کی چال ناممکن ہو جاتی ہے۔ جزو شش یعنی ششدرہ کی گوٹ یعنی وہ نرد جو ششدرہ میں پھنس گئی ہو۔ کل شش۔ یعنی ششدرہ۔

۳ہ شش یعنی چھ جہتیں۔ امیر یعنی امیر المومنین معاویہؓ بخش۔ حصہ۔ کاست۔ کم۔ رہ زدن۔ گمراہ کرنا۔ حفرہ۔ گڑھا۔ نقب۔ خزینہ۔ خزانہ۔ آتشی۔ شیطان آگ سے بنا ہے جس کا کام جلا دینا ہے۔

طبعت اے آتش چو سوزانیدنیست — تا نسوزانی تو چیزے چارہ نیست

اے آگ! جبکہ تیرا مزاج جلا ڈالنا ہے — جب تک تو جلا نہ ڈالے، کوئی تدبیر نہیں ہے

لعنت[1] ایں باشد کہ سوزانت کند — اُوستادِ جملہ دُزدانت کند

(تجھ پر) یہ لعنت ہوئی کہ تجھے جلانیوالا کر دیا — تجھے تمام چوروں کا اُستاد کر دیا

با خدا گفتی، شنیدی رُوبرُو — من چہ باشم پیشِ مکرت اے عدُو

خدا کے روبرو، تیری کہن سُن ہوئی — اے دشمن! میں تیرے مکر کے سامنے کیا ہوں؟

معرفت ہائے تو چوں بانگِ صَفیر — بانگِ مُرغانست لیکن مُرغ گیر

تیری معرفت کی باتیں سیٹی کی آواز کی طرح ہیں — بولی پرندوں کی ہے لیکن پرندوں کو پھانسنے والی ہے

صد ہزاراں مُرغ را آں رہ زدست — مُرغِ غرّہ کاشنائے آمدست

(اس سیٹی نے) لاکھوں پرندوں پر ڈاکہ ڈالا ہے — پرند دھوکے میں ہیں کہ کوئی جان پہچان کا آیا ہے

در ہوا چوں بشنود بانگِ صَفیر — از ہوا آید شود آنجا اسیر

ہوا میں جب سیٹی کی آواز سُنتا ہے — ہوا سے (اُتر) آتا ہے وہاں قیدی بن جاتا ہے

قومِ نوحؑ از مکرِ تو در نوحہ اند — دل کباب و سینہ شرحہ شرحہ اند

نوحؑ کی قوم تیرے مکر سے نوحہ میں لگی ہے — دل کباب اور سینہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے

عاد[2] را بر باد دادی در جہاں — در فگندی در عذاب و اندہاں

تو نے دنیا میں (قوم) عاد کو برباد کیا ہے — عذاب اور رنجوں میں مبتلا کر دیا ہے

از تو بُودہ سنگسار آں قومِ لوطؑ — در سیاہ آبہ ز تو خوردند غوط

قوم لوطؑ تیری وجہ سے سنگسار ہوئی — تیری وجہ سے اُنھوں نے سڑے پانی میں غوطہ لگایا

مغزِ نمرود از تو آمد ریختہ — اے ہزاراں فتنہا انگیختہ

نمرود کا مغز تیری وجہ سے بہا — اے (وہ کہ جس نے) ہزاروں فتنے برپا کیے

عقلِ فرعونِ ذکیِ فیلسوف — کور گشت از تو نیابید اُو وقوف

فلسفی، ذہین فرعون کی عقل — اندھی ہو گئی (اور) تجھے نہ سمجھی

بُولہب ہم از تو نا اہلے شدہ — بُوالحکم[3] ہم از تو بُوجہلے شدہ

ابولہب بھی تیری وجہ سے نالائق بنا — ابوالحکم تیری ہی وجہ سے ابوجہل بنا

اے بریں شطرنج بہر یادرا — مات کردہ صد ہزار اُستاد را

اے (وہ کہ جس نے) اِس بساط پر یادگار کے لئے — لاکھوں اُستادوں کو مات دی ہے

---

[1] لعنت۔ تجھ پر خدا کی لعنت کی یہ صورت ہے کہ تجھے جلانے والا اور چوروں کا سردار بنا دیا ہے۔ با خدا۔ شیطان نے آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے کے معاملہ میں آمنا سامنا جواب دیئے۔ بانگِ صفیر۔ شکاری کی وہ آواز جو وہ پرند کی آواز کی طرح نکالتا ہے جس کو پرندہ اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ کر دھوکا کھا جاتا ہے اور جال میں پھنس جاتا ہے۔ آں۔ یعنی شکاری کی سیٹی۔ اسیر۔ قیدی۔ نوحہ۔ رونا۔ شرحہ شرحہ۔ پارہ پارہ۔

[2] عاد۔ قومِ عاد کی ہدایت کے لئے حضرت صالحؑ بھیجے گئے تھے لیکن شیطان نے اُن کو راہِ ہدایت پر نہ آنے دیا۔ اندہاں۔ اندوہ کی جمع ہے، غم۔ قومِ لوط۔ حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے اُنکو قوم کی ہدایت کیلئے بھیجا گیا لیکن شیطان نے قوم کو بہکایا جس کی وجہ سے اُس پر سنگ باری کا عذاب آیا۔ سیاہ آبہ۔ کالا پانی یعنی عذاب۔ غوط۔ غوطہ۔ نمرود۔ خدائی کا دعویدار ہوا خدا نے ایک مچھر اُسکے دماغ میں گھسا دیا جس سے وہ ہلاک ہوا۔ فیلسوف۔ فلسفی حکیم۔ بولہب۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی کنیت ہے جس نے آنحضورؐ کی مخالفت کی تھی۔

[3] بوالحکم۔ اسی کو ابوجہل کہا جاتا ہے۔ شطرنج۔ یعنی مکر اور فریب کی بازی۔ یاد۔ یعنی یادگار۔

اے ز فرزیںؔ[1] بندہائے مشکلت ۔۔۔ سوختہ دلہا سیہ گشتہ دلت

اے (وہ کہ) تیرے مشکل فرزین بندوں (چالوں) سے ۔۔۔ بہت سے دل جل گئے، تیرا دل سیاہ ہو گیا

بحرِ مکری تو خلائق قطرۂ ۔۔۔ تو چوں کوہی ویں سلیماں ذرہ

تو مکاری کا سمندر ہے، لوگ ایک قطرہ ہیں ۔۔۔ تو پہاڑ جیسا ہے اور یہ بھولے بھالے (لوگ) ایک ذرہ ہیں

کے رہد از مکرِ تو اے مختصم ۔۔۔ غرقِ طوفانیم الّا من عصِم

اے جھگڑالو! تیرے مکر سے کب چھوٹتا ہے؟ ۔۔۔ ہم تو طوفان میں غرق ہیں مگر وہ جس کو اللہ بچائے

بس ستارہ سعد از تو محترق ۔۔۔ بس سپاہِ جمع از تو مفترق

بہت سے نیک تارے تیری وجہ سے بے نور ہو گئے ہیں ۔۔۔ فوج کے بہت سے سپاہی تیری وجہ سے بکھر گئے ہیں

بس سلیماں کز تو دیں درباختہ ۔۔۔ سرنگوں تا قعرِ دوزخ تاختہ

بہت سے بھولے بھالے تیری وجہ سے دین کھو چکے ہیں ۔۔۔ دوزخ کی گہرائی تک اوندھے دوڑے ہیں

بس چو بلعمؔ[2] از تو نومید آمدہ ۔۔۔ بس چو برصیصا ز تو کافر شدہ

بہت سے بلعم (باعور) جیسے تیری وجہ سے مایوس ہو گئے ہیں ۔۔۔ بہت سے برصیصا جیسے ہیں جو تیری وجہ سے کافر بن گئے

جوابِ گفتنِ ابلیسِ لعین امیر المومنین حضرت معاویہ رض را نوبتِ سوم

ابلیس لعین کا تیسری بار امیر المومنین حضرت معاویہ رض کو جواب دینا

گفت ابلیسش کشا ایں عقدہا ۔۔۔ منؔ[3] محکّم قلب را و نقد را

اس سے شیطان نے کہا ان گرہوں کو کھولئے ۔۔۔ میں تو کھرے اور کھوٹے کے لئے کسوٹی ہوں

امتحانِ شیر و کلبم کرد حق ۔۔۔ امتحانِ نقد و قلبم کرد حق

مجھے اللہ تعالیٰ نے شیر اور کتے کے امتحان کا ذریعہ بنایا ہے ۔۔۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے کھرے اور کھوٹے کا (ذریعۂ) امتحان بنا دیا ہے

قلب را من کے سیہ رو کردہ ام ۔۔۔ صیرفیم قیمتِ او کردہ ام

کھوٹے کو میں نے کب سیاہ رو بنایا ہے ۔۔۔ میں تو صراف ہوں میں نے اس کی قیمت لگا دی ہے

نیکواں را رہنمائی می کنم ۔۔۔ مریداں را پیشوائی می کنم

میں نیکوں کی رہنمائی کرتا ہوں ۔۔۔ (اور) بڑوں کی (بھی) پیشوائی کرتا ہوں

صالحاں را مقتدا و مامنم ۔۔۔ طالحاں را نیز یاری می کنم

میں نیکوں کا مقتدا اور امن کی جگہ ہوں ۔۔۔ میں بروں سے بھی دوستی کرتا ہوں

شیطان انسان کی شر کی قوت کو بروئے کار لاتا ہے لہٰذا لعنت کا مستحق ہے۔ اگر کوئی شخص بارود میں آگ لگائے اور اپنی برات کے لئے کہے کہ اس میں خود جلنے کا مادہ تھا تو وہ اپنی اس تقریر سے بری نہیں ہو سکتا ہے۔

[1] فرزین بند۔ وہ چال جس سے شطرنج کے مہرے فرزین کو بند کر دیا جائے اور اس کی چال مشکل ہو جائے۔ سلیمان۔ سلیم کی جمع ہے۔ سادہ مزاج انسان۔ مختصم۔ جھگڑالو۔ سعد۔ مبارک۔ محترق۔ وہ ستارہ جو آفتاب کے ساتھ ایک برج میں جمع ہو کر اپنی شعاع کھو بیٹھے۔

[2] بلعم۔ بن باعور مشہور شخص تھا جو بہت عبادت گذار تھا لیکن حضرت موسیٰ کی مخالفت کر کے تباہ و برباد ہو گیا۔ برصیصا۔ ایک مشہور عبادت گذار راہب تھا جس کو شیطان نے گمراہ کر دیا تھا۔

[3] من محک ام میں کسوٹی ہوں۔ قلب۔ کھوٹا سکہ۔ نقد۔ کھرا سکہ۔ امتحان یعنی امتحان کا ذریعہ۔ صیرفی۔ صراف۔ پرکھ۔ کھوٹا سکہ جب تپایا جاتا ہے تو کالا پڑ جاتا ہے۔ قیمتِ او۔ شیطان کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان میں خیر و شر کی قوت میں نے نہیں پیدا کی ہے بلکہ قدرت نے پیدا کی ہے میں تو صرف اس کو ظاہر کر دیتا ہوں لہٰذا میں قصوروار نہیں ہوں لیکن اس کی یہ تقریر غلط ہے بیشک خیر و شر کا مادہ اللہ نے پیدا فرمایا ہے لیکن جو شخص جس طرح کی قوت کو بروئے کار لانے کا سبب بنے گا وہ اسی طرح کی جزا و سزا کا مستحق ہوگا۔ انبیاء انسانوں کی خیر کی قوت کو بروئے کار لاتے ہیں لہٰذا جزا کے مستحق ہیں۔

باغبانم[1] شاخِ تر می پرورم
میں باغبان ہوں تر شاخ کی پرورش کرتا ہوں

شاخہائے خشک را ہم می برم
سوکھی شاخوں کو کاٹتا بھی ہوں

ایں علفہا می نہم از بہرِ چیست
میں یہ چارا ڈالتا ہوں تو کس لئے ؟

تا پدید آید کہ حیوان جنسِ کیست
تاکہ ظاہر ہو جائے کہ حیوان کس قسم کا ہے

سگ چو از آہو بزاید بچگکے
کُتیا جب ہرن کا بچہ جن دے

در سگے و آہوئے دارد شکے
اُس کے کتا اور ہرن ہونے میں شک ہو جاتا ہے

تو گیاہ و استخواں پیشش بریز
تو اس کے سامنے گھاس اور ہڈی ڈال دے

تاکدامیں سو کند او گام تیز
دیکھ ! وہ کس کی طرف لپکتا ہے

گر بسوئے استخواں آید سگ ست
اگر ہڈی کی طرف آئے ، کتا ہے

ور گیا خواہد یقیں آہو رگ ست
اگر گھاس کیطرف رغبت کرے یقیناً وہ ہرن کی نسل ہے

قہر[2] و لطفے جفت شد با ہمدگر
(اللہ تعالیٰ کا) قہر اور مہر باہم ملے

زاد ازیں ہر دو جہانِ خیر و شر
اِن دونوں سے عالمِ خیر و شر پیدا ہوا

تو گیاہ و استخواں را عرضہ کن
تو گھاس اور ہڈی پیش کر

قوتِ نفس و قوتِ جاں را عرضہ کن
نفس کی غذا اور جان کی غذا پیش کر

گر غذائے نفس جوید ابتر ست
اگر وہ نفس کی غذا ڈھونڈے تو بُرا ہے

ور غذائے روح خواہد سرور ست
اگر رُوح کی غذا چاہے تو بڑا ہے

گر کند[3] او خدمتِ تن ہست خر
اگر وہ جسم کی خدمت کرے تو گدھا ہے

ور رود در بحرِ جاں یابد گہر
اگر وہ رُوح کے سمندر میں جاتا ہے تو موتی پاتا ہے

گرچہ ایں دو[4] مختلف خیر و شر اند
اگرچہ یہ دو مختلف خیر اور شر ہیں

لیک ایں ہر دو بیک کار اندر اند
لیکن یہ دونوں ایک کام میں لگے ہوئے ہیں

انبیا طاعات عرضہ می کنند
نبی طاعات پیش کرتے ہیں

دشمناں شہوات عرضہ می کنند
(دین کے) دشمن شہوتیں پیش کرتے ہیں

نیک را چوں بد کنم یزداں نیم
میں نیک کو بد کیسے بنا سکتا ہوں میں خدا نہیں ہوں

داعیم من خالقِ ایشاں نیم
میں بُلانے والا ہوں میں اُنکا پیدا کرنے والا نہیں ہوں

---

[1] باغبانم۔ شیطان کی یہ تقریر بھی غلط ہے باغبان تو تر شاخ کی پرورش کرتا ہے لیکن اُس نے تو بہت سے نیکوں کو برباد کیا ہے حضرت آدمؑ تک کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ ایں علفہا۔ یعنی شیطان نے کہا کہ انسانوں کو بُرائی کی دعوت دیکر یہ معلوم کرتا ہوں کہ بُرا کون ہے اور بھلا کون ہے۔ سگ۔ اگر کُتیا ہرن سے جفتی کھا جائے اور بچہ پیدا ہو جائے جس کے کُتے اور ہرن ہونے میں شک ہو جائے تو یہی ترکیب ہے کہ اُس کے سامنے کُتے کا چارہ جو ہڈی ہے وہ اور ہرن کا چارہ جو گھاس ہے وہ ڈالکر دیکھ لو جس کی طرف وہ بڑھے سمجھ لو کہ وہ اُسی جنس کا ہے۔

[2] قہر و لطفے۔ اللہ تعالیٰ کے قہر و لطف کے میل جول سے خیر و شر پیدا ہوا تو نیک و بد کی شناخت کے لئے تم بھی ان کے سامنے اُنکی خوراک ڈال کر دیکھو نفس کی خوراک شر ہے اور روح کی خوراک خیر ہے جس کی طرف اُس کی رغبت ہو وہ اُسی جہان کا انسان ہوگا۔

[3] گر کند۔ تن پروری بے عقلی کی دلیل ہے جو گدھا پن ہے۔ گرچہ۔ خیر و شر اگرچہ دو مختلف چیزیں ہیں لیکن دونوں کا کام اچھے اور بُرے میں امتیاز پیدا کرنا ہے انبیاءؑ کا بھی یہی کام ہے کہ وہ نیکوں کو بدوں سے ممتاز کر دیتے ہیں

اور شیطان کا بھی یہی کام ہے۔ انبیا۔ لیکن ہر دو میں فرق ہے۔ انبیاء خیر کو پیش کر کے بھلے بُرے میں امتیاز پیدا کر دیتے ہیں اور دین کا دشمن بُرائی کو پیش کر کے امتیاز پیدا کر دیتا ہے۔

663

خوب[۱] را چوں زشت سازم رب نیم
بھلے کو میں بُرا کیسے بنا سکتا ہوں میں خدا نہیں ہوں

زشت را و خوب را آئینہ ام
میں تو اچھے اور بُرے کا آئینہ ہوں

سوخت ہندو آئینہ از درد را
جلن سے ایک کالے نے آئینہ کو پھونک دیا

کایں سیہ رُومی نماید مرد را
کہ یہ اُس کو کالی صورت کا دکھاتا ہے

گفت آئینہ گناہ از من نبُود
آئینہ نے کہا میری خطا نہ تھی

جُرم اُو را نہ کہ رُوئے من زدود
اُس کو خطا وار قرار دے جس نے میری صیقل کی ہے

اُو مرا غمّاز کرد و راست گو
اُسنے مجھے چغلخور اور سچی بات کہنے والا بنایا ہے

تا بگویم زشت کُو و خوب کُو
تاکہ میں کہدوں بدصورت کون ہے اور خوبصورت کون ہے؟

من[۲] گواہم بر گوا زنداں کجاست
میں گواہ ہوں، گواہ کیلئے قیدخانہ کب ہے؟

اہلِ زنداں نیستم یزداں گواست
میں قیدی نہیں ہوں خدا گواہ ہے

ہر کجا بینم نہالِ میوہ دار
میں جہاں کہیں پھلدار درخت دیکھتا ہوں

تربیتہا می کنم من دایہ وار
میں دایہ کی طرح پرورش کرتا ہوں

ہر کجا بینم درختِ تلخ و خشک
جہاں کہیں میں کڑوا اور خشک درخت دیکھتا ہوں

می بِبُرّم تا رہد از پُشک و مشک
میں کاٹ دیتا ہوں تاکہ وہ مینگنی و نگینی سے بچے

خُشک گوید باغباں را کاے فتیٰ
خُشک (درخت) باغبان سے کہتا ہے اے نوجوان!

مر مرا چہ می بُری سَر بے خطا
تو بلا قصور میرا سَر کیوں کاٹتا ہے

باغباں گوید خمُش اے زشت خُو
باغبان کہتا ہے کہ اے بدعادت! چُپ رہ

بس نباشد خُشکیِ تو جرمِ تو
کیا تیرا خشک ہونا تیرا جُرم نہیں ہے!

خُشک[۳] گوید راستم من کژ نیم
خُشک (درخت) کہتا ہے میں سیدھا ہوں میں ٹیڑھا نہیں

تو چرا بے جُرم می بُرّی بیم
تو بلا قصور میری جڑ کیوں کاٹتا ہے!

باغباں گوید اگر مسعودیے
باغبان کہتا ہے اگر تو نیک بخت ہوتا

کاشکے کژ بودی و تر بودیے
کاش تو ٹیڑھا اور تر ہوتا

جاذبِ آبِ حیات گشتیے
(اگر) آبِ حیات کو جذب کرنے والا ہوتا

اندر آبِ زندگی آغشتیے
تو آبِ حیات میں ڈوبا ہوا ہوتا

تخمِ تو بد بودہ است و اصلِ تو
تیرا بیج اور تیری جڑ بُری تھی

با درختِ خوش نبودہ وصلِ تو
اچھے درخت سے تیرا جوڑ نہ تھا

[۱] خوب را۔ اچھا بُرا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ آئینہ ام۔ شیطان نے کہا میں تو صرف آئینہ کی طرح اچھے بُرے کو اُس کی صورت دکھا دیتا ہوں۔ سوخت۔ اگر بدصورت آئینہ پر غصہ کرے تو اُس کی بے عقلی ہے۔ جرم اُو را۔ اگر یہ کوئی گناہ ہے تو آئینہ بنانے والے کا ہے کہ اُس نے اُس کو ایسا کیوں بنایا کہ وہ حقیقت واضح کر دے۔

[۲] من گواہم۔ شیطان نے کہا میں تو انسانوں کی برائی پر گواہ ہوں، جیلخانہ مجرم کے لئے ہے نہ کہ گواہ کے لئے۔ ہر کجا۔ باغبان کا یہی کام ہے کہ اچھے درختوں کی پرورش کرے اور بُرے درختوں کو کاٹ پھینکے۔ خشک گوید جس طرح خشک درخت جس کو باغبان کاٹ دیتا ہے وہ باغبان کا شاکی ہوتا ہے اسی طرح ناقابلِ اصلاح لوگوں کو جب میں تباہ کرتا ہوں وہ شاکی ہوتے ہیں۔

[۳] خشک۔ خشک درخت باغبان سے شکوے میں کہتا ہے کہ میں سیدھا تھا ٹیڑھا نہ تھا تو نے مجھے کیوں کاٹ ڈالا۔ باغباں گوید۔ ٹیڑھے درخت کی حیات اور زندگی کی تو توقع ہے لیکن خشک درخت کی زندگی ناممکن ہے لہٰذا اسکو کاٹا جائیگا۔ شیطان کہتا ہے کہ اسی طرح جن کے دلوں میں آبِ ایمان بالکل تری نہیں ہے اور اُن کے دل خشک ہوگئے ہیں اُنسے مایوس

شاخِ تلخ ار با خوشے وصلت کند ١ — آں خوشے اندر نہادش بر زند

کڑوی شاخ کو اگر اچھے کے ساتھ جوڑ دے — وہ اچھا اُس کے وجود میں اثر کرے

گر ترا بیدار کردم بہرِ دیں — خوئے اصلِ من ہمین ست ہمیں

اگر میں نے آپ کو دین کی خاطر جگا دیا ہے — میری اصل عادت ہی یہ ہے

عُنف ٢ کردنِ امیر المومنین حضرت معاویہ رض با ابلیس علیہ اللعنۃ

امیرالمومنین، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ابلیس (اس پر لعنت ہو) کے ساتھ سختی کرنا

گفت امیر اے راہزن حجت مگو — مر ترا رہ نیست در من رہ مجو

امیر (المومنین) نے فرمایا اے ڈاکو! حجت نہ کر — تیرا میرے اندر راستہ نہیں ہے، راستہ نہ تلاش کر

رہزنی تو من غریبِ تاجرم — ہر لباساتے کہ آری کے خرم

تو ڈاکو ہے، میں مسافر تاجر ہوں — تو جو بھیس بھی بدلے میں کب پسند کرتا ہوں؟

گردِ رختِ من مگرد از کافری — تو نۂ رختِ کسے را مشتری

بے ایمانی سے میرے سامان کے گرد چکر نہ لگا — تو کسی کے سامان کا خریدار نہیں ہے

مشتری نبود کسے را راہزن — ور نماید مشتری مکرست و فن

ڈاکو کسی سے خریدنے والا نہیں ہوتا ہے — اگر وہ خریدار ہونا ظاہر کرے، مکاری اور چالاکی ہے

نالیدنِ امیر المومنین حضرت معاویہ رض بحق تعالیٰ از مکرِ ابلیس و نُصرت خواستن

شیطان کے مکر سے امیرالمومنین کا اللہ تعالیٰ سے نالہ وزاری کرنا اور مدد چاہنا

تا چہ دارد ایں حسود اندر کدو — اے خدا فریاد رس ما زیں عدو

نہ معلوم یہ حاسد کیا چال چل رہا ہے؟ — اے خدا اس دشمن سے ہماری فریاد سن لے

گر یکے فصلِ ٣ دگر در من دمد — در رُباید از من ایں رہزن نمد

اگر وہ ایک مرتبہ اور مجھ سے گفتگو کرے گا — یہ ڈاکو نمدہ اُڑا لے جائے گا

ایں حدیثش ہمچو دودست اے الٰہ — دست گیر ار نہ گلیمم شُد سیاہ

اے خدا! یہ اس کی گفتگو دھوئیں کی طرح ہے — میری دستگیری فرما ورنہ میری کملی کالی ہو جائیگی

من بحجت بر نیایم با بلیس — کوست فتنہ ہر شریف و ہر خسیس

میں دلیل سے شیطان سے نہ جیت سکوں گا — کیونکہ وہ ہر شریف اور ذلیل کے لئے باعث فتنہ ہے

آدمے کو علَّمَ الْاَسْمَاء بگ ست — در تگ چوں برقِ ایں سگ بے تگ ست

(حضرت) آدم جو علّم الاسماء والے سردار ہیں — اِس کتے کی برق جیسی رفتار کے مقابلہ میں بے رفتار ہیں

---

١ شاخِ تلخ۔ کڑوی شاخ کا اگر میٹھی جڑ سے پیوند لگا دیا جائے تو شاخ کی تلخی کم ہو جاتی ہے اِسی طرح بد عمل کی اصلاح ممکن ہے لیکن بد نسل کی اصلاح ناممکن ہے۔ گر ترا۔ شیطان حضرت امیر معاویہ رض کو جواب دیتا ہے کہ جب تم یہ سمجھ گئے کہ میں اچھوں کے ساتھ اچھائی اور ناقابلِ اصلاح لوگوں کو تباہ کرتا ہوں تو سمجھ لو کہ میں نے تمہیں دین کی خاطر جگایا ہے۔
٢ عُنف۔ سرزنش، سختی۔ راہزن۔ ڈاکو۔ در من۔ میرے دل میں۔ غریب تاجرم۔ سفر کی حالت میں تاجر بہت چوکنا رہتا ہے۔ گردِ رخت۔ شیطان کا کام نیک اعمال کو تباہ کرنا ہے نہ اُن کا معاوضہ دے کر خریدنا۔ مشتری نبود۔ ڈاکو کا کام لوٹ مار ہے نہ کہ خریداری اگر وہ اپنے آپ کو خریدار ظاہر کرے تو اس میں کوئی مکاری ہو گی۔ چیزے اندر کدو داشتن۔ دل میں کوئی بات چھپانا۔
٣ فصلِ دگر۔ دوسری مرتبہ۔ نمد۔ صرف پشم کا کپڑا جو عموماً درویش اور مسکین پہنتے تھے۔ من بحجت۔ شیطان پر محض دلائل سے بغیر فضلِ خداوندی غلبہ ممکن نہیں ہے۔ بگ۔ بیگ کا مخفف ہے، سردار، امیر حضرت آدم کے بارے میں قرآن میں مذکور ہے عَلَّمَ الْاَسْمَاءَ۔ خدا نے آدم کو اسماء کی تعلیم دی۔ تگ۔ دوڑ۔ بے تگ ست حضرت آدم ہار گئے اور شیطان نے انہیں دھوکا دے دیا۔

665

از بہشت انداختش بر روئے خاک — چوں سمک[1] در شست او شد از سماک
اُس نے اُن کو بہشت سے زمین پر پھینک دیا — وہ بلندی سے مچھلی کی طرح اُس کے کانٹے میں پھنس گئے

نوحۂ اِنَّا ظَلَمْنَا می زدے — نیست دستان و فسونش را حدے
اِنَّا ظَلَمْنَا کا رونا روتے تھے — اُس کے مکر اور منتر کی انتہا نہیں ہے

اندرونِ ہر حدیثِ او شرست — صد ہزاراں سحر در وے مضمرست
اُس کی ہر بات میں شر رہے — اُس میں لاکھوں جادو پوشیدہ ہیں

مردیِ مرداں بہ بندد در نفس — در زن و در مرد افروزد ہوس
ایک پھونک میں بہادروں کی بہادری کو باندھ دیتا ہے — مرد و زن میں ہوس بھڑکا دیتا ہے

اے بلیسِ خلق سوزِ فتنہ جو — بر چیم[2] بیدار کردی راست گو
اے شیطان مخلوق کو تباہ کرنے والے فتین! — سچ بتا تو نے مجھے کیوں جگایا؟

زانکہ حیلت در نگنجد با منے — ہیں غرض را در میاں نہ بے فنے
اسلئے کہ تیری حیلہ بازی مجھ پر اثر نہیں کر سکتی ہے — خبردار! بغیر مکاری کے مقصد بتا دے

باز تقریرِ ابلیس تلبیسِ خود را با امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی مکاری کی دوبارہ تقریر کرنا

گفت ہر مردے کہ باشد بدگماں — نشنود او راست را با صد نشاں
بولا، جو شخص بدگمان ہو — وہ سَو علامتوں والی سچی بات بھی نہیں سنتا ہے

ہر درونے کہ خیال اندیش شد — چوں دلیل آری خیالش بیش شد
جس کا باطن شکی ہو — جب تو دلیل بیان کریگا اُس کا شک اور بڑھیگا

چوں سخن در وے رود علت شود — تیغِ غازی دزد را آلت شود
جب اُسکے (دل میں) بات جاتی ہو بیماری بنجاتی ہے — مجاہد کی تلوار چور کا ہتھیار بن جاتی ہے

پس جوابِ او سکوتست و سکوں — ہست با ابلہ سخن گفتن جنوں
تو اُس کا جواب خاموشی اور سکوت ہے — بیوقوف سے بات کرنا پاگل پن ہے

تو ز حق[3] ترس و ز حق جو قطعِ نفس — کہ تو از شرش بماندستی بہ حبس
تو خدا سے ڈر اور نفس کو چھوڑنے کی خدا سے دعا کر — کیونکہ تو اسکے شر کی وجہ سے قیدخانہ میں ہے

تو ز من با حق چہ نالی اے سلیم — تو بنال از شرِ ایں نفسِ لئیم
اے بھولے! تو اللہ سے میرا کیا شکوہ کرتا ہے — تو اس لئیم نفس کے شر سے نالہ کر

---

[1] سمک۔ مچھلی۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ سماک۔ چاند کی منزلوں میں سے چودھویں منزل ہے، ایک ستارہ ہے، یہاں مراد بلند مرتبہ ہے۔ اِنَّا ظَلَمْنَا۔ بیشک ہم نے ظلم کیا حضرت آدمؑ نے توبہ کے وقت فرمایا تھا۔ دستاں۔ مکر۔ مضمر۔ پوشیدہ۔ مردی۔ بڑے بڑے بہادروں کی بہادری کو ایک پھونک میں ختم کر دیتا ہے۔

[2] بر چیم۔ برائے چہ مرا۔ غرض۔ مقصد۔ بے فن۔ بغیر مکاری۔ با صد نشان یعنی سچائی کی سَو علامتوں کے باوجود۔ خیال اندیش۔ شکی۔ چوں سخن۔ شکی انسان کو جس قدر سمجھایا جاتا ہے اُس کے شکوک میں اور اضافہ ہوتا ہے اور وہ دلیلوں کا غلط استعمال کرتا ہے جیسا کہ چور کسی غازی کی تلوار چرا لے تو اُس سے غلط کام کرتا ہے۔ پس جواب۔ جوابِ جاہلاں باشد خموشی۔

[3] تو ز حق ترس۔ شیطان نے امیر معاویہؓ سے کہا کہ تمہارا مجھے برا سمجھنا تمہارے نفس کا دھوکا ہے اور تم نفس کی قید میں گرفتار ہو اُس سے رہائی کی دعا کرو۔ تو ز من۔ شیطان حشر میں بھی یہی کہے گا۔ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ۔ پس مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے نفسوں کو ملامت کرو۔

666

توخوری[1] حلوا ترا دُمل شود | تب بگیرد طبع تو مختل شود

تو حلوا کھائے گا تو پھوڑا پیدا ہو گا | بخار چڑھے گا طبیعت بگڑ جائے گی

بے گنہ لعنت کنی ابلیس را | چوں نہ بینی از خود آں تلبیس را

تو بے خطا ابلیس پر لعنت بھیجتا ہے | اپنی جانب سے اس مکاری کو کیوں نہیں سمجھتا؟!

نیست از ابلیس از تُست اے غوی | کہ چو روبہ سوئے دُنبہ می روی

اے گمراہ! یہ شیطان کیجانب سے نہیں ہے بلکہ تیری جانب سے ہے | کیونکہ تو لومڑی کی طرح دُنبہ کیجانب جاتا ہے

چونکہ[2] در سبزہ بہ بینی دُنبہ را | دام باشد ایں ندانی روبہا

جب تو سبزے میں دُنبہ کو دیکھتا ہے | اے لومڑی! تو نہیں سمجھا کہ جال ہو گا

زاں ندانی کت ز دانش دور کرد | میلِ دُنبہ چشمِ غفلت کور کرد

تو اسلئے نہیں سمجھا کہ تجھے عقل سے جدا کر دیا ہے | دُنبہ کی خواہش نے تیری عقل کو اندھا کر دیا ہے

حُبُّكَ الْاَشْيَاءَ يُعْمِيكَ وَيُصِمّ | نَفْسُكَ السُّوءُ قَدْ جَنَتْ لَا تَخْتَصِمْ

چیزوں کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے | تیرے برُے نفس نے ظلم کیا ہے۔ نہ جھگڑ

تو گنہ بر من منہ کژ مژ مبیں | من ز بد بیزارم و از حرص و کیں

تو مجھ پر گناہ (کی ذمہ داری) نہ ڈال ٹیڑھی نگاہ سے نہ دیکھ | میں برائی اور حرص و کینے سے بیزار ہوں

من بدی کردم پشیمانم ہنوز | انتظارم تا دے ام گردد تموز

میں نے برائی بھی کی تھی ابھی تک شرمندہ ہوں | انتظار میں ہوں تاکہ میرا ماگھ ساون بنجائے

ہست کین و حرص از طبائع مختلف | مر مرا کے چار ضد شد مکتنف

کینہ اور حرص مختلف (عناصر سے بنی ہوئی) طبیعتوں کی پیداوار ہے | مجھے چار مخالف (عنصروں) نے کب گھیرا ہے

ہم[3] امیدے می پزم با درد و سوز | تا کہ کے گردد شبِ دیجور روز

میں ابھی درد و سوز کے ساتھ امید رکھتا ہوں | کہ اندھیری رات کب دن بنتی ہے؟

متہم گشتم میانِ خلق من | فعلِ خود بر من نہد ہر مرد و زن

میں لوگوں میں بدنام ہو گیا ہوں | ہر مرد و عورت اپنا کام میرے ذمہ لگاتا ہے

گرگ بیچارہ اگرچہ گرسنہ است | متہم باشد کہ او در طنطنہ است

بیچارہ بھیڑیا اگرچہ بھوکا ہے | (لیکن) بدنام ہوتا ہے کہ وہ اکڑ میں ہے

چونکہ نتواند ز ضعف او راہ رفت | خلق گوید تخمہ است از قوتِ زفت

چونکہ وہ کمزوری کی وجہ سے چل نہیں سکتا ہے | لوگ کہتے ہیں کہ موٹی خوراک سے بدہضمی میں ہے

---

[1] توخوری۔ یہ مولانا کی جانب سے نصیحت ہے کہ انسان شیطان سے تو بچتا ہے لیکن خود اس کا نفس شیطان سے زیادہ شریر ہے اسکی طرف سے بے توجہی برتتا ہے۔ بے گنہ۔ "فعلِ بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان پر"۔ غوی۔ گمراہ۔ روبہ۔ لومڑی جو جانوروں کا شکار کرتی ہے۔

[2] چونکہ۔ انسان کا نفس لذتوں کے پیچھے دوڑتا ہے اور انجام کی ہلاکت سے غافل ہوتا ہے۔ میلِ دُنبہ۔ خواہشِ نفس انسان کو اندھا بنا دیتی ہے۔ لَا تَخْتَصِمْ۔ یعنی نفس سے لڑ دوسرے سے نہ جھگڑ۔ من بدی کردم۔ شیطان کہتا ہے مجھے بدی سے نفرت ہے تھوڑی سی بدی مجھ سے ضرور ہوئی جس سے میں شرمندہ ہوں۔ دے۔ ماگھ جو خزاں کا مہینہ ہے۔ تموز۔ ساون جو بہار کا مہینہ ہے۔ ہست کین۔ یعنی کینہ اور حرص تو عناصر اربعہ کی پیداوار ہیں اور میں ان چار عنصروں سے نہیں بنا ہوں۔

[3] ہم امیدے۔ یعنی میں اس خطا کی بخشش کا امیدوار ہوں۔ شبِ دیجور۔ اندھیری رات۔ فعلِ خود۔ یعنی اپنا گناہ۔ گرگ۔ مثل مشہور ہے کھائے تو بھیڑیے کا نام نہ کھائے تو بھیڑیے کا نام۔ طنطنہ۔ دبدبہ، شان و شوکت۔ چونکہ۔ بھیڑیا بھوک کی وجہ سے چلنے پر قادر نہیں تہمت دھرنیوالے کہتے ہیں موٹا جانور کھا گیا ہے اس

666

باز جستن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقت غرض را از ابلیس

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا شیطان سے مقصد کی حقیقت پھر معلوم کرنا

گفت غیر راستی نرہاندت ۔ دادؑ سوئے راستی می خواندت
(حضرت معاویہؓ نے) فرمایا تجھے سچ کے سوا کچھ نہیں چھڑائیگا ۔ انصاف، تجھے سچائی کی دعوت دیتا ہے

راست گو تا وارہی از چنگ من ۔ مکر ننشاند غبارِ جنگ من
سچ کہدے تاکہ تو میرے چنگل سے چھوٹ جائے ۔ مکّاری میری لڑائی کے غبار کو فرو نہیں کرسکتی ہے

گفت چوں دانی دروغ و راست را ۔ اے خیال اندیش و پُر اندیشہا
اُس نے کہا آپ جھوٹ اور سچ کو کیسے سمجھ لیں گے؟ ۔ اے شکّی اور توہمات سے بھرے ہوئے

گفت پیغمبر نشانے دادہ است ۔ قلب و نیکو را محک بنہادہ است
اُنھوں نے فرمایا پیغمبر (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے علامت بتادی ہے ۔ کھوٹے اور کھرے کی کسوٹی متعین کردی ہے

گفتہ است اَلْکِذْبُ رَیْبٌ فِی الْقُلُوْب ۔ باز اَلصِّدْقُ طُمَانِیْنٌ وَطَرُوْب
فرمایا ہے جھوٹ دلوں میں شک (پیدا کرنیوالا ہے) ۔ پھر (فرمایا)، سچ اطمینان و خوشی (پیدا کرتا ہے)

دل[2] نیارامد ز گفتارِ دروغ ۔ آب و روغن ہیچ نفروزد فروغ
جھوٹی بات سے دل کو سکون نہیں ملتا ہے ۔ پانی اور تیل روشنی کو نہیں بڑھاتا ہے

در حدیثِ راست آرامِ دلست ۔ راستی ہا دانۂ دامِ دلست
سچی بات میں دل کا سکون ہے ۔ سچائیاں دل کے جال کا دانہ ہیں

دل مگر رنجور باشد بد دہاں ۔ کو نداند چاشنیِ این و آن
مگر وہ دل جو بیمار ہو اور اُسکے مُنھ کا ذائقہ خراب ہو ۔ کیونکہ وہ اِسکے اور اُسکے مزے کو نہیں سمجھتا ہے

چوں[3] شود از رنج و علت دل سلیم ۔ طعمِ صدق و کذب را باشد علیم
جب دل تکلیف اور بیماری سے محفوظ ہو جائے ۔ تو وہ سچ اور جھوٹ کے مزے سے واقف ہوتا ہے

حرصِ آدمؑ چوں سوئے گندم فزود ۔ از دلِ آدمؑ سلیمی را ربود
(حضرت) آدمؑ کی حرص جب گیہوں کیطرف بڑھی ۔ (حضرت) آدمؑ کے دل سے سلامتی کو اُڑالے گئی

پس دروغ و عشوات را گوش کرد ۔ غرّہ گشت و زہرِ قاتل نوش کرد
تو تیرے جھوٹ اور مکر کو سُن لیا ۔ فریب کھاگئے، اور قاتل زہر پی لیا

گندم از کژدم ندانست آں نفس ۔ می برد تمیز از مستِ ہوس
اُسوقت وہ گیہوں اور بچھو میں امتیاز نہ کرسکے ۔ (ہوس) ہوس سے مدہوش کی تمیز کو زائل کرتی ہے

---

[1] داد یعنی انصاف کا تقاضہ ہے کہ تو سچ بتادے۔ گفت شیطان نے امیر معاویہؓ سے کہا کہ اگر میں سچ بات کہونگا تو آپ کیسے سمجھ لیں گے کہ وہ سچ ہے جبکہ آپ شکوک میں مبتلا ہیں۔ گفت۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ سچ اور جھوٹ کی علامتیں آنحضورؐ نے بتادی ہیں۔ اَلْکِذْبُ یعنی جھوٹی بات سُن کر مومن کا دل مطمئن نہیں ہوتا ہے بلکہ دل میں خلجان پیدا ہوتا ہے۔ اَلصِّدْقُ سچی بات سُن کر مومن کا دل مطمئن ہو جاتا ہے۔

[2] دل نیارامد: مومن کا قلب جھوٹ سے مطمئن نہیں ہوتا جس طرح کہ چراغ پانی ملے ہوئے تیل سے روشن نہیں ہوتا ہے۔ دانہ۔ جس طرح پرند دانے پر لپکتا ہے اسی طرح مومن کا دل سچائی کی طرف لپکتا ہے۔ دل مگر لیکن یہ علامت مومن کے دل کے لئے ہے اگر کسی کا دل گناہوں کی وجہ سے بیمار ہو اُس کیلئے یہ علامت نہیں ہے:

[3] چوں شود۔ جب دل مرض سے خالی ہو تب اُس کی یہ کیفیت ہوتی ہے۔ حرص۔ چونکہ حضرت آدمؑ میں گیہوں کھانے کی حرص پیدا ہوگئی تھی لہٰذا وہ شیطان کے جھوٹ کو نہ پہچان سکے اور دھوکا کھاگئے زہر قاتل۔ یعنی گیہوں۔

668

خلقؔ مستِ آرزو اند و ہوا
لوگ تمنا اور حرص سے مست ہیں

زاں پذیرا اند دستانِ ترا
اس لئے تیرے مکر کو قبول کرلینے والے ہیں

ہر کہ خود را از ہوا خو باز کرد
جس نے اپنے آپ کو حرص کی عادت سے چھڑا لیا

گوشِ خود را آشنائے راز کرد
اس نے اپنے کان کو راز سے آشنا کر لیا

ہمچناں کہ در حکایت گفتہ اند
جس طرح لوگوں نے حکایت میں بیان کیا ہے

بشنو آنرا تا کُشاید بستہ بند
اس کو سن لے تاکہ گرہ کھل جائے

شکایتِ قاضی از آفتِ قضا و جوابِ نائب اُو

قاضی کا قضیات کی مصیبت کا شکوہ کرنا اور اس کے نائب کا جواب

قاضئے بنشاندند اُو می گریست
لوگوں نے ایک قاضی کو مسند نشین کیا وہ رونے لگا

گفت نائب قاضیا گریہ زِ چیست
نائب نے کہا اے قاضی! رونا کس وجہ سے ہے

اینؔ نہ وقتِ گریہ و فریادِ تُست
یہ رونے اور چیخنے کا وقت نہیں ہے

وقتِ شادی و مبارک بادِ تُست
تیری خوشی اور مبارکباد کا وقت ہے

گفت آہ چوں حکم راند بیدلے
اس نے کہا ہائے! ایک ناواقف کس طرح فیصلہ کرے

در میانِ آں دُو عالم جاہلے
ایک نادان دو جانکاروں کے درمیان؟

آں دو خصم از واقعہ خود واقف اند
وہ دونوں فریق اپنے واقعہ سے واقف ہیں

قاضئے مسکیں چہ داند زاں دُو بند
دو بندشوں (جہل اور غفلت) کی وجہ سے قاضی بیچارہ کیا جانے

جاہل ست و غافل ست از حالِ شاں
وہ اُن کی حالت سے جاہل ہے اور غافل ہے

چوں رَوَد در خونِ شان و مالِ شاں
وہ اُن کی جان اور مال میں کیسے مداخلت کرے؟

گفتؔ خصماں عالم اند و عِلّتی
اُس (نائب) نے کہا دونوں فریق واقف ہیں اور غرضی ہیں

جاہلی تو لیک شمعِ مِلّتی
آپ ناواقف ہیں لیکن ملت کی شمع ہیں

زانکہ تو علت نداری در میاں
کیونکہ اس میں آپ کی کوئی غرض نہیں ہے

آں فراغت ہست نورِ دیدگاں
(غرض سے) خالی ہونا آنکھوں کی روشنی ہے

واں دُو عالِم را غرض شاں کور کرد
اُن دونوں واقف کاروں کو (ان کی) غرض نے اندھا کر دیا ہے

عِلمِ شاں را علت اندر گور کرد
اُن کے علم کو غرض نے دفن کر دیا ہے

جہل را بے علتی عالم کند
بے غرضی ناواقفیت کو علم والا بنا دیتی ہے

علم را علت کژ و ظالم کند
غرض علم کو کج اور ظالم بنا دیتی ہے

لہ خلق۔ چونکہ عام لوگ حرص و ہوا کے مرض میں مبتلا ہیں لہٰذا شیطان کی جھوٹی باتوں سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ دستاں۔ مکر۔ ہوا خو یعنی خوئے حرص۔ راز۔ یعنی معرفتِ خداوندی کے راز بحکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ بھی یہ ہے کہ اگر انسان ہوا و ہوس سے پاک ہوتا ہے تو سچ اور جھوٹ میں امتیاز کر لیتا ہے۔

لہ این۔ یعنی قاضی بننے پر رونے کا موقع نہیں ہے یہ تو مبارکباد کا وقت ہے بیدل۔ متردد۔ دُو عالم۔ یعنی مدعی اور مدعیٰ علیہ دونوں دعوے کی حقیقت سے واقف ہوتے ہیں سزاں دو بند۔ یعنی جہل اور غفلت جس کا آئندہ شعر میں بیان ہے۔

لہ گفت۔ نائب قاضی نے کہا کہ فریقین اگرچہ معاملہ کو جانتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں خود غرضی سمائی ہے۔ زانکہ۔ انسان کی بے غرضی معاملہ کو واضح کر دیتی ہے جہل را بے غرضی اور خلوص جہل کو علم سے بدل دیتے ہیں اور خود غرضی عالم کو جاہل بنا دیتی ہے۔

تا تو ؓ رشوت نستدی بینندهٔ — چون طمع کردی ضریر و بندهٔ

جب تک تو رشوت نہ لے تو بینا ہے — جب تونے لالچ کیا تو اندھا اور (نفس کا) غلام ہے

از ہوا من خوی را وا کرده ام — لقمہائے شہوتی کم خورده ام

میں نے عادت کو ہوس سے علیحدہ کر لیا ہے — میں نے شہوتِ (نفس)، کے لقمے نہیں کھائے ہیں

چاشنی گیرِ دلم شد با فروغ — راست را داند حقیقت از دروغ

میرا (معارف کا) ذوق رکھنے والا دل روشن ہوگیا ہے — سچ کی حقیقت جھوٹ سے جدا کر لیتا ہے

باقرار آوردنِ حضرت معاویہؓ ابلیس را کہ چرا بیدار کردی

حضرت معاویہؓ کا شیطان سے اقرار کرا لینا کہ اس نے کیوں جگایا ہے

اے سگِ ملعون جوابِ من بگو — راست گو و در دروغے رہ مجو

اے ملعون کتے! میرا جواب دے — سچ کہہ اور جھوٹ کا راستہ تلاش نہ کر

تو چرا بیدار کردی مر مرا — دشمنِ ؓ بیداریئی اے دغا

تو نے مجھے کیوں جگایا؟ — اے (مجسم) دھوکے! تو بیداری کا دشمن ہے

ہمچو خشخاشے ہمہ خواب آوری — ہمچو خمرے عقل و دانش را بری

تو خشخاش کی طرح مجسم خواب آور ہے — شراب کی طرح عقل اور سمجھ کو زائل کر دیتا ہے

چار میخت کرده ام ہیں راست گو — راست را دانم تو حیلتہا مجو

میں نے تجھے شکنجہ میں کس لیا ہے، سچ کہہ دے — میں سچ کو پہچان لوں گا تو بہانے نہ بنا

من ز ہر کس آں طمع دارم کہ او — صاحبِ آں باشد اندر طبع و خو

میں ہر آدمی سے وہی توقع رکھتا ہوں — جس کا وہ طبیعت اور عادت میں مالک ہے

من ؓ ز سرکہ می نجویم شکری — ہر مخنث را نہ گیرم لشکری

میں سرکہ میں مٹھاس نہیں تلاش کرتا ہوں — میں کسی ہیجڑے کو سپاہی نہیں بناتا ہوں

ہمچو گبراں می نجویم از بتے — کہ بود حق یا ز حق او آیتے

میں کافروں کی طرح بُت میں جستجو نہیں کرتا ہوں — کہ وہ خدا ہو یا خدا کی کوئی نشانی ہو

من ز سرگیں می نجویم بوئے مشک — من در آب جو نجویم خشتِ خشک

میں گوبر میں مُشک کی خوشبو نہیں تلاش کرتا ہوں — میں پانی میں سوکھی اینٹ نہیں تلاش کرتا ہوں

من نجویم پاسبانی را ز دزد — کار نا کرده نجویم ہیچ مزد

میں چور سے چوکیداری نہیں چاہتا ہوں — کام کیے بغیر میں کوئی مزدوری نہیں چاہتا ہوں

۱ــــه تا تو: نائب نے قاضی سے کہا جب تک تو رشوت لیگا حقیقت کو دیکھ لے گا ورنہ نہ دیکھ سکیگا۔ از ہوائے: امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ میں نے ہوا و ہوس کو چھوڑ دیا ہے اور خواہشات نفسانی کی غذا ترک کر دی ہے لہٰذا میرے دل میں ایسی روشنی پیدا ہوگئی ہے کہ وہ جھوٹ اور سچ میں امتیاز کر لیتا ہے تو میں جان لونگا کہ تو سچ بول رہا ہے یا جھوٹ۔ جواب من یعنی اس بات کا جواب کہ تو نے مجھے کیوں جگایا ہے

۲ــــه دشمن: شیطان کا کام ہے کہ وہ خوابِ غفلت میں مبتلا رکھے۔ خشخاش: خود بھی خواب آور ہے اور اسی کے پودے کے ڈوڈے سے افیون بنتی ہے جو خواب آور ہے۔ چار میخ: ایک قسم کی سزا ہے جس میں لٹا کر چاروں ہاتھ پیر چار کیلوں سے باندھ دیئے جاتے ہیں۔ من ز ہر کس: میں ہر شخص کو پہچان لیتا ہوں اور اس سے اسی کام کی توقع رکھتا ہوں جو اس کی فطرت میں داخل ہے۔

۳ــــه من ز سرکہ: سرکہ کی طبیعت میں کھٹاس ہے اس سے مٹھاس کی توقع کرنا غلط ہے۔ مخنث: ہیجڑے سے بہادری کی توقع غلط ہے۔ بُت: بُت سے یہ توقع کرنا کہ وہ خدا ہو یا خدا کی کوئی نشانی یہ بھی غلط ہے۔ دزد: چور سے چوکیداری کی توقع غلط ہے۔

مَن[1] زِ شیطاں ایں نجویم کوست غیر	کو مرا بیدار گرداند بخیر
میں شیطان سے یہ امید نہیں رکھتا کیونکہ وہ غیر ہے	کہ وہ مجھے بھلائی کے لئے جگائے

راست گفتنِ ابلیس ضمیرِ خود را با حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ

شیطان کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے دل کی بات سچ کہہ دینا

گفت بسیار آں بلیس از مکر و عذر	میر ازو نشنید کرد استیز و نکر
شیطان نے مکر اور عذر کی بہت باتیں کیں	امیر (المومنین) نے نہ سنیں، جھگڑا اور انکار کیا
از بُنِ دنداں بگفتش بہرِ آں	کردمت بیدار میداں اے فلاں
اُن سے عاجزی سے اُس نے کہا، اس لئے	سمجھ لیجئے، میں نے آپ کو بیدار کیا ہے اے فلاں
تا رسی اندر جماعت در نماز	از پئے پیغمبرِ دولت فراز
تاکہ آپ نماز باجماعت میں شریک ہو جائیں	پیغمبر بلند دولت کی سنت کے لئے
گر نماز از وقت رفتے مر ترا	ایں جہاں تاریک گشتے بے ضیا
اگر نماز وقت سے گذر جاتی تو آپ کے لئے	یہ دنیا، بے رونق، اندھیری ہو جاتی
از غبینؔ[2] و دَرد رفتے اشکہا	از دو چشمِ او مثالِ مشکہا
نقصان اور درد کے آنسو بہتے	اِن کی دونوں آنکھوں سے مشکوں کی طرح
ذوق دارد ہر کسے در طاعتے	لاجرم نشکیبد ازوے ساعتے
ہر شخص ایک عبادت کا ذوق رکھتا ہے	لامحالہ تھوڑی دیر بھی اُس سے صبر نہیں کر سکتا ہے
از غبین و درد بودے صد نماز	کو نماز و کو فروغِ آں نیاز
وہ نقصان اور درد سَو نمازیں بن جاتا	کہاں نماز اور کہاں اُس عاجزی کا نور

فضیلتِ[3] حسرت خوردنِ آں شخص بر فوتِ نمازِ جماعت

نماز باجماعت کے فوت ہو جانے پر اُس شخص کے افسوس کی فضیلت

آں یکے می رفت در مسجد درُوں	مردم از مسجد ہمی آمد بروں
ایک شخص مسجد میں جا رہا تھا	لوگ مسجد سے باہر نکل رہے تھے
گشت پُرساں کہ جماعت را چہ بود	کہ ز مسجد می بروں آیند زود
اُس نے دریافت کیا کہ جماعت کا کیا ہوا؟	کہ لوگ مسجد سے جلدی سے باہر آ رہے ہیں
آں یکے گفتش کہ پیغمبر نماز	با جماعت کرد و فارغ شد زِ راز
ایک شخص نے اُس سے کہا کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نماز	باجماعت ادا کر دی اور دعا سے فارغ ہو گئے

[1] مَن زِ شیطان۔ شیطان کی طبیعت میں خیر نہیں ہے لہٰذا اُس سے یہ توقع رکھنا کہ وہ خیر کے لئے جگائے گا بالکل غلط ہے۔ ضمیر یعنی دل کی پوشیدہ بات۔ میر یعنی امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ۔ از بُنِ دنداں گفتن۔ گڑگڑا کر کہنا۔ پئے۔ پیروی سنت۔ گر نماز۔ یعنی جماعت چھوٹ جاتی۔

[2] غبین۔ نقصان، گھاٹا۔ درد۔ یعنی جماعت کے فوت ہو جانے کا درد۔ ذوق۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نماز باجماعت کا بہت ذوق تھا۔ آں غبین۔ شیطان نے مجبور ہو کر جگانے کا صحیح سبب بتا دیا کہ جماعت فوت ہونے پر جو اُن کو صدمہ ہوتا اور اُس پر روتے اُس کی وجہ سے بہت زیادہ ثواب کے مستحق ہو جاتے اس لئے اُس سے محروم کرنے کے لئے جگایا تھا۔

[3] فضیلت۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ عبادت کے فوت ہو جانے سے جو ایک عابد کو افسوس ہوتا ہے اُس کی بہت بڑی قدر و قیمت ہے۔ گشت پرساں۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ لوگ جلدی سے مسجد سے کیوں نکل رہے ہیں جماعت کا کیا ہوا۔ آں یکے۔ یعنی نماز پڑھ کر نکلنے والوں میں سے کسی نے اُس سے کہا حضورؐ تو جماعت ختم کر کے دعا سے بھی فارغ ہو گئے ہیں۔ راز۔ یعنی نماز کے بعد کی خفیہ دعا۔

تو کجا در می رَوی اے مردِ[1] خام — چوں پیمبر باز داد آخر سلام

اے ناقص! تو کہاں اندر جاتا ہے — جبکہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آخری سلام پھیر دیا

گفت آہ و درد زاں آمد بروں — آہِ اُو می داد از دل بوئے خوں

اُس نے آہ کہا اور اُس آہ سے درد ظاہر ہوا — اُس کی آہ نے دل کے خون کی بُو دی

آں یکے گفتا بدہ ایں آہ را — وِیں نمازِ من ترا بادا عطا

ایک شخص نے اُس سے کہا یہ آہ دے دے — اور یہ میری نماز تیرے لئے ہے

گفت دادم آہ پذرفتم نماز — اُو ستد آں آہ را با صد نیاز

اُس نے کہا میں نے آہ دیدی، نماز قبول کرلی — اُسنے وہ آہ لے لی جو سینکڑوں عاجزیوں کیساتھ تھی

با نیاز و با تضرع باز گشت — باز بود و در پے شہباز رفت

وہ عاجزی اور تضرع کے ساتھ لوٹا — باز تھا اور بعد میں شہباز (ہوکر) لوٹا

شب بخواب اندر بگفتش ہاتفے[2] — کہ خریدی آبِ حیوان و شفے

ایک غیبی آواز نے خواب میں اُس سے کہا — کہ تو نے آبِ حیات اور شفا خرید لی

حرمتِ ایں اختیار و ایں دخول — شد نمازِ جملۂ خلقاں قبول

اِس پسندیدگی اور مداخلت کے احترام کی وجہ سے — تمام لوگوں کی نماز قبول ہوگئی

تتمۂ اقرارِ ابلیس با حضرت معاویہؓ مکر و فریب خود را

شیطان کا حضرت امیر معاویہ رض سے اپنے مکر و فریب کے اقرار کرنے کا تتمہ

پس عزازیلش بگفت اے میر زاد — مکرِ خود اندر میاں باید نہاد

اس کے بعد شیطان نے کہا، اے دانا امیر! — (مجھے) اپنا مکر بیان کردینا چاہیئے

گر نمازت[3] فوت می شد آں زماں — می زدی از دردِ دل آہ و فغاں

اگر اُس وقت آپ کی نماز فوت ہوجاتی — تو آپ دل کے درد کیساتھ آہ و فغاں کرتے

آں تاسف و آں فغان و آں نیاز — در گذشتے از دو صد رکعت نماز

وہ افسوس کرنا، اور وہ فریاد اور وہ عاجزی — نماز کی دو سَو رکعتوں سے بڑھ جاتی

من ترا بیدار کردم از نہیب — تا نسوزاند چناں آہے حجیب

میں نے (اس) خوف سے آپ کو جگا دیا — تاکہ ایسی آہ پردے کو نہ جلا دے

تا چناں آہے نباشد مر ترا — تا بداں راہے نباشد مر ترا

تاکہ ایسی آہ تمہیں حاصل نہ ہوجائے — تاکہ اُس آہ تک تمہاری رسائی نہ ہو

---

[1] مردِ خام - ناتجربہ کار۔ باز داد آخر سلام - آخری سلام پھیر چکے۔ گفت - اُس جماعت سے محروم نمازی نے ایسی آہ بھری جس میں درد تھا اور دل کے خون کی بو آرہی تھی۔ آں یکے - جو شخص جماعت کی نماز پڑھ چکا تھا اُس نے کہا میں اپنی نماز کا ثواب تمہیں دیتا ہوں تم اپنا اس آہ کے عوض مجھے عطا کردو۔ با صد نیاز - اس کا تعلق رستد فعل سے بھی ہوسکتا ہے اور آہ سے بھی ہوسکتا ہے۔ باز بود - یعنی قرب الٰہی میں پہلے مرتبہ سے بڑھ گیا۔

[2] ہاتف - فرشتہ غیبی جو پکارے اور نظر نہ آئے۔ شفے - شفا کا امالہ ہے۔ اختیار - چننا یعنی تم نے نماز اور آہ میں جو آہ کو چنا۔ دخول - یعنی نماز اور آہ کے معاملہ میں داخل ہونا۔ عزازیل - شیطان کا نام ہے۔ میر زاد - دانا سردار۔

[3] گر نمازت - شیطان نے امیر معاویہؓ سے کہا اگر تمہاری نماز فوت ہوجاتی تو تم دل کے درد کے ساتھ آہ کرتے۔ آں تاسف - نماز کے فوت ہونے پر آپ جو افسوس اور فریاد اور عاجزی کرتے وہ دو سَو نفلوں سے بھی بڑھ جاتی۔ نہیب - خوف۔ حجیب - یعنی قرب الٰہی کا وہ پردہ جو ابھی تک حائل ہے۔

672

من حسودم[1] از حسد کردم چنیں
میں تو حاسد ہوں میں نے حسد کی وجہ سے ایسا کیا

من عدوم کارِ من مکرست و کیں
میں تو دشمن ہوں میرا کام مکاری اور کینہ وری ہے

مکرِ من دیدی مباش ایمن زمن
آپ نے میرا مکر دیکھ لیا مجھ سے مطمئن نہ ہوجیے

تا شوی صدرِ جہاں اندر زمن
تاکہ آپ زمانے میں عالم کے صدر بن جائیں

جواب گفتن امیر المومنین امیر معاویہؓ ابلیس را بعد از اعتراف

اقرار کے بعد امیر المومنین معاویہ رضؓ کا جواب دینا

گفت اکنوں راست گفتی صادقی
(امیر معاویہؓ نے) فرمایا تم نے اب سچ کہا تو سچا ہے

از تو ایں آید تو ایں را لائقی
تجھ سے یہی آتا ہے، تو اسی کے لائق ہے

عنکبوتی تو مگس داری شکار
تو مکڑی ہے تو مکھی کا شکار کرتا ہے

من نیم اے سگ مگس زحمت میار
اے کتے! میں مکھی نہیں ہوں تکلیف نہ اٹھا

بازِ اسپیدم[2] شکارم شہ کند
میں سفید باز ہوں، میرا شکار شاہ کرتا ہے

عنکبوتے کے بگردِ من تند
مکڑی میرا جکر کب کاٹے گی

کارِ تو این ست اے دزدِ لعیں
اے ملعون چور! تیرا یہی کام ہے

سوئے دوغ آری مگس را از انگبیں
مکھی کو شہد سے ہٹا کر چھاچھ پر لاتا ہے

رو مگس می گیر تا تانی ہلا
خبردار! جب تک تو کر سکے مکھی پکڑ

سوئے دوغے زن مگسہا را صلا
مکھیوں کو چھاچھ کی طرف بلا

ور بخوانی تو بسوئے انگبیں
اگر تو شہد کی طرف بلائے گا

ہم دروغ و دوغ باشد آں یقیں
یقیناً وہ بھی جھوٹ اور چھاچھ ہوگا

تو مرا بیدار کردی خواب[3] بود
تو نے مجھے جگایا (لیکن جگانا) نیند تھا

تو نمودی کشتی آں گرداب بود
تو نے کشتی دکھائی وہ بھنور تھا

تو مرا در خیر زاں می خواندئی
تو نے مجھے بھلائی کی طرف اس لئے بلایا

تا مرا از خیرِ بہتر راندئی
تاکہ مجھے بہتر خیر سے ہٹا دے

فوت شدنِ دزد بآواز دادنِ آں شخص صاحب خانہ را که نزدیک شدہ بود که دزد را دریابد

چور کا بچ نکلنا ایک شخص کے پکارنے کی وجہ سے گھر کے اس مالک کو جو قریب تھا کہ وہ چور کو پکڑ لے

---

[1] من حسودم۔ لہٰذا میرا سارا کام حسد پر مبنی تھا۔ مکر من۔ یعنی نماز کیلئے جگانا۔ ایمن۔ مطمئن۔ زمن۔ زمانہ۔ اعتراف۔ اقرار۔ ایں آید یعنی گمراہ کرنا اور ثواب سے محروم کرنا۔ عنکبوت۔ مکڑی جو مکھیوں کا شکار کرتی ہے۔ من نیم۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطَانٌ۔ یعنی اے شیطان میرے مخلص بندوں پر تیرا زور نہ چلے گا۔

[2] بازِ اسپید۔ سفید باز زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ شہ۔ باز کو شاہ پھانستے ہیں۔ سوئے دوغ۔ یعنی شیطان کا کام اچھائی سے ہٹا کر برائی کی طرف لانا ہے۔ مثلاً۔ کھانے کی دعوت دینا۔ انگبیں۔ یعنی جس کو تو شہد بتائیگا وہ چھاچھ ہوگی۔

[3] خواب بود۔ چونکہ بیدار کرنے میں ثواب سے محروم کیا تو یہ بیدار کرنا دراصل سُلانا تھا جو ثواب سے محروم رکھتا ہے۔ کشتی۔ یعنی تو نے جو بھلائی دکھائی وہ تباہی تھی۔ فوت شدن۔ یہ قصہ نقل کرکے بھی یہ بتانا ہے کہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جو بظاہر بھلی معلوم ہوتی ہیں لیکن ان کی تہ میں شرارت ہوتی ہے۔

ایں[1] بداں ماند کہ شخصے دزد دید	در وثاق اندر پئے او می دوید
یہ اس طرح کی بات ہے کہ ایک شخص نے چور کو دیکھا	گھر میں (اور) وہ اُس کے پیچھے دوڑنے لگا
تا دو سہ میداں دوید اندر پیش	تا درافگندش از تعب اندر خوئش
دو تین میدانوں تک اُس کے پیچھے دوڑا	یہاں تک کہ مشقت سے اُس (چور) کو پسینہ میں غرق کردیا
اندراں حملہ کہ نزدیک آمدش	تا بدو اندر جہد دریابدش
اُس حملے کے دوران کہ وہ اُس کے نزدیک پہنچا	یہاں تک کہ ایک جست میں اُس کو پکڑ لے
دزدِ دیگر بانگ کردش کہ بیا	تا ببینی ایں علاماتِ بلا
دوسرے چور نے اُس کو پکارا کہ آ	تاکہ تو مصیبت کی اِن علامتوں کو دیکھ لے
زود باش و باز گرد اے مردِ کار	تا ببینی حالِ ایں جا زار زار
جلدی کرو واپس آ، اے کام کے دھنی!	تاکہ تو یہاں کا حالِ زار دیکھ لے
چوں شنید ایں مرد گشت اندیشہ ناک	گفت باخود کشتہ گیر ایں جامہ چاک
جب اُس شخص نے سنا فکر میں پڑ گیا	اپنے آپ سے بولا اِس مرتے کو مُردہ سمجھ
گفت باشد کاں طرف دزدے بود	گر نہ گردم زود زاں بر من دَوَد
(اور) کہنے لگا ہو سکتا ہے کہ اُس طرف چور ہو	اگر میں جلد واپس نہ ہوا تو وہ مجھ پر حملہ کردیگا
بر زن[2] و فرزندِ من دستے زند	کشتنِ ایں دزد سودم کے کند
میرے بیوی اور بچوں پر ہاتھ مارے	پھر مجھے اِس چور کو مار ڈالنا کب فائدہ دیگا؟
ایں مسلماں از کرم می خواندم	گر نگردم زود پیش آید ندم
یہ مسلمان مہربانی سے مجھے بلاتا ہے	اگر میں جلد نہ لوٹوں تو ندامت کا سامنا ہوگا
بر امیدِ شفقتِ آں نیک خواہ	دزد را بگذاشت باز آمد براہ
اُس خیرخواہ کی شفقت کی امید کی بنا پر	چور کو چھوڑ دیا اور راستہ سے لوٹ آیا
گفت[3] اے یارِ نکو احوال چیست	ایں فغان و بانگِ تو از دستِ کیست
کہا اے اچھے دوست! کیا احوال ہیں؟	یہ تیری چیخ و پکار کس کی وجہ سے ہے؟
گفت اینک بیں نشانِ پائے دزد	ایں طرف رفت ست دزدِ زن بمزد
اُسے کہا یہ ہیں چور کے پاؤں کے نشان دیکھ لے	بھڑوا۔ چور اِس طرف گیا ہے
نک نشانِ پائے دزدِ قلتباں	در پئے او رَو بدیں نقش و نشاں
دَیوث چور کے پاؤں کا نشان یہ ہے	اِس علامت اور نشان کے ذریعہ اسکا پیچھا کر

۱ ایں۔ یعنی شیطان کا نماز کے لئے جگانا۔ وثاق۔ گھر۔ تا درافگند۔ گھر کے مالک نے چور کو دوڑا کر تھکا دیا۔ اندراں۔ اب اسقدر قریب ہو گیا تھا کہ ایک حملہ میں اُس چور کو پکڑ لے۔ بیا۔ یعنی مالک کو جو چور کے پیچھے بھاگ رہا تھا پکارا۔ گفت باخود۔ پکارنے والے چور کی آواز سنکر دل میں کہنے لگا۔ کشتہ گیر۔ مُردہ سمجھ لے۔ جامہ چاک۔ مردہ یعنی وہ چور جس کے پیچھے یہ بھاگ رہا تھا۔ آں طرف۔ جدھر سے آواز آئی ہے۔ بر من دود۔ مجھ پر حملہ کردے۔

۲ برزن۔ یعنی جس طرف وہ پکارنے والا پکار رہا ہے وہاں کوئی دوسرا چور ہو جو بال بچوں پر حملہ کردے تو اُس چور کو مار ڈالنے سے بھی مجھے کیا ملیگا۔ ندم۔ یعنی بال بچوں سے غفلت برتنے کی ندامت۔ نیک خواہ یعنی پکارنے والا۔

۳ گفت۔ یعنی مالک نے پکارنے والے سے کہا۔ گفت اینک۔ پکارنے والے نے کہا۔ زن بمزد۔ وہ شخص جو بیوی کی زنا کی کمائی کھائے۔ قلتبان۔ دَیوث۔ در پئے او۔ یعنی چور کے پیچھے۔

گفت[1] اے اَبلہ چہ میگوئی مرا — من گرفتہ بودم آخر دُزد را

اُس نے کہا اے بیوقوف! مجھ سے کیا کہتا ہے؟ — میں نے تو چور کو پکڑ ہی لیا تھا

دُزد را از بانگِ تو بگذاشتم — من تو خر را آدمی پنداشتم

تیری پکار کی وجہ سے میں نے چور کو چھوڑ دیا — میں نے تجھ گدھے کو آدمی سمجھا

ایں چہ ژاژست و چہ ہرزہ اے فلاں — من حقیقت یافتم چہ بُود نشاں

اے فلاں! یہ کیا بکواس اور بیہودگی ہے — میں نے اصل کو پکڑ لیا تھا علامت کیا ہوتی ہے؟

گفت من از حق نشانت میدہم — ایں نشانست از حقیقت آگہم

اُس نے کہا میں تجھے صحیح علامت بتا رہا ہوں — یہ نشانات ہیں میں حقیقت سے واقف ہوں

گفت طرّاری تو یا خود اَبلہی — بلکہ تو دُزدی و زیں حال آگہی

اُس نے کہا تو گرہ کٹ ہے یا پاگل ہے — بلکہ تو چور ہے اور اُس حالت سے واقف ہے

خصمِ[2] خود را می کشیدم مُو کشاں — تو رہانیدی وُرا کاینک نشاں

میں اپنے دشمن کو بال پکڑ کر گھسیٹتا — تو نے اُس کو چھڑا دیا کہ یہ نشان ہے

تو جہت گو من بروںم از جہات — در وصال آیات کو یا بیّنات

تو سبب کی بات کرتا ہے میں اسباب سے آگے ہوں — وصال (کی صورت) میں نشانیاں اور دلائل کہاں؟

صُنع بیند مردِ محجوب از صفات — در صفات آنست کو گم کرد ذات

افعال وہ دیکھتا ہے جو صفات سے حجاب میں ہو — صفات میں وہ (مقید) ہے جس نے ذات کو گم کر دیا ہو

واصلاں چوں غرقِ ذات اند اے پسر — کے کنند اندر صفاتِ اُو نظر

اے صاحبزادے! واصلین جبکہ ذات میں مستغرق ہیں — وہ اُس کی صفات پر کب نظر کرتے ہیں!

چونکہ اندر قعرِ جو باشد سرت — کے برنگِ آب اُفتد منظرت

جبکہ تیرا سر نہر کی تہ میں ہو — پانی کے رنگ پر تیری نظر کب پڑتی ہے؟

ور[3] برنگِ آب باز آئی ز قعر — پس پلاسے بستدی دادی تو شعر

اگر تو (دریا کی) تہہ سے پانی کے رنگ پر واپس آجائے — تو تو نے ٹاٹ لے لیا (اور) پشمینہ دے دیا

طاعتِ عامہ گناہِ خاصگاں — وَصلتِ عامہ حجابِ خاص داں

عوام کی اطاعت خاصانِ (خدا) کا گناہ ہے — عوام کا وصال، خواص کا پردہ سمجھ

حکایت وزیریکہ پادشاہ اُورا از وزارت معزول کردہ بُود و محتسبی داد

بادشاہ کے اُس وزیر کا قصہ جس کو بادشاہ نے وزارت سے معزول کر کے کوتوالی دے دی

---

[1] گفت اے ابلہ۔ مالک نے پکارنے والے سے کہا۔ من تو خر را۔ یعنی تو گدھا ہے میں نے تجھے آدمی سمجھ لیا۔ ژاژ۔ بکواس ہرزہ۔ بیہودہ بات۔ حقیقت یعنی اصل چور۔ نشان یعنی نشانِ قدم۔ طرّاری۔ جیب تراش ہے۔ دزدی۔ یعنی تو اُس چور کا شریک کار چور ہے۔

[2] خصمِ خود۔ مالک نے کہا تو نے یہ کہہ کر اُسے چھڑا دیا کہ چور کی نشانی دیکھ لے۔ تو جہت گو۔ جبکہ میں اصل مقصد تک پہنچ چکا تھا تو مقصد کے اسباب اور وجوہ بتا رہا تھا۔ صنع۔ سالک پر افعال کی تجلی پڑتی ہے۔ پھر صفات کی پھر ذات کی، جب سالک صفات کی تجلی سے محروم ہوتا ہے تو افعال کی تجلی میں لگا رہتا ہے اور صفات کی تجلی کے بعد افعال کی تجلی سے قطع نظر کر لیتا ہے اور جبکہ اس کو ذات کی تجلی حاصل ہوجاتی ہے تو اسکو صفات کی تجلی کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ واصلاں۔ واصل بحق ذات کی تجلی میں مستغرق رہتے ہیں۔ چونکہ۔ اسکی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پانی کی تہ میں پہنچ جائے تو پانی کا رنگ اسکے پیشِ نظر نہیں رہتا۔

[3] ور برنگِ آب۔ اگر کوئی ذات کی تجلی کے بعد صفات کی تجلی میں مستغرق ہوجائے تو وہ ایک اونچے مرتبہ سے گر کر ادنی مرتبہ میں آگیا۔ پلاس۔ ٹاٹ۔ شعر۔ پشمینہ۔ طاعت عامہ مشہور مقولہ ہے۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ عام لوگوں کی نیکیاں مقربین کیلئے بمنزلہ گناہ ہیں۔

گر وزیرے را کُند شہ مُحتسِب [1] — شہ عَدُوّ اُو بُوَد نَبُوَد مُحِب

اگر بادشاہ کسی وزیر کو کوتوال بنا دے — تو بادشاہ اُس کا دشمن ہوگا دوست نہ ہوگا

ہم گناہے کردہ باشد آں وزیر — بے سبب نَبُوَد تغیّر ناگزیر

اُس وزیر نے کوئی خطا کی ہوگی — لازمی تغیّر بے وجہ نہیں ہوتا ہے

زانکہ اوّل مُحتسِب بُد خود وُرا — بخت و روزی آں بُدست از ابتدا

جو پہلے سے کوتوال تھا خود اس کے لئے — وہ (کوتوالی) شروع سے نصیبہ اور روزی تھی

لیک کاں اوّل وزیرِ شہ بُدست — مُحتسِب کردن سبب فعلِ بدست

لیکن جو کہ پہلے بادشاہ کا وزیر ہو — (اُس کو) کوتوال بنانا کسی بُرے کام کی وجہ سے ہے

چوں ترا شہ ز آستانہ پیش خواند — باز سوئے آستانہ باز راند

جیسے بادشاہ نے تجھے چوکھٹ سے آگے بلایا — پھر چوکھٹ کی طرف واپس کر دیا

تو یقیں میداں کہ جُرمے کردۂ [2] — جبر را از جہل پیش آوردۂ

تو یقین کرلے تو نے کوئی غلطی کی ہے — تو جبر کو نادانی سے پیش کرتا ہے

کہ مرا روزی و قسمت ایں بُدست — پس چرا دی بودت آں دولت بدست

کہ میری تقدیر اور قسمت یہی تھی — تو کل یہ دولت تیرے ہاتھ میں کیوں تھی؟

قسمتِ خود خود بُریدی تو ز جہل — قسمتِ خود را افزاید مردِ اہل

تو نے نادانی سے اپنے حصہ کو خود منقطع کر دیا — لائق آدمی اپنا حصہ بڑھاتا ہے

یک مثالِ دیگر اندر کژروی — شاید ار از نصّ قرآں بشنوی

کج روی کی ایک دوسری مثال — مناسب ہے اگر تو قرآن کی آیتوں سے سن لے

قصۂ [3] منافقان و مسجدِ ضرار ساختنِ ایشاں

منافقوں اور اُن کے مسجدِ ضرار بنانے کا قصہ

ایں چنیں کژ بازئ در جفت و طاق — بانبی می باختند اہلِ نفاق

اِسی طرح اُلٹی بازی داؤں میں — نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ منافق کھیلتے تھے

کز برائے عزِّ دینِ احمدیؐ — مسجدے سازیم و بود آں مرتدی

کہ احمدی دین کی عزت کے لئے — ہم ایک مسجد بناتے ہیں اور وہ (اُنکی) بے دینی تھی

ایں چنیں کژ بازئ می باختند — مسجدے جز مسجدش می ساختند

اِس طرح کی اُلٹی بازی انھوں نے کھیلی — اُن کی مسجد کے علاوہ انھوں نے ایک مسجد بنائی

---

[1] مُحتسِب۔ کوتوال۔ زانکہ۔ کسی کا ابتداً کوتوالی کے عہدہ پر سرافراز ہونا اُس کی خوش نصیبی ہے لیکن وزارت سے کوتوالی پر آجانا سزا ہے۔ لیک۔ وزارت کے بعد کوتوال بن جانا سزا ہے۔ چوں ترا۔ آستانہ پر رہنا پستی میں رہنے کے مرتبہ سے گرا ہوا ہے۔

[2] تو یقیں۔ انسان اپنے مرتبہ کے گراؤ کو تقدیر پر محمول کر دیتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ میری قسمت میں یہی لکھا تھا۔ حالانکہ اس میں خود اُسکا قصور ہوتا ہے ورنہ اُس کو پہلے یہ بڑا رتبہ کیوں حاصل تھا جہت خود۔ انسان اپنی نادانی سے اپنی قسمت گھٹاتا ہے ورنہ اہل انسان جد و جہد سے اپنی قسمت بڑھا لیتا ہے۔

[3] قصہ۔ شیطان کے واقعہ سے یہ سمجھایا تھا کہ بسا اوقات ایک معاملہ بظاہر اچھا نظر آتا ہے لیکن اس میں بُرائی پوشیدہ ہوتی ہے اِسی بات کو منافقوں کے مسجدِ ضرار کے بنانے سے سمجھایا ہے مسجد بنانا بظاہر اچھا تھا لیکن اُس کا مقصد نہایت ناپاک تھا۔ مسجدِ ضرار۔ وہ مسجد جو منافقوں نے مسجدِ قبا کے مقابلہ میں تیار کی تھی جفت۔ وہ عدد جو دو پر تقسیم ہو جائے۔ طاق۔ وہ عدد جو دو پر صحیح تقسیم نہ ہو۔ مجموعہ سے بازی کا داؤ مراد لیا جاتا ہے۔ اہلِ نفاق۔ عبداللہ ابن اُبی اور اُسکے ساتھی۔ مرتدی یعنی اُن کا یہ فعل بے دینی

فرش و سقف و قُبّہ اش آراستہ
فرش اور چھت اور اس کا گنبد بنایا

لیک تفریقِ جماعت[1] خواستہ
لیکن (انہوں نے) جماعت کو متفرق کرنا چاہا

نزدِ پیغمبر بَلابہ آمدند
خوشامد کرتے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے

ہمچو اشتر پیشِ اُو زانو زدند
اونٹ کی طرح اُن کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے

کاے رسولِ حق برائے مُحسنی
کہ اے اللہ کے رسولؐ برائے کرم

سُوئے آں مسجد قدم رنجہ کُنی
اُس مسجد کی جانب تشریف لے چلیں

تا مبارک گردد از اقدامِ تو
تاکہ آپ کی تشریف آوری سے وہ متبرک ہو جائے

تا قیامت تازہ بادا نامِ تو
خدا کرے قیامت تک آپ کا نام زندہ رہے

مسجدِ روزِ گِل ست و روزِ ابر
(یہ) مسجد کیچڑ اور بارش کے دن کے لئے ہے

مسجدِ روزِ ضرورت وقتِ صبر
(یہ) مسجد ضرورت اور مجبوری کے دن کیلئے ہے

تا غریبے[2] یابد آنجا خیر و جا
تاکہ کوئی مسافر اُس جگہ ٹھکانا اور بھلائی پا سکے

تا فراواں گردد ایں خدمت سرا
تاکہ یہ خدمت کی جگہیں زیادہ ہو جائیں

تا شعارِ دیں شود بسیار و پُر
تاکہ دین کا شعار زیادہ اور پُر ہو جائے

زانکہ با یاراں شود خوش کارِ مُر
کیونکہ دوستوں کے ساتھ تلخ کام شیریں ہو جاتا ہے

ساعتے آں جائیگہ تشریف دہ
تھوڑی دیر کے لئے اُس جگہ تشریف رکھیں

تزکیہ ما کُن زماں، تعریف دہ
ہمیں پاک کریں اور معرفت سکھائیں

مسجد و اصحابِ مسجد را نواز
مسجد اور مسجد والوں کو نواز دیجیے

تو مہی ما شب دمے با ما بساز
ہم رات ہیں آپ چاند تھوڑی دیر ہمارے ساتھ رہیں

تا شود شب از جمالت جملہ روز
تاکہ آپ کے جمال سے رات مجسّم دن بن جائے

اے جمالت آفتابِ جاں فروز
اے وہ (ذات) کہ آپکا جمال روح کو روشن کرنیوالا سورج ہے

اے[3] دریغا کاں سخن از دل بُدے
ہائے افسوس! (کاش) یہ باتیں دل سے ہوتیں

تا مُرادِ آں نفر حاصل شُدے
تاکہ اُس گروہ کا مقصد حاصل ہو جاتا

لفظ کاید بے دل و جاں بر زباں
جو لفظ بے دل اور بغیر روح کے زبان پر آتا ہو

ہمچو سبزہ توں بُود اے دوستاں
اے دوستو! وہ کوڑی کے سبزے کی طرح ہوتا ہے

ہم ز دُورش بنگر و اندر گذر
اُس کو دُور سے دیکھ لے اور گزر جا

خوردن و بُو را نہ شاید اے پسر
اے بیٹا! وہ کھانے اور سونگھنے کے لائق نہیں ہے

---

[1] جماعت یعنی صحابہؓ کی جماعت۔ لابہ۔ خوشامد۔ زانو زدند۔ دو زانو ہو کر بیٹھ گئے۔ آں مسجد یعنی مسجدِ ضرار۔ اقدام۔ تشریف آوری۔ تا قیامت۔ انھوں نے حضورؐ کو یہ دعا دی۔ مسجد روزِ گِل یعنی ہم نے یہ مسجد اِسلئے بنائی ہے کہ کیچڑ اور بارش کی مجبوری اور ضرورت میں یہاں نماز پڑھ لیا کرینگے۔

[2] تا غریبے۔ اِس مسجد میں یہ بھی فائدہ ہے کہ یہیں مسافر ٹھہر جایا کرینگے اور مسجدوں کی کثرت بھی ہو جائیگی۔ با یاراں۔ مسجد بنانا مشکل کام ہے۔ ہمارے اتباع میں اور لوگوں کو بھی مسجدیں بنانا آسان ہو جائے گا۔ تزکیہ۔ نبی کا نام لوگوں کے دلوں کو پاک کرتا ہے۔ تعریف۔ یعنی معرفتِ خداوندی کی باتیں۔ تو مہی۔ آپ کے نور سے ہم سیاہ باطن منوّر ہو جائیں گے۔

[3] اے دریغا۔ مولانا فرماتے ہیں یہ سب اُن کی جھوٹی باتیں تھیں اگر سچی ہوتیں تو اُن کا مقصد ضرور پورا ہوتا۔ لفظ۔ خوش کُن جھوٹے الفاظ کی مثال کوڑی کے سبزے جیسی ہے ـــ سبزہ توں۔ کوڑی یا گھورے کا سبزہ۔

سوئے لطف[1] بے وفایاں ہیں مرو
خبردار! بے وفاؤں کی مہربانی کی طرف نہ جا

کانِ پُل ویراں بود نیکو شنو
اچھی طرح سُن لے وہ ٹوٹے ہوئے پُل کی طرح ہے

گر قدم را جاہلے بر وے زند
اگر کوئی ناواقفیت سے اُس پر قدم رکھے گا

بشکند پُل واں قدم را بشکند
پُل ٹوٹ جائے گا اور وہ پیر کو توڑ دے گا

ہر کجا لشکر شکستہ می شود
کسی جگہ کوئی لشکر شکست کھاتا ہے

از دو سہ سُست و مخنّث می بود
تو (ایسا) دو تین سُست اور نامردوں کی وجہ سے ہوتا ہے

در صف آید با سلاح[2] و مردوار
وہ نامرد ہتھیار باندھ کر اور مردانہ وار آتا ہے

دل برو بنہند کاینک یارِ غار
(لشکری) اُس پر بھروسہ کرتے ہیں کہ یہ سچا دوست ہے

رُو بگرداند چو بیند زخمہا
جب گھائل ہوتا ہے تو منہ موڑ لیتا ہے

رفتنِ اُو بشکند پُشتِ ترا
اُس کا بھاگنا تیری کمر توڑ دیتا ہے

ایں دراز ست و فراواں می شود
یہ (قصہ) لمبا اور زیادہ ہو رہا ہے

وانچہ مقصود ست پنہاں می شود
اور جو مقصد ہے وہ مخفی ہو رہا ہے

فریفتن منافقان پیغمبر علیہ السّلام را تا کہ بمسجدِ ضرار برندو
منافقوں کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ورغلانا تاکہ مسجدِ ضرار میں لے جائیں اور

اظہار ناکردنِ مصطفیٰ مکرِ ایشاں را از کمالِ حلمِ خود
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی بُردباری کی وجہ سے اُنکے مکر کو ظاہر نہ کرنا

بر رسولِ حق فسونہا خواندند
اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر انھوں نے بہت منتر

رخشِ دستان و حِیَل می راندند
مکر اور فریب کا گھوڑا دوڑاتے تھے

چاپلوسی و فسونہا خواندند
خوشامد کرتے تھے اور منتر پڑھتے تھے

نُزلِ[3] خدمت سُوئے حضرت راندند
خدمت اور خاطر تواضع کی بات آنحضور کی جانب بڑھائی

آں رسولِ مہربان و رحم کیش
وہ مہربان اور رحم کی عادت والے رسول

جز تبسم جز بلے نا وردِ پیش
سوائے مسکراہٹ (اور) سوائے ہاں کے پیش نہ آئے

شُکرہائے آں جماعت یاد کرد
اس جماعت کا شکریہ ادا فرمایا

در اجابت قاصداں را شاد کرد
قبول کرنے (کے معاملہ) میں قاصدوں کو خوش کر دیا

می نمود آں مکرِ ایشاں پیشِ اُو
آپ کے سامنے اُن کا مکر ظاہر ہو جاتا تھا

یک بیک زانساں کہ اندر شیر مُو
فوراً اِس طرح جیسا کہ دودھ میں بال

---

[1] لُطفِ بے وفایاں۔ بے وفاؤں کی مہربانی پُرانے پُل کی طرح ہے۔ انسان بے خبری میں اس پر سے گذرتا ہے تو پُل بھی بیٹھ جاتا ہے اور وہ پیر کو بھی توڑ دیتا ہے۔ ہر کجا۔ لشکر کی شکست بھی عموماً بے وفاؤں کی وجہ سے ہوتی ہے۔

[2] سِلاح۔ ہتھیار۔ یارِ غار۔ سچا دوست۔ رفتنِ او۔ ایک بُزدل کے بھاگنے سے پورے لشکر کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔ ایں۔ یعنی بے وفاؤں کے نقصانات کے قصّے۔ مقصود۔ یعنی مسجدِ ضرار کا قصّہ۔ فسوں۔ افسوں، منتر۔ رخش۔ رستم کا گھوڑا، گھوڑا۔ حِیَل۔ حیلہ کی جمع ہے۔

[3] نُزل۔ مہمانی کا کھانا۔ کیش۔ خیوہ، عادت۔ بلیٰ۔ ہاں، کسی بات کی تصدیق کے لئے بولا جاتا ہے۔ اجابت۔ دعوت کو قبول کرنا۔ می نمود۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں کی چالوں کو سمجھ جاتے تھے لیکن اپنی شرافتِ نفس کی وجہ سے اُس کا اظہار نہ فرماتے تھے۔

مُوی را نادیدہ میکرد آں لطیف[1] — شبر را شاباش می گفت آں ظریف

وہ مہربان، بال کو اَن دیکھا کر دیتے تھے — وہ عالی ظرف دودھ کی تعریف کر دیتے تھے

صد ہزاراں مُوی مکر و دمدمہ — چشم خوابانید آں دم از ہمہ

مکر اور فریب کے لاکھوں بال تھے — اُس وقت انہوں نے سب سے آنکھ بند کر لی

راست می فرمود آں بحرِ کرم — بر شما من از شما مشفق ترم

اُس دریائے کرم نے سچ فرمایا ہے — میں تم پر تم سے بھی زیادہ مہربان ہوں

من نشستہ بر کنارِ آتشے — با فروغ و شعلۂ بس ناخوشے

میں ایک آگ کے کنارے بیٹھا ہوں — جو بہت بھڑکنے والی اور خراب شعلوں والی ہے

ہمچو پروانہ شما آں سُو دواں — ہر دو دستِ من شدہ پروانہ راں

تم پروانوں کی طرح اُس طرف دوڑتے ہو — میرے دونوں ہاتھ پروانوں کو ہٹانے والے بنے ہیں

چوں[2] براں شد تا رواں گردد رسول — غیرتِ حق بانگ زد مشنو ز غول

جب معاملہ یہاں پہنچا کہ رسول مسجد ضرار کی طرف روانہ ہوں — اللہ (تعالیٰ) کی غیرت نے آواز دی چھلاوے کی آواز نہ سنو

کیں خبیثاں مکر و حیلت کردہ اند — جملہ مقلوب ست انچہ آوردہ اند

کہ اِن خبیثوں نے مکر اور حیلہ کیا ہے — جو انہوں نے کہا ہے سب اُلٹا ہے

قصدِ ایشاں جز سیاہ رُوئی نبود — خیرِ دیں کے جُست ترسا و یہود

اُن کا ارادہ رو سیاہی کے علاوہ کچھ نہ تھا — عیسائی اور یہودیوں نے دین کی بھلائی کب چاہی؟

مسجدے بر جسرِ دوزخ ساختند — با خدا نردِ دغاہا باختند

انہوں نے دوزخ کے پُل پر مسجد بنائی ہے — انہوں نے خدا کے ساتھ دھوکے کی چال چلی ہے

قصدِ شاں تفریقِ اصحابِ رسول — فضلِ حق را کے شناسد ہر فضول

اُنکا مقصد رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ میں تفرقہ ڈالنا ہے — کوئی بیہودہ خدا کے فضل کو کب جانتا ہے؟

تا جہودے[3] را ز شام اینجا کشند — کہ بوعظِ اُو جہوداں سرخوش اند

تاکہ ایک یہودی کو شام سے اِس جگہ لائیں — جس کے وعظ سے یہودی مانوس ہیں

گفت پیغمبر کہ آرے لیک ما — بر سرِ راہیم و بر عزمِ غزا

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہاں لیکن ہم — سفر پر (تیار) ہیں اور جہاد کا ارادہ ہے

زیں سفر چوں باز گردم آنگہاں — سوئے آں مسجد رواں گردم رواں

جب میں سفر سے واپس آجاؤں گا، تب — اُس مسجد کی طرف چلوں گا

---

[1] لطیف۔ مہربان، ظریف۔ دانا، خوش مزاج، چشم خوابانید۔ چشم پوشی کرنا، بحر کرم۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ من نشستہ۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ میری مثال اور تمہاری مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے آگ روشن کی پتنگے اُس میں آکر گرنا چاہتے ہیں اور وہ شخص اُن کو روکتا ہے۔

[2] چوں براں شد۔ آنحضورؐ نے پہلے تشریف لے جانے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن بعد میں وحی کے ذریعہ ممانعت اور اُن منافقوں کے احوال سے آنحضورؐ کو باخبر کر دیا گیا، اشعار میں واقعات کی ترتیب بدل گئی ہے۔ غول۔ چھلاوا، جو راستہ سے بھٹکا دیتا ہے۔ مقلوب۔ جیسا کہ اُن منافقوں نے ظاہر کیا ہے اُنکے پیش نظر دین کا فروغ نہیں ہے بلکہ اُن کا مقصد دین کو برباد کرنا ہے۔

[3] تا جہودے۔ ابو عامر جو مدینہ کا رہنے والا تھا اُس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور اُس کو راہب کہا جاتا ہے۔ وہ ابتداءً آنحضورؐ کی اُن پیشگوئیوں کا بھی ذکر کرتا تھا جو آنحضورؐ کے بارے میں انجیل میں تھیں لیکن ہجرت کے بعد اُس نے آنحضورؐ کی مخالفت شروع کر دی تھی۔ جنگِ بدر کے بعد وہ مدینہ چھوڑ کر مکہ چلا گیا تھا اور پھر وہاں سے شام کے علاقہ میں جا بسا تھا اور وہاں سے مسلمانوں کیخلاف سازشیں کرتا رہتا تھا۔ عزم غزا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کیلئے روانہ ہونیوالے تھے۔

دَفعِ شاں گفت و بسُوئے غزو تاختت — با دغایاں از دغا نردے بباخت

اُن کو ٹال دیا اور جہاد کے لئے روانہ ہوگئے — دغا بازوں کے ساتھ دغا کی چال چلی

چوں بیامد از غزا[۱] باز آمدند — چنگ اندر وعدۂ ماضی زدند

جب (رسولؐ) غزوے سے آئے وہ پھر آئے — (اور) پہلے وعدے کا سہارا لیا

گفت حقش کاے پیمبر فاش گو — عذر آور، جنگ باشد باش گو

اللہ (تعالیٰ) نے اُن سے فرمایا اے پیغمبرؐ صاف کہہ دیجئے — (جائیے) عذر کر دیجئے، جنگ ہوتی ہے تو ہو

گفت اے قومِ دغل خامش کنید — تا نگویم رازہا تاں تن زنید

(پیغمبرؐ نے) فرمایا اے مکار قوم! چُپ رہو — خاموش ہو جاؤ، تاکہ میں تمہارے راز نہ کہہ ڈالوں

گفت تاں بس بد درون و دشمنید — من نخواہم آمد از من بگذرید

(پیغمبرؐ نے) فرمایا تم بدباطن اور دشمن ہو — میں نہیں آؤں گا، میرا خیال چھوڑ دو

چوں نشانِ[۲] چند از اسرارِ شاں — در بیاں آورد بد شُد کارِ شاں

جب آپ نے ان کے بھیدوں کے کچھ نشان — بیان کر دیئے تو اُن کا کام بگڑ گیا

قاصداں زو باز گشتند آں زماں — حاش للہ حاش للہ دم زناں

قاصد آپ کے پاس سے واپس ہو گئے (اور) دوسرے وقت — خدا بچائے خدا بچائے کہتے ہوئے

ق

ہر منافق مُصحفے زیرِ بغل — سوئے پیغمبر بیاورد از دغل

ہر منافق قرآن بغل میں دبا کر — مکاری سے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لایا

تا خورد سوگند کایماں جُنّہ ست — زانکہ سوگند آں گراں را سُنّتے ست

تاکہ قسم کھائے کیونکہ قسم ڈھال ہے — اِس لئے کہ قسم کھانا اُن کجروں کی عادت ہے

چوں[۳] ندارد مردِ کژ در دیں وفا — ہر زمانے بشکند سوگند را

کج انسان چونکہ دین (کے معاملہ) میں وفا نہیں کرتا ہے — ہر وقت قسم توڑ دیتا ہے

راستاں را حاجتِ سوگند نیست — زانکہ ایشاں را دو چشم روشنے ست

سچوں کو قسم کی ضرورت نہیں ہے — اِس لئے کہ اُن کی دونوں آنکھیں روشن ہیں

نقضِ میثاق و عُہود از احمقی ست — حفظِ ایمان و وفا کارِ تقی ست

عہد اور پیمان کا توڑنا بیوقوفی ہے — قسموں کی حفاظت اور پورا کرنا متقی کا کام ہے

گفت پیغمبر کہ سوگندِ شما — راست گیرم یا کہ پیغامِ خدا

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تمہاری قسم — سچ سمجھوں یا خدا کا پیغام

---

[۱] غزا۔ یعنی غزوۂ تبوک گفت۔ آنحضورؐ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اُنسے صاف انکار کر دو خواہ نتیجہ میں جنگ برداشت کرنی پڑے۔ خامش۔ آنحضورؐ نے منافقوں سے فرمایا چپ ہو ورنہ تمہاری دیگر جعلسازشیں کھول دونگا۔

[۲] چوں نشاں۔ صحابہ کو آگاہ کرنے کیلئے اُن کی چند سازشیں ذکر فرما دیں۔ قاصداں۔ یعنی وہ منافق آنحضورؐ کے راز کھول دینے پر شرمندہ ہو کر اس وقت تو واپس ہو گئے پھر دوسرے وقت اپنی برأت کرتے ہوئے قرآن لیکر آنحضورؐ کے پاس آئے۔ کایمان جُنّہ۔ قرآن نے فرمایا ہے کہ منافقوں نے اپنی قسموں کو اپنی ڈھال بنا رکھا ہے۔ گراں۔ کج فطرت جھوٹے زیادہ قسمیں کھاتے ہیں۔

[۳] چوں ندارد۔ کج فطرت میں دینداری نہیں ہوتی لہٰذا وہ قسم توڑ ڈالتا ہے۔ دو چشم یعنی وہ بدعہدوں کا انجام دیکھتے ہیں۔ پیغامِ خدا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے۔ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ۔ خدا گواہی دیتا ہے کہ ضرور منافق جھوٹے ہیں۔

بازؔ سوگندِ دگر خوردندِ قوم — مُصحف اندر دست و برلب مُہرِ صوم
قوم نے پھر دوسری قسم کھائی — ہاتھ میں قرآن منہ پر روزے کی مُہر

کہ بحقِ ایں کلامِ پاک و راست — کہ بنائے مسجد از بہرِ خداست
کہ اس سچے اور پاک کلام کی قسم — مسجد کی تعمیر خدا کے لئے ہے

اندریں جا ہیچ مکر و حیلہ نیست — قصدِ ما زاں صدق و ذکر و یاربیست
اس میں کوئی مکر اور حیلہ نہیں ہے — اُس سے ہمارا ارادہ سچائی اور ذکر اور یارب کہنا ہے

گفت پیغمبر کہ آوازِ خدا — می رسد در گوشِ من ہمچوں صدا
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خدا کی آواز — میرے کان میں صدا کی طرح آتی ہے

مُہر بر گوشِ شما بنہاد حق — تا باوازِ خدا نارد سبق
اللہ (تعالیٰ) نے تمہارے کان پر مُہر لگا دی ہے — تاکہ خدا کی آواز سے سبق نہ سیکھے

نک صریح آوازِ حق می آیدم — ہمچو صاف از دُرد می پالایدم
اب میرے پاس خدا کی صاف آواز آتی ہے — جو تَلچھٹ کی طرح مجھے تلچھٹ سے صاف کر دیتی ہے

چوں کلیمؔ اللہ کز سوئے درخت — بانگِ حق بشنید کاے مسعود بخت
جس طرح (موسیٰ) کلیم اللہ نے درخت کی جانب سے — اللہ (تعالیٰ) کی آواز سُنی کہ اے نیک نصیب!

از درخت اِنّی اَنَا اللہ می شنید — با کلام انوار می آمد پدید
درخت سے "بیشک میں ہی خدا ہوں" سُنتے تھے — کلام کے ساتھ انوار ظاہر ہو رہے تھے

چوں ز نورِ وحی وا می ماندند — باز نو سوگندہا می خواندند
جب وہ (منافق) وحی کے نور سے عاجز آ جاتے — پھر نئی قسمیں کھانے لگتے

چوںؔ خدا سوگند را خواندہ سپر — کے نہد اسپر زکف پیکار گر
جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے قسم کو ڈھال قرار دیا ہے — جنگجو ہاتھ سے ڈھال کب چھوڑتا ہے؟

باز پیغمبر بہ تکذیبِ صریح — قَدْ کَذَبْتُمْ گفت با ایشاں فصیح
پھر پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صاف جھٹلاتے ہوئے — صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ تم جھوٹے ہو

اندیشیدنِ یکے از اصحاب بانکار کہ حضرتِ رسالت
صحابہ میں سے ایک کا شبہ کے ساتھ سوچنا کہ حضرتِ رسالت رسول

رسول چرا ستاری نمیکند
پردہ پوشی کیوں نہیں کرتے ہیں

ٰ۱ بازسوگند یعنی انھوں نے ہاتھ میں قرآن لیکر قسم کھائی اور یہ بھی کہا کہ ہم روزے دار ہیں۔ کہ بحق۔ یعنی قرآن کی قسم کھا کر کہا کہ یہ مسجد خدا کے لئے بنائی ہے۔ یاربیست۔ یعنی یارب یارب کہنا ہے۔ آوازِ خدا۔ یعنی لَا تَقُمْ فِیْہِ اَبَدًا یعنی اس مسجدِ ضرار میں کبھی قیام نہ کرنا۔ مُہر بر گوش قرآن پاک میں ہے خدا نے اُن منافقین کے کانوں اور دلوں پر مُہریں لگا دی ہیں۔ صاف۔ صاف شدہ شراب۔

ٰ۲ کلیم اللہ۔ حضرت موسیٰ ؑ کو کوہِ طور پر ایک درخت سے آواز آئی تھی اِنّی اَنَا اللہُ۔ چوں ز نور۔ جب یہ دیکھتے کہ وحی کے نور کی وجہ سے آنحضور تکذیب پر مُصر ہیں تو دوبارہ قسمیں کھانے لگتے۔

ٰ۳ چوں خدا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَھُمْ جُنَّةً۔ انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنایا ہے۔ ڈھال کو جنگجو کسی حالت میں نہیں چھوڑتا ہے لہٰذا وہ بھی ناامیدی کے باوجود قسمیں کھا رہے تھے۔

687

تا یکے یارے زیارانِ رسول
رسول کے دوستوں میں سے ایک کے

دردلش اِنکارؔ آمد زاں نکول
دل میں قسم کے نہ ماننے سے وسوسہ آیا

کاینچنیں پیرانِ باشیب و وقار
کہ ایسے بوڑھے اور باوقار لوگوں کو

می کنندشاں ایں پیمبر شرمسار
یہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) شرمندہ کر رہے ہیں

کو کرم کو ستر پوشی کو حیا
کرم کہاں ہے؟ پردہ پوشی کہاں ہے؟ حیا کہاں ہے؟

صد ہزاراں عیب پوشند انبیا
انبیاء تو لاکھوں عیب چھپاتے ہیں

بازؔ در دل زود استغفار کرد
پھر دل میں بہت جلد استغفار کی

تا نگردد زاعتراض او روئے زرد
تاکہ وہ اعتراض (کرنے) سے (اللہ کے سامنے شرمندہ) نہ ہو

لیک آں نقشِ کجش از دل نرفت
لیکن اُن کے دل سے وہ ٹیڑھا نقش نہ مٹا

مہرِ بد از طبعِ بے حاصل گرفت
دل سے بُروں کی محبت بے نتیجہ نہ رہی

شومیِ یاریِ اصحابِ نفاق
منافقوں کی دوستی کی نحوست نے

کرد مومن را چو ایشاں زشت و عاق
مومن کو اُن (منافقوں) کیطرح بُرا اور نافرمان بنادیا

باز می زارید کاے علام سر
اُنھوں نے پھر گریہ وزاری کی کہ اے بھیدوں کے جاننے والے!

مر مرا مگذار بر کفراں مُصر
مجھے کفر پر مُصر نہ رکھو

دل بدستم نیست ہمچو دیدہ چشم
آنکھ کی طرح دل میرے قبضہ میں نہیں ہے

ورنہ دل را سوزمے ایندم بخشم
ورنہ غصہ میں مَیں اسی وقت دل کو پھونکدیتا

اندریں اندیشہ خوابش در ربود
اِس فکر میں اُن کو نیند آگئی

مسجدِ ایشانش پُر سرگیں نمود
اُن کو اُن کی مسجد گوبر سے پُر نظر آئی

سنگہاشؔ اندر حدث جائے تباہ
اُن کے پتھر ناپاکی میں بُری جگہ (تھے)،

می دمید از سنگہا دودِ سیاہ
اُس کے پتھروں سے کالا دُھواں اُٹھ رہا تھا

دود در حلقشؔ شد و حلقش بخست
دُھواں اُنکے حلق میں گُھسا اور اُنکے حلق کو خستہ کردیا

از نہیبِ دودِ تلخ از خواب جست
کڑوے دھوئیں کے خوف سے وہ نیند سے بیدار ہوئے

در زماں در رو فتاد و می گریست
فوراً چہرے کے بل گرے اور روتے تھے

کاے خدا اینہا نشانِ منکریست
اے خدا یہ مُنکر ہونے کی علامتیں ہیں

خلمؔ بہتر ازچنیں حلم اے خدا
اے خدا ایسی بُردباری سے غصہ بھلا

کو کند از نورِ ایمانم جُدا
جو کہ مجھے نورِ ایمان سے جُدا کر رہا ہے

لہ اِنکار۔ شبہ، وسوسہ۔ نکول۔ قسم کھالے سے اِنکار کرنا یہاں قسم کو قبول نہ کرنا مراد ہے۔ شیب۔ بڑھاپا۔ کو کرم۔ اُن صحابی نے آنحضورؐ کی جانب سے منافقوں کی تکذیب کو کرم اور ستر پوشی اور حیا کے خلاف سمجھا۔ روئے زرد۔ یعنی خدا کے سامنے شرمندگی نہ ہو۔ مہرِ بد۔ یعنی بُروں کی محبت جو اُن صحابی کے دل میں منافقوں کی محبت سے پیدا ہوئی۔ بے حاصل۔ بے نتیجہ۔ یعنی یہ محبت اپنا رنگ لاکر رہی کہ باوجود استغفار کے اُس وسوسہ کا ازالہ نہ ہوا۔ شومی۔ یہ محبت کا نتیجہ اور حاصل ہوا۔

کہ باز۔ وہ صحابی۔ کفراں یعنی آنحضورؐ سے متعلق وسوسہ۔ ہمچو نظر۔ انسان کا دل اور نظر قابو میں نہیں ہوتا ہے۔ نمود۔ اُن صحابی نے خواب میں دیکھا کہ وہ مسجدِ ضرار نجاست سے پُر ہے۔ سنگہاش۔ اس مسجد ضرار کے پتھر۔ حدث۔ پلیدی۔

سہ حلقش۔ یعنی خواب دیکھنے والے صحابی کا حلق۔ نہیب۔ خوف۔ درزماں۔ چونکہ وہ صحابی سمجھے کہ یہ خواب اُنکے لئے تازیانہ ہے۔ خلم۔ ناک کی ریزش یعنی نفرت یعنی آنحضورؐ نے جس غصہ کا اظہار کیا وہ بہتر تھا نسبت اُس حلم کے جسکو میں نے اچھا سمجھا تھا اور اُسکو بہتر سمجھنے کی بدولت نورِ ایمان سے محروم ہو رہا ہوں۔

گر بکادی کوششِ اہلِ مجاز^1 | تو بتو گندہ بُوَد ہمچوں پیاز
اگر تو نام کے مسلمانوں کی کوشش کی کھود کرید کرے گا | تو وہ پیاز کی طرح تہہ بہ تہہ بدبودار ہو گی

ہر یکے از یکدگر بے مغز تر | صادقاں را یک ز دیگر نغز تر
ہر (تہہ) دوسری سے زیادہ بے مغز ہوگی | سچوں کی ایک (تہہ) دوسری سے زیادہ اچھی ہوگی

صد کمر بستہ بکر آں قومِ سست | از نفاق و زرق و دینِ نادرست
اس سست قوم نے مکاری پر سو طرح سے کمر باندھ رکھی تھی | نفاق اور جھوٹ اور غلط دین کی وجہ سے

صد کمر آں قوم بستہ بر قبا | بہرِ ہدمِ مسجدِ اہلِ قبا
وہ قوم سو طرح سے، قبا پر کمر کسے ہوئی تھی | قبا والوں کی مسجد کو منہدم کرنے کے لئے

ہمچو آں اصحابِ فیل اندر حبش | کعبہ کردند و حق آتش زد دَرش
ان ہاتھی والوں کی طرح جنھوں نے حبشہ میں | کعبہ بنایا اور اللہ نے اس میں آگ لگا دی

قصدِ خانہ کعبہ کردند ز انتقام | حالِ شاں چوں شد فرو خواں از کلام
بدلہ لینے کے لئے انہوں نے خانہ کعبہ کا قصد کیا | ان کا کیا حال ہوا؟ کلام اللہ میں پڑھ لے

مر سیہ رویانِ دیں را خود جہیز | نیست الا حیلت و مکر و ستیز
دین کے رُو سیاہوں کا سامان | حیلہ اور مکر اور لڑائی کے سوا کچھ نہیں ہے

ہر صحابی^2 دید زاں مسجد عیاں | واقعہ، تا شد یقینِ شاں سرِ آں
ہر صحابی نے اس مسجد کو دیکھ لیا نمایاں | واقعہ، یہاں تک کہ ان کو اصلیت کا یقین آگیا

واقعات ار باز گویم یک بیک | پس یقیں گردد صفا بر اہلِ شک
میں اگر ایک ایک کر کے واقعات بتاؤں | تو شکی لوگوں کو صاف یقین ہو جائے

لیک می ترسم ز کشفِ رازِ شاں | نازنینانند و زیبد نازِ شاں
لیکن ان کا راز کھولنے سے میں ڈرتا ہوں | وہ نازوں کے پالے ہوئے ہیں ان کو ناز کرنا زیب دیتا ہے

شرع^3 بے تقلید می پذرفتہ اند | بے محک آں نقد را بگرفتہ اند
انھوں نے شریعت کو بے تقلید قبول کیا ہے | بغیر کسوٹی کے اس نقد کو لیا ہے

حکمتِ قرآں چو ضالہ مومن ست | ہر کسے از ضالہ خود موقن ست
قرآن کی حکمت چونکہ مومن کی گم شدہ چیز ہے | ہر شخص کو اپنی گمشدہ چیز پر (دیکھنے کے بعد) یقین آجاتا ہے

---

^1 اہلِ مجاز۔ وہ لوگ جو حقیقت سے محروم ہیں ان کے اعمال کی ہر تہہ پیاز کے چھلکوں کی طرح بے مغز اور بدبودار ہوگی۔ مقصد کہ یعنی یہ منافقین مسجد قبا کو تباہ کرنے کی کوشش میں چالیں چل رہے تھے۔ قبا۔ قاف کے فتحہ کے ساتھ مدینہ کے قریب وہ بستی ہے جس میں آنحضورؐ ہجرت کے بعد آکر مقیم ہوئے تھے اور وہاں مسجد تعمیر فرمائی تھی جس کو منافقین برباد کرنا چاہتے تھے۔ ہمچو۔ ان منافقوں کا مسجد قبا کو برباد کرنے کا ارادہ اسی طرح کا تھا جیسا کہ ابرہہ کے لشکر نے خانہ کعبہ کو برباد کرنا چاہا تھا۔ کعبہ کردند۔ کہ کعبہ کے بالمقابل یمن کے شہر صنعا میں ایک کعبہ بنایا گیا حبشہ میں نہیں بنایا گیا تھا لیکن مولانا نے حبشہ کا ذکر اس لئے فرما دیا ہے کہ یمن اس دور میں شاہِ حبشہ کے تحت تھا۔ آتش۔ حقیقتاً آگ نہیں بلکہ اس فرضی کعبہ پر ایک شخص نے پاخانہ کر دیا تھا۔ کلام۔ سورۂ الم ترکیف میں سارا واقعہ منقول ہے۔

^2 ہر صحابی۔ جس طرح سے یہ صحابی آنحضورؐ کے اس معاملے میں مشکوک تھے بعض دوسرے صحابہ بھی مشکوک ہو گئے تھے ان سب نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا۔ نازنینانند۔ صحابہ کی جماعت ناز پروردہ تھی اس طرح کا ناز ان کو زیبا تھا۔

^3 شرع۔ صحابہ اصلی مسلمان تھے نسلی نہ تھے۔ بے محک۔ نبوت کی تصدیق اور احکام پر آنکھ بند کر کے عمل کرتے تھے۔ حکمتِ قرآن۔ قرآنی احکام ان کے لئے اپنی گمشدہ چیز کی طرح تھے جس کو دیکھ کر انسان فوراً بغیر دلیل کے پہچان جاتا ہے۔

قصۂ[1] آں شخص کہ اشتر ضالۂ خود را می جست و نشاں می پرسید

اُس شخص کا قصہ جو اپنے گم شدہ اونٹ کو تلاش کرتا تھا اور پتہ پوچھتا تھا

اشترے گم کردی و جستیش چُست
تونے اونٹ گم کیا اور اُس کو چُستی سے ڈھونڈا

چوں بیابی چوں ندانی کاں تست
جب تو اُسے پائیگا کیسے نہ سمجھے گا کہ وہ تیری ملکیت ہے

ضالہ چہ بود ناقۂ گم کردہ
گم شدہ چیز کیا تھی، گُم شدہ اونٹنی

از کفت بگریختہ در پردہ
جو تیرے ہاتھ سے نکل بھاگی، چھپ گئی

آمدہ در بار کردن کارواں
قافلہ لادنے کے لئے آیا

اشترِ تو زاں میاں گشتہ نہاں
تیرا اونٹ اس دوران چھپ گیا

کارواں در بار کردن آمدہ
قافلہ لادنے کے لئے آیا

اشتر تو زاں میانہ گم شدہ
تیرا اونٹ اُس درمیان میں گم ہوگیا

می دوی ایں سو و آں سو خشک لب
تو خشک ہونٹوں کے ساتھ اِدھر اُدھر دوڑتا ہے

کارواں دور شد و نزدیک است شب
قافلہ دور ہوگیا اور رات نزدیک ہے

رخت ماندہ بر زمیں در راہِ خوف
خوفناک راستہ میں سامان زمین پر پڑا ہے

تو پئے اشتر رواں گشتہ بطوف
تو اونٹ کے پیچھے چکر کاٹ رہا ہے

کا[2]ے مسلماناں کہ دیدست اشترم
کہ اے مسلمانو! کس نے وہ اونٹ دیکھا ہے

جستہ بیروں بامداد از آخرے
جو صبح کو چَرنے سے نکل بھاگا ہے

ہر کہ بر گوید نشان از اُشترم
جو میرے اونٹ کا پتہ بتلائے گا

مژدگانی می دہم چندیں دِرم
میں اُس کو اتنے درہم انعام میں دونگا

باز می جوئی نشاں از ہر کسے
پھر تو ہر شخص سے پتہ پوچھتا ہے

ریشخندت می کنند زیں ہر خسے
اِس پر ہر کمینہ تیری مذاق اُڑاتا ہے

کاشترے دیدیم می رفت ایں طرف
کہ میں نے ایک اونٹ دیکھا ہے جو اُدھر جارہا تھا

اُشترے سُرخے بسوئے آں علف
ایک سُرخ اونٹ اُس چراگاہ کی جانب

آں[3] یکے گوید بُریدہ گوش بُود
ایک کہتا ہے کہ کنکٹا تھا

واں دِگر گوید جُلش منقوش بُود
دوسرا کہتا ہے اُس کی جھول منقش تھی

آں یکے گوید شتر یک چشم بُود
ایک کہتا ہے، اونٹ کانا تھا

واں دگر گوید ز گر بے پشم بود
دوسرا کہتا ہے خارش کی وجہ سے بے اُون تھا

---

[1] قصہ۔ اس قصہ کا منشا یہ ہے کہ انسان اپنی گم شدہ چیز کو بلا تامل پہچان جاتا ہے۔ آنِ تست۔ تیری ملکیت ہے۔ ضالہ۔ یہاں گم شدہ چیز اونٹ سمجھو۔ کارواں۔ یعنی وہ قافلہ جس میں تم شریک تھے۔ کارواں دور شد۔ وہ قافلہ چل دیا اور رات قریب آگئی۔ راہِ خوف۔ یعنی راستہ بھی خطرناک تھا جو اور پریشانی کا باعث تھا۔

[2] کاے مسلماناں۔ جس کا اونٹ گم ہوگیا تھا وہ مسلمانوں سے یہ کہتا تھا۔ آخر۔ چر جس میں گھاس ڈال کر جانوروں کو کھلائی جاتی ہے۔ مژدگانی۔ انعام۔ ریشخند۔ مذاق اُڑانا۔ خس۔ کمینہ۔ علف۔ گھاس، یعنی چراگاہ۔

[3] آں یکے۔ لوگ اُس گُم شدہ اونٹ کی مختلف علامتیں ظاہر کر رہے تھے۔ جُلش۔ اُس کی جھول۔ منقوش۔ کڑھی ہوئی۔ یک چشم۔ کانا۔ گر۔ خارش کا مرض۔ بے پشم۔ بغیر اُون۔

ازبرائے مژدگانی صد نشاں — ازگزافہ[1] ہر خسے کردہ بیاں
انعام کے لئے سو علامتیں — گپ شپ میں ہر کمینہ نے بتائیں

اے دل ایں اسرار را در گوش کن — قسمِ تو گر ہست زیں خوش نوش کن
اے دل! اِن رازوں کو سُن لے — اگر تیری قسمت میں ہے اِن سے خوشگوار غذا حاصل کرلے

ہمچنانکہ ہر کسے در معرفت — می کند موصوفِ غیبی را صفت
جس طرح کہ ہر شخص خداشناسی میں — غیبی موصوف کی صفتیں بیان کرتا ہے

متردد شدن درمیانِ مذاہب مختلفہ و بیروں شدن و مخلصی یافتن
مختلف مذاہبوں میں متردد ہونا اور اُن سے باہر ہونا اور خلاصی پانا

فلسفی[2] از نوعِ دیگر کردہ شرح — باحثے مر گفت او را کردہ جرح
فلسفی نے دوسرے طریقے پر شرح کی — متکلم نے اُس کی بحث پر جرح کی

صوفیاں در ہر دو طعنہ می زنند — باقیاں از زرق جانے می کنند
صوفی دونوں کو طعنے دیتے ہیں — باقی مکاری سے مر رہے ہیں

ہر یک از رہ ایں نشانہا زاں دہند — تا گماں آید کہ ایشاں زاں رہ اند
ہر ایک ایک طریقہ سے اسلئے علامتیں بتاتا ہے — تاکہ خیال ہوجائے کہ وہ اِسی راہ کا ہے

ایں حقیقت داں نہ حق اند ایں ہمہ — نے بکلی گمرہاں اند ایں رمہ
یہ سمجھ لے کہ یہ سب حق نہیں ہیں — نہ یہ لوگ بالکلیہ گمراہ ہیں

زانکہ[3] بے حق باطلے ناید پدید — قلب را ابلہ ببوئے زر خرید
اِس لئے کہ حق کے بغیر باطل واضح نہیں ہوتا ہے — بیوقوف کھوٹے کو کھرے کی اُمید پر خریدتا ہے

گر نبودے در جہاں نقدِ رواں — قلبہا را خرج کردن کے تواں
اگر دنیا میں صحیح سکہ چالو نہ ہوتا — کھوٹوں کو کب صرف کیا جاسکتا؟

تا نباشد راست کے باشد دروغ — آں دروغ از راست میگیرد فروغ
جب تک سچ نہ ہو جھوٹ کب ہوگا؟ — جھوٹ، سچ سے فروغ پاتا ہے

بر امیدِ راست کژ را می خرند — زہر در قندے رود آنگہ خورند
سیدھے کی اُمید پر ٹیڑھے کو خرید لیتے ہیں — زہر شکر میں ہوتا ہے تب کھا لیتے ہیں

گر نباشد گندمِ محبوب نوش — چہ برد گندم نمائے جو فروش
اگر لذیذ گیہوں نہ ہو — گندم نما جو فروش کیا حاصل کرے؟

---

[1] گزافہ۔ بکواس۔ اے دل۔ غرضیکہ راز یہی ہے کہ جس میں قبولِ حق کی استعداد ہوتی ہے وہی حق کو قبول کرتا ہے۔ معرفت پہچان یعنی خدا کی پہچان۔ موصوفِ غیبی۔ وہ ذاتِ حق جو نظروں سے غائب ہے اور لوگ اُس کی صفات بیان کرتے ہیں

[2] فلسفی۔ صفاتِ باری کے معاملہ میں فلاسفہ کا قول ہے کہ ذاتِ باری ذاتِ خالص ہے اور صفات محض فرضی ہیں۔ باحث۔ یعنی متکلم۔ متکلمین صفاتِ باری کے وجود کے قائل ہیں بعض صفات جیسا کہ یدٌ، وجہٌ، وغیرہ میں تاویل کرتے ہیں۔ وآں دگر۔ یعنی محقق صوفیا جو کل صفات کو ثابت مانتے ہیں اور کیفیت کی تفصیل نہیں کرتے ہیں۔ باقیاں یعنی جو عرفان کے محض مدعی ہیں اور حقیقت سے خالی ہیں۔ ایں حقیقت۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اِن گروہوں کی نہ سب باتیں صحیح ہیں نہ سب باتیں غلط ہیں کچھ صحیح ہیں کچھ غلط ہیں۔

[3] زانکہ۔ ہر باطل کے ساتھ کچھ نہ کچھ حق ضرور ملا ہوا ہوتا ہے مولانا نے چند مثالیں اِس کی بیان فرمائی ہیں قلب۔ کھوٹے سکے میں ملاوٹ کے ساتھ کچھ اصل ضرور ہوتی ہے۔ تا نباشد جھوٹا آدمی بھی جھوٹ میں سچ ملا کر بات کرتا ہے — بر امیدے۔ اگر کجی کے ساتھ سیدھا پن نہ ہو تو کجی کا کوئی خریدار نہیں بن سکتا۔ زہر۔ زہر میں اگر شکر نہ ہو تو کوئی دھوکے میں زہر نہیں کھا سکتا ہے —

پس مگو ایں جملہ دیں‌ہا[1] باطل اند
یہ نہ کہہ یہ سب دین باطل ہیں
باطلاں بر بوئے حق دامِ دل اند
باطل حق کی خوشبو کی وجہ سے دل کا جال ہیں

پس مگو جملہ خیال ست و ضلال
لہٰذا یہ نہ کہہ کہ سب وہم اور گمراہی ہے
بے حقیقت نیست در عالم خیال
دنیا میں وہم حقیقت کے بغیر نہیں ہوتا ہے

حق شبِ قدر ست در شبہا نہاں
حق، شبِ قدر ہے جو راتوں میں پوشیدہ ہے
تا کند جاں ہر شبے را امتحاں
تاکہ جان ہر رات کو آزمائے

نے ہمہ شبہا بود قدر اے جواں
اے نوجوان! سب راتیں شبِ قدر نہیں ہیں
نے ہمہ شبہا بود خالی ازاں
نہ سب راتیں اُس سے خالی ہیں

در میانِ دلق پوشاں یک فقیر
گُدڑی پہننے والوں میں کوئی ایک فقیر ہے
امتحاں کن وانکہ حق ست آں بگیر
آزمالے، جو حق ہے اُس کو اختیار کرلے

مومنِ کیّس ممیّز کو کہ تا
سمجھدار مومن تمیز کرنیوالا کہاں ہے؟ تاکہ
باز داند بادشہ را از گدا
شاہ کو گدا سے ممتاز کرلے

گر نہ معیوبات[2] باشد در جہاں
اگر دنیا میں عیب دار چیزیں نہ ہوں
تاجراں باشند جملہ ابلہاں
سب بے وقوف تاجر بن جائیں

پس بود کالا شناسی سخت سہل
پھر تو سامان کو پہچاننا بہت آسان ہو
چونکہ عیبے نیست چہ نااہل و اہل
جب کوئی عیب نہیں ہے، پھر کیا اہل کیا نااہل

ور ہمہ عیب ست دانش سود نیست
اگر سب عیب ہے تو عقل کا فائدہ نہیں ہے
چوں ہمہ چوب ست اینجا عود نیست
جب سب لکڑیاں ہیں تو اس جگہ اگر ہی نہیں

آنکہ گوید جملہ حق ست احمقی ست
جو یہ کہتا ہے کہ سب حق ہیں، بیوقوفی ہے
وانکہ گوید جملہ باطل او شقی ست
جو یہ کہے کہ سب باطل ہیں وہ بدبخت ہے

تاجرانِ انبیاء کردند سود
انبیاء کے تاجروں نے فائدہ کمایا
تاجرانِ رنگ و بو کور و کبود
رنگ و بو کے تاجر، اندھے اور بہرے ہیں

می[3] نماید مار اندر چشمِ مال
تیری نگاہ میں سانپ مال نظر آتا ہے
ہر دو چشمِ خویش را نیکو بمال
اپنی دونوں آنکھوں کو خوب مَل لے

منگر اندر غبطہ ایں بیع و سود
اس معاملہ اور فائدہ میں رشک کو پیشِ نظر نہ رکھ
بنگر اندر خسرِ فرعون و ثمود
فرعون اور ثمود کے ٹوٹے کو دیکھ لے

[1] جملہ دیں‌ہا۔ یہی حال مذاہب کا ہے کہ اُس میں بھی حق و باطل ملا جلا ہے۔ پس مگو۔ ہر مذہب کی ہر بات کو باطل قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔ حق شبِ قدر۔ حق، باطل میں اسی طرح پوشیدہ ہوتا ہے جیسا کہ شبِ قدر دوسری راتوں میں۔ تا کند۔ پوشیدہ رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ ہر شب میں اُس کی تلاش جاری ہے۔ درمیانِ دلق۔ یعنی فقراء میں بھی کوئی اللہ کا خاص بندہ ہوتا ہے۔ مومنِ کیّس۔ عقلمند مومن کا کام یہ ہے کہ وہ اُن میں سے اُس کی جستجو کرلے۔

[2] گر نہ معیوبات۔ اگر سب سودے بے عیب ہوں تو ہر بیوقوف تاجر بن بیٹھے۔ ور ہمہ۔ اگر سب معیوب ہوں تو عقل بیکار ہے۔ اُس کا کام باقی نہیں رہتا ہے۔ احمقی۔ دن رات کو یکساں سمجھنے والا احمق ہے۔ شقی۔ سب کو باطل کہنا خود رائی پر مبنی ہے جو شقاوت ہے۔ تاجرانِ انبیاء۔ جو لوگ انبیاء کی ہدایت کے ماتحت اعمالِ حسنہ کا کاروبار کرتے ہیں وہ نفع میں ہیں۔ رنگ و بو یعنی دنیاوی فائدے۔

[3] می نماید۔ دنیا دار سانپ یعنی دنیوی فوائد کو مال سمجھتا ہے۔ نیکو بمال۔ تاکہ صحیح نظر آنے لگے۔ منگر۔ دنیاوی نفع نقصان پر غبطہ نہ کر۔ فرعون اور ثمود نے دنیاوی نفع کو نفع سمجھا اُن کا حشر دیکھ لو۔

686

امتحاں کردن[1] ہر چیزے تا ظاہر شود خیرے و شرّے کہ در وَیست

ہر چیز کی آزمائش کرنا تاکہ اس میں جو بھلائی اور برائی ہے وہ ظاہر ہو جائے

اندریں گردوں مکرّر کُن نظر — زانکہ حق فرمود ثُمَّ ارْجِعِ بَصَر

اس آسمان پر مکرر نظر ڈال — کیونکہ اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے، پھر نگاہ لوٹا

یک نظر قانع مشو زیں سقفِ نور — بارہا بنگر ببیں هَلْ مِنْ فُطُور[2]

نور کی اس چھت پر ایک نگاہ پر قانع نہ بن — بار بار دیکھ، دیکھ کوئی شگاف ہے؟

چونکہ گفت ست کاندریں سقفِ نکو — بارہا بنگر چو مردِ عیب جُو

چونکہ اس نے تجھ سے فرمایا ہے کہ اس اچھی چھت میں — عیب تلاش کرنے والے کی طرح بار بار دیکھ

پس زمینِ تیرہ را دانی کہ چند — دیدن و تمییز باید در پسند

تو تاریک زمین کے بارے میں سمجھ لے کہ کسقدر — دیکھنا اور تمیز کرنا پسندیدگی میں درکار ہے

تا بپالائیم صافاں را ز دُرد — چند باید عقلِ ما را رنج بُرد

تاکہ ہم صاف اخلاق کو تلچھٹ سے صاف کر لیں — ہماری عقل کو کتنی مرتبہ تکلیف اٹھانی چاہیے؟

امتحانہائے[3] زمستان و خزاں — تابِ تابستاں بہارِ ہمچو جاں

جاڑوں اور خزاں کی آزمائشیں — گرمیوں کی گرمی، جان جیسی بہار

بادہا و ابرہا و برقہا — تا پدید آرد عوارض فرقہا

ہوائیں اور ابر اور بجلیاں (زمین پر یہ ساری آزمائشیں اسلئے ہیں) — تاکہ یہ عوارض فرقوں کو واضح کر دیں

تا بروں آرد زمینِ خاک رنگ — ہر چہ اندر جیب دارد لعل و سنگ

تاکہ خاکی رنگ کی زمین نکال ڈالے — جو کچھ اس کی جیب میں لعل اور پتھر ہیں

ہر چہ دزدیدست ایں خاکِ دژم — از خزانہ حق و دریائے کرم

اس افسردہ خاک نے جو چرایا ہے — اللہ (تعالیٰ) کے خزانے اور دریائے کرم سے

شحنۂ تقدیر گوید راست گو — آنچہ بُردی شرح دہ اے حیلہ جو

تقدیر کا کوتوال کہتا ہے، سچ بتا دے — اے حیلہ جو! جو کچھ تو نے چرایا، اس کی تشریح کر دے

تا میانِ قہر و لطف آں خفیہا — ظاہر آید ز آتشِ خوف و رجا

تاکہ قہر اور مہر کے درمیان وہ پوشیدہ چیزیں — خوف اور امید کی آگ کی وجہ سے ظاہر ہو جائیں

امتحانات سے گذار کر مخفی چیزوں کا اقرار کرانا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوتوال مجرم سے کبھی نرم اور کبھی سخت برتاؤ کرتا ہے تاکہ وہ اقرار کرے اور راز بتا دے۔

---

[1] امتحاں کردن: چونکہ دنیا میں نہ خیرِ محض ہے نہ شرِ محض لہٰذا ہر چیز پر غور کر لینا چاہیے۔ حق فرمود: قرآن پاک میں ہے ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ، پھر بار بار نظر کو لوٹا وہ کھسیانی ہو کر تھکی ماندی تیری طرف واپس ہوگی۔

[2] هَلْ مِنْ فُطُور: قرآن پاک میں ہے۔ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَىٰ مِنْ فُطُورٍ نظر کو لوٹا کیا تو کوئی شگاف دیکھتا ہے۔ چونکہ: جب اللہ (تعالیٰ) نے آسمان جیسی شفاف چیز پر بار بار نظر کرنے کا حکم دیا ہے تو تاریک زمین پر کتنی بار نظر ڈالنا اسکو پسند ہوگا۔ تا بپالائیم: خارجی چیزوں میں غور و فکر کو ظاہر کرنے کے بعد مولانا فرماتے ہیں اپنے اخلاق میں سے اچھے برے میں تمیز کرنے کے لئے عقل پر بہت زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے۔

[3] امتحانہائے: تکوینیات میں زمین پر یہ مختلف عوارض اس لئے طاری کئے ہیں تاکہ زمین میں مخفی چیزوں میں فرق واضح ہو جائے۔ تا بروں: ان ہی آزمائشوں کی وجہ سے زمین لعل و سنگ اگلتی ہے اور لعل و سنگ کا امتیاز واضح ہو جاتا ہے۔ ہر چہ: لعل و سنگ وغیرہ سب زمین نے چھپا رکھے ہیں جو اللہ کے خزانوں کی چیزیں ہیں۔ راست گو: یعنی زمین سے یہ امتحانات اقرار کرا لیتے ہیں۔ تا میاں: زمین کو گرم و سرد

آں بہاراں لطفِ شحنۂ کبریاست — واں خزاں تخویف و تہدیدِ خداست

موسم بہار اللہ (تعالیٰ) کے کوتوال کی مہر ہے — اور (موسم) خزاں اللہ تعالیٰ کی دھمکی اور ڈرانا ہے

واں زمستاں چار میخ معنوی — تا تو اے دزدِ خفی ظاہر شوی

جاڑا باطنی طریقہ پر چار میخ ہے — تاکہ اے چھپے ہوئے چور تو ظاہر ہو جائے

پس مجاہد را زمانے بسطِ دل — یک زمانے قبض و درد و غش و غل

تو مجاہدہ کرنے والے کیلئے کسی وقت دل کا انبساط — کسی وقت انقباض اور درد اور کھوٹ اور کدورت

زانکہ ایں آب و گل کابدانِ ماست — منکر و دزدِ ضیائے جانہاست

اسلئے ہے کہ ہمارے بدن جو پانی اور مٹی کے ہیں — ہماری روحوں کے نور کے منکر اور چور ہیں

حق تعالیٰ گرم و سرد و رنج و درد — بر تنِ ما می نہد اے شیر مرد

اللہ تعالیٰ، گرم اور سرد اور رنج اور درد — اے بہادر! ہمارے جسم پر ڈالتا ہے

خوف و جوع و نقصِ اموال و بدن — جملہ بہرِ نقدِ جاں ظاہر شدن

خوف اور بھوک اور جان و مال کا گھٹاؤ — سب جان کا مال ظاہر ہونے کیلئے ہیں

ایں وعید و وعدہا انگیختست — بہرِ ایں نیک و بدے کامیختست

یہ دھمکی اور وعدے پیدا کئے ہیں — کیونکہ نیک اور بد کو ملا رکھا ہے

چونکہ حق و باطلے آمیختند — نقد و قلب اندر چرمداں ریختند

چونکہ حق اور باطل کی آمیزش کر دی ہے — کھرے اور کھوٹے کو ایک تھیلے میں بھر دیا ہے

پس محک می بایدش بگزیدۂ — در حقائق امتحانہا دیدۂ

تو ایک منتخب کسوٹی کی ضرورت ہے — جو حقیقتوں میں آزمائی ہوئی ہو

تا شود فاروق ایں تزویرہا — تا بود دستورِ ایں تدبیرہا

تاکہ وہ ان مکاریوں میں فرق کرنے والی بن جائے — تاکہ وہ ان تدبیروں کا وزیر اعظم بن جائے

شیر دہ اے مادرِ موسیٰ ورا — واندر آب افگن میندیش از بلا

اے موسیٰ کی ماں! اُس کو دودھ پلا — اور دریا میں ڈال دے، مصیبت کی فکر نہ کر

ہر کہ در روزِ الست آں شیر خورد — ہمچو موسیٰ شیر را تمییز کرد

جس نے الست کے دن وہ دودھ پی لیا — اس نے موسیٰ ع کی طرح دودھ کو پہچان لیا

خود برِ تو ایں حکایت روشن ست — کہ غرض زیں حکایت گفتن ست

خود تجھ پر یہ بات واضح ہے — کہ مقصد کہانی سنانا نہیں ہے

لہ بہاراں۔ زمین پر موسم بہار کا آنا یہ قدر کوتوال کا تہر ہے۔ زمستاں سرزمین کیلئے جاڑوں کا موسم چار میخ کی سزا ہے۔ چار میخ۔ شکنجہ میں مجرم کے چاروں ہاتھ پیر چار میخوں سے کس دیئے جاتے تھے۔ پس مجاہد۔ مجاہدہ کرنے والے پر جو اچھی بری حالتیں طاری ہوتی ہیں وہ بھی اسی لئے ہیں کہ جسم نے جو بمنزلہ زمین کے ہے روح کا نور چرا رکھا ہے۔

لہ حق تعالیٰ۔ انسانی جسم پر جو قدرت کی جانب سے مختلف سختیاں ہوتی ہیں وہ اسی لئے ہیں کہ اس نے روح کے نقد کو چرا رکھا ہے۔ جوع۔ بھوک۔ نقص اموال۔ مالوں کا نقصان۔ ایں وعید۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جنتوں اور نعمتوں کے وعدے اور انجام بد اور جہنم کی وعیدیں بھی اسی لئے ہیں تاکہ اچھے اور برے میں امتیاز ہو جائے۔ چرمداں۔ چمڑے کا تھیلا۔

لہ پس محک۔ مولانا نے اچھے برے میں امتیاز کرنے کی عقل کے علاوہ یہ ترکیب بھی بتائی کہ تجربہ کار شیخ کے ذریعہ اس کام کی تکمیل کی جائے اور اس کو ان تدبیروں کا دستورِ اعظم بنایا جائے۔ شیر دہ۔ شیخ کو پہچاننے کے لئے فطرت سلیمہ کی ضرورت ہے۔ سلیم الفطرت والا عہد الست سے اس ذوق سے واقف ہے جس کے پاس یہ ذوق ہوگا وہ اس کو فوراً پہچان لے گا۔ حضرت موسیٰ ع کی والدہ کو دودھ پلا کر اور صندوق میں بند کر کے دریائے نیل میں ڈالنے کا حکم اسی لئے ہوا تھا کہ وہ اپنی ماں کے دودھ کے ذائقہ سے واقف ہو جائیں جب دودھ پلانے والیاں دودھ پلانے آئیں تو ماں کے دودھ کو پہچان لیں۔

628

گر تو[1] بر تمییزِ طفلت مولعی — ایں زماں یا اُمِّ موسیٰؑ اِرضعی

اگر تو اپنے بچہ کے تمیز کرنے کی خواہشمند ہے — اب اے موسیٰؑ کی ماں! دودھ پلا

تا بہ بیند طعمِ شیرِ مادرش — تا فرو ناید بہ دایہ بدسرش

تاکہ وہ اپنی ماں کے دودھ کا مزا سمجھ لے — تاکہ بُری دایہ کے سامنے اُس کا سر نہ جھکے

شرحِ فائدۂ حکایتِ آں شخصِ شتر جوئندہ

اونٹ تلاش کرنیوالے شخص کی حکایت کے فائدہ کی تشریح

اشترے[2] گم کردۂ اے معتمد — ہر کس از اشتر نشانت می دہد

اے معتمد! تو نے اونٹ گم کر دیا ہے — ہر شخص تجھے اونٹ کی نشانی بتا رہا ہے

تو نمی دانی کہ آں اشتر کجاست — لیک دانی کایں نشانیہا خطاست

تجھے معلوم نہیں کہ وہ اونٹ کہاں ہے — لیکن تو جانتا ہے کہ یہ نشانیاں غلط ہیں

واں کہ اشتر گم نہ کرد[3] او از مرے — ہمچو آں گم کردہ جوید اشترے

جس نے اونٹ گم نہیں کیا وہ جھگڑے کے لئے — اونٹ گم کرنیوالے کی طرح اونٹ ڈھونڈتا ہے

کہ بلے من ہم شتر گم کردہ ام — ہر کہ یابد اجرتش آوردہ ام

کہ ہاں میں نے بھی اونٹ گم کیا ہے — جو اُس کو پائے اُس کے لئے میں انعام لایا ہوں

تا در اشتر با تو انبازی کند — بہرِ طمعِ اشتر ایں بازی کند

تاکہ اونٹ میں تیرے ساتھ شریک ہو جائے — اونٹ کے لالچ میں یہ کھیل کھیلتا ہے

او نشانِ کژ[4] نہ بشناسد ز راست — لیک گفتت آں مقلد را عصاست

وہ غلط علامت کو صحیح علامت سے جدا نہیں کر سکتا ہے — لیکن تیری گفتگو اُس مقلد کی لاٹھی ہے

ہر چہ را گوئی خطا بود آں نشاں — او بتقلیدِ تو می گوید ہماں

جس کو تو کہتا ہے یہ علامت غلط ہے — وہ تیری تقلید میں وہی کہہ دیتا ہے

چوں نشانِ راست گویند و شبیہ — پس یقیں گردد ترا لا ریب فیہ

جب وہ سچی علامت اور ملتی جلتی بتاتے ہیں — تو تجھے یقین آجاتا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے

آں شفائے جانِ رنجورت شود — مظہرِ حسن چو گنجورت شود

(علامت) تیری فکر مند جاں کی شفا بنجاتی ہے — تیرے خزانچی جیسے حسن کو ظاہر کرنیوالی بنجاتی ہے

بتانے والا جب اُس کی صحیح نشانیاں بتاتا ہے تو اُس کو یقین آجاتا ہے اور یہ نشانیاں اُس کی خوشی کا سبب بنجاتی ہیں اور اُس کے بیان کو بلاغِ مبین قرار دیتا ہے اور اُس کو اپنا بشیر و بنا لیتا ہے۔

[1] گر تو۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے بچہ میں بھی دودھوں کو امتیاز کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو اُسکو پہلے دودھ پلا دے تاکہ وہ بروقت اور دودھوں سے تیرے دودھ کو ممتاز کرلے اور شیخ کامل اور شیخ ناقص کو سمجھ سکے۔

[2] اشترے گم کردہ۔ تلاشِ حق میں جب انسان نکلتا ہے تو مختلف لوگوں سے اُس کو واسطہ پڑتا ہے بعض صحیح رہنمائی کرتے ہیں اور بعض غلط اگر انسان میں فطرتِ سلیمہ ہے اور اُس میں عہدِ الست کی بو ہے تو وہ اُن لوگوں کی صحیح اور غلط نشاندہی میں امتیاز کر لیتا ہے اور یہ صحیح انسان کی دستگیری کرتا ہے۔

[3] اشتر گم نہ کرد۔ بعض لوگوں میں حقیقی طلب نہیں ہوتی تو دیکھا دیکھی پیر کے ساتھ لگ جاتے ہیں اور تلاش کے مدعی بن جاتے ہیں اور طالب کے حصہ میں سے حصہ بٹانے کی فکر کرنے لگتے ہیں۔ ایں بازی۔ یعنی بغیر اونٹ کھوئے اونٹ کی تلاش کرنا۔

[4] او نشانِ کژ۔ اگر کوئی شخص کہ اونٹ کی غلط نشاندہی کرتا ہے تو وہ غلط صحیح میں کوئی فرق نہیں کر سکتا ہے محض تمہاری باتوں کو اپنا سہارا بنا کر کسی نشانی کو غلط اور کسی نشانی کو صحیح ظاہر کرتا ہے۔ چوں نشانِ راست۔ جس کا اونٹ حقیقتاً گم ہوا ہے

رنگِ روئے و قوّتِ بازو شود
چہرے کی رونق اور بازو کی طاقت ہو جاتی ہے

خَلق[1] و خُلقِ یکتوات صد تو شود
تیرا اکہرا جسم اور اخلاق سَو گنا ہو جاتا ہے

چشمِ تو روشن شود پایت دَواں
تیری آنکھ روشن ہو جاتی ہے تیرے پیر دوڑنے لگتے ہیں

جسمِ تو جاں گردد و جانت رَواں
تیرا جسم روح (حیوانی) بنجاتا ہے اور تیری روح حیوانی روح (انسانی) بنجاتی ہے

پس بگوئی راست گفتی اے امین
پس تو کہتا ہے اے امانت دار! تو نے سچ کہا

ایں نشانی ہا بلاغ آمد مبین
یہ علامتیں واضح پیغام ہیں

فِیہِ آیاتٌ ثِقاتٌ بَیّنَاتٌ
اس میں روشن، معتبر علامتیں ہیں

ایں بَراتے باشد و قدر و نجات
یہ دستاویز ہیں اور (قابل) قدر ہیں اور ذریعۂ نجات ہیں

ایں نشاں چوں داد گوئی پیش رو
جب اُس نے یہ علامت بتادی تو کہیگا آگے چل

وقتِ آہنگ ست پیش آہنگ شو
(اب) چلنے کا وقت ہے آگے آگے چل

پیرویِ تو کُنم اے راست گو
اے سچے! میں تیرے پیچھے چلوں گا

بوئے بُردی ز اشترم بنما کہ کو
تو نے میرے اونٹ کا سُراغ پالیا، دکھا وہ کہاں ہے؟

پیشِ[2] آں کس کہ نہ صاحب اشتری ست
اُس شخص کے لئے جو اونٹ کا مالک نہیں ہے

کو دریں جُستِ شتر بہرِ مریست
جو اونٹ کی تلاش میں مقابلہ کے لئے (لگا) ہے

زیں نشانِ راست نفزودش یقیں
اِس سچی علامت نے اُسکے یقین میں اضافہ نہیں کیا

جُز ز عکسِ ناقہ جوئے راستیں
واقعی طور پر اونٹ تلاش کرنے والے کی نقل کے سوا

بوئے[3] بُرد از جِد و گرمیہائے اُو
اُس کی کوشش اور اُس کی سرگرمیوں سے اُسکو پتہ لگا

کہ گزافہ نیست ایں ہیہائے اُو
کہ اُس کا شور وغل خواہ مخواہ نہیں ہے

اندریں اشتر نبودش حق ولے
اس اونٹ میں اُس کا کوئی حق نہ تھا لیکن

اشترے گم کردہ است اُو ہم بلے
اُس نے بھی ایک اونٹ ضرور کھویا ہے

طمعِ ناقہ غیر روپوشش شدہ
دوسرے کے اونٹ کا لالچ اُسکے چہرہ کا پردہ بنگیا

انچہ زو گُم شد فراموشش شدہ
جو اُس کا کھویا گیا ہے اسکو اُس نے بھلا دیا ہے

ہر کجا او می دَوَد ایں ہم دَوَد
جدھر وہ بھاگتا ہے یہ بھی بھاگتا ہے

از طمع ہمدردِ صاحب می شود
لالچ سے مالک کا ہمدرد بنتا ہے

کاذبے با صادقے چوں شد رَواں
ایک جھوٹا جب سچے کے ساتھ روانہ ہوتا ہے

آں دروغش راستی شد ناگہاں
اُس کا وہ جھوٹ خواہ مخواہ سچ ہو جاتا ہے

---

[1] خَلق و خُلق۔ یعنی اُس کی جسمانی اور روحانی طاقت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ راست گفتی۔ حقیقی طالب صحیح علامتیں بتانیوالے سے کہتا ہے۔ بلاغِ مبین۔ واضح پیام۔ برات۔ شاہی حکم، دستاویز۔ ایں نشاں۔ تو نے جبکہ صحیح علامتیں بتادی ہیں تو اب میرے ساتھ چل کر اُس کو پکڑوادے۔

[2] پیشِ آں کس۔ جو اُس گمشدہ اونٹ کا مالک نہیں اور محض مقابلہ کیلئے تلاش کا مدعی بن گیا ہے اُسکے لئے صحیح علامتیں بھی کوئی معنی نہیں رکھتی ہیں۔ جز ز عکس۔ یہ مدعی تو حقیقی طالب کی نقلیں اتار رہا ہے۔

[3] بوئے برد۔ اِس نقال کو طالب کی خوشی سے یہ محسوس ہوا کہ یہ حقیقی طالب تھا۔ اندریں اشتر۔ حقیقی طالب کا جو اونٹ تھا اُس نقال کا اُس میں کوئی حصہ نہ تھا لیکن اس کا اونٹ بھی گم ہوا تھا۔ اُس اونٹ کے لالچ میں اُس نے اُس کو فراموش کر رکھا تھا۔ کاذبے۔ صحیح طالبوں کے ساتھ جب نقال لگتا ہے تو بسا اوقات اُس کو اپنی گمشدہ چیز بھی یاد آجاتی ہے اور وہ اُس کو حاصل کر لیتا ہے۔

اندراں صحرا کہ آں اشتر شتافت — اشترِ خود نیز آں دیگر بیافت

جس جنگل میں وہ اونٹ بھاگا — اُس دوسرے نے اپنا اونٹ بھی پالیا

چوں بدیدش یاد آورد آنِ خویش — بے طمع شد زاشترِ آں یار بیش

جب اُسنے اُس کو دیکھا تو اپنا اونٹ یاد آگیا — (اور) اُس دوست کے اونٹ سے بہت بے طمع ہوگیا

آں مقلد شد محقق چوں بدید — اشترِ خود را کہ آنجا می چرید

وہ مُقلِد مُحقِق بن گیا جب اُس نے دیکھا — اپنے اونٹ کو کہ اِس جگہ چر رہا ہے

اُو طلبگارِ شتر آں لحظہ گشت — می بجُستش تا ندیداو را بدشت

وہ اُسی لمحہ اونٹ کا طلبگار بن گیا — جب تک اُسکو جنگل میں نہ دیکھا تھا اُسکی جستجو میں تھا

بعد ازاں تنہا روی آغاز کرد — چشم سوئے ناقۂ خود باز کرد

اُس کے بعد اُس نے تنہا روی شروع کردی — اپنی اونٹنی کو نصب العین بنالیا

گفت[۵۵] آں صادق مرا بگذاشتی — تا بہ اکنوں پاسِ من می داشتی

سچے نے اُس سے کہا تو نے مجھے چھوڑ دیا — اب تک تو میرا ساتھ دے رہا تھا

گفت تا اکنوں فسوسی بودہ ام — وز طمع در چاپلوسی بودہ ام

اُس نے کہا اب تک میں بناوٹی تھا — لالچ سے خوشامد میں لگا تھا

ایں زماں ہمدردِ تو گشتم کہ من — در طلب از تو جدا گشتم بہ فن

اب میں تیرا ہمدرد ہوں کیونکہ میں — طلب میں مصلحتاً تجھ سے جدا ہوا ہوں

از تو می دُزدیدمے وصفِ شتر — جانِ من دید آنِ خود شد چشم پُر

میں تجھ سے اونٹ کے اوصاف چھپاتا تھا — میں نے مطلوب پالیا میں سیرچشم ہوگیا

تا نیا[۵۶]بیدم نہ بودم طالبش — مِس کنوں مغلوب شد زر غالبش

جب تک میں نے اُسکو نہ پایا تھا میں اُسکا طلبگار نہ تھا — تانبا اب مغلوب ہوگیا اُس پر سونا غالب آگیا

سیئاتم شد ہمہ طاعات شکر — ہزل شد فانی و جدّ اثبات شکر

(خدا کا) شکر ہے میری بُرائیاں سب بھلائیاں بن گئیں — شکر ہے، مذاق ختم ہوگیا اور سنجیدگی آگئی

سیئاتم چوں وسیلت شد بحق — پس مزن بر سیئاتم ہیچ دَق

میری بُرائیاں چونکہ حق کا وسیلہ بن گئیں — تو میری بُرائیوں پر اعتراض نہ کر

مر ترا صدقِ تو طالب کردہ بود — مر مرا جِدّ و طلب صدقے کشود

تجھے تیری سچائی نے طلبگار بنایا تھا — میرے سنے کوشش اور طلب نے سچائی واضح کردی

---

[۵۴] اندراں صحرا۔ طالبِ حقیقی کو جس جگہ مطلوب ملا اُس نقل کو بھی اُسکا فراموش شدہ مطلب مل گیا۔ چوں بدیدش۔ نقال میں اب اخلاص پیدا ہوگیا۔ اور اپنی گم شدہ چیز کے حصول کے درپے ہوگیا۔ آں لحظہ۔ طالبِ حقیقی تو فطری صلاحیت کی بنا پر کامیاب ہوا اور یہ اُس کی کامیابی کو دیکھ کر راہ پر لگا۔ بعد ازاں۔ پہلے اُس کی نقلی طلب تھی اب حقیقی طلب ہوگئی۔

[۵۵] گفت۔ اب یہ نقلی بھی حقیقی طالب بنکر اپنے راستہ پر لگ گیا۔ فسوسی۔ استہزا، مذاق، بناوٹ۔ وز طمع۔ یعنی تیرے اونٹ کے لالچ سے ہمدردِ تو۔ اب میں حقیقی معنیٰ میں پیر بھائی اور ہمدرد ہوں۔ جانِ من۔ جب میں نے اپنے حقیقی مطلوب کو سمجھ لیا تو تمہاری چیز سے استغنا پیدا ہوگیا۔

[۵۶] تا نیابیدم۔ جب تک مجھے اپنا مطلوب نظر نہ آیا تھا میں اُس کا حقیقی طالب نہ بنا تھا اب نقلی طلب ختم ہوگئی ہے اور حقیقی طلب غالب آگئی ہے۔ سیئاتم۔ میری نقالی جو ایک برائی تھی بھلائی میں تبدیل ہوگئی اور حقیقی طالب بن گیا ہوں۔ مر ترا۔ تیری حقیقی طلب نے تجھے طالب بنایا تھا۔ میری نقالی نے مجھے حقیقی طلب تک پہنچا دیا۔

صدقِ[1] تو آورد در جستن ترا | جُستنم آورد در صدقے مرا
تیری سچائی نے تجھے جستجو میں مبتلا کیا | میری جستجو نے مجھے سچائی میں پہنچا دیا

تخمِ دولت در زمیں می کاشتم | سُخرہ و بیکار می پنداشتم
میں نے نصیبے کا بیج زمین میں بویا تھا | (جس کو) میں مذاق اور بیکار سمجھ رہا تھا

آں نہ بد بیکار کسبے بُد درست | ہر یکے دانہ کہ کِشتم صد برست
وہ بیکار نہ تھا صحیح محنت تھی | میں نے جو ایک دانہ بویا سَو اُگے

دُزد سُوئے خانۂ شد زیر دست | چوں در آمد دید کاں خانۂ خود ست
چور چھپ کر ایک گھر میں گیا | جب اندر پہنچا، دیکھا کہ وہ اسی کا گھر ہے

گرم[2] باش اے سرد تا گرمی رسد | با درشتی ساز تا نرمی رسد
اے افسردہ! سرگرم ہو تاکہ جذبہ حاصل ہو | سختی جھیل، تاکہ راحت ملے

آں دو اشتر نیست آں یک اشتر ست | تنگ آمد لفظ معنیٰ بس پُرست
وہ دو اونٹ نہیں ہیں، ایک اونٹ ہے | الفاظ تنگ ہیں، معنیٰ بہت زیادہ ہیں

لفظ در معنیٰ ہمیشہ نارساں | زاں پیمبر گفت قَدْ کَلَّ اللِّسَانُ
لفظ معنیٰ (کی ادائیگی) میں ہمیشہ کوتاہ ہیں | اسی لئے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا زبان عاجز آگئی

نطق اُصطرلاب باشد در حساب | چہ قدر داند ز چرخ و آفتاب
حساب کرنے میں لفظ، اصطرلاب ہیں | وہ آسمان اور سورج کا اندازہ کیا جانے

خاصہ[3] چرخے کایں فلک زو پرہ ایست | آفتاب از آفتابش ذرہ ایست
خصوصاً وہ آسمان کہ یہ آسمان اُسکا ایک تنکا ہے | (یہ) سورج اُس (فلک) کے سورج کا ایک ذرہ ہے

دربیانِ آنکہ در ہر نفسے فتنۂ مسجدِ ضرار ست
اِس بیان میں کہ ہر ایک نفس میں مسجدِ ضرار کا فتنہ (موجود) ہے

چوں پدید آمد کہ آں مسجد نبود | خانۂ حیلت بُد و دامِ جہود
جب ظاہر ہوگیا کہ وہ مسجد نہ تھی | مکاری کا گھر اور یہودیوں کا جال تھا

---

[3] خاصہ۔ جبکہ نطق اور لفظ بمنزلہ اصطرلاب کے ہیں اور وہ آسمان کے جملہ حقائق کو نہیں بتا سکتا ہے تو یہی طرح الفاظ عالمِ غیب کے اِس آسمان اور سورج کی حقیقت واضح نہیں کرسکتے ہیں جس کے بالمقابل یہ آسمان اور سورج بے حقیقت ہیں۔ چوں۔ جب یہ بات کھل گئی کہ مسجدِ ضرار حقیقتاً مسجد نہیں ہے بلکہ یہود کا ایک جال اور دھوکا ہے تو آنحضورؐ نے اُس کو گروا کر کوڑی میں تبدیل کرادیا۔

[1] صدق۔ تیری صادق طلب نے تجھے جستجو میں لگایا میری نقلی جستجو نے مجھے طلبِ صادق بنادیا۔ تخم دولت۔ طلب اور جستجو تو تھی لیکن نقالی کی وجہ سے بیکار تھی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل نے اُسکو کارگر بنادیا اور اسکے بہترین نتائج سامنے آگئے۔ زیر دست۔ مغلوب، مخفی، غلط کار بھی بسا اوقات صحیح مقصد حاصل کرلیتا ہے، ریاکاری کے بعد خلوص حاصل ہوجاتا ہے۔

[2] گرم باش۔ انسان کو جدوجہد کرنی چاہیئے اور مصائب برداشت کرنے چاہئیں تب راحت ملے گی۔ آں دو اشتر۔ تمثیل اور طلب کیلئے دو اونٹ بتائے گئے تھے۔ یہ تعبیر لفظوں کی کوتاہی تھی ورنہ دراصل ایک ہی اونٹ تھا یعنی آخر میں دونوں واصل بحق ہوئے اور ذاتِ حق واحد ہے۔ قَدْ کَلَّ اللِّسَانُ۔ کسی بزرگ کا مقولہ ہے۔ مَنْ عَرَفَ رَبَّہٗ کَلَّ لِسَانُہٗ۔ جس نے اپنے خدا کو پہچان لیا اُس کی زبان گونگی ہوگئی یعنی ذات و اوصاف کے بیان کرنے سے الفاظ عاجز ہیں۔ اُصطرلاب۔ وہ آلہ جس سے آسمانوں اور ستاروں کے فاصلے ناپے جاتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ آلہ آسمان کے تمام احوال اور آسمان و سورج کے تمام حقائق نہیں بتا سکتا ہے۔ اِسی طرح الفاظ کا حال ہے۔

691 692

پس نبی فرمود کانرا بر کنند — مطرحہ خاشاک و خاکستر کنند

تو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اُسکو اُکھاڑ دیں — کوڑے اور مٹی کی کوڑی بنا دیں

صاحبِ[1] مسجد چو مسجد قلب بُود — دانہا بر دام ریزی نیست جُود

مسجد والا مسجد کی طرح اُلٹا تھا — تو جال پر دانہ ڈالے، سخاوت نہیں ہے

گوشت کاندر شستِ تو ماہی رباست — آنچناں لقمہ نہ بخشش نہ سخاست

وہ گوشت جو تیرے کانٹے میں مچھلی کو اُچکنے والا ہے — ایسا لقمہ نہ بخشش ہے نہ سخاوت ہے

مسجدِ اہلِ قبا کاں بُد جماد[2] — آنچہ کفوِ آں نہ بُد راہش نہ داد

قبا والوں کی مسجد جو پتھر کی تھی — جو (مسجد) اُسکے ہم جنس نہ تھی اُسنے اُسکو راستہ نہ دیا

در جمادات ایں چنیں حیفے نہ رفت — زد دراں ناکفو میرِ داد نفت

جمادات میں (بھی) ایسا ظلم چالو نہ ہوا — اُس غیر جنس میں حاکمِ اعلیٰ نے تیل چھڑکوا دیا

پس حقائق را کہ اصلِ اصلہاست — داں کہ آنجا فرقہا و فصلہاست

تو وہ حقائق جو اصلوں کی اصل ہیں — سمجھ لے اُن میں بہت سے فرق اور امتیازات ہیں

نے حیاتش[3] چوں حیاتِ اُو بُود — نے مماتش چوں مماتِ اُو بُود

نہ اُس (مفضول) کی زندگی اُس (فاضل) جیسی ہوگی — نہ اُس (مفضول) کی موت اُس (فاضل) کی موت کی طرح ہوگی

گورِ اُو ہرگز چو گورِ اُو مداں — خود چہ گویم حالِ فرقِ آنجہاں

اُس (مفضول) کی قبر کو اُس (فاضل) کی قبر کی طرح نہ سمجھ — اب میں اُس عالم (آخرت) کے فرق کی حالت کیا بتاؤں؟

بر محک زن کارِ خود اے مردِ کار — تا نسازی مسجدِ اہلِ ضرار

اے موصوفِ عمل! اپنے عمل کو کسوٹی پر پرکھ لے — کہیں تو اہلِ ضرار کی مسجد بنا لے

بس براں مسجد کناں تسخر زدی — چوں نظر کردی تو خود زانساں بُدی

تو نے اُس مسجد کے بنانیوالوں کی بیت مذاق اڑائی — جب تو نے غور کیا تو خود ویسا تھا

حکایت ہندو کہ با یارانِ خود جنگ می کرد کہ بد کارید

اُس ہندوستانی کا قصہ جو اپنے ساتھیوں سے لڑ رہا تھا کہ تم بدکار ہو

و خبر نداشت کہ خود نیز بداں مُبتلاست

اور اُس کو خبر نہ تھی کہ خود اُس بُرائی میں مُبتلا ہے

چھپا ہوا حسد اور ریاکار فرمانہ ہوا اور اُس کے عمل کی صورت مسجدِ ضرار کی سی صورت نہ ہو۔ بس بسا اوقات انسان دوسروں کے انہی عیوب کی مذاق اُڑاتا ہے جو اُس میں خود چھپے ہوئے ہیں۔ اسی مضمون کو مولانا نے اس حکایت سے واضح فرمایا ہے۔

[1] صاحب مسجد۔ یعنی ابو عامر راہب جس کے لفظی معنیٰ ہیں آباد کنندہ۔ قلب بود۔ وہ آباد کنندہ نہ تھا بلکہ اُس کا تباہ کنندہ تھا لہٰذا وہ برعکس نام نہند زنگی کافور، کا مصداق تھا۔ گوشت۔ صورت پر حکم نہیں لگتا بلکہ حقیقت پر حکم لگتا ہے۔ ابو عامر کی صورت تعمیر کی تھی لیکن حقیقتاً تخریب تھی، کانٹے میں مچھلی کی خوراک کی صورت لقمہ کی ہے لیکن حقیقتاً نہیں ہے لہٰذا اُس کو بخشش اور سخاوت نہیں کہا جا سکتا ہے۔

[2] بُد جماد۔ مسجدِ قبا پتھر کی بنی ہوئی تھی جس میں احساس نہیں ہوتا ہے لیکن اُس نے بھی غیر جنس یعنی مسجدِ ضرار کو گوارا نہ کیا جیفے۔ ظلم یعنی مسجدِ ضرار مسجدِ قبا کے برابر کر دی جائے۔ نفت۔ آگ پکڑنے والا مادہ ہے۔ حقائق۔ یعنی جس طرح مسجد اور مسجد میں فرق ہے اسی طرح حقائقِ انسانیہ جو تمام حقائق کی اصل اور جڑ ہیں انہیں بھی فرق ہیں ایک انسان اور دوسرے انسان میں بہت بڑا فرق اور فصل ہے۔

[3] نے حیات۔ افضل اور مفضول کی نہ زندگی یکساں ہے نہ موت دنیا میں دونوں کی قبروں میں بھی بہت بڑا فرق ہے آخرت میں جو فرق ہوگا اس کا تو بیان ہی کیا ہو سکتا ہے۔ بر محک۔ انسان کو اپنے اعمال کو پرکھنا چاہیئے کہیں اُن میں

693

چار ہندو[1] در یکے مسجد شدند

چار ہندوستانی ایک مسجد میں پہنچے

بہرِ طاعت[1] راکع و ساجد شدند

عبادت کے لئے رکوع اور سجدے میں گئے

ہر یکے بر نیتے تکبیر[1] کرد

ہر ایک نے ایک نیت کرکے تکبیر کہی

در نماز آمد بہ مسکینی و درد

مسکینی اور درد کے ساتھ نماز میں لگ گیا

موذن[1] آمد زاں یکے لفظے بجست

موذن آیا، انہیں سے ایک کی زبان سے یہ نکلا

کاے موذن بانگ کردی وقت[1] ہست

اے موذن! تونے اذان دیدی! وقت ہوگیا ہے

گفت[2] آں ہندوے دیگر از نیاز

دوسرے ہندوستانی نے لجاجت سے کہا

ہے سخن گفتی و باطل شد نماز

ہائے! تونے بات کرلی اور نماز ٹوٹ گئی

آں سوم گفت آں دوم را اے عمو

تیسرے نے دوسرے سے کہا، اے چچا!

چہ زنی طعنہ بر او خود را بگو

اس کو کیا طعنہ دیتا ہے، خود کو دے

آں چہارم گفت حمد اللہ کہ من

چوتھا بولا، خدا کا شکر ہے کہ میں

در نیفتادم بچہ چوں ایں سہ تن

ان تینوں کی طرح میں کنویں میں نہیں گرا

پس نمازِ ہر چہاراں شد تباہ

تو چاروں کی نماز برباد ہوئی

عیب جویاں بیشتر گم کردہ راہ

عیب جو خود زیادہ گمراہ ہوئے

اے خنک جانے کہ عیبِ خویش دید

قابلِ مبارکباد ہے وہ شخص جو اپنا عیب دیکھے

ہر کہ عیبے گفت آں بر خود خرید

جو کوئی عیب بتائے، اپنے لئے تسلیم کرلے

زانکہ[3] نیمے او ز عیبستاں بدست

کیونکہ اس کا آدھا، عیبوں کی دنیا کا ہے

واں دگر از وے ز غیبستاں بدست

دوسرا (آدھا) عالمِ غیب کا ہے

چونکہ بر سر مر ترا صد ریش ہست

چونکہ تیرے سر پر سو زخم ہیں

مرہمش بر خویش باید کار بست

ان کا مرہم اپنے اوپر لگانا چاہیئے

عیب کردن ریش را داروے اوست

زخم کو برا سمجھنا (ہی) اس کا علاج ہے

چوں شکستہ گشت جاے ارحموا ست

جب خاکسار بن گیا ارحموا کا محل ہے

گر ہماں عیبت نبود ایمن مباش

اگر وہ عیب تجھ میں نہیں ہے تو بھی) مطمئن نہ ہو

بو کہ آں عیب از تو گردد نیز فاش

ہوسکتا ہے کہ وہ عیب تجھ میں ظاہر ہو جائے

---

[1] ہندو یعنی ہندوستانی مسلمان۔ طاعت یعنی نماز۔ تکبیر یعنی تکبیر تحریمہ۔ موذن۔ یعنی موذن آیا تو نمازی نماز کی حالت میں اس سے باتیں کرنے لگا۔ وقت ہست یعنی اذان کا وقت ہوگیا ہے۔

[2] گفت آں۔ دوسرے نمازی نے نماز کی حالت میں پہلے نمازی سے کہا تونے نماز میں بات کرلی تیری نماز ٹوٹ گئی۔ سوم۔ تیسرے نے نماز کی حالت میں دوسرے سے کہا تو پہلے کو کیا طعنہ دیتا ہے تیری نماز خود ٹوٹ گئی۔ چہارم۔ چوتھا نماز کی حالت میں بولا خدا کا شکر ہے میں نے ان تینوں کی طرح اپنی نماز خراب نہیں کی۔ پس۔ ان چاروں میں سے ہر ایک دوسرے کا عیب ظاہر کررہا تھا حالانکہ وہی عیب خود اس میں موجود تھا۔ اے خنک۔ وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے جو دوسرے کی عیب جوئی نہ کرے اور اپنے عیب کو تسلیم کرے۔

[3] زانکہ نیمے۔ انسان کا آدھا حصہ جسم ہے اور آدھا حصہ روح ہے جسم عالمِ خلق کی چیز ہے جو مفاسد سے پُر ہے لہٰذا ہر انسان کا عیب دار ہونا ممکن ہے لہٰذا اس کو اپنا عیب تسلیم کرلینا چاہیئے۔ چونکہ ہر انسان میں جب عیوب موجود ہیں تو اپنے عیوب کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیئے۔ عیب کردن ریش۔ اگر انسان اپنے زخم کو برا سمجھتا ہے تو ضرور اسکے معالجہ میں لگے گا اپنے عیب کو تسلیم کرنا، انکساری اختیار کرنا ہے جو رحمت کا سبب اور مقام ہے۔ اَرحَمُوا یعنی تم رحم کرو یعنی شکستہ انسان پر خدا نے رحم کرنے کا حکم صادر فرما دیا ہے۔ گر ہماں۔ جو عیب تو دوسرے میں بتا رہا ہے اگر وہ تجھ میں نہیں ہے تو بھی تو اس عیب کے بارے میں مطمئن نہ ہو خدا عیب جوئی میں وہی

لَاتَخَافُوا از خدا نشنیدہ
تونے خدا سے "نہ ڈرو" نہیں سنا ہے

پس چہ خود را ایمن و خوش دیدۂ
تو اپنے آپ کو مطمئن اور بھلا کیوں سمجھتا ہے؟

سالہا ابلیس نیکو نام زیست
شیطان سالہا سال نامی سے جیا

گشت رسوا بیں کہ او را نام چیست
(پھر) رسوا ہوا، دیکھ اس کا کیا نام ہے؟

در جہاں معروف بُد علیائے او
جہاں میں اُس کی بلندی مشہور تھی

گشت معروفی بعکس اے وائے او
(اس کی) شہرت برعکس ہو گئی اس پر افسوس ہے

تا نہ ایمن تو معروفی مجو
جب تک تو مطمئن نہ ہو، شہرت نہ چاہ

پاک شو از خوف پس از امن گو
پہلے خوف سے پاک ہو جا، پھر امن کی بات کر

تا نروید ریش تو اے خوش ذقن
اے خوبصورت ٹھوڑی والے! جبتک داڑھی نکل آئے

بر دگر سادہ زنخ طعنہ مزن
دوسرے صاف ٹھوڑی والے کو طعنہ نہ دے

ایں نگر کہ مبتلا شد جانِ او
یہ غور کر کہ اُس کی جان مبتلا ہوئی

در چہے افتاد تا شد پندِ تو
وہ کنوئیں میں گرا یہاں تک کہ تیرے لئے باعثِ نصیحت بنا

تو نیفتادی کہ باشی پندِ او
تو نہ گرا کہ اُس کے لئے (باعث) نصیحت ہوتا

زہر او نوشیدہ تو خور قندِ او
اُس نے زہر پیا ہے تو اُس کی شکر کھا

قصد کردنِ غزان بکشتنِ یک مردے تا آں مردِ دیگر بترسد
عزون کا ایک شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا تاکہ دوسرا ڈر جائے

آں غزانِ ترکِ خونریز آمدند
خونریز ترک غزّ آئے

بہرِ یغما بر دِہے ناگہ زدند
لوٹ کے لئے انھوں نے اچانک ایک گاؤں پر حملہ کر دیا

دو کس از اعیانِ آں دہ یافتند
اُس شہر کے دو بڑے شخصوں کو انھوں نے پکڑ لیا

در ہلاکِ آں یکے بشتافتند
اُن میں سے ایک کو قتل کرنے کیلئے دوڑ پڑے

دست بستندش کہ قربانش کنند
اس کے ہاتھ باندھ دیئے تاکہ اسکو ذبح کریں

گفت اے شاہان و ارکانِ بلند
اُس نے کہا اے شاہو اور بلند شخصیتو!

در چہِ مرگم چرا می افگنید
مجھے موت کے کنوئیں میں کیوں گراتے ہو؟

از چہ آخر تشنۂ خونِ منید
آخر میرے خون کے پیاسے کیوں ہو؟

چیست حکمت چہ غرض در کشتنم
میرے قتل کرنے میں کیا حکمت کیا غرض ہے؟

چوں چنیں درویشم و عریاں تنم
جبکہ میں مفلس اور ننگا ہوں

لے لَاتَخَافُوا۔ کامل مومن کے لئے قرآن میں لَاتَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا "نہ تم ڈرو نہ خوف کھاؤ" کی بشارت ہے لیکن وہ کامل مومن کے لئے ہے تو نے تو اپنے لئے نہیں سنی تو کیوں مطمئن بنتا ہے۔ سالہا شیطان معلم الملکوت تھا پھر ابلیس بنا تو انسان کو اپنے بارے میں مطمئن نہ ہونا چاہیئے دوسروں کی عیب جوئی نہ کیجائے اپنے عیب کی نگرانی چاہیئے بعکس یعنی ذلت۔ تا نہ۔ زندگی میں تو نہ امن حاصل ہوگا نہ خوف سے رہائی ہوگی۔

لے تا نروید بے ریش ہونا مردانگی کا عیب ہے تو جب تک اپنا عیب زائل نہ کر لو دوسرے کو طعنہ نہ دو۔ ایں نگر۔ دوسرے کے عیب سے تم عبرت حاصل کرو۔ تو نیفتادی۔ خدا کا شکر کر تو اُسکے لئے باعثِ عبرت نہ بنا۔ زہر او نوشید یعنی وہ مبتلا ہے۔ قندِ او یعنی تو عبرت حاصل کر۔

سے غزان جمع، غُز، ترکوں کی ایک قوم تھی جس کا پیشہ غارتگری تھا۔ یغما۔ لوٹ۔ دو کس یعنی اُس گاؤں کے دو بڑے آدمی پکڑ لئے۔ چیست۔ جبکہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے تو مجھے قتل کرنے سے کیا فائدہ ہے۔

گفت[1] تا ہیبت بریں یارت زند
اُس نے کہا تاکہ تیرے اِس دوست پر ہیبت طاری ہو جائے

تا بترسد اُو و زر پیدا کند
تاکہ وہ ڈرے اور روپیہ بتا دے

گفت آخر اُو ز من مسکیں تر ست
اُس نے کہا وہ تو مجھ سے بھی زیادہ مسکین ہے

گفت قاصد کردہ آں و راز رست
اسنے کہا کہ قصداً (ایسا) کر رکھا ہے (ورنہ) وہ مالدار ہے

گفت چوں وہم ست ما ہر دو یکیم
اسنے کہا جبکہ یہ وہم ہے تو ہم دونوں یکساں ہیں

در مقامِ اِحتمال و در شکیم
دونوں احتمال کی جگہ اور مشکوک ہیں

خود وُرا بکُشید اوّل اے شہاں
اے شاہو! پہلے اُس کو قتل کر دو

تا بترسم من دہم زر را نشاں
تاکہ میں ڈروں اور روپے کا پتہ بتا دوں

پس[2] کرمہائے الٰہی بیں کہ ما
تو خدا کا کرم دیکھ کہ ہم

آمدیم آخر زماں در انتہا
آخری زمانے میں خاتمہ پر آئے

آخرینِ قرنہا پیش از قروں
آخری زمانے والے پہلے زمانہ والوں سے پہلے ہیں

در حدیث ست آخِرُونَ السَّابِقُون
حدیث میں ہے (ہم) آخیر میں ہیں، پہلے ہیں

تا ہلاکِ قومِ نوحؑ و قومِ ہودؑ
یہاں تک کہ قومِ نوحؑ اور قومِ ہودؑ (عاد) کی ہلاکت نے

عارضِ رحمت بجانِ ما نمود
رحمت کا بادل ہمیں دکھا دیا

کُشت ایشاں را کہ تا ترسم ازو
اُن کو برباد کیا تاکہ ہم اس سے ڈریں

ور خود ایں بر عکس کردے وائے تو
اگر وہ ایکے بالعکس کرتا، تیری تباہی تھی

در بیانِ حالِ خود پرستاں و ناشکراں در نعمتِ وجودِ انبیاء و اولیاء
اُن لوگوں کی حالت کا بیان جو انبیاء اور اولیاء کے وجود کی نعمت کے ناشکر اور خود پرست ہیں

ہر[3] چہ ز ایشاں گفت از عیب و گناہ
اُن کے عیب اور گناہوں کا جو کچھ (اللہ نے) ذکر فرمایا

وز دلِ چوں سنگ و ز جانِ سیاہ
اور اُن کے پتھر جیسے دل اور سیاہ باطن کا

وز سبکداریِ فرمانہائے اُو
اور اُس (اللہ تعالیٰ) کے احکام کی بے وقعتی کا

وز فراغت از غمِ فردائے اُو
اور اپنی قیامت کے غم سے بے فکری کا

وز ہوس وز عشقِ ایں دنیائے دُوں
اور کمینی دنیا کے عشق اور ہوس کا

چوں زناں مر نفس را بودن زبوں
اور عورتوں کی طرح نفس کے فرمانبردار ہونے کا

اور اُس کی خبر "از وعبرت نگرفتی" محذوف ہے۔ سبکداری۔ بے وقعتی۔ وز۔ یعنی قیامت کی فکر سے لاپرواہی۔ چوں زناں۔ عورتیں اپنے نفس سے بہت مغلوب ہوتی ہیں۔

[1] گفت۔ اُس ترک نے کہا تجھے اِس لئے قتل کرتا ہوں تاکہ دوسرا تجھ سے عبرت حاصل کرے اور اپنی نقدی نکالدے۔ قاصد۔ یعنی اُس نے قصداً اپنے آپ کو مفلس بنا رکھا ہے ورنہ وہ مالدار ہے۔ چوں وہم۔ یعنی اُس کی مالداری کا وہم ہے یقین تو نہیں ہے۔ یہ وہم مجھ پر بھی ہو سکتا ہے لہٰذا اُس معاملہ میں ہم دونوں یکساں ہیں لہٰذا اُس کو قتل کر تاکہ میں عبرت حاصل کر لوں۔

[2] پس۔ جب اِس قصہ سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ وہ خوش نصیب ہے جو دوسرے سے عبرت حاصل کرے تو یہ اللہ کا کرم ہے کہ اُمتِ محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے تمام اُمتوں کے بعد پیدا کیا تاکہ وہ پہلی اُمتوں کے فرمانوں سے عبرت حاصل کریں اور زیادہ نیکیاں کر سکیں۔ چنانچہ حدیث شریف ہے نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یعنی ہم دنیا میں سب اُمتوں سے بعد میں پیدا ہوئے لیکن قیامت میں ہمیں سب پر سبقت حاصل ہوگی۔ تا ہلاک۔ یعنی پہلی قوموں سے عبرت حاصل کرنا ہمارے لئے رحمت بن گیا۔ عارض۔ بادل، یعنی ان کے لئے بادل بصورتِ عذاب نمودار ہوا اور ہم پر ابرِ رحمت بنا۔ بر عکس۔ یعنی ہمیں اُن کے لئے باعثِ عبرت بنا دیتا۔

[3] ہر چہ یہاں سے چھٹے شعر سیر چشماں الخ تک مبتدا ہے

696

واں فرار از نکتہائے ناصحاں | واں رمیدن از لقائے صالحاں
اور نصیحت کرنیوالوں کے نکتوں سے بھاگنے کا | اور نیکوں کی ملاقات سے گریز کرنے کا

بادل و با اہلِ[۱] دل بیگانگی | با شہاں تزویر و روبہ شانگی
دل اور اہلِ دل سے اجنبیت کا | اور بادشاہوں کے ساتھ مکاری اور چاپلوسیوں کا

سیر چشماں را گدا پنداشتن | وز حسد شاں خفیہ دشمن داشتن
اہلِ قناعت کو بھکاری سمجھنا | اور حسد انہیں چھپا دشمن سمجھنا (انسے تو نے عبرت پکڑی)

گر پذیرد خیر تو گوئی گداست | ور نہ گوئی مکر و تزویر و دغاست
اگر وہ تیری عطا قبول کرے تو تو کہتا ہے گدا ہے | ورنہ تو کہتا ہے کہ مکر اور جھوٹ اور دغابازی ہے

گر در آمیزد تو گوئی طامع ست | ور نہ گوئی در تکبر مولع ست
اگر وہ میل جول کرے تو تو کہتا ہے لالچی ہے | ورنہ تو کہتا ہے تکبر پر فریفتہ ہے

گر تحمل[۲] کرد گوئی عاجز ست | ور غیور آمد تو گوئی گر پرست
اگر وہ تحمل کرے تو کہتا ہے عاجز ہے | اگر غیرت مند ہے تو کہتا ہے غصہ ور ہے

یا منافق وار عذر آری کہ من | ماندہ ام در نفقۂ فرزند و زن
یا منافق کی طرح تو عذر کرتا ہے کہ میں | بچوں اور بیوی کے اخراجات میں پھنسا ہوں

نے مرا پروائے سر خاریدن ست | نے مرا پروائے دین ورزیدن ست
نہ مجھے سر کھجانے کی فرصت ہے | نہ میرے لئے دین میں لگنے کا موقع ہے

اے فلاں ما را بہمت یاد دار | تا شویم از اولیا پایانِ کار
اے فلاں (ہمیں بھی) دعا میں یاد رکھئے | تاکہ انجام کار ہم بھی اولیاء میں سے ہو جائیں

ایں[۳] سخن ہم نے ز درد و سوز گفت | خوابناکے ہرزہ گفت و باز خفت
یہ بات بھی درد اور سوز سے نہیں کہی | نیند کا ماتا بڑبڑایا اور پھر سو گیا

ہیچ چارہ نیست از قوتِ عیال | از بنِ دنداں کنم کسبِ حلال
بال بچوں کی روزی سے کوئی چھٹکارا نہیں ہے | بڑی محنت سے حلال روزی کماتا ہوں

چہ حلال اے گشتہ ز اہلِ ضلال | غیر خونِ تو نمی بینم حلال
حلال کیا! تو گمراہوں میں سے ہو گیا ہے | تیرے خون کے سوا میں کچھ حلال نہیں سمجھتا ہوں

از خدا چارہ استش و از قوت نے | چارہ است از دین و از طاغوت نے
خدا سے چھٹکارا ہے اور روزی سے نہیں ہے | دین سے چھٹکارا ہے، شیطان سے نہیں ہے

---

۱ اہلِ دل۔ باخدا لوگ۔ شہاں۔ یعنی اہلِ دنیا۔ سیر چشم۔ مستغنی۔ وز حسد۔ غرضیکہ ان قوموں کے یہ بُرے احوال اور ان کا بُرا انجام تیرے سامنے ہے لیکن تو نے ان سے کوئی عبرت حاصل نہ کی۔ طامع۔ لالچی۔ مولع۔ فریفتہ۔

۲ گر تحمل۔ تیری حالت یہ ہے کہ اگر کوئی بزرگ لوگوں کی بُرائی پر برداشت سے کام لیتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ عاجز ہے کسی کا بگاڑ ہی کیا سکتا ہے اور اگر وہ ناگواری کا اظہار کرے تو اسکو مغلوب الغضب کہتا ہے۔ یا منافق۔ بزرگوں سے تو منافقانہ برتاؤ کرتا ہے، دین کے کاموں میں نہ لگنے کی وجہ بال بچوں کی مصروفیت بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ سر کھجانے کی فرصت نہیں دین کے کاموں میں کیسے لگوں۔ اے فلاں۔ بغیر کچھ کئے بزرگوں سے باطنی توجہ کا خواستگار ہے تاکہ ولی بنجائے۔

۳ ایں سخن۔ یعنی دعا اور باطنی توجہ کی درخواست خوابناک۔ تیری اس درخواست کی یہ مثال ہے جیسے کوئی نیند میں بڑبڑائے اور پھر سو جائے۔ ہیچ چارہ۔ مجبوری ظاہر کرتا ہے کہ بال بچوں کا پیٹ پالنے کیلئے محنت سے حلال روزی کمانے میں مصروف ہوں۔ غیر خون۔ ان صورتوں میں تو حلال روزی تو کیا کماتا تیرا خون بہانا ہی حلال ہے اور تو واجب القتل ہے۔ از خدا۔

697

ایکہ[1] صبرت نیست از دنیائے دوں
اے وہ کہ تجھے کمینی دنیا کے بغیر صبر نہیں ہے

صبر چوں داری زنِعْمَ الْمَاهِدُوْن
تم اچھا فرش بچھانے والے ہیں کے بغیر تجھے کیسے صبر ہے

ایکہ صبرت نیست از ناز و نعیم
اے وہ کہ عیش و عشرت کے بغیر تجھے صبر نہیں ہے

صبر چوں داری ز اللہ کریم
اللہ کریم کے بغیر تجھے کیسے صبر ہے؟

ایکہ صبرت نیست از پاک و پلید
اے وہ کہ پاک ناپاک کے بغیر تجھے صبر نہیں ہے

صبر چوں داری ازاں کت آفرید
جس نے تجھے پیدا کیا ہے اسکے بغیر تجھے کیسے صبر ہے؟

ایکہ صبرت نیست از آب سیاہ
اے وہ کہ تیسرے لئے بغیر گدلے پانی کے صبر نہیں ہے

صبر چوں داری تو از چشمہ الٰہ
اللہ تعالےٰ کے چشمے کے بغیر تو کیسے صابر ہے؟

ایکہ صبرت نیست از فرزند و زن
اے وہ کہ تجھے بال بچوں کے بغیر صبر نہیں ہے

صبر چوں داری ز حیِّ ذو المنن
حیّ ذوالمنن سے تو کیسے صبر کرتا ہے؟

اے کہ مے[2] گوئی خدا بخشد ترا
اے وہ کہ تو کہتا ہے کہ خدا تجھے بخشدے گا

آں فریب غول میداں بر ترا
اُسکو چھلاوے کا فریب سمجھ، اُس سے نکل

کو خلیلے کو بروں آمد ز غار
کہاں ہے وہ خلیل کہ جو غار سے نکلا؟

گفت ہٰذا ربّ ہاں کو کردگار
کہا یہ خدا ہے، ہاں خدا کہاں ہے؟

من[3] نخواہم در دو عالم بنگریست
میں دونوں جہان کو نہ دیکھوں گا

تا ندانم کایں دو مجلس آن کیست
جب تک یہ جان لوں کہ یہ دونوں مجلسیں کس کی ملکیت ہیں

بے تماشای صفتہائے خدا
خدا کی صفات کو دیکھے بغیر

گر خورم ناں در گلو گیرد مرا
اگر میں روٹی کھاؤں تو میرے گلے میں پھنس جائے

چوں گوارد لقمہ بے دیدار او
اُسکے دیدار کے بغیر لقمہ کیسے گوارا ہو سکتا ہے؟

بے تماشای گل و گلزار او
(اور) اُس کے گل و گلزار کے بغیر دیکھے

جز بامید خدا زیں آب خور
اس دنیا میں اس کے وصل کی اُمید کے بغیر

کہ خورد یک لقمہ الا گاو و خر
گاؤ اور خر کے سوا کون ایک لقمہ کھاتا ہے؟

آنکہ کَالْاَنْعَامِ بُد بَلْ هُمْ اَضَلّ
دہ کھاتے ہیں جو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ اُنسے بھی گمراہ

گرچہ پُر مکر ست آں گندہ بغل
اگرچہ وہ گندے بڑے چالاک ہیں

[1] ایکہ۔ دنیا داری میں بھاگ پھرتا ہے اور دین کے معاملہ میں بے عمل بنکر صابر بنا بیٹھا ہے۔ نِعْمَ الْمَاهِدُوْن۔ قرآن میں خدا نے اپنے بارے میں فرمایا ہے کہ ہم اچھا فرش بچھانے والے ہیں۔ از ناز و نعیم۔ دنیا کی لذتوں سے صابر نہیں ہے اُن کیلئے تگ و دو میں ہے اللہ کے معاملہ میں صبر ہے کوئی کاوش نہیں ہے۔ پاک و پلید۔ دنیا کی ہر اچھی بُری چیز کے لئے جد و جہد ہے اللہ جو خالق ہے اس سے بے نیازی ہے۔ حیّ ذو المنن۔ دونوں خدا کے نام ہیں۔
[2] می گوئی۔ بے عمل پر عذر کے طور پر کہا جاتا ہے اللہ غفور و رحیم ہے بخشدیگا مولانا فرماتے ہیں یہ شیطانی وسوسہ ہے، کو خلیلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے غار میں سے نکلتے ہی جہاں اُنکی پرورش کی جارہی تھی خدا کی جستجو شروع کردی تھی ستارے کو دیکھ کر فرمایا کیا یہ خدا ہو سکتا ہے جب وہ غروب کر گیا تو فرمایا کہ غروب کر جانے والا ستارہ خدا نہیں ہو سکتا ہے تو بتاؤ خدا کہاں ہے۔
[3] من نخواہم۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا میں دونوں جہان میں کسی طرف نگاہ بھی نہ اُٹھاؤنگا جب تک کہ خدا کو نہ پہچان جاؤں۔ بے تماشای۔ پھر فرمایا خدا کی صفات کو دیکھے بغیر میں روٹی بھی نہ کھاؤں گا چون گوارد۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم کا یہ حال تھا تو اُن لوگوں پر تعجب ہے جو خدا کی ذات و صفات کو پہچانے بغیر زندگی بسر کرتے ہیں جز بامید۔ خدا کی معرفت کے بغیر کھانا پینا جانوروں کا کام ہے۔ آنکہ۔ جو لوگ خدا کی معرفت کے بغیر زندگی گذارتے ہیں اُن کو قرآن پاک نے چوپایہ جیسا بلکہ اُنسے بھی زیادہ گمراہ قرار دیا ہے۔ گندہ بغل۔ وہ شخص جس کو بغل گندگی کی بیماری ہو۔

698

مکرِ اُو سَر زیر و اُو سَر زیر شد ۔۔۔ روزگارش بُرد و روزش دیر شد

اُس کا مکر ذلیل، اور وہ خود ذلیل ہو گیا ۔۔۔ اُس کا زمانہ گذرا اُس کا وقت ضائع ہوا

فکرِ کاہش کُند شد عقلش خَرِف ۔۔۔ عمر شد چیزے ندارد چوں اَلف

اُسکی گھاس کی فکر سست پڑ گئی اُس کی عقل کمزور ہو گئی ۔۔۔ عمر ختم ہو گئی، الف کیطرح اُسکے پاس کوئی بھلائی نہیں ہے

آنچہ می گوید دریں اندیشہ ام ۔۔۔ ایں ہم از دستانِ ایں نفس ست ہم

وہ جو یہ کہتا ہے فکر مند ہوں ۔۔۔ یہ بھی اُسی نفس کی مکاری ہے

وانچہ می گوید غفورست و رحیم ۔۔۔ نیست آں جُز حیلۂ نفسِ لئیم

وہ جو یہ کہتا ہے (وہ) غفور اور رحیم ہے ۔۔۔ کمینے نفس کے حیلہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے

اے زغم مُردہ کہ دست از ناں تہی ست ۔۔۔ چوں غفورست و رحیم ایں ترس چیست

تو اس غم سے مرا جاتا ہے کہ ہاتھ میں روٹی نہیں ہے ۔۔۔ جب وہ غفور اور رحیم ہے تو یہ ڈر کیوں ہے؟

شکایت کردنِ پیرے پیشِ طبیب از رنجوریہا و جوابِ طبیب اُورا

ایک بوڑھے کا ایک طبیب سے بیماریوں کی شکایت کرنا اور طبیب کا اسکو جواب دینا

گفت پیرے مر طبیبے را کہ من ۔۔۔ در زحیرم از دماغِ خویشتن

ایک بوڑھے نے ایک طبیب سے کہا کہ میں ۔۔۔ اپنے دماغ کے معاملہ میں بڑی مشکل میں ہوں

گفت از پیری ست آں ضعفِ دماغ ۔۔۔ گفت بر چشمم ز ظلمت ہست داغ

اُس (طبیب) نے کہا یہ دماغ کی کمزوری بڑھاپے کی وجہ سے ہے ۔۔۔ اُس (بوڑھے) نے کہا میری آنکھوں پر اندھیرے کا داغ ہے

گفت از پیری ست اے شیخِ قدیم ۔۔۔ گفت پشتم درد می آرد عظیم

اُس (طبیب) نے کہا اے بڑے میاں! بڑھاپے کی وجہ سے ہے ۔۔۔ اُس (بوڑھے) نے کہا میری کمر میں بہت درد ہے

گفت از پیری ست اے شیخِ نزار ۔۔۔ گفت ہر چہ می خورم نبود گوار

اُس (طبیب) نے کہا اے کمزور بوڑھے! بڑھاپے کی وجہ سے ہے ۔۔۔ اُس بوڑھے نے کہا میں جو کھاتا ہوں وہ ہضم نہیں ہوتا ہے

گفت ضعفِ معدہ ہم از پیری ست ۔۔۔ گفت وقتِ دم مرا دم گیری ست

اُس (طبیب) نے کہا معدہ کی کمزوری بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے ۔۔۔ اُس (بوڑھے) نے کہا سانس لینے میں سانس رکتا ہے

گفت آرے انقطاعِ دم بود ۔۔۔ چوں رسد پیری دو صد علت شود

اُس (طبیب) نے کہا ہاں سانس ٹوٹنے لگتا ہے ۔۔۔ جب بڑھاپا آجاتا ہے سینکڑوں بیماریاں آجاتی ہیں

گفت کم شد شہوتم یکبارگی ۔۔۔ گفت کز پیری ست ایں بیچارگی

اُس (بوڑھے) نے کہا میری شہوت ایکدم سے کم ہو گئی ہے ۔۔۔ اُس (طبیب) نے کہا یہ معذوری بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے

لے مکر او۔ جس نے معرفت کے بغیر زندگی گذاری اگرچہ وہ کتنا ہی چالاک ہو لیکن اُسکی مکاری اور زندگی سب تمام ہے۔ فکرِ کاہش۔ یعنی اُس میں دنیا کی بھی عقل نہ رہی پوری زندگی ختم کر دی۔ اور آخرت کا کوئی توشہ حاصل نہ کیا۔ چوں الف۔ الف کو خالی کہا جاتا ہے چونکہ اُس پر کوئی نقطہ نہیں لگتا ہے۔ آنچہ می گوید۔ دین کے کاموں میں نہ لگنے والے عموماً یہی کہا کرتے ہیں کہ فلاں کام سے فارغ ہو کر دین کے کاموں میں لگوں گا اور خدا غفور و رحیم ہے [illegible] بلا عمل بھی بخشدیگا یہ سب نفس کے دھوکے ہیں۔

لے اے زغم۔ اُسکی صفات کا بہانہ کر کے دین کا عمل تو چھوڑتا ہے لیکن اپنے پیٹ کی فکر میں مارا مارا پھرتا ہے وہاں اُس کی رزاقیت پر بھروسہ کر کے ترکِ عمل کیوں نہیں کرتا؟

لے گفت۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ جب کسی کے نفس کی بُرائی ظاہر کی جاتی ہے تو نفس کو بہت بُرا لگتا ہے لہذا اس مرض کا علاج ضروری ہے ورنہ لاعلاج ہو جائیگا۔ زحیر۔ پیچش، پیچیدگی۔ ظلمت تاریکی۔ نزار۔ لاغر، کمزور۔ گوار۔ یعنی کھانا ہضم نہیں ہوتا ہے۔ دم گیری۔ سانس گھٹنا۔ انقطاع۔ ٹوٹنا، جدا ہونا۔ چوں رسد شہوت ہے یک پیری و صد عیب۔

شہوت۔ اشتہا۔ حرص کی انتہائی

699

گفت پایم سُست شد از رہ بماند
اُس (بوڑھے) نے کہا میرے پیر سُست ہو گئے ہیں چلنے سے عاجز آ گئے ہیں

گفت کز پیریست در کُنجت[1] نشاند
اُس (طبیب) نے کہا یہ بڑھاپے کی وجہ سے ہے جس نے تجھے گوشہ نشین بنا دیا ہے

گفت پشتم چوں کمانے شد دوتا
اُس (بوڑھے) نے کہا کہ میری کمر کمان کی طرح دوہری ہو گئی ہے

گفت کز پیریست ایں رنج و عنا
اُس (طبیب) نے کہا یہ تکلیف اور مشقت بڑھاپے کی وجہ سے ہے

گفت تاریکست چشمم اے حکیم
اُس (بوڑھے) نے کہا اے حکیم! میری آنکھوں میں دُھند ہے

گفت کز پیریست اے پیرِ حلیم
اُس (طبیب) نے کہا اے بردبار بوڑھے بڑھاپے کی وجہ سے ہے

گفت اے احمق بریں بر دوختی
اُس (بوڑھے) نے کہا اے بیوقوف! تو اِسی پر جم گیا

از طبیبی تو ہمیں آموختی
طبابت سے تو نے یہی سیکھا ہے

اے مُدمّغ[2] عقلت ایں دانش نداد
اے بددماغ! تیری عقل نے تجھے یہ سمجھ نہیں دی

کہ خدا ہر درد را درماں نہاد
کہ خدا نے ہر درد کا علاج رکھا ہے

تو خرِ احمق ز اندک مایگی
تو کم علمی کی وجہ سے احمق گدھا ہے

بر زمیں ماندی زکوتہ پایگی
تو کوتاہ قدمی کی وجہ سے زمین پر رہ گیا ہے

پس طبیبش[3] گفت اے عمرِ تو شصت
تب طبیب نے اُس سے کہا اے ساٹھے!

ایں غضب ویں خشم ہم از پیریست
یہ غصہ اور غضب بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے

چوں ہمہ اجزا و اعضا شد نحیف
جب سب اجزاء اور اعضاء کمزور ہو گئے ہیں

خویشتن داری و صبرت شد ضعیف
تیری قوتِ ضبط اور صبر بھی کمزور ہو گئی ہے

بر نتابد دو سخن زو ہے کُند
دو باتوں کی بھی برداشت نہیں کرتا اُن سے بلبلا اٹھتا ہے

تابِ یک جُرعہ ندارد قے کُند
ایک گھونٹ کی برداشت نہیں کرتا قے کر دیتا ہے

جُز مگر پیرے کہ از حق ست مست
بجز اس بوڑھے کے جو خدا کا مست ہے

در درونِ اُو حیاتِ طیّبہ ست
اُس کے باطن میں پاکیزہ زندگی ہے

از بروں پیر ست و در باطن صبی
باہر سے بظاہر بوڑھا ہے اور حقیقت میں بچہ ہے

خود کیانند آں ولی و آں نبی
وہ کون ہیں؟ وہ ولی اور نبی ہیں

گر نہ پیدا اند پیشِ نیک و بد
اگر وہ ہر نیک و بد کے سامنے کھلے ہوئے نہیں ہیں

چیست با ایشاں خساں را ایں حسد
(تو) کمینوں کو اُن سے یہ حسد کیوں ہے؟

ور نمی دانند شاں علم الیقیں
اگر وہ اُن کو یقینی طور پر نہیں جانتے ہیں

چیست ایں بغض و حیل سازی و کیں
تو یہ بغض اور حیلہ سازی و کینہ کیوں ہے؟

---

[1] کُنج۔ گوشہ۔ دوتا۔ دوہری۔ عنا۔ مشقت۔ گفت تاریک۔ یعنی آنکھوں میں روشنی نہیں رہی حلیم۔ بردبار۔ گفت۔ بوڑھے نے غصہ میں طبیب سے کہا بس تیرے پاس ہر بیماری کا ایک ہی جواب ہے اور طبابت میں تو نے صرف یہی سیکھا ہے۔

[2] مُدمّغ۔ متکبر، بددماغ۔ ہر درد را۔ حدیث شریف میں ہے۔ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهٗ شِفَاءً یعنی خدا نے کوئی ایسی بیماری نہیں پیدا کی جس کے لئے علاج نہ پیدا کر دیا ہو۔ بر زمین یعنی نچلا مرتبہ۔

[3] پس طبیبش۔ طبیب نے اُس بوڑھے سے کہا تیری ساٹھ کی عمر ہے جس میں آدمی سٹھیا جاتا ہے اور غصہ و غضب بڑھ جاتا ہے یہ بڑھاپے کا ہی اثر ہے، جوان میں قوت برداشت زیادہ ہوتی ہے۔ نحیف۔ لاغر، کمزور۔ خویشتن داری۔ اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا۔ بر نتابد۔ بڑھاپے میں قوتِ برداشت کم ہو جاتی ہے۔ جز مگر۔ جن کو روحانی طاقت حاصل ہوتی ہے اُن پر بڑھاپے کے آثار نمایاں نہیں ہوتے ہیں۔ از بروں۔ اولیاء اور انبیاءؑ کا جسم بوڑھا ہوتا ہے ہمت جوان رہتی ہے۔ گر نہ پیدا اند۔ ناقص لوگوں کا بغض و حسد کامل لوگوں کے کمال کی دلیل ہے۔

ورﮥ بدانندے جزائے رستخیز
اگر وہ قیامت کی سزا کو جانتے

چوں زنندے خویش بر شمشیر تیز
تو اپنے آپ کو تیز تلوار سے کیوں بھڑاتے؟

بر تو می خندد مبیں اُو را چناں
وہ تیرے سامنے ہنستا ہے اُس کو ایسا نہ سمجھ

صد قیامت در درونش نہاں
اُس کے باطن میں سو قیامتیں چھپی ہوئی ہیں

دوزخ ﮥ و جنّت ہمہ اجزائے اوست
اُس کے اجزاء سب دوزخ و جنّت ہیں

ہر چہ اندیشی تو آں بالائے اوست
(اُس کے بارے میں) تو جو سوچے وہ اُس سے بلند ہے

ہر چہ اندیشی پذیرائے فناست
تو جو سوچے وہ فنا کو قبول کرنے والا ہے

آنکہ در اندیشہ نیاید آں خداست
جو تیرے اس میں نہ آئے وہ خدا ہے

بر در ایں خانہ گستاخی زچیست
اِس گھر کے دروازے پر گستاخی کیوں ہے؟

گر ہمی دانند کاندر خانہ کیست
اگر وہ جانتے ہیں کہ گھر میں کون ہے؟

ابلہاں تعظیمِ مسجد می کنند
بے وقوف مسجد کی تعظیم کرتے ہیں

دَر جفائے اہلِ دل جِدمی کنند
اہلِ دل پر ظلم کے کوشاں ہیں

آں ﮥ مجازست ایں حقیقت اے خراں
اے گدھو! وہ مجاز ہے یہ حقیقت ہے

نیست مسجد جُز درونِ سَروَراں
بزرگوں کے دل کے علاوہ مسجد (اور کچھ) نہیں ہے

مسجدے کاں اندرونِ اولیاست
وہ مسجد جو اولیا کے باطن میں ہے

سجدہ گاہ جملہ است آنجا خداست
وہ سب کی سجدہ گاہ ہے، خدا اُس میں ہے

تا دلِ مردِ خدا نامد بہ درد
جب تک مردِ خدا کے دل کو تکلیف نہیں پہنچی

ہیچ قومے را خدا رُسوا نہ کرد
خدا نے کسی قوم کو رُسوا نہیں کیا

قصدِ جنگِ انبیا می داشتند
اُنھوں نے انبیاء سے لڑائی کا ارادہ کیا

جسم دیدند آدمی پنداشتند
اُنھوں نے (صرف) جسم دیکھا (صرف) آدمی سمجھا

در تو ہست اخلاقِ آں پیشینیاں
تیرے اندر ان پہلی قوموں کے اخلاق ہیں

چوں نمی ترسی کہ باشی تو ہماں
تو کیوں نہیں ڈرتا کہ تو بھی ویسا ہی ہو جائیگا

عادتِ آں ناسپاساں در تو رست
تیرے اندر ان ناشکروں کی عادت پیدا ہو گئی ہے

نایدت ہر بار دَلو از چہ درست
ہر بار ڈول کنوئیں سے درست نہیں نکلتا ہے

صرف اولیاء کے جسم پر ہے اُن کی روح اُنکے پیشِ نظر نہیں ہے۔ در تو۔ ہر انسان میں ہلاک شدہ قوموں کے اخلاق موجود ہیں تو اسکو ڈرنا چاہیئے کہ کہیں اُسکے ساتھ بھی وہ سلوک نہ ہو جو اُن قوموں کیساتھ ہوا۔ عادت۔ جبکہ ہلاک شدہ قوم کی عادتیں موجود ہیں تو مطمئن نہ ہونا چاہیئے اگر کسی وقت اُن پر گرفت نہیں ہوتی تو نہ سمجھنا چاہیئے کہ کبھی بھی گرفت نہ ہو گی۔

ﮥ در بدانندے۔ اگر معاندین کو اپنی اُس سزا کا یقین ہو جائے جو قیامت میں اُن کو ملے گی تو وہ کبھی اولیاء و انبیاء پر حسد نہ کریں اور اُنکو برہنہ شمشیر سمجھیں اور اُن سے مڈبھیڑ نہ کریں۔ بر تو می خندد۔ بزرگوں کے ظاہری علم سے دھوکے میں نہ پڑنا چاہیئے۔ انکا وجود منکرین کے قہر کا مظہر ہے۔
ﮥ دوزخ۔ یعنی انبیا اور اولیا کے جسم کے اجزا اللہ کی دوزخ اور بہشت کے مظہر ہیں۔ ہر چہ۔ چونکہ اولیا اور انبیا اخلاقِ خداوندی حاصل کر چکے ہیں لہٰذا انکے مراتب تصور سے بالاتر ہیں۔ ہر چہ اندیشی۔ جو انسانی فکر میں سما جائے وہ فانی ہے وہ خدا نہیں ہو سکتا ہے خدا وہی ہے جو انسانی فکر و عقل سے بالاتر ہے۔ بر در۔ انبیا اور اولیا سے گستاخی کرنیوالے اگر یہ جان لیں کہ اُن کے باطن میں کون بس رہا ہے تو کبھی گستاخی کی جرأت نہ کریں۔ ابلہاں۔ بیوقوف مسجد کی تعظیم تو کرتے ہیں اور بزرگوں کے دل کی تعظیم نہیں کرتے جو حقیقی مسجد اور خانہ خدا ہے۔
ﮥ آں۔ یعنی ظاہری مسجد۔ ایں۔ یعنی نبی اور ولی کا دل اصلی خانہ خدا ہے۔ اندرون اولیا یعنی اولیاء اللہ کا دل۔ سجدہ گاہ۔ دل بدست آور کہ حجِ اکبر است از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است تا دل۔ اولیاء کے دل کو ستانا قوم کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔ جسم دیدند یعنی اُن معاندین کی نگاہ

آں نشانیہا ہمہ چوں در تو ہست — چوں تو زایشانی کجا خواہی برست
جبکہ وہ تمام علامتیں تیرے اندر ہیں — جب تو اُن میں سے ہے، کہاں بچ سکتا ہے؟

قصۂ[1] کودکے کہ در پیش تابوت پدر می نالید وسخن جوحی
ایک بچہ کا قصہ جو باپ کے جنازے کے آگے روتا تھا اور شیخ چلی کی بات

کودکے در پیشِ تابوتِ پدر — زار می نالید و بر می کوفت سر
ایک بچہ باپ کے جنازے کے آگے — بہت روتا تھا اور سر پیٹتا تھا

کاے پدر آخر کجایت می برند — تا ترا در زیرِ خاکے آورند
اے ابا! آخر تجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟ — تاکہ تجھے مٹی کے نیچے گاڑ دیں

می برندت خانۂ تنگ و زحیر[2] — نے درو قالی و نے در وے حصیر
تجھے تنگ، تکلیف دہ گھر میں لے جا رہے ہیں — نہ اُس میں قالین ہے نہ اُس میں بوریا ہے

نے چراغے در شب و نے روز ناں — نے درو بوئے طعام و نے نشاں
نہ رات میں چراغ ہے، نہ روشندان ہیں — نہ اُس میں کھانے کی خوشبو ہے اور نہ پتہ

نے درش معمور و نے سقف و نہ بام — نے درو بہرِ ضیائے ہیچ جام
نہ اُس کا دروازہ درست ہے نہ چھت نہ بالاخانہ — نہ اُس میں روشنی کیلئے کوئی شیشہ کا روشندان ہے

نے درو از بہرِ مہماں آبِ چاہ — نے یکے ہمسایہ کو باشد پناہ
نہ اُس میں مہمان کے لئے کنویں کا پانی ہے — نہ کوئی ہمسایہ ہے جو سہارا ہو

جسمِ[3] تو کہ بوسہ گاہِ خلق بود — چوں شود در خانۂ کور و کبود
تیرا بدن جو لوگوں کی بوسہ گاہ تھا — سیاہ رنگ گھر میں اُس کا کیا حال ہوگا؟

خانۂ بے زینہار و جائے تنگ — کہ درو نے روی می ماند نہ رنگ
وہ بے پناہ گھر اور تنگ جگہ — نہ اُس میں چہرہ باقی رہتا ہے نہ رنگ

زیں نسق اوصافِ خانہ می شمرد — وز دو دیدہ اشکِ خونی می فشرد
اس طرح سے وہ گھر کے اوصاف گنتا تھا — اور دونوں آنکھوں سے خون کے آنسو بہاتا تھا

گفت جوحی با پدر اے ارجمند — واللہ ایں را خانۂ ما می برند
شیخ چلی نے باپ سے کہا، اے بزرگوار! — خدا کی قسم اس کو ہمارے گھر لے جا رہے ہیں

گفت جوحی را پدر ابلہ مشو — گفت اے بابا نشانیہا شنو
شیخ چلی سے (اُسکے) باپ نے کہا بیوقوف نہ بن — اُس نے کہا، اے ابا! علامتیں سن لے

---

[1] قصہ۔ پہلے یہ سمجھایا تھا کہ ہر انسان میں وہ خصلتیں موجود ہیں جو برباد شدہ قوموں میں تھیں لیکن وہ اُس سے غافل ہے۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ رونے والا بچہ جو قبر کی خصوصیات بیان کر رہا تھا وہ شیخ چلی کے گھر میں موجود تھیں۔ جوحی۔ ایک فرضی شخصیت ہے جس کی طرف ہنسی مذاق کے قصے منسوب کر دیئے جاتے ہیں جیسا کہ ہندوستان میں شیخ چلی۔ تابوت پدر۔ باپ کا جنازہ۔ خاکے۔ یعنی قبر کی مٹی۔

[2] زحیر۔ پیچش، شکل، قالی۔ قالین، حصیر۔ بوریا، معمور۔ آباد، درست، سقف۔ چھت، بام۔ بالاخانہ، جام۔ شیشہ کا روشندان۔

[3] جسم تو۔ تیرے جسم کو لوگ چومتے تھے۔ کور و کبود۔ تیرہ و تاریک، نسق۔ ترتیب، خانۂ ما می برند۔ رونے والے لڑکے نے جس قدر قبر کے اوصاف گنائے تھے وہ سب شیخ چلی کے گھر میں پائے جاتے تھے۔

75D

ایں نشانیہا کہ گفت[1] او یک بیک
یہ جو اُس نے تمام نشانیاں بتائی ہیں

خانۂ ماراست بے تزویر و شک
بے شک و شبہ ہمارے گھر کی ہیں

نے حصیر و نے چراغ و نے طعام
نہ بوریا اور نہ چراغ اور نہ کھانا

نے درش معمور و نے سقف و نہ بام
نہ اُس کا دروازہ درست، نہ چھت اور نہ بالاخانہ

زیں نمط دارند در خود صد نشاں
اسیطرح (ہلاک شدہ قومیں) اپنے اندر سَو علامتیں رکھتی ہیں

لیک کے بینند آں را طاغیاں
لیکن سرکش اُنھیں کب دیکھتے ہیں

خانۂ آں دل کہ ماند بے ضیاء
اُس دل کا خانہ جو بے نور ہے

از شعاعِ آفتابِ کبریا
خدا کے آفتاب کی شعاعوں سے

تنگ و تاریک ست چوں جانِ یہود
وہ یہود کے باطن کیطرح تنگ و تاریک ہے

بے نوا از ذوقِ سلطانِ وَدُود
محبت کرنیوالے شہنشاہ کے ذوق سے محروم

نے دراں دل تابِ نورِ آفتاب
اُس دل میں نہ تو سورج کی روشنی کی چمک ہے

نے کشادِ عرصہ و نے فتحِ باب
نہ صحن کی وسعت ہے اور نہ دروازہ کھلا ہے

گورِ خوشتر از چنیں دل مر ترا
تیرے لئے ایسے دل سے قبر بہتر ہے

آخر از گورِ دلِ خود بر تر آ
بالآخر اپنے دل کی قبر سے باہر نکل

یوسفِ[2] وقتی و خورشیدِ سما
تو یوسفِ دوراں ہے اور آسمان کا سورج ہے

زیں چہ و زنداں بر آ و رو نما
اِس کنوئیں اور قیدخانہ سے نکل اور چہرہ دکھا

یونست در بطنِ ماہی پختہ شد
تیرا یونس مچھلی کے پیٹ میں پک رہا ہے

مخلصش را نیست از تسبیح بد
اُس کی نجات کے لئے تسبیح کے سوا چارہ نہیں ہے

گر نبودے او مسبّح بطنِ نون
اگر وہ تسبیح خواں نہ بنتے، مچھلی کا پیٹ

حبس و زندانش بُدے تا یُبْعَثُوْن
تو قیامت تک اُن کے لئے قید اور جیلخانہ ہوتا

او بہ تسبیح از تنِ ماہی بجست
اُنھوں نے تسبیح کے ذریعہ مچھلی کے پیٹ سے نجات پائی

چیست تسبیح آیتِ روزِ اَلَسْت
تسبیح کیا ہے؟ اَلَسْت کے دن کی علامت

گر فراموشت[3] شد آں تسبیحِ جاں
تو اگر وہ روحانی تسبیح بُھول گیا ہے

بشنو ایں تسبیحہائے ماہیاں
تو مچھلیوں کی یہ تسبیح سُن لے

---

[3] گر فراموشت شد۔ اگر کسی انسان میں عہدِ اَلَسْت کی فطرتِ سلیمہ باقی نہیں رہی ہے تو اولیاء اللہ سے اُس کو حاصل کرے۔ ماہیاں۔ یعنی اولیاء اللہ۔

[1] گفت یعنی رونے والے لڑکے نے کہا۔ زیں نمط جس طرح شیخ جحی نے قبر کی جملہ علامتوں کو اپنے گھر میں دیکھا اسیطرح ہلاک شدہ قوموں کی علامتیں ہر انسان میں موجود ہیں۔ طاغی، سرکش۔ خاناں۔ جس دل میں خدا کا نور نہ ہو وہ اللہ (تعالیٰ) کی محبت سے بے ذوق ہے۔ اُس دل سے تو قبر کا گڑھا بہتر ہے۔ آخر از گور۔ اپنے دل کو اس گڑھے سے نکالنا خود انسان کا کام ہے۔

[2] یوسفِ وقتی۔ جس طرح عارضی طور سے حضرت یوسفؑ قیدخانہ میں چلے گئے تھے اور باہر نکلے تو بھی دل کو قیدخانہ سے باہر نکال۔ یونست یعنی تیری روح جو بمنزلہ یونسؑ کے ہے۔ بطنِ ماہی۔ یعنی جسدِ عنصری۔ تسبیح۔ حضرت یونسؑ نے نجات کیلئے تسبیح پڑھی تو مچھلی کے پیٹ سے باہر نکلے تو تم بھی تسبیح پڑھو۔ یبعثون۔ حضرت یونسؑ کے قصہ میں ہے۔ فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ یعنی اگر وہ یونس تسبیح پڑھنے والوں میں سے نہ ہوتے تو اُس دن تک اُس مچھلی کے پیٹ میں رہتے جبکہ لوگوں کا حشر ہوگا یعنی قیامت تک۔ آیتِ روزِ اَلَسْت۔ ازل میں اللہ (تعالیٰ) نے روحوں سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا تھا تو انسان کی تسبیح اور دعا کیفیت فطری میلان اُس عہدِ اَلَسْت کی علامت اور نشانی ہے۔

703

ہر کہ دید اللہ را اللّٰہی ست
ہر کہ دید آں بحر را[1] او ماہی ست

جس نے اللہ (تعالیٰ) کو دیکھ لیا وہ اللہ والا ہے
جس نے اُس سمندر کو دیکھ لیا وہ مچھلی ہے

ایں جہاں دریاست تن ماہی و روح
یونس محجوب از نور صبوح

یہ دنیا سمندر ہے، جسم مچھلی اور روح
وہ یونس ہے جو صبح کے نور سے محروم ہے

گر مسبّح شد تو از ماہی رہید
ورنہ در وے ہضم گشت و ناپدید

اگر تو تسبیح خواں بنگیا، مچھلی سے نجات پاگیا
ورنہ اُس میں ہضم اور ناپید ہوگیا

ماہیان[2] جاں درتن دریا پُر اند
تو نمی بینی کہ کوری اے نژند

اِس دریا میں روحانی مچھلیاں بھری ہیں
اے بدحال! تو نہیں دیکھتا ہے کیونکہ تو اندھا ہے

بر تو خود را می زنند آں ماہیاں
چشم بکشا تا بہ بینی شاں عیاں

وہ مچھلیاں تجھ سے ٹکرا رہی ہیں
آنکھ کھول تاکہ تو اُن کو نمایاں دیکھے

ماہیاں را گر نمی بینی پدید
گوش تو تسبیح شاں آخر شنید

اگر تو مچھلیوں کو واضح طور پر نہیں دیکھتا ہے
آخر تیرے کان نے اُن کی تسبیح تو سنی ہے

ماہیان جملہ روح بے جسد
نے درایشاں کبر و نے کین و حسد

وہ مچھلیاں بغیر جسم کے مجسّم روح ہیں
نہ اُن میں تکبر ہے، نہ کینہ، نہ حسد

صبر کردن جان تسبیحات تست
صبر کن کانست تسبیح درست

تیری تسبیحوں کی روح صبر کرنا ہے
صبر کر وہ صحیح تسبیح ہے

ہیچ تسبیحے ندارد آں درج
صبر کن کالصّبر مفتاح الفرج

کوئی تسبیح وہ مرتبہ نہیں رکھتی ہے
صبر کر، صبر کشادگی کی کنجی ہے

صبر چوں جسر صراط آں سو بہشت
ہست با ہر خوب یک لالائے[3] زشت

صبر پل صراط کی طرح ہے اُس جانب بہشت ہے
ہر خوبصورت کے ساتھ ایک بدصورت غلام ہے

تا ز لالا می گریزی وصل نیست
زاں کہ لالا را ز شاہد فصل نیست

جب تک تو غلام سے بھاگتا ہے وصل نہیں ہے
اسلئے کہ غلام کی محبوب سے جدائی نہیں ہے

تو چہ دانی ذوق صبر اے شیشہ دل
خاصہ صبر از بہر آں نقش چگل

اے نازک دل! تو صبر کا ذائقہ کیا جانتا ہے؟
خصوصاً اُس صبر کا جو چگل کے معشوق کیلئے ہے

مرد را ذوق از غزا و کر و فر
مر مخنث را بود ذوق از ذکر

مرد کو جہاد اور شان و شوکت کا ذوق ہے
نامرد کو آلۂ تناسل کا ذوق ہے

---

[1] آں بحر۔ یعنی جس نے بحر وحدت کا مشاہدہ کر لیا وہ ماہی کہلائیگا۔ ایں جہاں دنیا کو سمندر اور جسم کو مچھلی اور روح کو یونس ؑ سمجھو۔ گر مسبّح۔ جس طرح حضرت یونس ؑ نے تسبیح کی برکت سے مچھلی کے پیٹ سے نجات پائی ورنہ قیامت تک اُسمیں رہتے اسی طرح تم اپنی روح کو تسبیح کے ذریعہ جسم کی مچھلی سے نجات دلاؤ ورنہ مچھلی ہضم کر لیگی۔

[2] ماہیان جاں۔ یعنی روحانی مچھلیاں، اولیاء اللہ۔ بر تو۔ اولیاء اللہ خواہشمند ہیں کہ تو اُن سے فیض حاصل کرے۔ بے جسد۔ یعنی تن پروری کے بغیر۔ صبر کردن۔ یعنی مجاہدات پر صبر کرنا۔ صبر۔ جس طرح پلصراط سے گذر کر بہشت میں داخلہ ہوگا اسی طرح صبر سے کشادگی حاصل ہوگی۔ لالا۔ غلام۔

[3] تا ز لالا۔ صبر بدصورت غلام ہے اور کشادگی محبوب ہے کشادگی حاصل کرنے کیلئے صبر کی تلخی برداشت کرنا ضروری ہے۔ تو چہ دانی۔ واصل بحق ہونے میں صبر کی دشواریوں سے اہل اللہ لذت حاصل کرتے ہیں۔ دوسرا اس صبر کی لذتوں سے واقف نہیں ہے۔ مرد را۔ صبر کی لذت مرد خدا جانتا ہے جس طرح کہ مرد میدان جنگ اور شان و شوکت کی لذت سمجھتا ہے، نامرد ان لذتوں سے واقف نہیں ہے اُس کی لذت تو صرف عورتوں سے اختلاط کرنے تک محدود ہے۔

جز ذکر نے دینِ اُو و ذکرِ اُو | سوئے اسفل بُرد اُو را فکرِ اُو

اُس کا دین اور تسبیح آلۂ تناسل کے سوا کچھ نہیں ہے | اُس کا خیال اُس کو پستی کی طرف لے گیا

گر[1] برآید تا فلک از وے مترس | کو بعشقِ سفل آموزید درس

اگر وہ آسمان تک چڑھ جائے اُس کی پرستش نہ کر | اِسلئے کہ اُس نے تو پستی کے عشق کا سبق سیکھا ہے

اُو بسوئے سفل می راند فرس | گرچہ سوئے عُلو جُنباند جرس

وہ پستی کی طرف گھوڑا دوڑا رہا ہے | اگرچہ بلندی کی جانب گھنٹہ بجا رہا ہے

از عَلَمہائے گدایاں ترس چیست | کاں عَلَمہا لُقمۂ ناں را رہی ست

بھیک منگوں کے جھنڈوں سے ڈرنا کیسا؟ | کیونکہ وہ جھنڈے روٹی کے ایک لقمہ کے غلام ہیں

ایں سخن ہا را نکو دریاب تو | ور نمی دانی شنو از باب تو

اِن باتوں کو خوب سمجھ لے | اگر تو نہیں جانتا ہے تو اِس سلسلہ کی بات سن لے

ترسیدنِ[2] کودکے از آں شخصِ صاحب جُثہ و گفتنِ آں شخص

ایک بچہ کا ایک بھاری بھرکم انسان سے ڈرنا اور اُس شخص کا کہنا

کہ اے کودک مترس کہ من نامردم و مَرد توئی

کہ اے بچے تو نہ ڈر میں نامرد ہوں، تو مرد ہے

کُنگ زَفتے کودکے را یافت فرد | زرد شد کودک ز بیمِ قصدِ مَرد

ایک موٹے بھاری شخص نے ایک بچہ کو تنہا پایا | بچہ اُس مرد کے ارادہ کے ڈر سے زرد ہوگیا

گفت ایمن باش اے زیبائے من | کہ تو خواہی بُود بر بالائے من

اُس موٹے نے کہا مطمئن رہ اے میرے حسین! | کہ تو میرے اوپر ہوگا

من[3] اگر ہولم مُخنّث داں مرا | ہمچو اُشتر بر نشیں می راں مرا

میں اگرچہ ہولناک ہوں مجھے ہیجڑا سمجھ | اوپر بیٹھ اونٹ کی طرح مجھے ہانک

صورتِ مرداں و معنیٰ ایں چنیں | از بروں آدم دروں دیوِ لعیں

مردوں کی صورت، اور باطن ایسا | باہر سے آدمی اندر سے لعین شیطان

آں دُہل را مانی اے زفت چو عاد | کہ بر آں شاخ را می کوفت باد

اے عاد کی طرح موٹے تو اُس ڈھول کی طرح ہے | کہ جس پر ہوا شاخ کو مار رہی تھی

روبہے اشکارِ خود را باد داد | بہرِ طبلے ہمچو خیکے پُر ز باد

لومڑی نے اپنا شکار برباد کردیا | اُس ڈھول کی وجہ سے جو مشک کی طرح ہوا سے پُر تھا

---

[1] گر برآید۔ اگر کوئی مردِ خدا نہیں ہے اور اس میدان کا مرد نہیں ہے تو اُس کا عروج عارضی ہے اُس پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے۔ از علمہائے۔ نامرد کا عروج تو ایسا ہی ہے جیسے فقیروں کے جھنڈے جو صرف روٹی مانگنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں انھیں غازیوں کے جھنڈوں سے کوئی نسبت نہیں۔

[2] ترسیدن۔ نامرد کا ظاہری دکھاوا ناقابلِ اعتبار ہے وہ محض ہیجڑے کا تن و توش ہے۔ کُنگ۔ قوی ہیکل۔ ز بیم قصد مرد۔ یعنی وہ لڑکا اُس موٹے ہیجڑے کے ارادہ سے ڈرا۔ کہ تو خواہی بود۔ یعنی مرد تو ہے اور میرے اوپر ہوگا۔

[3] من اگر ہولم۔ میرا بھاری بھرکم بدن ہی خوفناک ہے ہمت اور بہادری سے خالی ہوں، تو میرے اوپر سوار ہوکر اونٹ کی طرح مجھے ہانک سکتا ہے۔ صورت۔ بہت سے انسان بظاہر بہادر معلوم ہوتے ہیں لیکن اندر سے بزدل شیطان ہوتے ہیں۔ دُہل۔ ڈھول جو کہ تندومند ہوتا ہے اور اندر سے خالی ہوتا ہے وہ درخت پر ایسی جگہ لٹکا ہوا تھا۔ جہاں ہوا اُس پر شاخ کی ضرب لگا دیتی تھی۔ رُوبہے کسی لومڑی نے اُس کو موٹا شکار سمجھ کر اپنا چھوٹا شکار بھی چھوڑ دیا۔ خیک۔ مشک۔

705

چوں ندید اندر دُہُل اُو فربہی
جب اس نے ڈھول کے اندر موٹاپا نہ دیکھا

گفت خوکے[1] بہ ازیں خیکے تہی
بولی، اس خالی مشک سے تو سور بہتر ہے

روبہاں ترسند ز آوازِ دُہُل
ڈھول کی آواز سے لومڑیاں ڈرتی ہیں

عاقلش چنداں زند کہ لاتقل
عقلمند اس کو اتنا پیٹتا ہے، کہ کچھ نہ بول

قصۂ تیر اندازے و ترسیدنِ اُو از سوارے کہ در بیشہ می رفت

ایک تیر انداز کا قصہ اور اس کا اُس سوار سے ڈرنا جو جنگل میں جا رہا تھا

یک سوارے با سلاح و بس مہیب
ایک ہتھیار بند سوار اور بہت ہیبتناک

مے شد اندر بیشہ بر اسپے نجیب
ایک عمدہ گھوڑے پر جنگل میں جا رہا تھا

تیر اندازے بحکم اُو را بدید
ایک قدر انداز نے اُس کو دیکھا

پس ز خوف اُو کماں را بر کشید
اس کے ڈر سے اُس نے کمان تانی

تا زند تیرے سوارش بانگ زد
تاکہ اس پر تیر چلا دے، سوار نے اس کو پکارا

من ضعیفم گرچہ زفتستم جسد
میں کمزور ہوں، اگرچہ میرا بدن موٹا ہے

ہاں وہاں منگر تو در زفتیِ من
خبردار خبردار! تو میرے موٹاپے کو نہ دیکھ

کم کم در وقتِ جنگ از پیر زن
کیونکہ میں لڑائی میں، بوڑھی عورت سے بھی بہت کم ہوں

گفت رو کہ نیک گفتی ورنہ نیش[2]
اُس نے کہا چلا جا، تو نے اچھا ہوا بتا دیا ورنہ تیر

بر تو می انداختم از ترسِ خویش
میں اپنے ڈر سے تجھ پر چلا دیتا

بے رجولیت چناں تیغے بمُشت
بغیر بہادری کے اس طرح سے ہاتھ میں تلوار

بس کساں را کالتِ پیکار کشت
بہت سے لوگ ہیں جن کو جنگ کے ہتھیار نے مروایا

گر بپوشی[3] تو سلاحِ رستماں
اگر تو رستموں کے ہتھیار باندھے

رفت جانت چوں نباشی مردِ آں
جب تو اُس کا اہل نہیں ہے تو تیری جان گئی

جاں سپر کن تیغ بگذار اے پسر
اے بیٹا! جان کی ڈھال بنا لے، تلوار کو چھوڑ

ہر کہ بے سر بُود زیں شہ برد سر
جو بے سر تھا اس نے اس شاہ سے سر کو بچا لیا

آں سلاحت حیلہ و مکرِ تو است
وہ تیرے ہتھیار تیرا حیلہ اور مکر ہیں

ہم ز تو زائید و ہم جانِ تو خست
جو تجھ سے ہی پیدا ہوئے اور تیری ہی جان کو زخمی کرتا ہے

چوں نکردی ہیچ سودے زیں حیل
جب تو نے ان حیلوں سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا

ترکِ حیلت کن کہ پیش آید دُوَل
حیلے چھوڑ دے تاکہ دولتیں سامنے آئیں

---

[1] خوک. سور. روبہاں. بدن کے فربہ اور ہمت کے کوتاہ شخص سے بے عقل لوگ ڈرتے ہیں. لاتقل یعنی اتنی پٹائی کرتے ہیں جو ناقابل بیان ہے یہی صورت بنے ہوئے شیخوں کی ہے کہ عوام اُن کے دھوکے میں آجاتے ہیں. سلاح. ہتھیار. مہیب. ہیبتناک. بیشہ. جھاڑی، جنگل. نجیب. اصل گھوڑا. تیر انداز بحکم. حکمی طور پر نشانہ پر تیر مارنے والا. من ضعیفم. یعنی میرا جسم ہی بھاری بھرکم ہے اندر کچھ نہیں ہے.

[2] نیش. تیر، ڈنک. برص. معروف. رجولیت. مردانگی، بہادری. آلتِ پیکار. جنگی ہتھیار جن کو استعمال کرنے کی ان میں صلاحیت نہ تھی لہٰذا مُردوں کیلئے ان کی ظاہری حالت ہی تباہی کا سبب بنے گی.

[3] گر بپوشی. اگر بزدل، میدان میں بہادری کے ہتھیار باندھ کر جاتا تو بیکار رہتا. جاں سپر کن. دنیاداروں کے مقابلہ میں دنیاداری کے ہتھیار کرو فریب سے مسلح نہ ہو نجات پا جاؤ گے. ہم ز تو. کرو فریب کا ہتھیار خود انسان کا پیدا کردہ ہے اور خود اسی کی ہلاکت کا باعث ہے

706

چوں[1] یکے لحظہ نخوردی بر ز فن | ترکِ فن گوئی طلب ربُّ المِنَن
جبکہ حیلے سے تو نے ایک لمحہ کیلئے پھل نہ کھایا | حیلے چھوڑ دے، اللہ کو طلب کر

چوں مبارک نیست بر تو ایں عُلوم | خویشتن گولی کُن و بگذر ز شُوم
جبکہ یہ فن تیرے لئے مبارک نہیں ہیں | اپنے آپ کو سادہ لوح بنا لے اور بدبختی سے نکل جا

چوں ملائک گوئی لَاعِلْمَ لَنَا | یا الٰہی! غَیْرَ مَا عَلَّمْتَنَا
تو فرشتوں کیطرح کہہ دے ہمارے لئے علم نہیں ہے | اے خدا! سوائے اُس کے جو تو نے سکھایا

حیلہ و مکر اندریں رہ سُود نیست | ہر کہ شد مغرورِ عقل اُو کودنیست
اِس راستہ میں حیلہ اور مکر کا کوئی فائدہ نہیں ہے | جس نے عقل پر گھمنڈ کیا وہ بے وقوف ہے

یک حکایت بشنو اے صاحب قبول | در بیانِ جہل و عقلِ بُوالفضول
اے صاحب قبول! ایک حکایت سُن لے | جہل اور فضول عقل کے بارے میں

قصۂ اعرابی و ریگ در جُوال[2] کردن و ملامت کردن آں فیلسوف اُو را

ایک بدو اور اس کے بورے میں ریت بھرنے کا قصہ اور ایک عقلمند کا اُس کو ملامت کرنا

یک عرابی بار کردہ اُشترے | یک جُوالے زفت از دانہ بُرے
ایک بدو اونٹ پر لادے ہوئے | گیہوں کے دانوں کا ایک موٹا بورا لے جا رہا تھا،

یک جُوالِ دیگرش از ریگ پُر | ہر دو را اُو بار کردہ بر شتر
دوسرا ایک بورا ریتے سے بھرا ہوا | دونوں کو اس نے اونٹ پر لادا

اُو نشستہ بر سرِ ہر دُو جُوال | یک حدیث انداز کرد اُو را سُوال
وہ دونوں بوروں پر بیٹھ گیا | ایک سوال کرنے والے نے اُس سے سوال کیا

از وطن[3] پرسید و آورد ش بگفت | و اندراں پرسش بسے دُرہا بسفت
اُس کا وطن پوچھا اور اسکو گویا کیا | اور اُس سوال میں بہت سے موتی پروتے

بعد ازاں گفتش کہ ایں ہر دُو جُوال | چیست آگندہ بگو مصدوقِ حال
اُس کے بعد اُس سے کہا کہ ان دونوں بوروں میں | کیا بھرا ہوا ہے؟ سچ کہنا

گفت اندر یک جُوالم گندم ست | در دِگر ریگے نہ قُوتِ مردم ست
اُس نے کہا میرے ایک بورے میں گیہوں ہیں | دوسرے میں ریت ہے، انسانوں کی خوراک نہیں ہے

گفت تو چوں بار کردی ایں رِمال | گفت تا تنہا نماند آں جُوال
اُس نے کہا تو نے یہ ریت کیوں لادا ہے! | اُس نے کہا تاکہ یہ دوسرا بورا اکیلا نہ رہے

---

[1] چوں یکے لحظہ۔ انسان کی مکاری ایک منٹ کے لئے بھی انسان کے لئے مفید نہیں ہے۔ ربّ المِنَن۔ اللہ تعالیٰ۔ ایں علوم۔ یعنی دنیا طلبی کے مکر و فریب۔ گول۔ بیوقوف۔ شُوم۔ یعنی مکر و فریب۔ اندریں رہ۔ دین اور آخرت کے معاملہ میں محض عقل سے رہنمائی حاصل نہیں ہو سکتی ہے، بیکار عقل سے جہل بہتر ہے۔ آئندہ مولانا جو قصہ نقل فرما رہے ہیں اس کا خلاصہ یہی ہے۔

[2] جوال۔ بورا، گون جس میں سامان بھر کر چوپایوں پر لادا جاتا ہے۔ فیلسوف۔ حکیم، دانا۔ بُر۔ گیہوں۔ ریگ۔ ریت۔ حدیث انداز۔ بات کو شروع کرنے والا۔

[3] از وطن۔ یعنی اس بدو سے اس کا وطن دریافت کیا۔ آورد ش بگفت۔ اس کو ہمکلام بنایا۔ و اندراں۔ یعنی یہ باتیں بہت بہتر انداز سے کیں۔ مصدوق۔ سچی بات کرنے والا۔ قُوت۔ روزی، خوراک۔ رِمال۔ ریت۔ تنہا نماند۔ دو برابر کے بورے لادے جاتے ہیں تاکہ توازن قائم رہے۔

706

گفت[1] نیم گندمِ آں تنگ را — در دگر ریز از پئے پاسنگ را
اُس نے کہا اُس بورے کے آدھے گیہوں — توازن کے لئے دوسرے بورے میں کر لے

تا سبک گردد جوال و ہم شتر — گفت شاباش اے حکیم و اہلِ حُر
تاکہ بورے اور اونٹ ہلکے ہو جائیں — اُس نے کہا اے دانا اور اہل اور شریف تجھے شاباش ہے

ایں چنیں فکرِ دقیق و رایِ خوب — تو چنیں عریاں پیادہ در لغوب
ایسی لطیف سمجھ اور بہتر رائے — تو ننگا اور پاپیادہ تھکن میں ہے

رحمش[2] آمد بر حکیم و عزم کرد — کِش بر اشتر بر نشاند نیک مرد
دانا پر اُس کو ترس آگیا اور اُس نے ارادہ کرلیا — کہ وہ اُس بھلے آدمی کو اونٹ پر بٹھالے

باز گفتش اے حکیمِ خوش سخن — شمۂ از حالِ خود ہم شرح کن
پھر اُس نے اُس سے کہا اے شیریں کلام دانا! — کچھ اپنی حالت کی تفصیل بھی بتا

ایں چنیں عقل و کفایت کہ تراست — تو وزیری یا شہی بر گوی راست
ایسی عقل اور لیاقت جو تجھے (حاصل) ہے — سچ بتا تو وزیر ہے یا بادشاہ ہے؟

گفت ایں ہر دو نیم از عامہ ام — بنگر اندر حال و اندر جامہ ام
اُس نے کہا میں دونوں نہیں ہوں، عوام میں سے ہوں — میری حالت اور میرا لباس دیکھ لے

گفت اشتر چند داری چند گاؤ — گفت نے ایں و نہ آں ما را مکاؤ
اُس نے کہا تیرے پاس کتنے اونٹ اور کتنی گائیں ہیں — کہا نہ یہ ہے نہ وہ ہیں (زیادہ) نہ کرید

گفت رختت چیست بارے در دکاں — گفت ما را کو دکان و کو مکاں
اُس نے کہا ہاں تو تیری دکان میں کیا سامان ہے؟ — کہا ہماری دکان کہاں ہے اور ہمارا مکان کہاں ہے؟

نیست قوت و نے رخوت[3] نے قماش — نے متاع و نیست مطبخ نیست آش
نہ کھانا ہے اور نہ لباس اور نہ اسباب — نہ گزارا ہے اور نہ مطبخ، نہ دلیا

گفت پس از نقد پرسم نقد چند — کہ توئی تنہا رو و محبوب پند
اُسنے کہا تو میں نقد کے بارے میں، پوچھتا ہوں کتنا — کیونکہ تو اکیلا چل رہا ہے اور پیاری نصیحت کرنیوالا ہے

کیمیائے مسِ عالم با تو است — عقل و دانش را گہر تو بر تو است
دنیا کے تانبے کی کیمیا تیرے پاس ہے — عقل اور سمجھ کے موتی تہ بر تہ ہیں

گنجہا بنہادہ باشی بر مکاں — نیست عاقل تر ز تو کس در جہاں
مکان پر تونے خزانے جمع کر رکھے ہوں گے — تجھ سے زیادہ عقلمند دنیا میں کوئی نہیں ہے

[1] گفت۔ اُس عقلمند نے کہا بجائے اِس کے کہ دوسرے بورے میں ریت بھر کر توازن قائم کیا جائے یہ کرے کہ اِس بورے کا آدھا گیہوں دوسرے بورے میں بھر لے توازن ہو جائیگا اور بوجھ بھی ہلکا ہو جائیگا۔ شاباش۔ بدو کی عقل میں یہ ترکیب نہ آئی تھی بہت خوش ہوا اور اُس کی تعریف کرنے لگا۔ تو چنیں۔ پھر بدو نے کہا اِس عقل و ذہانت کے باوجود تو ننگا اور پیادہ کیوں ہے۔ لغوب۔ تھکن۔

[2] رحمش۔ بدو کو اُس دانا پر ترس آیا۔ شمہ۔ یعنی بدو نے اُس سے کہا اپنے کچھ احوال سنا۔ کفایت۔ یعنی بڑے کاموں کو تنہا انجام دینے کی صلاحیت۔ وزیری۔ یعنی تو وزیر ہے یا بادشاہ ہے اِس عقل کیساتھ یہی قرینہ ہے۔ مکاؤ۔ کھود کرید نہ کر۔ رختت۔ یعنی اگر بادشاہ اور وزیر نہیں ہے تو تاجر ہوگا۔

[3] رخوت۔ رخت کی جمع، لباس۔ آش۔ ہر قسم کا کھانا۔ کیمیا۔ یعنی عقل و دانش۔ گنجہا۔ تو نے اپنی عقل و دانش سے بہت کچھ کمایا ہوگا۔

708

گفت واللہ نیست یا وَجہَ العرب[1]
اس سے کہا خدا کی قسم اے عرب کے سردار! نہیں ہے

در ہمہ مِلکم وُجوہِ قُوتِ شب
میری ساری ملکیت میں رات کا گذارا

پا برہنہ تن برہنہ می رَوم
ننگے پیر، ننگے بدن گھومتا ہوں

ہر کہ نانے می دہد آنجا رَوم
جو روٹی دے دیتا ہے وہاں چلا جاتا ہوں

مر مرا زیں حکمت و فضل و ہُنر
مجھے اِس دانائی اور فضیلت اور ہُنر نے

نیست حاصل جز خیال و دردِ سر
سوائے خیال اور دردِ سر کے کچھ حاصل نہیں ہے

پس عرب گفتش کہ شو دُور از برم
تو بدو نے اس سے کہا میرے پاس سے دُور ہو

تا نہ بارد شومیِ تو بر سرم
تاکہ تیری بدبختی میرے سَر پر نہ برس پڑے

دُور بر آں حکمتِ شومت زِ مَن
اپنی منحوس دانائی کو مجھ سے دُور لے جا

نُطقِ تو شوم ست بر اہلِ زَمَن
زمانہ والوں پر تیری باتیں بھی بدبختی ہیں

یا تو آں[2] سُو رَو مَن ایں سُو می رَوم
یا تو اُدھر جا اور میں اِدھر جاؤں

وَر ترا رہ پیش من واپس شوم
اور اگر تجھے آگے جانا ہے تو میں واپس ہوتا ہوں

یک جُوالم گندم و دیگر زِ ریگ
میرا ایک گیہوں کا بورا اور دوسرا ریت کا

بہ بود زیں حیلہائے مُردہ ریگ
ان ذلیل تدبیروں سے بہت اچھا ہے

کیں جُوالِ گندم و ریگم یقیں
کیونکہ میرے گیہوں اور ریت کا بورا یقیناً

بہ بُود زاں حکمتِ تو اے مُہیں
اے ذلیل! تیری دانائی سے بہتر ہوگا

احمقی ام بس مبارک احمقی ست
میری بیوقوفی بہت مبارک بیوقوفی ہے

کہ دلم با برگ و جانم مُتّقی ست
کہ میرا دل صاحبِ سازوسامان ہے اور جان (مصیبت سے) محفوظ ہے

گر تو خواہی[3] ایں شقاوت کم شود
اگر تو چاہتا ہے کہ یہ بدبختی کم ہو جائے

جہد کُن تا از تو حکمت کم شود
تو کوشش کر کہ تیری دانائی کم ہو جائے

ق

حکمتے کز طبع زاید وز خیال
وہ دانائی جو خیال اور طبیعت سے پیدا ہو

حکمتے بے فیضِ نورِ ذو الجلال
وہ دانائی جو اللہ (تعالیٰ) کے نور سے بے فیض ہو

حکمتِ دنیا فزاید ظن و شک
دنیا کی سمجھ ظن اور شک بڑھاتی ہے

حکمتِ دینی بَرَد فوقِ فلک
دین کی سمجھ آسمان پرے جاتی ہے

رُوبہانِ زیرکِ آخر زماں
آخری زمانہ کی چالاک لومڑیوں نے

بر فزودہ خویش بر پیشینیاں
اپنے آپ کو اگلوں سے بڑھا رکھا ہے

---

[1] وَجہَ العرب۔ عرب کے سردار۔ وُجوہ۔ گذارے کا سامان۔ پا برہنہ۔ ننگے پیر اور ننگے بدن مارا مارا پھرتا ہوں جدھر روٹی کی اُمید ہوتی ہے اُدھر چل دیتا ہوں۔ حرؔ۔ پہلو شومی۔ اِس عقل کے ہوتے ہوئے اِتنا اِفلاس بدبختی کی دلیل ہے۔ دُور بَر۔ دور لیجا۔

[2] یا تو آں سو۔ جدھر تو جائیگا میں اُدھر نہ جاؤں گا۔ غرضیکہ تیرا ساتھ مجھے گوارا نہیں ہے۔ یک جوالم۔ یعنی میری وہ بیوقوفی تیری اِس عقلمندی سے بدرجہا بہتر ہے۔ مُردہ ریگ۔ ناکارہ۔ مُہین۔ ذلیل۔ مُتقی۔ یعنی مصائب سے بچنے والی۔

[3] گر تو خواہی۔ تیری یہ عقل و دانائی ہی بدبختی کا سبب ہے تو اپنی دانائی کو کم کرلے تاکہ بدبختی کم ہو جائے۔ حکمتے۔ یعنی وہ چالاکی اور دانائی جو طبعزاد ہو اور اللہ کے نور سے بے فیض ہو وہی بدبختی کا سبب بنتی ہے۔ حکمتِ دینی۔ دین کی فطانت اور سمجھ انسان کے عروج کا سبب ہے۔ رُوبہان۔ یعنی وہ فلاسفر جو محض اپنے عقلی تخمینوں کی وجہ سے متقدمین کی تحمیق کرتے ہیں۔

709

رو بہانِ زیرکِ صاحب کمال
برفزودہ خویش را اصحابِ حال[1]

صاحبِ کمال، چالاک لومڑیوں نے
اصحابِ حال پر اپنے آپ کو بڑھا رکھا ہے

حیلہ آموزاں جگرہا سوختہ
حیلہا و مکرہا آموختہ

حیلہ بازوں نے، جگر جلا کر
حیلے اور مکر سیکھے ہیں

صبر و ایثار و سخائے نفس و جود
باد دادہ کاں بود اکسیرِ سُود

صبر اور ایثار اور نفس کی سخاوت اور بخشش
کو برباد کر دیا جو نفع کی اکسیر ہوتی ہے

فکر آں باشد کہ بکشاید رہے
راہ آں باشد کہ پیش آید شہے

سمجھ تو وہ ہے جس سے راستہ کُھلے
راستہ وہ ہے کہ کوئی شاہ سامنے آئے

شاہ[2] آں باشد کہ از خود شہ بود
نے بمخزنہا و لشکر شہ بود

شاہ وہ ہوتا ہے جو خود شاہ ہو
نہ کہ خزانوں اور لشکر کی وجہ سے شاہ ہو

تا بماند شاہیِ اُو سرمدی
ہمچو عز و ملکِ دینِ احمدی

تاکہ اُس کی شاہی ابدی رہے
جیسے دینِ احمدی کی بادشاہی اور عزت

تا قیامت نیست شرعش را زوال
گشتہ دور از ملکِ اُو عینُ الکمال

قیامت تک اُن کی شریعت کو زوال نہیں ہے
نظرِ بد اُن کی سلطنت سے دور ہے

کراماتِ سلطانِ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ بر لبِ دریا

دریا کے کنارے پر سلطان ابراہیم ابن ادہم رح کی کرامات

ہم ز ابراہیم ادہم آمدست
کو ز راہے بر لبِ دریا نشست

ابراہیم (ابن) ادہم رح کے بارے میں منقول ہے
کہ وہ ایک راستہ پر ایک دریا کے کنارے بیٹھے تھے

دلقِ خود می دوخت آں سلطانِ جاں[3]
یک امیرے آمد آنجا ناگہاں

وہ روحانی بادشاہ اپنی گدڑی سی رہے تھے
اچانک اُس جگہ ایک سردار آ گیا

آں امیر از بندگانِ شیخ بود
شیخ را بشناخت سجدہ کرد زود

وہ امیر شیخ کے غلاموں میں سے تھا
اُس نے شیخ کو پہچان لیا بہت جلد سجدہ کیا

شکلِ دیگر گشت خلق و خلقِ اُو
خیرہ شد در شیخ و اندر دلقِ اُو

اُس کی جسمانی اور اخلاقی حالت بدل گئی
شیخ اور اُن کی گدڑی کے بارے میں حیران ہو گیا

کو رہا کرد آنچناں ملکِ شگرف
برگزید ایں فقر و بس باریک حرف

کہ اُنھوں نے ایسی عجیب سلطنت چھوڑ دی
اِس فقیری کو اختیار کر لیا جو بہت باریک حرف ہے

---

[1] اصحابِ حال۔ یہ لوگ حقائق کا مشاہدہ کرتے ہیں محض ظن و تخمین سے کام نہیں لیتے ہیں۔ حیلہ آموزاں۔ محض دنیا کمانے کے حیلے اور تدبیریں جگر سوزی سے حاصل کی ہیں۔ صبر و ایثار۔ علوم خداوندی سے اخلاقِ حسنہ پیدا ہوتے ہیں اور وہ اصل فائدہ ہیں جس کو اُنھوں نے برباد کر دیا ہے۔ فکر۔ دنیوی معاش کی تدبیر اور فکر بے حقیقت ہے تدبیر اور فکر تو وہ ہے جس سے کسی شیخ کی طرف راہ نمودار ہو جو حقیقی شاہ ہے

[2] شاہ۔ دنیوی بادشاہ تو لشکر اور خزانے کے ذریعہ شاہی کرتے ہیں شیخ وہ شاہ ہے جس کو اپنی شاہی کے لئے اِن چیزوں کی ضرورت نہیں۔ تا بماند شیوخ کی شاہی لازوال ہے جیسا کہ دینِ احمدی کی عزت اور سلطنت لازوال ہے۔ گشتہ۔ اسکو نظرِ بد نہیں لگ سکتی۔ کرامات۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شیوخ کی بادشاہت دنیاوی شاہوں سے بڑھ کر ہے۔ ابراہیم یعنی ادہم کے بیٹے ایک دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے اپنی پھٹی ہوئی گدڑی سی رہے تھے۔

[3] سلطانِ جاں۔ یعنی روحانی شاہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ۔ امیر۔ سردار۔ سجدہ کرد۔ تعظیمی سجدہ جس کا بادشاہوں کے درباروں میں رواج تھا جو شرعی اعتبار سے ناجائز ہے۔ خیرہ شد۔ اُس نے اِس سے پہلے حضرت ابراہیم کا شاہی ٹھاٹ باٹ دیکھا تھا، تو اِس حالت کو دیکھ کر حیران ہو گیا۔ باریک حرف جس کی تحریر میں ظاہری لطافت و شوکت نہیں ہوتی ہو اور اُس پر عبور دشوار ہوتا ہے یہی حال فقر اور تصوف کا ہے۔

ترک کرد او مُلکِ ہفت[1] اقلیم را
اُنھوں نے ساتوں اقلیم کی سلطنت کو چھوڑ دیا

می زند بر دلق سوزن چوں گدا
فقیروں کی طرح گدڑی پر سوئی چلا رہے ہیں

مُلکِ ہفت اقلیم ضائع می کُند
ساتوں اقلیم کی سلطنت کو برباد کر رہے ہیں

چوں گدا بر دلق سوزن می زند
فقیروں کی طرح گدڑی پر سوئی چلا رہے ہیں

شیخ واقف گشت از اندیشہ اش
اُس کے اِس خیال سے شیخ آگاہ ہو گئے

شیخ چوں شیر ست و دلہا بیشہ اش
شیخ شیر کی طرح ہے اور دل اُسکے جنگل ہیں

چوں رجا و خوف در دلہا رواں
دلوں میں امید اور ڈر کی طرح رواں ہے

نیست مخفی بر وے اسرارِ نہاں
اُس پر چھپے ہوئے راز پوشیدہ نہیں ہیں

دل نگہدارید اے بے حاصلاں
اے مفلسو! دل کی حفاظت رکھو

در حضورِ حضرتِ صاحب دلاں
اہلِ دل کی مجلس کی حاضری میں

پیشِ اہلِ تن ادب بر ظاہر ست
اہلِ ظاہر کے سامنے ظاہری ادب ضروری ہے

کہ خدا ز ایشاں نہاں را ساتر ست
کیونکہ خدا اُن سے رازوں کو پوشیدہ رکھنے والا ہے

پیشِ اہلِ دل ادب بر باطن ست
اہلِ دل کے سامنے باطنی ادب ضروری ہے

زانکہ دل شاں بر سرائر فاطن ست
کیونکہ اُن کا دل باطنی احوال پر ٹکنے والا ہے

تو بعکسے[2] پیشِ کوراں بہرِ جاہ
تو بالعکس اندھوں کے سامنے رُتبہ کی خاطر

با حضور آئی نشینی پائگاہ
حضور (دل) کے ساتھ آتا ہے اور نچلی جگہ بیٹھتا ہے

پیشِ بینایاں کُنی ترکِ ادب
بیناؤں کے سامنے تو ادب کو ترک کر دیتا ہے

نارِ شہوت را ازاں گشتی حطب
اِسی لئے تو شہوت کی آگ کا ایندھن بنا ہے

چوں[3] نداری فطنت و نورِ ہُدیٰ
چونکہ تو سمجھ اور ہدایت کا نور نہیں رکھتا ہے

بہرِ کوراں روی را میزن جلا
اندھوں کے لئے چہرے کو مانجھتا رہ

پیشِ بینایاں حدث بر روی مال
بیناؤں کے سامنے چہرے پر پلیدی مل لے

ناز کم کُن با چنیں گندیدہ حال
اِس گندی حالت پر فخر نہ کر

شیخ سوزن زود در دریا فگند
شیخ نے فوراً سوئی دریا میں پھینک دی

خواست سوزن را بآوازِ بلند
(پھر) زور سے سوئی مانگی

فخر نہیں ہے۔ شیخ۔ چونکہ اُس امیر نے روحانی شاہی کو کمتر سمجھا تھا لہٰذا اُسکی اصلاح کے لئے یہ کرامت دکھائی کہ اپنی سوئی اُس دریا میں پھینک دیں جس کے کنارے بیٹھے تھے اور پھر بآوازِ بلند اُس سوئی کو مانگا۔

[1] ہفت اقلیم۔ حضرت ابراہیمؒ نے بہت بڑی سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کی تھی۔ شیخ واقف گشت۔ بزرگان دین لوگوں کے قلبی وساوس کو تاڑ جاتے ہیں وہ بمنزلہ شیر کے ہیں اور لوگوں کے قلوب اُنکی کچھار ہیں۔ چوں۔ جس طرح اُمید و بیم قلب میں سرایت کرتے ہیں اِسی طرح شیوخ بھی لوگوں کے قلوب میں رواں دواں رہتے ہیں اور چھپے ہوئے وسوسوں کو جان جاتے ہیں۔ دل نگہدارید۔ بزرگوں کے سامنے جا کر دل میں بُرے وسوسے نہ لانے چاہئیں۔ بے حاصل۔ وہ شخص جس کو روحانی دولت نہیں ملی۔ اہلِ تن۔ جو اصحاب ظاہر ہیں اُنکے سامنے تو ظاہر کو مؤدب رکھنا ضروری ہے اہلِ باطن کے سامنے باطن کو مؤدب رکھنا ضروری ہے۔ فاطن۔ سمجھنے والا۔ مقیم ساکن۔

[2] تو بعکسے۔ لیکن ہمارا لوگ اِسکے بالعکس معاملہ کرتے ہیں ظاہری شاہوں کے سامنے اخلاص سے جاتے ہیں اور بزرگوں کی مجلس میں فاسد خیالات لیکر جاتے ہیں۔ کوراں۔ یعنی باطن کے اندھے۔ بینایاں۔ وہ شیوخ جنکو باطنی بصیرت حاصل ہے۔ حطب۔ ایندھن۔

[3] چوں نداری۔ اگر تو کور باطن ہے تو کور باطنوں کی مجلس میں مُنہ کو پُر رونق بنا کر جا۔ پیشِ بینایاں۔ اگر تو کور باطن ہے تو بزرگوں کے سامنے مُنہ پر اور گندگی لگا کر جا۔ ناز کم کُن۔ لیکن یہ تیری حالت تیرے لئے باعثِ

صد[۱] ہزاراں ماہئی اللّٰہیے — سوزنِ زر بر لبِ ہر ماہیے
لاکھوں خدائی مچھلیاں — ہر مچھلی ہونٹوں میں سونے کی سوئی دبائے ہوئے

سوزنِ زرّیں دراں دندانِ او — کہ بگیر اے شیخ سوزنہائے ہُو
سونے کی سوئی اُس کے دانتوں میں — کہ اے شیخ! اللہ کی سوئیاں لے لے

سر برآوردند از دریائے حق — کہ بگیر اے شیخ سوزنہائے حق
اللہ (تعالیٰ) کے دریا سے اُنھوں نے سر اُبھارا — کہ اے شیخ! اللہ کی سوئیاں لے لے

گفت الٰہی سوزنِ خود خواستم — وادہ از فضلت نشانِ راستم
اُس شیخ نے کہا میرے خدا میں نے اپنی سوئی مانگی ہے — اپنی مہربانی سے مجھے ٹھیک نشانی دکھا دے

ماہیئے دیگر برآمد در زماں — سوزنِ اُو را گرفتہ در دہاں
فوراً ایک دوسری مچھلی برآمد ہوئی — اُن کی سوئی مُنہ میں لئے ہوئے

رُو بدو کرد و بگفتش اے امیر — مُلکِ دل بہ یا چناں مُلکِ حقیر
اُسکی طرف رُخ کیا اور کہا، اے سردار! — دل کی بادشاہی اچھی ہے یا وہ حقیر سلطنت

ایں نشانِ ظاہرست ایں ہیچ نیست — باطنے جوی و بظاہر بر مایست
یہ ظاہر کی نشانی ہے اور یہ کچھ نہیں ہے — باطن کی جستجو کر اور ظاہر پر نہ ٹھہر

سوئے[۲] شہر از باغ شاخے آورند — باغ و بُستاں را کجا آنجا برند
شہر کی جانب باغ سے ایک شاخ لاتے ہیں — باغ اور بُستاں کو وہاں کہاں لے جاتے ہیں

خاصہ باغے کاں فلک یک برگِ اوست — بلکہ آں مغزست وایں عالم چو پوست
خصوصاً وہ باغ کہ یہ آسمان اُسکا ایک پتہ ہے — بلکہ وہ گودا ہے اور یہ عالم چھلکے کی طرح ہے

بر نمیداری سُوئے آں باغ گام — بُوی افزوں جوی و کُن دفعِ زکام
(اگر) تو اُس باغ کی طرف قدم نہیں اُٹھاتا ہے — تو بڑھی ہوئی خوشبو کی جستجو کر اور زکام کو دفع کر

تاکہ[۳] آں بُو جاذبِ جانت شود — تاکہ آں بُو نورِ چشمانت شود
تاکہ وہ خوشبو تیری رُوح کی کشش کا سبب بن جائے — تاکہ وہ خوشبو تیری آنکھوں کا نور بن جائے

تاکہ آں بُو سوئے بُستانت کشد — وانماید مر ترا راہِ رشد
تاکہ وہ خوشبو تجھے باغ کی طرف کھینچے — تیرے لئے ہدایت کا راستہ نمودار کر دے

چشمِ نابینات را بینا کند — سینہ ات را سینۂ سینا کند
تیری اندھی آنکھوں کو بینا بنا دے — تیرے سینے کو (کوہ) سینا کا سینہ بنا دے

---

[۱] صد ہزاراں۔ لاکھوں مچھلیاں سونے کی سوئیاں ہونٹوں میں دبائے دریا سے نمودار ہوگئیں۔ گفت۔ شیخ ابراہیمؒ نے فرمایا اے خدا میں تو صرف اپنی سوئی چاہتا ہوں وہ عطا کر کے اپنی مہر کی سچی نشانی ظاہر فرما دے۔ ماہیئے دیگر۔ اِن مچھلیوں کے علاوہ ایک اور مچھلی نمودار ہوئی جس کے مُنہ میں شیخ کی سوئی تھی۔ رُو بدو کرد۔ تب شیخ ابراہیمؒ نے اُس سردار سے کہا۔ ایں۔ یعنی دنیوی شاہی۔ باطنے جو۔ یعنی روحانی شاہی کا طالب بن۔ ظاہری شاہی پر اکتفا نہ کر۔

[۲] سوئے شہر۔ دنیا کی مثال ایک شہر کی سی ہے اور عالمِ غیب ایک باغ ہے جس کا تھوڑا سا حصہ اِس دنیا میں دکھا دیا گیا ہے، باغ میں سے چند پھولدار شاخیں شہر میں لائی جاتی ہیں۔ خاصہ باغے۔ اِس دنیا کا آسمان بھی اُس باغ کا ایک پتہ ہے۔ بلکہ۔ عالمِ غیب مغز ہے اور عالمِ شہود اُس کا چھلکا ہے۔ بر نمیداری۔ عالمِ غیب کے باغ میں اگر قدم نہیں پہنچتا ہے تو اُس کی خوشبو محسوس کی جائے اور اِس زکام کو دفع کیا جائے جو خواہشِ نفسانی کی وجہ سے قوتِ شامہ پر طاری ہو گیا ہے۔

[۳] تاکہ آں بو۔ جب عالمِ غیب کی خوشبو سونگھے گا تو روح عالمِ غیب کی طرف کھینچے گی اور وہ خوشبو آنکھوں کیلئے نورِ بصیرت بن جائیگی اور عالمِ غیب کے لئے راہ نمودار ہو جائیگی

712

گفت[1] یوسف ابنِ یعقوبِ نبی — بہرِ بو اَلقُوا علیٰ وجہِ اَبی

(حضرت) یعقوبؑ نبی کے بیٹے حضرت یوسفؑ نے فرمایا — خوشبو کے لئے میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو

بہرِ ایں بو گفت احمدؐ در عظات — دائماً قرۃ عینی فی الصلوٰۃ

اسی خوشبو کیلئے احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظوں میں فرمایا — ہمیشہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے

پنج حس[2] در ہمد گر پیوستہ اند — رُستہ ایں ہر پنج از اصلِ بلند

پانچوں حواس ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں — ایک بلند جڑ سے یہ پانچوں اُگے ہیں

قوتِ یک قوتِ باقی شود — ما بقی را ہر یکے ساقی بود

ایک کی خوراک بقیہ کے لئے قوت بن جاتی ہے — باقی میں سے ہر ایک کو سیراب کرنے والی ہو جاتی ہے

دیدنِ دیدہ فزاید عشق را — عشق در دیدہ فزاید صدق را

آنکھ کا دیکھنا عشق کو بڑھاتا ہے — عشق، آنکھوں میں صدق کو بڑھاتا ہے

صدق[3] بیداریِ ہر حس می شود — حس ہا را ذوق مونس می شود

صدق، ہر حس کی بیداری بن جاتا ہے — حواس کے لئے ذوق دوست بن جاتا ہے

آغاز منور شدنِ حواسِ عارف بنورِ غیب بین

غیب کو دیکھنے والے نور سے عارف کے حواس کے پُرنور ہونے کا آغاز

چوں یکے حس در روش بکشاد بند — ما بقی حس ہا ہمہ مبدل شوند

جب ایک حس نے رفتار میں بندش کو کھول دیا — باقی حواس سب بدل جاتے ہیں

چوں یکے حس غیر محسوسات دید — گشت غیبے بر ہمہ حس ہا پدید

جب ایک حس نے غیر محسوس کو دیکھا — تو غیب ہر حس پر ظاہر ہو جاتا ہے

چوں ز جو جست از گلہ یک گوسفند — پس پیاپے جملہ زاں سو بر جہند

جب ریوڑ میں سے ایک بکری نہر کو کود جائے — تو سب پے در پے اس جانب کود جاتی ہیں

گوسفندانِ حواست را بِراں — در چرا از اَخرج المرعیٰ چراں

تو اپنے حواس کی بکریوں کو ہانک — اَخرج المرعیٰ کی چراگاہ میں چرا

ہوا تو اس سے دیگر حواس متاثر ہو جاتے ہیں اور ان میں وصلِ محبوب کا ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔ چوں یکے حس۔ جب ایک لطیفہ موانع کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے تو بقیہ لطائف میں بھی تبدیلی آنے لگتی ہے۔ غیر محسوسات۔ ایک لطیفہ کو عالمِ غیب کا مشاہدہ ہونے لگتا ہے تو بقیہ لطائف بھی عالمِ غیب کا ادراک شروع کر دیتے ہیں۔ چوں زجو۔ ایک لطیفہ سے دوسرے لطائف کو آزادی حاصل کرنے کی مثال ہے کہ گلہ میں سے ایک بکری اگر نہر میں کود جاتی ہے تو بقیہ بکریاں بھی نہر کود جاتی ہیں۔ گوسفنداں۔ سالک کو چاہیئے کہ اپنے لطائف کی بکریوں کو عالمِ غیب کی چراگاہ میں چرائے اور لطائف کیلئے اس عالم سے اسرار و معارف کی غذا حاصل کرے۔ اَخرج المرعیٰ۔ اس خدا نے چراگاہ پیدا فرمائی مولانا نے چراگاہ سے عالمِ غیب کی چراگاہ مراد لی ہے۔

---

[1] گفت یوسفؑ جبکہ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کے فراق میں روتے روتے نابینا ہو گئے تھے تو حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کے ذریعہ اپنی قمیص بھیجی تھی اور کہا تھا کہ اس کو حضرت یعقوبؑ کے چہرے پر ڈال دینا، مولانا فرماتے ہیں اس قمیص میں وہی عالمِ غیب کی خوشبو تھی جس کے اثر سے حضرت یعقوبؑ کی بینائی لوٹ آئی تھی۔ بہرِ ایں بو یہی عالمِ غیب کی خوشبو تھی جو آنحضورؐ کو نماز کی حالت میں محسوس ہوتی تھی جس کی وجہ سے آنحضورؐ نے فرمایا میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز ہے۔

[2] پنج حس یعنی لطائفِ ستہ قلب، روح، نفس، سر، خفی، اخفیٰ۔ چونکہ بعض صاحبان نے نفس کو روح کے تابع مانا ہے اسلئے ان کو پانچ کہدیا ہے اگر سالک ایک لطیفے کو مصفیٰ بنا لیتا ہے تو دوسرے لطائف بھی تصفیہ قبول کر لیتے ہیں اگر ایک کو غذا حاصل ہوتی ہے تو بقیہ لطائف کے لئے بھی وہ قوت کا سبب بن جاتی ہے مثلاً لطیفہ قلب کو ذکر کی غذا حاصل ہوتی ہے تو یہ دوسرے لطائف کے لئے باعثِ تقویت ہے۔ دیدنِ دیدہ۔ ایک لطیفہ کے تاثر سے دوسرے لطائف کے متاثر ہونے کی مثال ہے۔ آنکھ متاثر ہوتی ہے تو اس سے دل متاثر ہو جاتا ہے اور اس میں کیفیتِ عشق پیدا ہو جاتی ہے جس سے صدق اور اخلاص پیدا ہو جاتا ہے۔

[3] صدق۔ عشق سے اخلاص پیدا

تا در آنجا سُنبل و ریحاں چَرند — تا بہ گلزارِ حقائق[1] رہ بَرَند
تاکہ وہاں وہ سنبل و ریحان چریں — تاکہ حقیقتوں کے چمن کی طرف راستہ پائیں

ہر حِست پیغمبرِ حِس ہا شود — تا یکایک سُوئے آں جنّت رُود
تیری ہر حس (باقی) حواس کے لئے پیغامبر بن جائے — تاکہ فوراً اس جنت کی طرف چلی جائے

حِس ہا باحسِّ تو گویند راز — بے حقیقت بے زبان و بے مجاز
حواس تیری حس سے راز کہہ دیں گے — بغیر زبان اور بغیر حقیقت و مجاز کے

کیں حقیقت قابلِ تاویلہاست — وین توہّم مایۂ تخییلہاست
کیونکہ یہ حقیقت تاویلوں کے قابل ہے — اور یہ توہّم خیالات کا سرمایہ ہے

آں حقیقت را کہ باشد از عَیاں — ہیچ تاویلے نگنجد در میاں
وہ حقیقت جو مشاہدہ سے حاصل ہو — اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے

چونکہ[2] ہر حِس بندۂ حِسِ تو شُد — مر فلکہا را نباشد از تو بُد
جب ہر حس تیرے حس کی غلام ہو گئی — تو آسمانوں کے لئے (بھی) تیرے سوا چارہ نہیں

چونکہ[3] دعویٰ میرود در ملکِ پوست — مغز آں را کہ بُود قشر آنِ اوست
جب چھلکے کی ملکیت میں جھگڑا ہے — مغز جس کی ملکیت ہوگا، چھلکا اسی کی ملکیت ہوگا

چوں تنازع در فتد در تنگِ کاہ — دانہ آنِ کیست آں را کُن نگاہ
جب گھاس کے گٹھر میں جھگڑا ہو — دانہ کس کا ہے اُس کو دیکھ لے

پس فلک قشرست و نورِ روح مغز — ایں پدیدست آں خفی زیں رو مَلغز
تو آسمان چھلکا ہے اور روح کا نور مغز ہے — یہ کھلا ہے وہ (نور روح) چھپا ہوا ہے اس سے لغزش نہ کھا

جسم ظاہر روح مخفی آمدست — جسم ہمچوں آستیں جاں ہمچو دست
جسم ظاہر ہے، رُوح چھپی ہوئی ہے — جسم آستین کی طرح ہے جان ہاتھ کی طرح ہے

باز عقل از روح مخفی تر بُود — حِس بسُوئے رُوح زوتر رہ بَرَد
پھر عقل، روح سے زیادہ پوشیدہ ہے — حس روح کی جانب جلد راہ یاب ہوتی ہے

جُنبشے بینی بدانی زندہ است — ایں ندانی تو ز عقل آگندہ است
تو حرکت کو دیکھتا ہے تو سمجھ جاتا ہے کہ وہ زندہ ہے — تو نہیں جانتا کہ وہ عقلمند ہے

جسم سے ظہور اور خفا کی مثالیں دیتے ہیں اور خفی کے مراتب کا ذکر فرماتے ہیں. جسم اور روح کی وہی نسبت ہے جیسے آستین اور ہاتھ کی۔ باز عقل. عقل اور روح کے مخفی ہونے میں فرق ہے عقل روح کے اعتبار سے زیادہ مخفی ہے اسی لئے حس دوسرے کی روح کو جلد پہچان جاتی ہے اور عقل کو دیر میں پہچانتی ہے جنبش کسی جسم میں حرکت دیکھتے ہو تو فوراً سمجھ جاتے ہو کہ اس میں روح ہے لیکن محض حرکت سے عقل کا پتہ نہیں لگا سکتے ہو۔

[1] حقائق. یعنی معرفت خداوندی کے حقائق. ہر حست. ہر لطیفہ دوسرے لطائف کے لئے معارف جنت کی پیغامبری کا کام دینے لگے. حس ہا. جب لطائف ستّہ منقّی بنجاتے ہیں تو مریدین اور ستر شدین لطائف بغیر لفظی گفتگو کے جس میں حقیقت اور مجاز اور زبان کا استعمال نہیں ہوتا ہے شیخ کے لطائف سے اپنا راز کہہ دیتے ہیں. کیں حقیقت. لفظی عبارت جسمیں حقیقت اور مجاز کا استعمال ہوتا ہے اسمیں تو تاویل کی گنجائش ہوتی ہے لیکن لطائف کی باہمی گفتگو میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہوتی کیونکہ یہاں نفس الامر مشاہدہ ہوتا ہے۔

[2] چونکہ ہر حس. جبکہ دوسروں کے حواس شیخ کے حواس کے تابع ہو گئے تو آسمان زمین تک شیخ کے تابع ہو جائیں گے۔

[3] چونکہ دعویٰ. اگر چھلکے میں دو شخصوں کا نزاع ہو تو چھلکا اُسی کی ملکیت قرار دیا جائے گا، مغز جس کی ملکیت میں ہے، آسمان کائنات کا چھلکا ہے تو جب کائنات کے قلوب کسی کے تابع ہوں تو لامحالہ آسمان بھی اُسکے تابع ہوگا. چوں تنازع. یہ دوسری مثال ہے اگر بھوسے پر جھگڑا ہو تو بھوسا اُسی کا قرار دیا جائیگا جو اُسکے اندر کے دانوں کا مالک ہوگا. پس فلک. چھلکا گودے پر ہوتا ہے اور اُس کو گھیرے ہوئے ہوتا ہے اور ظاہر ہوتا ہے مغز اسمیں چھپا ہوا ہوتا ہے دوسرا مصرعہ پہلے مصرع کی دلیل ہے. جسم ظاہر. اب چند

714

تا کہ[1] جنبشہائے موزوں سر کند
جب تک کہ وہ موزوں (اور مناسب) حرکتیں کرے

جنبشِ مس را بدانش زر کند
تانبے کو حرکت سے عقل کے ذریعہ سونا بنا دیتا ہے

زاں مناسب آمدن افعالِ دست
ہاتھ کے مناسب کاموں کی وجہ سے

فہم آید مر ترا کہ عقل ہست
تو سمجھتا ہے کہ عقل ہے

روحِ وحی از عقل پنہاں تر بود
وحی کی استعداد عقل سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے

زانکہ او غیبست و او زاں سر بود
اسلئے کہ وہ عالمِ غیب ہے وہاں سے ہی ظہور میں آئی ہے

عقلِ احمدؐ از کسے پنہاں نشد
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عقل کسی سے پوشیدہ نہ ہوئی

روحِ وحیش مدرکِ ہر جاں نشد
اُن کی وحی کی استعداد ہر انسان کو محسوس نہ ہوئی

روحِ[2] وحیی را مناسبہاست نیز
وحی کی استعداد کے بھی آثار ہیں

در نیابد عقل کاں آمد عزیز
عقل اُن کو نہیں سمجھتی ہے چونکہ وہ نادر ہیں

گہ جنوں بیند گہے حیراں شود
(عقل) کبھی اُن آثار کو جنون سمجھتی ہے کبھی حیران ہوتی ہے

زانکہ موقوفست تا او آں شود
کیونکہ یہ اس بات پر موقوف ہے کہ (عقل) وہ (وحی کی استعداد) بن جائے

چوں مناسبہائے افعالِ خضرؑ
جیسا کہ حضرت خضرؑ کے افعال کی مناسبتیں

عقلِ موسیٰؑ بود در دیدش کدر
(حضرت) موسیٰؑ کی عقل اُن کو دیکھ کر مکدر تھی

نامناسب می نمود افعالِ او
اُن (حضرت خضرؑ) کے افعال نامناسب نظر آئے

پیشِ موسیٰؑ چوں نبودش حالِ او
(حضرت) موسیٰؑ کیلئے چونکہ (موسیٰؑ) کی حالت اُن (خضرؑ) جیسی نہ تھی

عقلِ[3] موسیٰؑ چوں بود در غیب بند
(حضرت) موسیٰؑ کی عقل جب اسرار میں عاجز ہو

عقلِ موشی خود کیست اے ارجمند
چوہے جیسی عقل اے بزرگ! خود کیا ہے؟

علمِ تقلیدی بود بہر فروخت
تقلیدی علم فروخت کرنے کے لئے ہوتا ہے

چوں بیابد مشتری خوش بر فروخت
جب کوئی خریدار پاتا ہے چمک اٹھتا ہے

مشتریِ علمِ تحقیقی حق ست
تحقیقی علم کا خریدار خدا ہے

دائما بازارِ او با رونق ست
اُس کا بازار ہمیشہ بارونق ہے

لب بہ بستہ ہست در بیع و شری
منہ بند کئے ہوئے خرید و فروخت میں لگا ہے

مشتری بیحد کہ اَللّٰہُ اشْتَریٰ
خریدار لامحدود (ذات) ہے کیونکہ اللہ نے خریدا ہے

درسِ آدمؑ را فرشتہ مشتری
حضرت آدمؑ کے درس کا فرشتہ خریدار ہے

محرمِ درسش نہ دیو و نے پری
انکے درس کا رازداں نہ شیطان ہے نہ پری ہے

[1] تا کہ۔ اگر اُسکے حرکات اور سکنات موزوں ہیں تب تمہیں یقین ہوگا کہ وہ صاحبِ عقل ہے۔ روحِ وحی۔ وحی کی قبولیت کی استعداد عقل سے بھی زیادہ مخفی ہے، ہر انسان نے آنحضورؐ کی عقل کو جان لیا اور آنکو عقلمند کہا لیکن بہت سے انسان آپکی قبولِ وحی کی استعداد کو نہ پہچان سکے۔

[2] روحِ وحیی۔ وحی کی استعداد کے بھی کچھ آثار اور کچھ علامتیں ہیں لیکن چونکہ وہ نادر ہوتی ہیں اسلئے اُن کو عقل نہیں پہچانتی ہے۔ گہ جنوں۔ اُن آثار کو عقل جنون کا اثر سمجھتی ہے کبھی حیران ہو جاتی ہے اور یہ اس لئے کہ عقل کا اس استعداد کو سمجھنا اس بات پر موقوف ہے کہ دونوں میں پوری مناسبت پیدا ہو جائے۔ چوں مناسبہائے۔ حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ کے کاموں کو غیر موزوں قرار دیا اور اعتراض کیا۔

[3] عقلِ موسیٰؑ۔ اسرارِ غیبی کو سمجھنے میں جب حضرت موسیٰؑ جیسے عظیم پیغمبر کی عقل ناکارہ ثابت ہوئی تو چوہے جیسی عقل والے کب اُن کا ادراک کر سکتے ہیں۔ علمِ تقلیدی۔ سنا سنایا علم۔ علمِ تحقیقی۔ جو مشاہدہ اور ذاتی تجربہ سے حاصل ہو۔ لب بہ بند۔ تحقیقی علم والا خاموشی کے ساتھ اللہ کے ساتھ خرید و فروخت میں لگا رہتا ہے۔ اَللّٰہُ اشْتَریٰ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَریٰ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ خدا نے مومنین سے اُن [illegible]

719

آدم[1] اَنبِئْهُم بِاَسما درس گو — شرح کُن اَسرارِ حق را مُو بمُو

(اے) آدم ان کو اسما کی تعلیم کرد، کا درس دو — ایک ایک کر کے اللہ (تعالیٰ) کے بھید اسرار کی شرح کرو

آنچناں کس را کہ کوتہ بین بُود — در تلوّن غرق و بے تمکین بُود

وہ شخص جو کوتاہ نظر ہو — تلوّن میں غرق اور بے ثبات ہو

مُوش گفتم زانکہ در خاکست جاش — خاک باشد موش را جائے معاش

میں نے اس کو چوہا اسلئے کہا کہ اُس کا مقام مٹی میں ہے — چوہے کے رہنے کی جگہ مٹی ہوتی ہے

راہہا داند ولے در زیرِ خاک — ہر طرف اُو خاک را کردست چاک

راستے جانتا ہے لیکن مٹی کے نیچے کے — (اسلئے) ہر طرف مٹی میں سوراخ کر رکھے ہیں

نفسِ[2] موشے نیست اِلّا لقمہ رند — قدرِ حاجت موش را عقلے دہند

چوہے کا نفس صرف لقمہ اُڑانے والا ہے — ضرورت کے بقدر چوہے کو عقل دیدیتے ہیں

زانکہ بے حاجت خداوندِ عزیز — می نہ بخشد ہیچکس را ہیچ چیز

اس لئے کہ بلا ضرورت اللہ تعالیٰ — کسی کو کوئی چیز نہیں بخشتے ہیں

گر نبودے حاجتِ عالم زمیں — نا فریدے ہیچ ربّ العالمیں

اگر دنیا کو زمین کی ضرورت نہ ہوتی — اللہ تعالیٰ کبھی پیدا نہ فرماتا

ویں زمینِ مُضطرب محتاجِ کوہ — گر نبودے نا فریدے با شکوہ

اور یہ ہلنے والی زمین پہاڑ کی محتاج — اگر نہ ہوتی تو اُس پُر شکوہ (پہاڑ) کو پیدا نہ فرماتا

ور[3] نبودے حاجتِ افلاک ہم — ہفت گردوں نا فریدے از عدم

اگر آسمانوں کی بھی ضرورت نہ ہوتی — تو عدم سے سات آسمانوں کو پیدا نہ فرماتا

آفتاب و ماہ و ایں استارگاں — جز بحاجت کے پدید آمد عیاں

سورج اور چاند اور یہ ستارے — ضرورت کے بغیر کب نمودار ہوئے؟

پس کمندِ ہستہا حاجت بُود — قدرِ حاجت مرد را آلت بُود

تو موجودات کی کمند ضرورت ہے — بقدرِ ضرورت انسان کے لئے سامان ہوتا ہے

پس چو حاجت شد کمندِ ہستہا — قدرِ حاجت میرسد از حق عطا

تو جب ضرورت موجودات کی کمند ہے — اللہ تعالیٰ کیجانب سے بقدرِ ضرورت عطا پہنچتی ہے

پس بیفزا حاجت اے محتاج زُود — تا بجوش آید ز کرم دریائے جود

اے محتاج! حاجت کو جلد بڑھا — تاکہ کرم سے عطا کا سمندر جوش مارے

---

[1] آدم۔ قرآن پاک میں ہے۔ یا آدمُ اَنبِئْهُم بِاَسمائِهِم یعنی اے آدم ان فرشتوں کو اسمار کی تعلیم دو۔ آنچناں کس۔ پہلے اشعار میں عقل علوم والوں کی عقل کو چوہے کی عقل والا کہا تھا اب اس کی وجہ بیان کرتے ہیں۔ تلوّن۔ رنگ بدلنا۔ بے تمکین۔ ناپائیدار۔ جاش یعنی ان لوگوں کا تعلق عالم سفلی سے ہے۔ راہہا۔ چوہے کے علم کا تعلق زمین سے ہے۔

[2] نفسِ موشے۔ چوہے کو صرف خوراک کی ضرورت ہے لہٰذا اُس کو اتنی عقل عطا ہوئی ہے۔ زانکہ۔ بلا ضرورت کسی کو کوئی عطیہ نہیں ملتا۔ زمین۔ دنیا کو اگر زمین کی ضرورت نہ ہوتی زمین وجود میں نہ آتی۔ کوہ۔ اگر زمین کے ٹھہراؤ کیلئے پہاڑوں کی ضرورت نہ ہوتی تو وہ پیدا نہ ہوتے۔

[3] ور نبودے۔ اگر دنیا کو آسمانوں کی ضرورت نہ ہوتی تو وہ پیدا نہ کئے جاتے۔ آفتاب۔ سورج، چاند، ستارے سب ضرورت کے ماتحت پیدا فرمائے گئے ہیں۔ پس۔ یعنی اشیاء کا وجود ضرورت کی وجہ سے ہے جس قدر ضرورت ہوتی ہے اُسی قدر ذرائع دیدیئے جاتے ہیں۔ پس بیفزا۔ اپنی احتیاج اور ضرورت کو بڑھا تاکہ دریائے کرم جوش میں آئے۔

ایں گدایاں بر رہ و ہر مبتلا[1] | حاجتِ خود می نماید خلق را
یہ فقیر اور مصیبت زدہ، سرِ راہ | اپنی حاجت لوگوں پر ظاہر کرتے ہیں

کوری و شلی و بیماری و درد | تا ازیں حاجت بجنبد رحمِ مرد
اندھاپن اور اپاہج پن اور بیماری اور تکلیف | تاکہ ان ضرورتوں کی وجہ سے انسانوں کا رحم حرکت میں آجائے

ہیچ گوید ناں دہید اے مردماں | کہ مرا مال ست و انبارست و خواں
کوئی کہتا ہے؟ اے لوگو! روٹی دے دو | کیونکہ میرے پاس مال ہے اور سامان ہے اور خوانِ نعمت ہے

چشم ننہادہ ست حق در کور موش | زانکہ بے چشمے زبودن ہست خوش
چھچھوندر کو اللہ (تعالیٰ) نے آنکھیں نہیں دیں | اس لئے بغیر آنکھوں کے اس کا اچک لینا بھلا ہے

می تواند زیست بے چشم و بصر | فارغ ست از چشم او در خاکِ تر
وہ بغیر آنکھ اور بینائی کے جی سکتی ہے | وہ تر زمین میں آنکھوں سے بے نیاز ہے

جز[2] بدزدی او بروں ناید ز خاک | تا کند خالق ازاں دزدیش پاک
وہ چوری کرنے کے علاوہ زمین سے نہیں نکلتی ہے | تاکہ اللہ (تعالیٰ) اُس چور پن سے اُسے پاک کر دے

بعد ازاں پر یابد و مرغے شود | چوں ملائک جانبِ گردوں رود
اسکے بعد وہ پر حاصل کرے اور پرندہ بن جائے | فرشتوں کی طرح آسمان کی جانب جائے

ہر زماں در گلشنِ شکرِ خدا | او بر آرد ہمچو بلبل صد نوا
ہر وقت اللہ (تعالیٰ) کے شکر کے گلشن میں | وہ بلبل کی طرح سینکڑوں نغمے گائے

کاے رہانندہ مرا از وصفِ زشت | اے کنندہ دوزخے[3] را تو بہشت
کہ اے مجھے برائی سے چھڑا دینے والے! | اے دوزخ کو بہشت بنا دینے والے!

می نہی در پیہ نور و روشنی | استخواں را می دہی سمع اے غنی
تو چربی میں نور اور روشنی پیدا کر دیتا ہے | اے بے نیاز: تو ہڈیوں کو سننے کی طاقت عنایت فرماتا ہے

چہ تعلق آں معانی را بہ جسم | چہ تعلق فہمِ اشیا را با اسم
ان صفات کا جسم سے کیا تعلق؟ | ناموں سے اشیاء کو سمجھنے کا کیا علاقہ؟

لفظ چوں وکرست معنیٰ طائرست | جسم جوئی روح آبِ سائرست
لفظ گھونسلے کی طرح ہیں، معنیٰ پرندہ ہیں | جسم نہر ہے، اور روح رواں پانی ہے

در روانی روئے آبِ جوئے فکر | نیست بے خاشاک خوب و زشت ذکر
فکر کی نہر کے پانی کی سطح، روانی میں | کوڑے اور اچھے بُرے خیال کے بغیر نہیں رہتی

---

[1] ایں گدایاں۔ دنیا کا یہی دستور ہے کہ فقیر جب تک اپنی مجبوری اور ضرورت کا اظہار نہیں کرتا ہے اسکو کوئی کچھ نہیں دیتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ فقیر کبھی یہ نہیں کہے گا کہ میں بہت مالدار ہوں لہٰذا مجھے روٹی کھلا دو۔ کور موش۔ چھچھوندر کو آنکھ کی ضرورت نہ تھی لہٰذا اُس کو آنکھ عطا نہ ہوئی۔

[2] جز بدزدی۔ عالمِ ناسوت میں پھنسے ہوئے اگر ضرورت محسوس کریں تو خدا اُنکو نورِ بصیرت عطا کر دے۔ بعد ازاں۔ جب اُنکو نورِ بصیرت حاصل ہو جائے تو آگے عالمِ لاہوت کی طرف پرواز ہونے لگے۔ ہر زماں۔ پھر اُن پر اسرارِ خداوندی کھلیں اور وہ بلبل کی طرح نغمہ سرائی کرنے لگیں۔ بکاے۔ یہ اُن کے نغمے ہوں گے۔

[3] دوزخے۔ یعنی بُرے اعمال۔ بہشت۔ یعنی نیک اعمال۔ استخواں۔ کان کی ہڈی میں سننے کی قوت پیدا فرما دی۔ معانی۔ یعنی صفات بصر و سمع وغیرہ۔ با اسم۔ جب کوئی نام پکارتے ہیں فوراً اُس سے کچھ سمجھ میں آجاتا ہے۔ لفظ۔ اسم اور مسمّٰی میں باہمی تعلق اگر سمجھ میں آتا ہے تو صرف اسقدر جیسا کہ پرند کا تعلق گھونسلے سے۔ جسم اور روح کی نسبت اگر مفہوم ہوتی ہے تو صرف اسقدر جیسا کہ پانی اور نہر کی نسبت ہے لیکن اِس تعلق اور نسبت کی حقیقت غیر معلوم ہے۔ در روانی یعنی روح کی قوتِ فکریہ میں ہمیشہ اچھے برے خیالات آتے رہتے ہیں۔

717

اُو رَواں[1] ہست و تو گوئی واقفِ ست

وہ جا رہی ہے، تو کہتا ہے ٹھہری ہوئی ہے

اُو دَواں ست تو گوئی عاکفِ ست

وہ دوڑ رہی ہے اور تو کہتا ہے وہ کھڑی ہے

گر نہ بینی سیرِ آب از جا بجا

اگر پانی کی روانی ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں ہے

چیست بر روے نو بنو خاشاکہا

تو کوڑا کرکٹ اُس پر نیا نیا کیوں ہے؟

ہست خاشاکِ نو صورہاے فکر

فکر کی صورتیں نیا نیا کوڑا کرکٹ ہیں

نو بنو در میرسد اشکالِ بکر

نئی شکلیں تازہ بتازہ پیدا ہوتی ہیں

روئے آبِ جوئے فکر اندر رَوِش

فکر کے نہر کے پانی کی سطح رفتار میں

نیست بے خاشاکِ محبوب و وحش

اچھے اور بُرے (خس) خاشاک کے بغیر نہیں ہے

قشرہا[2] بر روئے ایں آبِ رواں

اِس رواں پانی کی سطح پر، چھلکے

از ثمارِ باغِ غیبی شُد دَواں

عالَمِ غیب کے باغ کے پھلوں سے چل رہے ہیں

قشرہا را مغز اندر باغ جُو

چھلکوں کا گودا، باغ میں تلاش کر

زانکہ آب از باغ می آید بجُو

اس لئے کہ پانی نہر میں باغ سے آرہا ہے

گر نہ بینی رفتنِ آبِ حیات

اگر تو زندگی کے پانی کا جاری ہونا نہیں دیکھتا ہے

بنگر اندر سیرِ ایں جُوی و نبات

اس نہر اور خس و خاشاک کی روانی پر غور کرلے

آب جُو انبہ تر آید در گذر

نہر کا پانی جب کثرت سے وہ گذرے

زُو کنُد قشرِ صُوَر زُو تر گذر

اس میں صورتوں کے چھلکے تیزی سے گذر جاتے ہیں

چوں بغایت تیز شد ایں جو رواں

جب یہ نہر بہت تیزی سے چلتی ہے

غم نہ پاید در ضمیرِ عارفاں

تو عارفوں کے دل میں غم نہیں ٹھہرتا ہے

چوں[3] بغایت ممتلی بود و شتاب

جب (وہ نہر) انتہائی بھری ہوئی اور تیز ہو

بَس نگنجد اندرو الّا کہ آب

تو اُس میں پانی کے علاوہ کچھ نہیں ٹھہرتا ہے

طعنہ زدن بیگانہ بر شیخے و جواب گفتنِ مُریدِ شیخ آں بیگانہ را

ایک اجنبی شخص کا ایک شیخ پر طعنہ زنی کرنا اور شیخ کے ایک مُرید کا اُسکو جواب دینا

اَبلہے یک شیخ را تہمت نہاد

ایک بیوقوف نے ایک شیخ پر تہمت رکھی

کو بدست و نیست بر راہِ رَشاد

کہ وہ بُرا ہے اور راہِ ہدایت پر نہیں ہے

شارِبِ خمرست و سالوس و خبیث

شرابی ہے اور مکار ہے اور خبیث ہے

مر مُریداں را کجا باشد مُغیث

تو مُریدوں کا کیا دستگیر ہوگا؟

[1] اُو رَواں ست۔ روح کو پانی سے تشبیہ دی تھی تو جس طرح سطحِ آب ٹھہری ہوئی نظر آتی ہے حالانکہ وہ رواں ہے، اِسیطرح سے روح ملاءِ اعلیٰ کی طرف سے رواں ہے لیکن اِس کا احساس نہیں ہے۔ گر نہ بینی۔ سطحِ آب کی روانی نئے نئے خس و خاشاک کے گذرنے سے معلوم کی جاتی ہے۔ اِسی طرح روح کی قوتِ فکریہ میں مختلف خیالات کے آنے سے اُس کی روانی معلوم کی جاسکتی ہے۔ روئے آب۔ روح کی قوتِ فکریہ کی سطح پر بھی اچھے بُرے خیالات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔

[2] قشرہا۔ روح کی قوتِ فکریہ کی سطح پر جو چھلکے ہیں وہ غیبی پھلوں کے چھلکے ہیں اُن چھلکوں کا مغز غیبستان میں تلاش کر وہاں سے ہی یہ پانی چلا ہے وہاں معارفِ غیبیہ کے مغز تجھے حاصل ہونگے۔ بنگر۔ وصال اُس کا کوئی منبع ہے۔ چوں بغایت۔ عام عارفوں کی روح کی روانی تیز ہے اسلئے اُس پر غم و غصہ کے خس و خاشاک زیادہ دیر نہیں ٹھہرتے ہیں۔

[3] چوں بغایت۔ خاص عارفوں کی روح غم و غصہ کو قبول ہی نہیں کرتی ہے۔ طعنہ زدن۔ اِس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ عارفین کاملین کی روح کسی معصیت کو قبول ہی نہیں کرتی ہے۔ اَبلہے۔ معترض کی لئے بیوقوف تھا کہ وہ شیخ کے مقامِ فنا کو نہیں سمجھ سکا تھا۔ شارب۔

آں یکے گفتش ادب را ہوش دار
ایک شخص نے اُس سے کہا ادب کو ملحوظ رکھ

خورد[1] نہ بُود ایں چنیں ظن بر کبار
بڑوں پر ایسا گمان چھوٹا نہیں ہے

دُور از وے دُور از اوصافِ اُو
اُس سے اور اُس کے اوصاف سے بعید ہے

کہ ز سیلے تیرہ گردد صافِ اُو
کہ اُس کا صاف پانی بہاؤ کے پانی سے مکدر ہو گیا

این چنیں بُہتاں مَنہ بر اہلِ حق
اہلِ حق پر اِس طرح کا جھوٹ نہ بول

کایں خیالِ تست برگرداں ورق
یہ تیرا (محض) خیال ہے ورق پلٹ دے

ایں نباشد ور بود اے مرغِ خاک
اے خشکی کے پرند! یہ ایسا نہ ہوگا اور اگر ہو

بحرِ قلزم را ز مُردارے چہ باک
بحرِ قلزم کو ایک مُردار سے کیا خطرہ؟

نیست دُون القلتین و حوضِ خورد
وہ قلتین سے کم اور چھوٹی حوض نہیں ہے

کِش تواند قطرہ آب از کار برد
کہ اُسکو (گندے) پانی کا ایک قطرہ بیکار کر دے

ز آتش[2] ابراہیم را نبود زیاں
(حضرت) ابراہیمؑ کو آگ سے کوئی نقصان نہیں ہے

ہر کہ نمرودیست گو می ترس ازاں
جو نمرودی ہے کہہ دے وہ اُس سے ڈرے

نفس نمرودست و عقل و جاں خلیلؑ
نفس نمرود ہے اور عقل اور جان خلیلؑ ہے

روح در عین ست و نفس اندر دلیل
روح (مشاہدہ) ذات میں ہے اور نفس دلیل میں ہے

ایں[3] دلیلِ راہ رہرو را بود
مسافر کو رہبر کی ضرورت ہوتی ہے

کو بہر دم در بیاباں گُم شود
کیونکہ وہ ہر وقت جنگل میں گم ہو سکتا ہے

واصلاں را نیست جز چشم و چراغ
(اللہ تک) پہنچ جانیوالوں کیلئے صرف آنکھ اور چراغ کیضرورت ہے

از دلیلِ راہ شاں باشد فراغ
راہنما سے اُن کو بے نیازی ہوتی ہے

گر دلیلے گفت آں مردِ وصال
اگر وہ واصل شخص کوئی دلیل بیان کرتا ہے

گفت بہرِ فہمِ اصحابِ جدال
تو بحث کرنیوالوں کی عقل کیلئے بیان کرتا ہے

بہرِ طفلے نو پدر تی تی کند
نو عمر بچے کے لئے باپ تتلاتا ہے

گرچہ عقلش ہندسۂ گیتی کند
اگرچہ اُس کی عقل جہان کی پیمائش کر ڈالے

---

[3] ایں دلیل۔ راہنما اور دلیل راہرو کے لئے ضروری ہے جو مقصود تک پہنچ گئے وہ اِن چیزوں سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔ گر دلیلے۔ عارفین جو واصل ہوتے ہیں وہ بھی کبھی استدلال سے کام لیتے ہیں تو وہ اُن کے اپنے لئے نہیں ہوتا بلکہ دوسروں کی تفہیم کیلئے اپنے مرتبہ سے گر کر استدلال سے کام لیتے ہیں۔ بہرِ طفلے۔ باپ کی زبان صاف ہوتی ہے لیکن بچے کی خاطر تتلا کر بات کرنے لگتا ہے۔ بڑے سے بڑا عالم بچہ کو پڑھاتے وقت الف خالی با کے نیچے ایک نقطہ کہتا ہے تو وہ مبتدی کی خاطر کہتا ہے ورنہ اُس کا مقام اِس سے بہت بلند ہے۔

[1] خورد نہ بود۔ بڑوں پر تہمت دھرنا چھوٹی بات نہیں ہے۔ کز سیلے۔ عموماً بہاؤ کا پانی گدلا ہوتا ہے۔ ایں نباشد۔ تم نے جو بُرائیاں بیان کی ہیں وہ اُن میں نہ ہونگی اور اگر ہوں تو اُنکے لئے معصیت نہ سمجھی جائیگی کیونکہ وُنائیت کے غلبہ کی وجہ سے اُس معصیت کو شرعی اعتبار سے اُن کے لئے معصیت نہ سمجھا جائیگا جیسا کہ بڑے دریا میں اگر مردار گر جائے تو شرعی اعتبار سے اُس دریا کو گندہ نہ قرار دیا جائیگا۔ القُلَّتَین یعنی دو مٹکے پانی جو بارہ سو رطل ہوتا ہے اگر اِس مقدار میں پانی ہو تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُنہیں تھوڑی سی نجاست گرنے سے وہ ناپاک نہ ہوگا۔ اگر اس مقدار سے کم ہے تو نجس ہو جائے گا۔

[2] آتش۔ مختلف مقامات پر اشیاء کے احکام اور آثار بدل جاتے ہیں قطرۂ نجاست تھوڑے پانی کو نجس بنا سکا زیادہ کو نہ بنا سکا۔ آگ نے نمرود کو نقصان پہنچایا حضرت ابراہیمؑ کو نقصان نہ پہنچا سکی نفس۔ نفس کی خواہش سے وہی فعل بمنزلہ آگ کے ہے اور بتقاضائے روح وہ گلزار ہے۔ روح در عین۔ روح اور نفس کے اعتبار سے احکام میں فرق ہے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ روح مشاہدۂ حق میں لگی ہے جس کو دلیل کی حاجت نہیں نفس اُس سے محروم ہے اور طالبِ دلیل ہے۔

کم نہ گردد فضلِ اُستاد از عُلو
اُستاد کی بزرگی بلندی سے کم نہیں ہوجاتی

گر اَلِف چیزے ندارد گوید اُو
اگرچہ وہ کہے الف خالی ہے

از پئے[1] تعلیم آں بستہ دہن
مُنہ نہ کھولنے والے بچہ کی تعلیم کے لئے

گوید اُو حُطّی و ہَوّز کَلَمَن
وہ حُطّی اور ہوّز (اور) کلمن کہتا ہے

در زبانِ اُو بباید آمدن
اُس کی زبان میں آنا چاہیئے

از زبانِ خود بروں باید شدن
اپنی زبان سے نکل جانا چاہیئے

تا بیاموزد ز تو اُو علم و فن
تاکہ وہ تجھ سے علم اور فن سیکھ لے

جُملگی از خود بباید گم شدن
اپنے آپ سے گم ہو جانا چاہیئے

پس ہمہ خلقاں چو طفلانِ ویند
لہٰذا تمام مخلوق اُس کے بچے جیسے ہیں

لازم است ایں پیر را در وقتِ پند
نصیحت کے وقت یہ بات پیر کیلئے ضروری ہے

آں[2] مُریدِ شیخ بدگوئندہ را
شیخ کے مُرید نے بُرا کہنے والے کو

آں بکفر و گمرہی آگندہ را
اُس کفر اور گمراہی سے بھرے ہوئے کو

گفت تو خود را مزن بر تیغِ تیز
کہا، تو اپنے آپ کو تیز تلوار سے نہ بھڑا

ہیں مکُن با شاہ و با سلطاں ستیز
خبردار! شاہ اور سلطان سے جھگڑا نہ کر

حوض با دریا اگر پہلو زند
حوض اگر دریا سے ٹکرائے گا

خویش را از بیخ ہستی برکَند
اپنے وجود کو جڑ سے کھود دے گا

نیست بحرے کو کراں دارد کہ تا
وہ ایسا دریا نہیں ہے جس کا کنارا ہو تاکہ

تیرہ گردد اُو ز مُردارِ شما
تمہارے مُردار سے وہ گدلا ہو

کفر را حد است و اندازہ بداں
کفر کا ایک اندازہ اور حد ہے، سمجھ لے

شیخ و نورِ شیخ را نبود کراں
شیخ اور اُس کے نور کا کنارا نہیں ہے

پیشِ[3] بیحد ہر چہ محدود ست لاست
لامحدود کے سامنے محدود معدوم ہے

کُلُّ شَیْءٍ غَیْرُ وَجْہِ اللّٰہِ فَنَاست
اللہ (تعالیٰ) کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے

کفر و ایماں نیست آنجائیکہ اُوست
جس مقام پر وہ (شیخ) ہے وہاں کفر اور ایمان نہیں ہے

زانکہ اُو مغز ست ایں دو رنگ و پوست
کیونکہ وہ مغز ہے اور یہ دونوں رنگ اور چھلکا ہیں

ایں فناہا پردۂ آں وجہ گشت
یہ فانی چیزیں اُس ذات کا پردہ بن گئی ہیں

چوں چراغ خفیہ اندر زیرِ طشت
جیسے کہ طشت کے نیچے چراغ چھپا ہوا ہو

---

[1] از پئے تعلیم۔ بچے کو پڑھانے کے لئے حروف ابجد کا تلفظ کرتا ہے اور ابجد ہوز حطی کہتا ہے۔ در زبان۔ جو زبان وہ سمجھتا ہے اُسی لہجہ اور زبان میں اُس کو تعلیم دیتا ہے اپنے لہجہ اور زبان سے قطع نظر کر لیتا ہے پس ہمہ۔ شیخ کو بھی اپنے مریدوں کو اُنکی استعداد اور حالت کے مطابق تعلیم دینی چاہیئے۔

[2] آں مرید۔ اُس شعر میں ہے کہا جو کفر اور گمراہی سے بھرا تھا کہ شیخ کی مثال تیز تلوار اور شعلہ کی ہے جس سے بھڑنا اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے۔ نیست بحرے۔ چونکہ شیخ اخلاق خداوندی کے ساتھ متصف ہے لہٰذا وہ بھی لامحدود اور دریائے ناپیدا کنار ہے۔

[3] پیشِ بیحد۔ جب شیخ لامحدود دریا ہے تو محدود کفر اُسکے اعتبار سے غیر موجود ہے، خدا کے سوا سب کچھ فانی ہے۔ کفر و ایمان۔ یہ دونوں بندوں کے فعل ہیں اور مقامِ فنا میں پہنچ کر جبکہ ذاتِ باری سے وحدت ہو گئی تو اُس مقام پر کفر و ایمان اُسکی صفت نہیں بن سکتے، اِس شعر کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر وہ کفر کرے تو کفر کفر نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ اُس مقام پر کفر سے موصوف ہی نہیں ہو سکتا ہے۔ ایں فناہا۔ فانی چیزیں جو شیخ سے متعلق ہیں وہ اُس کی حقیقت غیر فانی کیلئے پردہ ہیں اسلئے عوام اُسکو نہیں سمجھ پاتے ہیں۔

پس سرِ[1] ایں تن حجابِ آں سرست
تو اِس جسم کا سر اُس سر کا پردہ ہے

پیشِ آں سر ایں سرِ تن کافرست
اُس سر کے آگے جسم کا یہ سر کافر ہے

کیست کافر غافل از ایمانِ شیخ
کافر کون ہے؟ شیخ کے ایمان سے غافل

کیست مُردہ بیخبر از جانِ شیخ
مُردہ کون ہے؟ شیخ کی جان سے بیخبر

جاں نباشد جز خبر در آزموں
آزمائش میں علم حاصل ہونیکے سوا کسی اور چیز جان (ثابت) نہیں ہوتی

ہر کرا افزوں خبر جانش فزوں
جس کا علم بڑھا ہوا ہے اُس کی جان بڑھی ہوئی ہے

جانِ ما از جانِ حیواں بیشتر
ہماری جان حیوان کی جان سے بڑھی ہوئی ہے

از چہ زاں رُو کہ فزوں دارد خبر
کس وجہ سے؟ اس لئے کہ اُس کا علم بڑھا ہوا ہے

پس فزوں از جانِ ما جانِ مَلک
ہماری جان سے فرشتہ کی جان بڑھی ہوئی ہے

کو منزّہ شد ز حسِّ[2] مشترک
کیونکہ وہ (انسان اور حیوان کی) مشترک حس سے پاک ہے

وز مَلک جانِ خداوندانِ دل
اور فرشتے سے اہلِ دل کی جان

باشد افزوں تو تحیّر را بہل
بڑھی ہوئی ہوگی، تو حیرانی چھوڑ دے

زاں سبب آدمؑ بود مسجودِ شاں
اِسی لئے آدمؑ اُن کے مسجود بنے

جانِ اُو افزوں ترست از بودِ شاں
اُنکی جان اُن کی جانوں سے بہت بڑھی ہوئی ہے

ورنہ بہتر را سجود دوں ترے
ورنہ اعلیٰ کو کمتر کے سجدہ کرنے کا

امر کردن ہیچ نبوُد درخورے
حکم دینا کسی طرح مناسب نہ تھا

کے پسندد عدل و لطفِ کردگار
اللہ تعالیٰ کا انصاف اور مہربانی کب پسند کرتی

کہ گلے سجدہ کند در پیشِ خار
کہ پھول کانٹے کے آگے سجدہ کرے

جاں[3] چو افزوں شد گذشت از انتہا
جان جب بڑھ گئی، انتہا سے گذر گئی

شد مطیعش جانِ جملہ چیزہا
تمام چیزوں کی جانیں اُس کی فرمانبردار بنگئیں

مُرغ و ماہی و پری و آدمی
پرند اور مچھلی اور پری اور آدمی

زانکہ اُو بیش ست و ایشاں در کمی
کیونکہ وہ بڑھا ہوا ہے، وہ کمی میں ہیں

ماہیاں سوزنگرِ دلقش شوند
مچھلیاں اسکی گدڑی کیلئے سوئیاں بنانیوالی بنجاتی ہیں

سوزناں را رشتہا تابع بوند
دھاگے سوئیوں کے تابع ہوتے ہیں

---

[1] سرِ ایں تن۔ یعنی جسمانی سر اُسکے حقیقی سر کو چھپائے ہوئے ہے اور دونوں میں اس قدر فرق ہے جیسا کہ مومن اور کافر میں، اسی لئے اِس ظاہری سر پر تکفیر اور لعن وطعن ہوتا رہتا ہے۔ کیست۔ مولانا نے چونکہ شیخ کے جسمانی سر کو کافر کہا اب اُس سے رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کافر اور مُردہ تو حقیقتاً شیخ کا منکر ہے اور اُنکے اوصاف سے جاہل ہے۔ جاں نباشد۔ علم جان کے لوازم میں سے ہے جبکہ وہ شیخ کے اوصاف سے جاہل ہے تو بے جان اور مُردہ ہے علم کی کثرت اور قلت سے جان کی قوت اور کمزوری کا پتہ چلتا ہے۔ جانِ ما۔ انسان کی جان حیوان کی جان سے زیادہ قوی ہے، چونکہ اُس کا علم بڑھا ہوا ہے۔ انسان کو کلیات اور جزئیات دونوں کا علم حاصل ہے جیسا کہ حیوانات کا علم جزئیات تک محدود ہے۔

[2] حسِ مشترک۔ یعنی جو ادراک اور حواس انسان اور حیوان میں مشترک ہیں فرشتہ اُن سے بالا تر ہے لہٰذا کثرتِ معلومات کی بنا پر وہ انسان سے افضل ہے اگرچہ دوسرے اعتبارات سے انسان افضل ہے۔ وز مَلک۔ اہل اللہ کی جان فرشتوں سے زیادہ قوی ہے اسی لئے آدمؑ ان کے مسجود بنے۔ ورنہ۔ اگر حضرت آدمؑ کی جان اور روح فرشتوں سے کم ہوتی تو افضل سے کمتر کو کیسے سجدہ کرایا جاتا۔ گلے۔ پھول کانٹے سے افضل ہے تو وہ کانٹے کا مسجود نہیں ہو سکتا ہے۔

[3] جان چوں۔ جب اہل اللہ کی جان سب جانوں سے قوی ہے تو دیگر جانداروں کی جانیں اُنکے تابع فرمان ہیں اسی لئے مچھلیاں حضرت ابراہیم ادہمؒ کی خادم بنگئیں اور اُنکی گدڑی سینے کیلئے سوئیاں لیکر نمودار ہوئیں۔

بقیہ قصہ ابراہیم ادہم قدس سرہ برلب دریا
حضرت ابراہیم ابن ادہم رح کے قصہ کا باقی دریا کے کنارے پر

چون[1] نفاذِ امرِ شیخ آں میر دید | ز آمدِ ماہی شدش وجدے پدید
جب اُس سردار نے شیخ کے حکم کے جاری ہونے کو دیکھا | مچھلیوں کی آمد سے اُس پر وجد طاری ہوگیا

گفت آہ ماہی زپیراں آگہ ست | شُہ تنے را کو لعینِ درگہ است
اُس نے کہا افسوس! مچھلیاں پیروں سے واقف ہیں | اُس پر تُف ہے جو مردودِ بارگاہ ہے

ماہیاں از پیر آگہ ما بعید | ما شقی زیں دولت و ایشاں سعید
مچھلیاں پیر سے باخبر ہیں، ہم دور ہیں | ہم اِس دولت سے بدبخت ہیں وہ نیک بخت ہیں

سجدہ کرد و رفت گریان و خراب | گشت دیوانہ زعشقِ فتحِ باب
اُس نے سجدہ کیا اور بدحال روتا ہوا روانہ ہوگیا | (اور) دروازہ کُھلنے کے عشق میں دیوانہ ہوگیا

پس توا ے ناشُستہ رُو در چیستی | در نزاع و در حسد با کیستی
تو اے گندہ رُو! تو کس خیال میں ہے؟ | کس سے جھگڑے اور حسد میں (مبتلا) ہے؟

با دمِ شیرے تو بازی می کُنی | بر ملائک ترکتازی می کُنی
تو شیر کی دُم سے کھیل رہا ہے | فرشتوں پر حملہ کر رہا ہے

بد[2] چہ می گوئی تو خیرِ محض را | ہیں ترفع کم شمر ایں خفض را
تو خالص خیر کو بُرا کیوں کہہ رہا ہے؟ | خبردار! اِس گراوٹ کو بڑائی نہ سمجھ

بد چہ باشد مسِ محتاجِ مہاں | شیخ کہ بُود کیمیائے بیکراں
بد کیا ہوتا ہے؟ محتاج، ذلیل تانبہ | شیخ کیا ہوتا ہے؟ لامحدود کیمیا

مس اگر از کیمیا قابل نہ بُد | کیمیا از مس ہر گز مس نہ شُد
اگر تانبا، کیمیا کو قبول کرنے والا نہ تھا | تو کیمیا تانبے کی وجہ سے ہرگز تانبا نہ بنی

بد[3] چہ باشد سرکشِ آتش عمل | شیخ کہ بُود عینِ دریائے ازل
بد کیا ہوتا ہے؟ سرکش آتشیں عمل والا | شیخ کون ہوتا ہے؟ بعینہ ازلی دریا

بد کہ باشد ظالمِ ظلمت فزا | شیخ کہ بُود عکسِ انوارِ خدا
بد کون ہوتا ہے؟ تاریکی کو بڑھانیوالا ظالم | شیخ کون ہوتا ہے؟ خدا کے نوروں کا پرتو

بد چہ باشد آتشِ پُر دود و سوز | شیخ آبِ کوثرے اندر تموز
بد کیا ہوتا ہے؟ دُھویں اور سوزش سے بھری ہوئی آگ | شیخ ساون میں آبِ کوثر ہے

---

[1] چون نفاذ۔ جب اُس امیر نے مچھلیوں کو حضرت ابراہیمؒ کے تابع فرمان دیکھا اور دیکھا کہ ایک مچھلی اُن کی سوئی لائی تو اُس پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ گفت۔ اُس سردار نے اپنی لاعلمی پر اظہارِ افسوس کیا کیونکہ اُس کے دل میں پہلے وسوسہ آچکا تھا اور شاہی چھوڑ کر فقر اختیار کر لینے پر متعجب تھا۔ فتح باب۔ چونکہ اُس پر اسرار کا دروازہ کُھل گیا اُسکے عشق میں دیوانہ ہوگیا۔ پس۔ اب پھر شیخ پر معترض کو خطاب ہے۔ با دمِ شیرے۔ شیر کی دُم سے کھیلنے والا یقیناً مارا جائیگا۔

[2] بد چہ می گوئی۔ اُس نے شیخ کو شرابی وغیرہ کہا تھا جو مجسم نیکی تھے۔ ترفع۔ اپنے آپ کو بلند کرنا۔ خفض۔ پستی۔ بد چہ بود۔ بد تو وہ شخص ہے جو تانبے کی طرح ہے اور شیخ کا محتاج ہے جو کہ کیمیا کی طرح ہے۔ مس۔ اگر کوئی مرید فیض نہ حاصل کرے تو اُس سے شیخ میں کوئی نقصان نہیں پیدا ہوتا، تانبا اگر کیمیا کا اثر نہ قبول کرے تو کیمیا میں کوئی خرابی نہیں آتی۔

[3] بد چہ باشد۔ جس کے جہنمی اعمال ہیں وہ بد ہے۔ شیخ ازلی دریا ہے۔ بد، ظالم اور ظلمت افزا ہے شیخ خدائی انوار کا پرتو ہے۔ تموز۔ ایک گرمی کا مہینہ ہے جو ہندی حساب سے تقریباً ساون میں آتا ہے۔

دائم[1] آتش را بترسانند ز آب
ہمیشہ آگ کو پانی سے ڈراتے ہیں

آب کے ترسید ہرگز ز التہاب
شعلہ زنی سے پانی کب ڈرا ہے؟

در رخِ مہ عیب بینی می کُنی
تو چاند کے رُخ میں عیب بینی کر رہا ہے

در بہشتے خار چینی می کُنی
بہشت میں کانٹے چُن رہا ہے

گر بہشت[2] اندر روی اے خار جُو
اے کانٹے تلاش کرنیوالے! اگر تو بہشت میں جائیگا

ہیچ خار آنجا نیابی غیرِ تو
اپنے علاوہ تو اور کوئی کانٹا نہ پائے گا

می بپوشی آفتابے اندر گلے
تو سورج کو مٹی میں چھپاتا ہے

رخنہ می جوئی ز بدرِ کاملے
یہ چودھویں رات کے چاند میں تو رخنہ تلاش کرتا ہے

آفتابے کہ بتابد در جہاں
وہ سورج جو عالم پر چمکتا ہے

بہرِ خفّاشے کجا گردد نہاں
چمگادڑ کے لئے کہاں چھپ جائے؟

عَیبہا از رَدِّ پیراں عیب شُد
عیب، پیروں کے رد کرنے سے عیب بنگئے

غیبہا از رشکِ پیراں غیب شُد
(اسرار) غیب پیروں کے رشک کیوجہ سے غیب بنگئے

بس ہُنر از ردِّ آنہا عیب شُد
بہت سے ہنر ہیں جو انکی ناپسندیدگی کیوجہ سے عیب بنگئے

بس یقیں کز شکِ ایشاں ریب شد
بہت سے یقین ہیں جو انکے شک کیوجہ سے مشکوک ہو گئے

بارے[3] از دوری زخدمت یار باش
آخر کار خدمت سے دوری کی بجائے یار بنجا

در ندامت چابک و پُرکار باش
ندامت میں چُست اور کارآمد بن جا

تا ازاں راہت نسیمے می رسد
تاکہ اُس راستہ سے تیرے پاس نسیم پہنچ جائے

آبِ رحمت را چہ بندی از حسد
حسد کی وجہ سے رحمت کے پانی کو کیوں روکتا ہے؟

گرچہ دوری دور می جُنباں تو دُم
اگرچہ تو دور ہے، دور سے ہی دُم ہلا

حَیْثُمَا کُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوھَکُمْ
تم جہاں بھی ہو اپنا چہرہ (اُسکی طرف) پھیر لو

چوں خرے در گِل فتد از گامِ تیز
تیز روی کی وجہ سے جب کوئی گدھا کیچڑ میں پھنس جاتا ہے

دم بدم جُنبد برائے عزمِ خیز
اُٹھنے کے ارادے سے پے در پے حرکت کرتا ہے

جائے را ہموار نہ کُند بہرِ باش
رہنے کے لئے جگہ کو ہموار نہیں کرتا ہے

داند اُو کہ نیست آں جائے معاش
وہ جانتا ہے کہ وہ رہنے کی جگہ نہیں ہے

---

[1] دائم: بد جبکہ آگ ہے اور شیخ آب کوثر تو آگ کو پانی سے نقصان پہنچتا ہے پانی کو آگ سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے. در رخ مہ: شیخ آفتاب ہے اسمیں کوئی عیب نہیں ہے. بہشت میں کانٹے کی تلاش سعیِ لاحاصل ہے اسی طرح شیخ میں عیب تلاش کرنا عیب ہے۔

[2] گر بہشت: اگر کوئی بہشت میں کانٹا تلاش کرنے جائے تو خود اُس کا وجود کانٹا ہے اسی طرح شیخ میں عیب تلاش کرنیوالا خود عیب دار ہے۔ آفتاب: یعنی شیخ۔ گِل: یعنی عیوب۔ بدرِ کامل: یعنی شیخ۔ خفاش: چمگادڑ یعنی شیخ کا عیب جُو۔ عیبہا: عیوب تو عیوب اسی وجہ سے بنے ہیں کہ اُن کو شیوخ نے اپنے اندر پسند نہیں کیا ہے۔ غیبہا: اسرارِ غیبی اسی وجہ سے غیب ہیں کہ اُن کو شیوخ نے ظاہر کرنا گوارا نہیں کیا ہے۔ بس ہنر: جس ہنر کو شیوخ پسند نہ کریں وہ ہنر نہیں ہے. جس یقین کو شیوخ یقین نہ سمجھیں وہ شک ہے۔

[3] بارے: آخر کار۔ ندامت: یعنی اب تک دربارِ شیخ پہنچنے کی شرمندگی۔ آبِ رحمت: حسد کی وجہ سے اُنکے فیضان سے محروم نہ بن. می جنباں تو دم: تو دُم ہلا یعنی محبت کر۔ حَیْثُمَا کُنْتُمْ: جس طرح سے قبلہ کا حکم ہے کہ دُور سے بھی اُس طرف رُخ کر کے نماز پڑھ لی جاتی ہے اسی طرح پیر بھی قبلہ ہے اُس کی طرف دور سے بھی رُخ کرنے سے فیض حاصل ہو سکتا ہے۔ چوں خرے: گدھا دلدل میں پھنسنے کے بعد نکلنے کی مسلسل کوشش کرتا ہے اور اُس کو جائے رہائش نہیں سمجھتا تو اگر انسان دنیا داری کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے اُس کو نکلنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

حسِ[1] تو از حسِ خر کمتر بدست | کہ دلِ تو زیں وَحَلہا بر نجست
تیری حس گدھے کی حس سے بھی کم ہے | کہ تیرا دل اِن کیچڑوں سے باہر نہ نکلا

در وَحَل تا دیلِ رخصت می کُنی | چوں نمی خواہی کزاں دل بر کَنی
تو کیچڑ میں پڑے رہنے کی اجازت کی دلیل تلاش | چونکہ نہیں چاہتا کہ اُس سے دل ہٹائے

کایں روا باشد مرا من مُضطرم | حق نگیرد عاجزے را از کرم
کہ میرے لئے یہ جائز ہے، میں مجبور ہوں (گناہ) | اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے مجبور کی گرفت نہیں کرتا

اے[2] چو کفتاری گرفتارِ فجور | ایں گرفتن را نہ بینی از غرور
اے بدکاری میں مبتلا! تو بجو کی طرح ہے | دھوکے کی وجہ سے تو گرفتار ہونے کو نہیں دیکھتا ہے

می بگویند اندروں کفتار نیست | از بروں جوئید کاندر غار نیست
(شکاری) کہتے ہیں: بجو اندر نہیں ہے | باہر تلاش کرو کیونکہ غار میں نہیں ہے

نیست در سوراخ کفتار اے پدر | رفت تازاں او بسوئے آبخور
اے ابا! بجو بھٹ میں نہیں ہے | وہ گھاٹ کی جانب دوڑ گیا ہے

ایں ہمی گویند و بندش می نہند | او ہمی گوید ز من کے آگہند
یہ کہتے ہیں اور اس کو پھانس لیتے ہیں | وہ یہی کہتا ہے کہ مجھ سے کہاں واقف ہیں!

گر ز من آگاہ بودے ایں عدو | کے ندا کردے کہ ایں کفتار کو
اگر یہ دشمن مجھ سے آگاہ ہوتے | تو یہ کب کہتے کہ یہ بجو کہاں ہے؟

تا کہ بر بندند و بیرونش کنند | غافل آں کفتار ازیں ریشخند
تاکہ باندھ لیں اور اس کو باہر نکال لیں | بجو اِس مذاق سے غافل ہے

دعویٰ[3] کردنِ آں شخص کہ حق تعالیٰ مرا نہ گیرد بگناہ و جواب گفتنِ شعیبؑ اُو را

ایک شخص کا دعویٰ کرنا کہ خدا گناہ کی وجہ سے میری گرفت نہیں کرتا ہے اور حضرت شعیبؑ کا اس کو جواب دینا

آں یکے می گفت در عہدِ شعیبؑ | کہ خدا از من بسے دیدست عیب
حضرت شعیبؑ کے زمانہ میں ایک شخص کہتا تھا | کہ خدا نے میرے بہت سے عیب دیکھے ہیں

چند دید از من گناہ و جرمہا | وز کرم یزداں نمی گیرد مرا
اس نے میرے گناہ اور جرم بہت دیکھے ہیں | اور اللہ کرم سے مجھے نہیں پکڑتا ہے۔

[1] حسِ تو۔ بدعمل اگر بداعمالی سے نجات پانے کی کوشش نہ کرے تو گدھے سے بدتر ہے۔ وحل۔ کیچڑ۔ در وحل۔ بعض بد اعمال اور کوتاہ عمل اپنی مجبوری کا اظہار کرکے اپنے آپ کو مضطر قرار دیتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ مجبور کو خدا معذور سمجھتا ہے یہ اُن کا نہایت غلط خیال ہے۔

[2] اے چو کفتاری۔ وہ گنہگار جس کا خیال ہے کہ اُس کے گناہوں پر خدا اُس کی گرفت نہیں کرتا ہے مولانا اُس کو اُس بجو سے تعبیر کرتے ہیں جو شکاریوں کے طرزِ عمل سے دھوکہ میں ہے اور گرفتار ہو جاتا ہے۔ می بگویند مشہور ہے کہ شکاری بجو کے بھٹ پر کھڑے ہو کر آپس میں ایسی باتیں کرتے ہیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ بجو کو بھٹ سے باہر سمجھ رہے ہیں اور در اصل بجو کو دھوکا دینے کیلئے ایسی گفتگو کرتے ہیں، بجو ان کی گفتگو سے مطمئن ہو جاتا ہے اور گرفتار ہو جاتا ہے۔ رفت تازاں۔ یعنی بھاگتا ہوا پانی پینے گیا ہے۔ ریشخند۔ مذاق۔

[3] دعویٰ کردن۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ گنہگار گرفتار ہوتا ہے اور اس کو اپنی گرفتاری کا احساس نہیں ہوتا ہے۔

حق[1] تعالیٰ گفت در گوشِ شعیبؑ
اللہ تعالیٰ نے (حضرت) شعیبؑ کے کان میں کہا

در جوابِ او فصیح از راہِ غیب
صاف صاف جواب غیب کے راستہ سے

کہ بگفتی چند کردم من گناہ
کہ تو یہ کہتا ہے کہ میں نے بہت گناہ کئے ہیں

وز کرم نگرفت در جرمم اِلٰہ
اور خدا نے کرم سے جرم میں مجھے نہیں پکڑا ہے

عکس می گوئی و مقلوب اے سفیہ
اے بیوقوف! تو اُلٹی اور بالعکس بات کہتا ہے

اے رہا کردہ رَہ و بگرفتہ تیہ
اے گم کردہ راہ اور تیہ (کا راستہ) اختیار کئے ہوئے!

چند چندت گیرم و تو بے خبر
میں تیری بار بار گرفت کرتا ہوں اور تو بےخبر ہے

در سلاسل ماندۂ پا تا بہ سر
پیر سے سر تک تو زنجیروں میں ہے

زنگِ[2] تو بر توت اے دیگِ سیاہ
اے کالی دیگ! تیرے تہ بہ تہ زنگ نے

کرد سیمائے درونت را تباہ
تیرے باطن کی خصوصیتوں کو تباہ کر دیا ہے

بر دلت زنگار بر زنگارہا
تیرے دل پر زنگوں پر زنگ

جمع شد تا کور شد ز اسرارہا
جمع ہو گیا یہاں تک کہ وہ اسرار سے اندھا ہو گیا

گر زند آں دود بر دیگِ نوے
اگر نئی دیگ پر دھواں لگے

آں اثر بنماید ار باشد جوے
وہ اثر دکھاتا ہے خواہ جَو کے برابر ہو

زانکہ ہر چیزے بضد پیدا شود
کیونکہ ہر چیز بالمقابل سے ظاہر ہوتی ہے

بر سفیدی آں سیہ رسوا شود
سفیدی پر سیاہ بدنام ہوتا ہے

چوں سیہ شد دیگ پس تاثیرِ دود
جب دیگ کالی ہو گئی تو دھوئیں کی تاثیر

بعد ازاں بر وے کہ بیند اے عنود
اے سرکش! اس کے بعد اُس پر کون دیکھتا ہے؟

مردِ[3] آہنگر کہ او زنگی بود
جو لوہار حبشی ہو

دود را با روش ہم رنگی بود
دھواں اُس کے چہرے کے ہم رنگ ہوتا ہے

مردِ رومی کو کند آہنگری
رومی جو لوہار کا کام کرتا ہے

رویش ابلق گردد از دود آوری
دھواں دینے سے اُس کا چہرہ چتکبرا ہو جائیگا

پس نداند زود تاثیرِ گناہ
تو وہ گناہ کی تاثیر کو جلدی سے نہیں سمجھتا ہے

تا بنالد زود گوید اے اِلٰہ
تاکہ روئے (اور) جلد کہے اے خدا!

چوں کند اصرار و بد پیشہ کند
جب اصرار کرتا ہے اور بُرائی کو پیشہ بنا لیتا ہے

خاک اندر چشمِ اندیشہ کند
تو فکر کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے

[1] حق تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے بطور وحی اس کا جواب حضرت شعیبؑ سے فرمایا عکس می گوئی یعنی تو واقعہ کے خلاف کہتا ہے کہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے خدا میری گرفت نہیں کرتا ہے۔ رَہ۔ یعنی راہِ ہدایت۔ تیہ۔ وہ جنگل تھا جس میں بنی اسرائیل نے راستہ گم کر دیا تھا اور چالیس برس اُس میں چکر کاٹتے رہے یعنی گمراہی۔ سلاسل۔ سلسلہ کی جمع ہے، زنجیر۔

[2] زنگ۔ مسلسل گناہ کرنے والے کو اپنے گناہ کے اثر کا اور اُس پر گرفت کا احساس نہیں رہتا اس کو چند مثالوں سے سمجھایا ہے۔ گر زند۔ نئی دیگ پر دھوئیں کا اثر نمایاں ہوتا ہے جس پر تہ بہ تہ دھواں جم چکا ہو وہاں اثر نمود نہیں ہوتا۔

[3] مردِ آہنگر۔ اگر حبشی لوہار ہو تو اُس کے چہرے کا رنگ خود کالا ہے دھوئیں کا اثر نمودار نہ ہو گا۔ رومی چونکہ گورا ہوتا ہے اُس کے چہرے پر دھوئیں کے دھبے نمودار ہوں گے۔ پس نداند۔ جب اسکو گناہ کا احساس ہی نہیں رہتا تو وہ یا خدا یا خدا کہہ کر کہاں روئیگا اصرار جماؤ۔ خاک۔ اب اُس کو گناہ گناہ نظر نہیں آتا ہے۔

توبہ[1] نندیشد دِگر شبریں شود | بر دلش آں جُرم تا بیدیں شود
توبہ کی فکر نہیں کرتا ہے پھر میٹھا بن جاتا ہے | اُسکے دل پر وہ گناہ یہاں تک کہ وہ بیدین بنجاتا ہے

آں پشیمانی و یارب رفت ازو | شست بر آئینہ زنگِ شصت تو
اُس سے وہ شرمندگی اور یارب (کہنا) جاتا رہا | ساٹھ تہ کا زنگ آئینہ پر بیٹھ گیا

آہنش را زنگہا خوردن گرفت | گوہرش را زنگ کم کردن گرفت
اُس کے لوہے کو زنگوں نے کھانا شروع کر دیا | اُسکے جوہر کا رنگ کم کرنا شروع کر دیا

چوں نویسی کاغذِ اسپید بر | آں نبشتہ خواندہ آید در نظر
جب تو سفید کاغذ پر لکھے | وہ لکھا ہوا پڑھنے کے قابل نظر آتا ہے

چوں نویسی بر سرِ بنوشتہ خط | فہم ناید خواندنش گردد[2] غلط
جب تو لکھے ہوئے پر لکھے | سمجھ میں نہیں آتا ہے اُس کا پڑھنا غلط ہو جاتا ہے

کاں سیاہی بر سیاہی اوفتاد | ہر دو خط شد کور و معنی رُو نداد
اِسلئے کہ سیاہی سیاہی پر پڑی | دونوں خط اندھے ہو گئے اور معنیٰ غائب ہو گئے

ور سوم بارہ نویسی بر سرش | بس سیہ کردی چو جانِ کافرش
اور اگر اُس پر تو تیسری بار لکھے | تو تُو نے کافر کی جان کی طرح اُسکو بالکل کالا کر دیا

پس چہ چارہ جُز پناہِ چارہ گر | نا اُمیدی مس و اکسیرش نظر
تو چارہ گر کی پناہ کے سوا کیا چارہ ہے؟ | نا اُمیدی تانبا ہے اور اُس کی نظر اکسیر ہے

نا امیدیہا بہ پیشِ اُو نہید | تا ز دردِ بے دوا بیروں جہید
نا اُمیدیوں کو اُس کے سامنے رکھو | تا کہ لاعلاج درد سے نکل سکو

چوں[3] شعیبؑ ایں نکتہا باوے بگفت | زاں دمِ جاں در دلِ او گل شگفت
جب (حضرت) شعیبؑ نے یہ نکتے اُس سے کہے | اُس روحانی پھونک سے اُسکے دل میں پھول کھلا

جانِ اُو بشنید وحیِ آسماں | گفت اگر بگرفت مارا کو نشاں
اُس کی جان نے آسمانی وحی سُنی | بولا، اگر اُس نے ہمیں پکڑا ہے تو علامت کیا ہے؟

گفت یارب دفع من می گوید اُو | آں گرفتن را نشاں می جوید اُو
اُن (حضرت شعیبؑ) نے کہا اے خدا! وہ مجھ پر اعتراض کرتا ہے | اُس گرفت کی علامت چاہتا ہے

گفت ستارم نگویم رازہاش | جُز یکے رمزے برائے ابتلاش
(اللہ نے) فرمایا میں پردہ پوش ہوں اُسکے راز نہیں بتاتا ہوں | سوائے ایک اشارے کے، اُسکی آزمائش کیلئے

---

[1] توبہ جب گناہ کے بارے میں گناہ کا تصور نہیں رہتا تو توبہ بھی نہیں کرتا ہے اور دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ پشیمانی یعنی گناہ کرنے کی ندامت۔ شست۔ نشست کا مخفف ہے۔ آہنش۔ دل کے لوہے کو گناہوں کا زنگ کھانا شروع کر دیتا ہے اور دل کا گوہر بدرنگ ہو جاتا ہے۔ چوں نویسی سفید کاغذ پر لکھو گے تو کتابت نظر نہ آئے گی لکھے پر لکھو گے تو کتابت کا اثر نہ معلوم ہوگا، یہی حال گناہ کا ہے۔ انسان شروع میں گناہ کرتا ہے تو گناہ کا اثر محسوس کرتا ہے، بار بار گناہ کرتا ہے تو اُس کا اثر نظر سے غائب ہو جاتا ہے۔

[2] گردد غلط لکھے ہوئے پر لکھو گے تو پڑھ نہ سکو گے۔ ہر دو خط۔ پہلی اور اب کی تحریر نہ پڑھی جائیگی نہ اُسکے معانی سمجھ میں آئیں گے۔ جانِ کافر۔ کافر کو گناہوں کا احساس بالکل نہیں رہتا ہے۔ پس چہ چارہ۔ ایسے معصیت کار کی حالت بڑی خطرناک ہو جاتی ہے لیکن پھر بھی مایوس نہ ہو اللہ کی نظر کرم اصلاح کر سکتی ہے۔ نا امیدیہا۔ اپنی مایوسیوں کو دربارِ خداوندی میں پیش کرکے اصلاح حال کی دعا کرے۔

[3] چوں شعیبؑ۔ حضرت شعیبؑ پر جو وحی نازل ہوئی وہ اُس گنہگار نے سُنی تو اُسکے دل میں کچھ روشنی پیدا ہوئی۔

گرفت لیکن میرے گناہ پر خدا کی گرفت کی نشانی۔ [5] ستار۔ پردہ پوشی۔ رمز۔ اشارہ۔ ابتلا۔ آزمائش۔

725

یک نشان آنکه می گیرم ورا | آنکه طاعت دارد از صوم و دعا
اس کی علامت کہ میں اس کو پکڑتا ہوں ایک | یہ ہے کہ وہ روزے اور نماز کی عبادت کرتا ہے

وز نماز و از زکوٰة و غیر آن | لیک یک ذرہ ندارد ذوق جان
اور نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کی | لیکن روح کے ذوق کا ایک ذرہ نہیں رکھتا ہے

می کند طاعات و افعال سنی | لیک یک ذرہ ندارد چاشنی
وہ عبادات اور اعلیٰ اعمال کرتا ہے | لیکن ایک ذرہ لطف نہیں پاتا ہے

طاعتش نغز است و معنی نغز نے | جوزہا بسیار و در وے مغز نے
اس کی (ظاہری) عبادت اچھی ہے اور روح کی (عبادت) اچھی نہیں ہے | اخروٹ بہت ہیں ان میں گری نہیں ہے

ذوق باید تا دہد طاعات بر | مغز باید تا دہد دانہ شجر
ذوق چاہیئے تاکہ عبادات پھل دیں | گری چاہیئے تاکہ دانہ درخت اگائے

دانۂ بے مغز کے گردد نہال | صورت بیجان نباشد جز خیال
بے گری کا دانہ کب پودا بنتا ہے؟ | بے جان تصویر سوائے خیال کے کچھ نہیں ہے

چوں شعیب این نکتہا بر وے بخواند | از تفکر ہمچو خر در گل بماند
جب (حضرت) شعیبؑ نے یہ نکتے اس کو سنائے | سوچ میں، دلدل میں پھنسے ہوئے گدھے کی طرح رہ گیا

بقیۂ قصۂ طعنہ زدن آں مرد بیگانہ بر شیخ و جواب مرید او را
اس بیگانے انسان کا شیخ پر طعنہ کرنے اور اس کو مرید کے جواب دینے کے قصہ کا بقیہ

آں خبیث از شیخ می لائید ژاژ | کژ نگر باشد ہمیشہ چشم کاژ
وہ خبیث شیخ کے بارے میں بیہودہ بکواس کر رہا تھا | بھینگے کی آنکھ ہمیشہ ٹیڑھا دیکھنے والی ہوتی ہے

کہ منم بر حال زشت او گواہ | خمر خوار است و بد و کارش تباہ
کہ میں اس کی بری حالت کا گواہ ہوں | شرابی ہے اور برا ہے اور اس کا کام برباد ہے

کہ منش دیدم میان مجلسے | او ز تقویٰ عاری ست و مفلسے
کہ میں نے اس کو ایک مجلس میں دیکھا ہے | وہ پرہیزگاری سے خالی اور مفلس ہے

ور کہ باور نیست خیزی امشباں | تا بہ بینی فسق شیخت را عیاں
اگر یقین نہیں ہے تو آج رات کو اٹھ | تاکہ اپنے پیر کا فسق تو آنکھ سے دیکھ لے

شب ببردش بر سر یک روزنے | گفت بنگر فسق و عشرت کردنے
رات کو وہ اسے ایک روشندان پر لے گیا | بولا، دیکھ فسق اور مزے اڑانا

لہ یک نشان۔ گناہ پر گرفت کی ایک معمولی نشانی یہ ہے کہ گنہگار ہر طرح کی عبادت کرتا ہے لیکن ذوق اور لطف عبادت سے محروم رہتا ہے۔ سنی۔ بلند، روشن۔ چاشنی، لذت۔ طاعتش یعنی ظاہری عبادات تو ٹھیک ہیں لیکن وہ اس کے مغز اور روح سے محروم ہے اور اس کی عبادت ایسی ہے جیسے بے گری کا اخروٹ۔

لہ ذوق باید۔ جب تک ذوق عبادت حاصل نہ ہو جو بمنزلہ مغز کے ہے تو اس عبادت سے شجر و ثمر پیدا نہ ہوگا۔ نہال۔ پودا۔ صورت بے جان۔ بے جان تصویر۔ می لائید۔ بکواس کرتا تھا۔ ژاژ۔ بکواس۔ کاژ۔ بھینگا۔

لہ کہ منم۔ معترض نے کہا میں اس شیخ کی بدچلنی کا گواہ ہوں وہ شرابی اور برا ہے۔ مجلسے۔ یعنی شراب کی محفل۔ مفلس۔ یعنی نیکیوں سے خالی۔ ور کہ۔ اگر تجھے یقین نہیں ہے تو آج رات میرے ساتھ چل اور آنکھوں سے دیکھ لے۔ روزنے۔ یعنی اس مجلس کے ایک روشندان کے پاس جہاں شیخ شراب کی مجلس میں تھا۔

بنگر آں سالوسِ روز و فسقِ شب — **روز ہمچوں مصطفیٰ شب بولہب**

دیکھو دن کا وہ مکر اور رات کا فسق — دن میں مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرح رات میں ابولہب

روز عبداللہ اُورا گشتہ نام — **شب نعوذ باللہ و در دست جام**

دن میں اُس کا نام اللہ کا (خاص) بندہ تھا — رات کو نعوذ باللہ اور ہاتھ میں (شراب کا) جام

دید شیشہ در کفِ آں پیر پُر — **گفت شیخا مر ترا ہم ہست غر**

اُس پیر کے ہاتھ میں بھرا ہوا شیشہ دیکھا — بولا، اے شیخ! تجھے بھی دھوکا لگا

تو نمی گفتی کہ در جامِ شراب — **دیو می میزد بجِد ہر دم شتاب**

تونے نہیں کہا ہے کہ شراب کے جام میں — شیطان کوشش کرکے ہر وقت جلد پیشاب کرتا ہے

گفت جامم را چناں پُر کردہ اند — **کاندرو اندر نگنجد یک سپند**

اُس (شیخ) نے کہا میرے جام کو اُنھوں نے اتنا بھر دیا ہے — کہ اُس کے اندر ایک کالا دانہ بھی نہیں سما سکتا ہے

بنگر ایں جا ہیچ گنجد ذرۂ — **ایں سخن را کژ شنیدہ غرۂ**

دیکھو اِس میں کوئی ذرہ سماتا ہے — بہکے ہوئے نے اُس کی بات کو ٹیڑھا سمجھا

جامِ ظاہر خمرِ ظاہر نیست ایں — **دُور دار ایں راز شیخِ غیب بیں**

یہ ظاہری جام، ظاہری شراب نہیں ہے — غیب بین شیخ کو اُس سے دُور رکھو

جامِ مے ہستیٔ شیخ ست اے فلیو — **کاندرو ناید نہ گنجد بولِ دیو**

اے بیہودہ! جامِ شراب، شیخ کا وجود ہے — کہ اب اُس کے اندر شیطان کا پیشاب نہیں سما آ ہر

پُر و مالامال از نورِ حق ست — **جامِ تن بشکست و نورِ مطلق ست**

وہ اللہ (تعالیٰ) کے نُور سے پُر اور مالامال ہے — جسم کا جام شکستہ ہوگیا ہے اور وہ مطلق نور ہے

نورِ خورشید ار بیفتد بر حدث — **اُو ہماں نور ست نپذیرد خبث**

سورج کی شعاع اگر ناپاکی پر پڑے — وہ وہی نور ہے، نجاست کو قبول نہیں کرتی ہے

شیخ گفت ایں خود نہ جام ست و نہ مے — **ہیں بزیر آ منکرا بنگر بوے**

شیخ نے فرمایا یہ نہ جام ہے اور نہ شراب — خبردار! اے منکر نیچے آ اس کو دیکھ لے

آمد و دید انگبینِ خاص بود — **کور شد آں دشمنِ کور و کبود**

وہ آیا اور اُس نے دیکھا خالص شہد تھا — وہ اندھا، نیلا دشمن اندھا ہوگیا

بزیر آ۔ چونکہ یہ باتیں روشندان کے ذریعہ ہو رہی تھیں۔ دید۔ یعنی اُس کے ہاتھ میں شراب تھی بلکہ خالص شہد تھا۔

لہ سالوسِ روز۔ دن میں مکاری سے بزرگ بنا رہتا۔ فسقِ شب۔ یعنی رات کو فسق و فجور کرنا۔ ہمچوں۔ یعنی دن میں سنتِ نبوی پر عمل ہے اور شب کو بولہبی میں مبتلا ہے۔ عبداللہ۔ یعنی خدا کا نیک بندہ۔ نعوذ باللہ یعنی شیطان جس سے ہم پناہ چاہتے ہیں۔ غر۔ دھوکا، فریب۔ تو نمی گفتی۔ تو نے خود کہا تھا کہ شراب کے جام میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے۔

لہ گفت۔ شیخ نے کہا کہ میرا جام اِس قدر پُر ہے کہ اُس میں شیطان کے پیشاب کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ سپند۔ حرمل، ایک دانہ ہے جس کی دھونی نظرِ بد کے دفعیہ کے لئے دی جاتی ہے۔ کژ شنیدہ۔ یعنی شیخ کی بات کا مطلب وہ صحیح نہ سمجھا شیخ نے جام سے جامِ شراب مُراد نہ لیا تھا بلکہ جامِ مے سے مراد شیخ کا اپنا وجود تھا۔ فلیو۔ بوزن نشیب، احمق بیہودہ۔ ایدر۔ بوزن دیگر، ایں جا، اکنوں۔

لہ پُر۔ پورا جسم نورِ حق سے پُر ہے اُس میں شیطان کے اثرات کی گنجائش نہیں ہے۔ جامِ تن۔ بلکہ وہ تو اب مقامِ فنا میں ہے۔ نورِ خورشید۔ جبکہ شیخ نورِ مطلق ہے تو کوئی گندگی اور مقام اُسکو نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے سورج کا نور اگر کوڑی پر پڑے تو اُس سے وہ نجس ہوگا۔

728

گفت[1] پیر آں دم مُریدِ خویش را — رَو برائے من بجو مے اے کیا
اُس وقت پیر نے اپنے مُرید سے کہا — ارے میاں! جاؤ میرے لئے شراب تلاش کرو

کہ مرا رنج ست مُضطر گشتہ ام — من ز رنج از مخمصہ بگذشتہ ام
کیونکہ میرے درد ہے میں مجبور ہو گیا ہوں — میں درد کی وجہ سے بھوک (کی مجبوری) سے بڑھ گیا ہوں

در ضرورت ہست ہر مُردار پاک — بر سرِ مُنکر ز لعنت باد خاک
مجبوری میں ہر مُردار پاک ہے — مُنکر کے سَر پر لعنت کی خاک ہو

گِرد خمخانہ برآمد آں مُرید — بہرِ شیخ از ہر خُمے او مے چشید
وہ مُرید شراب خانہ کی جانب گیا — اُس نے شیخ کے لئے ہر مٹکے میں سے شراب چکھی

در ہمہ خُمخانہا اُو مے ندید — گشتہ بُد پُر از عسل خُمِّ نبیذ
اُس نے تمام شرابخانوں میں شراب نہ دیکھی — شراب کے مٹکے شہد سے بھر گئے تھے

گفت[2] اے رنداں چہ حالست ایں چہ کار — ہیچ خُمے در نمی بینم عُقار
اُس نے کہا اے رندو! کیا حال ہے یہ کیا کام ہے؟ — میں کسی مٹکے میں شراب نہیں دیکھتا ہوں

جملہ رنداں نزدِ آں شیخ آمدند — چشم گریاں دست بر سَر می زدند
سب رند اُس شیخ کے پاس آئے — روتے ہوئے سَروں کو پیٹتے تھے

در خرابات آمدی شیخِ اَجل — جملہ مے‌ہا از قدومت شُد عسل
(کہ) اے بزرگ شیخ! آپ شراب خانہ میں آئے — آپ کی تشریف آوری سے تمام شرابیں شہد بن گئیں

کردہ مَے را تو مبدّل از حدث — جانِ ما را ہم بدل کن از خبث
آپ نے شراب کو ناپاکی سے تبدیل کر دیا — ہماری جان کو بھی ناپاکی سے تبدیل کر دیجئے

گر شود[3] عالَم پُر از خوں مال مال — کے خورد بندہ خدا اِلّا حلال
اگر عالَم خون سے لبریز ہو جائے — اللہ کا (مخلص) بندہ سوائے حلال کے کب کھاتا ہے؟

گفتنِ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم را

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کرنا کہ آپ

کہ تو بے مصلّیٰ بہر جا کہ میروی نماز میکنی

بے مصلّے کے جہاں جاتے ہیں نماز پڑھ لیتے ہیں

عائشہ رضؓ روزے بہ پیغمبر بہ گفت — یا رسول اللہ تو پیدا و نہفت
ایک دن (حضرت) عائشہ رضؓ نے پیغمبر سے عرض کیا — یا رسول اللہ آپ مجمع اور تنہائی میں

---

[1] گفت۔ شیخ نے اپنے مرید کی بدگمانی دُور کرنے کے لئے اُس سے کہا۔ کہ مرا رنج یعنی بیری تکلیف بھوک کی تکلیف سے بھی بڑھ گئی اور میں مُضطر کے حکم میں ہوں جس کے لئے جان بچانے کیلئے حرام چیز کھا لینا جائز ہو جاتا ہے۔ مخمصہ قرآنِ پاک میں فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ یعنی جو بھوک کی وجہ سے مجبور ہو جائے اور گناہ کی طرف اُس کا جھکاؤ نہ ہو اور وہ حرام کھا لے تو اللہ غفور و رحیم ہے۔ منکر۔ یعنی جو اس جواز کا انکار کرے۔ پُر از عسل یعنی ہر مٹکا بجائے شراب کے شہد سے بھرا ہوا تھا۔

[2] گفت۔ مرید نے دوسرے شرابیوں سے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے کسی مٹکے میں بھی شراب نہیں ہے۔ عُقار۔ شراب۔ جملہ رنداں۔ شیخ کی اس کرامت سے خرابی متاثر ہو گئے۔ خرابات۔ میخانہ۔ مبدّل از حدث۔ شراب ناپاک ہے شہد پاک ہے۔ خبث۔ یعنی گناہوں کی خباثت۔

[3] گر شود۔ اللہ اپنے نیک بندوں کیلئے حلال روزی کی بہر حال سبیل پیدا فرما دیتا ہے۔ آئندہ حکایت کا بھی یہی خلاصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ کیلئے ناپاک زمین کو بھی حکماً پاک بنا دیا ہے۔ بے مصلیٰ۔ یعنی زمین پر آپ کچھ

729

هر کجا یابی نمازے می کُنی — می رَوی دَر خانۂ ناپاک و دَنی[1]

جہاں موقع ملتا ہے نماز پڑھ لیتے ہیں — آپ ہر ادنیٰ اور ناپاک گھر میں چلے جاتے ہیں

بے مصلّیٰ می گذاری تو نماز — ہر کجا روئے زمیں بکشای راز

بغیر مصلّے کے آپ نماز پڑھ لیتے ہیں — جہاں بھی روئے زمین ہو، راز بتائیے؟

گرچہ میدانی کہ ہر طفلِ پلید — کرد مُستعمل بہر جا کہ رسید

اگرچہ آپ جانتے ہیں کہ ہر ناپاک بچہ — جہاں وہ جاتا ہے (زمین) کو مُستعمل کر دیتا ہے

گفت پیغمبرؐ کہ از بہرِ مِہاں — حق نجس را پاک کرد ایں را بدان

پیغمبر (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا بڑے لوگوں کیلئے — اللہ (تعالیٰ) نے نجس کو پاک کر دیا ہے، اسکو سمجھ لے

سجدہ گاہم را ازاں رو لُطفِ حق — پاک گردانید تا ہفتم طبق

اسلئے اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی نے میری سجدہ گاہ کو — ساتوں طبقوں تک پاک کر دیا ہے

ہاں وہاں ترکِ حسد کن با شہاں — ورنہ ابلیسے شوی اندر جہاں

خبردار خبردار! شاہوں سے حسد کرنا چھوڑ دے — ورنہ تو دنیا میں شیطان ہو جائے گا

کو اگر زہرے خورد شہدے شود[2] — تو اگر شہدے خوری زہرے بود

کیونکہ وہ اگر زہر کھالے تو شہد بن جائیگا — تو اگر شہد کھائے، زہر ہوگا

کو بدل گشت و بدل شد کارِ اُو — لُطف گشت و نُور شد ہر نارِ اُو

کیونکہ وہ بدل گیا اور اُس کا کام بدل گیا — وہ محبت بن گیا، اُس کی آگ نور بن گئی ہے

قوّتِ حق بود مر بابیل را — ورنہ مُرغے چوں کُشد مر پیل را

ابابیل میں اللہ کی طاقت تھی — ورنہ ایک پرندہ ہاتھی کو کیسے مار سکتا ہے؟

لشکرے را مُرغکے چندے شکست — تا بدانی کاں صَلابت[3] از حق ست

بڑے لشکر کو چھوٹے پرندہ نے شکست دیدی — تاکہ تو سمجھ جائے کہ وہ سختی اللہ کی طرف سے تھی

گر ترا وسواس آید زیں قبیل — رَو بخواں تو سورۂ اصحابِ فیل

اگر تجھے اِس سلسلہ میں شک ہو — جا، تو اصحاب فیل کی سورۃ پڑھ لے

در کُنی با اُو مِرے و ہمسَری — کافرم داں گر تو زِیشاں سَر بری

اگر تو اُس سے جھگڑا اور برابری کرے گا — مجھے کافر سمجھ اگر تو اُن سے جیت جائے

کشیدنِ موش مہارِ اُشترے را و مُعجب شدنِ موش در خود

چوہے کا اُونٹ کی مہار کو کھینچنا اور چوہے کا گھمنڈ میں آجانا

---

[1] دنی۔ کمتر درجہ کا۔ گرچہ میدانی۔ عموماً بچے پیشاب پاخانہ سے گھر کی زمین کو ناپاک کر دیتے ہیں۔ مِہاں۔ بزرگ، بڑے لوگ۔ سجدہ گاہم۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا ساری زمین میرے لئے سجدہ گاہ، اور باعثِ پاکی بنا دی گئی ہے؛ یعنی میں ہر جگہ نماز پڑھ سکتا ہوں۔ دیگر امتوں کو حکم تھا کہ وہ صرف عبادتخانوں میں عبادت کریں اور پانی نہ ہونے کی صورت میں زمین سے تیمم کر لینا تیرے لئے پاکی ہے۔

[2] کو اگر۔ خدا کا خاص بندہ اگر زہر بھی کھائے تو خدا اُس کی تاثیر بدل دیتا ہے اور وہ اُولٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ کا مصداق ہوتا ہے۔ تو اگر۔ ایک گنہگار کا نماز روزہ بھی مردود ہو جاتا ہے۔ قوّتِ حق۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں اپنی صفت کا پرتو ڈالدیتا ہے ورنہ ابابیل جیسا پرندہ ابرہہ کے ہاتھیوں کو کیسے شکست دیدیتا۔

[3] صلابت۔ سختی۔ سورہ۔ سورۃ الفیل میں ابابیلوں کے ذریعہ ابرہہ کے ہاتھیوں کی ہلاکت کا ذکر ہے۔ در کُنی۔ بڑوں سے جھگڑا اور ہمسری کا دعویٰ کرنا ہلاکت کا سبب ہے۔ کشیدن: اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ چوہے نے اپنے سے بڑے اونٹ سے ہمسری کی اور شرمندہ ہوا۔ مُعجب۔ متکبر۔

موشکے در کف مہارِ اُشترے
ایک حقیر چوہے نے ایک اونٹ کی مہار ہاتھ میں
در ربود و شد رواں اُوازمرے[1]
لے لی، اور اکڑتا ہوا روانہ ہوا

شتر با چُستی کہ با اُو شد رواں
جب اونٹ تیزی سے اُس کے ساتھ چلا
موش غرّہ شد کہ ہستم پہلواں
چوہے کو گھمنڈ ہو گیا، کہ میں پہلوان ہوں

بر شتر زد پرتوِ اندیشہ اش
اُس کے خیال کا عکس اونٹ پر پڑا
گفت بنمایم ترا تو باش خوش
اُس نے کہا تو خوش ہو لے میں، تجھے دکھاؤں گا

تا بیامد بر لبِ جوئے بزرگ
یہاں تک کہ وہ بڑی نہر کے کنارے پر پہنچا
کاندرو گشتے زبوں پیلِ سترگ
جس میں بڑا ہاتھی بھی عاجز آ جائے

موش آنجا ایستاد و خشک گشت
چوہا وہاں کھڑا ہو گیا اور خشک ہو گیا
گفت اشتر اے رفیقِ کوہ و دشت
اونٹ بولا، اے پہاڑ اور جنگل کے ساتھی!

ایں توقف چیست حیرانی چرا
یہ ٹھہراؤ کیسا ہے؟ حیرانی کیوں ہے؟
پا بنہ مردانہ اندر جُو درآ
بہادری سے قدم بڑھا، نہر میں آ جا

تو قلاوزی[2] و پیش آہنگِ من
تو میرا رہبر اور پیش رو ہے
درمیانِ رہ مباش و تن مزن
راستہ میں نہ رُک اور چُپ نہ ہو

گفت ایں جوئے شگرف و عمیق
(چوہا) بولا یہ نہر خوفناک اور گہری ہے
من ہمی ترسم زغرقاب اے رفیق
اے ساتھی! میں ڈوبنے سے ڈر رہا ہوں

گفت اشتر تا ببینم حدِّ آب
اونٹ نے کہا (ٹھہر) تاکہ میں پانی کا اندازہ لگاؤں
پا دروں بنہاد آں اشتر شتاب
اونٹ نے فوراً پاؤں اندر رکھ دیا

گفت تا زانوست آب اے کورموش
(اونٹ) بولا اے اندھے چوہے! پانی ران تک ہے،
از چہ حیراں گشتی و رفتی زہوش
تو کیوں حیران ہو گیا اور ہوش کھو بیٹھا

گفت[3] مورِ تست مارا اژدہاست
(چوہے نے) کہا تیرے لئے چیونٹی ہے ہمارے لئے اژدہا ہے
کہ ز زانو تا بہ زانو فرقہاست
اس لئے کہ ران اور ران میں بہت فرق ہے

گر ترا تا زانوست اے پُر ہنر
اے ہنر مند! اگر تیری ران تک ہے
مر مرا صد گز گذشت از فرقِ سر
تو میرے سر کی چندیا سے سو گز اونچا ہے

گفت گستاخی مکن بارِ دگر
(اونٹ) بولا پھر گستاخی نہ کرنا
تا نسوزد جسم و جانت زیں شرر
کہیں اس چنگاری سے تیرا جسم اور جان نہ جل جائے

---

[1] مرے۔ مقابلہ، جھگڑا۔ پہلواں۔ یعنی مجھ میں اتنی طاقت ہے کہ اونٹ کو قابو میں کر رکھا ہے۔ اندیشہ۔ یعنی اونٹ کی ہمسری کا خیال۔ تا بیامد۔ ایسی نہر آگئی جس میں ہاتھی بھی نہ ٹھہر سکے۔ خشک گشت۔ یعنی نہر کے ڈر سے۔ توقف۔ ٹھہراؤ۔

[2] قلاوز۔ راہنما۔ تن مزن۔ خاموش نہ ہو۔ شگرف۔ عجیب و غریب، خوفناک۔ غرقاب۔ پانی میں ڈوبنا۔ حدِ آب یعنی پانی کی گہرائی۔ کورموش۔ اندھا چوہا، چھچھوندر۔

[3] گفت۔ چوہے نے کہا کہ تیرے نزدیک معمولی اور چھوٹی چیز میرے لئے خطرناک اور بڑی ہے تیرے زانو اور میرے زانو میں بہت فرق ہے۔ فرقِ سر۔ سر کا وہ اگلا حصہ جس پر مانگ نکالی جاتی ہے۔ گستاخی یعنی ہمسری کا دعویٰ۔ شرر۔ چنگاری۔

731

تو مرے با مثلِ خود موشاں بکُن
تو اپنے جیسے چوہوں سے مقابلہ کر
با شتر مر موش را نبوُد سخن
چوہے کے لئے اونٹ سے بات مناسب نہیں ہے

گفت توبہ کردم از بہرِ خدا
اُس (چوہے) نے کہا کہ میں نے توبہ کی، خدا کیلئے
بگذراں زیں آبِ مُہلک مر مرا
اِس مہلک پانی سے مجھے پار کردے

رحم آمد مر شتر را گفت ہیں
اونٹ کو رحم آگیا، بولا، ہاں
بر جَہ[۱] و بر گرد بانِ من نشین
کود اور میرے پالان پر بیٹھ جا

ایں گذشتن شُد مُسلّم مر مرا
میرا پار کرنا یقینی ہے
بگذرانم صد ہزاراں چوں ترا
تجھ جیسے لاکھوں کو پار کردوں گا

چوں پیمبر نیستی پس رو براہ
جب تو پیغمبر نہیں ہے تو راستہ طے کر
تا رسی از چاہ روزے سُوئے جاہ
تاکہ کسی دن کنویں سے (نکل کر) مرتبہ پر پہنچ جائے

تو رعیّت باش چوں سلطاں نۂ
تو رعیّت بن جا جبکہ تو بادشاہ نہیں ہے
تک مراں چوں مردِ کشتیباں نۂ
گہرائی میں (کشتی) نہ چلا چونکہ تو ملّاح نہیں ہے

چوں[۲] نۂ کامل دُکاں تنہا مگیر
جب کہ تو ماہر نہیں ہے تنہا دُکان نہ کر
دستِ خوش می باش تا گردی خمیر
تابع بن جا تاکہ تو خمیر بن جائے

چونکہ آزادیت ناید بندہ باش
جب تجھے آزاد رہنا نہیں آتا، غلام بن جا
ہیں مپوش اطلس برو در ژندہ باش
خبردار! اطلس نہ پہن جا گدڑی میں رہ

اَنصِتوُا را گوش کُن خاموش باش
"تم چپ رہو" کو سن، چُپ رہ
چوں زبانِ حق نگشتی گوش باش
جب تو اللہ کی زبان نہ بنا، کان بنجا

ور[۳] بگوئی مُشکل استفسار گو
تو اگر کوئی اشکال کرے تو پوچھنے کے طریقہ پر کر
با شہنشاہاں تو مسکیں وار گو
شہنشاہوں سے مسکین کی طرح بات کر

ابتدائے کبر و کیں از شہوت ست
تکبر اور کینہ کی ابتدا خواہشِ نفسانی سے ہے
راسخی شہوتت از عادت ست
خواہشِ نفسانی تیری کا جماؤ، عادت کی وجہ سے ہے

چوں ز عادت گشتہ محکم خوئے بد
جب عادت کیوجہ سے بُری عادت پختہ ہوجائے
خشم آید بر کسے کِت وا کشد
تجھے اُس پر غصہ آتا ہے جو تجھے ہٹائے

انسان ان بُرائیوں کو بار بار کرتا ہے تو نفس کی اِس خواہش میں جماؤ پیدا ہوجاتا ہے۔ خشم اب اگر کوئی اُس بُرائی سے روکے تو غصہ آتا ہے۔

[۱] بر جہ۔ جہیدن بمعنی کودنا سے بنا ہے۔ گرد باں۔ پالان، جھول۔ مسلّم۔ تسلیم شدہ، یقینی۔ چوں پیمبر۔ جب انسان میں صلاحیت نہ ہو تو صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ تو رعیّت باش۔ انسان کو اپنی حیثیت میں رہنا چاہیے۔ تک مراں۔ اگر کشتی بانی کی صلاحیت نہیں ہے تو کشتی کنارے سے جانی چاہیئے گہرائی میں نہ لے جانی چاہیئے۔

[۲] چوں نۂ۔ جب تک تجارت میں مہارت نہ ہو مستقل دُکان نہ کرنی چاہیئے ورنہ نقصان ہوگا۔ دستِ خوش۔ تابع، مُطیع، عاجز۔ خمیر۔ آٹے میں جب خمیر اٹھ جاتا ہے تب روٹی پکانے کے قابل ہوتا ہے۔ چونکہ۔ آزادانہ زندگی بسر کرنے کی صلاحیت نہ ہو تو غلام بنا رہنا چاہیئے۔ اطلس۔ مشہور ریشمیں کپڑا ہے۔ ژندہ۔ گدڑی، غرضیکہ جب تک کمال حاصل نہ ہو کسی شیخ کے تابع رہنا ضروری ہے۔ اَنصِتوُا۔ قرآن پاک میں ہے جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہو یعنی جب تک وعظ و تلقین کی صلاحیت نہ ہو خاموشی سے شیخ کی نصیحت سنا کرو۔

[۳] ور بگوئی۔ اگر کوئی اشکال پیش آئے تو معترضانہ سوال نہ کر بلکہ تعلیم حاصل کرنے کے طور پر دریافت کرے۔ ابتدا۔ انسان بزرگوں سے ہمسری تکبر کی وجہ سے کرتا ہے۔ یہ اور اس قسم کی بُرائیاں نفس کے تقاضہ سے پیدا ہوتی ہیں اور جب

چونکہ تو گلخوار[1] گشتی ہر کہ اُو

چونکہ تو مٹی کھانے والا بن گیا ہے، جو بھی

وا کَشد از گِل ترا باشد عَدو

تجھے مٹی سے ہٹاتا ہے دشمن ہوگا

بُت پرستاں چونکہ خُو با بُت کُنند

بُت پرست چونکہ بُتوں کی عادت ڈال لیتے ہیں

مانعانِ راہِ خود را دشمن اند

اپنے راہ سے ہٹانے والوں کے دشمن ہیں

چونکہ کرد ابلیس خُو با سَروَری

چونکہ شیطان سَرداری کا عادی ہوگیا تھا

دید آدمؑ را بہ تحقیر از خری

گدھے پن سے اُس نے آدمؑ کو حقارت سے دیکھا

کہ بہ از من سَرورے دیگر بُوَد

مجھ سے بہتر کوئی دوسرا سردار ہوگا؟

تا کہ اُو مسجودِ چوں من کَس شوَد

تاکہ وہ مجھ جیسے کا مسجود بنے

سَروری زہر ست جُز آں رُوح را

اُس روح کے سوا کے لئے سرداری زہر ہے

کہ بُوَد تریاقِ لانی ز ابتدا

جو شروع سے لان (پہاڑ) کا تریاق ہو

کوہ گر پُر مار شُد باکے مَدار

پہاڑ اگر سانپوں سے بھرا ہو، پروا نہ کر

کو بُوَد اندر درُوں تریاق زار

کیونکہ اُس میں تریاق زار ہوتا ہے

سَروری چوں شُد دماغت را ندیم

سَرداری جب تیرے دماغ کی ساتھی بن گئی

ہر کہ بشکستت شود خصمِ عظیم

جو تجھے شکست دے تیرا دشمن ہوگا

چوں[2] خلافِ خُوئے تو گوید کسے

جب کوئی تیری عادت کے خلاف بولے

کینہا خیزد ترا با اُو بسے

تجھ میں اُس سے بہت سے کینے پیدا ہوں گے

کہ مرا از خُوئے من بَر میکَند

کہ وہ مجھے میری خصلت سے جدا کرتا ہے

خویش بر من میر و سَروَر میکُند

اپنے آپ کو میرے اوپر امیر اور سردار بناتا ہے

چوں[3] نباشد خُوئے بد سَرکش دَرو

اُس میں جب کوئی بُری عادت ظہور پذیر نہ ہو

کے فروزد از خلاف آتش درو

تو مخالفت کی آگ اُس میں کیوں بھڑکے؟

چوں نباشد خُوئے بد محکم شدہ

جب اُس میں بُری عادت مستحکم نہ ہوئی ہو

کے شود اندر خلاف آتشکدہ

تو اختلاف میں آگ کی بھٹی کیوں ہو؟

با مُخالف اُو مُدارا می کُند

وہ مخالف کی (بھی) خاطر تواضع کرتا ہے

در دلِ اُو خویش را جا می کند

اُس کے دل میں اپنی جگہ کر لیتا ہے

زانکہ خُوئے بد بگشتت اُستوار

کیونکہ تیری عادت بُری مضبوط ہوگئی ہے

مُورِ شہوت شُد ز عادت ہمچو مار

نفسانی خواہش کی چیونٹی عادت کی وجہ سے سانپ ہوگئی ہے

---

[1] گلخوار۔ مٹی کھانے والا۔ چونکہ کرد۔ شیطان کو سرداری کی عادت پڑ گئی تھی اِس لئے حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کیا۔ سَروری۔ سرداری۔ زہر ست۔ حُبِّ جاہ نفس کا بہت بڑا رذیلہ ہے۔ تریاقِ لانی۔ لان پہاڑ کا تریاق جو زہر کے ازالہ میں بہت زود اثر ہوتا ہے۔ کوہ۔ اولیاء اللہ کے پاس تریاق ہے لہٰذا جاہ و رتبہ کا سانپ اُن پر اثر نہیں کرتا ہے۔ ندیم۔ ہم مجلس، ساتھی۔ خصمِ عظیم بڑا دشمن۔

[2] چوں خلاف۔ جب کوئی کسی عادت کے خلاف اُس کو نصیحت کرتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ نصیحت کرنے والا اپنی بڑائی اور سرداری جتاتا ہے۔

[3] چوں نباشد۔ اگر انسان میں بُری عادت نہیں ہوتی ہے تو نصیحت سے اُس کو ناگواری نہیں ہوتی ہے۔ محکم۔ مضبوط۔ مدارا۔ خاطر تواضع۔ زانکہ۔ غصّہ کی وجہ یہی ہے کہ تیری بُری عادت مستحکم ہوگئی ہے۔ مُور یعنی ادنیٰ نفسانی خواہش۔ مار۔ یعنی مہلک نفسانی خواہش۔

مارِ شہوت[1] را بکُش در ابتدا	ورنہ اینک گشتہ مارت اژدہا
نفسانی خواہش کے سانپ کو ابتدا ہی میں مار ڈال	ورنہ تیرا یہ سانپ اژدھا بن جائے گا
لیک ہر کس مُور بیند مارِ خویش	تو ز صاحبدل کُن استفسارِ خویش
لیکن ہر شخص اپنے سانپ کو چیونٹی سمجھتا ہے	تو اپنے بارے میں صاحبدل سے معلومات کر لے
ز ابتدا ایں مارِ شہوت را بکُش	ورنہ اژدرہا شود اے تیز ہُش
نفسانی خواہش کے اِس سانپ کو شروع میں مار ڈال	ورنہ اے تیز ہوش! وہ اژدھا بنجائے گا
تا نہ شد[2] زر مِس نداند مَن مِسم	تا نہ شد شہ دل نداند مُفلِسم
جبتک تانبا سونا نہیں بنتا وہ نہیں سمجھتا کہ میں تانبا ہوں	جبتک دل شاہ نہ بنجائے وہ نہیں جانتا کہ میں مفلس ہوں
خدمتِ اکسیر کُن مِس وار تو	جَور می کش اے دل از دلدار تو
تو تانبے کی طرح اکسیر کی خدمت کر	اے دل! اپنے دلدار کی سختی برداشت کر
کیست دلدار اہلِ دل نیکو بداں	کُو چو روز و شب جہانست از جہاں
دلدار کون ہے؟ خوب سمجھ لے اہلِ دل (ہے)	جو دن اور رات کی طرح دنیا سے گریزاں ہے
عیب کم گو بندۂ اللہ را	مُتّہم کم کُن بدزدی شاہ را
اللہ (تعالیٰ) کے (خاص) بندے کی عیب جوئی نہ کر	بادشاہ کو چوری (کی تہمت) نہ لگا
ورنہ[3] باشی ہیچ ہیچ از ہیچگاں	پس روِ ہر دیو باشی مُتّہماں
ورنہ تو ناچیزوں میں سے ناچیز تر بنجائے گا	اور ہر ذلیل شیطان کا پیرو بنجائے گا

کراماتِ آں درویش کہ در کشتی بدزدیش متّہم کردند

اس درویش کی کرامات جس پر کشتی میں چوری کرنے کی تہمت لگائی

بود درویشے درونِ کشتئے	ساختہ از رختِ مردی پشتئے
ایک کشتی میں ایک درویش تھا	جو مردانگی کے ساز و سامان کو سہارا بنائے ہوئے تھا
یاوہ شد ہمیانِ زر او خفتہ بود	جملہ را جُستند او را ہم نمود
اشرفیوں کی ایک ہمیانی گم ہوگئی وہ سویا ہوا تھا	اُنھوں نے سب کی تلاشی لی اُس (مالک) نے (اُسکو) درویش (بھی) دکھایا
کیں فقیرِ خفتہ را جوییم ہم	کرد بیدارش زغم صاحب درم
اِس سوئے ہوئے فقیر کی بھی ہم تلاشی لیں	اشرفیوں والے نے غم کی وجہ سے اُسکو بھی بیدار کیا
کاندریں کشتی چرمداں گم شدہ است	جملہ را جُستیم نتوانی تو رَست
کہ اِس کشتی میں چمڑے کی تھیلی گم ہوگئی ہے	ہم نے سب کی تلاشی لی ہے تو (بھی) نہ چھوٹ سکیگا

---

[1] مارِ شہوت۔ نفسانی خواہش کو ابتدا ہی دبا دینا چاہیے ورنہ خطرناک صورت اختیار کر لیتی ہے۔ لیک۔ لیکن عیبدار اپنے عیب کو معمولی سمجھتا ہے۔ تو ز صاحبدل۔ کسی شیخ سے اِس رذیلہ کا انجام دریافت کرلے۔

[2] تا نہ شد۔ جب انسان کا کوئی رذیلہ زائل ہوتا ہے تب وہ سمجھتا ہے کہ وہ رذیلہ کس قدر خطرناک تھا۔ تا نہ شد۔ ہر چیز ضد کے ذریعہ پہچانی جاتی ہے۔ خدمتِ اکسیر۔ جو شیخ تیری حقیقت بدل دے وہ اکسیر ہے تو اسکے لئے بمنزلہ تانبے کے ہے۔ روز و شب۔ دن رات کو دنیا سے گریزاں مانا جاتا ہے صاحبدل بھی دنیا سے گریزاں اور متنفر ہوتا ہے۔

[3] ورنہ۔ اگر تو اہل اللہ پر تہمت دھریگا تو حقیر ترین بن جائیگا، شیطان کا تابع ہو جائیگا۔ کرامات۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بزرگوں پر تہمت دھرنا ہلاکت کا سبب ہے۔ رختِ مردی۔ اُس کا اعتماد و بھروسہ صبر و قناعت پر تھا۔ یاوہ۔ گم، ضائع۔ او را ہمی۔ مالک نے اُس سوئے ہوئے فقیر کو بھی لوگوں کو دکھایا۔ صاحب درم یعنی جسکی اشرفیاں گم ہوئی تھیں۔ چرمداں چمڑے کی تھیلی یعنی ہمیانی۔ جملہ جستیم۔ ہم نے سب کی جامہ تلاشی لی ہے۔

73

دلق بیروں کن برہنہ شو ز دلق
گدڑی اتار دے، گدڑی سے ننگا ہو جا

تا ز تو فارغ شود اوہام[1] خلق
تاکہ لوگوں کے شکوک تجھ سے رفع ہوں

گفت یارب مر غلامت را خساں
اس (درویش) نے کہا اے خدا! تیرے غلام کو کمینوں نے

متہم کردند فرماں در رساں
متہم کیا، حکم فرما دے

یا غیاثی عند کل کربۃ
اے ہر مصیبت میں میرے فریادرس!

یا معاذی عند کل شدۃ
اے ہر مصیبت میں میری پناہ!

یا مجیبی عند کل دعوۃ
اے ہر پکار پر میرے جواب دینے والے!

یا ملاذی عند کل محنۃ
اے ہر مشقت میں میرے ملجا!

چوں بدرد آمد دل درویش زاں
جب اس (تہمت) سے درویش کے دل کو تکلیف پہنچی

سر بروں کردند ہر سو در زماں
فوراً ہر جانب سے سر نکالا

ماہیان بے حد از دریا ژرف
گہرے دریا سے بے حد مچھلیوں نے

در دہان ہر یکے دُرّ شگرف
ہر ایک کے منہ میں عجیب موتی

صد ہزاراں ماہی از دریائے پُر
بھرے دریا سے لاکھوں مچھلیوں نے

در دہان ہر یکے دُرّے چہ دُر
ہر ایک کے منہ میں موتی، کیسا اچھا موتی

ہر یکے[2] دُرّ خراج مملکتے
ہر ایک موتی ایک سلطنت کی آمدنی

کز الٰہ است ایں ندارد شرکتے
کیونکہ وہ اللہ کی جانب سے ہے جو شرکت سے پاک ہے

دُرّ چند انداخت در کشتی و جست
چند موتی کشتی میں پھینکے اور جست لگائی

مر ہوا را ساخت کرسی و نشست
ہوا کو کرسی بنایا اور بیٹھ گیا

خوش مربع چوں شہاں بر تخت خویش
اچھی چوکڑی لگا کر بادشاہوں کی طرح اپنے تخت پر

او فراز اوج و کشتی اش بہ پیش
وہ بلندی کی اونچائی پر اور کشتی اس کے آگے

گفت[3] او کشتی شمارا حق مرا
اس نے کہا وہ کشتی تمہاری ہے میرا خدا ہے

تا نباشد با شما دزد گدا
تاکہ تمہارے ساتھ چور فقیر نہ رہے

تا کرا باشد خسارت زیں فراق
دیکھو اس جدائی سے کس کا نقصان ہو

من خوشم جفت حق و از خلق طاق
میں اللہ کے ساتھ اور مخلوق سے علیحدہ خوش ہوں

نے مرا او تہمت دزدی نہد
وہ نہ مجھ پر چوری کی تہمت لگاتا ہے

نے مہارم را بغماز دہد
نہ میری نکیل چغلخور کے ہاتھ میں دیتا ہے

---

[1] اوہام خلق۔ لوگوں کو تیرے اوپر بھی چوری کا گمان ہے۔ فرماں در رساں کوئی حکم جاری فرمادے۔ غیاث۔ مدد۔ کربۃ۔ مصیبت۔ معاذ۔ جائے پناہ۔ مجیب۔ جواب دینے والا۔ ملاذ۔ جائے پناہ۔ محنۃ۔ مشقت۔ چوں جب فقیر کے دل سے آہ نکلی تو دریا میں چاروں طرف سے مچھلیاں نمودار ہوئیں۔ ژرف۔ گہرا۔ دُرّ۔ موتی۔ شگرف۔ عجیب۔ دُرّے چہ دُر یعنی عجیب و غریب موتی۔

[2] ہر یکے۔ ہر مچھلی کے منہ میں ایسا بے مثل اور قیمتی موتی تھا جس کی قیمت ایک ملک کی آمدنی کی برابر تھی، چونکہ وہ بے مثل اللہ کی جانب سے تھا اسلئے خود بھی بے مثل تھا۔ چند درویش نے مچھلیوں سے چند موتی لے کر کشتی میں پھینک دیئے اور خود شاہوں کی طرح ہوا میں چوکڑی لگا کر بیٹھ گیا۔ مربع۔ چوکڑی مار کر بیٹھنا۔ فراز۔ اونچائی۔ اوج۔ بلندی۔

[3] گفت۔ ہوا میں معلق ہو کر اس فقیر نے کہا میں تمہاری کشتی میں نہ بیٹھوں گا تاکہ تم مجھ جیسے چور فقیر کے ساتھ نہ رہو۔ تاکرا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جدائی تمہارے لئے مضر ہے یا میرے لئے اب میرا اور اللہ کا جوڑ ہو اور مخلوق سے میں علیحدہ ہوں۔ نے مرا۔ خدا نہ مجھ پر تہمت دھرتا ہے نہ مجھے رسوا کرتا ہے۔ غماز۔ چغلخور۔

بانگ کردند اہلِ کشتی کاے ہمام[1] | از چہ دادندت چنیں عالی مقام
کشتی والے چیخے! اے بزرگ! | تجھے یہ بلند مقام کس وجہ سے دیا ہے؟

گفت از تہمت نہادن بر فقیر | وز حق آزاری پے چیزے حقیر
اس نے کہا، فقیر پر تہمت لگانے کی وجہ سے | اور معمولی چیز کے لئے اللہ کو ستانے کی وجہ سے

حاش للہ بل ز تعظیمِ شہاں | کہ نبودم بر فقیراں بد گماں
خدا بچائے، بلکہ شاہوں کی تعظیم کرنے سے | کہ میں فقیروں پر بدگمان نہ تھا

آں فقیرانِ[2] لطیف و خوش نفس | کز پے تعظیم شاں آمد عبس
وہ پاکیزہ، اور نیک دم فقیر | جنکی تعظیم کیلئے سورۂ عبس نازل ہوئی ہے

آں فقیری بہرِ پیچا پیچ نیست | بل پے آنکہ بجز حق ہیچ نیست
وہ فقیری اینچ پینچ کے لئے نہیں ہے | بلکہ اسلئے ہے کہ خدا کے علاوہ کچھ نہیں ہے

متّہم چوں دارم آنہارا کہ حق | کرد امینِ مخزنِ ہفتم طبق
میں ان کو کیسے متہم بنا سکتا ہوں جبکہ اللہ نے | ساتوں طبقوں کے خزانے کا امین بنایا ہے

متّہم نفس ست نے عقلِ شریف | متّہم حسّ ست نے نورِ لطیف
متّہم نفس ہے نہ کہ شریف عقل | متّہم حسّ ہے نہ کہ پاکیزہ نور

نفسِ[3] سوفسطائی آمد میزنش | کش زدن سازد نہ حجت گفتنش
نفس سوفسطائی ہے اسکی سرزنش کر | کیونکہ مارنا ہی اسکے لائق ہے نہ اس سے دلیل بیان کرنا

معجزہ بیند فروزد آں زماں | بعد ازاں گوید خیالے بود آں
معجزہ دیکھتا ہے، اس وقت منور ہو جاتا ہے | اس کے بعد کہہ دیتا ہے وہ خیال تھا

در حقیقت بود آں دیدِ عجب | چوں مقیمِ چشم نامد روز و شب
اگر وہ عجیب نظارہ حقیقت تھا | تو دن رات آنکھ میں کیوں نہ ٹھہرا؟

ایں مقیمِ چشمِ پاکاں می بود | نے قرینِ چشمِ حیواں می شود
وہ پاکبازوں کی آنکھ میں ٹھہرتا ہے | حیوان کی آنکھ کا ساتھی نہیں بنتا ہے

کے لئے صرف پانچویں کتاب یعنی لاٹھی دلیل ہے جب پٹیں گے تو اس حقیقت کے قایل ہو جائیں گے۔ معجزہ یہ لوگ معجزہ کو بھی ایک حقیقت نہیں مانتے ہیں بلکہ محض ایک خیال سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر حقیقت ہوتا تو مستقل طور پر نظر آنا چاہیئے تھا حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی اگر حقیقتاً سانپ ہی تھی تو ہمیشہ سانپ نظر آتی، چاند اگر حقیقتاً شق ہوا تھا تو ہمیشہ پھٹا ہوا نظر آنا چاہیئے تھا۔ ایں مقیم۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ان کی آنکھیں چونکہ ناپاک ہیں لہٰذا معجزہ جیسی پاک چیز انمیں نہیں ٹھہرتی ہے پاک نگاہوں میں وہ حقیقت ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ مور جیسا حسین پرندہ تاریک کنویں میں نہیں ٹھہر سکتا ہے۔

[1] مقام۔ سردار، بزرگ۔ عالی مقام۔ یہ کرامت کہ ہوا کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ گفت از تہمت۔ درویش نے طنزاً کہا یہ مقام فقیروں پر تہمت دھرنے اور معمولی چیز پر اللہ کا دل دکھانے سے ملا ہے۔ حاش للہ۔ پہلی بات تو طنزاً کہی تھی اب کرامات کا صحیح سبب بتایا۔

[2] آں فقیراں۔ جن فقراء کی تعظیم سے یہ مقام حاصل ہوا ہے وہ پاک نفس فقراء ہیں جن کی تعظیم میں سورہ عبس نازل ہوئی جبکہ آنحضورؐ نے ایسے ہی ایک فقیر سے ذرا بے التفاتی کا معاملہ کیا تھا۔ عبس۔ آنحضورؐ سرداران قریش سے گفتگو فرما رہے تھے اس اثناء میں عبداللہ بن ابن مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا آ گئے اور کچھ سوال کر بیٹھے۔ آنحضورؐ کو ناگوار گزرا اس پر سورہ عبس نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ پر اپنی ناگواری کا اظہار کیا۔ آں فقیری۔ اللہ والوں کی فقیری صرف تعلق مع اللہ کے لئے ہے لوگوں کو پھنسانے کیلئے۔ کرد امیں۔ جب اللہ کے نزدیک امین ہیں تو ان پر چوری کی تہمت کیسی۔ متّہم۔ یہ بزرگ مجسّم عقل اور نور ہیں جو تہمت سے بری ہیں۔

[3] نفس۔ سوفسطائی فلاسفہ کا ایک فرقہ ہے جو اشیاء کی حقیقت کو نہیں مانتا ہے ان میں سے لاادریہ فرقہ ہے جو ہر دلیل کے بارے میں بھی یہ کہہ دیتا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا ان کے بارے میں متکلمین نے کہا کہ ان

کاں عجب زیں حس دارد عار و ننگ | کے بود طاؤس اندر چاہِ تنگ
کیونکہ وہ عجیب (النظارہ) اِس حس سے ذلت اور خواری محسوس کرتا ہے | مور، تنگ کنویں میں کب رہتا ہے؟

تا نگوئی[1] مر مرا بسیار گو | من ز صد یک گویم و آں ہمچو مو
تو مجھے ہرگز باتیں بنانے والا مت کہہ | میں سو میں سے ایک کہتا ہوں (اور وہ بھی) بال برابر

تشنیع صوفیاں پیشِ شیخ براں صوفی کہ بسیار می گوید و می خورد

صوفیوں کا ایک شیخ کے سامنے اُس صوفی کو طعنہ دینا کہ وہ بہت بولتا ہے اور بہت کھاتا ہے

صوفیاں بر صوفیے شنعت زدند | پیشِ شیخِ خانقاہے آمدند
صوفیوں نے ایک صوفی کی بُرائی کی | (اور) ایک خانقاہ کے شیخ کے سامنے آئے

شیخ را گفتند دادِ جانِ ما | تو ازیں صوفی بجُو اے پیشوا
شیخ سے کہا، ہمارا انصاف | اِس صوفی سے کر دیجئے، اے پیشوا!

گفت آخر چہ گلہ است اے صوفیاں | گفت ایں صوفی سہ خو[2] دارد گراں
اُس نے کہا، اے صوفیو! آخر کیا شکایت ہے؟ | ایک نے کہا، یہ صوفی تین بُری عادتیں رکھتا ہے

در سخن بسیار گو ہمچوں جرس | در خورش افزوں خورد از بست کس
بات کرنے میں گھنٹے کی طرح بکواسی ہے | کھانے میں بیس آدمیوں سے زیادہ کھا جاتا ہے

ور بخسپد ہست چوں اصحابِ کہف | صوفیاں کردند پیشِ شیخ زحف
اگر سو جائے تو اصحابِ کہف کی طرح ہے | صوفیوں نے شیخ کے سامنے تیزی دکھائی

شیخ رُو آورد سُوئے آں فقیر | کہ ز ہر حالیکہ ہست اوساط گیر
شیخ نے اُس فقیر کی طرف رُخ کیا | کہ ہر حالت میں اوسط اختیار کر

در خبر[3] خَیرُ الْاُمُورِ اَوْسَاطُهَا | نافع آمد ز اعتدال اخلاطہا
حدیث شریف میں ہے کہ تمام باتوں میں درمیانی درجہ بہتر ہے | خلطوں کا اعتدال مفید ہے

گر یکے خِلطے فزوں شد از عرض | در تنِ مردم پدید آید مرض
عارض کی وجہ سے، اگر ایک خِلط بڑھ جائے | انسان کے بدن میں مرض پیدا ہو جاتا ہے

بر قرینِ خویش میفزا در صفت | کاں فراق آرد یقیں در عاقبت
صفت میں ساتھی سے نہ بڑھ | کیونکہ یہ یقیناً انجامِ کار جُدائی پیدا کر دیتا ہے

نطقِ موسیٰؑ بود باندازہ لیک | ہم فزوں آمد ز گفتِ یارِ نیک
حضرت موسیٰؑ کی گفتگو اندازہ کے مطابق تھی لیکن | نیک دوست کی گفتگو سے بڑھ گئی

---

[1] تانگوئی۔ میری ناصحانہ تقریروں کی وجہ سے مجھ پر بسیار گوئی کا الزام نہ لگانا اس لئے کہ بسیار گوئی ایک نسبتی چیز ہے میرے اعتبار سے یہ بسیار گوئی نہیں ہے میں تو سَو نصیحتوں میں بقدر ایک نصیحت کے بات کر رہا ہوں۔ تشنیع برائی سے منسوب کرنا اس حکایت کا مقصد بھی یہ ہے کہ اُس درویش کی بسیار خوری اور بسیار گوئی اعتراض کرنیوالوں کی نسبت سے تھی خود اُسکے اعتبار سے نہ تھی۔ شنعت۔ عیب، طعنہ۔ داد۔ انصاف۔

[2] سہ خو۔ یعنی اس فقیر میں تین بُری عادتیں ہیں۔ زیادہ باتیں کرتا ہے، زیادہ کھاتا ہے، زیادہ سوتا ہے۔ اصحابِ کہف۔ یہ بزرگ غار میں صدیوں سے سو رہے ہیں۔ زحف۔ تیزی سے چلنا، حملہ کرنا۔ ہر حالیکہ۔ یعنی ہر معاملے میں درمیانی راہ اختیار کرنی چاہیئے۔

[3] در خبر۔ حدیث شریف ہے۔ خَیرُ الْاُمُورِ اَوْسَاطُهَا یعنی ہر معاملہ میں میانہ روی اختیار کرنی چاہیئے۔ اخلاطہا۔ بدن کی چاروں خلطیں سَودا، صَفرا، خون، بلغم۔ اگر اعتدال پر رہتی ہیں تو صحت رہتی ہے ورنہ انسان مریض ہو جاتا ہے۔ عرض یعنی کسی عارض کی وجہ سے۔ در صفت یعنی جس طرح ساتھی کوئی کام کرے ویسا ہی تو کر اُس سے بڑھ کر نہ کر ورنہ اختلاف پیدا ہو جائیگا۔ نطقِ موسیٰ حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کی باہمی گفتگو

737

آں فزونی با خضرؑ آمد شقاق — گفت تو بُکثری ھٰذا فراق

وہ بڑھوتری (حضرت) حضرؑ سے جدائی بنگئی — انھوں نے کہدیا تو زیادہ بات کرتا ہے اب جدائی ہے

موسیا بسیار گوئی درگذر[1] — چند گوئی رو وصال آمد بسر

اے موسیٰؑ! تم بہت بولتے ہو، معاف کرو — کتنا بولوگے؟ جاؤ، ساتھ ختم ہوا

موسیا بسیار گوئی خیز و رَو — ورنہ با من گنگ باش و کور شو

اے موسیٰؑ! تم بہت بولتے ہو، اٹھو اور جاؤ — ورنہ میرے ساتھ گونگے اور اندھے بنو

ور نرفتی وز ستیزہ شستۂ — تو بمعنیٰ رفتۂ و بگسستۂ

اگر تم نہ گئے، اور ضد سے بیٹھے رہے — تو تم باطنی طور پر چلے گئے ہو اور علیحدہ ہوگئے ہو

چوں حدث کردی تو ناگاہ در نماز — گویدت سوئے طہارت رو بتاز

جب تم اتفاقاً نماز میں ناپاک ہوگئے — وہ نماز تم سے کہتی ہے پاکی کے لئے جاؤ، دوڑو

ور نرفتی خشک جنباں می شوی — خود نمازت رفت بنشیں اے غوی

اگر تم نہ گئے تو خالی حرکت کرنے والے ہو — اے گمراہ! جب تیری نماز جاتی رہی بیٹھ جا

رو بر آنہا[2] کہ ہم جفت تواند — عاشقان و تشنۂ گفت تواند

اُن کے پاس جا، جو تیرے جوڑ کے ہیں — تمہاری باتوں کے عاشق اور پیاسے ہیں

پاسباں بر خوابناکاں بر فزود — ماہیاں را پاسباں حاجت نبود

پہرہ دار کی سوئے ہوؤں پر بخشش ہے — مچھلیوں کو پہرے دار کی ضرورت نہ تھی

جامہ پوشاں را نظر بر گازرست — جانِ عریاں را تجلّی زیورست

کپڑا پہننے والوں کی نظر دھوبی پر ہے — عریاں جان کے لئے تجلی زیور ہے

یا ز عریانان[3] بیک سو باز رو — یا چو ایشاں فارغ از تن جامہ شو

یا ننگوں سے علیحدہ ہوکر چل — یا ان کی طرح بدن کے کپڑے سے بے نیاز بن

ور نمی تانی کہ کل عریاں شوی — جامہ کم کن تا رہ اوسط روی

اگر تو نہیں کرسکتا کہ بالکل ننگا ہو — تو کپڑے کم کردے تاکہ تو درمیانی راہ چلے

عُذر گفتن فقیر باآں شیخ خانقاہ

خانقاہ کے شیخ سے فقیر کا عذر کرنا

پس فقیر آں شیخ را احوال گفت — عذر را باآں غرامت کرد جفت

پھر درویش نے اس شیخ سے احوال کہے — اس الزام کے ساتھ عذر کو ملایا

[1] درگذر۔ معاف کر، ٹال۔ یعنی ساتھ رہنا۔ ورنہ۔ جو کچھ میں کہوں اُنکے بارے میں سوال نہ کرو جو دیکھو اسپر اعتراض نہ کرو۔ شستۂ۔ نشستۂ کا مخفف ہے۔ بگسستۂ۔ یعنی میری مرضی کے بغیر ساتھ بھی رہو گے تو بھی باطنی طور پر مجھ سے علیحدہ ہوگئے ہو۔ چوں حدث۔ اگر نماز میں کوئی ناپاک ہوجائے اور وہ پھر رکوع سجدے کرتا رہے تو بیکار ہے محض اٹھک بیٹھک ہے نماز نہیں ہے۔

[2] رو بر آنہا۔ جو تیری طرح بسیار گو ہوں اور تیری طرح بسیار گوئی کے عاشق و مشتاق ہوں اُنکے ساتھ رہ۔ پاسباں۔ جب افادہ اور استفادہ ختم ہوگیا تو حاضری محض پہرہ داری ہے جس کی اہل اللہ کو ضرورت نہیں پہرہ داری کی ضرورت سونیوالوں کو ہوتی ہے اہل اللہ ہر وقت بیدار رہتے ہیں۔ جامہ پوشاں۔ کپڑے پہننے والوں اور دھوبی کا جوڑ ہے ننگے اور دھوبی کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

[3] یا ز عریاناں۔ یا تو تم بھی علائق دنیوی قطع کرکے اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو ورنہ اُن سے علیحدگی اختیار کرلو۔ ور نمی تانی۔ اگر بالکلیہ دنیا سے غیر متعلق نہیں ہوسکتے ہو تو تعلق کو کم کرو۔ غرامت۔ تاوان، الزام۔

738

ہر سُوالِ شیخ را داد اُو جواب | چوں جواباتِ خضرؑ خوب و صَواب[1]

شیخ کے ہر سوال کا اُس نے جواب دیا | (حضرت) خضرؑ کے جیسے اچھے اور صحیح جواب

آں جواباتِ سوالاتِ کلیمؑ | کش خضرؑ بنمود از ربِّ علیم

(حضرت موسیٰؑ) کلیم کے سوالوں کے جواب | جو اُن کو خدائے علیم کی جانب سے (حضرت) خضرؑ نے دیئے

گشت مشکلہاش حل و افزوں زیاد | از پئے ہر مشکلش مفتاح داد

اُن کی مشکلیں حل ہوگئیں اور مزید (یہ کہ) | اُن کی ہر مشکل کی ایک کنجی دے دی

از خضرؑ درویش ہم میراث داشت | در جوابِ شیخ ہمّت بر گماشت

درویش بھی (حضرت) خضرؑ کی میراث رکھتا تھا | شیخ کے جواب میں توجہ کی

گفت راہِ اوسط ارچہ حکمت ست | لیک اوسط نیز ہم بانسبت ست

(درویش نے) کہا درمیانی راہ اگرچہ دانائی ہے | لیکن (کسی چیز کا) اوسط ہونا بھی نسبتی ہے

آبِ[2] جُو نسبت باشتر ہست کم | لیک باشد موش را آں ہمچو یم

نہر کا پانی اونٹ کی نسبت سے کم ہے | لیکن چوہے کے لئے وہ سمندر کی طرح ہے

ہر کرا[3] باشد وظیفہ چار ناں | دو خورد یا سہ خورد ہست اوسط آں

جس کی یومیہ خوراک چار روٹیاں ہوں | دو کھائے یا تین کھائے وہ اوسط ہے

ور خورد ہر چار دور از اوسط ست | او اسیرِ حرص مانندِ بط[4] ست

اگر وہ چاروں کھائے اوسط سے دور ہے | وہ بطخ کی طرح حرص کا قیدی ہے

ہر کہ[5] اُو را اشتہا دہ ناں بُود | شش خورد مید اں کہ اوسط آں بُود

جس کی بھوک دس روٹی کی ہو | وہ چھ کھائے تو سمجھ لے کہ وہ اوسط ہے

چوں[6] مرا پنجاہ ناں ست اشتہے | مر ترا شش گردہ، ہمدستیم نے

جب مجھے پچاس روٹیوں کی بھوک ہے | تجھے چھ روٹیوں کی، ہم برابر ہیں؟ نہیں

تو بدہ رکعت نماز آئی ملول | من بپانصد در نہ آیم در نحول

تو دس رکعت نماز میں تھک جاتا ہے | میں پانچسو سے بھی کمزور نہیں ہوتا

آں یکے تا کعبہ حافی می رود | ویں یکے تا مسجد از خود می شود

وہ ایک کعبہ تک ننگے پیر جاتا ہے | اور یہ ایک مسجد تک بے خود ہو جاتا ہے

---

[1] جوابات خضر: حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ کو تسلی بخش جواب دیئے تھے۔ آں جوابات: حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے سوالات کے جواب اللہ تعالیٰ نے حضرت خضرؑ کی زبان سے دلائے۔ گشت: حضرت موسیٰؑ کو جس قدر اشکالات پیش آئے تھے وہ اُن کے لئے یادداشت سے بھی زیادہ حل ہوگئے اور اشکال کے کھولنے کی کنجی انکے ہاتھ آگئی۔ از خضرؑ: اس درویش کو بھی جوابدہی کے میراث حضرت خضرؑ سے حاصل تھی۔ ہمّت: باطنی توجہ۔ گفت: درویش نے جواب میں کہا بیشک درمیانی راہ دانائی کی بات ہے لیکن کسی چیز کا درمیانی ہونا نسبتی بات ہے ہر چیز کسی چیز کے اعتبار سے درمیانی ہے کسی چیز کے اعتبار سے کم ہے اور کسی چیز کے اعتبار سے زیادہ۔

[2] آبِ جُو: پہلے قصہ میں نہر کا پانی اونٹ کے اعتبار سے کم تھا اور چوہے کے اعتبار سے بہت زیادہ تھا۔ ہر کرا: جس کی خوراک چار روٹیاں ہوں اگر وہ دو یا تین کھائے تو درمیانی بات ہے اور اگر چار کھائے تو اوسط اور درمیانی بات نہ ہوگی۔ بط: بطخ ہر وقت کھاتی ہے۔ ہر کہ: جس کی خوراک دس روٹیاں ہیں اگر وہ چھ کھائے تو اوسط اور درمیانی بات ہے۔

[3] چوں مرا: پچاس روٹیاں کھانے والا اور چھ روٹیوں کی خوراک والا برابر نہیں ہیں۔ تو بدہ رکعت: ایک شخص نماز کی دس رکعتوں میں تھک جاتا ہے۔ تو دس رکعتیں اس کے اعتبار سے زیادہ ہیں ایک شخص پانچسو رکعتیں پڑھ کر بھی نہیں تھکتا اسکے اعتبار سے یہ دس رکعتیں کم ہیں۔ آں یکے: ایک شخص کعبہ تک ننگے پیر بآسانی جا سکتا ہے تو کعبہ تک ننگے پیر جانا اسکے اعتبار سے افراط نہیں ہے دوسرا شخص جو محلّہ کی مسجد تک بھی ننگے پیر نہ جا سکے اسکے اعتبار سے وہ افراط ہے۔

739

آں[1] یکے در پاکبازی جاں بداد — ویں دگر جاں کند تا یک ناں بداد

ایک نے پاکبازی میں جان دے دی — دوسرے کی جان نکلتی ہے یہاں تک کہ ایک روٹی دی

ایں وسط در بانہایت می رود — کہ مر او را اوّل و آخر بود

یہ وسط محدود چیزوں میں چلتا ہے — جن کا اوّل اور آخر ہو

اوّل و آخر بباید تا در آں — در تصور گنجد اوسط یا میاں

اوّل اور آخر چاہیئے تاکہ ان میں — اوسط یا بیچ متصور ہو سکے

بے نہایت چوں ندارد دو طرف — کے بود او را میانہ منصرف

لامحدود چونکہ دونوں کنارے نہیں رکھتا ہے — تو اسکے لئے (افراط و تفریط) ہٹا ہوا درمیان کب ہو سکتا ہے

اوّل و آخر نشانش کس نداد — گفت لو کان لہ البحر مداد

اس کے اوّل اور آخر کا کسی نے پتہ نہیں دیا — فرمایا، خواہ اس کی روشنائی سمندر ہوں

ہفت دریا گر شود کلّی مدید[2] — نیست مر پایاں شدن را ہیچ امید

پورے سات سمندر اگر روشنائی بنیں — ختم ہونے کی کوئی امید نہیں ہے

باغ و بیشہ گر بود یک سر قلم — زیں سخن ہرگز نگردد ہیچ کم

باغ اور جنگل اگر سب قلم بن جائیں — اس بات کا ہرگز کچھ کم نہ ہوگا

آں ہمہ حبر و قلم فانی شود — ویں حدیث بے عدد باقی بود

یہ سب روشنائی اور قلم فنا ہو جائیں گے — یہ ان گنت بات باقی رہے گی

حالتِ من خواب را ماند گہے — خواب پندارد مر او را گمرہے

کبھی میری حالت نیند کی جیسی ہوتی ہے — اس کو گمراہ نیند سمجھتا ہے

چشمِ من خفتہ دلم بیدار داں — شکل[3] بیکارِ مرا برکار داں

میری آنکھ کو سویا ہوا، میرے دل کو بیدار سمجھ — میری بے کار صورت کو باکار سمجھ

گفت پیغمبر کہ عینای تنام — لاینام قلبی عن رب الانام

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں — میرا دل مخلوق کے پروردگار سے نہیں سوتا ہے

گفت پیغمبر کہ خسپد چشمِ من — لیک کے خسپد دلم اندر وسن

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں — لیکن نیند میں میرا دل کب سوتا ہے؟

---

[1] آں یکے۔ ایک پاکباز کے لئے جان دینا آسان ہے بخیل کی روٹی دینے میں جان نکلتی ہے۔ ایں وسط۔ بانہایت۔ اس درویش نے یہ سمجھایا تھا کہ میری خوراک اُنکے اعتبار سے زیادہ ہے لیکن میرے اعتبار سے وہ وسط درجہ ہے اب گفتگو کے بارے میں جواب دیتا ہے کہ درمیان اُس چیز کا ہوتا ہے جس کی ابتدا اور انتہا ہو تو اس چیز کا وسط اور درمیان متعین ہو سکتا ہے لیکن لامحدود اور لامتناہی کا وسط متعین نہیں کیا جا سکتا کلمہ اور کلام لامحدود ہے۔ لو کان البحر مدادا قرآن پاک میں ہے۔ قُل لَو کانَ البحرُ مِدادًا لِکَلِماتِ رَبّی لَنَفِدَ البحرُ قبلَ اَن تنفدَ کلماتُ ربّی ولو جئنا بمثلِہٖ مددًا یعنی آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب کے کلمات لکھنے کے لئے اگر سمندر روشنائی بنے تو سمندر ختم ہو جائیگا قبل اسکے کہ اللہ کے کلمات ختم ہوں۔ اگرچہ اس جیسا اور سمندر مدد کیلئے لائیں یہ اللہ کے کلمات کے لئے آیت ہے لیکن مولانا نے اس سے مطلق کلمہ اور کلام مراد لیکر استدلال ذکر کر دیا ہے۔

[2] مدید۔ مداد کا الٹ ہے، روشنائی۔ باغ و بیشہ۔ تمام باغوں اور جنگلوں کی لکڑیوں کے قلم بنائے جائیں۔ حبر روشنائی۔ حدیث بے عدد۔ اللہ کے کلمات۔ حالت ماب اس درویش نے اپنی نیند کے بارے میں اعتراض کا جواب شروع کیا ہے —— [3] شکل بیکار۔ یعنی جبکہ میں بظاہر سویا ہوا ہوں اُس وقت بھی دل یادِ خدا میں ہوتا ہے۔ گفت۔ حدیث شریف ہے۔ تنام عینای ولاینام قلبی میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا ہے۔ وسن۔ نیند۔

چشمِ تو[۱] بیدار و دل رفتہ بخواب
تیری آنکھیں بیدار ہیں اور دل نیند میں ہے
چشمِ من خفتہ دلم در فتحِ باب
میری آنکھیں سوئی ہوئی ہیں میرا دل غیب میں مشغول ہے

مردلم را پنج حسِّ دیگر ست
میرے دل کے دوسرے پانچ حواس ہیں
حسِّ دل را ہر دو[۲] عالم منظر ست
دل کے حس کیلئے دونوں عالم منظور نظر ہیں

تو ز ضعفِ[۲] خود مکن در من نگاہ
تو اپنی کمزوریوں سے مجھے نہ دیکھ
بر تو شب بر من ہماں شب چاشتگاہ
تیرے لئے رات ہے مجھ پر وہی رات صبح ہے

بر تو زنداں بر من آں زنداں چو باغ
تیرے لئے قید خانہ ہے میرے لئے وہ قید خانہ باغ جیسا ہے
عینِ مشغولی مرا گشتہ فراغ
تو بالکل مشغول ہے، مجھے فراغت حاصل ہے

پائے تو در گِل مرا گِل گشتہ گُل
تیرا پیر کیچڑ میں ہے، میرے لئے کیچڑ پھول ہے
مر ترا ماتم مرا سور و دُہل
تیرے لئے سوگ میرے لئے خوشی اور ڈھول ہے

در زمینم با تو ساکن در محل
میں زمین پر تیرے ساتھ ایک جگہ پر ہوں
می دَوَم بر چرخِ ہفتم چوں زحل
ساتویں آسمان پر زحل کی طرح دوڑتا ہوں

ہمنشینت من نیم سایہ من ست
میں تیرا ہم نشین نہیں ہوں، میرا سایہ ہے
برتر از اندیشہا پایہ من ست
میرا مرتبہ، خیالات سے بالاتر ہے

زانکہ من ز اندیشہا بگذشتہ ام
کیونکہ میں خیالات سے بالاتر ہو گیا ہوں
خارجِ اندیشہ پویاں گشتہ ام
میں خیال (کی حد) سے باہر دوڑتا ہوں

حاکمِ[۵] اندیشہ ام محکوم نے
میں خیال پر حاکم ہوں، محکوم نہیں ہوں
زانکہ بنّا حاکم آمد بر بنے
کیونکہ بنانے والا عمارت پر حاکم ہوتا ہے

جملہ خلقاں سخرۂ اندیشہ اند
تمام مخلوق فکر کی محکوم ہے
زاں سبب خستہ دل و غم پیشہ اند
اس لئے دل شکستہ اور غمگین ہے

قاصداً خود را باندیشہ دہم
میں قصداً اپنے آپ کو فکر کے سپرد کر دیتا ہوں
چوں بخواہم از میانشاں برجہم
جب چاہتا ہوں اُن کے درمیان سے کود جاتا ہوں

من چو مرغِ اوجم اندیشہ مگس
میں بلندی کا پرندہ ہوں، فکر مکھی ہے
کے بُوَد بر من مگس را دسترس
مجھ پر مکھی کی دسترس کب ہو سکتی ہے؟

---

۱ چشمِ تو بیدار۔ درویش نے معترض سے کہا۔ فتحِ باب۔ یعنی اسرارِ الٰہی کے دروازہ کی کشادگی۔ مردلم۔ حواسِ ظاہری کے علاوہ میرے دل کے بھی حواس ہیں۔ حواسِ ظاہری عالمِ دنیا کا ادراک کرتے ہیں دل کے حواس کا عالمِ آخرت منظر ہے۔ منظر۔ دیکھنے کی جگہ۔

۲ تو ز ضعف یعنی تو اپنی حالت پر مجھے قیاس نہ کر۔ تیرا دل خوابیدہ ہے میرا دل بیدار ہے تو تیری شب میری صبح ہے دنیاوی مشاغل تیرا قید خانہ ہیں میں اس دنیا میں بھی باغ میں ہوں مشاغلِ دنیوی سے آزاد ہوں مشاغلِ دنیوی میں تو مشغول ہے میں اُن سے فارغ ہوں۔ پائے تو۔ تو دنیا میں پھنسا ہوا ہے اور یہی دنیا میرے توجہ الی الحق کا ذریعہ ہے تو یہ تیرے لئے سوگ میرے لئے خوشی اور خوشی کا ذریعہ ہے۔ دُہل ڈھول جو عموماً شادیوں میں بجایا جاتا ہے۔ در زمینم۔ میں دنیا میں رہتے ہوئے بھی عالمِ بالا کی سیر کرتا ہوں۔ سایہ من ست۔ میرا جسمِ ناسوتی تیرا ہم نشین ہے جو بمنزلہ سایہ کے ہے اور اصل روح ہے جو وحدت کی وجہ سے فکر و اندیشہ سے بالاتر ہے۔

۵ حاکم اندیشہ۔ مجھے اپنے خیالات پر پورا قابو ہے جس طرح بنانے والے کو عمارت پر قابو ہوتا ہے۔ جملہ خلقاں۔ عام لوگ اپنے خیالات کے تابع ہوتے ہیں اسی لئے غم و فکر میں مبتلا رہتے ہیں۔ قاصداً۔ اولیاء اللہ اپنے اوپر استغراق وغیرہ کی کیفیات طاری کرتے رہتے ہیں۔ من چو۔ بلند پرواز پرند پر مکھی نہیں بیٹھتی ہے۔

قاصداً[1] زیرآیم از اوجِ بلند — تا شکستہ پایگاں برمن تنند
میں کبھی قصداً بلند اونچائی سے نیچے آجاتا ہوں — تاکہ شکستہ پا لوگ میری جانب جمع ہو جائیں

چوں ملالم گیرد از سِفلی صفات — بر پرم ہمچوں طیورِ الصّافّات
سِفلی صفات سے جب میں ملول ہو جاتا ہوں — الصافّات پرندوں کی طرح اوپر اڑ جاتا ہوں

پرِ من رُستست ہم از ذاتِ خویش — بر نچفسانم دو پرِ من با سریش
میرے پر اپنی ذات سے اُگے ہیں — میں اپنے دونوں پر سریش سے نہیں چپکاتا ہوں

جعفرِ طیّار[2] را پر جاریہ ست — جعفرِ طرّار را پر عاریہ است
(حضرت) جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے پر چالو ہیں — جعفر طرّار کے پر مانگے ہوئے ہیں

نزد آنکہ لَم یَذُق دعویست ایں — نزد سُکّانِ اُفق معنی ست ایں
جس نے مزانہ چکھا ہو اُسکے لئے یہ باتیں محض دعویٰ ہیں — اُفق کے رہنے والوں کے لئے یہ حقیقت ہے

لاف و دعویٰ باشد ایں پیشِ غُراب — دیگِ تی و پُر یکے پیشِ ذُباب
کوّے کے سامنے یہ محض، دعویٰ اور ڈینگ ہے — مکھی کے لئے بھری اور خالی دیگ یکساں ہے

چونکہ در تو می شود لقمہ گہر — تن مزن چندانکہ بتوانی بخور
جب تجھ میں لقمہ موتی بن جائے — پہلو تہی نہ کر جتنا ممکن ہو کھا

شیخ[3] روزے بہرِ دفعِ سوئے ظن — در لگن قے کرد و پُر دُر شد لگن
ایک دن شیخ نے بدگمانی رفع کرنے کیلئے — سلپچی میں قے کردی اور سلپچی موتیوں سے بھر گئی

گوہرِ معقول را محسوس کرد — پیرِ بینا بہرِ کم عقلیِ مرد
عقلی موتیوں کو محسوس کر دیا — بینا پیر نے (اُس) شخص کی کم عقلی کی وجہ سے

چونکہ در معدہ شود پاکت پلید — قفل نہ بر حلق و پنہاں کن کلید
چونکہ معدہ میں تیرا پاک ناپاک بن جاتا ہے — حلق پر تالا لگالے اور کنجی کو چھپا دے

ہر کہ در وے لقمہ شد نورِ جلال — ہر چہ خواہد گو بخور اُو را حلال
جس میں لقمہ اللہ (تعالیٰ) کا نور بنجائے — کہہ دے وہ جو بھی چاہے کھائے اس کیلئے حلال ہے

قے۔ تہی کا مخفف ہے۔ چونکہ۔ جبکہ لذیذ غذائیں شہوانی قوتوں کے اضافہ کا سبب بنیں تو حسبِ خواہش کھائی جا سکتی ہیں۔ —— [3] شیخ روزے۔ وہی درویش جو اپنی بسیار خوری کی معذرت کر رہے تھے انہوں نے کھایا ہوا قے کر کے دکھایا۔ گوہرِ معقول۔ کھانے کا گوہر بننا اگرچہ حقیقتاً نہیں ہوتا بلکہ وہ اولیاء کے پیٹ میں پُر انوار بنتا ہے لیکن انھوں نے بطور کرامت معنوی موتی کو ظاہری موتی بھی کر کے دکھا دیا۔ چونکہ۔ عوام اور راہِ سلوک طے کرنے والوں کے معدے میں پاک چیز پہنچ کر بھی ناپاک بن جاتی ہے اس لئے اُن کو کم خوری چاہیئے۔

[1] قاصداً۔ انبیاء اور اولیاءؑ اپنے مقام سے نزول اختیار کر لیتے ہیں تاکہ عوام اُن سے مستفید ہو سکیں۔ چوں ملالم۔ جب عوام کی سطح اختیار کرنے سے ملال پیدا ہوتا ہے تو پھر عروج اختیار کر لیتے ہیں۔ پرِ من۔ یہ میرا عروج میرا ذاتی ہے مُستعار نہیں ہے۔

[2] جعفر طیار۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی ہیں سنہ ۸ھ میں غزوہ مُوتہ میں چند ہزار فوج کے ساتھ تین لاکھ فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے دونوں بازو کٹ جانے کے بعد شہید ہوئے تو آنحضورؐ نے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو جنت میں دو بازو ایسے عنایت کر دیئے ہیں جن کے ذریعہ وہ جہاں چاہتے ہیں اُڑ کر چلے جاتے ہیں اس بشارت کی وجہ سے اُن کا لقب طیار "بہت اُڑنے والا" اور ذوالجناحین "دو بازوؤں والا" پڑا۔ جعفر طرار۔ جیب تراش جعفر عرب کا بہت چالاک شخص تھا جس نے دو مصنوعی بازو لگا رکھے تھے۔ نزد۔ اسرار کی یہ باتیں اُن لوگوں کے نزدیک محض دعویٰ ہیں جو اس ذوق سے واقف نہیں۔ اصحابِ ذوق کیلئے یہ حقیقت ہیں۔ ایں۔ اسرار کا بیان۔ غُراب۔ کوا جو چالاکی میں مشہور ہے۔ دیگ۔ مکھی کے لئے ایک ذرہ خوراک کافی ہے وہ دیگ کے پُر اور خالی ہونے کے فرق کو محسوس نہیں کر سکتی ہے۔

در بیانِ[۵۱] صدقِ دعویٰ کہ محضِ معنیٰ بود نزدیکِ صاحب حال و دوریٔ بیگانگاں

اُس دعوے کی سچائی کے بیان میں جو صاحبِ حال کے نزدیک حقیقت ہے اور بیگانوں کی اُس سے دُوری

گر تو ہستی آشنائے جانِ من — نیست دعویٰ گفتِ معنیٰ لانِ من
اگر تو میری جان سے واقف ہے — میری حقیقت آشیانہ گفتگو دعویٰ نہیں ہے

گر بگویم نیم شب پیشِ توام — ہیں مترس از شب کہ من خویشِ توام
اگر میں آدھی رات میں کہوں میں تیرے سامنے ہوں — خبردار! رات (ہونیکی وجہ) سے نہ ڈر میں تیرا اپنا ہوں

این دو دعویٰ پیشِ تو معنیٰ بود — چوں شناسی بانگِ خویشاوندِ خود
یہ دونوں دعوے تیرے لئے حقیقت ہونگے — جبکہ تو اپنوں کی آواز کو پہچانتا ہے

پیشی و خویشی دو دعویٰ بود لیک — ہر دو معنیٰ بود پیشِ فہمِ نیک
سامنے ہونا اور اپنا ہونا دو دعوے ہیں — دونوں دعوے اچھی سمجھ کیلئے حقیقت ہوں گے

قربِ آوازش گواہی می دہد — کایں دم از نزدیکِ یارے می جہد
آواز کا قرب گواہی دیتا ہے — کہ یہ آواز کسی دوست کے پاس سے آرہی ہے

لذتِ[۵۲] آوازِ خویشاوند نیز — شد گوا بر صدقِ آں خویشِ عزیز
اپنوں کی آواز کی لذت بھی — اُس اپنے پیارے کی سچائی پر گواہ بن گئی

باز بے الہام احمق کو ز جہل — می نداند بانگِ بیگانہ ز اہل
پھر الہام سے محروم احمق جو کہ نادانی سے — غیر کی آواز کو اپنے کی آواز سے نہیں پہچانتا ہے

پیشِ اُو دعویٰ بود گفتارِ اُو — جہلِ اُو شد مایۂ انکارِ اُو
اُس کے سامنے اُس کا دعویٰ (محض) گفتار ہوگی — اُس کا جہل اُس کے انکار کا سرمایہ ہوگا

پیشِ[۵۳] زیرک کاندرونش نورہاست — عینِ ایں آواز معنیٰ بود راست
عقلمند کے سامنے جس کے اندر نور ہیں — بعینہٖ یہ آواز صحیح حقیقت ہوتی ہے

یا بتازی گفت یک تازی زباں — کہ ہمی دانم زبانِ تازیاں
یا کوئی عربی زباں داں عربی میں کہے — کہ میں عربوں کی زبان جانتا ہوں

عینِ تازی گفتنش معنیٰ بود — گرچہ تازی گفتنش دعویٰ بود
اُس کا عربی میں بولنا حقیقت ہوگی — اگرچہ اُس کا عربی میں کہنا دعویٰ ہے

---

۵۱ در بیان۔ اب چند مثالیں ایسی دیتے ہیں جن میں خود دعویٰ ہی دلیل ہوتا ہے اور وہ دعویٰ دلیل سے مستغنی ہوتا ہے۔ آفتاب آمد دلیلِ آفتاب
گر تو ہستی۔ اگر تو صاحبِ باطن ہے۔ دعویٰ یعنی جو دلیل کا محتاج ہو گفتِ معنیٰ لان۔ لان مخفف لانہ بمعنیٰ آشیانہ ہے معنیٰ لان یعنی لانہ معنیٰ اور یہ مضاف و مضاف الیہ گفت کی صفت ہے۔ گر بگویم یہ ایک پہلی مثال ہے کہ بعض دعوے خود اپنی دلیل ہوتے ہیں کسی دوسری دلیل کے محتاج نہیں ہوتے۔ ایں دو دعویٰ یعنی سامنے ہونا اور رشتہ دار ہونا۔ فہم نیک۔ عقلِ سلیم ان دونوں دعووں کو حقیقت سمجھے گی اور ثبوت کی طالب نہ ہوگی۔

۵۲ لذت۔ رشتہ دار کی آواز کی لذت دعوے کی گواہ ہے۔ بانبے الہام۔ جو اللہ کی جانب سے الہام سے محروم ہیں وہ اپنے اور بیگانہ کی آواز میں امتیاز نہیں کر سکتے ہیں اُن کے سامنے کسی بزرگ کا کچھ کہنا بیکار ہے وہ اپنی نادانی سے فوراً انکار کر دیتے ہیں۔

۵۳ پیشِ زیرک۔ جو لوگ عقلمند ہیں اور اُن کو حق سے مناسبت ہے وہ فوراً بزرگوں کی بات پر یقین کر لیتے ہیں اور کسی دلیل کے بھی طالب نہیں ہوتے۔ یا بتازی۔ یہ دوسری مثال ہے کہ عربی دانی کا عربی زبان میں دعویٰ خود دعویٰ اور دلیل ہے۔

یا نویسد[1] کاتبے بر کاغذے — کاتب و خط خوانم و من ابجدے

یا کوئی کاتب کاغذ پر لکھے — میں لکھنے والا ہوں اور خط پڑھ لیتا ہوں اور میں ابجد جانتا ہوں

ایں نوشتہ گرچہ خود دعویٰ بود — ہم نوشتہ شاہدِ معنیٰ بود

یہ لکھا ہوا اگرچہ دعوے ہے — لکھا ہوا ہی ثبوت کا گواہ بھی ہے

یا بگوید صوفئے دیدی تو دوش — در میانِ خواب سجادہ بدوش

یا کوئی صوفی کہے کہ تو نے کل رات دیکھا — خواب میں کندھے پر مصلیٰ ڈالے ہوئے

من بدم آں وانچہ گفتم خواب در — با تو اندر خواب در شرحِ نظر

وہ میں تھا اور جو میں نے خواب میں کہا — تجھے نظر (وفکر) کی تشریح میں

گوش کن چوں حلقہ اندر گوش کن — ایں سخن را پیشوائے ہوش کن

یاد رکھ، بالے کی طرح کان میں ڈال لے — اس بات کو ہوش کا راہبر بنالے

چوں ترا یاد آید آں خواب ایں سخن — معجزہ نو باشد و رازِ کہن

جب تجھے وہ خواب یاد آئے گا، یہ بات — نیا معجزہ ہوگی اور پرانا راز

گرچہ دعویٰ می نماید ایں ولے — جانِ صاحب واقعہ گوید بلے

اگرچہ یہ دعویٰ نظر آتا ہے، لیکن — صاحبِ واقعہ کا دل ہاں کہتا ہے

پس[2] چو حکمت ضالۂ مومن بود — آں زِ ہر کہ بشنود موقن شود

جبکہ دانائی کی بات مومن کی گم شدہ چیز ہوتی ہے — اُسکو جس سے سنتا ہے یقین کرنیوالا ہو جاتا ہے

چونکہ خود را پیشِ او یابد فقط — کے بود شک چوں کند خود را غلط

جبکہ وہ اپنے آپ کو بالکل اُسکے سامنے پاتا ہے — شک کب ہو سکتا ہے؟ اپنے آپکو غلط کیسے بنا سکتا ہے؟

تشنہ را چوں بگوئی تو شتاب — در قدح آبست بستاں زود آب

جب تو پیاسے کو کہے، دوڑ — پیالے میں پانی ہے، جلد پانی لے لے

ہیچ گوید تشنہ کیں دعویست رو — از برم اے مدعی مہجور شو

کبھی پیاسا کہتا ہے یہ دعویٰ ہے جا — اے مدعی! مجھ سے دور ہو

یا گواہ و حجتے بنما کہ ایں — جنس آبست و ازاں ماءِ معیں

یا (یہ کہتا ہے کہ) گواہ اور دلیل لا کہ یہ — پانی کی جنس ہے اور شیریں پانی میں سے ہے

یا بطفلِ[3] شیر مادر بانگ زد — کہ بیا من مادرم ہاں اے ولد

یا دودھ پیتے بچے کو ماں نے آواز دی ہو — کہ اے بچے! آ میں (تیری) ماں ہوں

---

[1] یا نویسد۔ یہ تیسری مثال ہے اگر کوئی شخص کاغذ پر یہ لکھے کہ میں حروفِ تہجی سے واقف ہوں اور لکھنا جانتا ہوں تو یہ دعویٰ بھی ہے اور خود دلیل بھی ہے۔ یا بگوید۔ یہ چوتھی مثال ہے اگر کوئی بزرگ کسی سے اس کا رات کا دیکھا ہوا خواب بیان کردے اور یہ کہے کہ تم نے جو خواب میں ایک شخص دیکھا تھا اور اس نے فلاں فلاں نصیحتیں کی تھیں وہ میں ہی تھا تو تم اُسکے دعوے کو فوراً مان لوگے اور کبھی مزید دلیل کے طالب نہ بنوگے۔ راز کہن۔ یعنی جو خواب میں دیکھا تھا۔ صاحبِ واقعہ۔ یعنی جس نے خواب دیکھا تھا۔

[2] پس چو حکمت۔ حکمت و دانائی کی بات کو مومن کی گم شدہ چیز قرار دیا گیا ہے۔ اپنی چیز گم کرنیوالا جب گم شدہ چیز کو دیکھتا ہے فوراً پہچان لیتا ہے اُس کو کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ موقن۔ یقین کرنے والا۔ تشنہ۔ ایک مومن کے حکمت کو پہچان لینے کی مثال یہ ہے کہ اگر پیاسے سے کہا جائے کہ جلد آجا پیالے میں پانی ہے لے لے تو فوراً دوڑ پڑیگا کبھی دلیل کا طالب نہ ہوگا۔

[3] یا بطفل۔ اگر ماں اپنے دودھ پیتے بچے کو کہتی ہے کہ جلد آجا میں دودھ پلا دوں تو وہ بچہ فوراً اُس کا دعویٰ مان لیتا ہے اور کبھی دلیل کا طالب نہیں بنتا ہے۔

طفل گوید مادرا حجت بیار — تاکہ با شیرت بگیرم من قرار
(کیا) بچہ کہتا ہے کہ اے ماں! دلیل لا؟ — تاکہ تیرے دودھ سے مجھے چین نصیب ہو

در دلِ[1] ہر اُمتی کز حق مزہ ست — رویِ و آوازِ پیمبر معجزہ است
جس اُمتی کے دل میں حق کا ذائقہ ہے — پیغمبر کا چہرہ اور آواز معجزہ ہے

چوں پیمبر از بروں بانگے زند — جانِ اُمت در دروں سجدہ کند
جب پیغمبر باہر سے پکارتا ہے — اُمت کی روح اندر سجدہ کرتی ہے

زانکہ جنسِ بانگِ اُو اندر جہاں — از کسے نشنیدہ باشد گوشِ جاں
اس لئے کہ اُس کی آواز کی مانند دنیا میں — روح کے کان نے کسی کی آواز نہیں سنی

آں غریب[2] از ذوقِ آوازِ غریب — در سجود آید بحق گردد قریب
وہ مسافر عجیب آواز کے ذوق سے — سجدہ میں گر جاتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) سے قریب ہو جاتا ہے

چوں کند سجدہ ز جان و دل غریب — از زبانِ حق شنید اِنّی قَرِیب
جب مسافر دل و جان سے سجدہ کرتا ہے — اللہ (تعالیٰ) کی زبان سے سنتا ہے "بیشک میں قریب ہوں"

سجدہ کردنِ یحییٰؑ و مسیحؑ یک دیگر را در شکمِ مادر
حضرت یحییٰؑ و حضرت مسیحؑ کا ماں کے پیٹ میں ایک دوسرے کو سجدہ کرنا

مادرِ[3] یحییٰؑ چو حامل بُود ازو — بُود با مریم نشستہ دو بدو
(حضرت) یحییٰ کی والدہ جب اُن سے حاملہ تھیں — (حضرت) مریمؑ کے رُوبرو بیٹھی تھیں

مادرِ یحییٰؑ بمریمؑ در نہفت — پیشتر از وضعِ حملِ خویش گفت
(حضرت) یحییٰؑ کی والدہ نے حضرت مریمؑ سے چپکے سے — اپنے وضع حمل سے پہلے — کہا

کہ یقیں دیدم درونِ تو شہے ست — کہ اولوالعزم و رسول آگہے ست
کہ مجھے یقین ہے کہ آپ کے پیٹ میں ایک شاہ ہے — جو کہ بڑے درجہ کا اور باخبر رسول ہے

چوں برابر اوفتادم با تو من — کرد سجدہ حملِ من اے ذوالفطن
جب میں آپ کے برابر آئی — اے عقلمند! میرے حمل نے سجدہ کیا

ایں جنیں مر آں جنیں را سجدہ کرد — کز سجودش در تنم اُفتاد درد
پیٹ کے اِس بچہ نے پیٹ کے اُس بچہ کو سجدہ کیا — جس کے سجدے سے میرے بدن میں درد ہوا

گفت مریمؑ من درونِ خویش ہم — سجدۂ دیدم ازیں طفلِ شکم
(حضرت) مریمؑ نے کہا میں نے بھی اپنے پیٹ میں — اِس پیٹ کے بچہ کا سجدہ دیکھا

---

[1] در دل۔ جن لوگوں کے دل میں ذوقِ حق ہوتا ہے نبی کا چہرہ اور اُس کی آواز ہی اُن کے لئے معجزہ ہوتی ہے وہ معجزے کے کبھی طالب نہیں ہوتے ہیں۔ چوں پیمبر۔ نبی کی دعوت پر فوراً اُن کی روح سر تسلیم خم کر دیتی ہے۔

[2] غریب یعنی دنیا کا مسافر، راہِ سلوک کا مسافر۔ آوازِ غریب۔ یعنی نبی کی عجیب آواز۔ در سجود آید۔ یعنی اطاعت کر لیتا ہے سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔ اِنّی قَرِیب۔ بیشک میں نزدیک ہوں قرآنِ پاک میں ہے جب ہمارے بندے تم سے ہمارے بارے میں دریافت کریں تو کہہ دو میں اُن سے قریب ہوں۔

[3] مادرِ یحییٰؑ۔ یعنی حضرت زکریاؑ کی بیوی یہ حضرت یحییٰؑ کی ماں ہیں۔ مریمؑ۔ حضرت مسیحؑ کی والدہ محترمہ۔ وضعِ حمل۔ بچہ جننا۔ درونِ تو۔ تیرے پیٹ میں۔ اولوالعزم۔ صاحب عزم و عزیمت پانچ بڑے رسول ہیں حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت عیسیٰؑ، آنحضورؐ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ رسول آگاہ۔ یعنی صاحبِ کتاب رسول۔ ذوالفطن۔ دانائی والا۔ جنین۔ وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو۔ کز سجودش۔ پیٹ کے بچہ کی حرکت سے ماں کو تکلیف ہوتی ہے۔ گفت مریمؑ۔ حضرت مریمؑ نے فرمایا کہ میرے پیٹ کے بچہ نے بھی تیرے پیٹ کے بچہ کو

اِشکال آوردنِ نادانان برین قصّہ

نادانوں کا اِس قصہ پر اِشکال لانا

اَبلہاں گویند اینؔ[1] افسانہ را — خط بکش زیرا دروغ ست و خطا

بے وقوف کہتے ہیں کہ اِس قصہ پر — لکیر کھینچ دے، کیونکہ جھوٹ اور غلط ہے

زانکہ مریمؑ وقتِ وضعِ حملِ خویش — بُود از بیگانہ دور و ہم ز خویش

کیونکہ (حضرت) مریمؑ اپنے وضعِ حمل کے وقت — اپنوں سے بھی دور تھیں اور بیگانوں سے بھی

مریمؑ اندر حمل جُفتِ کس نشد — از برونِ شہر اُو واپس نشد

(حضرت) مریمؑ حمل کے دوران کسی کے ساتھ نہ رہیں — وہ شہر کے باہر سے واپس نہ ہوئیں

از برونِ شہر آں شیریں فسوں — تا نشُد فارغ نیامد خود درُوں

وہ شیریں دم شہر کے باہر سے — جب تک فارغ نہ ہوئیں اندر نہیں آئیں

چوںؔ[2] بزادش آنگہانش بر کنار — بر گرفت و بُرد تا پیشِ تبار

جب اُن کو جن لیا، اُس وقت بغل میں — لیا اور خاندان کے سامنے لے گئیں

مادرِ یحییٰؑ کجا دیدش کہ تا — گوید اُو را ایں سخن در ماجرا

(حضرت) یحییٰؑ کی والدہ نے اُنکو کہاں دیکھا تاکہ — قصہ میں اُن سے یہ بات کہیں

جوابِ اِشکال و بیانِ مقصود از قصّہ

اشکال کا جواب اور قصہ کا مقصد

ایں بداند کانکہ اہلِ خاطر ست — غائبِ آفاق اُو را حاضر ست

اِس کو وہ سمجھتا ہے جو صاحبِ دل ہے — غائبِ دنیا اُس کے سامنے حاضر ہے

پیشِ مریمؑ حاضر آید در نظر — مادرِ یحییٰؑ کہ دور ست از بصر

(حضرت) مریمؑ کے سامنے نگاہ میں حاضر ہے — (حضرت) یحییٰؑ کی والدہ جو دیکھنے میں دور ہیں

دیدہؔ[3] ہا بستہ بہ بیند دوست را — چوں مُشبّک کردہ باشد پوست را

آنکھیں بند کیے ہوئے دوست کو دیکھ لیتا ہو — جبکہ کھال کو چھلنی کر دیا ہو

ور ندیدش نز برون و نز درُوں — از حکایت گیر معنیٰ اے زبوں

اگر اُنھوں نے اُنھیں نہ ظاہری طور پر دیکھا نہ باطنی طور پر — اے عاجز! تو قصہ سے نتیجہ اخذ کر لے

نے چناں کافسانہا بشنیدہ — ہمچو شیں بر نقشِ اُو چسپیدہ

کیا ایسا نہیں ہے کہ تو نے قصے سُنے ہیں — (اور) شین کی طرح اُنکے نقش سے تو چپٹ گیا ہے

---

[1] ایں افسانہ۔ یعنی دونوں حمل کے ایک دوسرے کو سجدہ کرنے کا قصہ۔ خط بکش۔ قلم پھیر دے۔ زانکہ۔ قرآن پاک میں حضرت مریمؑ کے قصہ میں ہے فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا "اس مریمؑ کو حمل رہ گیا وہ حمل لیکر کہیں الگ دُور کے مکان میں ہو بیٹھیں۔" یعنی حضرت مریمؑ کے حالتِ حمل میں اُنکے پاس کوئی دوسرا نہ تھا۔ واپس نہ شد۔ وہ شہر سے نکل کر چلی گئیں تھیں لہٰذا وہاں حضرت یحییٰؑ کی والدہ کہاں تھیں۔ شیریں فسوں۔ حضرت مریمؑ۔

[2] چوں بزادش۔ قرآن پاک میں ہے فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ "وہ مریم اُس بچہ کو اُٹھا کر اپنی قوم کے پاس لائیں۔" تبار۔ خاندان، قبیلہ۔ ایں بداند۔ اِس قصہ کو وہ سمجھ سکتا ہے جو ایسا صاحبِ دل ہو کہ غائب از نظر چیزیں بھی اُسکے سامنے ہوں۔ پیشِ مریم۔ ایک جواب ہے کہ دونوں میں باہمی روحانی طور پر گفتگو ہوئی ہو۔

[3] دیدہ ہا بستہ۔ جن لوگوں نے مجاہدات کے ذریعہ اپنے بدن کو چھلنی بنا دیا ہو وہ آنکھیں بند کرکے دور کی چیز دیکھ لیتے ہیں۔ ور ندیدش۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر حضرت مریمؑ نے حضرت یحییٰؑ کی والدہ کو نہ ظاہری طور پر دیکھا اور نہ باطنی طور پر اور قصہ غلط بھی ہو تو نتیجہ جو صحیح ہے اُس پر عمل کرو یعنی اللہ کے نیک بندوں کی تعظیم کرو۔ نے چناں۔ تم سب افسانے سنتے ہو جن کا

746

تاہمی گفت آں کلیلہ[1] بے زباں
حتیٰ کہ بے زباں اُس کلیلہ نے کہا

چوں سُخن نوشد ز دمنہ بے بیاں
اس نے دمنہ سے بغیر کہے بات کیسے سُن لی؟

در بدانستند لحنِ ہم دگر
اگر آپس میں لہجہ جانتے تھے

فہمِ اُو چوں کرد بے نطق ایں بشر
بغیر گویائی کے یہ انسان کیسے سمجھا؟

در میانِ[2] شیر و گاؤ آں دمنہ چوں
شیر اور گائے کے درمیان وہ دمنہ کس طرح

شُد رسول و خواند بر ہر دو فسوں
قاصد بنا؟ اور دونوں پر منتر پڑھ دیا

چوں وزیرِ شیر شد گاوِ نبیل
موٹا بیل شیر کا وزیر کیسے بن گیا!

چوں ز عکسِ ماہ ترساں گشت پیل
ہاتھی چاند کے عکس سے کیسے ڈر گیا؟

ایں کلیلہ دمنہ جملہ افتریست
یہ کلیلہ اور دمنہ سب جھوٹ ہے

ورنہ کے با زاغ لکلک را مریست
ورنہ کوے کا لقلق سے کیا اختلاف ہے؟

اے برادر قصہ چوں پیمانہ ایست
اے بھائی! قصہ تو ایک پیمانہ ہے

اندرو معنیٰ مثالِ دانہ ایست
اُس میں معنیٰ دانہ کی طرح ہے

دانۂ معنیٰ بگیرد مردِ عقل
عقلمند انسان معنیٰ کا دانہ لے لیتا ہے

ننگرد پیمانہ را گر گشت نقل
پیمانہ کی طرف دھیان نہیں دیتا ہے اگرچہ منتقل ہو گیا

در بیانِ[3] ماجرائے شمع و پروانہ و گل و بلبل و غیرہ
شمع اور پروانہ اور گل و بلبل وغیرہ کے قصے میں بیان

ماجرائے بلبل و گل گوش دار
بلبل اور گل کا قصہ سُن

گرچہ گفتے نیست آنجا آشکار
اگرچہ گفتگو یہاں بھی نمایاں نہیں ہے

ماجرائے شمع با پروانہ تو
شمع کا پروانے کے ساتھ قصہ، تو

بشنو و معنیٰ گزیں ز افسانہ تو
سُن اور قصہ سے نتیجہ نکال لے

گرچہ گفتے نیست سرِ گفت ہست
اگرچہ بات چیت نہیں ہے گفتگو کی حقیقت ہے

ہیں ببالا پر مپر چوں جغد پست
خبردار! اونچا اُڑ جغد کی طرح نیچے نہ اُڑ

گفت در شطرنج کایں خانہ رخ ست
(کسی نے) شطرنج میں کہا کہ یہ رُخ کا گھر ہے

گفت خانہ اش کجا آمد بدست
(دوسرے نے) کہا اُسکو گھر کہاں سے مل گیا؟

خانہ را بخرید یا میراث یافت
اُس نے گھر خریدا یا میراث میں پایا

فرخ آنکس کو سوئے معنیٰ شتافت
مبارک ہے وہ شخص جو معنیٰ کی طرف دوڑا

---

[1] کلیلہ و دمنہ۔ دو فرضی گیدڑوں کے نام ہیں جن کا باہمی مکالمہ وغیرہ اِس کتاب میں درج ہے اُسمیں مذکور ہے کہ کلیلہ نے بغیر زبان کے یہ کہا تو بتاؤ کہ دمنہ کی بات بغیر بتائے اُسنے کیسے سُن لی جو بغیر زبان کے جواب کی نوبت آئی اچھا وہ اگر آپس میں ایک دوسرے کی بات سمجھتے بھی تھے تو یہ انسان صاحب اُس کو کیسے سمجھ گئے جو نقل کر رہے ہیں۔

[2] در میاں۔ اُسمیں لکھا ہے دمنہ، شیر اور بیل کے درمیان ایلچی بنا اور پھر اُس نے دونوں کو دھوکا دیدیا۔ چوں وزیر۔ اُسمیں لکھا ہے کہ ایک بیل ایک شیر کا وزیر تھا اور ایک ہاتھی چاند کے عکس سے بدک گیا۔ ایں کلیلہ۔ غرضیکہ سارا کلیلہ دمنہ کا قصہ جھوٹ ہے ورنہ کوے اور لقلق کا کیا جھگڑا اسلئے مراد لیکن اِن تمام قصوں سے نتائج اخذ کر لئے جاتے ہیں لفظوں کی مثال پیمانہ کی سی ہے اور معنیٰ کی مثال غلہ کی سی ہے مقصود غلہ ہے نہ کہ پیمانہ۔

[3] در بیان۔ شمع و پروانہ اور گل و بلبل کے افسانے بھی اسی قبیل سے ہیں کہ اُن سے مقصود معنیٰ اور نتائج کا اخذ کرنا ہے۔ گرچہ گفتے۔ گل و بلبل کی آپس میں کبھی باتیں نہیں ہوئیں مگر چہ۔ لہٰذا خبردار ہیں اگرچہ یہ گفتگو اور کلام نہیں ہوتا لیکن مقصدِ کلام جو نتیجہ ہے وہ حاصل ہے۔ گفت در شطرنج۔ نقلی کج بحثی کی مثال ہے رخ۔

گفت[1] نحوی زید عَمرواً قد ضرب	گفت چونش کرد بے جُرمے ادب
نحوی نے کہا زید نے عمرو کو مارا	(شاگرد نے) کہا اُسکو بے خطا کیوں سزا دی؟
عَمرو را جرمش چہ بُد کاں زید خام	بے گناہ اُورا بزد ہمچوں غلام
عمرو کی کیا خطا تھی؟ کہ اُس نالائق زید نے	اُس کو بے قصور غلام کی طرح پیٹا
گفت ایں پیمانۂ معنیٰ بُود	گیر معنیٰ را کہ پیمانہ است رد
(نحوی نے) کہا یہ (لفظ) معنیٰ کا پیمانہ ہوتے ہیں	معنیٰ کو لے کیونکہ پیمانہ واپس ہو جاتا ہے
زید و عَمرو از بہرِ اعراب است و ساز	گر دروغ ست آں تو با اعراب ساز
زید اور عمرو اعراب (بتانے) کیلئے اور (جملہ) بنانے کیلئے ہیں	اگر وہ جھوٹ بھی ہے تو اعراب کو سمجھ لے
گفت نے من آں ندانم عَمرو را	زید چوں زد بے گناہ و بے خطا
(شاگرد نے) کہا میں یہ نہیں جانتا، عمرو کو	زید نے بلا قصور اور بلا خطا کیوں مارا!
گفت زو لاچار و لاغے بر کشود	عَمرو یک واوے فزوں دزدیدہ بود
(نحوی نے) اُس سے مجبوراً مذاق شروع کر دی	عمرو نے ایک واؤ زیادہ چرا لی تھی
زید واقف گشت دُزدش را بزد	چونکہ از حد بُرد اُورا حد سزد
زید کو پتہ چل گیا اُس نے اپنے چور کو مارا	چونکہ وہ حد سے بڑھ گیا تھا اِس کیلئے سزا مناسب تھی

پذیرا[2] آمدنِ سخنِ باطل در دلِ باطلاں
باطل بات کا باطل لوگوں کے دل میں اُتر جانا

گفت اینک راست پذرفتم بجاں	کژ نماید راست در پیشِ کژاں
(شاگرد نے) کہا اب ٹھیک ہے میں نے دل و جان سے مان لیا	ٹیڑھی بات ٹیڑھوں کو سیدھی نظر آتی ہے
گر بگوئی اَحولے را مہ یکے ست	گویدت نے دوست دو کو حدتِ شکّے ست
اگر تو بھینگے سے کہے کہ چاند ایک ہے	وہ کہے گا نہیں اے دوست! ایک ہونے میں شبہ ہے
ور بر و خندد کسے گوید دو است	راست دارد ایں سزائے بد خُواست
اور اگر اُس سے کوئی مذاق کرے اور کہے کہ (چاند) دو ہیں	سچ سمجھ لے گا، بدخصلت کی سزا یہی ہے
بر دروغاں[3] جمع می آید دروغ	لِلْخَبِيثَاتِ الْخَبِيثُونَ زد فروغ
جھوٹوں کے لئے جھوٹ جمع ہو جاتا ہے	خبیث لوگ خبیث عورتوں کیلئے ہیں، واضح ہے
دل فراخاں را بُود دستِ فراخ	چشم کوراں را عثار سنگلاخ
فراخدلوں کا ہاتھ فراخ ہوتا ہے	اندھوں کے لئے سنگلاخ میں ٹھوکریں ہیں

[1] گفت نحوی۔ قد ضرب زیدٌ عمرواً نحو میں عام طور پر جملہ کی مثال اور فاعل پر پیش اور مفعول پر زبر آنے کی یہ مثال دی جاتی ہے۔ عُمَر اور عَمرو میں فرق کیلئے عمرو میں ایک واؤ زیادہ لکھی جاتی ہے، مثال کا اصل مقصد سمجھنے کی بجائے یہ سوالات کرنا تعلقی کج بحثی ہے گفت ایں۔ اُستاد نے سمجھایا کہ مثال کا اصل مقصد سمجھ لے۔ گر دروغ ست۔ اگر زید نے عمرو کو نہیں مارا اور یہ جھوٹ بھی ہے تو تجھے اِس سے کیا بحث تو اصل مقصد سمجھ لے۔ گفت نے۔ شاگرد اصل بات سمجھنے کو تیار نہیں ہوا اور پھر بھی دریافت کرنے لگا کہ زید نے عمرو کو کیوں مارا۔ لاغ۔ مذاق۔ عمرو۔ اُسمیں جو واؤ زیادہ لکھی جاتی ہے وہ اُسنے چرا لی تھی اسلئے اسکو مارا ہے۔ حد۔ سزا۔

[2] پذیرا۔ غلط آدمیوں کو غلط باتیں پسند آتی ہیں۔ کژ۔ کج۔ کژاں۔ کج ہیں۔ گر بگوئی۔ بھینگا چاند کے ایک ہونے کو تسلیم نہ کرے گا چاند کا دو ہونا جو غلط ہے اُسکو تسلیم کرے گا۔

[3] بر دروغاں یعنی جھوٹے جھوٹ کو فوراً تسلیم کر لیتے ہیں۔ دل فراخاں وسیع القلب لوگ۔ عثار۔ لڑکھڑانا پھسلنا۔ سنگلاخ۔ پتھریلی زمین۔

هر کہ اُو جنسِ دروغ ست اے پسر — راست پیشِ اُو نباشد مُعتبر
اے بیٹا! جو جھوٹ کا ہم جنس ہے — سچ اُس کے لئے معتبر نہیں ہوتا ہے

هر کرا دندانِ صدقے رُستہ شد — از دروغ و از خباثت رَستہ شد
جس کے سچائی کے دانت نکل آئے ہیں — وہ جھوٹ اور خباثت سے آزاد ہو گیا

جُستنِ[1] آں درخت کہ ہر کہ میوۂ آں خورد ہرگز نمیرد
اُس درخت کی تلاش کرنا کہ جو بھی اُس کا میوہ کھالے گا کبھی نہیں مرے گا

گفت دانائے برائے داستاں — کہ درختے ہست در ہندوستاں
ایک عقلمند نے داستان کے طور پر کہا — کہ ہندوستان میں ایک ایسا درخت ہے

ہر کسے کز میوۂ اُو خورد و بُرد — نے شود اُو پیر و نے ہرگز بمُرد
کہ جس کسی نے اُس کا میوہ کھایا اور حاصل کر لیا — نہ وہ بوڑھا ہوا اور نہ وہ کبھی مرا

بادشاہے ایں شنید از صادقے — بر درخت و میوہ اش شد عاشقے
ایک بادشاہ نے ایک سچے آدمی سے یہ سُن لیا — درخت اور اُس کے میوے کا عاشق ہو گیا

قاصدِ دانا ز دیوانِ ادب — سوئے ہندستاں رواں کرد از طلب
ادب کے دفتر میں سے ایک عقلمند قاصد — تلاش کے لئے ہندوستان روانہ کیا

سالہا می گشت آں قاصد از و[2] — گردِ ہندستاں برائے جستجو
اُس کا وہ قاصد سالوں گھومتا پھرا — تلاش کے لئے ہندوستان کے چاروں طرف

شہر شہر از بہرِ ایں مطلوب گشت — نے جزیرہ ماند نے کوہ و نہ دشت
اس مقصد کے لئے شہر شہر گھوما — نہ کوئی جزیرہ بچا، نہ پہاڑ، نہ جنگل

ہر کرا پُرسید کردش ریشخند — کایں نجوید جز مگر مجنونِ بند
اُس نے جس سے پوچھا اُسنے اُسکی مذاق اُڑائی — کہ یہ (درخت) پاگلخانہ کے لائق مجنوں کے سوا کوئی تلاش نہ کرے گا

بس کساں صَفعش زدند اندر مزاح — بس کساں گفتند کاے صاحب فلاح
بہت سوں نے مذاق میں اس کے چانٹے اُڑائے — بہت سوں نے کہا اے نیک بخت!

جستجوئے چوں تو زیرک سینہ صاف — کے تہی ماند کجا باشد گزاف
تجھ جیسے صاف دل ذہین کی تلاش — کب خالی جائیگی؟ کہاں بیکار ہو گی؟

ویں[3] مراعاتش یکے صَفعِ دگر — ویں ز صَفعِ آشکارا سخت تر
اس کے ساتھ یہ ہمدردی ایک دوسرا چپت تھی — یہ چپت (اس) کھلے ہوئے چپت سے زیادہ سخت تھا

---

[1] جُستن۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر بیں لفظوں سے رغبت رکھتا ہے معانی کی طرف دھیان نہیں دیتا ہے۔ گفت۔ ایک عقلمند نے یہ کہا کہ ہندوستان میں ایک ایسا درخت ہے کہ جو اُس کا میوہ کھالے وہ نہ کبھی بوڑھا ہوتا ہے نہ مرتا ہے۔ بادشاہے۔ بادشاہ نے اِس بیان کے لفظوں کیطرف توجہ کی اور یہ سمجھا کہ حقیقتاً کوئی ایسا درخت ہے جس سے مستقل جوانی اور زندگی حاصل ہو جاتی ہے اور اُس کی تلاش میں ایک صاحب کو روانہ کر دیا۔

[2] از و۔ یعنی بادشاہ کا قاصد۔ جستجو۔ یعنی درخت کی تلاش میں۔ ریشخند۔ مذاق، دل لگی۔ مجنونِ بند۔ وہ پاگل جو قید خانہ میں بند کر دینے کے قابل ہو۔ صَفع۔ چپت، طمانچہ۔ مزاح۔ مذاق۔ گزاف۔ فضول۔

[3] ویں مراعاتش۔ اِس طرح کی غلط ہمدردی اُس کیلئے چپت بازی سے بھی زیادہ تکلیف دہ تھی۔

می ستودندش بتسخر[1] کاے بزرگ ــ در فلاں اقلیم بس ہول وسترگ
مذاق میں اُس کی تعریف کرتے کہ اے بزرگ! ــ فلاں علاقہ میں بہت ہولناک اور عظیم الشان

ق

در فلاں بیشہ درختے ہست سبز ــ بس بلند و پہن و ہر شاخیش گبز
فلاں جنگل میں ایک ہرا درخت ہے ــ جو بہت اونچا اور گھنا ہے اور اُس کی ہر شاخ موٹی ہے

قاصدِ شہ بستہ در جُستن کمر ــ می شنید از ہر کسے نوعِ دگر
بادشاہ کا قاصد جستجو میں کمربستہ تھا ــ (لیکن) ہر ایک سے ایک نئی بات سُنتا تھا

بس سیاحت کرد آنجا سالہا ــ می فرستادش شہنشہ مالہا
وہ وہاں سالوں سفر کرتا رہا ــ بادشاہ اُس کو بہت مال بھیجتا رہا

چوں بسے دید اندراں غربت تعب ــ عاجز آمد آخرالامر از طلب
جب اُس نے مسافرت میں بہت مشقتیں دیکھیں ــ انجام کار تلاش کرنے سے عاجز آگیا

ہیچ از مقصود[2] اثر پیدا نشد ــ زاں غرض غیر خبر پیدا نشد
مقصود کا کوئی نشان نہ ظاہر ہوا ــ اِس مقصد کا سوائے باتوں کے کچھ پتہ نہ چلا

رشتۂ اُمید اُو بگستہ شُد ــ جستۂ اُو عاقبت ناجستہ شُد
اُس کی امید کا سلسلہ ٹوٹ گیا ــ انجام کار اُس کا (قابلِ جُستجو) ناقابلِ جستجو ہو گیا

کرد عزمِ بازگشتن سوئے شاہ ــ اشک می بارید و می برید راہ
اُس نے بادشاہ کی جانب واپسی کا پختہ ارادہ کرلیا ــ آنسو بہاتا تھا اور راستہ طے کرتا تھا

شرح کردن شیخ سِرّ آں درخت را با آں طالب مُقلّد

اُس مُقلّد طلبگار کے لئے شیخ کا اُس درخت کے راز کی تشریح کرنا

بود شیخے عالمے قُطبے کریم ــ اندراں منزل کہ آئس[3] شُد ندیم
ایک شیخ عالم، قطب شریف (رہتا) تھا ــ اُس پڑاؤ پر جہاں مایوس ہم مجلس ہوا

گفت من نومید پیشِ اُو روم ــ ز آستانِ اُو براہ اندر شوم
بولا میں مایوس اُس کے سامنے جاؤں ــ (شاید) اُس کے آستانہ سے راستہ چلنے لگوں

تا دُعائے اُو بُوَد ہمراہِ من ــ چونکہ نومیدم من از دلخواہِ من
تاکہ اس کی دعا میرا ساتھی بنے ــ چونکہ میں مقصود سے مایوس ہو گیا ہوں

رفت پیشِ شیخ با چشمِ پُر آب ــ اشک می بارید مانندِ سحاب
آنسو بھری آنکھوں سے شیخ کے سامنے گیا ــ ابر کی طرح آنسو برساتا تھا

---

[1] تسخر۔ تمسخر۔ ہول۔ یعنی ہولناک بسترگ۔ بڑا عظیم الشان۔ گبز۔ موٹا۔ نوعِ دگر۔ یعنی ہر شخص سے جداگانہ قسم کی بات سنتا تھا۔ سیاحت۔ سفر سیر۔ مالہا۔ یعنی اخراجات کے لئے بادشاہ روپیہ پیسہ بھیجتا رہتا تھا۔ غربت۔ مسافرت۔ تعب۔ تھکن، تکلیف۔

[2] مقصود۔ یعنی درخت۔ غرض۔ یعنی درخت۔ غیر خبر۔ یعنی باتوں کے سوا جُستہ۔ یعنی جس درخت کو ڈھونڈنے نکلا تھا وہ ناقابلِ جُستجو ثابت ہوا ہے۔ عزم۔ پختہ ارادہ۔ طالبِ مقلد۔ یعنی وہ قاصد۔ قطبے۔ یعنی وہ شیخ قطبِ وقت تھا۔

[3] آئس۔ مایوس شخص۔ ندیم۔ شریک مجلس۔ براہ۔ یعنی اس راستہ پر پڑ جاؤں جو درخت تک پہنچا دے۔ دل خواہ۔ مقصد۔

750

گفت شیخا وقتِ رحمت، رافت[1] است | نا امیدم وقتِ لطف ایں ساعت است

کہا، اے شیخ! رحم و مہربانی کا وقت ہے | میں مایوس ہوں مہربانی کا یہ وقت ہے

گفت وا گو کز چہ نومیدیستت | چیست مطلوبِ تو رو با کیستت

(شیخ نے) کہا صاف بتا تیری ناامیدی کس چیز سے ہے؟ | تیرا مقصود کیا ہے؟ کس کی طرف توجہ ہے؟

گفت شاہنشاہ کردم اختیار | از برائے جُستنِ یک شاخسار

اُس نے کہا بادشاہ نے مجھے چُنا | ایک درخت کی تلاش کے لئے

کہ درختے ہست نادر در جہات | میوہ اُو مایۂ آبِ حیات

کہ اطراف میں ایک ایسا درخت ہے | جس کا پھل آبِ حیات کا سرمایہ ہے

سالہا جُستم ندیدم زو نشاں | جز کہ طنز و تسخرِ ایں سرخوشاں

میں نے سالوں تلاش کیا، اُسکا نشان نہ دیکھا | سوائے اُن مستوں کے طنز اور مذاق کے

شیخ خندید و بگفتش اے سلیم | ایں درختِ علم باشد در علیم

شیخ ہنسا اور اُس سے کہا اے بھولے! | یہ درخت علم کا ہے عالِم کے اندر

بس[2] بلند و بس شگرف و بس بسیط | آبِ حیوانے ز دریائے محیط

جو بہت بلند اور بہت عجیب اور بہت پھیلا ہوا ہے | محیط سمندر کا، آبِ حیات ہے

تو بصورت رفتۂ اے بے خبر | زاں ز شاخِ معنی بے بار و بَر

اے غافل! تو صورت کے پیچھے چل پڑا | اسی لئے (تو) معنیٰ کی شاخ سے بے میوہ اور پھل کے ہے

گہ درختش نام شد گہ آفتاب | گاہ بحرش نام گشت و گہ سحاب

کبھی اُس کا نام درخت بنا کبھی سورج | کبھی اُس کا نام سمندر رہا اور کبھی اَبر

آں[3] یکے کش صد ہزار آثار خاست | کمتریں آثارِ اُو عمرِ بقاست

وہ ایک ایسا (عمل) ہے جس سے لاکھوں نتیجے پیدا ہوئے | اُس کا کم درجہ کا نتیجہ ابدی زندگی ہے

گرچہ فرد است اُو اثر دارد ہزار | آں یکے را نام شاید بے شمار

اگرچہ وہ ایک ہے ہزاروں نتیجے رکھتا ہے | اُس ایک کے بے شمار نام مناسب ہیں

آں یکے شخصے ترا باشد پدر | در حقِ شخصے دگر باشد پسر

وہ ایک شخص جو تیرا باپ ہے | دوسرے شخص کے اعتبار سے وہ بیٹا ہے

آثار لاکھوں ہیں۔ انہیں سے ایک یہ بھی ہے کہ اُسکے ذریعے ابدی زندگی حاصل ہوتی ہے لہٰذا وہ آبِ حیات بھی ہے۔

[3] آں یکے انسانوں میں ایک شخص کو مختلف حیثیتوں سے مختلف ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسے ایک انسان باپ بھی ہے اور بیٹا بھی، چچا بھی ہے اور ماموں بھی ہے ایک کے اعتبار سے دشمن اور قہر بھی ہے دوسرے کے اعتبار سے نیک اور مہربان ہے۔

[1] رافت۔ مہربانی۔ لطف۔ مہربانی شفقت۔ وا گو۔ صاف بتا۔ اختیار۔ پسند کرنا، چُننا۔ شاخسار۔ درخت۔ جہات۔ اطراف۔ آبِ حیات۔ وہ پانی جس کو پی کر ابدی زندگی حاصل ہو جائے۔ سرخوشاں۔ مست و بیخود لوگ۔ سلیم۔ بھولا انسان۔ علم باشد۔ علم کے اپنے اوصاف کے اعتبار سے بہت سے نام ہیں چونکہ علم کے سایہ میں انسان راحت سے زندگی گذارتا ہے لہٰذا اُس کو درخت سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں تو اِس درخت سے علم مراد ہے۔

[2] بس بلند۔ وہ علم کا درخت عظیم الشان ہے اور علمِ باری اُس کا سرچشمہ ہے۔ اور وہ آبِ حیات ہے۔ دریائے محیط یعنی علمِ باری۔ تو بصورت۔ تو نے درخت کے ظاہری اور لغوی معنیٰ مراد لئے ہیں اسی لئے تو معنیٰ کی شاخ سے محروم ہے۔ گہ درخت۔ چونکہ لوگ علم کے ثمرات سے فائدہ اُٹھاتے ہیں لہٰذا اُس کو درخت سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ گہ آفتاب۔ علم کو آفتاب بھی کہہ دیا جاتا ہے چونکہ لوگ اُس کی روشنی سے مستفید ہوتے ہیں۔ گہ سمندر۔ چونکہ علم ایک بے پایاں چیز ہے اُس کو سمندر سے بھی تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ گہ سحاب۔ چونکہ علم بھی شادابی اور سرسبزی کا سبب ہے لہٰذا اُس کو سحاب کہہ دیا جاتا ہے۔ آں یکے۔ علم ایک ہے لیکن اُس سے نتائج اور

751

در حقِ دیگر بُود قہر و عدو
ایک کے حق میں وہ ظلم اور دشمنی ہے

در حقِ دیگر بُود لطف و نکو
دوسرے کے حق میں وہ مہربانی اور بھلائی ہے

در حقِ دیگر بُود اُو عمّ و خال
ایک کے حق میں وہ چچا اور ماموں ہے

در حقِ دیگر بُود ہیچ و خیال
دوسرے کے حق میں وہ ناچیز اور خیال ہے

صد ہزاراں نام و اُو یک آدمی
وہ ایک شخص ہے اور لاکھوں نام ہیں

صاحب ہر وصفش از وصفے عمی[1]
اُس کا ہر ایک وصف جاننے والا دوسرے وصف سے بے خبر ہے

ہر کہ جوید نام گر صاحب ثقہ است
جو نام کا جویاں ہو اگرچہ بھروسے کا ہو

ہمچو تو نومید و اندر تفرقہ است
تیری طرح نا امید اور پریشانی میں ہے

تو چہ بر چسپی بریں نامِ درخت
تو اس درخت کے نام پر کیوں چپکا ہے

تا بمانی تلخ کام و شور بخت
خبردار! تو ناکام اور بدنصیب رہے گا

صورتِ ظاہر چہ جوئی اے جواں
اے جوان! تو ظاہری صورت کو کیا تلاش کرتا ہے؟

رَو معانی را طلب اے پہلواں
اے بہادر! جا معانی کو طلب کر

صورتِ ظاہر بُود چوں قشر و پوست
ظاہری صورت چھلکے اور پوست کی طرح ہے

معنی اندر وے چو مغز اے یار و دوست
اے یار اور دوست! اُس میں معنی گودے کی طرح ہے

در گذر[2] از نام و بنگر در صفات
نام سے ترقی کر اور صفات کو دیکھ

تا صفاتت رہ نماید سوئے ذات
تاکہ صفات ذات تک تیری رہنمائی کریں

گم شوی در ذات و آسائی ز خود
(پھر) تو ذات میں گم ہو جائیگا اور خودی سے نجات پالیگا

چشمِ تو یکرنگ بیند نیک و بد
تیری آنکھ اچھے بُرے کو یکساں دیکھے گی

اختلافِ خلق از نام اُوفتاد
مخلوق میں نام سے جھگڑا پڑا

چون بمعنی رفت آرام اُوفتاد
وہ جب معنیٰ کی طرف گئی راحت مل گئی

اندریں معنی مثالِ خوش شنو
معنی کے سلسلہ میں ایک اچھی مثال سُن لے

تا نمانی تو اسامی را گرد
تاکہ تو ناموں کا پابند نہ رہے

بیان[3] منازعت کردن چہار کس جہت انگور باہم دگر بعلّت آنکہ زبانِ یکدیگر را نمی دانستند

انگور کے معاملہ میں چار شخصوں کا آپس میں جھگڑنے کا بیان کیونکہ وہ ایک دوسرے کی زبان نہیں سمجھتے تھے

---

[1] از وصفے عمی یعنی ہر شخص ایک وصف سے واقف ہے اور دوسرے وصف سے ناواقف ہے ہر کہ صرف نام کے درپے ہونے والا خواہ کتنا ہی بھلا ہو وہ حصولِ مقصد میں ناکام اور مایوس ہوتا ہے۔ ترجمہ قسم نے ناصد سے کہا درخت کے لفظ کو نہ چپٹ۔ صورتِ ظاہر درخت کے لفظ کا بظاہر یہی مفہوم ہے جو قاصد سمجھا تھا۔ معنی اندرے کی اُنکی مراد یہ ہے کہ وہ چیز جس کے ثمرات انسان کو حاصل ہوں۔

[2] در گذر جبکہ معانی کے مقابلے میں اسماء کی کوئی وقعت نہیں ہے تو اسماء میں نہ الجھو بلکہ صفات کی طرف ترقی کرجو اُن اسماء کے معانی ہیں اور اُن سے تو ذات تک پہنچ جائیگا جو صفات کی حقیقت ہے۔ گم شوی ذات میں گم ہو کر تن پروری سے نجات پا جائیگا اور وحدت کے غلبہ کی وجہ سے تیری آنکھ کے لئے نیک و بد میں یکرنگی پیدا ہو جائیگی۔ اختلاف۔ اسماء کا اختلاف مختلف حیثیتوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے تو اسماء کے پابند اپنے اسی اختلاف میں سرگرداں ہیں اُن کی حقیقت تک رسائی نہیں ہے۔

[3] بیان۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظوں کے پابند محض لفظی اختلاف کی وجہ سے باہمی اختلاف کرتے ہیں اگر حقیقت تک پہنچ جائیں تو وحدت پیدا ہو جائے۔

چار کس را داد مردے یک درم
ایک شخص نے چار آدمیوں کو ایک درہم دیا

ہر[1] یکے از شہرے افتادہ بہم
ہر ایک، ایک شہر سے آپس میں مل گئے تھے

پارسی و ترک و رومی و عرب
ایرانی اور ترکی اور رومی اور عربی

جملہ باہم در نزاع و در غضب
سب آپس میں لڑائی اور غصہ میں تھے

پارسی گفتا کہ ایں را چوں کنم
ایرانی نے کہا کہ اِس کا کیا کروں؟

ہیں بیا تا ایں بانگوری دہم
ہاں، آ تاکہ میں انگور والے کو دیدوں

آں یکے دیگر عرب بد گفت لا
ایک دوسرا عرب تھا، اُس نے کہا نہیں

من عنب خواہم نہ انگور اے دغا
اے دغا باز! میں عنب چاہتا ہوں نہ کہ انگور

آں یکے ترکی بد او گفت اے گزم
ایک ترکی تھا اُس نے کہا، اے احمق!

من نمی خواہم عنب خواہم اوزم
میں عنب کی خواہش نہیں رکھتا میں اوزم چاہتا ہوں

آں یکے رومی بگفت ایں قیل را
اُس ایک رومی نے کہا، اِس بات کو

ترک کن خواہیم استافیل را
چھوڑ، ہم استافیل چاہتے ہیں

در تنازع آں نفر جنگی شدند
وہ جماعت جھگڑے میں جنگ باز بن گئی

کہ ز سرِّ نامہا غافل بدند
کیونکہ وہ ناموں کے معنی سے ناواقف تھے

مشت برہم می زدند از ابلہی
حماقت سے مکّے بازی کرنے لگے

پُر بدند از جہل و از دانش تہی
وہ نادانی سے بھرے تھے اور عقل سے خالی تھے

صاحب[2] سرّے عزیزے صد زباں
معنی کو سمجھنے والا، بزرگ، صدہا زبانیں جاننے والا

گر بدے آنجا بدادے صلح شاں
اگر وہاں ہوتا تو اُن میں صلح کرا دیتا

پس بگفتے او کہ من زیں یک درم
وہ کہہ دیتا کہ میں اُس ایک درہم سے

آرزوئے جملہ تاں را می خرم
تم سب کی تمنا خرید دیتا ہوں

چونکہ بسپارید دل را بے دغل
جب بغیر کھوٹ کے دل کو تم (میرے) سپرد کر دوگے

ایں درم تاں می کند چندیں عمل
تمہارا یہ درہم اتنے کام کر دیگا

یک[3] درم تاں می شود چار المراد
خلاصہ یہ ہے کہ تمہارا ایک درہم چار بنجائیگا

چار دشمن می شود یک ز اتحاد
اتحاد سے چار دشمن ایک ہو جائیں گے

گفتِ ہر یک تاں دہد جنگ و فراق
تم میں سے ہر ایک کی بات لڑائی اور جدائی کراتی ہے

گفتِ من آرد شما را اتفاق
میری گفتگو تم میں اتفاق پیدا کردے گی

[1] ہر یکے۔ اسی وجہ سے اُن کی زبانیں مختلف تھیں۔ بانگوری دہم۔ یعنی ہم انگور فروش سے انگور خریدیں اور سب ملکر کھائیں۔ آں یکے۔ عرب نے لا کہا جس کے معنی انکار کے ہیں یعنی میں انگور نہیں خریدوں گا، عنب خریدوں گا جسکے معنی وہی ہیں جو انگور کے ہیں۔ گزم۔ احمق۔ اوزم۔ یعنی میں عنب نہ خریدوں گا میں اوزم خریدونگا جس کے معنی وہی ہیں جو عنب کے ہیں۔ قیل۔ قول، بات۔ استافیل۔ انگور۔ سرِّ نامہا۔ یعنی ان ناموں کی حقیقت سے ناواقف تھے۔

[2] صاحب سرّ۔ جو ان الفاظ کے معنی اور سینکڑوں زبانوں سے واقف ہو۔ آرزوئے سب جھگڑا کرنے والوں کی آرزو ایک ہی چیز تھی۔

[3] یک درم۔ یعنی اس ایک درہم سے چاروں کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ گفت ہر یک۔ چونکہ تم لوگ محض لفظوں اور ناموں میں پھنسے ہو تو تمہاری گفتگو اختلاف کا سبب ہے

پس شما خاموش باشید اَنصِتُوا[۱] | تا زباں تاں می شوم در گفتگو

پس تم خاموش ہو جاؤ، چپ رہو | تاکہ میں بات چیت میں تمہاری زبان بن جاؤں

گر سخن تاں می نماید یک نمط | در اثر مایہ نزاع ست و سخط

اگرچہ تمہاری بات ایک طرح کی نظر آتی ہے | نتیجہ میں غصہ اور جھگڑے کا سرمایہ ہے

گر سخن تاں در توافق موثقہ ست | در اثر مایہ نزاع و تفرقہ ست

اگرچہ تمہاری بات باہمی موافقت میں قابل بھروسہ ہے | نتیجہ میں جھگڑے اور تفرقہ کا سرمایہ ہے

گرمی عاریتی ندہد اثر | گرمی خاصیتی دارد ہنر

عارضی گرمی اثر نہیں کرتی ہے | اصلی گرمی ہنر رکھتی ہے

سرکہ را گر گرم کردی ز آتش آں | چوں خوری سردی فزاید بیگماں

اگر تو سرکہ کو آگ سے گرم کر دیگا | تو جب کھائے گا وہ یقیناً سردی بڑھائیگا

زانکہ گرمی او دہلیزی ست | طبع اصلش سردی ست و تیزی ست

اس لئے کہ اس کی گرمی عارضی ہے | اس کی اصلی طبیعت سردی اور تیزی ہے

ور بود دیخ بستہ دوشاب اے پسر | چوں خوری گرمی فزاید در جگر

اے بیٹا! اگر انگور کا شیرہ جما ہوا برف ہو | جب تو کھائے گا وہ جگر میں گرمی بڑھائیگا

پس[۲] ریائے شیخ بہ ز اخلاص ما | کز بصیرت باشد آں ویں از عمی

تو شیخ کی ریاکاری ہمارے اخلاص سے بہتر ہے | کیونکہ وہ بصیرت سے ہے اور یہ اندھے پن سے ہے

وز حدیث شیخ جمعیت رسد | تفرقہ آرد دم اہل حسد

شیخ کی بات سے اتفاق حاصل ہوتا ہے | اہل حسد کی بات تفرقہ پیدا کرتی ہے

چوں[۳] سلیمان کز پئے حضرت بتاخت | او زبان جملہ مرغاں را شناخت

جبکہ سلیمانؑ (اللہ کے) دربار کی طرف دوڑے | تو انہوں نے تمام پرندوں کی زبان سیکھ لی

در زمان عدلش آہو با پلنگ | انس بگرفت و بروں آمد ز جنگ

ان کے انصاف کے دور میں ہرن تیندوے سے | مانوس ہوگیا اور لڑائی سے برطرف ہوگیا

شد کبوتر ایمن از چنگال باز | گوسفند از گرگ ناورد احتراز

کبوتر، باز کے پنجے سے محفوظ ہوگیا | بکری نے بھیڑیئے سے بچاؤ نہ کیا

او میانجی شد میان دشمناں | اتحادے شد میان پرزناں

وہ دشمنوں میں ثالث بن گئے | پرندوں میں اتحاد ہوگیا

۱؎ انصتوا۔ تم چپ رہو۔ تا زباں تاں۔ یعنی وہ زبان جو تم جانتے ہو۔ گر سخن تاں یعنی انگور، عنب، ازم، استافیل سب کے معنی ایک ہیں۔ گرمی۔ ان چاروں شخصوں میں عارضی اتحاد تھا جو صرف ایک معمولی سی بات پر ختم ہوگیا اسی طرح گرمی اور سردی جو اصلی ہے وہ حقیقی اثر رکھتی ہے عارضی گرمی اور سردی کی کوئی تاثیر نہیں ہے۔ سرکہ۔ سرکہ اگر آگ پر گرم کر لیا جائے تو یہ عارضی گرمی مؤثر نہ ہوگی۔ دہلیزی۔ باہری، عارضی۔ دوشاب۔ انگور کے شیرے کی تاثیر گرم ہے اسکی عارضی ٹھنڈک مؤثر نہیں ہے۔

۲؎ پس۔ شیخ کی ریاکاری بھی اصول شریعت کے مطابق ہوتی ہے اور اسمیں حقیقت اور اصلیت ہوتی ہے عوام کا اخلاص بھی حقیقت سے دور ہے لہٰذا وہ مؤثر نہیں ہے۔ حدیث شیخ۔ چونکہ شیخ حقیقت سے واقف ہوتا ہے لہٰذا اس کی بات موجب اتحاد ہے۔ مختلف المزاج مریدوں کو ایک لڑی میں منسلک کر دیتا ہے۔

۳؎ چوں سلیمانؑ۔ حضرت سلیمانؑ حقیقت سے باخبر تھے تمام جانوروں میں اتحاد کا سبب بنگئے تھے آہو و پلنگ چیتے اور ہرن کی دشمنی مشہور ہے لیکن وہ دو متحد ہو گئے تھے۔ شد کبوتر۔ باز کبوتر کا دشمن ہے لیکن ان کے دور میں دونوں متحد ہو گئے تھے۔ او میانجی۔ حضرت سلیمانؑ سب مختلف مزاج والے جانوروں میں اتحاد کا ذریعہ بن گئے تھے۔

754

تو چو مورے بہرِ دانہ میدوی — ہین سلیمانؑ جُو چہ می باشی غوی

تو چیونٹی کی طرح دانہ کے لئے دوڑتا ہے — خبردار! سلیمانؑ کی جستجو کر کیوں گمراہ بنتا ہے؟

دانہ جُو را دانہ اش دامے شود — واں سلیمانؑ جُوی را ہر دُو بُوَد

دانہ کی تلاش کرنے والے کیلئے اُسکا دانہ جال بنجاتا ہے — اور سلیمانؑ کی تلاش کرنیوالے کیلئے دونوں حاصل ہوتے ہیں

مُرغِ جانہارا دریں آخر زماں — نیست شاں از ہمدگر یکدم اماں

اِس آخری زمانہ میں جانوں کے پرندے — انکو ایک دوسرے سے تھوڑی دیر کا بھی امن حاصل نہیں ہے

ہم سلیمانؑ ہست اندر دورِ ما — کُو دہد صلح و نماند جورِ ما

ہمارے زمانے میں بھی سلیمانؑ موجود ہے — جو صلح کرا سکتا ہے اور ہمارے ظلم باقی نہ رہیں گے

قولِ اِن مِّن اُمَّۃٍ را یاد گیر — تا بہ اِلَّا وَخَلَا فِیْھَا نَذِیْر

اِن مِّنْ اُمَّۃٍ کا قول یاد کرلے — اِلَّا وَخَلَا فِیْھَا نَذِیْر تک

گفت خود خالی نبودست اُمّتے — از خلیفہ حق و صاحب ہمتے

(اللہ نے) فرمایا کوئی اُمّت خالی نہ ہوگی — صاحبِ باطن اور اللہ کے خلیفہ سے

مُرغِ جانہا را چُناں یکدل کُند — کز صفاشاں بیغش و بیغل کُند

وہ جانوں کے پرندوں کو ایسا ایک دِل بنادیگا — کہ صفائی کی وجہ سے اُنکو بے کھوٹ اور بے کینہ کردیگا

مُشفقاں گردند ہمچوں والدہ — مُسلموں را گفت نفسٌ واحدہ

وہ ماں کی طرح مُشفق بن جائیں گے — (اللہ نے) مسلمانوں کو ایک جان فرمایا ہے

نفسِ واحد از رسولِ حق شدند — ورنہ ہر یک دشمنِ مُطلق بُدند

رسولِ حق کی وجہ سے ایک جان ہو گئے — ورنہ ہر ایک مطلقاً دشمن تھا

اتّحادِ خالی از شرکت و دوئی — باشد از توحیدِ بے ما و توئی

وہ اتحاد جو شرکت اور دوئی سے خالی ہو — "ما و تو" سے خالی، وحدت سے ہوتا ہے

برخاستنِ مخالفت و عداوت از میانِ انصار برکتِ وجودِ پیغمبرِ خدا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

انصار کے درمیان سے مخالفت اور دشمنی کا ختم ہو جانا پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی برکت سے

دُو قبیلہ کاوس و خزرج نام داشت — یک ز دیگر جانِ خوں آشام داشت

دُو قبیلے جن کا اوس و خزرج نام تھا — ایک دوسرے کیلئے خون پینے والی جان رکھتا تھا

لہ سلیماں جو۔ یعنی کسی شیخ کو تلاش کر جو اپنے وقت کا سلیمان ہو۔ دانہ جو یہ چیونٹی کی طرح جو صرف دانہ جوئی کریگا جال میں پھنسے گا سلیمان کو تلاش کریگا تو دونوں جہان کی دولت ملیگی مرغ جانہا۔ آخری زمانہ شقاق اور اختلاف کا دور ہے اُس میں سلیمان جیسے شیخ کی زیادہ ضرورت ہے۔

سلہ ہم سلیمان۔ سلیمان صفت بزرگ ہر دور میں موجود ہیں۔ قول۔ قرآن پاک میں اِن مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْر۔ کوئی ایسی اُمّت نہیں ہے جس میں کوئی ڈرانیوالا نہ گزرا ہو لہٰذا ہر دور میں کوئی نہ کوئی نبوّت کی صفات کا حامل ضرور ہوگا۔ مرغ جانہا۔ اگر اُس کی دستگیری کرلی جائے تو وہ دلوں کو صاف کر کے سب کو یکدل بنادے گا۔

سلہ مُشفقاں۔ یعنی وہ لوگ اُن بزرگ کی وجہ سے ماں کی طرح ایک دوسرے پر شفیق بنگئے۔ آنحضورؐ نے مسلمانوں کو ایک جان فرمایا ہے۔ از رسول۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَرَجُلٍ وَّاحِدٍ یعنی سب مسلمان بمنزلہ ایک جان کے ہیں۔ ورنہ اوس اور خزرج کی لڑائیاں مشہور ہیں۔ اتحاد۔ وہ اتحاد جس میں باہمی شرکت اور دوئی کی بُو نہ ہو وہ تب حاصل ہوتا ہے جب من و تو کا جھگڑا نہ رہے اور خالص وحدت ہوجائے۔ انصار۔ اوس خزرج کے مسلمانوں کا اسلام کے بعد انصار لقب بنگیا دو قبیلہ۔

[illegible]

کینہائے کُہنہ شاں از مُصطفیٰؐ | محو شُد در نورِ اسلام و صفا
آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے انکے پُرانے کینے | اسلام کے نور اور صفائی میں محو ہو گئے

اولاؔ اِخواں شُدند آں دُشمناں | ہمچو اَعدادِ عنب در بُوستاں
پہلے تو وہ دشمن بھائی بنے | جیساکہ باغ میں انگور کے دانے

وزدمِ اَلمُومِنُونَ اِخوَۃٌ بہ بند | در شکستند و تنِ واحد شُدند
(پھر) اَلمُومِنُونَ اِخوَۃٌ سے (ترقی کر کے) بندش | توڑ ڈالی اور ایک جسم ہو گئے

صورتِ انگورہا اِخواں بُوَد | چوں فشردی شیرۂ واحد شُود
انگوروں کی صورت بھائی بھائی کی ہوتی ہے | جب تو نے انہیں نچوڑا ایک شیرہ بنگیا

غورۂ وانگور ضدانند ولیک | چونکہ غورہ پُختہ شُد شُد یارِ نیک
کچا انگور اور (پکا) انگور ایک دوسرے کی ضد ہیں | جب کچا انگور پک گیا اچھا دوست بنگیا

غورۂ کو سنگ بست و خام ماند | در ازل حق کافرِ اصلیش خواند
کچا انگور جو خشک ہو گیا اور کچا رہ گیا | اللہ تعالیٰ نے اس کو ازل میں اصلی کافر قرار دیا

نے اَخی نے نفسِ واحد باشد اُو | در شقاوت نحس و مُلحد باشد اُو
وہ نہ بھائی اور ایک جان بنتا ہے | وہ نحوست اور بدبختی میں کافر رہتا ہے

گر بگویم آنچہ اُو دارد نہاں | فتنۂ اَفہام خیزد در جہاں
اگر میں بتا دوں جو اس میں پوشیدہ ہے | دنیا میں عقلوں کے لئے وہ فتنہ بن جائے

سِرِّ گبر کور نامذکور بہ | دُودِ دوزخ از اِرم مہجور بہ
اندھے کافر کا راز مذکور نہ ہونا بہتر ہے | دوزخ کا دھواں (باغِ) ارم سے دور ہی بہتر ہے

غورہائے نیک کایشاں قابل اند | از دمِ اہلِ دل آخر یک دل اند
اچھے کچے انگور جن میں صلاحیت ہے | اہلِ دل کے دم سے آخر ایک دل ہو جاتے ہیں

سُوئے انگوری ہمی رانند تیز | تا دوئی برخیزد و کین و ستیز
وہ انگور بننے کی طرف تیزی سے چلتے ہیں | تاکہ دوئی اور کینہ اور جھگڑا ختم ہو جائے

پس در انگوری ہمی دَرّند پوست | تا یکے گردند وحدت وصفِ اوست
پس انگور بن جانے پر وہ چھلکا پھاڑ دیتے ہیں | تاکہ ایک ہو جائیں اور وحدت اسی کی صفت ہے

دور رہنا بہتر ہے۔ غورہائے نیک۔ وہ لوگ جن میں استعداد اور صلاحیت ہوتی ہے اہلِ دل کی صحبت میں یکجاں ہو جاتے ہیں۔ سُوئے انگوری۔ انکو بہت جلد مومنین کے ساتھ یکسانیت حاصل ہو جاتی ہے۔ پس در انگوری۔ یکسانیت کے بعد پھر انکی مومنین سے وحدتِ تامہ ہو جاتی ہے۔

له اوّلاً۔ یعنی ابتداءً آنحضورؐ کی برکت سے بھائی بھائی بنگئے۔ ہمچو اعدادِ عنب۔ انگوروں میں باہمی یکسانیت تو ہوتی ہے لیکن تشخص ہر ایک کا علیحدہ ہوتا ہے اسی طرح ابتداءً انصار میں یکسانیت پیدا ہوئی لیکن ہر ایک کا تشخص باقی رہا۔ وزدم۔ یعنی ابتداءً بھائی بندی کی یکسانیت ہوئی پھر اس سے ترقی کر کے وہ یکجان ہو گئے اور ہر ایک نے اپنا تشخص بھی ختم کر دیا اور انگور کے شیرے کی طرح ہو گئے۔

له صورت۔ یعنی شروع میں وہ انگوروں کی طرح یکساں بنے جب انگوروں کو نچوڑ دیا جائے تو پھر یکجان شیرہ بن جاتا ہے وہ بھی ترقی کر کے یکجان ہو گئے۔ غورہ۔ کچا انگور، کچے اور پکے انگور میں یکسانیت نہیں ہوتی پکنے کے بعد سب یکساں ہو جاتے ہیں۔ سنگ بست۔ یعنی کچا ہی رہا اور اس میں پختگی کی صلاحیت نہ رہی۔ کافرِ اصلی جیسے عبداللہ بن ابی اور ابو جہل وغیرہ یہ نہ بھائی بنے اور نہ مسلمانوں سے متحد ہوئے۔

له گر بگویم۔ کافر ازلی کے کفر کا اظہار مصلحتِ شریعت کے خلاف ہے یہ چھپا رہنا ہی بہتر ہے کہ کون کافر ازلی ہے اور کون مومنِ ازلی۔ سِرّ گبر کور۔ کور باطن کافر کے باطن کے احوال بھی مسلمانوں کو سنانا بہتر نہیں ہیں وہ دھواں ہے اور مسلمان باغِ ارم ہیں باغ سے دھویں کا

756

دوستؔ دشمن گردد ایرا ہم دو است[1]
دوست دشمن بن جاتا ہے کیونکہ وہ دو ہیں

ہیچ یک با خویش جنگے در نہ بست
کسی نے اپنے ساتھ لڑائی برپا نہیں کی ہے

آفریں بر عشق کلِ اوستاد
عشق کو شاباشں ہے جو کامل اُستاد ہے

صد ہزاراں ذرہ را داد اتحاد
جس نے لاکھوں ذرّوں کو اتحاد عطا کر دیا

ہمچو خاکِ مُفترق در رہگذر
جیسا کہ راستہ کی متفرق مٹی

یک سُبوشاں کرد دستِ کوزہ گر
کمہار کے ہاتھ نے اس کو ایک گھڑا بنایا

کاتحادِ جسمہائے ماء و طین
پانی اور مٹی کے جسموں کا اتحاد

ہست ناقص جاں نمی ماند بدیں
ناقص ہے جان اُس کے مشابہ نہیں ہے

گر نظائر[2] گویم اینجا در مثال
اگر اس جگہ میں مثالیں بتانے لگوں

فہم را ترسم کہ آرد اختلال
میں ڈرتا ہوں کہ وہ سمجھ میں خلل ڈال دیں گی

ہم سلیماں ہست اکنوں لیک ما
سلیمان اب بھی ہے، لیکن ہم

از نشاطِ دُور بینی در عمیٰ
تمناؤں کی مستی کی وجہ سے اندھے پن میں ہیں

دُور بینی کور دارد مرد را
(دنیاوی) دور بینی انسان کو اندھا کر دیتی ہے

ہمچو خُفتہ در سرا کور از سرا
جیسا کہ مکان میں سویا ہوا مکان سے اندھا ہے

میکُند از مشرق و مغرب گذر
وہ مشرق اور مغرب سے بھی گزر جاتا ہے

وز رفیق و ہمنشینش بے خبر
اور اپنے ساتھی اور ہمنشین سے بے خبر رہتا ہے

مُولعیم[3] اندر سخنہائے دقیق
ہم (دنیاکی) باریک باتوں پر فریفتہ ہیں

در گرہہا باز کردن ما عشیق
اُن کی گرہ کشائی کے عاشق ہیں

تا گرہ بندیم و بکشائیم ما
تاکہ ہم گرہ لگائیں اور کھولیں

در شکال و در جواب آئیں فزا
اِشکال اور جواب میں قواعد کو بڑھانے والے بنائیں

ہمچو مُرغے کو کشاید بند و دام
اُس پرند کی طرح جو کبھی جال کی گرہ کھولتا ہے

گاہ بندد تا شود در فن تمام
کبھی لگاتا ہے تاکہ فن میں ماہر ہو جائے

او بُود محروم از صحرا و مرج
وہ جنگل اور چراگاہ سے محروم رہتا ہے

عمر او اندر گرہ کاری است خرج
اُس کی عمر گرہ بندی میں خرچ ہو جاتی ہے

خود زبونِ او نگردد ہیچ دام
کوئی جال اُس سے مغلوب نہیں ہوتا ہے

لیک پرش در شکست افتد مدام
لیکن اُس کے پر ہمیشہ کے لئے شکستہ ہو جاتے ہیں

---

[1] دوست دشمن۔ جب تک من و تو ہے تو باہمی اختلاف و نزاع کا امکان ہے اسلئے دوست دشمن بنجاتا ہے لیکن وحدت کے بعد نزاع کا امکان ختم ہوجاتا ہے اسلئے کہ کوئی شخص اپنے آپ کا دشمن نہیں کرتا ہے۔ آفریں بر عشق۔ عشق متحد الوجود بنا دینے میں کامل استاد ہے۔ ہمچو۔ عشق ذرّوں کو ایسا ہی جوڑ دیتا ہے جیسا کہ کمہار مختلف اجزاء کو ملا کر گھڑا بنا دیتا ہے۔ اتحاد جسمہا۔ کمہار اور ذرّوں سے ملکر گھڑا بنجانے کی مثال ناقص ہے جانوں کا اتحاد اس سے بہت بڑھا ہوا ہے۔

[2] گر نظائر۔ مومنین کے روحوں کے اتحاد کی مختلف مثالیں اگر سناؤں تو تھک جاؤ گے۔ دور بینی یعنی دنیاوی معاملات میں گہری سوچ بچار نے ہمیں اندھا بنا رکھا ہے۔ ورنہ ہر دور میں سلیمان صفت بزرگ موجود ہیں۔ می کند۔ دنیاوی تفکر میں انسان ایسا محو ہو جاتا ہے کہ اسکو آس پاس کی خبر نہیں ہوتی۔

[3] مولعیم۔ ہم دنیاوی اُلجھاؤ کو سُلجھانے کے عاشق ہیں اور اُس میں سوال و جواب کیلئے قواعد تراشتے ہیں۔ ہمچو مرغے۔ دنیاوی دھندوں کی گرہ کشائی میں ہم اُس پرند کی طرح ہیں جو جال کی گرہ کھولنے اور باندھنے میں مہارت پیدا کر رہا ہو وہ لامحالہ چمن کی سیر سے محروم رہیگا اور پوری عمر اسی کام پر صرف کر دیگا۔ خود زبوں۔ جال کی گرہوں میں مہارت پیدا کرنیوالا پرند خود اپنے پر تباہ کر لیگا جال تو اسکے قابو میں نہ آئیگا اسیطرح دنیا کے دھندوں کو سلجھانیوالا اپنے آپکو تباہ کریگا دنیا اسکے قابو میں نہ آئیگی۔

757

باگرہِ کم کوش تا بال و پرت — نگسلد یک یک ازیں کرّ و فرت

گرہ میں کم مصروف ہو تاکہ تیرے بال و پر — اِس آدمیت پن سے ایک ایک کرکے نہ ٹوٹ جائیں

صد ہزاراں[1] مرغ پرہاشاں شکست — واں کمیں گاہِ عوارض را نہ بست

لاکھوں پرندوں کے پر ٹوٹ گئے — (لیکن) وہ حوادث کے مورچے کو بند نہ کر سکے

حالِ ایشاں از نُبی خواں اے حریص — نَقَّبُوْا فِیْهَا بِبِیْنَ هَلْ مِنْ مَّحِیْص

اے حریص! ان کی حالت قرآن میں پڑھ لے — غور کر، انھوں نے زمین میں نقب لگائے، کہیں چھٹکارا ہے

از نزاعِ ترک و رومی و عرب — حل نشد اشکالِ انگور و عنب

ترکی اور رومی اور عربی کی لڑائی سے — انگور اور عنب کا اشکال حل نہ ہوا

تا سلیمانِ[2] لسینِ معنوی — در نیاید بر نخیزد ایں دوی

جب تک حقیقت پسند زبان دان سلیمان — نہیں آتا، یہ دوئی نہیں اٹھتی

جملہ مرغانِ منازع باز وار — بشنوید ایں طبلِ بازِ شہریار

سب جھگڑنے والے پرندو! باز کی طرح — بادشاہ کی واپسی کے نقارے کو سن لو

زاختلافِ خویش سوئے اتحاد — ہیں ز ہر جانب رواں گردید شاد

اپنا اختلاف چھوڑ کر اتحاد کی جانب — خبردار! ہر جانب سے خوشی سے روانہ ہو جاؤ

حَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ — نَحْوَهٗ هٰذَا الَّذِیْ لَمْ یَنْهَکُمْ

تم جہاں بھی ہو اپنا رخ موڑ لو — اُس کی جانب، یہ وہ ہے جس نے تمہیں نہیں روکا

کور[3] مرغانیم و بس ناساختیم — کاں سلیماں را دمے نشناختیم

ہم اندھے پرندے ہیں اور بہت اناڑی — کہ ہم نے تھوڑی دیر کے لئے بھی سلیمان کو نہ پہچانا

ہمچو جغداں دشمنِ بازاں شدیم — لاجرم واماندہ و ویراں شدیم

ہم چغدوں کی طرح بازوں کے دشمن بن گئے — لامحالہ پسماندہ اور تباہ ہو گئے

می کنیم از غایتِ جہل و عمیٰ — قصدِ آزارِ عزیزانِ خدا

انتہائی نادانی اور اندھے پن کی وجہ سے ہم کرتے ہیں — اللہ (تعالیٰ) کے پیاروں کو ستانے کا ارادہ

جملہ مرغاں کز سلیماں روشن اند — پر و بالِ بے گنہ کے بر کنند

وہ تمام پرندے جو سلیمان کی وجہ سے روشن (دل) ہیں — وہ بے قصور کے بال و پر کب نوچتے ہیں؟

بلکہ سوئے عاجزاں چینہ کشند — بے خلاف و کینہ آں مرغاں خوش اند

بلکہ وہ عاجزوں کی طرف چینہ (دانہ) لیجاتے ہیں — وہ پرندے بغیر اختلاف اور کینے کے خوش ہیں

---

[1] صد ہزاراں۔ بڑے بڑے دنیاداروں کے ساتھ دنیا نے غداری کی ہے۔ از نُبی۔ قرآن پاک میں ہے وَکَمْ اَهْلَکْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِی الْبِلَادِ، هَلْ مِنْ مَّحِیْصٍ۔ اور اُن سے پہلے ہم نے کتنی امتیں ہلاک کر دیں جو کہ اُن سے بل بوتے میں بڑھ کر تھیں انھوں نے شہروں کو چھان مارا کہ کہیں بچاؤ کی جگہ ہے، یعنی وہ ہلاک ہو گئے۔ از نزاع۔ اِن چاروں شخصوں کی لڑائی معاملہ کو حل نہ کر سکی تھی۔

[2] تا سلیماں۔ مردے ز غیب بروں آید و کارے بکند۔ یا امام مہدی مراد ہیں۔ لسین بوزن امین زبان داں۔ طبل باز۔ وہ نقارہ جو باز کو واپس بلانے کیلئے بجایا جاتا ہے۔ زاختلاف۔ رسم و رواج کے اختلافات کو ترک کر کے متحد ہو جاؤ۔ حَیْثُ مَا کُنْتُمْ۔ مسلمانوں کو حکم ہے جہاں کہیں بھی ہوں وہ نماز میں قبلہ رخ ہو جائیں مولانا فرماتے ہیں سب کو متوجہ الی الحق ہو جانا چاہیئے یہی چیز اتحاد پیدا کر دے گی۔

[3] کور مرغانیم۔ بزرگانِ دین سلیمانِ وقت ہیں، ہم اتنے اندھے ہیں کہ انکو نہیں دیکھ رہے ہیں۔ ہمچو جغداں۔ چغدوں کی بازسے دشمنی کا قصہ مولانا پہلے بیان کر چکے ہیں۔ بازاں۔ وہ بزرگ جو طائرانِ قدس ہوں۔ عزیزاں۔ یعنی خاصانِ خدا۔ جملہ مرغاں۔ بزرگوں سے تربیت یافتہ لوگ

هُدہُدِ ایشاں پئے تقدیس را ۔ مے کُشاید راہِ صد بلقیس را

ان (کے) ہُدہُد تقدیس کے لئے سینکڑوں بلقیس کی راہ کھول دیتا ہے

زاغِ ایشاں گر بصورت زاغ بود ۔ بازِ ہمّت آمد و مَازَاغ بود

ان کا کوّا اگرچہ بظاہر کوّا تھا ارادہ کا باز ثابت ہوا اور مازاغ بن گیا

لکلکِ ایشاں کہ لکلک می زند ۔ آتشِ توحید در شک می زند

ان کا لقلق جو لک لک کہتا ہے وہ شک میں توحید کی آگ لگاتا ہے

واں کبوتر شاں ز بازاں نشکہد ۔ باز سر پیشِ کبوتر شاں نہد

ان کا کبوتر بھی بازوں سے نہیں ڈرتا ہے باز اُن کے کبوتر کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے

بلبلِ ایشاں کہ حالت آرد اُو ۔ در درونِ خویش گلشن دارد اُو

ان کی بلبل جو کہ وجد کرتی ہے وہ اپنے اندر چمن رکھتی ہے

طوطیِ ایشاں ز قند آزاد بود ۔ کز دروں قندِ ابد رُویش نمود

ان کا طوطی بھی قند سے آزاد تھا کیونکہ اس میں ابدی قند رونما ہو گئی تھی

پائے طاؤسانِ ایشاں در نظر ۔ بہتر از طاؤسِ پرّانِ دگر

اُن کے موروں کے پیر (بھی) نگاہ میں دوسروں کے موروں جیسے پَروالوں سے بہتر ہیں

کبکِ ایشاں خندہ بر شاہیں زند ۔ در تعلّق راہِ علّیین زند

ان کی چکور شاہین کی مذاق اُڑاتی ہے تعلق (مع اللہ) میں علّیین کا راستا اختیار کرتی ہے

منطق الطیرانِ خاقانی صداست ۔ منطق الطیرِ سُلیمانی کجاست

خاقانی کی "منطق الطیر" ایک آواز ہے وہ سلیمانی منطق الطیر کہاں ہے؟

تو چہ دانی بانگِ مُرغاں را ہمے ۔ چوں ندیدستی سُلیماں را دمے

تو پرندوں کی آواز کو کیا جانے؟ جبکہ تو نے ایک لمحہ کیلئے (بھی) سلیمان کو نہیں دیکھا ہے

پرِ آں مُرغے کہ بانگش مُطرب ست ۔ از بُرونِ مشرق و وز مغرب ست

اُس پرندے کا پر جس کی آواز مست کرنیوالی ہے وہ مشرق و مغرب سے باہر ہے

لہ ہُدہُد۔ چونکہ شیخِ وقت کو سلیمانِ وقت قرار دیا لہٰذا اس کے مُریدین کو ان پرندوں سے تعبیر کیا ہے جو حضرت سلیمان کے جلو میں رہتے تھے۔ تقدیس یعنی سبوحٌ قدوسٌ کا وظیفہ پڑھنا حضرت سلیمانؑ کی ہدہد حضرت بلقیس کے لئے راہنما بنی تھی۔ مَازَاغَ۔ قرآن پاک میں آنحضورؐ کے بارے میں ہے مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی یعنی کی نظر نہ کسی طرف کو بہکی اور نہ آگے بڑھی یعنی دیدار میں مصروف رہی۔ لکلک۔ لقلق پرندکے بولنے کی آواز لک لک ہے تو گویا وہ لَکَ الْحَمْدُ لَکَ الثَّنَاءُ • اے پروردگار! تیرے لئے تعریف ہے تیرے لئے ثنا ہے کہتا ہے اور توحید کے گن گاتا ہے۔ واں کبوتر مریدین اور مجازین میں سے جو مسکنت میں کبوتر ہیں دنیا کے سرکش ان کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں۔ نشکہد مضارع منفی ہے شکوہیدن۔ شان و شوکت دکھانا، ڈرنا۔

لے بلبل۔ انکی بلبل اپنے اندر گلشن دیکھ کر وجد کرتی ہے۔ طوطی۔ طوطی کو شکر کھلائی جاتی ہے اُن بزرگوں کی طوطی کو ظاہری قند کی ضرورت نہیں ان کے باطن خود قند سے معمور ہیں۔ پائے طاؤساں۔ مور کا پیر بدصورتی میں اور اُس کا پر حُسن میں مشہور ہے یعنی اس شیخ کے مُریدوں کے بظاہر نازیبا افعال دوسروں کے زیبا افعال سے زیادہ قابلِ قدر ہیں۔ کبک۔ چکور کا قہقہہ اور رفتار ضربُ المثل ہیں۔

لے منطق الطیر۔ پرندوں کی بولی۔ افضل الدین خاقانی شاعر نے ایک مشہور قصیدہ لکھا ہے جس میں پرندوں کی زبانی گفتگو کی ہے۔ حضرت سلیمانؑ کو بھی منطق الطیر حاصل تھی۔ تو چہ دانی۔ جب تم اہل اللہ سے نہیں ملے تو اُن کے متعلقین کے کمالات کو کیا سمجھ سکتے ہو۔ پرِ آں مرغے۔ اُن مریدین اور متوسلین کا تعلق ملأ بالا سے ہے۔

759 758

هر یک آهنگش ز کرسی تا ثرے | وز ثری تا عرش در کرّ و فرے
اس کا ہر ارادہ کرسی سے زمین تک ہے | اور زمین سے عرش تک شان شوکت میں ہے

مُرغ کو بے ایں سلیماں می رود | عاشقِ ظلمت چو خفّاشے بود
وہ پرند جو اس سلیمان کے بغیر چلتا ہے | وہ چمگادڑ کی طرح اندھیرے کا عاشق ہوتا ہے

با سلیماں خو کُن اے خُفّاشِ رد | تا کہ در ظلمت نہ مانی تا ابد
اے مردود چمگادڑ! سلیمان کی عادت ڈال | تاکہ ہمیشہ تک کے لئے اندھیرے میں نہ رہے

یک گزے رہ کہ بداں سُو می بری | ہمچو گز قطبِ مساحت می شوی
اگر تو اس کی جانب ایک گز چلے گا | تو گز کی طرح پیمائش کا مدار بن جائیگا

وانکہ لنگ و لوک آں سو می جہی | از ہمہ لنگی و لوکی می رہی
اور جو تو لنگڑا اور لولا اس طرف چل رہا ہے | (اس) تمام لنگڑے اور لولے پن سے نجات پاجائیگا

قصّۂ بط بچگاں کہ مُرغِ خانگی پرورد شاں

بطخ کے اُن بچوں کا قصہ جن کو گھریلو مرغ نے پالا

تخمِ بطّی گرچہ مُرغِ خانہ ات | کرد زیرِ پر چو دایہ تربیت
تو بطخ کا انڈا ہے اگرچہ تجھے گھریلو مرغ نے | پروں کے نیچے دایہ کی طرح پالا ہے

مادرِ تو بطِ آں دریا بُدست | دایہ ات خاکی بُد و خشکی پرست
تیری ماں تو اس دریا کی بطخ تھی | تیری دایہ خاکی اور خشکی پرست تھی

میلِ دریا کہ دلِ تو اندرست | آں طبیعت جانت را از مادرست
دریا کی طرف جھکاؤ جو تیرے دل میں ہے | تیری جان کا وہ مزاج ماں کی جانب سے ہے

میلِ خشکی مر ترا زیں دایہ است | دایہ را بگذار کو بد رایہ است
خشکی کی طرف میلان اُس دایہ کی وجہ سے ہے | دایہ کو چھوڑ کر وہ غلط راہ والی ہے

دایہ را بگذار در خشک و براں | اندر آ در بحرِ معنیٰ چوں بطاں
دایہ کو خشکی پر چھوڑ دے اور دور کر | بطخوں کی طرح حقیقت کے سمندر میں آجا

گر ترا دایہ بترساند ز آب | تو مترس و سوئے دریا راں شتاب
اگر تجھے دایہ پانی سے ڈرائے | تو نہ ڈر اور دریا کی جانب جلد (سواری) ہانکدے

تو بطے بر خشک و بر تر زندہ | نے چو مرغِ خانہ خانہ کندہ
تو ایسی بطخ ہے کہ خشکی اور تری پر تو زندہ ہے | نہ کہ گھر کے مرغ کی طرح تو نے گھر کو گڑھا بنا لیا ہے

---

[1] ہر یک۔ یعنی اسکی پرواز زمین سے آسمان تک ہے۔ مرغ۔ یعنی وہ لوگ جو نہ کسی نبی کے پیرو ہیں نہ کسی شیخ سے متعلق ہوں وہ نورِ خداوندی سے محروم رہتے ہیں۔ رد۔ مردود۔ یک گزے رہ۔ شیخ کی زیرِ تربیت تھوڑا مجاہدہ بھی بہت زیادہ مفید ہوتا ہے۔ وانکہ۔ جس قدر عیب شیخ کے پاس لیکر جائیگا سب سے نجات مل جائیگی۔ لنگ۔ لنگڑا۔ لوک۔ گھٹنوں کے بل چلنے والا۔

[2] تخمِ بطی۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر استعداد ہوتی ہے تو تھوڑی سی محنت سے مقصد حاصل ہوجاتا ہے' بطخ کا وہ بچہ جو مرغی کے نیچے نکلا اور پلا ہوا اسمیں سمندر میں تیرنے کی استعداد موجود ہے ذرا سی محنت سے تیرنا سیکھ سکتا ہے اسی طرح سے روح جو طارِ اعلیٰ کی چیز ہے اگرچہ اس کی پرورش خاکی جسم کے زیرِ اثر ہورہی ہے معمولی محنت سے طارِ اعلیٰ کی طرف پرواز کرنے لگتی ہے۔ تخمِ بط۔ بطخ کا انڈا۔ مرغِ خانہ۔ گھریلو مرغی۔ دایہ۔ یعنی گھریلو مرغی۔ میلِ دریا۔ بطخ، دریائی چیز ہے۔ زیں دایہ۔ گھریلو مرغی جو خشکی پر رہتی ہے۔

[3] گر ترا۔ جسم انسانی عروج سے مانع بنتا ہے۔ تو بطے۔ انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے جسم خاکی چیز ہے اور روح بحرِ وحدت سے متعلق ہے۔

تو ز کَرَّمْنَا بَنِیْ آدم شہی — ہم بخشکی ہم بدریا پا نہی

تو کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ کی وجہ سے شاہ ہے — خشکی میں بھی اور دریا میں بھی قدم دھرتا ہے

کہ حَمَلْنَاھُمْ عَلَی الْبَحْرِی بجاں — از حَمَلْنَاھُمْ عَلَی الْبَرِّ پیش راں

تو روح کی وجہ سے حَمَلْنَاھُمْ عَلَی الْبَحْرِ کا مصداق ہے — حَمَلْنَاھُمْ عَلَی الْبَرِّ سے آگے چل

مر ملائک را سوئے بر راہ نیست — جنسِ حیواں ہم ز بحر آگاہ نیست

فرشتوں کا خشکی کی طرف راستہ نہیں ہے — حیوان کی جنس بھی سمندر سے آگاہ نہیں ہے

تو بہ تن حیواں بجانے از ملک — تا روی ہم بر زمیں ہم بر فلک

تو جسم کے اعتبار سے حیوان اور روح کے اعتبار سے فرشتوں میں سے ہے — تاکہ تو زمین پر بھی چلے اور آسمان پر بھی

تا بظاہر مِثْلُکُمْ باشد بشر — با دلِ یُوْحیٰ اِلَیَّ دیدہ ور

یہاں تک کہ بظاہر تم جیسا بشر ہوتا ہے — (لیکن) یوحی الی کے دل کے اعتبار سے صاحبِ بصیرت ہے

قالبِ خاکی فتادہ بر زمیں — روحِ او گرداں بران چرخِ بریں

(اس کا) خاکی جسم زمین پر ہے — اس کی روح بلند و بالا آسمان پر گردش کرتی ہے

ما ہمہ مرغابیانیم اے غلام — بحر میداند زبانِ ما تمام

اے لڑکے! ہم سب پانی کے پرندے ہیں — سمندر ہماری سب زبان سمجھتا ہے

پس سلیماں بحر آمد ما چو طیر — در سلیماں تا ابد داریم سیر

سلیمان سمندر ہے اور ہم پرندوں کی طرح ہیں — ہمیشہ سلیمان میں ہمارا مطالعہ ہے

با سلیماں پائے در دریا بنہ — تا چو داؤدؑ آب سازد صد زرہ

سلیمان کے ساتھ دریا میں قدم رکھ — تاکہ پانی (حضرت) داؤدؑ کی طرح سینکڑوں زرہیں بنا دے

آں سلیماں پیش جملہ حاضر ست — لیک غیرت چشم بند و ساحر ست

وہ سلیمان سب کے سامنے موجود ہے — لیکن غیرت آنکھ کی بندش اور جادوگر ہے

تا ز جہل و خوابناکی و فضول — او بہ پیش ما و ما ازوے ملول

یہاں تک کہ نادانی اور غنودگی اور بیہودگی کی وجہ سے — ہم اس سے گھبراتے ہیں اور وہ ہمارے سامنے ہے

جب شیخ کی طرح گھسوگے تو تمہاری حفاظت کے لئے سینکڑوں زرہیں تیار ہو جائیں گی جو تمہیں اس راہ کے خطرات سے محفوظ رکھیں گی۔ دریا میں پیر رکھنے سے لہریں بصورت زرہ پیدا ہوتی ہیں۔ آں سلیماں۔ شیخ وقت موجود ہے لیکن تو اپنی برائی کی وجہ سے اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینا غیرت کے خلاف سمجھتا ہے اس لئے تجھے وہ نظر نہیں آتا ہے۔

ے کرمنا۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ وَحَمَلْنَاھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ "ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا" مولانا نے یہاں بحر سے بحرِ وحدت مراد لیا ہے مقصد یہ ہے کہ انسان کو مادی زندگی سے گذر کر حَمَلْنَاھُمْ عَلَی الْبَحْرِ والی زندگی حاصل کرنی چاہیئے اور اسکو بحرِ وحدت کی سیر کرنی چاہیئے۔

ے مر ملائک۔ ملائکہ کا دنیاوی زندگی سے تعلق نہیں ہے۔ حیواں۔ حیوانات کا عالم آخرت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو۔ انسان میں جسمانیت بھی ہے اور ملکوتیت بھی لہذا اس کا دونوں عالم سے تعلق ہے۔ تا بظاہر۔ قرآن پاک میں ہے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحیٰ اِلَیَّ۔ آنحضورؐ کو خطاب ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم جیسا بشر ہوں میری طرف وحی آتی ہے تو جس طرح آنحضورؐ کا جسم عالمِ دنیا سے متعلق ہے اور دل کا تعلق عالمِ بالا سے ہے اسی طرح شیخ وقت کا تعلق دونوں عالم سے ہے۔

ے ما ہمہ۔ ہماری اور شیخ کی وہی نسبت ہے جو مرغاب اور دریا کی۔ بحر یعنی انسانی بحر جو کہ شیخ ہے وہ ہماری سب باتیں سمجھ لیتا ہے سلیمان شیخ بمنزلہ بحر کے ہے اور ہم اس سلیمان کے پرندے ہیں۔ با سلیماں۔ دریائے معرفت میں

تشنہ را درد سر آرد بانگ رعد[1] | چوں نداند کو کشاید ابر سعد
کڑک کی آواز پیاسے کے سر میں درد پیدا کرتی ہے | جبکہ وہ نہیں جانتا کہ وہ مبارک ابر کو کھولدیگی

چشم او ماندست در جوئے رواں | بے خبر از ذوق آب آسماں
اس کی آنکھ جاری نہر پر جمی ہوئی ہے | وہ آسمان کے پانی کے ذوق سے بے خبر ہے

مرکب ہمت سوئے اسباب راند | از مسبب لاجرم محروم ماند
اس نے توجہ کی سواری آسمان کیجانب دوڑا دی | لامحالہ سبب پیدا کرنیوالے سے محروم ہوگیا

آنکہ بیند او مسبب را عیاں[2] | کے نہد دل بر سببہائے جہاں
جو شخص سبب پیدا کرنے والے کو کھلا دیکھتا ہے | وہ دنیا کے اسباب سے کب دل لگاتا ہے؟

از مسبب یابد اندر یک صباح | از نجات و از فلاح و از نجاح
وہ سبب پیدا کرنیوالے کیجانب سے ایک صبح کو پا جاتا ہے | نجات اور فلاح اور کامیابی

آنچہ در صد سال مثبت حیلہ مند | دہ یکے زاں گنج حاصل ناورند
وہ جو کچھ کہ تدبیر کرنیوالے کی مٹھی میں سو سال میں آیا | اس خزانہ کا دسواں حصہ حاصل نہیں کرسکتے ہیں

حیران شدن حاجیاں در کرامات آں زاہد کہ در بادیہ بر ریگ گرم نشستہ

حاجیوں کا اس درویش کی کرامات میں حیران ہونا جو کہ صحرا میں گرم ریت پر بیٹھا ہوا تھا

زاہدے بد در میان بادیہ | در عبادت غرق چوں عبادیہ
صحرا میں ایک زاہد تھا | عبادان کے رہنے والوں کی طرح عبادت میں غرق

حاجیاں آنجا رسیدند از بلاد | دیدہ شاں بر زاہد خشک اوفتاد
حاجی (مختلف) شہروں سے اسکے پاس پہنچے | ان کی نظر لاغر زاہد پر پڑی

جائے زاہد خشک بود او تر مزاج | از سموم بادیہ بودش علاج
زاہد کی جگہ خشک تھی وہ خوش مزاج تھا | صحرا کی لو اس کا علاج تھی

حاجیاں[3] حیراں شدند از وحدتش | واں سلامت در میان آفتش
حاجی اس کی تنہائی سے حیران ہو گئے | اور اس کی مصیبت کے درمیان سلامتی سے

در نماز استادہ بد بر روئے ریگ | ریگ کز تفش بجوشد آب دیگ
وہ ریت پر نماز میں کھڑا تھا | ایسا ریت جس کی گرمی سے دیگ کا پانی ابلنے لگے

---

[1] تشنہ را۔ اگر انسان کو انجام کی بھلائی پر یقین ہو تو اس کے لئے مقصد کے حصول کی تکالیف آسان ہو جاتی ہیں۔ چشم او۔ انسان اپنی غفلت کی وجہ سے ادنیٰ مطلوب میں لگا رہتا ہے اور اعلیٰ مقصد سے غفلت برتتا ہے۔ مرکب۔ جو لوگ اسباب دنیوی کو ہی سب کچھ سمجھ لیتے ہیں وہ ان اسباب کے پیدا کرنے والے خدا سے غافل رہتے ہیں۔

[2] آنکہ۔ جس شخص کو حضرت حق کا مشاہدہ حاصل ہے اور وہ مسبب الاسباب کو دیکھ رہا ہے، اسباب اسکی نگاہ میں ہیچ ہو جاتے ہیں۔ مسبب۔ جو لوگ مسبب الاسباب سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں وہ تھوڑی سی دیر میں وہ کچھ حاصل کر لیتے ہیں جو اسباب اختیار کرنیوالا سو سال میں بھی حاصل نہیں کر پاتا ہے۔ حیراں شدن۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بلا اسباب بھی اللہ تعالیٰ بہت بہت کچھ عطا فرما دیتا ہے۔ بادیہ۔ صحرا، جنگل۔ عبادیہ۔ عبادان کی طرف منسوب مانا جائے جو ایک نہایت گرم مقام ہے یعنی عبادان کے رہنے والے یا منسوب بسوئے عبادت۔

[3] حاجیاں۔ وہ صحرا ان حاجیوں کا رہگذر تھا۔ زاہد خشک۔ وہ عبادت گذار جو ذوق عبادت سے محروم ہو لیکن یہاں یہ معنی مراد نہیں اسلئے ہم نے لاغر کا ترجمہ کیا ہے۔ تر مزاج۔ خوش مزاج۔ سموم۔ گرم زہریلی ہوا۔ لو یعنی لو اس کے مرض کا سبب نہ تھی بلکہ صحت کا سبب تھی۔ حیراں شدند۔ اس قدر مہلک صحرا میں اس کا صحیح وسلامت رہنا باعث حیرت بنا۔ آب دیگ۔ یعنی ریت اس قدر گرم تھا کہ اس کی گرمی پانی کو کھولا دے۔

762 768

گفتئی سرمست در سبزه و گل ست — یا سواره بر براق و دلدل ست

تو یہ کہے گا کہ وہ مست سبزے اور پھول میں ہو — یا براق اور دُلدل پر سوار ہے

یاکه پایش بر حریر و حلّهاست — یا سموم اورا به از بادِ صباست

یا اس کے پیر ریشمیں کپڑے اور لباس پر ہیں — یا اس کے لئے لُو پُروا ہوا سے زیادہ مفید ہے

ایستاده تازه روی اندر نماز — با خضوع و باخشوع و بر نیاز

تازہ رُو نماز میں کھڑا ہوا — خشوع و خضوع کیساتھ اور عاجزی سے بھرا ہوا

ق

با حبیبِ خویشتن می گفت راز — مانده بود استاده در فکرِ دراز

وہ اپنے دوست سے راز کہہ رہا تھا — لمبے استغراق میں کھڑا رہ گیا تھا

پس بماندند آں جماعت با نیاز — تا شود درویش فارغ از نماز

تو وہ گروہ نیازمندی کے ساتھ کھڑا ہو گیا — تاکہ درویش نماز سے فارغ ہو جائے

چوں ز استغراق باز آمد فقیر — زاں جماعت زندهٔ روشن ضمیر

جب درویش استغراق سے نکلا — اس جماعت میں سے ایک روشن ضمیر نے

دیدٔ کابش می چکید از دست و رو — جامه اش تر بود از آثارِ وضو

دیکھا کہ اسکے ہاتھوں اور چہرے سے پانی ٹپک رہا ہے — اس کے کپڑے وضو کے اثر سے بھیگے ہوئے تھے

پس بپرسیدش که آب از کجاست — دست را برداشت کز سوئے سماست

تو اس نے اس سے پوچھا کہ تجھے پانی کہاں سے ملا — اس نے ہاتھ اُٹھایا کہ آسمان سے

گفت هر گہے که خواهی می رسد — بے ز چاه و بے ز حبلٍ من مسد

اس نے کہا جب بھی تو چاہتا ہے مل جاتا ہے — بغیر کنوئیں اور بغیر مونج کی رسّی کے

مشکلِ ما حل کن اے سلطانِ دیں — تا ببخشد حالِ تو مارا یقین

اے دین کے بادشاہ! ہماری مشکل حل کر دے — تاکہ تیری حالت ہمیں یقین عطا فرمادے

وانما سرے ز اسرارے بما — تا ببریم از میاں زنّار ہا

اپنے رازوں میں سے ایک راز ہم پر کھولدے — تاکہ ہم کمر سے جنیو توڑ ڈالیں

چشم را بشود سوئے آسماں — کہ اجابت کن دعای حاجیاں

اس نے آسمان کی جانب آنکھ اٹھائی — کہ حاجیوں کی دعا قبول فرمائے

رزق جوئی را ز بالا خو گرم — چوں ز بالا بر گشودستی درم

میں (عالم) بالا سے رزق کی تلاش کا عادی ہوں — چونکہ تونے میرے لئے (عالم) بالا کا دروازہ کھولدیا

لہ گفتئی۔ اس قدر تکلیف دہ مقام پر وہ عبادت میں اس قدر خوش تھا جیسا کہ کوئی سبزہ و گل میں مسرور ہو یا دلدل اور براق کی سواری میں مسرور ہو۔ یاکہ۔ یعنی گرم ریت اس کے لئے ریشمیں کپڑا تھا۔ حریر۔ ریشمی کپڑا۔ حلّہا۔ قیمتی لباس۔ بادِ صبا۔ پُروا ہوا ٹھنڈی اور خوشگوار ہوتی ہے۔ نماز۔ نماز کی حالت کو مناجات یعنی اللہ کے ساتھ سرگوشی کہا گیا ہے۔ استغراق۔ وہ کیفیت ہوتی ہے جس میں بزرگ ماسوا اللہ سے غافل ہوتا ہے۔ ضمیر۔ قلب۔

لہ دید۔ یعنی وضو کا پانی ہاتھوں اور چہرے سے ٹپک رہا تھا اور کپڑوں پر بھی وضو کے پانی کا اثر تھا۔ سما۔ آسمان۔ حبلٌ من مسد۔ کھجور کے پتے کے ریشے کی رسّی اور مونج کی رسّی۔

لہ تا ببخشد۔ یعنی آپ کی کرامات دیکھ کر ہمارے یقین کے مراتب میں اضافہ ہو جائے۔ زنّارہا۔ یعنی شکوک و شبہات۔ اجابت۔ قبولیت۔ بالا۔ عالم بالا۔

اے نمودہ تو مکاں[۱] از لامکاں | فی السماء رزقکم کردہ عیاں
اے وہ! کہ تو نے مکان (عالم) کو لامکان دکھا دیا ہے | "فی السماء رزقکم" کا تو نے مشاہدہ کرا دیا ہے

درمیانِ ایں مناجات ابر خوش | زود پیدا شد چو پیلِ آبکش
اس دعا کے دوران ایک گہرا ابر | پانی بھرنے والے ہاتھی جیسا بہت جلد رونما ہوگیا

ہمچو آب از مشک باریدن گرفت | در گو و در غارہا مسکن گرفت
اُسنے مشک کے پانی کی طرح برسنا شروع کر دیا | جو گڑھوں اور غاروں میں ٹھہر گیا

ابر[۲] می بارید چوں مشک اشکہا | حاجیاں جملہ کشادہ مشکہا
ابر مشک کی طرح آنسو برسا رہا تھا | سب حاجیوں نے مشکیں کھول رکھی تھیں

یک عجائب در بیاباں وانمود | ابر چوں مشکے دہن را بر کشود
جنگل میں ایک عجیب کرشمہ ظاہر ہوا | بادل نے مشک کی طرح دہانہ کھول دیا

یک جماعت زاں عجائب کارہا | می بریدند از میاں زنارہا
ایک جماعت ان عجیب معاملوں کی وجہ سے | کمر سے جنیئو کاٹ رہی تھی

قومِ دیگر را یقیں در ازدیاد | زیں عجب[۳] واللہ اعلم بالرشاد
دوسرے لوگوں کے یقین میں زیادتی ہو رہی تھی | اس تعجب خیز واقعہ کی وجہ سے اور خدا ہدایت کے معاملہ کو زیادہ جانتا ہے

قومِ دیگر ناپذیرا ترش و خام | ناقصانِ سرمدی تم الکلام
کچھ لوگ متاثر نہ ہونے والے گھٹے اور کچے تھے | (یہ) ابدی ناقص تھے بات ختم ہوئی

ختم شد

۱ مکاں۔ یعنی وہ مخلوق جو مکانی ہے۔ لامکاں۔ عالم بالا جو مکانیت سے منزہ ہے۔ فی السماء رزقکم۔ قرآن پاک میں ہے "اور آسمانوں میں ہے تمہارا رزق۔" مناجات۔ سرگوشی، دعا۔ گو۔ گڑھا۔ مسکن۔ ٹھہرنے کی جگہ۔

۲ ابر۔ جو ابر نمودار ہوا اس نے اس طرح برسنا شروع کیا جس طرح پانی مشک سے گرتا ہے۔ زنارہا۔ یعنی ان لوگوں کے شکوک وشبہات زائل ہوگئے۔

۳ عجب۔ یعنی بارش کی کرامات۔ ناقصانِ سرمدی۔ جو ازلی ناقص تھے اور اُن میں حق کو قبول کرنے کی صلاحیت نہ تھی۔

فہرستِ مضامینِ مثنویِ مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ دفتر دوم

766

تمام شد

768



ہست قرآن در زبانِ پہلوی

مثنوی معنوی

مصنف مولانا جلال الدین رومیؒ

ترجمہ

مولینا قاضی سجاد حسین صاحب

حامد اینڈ کمپنی ۰ ۳۸ اردو بازار لاہور



بسم اللہ الرحمن الرحیم

دفترِ دوم کی اشاعت

۲۸ مارچ ۱۹۷۶ء کو دفترِ دوم کی رسمِ اجراء عمل میں آئی۔ غالب اکیڈمی بستی شیخ نظام الدینؒ دہلی میں زیرِ صدارت جناب حکیم عبدالحمید صاحب صدر غالب اکیڈمی اجتماع ہوا۔ یہ اجتماع دہلی کے دانشوروں اور اہلِ علم کا اجتماع تھا۔ مختلف کالجوں اور درسگاہوں کے اساتذہ اِس میں شریک تھے۔ تلاوت قرآن پاک سے اجتماع کا آغاز ہوا مولانائے روم کے دیوان سے ایک غزل کا انتخاب کیا گیا تھا جو ایک صاحب نے خاص نغمے کے ساتھ پڑھی۔ جناب فتح اللہ صاحب مجتبائی کلچرل کونسلر ایرانی ایمبسی اور جناب محمد اعظم صاحب کامران ڈائرکٹر ایرانین کلچرل ہاؤس نے مولانائے رومؒ پر پُر مغز مقالے پڑھے۔ اِس کے بعد جناب پروفیسر سید نورالحسن صاحب وزیرِ تعلیم حکومتِ ہند کے ہاتھوں دفترِ دوم کا اجراء عمل میں آیا۔ موصوف نے دورانِ تقریر میں دفترِ دوم کے بارے میں تحسین و آفرین کے ساتھ احقر کو دفترِ دوم کی تکمیل پر مبارکباد دی۔

میں شکر گذار ہوں آل انڈیا ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے افسران کا کہ ان دونوں شعبوں نے اِس اجتماع کی کارروائی کو بھرپور طریقہ پر کور کیا۔ اسی طرح میں انگریزی اور اردو پریس کا بھی شکر گذار ہوں کہ اُس نے بھی اِس اجتماع کی نشر و اشاعت میں مکمل تعاون کیا۔ شاید ہی انگریزی اور اُردو کا کوئی موقر اخبار ہوگا جس نے دفترِ دوم اور اِس اجتماع کی تحسین نہ کی ہو۔ اِس کے بعد سے ہندوستان کے اہلِ قلم اور علمی رسائل دفترِ دوم پر مسلسل بہت قیمتی تبصرے شائع کر رہے ہیں جو میری ہمت افزائی کا باعث ہیں۔

میں دفترِ دوم کے مقدمہ میں اِس کام کے سلسلہ میں وزارتِ تعلیم کی مالی اعانت کا شکریہ ادا کر چکا ہوں۔ وہ مدد

تو ہر دفتر کی تیاری کے لئے مجھے مل رہی ہے۔ مزید براں وزارتِ تعلیم نے دفترِ دوم کی بھی ایک بڑی مقدار میں اپنی لائبریریوں کے لئے خریداری منظور کر کے میری مالی اعانت کی ہے جس کے لئے میں مزید شکر گذار ہوں۔

دفترِ دوم کے کاموں سے فارغ ہو کر اُس کے اجراء سے دو تین ماہ قبل سے ہی میں دفترِ سوم کے کاموں میں مشغول ہو گیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب جبکہ میں یہ چند سطور بطور مقدمہ تحریر کر رہا ہوں اُس کی تیاری کے اکثر مراحل طے ہو چکے ہیں اور وہ عنقریب اشاعت پذیر ہو جائے گا اور اب میں دفترِ چہارم میں مشغول ہوں اور اُس کا بیشتر حصہ لکھ چکا ہوں۔ اللہ کی توفیق اور فضل سے اگر کام کی رفتار یہی رہی تو چند ماہ بعد اس کی اشاعت عمل میں آ جائیگی۔

تصوّف کی چند اصطلاحیں

تصوّف کی اُن اصطلاحات کی تفصیل جو مثنوی میں استعمال ہوئی ہیں، دفترِ اوّل اور دوم کے مقدّمہ میں کی جا چکی ہے، اُس کو ملاحظہ کیا جائے۔ اِس دفترِ سوم میں جو چند اصطلاحیں جدید آئی ہیں، اُن کی تشریح پیش کی جاتی ہے:۔

حیرت۔ سالک کے لئے ذکر و فکر بھی قربِ الٰہی کا ذریعہ اور وسیلہ ہے لیکن مقامِ حیرت وہ مقام ہے جس میں تجلیاتِ ربّ کی فراوانی کی وجہ سے نہ ذکر کی طرف توجہ رہتی ہے نہ فکر کی اور اِس مقام پر پہنچ کر سالک کو اُن چیزوں سے استغنا بھی حاصل ہو جاتا ہے اور وہ بحث و مباحثہ سے بھی گریز کرتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْنِیْ فِیْکَ تَحَیُّرًا "اے خدا اپنے بارے میں مجھے زیادہ حیرانی عطا فرما دے۔ صائب نے کہا ہے۔

حیرت مرا ز ہر دو جہاں بے نیاز کرد
ایں خواب کارِ دولت بیدار می کند

مقامِ حیرت نے مجھے دونوں جہانوں سے بے نیاز بنا دیا ہے
یہ خواب بیداری کی دولت کے کام انجام دیتی ہے

اِس مقام کی ابتدا، سالک کو دنیا میں حاصل ہو جاتی ہے
اور اِس کی تکمیل میدانِ حشر میں اُس وقت ہو گی جبکہ

حضرت حق ارشاد فرمائے گا۔ اُحِلُّ عَلَیْکُمْ رِضْوَانِیْ فَلَا اَسْخَطُ اَبَدًا۔ میں تم پر اپنی رضا نازل کرتا ہوں اب کبھی ناراض نہ ہوں گا۔

رضا۔ مقام رضا سالک کا وہ مقام ہے جس میں وہ مصائب اور ذلت کو مقصود بالذات سمجھ کر برداشت کرتا ہے اور ان حالات میں بھی اس کے نفس کی وہی کیفیت رہتی ہے جو حضرت حق کی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے میں ہوتی ہے۔ حضرت رابعہ بصریہؒ سے کسی نے اس مقام کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا۔ اِذَا سَرَّتْہُ الْمُصِیْبَۃُ کَمَا سَرَّتْہُ النِّعْمَۃُ۔ یعنی یہ مقام سالک کو اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ وہ مصیبت میں بھی وہی خوشی محسوس کرے جو اس کو نعمت کے وقت حاصل ہوتی ہے۔ رضا بالقضا کی بحث مولانائے روم نے مفصل کی ہے اس کو ملاحظہ کیا جائے۔

ابدال۔ مولانائے روم نے ابدال کی تعریف میں فرمایا ہے

کیست ابدال؟ آنکہ او مُبدل شود	خمرش از تبدیل یزداں خل شود
ابدال کون ہے؟ جو کہ تبدیل ہو جائے	اللہ کے تبدیل کر دینے سے انکی شراب سرکہ بنجائے

یعنی اس میں جس قدر اخلاق ردیہ ہوں وہ اخلاق حسنہ میں تبدیل ہو جائیں۔ منہج القوی شرح مثنوی میں مذکور ہے۔

وَرَدَ اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ کَانُوْا اَوْتَادَ الْاَرْضِ فَلَمَّا انْقَطَعَتِ النُّبُوَّۃُ اَبْدَلَ اللّٰہُ مَکَانَہُمْ اَقْوِیَاءَ مِنْ اُمَّۃِ اَحْمَدَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَالُ لَہُمُ الْاَبْدَالُ لَمْ یَفْضُلُوا النَّاسَ بِکَثْرَۃِ صَوْمٍ وَلَا صَلٰوۃٍ وَلٰکِنْ بِحُسْنِ الْخُلُقِ وَصِدْقِ النِّیَّۃِ وَسَلَامَۃِ الْقُلُوْبِ لِجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ۔ منقول ہے کہ انبیاء زمین کے اوتاد تھے۔ جب نبوت ختم ہوگئی تو اللہ تعالٰی نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے قوی لوگوں کو ان کے بدلے میں عنایت فرما دیا جن کو ابدال کہا جاتا ہے۔ ان کی نمازیں اور روزے لوگوں سے زیادہ نہیں ہوتے ہیں ہاں ان میں حسن خلق اور نیت کی سچائی اور دل کی سلامتی سب مسلمانوں کے لئے ہوتی ہے۔

اعیانِ ثابتہ۔ وہ تمام اشیاء جو موجوداتِ خارجیہ کہلاتی ہیں اور عالمِ شہود میں حواس کے ذریعہ محسوس

ہو رہی ہیں وہ اپنے علمی وجود کے ساتھ حضرت حق تعالیٰ کے علم میں موجود ہیں اور یہی موجودات کا علمی وجود اعیانِ ثابتہ کہلاتا ہے۔
خارجی جس قدر موجودات ہیں وہ اُن اعیانِ ثابتہ کا عکس اور ظل ہیں اور اُن اعیانِ ثابتہ کی اصل اسمارِ الٰہی، اور اسمارِ الٰہی کی اصل حقیقتِ الٰہیہ ہے۔ مولانائے روم اعیانِ ثابتہ کو ماہیات سے اور اسمارِ الٰہی کو بتر ماہیات سے اور حقیقتِ الٰہیہ کو بتر بتر ماہیات سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسا کہ اِس شعر میں فرمایا ہے ؎

زانکہ ماہیات و بترّ بتر آں ۔۔۔ پیشِ چشمِ کاملاں باشد عیاں

یعنی اَعیانِ ثابتہ اور اُن کا بتر اسمارِ الٰہی اور اُس بتر کا بتر یعنی حقیقتِ الٰہیہ کاملوں کے مشاہدہ میں ہوتی ہے اسی لئے بعض کاملین کا مقولہ ہے۔ عَرَفْنَا الْاَشْیَاءَ بِاللہِ۔ ہم نے اشیار کو خدا کے ذریعہ جان لیا ہے۔

عقلِ معاش۔ وہ عقل جو دنیاوی امور میں تیز ہو اور آخرت سے نابلد ہو وہ عقل معاش ہے اِسی کو مثنوی میں عقلِ جزوی اور عقلِ ناقص بھی کہا گیا ہے۔

عقلِ معاد۔ وہ عقل جو دینی اور اُخروی معاملات میں تیز ہو اُس کو عقلِ معاد کہا جاتا ہے۔ اسی کو مثنوی میں عقلِ کلی، عقلِ کامل، عارف کی عقل سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مستور الحال۔ بعض اولیار اللہ ایسے ہیں جن کو اَبدال تک بھی نہیں پہچان سکتے ہیں ایسے اولیار اللہ کو مستور الحال کہا جاتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی اَوْلِیَاءَ اَخْفِیَاءَ شُعْثَۃٌ رُؤُسُہُمْ مُغْبَرَّۃٌ وُجُوْھُہُمْ اِذَا اسْتَاْذَنُوْا عَلَی الْاَمْرِ لَمْ یُؤْذَنْ لَھُمْ وَاِذَا غَابُوْا لَمْ یُفْتَقَدُوْا وَاِذَا حَضَرُوْا لَمْ یُدْعَوْا وَاِنْ مَرِضُوْا لَمْ یُعَادُوْا وَاِنْ مَاتُوْا لَمْ یُشْہَدُوْا وَھُمْ مَجْھُوْلُوْنَ فِی الْاَرْضِ مَشْھُوْرُوْنَ فِی السَّمَاءِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے کچھ چھپے ہوئے اولیار ہیں جن کے سر کے بال پراگندہ ہیں اُن کے چہرے غبار آلود ہیں۔ وہ اگر کسی معاملہ میں اجازت چاہیں انکو اجازت نہیں دی جاتی ہے اور اگر وہ نہ ہوں تو اُن کی لوگ جستجو نہیں کرتے ہیں اور اگر موجود ہوں تو انکو پکارا نہیں جاتا ہے اور اگر وہ بیمار پڑ جائیں تو انکی عبادت نہیں کیجاتی ہے اور اگر وہ مرجائیں تو لوگ اُنکے جنازے پر حاضر نہیں ہوتے ہیں وہ زمین میں گمنام ہیں لیکن آسمان میں مشہور ہیں۔ ایسے ہی مستور الحال ایک

بزرگ کا ذکر ہے کہ وہ خانہ کعبہ کے صحن میں مراقبہ میں تھے اور پاس ہی ایک محدث حدیث کا درس دے رہے تھے۔ اسی اثنا میں خواجہ خضر وہاں پہنچے اور بیٹھ گئے اور اُن سے کہنے لگے کہ قریب میں حدیث کا درس ہو رہا ہے آپ اسمیں شریک کیوں نہیں ہوتے ہیں اور یہاں تنہا بیٹھے ہیں اس پر اُن بزرگ نے کہا کہ جب ایک نبی پاس ہو تو اُس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کا درس سننے کی کیا ضرورت ہے۔ خواجہ خضر نے فرمایا تم کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ یہاں کوئی نبی ہے تو انھوں نے کہا کہ کیا آپ خواجہ خضر اللہ کے نبی نہیں ہیں۔ خواجہ خضر نے فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ میں تمام اولیاء کو پہچانتا ہوں لیکن اب معلوم ہوا کہ کچھ اولیاء ایسے بھی ہیں جن کو میں بھی نہیں جانتا ہوں اور وہ مجھے جانتے ہیں۔

الہام۔ اسی کو حکمت، علم لدنی، فیض، فتح اور کشف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ وہ علم ہوتا ہے جو اولیاء کے قلوب پر خدا کی جانب سے نازل کیا جاتا ہے۔ جو علم انبیاء اور رسولوں کو عنایت ہوتا ہے اُس کو وحی کہا جاتا ہے۔ اسکی اگر تلاوت بھی ہوتی ہے تو وہ وحی متلو کہلاتی ہے جیسا کہ قرآن، توریت اور انجیل اور اگر اُس کی تلاوت نہ ہو تو اسکو حدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وحی خداوندی خلل اور غلطی سے بالکل محفوظ ہے الہام میں غلطی کا احتمال ہوتا ہے اسی لئے بسا اوقات انسان القاء شیطانی کو الہام سمجھ بیٹھتا ہے۔ مولانا بحر العلوم نے فرمایا ہے کہ بندے کے دل میں جو القاء ہوتا ہے وہ کبھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے، کبھی فرشتے کی طرف سے اور کبھی نفس اور شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، غور کر لینا چاہیئے اگر وہ القاء عشق و محبت کا باعث ہے تو وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے اور اگر وہ اطاعت اور فرمانبرداری کا سبب ہے تو فرشتے کی جانب سے ہے اور وہ القاء کفران اور طغیان پیدا کرنیوالا ہے تو وہ نفس اور شیطان کی طرف سے ہے۔ پھر یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ شیطان بھی بسا اوقات نیکی کیطرف دعوت دیتا ہے اور اُس سے اُس کا مقصود کسی اعلیٰ نیکی سے غافل کرنا مقصود ہوتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

اِنَّ لِلشَّیْطَانِ لَمَّۃً بِابْنِ آدَمَ وَلِلْمَلَکِ لَمَّۃً فَاَمَّا لَمَّۃُ الشَّیْطَانِ فَاِیْعَادٌ بِالشَّرِّ وَتَکْذِیْبٌ بِالْحَقِّ وَاَمَّا لَمَّۃُ الْمَلَکِ فَاِیْعَادٌ بِالْخَیْرِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَجَدَ ذٰلِکَ فَلْیَعْلَمْ اَنَّہٗ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَمَنْ وَجَدَ الْاُخْرٰی فَلْیَتَعَوَّذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ۔ یعنی شیطان آدمی کے دل میں بات ڈالتا ہے اور فرشتہ بھی ڈالتا ہے شیطان کی ڈالی ہوئی بات بُرائی کا وعدہ اور حق کو جھٹلانا ہوتا ہے۔

اور فرشتے کا ڈالنا بھلائی کا وعدہ اور حق کی تصدیق ہوتی ہے تو جو یہ محسوس کرے وہ سمجھ لے کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے اور وہ پہلی بات ہو تو سمجھ لے کہ وہ شیطان کی جانب سے ہے اور فوراً شیطان سے خدا کی پناہ پکڑے۔

تناسخ جو لوگ تناسخ کے عقیدے کے قائل ہیں اُن کے نزدیک روح اپنی جزا و سزا کے اعتبار سے مختلف حیوانات کا جسم اختیار کرتی رہتی ہے اور یہ سلسلہ کروڑوں برس تک اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ یہ عقیدہ روح کے ازلی اور ابدی اور قدیم ہونے پر مبنی ہے۔ مولانا کے اشعار میں جگہ جگہ جو اشارے ہیں وہ مادے کے تغیرات کی طرف ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں مادہ جمادیت سے ترقی کر کے نباتیت اختیار کرتا ہے اور نباتیت سے حیوانیت کے مرتبہ میں آجاتا ہے اور پھر حیوانیت سے انسانی مرتبہ میں پہنچا ہے ؎

از جمادی مُردم و نامی شدم	وز نما مُردم بحیواں سر زدم
مُردم از حیوانی و آدم شدم	پس چہ ترسم کے ز مردن کم شوم

ان مذکورہ بالا اشعار میں مادی تغیرات کو ظاہر کیا گیا ہے۔ مولانا روح کے قدیم اور ازلی ہونے کے قائل نہیں ہیں اور نہ روح کی صرف حیوانات میں گردش کے قائل ہیں ہاں روح کے منازل اور مراتب کے عروج کے قائل ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

حملۂ دیگر بمیرم از بشر	تا بر آرم از ملائک بال و پر
وز ملک ہم بایدم جستن ز جُو	كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهٗ

جسمِ مثالی اہلِ شرع اور اہلِ تصوف متعدد عوالم موجود مانتے ہیں ایک عالمِ شہود ہے۔ وہ تو یہی عالم ہے جس میں آپ اور ہم سب اِس زندگی کے ساتھ زندہ ہیں، یہاں تمام اجسام مادہ اور عنصر سے بنے ہوئے ہیں۔ اِس کے علاوہ ایک عالمِ مثال ہے جس میں ہر وہ مخلوق جو اس عالمِ شہود میں ہے اُس عالم میں بھی ہے لیکن اِس عالم میں مادہ اور عناصر کا وجود نہیں ہے وہاں جو اُس کا جسم ہے وہ جسمِ عنصری نہیں بلکہ جسمِ مثالی کہلاتا ہے۔

واقعات اور اشخاص

صلحِ حدیبیہ۔ ۶ھ ہجری میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معیت میں عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہوئے۔ جب مکہ معظمہ سے چھ میل ورے مقامِ حدیبیہ پر پہنچے تو آنحضورؐ

صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اہلِ مکہ بزورِ شمشیر مکہ میں داخلہ سے
رد کرنے کا ارادہ کر چکے ہیں، آنحضورؐ نے حدیبیہ میں قیام فرمایا اور
اہلِ مکہ سے کہلایا کہ ہم عمرہ کرنا چاہتے ہیں اس کے بعد فوراً واپس
ہو جائینگے۔ ہمارا مقصد اہلِ مکہ سے جنگ و جدل بالکل نہیں ہے مگر اہلِ مکہ نے مکہ میں داخلہ کی کسی طرح
اجازت نہ دی۔ بہت سی گفت و شنید کے بعد صلح کا ایک دس سالہ معاہدہ طے ہوا۔ اس صلح نامہ
میں مکہ والوں نے سراسر ایسی شرطیں تسلیم کرائیں جو اُن کے لئے مفید تھیں اور بظاہر مسلمانوں کیلئے
ذلت آمیز، یہ طے ہوا کہ مسلمان مکہ کی زیارت کئے بغیر واپس ہو جائیں، اگر کوئی مسلمان مُرتد ہو کر
مدینہ طیبہ سے بھاگ کر مکہ میں پناہ لے گا تو مکہ والے اس کو واپس نہ دیں گے اور اگر کوئی مکہ والا
مسلمان ہو کر مدینہ گیا تو اس کو واپس سپرد کرنا ہوگا۔ اس طرح کی شرائط بعض صحابہؓ کو ناگوار بھی گذریں
لیکن آنحضورؐ نے خداوندی حکم سے سب کو بخوشی منظور کیا۔ حضرت حق تعالیٰ کے علم میں یہ صلح
شکست نما فتح تھی۔ چنانچہ اسی بنا پر حضورؐ کو بشارت آئی کہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا یعنی ہم نے
یہ تمہیں کھلی فتح عنایت کی ہے۔ چند ہی روز میں اِس بشارت نے عملی صورت اختیار کر لی اور اِس
صلح کے نتیجہ میں مکہ معظمہ بغیر کسی جنگ و قتال کے آنحضورؐ کے زیرِ نگیں آگیا۔

بنی نضیر۔ یہ یہود کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھا۔ انھوں نے مخفی طور پر
آنحضور کو قتل کرنے کی سازش کی تھی جس کا آنحضورؐ پر انکشاف ہو گیا۔ اِس جرم کی پاداش میں
اُن کو مدینہ کے اطراف سے ۴ھ میں جلا وطن کیا گیا اور خیبر میں آباد ہو جانے کی اجازت دیدی گئی۔

بنو قریظہ۔ یہ یہود کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھا۔ آنحضورؐ نے اُن سے ایک معاہدہ کیا تھا
جس کی رُو سے فریقین کو دشمن کے مقابلہ میں ایک دوسرے کی مدد کرنا ضروری تھی۔
غزوۂ خندق کے موقع پر دیگر قبائل کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مدد تو در کنار یہ لوگ بھی مخالفوں
سے ہمساز ہو گئے اور معاہدہ شکنی کرتے ہوئے مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہو گئے۔ غزوۂ خندق میں جب
غیبی تائید سے آنحضورؐ کو ۵ھ میں فتح و نصرت حاصل ہو گئی تو آنحضورؐ نے اُن لوگوں کو معاہدہ شکنی
کی سزائے موت دی جو خود یہود کی شریعت کے مطابق تھی۔

بلال بن رباح رضؓ۔ حضرت بلالؓ حبشی النسل تھے۔ دعوتِ اسلام کے آغاز ہی میں مُشرف باسلام
ہو گئے تھے۔ انھوں نے اسلام کی خاطر اپنے آقا اُمیہ ابن خلف کے ایسے
ایسے دردناک مظالم برداشت کئے ہیں جن کے سننے سے بھی لرزا
طاری ہوتا ہے۔ بالآخر حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے

اُن کو خرید کر آزاد کیا۔ پھر تمام عمر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گذاری۔ اُن کو مؤذنِ رسول اللہ ہونے کا فخر بھی حاصل ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ طیبہ میں قیام کی تاب نہ لاسکے اور ملک شام میں منتقل ہو گئے۔ وہاں ۲۰ھ میں بعمر ۶۳ سال وفات پائی۔ اُن کی اذان میں بڑا ہی سوز و گداز تھا۔ ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اذان کی فرمائش کی، عُذر پیش کرنے کے باوجود تعمیلِ حکم پر مجبور ہو کر اذان شروع کی جس وقت اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر پہنچے تو غش کھا کر گر گئے۔

طالوت - یہ بنی اسرائیل کا ایک نیک بادشاہ تھا اِس کی بادشاہت پیغمبرِ وقت شموئیلؑ کی بشارت کے مطابق عمل میں آئی تھی۔ بادشاہت کے دَوران اُس کو ایک سخت توی دشمن جالوت سے جنگ کرنی پڑی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا بچپن تھا اور وہ بکریاں چَرایا کرتے تھے حضرت شموئیلؑ نے طالوتؑ کو بشارت دی کہ جالوت کی موت حضرت داؤدؑ کے ہاتھوں ہوگی۔ طالوت نے حضرت داؤدؑ کو فوج میں شامل کر لیا۔ دَوران سفر میں چند پتھروں نے حضرت داؤدؑ سے کہا کہ ہم کو ساتھ لے لو جالوت ہماری ضرب سے مرے گا۔ حضرت داؤدؑ نے وہ پتھر اُٹھا کر اپنی زنبیل میں رکھ لئے۔ جس وقت جالوت سے مقابلہ ہوا تو حضرت داؤدؑ نے وہی پتھر اُس کے مارے جن سے جالوت ہلاک ہو گیا۔ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوْتَ "اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا۔"

حضرت مریم علیہا السلام - حضرت مریمؑ کنوارپن ہی میں بحکمِ خدا حاملہ ہو گئیں تو ندامت کی وجہ سے جنگل میں نکل گئیں اور دُعا کرنے لگیں۔ یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا وَکُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا کاش میں اِس سے پہلے مر گئی ہوتی اور بھولی بسری بن جاتی۔ فرشتے نے اُن کو تسلی دی پھر جب اُن کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو وہ اُن کو گود میں لے کر اپنے قبیلے میں آئیں، لوگوں نے اُن کو ملامت شروع کر دی اِس پر اُنھوں نے لوگوں سے کہا تم اِسی بچے سے اِس معاملہ کی تحقیق کر لو۔ لوگوں نے کہا ہم گہوارے کے بچے سے کیا پوچھیں تو حضرت عیسیٰؑ بول اُٹھے۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اُس نے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے اُس نے نبی بنایا ہے اور بابرکت کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اِس گفتگو کے بعد لوگوں کے شکوک مٹ گئے اور وہ سمجھ گئے یہ سب معاملہ منجانب اللہ ہے۔

اہلِ سبا - یمن کے علاقہ سبا کے باشندے تھے۔ قرآن نے اہلِ سبا کا ذکر حسب ذیل آیتوں میں کیا ہے۔ لقد کان لسباء فی مساکنہم آیۃ جنّتان عن یمین و شمال ۵ کلوا من رزق ربکم واشکروا لہ بلدۃ طیبۃ و رب غفور ۵ فاعرضوا فارسلنا علیہم سیل العرم وبدلنٰہم بجنّتیہم جنّتین ذواتی اکل خمط و اثل و شیء من سدر قلیل ۵ ذٰلک جزینٰہم بما کفروا و ھل نجزی الا الکفور۔

بیشک سبا والوں کے لئے اپنی ہی بستی میں نشانی تھی دائیں اور بائیں باغ تھے۔ اپنے مالک کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اُس کا شکر بجالاؤ۔ ایسا پاکیزہ شہر اور مالک بخشنے والا۔ تو انھوں نے رُوگردانی کی۔ ہم نے زور کا سیلاب اُن پر چھوڑ دیا اور دو عمدہ باغوں کو بدل کر دو باغ ایسے کر دیئے جن میں بدمزہ میوے اور جھاؤ کے درخت اور تھوڑے سے بیری کے درخت رہ گئے۔ اُن کی ناشکری کی ہم نے اُن کو یہ سزا دی اور ہم انہی کو سزا دیا کرتے ہیں جو ناشکرے ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ - یہ مالک کے بیٹے تھے اور اُن کی ماں کی کنیت اُمِّ سلیم تھی۔ مالک کے بعد اُمِّ سلیمؓ نے حضرت ابو طلحہ انصاریؓ سے شادی کرلی تھی۔ حضرت انسؓ کی تربیت حضرت ابو طلحہؓ نے کی تھی۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے۔ حضرت انسؓ کی عمر دس سال کی تھی۔ اُن کو اُن کی ماں اور حضرت ابو طلحہؓ نے آنحضورؐ کی خدمت پر مامور کردیا انھوں نے بہت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ دس سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور خادم خاص کا رتبہ پایا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے بہت خوش تھے اور اُن کو بہت دعائیں دیتے تھے۔ انہی دعاؤں کی برکت سے اُن کو صحابۂ کرام میں مال اور اولاد کی کثرت میں امتیاز تھا۔ آنحضورؐ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ بصرہ میں آباد ہو گئے تھے۔ ۹۱ھ میں بعمر تقریباً ۱۰۳ سال انھوں نے بصرہ میں ہی وفات پائی اور اُن کی وفات بصرہ میں رہنے والے صحابہ میں سے سب سے آخر میں ہوئی ہے۔

تیہ - بورن فیلڈ یہ وہ بیابان ہے جس میں بنی اسرائیل چالیس سال تک محبوس رہ کر مقید رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو عمالقہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا جو ملک شام پر قابض تھے۔ بنی اسرائیل نے اس جہاد میں شرکت سے انکار کیا اور طرح طرح کے نامعقول عذر پیش کرنے شروع کر دیئے اور کہہ دیا اے موسیٰ تم اور تمہارا خدا عمالقہ سے جہاد کرے

ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ اِس جرم کی پاداش میں خدا نے انھیں تیہ کے میدان میں مقید کر دیا یہ اُس میں بھٹکتے پھرتے تھے اور اُن کو اُس جنگل سے نکلنے کا راستہ نہ ملتا تھا۔ یہ لوگ بنی اسرائیل کی بارہ جماعتوں پر مشتمل تھے۔ ہر جماعت حضرت یعقوبؑ کے کسی ایک فرزند کی نسل تھی اور ہر جماعت میں تقریباً پچاس ہزار اشخاص تھے۔ یہ لوگ تمام دن راستہ طے کرتے تھے، صبح کو سو کر اُٹھتے تو اپنے آپ کو اُسی مقام پر پاتے جہاں سے صبح کو چلے تھے۔

اویس - یہ عامر کے بیٹے اور قرن علاقہ یمن کے باشندے ہیں اِسی لئے قرنی کہلاتے ہیں۔ اُن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا والہانہ جذبہ تھا، چونکہ اُن کی والدہ اُن کی خدمت کی محتاج اور ضرورتمند تھیں لہٰذا اُن کی آنحضورؐ کی خدمت میں حاضری نہ ہو سکی اور اُن کو آنحضورؐ کا دیدار میسر نہ آیا اِسی لئے اُن کو تابعین میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ اپنی آخری عمر میں بصرہ میں آکر آباد ہو گئے تھے حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اُن کو سلام کہلایا اور دعا کی فرمائش کی تھی۔ انہی کی نسبت سے نسبتِ اویسیہ وہ نسبت کہلاتی ہے جو کسی مرید کو شیخ سے جسمانی ملاقات کے بغیر حاصل ہو جائے۔

ابولہب اور اُس کی بیوی ابولہب کنیت نام عبدالعزیٰ ہے اُس کی بیوی کا نام اروی اور کنیت اُمِ جمیل ہے۔ ابولہب آنحضورؐ کا حقیقی چچا تھا لیکن یہ اور اُس کی بیوی آنحضورؐ کو تکلیف پہنچاتے اور مخالفت میں سب سے پیش پیش تھے آنحضورؐ کی ابتدائے دعوت سے آخر دم تک آنحضورؐ کی مخالفت کرتا رہا بالآخر کفر کی حالت میں موت ہوئی۔ سورۂ تبت اِسی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

فرعونِ موسیٰ اِس کا نام ولید بن مصعب ہے اور چونکہ یہ مصر کا بادشاہ تھا اِس لئے اُس کو فرعون کہا جاتا ہے۔ شاہانِ مصر کا یہی لقب ہوتا تھا اُس کے واقعات قرآنِ پاک میں بالتفصیل مذکور ہیں۔

۲۱ر شوال ۱۳۹۶ھ
۱۸ اگست ۱۹۷۶ء

سجاد حسین
صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی

فہرست مضامین دفتر سوم مثنوی مولانائے روم رح

بسم الله الرحمن الرحیم

اے ضیاء[1] الحق حسام الدین بیار
اے ضیاء الحق حسام الدین! لا

این سوم دفتر کہ سنت شد سہ بار
یہ تیسرا دفتر کیونکہ تہرانا سنت ہے

برکشا گنجینۂ اسرار را
رازوں کا خزانہ کھول دے

در سوم دفتر بہل اعذار را
تیسرے دفتر میں، عذروں کو چھوڑ دے

قوتت[2] از قوت حق می زہد
تیری طاقت، اللہ کی طاقت سے جوش مارتی ہے

نز عروقے کز حرارت می جہد
نہ کہ رگوں سے جو گرمی سے پھڑکتی ہیں

این چراغ شمس کو روشن بود
یہ سورج کا چراغ جو روشن ہوتا ہے

نز فتیلہ و پنبہ و روغن بود
بتی اور روئی اور تیل کی وجہ سے نہیں ہے

سقف[3] گردوں کو چنیں دائم بود
آسمان کی چھت جو اس طرح سے ہمیشہ سے ہے

نز طناب و استنے قائم بود
رسے اور ستون کی وجہ سے قائم نہیں ہے

قوت جبریل از مطبخ نبود
حضرت جبرئیل کی قوت مطبخ کی وجہ سے نہ تھی

بود از دیدار خلاق وجود
وجود کو پیدا کرنے والے "اللہ" کے دیدار کی وجہ سے تھی

---

[1] ضیاء الحق چلپی مولانا کے دینی خلیفہ اور مرید ہیں جو مثنوی لکھنے کے محرک ہوئے۔ این سوم طہارت ظاہری وضو اور غسل میں تین بار دھونا مسنون ہے لہٰذا طہارت باطنی جو کہ مثنوی کے مضامین سے حاصل ہوتی ہے اسلئے بھی تیسرے دفتر میں تیسری بار مضامین لانا مناسب ہے۔ اسرار۔ سِر کی جمع، راز۔ بہل۔ امر کا صیغہ ہے ہلیدن بمعنی چھوڑنا۔ اعذار یعنی وہ عذر جو دوسرے دفتر کے تاخیر سے شروع کرنے کا سبب بنے تھے۔

[2] قوتت یعنی جسمانی کمزوری کا عذر نہ کر کیونکہ تیری قوت جسم اور رگوں کی پیداوار نہیں ہے بلکہ عطائے خداوندی ہے تی زہد۔ زہیدن نشوونما پانا۔ این چراغ جس طرح سورج کی روشنی ظاہری اسباب کی بنا پر نہیں ہے اسی طرح تمہاری طاقت اسباب ظاہری سے متعلق نہیں ہے۔

[3] سقف گردوں۔ آسمانوں کا قیام بھی اسباب ظاہری سے متعلق نہیں ہے۔ قوت جبریل حضرت جبرئیل کی یہ قوت کہ بازو کے سہارے بستیوں کو الٹ دیا جسمانی غذا کی وجہ سے نہ تھی۔

همچنیں[1] ایں قوتِ اَبدالِ حق اسی طرح اللہ (تعالیٰ) کے اَبدال کی قوت	ہم زحق داں نز طعام و نز طبق اللہ کی جانب سمجھ لے نہ کہ کھانے اور طباق کی وجہ سے
جسمشاں را ہم ز نور اسرشتہ اند اُن کے جسم کو بھی نور سے بنایا ہے	تا ز روح و از مَلک بگذشتہ اند یہاں تک کہ وہ روح اور فرشتہ سے بڑھ گئے ہیں
چونکہ موصوفی باوصافِ جلیل چونکہ تو بڑے وصفوں سے موصوف ہے	ز آتشِ نمرود بگذر چوں خلیلؑ حضرت خلیلؑ کی طرح نمرود کی آگ سے گذر جا
گردد آتش بر تو ہم بَرد و سلام آگ بھی تجھ پر سلامتی اور ٹھنڈک بنجائیگی	اے عناصر مر مزاجت را غلام اے وہ کہ عناصرِ اربعہ تیرے مزاج کے غلام ہیں
ہر مزاجے را عناصر مایہ ایست عناصر، ہر مزاج کا سرمایہ ہیں	ویں مزاجت برتر از ہر پایہ ایست اور تیرا یہ مزاج ہر مرتبہ سے بالاتر ہے
ایں[2] مزاجت در جہانِ مُنبسط وسیع عالم میں تیرا یہ مزاج	وصفِ وحدت را کنوں شد ملتقط اب وحدت کی صفت کو چننے والا ہوگیا ہے
اے دریغا عرصۂ اَفہامِ خلق ہائے افسوس! لوگوں کی فہموں کا میدان	سخت تنگ آمد ندارد خلق حلق بہت تنگ ہے، مخلوق حلق نہیں رکھتی ہے
اے ضیاء الحق بحذقِ رائے تو اے ضیاء الحق تیری رائے کی ہوشیاری سے	حلق بخشد سنگ را حلوائے تو تیرا حلوہ پتھر کو حلق بخش دیتا ہے
کوہِ طُور اندر تجلی حلق یافت کوہ طور نے تجلی میں حلق پالیا	تا کہ مے نوشید و مے را بر نتافت یہاں تک کہ (اس نے) شراب پی اور شراب کو برداشت نہ کرسکا
صار دکاً منہٗ وانشق الجبل وہ ٹکڑے ہوگیا اور پہاڑ پھٹ گیا	ہل رأیتم من جبل رقص الجمل کبھی تم نے پہاڑ سے اونٹ کا رقص دیکھا ہے
لقمہ[3] بخشی آید از ہر کس بکس لقمہ دینا ہر شخص سے ہر شخص کیلئے ہوسکتا ہے	حلق بخشی کارِ یزداں است و بس حلق بخشنا صرف اللہ (تعالیٰ) کا کام ہے
حلق بخشد جسم را و رُوح را وہ جسم اور روح کو حلق بخش دیتا ہے	حلق بخشد بہرِ ہر عضوت جدا تیرے ہر عضو کو علیحدہ حلق بخش دیتا ہے

[1] ہمچنیں۔ اولیاء اللہ کی قوت من جانب اللہ ہوتی ہے مادی نہیں ہوتی ہے جسمشاں۔ اَبدال کے اجسام بھی نورانی ہیں اور وہ انسانی روح اور تمام فرشتوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ چونکہ۔ یہ شیخ حسام الدین کو خطاب ہے۔ آتشِ نمرود یعنی انسانی رذائل۔ گردد آتش۔ عناصرِ اربعہ آپ کے مزاج سے مغلوب ہیں لہٰذا آگ آپ کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی ہے۔ ہر مزاج۔ عام انسانوں کا مزاج عناصرِ اربعہ سے بنا ہے لیکن آپ کا مزاج اللہ کے اخلاق سے بنا ہے۔

[2] ایں مزاجت یعنی آپ چونکہ اخلاقِ الٰہی کے ساتھ متصف ہیں لہٰذا آپ کو اللہ سے اتحاد حاصل ہوگیا ہے۔ اے دریغا۔ عوام کی سمجھ کے گلے سے یہ مضمونِ وحدت نہیں اُترتا ہے عوام وہ حلقوم نہیں رکھتے ہیں جو ان مضامین کو نگل سکے۔ اے ضیاء الحق لیکن ضیاء الحق میں وہ طاقت ہے کہ پتھر کے گلے سے بھی اس مضمون کو اتار سکتا ہے۔ کوہِ طور۔ مضامینِ معرفت کو کوہِ طور سمجھا حالانکہ وہ پتھر ہے تاہم کوہِ طور کا رقص معرفت کی شراب پی لینے کی وجہ سے تھا

[3] لقمہ بخشی۔ ایک انسان دوسرے کو لقمہ تو دے سکتا ہے لیکن حلق عطا کرنا صرف خدا کا کام ہے یعنی تعلیم و تربیت دینا تو انسانی فعل ہے لیکن طالب کے اعضاء کا اُس کو قبول کرنا اور اُس میں قبولیت کی استعداد پیدا کرنا اللہ ہی کا کام ہے حلق بخشد۔ اللہ تعالیٰ ہر عضو کو اور روح کو اُس کے مناسب حلق بخشتا ہے۔

(۲)

ایں[1] گہے بخشد کہ اجلالی شوی
یہ اُس وقت بخشتا ہے جب تو اجلالی ہو جائے
از دغا و از دغل خالی شوی
فریب اور کھوٹ سے خالی ہو جائے

تا نگوئی سرِّ سلطاں را بکس
تاکہ تو شاہ کا راز ہر شخص سے نہ کہے
تا نریزی قند را پیشِ مگس
تاکہ تو قند کو مکھی کے آگے نہ گرائے

گوشِ آں کس نوشد اسرارِ جلال
اللہ کے راز اُس شخص کا کان سنتا ہے
کو چو سوسن صد زباں افتاد لال
جو سوسن کی طرح سو زبانوں کے باوجود گونگا ہے

حلق بخشد خاک را لطفِ خدا
اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی مٹی کو حلق عنایت کرتی ہے
تا خورد خاک آب و روید صد گیا
یہاں تک کہ مٹی پانی پیتی ہے سیکڑوں گھاسیں اُگاتی ہے

باز[2] حیواں را بہ بخشد حلق و لب
پھر (اللہ) حیوان کو حلق اور ہونٹ بخشتا ہے
تا گیاہش را خورد اندر طلب
یہاں تک کہ وہ تلاش کر کے اُس (خاک) کی گھاس کھاتا ہے

چوں گیاہش خورد و حیواں گشت زفت
جب اُس (حیوان) نے اُس (خاک) کی گھاس کھائی اور موٹا ہو گیا
گشت حیواں لقمۂ انسان و رفت
حیوان، انسان کا لقمہ بنا اور ختم ہو گیا

باز خاک آمد شد اکّالِ بشر
پھر مٹی آئی وہ انسان کو نگل جانے والی بنی
چوں جدا شد از بشر روح و بصر
جبکہ انسان سے روح اور بینائی جدا ہو گئی

ذرّہا[3] دیدم دہاں شاں جملہ باز
میں نے ذرّے دیکھے جن کے منہ کھلے ہوئے تھے
گر بگویم خوردِ شاں گردد دراز
اگر میں اُن کی خوراک کا بیان کروں تو بات بڑھ جائیگی

برگہا را برگ از انعامِ او
پتّوں کو ساز و سامان اُس (اللہ) کے انعام سے ہے
دایگاں را دایہ لطفِ عامِ او
پرورش کرنے والوں کی دایہ اُس کی عام مہربانی ہے

رزقہا را رزقہا او میدہد
وہ (اللہ) رزقوں کو رزق دیتا ہے
زانکہ گندم بے غذائے چوں بہد
کیونکہ گیہوں بغیر غذا کے کب پرورش پاتا ہے

نیست شرحِ ایں سخن را منتہا
اِس بات کی تفصیل کا خاتمہ نہیں ہے
پارہ گفتم بداں زاں پارہا
میں نے ایک ٹکڑا کہہ دیا تو اُس ہے اور ٹکڑوں کو سمجھ لے

جملہ عالم آکل و ماکول داں
تمام عالم کو کھانے والا اور کھایا ہوا سمجھ
باقیاں را مقبل و مقبول دا
باقی رہنے والوں کو مقبول اور بااقبال سمجھ

امکان میں سب چیزیں ایک دوسرے کو فنا کر رہی ہیں بقا صرف اُن کو حاصل ہے جو مقبول بارگاہِ الٰہی ہیں۔

[1] ایں - اللہ تعالیٰ ہر عنصر اور روح کو حلق اُس وقت بخشتا ہے جب انسان خدائی اخلاق سے موصوف ہو جائے اور رذائل سے اپنے آپ کو پاک کر لے۔ تا نگوئی۔ جب اللہ کی یہ عطا تمہیں حاصل ہو جائے تو نا اہلوں پر اسرار ظاہر نہ کرو۔ گوش۔ معارفِ الٰہیہ اُس وقت حاصل ہوتے ہیں جبکہ انسان میں اُن کے اخفار کی پوری صلاحیت پیدا ہو جائے اور نا اہلوں کے سامنے اُن کو ظاہر نہ کرنے پر اُس کو قدرت حاصل ہو جائے۔ حلق بخشد۔ اللہ نے زمین کو بھی حلق عنایت فرمایا۔

[2] باز حیواں۔ حیوانات، نباتات کو اپنی غذا بنا لیتے ہیں۔ چوں گیاہش۔ حیوانات سے انسان اپنی غذا حاصل کرتا ہے۔ باز۔ پھر انسان کے مرنے کے بعد خاک اُس کو اپنی خوراک بنا لیتی ہے۔

[3] ذرّہا۔ کائنات میں باہمی تنازع البقار کا نظام جاری ہے اور کائنات کا ہر ذرّہ دوسرے کو کھانے کے لئے منہ کھولے ہوئے ہے۔ برگہا۔ پتّے جو حیوانات کی خوراک ہیں اُن کو بھی اللہ تعالیٰ خوراک عطا فرماتا ہے۔ کائنات میں جو چیزیں دوسروں کی پرورش کرتی ہیں اُن کی خدا پرورش کرتا ہے۔ رزقہا۔ گیہوں خود رزق ہے لیکن اگر اُس کو رزق میسّر نہ آئے تو اُس کی پرورش نہ ہو۔ جملہ عالم۔ عالم

این[1] جہان و ساکنانش منتشر
یہ عالم اور اُس کے باشندے جُدا ہو جانے والے ہیں

واں جہان و ساکنانش مستمر
وہ عالم اور اُس کے باشندے ہمیشہ رہنے والے ہیں

این جہان و عاشقانش منقطع
یہ عالم اور اُس کے عاشق مٹ جانے والے ہیں

اہلِ آں عالم مخلد مجتمع
اُس عالم والے ہمیشہ اور اکٹھے رہنے والے ہیں

پس کریم آنست کو خود را دہد
تو بزرگ وہ ہے جو اپنے آپ کو بخش دے

آبِ حیوانے کہ ماند تا ابد
آبِ حیات، تاکہ ہمیشہ رہے

باقیات[2] الصالحات آمد کریم
بھلا (بزرگ)، باقی رہنے والی نیکیوں میں سے ہے

رستہ از صد آفت و اخطار و بیم
جو سینکڑوں آفتوں اور خطروں اور خوف سے نجات پا گیا ہو

گر ہزار انند یک کس بیش نیست
اگر وہ ہزار ہیں تو (بھی) ایک سے زیادہ نہیں ہیں

چوں خیالاتِ عدد اندیش نیست
تعداد گِنانے والے خیالات کی طرح نہیں ہیں

آکل و ماکول را حلق ست و نائے
کھانیوالے اور کھائے جانیوالے کا حلق اور گلا ہوتا ہے

غالب و مغلوب را عقل ست و رائے
غالب اور مغلوب کے لئے عقل اور رائے ہے

حلق بخشید او عصائے عدل را
اُس نے انصاف کی لاٹھی کو حلق بخشا

خورد او چنداں عصا و حبل را
وہ بہت سی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گئی

واندر و افزوں نشد زاں جملہ اکل
اُس سب کچھ کھانے سے اُس میں اضافہ نہ ہوا

زانکہ حیوانی نبودش اکل و شکل
کیونکہ اُس کا کھانا اور صورت حیوانی نہ تھا

مر یقین[3] را چوں عصا حق حلق داد
اللہ (تعالیٰ) نے لاٹھی کی طرح یقین کو بھی حلق دیا ہے

تا بخورد او ہر خیالے را کہ زاد
یہاں تک کہ اُس نے ہر اُس خیال کو نگل لیا جو پیدا ہوا

پس معانی را چو اعیاں حلقہاست
تو خارجی موجودات کی طرح معانی کے بھی حلق ہیں

رازقِ حلقِ معانی ہم خداست
معانی کے حلقوں کو رزق دینے والا بھی خدا ہے

پس زماہی تا بہ ماہ از خلق نیست
تو مچھلی سے لے کر چاند تک کوئی مخلوق نہیں ہے

کہ بجذب مایہ او را حلق نیست
مادہ کو جذب کرنے کیلئے جس کے حلق نہ ہو

حلقِ نفس از وسوسہ خالی شود
نفس کا حلق اگر وسوسہ سے خالی ہو جائے

میہمانِ وحیِ اجلالی شود
تو اللہ کی وحی کا میہمان ہو جائے

حلقِ جاں گز فکرِ تن خالی شود
روح کا حلق جو جسم کی فکر سے خالی ہو جاتا ہے

وانگہاں روزیش اجلالی شود
تب اُس کی روزی خدائی ہو جاتی ہے

---

[1] ایں جہان۔ عالم امکان۔ منتشر۔ چونکہ عالم امکان متضاد عناصر سے بنے ہیں۔ واں جہان۔ عالم آخرت۔ آبِ حیوان۔ یعنی معارف الٰہیہ۔

[2] باقیات۔ بزرگ جب کہ مجموعۂ فضائل بن گیا تو وہ مجسم باقی رہنے والی نیکی بن گیا۔ گر ہزاراں۔ اولیاء اور بزرگ یک روح ہزار قالب ہوتے ہیں۔ آکل۔ اس عالم میں جو کھانے والے ہیں اور کھائے جاتے ہیں اُن کا تو صرف حلق اور گلا ہے جو لوگ اپنے نفس پر غالب ہیں اور اللہ کی مرضیات سے مغلوب ہیں وہ صاحب عقل و رائے ہیں۔ حلق بخشید۔ اللہ نے حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کو حلق عنایت فرمایا وہ جادوگروں کی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گئی۔ زانکہ۔ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی سب کچھ نگل کر بھی موٹی نہ ہوئی کیونکہ اُس کا کھانا حیوانی کھانا نہ تھا۔

[3] مر یقیں را جس طرح حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کے حلق تھا یقین کے بھی حلق ہے جو وساوس کو نگل جاتا ہے۔ پس معانی جس طرح خارجی اشیاء کا حلق ہے ذہنی اشیاء کا بھی حلق ہے۔ زماہی یعنی تحت الثریٰ سے۔ حلقِ نفس یعنی اگر انسان اپنے آپ کو وساوسِ شیطانی سے پاک کرلے۔ حلقِ جاں یعنی روح کو اگر مادی ضرورت سے پاک کرلے۔

گر جنیںؔ را کس بگفتے در رحم
اگر پیٹ کے بچے سے کوئی رحم میں کہتا

ہست بیروں عالمے بس منتظم
باہر ایک بڑی منظم دنیا ہے

یک زمینِ خرمی با عرض و طول
ایک لمبی چوڑی دل کشا زمین ہے

اندرو بس نعمت و بیحد اکول
اُس میں بیشمار نعمتیں اور بے حد غذائیں ہیں

کوہہا و بحرہا و دشتہا
پہاڑ ہیں دریا ہیں اور جنگل ہیں

بوستانہا باغہا و کشتہا
گلستان ہیں باغات ہیں کھیتیاں ہیں

آسمانے بس بلند و پُر ضیا
بہت اونچا آسمان ہے اور منور

آفتاب و ماہتاب و صد سُہاؔ
آفتاب اور چاند اور سیکڑوں سُہا (ستارے) ہیں

از جنوبؔ و از شمال و از دبور
جنوبی اور شمالی اور مغربی ہواؤں سے

باغہا دارد عروسیہا و سُور
باغات، جشن اور تازگی رکھتے ہیں

در صفت ناید عجائبہائے آں
اُس کے عجائب بیان نہیں ہو سکتے ہیں

تو دریں ظلمت چہ در امتحاں
تو اِس اندھیرے میں آزمائش میں کیوں ہے؟

خوں خوری در چار میخِ تنگناؔ
تنگ قید خانہ میں تو خون کھا رہا ہے

درمیانِ حبس و انجاس و عنا
بندش اور نجاستوں اور مشقت میں

اُو بحکمِ حالِ خود منکر بُدے
وہ اپنی حالت کے تقاضے سے منکر ہوتا

زیں رسالت معرض و کافر شُدے
اِس پیغام سے اعراض کرنے والا اور کافر ہوتا

کایں محال ست و فریب ست و غرور
کہ یہ ناممکن ہے اور فریب ہے اور دھوکا ہے

زانکہ وہمِ کور زیں معنی ست دور
کیونکہ اندھے کا وہم اِن باتوں سے دُور ہے

جنسِ چیزے چوں ندید ادراکِ او
اُس کے ادراک نے چونکہ اِس چیز کی جنس نہیں دیکھی

نشنود ادراکِ منکرناکِ او
اسکا انکار کرنیوالا احساس (اِن باتوں کو) نہیں سنتا ہے

ہمچناں کہ خلقِ عام اندریں جہاں
اِسی طرح دنیا کی عام مخلوق

زاں جہاں ابدال می گویند شاں
اُن کو اَبدال اِس عالَم کے بارے میں کہتے ہیں

کایں جہاں چاہے ست بس تاریک و تنگ
کہ یہ عالم ایک بہت تاریک اور تنگ کنواں ہے

ہست بیروں عالمے بے بو و رنگ
(اِس) سے باہر ایک بے بُو اور بے رنگ عالم ہے

ہیچ در گوشِ کسے ایشاں نرفت
اِن میں سے کسی کے کان میں (بات) نہ پہونچی

کایں طمع آمد حجابِ ژرف و زفت
کیونکہ یہ لالچ گہرا اور موٹا پردہ بن گیا ہے

لہ گر جنیں۔ یہ شعر ساتویں شعر تک شرط ہے، آٹھواں شعر "اُو بحکم" جواب شرط ہے۔ خرم۔ دلکش، پُر بہار۔ اکول۔ کھانے کی چیز۔

لہ سُہا۔ بنات النعش کا باریک پہلا ستارہ۔ جنوب۔ وہ ہوا جو جانب جنوب سے چلے۔ شمال۔ شمالی ہوا۔ دَبُور۔ مغربی ہوا۔ چہ۔ یعنی رحم مادر کا کنواں۔ چار میخ۔ ایک قسم کی قید ہے جس میں قیدی کے چاروں ہاتھ پیر رسیوں سے باندھ کر چار کیلوں سے باندھ دیئے جاتے ہیں۔ تنگنا۔ تنگ جگہ، حبس۔ قید خانہ۔ عنا۔ مشقت۔

لہ اُو بحکم۔ یہ شرط کی جزا ہے۔ رسالت۔ یعنی خارجی دنیا کا بیان۔ کور۔ یعنی پیٹ کا بچہ۔ ادراک۔ جمع۔ منکرناک۔ انکار کرنے والا۔ ہمچناں یعنی جس طرح ماں کے پیٹ کا بچہ اِس خارجی عالم کی باتوں کا انکار کرتا ہے اسی طرح عوام عالمِ آخرت کی باتوں کا انکار کرتے ہیں۔ زاں جہاں۔ عالمِ آخرت۔ ہیچ۔ یعنی یہ باتیں دنیا والوں نے نہ مانیں۔ طمع یعنی دنیاوی لالچ۔

خلقِ عقل و دل چو شُد خالی زِ فکر — یافت اُو بے ہضمِ معدہ رزقِ بکر

عقل اور دل کا حلق جب فکر سے خالی ہو گیا — تو اُس نے معدہ کے ہضم کے بغیر تازہ رزق پایا

شرط تبدیلِ مزاج آمد بداں — کز مزاجِ بد بُود مرگِ بداں

سمجھ لے، مزاج کو بدل لینا شرط ہے — اسلئے کہ بروں کی موت بُرے مزاج کی وجہ سے ہوتی ہے

چوں مزاجِ آدمی گِلخوار شُد — زرد و بد رنگ و سقیم و خوار شُد

جب آدمی کا مزاج مٹی خور ہو جاتا ہے — (تو وہ) زرد اور بدرنگ اور بیمار اور ذلیل ہو جاتا ہے

چوں[2] مزاجِ زشتِ اُو تبدیل یافت — رفت زشتی واں رُخش چوں شمع تافت

جب اُس کا بُرا مزاج بدل گیا — بُرائی جاتی رہی اور اُس کا چہرہ شمع کی طرح چمک اٹھا

دایۂ کو طفلِ شیر آموز را — تا بہ نعمت خوش کُند بدفوز را

وہ دایہ کہاں ہے؟ جو شیر خوار بچہ کو — نعمت کے ذریعہ خوش کر دے، بد ذوق کو

دایۂ کو شیر خوارہ طفل را — تا ز نعمتہا کُند اُو را غذا

شیر خوار بچہ کے لئے وہ دایہ کہاں ہے؟ — جو نعمتوں کی اُس کو غذا دے

گر بہ بندد راہِ یک پستاں برو — بر کشاید راہِ صد بُستاں برو

اگر اُس پر ایک پستان کا راستہ بند کر دیگی — سیکڑوں باغوں کا راستہ اُس پر کھول دیگی

زانکہ[3] پستاں شد حجابِ آں ضعیف — از ہزاراں نعمت و خوان و رغیف

کیونکہ اس ناتواں کے لئے پستان پردہ بنگیا — ہزاروں نعمتوں اور خوان اور روٹی سے

پس حیاتِ ماست موقوفِ فطام — اندک اندک جہد کُن تم الکلام

تو ہماری زندگی دودھ چھڑانے پر موقوف ہے — بہ تدریج کوشش کر بات ختم ہوئی

چوں جنیں بُود آدمی خوں بُد غذا — از نجس پاکی برد مومن کذا

جب انسان ماں کے پیٹ میں تھا خون خوراک تھی — مومن اسی طرح نجاست سے پاکیزگی حاصل کرلیتا ہے

چوں جنیں بُود آدمی خونخوار بود — بُود اُو را بُود از خوں تار و پود

جب انسان ماں کے پیٹ میں خون کھانیوالا تھا — اُس کے وجود کا تانا بانا خون سے تھا

از فطامِ خوں غذایش شیر شد — وز فطامِ شیر لقمہ گیر شد

خون چھڑانے سے اُس کی خوراک دودھ ہوئی — اور دودھ چھڑانے سے وہ لقمہ کھانے والا ہو گیا

وز فطامِ لقمہ لقمانے شود — طالبِ مطلوبِ پنہانے شود

لقمہ چھڑانے سے وہ لقمان ہو جاتا ہے — ایک پوشیدہ مطلوب کا طالب بنجاتا ہے

---

[1] حلقِ عقل۔ یعنی اگر انسان اپنی عقل اور دل کو مادّی ضروریات سے پاک کرلے۔ رزقِ بکر۔ تازہ رزق یعنی معارفِ الٰہیہ۔ مزاج۔ یعنی مادّی مزاج۔ گِلخوار۔ یعنی غلط خوراک سے امراض پیدا ہوتے ہیں۔

[2] چوں مزاج۔ جب مادّی مزاج میں تبدیلی آجاتی ہے تو انسان انوارِ الٰہی کا محل بن جاتا ہے۔ فوز۔ پوز یعنی منہ۔ دایہ۔ یعنی دایۂ قدرت بُری عادتیں چھڑا دے۔ گر بہ بندد۔ دایۂ قدرت اگر دودھ چھڑاتی ہے تو باغوں کے میوے کھلاتی ہے۔

[3] زانکہ پستان۔ جب تک بچہ شیر خوار رہتا ہے بے شمار لذیذ غذاؤں سے محروم رہتا ہے۔ پس۔ دنیاوی لذتوں کا دودھ چھوڑنے پر آخروی نعمتیں موقوف ہیں۔ فطام۔ بچہ کا دودھ چھڑانا۔ جہد کن۔ یعنی دودھ چھوڑنے کی کوشش کرو۔ از نجس۔ ضرورت کے وقت مومن کے لئے نجس غذا حلال ہو جاتی ہے۔ جنین۔ پیٹ کا بچہ۔ از فطام۔ جس طرح بچہ کا دودھ چھوڑنا غذاؤں کی ترقی کا سبب بنا اسی طرح اگر لذاتِ جسمانی ترک کروگے تو روحانی غذائیں بہتر سے بہتر حاصل ہونگی۔ وز فطام جسمانی لذات کے ترک سے حکمتیں حاصل ہونگی اور ذاتِ خداوندی کی طلب پیدا ہوگی۔ لقمانے۔ یعنی صاحبِ حکمت۔

گوش را بندد طمع از استماع[1]
لالچ، کان کو سننے سے روک دیتا ہے
چشم را بندد غرض از اطلاع
غرض، آنکھ کو باخبر ہونے سے بند کر دیتی ہے

ہمچناں کہ آں جنین را طمع خوں
جس طرح سے خون کے لالچ نے اس پیٹ کے بچے کو
کاں غذائے اوست در اوطانِ دوں
جو کہ کم درجہ وطنوں میں اس کی غذا ہے

از حدیثِ ایں جہاں محجوب کرد
اس عالم کی بات سے محروم کر دیا
خونِ تن را در دلش محبوب کرد
اس کے دل کے لئے جسم کے خون کو محبوب کر دیا

زیں[2] ہمہ انواعِ نعمت ماند فرد
نعمت کی ان تمام قسموں سے محروم رہا
غیرِ خوں او می نداند چاشت خورد
خون کے علاوہ وہ غذا کھانا نہیں جانتا

بر تو ہم طمعِ خوشیِ ایں جہاں
تجھ پر بھی اس دنیا کی خوشی کا لالچ
شد حجابِ آں خوشیِ جاوداں
اس دائمی خوشی کا پردہ بن گیا

طمع و ذوقِ ایں حیاتِ پر غرور
دھوکہ سے پُر اس زندگی کے لالچ اور ذوق نے
از حیاتِ راستینت کرد کور
سچی زندگی سے تجھے اندھا کر دیا

پس طمع کورت کند نیکو بداں
اچھی طرح سمجھ لے لالچ تجھے اندھا بناتا ہے
بر تو پوشاند یقیں را بیگماں
یقیناً تجھ پر یقین کو پوشیدہ کر دیتا ہے

حق ترا باطل نماید از طمع
لالچ کی وجہ سے تجھے حق باطل نظر آتا ہے
در تو صد کوری فزاید از طمع
لالچ کی وجہ سے صد درجہ اندھاپن تجھ میں بڑھتا ہے

از طمع بیزار شو چوں راستاں[3]
سچوں کی طرح تو لالچ سے بیزار بن
تا نہی پا بر سرِ آں آستاں
تاکہ اُس چوکھٹ پر تو پیر رکھ سکے

کاندراں در چوں در آئی وارہی
جب تو اس درگاہ میں پہنچ جائیگا نجات پائیگا
از غم و شادی قدم بیروں نہی
(دنیا کے) غم اور خوشی سے قدم باہر رکھے گا

چشمِ جانت روشن و حق بیں شود
تیری روح کی آنکھ روشن اور حق دیکھنے والی بن جائیگی
بے ظلامِ کفر نورِ دیں شود
دین کا نور کفر کے اندھیرے سے پاک ہو جائیگا

پندِ مرداں را پذیرا شو بجاں
(دل و) جان سے مردانِ (حق آگاہ) کی نصیحت قبول کر
تا رہی از خوف و مانی در اماں
تاکہ تو خوف سے نجات پا جائے اور امن میں رہے

بشنو اکنوں قصہ و تمثیلِ آں
اب اس کی مثال اور ایک قصہ سن لے
تا بیابی در حقیقت نورِ جاں
تاکہ تجھے حقیقتاً روح کا نور حاصل ہو جائے

---

[1] استماع۔ سننا۔ غرض۔ یعنی خود غرضی۔ اوطان۔ وطن کی جمع ہے۔ دوں۔ کمتر۔ ایں جہاں یعنی عالمِ آخرت۔ محجوب۔ پوشیدہ۔

[2] زیں ہمہ۔ یعنی دنیا کی الذ لذیذ غذائیں۔ فرد۔ اکیلا یعنی محروم۔ چاشت۔ دوپہر کا کھانا، مطلقاً کھانا۔ بر تو۔ انسان دنیاوی لالچ کی وجہ سے اُخروی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

[3] راستاں۔ یعنی آخرت کے طالب۔ آستاں۔ بارگاہِ خداوندی۔ در۔ یعنی دربارِ خداوندی۔ غم و شادی۔ یعنی دنیا کا رنج اور خوشی۔ خوف۔ یعنی آخرت کا ڈر۔

قصۂ[1] خورندگان پیل بچگاں از حرص و ترک نصیحت ناصحاں

لالچ کی وجہ سے ہاتھی کے بچوں کو کھانے والوں کا قصہ اور نصیحت کرنیوالوں کی نصیحت کو ترک کرنا

آں شنیدی تو کہ در ہندوستاں — دید دانائے گروہِ دوستاں

تُونے وہ قصہ سُنا ہے کہ ہندوستان میں — ایک عقلمند نے دوستوں کے ایک گروہ کو دیکھا

گُرسنہ ماندہ شدہ بے برگ و عُور — می رسیدند از سفر وز راہِ دُور

بھوکے، تھکے ہوئے، بے سازوسامان اور ننگے — سفر سے اور دراز راستے سے آ رہے تھے

مہرِ دانائیش جوشید و بگفت — خوش سلامے شاں چو گلبن شگفت

اُس کی دانائی کی محبت جوش میں آئی اور — ان کو تپاک سے سلام کیا اور پھول کی طرح کھل گیا

گفت دانم کز تجوّع[2] واز خلا — جمع آمد رنجتاں زیں کربلا

بولا میں جانتا ہوں کہ بھوک سے اور (معدہ کے) خالی ہونے سے — (اور) اس (میدان) کربلا کی وجہ تم پر مصیبتیں جمع ہو گئی ہیں

لیک اللہ اللہ اے قومِ جلیل — تا نباشد خوردناں فرزندِ پیل

لیکن خدا کے لئے اے بزرگو! — تم ہاتھی کے بچہ کو ہرگز نہ کھانا

پیل ہست ایں سُو کہ اکنوں می روید — پندِ من از جان و از دل بشنوید

جس جانب تم اب جا رہے ہو ہاتھی ہے — دل و جان سے میری نصیحت سُن لو

پیل بچگانند اندر راہِ تاں — صیدِ ایشاں ہست بس دلخواہِ تاں

تمہارے راستے میں ہاتھی کے بچے ہیں — جن کا شکار تمہیں بہت مرغوب ہے

بس ظریف[3] اند و لطیف اند و سمیں — لیک مادرشاں بُود اندر کمیں

نہایت عمدہ اور پاکیزہ اور موٹے ہیں — لیکن اُن کی ماں گھات میں رہتی ہے

از پئے فرزند صد فرسنگ راہ — اُو بگردد در حنین و آہ آہ

اپنے بچے کی خاطر سینکڑوں میل کے راستہ سے — وہ روتی ہوئی اور ہائے ہائے کرتی ہوئی گھومتی ہے

آتش و دُود آید از خرطومِ اُو — الحذر زاں بچۂ مرحومِ اُو

اُس کی سونڈ سے آگ اور دُھواں نکلتا ہے — اُس کے قابلِ رحم بچے سے بچو

اولیا اطفالِ حق اند اے پسر — در حضور و غیبت آگاہ باخبر

اے لڑکے! اولیاء اللہ کے بچے ہیں — وہ (اُن کی) موجودگی اور غیر حاضری میں باخبر ہیں

غائبی مندیش از نقصانِ شاں — کو کشد کیں از برائے جانِ شاں

اُن کی غیر حاضری اُن کا نقصان نہ سمجھ — کیونکہ وہ اُن کی جان کے سلسلے میں بدلہ لیتا ہے۔

---

[1] قصہ۔ اِس کا خلاصہ یہ ہے کہ اُن لوگوں نے ناصح کی نصیحت نہ مانی اور ہلاک ہوئے اسی طرح اَبدال کی نصیحت نہ ماننے سے ہلاکت ہوتی ہے۔ عُور۔ برہنہ۔

[2] تجوّع۔ بھوکا ہونا۔ خلا۔ یعنی معدہ کا خالی ہونا۔ کربلا۔ وہ علاقہ جہاں امام حسینؓ شہید ہوئے مصیبت ناک مقام۔ خوردن۔ خوراک۔

[3] ظریف۔ عمدہ۔ لطیف۔ پاکیزہ۔ سمین۔ موٹا۔ کمین۔ گھات۔ حنین۔ رونے کی آواز۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ۔ الحذر۔ بچنا۔ اولیاء تمام انسانوں کو اللہ کی عیال قرار دیا گیا ہے۔ حضور۔ یعنی توجہ الی اللہ۔ غیبت۔ یعنی توجہ الی الخلق کی حالت۔

گفت اطفالِ من اند ایں اولیاء
اُس نے فرمایا ہے کہ یہ اولیاء میری اولاد ہیں
در غریبی فرد از کار و کیا[1]
غیر حاضری میں (بھی) کام اور مشغولیت سے خالی ہیں

از برائے امتحاں خوار و یتیم
وہ آزمائش کے لئے بے وقعت اور یتیم ہیں
لیک اندر سِر منم یار و ندیم
لیکن در پردہ میں ان کا مددگار اور ساتھی ہوں

پشت دارِ جملہ عصمتہائے من
میری تمام حفاظتوں پر اُن کا بھروسہ ہے
گوئیا ہستند خود اجزائے من
گویا وہ میرے ہی ٹکڑے ہیں

ہاں[2] و ہاں ایں دلق پوشانِ من اند
خبردار، خبردار، یہ گدڑی پوش میرے ہیں
صد ہزار اندر ہزار و یک تن اند
ہزاروں ہزار ہیں اور ایک ہیں

ورنہ کے کردے بیک چوبِ ہنر
ورنہ ہنر کی لاٹھی سے کب کر سکتے؟
موسیٰؑ فرعون را زیر و زبر
(حضرت) موسیٰؑ فرعون کو تہ و بالا

ورنہ کے کردے بیک نفرین بد
ورنہ ایک بددعا سے کب کر سکتے
نوحؑ شرق و غرب را غرقاب خود
(حضرت) نوحؑ مشرق اور مغرب کو غرقاب

بر نکندے یک دعائے لوطِ راد
جوانمرد لوطؑ کی ایک دعا نہ اکھاڑ سکتی
شہرہائے کافراں را المراد
کافروں کے شہروں کا خلاصہ یہ ہے

گشت شہرستانِ چوں فردوس شاں
اُن کا جنت جیسا شہر ہو گیا
دجلۂ آبِ سیاہ رو بیں نشاں
سیاہ پانی کا دریا، جا نشان دیکھ لے

سوئے[3] شام ست ایں نشان و ایں خبر
یہ نشان اور واقعہ شام کی جانب (ہوا) ہے
در رہِ قدسش بہ بینی بر گذر
بیت المقدس کے راستہ میں سرِ راہ تو دیکھ لیگا

صد ہزاراں انبیائے حق پرست
لاکھوں حق پرست نبی (آئے ہیں)
خود بہر قرنے سیاستہا بُدست
(اور) ہر دور میں عذاب ہوئے ہیں

گر بگویم ایں بیاں افزوں شود
اگر میں کہوں گا تو یہ بیان بڑھ جائیگا
خود جگر چہ بود کہ خارا خوں شود
جگر کیا ہوتا ہے خارا پتھر خون بن جائیگا

خوں شود کہ ہا و باز آں بفسرد
پہاڑ خون بنجاتے ہیں اور پھر وہ جم جاتے ہیں
تو نہ بینی خوں شدن کوری و رد
تو (انکا) خون بننا محسوس نہیں کرتا ہے تو اندھا اور مردود ہے

طرفہ کوری دُور بین و تیز چشم
تو عجیب اندھا ہے کہ دُور بیں اور تیز نگاہ ہے
لیک از اُشتر نہ بیند غیرِ پشم
لیکن اونٹ میں سے اون کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے

[1] کار و کیا۔ یعنی کیا کے کار و دو دہند کارہا۔ خوار و یتیم۔ یعنی یہ اولیاء بظاہر بے سہارا ایسلئے بنائے گئے ہیں تاکہ عوام کی آزمائش ہو سکے۔ ندیم ہم مجلس۔ اجزائے من۔ یعنی یہ اولیاء اللہ کے قریب ہیں۔

[2] ہاں۔ تمام اولیاء سیرت کے اعتبار سے ایک ہیں۔ ورنہ۔ یعنی اگر اولیاء کو تائید خداوندی حاصل نہ ہو۔ چوب ہنر۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی۔ راد۔ سخی۔ جوانمرد۔ المراد یعنی خلاصۂ کلام یہ ہے۔ دجلہ۔ بغداد کا مشہور دریا، مطلقاً دریا۔

[3] سوئے۔ قوم لوطؑ کی بستیاں شام کے علاقہ میں ہیں۔ سیاستہا یعنی انبیاء کی نافرمانی عذاب کا سبب بنی ہے۔ گر بگویم۔ ان واقعات کی تفصیل بڑی دردناک ہے۔ خون شود۔ یہ دردناک واقعات پہاڑوں کے جگر خون کر دیں۔ تو نہ بینی۔ انسان انکو عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے۔ طرفہ کوری۔ انسان کا اندھاپن بھی عجیب ہے۔

مُو بمُو[1] بیند ز صرفه حرصِ انس
انسان کا لالچ خرچ کو بال بال دیکھتا ہے
رقصِ بے مقصود دارد همچو خرس
(اور بے مقصد ریچھ کی طرح ناچتا ہے

مُو بمُو بیند ز حرصِ خود بشر
اپنے لالچ کی وجہ سے انسان ذرہ ذرہ دیکھتا ہے
رقصِ اُو خالی ز خیر و پُر ز شر
اُس کا ناچنا بھلائی سے خالی اور شر سے بھرا ہوا ہے

رقص آنجا کن که خود را بشکنی
اس وقت ناچ جبکہ تو خود شکنی کر لے
پنبه را از ریشِ شهوت بر کنی
شہوت کے زخم سے روئی کو نوچ ڈالے

رقص[2] و جولاں بر سرِ میداں کنند
رقص اور جولانیاں میدانِ (جنگ) میں دکھاتے ہیں
رقص اندر خونِ خود مرداں کنند
بہادر اپنے خون میں رقص کرتے ہیں

چوں رہند از دستِ خود دستے زنند
جب اپنے آپ سے نجات پالیتے ہیں تالیاں بجاتے ہیں
چوں جهند از نقص بر رقصے تنند
جب نقص سے باہر آجاتے ہیں تو ناچتے ہیں

مُطربانشاں از دروں دف می زنند
اُن کے مطرب اندر سے دف بجاتے ہیں
بحرها در شورِشاں کف می زنند
سمندر اُن کے شور میں تالیاں بجاتے ہیں

تو نه بینی برگها بر شاخها
تو نے پتوں کو شاخوں پر نہیں دیکھا ہے
کف زناں رقصاں ز تحریکِ صبا
بادِ صبا کے حرکت دینے سے ناچتے تالیاں بجاتے

تو نه[3] بینی لیک بهرِ گوشِ شاں
تو نہیں دیکھتا ہے لیکن اُن کے کان کے لئے
برگها بر شاخ شد کف زن عیاں
کھلم کھلا پتے شاخوں پر تالیاں بجاتے ہیں

تو نه بینی برگها را کف زدن
تو پتوں کے تالیوں کے بجانے کو نہیں دیکھتا ہے
گوشِ دل باید نه این گوشِ بدن
(اس کے لئے) دل کا کان چاہیے نہ کہ بدن کا کان

گوشِ سر بر بند از هزل و دروغ
سر کے کان کو مذاق اور جھوٹ سے بند کر لے
تا ببینی شهرِ جاں را با فروغ
تاکہ تو جان کے شہروں کو بارونق دیکھے

پس دهاں بر بند از هزل اے عمو
اے چچا! مذاق سے منہ بند کر لے
جز حدیثِ رُوی اُو چیزے مگو
اُس کے چہرے کی بات کے علاوہ کچھ نہ بول

سر کشد گوشِ محمدؐ در سخن
محمدؐ کا کان بات سے راز معلوم کر لیتا ہے
کش بگوید در نبی حق هو اذن
اُن کو اللہ (تعالیٰ) نے قرآن میں فرمایا ہے وہ کان ہیں

سر بسر گوش ست و چشم ست این نبی
یہ نبی مجسّم کان اور آنکھ ہیں
رحمتِ اُو مرضع ست و ما صبی
ان کی رحمت دودھ پلانے والی ہے اور ہم بچے ہیں

[1] مو بمو۔ دنیا کے نفع اور نقصان کو ذرہ ذرہ دیکھتا ہے۔ رقص۔ دنیا کی خوشی پر ناچتا ہے۔ رقص آنجا۔ دنیا کی خوشی پر ناچنا کودنا مناسب نہیں انسان اپنی ہستی کو مٹائے اور شہوت سے آزاد ہو تب خوشی منانے کا موقع ہے۔

[2] رقص و جولاں۔ مردوں کا رقص میدانِ جہاد میں اپنے آپ کو فنا کرتے وقت ہوتا ہے۔ چوں رہند۔ جب اپنے بُرے اخلاق حسد و کبر وغیرہ سے نجات پا جاتے، اور نقص سے بَری ہو جاتے ہیں تو تالیاں بجاتے اور رقص کرتے ہیں۔ مطرباں۔ قدرت کی طرف سے ان کے رقص کے اسباب مہیا کر دیئے جاتے ہیں۔ مطرباں گانا سنانے والے۔ کف می زند۔ سمندر کی موجیں تالیاں بجاتی ہیں۔ تو نہ بینی۔ شاخوں کی ہواؤں سے جو پتے آپس میں ٹکراتے ہیں وہ پتوں کا رقص اور تالیاں بجانا ہے۔

[3] تو نہ بینی۔ عوام نہیں سمجھتے ہیں لیکن خواص آوازِ رواب مستی کنند۔ شہرِ جاں۔ روح کے شہر میں رونق پیدا ہوگی۔ ہزل۔ مذاق۔ سر کشد۔ آنحضورؐ کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا ہے اُذُنُ خَیرٍ لَّکُمْ یعنی آنحضورؐ نیکی سننے والے کان ہیں۔ مرضع۔ سر بسر۔ یعنی آنحضورؐ ہماری بھلائی کے لئے مجسّم کان اور آنکھ ہیں اور آپ کی رحمت ہماری مربی ہے اور ہم شیرخوار بچے ہیں۔

این سخن[۱] پایاں ندارد باز راں. سوئے اہلِ پیل بر آغاز راں

اس بات کی انتہا نہیں ہے واپس چل — ہاتھی والوں کی جانب اور شروع کی طرف چل

بقیہ قصہ متعرضانِ پیل بچگان

ہاتھی کے بچوں کے درپے ہونے والوں کے قصہ کا بقیہ

ہر دہاں را پیل بوئے می کند — گردِ معدہ ہر بشر بر می تند

ہاتھی ہر منہ کو سونگھتا ہے — ہر انسان کے معدے کے گرد چکر لگاتا ہے

تا کجا یابد کبابِ پورِ خویش — تا زند اندر جزا صد زخم نیش

تاکہ کہیں اپنے بچے کے کباب کی خوشبو پالے — تاکہ بدلے میں سو زخم لگائے

تا کجا بوئے کبابِ بچہ را — یابد و زخمش زند اندر جزا

تاکہ کہیں بچے کے کباب کی خوشبو — پالے اور بدلے میں اس کے زخم لگائے

لحمہائے بندگانِ حق خوری — غیبتِ ایشاں کنی کیفر بری

تو اللہ کے بندوں کے گوشت کھاتا ہے — ان کی غیبت کرتا ہے سزا پاتا ہے

ہاں کہ بویائے دہانت خالق ست — کے برد جاں غیر آں کو صادق ست

خبردار! تمہارے منہ کی خوشبو سونگھنے والا خدا ہے — سوائے اس کے جو سچا ہے کون جان بچا سکتا ہے

وائے آں افسوسی کش بوئے گیر — باشد اندر گور منکر با نکیر

اس افسوس والے پر افسوس ہے جس کی خوشبو سونگھنے والے — قبر میں منکر اور نکیر ہوں

نے دہاں[۲] دزدیدن امکاں زاں مہاں — نے دہاں خوش کردن از دارو دہاں

ان بزرگوں سے نہ منہ چھپانا ممکن ہے — نہ کسی دوا سے منہ کو خوشبودار کرنا

آب و روغن نیست مر روپوش را — راہِ حیلت نیست عقل و ہوش را

منہ چھپانے کیلئے چکنی چپڑی باتیں نہیں ہیں — عقل اور حواس کے لئے حیلہ کا راستہ نہیں ہے

چند کوبد زخمہائے گرزِ شاں — بر سرِ ہر ژاژ خا و مرزِ شاں

ان کے گرز سے بہت زخم لگ رہیں گے — ہر بکواسی کے سر اور سرینوں پر

گرزِ[۳] عزرائیل را بنگر اثر — گر نہ بینی چوب و آہن در صور

ملک الموت کے گرز کا اثر دیکھ لے — اگر تو لکڑی اور لوہا صورتاً نہیں دیکھتا ہے

ہم بصورت می نماید گہے — زاں ہمہ رنجور باشد آگہے

کبھی کبھی صورتاً بھی نظر آجاتا ہے — ان سب سے بیمار باخبر ہوتا ہے

---

۱ این سخن۔ یہ جسمانی کانوں کو بند کرنا اور باطنی کانوں کو کھولنا۔ تا کجا۔ ہاتھی منہ کو اسلئے سونگھتا ہے تاکہ اپنے بچے کے کباب کھانیوالے کو پہچان لے۔ لحمہائے۔ غیبت کو قرآن نے گوشت خوری قرار دیا ہے۔ کیفر جزا۔ ہاں۔ غیبت کرنیوالوں کے منہ کو اللہ تعالیٰ سونگھے گا۔ افسوس۔ تمسخر، مذاق۔ منکر یا نکیر۔ یہ دونوں فرشتے ہیں جو قبر میں سوال جواب کرینگے۔

۲ نے دہاں۔ ان سے منہ نہ چھپایا جا سکے گا۔ آب و روغن۔ چکنی چپڑی باتوں کے ذریعے نہ بچایا جا سکے گا۔ ژاژ خا۔ بکواس کرنے والا۔ مرز۔ میم کے ضمہ سے مقعد، سُرین۔

۳ گرز۔ اگر ملک الموت کا گرز نظر نہیں آرہا ہے تو اسکے آثار دیکھ لے۔ ہم بصورت۔ کبھی اثر کے علاوہ مریض خود گرز بھی دیکھتا ہے اور گھر والوں سے کہتا ہے دیکھو مجھے کون مار رہا ہے۔

گوید آں رنجور کاے یارِ حرم ❊ چیست ایں شمشیر بر فرقِ[1] سرم

بیمار کہتا ہے کہ اے میرے محترم دوست! ❊ میرے سر کی مانگ پر یہ تلوار کیسی ہے

چوں نمی بیند کس از یارانِ اُو ❊ در جواب آیند ہر یک اے عمو

جبکہ اسکے دوستوں میں سے کوئی نہیں دیکھتا ہے ❊ ہر ایک جواب میں کہتا ہے، اے چچا!

ما نمی بینیم باشد ایں خیال ❊ چہ خیال ست اینکہ ہست ایں ارتحال

ہمیں نظر نہیں آتا، یہ وہم ہوگا ❊ کیسا وہم، یہ تو چل چلاؤ ہے

چہ خیال ست اینکہ آں چرخِ نگوں ❊ از نہیبِ ایں خیالے شد کنوں

یہ کیسا خیال ہے کہ اوندھا آسمان ❊ اِس خیال کے ڈر سے ویسا ہی ہوگیا

گرزہا و تیغہا محسوس شد ❊ پیشِ بیمار و سرش منکوس شد

گرز اور تلواریں محسوس ہوگئیں ❊ بیمار کو، اور اُس کا سر اوندھا ہوگیا

اُو ہمی بیند کہ آں از بہرِ اوست ❊ چشمِ دشمن بستہ زاں و چشمِ دوست

وہ دیکھ لیتا ہے کہ وہ اُس کے لئے ہیں ❊ دوست اور دشمن کی آنکھ اُس سے بند ہے

حرصِ دنیا رفت و چشمش تیز شد ❊ چشمِ اُو روشن گہِ خونریز شد

دنیا کا لالچ گیا اور اُس کی آنکھ تیز ہوئی ❊ اُس کی آنکھ خونریزی ہونے کے وقت روشن ہوئی

مرغِ[2] بے ہنگام شد آں چشمِ اُو ❊ از نتیجہ کبرِ اُو و خشمِ اُو

اُس کی آنکھ بے وقت کا مُرغا ہوگئی ❊ اُس کے تکبر اور غصہ کے نتیجہ میں

سر بریدن واجب آید مرغ را ❊ کہ بغیر وقت جنباند درا

(اس) مرغ کا سر قلم کرنا ضروری ہوجاتا ہے ❊ جو بغیر وقت کے گھنٹی بجھائے

ہر زماں[3] نزعے ست جزوِ جانت را ❊ بنگر اندر نزعِ جاں ایمانت را

تیری جان کے کسی جزو کا ہر وقت نزع ہے ❊ جان کے نزع میں اپنے ایمان کی نگرانی کر

عمرِ تو مانندِ ہمیانِ زرست ❊ روز و شب مانندِ دینار اشمرست

تیری عمر اشرفیوں کی تھیلی کی طرح ہے ❊ دن اور رات اشرفیاں شمار کرنیوالے کی طرح ہیں

می شمارد می دہد زر بے وقوف ❊ تا کہ خالی گردد و آید خسوف

بغیر توقف وہ اشرفیاں گنتے اور دیتے ہیں ❊ یہانتک کہ (ہمیانی) خالی ہوجاتی ہے اور گرہن آجاتا ہے

گر ز کہ بستانی و ننہی بجائے ❊ اندر آید کوہ زاں دادن بپائے

اگر تو پہاڑ سے لیتا ہے اور اسکی جگہ کچھ نہ رکھے ❊ اُس دینے سے پہاڑ جڑ سے ختم ہو جائے گا

---

[1] فرق. سر کی مانگ۔ ایں ارتحال۔ یعنی یہ وہمی بات نہیں ہے بلکہ میری جان نکالنے کیلئے مجھے مار رہے ہیں اب یہ میرے کوچ کا وقت ہے۔ چہ خیال یعنی عزرائیل کی تلوار وہمی نہیں ہے بلکہ ایسی یقینی ہے کہ اب اسکے اثر سے زمین و آسمان درہم نظر آتے ہیں۔ نہیب. خوف۔ منکوس۔ اوندھا۔ او ہمی بیند. وہ گرز صرف بیمار دیکھتا ہے اور کوئی نہیں دیکھتا۔ حرص. مرنے کے دیکھنے کی یہ وجہ ہے کہ اُسکی آنکھ حرص دنیا سے خالی ہوچکی ہے۔

[2] مرغ. اگر پہلے سے حرص ختم ہوجاتی اور عذاب کی کیفیت نظر آجاتی تو نیک اعمال کرسکتا اب آنکھ کا کھلنا بے وقت ہے اور بے وقت کام کا نتیجہ ہلاکت ہوتا ہے جیسا کہ بے وقت اذان دینے والا مُرغ ذبح کردیا جاتا ہے۔

[3] ہر زماں۔ ہر آن انسان کے جسم کے اجزاء فنا ہوتے رہتے ہیں اور انکی جگہ دوسرے اجزاء لیتے رہتے ہیں۔ دینار اشمر. شمار کنندۂ دینار۔ خسوف. یعنی عمر کے چاند کو گرہن لگ جاتا ہے۔ گرز کہ. اگر پہاڑ کے پتھر مسلسل نکالتے رہوگے تو ایک دن وہ پہاڑ ختم ہوجائیگا۔

پس بنہ بر جائے ہر دم را عوض[1] | تا ز واسجد واقترب یابی غرض
تو ہر وقت جگہ پر عوض رکھتا رہ | تاکہ تجھے "سجدہ کر اور قریب ہو جا" کا مقصد حاصل ہو جائے

در کمالِ کارہا چندیں مکوش | جز بکارے کاں بود در دیں مکوش
تمام کاموں کی تکمیل میں اس قدر کوشش نہ کر | سوائے اُس کام کے جو دین سے متعلق ہو کوشش کر

عاقبت تو رفت خواہی ناتمام | کارہایت ابتر و نانِ تو خام
(ورنہ) تو انجام کار ناقص روانہ ہو گا | تیرے کام ناقص ہونگے اور تیری روٹی کچی ہو گی

واں[2] عمارت کردنِ گور و لحد | نے بسنگ ست و نہ چوب و نے لبد
قبر اور لحد کی تعمیر | نہ پتھر سے ہے نہ لکڑی سے نہ ٹاٹ اور نمدے سے

بلکہ خود را در صفا گورے کنی | در منیِ او کنی دفنِ منی
بلکہ اپنی قبر (قلب کی) صفائی میں بنا | (اپنی) خودی کو اُس (اللہ) کی خودی میں دفن کر

خاک او گردی و مدفونِ غمش | تا دمت یابد مددہا از دمش
اُس کی خاک بن جا اور اُس کے غم میں دفن ہو جا | تاکہ تیرا سانس اُس کے فیضان سے مدد حاصل کرے

گور خانہ قبہہا و کنگرہ | نبود از اصحاب معنیٰ آں سرہ
قبروں اور کنگرہ کی تعمیر میں | اہلِ باطن کے نزدیک بے عیب نہیں ہیں

بنگر[3] اکنوں زندِ اطلس پوش را | ہیچ اطلس دستگیرد ہوش را
اب کسی اطلس پوش رند کو دیکھ | کوئی اطلس اُس کی روح کی دستگیری کرے گا؟

در عذابِ منکرست آں جانِ او | کژدمِ غم در دلِ غمدانِ او
اُس کی جان بُرے عذاب میں ہے | اُس کے غمگین دل میں غم کا بچھو ہے

از بروں بر ظاہرش نقش و نگار | وز دروں ز اندیشہا او زار زار
باہر سے اُس کے ظاہر پر نقش و نگار ہیں | اور اندر سے وہ فکروں میں زار زار ہے

واں یکے بینی دراں دلقِ کہن | چوں نبات اندیشہ و شکر سخن
اور ایک کو تو پرانی گدڑی میں دیکھے گا | اُسکا فکر مصری کی طرح ہے اور بات شکر جیسی

بازگشتن بحکایتِ پیل بچگان

ہاتھی کے بچوں کی حکایت کی طرف واپسی

گفت ناصح بشنوید ایں پندِ من | تا دل و جاں تاں نیفتد در محن
نصیحت کرنیوالے نے کہا میری یہ نصیحت سن لو | تاکہ تمہارا دل اور جان مشقتوں میں نہ پھنسے

---

[1] عوض۔ یعنی عبادت۔ تکمیل دنیا کے کاموں میں بقدر ضرورت کوشش کرے آخرت کے کاموں میں انہماک رکھے عاقبت۔ مگر آخرت کا کام نہ کر لوگے تو دنیا سے ناکام جاؤ گے۔

[2] واں عمارت۔ قبر کی آبادی قبر پر کنگروں والے قبے بنانے سے نہیں ہوتی ہے بلکہ قلب کی صفائی اور اپنی مرضیات کو اللہ کی مرضیات کے تابع بنانے سے ہوتی ہے۔ سَرَہ۔ خالص، بے عیب۔

[3] بنگر۔ بداعمالی کے ساتھ قبر پر قبہ بنانے کی مثال یہ ہے کہ ایک رند کو اطلس کی قبا پہنا دی جائے ورد تقلب۔ بدکار، اچھا لباس پہننے سے سکونِ قلب حاصل نہیں کر سکتا۔ واں یکے۔ اگر نیک اعمال انسان، گدڑی میں بھی ہو تو اُس کا دل باغ باغ ہوتا ہے۔ گفت۔ اُس دانا ناصح نے مسافروں سے کہا

باگیاه[۵۱] و برگہا قانع شوید — در شکارِ پیل بچگاں کم روید
گھاس اور پتوں پر قناعت کر لو — ہاتھی کے بچوں کو شکار کرنے کے درپے نہ ہو

من بروں کردم زگردن وامِ نصح — جز سعادت کے بود انجامِ نصح
میں نے اپنی گردن سے نصیحت کا قرض اتار دیا — نصیحت کا نتیجہ نیک بختی کے سوا کب ہوتا ہے

من بہ تبلیغِ رسالت آمدم — تا رہانم مر شما را از ندم
میں پیغام پہنچانے آیا ہوں — تاکہ تمہیں شرمندگی سے رہائی دے دوں

ہیں[۵۲] مبادا کہ طمع تاں رہ زند — طمع برگ از بیخہاتاں برکند
خبردار! ایسا نہ ہو کہ لالچ تمہارا رہزن بن جائے — خوراک کا لالچ تمہیں جڑ سے اکھاڑ دیوے

ایں بگفت و خیر بادی کرد و رفت — گشت قحط و جوعِ شاں در راہ زفت
یہ کہا اور خدا حافظ کہہ کر چل دیا — قحط اور بھوک نے راستہ میں زور پکڑا

ناگہاں دیدند بر یک جادہ — پورِ فیلے فربہے نوزادہ
ایک راستہ پر انھوں نے اچانک دیکھا — ہاتھی کا بچہ، موٹا، نو عمر

اندر افتادند چوں گرگانِ مست — پاک خوردندش فرو شستند دست
وہ مست بھیڑیوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے — اس کو چٹ کر گئے (اور) انھوں نے ہاتھ دھولئے

آں یکے ہمرہ نخورد و پند داد[۵۳] — کہ حدیثِ آں فقیرش بود یاد
ایک ساتھی نے نہ کھایا اور نصیحت کی — کیونکہ اس کو اس فقیر کی بات یاد تھی

از کبابش مانع آمد آں سخن — بخت نو بخشد ترا عقلِ کہن
وہ بات اس کے لئے اس کے کباب سے مانع بنی — پرانی عقل تجھے نیا نصیبہ عنایت کرتی ہے

پس بیفتادند و خفتند آں ہمہ — واں گرسنہ چوں شباں اندر رمہ
پھر وہ لیٹ گئے اور سب سو گئے — وہ بھوکا گلے میں چرواہے کی طرح تھا

دید فیلے سہمناکے در رسید — اولاً آمد سوئے حارس دوید
اس نے دیکھا کہ ایک خوفناک ہاتھی آپہنچا — پہلے آیا اور نگہبان کی طرف دوڑا

بوئے میکرد آں دہانش را سہ بار — ہیچ بوئے زو نیامد ناگوار
اس کے منہ کو اس نے تین دفعہ سونگھا — اس کو کوئی ناگوار بو نہ آئی

چند بارے گردِ او گشت و برفت — مر ورا نازرد آں شہ پیل زفت
چند بار اس کے گرد چکر کاٹے اور چلا گیا — اس بڑے موٹے ہاتھی نے اس کو نہ ستایا

---

۵۱ باگیاه۔ بھوک کے وقت پتے اور گھاس کھا لینا ہاتھی کے بچوں کا شکار نہ کرنا۔ من بروں۔ ناصح نے کہا میں نے نصیحت کا قرض ادا کر دیا۔ جز سعادت۔ نیک بخت ہی نصیحت قبول کرتا ہے۔

۵۲ ہیں۔ لالچ کی وجہ سے ہاتھی کے بچوں کا شکار نہ کرنا۔ خیر بادی۔ یعنی رخصت کرتے وقت فی امان اللہ کہا۔ جادہ۔ بٹیا۔ دست۔ یعنی اسکے کباب کھا کر ہاتھ دھولئے۔

۵۳ پند داد۔ دوسروں کو نہ کھانے کی نصیحت کی۔ حدیث۔ بات۔ آں سخن۔ یعنی اُس دانا کی نصیحت۔ واں گرسنہ۔ جس نے کباب نہ کھائے تھے وہ پاسبانی کرنے لگا۔ شباں۔ گلہ بان۔ رمہ۔ جانوروں کا گلہ۔ سہمناک۔ خوفناک۔ حارس۔ نگہبان۔ چند بار۔ یعنی ہاتھی نے اُسکے کئی چکر کاٹے اور چل دیا۔

پس لبِ ہر خفتہ را بُوئے کرد | بُوئے می آمد وُرا زاں خفتہ مرد
پھر اُس نے ہر سوئے ہوئے کے ہونٹ سُونگھے | اُس کو اُس سوئے ہوئے آدمی سے بُو آتی تھی

کز کبابِ پیل زادہ خوردہ بُود | بر درانید و بکُشتنش پیل زُود
کیونکہ اُس نے ہاتھی کے بچّہ کے کباب کھائے تھے | ہاتھی نے اُس کو پھاڑ دیا اور مار ڈالا

در زماں اُو یک بیک را زاں گروہ | می درانید و نبودش زاں شکوہ[1]
اُس نے فوراً اُس گروہ میں سے ایک ایک کو | پھاڑ ڈالا اور اُس کو کوئی خوف نہ تھا

بر ہوا انداخت ہر یکے را گزاف | تا ہمی زد بر زمیں می شد شگاف
وہ بے پروائی سے ہر ایک کو ہوا میں اُچھالتا | یہاں تک کہ وہ زمین پر آ گرتا اور پھٹ جاتا

اے خورندہ خونِ خلق از رہ بگرد | تا نیارد خونِ ایشانت نبرد
اے مخلوق کا خون پینے والے! واپس لوٹ | تاکہ اُن کا خون تیرے لئے معرکہ نہ پیدا کر دے

مالِ ایشاں خونِ ایشاں داں یقیں | زانکہ مال از زور آید در یمیں
یقینی طور پر اُن کے مال کو اُن کا خون سمجھ | اس لئے کہ مال طاقت سے ہاتھ میں آتا ہے

مادرِ آں فیل بچگاں کیں کشد | فیل بچہ خوارہ را کیفر کُشد
ہاتھی کے بچّوں کی ماں بدلہ لیتی ہے | ہاتھی کے بچّہ کے کھانے والے کو بدلے میں مار ڈالتی ہے

فیل بچہ می خوری اے پارہ خوار | ہم برآرد خصمِ فیل از تو دمار
اے رشوت خور! تو ہاتھی کا بچّہ کھاتا ہے | ہاتھی کا محافظ تجھے برباد کر دے گا

بُوئے[2] رُسوا کرد مکر اندیش را | پیل داند بُوئے بچّہ خویش را
مکر کرنے والے کو بُو نے رُسوا کیا | ہاتھی اپنے بچّہ کی خوشبو پہچانتا ہے

آنکہ یابد بُوئے حق را از یمن | چوں نیابد بُوئے باطل را از من
وہ ذات جو اللہ کی خوشبو یمن سے سُونگھ لے | وہ میرے باطل کی بُو کو کیوں محسوس نہ کرے گی

مُصطفٰیؐ چوں بُرد بُوئے از راہِ دُور | چوں نیابد از دہانِ ما بخور
مصطفٰیؐ نے جب اس دور دراز راستے سے بُو محسوس کر لی | ہمارے مُنہ کی بو کیوں نہ محسوس کر لیں گے

ہم[3] بیابد لیک پوشاند زما | بُوئے نیک و بد برآید بر سَما
وہ محسوس کر لیتے ہیں لیکن ہم سے چھپاتے ہیں | اچھی اور بُری بو آسمان پر پہنچتی ہے

تو ہمی خُسپی و بُوئے آں حرام | می زند بر آسمانِ سبز فام
تو سو جاتا ہے اور اُس حرام کی بُو | نیلگوں آسمان پر پہنچتی ہے

---

[1] شکوہ۔ یعنی ہاتھی کو۔ شکوہ۔ خوف۔ ۲۔ بر ہوا۔ ہاتھی نے ہر ایک کو ہوا میں اُچھالا اور وہ گر کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ ۳۔ خورندہ۔ اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں نبرد۔ معرکہ، جنگ۔ مالِ ایشاں۔ کسی کے مال کو تباہ کرنا، جان کے تباہ کرنے کے برابر ہے۔ کیفر۔ جزاء، بدلہ۔ پارہ خوار۔ رشوت خوار۔ خصمِ فیل۔ یعنی ہاتھی کی جانب سے لڑنے والا۔

[2] بُوئے۔ مکّار کو اُس کے مکر کی بُو رسوا کر دیتی ہے۔ آنکہ۔ آنحضورؐ نے فرمایا مجھے یمن کی طرف سے رحمان کی خوشبو آتی ہے۔ اِس میں حضرت اویس قرنیؓ کی طرف اشارہ ہے۔ بخور۔ بُو۔

[3] ہم بیابد۔ ہمارے سب عیوب آنحضورؐ پر واضح ہیں لیکن پردہ پوشی فرماتے ہیں۔

ہمرہِ انفاسِ زشتت می شود
وہ تیرے بُرے سانسوں کے ساتھ ہو جاتی ہے

تا بہ بُوگیرانِ[1] گردوں می رود
یہاں تک کہ آسمان کے خوشبو سونگھنے والوں تک پہنچ جاتی ہے

بُوئے کبر و بُوئے خشم و بُوئے آز
تکبر کی بُو، غصہ کی بُو، حرص کی بُو

در سخن گفتن بیاید چوں پیاز
پیاز کی طرح بات کرنے میں محسوس ہو جاتی ہے

گر خوری سوگند من کے خوردہ ام
اگر تو قسم کھائے کہ میں نے کب کھائی ہے

از پیاز و سیر تقوے کردہ ام
پیاز اور لہسن سے میں پرہیز کرتا ہوں

آں دمِ سوگند غمازی کند
اُس وقت قسم تیری چغلی کھائے گی

بر دماغِ ہمنشیناں بر زند
(اور) ساتھیوں کے دماغ سے ٹکرائے گی

پس[2] دُعاہا رد شود از بُوئے آں
اُس بُو کی وجہ سے دُعائیں مردود ہوں گی

آں دلِ کژ می نماید در زباں
وہ دل کی کجی زبان پر نمایاں ہو جاتی ہے

اِخسئُوا آید جوابِ آں دُعا
اُس دعا کا جواب، اِخسئُوا آتا ہے

چوبِ رد باشد جزائے ہر دغا
ہر دغابازی کا جواب، مار کی لاٹھی ہوتی ہے

گر حدیثت کژ بود معنیت راست
اگر لفظ ٹیڑھے ہوں، اور معنی سیدھے ہوں

آں کژیِ لفظ مقبولِ خداست
وہ لفظوں کی ٹیڑھ، اللہ کے یہاں مقبول ہے

ور بود معنی کژ و لفظت نکو
اور اگر معنی ٹیڑھے اور تیرے الفاظ اچھے ہوں

آں نکو لفظے نیرزد یک تسو
وہ اچھے لفظ، دمڑی کے برابر بھی نہیں

در بیانِ خطائے محبان کہ بہتر از صوابِ بیگانگاں ست نزدِ محبوب

دوستوں کی اُس غلطی کے بیان میں، جو محبوب کے نزدیک غیروں کی ٹھیک بات سے بہتر ہے

آں بلالِ[3] صدق در بانگِ نماز
سچے بلال رضی اللہ عنہ اذان میں

حَیّ را ہَیّ خواند از روئے نیاز
(لفظ) حَیّ کو عاجزی سے ہَیّ پڑھتے تھے

تا بگفتند اے پیمبر نیست راست
یہاں تک کہ کچھ منافقوں نے کہا اے پیغمبر ٹھیک نہیں ہے

ایں خطا اکنوں کہ آغازِ بناست
یہ غلطی اس وقت کہ تعمیر کی ابتدا ہے

اے نبی واے رسولِ کردگار
اے اللہ کے رسول اور نبی ؐ

یک مؤذن کو بود افصح بیار
ایک زیادہ فصیح مؤذن لے آیئے

عیب باشد اولِ دین و صلاح
دین اور نیکی کے شروع میں عیب ہوگا

لحن خواندن لفظِ حَیّ علی الفلاح
لفظ حَیّ علی الفلاح کو غلط پڑھنا

---

[1] بُوگیراں۔ وہ فرشتے جو بندوں کی بو سونگھ لیتے ہیں۔ بوئے کبر۔ تمام رذائل کی بدبو پیاز کی بو کی طرح پھیلتی ہے۔ گر خوری۔ اگر تو کھانے کا انکار بھی کرے گا تو اُس کی بدبو تیرے خلاف گواہی دے گی۔ غمازی۔ چغلی کھانا۔

[2] پس دعاہا۔ گناہوں کی بُو سے دعائیں مردود ہو جاتی ہیں اور دل کی کجی زبان سے ظاہر ہوتی ہے۔ اِخسئُوا۔ دور ہو جاؤ۔ یہ کافروں کی پکار کے جواب میں کہا جائے گا۔ چوب رد۔ بھگانے کی لاٹھی۔ گر حدیثت۔ یعنی اخلاص کیساتھ نامناسب لفظ بھی مقبول بلکہ ہیں۔ ور بود۔ اگر دعا میں اخلاص نہیں ہے تو بہتر الفاظ بھی مردود ہیں۔ در بیان۔ دوستوں کی غلطی بیگانوں کی اچھائی سے اچھی ہے۔

[3] بلال۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور مؤذن حبشی تھے۔ یعنی لفظ حی علی الصلوٰۃ میں حائے حطی کی بجائے ہائے ہوز کا تلفظ کرتے تھے۔ بگفتند۔ منافقوں نے کہا۔ آغاز۔ یعنی اسلامی تعلیمات کی ابتدا ہے۔ افصح۔ یعنی ایسا مؤذن جو ہر حرف صحیح مخرج سے ادا کرسکے۔ لحن۔ پڑھنے کی غلطی۔

خشمِ[1] پیغمبر بجوشید و بگفت — یک دو رمزے از عنایاتِ نہفت

پیغمبرؐ کا غصہ جوش میں آیا اور فرمائے — ایک دو اشارے چھپی ہوئی عنایتوں میں سے

کاے خساں نزدِ خدا ہیِّ بلالؓ — بہتر از صد حیِّ حیِّ و قیل و قال

کہ اے کمینو! اللہ کے نزدیک بلالؓ کا ہیِّ — شور وغل کے سیکڑوں حیِّ اور حیِّ سے بہتر ہے

وامشورانید تا من رازِ تاں — وانگویم ز آخر و آغازِ تاں

جوش نہ دلاؤ تاکہ میں تمہارے راز — اوّل اور آخر کے صاف نہ کہہ ڈالوں

گر نداری تو دمِ خوش در دعا — رو دعا می خواہ زاخوانِ صفا

اگر تو دعا میں اچھا دم نہیں رکھتا ہے — جا صفائی والوں سے دعا کرالے

اَمر کردنِ[2] حق تعالےٰ بموسیٰ علیہ السّلام کہ بدہانے خواں مرا کہ بداں دہاں گناہ نکردہ باشی

اللہ تعالےٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دینا کہ مجھے اُس منہ سے پکار جس منہ سے تو نے گناہ نہ کیا ہو

بہرِ ایں فرمود با موسیٰؑ خدا — وقتِ حاجت خواستن اندر دعا

اِس کے لئے اللہ تعالےٰ نے موسیٰؑ سے فرمایا — دعا میں مراد مانگتے وقت

کاے کلیم اللہ ز من میجو پناہ — با دہانے کہ نکردی تو گناہ

کہ اے کلیم! میری پناہ چاہ — اُس منہ سے جس سے تو نے گناہ نہ کیا ہو

گفت موسیٰؑ من ندارم آن دہاں — گفت ما را از دہانِ غیر خواں

موسیٰؑ نے عرض کیا میرا وہ منہ نہیں ہے — فرمایا ہمیں دوسرے کے منہ سے پکار

از دہانِ غیر کے کردی گناہ[3] — از دہانِ غیر بر خواں کاے اِلٰہ

دوسرے کے منہ سے تو نے کب گناہ کیا ہے — دوسرے کے منہ سے کہہ کہ اے خدا!

آنچناں کُن کاں دہانہا مر ترا — در شب و در روزہا آرد دعا

ایسا کر کہ منہ تیرے لئے — رات اور دن دعائیں کریں

از دہانے کہ نکردستی گناہ — آں دہانِ غیر باشد عذر خواہ

اُس منہ سے جس سے تو نے کبھی گناہ نہیں کیا — وہ دوسرے کا منہ تیرا عذر خواہ ہوگا

یا دہانِ خویشتن را پاک کُن — روحِ خود را چابک و چالاک کُن

یا اپنے منہ کو پاک کر — (اور) اپنی روح کو چست و چالاک بنا

---

[1] خشم۔ منافقوں کے اعتراض سے آنحضورؐ کو غصہ آیا عنایات۔ جو حضرت بلالؓ پر تھیں۔ ہیِّ بلالؓ یعنی بلالؓ کا لفظ حیّ کی بجائے ہیّ کہنا اُس حیّ کہنے سے بہتر ہے جس میں اخلاص نہ ہو۔ گر نداری یعنی کہ دعا کی قبولیت کیلئے اخلاص شرط ہے۔ اگر خود میں اخلاص نہ ہو تو مخلص سے دعا کرالے۔

[2] امر کردن۔ اِس قصہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر خود میں اخلاص نہ ہو تو مخلصین سے دعا کرائے کلیم۔ حضرت موسیٰؑ۔ آں دہاں۔ یعنی وہ منہ جس سے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ از دہانِ غیر۔ اگر وہ منہ گنہگار بھی ہو تو تم نے تو اُس منہ کے ذریعہ گناہ نہیں کیا۔ آنچناں۔ یعنی لوگوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو کہ وہ دعائیں کریں۔

[3] گناہ۔ دعا کرنے کے لئے ایسے منہ کی ضرورت تھی جس سے تو نے گناہ نہ کیا ہو اور وہ تیرے پاس نہیں ہے تو غیر کا منہ تیری اِس مجبوری کیلئے عذر خواہ ہو جائیگا۔ یا دہاں۔ اپنے منہ سے دعا کرنی ہے تو اُس کو اور روح کو پاک کر لینا چاہیے۔

ذکرِ حق پاک ست چوں پاکی رسید ۔۔۔ رخت بربندد برُوں آید پلید
اللہ تعالیٰ کا ذکر پاک ہے جب پاکی حاصل ہوئی ۔۔۔ ناپاکی بوریا بستر باندھ لیتی ہے باہر ہو جاتی ہے

می گریزد ضدّہا از ضدّہا ۔۔۔ شب گریزد چوں برافروزد ضیا
ضدیں، ضدوں سے گریز کرتی ہیں ۔۔۔ رات بھاگ جاتی ہے جب روشنی نمودار ہوتی ہے

چوں درآید نام پاک اندر دہاں ۔۔۔ نے پلیدی ماند و نے آں دہاں
جب (اللہ تعالیٰ کا) پاک نام مُنہ میں آتا ہے ۔۔۔ نہ پلیدی رہتی ہے اور نہ وہ مُنہ رہتا ہے

دربیانِ آنکہ اللہ گفتنِ نیازمند عینِ لبیک گفتنِ حق ست
اس کا بیان کہ نیازمند کا اللہ کہنا اللہ کا لبیک کہنا ہے

آں یکے اللہ می گفتے شباں ۔۔۔ تا کہ شیریں می شُد از ذکرش لباں
ایک شخص رات کو اللہ اللہ کہتا تھا ۔۔۔ یہاں تک کہ ذکر سے اسکے ہونٹ میٹھے ہوئے تھے

گفت شیطانش خموش اے سخت رُو ۔۔۔ چند گوئی آخر اے بسیار گو
شیطان نے اُس سے کہا اے سخت جان! چپ ۔۔۔ اے بَک بَک! آخر کب تک کہے گا

ایں ہمہ اللہ گوئی از عُتُو ۔۔۔ خود یکے اللہ را لبیک کُو
یہ سب تو غرور سے اللہ اللہ کہتا ہے ۔۔۔ اللہ کی جانب سے ایک بھی لبیک کہاں ہے؟

می نیاید یک جواب از پیشِ تخت ۔۔۔ چند اللہ می زنی بارُوئے سخت
بیشگاہِ خداوندی سے ایک جواب بھی نہیں آتا ہے ۔۔۔ تو سخت روئی سے کتنی بار اللہ کی ضرب لگائے گا

اُو شکستہ دل شد و بنہاد سَر ۔۔۔ دید در خواب اُو خضر را در خُضَر
وہ دل شکستہ ہو گیا اور لیٹ گیا ۔۔۔ اُسنے خواب میں (حضرت) خضر کو سبزہ زار میں دیکھا

گفت ہیں! از ذکر چوں وا ماندۂ ۔۔۔ چوں پشیمانی ازاں کش خواندۂ
انھوں نے کہا ہاں! تو ذکر سے کیوں رُک گیا ۔۔۔ تو اُس سے کیوں شرمندہ ہے کہ اُس کو پکارتا تھا

گفت لبیکم نمی آید جواب ۔۔۔ زاں ہمی ترسم کہ باشم ردِّ باب
اُس نے کہا جواب میں میرے پاس لبیک نہیں آتا ہے ۔۔۔ اِس سے میں خوفزدہ ہوں کہ میں مردودِ بارگاہ ہوں

گفت خضرش کہ خدا گفت ایں بمن ۔۔۔ کہ برو با اُو بگو اے مُمتَحَن
اُس سے (حضرت) خضر نے کہا خدا نے یہ مجھ سے کہا ہے ۔۔۔ کہ جا (اُس سے کہو) اے آزمائش میں پڑنے والے

گفت آں اللہ تو لبیکِ ماست ۔۔۔ آں نیاز و درد و سوزت پیکِ ماست
وہ تیرا اللہ کہنا ہی ہماری لبیک ہے ۔۔۔ وہ عاجزی اور تیرا درد و سوز ہی ہمارا قاصد ہے

ل۱ ذکرِ حق۔ روح کے پاک کرنے کی یہ تدبیر ہے کہ ذکر کی پاکی اُس میں داخل کردو ناپاکی خود بھاگ جائے گی۔

ل۲ آں یکے۔ یعنی شب کو ذکرِ خداوندی کرتا تھا۔ لبیک: یہ پکارنے والے کو جواب دیا جاتا ہے جس کے معنی ہیں میں حاضر ہوں۔ تخت یعنی عرشِ باری۔ خضر: حضرت خضر کو اس وجہ سے خضر کہا گیا ہے کہ اُن کی کرامت یہ ہے کہ جہاں کہیں بیٹھ جاتے ہیں سبزہ اُگ جاتا ہے۔

ل۳ لبیکم۔ یعنی لبیک کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے میرے پاس جواب نہیں آتا ہے اس سے مجھے یہ خیال ہو گیا ہے کہ میں مردودِ بارگاہ ہوں۔ ممتحن: مبتلا۔ گفت۔ اللہ کا اپنی یاد میں لگا لینا ہی اُس کی جانب سے لبیک ہے۔

نے ترا در کار من آوردہ ام
کیا میں نے تجھے (اپنے) کام میں نہیں لگا رکھا ہے

نے کہ من مشغول ذکرت کردہ ام
کیا میں نے تجھے ذکر میں مشغول نہیں کر رکھا ہے

حیلہا و چارہ جوئیہائے تو
تیری تدبیریں اور کوششیں

جذب ما بود و کشاد ایں پائے تو
ہماری کشش سے تھیں اور اس نے تیرے پاؤں کھولے

ترس و عشق تو کمند لطف ماست
تیرا خوف اور عشق ہماری مہربانی کی کمند ہے

زیر ہر یارب تو لبیکہاست
تیرے ہر یارب کہنے میں ہماری لبیکیں ہیں

جان جاہل زیں دعا جز دور نیست
جاہل کی جان اس دعا سے دور ہی ہے

زانکہ یارب گفتنش دستور نیست
کیونکہ یارب کہنا اس کی عادت نہیں ہے

بر دہان و بر دلش قفل ست و بند
اس کے منہ اور دل پر تالا اور بند ہے

تا ننالد با خدا وقت گزند
تاکہ تکلیف کے وقت خدا سے نالہ نہ کر سکے

داد مر فرعون را صد ملک و مال
فرعون کو سیکڑوں ملک اور مال دیئے

تا کہ کرد او دعوی عز و جلال
یہاں تک کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا

در ہمہ عمرش ندید او درد سر
یعنی تمام عمر اس نے سر کا درد نہ محسوس کیا

تا ننالد سوئے حق آں بد گہر
تاکہ وہ بد اصل اللہ کی جناب میں نالہ نہ کر سکے

داد او را جملہ ملک ایں جہاں
اس کو اس دنیا کی تمام سلطنت دے دی

حق ندادش درد و رنج و اندہاں
اللہ نے اس کو درد اور رنج اور غم نہ دیئے

درد آمد بہتر از ملک جہاں
درد دنیا کی دولت سے بہتر ہے

تا بخوانی مر خدا را در نہاں
تاکہ تو تنہائی میں خدا کو پکارے

زانکہ درد و رنج و بار اندہاں
اس لئے کہ درد اور رنج اور غموں کا بوجھ

شد نصیب دوستانش در جہاں
دنیا میں اس کے دوستوں کا حصہ ہے

خواندن بے درد از افسردگی ست
بغیر درد کے پکارنا افسردگی ہے

خواندن با درد از دل بردگی ست
درد کے ساتھ پکارنا دلربائی کی وجہ سے ہے

آں کشیدن زیر لب آواز را
دبے ہونٹوں آواز نکالنا

یاد کردن مبدء و آغاز را
مبدء اور شروع کو یاد کرنا ہے

آں شدہ آواز صافی و حزیں
وہ آواز صاف اور غمناک ہو چکی ہے

کاے خدا اے مستغاث و اے معیں
اے خدا! اے مددگار! اے معین!

لہ نے ترا۔ کسی شخص کو عبادت کی توفیق ہونا اللہ کی جانب سے قبولیت کی دلیل ہے یہ اللہ کا کرم ہی ہے کہ وہ اپنی یاد میں لگادے۔ جذب۔ کشش۔ ترس۔ اللہ کا عشق اس کی رحمتوں کو متوجہ کر دیتا ہے تو دعا کرنے والے کا ایک بار یارب کہنا اللہ تعالیٰ کی جانب سے چند بار لبیک کہتا بنا تا ہے۔

لہ بر دہاں۔ جس سے خدا ناراض ہوتا ہے اسکو کبھی دعا کی توفیق نہیں ہوتی۔ درد سر اللہ نے اسکو درد سر سے بھی محروم رکھا اور دعا کا سبب نہ بنا۔

لہ داد او را۔ بیماری جو اللہ کی طرف رجوع کردے اللہ کی ایک رحمت ہے حدیث شریف ہے اللہ جب کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کو مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اسکی عاجزی کو سنے۔ اندہاں۔ اندوہ کی جمع ہے غم۔ خواندن۔ بے دردی کے ساتھ دعا افسردگی کا نتیجہ ہے درد کے ساتھ دعا عشق کا نتیجہ ہے۔ آں کشیدن گھٹ گھٹ کر رونا۔ مبدء اور آغاز کی یاد سے ہوتا ہے آں شدہ جب انسان درد کی حالت میں اے خدا اے مستغاث کہتا ہے تو اس کی آواز صاف ہوتی ہے اور اس میں حزن کی کیفیت ہوتی ہے۔

نالۂ[1] سگ در رہش بے جذبہ نیست
آںکے راستے میں کتے کا رونا بھی بغیر جذبہ کے نہیں ہے

زانکہ ہر راغب اسیر رہزنیست
اس لئے کہ ہر رغبت کرنے والا ایک رہزن کا قیدی ہے

چوں سگ کہفے کہ از مُردار رَست
اصحاب کہف کے کتے کی طرح جس نے مُردار سے نجات حاصل کرلی

بر سرِ خوانِ شہنشاہاں نشست
شہنشاہوں کے خوان پر بیٹھ گیا

تا قیامت می خورد اُو پیشِ غار
وہ غار کے سامنے قیامت تک پیتا ہے

آبِ رحمت عارفانہ بے تغار
عارفانہ آبِ حیات بغیر پیالے کے

اے بسا سگ پوست کو را نام نیست
اے مخاطب بہت سے معمولی لباس والے ہیں جن کا ذکر بھی نہیں ہے

لیک اندر پردہ بے آں جام نیست
لیکن در پردہ وہ اُس جام کے بغیر نہیں ہیں

جاں[2] بدہ از بہرِ آں جام اے پسر
اے صاحبزادے! اُس جام کے لئے جان دیدے

بے جہاد و صبر کے باشد ظفر
بغیر جہاد اور صبر کے فتح کب ہوتی ہے

صبر کردن بہرِ ایں نبود حرج
اس (جام) کیلئے صبر کرنے میں کوئی خرابی نہیں ہے

صبر کُن کالصبر مفتاح الفرج
صبر کر کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے

زیں کمیں بے حزم و صبرے کس نجست
اس گھات سے بغیر احتیاط اور صبر کے کوئی نہیں نکلا

حزم را خود صبر آمد پا و دست
احتیاط کے لئے صبر خود ہاتھ پاؤں ہے

حزم کُن از خورد کیں زہریں گیاست
کھانے میں احتیاط برت کیونکہ یہ زہریلی گھاس ہے

حزم کردن زور و نورِ انبیاست
احتیاط کرنا انبیاء کی طاقت اور نور ہے

کاہ[3] باشد کو بہر بادے جہد
گھاس ہے جو ہر ہوا سے ہلتی ہے

کوہ کے ہر باد را وزنے نہد
پہاڑ ہر ہوا کو کب جانچتا ہے

ہر طرف غولے ہمی خواند ترا
چھلاوا ہر جانب سے تجھے پکارتا ہے

کاے برادر راہ خواہی ہیں بیا
کہ اے بھائی! راستہ چاہتا ہے خبردار آجا

رہنمایم ہمرہت باشم رفیق
راستہ دکھاؤں گا اور تیرا رفیقِ سفر رہوں گا

من قلاوزم دریں راہِ دقیق
میں اِس باریک راستہ میں تیرا رہنما ہوں

نے قلاوز ست و نے رہ داند او
وہ نہ رہنما ہے، نہ راستہ جانتا ہے

یوسفا کم رو سوئے آں گرگ خُو
اے یوسف! اُس بھیڑیا صفت کی طرف نہ جا

حزم آں باشد کہ نفریبد ترا
احتیاط یہی ہے کہ تجھے فریب نہ دے سکیں

چرب و نوش دامہائے ایں سرا
اس دنیا کے چکنے اور شیریں جال

[1] نالۂ سگ۔ جب جذبۂ الٰہی طاری ہوتا ہے تب ہی انسان حد کے ساتھ گریہ کرتا ہے۔ چوں سگ۔ اصحاب کہف کے کتے میں جذب پیدا ہوگیا تھا۔ تا قیامت۔ قطمیر برابر مے وحدت پی رہا ہے۔ اے بسا بہت سے اہل اللہ ایسے ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا۔

[2] جاں بدہ۔ جام محبت کی طلب میں صبر کے ساتھ جان دیدینی چاہیئے۔ صبر کردن۔ مجاہد مجاہدات میں صبر سے کام لیتا ہے تو فتح یاب ہوتا ہے اور جام محبت حاصل ہو جاتا ہے۔ کمیں۔ گھات۔ حزم۔ احتیاط، دنیاوی معاملات میں احتیاط اور پختہ کاری سے کام لینا ضروری ہے ذرا سی غفلت انسان کو منزل سے بہت دور کر دیتی ہے۔

[3] کاہ باشد۔ ہر خواہش نفس کا تابع تنکے کی طرح ہے انسان کو کوہ گراں ہونا چاہیئے۔ ہر طرف۔ شیطان طرح طرح سے انسان کو دھوکے دیتا ہے۔ قلاوز۔ راہنما۔ یوسفا۔ حضرت یوسفؑ کے ساتھ بھیڑیے کا تصور علم شاعرانہ تخیل ہے۔ حزم۔ انسان کی پختہ کاری یہ ہے کہ وہ شیطان کے فریب میں نہ آئے۔

کہ نہ چربے دارد و نے نوشِ اُو — سحر خواند می دمد در گوشِ اُو
نہ اُن میں چکنائی ہے، نہ شماس — وہ منتر پڑھتا ہے (اور) تیرے کان میں پھونکتا ہے

کہ بیا مہمانِ ما اے روشنی — خانہ آنِ تست و تو آنِ منی
کہ آجا اے ہمارے مہمان اور (گھر کی) روشنی — گھر تیرا ہے اور تو میرا ہے

حزم آں باشد کہ گوئی تخمہ ام — یا سقیم و خستۂ ایں دخمہ ام
احتیاط یہ ہوگی کہ تو کہہ دے میں بدہضمی میں ہوں — یا (کہہ دے) میں اس قبرستان کا بیمار اور زخمی ہوں

یا سرم درد ست دردِ سر ببر — یا مرا خواندست آں خالو پسر
یا (کہہ دے) میرے سر میں درد ہے اور دردِ سر دور کر دے — یا (کہہ دے) مجھے ماموں کے بیٹے نے بلایا ہے

زانکہ یک نوشت دہد با نیشہا — کہ بکارد در تو نوشش ریشہا
کیونکہ وہ تجھے ایک شہد بہت سے ڈنکوں کے ساتھ دیگا — اس کا شہد تجھ میں بہت سے زخم پیدا کر دے گا

زر اگر پنجاہ و گر شصتت دہد — ماہیا او گوشت در شستت نہد
وہ اگر پچاس یا ساٹھ اشرفیاں تجھے دے — اے مچھلی! وہ کانٹے میں تیرے لئے گوشت لگا رہا ہے

گر دہد خود کے دہد آں پُر حیل — جوز پوسیدست و گفتار دغل
اگر وہ حیلہ باز کچھ دیتا بھی ہے تو کہاں دیتا ہے — (اسکے) اخروٹ سڑے ہوئے ہیں اور باتیں مکاری کی ہیں

زغزغ زر مغز و عقلت را برد — صد ہزاراں عقل را یک نشمرد
اشرفیوں کی کھنکھناہٹ تیرے دماغ اور عقل کو زائل کر دیتی ہے — لاکھوں عقلوں کو ایک بھی نہیں سمجھتی ہے

یارِ تو خرجینِ تست و کیسہ ات — گر تو رامینی مجو جز ویسہ ات
تیرا دوست تیرا ناشتہ دان اور تیری تھیلی ہے — اگر تو رامین ہے اپنی ویسہ کے علاوہ کسی کو نہ چاہ

ویسہ و معشوقِ تو ہم ذاتِ تست — ویں برونیہا ہمہ آفاتِ تست
تیری ویسہ اور معشوقہ تیری ہی ذات ہے — اور یہ بیرونی چیزیں سب تیری مصیبتیں ہیں

حزم آں باشد کہ چوں دعوت کنند — تو نگوئی مستِ خواہانِ من اند
احتیاط یہ ہے کہ جب تجھے بلائیں — تو یہ نہ کہنا وہ عاشق اور میرے خواہاں ہیں

دعوتِ ایشاں صفیرِ مرغ داں — کہ کند صیاد در مکمن نہاں
اُن کی دعوت کو پرندوں کی سیٹی سمجھ — جو شکاری گھات میں چھپ کر بجاتا ہے

مرغ مردہ پیش بنہادہ کہ ایں — می کند ایں بانگ و آواز و حنیں
مرا ہوا پرندہ اس نے آگے رکھ لیا ہے کہ یہ — آواز اور فریاد اور نالہ کر رہا ہے

ل اے روشنی۔ یعنی اے گھر کی روشنی۔ تخمہ ام۔ یعنی شیطان کے لالچ میں نہ آئے اور مختلف بہانے کر کے اس کے دام فریب سے بچ جائے۔ دخمہ۔ قبرستان۔

ك زانکہ۔ شیطان کے خوشنما فریب میں سینکڑوں ضرر پوشیدہ ہوتی ہیں۔ گر دہد۔ اس کی عطا بھی پُر فریب ہے۔ زغزغ دنیا کی دولت کی جھنکار انسان کی عقل کو اندھا کر دیتی ہے۔

ك یارِ تو۔ قدرت نے انسان کو جو کچھ دیا ہے اس پر قناعت کرے۔ رامین۔ عرب کا مشہور عاشق۔ ویسہ۔ عرب کی مشہور معشوقہ کا نام۔ حزم آں باشد۔ انسان کی پختہ کاری یہ ہے کہ خارجی عوامل کی طرف دھیان نہ دے اور ان کو دھوکا سمجھے۔ مکمن۔ گھات۔ حنین۔ دردناک آواز۔

مُرغ پندار د کہ جنسِ اوست آں ¹ — جمع آید بر درد شاں پوست آں
پرندے سمجھتے ہیں کہ وہ ان کا ہم جنس ہے — وہ جمع ہو جاتے ہیں اور وہ اُنکی کھال اُدھیڑ دیتا ہے

جز مگر مُرغے کہ حزمش داد حق — تا نگردد گیج ازاں دانہ و مُلق
سوائے اُس پرندے کے جس کو خدا نے عقل دیدی ہو — تاکہ اُس دانہ اور خوشامد سے احمق نہ بنے

ہست بے حزمی پشیمانی یقیں — حزم را مگزار و محکم کن تو ایں
بے احتیاطی یقیناً پشیمانی ہے — احتیاط کو نہ چھوڑ تو اس کو مضبوط کر لے

زانکہ بے حزمی شقاوت بر دہد — دیں رود از دست و دردِ سر دہد
اس لئے کہ بے احتیاطی بدبختی کا پھل دیتی ہے — دین ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور دردِ سر پیدا کرتی ہے

بشنو ² ایں افسانہ را در شرحِ ایں — تا شوی حازم برائے حفظِ دیں
اس کی تشریح میں یہ قصہ سُن لے — تاکہ تو دین کی حفاظت کیلئے پختہ کار بن جائے

فریفتنِ روستائی شہری را و بدعوت خواندن بہ لابہ و الحاح

ایک دیہاتی کا ایک شہری کو فریفتہ کرنا اور خوشامد اور عاجزی سے دعوت دینا

اے برادر بود اندر ما مضیٰ — شہری با روستائی آشنا
اے بھائی! گذشتہ (زمانہ) میں تھا — ایک شہری ایک دیہاتی کا دوست

روستائی چوں سوئے شہر آمدے — خرگہ اندر کوئے آں شہری زدے
دیہاتی جب شہر میں آتا — اُس شہری کے کوچے میں مقیم ہوتا

دو مہ و سہ ماہ مہمانش شدے — بر دکانِ اُو و بر خوانش بدے
دو تین مہینے اُس کا مہمان ہوتا — اُس کی دُکان اور اُس کے دسترخوان پر رہتا

ہر حوائج ³ را کہ بودش آں زماں — راست کردے مردِ شہری رائگاں
اُس کی اُس وقت جو ضرورتیں ہوتیں — وہ شہری مفت مہیا کرتا

رُو بشہری کرد و گفت اے خواجہ تو — ہیچ می نائی سوئے دہ فرجہ جو
وہ (دیہاتی) شہری کیطرف متوجہ ہوا اور کہا کہ جناب! — تفریح کے لئے آپ کبھی گاؤں میں نہیں آتے ہیں

اللہ اللہ جملہ فرزنداں بیار — کایں زمانِ گلشن ست و نوبہار
خدا کے لئے تمام بچوں کو لائیے — کیونکہ یہ موسم، باغ اور نوبہار کا ہے

---

¹ مرغ پندار د. شکاری مردہ جانور سامنے رکھکر اُسکی بولیاں بولتا ہے دوسرے پرندے اُس سے دھوکا کھاجاتے ہیں۔ گیج۔ احمق ملق۔ چاپلوسی۔

² بشنو۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شہری نے احتیاط سے کام نہ لیا اور دیہاتی کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر پریشان ہوا۔ لابہ۔ خوشامد۔ الحاح۔ اصرار۔ ما مضیٰ۔ جو کہ گذرا۔ روستائی۔ دیہاتی۔ خرگہ۔ خیمہ۔ بدے۔ دکان پر ٹھہرتا اور اُسکے یہاں کھانا کھاتا۔

³ حوائج۔ ضروریات۔ رائگاں۔ مفت۔ فرجہ۔ تفریح۔ گلشن۔ باغ۔

یا بتابستاں[1] بیا وقتِ ثمر
یا گرمیوں میں پھل کے وقت آیئے

تا بہ بندم خدمتت را من کمر
تاکہ میں آپ کی خدمت میں کمر بستہ ہو جاؤں

خیل و فرزندان و قومت را بیار
خاندان اور بچوں اور اپنی قوم کو لایئے

در دہِ ما باش سہ ماہ و چہار
ہمارے گاؤں میں تین چار مہینے رہیے

در بہاراں خطۂ دہ خوش بود
بہار کے موسم میں گاؤں کا علاقہ اچھا ہوتا ہے

کشت زار و لالۂ دلکش بود
کھیتیاں اور دلکش لالہ ہوتا ہے

وعدہ دادے شہری اورا دفعِ حال
ٹلانے کے لئے شہری اُس سے وعدہ کر لیتا

تا برآمد بعدِ وعدہ ہشت سال
یہاں تک کہ وعدے ہی وعدے میں آٹھ سال گزر گئے

او بہر سالے ہمی گفتے کہ کے
وہ (دیہاتی) ہر سال کہتا کہ کب

عزم خواہی کرد کامد ماہِ دے
آپ ارادہ کریں گے، خزاں کا موسم آ گیا

او بہانہ ساختے کامسال ما
وہ (شہری) بہانہ بنا دیتا کہ اس سال ہمارے

از فلاں خطہ بیاید[2] میہماں
فلاں علاقے کا مہمان آئے گا

سالِ دیگر گر توانم وارہید
اگر آئندہ سال نجات پاؤں گا

از مہمات آں طرف خواہم دوید
ضروریات سے، اُدھر آؤں گا

گفت ہستند آں عیالم منتظر
اُس (دیہاتی) نے کہا میرے بال بچے منتظر ہیں

بہرِ فرزندانِ تو اے اہلِ بر
آپ کے بچوں کے، اے کرم فرما!

باز ہر سالے چو لگلگ آمدے
پھر وہ ہر سال لقلق کی طرح آ جاتا

تا مقیمِ قبۂ شہری شدے
شہری کے گھر مقیم ہو جاتا

خواجہ ہر سالے زر و مالِ خویش
خواجہ (شہری) ہر سال اپنا روپیہ پیسہ

خرج او کردے کشادے بالِ خویش
اُس پر خرچ کرتا، اپنا دل کھول دیتا

آخریں کرت سہ ماہ آں پہلواں
آخری مرتبہ اُس سخی نے تین مہینے

خواں نہادش بامدادان و شباں
صبح اور شام اُس کے لئے دستر خوان بچھایا

از خجالت باز گفت او خواجہ را
اُس (دیہاتی) نے خواجہ (شہری) سے شرمندگی سے کہا

چند وعدہ چند بفریبی مرا
آپ کتنے وعدے اور کتنا دھوکا دیں گے

گفت خواجہ جسم و جانم وصل جوست
خواجہ (شہری) نے کہا میرا جسم اور جان ملنے کے متمنی ہیں

لیک ہر تحویل[3] اندر حکمِ اوست
لیکن ہر نقل و حرکت اللہ کے قبضہ میں ہے

---

[1] تابستاں۔ موسم گرما۔ ثمر پھل۔ خیل۔ قبیلہ، گروہ۔ دفعِ حال۔ دفع الوقتی کرتے۔ یعنی موسم بہار گزر کر موسم خزاں آگیا۔

[2] بیاید۔ یعنی چونکہ مہماں کی آمد کی مجبوری ہے لہذا سفر نہ کر سکوں گا۔ مہمات۔ ضروریات۔ بر۔ نیکی۔ لگلگ۔ لقلق آبی پرندوں کی ہر ملک میں آمد و رفت مقررہ مہینوں میں ہوتی ہے۔ بال۔ بازو، دل۔ پہلوان۔ پہلو دار، سخی۔

[3] تحویل۔ بدلنا، نقل و حرکت کرنا۔

آدمی چوں کشتی ست و بادباں
انسان کشتی اور بادبان جیسا ہے

تا کے آرد باد را آں بادراں
(دیکھیں) ہوا چلانے والا ہوا کب چلائے

باز سوگنداں بداد ش کاے کریم
اُس (دیہاتی) نے اُس (شہری) کو پھر قسم دی

گیر فرزنداں بیا بنگر نعیم
اولاد کو لیجئے، آیئے، مزے دیکھئے

دستِ اُو بگرفت سہ کرّت بعہد
تین مرتبہ عہد کے لئے اُس کا ہاتھ پکڑا

کاللہ اللہ زود آ بنمائی جہد
کہ خدا کے لئے جلد آیئے، کوشش کیجئے

بعدِ دہ سال و بہر سالے چنیں
دس سال بعد اور ہر سال اِسی طرح کی

لابہہا و وعدہائے شکّریں
خوشامدیں اور شیریں وعدے

کودکانِ خواجہ گفتند اے پدر
خواجہ (شہری) کے بچوں نے کہا، اے ابا جان!

ماہ و ابر و سایہ ہم دارد سفر
چاند اور ابر اور سایہ بھی سفر کرتے ہیں

حقّہا بر وے تو ثابت کردہٴ
آپ نے اُس (دیہاتی) پر حقوق قائم کر دیئے ہیں

رنجہا در کارِ اُو بس بُردہٴ
اُس کے معاملے میں بہت سی تکلیفیں اٹھائی ہیں

اُو ہمی خواہد کہ بعضے حقِّ آں
وہ چاہتا ہے کہ اُن میں سے بعض حق

واگزارد چوں شوی تو میہماں
ادا کرے جب آپ مہمان ہوں

بس وصیت کرد ما را اُو نہاں
اُس (دیہاتی) نے ہم سے در پردہ بہت اصرار کیا ہے

کہ کشیدش سوئے دہ لابہ کناں
کہ اُس (آپ) کو خوشامد کر کے گاؤں کھینچ لائیں

گفت حق ست ایں و لے اے سیبویہ
اُس (شہری) نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن اے سیبویہ

اِتّقِ مِنْ شَرِّ مَنْ اَحْسَنْتَ اِلَیْہِ
اُس شخص کے شر سے بچنا جس کے ساتھ تو نے احسان کیا ہے

دوستی تخمِ دمِ آخر بود
دوستی آخری وقت کا بیج ہوتی ہے

ترسم از وحشت کہ آں فاسد شود
میں ڈرتا ہوں ناخوشی کی وجہ سے وہ بیج سڑ جائے

صحبتے باشد چو شمشیرِ قطوع
ایک میل جول بُراں تلوار کی طرح ہوتا ہے

ہمچو دے در بوستان و در زروع
جیسا کہ دے کا مہینہ باغ اور کھیتوں کے لئے

صحبتے باشد چو فصلِ نوبہار
ایک میل جول نو بہار فصل کی طرح ہوتا ہے

زو عمارتہا و دخلِ بے شمار
جس سے آبادیاں اور بے شمار آمدنی (ہوتی ہے)

حزم آں باشد کہ ظنِّ بد بری
احتیاط یہ ہے کہ تو بدگمانی کرے

تا گریزی و شوی از بد بری
تاکہ تو گریز کرے اور بُرائی سے بری ہو جائے

لہ بادراں۔ ہوا چلانیوالا یعنی اللہ تعالیٰ۔ کرّت۔ بار مرتبہ۔ لابہہا خوشامدیں۔ ماہ و ابر یعنی یہ چیزیں بھی حرکت کرتی ہیں۔
لہ حقہا۔ چونکہ تو نے انکی بہت خدمت کی ہے وہ اُسکا بدلہ دینا چاہتا ہے۔ بس وصیت۔ ہم سے چپکے سے کہہ گیا ہے ہم آپ کی خوشامد کر کے اُس کے گاؤں میں لے آئیں۔ سیبویہ۔ مشہور نحوی گذرا ہے یہاں مطلقاً عقلمند مراد ہے۔
سہ دوستی۔ یعنی دوستی بھی اُن نیکیوں میں سے ہے جو انسان کے آخری وقت میں کام آتی ہیں۔ وحشت۔ یعنی دوستی اگر نفرت سے بدل گئی۔ صحبتے۔ یعنی میل جول دو قسم کے ہیں ایک تو وہ ہے جو دوستی ٹوٹ جانے کا سبب بنتا ہے۔ دوسرا وہ ہوتا ہے جس سے دوستی میں مزید مضبوطی آتی ہے۔ دخل۔ آمدنی۔ ظنِّ بد۔ یعنی یہ خیال کرے کہ یہ میل جول دوستی توڑ دے گا۔

حزم سوء الظن[1] فرمود آں رسول
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے احتیاط بدگمانی ہے

روئے صحرا ہست ہموار و فراخ
صحرا کا میدان ہموار اور فراغ ہے

آں بزِ کوہی دوَد کہ دام کو
پہاڑی بکرا دوڑتا ہے کہ جال کہاں ہے؟

آنکہ می گفتی کہ کو اینک ببیں
تو نے جو یہ کہا تھا کہ کہاں ہے! یہ ہے دیکھ

بے کمین و دام و صیاد اے عیار
اے چالاک! گھات اور جال کے بغیر

آنکہ گستاخ[2] آمدند اندر زمیں
جو لوگ اس دنیا میں گستاخ ہوتے ہیں

چوں بگورستاں روی اے مرتضیٰ
اے پسندیدہ! جب تو قبرستان میں جائے

تا بظاہر بینی آں مستانِ زور
تاکہ کھلے طور پر دیکھ لے کہ وہ طاقت کے بدمست

چشم[3] اگر داری تو کورانہ میا
اگر تیرے آنکھیں ہیں تو اندھا بن کر نہ آ

آں عصائے حزم و استدلال را
وہ احتیاط اور استدلال کی لاٹھی

ور عصائے حزم و استدلال نیست
اگر پختہ کاری اور استدلال کی لاٹھی نہیں ہے

گام زانساں نہ کہ نابینا نہد
پاؤں اس طرح رکھو جس طرح اندھا رکھتا ہے

ہر قدم را دام می داں اے فضول
اے فضول! ہر قدم کو جال سمجھ

ہر قدم دامے ست کم راں گوستاخ
(لیکن) ہر قدم پر جال ہے بے پروائی سے نہ چل

چوں بتازد دامش افتد در گلو
جب دوڑتا ہے جال اُسکے گلے میں پھنس جاتا ہے

دشت می دیدی نمی دیدی کمیں
تو نے جنگل دیکھا گھات کو نہ دیکھا

دُنبہ کے باشد میانِ کشت زار
کھیت میں دُنبہ کب ہوتا ہے

استخوان و کلّہاشاں را ببیں
اُن کی ہڈیاں اور جبڑے دیکھ

استخواں شاں را بپرس از ماضی
اُن کی ہڈیوں سے گذشتہ واقعات پوچھ لے

چوں فرو رفتند در چاہِ غرور
دھوکے کے کنوئیں میں کس طرح گرے ہیں

ور نداری چشم دست آور عصا
اگر آنکھیں نہیں ہیں تو لکڑی ہاتھ میں لے

چوں نداری دیدہ می کن پیشوا
جب تیرے پاس نہیں ہے (کسی کی) آنکھ کو پیشوا بنا لے

بے عصا کش در سرِ ہر رہ مایست
لاٹھی پکڑنے والے کے بغیر ہر راستہ پر نہ کھڑا ہو

تا کہ پائے از سنگ و از چہ وارہد
تاکہ پاؤں پتھر اور کنوئیں سے نجات پا جائے

---

[1] سوء الظن۔ بدگمانی۔ گوستاخ۔ گستاخ، بے پروا۔ کہ دام کو۔ بکرا زبانِ حال سے کہتا ہے۔ عیار۔ ہوشیار۔ دُنبہ۔ چکدی۔ مجازاً خاص قسم کا بکرا جس کے چکدی ہوتی ہے۔

[2] آنکہ گستاخ۔ جن لوگوں نے حزم سے کام نہ لیا تھی سرکشوں کا انجام اُن کی ہڈیوں اور کھوپڑیوں سے معلوم کر لو۔ مرتضیٰ۔ پسندیدہ۔ ماضی۔ گذشتہ۔ تا بظاہر قبرستان جاکر کھلم کھلا زور کے نشہ سے مست لوگوں کا انجام دیکھ لوگے۔

[3] چشم اگر داری۔ غلطی سے بچنے کی پہلی صورت تو یہ ہے کہ عقل کے ذریعہ غلطی سے بچے۔ عصا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تجربہ کے ذریعہ غلطی سے بچا جائے۔ دیدہ می کن۔ تیسری صورت یہ ہے کہ کسی دیدہ ور کے ذریعہ غلطیوں سے بچا جائے۔ گام۔ اندھا چلنے میں احتیاط کرتا ہے ٹھوکر اور گڑھے سے بچ جاتا ہے۔

کور لرزاں وبترس واحتیاط — می نهد پا تا نیفتد در خُباط

اندھا لرزتے ہوئے اور ڈر اور احتیاط سے — پاؤں رکھتا ہے، تاکہ غلطی میں نہ پڑ جائے

اےؔ زدودے جستہ درنارے شدہ — لقمہ جُستہ لقمۂ مارے شدہ

اے وہ جو دھوئیں سے بھاگا آگ میں گرا — لقمہ ڈھونڈا سانپ کا لقمہ بن گیا

قصۂ اہلِ سبا وطاغی کردن نعمت ایشاں را ودر رسیدن

اہلِ سبا کا قصہ اور نعمتوں کا اُن کو سرکش بنا دینا اور اُن میں کفر اور سرکشی کی

بشومی طغیان وکفران دراں وبیانِ فضیلتِ شکر ونعمتِ حق

بدبختی کا آ پہنچنا اور اللہ کی نعمت اور شکر کی فضیلت کا بیان

تو نخواندی قصۂ اہلِ سبا — یا بخواندی و ندیدی جز صدا

کیا تو نے سبا والوں کا قصہ نہیں پڑھا؟ — یا تو نے پڑھا ہے اور اسکو صرف صدائے بازگشت سمجھا ہے

از صدا آں کوہ خود آگاہ نیست — سوئے معنی ہوش کہ را راہ نیست

صدا سے خود پہاڑ واقف نہیں ہے — حقیقت کی جانب پہاڑ کے ہوش کیلئے راستہ نہیں ہے

او ہمی بانگے کند بے گوش وہوش — چوں خمش گردی تو او ہم شد خموش

وہ بغیر کان اور ہوش کے آواز نکالتا ہے — جب تو چپ ہوگیا وہ بھی چپ ہوگیا

دادؔ حق اہلِ سبا را بس فراغ — صد ہزاراں قصر وایوانہا وباغ

اللہ نے اہلِ سبا کو بہت فارغ البالی بخشی — لاکھوں قلعے اور محلات اور باغ

حقِ آں نگذاردند آں بدرگاں — در وفا بودند کمتر از سگاں

اُن بدطینتوں نے اُس کا حق نہ ادا کیا — وہ وفاداری میں کتوں سے کم تھے

مر سگے را لقمۂ نانے ز در — چوں رسد بر در ہمی بندد کمر

کسی کتے کو کسی دروازے سے روٹی کا لقمہ — جب مل جاتا ہے وہ اُس در پر کمربستہ ہوجاتا ہے

پاسبان وحارسِ در می شود — گرچہ بر وے جور وسختی می رود

دروازے کا محافظ اور نگہبان بن جاتا ہے — خواہ اُس پر ظلم اور سختی ہو

ہم براں در باشدش باش وقرار — کفر داند کرد غیرے را اختیار

اُسی دروازے پر اُس کی بود و باش ہوجاتی ہے — غیر کو اختیار کرنا وہ کفر سمجھتا ہے

ورؔ سگے آید غریبے روز وشب — آں سگانش می کنند آں دم ادب

اگر کوئی اجنبی کتا آجاتا ہے رات یا دن (میں) — وہ کتے اس کو فوراً تنبیہ کرتے ہیں

لہ اے زدودے ۔ انسان خود غلطی کر بیٹھتا ہے ایک غلطی سے بچتا ہے اور اُس سے بڑی غلطی میں مبتلا ہوجاتا ہے اہلِ سبا کے قصے سے اسی بات کو واضح کیا ہے۔ جز صدا یعنی بس قصہ کو سنا اور بے اصل سمجھا۔ از صدا۔ صدا کی حقیقت پہاڑ بھی نہیں سمجھتا ہے۔

لہ دادِ حق ۔ اہلِ سبا کی فارغ البالی اور اُنکی نافرمانی کا قصہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ حقِ آں ۔ یعنی اُن نعمتوں کا شکریہ۔ حارس ۔ نگہبان ۔ باش ۔ قیام

لہ ورسگے ۔ اجنبی کتے پر مقامی کتوں کا بھونکنا گویا کہ اُس کو تنبیہ کرنا ہے کہ وہ اپنے پہلے ملک اور مکان کو چھوڑ کر کیوں آیا ہے۔

کہ برو آنجا کہ اوّل منزل ست
کر وہاں جا، جہاں پہلا گھر ہے

حقِ آں نعمت گروگانِ[1] دل ست
اُس نعمت کا حق دل کو گروی کئے ہوئے ہے

می گزندش کہ برو بر جائے خویش
وہ اُس کو کاٹتے ہیں کہ اپنی جگہ جا

حقِ آں نعمت فرو مگذار پیش
اُس نعمت کے حق کو نظر انداز نہ کر

از درِ دل واہلِ دل آبِ حیات
دل اور صاحبِ دل کے در سے آبِ حیات

چند نوشیدی وواشد چشمہات
تونے کئی بار پیا ہے اور اُس کے چشمے جاری ہوئے ہیں

بس[2] غذائے سُکر و وجد و بیخودی
سُکر اور وجد اور بے خودی کی غذا

از درِ اہلِ دلاں بر جاں زدی
دل والوں کے دروازے سے تونے جان کر دی ہے

باز ایں در را رہا کردی زحرص
پھر تونے لالچ کی وجہ سے اِس دروازے کو چھوڑ دیا

گردِ ہر دُکّاں ہمی گردی زحرص
حرص سے ہر دُکان کا چکر کاٹتا ہے

بر درِ آں مُنعمانِ چرب دیگ
چکنی دیگ والے دولتمندوں کے در پر

میدوی بہرِ ثرید اے مُردہ ریگ
اے ناچیز! ثرید کے لئے تو دوڑا پھرتا ہے

چربش[3] آنجاداں کہ جاں فربہ شود
چکنی غذا وہاں سمجھ کہ روح موٹی ہوتی ہے

کارِ ناامید آنجا بہ شود
مایوس کا معاملہ وہاں درست ہو جاتا ہے

صومعۂ عیسیٰ است خوانِ اہلِ دل
اہلِ دل کا دسترخوان حضرت عیسیٰؑ کا گرجا گھر ہے

ہاں وہاں اے مبتلا ایں در مہل
خبردار! خبردار! اے بیمار اِس در کو نہ چھوڑ

جمع آمدنِ اہلِ آفت ہر صباحے بر درِ صومعۂ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام جہتِ طلبِ شفا بدعائے اُو

مصیبت زدوں کا حضرت عیسیٰؑ کے گرجا گھر پر ہر صبح کو ان کی دعا سے شفا حاصل کرنے کے لئے جمع ہونا۔

جمع گشتندے زہر اطراف خلق
مخلوق ہر جانب سے جمع ہو جاتی

از ضریر و لنگ و شل و اہلِ دلق
اندھے اور لنگڑے اور اپاہج اور گدڑی والے

بر درِ آں صومعۂ عیسیٰؑ صباح
صبح کو (حضرت) عیسیٰؑ کے گرجا گھر کے دروازے پر

تا بدم شاں وارہاند از جناح
تاکہ دم کر کے ان کو تکلیف سے نجات دیں

اُو چو گشتے فارغ از اورادِ خویش
جب وہ اپنے معمولات سے فارغ ہوتے

چاشتگہ بیروں شدے آں خوب کیش
وہ نیک عادت چاشت کے وقت باہر آتے

---

[1] گروگاں۔ گروی۔ منضبط۔ جس طرح کتے کا پہلے مکان کو چھوڑنا بے وفائی ہے اسی طرح بزرگوں کے در سے مستفید ہو کر اسکو چھوڑنا بے وفائی ہوگا۔

[2] بس غذا۔ مرید شیخ کے در سے بہت سی روحانی غذائیں حاصل کرتا ہے۔ مُنعمانِ چرب دیگ۔ وہ مالدار جن کے یہاں لذیذ کھانے تیار ہوتے ہیں۔ ثرید شوربہ میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر یہ کھانا تیار کیا جاتا ہے۔ مُردہ ریگ۔ فرومایہ، کمینہ۔

[3] چربش۔ لذیذ اور چکنی غذا وہ ہے جو روح کی پرورش کرے نہ کہ جسم کی۔ صومعہ گرجا گھر۔ حضرت عیسیٰؑ کا گرجا روحانی وجسمانی امراض کا شفاخانہ تھا۔ ضریر۔ نابینا۔ لنگ۔ لنگڑا۔ شل۔ اپاہج۔ دلق۔ گدڑی۔ مجنوں۔ گمشدہ یعنی باطنی امراض۔ اوراد۔ انسان کے معمولات اور وظائف عبادات۔

جوق جوقِ[1] مبتلا دیدے نزار ‌ ‌ ‌ ‌ رشتہ بر در درِ اُمید و انتظار
وہ کمزور بیماروں کے غول کے غول دیکھتے ‌ ‌ ‌ ‌ اُمید اور انتظار میں دروازے پر بیٹھے ہوئے

پس دُعا کردے وگفتے از خدا ‌ ‌ ‌ ‌ حاجت و مقصودِ جملہ شد روا
تو دعا کرتے اور کہتے اللہ کی جانب سے ‌ ‌ ‌ ‌ تمام ضرور تمندوں کی حاجت پوری ہو گئی ہے

گفتے اے اصحابِ آفت از خدا ‌ ‌ ‌ ‌ حاجتِ ایں جملگاں تاں شد روا
فرماتے کہ اے مصیبت زدہ لوگو! خدا کی جانب سے ‌ ‌ ‌ ‌ تم سب کی حاجت پوری ہو گئی ہے

ہیں رواں گردید بے رنج و عنا ‌ ‌ ‌ ‌ سوئے غفاری و اکرامِ خدا
بغیر رنج اور مشقت کے روانہ ہوئے ‌ ‌ ‌ ‌ اللہ کی خطا بخشی اور عزت افزائی کی طرف

جملگاں[2] چوں اشترانِ بستہ پائے ‌ ‌ ‌ ‌ کہ کشائی زانوئے ایشاں برائے
سب پاؤں بندھے اونٹوں کی طرح ‌ ‌ ‌ ‌ جن کے زانو کو تونے تدبیر سے کھولدیا ہو

جملہ صحت یافتند و شد رواں ‌ ‌ ‌ ‌ از دمِ جاں بخشِ عیسیٰؑ درزماں
سب صحتمند ہو گئے اور روانہ ہو گئے ‌ ‌ ‌ ‌ فوراً (حضرت) عیسیٰ کے جان بخشنے والے دم کرنے

شد روا آں حاجتِ جملہ علیل ‌ ‌ ‌ ‌ زامرِ حق و از دمِ نیکِ جلیل
سب مریضوں کی حاجت روائی ہو جاتی ‌ ‌ ‌ ‌ خدا کے حکم سے نیک بزرگ کے دم کرنے سے

بے توقف[3] جملہ شاداں در اماں ‌ ‌ ‌ ‌ از دعائے او شدندے پا دواں
سب اطمینان سے خوشی خوشی بلا توقف ‌ ‌ ‌ ‌ اُن کی دعا سے دوڑتے چلے جاتے

جملہ بے درد و الم بے رنج و غم ‌ ‌ ‌ ‌ تندرست و شادمان و محترم
سب بغیر درد اور تکلیف اور رنج و غم کے ‌ ‌ ‌ ‌ تندرست اور خوش اور قابلِ عزت

سوئے خانہ خویش گشتندے رساں ‌ ‌ ‌ ‌ از دمِ میمون آں صاحب قِراں
اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے ‌ ‌ ‌ ‌ اُس صاحبقران کے مبارک دم کرنے سے

آزمودی تو بسے آفاتِ خویش ‌ ‌ ‌ ‌ یافتی صحت ازیں شاہانِ کیش
تونے اپنی بہت سی مصیبتوں کو آزمایا ہے ‌ ‌ ‌ ‌ مذہب کے شہنشاہوں سے تو صحتیاب ہوا ہے

چنداں لنگی تو رہوار شد ‌ ‌ ‌ ‌ چند جانت بے غم و آزار شد
کتنی مرتبہ تیرا لنگڑا پن تیز رفتار بنا ہے ‌ ‌ ‌ ‌ کتنی مرتبہ تیری جان بے غم اور بے درد ہوگئی ہے

اے مغفّل رشتہ بر پائے بند ‌ ‌ ‌ ‌ تا ز خود ہم گم نگردی اے لوند
اے بیوقوف! پاؤں پر رسّی باندھ لے ‌ ‌ ‌ ‌ تاکہ اے خودرائے! تو اپنے آپ سے بھی گم نہ ہو جائے

---

[1] جوق جوق۔ گروہ گروہ۔ مبتلا۔ مریض۔ بشستہ۔ نشست۔ گفتے حضرت عیسیٰ دعا کے بعد فرما دیتے اللہ نے تم سب کو شفا عطا فرمادی ہے۔

[2] جملگاں۔ تمام مریض مرض کی گرفت سے ایسے آزاد ہو جاتے تھے جیسا کہ اونٹ زانو بند کھولنے سے آزاد ہوتا ہے۔

[3] بے توقف۔ فوراً۔ پا دواں دوڑتے ہوئے۔ دمِ میمون با برکت پھونک۔ صاحبقراں۔ وہ بچہ جس کی ولادت کے وقت زحل اور مشتری ستارے کا ملاپ ہو جائے ایسا بچہ بہت صاحب نصیب کہلاتا ہے۔ آزمودی۔ جبکہ بزرگوں کے در سے فیض حاصل ہوا ہو اُس در کو چھوڑنا حضرت عیسیٰؑ کے گھر گھر سے منہ موڑنا ہے۔ مغفّل۔ بیوقوف۔ لوند۔ رند۔

ناسپاسی و فراموشی تو — یاد ناورد آں عسل[1] نوشی تو

تیری ناشکری اور (احسان) فراموشی نے — تجھے شہد پینے کو یاد نہ دلایا

لاجرم آں راہ بر تو بستہ شد — چوں دلِ اہلِ دل از تو خستہ شد

لامحالہ وہ راستہ تجھ پر بند ہوگیا — جبکہ اہلِ دل کا دل تجھ سے زخمی ہوا

زود شاں دریاب و استغفار کن — ہمچو ابرے گریہائے زار کن

جلد ان کے پاس پہنچ جا اور توبہ کرلے — ابر کی طرح عاجزی کا رونا رو

تا گلستاں شاں سوئے تو بشگفد — میوہائے پختہ بر خود وا کفد

تاکہ ان کا باغ تیری جانب کھلے — پکے ہوئے میوے خود پھٹ پڑیں

ہم براں در گرد کم از سگ مباش — با سگِ کہف ار شدستی خواجہ تاش

اسی در کا چکر کاٹ، کتے سے کم نہ ہو — اگرچہ تو اصحابِ کہف کے کتے کا ساتھی ہوگیا ہے

چوں سگاں ہم مر سگاں را ناصح اند — کہ دل اندر خانۂ اول بہ بند

کتے، کتوں کے لئے ناصح ہیں — کہ پہلے گھر سے دل لگا

آں درِ اول کہ خوردی استخواں — سخت گیر و حق گذاری را مماں

وہ پہلا دروازہ جس پر تونے ہڈی کھائی ہے — سخت پکڑلے اور حق گذاری سے نہ رک

می گزندش[2] کز ادب آنجا رود — وز مقامِ اولیں مفلح شود

وہ اس کو کاٹتے ہیں تاکہ تہذیب سے وہاں چلا جائے — اور پہلے مقام پر کامیاب ہوجائے

می گزندش کاے سگِ طاغی[3] برو — با ولیِ نعمتت باغی مشو

اس کو کاٹتے ہیں کہ اے سرکش کتے جا — اپنے محسن سے باغی نہ بن

بر ہماں در ہمچو حلقہ بستہ باش — پاسبان و چابک و برجستہ باش

اسی در پر حلقہ کی طرح بندھا رہ — محافظ اور چست اور آمادہ بنا رہ

صورتِ نقضِ وفائے ما مباش — بیوفائی را مکن بیہودہ فاش

ہماری بے وفائی کی صورت نہ بن — بیوفائی کو خواہ مخواہ ظاہر نہ کر

مر سگاں را چوں وفا آمد شعار — رَو سگاں را ننگ و بدنامی میار

وفاداری جبکہ کتوں کا شعار ہے — جا کتوں کو ذلیل اور بدنام نہ کر

بیوفائی چوں سگاں را عار بود — بیوفائی چوں روا داری نمود

جبکہ بیوفائی کتوں کیلئے ذلت ہے — تونے بے وفائی کو کیوں جائز رکھا

---

[1] عسل نوشی۔ یعنی بزرگوں کا فیض۔ دریاب۔ حاصل کرلے۔ کفد۔ کفیدن بمعنی پھٹنا کا فعل مضارع ہے۔ باسگ کہف یعنی اگر تجھ میں کمال بھی پیدا ہوگیا ہے تب بھی اس در کو نہ چھوڑ۔ مماں۔ نہ رک۔

[2] می گزندش۔ دوسرے کتے اس کتے کو کاٹتا اسی لئے ہے کہ وہ پہلے مالک کے پاس چلا جائے۔ مفلح۔ کامیاب۔

[3] طاغی۔ سرکش۔ صورت۔ کتوں کی وفاداری مشہور ہے لہذا تو بے وفائی کی صورت نہ پیدا کر۔ بیوفائی۔ بے وفائی کتوں کے لئے عار و ذلت ہے تونے اپنے لئے اسکو کیوں پسند کیا ہے۔

حق تعالیٰ فخر آورد از وفا ... گفت من اوفیٰ بعہدٍ غیرنا

اللہ تعالیٰ نے وفاداری پر فخر فرمایا ہے ... فرمایا ہمارے علاوہ عہد کو زیادہ پورا کرنیوالا کون ہے؟

بیوفائی داں وفا با ردِّ حق ... بر حقوقِ حق ندارد کس سبق

اللہ کے مردود کے ساتھ وفا کرنا (خدا کے ساتھ) بیوفائی سمجھ ... اللہ کے حقوق پر کوئی ترجیح نہیں رکھتا ہے

نور را ہم نور شو با نار نار ... جائے گل گل باش و جائے خار خار

نور کے لئے نور بن، آگ کے لئے آگ ... پھول کے مقام پر پھول بن اور کانٹے کی جگہ کانٹا

حقِ مادر بعد ازاں شد کاں کریم ... کرد او را از جنینِ تو غریم

ماں کا حق اُس کے بعد ہوا کیونکہ اللہ نے ... تیرے حمل کا اُس کو مقروض بنایا

صورتے کردت درونِ جسمِ او ... داد در حملش ترا آرام و خو

اُس کے جسم میں تیری صورت پیدا کی ... (اللہ) اُس کے حمل میں تجھے آرام دیا اور عادت ڈالی

ہمچو جزوِ متصل دید او ترا ... متصل را کرد تدبیرش جدا

اُس نے تجھے اپنا ملا ہوا جزو سمجھا ... اُس (اللہ) کی تدبیر نے جڑے ہوئے کو جدا کر دیا

حق ہزاراں صنعت و فن ساختست ... تا کہ مادر بر تو مہر انداختست

اللہ نے ہزاروں صنعتوں اور فن سے (تجھے) بنایا ہے ... اس کے بعد ماں نے تجھ سے محبت کی ہے

پس حقِ حق سابق از مادر بود ... ہر کہ آں حق را نداند خر بود

تو اللہ کا حق، ماں سے پہلے ہوا ... جو اُس حق کو نہیں پہچانتا گدھا ہے

آنکہ مادر آفرید و ضرع و شیر ... با پدر کردش قریں آں خود مگیر

جس نے ماں کو پیدا کیا اور پستان اور دودھ ... اُس کو باپ کا ساتھی بنایا یہ خود بخود نہیں ہوا

اے خداوند اے قدیم احسانِ تو ... آنکہ دانم وانکہ نے ہم آنِ تو

اے اللہ اے وہ ذات کہ تیرا احسان قدیم ہے ... جو میرے علم میں ہے اور جو میرے علم میں نہیں ہے تیری (ملکیت)

تو بفرمودی کہ حق را یاد کن ... زانکہ حقِ من نمیگردد کہن

تو نے فرمایا ہے کہ حق کو یاد کر ... کیونکہ میرا حق پرانا نہیں ہوتا ہے

یاد کن لطفے کہ کردم آں صبوح ... با شما از حفظ در کشتیٔ نوح

(تو نے فرمایا) اُس مہربانی کو یاد کر جو اُس صبح کو میں ... تمہارے ساتھ نوح کی کشتی میں حفاظت کر کے

اصل و اجدادِ شمارا آں زماں ... دادم از طوفان و از موجش اماں

اُس وقت تمہارے اصل اور باوا دادا کو ... میں نے طوفان اور اُس کی موج سے امن دی

لہ حق تعالیٰ۔ سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے وفاداری پر فخر فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ سے زیادہ عہد کو پورا کرنیوالا اور کوئی نہیں ہے۔ ردِّ حق۔ جو لوگ مردود بارگاہ الٰہی ہیں اُن سے بے وفائی عین وفا ہے۔ نور را۔ اچھوں سے اچھائی اور بُروں سے بُرائی کرنی چاہئے۔

لہ حقِ مادر۔ ماں کا بڑا حق ہے لیکن اللہ کا حق اُس سے مقدم ہے کیونکہ ماں کا حق اللہ کے فعل سے ثابت ہوا ہے۔ صورتے کردت۔ ماں کے پیٹ میں اللہ ہی نے پرورش کیا۔ جدا۔ یعنی تیری پیدائش ہوئی۔ حق ہزاراں۔ ماں کی محبت سے قبل اللہ کے حقوق ثابت ہو چکے ہیں۔

لہ پس حقِ حق۔ اللہ کا حق ہر طرح سے ماں کے حق پر مقدم ہوا۔ اے خداوند۔ مولانا نے اللہ کے احسانات کی بنیاد پر مناجات شروع کر دی ہے۔ یاد کن۔ خدا نے فرمایا ہمارے اُس احسان کو یاد کرو کہ نوح کی کشتی کے ذریعہ تمہاری حفاظت کی یعنی تمہارے باپ دادا کو بچایا۔

آبِ[۵۱] آتش خُو زمیں بگرفتہ بود
آگ کے مزاج والے پانی نے زمین گھیر لی تھی

موجِ اُو ہر اوجِ گُرامی رَبود
اُس کی موج پہاڑ کی ہر چوٹی کو اڑائے لئے جا رہی تھی

حفظ کردم من نہ کردم ردِ تاں
میں نے حفاظت کی میں نے تمہیں رد نہ بنایا

در وجودِ جَدِّ جَدِّ جَدِّ تاں
تمہارے دادا، پر دادا، سگڑ دادا کے وجود میں

چوں شُدی سَر گشتۂ پا چوں زنم
جب تو سردار ہو گیا تو میں ٹھوکر کیسے ماروں؟

کارگاہِ خویش ضائع چوں کنم
اپنے کارخانہ کو کیسے ضائع کروں؟

چوں فدائے بیوفایاں می شوی
تو بیوفاؤں پر قربان کیوں ہو رہا ہے؟

از گمانِ بد بداں سُو می رَوی
بدگمانی کی وجہ سے اُس جانب جا رہا ہے

مَن[۵۲] ز سہو و بیوفائیہا بَری
میں بھول اور بے وفائی سے بَری ہوں

سُوئے مَن آئی گمانِ بد بری
تو میری جانب آتا ہے تو بدگمانی کرتا ہے

ایں گمانِ بد بر آنجا بر کہ تو
یہ بدگمانی وہاں لے جا جس جگہ کہ تو

میشوی در پیشِ ہمچوں خود دو تو
اپنے جیسے کے سامنے دُہرا ہوتا ہے

بس گرفتی یار و ہمراہانِ زفت
تو نے بہت سے طاقتور ساتھی اور دوست بنائے

گر ترا پرسم کہ گو گوئی کہ رفت
اگر میں تجھ سے پوچھوں کہ کہاں ہیں تو تو کہے گا چلے گئے

یارِ نیکت رفت بر چرخِ بریں
تیرا نیک ساتھی بلند آسمان پر چلا گیا

یارِ فسقت رَفت دَر قعرِ زمیں
تیرا بدکار ساتھی زمین کی گہرائی میں چلا گیا

تو بماندی در میانہ آنچناں
تو درمیان میں رہ گیا اسی طرح

بے مدد چوں آتشے از کارواں
بے مدد جیسے قافلہ کی روانگی کے بعد آگ

دامنِ[۵۳] اُو گیر اے یارِ دلیر
اے بہادر دوست! تو اُس کا دامن پکڑ لے

کو منزّہ باشد از بالا و زیر
جو اوپر نیچے سے پاک ہو

نے چو عیسیٰ سوئے گردوں بر شود
نہ تو حضرت عیسیٰ کی طرح آسمان پر چڑھ جائے

نے چو قاروں در زمیں اندر رَوَد
نہ قارون کی طرح زمین کے اندر چلا جائے

با تو باشد در مکان و لامکاں
وہ تیرے ساتھ مکان اور لامکان میں ہوگا

چوں بمانی از سرا و از دُکاں
جب تو گھر اور دکان سے اکیلا رہ جائے گا

اُو بر آرد از کدورتہا صفا
وہ کدورتوں سے صفائی نکال لیتا ہے

مر جفاہائے ترا گیرد وفا
تیری جفاؤں کو وفا فرض کر لیتا ہے

---

[۵۱] آبِ آتش خُو یعنی پانی آگ کی طرح تباہی کر رہا تھا اور اُس کی موجیں پہاڑوں کی چوٹیوں کو برباد کر رہی تھیں۔ چوں شُدی۔ جب انسان کو اشرف المخلوقات بنایا تو اُس کو تباہ نہ کرونگا۔ چوں فدائے۔ اِس قدر احسانات کے باوجود تو میرے ساتھ وفا نہ کرنے والوں پر کیوں فدا ہوتا ہے۔

[۵۲] من ز سہو۔ اللہ ہر قسم کی بھول اور بے وفائی سے پاک ہے۔ ایں گمانِ بد۔ بے وفائی کی بدگمانی انسان سے کیجا سکتی ہے۔ بس گرفتی۔ تو فانی انسانوں سے دوستی کرتا ہے حالانکہ دوستی کے قابل باقی ہے نہ کہ فانی۔ یارِ نیکت۔ انسان تو انسان کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے خواہ اچھا ہے یا بُرا ہے۔ چوں آتشے۔ قافلہ روانہ ہوتے وقت آگ کو چھوڑ کر چل دیتا ہے۔

[۵۳] دامنِ اُو۔ اُس ذات سے تعلق پیدا کرو جو بالا و زیر سے پاک ہے نہ تو حضرت عیسیٰ کی طرح تیرا ساتھ چھوڑ کر بالا یعنی آسمان پر چلا جائے نہ قارون کی طرح زیرِ زمین چلا جائے۔ با تو باشد۔ جب تک تو جسمانی زندگی گزارے وہ تیرے ساتھ ہو۔ جب تو روحانی زندگی گزارے اور لامکان میں ہو وہ تیرے ساتھ رہے۔ اُو بر آرد۔ خدا ہی کی ذات ہے جو انسان کی برائیوں کو بھلائیوں سے تبدیل کر دیتی ہے۔

چوں[1] جفا آری فرستد گوشمال
جب تو ظلم کرتا ہے وہ سزا بھیجتا ہے

تا ز نقصاں وا روی سوئے کمال
تاکہ تو نقصان سے کمال کی طرف روانہ ہو

چوں تو وِردے ترک کردی در روش
جب تو عمل میں کوئی معمول ترک کر دیتا ہے

بر تو قبضے آید از رنج و تپش
رنج اور غصہ سے تجھ پر قبض (طاری) ہو جاتا ہے

آں ادب کردن بُوَد یعنی مکُن
وہ ادب سکھانا ہوتا ہے، یعنی نہ کر

ہیچ تحویلے ازاں عہدِ کہن
پرانے عہد میں کوئی تبدیلی

پیش[2] ازاں کایں قبض زنجیرے شود
اس سے پہلے کہ یہ قبض زنجیر بنے

ایں کہ دلگیر ست پاگیرے شود
جو (آج) دلگیر ہے وہ پاگیر بن جائے

رنجِ معقولت شود محسوس و فاش
ترا ذہنی رنج محسوس اور واضح ہو جائے گا

تا نگیری ایں اشارت را بہ لاش
خبردار! اس اشارے کو معدوم نہ سمجھنا

در معاصی قبضہا دلگیر شُد
گناہوں میں قبض دلگیر بنتا ہے

قبضہا بعد از اجل زنجیر شُد
موت کے بعد انقباضی کیفیتیں زنجیر ہو جاتی ہیں

نُعطِ مَنْ اَعْرَضَ هُنَا عَنْ ذِكْرِنَا
جس شخص نے یہاں ہمارے ذکر سے اعراض کیا ہم اُسکو دینگے

عِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرْ بِالْعَمٰى
تنگ زندگی اور (قیامت میں) اندھا اُٹھائیں گے

دزد[3] چوں مالِ کساں رامی بَرَد
چور جب لوگوں کا مال لے جاتا ہے

قبض و دلتنگی دلش رامی خلد
قبض اور دلتنگی اُس کے دل میں کھٹکتی ہے

او ہمی گوید عجب ایں قبض چیست
وہ کہتا ہے تعجب ہے یہ قبض کیسا ہے

قبض آں مظلوم کز شرت گریست
یہ قبض اُس مظلوم (کی دعا) کا اثر ہے جو تیرے شر سے گریہ کرتا ہے

چوں بدیں قبض التفاتے کم کند
جب وہ اس قبض کی طرف توجہ نہیں کرتا ہے

بادِ اصرار آتشش را دم کند
اصرار کی ہوا اس کی آگ کو بھڑکاتی ہے

قبضِ دل قبضِ عواں شد لاجرم
لامحالہ دل کا قبض سپاہی کی گرفت ہو گیا

گشت محسوس آں معانی زد علم
وہ محسوس بن گیا معنیٰ نے نشان قائم کر دیا

قبضہا زنداں شُد ست و چار میخ
قبض جیل خانہ اور چار میخ بن گیا ہے

قبض بیخ ست و برآرد شاخ بیخ
قبض جڑ ہے اور جڑ شاخ اُتار دیتی ہے

بیخِ پنہاں بود ہم شُد آشکار
جڑ چھپی ہوئی تھی نمایاں ہو گئی

قبض و بسطِ خویش را بیخے شمار
اپنے قبض اور بسط کو جڑ سمجھ

[1] چوں جفا. جب انسان کوئی غلطی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو تنبیہ فرماکر برائی سے نکال کر بھلائی کیطرف متوجہ فرما دیتا ہے۔ وِردے. اگر انسان کی کوئی مقررہ عبادت فوت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالےٰ انسان میں ایک انقباضی کیفیت پیدا فرما دیتا ہے اور یہ تنبیہ ہوتی ہے کہ انسان اپنا معمول نہ چھوڑے۔

[2] پیش ازاں. ترک عبادت پر انقباضی کیفیت آخرت میں زنجیر بن جائے گی۔ رنج معقول یعنی انقباضی کیفیت جو ایک ذہنی چیز ہے آخرت میں یہی کیفیت بشکل زنجیر ہو جائیگی۔ نُعطِ. یعنی ترک عبادت پر انقباضی کیفیت جو ذہنی ہے وہ آخرت میں اندھاپن اختیار کرے گی۔

[3] دزد. گناہ پر ایک دلتنگی پیدا ہوتی ہے اور وہ اس معصیت کا اثر ہوتا ہے۔ چوں. جب انسان اس گناہ پر اصرار کرتا ہے تو نتیجہ میں یہی دل تنگی ظاہری گرفت بنجاتی ہے۔ قبضہا. گناہوں پر یہی انقباضی کیفیت آخرت میں قید خانہ اور سزا کی صورت اختیار کرے گی۔ بیخ پنہاں یعنی گناہ پر انقباضی کیفیت اور نیکی پر انشراحی کیفیت۔

چونکہ بیخِ بد بُوَد زودش بکَن
جب جڑ بُری ہو اُس کو جلد اُکھاڑ دے

تا نہ روید زشت خارے در چمن
تاکہ کوئی بُرا کانٹا چمن میں نہ اُگے

قبضؔلہ دیدی چارۂ آں قبض کُن
تو نے قبض دیکھ لیا اُس قبض کی تدبیر کر

زانکہ سرہا جُملہ می روید زبُن
کیونکہ شاخیں سب جڑ سے اُگتی ہیں

بسط دیدی بسطِ خود را آب دِہ
تو نے بسط دیکھا اپنے بسط کو سیراب کر

چوں برآید میوہ با اصحاب دِہ
جب پھل آجائے تو ساتھیوں کو دے

باز گرد و قصۂ اہلِ سبا
پلٹ اور سبا والوں کا قصہ

باز گو تا باز گویم مرحبا
پھر کہہ تاکہ میں مرحبا پھر کہوں

باقی قصۂ اہلِ سبا
اہلِ سبا کا باقی قصہ

آں سبا زاہلِ صبا بودند خام
وہ اہلِ سبا منجملہ بچوں کے بے عقل تھے

کارِشاں کُفرانِ نعمت باکرام
ان کا کام بزرگوں کی نعمت سے انکار تھا

باشد آں کُفرانِ نعمت در مثال
مثلاً کفرانِ نعمت یہ ہوتا ہے

کہ کُنی با محسنِ خود تو جدال
کہ تو اپنے محسن سے جھگڑنے لگے

کہ نمیؔلہ باید مرا ایں نیکوئی
کہ مجھے یہ بھلائی نہیں چاہیئے

من بر نجم زیں چہ رنجہ میشوی
تو کیا رنجیدہ ہوتا ہے میں اس (تیری بھلائی) سے خود رنجیدہ ہوں

لُطف کُن ایں نیکوئی را دُور کُن
مہربانی کر۔ بھلائی مجھ سے دُور کردے

من نخواہم چشم زودم کور کُن
میں آنکھیں نہیں چاہتا ہوں، مجھے جلد اندھا کردے

پس سبا گفتند باعِد بیننا
تو (اہل) سبا نے کہا ہمیں دور دور کردے

شَینُنا خیرٌ لَنا خُذ زَینَنا
ہمارا عیب ہمارے لئے اچھا ہے، ہماری زینت لے لے

ما نمی خواہیم ایں ایوان و باغ
ہم یہ قلعے اور باغ نہیں چاہتے ہیں

نے زمانِ خوب نے امن و فراغ
نہ اچھا وقت، نہ امن، نہ فارغ البالی

شہرہا نزدیکِ ہمدیگر بدست
ایک دوسرے سے قریب شہر بُرے ہیں

آں بیابان ست خوش کانجا دد است
وہ جنگل اچھا ہے، جہاں درندے ہوں

یطلبؔلہ الانسانُ فی الصیفِ الشتاء
انسان گرمیوں میں جاڑا طلب کرتا ہے

فاذا جاء الشتاءُ انکرَ ذا
جب جاڑا آتا ہے اُس کو بُرا سمجھتا ہے

لہ قبض دیدی۔ گناہ پر انقباضی کیفیت طاری ہو تو اسکا علاج کرکے ازالہ کرلینا چاہیئے بسط دیدی: نیکی پر انشراحی کیفیت پیدا ہو تو اس میں بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ چوں برآید: انشراحی کیفیت میں پھل پیدا ہوں تو احباب کو اس سے فیض پہونچائے۔ زاہل صبا: بمنزلہ بچوں کی طرح ناقص عقل کے تھے۔ کفران: کسی کی نعمت کا کفران یہ بھی ہے کہ محسن کے ساتھ دشمنی کیجائے

لہ کہ نمی باید: اہل سبا نے کفران کی یہ صورت اختیار کی کہ ان نعمتوں کو نعمت نہ سمجھا اور اللہ سے اسکے خلاف تمنا شروع کردی اور جھگڑا کیا۔ پس سبا: اہل سبا پر یہ کرم تھا کہ انکی آبادیاں قریب قریب تھیں تاکہ سفر کی مشقت سے بچیں چاروں طرف سرسبز باغات تھے تاکہ ان سے فائدہ اٹھائیں لیکن انہوں نے ان دونوں چیزوں کو نعمت نہ سمجھا اور اسکے خلاف تمنائیں شروع کردیں۔

لہ یطلب: انسانی نفس کی یہ خاصیت ہے کہ وہ ایک حالت پر راضی نہیں رہتا ہے جاڑوں میں گرمیوں کی اور گرمیوں میں جاڑے کی تمنا شروع کردیتا ہے۔

فهو لا یرضی بحال ابدا — لا بضیق لا بعیش رغدا

وہ کسی حال میں کبھی راضی نہیں ہوتا ہے — نہ تنگی میں، نہ وسیع عیش میں

قتل الانسان ما اکفره — کلما نال الهدی انکره

انسان غارت ہو، کس قدر ناشکرا ہے — جب ہدایت پالیتا ہے اُس کا انکار کرتا ہے

نفس[1] زینسان ست زاں شد کشتنی — اقتلوا انفسکم گفت آں سنی

نفس ایسا ہی ہے اسی وجہ سے وہ گردن زدنی ہے — تم اپنے نفسوں کو قتل کرو اُس بزرگ نے فرمایا

خار سہ پہلوست ہر سو کش نہی — در خلد وز زخم او تو کے جہی

یہ گوکھرو ہے اُس کو جس جانب سے بھی رکھے گا — وہ چبھے گا اُس کے زخم سے تو کب بچے گا

آتش[2] ترک ہوا در خار زن — دست اندر یار نیکو کار زن

خواہش کو ترک کرنے کی آگ کانٹے میں لگا دے — نیکوکار دوست کو پکڑ لے

چوں ز حد بردند اصحاب سبا — کہ بہ پیش ما وبا بہ از صبا

جب سبا والے حد سے تجاوز کر گئے — کہ ہمارے لئے وبا صبا سے بہتر ہے

ناصحاں شاں در نصیحت آمدند — از فسوق و کفر مانع می شدند

نصیحت کرنے والوں نے نصیحت کی — بدمعاشی اور کفر سے انھوں نے روکا

قصد[3] خون ناصحاں می داشتند — تخم فسق و کافری می کاشتند

نصیحت کرنیوالوں کو قتل کرنیکا ارادہ کرتے تھے — بدمعاشی اور کفر کا بیج بوتے تھے

چوں قضا آید شود تنگ ایں جہاں — از قضا حلوا شود رنج دہاں

جب قضا آتی ہے یہ دنیا تنگ ہوجاتی ہے — قضا سے حلوا منہ کی تکلیف بن جاتا ہے

گفت اذا جاء القضا ضاق الفضا — تحجب الابصار اذا جاء القضا

فرمایا جب قضا آتی ہے فضا تنگ ہوجاتی ہے — (اور) آنکھیں بند کردی جاتی ہیں جب قضا آتی ہے

چشم بستہ می شود وقت قضا — تا نہ بیند چشم کحل چشم را

قضا کے وقت آنکھیں بند ہوجاتی ہیں — تاکہ آنکھ آنکھ کے سرمہ کو نہ دیکھے

مکر آں فارس چو انگیزید گرد — آں غبار از استعانت دور کرد

اُس شہسوار (اللہ) کی تدبیر نے جب گرد اڑائی — (اور) اُس غبار نے تجھے مدد حاصل کرنے سے دور کردیا

سوئے فارس رو مرو سوئے غبار — ورنہ بر تو کوبد آں مکر سوار

شہسوار کی طرف جا، غبار کی جانب نہ جا — ورنہ سوار کا داؤں تجھے کچل دے گا

---

[1] نفس۔ اسی لئے نفس کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ آں سنی یعنی حضرت موسیٰؑ۔ خار سہ پہلو۔ نفس کی مثال گوکھرو کی سی ہے جو کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتا۔

[2] آتش۔ نفس کے خار کو پھونکنے کی یہ تدبیر ہے کہ خواہش کو ترک کردے۔ وبا۔ یعنی اہل سبا نے یہاں تک زیادتی کی کہ وہ وبا کو نسیم سحری سے اچھا کہنے لگے۔ از فسوق۔ نصیحت کرنے والوں نے کفر اور فسق سے روکنا چاہا۔

[3] قصد۔ اہل سبا، نصیحت کرنے والوں کی جان کے درپے ہوئے اور کفر و فسق سے باز نہ آئے۔ چوں قضا۔ قضاء خداوندی کے سامنے انسان مجبور ہوجاتا ہے۔ چشم۔ سرمہ جو آنکھ کیلئے مفید ہے اُس کو بھی آنکھ نہیں دیکھتی ہے۔ مکر۔ تدبیر۔ فارس۔ یعنی اللہ تعالےٰ۔ سوئے فارس۔ اسوقت اللہ سے مدد مانگنی چاہیئے۔

گفت۱ حق آنرا کہ ایں گرگش بخورد
جس کو اس بھیڑیئے نے کھایا، اس کو خدا نے فرمایا

دید گردِ گرگ چوں زاری نکرد
جب اس نے بھیڑیئے کی گرد دیکھی فریاد کیوں نہ کی

او نمیدانست گردِ گرگ را
وہ بھیڑیئے کے غبار کو نہ پہچان سکا

با چنیں دانش چرا کرد او چرا
اس قدر عقل کے ہوتے ہوئے وہ کیوں چرتا رہا

گوسفنداں بوئے گرگِ باگزند
بکریاں، تکلیف رساں بھیڑیئے کی بو

می بدانند و بہر سو می خزند
پہچان لیتی ہیں اور ہر جانب گھس جاتی ہیں

مغزِ حیوانات بوئے شیر را
حیوانات کا دماغ شیر کی بو کو

می بداند ترک می گیرد چرا
جانتا ہے، چراگاہ چھوڑ دیتا ہے

بوئے شیرِ خشم دیدی باز گرد
(اللہ کے) غصہ کے شیر کی بو تو نے سونگھ لی، واپس ہو جا

با مناجات و حذر انباز گرد
دعا اور بچاؤ کا ساتھی بن جا

وانگشتند آں گروہ از گردِ گرگ
وہ لوگ بھیڑیئے کی گرد کی وجہ سے نہ لوٹے

گرگِ محنت بعدِ گرد آمد سترگ
گرد کے بعد محنت کا موٹا بھیڑیا آ گیا

بر دَرید آں گوسفنداں را بخشم
اس نے غصہ سے ان بکریوں کو پھاڑ ڈالا

کہ ز چوپانِ خرد بستند چشم
جنہوں نے عقل کے گڈریئے سے آنکھیں بند کر لی تھیں

چند۲ چوپاں شاں بخواند و نامدند
گڈریئے نے ان کو بہت بلایا، وہ نہ آئے

خاکِ غم در چشمِ چوپاں میزدند
گڈریئے کی آنکھ میں غم کی دھول جھونکتی تھیں

کہ برو ما از تو خود چوپاں تریم
کہ جا ہم تجھ سے زیادہ اپنے رکھوالے ہیں

چوں تبع گردیم ہر یک سروریم
ہم تابع کیسے بن جائیں ہم میں سے ہر ایک سردار ہے

طعمہ گرگیم و آں یار نے
ہمیں بھیڑیئے کا لقمہ بننا منظور، ہیں دوست کی ہانک

ہیزمِ ناریم و آنِ عار نے
ہم آگ کے ایندھن ہیں ذلت کے ملوک نہیں ہیں

حمیتے بُد جاہلیت در دماغ
حمیت دماغ میں ایک جاہلیت تھی

بانگِ شومی بر دمنشاں کرد زاغ
ان کی کوڑی پر کوے نے بدبختی کی آواز لگائی

بہر۳ مظلوماں ہمی کندند چاہ
انہوں نے مظلوموں کے لئے کنواں کھودا

در چہ افتادند و می گفتند آہ
وہ کنوئیں میں گرے اور آہیں بھریں

پوستینِ یوسفاں بشگافتند
انہوں نے یوسفوں کی پوستینیں پھاڑیں

آنچہ می کردند یک یک یافتند
انہوں نے جو کچھ کیا ایک ایک کا بدلہ پایا

---

۱ گفت۔ زاری کرنے سے انسان قضا سے بچ جاتا ہے۔ او نمیدانست۔ بکری چرنے میں مشغول رہتی ہے اور بھیڑیئے کی گرد کو نہیں دیکھتی۔ گوسفند۔ بکری اور حیوانات اپنی تباہی کے اسباب دیکھ کر بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بوئے۔ جب خدا کے غضب کے آثار پیدا ہو رہے ہوں تو دعائیں کرنی چاہئیں۔ وانگشتند۔ غضب کے آثار کو دیکھ کر بھی جو ہوش میں نہ آیا وہ مصائب در مصائب میں گرفتار ہو گا۔

۲ چند چوپاں۔ نصیحت کرنے والوں نے اکھٹے ہی کی دعوت دی لیکن انہوں نے نہ مانا اور انکار کیا۔ کہ برو۔ نصیحت کرنے والوں سے کہا ہم خود اپنی بھلائی کو سمجھتے ہیں تمہاری نصیحت کی ضرورت نہیں ہے ہم خود سردار ہیں کسی کے تابع نہیں بن سکتے۔ طعمہ گرگیم۔ ہمیں ہلاک ہونا منظور ہے تمہاری دوستی کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ ہیزم۔ ہلاک ہونا منظور ہے لیکن تمہاری اطاعت نہ کریں گے۔ حمیتے۔ ان کے دماغ میں جاہلیت گھسی ہوئی اور اوپر سے الو بول رہا تھا۔

۳ بہر مظلوماں۔ وہ مظلوموں پر ظلم کرتے تھے خود اس ظلم میں پھنس گئے۔ پوستین۔ نصیحت کرنے والوں کو ذلیل کیا اور اس کی سزا انہوں نے بھگتی

کیستؔ یوسف آں دلِ حق جوئے تو
یوسف کون ہے؟ تیرا حق کا جویاں دل

چوں اسیرے بستہ اندر کوئے تو
جو قیدی کی طرح تیرے کوچہ میں بندھا ہوا ہے

جبرئیلے را بر اُستن بستۂ
تو نے جبرئیلؑ کو ستون سے باندھا ہے

پرّ و بالش را بصد جا خستۂ
اُسکے بال و پر کو تو نے سینکڑوں جگہ سے زخمی کر دیا ہے

پیشِ اُو گوسالہ بریاں آوری
تو اُس کے سامنے بُھنا ہوا بچھڑا لاتا ہے

گہ کشی اُو را بکہداں آوری
کبھی اُس کو کھینچتا ہے اور جرکے پاس لاتا ہے

کہ بخور اینست مارا لوت پوت
کہ کھالے یہ ہماری لذیذ غذا ہے

نیست اُو را جز لقاء اللہ قوت
حالانکہ، اُسکی غذا سوائے اللہ کی ملاقات کے کچھ نہیں ہے

زیں شکنجہ و امتحاں آں مبتلا
وہ مصیبت زدہ اِس شکنجہ اور امتحان کی وجہ سے

میکند از تو شکایت با خدا
خدا سے تیری شکایت کرتا ہے

کاے خدا افغاں ازیں گرگِ کہن
کہ اے خدا اِس بوڑھے بھیڑیئے سے فریاد ہے

گویدش نک وقت آمد صبر کن
وہ اُس سے کہتا ہے اب وقت آگیا ہے صبر کر

دادِ تو وا خواہم از ہر بیخبر
میں ہر جاہل سے تیرا بدلہ لے لوں گا

داد کہ دہد جز خدائے داد گر
سوائے منصف خدا کے انصاف کون کرتا ہے

اُو ہمی گوید کہ صبرم شد فنا
وہ کہتا ہے کہ میرا صبر فنا ہوگیا

در فراقِ روئے تو یا ربّنا
اے ہمارے رب تیرے چہرے کے فراق میں

احمدم درماندہ در دستِ یہود
میں احمدؐ ہوں جو یہود کے ہاتھ میں پھنسا ہوں

صالحم اُفتادہ در حبسِ ثمود
میں صالحؑ ہوں جو ثمود کی قید میں پڑا ہوں

اے سعادت بخش جانِ انبیا
اے انبیاء کی جان کو سعادت بخشنے والے

یا بکش یا باز خوانم یا بیا
یا مار ڈال یا مجھے واپس بُلالے یا تو آجا

با فراقت کافراں را تاب نیست
تیرے فراق کی کافروں میں بھی تاب نہیں ہے

کایں فراق اندر خورِ اصحاب نیست
یہ فراق دوستوں کے لائق نہیں ہے

کافراں گویند در وقتِ عذاب
عذاب کے وقت کافر کہیں گے

ہر یکے یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَاب
ہر ایک، کاش میں مٹی ہوتا

حالِ اُو اینست کو خود زاں سوست
جو اُس جانب کا ہے اُس کا یہ حال ہے

چوں بُوَد بے تو کسے کانِ توست
بے تیرے اُس کا کیا حال ہوگا جو تیرا ہے

۱؎ کیست - اِن سا کیسے یوسف خود تمکا وہ دل تھا جو طالب حق تھا
چون اسیرے - اِس دل کو انہوں نے نفسِ امارہ کا قیدی بنادیا تھا۔ جبرئیلے - یعنی روح کو جسم نے ستون سے باندھ دیا ہے اور اُس کو زخمی کر دیا ہے۔ پیشِ او - اُس روح کو مادّی غذائیں کھلانا چاہتا ہے۔ کہ بخور - روح کی غذا مادّی نہیں ہے اُس کی غذا ذکر اللہ اور لقاء اللہ ہے۔ زیں شکنجہ - روح انسانی انسان کے اِس ظلم و ستم کی خدا سے شکایت کرتی ہے۔ گرگ - یعنی انسان کا نفسِ امارہ۔ گویدش - خدا اُس روح سے فرماتا ہے۔

۲؎ او ہمی گوید - خدا کے صبر دینے پر روح کہتی ہے کہ اب مجھے جلد اپنے پاس بلالے۔ احمدم - یعنی روح کہتی ہے مجھے نفس کے ہاتھوں مادّی تکالیف برداشت کرنی پڑ رہی ہیں جو آنحضور کو یہود کے ہاتھوں اور حضرت صالحؑ کو ثمود کے ہاتھوں برداشت کرنی پڑی تھیں۔ یا بکش - روح کہتی ہے اب فراق کی برداشت نہیں ہے یا مجھے فنا کردے یا مجھے اپنے پاس بلالے یا تو میرے پاس آجا۔

۳؎ با فراقت - خدا سے جدائی کی صورت کافر بھی برداشت نہ کر سکیں گے چہ جائیکہ مومن برداشت کرے۔ یا لیتنی - یعنی فراق کے وقت کافر اپنے فنا ہونے کی تمنا کریں گے۔ — حالِ او - یعنی فراق میں بیگانوں کا یہ حال ہے تو اپنوں کا کیا حال ہوگا۔

حق ہمی گوید کہ آرے اے نزہ ۔۔۔ لیک بشنو صبر آور صبر بہ
اللہ فرماتا ہے کہ ہاں اے پاک نسل ۔۔۔ لیکن سُن صبر کر صبر اچھا ہے

صبح نزدیک ست خامُش دم مزن ۔۔۔ کاندر آمد وقت بیروں آمدن
صبح قریب ہے چُپ ہو جا سانس نہ لے ۔۔۔ کہ باہر نکلنے کا وقت آپہونچا ہے

صبح نزدیک ست خامُش کم خروش ۔۔۔ من ہمی کوشم پئے تو تو مکوش
صبح نزدیک ہے چُپ ہو جا شور نہ کر ۔۔۔ میں تیرے لئے کوشاں ہوں تو کوشش نہ کر

کوششِ من بہ کہ کوششہائے تو ۔۔۔ دارُوئے تلخم بہ از حلوائے تو
تیری کوششوں سے میری کوشش بہتر ہے ۔۔۔ تیرے حلوے سے میری کڑوی دوا بہتر ہے

ہین تحمل کن برو خاموش شو ۔۔۔ کم ترک جُنباں زباں رو گوش شو
اس برداشت کر، جا چُپ ہو جا ۔۔۔ زبان نہ چلا، جا کان بن جا

شد ز حد ہین باز گرد اے یار گرد ۔۔۔ رُوستائی خواجہ را در خانہ بُرد
(بات) حد سے گذر گئی اے بہادر یار واپس چل ۔۔۔ دیہاتی خواجہ کو گھر لے گیا

قصۂ اہلِ سبا یک گوشہ نہ ۔۔۔ آں بگو کاں خواجہ چوں آمد بدہ
سبا والوں کا قصہ ایک طرف رکھ دے ۔۔۔ یہ بتا کہ خواجہ کس طرح گاؤں میں آیا

بقیۂ قصہ رفتنِ خواجہ بدعوتِ رُوستائی بدہ
(دیہاتی کی دعوت پر خواجہ کے گاؤں جانے کے قصہ کا بقیہ)

رُوستائی در تملق شیوہ کرد ۔۔۔ تا کہ حزمِ خواجہ را کالیوہ کرد
دیہاتی نے خوشامد کا ایسا طریقہ اختیار کیا ۔۔۔ کہ خواجہ کی ہوشیاری کو دیوانہ بنا دیا

از پیام اندر پیام اُو خیرہ شد ۔۔۔ تا زلالِ حزمِ خواجہ تیرہ شد
وہ پیغام در پیغام سے حیران ہو گیا ۔۔۔ یہاں تک کہ خواجہ کی احتیاط کا صاف پانی گدلا ہو گیا

ہم ازینجا کودکانش دلپسند ۔۔۔ نرتع و نلعب بشادی می زدند
ساتھ ہی ادھر سے اس کے بچے خوشی میں ۔۔۔ "ہم کھائینگے ہم کھیلیں گے" کا شادیانہ بجاتے تھے

ہمچو یوسف کش ز تقدیرِ عجب ۔۔۔ نرتع و نلعب ببُرد از ظلِ اَب
(حضرت) یوسفؑ کی طرح جنکو عجیب تقدیر کی وجہ سے ۔۔۔ ہم کھائینگے ہم کھیلیں گے نے باپ کے سایہ سے محروم کر دیا

آں نہ بازی بلکہ جانبازیست آں ۔۔۔ حیلہ و مکر و دغا سازیست آں
یہ کھیل نہیں ہے بلکہ جان پر کھیلنا ہے ۔۔۔ یہ حیلہ اور مکر اور دغا بازی ہے

نزہ۔ منزہ، بزرگوار۔ صبح نزدیک ست۔ سورۂ ہود میں ہے کہ حضرت جبرئیل نے حضرت لوطؑ کی تسلی کے لیے کہا تھا صبح قریب ہے ان بدکاروں سے تیرا بدلہ لے لیا جائیگا۔ تملق۔ خوشامد، چاپلوسی۔ شیوہ۔ طریقہ، عادت۔ کالیوہ۔ احمق، دیوانہ۔ خیرہ۔ حیران۔

نرتع و نلعب۔ ہم کھائینگے اور کھیلیں گے۔ یہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے سازش کرتے وقت حضرت یعقوبؑ سے کہا تھا۔ ظلِ اَب۔ انہی جملوں نے حضرت یوسفؑ کو حضرت یعقوبؑ کے سایۂ پدری سے محروم کر دیا تھا۔

آں نہ بازی۔ یہ کھیل کی دعوت نہ تھی بلکہ حضرت یوسفؑ کی جان لینے کی بازی تھی حیلہ اور مکر اور دغابازی تھی۔

ہر چہ[1] از یارت جدا اندازد آں — مشنو آں را کاں زیاں دارد زیاں
جو تجھے دوست سے دور پھینک دے — اُس کو نہ سُن کیونکہ بربادی ہے بربادی

گر بود آں سُود صد در صد مگیر — بہرِ زر مگسل ز گنجور اے فقیر
اگر وہ ہزاروں کا فائدہ ہو تب بھی نہ لے — اے فقیر! سونے کے لئے خزانچی سے تعلق نہ توڑ

ایں شنو کہ چند یزداں زجر کرد — گفت اصحابِ نبیؐ را گرم و سرد
یہ سن کہ اللہ نے کس قدر ملامت کی — نبیؐ کے ساتھیوں کو بُرا بھلا کہا

زانکہ بر بانگِ دُہل در سالِ تنگ — جمعہ[2] را کردند باطل بے درنگ
کیونکہ تنگی کے ایک سال میں نقارے کی آواز پر — بلا توقف انھوں نے جمعہ کی نماز توڑ دی

تا نباید دیگراں ارزاں خرند — زاں جلب صرفہ ز ما ایشاں برند
تاکہ ایسا نہ ہو کہ دوسرے سستا خرید لیں — اس سودے کا فائدہ وہ ہم سے زیادہ اُٹھالیں

ماند پیغمبر بخلوت در نماز — با دو سہ درویش ثابت پُر نیاز
پیغمبر نماز میں اکیلے رہ گئے — اُن دو تین غریبوں کے ساتھ جو عاجزی پر قائم رہے

کوفت طبلِ لہو بازرگانیے — چونتاں ببرید از ربانیے
ایک تاجر نے تفریح کا نقارہ بجایا — تم کیوں ربانی (رسول) سے کٹے

قد فضضتم نحو قمحٍ ہائما — ثم خلیتم نبیا قائما
تم ٹوٹ پڑے گیہوں کی جانب دیوانہ وار — پھر تم نے نبی کو کھڑا چھوڑ دیا

بہرِ گندم تخمِ باطل کاشتید — واں رسولِ حق را بگذاشتید
گیہوں کے لئے تم نے باطل کا بیج بویا — اور اس خدا کے رسول کو چھوڑ دیا

صحبتِ اُو خیر من لہوست و مال — ہیں کرا بگذاشتی چشمے بمال
اُس کی صحبت مال اور کھیل کود سے بہتر ہے — خبردار کس کو چھوڑا ہے! آنکھ مل

خود نشد حرصِ شما را ایں یقیں — کہ منم رزاق خیر الرازقیں
تمہاری حرص کو یہ یقین نہ آیا — کہ میں رازق، رزق دینے والوں میں سب سے بہتر ہوں

آنکہ[3] گندم را ز خود روزی دہد — کے توکلہات را ضائع کند
جو گیہوں کو بھی خود روزی دیتا ہے — وہ تیرے توکلوں کو کب ضائع کرے گا

از پئے گندم جدا گشتی ازاں — کہ فرستاد ست گندم زآسماں
تو گیہوں کے لئے اُس سے جدا ہو گیا — جس نے گیہوں آسمان سے بھیجا ہے

[1] ہر چہ۔ جو بات بھی دوست سے جدائی کا سبب بنے اُسکو نہ سننا چاہئے۔ گنجور۔ معمولی فائدے کے لئے بڑا نقصان نہ گوارا کرنا چاہئے۔ ایں شنو۔ سورۂ جمعہ میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے ایک بار مدینہ میں گیہوں کا آٹا فروخت کرنے والا قافلہ آیا۔ اُس وقت آنحضورؐ نمازِ جمعہ پڑھا رہے تھے۔ صحابہ آٹا خریدنے کے شوق میں آنحضورؐ کو نماز پڑھاتے چھوڑ کر چلے گئے۔ اس پر صحابہؓ موردِ عتاب بنے انھوں نے تھوڑے فائدے کی خاطر بڑا نقصان کیا اور آنحضورؐ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ دورانِ نماز کا قصہ نہیں ہے بلکہ خطبہ کے دوران یہ قصہ ہوا تھا۔

[2] جمعہ را۔ یعنی نمازِ جمعہ۔ بہتر یہی ہے کہ اس سے خطبۂ جمعہ مراد لیا جائے۔ جلب۔ تجارت کا مال جو کسی دوسرے شہر میں لے جایا جائے۔ دو سہ۔ دس بارہ صحابہ سے زیادہ موجود رہے تھے۔ ربانی یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ بہرِ گندم۔ قافلے کے طبل پر گیہوں کا آٹا خریدنے چلے گئے ہے۔ چشمے بمال۔ آنکھ ملکر غور سے دیکھ۔ خود نشد۔ اپنے رزق کے لئے خود دوڑ پڑے حالانکہ رزاق میں ہوں۔

[3] آنکہ۔ خدا تو دوسرے رزق کو بھی رزق دیتا ہے۔ ازاں۔ نبی سے جدا ہونا خدا سے جدا ہونا تھا

کمتر[۵۱] از بطِ نیستی آخر در آب — کو دہد مر بازِ داعی را جواب
آخر تو پانی کی بطخ سے کم نہیں ہے — جو دعوت دینے والے باز کو جواب دیتی ہے

دعوت کردن باز بطاں را از آب بصحرا و جواب بطاں
باز کا بطخوں کو پانی سے جنگل کی دعوت دینا اور بطخوں کا جواب

باز گوید بط را کز آب خیز — تا بہ بینی دشتہا را قند ریز
باز بطخ سے کہتا ہے کہ پانی سے نکل — تاکہ تو جنگلوں کو شکر بکھیرنے والا دیکھے

بطِ عاقل گویدش کاے باز دور — آب مارا حصنِ امن ست و سرور
عقلمند بطخ اس سے کہتی ہے کہ اے باز جا — پانی ہمارے لئے امن اور خوشی کا قلعہ ہے

دیو چوں باز آمد اے بطاں شتاب — ہیں بہ بیروں کم روید از حصنِ آب
اے بطخو! شیطان کی مثال باز کی سی ہے جلدی کرو — خبردار! پانی کے قلعہ سے باہر نہ نکلنا

باز را گوئید[۵۲] رو رو باز گرد — از سرِ ما دست دار اے پاکمرد
باز سے کہہ دو، جا جا واپس ہو جا — اے مددگار! ہمارے سر سے دست بردار ہو جا

ما بری از دعوتت دعوت ترا — ما نہ نوشیم ایں دمم تو کافرا
ہم تیری دعوت سے بری ہیں، تیری دعوت تجھے — اے کافر ہم تیرا یہ مکر نہ قبول کریں گے

حصن مارا قند و قندستاں ترا — ما نخواہیم ہدیہات بستاں ترا
قلعہ ہم کو اور قند و قندستان تجھے (مبارک ہو) — ہم تیرے ہدیہ کے خواہشمند نہیں ہیں باغ تجھے (مبارک) ہم

چونکہ جاں باشد نیاید قوت کم — چونکہ لشکر ہست کم ناید علم
جب جان ہے روزی کی کمی نہ ہوگی — جبکہ لشکر ہے، جھنڈے کم نہ ہوں گے

رجوع بحکایت خواجہ و روستائی
خواجہ اور دیہاتی کے قصہ کی طرف واپسی

خواجۂ حازم بسے عذر آورید — بس بہانہ کرد با دیوِ مرید[۵۳]
پختہ کار خواجہ نے بہت عذر کئے — سرکش شیطان سے بہت بہانے کئے

گفت ایں دم کارہا دارم مہم — گر بیایم آں نگردد منتظم
کہا اس وقت میں بہت ضروری کام رکھتا ہوں — اگر میں چلا جاؤں گا ان کا انتظام نہ ہو سکے گا

شاہ کارِ نازکم فرمودہ است — زانتظارم شاہ شب نغنودہ است
بادشاہ نے مجھے ایک نازک کام کا حکم فرمایا ہے — میرے انتظار میں وہ رات بھر نہیں سویا ہے

---

[۵۱] کمتر از بط۔ بطخوں نے باز کی دعوت پر بڑے فائدے کو نہ چھوڑا انسان تھوڑے فائدے کے لئے بڑا نقصان کر بیٹھتا ہے۔ باز۔ باز خشکی کا پرند ہے اور بطخیں آبی ہیں۔ باز نے بطخوں کو جنگل کی دعوت دی۔ دشتہا۔ جنگلوں میں عمدہ خوراک ہے۔ دیو۔ شیطان انسان کے لئے ایسا ہے جیسا کہ باز بطخوں کیلئے تھا۔

[۵۲] باز را۔ جب شیطان لالچ دلائے اسکو دھتکار دو۔ ما نہ نوشیم دمم تو۔ یہ تیرا دھوکا ہے ہم اس میں نہ پھنسیں گے۔ چونکہ۔ روزی کے بارے میں انسان کو توکل سے کام لینا چاہئے۔ علم۔ جھنڈا۔ حازم۔ پختہ کار۔ ہوشیار۔

[۵۳] دیوِ مرید۔ سرکش شیطان یعنی دیہاتی۔ کارِ نازک۔ نازک کام۔

من نیارم ترکِ امرِ شاہ کرد
میں بادشاہ کے حکم کو نہیں چھوڑ سکتا

من نتانم شد بر شہ روئے[1] زرد
میں بادشاہ کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتا

ہر صباح و ہر مسا سرہنگِ خاص
ہر صبح اور ہر شام ایک خاص سپاہی

میرسد از من ہمی جوید مناص
آتا ہے اور مجھ سے خلاصی چاہتا ہے

تو روا داری کہ آیم سوئے دِہ
تو مناسب سمجھتا ہے کہ میں گاؤں کی طرف آجاؤں

تا در ابرو افگند سلطاں گرہ
یہاں تک کہ بادشاہ پیشانی پر گرہ ڈالے

بعد ازاں درمانِ خشمش چوں کنم
اس کے بعد اس کے غصہ کا کیا علاج کروں!

زندہ خود را زیں مگر مدفوں کنم
ہاں اس سے اپنے آپ کو زندہ دفن کردوں

زیں نمط اُو صد بہانہ باز گفت
اس طرح کے اس نے سینکڑوں بہانے بنائے

حیلہا با حکمِ حق نفتاد جفت
(لیکن) حیلے حکمِ خداوندی کے مطابق نہ ہوسکے

گر شود ذرّاتِ عالم حیلہ پیچ
اگر تمام دنیا کے ذرّے حیلہ گری کریں

با قضائے آسماں ہیچ ست ہیچ
آسمان کے فیصلہ کے مقابلہ میں وہ کچھ بھی نہیں ہیں

چوں گریزد ایں زمیں از آسماں
یہ زمین آسمان سے کیسے گریز کرے

چوں کند اُو خویش را از وے نہاں
یہ اپنے آپ کو اُس سے کیسے چھپائے

ہر چہ آید ز آسماں سوئے زمیں
جو کچھ آسمان سے زمین پر آتا ہے

نے مفر دارد نہ چارہ نے کمیں
(اس سے) نہ مفر ہے نہ کوئی تدبیر نہ چھپنے کی جگہ

آتش[2] از خورشید می بارد برو
سورج سے اُس پر آگ برستی ہے

او بہ پیشِ آتشش بنہادہ رُو
وہ اُس کی آگ کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہے

ور ہمی طوفاں کند باراں برو
وہ اگر اُس پر بارش کا طوفان برسائے

شہر ہا را میکند ویراں برد
اُس پر شہروں کو ویران کرے

او شدہ تسلیم اُو ایوبؑ وار
وہ (حضرت) ایوبؑ کی طرح اُس کے آگے سر جھکائے ہے

کہ اسیرم ہر چہ می خواہی بیار
کہ میں قیدی ہوں تو جو چاہے کر

اے کہ جزوِ ایں زمینی سر مکش
اے وہ کہ تو اس زمین کا جزو ہے سرکشی نہ کر

چونکہ بینی حکمِ یزداں در مکش
جب تو خدا کا حکم (آتا) دیکھے دروازہ نہ بند کر

چوں خلقناکم[3] شنیدی مِن تراب
جبکہ تو نے "ہم نے تمکو مٹی سے پیدا کیا ہے" سُن لیا ہے

خاک باشی جست از تو رُو متاب
اُس نے تجھ سے خاک بن جانا چاہا ہے، روگردانی نہ کر

---

[1] روئے زرد۔ یعنی بادشاہ کا کام نہ کرسکوں گا تو شرمندگی ہوگی۔ مناص چھٹکارے کی جگہ۔ گرہ۔ یعنی بادشاہ ناراض ہو جائے گا۔ مدفون یعنی بادشاہ ناراض ہوکر زندہ درگور کردیگا۔ جفت۔ یعنی اس کے بہانے تقدیر خداوندی کا مقابلہ نہ کرسکے اور اسکو گاؤں جانا پڑا۔ گرشود۔ قضا کے بالمقابل انسان مجبور ہے۔

[2] آتش۔ زمین سورج کی تپش برداشت کرنے پر مجبور ہے اسی طرح انسان قضا کے مقابلہ میں لاچار ہے۔ ایوبؑ وار حضرت ایوبؑ کا صبر مشہور ہے۔ اے کہ جزو و انسان مٹی سے بنا ہے

[3] خلقناکم قرآن پاک میں ہے اے انسانوں ہم نے تمہیں زمین کی مٹی سے پیدا کیا اور اسی میں تمہیں ہم لوٹائیں گے۔

بیں[۱] کہ اندر خاک تخمے کاشتم — گرد خاکی و منش افراشتم
دیکھ لے میں نے مٹی میں بیج بو دیا — وہ خاکی بنا اور میں نے اس کو بلند کیا

حملۂ دیگر تو خاکی پیشہ گیر — تا کنم بر جملہ میرانت امیر
دوسری بار تو خاکی ہونا اختیار کر — تاکہ میں تجھے تمام سرداروں کا سردار بنا دوں

آب از بالا بہ پستی در رود — آنگہ از پستی ببالا بر رود
پانی بلندی سے پستی میں جاتا ہے — تب پستی سے بلندی پر جاتا ہے

گندم[۲] از بالا بزیر خاک شد — بعد ازاں او خوشہ چالاک شد
گیہوں بلندی سے مٹی کے نیچے گیا — اس کے بعد وہ لہلہاتا خوشہ بنا

دانۂ ہر میوہ چوں گردد دفیں — بعد ازاں سرہا بر آرد از زمیں
ہر پھل کا دانہ جب گڑتا ہے — اس کے بعد زمین سے سر ابھارتا ہے

اصل نعمتہا ز گردوں تا بخاک — زیر آمد شد غذائے جانِ پاک
تمام نعمتوں کی اصل آسمان سے مٹی تک — نیچے آئی، تو پاک جان کی غذا بنی

از تواضع چوں ز گردوں شد بزیر — گشت جزو آدمی حی دلیر
تواضع کی وجہ سے جب وہ آسمان سے نیچے آیا — تو وہ زندہ دلیر انسان کا جزو بن گیا

پس صفات آدمی شد آں جماد — بر فراز عرش پراں گشت شاد
تو وہ بے جان آدمی کی صفات سے سرفراز ہو گیا — خوش ہو کر آسمان کی بلندی پر اڑ گیا

کز جہانِ[۳] زندہ اول آمدیم — باز از پستی سوئے بالا شدیم
ہم پہلے زندہ جہان سے آئے — پھر پستی سے بلندی کی طرف گئے

جملہ اجزا در تحرک در سکون — ناطقاں کہ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن
تمام اجزا حرکت اور سکون میں — کہتے ہیں کہ ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں

ذکر و تسبیحاتِ اجزائے نہاں — غلغلے افگند اندر آسماں
پوشیدہ اجزاء کے ذکر اور تسبیح نے — آسمان میں غلغلہ ڈال دیا

چوں قضا آہنگ نارنجات کرد — روستائی شہری را مات کرد
جب قضا نے طلسم کرنے کا ارادہ کیا — دیہاتی نے شہری کو مات دے دی

باہزاراں حزم خواجہ مات شد — زاں سفر در معرض آفات شد
ہزاروں احتیاطوں کے باوجود خواجہ ہار گیا — اور اس سفر سے آفتوں میں پھنس گیا

---

[۱] بیں۔ خاکساری کے بعد سرخروئی حاصل ہوتی ہے۔ بیج مٹی میں مل کر نشو و نما پاتا ہے۔ حملۂ دیگر۔ انسانی خاکی پیکر اختیار کیا دوبارہ وہ خاکی بنے گا تو بڑے مراتب حاصل کرے گا۔ بالا۔ پانی پھر بھاپ بنکر بلندی کی طرف جاتا ہے یا کنویں سے اوپر نکالا جاتا ہے اور انسان کا جزو بنتا ہے۔

[۲] گندم گیہوں کا دانہ مٹی میں ملتا ہے پھر ہرا بھرا خوشہ بنکر ابھرتا ہے۔ اصل نعمتہا پانی آسمان سے برسا پھر زمین سے نکل کر انسان کا جزو بنا اور انسانی صفات اختیار کرکے عرش تک پہونچا۔

[۳] جہانِ زندہ یعنی عالم ارواح۔ سوئے بالا۔ عالم ارواح۔ ذکر و تسبیحات۔ کائنات کا ہر ذرہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے۔

اعتمادش[۵۱] بر ثباتِ خویش بود
اُس کو اپنی ثابت قدمی پر بھروسہ تھا

گرچہ کُہ بدنیم سیلش در ربود
اگرچہ پہاڑ تھا اُس کو آدھا سیلاب بہا لے گیا

چون قضا بیرون کند از چرخ سر
قضا جب آسمان سے سر نکالتی ہے

عاقلاں گردند جملہ کور و کر
سب عقلمند اندھے بہرے ہو جاتے ہیں

ماہیاں افتند از دریا بروں
مچھلیاں دریا سے باہر نکل پڑتی ہیں

مُرغِ پرّاں گردد از دامے زبوں
اُڑنے والا پرندا ایک جال سے عاجز آ جاتا ہے

تا پری و دیو در شیشہ شود
یہاں تک کہ دیو اور پری بوتل میں بند ہو جاتے ہیں

بلکہ ہاروتے ببابل در رود
بلکہ ہاروت بابل میں چلا جاتا ہے

جُز کسے کاندر قضا اندر گریخت
سوائے اُس کے جو قضا کی پناہ میں آ گیا

خون اُو را ہیچ تربیعے نریخت
کوئی تربیع اُس کا خون نہ بہا سکی

غیر آنکہ در گریزی در قضا
سوائے اُس کے کہ تو قضا کی طرف بھاگے

ہیچ حیلہ ندہدت از وے رہا
کوئی تدبیر تجھے رہائی نہیں دلا سکتی

قصۂ اصحاب ضروان[۵۲] و حیلہ کردنِ ایشاں تا بے زحمت فقیراں باغہا را قطاف کنند
ضروان والوں کا قصہ اور اُن کا تدبیر کرنا تاکہ فقیروں کی زحمت سے (بچ) کر وہ باغوں کے پھل توڑ لیں

قصۂ اصحابِ ضرواں خواندہٗ
تو نے ضروان والوں کا قصہ پڑھا ہے

پس چرا در حیلہ جوئی ماندہٗ
پھر تو کیوں حیلہ جوئی میں لگا ہے؟

حیلہ می کردند کژدم نیش چند
چند بچھو جیسے ڈنک والے تدبیر کرتے تھے

کہ برند از روزیِ درویش چند
کہ چند فقیروں کی روزی مار لیں

شب ہمہ شب می سگالیدند مکر
تمام رات مکر اور حیلے سوچتے رہے

رُوئے در رُو کردہ چندیں عمر و بکر
آمنے سامنے ہو کر بہت سے عمرو بکر

خفیہ می گفتند سرہا آں بداں
اُن نالائقوں نے راز مخفی طور پر کہے

تا نباید کہ خدا دریابد آں
تاکہ خدا اُن کو نہ جان لے

باگِل اندایندہ اسگالید گِل[۵۳]
کہگل نے کہگل کرنے والے کے خلاف سوچا!

دست کارے می کند پنہانِ دل
ہاتھ دل سے چھپا کر کوئی کام کرتا ہے!

[۵۱] اعتمادش۔ شُہری کو اپنی عقل پر گھمنڈ تھا۔ در شیشہ جن اور پری بوتل میں بند کر لینے کا ایک شاعرانہ اور عامیانہ تخیّل ہے۔ جز کسے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا۔ نفرّ من قدر اللّٰہ الی قدر اللّٰہ ہم اللہ کی قضا سے اللہ ہی کی قضا کی طرف فرار اختیار کرتے ہیں۔ تربیع کسی شخص کے طالع کے دو ستاروں کا اس طرح جمع ہونا کہ ایک دوسرے کے اعتبار سے چوتھے خانے میں ہو۔ یہ صورت اُس شخص پر منحوس اثرات ڈالتی ہے۔

[۵۲] ضروان۔ یمن میں صنعا کے قریب ایک گاؤں ہے اُس کے باشندوں کا یہ قصہ قرآن میں مذکور ہے۔ حیلہ کردند۔ فقراء کو محروم کرنے کی تدبیر سوچی۔ خفیہ آہستہ سرگوشی اس لئے کر رہے تھے کہ خدا اُن کی سازش کو نہ سُن سکے۔

[۵۳] گِل۔ کہگل۔ کہگل کرنے والے سے اپنا راز نہیں چھپا سکتی نہ ہاتھ دل سے اپنا کام مخفی رکھ سکتا ہے۔

کیفَ لَا یَعلَمُ ھَوَاکَ مَن خَلَق [1]
تیری خواہش کو کیسے نہ جانیگا جس نے پیدا کیا

اِنَّ فِی نَجوَاکَ صِدقًا اَم مَلَق
تیری خفیہ باتوں میں سچائی ہے یا جھوٹ

کیفَ یَغفُلُ عَن ظَعِینٍ [2] رَغَدًا
خوش عیش، ہودج نشین سے وہ کیسے ناواقف ہوگا

مَن یُعَایِن اَینَ مَثوَاہُ غَدًا
جو دیکھ رہا ہے کہ کل کو اُس کا ٹھکانا کہاں ہے

اَینَمَا قَد ھَبَطَا اَو صَعِدَا
کہاں وہ نشیب میں اُتری کہاں اونچائی پر چڑھی

قَد تَوَلَّاہُ وَاَحصٰی عَدَدَا
وہ اُس کا نگراں ہے اور اُس نے شمار کر لیا ہے

گوش کن اکنوں حدیثِ خواجہ را
اب خواجہ کی بات سُن

کو سوئے دہ چوں شد و دید او جزا
کہ وہ شہر کی جانب کیسے گیا اور اُس نے سزا بھگتی

گوش را اکنوں ز غفلت پاک کن
اب کان کو غفلت سے پاک کر لے

استماعِ ہجرِ آں غمناک کن
اُس غمناک کی ہجرت (کا قصہ) سُن

تا چہا دید از بلا و از عنا
اُس نے کس قدر بلا اور مشقت دیکھی

در رہِ دہ چوں شد از شہر او جدا
گاؤں کے راستہ میں جب وہ شہر سے جدا ہوا

آں زکاتے داں کہ غمگیں را دہی
اُس کو ایک زکوٰۃ سمجھ جو تو غمزدہ کو دے رہا ہے

گوش را چوں پیشِ دستانش [3] نہی
جب تو کان اُس کی داستان پر دھرے

بشنوی غمہائے رنجورانِ دل
دل کے بیماروں کا غم سُن لے

فاقہ جانِ شریف از آب و گل
آب و گل (میں پھنسنے) سے شریف جان کا فاقہ ہے

خانہ پُر دود دارد پُر فنے
صاحبِ ہنر کا گھر (دل) دھوئیں سے بھرا ہوا ہے

مر ورا بکشا ز اِصغا روزنے
اُس کی بات سننے کے لئے (کان کے) سوراخ کھول دے

گوشِ تو او را چو راہِ دم شود
جب تیرا کان اُسکے سانس لینے کا راستہ بن جائے

دُودِ تلخ از خانۂ او کم شود
کڑوا دھواں اُس کے گھر میں سے کم ہو جائے

غمگساری کن تو با ما اے رَوی
اے سیراب! ہماری غمگساری کر

گر بسوئے ربِّ اعلیٰ می روی
اگر تو ربِّ اعلیٰ کی طرف جا رہا ہے

ایں تردد حبس و زندانی بُوَد
یہ تردد قید اور قیدی ہے

کو نہ بگذارد کہ جاں سوئے رَوَد
جو نہیں چھوڑتا کہ جان کسی طرف جائے

ایں بدیں سو آں بداں سو می کشد
یہ اِس جانب وہ اُس جانب کھینچتا ہے

ہر یکے گوید منم راہِ رَشَد
ہر شخص کہتا ہے میں ہدایت کا راستہ ہوں

---

[1] کیف. قرآن پاک میں ہے اَلَا یَعلَمُ مَن خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیفُ الخَبِیرُ. بیشک وہ اللہ جانتا ہے اُن کو بھی کو اُس نے پیدا کیا ہے وہ مہربان اور باخبر ہے۔

[2] ظعین. ہودج نشین سواری مثوی. ٹھکانا عنا. مشقت. یعنی زکاتے. کسی غمناک کی داستان سُن لینا اُس پر بہت بڑا احسان ہوتا ہے اُس کے دل کا غم ہلکا ہو جاتا ہے۔

[3] دستاں. داستان. خانہ اُس کا دل غم کے دھوئیں سے بھرا ہوا ہوتا ہے. تیرا سُننا گویا ایک سوراخ ہے جس کے ذریعہ اُس کے دل کا دھواں خارج ہوتا ہے. روی. سیراب یعنی جبکہ تیرا سلوک راہِ حق پر ہے اور عروج حاصل ہے تو ہمیں بھی معیت کا شرف بخش دے

ایں تردّد عقبۂ راہِ حق ست [51] ‏— اے خُنک آں کس کہ پایش مُطلق ست

یہ تردّد، اللہ کے راستہ کی گھاٹی ہے ‏— وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے جس کا پیر آزاد ہے

بے تردّد می رَوَد در راہِ راست ‏— رَہ نمیدانی بجو گامش کجاست

وہ سیدھے راستہ پر بغیر تردد جا رہا ہے ‏— (اگر) تو راستہ نہیں جانتا ہے جا اُس کا نشانِ قدم معلوم کر لے

گامِ آہو را بگیر و رو مُعاف ‏— تا رسی از گامِ آہو تا بناف

تو ہرن کے (نشانِ) قدم پکڑ لے اور عافیت سے چلا جا ‏— تاکہ تو ہرن کے نشانِ قدم سے نافہ تک پہونچ جائے

زیں روش بر اوجِ انور می رَوی ‏— اے برادر گر بر آذر می رَوی

اس رفتار سے تو روشن بلندی پر جا رہا ہے ‏— اے بھائی! اگر تو آگ پر چل رہا ہے

نے ز دریا ترس و نے از موج و کف ‏— چوں شنیدی تو خطابِ لَاتَخَفْ

نہ دریا سے ڈر، نہ موج سے، نہ جھاگ سے ‏— جب تو نے "نہ ڈر" کا خطاب سن لیا ہے

لَاتَخَفْ دان چونکہ خوفت داد حق ‏— ناں فرستد چوں فرستادت طبق

جبکہ تجھے اللہ نے خوف دیا ہے تو اپنے آپکو لَاتَخَفْ کا مصداق سمجھ ‏— وہ روٹی بھیجدے گا جبکہ اُس نے تجھے طباق دیا ہے

خوف آنکس راست کو را خوف نیست [52] ‏— غصّہ آنکس راکش اینجا طوف نیست

ڈر اُس کے لئے ہے جس کو ڈر نہیں ہے ‏— غم اُس کے لئے ہے جس کو یہاں طواف کا موقع نہیں ہے

رَواں شدنِ خواجہ بسُوئے دِہ با عیالاں

خواجہ کا بچوں کے ساتھ گاؤں کو روانہ ہونا

خواجہ در کار آمد و تجہیز ساخت ‏— مُرغِ عزمش سوئے دہ اشتاب تاخت

خواجہ کام میں لگا اور سامان تیار کیا ‏— اُسکے ارادہ کا پرند جلد گاؤں کی جانب روانہ ہوا

اہل و فرزنداں سفر را ساختند ‏— رخت را بر گاوِ عزم انداختند

اہل اور اولاد نے سفر کی تیاری کر لی ‏— سامان ارادے کے بیل پر لاد دیا

شادماناں و شتاباں سوئے دِہ ‏— کہ بَرے خوردیم از دہ مُژدہ دِہ

خوشی خوشی جلدی سے گاؤں کی جانب ‏— کہ ہم نے گاؤں کے پھل کھائے ہیں خوشخبری سنا

مقصدِ ما را چراگاہِ خوش ست [53] ‏— یارِ ما آنجا کریم و دلکش ست

ہمارے مقصد کے لئے عمدہ چراگاہ ہے ‏— اُس جگہ ہمارا دوست سخی اور دلنواز ہے

با ہزاراں آرزوماں خواندہ است ‏— بہرِ ما غرسِ کرم بنشاندہ است

اُس نے ہمیں ہزاروں تمناؤں سے بلایا ہے ‏— اُس نے ہمارے لئے سخاوت کا پودا لگایا ہے

---

[51] تردد۔ تردد کی کیفیت عروج کیلئے معنر ہے۔ عقبہ۔ گھاٹی جس سے عبور دشوار ہوتا ہے۔ پائش یعنی تردد کی کیفیت اُسکو سلوک سے مانع نہیں ہے اُس کا اتباع کرے۔ گام۔ ہرن کا نافہ حاصل کرنا ہے تو اُسکے نقشِ قدم پکڑکر چلنے سے بالآخر اُس کا نافہ حاصل ہو جائے گا۔ آثار سے ہی ذات تک رسائی ہوگی۔ بر آذر یعنی مجاہدات کی سختی۔ لاتخف۔ جبکہ اللہ کی جانب سے بشارت حاصل ہو گئی ہے تو راہ کی مشکلات سے نہ ڈرنا چاہیئے۔

[52] خوف۔ خوف کا طاری ہونا یہ علامت ہے کہ لاتخف کا مقام حاصل ہوگا جو خوف سے بالکل خالی ہے یہ اُس کی محرومی کی دلیل ہے۔ بَرے یعنی قسم قسم کے پھل۔ مژدہ۔ خوشخبری۔

[53] چراگاہِ خوش۔ دلکش سبزہ زار۔ یار۔ یعنی دعوت دینے والا دیہاتی۔ غرس۔ پودا۔

ما ذخیرہ دہ زمستانِ دراز
ہم وطن لمبے جاڑوں کے لئے سامان

از برِ او سوئے شہر آریم باز
اس کے پاس سے شہر لے آئیں گے

بلکہ باغ ایثارِ راہِ ما کند
بلکہ وہ باغ ہمارے لئے قربان کر دے گا

در میانِ جانِ خودماں جا کند
اپنی جان میں ہماری جگہ بنائے گا

عَجِّلُوْا اَصْحَابَنَا کَے تَرْبَحُوْا
ہمارے ساتھیو! جلدی کرو تاکہ نفع اٹھاؤ

عقل می گفت از دروں لَا تَفْرَحُوْا
اندر سے عقل کہتی تھی "خوش نہ ہو"

مِنْ رِبَاحِ اللّٰہِ کُوْنُوْا رَابِحِیْن
اللہ کے نفع سے نفع اٹھانے والے بنو

اِنَّ رَبِّیْ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْن
بیشک میرا خدا خوش ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے

اِفْرَحُوْا ھَوْنًا بِمَآ اٰتَاکُمْ
اس پر ہلکے سے خوش ہو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے

کُلُّ اٰتٍ مُشْغِلٌ اَلْھَاکُمْ
ہر آنیوالی خبر مشغول کرنیوالی ہے جسنے تمہیں غافل بنایا

شاد از وے شو مشو از غیرِ وے
اس سے خوش ہو اس کے غیر سے نہ ہو

کو بہار ست و دگر ہا ماہِ دے
کیونکہ وہ "موسم بہار" ہے، دوسرے، اگر کا مہینہ

ہر چہ غیرِ اوست استدراجِ تست
جو کچھ اس کے علاوہ ہے وہ تیرا استدراج ہے

گرچہ تخت و ملکِ تست و تاجِ تست
خواہ وہ تیرا تخت اور سلطنت ہو اور تیرا تاج ہو

شاد از غم شو کہ غم دامِ لقاست
غم سے خوش ہو کیونکہ وہ لقا (خداوندی) کا ذریعہ ہے

اندریں رہ سوئے پستی ارتقاست
اس راستہ میں پستی کی جانب جانا، بلند ہونا ہے

غم یکے گنج ست و رنجِ تو چو کاں
غم ایک خزانہ ہے اور تیرا رنج کان ہے

لیک کے در گیرد ایں در کودکاں
لیکن اس بات کا اثر بچوں پر نہیں ہے

کودکاں چوں نامِ بازی بشنوند
بچے جب کھیل کا نام سنتے ہیں

جملہ باخرِ گورِ ہم تگ می دوند
سب گور خر کے ہم رفتار ہوتے ہیں

اے خراماں گورِ ایں سو دامہاست
اے ٹہلنے والے گور خر! اس طرف جال ہیں

در کمیں ایں سوئے خوں آشامہاست
اس جانب گھات میں خون پینے والی (بلائیں) ہیں

تیر ہا پنہاں نشد لیکن کماں
تیر پوشیدہ نہیں ہیں لیکن کمان

گشت پنہاں از دو چشمِ مردماں
انسانوں کی دو آنکھوں سے چھپی ہوئی ہے

تیر ہا پرّاں کماں پنہان و غیب
تیر چل رہے ہیں، کمان چھپی ہوئی اور غائب ہے

بر جوانے می رسد صد تیرِ شیب
ایک جوان پر بڑھاپے کے سو تیر پہنچتے ہیں

۱ـ ماذخیرہ یعنی ہم گاؤں سے جاڑوں کیلئے بہت سے تحفے لیکر لوٹیں گے۔ عقل چونکہ عقل دور بین ہے اس کو محرومی اور مایوسی ہوگی۔ لاتفرحوا۔ یعنی دنیا کی لذتیں زیادہ خوشی کا سبب نہ ہونی چاہئیں۔

۲ـ دگر ہا۔ دنیاوی خوشیاں فانی ہیں۔ استدراج۔ ڈھیل یعنی دنیا کی مرغوبات آزمائش کیلئے ہوتی ہیں۔ غم۔ آخرت کی فکر خزانۂ بے بہا ہے۔

۳ـ کودکاں۔ جن کی عقل پختہ نہیں ہے وہ دنیاوی لذتوں کیطرف دوڑ پڑتے ہیں۔ ایں سو۔ یعنی دنیاوی لذتیں۔ تیرہا۔ یعنی دنیا کے تقصے۔ شیب۔ یعنی بڑھاپے کے مصائب۔

گام در صحرائے دل باید نہاد ۔۔۔ زانکہ در صحرائے گِل نبود گشاد[1]

دل کے جنگل میں قدم رکھنا چاہیئے ۔۔۔ اسلئے کہ مٹی کے جنگل (جسم) میں وسعت نہیں ہے

ایمن آباد ست دل اے مردماں ۔۔۔ حِصنِ محکم موضعِ امن و اماں

اے لوگو: دل امن آباد ہے ۔۔۔ مضبوط قلعہ ہے امن و اماں کی جگہ ہے

گلشنِ خرم بکامِ دوستاں ۔۔۔ چشمہا و گلستاں در گلستاں

دوستوں کے حسبِ مراد تازہ گلشن ہے ۔۔۔ چشمے ہیں اور باغ در باغ ہیں۔

عُج اِلَی الْقَلْبِ وسِر یاسارِیَہ ۔۔۔ فِیْہِ اَشْجَارٌ وَعَیْنٌ جَارِیَہ

قلب کی طرف لوٹ اور چل رے چلنے والے ۔۔۔ اُس میں درخت اور جاری چشمہ ہے

دِہ مرو دِہ مَرد را احمق کُنَد ۔۔۔ عقل را بے نور و بے رونق کُنَد

گاؤں میں نہ جانا گاؤں انسان کو احمق بنا دیتا ہے ۔۔۔ عقل کو بے نور اور بے رونق بنا دیتا ہے

خواجہ پندارد کہ روزی دِہ دہد ۔۔۔ ایں نمیداند کہ روزی دِہ دہد

خواجہ سمجھتا ہے کہ گاؤں روزی دیتا ہے ۔۔۔ یہ نہیں سمجھتا کہ روزی دینے والا (رزاق) دیتا ہے

قولِ پیغمبر[2] شنو اے مجتبیٰ ۔۔۔ گورِ عقل آمد وطن در روستا

اے برگزیدہ! پیغمبرؐ کا قول سُن لے ۔۔۔ گاؤں کا وطن عقل کی قبر ہے

ہر کہ روزے باشد اندر روستا ۔۔۔ تا بماہے عقلِ اُو ناید بجا

جو گاؤں میں ایک دن رہے گا ۔۔۔ اُس کی عقل ایک مہینہ تک ٹھکانے نہ آئے گی

ہر کہ در رُستا کند روزے و شام ۔۔۔ تا بماہے عقلِ اُو نبود تمام

جو شخص ایک دن اور شام گاؤں میں گذاریگا ۔۔۔ ایک مہینہ تک اُس کی عقل مکمل نہیں ہوگی

تا بماہے احمقی با اُو بُوَد ۔۔۔ از حشیشِ دِہ جز اینہا چہ رَوَد

ایک مہینہ تک حماقت اُس کے ساتھ ہوگی ۔۔۔ گاؤں کی گھاس سے اسکے علاوہ اور کیا ہوگا

ہر کہ ماہے باشد اندر روستا ۔۔۔ روزگارے باشدش جہل و عمیٰ

جو ایک مہینہ تک گاؤں میں رہے گا ۔۔۔ اُس کی نادانی اور جہالت تمام عمر رہے گی

دِہ[3] چہ باشد شیخِ کامل ناشدہ ۔۔۔ دست در تقلید و در حُجت سدہ

گاؤں کیا ہے؟ ناقص شیخ ۔۔۔ جس نے تقلید اور حجت بازی حاصل کی ہے

پیشِ شہرِ عقلِ کُلّی ایں حواس ۔۔۔ چوں خرانِ چشم بستہ در خراس

کُل عقل کے شہر کے سامنے یہ حواس ۔۔۔ آنکھوں پر پٹی بندھے ہوئے کولھو کے گدھوں کی طرح ہیں

[1] صحرائے گل۔ دنیا۔ گشاد۔ وسعت۔ ایمن آباد۔ دل کی دنیا، مضبوط قلعہ ہے جس میں طرح طرح کے گلشن اور باغیچے ہیں۔ دِہ۔ قلب کی دنیا بمنزلہ شہر اور خارجی دنیا بمنزلہ گاؤں کے ہے۔ نیز مولانا نے آگے فرمایا ہے کہ گاؤں سے مراد شیخ ناقص ہے۔

[2] قول پیغمبر حدیث ہے مَنْ سَکَنَ الْبَادِیَۃَ جَفٰی جس نے دیہات کی سکونت اختیار کی وہ سخت دل بنا۔ تا بماہے گاؤں میں ایک دن گذارنے سے انسان ایک مہینہ کے لئے بے عقل ہوجاتا ہے اور اگر ایک مہینہ گاؤں میں رہ لیا تو تمام عمر بے عقل رہیگا۔

[3] دہ چہ باشد۔ یہاں گاؤں سے مراد ناقص شیخ ہے جو صرف مشائخ کی نقل اُتارتا ہے۔ پیشِ شہر۔ شیخ کامل کے اعتبار سے یہ شیخ ناقص کولھو کا بیل ہے۔

ایں رہا کن صورت افسانہ گیر — رو بہل زردانہ گندم دانہ گیر

اس کو رہنے دے قصہ کی صورت اختیار کر — جا موتی کو چھوڑ دے گیہوں کا دانہ لے

گر بہ دُردانہ نیست ہین می ستاں — گر بداں سو نیست رہ ایں سو براں

اگر دُرّ تک رستہ نہیں ہے تو دانہ گیہوں لے لے — اگر اس طرف راستہ نہیں ہے اس طرف چل پڑ

ظاہرش گیر ارچہ ظاہر کژ بود — عاقبت ظاہر سوئے باطن برد

اس کے ظاہر کو اختیار کر لے اگرچہ ظاہر ٹیڑھا ہو — آخر ظاہر باطن ہی کی طرف جاتا ہے

اوّلِ ہر آدمی خود صورت است — بعد ازاں جاں کو جمالِ سیرت است

آدمی کی ابتدا خود صورت ہے — اس کے بعد جان ہے جو باطن کا حسن ہے

اوّلِ ہر میوہ جز صورت کے ست — بعد ازاں لذت کہ معنیٰ ویست

ہر میوے کی ابتدا سوائے صورت کے کیا ہے — اس کے بعد لذت ہے جو اس کے معنیٰ ہیں

اوّلا خرگاہ سازند و خرند — ترک را زاں پس بمہماں آورند

پہلے خیمہ تیار کرتے ہیں اور خریدتے ہیں — اس کے بعد سردار کو مہمان بنا کر لاتے ہیں

صورتت خرگاہ واں معنیٰ ست ترک — معنیت ملاح واں صورت چو فلک

تیری صورت خیمہ ہے اور معنیٰ سردار ہیں — تیرے معنیٰ ملاح ہیں اور صورت کشتی جیسی ہے

رفتن خواجہ و قومش بسوئے دِہ

خواجہ اور اس کی قوم کا گاؤں کی طرف جانا

بہرِ حق ایں را رہا کن یک نفس — تا خرِ خواجہ بجنباند جرس

خدا کے لئے اس بات کو تھوڑی دیر کیلئے چھوڑ دے — تاکہ خواجہ کا گدھا گھنٹی ہلائے

خواجہ و بچگاں جہازے ساختند — بر ستوراں جانبِ دِہ تاختند

خواجہ اور بچوں نے سامان تیار کیا — جانوروں پر چڑھ کر گاؤں کی جانب روانہ ہو گئے

شادمانہ سوئے صحرا راندند — سافروا کے تغنموا بر خواندند

خوشی خوشی جنگل کی جانب روانہ ہو گئے — سفر کرو تاکہ غنیمت حاصل کرو پڑھنے لگے

کز سفرہا بندہ کیخسرو شود — بے سفرہا ماہ کے خسرو شود

سفروں کی وجہ سے غلام کیخسرو بن جاتا ہے — بغیر سفر کے چاند کب حسین بنتا ہے

از سفر بیدق شود فرزینِ راد — از سفر یابید یوسف صد مراد

پیادہ سفر کر کے عقلمند فرزین بن جاتا ہے — سفر سے (حضرت) یوسفؑ نے سیکڑوں مرادیں پائیں

---

۵۱ زردانہ یعنی حکمت کی باتیں گرچہ بندہ اگر حقیقت حاصل نہ ہو سکے تو صورت کو اختیار کر لینا چاہیئے، صورت سیرت کا وسیلہ ہے مشہور مقولہ ہے اَلْمَجَازُ قَنْطَرَۃُ الْحَقِیْقَۃِ مجاز حقیقت تک پہنچنے کا پل ہے۔ اوّل ہر انسان پہلے پتلہ بنا پھر اس میں روح آئی ہے۔

بعد ازاں لذت۔ ابتداء پھل کی صورت بنتی ہے پھر اس میں لذت آتی ہے۔

۵۲ اوّلا خرگاہ۔ اسباب و ذرائع پہلے حاصل کرنے پڑتے ہیں تب مقصود حاصل ہوتا ہے۔ جرس۔ وہ گھنٹی جو سواری کی گردن میں باندھی جاتی ہے۔ جہاز۔ سامان۔ ستوراں۔ ستور کی جمع ہے، چوپایہ۔ سافروا۔ مشہور مقولہ اَلسَّفَرُ وَسِیْلَۃُ الظَّفَرِ سفر کامیابی کا ذریعہ ہے۔ کیخسرو۔ ایران کا مشہور شہنشاہ گذرا ہے۔

۵۳ خسرو۔ چاند ابتداء ہلال ہوتا ہے پھر بدر کامل بنتا ہے۔ از سفر۔ شطرنج کی مہروں میں سے پیادہ جب چند خانے طے کر جاتا ہے تو وہ فرزین بن جاتا ہے جو شاہ کے بعد سب سے زیادہ قوی مہرہ مانا جاتا ہے۔

روز[1] روی از تاب خور می سوختند — شب ز اختر راہ می آموختند
دن میں سورج کی گرمی سے منہ جلاتے تھے — رات کو ستاروں سے راستہ معلوم کرتے تھے

خوب گشتہ پیشِ ایشاں راہِ زشت — از نشاطِ دہ شدہ رہ چوں بہشت
بُرا راستہ اُن کے لئے اچھا بن گیا تھا — گاؤں کی خوشی میں راستہ بہشت جیسا ہو گیا تھا

تلخ از شیریں لباں خوش می شود — خار از گلزار دلکش می شود
شیریں لب والوں سے کڑوا بھلا ہو جاتا ہے — چمن کی وجہ سے کانٹا دلکش ہو جاتا ہے

حنظل از معشوق خرما می شود — خانہ از ہمخانہ صحرا می شود
معشوق کی جانب سے اندرائن چھوارا بنجاتی ہے — گھر بیوی کی وجہ سے جنگل (چمن) ہو جاتا ہے

اے بسا از نازنیناں خارکش — بر امیدِ گلعذارے ماہ وش
بہت سے نازوں کے پالے کانٹے چننے والے ہیں — گلاب جیسے رخسار چاند جیسے چہرے والے (معشوق) کی امید پر

اے بسا حمّال گشتہ پشت ریش — از برائے دلبرِ مہ روئے خویش
بہت سے بوجھ اٹھانے والے زخمی کمر ہیں — اپنے چاند جیسے مکھڑے والے معشوق کے لئے

کردہ آہنگر جمالِ خود سیاہ — تا کہ شب آید ببوسد روئے ماہ
لوہار نے اپنا حُسن کالا کیا — تاکہ رات آئے تو چاند جیسے منہ والی کا بوسہ لے

خواجہ[2] تا شب بر دکانے چار میخ — زانکہ سروے در دلش کرستیخ
خواجہ رات تک دکان پر قیدی ہے — اسلئے کہ ایک سرو قد نے اس کے دل میں جڑ کرلی ہے

تاجرے دریا و خشکی میرود — آں بہ مہرِ خانہ شینے می دود
ایک تاجر دریا اور خشکی میں جاتا ہے — وہ ایک خانہ نشین کی محبت کی وجہ سے دوڑتا ہے

ہر کرا با مُردہ سودائے بود — بر امیدِ زندہ سیمائے بود
جو کسی بے جان کا عاشق ہوتا ہے — وہ زندہ چہرے والے کی امید پر ہوتا ہے

آں[3] درودگر روئے آوردہ بچوب — بر امیدِ خدمتِ مہ روئے خوب
وہ بڑھئی لکڑی کی طرف متوجہ ہے — خوبصورت ماہ رُو کی خدمت کی اُمید پر

بر امیدِ زندہ کن اجتہاد — کو نگردد بعدِ روزے دو جماد
زندہ کی اُمید پر کوشش کر — جو دو روز کے بعد جماد نہ بنے

مونسے مگزیں خسے را از خسی — عاریت باشد درو آں مونسی
کمینہ پن سے، کمینہ کو دوست نہ بنا — جس میں وہ محبت عارضی ہے

[1] روز۔ یعنی وہ سفر میں دن میں دھوپ برداشت کرتے تھے رات کو ستاروں کی پہچان سے سفر طے کرتے تھے۔ تلخ مولانا چند مثالیں دیکر سمجھاتے ہیں کہ محبوب مقصود کی وجہ سے راہ کی سختیاں خوشگوار بنجاتی ہیں۔ حنظل۔ اندرائن مشہور ایک کڑوا پھل ہے۔ اے بسا۔ بہت سے نازک بدن، محبوب کی امید پر سختیاں برداشت کرتے ہیں۔ کردہ آہنگر۔ لوہار اپنا چہرہ کالا کرتا ہے۔

[2] خواجہ۔ انسان محبوب بیوی کی خاطر دن بھر کمائی میں لگا رہتا ہے۔ خانہ شینے۔ خانہ نشینے۔ ہر کرا۔ انسان اپنی دستکاریں میں مُردہ چیزوں لوہا لکڑی وغیرہ سے جو محبت کرتا ہے اور اُنکو بناتا ہے وہ کسی محبوب یعنی اولاد یا بیوی وغیرہ کی وجہ سے کرتا ہے۔

[3] آں درودگر۔ بڑھئی اور لوہار کی محبت فانی محبوب کیلئے ہے۔ جماد۔ یعنی مرکر مٹی بنجانا۔ عاریت فانی اشیاء کی محبت عارضی ہے

اُنسِ[1] تو با مادر و بابا کجاست — گر بجز حق مُونسانت را وفاست

ماں اور باپ کے ساتھ تیری محبت کہاں ہے — اگر خدا کے علاوہ تجھ سے محبت کرنیوالوں میں وفا ہے

اُنس تو با دایہ و لالا چہ شُد — گر کسے شاید بغیرِ حق عضُد

تیری محبت دایہ اور خادم کے ساتھ کیا ہوئی — اگر کوئی اللہ کے سِوا (قوتِ) بازو ہونیکے لائق ہے

اُنسِ تو با شیر و با پستاں نماند — نفرتِ تو از دبیرستاں نماند

دودھ اور پستان کے ساتھ تیری محبت نہ رہی — مکتب سے تیری نفرت نہ رہی

آں شُعاعے بُود بر دیوارِ شاں — جانبِ خورشید وا رفت آں نشاں

اُن کی دیوار پر وہ ایک کرن تھی — وہ نشانی سورج کی جانب لوٹ گئی

بر ہر آں چیزے کہ اُفتد آں شعاع — تو براں ہم عاشق آئی اے شجاع

جس چیز پر وہ کرن پڑ جائے — اے بہادر! تو بھی اُس کا عاشق ہو جائیگا

عشقِ تو بر ہر چہ آں موجود بُود — آں ز وصفِ حق چو زر اندود بُود

جس موجود پر تیرا عشق تھا — وہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے ملمع شدہ تھی

چوں[2] زرے با اصل رفت و مس بماند — وز زری خویشتن مُفلس بماند

جب سونا اصل کی طرف چلا گیا تانبا رہ گیا — اور اپنے سونے پن سے خالی رہ گیا

طبع سیر آمد طلاق اُو براند — پشت بر وے کرد و دست از وے فشاند

طبیعت بھر گئی تو اُس کو طلاق دے دی — اُس کی طرف پیٹھ کر لی اُس سے ہاتھ اُٹھا لیا

از زر اندودِ صفاتش پا بکش — از جہالت قُلب را کم گوئی خوش

اُس کی صفات سے ملمع کی ہوئی چیزوں سے قدم ہٹا لے — نادانی سے کھوٹے سکّے کو کھرا نہ کہہ

کاں[3] خوشی در قلبہا عاریتی ست — زیرِ زینت مایۂ بے زینتی ست

اسلئے کہ کھوٹے سکوں میں حُسن عارضی ہے — سجاوٹ کے نیچے بھدے پن کا سرمایہ ہے

زر ز روئے قُلب در کاں می رَوَد — سوئے کاں رو تو ہم کاں میرود

سونا، کھوٹے سکّے پر سے کان میں چلا جاتا ہے — تو بھی اس کان کی طرف جا جہاں وہ جاتا ہے

نور از دیوار تا خور می رَوَد — تو بداں خور رو کہ در خور می رَوَد

نور دیوار سے سورج کی طرف چلا جاتا ہے — تو اُس سورج کی طرف جا کہ یہ مناسب ہے

زیں سپس بستاں تو آب از آسماں — چوں ندیدی تو وفا از ناوداں

اس کے بعد تو آسمان سے پانی لے — جب تونے پرنالے سے وفا نہ دیکھی

[1] اُنسِ تو۔ ماں باپ کی محبت دودھ پلانے والی کی محبت سب عارضی اور چندروزہ ہے۔ نفرتِ تو۔ بچے کی مکتب سے نفرت بھی عارضی ہے۔ آں شعاع۔ مجازی محبوب پر حقیقی محبوب کا سایہ پڑ جاتا ہے اسلئے وہ محبوب بنجاتا ہے تو محبت کے لائق حقیقی محبوب ہی ہے۔ عشقِ تو۔ کائنات کا حُسن عارضی ہے وہ محض اِس بنا پر حسین ہیں کہ اُن پر اللہ کے حُسن کا پرتو پڑ گیا ہے۔

[2] چوں زرے۔ ایک وقت آتا ہے کہ وہ عارضی حسن اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے تو پھر وہ حسین، حسین نہیں رہتا ہے۔ طبع۔ جب عارضی حُسن جاتا رہتا ہے تو اُس محبوب سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ زر اندود دنیا کی جملہ چیزوں پر ذاتِ باری کے پرتو سے عارضی حُسن ہے اُن پر فریفتہ نہ ہونا چاہیئے۔

[3] کاں خوشی۔ کائنات کا حُسن عارضی ہے، عارض کے رفع ہو جانے پر اُنکی بدصورتی واضح ہو جاتی ہے۔ کاں۔ ذاتِ باری۔ نور۔ دیوار پر عارضی چمک ہے لہذا سورج سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے۔ زیں سپس۔ پانی کا منبع آسمان ہے، پرنالے سے وقتی طور پر پانی حاصل ہو سکتا ہے۔

مَعدنِ دُنبہ نباشد دامِ گرگ — کے شناسد مَعدنِ آں گرگِ سُترگ
دنبہ کی کان، بھیڑیے کا جال نہیں ہوتی ہے — وہ موٹا بھیڑیا کان کو کہاں پہچانتا ہے؛

زرگماں بُردند بَستہ در گرہ — می شتابیدند مغروراں بدہ
سونے کو گرہ میں بندھا ہوا سمجھ رہے تھے — دھوکے میں مبتلا گاؤں کی طرف دوڑ رہے تھے

ہمچنیں خنداں و رقصاں می شدند — سُوئے آں دولاب چرخے می زدند
اسی طرح سے خوشی خوشی اور ناچتے ہوئے جا رہے تھے — اُس رہٹ کی طرف قلابازیاں کھا رہے تھے

چوں ہمی دیدند مُرغے می پَرید — جانبِ دہ صَبر جامہ می دَرید
جب وہ دیکھتے تھے کہ کوئی پرندہ اُڑا جا رہا ہے — گاؤں کی جانب وہ صبر کا جامہ چاک کرتے تھے

ہر نسیمے کز سُوئے دِہ می وَزید — گوئیا رُوح و رَواں می پرورید
جو ہوا گاؤں کی طرف سے آتی تھی — گویا وہ روح اور جان کو پرورش کر رہی تھی

ہر کہ می آمد زِ دِہ از سُوئے اُو — بوسہ میدادند خوش بَر رُوئے اُو
جو گاؤں سے اُس طرف آتا تھا — اُس کے مُنہ کو خوب چُومتے تھے

کہ تو رُوئے یارِ ما را دیدہٗ — پس تو جانِ جانِ ما را دیدہٗ
کہ تو نے ہمارے یار کا چہرہ دیکھا ہے — لہٰذا تو ہمارے محبوب کی آنکھ ہے

نواختنِ[2] مجنوں آں سگ را کہ مقیم کوئے لیلیٰ بود

مجنون کا اُس کتے کو نوازنا جو لیلیٰ کے کوچہ میں رہتا تھا

ہمچو مجنوں کو سگے را می نواخت — بوسہ اش میداد پیشش می گداخت
مجنوں کی طرح کہ وہ ایک کتے کو نوازتا تھا — اُس کو چومتا، اُس پر جان نثار کرتا

گردِ اُو می گشت خاضع در طواف — ہمچو حاجی گردِ کعبہ بے گزاف
عاجزی سے طواف میں اُسکے چاروں طرف گھومتا تھا — بلا تکلف جس طرح حاجی کعبہ کے چاروں طرف

گہ سَر و پایش ہمی بوسید و ناف — گہ جلاب[3] شکرش می داد صاف
کبھی اُس کے سَر اور پیر اور ناف کو چومتا تھا — کبھی صاف شکر آمیز گلاب پلاتا تھا

بوالفضولے گفت کاے مجنونِ خام — ایں چہ شید ست اینکہ می آری مدام
ایک بیہودہ نے کہا اے ناقص پاگل — یہ کیسی مکاری ہے جو تو ہمیشہ کرتا ہے

پوزِ سگ دائم پلیدی می خورد — مقعدِ خود را بلب می استرد
کتے کی تھوتنی ہمیشہ پلیدی کھاتی ہے — اپنی مقعد کو ہونٹوں سے چاٹتی ہے

---

[1] معدنِ دنبہ۔ حقیقی لذتوں کا مرکز یعنی دولت باری۔ گرگ۔ یعنی دنیادار انسان۔ زر۔ خواجہ اور اُس کی اولاد گاؤں کیطرف جا رہے تھے اور یہ خیال لئے ہوئے تھے کہ مقصود اُن کے ہاتھ آچکا ہے۔ دولاب یعنی گاؤں پہونچکر لطف اٹھانیکا طلسم۔ چرخ زدن۔ قلابازیاں کھانا۔ ہر کہ۔ گاؤں کی طرف سے آنیوالے سے بھی محبت کا اظہار کرتے۔ یار۔ یعنی وہ دیہاتی جس نے دعوت دی تھی۔

[2] نواختن۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ محبوب کے در کا کتا بھی محبوب ہوتا ہے اسی وجہ سے وہ لوگ گاؤں سے متعلق ہر چیز سے محبت کا اظہار کرتے تھے۔ گردِ او۔ مجنون کُتے کا اسی طرح طواف کرتا تھا جس طرح حاجی کعبہ کا طواف کرتا ہے۔

[3] جلاب۔ گلاب یعنی اُسکو قند و گلاب کا شربت پلاتا تھا۔

عیبہائے سگ بسے اُو می شمُرد | عیب‌داں[1] از غیب‌داں بوئے نبرُد
وہ کُتّے کے بہت سے عیب گنتا رہا | عیب جاننے والا غیب جاننے والے کا راز نہ پاسکا

گفت مجنوں ہمہ نقشی و تن | اندر آو بنگرش از چشمِ من
مجنوں نے کہا تو مجسّم نقش اور صورت ہے | اندر آ اور اُس کو میری آنکھ سے دیکھ

کایں طلسمِ بستۂ مولیٰ ست ایں | پاسبانِ کوچۂ لیلیٰ ست ایں
کہ یہ طلسم مولا کا قائم کیا ہوا ہے | یہ لیلےٰ کے کوچہ کا محافظ ہے

ہمتش بین و دل و جان و شناخت | کو کجا بگزید و مسکن گاہ ساخت
اُس کی ہمّت اور دل اور جان اور پہچان کو دیکھو | کہ اُس نے کس جگہ کو پسند کیا اور ٹھکانا بنایا ہے

اُو سگِ فرخ رُخِ کہفِ من ست | بلکہ او ہم درد و ہم لہفِ من ست
وہ میرے غار کا مبارک رُو کُتّا ہے | بلکہ وہ میرا ہمدرد اور غم خوار ہے

آں سگے کہ گشت در کویش مقیم | خاکِ پایش بہ ز شیرانِ عظیم
وہ کُتّا جو اُس کے کوچہ میں مقیم ہے | بڑے شیروں سے اسکے پیروں کی خاک بہتر ہے

آں سگے کہ باشد اندر کوئے اُو | من بشیراں[2] کے دہم یک موئے اُو
وہ کُتّا جو اُس کے کوچہ میں ہو | میں شیروں کے بدلے میں اسکا ایک بال کب دے سکتا ہوں

آنکہ[3] شیراں مر سگانش را غلام | گفت امکاں نیست خامش والسلام
وہ ذات کہ شیر اُس کے کُتّے کے غلام ہیں | بیان کرنا ممکن نہیں ہے، چپ ہو جا والسلام

گر ز صورت[4] بگذرید اے دوستاں | جنت ست و گلستاں در گلستاں
اے دوستو! اگر تم صورت سے گزر جاؤ گے | جنت ہے اور باغ در باغ ہیں

صورتِ خود چوں شکستی سوختی | صورتِ کُل[5] را شکست آموختی
جب تو نے اپنی صورت توڑ دی (اور) جلا دی | (تو) سب کی صورت کو توڑنا سیکھ لیا

بعد ازاں[6] ہر صورتے را بشکنی | ہمچو حیدرؓ بابِ خیبر برکَنی
اس کے بعد تو ہر صورت کو توڑ دے گا | حیدرؓ کی طرح خیبر کے دروازے کو اکھاڑ دے گا

سغبۂ[7] صورت شد آں خواجہ سلیم | کو بدہ می شُد بگفتارِ سقیم
وہ بھولا خواجہ صورت پر فریفتہ ہو گیا | جو غلط باتوں سے گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا

سوئے دامِ[8] آں تملّق شادماں | ہمچو مُرغے سوئے دانہ امتحاں
خوشامد کے اُس جال کی جانب خوشی خوشی | جیسا کہ پرند آزمائش کے دانہ کی جانب

---

[1] عیب‌داں۔ یعنی ملامت کرنیوالا۔ غیب‌داں۔ یعنی مجنوں جو لیلیٰ کے کتّے سے محبت کا اظہار کر رہا تھا۔ از چشمِ من۔ یعنی لیلیٰ را بچشمِ مجنوں باید دید۔ کایں طلسم یعنی یہ کتا۔ ہمتش۔ کتّے کے ظاہر کو نہ دیکھ اسکے ان اوصاف پر نظر کر۔ ہم لہف۔ ہمدرد، غمخوار۔

[2] من بشیراں۔ یعنی اس کتّے کا بال دیکر بھی شیروں کو نہیں خریدا جاسکتا۔

[3] آنکہ۔ جب مجازی محبوب کے کتّے کیساتھ یہ تعلق ہوتا ہے تو محبوبِ حقیقی سے متعلق چیزوں سے کسقدر محبت ہونی چاہیئے۔

[4] گر ز صورت۔ اگر انسان صورت پرستی سے بلند ہو جائے تو پھر حقیقت کی جنت کی سیر کر سکتا ہے۔

[5] صورتِ کل۔ اگر انسان اپنا بُت توڑ دے تو پھر بت شکنی کر سکتا ہے۔

[6] بعد ازاں۔ خودی کو ختم کر کے حیدری قوت حاصل ہو سکتی ہے۔

[7] سغبۂ۔ خواجہ اور اسکی اولاد صورت پرستی میں مبتلا ہو گئی تھی اسی لئے دیہاتی کی چکنی چپڑی باتوں میں پھنسی۔

[8] سوئے دام۔ اُس دیہاتی کی باتیں ایسی ہی تھیں جیسے کہ جال کا دانہ۔

از کرم دانست آں مُرغِ حریص — دانہ را با دام لیکن شُد محیص[1]

اُس لالچی پرند نے منجملۂ سخاوت جانا — دانہ کو جال کے ساتھ لیکن بچاؤ کا موقع جاتا رہا

از کرم دانست مُرغ آں دانہ را — غایتِ حرص ست نے جُود و عطا

پرند اُس دانہ کو منجملۂ سخاوت جانا — (لیکن یہ تو) انتہائی لالچ ہے نہ کہ بخشش اور عطا

مُرغکاں در طمعِ دانہ شادماں — سوئے آں تزویر پَراں و دَواں

پرند دانہ کے لالچ میں خوشی خوشی — اُس مکر کی جانب اُڑ اور دوڑ رہے ہوتے

گر ز شادی ہاش آگاہت کنم — ترسم اے رَہرو کہ بیگاہت کنم

اگر میں تجھے انکی خوشیوں سے باخبر کروں — اے رہرو! میں ڈرتا ہوں کہ تیرا وقت بیکار کر دونگا

مختصر کردم چو آمد دِہ پدید — خود نبود آں دِہ دہِ دیگر گزید

میں نے مختصر کر دیا، جو گاؤں نظر آیا — یہ وہ گاؤں نہ تھا، دوسرا گاؤں تھا

قُرب ماہے دہ بدہ می تاختند — زانکہ راہِ دہ نکو نشناختند

تقریباً وہ ایک مہینہ گاؤں در گاؤں بھاگے پھرے — کیونکہ وہ گاؤں کے راستہ کو اچھی طرح نہ جانتے تھے

ہر کہ در رہ بے قلاؤزے رَوَد[2] — ہر دو روزہ راہ صد سالہ شود

جو بغیر رہبر کے راستہ پر چلے گا — دو دن کا راستہ سو سال کا ہو جائے گا

ہر کہ تازد سُوئے کعبہ بے دلیل — ہمچو ایں سرگشتگاں گردد ذلیل

جو کعبہ کی جانب بغیر راہبر کے روانہ ہوگا — وہ ان حیرانوں کی طرح ذلیل ہوگا

ہر کہ گیرد پیشہ بے اوستا — ریشخندے شد بشہر و رُوستا

جو بغیر کسی استاد کے کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے — وہ گاؤں اور شہر میں مضحکہ بنتا ہے

زانکہ نادر باشد اندر خافقیں — کادمی سَر بر زند بے والدیں

مشرق و مغرب میں یہ بات نادر ہوگی — کہ بغیر ماں باپ کے آدمی پیدا ہو

مال[3] اُو یابد کہ کسبے می کُند — نادرے باشد کہ بر گنجے زند

مال وہ پاتا ہے، جو کسب کرتا ہے — نادر ہوتا ہے، کہ خزانہ مل جائے

مُصطفائے کو کہ جسمش جاں بُوَد — تا کہ رحماں عَلَّمَ القرآں بُوَد

مصطفیٰؐ کہاں ہیں کہ جن کا جسم بھی روح تھا — تاکہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھائے

اہلِ تن را جملہ عَلَّمْ بِالقَلَم — واسطہ افراشت دَر بذلِ کرم

تمام جسمانی لوگوں کو قلم سے سکھایا — کا واسطہ بنایا جود و عطا میں

[1] محیص. بچاؤ کی جگہ. از کرم دیہاتی کی باتوں کو کرم پر محمول کیا. تزویر. فریب. قلاؤز. راہبر. خواجہ کو اُس دیہاتی کی باتوں سے کسقدر خوشی تھی. خود نبود جس گاؤں میں پہونچے وہ اس دعوت دینے والے دیہاتی کا گاؤں نہ تھا.

[2] ہر کہ. جو استاد اور شیخ کی رہبری کے بغیر چلے گا اس کا یہی حال ہوگا جو اُس خواجہ اور اُس کے بال بچوں کا ہوا. ریشخند. یعنی کچھ حاصل نہ ہوگا اور وہ مضحکہ بن جائیگا. زانکہ اسبابِ ظاہری کے بغیر مقصد کو پہونچنا بالکل ایسا ہی نادر ہے جیسا کہ ماں باپ کے بغیر بچے کا پیدا ہو جانا.

[3] مال. معروف طریقہ پر محنت کرنے سے مقصد حاصل ہوتا ہے. مصطفیٰ. یہ آنحضورؐ کی خصوصیت تھی کہ اُستاد کے بغیر براہِ راست ذاتِ خداوندی سے انکو علوم حاصل ہوئے. اہلِ تن. عوام کو بذریعہ قلم ہی تعلیم دیجاتی ہے.

هر حریصے هست محروم اے پسر — چوں حریصاں تگ مرو آهسته تر
اے بیٹا! ہر لالچی محروم ہے — لالچیوں کی طرح نہ دوڑ، بہت آہستہ چل)

اندراں[1] ره رنجها دیدند و تاب — چوں عذابِ مرغِ خاکی اندر آب
اُس راستہ میں انھوں نے بہت رنج اور تکلیف دیکھی — جیساکہ خشکی کے پرند کی تکلیف پانی میں

سیر گشته از ده و از روستا — وز شکر ریزیِ چناں نا اوستا
دہ گاؤں اور دیہاتی سے بیزار ہوگیا — اور ایسے بے اُستادے کی میٹھی باتوں سے

رسیدنِ خواجه و قومش بده و نادیده و ناشناخت آوردن روستائی ایشاں را
خواجہ اور اُس کے متعلقین کا گاؤں میں پہنچنا اور دیہاتی کا اُن کو اجنبی اور ناآشنا ٹھہرانا

بعد ماهے چوں رسیدند آں طرف — بینوا ایشاں ستوراں بے علف
جب وہ اس طرف ایک مہینہ کے بعد پہنچے — وہ بے سروسامان (اور) چوپائے بغیر گھاس کے تھے

روستائی بیں که از بد نیتی — می کند بعد اللتیّا[2] و اللتی
دیہاتی کو دیکھ کر بدنیتی سے — چناں وچنیں کے بعد کرتا ہے

روئے پنهاں می کند زایشاں بروز — تا سوئے باغش نه بکشایند پوز
اُن سے دن میں مُنہ چھپاتا ہے — تاکہ وہ اُس کے باغ کی جانب مُنہ نہ کھولیں

آنچناں رو که همه زرق و شرست — از مسلماناں نهاں اولیٰ ترست
ایسا چہرہ جو مجسّم مکر اور شرارت ہے — مُسلمانوں سے چھپا رہنا بہتر ہے

روها باشد که دیواں چوں مگس — بر سرش بنشسته باشد چوں حرس[3]
بہت سے چہرے ہوتے ہیں کہ شیاطین مکھیوں کی طرح — (اور) پہرہ داروں کی طرح اُنکے سر پر بیٹھے ہوتے ہیں

چوں به بینی روئے شاں در تو فتند — یا مبیں شاں چوں ببینی خوش مخند
جب تو اُن کا چہرہ دیکھے گا وہ تجھے چمٹیں گے — یا تو اُن کو نہ دیکھ یا اگر دیکھتا ہے تو مت ہنس

در چناں روئے خبیث عاصیه — گفت یزداں نسفعاً بالناصیه
ایسے ہی خبیث نافرمان چہرے کے بارے میں — خدا نے فرمایا ہے، ہم پیشانی پکڑ کر گھسیٹیں گے۔

چوں بپرسیدند و خانش یافتند — همچو خویشاں سوئے در بشتافتند
جب انھوں نے معلومات کیں اور اُس کا گھر پالیا — اپنوں کی طرح دروازے کی طرف دوڑے

---

[1] اندراں رہ. بھاؤں کے راستہ میں خواجہ اور اُس کی اولاد کو بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ سیر گشت۔ اُس دیہاتی اور گاؤں سے اُنکو نفرت ہونے لگی بعد ماہے۔ چونکہ گاؤں کی تلاش میں مارے مارے پھرے لہذا ایک ماہ صرف ہوگیا۔

[2] اللتیا واللتی چناں وچنیں، اگر مگر رہنے۔ وہ دیہاتی دن میں چھپا رہتا تھا تاکہ یہ لوگ اُس کے مہمان نہ بن سکیں۔ پوز. مُنہ۔ آنچناں۔ یہ مولانا کا اپنا مقولہ ہے کہ ایسے نالائق کا مسلمانوں سے مُنہ چھپائے رکھنا بہتر ہے۔

[3] حرس. دیکھ بھال کرنے والے ایسے نگہبان جو دیکھ بھال کرتے ہیں کہ کوئی کام نہ کرلے۔ نسفعاً قرآن پاک میں ابوجہل کے متعلق ہے لنسفعاً بالناصیۃ ہم ضرور اُسکی پیشانی پکڑ کر گھسیٹیں گے۔

در فرو بستند اہلِ خانہ اش — خواجہ شد زیں کجروی دیوانہ وش[1]
اس کے گھر والوں نے دروازہ بند کر لیا — خواجہ اس بدتمیزی سے دیوانہ جیسا ہو گیا

لیک ہنگامِ درشتی ہم نبود — چوں درافتادی بچہ تیزی چہ سود
لیکن سختی کا وقت بھی نہ تھا — تو جب کنویں میں گر گیا تیزی سے کیا فائدہ؟

بر درش ماندند ایشاں پنجروز — شب بسرما روز خود خورشید سوز
وہ اس کے دروازہ پر پانچ روز پڑے رہے — رات جاڑے میں اور دن خود جلانے والے سورج میں

نے زغفلت بود ماندن نے خری — لیک بود از اضطرار و بے زری
پڑا رہنا نہ غفلت کی وجہ سے تھا نہ حماقت کی وجہ سے — لیکن مجبوری اور مفلسی کی وجہ سے تھا

بالئیماں بستہ نیکاں زاضطرار — شیر مردارے خورد از جوعِ زار
مجبوری سے بھلے کمینوں سے وابستہ ہو گئے — بھوک سے لاغر شیر مردار کھا لیتا ہے

او ہمی دیدش ہمی کردش سلام[2] — کہ فلانم من مرا اینست نام
وہ (شہری) اس (دیہاتی) کو دیکھتا سلام کرتا — کہ میں فلاں ہوں میرا یہ نام ہے

گفت باشد من چہ دانم تو کئی — یا پلیدی یا قرینِ پاکئی
اس دیہاتی نے کہا ہوگا میں کیا جانوں تو کون ہے؟ — تو ناپاک ہے، یا پاکی سے موصوف ہے

واللہم روز و شب اندر صنعِ ہو — ہیچگونہ نیستم پروائے تو
میں دن رات اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کا شیدا ہوں — مجھے تیری کوئی پروا نہیں ہے

از خودیِ خود ندارم ہم خبر — نیست از ہستی سرِ موئم اثر
مجھے خود اپنا پتہ نہیں ہے — میرے وجود کا ایک بال برابر بھی نشان نہیں ہے

ہوشِ من از غیرِ حق آگاہ نیست — در دل و جانم بجز اللہ نیست
میرا ہوش اللہ کے سوا کسی سے باخبر نہیں ہے — میرے دل و جان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے

گفت[3] ایں دم با قیامت شد شبیہ — تا برادر شد یفر من اخیہ
اس (شہری) نے کہا تو یہ وقت قیامت کے مشابہ ہو گیا — کہ بھائی اپنے بھائی سے بھاگنے لگا

شرح می کردش کہ من آنم کہ تو — لوتہا خوردی زخوانِ من دو تو
وہ (شہری) اس (دیہاتی) کیلئے واضح کرتا کہ میں وہی ہوں کہ تو نے — میرے دسترخوان سے خوب خوب لذیذ کھانے کھائے ہیں

آں فلاں روزت خریدم آں متاع — کلُّ سِرٍّ جاوزَ الاثنینِ شاع
فلاں دن میں نے تیرے لئے وہ سامان خریدا — جو راز دو سے آگے بڑھا شائع ہو گیا

---

[1] خواجہ یعنی شہری۔ زیں۔ یعنی گھر والوں کے دروازہ بند کرنے سے۔ شب بسرما یعنی رات جاڑے میں گذرتی اور دن سورج کی گرمی میں بسر ہوتا۔ نے زغفلت۔ چونکہ انکے پاس روپیہ پیسہ ختم ہوچکا مجبوراً دروازے پر پڑے رہے۔

[2] سلام۔ یعنی سلام کرکے اپنا تعارف کراتا۔ گفت باشد۔ یعنی دیہاتی نے پہچاننے سے انکار کردیا۔ واللہم۔ وہ دیہاتی بزرگی کی باتیں بگھارنے لگا اور دنیا سے بے تعلقی اور اللہ تعالیٰ سے والہانہ محبت جتانے لگا۔

[3] گفت۔ شہری خواجہ نے کہا پھر تو یہ دن قیامت جیسا ہے کیونکہ اس دن بھائی بھائی کو نہ پہچانے گا تو یہ بالکل موت کی صبح ہے۔ لوتہا۔ لذیذ غذائیں۔ متاع۔ سامان یعنی وہ سامان جو میں نے تجھے خرید کردیا۔ کل سر۔ اب یہ راز، راز نہیں ہے سب جانتے ہیں۔

نے کہ بودی ماہہا مہمانِ من — نے رسیدت بے کراں احسانِ من
کیا تو مہینوں میرا مہمان نہیں رہا — کیا تجھے میرے بے انتہا احسان نہیں پہنچے

سِرّ مہرِ ما شنیدستند خلق — شرمؓ[1] دار دروئے چو نعمت خورد حلق
ہماری محبت کے راز لوگوں نے سُنے ہیں — جب حلق نعمت کھاتا ہے تو مُنہ شرماتا ہے

اُو ہمی گفتش چہ گوئی ترہات — نے ترا دانم نہ نامِ تو نہ جات
وہ دیہاتی، اس سے کہتا کیا بکواس بکتا ہے — نہ میں تجھے جانتا ہوں نہ تیرا نام نہ تیرا مقام

پنجمیں شب ابر و بارانے گرفت — کاسماں از بارشش شد در شگفت
پانچویں رات ایسا ابر اور بارش آئی — جس کے برسنے سے آسمان کو بھی تعجب ہوا

چوں رسیدش کارد اندر استخواں — حلقہ زد خواجہ کہ مہترؓ[2] را بخواں
جب چھری اس کی ہڈیوں تک پہونچ گئی — خواجہ نے کنڈی بجائی کہ چودھری کو بلا

چوں بصد الحاح آمد سُوئے در — گفت آخر چیست اے جانِ پدر
جب سیکڑوں خوشامدوں سے وہ دروازہ پر آیا — بولا بابا! آخر کیا ہے؟

گفت من آں حقہا بگذاشتم — ترک کردم آنچہ می پنداشتم
(خواجہ نے) کہا میں نے سب حق چھوڑے — جو کچھ میں نے خیال کیا تھا میں اُس سے باز آیا

پنج سالہ رنج دید ایں پنج روز — جانِ مسکینم دریں سرما و سوز
ان پانچ روز میں پانچ سال کا رنج دیکھا — میری عاجز جان نے اجاڑے اور تکلیف میں

یک جفا از خویش و از یار و تبار — در گرانی ہست چوں سہ صد ہزار
اپنے عزیز، اپنے دوست اور خاندان کا ایک ظلم — شدت میں تین لاکھ سے زیادہ ہے

زانکہ دل ننہاد بر جور و جفاش — جانش خو گر بود با مہر و وفاش
کیونکہ دل اس کے ظلم و زیادتی کا عادی نہ تھا — جان اس کی محبت اور وفاداری کی عادی تھی

ہر چہ بر مردم بلا و شدت ست — ایں یقیں داں کز خلافِ عادتؓ[3] ست
انسانوں پر جو مصیبت اور سختی ہے — یقین کر، خلافِ عادت ہونے کی وجہ سے ہے

گفت اے خورشیدِ مہرت در زوال — گر تو خونم ریختی کردم حلال
(خواجہ نے) کہا اے وہ کہ تیری محبت کا سورج زوال پذیر ہے — اگر تو مجھے مار بھی ڈالے تو میں نے تجھے معاف کیا

امشب از باراں بمادہ گوشۂ — تا بیابی در قیامت توشۂ
آج کی رات بارش کی وجہ سے ہمیں ایک گوشہ دیجیے — تاکہ تو قیامت میں توشہ پائے

لہ شرم دارد۔ ازرو کی شکل ہے مُنہ کھائے آنکھ لجائے۔ ترہات خرافات، بیہودہ باتیں۔ جات۔ جائے تو شگفت۔ تعجب۔ کارد اندر استخواں انتہائی تکلیف۔ حلقہ زد۔ کواڑ کی کنڈی بجائی۔
۲ مہتر چودھری یعنی وہ دیہاتی جس نے دعوت دی تھی۔ الحاح۔ خوشامد۔ گفت۔ خواجہ شہری نے کہا پنج سالہ۔ یعنی یہ مصیبت ناک ایک دن ایک سال کے برابر تھا۔ تبار۔ خاندان۔
۳ خلافِ عادت۔ عادت کے خلاف جو کچھ کرنا پڑتا ہے اس سے تکلیف ہوتی ہے اگر اس کام کی عادت ہو تو پھر وہ تکلیف دہ نہیں رہتا ہے۔ گوشہ۔ یعنی کوئی ایسی جگہ جہاں ہم بارش سے بچکر لیٹ جائیں۔

گفت یک گوشہ است آن باغبان[1] | ہست آنجا گرگ را او پاسباں

(دیہاتی نے) کہا باغبان کی ایک جگہ ہے | وہاں وہ بھیڑیئے کا محافظ ہے

در کفش تیر و کماں از بہرِ گرگ | تا زند گر آید آں گرگ سترگ

اس کے ہاتھ میں بھیڑیئے کیلئے تیر و کمان رہتا ہے | تاکہ اگر وہ موٹا بھیڑیا آئے تو وہ اس کو مارے

گر تو آں خدمت کنی جا آنِ تست | ور نہ جائے دیگرے فرما جُست

اگر تو یہ خدمت کرے تو یہ جگہ تیرے لئے ہے | ورنہ کوئی دوسری جگہ تلاش کر لے

گفت صد خدمت کنم تو جا دِہ | واں کمان و تیر در دستم بنہ

اس (خواجہ) نے کہا میں سو خدمتیں کروں گا تو جگہ دیدے | وہ تیر و کمان میرے ہاتھ میں دے دے

من نخسپم حارسیِ رز کنم | گر برآرد گرگ سر تیرش زنم

میں نہ سوؤں گا انگور کی حفاظت کروں گا | اگر بھیڑیا سر نکالے گا اس پر تیر چلاؤں گا

بہرِ حق مگذارم امشب اے[2] دو دل | آب باراں بر سر و در زیر گِل

اے دوغلے اللہ کیلئے آج کی رات مجھے (اس جگہ) نہ چھوڑ | بارش سر پر ہے اور کیچڑ نیچے ہے

گوشۂ خالی بُد و اُو با عیال | رفت آنجا جائے تنگ و بے مجال

گوشہ خالی تھا اور وہ مع بال بچوں کے | اس جگہ چلا گیا، جو تنگ جگہ تھی وہ گنجائش کی نہ تھی

چوں ملخ بر ہمد گر گشتہ سوار | از نہیبِ سیل اندر کنجِ غار

وہ ٹڈیوں کی طرح ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے تھے | غار کے کونے میں بارش کے خوف سے

شب ہمہ شب جملہ گویاں کا خدا | ایں سزائے ما سزائے ما سزا[3]

ساری رات سب یہ کہہ رہے تھے کہ اے خدا! | یہی ہماری سزا ہے یہی سزا ہمارے لائق ہے

ایں سزائے آنکہ شد یارِ خساں | یا کسی کرد از برائے ناکساں

یہی اس کی سزا ہے جو کمینوں کا دوست بنا ہو | یا اس نے کمینوں کے ساتھ انسانیت برتی ہو

ایں سزائے آنکہ اندر طمعِ خام | ترک گوید خدمتِ خاکِ کرام

یہی اس کی سزا ہے جس نے بیہودہ لالچ میں | شریفوں کی خاک کی خدمت چھوڑی ہو

خاکِ[3] پاکاں لیسی و دیوارِ شاں | بہتر از عام و رَز و گلزارِ شاں

نیکوں کی دیوار اور مٹی چاٹنا | بہتر ہے عوام اور ان کے انگور اور باغ سے

بندۂ یک مردِ روشن دل شوی | بہ کہ بر فرقِ سرِ شاہاں روی

کسی روشن دل انسان کا خادم ہونا | اس سے بہتر ہے کہ تو بادشاہوں کے سر کی مانگ پر چلے

[1] باغباں یعنی مالک کی کوٹھی ہے جس میں وہ رات کو رہ کر ہیشہ سے حفاظت کرتا ہے۔ خدمت یعنی بھیڑیئے کی دیکھ بھال، حفاظتی نگرانی۔ رز۔ انگور کی بیل۔ دو دل، متردد۔ ملخ چھوٹا سا ٹڈی بہار میں ٹڈیاں تہ بتہ ہوتی ہیں۔ نہیب خوف۔ کنج۔ گوشہ۔

[2] سزا۔ بدلہ، سزا لائق کسی شرافت، انسانیت، ایں سزا۔ جو بزرگوں کی صحبت چھوڑ کر دنیا داروں کی طرف بھاگتا ہے وہ نہ گھر کا رہتا ہے نہ گھاٹ کا جیسا کہ یہ خواجہ شہری۔

[3] خاک۔ بزرگوں کی صحبت میں تکلیف اٹھانا دنیا داروں کی لطف اندوزیوں سے بہتر ہے۔ فرق۔ سر کی مانگ۔

از ملوکِ خاک جز بانگِ دُہل
دنیا کے بادشاہوں سے سوائے نقارے کی آواز کے

تو نخواہی یافت اے پیکِ سُبل [1]
تو کچھ نہ پاسکے گا اے راستوں پر چلنے والے!

شہریاں خود رہزناں نسبت بروح
رُوح کے مقابلہ میں شہری خود ڈاکو ہیں

روستائی کیست گیجِ بے فتوح
دیہاتی کیا ہے؟ بے فیض بے وقوف

ایں سزائے آنکہ بے تدبیرِ عقل
یہ اس کی سزا ہے کہ عقل کی تدبیر کے بغیر

بانگِ غولے آمدش بگزید نقل
اس کو چھلاوے کی آواز آئی اور اس نے نقل اختیار کی

چوں پشیمانی ز دل شد تا شغاف [2]
جب شرمندگی دل سے اس کی تہ میں پہنچ گئی

زاں سپس سُودے ندارد اعتراف
اس کے بعد غلطی کا اقرار کوئی فائدہ نہیں دیتا ہے

چوں پشیماں گشت از دل آنچہ کرد
جب اپنے کیے پر دل سے شرمندہ ہو گیا

بعد ازاں سُودش ندارد آہِ سرد
اس کے بعد ٹھنڈی آہ اس کے لئے مفید نہیں ہے

آں کمان و تیر اندر دستِ او
وہ تیر و کمان اس کے ہاتھ میں

گرگ را جویاں ہمہ شب سُو بسُو
اِدھر اُدھر تمام رات بھیڑیے کو ڈھونڈتا رہا

گرگ خود بر وے مسلط چوں شرر
بھیڑیا خود چنگاریوں کی طرح اس پر مسلط تھا

گرگ جویاں وز گرگِ او بیخبر
وہ بھیڑیئے کو تلاش کرتا تھا اور بھیڑیئے سے بیخبر تھا

ہر پشہ ہر کیک چوں گرگے شدہ
ہر مچھر اور ہر پسّو بھیڑیئے کی طرح بن گیا تھا

اندراں ویرانہ شاں زخمے زدہ
جو اس ویرانہ میں اُن کو کاٹ رہا تھا

فرصتِ [3] آں پشہ راندن ہم نبود
اس کو ان مچھروں کو اڑانے کی بھی فرصت نہ تھی

از نہیبِ حملۂ گرگِ عَنُود
کمینے بھیڑیئے کے حملے کے ڈر سے

تا نیاید گرگ آسیبے زند
تاکہ بھیڑیا نہ آجائے (اور) نقصان پہنچائے

روستائی ریشِ خواجہ بر کَند
(اور) دیہاتی، خواجہ کی داڑھی نوچے

اینچنیں دنداں زناں تا نیم شب
اسی طرح آدمی رات تک لرزتے ہوئے

جانِ شاں از ناف می آمد بلب
اُن کی جان ناف سے لبوں تک آرہی تھی

ناگہاں تمثالِ گرگِ ہشتۂ
اچانک ایک آوارہ بھیڑیئے کی صورت نے

سر بر آورد از فرازِ پشتۂ
ٹیلے کے پیچھے سے سر اُبھارا

تیر را بکشاد آں خواجہ ز شست
اس خواجہ نے تیر چُستی سے چھوڑا

زد بر آں حیواں کہ تا اُفتاد پست
اس جانور کو مارا تو وہ گر پڑا

---

[1] پیکِ سُبل۔ مختلف راستوں کا قاصد۔ شہریاں۔ یعنی وہ لوگ جو ظاہری علوم اور تمدن سے وابستہ ہیں۔ رُوح۔ یعنی سالک درویش۔ روستائی۔ دیہاتی۔ گیج۔ احمق، پریشان دماغ۔ بے فتوح۔ بے فیض۔ چوں۔ انتہائی شرمناک کام کرنیکے بعد شرمندگی سے کیا فائدہ۔

[2] شغاف۔ وہ پردہ جس میں دل لپٹا ہوا ہے، دل کے اندر کا سیاہ نقطہ۔ اعتراف۔ اقرار۔ گرگ۔ یعنی ہر مچھر اور پسّو اُسکے لئے بھیڑیا تھا لیکن وہ اُنکی پروا کئے بغیر بھیڑیئے کی تلاش میں تھا۔ کیک۔ پسّو۔

[3] فرصت۔ بھیڑیئے کے خوف سے بھیڑیئے کی جستجو میں اسقدر لگا ہوا تھا کہ مچھر اور پسّو اڑانے کی بھی فرصت نہ تھی۔ تمثال۔ صورت۔ ہشتۂ۔ چھوٹا ہوا، آزاد۔ پشتۂ۔ ٹیلا

اندر اُفتادن ز حیواں باد جستؔ ¹
گھسنے سے حیوان کا گوز خارج ہوا

روستائی ہائے کرد و کوفت دست
دیہاتی نے ہائے کی اور ہاتھ (سر پر) مارا

ناجوانمردا کہ خر کُرّہ من ست
اے نامُراد! میرے گدھے کا بچہ ہے

گفت نے ایں گرگ چیں آہرمن ست
(خواجہ نے) کہا نہیں یہ دیو ہیکر بھیڑیا ہے

اندرو اشکال گرگی ظاہر ست
میں بھیڑیئے پن کی صورت واضح ہے

شکل اُو از گرگی اُو مخبر ست
اس کی شکل اس کے بھیڑیا ہونے کو بتا رہی ہے

گفت نے بادے کہ جست از فرجِ وے
اُس (دیہاتی) نے کہا نہیں جو گوز اس کی شرمگاہ سے خارج ہوا ہے

می شناسم ہمچناں کآبے زمے
میں اس کو پہچانتا ہوں جیسا کہ پانی کو شراب سے

کُشتۂ خر کُرّہ ام را در ریاض
تو نے کھیتوں میں میرے گدھے کا بچہ مار ڈالا

کہ مبادت بسطؔ ² ہرگز ز انقباض
(خدا کرے) تجھے تنگی سے فراخی کبھی (نصیب) نہ ہو

گفت نیکو تر تفحص کن شب ست
اس (خواجہ) نے کہا اچھی طرح تحقیق کر لے رات ہے

شخصہا در شب ز ناظر مُحجب ست
رات میں صورتیں آنکھ سے مخفی ہوتی ہیں

شب غلط بنماید و مُبدَل بسے
رات بہت سی چیزوں کو غلط اور بدلی ہوئی دکھا دیتی ہے

دیدِ صائب شب ندارد ہر کسے
رات میں ہر شخص ٹھیک نگاہ نہیں رکھتا ہے

ہم شب و ہم ابر و ہم بارانِ ژرف
رات بھی اور ابر بھی اور گہری بارش بھی

ایں سہ تاریکی غلط آرد شگرف
یہ تین اندھیریاں بڑی غلطی پیدا کر دیتی ہیں

گفت ایں بر من چو روزِ روشن ست
اُس (دیہاتی) نے کہا یہ مجھ پر روزِ روشن کی طرح ہے

من شناسم بادِ خر کُرّہ من ست
میں پہچانتا ہوں (یہ) میرے گدھے کے بچہ کا گوز ہے

درمیانِ بست بادآں باد را
بیسوں ہواؤں میں، اُس ہوا کو

می شناسم چوں مسافر زاد را
میں پہچانتا ہوں جیسا کہ مسافر توشہ کو

خواجہ بر جست و بیامد ناشگفتؔ ³
خواجہ اُچھل پڑا اور بے صبر ہو گیا

روستائی را گریبانش گرفت
دیہاتی کا گریبان پکڑ لیا

کابلہِ طرّار شید آوردۂ
کہ بیوقوف گرہ کٹ تو نے مکر کیا ہے

بنگ و افیوں ہر دُو باہم خوردۂ
بھنگ اور افیون دونوں ملا کر تو نے کھائی ہیں

در سہ تاریکی شناسی بادِ خر
تین اندھیریوں میں تو گدھے کی ہوا کو پہچانتا ہے

چوں ندانی مر مرا اے خیرہ سر
اے دیوانے! تو مجھے کیوں نہیں پہچانتا ہے؟

---

¹ بادِ جست۔ اسکے پیٹ کی ہوا خارج ہوئی۔ کُرّہ۔ بچھیرا۔ اہرمن۔ دیو، شیطان۔ مخبر۔ خبر دینے والا۔ فرج۔ شرمگاہ۔ ریاض۔ روضہ کی جمع ہے باغ۔

² بسط۔ کشادگی۔ انقباض۔ تنگی۔ تفحص۔ جستجو۔ محجب۔ محجوب۔ مخفی۔ گفت۔ دیہاتی نے کہا۔ زاد۔ مسافر کا توشہ۔

³ ناشگفت۔ بے صبر۔ ابلہ۔ بیوقوف۔ طرّار۔ جیب تراش۔ شید۔ مکر۔ بنگ۔ بھنگ۔ خیرہ سر۔ دیوانہ

آنکہ داند نیم شب گوسالہ را — چوں نداند ہمرہِ دہ سالہ را
جو آدمی رات میں بچھڑے کو پہچان لے — وہ دس سالہ ساتھی کو کیسے نہیں پہچانتا؟

خویشتن را عارفؒ و والہؒ کُنی — خاک در چشمِ مُروّت می زنی
اپنے آپ کو باخدا اور عاشق بناتا ہے — مروّت کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے

کہ مرا از خویش ہم آگاہ نیست — در دلم گنجا بجُز اللہ نیست
کہ مجھے اپنی بھی خبر نہیں ہے — میرے دل میں اللہ کے سوا کسی کی گنجائش نہیں ہے

آنچہ دی خوردم ازانم یاد نیست — ایں دل از غیرِ تحیُّر شاد نیست
میں نے جو کل کھایا وہ بھی مجھے یاد نہیں ہے — یہ دل (مقامِ) حیرت کے علاوہ کسی چیز سے خوش نہیں ہے

عاقل و مجنونِ حقم یاد آر — در چنیں بیخویشیم معذور دار
مجھے اللہ کا عاقل اور دیوانہ سمجھ — اس طرح کی مدہوشی میں مجھے معذور سمجھ

آنکہ مُردارے خورد یعنی نبیذ — شرع اُو را سُوئے معذوراں کشید
جو شخص حرام یعنی نبیذ پی لیتا ہے — شریعت اس کو معذوروں میں داخل کر دیتی ہے

مست و بنگی را طلاقؒ و بیع نیست — ہمچو طفل ست اُو معاف و مطلقے
مست اور بھنگ پینے والے کی طلاق اور بیع معتبر نہیں ہے — وہ بچہ کی طرح ہے جو معاف اور آزاد ہے

مستی کاید زبُوئے شاہِ فرد — صد خُمِ مے در سَر و مغز آں نکرد
وہ مستی جو یکتا شاہ کی خوشبو سے پیدا ہو — شراب کے سو مٹکے بھی سر اور دماغ میں وہ نہیں کر سکتے

پس برو تکلیف چوں باشد رَوا — اسپ ساقط گشت و شد بے دست و پا
اس کو مکلّف بنانا کیسے جائز ہو گا! — گھوڑا گر گیا ہے اور وہ بے دست و پا ہو گیا ہے

بار برگیرند چوں آمد عرج — گفت حق لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجؒ
جب لنگڑا پن آ جاتا ہے بوجھ ہٹا لیتے ہیں — اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے" اندھے پر گناہ نہیں ہے

ہمچنیں لَیْسَ عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَج — نیست رنجے چوں عمی و چوں عرج
اسی طرح لنگڑے پر گناہ نہیں ہے — اندھے پن اور لنگڑے پن کی طرح کوئی مصیبت نہیں ہے

بار کہ نہد در جہاں خر کُرّہ را — درس کہ دہد پارسی بُو مرّہ را
گدھے کے بچے پر بوجھ کون لادتا ہے؟ — فارسی کا سبق شیطان کو کون پڑھاتا ہے؟

سُوئے خود اعمٰی شدم از حق بصیر — پس معافم از قلیل و از کثیر
اپنے لئے میں اندھا ہوں خدا کے معاملہ میں بینا ہوں — تو مجھے تھوڑے اور زیادہ سے معافی ہے

ؒ عارف ۔ خدا کی معرفت والا ۔ والہ ۔ فریفتہ، عاشق ۔ یہ بھی دیہاتی کا مقولہ ہے ۔ تحیّر حیرانی ۔ عاقل ۔ یہ بھی دیہاتی کا قول ہے ۔ نبیذ ۔ یعنی وہ شراب جس کا پینا حرام ہے ۔

ؒ طلاق ۔ امام شافعیؒ کے نزدیک شراب سے مدہوش کی طلاق اور بیع واقع نہیں ہوتی ہے ۔ مطلق ۔ یعنی تکالیف سے آزاد ۔ شاہِ فرد ۔ اللہ تعالیٰ ۔ اسپ ساقط گرے ہوئے گھوڑے سے بوجھ ہٹا دیا جاتا ہے ۔ عرج ۔ لنگڑا پن ۔

ؒ حرج ۔ تنگی، گناہ ۔ اعرج ۔ لنگڑا ۔ بو مرّہ ۔ شیطان کی کنیت ہے ۔ سوئے خود ۔ یعنی میں اللہ کے معاملہ میں ہوش میں ہوں اور اپنے معاملہ میں بے خبر ہوں ۔ معاف ۔ بخشا ہوا، درگزر کیا ہوا ۔

لافِ درویشی زنی و بیخودی — ہائے وہوئے عاشقانِ ایزدی

تو درویشی اور بے خودی کی ڈینگیں مارتا ہے — اللہ کے عاشقوں جیسی ہائے وہو کرتا ہے،

کز زمیں را من ندانم ز آسماں — امتحانت[1] کرد غیرت اِمتحاں

کہ میں آسمان کو زمین میں فرق نہیں کر سکتا ہوں — غیرت (خداوندی) نے تیرا خوب امتحان کیا

بادِ خر کرہ چنیں رسوات کرد — ہستی نفی ترا اثبات کرد

گدھے کے بچے کے گوز نے تجھے رُسوا کر دیا — تیری ہستی کی نفی (کے جھوٹ) کا اثبات کر دیا

ہمچنیں رُسوا کند حق شید را — ہمچنیں گیرد رمیدہ صید را

اللہ (تعالیٰ) مکر کو اسی طرح رسوا کرتا ہے — بھاگے ہوئے شکار کو اسی طرح پکڑتا ہے

صد[2] ہزاراں امتحانست اے پدر — ہر کہ گوید من شدم سرہنگِ در

بابا! لاکھوں آزمائشیں ہیں (اس کے لئے) — جو یہ کہے کہ میں (اللہ کے) در کا سپاہی ہوں

گر نداند عامۂ اُو را امتحاں — پختگانِ راہ جویندش نشاں

اگرچہ عوام اُس کو امتحان نہیں سمجھتے — (لیکن) راہِ (حق) کے پختہ کار، اس کا پتہ لگا لیتے ہیں

اشارت در شناختنِ مدعیِ کمال را صاحبِ کمال

مدعیِ کمال کو صاحبِ کمال اور عوام کی جانب سے غلط بکواس کو

و گزافِ غلط از عوام

پہچاننے کے بارے میں اشارہ

چوں کند دعویِ خیاطی کسے — افگند در پیشِ اُو شہ اطلسے[3]

جب کوئی درزی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے — بادشاہ اس کے سامنے اطلس ڈالدیتا ہے

کہ بُبر ایں را بغلطاقِ فراخ — ز امتحاں پیدا شود اُو را دو شاخ

کہ اس کی چوڑی قبا تراش دے — (اور) امتحان سے اُس کے دونوں پہلو ظاہر ہو جاتے ہیں

گر نبودے اِمتحانِ ہر بدے — ہر مخنث درِ وغا رستم بُدے

اگر ہر بُرے کے امتحان کا طریقہ نہ ہوتا — جنگ میں ہر ہیجڑا رستم ہوتا

خود مخنث را زرہ پوشیدہ گیر — چوں بہ بیند زخم اُو گردد اسیر

ہیجڑے کو زرہ پوش فرض کر — جب اس کے زخم لگے گا قیدی بن جائیگا

مستِ مے ہشیار چوں شد از دبور — مستِ حق ناید بخود از نفخِ صور

بچھوا ہوا سے شراب کا مست تیرے ہوشیار ہو گیا — اللہ کا مست صور پھنکنے سے بھی ہوش میں نہیں آتا

---

[1] امتحانت۔ یعنی تیرے دعووں کا اللہ نے امتحان لیا۔ تو یعنی تو مقامِ فنا میں پہونچنے کا دعوی کر رہا تھا اللہ نے ثابت کر دیا کہ یہ تیرا دعویٰ غلط ہے۔

[2] صد ہزار۔ جب کوئی عشق الٰہی کا دعوی کرتا ہے اُس کی آزمائشیں شروع ہو جاتی ہیں۔ پختگاں۔ خاصانِ خدا' دعوے کی حقیقت کو پہچان لیتے ہیں۔ خیاطی۔ درزی پن۔

[3] اطلس۔ ایک ریشمی کپڑا ہے۔ غلطاق۔ قبا۔ دو شاخ۔ دعوے کے دونوں پہلو یعنی انکا صحیح یا غلط ہونا۔ چوں بیند زخم لگنے پر ہتھیار ڈالدیتا ہے اور اپنے آپکو قیدی بنا دیتا ہے۔ دَبور۔ پچھوا ہوا۔

بادۂ حق راست باشد نے دروغ
اللہ کی شراب سچی ہوتی ہے نہ کہ جھوٹی

دُوغ[1] خوردی دُوغ خوردی دُوغ دُوغ
تونے چھاچھ پی ہے تونے چھاچھ پی ہے چھاچھ چھاچھ

ساختی خود را جنیدؒ و بایزیدؒ
تونے اپنے آپ کو جنیدؒ اور بایزیدؒ بنایا

رو کہ نشناسم تبر را از کلید
(کہتا ہے) جا میں کلہاڑے اور کنجی میں امتیاز نہیں کرتا ہوں

بدرگی و منبلی و حرص و آز
بدذاتی، اور کاہلی، اور حرص اور لالچ کو

چوں کنی پنہاں بہ تیدائے مکرساز
اے مکار! تو مکر سے کیسے چھپائے گا

خویش را منصورِ حلاجؒ کنی
اپنے آپ کو منصور حلاجؒ بناتا ہے

آتشے در پنبۂ یاراں زنی
دوستوں کی روئی میں آگ لگاتا ہے

کہ نہ بشناسم عمرؓ از بولہب
کہ میں عمرؓ اور ابولہب میں فرق نہیں کرتا ہوں

بادِ خر کرّہ شناسم نیم شب
گدھے کے بچے کا گوز آدھی رات میں پہچان لیتا ہوں

اے خرے کایں از تو خر باور کند
اے گدھے! تیری ان باتوں پر گدھا یقین کرسکتا ہے

خویش را بہرِ تو کور و کر کند
جو تیری خاطر اپنے آپ کو اندھا بہرا بنالے

خویش را از رہروان[2] کمتر شمر
اپنے آپ کو سالکوں سے کم تر سمجھ

تو حریفِ رہزنانی کہ مخور
تو ڈاکوؤں کا ساتھی ہے، گھمسان نہ کھا

باز پر از شید و سوئے عقل تاز
مکاری سے ہٹ اور عقل کی طرف دوڑ

کے پرد بر آسماں پرِّ مجاز
نقلی پَر آسمان پر کب اُڑتا ہے؟

خویشتن را عاشقِ حق ساختی
تونے اپنے آپ کو خدا کا عاشق بنایا ہے

عشق با دیوِ سیاہے باختی
(لیکن) دوستی کالے شیطان سے کی ہے

عاشق و معشوق را در رستخیز
قیامت میں عاشق اور معشوق کو

دو بدو بندند و پیش آرند تیز
اکٹھا باندھیں گے اور فوراً پیش کریں گے

تو چہ خود را گیج و بیخود کردۂ
تونے اپنے آپ کو دیوانہ اور مدہوش کیا ہے

خونِ رَز کو خونِ ما را خوردۂ
انگور کا خون کہاں، تونے ہمارا خون پیا ہے

رو کہ نشناسم[3] ترا از من بجہ
جا میں تجھے نہیں پہچانتا ہوں میرے پاس سے بھاگ

عارفِ بیخویشم و بہلول دِہ
میں عارف (باللہ) مدہوش ہوں اور گاؤں کا بہلول ہوں

تو تو ہم می کنی از قربِ حق
تو اللہ (تعالیٰ) کے قرب کا گمان کرتا ہے

کہ طبق گر دور نبود از طبق
کہ طباق بنانے والا طباق سے دور نہیں ہوتا ہے

---

[1] دُوغ. چھاچھ. رَوْ یعنی تو کہتا ہے جا مجھے کچھ خبر نہیں ہے. منبلی. سستی، کاہلی. منصورؒ: یہ بزرگ روئی دھننے کا پیشہ کرتے تھے اسی لئے حلاج کہلاتے تھے. پنبۂ یاراں. یعنی دوستوں کے حقوق کو رد کر. یعنی بنیر سنے اور دیکھے تیری تصدیق کرتا ہے.

[2] رہروان. سالکین. حریف. ہم پیشہ. کہ مخور. بکھلس نہ کر. پَرِ مجاز. مصنوعی پر. عاشق و معشوق یعنی شیطان اور اس کے پجاری. گیج. دیوانہ، احمق. خونِ رَز. انگور کا خون یعنی شراب.

[3] رو کہ نشناسم. یہ بھی اسی دیہاتی کا قول ہے. بہلول. مشہور بزرگ گذرے ہیں. کہ طبق یعنی اللہ خالق ہے تو مخلوق کو لامحالہ اس سے قرب حاصل ہے.

این نمی بینی کہ قُربِ اولیا
تو یہ نہیں دیکھتا کہ اولیاء کا قُرب
صد کرامت دارد و کار و کیا[1]
سینکڑوں کرامتیں اور شان و شوکت رکھتا ہے

آہن از داؤدؑ مومے می شود
حضرت داؤدؑ کے ہاتھ سے لوہا موم ہو جاتا ہے
موم در دستت چو آہن می بود
تیرے ہاتھوں میں موم لوہا ہوتا ہے

قُربِ حق و رزق بر جملہ ست عام
اللہ کا قُرب اور رزق سب کے لئے عام ہے
قُربِ وحیِ عشق دارند این کرام
یہ بزرگ عشق کی باتوں کا قُرب رکھتے ہیں

قُرب بر انواع باشد اے پدر
بابا! قُرب کی قسمیں ہوتی ہیں
می زند خورشید بر کہسار و زر
سورج پہاڑ پر بھی چمکتا ہے اور سونے پر بھی

لیک قربے ہست باز رشید[2] را
لیکن سونے کے ساتھ سورج کا قُرب ہے
کہ از آں نبود خبر مر بید را
کہ بید (کے درخت) کو اس کی خبر بھی نہیں ہے

شاخِ خشک و تر قریبِ آفتاب
تر اور خشک شاخ آفتاب کے قریب ہے
آفتاب از ہر دو کے دارد حجاب
سورج دونوں سے کب پردہ رکھتا ہے؟

لیک کو آں قُربتِ شاخِ طری
لیکن کہاں وہ تر شاخ کی قربت
کہ ثمارِ پختہ از وے می خوری
کہ تو اس کے پکے پھل کھاتا ہے

شاخِ خشک از قُربتِ آں آفتاب
اس آفتاب کی قربت سے خشک شاخ کو
غیر زوتر خشک گشتن گو بیاب
اس سے بھی زیادہ خشک ہونے کے علاوہ تو اور کیا پائے

بنگر ایں کاں شاخِ خشک از قُرب خور
یہ دیکھ کہ سورج کے قُرب سے اس خشک شاخ نے
غیر خشکی می برد چیزے دگر
سوائے خشکی کے اور کوئی چیز حاصل کی؟

آنچناں[3] مستے مباش اے بے خرد
اے بے عقل! تو ایسا مست نہ بن
کہ بہ عقل آید پشیمانی خورد
کہ ہوش میں آئے تو شرمندگی اٹھائے

بلکہ زاں مستاں کہ چوں مے می خورند
بلکہ ان مستوں میں سے (بن) کہ جب وہ شراب پیتے ہیں
عقلہائے پختہ حسرت می برند
پختہ عقلیں حسرت کرتی ہیں

اے گرفتہ ہمچو گربہ موشِ پیر
اے وہ کہ جس نے بلی کی طرح بوڑھا چوہا پکڑا ہے
گر تو زاں مے شیر گیری شیر گیر
اگر تو اس شراب سے شیر پکڑنا چاہتا ہے تو شیر پکڑ

اے نخوردہ از خیالِ جام ہیچ
اے وہ کہ تو نے جام کے خیال سے کچھ بھی نہیں پایا
ہمچو مستانِ حقائق بر مپیچ
حقائق کے مستوں کی طرح نہ اینٹھ

---

[1] کار و کیا۔ شان و شوکت۔ یعنی اولیاء کا قُرب محض خالق و مخلوق والا قُرب نہیں ہے وہ خاص قُرب ہے۔ آہن حضرت داؤدؑ کو جو قُربِ الٰہی حاصل تھا اُس کا نتیجہ یہ تھا کہ اُن کے ہاتھ میں لوہا موم بن جاتا تھا۔ محض خالقیت اور مخلوقیت کے تعلق سے یہ بات پیدا نہیں ہوتی۔ قُربِ حق۔ اللہ ہر انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اُس سے قریب ہے اور اپنی رزاقیت کے اعتبار سے بھی سب سے قریب ہے یہ قُرب تو سب ہی کو حاصل ہے۔ کرام۔ جو اللہ کے دربار کے مقرب ہیں ان کو عشق کا قُرب حاصل ہوتا ہے۔

[2] رشید۔ خورشید کا مخفف ہے۔ بید۔ بے پھل درخت ہے دوسرے درختوں کے پھل سورج کے قُرب سے پکتے ہیں بید کو اُس قُرب سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کہ ثمار۔ تر شاخ پر سورج کی وجہ سے پھل آتے ہیں اور پکتے ہیں۔ شاخِ خشک۔ خشک شاخ کو سورج کا قُرب اور خشک کر دیگا۔

[3] آنچناں مستے۔ یہ غیر دائمی مستی کا اظہار شرمندگی کا موجب ہوگا۔ بلکہ۔ کاملین کی دیوانگی عقلمندوں کے لئے باعثِ رشک ہے موشِ پیر یعنی دنیا کی ناقص دولت۔ مے۔ یعنی عشق۔ شیر گیر یعنی معارفِ الٰہیہ۔ اے نخوردہ۔ جامِ حقیقت [illegible] درکنار اس کا تصور بھی نہیں حاصل ہوا۔

می فتی آنسو و ایں سو مست وار
تو مستوں کی طرح اِدھر اُدھر کو گرتا ہے

اے تو ایں سُو نیستت آنسو گزار[1]
او تو اِدھر کا ہے، تیرا اُدھر گزند بھی نہیں ہے

گر بداں سُو راہ یابی بعد ازاں
اگر اس کے بعد تو اُس طرف راہ یاب ہو جائے

گہ بدیں سو گہ بداں سُو سر فشاں
کبھی اِدھر کو کبھی اُدھر کو سر جھٹک

جملہ ایں سُوئی ازاں سُو گپ مزن
تو بالکلیہ اِس جانب کا ہے اُس جانب کی گپ مار

چوں نداری موت ہرزہ جاں مکن
جب تجھے موت نہیں آرہی ہے تو خواہ مخواہ نزع طاری کر

آں خضر جاں کز اجل نہراسد او
وہ خضر کی جان والا جو موت سے نہ گھبرائے

شاید ار مخلوق را نشناسد او
اگر وہ مخلوق کو نہ پہچانے اُس کے لئے مناسب ہے

کام از ذوقِ تو ہم خوش کنی
وہمی ذوق سے تو حلق کو خوش کر رہا ہے

در دمی در خیکِ[2] خود پُرّش کنی
تو اپنی مشک میں پھونک بھر رہا ہے اور اُسکو پُر کر رہا ہے

پس بیک سوزن تہی گردی ز باد
تو ایک سوئی سے ہوا سے خالی ہو جائے گا

ایچنیں فربہ تنِ لاغر مباد
کمزور بدن والا اِس طرح کا فربہ نہ بنے

کوزہا سازی ز برف اندر شتا
تو جاڑوں میں برف سے پیالے بناتا ہے

کے کند چوں تاب بیند آں وفا
وہ جب گرمی دیکھے گا وفاداری کب کرے گا؟

افتادن شغال[3] در خُم رنگ و رنگیں شدن وے و دعوائے
گیدڑ کا رنگ کے مٹکے میں گر جانا اور اُس کا رنگین ہو جانا اور

طاؤسی نمودن درمیانِ شغالانِ دیگر
گیدڑوں میں مور ہونے کا دعویٰ کرنا

آں شغالک رفت اندر خُمِ رنگ
وہ ذلیل گیدڑ رنگ کے مٹکے میں ڈُبکی گیا

اندراں خُم کرد یک ساعت درنگ
وہ اُس مٹکے میں تھوڑی دیر ٹھہرا

پس برآمد پوستش رنگیں شدہ
پھر نکلا تو اُس کی کھال رنگین ہو گئی تھی

کہ منم طاؤسِ علییں شدہ
(اُس نے کہا) کہ میں تو جنت کا مور ہو گیا ہوں

پشمِ رنگیں رونقِ خوش یافتہ
رنگین بالوں نے عمدہ رونق حاصل کر لی تھی

آفتاب آں رنگہا بر تافتہ
سورج نے اُن رنگوں کو چمکا دیا تھا

دید خود را سرخ و سبز و فور و زرد
اُس نے اپنے آپکو سُرخ اور سبز اور لال اور پیلا دیکھا

خویشتن را بر شغالاں عرضہ کرد
اپنے آپ کو گیدڑوں پر پیش کیا

[1] ایں سُو۔ عالمِ ناسوت۔ آنسو۔ عالمِ ملکوت۔ گر بداں سُو۔ اگر انسان حقیقت تک پہنچ جائے تو پھر شوق سے وجد کرے۔ چوں نداری جب موت کا وقت نہیں ہے تو خواہ مخواہ اپنے اوپر نزع طاری کرنا حماقت ہے۔ آں خضر کہاں یعنی فنافی اللہ کے مقام پر پہنچ کر انسان مخلوق کو نہ پہچانے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

[2] خیک۔ مشک۔ پس مست حق کسی تکلیف سے نہیں گھبراتا فرضی شیخ کی حقیقت معمولی تکلیف واضح کر دیتی ہے۔ کوزہا۔ برفانی ملکوں میں موسمِ سرما میں بچے برف کے کھلونے بنا لیتے ہیں۔

[3] شغال۔ گیدڑ۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ فرضی شیخ کی مثال اس گیدڑ کی سی ہے جس نے رنگین ہو کر مور ہونے کا دعویٰ کر دیا تھا۔ درنگ۔ تاخیر۔ طاؤس۔ مور۔ علییں۔ جنت۔ فور۔ لال

جملہ گفتند اے شغالک حال چیست
سب نے کہا اے حقیر گیدڑ! تیرا کیا حال ہے؟
کہ ترا در سر نشاطے ملتویست[1]
کہ تیرے سر میں ایک پیچیدہ مستی ہے

از نشاط از ما کرانہ کردۂ
مستی سے تو ہم سے جدا ہو گیا ہے
ایں تکبر از کجا آوردۂ
تو یہ تکبر کہاں سے لایا ہے؟

یک شغالے پیش او شد کاے فلاں
ایک گیدڑ اس کے سامنے گیا کہ او فلانے
شید کردی تا شدی از خوش دلاں
تو نے مکر کیا یہاں تک کہ تو خوش دل بن گیا

شید کردی تا بہ منبر بر جہی
تو نے مکر کیا تاکہ تو منبر پر چڑھے
تا ز لاف ایں خلق را حسرت دہی
تاکہ ڈینگوں سے ان لوگوں کو حسرت دلائے

بس بکوشیدی ندیدی گرمیے[2]
تو نے بہت کوشش کی لیکن، گرمی نہ دیکھی
بس ز شید آوردۂ بے شرمیے
تو نے مکاری سے بہت بے شرمی حاصل کر لی

صدق و گرمی خود شعار اولیاست
سچائی اور گرمی اولیا کا شعار ہے
باز بے شرمی پناہِ ہر دغاست
پھر بے شرمی ہر دھوکے کی پناہ ہے

کالتفات خلق سوئے خود کشند
تاکہ مخلوق کی توجہ اپنی طرف کریں
کہ خوشیم و از دروں بس ناخوشند
کہ ہم خوش ہیں حالانکہ اندر سے بہت رنجیدہ ہیں

چرب کردنِ مردِ لافی لب و سبلت خود را ہر بامداد، بپوستِ دنبہ و بروں آمدن میانِ حریفاں کہ چنیں و چناں خوردہ ام

ایک شیخی خورے کا ہونٹ اور مونچھوں کو ہر صبح کو دنبہ کے چمڑے سے چکنا کرنا اور دوستوں میں باہر آنا کہ میں نے ایسا ایسا کھانا کھایا ہے

دنبہ[3] پارہ یافت شخصے مستہاں
ایک ذلیل شخص نے دنبہ (کی کھال) کا ٹکڑا پالیا
ہر صباحے چرب کردے سبلتاں
ہر صبح کو دونوں مونچھوں کو چکنا کرتا

در میانِ منعماں رفتے کہ من
مالداروں میں جاتا کہ میں نے
لوت چربے خوردہ ام در انجمن
ایک مجلس میں مرغن غذا کھائی ہے

دست بر سبلت نہادے در نوید
خوشخبری دیتے وقت مونچھوں پر ہاتھ پھیرتا
رمز یعنی سوئے سبلت بنگرید
اشارہ (تھا) یعنی مونچھیں دیکھو

کایں گواہِ صدقِ گفتارِ من ست
کہ یہ میری بات کے سچے گواہ ہیں
ویں نشانِ چرب و شیریں خوردن ست
اور یہ چکنی اور لذیذ غذا کھانے کی علامت ہے

---

[1] ملتوی۔ لپٹنے والا۔ کرانہ۔ کنارہ۔ تا بہ منبر چونکہ مولانا نے گیدڑ سے بناوٹی شیخ مراد لیا ہے لہٰذا اس کے لئے منبر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے

[2] گرمیے۔ یعنی حقیقی عشق کی گرمی۔ شعار: علامت، نشان۔ چرب کردن۔ مولانا نے بناوٹی شیخ کی حالت کو اس شیخی خورے کی حکایت سے سمجھایا ہے جو کہ بلی خال ہے، لفظ بہ چکنا چمڑا ہے۔

[3] دنبہ۔ چکتی۔ مستہاں۔ ذلیل۔ سبلتاں۔ دونوں مونچھیں۔ منعماں۔ مالدار لوگ۔ لوت چرب۔ چکنی غذا۔ رمز۔ یعنی مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر اشارہ کرتا تھا کہ ان کی چکنائی میری گواہ ہے۔

اِشکمش گفتے جوابِ بے طنین — کہ اَبَادَاللہُ کَیْدَ الْکَافِرِیْن
اُس کا پیٹ بلا آواز جواب دیتا — کہ اللہ کافروں کے مکر کو برباد کرے

لافِ تو ما را بر آتش بر نہاد — کاں سبالِ چربِ تو بر کندہ باد
تیری شیخی نے ہمیں انگاروں پر رکھ دیا ہے — خدا کرے تیری چکنی مونچھیں اُکھڑ جائیں

گر نبودے لافِ زشتت اے گدا — یک کریمے رحم آوردے بما
اے بھکاری! اگر تیری بُری شیخی نہ ہوتی — (تو) کوئی سخی ہم پر رحم کرتا

راست گر گفتی و کج کم باختی — یک طبیبے داروے ما ساختی
اگر تو سچ بولتا اور کج گری کا کھیل نہ کھیلتا — تو ہمارے علاج کے لئے ایک طبیب پیدا کر دیتا

ور نمودی عیب و کم کردی جفا — ہم بُدے مہمانیِ یک آشنا
اگر تو عیب ظاہر کر دیتا اور ظلم نہ کرتا — کسی آشنا کی جانب سے مہمانی ہو جاتی

گفت حق[2] کہ کج مجنباں گوش و دم — یَنْفَعَنَّ الصَّادِقِیْنَ صِدْقُہُمْ
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ کان اور دُم کو ٹیڑھا نہ ہلا — سچوں کو اُن کا سچ ضرور فائدہ دے گا

کہف اندر کژ مخسپ اے محتلم — آنچہ داری وانما و فَاسْتَقِمْ
اے بے عقلے! غار کے اندر ٹیڑھا نہ سو — جو کچھ حالت ہے ظاہر کر دے، پھر سیدھا چل

ور نگوئی عیبِ خود بارے خمش — از نمایش و ز دغل خود را مکش
اگر اپنا عیب نہیں بتاتا ہے تو چپ رہ — دِکھاوے اور فریب سے اپنے آپ کو ہلاک نہ کر

بر[3] سبالِ چربِ خود تکیہ مکن — زانکہ گربہ بُرد دُنبہ بے سخن
اپنی چکنی مونچھوں پر بھروسہ نہ کر — اس لئے کہ بلی بلاشبہ چکتی لے گئی ہے

گر تو نقدے یافتی مکشا دہاں — ہست در رہ سنگہائے امتحاں
اگر تجھ کو کچھ نقدی مل گئی ہے تو لب کشائی نہ کر — راستہ میں آزمائش کے بہت سے پتھر ہیں

سنگہائے امتحاں را نیز پیش — امتحانہا ہست در احوالِ خویش
آزمائش کے پتھروں کے لئے بھی درپیش ہیں — اپنے احوال میں بہت سے امتحانات

گفت یزداں از ولادت تا بحین — یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَّرَّتَیْن
خدا نے فرمایا ہے کہ پیدائش سے موت تک — وہ ہر سال میں دو مرتبہ آزمائے جاتے ہیں

امتحاں بر امتحانست اے پدر — ہیں بکمتر امتحاں خود را مخر
بادا! آزمائش پر آزمائش ہے — خبردار کمتر آزمائش پر خود پسندی نہ کر

[1] اشکمش۔ اُس کا پیٹ۔ لاف تو۔ مونچھوں کی چکنائی اور شیخی کی وجہ سب اعضاء بھوکے رہے تو انھوں نے مونچھوں کو بددعا دی۔ سبال، سبلت کی جمع، مونچھیں۔ راست۔ اگر بھوک کا اظہار کرتا تو کوئی سخی کھانا کھلا دیتا۔

[2] گفت حق بہت سی آیتوں کا مفہوم ہے کہ انسان کو غلط بیانی نہ کرنی چاہیے سچوں کو اُن کی سچائی لامحالہ مفید ہوتی ہے کجے۔ بُرائی کو چھپانا نہ چاہیے اس کا اظہار کر کے علاج کرانا چاہیے ورنگوئی۔ اگر انسان کا باطن بُرا ہے تو کم از کم بھلائی کی شیخی نہ مارے۔

[3] بر سبال۔ معنوی نیکی پر شیخی نہ مارنی چاہیے وہ زائل ہو گی تو رسوائی ہو گی جیسا کہ شیخی خورے کے واقعہ میں بیان ہوا کہ چکنی کو بلی لیگئی تو وہ رسوا ہوا۔ گر تو۔ اگر انسان کو کمال کا کوئی مقام حاصل ہو تو اس کا فخریہ اظہار نہ کرتا پھرے۔ سنگہائے امتحان۔ یعنی اولیاء اللہ جو کھرے کھوٹے کو پرکھ لیتے ہیں پھر یہ اولیاء جو امتحان کی کسوٹی ہیں خود ان کا بھی امتحان ہوتا ہے۔ حین۔ موت۔ یفتنون۔ یہ آیت اگرچہ منافقین کے بارے میں ہے لیکن اسطرح کی آزمائشیں مومنین کی بھی ہوتی ہیں۔ امتحان۔ ایک آزمائش کے بعد دوسری آزمائش ہوتی ہے، کسی ادنیٰ آزمائش میں پورا اُترنے کی وجہ سے انسان میں خود پسندی نہ آنی چاہیے۔

زامتحاناتِ قضا ایمن مباش ... ہین زرسوائی بترس اے خواجہ تاش[1]
تقدیرِ خداوندی کے امتحانات سے مطمئن نہ ہو ... اے پیر بھائی! رُسوائی سے ڈر

ایمن بودن بلعمِ باعور کہ امتحان کرد حضرتِ عزت
بلعم باعور کا مطمئن ہو جانا، کہ خدا نے اُس کا امتحان کر لیا ہے

اُورا و ازانہا رو آمدہ بود
اور اُس سے وہ ثابت ہوا تھا؟

بلعمِ باعور و ابلیسِ لعین ... زامتحانِ آخریں گشتہ مہین
بلعم باعور اور ملعون شیطان ... آخری امتحان سے ذلیل ہو گئے

زانکہ بودند ایمن از مکرِ خدا ... کامتحانہا رفت اندر ماضیٰ
کیونکہ وہ اللہ کے داؤ سے بے خوف تھے ... کہ پہلے بہت سے امتحانات ہو چکے ہیں

عاقبت رسوائی آمد بارِ شاں ... ایں شنیدہ باشی از اخبارِ شاں
انجام کار وہ رُسوا ہو گئے ... تونے اُن کی خبروں میں یہ بات سُنی ہوگی

اُو بدعویٰ میلِ دولت می کُند ... معدہ[2] اش نفرینِ سَبلت میکند
وہ دعوے کے ذریعہ دولت کیطرف جُھک رہا ہے ... اُس کا معدہ مونچھ پر لعنت بھیج رہا ہے

کانچہ پنہاں می کُند پیدا اش کُن ... سوختِ مارا اے خدا رسوا اش کُن
(اے خدا) جو وہ چھپا رہا ہے اس کو ظاہر کر دے ... اے خدا اُس نے ہمیں جلا ڈالا اُسکو رسوا کر دے

جملہ اجزائے تنش خصمِ وے اند ... کز بہارِ لافِ ایشاں در دے اند
اُس کے جسم کے سب اعضا اسکے دشمن ہیں ... اُس موسم بہار کی شیخی مارنے سے وہ (موسم) خزاں میں ہیں

لاف[3] وا دادِ کرمہا می کُند ... شاخِ رحمت را زبُن بر می کُند
شیخی کرموں کو لوٹا دیتی ہے ... رحمت کی شاخ کو جڑ سے اکھاڑ دیتی ہے

راستی پیش آر یا خاموش کُن ... وانگہاں رحمت ببیں و نوش کُن
سچ بول یا چُپ رہ ... تب رحمت کو دیکھ اور حاصل کر

آں شکم خصمِ سبالِ اُو شدہ ... دستِ پنہاں در دُعا اندر زدہ
وہ پیٹ، اس کی مونچھوں کا دشمن بنا ... چھپے ہاتھوں دعا میں لگ گیا

کاے خدا رسوا کُن ایں لافِ لئام ... تا بجنبد سُوئے ما رحمِ کرام
کہ اے اللہ کمینوں کی اس شیخی کو رسوا کر دے ... تاکہ بھلوں کا رحم ہمارے لئے حرکت میں آئے

---

[1] خواجہ تاش۔ یعنی پیر بھائی۔ ایمن بردن۔ بلعم اور شیطان دونوں ابتدائی کامیابیوں پر مغرور ہو گئے اور تباہ ہو گئے۔ مہین۔ ذلیل، حقیر۔ ماضیٰ گذشتہ زمانہ۔ او بدعویٰ۔ نصیحتیں کرنیکے بعد پھر اب شیخی خورے کا قصہ شروع کیا ہے۔

[2] معدہ اش۔ چونکہ مونچھوں کی وجہ سے معدہ بھوکا رہا ہے مونچھوں پر لعنت بھیجتا ہے۔ کانچہ۔ معدے کی یہ دعا ہے۔ در دے اند۔ یعنی دی زمانہ والے اندادے خزاں کا مہینہ ہے۔

[3] واد۔ انسان کی شیخی، انسانوں اور اللہ تعالیٰ کے کرم کے منافی ہوتی ہے۔ سبال۔ مونچھیں۔ لئام۔ لئیم کی جمع۔ کمینہ۔

مُستجاب[1] آمد دعاےآں شکم — سوزشِ حاجت بزد بیروں عَلَم

اُس پیٹ کی دُعا مقبول ہوئی — محتاجی کی جلن نے جھنڈا اُبھارا

گفت حق گر فاسقی واہلِ صنم — چوں مرا خوانی اجابتہا کنم

خدا نے فرمایا خواہ تو فاسق ہے اور بُت پرست — جب تو مجھے پُکارے گا میں قبول کروں گا

تو دعا را سخت گیر و می شخول — تو مشو ہیچ از دُعا کردن ملول

تو خوب دعا کر اور رو — تو دعا کرنے سے کبھی نہ تھک

بُردنِ گربہ دُنبہ را و رُسوا شدنِ پہلوان

بلی کا دُنبہ (کی کھال) کو لے بھاگنا اور پہلوان کا رسوا ہونا

چوں شکم خود را بحضرت[2] در سپرد — گربہ آمد پوستِ آں دُنبہ بِبُرد

جب پیٹ نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا — بلی آئی، دُنبہ کی کھال لے بھاگی

از پسِ گربہ دویدند او می گریخت — کودک از ترسِ عتابش رنگ ریخت

بلی کے پیچھے دوڑا، وہ بھاگ گئی — اُس کے غصہ کے ڈر سے، بچہ کا رنگ اُڑ گیا

آمد اندر انجمن آں طفلِ خورد — آبروے مردِ لافی را ببُرد

وہ چھوٹا بچہ مجمع میں آیا — اُس نے شیخی خورے کی آبرو کھو دی

گفت آں دُنبہ کہ ہر صبح بدال — چرب میکردے لباں و سبلتاں

کہنے لگا کہ وہ دنبہ کی کھال جس سے ہر صبح کو — وہ ہونٹ اور مونچھیں چکنی کرتا تھا

گربہ آمد ناگہانش در ربود — بس دویدیم و نکرد آں ہیچ سود

بلی آئی اور اچانک اُس کو لے بھاگی — میں بہت دوڑا اور کوئی فائدہ نہ ہوا

پہلواں[3] را لاف گرم و ذوق ناک — چوں شنید ایں قصہ گشت از غم ہلاک

پہلوان نے شیخی کی گرمی اور ذوق میں — جب یہ قصہ سُنا رنج سے ہلاک ہو گیا

مُنفعل شد در میانِ انجمن — سر فرو بُرد و خمش گشت از سخن

مجمع میں شرمندہ ہو گیا — سر جھکایا اور بات سے خاموش ہو گیا

خندہ آمد حاضراں را از شگفت — رحمہا شاں باز جنبیدن گرفت

تعجب سے حاضرین کو ہنسی آ گئی — اُن کا رحم پھر حرکت کرنے لگا

دعوتش کردند و سیرش داشتند — تخمِ رحمت در زمینش کاشتند

انھوں نے اسکی دعوت کی اور اسکا پیٹ بھر دیا — مہربانی کا بیج اُس کی زمین میں بو دیا

[1] مُستجاب۔ قبول شدہ۔ شخول۔ امر کا صیغہ ہے شخولیدن رونا چلانا۔

[2] حضرت۔ دربار خداوندی۔ رنگ ریخت۔ یعنی لڑکا بلی کے پیچھے بھاگا جب کامیاب نہ ہوا تو باپ کے ڈر سے اُس کا رنگ بدل گیا۔ انجمن یعنی وہ مجمع جہاں وہ شیخی بگھارتا تھا۔ لافی۔ شیخی بگھارنے والا۔ گفت۔ یعنی بچے نے اپنی سادگی سے سارا قصہ بیان کر دیا جس سے شیخی خورے کا جھوٹ کھل گیا۔

[3] پہلواں۔ یعنی وہی شیخی خورا۔ ایں قصہ۔ یعنی یہ بات کہ بچے نے مجلس میں جا کر لڑ کہہ دیا ہے۔ رحمہا۔ یعنی اُن کو اُس کے افلاس پر رحم آنے لگا۔

اُو چو ذوقِ[1] راستی دید از کرام
جب اُس نے شریفوں میں سچائی کا ذوق دیکھا

بے تکبر راستی را شد غلام
بغیر تکبر کے سچائی کا غلام بن گیا

راستی را پیشۂ خود کُن مُدام
سچائی کو ہمیشہ کے لئے اپنا پیشہ بنالے

تا شوی در ہر دو عالم نیکنام
تاکہ تو دونوں جہان میں نیکنام بنے

دعویٰ طاؤسی کردنِ آں شغال کہ در خُمِ صبّاغ افتادہ بُود

اُس گیدڑ کا جو رنگریز کے مٹکے میں گر گیا تھا مور ہونے کا دعویٰ کرنا

آں شغالِ رنگ رنگ اندر نہفت
اُس رنگ برنگے گیدڑ نے آہستہ سے

بر بنا گوشِ ملامت گر بگفت
ملامت گر کے کان کی لو کے پاس جاکر کہا

بنگر آخر در من و در رنگِ من
آخر مجھے اور میرے رنگ کو دیکھ

یک صنم چوں من ندارد خود شمن
بتخانہ (بھی) ایسا ایک بُت نہیں رکھتا ہے

چوں گُلستاں گشتہ ام صد رنگ و خوش
میں باغ کی طرح سو رنگوں والا اور حسین ہو گیا ہوں

مر مرا سجدہ کُن از من سر مکش
مجھے سجدہ کر، مجھ سے سرکشی نہ کر

کرّ و فرّ و آب و تاب و رنگ بیں
شان و شوکت، رونق اور چمک اور رنگ دیکھ

فخرِ دنیا خواں مرا و رُکنِ دیں
مجھے دنیا کا فخر اور دین کا ستون کہہ

مظہرِ لُطفِ خدائی گشتہ ام
میں اللہ کے کرم کا مظہر بن گیا ہوں

لوحِ[2] شرحِ کبریائی گشتہ ام
(اللہ کی) بڑائی کی شرح کی تختی بن گیا ہوں

اے شغالاں ہیں مخوانیدم شغال
اے گیدڑو! خبردار مجھے گیدڑ نہ کہو

کے شغالے را بوَد چندیں جمال
کسی گیدڑ میں اس قدر حسن کب ہوتا ہے؟

آں شغالاں آمدند آنجا بجمع
وہاں سب گیدڑ جمع ہو گئے

ہمچو پروانہ بگردا گردِ شمع
جیسے شمع کے چاروں طرف پروانے

پس چہ خوانیمت بگو اے جوہری
تو اے جوہری بتا ہم تجھے کیا کہا کریں؟

گفت طاؤسِ نری چوں مشتری
اُس نے کہا، نر طاؤس جو مشتری (ستارہ) کی طرح ہو

پس بگفتندش کہ طاؤسانِ جاں
تو انھوں نے اس سے کہا کہ روحوں کے مور

جلوہا دارند اندر گلستاں
باغ (عالمِ ملکوت) میں جلوے دکھاتے ہیں

تو چناں جلوہ کُنی گفتا کہ نے
تو ایسا جلوہ دکھائیگا اس نے کہا نہیں

بادیہ نارفتہ چوں گوید منیٰ
جو کسی جنگل میں نہ گیا ہو وہ منیٰ کی کیا بات کرے

[1] ذوقِ راستی۔ یعنی سچائی کو شرفا پسند کرتے ہیں تو وہ خود سچائی کا پابند ہو گیا

[2] صباغ۔ رنگریز۔ بناگوش کان کی لو۔ شمن۔ بتوں کو پجاری۔ مظہر۔ چونکہ میں انتہائی حسین ہوں لہٰذا میں خدا کی مہربانی کا مظہر ہوں اور اُس کی کبریائی کی شرح کی تختی ہوں۔

[3] لوح۔ یعنی میرے وجود سے اُس کی عظمت کی تفصیل معلوم کی جاسکتی ہے۔ جوہری۔ وہ گیدڑ جو رنگین ہو گیا تھا۔ مشتری۔ مشہور ستارہ ہے۔ جلوہا۔ طاؤس کا رقص مشہور ہے۔

بانگ[1] طاؤساں کُنی گفتا کہ لا — پس نہ طاؤس خواجہ بُوالعُلا

تو موروں کی بولی بول سکتا ہے اُس نے کہا نہیں — تو اے بڑائیوں والے خواجہ تو مور نہیں ہے

خلعتِ طاؤس آید ز آسماں — کے رسی از رنگ دعویہا بداں

طاؤس کا لباس آسمان سے اُترتا ہے — دعووں کی رنگینی سے تو اُس تک کب پہنچ سکتا ہے

ور تو دعویٰ می کُنی معنیٰ بیار — گہ مخور ور نہ پس گردن مخار

اگر تو دعویٰ کرتا ہے، حقیقت پیش کر — بکواس نہ کر ورنہ پھر گردن نہ کھجانا

دعویٰ کردنِ فرعون الوہیت را و تشبیہ کردن او را

فرعون کا خدائی کا دعویٰ کرنا اور اس کو اس گیدڑ کے مشابہ

بداں شغال کہ دعویٰ طاؤسی می نمود

بتانا جس نے مور ہونے کا دعویٰ کیا

ہمچو فرعونِ مرصّع کردہ ریش — برتر از موسیٰؑ پریدہ از خریش[2]

فرعون کی طرح جس نے داڑھی کو جڑاؤ کرا کر — اپنے گدھے پن سے حضرت موسیٰؑ سے بلند پروازی کی

او ہم از نسلِ شغالِ مادہ زاد — در خُمِ مالے و جاہے او فتاد

وہ بھی گیدڑی کی نسل سے پیدا ہوا تھا — مال اور مرتبہ کے خُم میں گر گیا تھا

ہر کہ دید آں مال و جاہش سجدہ کرد — سجدۂ افسوسیاں را او بخورد

جس نے اُس کا مال اور مرتبہ دیکھا اُسنے اُسکو سجدہ کیا — مذاق کرنے والوں کے سجدے وہ نگل گیا

گشت مستک آں گدائے ژندہ دلق — از سجود و از تحیر ہائے خلق

وہ پھٹی گدڑی والا فقیر مست ہو گیا — لوگوں کے سجدوں اور حیرانیوں سے

مال[3] مار آمد کہ در وے زہر ہاست — واں قبول و سجدۂ خلق اژدہاست

مال، سانپ ہے جس میں بہت سے زہر ہیں — لوگوں میں مقبولیت اور اُن کا سجدہ کرنا اژدہا ہے

ہائے اے فرعون ناموسی مکن — تو شغالی ہیچ طاؤسی مکن

افسوس اے فرعون! معزز نہ بن — تو گیدڑ ہے مور بن نہ جتا

سوئے طاؤساں اگر پیدا شوی — عاجزی از جلوہ و رسوا شوی

اگر تو موروں کے سامنے آئے گا — جلوہ (دکھانے) سے عاجز اور رسوا ہو جائیگا

موسیٰ و ہاروں چو طاؤساں بُدند — پرِّ جلوہ بر سر و رویت زدند

حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ چونکہ مور تھے — انہوں نے جلوے کا پر تیرے سر اور مُنہ پر مار دیا

---

[1] بانگ۔ مور کی کوک بھی بیل ہوتی ہے۔ خلعت۔ مور کو جو حسین لباس ملا ہے وہ قدرتی ہے۔ گردن مخار۔ انسان شرمندگی میں گردن کھجانے لگتا ہے۔ مرصّع۔ فرعون نے اپنی داڑھی میں قیمتی موتی پرو رکھے تھے۔ برتر۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے افضل ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔

[2] خریش۔ خری اِش۔ او ہم۔ وہ فرعون اسی گیدڑی کی نسل سے تھا جو عارضی رنگ کی وجہ سے اپنے آپکو مور کہلانا چاہتی تھی۔ مالے۔ اس فرعون پر مال و جاہ کا عارضی رنگ تھا۔ افسوسیاں۔ فرعون کو سجدہ کرنے والے بہت سے وہ تھے جو محض مذاق اور دل لگی کے لئے سجدہ کرتے تھے۔ مستک۔ میں کاف تحقیر کے لئے ہے گدا۔ فرعون کو گدا اس لئے کہا ہے کہ وہ حقیقت سے تہی دست تھا۔

[3] مال۔ دولت انسان کو اس طرح ہلاک کرتی ہے جس طرح سانپ ہلاک کرتا ہے۔ ناموسی۔ معزز پن۔ طاؤساں۔ جو حقائق کے مالک ہیں۔ موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ نے معجزوں کے ذریعہ اُس کو رسوا کر دیا۔

زشتیت پیدا شد و رسوائیت | سرنگوں افتادی از بالائیت
تیرا بھدا پن اور رسوائی واضح ہو گئی | تو اپنی بلندی سے اوندھا گرا

چوں محک دیدی سیاہ گشتی چو قلب | نقشِ شیری[1] رفت پیدا گشت کلب
جب تو نے کسوٹی دیکھی کھوٹے سکے کی طرح سیاہ پڑ گیا | تیرے شیر ہونے کی صورت چلی گئی اور کتا ظاہر ہوا

اے سگ گرگین زشت از حرص و جوش | پوستینِ شیر را بر خود مپوش
اے بھدے گرگ نما کتے حرص اور جوش میں | شیر کی کھال اپنے اوپر نہ پہن

غرّۂ شیرت بخواہد امتحاں | نقشِ شیر و آنگہ اخلاقِ سگاں
شیر کی گرج تیرا امتحان لے لیگی | شیر کی صورت اور پھر کتوں کے اخلاق

اے شغالِ بے جمال و بے ہنر | ہیچ بر خود ظنِ طاؤسی مبر
اے بدصورت، بے ہنر گیدڑ | اپنے اوپر مور ہونے کا گمان ہرگز نہ کر

زانکہ طاؤساں کنندت امتحاں | خوار و بے رونق بمانی در میاں
کیونکہ مور تجھے آزمائیں گے | تو درمیان میں ذلیل اور بے آبرو رہ جائے گا

تفسیر وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ در بیانِ امتحانِ منافقاں

"اور تم ان کو بات کے لہجے سے پہچان لوگے" کی تفسیر منافقوں کے امتحان کے ذیل میں

گفت یزداں مر نبی را در مساق[2] | یک نشانِ سہل تر ز اہلِ نفاق
نبی کو اللہ (تعالیٰ) نے (قرآن کے) سیاق میں بتا دی | منافقوں کی ایک آسان پہچان

گر منافق زفت باشد نغز و ہول | وا شناسی مرد را در لحن و قول
خواہ منافق موٹا، خوبصورت اور بارعب ہو | تم اس کو بات کے لہجے سے پہچان لوگے

چوں سفالین کوزہا را میخری | امتحانے می کنی اے مشتری
جب تو مٹی کے پیالے خریدتا ہے | اے خریدار! تو امتحان کر لیتا ہے

می زنی دستے براں کوزہ چرا | تا شناسی از طنینِ اشکستہ را
تو اس کوزے پر ہاتھ کیوں مارتا ہے؟ | تاکہ تو آواز سے ٹوٹے ہوئے کو پہچان لے

بانگِ اشکستہ دگر گوں می شود | بانگ چاؤش[3] است پیشش می رود
ٹوٹے ہوئے کی آواز دوسری طرح کی ہوتی ہے | آواز، نقیب ہے جو آگے آگے چلتا ہے

بانگ می آید کہ تعریفش کند | ہمچو مصدر فعل تصریفش کند
آواز آتی ہے تاکہ اس کی پہچان کر دے | جیسا کہ مصدر ہے، فعل اس میں تغیر کر دیتا ہے

---

[1] نقش شیری یعنی جھوٹی خدائی باطل ہو گئی اور حقیقت ظاہر ہو گئی۔ اے سگ۔ فرعون کو خطاب ہے۔ غرّہ۔ شیر بننے پر امتحان ہو گا کہ شیر کی سی ڈدک بھی ہے یا نہیں۔

[2] مساق یعنی سیاقِ کلام اللہ۔ بعض نسخوں میں لفظ مشاق ہے جس کے معنی ہیں مہلک جگہ اس سے بھی مراد قرآن پاک ہے کہ منافق۔ اگرچہ منافقوں کی ظاہری صورت بھلی معلوم ہو گی لیکن ان کی آواز سے اُن کی حقیقت کھل جائے گی چون سفالین۔ یہ اس کی مثال ہے کہ آواز سے حقیقت کھل جاتی ہے۔

[3] چاؤش بمعنی چاؤش نقیب جو بادشاہ کے آگے چلتا ہے، آواز بھی حقیقت کے لئے پیشرو ہے ہمچو مصدر۔ فعل پر نظر کر لی جائے اگر اس میں تعلیل ہوتی ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا مصدر بھی معلل ہے جیسا کہ قام اور قیاما ہے قام میں واؤ الف سے بدلا ہے تو قیاما میں واؤ یا سے بدلا ہوا۔

چوں حدیثِ امتحاں رُو دی نمود — یادم آمد قصۂ ہاروت زود
جب امتحان کی بات سامنے آئی — مجھے فوراً ہاروت کا قصہ یاد آگیا

پیش ازیں زاں گفتہ بودم اندکے — خود چہ گویم از ہزارانش یکے
اس سے پہلے میں نے تھوڑا سا کہہ دیا تھا — میں کیا کہوں، اُس کے ہزاروں میں سے ایک

خواستم گفتن دراں تحقیقہا — تاکنوں وا ماندم از تعویقہا
میں اُس میں کچھ تحقیقیں بیان کرنا چاہتا تھا — لیکن رکاوٹوں کی وجہ سے اب تک رُکا رہا

جملۂ دیگر ز بسیارش قلیل — گفتہ آید شرح[۵۲] یک عضوے ز پیل
اُس کے بہت سے میں سے کچھ تھوڑا سا دوسرا جملہ — کہہ دیا جائے جو ہاتھی کے ایک عضو کی شرح ہوگی

گوش کُن ہاروت را ماروت را — اے غلام و چاکراں ماروت را
سُن لے ہاروت اور ماروت کے بارے میں — اے وہ کہ ہم تیرے چہرے کے غلام اور خادم ہیں

قصۂ ہاروت و ماروت و دلیری ایشان بر امتحانِ حق تعالیٰ

ہاروت و ماروت کا قصہ اور اللہ (تعالیٰ) کی آزمائش پر اُن کی دلیری

گوشِ دل را یک نفس ایں سُو بدار — تا بگویم با تو از اسرارِ یار
تھوڑی دیر کے لئے کان کو اِس طرف متوجہ کر — تاکہ میں تجھ سے دوست کے کچھ راز بیان کردوں

مست بودند از تماشائے اِلٰہ — وز عجائبہائے استدراجِ شاہ
وہ اللہ کے دیدار سے مست تھے — اور شاہ (اللہ) کے عجائب کی ڈھیل سے

ایں چنیں مستی ست ز استدراجِ حق — تا چہ مستیہا دہد معراجِ[۵۳] حق
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے ڈھیل میں ایسی مستی ہوتی ہے — تو اللہ (تعالیٰ) کی جانب عروج کیا مستیاں دیتا ہوگا!

دانۂ دامش چنیں مستی نمود — خوانِ انعامش چہا دانی کشود
اُس کے جال کے دانہ نے ایسی مستی دکھائی — اُسکے انعام کا خوان کس قدر (مستیاں) پیدا کرتا ہوگا

مست بودند و رہیدہ از کمند — ہائے و ہوئے عاشقانہ می زدند
وہ مست تھے اور پھندے سے آزاد تھے — عاشقوں کی طرح ہائے وہو (کے نعرے) لگاتے تھے

یک کمین و امتحاں در راہ بود — صرصرش چوں کاہ کُہ را می ربود
ایک گھات اور امتحان راستہ میں تھا — جس کی آندھی پہاڑ کو تنکے کی طرح لے اُڑتی

امتحاں میکرد شاں زیر و زبر — کے بود سرمست را زینہا خبر
امتحان اُن کو اُلٹ پلٹ کر رہا تھا — مست کو اِس کی کب خبر ہوتی ہے؟

---

۵۱ امتحاں۔ آزمائش سے رُسوائی کی بات پر ہاروت و ماروت کا قصہ یاد آگیا چونکہ وہ بھی امتحان کی وجہ سے رسوا اور ذلیل ہوئے ہیں۔ از ہزارہاں۔ ہاروت و ماروت کے قصے کے اَسرار میں نے بہت تھوڑا بیان کیا تھا۔ خواستم ہاروت و ماروت کے قصے کے اَسرار بیان کرنا چاہتا تھا لیکن موانع پیش آگئے تھے۔

۵۲ شرحِ یک عضو۔ صرف اس قدر بیان کیا تھا جیسا کہ ہاتھی کے کسی ایک عضو کی تشریح کردی جائے۔ رُوت۔ روئے تو۔ اَسرارِ یار۔ خدائی راز۔ استدراج۔ وہ کشف و کرامات جن میں پھنس کر اور جن سے مغرور ہو کر سالک تباہ ہو جاتا ہے۔

۵۳ معراجِ حق۔ جبکہ استدراج کی مستیاں بھی اس قدر ہیں تو پھر حقیقی معراج کی مستیوں کا کیا ٹھکانا ہے۔ دانۂ دامش۔ یعنی استدراج کی مستیاں۔ مست بودند۔ ہاروت و ماروت استدراج کی مستیوں میں... مدہوش ہو گئے تھے۔ صرصرش۔ امتحان کی آندھی بڑوں بڑوں کو تباہ کر دیتی ہے۔

خندق[1] و میداں بہ پیشِ او یکے ست — چاہ و خندق پیشِ او خوش مسلکے ست

خندق اور میدان اُس کے سامنے یکساں ہیں — کنواں اور خندق اُس کے سامنے ہموار راستہ ہیں

مستیِ بُز از دیدنِ بُزِ مادہ و جستنِ او بکوہِ مقابل

بکری کو دیکھ کر بکرے کی مستی اور اُس کا بالمقابل پہاڑ پر کودنا

آں بُزے کوہی بر آں کوہِ بلند — بر دَوَد از بہرِ خوردی[2] بے گزند

پہاڑی بکرا بلند پہاڑ پر — خوراک کے لئے بے مشقت دوڑتا ہے

تا علف چیند بہ بیند ناگہاں — بازیِ دیگر ز حکمِ آسماں

تاکہ گھاس چگے، لیکن، وہ اچانک دیکھتا ہے — آسمان کے حکم سے ایک دوسرا کھیل

بر کُہے دیگر بر اندازد نظر — مادہ بُز بیند بر آں کوہِ دگر

دوسرے پہاڑ پر نظر ڈالتا ہے — اُس دوسرے پہاڑ پر وہ بکری دیکھتا ہے

چشمِ او تاریک گردد در زماں — بر جہد سر مست زیں کہ تا بداں

فوراً اُس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا جاتا ہے — مست ہو کر اِس پہاڑ سے اُس پہاڑ پر کود پڑتا ہے

آنچناں نزدیک بنماید ورا — کہ دویدن گردِ بالوعہ سرا

وہ اُس کو ایسا نزدیک نظر آتا ہے — جیسا کہ گھر کے چوبچے کے چاروں طرف دوڑنا

آں ہزاراں گز دو گز بنمایدش — تا ز مستی میلِ جستن آیدش

وہ ہزاروں گز کا فاصلہ اُسکو دو گز نظر آتا ہے — یہاں تک کہ مستی کیوجہ سے اُسکے دل میں کودنے کی خواہش ہوتی ہے

چونکہ بجہد در فتد اندر زماں — در میانِ ہر دو کوہِ بے اماں

جب کودتا ہے فوراً گر جاتا ہے — دونوں بے پناہ پہاڑوں کے درمیان

او ز صیاداں بہ کُہ بگریختہ — خود پناہش خونِ او را ریختہ

وہ شکاریوں سے پہاڑ پر بھاگتا تھا — پناہ نے ہی اُس کا خون بہا دیا

شستہ صیاداں میانِ آں دو کوہ — انتظارِ ایں قضائے باشکوہ

اِن دونوں پہاڑوں کے درمیان شکاری بیٹھے تھے — اِس پُرشکوہ قضا کے انتظار میں

باشد[3] اغلب صیدِ ایں بُز ہمچنیں — ورنہ چالاک ست و چست و خصم بیں

بکرے کا شکار زیادہ تر ایسے ہی ہو جاتا ہے — ورنہ چالاک اور چست ہے، اور دشمن کو دیکھ لینے والا ہے

رستم ار چہ باسر و سبلت بود — دامِ پاگیرش یقیں شہوت بود

رستم خواہ مع سر اور مونچھوں کے ہو — یقیناً شہوت اُس کے پاؤں کا جال ہوتی ہے

---

[1] خندق۔ مست گڑھے اور ہموار زمین میں فرق نہیں کرتا ہے دونوں پر چل پڑتا ہے۔ مستیِ بُز۔ اِس قصہ کا منشا یہ ہے کہ شہوت کی مستی میں انسان اندھا ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔

[2] خوردی۔ خوراک۔ علف۔ گھاس۔ چشمِ او۔ یعنی مستی میں وہ اندھا ہو جاتا ہے۔ بالوعہ۔ چہ بچہ۔ سرا۔ مکان۔ کوہِ بے اماں۔ چونکہ وہ دونوں پہاڑ بہت بلند تھے۔ شستہ۔ نشستہ کا مخفف ہے۔ شکوہ۔ شان و شوکت، دبدبہ۔

[3] باشد۔ پہاڑی بکرا اسی طرح شکار ہو جاتا ہے ورنہ بہت چالاک اور ہوشیار ہوتا ہے۔ خصم بیں۔ دشمن کو پہچان جانے والا۔ باسر و سبلت۔ یعنی سر میں عقل اور بہادری کے باوجود۔

ہمچو من از مستیِ شہوت بِبُر — **مستیِ شہوت ببیں اندر شتر**[1]

میری طرح شہوت کی مستی سے جُدا ہو جا — شہوت کی مستی اونٹ میں دیکھ لے

باز ایں مستیِ شہوت در جہاں — **پیشِ مستیِ مَلَک داں مُستہاں**

پھر یہ دنیا میں شہوت کی مستی — فرشتے کی مستی کے سامنے ہیچ سمجھ

مستیِ آں مستیِ ایں بشکند — **اُو بشہوت التفاتے کے کند**

اُس کی مستی اسکی مستی کو فنا کر دیتی ہے — وہ شہوت کی طرف کب توجّہ کرتا ہے؟

آبِ شیریں تا نخوردی آبِ شور — **خوش نماید چوں درونِ دیدہ نور**

جب تک تو نے میٹھا پانی نہیں پیا ہے کھاری پانی — (ایسا) عمدہ لگتا ہے جیسا کہ آنکھوں میں روشنی

قطرۂ از بادہائے آسماں — **بَر کَنَد جاں را زمے وز ساقیاں**

آسمانی شرابوں کا ایک قطرہ — جان کو (دنیا کی) شراب اور ساقیوں سے برگشتہ کر دیتا

تا چہ[2] **مستیہا بُود املاک را** — **وز جلالت روحہائے پاک را**

فرشتوں میں کس قدر مستیاں ہوتی ہیں — اور پاک روحوں میں بڑائی کی وجہ سے

کہ بُوئے دل دراں بربستہ اند — **خُمِ بادہ ایں جہاں بشکستہ اند**

کہ انہوں نے خوشبو کی وجہ سے دل اُس شراب سے وابستہ کر دیا ہے — انہوں نے اِس جہان کے خُم توڑ ڈالے ہیں

جُز مگر آنہا کہ نومیدند و دور — **ہمچو کفارے نہفتہ در قبور**

سوائے اُن کے جو مایوس اور دُور ہیں — قبروں میں چھپے ہوئے کافروں کی طرح

نا اُمید از ہر دو عالم گشتہ اند — **خارہائے بے نہایت کِشتہ اند**

وہ دونوں جہانوں سے مایوس ہو گئے ہیں — انھوں نے لا انتہا کانٹے بوئے ہیں

تمنا کردنِ ہاروت و ماروت مقامِ بشریت را و غیرتِ حق تعالیٰ

ہاروت و ماروت کا بشریت کے مقام کی تمنا کرنا اور حضرت حق تعالیٰ کی غیرت

پس ز مستیہا[3] **بگفتند اے دریغ** — **بر زمیں باراں بدادیمے چو میغ**

مستیوں کی وجہ سے اُنہوں نے کہا ہائے افسوس — ہم زمین پر ابر کی طرح (انصاف کی) بارش برسا دیتے

گستریدیمے دریں بیداد جا — **عدل و انصاف و عبادات و وفا**

ہم اِس ظلم کی جگہ میں پھیلا دیتے — عدل اور انصاف اور عبادات اور وفا

ایں بگفتند و قضا می گفت ایست — **پیشِ پاتاں دام ناپیدا بسے ست**

یہ انھوں نے کہا اور قضا کہہ رہی تھی ٹھہر جا! — تمہارے پاؤں کے آگے بہت سے چھپے ہوئے جال ہیں

---

[1] اندر شتر۔ اونٹ کی مستی مشہور ہے۔ مَلک۔ فرشتوں کو قُرب الٰہی سے جو مستی حاصل ہوتی ہے دنیا کی مستی اسکے سامنے ہیچ ہے۔ مستیِ آں۔ جس شخص کو قرب الٰہی کی مستی حاصل ہو جاتی ہے، پھر اُس پر دنیا کی مستی طاری نہیں ہوتی۔ آبِ شیریں۔ خدائی مستی اور دنیا کی مستی کی مثال شیریں پانی اور کھارا پانی ہے۔

[2] تا چہ۔ فرشتوں اور روحوں کو قربِ الٰہی کی ایسی مستی حاصل ہوتی ہے کہ اُن کے دل اُس سے وابستہ ہو جاتے ہیں اور دنیا کی مستی کے اسباب کو وہ ختم کر دیتے ہیں۔ جز مگر۔ کفار کی روحیں قربِ الٰہی کی مستی سے محروم ہیں۔ تمنا کردن۔ قربِ الٰہی سے جو مستی طاری ہوتی ہے وہ بسا اوقات استدراج ہوتا ہے اُس سے ہوشیار رہنا چاہیئے اس مستی میں کوئی غلط قدم نہ اٹھانا چاہیئے۔

[3] پس ز مستیہا۔ ہاروت و ماروت نے مستی میں غلط قدم اٹھایا جس کا بد انجام بھگتنا پڑا۔ گستریدیمے۔ انسانوں نے دنیا میں ظلم و ستم کر رکھا ہے ہم دنیا میں ہوتے تو عدل و انصاف سے دنیا کو بھر دیتے۔

هین[1] مرو گستاخ در دشتِ بلا — هین مرو کورانه اندر کربلا

خبردار! مصیبت کے جنگل میں لاپروائی سے نہ جا — خبردار! کربلا میں اندھوں کی طرح نہ جا

کز موی و استخوانِ هالکاں — می نیابد راه پائے سالکاں

کیونکہ ہلاک ہونے والوں کے بال اور ہڈیوں سے — چلنے والوں کا قدم راستہ نہیں پاتا ہے

جملهٔ ره استخوان و موی و پے — بسکه تیغِ قهر لاشی کرد شی

سارے راستہ میں ہڈیاں، بال اور پٹھے ہیں — کثرت سے قہر کی تلوار نے موجود کو معدوم کر دیا ہے

گفت حق که بندگانِ جفتِ عون — بر زمیں آهسته می رانند هون

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ مدد (الٰہی) کے ساتھی بندے — خاکساری سے آہستہ چلتے ہیں

پا برهنه چوں رود در خار زار — جز بمهل و فکرتے پرهیزگار[2]

کانٹوں کے جنگل میں، ننگے پاؤں کیسے چلے — پرہیزگار سوائے وقفہ اور سوچ سمجھ کے

ایں قضا می گفت لیکن گوشِ شاں — بسته بود اندر حجابِ جوشِ شاں

قضا یہ کہہ رہی تھی لیکن اُن کے کان — اُن کے جوش کے پردے میں بند تھے

چشمها و گوشها را بسته اند — جز مر آنها را که از خود رسته اند

لوگوں نے آنکھیں اور کان بند کر لئے ہیں — سوائے اُن کے جو اپنی ہستی سے آزاد ہو گئے ہیں

جز عنایت که کشاید چشم را — جز محبّت که نشاند خشم را

(خدا کی) مہربانی کے علاوہ آنکھ کون کھول سکتا ہے؟ — غصہ کو محبت کے علاوہ کون فرو کر سکتا ہے؟

جهدِ بے توفیق جاں کندن بود — زارِ زنے[3] کم گر چه صد خرمن بود

بے توفیقِ (خدا)، کوشش جان کو فنا کرنا ہے — اگرچہ وہ کوشش سو کھلیان ہو، ایک چنے سے کم ہے

جهدِ بے توفیق خود کس را مباد — در جهاں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

خدا کرے کسی کی کوشش بے توفیق نہ ہو — دنیا میں، اور خدا بہتر جانتا ہے

خواب دیدنِ فرعون آمدنِ موسیٰ علیہ السلام را و تدارک آں

خواب میں فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آمد کو دیکھنا اور اُسکو روکنے کی تدبیر کرنا

جهدِ فرعونے چو بے توفیق بود — هر چه او می دوخت آں تفتیق بود

فرعون کی کوشش چونکہ بغیر توفیق کے تھی — جو کچھ وہ سیتا تھا، وہ پھاڑتا تھا

---

[1] هین مرد۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو آزمائش میں نہ ڈالنا چاہئے اور ایسے مقام پر پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہئے۔ کز موی۔ آزمائش کے راستہ میں بہت سی قومیں ہلاک ہوئی ہیں۔ تیغ قہر۔ خدا کا غضب نازل ہوا تو وہ قومیں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔ گفت۔ پاک بندوں کی تعریف میں فرمایا گیا۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا اور اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو زمین پر خاکساری سے چلتے ہیں۔

[2] پرہیزگار۔ نیک بندے احسان کی وادی میں سوچ سمجھ کر وقفہ وقفہ سے قدم اٹھاتے ہیں۔ ایں قضا۔ قضا ہاروت ماروت کو سمجھا رہی تھی لیکن اُنھوں نے کان بند کر لئے تھے۔ بجز مر آنہا۔ جن لوگوں نے خودی کو مٹا دیا ہے اُنکے ہی کان کھلے ہوئے ہیں۔ بجز عنایت۔ عنایتِ خداوندی ہی آنکھیں کھولتی ہے اور اللہ کی محبت ہی غضبِ الٰہی کو فرو کر سکتی ہے۔ جہدِ بے توفیق۔ جب تک توفیقِ خداوندی میسر نہ آئے کوشش بیکار ہوتی ہے۔

[3] زار زن۔ ایک غلّہ ہے جس کا دانہ بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ اسکو چینا کہا جاتا ہے۔ خواب دیدن۔ توفیقِ خداوندی چونکہ فرعون کے شاملِ حال نہ تھی لہذا حضرت موسیٰؑ کی پیدائش کو روکنے کی اُس کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں۔ تفتیق۔ پھاڑنا، جدا کرنا۔

از مُنجم[1] بُود در حکمتش ہزار — وز مُعبّر نیز و ساحر بے شمار

اُس کے حکم میں ہزاروں نجومی تھے — تعبیر دینے والے اور جادوگر بھی بے شمار تھے

مَقدمِ موسیٰ نمودندش بخواب — کہ کُند فرعون و مُلکش را خراب

حضرت موسیٰؑ کی تشریف آوری اُنکو خواب میں دکھائی گئی — کہ وہ فرعون اور اُس کے مُلک کو تباہ کر دینگے

با مُعبّر گفت و با اہلِ نجوم — چوں بُود دفعِ خیال و خوابِ شوم

اُس نے تعبیر دینے والوں اور نجومیوں سے کہا — منحوس خیال اور خواب کا دفعیہ کیسے ہو؟

جُملہ گفتندش کہ تدبیرے کنیم — راہِ زادن را چو رہزن می زنیم

سب نے کہا ہم ایسی تدبیر کریں گے — ڈاکو کی طرح اُس کی پیدائش کا راستہ روک دیں گے

تا رسید آں شب کہ مولد بود آں — رائ ایں دیدند آں فرعونیاں

یہاں تک کہ وہ رات آگئی جو حمل ٹھہرنے کی تھی — اُن فرعون والوں کی یہ رائے ہوئی

کہ بروں آرند آں روز از پگاہ — سُوئے میداں بزم و تختِ بادشاہ؟

کہ اُس روز صبح سے باہر لگا دیں — میدان میں تختِ شاہی اور دربار

پس بفرمودند در شہر آشکار — کہ منادیہا کنند از شہریار

پھر انھوں نے حکم دیا کہ شہر میں علانیہ — بادشاہ کی جانب سے منادی کر دیں

الصلا[2] اے جملہ اسرائیلیاں — شاہ می خواند شمارا زاں مکاں

کہ اے اسرائیلیو! تمہاری دعوت ہے — بادشاہ تمہیں اُس جگہ بلاتا ہے

تا شمارا رُو نماید بے نقاب — بر شما احساں کند بہرِ ثواب

تاکہ تمہیں نقاب کے بغیر دیدار کرائے — نیکی کی غرض سے تم پر احسان کرے

کاں اسیراں را بجز دوری نبود — دیدنِ فرعون دستوری نبود

کیونکہ قیدیوں (اسرائیلیوں) کیلئے دوری کے سوا کچھ نہ تھا — فرعون کو دیکھنے کا کوئی طریقہ نہ تھا

گر فتادندے بره در پیش او — بہرِ آں پایہ بخفتندے برُو

وہ اگر راستہ میں اُس کے سامنے آجاتے — اُس قانون کے مطابق وہ اوندھے لیٹ جاتے

پایہ[3] آں بُد کہ نہ بیند ہیچ اسیر — در گہ و بے گہ لقائے آں امیر

قانون یہ تھا کہ کوئی قیدی (اسرائیلی) نہ دیکھے — وقت بے وقت اُس امیر (فرعون) کا دیدار

بانگِ چاوشاں چو در رہ بشنوند — تا نہ بینند رُو بدیوارے کنند

جب راستہ میں نقیبوں کی آواز سُنتے — مُنہ دیوار کی طرف کریں تاکہ اُس کو نہ دیکھ سکیں

---

[1] مُنجم۔ ستاروں کی گردش سے آنے والے حالات کو بتانے والا۔ مُعبّر۔ خواب کی تعبیر دینے والا۔ مَقدم۔ آنا۔ جملہ۔ سب منجموں اور معبّروں نے کہا ہم اُس بچہ یعنی موسیٰؑ کی پیدائش کا راستہ بند کر دینگے اور ایسی تدبیر کر دیں گے کہ کوئی اسرائیلی عورت اُس رات کو حاملہ نہ بن سکے۔ مولد۔ یعنی استقرارِ حمل۔ فرعونیاں۔ منجم اور مُعبّر۔ پگاہ۔ صبح۔ شہریار۔ بادشاہ۔

[2] الصلا۔ کھانے یا آگ تاپنے کا اعلان۔ اسیراں۔ قیدی یعنی بنی اسرائیل چونکہ اُن سے قبطی اور فرعون ہر طرح کی بیگار لیتے تھے۔ پایہ۔ قانون، رسم۔

[3] پایہ۔ اسرائیلیوں کے لئے یہ قانون تھا کہ وہ فرعون کا دیدار نہ کر سکیں۔ اسیر یعنی اسرائیل۔ لقا۔ دیدار۔ چاوشاں۔ چاؤش کی جمع ہے، نقیب۔ رُو بدیوارے۔ یعنی اس کا رُخ فرعون کی طرف نہ رہے۔

ور ببیند روئے او مجرم بود — آنچہ بدتر[1] بر سرِ او آں رود
اگر اُس کا منہ دیکھ لے گا تو قصور وار ہوگا — جو بدتر (سزا) ہوگی اُس کو وہ دی جائیگی

بود شاں حرصِ لقائے ممتنع — چوں حریص ست آدمی فیما منع
ممنوع دیدار کی اُن کو تمنا تھی — کیونکہ جس چیز سے انسان کو روکا جائے وہ اسکا حریص ہو جاتا ہے

بمیدان خواندن فرعون بنی اسرائیل را از برائے حیلہ منعِ ولادتِ حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کو روکنے کی تدبیر کے لئے فرعون کا بنی اسرائیل کو میدان میں طلب کرنا

شد منادی در محلتہا رواں — بانگ میزد کو بکو شادی کناں
منادی کرنے والا محلوں میں روانہ ہوگیا — خوشی خوشی گلی در گلی اعلان کرتا تھا

کاے اسیراں سوئے میداں گہ روید — کز شہنشہ دیدن و جود ست اُمید
اے قیدیو (اسرائیلیو) میدان کی طرف چلو — کیونکہ بادشاہ کے دیدار اور سخاوت کی توقع ہے

چوں شنیدند مژدہ اسرائیلیاں — تشنگاں بودند و بس مشتاقِ آں
جب اسرائیلیوں نے خوشخبری سُنی — پیاسے تھے اور اُس کے بہت مشتاق تھے

حیلہ را خوردند آں سو تاختند — خویشتن را بہرِ جلوہ[2] ساختند
چکمہ کھا گئے اور اُس طرف دوڑ پڑے — اُنھوں نے اپنے آپ کو دیدار کے لئے تیار کرلیا

از غرض غافل بدند و بے خبر — وز طمع رفتند بیروں سر بسر
مقصد سے غافل، اور بے خبر تھے — سب کے سب لالچ کی وجہ سے باہر نکل آئے

حکایت در تمثیل

مثلاً ایک حکایت

ہمچناں کاینجا مغول[3] حیلہ داں — گفت می جویم کسے از مصریاں
ایسے ہی یہاں ایک حیلہ گر مُغل نے — کہا میں مصر والوں میں کسے ایک کی تلاش میں ہوں

مصریاں را جمع آرید ایں طرف — تا درآید آنکہ می جویم بکف
اِس طرف مصریوں کو جمع کر لو — تاکہ وہ جس کی میں تلاش میں ہوں ہاتھ آجائے

ہر کجا بُد مصریئے جمع آمدند — در برِ آں میر یک یک می شدند
جہاں بھی کوئی مصری تھا سب جمع ہوگئے — ایک ایک کرکے بادشاہ کے پاس آگئے

---

[1] بدتر۔ جو اسرائیلی فرعون کو دیکھ لیتا تھا اُس کو سخت سزا دی جاتی تھی۔ کز۔ یعنی فرعون کا دیدار بھی میسر آئیگا اور فرعون بخشش بھی کریگا۔

[2] جلوہ۔ یعنی فرعون کا دیدار۔ حکایت سابق حکایت میں بتایا گیا ہے کہ جس طرح اسرائیلیوں کی تباہی کے لئے اُن کو میدان میں جمع کیا گیا تھا اسی طرح ایک تاتاری مُغل نے مصریوں کو قتل کرنے کے لئے ایک حیلے سے میدان میں جمع کیا تھا۔

[3] مغول۔ واؤ کے اخفا کے ساتھ پڑھا جائے۔ بوزن مُغُق اسی لئے اُس کو مُغل بھی لکھتے ہیں، ایران و توران کی ایک قوم ہے۔ جز۔ یعنی آغوشش۔

ہر کہ می آمد بگفتا نیست ایں
جو بھی آتا (اس کے بارے میں) کہتا یہ نہیں ہے

تا بدیں شیوہ ہمہ جمع آمدند
یہاں تک کہ اس طریقہ پر سب جمع ہو گئے

شومیِ[1] آنکہ سوئے بانگِ نماز
ایک بدقسمتی یہ تھی کہ اذان کی جانب

دعوتِ مکّار شاں اندر کشید
مکّار کی دعوت نے ان کو اندر کھینچ لیا

بانگِ درویشان و محتاجاں نیوش
فقیروں اور ضرورت مندوں کی پکار سن لے

گر گدایاں[2] طامع اند و زشت خو
فقیر خواہ لالچی اور بد عادت ہوں

در تگِ دریا گہر با سنگہاست
دریا کی تہ میں موتی پتھروں کے ساتھ ہیں

پس بجوشیدند اسرائیلیاں
اسرائیلی ٹوٹ پڑے

چوں[3] بحیلت شاں بمیدان کرد او
جب وہ انھیں تدبیر سے میدان میں لے گیا

کرد دلداری و بخششہا بداد
ان کی دلداری کی اور بخششیں دیں

بعد ازاں گفت از برائے جان تاں
اس کے بعد ان سے کہا اپنی روح کی تفریح کیلئے

پاسخش دادند کہ خدمت کنیم
انھوں نے جواب دیا کہ ہم اطاعت کرینگے

ہیں در آ خواجہ دراں گوشہ نشیں
خواجہ آ، اس گوشے میں بیٹھ جا

گردنِ ایشاں بدیں حیلہ زدند
انھوں نے اس تدبیر سے ان سب کی گردن اڑا دی

داعیِ اللہ را نبردندے نیاز
اللہ کی طرف بلانے والی کی اطاعت نہ کرتے تھے

الحذر از مکرِ شیطاں اے رشید
اے ہدایت پر چلنے والے! شیطان کے مکر سے بچ

تا نگیرد بانگِ محتالیت گوش
تاکہ کسی حیلہ جو کی آواز تیرے کان میں نہ پڑے

در شکم خواراں تو صاحبدل بجو
خواہ پیٹو ، تو صاحبدل کی جستجو کر

فخر ہا اندر میانِ ننگہاست
فخر کی باتیں عار کی باتوں کے درمیان ہیں

از پگہ تا جانبِ میداں دواں
صبح سے میدان کی جانب دوڑتے ہوئے

روی خود بنمودہ شاں بس تازہ رُو
تو انھیں اپنا خوشنما چہرہ دکھایا

ہم عطا ہم وعدہا کرد آں قباد
اس بادشاہ نے عطا بھی کی اور وعدے بھی کئے

جملہ در میدان بخسپید امشباں
آج کی رات سب میدان میں سو جاؤ

گر تو خواہی یک مہ اینجا ساکنیم
اگر آپ چاہیں گے ہم ایک مہینہ تک یہاں رہیں گے

[1] شومی۔ بدقسمتی کا یہ نتیجہ عام اس لئے ہوا کہ وہ نماز نہ پڑھتے تھے۔ داعی اللہ بنوذی۔ مکّار یعنی وہی لنگ۔ بانگِ درویشاں۔ عذاب الٰہی سے نجات کا باعث جس طرح مؤذن کی پکار کو قبول کرنا ہے اسی طرح فقیروں اور محتاجوں کی صدا پر توجہ کرنا بھی ہے۔ محتال۔ فریبی، حیلہ گر۔

[2] گر گدایاں۔ یاہی دنیادار فقیروں میں کوئی صاحبدل بھی ہوگا لہٰذا سب کی خدمت کرو۔ گہر با سنگہا۔ دریا کی تہ میں سنگریزے بھی ہوتے ہیں اور موتی بھی۔ پگہ۔ پگاہ، صبح۔

[3] چوں۔ اسرائیلیوں کے جمع ہونے کے بعد فرعون نے ان کو اپنا دیدار کرایا۔ قباد۔ نوشیرواں کے باپ اور ایک کیانی بادشاہ کا نام ہے پھر ہر بڑے بادشاہ کو کہا جانے لگا۔ جانِ تاں یعنی تفریح طبع۔ مہ۔ ماہ کا مخفف۔

بازگشتنِ فرعون از میدان بشہر شادماں از تفریق بنی اسرائیل از زنانِ شاں در شبِ حمل

فرعون کا میدان سے شہر کی جانب خوشی خوشی واپس ہونا حمل ہونے کی رات میں بنی اسرائیل کو اُن کی عورتوں سے جدا کر دینے پر

شہ[1] شبانگہ باز آمد شادماں
کامشباں حمل ست دور اند از زناں

بادشاہ خوشی خوشی رات کو واپس لوٹا
کہ آج کی رات حمل قرار پاتا ہے اور وہ (مرد) عورتوں سے دور ہیں

خازنش عمراں بُد اندر خدمتش
ہم بشہر آمد قرینِ صحبتش

اُس کا خزانچی عمران اُس کی خدمت میں تھا
وہ بھی اُس کے ساتھ شہر میں واپس لوٹا

گفت اے عمراں بریں در خسپ تو
ہیں مرو سوئے زن اے مردِ نکو

اُس نے کہا اے عمران! تو بھی اسی دروازے پر سو جا
اے بھلے انسان! بیوی کی جانب نہ جانا

گفت خسپم ہم بریں درگاہِ تو
ہیچ نندیشم بجز دلخواہِ تو

اُس نے کہا میں بھی تیرے در پر سو جاؤں گا
میں تو تیری مرضی کے سوا کچھ سوچتا ہی نہیں ہوں

بود عمراں، ہم ز اسرائیلیاں
لیک مر فرعون را دل بود[2] و جاں

عمران بھی اسرائیلیوں میں سے تھا
لیکن فرعون کا دل و جان تھا

کے گماں بُردے کہ او عصیاں کند
آنچہ خوفِ جانِ فرعون آں کند

وہ (فرعون) کیسے گمان کرتا کہ وہ (عمران) نافرمانی کرے گا
جس میں فرعون کی جان کا خدشہ ہو وہ کام کرے گا

ایمن از عمراں بُد و افعالِ او
لیک خود آں بُد خرابی حالِ او

وہ (فرعون) عمران اور اُس کے کاموں سے مطمئن تھا
لیکن اُس (فرعون) کے حال کی تباہی وہی تھا

خود کجا در خاطرِ فرعون بود
اینچنیں[3] تقدیر چوں عاد و ثمود

خود فرعون کے خیال میں بھی کہاں تھی
ایسی تقدیر جیسی کہ عاد اور ثمود کی

جمع آمدنِ عمران بمادرِ موسیٰ و حاملہ شدنِ مادرِ موسیٰ علیہ السلام

عمران کا موسیٰ کی ماں کے ساتھ مجامعت کرنا اور موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا حاملہ ہو جانا

شہ برفت و او بر آں درگاہ خفت
نیم شب آمد بہ پیشش خفیہ جُفت

بادشاہ چلا گیا اور وہ (عمران) اُس درگاہ پر سو گیا
آدھی رات کو اُس سوئے ہوئے کے پاس بیوی آ گئی

زن برو افتاد و بوسید آں لبش
بر جہانیدش ز خواب اندر شبش

بیوی اُس پر لیٹ گئی اور اُس کے ہونٹوں کو بوسہ دیا
اُس کو رات میں نیند سے بیدار کر دیا

---

[1] شہ شبانگہ۔ بادشاہ تمام اسرائیلیوں کو میدان میں سُلا کر بہت مسرت سے واپس آیا اور یہ کہہ رہا تھا کہ میرے ملک کو زیر و زبر کرنے والے بچہ کا آج رات حمل قرار پاتا تھا تو اب جبکہ اسرائیلی مرد عورتوں سے جدا ہیں حمل نہ قرار پا سکے گا۔ خازن۔ خزانچی۔ عمران۔ حضرت موسیٰؑ کے والد جو اسرائیلی تھے۔ قرین۔ ساتھی۔ بریں در۔ یعنی فرعون کا دروازہ۔ زن۔ بیوی۔

[2] دل بود و جاں۔ یعنی عمران سے فرعون کو بہت زیادہ تعلق تھا۔ عصیاں۔ نافرمانی۔ آنچہ۔ یعنی اپنی بیوی سے صحبت فرعون کی جان اور سلطنت کی بربادی کا سبب ہوگا۔

[3] اینچنیں۔ فرعون کو یہ خیال نہ تھا کہ اُس کی تقدیر میں بھی وہی تباہی اور بربادی ہے جو قوم عاد و ثمود کے لئے مقدر تھی۔ جفت۔ یعنی عمران کی بیوی۔

گشت بیدار او و زن را دید خوش[1] — بوسہ باراں کرد از لب بر لبش
وہ بیدار ہو گیا اور حسین بیوی کو دیکھا — اُس کے لبوں پر بوسہ کی بارش برسا دی

گفت عمراں ایں زماں چوں آمدی — گفت از شوق و قضائے ایزدی
عمران نے کہا تو اس وقت کیوں آئی؟ — اُس نے کہا محبت اور اللہ کے حکم سے

درکشیدش در کنار از مہر مرد — بر نیامد با خود آں دم در نبرد
مرد نے محبت سے اُس کو پہلو میں دبا لیا — اُس وقت مقابلہ میں اپنے آپ سے نہ جیت سکا

جفت شد با او امانت را سپرد — پس بگفت اے زن نہ ایں کاریست خُرد
اُس کے ساتھ صحبت کی اور امانت سپرد کر دی — پھر کہا، اے بیوی! یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے

آہنے بر سنگ زد زاد آتشے — آتشے از شاہ و ملکش کیں کشے[2]
لوہا پتھر سے ٹکرایا، آگ پیدا ہو گئی — ایسی آگ جو بادشاہ اور اُسکی سلطنت سے بدلہ لینے والی ہے

من چو ابرم تو زمیں موسیٰ نبات — حق شہ شطرنج و ما در بُرد و مات
میں ابر کی طرح ہوں تو زمین اور موسیٰؑ پودا ہے — اللہ تعالیٰ شاہِ شطرنج ہے اور ہم ہار جیت میں ہیں

مات و بُرد از شاہ می داں اے عروس — آں مداں از ما مکن بر ما فسوس
اے بیوی! ہار اور جیت شاہ کی جانب سے سمجھ — ہماری جانب سے نہ سمجھ، ہم پر افسوس نہ کر

آنچہ ایں فرعون می ترسید ازو — ہست شد ایں دم کہ گشتم جفت تو
وہ چیز جس سے فرعون ڈر رہا تھا — اس وقت موجود ہو گئی جبکہ میں نے تمہارے صحبت کی

وصیت کردن عمران جفت را بعد از مجامعت[3] کہ مرا ندیدہ باشی
صحبت کے بعد عمران کا بیوی کو نصیحت کرنا کہ میرے پاس نہ آنا

وا مگرداں ہیچ زینہا دم مزن — تا نیاید بر من و تو صد حزن
کچھ نہ کہلانا، اِس بارے میں دم نہ مارنا — تا کہ تجھ پر اور مجھ پر سینکڑوں غم نہ ٹوٹ پڑیں

عاقبت پیدا شود آثارِ ایں — چوں علامتہا رسد اے نازنیں
انجام کار اُس کے آثار ظاہر ہوں گے — اے نازنین! جب علامتیں (سامنے) آئیں گی

در زماں از سوئے میداں نعرہا — می رسید از خلق و می شد بر ہوا
اُسی وقت میداں سے بہت سے نعرے — لوگوں کے آئے اور فضا میں چلے گئے

شاہ از آں ہیبت برون جست آں زماں — پا برہنہ کایں چہ غلغلہاست ہاں
شاہ فوراً اُس خوف سے باہر آیا — ننگے پاؤں کہ ہاں یہ شور و غل کیسا ہے؟

---

[1] خوش۔ خوبصورت۔ لبش یعنی بیوی کے ہونٹ۔ بر نیامد۔ یعنی عمران اپنے اوپر قابو نہ پا سکے اور بیوی کے ساتھ ہمبستر ہو گئے۔ امانت۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کا حمل۔ ایں کار۔ یعنی حضرت موسیٰؑ سے حاملہ ہو جانا۔ آتشے یعنی حضرت موسیٰؑ کی پیدائش جو فرعون کی تباہی کا سبب ہو گی۔

[2] کیں کش۔ بدلہ لینے والا۔ بُرد۔ شطرنج کی وہ بازی جس میں شاہ کے علاوہ سب مہرے پٹ جائیں یہ آدھی مات ہوتی ہے۔ مات شطرنج کی وہ بازی جس میں شاہ گرفتار ہو جائے فسوس ہنسی۔

[3] مجامعت۔ ہمبستری۔ زینہا۔ یعنی اپنا اور میرا ہمبستر ہونا۔ آثار ایں یعنی حمل کی علامتیں۔ در زماں یعنی عمران کی مجامعت کے بعد۔

از سوئے میداں چہ بانگ ست و غریو ‏ کز نہیبش می رمند جنی و دیو

میدان کی جانب سے کیا آواز اور شور ہے؟ ‏ کہ اُس کے ڈر سے جن اور بھوت بھاگ رہے ہیں

گفت[1] عمراں شاہِ مارا عمر باد ‏ قومِ اسرائیلیانند از تو شاد

عمران نے کہا ہمارے بادشاہ کی عمر دراز ہو ‏ اسرائیلی قوم آپ سے بہت خوش ہے

از عطائے شاہ شادی می کنند ‏ رقص می آرند و کفہا می زنند

بادشاہ کی بخشش سے خوشی منا رہے ہیں ‏ ناچ رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں

ترسیدنِ فرعون از بانگ و غریو و غوغا

فرعون کا شور اور غل اور غوغا سے ڈرنا

گفت باشد کایں بُود اما و لیک ‏ وہم و اندیشہ مرا پُر کرد نیک

اُس نے کہا ہو سکتا ہے کہ یہ ہو، لیکن ‏ وہم و گمان مجھ میں بہت بھر گیا ہے

ایں صدا حالِ مرا تغییر کرد ‏ از غم و اندوہِ تلخم پیر کرد

اس آواز نے میری حالت تغیر کر دی ہے ‏ غم اور کڑوے فکر سے مجھے بوڑھا کر دیا ہے

پیش می آمد سپس می رفت شہ ‏ جملہ شب اُو ہمچو حاملِ وقتِ زہ

بادشاہ آگے آتا پھر واپس ہو جاتا ‏ تمام رات وہ بچہ جننے کے وقت حاملہ عورت کی طرح

ہر زماں می گفت اے عمراں مرا ‏ سخت از جا بُردہ است ایں نعرہا

ہر لمحہ کہتا، اے عمران! مجھے ‏ ان نعروں نے بہت بے چین کر دیا ہے

زہرہ[2] نے عمرانِ مسکیں را کہ تا ‏ باز گوید اختلاطِ جفت را

عمران بیچارے کا دل گردہ نہ تھا کہ ‏ بیوی سے ملنے کے بارے میں کہتا

چوں زنِ عمراں بعمراں در خزید ‏ تا کہ شد استارۂ موسیٰ پدید

جب عمران کی بیوی عمران سے چپٹی ‏ یہاں تک کہ (حضرت) موسیٰ کا ستارہ طلوع ہو گیا

ہر پیمبر[3] کاندر آید در رحم ‏ نجمِ اُو بر چرخ گردد منتجم

ہر پیغمبر جو رحم (مادر) میں آتا ہے ‏ اُس کا ستارہ آسمان پر طلوع ہو جاتا ہے

پیدا شدنِ ستارۂ موسیٰ بر آسمان و غریو منجمان در میدان

حضرت موسیٰ کے ستارے کا آسمان پر نمودار ہونا اور میدان میں نجومیوں کا شور و غل

فلک پیدا شد آں استارہ اش ‏ کوریِ فرعون و مکر و چارہ اش

آسمان پر اُن (موسیٰ) کا ستارہ نمودار ہوا ‏ فرعون اور اُس کے مکر و تدبیر کے خلاف

---

[1] گفت عمراں۔ عمران نے فرعون کو مطمئن کرنے کیلئے کہا کہ اسرائیلی آپ کی عطا سے خوش ہو کر ناچ گا رہے ہیں گفت فرعون نے عمران سے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ شور کی یہی وجہ ہو جو تو نے بتائی لیکن میرے دل میں تو بہت اندیشے پیدا ہو گئے ہیں پیش می آمد بادشاہ فکر میں تمام رات اندر باہر آتا جاتا رہا۔

[2] زہرہ۔ عمران کی یہ ہمت تو نہ تھی کہ شور و غل کا اصل سبب جو کہ حضرت موسیٰ کے حمل کا قرار پانا تھا وہ بتا دیتا۔ چوں زن عمران۔ جب عمران نے بیوی سے ہمبستری کی تھی فوراً حضرت موسیٰ کا ستارہ آسمان پر نمودار ہو گیا تھا۔

[3] ہر پیمبر۔ جب بھی کوئی نبی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اُس کا ستارہ آسمان پر نمودار ہوتا ہے۔ کوری۔ اندھاپن یعنی مقصد کے خلاف۔

روز شد گفتش کہ اے عمراں برو	واقفِ[1] آں غلغل و آں بانگ شو
دن ہوا (فرعون نے) اس (عمران) سے کہا اے عمران جا	اس شور اور آواز کے بارے میں دریافت کر

راند[1] عمراں جانبِ میدان و گفت	ایں چہ غُلغُل بود شاہنشہ نخفت
عمران نے میدان کی جانب سواری ہانکی اور کہا	یہ کیسا شور تھا کہ بادشاہ نہ سو سکا

ہر منجّم سر برہنہ جامہ چاک	ہمچو اصحابِ عزا بر فرق خاک
ہر نجومی ننگے سر، کپڑے پھٹے ہوئے	ماتم کرنے والوں کی طرح سر پر خاک (ڈالے ہوئے)

ہمچو اصحابِ عزا آوازِ شاں	بُد گرفتہ از فغان و سازِ شاں
ماتم کرنے والوں کی طرح اُن کی آواز	چلانے سے رُندھ گئی اور ساز (طرب) خاموش تھے

ریش و مُو برکندہ رُو بدریدگاں	خاک بر سر کردہ پُرخوں دیدگاں
داڑھی اور بال اکھاڑے ہوئے منہ نوچے ہوئے	سر پر خاک ڈالے ہوئے، آنکھیں پُرخون

گفت خیر ست اینچہ آشوب[1] و حال	بد نشانی می دہد منحوس سال
اس (عمران) نے کہا خیر ہے؟ یہ کیسا کہرام اور حال ہے؟	منحوس سال بُری علامت دکھا رہا ہے

عُذر آوردند و گفتند اے امیر	کرد ما[1] را دستِ تقدیرش اسیر
انہوں نے معذرت کی اور کہا اے امیر!	ہمیں اُس (اللہ) کے دستِ قدرت نے قیدی بنالیا

ایں ہمہ کردیم و دولت تیرہ شد	دشمنِ شہ ہست گشت و چیرہ شد
ہم نے یہ سب کچھ کیا اور (اقبال)، دولت تاریک ہو گیا	بادشاہ کا دشمن پیدا ہو گیا اور غالب آگیا

شب[2] ستارۂ آں پسر آمد عیاں	کوریِ ما بر جبینِ آسماں
رات اُس بچہ کا ستارہ نمودار ہو گیا	آسمان کی پیشانی پر ہماری آنکھوں میں دُھول جھونک کر

زد ستارۂ آں پیمبر بر سما	ما ستارہ بار گشتیم از بُکا
اُس پیغمبر کا ستارہ آسمان پر نمودار ہوا	ہم نے رو رو کر ستارے (آنسو) برسائے

با دلِ خوش شاد عمراں و ز نفاق	دست بر سر می زد کاہ الفراق[3]
عمران خوش دلی کے ساتھ، نفاق سے	سر پیٹ رہا تھا کہ ہائے "الفراق"

کرد عمراں خویش پُرخشم و تُرش	رفت چوں دیوانگاں بے عقل و ہُش
عمران نے اپنے آپ کو ترش رو اور غضبناک بنایا	دیوانوں کی طرح بے عقل و حواس واپس ہو گیا

خویشتن را اعجمی کرد و براند	گفتہائے بس خشن بر جمع خواند
اپنے آپ کو ناداں بنایا اور چل دیا	مجمع کو بہت سخت باتیں کہیں

[1] واقف۔ باخبر۔ راند عمراں۔ عمران نے میدان میں جا کر منجموں سے شور و غل کا سبب دریافت کیا۔ عزا۔ ماتم، سوگ میں لوگ کپڑے پھاڑتے ہیں سر پر خاک ڈالتے ہیں اور چیخ و پکار سے اُن کی آوازیں بیٹھ جاتی ہیں۔ آشوب۔ فتنہ، پریشانی۔ کرد مارا۔ یعنی ہمیں قدرت نے عاجز کر دیا اور ہم بچے کی پیدائش کو نہ روک سکے اور بچہ وجود میں آگیا۔

[2] شب۔ رات کو بچہ کی پیدائش کا ستارہ نمودار ہو گیا ہے۔ کوریِ ما۔ یعنی ہماری منشا کے خلاف۔ ستارہ بار یعنی ہم آنسوؤں کے ستارے گرا رہے ہیں۔ بکا۔ رونا۔ بادلِ خوش۔ عمران بچہ کی پیدائش سے خوش تھے لیکن بظاہر غم کا اظہار کر رہے تھے۔

[3] الفراق یعنی اب سلطنت درہم برہم ہو جائے گی۔ کرد عمراں۔ عمران نے اپنے اوپر ظاہری غم و غصہ طاری کیا منجموں کو برا بھلا کہا اور میدان سے واپس لوٹ آئے۔

خویشتن را تُرش و غمگیں ساخت اُو
اُس نے اپنے آپ کو تُرش رو اور غمگین بنایا
نَردِ ہائے بازگونہ باخت اُو
اُس نے اُلٹی چال چلی

گفت[1] شاں شاہِ مرا بفریفتید
بولا، تم نے میرے بادشاہ کو فریب دیا
از خیانت وز طمع نشگیفتید
خیانت اور لالچ سے باز نہ آئے

سُوئے میداں شاہ را انگیختید
تم بادشاہ کو میدان میں لے آئے
آبروئے شاہِ ما را ریختید
تم نے ہمارے بادشاہ کی آبرو ریزی کی

دست بر سینہ نہادید از ضماں
ذمہ داری کے لئے تم نے سینہ پر ہاتھ رکھا
شاہ را ما فارغ آریم از غماں
کہ، ہم بادشاہ کو غم سے فارغ کر دیں گے

عاقبت زرہا تلف شد کار خام
آخر کار روپیہ برباد ہوا، کام ادھورا رہا
شُد بر فرعون و بر خواندش تمام
فرعون کے پاس گیا اور اُس کو سب قصہ سُنایا

چوں شنید از غصہ رویش شُد سیاہ
جب اُس نے سُنا غصہ سے اُس کا مُنہ کالا پڑ گیا
خواند ایشاں را از خشم آں رُوتباہ
اُن کو اُس رُوتباہ نے غصہ سے بُلایا

گفت[2] ایشاں را کہ ہیں اے خائناں
(شاہ نے)، اُن (منجموں) سے کہا کہ ہاں اے خائنو!
من بر آویزم شُما را بے اماں
میں تمہیں معافی کے بغیر (سولی) پر لٹکا دوں گا

خویش را در مضحکہ انداختیم
ہم نے اپنی مذاق اُڑوائی
مالہا با دشمناں در باختیم
مال کو دشمنوں پر خرچ کر ڈالا

تا کہ امشب جُملہ اسرائیلیاں
حتیٰ کہ آج کی رات سب اسرائیلی
دور ماندند از ملاقاتِ زناں
بیویوں کی ملاقات سے دُور رہے

مال رفت و آبرو و کار خام
مال اور آبرو ختم ہوئی اور کام ادھورا رہا
ایں بُوَد یاری و افعالِ کرام
(کیا)، یہ دوستی اور شریفوں کے کام ہوتے ہیں؟

سالہا اِدرار[3] و خلعت می برید
تم سالوں سے عطایا اور خلعت لئے جاتے ہو
مملکت ہا را مسلّم می خورید
پوری سلطنت کھائے جاتے ہو

از برائے آنکہ در روزِ چنیں
اسی لئے کہ اِس طرح کے دن
فہم گر کار آرید و گر دیدم مُعیں
سمجھ کو کام میں لاؤ گے اور میرے مددگار بنو گے

رائے تاں ایں بود و فرہنگ و نجوم
تمہاری تدبیر اور علم اور نجوم یہ تھا!
طبل خوارانید و مکّار و دُشوم
تم پیٹو، اور مکار اور بدبخت ہو

---

[1] گفت شاں۔ عمران نے منجموں سے غصہ میں کہا تم نے بادشاہ کو ذلیل کیا جھوٹے وعدے کئے اور مال و دولت برباد کرایا۔ [ ] شُد بر فرعون۔ فرعون کے پاس آکر تمام صورتِ حال بیان کر دی۔

[2] گفت۔ یعنی بادشاہ نے انہیں پھانسی پر لٹکانے کی دھمکی دی اور کہا۔ جو مال بنی اسرائیل پر تقسیم کروایا تھا۔ تاکہ اسرائیلیوں کو بیویوں سے بھی علیحدہ رکھا پھر بھی تم مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔

[3] اِدرار۔ مسلسل بخشش کرنا۔ مُعین۔ مددگار۔ فرہنگ۔ عقل وادب، لغت کی کتاب۔ طبل خوار۔ پیٹو۔

مر شما را بَردرم آتش زنم | گوش و بینی و لبان تان بَر کَنم
میں تمہارے ٹکڑے کر دوں گا، پھونک دونگا | تمہارے کان اور ناک اور ہونٹ اکھاڑ دونگا

عیشِ رفتہ با شما ناخوش کُنم | من شما را ہیزمِ آتش کُنم
میں تمہارے پہلے عیش کو بدمزہ کر دوں گا | میں تمہیں آگ کا ایندھن بنا دوں گا

سجدہ ہا کردند و گفتند اے خدیو[1] | گر یکے کرّت زما چربید دیو
اُنھوں نے سجدے کئے اور کہا اے شہنشاہ ! | اگر ایک مرتبہ شیطان ہم پر غالب آگیا

سالہا دفعِ بلاہا کردہ ایم | وہم حیراں زانچہ ماہا کردہ ایم
ہم نے سالوں مصیبتیں ٹالی ہیں | جو کچھ ہم نے کیا ہے اُس پر عقل حیران ہے

فوت شد از ما و حملش[2] شد پدید | نطفہ اش بجَست و رحم اندر خزید
وہ ہمارے قابو سے نکل گیا اور اُس کا حمل نمودار ہو گیا | اُس کا نطفہ کودا اور رحم میں گھس گیا

لیک استغفارِ ایں روزِ ولاد | ما نگہد اریم اے شاہِ قباد
لیکن اِس کی معافی کے لئے ولادت کے دن کی | اے شہنشاہ ! ہم حفاظت کریں گے

روزِ میلادش رَصَد بندیم ما | تا نگردد فوت و نجہد ایں قضا
اُس کی پیدائش کے دن ہم رصد بندی کریں گے | تاکہ وہ بچ کر نہ نکلے اور یہ قضا ظاہر نہ ہو

گر[3] نداریم ایں نگہ ما را بکش | اے غلامِ رائے تو افکار و ہُش
اگر ہم اِس کی نگہداشت نہ کریں تو ہمیں اڑا دینا | اے وہ ! کہ عقلیں اور ہوش تیری رائے کے غلام ہیں

تا بہ نہ مہ می شمرد او روز روز | تا نپرّد تیرِ حُکمِ خصم دوز
وہ نو مہینے تک ایک ایک دن گنتا رہا | تاکہ دشمن کو زخمی کرنے والا قضا کا تیر نہ چل جائے

چوں مکاں بر لامکاں حملہ بَرد | خونِ خود ریزد بَلاہا را خرد
جب مکان (والا) لامکان پر حملہ کرتا ہے | اپنا خون کرتا ہے، مصیبتیں خریدتا ہے

بر قضا ہر کو شبیخوں آورد | سرنگوں آید زخونِ خود خورد
قضاء (خداوندی) پر جو شبخون مارتا ہے | اوندھا گرتا ہے (اور) اپنا خون پیتا ہے

چوں زمیں با آسماں خصمی کُند | شور گردد سَر زمرگے بر زند
جب زمین، آسمان سے دشمنی کرے | بنجر بن جاتی ہے، موت سے ٹکراتی ہے

نقش[1] با نقاش چوں پنجہ زند | سَبلتان و ریشِ خود بَر می کَند
جب نقش نقاش کا مقابلہ کرتا ہے | اپنی مونچھیں اور داڑھی اکھاڑتا ہے

---

[1] خدیو۔ خداوند آقا۔ کرّت۔ مرتبہ، باری۔ چربید۔ غالب آگیا۔ وہم۔ یعنی ایسے کارنامے کئے جن پر عقل حیران ہے۔

[2] حملش۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کا حمل۔ استغفار یعنی اس غلطی کی مکافات ہم موسیٰؑ کی ولادت کے دن کریں گے۔ قباد۔ ایک کیانی بادشاہ کا نام ہے اور ہر بڑے بادشاہ کو قباد کہہ دیا جاتا ہے۔ رَصَد۔ انتظار، وہ عمل جو کسی بلند جگہ پر کیا جاتا ہے جس پر منجم بیٹھ کر ستاروں کی گردش کے احوال معلوم کرتے ہیں یعنی ہم رصد گاہ میں بیٹھ کر اس کا یوم ولادت معلوم کریں گے۔

[3] گر۔ یعنی اگر ہم ولادت کے وقت اس بچہ کا تدارک نہ کر سکیں تو ہمیں قتل کرا دینا۔ نہ مہ۔ نو مہینے جو حمل کی مدت ہے۔ تیر حکم۔ یعنی موسیٰؑ کی ولادت جو تباہی کا سبب ہے۔ مکان۔ یعنی مخلوق۔ لامکان یعنی اللہ تعالیٰ۔ قضا۔ قضائے خداوندی کا مقابلہ کرنے والا ذلیل ہوتا ہے۔ چوں زمیں۔ قضائے خداوندی کا مقابلہ کرنے والے کی مثال ہے، زمین آسمان سے دشمنی مول لے گی تو خود کو تباہ کرے گی

[1] نقش۔ اگر مخلوق خالق

خواندنِ فرعون زنانِ بنی اسرائیل را کہ نوزائیدہ بودند

فرعون کا بنی اسرائیل کی ان عورتوں کو مکاری سے میدان کی طرف

سوئے میداں بہ مکر

بلانا جن کے حال میں بچے ہوئے تھے

بعدِ[۱] نُہ مہ شہ بروں آورد تخت — سوئے میدان و مُنادی کرد سخت
نو مہینے کے بعد بادشاہ نے تخت باہر نکالا — میدان کی جانب اور سخت اعلان کرایا

بارِ دیگر شد مُنادی سوئے شہر — کائے زناں از دہر می یابید بہر
دوبارہ شہر کی جانب اعلان کرنے والا روانہ ہوا — کہ اے عورتو! زمانے سے حصہ حاصل کر لو

کائے زناں با طفلگاں میداں روید — تا زداد و بخششم شاداں شوید
کہ اے عورتو! بچوں کو لے کر میدان میں پہنچو! — تاکہ تم میری عطا اور بخشش سے خوش ہو

آنچنانکہ پار مرداں را رسید — خلعت و ہر کس ازیشاں زر کشید
جس طرح کہ پارسال مردوں کو بلا — شاہی جوڑا اور ان میں سے ہر شخص نے روپیہ حاصل کیا

ہیں زناں امسال اقبالِ[۲] شماست — تا بیابد ہر یکے چیزیکہ خواست
آگاہ! عورتو اِس سال تمہارا نصیبہ ہے — تاکہ ہر عورت وہ پائے جو اُس کی خواہش ہے

مر زناں را خلعت و حِلیت دہند — کودکاں را ہم کلاہِ زر نہند
عورتوں کو جوڑا اور زیور دیں گے — بچوں کو سنہری ٹوپی پہنائیں گے

ہر کہ او ایں ماہ زائیدست ہیں — گنجہا گیرد ز من بے شک یقیں
آگاہ! جس نے اِس سال بچہ جنا ہے — یقیناً بلا شک مجھ سے خزانے حاصل کرے گی

آں زناں با طفلگاں بیروں شدند — شادماں تا خیمہ شہ آمدند
اُس وقت بچوں کے ساتھ وہ باہر نکل آئیں — خوشی خوشی یہاں تک کہ بادشاہ کے خیمے کے پاس آگئیں

ہر زنے نوزادہ بیروں شد ز شہر — سوئے میداں غافل از دستانِ قہر
ہر نئے بچہ والی عورت شہر سے باہر نکل آئی — میدان کی جانب ظلم کے کر سے غافل ہو کر

چوں زناں جملہ بدو گرد آمدند — ہر چہ بود آں نر[۳] ز مادر بستدند
جب سب عورتیں اُس کے گرد آگئیں — جو لڑکا تھا اُس کو ماں سے لے لیا

سر بریدندش کہ اینست احتیاط — تا نزاید خصم و نفزاید خُباط
اُس کا سر قلم کر دیا، کہ یہ احتیاط ہے — تاکہ دشمن پیدا نہ ہو اور دیوانگی نہ بڑھے

---

[۱] بعد نُہ مہ۔ یعنی جبکہ متوقع ولادت کا زمانہ گزر گیا۔ —— دہر۔ زمانہ۔ بہر۔ حصہ۔ تازداد۔ مُنادی کرنے والے، بادشاہ کے اِس قول کا اعلان کر رہے تھے۔ پار۔ گزشتہ۔

[۲] اقبال۔ یعنی یہ سال عورتوں کی نصیبہ وری کا سال ہے۔ حلیت۔ زیور۔ ہر کہ او۔ یعنی جس عورت کے اِس مہینہ بچہ ہوا ہے اُس کو بہت کچھ ملے گا۔ خیمہ۔ یعنی وہ شاہی خیمہ جس میں تخت بچھا ہوا تھا۔ نوزادہ۔ یعنی جس کے حال ہی میں بچہ ہوا تھا۔ دستاں۔ مکر یعنی اِس بہانے سے قتل کرنے کا ارادہ۔

[۳] آں نر۔ یعنی نوزائیدہ بچوں میں سے لڑکوں کو لے لیا لڑکیوں کو چھوڑ دیا۔ خباط۔ دیوانگی یعنی اسرائیلیوں میں جو جوش و خروش حضرت موسیٰؑ کے ماں کے پیٹ میں آجانے سے پیدا ہوا ہے اُس میں اور اضافہ نہ ہو۔

بوجود آمدنِ موسیٰ علیہ السلام و آمدنِ عوانان بخانۂ
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہونا اور سپاہیوں کا عمران کے گھر پہنچنا

عمران و وحی آمدن بمادرِ موسیٰ علیہ السلام کہ در تنورِ
اور حضرت موسیٰؑ کی ماں کے پاس وحی آنا کہ اُن کو آگ کے تنور میں ڈالدے

آتش انداز کہ مَن اُورا نگاہ دارم
کیونکہ میں اُس کی حفاظت کروں گا

خود زنِ عمراں کہ موسیٰ زادہ بود
عمران کی بیوی جس نے موسیٰؑ کو جنا تھا

دامن اندر چید زاں آشوب زود
اُس نے اِس فتنے سے جلد دامن بچالیا

بعد ازاں دستاں کہ آں سگ با زناں
اُس کے بعد وہ مکر جو اُس کتے نے عورتوں سے

کرد دیگر بیں چہ آورد آں زماں
کیا، پھر دیکھ اُس نے اِس وقت کیا کیا

آں زنانِ قابلہ در خانہا
دائیوں کو گھروں میں

بہرِ جاسوسی فرستاد آں دغا
اُس (مجسّم) دغا نے جاسوسی کے لئے روانہ کردیا

غمز کردندش کہ اینجا کودکیست
اُنھوں نے اُس کو اشارہ کر دیا کہ یہاں ایک بچہ ہے

نامد اُو میداں کہ در وہم و شکیست
جو میدان میں نہیں آیا کیونکہ ماں کو وہم اور شک ہے

اندریں کوچہ یکے زیبا زنیست
اِس گلی میں ایک خوبصورت عورت ہے

کودکے دارد و لیکن پُر فنیست
جسکے ایک بچہ ہے لیکن (وہ عورت) بڑی چالاک ہے

پس عواناں آمدند اُو طفل را
تو سپاہی پہنچ گئے، اُس نے بچہ کو

در تنور انداخت از امرِ خدا
خدا کے حکم سے، تنور میں ڈال دیا

وحی آمد سُوئے زن از داد گر
عورت کے پاس اللہ تعالےٰ کی جانب سے وحی آئی

کہ زنسلِ آں خلیل ست ایں پسر
کہ یہ بچہ (ابراہیمؑ) خلیل اللہ کی نسل سے ہے

در تنور انداز موسیٰؑ را تو زُود
تو موسیٰؑ کو فوراً تنور میں ڈال دے

تا نگہدارمش اندر نار و دُود
تاکہ آگ اور دھوئیں میں میں اُسکی حفاظت کروں

عصمتِ یَا نَارُ کُونِی بَارِدًا
اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا۔ کی حفاظت کی وجہ سے

لَا تَکُونُ النَّارُ حَرًّا شَارِدًا
آگ گرم اور سرکش نہ ہوگی

زن بوحی انداخت اُو را در شرر
عورت نے وحی کی وجہ سے اُسکو انگاروں میں پھینک دیا

بر تنِ موسیٰؑ نکرد آتش اثر
آگ نے موسیٰؑ کے جسم پر اثر نہ کیا

لے عوانان۔ سپاہی۔ آشوب۔ فتنہ، یعنی وہ فتنہ جو فرعون نے بچوں کے قتل کا پیدا کیا تھا۔ دستاں۔ مکر۔ سگ۔ یعنی فرعون۔ قابلہ۔ بچہ جنانیوالی عورت۔ آں دغا یعنی فرعون۔ غمز۔ چغلی لینا، اشارہ کرنا۔

ے وہم۔ یعنی اُس کو شک ہو گیا ہے کہ بچوں کو بلا کر فرعون کوئی خرابی پیدا کرےگا۔ زیبا زنے۔ یعنی عمران کی بیوی۔ پُر فنے۔ چونکہ اُس نے بچہ کو احتیاطاً میدان میں نہیں بھیجا تھا۔ کہ زنسل۔ حضرت ابراہیمؑ پر آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی کا ذریعہ بنا دیا گیا تھا لہذا اُن کی نسل کے اِس بچہ کو اُسی حکم سے آگ سے نجات دے دی جائے گی جس کے ذریعہ حضرت ابراہیمؑ کو دی گئی تھی۔

سے یا نار۔ یہ اُسی آیت کا خلاصہ ہے جس میں آگ کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ ابراہیمؑ کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی کا ذریعہ بن جائے۔ شارِد۔ سرکش۔ شرر۔ یعنی تنور کے انگارے۔

پس عواناں خانہ را جُستند زود | ہیچ طفلے اندراں خانہ نبود[1]
سپاہیوں نے فوراً گھر کی تلاشی لی | اُس گھر میں کوئی بچہ نہ تھا

پس عواناں بے مُراد آں سُو شدند | باز غمّازاں کزاں واقف بُدند
سپاہی ناکام واپس ہو گئے | پھر اُن چغلخوروں نے جو اِس سے واقف تھے

با عواناں ماجرا بر داشتند | پیشِ فرعوں از برائے دانگ چند
سپاہیوں سے قصّہ چھیڑا | فرعون کے سامنے چند ٹکوں کی خاطر

کاے عواناں باز گردید آں طرف | نیک نیکو بنگرید اندر غُرف
کہ اے سپاہیو! اُس طرف پھر جاؤ | کوٹھریوں میں خوب اچھی طرح دیکھو

باز گشتند آں عواناں جُملگاں | تا کہ موسیٰؑ را بجویند آں زماں
وہ سارے سپاہی واپس لوٹے | تاکہ فوراً موسیٰؑ کو تلاش کریں

باز وحی آمدن بمادرِ موسیٰ علیہ السّلام کہ در آبش فگن اَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی ماں کے پاس پھر وحی آنا کہ اُس کو پانی میں ڈالدے، اُسکو دریا میں ڈالدے

باز وحی آمد کہ در آبش فگن | روی در امید دار و مُو مکن
پھر وحی آئی اُس کو پانی میں ڈالدے | اُمید رکھ اور پریشان نہ ہو

در فگن در نیلش[2] و کن اعتمید | من وُرا با تو رسانم رُوسفید
اُس کو نیل میں پھینک دے اور بھروسہ کر | میں عزت سے اُسے تیرے پاس پہنچا دوں گا

مادرش انداخت اندر رُودِ نیل | کار را بگذاشت با نِعْمَ الْوَکِیْل
ماں نے اُس کو دریائے نیل میں ڈال دیا | معاملہ بہترین وکیل کے سپرد کر دیا

ایں سخن پایاں ندارد مکر ہاش | جُملہ پیچیدند ہم در ساق و پاش
اِس بات کی انتہا نہیں ہے اور اُس کے مکر | سب اُس کی پنڈلی اور پیروں میں لپٹ گئے

صد ہزاراں طفل می کُشت از برون | خصم[3] اندر صدرِ خانہ در درون
وہ باہر لاکھوں بچوں کو قتل کر رہا تھا | (اور) دشمن بیچ مکان میں اندر (موجود تھا)

از جنوں می کُشت ہر جا بد جنیں | از حِیَل آں کور چشمِ دُور بیں
جس جگہ کوئی پیٹ کا بچہ ہوتا اُسکو پاگل پن سے (مار ڈالتا) | تدبیروں سے، وہ دُور بین، اندھا

اژدہا بُد مکرِ فرعونِ عنود | مکرِ شاہانِ جہاں را خوردہ بود
سرکش فرعون کا مکر اژدہا تھا | جو دنیا کے بادشاہوں کے مکر کو نگل گیا تھا

---

[1] نبود۔ چونکہ بچہ کو تنور میں ڈالا گیا تھا۔ غمّاز۔ چغلخور۔ غرف۔ غرفہ کی جمع ہے، کوٹھری، بالا خانہ۔ در آبش یعنی موسیٰؑ کو دریائے نیل کے پانی میں ڈال دے۔

[2] نیلش۔ نیل مصر کا مشہور دریا ہے۔ رُوسفید۔ باآبرو۔ نِعْمَ الْوَکِیْل۔ اللہ تعالیٰ۔ ایں سخن۔ یعنی اللہ کے کرم و رحمت کی باتیں۔

[3] خصم۔ یعنی حضرت موسیٰؑ۔ خانہ۔ یعنی فرعون کا گھر۔ کور چشم۔ اندھا یعنی خدا کی قدرت کے معاملے میں۔ دُور بیں۔ یعنی دنیاداری کے مکر و فریب میں۔

لیک ازاں فرعونؑ ترے آمد پدید
لیکن اُس فرعون سے بالاتر پیدا ہوگیا

ہم وُراہم مکرِ اُورا در کشید
جس نے اُس کو اور اُس کے مکر کو نگل لیا

اژدہا بُود و عصا شد اژدہا
وہ اژدہا تھا اور لاٹھی اژدہا بنی

ایں بخورد آں را بتوفیقِ خدا
اس نے اُس کو اللہ (تعالیٰ) کی توفیق سے نگل لیا

دست شد بالائے دست ایں تا کجا
ہر طاقت سے بڑھ کر ایک طاقت ہے یہ کہاں تک؟

تا بہ یزداں کہ اِلَیہِ المُنتَہیٰ
خدا تک، کیونکہ اُسی پر انتہا ہے

کاں یکے دریاست بے غور و کراں
کیونکہ وہ ایک بے تھاہ اور بے ساحل دریا ہے

جُملہ دریاہا چو جوئے پیشِ آں
سارے دریا اُس کے سامنے نہر جیسے ہیں

حیلہاؔ و چارہا گر اژدہاست
حیلے اور تدبیریں اگرچہ اژدہا کی طرح ہوں

پیشِ اِلَّا اللہ آنہا جملہ لاست
اِلَّا اللہ کے بالمقابل وہ معدوم ہیں

چوں رسید اینجا بیانم سر نہاد
جب میرا بیان یہاں پہنچا سر رکھ دیا

محو شُد وَاللہُ اَعلَمُ بِالرَّشاد
فنا ہو گیا اور خدا راست روی کو زیادہ جانتا ہے

انچہ در فرعون بُود اندر تو ہست
جو کچھ فرعون میں تھا وہ تیرے اندر ہے

لیک اژدرہات محبوسِ چہ ست
لیکن تیرے اژدہے کنویں میں قید ہیں

اے دریغ ایں جملہ احوالِ تو ہست
ہائے افسوس! یہ سب تیرے احوال ہیں

تو براں فرعون بر خواہیش بست
تو اُن کو فرعون سے وابستہ کرنا چاہتا ہے

انچہ گفتم جملگی احوالِ تست
جو کچھ میں نے کہا وہ سب تیرے احوال ہیں

خود نہ گفتم صد یکے زانہا درست
میں نے انہیں سے ایک فیصدی بھی پورا بیان نہیں کیا ہے

گرز تو گویند وحشت زایدت
اگر تیرے (احوال) بیان کریں تو تو گھبراتا ہے

ور ز دیگر چوں فسانہ آیدت
اور اگر دوسرے سے متعلق (بیان کریں) تو تجھے کہانی

چوں خرابت می کند نفسِ لعیں
ملعون نفس تجھے کتنا برباد کر رہا ہے

دور می اندازدت سخت ایں قریں
یہ ساتھی تجھے (راہِ ہدایت سے) بہت دُور لے جا رہا ہے

ایں جراحتہا ہمہ از نفسِ تُست
یہ (بُرے احوال کے) سارے زخم تیرے نفس کی وجہ سے ہیں

لیک مغلوبی ز جہل اے سُست سخت
اے سخت کاہل! تو جہل سے مغلوب ہے

آتشت را ہیزمِ فرعون نیست
تیری (نفسانی خواہشوں کی) آگ کیلئے فرعونی ایندھن نہیں ہے

ور نہ چوں فرعون او شعلہ زنیست
ورنہ فرعون کی (آگ کی) طرح وہ بھڑک رہی ہے

لہ فرعون تر۔ فرعون سے بالاتر حضرت موسیٰ جنہوں نے فرعون اور اسکی سلطنت کو تباہ کردیا۔ اژدہا بود یعنی فرعون اور اُس کا مکر ایک اژدہا تھا۔ عصا یعنی حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی۔ دست شد بالائے دست یعنی ہر طاقت سے بالا ایک دوسری طاقت ہوتی ہے اور سب سے بالا خدا کی طاقت ہے۔ کاں یکے۔ خدائی طاقت لامحدود سمندر ہے دوسری طاقتوں کے دریا اُس کے مقابلہ میں ایک نہر ہیں۔

لہ حیلہا۔ ساری دنیاوی تدبیریں صرف ایک موجود یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے معدوم ہیں۔ اینجا یعنی اللہ کی طاقت کا بیان۔ آنچہ۔ یعنی فرعون کی جس قدر بُری خصلتیں تھیں وہ ہر انسان کے نفسِ امارہ میں موجود ہیں۔ اژدرہا یعنی نفسانی عیوب۔ چہ یعنی مجبوری اور موقع نہ ملنا۔ خود نگفتم۔ جو برائیاں میں نے بیان کی ہیں وہ نفسِ امارہ کی برائیوں کا ایک فیصدی ہے اور اُس کا بیان بھی مکمل نہیں کیا جا سکا ہے۔

لہ گرز تو۔ خود نفسِ انسانی میں جو فرعونی خصلتیں ہیں اگر وہ خصلتیں خود کسی انسان کو سنائی جائیں تو وہ گھبرا جاتا ہے دوسرے کی بیان کی جائیں تو ایک قصہ اور کہانی کے طور پر سنتا ہے۔ دور یعنی راہِ ہدایت سے دور۔ جراحتہا۔ انسان کی بری خصلتیں۔ زجہل یعنی انسان اپنی خصلتوں سے جاہل اور ناواقف رہتا ہے۔ آتشت۔ ہر انسان کو بُرائی کرنے کا موقع نہیں ملتا ورنہ وہ وہی کام کرے جو فرعون نے کئے۔

گلخن نفس ترا خاشاک نیست ۔۔۔ ورنہ چوں فرعون نارِ قاہر یست

تیرے نفس کی آگ کیلئے کوڑا کرکٹ نہیں ہے ۔۔۔ ورنہ فرعون (کی آگ) کیطرح قہر ڈھانیوالی آگ ہے

یک حکایت بشنو از تاریخ گو ۔۔۔ تا بری زیں رازِ سرپوشیدہ بو

تاریخ گو سے ایک قصہ سن لے ۔۔۔ تاکہ اس پوشیدہ راز کا تجھے علم ہو جائے

حکایت[1] مارگیرے کہ اژدہائے افسردہ را مُردہ پنداشت

اُس سپیرے کا قصہ جس نے ٹھٹھرے ہوئے سانپ کو مُردہ سمجھا

و در رسنہا بستہ و پیچیدہ بہ بغداد آوردہ

اور رسیوں میں باندھ کر اور لپیٹ کر بغداد میں لے آیا

مارگیرے رفت سوئے کہسار ۔۔۔ تا بگیرد اُو بافسونہاش مار

ایک سپیرا ایک پہاڑ کی جانب گیا ۔۔۔ تاکہ وہ اپنے منتروں سے سانپ پکڑے

گر گراں و گر شتابندہ بُود ۔۔۔ آنکہ جویندست یابندہ بُود

خواہ وہ سست ہو یا چست ہو ۔۔۔ جو تلاش کرتا ہے وہ پالیتا ہے

در طلب زن دائماً تو ہر دو دست ۔۔۔ کہ طلب در راہ نیکو رہبرست

تو ہمیشہ جستجو میں دونوں ہاتھ مصروف رکھ ۔۔۔ کیونکہ جستجو راستہ کے لئے بہتر رہنما ہے

لنگ و لوک[2] و خفتہ شکل و بے ادب ۔۔۔ سوئے اُو می غژ و اُو را می طلب

(تو خواہ) لنگڑا اور لولا اور سوتی صورت اور بے ادب ہو ۔۔۔ اُسی کی طرف کھسک اور اسی کو طلب کر

گہ بگفت و گہ بخاموشی و گہ ۔۔۔ بوئے کردن گیر ہر سو بوئے شہ

کبھی بول کر اور کبھی خاموشی سے اور کبھی ۔۔۔ سونگھ کر ہر جانب بادشاہ کی خوشبو حاصل کر

گفت آں یعقوب با اولادِ خویش ۔۔۔ جُستنِ یوسف کنید از حدِ بیش

حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد سے کہا ۔۔۔ حد سے زیادہ یوسف کو تلاش کرو

ہر حسِ[3] خود را دریں جُستن بجد ۔۔۔ ہر طرف رانید شکلِ مستعد

اس جستجو میں کوشش سے اپنے ہر حس کو ۔۔۔ مستعد شکل میں، ہر طرف روانہ کرو

گفت از رَوحِ خدا لَا تَیْأَسُوا ۔۔۔ ہمچو گم کردہ پسر رو سو بسو

فرمایا اللہ کی رحمت سے تم مایوس نہ ہو ۔۔۔ بیٹے کو گم کر دینے والے کی طرح ہر طرف جاؤ

از رہِ حسِ دہاں پُرساں شوید ۔۔۔ روی جاناں را بجاں جویاں شوید

مُنہ کی حس کے ذریعہ دریافت کرو ۔۔۔ محبوب کے چہرے کو (دل) جان سے تلاش کرو

---

[1] حکایت۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ نفس کو اس سپیرے کا اژدہا سمجھو جو بظاہر مُردہ تھا۔ افسونہا۔ سپیرے کچھ منتر پڑھکر سانپ پکڑتے ہیں۔ گر گراں۔ اگر طلب ہے تو مطلوب ضرور حاصل ہوگا خواہ طالب سست ہو یا چست ہو۔

[2] لوک۔ گھٹنوں کے بل چلنے والا یعنی غرض طالب کو چاہئے اپنی معذوریوں کو نظر انداز کر کے طلب میں لگ جائے۔ گہ بگفت۔ یعنی طلب کرنے کے جس قدر بھی طریقے ہوں وہ اختیار کرتا رہے۔

[3] ہر حس۔ یعنی یوسف کی تلاش و طلب میں اپنے ہر حس کو کام میں لاؤ۔ گفت۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا تھا لَا تَیْأَسُوا مِن رَّوْحِ اللّٰہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا یعنی یوسفؑ کی طلب و جستجو میں کبھی مایوس نہ ہونا جس دہاں۔ قوتِ گویائی۔

پرس پرساں مژدگانی جاں ہید — گوش را بر چار راہِ آں نہید
پوچھتے پوچھتے سبحان کی انعام بخشی کردو — کان کو اس کے چوراہے پر لگا دو

ہر کجا بوئے خوش آید بو برید — سوئے آں سر کاشنائے آں سرید
جہاں سے اچھی خوشبو آئے اس کا سراغ لگاؤ — اس راز کا جس سے تم واقف ہو

ہر کجا لطفے بہ بینی از کسے — سوئے اصلِ لطف رہ یابی بسے
جہاں کہیں کسی کی تو خوبی دیکھے — اس سے اصل خوبی کیجانب تو بہت رہنمائی حاصل کریگا

اینہمہ جوہا ز دریائیست ژرف — جزو را بگذار و بر کل دار طرف
یہ تمام نہریں ایک گہرے دریا کی ہیں — جزو کو چھوڑ اور کل پر نگاہ رکھ

زشتہائے خلق بہر خوبی است — برگِ بے برگی نشانِ طوبی است
مخلوق کی برائیاں، بھلائی کے لئے ہیں — بے سامانی کا سامان، طوبیٰ کا نشان ہے

جنگہائے خلق بہر آشتی ست — دامِ راحت دائماً بے راحتی است
مخلوق کی لڑائیاں صلح کے لئے ہیں — تکلیف ہمیشہ راحت کے لئے جال ہے

خشمہائے خلق بہر مہر خاست — وز جفائے خلق امید وفاست
مخلوق کی ناراضیاں محبت کیلئے پیدا ہوئی ہیں — مخلوق کے ظلم سے وفا کی امید ہے

ہر زدن بہر نوازش را بود — ہر گلہ از شکر آگہ می کند
ہر بار پیٹ مہربانی کے لئے ہوتی ہے — ہر شکوہ شکر کی خبر دیتا ہے

بوئے بر از جزو تا کل اے کریم — بوئے بر از ضد تا ضد اے حکیم
اے بھلے آدمی! جزو سے کل کا سراغ لگا — اے دانا! ضد سے ضد کا سراغ لگا

چوں عصا در دستِ موسیٰ گشت مار — جملہ عالم را بدیں ساں می شمار
جیسا کہ لاٹھی (حضرت) موسیٰ کے ہاتھ میں سانپ بنی — تمام عالم کو ایسا ہی سمجھ

جنگہائے آشتی آرد درست — مار گیر از بہرِ بازی مار جست
لڑائیاں، صحیح صلح پیدا کر دیتی ہیں — سپیرے نے تماشہ کے لئے سانپ تلاش کیا

لہ مژدگانی۔ اگر محبوب کی خبر دینے والے کو جان بھی دینی پڑے تو آمادہ ہو جانا چاہیئے۔ چار راہ۔ چوراہہ یعنی ہر سمت تلاش کرنا۔ آں سر۔ یعنی جس محبوب کی تلاش میں نکلے ہو۔ ہر کجا۔ یہاں سے مولانا نے محبوبِ حقیقی کے سراغ لگانے کا بیان شروع فرمایا ہے' انسان کی صفات اللہ کی صفات کا مظہر ہیں اور اُن صفات کی اصل اللہ کی صفات ہیں۔

لہ زشتہائے جس طرح خوبیاں راہنما ہیں اسی طرح انسانوں کی برائیاں بھی راہنما ہیں کیونکہ ہر برائی کا انجام کوئی نہ کوئی بھلائی ہے، انسان کی بے سر و سامانی بلند حالت کا پیش خیمہ ہے طوبیٰ۔ جنت کا ایک درخت ہے جس کی شاخیں ہر جنتی کے گھر میں ہونگی جس سے وہ خوشبو اور پھل حاصل کریگا۔ جنگہائے۔ لڑائیاں صلح کا پیش خیمہ ہیں، کبھی لڑائی صلح پر ختم ہوتی ہے کبھی مقصود پر اہوتا ہے تو گویا مقصود سے صلح ہوئی کبھی انسان لڑائیوں سے گھبرا کر خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو گویا خدا سے صلح ہوئی۔ دامِ راحت۔ انسان تکلیفیں اٹھاتا ہے تو راحت نصیب ہوتی ہے خشمہائے۔ غصہ کبھی شفقت کی بنا پر ہوتا ہے جیسا کہ والدین کا اولاد پر کبھی غصہ کی برائی دیکھ کر انسان شفقت کا رویہ اختیار کرتا ہے کبھی مخلوق کا بیجا غصہ شفقتِ خداوندی کا سبب بنجاتا ہے محبوب کی جفا کے نتیجہ میں وفا نمودار ہو جاتی ہے۔ لہ ہر گلہ شکوہ کا سبب تکلیف ہے اور تکلیف سبب راحت ہے۔ بوئے بر۔ جس طرح بھلائی کو اللہ تعالیٰ کی طرف راہنما بنا لیا ہے اسیطرح ہر برائی کو بھی راہنما بنالے۔ چوں عصا۔ برائی سے بھلائی کی رہنمائی حاصل کرنا ایک بالمقابل چیز سے دوسری بالمقابل چیز کا سراغ لگانا اسی طرح ممکن ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ کا عصا سانپ بنا حالانکہ دونوں متضاد چیزیں ہیں اسی طرح عالم کی دوسری چیزوں کو بھی سمجھ لے۔ مار گیر سپیرے نے سانپ تماشے کے لئے پکڑا حالانکہ سانپ سبب ہلاکت ہے جو تماشے کی ضد ہے۔

بہرِ بازی مار جوید آدمی
انسان تماشہ کے لئے سانپ تلاش کرتا ہے

غم خورد بہرِ امیدِ بے غمی
بے کلمی کے لئے غم برداشت کرتا ہے

اُو ہمی[1] جُستے یکے مارِ شگرف
وہ ایک عجیب سانپ تلاش کرتا تھا

گردِ کوہستان در ایامِ برف
پہاڑوں کے چاروں طرف برف کے زمانہ میں

اژدہائے مُردہ دید آنجا عظیم
اُسنے وہاں ایک مُردہ بڑا اژدہا دیکھا

کہ دلش از شکلِ اُو شد پُر زبیم
کہ اُس کی شکل سے دل خوف زدہ ہوتا تھا

مار گیر اندر زمستانِ شدید
سپیرا سخت جاڑے میں

مار می جُست اژدہائے مُردہ دید
سانپ تلاش کرتا تھا اُس نے ایک مرا ہوا اژدہا دیکھا

مار گیر از بہرِ حیرانیِ خلق
لوگوں کے تعجب کے لئے سپیرا

مار گیرد اینت نادانیِ خلق
سانپ پکڑتا ہے، مخلوق کی نادانی، تعجب ہے

آدمی[2] کوہ است چوں مفتوں شود
آدمی پہاڑ ہے، کیوں فریفتہ ہوتا ہے؟

کوہ اندر مار حیراں چوں شود
پہاڑ سانپ کے معاملہ پر کیوں حیران ہوتا ہے؟

خویشتن نشناخت مسکیں آدمی
آدمی مسکین نے اپنے آپ کو نہ پہچانا

از فزونی آمد و شُد در کمی
بڑائی سے آیا اور کمی میں مبتلا ہو گیا

خویشتن را آدمی ارزاں فروخت
آدمی نے اپنے آپ کو سستا بیچا

بود[3] اطلس خویش را بر دلق دوخت
اطلس تھا اپنے آپ کو گدڑی پر سی دیا

صد ہزاراں مار و کُہ حیرانِ اُوست
لاکھوں سانپ اور پہاڑ اُس پر حیران ہیں

اُو چرا حیراں شدست و مار دوست
وہ خود کیوں حیران اور سانپ کا دوست بنا؟

مار گیر آں اژدہا را بر گرفت
سپیرے نے اُس سانپ کو پکڑ لیا

سوئے بغداد آمد از بہرِ شگفت
تعجب (میں ڈالنے) کے لئے بغداد میں آیا

اژدہائے چوں ستونِ خانۂ
ایک اژدہا گھر کے ستون جیسا (موٹا)

می کشیدش از پئے دانگانۂ
روزی کے لئے وہ اُس کو کھینچ رہا تھا

کاژدہائے مُردۂ آوردہ ام
کہ میں ایک مُردہ اژدہا لایا ہوں

در شکارش من جگرہا خوردہ ام
اُس کے شکار میں میں نے خونِ جگر پیا ہے

اُو ہمی مُردہ گماں بُردش ولیک
وہ اُس کو مُردہ سمجھ رہا تھا، لیکن

زندہ بود و اُو ندیدش نیک نیک
وہ زندہ تھا اُس نے اُس کو اچھی طرح نہ دیکھا

---

[1] او ہمی۔ وہ سپیرا جاڑوں کے موسم میں پہاڑوں پر حیرت انگیز سانپ تلاش کر رہا تھا۔ مارگیر۔ سپیرے نے سانپ اس لئے پکڑا کہ وہ لوگوں کو دکھا کر حیرانی میں ڈالے۔ لوگوں کا سانپ کو دیکھکر حیرانی میں پڑنا اُن کی نادانی ہے۔

[2] آدمی کوہ است۔ جس طرح پہاڑوں میں سانپ ہوتے ہیں خود انسان میں بُرے اخلاق کے اژدہے موجود ہیں تو ایک سانپ کو دیکھنے کا کیوں مشتاق بنتا ہے اپنے اندر کے سانپ دیکھے۔ انسان کی سانپ پر حیرانی ایسی ہی ہے جیسے کہ پہاڑ سانپ پر حیران ہو۔ خویشتن۔ انسان نے اپنی رفعت اور بلندی کو نہیں سمجھا اشرف المخلوقات پیدا کیا گیا تھا اور ارذل مخلوقات بن گیا۔

[3] بود اطلس۔ انسان بڑھیا چیز سے گھٹیا بن گیا۔ صد ہزاراں کائنات انسان کے اعلیٰ مقام سے حیران ہے لیکن یہ انسان اپنی حماقت سے ادنیٰ مخلوق کو دیکھکر حیران ہوتا ہے۔ دانگانہ۔ وہ چندہ جو چند مسافر سفر کے اخراجات کے لئے باہم جمع کریں، مگر کا ساز و سامان۔ نیک نیک۔ اچھی طرح۔

اوز سرماہا وبرف افسردہ بود — زندہ بود و شکلِ مُردہ می نمود

وہ جاڑے اور برف سے ٹھٹھر گیا تھا — زندہ تھا اور بظاہر مُردہ نظر آتا تھا

عالَمِ[٥١] افسردہ است و نامِ اُو جماد — جامِد افسردہ بُود اے اوستاد

عالم ٹھٹھرا ہوا ہے اور اُس کا نام جماد ہے — اے اُستاد! جامد ٹھٹھرا ہوا ہوتا ہے

باش تا خورشیدِ حشر آید عیاں — تا بہ بینی جنبشِ جسمِ جہاں

ٹھہر جا، کہ حشر کا سورج نمودار ہو — تاکہ تو دنیا کے جسم کی حرکت کو دیکھ لے

چوں عصائے موسیٰؑ اینجا مار شد — عقل را از ساکناں اِخبار شد

جبکہ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی اِس عالم میں سانپ بن گئی — عقل کو جمادات کے بارے میں علم ہو گیا

پارۂ[٥٢] خاکی ترا چوں زندہ ساخت — خاکہا را جملگی باید شناخت

تو خاک کا ٹکڑا ہے، تجھے جس طرح زندہ بنایا — (تو) تمام خاکوں کو اسی طرح سے، پہچان لینا چاہیے

مُردہ زیں سُویند وزاں سُو زندہ اند — خامُش اینجا و آں طرف گویندہ اند

وہ اِس جانب مُردہ ہیں اور اُس جانب زندہ ہیں — اِس جگہ چُپ ہیں، اُس جانب بولنے والی ہیں

چوں ازاں سُوشاں فرستد سوئے ما — آں عصا گردد سُوئے ما اژدہا

جب وہ اِن چیزوں کو اُس جانب سے ہماری جانب بھیجتا ہے — وہ لاٹھی ہماری جانب (آکر) اژدہا بن جاتی ہے

کوہہا ہم لحنِ داؤدیؑ کند — جوہرِ آہن بکف مُومے شود

پہاڑ بھی داؤدی لہجہ اختیار کر لیتے ہیں — لوہے کا جوہر ہاتھ میں موم بن جاتا ہے

بادِ حمّالِ سلیمانؑ شود — بحر[٥٣] با موسیٰؑ سخندانے شود

ہوا، ایک سلیمانؑ کو اُٹھا لیجانے والی بنجاتی ہے — سمندر، موسیٰؑ کی بات سمجھنے والا بن جاتا ہے

ماہ با احمدؐ اشارت بیں شود — نارِ ابراہیمؑ را نسریں شود

چاند (حضرت) احمدؐ کے اشارے کو دیکھنے والا بنجاتا ہے — آگ (حضرت) ابراہیمؑ کے لئے نسرین بنجاتی ہے

خاک قاروں را چو مارے در کشد — اُستنِ حنّانہ آید در رَشَد

زمین قارون کو اژدہے کی طرح نگل لیتی ہے — حنّانہ ستون ہوش میں آجاتا ہے

سنگ بر احمدؐ سلامے می کند — کوہ یحییٰؑ را پیامے می کند

پتھر (حضرت) احمدؐ کو سلام کرتا ہے — پہاڑ (حضرت) یحییٰؑ کو پیغام دیتا ہے

دشمن فرعون کو غرق کر دیا اور انکو پار اتار دیا۔ ماہ: آنحضورؐ سے شق القمر کا معجزہ صادر ہوا اور چاند حضورؐ کی انگلی کے اشارے کو سمجھ گیا۔ نسرین: گُلِ سیوتی۔ خاک: زمین نے قارون کو اژدہے کی طرح نگل لیا۔ اُستن: مسجدِ نبوی کا وہ ستون جسکے سہارے حضورؐ خطبہ دیا کرتے تھے جب ممبر تیار ہو جانے پر اسکا سہارا نہ لیا تو رو پڑا۔ سنگ: حضرت علیؓ

[٥١] عالَم۔ مولانا فرماتے ہیں دنیا میں جن چیزوں کو بے حس و ادراک جماد مانا جاتا ہے وہ بھی ٹھٹھری ہوئی ہیں اور بظاہر جماد ہیں حشر میں جب سورج اُنپر پڑیگا تو انکا ٹھٹھراپن ختم ہو جائیگا اور انکا حِس ظاہر اور نمودار ہو جائیگا جیسا کہ اِس اژدہے کا معاملہ تھا۔ جماد اور جامد کے لغوی معنی ٹھٹھرے ہوئے کے ہیں۔ چوں عصا۔ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی جو بے حس و حرکت تھی جب اِس دنیا میں سانپ بنگئی تو عقل سمجھ گئی کہ اِن جمادات میں بھی حرکت نمودار ہو سکتی ہے۔

[٥٢] پارۂ خاکی۔ انسان بھی مٹی کا بنا ہوا ہے اور پھر اُسمیں حس و حرکت آگئی، اِسی طرح دوسرے جمادات کو سمجھو اُنمیں بھی حِس و حرکت آسکتی ہے۔ مردہ ایں سُو۔ جمادات عالمِ دنیا کے اعتبار سے مُردہ اور عالمِ آخرت کے اعتبار سے زندہ ہیں۔ چوں۔ جب اللہ تعالیٰ اُنکو عالمِ آخرت والے رخ کو ہماری طرف موڑ دیتا ہے تو اُنکی زندگی ظاہر ہو جاتی ہے۔ کوہہا۔ پہاڑ جو جمادات میں سے ہے حضرت داؤدؑ کا نغمہ اختیار کر لیتا ہے۔ جوہرِ آہن۔ اپنا رُخ بدلنے سے لوہا حضرت داؤدؑ کے ہاتھ میں موم بنجاتا ہے۔ باد۔ ہوا جو بے حس و حواس ہے حضرت سلیمانؑ کیلئے حمالی کا کام کرنے لگتی ہے۔

[٥٣] بحر۔ دریائے نیل نے حضرت موسیٰؑ کی بات کو سمجھ لیا اُن کے

جملۂ[1] ذرّاتِ عالم در نہاں — باتو می گویند روزان و شباں

دُنیا کے تمام ذرّات پوشیدہ طور پر — تجھ سے شب و روز کہتے ہیں

ما سمیعیم و بصیریم و خوشیم — باشما نامحرماں ماخامشیم

ہم سننے والے ہیں اور دیکھنے والے ہیں اور خوش ہیں — تم نامحرموں کے سامنے ہم خاموش ہیں

چوں شما سوئے جمادی می روید — محرمِ جانِ جماداں چوں شوید

جبکہ تم پتھر پن کی طرف جا رہے ہو — تو جمادات کی جان کے محرم کیسے ہو سکتے ہو

از جمادی عالمِ جانہا روید — غلغلِ اجزائے عالم بشنوید

پتھر پن سے جانوں کے عالم میں جاؤ — اجزائے عالم کا شور سن لو

فاش تسبیحِ جمادات آیدت — وسوسۂ تاویلہا بربایدت

جمادات کی تسبیح واضح ہو جائے گی — تجھ میں سے تاویلوں کا وسوسہ نکال دے گی

چوں ندارد جانِ تو قندیلہا[2] — بہرِ بینش کردہ تاویلہا

چونکہ تیری جان میں قندیلیں نہیں ہیں — تو دیکھنے کے لئے تاویلیں کرتا ہے

کہ غرض تسبیحِ ظاہر کے شود — دعوئ دیدن خیال و غی شود

کہ مقصود ظاہری تسبیح کب ہو سکتی ہے؟ — دیکھنے کا دعویٰ خیال اور گمراہی ہے

بلکہ ہر بینندہ را دیدارِ آں — وقتِ عبرت می کند تسبیح خواں

بلکہ ہر دیکھنے والے کو اُن کا دیکھنا — عبرت کے وقت تسبیح پڑھنے والا بنا دیتا ہے

پس چو از تسبیح یادت می دہد — ایں دلالت ہمچو گفتن می بود

تو چونکہ (جمادات) تجھے تسبیح کی یاد دلا دیتے ہیں — یہ دلالت پڑھنے جیسی ہے

ایں بود تاویلِ اہلِ اعتزال — وائے آں کس کو ندارد نورِ حال

معتزلہ کی یہ تاویل ہوتی ہے — اس پر افسوس جو حال کا نور نہیں رکھتا ہے

چوں ز حس بیروں نیاید آدمی — باشد از تصویرِ غیبی اعجمی

انسان جب حواس (ظاہری) سے باہر نہ نکلے — تو وہ غیبی تصویر سے ناواقف ہوتا ہے

ایں سخن[3] پایاں ندارد، مار گیر — می کشید آں مار را با صد زحیر

اس بات کی انتہا نہیں ہے، سپیرا — بہت بے چینی کے ساتھ اس سانپ کو کھینچ رہا تھا

تا بہ بغداد آمد آں ہنگامہ خواہ — تا نہد ہنگامۂ بر چار راہ

یہاں تک کہ وہ مجمع کا خواہاں بغداد میں آ گیا — تاکہ چوراہے پر مجمع لگائے

---

[1] جملۂ ذرات۔ کائنات کا ہر ذرہ دلالتِ حال سے اپنے سننے اور دیکھنے کی کیفیت کرتا ہے۔ چوں شما جب انسان اپنا پن کم دیکھے تو وہ جمادات کی روح کا محرم نہیں بن سکتا۔ از جمادی۔ اگر انسان اپنی جمادیت ختم کر کے روحانیت حاصل کرلے تو کائنات کی تسبیح کا شور سن سکتا ہے۔ وسوسہ۔ کائنات کی تسبیح کی وہ تاویلیں جو معتزلہ کرتے ہیں ان کا وسوسہ بھی دل میں نہ آئیگا۔

[2] قندیلہا۔ یعنی باطنی نور کی روشنیاں۔ کہ غرض۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ ہر چیز اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ جو معتزلہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس آیت میں تسبیح سے تسبیح ظاہری مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ کائنات کا مشاہدہ کرنیوالا تسبیح خواں بنجاتا ہے تو جب کائنات اسکی تسبیح کا سبب اور دال بنی تو گویا وہ کائنات تسبیح خواں بنی۔ الدال علی الخیر کفاعلہ، خیر پر دلالت کرنے والا خود خیر کا کرنے والا ہے۔

[3] ایں سخن۔ یہ روحانی باتیں بہت دراز ہیں لہذا سپیرے کا قصہ شروع کیا جاتا ہے۔ زحیر۔ پیچش، پیچ و تاب۔ چار راہ۔ چوراہہ۔

برلبِ[1] شط مردِ ہنگامہ نہاد
دجلہ کے کنارے پر اُس نے مجمع لگایا

غلغلہ در شہرِ بغداد اوفتاد
بغداد شہر میں شور مچ گیا

مارگیرے اژدہا آوردہ است
(کہ) ایک سپنیرا اژدہا لایا ہے

بوالعجب نادر شکارے کردہ است
اُس نے عجیب نادر شکار کیا ہے

جمع آمد صد ہزاراں خام ریش
لاکھوں بے وقوف جمع ہو گئے

صیدِ اُو شد ہر یک آنجا از خریش
اُس جگہ ہر ایک اپنے گدھے پن سے اُسکا شکار ہو گیا

منتظر ایشاں و او ہم منتظر
وہ اُس کے منتظر اور وہ بھی (اُن کا) منتظر

تاکہ جمع آیند خلقِ منتشر
تاکہ بکھرے ہوئے لوگ جمع ہو جائیں

مردمِ ہنگامہ افزوں تر شود
مجمع کے لوگ زیادہ ہو جائیں

گدیہ و توزیع نیکوتر رود
بھیک اور چندہ (کا کام) خوب چلے

جمع آمد صد ہزاراں ژاژ خا
لاکھوں بکواسی جمع ہو گئے

حلقہ کردہ پشت، پا بر پشتِ پا
کمر جھکائے ہوئے پاؤں پر پاؤں رکھے ہوئے

حلقہ گردِ اُو چو زر گرد عریش[2]
اسکے چاروں طرف ایسا حلقہ جیسا انگور کی بیل چھپر پر

ہمچناں کہ بت پرستاں بر کنیش
جیسا کہ بتوں کے پجاری بت خانہ پر

مرد را از زن خبر نے ز ازدحام
ہجوم کی وجہ سے مرد کو عورت کا پتہ نہیں

رفتہ درہم چوں قیامت خاص و عام
قیامت کی طرح خاص و عام خلط ملط تھے

چوں ہمی حراقہ جنبانید اُو
جب وہ چیتھڑے سرکاتا

می کشیدند اہلِ ہنگامہ گلو
مجمع والے گلا پھاڑتے

اژدہا کز زمہریر افسردہ بود
وہ اژدہا جو ٹھنڈک سے ٹھٹھرا ہوا تھا

زیرِ صد گونہ پلاس و پردہ بود
سینکڑوں قسم کے ٹاٹ اور پردوں میں تھا

بستہ بودش بار سنہا غلیظ
اُس کو موٹی رسیوں سے باندھ رکھا تھا

احتیاطے کردہ بودش آں حفیظ[3]
اُس نگہبان نے اُس کے لئے بڑی احتیاط کر رکھی تھی

در درنگ و اتفاق و انتظار
تاخیر اور جمع ہونے اور انتظار میں

وز ہیاہوی و فغانِ بے شمار
ہائے وہو اور بے شمار چیخوں سے

وز غلوِ خلق و مکث و طمطراق
لوگوں کی کثرت اور ٹھاٹ اور کرّوفر سے

تافت بر آں مار خورشیدِ عراق
اُس اژدہے پر عراق کا سورج چمکنے لگا

---

[1] لبِ شط۔ بغداد دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد ہے۔ خام ریش بیوقوف۔ خریش۔ خری اُس گدھا پن۔ گدیہ بھیک۔ توزیع تقسیم، بخشش۔ ژاژ خا۔ بکواسی۔ حلقہ کردہ پشت۔ کمر جھکائے ہوئے۔

[2] عریش۔ چھپر۔ کنیش۔ بت خانہ۔ مرد را۔ مجمع کی کثرت میں خواص و عوام اور مرد و زن کا اختلاط ہو جاتا ہے۔ حراقہ۔ چیتھڑے جو آگ سلگانے کے کام آتے ہیں۔ پلاس ٹاٹ۔

[3] حفیظ۔ محافظ۔ نگہبان۔ در درنگ۔ یعنی یہ چیزیں اور سورج کی گرمی اس اژدہے کے حرکت میں آنے کا سبب بن گئیں۔ عراق۔ وہاں کی گرمی مشہور ہے۔

آفتابِ گرم سیرش گرم کرد
تیز رفتار سورج نے اُس کو گرما دیا

رفت از اعضائے اُو اَخلاطِ[1] سرد
اُس کے اعضا سے ٹھنڈی رطوبات جاتی رہیں

مُردہ بود و زندہ گشت او از شگفت
وہ مُردہ تھا اور حیرت انگیز طور پر زندہ ہو گیا

اژدہا بر خویشتن جنبیدن گرفت
اژدھے نے بل کھلانے شروع کر دیئے

خلق را از جنبشِ آں مُردہ مار
مرے ہوئے سانپ کی حرکت سے مخلوق کی

گشت شاں از یک تحیر صد ہزار
ایک حیرانی و کیوں حیرانیاں بن گئیں

با تحیر نعرہا انگیختند
حیرانی سے انھوں نے نعرے لگائے

جملگاں از جنبشش بگریختند
اُس کے ہلنے سے سب بھاگ پڑے

می شکست او بند زاں بانگِ بلند
وہ بندش کو بلند آواز سے توڑتا تھا

ہر طرف می رفت چاقا چاق بند
ہر طرف بندش کی تڑاخ پڑاخ کی آواز پہنچ رہی تھی

بندہا بگست و بیروں شد ز زیر
بندشیں ٹوٹ گئیں وہ نیچے سے نکل آیا

اژدہائے زشت غراں ہمچو شیر
بھیانک اژدہا شیر کی طرح دڑدکتا ہوا

در ہزیمت بس خلائق کشتہ شد
پسپائی میں بہت سے لوگ مارے گئے

از فتادہ و کُشتگاں صد پشتہ شد
مرے اور گرے لوگوں کے سینکڑوں ڈھیر لگ گئے

مار گیر از ترس برجا خشک گشت
سپیرا خوف سے اپنی جگہ خشک ہو گیا

کہ چہ آوردم من از کہسار و دشت
کہ میں پہاڑ اور جنگل سے کیا لے آیا

گرگ را بیدار کرد آں کور میش
اُس اندھی بھیڑ نے بھیڑیئے کو جگا دیا

رفت ناداں سوئے عزرائیل خویش
بیوقوف اپنے آپ ملک الموت کی طرف چلا گیا

اژدہا یک لقمہ کرد آں گیج[2] را
اُس احمق کو اژدھے نے ایک لقمہ بنا لیا

سہل باشد خوں خوری حجیج را
حجاج کے لئے خون پینا آسان ہوتا ہے

خویش را بر اُستنے پیچید و بست
اُس (اژدھے) نے اپنے آپ کو ایک ستون پر لپیٹا اور بھینچا

استخوانِ خوردہ را درہم شکست
کھائی ہوئی ہڈیوں کو ریزہ ریزہ کر دیا

شہر خالی گشت و اژدرہا براند
شہر خالی ہو گیا اور اژدہا روانہ ہوا

سوئے کہ گرد[3] از بیاباں برفشاند
پہاڑ کی جانب اُس نے جنگل کی گرد کو اڑایا

نفست اژدرہاست او کے مُردہ است
تیرا نفس اژدہا ہے وہ مُردہ کہاں ہے

از غمِ بے آلتی افسردہ است
ذرائع نہ ہونے کے غم میں ٹھٹھرا ہوا ہے

---

[1] اخلاط۔ یعنی اژدھے کے بدن کی رطوبتیں۔ مُردہ مار۔ یعنی وہ اژدہا جس کو لوگ مرا ہوا سمجھ رہے تھے۔ می شکست۔ اژدھا رسیوں میں بندھا ہوا تھا۔ چاقا چاق۔ رسیوں کے ٹوٹنے کی آواز۔ غراں۔ دڑدکتا ہوا۔ ہزیمت۔ مجمع کی واپسی۔ گرگ۔ سپیرے اور اژدھے کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ بھیڑ سوئے ہوئے بھیڑیئے کو خود بیدار کر دے یا کوئی شخص خود ملک الموت کے پاس چلا جائے۔

[2] گیج۔ احمق۔ حجیج۔ حجاج کا امالہ ہے حجاج بن یوسف ثقفی عبدالملک مروانی کے دور کا مشہور ظالم گورنر ہے جس نے لاکھوں کا خون پیا ہے۔ خویش را۔ اژدہا، جانور یا انسان کو نگل کر اُس کی ہڈیاں توڑنے کے لئے اسی طرح کی حرکت کرتا ہے۔

[3] گرد فشاندن از بیاباں۔ تیزی سے بیابان میں چلنا۔ نفست۔ مولانا دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہو کر فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنے نفس کو اسی قسم کا اژدہا سمجھنا چاہیئے بے آلتی۔ ذرائع کا نہ ہونا۔

گر بیابد آلتِ[۵۱] فرعون اُو
اگر وہ فرعون کے ذرائع پالے

کہ بامرِ اُو ہمی رفت آبِ جو
جس کے حکم سے دریائے نیل کا پانی چلتا تھا

آنگہ اُو بنیادِ فرعونی کند
اُس وقت وہ فرعونی بنیاد بنائے گا

راہِ صد موسیٰؑ و صد ہاروںؑ زند
سینکڑوں موسیٰؑ و ہارونؑ کی راہ زنی کرے گا

کرمک ست آں اژدہا از دستِ فقر
وہ اژدہا، افلاس کے ہاتھوں حقیر کیڑا ہے

پشّہ گردد ز جاہ و مالِ صقر
چرغ، جاہ اور مال نہ ہونے سے مچھر بنجاتا ہے

اژدہا را دار در برفِ فراق
اژدہے کو محرومی کے برف میں رکھو

ہیں مکش اُو را بخورشیدِ عراق
خبردار! اُس کو عراق کے سورج میں نہ لے جا

تا فسردہ می بود آں اژدہات
تاکہ تیرا اژدہا ٹھٹھرا ہوا رہے

لقمۂ اُوئی چو اُو یابد نجات
جب وہ نجات پا جائے گا تو اس کا لقمہ ہے

مات[۵۲] کُن اُو را و ایمن شو ز مات
اُس کو ہرا دے اور ہارنے سے مطمئن ہو جا

رحم کم کُن نیست اُو ز اہلِ صلات
رحم نہ کر وہ اچھے سلوک کے قابل نہیں ہے

کاں تفِ خورشیدِ شہوت بر زند
کیونکہ جب شہوت کے سورج کی گرمی نمودار ہوگی

آں خفاشِ مُردہ ریگت پر زند
وہ تیری ناچیز چمگادڑ اُڑنے لگے گی

می کشش اُو را در جہاد و در قتال
اُس کو جہاد اور قتال میں کھینچ

مردوار اَللّٰہُ یُجْزِیْکَ الْوِصَال
مردانہ وار، اللہ تجھے بدلے میں وصال عطا فرمائے گا

چونکہ آں مرد اژدہا را آورید
چونکہ وہ مرد اژدہے کو لایا

در ہوائے گرم خوش شد آں مرید
گرم ہوا میں وہ سرکش چاق و چوبند ہو گیا

لاجرم آں فتنہا کرد اے عزیز
اے پیارے! لامحالہ اُس نے وہ فتنے برپا کر دیئے

بلکہ صد چنداں کہ ما گفتیم نیز
بلکہ اُس سے سینکڑوں زیادہ جو ہم نے بیان کئے

تو طمع[۵۳] داری کہ اُو را بے جفا
تو اُمید رکھتا ہے کہ اس کو بغیر سختی کے

بستہ داری در وقار و در وفا
وقار اور وفا میں باندھے گا

ہر خسے را ایں تمنا کے رسد
ہر کمینے کی یہ تمنا کہاں پوری ہوتی ہے

موسیٰؑ باید کہ اژدہا کُشد
موسیٰؑ چاہیئے جو اژدہے کو مارے

صد ہزاراں خلق ز اژدرہائے اُو
لاکھوں لوگ اُس کے اژدہے سے

در ہزیمت کشتہ شد از رائے اُو
پسپائی میں مارے گئے اُس کی رائے کی وجہ سے

---

[۵۱] آلتِ فرعون۔ یعنی اسباب اور ذرائع جو فرعون کو حاصل تھے۔ کہ بامرِ فرعون کے حکم سے نیل میں سیلاب آگیا تھا یہ فرعون کیلئے اللہ کی جانب سے استدراج تھا۔ کرمک۔ حقیر کیڑا۔ پشّہ گردد۔ یعنی اسباب میسر نہ آنے سے قوی ضعیف بن جاتا ہے۔ صقر۔ چرخ جو شکرے کی ایک قسم ہے۔ فراق۔ یعنی ذرائع اور اسباب مہیا نہ ہونے کا غم۔ لقمۂ اوئی۔ تیرا نفس سب سے پہلے تجھے ہلاک کرے گا۔

[۵۲] مات کن۔ نفس کو شکست دیدے۔ اہلِ صلات۔ یعنی قابلِ رحم نہیں ہے۔ خفاش۔ یعنی نفسِ انسانی۔ می کشش۔ نفس کو مردانہ وار مشقتوں میں مبتلا رکھ اللہ کا وصل حاصل ہو جائے گا۔ چونکہ۔ سپیرے نے اُس اژدہے کو گرمی سے آرام پہونچایا تو وہ سرکش بن گیا۔ لاجرم سرکش ہو کر اژدہے نے جو فتنے بپا کئے وہ میرے بیان سے سینکڑوں گنا زیادہ تھے۔

[۵۳] تو طمع۔ انسان کی غلط فہمی ہے کہ وہ نفس کو آرام پہونچا کر اُس سے وفا اور وقار کی امید کرے۔ ہر خسے۔ نفس کشی ہر انسان سے ممکن نہیں ہے اسکے لئے موسیٰؑ جیسی اولوالعزمی چاہیئے۔ صد ہزاراں۔ یہ شعر بھی سپیرے سے متعلق ہے۔

درطمع[1] ہم خویشتن را باد داد — گفته شد واللہ اعلم بالسداد

لالچ سے اپنے آپ کو بھی برباد کیا — (قصہ) کہہ دیا گیا اور اللہ تعالیٰ راست روی کو خوب جانتا ہے

تہدید کردنِ فرعون موسیٰ علیہ السلام را

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دھمکانا

گفت فرعونش چرا تو اے کلیم — خلق را کشتی وافگندی زبیم

فرعون نے اُن (موسیٰؑ) سے کہا اے کلیم (اللہ)! تو نے کیوں — ڈر سے لوگوں کو مار ڈالا اور گرا دیا؟

در تردد[2] از تو افتادند خلق — در ہزیمت گشتہ شد مردم ززلق

تیری وجہ سے لوگ تردد میں مبتلا ہو گئے — اُلٹے بھاگنے میں پھسلنے کی وجہ سے لوگ مارے گئے

لاجرم ہر کس ترا دشمن گرفت — کینِ تو در سینہ مرد و زن گرفت

بالمحالہ ہر شخص کو تجھ سے دشمنی ہو گئی — مردوں اور عورتوں کے سینہ میں تیری طرف کینہ پیدا ہو گیا

خلق را می خواندی بر عکس شد — از خلافت مردماں را نیست بُد

تو لوگوں کو بلاتا تھا، (معاملہ) برعکس ہو گیا — لوگوں کے لئے تیرے خلاف کرنے کے علاوہ چارہ نہیں ہے

من ہم از شرت اگر پس می خزم — در مکافاتِ تو دیگے می پزم

میں بھی اگر تیرے شر سے پیچھے ہٹ گیا ہوں — تجھ سے بدلہ لینے کے لئے دیگ پکا رہا ہوں

دل ازیں برکن کہ بفریبی مرا — یا بجز[3] فی پس روے گردد ترا

یہ دل سے نکال دے کہ تو مجھے فریب دے سکتا ہے — یا سایہ کے علاوہ تیرا کوئی پیرو ہو گا

تو بداں غرہ مشو کیں ساختی — در دلِ خلقاں ہراس انداختی

تو اِس پر گھمنڈ نہ کر کہ تو نے یہ کیا ہے — لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا کر دیا ہے

صد چنیں آری وہم رسوا شوی — خوار گردی ضحکۂ غوغا شوی

اس جیسے سینکڑوں (معجزے) تو لائیگا پھر بھی رسوا ہو گا — ذلیل ہو گا عوام کے لئے مضحکہ بنے گا

ہمچو تو سالوس بسیاراں بدند — عاقبت در مصر ما رسوا شدند

تجھ جیسے بہت سے مکار تھے — انجام کار ہمارے مصر میں رسوا ہوئے ہیں

جواب گفتنِ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرعون را

حضرت موسیٰؑ کا اُس دھمکی کا جواب دینا جو

در تہدید یکہ با او می نمود

فرعون نے اُن کو دی

---

[1] در طمع۔ تماشہ دکھا کر پیسے وصول کرنے کے لالچ نے سپیرے کو بھی برباد کیا اور لوگوں کو بھی۔ گفت فرعونش۔ یہاں سے مولانا حضرت موسیٰؑ کے واقعہ کی طرف منتقل ہو گئے ہیں حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کو اژدہا بنتا دیکھکر بھی تماشائیوں کا مجمع بھاگا تھا اور اُس بھگدڑ میں بہت سے آدمی مر گئے تھے اس پر فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے یہ گفتگو کی تھی۔

[2] تردد۔ یعنی دین کے بارے میں شک و شبہ۔ در ہزیمت یعنی خوف کھا کر مجمع کے منتشر ہونے میں۔ می خواندی یعنی تو نے اپنی طرف بلایا۔ خلافت۔ خلاف کو۔ من ہم یعنی اگرچہ میں سر دست تیرا مقابلہ نہیں کر رہا ہوں لیکن بدلہ لینے کی فکر میں ہوں۔

[3] بجز فے۔ یعنی تیرے سایہ کے علاوہ تیرا کوئی پیرو نہ ہو گا۔ کیں۔ یعنی یہ لاٹھی کو اژدہا بنانا۔ ضحکہ۔ ہنسی کے قابل۔ غوغا۔ عوام۔

گفت[1] با امرِ حقم اِشراک نیست | گر بریزد خونم امرش باک نیست
(حضرت موسیٰؑ نے) فرمایا اللہ کے معاملہ میں میری شرکت نہیں ہے | اگر اسکا حکم میرا خون بہائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے

راضیم مَن شاکرم مَن اے حریف | ایں طرف رُسوا و پیشِ حق شریف
اے دشمن! میں راضی ہوں میں شکر گزار ہوں | کہ اس طرف رسوا ہوں اور اللہ کے سامنے باعزت ہوں

پیشِ خلقاں خوار و زار و ریشخند | پیشِ حق مطلوب و محبوب و پسند
مخلوق کے سامنے رسوا ذلیل اور لائقِ مضحکہ ہوں، | (لیکن) اللہ تعالیٰ کے سامنے مطلوب محبوب پسندیدہ (ہوں)

از سخن می گویم ایں ورنہ خدا | از سیہ رُویاں کُند فردا ترا
یہ بات میں کہنے کو کہتا ہوں ورنہ اللہ تعالیٰ | تجھے کل کو سیاہ رو کرے گا

عزت[2] آنِ اوست و آنِ بندگانش | ز آدمؑ و ابلیس بر می خواں نشانش
عزت اسکی ملکیت ہے اور اسکے غلاموں کی ملکیت ہے | (حضرت) آدمؑ اور ابلیس سے اسکی علامت کا مطالعہ کر لے

شرحِ حق پایاں ندارد ہمچو حق | ہیں دہاں بر بند و بر گرداں ورق
اللہ کی طرح اللہ کی تشریح کی انتہا نہیں ہے | خبردار! منہ بند کر لے اور ورق پلٹ دے

پاسُخ دادنِ فرعون موسیٰ علیہ السلام را و مُہلت خواستن تا چہل روز از موسیٰ علیہ السلام

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دینا اور (حضرت) موسیٰؑ سے چالیس روز کی مُہلت مانگنا

گفت فرعونش وَرق در حکم ماست | دفتر و دیوان و حُکم ایں دم مراست
فرعون نے اُن (موسیٰؑ) سے کہا کاغذ میرے حکم میں ہے | دفتر اور کچہری اور حکم اس وقت میرا ہے

مر مرا بخریدہ اند اہلِ جہاں[3] | از ہمہ عاقل تری تو اے فلاں
مجھے دنیا والوں نے منتخب کیا ہے | اے فلاں! کیا تو سب سے زیادہ عقلمند ہے

موسیا خود را خریدی ہیں برو | خویشتن کم بین بخود غرّہ مشو
اے موسیٰ! تو نے خود اپنے آپکو پسند کیا ہے خبردار ہٹ جا | خود بینی نہ کر، اپنے اوپر گھمنڈ نہ کر

جمع آرم ساحران دہر را | تا کہ جہلِ تو نمایم شہر را
میں دنیا بھر کے جادوگروں کو جمع کروں گا | تاکہ شہر کو تیری جہالت دکھا دوں

ایں نخواہد شُد بروزے و دو روز | مُہلتم دہ تا چہل روزِ تموز
یہ ایک دو دن میں نہ ہو سکے گا | مجھے گرمی کے چالیس روز کی مُہلت دے

[1] گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے معاملہ کا مختار ہے میری اس میں شرکت نہیں ہے۔ راضیم دنیا کی رُسوائی جس میں خدا کی رضا مندی ہو مجھے منظور ہے۔ از سخن یعنی اپنی رُسوائی کی بات میں نے کہنے کو کہدی ہے ورنہ اللہ کی رحمت سے یقین ہے کہ میں رُسوا نہ ہوں گا تو ہی رُسوا ہوگا۔

[2] عزت۔ غلبہ اور عزت اللہ اور اُس کے غلاموں کے لئے ہے اسی لئے آدمؑ باعزت بنے اور شیطان ذلیل ہوا۔ پاسُخ۔ جواب۔ گفت فرعونش۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کاغذ اور قلمدان اور حکم میرا ہے۔

[3] اہلِ جہاں۔ جبکہ تمام لوگ مجھے پسند کرتے ہیں کیا تو سب سے زیادہ عقلمند ہے کہ مجھے ناپسند کر رہا ہے۔ خود را خریدی۔ خود را پسند کردی۔ شہر۔ مصر۔ تموز۔ یعنی موسمِ گرما۔

جواب موسیٰ علیہ السلام مرفرعون را

حضرت موسیٰؑ کا فرعون کو جواب

گفت موسیٰؑ ایں مرا دستور نیست[1] | بندہ ام اِمہالِ تو ماموز نیست
موسیٰؑ نے فرمایا اس کی مجھے اجازت نہیں ہے | میں (اللہ کا) غلام ہوں تجھے مہلت دینے کا حکم نہیں ہے

گر تو چیری و مرا خود یار نیست | بندہ فرمانم بدانم کار نیست
اگرچہ تو غالب ہے اور میرا کوئی دوست نہیں ہے | میں تو حکم کا غلام ہوں مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے

می زنم با تو بجد تا زندہ ام | من چہ کارہ نصرتم من بندہ ام
جب تک میں زندہ ہوں تجھ سے طاقت بھر لڑوں گا | مجھے مدد کا کیا کرنا ہے، میں تو غلام ہوں

می زنم تا دررسد حکمِ خدا | کافگند ہر خصم از خصمی جدا
جب تک اللہ کا حکم ہوگا میں مقابلہ کروں گا | وہی ہر لڑنے والے کو لڑائی سے جدا کرتا ہے

جوابِ فرعون موسیٰ علیہ السلام را و وحی آمدن بموسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰؑ کو فرعون کا جواب اور حضرت موسیٰؑ کے پاس وحی آنا

گفت[2] نے نے مہلتے باید نہاد | عشوہا کم دہ تو کم پیمائے باد
اس (فرعون) نے کہا نہیں مہلت مقرر کرنی چاہیئے | تو فریب نہ دے فضول باتیں نہ بنا

حق تعالےٰ وحی کردش در زماں | مہلتے دہ مر ورا مہراس ازاں
فوراً اللہ (تعالےٰ) نے ان کو وحی بھیجی | اس کو مہلت دیدے اس سے نہ گھبرا

ایں[3] چہل روزش بدہ مہلت بطوع | تا سگالد مکرہا او نوع نوع
خوشی سے اس کو چالیس روز کی مہلت دیدے | تاکہ وہ قسم قسم کی مکاری سوچ لے

تا بکوشد او کہ نے من خفتہ ام | تیز رو گوئیش رہ بگرفتہ ام
تاکہ وہ کوشش کرلے کیونکہ میں بھی سوتو نہیں رہا ہوں | اس سے کہدے تیز چلنے میں نے بھی راستہ روک دیا ہے

حیلہاشاں را ہمہ برہم زنم | وانچہ افزایند من برکم زنم
ان کی سب تدبیروں کو درہم برہم کردوں گا | وہ جو کچھ بڑھائیں گے اس کو کمی پر پٹخ دوں گا

آب را آرند من آتش زنم | نوشِ خوش گیرند من ناخوش کنم
وہ پانی لائیں گے، میں آگ لگا دوں گا | وہ اچھا شہد لیں گے میں اسکو بدمزہ کردونگا

مہر پیوندند من ویراں کنم | آنکہ اندر وہم نایدآں کنم
وہ دوستیاں جوڑیں گے میں تباہ کردوں گا | جو خیال میں بھی نہ آئے میں وہ کروں گا

[1] دستور: حکم، طریقہ۔ اِمہال: مہلت دینا۔ چیر: غالب۔ بدانم کار: بآں مرا کار۔ جد: کوشش۔ من چہ کارہ: یعنی مجھے اس سے بحث نہیں ہے کہ میری مدد ہوگی یا نہ ہوگی۔

[2] گفت نے نے۔ فرعون نے کہا۔ عشوہ: مکر۔ باد پیمودن: فضول باتیں کرنا۔ مہراس: خوفزدہ نہ ہو۔

[3] ایں چہل۔ فرعون نے چالیس روز کی مہلت مانگی تھی فرمایا گیا کہ اس کو مہلت دے دو اس کو مکر کی تدبیریں سوچنے کا موقع دے دو میں اس کی تمام تدبیروں کو بیکار کردوں گا۔

تو مترس و مہلتے اِش دِہ دراز
تو نہ ڈر، اور اُس کو لمبی مہلت دیدے
گو سپہ گرد آر و صد حیلت بساز
کہدے لشکر جمع کرلے اور سَو تدبیریں کرلے

مہلت دادنِ موسیٰ علیہ السلام فرعون را تا ساحران را جمع از مدائن[۵۱] کند

فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مہلت دینا تاکہ وہ شہروں سے جادوگروں کو جمع کرلے

گفت امر آمد برو مہلت تُرا
فرمایا حکم آگیا، جا تجھے مُہلت ہے
من بجائے خود شُدم رَستی ہلا
میں اپنی جگہ جاتا ہوں آگاہ، تو چھوٹ گیا

اُو ہمی شُد اژدہا اندر عقب
وہ جا رہے تھے، اژدھا پیچھے پیچھے (تھا)
چوں سگِ صیادِ دانا و مُحِب
سمجھدار اور محبت کرنیوالے شکاری کے کُتّے کی طرح

چوں سگِ صیاد جُنباں کردہ دُم
شکاری کے کُتّے کی طرح دُم ہلاتا ہوا
سنگ را می کرد ریگ اُو زیرِ سُم
پاؤں کے نیچے پتھر کو ریت بناتا ہوا

سنگ و آہن را بدم در می کشید
پتھر اور لوہے کو سانس سے اندر کھینچتا تھا
خُرد[۵۲] می خائید آہن را پدید
لوہے کو نمایاں طور پر باریک چبا جاتا تھا

در ہوا می کرد خود بالائے بُرج
فضا میں اپنے آپ کو بُرج سے اونچا کرتا تھا
کہ ہزیمت می شد از وے رُوم و گُرج
کہ اُس سے روم اور گُرج (کے باشندے) بھاگتے تھے

کفک می انداخت چوں اُشتر زکام
مُنہ سے اونٹ کی طرح جھاگ پھینکتا تھا
قطرہ زاں بر ہر کہ می زد شد جُذام
جس پر اُس کا ایک قطرہ گرا اُسکو کوڑھ ہوگیا

ژغژغِ دندانِ اُو دل می شکست
اُس کے دانتوں کی کڑکڑاہٹ دل پھاڑ رہی تھی
جانِ شیرانِ سیہ می شد ز دست
کالے شیروں کی جان ہاتھ سے نکل جاتی تھی

چوں بقومِ خود رسید آں مجتبیٰ
جب وہ برگزیدہ اپنی قوم میں پہونچے
شدقِ اُو بگرفت و باز اُو شد عصا
اُس کی باچھ پکڑی وہ پھر لاٹھی ہوگیا

تکیہ بر وے کرد و می گفت اے عجب
اُنھوں نے اُس پر ٹیک لگائی اور کہہ رہے تھے تعجب ہے
پیشِ ما خورشید[۵۳] و پیشِ خصم شب
(یہ معجزہ) ہمارے لئے سورج اور دشمن کیلئے رات ہے

اے عجب چوں می نہ بیند ایں سپاہ
تعجب ہے یہ لشکر کیوں نہیں دیکھتا ہے!
عالمے پُر آفتابِ چاشتگاہ
دنیا کو جو چاشت کے وقت کے سورج سے بھری ہوئی ہے

---

[۵۱] مدائن۔ مدینہ کی جمع ہے، شہر۔ شُدم۔ یعنی میں روانہ ہوا۔ رستی۔ تجھے فی الحال نجات مل گئی ہے۔ ہمی شد۔ یعنی حضرت موسیٰؑ قوم کی طرف روانہ ہوچکے۔ دُم۔ کتا محبت میں دُم ہلاتا ہے۔ سنگ۔ یعنی پتھروں کو چباکر ریت بنادیتا تھا۔ بدم۔ اژدہا اپنے سانس سے چیزوں کو اپنے مُنہ میں کھینچ لیتا ہے۔

[۵۲] خُرد۔ یعنی لوہے کو چباکر ریزہ ریزہ کررہا تھا۔ برج۔ یعنی سَر کو دو منزلہ مکان سے اونچا کرلیتا تھا۔ گرج۔ گرجستان کے رہنے والے۔ کفک۔ اِس کے مُنہ سے اونٹ کی طرح جھاگ نکل رہے تھے اور وہ اسقدر زہریلے تھے کہ جس پر قطرہ پڑجاتا وہ کوڑھی بنجاتا۔ ژغژغ۔ دانت پیسنے کی آواز۔ شیرانِ سیہ۔ کالا شیر بہت خوفناک ہوتا ہے۔ مجتبیٰ۔ منتخب یعنی حضرت موسیٰؑ۔ شدق۔ باچھ، لبوں کا گوشہ۔

[۵۳] خورشید۔ یعنی یہ سانپ کا معجزہ ہمارے لئے خورشید راہِ ہدایت ہے اور دشمنوں کے لئے تاریک رات ہے جس میں اُن کو کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ اے عجب۔ فرعون کے لشکری اُس کی پہچان کی علامتوں کو کیوں نہیں دیکھ رہے ہیں اور اِس روشن معجزے کے قائل کیوں نہیں ہورہے ہیں۔

چشم[1] باز و گوش باز و ایں ذکا | خیرہ ام در چشم بندیِ خدا

آنکھیں کھلی ہیں اور کان کھلے ہیں اور یہ ذہانت | میں اللہ (تعالیٰ) کی چشم بندی پر حیران ہوں

من از ایشاں خیرہ ایشاں ہم ز من | از بہارے خار ایشاں من سمن

میں اُن سے حیران ہوں وہ بھی مجھ سے حیران ہیں | (خدا کی) بہار سے وہ کانٹے ہیں میں پھول ہوں

پیشِ شاں بُردم بسے جامِ رحیق | سنگ شد آبش بہ پیشِ آں فریق

میں اُن کے سامنے صاف شراب کے بہت جام لے گیا | اُس فریق کے سامنے اُس کا پانی پتھر بن گیا

دستۂ گل بستم و بُردم بہ پیش | ہر گلے چوں خار گشت و نوش نیش

میں نے پھولوں کا گلدستہ بنایا اور سامنے لے گیا | ہر پھول کانٹا بن گیا اور شہد ڈنک (بن گیا)

آں[2] نصیبِ جانِ بیخویشاں بُوَد | چونکہ باخویشند پیدا کے شود

(وہ جام) بے خودوں کی جان کا حصہ ہوتا ہے | چونکہ وہ خودی میں ہیں وہ کب ظاہر ہوتا ہے!

خفتۂ بیدار باید پیشِ ما | تا بہ بیداری بہ بیند خوابہا

ہمارے آگے ایک سویا ہوا بیدار ہونا چاہیئے | تاکہ وہ خوابوں کو بیداری میں دیکھ لے

دشمنِ ایں خوابِ خوش شُد فکرِ خلق | تا نخسپد فکرتش بستہ است حلق

لوگوں کا فکر (دنیوی)، اس اچھی خواب کا دشمن بن گیا | جب تک کہ اُس کا فکر نہ سو جائے، حلق بند ہے

حیرتے باید کہ روبد فکر را | خورد حیرت فکر را و ذکر را

حیرت درکار ہے، تاکہ فکر کا صفایا کر دے | حیرت نے فکر اور ذکر کو نگل لیا ہے

ہر کہ کامل تر بُوَد اُو در ہنر | اُو بمعنیٰ پس بصورت پیشتر

جو دنیا کے ہنر میں زیادہ کامل ہوتا ہے وہ | حقیقتاً پیچھے، بظاہر آگے ہے

راجعون[3] گفت و رجوعِ ایں سان بُوَد | کہ گلہ وا گردد و خانہ رَوَد

(اللہ تعالیٰ نے) واپس ہونے والے ہیں فرمایا اور واپس ہونا | کہ ریوڑ واپس ہو اور گھر جائے

چونکہ وا گردید گلہ از وُرُود | پس فتد آں بُز کہ پیش آہنگ بُود

جب ریوڑ گھاٹ سے واپس لوٹتا ہے | (تو) وہ جانور پیچھے رہتا ہے جو آگے چلنے والا تھا

پیش افتد آں بُزِ لنگِ پسیں | اَضحکَ الرُّجعیٰ وُجُوہَ العابسیں

پچھلی لنگڑی بکری آگے ہو جاتی ہے | واپسی نے ترش بنائے ہوئے لوگوں کے چہرے کو ہنسایا ہے

---

[1] چشم باز۔ آنکھ کے حواس اور ذہانت موجود ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اُنکی نظر بندی کر دی ہے۔ من از ایشاں۔ فرعونی حضرت موسیٰؑ کے معاملہ سے حیران تھے۔ سمن چنبیلی کا پھول۔ جامِ رحیق۔ صاف شراب کا جام۔ سنگ شد۔ یعنی وہ شراب اُن کے پینے کے قابل نہ رہی۔ دستۂ گل۔ میں اُن کے سامنے ہدایت کے گلدستے پیش کرتا ہوں مگر وہ پھول اُن کے لئے کانٹے بن جاتے ہیں۔

[2] آں۔ ہدایت کے جام اُن کا حصہ ہیں جو خودی کو فنا کر چکے ہوں۔ خفتۂ بیدار یعنی وہ شخص جو دنیا سے خفتہ ہو اور آخرت کے معاملہ میں بیدار ہو۔ تا بہ بیداری۔ خواب میں جو عالم بالا کی چیزیں نظر آتی ہیں اُن کو عالم بیداری میں نظر آنے لگتی ہیں۔ دشمن۔ جو لوگ دنیاوی افکار میں مبتلا ہیں وہ اُن خوابوں سے محروم ہیں حلق یعنی معارف کے نگلنے سے۔ حیرتے باید۔ مقام حیرت میں پہنچکر سالک نہ اللہ کے ذکر پر قادر رہتا ہے نہ دنیاوی فکر پر۔ ہر کہ کامل۔ جو لوگ دنیاوی معاملات میں ہنرمند ہیں وہ بظاہر دوسروں سے آگے ہیں لیکن حقیقتاً وہ پیچھے ہیں۔

[3] راجعون۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف واپس ہونے والے ہیں۔ واپسی کا مطلب ہے کہ بکریوں کا ریوڑ جو جنگل میں چرنے گیا ہے وہ گھر واپس لوٹے۔ ورود۔ چراگاہ یا پانی کے گھاٹ پر جانا۔ پس فتد۔ جو بکری جانے میں سب سے پیچھے ہوگی واپسی میں وہ آگے ہو جائیگی۔ پیش افتد۔ گلہ کے پلٹنے کے وقت جو آگے جانور ہوتے ہیں وہ پیچھے ہو جاتے ہیں اور پچھلے جانور آگے ہو جاتے ہیں۔ اضحک۔ پیچھے رہنے کیوجہ سے اگر رنج تھا واپسی میں جب آگے ہو جائینگے تو خوش ہونگے۔

از گزافہ کے شدند ایں قوم لنگ
یہ قوم خواہ مخواہ لنگڑی کب ہوئی ہے

فخر را دادند و خریدند ننگ
انھوں نے فخر کو دے دیا ہے اور ذلت کو خرید لیا ہے

پا شکستہ می روند ایناں بنج
وہ بنج کو شکستہ پا جاتے ہیں

از حرج راہیست پنہاں تا فرج
تنگی سے، کشادگی کی طرف چھپا ہوا راستہ ہے

دل زدانش ہا بشستند ایں فریق
اس فریق نے دل سے عقلوں کو دھو ڈالا ہے

زانکہ ایں دانش نداند آں طریق
کیونکہ یہ عقل اس راستہ کو نہیں جانتی ہے

دانشے باید کہ اصلش زاں سرست
وہ عقل چاہیئے جس کی اصل اس جانب کی ہے

زانکہ ہر فرعے باصلش رہبرست
کیونکہ ہر فرع اپنی اصل کی طرف راہنما ہے

ہر پرے بر عرض دریا کے پرد
ہر باز دریا کی چوڑائی تک کب پرواز کر سکتا ہے

تا لدن علم لدنی می برد
(اللہ کے) قرب تک علم لدنی لے جاتا ہے

پس چرا علمے بیاموزی بمرد
تو کسی مرد کو ایسا علم کیوں سکھاتا ہے

کش بباید سینہ را زاں پاک کرد
کہ اس سے اس کو سینہ پاک کر لینا چاہیئے

پس مجو پیشی ازیں سر لنگ باش
تو اس طرف کی پیش روی نہ چاہ، بلکہ لنگڑا بن جا

وقت واگشتن تو پیش آہنگ باش
واپسی کے وقت، تو پیشرو بن

آخرون السابقون باش اے ظریف
اے خوش مزاج آخر میں آنیوالوں اور بڑھ جانیوالوں (میں سے) بن جا

بر شجر سابق بود میوہ لطیف
عمدہ میوہ درخت سے بڑھا ہوا ہوتا ہے

گرچہ میوہ آخر آید در وجود
اگرچہ پھل وجود میں آخر میں آتا ہے

اول ست او زانکہ او مقصود بود
لیکن چونکہ وہ مقصود تھا لہٰذا وہ پہلے ہے

چوں ملائک گوی لا علم لنا
تو فرشتوں کی طرح کہہ "ہمارے لئے علم نہیں ہے"

تا بگیرد دست تو علمتنا
تاکہ "تو نے ہمیں" تیری دستگیری کرے

گر دریں مکتب ندانی تو ہجا
اگر تو اس مکتب میں ہجے نہیں جانتا ہے

ہمچو احمد پری از نور حجی
تو عقل کے نور سے حضرت احمدؐ کی طرح پر بار ہوگا

گر نباشی نامدار اندر بلاد
اگر تو شہروں میں مشہور نہیں ہوگا

گم نہ والله اعلم بالرشاد
تو کھویا ہوا نہیں ہے اور خدا بھلائی کو خوب جانتا ہے

خالی ہوگا اس کو علمتنا یعنی علم خداوندی حاصل ہو جائے گا۔ گر دریں کتب۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اُمی تھے دنیا کے کسی کتب میں تعلیم نہ پائی تھی۔ حجی۔ عقل۔

ل؎ از گزافہ۔ اولیاء دنیوی معاملات میں اپنے آپ کو جان بوجھ کر پیچھے رکھتے ہیں۔ پا شکستہ۔ بے سروسامانی میں عبادت گزاری کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مشقتیں برداشت کرنے سے ہی اُخروی راحتیں میسر آئیں گی۔ دل زدانشہا (شمس)

آز مودم عقل دور اندیش را
بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

دانشے۔ عالم آخرت کی عقل درکار ہے وہی عالم آخرت کی رہنمائی کر سکتی ہے۔ دریا۔ دریائے حقیقت۔

۲؎ لدن۔ یعنی قرب حق۔ علم لدنی۔ وہ علم جو براہ راست ذات باری سے حاصل ہوا ہو۔ علمے۔ یعنی وہ علم جو محض عقلی دلائل سے حاصل کیا گیا ہو کتاب و سنت سے اس کا تعلق نہ ہو۔ پس۔ دنیاوی مشاغل میں پسماندگی بہتر ہے واپسی میں سبقت حاصل ہو جائیگی آخرون۔ حدیث شریف نحن الآخرون السابقون۔ ہم دنیا میں تمام اُمتوں سے بعد میں ہیں قیامت میں سب سے آگے ہوں گے۔ بر شجر۔ باوجود زمانی تاخر کے پھل کو درخت پر شرافت کا تقدم حاصل ہے۔

۳؎ چوں ملائک۔ فرشتوں نے امتحان کے وقت آخر میں کہا تھا لا علم لنا الا ما علمتنا ہمیں صرف وہ علم حاصل ہے جو تو نے ہمیں سکھایا ہے لہٰذا اگر انسان بھی دنیا کے مکر و فریب کے علم سے

اندراں ویراں کہ آں معروف نیست | از برائے حفظِ گنجینہ زر لیست
اس ویرانہ میں جو مشہور نہیں ہے | حفاظت کے لئے سونے کا خزانہ ہے

موضعِ معروف کے بنہند گنج | زیں قبل آمد فرج در زیرِ رنج
مشہور جگہ خزانہ کب رکھتے ہیں | اسی طرح یہ ہے کہ کشادگی رنج کے پیچھے ہے

خاطر آرد بس شِکال اینجا ولیک | بگسلد اشکال را استورِ نیک
دل اس جگہ بہت اشکالات پیش کرتا ہے لیکن | عمدہ گھوڑا بھاڑی کو توڑ ڈالتا ہے

ہست عشقش آتشے اِشکال سوز | ہر خیالے را بروبد نورِ روز
اس کا عشق اشکالات کو پھونکنے والی آگ ہے | دن کی روشنی ہر وہم کو صاف کر دیتی ہے

ہم ازاں سو جو جواب اے مرتضیٰ | کایں سوال آمد ازاں سو مر ترا
اے برگزیدہ! اس ہی جانب سے جواب تلاش کر | کیونکہ یہ سوال اُدھر ہی سے تیرے پاس آیا ہے

گوشۂ بے گوشۂ دل شہ رہے ست | تابِ لا شرقی ولا غرب از مہے ست
دل کی بے گوشہ خلوت گاہ ایک عظیم شاہراہ ہے | نہ شرقی ہے نہ مغربی کی روشنی ایک عظیم چاند کی جانب سے ہے

تو ازیں سو و ازاں سو چوں گدا | اے کہ معنی چہ می جوئی صدا
تو اِدھر سے اور اُدھر سے فقیر کی طرح ہے | اے وہ کہ تو خود معنی ہے! گونج کو کیا ڈھونڈتا ہے!

ہم ازاں سو جو کہ وقتِ درد تو | می شوی در ذکرِ یا ربی دو تو
یہ بھی اُسی جانب تلاش کر (جس طرف) کہ تو درد کے وقت | یاربی کے ذکر میں دہرا ہوتا ہے

وقتِ مرگ و درد آں سو می خمی | چونکہ دردت رفت چونی اعجمی
موت اور تکلیف کے وقت تو اس جانب جھکتا ہے | جب تیرا درد رفع ہو گیا تو کیوں گونگا ہے!

وقتِ محنت می بری ز اللہ بو | چونکہ محنت رفت گوئی راہ کو
مصیبت کے وقت تو اللہ کا پتہ لگا لیتا ہے | جب مصیبت ختم ہو گئی تو کہتا ہے راستہ کدھر ہے؟

در زمانِ درد و غم یادش کنی | چوں شدی خوش باز بر غفلت تنی
درد اور رنج کے وقت تو اس کو یاد کرتا ہے | جب تو خوش ہوتا ہے پھر غفلت برتتا ہے

ٰلہ ہم ازاں سو۔ درد کے وقت انسان یاربی کہتا ہوا خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اشکال کا جواب بھی اسی جانب سے حاصل کرنا چاہیئے۔ وقتِ مرگ۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ۔ جب انسان کو نقصان پہنچتا ہے تو وہ اللہ کو پکارتا ہے اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پھر جب وہ اس کو نعمت عطا کرتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے اس کو جو کہ وہ اس سے مانگتا تھا۔ اعجمی۔ یعنی اس طرح اب یاد نہیں کرتا ہے جس طرح کہ رنج کے وقت یاد کرتا تھا۔

لہ اندراں۔ خزانہ غیر مشہور ویرانہ میں دفن کیا جاتا ہے اسی طرح حضرت حق اپنی امانت ایسے شخص کے دل میں ودیعت کرتے ہیں جس کی زیادہ شہرت نہ ہو۔ زیں قبل۔ جس طرح خزانہ غیر معروف ویرانہ میں ہوتا ہے اسی طرح خوشی غم میں مخفی ہوتی ہے اور سہولت تنگی کے ساتھ ہوتی ہے۔

ٰلہ خاطر آرد۔ یہاں طبیعت میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء اور بہت سے اولیاء مشہور شخصیتیں ہیں تو پھر یہ کہنا کہ خزانہ غیر معروف ویرانہ میں ہوتا ہے کیسے صحیح ہوگا۔ بگسلد۔ اسی طرح ذہنِ انسانی اس اشکال کا جواب دے دیگا کہ اگر شہرت مقصود بن جائے تو مُضر ہے اور اگر فقر و مسکنت کے باوجود منجانب اللہ ہو تو وہ قبولیت کے منافی نہیں ہے۔ ہست۔ اشکالات کا عقلی جواب سوچنے کی بجائے بہتر یہ ہے کہ عشق کی آگ دل میں روشن کی جائے وہ ہر طرح کے اشکالات کو ختم کر دیتی ہے۔ ہم ازاں سو۔ جو اشکال دل میں پیدا ہوا اس کا جواب بھی دل ہی میں تلاش کرنا چاہیئے۔ گوشۂ دل کے گوشہ میں جو نور پیدا ہوتا ہے وہ حق کی عطا ہے۔ تو ازیں سو۔ انسان اپنے دل کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس پر اسرار کھلتے ہیں۔

ایں[1] ازاں آمد کہ حق را بے گماں
یہ اس وجہ سے ہے کہ حق کو یقین کے ساتھ

ہر کہ بشناسد بُوَد دائم بَراں
جو شخص پہچان لیتا ہے ہمیشہ اُس پر قائم رہتا ہے

وانکہ در عقل وگماں ہستش حجیبُ
اور وہ شخص جسکی عقل اور گمان پر پردہ ہے

گاہ پوشیدہ است گہ بدریدہ جیب
کبھی (اللہ تعالیٰ اُسکے لئے) پوشیدہ ہے کبھی وہ گریبان چاک کرتا ہے

عقلِ جُزوی گاہ چیرہ گہ نگوں
دنیوی عقل کبھی غالب ہے کبھی سرنگوں ہے

عقلِ کُلی ایمن از ریبُ المنوں
کامل عقل زمانہ کے حوادث سے محفوظ ہے

عقل بفروش وہُنر حیرت بخر
عقل اور ہُنر کو بیچ دے حیرت کو خرید لے

رَو بخواری نے بُخارا اے پسر
اے بیٹا! خواری کی طرف چل نہ کہ بخارا کی طرف

تا بخارائے دگر بینی دروں
تاکہ تو (اپنے) اندر دوسرا بُخارا دیکھے

ساکنانِ محفلش لَایَفْقَھُوْن
اُس (بخارا) کی محفل کے لوگ "نہیں سمجھتے ہیں"

ما چو خود را در سُخن آغشتہ ایم
ہم نے اپنے آپ کو باتوں میں اسقدر آلودہ کیا ہے

کز حکایت ما حکایت گشتہ ایم
کہ قصوں کی وجہ سے ہم افسانہ بن گئے ہیں

من عدم و افسانہ گردم در حنین
میں گریہ وزاری میں معدوم اور افسانہ بنا ہوں

تا تقلّبُ یابم اندر ساجدین
تاکہ میں سجدہ کرنے والوں میں نشست برخاست حاصل کروں

ایں حکایت نیست پیشِ مردِ کار
کام کے آدمی کے سامنے یہ کہانی نہیں ہے

وصفِ حال ست و حضورِ یارِ غار
حالت کا بیان ہے اور دوست کی دربلداری ہے

آں اَساطیرُ الاوّلیں کہ گفت عاق
نافرمان نے جو اگلے لوگوں کے قصے کہا

حرفِ قرآں را بُد آثارِ نفاق
قرآن کے حروف کو (یہ) نفاق کے آثار تھے

لامکانے کاندراں نورِ خداست
وہ لامکان جس میں خدا کا نور ہے

ماضی و مستقبل و حال از کجاست
اُس میں ماضی اور مستقبل اور حال کہاں ہے؟

ماضی و مستقبلش نسبت بہ تو ست
اُس کی ماضی اور مستقبل تیرے اعتبار سے ہے

ہر دُو یک چیز اند و پنداری کہ دوست
وہ دونوں ایک چیز ہیں تو سمجھتا ہے کہ دو ہیں

اور اپنے احوال کا بیان کر رہا ہوں اور اُن کا مقصد رجوع الی اللہ ہے اُنکو وہ علوم نہ سمجھنا جس سے میں روک رہا ہوں۔ کئی منافقوں نے قرآن کو بھی محض پہلے لوگوں کی کہانیاں قرار دیا اور اِن قصوں کا جو مقصود تھا اُسکو نہ سمجھے اسی طرح میری کتاب کا حال ہے ——— [3] لامکانے۔ قرآن ایک صفت خداوندی ہے جو زمان و مکان سے بالاتر ہے۔ وہاں ماضی و مستقبل کا کوئی فرق نہیں ہے۔ ماضی و مستقبلش۔ قرآن کے اعتبار سے ماضی و مستقبل دو چیزیں نہیں ہیں تو اُن کو دو سمجھتا ہے اور تیرے اعتبار سے وہ دو چیزیں ہیں نسبت کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں ایک شخص ایک کی نسبت سے باپ ہے وہی شخص دوسرے کے اعتبار سے بیٹا ہے، چھت کسی کے اعتبار سے نیچے ہے کسی کے اعتبار سے اوپر ہے۔

[1] ایں ازاں۔ یعنی یہ کیفیت اسلئے ہے کہ خدا پر پورا یقین نہیں ہے ورنہ اُس کا رجوع الی اللہ دائمی ہوتا۔ وہ آدمی جس کے دل اور عقل پر پردہ ہوتا ہے کبھی ذاتِ باری اُس کیلئے پوشیدہ ہوتی ہے اور وہ اُس کے راستہ سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے اور کبھی اُس کی یاد میں گریبان چاک کرتا ہے۔ عقلِ جزوی۔ دنیاوی عقل۔ عقلِ کُلی۔ وہ عقل جو منجانب اللہ عطا ہو جائے۔ ریبُ المنون۔ حوادث زمانہ۔ حیرت سالک کے لئے ایک ایسا مقام آتا ہے کہ انوار و تجلیات کی فراوانی سے وہ مبہوت ہو کر رہ جاتا ہے اور اُسکو نہ ذکر کا خیال رہتا ہے نہ فکر کا۔ خواری۔ یعنی فنا و ہستی موہوم۔ بخارا۔ مولانا کے دور میں بخارا شہر تمدنی ترقیات کا گہوارہ تھا اور علماء ظاہر کا وہاں مجمع تھا۔ بخارائے دگر۔ مجاہدات کے بعد انسان کا قلب معارف و اسرار کا گنجینہ بن جاتا ہے۔

[2] لَایَفْقَھُوْن۔ وہ نہیں سمجھتے ہیں۔ محفلش۔ ضمیر ش کو مترجمین نے بخارائے دگر جو کہ قریب ہے اس کی طرف لوٹایا ہے اور لَایَفْقَھُوْن کا ترجمہ فرمایا ہے کہ انہیں ظاہری اور قالی تفقہ نہیں ہے لیکن قرآن میں یہ لفظ عموماً کورِ باطن لوگوں کیلئے بولا گیا ہے لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے شعر کے بخارا کی طرف ضمیر لوٹائی جائے اور یہ مطلب لیا جائے کہ اُن ظاہری علماء میں دین کی حقانیت نہیں ہی ہے۔ ایں حکایت۔ میں جو قصے سنا رہا ہوں یہ گذشتہ لوگوں کے قصے نہیں ہیں بلکہ میں

یک تنے اُو را پدر ما را پسر — بام زیرِ زید و برعمرو آں زبر
ایک شخص اُس کے لئے باپ ہمارے لئے بیٹا ہے — بالاخانہ زید کے نیچے ہے اور وہ عمرو کے اوپر ہے

نسبتِ زیر و زبر شد زاں دو کس — سقف سوئے خویش یک چیز ست و بس
دو شخصوں کے اعتبار سے اونچے نیچے کی نسبت بنی — چھت اپنے اعتبار سے صرف ایک چیز ہے

نیست[1] مثلِ آں مثال ست ایں سخن — قاصر از معنیٔ نو حرفِ کہن
اسکا کوئی مثل نہیں ہے یہ بات ایک مثال ہے — نئے نکتے سے، پُرانے الفاظ کوتاہ ہیں

چوں لبِ جُو نیست مشکا لب بند — بے لب و ساحل بُدست ایں بحرِ قند
چونکہ دریا کا کنارا نہیں ہے اے مشک لب بند کرلے — یہ شکر کا دریا بے کنارا اور بے ساحل ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — سُوئے فرعونِ مُدمغ تا چہ کرد
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لَوٹ — متکبر فرعون کی جانب کہ اُس نے کیا کیا؟

فرستادنِ فرعون بمدائن در طلبِ ساحراں

فرعون کا جادوگروں کو بُلانے کے لئے شہروں کی طرف (لوگوں کو) روانہ کرنا

چونکہ موسیٰؑ بازگشت و اُو بماند — اہلِ رای و مشورت را پیش خواند
جب موسیٰؑ واپس ہوگئے اور وہ رہ گیا — (تو) رائے اور مشورے والوں کو طلب کیا

مجتمع گشتند و بفشردند[2] پائے — ہر کسے کردند عرضِ فکر و رائے
وہ جمع ہوگئے اور انھوں نے پاؤں جمائے — ہر شخص نے ایک خیال اور رائے پیش کی

عاقبت ہامانِ بے سامانِ دُوں — رائے پیش آورد و کردش رہنموں
بالآخر ہامانِ بے سامان اور ذلیل نے — رائے پیش کی اور اُس کی رہنمائی کی

کاے[3] شہِ شاہِ ظفر چوں غم فزود — ساحراں را جمع باید کرد زود
اے بادشاہ فتحمندی کے شاہ! چونکہ فکر بڑھ گیا ہے — جادوگروں کو جلد جمع کرنا چاہیے

در ممالک ساحراں داریم ما — ہر یکے در سحر فرد و پیشوا
ہمارے ممالک میں جادوگر ہیں — ہر ایک جادو میں یکتا اور پیشوا ہے

مصلحت آنست کز اطرافِ مصر — جمع آردشاں شہ و صرافِ مصر
مناسب یہ ہے کہ مصر کے چاروں طرف سے — بادشاہ اور مصر کا منتظم اُن کو جمع کرے

اُو بسے مردم فرستاد آں زماں — ہر نواحی بہرِ جمعِ جادواں
اُس نے فوراً بہت سے آدمی روانہ کردیئے — ہر جانب جادوگروں کو جمع کرنے کے لئے

---

[1] نیست۔ خدا کی ذات و صفات کو مثالوں سے سمجھنا ممکن نہیں کیونکہ لیس کمثلہ شئی۔ بحر۔ یعنی اسرارِ خداوندی۔ مشکا۔ اے مشک۔ بحرِ قند۔ خدائی اسرار۔ بازگشت۔ یعنی فرعون کی مجلس سے۔

[2] بفشردند پای۔ یعنی اطمینان سے کھڑے ہوگئے۔ ہامان۔ فرعون کا مشہور وزیر تھا۔

[3] کاے شہ۔ قرآن پاک میں ہے قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ. يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ یعنی فرعون نے اپنے درباریوں سے جو اس کے چاروں طرف بیٹھے تھے کہا اس میں شک نہیں کہ یہ کوئی بڑا ماہر جادوگر ہے چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہارے ملک سے نکال باہر کرے اب تم لوگ کیا اصلاح دیتے ہو۔ درباریوں نے عرض کیا موسیٰ اور اُس کے بھائی کے معاملہ کو چند روز ملتوی رکھیں اور شہروں میں جادوگروں کو جمع کرنے کیلئے ہرکارے روانہ کریں وہ لوگ آپ کے پاس ہر بڑے ماہر جادوگر کو لے آئیں

هر طرف کہ ساحرے بُد نامدار
جس طرف بھی کوئی مشہور جادوگر تھا
کرد پرّاں سوئے اُو دو پیک کار
اُس کی جانب دو کار آمد قاصد روانہ کر دیئے

دو جواں بودند ساحر مُشتہر
دو جوان مشہور جادوگر تھے
سحرِ ایشاں در دلِ مہ مُستمر
اُن کی جادوگری چاند میں (بھی) جاری تھی

شیر دوشیدہ ز شیرانِ شکار
شکاری شیروں سے اُنھوں نے دودھ دوہا تھا
در سفر ہا رفتہ بر خُمّے سوار
وہ مٹکے پر سوار ہو کر سفروں میں گئے تھے

شکلِ کرپاسے نمودہ ماہتاب
چاندنی کو کپڑے کی شکل میں دکھاتے
آں بہ پیمودہ فروشیدہ شتاب
اُس کو فوراً ناپ کر فروخت کر دیتے

سیم بُردہ مُشتری آگہ شدہ
گاہک خریدار (حقیقت سے) آگاہ ہو کر
دست از حسرت بر رُخہا بر زدہ
افسوس سے منہ پیٹتا

صد ہزاراں ہم چُنیں در جادوی
اِس طرح لاکھوں جادوگری میں
بودہ مُنشی و نبودہ چوں روی
وہ موجد تھے اور قافیہ کی طرح نہ تھے

صد ہزاراں جادوی ہا جنسِ ایں
اِس طرح کی لاکھوں جادوگریاں تھیں
بودہ ایشاں را ہمہ دیدہ مُبیں
(اور) اُن کو سب نے کھلم کھلا دیکھا تھا

چوں بدیشاں آمد آں پیغامِ شاہ
جب اُن کے پاس بادشاہ کا پیغام آیا
کز شما شاہ است اکنوں چارہ خواہ
کہ اب بادشاہ تم سے تدبیر کا خواہاں ہے

از پئے آں کہ دو درویش آمدند
اِس لئے کہ دو فقیر آئے ہیں
بر شہ و بر قصرِ اُو موکب زدند
اُنھوں نے بادشاہ اور اُس کے قلعہ پر ڈیرہ جمالیا ہے

نیست با ایشاں بغیرِ یک عصا
اُن کے پاس سوائے ایک لاٹھی کے کچھ نہیں ہے
کہ ہمی گردد بامرش اژدہا
جو اُن کے حکم سے اژدہا بن جاتی ہے

شاہ و لشکر جُملہ بیچارہ شُدند
بادشاہ اور فوج سب عاجز آ گئے ہیں
زیں دو کس جملہ بافغاں آمدند
ان دونوں سے سب نالاں ہیں

چارہ جویاں بندہ راہش شما
تدبیر کا طالب بن کر خادم کو تمہارے پاس
شاہ ازاں ارسال فرمودست تا
بادشاہ نے اِس لئے بھیجا ہے تاکہ

چارہ سازید اندر دفعِ شاں
اُن کے دفع کرنے کی تدبیر کرو
گنجہا بخشد عوض شہ بیکراں
بادشاہ بدلے میں لاتعداد خزانہ بخش دے گا

---

۵۱ پیک۔ قاصد۔ دردلِ مہ۔ سحر کا اثر عموماً سفلیات پر پڑتا ہے علویات متاثر نہیں ہوتی ہیں لیکن اُنکا کمال تھا کہ علویات کو بھی جادو سے متاثر کر دیتے تھے۔ بشیر۔ یعنی وہ دونوں اس قدر ماہر جادوگر تھے کہ جادو کے ذریعہ شیروں کا دودھ دوھکر دکھا دیتے تھے اور مٹکے پر سوار ہو کر سفر طے کرتے تھے۔

۵۲ ماہتاب۔ چاندکی چاندنی کا کپڑا بنا کر اُسکو فروخت کر دیتے خریدار جب گھر پہونچتا تو کچھ نہ ہوتا اور وہ حسرت سے منہ پیٹتا۔ روی۔ قافیہ کا اصلی حرف یہاں قافیہ مراد ہے، قافیہ پہلے مصرع کے آخری حروف کے تابع ہوتا ہے لہذا تابع کے معنیٰ میں ہے، یعنی وہ دونوں جادوگری میں مجتہد تھے کسی کے مقلد نہ تھے۔

۵۳ مُنشی۔ آغاز کرنے والا۔ اپنے دماغ سے کوئی بات پیدا کرنے والا۔ دو درویش۔ یعنی حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ۔ قصر۔ قلعہ۔ موکب۔ جلوسِ شاہی، لشکر۔ افغاں۔ فغاں، فریاد۔ عوض۔ یعنی اگر تم نے اُس کو ہرا دیا تو بادشاہ بہت انعام دے گا۔

چارهٔ می باید اندر ساحری
جادوگری میں کوئی تدبیر چاہیئے

تا بُود که زیں دو ساحر جاں بَری
تاکہ ان دونوں جادوگروں سے جان بری ہو

آں دُو ساحر را چو ایں پیغام داد
جب اُن دونوں جادوگروں کو یہ پیغام دیا

ترسِ[1] و مِہری دَر دلِ ہر دُو فتاد
خوف اور محبت دونوں کے دل میں آئی

عِرقِ[2] جنسیت چو جنبیدن گرفت
ہم پیشہ ہونے کی رگ جب پھڑکنی شروع ہوئی

سَر بزانو بر نہادند از شگفت
تعجب سے دونوں سوچ میں پڑ گئے

چوں دبیرستانِ صوفی زانو ست
چونکہ صوفی کا مکتب زانو ہے

حلِّ مشکل را دو زانو جادو ست
مشکل کو حل کرنے کیلئے زانو جادو ہے

استفسار کردنِ ہر دُو ساحر از مادر گورِ پدر را و پرسیدن از
دونوں جادوگروں کا ماں سے باپ کی قبر کو دریافت کرنا اور اُن کا اُس کی

رَوانِ اُو حقیقتِ موسیٰؑ را
روح سے حضرت موسیٰؑ کی اصلیت دریافت کرنا

بعد ازاں گفتند اے مادر بیا
اس کے بعد انہوں نے کہا ماں! آجا

گورِ بابا کو تو ما را رہنما
باوا کی قبر کہاں ہے؟ تو ہماری رہنمائی کردے

بُرد شاں بر گورِ اُو بنمود راہ
وہ انکو اُس کی قبر پر لے گئی، راستہ دکھایا

پس سہ روزہ داشتند از بہرِ شاہ
پھر انہوں نے بادشاہ کی خاطر تین روزے رکھے

بعد ازاں گفتند اے بابا بما
اس کے بعد انہوں نے کہا اے باوا! ہمیں

شاہ پیغامے فرستاد از وَجا[3]
بادشاہ نے خوف سے ایک پیغام بھیجا ہے

کہ دُو مرد اُو را بتنگ آوردہ اند
کہ دو شخصوں نے اُس کو تنگ کر دیا ہے

آبروئیش پیشِ لشکر بُردہ اند
لشکر کے روبرو اُس کی آبروریزی کردی ہے

نیست با ایشاں سلاح و لشکرے
اُن کے ساتھ ہتھیار اور لشکر نہیں ہے

جز عصا و در عصا شور و شرے
لاٹھی کے علاوہ، اور لاٹھی میں شور و شر ہے

تو جہانِ راستاں در رفتۂ
تو سچوں کے عالم میں چلا گیا ہے

گرچہ در صورت بخاکے خفتۂ
اگرچہ بظاہر مٹی میں سویا ہوا ہے

آں اگر سحر ست ما را دِہ خبر
اگر وہ جادو ہے تو ہمیں بتادے

وَر خدائی باشد اے جانِ پدر
اور اگر خدائی بات ہے اے ابا جان!

ق

---

[1] ترس۔ خوف۔ ان دونوں پر خوف اس بنا پر طاری ہوا کہ جب اُن دو فقیروں نے بادشاہ اور پورے لشکر کو خوفزدہ کر دیا ہے تو کس قدر طاقت ہوگی۔ مہر، محبت اس لئے پیدا ہوئی کہ باوجود اس طاقت کے جب وہ ظاہری شان و شوکت سے خالی ہیں تو خدا کے نیک بندے ہونگے۔

[2] عرق۔ رگ۔ جنسیت ہم جنس ہونا، ہم پیشہ ہونا یہ دونوں بھی جادوگر تھے اور حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ نے بھی اُن کی جادوگری کیطرح کا معجزہ پیش کیا تھا۔ سر بزانو نہادن۔ غور و فکر کرنا۔ دبیرستان۔ مکتب، مدرسہ۔ رواں۔ روح۔ بہر شاہ۔ بادشاہ کے معاملہ میں اُن کو روزے رکھنے پڑے تاکہ باپ کی روح سے حضرت موسیٰؑ کی حقیقت معلوم کرسکیں۔

[3] وجا۔ خوف۔ دو مرد یعنی حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ علیہما السلام۔ شور و شرے۔ کیونکہ اُس لاٹھی نے اژدہا بنکر سب کو ڈرا دیا تھا۔ جہانِ راستاں۔ عالم آخرت۔ خاک یعنی قبر۔ در خدائی۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کا اژدہا بننا منجانب اللہ کوئی معجزہ ہے تو بھی بتادے تاکہ ہم اُس کی تعظیم کریں۔

ہم خبر دہ تاکہ ما سجدہ کنیم | خویش را بر کیمیائے بر زنیم
یہ بھی بتا دے تاکہ ہم سجدہ کریں | اپنے آپ کو کیمیا سے وابستہ کر دیں

ناامیدانیم امیدے رسد | در شب دیجور خورشیدے رسد
ہم مایوس ہیں، امید پیدا ہو جائے | اندھیری رات میں سورج نکل آئے

از ضلال آئیم در راہِ رشد | راند گانیم و کرم مارا کشد
ہم گمراہی سے، راہِ ہدایت پر آجائیں | ہم مردود ہیں، اور کرم ہمیں کھینچ لے

جواب گفتن ساحرِ مُردہ با فرزندانِ خود
مُردہ جادوگر کا اپنے لڑکوں کو جواب دینا

گفت شاں در خواب کائے اولادِ من | نیست ممکن ظاہر ایں را دم زدن
اس نے ان سے خواب میں کہا "اے میرے بچو! | اس میں کھل کر بات کرنا ممکن نہیں ہے

بانگ زد اے جان و فرزندانِ من | نیست پیدا گفتن ایں رامر تہن
اس نے پکارا اے میری جان اور بچو! | اس کو صاف صاف بتانا قابو میں نہیں ہے

فاش و مطلق گفتنم دستور نیست | لیک رازاز پیش چشمم دور نیست
کھلم کھلا اور صاف کہنے کی مجھے اجازت نہیں ہے | لیکن راز میری آنکھوں سے دور نہیں ہے

لیک بنمایم شمارا آیتے | تا شوید آگہ ز سرِ کنیتے
لیکن میں تمہیں ایک علامت بتاتا ہوں | تاکہ تم پوشیدہ بات کے راز سے باخبر ہو جاؤ

یک نشانے وانمایم با شما | تا شود پیدا شمارا ایں خفا
میں تم پر ایک علامت ظاہر کر دیتا ہوں | تاکہ یہ پوشیدگی تم پر کھل جائے

نورِ چشمانم چو آں جا گہ روید | از مقامِ خفتنش آگہ شوید
میرے نورِ چشمو! جب تم وہاں جاؤ | اس کے سونے کی جگہ معلوم کر لو

آں زماں کہ خفتہ باشد آں حکیم | آں عصا گیرید و بگذارید بیم
جب وہ دانا سویا ہوا ہو (تو) | وہ لاٹھی لے لو اور خوف کو چھوڑ دو

گر بدزدیدش عصا او ساحر ست | چارۂ ساحر شمارا حاضر ست
اگر تم نے اس کی لاٹھی چرالی تو وہ جادوگر ہے | جادوگر کا علاج تمہارے پاس موجود ہے

ورنہ بتوانید ہاں آں ایزدیست | او رسولِ ذوالجلال و مہتدیست
اگر تم نہ اٹھا سکو تو خبردار! وہ خدائی ہے | وہ اللہ کا رسول اور ہدایت یافتہ ہے

ل کیمیا۔ یعنی حضرت موسیٰ کا اتباع۔ ناامیدیم۔ یعنی اس وقت ہم جو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے اپنے سیاہ کارناموں کی وجہ سے مایوس ہیں۔ ہمارے لئے آفتاب ہدایت طلوع ہو جائے۔

ل گفت شاں۔ اُن کے مردہ باپ کی روح نے خواب کی حالت میں کہا اس بارے میں صاف صاف بتانا ممکن نہیں ہے یہ پوشیدہ بات مجھے معلوم ہے لیکن بتانے کی اجازت نہیں ہے ایک علامت بتائے دیتا ہوں جس سے تم سمجھ جاؤ گے کہ یہ جادو ہے یا معجزہ۔ کنیت۔ پوشیدہ بات۔

ل آں زماں۔ سحر اور معجزہ میں یہ فرق ہے کہ سحر کا تعلق محض ساحر کی توجہ اور تصرف سے ہے اور معجزہ کا تعلق نبی کی توجہ اور ہمت سے نہیں ہے بلکہ وہ خدائی ارادہ کے ماتحت ظہور پذیر ہوتا ہے لہٰذا جادوگر کی غفلت کے وقت سحر کا کوئی اثر نہیں رہتا اور نبی کی نیند اور غفلت سے معجزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے وہ معجزہ قائم رہتا ہے۔ ساحر ست۔ کیونکہ اس کی نیند نے سحر کے اثر کو باطل کر دیا اور چور کو چرانے پر قدرت ہو گئی۔

گر جہاں فرعون[1] گیرد شرق و غرب ... سرنگوں آید خدا را گاہِ حرب

اگر فرعون مشرق اور مغرب (پورا جہان) حاصل کر لے ... لڑائی کے وقت اللہ کے سامنے اوندھا ہو جائیگا

ایں نشانِ راست دیدم جانِ باب ... بر نویس اللّٰہُ اَعلَم بِالصَّواب

باپ کی جان! میں نے یہ سچی نشانی دیکھی ... لکھ لے، اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

جانِ بابا چوں بخسپد ساحرے ... سحر و مکرش را نباشد رہبرے

جانِ پدر! جب کوئی جادوگر سو جاتا ہے ... اُس کے جادو اور مکر کا کوئی رہبر نہیں ہوتا

چونکہ چوپاں خفت گرگ ایمن شود ... چونکہ خفت اُو جہدِ اُو ساکن شود

جب گڈریا سو گیا، بھیڑیا مطمئن ہو جاتا ہے ... جب وہ سو گیا اُس کی کوشش ٹھہر گئی

لیک حیوانے کہ چوپانش خداست ... گرگ را آنجا اُمید و رہ کجاست

لیکن وہ جانور جس کا خدا نگہبان ہے ... بھیڑیئے کو وہاں اُمید اور راستہ کہاں ہے؟

جادوی کہ حق کند حق ست و راست ... جادوئی خواندن مر آں حق را خطاست

جو جادو خدا کرے وہ حق اور درست ہے ... اُس صحیح بات کو جادو کہنا ہی غلطی ہے

جانِ بابا ایں نشانِ قاطع ست ... گر بمیرد[2] نیز حقش رافع ست

جانِ پدر! یہ قطعی علامت ہے ... اگر وہ مر بھی جائے تو خدا اُس کو بلند کرنے والا ہے

تشبیہ کردن قرآنِ مجید را بعصائے موسیٰؑ و وفاتِ

قرآنِ مجید کو عصائے موسیٰؑ سے تشبیہ دینا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

مصطفیٰ علیہ السلام را تشبیہ نمودن بخوابِ موسیٰؑ و قاصدانِ

کی وفات کو حضرت موسیٰؑ کے سونے سے تشبیہ دینا اور قرآن میں تغیر کرنے

تغییرِ قرآن را باآں دو ساحر بچہ کہ قصدِ بُردنِ عصائے موسیٰؑ

والوں کو اُن دو جادوگر بچوں کے ساتھ تشبیہ دینا جنھوں نے حضرت موسیٰؑ کی

کردہ بُودند چوں موسیٰؑ را خفتہ یافتند

لاٹھی کو چُرانے کا ارادہ کیا جبکہ حضرت موسیٰؑ کو سویا ہوا پایا

مصطفیٰؐ را وعدہ کرد الطافِ حق ... گر بمیری تو نمیرد[3] ایں سبق

اللہ کی مہربانیوں نے مصطفیٰؐ سے وعدہ کیا ہے ... اگر تمہاری وفات ہو گئی تب بھی یہ سبق فنا نہ ہو گا

من کتاب و معجزت را حافظم ... بیش و کم کُن را ز قرآں رافضم

میں تیری کتاب اور معجزے کا نگہبان ہوں ... میں قرآن میں زیادتی اور کمی کرنے والے کا مخالف ہوں

---

[1] گر جہاں۔ اگر معجزہ ہے تو فرعون مقابلہ میں کامیاب نہ ہو سکے گا بلکہ ذلیل ہو گا چونکہ گڈریا بیداری میں حفاظت کر سکتا ہے جب سو جاتا ہے تو اُس کی حفاظت ختم ہو جاتی ہے۔ خداست۔ معجزہ کا تعلق خدا سے ہے وہاں غفلت کا کوئی تصور نہیں ہے لہٰذا اُس کی حفاظت مکمل ہے۔

[2] گر بمیرد۔ موت سے نیند مراد لی جائے ورنہ عموماً... انبیاء کے معجزات کا تعلق بھی اُن کی حیات سے ہے۔ تشبیہ۔ قرآن کو عصائے موسیٰؑ اور حضورؐ کی وفات کو حضرت موسیٰؑ کے سونے اور قرآن میں تغیر و تبدل کرنے والوں کو اُن دو جادوگروں کے مشابہ سمجھو۔

[3] نمیرد۔ اللہ نے قرآن میں قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُونَ ہم نے ذکر (قرآن) نازل کیا ہے اور ہم اُس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

من ترا در ہر دو عالم رافعم[1]
میں تجھے دونوں جہان میں بلند کرنے والا ہوں

طاغیاں را از حدیثت دافعم
سرکشوں کو تیری حدیث سے دفع کرنیوالا ہوں

کس نیارد بیش و کم کردن درو
اُس میں کوئی کمی اور زیادتی نہیں کر سکتا

تو بہ از من حافظے دیگر مجو
تو مجھ سے بہتر محافظ کی جستجو نہ کر

رونقت را روز روز افزوں کنم
میں تیری رونق دن بدن بڑھاؤں گا

نامِ تو بر زر و بر نقرہ زنم
تیرا نام سونے اور چاندی پر کندہ کروں گا

منبر و محراب سازم بہرِ تو
میں تیرے لئے منبر اور محراب بناؤں گا

در محبت قہرِ من شُد قہرِ تو
محبت کی وجہ سے میرا غصہ تیرا غصہ بن گیا ہے

نامِ[2] تو از ترس پنہاں می کنند
وہ ڈر کی وجہ سے تیرا نام چھپ کر لیتے ہیں

چوں نماز آرند پنہاں می شوند
جب نماز پڑھتے ہیں چھپ جاتے ہیں

خُفیہ می گویند نامت را کنوں
وہ اب چھپ کر تیرا نام لیتے ہیں

خُفیہ ہم بانگِ نماز اے ذُوفنوں
اے ہنرمند! اذان بھی چھپ کر (دیتے ہیں)

از ہراس و ترسِ کفارِ لعیں
ملعون کافروں کے ڈر اور خوف سے

دینت پنہاں می شود زیرِ زمیں
تیرا دین زمین میں چھپا جاتا ہے

من منارہ پر کنم آفاق را
میں دنیا کو دین سے روشن کردوں گا

کور گردانم دو چشمِ عاق را
میں نافرمان کی دونوں آنکھوں کو اندھا کردونگا

چاکرانت شہرہا گیرند و جاہ
تیرے خادم شہر اور مرتبہ حاصل کریں گے

دینِ تو گیرد ز ماہی تا بماہ
تیرا مذہب مچھلی سے چاند تک پھیل جائیگا

تا قیامت[3] باقیش داریم ما
ہم اُس کو قیامت تک باقی رکھیں گے

تو مترس از نسخِ دیں اے مصطفیٰؐ
اے مصطفیٰؐ! تم دین کے مٹنے سے نہ ڈرو

اے رسولِ ما تو جادُو نیستی
اے ہمارے رسول! تم جادو نہیں ہو

صادقی ہم خرقۂ موسیٰ ستی
تم سچے ہو، موسیٰؑ کے پیر بھائی ہو

ہست قرآں مر ترا ہمچوں عصا
قرآن تمہارے لئے (حضرت موسیٰؑ کی) لاٹھی کی طرح ہے

کفرہا را درکشد چوں اژدہا
(جو) اژدہے کی طرح کفروں کو نگل جائے گا

تو اگر در زیرِ خاکے خفتۂ
تم اگرچہ مٹی میں خوابیدہ ہو

چوں عصایش داں تو انچہ گفتۂ
جو کچھ تم نے کہا ہے اُسکو اُن (موسیٰؑ کی) لاٹھی کی طرح سمجھو

---

[1] رافعم - قرآن پاک میں ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ. ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کردیا ہے. کس نیارد. قرآن پاک میں ہے لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ اُس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے. قہر من. رسول کی ناراضی خدا کی ناراضی ہے۔

[2] نامِ تو. مکہ کی ابتدائی زندگی میں صحابہ حضورؐ سے اپنے تعلق کو چھپاتے تھے اور نمازیں بھی چھپکر پڑھتے تھے. من منارہ. دین سے تمام عالم کو منور کردوں گا اور مخالفوں کی آنکھیں چکا چوند ہو جائیں گی. چاکرانت. صحابہ کرام نے قیصر و کسریٰ کی حکومتوں پر قبضہ کیا. ماہی. ایک عامیانہ تصور ہے کہ زمین مچھلی کی پشت پر قائم ہے یعنی زمین سے آسمان تک تیرا مذہب پھیل جائے گا.

[3] تا قیامت. قیامت تک کوئی نئی شریعت نہ آئے گی. ہم خرقہ. وہ دو بزرگ جو ایک شیخ کے خلیفہ ہوں یعنی حضرت موسیٰ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی شریعت کے علم بردار اور پیغامبر ہیں. ہست قرآن. جس طرح حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی نے جادوگروں کے اژدہوں کو نگل لیا تھا قرآن کفر کو نگل جائے گا. گفتہ یعنی قرآن پاک.

گرچہ باشی خفتہ تو در زیرِ خاک
اگرچہ تم مٹی کے نیچے سوئے ہوئے ہو

چوں عصا آگہ بود آں گفتِ پاک
(موسیٰؑ کے) عصا کی طرح وہ پاک کلام، باخبر رہے گا

قاصداں را در عصایت دست نے
ارادہ کرنیوالوں کو تمہاری لاٹھی پر قابو نہیں ہے

تو بخسپ اے شہ مبارک خفتنے
اے شاہ! تم سو جاؤ تمہارا سو جانا مبارک ہے

تو بخفتہ نورِ تو بر آسماں
تم سوئے ہوئے ہو تمہارا نور آسمان پر ہے

بہرِ پیکارِ تو زہ کردہ کماں
تمہارے (دشمنوں سے) لڑنے کیلئے کمان پر چلّہ چڑھائے ہوئے

فلسفی و آنچہ پوزش می کند
فلسفی اور اُس کا مُنہ جو کچھ کرتا ہے

قوسِ نورت تیر دوزش می کند
تیرے نور کی کمان اُس کو چھید ڈالتی ہے

آنچناں کرد و ازاں افزوں کہ گفت
(اللہ تعالیٰ نے) وہ کیا جو کہا اور اُس سے بھی زیادہ

او بخفت و بختِ و اقبالش نخفت
وہ (مصطفیٰؐ) سو گئے اور اُن کا نصیبہ اور اقبال نہ سویا

جانِ بابا چونکہ ساحر خواب شد
جانِ پدر! جب جادوگر سو گیا

کارِ او بے رونق و بے آب شد
تو اُس کا کام بے رونق اور بے اثر ہوا

ہر دو از گورش رواں گشتند تفت
دونوں (جادوگر) اُس (باپ) کی قبر سے فوراً روانہ ہو گئے

تا بمصر از بہرِ آں پیکار زفت
سخت جنگ کے لئے مصر کی جانب

چوں بمصر از بہرِ آں کار آمدند
جب اُس کام کے لئے مصر میں پہنچے

طالبِ موسیٰؑ و جائے او شدند
(حضرت) موسیٰؑ اور اُنکی قیام گاہ کے طلبگار بنے

اتفاق افتاد کاں روزِ ورود
یہ اتفاق ہوا کہ پہنچنے کے دن

موسیٰؑ اندر زیرِ نخلے خفتہ بود
(حضرت) موسیٰؑ کھجور کے درخت کے نیچے سوئے ہوئے تھے

پس نشاں دادند شاں مردم بدو
لوگوں نے اُن کو اُن کا پتہ بتایا

کہ برو زاں سوئے نخلستاں بجو
کہ جا اُس نخلستان کی جانب تلاش کر

چوں بیامد دید در خرمابُناں
جب وہ پہنچا تو کھجوروں میں دیکھا

خفتہ کو بود بیدارِ جہاں
اُس کو سویا ہوا جو دنیا بھر کا بیدار تھا

بہرِ نازش بستہ او دو چشمِ سر
ناز میں وہ سر کی دونوں آنکھیں بند کئے ہوئے

عرش و فرشش جملہ در زیرِ نظر
عرش اور فرش سب اُس کی نگاہ میں

اے بسا بیدار چشم و خفتہ دل
بہت سے بیدار آنکھ والے اور سوئے ہوئے دل والے ہیں

خود چہ بیند چشمِ اہلِ آب و گل
آب و گِل والوں کی آنکھ کیا دیکھ سکتی ہے

---

۱ چوں عصا۔ حضرت موسیٰؑ کی نیند کے باوجود جادوگر اُن کی لاٹھی نہ چُرا سکے اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی مخالفین قرآن میں گڑبڑ نہ کر سکیں گے۔

۲ فلسفی۔ ملحدین فلاسفہ قرآن کے منزل من اللہ ہونے کے بارے میں جو اعتراضات کرتے ہیں نورِ محمدیؐ اُن کو پارہ پارہ کر دیتا ہے۔ آنچناں۔ اللہ تعالیٰ نے جو جو وعدے کئے اُن کو صرف پورا ہی نہیں کیا بلکہ اُن سے بھی زیادہ کیا۔ خواب شد۔ جادوگر کی غفلت کے وقت اُس کے جادو کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔

۳ ہر دو۔ یعنی دونوں جادوگر۔ گورش۔ یعنی اپنے باپ کی قبر سے۔ ورود۔ آمد۔ خرمابُناں۔ کھجور کے درخت۔ خود چہ بیند۔ دل کی آنکھیں وہ دیکھ سکتی ہیں جو جسم کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتی ہیں۔

وانکہ دل بیدار دارد چشمِ سر
جو شخص بیدار دل رکھتا ہے، سر کی آنکھ

گر بخسپد برکشاید صد بصر
اگر سو جائے، سو بینائیاں کھل جاتی ہیں

گر تو اہلِ دل نہٖ بیدار باش
اگر تو صاحبِ دل نہیں ہے، جاگتا رہ

طالبِ دل باش و در پیکار باش [1]
دل کا طالب بن، اور (نفس سے) لڑتا رہ

ور دلت بیدار شد می خسپ خوش
اگر تیرا دل بیدار ہو گیا ہے، آرام سے سو جا

نیست غائب ناظرت از ہفت و شش
سات (آسمانوں) اور چھ (جہتوں) سے تیری نگاہ غائب نہیں ہے

گفت پیغمبرؐ کہ خسپد چشمِ من
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ میری آنکھ سوتی ہے

لیک کے خسپد دلم اندر وسن
لیکن نیند میں میرا دل کب سوتا ہے؟

شاہ بیدارست حارس خفتہ گیر
شاہ بیدار ہے، محافظ سو بھی گیا ہو

جاں فدائے خفتگانِ [2] دل بصیر
بیدار دل، سوتے ہوؤں پر جان قربان ہے

وصفِ بیداریِ دل اے معنوی
اے معنیٰ کو سمجھنے والے! دل کی بیداری کا وصف

می نگنجد در ہزاراں مثنوی
ہزاروں مثنویوں میں بھی نہیں سما سکتا

چوں بدیدندش [3] کہ خفتست او دراز
جب انھوں نے اُن کو پیر پھیلائے سوتے دیکھا

بہرِ دزدیِ عصا کردند ساز
انھوں نے لاٹھی چرانے کی تیاری کی

ساحراں قصدِ عصا کردند زود
جادوگروں نے فوراً لاٹھی کا قصد کیا

کز پسش باید شدن وانگہ ربود
کہ پیچھے سے جانا چاہیئے اور اُس کو اڑا لینا چاہیئے

اندکے چوں پیشتر کردند ساز
جب آگے (بڑھنے کا) تھوڑا سا قصد کیا

اندر آمد آں عصا در اہتزاز
وہ لاٹھی حرکت میں آگئی

آنچناں بر خود بلرزید آں عصا
لاٹھی نے خود بخود اِس طرح جھرجھری لی

کاں دو بر جا خشک گشتند از وجا
کہ وہ دونوں خوف سے (اپنی) جگہ پر خشک ہو گئے

بعد ازاں شد اژدہا و حملہ کرد
اُس کے بعد وہ اژدہا بن گئی اور اُس نے حملہ کر دیا

ہر دو آں بگریختند و روی زرد
دونوں بھاگے اور اُن کا چہرہ زرد تھا

رُو در افتادن گرفتند از نہیب
خوف سے اُنھوں نے مُنہ کے بل گرنا شروع کر دیا

غلط غلطاں منہزم در ہر نشیب
لوٹتے پوٹتے ہر گڑھے میں پسپا ہوتے ہوئے

پس یقیں شاں شد کہ ہست از آسماں
تو اُن کو یقین ہو گیا کہ وہ (طاقت) آسمانی ہے

زانکہ می دیدند حدِ ساحراں
اسلئے کہ اُنھوں نے جادوگروں کی انتہا کو دیکھا تھا

---

[1] در پیکار۔ یعنی دل کی آنکھیں حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کر۔ ہفت و شش یعنی ساتوں آسمان اور چھ جہتیں۔ شاہ بیدار۔ اگر شاہ بیدار ہے تو چوکیدار کے سوجانے سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ دل بمنزلہ شاہ کے ہے۔

[2] خفتگان۔ یعنی جنکی آنکھیں سوجاتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے آنحضورؐ نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے۔ معنوی۔ وہ شخص جو معنی اور حقیقت کا طالب ہو۔

[3] بدیدندش۔ اُن دونوں جادوگروں نے حضرت موسیٰؑ کو دیکھا۔ اہتزاز۔ متحرک ہونا۔ دجا۔ خوف۔ خشک یعنی وہ اٹھی۔ نہیب۔ خوف۔ منہزم۔ پسپا۔

پس[1] ازیں رُو علمِ سحر آموختن | نیست ممنوع و حرام و مُمتہن

لہٰذا اِس حیثیت سے جادو کا علم سیکھنا | ممنوع اور حرام اور ذلیل نہیں ہے

بہرِ تمیزِ حق از باطل نکوست | سحر کردن شُد حرام اے مردِ دوست

حق کو باطل سے جُدا کرنے کے لئے اچھا ہے | اے دوست! جادو کرنا حرام ہے

بعد ازاں اطلاق و تپ شاں شُد پدید | کارِ شاں تا نزع و جاں کندن رسید

اُس کے بعد اُن کو دست آئے اور بخار آ گیا | اُن کا معاملہ نزع اور جاں کنی تک پہنچ گیا

پس فرستادند مردے در زماں | سُوئے موسیٰؑ از برائے عُذرِ آں

تو انھوں نے فوراً ایک آدمی بھیجا | (حضرت) موسیٰؑ کے پاس اِس کی معذرت کیلئے

کامتحاں کردیم مارا کے رسد | اِمتحانِ تو اگر نبود حسد

کہ ہم نے آزمایا، ہمیں کب حق تھا | آپ کے آزمانے کا، اگر حسد نہ ہوتا

مُجرمِ[2] شاہیم و مارا عُذر خواہ | اے تو خاصُ الخاص درگاہِ اِلٰہ

ہم شاہی مجرم ہیں، ہماری عذرخواہی کر دیجئے | آپ خدا کی بارگاہ کے خاصُ الخاص ہیں

درگذر از ما کہ ما کردیم بد | اے ترا الطاف و فضلِ بے عدد

ہم نے بُرا کیا، ہمیں معاف کر دیجئے | اے وہ کہ آپ کی مہربانیاں اور بزرگی بے شمار ہے

عفو کرد و در زماں نیکو شُدند | پیشِ موسیٰؑ بر زمیں سر می زدند

اُنھوں نے معاف کر دیا اور وہ فوراً اچھے ہو گئے | (حضرت) موسیٰؑ کے سامنے سر پٹختے تھے

گفت موسیٰؑ عفو کردم اے کرام | گشت بر دوزخ تن و جاں تاں حرام

(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا اے شریفو! میں نے معاف کیا | تمہارا جسم اور روح دوزخ پر حرام ہو گئی ہے

مَن[3] شمارا خود ندیدم اے دو یار | اعجمی سازید خود را ز اعتذار

اے دو دوستو! (گویا) میں نے تمھیں دیکھا ہی نہیں | عذر خواہی سے اپنے آپ کو گونگا بنا لو

ہمچناں بیگانہ شکل و آشنا | در نبرد آئید پیشِ بادشاہ

اسی طرح (بظاہر) اجنبی صورت اور (بباطن) دوست | بادشاہ کے سامنے مقابلے پر آ جاؤ

آنچہ باشد مر شمارا از فنوں | جمع آرید از درون و از بروں

تمہارے پاس جو بھی کرتب ہوں | اندر اور باہر سے اکٹھے کر لو

---

[1] پس۔ اگر کوئی شخص جادو اِس غرض سے سیکھے کہ وہ سحر اور معجزہ میں فرق کر سکے اور باطل کو حق سے ممتاز کرے تو یہ جائز ہے لیکن جادو کرنا مطلقاً بہر صورت ناجائز اور حرام ہے۔ اِطلاق۔ دستوں کا جاری ہو جانا۔ کامتحاں۔ ہم نے آزمانا چاہا تھا اور وہ بھی حسد کی بنا پر تھا۔

[2] مجرمِ شاہیم۔ چونکہ ہم نے اللہ کے رسول کا جرم کیا ہے لہٰذا ہم نے اللہ کا ہی جُرم کیا ہے۔ نیکو شُدند یعنی اُن کا بخار اور دستوں کی بیماری زائل ہو گئی۔ گشت۔ یعنی چونکہ تم ایمان لے آئے ہو۔

[3] من شما۔ حضرت موسیٰؑ نے اُن دونوں جادوگروں سے فرمایا کہ فرعون سے اپنی اور میری ملاقات اور اپنی عذرخواہی وغیرہ کا ذکر نہ کرنا اور بالکل اجنبی بن کر فرعون کے سامنے میرے مقابلہ پر آنا اور ہر طرح کے کرتب کرنا۔ بیگانہ شکل۔ یعنی بظاہر اجنبی بنے رہنا اور آشنائی کو پردے میں رکھنا۔

جمع آمدن ساحران از مدائن پیش فرعون و تشریفها[1] از وی یافتن و دست بر سینہ زدن در[2] قہر خصمِ او کہ این کار را دفع بر ما نویس

شہروں سے فرعون کے سامنے جادوگروں کا جمع ہو جانا اور اس کی جانب سے خلعتیں پانا اور اس کے مخالف کو مغلوب کرنے کے لئے سینہ پر ہاتھ مارنا کہ اس کام کی مدافعت ہمارے ذمہ لکھ لے

پس زمیں را بوسہ دادند و شدند — انتظارِ وقتِ فرصت می بدند
پھر انھوں نے زمین کو بوسہ دیا اور روانہ ہو گئے — فرصت کے وقت کے منتظر تھے

تا بفرعون آمدند آں ساحراں — دادشاں تشریفہائے بیکراں
وہ جادوگر فرعون کے پاس آئے — اُن کو اس نے لاتعداد خلعتیں دیں

وعدہاشاں کرد و پیشین ہم بداد — بندگان و اسپان و نقد و جنس و زاد
ان سے وعدے کئے اور پیشگی بھی دیئے — غلام اور گھوڑے اور نقد اور جنس اور توشہ

بعد ازاں شاں گفت ہیں اے سابقاں — گر فزوں[3] آئید اندر امتحاں
اس کے بعد اُس نے کہا آگاہ! اے ماہرو! — اگر تم امتحان میں بازی لے گئے

بر فشانم بر شما چندیں عطا — کہ بدرد پردۂ جود و سخا
تم پر اس قدر عطا نثار کروں گا — کہ بخشش اور عطا کا پردہ چاک ہو جائیگا

پس بگفتندش باقبالِ تو شاہ — غالب آئیم و شود کارش تباہ
تو انھوں نے کہا کہ اے شاہ! آپ کے اقبال سے — ہم جیتیں گے اور اُس (موسیٰؑ) کا کام تباہ ہوگا

ما دریں فن صفدریم و پہلواں — کس ندارد پائے ما اندر جہاں
ہم اس فن میں صف شکن اور پہلوان ہیں — ہمارا ہم رتبہ دنیا میں کوئی نہیں ہے

ذکرِ موسیٰؑ[4] بندِ خاطرہا شدست — کایں حکایتہاست کہ پیشیں بدست
موسیٰؑ کا ذکر دلچسپی (کا موجب) بن گیا ہے — کیونکہ اس قسم کے قصے پہلے بھی ہوئے ہیں

ذکرِ موسیٰؑ بہرِ روپوش ست و لیک — نورِ موسیٰؑ نقدِ تست اے مردِ نیک
موسیٰؑ کا تذکرہ منہ چھپانے کے لئے ہے، لیکن — اے بھلے آدمی! موسیٰؑ کا نور تیرا مقصود ہے

موسیٰؑ و فرعون در ہستیِ تست — باید ایں دو خصم را در خویش جست
موسیٰؑ اور فرعون تیرے وجود میں ہیں — ان دو مقابل شخصیتوں کو اپنے اندر تلاش کرنا چاہئے

تا قیامت ہست از موسیٰؑ نتاج — نور دیگر نیست دیگر شد سراج
موسیٰؑ کا سلسلہ قیامت تک کے لئے ہے — روشنی دوسری نہیں ہے چراغ دوسرا ہے

---

[1] تشریفہا. خلعتیں۔ در قہر خصمِ او۔ یعنی حضرت موسیٰؑ پر غالب آنے کے بارے میں۔ شدند۔ یعنی وہ حضرت موسیٰؑ کے پاس سے روانہ ہو گئے۔ انتظار۔ یعنی وہ منتظر تھے کہ کوئی وقت آئے تو ہم حضرت موسیٰؑ پر ایمان کا اظہار کر دیں۔ سابقاں۔ بازی لے جانے والے۔

[2] فزوں آئید۔ یعنی اگر تم حضرت موسیٰؑ پر غالب آ جاؤ گے۔ کہ بدرد۔ یعنی اس قدر دوں گا جو حد سے بڑھا ہوا ہوگا۔ کارش۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کا کام۔ صفدریم۔ یعنی ہم صف شکن ہیں۔ پائے ما۔ ہمارا مرتبہ۔ ذکرِ موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے قصے سے دلچسپی پیدا ہو رہی ہے لیکن مقصود محض قصہ نقل کرنا نہیں ہے قصہ تو پرانا ہے۔

[3] ذکرِ موسیٰ۔ اس قصہ کے ماتحت جو حقائق ہیں وہ مقصود ہیں قصہ تو محض آڑ کے لئے ذکر کیا گیا ہے مقصود اصلی تو وہ نور ہے جو حضرت موسیٰؑ کو عطا کیا گیا تھا۔ تا قیامت۔ ہر نبی کا نور امت کے کسی ولی میں منتقل ہوتا رہتا ہے اور جس صفت خاص کا کوئی نبی مربوب ہوتا ہے اسی صفت کا کوئی ولی بھی مربوب ہوتا ہے۔

اینؔ سفال و این فتیلہ دیگر ست ‏ ‏ لیک نورش نیست دیگر زاں سر ست

یہ دیا اور یہ بتی دوسری ہے ‏ ‏ لیکن اس کا نور دوسرا نہیں وہی ہے

گر نظر در شیشہ داری گم شوی ‏ ‏ زانکہ از شیشہ است اعداد و دوئی

اگر تو نے شیشہ پر نظر رکھی تو گم ہو جائے گا ‏ ‏ کیونکہ شیشہ سے تعدد اور دوئی پیدا ہوتی ہے

ور نظر بر نور داری وارہی ‏ ‏ از دوئی و اعدادِ جسم اے منتہی

اگر تو نور پر نظر رکھے گا، نجات پا جائے گا ‏ ‏ اے باکمال! جسم کی دوئی اور تعدد سے

از نظر گاہ است اے مغزِؔ وجود ‏ ‏ اختلاف مومن و گبر و جہود

اے خلاصۂ کائنات! نقطۂ نظر کی وجہ سے ہے ‏ ‏ مومن اور آتش پرست اور یہودی کا اختلاف

اختلاف کردن در چگونگی و شکلِ پیل در شب تار

اندھیری رات میں ہاتھی کی شکل اور کیفیت میں اختلاف کرنا

پیلؔ اندر خانۂ تاریک بود ‏ ‏ عرضہ را آوردہ بودندش ہنود

ہاتھی ایک اندھیرے گھر میں تھا ‏ ‏ ہندوستانی اس کو پیش کرنے کیلئے لائے تھے

از برائے دیدنش مردم بسے ‏ ‏ اندراں ظلمت ہمی شد ہر کسے

بہت سے لوگ اس کو دیکھنے کے لئے ‏ ‏ ہر شخص اندھیرے میں گھس آیا

دیدنشؔ با چشم چوں ممکن نبود ‏ ‏ اندراں تاریکیش کف می بسود

چونکہ اس کا آنکھوں سے دیکھنا ممکن نہ تھا ‏ ‏ اندھیرے میں اس پر ہاتھ پھیرتا تھا

آں یکے را کف بخرطوم اوفتاد ‏ ‏ گفت ہمچو ناودانست ایں نہاد

ایک کا ہاتھ سونڈ پر پڑا ‏ ‏ اس نے کہا، یہ جسم پرنالے کی مانند ہے

آں یکے را دست بر گوشش رسید ‏ ‏ آں برو چوں بادبیزن شد پدید

ایک کا ہاتھ اس کے کان پر پہنچا ‏ ‏ اس کو وہ پنکھے کی طرح معلوم ہوا

آں یکے را کف چو بر پایش بسود ‏ ‏ گفت شکلِ پیل دیدم چوں عمود

ایک کا ہاتھ جب اس کے پیر پر لگا ‏ ‏ اس نے کہا میں نے ہاتھی کو ستون جیسا دیکھا

آں یکے بر پشتِ او بنہاد دست ‏ ‏ گفت خود ایں پیل چوں تختے بدست

ایک نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھا ‏ ‏ اس نے کہا، یہ ہاتھی تخت کی طرح کا ہے

ہمچنیں ہر یک بجزوے کو رسید ‏ ‏ فہم آں می کرد ہر جا می شنید

اسی طرح ہر وہ شخص جو کسی ایک عضو تک پہنچا تھا ‏ ‏ جہاں کہیں (ہاتھی کا نام) سنتا وہی خیال کرتا

۱؎ ایں سفال۔ اشخاص بدلتے ہیں اور اس صنعت گر کا نور خود منتقل ہوتا رہتا ہے۔ شیشہ۔ یعنی تعینات گم شوی۔ وحدت حقیقی ہاتھ سے چھوٹ جائے گی۔ ور نظر شیشہ تعینات پر نظر تعدد اور دوئی کا سبب ہے اگر شیشہ مقصود نہ ہو بلکہ نور مدنظر ہو تو وحدتِ حقیقی نظر آئے گی۔ از نظر گاہ۔ مومن اور کافر کا نقطۂ نگاہ چونکہ جداگانہ ہو گیا اسی لئے ان میں اختلاف پیدا ہوا۔

۲؎ مغزِ وجود۔ چونکہ انسان خلیفۃ اللہ ہے لہٰذا وہ وجودِ کائنات کا مغز اور خلاصہ ہے۔ پیل۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ ایک چیز کے دیکھنے کے جب زاویے بدل جاتے ہیں تو اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ ہاتھی کو مختلف لوگوں نے مختلف زاویوں سے دیکھا تو ان کے عقیدے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ہنود۔ ہندوستان کے رہنے والے، مولانا ہندوستانی مسلمانوں کو بھی لفظ ہنود سے تعبیر کرتے ہیں، ہندوستان کا ہاتھی مشہور تھا۔

۳؎ دیدنش۔ اندھیرے میں آنکھ سے دیکھنا ممکن نہ تھا اس لئے ہاتھی پر ہاتھ پھیر کر دیکھ رہے تھے۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ پرنالے ...... سے مشابہ ہے۔ ناوداں پرنالہ۔ بادبیزن۔ پنکھا، فرشی پنکھے بالکل ہاتھی کے کان کی طرح ہوتے ہیں۔ عمود ستون۔ تخت۔ ہاتھی کی کمر

از نظر گہ گفتِ شاں شد مختلف — آں یکے دالش لقب داد ایں الف
ان کی بات نقطۂ نظر کی وجہ سے مختلف ہو گئی — اس ایک نے اس کو دال کا لقب دیا، اس نے الف کا

در کفِ ہر یک اگر شمعے بُدے — اختلاف از گفتِ شاں بیروں شُدے
ہر ایک کے ہاتھ میں اگر شمع ہوتی — تو اُن کی باتوں سے اختلاف دُور ہو جاتا

چشمِ حِسّ ہمچوں کفِ دستست و بس — نیست کف را بر کُلِ اُو دسترس
حِس کی آنکھ صرف ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے — ہتھیلی کی اس کے مجموعہ پر پہنچ نہیں ہے

جسمِ دریا دیگر ست و کف دِگر — کف بہل وز دیدہ در دریا نگر
دریا کا وجود اور ہے اور جھاگ اور ہیں — جھاگ کو چھوڑ، اور آنکھ سے دریا کو دیکھ

جُنبشِ کفہا ز دریا روز و شب — کف ہمی بینی و دریا نے عجب
شب و روز جھاگوں کی حرکت دریا کی وجہ سے ہے — تعجب ہے تو جھاگ کو دیکھتا ہے اور دریا کو نہیں

ما چو کشتیہا بہم بر می زنیم — تیرہ چشمیم و در آبِ روشنیم
ہم کشتیوں کی طرح آپس میں ٹکرا رہے ہیں — ہم اندھی آنکھوں والے ہیں اور صاف دریا میں ہیں

اے تو در کشتیِ تن رفتہ بخواب — آب را دیدی نگر در آبِ آب
اے وہ جو جسم کی کشتی میں سویا ہوا ہے — تو نے پانی کو دیکھ لیا، پانی کے پانی کو دیکھ

آب را آبیست کو میراندش — روح را روحے ست کو میخواندش
پانی کے لئے ایک پانی ہے جو اس کو چلاتا ہے — رُوح کی ایک روح ہے جو اس کو بلاتی ہے

موسیٰؑ و عیسیٰؑ کجا بُد کآفتاب — کِشتِ موجودات را می داد آب
حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ کہاں تھے جبکہ سورج نے — موجودات کی کھیتی کو پانی دیا

آدمؑ و حوا کجا بُد آں زماں — کہ خدا افگند ایں زہ در کماں
اس وقت حضرت آدمؑ اور حوا کہاں تھے — جبکہ خدا نے کمان پر یہ چلّہ چڑھایا

ایں سخن ہم ناقص ست و ابتر ست — آں سخن کہ نیست ناقص آں سر ست
یہ بات بھی ناقص اور ادھوری ہے — جو بات ناقص نہیں ہے، وہ اُدھر کی ہے

گر بگویم زاں بلغزد پائے تو — ور نگویم ہیچ ازاں اے وائے تو
اگر میں اس کے بارے میں کہوں تو تیرے پیر پھسل جائیں گے — اور اگر اس میں سے کچھ بھی نہ کہوں تو تجھ پر افسوس ہے

ذات کی قدامت کا بیان ہے کہ وہ ذات قدیم ہے۔ کہ خدا یعنی کائنات کو حیات بخشی تھی۔ ایں سخن یعنی ذاتِ حق کی جو تعبیرات ہم نے کی ہیں۔ آں سخن۔ خود خدا تعالیٰ نے اپنے لئے جو تعبیرات فرمائی ہیں تم وہ سمجھ رہے ہیں۔ گر بگویم۔ اب اگر شاذ ونادر کی اُنکی ذات و صفات کو بیان کیا جائے تو بھی خیال پر ہول جاوگے اور اگر اُسکا بالکل ذکر نہ کیا جائے تو یہ بھی افسوسناک بات ہے۔

لہ آں یکے۔ چونکہ ہاتھی کا تصور سب کے ذہنوں میں مختلف تھا اس لئے انھوں نے اس کو مختلف عبارتوں سے تعبیر کیا کسی نے مثلاً اس کو دال کہا تو کسی نے اس کو الف کہا۔

لہ چشمِ حِس۔ انسان کی حسی آنکھ ان لوگوں کی ہتھیلی کی طرح ہے جیسے ان کی ہتھیلی کی دسترس پورے ہاتھی پر نہ تھی اسی طرح یہ ظاہری آنکھ کسی چیز کی پوری حقیقت کو نہیں دیکھ سکتی ہے۔ کف دگر۔ مولانا کفِ دست سے کفِ دریا کی طرف منتقل ہو گئے ہیں اور مقصود وہی ہے کہ حقیقت شناسی ہونی چاہیئے نہ کہ ظاہر پرستی۔ جسم دریا۔ یعنی وجودِ منبع۔ کف۔ یعنی جسم عنصری جنبشِ کفہا۔ انسانی اجسام روح کی وجہ سے متحرک ہیں لیکن افسوس کہ انسان تن پروری کرتا رہتا ہے اور روح سے غفلت برتتا ہے۔

لہ ما چو کشتیہا۔ اجسام کو پہلے کفِ دریا سے تعبیر کیا تھا۔ اب انکو کشتیوں سے تعبیر کیا ہے۔ آبِ روشن۔ روح۔ آب آب۔ اگر انسان کو روح کا مشاہدہ ہو گیا ہے تو اب اسکو آگے قدم بڑھا کر ذاتِ حق کا مشاہدہ کرنا چاہیئے۔ آبِ آب۔ روح الارواح، ذاتِ حق۔ آبیست یعنی روح کیلئے افاضۂ حیات کرنیوالی ذات۔ موسیٰؑ و عیسیٰؑ سے افاضۂ حیات کرنیوالی

ور بگویم در مثالِ صورتے
اگر میں کسی صورت کی مثال میں (اسکی مثال) بتاؤں
بر ہماں صورت بچسپی اے فتے
اے نوجوان! تو اسی صورت پر چپک جائے گا

بستہ[1] پائی چوں گیاہ اندر زمیں
تو گھاس کی طرح زمین میں پابستہ ہے
سر بجنبانی بباد بے یقیں
بغیر یقین کے ہوا سے سر ہلاتا ہے

لیک پایت نیست تا نقلے کنی
لیکن تیرے پاؤں نہیں ہیں کہ تو منتقل ہو جائے
یا مگر پا را ازیں گل بر کنی
یا تو اس مٹی سے پاؤں باہر نکال لے

چوں کنی پا را حیاتت زیں گل ست
تو پاؤں کیسے نکال سکتا ہے تیری زندگی اسی مٹی سے ہے
ایں حیاتت را روش بس مشکل ست
تیری اس زندگی کے لئے روانگی بہت مشکل ہے

چوں[2] حیات از حق بگیری اے روی
اے سیراب! جب تو خدا (تعالیٰ) سے زندگی حاصل کرے گا
پس غنی گردی ز گل در دل روی
تو مٹی سے بے نیاز ہو جائیگا، دل کی دنیا میں پہنچ جائیگا

فارغ و مستغنی از گل سوئے دل
مٹی سے فارغ اور بے نیاز ہو کر دل کی طرف
می روی بے قید و حر از اہلِ گل
بغیر پابندی کے اور مٹی والوں سے آزاد ہو کر تو چل پڑیگا

شیر خوارہ چوں ز دایہ بگسلد
دودھ پیتا بچہ جب دایہ سے تعلق توڑتا ہے
لوت خوارہ شد مر او را می ہلد
غذا خور بن جاتا ہے اور اس (دایہ) کو چھوڑ دیتا ہے

بستہ[3] شیرِ زمینی چوں حبوب
بیجوں کی طرح تو زمین کے دودھ سے وابستہ ہے
جو فطامِ خویش از قوت القلوب
دلوں کی خوراک کے ذریعہ اس دودھ کو چھوڑنے کی کوشش کر

قوتِ حکمت خور کہ شد نورِ ستیر
دانائی کی غذا کھا، کیونکہ وہ چھپا ہوا نور ہے
اے تو نورِ بے حجب را ناپذیر
اے وہ کہ تو بے حجاب نور کو نہ قبول کر سکنے والا ہے

تا پذیرا گردی اے جاں نور را
اے جان! تاکہ تو نور کو قبول کرنے والا بن جائے
تا ببینی بے حجب مستور را
تاکہ تو چھپے ہوئے کو، بغیر پردوں کے دیکھ لے

چوں ستارہ سیر بر گردوں کنی
تو ستارے کی طرح آسمان پر سیر کرے
بلکہ بر گردوں سفر بے چوں کنی
بلکہ آسمان پر تو بے کیف سفر کرے

آں چناں کز نیست در ہست آمدی
اسی طرح جیسے تو عدم سے وجود میں آیا ہے
ہیں بگو چوں آمدی مست آمدی
ہاں بتا کیسے آیا ہے! تو بے ہوش آیا ہے

[1] بستہ پائی: عوام تقلید کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اور معلمات کے بیان پر یقین کے بغیر یقین کے اظہار کے لئے گھاس کی طرح سر ہلانے لگتے ہیں. لیک. عوام تقلید سے تحقیق کی طرف منتقل ہونے کے لئے مستعد ہی نہیں کرتے ہیں نہ کم از کم تقلید ہی کو ترک کرتے ہیں. چوں کنی جبکہ انسان سفلی زندگی کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کے لئے اس زندگی کو چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے.

[2] چوں حیات. اگر انسان اس سفلی زندگی کو خیرباد کہہ دے تو وہ دل کی دنیا میں پہنچکر مسرت و وحدت حاصل کر سکتا ہے. شیر خوارہ: بچہ کو جب تک لذیذ غذائیں نہیں ملتی ہیں دایہ کو چمٹا رہتا ہے جب غذائیں ملنے لگتی ہیں تو دایہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے. اسی طرح انسان جب تک عالم سفلی سے چپٹا ہوا ہے اسرار کی لذت سے بے خبر ہے جب وہ لذت حاصل ہونے لگے گی تو عالم سفلی کو نگاہ بھر کر بھی نہ دیکھے گا.

[3] بستہ: بیج زمین سے غذا حاصل کرتا ہے، اسی طرح انسان عالم سفلی سے غذا حاصل کرنے کا عادی ہو گیا حالانکہ اسکی اصلی غذا ہے جو دل اور روح کی غذا ہے جو عالم ملکوت سے حاصل ہوتی ہے. قوت حکمت. تو دل کی غذا حکمت اور پند و موعظت سے حاصل کر لے، انکے الفاظ میں وہ نور پوشیدہ ہے جو اصل غذا ہے پھر استعداد پیدا ہو جانے پر براہ راست اسے غذا حاصل ہونے لگے گی. تا ببینی. رفتہ رفتہ وہ استعداد پیدا ہو جائے گی جس سے مشاہدۂ حق حاصل ہو جائے گا. چوں ستارہ. پھر عالم ملکوت کی سیر حاصل ہو جائے گی. آنچناں. عالم ملکوت کی طرف تمہارا عروجی سفر اسی طرح ہوگا جس طرح اس عالم سے اس عالم کی طرف نزولی سفر ہوا لیکن یہ سفر چونکہ تمہاری مدہوشی میں ہوا ہے اس لئے تمہیں نہ وہ سفر یاد ہے اور نہ اس سفر کے طے کرنے کے راستے یاد ہیں۔

راہہائے آمدن یادت نماند — لیک رمزے بر تو بر خواہیم خواند
تجھے آنے کے راستے یاد نہیں رہے — لیکن میں تجھے ایک اشارہ کرتا ہوں

ہوش[1] را بگذار وانگہ ہوشدار — گوش را بر بند وآنگہ گوشدار
ہوش کو چھوڑ دے، پھر ہوشیار بن جا — کان کو بند کر لے پھر کان لگا

نے بگویم زانکہ تو خامی ہنوز — در بہاری و ندیدستی تموز
کیا میں نہیں کہہ رہا ہوں کہ تو ابھی کچا ہے — تو موسم بہار میں ہے اور تو نے موسم گرما نہیں دیکھا ہے

ایں[2] جہاں ہمچو درخت است اے کرام — ما برو چوں میوہائے نیم خام
اے بزرگو! یہ دنیا درخت کی طرح ہے — (اور) ہم اس پر ادھ کچے پھل کی طرح ہیں

سخت گیرد خامہا مر شاخ را — زانکہ در خامی نشاید کاخ را
کچوں کی گرفت شاخ پر سخت ہوتی ہے — کیونکہ کچے پن میں (شاہی) محل کے لائق نہیں ہوتا ہے

چونکہ پخت و گشت شیریں لب گزاں — سست گیرد شاخہا را بعد ازاں
جب پک گیا اور ہونٹوں کو چبانے والا شیریں بن گیا — اُسکے بعد شاخوں سے گرفت ڈھیلی کر لیتا ہے

چوں ازاں اقبال شیریں شد دہاں — سرد شد بر آدمی مُلکِ جہاں
جب اس خوش نصیبی کی وجہ سے منہ میٹھا ہو جاتا ہے — دنیا کا ملک انسان کے لئے بے وقعت ہو جاتا ہے

سخت گیری و تعصب خامی ست — تا جنینی کار خوں آشامی ست
سخت گیری اور تعصب کچا پن ہے — جب تک تو پیٹ کا بچہ ہے (تیرا) کام خون پینا ہے

چیز[3] دیگر ماند اما گفتنش — با تو روح القدس گوید نے منش
دوسری چیز رہ گئی لیکن اس کا بتانا میرا کام نہیں ہے، — وہ تجھے روح القدس بتائے گا نہ کہ میں

نے تو گوئی ہم بگوشِ خویشتن — بے من و بے غیرِ من اے ہم تو من
نہیں، تو خود ہی اپنے کان میں کہے گا — میرے اور میرے غیر کے علاوہ اے وہ کہ تو میں ہے

ہمچو آں وقتے کہ خواب اندر روی — تو ز پیشِ خود بہ پیشِ خود شوی
جیسا کہ جب تو سو جاتا ہے — تو اپنے آگے سے خود اپنے آگے جاتا ہے

---

[1] ہوش را بگذار۔ اگر تم ہیں آنے کے سفر کی باتیں یاد کرنا چاہتے ہو تو جسمانی اور مادی ہوش و حواس کو ختم کر کے روحانی ہوش اختیار کرو اور ان جسمانی کانوں کو بند کر کے روح کے کان کھول لو پھر تمہیں باتیں یاد آجائیں گی اور عہد الست کی آواز سن لو گے۔ نے بگویم۔ میں نے تمہیں بتا دیا کہ تم میں ابھی خامی ہے تم نے دنیا کی بہار دیکھی ہے مجاہدات کی گرمی نہیں سہی ہے۔

[2] ایں جہاں۔ انسان اور دنیا کی مثال درخت اور پھل کی سی ہے پھل جب تک کچا ہوتا ہے شاخ سے اس کا جوڑ مضبوط اور سخت ہوتا ہے۔ جوں جوں وہ پکتا ہے شاخ کا اور اس کا تعلق کمزور ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح خام انسان دنیا کو چمٹا رہتا ہے اگر اس میں پختگی آجاتی ہے تو دنیا سے تعلق کمزور ہو جاتا ہے۔ تا جنینی۔ پیٹ کا بچہ جب تک پیٹ سے چمٹا ہوا ہے اس کی غذا خون ہے جب وہ باہر آتا ہے تو پھر وہ دودھ پیتا ہے جو بہترین غذا ہے اسی طرح جب تک انسان دنیا سے چمٹا ہوا ہے اس کی غذا خون جیسی نجس چیز رہتی ہے۔

[3] چیز دیگر۔ کچھ اسرار تو میں نے بتا دیئے لیکن کچھ ایسے ہیں کہ میں نہیں بتا سکتا ہوں وہ تجھے روح القدس بتائیگا۔ روح القدس سے مراد یہاں جبرئیل نہیں ہیں کیونکہ ان کا کہنا اور بتانا تو صرف انبیاء کے ساتھ خاص ہے بلکہ حظیرۃ القدس کے دوسرے ملائک مراد ہیں گے۔ فرماتے ہیں کہ وہ باتیں نہ میں بتاؤں گا نہ کوئی فرشتہ بلکہ خود تجھے وہ مقام حاصل ہوگا کہ تو خود اپنے آپ کو بتائے گا۔ اے ہم تو من۔ یعنی تو میرے لئے ایسا ہے کہ من و تو کا امتیاز ختم ہو گیا ہے۔ ہمچو۔ یہ بات کہ ایک مقام پر پہنچ کر اسرارِ خداوندی کے بارے میں انسان خود کہنے والا اور خود سننے والا ——— بن جاتا ہے اس کو اس مثال سے سمجھاتے ہیں کہ خواب کی حالت میں جب انسان ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف جاتا ہے تو یہ مقامات خارج میں نہیں ہوتے ہیں خود اس کے اندر ہوتے ہیں تو گویا کہ وہ چلنے والا خود اپنے پاس سے چل کر اپنے پاس گیا ہے۔

بشنوی[1] از خویش و پنداری فلاں | با تو اندر خواب گفتست آں نہاں
تو اپنی طرف سے سنتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ فلاں نے | وہ پوشیدہ راز خواب میں تجھ سے کہا ہے

تو یکے تو نیستی اے خوش رفیق | بلکہ گردونی و دریائے عمیق
اے اچھے دوست! تو ایک نہیں ہے | بلکہ تو آسمان ہے، اور گہرا سمندر ہے

آں توئی زفتت کہ آں نہ صد توست | قلزم ست و غرقہ گاہِ صد توست
وہ تیری موٹی شخصیت جو تیرا نو سو گنا ہے | سمندر ہے اور تیری سو شخصیتوں کے ڈوب جانے کی جگہ ہے

خود[2] چہ جائے حد بیداری و خواب | دم مزن وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
بیداری اور نیند کا خود کیا ٹھکانا ہے | خاموش ہو جا، اور اللہ بہتر جانتا ہے

دم مزن تا بشنوی از دم زناں | آنچہ ناید در بیان و در زباں
دم نہ مار، تاکہ تو دم مارنے والوں سے سن لے | وہ جو بیان اور زبان میں نہیں سما سکتا ہے

دم مزن تا بشنوی زاں آفتاب | آنچہ ناید در کتاب و در خطاب
دم مت مار تاکہ تو اس آفتاب سے سن لے | وہ جو لکھنے اور بیان کرنے میں نہیں آسکتا

دم مزن تا بشنوی زاں مہ لقا | الصَّلا اے پاکبازاں الصَّلا
دم مت مار تاکہ تو سن لے اس ماہ رخ سے | آؤ، اے پاکبازو! آؤ

دم مزن تا بشنوی اسرارِ حال | از زبانِ بے زباں کہ قم تعال
دم مت مار تاکہ تو حالت کے اسرار سن لے | بے زبان کی زبان سے کہ کھڑا ہو، آجا

دم مزن تا دم زند بہرِ تو روح | آشنا[3] بگذار در کشتیِ نوحؑ
دم نہ مار، تاکہ تیرے لئے روح کہے | تیرنا چھوڑ دے، نوحؑ کی کشتی میں آجا

ہمچو کنعاں کاشنامی کرد او | کہ نخواہم کشتیِ نوحِ عدو
کنعان کی طرح (نہ بن) کہ وہ تیرتا تھا | کہ میں دشمن نوحؑ کی کشتی پسند نہیں کرتا ہوں

دعوت کردنِ نوح علیہ السّلام پسر را و سر کشیدنِ او کہ

حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹے کو بلانا اور اس کی سرکشی کرنا کہ میں

کہ بر سرِ کوہ روم و چارہ کنم و منّتِ تو نکشم
پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا اور تدبیر کر لوں گا اور تیرا احسان نہ اٹھاؤں گا

ہیں بیا در کشتیِ بابا نشیں | تا نگردی غرقِ طوفاں اے مہیں
خبردار! آجا باوا کی کشتی میں بیٹھ جا | اے ذلیل! تاکہ تو طوفان میں نہ ڈوبے

---

[1] بشنوی۔ انسان خواب میں سنتا ہے کہ کوئی دوسرا اس سے باتیں کر رہا ہے حالانکہ وہ کوئی دوسرا نہیں ہے بلکہ وہ خود کہہ رہا ہے اور خود سن رہا ہے۔ آں توئی۔ آنے جانے کے مختلف مقامات، مخاطب اور متکلم کا امتیاز، یہ سب کچھ خود انسان کے اندر موجود ہے۔ انسان بظاہر عالم صغیر ہے لیکن فی الواقع یہ عالم کبیر ہے۔ انسان کی شخصیت سینکڑوں شخصیتوں کا مجموعہ ہے اور گہرا سمندر ہے۔

[2] خود۔ انسان بیداری اور خواب کی حالت میں ایک لامحدود شخصیت ہے۔ دم مزن۔ ان اسرار کے بارے میں انسان کو خاموشی اختیار کرنی چاہیے جب تک خود اللہ تعالیٰ ان کو ظاہر نہ فرما دے۔ آنچہ۔ یہ اسرار تحریر و تقریر میں نہیں سما سکتے۔ قم تعال۔ کھڑا ہو آجا۔ جب تک یہ مقام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ آجائے اس وقت تک ان اسرار کے بارے میں خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ روح۔ یعنی مرشد۔

[3] آشنا بگذار یعنی اپنے دعوے ترک کر دے اور مرشد کا سہارا لے لے۔ ہمچو کنعاں۔ حضرت نوحؑ کے لڑکے کنعان نے سہارا پسند نہ کیا تو تباہ ہوا۔ بابا۔ یعنی حضرت نوحؑ۔ مہین۔ ذلیل۔

گفت نے من آشنا آموختم | من بجز شمع تو شمع افروختم
اس نے کہا نہیں، میں نے تیرنا سیکھا ہے | میں نے تیری شمع کے علاوہ شمع روشن کرلی ہے

ہیں مکن کایں موج طوفانِ بلاست | دست و پا را آشنا امروز لاست
خبردار ایسا نہ کر، کیونکہ یہ موج بلا کا طوفان ہے | آج تیرنے کے ہاتھ پیر کچھ نہیں ہیں

بادِ قہرست و بلائے شمع کُش | جز کہ شمعِ حق نمی پاید خُمُش
یہ قہر کی ہوا ہے اور شمع کو بجھانے والی بلا ہے | اللہ (تعالیٰ) کی شمع کے علاوہ کوئی شمع ٹھہر نہ سکے گی، چپ ہو جا

گفت نے رفتم برآں کوہِ بلند | عاصم ست آں کہ مرا از ہر گزند
اس نے کہا نہیں، اس بلند پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا | وہ پہاڑ مجھے ہر مصیبت سے بچانے والا ہے

ہیں مکن کہ کوہ کاہ ست ایں زماں | جز حبیب خویش را ندہد اماں
خبردار! یہ نہ کر اس وقت پہاڑ تنکا ہے | وہ اپنے دوست کے علاوہ کسی کو پناہ نہ دیگا

گفت من کے پندِ تو بشنودہ ام | کہ طمع کردی کہ من زیں دودہ ام
اس نے کہا میں نے تیری نصیحت کب سُنی ہے؟ | تو نے یہ سوچا ہے کہ میں اس خاندان کا ہوں

خوش نیامد گفتِ تو ہرگز مرا | من بری ام از تو در ہر دو سرا
تیری گفتگو ہرگز مجھے پسند نہیں آئی | میں تجھ سے دونوں جہان میں بیزار ہوں

ہیں مکن بابا کہ روزِ ناز نیست | مر خدا را خویشی و انباز نیست
خبردار! بابا یہ نہ کر، یہ ناز کا دن نہیں ہے | خدا کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں ہے

تاکنوں کردی و ایں دم نازکیست | اندریں درگاہ کسے را ناز کیست
تو نے اب تک (ناز) کیا اور یہ نازک وقت ہے | اس دربار میں کسی کو ناز کا حق، کب ہے؟

لم یلد لم یولد ست او از قدم | نے پدر دارد نہ فرزند و نہ عم
ازل سے نہ اس کے بیٹا پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اللہ کے لئے | نہ باپ رکھتا ہے نہ بیٹا اور نہ چچا

نازِ فرزنداں کجا خواہد کشید | رازِ بابایاں کجا خواہد شنید
وہ اولاد کا (سا) ناز کہاں برداشت کریگا؟ | باپوں کا راز کہاں سُنے گا؟

نیستم مولود پیرا کم بناز | نیستم والد جوانا کم گراز
(خدا فرمائیگا) میں بیٹا نہیں ہوں اے بڑھے ناز کر | میں باپ نہیں ہوں اے جوان! نہ اکڑ

نیستم شوہر نیم من شہوتی | ناز را بگذار اینجا اے ستی
میں شوہر نہیں ہوں میں شہوت والا نہیں ہوں | اے خاتون! اس جگہ ناز کو چھوڑ دے

لے آشنا۔ شناوری، تیراکی۔ شمع۔ یعنی تدبیر۔ شمع افروختم۔ یعنی میں نے بچنے کی یہ تدبیر سوچی ہے کہ تیروں گا۔ لا۔ معدوم۔ خمش۔ چپ ہو جا۔

۲ کوہِ بلند۔ قرآن پاک میں کنعان کا مقولہ مذکور ہے سَاٰوِیْ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ میں پہاڑ پر پناہ گزین ہو جاؤنگا۔ وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔ ندہد اماں یعنی خدا امن نہ دے گا۔ دودہ۔ خاندان۔ مر خدا را۔ ناز کی بنیاد رشتہ داری اور شرکت وغیرہ ہوتی ہے۔ نازکیست پہلے مصرع میں بمعنی نازکی است ہے اور دوسرے مصرع میں بمعنی ناز کے است ہے۔

۳ نازِ فرزنداں۔ جبکہ وہ لم یلد اور لم یولد ہے تو اس کی جناب میں نہ بیٹوں کے ناز کی گنجائش ہے نہ باپوں کے راز کی گنجائش ہے۔ پیرا۔ اے بڑھے۔ گراز۔ گرازیدن اکڑ کر چلنا۔ شہوتی۔ مردانہ خواہش کی بنیاد پر مرد عورت کی ناز برداری کرتا ہے ستی۔ عورت، بیوی۔

جز خضوع و بندگی و اضطرار — اندریں حضرت ندارد اعتبار
سوائے عاجزی اور غلامی اور بیچارگی کے — اِس دربار میں کسی کا اعتبار نہیں ہے

گفت بابا سالہا ایں گفتۂ — باز میگوئی بجہل آشفتۂ
اُس نے کہا، ابا! تم نے یہ سالہا کہا ہے — پھر کہتے ہو، نادانی سے بہک رہے ہو

چند ازینہا گفتۂ با ہر کسے — تا جواب سرد بشنودی بسے
تم نے ہر شخص سے یہ باتیں بہت کہی ہیں — حتیٰ کہ بہت سے بے مروتی کے جواب سُنے ہیں

ایں دمِ سردِ تو در گوشم نرفت — خاصہ اکنوں کہ شدم دانا و زفت
تمہاری یہ بے اثر بات میں نے نہیں سُنی — خصوصاً اب جبکہ میں عقلمند اور بڑا ہو گیا ہوں

گفت بابا چہ زیاں دارد اگر — بشنوی یک بار تو پندِ پدر
(حضرت نوحؑ نے) فرمایا بابا! کیا حرج ہوگا اگر — ایک بار تو باپ کی نصیحت مان لے گا

ہمچنیں میداد اُو پندِ لطیف — ہمچناں می گفت اُو دفعِ عنیف
وہ اسی طرح مشفقانہ نصیحت کرتے رہے — وہ اسی طور پر سختی سے اِنکار کرتا رہا

نے پدر از نصحِ کنعاں سیر شد — نے دمے در گوشِ آں ادبیر شد
نہ تو باپ کا کنعان کو نصیحت کرنے سے پیٹ بھرا — نہ کوئی بات اُس بدبخت کے کان میں پڑی

اندریں گفتن بُدند و موجِ تیز — بر سرِ کنعاں زد و شد ریز ریز
وہ اِسی گفتگو میں تھے اور تیز موج نے — کنعان کے سر پر ضرب لگائی اور وہ ریزہ ریزہ ہو گیا

نوحؑ گفت اے بادشاہِ بُردبار — مر مرا خر مُرد و سیلت بُرد بار
نوحؑ نے عرض کیا، اے حلیم بادشاہ! — میرا گدھا مرا اور تیرا سیلاب سامان بہا لے گیا

وعدہ کردی مر مرا تو بارہا — کہ بیابد اہلت از طوفاں رہا
تو نے مجھ سے بارہا وعدہ کیا — کہ تیرے اہل طوفان سے نجات پائیں گے

دل نہادم بر اُمیدت من سلیم — پس چرا بربود سیل از من گلیم
مجھ بھولے نے تیری اُمید پر بھروسہ کیا — پھر طوفان میری کملی کیوں بہا لے گیا؟

گفت اُو از اہل و خویشانت نبود — خود ندیدی تو سفیدی از کبود
(اللہ تعالےٰ نے) فرمایا وہ تیرے اہل اور اپنوں میں سے نہ تھا — تو نے خود سفید کو نیلے سے ممتاز نہ کیا

چونکہ در دندانِ تو کرم اُوفتاد — نیست دنداں برکنش اے اُوستاد
جب تیرے دانت میں کیڑا لگ گیا — وہ دانت نہیں ہے اے اُستاد! اسکو اُکھاڑ دے

۱؎ عجز۔ اللہ کے دربار میں صرف عاجزی اور زاری کام دیتی ہے۔ گفت بابا۔ یعنی کنعان نے حضرت نوحؑ سے کہا جوابِ سرد یعنی تلخ جواب۔ دمِ سرد۔ بے اثر بات۔ دانا یعنی جبکہ بچپن میں جو کمزوری اور نادانی کا وقت ہوتا ہے تمہارا کہنا نہ مانا تو اب طاقت اور عقل کے وقت کیسے مان سکتا ہوں۔ زیاں۔ نقصان۔

۲؎ ادبیر۔ بدبخت۔ موجِ تیز۔ قرآن پاک میں ہے وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ اور حائل ہو گئی اُن دونوں (کنعان اور حضرت نوحؑ) کے درمیان موج اور وہ ڈوب گیا۔ خر مرگ۔ یہ محاورہ پوری تباہی اور بربادی کے وقت بولا جاتا ہے۔

۳؎ سلیم۔ بھولا انسان۔ گلیم۔ کملی۔ بربودن۔ لوٹ لینا۔ گفت۔ اللہ نے فرمایا قرآن پاک میں ہے۔ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ اے نوحؑ! تمہارا بیٹا تمہارے اہل میں سے نہیں ہے اُس کے عمل اچھے نہیں ہیں۔ چونکہ جب کوئی عضو بیکار ہو جائے تو اُس کو جدا کر دینا ضروری ہو جاتا ہے ورنہ تمام جسم پر خراب اثرات پڑتے ہیں۔

تاکہ باقی تن نگردد زار ازو
تاکہ باقی جسم اس سے کمزور نہ بنے

گرچہ بود آں تو شو بیزار ازو
اگرچہ وہ تیرا تھا تو اس سے بیزار ہو جا

گفت[۵۱] بیزارم ز غیر ذاتِ تو
عرض کیا تیری ذات کے غیر سے میں بیزار ہوں

غیر نبود آنکہ باشد ماتِ تو
جو تجھ میں فنا ہو گیا وہ غیر نہ ہوگا

تو ہمی دانی کہ چونم با تو من
تو جانتا ہے کہ میرا تجھ سے کیا تعلق ہے

بیست چندانم کہ باراں را چمن
اس سے بیس گنا ہے جو چمن کو بارش سے ہے

زندہ از تو شاد از تو عائلے
(میں) تجھ سے زندہ، تجھ سے خوش ہوں (ایک محتاج ہوں)

مغتذی بے واسطہ بے حائلے
بغیر کسی واسطہ (اور) بغیر بیچ والے کے تجھ سے روزی پانے والا ہوں

متصل نے منفصل نے اے کمال
اے (خداوند) کمال (وہ) نہ جڑا ہوا ہے نہ جدا

بلکہ بیچون و چگونہ و اعتلال
بلکہ (اس کا تجھ سے تعلق) ہمیشگی اور بے کیف اور بے علت ہے

ماہیانیم و تو دریائے حیات
ہم مچھلیاں ہیں اور تو زندگی کا سمندر ہے

زندہ ایم از لطفت اے نیکو صفات
اے اچھی صفتوں والے (خداوندا) تیری مہربانی سے ہم زندہ ہیں

تو نگنجی[۵۲] در کنارِ فکرتے
تو عقل کے پہلو میں نہیں سماتا ہے

نے بمعلولی قرین چوں علتے
نہ معلول ہونے کی وجہ سے کسی علت سے وابستہ ہے

پیش ازیں طوفان و بعد ایں مرا
اس طوفان سے پہلے اور اس کے بعد میرے لئے

تو مخاطب بودہ در ماجرا
(ہر) قصہ میں تو مخاطب ہے

با تو می گفتم نہ با ایشاں سخن
میں تجھ سے بات کرتا ہوں نہ کہ ان سے

اے سخن بخش نو و آں کہن
اے آنیوالے اور گذرے ہوئے زمانہ میں بات کی طاقت عطا کرنیوالے

نے کہ عاشق روز و شب گوید سخن
کیا عاشق دن رات باتیں نہیں کرتا ہے؟

گاہ با اطلال و گاہے با دمن
کبھی کھنڈروں اور کبھی کوڑی سے

روی[۵۳] در اطلال کردہ ظاہرا
بظاہر کھنڈروں کی طرف رخ کر کے

او کرا می گوید آں مدحت کرا
وہ کس سے کہتا ہے (اور) کس کی تعریف کرتا ہے؟

شکر طوفاں را کنوں بگماشتی
شکر ہے، اب تو نے طوفان مسلط کر دیا

واسطہ اطلال را بر داشتی
کھنڈروں کا واسطہ اٹھا دیا

زانکہ اطلال لئیم و بد بدند
کیونکہ وہ کھنڈر اور کمینے اور بد تھے

نے ندائے نے صدا می زدند
نہ پکارتے تھے نہ صدائے بازگشت دیتے تھے

---

[۵۱] گفت بیزارم۔ حضرت نوحؑ پر حقیقت واضح ہو گئی تو بیٹے کی بربادی کا شکوہ ختم ہو گیا اور انہوں نے معذرت شروع کر دی۔ چمن۔ چمن بارش کا محتاج ہے۔ عائل۔ عیال دار۔ مفلس۔ مغتذی۔ غذا حاصل کرنیوالا۔ متصل نے۔ حضرت نوحؑ چونکہ ذاتِ باری میں فنا ہو چکے تھے تو انکو ذاتِ باری سے متصل بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اتصال دوئی کو چاہتا ہے اور منفصل بھی نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ وصول الی اللہ کی کیفیت ناقابلِ بیان ہے۔

[۵۲] تو نگنجی۔ ذاتِ باری فکر و خیال سے بالاتر ہے۔ نے بمعلولی۔ ذاتِ باری کسی علت کی معلول نہیں ہے۔ پیش۔ طوفان سے پہلے اور طوفان کے بعد، تو ہی میرا مخاطب ہے اور تو ہی ہر زمانہ میں بات کرنے کی توفیق عطا کرنیوالا ہے۔ کہ عاشق۔ عاشق عموماً محبوب کے کھنڈرات اور نشانات سے گفتگو کیا کرتے ہیں لیکن در اصل روئے سخن محبوب کی طرف ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسروں سے بات کرتے وقت بھی میرا روئے سخن تیری ہی طرف ہوتا تھا۔

[۵۳] روی۔ عاشق کا رخ گو محبوب کے ٹیلوں اور کھنڈرات کی طرف ہوتا ہے لیکن مقصود محبوب کا ذکر ہوتا ہے۔ اطلال۔ طلل کی جمع ہے، ٹیلہ۔ شکر۔ تیرا شکر ہے کہ اب تو نے ان اشخاص کو بھی ختم کر دیا جو باتیں کرنے میں درمیانی واسطہ بمنزلہ ٹیلوں کے تھے۔ نے ندائے۔ وہ اشخاص ایسے تھے کہ نہ خود صحیح بات کرتے تھے نہ میری بات کا صحیح جواب دیتے تھے۔

مَن [۱] چناں اطلال خواہم در خطاب — کز صدا چوں کوہ وا گوید جواب
میں خطاب کے لئے ایسے کھنڈر چاہتا ہوں — جو پہاڑ کی طرح صدائے بازگشت سے جواب دیں

تا مُثنّٰی بشنوم مَن نامِ تو — عاشقم بر نامِ جاں آرامِ تو
تاکہ میں تیرا نام مکرر سنوں — میں تیرے جان کو آرام دینے والے نام کا عاشق ہوں

ہر نبی زاں دوست دارد کوہ را — تا مُثنّٰی بشنود نامِ ترا
ہر نبی پہاڑ کو اسی لئے دوست رکھتا ہے — تاکہ تیرے نام کو مکرر سنے

آں کہِ پست مثالِ سنگلاخ — موش را شاید نہ ما را در مناخ [۲]
وہ پست پہاڑ جو پتھریلی زمین جیسا ہے — پڑاؤ کے لئے چوہے کے لائق ہے نہ کہ ہمارے

من بگویم اُو نگردد یارِ من — بے صدا ماند دمِ گفتارِ من
میں بولتا ہوں وہ میرا یار نہیں بنتا ہے — میرے بولنے کے وقت بغیر صدائے بازگشت کے رہ جاتا ہے

باز میں آں بہ کہ ہموارش کُنی — نیست ہمدم با عدم یارش کُنی
یہ بہتر ہے کہ تو اس کو زمین کے برابر کر دے — وہ ساتھی نہیں ہے اس کو عدم کا یار بنا دے

گفت اے نوحؑ ار تو خواہی جملہ را — حشر گردانم برآرم از ثریٰ
فرمایا اے نوحؑ! اگر تو چاہے (تو) سب کو — از سر نو زندہ کر دوں، مٹی سے نکال لوں

بہرِ کنعانے [۳] دلِ تو نشکنم — لیکنت از احوال آگاہ می کنم
ایک کنعان کی وجہ سے میں تیرا دل نہ توڑوں گا — لیکن تجھے حالات سے آگاہ کرتا ہوں

گفت نے نے راضیم کہ تو مرا — ہم کُنی غرقہ اگر باید ترا
عرض کیا نہیں نہیں، میں راضی ہوں کہ تو مجھے — بھی ڈبو دے اگر تیری مرضی ہو

ہر زمانم غرقہ می کُن من خوشم — حکمِ تو جانست و چوں جاں می کشم
تو مجھے ہر وقت ڈبوتا رہ میں خوش ہوں — تیرا حکم جان ہے اور میں جان کی طرح اس کو برداشت کرتا ہوں

ننگرم کس را وگر ہم بنگرم — اُو بہانہ باشد و تو منظرم
میں کسی کو نہیں دیکھتا ہوں اور اگر میں دیکھوں بھی — وہ بہانہ ہوگا اور تو میرے پیش نظر ہوگا

عاشقِ صُنعِ توام در شکر و صبر — عاشقِ مصنوع کے باشم چو گبر
میں صبر و شکر کے ساتھ تیرے کام کا عاشق ہوں — میں بت پرست کی طرح مصنوع کا کب عاشق ہوں؟

[۱] مَن چناں۔ مجھے ایسے مخاطبوں کی ضرورت ہے جن سے صدائے بازگشت نکلے یعنی میں تیرا ذکر کروں تو وہ بھی تیرا ذکر کریں۔ تا مثنّٰی۔ میں تیرا ذکر کروں اور وہ بھی تیرا ذکر کریں تو تیرا نام مکرر سنوں گا۔
[۲] مناخ۔ پڑاؤ، ٹھکانا۔ من بگویم۔ دنیا داروں کے سامنے جب دین کی بات کی جاتی ہے تو وہ دم بخود رہ جاتے ہیں ایسے لوگ صلحا کی صحبت کے لائق نہیں ہیں۔ باز میں۔ ایسے پست فطرت لوگوں کا زیر زمین ہو جانا بہتر ہے۔ گفت۔ حضرت نوحؑ سے اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہ اگر تیری خواہش ہے تو صرف کنعان کو ہی نہیں میں سب کو زندہ کر دوں۔ ثریٰ۔ مٹی۔
[۳] بہر کنعانے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ سے فرمایا تیرے بیٹے کنعان کے معاملے میں میں تیری دلشکنی نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ گفت۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ اب میں کنعان کی نجات کا خواہاں نہیں ہوں تیری مرضی پر راضی ہوں تیری مرضی ہو تو مجھے بھی غرق کر دے۔ حکم تو۔ تیرا حکم مجھے جان کی طرح پیارا ہے۔ ننگرم۔ تیری ذات کے سوا اگر کوئی منظور نظر نہیں ہے اگر کوئی دوسرا منظور نظر ہے وہ بھی تیرے لئے ہی ہے۔ عاشق۔ میں خدا اور اس کے عمل کا عاشق ہوں مخلوق کا عاشق نہیں ہوں۔ گبر۔ بت پرست غیر اللہ سے عشق کرتے ہیں۔

عاشقِ صُنعِ خدا با فر بُوَد — عاشقِ مصنوعِ اُو کافر بُوَد

اللہ کے فعل کا عاشق باعزت ہوتا ہے — اُس کی بنائی ہوئی چیز کا عاشق کافر ہوتا ہے

درمیانِ ایں دو فرقے بس خفیست[1] — خود شناسد آنکہ در رُوبت صفیست

اِن دونوں باتوں میں بہت باریک فرق ہے — وہ پہچانتا ہے جو تاڑنے میں ممتاز ہے

توفیق میانِ ایں دو حدیث کہ الرِّضا بالکفرِ کفرٌ وحدیثِ دیگر کہ مَن لَم یَرضَ بِقَضائِی وَلَم یَصبِر عَلٰی بَلائِی فَلیَطلُب رَبًّا سِوائِی

اِن دو حدیثوں میں تطبیق کہ کفر پر رضامندی کفر ہے اور دوسری حدیث کہ جو شخص میری قضا پر راضی نہ ہو اور میری (طرف سے نازل شدہ) بلا پر صبر نہ کرے اُسکو چاہیئے کہ میرے سوا وہ کوئی اور خدا تلاش کرے

دی سوالے کرد سائل مر مرا — زانکہ[2] عاشق بُود اُو بر ماجرا

کل ایک سوال کرنیوالے نے مجھ سے سوال کیا — کیونکہ وہ بحث کا عاشق تھا

گفت نکتۂ الرِّضا بِالکفرِ کفر — ایں پیمبر گفت و گفتِ اُوست مہر

اُس نے کہا کفر پر رضامندی کفر ہے، نکتہ ہے — یہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے اور اُن کا فرمانا مہر ہے

باز فرمود اُو کہ اندر ہر قضا — مر مسلماں را رضا باید رِضا

پھر اُنھوں نے فرمایا کہ ہر قضا پر — مسلمان کو راضی ہونا چاہیئے

نے قضائے حق[3] بود کفر و نفاق — گر بدیں راضی شوم گردد شقاق

کیا کفر اور نفاق اللہ (تعالٰے) کا فیصلہ نہیں ہے؟ — اگر میں اِس پر راضی ہو جاؤں، گمراہی ہوگی

ور نِیم راضی بُود آں ہم زیاں — پس چہ چارہ باشدم اندر میاں

اور اگر میں راضی نہیں ہوں یہ بھی نقصان ہوگا — تو اُس میں میرے لئے کیا تدبیر ہے؟

گفتمش ایں کفر مقضی[4] نے قضاست — ہست آثارِ قضا ایں کفر راست

میں نے اُس سے کہا یہ کفر مقضی ہے قضا نہیں ہے — فی الواقع یہ کفر قضا کے آثار میں سے ہے

پس قضا را خواجہ از مقضی بدا — تا اشکالت دفع گردد در زماں

اے خواجہ! قضا اور مقضی میں فرق سمجھ — تاکہ فوراً تیرا اِشکال دفع ہو جائے

اور قضا نہیں ہے، بکفر قضاءِ خداوندی کا اثر ہے جو انسان کے کسب سے انسان میں ظاہر ہوتا ہے۔

[1] دو تمیان یعنی خالق کو رب بنانے اور مخلوق کو رب قرار دینے میں۔ صفی۔ منتخب، ممتاز۔ توفیق۔ دونوں حدیثوں میں تعارض یہ ہے کہ ایک میں فرمایا کہ کفر پر راضی ہونا کفر ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا جو میری قضا پر راضی نہ ہو تو وہ میرا بندہ نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ کفر بھی خدا کی قضا ہے ایسی اِشکال کا جواب پہلے اشعار پر مبنی ہے۔ پہلے اشعار میں کہا تھا کہ اللہ کے صنع اور فعل کا عاشق مومن ہے اور مصنوع اور مخلوق کا عاشق کافر ہے۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ قضاء کفر جو اللہ تعالٰی کا فعل ہے اس پر رضا ضروری ہے اور یہ عین ایمان ہے اور کفر مقضی اور مخلوق ہے اُس سے محبت کرنا کفر ہے لہٰذا دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

[2] زانکہ۔ وہ سوال کرنے والا بحث و مباحثہ کا عاشق تھا۔ مہر یعنی قولِ رسولؐ حجت اور دلیل ہے۔

[3] قضائے حق۔ یعنی کفر اور نفاق بھی اللہ کی قضا ہے اگر میں اُس پر راضی ہو جاؤں تو گمراہی ہے۔ ور نیم۔ یعنی اگر کفر اور نفاق پر راضی نہ ہوں تو دوسری حدیث کا مخالف ہونگا۔

[4] مقضی نے قضا کفر مخلوق اور قضائے خداوندی سے پیدا شدہ چیز ہے اللہ کا فعل

راضیم[1] بر کفر زاں رُو کہ قضاست — نے ازاں رُو کہ نزاع و خبثِ ماست

میں کفر پر اس اعتبار سے راضی ہوں کہ وہ قضا ہے — نہ کہ اس اعتبار سے کہ وہ (خدا سے) جھگڑا اور ہماری خباثت ہے

کفر از رُوئے قضا خود کُفر نیست — حق را کافر مخواں اینجا مایست

قضا کے اعتبار سے کفر، کفر نہیں ہے — اللہ (تعالیٰ) کو کافر نہ کہہ اس جگہ نہ ٹھہر

کفر جہل ست و قضائے کفر علم — ہر دو یک کے باشد آخر حلم و حلم

کفر جہل ہے اور کفر کی قضا علم ہے — آخر بُردباری اور غصہ دونوں ایک کب ہوتے ہیں!

زشتی[2] خط زشتی نقاش نیست — بلکہ ازوے زشت را بنمود نیست

خط کا بھدا پن نقاش کی بُرائی نہیں ہے — بلکہ اس کی جانب سے بھدے پن کی نمائش ہے

قُوت نقاش باشد آنکہ اُو — ہم تواند زشت کردن ہم نکو

یہ تو نقاش کی مہارت ہوگی کہ وہ — وہ بھیانک بھی بنا سکتا ہے اور اچھا بھی

گر کشایم بحث ایں را من بساز — تا سوال و تا جواب آید دراز

اگر میں ساز و ساماں کے ساتھ اس بحث کو کھولوں — تاکہ سوال اور جواب دراز ہو جائے

ذوق نکتہ عشق از من میرود — نقش خدمت نقش دیگر می شود

عشق کے نکتہ کا ذوق مجھ میں سے جاتا رہے گا — (اور) خدمت کا نقش دوسرا نقش بن جائے گا

مَثَل[3] در بیانِ آنکہ حیرت مانعِ بحث و فکرت است

اس بیان میں ایک مثال کہ حیرت بحث اور فکر سے مانع ہے

آں یکے مردِ دو مو[4] آمد شتاب — پیش یک آئینہ دارِ مستطاب

ایک کھچڑی بالوں والا شخص تیزی سے آیا — ایک بھلے آئینہ والے (نائی) کے پاس

گفت از ریشم سفیدی کُن جدا — کہ عروس نو گزیدم اے فتیٰ

کہا میری داڑھی سے سفیدی کو ہٹا دے — کیونکہ اے نوجوان! میں نے نئی شادی کی ہے

ریش اُو ببرید و کُل پیشش نہاد — گفت تو بگزیں مرا کارے فتاد

اس نے اس کی داڑھی کاٹ دی اور اس کے سامنے رکھ دی — کہا تو چن لے، مجھے ایک کام نکل آیا

---

[1] راضیم: بحیثیت فعلِ خداوندی کے کفر پر راضی ہونا عین ایمان ہے اور اس حیثیت سے کہ وہ ہمارے کسب سے وقوع میں آتا ہے اس پر رضا کفر ہے۔ کفر یہاں سے مولانا نے اشکال کا دوسرا جواب دینا شروع فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قضاءِ کفر، کفر نہیں ہے لہٰذا قضاءِ کفر پر رضا کفر پر رضا نہیں ہے۔ قضاءِ کفر کو اگر کفر قرار دیا جائے گا تو نعوذ باللہ خدا پر کافر کا اطلاق ماننا ہوگا اسلئے کہ قضا فعلِ خداوندی ہے اگر وہ کفر ہو تو جس ذات سے فعل قائم ہوتا ہے اس پر فاعل کا اطلاق ہوتا ہے۔ کفر جہل ست۔ یہ اشکال کا تیسرا جواب ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قضاءِ کفر اور کفر دونوں دو جداگانہ چیزیں ہیں۔ قضاءِ کفر از قبیلِ علم ہے اور کفر از قبیلِ جہل ہے لہٰذا دونوں حدیثوں کا مفہوم جداگانہ ہے انہیں کوئی تعارض نہیں ہے۔ قضاءِ کفر کا علم ہونا یا تو اس طور پر ہے کہ قضاءِ خداوندی علمِ خداوندی پر مبنی ہے یا اس اعتبار سے کہ بندہ کے علم ہی پر یہ بات مبنی ہے کہ وہ خدا کو خالقِ کفر مانتا ہے اور کفر و محارِ صفاتِ خداوندی سے جہل پر مبنی ہے۔

[2] زشتی خط۔ یا اشکال کا چوتھا حل ہے کفر بُری چیز ہے اس پر رضا مندی کفر ہے لیکن قضاءِ کفر اور خلقِ کفر اللہ کے اعتبار سے صفتِ کمال ہے اس پر راضی ہونا کفر نہیں ہے بلکہ عین ایمان ہے جیسا کہ ایک خوشنویس ایک بھدی تحریر پر بھی قادر ہو یا ایک مصور بھیانک تصویر کے بنانے پر بھی قادر ہو تو بھدی تحریر اور بھیانک تصویر بُری چیز ہے لیکن اس کا لکھنا اور بنانا خوشنویس اور مصور کا کمال ہے۔ گر کشایم۔ علمِ کلام کی بحثیں ذوقِ عشق کے منافی ہیں۔ نقشِ دیگر۔ علمِ کلام کی نکتہ آفرینیاں علماء عموماً اپنے علمی کمال کو ظاہر کرنے کیلئے کرتے ہیں۔

[3] مثل۔ اہلِ حال اور اہلِ قال میں فرق واضح کرنے کیلئے یہ قصہ نقل کیا ہے جس طرح تمام فضول فرمائش میں نائی اسی طرح اہلِ حال بحث و مباحثہ میں وقت ضائع نہیں کرتے ہیں۔ [4] دو مو یعنی وہ شخص جس کے بال کھچڑی تھے۔ مستطاب، بزرگ، پاکیزہ۔ عروس۔ دلہن، دولہا۔

ایں سوال و ایں جواب است اے گزیں ⁽¹⁾ — کہ سرِ اینہا ندارد مردِ دیں
اے برگزیدہ! یہ سوال اور یہ جواب ہے — کیونکہ دیندار شخص اس قسم کی باتوں کو دھیان میں نہیں لاتا ہے

آں یکے زد سیلیے مر زید را — حملہ کرد او ہم برائے کید را
ایک شخص نے زید کے طمانچہ مارا — اس نے بھی اس پر انتقام میں حملہ کر دیا

گفت سیلی زن سوالت می کنم — پس جوابم گوی وانگہ میزنم
طمانچہ مارنے والے نے کہا میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں — اس کا مجھے جواب دے، پھر مجھے مار لینا

بر قفائے تو زدم آمد طراق ⁽²⁾ — یک سوالے دارم اینجا در وفاق
میں نے تیری گدی پر مارا تو تڑاخ کی آواز آئی — اس کے مناسب یہاں میرا ایک سوال ہے

ایں طراق از دستِ من بود ست یا — از قفا گاہِ تو اے فخرِ کیا
یہ تڑاخ کی آواز میرے ہاتھ کی تھی یا — اے بزرگوں کے فخر! تیری گدی کی تھی

گفت از درد آں فراغت نیستم — کاندریں فکر و تفکر بیستم
اس نے کہا مجھے اس کے درد سے چھٹکارا نہیں ہے — کہ میں اس غور و فکر میں لگوں

تو کہ بیدردی ہمی اندیش ایں — نیست صاحب درد را ایں فکر ہیں
تو چونکہ درد سے خالی ہے، یہ سوچ — خبردار! درد مند کیلئے اس غور اور فکر کا وقت نہیں ہے

دردمنداں را نباشد فکرِ غیر — خواہ در مسجد برو خواہی بدیر
دردمندوں کو غیر کی فکر نہیں ہوتی ہے — خواہ تو مسجد میں جائے، یا بتخانے میں

غفلت ⁽³⁾ و بیدردیت فکر آورد — در خیالت نکتہ بکر آورد
تیری غفلت اور بیدردی سوچنے کا موقع دیتی ہے — تیرے خیال میں نئے نئے نکتے پیدا کرتی ہے

جز غمِ دیں نیست صاحب درد را — می شناسد مرد را و گرد را
دردمند کے لئے دین کے غم کے سوا اور غم نہیں ہے — وہ مرد اور گرد کو پہچانتا ہے

حکمِ حق را بر سر و رو می نہد — حفظ و فکر خویش یکسو می نہد
اللہ (تعالیٰ) کے حکم کو سر اور چہرے پر رکھتا ہے — اپنے خیالات اور تجسّس کو ایک طرف رکھ دیتا ہے

حکایت

در صحابہ کم بُدے حافظ کسے — گرچہ شوقے بود جان شاں را بسے
صحابہ میں کوئی حافظ کم ہوتا تھا — اگرچہ ان کی جان کو بہت شوق تھا

⁽¹⁾ ایں سوال۔ یعنی ایسی فضول فرمائش کا یہی جواب مناسب تھا جو آپ نے دیا۔ اس قصے سے بھی یہ ظاہر کرنا ہے کہ صاحبِ عشق تو اپنی لگن میں لگا رہتا ہے فضول بحثوں کا اس کے پاس وقت نہیں ہوتا جس کے طمانچہ لگا تھا وہ درد میں مبتلا تھا اس کو طمانچہ مارنے والے کی لغو بحث کی فرصت کہاں تھی۔ سیلی زن۔ طمانچہ مارنے والا۔

⁽²⁾ بر قفا۔ گدی پر۔ طراق۔ طمانچہ کی آواز۔ وفاق۔ مناسبت، اتفاق۔ گفت۔ جسکے طمانچہ لگا تھا اس نے کہا۔ بیستم۔ بایستم۔ تو کہ۔ تو چونکہ درد سے خالی ہے اس لئے اس طرح کی بحثیں تیرے دماغ میں آ رہی ہیں۔ خواہ در مسجد۔ حق پرست ہو یا باطل پرست وہ اپنی دھن میں لگا رہتا ہے وہ عقلی بحثوں میں نہیں پڑتا ہے۔

⁽³⁾ غفلت۔ جو دین سے غافل اور دردِ عشق سے خالی ہے وہ لایعنی منطقی بحثیں کرتا ہے۔ حکمِ حق۔ دردمند تو اللہ کے احکام بجالانے میں منہمک رہتا ہے۔ حکایت۔ صحابہ کرام چونکہ دردِ حق میں مبتلا رہتے تھے اس لئے اُن کو قرآن کے حفظ کا وقت نہ ملتا تھا۔ در صحابہ۔ صحابہ میں حافظ قرآن کم تھے۔ ایک ایک سورت کے معانی میں تفکر کے اندر اُن کا سب وقت لگتا تھا مشہور صحابہ میں صرف چار حافظ تھے۔ ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت، ابو زید۔

زانکہ[1] چوں مغزش در آگند و رسید
کیونکہ جب اُس کا گودا بھر گیا اور پک گیا

قشرہا شد بس رقیق و واکفید
چھلکے بہت پتلے ہو گئے اور پھٹ گئے

قشرِ جوز و فستق و بادام ہم
اخروٹ، اور پستہ اور بادام، کا چھلکا بھی

مغز چوں آگندشاں شد پوست کم
جب اُن میں گودا بھرا، چھلکا گھٹا

مغزِ علمم افزود کم شد پوستنش
علم کا گودا بڑھا، تو اُس کا چھلکا گھٹا

زانکہ عاشق را بسوزد دوستنش
کیونکہ عاشق کو اُس کا معشوق جلا دیتا ہے

وصفِ[2] مطلوبی چو ضدِ طالبی ست
محبوبیت کی صفت، محبیت کی ضد ہے

وحی و برقِ نور سوزندۂ نبی ست
وحی اور نور کی بجلی نبی کو جلا دینے والی ہی

چوں تجلی کرد اوصافِ قدیم
جب قدیم اوصاف کی تجلی پڑی

پس بسوزد وصفِ حادث را گلیم
تو کلیم اللہ نے حادث کی صفت کو جلا دیا

رُبعِ[3] قرآں ہر کرا محفوظ بود
جس کو چوتھائی قرآن حفظ تھا

جَلَّ فِینَا از صحابہ می شنود
تو وہ صحابہ سے سنتا تھا کہ ہم میں بڑھ گیا۔

جمعِ صورت با چنیں معنیٔ ژرف
ایسے گہرے معنیٰ کے ساتھ الفاظ کا جمع ہو جانا

نیست ممکن جز ز سلطانے شگرف
بڑے بادشاہ کے علاوہ کسی کیلئے ممکن نہیں ہے

در چنیں[4] مستی مراعاتِ ادب
ایسی مستی میں ادب کی نگہداشت

خود نباشد ور بود باشد عجب
نہیں ہو سکتی، اگر ہو تو تعجب ہے

اندر استغنا[5] مراعاتِ نیاز
بے نیازی میں نیاز مندی کی نگہداشت

جمعِ ضدین ست چوں گرد و دراز
گول اور لمبے جیسے ضدین کو جمع کرنا ہے

جمعِ ضدین[6] از نیاز افتاد و ناز
نیاز اور ناز کو جمع کرنا دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے

باز در وقتِ تحیر امتیاز
پھر تحیر کے وقت امتیاز کو باقی رکھنا ضدین کو جمع کرنا ہے

چوں عصا[7] معشوقِ عمیاں می شود
جیسا کہ لاٹھی اندھوں کی محبوب ہے

کور خود صندوقِ قرآں می شود
کور باطن، قرآن کا صندوق بن جاتا ہے

[1] زانکہ۔ صحابہ کرام مغز اور معانی قرآن سے پُر تھے اُنکے لئے الفاظ کی زیادہ اہمیت نہ تھی مغز علم۔ قاعدہ ہے جب پھل پکنے پر آ جاتا ہے اور اُس میں مغز بھر جاتا ہے تو چھلکا گھٹ جاتا ہے اور رقیق ہو کر پھٹنے لگتا ہے۔

[2] وصف مطلوبی۔ محبوب اور محب عاشق و معشوق دو جداگانہ چیزیں ہیں جب تک یہ دوئی ہے وصل حقیقی حاصل نہیں ہو سکتا۔ وحی۔ آنحضور پر وحی نازل ہوئی تو فنائیت کا درجہ حاصل ہوا اور دوئی ختم ہوئی۔ چوں تجلی۔ صفات باری کی تجلی اوصاف بشریت کو ختم کر دیتی ہے۔ ربع قرآن۔ صحابہ کرام میں وحی الٰہی نے فنائیت کی صفت پیدا کر دی تھی لہٰذا مشاہدۂ حق اور استغراق بالعمل حفظِ قرآن کا موقع نہ دیتا تھا چوتھائی قرآن بھی حفظ کر لینا اُن کیلئے بڑی بات تھی۔ جمع صورت۔ قرآن کے اسرار اور گہرے معنی کو سمجھتے ہوئے الفاظ کو یاد کرنا بڑے ہی انسان کا کام ہے۔

[4] در چنیں مستی۔ صحابہ کرام کو مشاہدۂ حق سے جو مستی حاصل تھی اُس کے ہوتے ہوئے حفظِ قرآن کے آداب کا پابند ہو جانا ہر انسان سے ممکن نہیں ہے۔ اندر استغنا۔ مشاہدۂ حق کی مستی استغنا پیدا کر دیتی ہے اُس کے ہوتے ہوئے نیاز مندی کی نگہداشت دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے اور ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص گول اور دراز چیز کو جمع کر لے۔ جمع ضدین۔ ناز اور نیاز کو جمع کرنا اور مقامِ حیرت میں پہنچ کر امتیاز کو باقی رکھنا دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے۔ صفات خداوندی کا تقاضہ ناز ہوتا ہے اور عبودیت کا تقاضہ نیاز۔ تحیر محمود کے مقام پر بھی عبد و معبود کا فرق قائم رکھنا یہ صحابہ کرام ہی کر سکتے تھے۔ چوں عصا۔ قرآن کے معانی اور اسرار و حکم کو جانے بغیر الفاظ کو رٹ لینا اور اُن سے عشق کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اندھے کو لاٹھی سے عشق ہوتا ہے اور ایسے حافظ قرآن کی مثال صندوق کی سی ہے جس میں قرآن محفوظ کر دیا جائے تو صندوق کو اُسکے معانی اور اسرار کا علم ہے نہ اُس شخص کو۔

گفت[1] کوراں خود صنادیق اند پُر — از حروفِ مُصحف و ذکر و نُذُر

(کسی نے) کہا ہے اندھے خود بھرے ہوئے صندوق ہیں — قرآن کے حروف اور ذکر اور نصیحت سے

باز صندوقے پُر از قرآں بِہ است — زانکہ صندوقے بود خالی بدست

پھر قرآن سے بھرا ہوا صندوق بہتر ہے — اس سے کہ خالی صندوق ہاتھ میں ہو

باز صندوقے کہ خالی شد ز بار — بِہ ز صندوقے[2] کہ پُر موش ست و مار

پھر وہ صندوق جو بوجھ سے خالی ہے — اُس صندوق سے بہتر ہے جو چوہوں اور سانپوں سے بھرا ہوا ہو

حاصل اندر وصل چوں افتاد مرد — گشت دلالہ بہ پیشِ مرد سرد

خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان وصل پر پہنچ جائے — تو (اُس) انسان کیلئے رہنمائی کرنے والا بے حقیقت ہے

چوں بمطلوبت رسیدی اے ملیح — شد طلبگاریِ علم اکنوں قبیح

اے خوبصورت! جب تو اپنے محبوب تک پہنچ گیا — تو اب (راستہ کی) جانکاری کی طلب بری ہے

چوں[3] شدی بر بامہائے آسماں — سرد باشد جستجوئے نردباں

جب تو آسمان کے بالاخانوں پر پہنچ گیا — تو سیڑھی کی جستجو بے وقعت ہو گئی

جز برائے یاری و تعلیمِ غیر — سرد باشد راہِ خیر از بعدِ خیر

سوائے دوسرے کی تعلیم اور مدد کے — بھلائی (حاصل ہونیکے) بعد بھلائی کا راستہ بیکار ہے

آئینہ روشن کہ شد صاف و جلی — جہل باشد بر نہادن صیقلی

جو روشن آئینہ صاف اور جلی ہو گیا — اُس کو صیقل پر رکھنا نادانی ہو گی

پیشِ سلطاں خوش نشستہ در قبول — زشت باشد جستن نامہ و رسول

بادشاہ کے سامنے خوش (اور) عزت کیساتھ بیٹھ کر — خط اور قاصد کو تلاش کرنا برا ہو گا

داستانِ مشغول شدنِ عاشق بعشق نامہ و خواندنِ

ایک عاشق کا عشق نامہ میں مشغول ہونا اور عشق نامہ کو اپنے معشوق کے

مطالعہ کردن عشق نامہ در حضورِ معشوقِ خویش و معشوق آنرا

سامنے پڑھنے کا بیان اور معشوق کا اُس کو ناپسند کرنا کیونکہ مدلول

ناپسند داشتن کہ طلبُ الدَّلیلِ عِندَ حضُورِ المدلُولِ قبیحٌ

کی موجودگی میں راہنما کی طلب بری ہے اور معلوم تک پہنچنے کے

وَالاِشتغالُ بِالعِلمِ بَعدَ الوُصُولِ اِلَی المَعلُومِ مَذمُومٌ

بعد علم میں مشغول ہونا برا ہے

[1] گفت۔ کہنے والے نے کہا جو لوگ قرآن کے اسرار اور معانی سے بے بہرہ ہیں اور صرف الفاظ رٹتے ہیں وہ قرآن کے حروف اور ذکر و فکر کی آیتوں کے پُر شدہ صندوق ہیں۔ باز۔ جو لوگ محض قرآن کے الفاظ کے حافظ ہیں وہ بھی اُن سے بہتر ہیں جو الفاظ سے بھی محروم ہیں۔

[2] کہ پُر موش۔ وہ لوگ جن کے سینے قرآن کے الفاظ سے بھی خالی ہیں اُن لوگوں سے بہتر ہیں جن کے سینے خیالات فاسدہ اور باطل عقائد سے بھرے ہوئے ہیں۔ حاصل۔ غرضیکہ جو لوگ واصل بحق ہیں اُن کو کسی راہنما کی ضرورت نہیں ہے۔ چوں۔ جب مقصود حاصل ہو جائے تو اُس کا راستہ معلوم کرنا لغو بات ہے۔

[3] چوں شدی۔ جو شخص بالاخانہ پر پہنچ گیا اُس کیلئے سیڑھی کو تلاش کرنا بیکار ہے۔ جز۔ واصل بحق اگر اللہ سے قرب کے وسائل اور ذرائع کا ذکر کرے تو دوسروں کی تعلیم کے لئے کرے۔ آئینہ۔ جب آئینہ خود صاف ہے تو اُس کو صیقل کرنا لغو کام ہے۔ پیشِ سلطاں۔ جب محبوب تک رسائی ہو جائے تو پھر قاصد اور نامہ و پیام کی جستجو بیکار بات ہے۔

آں یکے را یار پیشِ خود نشاند | نامۂ بیروں کرد و پیشِ یار خواند
ایک (عاشق) کو معشوق نے اپنے سامنے بٹھالیا | اس نے خط نکالا اور معشوق کے سامنے پڑھنے لگا

بیتہا در نامہ و مدح و ثنا | زاری و مسکینی و بس لابہا
خط میں اشعار تھے، اور تعریف و توصیف تھی | عاجزی اور مسکینی اور بہت سی خوشامدیں تھیں

گریہ و افغان و حزن و دردِ خویش | خواری و بیزاری با اہل و خویش
رونا اور فریاد، اور غم، اور اپنا درد | ذلت اور اہل اور اپنوں سے بیزاری تھی

دُوری و رنجوری از ہجرانِ دوست | ذکرِ پیغام و رسول از مغز و پوست
دوست کے ہجر کی وجہ سے دوری اور بیماری | پیام اور قاصد اور رطب و یابس کا تذکرہ

ہمچنیں می خواند با معشوقِ خود | تاکہ بیروں شد ز حصر و حد و عد
وہ اس طرح اپنے معشوق کے سامنے پڑھتا رہا | حتیٰ کہ احاطہ اور حد اور شمار سے تجاوز کر گیا

گفت معشوق ایں اگر بہرِ من ست | گاہِ وصل ایں عمر ضائع کردن ست
معشوق نے کہا اگر یہ (رونا دھونا) میری وجہ سے ہے | تو وصل کے وقت یہ عمر کو ضائع کرنا ہے

من بہ پیشت حاضر و تو قصہ خواں | نیست ایں بارے نشانِ عاشقاں
میں تیرے سامنے ہوں اور تو کہانی پڑھتا ہے | یقیناً یہ عاشقوں کی پہچان نہیں ہے

گفت اینجا حاضری امّا ولیک | من نمی یابم نصیبِ خویش نیک
اس (عاشق) نے کہا تو اس جگہ موجود ہے لیکن | میں اپنا حصہ پورا نہیں پا رہا ہوں

آنچہ میدیدم زِ تو پارینہ سال | نیست ایں دم گرچہ می بینم وصال
میں جو تجھ سے پار سال دیکھتا تھا | وہ اب نہیں ہے اگرچہ میں وصل دیکھ رہا ہوں

من ازیں چشمہ زلالے خوردہ ام | دیدہ و دل زاب تازہ کردہ ام
میں نے اس چشمہ سے صاف پانی پیا ہے | میں نے آنکھوں اور دل کو پانی سے تازہ کیا ہے

چشمہ می بینم ولیکن آب نے | راہِ آبم را مگر زد رہزنے
میں چشمہ دیکھ رہا ہوں لیکن پانی نہیں ہے | میرے پانی کا راستہ شاید کسی ڈاکو نے کاٹا ہو

گفت پس من نیستم معشوقِ تو | من بہ بلغار و مرادت در قتو
اس نے کہا تو میں تیرا معشوق نہیں ہوں | میں بلغار میں ہوں اور تیرا مقصود قتو میں ہے

عاشقی تو بر من و بر حالتے | حالت اندر دست نبود اے فتے
تو مجھ پر اور (میری) ایک حالت پر عاشق ہے | اے نوجوان! حالت قابو میں نہیں ہوتی ہے

لـه آں یکے معشوق کے پاس بیٹھ کر اس کیلئے لکھے ہوئے خطوط پڑھنا معشوق کی ناگواری کا سبب ہوتا ہے۔ بیتہا۔ معشوق کو جو اس نے خط میں لکھا اس میں یہ بیانات تھے جو اس نے معشوق کے پاس بیٹھ کر پڑھنے شروع کر دیئے۔ گفت معشوق۔ معشوق نے سارا مضمون سن کر کہا اگر یہ خط میرے نام تھا تو وصل کی حالت میں اس کا پڑھنا عمر کو ضائع کرتا ہے۔

لـه من بہ پیشت۔ معشوق کی حضوری میں خط پڑھنے کی مصروفیت اور شکوے شکایت عشق سے خالی ہونے کی علامت ہے، عاشق تو محو دیدار ہو کر سب کچھ بھول جاتا ہے۔ گفت۔ عاشق نے معشوق سے کہا تو حاضر ہے لیکن تیرا شباب ڈھل گیا ہے پہلے لطفِ صحبت تھا اب وہ مجھے حاصل نہیں ہے۔ زلال۔ صاف پانی۔

[illegible]

لـه آب نے یعنی تیرا وہ پہلا رنگ روپ نہیں ہے۔ بلغار۔ اس شہر اور قتو شہر میں بہت فاصلہ ہے۔ عاشقی۔ تو میری ذات اور اس کی ایک حالت پر عاشق ہے، احوال میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

پس [1] نیم کلی مطلوب تو من — جزو مقصودم ترا اندر زمن

تو میں بالکلیہ تیرا مطلوب نہیں ہوں — میں زمانہ میں تیرے مطلب کا جزو ہوں

خانۂ معشوقہ ام معشوق نے — عشق بر نقد ست نے بر صندوق نے

میں معشوق نہیں ہوں، معشوق کا گھر ہوں — عشق تو نقدی سے ہے صندوق سے نہیں ہے

ہست معشوق آنکہ او یک تو بود — مبتدا و منتہایت او بود

معشوق تو وہ ہے جو ایک حالت پر ہو — تیرا مبتدا اور منتہا وہ ہو

چوں بیابی اش نمانی منتظر — ہم ہویدا او بود ہم نیز سر

جب تو اس کو پالے تو منتظر نہ رہ — ظاہر میں بھی وہی معشوق ہو اور باطن میں بھی

میر [2] احوال ست نے موقوف حال — بندۂ آں ماہ باشد ماہ و سال

وہ حالات پر حاکم ہوتا ہے نہ کہ حالات کا محکوم — مہینے اور سال اسی چاند کے غلام ہیں

چوں بگوید حال را فرماں کند — چوں بخواہد جسمہا را جاں کند

جب وہ حالات کو حکم دے وہ تابعداری کریں — جب وہ چاہے، جسموں کو روح بنا دے

منتہی نبود کہ موقوف ست او — منتظر بنشستہ باشد حال جو

جو موقوف ہے وہ منتہی نہیں ہے — وہ حال کا تلاش کرنے والا منتظر بیٹھا ہوا ہے

کیمیائے حال باشد دست او — چوں بجنباند شود مس مست او

اس کا ہاتھ، حال کی کیمیا ہوتا ہے — جب وہ ہاتھ ہلا دیتا ہے تو تانبا اس کا مست ہو جاتا ہے

گر بخواہد مرگ ہم شیریں شود — خار و نشتر نرگس و نسریں شود

اگر وہ چاہے تو موت بھی میٹھی ہو جائے — کانٹا اور نشتر بھی نرگس اور نسرین بن جائے

او بود [3] سلطان حال اندر روش — نے چو تو محروم از حال و کشش

وہ سلوک میں حال پر حاکم ہوتا ہے — تیری طرح حال اور کشش سے محروم ہوتا ہے

آنکہ او موقوف حال آدمی ست — کہ گہے افزون و گاہے در کمی ست

جو حال کا محکوم ہے وہ (صرف) آدمی ہے — کہ کبھی بڑھوتری میں ہے اور کبھی کمی میں ہے

---

[1] پس نیم۔ یعنی میری پوری ذات تیری معشوق نہیں ہے بلکہ میری ذات تیرے معشوق کا جزو ہے۔ خانہ۔ یعنی میں تیرا معشوق نہ ہوا بلکہ وہ جزائی معشوق تھی جو میری ذات میں تھی لہٰذا میں صندوق تھا اور جزائی اس کے اندر کی نقدی کی طرح تھی تو عشق صندوق سے نہیں ہوتا بلکہ نقدی سے ہوتا ہے ہست۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے کہ عارضی حسن معشوق بنانے کے قابل نہیں ہے۔ عشق اسی ذات سے ہونا چاہیئے جو لازوال ہے۔ انسان کی ابتدا بھی وہی ہے اور منتہی بھی وہی ہے۔ اَللّٰہُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ۔ اللہ ہی شروع میں پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ پیدا کریگا پھر تم اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔ چوں بیابی۔ اللہ کے وصل کے بعد پھر کسی معشوق کا خطرہ بن وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے۔ ھُوَ الظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ

[2] میر احوال ست۔ عاشق خدا احوال پر حاکم ہوتا ہے احوال کا محکوم نہیں۔ زمانہ اس عاشق کا محکوم ہوتا ہے۔ وہ احوال پر حکمرانی کرتا ہے اور جسموں کو روح بنا دیتا ہے، حال اصطلاح میں وہ کیفیت ہے جو قلب پر بغیر کسی تکلف اور کوشش کے محض خداوندی عنایت سے وارد ہوتی ہے۔ جیسے قبض و بسط اور ذوق و شوق وغیرہ اور یہ کیفیت کسی نفسانی صفت کے ظہور کے وقت زائل ہو جاتی ہے لیکن جس کو عشق الٰہی میں فنا فی الفنا کا درجہ حاصل ہو جائے وہ ان احوال کا محکوم نہیں رہتا بلکہ ان پر حاکم بنجاتا ہے۔ منتہی نبود۔ جو شخص احوال کے تابع ہے وہ کامل نہیں ہے۔ کیمیائے حال۔ فنا فی الفنا کے درجہ پر پہنچکر احوال اس عاشق کے تابع ہو جاتے ہیں جس حال کی اس کو خواہش ہو وہ پیدا ہو جائیگا وہ چاہے تو موت جیسی تلخ چیز بھی شیریں بنجاتی ہے اور کانٹے پھول بنجاتے ہیں غرضکہ وہ صاحب تصرفات ہوتا ہے

[3] او بود۔ یعنی فنا فی الفنا کے درجہ پر پہنچکر احوال پر پورا قابو ہو جاتا ہے۔ آنکہ او۔ جو احوال کا محکوم ہوتا ہے اس میں قوتِ بشری کا غلبہ رہتا ہے اس کو کبھی عروج اور کبھی نزول کی کیفیتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

صوفی ابن الوقت باشد در مثال ❊ لیک صافی فارغ ست از وقت و حال

صوفی مثلاً، ابن الوقت ہوتا ہے ❊ لیکن اہل صفا وقت اور حال سے بے نیاز ہوتا ہے

حالہا موقوفِ عزم و رائے او ❊ زندہ از نفخِ مسیح آسائے او

احوال اس کے ارادے اور رائے کے تابع ہیں ❊ اس کی مسیح جیسی پھونک سے زندہ ہیں

عاشقِ حالی نہ عاشق بر منی ❊ بر امیدِ حال بر من می تنی

تو میرے حال کا عاشق ہے، نہ کہ مجھ پر ❊ تو حال کی امید پر، مجھ پر جھکتا ہے

آنکہ گہ ناقص گہے کامل بود ❊ نیست معبودِ خلیل آفل بود

وہ جو کبھی ناقص، کبھی کامل ہو ❊ وہ خلیل (اللہ) کا معبود نہیں ہے، غروب ہوجانیوالا ہے

وانکہ آفل باشد و گہ آن و این ❊ نیست دلبر لا احب الآفلین

وہ جو کہ غروب ہو جانے والا ہو اور کبھی ایسا اور کبھی ویسا ❊ وہ معشوق نہیں ہے "میں غروب ہوجانیوالوں سے محبت نہیں کرتا ہوں"

آنکہ او گاہے خوش و گہ ناخوش ست ❊ یک زمانے آب و یکدم آتش ست

وہ جو کبھی خوش اور کبھی ناخوش ہے ❊ ایک وقت پانی اور ایک وقت آگ ہے

برجِ مہ باشد ولیکن ماہ نے ❊ نقشِ بت باشد ولے آگاہ نے

وہ چاند کا برج ہوگا، لیکن چاند نہیں ہے ❊ وہ بت کا نقش ہے لیکن باشعور نہیں ہے

ہست صوفی صفا جوں ابنِ وقت ❊ وقت را ہمچوں پدر بگرفتہ سخت

باصفا صوفی، چونکہ ابن الوقت ہے ❊ وہ مضبوطی سے وقت کو باپ کی طرح پکڑے ہوئے ہے

ہست صافی غرقِ عشقِ ذوالجلال ❊ ابنِ کس نے فارغ از اوقات و حال

(صوفی)، صافی (اللہ) ذوالجلال کے عشق میں غرق ہے ❊ وہ کسی کا ابن نہیں ہے وہ اوقات اور حال سے بے نیاز ہے

غرقۂ نورے کہ او لم یولد ست ❊ لم یلد لم یولد آن ایزد ست

وہ اس نور میں غرق ہے، جو پیدا شدہ نہیں ہے ❊ نہ اس نے جنا نہ وہ جنا گیا اللہ (تعالیٰ) کی شان ہے

رو چنیں عشقے بجو گر زندہ ❊ ورنہ وقتِ مختلف را بندہ

اگر تو زندہ ہے، جا ایسا عشق تلاش کر ❊ ورنہ تو مختلف اوقات کا غلام ہے

منگر اندر نقشِ خوب و زشت خویش ❊ بنگر اندر عشق و بر مطلوبِ خویش

اپنے اچھے بُرے نقش کو نہ دیکھ ❊ عشق کر اور اپنے معشوق کو دیکھ

جو ابدی اور دائمی ہیں۔ رو چنیں عشقے۔ لم یزل اور لایزال سے عشق کر۔ وقتِ مختلف۔ یعنی قابلِ تغیر مظاہر۔ منگر۔ انسان کی اپنی ذات کی اچھائی اور برائی طلب میں مانع نہ آنی چاہیئے اسکو ہروقت عشق اور معشوقِ حقیقی کو پیشِ نظر رکھ کر جدوجہد جاری رکھنی چاہیئے۔ (شعر) تو مگو ما را بداں شہ بار نیست ❊ بر کریماں کارہا دشوار نیست

لے ابن الوقت۔ وہ صوفی کہلاتا ہے جو احوال اور تجلیات پر قابو نہ پا سکے اور اس سے خوارق اور کرامات کا اضطراراً ظہور ہونے لگے۔ صافی۔ اس سے مراد ابوالوقت اور صاحب مقام ہے یہ وہ سالک ہوتا ہے جس کو احوال پر قابو ہوتا ہے اور اس کو روح و نفس پر پوری قدرت حاصل ہوتی ہے اس سے کرامات کا ظہور نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ ان باتوں کو سنت اللہ کے خلاف سمجھتا ہے ابوالوقت کو ابن الوقت پر بہت فوقیت ہے۔ عاشقِ حالی۔ اب پھر معشوق کا مقولہ شروع ہوا۔ یعنی معشوق نے عاشق سے کہا تو میری ذات کا عاشق نہیں ہے بلکہ میری ایک کیفیت اور حالت کا عاشق ہے۔

ٹہ آنکہ گہ۔ جو متغیر ہو جانے والی چیز ہے وہ معشوق اور معبود بنانے کے قابل نہیں ہے لا احب الآفلین۔ حضرت ابراہیمؑ نے چاند اور سورج کے بارے میں فرمایا تھا کہ میں ان زوال پذیر چیزوں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ آنکہ او۔ جن چیزوں کا حسن اور کمال زوال پذیر ہے انکو صفاتِ باری کا صرف مظہر سمجھو حقیقی محبوب نہ بناؤ۔ صوفی صافی یعنی ابن الوقت سالک۔ صافی یعنی ابوالوقت صاحب مقام سالک۔

ٹہ غرقۂ نورے۔ ابوالوقت تجلیاتِ رب میں غرق رہتا ہے

منگر آنکہ تو حقیری یا ضعیف
یہ خیال نہ کر کہ تو حقیر ہے ! یا کمزور
بنگر اندر ہمتِ خود اے شریف
اے بھلے ! اپنی ہمت کو دیکھ

تو[1] بہر حالے کہ باشی می طلب
تو جس حالت میں ہو طلب (جاری) رکھ
آب می جو دائما اے خشک لب
اے خشک ہونٹوں والے ! ہمیشہ پانی تلاش کر

کاں لبِ خشکت گواہی می دہد
کیونکہ تیرے خشک ہونٹ گواہی دیتے ہیں
کو بآخر بر سرِ منبع رسد
کہ وہ بالآخر چشمے پر پہنچ جائیں گے

خشکیِ لب ہست پیغامے ز آب
ہونٹوں کی خشکی پانی کا ایک پیغام ہے
کہ بمات آرد یقیں ایں اضطراب
کہ یقیناً یہ اضطراب تجھے ہم تک لے آئے گا

کایں طلبگاری مبارک جنبشے ست
کہ یہ طلب، بابرکت حرکت ہے
ایں طلب در راہِ حق مانع کشے ست
حق کے راستہ میں یہ طلب موانع کو ختم کر دینے والی ہے

ایں طلب مفتاحِ مطلوباتِ تست
یہ طلب تیرے مطلوبوں کی کنجی ہے
ایں سپاہ و نصرت و رایاتِ تست
یہ (طلب) تیری کامیابی کے سپاہی اور جھنڈے ہیں

ایں طلب ہمچوں خروسے در صیاح
یہ طلب، مرغ کی طرح چیخنے میں ہے
می زند نعرہ کہ می آید صباح
(اور) نعرہ لگا رہی ہے کہ صبح آنے والی ہے

گرچہ[2] آلت نیستت تو می طلب
خواہ وسائل نہ ہوں، تو طلب کر
نیست آلت حاجت اندر راہِ رب
اللہ کے راستہ میں وسائل کی ضرورت نہیں ہے

ہر کرا بینی طلبگار اے پسر
اے بیٹا ! تو جس کو طلب گار دیکھے
یارِ او شو پیشِ او انداز سر
اس کا دوست بنجا اور، اسکے سامنے سر رکھدے

کز[3] جوارِ طالباں طالب شوی
طلبگاروں کے قرب سے تو طلبگار بن جائیگا
وز ظلالِ غالباں غالب شوی
اور (نفس پر) غالب لوگوں کے سایہ سے تو غالب بنجائیگا

گر یکے مورے سلیمانے بجست
اگر ایک چیونٹی سلیمان کی جستجو کرے
منگر اندر جستنِ او سست سست
تو اس کی جستجو کو حقارت سے نہ دیکھ

ہر چہ داری تو ز مال و پیشہ
جو کچھ بھی تو مال اور ہنر رکھتا ہے
نے طلب بود اول و اندیشہ
کیا وہ ابتدا میں جستجو اور فکر نہ تھا؟

گر یکے گنجے بیابد نادرست
اگر کوئی خزانہ (اچانک) پالے تو یہ نادر ہے
ور بایستد از طلب ہم قاصرست
اگر وہ طلب سے رک جائے تو کوتاہی کرنیوالا ہے

---

[1] تو بہر حالے۔ خواہ طالب توانا یا کمزور ہو وہ طلب پیدا کرلے۔ کاں۔ اُس کی کمزوری ہی مطلوب تک رہنما بن جائیگی۔ خشکیِ لب۔ طلب کا اِضطراب اور بیقراری لامحالہ مطلوب تک پہنچا دیتی ہے۔ ایں طلب۔ طلب اور جستجو کامیابی کی ضامن ہے۔ ایں طلب جس طرح مرغ کی اذان صبح کی آمد کی علامت ہے اِسی طرح جستجو مقصود تک پہونچنے کی علامت ہے۔

[2] گرچہ۔ (شعر)..... دادِ حق را قابلیت شرط نیست بلکہ شرطِ قابلیت داد اوست برکر آمینی۔ اگر طلب نہیں ہے تو طلبگاروں کے ساتھ لگ جانا چاہیئے مقصود حاصل ہو جائے گا۔

[3] کز جوار۔ نیکوں کی صحبت تاثیر سے خالی نہیں رہتی ہے۔ گر یکے۔ اگر کوئی ضعیف اور کمزور طالبِ حق ہے تو اُس کو حقیر نہ سمجھو۔ ہر چہ داری۔ دنیا کی دولت بھی طلب اور فکر و تدبر سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ گر یکے گنجے۔ اگر کسی بزرگ کی صحبت سے کچھ حاصل بھی ہو جائے تو وہ صرف استعداد ہو گی اگر طلب اور جستجو ختم کردی تو وہ بھی ضائع ہو جائے گی۔

ہر کہ چیزے[51] جُست بیشک یافت اُو — چوں بجدّ اندر طلب بشتافت اُو
جس نے کسی چیز کی طلب کی یقیناً اُس کو لی ہے — جبکہ محنت سے وہ طلب میں دوڑا ہے

چوں نہادی در طلب پا اے پسر — یافتی و شُد میسّر بے خطر
اے بیٹا! جبکہ تُو نے جستجو میں قدم رکھا — تُو نے (مطلوب) پایا اور وہ بلا خطرہ کے بن گیا

ہیں مباش اے خواجہ یکدم بے طلب — نا بیابی ہر چہ خواہی بے تعب
اے خواجہ! کسی وقت بھی بغیر جستجو کے نہ رہ — (یہ خیال ہے) کہ تو جو چاہے گا بغیر مشقت کے پائیگا

عاقبت جوینده یابنده بُود — چونکہ در خدمت شتابنده بُود
جستجو کرنے والا، بالآخر پا جانے والا ہوتا ہے — چونکہ (مطلوب کی) خدمت میں (پہنچنے کیلئے) دوڑنے والا ہوتا ہے

در طلب چالاک شو زیں فتحِ باب — می طلب واللہُ اَعلَمُ بِالصَّواب
طلب میں تیز رَو بن، اِس سے فتح باب — طلب کر اور خدا بہتر جانتا ہے

حکایت[52] آں مرد کہ در عہد داؤد علیہ السّلام شب و روز دُعا و تضرع می کرد کہ بارِ خدایا مرا روزی حلال بدہ بے رنج کسب

اس شخص کا قصہ جو حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں دن رات دُعا اور عاجزی کرتا تھا کہ خدا تعالیٰ کمائی کی تکلیف کے بغیر مجھے حلال روزی عنایت کر

آں یکے در عہدِ داؤدِ نبی — نزدِ ہر دانا و پیشِ ہر غبی
ایک شخص، داؤد نبی کے زمانے میں — ہر عقلمند کے پاس اور ہر غبی کے سامنے

ایں دعا می کرد دائم کاے خدا — ثروتے بے رنج روزی کُن مرا
ہمیشہ یہ دعا کرتا تھا، کہ اے خدا! — بغیر محنت کے مجھے مالداری عطا فرمادے

چوں[53] مرا تو آفریدی کاہلے — زخم خوارے سُست جنبے مُبلِے
جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا فرمایا ہے — (اور) مار کھانیوالا، کمزور پہلو والا، ناکارہ

بر خرانِ پُشت ریشِ نامُراد — بارِ اسپاں و اشتراں نتواں نہاد
نامراد، زخمی کمر، گدھوں پر — گھوڑوں اور اونٹوں کا بوجھ نہیں لادا جاسکتا

کاہلم چوں آفریدی اے ملی — روزیم دہ ہم ز راہِ کاہلی
اے بے نیاز! جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا فرمایا ہے — مجھے روزی بھی کاہلی کے راستہ سے عطا فرما

کاہلم من سایہ خسپم در وجود — خفتم اندر سایۂ اَفضال و جُود
میں کاہل، زندگی بھر سایہ میں سویا ہوں — مہربانیوں اور سخاوت کے سایہ میں سویا ہوں

---

[51] ہر کہ چیزے۔ عربی کا مشہور مقولہ من جَدَّ وَجَدَ جس نے کوشش کی اس نے پایا۔ ہیں مباش۔ انسان کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ بلا محنت اور مشقت کے کچھ حاصل ہو سکے گا۔ عاقبت۔ جو شخص محبوب کی طلب میں دوڑتا ہے وہ لا محالہ مطلوب کو پالیتا ہے۔ فتحِ باب۔ یعنی قربِ حق کے دروازے کی کشادگی۔

[52] حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ شخص بہر حال اپنی تمنائیں پوری کرنے کی دھن میں لگا تھا لا محالہ اس کا مقصد پورا ہوا۔ بار۔ بزرگ۔ معظم۔ آں یکے۔ یہ شخص جگہ جگہ یہی دُعا کرتا پھرتا تھا کہ اُس کو بغیر محنت کے دولت مل جائے۔ دائم۔ ہمیشہ۔ ثروت۔ مالداری۔

[53] چوں مرا۔ یعنی میں جس اہلیت کا ہوں مجھ سے وہی کام لے مجھ پر روزی کمانے کی تکلیف نہ ڈال۔ زخم خوار۔ پٹنے والا۔ سُست جنب کمزور پہلو والا۔ مبتلی۔ ناکارہ۔ ملی۔ غنی۔ مالدار۔ سایہ خسپم۔ سایہ میں سونا راحت طلبی کی علامت ہے۔ در وجود۔ یعنی جب سے پیدا ہوا ہوں۔

کاہلان و سایہ خُسپاں راگر | روزیِ بنوشتۂ نوعےؔ[1] دگر
کاہلوں اور سایہ میں سونے والوں کے لئے شاید | تونے دوسری ہی طرح کی روزی تقدیر کی ہے

ہر کرا پا ہست جوید روزیے | ہر کرا پا نیست کُن دلسوزیے
جس کے پاؤں ہیں وہ روزی تلاش کرتا ہے | جس کے پاؤں نہیں ہیں اُس پر رحم فرما

رزق را میراں بسُوئے آں حزیں | اَبر را می کَش بسُوئے ہر زمیں
اُس غمگین کی طرف روزی بھیج | ہر زمین کی جانب ابر کو پہنچا

چوں زمیں را پا نباشد، جُودِ تو | اَبر را راند بسُوئے اُو دو تو
چونکہ زمین کے پاؤں نہیں ہیں تیری سخاوت | ابر کو تہ بہ تہ اُس کی طرف لیجاتی ہے

طِفل[2] را چوں پا نباشد مادرش | آید و ریزد وظیفہ بر سَرش
بچہ کے چونکہ پاؤں نہیں ہوتے (اسلئے) اُسکی ماں | آتی ہے اور غذا اُس کے سر پر بہاتی ہے

روزیِ خواہم بناگہ بے تعَب | کہ ندارم من زکوشش جز طلب
بغیر محنت کے اچانک روزی چاہتا ہوں | اسلئے کہ سوائے طلب کے میرے پاس اور کوئی کوشش نہیں ہے

مُدتے بسیار می کرد ایں دُعا | روز تا شب، شب ہمہ شب تا ضُحیٰ
بہت مدت تک یہ دُعا کرتا رہا | دن سے رات تک تمام رات (بلکہ) چاشت کے وقت تک

خلق می خندید بر گفتارِ اُو | بر طمع خامے و بر بیکارِ اُو
اُس کی باتوں پر لوگ ہنستے تھے | اس کے بیکار لالچ اور اُس کی ہٹ پر

کہ چہ می گوید عجب ایں سُست ریش | یا کسے داد ست بنگ، بیہُشیش
کہ تعجب ہے، یہ بیوقوف کیا کہتا ہے؟ | کیا کسی نے اُس کو بے ہوشی کی بھنگ پلادی ہے

راہِ روزی کسب و رنج ست و تعَب | ہرگز ایں[3] نادر نشد ور شد عجب
روزی کا راستہ کمانا، تکلیف برداشت کرنا اور تھکنا ہے | یہ انوکھی بات کبھی نہیں ہوئی اور اگر ہو تو تعجب ہے

ہر کسے را پیشۂ داد و طلب | از رہ کسب و تعَب با رنج و تب
اللہ نے ہر ایک کو ایک پیشہ اور طلب دی ہے | کمائی اور تھکن سرگرمی اور تکلیف کے راستے سے

اُطْلُبُوا الْاَرْزَاقَ مِنْ اَسْبَابِہَا | وَادْخُلُوا الْاَوْطَانَ مِنْ اَبْوَابِہَا
رزقوں کو اُن کے اسباب سے طلب کرو | وطنوں میں اُن کے دروازوں سے داخل ہو

شاہ و سُلطان و رسولِ حق کنُوں | ہست داؤدِ نبیِؑ ذو فنُوں
شاہ اور سلطان اور اللہ کے رسول اب | صاحب ہنر داؤدؑ نبی ہیں

---

[1] نوعے دگر۔ یعنی کاہلوں کی روزی بغیر کمائے بقدر ہے۔ ہر کرا۔ یعنی جس میں کمانے کی طاقت ہے۔ پا نیست۔ یعنی جو کاہل ہے اور اسمیں کمانے کی صلاحیت نہیں ہے۔ ابر را۔ یعنی جس طرح زمین کے پاؤں نہیں ہیں اور تو اُس کی غذا ابر کو بھیجکر پہنچاتا ہے اسی طرح میرا رزق بغیر محنت کے میرے پاس پہنچادے۔

[2] طفل را۔ بچہ میں چلنے کی طاقت نہیں ہوتی تو اُس کی ماں کے ذریعہ اُس کی غذا اُس کے پاس پہنچادیتا ہے۔ کہ ندارم۔ مجھ میں محض طلب ہے اور کوئی ذریعہ اختیار کرنے کی طاقت نہیں ہے سُست ریش۔ بیوقوف۔ بنگ۔ بھنگ۔

[3] ایں نادر۔ یعنی بغیر کمائے روزی حاصل ہونا۔ شاہ۔ یعنی حضرت داؤدؑ کو اس قدر فضائل کے باوجود زرہ بنانے کا پیشہ اختیار کرنا پڑا، تب روزی ملتی تھی۔

هست در فرمانِ اُو از وحش و طیر
وحشی جانور اور پرندے اُن کے حکم میں ہیں
در همه روئے زمیں اُو راست سیر
تمام روئے زمین پر اُن کا دورہ ہے

با چناں عزّے و نازے کاندر وست
اس عزت اور ناز کے باوجود جو انہیں ہے
کہ گزیدستش عنایتہائے دوست
کہ اُنکو دوست (خدا) کی عنایتوں نے منتخب کیا ہے

مُعجزاتش بے شمار و بے عدد
ان کے معجزے بے شمار اور ان گنت
موجِ بخشایش مدد اندر مدد
اُنپر بخشش کی موجیں پے در پے (ہیں)

ہیچکس را خود ز آدمؑ تا کنوں
کسی شخص کی آدمؑ سے اب تک
کے بُدست آواز ہمچوں ارغنوں
آواز ارغنوں (باجا) کی طرح کب ہوئی ہے!

کہ بہر وعظے بمیراند دو یست
کہ ہر وعظ میں وہ دو سو کو مار ڈالتے
آدمی را صوتِ خوبش کرد نیست
انسان کو اُن کی حسین آواز فنا کر دیتی

شیر و آہو جمع گردد آں زماں
اُس وقت شیر اور ہرن جمع ہو جاتے
سُوئے تذکیرش مُغفّل ایں ازاں
اُن کے وعظ میں (اور) یہ اُس سے غافل

کوہ و صحرا ہم رسائل بادمش
پہاڑ اور جنگل بھی ان کی آواز کے ہم آواز تھے
ہر دو اندر وقتِ دعوت محرمش
دونوں دعوت دینے کے وقت اُنکے ہمراز تھے

ایں و صد چنداں مر اُو را معجزات
یہ اور ایسے سینکڑوں معجزے اُن کے تھے
نُورِ رویش بے جہات و در جہات
اُن کے چہرے کا نور بے جہت اور تمام جہتوں میں تھا

با ہمہ تمکیں خدا روزیِ اُو
تمام عزتوں کے باوجود اللہ (تعالیٰ) نے اُنکی روزی
کردہ باشد بستہ اندر جستجو
جستجو کے ساتھ وابستہ کی تھی

بے زرہ بافی و رنجے روزیش
زرہ بنانے اور تکلیف اُٹھانے کے بغیر اُنکی روزی
می نیاید با ہمہ فیروزیش
باوجود تمام نیک بختیوں کے حاصل نہیں ہوتی تھی

اینچنیں مخذول و واپس ماندہ
ایسا ذلیل اور پچھڑا ہوا
خانہ کندہ دوں و گردوں راندہ
خانہ ویران، کمینہ اور آسمان کا پھٹکارا ہوا

اینچنیں مُدبر ہمی خواہد کہ اُو
ایسا بدبخت یہی چاہتا ہے کہ وہ
گنج یابد تا رود پایش فرو
خزانہ پالے یہانتک کہ اُسمیں اُسکا پاؤں دھنسے

ز احمقی خواہد کہ بے رنجش نود
حماقت کی وجہ سے چاہتا ہے کہ بغیر تکلیف کے نفع
بے تجارت پُر کند دامن ز سود
(اور) بغیر کاروبار کیے نفع سے دامن بھرلے

۱ـہ ہست۔ حضرت داؤدؑ کے نغمے پر چرند پرند جمع ہو جاتے تھے۔ ہیچکس۔ لحن اور نغمہ کا معجزہ صرف حضرت داؤدؑ کو ملا تھا۔ ارغنوں۔ مشہور باجا ہے۔ کہ بہر وعظے۔ حضرت داؤدؑ جب وعظ میں خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے سینکڑوں آدمی وجد میں آکر بیہوش اور بجاں بحق ہو جاتے تھے۔ شیر و آہو۔ نغمہ کو سُن کر شیر اور ہرن جمع ہو جاتے تھے اور وجد کے عالم میں ایک دوسرے سے بے خبر رہتا تھا۔

۲ـہ کوہ۔ حضرت داؤدؑ کے نغمے سے پہاڑ اور جنگل کی گونج اُن کی ہم آواز ہو جاتی تھی۔ رسائل۔ شرکار۔ بے جہات۔ یعنی حضرت داؤدؑ کے چہرے کا نور مطلق بھی تھا اور مقید بھی تھا۔

۳ـہ بے زرہ۔ حضرت داؤدؑ لوہے کی زرہیں بنا کر اپنی روزی کماتے تھے۔ مخذول۔ رسوا، ذلیل۔ مُدبر۔ بدبخت۔ پایش فرو۔ یعنی چلتے پھرتے اُس کو خزانہ مل جائے اور اُس میں اُس کا پاؤں دھنس جائے۔ نود۔ نفع۔

اینچنینؔ گیجے نیامد در جہاں — کہ بر آیم بر فلک بے نردباں
ایسا کوئی احمق دنیا میں نہیں ہوا (جو، کہے) — کہ میں آسمان پر، بغیر سیڑھی کے چڑھوں گا

ایں ہمی گفتش بتسخر کہ بگیر — کہ رسیدت روزی و آمد بشیر
(کوئی) اس سے مذاق میں کہتا، یہ لے لے — کہ تیری روزی آگئی اور خوشخبری دینے والا آگیا

واں ہمی خندید مارا ہم بدہ — زانچہ یابی ہدیہ اے سالارِ دِہ
کوئی ہنستا کہ ہمیں بھی دینا — اے چودھری! اس عطیہ میں سے جو تجھے ملے

او ازیں تشنیعِ مردم ویں فسوس — کم نمیکرد از دعا و چاپلوس
وہ لوگوں کی اس طعنہ زنی اور ملامت سے — دعا اور خوشامد میں کمی نہ کرتا تھا

تا کہ شد در شہر معروف و شہیر — کو ز انبانِ تہی جوید پنیر
یہاں تک کہ وہ شہر میں معروف اور مشہور ہوگیا — کہ وہ خالی تھیلے میں پنیر تلاش کرتا ہے

شد مثلؔ در خام طمعی آں گدا — او ازیں خواہش نمی آمد جدا
وہ فقیر بیکار لالچ میں ضرب المثل بن گیا — (لیکن) وہ اس خواہش سے جدا نہ ہوا

کم نمی کرد از دعا و ابتہال — کرد اجابت مستعانِ ذوالجلال
اس نے دعا اور زاری ختم نہ کی — (اللہ تعالٰی) مستعان اور ذوالجلال نے اس کی دعا قبول کرلی

دویدن گاؤ در خانہ آں دعا کنندہ بالحاح قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یحب الملحین فی الدعاء زیرا کہ عین خواستِ حق سبحانہ و تعالٰی ست الحاح خواہندہ را بہ است از آنچہ میخواہد ازوے و معذرت گفتن ناظم کنندہ و مدد خواستن

اس عاجزی کے ساتھ دعا کرنے والے کے گھر میں ایک گائے کا دوڑ کر آنا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالٰی دعا میں عاجزی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے کیونکہ عاجزی اللہ تعالٰی کی پسندیدہ چیز ہے اور مانگنے والے کیلئے عاجزی اس سے بھی زیادہ اچھی ہے جو وہ اس سے مانگتا ہے اور ناظم کا عذر کرنا اور مدد چاہنا

تا کہ روزے ناگہاں در چاشتگاہ — ایں دعا می کرد با زاری و آہ
یہاں تک کہ ایک دن چاشت کے وقت اچانک — وہ یہ دعا زاری اور آہ کے ساتھ کر رہا تھا

ناگہاں در خانہ اش گاوے دوید — شاخ زد بشکست دربند و کلید
اچانک اسکے گھر میں ایک گائے دوڑ آئی — اس نے سینگ مار کنڈی اور کنجی توڑ ڈالا

---

۱ اینچنیں یعنی اچانک خزانہ مل جانے کی تمنا تو ایسی ہی ہے جیسے کہ کوئی آسمان پر بغیر سیڑھی کے چڑھ جانے کی تمنا کرے ایں ہمی کوئی مذاق میں کہتا کہ روزی آگئی کوئی کہتا کہ اس میں سے ہمیں بھی دینا۔ بشیر۔ خوشخبری لینے والا۔ سالارِ دہ۔ گاؤں کا سردار، چودھری۔ شہیر۔ مشہور۔ انبان۔ تھیلا۔

۲ شد مثل یعنی یہ فقیر اپنے بیکار لالچ میں ضرب المثل بن گیا۔ مستعان۔ وہ جس سے مدد طلب کی جائے، اللہ تعالٰی۔ الحاح۔ زاری و عاجزی۔ ملحح۔ زاری کرنیوالا۔

۳ عذر گفتن۔ آئندہ اشعار میں مولانا نے اپنی مثنوی کے اختتام کی دعا شروع کی ہے۔ دربند۔ بند کنندہ در۔

گاوِ گستاخ اندراں خانہ بجست — مرد برجست و قوائمہاش[1] بست

گائے بے باکی سے گھر میں گھس آئی — (وہ) شخص لپکا اور اس نے اُسکے پاؤں باندھ دیئے

پس گلوئے گاو ببرید آں زماں — بے توقف بے تامل بے اماں

فوراً گائے کو ذبح کر دیا — بغیر توقف، بے تامل، امن دیئے بغیر

چوں سرش ببرید شد سوئے قصاب — تا اہابش[1] برکند در دم شتاب

جب اُس کو ذبح کر دیا قصاب کے پاس گیا — تاکہ وہ فوراً اُس کی کھال اتار دے

اے تقاضا[2] گر درونِ ہمچوں جنیں — چوں تقاضا می کُنی اتمامِ ایں

اے پیٹ کے بچہ کیطرح باطن میں تقاضا کرنیوالے! — جبکہ تو اِس (مثنوی) کی تکمیل کا تقاضا کر رہا ہے

سہل گرداں رہ نما توفیق دِہ — یا تقاضا را بہل بر ما منہ

آسان فرما دے، راہنمائی کر دے توفیق عطا فرما — یا تقاضے کو چھوڑ دے ہم پر بار نہ رکھ

چوں ز مفلس زر تقاضا میکنی — زر ببخشش در سِر اے شاہِ غنی

جبکہ تو مفلس سے روپے کا تقاضا کرتا ہے — اے شاہ، بے نیاز! در پردہ اُس کو روپیہ بخشدے

بے تو نظم و قافیہ شام و سحر — زہرہ کے دارد کہ آید در نظر

تیری امداد کے، بغیر نظم اور قافیہ، صبح و شام — کب طاقت رکھتے ہیں کہ وہ (نظم و قوافی) جلوہ گر ہوں

نظم و تجنیس و قوافی اے علیم — بندۂ امرِ تو اند از ترس و بیم

اے دانا! نظم اور تجنیس اور قافیے — ڈر اور خوف سے تیرے غلام ہیں

چوں مسبح[3] کردۂ ہر چیز را — ذاتِ بے تمیز و با تمییز را

جبکہ تونے ہر چیز کو تسبیح خواں بنایا ہے — باشعور، اور بے شعور ذات کو

ہر یکے تسبیح بر نوعِ دگر — گوید و از حالِ آں ایں بیخبر

ہر ایک، ایک دوسرے قسم کی تسبیح — کرتا ہے اور یہ اُس کے حال سے بے خبر ہے

آدمی[4] منکر ز تسبیحِ جماد — واں جماد اندر عبادت اوستاد

جمادات کی تسبیح سے آدمی منکر ہے — حالانکہ جمادات عبادت میں ماہر ہیں

بلکہ ہفتاد و دو ملت ہر یکے — بے خبر از یک دگر و اندر شکے

بلکہ بہتر۷۲ فرقوں میں سے ہر ایک — ایک دوسرے سے بیخبر ہے اور شک میں ہے

چوں دو ناطق را ز حالِ ہمدگر — نیست آگہ چوں بود دیوار و در

جبکہ دو بولنے والے ایکدوسرے کے حال سے — آگاہ نہیں ہیں تو در و دیوار کے بارے میں

[1] قوائم۔ پاؤں۔ اِہاب چمڑا، کھال۔ [2] تقاضا۔ چونکہ پہلے اشعار میں روزی طلب کرنیوالے کی دعا کی مقبولیت کا ذکر تھا اسلئے اس قصہ کو چھوڑ کر مثنوی کی تکمیل کیلئے دعا شروع کر دی ہے جنین۔ پیٹ کا بچہ۔ یعنی جس طرح پیٹ میں بچہ چھپا ہوا ہے اسیطرح باطن میں خدا کی جانب سے کاموں کی تکمیل کا تقاضا چھپا ہوا ہے۔ بر ما منہ۔ یعنی مجھ پر مثنوی کے اتمام کا بار نہ ڈال۔ چوں ز مفلس یعنی مجھے مثنوی کے معانی اور قوافی عنایت فرما دے۔ بے تو۔ تیری مدد کے بغیر صبح و شام یعنی زمانہ کی کیا طاقت ہے کہ وہ کسی شعر کہلا سکے تجنیس۔ دو لفظوں کا لفظی یا معنوی اعتبار سے باہمی مشابہ ہونا۔

[3] چوں مسبح۔ پہلے اشعار میں چونکہ نظم و قوافی کو اللہ کے حکم کا غلام قرار دیا تھا اب مولانا غیر ذی روح چیزوں کے تابع فرمانِ الٰہی ہونے کو بیان کرتے ہیں۔ ہر یکے۔ دنیا کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے لیکن ہر چیز کے تسبیح کرنے کا طریقہ جدا گانہ ہے۔ [4] آدمی۔ انسان جمادات یعنی پتھر وغیرہ کی تسبیح کو نہیں سمجھ پاتا اسلئے وہ اُنکی تسبیح خوانی کا انکار کر دیتا ہے۔ بلکہ مشہور ہے کہ دنیا میں مذہبی ۷۳، فرقے ہیں جن میں سے ۷۲، گمراہ ہیں ایک فرقہ درست ہے۔ ہر فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق اللہ کی تسبیح کرتا ہے دوسرے لوگ اُس سے واقف نہیں ہوتے ہیں چوں دو ناطق۔ دو

[illegible] سمجھ سکتا ہے۔

چوں من از تسبیحِ ناطق[۱] غافلم
جب میں بولنے والے کی تسبیح سے غافل ہوں

چوں بداند سُبحۂ صامت دلم
تو میرا دل بے زبان کی تسبیح کو کیسے سمجھے؟

ہست سُنّی را یکے تسبیحِ خاص
سُنّی کی ایک خاص تسبیح ہے

ہست جبری را ضدِ آں در مناص
نجات پانے میں جبری (کی تسبیح) اُسکے خلاف ہے

سُنّی از تسبیحِ جبری بے خبر
سُنّی، جبری کی تسبیح سے بے خبر ہے

جبری از تسبیحِ سُنّی بے اثر
جبری، سُنّی کی تسبیح سے بے نشان ہے

ایں ہمی گوید کہ آں ضال ست و گم
یہ کہتا ہے کہ وہ گمراہ ہے اور بہکا ہوا ہے

بے خبر از حالِ اُو وز امرِ قم
اُس کے حال سے اور قُم کے حکم سے بے خبر ہے

واں ہمی گوید کہ ایں را چہ خبر
وہ یہ کہتا ہے کہ اُس کو کیا پتہ

جنگ شاں افگند یزداں از قدر
اللہ (تعالیٰ) نے تقدیر سے اُنمیں جنگ پیدا فرمادی ہے

گوہرِ ہر یک ہویدا می کُند
ہر ایک کی اصل کو ظاہر کر رہا ہے

جنس از ناجنس پیدا می کند
جنس کو ناجنس سے واضح کر رہا ہے

قہر را[۲] از لُطف داند ہر کسے
قہر کو مہر سے ہر شخص جُدا سمجھتا ہے

خواہ دانا خواہ ناداں یا خسے
خواہ وہ دانا ہو خواہ ناداں یا کمینہ

لیک لُطفے قہر در پنہاں شدہ
لیکن وہ مہر جو قہر میں پوشیدہ ہے

یا کہ قہرے در دلِ لُطف آمدہ
یا وہ قہر جو مہر کے اندر ہے

کم کسے داند مگر ربّانیے
اُسکو، سوائے اُس باخدا انسان کے کوئی نہیں جانتا ہے

کش بُود در دل محکِّ جانیے
جس کے دل میں رُوح کی کسوٹی ہو

باقیاں[۳] زیں دو گمانے می بُرند
باقی لوگ اُن دونوں میں شک کرتے ہیں

سوئے لانہ خود بیک پر می پرند
اپنے آشیانہ کیجانب ایک بازو سے اُڑتے ہیں

در بیانِ آنکہ علم را دو پر و گمان را یک پر ست

اس کا بیان کہ علم کے دو بازو ہیں اور شک کا ایک بازو ہے

علم را دو پر گماں را یک پر ست
علم کے دو بازو ہیں، شک کا ایک بازو ہے

ناقص آمد ظن، بپرواز ابتر ست
شک اُڑنے میں ناقص ہے اور دُم کٹا ہے

مُرغِ یک پر زود افتد سرنگوں
ایک بازو کا پرندہ، جلد اوندھا گرتا ہے

باز بر پرد دو گامے یا فزوں
پھر دو قدم یا کچھ زیادہ اُڑتا ہے

---

[۱] ناطق۔ بولنے والا کتاب۔ خاموش۔ نہ بولنے والا بت۔ سُنّی۔ سُنّی فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے تو جبری فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے اور ایک دوسرے کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہیں۔ ایں ہمی۔ یہ جبری کہتا ہے کہ سنی گمراہ ہے۔ امر قُم۔ جہاں جہاں قرآن میں انسان کو قُم کا حکم ہوا ہے جسکے معنے ہیں تو کھڑا ہو۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فعل انسانی انسان کی قدرت میں ہے ورنہ اُسکو یہ حکم نہ دیا جاتا۔ یہ جبری عقیدہ کے خلاف دلیل ہے لیکن جبری اِس دلیل سے بیخبر ہے۔ قدر۔ ازل میں یہ اختلافات مقدر کر دیئے گئے تھے تاکہ حق و باطل کا فیصلہ ہو سکے۔

[۲] قہر را از لطف۔ بعض خالص قہر اور خالص مہر ہیں ایسے قہر اور مہر کو ہر شخص سمجھ لیتا ہے لیکن بعض وہ مہر ہیں جو قہر میں پوشیدہ ہوتی ہیں جیسا کہ باپ کا بچہ پر تعلیم کیلئے سختی کرنا یا اللہ تعالیٰ کا کسی مومن کو کسی مرض میں مبتلا کرنا اسیطرح بعض قہر وہ ہیں جو مہر میں پوشیدہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کافروں کیلئے دنیاوی نعمتوں میں فراخی پیدا کرنا اس کو صرف خاصانِ خدا سمجھتے ہیں۔

[۳] باقیاں۔ عام لوگ مہر میں پوشیدہ قہر اور قہر میں پوشیدہ مہر کے بارے میں دو طرح کا خیال کرتے ہیں یعنی اُسکی حقیقت میں مشکوک ہوتے ہیں۔ علم یعنی حقائق تک پہنچنے میں یقین کی پرواز مکمل ہے اور ظن اور شک کی پرواز ناقص ہے۔ ابتر۔ دُم کٹا جس پرندے کی دُم کٹی ہوئی ہوتی ہے اُسکی پرواز صحیح نہیں ہوتی۔

اُفت[1] و خیزاں می رود مرغِ گماں
گمان کا پرندہ گرتا پڑتا روانہ ہوتا ہے

با یکے پر بر اُمیدِ آشیاں
ایک بازو سے، آشیانہ کی اُمید پر

چوں ز ظن وارست علمش رُو نمود
جب وہ گمان سے نجات پاگیا اُسکا علم رُونما ہوا

شد دو پر آں مرغ و پرہا بر کشود
(اب) وہ پرندہ دو بازو کا ہو گیا اور بازو کھول دئیے

بعد ازاں یَمْشِیْ سَوِیًّا مُسْتَقِیْمْ
اُس کے بعد ٹھیک سیدھا روانہ ہوتا ہے

نے عَلٰی وَجْھِہٖ مُکِبًّا اَوْ سَقِیْمْ
نہ اپنے چہرے کے بل اوندھا یا بیمار

با دو پر بر می پرد چوں جبرئیلؑ
جبرئیلؑ کی طرح دو بازوؤں سے اونچا اُڑتا ہے

بے گماں بے مکرت و بے قال و قیل
بغیر گمان، بغیر مکر اور بغیر چناں وچنیں کے

گر ہمہ[2] عالم بگویندش توئی
اگر تمام دنیا اُس سے کہے کہ تو ہی

بر رہِ یزداں و دینِ مُستوی
خدائی راستہ اور سیدھے دین پر ہے

اُو نگردد گرم تر از گفتِ شاں
وہ اُن کی باتوں سے جوش میں نہیں آتا

جانِ طاقِ اُو نگردد جفتِ شاں
اُس کی یکتا روح اُن کی ساتھی نہیں بنتی ہے

ور ہمہ گویند اُو را گمرہی
اور اگر سب اس سے کہیں کہ تو گمراہ ہے

کوہ پنداری و تو برگِ کہی
خود کو پہاڑ سمجھتا ہے حالانکہ تو گھاس کا تنکا ہے

اُو نیفتد در گماں از طعنِ شاں
اُن کی طعنہ زنی سے وہ شک میں نہیں پڑتا ہے

اُو نگردد دردمند از طعنِ شاں
اُن کی طعنہ زنی سے وہ رنجیدہ نہیں ہوتا ہے

بلکہ گر دریا و کوہ آید بگفت
بلکہ اگر سمندر اور پہاڑ بولنے لگیں

گویدش با گمرہی گشتی تو جفت
اُس سے کہیں تو گمراہی کا ساتھی ہے

ہیچ یک ذرہ نیفتد در خیال
وہ ایک ذرہ (بھی) گمان میں مبتلا نہیں ہوتا

نے بطعنِ طاعناں رنجور حال
نہ طعنہ زنوں کی طعنہ زنی سے رنجیدہ ہوتا ہے

مطمئن[3] و مُوقن و بے احتیال
مطمئن اور صاحبِ یقین اور بے حیلہ ہوگا

کا ینچنیں باشند مگر در کلِ حال
شاید ہر حالت میں ایسا ہی ہوتا ہوگا

مثال رنجور شدن آدمی بوہمِ تعظیمِ خلق و رغبتِ
انسان کا لوگوں کی تعظیم کرنے اور معتقدین کی اُس کی طرف رغبت کے وہم سے

مُشتریاں بوے و حکایتِ معلمِ کودکاں
بیمار پڑنا اور بچوں کے اُستاد کا قصہ

---

[1] اُفت وخیزاں۔ شک و گمان، حقیقت تک پہنچنے کے لئے گرتا پڑتا چلتا ہے آشیاں۔ گھر نسلا یعنی مقصد چوں ز ظن یعنی جب انسان مرتبۂ یقین تک پہنچ جاتا ہے تو پھر اُس کی پرواز درست ہوتی ہے۔ بعد ازاں یقین کا مرتبہ حاصل ہو جانے کے بعد سیدھی اور سچی اُڑان ہوتی ہے انسان ٹھوکریں نہیں کھاتا ہے۔ بادو پر انسان کو معرفتِ حقیقی حاصل ہو جاتی ہے تو اُس کی پرواز جبرئیلؑ کی طرح ہوتی ہے۔

[2] گر ہمہ۔ انسان کو جب علم کا اعلیٰ مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے تو لوگوں کی مدح اور قدح سے بے نیاز ہو جاتا ہے نہ مدح اُس میں مؤثر ہوتی ہے نہ قدح۔ کوہ پنداری۔ خود کو پنداری۔ برگِ کہی۔ برگِ کاہ، ہستی جلتن۔ طعنہ زنی، نیزہ بازی۔ ہیچ یک ذرہ۔ سالک الیقین خوشامدیوں اور حاسدوں کی باتوں سے قطعاً متاثر نہیں ہوتا ہے

[3] مطمئن علم کے اعلیٰ مرتبے حاصل ہو جانے پر انسان بہر حال مطمئن رہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ لوگوں کی مدح اور قدح تو ہر حال میں جاری ہی رہتی ہے۔ رنجور گشدن۔ اِس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ جن کو علم الیقین نہیں ہوتا وہ کانوں کے کچے ہوتے ہیں اور مدح وقدح سے متاثر ہوتے ہیں۔

کودکانِ مکتبے از اوستاد
ایک مکتب کے بچے استاد کی جانب سے

رنج دیدند از ملال و اجتہاد[1]
تھکن اور محنت کی وجہ سے رنجیدہ ہوگئے

مشورت کردند در تعویقِ کار
کام کو ٹالنے کے لئے انھوں نے مشورہ کیا

تا معلّم درفتد در اضطرار
تاکہ اُستاد پریشانی میں مبتلا ہوجائے

چوں نمی آید ورا رنجورِ یے
اُس کو کوئی بیماری کیوں نہیں لگتی!

کہ بگیرد چند روز او دورِ یے
کہ وہ چند دن دور رہے

تا رہیم از حبس و از تنگیِ کار
تاکہ ہم قید اور کام کی دشواری سے چھوٹ جائیں

ہست او چوں سنگِ خارا برقرار
وہ تو سنگِ خارا کی طرح جما ہوا ہے

آں یکے[2] زیرک‌تر ایں تدبیر کرد
ایک زیادہ ذہین نے یہ تدبیر کی

کہ بگوید اوستا چونی تو زرد
کہ وہ کہے گا، اُستاد آپ زرد کیوں ہیں!

خیر باشد رنگِ تو برجائے نیست
اللہ خیر کرے آپ کی رنگت ٹھیک نہیں ہے

ایں اثر یا از ہوا یا از تبے ست
یہ اثر ہوا یا بخار کی وجہ سے ہے

اندکے اندر خیال افتد ازیں
اس سے وہ تھوڑا سا وہم میں پڑے گا

تو برادر ہم مدد کن ایں چنیں
بھائی تو بھی اِسی طرح مدد کرنا

چوں درآئی از درِ مکتب بگو
جب تو دروازہ سے مکتب میں داخل ہو، کہنا

خیر باشد اوستا احوالِ تو
اللہ خیر کرے، استاد آپکے مزاج کیسے ہیں؟

آں خیالش اندکے افزوں شود
اس کا وہ وہم تھوڑا بڑھے گا

کز خیالے عاقلے مجنوں شود
وہم کی وجہ سے عقلمند، پاگل بن جاتا ہے

آں سوم واں چارم و پنجم چنیں
تیسرا اور چوتھا اور ایسے ہی پانچواں

در پے ما غم نمایند و حنیں
ہمارے بعد غم کا اظہار کرے اور روئے

تا چو سی[3] کودک پیاپے ایں خبر
جب اس بات کو تیس بچے پے بہ پے

متفق گویند یابد مستقر
بالاتفاق کہیں گے تو وہ جم جائے گی

ہر یکے گفتش کہ شاباش اے ذکی
ہر بچے نے اُس سے کہا اے ذہین! شاباش ہے

باد بختت بر عنایت متکی
خدا کرے تیرے نصیبہ کا (اللہ کی) مہربانی پر تکیہ ہو

متفق گشتند در عہدِ وثیق
مضبوط عہد میں سب متفق ہوگئے

کہ نگرداند سخن را یک رفیق
کہ کوئی ساتھی بات کو نہ بدلے گا

[1] اجتہاد۔ محنت کرنا، خفت برداشت کرنا۔ تعویقِ کار یعنی اُستاد کے محنت اور مشقت کرانے کو ٹالنا۔ چوں نمی آید۔ چونکہ وہ قدرتی طور پر بیمار نہیں ہوتا ہے اور مکتب میں برابر حاضر ہوتا ہے لہٰذا ہمیں کوئی فرضی کارروائی کرنی چاہیئے برقرار یعنی اُستاد پتھر کی طرح مکتب میں جما ہوا ہے۔

[2] آں یکے۔ سب سے ذہین بچے نے یہ تدبیر سوچی کہ وہ اُستاد سے جاکر کہے گا کہ آپ کا رنگ پیلا کیوں ہو رہا ہے، شاید آپکو بخار ہوگیا ہے اِس سے استاد کو کچھ وہم پیدا ہوگا پھر دوسرا بچہ بھی کہے تو اُستاد کو بیماری کا خیال اور بڑھے گا اسی طرح مُسلسل دوسرے بچے کہیں گے اور اُستاد کو اپنی بیماری کا یقین ہوجائیگا۔ اوستا۔ اُستاد مخفف ہے۔

[3] تا چو سی۔ تیس بچے مُسلسل اُستاد کے رنگ کے زرد ہوجانے کو کہیں گے تو یہ بات اُستاد کے دل میں جم جائے گی بہرکیف اِس تدبیر پر ہر بچے نے اُس ذہین بچے کو شاباش کہا اور دعا دی۔ عہدِ وثیق۔ مضبوط عہد کہ نگرداند یعنی سب یہی بات کہیں کوئی بچہ اِس بات میں تبدیلی نہ کرے۔

بعد ازاں سوگند داد او جملہ را | تاکہ غمّاز[1] ے نگوید ماجرا
اُس کے بعد اُس نے سب کو قسم دی | تاکہ کوئی چغلخور (صحیح) بات نہ بتائے

رائے آں کودکِ بچربید از ہمہ | عقلِ او در پیش می رفت از رمہ
اُس بچہ کی رائے سب سے بڑھ گئی | اُس کی عقل گلّہ سے آگے چلتی تھی

آں تفاوت ہست در عقلِ بشر | کہ میانِ شاہداں اندر صُوَر
انسانوں کی عقل میں ایسا ہی فرق ہے | جیساکہ معشوقوں کی صورتوں میں

دربیانِ آنکہ عقولِ خلق متفاوتست در اصلِ فطرت و نزدِ معتزلہ
اِس کا بیان کہ اصل فطرت میں لوگوں کی عقلوں میں فرق ہے اور معتزلہ کے نزدیک

متساویست و تفاوتِ عقول بسببِ تجربہ و تحصیلِ علم ست
سب برابر ہیں اور عقلوں کا فرق تجربہ اور علم حاصل کرلینے کی وجہ سے ہے

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَالُ الرَّجُلِ فَصَاحَةُ لِسَانِهٖ
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان کا حسن اس کی زبان کی فصاحت ہے

زیں قبل فرمود احمدؐ در مقال | در زباں[2] پنہاں بود حسنِ رجال
اسی سلسلہ میں آنحضورؐ نے گفتگو میں فرمایا | انسانوں کا حُسن زبان میں پوشیدہ ہوتا ہے

اختلافِ عقلہا در اصل بود | بر وفاقِ سُنّیاں باید شنود
عقلوں کا فرق اصل سے تھا | سُنّیوں (کے قول) کے مطابق سننا چاہیے

برخلافِ قولِ اہلِ اعتزال | کہ عقول از اصل دارند اعتدال
معتزلہ کے اُس قول کے خلاف | کہ عقلیں اصل میں یکسانیت رکھتی ہیں

تجربہ و تعلیم بیش و کم کند | تا یکے را از یکے اَعلم کند
تجربہ اور تعلیم گھٹاتے اور بڑھاتے ہیں | یہاں تک کہ ایک کو ایک سے زیادہ عالم بنادیتے ہیں

باطل[3] ست ایں زانکہ رایِ کودکے | کہ ندارد تجربہ در مسلکے
یہ غلط ہے، کیونکہ بچے کی رائے | جس کو کسی مسلک کا کوئی تجربہ نہیں ہے

بگذرد زاندیشۂ مردانِ کار | عاجز آمد کارِ شاں در اضطرار
تجربہ کار لوگوں کی رائے سے بڑھ جاتی ہے | ان لوگوں کا کام پریشانی میں عاجز آجاتا ہے

بر دمید اندیشۂ زاں طفلِ خُرد | پیر با صد تجربہ بوئے نبرد
اُس چھوٹے بچہ سے وہ خیال ظاہر ہوا | جس کی سو تجربہ والے بوڑھے کو خوشبو بھی نہ آئی

[1] غمّاز۔ چغلخور۔ ماجرا۔ قصہ۔ یعنی یہ کہ ہم نے فرضی طور پر یہ سازش کی ہے۔ رمہ۔ یعنی بچوں کی جماعت۔ آں تفاوت۔ جس طرح اس بچہ اور دوسرے بچوں کی عقل میں فرق تھا اسی طرح انسانوں کی عقل میں فرق ہے جیساکہ سب انسانوں کا ظاہر یکساں نہیں ہے باطنی حواس بھی یکساں نہیں ہیں۔ نزدِ معتزلہ۔ معتزلہ تمام انسانوں کی عقل کو اصل فطرت میں یکساں مانتے ہیں اور فرق محض تجربہ اور تعلیم کی بنیاد پر مانتے ہیں۔

[2] در زباں۔ حدیث میں ہے اَلْمَرْءُ مَخْفِیٌّ تَحْتَ لِسَانِہٖ یعنی انسان کی خوبی اُس کی زبان میں چھپی ہوئی ہے۔ اعتدال۔ یکسانیت۔ اَعلم۔ زیادہ جاننے والا۔

[3] باطل ست۔ مولانا فرماتے ہیں معتزلہ کا یہ قول باطل ہے۔ بگذرد۔ وہ بچہ جس کو نہ کوئی تجربہ ہے نہ تعلیم اُس کی رائے اور تدبیر تجربہ کار لوگوں سے بڑھ جاتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ عقلوں کا تفاوت فطری ہے۔ طفلِ خُرد۔ وہی مکتب کا ذہین بچہ۔

خودفزوں[1] آں بہ کہ آں از فطرت ست | باز افزوں کو ز جہد و فکرت ست
عقل کی، وہ زیادتی جو فطرت کیطرف سے ہے بہتر ہے | بمقابلہ وہ زیادتی ہے جو کوشش اور فکر کی وجہ سے ہے

تو بگو دادہ خدا بہتر بود | یاکہ لنگے راہوارانہ رود
تو بتا، اللہ کا دیا ہوا بہتر ہوتا ہے | یا وہ لنگڑا جو تیز رَو گھوڑے کی طرح چلے

دَر وہم افگندن کودکاں اُستاد را بمکر
مکاری سے بچوں کا اُستاد کو وہم میں ڈال دینا

روز گشت و آمدند آں کودکاں | بر ہمیں[2] فکرت سوی مکتب رواں
دن نِکلا، اور وہ بچے آئے | اِسی تدبیر کے مطابق مکتب کیجانب روانہ ہوئے

جملہ استادند بیروں منتظر | تا درآید اول آں یارِ مکر
سب باہر منتظر کھڑے ہوگئے | تاکہ وہ مکّار دوست پہلے اندر جائے

زانکہ منبع او بُدست ایں راے را | سَر امام آمد ہمیشہ پائے را
اس لئے کہ اس تدبیر کا وہی سرچشمہ تھا | سَر، ہمیشہ پاؤں کا پیشوا ہوتا ہے

اے مقلّد تو مجو بیشی برآں | کو بود منبع ز نورِ آسماں
اے پیچھے چلنے والے! تو اُس سے آگے نہ بڑھ | جو آسمانی نور کا سرچشمہ ہے

او درآمد گفت استا را سلام | خیر باشد رنگِ رُویت زرد فام
وہ آیا، بولا اُستاد کو سلام ہے | خدا خیر کرے آپکے چہرے کی رنگت بدلی ہے

گفت استا نیست رنجے مر مرا | تو برو بنشیں مگو یاوہ[3] ہلا
اُستاد نے کہا مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے | تو جا، بیٹھ جا، خبردار! بک بک نہ کر

نفی کرد اما غبارِ وہمِ بد | اندکے اندر دلش ناگاہ زد
انکار کردیا لیکن بُرے خیال کا وہم | تھوڑا سا اچانک اُس کے دل میں رُونما ہوا

اندر آمد دیگرے گفت ایں چنیں | اندکے آں وہم افزوں شد بدیں
دوسرا اندر آیا، اُس نے بھی ایسا ہی کہا | اِس پر تھوڑا سا وہ وہم بڑھا

ہم چنیں تا وہم او قوت گرفت | ماند اندر حالِ خود بس در شگفت
اِسی طریقہ پر یہانتک کہ وہم نے قوت پکڑی | وہ (اُستاد) اپنے معاملہ میں حیرانی میں پڑ گیا

رنجور شدن فرعون بوہم از تعظیم خلقاں
فرعون کا لوگوں کی تعظیم کے وہم سے بیمار ہونا

---

[1] خود فزوں۔ عقل کی وہ زیادتی جو فطری ہے وہ اس سے بہتر ہے جو کوشش اور تعلیم سے حاصل ہو۔ تو بگو۔ ظاہر ہے کہ اللہ کا عطیہ بہتر ہے۔ یاکہ۔ عقل کی فوقیت اگر فطری نہ ہو بلکہ کسبی ہو تو اس کی مثال یہ ہے کہ لنگڑا گھوڑا تیز روی اختیار کرے۔

[2] ہمیں مکرت۔ اُستاد کو فریب دینے کی تدبیر پر مکتب سے باہر یارِ مکر۔ وہی ذہین لڑکا۔ اے مقلد۔ یہ مولانا کی مرید کو نصیحت ہے کہ تو یعنی شیخ۔

[3] یاوہ۔ بکواس۔ ہلا حرفِ تنبیہ ہے۔ نفی کرد۔ یعنی اُستاد کے بیمار ہونے کا انکار کر دیا۔

سجدهٔ خلق از زن و از طفل و مرد
عورتوں، اور بچوں اور مردوں کے سجدہ والے نے

زد[1] دلِ فرعون را رنجور کرد
اثر کیا، فرعون کے دل کو بیمار کر دیا

گفتنِ ہر یک خداوند و ملِک
ہر ایک کے مالک اور شاہ کہنے نے

آنچناں کردش ز وہمِ منہلِک
برباد کر دینے والے وہم کی وجہ سے اُس کو ایسا بنا دیا

کہ بدعوائے الٰہی شد دلیر
کہ خدائی کے دعوے پر دلیر بن گیا

اژدہا گشت و نمی شد ہیچ سیر
اژدہا بنا، اور کبھی اُس کا پیٹ نہ بھرا

عقلِ جزوی آفتش وہم ست و ظن
وہم اور گمان، ناقص عقل کیلئے مصیبت ہے

زانکہ در ظلمات شد او را وطن
کیونکہ اس کا ٹھکانا تاریکیوں میں ہے

بر زمیں[2] گر نیم گز راہے بوَد
زمین پر اگر آدھے گز کا راستہ ہو

آدمی بے وہم ایمن می رود
آدمی بغیر وہم کے مطمئن ہو کر چلتا ہے

بر سرِ دیوارِ عالی گر روی
اگر تو اونچی دیوار پر چلے

گر دو گز عرضش بوَد کژ میشوی
اگر دو گز کی چوڑائی ہو، تو اوندھا ہو جاتا ہے

بلکہ می افتی ز لرزِ دل بوہم
بلکہ وہم کی وجہ سے دل کے لرزنے سے تو گر پڑیگا

ترس و وہمے را نکو بنگر بفہم
عقل کے ذریعہ خوف اور وہم کو خوب سمجھ لے

رنجور شدنِ اُستاد معلّم بوہم و خیال

وہم اور خیال کی وجہ سے پڑھانے والے اُستاد کا بیمار پڑنا

گشت اُستا سخت سُست از وہم و بیم
وہم اور ڈر سے اُستاد بہت سُست ہو گیا

برجہید و می کشانید او گلیم
اٹھا اور اُس نے کمبل کھینچی

خشمگیں[3] بازن کہ مہرِ او سُست
بیوی پر غصہ تھا، کہ اُس کی محبت کم ہے

من بدیں حالم نپرسید او نخست
میں اِس حالت میں ہوں اور اُس نے پہلے نہ پوچھا

خود مرا آگہ نکرد از رنگِ من
اس نے مجھے میری رنگت سے آگاہ نہ کیا

قصد دارد تا رہد از ننگِ[4] من
اس کا تو ارادہ ہے کہ میری ذلت سے نجات پائے

او بحسن و جلوهٔ خود مست گشت
وہ اپنے حسن اور جلوے میں مست ہو گئی ہے

بیخبر کز بامِ من افتاد طشت
اس سے بے خبر کہ طشت میرے بالاخانہ سے گرا ہے

آمد و در را بتُندی وا کُشاد
(گھر) آیا اور سختی سے دروازہ کھولا

کودکاں اندر پئے آں اوستاد
بچے اُس اُستاد کے پیچھے تھے

---

[1] زد - یعنی اثر کرد۔ رنجور کرد۔ یعنی فرعون کو خدائی کے وہم کی بیماری میں مبتلا کر دیا، اژدہا۔ یعنی فرعون باقتدار بننے میں اژدہا بنا پھر بھی اس کا پیٹ نہ بھرا۔ عقل جزوی۔ عقل ناقص، عقل انسانی اس کے بالمقابل عقلِ کل ہے جس سے جبرئیلؑ یا حقیقت محمدیہ مراد لیتے ہیں۔

[2] بر زمیں۔ وہم کی خلاقی مانا جاتا ہے، انسان زمین پر تیزی سے بھاگا چلا جاتا ہے اور کہیں گرتا، زمین پر بھاگنے میں جس قدر زمین اُن کے استعمال میں آتی ہے اگر اُس سے دوگنا راستہ کسی بلند دیوار پر ہو تو اس پر کبھی نہیں بھاگ سکتا کیونکہ اس کو وہم ہوتا ہے کہ وہ گر جائیگا اور اس قوتِ واہمہ کی بناء پر وہ گر پڑتا ہے۔ خشمگیں۔ استاد گھر جاتے وقت یہ باتیں سوچ رہا تھا۔

[3] ننگِ من یعنی وہ یہ سوچتی ہے کہ مر جاؤں تو اُسکو مجھ سے نجات ملے۔ بامِ من۔ طشت از بام افتادن محاورہ ہے جس کے معنی ہیں بات کا مشہور ہو جانا۔

گفت زن خیرست چون زود آمدی
بیوی نے کہا خیر ہے؟ آپ جلد کیوں آ گئے؟
کہ مبادا ذاتِ نیکت را بدی
خدا نہ کرے آپ کی نیک ذات کو کوئی تکلیف پہنچے

گفت کوری رنگ و حالِ من ببیں
اُس نے کہا تو اندھی ہے؟ میری رنگت اور حالت دیکھ
از غمم بیگانگانؔ[1] اندر حنیں
میرے غم میں دوسرے رو رہے ہیں

تو درونِ خانہ از بغض و نفاق
تو گھر کے اندر بغض اور نفاق کی وجہ سے
می نہ بینی حالِ من در احتراق
جلنے میں میری حالت نہیں دیکھتی ہے

گفت زن اے خواجہ رنجے نیستت
بیوی نے کہا اے جناب! آپ کو کوئی بیماری نہیں ہے
وہم و ظن و فکر بے معنیستت
آپ کا وہم اور گمان اور فکر بلا وجہ ہے

گفت اے غر تو ہنوزی در لجاج
اُس (شوہر) نے کہا اے بیوقوف! تو ابھی جھگڑے میں ہے
می نہ بینی ایں تغیر و ارتجاج
اِس تغیر اور کپکپی کو نہیں دیکھ رہی ہے

گر تو کور و کر شدی مارا چہ جرم
اگر تو اندھی اور بہری ہو گئی ہے تو ہمارا کیا قصور ہے
ما دریں رنجیم و در اندوہ و کرمؔ[2]
ہم تو اس رنج اور غم اور ضیق میں ہیں

گفت اے خواجہ بیارم آئینہ
اُس نے کہا اے جناب! میں آئینہ لاتی ہوں
تا بدانی کہ ندارم من گنہ
تاکہ آپ سمجھ لیں کہ میری کوئی خطا نہیں ہے

گفت رَو رَو چہ تو چہ آئینہ ات
اُس نے کہا جا، جا تو کیا، تیرا آئینہ کیا
دائماً در بغض و کینی و عنت
تو ہمیشہ بغض، اور کینہ، اور سرکشی میں مبتلا ہے

جامۂ خواب مرا زو گستراں
جلد میرا بستر بچھا دے
تا بخسپم کہ سرِ من شد گراں
تاکہ میں سو جاؤں، مجھے سر گرانی ہے

زن توقف کرد و مردش بانگ زد
بیوی نے دیر کی، اور مرد اُس پر چیخا
کاے عدو زوتر ترا ایں می سزد
کہ اے دشمن، جلدی کر تیرے لئے یہ مناسب ہے؟

در جامۂ[3] خواب افتادنِ اُستاد و نالیدنِ او بوہمِ رنجوری
اُستاد کا بستر میں لیٹ جانا اور بیماری کے وہم سے اُس کا رونا

جامۂ خواب آورد و گسترد آں عجوز
بڑھی بستر لائی، اور اس کے لئے بچھا دیا
گفت امکاں نے و باطن پُر ز سوز
(بڑھی کے لئے) بولنا ممکن نہیں، اور دل میں جلن

گر بگویم متہم دارد مرا
اگر میں کچھ کہتی ہوں وہ مجھ پر تہمت دھریگا
ور نگویم جد شود ایں ماجرا
اگر کچھ نہیں بولتی ہوں تو یہ قصہ حقیقی بنجائیگا

---

[1] بیگانگاں۔ یعنی بچے جو غیر ہیں وہ رو رہے ہیں۔ احتراق۔ جلنا، بخار۔ غر۔ غین کے کسرہ کے ساتھ، ناتجربہ کار، غین کے فتح کے ساتھ زنِ فاحشہ۔ ارتجاج۔ لرزہ، کپکپی۔

[2] کرم۔ کاف کے ضمہ کے ساتھ، اندوہ، غم۔ تا بدانی۔ آئینہ دیکھ کر تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ تم بیمار نہیں ہو اور میرا کہنا درست ہے۔ عنت۔ فساد، ہلاکت۔

[3] جامۂ خواب۔ سونے کا بستر۔ می سزد۔ یہ تاخیر تیرے لئے مناسب ہے۔ عجوز۔ بڑھی یعنی اُستاد کی بیوی۔ گفت امکاں نے۔ یعنی بیوی کا بولنا ممکن نہ تھا ورنہ اور بُرے بھلے سنتی لیکن غلط بات پر اُس کا دل جل رہا تھا۔ جد شود۔ یعنی یہ وہمی بیماری حقیقی بیماری بن جائیگی۔

فالِ بَد رنجور گرداند ہمے — آدمی را کہ نبُود ستش غمے

بُری فال، بیمار بنا دیتی ہے — اُس آدمی کو بھی، جس کو کوئی غم نہ ہو

قولِ پیغمبر قَبُولُہٗ یُفْرَضُ — اِنْ تَمَارَضْتُمْ لَدَیْنَا تَمْرَضُوْ

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننا فرض کر دی گئی ہے — اگر ہمارے سامنے تکلّف مریض بنو گے مریض بنجاؤ گے

گر بگویم[1] اُو خیالِ بَد زنَد — فعل دارد زن کہ خلوت می کُند

اگر میں کچھ کہتی ہوں وہ بُرا خیال کریگا — کہ بیوی کو کوئی کام ہے تنہائی چاہتی ہے

مر مرا از خانہ بیروں می کُند — بہرِ فسقے فعل وافسوں میکُند

مجھے گھر سے بھگانا چاہتی ہے — بدی کے لئے کوشش اور تدبیر کرتی ہے

جامہ خواب افگند و اُستاد اوفتاد — آہ آہ و نالہ از وے می بزاد

اُس نے بستر بچھایا اور اُستاد لیٹ گیا — آہ، آہ اور رونا شروع کر دیا

کودکاں آنجا نشستند و نہاں — درس میخوانند با صد اندہاں

بچے وہاں بیٹھ گئے، اور آہستہ سے — سینکڑوں غموں کے ساتھ سبق پڑھنے لگے

کایں[2] ہمہ کردیم و ہم زندانیم — بَد بنائے بود و ما بَد بانیم

کہ ہم نے سب کچھ کیا اور پھر بھی ہم قیدی ہیں — بُری عمارت تھی اور ہم بُرے بنانیوالے ہیں

ہیں دِگر اندیشۂ باید نمود — تا ازیں محنت فرح یابیم زود

خبردار! دوسری تدبیر کرنی چاہئے — تاکہ ہم اِس مصیبت سے جلد راحت پالیں

دوم بار در وہم افگندن کودکاں اُستاد را کہ اُو را از قرآن خواندن صُداع آید و دردِ سر افزاید

بچوں کا اُستاد کو دوبارہ وہم میں مبتلا کر دینا کہ قرآن پڑھنے سے اُس کے سر میں درد پیدا ہو جائیگا اور سر کا درد بڑھ جائیگا

گفت[3] آں زیرک کہ اے قومِ پسند — درس خوانید و کُنید آوا بلند

اُس ذہین بچے نے کہا اے دوستو! — سبق پڑھو، اور آواز بلند کرو

چوں ہمی خواند گفت اے کودکاں — بانگِ ما استاد را دارد زیاں

جب اُنھوں نے اِسطرح پڑھا تو بولا اے بچو! — ہماری آواز سے اُستاد کو تکلیف ہوتی ہے

دردِ سر افزاید اُستا را ز بانگ — ارزد ایں کو درد یابد بہرِ دانگ

آواز سے اُستاد کے سر میں درد بڑھتا ہے — کیا یہ مناسب ہے کہ دمڑی کیلئے اُنکے سر میں درد ہو؟

---

[1] گر بگویم۔ اگر میں یہ کہتی ہوں کہ تم بیمار نہیں ہو تو دل میں یہ سوچے گا کہ مجھے کوئی بُرا کام کرنا ہے جس کی وجہ سے میں اُس کو گھر سے نکالنا چاہتی ہوں۔ باصد اندُہاں۔ چونکہ اِس تدبیر سے بھی انھیں چُھٹی نہ ملی تھی۔

[2] کایں ہمہ۔ یعنی اُستاد کو بیمار بنانے کی بنیاد بھی ڈالی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ دِگر اندیشہ۔ کوئی دوسری تدبیر۔ فرح۔ خوشی، راحت۔ صُداع۔ دردِ سر۔

[3] گفت۔ یعنی اِسی پہلے ذہین بچے نے یہ تدبیر سوچی کہ بچے زور زور سے سبق پڑھیں۔ آوا۔ آواز۔ زیاں۔ نقصان۔ اُستا۔ استاد۔ دانگ۔ درہم کا چھٹا حصّہ، ہر بچہ اُستاد کو ہر مہینہ ایک دانگ دینا ہوگا۔

خلاصی یافتن کودکاں از مکتب بدیں مکر و سوالِ مادراں از ایشاں

اِس مکاری کی وجہ سے بچوں کا چھٹکارا حاصل کرنا اور ماؤں کا اُن سے پوچھنا

گفت[1] اُستا راست می گوید روید — دردِ سر افزوں شُدم بیروں شوید

اُستاد نے کہا وہ ٹھیک کہتا ہے، جاؤ — میرے سر میں درد بڑھ گیا، باہر چلے جاؤ

سجدہ کردند و بگفتند اے کریم — دور بادا از تو رنجوری و بیم

سب نے سجدہ کیا اور کہا، اے جناب! — خدا کرے بیماری اور ڈر آپ سے دور ہو جائے

پس بروں جستند سوئے خانہا — ہمچو مُرغاں در ہوائے دانہا

پھر وہ گھروں کی جانب باہر کو بھاگے — جیسا کہ دانہ کی خواہش میں پرندے

مادراں شاں خشمگیں گشتند و گفت — روزِ کُتّاب[2] و شما با لہو جفت

اُن کی مائیں خفا ہوئیں اور کہا — مکتب کا دن ہے اور تم کھیل کے ساتھی ہو

وقتِ تحصیل ست اکنون و شما — می گریزید از کتاب و اوستا

یہ حاصل کرنے کا وقت ہے، اور تم — کتاب اور اُستاد سے بھاگتے ہو

عذر آوردند کاے مادر تو ایست — ایں گناہ از ما و از تقصیر نیست

اُنھوں نے عذر کیا کہ اے اماں تو ٹھہر — یہ ہماری خطا اور کوتاہی کی وجہ سے نہیں ہے

عُذر آوردند ایشاں در زماں — کیں گنہ از ما نبود اے مادراں

اُنھوں نے فوراً عذر کیا — اے ماؤں! یہ ہمارا قصور نہ تھا

از قضائے آسماں اُستادِ ما — گشت رنجور و سقیم[3] و مُبتلا

آسمانی قضا سے ہمارا اُستاد — رنجور اور بیمار اور مبتلا ہو گیا

مادراں گفتند مکرست و دروغ — صد دروغ آرید بہر طمع دوغ

ماؤں نے کہا مکاری اور جھوٹ ہے — چھاچھ کے لالچ میں تم تو جھوٹ بول رہے ہو

ما صباح آئیم پیشِ اوستا — تا بہ بینیم اصلِ ایں مکرِ شما

ہم صبح کو اُستاد کے پاس جائیں گے — تاکہ ہمیں تمہارے اس مکر کی اصل معلوم ہو جائے

کودکاں گفتند بسم اللہ روید — بر دروغ و صدقِ ما واقف شوید

بچوں نے کہا، بسم اللہ جاؤ — ہمارے جھوٹ اور سچ سے واقف ہو جاؤ

رفتنِ مادرانِ کودکاں بامداد بعیادتِ اُستاد

صبح کو بچوں کی ماؤں کا اُستاد کی مزاج پرسی کے لئے جانا

---

[1] گفت. ذہین بچے کے کہنے پر اُستاد نے کہا، ہاں، میرے سر میں تمہاری آوازوں سے درد بڑھ گیا، باہر چلے جاؤ. دور بادا. یعنی بچے یہ دعا دیتے ہوئے گھروں کو چل دیئے. ہمچو مرغاں. یعنی جس طرح چڑیاں دانہ کی طرف اُڑ کر جاتی ہیں.

[2] کُتّاب. مکتب. لہو. کھیل کود. جفت. ساتھی، جوڑا. تحصیل. حاصل کرنا یعنی علم حاصل کرنا. ایست. ٹھہر. تقصیر. کوتاہی، گناہ.

[3] سقیم. بیمار. مبتلا. آزمائش میں پڑا ہوا، بیمار. دوغ. دہی، چھاچھ. صباح. صبح. عیادت. مزاج پرسی.

بامداداں آمدند آں مادراں
صبح کو مائیں پہنچ گئیں

پرسشِ اُستا ز ہر گوشہ رَواں
ہر جانب سے روانہ ہو کر اُستاد کی مزاج پرسی کیلئے

خُفتہ اُستا ہمچو بیمارِ گراں[1]
اُستاد سخت بیمار کی طرح سویا ہوا تھا

درد سَر را سَر بہ بستہ چوں زناں
عورتوں کی طرح دردِ سَر کی وجہ سے سَر کو باندھے ہوئے

ہم عَرَق کردہ ز بسیاری لحاف
لحافوں کی کثرت کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو رہا تھا

سَر بہ بستہ رُو کشیدہ در سِجاف
سَر کو باندھے ہوئے پردے میں مُنہ چھپائے ہوئے

آہ آہے می کُند آہستہ اُو
چُپکے چُپکے، آہ آہ کرتا تھا

جُملگاں گشتند ہم لاحول گو
سب لاحول پڑھنے لگے

خیر باشد اوستاد ایں دردِ سَر
اے استاد! خدا خیر کرے، یہ دردِ سر

جانِ تو ما را نبودہ زیں خبر
تیری جان کی قسم ہمیں اس کی خبر نہ تھی

گفت[2] من ہم بیخبر بودم ازیں
اس نے کہا میں بھی اس سے بے خبر تھا

آگہم ایں کودکاں کردند ہیں
ہاں، اِن بچوں نے مجھے بتایا

من بُدم غافل بشغلِ قال و قیل
میں پڑھنے پڑھانے میں مشغول تھا

بُودہ در باطن چنیں رنجے ثقیل
اندر اس قدر بھاری مرض تھا

چوں بجد مشغول باشد آدمی
جب انسان پورا مشغول ہوتا ہے

اُو ز دیدِ رنجِ خود باشد عَمی
تو وہ اپنی تکلیف کو دیکھنے سے اندھا ہوتا ہے

از زنانِ مصر و یوسفؑ شُد سَمَر
مصر کی عورتوں اور یوسفؑ کا قصہ ہے

کہ ز مشغولی بشُد ز یشاں خبر
کہ مشغولیت کی وجہ سے اُن کو پتہ نہ چلا

پارہ پارہ کرد ساعدہائے خویش
اُنہوں نے اپنے گٹے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے

رُوح والہ کہ نہ پس بیند نہ پیش
کیونکہ عاشق کی روح آگا دیکھتی ہے نہ پیچھا

اے[3] بسا مردِ شجاع اندر حراب
لڑائی میں بہت سے بہادر ہوتے ہیں

کہ ببُرد دست و پایش را ضراب
کہ تلوار کی مار ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیتی ہے

اُو ہماں دست آورد در گیر و دار
وہ پکڑ دھکڑ میں اُسی ہاتھ کو استعمال کرتے ہیں

بر گمانِ آنکہ ہست اُو برقرار
اس خیال سے کہ وہ ٹھیک ہے

خود نہ بیند دستِ رفتہ در ضرر
وہ خرابی میں مبتلا ہاتھ کو نہیں دیکھتا ہے

خوں ازو بسیار رفتہ بے خبر
بے خبری میں اُس سے بہت خون بہہ جاتا ہے

[1] بیمارِ گراں۔ سخت بیمار۔ عرق۔ پسینہ۔ سجاف۔ پردہ۔ جانِ تو۔ تیری جان کی قسم۔

[2] گفت۔ اُستاد نے کہا اپنے بیمار ہو جانے کا مجھے بھی پتہ نہ تھا بچوں نے بتایا ہے۔ قال و قیل۔ سوال و جواب۔ ثقیل۔ بھاری۔ چوں بجد۔ اُستاد نے کہا زیادہ معروفیت میں بیماری کا پتہ نہیں چلتا ہے۔ عمی۔ اندھا۔ سمر۔ قصہ یعنی مشہور قصہ ہے کہ زنانِ مصر حضرت یوسفؑ کے حُسن میں ایسی محو ہو گئی تھیں کہ اُنھوں نے ترنج کی بجائے اپنے ہاتھ تراش لئے تھے۔ والہ۔ عاشق، حیران۔

[3] اے بسا۔ بہادر لڑائی میں ایسا مصروف ہوتا ہے کہ اُس کو ہاتھ پاؤں کٹنے کی خبر ہی نہیں ہوتی اور خون بہہ جاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ ہاتھ سالم ہے اور اُس سے وہ کام کر لیتا ہے۔

دربیانِ آنکہ تن روح را چوں لباسے ست وایں دست آستینِ

اِس کا بیان کہ جسم، روح کے لئے بمنزلہ لباس کے ہے، اور یہ ہاتھ روح کے ہاتھ کی آستین

دستِ روح ست وایں پائے موزہ پائے روح

ہے، اور یہ پاؤں روح کے پاؤں کا موزہ ہے

تا بدانی کہ تن آمد چوں لبیس[1] ۔۔۔ رَو بجُو لابِس لباسے را مَلیس

خبردار! تو سمجھ لے کہ جسم لباس کی مانند ہے ۔۔۔ جا، پہننے والے کو تلاش کر، لباس کو نہ چاٹ

روح را توحیدِ اللہ خوشتر ست ۔۔۔ غیرِ ظاہر دست و پائے دیگر ست

روح کے لئے اللہ کی توحید بہت بہتر ہے ۔۔۔ ظاہر کے علاوہ (اُسکے) دوسرے ہاتھ پاؤں ہیں

دست و پا در خواب بینی و ایتلاف ۔۔۔ آں حقیقت داں مدانش از گزاف

تو خواب میں ہاتھ اور پاؤں اور (اُنکا) جوڑ دیکھتا ہے ۔۔۔ اُس کو حقیقت سمجھ اُس کو لغو نہ سمجھ

آں توئی کہ بے بدن داری بدن ۔۔۔ پس مترس از جسم جاں بیروں شدن

تو وہ ہے کہ (اُس) بدن کے علاوہ بدن رکھتا ہے ۔۔۔ تو جان کے جسم سے نکل جانے سے نہ ڈر

روح دارد بے بدن بس کار و بار[2] ۔۔۔ مُرغ باشد در قفس بس بیقرار

روح کے، بدن کے بغیر بہت سے مشغلے ہیں ۔۔۔ پرندہ پنجرے میں بہت بیقرار رہتا ہے

باش تا مُرغ از قفس آید بروں ۔۔۔ تا بہ بینی ہفت چرخ اُو را زبوں

ٹھہر جا کہ پرندہ، پنجرے سے باہر آئے ۔۔۔ تاکہ تو ساتوں آسمانوں کو اُس کا فرمانبردار دیکھے

یک حکایت[3] گویمت گر بشنوی ۔۔۔ در حقیقت بر حقیقت بگروی

اگر تو سُنے تو میں تجھ سے ایک قصہ بیان کروں ۔۔۔ حقیقتاً، تو اصلیت پر گرویدہ ہو جائے گا

حکایت آں درویشے کہ در کوہ خلوت کردہ بود و بیانِ حلاوتِ

اُس درویش کا قصہ جو پہاڑ میں خلوت نشین ہو گیا تھا، اور (لوگوں سے) جدائی

انقطاع و خلوت و داخل شدن دریں منقبت کہ اَنَا

اور خلوت کی شیرینی کا بیان اور اِس فضیلت میں داخل ہو جانا، کہ میں اُس کا

جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ وَاَنِیْسُ مَنِ اسْتَاْنَسَ بِیْ

ہمنشین ہوں، جو مجھے یاد کرے اور میں اُس کا دوست ہوں، جو مجھ سے اُنسیت کرے۔

گر با ہمہ چو بے منی بے ہمہ ۔۔۔ ور بے ہمہ چو با منی با ہمہ

اگر تو سب کے ساتھ ہے جبکہ میرے بغیر ہے تو سب سے جدا ہے ۔۔۔ اگر تو سب کے بغیر ہے جبکہ میرے ساتھ ہے تو سب کے ساتھ ہے

---

[1] لبیس۔ لباس۔ لابس۔ لباس پہننے والا یعنی روح۔ ملیس۔ بت چاٹ۔ لیسیدن مصدر کا صیغہ امر ہے۔ دیگر ست۔ یعنی روح کے ہاتھ پاؤں جو نظر نہیں آتے ہیں۔ دست و پا۔ خواب میں انسان جن ہاتھ پاؤں کو دیکھتا ہے وہ اس مادی جسم کے نہیں ہیں کیونکہ یہ تو آنکھ سے نظر آتے ہیں وہ جسم مثالی کے ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں۔ داری بدن یعنی جسم مثالی۔

[2] روح دارد۔ روح کو جسم عنصری سے نکلنے کے بعد بہت سے معاملات پیش آتے ہیں۔ مرغ۔ اس عنصری جسم میں روح ایک پرندے کی طرح ہے جو پنجرے میں بند ہو۔ باش۔ عنصری جسم سے نکلنے پر روح بلند پرواز بن جاتی ہے۔

[3] حکایت۔ چونکہ مولانا یہ سمجھا رہے تھے کہ جسم عنصری کے نقصان سے روح میں نقصان نہیں آتا ہے۔ اب اس حکایت سے یہ بتاتے ہیں کہ اُن بزرگ کا ہاتھ کٹ جانے کے باوجود بطور کرامت کام کرنے لگتا تھا۔

بود درویشے بکُہسارے مقیم — خلوتؔ اُورا بود ہمخواب و ندیم

ایک درویش ایک پہاڑ میں مقیم تھا — خلوت، اُس کی دن رات کی ساتھی تھی

چوں زخالق می رسید اُورا شمول — بود از انفاس مرد و زن ملول

چونکہ اُس تک اللہ تعالیٰ کی ہوا پہنچتی تھی — وہ مرد و عورت کے سانسوں سے تنگ تھا

ہمچناں کہ سہل شد مارا حضر — سہل شد ہم قوم دیگر را سفر

جیسا کہ ہمارے لئے اقامت آسان ہے — دوسروں کے لئے سفر بھی آسان ہے

آنچنانکہ عاشقی بر سروری — عاشق ست آں خواجہ بر آہنگری

جیسا کہ تو سرداری پر عاشق ہے — وہ خواجہ (سردار) لوہا پیٹنے پر عاشق ہے

ہرؔ کسے را بہرِ کارے ساختند — میلِ آنرا در دلش انداختند

ہر ایک کو ایک کام کے لئے بنایا ہے — اُس کام کا رجحان اُس کے دل میں ڈال دیا ہے

دست و پا بے میل جنباں کے شود — خار و خس بے آب و بادے کے رود

بغیر رجحان کے ہاتھ اور پاؤں کب ہلتے ہیں؟ — کوڑا کرکٹ ہوا اور پانی کے بغیر کب روانہ ہوتا ہے؟

گر بہ بینی میلِ خود سوئے سما — پرِّ دولت بر کشا ہمچوں ھُما

اگر تو اپنا رجحان آسمان کی طرف دیکھے — ہُما کی طرح خوش نصیبی کے پر کھول دے

ور بہ بینی میل خود سوئے زمیں — نوحہ می کن ہیچ منشیں از حنیں

اگر تو اپنا رجحان زمین کی طرف دیکھے — رو، رونے سے (تھک کر) کبھی نہ بیٹھ

عاقلاںؔ خود نوحہا پیشیں کنند — جاہلاں آخر بسر بر می زنند

عقلمند، پہلے سے رو لیتے ہیں — جاہل، آخر میں سر پیٹتے ہیں

ز ابتدائے کار آخر را ببیں — تا نہ باشی تو پشیماں یوم دیں

کام کے شروع میں انجام کو دیکھ لے — تاکہ تو قیامت کے دن پشیمان نہ ہو

دیدنِ زرگر عاقبت کار را و سخن بر وفقِ عاقبت گفتن با مستعیر ترازو

سُنار کا انجام کار کو دیکھنا، اور ترازو مانگنے والے سے انجام کے مطابق بات کہنا

آں یکے آمد بہ پیشِ زرگرے — کہ ترازو دہ کہ بر سنجم زرے

ایک صاحب ایک سُنار کے پاس آئے — کہ ترازو دیدے میں سونا تولوں گا

گفت رو خواجہ مرا غربال نیست — گفت میزاں دہ بریں تسخر مایست

اُسنے کہا جناب! جائیے میرے پاس چھلنی نہیں ہے — اُسنے کہا ترازو دیدے، اِس مسخرے پن میں پڑ

لہ خلوت۔ یعنی گوشہ تنہائی اُن کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ندیم۔ ہم مجلس۔ شمول شین کے زبر کے ساتھ، شمالی ہوا۔ انفاس۔ نفس کی جمع ہے، سانس۔ حضر۔ اقامت۔ سروری۔ سرداری۔ آہنگری۔ لوہارپن۔

لہ ہر کسے۔ حدیث شریف میں ہے۔ کُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَہٗ۔ ہر شخص کے لئے وہ کام سہل ہے جس کیلئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ دست و پا۔ انسان کے ہاتھ پاؤں کسی کام میں تب ہی حرکت میں آتے ہیں جبکہ اُس کام کی دلی خواہش ہوتی ہے۔ گر بہ بینی۔ عالم بالا کی طرف میلان سعادت کی علامت ہے اور نیک کاموں کے صدور کا سبب ہے۔ دنیاوی کاموں کی طرف میلان تباہی کا سبب ہے۔

لہ عاقلاں۔ عقلمند وہ ہے جو تباہی سے قبل تباہی کے اسباب کی اصلاح کرے۔ جاہل تباہی کے بعد روتا ہے جو بے سود ہوتا ہے۔ زابتداء۔ دنیاوی زندگی میں اگر آخرت کی رسوائیوں سے نجات حاصل کر لیگا تو حشر میں نادم نہ ہوگا۔ دیدن زرگر۔ سنار نے انجام پر نظر کر لی تو پریشانی سے بچ گیا۔ غربال چھلنی، اُس نے سونا تولنے کا کانٹا مانگا تھا، سنار نے چھلنی سے انکار کیا۔ میزاں دہ۔ اُسنے دوبارہ کانٹا مانگا تو سنار

گفت جاروبے ندارم در دکاں
اُس نے کہا میری دکان میں جھاڑو نہیں ہے

گفت بس بس ایں مضاحک را بماں
اُس نے کہا بس بس، یہ ٹھٹھولیں رہنے دے

من ترازوئے کہ میخواہم بدہ
میں جو ترازو مانگتا ہوں وہ دیدے

خویشتن را کر[۴۱] مکن ہر سو مجہ
اپنے آپ کو بہرا نہ بنا ہر طرف گریز نہ کر

گفت بشنودم سخن کر نیستم
اُس نے کہا میں نے بات سن لی ہے میں بہرا نہیں ہوں

تا نہ پنداری کہ بے معنیستم
تو ہرگز یہ نہ سمجھ کہ میں مہمل ہوں

ایں شنیدم لیک پیری مرتعش
یہ میں نے سن لیا، لیکن تو رعشہ والا بوڑھا ہے

دست لرزاں جسمِ تو نا منتعش
تیرا ہاتھ لرزتا ہے تیرا جسم نہ اٹھنے والا ہے

فہم کردم[۴۲] لیک پیری ناتواں
میں سمجھ گیا، لیکن تو کمزور بوڑھا ہے

دستت از ضعف ست لرزاں ہر زماں
ہر وقت کمزوری سے تیرا ہاتھ کانپتا ہے

واں زرِ تو ہم قراضہ خرد و مرد
تیرا سونا بھی ذرہ ذرہ کترن ہے

دست لرزد پس بریزد زرِ خرد
ہاتھ کانپے گا، سونے کے ریزے گر جائیں گے

پس بگوئی خواجہ جاروبے بیار
پھر تو کہے گا جناب! جھاڑو لا دیجئے

تا بجویم زرِ خود را در غبار
تاکہ میں مٹی میں اپنا سونا تلاش کر لوں

چوں بروبی خاک را جمع آوری
جب تو جھاڑو لگا کر مٹی کو اکٹھا کرے گا

گوئیم غربال خواہم اے جری
مجھ سے کہے گا اے بھلے! میں چھلنی چاہتا ہوں

تا بہ بیزم خاک و زر جویم ازاں
تاکہ میں مٹی کو چھانوں اور اُس میں سونا تلاش کروں

کے بود غربال ما را در دکاں
ہماری دکان میں چھلنی کہاں ہوگی؟

من ز اوّل[۴۳] دیدہ ام آخر تمام
میں نے شروع میں انجام دیکھ لیا ہے

جائے دیگر رو ازینجا والسّلام
یہاں سے دوسری جگہ چلا جا، والسّلام

ہر کہ اوّل بیں بود اعمیٰ بود
جو شروع پر نظر کرنے والا ہوتا ہے اندھا ہوتا ہے

ہر کہ آخر بیں چہ با معنیٰ بود
جو انجام کو دیکھنے والا ہوتا ہے کسقدر معقول ہوتا ہے

ہر کہ اوّل بنگرد پایانِ کار
جو شروع میں انجام کو دیکھ لیتا ہے

اندر آخر او نگردد شرمسار
آخر میں وہ شرمندہ نہیں ہوتا ہے

حکم چوں بر عاقبت اندیشی ست
حکم چونکہ انجام بینی پر ہے

بادشاہی بندۂ درویشی ست
شاہی، درویشی کی غلام ہے

---

[۴۱] کر۔ بہرا۔ ہر سو یعنی میں کانٹا مانگتا ہوں تو چھلنی اور جھاڑو کی بات کرتا ہے۔ بے معنی۔ لایعنی، بیوقوف، مہمل۔ مرتعش۔ رعشہ کا بیمار جس کی وجہ سے ہاتھ پیر لرزتے ہیں۔ منتعش۔ گر کر اُٹھ جانے والا۔

[۴۲] فہم کردم۔ یعنی میں سمجھ گیا ہوں کہ تو سونا تولنے کے لئے کانٹا مانگ رہا ہے۔ قراضہ۔ قینچی کی کترن۔ خرد و مرد۔ ریزہ ریزہ۔ پس یعنی جب وہ سونے کے ریزے بکھر جائیں گے تو اُن کو سمیٹنے کے لئے جھاڑو مانگے گا اور مٹی اور ریت جمع کرکے اُنکو چھاننے کیلئے چھلنی مانگے گا۔ جری۔ لائق۔

[۴۳] من ز اوّل۔ میں پہلے ہی یہ ساری باتیں سمجھ گیا ہوں اور تیرے معاملہ کا انجام مجھے نظر آگیا ہے لہٰذا میں نے انجام پر نظر کرکے تجھے جوابات دیئے تھے۔ ہر کہ۔ جو ابتدا بکار کو دیکھے اور انجام پر نظر نہ کرے وہ اندھا ہے عقلمند وہی ہے جو آغاز میں انتہا پر نظر کرے۔ حکم چوں۔ جبکہ مدار آخر پر ہے اور بادشاہی کا انجام بھی دنیا سے تہیدست جانا ہے اور درویش پہلے ہی سے دنیا سے دستبردار ہو جاتا ہے لہٰذا درویشی بادشاہی سے افضل ہے

عاقبت بیناں بُوَند اہلِ رشاد — درنگر وَاللهُ اَعلَمُ بِالسَّداد

ہدایت یافتہ انجام کو دیکھنے والے ہوتے ہیں — خوب سمجھ لے، خدا راستی کو خوب جانتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد راز گو — قصۂ آں مردِ زاہد باز گو

اس بات کا اخیر نہیں ہے، راز بتا — اُس زاہد مرد کا قصہ پھر کہہ

کُن تمام اکنوں حدیثِ شیخ فرد — کاندراں کہسار بودش خواب و خورد

اب یکتا شیخ کی بات پوری کر — جس کا رہن سہن اور کھانا پینا پہاڑ میں تھا

بقیۂ قصۂ آں زاہدِ کوہی کہ نذر کردہ بود کہ میوۂ کوہی از درخت باز نگیرم و درخت را نفشانم و کسے را نگویم بصریح و کنایت کہ بیفشاں و آں را نخورم کہ باد از درخت افگندہ باشد

پہاڑ میں رہنے والے اُس عابد تنگذار کا بقیہ قصہ جس نے منت مان لی تھی کہ میں درخت سے پہاڑی میوہ نہ توڑوں گا اور درخت کو نہ جھاڑوں گا اور کسی سے صاف اور اشارہ میں نہ کہوں گا کہ تو جھاڑ دے اور اس کو کھاؤں گا جس کو ہوا درخت سے گرا دے گی

اندراں کہ بود اشجار[1] و ثمار — سیب و امرود و انارِ بے شمار

اُس پہاڑ میں درخت اور پھل تھے — بے شمار سیب، اور امرود، اور انار تھے

قوتِ آں درویش بود آں میوہا — غیرِ آں چیزے نخوردے دائما

اُس درویش کی خوراک وہ پھل تھے — اُنکے علاوہ وہ کبھی کوئی چیز نہ کھاتا

گفت آں درویش یا رب با تو من — عہد کردم کہ نچینم دَر زمن

اُس درویش نے کہا، اے اللہ! میں نے تجھ سے — عہد کیا ہے کہ میں کسی وقت (بھی پھل) نہ توڑوں گا

خود نچینم میوہ را در کل حین — نیز غیرے را نگویم کہ بچیں

میں کسی وقت (بھی) خود پھل نہ توڑوں گا — دوسرے سے بھی نہ کہوں گا کہ تو توڑ دے

جز ازاں میوہ کہ باد انداز دش — من نچینم از درخت منتعش

اُس پھل کے علاوہ جس کو ہوا گرا دے — میں کھڑے درخت سے نہ توڑوں گا

مُدتے بر نذرِ خود بودش وفا — تا در آمد امتحاناتِ قضا

ایک زمانہ تک وہ اپنے عہد کا پابند تھا — یہاں تک کہ قضاء خداوندی سے آزمائشیں آگئیں

زیں سبب فرمود استثنا[2] کنید — گر خدا خواہد بہ پیماں برزنید

اِسی وجہ سے فرمایا ہے کہ استثنا کرلو — "اگر خدا نے چاہا" عہد میں لگالو

---

[1] اشجار۔ شجر کی جمع ہے، درخت۔ ثمار۔ ثمرۃ کی جمع ہے، پھل۔ دائما۔ ہمیشہ۔ نچینم۔ یعنی میں درخت سے پھل نہ توڑوں گا۔ حین۔ کسی وقت۔ منتعش۔ قائم، کھڑا۔

[2] استثنا۔ وعدہ اور عہد میں لفظ ان شاء اللہ کہنا۔ گر خدا خواہد۔ یہ انشاء اللہ کا ترجمہ ہے۔

زانکہ حکمِ کار در دستِ من ست ۔۔۔ اختیارِ جملگاں پستِ[51] من ست
کیونکہ معاملہ کا فیصلہ میرے ہاتھ میں ہے ۔۔۔ سب کا اختیار میرے ماتحت ہے

ہر زماں دل را دگر میلے دہم ۔۔۔ ہر نفس بر دل دگر داغے نہم
میں ہر وقت دل میں ایک دوسری خواہش پیدا کر دیتا ہوں ۔۔۔ ہر سانس میں دل پر ایک دوسرا داغ لگا دیتا ہوں

کُلَّ اِصْبَاحٍ لَنَا شَانٌ جَدِیْد ۔۔۔ کُلُّ شَیْءٍ عَنْ مُرَادِیْ لَا یَحِیْد
ہر صبح کو ہماری نئی شان ہے ۔۔۔ کوئی چیز میرے ارادہ سے انحراف نہیں کرتی ہے

در حدیث آمد کہ دل ہمچوں پرے ست ۔۔۔ در بیابانے اسیرِ صرصرے ست
حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ دل پَر کی طرح ہے ۔۔۔ (جو) میدان میں آندھی کا پابند ہے

باد پَر را ہر طرف راند گزاف ۔۔۔ گہ چپ و گہ راست با صد اختلاف
ہوا پَر کو خواہ مخواہ ہر طرف لے جاتی ہے ۔۔۔ سینکڑوں مختلف طریقوں سے کبھی بائیں کبھی دائیں

در حدیثِ[52] دیگر ایں دل داں چناں ۔۔۔ کآب جوشاں ز آتش اندر قازغاں
دوسری حدیث (میں ہے) اس دل کو ایسا سمجھ ۔۔۔ جیسا کہ دیگ میں جوش مارتا ہوا پانی

ہر زماں دل را دگر رائے بُوَد ۔۔۔ آں نہ از وے لیک از جائے بُوَد
ہر لمحہ، دل کی ایک دوسری رائے ہوتی ہے ۔۔۔ وہ اُس کی جانب سے نہیں بلکہ دوسری جگہ سے ہوتی ہے

پس چرا ایمن شوی بر رائے دل ۔۔۔ عہد بندی تا شوی آخر خجل
تو، تو دل کی رائے پر کیوں مطمئن ہوتا ہے، ۔۔۔ تو عہد کر لیتا ہے تاکہ آخیر میں شرمندہ ہو

ایں ہم[53] از تاثیرِ حکم ست و قدر ۔۔۔ چاہ می بینی و نتوانی حذر
یہ بھی (اللہ کے) حکم اور تقدیر کی تاثیر کی وجہ سے ہے ۔۔۔ تو کنواں دیکھتا ہے اور بچ نہیں سکتا ہے

نیست خود از مرغِ پرّاں ایں عجب ۔۔۔ کو نہ بیند دام و افتد در عطب
کیا اُڑنے والے پرندے سے یہ تعجب کی بات نہیں ہے! ۔۔۔ کہ وہ جال نہیں دیکھ پاتا اور ہلاکت میں گرتا ہے

ایں عجب کہ دام بیند ہم وتد ۔۔۔ گر بخواہد ور نخواہد می فتد
یہ تعجب ہے کہ وہ جال اور کھونٹی دیکھتا ہے ۔۔۔ خواہ چاہے یا نہ چاہے، پھنس جاتا ہے

چشمِ باز و گوش باز و دام پیش ۔۔۔ سوئے دامے می پرد با پرِ خویش
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور کان کھلے ہوئے ہیں اور سامنے جال ہے۔ ۔۔۔ اپنے ہی بازوؤں سے جال کی جانب پرواز کرتا ہے

---

[53] ایں ہم۔ یعنی بغیر انشاء اللہ کے عہد کرنا اور پھر اُس کے ٹوٹنے پر شرمندہ ہونا۔ وتد۔ وہ کھونٹی جس میں جال کا سرا باندھتے ہیں۔ چشمِ باز۔ پرندہ کے سب ہوش و حواس درست ہوتے ہیں اور پھر اپنے اختیار سے جال میں پھنستا ہے۔

[51] پست۔ ماتحت۔ ہر زماں۔ حدیث میں ہے۔ اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ آدَمَ کُلَّھَا بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ کَقَلْبٍ وَّاحِدٍ یُصَرِّفُہٗ کَیْفَ یَشَاءُ یعنی انسانوں کے سب قلب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان اس طرح سے ہیں جیسا کہ ایک قلب اُنکو جس طرح چاہتا ہے اُلٹتا پلٹتا ہے۔ کُلَّ اصباح۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ یعنی ہر دن اللہ کی ایک نئی شان ہے۔ در حدیث آمد۔ حدیث شریف ہے۔ مَثَلُ الْقَلْبِ کَرِیْشَۃٍ فِیْ فَلَاۃٍ تُقَلِّبُھَا الرِّیَاحُ کَیْفَ تَشَاءُ یعنی دل کی مثال میدان میں پڑے ہوئے پَر کی سی ہے جس کو ہوائیں جس طرف کو چاہتی ہیں پلٹ دیتی ہیں۔

[52] در حدیثِ دیگر۔ حدیث شریف ہے۔ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ اَشَدُّ غَلَیَانًا مِنَ الْقِدْرِ۔ مومن کا دل ہانڈی سے بھی زیادہ جوش کھاتا ہے یعنی ایک حال پر نہیں رہتا کبھی اُس میں اُبال آتا ہے کبھی بجھاؤ آتا ہے۔ قازغان۔ اور کزغان ترکی لفظ ہے کڑھائی اور دیگ کو کہتے ہیں۔ جائے بود یعنی قلب میں یہ کیفیات اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ یا کسی دیگر بزرگ کا قول ہے عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ میں نے اپنے خدا کو ارادوں کی تبدیلی سے پہچانا۔

تشبیہ[1] بندِ دامِ قضا بصورت پنہاں و اثر پیدا

قضا (ئے خداوندی) کے جال کی تشبیہ جو ظاہر میں پوشیدہ ہے اور اثر ظاہر ہے

بنگر اندر دلق مہتر زادۂ — سر برہنہ در بلا افتادۂ

ایک امیر زادہ کو گدڑی کے اندر دیکھ — ننگے سر ہے، مصیبت میں پڑا ہے

در ہوائے یک نگارے سوختہ — اقمشہ و املاکِ خود بفروختہ

وہ ایک معشوق کے عشق میں تباہ ہے — اپنا سامان اور جائداد بیچ چکا ہے

خوار گشتہ درمیانِ قومِ خویش — مرہمش نایاب و دل ریش از مریش[2]

اپنی قوم میں ذلیل ہو گیا ہے — اور دل اس کے انکار سے زخمی اور اس کا مرہم نایاب ہے

خان و مال رفتہ شدہ بدنام و خوار — کامِ دشمن می رود ادبار وار

گھر بار جا چکا ہے، وہ بدنام اور ذلیل ہو گیا ہے — منحوس دشمن کے مقصد کے مطابق چلن اختیار کیے ہوئے

زاہدے بیند بگوید اے کیا — ہمتے می دار از بہرِ خدا

کسی بزرگ کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے اے بزرگ! — خدا کے لئے توجہ دیجئے

کاندریں ادبارِ زشت افتادہ ام — مال و زر و نعمت از کف دادہ ام

کہ میں اس بری نحوست میں پھنسا ہوں — مال و زر اور نعمت ہاتھ سے دے چکا ہوں

ہمتے تا بو کہ من زیں وا رہم — زیں گل تیرہ بود کہ بر جہم

توجہ دیجئے، شاید میں اس سے نجات پا جاؤں — ہو سکتا ہے کہ میں اس کالی کیچڑ سے نکل جاؤں

ایں دعا می خواہد او از عام و خاص — تاکہ یابد یک دمے زغم خلاص

وہ ہر خاص و عام سے یہ دعا چاہتا ہے — تاکہ تھوڑی دیر کے لئے غم سے نجات حاصل کر لے

دست[3] باز و پائے باز و بند نے — نے مؤکل بر سرش نے آہنے

ہاتھ کھلے ہوئے اور پاؤں کھلے ہوئے اور کوئی قید نہیں ہے — نہ اس کے سر پر کوئی سپاہی ہے نہ بیڑی

از کدامیں بند می جوئی خلاص — وز کدامیں حبس میخواہی مناص

تو کس بیڑی سے خلاصی کا جویاں ہے؟ — اور تو کونسی قید سے چھٹکارا چاہتا ہے؟

بندِ تقدیر و قضائے مختفی — کہ نہ بیند آں بجز جانِ صفی

تقدیر کی بیڑی، اور پوشیدہ تقدیر — جس کو برگزیدہ ہستی کے علاوہ کوئی نہیں دیکھ سکتا

گرچہ پیدا نیست آں در مکمن ست — بر تر از زندان و بندِ آہن ست

اگرچہ وہ ظاہر نہیں ہے، پوشیدہ ہے — لیکن، قید خانہ اور بیڑی سے بڑھ کر ہے

---

[1] تشبیہ۔ قضاء خداوندی پوشیدہ ہے اور اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے اسی طرح عشق کا معاملہ ہے۔ دلق۔ گدڑی۔ بلا یعنی عشق۔ نگار۔ معشوق، نقش۔ اقمشہ۔ قماش بضم قاف کی جمع ہے گھر کا سامان، ریشمین قیمتی کپڑا۔

[2] مریش۔ یہ لفظ شین ضمیر ہے جو کہ مہتر زادہ کی طرف لوٹتی ہے اور مرے جو کہ مرا کا امالہ ہے اور جھگڑے کے معنی میں آتا ہے سے مرکب یعنی اس مہتر زادہ سے ہر شخص اختلاف اور نزاع کرتا تھا اس وجہ سے اس کا دل اور زخمی تھا کام۔ مراد، مقصد۔ ادبار وار۔ بدبختانہ کیا۔ بزرگ، منظم۔ ہمت۔ بزرگوں کی روحانی توجہ۔

[3] دست باز۔ یعنی اس مہتر زادے کے نہ ہاتھ میں بیڑی تھی نہ پاؤں میں زنجیر، عشق کی نا پدید بیڑیاں تھیں مؤکل مقرر کردہ شخص، سپاہی مناص۔ بچاؤ کی جگہ۔ مختفی۔ پوشیدہ۔ صفی۔ برگزیدہ۔ مکمن۔ چھپنے کی جگہ۔ برتر۔ عشق کی زنجیریں لوہے کی زنجیروں سے بھی زیادہ سخت ہوتی ہیں اور عشق کا قید خانہ عام قید خانوں سے زیادہ سخت ہے لوہے کی زنجیر کو لوہار کاٹ سکتا ہے اور عام قید خانوں میں کوئی نقب لگایا جا سکتا ہے لیکن عشق کے سلسلہ میں یہ ممکن نہیں ہے۔

زانکہ آہنگر مر آں را بشکند — محفرہ گر ہم خشت زنداں بر کند

کیونکہ لوہار اُس کو توڑ دیتا ہے — کو بھی لگانے والا قید خانہ کی اینٹ اکھاڑ دیتا ہے

اے عجب ایں بندِ پنہانِ گراں — عاجز از تکسیرِ[1] آں آہنگراں

تعجب ہے، یہ پوشیدہ بھاری بیڑی — اِس کے کاٹنے سے لوہار عاجز ہیں

دیدنِ آں بند احمدؐ را رسد — بر گلوئے بستہ حَبلٌ مِّن مَّسد

اِس پھندے کو دیکھنے کا احمدؐ کو حق ہے — جو مونج کی رسی گلے میں بندھی ہوئی ہے

دید بر پشتِ عیالِ بولہب — تنگِ ہیزم گفت حَمّالۃَ الحطب

انھوں نے ابولہب کی بیوی کی کمر پر دیکھا — ایندھن کا گٹھر، فرمایا ایندھن اٹھانیوالی ہے

حَبل و ہیزم را جز آں چشمے ندید — کہ پدید آید بر و ہر ناپدید

رسی اور گٹھر کو اُس آنکھ کے سوا کسی نے نہ دیکھا — جس کے لئے ہر پوشیدہ چیز ظاہر ہو جاتی ہے

باقیانش جملہ تاویلے[2] کنند — کایں ز بیہوشیست و ایشاں ہوشمند

اُن کے سوا سب تاویل کرتے ہیں — کیونکہ یہ (دید) بیہوشی میں ہوتی ہے اور وہ ہوشمند ہیں

لیک[3] از تاثیرِ آں پشتش دوتو — گشتہ و نالاں شدہ در پیشِ او

لیکن اُس کی تاثیر سے اُس کی کمر دوہری — ہو رہی ہے اور وہ اُس کے سامنے رو رہا ہے

کہ دعائے ہمتے تا وا رہم — تا ازیں بندِ نہاں بیروں جہم

کہ دعا، توجہ تاکہ میں چھوٹ جاؤں — تاکہ اِس پوشیدہ بیڑی سے میں باہر نکل آؤں

آنکہ بیند ایں علامتہا پدید — چوں نداند او شقی را از سعید

جو اِن علامتوں کو کھلا دیکھتا ہے — وہ بدبخت اور نیک بخت کو کیوں نہ دیکھیگا؟

داند و پوشد بامرِ ذوالجلال — کہ نباشد کشفِ رازِ حق حلال

وہ جانتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے چھپاتا ہے — کیونکہ اللہ (تعالیٰ) کے راز کھولنا جائز نہیں ہے

ایں سخن پایاں ندارد آں فقیر — از مجاعت شد زبون و تن اسیر

اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ درویش — بھوک سے کمزور ہو گیا اور جسم قیدی (تھا)

مضطر شدنِ آں فقیر نذر کنندہ بکندنِ امرود از درخت

اُس عہد کرنے والے درویش کا درخت سے امرود توڑنے پر مجبور ہو جانا

و گوشمالِ حق تعالیٰ رسیدن بے مُہلت برو

اور بغیر تاخیر کے اُس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے گوشمالی کا پہنچنا

---

[1] تکسیر۔ توڑنا۔ دیدنِ آں بند یعنی مخفی بند کو آنحضور علیہ السلام اور اولیاء دیکھ سکتے ہیں، آنحضورؐ اُس رسی کو جو اُمِ جمیل ابولہب کی بیوی کی گردن میں تھی اور اُس گٹھر کو جو اُسکی کمر پر تھا دیکھ رہے تھے حمالۃ الحطب۔ سورۂ تبت میں ابولہب کی بیوی ام جمیل بنت حرب کے بارے میں حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ آیا ہے یعنی وہ لکڑیوں کا گٹھر اُٹھانے والی ہے اُسکے گلے میں مونج کی رسی ہے، مفسرین نے اسکی مختلف تاویلیں کی ہیں مولانا فرماتے ہیں تاویلوں کی ضرورت نہیں آنحضورؐ کو یہ چیزیں نظر آتی تھیں۔

[2] تاویل۔ مفسرین نے گٹھر سے بارِ گناہ یا چغلخوری اور رسی سے جہنم کا طوق مُراد لیا ہے۔ کایں۔ اِن چیزوں کا دیدار اُس وقت ہوتا ہے جبکہ انسان دنیوی حواس ختم کر کے خود فراموشی اختیار کرلے۔ و ایشاں۔ اِن تاویل کرنیوالوں کے ظاہری ہوش و حواس ہیں۔

[3] لیک۔ یہاں سے پھر امیر زادہ کا حال شروع کیا ہے۔ پیشِ او۔ زاہد کے سامنے آنکہ۔ جنکو اللہ تعالیٰ نے نورِ بصیرت عطا فرمایا ہے وہ سب علامتیں دیکھ لیتے ہیں اور شقی و سعید میں فرق کر لیتے ہیں۔ داند۔ لیکن اصحابِ بصیرت اللہ کے راز ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ تمام شد۔

پنجروز[۱] آں باد امرودے نریخت ۔۔۔ زآتشِ جوعش صبوری می گریخت

ہوا نے پانچ دن تک کوئی امرود نہ گرایا ۔۔۔ اُس کی بھوک کی آگ سے صبر بھاگتا تھا

بر سرِ شاخِ مرودے چند دید ۔۔۔ باز صبرے کرد و خود را در کشید

اُس نے ایک شاخ پر کئی امرود دیکھے ۔۔۔ پھر صبر کیا، اور اپنے آپ کو روکا

باد آمد شاخ را سر زیر کرد ۔۔۔ طبع را بر خوردنِ آں چیر کرد

ہوا چلی، شاخ کو نیچے جھکا دیا ۔۔۔ طبیعت کو اُس کے کھانے پر غالب کر دیا

جوع و ضعف و قوتِ جذبِ قضا ۔۔۔ کرد زاہد را ز نذرش بیوفا

بھوک اور کمزوری اور قضا کی کشش کی طاقت نے ۔۔۔ زاہد کو عہد سے بے وفا بنا دیا

چونکہ از امرود بُن[۲] میوہ شکست ۔۔۔ گشت اندر نذر و عہدِ خویش سُست

جب امرود کے درخت سے پھل توڑا ۔۔۔ اپنی نذر اور عہد میں کمزور پڑ گیا

ہم دراں دم گوشمالِ حق رسید ۔۔۔ چشمِ اُو بکشاد و گوشِ اُو کشید

فوراً اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے گوشمالی ہوئی ۔۔۔ جس نے اُس کی آنکھیں کھول دیں اور کان کھینچے

مُخلِصاں باشند دائم در خطر ۔۔۔ امتحانہا ہست در راہ اے پسر

مخلصین، ہمیشہ خطرے میں ہوتے ہیں ۔۔۔ اے صاحبزادے! راہ میں اُنکے بہت امتحان ہیں

عہد را باید وفا اے جانِ من ۔۔۔ تا نمانی شرمسار و ممتحن

اے جانِ من! عہد کو پورا کرنا چاہیے ۔۔۔ تاکہ تو شرمندہ اور مصیبت میں مبتلا نہ ہو

یا مکن نذرے کہ نتوانی وَفا ۔۔۔ بر خطر منشین و بیروں جہ بلا

یا وہ عہد ہی نہ کر جس کو تو پورا نہ کر سکے ۔۔۔ خبردار! خطرے میں نہ پڑ اور باہر نکل

نذر را باید وفا در راہِ حق ۔۔۔ لیک[۳] حق تا خود کرا بدہد سبق

اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں عہد پورا کرنا چاہیے ۔۔۔ لیکن دیکھو اللہ (تعالیٰ) کس کو سبقت (کرنے کی توفیق) ...

عہدہا بستیم بس در کارہا ۔۔۔ نذرہا کردیم در سر بارہا

ہم نے بہت سے کاموں کے عہد کئے ۔۔۔ بارہا پوشیدہ طور پر منتیں مانیں

قوتِ آں کو کہ پایاں آوریم ۔۔۔ عاجزیم و ناتوان و مضطریم

وہ طاقت کہاں ہے، کہ ہم پورا کریں ۔۔۔ ہم تو عاجز اور ناتواں اور مجبور ہیں

گر نہ فضلت دستگیر ما شود ۔۔۔ وائے بر ما زانکہ رُسوائی بود

(اے اللہ) اگر تیری مہربانی ہماری دستگیری نہ کرے ۔۔۔ ہم پر افسوس ہے، کیونکہ رُسوائی ہوگی

[۱] پنجروز۔ پانچ دن بھوکا رہنے سے اُن میں صبر کی طاقت نہ رہی۔ درکشید یعنی امرود توڑنے سے اپنے آپ کو باز رکھا۔ طبع یعنی طبیعت غالب آگئی اور صبر مغلوب ہو گیا۔ بیوفا۔ اُن بزرگ نے عہد کیا تھا کہ کوئی پھل خود توڑ کر نہ کھائیں گے۔

[۲] امرود بُن۔ امرود کا درخت۔ بکشاد۔ انہیں اپنی غلطی نظر آگئی۔ مخلصاں۔ مشہور مقولہ ہے "نزدیکاں را بیش بود حیرانی" جو بارگاہ کے مقرب ہوتے ہیں اُن کی بڑی آزمائشیں ہوتی ہیں۔ ممتحن۔ مبتلا

[۳] لیک۔ عہد کی وفا ضروری ہے لیکن یہ بھی خداوندی توفیق ہی سے ہو سکتا ہے۔ عہدہا۔ یہاں سے مولانا نے اپنے عہدوں کی وفا کی دعا شروع کر دی ہے۔ پایاں۔ یعنی عہدوں کو انجام تک پہنچانا۔ مضطر۔ مجبور۔ گر نہ فضلت۔ اگر عہد کو پورا کرنے کے لئے اللہ کا فضل شاملِ حال نہ ہوگا تو لامحالہ رسوائی ہوگی۔

نذرِ ما را با وفا پیوستہ دار — عہدِ ما را از کرم دار استوار
ہمارے عہد کو وفا سے جوڑ دے — کرم کر کے ہمارے عہد کو مضبوط کر دے

باز گشتم سوئے قصہ کاں فقیر — عہد چوں بشکست در دم شد اسیر
قصہ کی طرف میں پھر پلٹا، کہ اُس درویش نے — جیسے ہی عہد توڑا فوراً قیدی بن گیا

غیرتِ حق گوشمالش داد زود — زانکہ فرمودست اَوْفُوا بِالْعُقُوْد
اللہ (تعالیٰ) کی غیرت نے فوراً اُس کو سزا دی — کیونکہ اُس نے فرمایا ہے "عہدوں کو پورا کرو"

جمعے از دزداں بُدند آنجا[1] مگر — درمیاں آوردہ بے مر سیم و زر
وہاں چوروں کا ایک گروہ تھا، شاید — وہ لاتعداد چاندی اور سونا لائے تھے

اتفاقاً دزد چندے تاختند — واندراں کہسار مسکن ساختند
اتفاقاً چند چور بھاگے — اور اُس پہاڑ میں اُنھوں نے ٹھکانا بنا لیا

متہم کردن آں شیخ را با دزداں و بریدن دستش را

اُس درویش کو چوروں کے ساتھ متہم کرنا اور اُس کا ہاتھ کاٹنا

بیست از دزداں بُدند آنجا و بیش — بخش می کردند مسروقات خویش
وہاں بیس اور کچھ زیادہ چور تھے — اپنی چوری (کا مال) بانٹ رہے تھے

شحنہ را غماز آگہ کردہ بُود — مردمِ شحنہ دَر افتادند زود
کوتوال کو مخبر نے خبر دیدی تھی — کوتوال کے آدمی جلد آ پہنچے

شحنہ[2] حالی عزمِ آں کہسار کرد — جملہ را بگرفت و بست آں شیر مرد
کوتوال نے فوراً اُس پہاڑ کا قصد کیا — اُس شیر مرد نے سب کو گرفتار کر لیا اور باندھ لیا

پس بفرمود از غضب جلاد را — دست و پایِ ہر یک از تن کُن جدا
پھر غصے سے جلاد کو حکم دیا — ہر ایک کے ہاتھ اور پاؤں بدن سے جدا کر دے

ہم بدانجا پائے چپ و دستِ راست — جملہ را ببرید و غوغائے بخاست
اُسی جگہ بایاں پاؤں اور داہنا ہاتھ — سب کا کاٹ دیا اور شور برپا ہو گیا

دستِ زاہد ہم بُریدہ شد غلط[3] — پاش را می خواست ہم کردن سقط
غلطی سے شیخ کا ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا — پاؤں کو بھی اُس نے بیکار کرنا چاہا

در زماں آمد سوارے بس گزیں — بانگ بر زد بر عواں کاے سگ بہ بیں
فوراً ایک معزز سوار آیا — سپاہی پر چیخا اے کتے! دیکھ (خبردار)

---

[1] آنجا یعنی اُس علاقہ میں۔ بے مر۔ بے حد۔ مسروقات چُرائی ہوئی چیزیں۔ شحنہ۔ کوتوال۔ غماز۔ چغلخور، مخبر۔

[2] شحنہ۔ کوتوال نے سب ڈاکوؤں کو پکڑ کر باندھ لیا۔ جلاد۔ سزاؤں کو جاری کرنے والا۔ ہم۔ یعنی جلاد نے فوراً ہر ایک کا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا۔ غوغا۔ شور و غل۔

[3] غلط۔ یعنی اِس شبہ میں کہ یہ بھی چور ہے۔ سقط۔ بیکار چیز۔ در زماں۔ کوئی مرد غیب جلاد سپاہی پر چیخا۔

این فلاں شیخ ست و ابدالِ[1] خدا | دستِ اُو را تو چرا کردی جُدا
یہ فلاں بزرگ، اور خدا کے اَبدال میں سے ہے | تو نے اِس کا ہاتھ کیوں جُدا کیا!

آں عواں بدرید جامہ تیز رفت | پیشِ شحنہ داد آگاہیش تفت
اُس سپاہی نے کپڑے پھاڑے (اور) تیزی سے بھاگا | کوتوال کے پاس، اُس کو فوراً مطلع کیا

شحنہ آمد پا برہنہ عُذر خواہ | کہ ندانستم خدا بر من گواہ
کوتوال ننگے پاؤں معافی مانگنے آیا | کہ مجھے علم نہ تھا، خدا میرا گواہ ہے

ہین بحل کُن مر مرا زیں کارِ زشت | اَے کریم و سَرورِ اہلِ بہشت
اِس بُرے کام کی مجھے ضرور معافی دیجیے | اے بزرگ اور جنتیوں کے سردار!

گفت[2] می دانم سبب ایں نیش را | می شناسم من گناہِ خویش را
انھوں نے کہا میں اِس زخم کا سبب جانتا ہوں | میں اپنے گناہ کو جانتا ہوں

من شکستم حُرمتِ اَیمانِ اُو | پس یمینم بُرد دادِ دستانِ اُو
میں نے اُس کی قسموں کی حُرمت کو توڑا | اِسلئے اسکے محکمۂ انصاف نے میرا داہنا ہاتھ کاٹ دیا!

من شکستم عہد و دانستم بدست | تا رسید آں شومیِ جرأت بدست
میں نے اُس کا عہد توڑا اور میں جانتا تھا بُرا ہے | اِس جرأت کی نحوست ہاتھ کو پہنچی

دست ما و پایِ ما و مغز و پوست | باد اے والی فدائے حکمِ دوست
ہمارے ہاتھ اور ہمارے پاؤں اور مغز و پوست | اے حاکم! دوست کے حکم پر قربان ہیں

قِسمِ[3] من بود ایں تُرا کردم حلال | تو ندانستی تُرا نبُود وبال
یہ میرا نصیبہ تھا، میں نے تجھے معاف کیا | تو نہ سمجھا، تجھ پر وبال نہ ہوگا

وانکہ اُو دانست اُو فرمانرواست | با خدا سامانِ پیچیدن کراست
وہ جو جانتا تھا، کہ وہ حاکم ہے | خدا سے اُلجھنے کا کس کو حوصلہ ہے؟

اے بسا مُرغِ پرندہ دانہ جُو | کہ بُریدہ حَلقِ اُو ہم حَلقِ اُو
بسا اوقات دانہ تلاش کرنے والے پرندے کے | حلق ہی نے اُس کا گلا کاٹا ہے

اے بسا مُرغے زمعدہ و مغص | بر کنارِ بام محبوسِ قفص
بسا اوقات پرندے معدے اور (آنتوں کی) اینٹھن سے | بالاخانے کے کنارے پر پنجرے کا قیدی ہے

اے بسا ماہی دَر آبِ دور دست | گشتہ از حرصِ گلو ماخوذِ شست
بسا اوقات مچھلی گہرے پانی میں | حلق کی حرص کی وجہ سے کانٹے میں پھنسی ہے

---

[1] ابدال۔ اولیاء کی ایک خاص جماعت ہے۔ جدا۔ یعنی کاٹ کر۔ عواں سپاہی۔ تفت۔ گرم۔ بحل کن۔ معاف کردے۔

[2] گفت۔ شیخ نے کہا ہاتھ کٹنے کا اصل سبب میں جانتا ہوں۔ اَیمان یمین کی جمع ہے، قسم، عہد، یمین۔ داہنا ہاتھ۔ بدست۔ پہلے مصرع کے آخر میں بمعنی بُرا ہے اور دوسرے کے آخر میں بدست بمعنی ہاتھ۔

[3] قسم۔ حصہ۔ فرماں روا۔ یعنی خدا کیلئے۔ کہ بریدہ یعنی حلق کی خواہش، گلا کٹنے کا سبب بنی ہے۔ مغص۔ پیٹ کا درد، اینٹھن۔ مغص۔ صاد اور سین دونوں سے صحیح ہے۔ دور دست۔ دور دراز، گہرا۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔

اے بسا مستورِ[1] در پردہ بُدہ — شومیِ فرج و گلو رُسوا شُدہ
بسا اوقات (عورت) پردے میں چھپی ہوئی — شرمگاہ، اور حلق کی بدبختی سے رُسوا ہوئی ہے

اے بسا قاضیِ حبرِ نیک خُو — از گلوی رشوتے اُو زرد رُو
بسا اوقات نیک عادت، علامہ، قاضی — رشوت خور حلق کی وجہ سے وہ شرمندہ ہوا ہے

اے بسا حاجی بحج رفتہ لعشق — وقتِ باز آمد شدہ اُو یارِ فسق
بسا اوقات عشق کی وجہ سے حج میں گیا ہوا حاجی — واپسی کے وقت فسق (و فجور) کا ساتھی بنا ہے

بلکہ در ہاروت و ماروت آں شراب — از عروجِ چرخ شاں شد سدِ باب
بلکہ ہاروت و ماروت کے لئے وہ شراب — آسمان پر چڑھنے سے اُنکے لئے مانع بنا

بایزید[2] از بہرِ ایں کرد احتراز — دید در خود کاہلی اندر نماز
بایزیدؒ نے اسی لئے پرہیز کیا — کہ اُنھوں نے اپنے اندر نماز میں سُستی دیکھی

از سبب اندیشہ کرد آں ذُو لباب — دید علت خوردنِ از بسیار آب
اُن عقلمند نے سبب سوچا تو — زیادہ پانی پینے کو سبب سمجھا

گفت تا سالے نخواہم خورد آب — آنچناں کرد و خدایش داد تاب
کہا میں ایک سال تک پانی نہ پیوں گا — ایسا ہی کیا، اور خدا نے اُنکو طاقت عطا فرمائی

ایں کمینہ جہدِ اُو بُد بہرِ دیں — گشت اُو سلطان و قطب العارفیں
دین کے لئے یہ اُنکی معمولی کوشش تھی — وہ شاہ اور قطب العارفین بنے

چوں[3] بُریدہ شد برای حلق دست — مردِ زاہد را درِ شکوی بہ بست
جب حلق کی وجہ سے ہاتھ کاٹا گیا — بزرگ انسان کے لئے شکوے کا دروازہ بند ہو گیا

ہمچنیں باشد چو یک در بستہ شُد — صد درِ دیگر برائے اُو شکستہ شُد
ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب ایک دروازہ بند ہوتا ہے — اُس پر دوسرے سینکڑوں دروازے کھل جاتے ہیں

کرامتِ شیخ اقطع و زنبیل بافتنِ اُو بدو دست در خلوت

کٹنڈے شیخ کی کرامت اور تنہائی میں اُن کا دونوں ہاتھوں سے جھولی بننا

شیخ اقطع گشت نامش پیشِ خلق — کرد معروفش بدیں آفاتِ حلق
لوگوں میں اُن کا نام ٹنڈا شیخ ہو گیا — اُن کو حلق کے مصائب نے اِس (نام) سے مشہور کر دیا

گر تو نامِ اولش خواہی روا — ہیں بر و بُو الخیر تیناتیش خواں
اگر تو اُن کا پہلا نام لینا چاہے — جا، ابوالخیر تیناتی کہہ دے

---

[1] مستور۔ پوشیدہ۔ حبر۔ یہودی عالم، بڑا عالم۔ سدِ باب۔ دروازے کی روک، مانع۔

[2] بایزید بسطامیؒ کو ایکبار نماز میں سُستی کا احساس ہوا، اسکے سبب پر غور کیا تو پانی پینے کی کثرت کو سمجھا چنانچہ عہد کر لیا کہ ایک سال پانی نہ پیئنگا۔ ذُولباب۔ عقلمند۔ تاب۔ طاقت۔ ایں کمینہ۔ دین کی خاطر اُنھوں نے یہ ادنیٰ سی بات کی تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُنپر ایسا فضل کیا کہ اُنکو قطب العارفین کا درجہ دے دیا۔

[3] چوں بُریدہ۔ پھر اُن ہی بزرگ کا تذکرہ شروع کیا ہے کہ چونکہ وہ جانتے تھے کہ اُن کی عہد شکنی کی یہ سزا ہے لہٰذا اُنھیں کوئی شکوہ نہ ہوا۔ ایں چنیں۔ قدرت ایک ذریعہ بند کرتی ہے تو سینکڑوں دیگر ذرائع پیدا فرما دیتی ہے۔ اقطع یعنی دست بُریدہ، ٹنڈا۔ گر تو۔ یہ بزرگ شیخ اقطع کہلانے لگے تھے اُن کا اصل نام ابوالخیر تھا اور تینات گاؤں کے رہنے والے تھے۔

در عریش[1] او را یکے زائر بیافت ۔ کو بہر دو دستِ خود زنبیل بافت
جھونپڑی میں ایک ملاقاتی نے اُن کو پایا ۔ کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے جھولی بُن رہے ہیں

گفت او را کاے عدوِ جانِ خویش ۔ در عریشم آمدی سر کردہ پیش
انھوں نے اس سے کہا اے اپنی جان کے دشمن ۔ تو منہ اٹھائے میری جھونپڑی میں چلا آیا

ایں چرا کردی شتاب اندر سباق ۔ گفت از افراطِ مہر و اشتیاق
آگے بڑھنے میں تو نے جلدی کیوں کی؟ ۔ اُسنے کہا کہ اشتیاق اور محبت کی زیادتی کی وجہ سے

پس تبسم کرد و گفت اکنوں بیا ۔ لیک مخفی دار ایں[2] را اے کیا
تو وہ ہنسے، اور فرمایا اب آجا ۔ لیکن اے بزرگ! اس کو پوشیدہ رکھ

تا نمیرم من مگو ایں با کسے ۔ نے قرینے نے حبیبے نے خسے
جب تک میں نہ مروں یہ کسی سے نہ کہنا ۔ نہ ساتھی سے، نہ دوست سے، نہ کسی کمینہ سے

بعد ازاں قومِ دگر از روزنش ۔ مطلع گشتند بر بافیدنش
اسکے بعد دوسرے لوگ اُن کے گھر کے سوراخ کے ذریعہ ۔ اُن کے بُننے سے باخبر ہوگئے

گفت حکمت را تو دانی کردگار ۔ من کنم پنہاں تو کردی آشکار
انھوں نے فرمایا اے خدا! تو حکمت کو جانتا ہے ۔ میں نے چھپایا تو نے ظاہر کردیا

آمد الہامش کہ یک چندے بدند ۔ کاندریں غم بر تو منکر می شدند
ان کو الہام ہوا، کچھ لوگ تھے ۔ جو اس غم میں تمہارے منکر ہوگئے ہیں

کہ مگر سالوس بود او در طریق ۔ کہ خدا رسواش کرد اندر فریق
کہ شاید وہ طریقت میں مکار تھا ۔ کہ خدا نے لوگوں میں اس کو رسوا کیا ہے

من نخواہم[3] کاں رمہ کافر شوند ۔ در ضلالت در گمانِ بد روند
میں نے نہ چاہا کہ وہ جماعت منکر ہو ۔ گمراہی کی وجہ سے بدگمانی میں مبتلا ہوں

ایں کرامت را بکردیم آشکار ۔ کہ دہیمت دست اندر وقتِ کار
ہم نے یہ کرامت ظاہر کردی ۔ کہ ہم کام کے وقت تجھے ہاتھ دیتے ہیں

تا کہ ایں بیچارگانِ بدگماں ۔ رد نگردند از جنابِ آسماں
تاکہ یہ بدگمان، بیچارے ۔ آسمانی درگاہ سے مردود نہ بنیں

من ترا بے ایں کرامتہا ز پیش ۔ خود تسلی دادہ ام از ذاتِ خویش
میں نے تمہیں پہلے ہی سے ان کرامتوں کے بغیر ۔ اپنی ذات کے بارے میں تسلی دیدی ہے

---

[1] عریش۔ جھونپڑی۔ زنبیل۔ تھیلا جس میں فقرا ما بنا کھانا وغیرہ رکھتے ہیں۔ سر کردہ پیش۔ منہ اٹھائے۔ شتاب۔ جلد۔ بسباق۔ بڑھنا۔ افراط۔ زیادتی۔

[2] ایں۔ یعنی یہ کرامت کہ تنہائی میں دونوں ہاتھ ہو جاتے ہیں۔ بافیدنش یعنی تنہائی میں وہ دونوں ہاتھوں سے بُنتے ہیں۔ یک چندے کچھ لوگ۔ غم۔ یعنی ہاتھ کٹنے کا غم۔ منکر یعنی بزرگی کے منکر۔ سالوس۔ مکار۔ طریق۔ طریقت۔ فریق۔ جماعت۔

[3] من نخواہم۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے الہام میں فرمایا کہ ہم نے یہ پسند نہ کیا کہ ہمارے بندے تم سے بدگمان ہوں لہٰذا یہ کرامت ظاہر کردی ہے۔ رمہ۔ جماعت۔ دست یعنی کٹا ہوا ہاتھ۔ رد۔ یعنی یہ لوگ اگر بدگمانی کی حالت میں مرے تو ہماری بارگاہ سے مردود ہو جائیں گے۔ من ترا۔ تنہائی اور ضرورت کے وقت کٹا ہوا ہاتھ پیدا کرنا تمہاری تسلی کے لئے نہیں ہے تمہیں تو ہماری ذات سے پہلے ہی تسلی حاصل ہے۔

ایں کرامت بہرِ ایشاں دادمت | وایں چراغ از بہرِ آں بنہادمت

میں نے تمہیں یہ کرامت اُن کے لئے دی ہے | اور یہ چراغ میں نے اُن کے لئے رکھا ہے

تو ازاں بگذشتۂ کز مرگِ تن | ترسی از تفریقِ اجزائے بدن

تم تو اس سے ترقی کر چکے ہو کہ بدن کے مرنے سے | بدن کے اجزاء کے ٹکڑے ہو جانے سے ڈرو

وہم تفریقِ سر و پائے از تو رفت | دفعِ وہم اسپر رسیدت نیک زفت

سر اور پاؤں کے جدا ہونے سے تمہارا وہم ختم ہو گیا | وہم کے دفعیہ کی اچھی موٹی سپر تمہیں مل گئی ہے

سببِ جرأتِ ساحرانِ فرعون بر قطعِ دست و پا

فرعون کے جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کٹ جانے پر جرأت کا سبب

ساحراں را نے کہ فرعونِ لعیں | کرد تہدید و سیاست بر زمیں

کیا ایسا نہیں ہے کہ فرعون ملعون نے جادوگروں کو | میدان میں دھمکی اور تنبیہ کی

کہ ببرم دست و پاتاں از خلاف | پس درآویزم ندارم تاں معاف

کہ میں تمہارا دایاں بایاں ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا | پھر تمہیں لٹکا دوں گا، تمہیں معاف نہ کروں گا

او ہمی پنداشت کایشاں در ہماں | وہم و تخویف اند و وسواس و گماں

وہ سوچتا تھا، کہ وہ اُسی | وہم اور ڈر اور وسوسوں اور گمان میں ہیں

کہ بود شاں لرزہ و تخویف و ترس | از توہمہا و تہدیداتِ نفس

کہ اُن پر لرزہ، اور خوف اور ڈر ہو گا | جان کی دھمکیوں اور توہمات سے

او نمی دانست کایشاں رستہ اند | بر دریچہ نورِ دل بنشستہ اند

وہ نہ جانتا تھا کہ وہ آزاد ہو چکے ہیں | دل کے نور کی کھڑکی پر جا بیٹھے ہیں

سایۂ خود را ز خود دانستہ اند | چابک و چست و گُش و برجستہ اند

اپنے آپ سے، اپنے سایہ کو ممتاز کر چکے ہیں | تیز اور چست اور خوش اور ہوشیار ہو گئے ہیں

ہاونِ گردوں اگر صد بار شاں | خرد کوبد اندریں گلزار شاں

اگر سو بار (بھی) آسمان کی اوکھلی | اُن کو اِس خاکدان میں ریزہ ریزہ کر دے

اصلِ ایں ترکیب را چوں دیدہ اند | از فروغِ وہم کم ترسیدہ اند

چونکہ انھوں نے اِس بناوٹ کی اصل کو دیکھ لیا ہے | وہم کی زیادتی سے وہ کم ڈرتے ہیں

ایں جہاں خواب است اندر ظن مایست | گر رود در خواب دستے باک نیست

یہ دنیا خواب ہے، شک میں نہ پڑ | اگر خواب میں ہاتھ کٹ جائے کوئی پروا نہیں ہے

لہ چراغ۔ یعنی کرامت۔ تو ازاں۔ تم اِس مقام سے آگے بڑھ گئے ہو کہ اِن جسمانی ہاتھ پاؤں کو اصل سمجھو اور اُن کے فنا ہونے سے ڈرو۔ اسپر سپر، ڈھال۔ نیک زفت۔ خوب موٹی۔ ساحراں۔ فرعون نے جادوگروں کی جان لینے کی دھمکی دی تھی جبکہ وہ حضرت موسیٰؑ پر ایمان لے آئے تھے۔ زمیں۔ یعنی وہ میدان جہاں وہ حضرت موسیٰؑ کا مقابلہ کرنے آئے تھے۔

لہ او نمی دانست۔ جادوگروں کا دل نورِ ایمان سے منور ہو چکا تھا اور وہ اِس جسم اور زندگی کو عارضی سمجھ چکے تھے۔ سایہ۔ دنیاوی جسم اور اخروی جسم کی مثال جسم اور سایہ کی سی ہے۔ آدمی! کمل گلزار۔ اگر گاف کے زیر سے ہے تو خاکدان کے معنیٰ میں ہے اور اگر گاف کے پیش سے تو چمن کے معنیٰ میں ہے۔ اصل۔ چونکہ وہ سمجھ چکے ہیں کہ اِس جسم عنصری کی اصل درحقیقت روح ہے لہٰذا وہ اِس عارضی وجود کے فنا ہونے کے وہم سے بےخوف ہیں۔

لہ ایں جہاں۔ جسمِ عنصری کو اِس جسم سے تشبیہ دے کر جو انسان عالمِ خواب میں دیکھتا ہے پھر یہ سمجھایا ہے کہ اگر عالمِ خواب میں نظر آنے والے جسم کے ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھے گئے تو اِس سے اصل جسم پر کوئی ضرر نہیں پہنچتا ہے اِسی طرح جسم عنصری کے ٹکڑے ہو جانے سے اصل جسم کو کوئی نقصان نہیں

بقیہ

گر بخواب اندر سرت ببرید گاز[۵۱] — هم سرت برجاست هم عمرت دراز

اگر خواب میں قینچی تیرا سر کاٹ دے — تیرا سر بھی اپنی جگہ ہے، تیری عمر دراز ہے

گر ببینی خواب در خود را دو نیم — تندرستی چونکه خیزی بے سقیم

اگر تو خواب میں اپنے دو ٹکڑے دیکھے — جب تو اُٹھے گا، بغیر کسی بیماری کے تندرست ہے

حاصل اندر خواب نقصانِ بدن — نیست باکے از دو صد پاره شدن

خلاصہ یہ ہے، کہ خواب میں بدن کا نقصان — دو سو ٹکڑے ہو جانے سے کوئی پروا نہیں ہے

ایں جہاں را که بصورت قائم ست — گفت پیغمبرؐ که حُلمِ نائم ست

اس دنیا کو، جو بظاہر قائم ہے — پیغمبرؐ نے فرمایا ہے، کہ سونے والے کا خواب ہے

از رهِ تقلید تو کردی قبول[۵۲] — سالکاں ایں دیده پیدا بے رسول

تو نے تقلید کے راستے سے تسلیم کیا ہے — سالکوں نے بغیر کسی پیغام دینے والے کے ظاہر دیکھ لیا ہے

روز در خوابی مگو کایں خواب نیست — سایه فرع ست اصل جز مهتاب نیست

تو دن میں بھی خواب میں ہے، نہ کہہ کہ یہ خواب نہیں ہے — سایہ فرع ہے، چاند کے علاوہ کوئی اصل نہیں ہے

خواب و بیداریت آں داں اے عضد — که ببیند خفته کو در خواب شد

اے معتمد! تو اپنے سونے اور جاگنے کو یہ سمجھ — کہ کوئی سویا ہوا دیکھے کہ وہ سو گیا ہے

او گماں برده که ایں دم خفته ام — بیخبر زاں کوست در خواب دوم

وہ سمجھا کہ میں سویا ہوا ہوں — اس سے بے خبر ہے کہ وہ دوسری نیند میں ہے

کوزه گر[۵۳] گر کوزهٔ را بشکند — چوں بخواهد باز خود قائم کند

کمہار، اگر کسی پیالہ کو توڑتا ہے — جب چاہے گا اُس کو بنا لے گا

کور را هر گام باشد ترسِ چاه — با هزاراں ترس می آید براه

اندھے کو ہر قدم پر کنوئیں کا ڈر ہوتا ہے — وہ ہزاروں ڈر کے ساتھ راستہ طے کرتا ہے

مردِ بینا دید عرضِ راه را — پس بداند او مغاک و چاه را

بینا انسان نے راستہ کی چوڑائی دیکھ لی ہے — تو وہ گڑھے، اور کنوئیں کو جانتا ہے

پا و زانویش نه لرزد هر دمے — رو ترش کے دارد او از هر غمے

اُس کا پاؤں اور ران کسی وقت نہیں کپکپاتے ہیں — وہ کسی غم سے رنجیدہ کب ہوتا ہے!

---

[۵۱] گاز۔ قینچی۔ عمرت دراز۔ عوام میں مشہور ہے کہ اگر انسان خواب میں اپنے آپ کو مُردہ دیکھے تو اُس کی تعبیر عمر کی درازی ہے۔ گفت پیغمبرؐ۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ دنیا کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا سونے والے کا خواب ہے۔ پھر اُس نے دریافت کیا کہ دنیا اور آخرت میں کتنا فاصلہ ہے فرمایا پلک جھپکنے کی بقدر فاصلہ ہے۔

[۵۲] از رہِ تقلید۔ عام انسان تقلیدی طور پر دنیا کی ناپائیداری کو تسلیم کرتا ہے اور اولیا سالکو سے دیکھتے ہیں۔ روز در خوابی۔ نیند کی حالت صرف شب ہی میں نہیں بلکہ دن کی بیداری میں بھی خواب ہی ہے حضورؐ نے فرمایا ہے لوگ نیند میں ہیں جب مریں گے بیدار ہو جائیں گے۔ سایہ۔ عالم دنیا اور اُسکے موجودات سب وجود باری کی فرع اور سایہ ہیں۔ خواب و بیداری۔ مولانا نے دنیا کی بیداری کو خواب بتایا تو شبہ ہوتا ہے کہ جب بیداری خواب ہے تو اُسکے بعد حالتِ خواب کو کیا کہا جائیگا۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ انسان حالتِ خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ وہ بیدار تھا اور اب سو گیا ہے تو جس طرح خواب میں خواب کو دیکھتا ہے اِسی طرح اِس عالم کی بیداری اور خواب کو سمجھو۔

[۵۳] کوزہ گر۔ خدا جسم کا بنانے والا ہے اگر وہ اس جسم کو فنا کرتا ہے تو جب چاہتا ہے پھر بنا دیتا ہے۔ کور۔ اندھا خطرات سے ڈرتا ہے بینا بے نیاز ہوتا ہے اِسی طرح جن کو چشمِ بصیرت حاصل ہے وہ دنیا کے خطرات سے نہیں ڈرتے ہیں۔ مغاک۔ گڑھا۔

خیز[1] فرعونا کہ ما آں نیستیم — کہ بہر بانگے زغولے بیستیم

اے فرعون! کھڑا ہو جا کیونکہ ہم وہ نہیں ہیں — کہ چھلاوے کی ہر آواز پر ہم ٹھہریں

خرقۂ ما را بدر دوزندہ ہست — ورنہ ما را خود برہنہ تن بہ است

ہماری گدڑی پھاڑ دے، سینے والا موجود ہے — ورنہ، ہمارے لئے ننگا بدن بہتر ہے

بے لباس ایں خواب را اندر کنار — خوش بگیریم اے عدوِ نابکار

بغیر لباس کے، اس نیند کو بغل میں — خوشی سے لیں گے اے نالائق دشمن!

خوشتر از تجرید از تن و زمزاج — نیست اے فرعون بے الہام گیج

بدن اور مزاج سے جدا ہو جانا خوشگوار — نہیں ہے بغیر الہام کے اے احمق فرعون!

شکایت[2] کردن استر پیش شتر کہ من بسیار در روئے می افتم

اونٹ سے خچر کا شکایت کرنا کہ میں منہ کے بل بہت گرتا ہوں

و تو نمی افتی اِلّا بنادر و جواب گفتن آں

اور تو نہیں گرتا مگر بہت کم اور اُس کا جواب دینا

گفت اُستر با شتر کاے خوش رفیق — در فراز و شیب و در راہِ دقیق

خچر نے اونٹ سے کہا، اے اچھے ساتھی! — اونچے، اور نیچے، اور تنگ راستے میں

تو نیائی در سر و خوش می روی — من ہمی آیم بسر در چوں غوی

تو منہ کے بل نہیں گرتا ہے، اچھی طرح چلتا ہے — میں گمراہ کی طرح سر کے بل گرتا ہوں

ایں سبب را باز گو با من چیست — تا بدانم من کہ چوں باید بزیست

مجھے اس کا سبب بتا کہ کس وجہ سے ہے؟ — تاکہ میں جان لوں، کہ کس طرح جینا چاہیئے؟

گفت[3] از چشم تو چشم من یقیں — بیگماں روشن تر است و تیز بیں

اُس نے کہا میری آنکھ تیری آنکھ سے یقیناً — بلاشک زیادہ روشن اور تیز دیکھنے والی ہے

بعد ازاں ہم از بلندی ناظرم — زیں سبب در رو نیفتم حاضرم

اس کے علاوہ میں اونچائی سے دیکھ لینے والا ہوں — اس سبب سے میں منہ کے بل نہیں گرتا ہوں میں موجود ہوں

گفت چشم من ز تو روشن تر است — بعد ازاں ہم از بلندی ناظر است

اس نے کہا میری آنکھیں تیری آنکھوں کی زیادہ روشن ہیں — اس کے علاوہ اونچائی سے دیکھنے والی ہیں

چوں بر آیم بر سرِ کوہِ بلند — آخرِ عقبہ بہ بینم ہوشمند

میں جب بلند پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتا ہوں — عقلمندی سے گھاٹی کے آخر کو دیکھ لیتا ہوں

---

[1] خیز فرعونا۔ پھر مولانا نے جادوگروں کی بات شروع کی ہے۔ غول۔ چھلاوے کی آواز بے حقیقت ہوتی ہے۔ خرقہ۔ یعنی یہ جسم عنصری جو روح کا لباس ہے۔ ورنہ۔ اگر اللہ تعالیٰ جسم عنصری نہ عنایت فرماتا تو روحانی وجود ہی بہتر ہے۔ بے لباس پہلے شعر کے ثانی مصرع کی علت ہے یعنی ہم بغیر جسم کے روح سے بغلگیر ہونگے۔ خوشتر۔ یعنی روحانی زندگی ہمارے لئے الہام خداوندی کی وجہ سے خوشتر ہو گئی ہے۔

[2] شکایت۔ مولانا نے فرمایا تھا کہ جنکو چشم بصیرت حاصل ہو جاتی ہے وہ دنیاوی خطرات میں مبتلا نہیں ہوتے ہیں۔ اب اس قصہ سے اسکی وضاحت فرماتے ہیں۔ استر۔ خچر۔ غوی۔ گمراہ۔

[3] گفت۔ اونٹ نے جواب دیا کہ میں دور بینی سے کام لیتا ہوں اور انجام پر نظر رکھتا ہوں اس لئے ٹھوکریں نہیں کھاتا ہوں، یہی صورت ان لوگوں کی ہے جنکو چشم بصیرت حاصل ہو جاتی ہے وہ آخرت پر نظر رکھتے ہیں۔ حاضرم۔ یعنی میں موجود ہوں، دیکھ لے میری حالت سے میری بات کی تصدیق ہو جائے گی۔ از بلندی۔ اونٹ گردن اُبھار کر دیکھ لیتا ہے۔ عقبہ۔ پہاڑ کی گھاٹی۔

پس ہمہ پستی و بالائیِ راہ ۔۔۔ دیدہ ام را وانماید ہم اِلٰہ

پھر راستہ کی سب نیچائی اور اونچائی ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) میری آنکھ کو دکھا دیتا ہے

ہر قدم من از سرِ بینش نہم ۔۔۔ از عثارِ[1] وا وفتادن وارہم

میں ہر قدم، دیکھ بھال کر رکھتا ہوں ۔۔۔ ٹھوکر کھانے، اور گرنے سے نجات پاجاتا ہوں

تو بہ بینی پیشِ خود یک دو سہ گام ۔۔۔ دانہ بینی و نہ بینی رنجِ دام

تو اپنے آگے ایک دو تین قدم دیکھتا ہے ۔۔۔ دانہ کو دیکھ لیتا ہے، جال کی تکلیف کو نہیں دیکھتا ہے

یَسْتَوِی الْاَعْمٰی لَدَیْکُمْ وَالْبَصِیْر ۔۔۔ فِی الْمَقَامِ وَالنُّزُوْلِ وَالْمَسِیْر

تمہارے نزدیک اندھا اور بینا برابر ہے ۔۔۔ ٹھہرنے، اور اترنے، اور چلنے میں

چوں جنین[2] را در شکم حق جاں دہد ۔۔۔ جذبِ اجزا در مزاجِ اُو کند

جب اللہ (تعالیٰ) پیٹ کے بچہ میں جان ڈالتا ہے ۔۔۔ اُسکی طبیعت میں اجزاء کو جذب (کرنے کی طاقت) پیدا کر دیتا ہے

از خورش اُو جذبِ اجزا می کند ۔۔۔ تار و پودِ جسمِ خود را می تند

وہ خوراک سے اجزاء جذب کرتا ہے ۔۔۔ اپنے جسم کا تانا بانا تنتا ہے

تا چہل سالش بجذبِ جزوہا ۔۔۔ حق حریصش کردہ باشد در نما

چالیس سال تک اجزا کے جذب کرنے کا ۔۔۔ (نشو) نما میں اللہ (تعالیٰ) اُس کو حریص کر دیتا ہے

جذبِ اجزا رُوح را تعلیم کرد ۔۔۔ چوں نداند جذبِ اجزا شاہِ فرد

اُس نے روح کو اجزاء جذب کرنے کی تعلیم کی ۔۔۔ یکتا شاہ اجزاء کو جذب کرنا کیوں نہ جانے گا؟

جامعِ[3] ایں ذرہا خورشید بود ۔۔۔ بے غذا اجزات را داند ربود

ان ذرّوں کو جمع کرنے والا سورج تھا ۔۔۔ وہ بغیر غذا کے تیرے اجزاء کو چن لینا جانتا ہے

آں زمانے کاندر آئی تو ز خواب ۔۔۔ ہوش و حسِ رفتہ را خواند شتاب

جس وقت تو خواب سے (نکل کر اپنے) اندر آئیگا ۔۔۔ وہ گئے ہوئے ہوش و حواس کو فوراً بلا لیگا

تا بدانی کاں ازو غائب نشد ۔۔۔ باز آید چوں بفرماید کہ عُد

حتیٰ کہ تو جان لے گا کہ وہ اس سے غائب نہیں ہے ۔۔۔ وہ واپس آجائیگا جب وہ (اللہ تعالیٰ) فرمائیگا کہ لوٹ آ

انسان جب نیند سے بیدار ہوتا ہے تو زائل شدہ حواس فوراً لوٹ آتے ہیں اسی طرح حشر میں اجزائے بدن فوراً لوٹ آئیں گے۔ عُد۔ امر کا صیغہ ہے، لوٹ آ۔

[1] عثار۔ ٹھوکر کھانا۔ واز۔ یعنی تیری نظر انجام پر نہیں ہے۔ یستوی تیرے لئے اچھا برا سب یکساں ہے میں ہر چیز میں امتیاز کر لیتا ہوں، غرضیکہ اہلِ اللہ اور عوام کی مثال خچر اور اونٹ کی سی ہے۔

[2] چوں جنین۔ مولانا نے پھر پہلے مضمون کی طرف رجوع کیا ہے جاد و گروں کو جسموں کے دوبارہ حشر کا یقین ہو گیا تھا تو اب مولانا حشر میں جسم کے دوبارہ موجود ہونے کو ثابت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ شکمِ مادر میں بچہ میں یہ کیفیت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ غذا کے اجزا کو جذب کرنے لگتا ہے جس سے اُس کا نشو و نما ہوتا ہے۔ تا چہل سال۔ چالیس سال کی عمر تک انسان کے جسم میں نشو و نما ہوتا رہتا ہے۔ روح۔ جس طرح اِس جسم میں اللہ تعالیٰ جذب کرنے کی قوت عطا فرما دیتا ہے روح میں بھی اجزاء کو جذب کرنے کی قوت فرما دیگا۔

[3] جامع۔ اِن اجزاءِ بدن کو غذا کے ذریعہ جمع کرنے کی طاقت جس طرح اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اِسی طرح وہ غذا کے واسطے کے بغیر بھی اجزاءِ بدن کو جمع فرما سکتا ہے۔ آں زمانے۔

اجتماعِ اجزاءِ خرِ عزیر علیہ السلام بعد بوسیدنش باذن اللہ تعالیٰ و در ہماں دم مرکب شدن پیش چشم عزیر علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کے حکم سے بوسیدہ ہو جانے کے بعد عزیر علیہ السلام کے گدھے کے اجزاء کا جمع ہو جانا، اور فوراً عزیر علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے جُڑ جانا

ہیں عزیرا در نگر اندر خرتؒ ... کہ بپوسیدست و ریزیدہ برت
ہاں اے عزیرؑ! اپنے گدھے کو دیکھ ... کہ تیرے سامنے گلا سڑا اور ریزہ ریزہ ہے

پیشِ تو گرد آورم اجزاش را ... آں سر و دم و دو گوش و پاش را
میں تیرے سامنے اُس کے اجزاء کو جمع کر دونگا ... سر اور دُم، اور دونوں کان، اور پاؤں کو

دست نے و جزو برہم می نہد ... پارہ ہا را اجتماعے می دہد
ہاتھ نہیں ہے اور اجزا کو جمع کر دیتا ہے ... ٹکڑوں کو جوڑ دیتا ہے

در نگر در صنعتِ پارہ زنے ... کو ہمی دوزد کہن بے سوزنے
پیوند لگانے والے کی کاریگری کو دیکھ ... کہ وہ پرانے کو بغیر سوئی کے سی دیتا ہے

ریسمان و سوزنے نے وقت خرز ... آنچناں دوزد کہ پیدا نیست درز
سیتے وقت، نہ دھاگا ہے نہ سوئی ... اِس طرح سی دیتا ہے کہ سِیوَن کا پتہ نہیں چلتا ہو

چشم بکشا حشر را پیدا بہ بیں ... تا نماند شبہات در یوم دیں
آنکھ کھول حشر کو کھلے طور پر دیکھ لے ... تاکہ تجھے قیامت کے بارے میں شبہ نہ رہے

تا بہ بینی جامعیتمؒ را تمام ... تا نہ لرزی وقتِ مُردن ز اہتمام
تاکہ تو میرے جمع کرنے کو پورا دیکھ لے ... تاکہ تو مرتے وقت غم سے نہ لرزے

ہمچناں کہ وقتِ خفتن ایمنی ... از فواتِ جملہ حسہائے تنی
جس طرح تو سونے کے وقت مطمئن ہے ... اپنے جسم کے تمام حواس کے فوت ہو جانے سے

بر حواسِ خود نہ لرزی وقتِ خواب ... گرچہ می گردد پریشان و خراب
سوتے وقت تو حواس (کے ختم ہونے) پر نہیں لرزتا ہے ... اگرچہ وہ منتشر اور برباد ہو جاتے ہیں

جزع ناکردنِ شیخ بزرگوار بر مرگ فرزندانِ خویش

ایک شیخ بزرگوار کا اپنی اولاد کے مرنے پر گھبراہٹ کا اظہار نہ کرنا

بود شیخے رہنمائے پیش ازیں ... آسمانی شمع بر روئے زمیں
اب سے پہلے ایک راہنما، شیخ تھے ... جو روئے زمین پر، آسمانی شمع تھے

لے اجتماع۔ قیامت میں انسان کے جسم کے بوسیدہ اجزاء اِسطرح جمع ہو جائینگے جیسے کہ حضرت عزیرؑ کے گدھے کے اجزاء جمع ہو گئے تھے۔ عزیرؑ۔ ایک پیغمبر تھے جن کا ذکر سورۂ بقر کی آیتوں اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ الخ میں ہے۔ یہ ایک ویران بستی پر سے گذرے تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تو اسکو کیسے آباد کریگا تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر اور اُن کے گدھے پر فوراً موت طاری کر دی سو برس تک وہ مردہ حالت میں رہے اور پھر انکو زندہ کر دیا اِس عرصہ میں گدھا بالکل سڑ گل چکا تھا۔ حضرت حق نے اسکے اجزاء کو جمع کر دیا اور وہ پھر زندہ ہو گیا تو فرمایا اِسطرح میں اِس بستی کو آباد کر دونگا۔

لے خرت۔ یعنی تو اپنے گدھے کو دیکھ گل سڑ چکا تھا پھر بھی وہ زندہ کر دیا گیا۔ دست نے۔ حضرت حق کا انسانوں کا سا ہاتھ نہیں ہے۔ پارہ زن۔ پیوند لگانیوالا یعنی خدا تعالیٰ۔ خرز۔ سینا۔ درز۔ سِیوَن۔ حشر۔ قیامت کے میدان میں جمع ہونا۔ یوم دین۔ قیامت کا دن۔

سے جامعیتم۔ یعنی میں قیامت میں اجزاء کو کس طرح جمع کرونگا۔ اہتمام۔ فکر میں پڑنا۔ ہمچنانکہ۔ انسان جب سوتا ہے تو اسکے ہوش و حواس جاتے رہتے ہیں لیکن انسان سونے سے نہیں ڈرتا ہے کیونکہ اسکو یقین ہے کہ بیدار ہوتے ہی وہ واپس آ جائینگے اِسیطرح اگر قیامت کی

چوں پیمبر درمیانِ اُمتاں | درکشائے روضۂ دارالجناں
اُمتوں میں پیغمبر کی طرح | جنت کے باغ کا در کھولنے والے

گفت پیغمبرؐ کہ شیخِ رفتہ پیش | چوں نبی باشد میانِ قومِ خویش
آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ پیشرو شیخ | اپنی قوم میں نبی کی طرح ہوتا ہے

یک صباحے گفتش اہلِ بیتِ او | سخت دل چونی بگوائے نیک خو
اُن سے اُن کی گھر والی نے ایک صبح کو کہا | اے نیک عادت! بتائیے آپ سخت دل کیوں ہیں؟

ما زہجر و مرگِ فرزندانِ تو | نوحہ می آریم باپشت دوتو
آپ کی اولاد کی موت اور جدائی کی وجہ سے ہم | باوجود دُہری کمر ہوجانے کے روتے ہیں

تو نمی گرئی نمی زاری چرا | یا کہ رحمت نیست در دل اے کیا
آپ کیوں گریہ و زاری نہیں کرتے؟ | اے بزرگ! کیا آپ کے دل میں شفقت (کا مادہ) نہیں ہے؟

چوں ترا رحمے نہ باشد در درُوں | پس چہ امید ست ما را از تو کنوں
جب آپ کے اندر رحم نہیں | تو اب ہمیں آپ سے کیا اُمید ہے!

ما بامیدِ تو ایم اے پیشوا | کہ نہ بگزاری تو ما را در فنا
اے پیشوا! ہمیں آپ سے آس ہے | کہ آپ ہمیں ہلاکت میں نہ چھوڑیں گے

چوں بیارایند روزِ حشر تخت | خود شفیعِ ما توئی آں روزِ سخت
جب حشر کے دن تخت آراستہ کریں گے | تو اُس سخت دن آپ ہمارے سفارش کرنے والے ہوں گے

در چناں روز و شبِ بے زینہار | ما باکرامِ تو ہیم اُمیدوار
ایسے بے پناہ، روز و شب میں | ہم آپ کے کرم کے اُمیدوار ہیں

دستِ ما و دامنِ تست آں زماں | کہ نماند ہیچ مجرم را اماں
اُس وقت ہمارا ہاتھ، اور آپ کا دامن ہوگا | جبکہ کسی مجرم کے لئے اماں نہ رہے گی

گفت پیغمبرؐ کہ روزِ رستخیز | کے گزارم مجرماں را اشک ریز
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن | میں مجرموں کو روتا کب چھوڑوں گا؟

من شفیعِ عاصیاں باشم بجاں | تا رہانم شاں ز اشکنجہ گراں
میں (دل و) جان سے گنہگاروں کا سفارشی ہوں گا | تاکہ اُن کو بھاری شکنجہ سے چھڑا دوں

عاصیان و اہلِ کبائر را بجہد | وا رہانم از عتابِ نقضِ عہد
گنہگاروں اور کبیرہ (گناہ) والوں کو کوشش سے | عہد کے توڑنے کے غصہ سے نجات دلاؤں گا

۱؎ چوں پیمبر۔ اولیاء اللہ بھی نبوت کے کامل اتباع کی وجہ سے اُمت میں نبیوں کی طرح ہوتے ہیں جو لوگوں کی بخشش کا سبب ہوتے ہیں۔ دار الجناں۔ جنت۔ صباح۔ صبح۔ اہلِ بیت۔ گھر والے، بیوی۔

۲؎ چوں ترا۔ جب تم میں رحم کا مادہ ہی نہیں ہے تو اب ہم آپ سے کیا توقع رکھیں۔ بیارایند۔ فرشتے حشر میں عرش آراستہ کریں گے۔

۳؎ بے زینہار۔ بے اماں۔ رستخیز۔ قیامت۔ نقضِ عہد ازل میں عبودیت کا عہد کیا تھا گناہوں کا ارتکاب اس عہد کو توڑنا ہے۔

صالحانِ اُمتم خود فارغ[۱] اند — از شفاعتہائے من روزِ گزند

میری اُمت کے نیک، خود فارغ ہیں — مصیبت کے دن میری سفارشوں سے

بلکہ ایشاں را شفاعتہا بُوَد — گفتِ شاں چوں حکمِ نافذ می رود

بلکہ (خود) اُن کی سفارشیں ہونگی — اُن کی بات جاری حکم کی طرح چلے گی

ہیچ وازِر وِزرِ غیرے بر نداشت — من نیم وازِر خدایم بر فراشت

کسی بوجھ اُٹھانے والے نے غیر کا بوجھ نہیں اُٹھایا ہے — میں بوجھ اُٹھانے والا نہیں ہوں، خدا نے مجھے بلند کر دیا ہے

آنکہ بے وِزر ست شیخ ست اے جواں — در قبولِ حق چو اندر کف[۲] کماں

اے جوان! جو بغیر بوجھ کے ہے وہ شیخ ہے — (وہ) اللہ کا مقبول ہونے میں ایسا ہے جیسا کہ ہاتھ میں کمان

شیخ کہ بُوَد پیر یعنی مو سپید — معنیِ ایں مُو بداں اے ناامید

شیخ کون ہوتا ہے، بوڑھا یعنی سفید بالوں والا — اے نا اُمید! اِس بال کے معنیٰ سمجھ لے

ہست آں موئے سیہ ہستیِ اُو — تا ز ہستیش نماند تارِ مُو

وہ کالا بال اُس کی ہستی ہے — تاکہ اُس کی ہستی کا ایک بال کا تار نہ رہے

چونکہ ہستیش نماند پیر اوست — گر سیہ مُو باشد و یا خود دو موست

جب اُس کی ہستی نہ رہی، وہ بوڑھا ہے — خواہ وہ سیاہ بالوں والا ہو یا کھچڑی بالوں والا

ہست آں موئے سیہ وصفِ[۳] بشر — نیست آں مُوئے ریش و موئے سر

کالا بال، بشری صفات ہیں — وہ داڑھی کا بال اور سر کا بال نہیں ہے

عیسیٰؑ اندر مہد بر دارد نفیر — کہ جواں ناگشتہ ما شیخیم و پیر

(حضرت) عیسیٰؑ گہوارے میں اعلان کرتے ہیں — کہ ہم جوان ہوئے بغیر شیخ اور پیر ہیں

چوں یکے موئے سیہ کاں وصفِ ماست — نیست بر دے شیخ و مقبولِ خداست

جبکہ ایک کالا بال جو ہماری صفت ہے — اُس میں نہیں ہے، (وہ) شیخ اور خدا کا مقبول ہے

چوں بُوَد مُویش سپید ار با خودست — اُو نہ پیر ست و نہ خاصِ ایزدست

جب اُس کے سفید بال ہوں اگر اُس میں خودی ہے — وہ نہ پیر ہے اور نہ اللہ (تعالیٰ) کا مقبول ہے

جو بوڑھا ہو یعنی اُس کے بال سفید ہو گئے ہوں کالے نہ ہوں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ کالے بال سے مراد اُس کا وجود اور ہستی ہے یعنی وہ اپنی ہستی کو فنا کر چکا ہو۔ دو مو یعنی جس کے بال کالے اور سفید ملے جلے ہوں ——— [۳] وصف۔ بشریت کے اوصاف۔ عیسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ بچپن میں شیخ و پیر تھے۔ چوں بُود۔ اگر انسان میں خودی ہے تو خواہ بال سفید ہوں وہ شیخ اور پیر نہیں ہے "بزرگی بہ عقلست نہ بسال"۔

[۱] فارغ اند۔ یعنی نیک لوگوں کو اِس کی ضرورت نہ ہو گی کہ انھیں عذاب سے بچانے کیلئے شفاعت کی جائے۔ ہاں شفاعت سے اُن کے مراتب بڑھیں گے۔ گفتِ شاں یعنی جنابِ باری میں اُن کی عرض ضرور مقبول ہو گی۔ وازِر۔ بوجھیلا۔ وِزر۔ بوجھ، گناہ۔ من نیم وازِر۔ گزشتہ اشعار میں انبیاء کو رحمۃ للعالمین کہا تھا اور اُن کی شفاعت کا ذکر تھا، اِس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ شفاعت میں تو دوسرے کی ذمہ داری اپنے اوپر لینا ہے اور یہ آیت وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ کے منافی ہے کیونکہ اِس میں مذکور ہے کہ کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا ہے۔ مولانا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اِس شبہ کا جواب دیتے ہیں کہ آیت کا مفہوم تو یہ ہے کہ کوئی بوجھیلا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا، میں تو بوجھیلا نہیں ہوں، خدا نے میرا مرتبہ بلند کیا ہے لہٰذا میں دوسروں کا بوجھ اُٹھا لوں گا، درحقیقت آیت کا یہ مفہوم نہیں ہے جو مولانا نے بیان کیا یہ محض ایک نکتہ ہے ورنہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مثلاً زید نے گناہ کیا ہے اور عمرو کو اُسکی سزا ملے یہ نہیں ہو گا۔ [۲] اندر کف۔ جس طرح کمان ہاتھ کے تابع ہوتی ہے اسی طرح شیخ اللہ کی مرضی کے تابع ہے۔ ہستیِ او یعنی شیخ اُسکو کہتے ہیں

گر رہید از بعضِ اوصافِ بشر — شیخ نبود کہل باشد اے پسر
اگر وہ بعض بشری اوصاف سے بچا ہے — اے صاحبزادے وہ شیخ نہ ہوگا ادھیڑ ہوگا

ور سرِ موئی ز وصفش باقی ست — نیست از عرش و سما آفاقی ست
اگر اسکا بال برابر وصف باقی ہے — وہ آسمانی اور عرشی نہیں ہے دنیادار تو ہے

ما ہمہ امیدوارانِ توئیم — ریزہ چینِ رحم و احسانِ توئیم
ہم سب آپ کے امیدوار ہیں — آپ کے رحم اور احسان کے ریزہ چین ہیں

لیک با ایں جملہ چوں بے شفقتی — بہرِ فرزنداں چرا بے رقتی[1]
لیکن اس سب کے باوجود آپ بے شفقت کیوں ہیں؟ — اولاد کے بارے میں بے رقت کیوں ہیں؟

یا مگر خود دل نمی سوزد ترا — باز گو اے شیخ با ما ماجرا
یا شاید آپ کا دل نہیں جلتا ہے — اے شیخ! ہمیں قصہ بتلایئے

عذر گفتنِ شیخ بہرِ ناگریستن بر مرگ فرزندان

اولاد کی موت پر نہ رونے سے متعلق شیخ کا عذر بیان کرنا

شیخ گفت او را مپندار اے رفیق — کہ ندارم رحم و مہر و دل شفیق
شیخ نے اس سے کہا اے ساتھی! یہ نہ سمجھ — کہ مجھ میں رحم اور محبت اور شفقت کرنیوالا دل نہیں ہے

بر ہمہ کفار ما را رحمت ست — گرچہ جانِ جملہ کافر نعمت ست
تمام کافروں پر ہمیں رحم آتا ہے — اگرچہ سب کی جان (اللہ کی) نعمت کی کافر ہے

بر سگانم رحمت و بخشایش ست — کہ چرا از سنگہاشاں مالش ست
میرا کتوں پر (بھی) رحم اور ترس ہے — کہ پتھروں سے کیوں ان کی پٹائی ہوتی ہے؟

آں سگے[2] کہ می گزد گویم دعا — کہ ازیں خو وارہانش اے خدا
وہ کتا جو کاٹتا ہے اس کے لئے دعا کرتا ہوں — کہ اے خدا اس عادت سے اس کو بچا

ایں سگاں را ہم دراں اندیشہ دار — کہ نباشند از خلائق سنگسار
ان کتوں کو بھی ایسا خیال عطا فرما — کہ لوگوں سے سنگسار نہ بنیں

زاں[3] فرستاد انبیا را بر زمیں — تا کندشاں رحمۃٌ للعالمین
اسی لئے (اللہ تعالیٰ نے) زمین پر انبیاء بھیجے — تاکہ ان کو جہان والوں کے لئے رحمت بنائے

خلق را خواند سوی درگاہِ خاص — حق را خواند کہ وافر کن خلاص
وہ لوگوں کو خاص دربار کی طرف بلاتے ہیں — اللہ (تعالیٰ) سے عرض کرتے ہیں کہ نجات کو عام کریے

---

[1] رقت۔ یعنی دل کی نرمی۔ رفیق۔ یعنی گھر والی جس نے سوال کیا تھا۔ بر ہمہ۔ یعنی ہمیں تو کافروں پر بھی رحم آتا ہے۔ اگرچہ وہ اللہ کی نعمتوں کے کافر ہیں۔ بر سگاں۔ لوگ کتوں کو مارتے ہیں تو ہمیں کتوں پر بھی ترس آتا ہے۔

[2] آں سگے۔ چونکہ کتا کاٹتا ہے اس لئے وہ ڈھیلا کھاتا ہے ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا اس کی یہ بد عادت چھڑا دے اور اس میں ایسا خیال پیدا کردے جس کے نتیجہ میں وہ سنگسار نہ ہو۔

[3] زاں۔ انبیاء سب کے لئے رحمت ہوتے ہیں خلوق کو اللہ کی طرف ان کے فائدہ کے لئے بلاتے ہیں دوسری طرف اللہ سے ان کے لئے توفیق کی دعا کرتے ہیں۔

جهد بنماید ازیں سو بهر پند
اس جانب نصیحت کیلئے کوشش کرتا ہے

چوں نشد گوید خدایا در مبند[1]
جب (نصیحت) نہیں ہوتی تو کہتا ہے اے خدا دروازہ

رحمتِ جزوی بود مر عام را
عام (انسانوں) میں جزوی رحمت ہوتی ہے

رحمتِ کلی بود همام را
غمخوار میں کلی رحمت ہوتی ہے

رحمتِ جزوش قرینِ گشته بکل
اس کی جزوی رحمت کل سے وابستہ ہو گئی ہے

رحمتِ دریاست هادیٔ سُبل
دریا کی رحمت راستوں کی ہدایت کرنیوالی ہے

رحمتِ جزوی بکل پیوسته شو
تو جزوی رحمت ہے کل کے ساتھ جڑ جا

رحمتِ کل را تو هادی بین و رو
کلی رحمت کو تو ہادی سمجھ اور چل پڑ

تا که جزوست او نداند راهِ بحر[2]
جب تک جزوی (رحمت) ہے وہ سمندر کا راستہ نہیں

هر غدیرے را کُند اشباهِ بحر
ہر تالاب کو سمندر کے مشابہ بنا دیتی ہے

چوں نداند راهِ یم کے ره برد
جب وہ سمندر کا راستہ نہیں جانتی ہے راستہ کیسے ملے

سوی دریا خلق را چوں آورد
دریا کی جانب لوگوں کو کیسے لائے؟

متصل گردد به بحر آنگاه او
وہ سمندر سے اس وقت وابستہ ہوگا

ره برد تا بحر همچوں سیل و جو
(جبکہ) بہاؤ اور نہر کی طرح سمندر تک راستہ لے

ور کُند دعوت بتقلیدے بود
اگر وہ دعویٰ کرے تو (محض) تقلیدی ہوگا

نز عیان و وحی و تائیدی بود
مشاہدہ اور وحی اور تائید خداوندی سے نہ ہوگا

گفت پس چوں رحم داری بر همه
اس نے کہا، جبکہ تمہیں سب پر رحم (آتا) ہے

همچو چوپانی بگردِ ایں رمه
تم اس ریوڑ کے چاروں طرف گڈریے کی طرح ہو

چوں نداری نوحه بر فرزندِ خویش
آپ اپنی اولاد پر کیوں نہیں روتے ہیں؟

چونکه فصادِ اجل شاں زد به نیش
جبکہ موت کے فصاد نے ان کے نشتر مارا ہے

چوں گواهِ رحم اشکِ دیده هاست[3]
جبکہ رحم کے گواہ، آنکھوں کے آنسو ہیں

دیدهٔ تو بے نم و گریه چراست
آپ کی آنکھیں بغیر آنسو اور گریہ کے کیوں ہیں؟

شیخ دانا زیں عتابش گرم شد
عقلمند شیخ اس کے اس غصہ سے گرم ہو گئے

در سخن یک بارہ بے آزرم شد
بات کرنے میں یکبارگی بے قابو ہو گئے

رو بزن کرد و بگفتش اے عجوز
بڑھیا کی طرف رُخ کیا اور اس سے کہا اے بڑھیا

خود نباشد فصلِ دے همچوں تموز
موسمِ خزاں موسمِ بہار کی طرح نہیں ہوتا ہے

[1] در مبند یعنی اے خداوند رزق کا دروازہ بند نہ کر۔ رحمتِ جزوی۔ ہر انسان کے دل میں تھوڑی سی رحمت ضرور ہوتی ہے۔ ہمام غمگساریعنی شیخ جو امت کا دردمند ہوتا ہے اس میں کلی رحمت ہوتی ہے۔ قرین گشتہ۔ رحمت کلی در اصل اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن شیخ نے چونکہ اپنے آپ کو بالکلیہ اللہ تعالیٰ سے وابستہ کر دیا ہے لہٰذا اس کی رحمت بھی رحمتِ کلی ہے۔ بکل پیوستہ شو یعنی کسی شیخ سے اپنے آپ کو وابستہ کرلے۔

[2] تا کہ جزو دست۔ جب انسان میں جزوی رحمت ہے وہ رحمت کلی کو نہیں سمجھتا ہر کس و ناکس کو رحمتِ کلی سمجھ بیٹھتا ہے۔ غدیر۔ تالاب۔ سوئے دریا یعنی رحمت کلی۔ ور کند یعنی اگر ناقص شیخ کچھ کہیگا بھی تو وہ محض تقلید ہوگی حق کا مشاہدہ نہ ہوگا۔ وحی سے مراد وحی بولکر الہام مراد لیتے ہیں۔ گفت۔ شیخ کی بیوی نے کہا۔ فصاد۔ رگ کھولنے والا۔ اجل۔ موت۔ نیش۔ نشتر۔

[3] گواہ رحم۔ آنکھ کے آنسوؤں سے دل کی رحمت کا پتہ چلتا ہے۔ عتابش۔ بیوی کے اعتراضات۔ بے آزرم بے تحمل۔ خود نباشد یعنی سب انسان یکساں نہیں ہیں۔

جملہ[۱] گر مُردند ایشاں ور حے اند
وہ سب (اولاد) خواہ مُردہ، ہوں یا زندہ

غائب و پنہاں زچشمِ دل کے اند
دل کی آنکھ سے وہ غائب اور پوشیدہ کب ہیں؟

من چو بینم شاں مُعیّن پیشِ خویش
میں جب اُن کو اپنے سامنے مجسّم دیکھتا ہوں

از چہ رُو رُو را کنم ہمچوں تو ریش
تو کس وجہ سے تیری طرح چہرے کو زخمی کردوں؟

گرچہ بیروں اند از دورِ زماں
اگرچہ وہ زمانے کے چکر سے باہر نکل گئے ہیں

با من اند و گردِ من بازی کناں
وہ کھیلتے ہوئے میرے پاس اور میرے چاروں طرف ہیں

گریہ از ہجراں بُود یا از فراق
رونا، تو چھوٹ جانے اور جُدائی کی وجہ سے ہوتا ہے

با عزیزانم وصال ست و عناق
میرا تو عزیزوں سے وصال اور معانقہ ہے

خلق[۲] اندر خواب می بینند شاں
لوگ اُن کو خواب میں دیکھتے ہیں

من بہ بیداری ہمی بینم عیاں
میں اُن کو بیداری میں اچھی طرح دیکھتا ہوں

زیں جہاں خود را دمے پنہاں کنم
میں کبھی اپنے آپ کو اس دنیا سے غائب کر دیتا ہوں

برگِ حس را از درخت افشاں کنم
حواس کے پتّوں کو درخت سے جھاڑ دیتا ہوں

حِس اسیرِ عقل باشد اے فلاں
اے فلاں! حواس عقل کے پابند ہیں

عقل اسیرِ روح باشد ہم بداں
سمجھ لے! عقل روح کی پابند ہے

دستِ بستہ عقل را جاں باز کرد
رُوح نے جکڑی ہوئی عقل کو آزاد کر دیا

کارہائے بستہ را ہم ساز کرد
اُلجھے ہوئے کاموں کو سُلجھا دیا

حِسّہا و اندیشہ بر آبِ صفا
حواس اور افکار نے صاف پانی پر

ہمچو خس بگرفتہ رُوی آب را
تنکوں کی طرح پانی کی سطح کو گھیر لیا ہے

دستِ عقل آں خس بیک سُو می برد
عقل کا ہاتھ اُس کوڑے کو ایک طرف ہٹا دیتا ہے

آب[۳] پیدا می شود پیشِ خرد
عقل کے سامنے پانی کھُل جاتا ہے

خس بس انبہ بود بر جُو چوں حباب
نہر پر بُلبلوں کی طرح کوڑا بہت سا تھا

خس چو یک سُو رفت پیدا گشت آب
کوڑا جب ہٹا پانی کھُل گیا

چونکہ دستِ عقل نکشاید خدا
جب تک اللہ (تعالیٰ) عقل کے ہاتھ نہ کھولے

خس فزاید از ہوا بر آبِ ما
ہمارے پانی پر ہوا (وہوس) کی وجہ سے کوڑا اکڑ جاتا ہے

آب را ہر دم کند پوشیدہ او
وہ ہر وقت پانی کو چھپائے رکھتا ہے

آں ہوا خنداں و گریاں عقلِ تو
وہ ہوا (وہوس) مُسکراتی ہے اور تیری عقل روتی ہے۔

---

۱ جملہ۔ دل کی آنکھیں مُردوں اور زندوں سب کو دیکھتی ہیں۔ من چو بینم۔ میں مُردوں کو بھی مجسّم اپنی نگاہوں سے دیکھتا ہوں تو پھر نوحہ کیسے کروں۔ گریہ۔ رونے کی وجہ ہجر و فراق ہے جبکہ میری اولاد میرے گرد کھیل کود رہی ہے تو پھر رونے کی کیا وجہ ہے۔

۲ خلق۔ عام لوگوں کو مُردے خواب میں نظر آتے ہیں مجھے بیداری میں بھی نظر آتے ہیں۔ زیں جہاں۔ نیند کی حالت میں ظاہری حواس بیکار ہو جاتے ہیں تو مُردے نظر آنے لگتے ہیں میں بیداری میں اپنے ظاہری حواس کو معطل کر لیتا ہوں تو وہ نظر آجاتے ہیں۔ حِس۔ حواس عقل کے پابند ہیں اور عقل رُوح کے تابع ہے، عقل مقید ہوتی ہے، جب روح اسکے موانع زائل کر دیتی ہے تو پھر اس میں جلا پیدا ہو جاتی ہے، روح پر جب تک دنیوی خیالات کا غلبہ رہتا ہے وہ ادراکات سے محروم رہتی ہے جب دنیوی خیالات کے خس و خاشاک سے صاف ہو جاتی ہے تو اُس کو باطنی ادراکات حاصل ہونے لگتے ہیں۔

۳ آب۔ یعنی روحانی ادراکات۔ حباب۔ بُلبلہ۔ چونکہ۔ اگر خداوندی توفیق شاملِ حال نہ ہو تو نفسانی خواہشات ادراکات سے مانع رہتی ہیں۔ آں ہوا انسان تباہ ہوتا ہے خواہشات مُسکراتی ہیں

چونکہ تقوی بست دو دستِ ہوا
جب پرہیزگاری نے ہوا (و ہوس) کے دونوں ہاتھ باندھ (دیئے)

حق گشاید ہر دو دستِ عقل را
اللہ تعالیٰ عقل کے دو ہاتھ کھول دیتا ہے

پس[1] حواسِ چیرہ محکومِ تو شد
غالب حواس تیرے محکوم بن جاتے ہیں

چوں خرد سالار و مخدومِ تو شد
جب عقل تیری سردار اور مخدوم بن جاتی ہے

حس را بے خواب خواب اندر کند
وہ (عقل) حواس کو بغیر نیند کے سُلا دیتی ہے

تا کہ غیبتہا ز جاں سر بر زند
یہاں تک کہ اَن دیکھی باتیں روح میں سے سَر اُبھارتی ہیں

ہم بہ بیداری بہ بیند خوابہا
وہ بیداری میں بھی خواب دیکھ لیتا ہے

ہم ز گردوں بر گشاید بابہا
آسمان کے دروازے بھی کھُل جاتے ہیں

قصۂ[2] خواندنِ شیخِ ضریر قرآن را از روی مُصحف و در وقتِ خواندنِ قرآن بینا شُدن باذنِ اللہ تعالیٰ

ایک نابینا شیخ کا قرآن پڑھتے وقت قرآن کو دیکھ کر پڑھنا اور قرآن پڑھتے وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے بینا ہو جانا

دید در بغداد یک شیخِ فقیر
ایک فقیر شیخ نے بغداد میں

مُصحفے در خانۂ پیرے ضریر
ایک نابینا پیر کے گھر میں قرآن دیکھا

گشت ضیفش در تموزِ پُر ز سُوز
جھلستی گرمی کے زمانے میں اُس کا مہمان بن گیا

ہر دو زاہد جمع باہم چند روز
دونوں بزرگ چند روز کے لئے اکٹھے ہو گئے

گفت اینجا اے عجب مصحف چراست
اُسنے (دل میں) کہا تعجب ہے: یہاں قرآن کیوں ہے؟

چونکہ نابیناست ایں درویش راست
کیونکہ یہ درویش تو بالکل نابینا ہے

اندریں اندیشہ[3] تشویشش فزود
اِس خیال سے اُس کی تشویش بڑھ گئی

کہ جز او را نیست اینجا باش بود
کہ اِس جگہ اُس کے سوا اور کسی کا رہن سہن نہیں ہے

اوست تنہا مصحفے آویختہ
وہ تنہا ہے، قرآن آویزاں ہے

من نیم گستاخ یا آمیختہ
میں شوخ، یا گھلا ملا نہیں ہوں

تا بپرسم نے خمش صبرے کنم
کہ دریافت کروں، یا خاموش رہ کر صبر کر لوں

تا بصبرے بر مُرادے بر زنم
تاکہ صبر کے ذریعہ مقصد حاصل کر لوں

صبر کرد و بود چندے در حرج
اُس نے صبر کر لیا اور کچھ دن پریشان رہا

کشف شد کالصبر مفتاح الفرج
(معاملہ) کھل گیا کیونکہ صبر کرنا کشادگی کی چابی ہے

---

[1] پس۔ جب انسان عقل کے تابع ہوتا ہے تو حواسِ ظاہری اسکے محکوم بنجاتے ہیں۔ حس۔ انسان کو نیند کی حالت میں خواب اسی لئے نظر آتے ہیں کہ حواسِ ظاہری معطل ہو جاتے ہیں اور انسان غائب از نظر چیزوں کو دیکھنے لگتا ہے پھر جب عقل کا غلبہ ہو جاتا ہے تو وہ بیداری میں بھی حواس کو معطل کر دیتی ہے اور وہ چیزیں اُس کو بیداری میں نظر آنے لگتی ہیں جو کہ وہ خواب میں دیکھ سکتا تھا۔

[2] قصہ۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حواسِ ظاہری کے نہ ہوتے ہوئے بھی حواسِ ظاہری کے مُدرکات حاصل ہو جاتے ہیں۔ ضریر۔ نابینا۔ تموز۔ گرمی کا مہینہ ہے۔ مُصحف۔ قرآن پاک۔ راست۔ صحیح، بالکل یہ نابینا کی تاکید ہے۔

[3] اندیشہ۔ یعنی یہ خیال کہ نابینا کے گھر میں قرآن کیوں ہے؟ آمیختہ۔ یعنی میں اسقدر گھلا ملا نہیں ہوں کہ بے تکلفی سے سوال کر سکوں۔ حرج۔ تنگی۔ فرج۔ کشادگی۔

صَبر گنج ست اے برادر صبر کُن — تا شفا یابی توزیں رنجِ کُہن

اے بھائی! صبر خزانہ ہے، صبر کر — تاکہ تو اس پُرانے غم سے شفا حاصل کرے

صَبر تلخ ست وبَراو شکر ست[1] — صبر سُوئے کشف ہر ستر رہبر ست

صبر کڑوا ہے، اُس کا پھل شکر ہے — صبر، ہر راز کے کھلنے کا راہبر ہے

صبر کردنِ لقمان علیہ السّلام چوں دید کہ داوٗد علیہ السّلام حلقہا از آہن ست را میکرد از سوال بایں نیت کہ صبر از سوال موجبِ فرح وراحت ست

لقمان علیہ السلام کا سوال سے صبر کرنا جبکہ انھوں نے دیکھا کہ حضرت داؤدؑ لوہے کے حلقے بنارہے ہیں، اس نیت سے کہ سوال کرنے سے صبر کرنا خوشی اور راحت کا سبب ہے

رفت لقمانؑ سُوی داوٗدِ نبی — حلقہ می کرد اُو ز پولادِ اَبی[2]

(حضرت) لقمانؑ، داؤد نبی کے یہاں گئے — وہ سخت فولاد کے حلقے بنارہے تھے

جُملہ را بایک دگر دَر می فگند — زآہن و پولاد آں شاہِ بلند

سب (حلقوں) کو ایک دوسرے میں ڈال رہے تھے — لوہے اور فولاد سے، وہ شاہِ عالی

صَنعتِ زرّاد اُو کم دیدہ بود — در تحیّر ماند و وسواسش فزود

اُن (لقمانؑ) نے زرہ بننے والے کی کاریگری نہ دیکھی تھی — وہ حیران رہ گئے اور وسوسے بڑھ گئے

کایں چہ شاید بود وا پرسم زو — کہ چہ می سازد ز حلقہ تو بتو

کہ یہ کیا بنے گا، اُن سے پوچھوں — کہ وہ مسلسل حلقوں سے کیا بنارہے ہیں؟

باز با خود گفت صبر اولیٰ ترست — صبر با مقصود زُوتر رہبر ست

پھر اپنے آپ سے کہا، کہ صبر زیادہ مناسب ہے — صبر، مقصد کا تیز راہنما ہے

چوں نہ پُرسی زود تر کشفت شود — مُرغِ صبر از جملہ پرّاں تر رَوَد

اگر تو نہ پوچھے گا جلد تجھ پر ظاہر ہوجائیگا — صبر کا پرندہ، تمام پرندوں سے تیز اڑتا ہے

ور[3] بہ پُرسی دیر تر حاصل شود — سہل از بے صبریت مشکل شود

اگر تو پوچھے گا، دیر میں حاصل ہوگا — تیری بے صبری سے آسان بھی مشکل ہوجائیگا

چونکہ لقماں تن بزد ہم دَر زماں — شد تمام از صَنعت داوٗد آں

چونکہ لقمان اُس وقت خاموش ہوگئے — وہ (کام حضرت) داؤدؑ کی کاریگری سے مکمل ہوگیا

پس زرہ سازید در پوشید اُو — پیشِ لقمانِ حکیمِ صبر خو

تب اُنھوں نے زرہ بنالی اور اُسکو پہنا — صابر و دانا لقمانؑ کے سامنے

---

[1] صبر تلخ ست۔ صبر تلخ ست ولیکن بر شیریں دارد۔ صبر کردن۔ اِس قصّہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لقمانؑ نے صبر کیا تو جو دل میں سوال پیدا ہوا تھا وہ خود بخود حل ہوگیا۔

[2] اَبی۔ اِنکار کرنے والا یعنی وہ سخت فولاد تھا۔ در می فگند۔ یعنی حضرت داؤدؑ اُن حلقوں کو ایک دوسرے میں ڈال رہے تھے۔ زرّاد۔ زرہ بنانے والا۔ ایں چہ۔ یعنی یہ کیا بنایا جارہا ہے۔ زوتر۔ زود تر۔

[3] ور بہ پرسی۔ بے صبری سے کام بگڑ جاتا ہے۔ تن بزد۔ خاموش رہا۔ صنعت۔ کاریگری۔

گفت ایں نیکو لباس ست اے فتیٰ | در مَصافِ خصم دفعِ زخم را
فرمایا اے جوان! یہ اچھا لباس ہے | لڑائی کے میدان میں زخم کی روک کیلئے

گفت لقمانؑ صبر نیکو ہمدمیست | کو پناہ و دافعِ ہر جا غمیست
لقمانؑ نے فرمایا کہ صبر اچھا ساتھی ہے | کیونکہ وہ ہر مقام پر غم کی پناہ اور دافع ہے

صبر را با حق قریں کرد اے فلاں | آخرِ وَالْعَصْر را آگہ بخواں
اے فلاں! صبر کو حق کا ساتھی بنایا ہے | ہوش سے "وَالْعَصْر" کا آخیر پڑھے

صد ہزاراں کیمیا حق آفرید | کیمیائے ہمچو صبر آدمؑ ندید
اللہ (تعالیٰ) نے لاکھوں کیمیائیں پیدا کی ہیں | صبر جیسی کیمیا، آدمؑ نے نہیں دیکھی ہے

بقیہ قصہ نابینا و مُصحف خواندن آں بنظر
نابینا اور اس کے دیکھ کر قرآن پڑھنے کے قصہ کا بقیہ

مردِ مہماں صبر کرد و ناگہاں | کشف گشتش حالِ مشکل در زماں
مہمان شخص نے صبر کیا، اور اچانک | اُس پر مشکل کا حال، فوراً کھل گیا

نیم شب آوازِ قرآں را شنید | جَست از خواب آں عجائب را بدید
آدھی رات کو قرآن کی آواز سُنی | وہ نیند سے اُٹھا، اور عجائب دیکھے

کہ ز مُصحف کور می خواند درست | گشت بے صبر و ازو آں حال جُست
کہ نابینا قرآن کو دیکھ کر صحیح پڑھ رہے ہیں | بے صبر ہوگیا، اور اُن سے اُس حال کی جستجو کی

گفت چوں کوری عجب بے چشم نور | چوں ہمی خوانی و می بینی سطور
کہا جبکہ آپ نابینا ہیں، بغیر آنکھ اور روشنی کے | آپ کیسے پڑھتے ہیں اور سطریں دیکھتے ہیں؟

آنچہ می خوانی برآں افتادہ | دست را بر حرفِ آں بنہادہ
جو کچھ آپ پڑھتے ہیں، اُسی پر ہوتے ہیں | ہاتھ کو اُس کے حروف پر رکھتے ہیں

اِصبعت در سیر پیدا می کند | کہ نظر بر حرف داری مُستنَد
رفتار میں آپ کی اُنگلی ظاہر کرتی ہے | کہ آپ صحیح طور پر حرف پر نظر رکھتے ہیں

گفت اے گشتہ ز جہلِ تن جُدا | ایں عجب داری تو از صُنعِ خدا
اُنھوں نے کہا اے وہ کہ جو جسمانی جہالت سے جُدا ہو گیا ہے | تو اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری پر تعجب کرتا ہے

من ز حق درخواستم کاے مُستعاں | بر قرآت من حریصم ہمچو جاں
میں نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی کہ اے مددگار! | مجھے قرآن پڑھنے سے جان کی برابر محبت ہے

لہ وَالْعَصْر۔ اس سورہ کے آخیر میں وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ آیا ہے اُنھوں نے باہمی حق کی وصیت کی اور صبر کی وصیت کی یعنی اس سے معلوم ہوا کہ صبر کی نگہداشت ایسی ہی ضروری ہے جیسی کہ حق کی نگہداشت ضروری ہے۔ کیمیا کیمیا تانبے کی حقیقت کو بدل دیتی ہے اسی طرح صبر مصائب کو راحتوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔

لہ کز مُصحف۔ وہ نابینا دیکھ کر قرآن پڑھ رہے تھے اور جو آیت پڑھتے تھے اُس پر صحیح انگلی رکھتے ہوئے پڑھتے تھے۔ جیسے حسبِ دستور ناظرہ خواں عموماً پڑھنے میں آیتوں پر انگلی رکھتے چلے جاتے ہیں۔

لہ ز جہلِ تن جُدا یعنی مادی جسم کی جہالتیں تجھ سے دُور ہو چکی ہیں پھر خدا کی اس قدرت سے تجھے کیا پریشانی ہے۔ مُستعان۔ وہ جس سے مدد چاہی جائے۔

نیستم حافظ مرا نورے بدہ
میں حافظ نہیں ہوں، مجھے روشنی عطا کر دے

در دو دیدہ وقتِ خواندن بے گِرہ[2]
دونوں آنکھوں میں بغیر رکاوٹ کے، پڑھتے وقت

باز دہ دو دیدہ ام را آں زماں
اس وقت میری دونوں آنکھیں مجھے لوٹا دے

کہ بگیرم مُصحف و خوانم عیاں
جبکہ میں قرآن اٹھاؤں اور دیکھ کر پڑھوں

آمد از حضرت ندا کاے مردِ کار[1]
بارگاہِ خداوندی سے آواز آئی، اے باعمل!

اے بہر رنجے بما اُمیدوار
اے وہ کہ ہر تکلیف میں ہم سے اُمیدوار ہے

حُسنِ ظن ست و امیدے خوش ترا
یہ تیرا حُسنِ ظن ہے، اور اچھی اُمید

کہ ترا گوید بہر دم بر تر آ
جو تجھ سے کہتی ہے، کہ ہر سانس میں ترقی کر

ہر زماں کہ قصدِ خواندن باشدت
جس وقت تیرا پڑھنے کا ارادہ ہوگا

یا ز مُصحفہا قرأت بایدت
یا قرآنوں سے (دیکھ کر) تو پڑھنا چاہیگا

من دراں دم وا دہم چشمت ترا
میں اُس وقت تیری آنکھیں لوٹا دوں گا

تا فرو خوانی مُعظّم جوہرا[2]
تاکہ تو خوب پڑھ لے، اے بڑے جوہر!

ہمچناں کرد و ہر آنگاہے کہ من
اُس (اللہ تعالیٰ) نے ایسا ہی کیا اور جبکہ میں

وا کشایم مُصحف اندر خواندن
پڑھنے میں قرآن کھولتا ہوں

آں خبیرے کو نشد غافل ز کار
تو وہ خبیر جو کام سے غافل نہیں ہے

آں گرامی بادشاہِ کردگار
وہ عزیز، کردگار، بادشاہ

باز بخشد بینشم آں شاہِ فرد
وہ یکتا شاہ، میری بینائی دوبارہ عنایت کر دیتا ہے

در زماں ہمچوں چراغِ شب نورد
فوراً، تاریکی کو لپیٹ دینے والے چراغ جیسی

زیں سبب نبود ولی را اعتراض
اسی لئے، ولی کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا ہے

ہر چہ بستاند فرستد اعتیاض
(کیونکہ) جو کچھ وہ لیتا ہے، بدلہ بھیج دیتا ہے

گر بسوزد باغت انگورے دہد
اگر وہ تیرا باغ جلاتا ہے، انگور دیدیتا ہے

در میانِ ماتمے سُورے دہد
رنج کے دَوران خوشی دے دیتا ہے

آں شلِ بے دست را دستے دہد
وہ ہاتھ کٹے ٹُنڈے کو، ہاتھ دے دیتا ہے

کانِ غمہا را دلِ مستے دہد
غموں کی کان کو مست دل دیدیتا ہے

لا نُسَلِّم[3] و اعتراض از ما برفت
وہ ہم نہیں مانتے ہیں (کہنا) اور اعتراض ہم سے رخصت ہو گیا ہے

چوں عوض می آید از مفقود زفت
جبکہ گم شدہ کا بھاری بدلہ آجاتا ہے

---

[1] مردِ کار۔ باعمل انسان۔ حُسنِ ظن۔ حدیثِ قدسی ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ یعنی میں وہی کرتا ہوں جو میرا بندہ میرے بارے میں سوچتا ہے اگر اللہ کے ساتھ اچھا گمان ہوگا تو خیر حاصل ہوگی۔ بُرا گمان ہوگا تو شر حاصل ہوگا۔

[2] مُعظّم جوہرا۔ اِس سے بعض صاحبان نے اُن نابینا کی ذات مُراد لی ہے بعض نے اِس کو خوانی کا مفعول سمجھ کر قرآنِ کریم مراد لیا ہے۔ کردگار۔ اللہ تعالیٰ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اِس میں کرد بمعنی فعل اور گار بمعنی صاحب ہے۔ اعتیاض۔ عوض لینا، اللہ تعالیٰ عوض ضرور عنایت فرما دیتا ہے، خواہ وہ تمہاری منشا کے مطابق نہ ہو۔ گر بسوزد۔ مولانا نے اِس شعر میں اِسی امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اِس عوض کا اُس کی جنس سے ہونا ضروری نہیں جو تم نے لی ہے۔ ماتم۔ مجلسِ غم۔ سُور۔ محفلِ شادی۔ دلِ مستے۔ دل کی مستی میں انسان غم کو بھول جاتا ہے۔

[3] لا نُسَلِّم۔ یہ جملہ عموماً مباحثہ میں فریقِ ثانی کی بات کے انکار کے وقت بولا جاتا ہے۔ مفقود۔ گم شدہ۔ زفت۔ موٹا، بھاری۔

چونکہ بے آتش مرا گرمی رسد — راضیم گر آتشِ ما را کُشد
جبکہ بغیر آگ کے ہمیں گرمی ملتی ہے — میں راضی ہوں، اگر وہ ہماری آگ بجھا دے

چونکہ بے چشمے بہ بخشد دیدنے — لیس نبیں کُور یست چشمِ روشنے
جبکہ وہ بغیر آنکھ کے دیکھ لینا عطا فرما دیتا ہے — ایسا اندھا پن روشن آنکھ ہے

بے چراغے چوں دہد اُو روشنی — گر چراغت شد چہ افغاں میکنی
جبکہ وہ بغیر چراغ کے روشنی عطا فرما دیتا ہے — اگر تیرا چراغ بجھ جائے تو کیوں شکایت کرتا؟

صفتِ بعضِ اولیا کہ راضی اند باحکامِ الٰہی ولابہ نکنند بخدائے تعالےٰ کہ خدایا ایں حکم را بگرداں

بعض اولیاء کا بیان جو خدائی احکام پر راضی ہیں اور اللہ (تعالیٰ) سے اصرار نہیں کرتے ہیں کہ اے خدا یہ حکم لوٹا دے

بشنو اکنوں قصہ آں رہرواں — کہ ندارند اعتراضے در جہاں
اب اُن راہنماؤں کا قصہ سُن — جو دنیا میں کوئی اعتراض نہیں کرتے ہیں

زاولیا اہلِ دُعا خود دیگر اند — گہ ہمی دوزند و گاہے می دَرند
دُعا کرنے والے، اولیاء میں سے دوسرے ہیں — جو کبھی سیتے ہیں، اور کبھی پھاڑتے ہیں

قومِ دیگر می شناسم زاولیا — کہ دہاں شاں بستہ باشد از دُعا
میں اولیاء میں سے دوسری قوم کو بھی جانتا ہوں — جن کا منہ دعا سے بند رہتا ہے

از رضا کہ ہست رامِ آں کرام — جُستنِ دفعِ قضا شاں شُد حرام
چونکہ رضا اُن بھلوں کا معمول ہے — قضا کے فیصلہ کو روکنے کی جستجو اُن پر حرام ہے

در قضا ذوقے ہمی بینند خاص — کفرِ شاں آید طلب کردن خلاص
وہ قضا میں خاص مزہ محسوس کرتے ہیں — خلاصی چاہنا اُن کو کفر محسوس ہوتا ہے

حُسنِ ظنّے بر دلِ ایشاں کشود — کہ نہ پوشند از عزا جامہ کبود
اُن کے دل پر حسنِ ظن ایسا طاری ہو گیا ہے — کہ وہ غم میں کالا کپڑا نہیں پہنتے ہیں

ہر چہ آید پیشِ ایشاں خوش بُوَد — آبِ حیواں گر دوار آتش بُوَد
جو اُن کو پیش آتا ہے اچھا لگتا ہے — اگر آگ ہو تو آبِ حیات بن جاتا ہے

زہر در حلقومِ شاں شکر بُوَد — سنگ اندر راہِ شاں گوہر بُوَد
اُن کے گلے میں زہر شکر ہو جاتا ہے — اُن کے راستہ کا پتھر جوہر ہو جاتا ہے

ےلہ چونکہ ہمیں مقصد کی طلب ہے خواہ اسکا سبب کچھ بھی ہو۔ چشمِ روشنے: آنکھ سے مقصد دیکھنا ہے جب وہ بغیر آنکھ کے حاصل ہو تو آنکھ نہ ہونے سے ہمیں کیا شکوہ ہو سکتا ہے۔

ےلہ بشنو۔ ابتک یہ سمجھایا تھا کہ بعض اولیاء تو ایسے ہیں کہ مقصود جب حاصل ہوتا ہے تو سبب کے موجود نہ ہونے پر شکوہ نہیں کرتے ہیں اب یہ بتلاتے ہیں کہ کچھ بزرگ ایسے ہیں کہ وہ کسی حالت میں بھی شکوہ پسند نہیں کرتے ہیں اور اللہ کی قضا کے خلاف دعا کو بھی حرام سمجھتے ہیں واضح ہے کہ یہ حالت مغلوب الحال اولیاء کی ہوتی ہے ورنہ انبیاء دعائیں نہ کرتے۔ اصل کمال یہ ہے کہ راضی برضا ہوتے ہوئے دعا کی جائے۔ راقم۔ معول۔

ےلہ در قضا۔ مصائب کو مرضیِ خدا سمجھ کر اس میں لذت حاصل کرتے ہیں ضَرْبُ الْحَبِیبِ زَبِیبٌ، معشوق کی مار کشمش ہے اُن کا مقولہ ہوتا ہے۔ عزا۔ ماتمی لباس کالا ہوتا ہے آبِ حیوان یعنی ہر تکلیف اُن کے لئے باعثِ راحت بنجاتی ہے۔

جُملگی یکساں بُود شاں نیک و بد[1] — از چہ باشد ایں ز حُسنِ ظنِّ خود

ان کے لئے اچھا بُرا سب یکساں ہوتا ہے — یہ کیوں ہوتا ہے؟ اپنے حُسنِ ظن سے (ہوتا ہے)

کُفر باشد نزدِ شاں کردن دُعا — کاے الٰہ از ما بگرداں ایں قضا

دعا کرنا اُن کے نزدیک کفر ہوتا ہے — کہ اے خدا! اِس قضا کو ہم سے لوٹا دے

سوال کردنِ بہلولؒ آں درویشِ ولی را

(حضرت) بہلولؒ کا اُس ولی درویش سے دریافت کرنا

گفت بہلولؒ آں یکے درویش را — چونی اے درویش واقف کُن مرا

(حضرت) بہلولؒ نے اُس ایک درویش سے کہا — اے درویش! تو کیسا ہے مجھے بتا دے

گفت[2] چوں باشد کسیکہ جاوداں — بر مُرادِ اُو رَوَد کارِ جہاں

اُس نے کہا، وہ شخص کیسا ہوگا، کہ ہمیشہ — جس کے ارادے کے مطابق دنیا کے کام چلتے ہوں

سیل و جُوہا بر مُرادِ اُو روند — اختراں زاں ساں کہ اُو خواہد شوند

سیلاب اور نہریں اُسکے ارادہ کے مطابق جاری ہوں — ستارے، جس طرح وہ چاہے ہو جائیں

زندگی و مرگ سرہنگانِ اُو — بر مُرادِ اُو روانہ کُو بہ کُو

زندگی اور موت اُس کے سپاہی ہوں — جو اُسکے ارادہ کے مطابق کوچہ بکوچہ روانہ ہوں

ہر کجا خواہد فرستد تعزیت — ہر کجا خواہد بہ بخشد تہنیت

وہ جہاں چاہے تعزیت کو روانہ کرے — وہ جہاں چاہے مبارکبادی بخش دے

سالکانِ[3] راہ ہم بر گامِ اُو — ماندگاں از راہ ہم در دامِ اُو

راہ کے سالک بھی اُسکے (نقش) قدم پر ہوں — راہ سے عاجز بھی اُس کے جال میں ہوں

ہیچ دندانے نہ خندد در جہاں — بے رضا و امرِ آں فرماں رواں

دنیا میں کوئی دانت نہ مسکرائے — اُس فرماں روا کی رضا اور حُکم کے بغیر

بے رضائے اُو نیفتد ہیچ برگ — بے قضائے اُو نیاید ہیچ مرگ

اُس کی منشاء کے بغیر کوئی پتّا نہ جھڑے — اُس کے حکم کے بغیر کوئی موت نہ آئے

بے مُرادِ اُو نجُنبد ہیچ رگ — در جہاں ز اوجِ ثریا تا سمک

اُس کے ارادہ کے بغیر کوئی رگ نہ پھڑکے — دنیا میں ثریا کی بلندی سے مچھلی تک

گفت اے شہ راست گفتی ہمچنیں — در فر و سیمائے تو پیداست ایں

(حضرت بہلولؒ نے) کہا اے شاہ! تم نے سچ کہا، ایسا ہی — آپ کے چہرے اور شان سے یہ ظاہر ہے

---

[1] نیک و بد۔ وہ سمجھتے ہیں کہ "ہر چہ از دوست می رسد نیکوست"، دوست کی جانب سے جو آئے وہ اچھا ہی ہے۔ سوال کردن۔ حضرت بہلولؒ نے ایسے ہی بزرگ کے مزاج پوچھے جو راضی بقضاءِ خداوندی تھے اور کوئی دعا کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ چونی۔ آپ کے کیسے مزاج ہیں؟

[2] گفت۔ اُس ولی نے حضرت بہلولؒ کو جواب دیا کہ جس شخص کی منشاء کے مطابق ساری دنیا کا کاروبار چل رہا ہو اور کوئی چیز اُس کی منشاء کے خلاف نہ ہو تو ایسے شخص سے مزاج دریافت کرنے کا کیا مطلب ہے۔ زندگی یعنی لوگوں کی موت وحیات اُس کی مُراد کے مطابق ہو۔ تعزیت۔ میت کا پُرسا۔ تہنیت۔ مبارکبادی۔

[3] سالکاں۔ راستہ چلنے والے مسافر اُس کے نقشِ قدم پر چلیں، منزل تک نہ پہنچنے والے اُسی کے ارادہ سے منزل سے محروم ہوں۔ ہیچ ہر شخص کی خوشی اُس کے حکم سے ہے۔ بے مرادِ اُو۔ دنیا کی ہر حرکت اور سکون اُسکے ارادہ سے ہے۔ گفت۔ حضرت بہلولؒ نے کہا جو کچھ آپ کہتے ہیں وہ ضرور درست ہے لیکن مجھے ذرا تفصیل سے سمجھایئے تاکہ میں پورا مطلب سمجھ جاؤں۔

این چنیں ہم اے صادق ولیک
لیجیے! آپ ایسے ہی اور اس سے سینکڑوں گنا ہیں لیکن
شرح گو ایں را بیاں کن نیک نیک
اس کی تشریح کر دیجیے اور صاف صاف بیان کر دیجیے

آنچنانکہ فاضل و مردِ فضول[1]
ایسے طریقے پر کہ فاضل اور جاہل
از دل و از جاں کنند او را قبول
اس کو دل و جان سے قبول کرے

آنچنانش شرح کن اندر کلام
گفتگو میں اس کی اس طرح شرح کر دیجیے
کہ ازاں ہم بہر یابد عقلِ عام
کہ اس سے عوام کی عقل بھی حصہ حاصل کرے

ناطقِ کامل چو خواں باشے بود
کامل مقرر، جب خوان والا ہوتا ہے
بر سرِ خوانش زہر آشے بود
اس کے خوان پر ہر قسم کا کھانا ہوتا ہے

تا نماند ہیچ مہماں بینوا
تاکہ کوئی مہمان بے سہارا نہ رہے
ہر کسے یابد غذائے خود جدا
ہر شخص اپنی علیحدہ غذا حاصل کرے

ہمچو قرآں کو بمعنیٰ ہفت تُوست[2]
جیسا کہ قرآن (پاک) جو معانی کے اعتبار سے سات تہوں
خاص را و عام را مطعم دروست
اس میں خاص اور عام کی غذا ہے

گفت[3] ایں بارے یقیں شد پیشِ عام
انھوں نے کہا یہ تو اب سب کو یقین ہے
کہ جہاں در امرِ یزداں ست رام[4]
کہ دنیا خدا کے حکم کی فرماں بردار ہے

ہیچ برگے در نیفتد از درخت
درخت سے کوئی پتا نہیں جھڑتا
بے قضا و حکمِ آں سلطانِ تخت
بغیر عرش کے اس شاہ کے فیصلے اور حکم کے

از دہاں لقمہ نشد سوئے گلو
لقمہ منہ سے گلے میں نہیں جاتا
تا نگوید لقمہ را حق کادْ خُلُوْا
جب تک اللہ (تعالیٰ) نہ فرمائے داخل ہو جا

میل و رغبت[5] کاں زمامِ آدمی ست
میلان اور رغبت جو آدمی کی باگ ہے
جنبشِ آں رامِ امرِ آں غنی ست
اس کی حرکت اس بے نیاز کے حکم کی فرمانبردار ہے

در زمینہا و آسمانہا ذرہ
کوئی ذرہ، زمینوں اور آسمانوں میں
پر نجنباند نگردد پرّہ
پر نہیں مارتا، کوئی تنکا گردش نہیں کرتا

جز بفرمانِ قدیمِ نافذش
بغیر اس کے جاری ہونے والے ازلی حکم کے
شرح نتواں کرد و جلدی نیست خوش
(جس کی) شرح نہیں کی جا سکتی اور ہمت کرنا اچھا نہیں ہے

کہ شمر[6] و برگِ درختاں را تمام
درختوں کے سب پتوں کو کون گن سکتا ہے؟
بے نہایت کے شود در نطق رام
لامحدود، گفتگو کے تابع کب ہو سکتا ہے؟

---

[1] مردِ فضول۔ نااہل شخص۔ ناطقِ کامل۔ اچھے مقرر کا یہ کمال ہوتا ہے کہ اس کی تقریر سے عوام و خواص دونوں لطف اٹھاتے ہیں۔

[2] ہمچو قرآں۔ قرآن کے معانی اور مطالب سے ہر شخص اپنی فہم کے مطابق پورا فائدہ اٹھاتا ہے ہفت۔ ممکن ہے مولانا نے أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰی سَبْعَةِ أَحْرُفٍ کے یہ معنی لئے ہوں کہ اس میں تہ بہ تہ سات معنی ہیں۔

[3] گفت۔ اس ولی نے حضرت بہلول کو جواب دیا کہ یہ سب مانتے ہیں کہ دنیا کے ذرے ذرے پر اللہ کی حکمرانی ہے اور کائنات کی ہر حرکت و سکون اس کے حکم سے ہے تو جب بندہ بالکل راضی بقضائے الٰہی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا ہر حکم اور فعل اس کی مراد بن جائیگا اور یہ سمجھا جائیگا کہ عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے گویا وہ اس بندے کی مرضی کے مطابق ہو رہا ہے۔

[4] رام فرمانبردار سلطانِ تخت۔ یعنی اللہ تعالیٰ میل و رغبت۔ انسان کی خواہش

[5] اور رغبت انسان سے اپنے مطابق کام کراتی ہے جلدی۔ بہادری ہمت۔

[6] شمر د۔ درختوں کے پتے جو متناہی ہیں ان کی شمار ناممکن ہے تو غیر متناہی کی تفصیل کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔

ایں قدر بشنو کہ چوں کلی کار — می نگردد جز بامر کردگار
اتنا سن لے، کہ جب تمام کام — بغیر خدا کے حکم کے نہیں ہوتے

چوں[1] قضائے حق رضائے بندہ شد — حکم اُو را بندۂ خواہندہ شد
جب اللہ (تعالیٰ) کا حکم بندہ کی رضامندی بنگیا — بندہ اس کے حکم کا چاہنے والا بن گیا

بے تکلف نے پئے مزد و ثواب — بلکہ طبع اُو براں شد مستطاب
بغیر کسی تکلف کے، نہ کہ بدلا اور ثواب کیلئے — بلکہ اس کی طبیعت اس پر خوش ہو گئی

زندگیِ خود نخواہد بہر خود — بلکہ خواہد از پئے حکم احد
وہ اپنی زندگی اپنی خاطر نہیں چاہتا — بلکہ اللہ (تعالیٰ) کے حکم کی وجہ سے چاہتا ہے

ہر[2] کجا امر قدم را مسلکے ست — زندگی و مردگی پیشش یکے ست
جہاں کہیں قدیم امر کا مسلک ہے — اس کے سامنے زندگی اور موت ایک ہے

بہر یزداں می زید نے بہر گنج — بہر یزداں می مرد نز خوف و رنج
وہ خدا کے لئے جیتا ہے نہ کہ خزانہ کیلئے — وہ خدا کے لئے مرتا ہے نہ کہ ڈر اور تکلیف سے

ہست ایمانش برائے خواہ او — نے برائے جنت و اشجار و جو
اس کا ایمان اس (اللہ) کی رضامندی کیلئے ہے — نہ کہ جنت اور (جنت کے) درختوں اور نہروں کیلئے

ترک کفرش ہم برائے حق بود — نے ز بیم آنکہ در آتش رود
اس کا کفر کو چھوڑنا بھی اللہ کے لئے ہے — نہ کہ اس ڈر سے کہ وہ جہنم میں جائے گا

اینچنیں آمد ز اصل آں خوی او — بے ریاضت نے بجست و جوی او
یہ اس کی عادت اصل سے ایسی ہی آئی ہے — بغیر کسی مجاہدے کے، نہ کہ اس کی کوشش ہے

آنگہاں خندد کہ او بیند رضا — ہمچو حلوا و شکر اُو را قضا
وہ اس وقت ہنستا ہے جبکہ رضا (حق) دیکھتا ہے — اللہ کا حکم اس کے لئے حلوے اور شکر کی طرح ہے

بندہ[3] کش خوی و خلقت ایں بود — نے جہاں بر امر و فرمانش رود
وہ بندہ جس کی عادت اور خصلت یہ ہو — کیا جہان اسکے حکم اور فرمان کے مطابق نہیں چلے گا

پس چرا لابہ کند او یا دعا — کہ بگرداں اے خداوند ایں قضا
تو وہ کیوں خوشامد اور دعا کرے؟ — کہ اے اللہ! اس حکم کو واپس لے لے

مرگ او و مرگ فرزندانِ او — بہر حق پیشش چو حلوا در گلو
اس کی موت اور اس کی اولاد کی موت — اللہ کیلئے اُسکے نزدیک ایسی ہے جیسا کہ منہ میں حلوا

---

[1] چوں۔ جب اللہ کے تمام فیصلوں اور احکام پر بندہ راضی ہو گیا ہے تو اللہ کے تمام احکام اس کا مطلوب بن گئے ہیں۔ بے تکلف۔ یعنی یہ رضا اس کی طبعی بات بن گئی ہے اس میں کوئی اجر و ثواب بھی اس کے مدنظر نہیں ہے۔ زندگی۔ اپنی زندگی بھی اپنی خاطر نہیں چاہتا بلکہ اس لئے چاہتا ہے کہ اللہ کا حکم یہی ہے۔

[2] ہر کجا۔ یعنی جو بھی خدا کا ازلی حکم ہے وہی راستہ اس کو پسند ہے خواہ وہ زندگی ہو یا موت۔ ہست ایمانش۔ اس کا ایمان بھی محض مولا کی رضامندی کے لئے ہے نہ کہ جنت کے لالچ کی وجہ سے اور کفر سے نفرت بھی رضاء مولا کی وجہ سے ہے نہ کہ دوزخ کے ڈر سے۔ ہمچو حلوا۔ اللہ کا ہر حکم اس کو ایسا مرغوب ہے جیسا کہ حلوا مرغوب ہوتا ہے۔

[3] بندہ کش۔ جب احکام خداوندی پر رضا کی یہ کیفیت ہو تو یقیناً یہ کہا جائیگا کہ دنیا کے سب کام اس بندہ کے حکم سے چل رہے ہیں۔

نزعِ فرزنداں برآں باوفا — چوں قطائف پیشِ شیخِ بینوا
اُس وفادار کے لئے اولاد کا نزع — (ایسا ہے) جیسے مفلس بوڑھے کے لئے پھل،

پسؔ چرا گوید دعا اِلّا مگر — در دُعا بیند رضائے داد گر
تو وہ کیوں دعا کرے، ہاں اگر — وہ دعا میں اللہ (تعالیٰ) کی رضامندی دیکھے

آںؔ شفاعت واں دُعا نز رحمِ خود — می کُند آں بندۂ صاحب رَشَد
وہ سفارش اور وہ دعا اپنے اوپر رحم کرنے کے لئے نہیں — کرتا ہے، وہ ہدایت یافتہ بندہ

رحمِ خود را اُو ہماں دم سوختست — کہ چراغِ عشقِ حق افروختست
اپنے رحم کو اُس نے اُسی وقت پھونک دیا ہے — جبکہ اُس نے عشق کا چراغ روشن کیا ہے

دوزخِ اوصافِ اُو عشق است و اُو — سوخت مر اوصافِ خود را مُو بمُو
عشق اُس کے اوصاف کی دوزخ ہے اور اُس نے — اپنے اوصاف کو بالکل جلا دیا ہے

ہر طروقی ایں فروقے کے شناخت — چوں دقوقی کو دریں دولت بتاخت
ہر سالک اس فرق کو کب سمجھتا ہے! — جیسا کہ دقوقی ہر اس دولت میں دوڑے

قصۂ دقوقیؒ و کراماتش
دقوقیؒ اور اُن کی کرامات کا قصہ

آں دقوقی داشت خوش دیباجۂ — عاشق و صاحب کرامت خواجۂ
دقوقیؒ ایک اچھا چہرہ رکھتے تھے — عاشق اور کرامت والے خواجہ تھے

بر زمیں می شد چو مہ بر آسماں — شب رواں را گشتہ زو روشن رواں
زمین پر وہ اس طرح تھے جیسے چاند آسمان پر — تاریکی میں چلنے والے اُن کی وجہ سے روشنی میں چلنے والے ہو گئے

درؔ مقامے مسکنے کم ساختے — کم دو روز اندر دہے انداختے
وہ ایک جگہ، کم ٹھہرتے تھے — ایک گاؤں میں دو روز سے کم (ڈیرہ) ڈالتے

گفت در یک خانہ گر باشم دو روز — عشقِ آں مسکن کُند در من فروز
انھوں نے کہا اگر میں دو روز ایک گھر میں ہوں گا — اُس گھر کی محبت مجھ میں روشن ہو جائیگی

عِزَّةُ الْمَسْكَنِ اُحَاذِرُهَا اَنَا — اُنْقُلِي يَا نَفْسُ سَافِرْ لِلْعَنَا
میں اقامت کی عزت سے بچتا ہوں — اے نفس! منتقل ہو جا مشقت کی خاطر سفر کر

لَا اُعَوِّدُ خُلْقَ قَلْبِي بِالْمَكَانِ — کَیْ یَکُوْنَ خَالِصًا فِي الْاِمْتِحَانِ
میں اپنے دل کے اخلاق کو مکان کا عادی نہیں بناتا ہوں — تاکہ آزمائش میں خالص بن جائے

لہ پس چرا۔ جب دنیا کے سب کام اُس کی مرضی کے مطابق ہیں تو دعا اور جو شامد بے معنی چیز ہے۔ قطائف۔ پکتے ہوئے پھل۔ در دعا۔ یہ شخص دعا بھی جب ہی کرتا ہے جب اُس کو یہ معلوم ہو کہ مولا کی مرضی یہی ہے۔

لہ آں شفاعت۔ ایسے انسان کی دعا بھی اپنے اوپر رحم کے لئے نہیں ہوتی ہے محض خدا کی مرضی پر عمل کرنے کے لئے ہوتی ہے، وہ اپنے رحم سے اُسی وقت دستبردار ہو گیا تھا جبکہ اُس نے عشقِ خداوندی کا دم بھرا تھا [illegible] ایسا انسان اپنے تمام اوصاف اور ذاتی خواہشیں عشق کی بھٹی میں پھونک چکا ہے۔ ہر طروقی۔ اِس فرق کو کہ دعا بھی اگر ہو تو محض اللہ کی مرضی کو پورا کرنے کیلئے ہو اپنی ذاتی غرض کیلئے نہ ہو ہر سالک نہیں سمجھ سکتا۔ دقوقی جیسے بزرگ بھی اِس کو نہ سمجھ سکے۔ دیباجہ۔ چہرہ۔ بر زمیں۔ جس طرح لوگ چاند سے روشنی اور رہنمائی حاصل کرتے ہیں اسی طرح دقوقی سے حاصل کرتے تھے۔

لہ در مقامے۔ دقوقی اس خیال سے کہ کسی مقام اور مسکن سے انکو محبت پیدا نہ ہو ہمیشہ سفر میں رہتے تھے عزۃ المسکن انسان وطن میں عزیز ہوتا ہے سفر میں اجنبی ہونے کی وجہ سے مشقتیں برداشت کرتا ہے۔ عنا: مشقت، تکلیف فی الامتحان

روز اندر سیر بُد شب در نماز — چشم[1] اندر شاہ باز اُو ہمچو باز

دن کو سفر میں، رات کو نماز میں — آنکھ شاہ (کے دیدار) میں کھلی ہوئی وہ باز کی طرح تھے

مُنقطع از خَلق نے از بَدخوئی — مُنفرِد از مَرد و زن نے از دوئی

مخلوق سے جُدا (تھے) بدمزاجی کی وجہ سے نہیں — مَرد و زن سے اکیلے تھے، منافرت کی وجہ سے نہیں

مُشفقے بر خَلق و نافع ہمچو آب — خود شفیعے بُد دعایش مُستجاب

مخلوق پر مہربان اور پانی کی طرح نفع رساں (تھے)، — وہ خود سفارشی اور اُن کی دعا مقبول (تھی)،

نیک و بَد را مہربان و مُستقَر — بہتر از مادر شہی تر از پدر

بھلے اور بُرے کے لئے مہربان اور ٹھکانا (تھے) — ماں سے زیادہ بہتر اور باپ سے زیادہ مرغوب (تھے)،

گفت[2] پیغمبر شما را اے مِہاں — چوں پدر ہستم شفیق و مہرباں

پیغمبرؐ نے فرمایا اے سردارو! — میں (تمہارے لئے) باپ کی طرح شفیق اور مہربان

زاں سبب کہ جُملہ اجزائے مَنید — جُزو را از کُل چرا بَرمی کَنید

کیونکہ تم سب میرے اجزا ہو — جزو کو کل سے کیوں جُدا کرتے ہو

جُزو از کُل قطع شُد بیکار شُد — عضو از تن قطع شُد مُردار شُد

جُزو کل سے کٹا، تو بیکار ہو گیا — عضو بدن سے کٹا، تو مُردہ ہو گیا

تا نہ پیوندد بہ کُل بارِ دِگر — مُردہ باشد نبودش از جاں خبر

جب تک وہ (عضو) دوبارہ کُل سے نہ جڑے — مُردہ رہتا ہے اُس کو جان کا پتہ نہیں رہتا

ور بجُنبد نیست آں را خود سَند — عضوِ نو بُبریدہ ہم جُنبش کُند

اگر وہ حرکت کرتا ہے تو وہ (زندگی کی) دلیل نہیں ہے — نیا کٹا ہوا عضو بھی حرکت کرتا ہے

جزوِ[3] ایں کُل گر بَرَد یکسو رَوَد — ایں نہ آں کُل ست کو ناقص شود

اِس کُل کا جزو اگر کٹے، ایک طرف چلا جائے — یہ وہ کُل نہیں ہے جو ناقص ہو جائے

قطع و وصلِ اُو نیاید در مقال — چیز ناقص گفتہ شُد بہرِ مثال

اُس سے جُدا ہونا اور جڑنا بیان نہیں کیا جا سکتا — مثال کے لئے ایک ناقص بات کہدی گئی ہے

مر علی را بر مثالِ شیر خواند — شیر مثلِ اُو نباشد گرچہ راند

(حضرت) علیؓ کو شیر کی مانند کہا — شیر اُن جیسا نہیں ہوتا ہے اگرچہ (یہ مثال) بیان کر دی گئی ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو اَسَدُ اللہ کہا جاتا ہے یعنی اُن کو شیر کی مثل قرار دیا گیا ہے لیکن اُن میں اور شیر میں بہت فرق ہے۔ مثال اور مثل لہٗ میں بالکلیہ مشابہت نہیں ہوتی ہے۔ اِسی طرح آنحضورؐ کے کُل اور امتیوں کے اُجزاء ہونے کی یہ مثال بھی ایسی ہی ہے۔

[1] چشم۔ اُن کے زیرِ نظر ذاتِ باری رہتی تھی اور وہ باز کی طرح معارف و اسرارِ الٰہی کا شکار کرتے تھے۔ منقطع۔ وہ صرف اللہ کے لئے خلوت کو پسند کرتے تھے ورنہ وہ نہ بدمزاج تھے نہ اُنہیں لوگوں سے منافرت تھی۔ مشفقے۔ تمام انسانوں سے ان کا محبت اور شفقت کا معاملہ تھا۔ مستجاب۔ قبول شدہ۔ مستقر۔ ٹھکانا۔ شہی۔ مرغوب۔

[2] گفت۔ چونکہ وہ پیغمبرؐ کے پیرو تھے اور پیغمبرؐ نے امت کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ میں تم پر باپ کی طرح مہربان ہوں۔ جملہ اجزاء۔ چونکہ اُمت کی حیات اور بقاء نبی سے وابستہ ہوتی ہے۔ جزو۔ جزو کل سے کٹ کر بیکار ہو جاتا ہے، عضو بدن سے کٹ کر مُردار ہو جاتا ہے۔ ور بجنبد۔ اگر نبی سے کٹ کر کچھ آثارِ حیات بھی اُنہیں نظر آئیں تو اُسکو حیات نہ سمجھو اُس کی وہ حرکت مذبوحی ہے جانور کا عضو کٹکر بھی کچھ دیر تک تڑپتا رہتا ہے۔

[3] جزوِ ایں کُل۔ نبی سے جو کٹے گا وہ خود اپنا نقصان کرے گا نبی میں اُس کے جُدا ہونے سے کوئی نقص پیدا ہو گا۔ قطع و وصل۔ نبی سے جُڑنے اور کٹنے کی یہ ایک ناقص مثال ہم نے دی ہے ورنہ اس حقیقت کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ مرعلی۔

بازگشتن بقصۂ دقوقی علیہ الرحمۃ

دقوقی رحمۃ اللہ علیہ کے قصہ کی طرف رجوع

از مثال و مثل و فرق آں براں
مثال اور مثل اور اس کے فرق سے آگے بڑھ

جانبِ قصۂ دقوقیؒ اے جواں
اے جوان! دقوقیؒ کے قصہ کی جانب

آنکہ[1] در فتویٰ امامِ خلق بُود
وہ (دقوقیؒ) جو فتوی میں مخلوق کے امام تھے

گوئے تقویٰ از فرشتہ می رَبود
تقوے میں فرشتے سے بازی لے جاتے تھے

آنکہ اندر سیر مہ را مات کرد
وہ جنھوں نے چلنے میں چاند کو ہرا دیا

ہم ز دینداریِ اُو دیں رشک خورد
جن کی دینداری پر خود دین نے رشک کیا

با چنیں تقویٰ و اَوراد و قیام
باوجود ایسے تقوے اور وظائف اور نماز کے

طالبِ خاصانِ حق بُودے مُدام
وہ ہمیشہ خاصانِ خدا کے طالب رہتے تھے

در سفر[2] مُعظم مُرادش آں بُدے
سفر میں اُن کی بڑی مراد یہ ہوتی

کہ دمے بر بندۂ خاصی زَدے
کہ تھوڑی دیر کسی خاص بندہ سے ملیں

ایں ہمی گفتے چو می رَفتے براہ
جب سفر میں جاتے تو یہ کہتے

کُن قرینِ خاصگانم اے اِلٰہ
اے خدا! مجھے مخصوص (بندوں) کا ساتھی بنا دے

یا رَب آنہا را کہ بشناسد دلم
اے خدا! جن کو میرا دل پہچان لیتا ہے

بندہ و بستہ میاں چوں محلّم
(اُن کیلئے) میں غلام کمربستہ اور کجاوہ کی طرح ہوں

وانکہ نشناسم تو اے یزدانِ جاں
اور جن کو میں نہیں پہچانتا ہوں تو اے جان کے مالک

بر منِ محجوب شاں کُن مہرباں
اُن کو مجھ ناواقف پر مہربان کر دے

حضرتش گفتے کہ اے صدرِ مہیں
دربارِ خداوندی اُنسے کہتا اے صدرِ اعظم!

ایں چہ عشق ست و چہ استسقا ایں
یہ کیسا عشق اور یہ کیسی پیاس ہے؟

مِہرِ[3] من داری چہ می جوئی دگر
تم میری محبت رکھتے ہو دوسرے کی محبت کیوں؟

چوں خدا با تست چوں جوئی بشر
جبکہ خدا تمہارے ساتھ ہے انسان کی کیوں تلاش کرتے ہو

اُو بگفتے یا رَب اے دانائے راز
وہ جواب دیتے اے خدا! اے راز کو جاننے والے!

تو کشودی در دلم رَاہِ نیاز
تو نے میرے دل میں نیازمندی کا راستہ کھول دیا ہے

در میانِ بحر اگر بنشستہ ام
اگرچہ میں سمندر میں بیٹھا ہوں

طمع در آبِ سُبو ہم بستہ ام
گھڑیا کے پانی سے بھی میں نے لالچ وابستہ کیا ہے

---

[1] آنکہ۔ یعنی وہ علومِ ظاہری میں بھی امامِ وقت تھے اور نیکی میں فرشتوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ بسیر۔ یعنی سیرانی الشر۔ ہم ز دینداری یعنی انتہائی دیندار تھے۔ اوراد۔ یعنی وظائف۔ قیام۔ یعنی نوافلِ نماز۔ مدام ہمیشہ

[2] در سفر۔ باوجود تمام بزرگیوں کے دقوقیؒ ہمیشہ بزرگوں کی جستجو اور ملاقات کے متمنی رہتے تھے ہمی گفتے۔ یعنی یہ دعا کرتے تھے۔ یا رب۔ یعنی جن بزرگوں کو میں جان لوں گا اُن کا تو خادم ہوں جو بزرگ ایسے ہیں کہ میری اور انکی جان پہچان نہیں ہے ملاقات کے وقت اُن کو بھی مجھ پر مہربان کر دینا۔ استسقا۔ پیاس، پانی کی طلب۔

[3] مہرِ من۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میری محبت کے ہوتے ہوئے اور کیا چاہتا ہے جبکہ تجھے حق کی معیت میسر ہے دوسرے کی معیت کی کیا ضرورت ہے۔ راہِ نیاز یعنی جن بزرگوں سے ملنے کی مجھے تمنا ہے اُن بزرگوں کیلئے نیازمندی۔ بحر یعنی ذاتِ باری۔ سبو۔ یعنی وہ بزرگ جن سے ملنے کی تمنا ہے۔

ہمچو داؤدم نود نعجہ مراست
(حضرت) داؤدؑ کی طرح میرے پاس نوّے بھیڑیں ہیں

طمع در نعجہ حریفم ہم بجاست
ساتھی کی بھیڑ کا لالچ بھی مناسب ہے

حرص اندر عشقِ تو فخرست و جاہ
تیرے عشق میں لالچ فخر اور مرتبہ ہے

حرص اندر غیر تو ننگ و تباہ
تیرے غیر میں لالچ ذلت اور تباہی ہے

شہوت و حرصِ نراں بیشی بود
مَردوں کی شہوت اور لالچ بڑھا ہوا ہوتا ہے

وآن حیزاں ننگ و بدکیشی بود
ہیجڑوں کی خواہش ذلت اور بدعملی ہوتی ہے

حرصِ مرداں از رہِ پیشی بود
مَردوں کی حرص آگے کے راستہ سے ہوتی ہے

در مخنث حرص سوئے پس رود
ہیجڑے کی حرص پچھلی جانب ہوتی ہے

آں یکے حرص از کمالِ مردی ست
وہ ایک، حرص مَردی کے کمال کی وجہ سے ہے

وآں دگر حرص افتضاح و سُستی ست
دوسری حرص، رُسوائی اور سُستی ہے

آہ سرّے ہست اینجا بس نہاں
آہ! یہاں ایک راز پوشیدہ ہے

کہ سوئے خضرے شود موسیٰ دواں
کہ حضرت موسیٰؑ حضرت خضرؑ کی طرف دوڑے جاتے

ہمچو مستسقی کز آبش سیر نیست
استسقاء کے بیمار کی طرح جسکو پانی سے سیرابی نہیں ہوتی

بر ہر آنچہ یافتی باللہ مایست
خدا کی قسم، جو تونے حاصل کرلیا ہے اس پر نہ ٹھہر

چوں گذشتی زاں دگر نوتر رسد
جب تو اُس سے آگے بڑھیگا دوسری نئی (چیز) آئیگی

آں یکے بالاتر از وے در رسد
اُس سے اونچی اور چیز ملے گی

بے نہایت حضرتست ایں بارگاہ
یہ بارگاہ لامحدود دربار ہے

صدر را بگذار صدرِ تست راہ
صدر کو چھوڑ، تیرا صدر راستہ ہے

سرّ طلب کردنِ موسیٰ خضر را علیہما السلام با کمالِ نبوّت و قربت

قرب اور نبوت کے باوجود حضرت موسیٰؑ کا حضرت خضرؑ کو تلاش کرنے کا راز

از کلیمِ حق بیاموز اے کریم
اے بھلے! کلیم اللہ سے سیکھ لے

ہیں چہ میگوید ز مشتاقی کلیم
آگاہ! کلیمؑ شوق میں کیا کہہ رہے ہیں!

با چنیں جاہ و چنیں پیغمبری
ایسے مرتبے اور ایسی پیغمبری کے ہوتے ہوئے

طالبِ خضرم ز خود بینی بری
میں خضرؑ کا طالب ہوں خود بینی سے بری ہوں

موسیا تو قومِ خود را ہشتۂ
اے موسیٰؑ! تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا ہے

در پئے نیکو پئے سرگشتۂ
ایک نیک خصلت کے پیچھے حیران ہو

ؔ۱ داؤدؑ: غلط طریقہ پر یہ روایت مشہور ہو گئی ہے کہ حضرت داؤدؑ کی نوّے بیویاں تھیں پھر بھی اُن کو سپاہی کی بیوی سے محبت ہو گئی تھی جس کو انھوں نے مختلف طریقوں سے اپنی زوجیت میں لے لیا مولانا نے اسی مشہور غلط قصہ کی بنیاد پر یہ شعر فرمادیا ہے۔ حرص۔ یعنی تیرے مقبول بندوں کے عشق تیرے ہی عشق کی حرص کا اثر ہے۔ پیشی یعنی جو راہ سلوک کے مرد ہیں اُنکی حرص مقامات میں ترقی کے لئے ہوتی ہے، نامردوں کی حرص بُرے اعمال کی طرف ہوتی ہے۔ مرداں۔ راہ سلوک کے مرد۔ مخنث۔ یعنی دنیادار۔ افتضاح۔ رسوائی

ؔ۲ آہ۔ حضرت (موسیٰؑ) کی دوسرے اولیاء سے ملاقات کی تمنا ایسی ہی ہے جیسی کہ حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ سے ملاقات کی تمنا کی اور ان کی ملاقات کیلئے سرگرداں بنے۔ مستسقی۔ استسقاء کی بیماری کا مریض جس کو پانی سے کبھی سیرابی نہیں ہوتی ہے۔ مایست۔ یہاں اللہ کی کوئی انتہا نہیں ہے انہیں جو مقام بھی حاصل ہو اُس سے اونچے مقام کی طلب جاری رہنی چاہئے۔

ؔ۳ صدر۔ غلط فہمی سے اگر کسی مقام کو صدر سمجھ رہے ہو تو وہ صدر مقام نہیں ہے وہ تو راہ کی ایک منزل ہے۔ کلیم۔ بات کرنیوالا چونکہ حضرت موسیٰ

کیقبادی رستہ از خوف و رجا[1] — چند گردی چند جوئی تا کجا

تم شاہ ہو، امید و بیم سے آزاد ہو — کب تک گھومو گے، کب تک جستجو کروگے، کہاں تک!

آنِ تو با تست و تو واقف بریں — آسمانا چند پیمائی زمیں

تمہارا مطلوب تمہارے پاس ہے اور تم اس سے واقف ہو — اے آسمان! کب تک زمین کی پیمائش کروگے

گفت موسیٰؑ ایں ملامت کم کنید — آفتاب و ماہ را رہ کم زنید

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا، یہ ملامت نہ کرو — سورج، اور چاند کا راستہ نہ روکو

میروم تا مجمع البحرین من — تا شوم مصحوبِ سلطانِ زمن

میں مجمع البحرین تک جاؤں گا — تاکہ شاہِ زمانہ کا ساتھی بنوں

اَجْعَلُ الْخِضرَ لِاَمْرِیْ سَبَبَا — ذَالِکَ اَوْ اَمْضِیْ وَاَسْرِیْ حُقُبَا

میں حضرت خضرؑ کو اپنے معاملہ کا ذریعہ بناؤں گا — یہ ہو گیا ایک عرصہ دراز تک چلتا اور پھرتا رہوں گا

سالہا پرّم بہ پرّ و بالہا — سالہا چہ بود ہزاراں سالہا

میں پروبال کے ساتھ سالوں اڑتا رہوں گا — (چند) سال کیا ہوتے ہیں، ہزاروں سال

میروم[2] یعنی نمی ارزد بداں — عشقِ جاناں کم مداں از عشقِ ناں

میں چلتا ہوں گا یعنی یہ چلنا، اس (محبوب) کی برابر نہیں — محبوب کے عشق کو روٹی کے عشق سے کم نہ سمجھ

ایں سخن پایاں ندارد اے عمو — داستانِ آں دقوقیؒ باز گو

اے چچا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے — اُن دقوقیؒ کی بات پھر بتا

باز گشتن بقصہ دقوقی علیہ الرحمۃ

دقوقی رحمۃ اللہ علیہ کے قصہ کی طرف رجوع

آں دقوقی رحمۃ اللہ علیہ — گفت ساﻓرتُ مُدًی فی خافقیہ

دقوقی رحمۃ اللہ علیہ نے — فرمایا میں نے ایک مدت تک مشرق و مغرب کا

سال و مہ رفتم سفر از عشقِ ماہ — بیخبر از راہ و حیراں در الٰہ

چاند کے عشق میں سالوں اور مہینوں میں نے سفر کیا — راستے سے بیخبر تھا اور اللہ (تعالیٰ) میں محو تھا

پا برہنہ رفتہ ام در خاک و سنگ — زانکہ من حیرانم و بیخویش و دنگ

مٹی اور پتھروں میں ننگے پاؤں چلا ہوں — کیونکہ میں محو، اور بے خود اور حیران تھا

تو مبیں[3] ایں پایہا را بر زمیں — زانکہ بر دل میرود عاشق یقیں

تو ان پاؤں کو زمین پر نہ سمجھ — کیونکہ عاشق واقعۃً دل (کے بل) پر چلتا ہے

---

[1] خوف و رجا۔ حضرت موسیٰؑ کو قربِ الٰہی کا وہ رتبہ حاصل تھا جس میں امید و بیم کا درجہ ختم ہو جاتا ہے۔ آنِ تو۔ یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہے آسمانا۔ یعنی اے موسیٰؑ تم مرتبہ کے اعتبار سے آسمان ہو۔ زمین پیمودن۔ پریشان ہونا۔ آفتاب و ماہ۔ یعنی میری اور خضرؑ کی ملاقات قِرانُ السعدین ہے۔ مجمع البحرین۔ قرآن کریم میں ہے وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا۔ جب کہا موسیٰؑ نے اپنے جوان کو میں نہ ہٹونگا جب تک نہ پہنچ جاؤں جہاں ملتے ہیں دو دریا یا چلا جاؤں قرنوں۔ حقبا۔ زمانہ دراز۔

[2] میروم۔ یعنی جستجو کی یہ مشقت اس مطلوب کے بالمقابل ہیچ ہے۔ عشقِ ناں۔ روٹی کمانے کے لئے آدمی مارا مارا پھرتا ہے۔ خافقین۔ مغرب و مشرق۔ آلہ۔ یعنی ذاتِ باری۔ حیراں۔ یعنی مقامِ تحیّر۔

[3] تو مبیں۔ عاشق کی سیر ایک درجہ میں جسمانی نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ روحانی ہوتی ہے۔

ازرہ و منزل ز کوتاہ و دراز — دل[1] چہ داند کوست مستِ دلنواز
راستہ، اور منزل، اور نزدیک اور دور کو — دل کیا جانے، کیونکہ وہ دلنواز کا مست ہے

ایں دراز و کوتہ اوصافِ تن ست — رفتنِ ارواح دیگر رفتن ست
لمبا اور مختصر جسم کے اوصاف ہیں — روحوں کا چلنا، دوسرا چلنا ہے

تو سفر کردی ز نطفہ تا بعقل — نے بگامے بود منزل نے بنقل
تو نے نطفہ سے عقل تک سفر کیا — یہ منزل نہ قدم سے طے ہوئی نہ منتقل ہونے سے

سیرِ جاں بیچوں بود در دور و دیر — جسمِ[2] ما از جاں بیاموزید سیر
روح کی سیر مسافت اور دراز میں بے کیف ہوتی ہے — ہمارے جسم نے روح سے سیر سیکھی ہے

سیرِ جاں ہر کس نہ بیند جانِ من — لیک سیرِ جسم باشد بر علن
اے جانِ من! روح کی سیر ہر شخص نہیں دیکھتا ہے — ہاں جسم کی سیر علی الاعلان ہوتی ہے

سیرِ[3] جسمانہ رہا کرد او کنوں — میرود بیچوں نہاں در شکلِ چوں
(جسم نے) جسمانی سیر چھوڑ دی، وہ اب — پوشیدہ طور پر کیف کی شکل میں بے کیف چلتا ہے

گفت روزے می شدم مشتاق وار — تا بہ بینم در بشر انوارِ یار
(دقوقیؒ نے) فرمایا ایک روز میں مشتاقانہ رواں ہوا — تاکہ کسی انسان میں، یار کے انوار دیکھوں

تا بہ بینم قلزمے در قطرۂ — آفتابے درج اندر ذرۂ
تاکہ میں ایک قطرے میں سمندر کو دیکھوں — سورج کو ذرّے میں داخل (دیکھوں)

نمودنِ مثالِ ہفت شمع سوئے ساحل
ساحل کی جانب سات شمع جیسی نظر آنا

چوں رسیدم سوئے یک ساحل بگام — بود بیگہ گشتہ روز و وقتِ شام
جب میں پیدل ایک ساحل کی جانب پہنچا — دن بے وقت ہو گیا تھا اور شام کا وقت تھا

بعد ازاں ناگہ چہ دیدم گویمت — تا بدانی سرِّ آں افزویمت
اسکے بعد اچانک میں نے کیا دیکھا، میں تجھے بتاتا ہوں — تاکہ تو اس کا راز جان لے، میں بڑھ کر بیان کرتا ہوں

ہفت شمع از دور دیدم ناگہاں — اندراں ساحل شتابیدم بداں
میں نے دور سے اچانک سات شمعیں دیکھیں — ان کی وجہ سے میں اس ساحل کی طرف لپکا

نور و شعلہ ہر یکے شمعے ازاں — بر شدہ خوش تا عنانِ آسماں
ان میں سے ہر ایک شمع کا نور اور شعلہ — آسمان کی فضا تک، بہت اونچا تھا

[1] دل چہ داند۔ دل کی سیر میں قریب و بعید کوئی چیز نہیں ہوتی ہے۔ تو سفر۔ جس طرح انسان کی سیر نطفہ سے لے کر عقل آنے کے زمانے تک کی ہے ایسی طرح روح کی سیر ہے کہ نہ اس میں تمکن ہوتی ہے نہ دوری منزل کا تصور آتا ہے۔

[2] جسم ما۔ عاشقوں کی سیر دراصل روحانی ہے، جسمانی سیر محض اس کے تابع ہے لہٰذا جسمانی سیر کے عوارض اس پر طاری نہیں ہوتے ہیں۔ سیر جاں۔ روحانی سیر کو ہر شخص محسوس نہیں کر سکتا جسمانی رفتار اور سیر کو سب دیکھ لیتے ہیں۔

[3] سیر جسمانہ۔ عاشق کی سیر اگرچہ بشکلِ جسمانی ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ روحانی سیر کرتا ہے جو کہ بے کیف ہوتی ہے۔ تا بہ بینم۔ تاکہ دریائے وحدت کو جسمِ انسانی میں مشاہدہ کروں اور آفتاب کو ذرہ میں دیکھوں۔ بگام۔ قدم۔ عنانِ آسماں۔ فضا۔

خیره گشتم خیرگی ہم خیرہ گشت | موجِ حیرت عقل را از سر گذشت
میں حیران رہ گیا، حیرانی بھی حیران ہو گئی | حیرت کی موج عقل کے اوپر سے گزر گئی

کایں[1] چگونہ شمعہا افروختہ است | کہ دو دیدہ خلق زینہا دوختہ است
کہ یہ شمعیں کس طرح سے روشن ہیں؟ | کہ مخلوق کی دونوں آنکھیں اُن سے بند ہیں

خلق جویانِ چراغے گشتہ بود | پیشِ آں شمعے کہ برمہ می فزود
مخلوق چراغ کی جستجو میں تھی | اُن شمعوں کے ہوتے ہوئے جو چاند سے بڑھی ہوئی تھیں

چشم بندی بُد عجب بر دیدہا | بندشاں میکرد یَھْدِیْ مَنْ یَّشَا
آنکھوں پر عجیب چشم بندی تھی | اُن کی بندش وہ کر رہا تھا جو جس کو چاہے ہدایت دے

شدنِ آں ہفت شمع بر مثالِ یک شمع
اُن سات شمعوں کا ایک شمع جیسا ہو جانا

باز میدیدم کہ شد آں ہفت یک | می شگافد نورِ اُو جیب[2] فلک
پھر میں نے دیکھا کہ وہ سات شمعیں ایک ہو گئیں | اُس کا نور آسمان کا گریبان پھاڑ رہا تھا

باز آں یک بارِ دیگر ہفت شد | مستی و حیرانی من زفت شد
پھر وہ ایک دوبارہ سات ہو گئی | میری مستی اور حیرانی سخت ہو گئی

اتصالاتے میانِ شمعہا | کہ نیاید بر زبان و گفتِ ما
شمعوں میں وہ جوڑ تھا | جو کہ زبان اور گفتگو میں نہیں آسکتا

آنکہ یک دیدن کند ادراک آں | سالہا نتواں نمودن از زباں
ایک نظر جو کچھ محسوس کر لیتی ہے | زبان سے اُس کو سالوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا

آنکہ یکدم[3] بیندش ادراک و ہوش | سالہا نتواں شنیدن آں بگوش
جس کو علم و ہوش ایک دم دیکھ لیتا ہے | اُس کو کانوں کے ذریعہ سالوں میں نہیں سنا جا سکتا

چونکہ پایانے ندارد رو الیک | زانکہ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً مَا عَلَیْكَ
چونکہ بات لامحدود ہے، جا پرے ہٹ | اسلئے کہ میں تھوڑی سی تعریف کا بھی تیرے لئے احاطہ نہیں کر سکتا

پیشتر رفتم دواں کاں شمعہا | تا چہ چیز ست از نشانِ کبریا
میں دوڑتا ہوا آگے بڑھا، کہ وہ شمعیں | اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے کیا چیز ہیں؟

می شدم بیہوش و بیخویش و خراب | تا بیفتادم ز تعجیل و شتاب
میں بے ہوش اور بے خود اور خستہ ہو گیا | یہاں تک کہ میں عجلت اور جلدی میں گر پڑا

---

[1] کایں چگونہ۔ دراصل وہ سات شمعیں اُن سات اولیاء کا نور تھا جس کو صاحب باطن ہی دیکھ سکتا تھا عوام کو وہ نظر نہ آتا تھا۔ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ۔ یعنی ذات خداوندی۔

[2] جیب۔ گریبان۔ اتصالاً۔ اُن شمعوں کے باہمی اتصال کی کیفیت ناقابلِ بیان ہے۔ آنکہ۔ یہ اُن کا باہمی اتصال محض دیدنی ہے بیان نہیں کیا جاسکتا۔

[3] یکدم۔ علم و ہوش جس چیز کو تھوڑی دیر میں سمجھ جاتا ہے اُس کو سالوں میں بھی سننا ممکن نہیں ہے۔ لَا اُحْصِیْ۔ اُن بزرگوں کا یہ نور تجلیاتِ رب تھیں اُن کی تعریف ممکن نہیں ہے۔ تعجیل عجلت۔

ساعتے بیہوش و بے عقل اندریں — اوفتادم بر سرِ خاکِ زمیں
تھوڑی دیر بیہوش اور بے عقل اِس حالت میں — میں زمین کی خاک پر پڑا رہا

بازؔ با ہوش آمدم بر خاستم — در روش گوئی نہ سر نے پا ستم
پھر میں ہوش میں آیا، اٹھا — رفتار میں گویا نہ میرے سر تھا نہ پاؤں

نمودنِ آں شمعہا در نظرِ آں شیخ ہفت مرد
اُن شیخ کی نظر میں اُن شمعوں کا سات مرد ظاہر ہونا

ہفت شمع اندر نظر شد ہفت مرد — نورِ شاں می شد بسقفِ لاجورد
دیکھنے میں سات شمعیں سات مرد بن گئے — اُن کا نور نیلگوں چھت (آسمان) تک پہنچ رہا تھا

پیشِ آں انوار نورِ روز درد — از صلابت نورہا را می سترد
اُن نوروں کے سامنے دن کا نور بھی ماند تھا — شدت کی وجہ سے (اور) نوروں کا صفایا کر رہا تھا

بازؔ حیراں گشتم اندر صنعِ رب — کاینچنیں چوں شد چگونہ ست اے عجب
میں پھر خدا کی کاریگری میں حیران ہو گیا — تعجب ہے کہ یہ کیسے ہوا، کیسے ہے؟

بیشتر رفتم کہ نیکو بنگرم — تا چہ حال ست اینکہ میگردد سرم
میں آگے گیا، تاکہ اچھی طرح دیکھوں — کہ یہ کیا حال ہے کہ میرا سر چکرا رہا ہے؟

باز شدنِ آں شمعہا ہفت درخت
اُن شمعوں کا پھر سات درخت بن جانا

باز ہر یک مرد شد شکلِ درخت — چشم از سبزیِ ایشاں نیکبخت
پھر ہر مرد ایک درخت کی شکل ہو گیا — اُن کی سبزی سے آنکھ بہرہ مند تھی

زانبہیِ برگ پیدا نیست شاخ — برگ ہم گم گشتہ از میوہ فراخ
پتوں کی کثرت سے، شاخ نظر نہیں آتی — میوے کی کثرت سے پتے بھی گم ہو گئے تھے

ہر درختے شاخ بر سدرہ زدہ — سدرہؔ چہ بود از خلا بیروں شدہ
ہر درخت نے شاخ سدرہ تک پہنچائی ہے — سدرہ کیا ہوتا ہے خلا سے بھی باہر نکل گئی ہے

بیخِ ہر یک رفتہ در قعرِ زمیں — زیر تر از گاو و ماہی بد یقیں
ہر ایک کی جڑ زمین کی گہرائی میں تھی — جو یقیناً مچھلی اور گائے سے بھی نیچے تھی

بیخِ شاں از شاخ خنداں روئے تر — عقل ازاں اشکالِ شاں زیر و زبر
ان کی جڑ شاخ سے بھی زیادہ پُر رونق اور تر و تازہ تھی — ان کی شکلوں سے عقل درہم برہم تھی

---

۵۱ باز۔ یعنی ہوش میں آ کر میں ان شمعوں کی طرف بے تحاشا بھاگا۔ لاجورد نیلا یعنی آسمان۔ درد۔ گدلا۔ از صلابت۔ وہ نور اس قدر تیز تھا کہ دوسرے نور اُس کے بالمقابل ہیچ تھے۔

۵۲ باز حیراں میں حیران تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کیا کاریگری ہے کہ وہ شمعیں انسانی صورت اختیار کر رہی ہیں۔ چشم یعنی ان درختوں کی سبزی اس قدر دیدہ زیب تھی جو آنکھوں کے لئے ایک نعمت تھی۔ زانبہی۔ پتے اس قدر گھنے تھے کہ شاخ نظر نہ آتی تھی پھل اس قدر زیادہ تھے کہ انمیں پتے چھپ گئے تھے۔

۵۳ سدرہ۔ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر ایک بیری کے درخت جیسا درخت ہے جو حضرت جبرئیل کی پرواز اور مخلوق کے علم کی انتہا ہے۔ خلا۔ یعنی سدرۃ المنتہیٰ سے بالائی حصہ۔ گاو و ماہی۔ مولانا نے عوام کے عقیدہ کے مطابق یہ شعر فرمایا ہے عوام میں یہ ایک غلط عقیدہ قائم ہو گیا ہے کہ زمین ایک گائے کے سینگ پر قائم ہے اور وہ گائے مچھلی کی پشت پر کھڑی ہے۔ بیخ شاں۔ جڑ میں تری و تازگی نہیں ہوتی لیکن اُن درختوں کی جڑ بھی پُر رونق اور تر و تازہ تھی۔

میوہ کہ بر شگافیدے ز زور — ہمچو آب از میوہ جستے برقِ نور

زور میں آکر جو پھل پھٹتا تھا — پانی کی طرح، نور کے کوندے پھل سے لپکتے تھے

مخفی بودنِ آں درختاں از چشمِ خلق

اُن درختوں کا لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہونا

ایں عجب تر کہ بر ایشاں می گذشت — صد ہزاراں خلق از صحرا و دشت

یہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز تھا کہ اُن پر گذرتے — جنگل اور میدان سے لاکھوں انسان

ز آرزوئے[1] سایہ جاں می باختند — از گلیمے سائباں می ساختند

سایہ کی تمنا میں جان کی بازی لگاتے تھے — کمبلوں کے سائبان بناتے تھے

سایۂ آں را نمی دیدند ہیچ — صد تفو بر دیدہائے ہیچ پیچ

ان (درختوں) کا سایہ بالکل نہ دیکھتے تھے — ایسی کج آنکھوں پر سو بار تُف ہے

ختم[2] کردہ قہرِ حق بر دیدہا — کہ نہ بیند ماہ را بیند سُہا

اللہ تعالیٰ کے قہر نے آنکھوں پر مہر لگا دی تھی — کہ چاند کو نہ دیکھیں، سُہا کو دیکھ لیں

ذرہ را بیند و خورشید نے — لیک از لطف و کرم نومید نے

ذرہ کو دیکھ لیں، اور سورج کو نہ دیکھیں — لیکن لطف اور کرم سے ناامید بھی نہیں

کاروانہا بے نوا ویں میوہا — پختہ می ریزد چہ سحر ست اے خدا

قافلے مفلس، اور یہ پھل — پکے گر رہے ہیں اے اللہ! یہ کیسا جادو ہے؟

سیب بوسیدہ ہمی چیدند خلق — در ہم افتادہ بہ یغما خشک حلق

لوگ سڑے ہوئے سیب چن رہے تھے — لوٹ مار میں، پیاسے باہم لڑ رہے تھے

گفت[3] ہر برگ و شکوفہ آں غصون — دمبدم یا لیت قومی یعلمون

اُن شاخوں کا ہر پتّہ اور کلی کہہ رہی تھی — ہر وقت کاش میری قوم جان لیتی

بانگ می آمد ز سوئے ہر درخت — سوئے ما آئید خلقِ شور بخت

ہر درخت کی جانب سے آواز آ رہی تھی — بدبخت لوگو! ہماری طرف آؤ

بانگ می آمد ز غیرت بر شجر — چشمِ شاں بستیم کلا لا وزر

درخت کو غیرت (خداوندی) کی جانب سے آواز آئی — ہم نے اُن کی آنکھیں بند کر دی ہیں ہرگز ٹھکانا نہیں ہے

گر کسے می گفت شاں کیں سو روید — تا ازیں اشجار مستسعد شوید

اگر ان سے کوئی کہتا تھا کہ اس جانب جاؤ — تاکہ تم اِن درختوں سے مستمتع ہو

---

[1] میوہ۔ پھل خوب پک کر پھٹنے لگتا ہے۔ ایں عجب۔ لاکھوں انسان وہاں سے گذر رہے تھے لیکن وہ ان درختوں کو نہیں دیکھ پاتے تھے۔ ز آرزو۔ یہ بھی نہیں تھا کہ اُن لوگوں کو سایہ کی ضرورت نہ ہو۔

[2] ختم کردہ۔ اُن لوگوں کے اُن درختوں کو نہ دیکھ سکنے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کی نگاہوں پر مُہریں لگا دی تھیں۔ سُہا۔ بناتُ النعش کا ایک چھوٹا سا ستارہ ہے یعنی وہ معمولی چیز کو دیکھ لیتے تھے لیکن اس قدر متوّر چیز کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ لیک۔ یعنی یہ لوگ اولیاء سے ملنے کی جدوجہد بھی نہیں کرتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے مُہریں زائل کرنے کی تدبیر بھی نہیں کرتے ہیں اور خواہ مخواہ امیدوار بھی ہیں۔ سیب بوسیدہ۔ یعنی علوم و اسرارِ خداوندی کی طرف توجہ نہیں کرتے اور دنیاوی علوم کے حصول میں دست و گریبان ہیں۔

[3] گفت۔ اُس نور کا ہر حصہ اِس کی تمنا کرتا تھا کہ کاش قوم اُس کو پہچان لے اور اُس کے ذریعہ راہِ نجات پر چل پڑے۔ بانگ۔ اُس نور کی پکار پر غیرتِ خداوندی کی طرف سے آواز آئی کہ اُنکو دعوت نہ دے اُنکی آنکھوں پر مُہر لگا دی گئی ہے اُن کیلئے اب کوئی جائے پناہ نہیں۔ مستسعد۔ سعادت حاصل کرنے والا۔

جملہ[1] میگفتند کایں مسکین مست
سب کہتے تھے، کہ یہ بیچارہ مدہوش

از قضاء اللہ دیوانہ شدست
اللہ کے حکم سے، دیوانہ ہو گیا ہے

مغز ایں مسکیں ز سودائے دراز
اس بیچارے کا دماغ طویل وہم سے

وز ریاضت گشتہ فاسد چوں پیاز
اور مجاہدے سے، پیاز کی طرح سڑ گیا ہے

او عجب می ماند یا رب حال چیست
وہ تعجب میں رہ جاتا ہے اے خدا! یہ کیا حال ہے؟

خلق را ایں پردہ و اضلال چیست
لوگوں (کی عقل) پر یہ پردہ اور گمراہی کیسی ہے؟

خلق گوناگوں با صد رائے و عقل
مختلف قسم کے لوگ سینکڑوں رائے اور عقل کے ہوتے ہوئے

یک قدم آں سو نمی آرند نقل
اس جانب ایک قدم نہیں بڑھاتے ہیں

عاقلان و زیرکاں شان ز اتفاق
ان میں سے سمجھدار اور ذہین بالاتفاق

گشتہ منکر زاینچنیں باغے و عاق
ایسے باغ کے منکر اور نافرمان بن گئے

یا منم[2] دیوانہ و حیراں شدہ
یا میں ہی دیوانہ اور پاگل ہو گیا ہوں

دیو چیزے مر مرا بر سر زدہ
شیطان نے کچھ مجھ پر مسلط کر دیا ہے

چشم می مالم بہر لحظہ کہ من
میں ہر دم آنکھیں ملتا ہوں کہ میں

خواب بینم یا خیال اندر زمن
دنیا میں خواب دیکھ رہا ہوں یا خیال (محض) ہے؟

خواب[3] چہ بود بر درختاں می روم
خواب کیا ہوتا ہے، میں درختوں پر گھوم رہا ہوں

میوہا شاں می خورم چون نگروم
میں ان کے پھل کھا رہا ہوں گرویدہ کیسے نہ ہوں؟

باز چوں من بنگرم در منکراں
پھر جب میں منکروں کو دیکھتا ہوں

کہ ہمی گیرند زیں بستاں کراں
کہ وہ اس باغ سے کنارہ کر رہے ہیں

با کمال احتیاج و افتقار
پوری احتیاج، اور ضرورت کے باوجود

زآرزوئے نیم غورہ جاں سپار
ادھ کچرے پھلوں کی آرزو میں جان کھوتے ہوئے

ز اشتیاق و حرص یک برگ درخت
درخت کے ایک پتے کے شوق اور حرص میں

میزنند ایں بے نوایاں آہ سخت
یہ بے سہارا سخت آہیں بھر رہے ہیں

در ہزیمت زیں درخت وزیں ثمار
ان درختوں اور پھلوں سے پیچھے ہٹتے ہوئے

ایں خلائق صد ہزار اندر ہزار
یہ لوگ لکھوکھا

باز می گویم عجب من بیخودم
پھر میں کہتا ہوں (کہ) میں عجیب بیہوش ہوں

دست در شاخ خیالی در زدم
ایک خیالی شاخ کو پکڑ رہا ہوں

---

[1] جملہ۔ دعوت الی اللہ کے جواب میں منکرین کی جانب سے داعی کو یہی جواب ملتا ہے۔ ریاضت چونکہ اس داعی نے مشقتیں برداشت کی ہیں اور مجاہدے کئے ہیں لہٰذا دماغ میں خشکی آگئی ہے۔ او عجب۔ داعی کو تعجب ہوتا ہے کہ باوجود اسقدر واضح علامتوں کے یہ لوگ دعوت کو کیوں نہیں قبول کرتے ہیں۔ عاقلاں۔ دنیا کے معاملات میں سب عقلمند ہیں لیکن اس روحانی چمنستان کے بے عقلی سے منکر بن رہے ہیں۔

[2] یا منم۔ منکرین کے انکار سے داعی میں خود اپنے بارے میں وسوسے پیدا ہونے لگتے ہیں۔

[3] خواب چہ۔ وہ داعی پھر سوچتا ہے کہ خواب تو بالکل نہیں ہے کیونکہ میں نفس الامر میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں اور ان سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔ باز۔ غرضیکہ داعی کے سامنے ایک طرف حقیقتیں ہوتی ہیں اور دوسری طرف منکرین کا بالاتفاق انکار، تو اس کو شکوک و شبہات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ ز اشتیاق۔ یعنی یہ بھی نہیں کہ ان چیزوں کی ان کو طلب و احتیاج نہ ہو۔

ہین[1] بخواں اِستیاسَ الرُّسُل اے عمو
ہاں اے چچا! اِستَیاسَ الرُّسُل پڑھ

تا بظنوا اَنَّہم قَد کُذِبُوا
ظَنُّوا اَنَّہُم قَد کُذِبُوا تک

ایں قرأت خواں کہ تخفیفِ کذب
یہ قرأت پڑھ کیونکہ کذب کو تخفیف سے پڑھنا

ایں بُوَد کہ خویش بیند محتجب
یہ ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو محجوب دیکھے

درگماں افتاد جانِ انبیار
انبیاء کی جان، شک میں پڑ گئی

زاتفاقِ مُنکری اشقیا
بدبخت منکروں کے باہم متفق ہوجانے سے

جَاءَہُم بَعدَ التَّشَکُّکِ نَصرُنَا
شک میں پڑ جانے کے بعد انکے پاس ہماری مدد پہنچی

ترکِ[2] شاں گو بر درختِ جاں برآ
اُن کو چھوڑ، روح کے درخت پر آ

میخور و میدہ بدال کش روزی ست
کھا اور اُس کو دے جس کا مقدر ہے

ہر دم و ہر لحظہ سحر آموزی ست
ہر وقت اور ہر لحظہ عجائب کا سکھانا ہے

خلق[3] گویاں اے عجب ایں بانگ چیست
لوگ کہتے تھے ہائے تعجب یہ آواز کیسی ہے؟

چونکہ صحرا از درخت و بر تہی ست
جبکہ جنگل، درختوں اور پھلوں سے خالی ہے

کیج گشتیم از دمِ سودائیاں
ہم (ان) دیوانوں کی باتوں سے احمق بن گئے

کہ بنزدیکِ شما باغ ست و خواں
کہ تمہارے نزدیک باغ اور خوان ہے

چشم می مالیم و اینجا باغ نیست
ہم آنکھیں ملتے ہیں اور اس جگہ باغ نہیں ہے

یا بیابانیست یا مشکل رہیست
یا تو جنگل ہے، یا دشوار گذار راستہ ہے

اے عجب چندیں دراز ایں ماجرا
تعجب ہے، اس قدر طویل قصہ

چوں بُوَد بیہودہ و ہزل و خطا
بیہودہ اور مذاق اور غلط کیسے ہو سکتا ہے؟

من ہمیگویم چو ایشاں اے عجب
میں بھی اُن کی طرح کہتا ہوں تعجب ہے

ایں چنیں مہرے چرا زد صنعِ رب
اللہ (تعالٰی) کی کاریگری نے ایسی مہر کیوں لگادی ہے

قطع نظر کرے اور خود اُن غیبی اسرار و معارف سے فائدہ اٹھا اور ان لوگوں کو فائدہ پہنچا جن کے مقدر میں فائدہ ہے۔ سحر آموزی۔ یعنی اولیاء اللہ سے ہر وقت عجائب و غرائب کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔

[3] خلق گویاں۔ منکر کہتے ہیں کہ یہاں نہ باغ ہے نہ پھل یہ شخص کیوں اُن کی دعوت دے رہا ہے۔ کیج گشتیم۔ اور وہ منکر یہ بھی کہتے ہیں کہ ان دیوانے داعیوں نے ہمیں دیوانہ بنا دیا ہے۔ کہ یہ داعی یہ کہتے رہتے ہیں۔ چشم مالیم۔ منکر کہتے ہیں ہم اچھی طرح دیکھ رہے ہیں ہمیں کچھ نظر نہیں آتا، صرف بیابان اور مشکل راستہ ضرور نظر آتا ہے۔ اے عجب۔ داعی کہتے ہیں کہ اس قدر طویل واقعات اور حقائق غلط اور وہم کیسے ہو سکتے ہیں اللہ نے اُن کے مُہر لگا دی ہے جس کی وجہ سے یہ اندھے بہرے ہیں نہ کچھ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔

[1] ہین۔ مولانا نے یہ مضمون بیان فرمایا کہ منکروں کے انکار سے خود داعی میں اپنے اور حقائق کے بارے میں شک پیدا ہو جاتے ہیں اب اس مضمون کی تائید میں اس آیت سے استدلال کرتے ہیں قرآن پاک میں ہے حَتّٰی اِذَا اسْتَیْاَسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا جَاءَھُمْ نَصْرُنَا۔ اس آیت میں لفظ کذبو میں دو قرأتیں ہیں ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قرأت ہے وہ اس لفظ کو کُذِّبُوا دال کی تشدید کے ساتھ پڑھتی تھیں اس قرأت پر ترجمہ یہ ہوگا۔ یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہو گئے اور اُن کو یقین ہو گیا کہ انکی قوم نے انکو جھٹلایا تو انکے پاس ہماری مدد آ پہنچی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس لفظ کو کُذِبُوا پڑھتے تھے اس صورت میں ترجمہ ہوگا کہ اُن رسولوں کو یہ دھوکہ آنے لگا کہ اُن سے مدد کا وعدہ غلط کیا گیا تھا۔ مولانا اپنے مذاقِ مضمون کی مطابقت میں اس لفظ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق پڑھ کر ترجمہ کرتے ہیں محتجب۔ یعنی یہ بدگمانی اس وقت ہونے لگتی ہے جب وہ داعی اپنے آپ کو اللہ کی مدد سے روکا گیا سمجھنے لگتا ہے۔

[2] ترکِ شاں۔ یعنی اس داعی کو اللہ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ اُن منکروں سے

زیںؔ تنازعہا محمدؐ در عجب
(انہی قسم کے) اختلافات سے محمدؐ تعجب میں تھے

در تعجب نیز ماندہ بولہب
ابولہب بھی تعجب میں پڑا ہوا تھا

زیں عجب تا آں عجب فرقیست ژرف
اس تعجب اور اس تعجب میں گہرا فرق ہے

تا چہ خواہد کرد سلطانِ شگرف
دیکھو عظیم شہنشاہ کیا کرے گا

اے دقوقی تیز تر راں ہیں خموش
اے دقوقی تیز چلا خبردار! چپ ہو جا

چند گوئی چند چوں قحط ست گوش
کب تک (سمجھنے والے) کان کا قحط ہے کتنا کہے گا

یک درخت شدن آں ہفت درخت در نظرِ او
اُن کی نگاہ میں اُن سات درختوں کا ایک درخت بن جانا

گفت راندم پیشتر من نیکبخت
(دقوقی نے) فرمایا میں سعادتمند آگے بڑھا

باز شد آں ہفت جملہ یک درخت
پھر وہ سب سات (درخت)، ایک ہو گئے

ہفتؔ می شد فرد می شد ہر دمے
وہ کبھی سات ہو جاتے، کبھی ایک

من چساں می گشتم از حیرت ہمے
میرا بھی حیرت سے، عجب حال تھا

بعد ازاں دیدم درختاں در نماز
اسکے بعد میں نے درختوں کو نماز کی حالت میں دیکھا

صف کشیدہ چوں جماعت کردہ ساز
صف بنائے ہوئے جماعت کی طرح ساز و سامان کئے

یک درخت از پیش مانند امام
امام کی طرح ایک درخت آگے

دیگراں اندر پسِ او در قیام
دوسرے اُس کے پیچھے قیام میں

آںؔ قیام و آں رکوع و آں سجود
وہ قیام، وہ رکوع، وہ سجدہ

از درختاں بس شگفتم می نمود
درختوں سے مجھے بہت عجیب معلوم ہوا

یاد کردم قولِ حق را آں زماں
اُس وقت مجھے (اللہ تعالیٰ) کا قول یاد آیا

گفت و النجم و شجر را یسجدان
فرمایا ہے بیلیں اور درخت سجدہ کرتے ہیں

ایں درختاں را نہ زانو نے میاں
ان درختوں کے نہ زانو ہے نہ کمر

ایں چہ ترتیبِ نماز ست آنچناں
اس طرح نماز کی یہ کیا ترتیب ہے!

آمد الہام خدا کاے با فروز
خدا کا اِلہام آیا، کہ اے پُرنور!

ایں عجب داری زکارِ ما ہنوز
تجھے اب تک ہمارے کام پر تعجب ہے

ہفت مرد شدن آں ہفت درخت
اُن سات درختوں کا سات مَرد بن جانا

ؔ زیں تنازعہا: اسی قسم کے جھگڑے آنحضورؐ کے ساتھ قریش نے کئے۔ اس طرف اُن کے انکار پر آنحضورؐ کو تعجب ہوتا تھا دوسری طرف آنحضورؐ کی دعوت پر ابولہب کو تعجب ہوتا تھا۔ ایں عجب۔ یعنی داعی کا قوم کے انکار پر تعجب اور منکرین کا داعی کی دعوت پر تعجب اِن دونوں میں انجام کے اعتبار سے بہت بڑا فرق ہے

ؔ ہفت۔ اِن سات درختوں کا کبھی ایک بننا کبھی سات بن جانا میرے لئے انتہائی حیرت کا سبب تھا۔ بعد ازاں۔ اِس کیفیت کے بعد اُن سات درختوں نے نماز کی صف بندی کی اور اُن میں سے ایک امام بن گیا۔

ؔ آں قیام۔ درختوں کی نماز پر مجھے بڑا تعجب ہوا پھر مجھے قرآن کی یہ آیت یاد آئی وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ یعنی زمین وغیرہ پر پھیلنے والی بیلیں اور درخت اللہ کو سجدے کرتے ہیں۔ نہ زانو۔ نماز میں کھڑا ہوا جاتا ہے اور التحیات میں زانو کے بل بیٹھا جاتا ہے، اِن درختوں کے نہ کمر ہے کہ یہ کھڑے ہو سکیں نہ زانو ہے کہ اُس کے بل بیٹھ سکیں تو یہ کیسی نماز ہے۔

بعدِ[1] دیرے گشتہ آنہا ہفت مرد — جملہ در قعدہ پے یزدانِ فرد

تھوڑی دیر کے بعد وہ (درخت) سات مرد بن گئے — اللہ اَحَد کے لئے سب قعدہ میں تھے

چشم می مالم کہ آں ہفت ارسلاں — تا کیانند و چہ دارند از جہاں

میں آنکھیں مَلتا تھا کہ وہ سات شیر (مرد) — کون ہیں اور دنیا سے کیا (مرتبہ) رکھتے ہیں؟

چوں بہ نزدیکی رسیدم من ز راہ — کردم ایشاں را سلام از انتباہ

جب میں راستہ سے (اُن کے) قریب پہنچا — ہوش سے میں نے اُن کو سلام کیا

قوم گفتندم جوابِ آں سلام — اے دقوقی مفخر و تاجِ کرام

قوم نے مجھ سے اُس سلام کے جواب میں کہا — اے دقوقی بزرگوں کے لئے باعثِ فخر اور تاج

گفتم[2] آخر چوں مرا بشناختند — پیش ازیں بر من نظر نینداختند

میں نے (دل میں) کہا وہ مجھے کیسے پہچان گئے؟ — اِس سے پہلے انہوں نے مجھے نہیں دیکھا ہے

از ضمیرِ من بدانستند زود — یک دگر را بنگریدند از فرود

وہ میرے دل کی بات فوراً سمجھ گئے — نیچی نظروں سے ایک نے دوسرے کو دیکھا

پاسخم دادند کاے جانِ عزیز — چوں بپوشیدست اینہا بر تو نیز

انہوں نے مجھے جواب دیا کہ اے پیارے! — یہ تم پر بھی کیوں پوشیدہ ہے؟

بر دلے کو در تحیر با خداست — کے شود پوشیدہ رازِ چپ و راست

اُس دل پر جس کو خدا کے ساتھ تحیر ہے — دائیں اور بائیں کا راز کب پوشیدہ ہوتا ہے؟

گفتم[3] ار سوئے حقائق بشگفید — چوں ز حرف و اسمِ رسمی واقفید

میں نے کہا حقائق کی جانب اگر تم شگفتہ ہو — رسمی نام اور حرف سے کیسے واقف ہو؟

ایں سخن چوں آمد از من در خطاب — آں شہاں در حال گفتندم جواب

جب گفتگو میں میری جانب سے یہ بات آئی — اُن شاہوں نے فوراً مجھے جواب دیا

گفت اگر اسمے شود غیب از ولی — آں ز استغراق داں نز جاہلی

کہا اگر ولی سے کوئی نام غائب ہو — تو وہ استغراق کی وجہ سے سمجھ نہ کہ لاعلمی سے

بعد ازاں گفتند ما را آرزو — ہست بر تو اقتدا اے خوبرو

اُس کے بعد انہوں نے کہا، ہماری تمنا — تیری اقتدا کرنے کی ہے اے حسین!

گفتم آرے لیک یک ساعت کہ من — مشکلاتے دارم از دورِ زمن

میں نے کہا ہاں لیکن تھوڑی دیر بعد کیونکہ میں — زمانہ کے انقلاب کی وجہ سے کچھ مشکلات رکھتا ہوں

---

[1] بعد دیرے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ سات درخت پھر سات انسان بن گئے اور قعدہ میں ہیں یعنی التحیات بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں۔ ارسلان۔ شیر۔ چہ دارند۔ یعنی اُن کا دنیا میں کس قدر اونچا مرتبہ ہے۔ انتباہ۔ آگاہی۔ مفخر۔ جائے فخر۔

[2] بشناختند۔ چونکہ انہوں نے نام لیا تھا۔ فرود یعنی نیچی نگاہوں سے ایک نے دوسرے کو دیکھا۔ بر دلے۔ جس قلب کو اللہ کے ساتھ مقامِ حیرت کا قرب حاصل ہوتا ہے اُس پر سب مخفی باتیں منکشف ہو جاتی ہیں۔

[3] گفتم۔ میں نے اُن بزرگوں سے کہا کہ اولیاء کی حقیقتوں کی طرف توجہ ہوتی ہے اور وہ صرف اُن کا ادراک کرتے ہیں، رسمی نام کی طرف متوجہ نہیں ہوتے نہ اُن کو اُس کا ادراک ہوتا ہے تو آپ نے میرا نام دقوقی کیسے جان لیا۔ آں ز استغراق۔ چونکہ ولی معرفتِ حق میں مستغرق رہتا ہے اس لئے رسمی ناموں کا ذہول ہو جاتا ہے یہ نہیں ہے کہ اُن کو باطنی توجہ کے ذریعہ نام معلوم کر لینے کی قدرت نہیں ہے۔ اقتداء۔ نماز میں مقتدی بننا۔

تا[1] شود آں حل بہ صحبتہائے پاک
تاکہ پاک صحبتوں سے، وہ حل ہو جائیں

کز بہ صحبت وید انگورے زخاک
کیونکہ صحبت سے مٹی سے انگور اُگتا ہے

دانۂ پُر مغز با خاکِ دژم
پُر مغز دانہ نے، افسردہ مٹی کو

خلوتی و صحبتی کرد از کرم
کرم سے خلوتی اور ساتھی بنا لیا ہے

خویشتن در خاک کُلّی محو کرد
(دانہ نے) اپنے آپ کو بالکلیہ مٹی میں مِلا دیا

تا نماندش رنگ و بُو و سُرخ و زرد
حتیٰ کہ اُس کا رنگ بُو اور سُرخ و زرد باقی نہ رہا

از پسِ آں محو قبضِ اُو نماند
اُس کے بعد اُس کا سمٹاؤ باقی نہ رہا

بر گشاد و بسط شد مرکب براند
کُھل گیا اور پھیل گیا، سواری بڑھا دی

پیشِ[2] اصلِ خویش چوں بیخویش شد
جب وہ اپنی اصل کے سامنے بیخود ہو گیا

رفت صورت جلوۂ معنیش شد
صورت ختم ہو گئی اسکے باطن کا جلوہ نمودار ہو گیا

سر چنیں کردند ہیں فرماں تراست
انھوں نے سر اس طرح کیا، ہاں جو تیرا حکم ہو

تف دلی زسر چنیں کردن بخاست
اس طرح سر کرنے سے دل سے ایک شعلہ نکلا

ساعتے با آں گروہِ مجتبے
تھوڑی دیر کے لئے اُس برگزیدہ گروہ کے ساتھ

چوں مراقب گشتم واز خود جدا
جب میں مراقب اور اپنے سے جدا ہوا

ہمدراں ساعت ز ساعت رست جاں
اُسی وقت روح زمانہ سے آزاد ہو گئی

زانکہ ساعت پیر گرداند جواں
کیونکہ زمانہ جوان کو بوڑھا بنا دیتا ہے

جملہ[3] تلوینہا ز ساعت خاستست
سارے تغیرات زمانہ سے پیدا ہوئے ہیں

رست از تلویں کہ از ساعت برست
جسکو زمانہ سے نجات مل گئی وہ تغیر سے نجات پا گیا

ساعتے بیروں شو از ساعت دلا
اے دل! تھوڑی دیر کیلئے زمانہ سے باہر ہو جا

تا ز چوں وارہی واز چرا
تاکہ تو چون و چرا سے نجات پالے

چوں ز ساعت ساعتے بیروں شوی
جب تو تھوڑی دیر کے لئے زمانہ سے باہر ہو جائیگا

چوں نماند محرمِ بیچوں شوی
چون ختم ہو جائیگی، تو بے چون کا محرم راز بنجائیگا

ساعت از بے ساعتی آگاہ نیست
زمانہ، بے زمانہ پن سے واقف نہیں ہے

زانکہ آں سُو جز تحیر راہ نیست
کیونکہ اُس جانب تحیر کے علاوہ (کسی کا) راستہ نہیں ہے

ہر نفر را ہر طویلہ خاصِ اُو
ہر شخص کو اُس کے خاص اصطبل پر

بستہ اند اندر جہانِ جستجو
تگ و دو کی دنیا میں باندھ دیا ہے

---

[1] تا شود۔ صحبت میں بڑی تاثیر ہے۔ بیج مٹی اور پانی کی صحبت اختیار کرتا ہے تو انگور بن کر اُبھرتا ہے۔ دژم۔ افسردہ، اندوہگیں۔ خویشتن۔ دانہ بالکلیہ مٹی میں مِل گیا اپنا رنگ و بو سب ختم کر دیا۔ قبض۔ سمٹاؤ۔ بسط۔ پھیلاؤ۔

[2] پیشِ اصل یعنی دانہ نے اپنے آپ کو مٹی میں مِلا دیا تو اُس کا ظاہر ختم ہو گیا اور اُس کے باطن نے جلوہ گری شروع کر دی۔ سر چنیں یعنی انھوں نے سر سے ایسا اشارہ کیا جس کا مطلب تھا کہ ہم تمہارا کہنا مانیں گے۔ مجتبیٰ۔ منتخب۔ ہمدراں یعنی مراقبہ کرتے ہی میں دورِ زمانہ سے باہر نکل گیا۔

[3] جملہ۔ یعنی عالم کے سارے تغیرات دورِ زمانہ کی وجہ سے ہیں جو شخص دورِ زمانہ سے بالاتر ہو جائے اُس میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ تا ز چونی۔ انسان اگر دورِ زمانہ سے بالاتر ہو جائے تو کم اور کیف سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ چوں نماند۔ جب انسان چون و چرا سے آزاد ہو جائے تو وہ خدائے بیچوں کا ہمراز بنجاتا ہے۔ ساعت۔ جو لوگ زمانہ میں مقید ہیں وہ لازمانی ذاتِ باری کیطرف راہ یاب نہیں ہو سکتے۔ ہر نفر۔ طلب و جستجو میں ہر سالک اور غیر سالک کی ایک حد مقرر ہے مؤکلانِ غیب مقرر ہیں کہ اُس کو اسی مقام پر رکھیں۔ طویلہ۔ اصطبل۔

مُتنصب بر ہر طویلہ رائضے[1] — جز بدستوری نیاید رافضے
ہر اصطبل پر ایک چابک سوار، مقرر ہے — اجازت کے بغیر کوئی نافرمان باہر نہیں آ سکتا

از ہوس گراز طویلہ بگسلد — در طویلہ دیگراں سر بر کند
اگر ہوس کی وجہ سے اصطبل سے نکلے — (اور) دوسروں کے اصطبل میں گھسے

در زماں آخر چیانِ چست و خوش — گوشۂ افسارِ او گیرند و کش
فوراً چست، اور ہوشیار سائیس — اُسکی پچھاڑی کا سرا پکڑتے ہیں اور کھینچ لیتے ہیں

حافظاں را گر نہ بینی اے عیار — اختیارت را بہ بیں بے اختیار
اے مکرے! اگر تو نگہبانوں کو نہیں دیکھتا ہے — اپنے اختیار کو بے اختیار دیکھ لے

اختیارے می کنی و دست و پا — بر کشادستت چرا حبسی چرا
تو (ایک چیز) اختیار کرتا ہے اور تیرے ہاتھ پاؤں — کُھلے ہوئے ہیں، تو رُکا ہوا کیوں ہے؟

روئے در انکارِ حافظ بُردۂ — نامِ تہدیداتِ نفسش کردۂ[2]
تُو نے محافظ کے انکار کا رُخ کر لیا ہے — اس کا نام تو نے نفس کی تہدیدات رکھ لیا ہے

پیش رفتنِ دقوقیؒ بامامت آں قوم

دقوقی رحمۃ اللہ علیہ کا اس قوم کی امامت کے لئے آگے بڑھنا

ایں سخن پایاں نہ دارد تیز دو — ہیں نماز آمد دقوقیؒ پیش شو
اِن باتوں کا خاتمہ نہیں ہے تیز دوڑ — خبردار! نماز (کا وقت) آگیا، آگے ہوجا

اے یگانہ ہیں دوگانہ بر گذار — تا مزین گردد از تو روزگار
اے یکتا! دو رکعتیں ادا کر — تاکہ زمانہ تیری وجہ سے بارونق بن جائے

اے امامِ[3] چشم روشن در صلوٰۃ — چشم روشن می بباید پیشوات
اے نماز میں روشن چشم والے، امام — تیرا امام روشن چشم ہونا چاہیئے

در شریعت ہست مکروہ اے کیا — در امامت پیش کردن کور را
اے بزرگ! شریعت میں مکروہ ہے — اندھے کو امامت میں آگے بڑھانا

گرچہ حافظ باشد و چست و فقیہ — چشم روشن بہ و گر باشد سفیہ
(وہ اندھا) اگرچہ حافظ اور ہوشیار اور فقیہ ہو — روشن چشم والا بہتر ہے خواہ اَن پڑھ ہو

کور را پرہیز نبود از قذر — چشم باشد اصل پرہیز و حذر
اندھے کا گندگی سے بچاؤ نہیں ہوتا ہے — بچاؤ اور پرہیز کی بنیاد آنکھ ہوتی ہے

---

[1] رائض۔ گھوڑے کو سدھانے والا۔ رافض۔ نافرمان، سرکش۔ آخرچیان۔ آخری، گھوڑے کا سائیس۔ افسار۔ پچھاڑی۔ حافظاں۔ اگر انسان اپنے اس نگہبانِ غیبی کو نہیں دیکھ سکتا تو اس کے وجود کو اس سے سمجھ لے کہ انسان ہر چند کوشش کرتا ہے اور ہر طرح سے کوشش کے لئے آزاد ہوتا ہے لیکن مقصد تک نہیں پہنچ پاتا ہے اِس سے معلوم ہوا کہ کوئی نہ کوئی غیبی بندش ہوتی ہے۔

[2] نامِ تہدیدات۔ یعنی تم اِس سے انکار کرتے ہو کہ یہ رکاوٹ محافظِ غیبی کی وجہ سے ہے اور یہ کہنے لگتے ہو کہ انسان کو رکاوٹ نفس کے ارادہ کی وجہ سے پیش آجاتی ہے

[3] اے امام۔ یعنی تم ایسے امام ہو جس کی باطنی چشم مکمل ہوتی ہے اور امامت کیلئے ایسا ہی شخص مناسب ہے جو روشن ضمیر ہو۔ در شریعت۔ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ چشم روشن۔ روشن ضمیر امام بہتر ہے خواہ اُس کی ظاہری تعلیم نہ ہو۔ قذر۔ نجاست۔

اُو پلیدی را نہ بیند در عبورؔ	ہیچ مؤمن را مبادا چشم کور
وہ گذرنے میں گندگی کو نہیں دیکھ سکتا ہے	خدا کرے، کسی مومن کی آنکھ اندھی نہ ہو
کوریِ باطن بُوَد کانِ شرور	زانکہ اندر فعل و قولش نیست نور
باطن کا اندھاپن برائیوں کی کان ہے	کیونکہ اُسکے فعل اور قول میں نور نہیں ہوتا ہے
کورِ ظاہر دَر نجاست ظاہر ست	کورِ باطن در نجاساتِ سِر ست
ظاہری اندھا، ظاہر نجاست میں ہے	باطن کا اندھا، باطنی نجاستوں میں ہے
ایں نجاست ظاہر از آبے رَوَد	واں نجاست باطن افزوں میشود
یہ ظاہری نجاست، پانی سے دور ہو جاتی ہے	باطن کی نجاست بڑھتی رہتی ہے
جُز بآبِ چشمؔ نتواں شستن آں	چوں نجاساتِ بواطن شد عیاں
اُسکو آنکھ کے پانی کے سوا نہیں دھویا جاسکتا	جبکہ باطنوں کی نجاستیں واضح ہو جائیں
چوں نجس خواندہ است کافرؔ را خدا	ایں نجاست نیست بر ظاہر ورا
جبکہ خدا نے کافر کو نجس کہا ہے	یہ نجاست اُس کے ظاہر پر نہیں ہے
ظاہرِ کافر ملوث نیست زیں	آں نجاست ہست در اخلاق و دیں
کافر کا ظاہر اس سے ملوث نہیں ہے	وہ نجاست اخلاق اور دین میں ہے
ایں نجاستؔ بُویش آید بیست گام	واں نجاست بُویش از رَے تا بشام
اس نجاست کی بدبو، بیس قدم سے آتی ہے	اُس نجاست کی بدبو رَے سے شام تک ہے
بلکہ بُویش آسمانہا بر رَوَد	بر دماغِ حُور و رضواں بر شود
بلکہ اُس کی بدبو آسمانوں تک جاتی ہے	حور اور رضوان کے دماغ پر چھا جاتی ہے
آنچہؔ میگویم بقدرِ فہمِ تُست	مُردم اندر حسرتِ فہمِ دُرست
میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تیری سمجھ کی بقدر ہے	پوری سمجھ کی حسرت میں میں مرا
فہم آب ست و وجودِ تو سبُو	چوں سبو بشکست ریزد آب زو
تیری سمجھ پانی ہے اور تیرا وجود ٹھلیا ہے	جب ٹھلیا ٹوٹ جاتی ہے پانی اُس سے بہہ جاتا ہے
ایں سبو را پنج سوراخ ست ژرف	اندر و نے آب ماند خود نہ برف
اس ٹھلیا میں پانچ گہرے سوراخ ہیں	اس میں نہ پانی ٹھہرے، نہ برف
اَمرِ غُضُّوا غضَّۃً اَبصارکُم	ہم شنیدی راست ننہادی تو سُم
تو نے "اپنی نگاہوں کو پست رکھو" کا حکم	بھی سُنا، تو نے صحیح کان نہ دھرا

ؔ عبور۔ گذرنا، چلنا پھرنا۔ کوریِ باطن۔ اگر انسان دل کا اندھا ہے تو وہ مجسم شر ہے۔ کورِ ظاہر۔ ظاہری اندھے پر تو ظاہری نجاست ہوتی ہے جس کا ازالہ آسان ہے لیکن باطن کے اندھے میں باطنی نجاست ہے جس کا ازالہ بڑا دشوار ہے۔

ؔ جز بآبِ چشم۔ ظاہری نجاست پانی سے دھو دی جاتی ہے لیکن باطنی نجاست صرف آنسوؤں سے دُھلتی ہے۔ کافر۔ خدا نے کافر کو نجس باطنی نجاست کی وجہ سے قرار دیا ہے۔ ایں نجاست۔ ظاہری نجاست کی بدبو تھوڑی دور تک پھیلتی ہے لیکن باطنی نجاست کی بدبو بہت دُور تک پھیلتی ہے۔ بلکہ باطنی نجاست کی بو صرف دنیا ہی تک نہیں آسمانوں تک پھیلتی ہے۔ رضوان۔ داروغہ جنت۔

ؔ آنچہ می گویم۔ میں نے جو کچھ بتلائے وہ تیری عقل کی بقدر بتلائے ہیں کوئی پورا سمجھدار ملیگا تو تفصیل بیان کرونگا مجھے اسکی تمنا ہے۔ فہم۔ انسان کے بدن اور فہم کی مثال گھڑے اور اس کے پانی کی سمجھو۔ ایں سبو۔ بدن کے ٹھلیا میں حواسِ خمسہ بمنزلہ پانچ سوراخوں کے ہیں اگر ٹھلیا کے سوراخ نہ بند کیے جائیں تو ٹھلیا میں نہ برف رہیگا جس سے پانی بنتا ہے نہ پانی اسیطرح اگر حواسِ خمسہ کی حفاظت نہ کیجائیگی تو فہم نہ ان سے ہو سکی۔ امر غضوا۔ قرآن پاک میں ہے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم اے نبی مومنوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں پست رکھیں۔

از دہانت نطق فہمت را برد — گوش چوں ریگ آب فہمت را خورد

تیرے منہ کی گفتگو تیری سمجھ کو برباد کر دیتی ہے — کان ریت کی طرح تیری سمجھ کے پانی کو پی جاتا ہے

ہمچنیں سوراخہائے دیگرت — می کشاند آب فہم مضمرت

اسی طرح تیرے دوسرے سوراخ — تیری چھپی ہوئی سمجھ کے پانی کو گدلا دیتے ہیں

گر ز دریا آب را بیروں کنی — بے عوض آں بحر را ہاموں کنی

اگر تو دریا سے پانی باہر نکالے — بغیر بدلے کے اس دریا کو جنگل بنا دے

بیگہ است ارنے بگویم حال را — مدخل اعواض را و ابدال را

بے موقع ہے، ورنہ میں تجھے حال بتاتا — عوضوں اور بدلوں کے داخل ہونے کا

کاں عوضہا واں بدلہا بحر را — از کجا آید ز بعد خرجہا

وہ عوض، اور وہ بدلے، دریا میں — خرچ کے بعد کہاں سے آتے ہیں؟

صد ہزاراں جانور زو می خورند — ابرہا ہم از برونش می برند

اس میں سے لاکھوں جانور پیتے ہیں — ابر بھی (پانی)، اس میں سے باہر لے جاتے ہیں

باز دریا آں عوضہا می کشد — از کجا دانند اصحاب رشد

پھر دریا ان بدلوں کو حاصل کر لیتا ہے — کہاں سے؟ ہدایت یافتہ جانتے ہیں

قصہا آغاز کردیم از شتاب — ماند بے مخلص درون ایں کتاب

جلدی میں ہم نے بہت سے قصے شروع کر دیئے — اس کتاب (مثنوی) کا باطن بے مقصد رہ گیا

اے ضیاء الحق حسام الدین راد — کہ فلک و ارکان چو تو شاہے نزاد

اے عقلمند، ضیاء الحق، حسام الدین! — کہ آسمان اور عناصر نے تجھ جیسا شاہ نہ جنا

تو بنادر آمدی در جان و دل — اے دل و جاں از قدوم تو خجل

تم دل و جان میں ندرت سے آئے — تمہاری تشریف آوری سے دل و جان شرمندہ ہیں

چند کردم مدح قوم ما مضے — قصد من زانہا تو بودی اقتضا

میں نے گذشتہ قوم کی بہت تعریفیں کیں — تقاضائے (طبع) سے تم ہی اُن سے میرا مقصود تھے

خانۂ خود را شناسد خود دعا — تو بنام ہر کہ خواہی کن ثنا

دعا اپنے مقام کو خود پہچان لیتی ہے — تو چاہے جس کا نام لے کر تعریف کر

بہر کتمان مدیح از نامحل — حق نہادست ایں حکایات و مثل

تعریف کرنا اہل سے چھپانے کے لئے — اللہ تعالیٰ نے یہ حکایتیں اور مثالیں بنا دی ہیں

۱؎ از دہانت - یعنی بیہودہ گفتگو سے بھی فہم برباد ہوتی ہے۔ گوش - کان سے غلط باتیں سنیگا تو فہم برباد ہوگی۔ گر ز دریا - اولیاء کے حواس خمسہ کے ذریعہ بھی فہم حق کا گم شدہ ہوتا ہے لیکن معاش کا عوض اور بدل حاصل کر لیتے ہیں۔ بیگہ - وقت نہیں ہے ورنہ میں سمجھاتا کہ اولیاء کو یہ عوض اور بدل کہاں سے حاصل ہوتا رہتا ہے۔

۲؎ کاں عوضہا - بڑے دریا کا پانی خرچ ہوتا رہتا ہے ابر اور بادل دریاؤں سے پانی حاصل کرتے ہیں سمندر کا پانی بخارات میں تبدیل ہو کر برستا ہے۔ قصہا - میں نے اس کتاب میں قصے بیان کرنا شروع کر دیئے۔

۳؎ اے ضیاء الحق - اس مصرع کا تعلق بارھویں شعر کے آخری مصرع بر نویس سے ہے کہ دریا میں ضیاء الحق کی تعریف ہے۔ راد - عقلمند، بزرگ۔ نادر - یعنی ضیاء الحق کی شخصیت نادر زمانہ ہے۔ خجل - چیز کہ میرا دل تیرے شایان شان نہیں ہے۔ اقتضا - یعنی میری طبیعت کا تقاضہ یہی ہے کہ تیرا ذکر در حدیث دیگراں کرتا رہوں۔ بہر کتمان - اصل شخص کو مخفی رکھنے کیلئے اس کو کسی مثال ذریعہ ذکر کیا جاتا ہے۔

گرچہ[1] آں مدح از تو ہم آمد خجل — لیک بپذیرد خدا جہد المُقِل

اگرچہ وہ تعریف بھی تم سے شرمندہ ہے — لیکن اللہ (تعالیٰ) نادار کی کوشش قبول فرمالیتا ہے

حق پذیرد کسرۂ دارد معاف — کز دو دیدہ کور دو قطرہ کفاف

اللہ (تعالیٰ) ٹکڑہ قبول کر لیتا ہے (زیادہ سے) معاف رکھتا ہے — دو اندھی آنکھوں سے دو قطرے کافی ہیں

مرغ و ماہی داند آں ابہام را — کہ ستودم مجمل ایں خوش نام را

اِس اجمال کو پرندے، اور مچھلی سمجھتے ہیں — کہ میں نے مجملاً اِس پیارے نام کی تعریف کی ہے

تا بر و آہِ حسوداں کم وزد — تا خیالش را بدنداں کم گزد

تاکہ حاسدوں کی آہ اُن پر نہ نکلے — تاکہ اُن کے خیال کو دانتوں سے نہ کاٹیں

خود[2] خیالش را کجا یابد حسود — در وثاقِ موش طوطی کے غنود

اُن کے خیال کو حاسد کب پائے گا؟ — چوہے کے بِل میں طوطی کب سوئی ہے؟

آں خیالِ او بود از احتیال — موئے ابروے ویست آں نے ہلال

وہ اُس کا بناوٹی خیال ہے — وہ اُس کی ابرو کا بال ہے، نہ کہ چاند

مدحِ تو گویم برون از پنج و ہفت — بر نویس اکنوں دقوقی پیش رفت

میں تمہاری تعریف پانچ اور سات سے زیادہ کروں — اب لکھو (کہ) دقوقی آگے ہو گئے

پیش رفتن دقوقی بامامت آں قومِ غیبی

اُس غیبی قوم کی امامت کے لئے دقوقی کا آگے بڑھنا

در[3] تحیات و سلامِ صالحین — مدحِ جملہ انبیا آمد عجین

التحیات اور نیکوں پر سلام میں — سب نبیوں کی تعریف گندھی ہوئی ہے

مدحہا شد جملگی آمیختہ — کوزہا در یک لگن در ریختہ

سب کی سب تعریف ہو گئی — پیالوں کو ایک طشت میں ڈال دیا

زانکہ خود ممدوح جز یک بیش نیست — کیشہا زیں روے جز یک کیش نیست

اِس لئے کہ خود ممدوح ایک کے علاوہ نہیں ہے — اِس اعتبار سے مذاہب (بھی) ایک کے علاوہ نہیں ہیں

دانکہ ہر مدحے بنورِ حق رود — بر صور و اشخاص عاریت بود

سمجھ لے کہ ہر تعریف اللہ (تعالیٰ) کے نور کی طرف جاتی ہے — صورتوں اور شخصوں کے لئے عارضی ہوتی ہے

صُوَر۔ اشخاص اور صورتیں چونکہ اسی نورِ حق سے کسب فیض کر لیتی ہیں لہٰذا وہ قابلِ مدح ہو جاتی ہیں۔

---

[1] گرچہ۔ میری تعریفیں تیرے مرتبے سے کم ہیں لیکن روٹی کا ٹکڑا ایک گدا سے اللہ تعالیٰ روٹی کا ایک ٹکڑا بھی قبول فرمالیتا ہے اور زیادہ مقدار کے صدقہ کا اُس سے مطالبہ نہیں ہوتا ہے۔ کز دو دیدہ۔ اللہ کے یہاں آنکھوں کے دو آنسوؤں کی وہ قدر ہے جو بڑے سے بڑے مال کی قدر نہیں ہے۔ ابہام۔ یعنی میں نے جو تعریفیں کی ہیں اُن سے مقصود ضیاء الحق ہیں۔ تا برو۔ ضیاء الحق کا نام صراحۃً اِس لئے نہیں لیا تاکہ حاسد اُن پر حسد نہ کریں۔

[2] خود خیالش۔ ضیاء الحق کا تصور حاسدوں کے دماغ میں نہیں آسکتا۔ اُنکے تصور اور حاسدوں کے دماغوں کی مثال طوطی اور چوہے کے بِل کی ہے۔ احتیال۔ اُن حاسدوں کے ذہن میں ضیاء الحق کا حقیقی تصور نہیں ہے بلکہ بناوٹی ہے جیسا کہ بعض چاند دیکھنے والوں کو اپنی ابرو کا بال چاند کی صورت میں نظر آجاتا ہے۔ پنج یعنی پانچوں حواس۔ ہفت یعنی ساتوں آسمان۔

[3] در تحیات۔ التحیات میں جب کوئی السلام علینا وعلیٰ عِبادِ اللہِ الصَّالِحِین کہتا ہے تو اُس میں مجملاً سب انبیاء اور نیک بندوں پر سلامتی کی دعا ہو جاتی ہے۔ ممدوح۔ حقیقی تعریف صرف خدا کی ہے۔

مدحہا جز مستحق را کے کنند
(لوگ) مستحق کے علاوہ کسی کی کب تعریف کرتے ہیں؟

لیک بر پنداشت گمرہ [1] می شوند
لیکن (ناسدا) گمان کی وجہ سے گمراہ ہو جاتے ہیں

ہمچو نورِ تافتہ بر حائطے
جس طرح کہ نور دیوار پر پڑتا ہے

حائط آں انوار را چوں رابطے
(اور) دیوار اُن نوروں کے لئے واسطہ ہے

لاجرم چوں نور سوئے اصل راند
لامحالہ جب نور اصل کی طرف سمٹ جائے

ضال مہ گم کرد وز استائش بماند
گمراہ نے چاند کو گم کر دیا اور تعریف سے رک گیا

یا ز چاہے عکسِ ماہے وانمود
یا کسی کنوئیں میں چاند کا عکس نمودار ہوا

سر بہ چہ می کرد و آں را می ستود
کنوئیں میں سر جھکایا اور اُس کی تعریف کر رہا ہے

در حقیقت مادحِ ماہست او
حقیقتاً وہ چاند کی تعریف کرنے والا ہے

گرچہ جہلِ او بعکسش کرد رو
اگرچہ اُسنے نادانی سے عکس کی طرف منہ کر رکھا ہے

مدحِ او مہ راست نے آں عکس را
اسکی تعریف چاند کیلئے ہے، نہ کہ عکس کے لئے

کفر شد آں چوں غلط شد ماجرا
جب معاملہ غلط ہو گیا، کفر ہو گیا

کز شقاوت [2] گشت گمراہ آں دلیر
کیونکہ وہ جری بدبختی سے گمراہ ہو گیا ہے

مہ بہ بالا بود او پنداشت زیر
چاند اوپر تھا، وہ نیچے سمجھا

زیں بتاں خلقاں پریشاں می شوند
ان بتوں کی وجہ سے لوگ پریشان ہوتے ہیں

شہوتے راندہ پشیماں می شوند
شہوت پوری کر کے شرمندہ ہوتے ہیں

زانکہ شہوت با خیالے راندہ است
کیونکہ شہوت رانی ایک خیال سے کی ہے

در حقیقت دور تر وا ماندہ است
درحقیقت (اصل سے) بہت دور جا پڑتے ہیں

با خیالے [3] میلِ تو چوں پر بود
خیال کی جانب تیرا جھکاؤ پر کی طرح ہوتا ہے

تا بداں پر بر حقیقت بر شود
تاکہ تو اُس پر کے ذریعہ حقیقت تک پہنچے

چوں براندی شہوتے پرّت بریخت
جب تو نے شہوت رانی کی تو تیرا پر جھڑ گیا

لنگ گشتی واں خیال از تو گریخت
تو لنگڑا ہو گیا اور وہ خیال تجھ سے بھاگ گیا

پر نگہدار و چنیں شہوت مراں
پر کی حفاظت کر اور ایسی شہوت رانی نہ کر

تا پرِ میلت برد سوئے جناں
تاکہ میلان کا پر تجھے جنتوں کی طرف لیجائے

خلق پندارند عشرت می کنند
لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ عیش کر رہے ہیں

بر خیالے پرِ خود بر می کنند
ایک خیال پر اپنے پر اکھاڑ رہے ہیں

---

[1] گمرہ۔ اگر کوئی اُن مصنوعی اور ناشناس کو اصل سمجھ بیٹھے تو گمراہ ہے۔ ہمچو نور۔ دیوار پر جو چاندنی ہے وہ اُسکی اپنی نہیں ہے بلکہ وہ چاند کی ہے۔ اب اگر کوئی دیوار پر چاندنی ہونے سے چاند کی تعریف چھوڑ بیٹھے تو اُس کی گمراہی ہے۔ یاز چاہے پانی میں جو عکس ہے اسکی تعریف چاند کی تعریف ہے گرچہ۔ اگر کوئی بالکلیہ اصل تعریف اُس عکس ہی کی کرے تو اُس کی گمراہی ہے۔

[2] کز شقاوت۔ تمام خوبیوں کا منبع تو ذاتِ خداوندی ہے اگر کوئی مخلوق کو اصل سمجھ بیٹھے تو یہ اُسکی بدبختی ہے۔ زیں بتاں یعنی مجازی معشوقوں کے عشق کا نتیجہ محض شہوت پرستی ہے۔ خیالے۔ یعنی عارضی حُسن دیوار کی چاندنی جیسا ہے۔

[3] با خیالے۔ خیالِ معشوق سے اگر عشق بھی ہو تو وہ حقیقت تک پہنچنے کیلئے ہو جیسا کہا گیا ہے اَلْمَجَازُ قَنْطَرَۃُ... الْحَقِیْقَۃِ عشقِ مجازی حقیقی عشق کا پُل ہے۔ پَر۔ یہ جذبۂ عشق ایک پر ہے اُس کو حقیقت تک پرواز کا ذریعہ بنانا چاہیئے۔ خلق۔ لوگ عشقِ مجازی میں شہوت رانی کر کے اپنے اس پر کو جو حقیقت تک پرواز کا سبب بن سکتا تھا برباد کر دیتے ہیں۔

وامؔ[1] دارِ شرحِ ایں نکتہ شُدم — مہلتم دہ مُعسِرم زاں تن زدم
میں اِس نکتہ کی تشریح کا قرضدار ہوگیا ہوں — میں مفلس ہوں مجھے مہلت دے اسی لئے میں خاموش ہوگیا ہوں

باز گشتم زانکہ شُد قصہ دراز — وقت تنگ و قوم موقوف نماز
میں لوٹتا ہوں، کیونکہ قصہ دراز ہوگیا — وقت تنگ ہے اور لوگ نماز میں کھڑے ہیں

اِقتدا کردنِ آں قوم از پسِ دقوقیؒ
اُس قوم کا دقوقیؒ کے پیچھے اِقتدا کرنا

پیش در شُد آں دقوقیؒ در نماز — قوم ہمچوں اطلس آمد اُو طراز
نماز میں دقوقیؒ آگے ہوگئے — قوم اطلس کی طرح تھی، وہ نقش و نگار جیسے

اِقتدا کردند آں شاہاں قطار — در پئے آں مُقتدائے نامدار
اُن شاہوں نے قطار بنا کر اقتدا کی — اُس نامدار، مقتدا کے پیچھے

چونکہ با تکبیر ہا مقروں شُدند — ہمچو[2] قرباں از جہاں بیروں شُدند
جیسے ہی وہ تکبیروں سے وابستہ ہوئے — قربانی کی طرح دنیا سے باہر نکل گئے

معنیِ تکبیر اینست اے امیم — کاے خدا پیشِ تو ما قرباں شُدیم
اے امام! تکبیر کے معنی یہ ہیں — کہ اے خدا! ہم تیرے سامنے قربان ہوگئے

وقتِ ذبح اللہُ اکبر میکُنی — ہمچنیں در ذبحِ نفسِ کُشتنی
ذبح کے وقت، تو اللہ اکبر پڑھتا ہے — اسی طرح گردن زدنی نفس کے ذبح میں

ق

گوئی اللہ اکبر و آں شوم را — سر ببُر تا وارہد جاں از فنا
تو اللہ اکبر پڑھ، اور اُس بدبخت کا — سر کاٹ دے تاکہ روح ہلاکت سے نجات پاجائے

تن[3] چوں اسمٰعیلؑ و جاں ہمچوں خلیلؑ — کرد جاں تکبیر بر جسمِ نبیل
جسم اسمٰعیلؑ کی طرح اور روح خلیل اللہ کی طرح ہو — روح نے شاندار جسم پر تکبیر پڑھ دی

گشت کُشتہ تن ز شہوتہا و آز — شد بہ بسم اللہ بسمل در نماز
جسم شہوتوں، اور حرص سے مُردہ ہوگیا — بسم اللہ کے ذریعہ نماز میں بسمل ہوگیا

چوں قیامت پیشِ حق صفہا زدہ[4] — در حساب و در مُناجات آمدہ
قیامت (کے دن) کی طرح اللہ (تعالیٰ) کے سامنے صفیں — حساب اور سوال و جواب میں لگے ہیں

ایستادہ پیشِ یزداں اشک ریز — بر مثالِ راست خیزِ رستخیز
اللہ (تعالیٰ) کے سامنے کھڑے ہوئے آنسو گرا رہے ہیں — قیامت میں سیدھے کھڑے ہونیوالوں کی طرح

---

[1] وامؔ۔ اِس نکتہ کی تفصیل پھر کسی وقت بتادی جائیگی۔ مُعسِرم۔ تنگ دست مقروض کو مہلت دی جاتی ہے۔ قومؔ۔ یعنی وہ غیبی قوم بمنزلہ ریشمین کپڑے کے تھی اور دقوقیؒ اُس کے نقش و نگار کی طرح تھے۔ چونکہ۔ جیسے ہی اُن بزرگوں نے تکبیر تحریمہ پڑھی دنیا و مافیہا سے غافل ہوگئے۔

[2] ہمچو قرباں۔ قربانی کے جانور پر جب تکبیر کہکر چھری چلادی جاتی ہے تو وہ اِس دنیا سے منقطع ہوجاتا ہے۔ معنیِ تکبیر۔ تکبیر تحریمہ کا مطلب بھی یہی ہے کہ نمازی دربارِ خداوندی میں اپنے نفس کی قربانی پیش کرتا ہے۔ گوئی۔ لہٰذا جب تم تکبیر کہو تو فوراً نفسِ امارہ کو ذبح کر ڈالو۔

[3] تن چوں اسمٰعیلؑ۔ تکبیر تحریمہ کے وقت روح کو بمنزلہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بناؤ اور جسم کو بمنزلہ حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ کے بناؤ۔ گشت کُشتہ۔ اللہ اکبر کے ذریعہ جسم شہوت اور حرص کے اعتبار سے مُردہ ہوجانا چاہیئے اور بسم اللہ کے ذریعہ جسم بسمل سَر بُریدہ ہوجانا چاہیئے۔

[4] چوں قیامت۔ نماز کی جماعت اور حالت کو ایسا سمجھو جیسا کہ قیامت میں حضرت حق کے دربار میں صفیں باندھ کر کھڑے ہونگے اور حساب کتاب اور سوال و

حق[1] ہمیگوید چہ آوردی مرا
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے تو میرے لئے کیا لایا ہے؟
اندریں مہلت کہ دادم مر ترا
اِس دفعہ میں جو میں نے تجھے دیا

عمر خود را در چہ پایاں بردہ
اپنی عمر کس چیز میں ختم کی ہے؟
قوت و قوت در چہ فانی کردہ
روزی اور طاقت کس چیز میں ختم کی ہے؟

گوہر دیدہ کجا فرسودہ
آنکھ کے گوہر کو کہاں گھسا ہے؟
پنج حس را در کجا پالودہ
پانچوں حواس کا کس جگہ صفایا کیا ہے؟

چشم و گوش و ہوش گوہرہائے عرش
آنکھیں اور کان اور حواس عرش کے جواہر ہیں
خرج کردی، چہ خریدی تو ز فرش
تو نے (اُنکو) خرچ کیا، زمین سے کیا خریدا؟

دست و پا دادمت چوں بیل و کلند
میں نے تجھے ہاتھ اور پاؤں پھاوڑے اور کھاڑے دیئے
من بہ بخشیدم ز خود آں کے شدند
وہ میں نے دیئے خود بخود کہاں ہوئے؟

ہمچنیں پیغامہائے دردگیں
اسی طرح کے درد ناک پیغام
صد ہزاراں آید از حضرت چنیں
دربار سے لاکھوں آتے ہیں

در قیام[2] ایں گفتہا دارد رجوع
قیام (کی حالت) میں یہ باتیں آتی ہیں
وز خجالت شد دوتا اندر رکوع
شرمندگی سے رکوع میں دوہرا ہو جاتا ہے

ایستادن را نماندہ قوتے
کھڑے رہنے کی قوت نہیں رہتی
در رکوع آمد ز شرم او ساعتے
وہ تھوڑی دیر کے لئے رکوع میں ہو جاتا ہے

قوت استادن از خجلت نماند
شرمندگی کی وجہ سے کھڑے رہنے کی طاقت نہ رہی
در رکوع از شرم تسبیحے بخواند
شرم سے رکوع میں تسبیح پڑھنے لگا

باز فرماں[3] در رسد بردار سر
پھر حکم ہوتا ہے، سر اُٹھا
از رکوع و پاسخ حق بر شمر
رکوع سے، اور اللہ (تعالیٰ) کا جواب شمار کر

سر بر آرد از رکوع او شرمسار
وہ شرمندگی کی حالت میں رکوع سے سر اُٹھاتا ہے
باز اندر رو فتد آں خام کار
پھر وہ ناقص العمل منہ کے بل گر پڑتا ہے

باز فرماں آیدش بردار سر
پھر اُس کو حکم ہوتا ہے، سر اُٹھا
از سجود و وادہ از کردہ خبر
سجدے سے اور (اپنے) عمل کی بات بتا

سر بر آرد او دگر رہ شرمسار
وہ شرمندہ، دوبارہ سر اُٹھاتا ہے
اندر افتد باز در رو ہمچو مار
پھر سانپ کی طرح منہ کے بل گر پڑتا ہے

---

[1] حق ہمی گوید۔ اب نماز میں جب تم قیام میں ہو تو گویا اللہ تعالیٰ تم سے سوال کرتا ہے کہ تم کو جو زندگی کی مہلت دی ہے اس میں تم نے میرا کیا کام کیا ہے۔ قوت قوت۔ میں نے تجھے روزی اور طاقت دی وہ کس کام میں صرف ہوئی ہے۔ چشم و گوش۔ حواسِ خمسہ دیئے ہاتھ پاؤں میں نے ہی دیئے اُن کو کس کام میں لایا ہے۔

[2] در قیام۔ نماز میں قیام کی حالت میں جب یہ سوالات سنتا ہے تو رکوع میں جاتا گویا شرمندگی سے جھک جاتا ہے۔ ایستادن۔ اب اس میں اتنی سکت نہیں رہتی کہ کھڑا رہ سکے تو شرمندہ ہو کر جھک کر تسبیح پڑھنے لگتا ہے۔

[3] باز فرماں۔ پھر گویا اس کو اللہ کا حکم ہوتا ہے کہ سر اٹھا اور جواب دے تو وہ قومہ میں کھڑا ہو جاتا ہے اور پھر شرمندگی سے سجدہ میں گر پڑتا ہے۔ باز فرماں۔ پھر سجدہ کی حالت میں اُس کو سر اُٹھانے کا حکم ہوتا ہے وہ سجدہ سے سر اٹھا لیتا ہے لیکن شرمندگی سے پھر دوسرے سجدہ میں گر پڑتا ہے۔

بازؔ گوید سر برآرد باز گو — کہ بخواہم جُست از تو مُو بمُو
پھر اللہ (تعالےٰ) فرماتا ہے سَر اُٹھا اور بتا — میں تجھ سے ذرہ ذرہ کی جستجو کروں گا

قوتِ یا ایستادن نبودش — کہ خطاب ہیبتے بر جاں زدش
اُس میں کھڑے رہنے کی طاقت نہیں ہوتی ہے — کیونکہ ہیبتناک خطاب نے اُس کی جان پر حملہ کیا ہے

پس نشیند قعدہ زاں بارِ گراں — حضرتش گوید سُخن گو بابیاں
اُس بھاری بوجھ کی وجہ سے وہ قعدہ میں بیٹھ جاتا ہے — اللہ (تعالےٰ) اُس سے فرماتا ہے مفصل بات کہہ

نعمتت دادم بگو شکرت چہ بُود — دادمت سرمایہ ہیں بنمائے سود
میں نے تجھے نعمتیں دیں بتا تیرا شکریہ کیا تھا؟ — میں نے تجھے سرمایہ دیا اُس کا نفع دکھا؟

چوں نہ سرمایہ بُود اُورا نہ سُود — شافعے خواہد کہ گوید عذر زود
چونکہ اُس کے پاس نہ سرمایہ ہوتا ہے نہ نفع — (اسلئے) وہ سفارشی چاہتا ہے تاکہ جلدی عذر خواہی کر دے

بیانِ اشارتِ سلام سُوئے دست راست در قیامت از ہیبت محاسبہ حق تعالےٰ و از انبیاء استعانت و شفاعت خواستن

اللہ تعالےٰ کے محاسبہ کی ہیبت کی وجہ سے داہنی جانب سلام کا اشارہ اور انبیاء سے مدد اور شفاعت چاہنے کا بیان

رُو بدستِ راست آرد در سلام — سُوئے جانِ انبیاء و آں کرام
سلام میں داہنی جانب کو رُخ کرتا ہے — انبیاء اور بزرگوں کی روح کی جانب

انبیاء را اُو سلامی می کند — استعانت را طلب کردن مدد
وہ انبیاء کو سلام کرتا ہے — استعانت اور مدد طلب کرنے کیلئے

یعنی اے شاہاں شفاعت کایں لئیم — سخت در گِل ماندہ اش پائے و گلیم
یعنی اے شاہو! (شفاعت کرو) کیونکہ یہ کمینہ — اُس کا پاؤں اور کملی دلدل میں پھنسی ہے

انبیاء گویند روزِ چارہ رفت — چارہ آنجا بُود و دست افزارِ رفت
انبیاء کہیں گے تدبیر کا وقت جاتا رہا — تدبیر اور کافی سامان وہاں (دنیا میں تھا)

مُرغِ بیوقتی تو اے بدبخت رَو — ترکِ ما گو خونِ ما اندر مشو
تو مرغِ بے ہنگام ہے اے بدبخت! چلا جا — ہمیں معاف کر ہماری جان کے درپے نہ ہو

رُو بگرداند بسُوئے دستِ چپ — در تبار و خویش گویندش کہ خب
وہ بائیں جانب رُخ کرتا ہے — خاندان اور اپنوں میں سے اُس سے کہتے ہیں کہ
مفقد

۱ؔ بازگوید۔ دوسرے سجدہ میں پھر اُس کو حکم ملتا ہے کہ سَر اُٹھا اور جواب دے تو اُس میں اتنی طاقت نہیں رہتی کہ وہ کھڑا ہو سکے لہٰذا قعدہ میں بیٹھ جاتا ہے — نعمتت۔ قعدہ کی حالت میں گویا اللہ تعالےٰ اُس سے فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے نعمتوں کا سرمایہ دیا تھا اُس سرمایہ کا نفع دکھا کہاں ہے۔ چوں نہ سرمایہ۔ اب وہ دیکھتا ہے کہ نہ اُس کے پاس سرمایہ ہی ہے نہ نفع تو گھبرا کر سفارش کرنے والے کی تلاش شروع کر دیتا ہے

۲ؔ بیان۔ یعنی اب وہ داہنی جانب سلام کرتا ہے تو گویا انبیاء اور کراماً کاتبین سے اپنی سفارش کی استدعا کرتا ہے

۳ؔ یعنی۔ دائیں جانب سلام کرنے سے گویا اُس کا مدعا انبیاء سے سفارش چاہنا ہے۔ انبیاء۔ انبیاء اُس کو جواب دینگے وقت نکل گیا اب کوئی تدبیر نہیں ہے اس وقت بے موقع چیخ اور پکار ہے رُو بگرداند۔ اب وہ گویا مایوس ہو کر بائیں جانب سلام کرکے اپنے رشتہ داروں سے مدد کا خواہاں ہوتا ہے

ہینؔ[1] جواب خویش گو با کردگار | ما کرایم اے خواجہ دست از ما بدار
خبردار! اپنا جواب اللہ (تعالیٰ) کو دے | ہم کون ہوتے ہیں؟ اے جناب ہمیں معاف کیجئے

نے ازیں سُو نے ازاں سُو چارہ شُد | جانِ آں بیچارہ دلِ صد پارہ شُد
(جب) نہ ادھر سے نہ اُدھر سے کوئی تدبیر ہوئی | اُس بے چارے کی جان سو ٹکڑوں والا دل بنی

از ہمہ نومید شُد مسکیں کیا | پس برآرد ہر دو دست اندر دُعا
وہ بھلا مسکین ہر طرف سے مایوس ہوگیا | تو دعا میں دونوں ہاتھ اُٹھاتا ہے

کز ہمہ نومید گشتم اے خدا | اوّل و آخر توئی و مُنتہا
کہ اے خدا! میں سب سے مایوس ہوگیا ہوں | اوّل اور آخر تو ہی ہے، اور (تو ہی) منتہا ہے

ہست امیدے کہ عنایت دَر رسد | گر دد اُو ایمن ز حبلِ مِن مَسَد
(اب) اُمید ہے کہ مہربانی ہو جائے | وہ مُونجھ کی رسّی سے محفوظ ہو جائے

در نماز ایں خوش اشارتہا ببیں | تا بدانی کایں بخواہد شد یقیں
نماز میں اِن اچھے اشاروں کو سمجھ لے | تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ یہ یقیناً ہوگا

معنیِٔ[2] تسلیم ایں اے مُقتدی | کہ توئی حق ہادی و ما مُہتدی
اے مقتدی! اطاعت کے یہی معنیٰ ہیں | کہ اے، اللہ تو ہی ہدایت دینے والا ہے اور ہم ہدایت پانے والے

ہر چہ فرمائی تو مُنقادیم ما | با قضائے[3] جُرم گو شادیم ما
تو جو حکم دے ہم تابعدار ہیں | کہہ دے، جُرم کی سزا پر ہم راضی ہیں

بچہ بیروں آر از بیضہ نماز | سَر مزن چوں مُرغ بے تعظیم و ساز
نماز کے انڈے سے، بچہ باہر نکال | بغیر تعظیم اور ادب کے مُرغ کی طرح ٹھونگیں نہ مار

شنیدنِ آں دقوقیؒ در نماز افغانِ اہلِ کشتی را در غرق شدن

نماز کی حالت میں دقوقیؒ کا کشتی والوں کی ڈوبنے میں فریاد سننا

آں دقوقیؒ در امامت کرد ساز | اندر آں ساحل در آمد در نماز
دقوقیؒ نے امامت شروع کر دی | اُسی ساحل پر اُنھوں نے نماز شروع کی

واں جماعت در پئے اُو در قیام | اینت زیبا قوم و بگزیدہ اِمام
وہ جماعت اُن کے پیچھے قیام میں (تھی) | زہے! اچھی قوم اور برگزیدہ امام

ناگہاں چشمش سوئے دریا فتاد | چوں شنید از سوئے دریا داد داد
اچانک اُن کی نگاہ دریا کی جانب پڑی | جب دریا کی جانب سے انھوں نے فریاد فریاد سُنا

[1] ہین۔ رشتہ دار بھی اُس کو مایوس کر دیتے ہیں نے ازیں سُو۔ جب وہ دونوں جانبوں سے مایوس ہو جاتا ہے تو اب دل شکستہ ہو کر دربارِ خداوندی میں دستِ دعا دراز کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ سب جگہ سے مایوس ہو کر تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ ہست۔ جب وہ اللہ سے دعا کرتا ہے تو اُمید پڑتی ہے کہ خدا اُس پر رحم کردے اور اُس کی گلو خلاصی ہو جائے۔

[2] معنیِٔ تسلیم۔ اوپر کے اشعار میں نماز کے جو اشارے ہیں وہ تو ہر نمازی کیلئے ہیں اب جماعت میں مقتدی بننے کا اشارہ یہ سمجھو کہ وہ امام کے حرکات اور سکنات پر سرِ تسلیم خم کرتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کی ہر ہدایت پر عمل پیرا ہونے کا اشارہ ہے۔

[3] با قضائے جرم۔ یہاں تک کہ وہ اپنی خطاؤں کی سزا پر اظہارِ رضا کرتا ہے۔ بچہ۔ ہم نے نماز کے ارکان کے جو اشارے سمجھائے اُن سے نتیجہ نکال لے اور نماز میں محض ٹھونگے نہ مار۔ ساحل۔ سمندر کا کنارہ۔ اینت۔ زہے یعنی مقتدی بھی بہترین تھے اور امام بھی۔ داد داد۔ یعنی کشتی والوں کی فریاد۔

در میانِ موج دید اُو کشتیے — در قضا و در بلا و زِشتیے
اُنھوں نے موجوں میں ایک کشتی دیکھی — قضا میں، اور بلا میں، اور تباہی میں

ہم شب و ہم ابر و ہم موجِ عظیم — آن سہ تاریکی و از غرقاب بیم
رات بھی، اور ابر بھی، اور بڑی موج بھی — تین اندھیریاں اور ڈوبنے کا ڈر

تند بادے ہمچو عزرائیل خاست — موجہا آشوفت اندر چپ و راست
مَلکُ الموت کی طرح تیز ہوا اُٹھی — (جس نے) دائیں اور بائیں موجیں پھیلا دیں

اہلِ کشتی از مہابت کاستہ[1] — نعرہ و واویلہا برخاستہ
کشتی والے خوف سے سکڑے ہوئے — نعرے اور واویلا بلند کئے ہوئے

دستہا در نوحہ بر سر میزدند — کافر و مُلحد ہمہ مُخلِص شُدند
رونے میں ہاتھ سر پر مار رہے تھے — کافر اور بددین سب مُخلِص ہو گئے تھے

با خدا[2] با صد تضرُّع آں زماں — عہدہا و نذرہا کردہ بجاں
اُس وقت سینکڑوں عاجزیوں سے خدا سے — دل و جان سے عہد اور مَنّتیں مانتے تھے

سر برہنہ در سجود آنہا کہ ہیچ — روئے شاں قبلہ ندید از پیچ پیچ
ننگے سر، سجدہ میں وہ لوگ بھی، کہ کبھی — اُنکے مُنہ نے قبلہ نہ دیکھا تھا اینچ پینچ کی وجہ سے

گفتہ کہ بیفائدست ایں بندگی — آں زماں دیدہ دراں صد زندگی
(پہلے) وہ کہتے تھے، یہ عبادت بیکار ہے — اُس وقت اُس میں سینکڑوں زندگیاں دیکھتے تھے

از ہمہ امید ببریدہ تمام — دوستان و خال و عمّ و باب و مام
سب، سب سے اُمید منقطع کر چکے تھے — دوستوں اور ماموں اور چچا اور باپ اور ماں سے

زاہد[3] و فاسق شُد آں دم مُتّقی — ہمچو در ہنگامِ جاں کندن شقی
زاہد اور بدکار اُس وقت مُتّقی ہو گئے تھے — جیسا کہ بدبخت، نزع کی حالت میں

نے ز چپ شاں چارہ بود و نے ز راست — حیلہا چوں مُرد ہنگامِ دُعاست
اُنکے لئے نہ دائیں سے کوئی تدبیر تھی نہ بائیں سے — تدبیریں جب فنا ہوں، دعا کا وقت ہے

در دُعا ایشان و در زاری و آہ — بر فلک زِ ایشاں شدہ دُود سیاہ
وہ عاجزی اور آہ اور دعا میں معروف تھے — اُنکی (آہوں کا) کالا دُھواں آسمان پر پہنچ گیا تھا

دیو آں دم از عداوت بَین بَین — بانگ زد کاے سگ پرستاں علتین
شیطان اُس وقت عداوت کی وجہ سے پریشان تھا — پکارا کہ اے کتے کے پرستارو! دُہرا نقصان ہے

---

[1] کاستہ۔ یعنی دبے بھیچے ہوئے۔ کافر و مُلحد مشہور ہے۔ ع۔ جب دُنیا پنج بُتوں نے تو خدا یاد آیا قرآن نے بھی کہا ہے کہ ایسی حالت میں سب مُخلِص بنجاتے ہیں۔

[2] با خدا۔ گرداب میں پھنس کر سب کشتی سوار مُخلِص بنجاتے ہیں اور خدا سے دعا مانگنے لگتے ہیں۔ قبلہ ندید جن لوگوں نے تمام عمر بھی سجدہ نہ کیا ہو وہ سجدے کرنے لگتے ہیں۔ گفتہ۔ تمام عمر عبادت کو بیکار بتاتے رہے تھے۔ دوستاں۔ دنیا کے تمام وسیلے ختم ہوجاتے ہیں تو خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

[3] زاہد۔ نزع کے وقت فرعون بھی ایمان لانے لگا تھا حیلہا۔ انسان کی فطرت ہے کہ سب تدبیریں ختم ہوجانے کے بعد خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔ دود سیاہ۔ اُنکی آہوں کا کالا دھواں۔ دیو۔ بدکار جوں کہ شیطان کے پرستار ہیں جب وہ پریشانی کے وقت اللہ کو یاد کرتے ہیں تو شیطان گھبراتا ہے اور اُن کو پکار کر کہتا ہے اللہ کی طرف رجوع نہ کرو ورنہ دو خرابیوں میں مُبتلا ہو جاؤ گے توبہ کے بعد بدعہدی اور گناہ۔ بین بین۔ یعنی تذبذب بعض نسخوں میں تیز بین یعنی شیطان اُن کو گھور رہا تھا۔

مرگ و جسک[1] اے اہل انکار و نفاق — عاقبت خواہد بُدن ایں اتفاق
اے انکار اور نفاق والو! موت، اور درد — انجام کار اِس کا اتفاق ضرور ہوگا

چشم تاں تر باشد از بعدِ خلاص — کہ شوید از بہر شہوت دیو خاص
خلاصی کے بعد (کیا) تمہاری آنکھ نم ہوگی؟ — کیونکہ شہوت پرستی کی وجہ سے تم خاص شیطان بن جاؤ گے

یادتاں ناید کہ روزے در خطر — دستِ تاں بگرفت یزداں از قدر
تمہیں یاد (بھی) نہ آئے گا کہ خطرے کے دن — قدرت سے خدا نے تمہاری دستگیری کی ہے

ایں ہمی آمد ندا از دیو لیک — ایں سخن را نشنود جز گوشِ نیک
شیطان کی یہ آواز آرہی تھی، لیکن — اِس کو نیک کان کے علاوہ کوئی نہیں سُن رہا تھا

راست[2] فرمودست با ما مصطفیٰؐ — قطب و شاہنشاہ و دریائے صفا
ہم سے مصطفیٰؐ نے سچ فرمایا ہے — جو قطب اور شہنشاہ اور صفا کے دریا ہیں

کانچہ جاہل دید خواہد عاقبت — عاقل آں بیند ز اوّل مرتبت
کہ نادان جو کچھ انجام پر دیکھے گا — عقلمند اُس کو پہلے مرتبہ میں دیکھ لیتا ہے

کارہا ز آغاز گر غیب ست و سِر — عاقل اوّل دید و آخر آن مُصِر
کام (کا انجام) اگرچہ شروع میں پوشیدہ اور راز ہے — عقلمند نے شروع میں دیکھ لیا اور جہالت پر مُصِر

اوّلش پوشیدہ باشد و آخراں — عاقل و جاہل ببیند در عیاں
اُسکے شروع (میں انجام) پوشیدہ ہوتا ہے، اُسکو آخر میں — عقلمند اور نادان آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے

گر نہ بینی واقعہ غیب اے عنود — حزم را سیلاب کے اندر ربود
اے سرکش! اگر تو غیب کے واقعات نہیں دیکھتا ہے — (تو) احتیاط کو سیلاب کب بہالے گیا ہے؟

تصوّراتِ مردِ حازم

محتاط انسان کے خیالات

حزم[3] چہ بود بدگمانی در جہاں — دمبدم دیدن بلائے ناگہاں
احتیاط کیا ہوتی ہے، دنیا میں بدگمانی — لمحہ بہ لمحہ ناگہانی بلا دیکھنا

آنچنانکہ ناگہاں شیرے رسید — مرد را بر بود و در بیشہ کشید
اِس طرح کہ اچانک ایک شیر آیا — اُسنے ایک شخص کو پکڑا اور کچھار میں کھینچ لے گیا

او چہ اندیشد دراں بردن ببیں — تو ہماں اندیش اے استادِ دیں
اُس لے جانے میں وہ کیا سوچتا ہے، غور کر — اے دین کے اُستاد، تو بھی وہی سوچ

---

[1] جسک: جیم کے نقطے کے ساتھ، درد، رنج چشم تاں۔ یعنی نجات پانے کے بعد تم کبھی روؤ گے اور نہ یہ یاد کرو گے کہ خدا نے تمہاری دستگیری کی تھی۔ نشنود۔ یعنی صرف نیک لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ شیطانی آواز محض نیکی سے روکنے کیلئے ہے۔

[2] راست۔ اِس واقعہ سے آنحضورؐ کے قول کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ جاہل کو جو کچھ انجام کار میں کرنا پڑتا ہے وہ عقلمند ابتداء کار میں کر گزرتا ہے کشتی نشین نشّاق نے بالآخر وہی گریہ و زاری کی جو اولیاء اللہ ابتداء میں کر لیتے ہیں۔ کانچہ۔ مشہور ہے۔ آنچہ دانا کند کند ناداں لیک بعد از خرابی بسیار مُصِر۔ اپنی جہالت پر مُصِر۔ گر نہ بینی۔ اگر ایک عام آدمی غیبی پیش آنے والی بات کو نہیں دیکھ پاتا تو حزم اور احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ مصائب میں پھنسنے سے ڈرتا ہے اور توبہ و استغفار کرتا ہے۔

[3] حزم۔ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کبھی مطمئن نہ ہو اور ہر وقت بلائے ناگہانی سے بچنے کی تدبیر کرتا رہے۔ آنچنانکہ۔ حزم کے معنی اِس مثال سے سمجھو کہ مثلاً ایک آدمی جس کو شیر چپٹ گیا ہے جو وہ اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچتا ہے تم شیر کے حملہ سے پہلے ہی وہ سوچ لو۔

می کشد[51] شیرِ قضا در بیشہا — جانِ ما مشغولِ کار و پیشہا

قضا کا شیر کچھاروں میں گھسیٹ کر لیجا رہا ہے — ہماری جان، کام اور پیشوں میں لگی ہے

آنچناں کز فقر می ترسند خلق — زیرِ آبِ شور رفتہ تا بہ حلق

جس طرح لوگ فقر سے ڈرتے ہیں — (گویا کہ) کھارے پانی میں گلے تک ڈوبے ہوئے ہیں

گر بترسندے ازاں فقر آفریں — گنجہاشاں کشف گشتے در زمیں

اگر وہ فقر کے پیدا کرنے والے سے ڈرتے — (تو) زمین میں (گڑے ہوئے) خزانے اُن پر منکشف ہو جاتے

جملۂ شاں از خوفِ غم در عینِ غم — در پئے ہستی فتادہ در عدم

وہ سب غم کے ڈر سے بعینہٖ غم میں (مبتلا) ہیں — ہستی کی تلاش میں عدم میں پھنسے ہیں

دُعا و شفاعت دقوقیؒ در خلاصِ آں کشتی

اس کشتی کی نجات کیلئے دقوقیؒ کی دعا اور سفارش

چوں دقوقیؒ آں[52] قیامت را بدید — رحمِ اُو جوشید و اشکِ اُو دوید

دقوقیؒ نے جب اس قیامت کو دیکھا — ان کا رحم جوش میں آیا اور اُن کے آنسو بہہ پڑے

گفت یارب منگر اندر فعلِ شاں — دستِ شاں گیر اے شہِ نیکو نشاں

فرمایا اے خدا! اِن کے اعمال کو نہ دیکھ — اے شاہِ نیک نشان! اِن کی دست گیری فرما

خوش سلامت شاں بساحل باز بر — اے رسیدہ دستِ تو در بحر و بر

انہیں بہترین سلامتی کے ساتھ ساحل پر لوٹا دے — اے (وہ ذات) کہ تیرا دستِ (قدرت) بحر و بر پر ہے

اے کریم و اے رحیمِ سرمدی — در گذار از بدسگالاں ایں بدی

اے کریم اور اے ابدی رحم کرنے والے — بدعقیدہ لوگوں کی اس بدی سے درگزر کر

اے[53] بدادہ رائیگاں صد چشم و گوش — نے ز رشوت بخش کردہ عقل و ہوش

اے وہ کہ جس نے سینکڑوں آنکھیں اور کان مفت دیئے ہیں — عقل و ہوش بھی، رشوت سے نہیں بخشے ہیں

پیش ز استحقاق بخشیدہ عطا — دیدہ از ما جملہ کفران و خطا

مستحق ہونے سے پہلے ہی بخشش کی — ہم سب کی نافرمانی اور خطا کو دیکھتے ہوئے

اے عظیم از ما گناہانِ عظیم — تو توانی عفو کردن در حریم

اے بزرگ! ہمارے بڑے گناہوں کو — حرم میں تو (ہی) معاف کر سکتا ہے

ما ز آز و حرص خود را سوختیم — ویں دعا را ہم ز تو آموختیم

ہم نے حرص و ہوس میں اپنے آپکو جلا ڈالا ہے — یہ دعا بھی ہم نے تجھ (ہی) سے سیکھی ہے

[51] می کشد لیکن ہم غفلت برتتے ہیں اور شیرِ قضا سے نجات کی تدبیر نہیں کرتے۔ آنچناں۔ لوگ فقر سے ڈرتے ہیں اور اس قدر اسکے خوف میں مبتلا ہیں جیسا کہ سمندر میں ڈوبتا ہوا خوف میں مبتلا ہوتا ہے اگر فقر پیدا کرنیوالے خدا سے اس طرح ڈریں تو اُنپر زمین کے خزانے منکشف ہو جائیں اور فقر کا کوئی احتمال بھی باقی نہ رہے۔ جملۂ شاں۔ انسانوں کی یہ بے عقلی ہے کہ موہوم غم کی بنا پر عین غم میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور محض فقر کے غم کی وجہ سے اپنے اوپر غم طاری کر لیتے ہیں۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص زندگی کی تلاش میں اپنے اوپر موت طاری کر لے۔

[52] آں قیامت یعنی کشتی کے ڈوبنے کے ہولناک نشان۔ یعنی کشتی میں سوار گنہگار۔ ساحل۔ سمندر کا کنارہ۔ بحر و بر۔ خشکی اور تری۔ سرمدی۔ ابدی۔ بدسگال۔ بدعقیدہ۔

[53] اے بدادہ۔ اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی حواس مفت عنایت فرمائے ہیں۔ جریم بجرم و خطا۔ ویں دعا۔ اپنی خطاؤں پر ہمارا دعا مانگنا بھی تیری تعلیم و عطا ہے۔

حُرمت آں کہ دُعا آموختی
اِس کے طفیل کہ تو نے دُعا سکھائی ہے

درچنیں ظلمت[1] چراغ افروختی
ایسی تاریکی میں چراغ روشن کر دیا ہے

دستگیر و رہنما توفیق دہ
دستگیری فرما، اور رہنمائی عطا فرما

جُرم بخش و عفو کن بکُشا گرہ
خطا بخشدے، اور معاف کردے اور گرہ کھولدے

ہمچنیں می رفت بر لفظش دُعا
دعا اُن کے الفاظ میں اِس طرح جاری تھی

آں زماں چوں مادرانِ باوفا
اُس وقت جیسا کہ باوفا ماؤں (کے الفاظ میں)

اشک می رفت از دو چشمش و آں دُعا
اُن کی دونوں آنکھوں کے آنسو جاری تھے، اور وہ دعا

بیخود از وے می بر آمد بر سما
بے خودی میں اُن سے آسمان پر پہنچ رہی تھی

آں دُعائے بیخوداں خود دیگر ست
بیخودوں کی دعا دوسری (ہی چیز) ہے

آں دُعا زو نیست گفتِ داور ست
وہ دعا اُن کی نہیں ہے، خدا کی بات ہے

آں دُعا حق میکند چوں او فناست
جبکہ وہ (بیخود مقام) فنا میں تھے وہ دعا اللہ کرتا ہے

آں دعا و آں اِجابت از خداست
وہ دعا اور وہ قبولیت خدا کی جانب سے ہے

واسطہ[2] مخلوق نے اندر میان
درمیان میں مخلوق کا واسطہ نہیں ہے

بیخبر زاں لابہ کردن جسم و جان
اُس خوشامد سے جسم و جان بے خبر ہوتے ہیں

بندگانِ حق رحیم و بُردبار
اللہ (تعالیٰ) کے رحیم اور بُردبار بندے

خوئے حق دارند در اِصلاحِ کار
معاملہ کی اِصلاح میں، اللہ (تعالیٰ) کی خُو اختیار کرلیتے ہیں

مہربان بے رشوتاں یاریگراں
مہربان، بغیر رشوت کے مددگار (ہوتے ہیں)

مُشفقان و مُستعان غمخوارگاں
مُشفق اور غمزدوں کے مددگار (ہوتے ہیں)

از ترحم[3] دستگیراں شافعاں
رحم کھانے کی وجہ سے دستگیر اور سفارشی (ہوتے ہیں)

در مقامِ سخت و در روزِ گراں
سخت جگہ اور بھاری دن میں

ہیں بجُو ایں قوم را اے مُبتلا
اے مصیبت زدہ! اِس قوم کو تلاش کرلے

ہیں غنیمت دار شاں پیش از بلا
خبردار! ابتلا ہونے سے پہلے ہی اُنکو غنیمت سمجھ

رست کشتی از دم آں پہلوان
اُس پہلوان کی دُعا سے کشتی نجات پاگئی

واہلِ کشتی را بجہدِ خود گماں
کشتی والوں کو اپنی کوشش کا گمان تھا

کہ مگر بازوئے ایشاں در حذر
کہ شاید بچاؤ میں انہی کی بازو نے

بر ہدف انداخت تیرے از قدر
صحیح اندازے سے نشانہ پر تیر چلایا ہے

---

[1] ظلمت۔ یعنی خطاکاری۔ چراغ۔ یعنی دُعا کی تعلیم۔ بیچین۔ جس طرح ماں بے چین ہو کر بچے کے لئے دعا کرتی ہے توقی کی یہی حالت تھی۔ بے خود۔ یعنی دعا میں ایسے معروف تھے کہ اُن کو اپنا ہوش نہ تھا۔ آں دعا۔ انسان بیخود ہو کر دعا کرتا ہے تو چونکہ وہ خود فنانی اللہ ہے اسلئے وہ دعا اُس کی طرف منسوب نہ ہوگی بلکہ خدا کی جانب سے ہوگی۔ اجابت۔ فانی کی دعا بھی اللہ کی جانب سے ہے اور اسکی قبولیت بھی اللہ کی جانب سے ہے۔

[2] واسطہ جبکہ دعا کرنے والا فانی ہے تو درمیان میں کوئی واسطہ نہیں ہے فانی کے جسم و جان کو دعا کا احساس بھی نہیں ہوتا ہے بندگان حق۔ خاصانِ خدا چونکہ خدائی خلق سے متصف ہوتے ہیں اور اُنکی حالت بھی یہی ہوجاتی ہے کہ رحمت حق بہانہ می جوید۔

[3] از ترحم۔ وہ محض اپنی صفت رحم کی وجہ سے سفارشی اور دستگیر بن جاتے ہیں۔ یعنی اولیاء اللہ سے دعا کا تعلق مصیبت میں مبتلا ہونے پر بھی اور مصیبت میں مبتلا ہونے سے پہلے بھی رکھنا چاہیئے۔ رست کشتی۔ کشتی دو تری کی دعا سے بچی اکشتی والے سمجھے کہ ان کی قوت بازو سے بھنور سے نکلی۔

پار[1] ہا ند رُوبہاں را در شکار — واں زِدُم دانند روباہاں غرار
شکار میں لومڑیوں کو، پاؤں بچاتے ہیں — وہ دھوکے میں مبتلا لومڑیاں دُم کی وجہ سے سمجھتی ہیں

عشقہا با دُم خود بازند کیں — می رہاند جانِ ما را از کمیں
وہ دُم سے محبت کرتی ہیں، کہ اُس نے — ہماری جان کو ہلاکت سے بچایا

از ضلالت بوسہا بر دُم دہند — رقص گیرند و ز شادی برجہند
نادانی سے دُم کو چومتی ہیں — ناچتی ہیں اور خوشی سے کودتی ہیں

رُوبہا پا را نگہدار از حجر — پا چو نبوَد دُم چہ سُود اے خیرہ سر
اے لومڑی! پتھر سے پاؤں کا بچاؤ کر — اگر پاؤں نہ ہو تو اے بیوقوف! دُم سے کیا فائدہ ہے

ما چو روباہیم پائے ما کرام — می رہاند ماں ز صد گوں انتقام
ہم لومڑی کی طرح ہیں، ہمارے پاؤں بزرگ ہیں — ہمیں سینکڑوں قسم کی سزا سے نجات دیتے ہیں

حیلۂ باریکِ ما چوں دُمِ ماست — عشقہا بازیم با دُم چپ و راست
ہماری نازک تدبیر ہماری دُم کی طرح ہے — ہم دائیں بائیں سے دُم سے عشق بازی کرتے ہیں

دُم بجنبانیم ز استدلال و مکر — تا کہ حیراں ماند از ما زید و بکر
ہم محبت بازی اور مکر کی دُم ہلاتے ہیں — تاکہ ہم سے زید اور بکر حیران ہو جائیں

طالبِ حیرانی خلقاں شدیم — دستِ طمع اندر اُلُوہیّت زدیم
ہم لوگوں کی حیرانی کے طلبگار بن گئے ہیں — ہم نے خدائی میں لالچ کا ہاتھ ڈالا ہے

تا[2] بافسوں مالکِ دلہا شویم — ایں نمی بینیم ما کاندر گویم
تاکہ فریب کے ذریعہ ہم دلوں کے مالک بن جائیں — ہم یہ نہیں دیکھتے، کہ ہم گڑھے میں ہیں

در گوی و در چہی اے قلتباں — دست وا دار از سبالِ دیگراں
اے بے غیرت: تو گڑھے اور کنوئیں میں ہے — دوسروں کی مونچھوں سے ہاتھ ہٹا

چوں بہ بُستانے رسی زیبا و خوش — بعد ازاں دامانِ خلقاں گیر و کش
جب تو کسی اچھے اور خوشنما باغ میں پہنچے — اس کے بعد لوگوں کا دامن پکڑ اور کھینچ

اے[3] مقیمِ حبسِ چار و پنج و شش — نغز جائے دیگراں را ہم بکش
اے چار اور پانچ اور چھ کے قید خانے میں مقیم — کیا اچھی جگہ ہے، دوسروں کو بھی کھینچ لے

---

[3] اے مقیم۔ جبکہ خود انسان چار عناصر اور پانچ حواس اور چھ جہتوں میں پھنسا ہوا ہے یعنی اُس کی پہنچ صرف سفلیات تک ہے اور علویات سے اُس کا کوئی علاقہ نہیں ہے تو دوسروں کو اس مقام کی دعوت دینا کونسی انسانیت ہے۔ نغز جائے۔ یہ بطور طنز کے فرمایا ہے۔

[1] پارہاند پا کی مثال یہ ہے کہ لومڑی شکاری کی گرفت سے اپنے پاؤں کے ذریعہ بچی لیکن وہ اپنی مکاری سے سمجھتی ہے کہ دُم کی وجہ سے بچی ہے۔ غرار۔ دھوکے میں مبتلا۔ کمین۔ شکاری کی گھات، مورچہ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جو نجات کا اصل ذریعہ ہے اُس کی حفاظت کر۔ خیرہ سر۔ بددماغ۔ کرام یعنی ہماری نجات کا ذریعہ بزرگانِ دین ہیں۔ حیلۂ باریک۔ یعنی ہم خود جو اپنی نجات کی تدبیریں کرتے ہیں اُن کی مثال لومڑی کی دُم کی سی ہے جس کو اُس نے باعث نجات سمجھا تھا۔ استدلال و مکر۔ یعنی ہم اپنے استدلال اور تدبیر کو ذریعہ نجات بتاتے ہیں۔ ایسی تقریریں کرتے ہیں جس سے لوگ حیران ہو جائیں۔ طالب۔ یعنی انسان اپنی تدابیر اور مکاری کا بیان کر کے لوگوں کو مرعوب کرنا چاہتا ہے اور گویا اُن کو مرعوب کر کے اپنی خدائی جتانا چاہتا ہے۔

[2] تابافسوں یعنی مکاری کے ذریعہ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرنا چاہتا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ خود عجز کے گڑھے میں گرا ہوا ہے۔ در گو۔ جبکہ خود گڑھے میں ہے تو دوسروں کو معتقد بنا کر کیوں گڑھے میں گراتا ہے۔ چوں۔ ہاں اگر تجھے خود کوئی اعلیٰ مقام حاصل ہے تو بیشک دوسروں کو معتقد بنا کر اُس مقام پر کھینچ لا۔

اے[۱] چو خر بندہ حریفِ کونِ خر — بوسہ گاہے یافتی ما را ببر

اے وہ کہ جو گدھے والے کی طرح گدھے کی مقعد کا یار ہے — تونے اچھی بوسہ گاہ پالی ہے، ہمیں بھی لے چل

چوں ندادت بندگیِ دوست دست — میلِ شاہی از کجایت خاستست

جبکہ دوست کی غلامی تیرے ہاتھ نہیں آئی ہے — تو تجھ میں شاہی کی تمنا کہاں سے آئی ہے؟

در ہوائے آنکہ گویندت زہے — بستہ در گردنِ جانت زہے

اس خواہش میں کہ لوگ تجھے واہ واہ کہیں — تونے اپنی گردن میں پھندا ڈالا ہے

رُوبہا ایں دُمِ حیلت را بہل — وقف کُن دل بر خداوندانِ دل

اے لومڑی! تو اس تدبیر کی دُم کو چھوڑ دے — دل والوں پر دل کو وقف کر دے

در[۲] پناہِ شیر کم ناید کباب — رُوبہا تو سوئے جیفہ کم شتاب

شیر کی پناہ میں کبابوں کی کمی نہیں ہوتی ہے — اے لومڑی! تو مُردار کی طرف نہ دوڑ

تو دلا منظورِ حق آنگہ شوی — کہ چو جُزوے سُوئے کُل خود روی

اے پیارے! تو اُس وقت اللہ (تعالیٰ) کا منظورِ نظر بنے گا — جبکہ تو جزو کی طرح اپنے کُل کی طرف چلا جائیگا

حق ہمی گوید نظرماں بر دل ست — نیست بر صورت کہ آں آب و گِل ست

اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے ہماری نظر دل پر ہے — صورت پر نہیں ہے، کیونکہ وہ تو پانی اور مٹی ہے

تو ہمی گوئی مرا دل نیز ہست — دل[۳] فرازِ عرش باشد نے بہ پست

تو کہتا ہے، میرے بھی دل ہے — دل عرش کی بلندی پر ہوتا ہے نہ کہ پستی میں

در گِلِ تیرہ یقیں ہم آب ہست — لیک ازاں آبت نشاید آبدست

کالی کیچڑ میں بھی یقیناً پانی ہے — لیکن اس پانی سے وضو (یا استنجا) مناسب نہیں ہے

زانکہ گر آب ست مغلوبِ گِل ست — پس دلِ خود را مگو کایں ہم دل ست

کیونکہ وہ اگرچہ پانی ہے (لیکن) مٹی سے مغلوب ہے — تو اپنے دل کو یہ نہ کہہ کہ وہ بھی دل ہے

آں دلے کز آسمانہا برتر ست — آں دلِ ابدال یا پیغمبر ست

وہ دل جو آسمانوں سے بھی بلند ہے — وہ ابدال کا دل، یا پیغمبر کا دل ہے

پاک گشتہ آں ز گِل صافی شدہ — در فزُونی آمدہ وافی شدہ

وہ پاک ہوگیا ہے مٹی سے صاف ہوگیا ہے — ترقی میں آکر، بھرپور ہوگیا ہے

---

[۱] اے چو۔ جب تک انسان عالمِ سفلی میں پھنسا ہے تو اُسکی مثال اُس گدھے والے کی سی ہے جو گدھے کے پیچھے پیچھے چلتا ہے اور اُسکو گدھے کی مقعد سے قرب رہتا ہے گدھے والا دوسروں کو گدھے کی مقعد کو بوسہ دینے کی دعوت دے تو کونسی اچھی بات ہے۔ بوسہ گاہے۔ یہ بھی بطور طنز کے کہا گیا ہے۔ زہے۔ پہلے مصرع میں بمعنی تعجب ہے، دوسرے مصرع میں زہ بمعنی کمان کا چلہ ہے جس کا ترجمہ ہم نے پھندے سے کیا ہے یعنی تانت کا پھندا۔

[۲] در پناہ۔ جو کچھ تو اپنی تدبیروں سے حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اولیاء کی دعاؤں سے بدرجۂ اولیٰ حاصل ہو جائیگا۔ جزوی یعنی تیرا دل ناقص ہے کُل یعنی اولیاء کا دل۔ حق ہمی گوید۔ بیشک، خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم دل پر نظر رکھتے ہیں، لیکن درامل تیرا دل ہی وہ نہیں ہے جو منظورِ نظر بن سکے۔

[۳] دل۔ بیشک دل میں یہی صفت ہے لیکن جبکہ حقیقتاً وہ دل ہو جو عالمِ مجردات کی چیز ہے اگر وہ آب و گِل میں مبتلا ہے تو پھر اُس میں اور صورت میں کوئی فرق نہیں ہے اور صورت منظورِ خدا نہیں ہے۔ در گِل۔ جو دل آب و گِل سے آلودہ ہے اُسکی مثال اُس پانی کی سی ہے جو کالی کیچڑ میں ہے تو یہ اگرچہ پانی ہے لیکن وہ پانی کی جگہ کام نہیں آسکتا، اِسی طرح آلودہ دل، دل نہیں ہے۔

زانکہ کیچڑ میں کا پانی حقیقی پانی نہیں ہے اِسی طرح آلودہ دل، دل نہیں ہے۔ آں دلے جس دل کے بارے میں یہ طے ہے کہ وہ آسمانوں سے بھی بالاتر ہے تو وہ اولیاء اور پیغمبروں کا دل ہے لہٰذا اپنے دل کو منظورِ خدا نہ سمجھ اور اولیاء سے جُڑ جا۔

ترکِ[1] گِل کردہ سوئے بحر آمدہ | رَستہ از زندانِ گِل بحرے شدہ
مٹی کو چھوڑ کر، سمندر کی طرف آگیا ہے | وہ مٹی کی قید سے آزاد ہو کر سمندر بن گیا ہے

آبِ ما محبوسِ گِل ماندست ہیں | بحرِ رحمت جذب کُن ما را زطیں
خبردار! ہمارا پانی مٹی میں پھنسا ہوا ہے | اے رحمت کے سمندر! ہمیں مٹی سے جوس لے

بحر گوید من ترا در خود کشم | لیک می لافی کہ من آبِ خوشم
سمندر کہتا ہے، میں تجھے کھینچ تو لوں | لیکن تو شیخی بگھارتا ہے کہ میں صاف پانی ہوں

لافِ تو محروم میدارد ترا | ترکِ آں پندار کُن در من درآ
تیری شیخی، تجھے محروم رکھتی ہے | اس غرور کو چھوڑ دے، میرے اندر آجا

آبِ گِل خواہد کہ در دریا رود | گِل گرفتہ پائے آب و می کشد
مٹی میں کا پانی چاہتا ہے کہ سمندر میں چلا جائے | مٹی پانی کا پاؤں پکڑتی ہے اور اسکو کھینچتی ہے

گر رہاند پائے خود از دستِ گِل | گِل بماند خشک و او شد مستقل
اگر وہ اپنا پاؤں مٹی سے چھڑا لے | مٹی خشک رہ جائے، وہ مستقل بن جائے

آں کشیدن[2] چیست از گِل آب را | جذبِ تو نُقل و شرابِ ناب را
مٹی کا پانی کو کھینچنا کیا ہے؟ | تیرا چبینا اور خالص شراب کو جذب کرنا

ہمچنیں ہر شہوتے اندر جہاں | خواہ مال و خواہ جاہ و خانماں
اسی طرح دنیا کی ہر شہوت | خواہ مال، اور خواہ مرتبہ، اور خواہ گھر اور مال

خواہ باغ و مرکب و تیغ و مجن | خواہ مُلک و خانہ و فرزند و زن
خواہ باغ، اور سواری، اور تلوار، اور ڈھال | خواہ سلطنت، اور گھر، اور اولاد، اور بیوی

ہر یکے زینہا ترا مستی کند | چوں نیابی آں خمارت میزند
ان میں سے ہر ایک چیز تجھے مدہوش کر دیتی ہے | جب تجھے وہ نہیں ملتی ہے تو تجھ میں اینٹھن پیدا کرتی ہے

ایں[3] خمارِ غم دلیلِ آں شُدست | کہ بداں مفقود مستی اَت بُدست
یہ غم کی اینٹھن، اس کی دلیل ہے | کہ اس گم شدہ سے تجھ میں مدہوشی تھی

جز باندازہ ضرورت زو مگیر | تا نہ گردد غالب و بر تو امیر
قدر ضرورت کے سوا اس کو نہ لے | تاکہ وہ تجھ پر غالب اور حاکم نہ بنے

سر کشیدی تو کہ من صاحبدلم | حاجتِ غیرے ندارم واصلم
تو نے اسلئے سرکشی کی کہ میں خود، صاحب دل ہوں | مجھے دوسرے کی ضرورت نہیں ہے میں (خدا) واصل بھی ہوں

[1] ترکِ گِل۔ اولیاء اور انبیاء کے دل عالمِ ناسوت کی آلودگی سے پاک ہیں۔ سوئے بحر یعنی بحرِ وحدت۔ آبِ ما۔ یہاں مولانا نے مناجات شروع کر دی ہے۔ زطین یعنی عالمِ ناسوت۔ بحر گوید۔ اولیاء عوام کے دل کو اپنی طرف کھینچ سکتے ہیں لیکن عوام کی نا اہلیت مانع بنتی ہے۔ آں پندار یعنی اپنے دل کی صفائی۔ آبِ گِل یعنی عوام کا دل اولیاء کے دل سے وابستگی کا خواہاں ہے لیکن عالمِ ناسوت کی لذتیں مانع بنتی ہیں۔ گر رہاند۔ دل کو مُصفّیٰ بنانے کا یہی طریقہ ہے کہ لذائذ دنیوی سے علیحدگی اختیار کر لی جائے۔

[2] آں کشیدن مٹی جو پانی کو اپنی طرف کھینچتی ہے اسکی وجہ عالمِ ناسوت کی لذتیں ہیں۔ ہمچنیں۔ صرف شراب کباب ہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر چیز دل کے مُصفّیٰ ہونے کے لئے مانع ہے۔ ہر یکے۔ دنیا کی ہر چیز انسان کو مدہوش بناتی ہے اور شراب کا کام کرتی ہے چنانچہ دنیا کی محبوب چیز حاصل نہ ہونے سے وہ اینٹھن پیدا ہوتی ہے جو شرابی کو شراب نہ ملنے سے ہوا کرتی ہے۔

[3] ایں خمار۔ لذائذِ دنیوی نہ حاصل ہونے سے بدن میں اینٹھن پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس لذت میں شراب کا سا اثر تھا۔ جز باندازہ۔ مناسب ہے کہ دنیا کی چیزوں کا بقدرِ ضرورت استعمال کیا جائے انکی کثرت نہ کی جائے۔ سر کشیدی۔ اولیاء سے وابستگی سے سرکشی محض اس بنیاد پر ہے کہ تو

آنچناںؔ[1] کہ آب در گِل سر کشد
(یہ) ایسا ہی ہے کہ پانی مٹی میں سرکشی کرے

کہ منم آب و چرا جویم مدد
کہ میں تو پانی ہوں، میں کیوں مدد چاہوں؟

دل تو ایں آلودہ را پنداشتی
تونے اِس گندے (دل) کو دل سمجھ لیا ہے

لاجرم دل زاہلِ دل بر داشتی
اسی لئے تو لامحالہ صاحبِ دل سے دل برداشتہ ہے

خود روا داری کہ آں دل باشد ایں
(کیا) تو خود مناسب سمجھتا ہے کہ یہ دل وہ دل ہے

کہ بود در عشقِ شیر و انگبیں
جو کہ دودھ اور شہد کے عشق میں (مبتلا) ہے

لطفِ شیر و انگبیں عکسِ دل ست
دودھ اور شہد کا لُطف دل (کے لُطف) کا عکس ہے

ہر خوشے را آں خوش از دل حاصل ست
ہر مزیدار چیز کی مزیداری دل سے حاصل ہوتی ہے

پسؔ[2] بود دل جوہر و عالم عرض
تو دل جوہر ہوتا ہے، اور عالم عرض

سایۂ دل چوں بود دل را غرض
دل کا سایہ، دل کا مقصد کیسے ہو سکتا ہے؟

آں دلے کو عاشقِ مال ست و جاہ
وہ دل جو مال اور مرتبہ کا عاشق ہے

یا زبونِ ایں گِل و آبِ سیاہ
یا اس مٹی اور سیاہ پانی سے مغلوب ہے

یا خیالاتے کہ در ظلمات اُو
یا اُن خیالات سے (مغلوب ہے) اندھیرے میں

می پرستد شاں برائے گفتگو
جنکو وہ پوجتا ہے (ایسا دل) محض کہنے کو دل ہے

دل نباشد غیرِ آں دریائے نور
دل، دریائے نور کا غیر نہیں ہوتا ہے

دل نظر گاہِ خدا و انگاہ کور
دل خدا کا مطمحِ نظر ہو، اور پھر اندھا ہو!

نے دل اندر صد ہزاراں خاص و عام
لاکھوں خاص اور عام انسانوں میں دل نہیں ہوتا ہے

در یکے باشد کدامست آں کدام
کسی ایک میں ہوتا ہے، وہ کون ہے کون؟

ریزۂ دل را بہل دل را بجو
دل کے ریزے کو چھوڑ، دل کو تلاش کر

تا شود آں ریزہ چوں کوہے ازو
تاکہ ریزہ اس کی وجہ سے پہاڑ بن جائے

دلؔ[3] محیط ست اندریں خطۂ وجود
اِس عالمِ وجود میں دل ایک سمندر ہے

زر ہمی افشاند از احسان و جود
احسان اور سخاوت سے چاندی بکھیرتا ہے

از سلامِ حق سلامتہا نثار
(اللہ تعالٰی) کی سلامتی سے سلامتیاں نچھاور

میکند بر اہلِ عالم ز اختیار
کرتا رہتا ہے دنیا والوں پر اپنے اختیار سے

---

[1] آنچناں۔ عالمِ ناسوت میں پھنسنے کے باوجود واصل ہونے کا دعویٰ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ کیچڑ کا پانی اپنے آپ کو خالص پانی سمجھے۔ خود روا داری تو خود انصاف کر یہ تیرا دل، دل کہلانے کے قابل ہے تیرا دل تو دنیاوی لذتوں کا عاشق ہے اور اس کو دودھ اور شہد سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ لُطف۔ حالانکہ دنیا کی ہر لذیذ چیز کی لذت دل کے تابع ہے اگر دل میں لذت ہے تو اس چیز میں لذت ہے ورنہ نہیں تو جو دل کسی چیز کی لذت سے لذت حاصل کرے وہ دل اصل نہیں ہے۔

[2] پس۔ جبکہ اصل دل کی لذت ہے اور دوسری چیزوں میں اس سے لذت پیدا ہوتی ہے تو دل جوہر ہے اور دنیا کی لذتیں ذاتی نہیں ہیں تو دل کا مقصود خود اس کی عطا کردہ چیز کیسے ہو سکتی ہے۔ آں دلے جو دل دنیا کی چیزوں کا عاشق ہو اور دنیا کی لذتوں اور اپنی غلط تمناؤں سے مغلوب ہو وہ برائے گفتن دل ہے۔ حقیقتاً دل نہیں ہے۔ کدام۔ حقیقی دل اولیاء کا دل ہے۔ ریزہ۔ تیرا دل، دل نہیں ہے دل کا ریزہ ہے اولیاء کا دل مکمل دل ہے اُنسے وابستگی کرے تیرا ریزہ پہاڑ بن بن جائے گا۔

[3] دل۔ یعنی اولیاء کا دل دنیا میں ایک سمندر ہوتا ہے جو لوگوں پر زرافشانی کرتا ہے۔ از سلام۔ اللہ کی جانب سے سلامتیاں اس کو عطا کر دی جاتی ہیں اور وہ اپنے اختیار سے دنیا والوں کو سلامتی تقسیم کرتا ہے۔

هرکرا[51] دامن دُرست ست و مُعَد — آں نثارِ دل برآنکس میرسد

جس کا دامن دُرست اور تیار ہے — دل کا وہ بکھاو اُس کو پہنچتا ہے

دامنِ تو آں نیاز ست و حضور — ہیں منِہ در دامن آں سنگِ فجور

تیرا دامن، نیاز مندی اور حاضری ہے — خبردار! دامن میں بدکاری کا پتھر نہ رکھ

تا ندرّد دامنت زاں سنگہا — تا بدانی نقد را از رنگہا

تاکہ اُن پتھروں سے تیرا دامن نہ پھٹے — خبردار! کھرے اور کھوٹوں کو سمجھ لینا

سنگ[52] پُر کردی تو دامن از جہاں — ہم ز سنگِ سیم و زر چوں کودکاں

تونے دنیا میں، دامن پتھروں سے بھر لیا — بچوں کی طرح چاندی اور سونے کے پتھروں سے

آں خیالِ سیم و زر چوں زر نبُود — دامنِ صدق ت درید و غم فزُود

یہ خیالی چاندی اور سونا چونکہ سونا نہ تھا — اُس نے تیرا سچائی کا دامن پھاڑ دیا اور غم بڑھا دیا

کے نماید کودکاں را سنگ سنگ — تا نگیرد عقل دامن شان بچنگ

بچوں کو پتھر، پتھر کب نظر آتا ہے؟ — جبتک عقل پنجہ سے اُن کا دامن نہ تھام لے

پیر[53] عقل آمد نہ آں موئے سفید — مُو نمی گنجد دریں بحث و اُمید

پیر، عقل ہوتی ہے نہ کہ وہ سفید بال — اِس بحث اور امید میں بالوں کی گنجائش نہیں ہے

انکار کردنِ آں جماعت بر دُعا و شفاعتِ دقوقی و ناپیدا شُدن در پردہ غیب و حیران شدنِ دقوقی رح کہ ایشاں بہوا رفتند یا بزمین پنہاں شدند

ان لوگوں کا دقوقی رح کی سفارش اور دعا سے انکار کرنا اور غیب کے پردے میں اُن کا غائب ہوجانا اور دقوقی رح کا حیران ہونا کہ وہ ہوا میں چلے گئے یا زمین میں چھپ گئے

چوں رہید آں کشتی و آمد بکام — شُد نمازِ آں جماعت ہم تمام

جب کشتی نجات پاگئی اور مقصد تک پہنچ گئی — اُن لوگوں کی نماز بھی پوری ہو گئی

فجفجے اُفتادشاں باہمدگر — کیں فضولی را کہ کرد از ما ز شر

ان میں آپس میں کھس پھس ہوئی — کہ شرارت کی وجہ سے یہ بیکار کام ہم میں سے کس نے کیا ہے؟

ہر یکے باہمدگر گفتند سر — از پسِ پشتِ دقوقی مُستتر

ہر ایک نے دوسرے سے آہستہ سے کہا — دقوقی رح کے پیٹھ پیچھے پوشیدہ طور پر

[51] ہرکرا۔ جو اپنا درست دامن پھیلائے گا اُس کے دامن میں وہ سونا آجائے گا۔ دامن۔ یہاں دامن سے کپڑے کا دامن مراد نہیں ہے بلکہ اولیاء کی جناب میں نیاز مندی اور حاضری مراد ہے۔ ہیں منہ۔ پہلے شعر میں درست دامن کہا تھا درستگی کا مطلب یہ ہے کہ فسق و فجور نہ کر۔ تا بدانی۔ لیکن عقیدت کا تعلق سمجھ کر کرنا چاہیئے۔

[52] سنگ۔ دنیادار اپنے دامن میں سونا چاندی بھرتا ہے یہ سونا اور چاندی بھی پتھر ہیں اور اُس دنیا دار کا کام طفلانہ ہے۔ زر نبُود۔ اِس سونے چاندی سے دامن چاک ہوتا ہے اور غم میں اضافہ ہوتا ہے۔ کے نماید۔ دنیا دار بھی پیر نابالغ ہے جسکو عقل نہیں ہے جس طرح بچے حقیقی پتھر دامن میں بھر کر دامن کو پھاڑ لیتے ہیں اور پتھر کو پتھر نہیں سمجھتے اِسی طرح دنیادار دنیا کی دولت سمیٹتا ہے جو کہ بے حقیقت پتھر کی طرح ہے۔

[53] پیر یعنی پیر بمعنی عقلمند تو وہ ہے جس میں عقل ہو۔ اگر محض بال سفید ہیں تو اُسکو پیر نہیں کہا جاسکتا۔ مو یعنی بزرگی اور پیری میں بالوں کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بکام۔ یعنی کشتی ساحل پر آگئی۔ فجفج۔ کھس پھس۔ فضولی۔ ایسا کام کرنا جس کا اُس کو اختیار نہ تھا، وہ شخص جو ایسا کام کرے یعنی دعا جسکی وجہ سے کشتی بھی بچ گئی

گفت ہر یک من نکردستم کنوں
ہر ایک نے کہا میں نے نہیں کی ہے، اب

گفت ما ناکایں امام ماز درد
کہا یقیناً ہمارے اس امام نے درد کی وجہ سے

گفت آں دیگر کہ اے یاران یقیں
دوسرے نے کہا اے دوستو! یقیناً

او فضولی بودہ است از انقباض
انقباض کی وجہ سے وہ فضول بنا ہے

چوں نگہ کردم سپس تا بنگرم
اس کے بعد جب میں نے نگاہ ڈالی کہ دیکھوں

یک ازیشاں را ندیدم در مقام
موقع پر میں نے انہیں سے ایک کو بھی نہ دیکھا

نے بچپ نے راست نے بالا نہ زیر
نہ بائیں، نہ دائیں، نہ اوپر، نہ نیچے

دُرہا بودند گوئی آب گشت
گویا موتی تھے، پانی بن گئے

در قباب حق شدند آں دم ہمہ
وہ سب اس وقت اللہ کے قبوں میں چلے گئے

در تحیر ماندم کایں قوم را
میں حیرانی میں پڑ گیا، کہ اس قوم کو

آنچناں پنہاں شدند از چشم او
وہ ان کی آنکھوں سے اس طرح چھپ گئے

سالہا در حسرت ایشاں بماند
وہ سالوں ان کی حسرت میں رہے

تو بگوئی مرد حق اندر نظر
تو کہے گا، مرد خدا، نگاہ میں

این دعا نے از بروں نے از دروں
یہ دعا، نہ بظاہر، نہ بباطن

بو الفضولانہ مناجاتے بکرد
فضولیوں کی طرح دعا کی ہے

مر مرا ہم می‌نماید اینچنیں
مجھے بھی ایسا ہی نظر آتا ہے

کرد بر مختار مطلق اعتراض
اس نے مختار مطلق پر اعتراض کیا ہے

کہ چہ میگویند ایں اہل کرم
یہ اہل کرم کیا کہہ رہے ہیں؟

رفتہ بودند از مقام خود تمام
اپنی جگہ سے سب جا چکے تھے

چشم تیز من نشد بر قوم چیر
(اس) قوم پر میری تیز نگاہ نے قابو نہ پایا

نے نشان پائے نے گرد بد دشت
نہ پاؤں کے نشان تھے نہ جنگل میں گرد تھی

در کدامیں روضہ رفتند آں رمہ
وہ جماعت کون سے باغ میں چلی گئی!

چوں بپوشانید حق بر چشم ما
اللہ (تعالیٰ) نے ہماری آنکھوں سے کیسے چھپا لیا؟

مثل غوطہ ماہیاں در آبجو
جیسے کہ مچھلیوں کا نہر کے پانی میں غوطہ

عمرہا در شوق ایشاں اشک راند
ایک عرصہ تک اُن کے شوق میں روتے رہے

کے در آرد با خدا ذکر بشر
خدا کے ساتھ انسان کی یاد کو کب لاتا ہے؟

لے ما نا۔ تحقیقاً۔ بو الفضول۔ وہ شخص جو غیر اختیاری کام کرے۔ مناجات۔ دعا۔ انقباض یعنی کشتی کے ڈوبنے سے اسکو دل گرفتگی پیدا ہوئی۔ اعتراض اللہ کے فعل کے خلاف دعا کرنا گویا اللہ پر اعتراض کرنا ہے۔

ل٢ چوں نگہ یعنی دقوقیؒ نے کہا۔ اہل کرم یعنی ہی مقتدی سے حیرت یعنی میں نے چاروں طرف دیکھا۔ انکو کہیں نہ پایا۔ آب گشت۔ یعنی موتی تھے جو دریا میں جاکر گم ہو گئے۔ گرد سے چلنے سے گرد اٹھتی ہے۔

ل٣ در قباب یعنی اللہ تعالیٰ کے قریب خیموں میں چلے گئے۔ آنچناں۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے یعنی وہ بزرگ دقوقیؒ کی آنکھوں سے اس طرح چھپ گئے جیسا کہ مچھلیاں غوطہ مار کر دریا میں چھپ جاتی ہیں۔ سالہا۔ دقوقیؒ ان کے دیدار کی حسرت میں سالوں روتے رہے۔ تو بگوئی۔ دقوقیؒ کے ان بزرگوں کے فراق میں رونے پر تو یہ اعتراض کریگا کہ دقوقیؒ جبکہ بزرگ تھے تو انسانوں کی یاد میں کیوں روتے تھے۔

خر ازیں می خُسپد اینجا اے فلاں — کہ بشر دیدی تو ایشاں را نہ جاں

اے فلاں! اِس مقام پر گدھا اِس لئے سوجاتا ہے — کہ تونے اُن کو بشر سمجھا، نہ کہ جان

کار ازیں ویراں شدست اے مردِ خام — کہ بشر دیدی مر ایشاں را چو عام

اے ناقص انسان! کام اِسی وجہ سے تباہ ہوا — کہ تونے اُنکو عام (انسانوں) جیسا بشر سمجھا

تو ہماں دیدی کہ ابلیسِ لعیں — گفت من از آتشم آدمؑ ز طیں

تونے وہی دیکھا، جو ملعون شیطان نے — کہا کہ میں آگ کا ہوں، آدمؑ مٹی کا ہے

چشمِ ابلیسانہ را یک دم بہ بند — چند بینی صورت آخر چند چند

شیطانی آنکھ کو فوراً بند کرلے — صورت کو کتنا دیکھے گا، آخر کتنا کتنا؟

اے دقوقیؒ با دو چشمِ ہمچو جُو — ہیں مبُر امید و ایشاں را بجُو

اے دقوقیؒ! نہر جیسی دو آنکھوں سے — خبردار مایوس نہ ہو، اور اُن کو تلاش کر

ہیں بجُو کہ رکنِ دولت جُستن ست — ہر گشادے در دل اندر بستن ست

خبردار! تلاش کر کیونکہ دولت کی اصل تلاش کرنا ہے — ہر کشادگی، دل بستگی کی وجہ سے ہے

از ہمہ کارِ جہاں پرداختہ — کُو و کُو می گو بجاں چوں فاختہ

دنیا کے ہر کام سے فارغ ہو کر — فاختہ کی طرح (دل و) جان سے کُو اور کُو کہتا رہ

نیک بنگر اندریں اے محتجب — کہ دعا را بست حق بر استجب

اے محجوب! اِس میں اچھی طرح غور کر — کہ اللہ نے اَستجب کو دعا سے وابستہ کیا ہے

ہر کرا دل پاک باشد ز اعتلال — آں دُعایش می رود تا ذوالجلال

بیماری سے جس کا دل پاک ہو گیا — اُس کی دعا اللہ تعالیٰ تک پہنچتی ہے

باز شرح کردنِ حکایتِ آں طالبِ روزیِ حلال بے کسب و رنج در عہدِ داؤد علیہ السلام و مستجاب شدنِ دُعائے اُو

حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں بغیر مشقت حلال روزی طلب کرنیوالے کی حکایت کی دوبارہ تشریح اور اُس کی دعا کا قبول ہونا

یادم آمد آں حکایت کاں فقیر — روز و شب میکرد افغان و نفیر

مجھے وہ قصہ یاد آیا، کہ وہ فقیر — دن، رات فریاد اور زاری کرتا تھا

وز خدا می خواست روزیِ حلال — بے شکار و کسب و رنج و انتقال

اور خدا سے حلال روزی مانگتا تھا — بغیر شکار اور کمائی اور تکلیف اور چلنے پھرنے کے

لے خر خسپیدن یعنی گدھے کا سونا یعنی غفلت اور غلطی ہونا کہ بشر یعنی معترض کی غلطی در غلطی یہ ہے کہ وہ اُن کو صرف بشر سمجھا حالانکہ جب وہ خاتی فی اللہ تھے تو خواص بشری سے مبّرا اور روح محض تھے۔

لے تو ہماں۔ ہر انسان کو محض بشر سمجھنا اور اُس کے باطنی فضائل کی طرف نظر نہ کرنا یہ شیطانی نظر ہے شیطان نے آدمؑ کی صورت ظاہری کو دیکھا اُن کے باطنی اوصاف پر نظر نہ کی۔ چند بینی۔ ظاہر بینی کو چھوڑ کر انسان کے باطن کو دیکھا کرو۔ اے دقوقیؒ مولانا فرماتے ہیں معترض کا اعتراض بالکل غلط ہے۔ اے دقوقی تم اس کی پرواہ نہ کرو اور اُن بزرگوں کے فراق میں خوب آنسو بہاؤ۔ ہیں بجو۔ تلاش اور جستجو ہر کشادگی کا سبب ہے کو و کو۔ فاختہ گویا اپنے محبوب کے بارے میں کہتی ہے کہاں ہے کہاں ہے۔

لے کہ دعا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اُدعُونِی اَستجب لکم مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا۔ ہر کرا۔ جو اِن نفسانی بیماریوں سے خالی ہوتا ہے تو اس کی دعا مقبول بارگاہ الٰہی تک پہنچتی ہے۔ انتقال یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا اچلنا پھرنا۔

پیش ازیں گفتیم بعض احوالِ او
اُس کے کچھ اُحوال میں نے پہلے بتا دیئے ہیں
لیک تعویق[1] آمد و شُد پنج تو
لیکن رکاوٹ آگئی اور پیچ گرِنی ہو گئی

ہم بگویمش کجا خواہد گریخت
میں تجھ سے وہ (قصہ) کہوں گا وہ کہاں بچے گا
چوں زابرِ فضلِ حق حکمت بریخت
جبکہ اللہ (تعالیٰ) کے فضل کے ابر سے دانائی ٹپک رہی تھی

صاحبِ گاوش بدید و گفت ہین
گائے والے نے اُس کو دیکھا اور کہا خبردار!
اے بظلمت گاوِ من گشتہ رہین
اے وہ کہ تیرے ظلم میں میری گائے پھنس گئی

ہیں چرا کُشتی بگو گاوِ مرا
خبردار! بتا تو نے میری گائے کیوں ماری
ابلہِ طرّار انصاف اندر آ
(اے) بیوقوف گٹھ کٹے انصاف میں آ

گفت من روزی ز حق میخواستم
اُس نے کہا میں اللہ (تعالیٰ) سے روزی مانگتا تھا
قبلہ[2] را از لابہ می آراستم
قبلہ کو آہ و زاری سے سجاتا تھا

سالہا بُود ست کارِ من دُعا
میرا کام سالوں دعا کرنا رہا ہے
تا کہ بفرستاد گاوے را خدا
یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ایک گائے بھیجدی

چوں بدیدم گاو را برخاستم
جب میں نے گائے دیکھی میں اٹھا
روزیِ من بُود کُشش می خواستم
میری روزی تھی جو میں مانگتا تھا

آں دعائے کُہنہ ام شد مستجاب
وہ میری پرانی دعا قبول ہو گئی
روزیِ من بُود کُشتم نک جواب
وہ میری روزی تھی میں نے اُسکو ذبح کر لیا یہ جواب ہے

رفتن ہر دو خصم پیشِ داؤد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

دونوں فریق کا حضرت داؤدؑ (ہمارے نبی اور اُن پر صلوٰۃ و سلام ہو) کے سامنے جانا

اُو ز[3] خشم آمد گریبانش گرفت
وہ غصہ میں آیا اُس کا گریبان پکڑا
چند مشتے زد بر رویش ناشگفت
بے تحاشا اُس کے منہ پر چند مُکّے مارے

می کشیدش تا بداؤدِ نبی
اُس کو داؤدؑ نبی کے پاس کھینچ کرلے گیا
کہ بیا اے ظالمِ گیج غبی
کہ آ، اے احمق بیوقوف ظالم!

حُجت بارد رہا کُن اے دغا
اے دغاباز! کج حجتی چھوڑ
عقل در تن آور و با خویش آ
اپنے جسم میں عقل پیدا کر اور ہوش میں آ

ایں چہ میگوئی دُعا چہ بُود مخند
یہ کیا کہتا ہے دعا کیا ہوتی ہے؟ مذاق نہ اُڑا
بر سر و ریشِ من و خویش اے لوند
اے بیباک! میرے اور اپنے سر اور داڑھی کا

---

[1] تعویق۔ رکاوٹ۔ جم۔ یعنی میں وہ قصہ ضرور سناؤنگا اس میں بہت سی حکمت کی باتیں ہیں۔ اے بظلمت یعنی جب گائے اس دعا کرنیوالے کے گھر میں گھس آئی اور اس نے اس کو پکڑ کر ذبح کر ڈالا تو مالک نے آکر کہا۔ طرار۔ جیب تراش۔

[2] قبلہ را۔ یعنی قبلہ رُخ ہو کر میں بہت رویا ہوں۔ کُشش۔ کا اس۔ مستجاب مقبول۔ ہر دو خصم۔ یعنی دعا کرنے والا اور گائے کا مالک۔

[3] او ز خشم۔ گائے کے مالک کو فقیر کے بیان پر غصہ آیا اس نے اس کا گریبان پکڑا اور منہ پر چند طمانچے مارے۔ گیج۔ احمق۔ دغا۔ دغا باز۔ حجت بارد بھونڈی دلیل یعنی ایسی دلیل جو دعوے کو ثابت نہ کر سکے۔ ایں چہ۔ کیا دعا کرنے سے کسی دوسرے کا مال حلال ہو جاتا ہے۔ لوند۔ وہ کے زبر اور واؤ کے زیر کے ساتھ، بیباک، وہ جو نہ اللہ سے شرمائے نہ مخلوق سے۔

گفت من با حق دُعاہا کردہ ام — اندریں لابہ بسے خوں خوردہ ام

اُس نے کہا میں نے اللہ سے بہت دُعائیں کی ہیں — اِس خوشامد میں اپنا بہت خون پیا ہے

من یقیں دانم دُعا شد مُستجابؒ — سر بزن بر سنگ اے مُنکر خطاب

میں یقینی (طور پر) جانتا ہوں دعا قبول ہوتی ہے — اے بدگو! پتھر پر سر مار

گفت گرد آئید ہاں اے مُسلمیں — ژاژ بینید و فشارِ ایں مہیں

اُس نے کہا اے مسلمانو! جمع ہو جاؤ — اِس ذلیل کی بکواس اور ہٹ دھرمی دیکھو

اے دغا تا چند خائی ژاژ را — حُجّتِ قاطع بگو چہ بُوَد دُعا

اے دغا باز! کتنی بکواس کرے گا! — فیصلہ کن دلیل لا، دعا کیا ہوتی ہے؟

اے مسلماناں دعا مالِ مرا — چوں ازآنِ اُو کُند بہرِ خدا

اے مسلمانو! دعا میرے مال کو — کیسے اُس کی ملکیت بنا دیگی؟ خدا کے لئے

گر چنیں بُودے ہمہ عالَم بدیں — یک دُعا املاک بُردندے بکیں

اگر ایسا ہوتا (تو) تمام لوگ اِسی — ایک دعا سے جبرًا جائدادیں مار لیتے

گر چنیں بُودے گدایانِ ضریر — مُحتشم گشتہ بُدندے و امیر

اگر ایسا ہو سکتا تو اندھے بھکاری — باحشمت اور امیر ہو جاتے

روز و شب اندر دُعا اند و ثنا — لابہ گویاں کہ توماں دہ اے خدا

(وہ) دن، رات دُعا اور تعریف میں — خوشامدانہ کہتے ہیں کہ اے خدا! تو ہمیں دے

تاؔ تو ندہی ہیچکس ندہد یقیں — اے کُشا ئندہ تو بکشا بندِ ایں

جب تک تو نہ دے گا یقیناً کوئی نہ دیگا — اے کھولنے والے! اِس بند کو کھول دے

مکسبِ کوراں بُوَد لابہ و دُعا — جز لبِ نانے نیابند از عطا

اندھوں کی کمائی کا ذریعہ خوشامد اور دعا ہے — وہ کوئی عطا روٹی کے ٹکڑے کے علاوہ نہیں پاتے ہیں

خلق گفتند ایں مسلماں راست گوست — ویں فروشندہ دُعاہا ظلم جوست

مسلمانوں نے کہا، یہ مسلمان سچ کہتا ہے — اور یہ دعا فروش ظالم ہے

ایںؔ دُعا کے باشد از اسبابِ مِلک — کے کشید ایں را شریعت خود بسِلک

یہ دعا ملکیت کے اسباب میں سے کب ہوتی ہے؟ — شریعت لڑی میں کب پروتی ہے؟

بیع و بخشش یا وصیت یا عطا — یا ز جنسِ ایں شود مِلکے ترا

فروخت، اور بخشش، یا وصیت، یا عطا — یا اِس جیسی (چیز) سے تیری ملکیت (کا سبب) ہو سکتی ہے

لؔہ مُستجاب۔ مقبول۔ فشار۔ گالی، بیہودہ بات۔ ژاژ۔ ایک کانٹے دار گھاس ہے۔ ژاژ خائیدن۔ بکواس کرنا۔ اے مسلماناں۔ گوئے والے نے مسلمانوں کے مجمع سے کہا اس کی دعا سے میرا مال اُس کا کیسے ہو گیا اگر چنیں۔ اگر دعا سے کوئی دوسروں کے مال کا مالک بنا کرتا تو دنیا دعا کر کے دوسروں کے مال کی مالک بن جایا کرتی۔ ضریر۔ اندھے فقیر دعا کر کے صاحب قسمت دولت بن جایا کرتے۔

لؔہ تا کہ۔ یعنی فقرا دعا میں یہ بھی کہتے ہیں کہ اے خدا جب تک تو نہ دیگا کوئی کچھ نہ دیگا تو ہی اِفلاس کے اِس بند کو کھول دے۔ مکسب۔ اندھے فقیروں کی کمائی کا ذریعہ دعا ہے جب انہیں کوئی روٹی کا ٹکڑا دیتا ہے۔ خلق۔ تمام لوگوں نے سلا تقریر سن کر کہا گائے والا سچ کہتا ہے اور یہ فقیر ظالم ہے۔

لؔہ ایں دعا۔ ایک انسان دوسرے انسان کی چیز کا مالک محض اللہ سے دعا کرنے سے نہیں ہو سکتا ہے۔ بیع۔ انسان مالک جب بنتا ہے، جب کوئی دوسرا اس کے ہاتھ اپنی چیز فروخت کر دے یا مفت دیدے یا وصیت کر دے کہ میرے مرنے کے بعد وہ مالک ہوگا۔ یا ز جنس اِس منقولہ وراثت۔

در کلامؔ این دفترست این شرعِ تو
تیری یہ شریعت کس کتاب میں (لکھی) ہے؟

گاو را تو باز دہ یا حبس رو
تو گائے واپس کر یا قید میں جا

اندر آ در حبس و در زندانِ اُو
قید اور اس کے جیل خانہ میں آ جا

ورنہ گاوش را بدہ حجت مگو
ورنہ اس کی گائے دیدے حجت (بازی) نہ کر

اُو بسوئے آسماں میکرد رُو
وہ آسمان کی طرف منہ اٹھاتا

کاے خداوندِ کریم لطف خُو
کہ اے کریم خدا، رحیم مزاج!

مَن دُعاہا کردہ ام زیں آرزو
میں نے اس تمنا سے دعائیں کیں

واقعہ ما را نداند غیرِ تو
ہمارے معاملہ کو تیرے سوا کوئی نہیں جانتا ہے

در دلِ من تو دُعا انداختی
تو نے میرے دل میں دعا ڈالی

صد اُمید اندر دلم افراختی
تو نے میرے دل میں سینکڑوں امیدیں ابھار دیں

منؔ نمیکردم گزافہ آں دُعا
میں وہ دعائیں خواہ مخواہ نہیں کرتا تھا

ہمچو یوسفؑ دیدہ بودم خوابہا
میں نے حضرت یوسفؑ کی طرح بہت خواب دیکھے

دید یوسفؑ آفتاب و اختراں
(حضرت) یوسفؑ نے سورج اور ستاروں کو دیکھا

پیشِ اُو سجدہ کناں چوں چاکراں
اپنے سامنے نوکروں کی طرح سجدہ کرتے ہوئے

اعتمادش بود بر خوابِ درست
ان کو سچے خواب پر بھروسہ تھا

در چہ و زنداں بجز آں رامی بجست
کنویں اور قید خانہ میں اس (خواب کی تعبیر) کے علاوہ کچھ نہ جستجو نہ کی

زاعتمادِ آں نبودش ہیچ غم
اس کے بھروسے ان کو کوئی غم نہ تھا

از غلامی و ز ملامِ بیش و کم
غلامی اور (لوگوں کی) کم و بیش ملامت سے

اعتمادے داشت اُو بر خوابِ خویش
وہ اپنے خواب پر بھروسہ کرتے تھے

کہ چو شمعے می فروزیدش زپیش
جو ان کے سامنے شمع کی طرح روشن تھا

چوں در افگندند یوسفؑ را بچاہ
جب انھوں نے یوسف کو کنویں میں گرا دیا

بانگؔ آمد سمعِ او را از الٰہ
انکے کان میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے آواز آئی

کہ تو روزے شہ شوی اے پہلوان
اے جوانمرد! تو ایک دن بادشاہ (یا) وزیر بنے گا

تا بمالی ایں جفا بر روئے شاں
یہاں تک کہ اس ظلم کو ان کے منہ پر مارے گا

قائلِ ایں بانگ نامد در نظر
یہ آواز دینے والا نظر نہ آیا

لیک دل بشناخت قائل را زاثر
لیکن دل نے علامت کے ذریعہ کہنے والے کو پہچان لیا

لہ در کدامین۔ یہ مسئلہ کونسی کتاب میں لکھا ہے کہ تو اللہ سے دعا کرے اور دوسرے کے مال کا مالک بن جائے۔ حبس۔ یہ غصب ہے جس کی سزا جیل خانہ ہے آؤ۔ اس فقیر نے لوگوں کی باتوں سے عاجز آکر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے مناجات شروع کر دی۔

لہ من نمیکردم یعنی میری دعا کا یہ اثر ہوا کہ میں نے خواب دیکھا کہ دعا ضرور قبول ہو گی۔ اور مجھے خواب پر ایسا ہی بھروسہ ہوا جیسا کہ حضرت یوسفؑ کو اپنے خواب پر رہا تھا۔ دید۔ حضرت یوسفؑ نے خواب میں دیکھا تھا کہ انکو سورج اور ستارے سجدہ کر رہے ہیں تو انکو اس کی تعبیر سے یقین ہو گیا تھا کہ وہ لامحالہ بادشاہ یا وزیر بنیں گے۔ در چہ۔ بھائیوں نے کنویں میں ڈالا زلیخا کی وجہ سے قید خانہ بھگتا لیکن ان کو اپنے خواب پر اعتماد تھا کہ ایک دن یقیناً بڑائی حاصل ہو گی لہٰذا یہ ساری تکالیف ان کی نگاہ میں ہیچ تھیں

لہ بانگ۔ قرآن میں ہے۔ وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ یعنی ہم نے یوسفؑ کو وحی بھیجی کہ تو ان بھائیوں کے کرتوتوں سے انکو خبردار کرے گا وہ سمجھ نہیں رہے ہیں۔ قائل۔ یعنی یہ وحی براہ راست آئی تھی انکے آثار سے یوسفؑ سمجھ گئے

قوّتے و راحتے و مسندے — درمیانِ جان فتادش زاں ندےٓ[51]
قوّت، اور راحت، اور سہارا — اس آواز سے ان کی جان میں پیدا ہو گیا

چاہ شد بر وے بداں بانگِ جلیل — گلشن و بزمے چو آتش بر خلیل
اُس عظیم آواز سے ان پر کنواں، بن گیا — گلشن اور محفل، جیسا کہ خلیل اللہ، پر آگ

ہر جفا کہ بعد ازانش می رسید — اُو بداں قوّت بشادی می کشید
اُس کے بعد جو ظلم ہوا — انھوں نے اس قوّت کی وجہ سے خوشی سے برداشت کیا

ہمچنانکہ[52] ذوق آں بانگِ الست — در دلِ ہر مومنے تا حشر ہست
جیسے کہ الست کی آواز کا ذوق — ہر مومن کے دل میں حشر تک کیلئے ہے

تا نباشد در بلاشاں اعتراض — نے ز امر و نہیِ حق شاں انقباض
تاکہ آزمائش میں انھیں کوئی اعتراض نہ ہو — نہ اللہ (تعالیٰ) کے امر اور نہی میں انقباض ہو

لقمۂ تلخے چو شکر می شود — خار ریحاں سنگ گوہر می شود
کڑوا لقمہ شکر جیسا ہو جاتا ہے — کانٹا ریحان، پتھر گوہر بن جاتا ہے

لقمۂ حکمے کہ تلخی می نہد — گلشکر آں را گوارش می دہد
جس حکم کا لقمہ تلخی پیدا کرتا ہے — (ذوق کا) گلقند اسمیں خوشگواری پیدا کر دیتا ہے

گلشکرٓ[53] آں را کہ نبود مستند — لقمہ را ز انکارِ اُو قے میکند
جس کے لئے گلقند کا سہارا نہ ہو — اسکے ناگوار ہونے کی وجہ سے وہ لقمہ کو اگل دیتا ہے

ہر کہ خوابے دید از روزِ الست — مست باشد در رہِ طاعات مست
جس نے الست کے دن کا خواب دیکھ لیا ہے — وہ عبادات کی راہ میں پورا مست ہوتا ہے

میکشد چوں اُشترِ مست ایں جوال — بے فتور و بے گمان و بے ملال
وہ مست اونٹ کیطرح اس بورے کو اٹھاتا ہے — بغیر سستی اور بغیر گمان، اور بغیر تکلیف کے

کفک تصدیقش بگردِ پوزِ اُو — شد گواہِ مستیِ دلسوزِ اُو
اس کے منہ کے گرد اس کی تصدیق کے جھاگ — اس کی دل سوز مستی کے گواہ ہیں

اُشتر از قوّت چو شیرِ نر شدہ — زیرِ ثقلِ بار اندک خور شدہ
طاقت کی وجہ سے اونٹ نر شیر بن گیا — بوجھ کے بھاری پن کے نیچے کم خوراک ہو گیا

ز آرزوئے ناقہ صد فاقہ برو — می نماید کوہ پیشش تارِ مو
اونٹنی کی تمنا میں اس پر سینکڑوں فاقے ہیں — پہاڑ اس کو بال نظر آتا ہے

---

[51] ندے۔ ندا کا امالہ ہے یعنی اس آواز سے انھیں طاقت اور سہارا حاصل ہو گیا۔ چاہ شد۔ یوسفؑ کے لئے قید خانہ ایسا ہی خوشگوار ہو گیا تھا جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کے لئے نمرود کی آگ۔

[52] ہمچنانکہ۔ حضرت یوسفؑ کے لئے وہ وحی خداوندی ایسی ہی ثابت ہوئی جس طرح ہر مومن کے دل میں عہد الست کی آواز گونجتی ہے جس کی وجہ سے انکے لئے تمام دنیاوی مصائب آسان ہو جاتے ہیں اور احکام خداوندی کو بجالانے میں انکو انقباض طاری نہیں ہوتا ہے۔ لقمہ۔ اللہ تعالیٰ کا سخت سے سخت فرمان خوشگوار بن جاتا ہے۔ ریحان۔ ہر خوشبودار گھاس۔ گلشکر یعنی عہد الست کا ذوق۔

[53] گلشکر جس میں عہد الست کا وہ ذوق نہ ہوگا وہ احکام خداوندی کی پابندی نہ کر سکے گا۔ می کشد۔ وہ عہد الست کے ذوق کی مستی میں حکم اسی طرح برداشت کرے گا جیسا کہ مست اونٹ بے تکان بڑے بوجھ کو اٹھا لیتا ہے۔ کفک۔ مست اونٹ کے منہ میں جھاگ آتے رہتے ہیں اسی طرح عہد الست کے مست کے منہ میں اسکے تصدیقی کلمات مستی کے جھاگ ہیں۔ ز آرزو۔ مستی کی حالت میں نر اونٹ اونٹنی کی تمنا میں کھانا بھی کم کر دیتا ہے اور اسمیں بہت زیادہ

در اَلَسْت آنکو چنیں خوابے ندیدؔ
جس نے اَلَسْت میں ایسا خواب نہیں دیکھا ہے
اندریں دنیا نشُد بندہ و مُریدؔ
وہ اس دنیا میں بندہ اور ارادتمند نہ بنا

وَر بشُد اندر تردّد صَد دِلہ
اگر مُرید بنا بھی تو مذبذب میں سو دل والا ہے
یک زماں شُکر سَنَش و سالے گِلہ
ایک وقت اُس کے لئے شکر ہے اور ایک سال شکوہ

پائے پیش و پائے پس در راہِ دیں
دین کے راستہ میں ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے
می نہد با صَد تردُّد بے یقیں
بغیر یقین کے تردد کی حالت میں رکھتا ہے

وامؔ دارِ شرحِ ایم ایں نکتہ گرو
میں اِسکی شرح کا مقروض ہوں یہ گروی ہے
ور شتابستؔ از اَلَم نَشرح شنو
اگر جلدی ہے اَلَم نَشرَح سُن لے

چوں ندارد شرحِ ایں معنیٰ کراں
چونکہ اِن معنیٰ کی شرح کا کنارہ نہیں ہے
خَر بسُوئے مُدّعیؔ گاؤ راں
گائے کے مُدّعی کی جانب گدھا ہانک دے

گفت کورم خواند زیں جرم آں دغا
اُس نے کہا، اِس دغا باز نے مجھے اس جرم میں اندھا کہا
بس بلیسانہ قیاس ست اے خدا
اے اللہ! یہ تو شیطانی قیاس ہے

منؔ دُعا کورانہ کے می کردہ ام
میں نے اندھا بن کر دعا کب کی ہے؟
جُز بخالق گِدیۂ کے آوردہ ام
اللہ کے سوا میں نے کب بھیک مانگی ہے؟

کور از خلقاں طمع دارد ز جہل
اندھا نادانی کی وجہ سے مخلوق سے طمع کرتا ہے
مَن ز تو کز تست ہر دشوار سہل
میں تجھ سے، کہ تجھ سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے

آں یکے کورم ز کوراں بشمرید
اُس نے مجھے اندھوں میں سے ایک اندھا گِنا
اُو نیازِ جان و اخلاصم ندید
اُس نے میری جان کی نیازمندی اور اخلاص نہ دیکھا

کوریؔ عشق ست ایں کوریِ من
میرا اندھا پن عشق کا اندھا پن ہے
حُبّ یُعمی و یُصِم ست اے حسن
اے بھلے! یہ محبت اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے (کا مصداق ہے)

کورم از غیرِ خدا بینا بدو
میں خدا کے غیر سے نابینا اور خدا کا بینا ہوں
مقتضائے عشق ایں باشد بگو
بتا، عشق کا یہی مقتضا ہے

برائی انفلیت سمجھا حضرت آدمؑ کے باطنی اوصاف کو اُس نے نہ دیکھا اسی طرح اُس شخص نے میرے ظاہر اور فقر کو دیکھ کر مجھے اندھے فقیروں میں سے سمجھا حالانکہ میرا فقر الی اللہ تھا۔

۵۳ من دعا سا اندھے فقیر تو انسان سے بھیک مانگتے ہیں میں نے تو اللہ سے بھیک مانگی ہے۔ او نیاز یعنی اُس ظالم نے میرے اوصاف کو نہ دیکھا۔ کوری یعنی چونکہ میں عشقِ الٰہی میں معروف ہوں اور مجھے اللہ کے عشق نے اندھا اور بہرا بنا رکھا ہے لہٰذا میرا نابینا ہونا دنیا کے اعتبار سے ہے نہ کہ خدا کے معاملہ میں۔

۵۱ مُرید جس شخص نے عہد اَلَسْت کے معاملہ میں کوئی خواب نہ دیکھا ہو اُس میں بندگی اور ارادتمندی کا مادہ نہیں ہوتا ہے۔ ور بشد ایسے شخص میں کچھ ارادت مندی بھی اگر ہوتی ہے تو وہ بھی مذبذب کے ساتھ ہوتی ہے اُس کی زبان پر کبھی شکرِ خدا آتا ہے تو اُس سے زیادہ وہ شکوے کرتا رہتا ہے

۵۲ وام دار، مولانا فرماتے ہیں کہ عہد اَلَسْت کے ذوق کی مزید تشریح میرے ذمّہ قرض ہے وہ ادا کروں گا... فی الحال مجھ سے کوئی چیز لے کر گروی رکھ لے تاکہ قرض کی ادائیگی کا اطمینان ہو جائے۔ ور شتاب، اگر زیادہ جلدی ہے تو اَلَم نَشرح پڑھ لے یعنی اَلَم نَشرح سورہ میں آنحضورؐ کے شرحِ صدر ہو جانے کا بیان ہے شرحِ صدر کے بعد ہر راز خود حل ہو جاتا ہے اللہ تیرا بھی شرحِ صدر کر دے گا اور یہ مضمون تیری سمجھ میں خود آ جائیگا، یا یہ مطلب ہے کہ حضورؐ کی شرحِ صدر کا یہی مطلب تھا کہ آپ میں عہدِ اَلَسْت کا پورا ذوق تھا اسی کے ذریعہ اللہ نے آپ کا بوجھ کم کر دیا تھا اور تمام احکامِ شرعی آپ پر آسان ہو گئے تھے۔ گفت سائل فقیر نے کہا۔ آں دغا یعنی گائے کا مالک۔ بس بلیسانہ: شیطان نے حضرت آدمؑ کے ظاہر کو دیکھا اور اُسی بنیاد

تو کہ بینائی ز کورانم مدار — دائِرم برگردِ لُطفت اے مدار

(اے خدا) تو کہ بینا ہے مجھے نابیناؤں میں نہ رکھ — اے مدار! میں تیری مہربانی کے گرد گھومتا ہوں

آنچناں کہ یوسفِ صدّیق را — خواب بنمودی و گشتش مُتّکا

جس طرح کہ یوسفِ صدیق کو — تونے خواب دکھایا، اور وہ اُن کا سہارا بنا

مر مرا ہم لُطفِ تو خوابے نمود — ایں دعائے بیحدم بازی نبود

مجھے بھی تیری مہربانی نے ایک خواب دکھایا — میری یہ لامحدود دُعا کھیل نہ تھی

می نداند خلق اسرارِ مرا — ژاژ میدانند گفتارِ مرا

لوگ میرے راز نہیں جانتے ہیں — میری گفتگو کو بکواس سمجھتے ہیں

حق شان ست کہ داند رازِ غیب — غیرِ علّامِ سر و ستّارِ عیب

(یہ) اُنکا حق ہے اور غیب کا راز کون جانتا ہے؟ — سوائے راز کے جاننے والے اور عیب کے چھپانے والے کے

خصم گفتش حق بگو اے تند خو — از چہ سُوئے آسماں کردی تو رو

(اُسکے) مخالف نے اُس سے کہا اے بد عادت! سچ بتا — تونے آسمان کی طرف منہ کیوں کرلیا؟

شید می آری غلط می افگنی — لافِ عشق و لافِ قُربت میزنی

تو مکر کرتا ہے، غلطی میں مبتلا کرتا ہے — عشق اور قُرب (الٰہی)، کی بکواس کرتا ہے

باکدامیں روئے چوں دل مُردۂ — روئے سُوئے آسمانہا کردہ

جب کہ تو مُردہ دل ہے، کس منہ سے — آسمانوں کی جانب منہ کیا ہے؟

غلغلے در شہر افتادہ ازیں — آں مسلماں می نہد رُو بر زمیں

اِس سے شہر میں بڑا شور مچ گیا — وہ مسلمان زمین پر منہ رکھتا تھا

کاے خدا ایں بندہ را رُسوا مکن — گر بدم ہم سِرِّ من پیدا مکن

کہ اے خدا اِس غلام کو رُسوا نہ فرما — اگر میں بُرا بھی ہوں، میرا راز فاش نہ کر

تو ہمی دانی کہ شبہائے دراز — کہ ہمی خواندم ترا با صد نیاز

تو جانتا ہے کہ لمبی راتوں میں — میں تجھے سینکڑوں نیاز مندیوں کیساتھ پکارتا تھا

پیشِ خلق ایں را اگر خود قدر نیست — پیشِ تو ہمچوں چراغِ روشنیست

اگر مخلوق کے نزدیک اِس کی قدر نہیں ہے — تیرے نزدیک تو روشن چراغ کی طرح ہے

گاؤ می خواہند از من اے خدا — چوں فرستادی نکردم من خطا

اے اللہ! وہ مجھ سے گائے مانگتے ہیں — جبکہ تونے بھیجی، تو میں نے غلطی نہیں کی

۱؎ آنچناں: جس طرح حضرت یوسفؑ کو خواب پر بھروسہ تھا اور وہ اُن کا سہارا بن گیا اسی طرح مجھے بھی خواب کی بنیاد پر اعتماد تھا کہ ضرور دعا قبول ہوگی۔ ایں دعا۔ میری گریہ وزاری کھیل کود نہ تھی یقیناً اس کو مقبول ہونا تھا۔ می نداند۔ لوگ اِس راز سے واقف نہیں ہیں اور میری باتوں کو بکواس سمجھ رہے ہیں۔ حق شان۔ جبکہ لوگوں کو حقیقتِ حال معلوم نہیں تو اُن کا کہنا برحق ہے۔

۲؎ خصم یعنی گائے کے مالک نے کہا سچ بات کہ آسمان کی طرف منہ اٹھا کر مکاری کیوں کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے عشق و قرب کی ڈینگیں کیوں مارتا ہے۔ باکدامیں۔ تیرا منہ اِس قابل نہیں کہ اللہ کے سامنے کرے۔ آں مسلماں۔ یعنی گائے ذبح کرنے والا فقیر سجدہ میں گرا ہوا تھا۔ کاے خدا۔ اللہ سے سجدہ کی حالت میں یہ دعائیں کر رہا تھا۔

۳؎ گر بدم۔ اگر میں بُرا بھی ہوں تو اُس وقت تو مجھے رُسوا نہ کر۔ قدر نیست۔ میری عادات کی اگر لوگوں کو قدر نہیں ہے تیرے سامنے تو بات واضح ہے۔ چوں فرستادی۔ جب اللہ تونے خود اِس گائے کو میرے گھر میں بھیجا تو میرا ذبح کرنا غلطی نہ تھی۔

بیروں شدنِ داؤد نبی علیہ السلام و شنیدن از ہر دو خصم و سوال کردن از مدّعیٰ علیہ و جوابِ او

حضرت داؤد نبی علیہ السلام کا باہر نکل کر آنا، اور دونوں فریق کی بات سننا، اور مدّعیٰ علیہ سے سوال کرنا، اور اس کا جواب

چونکہ داؤدِ نبی آمد بروں — گفت[1] ہیں چونست ایں احوال چوں
جب داؤدؑ نبی، باہر آئے — فرمایا ہاں، یہ کیا احوال ہیں؟

مدّعی گفت اے نبی اللہ داد — گاوِ من در خانۂ او در فتاد
مدّعی نے کہا، اے اللہ کے نبی! فریاد ہے — میری گائے اسکے گھر میں گھس گئی

کشت گاوم را بپرسش کہ چرا — گاوِ من کشت او بیاں کن ماجرا
اس نے میری گائے ذبح کر دی اس سے پوچھئے کہ کیوں! — میری گائے ذبح کی، وہ واقعہ بتائیے

گفت داؤدش بگو اے بوالکرم — چوں تلف کردی تو ملکِ محترم
اس سے داؤدؑ نے فرمایا اے بھلے مانس! — تو نے محترم ملکیت کو کیوں برباد کیا؟

ہیں پراگندہ مگو حجت بیار — تا[2] بیک سو گردد ایں دعویٰ و کار
خبردار! بیہودہ بات نہ کر دلیل بیان کر — تاکہ یہ دعویٰ اور معاملہ یکسو ہو جائے

گفت اے داؤدؑ بودم ہفت سال — روز و شب اندر دعا و در سوال
اس نے کہا اے داؤدؑ! میں سات سال تک تھا — دن، رات دعا اور سوال میں

ایں ہمی جستم ز یزداں کاے خدا — روزیِ خواہم حلال و بے عنا
میں اللہ (تعالےٰ) سے چاہتا تھا کہ اے خدا! — میں حلال روزی بے مشقت چاہتا ہوں

مرد و زن بر نالۂ من واقف اند — کودکاں ایں ماجرا را واصف اند
مرد و عورت میری فریاد سے واقف ہیں — بچے اس قصہ کو بیان کرتے ہیں

تو بپرس از ہر کہ خواہی ایں خبر — تا بگوید بے[3] شکنجہ و بے ضرر
آپ جس سے چاہیں یہ بات دریافت کریں — تاکہ وہ بغیر دباؤ اور بغیر تکلیف کے بتا دے

ہم ہویدا پرس و ہم پنہاں ز خلق — کہ چہ میگفت ایں گدا آژندہ دلق
لوگوں سے علی الاعلان اور خفیہ طور پر دریافت کر لیجئے — کہ یہ پھٹی گدڑی والا فقیر کیا کہا کرتا تھا؟

بعد ازیں جملہ دعا و ایں فغاں — گاؤ اندر خانہ دیدم ناگہاں
اس تمام دعا اور فریاد کے بعد — اچانک میں نے اپنے گھر میں گائے دیکھی

[1] گفت۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا سب احوال بتاؤ۔ او بیان کن۔ یعنی اس کو فرمایئے کہ وہ بیان کرے۔

[2] تا بیک سو۔ یعنی میں معاملہ کو سمجھ کر فیصلہ کر سکوں۔ عنا، مشقت۔ فرد۔ یعنی یہ میرا قصہ عورت، مرد، بچے بوڑھے سب ہی کو معلوم ہے۔

[3] بے شکنجہ۔ یعنی بغیر کسی دباؤ کے۔ ہم ہویدا۔ یعنی اس معاملہ کی کھلی اور چھپی تحقیقات کر لیجئے۔

چشمِ من تاریک شُد نے بہرِ لُوت[1] — شادیِ آں کہ قبول آمد قُنوت
میری آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا نہ کہ کمانے کے لئے — اِس خوشی میں کہ دعا قبول ہو گئی

کُشتم ایں را تا دہم در شکرِ آن — کہ دُعائے مَن شنید آں غیب داں
میں نے اسکو ذبح کر دیا تا کہ اُس شکریہ میں بانٹ دوں — کہ اُس غیب کے جاننے والے نے میری دعا سُن لی

حکم کردنِ داوٗد علیہ السّلام بر کُشندہ گاوٗ

گائے ذبح کرنے والے کے خلاف، حضرت داوٗدؑ کا فیصلہ

گُفت داوٗدؑ ایں سُخنہا را بشُو — حُجّتِ شرعی دریں دعوےٰ بگو
حضرت داوٗدؑ نے فرمایا اِن باتوں کو دل سے دھو دے — اِس دعوے پر کوئی شرعی دلیل بیان کر

تو رَوا داری کہ من بے حُجّتے — بنہم اندر شرع باطل سُنّتے
تو اِس کو مناسب سمجھتا ہے کہ بغیر دلیل کے — میں شرع میں ایک غلط رسم جاری کر دوں

اینکہ بخشیدت خریدی وارثی — ریع را چوں می سِتانی حارثی
یہ (گائے) تجھے کس نے بخشی؟ تو نے خریدی؟ تو وارث ہے؟ — پیداوار تو کیوں لیتا ہے، تو کاشتکار ہے؟

کسب[2] را ہمچوں زراعت داں عمو — تا نہ کاری دخل نبُود آنِ تو
اے چچا! کمائی کو کھیتی کی طرح سمجھ — جب تک تو کھیتی نہ کرے پیداوار تیری ملکیت نہیں ہے

آنچہ کاری بدرَوی آں آنِ تست — ورنہ ایں بیداد بر تو شُد دُرست
جو تو بو دے، کاٹے وہ تیری ملکیت ہے — ورنہ یہ ظلم تیرے ذمّے لگ گیا ہے

رَو بدہ مالِ مُسلماں کژ مگو — رَو بجُو وَام و بدہ باطل مجو
جا، مسلمان کا مال دے، ٹیڑھی بات نہ کر — جا، قرض لے اور دیدے، غلط نہ چاہ

گفت[3] اے شہ تو ہم ایں میگوئیم — کہ ہمیگویند اَصحابِ سِتم
اُسنے کہا اے شاہ! آپ بھی مجھے وہی کہہ رہے ہیں — جو ظالم لوگ کہہ رہے ہیں

تضرّع کردنِ آں شخص از داوری داوٗد علیہ السّلام نزدِ خدا

اُس شخص کا داوٗدؑ کے فیصلہ پر خدا کے سامنے فریاد کرنا

پس ز دل آہے بر آورد و بگفت — کاے خُدائے ہر کجا طاقے و جُفت
تو اُس نے دل سے آہ نکالی اور کہا — اے ہر اُس جگہ کے خدا جہاں کوئی طاق اور جُفت ہے

سجدہ کرد و گفت کاے دانا سُوز — در دلِ داوٗدؑ انداز آں فروز
اُس نے سجدہ کیا اور کہا اے سوزش کے جاننے والے — وہ روشنی داوٗدؑ کے دل میں ڈال دے

---

[1] لُوت۔ مرغن غذا۔ کُشتم۔ میں نے گائے اس لئے ذبح کی کہ دعا کی قبولیت کے شکرانے میں اُسکو غریبوں میں بانٹ دوں۔ تو رَوا داری۔ کیا تو اِس کو مناسب سمجھتا ہے کہ بغیر کسی شرعی دلیل کے تیرے حق میں فیصلہ کر کے ایک غلط طریقہ رائج کر دوں۔ اینکہ۔ یہ گائے تجھے کس نے بخشی تھی، تو نے خریدی تھی، کیا تو نے کاشت کی تھی جو پیداوار کا مالک بنا۔

[2] کسب۔ کمائی اور کھیتی ایک سی چیز ہے جو بوتا ہے کھیتی اُس کی ملکیت ہوتی ہے۔ ورنہ۔ دوسرے کی ملکیت میں تصرّف کرنا ظلم ہے۔ رَو۔ غلط باتیں نہ کر اگر تیرے پاس ہے تو اُس گائے کی قیمت ادا کر دے ورنہ قرض لے کر اُس کو دیدے۔

[3] گفت۔ گائے ذبح کرنے والے نے کہا کہ آپ بھی وہی باتیں کرنے لگے جو سب کر رہے تھے اور پھر اللہ کے سامنے اُس نے گریہ وزاری شروع کر دی۔

درِ دلش[1] نہ آنچہ تو اندر دلم — اندر افگندی بَراز اے مُفضِلم

اُس کے دل میں ڈال دے جو کہ تو نے میرے دل میں راز ڈالا ہے اے میرے محسن!

ایں بگفت و گریہ در شد ہائے ہائے — تا دلِ داؤدؑ بیروں شُد ز جائے

یہ کہا اور ہائے ہائے کر کے رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ (حضرت) داؤدؑ کا دل دھڑکنے لگا

گفت ہیں امروز اے خواہانِ گاؤ — مُہلتم دہ ویں دعاوی را مکاؤ

فرمایا خبردار! اے گائے کے تمنّی! آج مجھے مُہلت دے اِن دعووں کو نہ کرید

تا رَوَم من سوئے خلوت در نماز — پُرسَم ایں اَحوال از دانائے راز

تاکہ میں نماز میں تنہائی میں چلا جاؤں رازوں کے جاننے والے سے یہ احوال دریافت کروں

خوئے[2] دارم در نماز آں التفات — معنیِ قُرَّۃُ عَینِیْ فِی الصَّلوٰۃ

میں نماز میں اُس توجہ کی عادت رکھتا ہوں جو معنی ہیں قُرَّۃُ عَینِیْ فِی الصَّلوٰۃ کے

روزنِ جانم گُشادست از صفا — می رسد بے واسطہ نامہ خُدا

صفائی کی وجہ سے میری جان کا سوراخ کُھلا ہوا ہے بغیر واسطے کے خدا کا پیغام پہنچتا ہے

نامہ و باران و نور از روزنم — می فتد در خانہ ام از معدنم

پیغام اور بارش اور نور میرے سوراخ سے میری معدن سے میرے گھر میں پہنچتا ہے

دوزخ[3] ست آں خانہ کاں بے روزن ست — اصلِ دیں اے بندہ روزن کردن ست

وہ گھر دوزخ ہے جو بے سوراخ ہے اے بندے! دین کی اصل سوراخ کر لینا ہے

تیشہ در ہر بیشۂ کم زن بیا — تیشہ زن در کندنِ روزن ہلا

ہر جھاڑی پر کلہاڑی نہ مار ہاں سوراخ کرنے کے لئے کدال مار

یا نمی دانی کہ نورِ آفتاب — عکسِ خورشیدِ برونست از حجاب

یا تو نہیں جانتا کہ سورج کا نور اُس سورج کا عکس ہے جو پردے سے باہر ہے

نور ایں دانی کہ حیواں دید ہم — پس چہ کرّمنا بُوَد بر آدمم

تو اسکو نور سمجھتا ہے جس کو حیوان بھی دیکھتا ہے تو میرے آدمی ہونے پر کرّمنا کیسے (صادق) ہوگا؟

مجاہدات کے تیشہ سے روح میں دریچہ کھولنا ہے۔ یا نمی دانی۔ تو جو روح کا دریچہ کھولنے کیلئے مجاہدات نہیں کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نہیں سمجھتا کہ اصل نور ذاتِ باری کا نور ہے سورج کا نور تو اُس کا ایک عکس ہے۔ نورِ ایں۔ اگر تیری نگاہ میں صرف یہی ظاہری نور ہے تو تجھ میں اور حیوانات میں کیا فرق ہے اِس ظاہری نور کو تو ہر حیوان دیکھ لیتا ہے تیری کیا خصوصیت ہے۔ کرّمنا۔ قرآنِ پاک میں ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ آدَمَ "ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی" تو اگر انسان میں اور جانور میں کوئی فرق نہیں ہے تو یہ آیت اُس پر کیسے صادق آسکتی ہے۔

[1] دردلش۔ اے خدا حضرت داؤدؑ کے دل میں وہی بات پیدا کر دے جو تو نے میرے دل میں پیدا کی تھی جس سے میں اُس گائے کو ذبح کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ مُفضل محسن۔ ایں بگفت۔ گائے ذبح کرنے والے نے اِس گفتگو کے بعد آہ و زاری شروع کر دی اور ایسا رویا کہ حضرت داؤدؑ کا دل بے چین ہو گیا۔ گفت۔ حضرت داؤدؑ نے مدعی سے کہا کہ آج جاؤ کل فیصلہ ہوگا۔ تا روم۔ میں تنہائی میں نماز پڑھوں گا اور اللہ سے دعا کروں گا تاکہ راز کھل جائے۔
[2] خوئے دارم۔ مجھے نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف وہی توجہ ہوتی ہے جس کے بارے میں آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ حدیث شریف میں ہے جُعِلَتْ قُرَّۃُ عَینِیْ فِی الصَّلوٰۃ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ روزن۔ روح کا دریچہ کھلا ہوا ہے جس کے ذریعہ بغیر واسطے کے میرے پاس خدائی احکام آتے ہیں۔ باران یعنی بارانِ رحمت۔ معدن یعنی ذاتِ باری تعالیٰ۔
[3] دوزخ۔ جس روح کا دریچہ اللہ تعالیٰ کی جانب کھلا ہوا نہیں ہے وہ روح دوزخی ہے۔ اصل۔ دین کی بنیاد تعلق مع اللہ پر ہے۔ تیشہ۔ لکڑیاں کاٹنے کیلئے تیشہ چلانا کوئی معنی نہیں رکھتا اصل کام

مَن[۵۱] چو خورشیدم درونِ نور غرق — مَن نداَنم کرد خویش از نور فرق

میں سورج جیسا ہوں نور میں ڈوبا ہوا ہوں — میں اپنے آپ میں اور نور میں فرق کرنا نہیں جانتا ہوں

رفتنم سوئے نماز و آن خلا — بہرِ تعلیم ست رہ مر خلق را

میرا اس خلوت اور نماز کی جانب جانا — مخلوق کو راستہ کی تعلیم دینے کے لئے ہے

کژ نہم تا راست گردد ایں جہاں — حرب خدعہ ایں بود اے پہلواں

میں ٹیڑھا (قدم) رکھتا ہوں تاکہ مخلوق سیدھی ہو جائے — اے بہادر! "جنگ دھوکہ ہے" یہی ہے

نیست[۵۲] دستورے وگرنہ ریختے — گرد از دریائے راز انگیختے

اجازت نہیں ہے ورنہ وہ بہا دیتے — راز کے دریا سے گرد اڑا دیتے

ہمچنیں میگفت داؤد ایں نسق — خواست گشتن عقلِ خلقاں محترق

اس طور پر (حضرت) داؤد ایسا ہی کہتے رہے — مخلوق کی عقل نے جل جانا چاہا

پس گریبانش کشید از پس یکے — کہ ندارم در یکی اش من شکے

تو ایک نے پیچھے سے اُن کا گریبان کھینچا — کہ میں اُس کی وحدانیت میں کوئی شک نہیں رکھتا ہوں

رفتنِ داؤد علیہ السلام در خلوت تا آنچہ حق ست پیدا شود

(حضرت) داؤدؑ کا تنہائی میں چلا جانا تاکہ جو صحیح بات ہے واضح ہو جائے

باخود آمد گفت را کوتاہ کرد — لب بست و عزمِ خلوتگاہ کرد

(حضرت) سنبھلے، بات کو مختصر کیا — خاموش ہو گئے اور خلوت خانہ کا قصد کیا

در فروبست و برفت آنگہ شتاب — سوئے محراب و دعائے مستجاب

دروازہ بند کیا اور فوراً روانہ ہوئے — محراب اور مقبول دعا کی جانب

حق[۵۳] نمودش آنچہ بنمودش تمام — گشت واقف بر سزائے انتقام

حق نے اُن کو (جو کچھ) دکھایا (انہیں) سب کچھ دکھا دیا — وہ بدلے کی سزا سے واقف ہو گئے

دید احوالے کہ کس واقف نبود — رازِ پنہانے کہ حیرانی فزود

انہوں نے وہ احوال دیکھے جن سے کوئی واقف نہ تھا — وہ چھپے ہوئے راز جنہوں نے حیرانی بڑھا دی

روزِ دیگر جملہ خصمان آمدند — پیشِ داؤدِ پیمبر صف زدند

دوسرے دن سب فریق آئے — (حضرت) داؤد پیغمبرؑ کے روبرو صف بستہ ہو گئے

ہمچناں آں ماجراہا باز رفت — زود زد آں مدعی تشنیعِ زفت

اسی طرح وہ قصہ پھر چلا — اس مدعی نے جلد سخت بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا

---

[۵۱] من چو خورشیدم۔ میں ذاتِ باری میں فنا ہوں اب میں اپنے میں اور ذاتِ باری میں کوئی امتیاز اور دوئی نہیں پاتا ہوں۔ رفتنم۔ باوجود اس اتحاد کے پھر نوافل اور خلوت میں جانا دوسروں کو تعلیم دینے کے لئے ہے۔ کژ نہم۔ عام لوگوں کی ہدایت کیلئے میں کبھی غیر ضروری بات کرنے لگتا ہوں اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسی کہ جنگ کے موقع پر غیر واقعی بات ظاہر کی جاتی ہے۔ حرب خدعہ۔ جنگ میں ایک غیر واقعی چال سے کامیابی ہو جاتی ہے۔

[۵۲] نیست۔ وحدت کا راز فاش کرنے کی اجازت نہیں ورنہ حضرت داؤدؑ سارے راز فاش کر دیتے اور ایسے اسرار بیان کر دیتے کہ دریائے اسرار خشک ہو جاتا۔ پس۔ فوراً غیب نے حضرت داؤدؑ کا گریبان کھینچ کر اُن کو اسرار بیان کرنے سے روکا۔ باخود۔ یعنی حضرت داؤد کی مستی زائل ہوئی۔ محراب۔ یعنی مصلیٰ

[۵۳] حق نمودش۔ اللہ تعالیٰ نے اُن پر بات واضح کر دی اور گائے ذبح کرنے کی سزا سے واقف کر دیا۔ زود زد۔ یعنی گائے والے نے فوراً اُس فقیر پر لعن طعن شروع کر دی۔

زود[1] گاوم را بده اے نابکار — از خدائے خویشتن شرمے بدار

اے نابکار! میری گائے جلد دے — اپنے خدا سے کچھ شرما

کاینچنیں ظلمِ صریح نا سزا — می رود در عہدِ پیغمبر ہلا

کہ ایسا نامناسب، صاف ظلم — خبردار! پیغمبر کے دور میں ہو رہا ہے

گاو کشتہ خوردہ بے ترسے و بیم — در جواب افزودہ تزویر آں لئیم

گائے ذبح کرکے ڈر اور خوف کے بغیر کھا کر — اُس نالائق نے جواب میں مکاری زیادہ شروع کر دی

کہ[2] چندیں سال بودم در دعا — من طلب کردم ز حق داد او مرا

کہ میں کتنے سال سے دعا میں لگا رہا ہوں — میں نے اللہ (تعالیٰ) سے مانگا اُس نے مجھے دیا

اے رسولِ حق چنیں باشد روا — مِلکِ من بُد گاو چوں دادش خدا

اے اللہ کے رسولؐ! کیا یہ جائز ہو سکتا ہے؟ — گائے میری ملکیت تھی، خدا نے اُسکو کیسے دیدی؟

حکم کردنِ داؤد علیہ السّلام بر صاحب گاو کہ از سرِ گاو بگذرد

داؤد علیہ السلام کا گائے کے مالک کے خلاف فیصلہ کرنا، کہ گائے کے خیال سے درگذر کرے

و تشنیع صاحب گاو بر داؤد علیہ السّلام

اور گائے والے کا داؤد علیہ السلام کو ملامت کرنا

گفت داؤدش خمش کن رو بہل — ایں مسلماں را ز گاوت کن بحل

حضرت داؤدؑ نے اُس سے فرمایا چپ جا، چھوڑ — اِس مسلمان کو اپنی گائے معاف کر دے

چوں[3] خدا پوشید بر تو اے جواں — رو خمش کن حقِ ستاری بداں

اے جوان! جب اللہ (تعالیٰ) نے تیری پردہ پوشی کی ہے — جا، چپ ہو جا؛ پردہ پوشی کے حق کو سمجھ

گفت وا ویلا چہ حکم ست ایں چہ داد — از پئے من شرعِ نو خواہی نہاد

اُسنے کہا ہائے افسوس یہ کیا فیصلہ ہے یہ کیا انصاف ہے؟ — میرے لئے آپ نئی شریعت بنائیں گے

رفتہ است آوازۂ عدلت چناں — کہ معطر شد زمین و آسماں

آپ کے انصاف کا تو ایسا شہرہ ہے — کہ (اُس سے) زمین اور آسمان معطر ہے

بر سگانِ کور ایں استم نرفت — زیں تعدی سنگ و کہ بشگافت تفت

اندھے کتوں پر (بھی)، یہ ظلم نہیں ہوا ہے — اِس ظلم سے پتھر اور پہاڑ جلد پھٹ گئے

ہمچنیں تشنیع می زد بر ملا — کالصلا ہنگامِ ظلم ست الصلا

وہ اِس طرح علی الاعلان ملامت کرتا رہا — آؤ، آؤ ظلم کا وقت ہے

---

[1] زود۔ کہنے لگا کہ فوراً میری گائے دے اور خدا سے شرم کر۔ می رود۔ حضرت داؤدؑ نبی کے دور میں ایسا ظلم ہوا ہے۔ تزویر۔ یعنی خدا رسیدہ ہونے کی باتیں۔

[2] کہ چندیں۔ یعنی تو یہ کہتا ہے کہ میں نے دعا کی اور اللہ نے مجھے گائے عنایت کر دی۔ تشنیع۔ ملامت۔ کن بحل۔ معاف کر دے۔

[3] چوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے تیری پردہ پوشی کی ہے تو اب معاملہ کو نظر انداز کر ورنہ رُسوائی ہوگی۔ از پئے من۔ یعنی میرے معاملہ میں آپ نئی شریعت برت رہے ہیں۔ بر سگاں۔ بچے کتوں پر پتھر مارتے ہیں۔ بر ملا۔ علی الاعلان۔ الصلا۔ لوگوں کو ظلم دکھانے کی دعوت دینے لگا۔

اینچنیں ظلم و ستم بر من مکن / یا نبی اللہ مگو زیناں سخن

ایسا ظلم و ستم مجھ پر نہ کیجئے — اے اللہ کے نبی! ایسی باتیں نہ کہیے

حکم کردنِ داؤدؑ بر صاحب گاؤ کہ جملہ مالِ خود بوے بخش

حضرت داؤدؑ کا گائے والے کو حکم دینا کہ اپنا سارا مال اس کو بخش دے

بعد ازاں داؤدؑ گفتش کاے عنود / جملہ مالِ خویش اُورا بخش زود

اسکے بعد (حضرت) داؤدؑ نے اس سے کہا اے سرکش! — اپنا سب مال اس کو جلد بخش دے

ورنہ کارت سخت گردد گفتمت / تا نگردد ظاہر از وے اُستمت[1]

ورنہ تیرا معاملہ مشکل ہو جائیگا۔ میں نے تجھ سے کہہ دیا — تاکہ تیرا ظلم اُس سے ظاہر نہ ہو

خاک بر سر کرد و جامہ بر درید / کہ بہر دم میکنی ظلمے مزید

اُس نے سر پر خاک ڈالی اور کپڑے پھاڑ لئے — کہ آپ تو ہر دم ایک مزید ظلم کر رہے ہیں

یک دمے دیگر بدیں تشنیع راند / باز داؤدش بہ پیشِ خویش خواند

اُس نے پھر یہ ملامت شروع کر دی — پھر (حضرت) داؤدؑ نے اُس کو اپنے سامنے بلایا

گفت چون بختت نبود اے ناصبور / ظلمت آمد اندک اندک در ظہور

فرمایا اے بے قصبرے چونکہ (پردہ پوشی) تیرا نصیب نہ تھی — تیرا ظلم رفتہ رفتہ ظہور میں آیا

دیدۂ آنگاہ صدر و پیشگاہ / اے دریغ از چوں تو خر خاشاک راہ

تو نے اُس وقت صدر اور پیشگاہ کو — راستہ کا کوڑا سمجھا، ہائے افسوس تجھ جیسے گدھے پر

زیں سخن[2] داؤدؑ زو شُد خشمناک / گفت تا خود را نگردانی ہلاک

ان باتوں سے (حضرت) داؤدؑ اُس پر غضبناک ہوگئے — فرمایا، خبردار اپنے آپ کو تباہ نہ کر

رَو کہ فرزندانِ تو با جفتِ تو / بندگانِ اُو شُدند اے تُندخُو

جا کہ تیری اولاد مع تیری بیوی کے — اے بدمزاج! اُس کے غلام ہوگئے

سنگ بر سینہ ہمی زد با دو دست / می دوید از جہلِ خود بالا و پست

وہ دونوں ہاتھوں سے سینہ پر پتھر مارتا تھا — اپنی نادانی سے اوپر نیچے بھاگ رہا تھا

خلق[3] ہم اندر ملامت آمدند / کز ضمیرِ کارِ اُو غافل بُدند

لوگوں نے بھی ملامت شروع کر دی — کیونکہ وہ اُس کے پوشیدہ کام سے ناواقف تھے

ظالم از مظلوم کے داند کسے / کو بُوَد سخرہ ہوا ہمچوں خسے

وہ شخص ظالم اور مظلوم میں کب امتیاز کرتا ہے؟ — جو کہ تنکے کی طرح ہوا کے تابع ہو

لے اُستمت۔ ستم تو بخت۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تو پردہ پوشی کی لیکن تیرے نصیب میں نہ تھی اب تو رفتہ رفتہ خود اپنا ظلم ظاہر کرنے پر تلا ہوا ہے اگر وہ حضرت داؤدؑ کے ابتدائی فیصلے مان لیتا تو پردہ رہتا۔ نہ کھلتا۔ ہر فیصلے کے انکار سے معاملہ کھلتا چلا گیا۔ [illegible] یعنی تو آرام سے تھا اور مال و دولت سے مزے اڑا رہا تھا لیکن تو نے اُس کی قدر نہ کی اور اُسکو گردِ راہ سمجھا۔

ے زیں سخن۔ جب وہ حضرت داؤدؑ کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا اور واویلا کرنے لگا تو حضرت داؤدؑ کو ناگوار گزرا۔ زو۔ اب فیصلہ یہ ہے کہ صرف گائے کی معافی اور مال بخشنا کافی نہیں ہے بلکہ تیری اولاد اور بیوی سب اسکے غلام ہیں۔

سے خلق۔ جو لوگ جمع ہو گئے تھے وہ بھی حضرت داؤدؑ کے ان فیصلوں کو ظلم سمجھے ہوئے حضرت داؤدؑ کو ملامت کرنے لگے۔ مستتر پوشیدہ۔ سخرہ۔ تابعدار۔

ظالم[1] از مظلوم آنکس پے برد
ظالم اور مظلوم کا وہ شخص پتہ لگا لیتا ہے

کو سرِ نفسِ ظلومِ خود برد
جو اپنے ظالم نفس کا سر قلم کر دے

ورنہ آں ظالم کہ نفس ست اندروں
ورنہ وہ ظالم کہ جس کے اندر نفس ہے

خصمِ ہر مظلوم باشد از جنوں
جنون کی وجہ سے ہر مظلوم کا مخالف ہوتا ہے

سگ ہمارہ حملہ بر مسکیں کند
کتا ہمیشہ غریب پر حملہ کرتا ہے

تا تواند زخم بر مسکیں زند
جب تک بھی ہو سکے غریب کو کاٹتا ہے

شرم[2] شیراں راست نے سگ را بداں
سمجھ لے شرم شیروں میں ہوتی ہے نہ کہ کتوں میں

کو نگیرد صید از ہمسایگاں
وہ پڑوسیوں سے شکار نہیں چھینتا ہے

عامۂ مظلوم کش ظالم پرست
مظلوم کو مارنے والے ظالم پرست، عوام

از کمیں سگ ساں سوئے داود جست
کمینگاہ سے کُتّے کی طرح (حضرت) داؤدؑ پر دوڑ پڑے

روئے در داودؑ کردند آں فریق
اُن لوگوں نے (حضرت) داؤدؑ کی طرف رُخ کیا

کاے نبیِ مجتبےٰ بر ما شفیق
کہ اے منتخب نبی! ہم پر مہربان

ایں نشاید از تو کیں ظلم ست فاش
آپ کیلئے یہ مناسب نہیں کیونکہ یہ تو کھلا ظلم ہے

قہر کردی بیگناہے را بلاش
آپ نے بے وجہ ایک بے قصور پر ظلم کیا ہے

عزم کردن داؤد علیہ السلام بخواندن خلق براں صحرا کہ راز را آشکارا کند

(حضرت) داؤد علیہ السلام کا لوگوں کو اس جنگل کی طرف بلانے کا ارادہ کرنا جہاں راز ظاہر کر دیں

گفت اے یاراں زمانِ آں رسید
فرمایا اے دوستو! اس کا وقت آگیا ہے

کاں سرِ[3] مکتومِ او گردد پدید
کہ اس کا پوشیدہ راز ظاہر ہو جائے

جملہ برخیزید تا بیروں رویم
سب اٹھو! تاکہ ہم باہر چلیں

سوئے صحرا و بداں ہاموں شویم
جنگل کی طرف اور اس جنگل میں پہنچیں

مرد و زن از خانہا بیروں روید
مرد اور عورت، گھروں سے باہر چلو

تا براں سرِ نہاں واقف شوید
تاکہ اس پوشیدہ راز سے واقف ہو جاؤ

در فلاں صحرا درختے ہست زفت
فلاں جنگل میں، ایک موٹا درخت ہے

شاخہا یش انبہ و بسیار جفت
اسکی شاخیں بہت گھنی اور بہت جڑی ہوئی ہیں

سخت راسخ خیمہ گاہ و میخ او
خیمہ گاہ اور اس کا کھونٹا بہت مضبوط ہے

بوئے خوں می آیدم از بیخ او
اس کی جڑ سے مجھے خون کی بو آرہی ہے

[1] ظالم۔ چونکہ انسان کا نفس خود ظالم ہے لہٰذا وہ فطری طور پر ظالم کی حمایت کرتا ہے۔ ہاں اگر انسان اپنے نفس کا سر قلم کر دے تو وہ ظالم اور مظلوم میں امتیاز کر سکتا ہے۔ سگ۔ نفس ایک کتا ہے اور کتے کی عادت ہے کہ غریب اور کمزور پر حملہ کرتا ہے۔

[2] شرم۔ حیا اور شرم شیروں میں ہوتی ہے جو کبھی اپنے ہمسایہ کا شکار چھین کر نہیں کھاتے ہیں۔ عامہ۔ عوام جو ظالم کی حمایت کے عادی ہوتے ہیں کتوں کی طرح ان کے فیصلے کے خلاف ہو کر ان کی طرف دوڑ پڑے۔ بلاش۔ بلاشئی یعنی بلا وجہ۔

[3] سرِ مکتوم چھپا ہوا راز۔ ہاموں۔ جنگل۔ زفت موٹا۔ جفت۔ یعنی شاخیں آپس میں گھی ہوئی ہیں۔ سخت۔ یعنی اس درخت کی چھتری جو خیمہ کی طرح ہے اور جڑ جو خیمہ کی میخ کی طرح ہے بہت مضبوط ہے۔

خوں شدست اندر بنِ آں خوش درخت — خواجہ اکشتست ایں منحوس بخت

اس اچھے درخت کی جڑ میں خون ہوا ہے — اس بدبخت نے آقا کو قتل کیا ہے

مال را بر داشتست ایں قلتبان[51] — وین غلام اوست اے آزادگاں

اس دیوث نے مال اڑا لیا ہے — اے آزاد لوگو! یہ اس کا غلام ہے

ایں جواں مر خواجہ را باشد پسر — طفل بود او ندارد زیں خبر

یہ جوان، آقا کا پوتا ہے — بچہ تھا اس کو اس کا پتہ نہیں

تاکنوں علمِ خدا پوشید آں — آخر از ناشکری ایں قلتبان

اب تک اللہ کے حلم نے اس کو چھپایا — بالآخر اس دیوث کی ناشکری سے

کہ عیالِ خواجہ را روزے ندید — نے بہ نوروز و بموسمہائے عید

کہ اس نے ایک دن بھی آقا کے بچوں کی دیکھ بھال کی — نہ نوروز پر، اور نہ عید کے موسموں میں

بے نوایاں را بیک لقمہ نجست — یاد ناورد او ز حقہائے نخست

محتاجوں کی ایک لقمہ سے دلداری نہ کی — اس نے پہلے حقوق کو یاد نہ کیا

تاکنوں از بہر یک گاؤ ایں لعیں — می زند فرزند او را بر زمیں

یہاں تک یہ مردود ایک گائے کی وجہ سے — اس کے پوتے کو زمین پر پٹخ رہا ہے

او بخود بر داشت پردہ از گناہ — ورنہ می پوشید جرمش را الٰہ

اس نے خود گناہ سے پردہ اٹھایا — ورنہ خدا اس کے جرم کو چھپا رہا تھا

کافر[52] و فاسق دریں دورِ گزند — پردۂ خود را بخود بر می درند

اس فتنہ کے زمانے میں، کافر اور فاسق — اپنے پردے کو خود چاک کر رہے ہیں

ظلم مستور[53]ست در اسرارِ جاں — می نہد ظالم بہ پیش مردماں

روح کے رازوں میں ظلم چھپا ہوا ہے — ظالم (اسکو) لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے

کہ ببینیدش کشیدہ شاخہا — گاوِ دوزخ را ببیند از ملا

کہ اس ظلم کو سینگ نکالتے ہوئے دیکھو — برملا دوزخ کی گائے کو دیکھو

گواہی دادن دست و پا و زبان بر سرِ ظالم ہم در دنیا

ظالم پر دنیا میں بھی ہاتھ پاؤں، اور زبان کا گواہی دینا

پس ہمیں جا دست و پایت بے گزند — بر ضمیرِ تو گواہی میدہند

اسی جگہ تیرے ہاتھ پاؤں بغیر نقصان کے — تیرے باطن پر گواہی دیتے ہیں

---

[51] قلتبان۔ دیوث۔ بے غیرت۔ مولانا نے آئندہ اشعار میں مقتول کو جوان کا دادا بتایا ہے اسلئے ہم نے پسر اور فرزند کا ترجمہ پوتا کیا ہے۔ علم۔ بردباری۔ عیال۔ بال بچے۔ نوروز۔ ایرانیوں کی عید ہے۔ حقہائے۔ یعنی اس پر جو اس کے آقا کے پہلے حقوق تھے۔

[52] کافر: مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو پردہ داری فرماتا ہے لیکن کافر اور فاسق خود اپنی پردہ دری کرتے ہیں۔

[53] مستور۔ پوشیدہ۔ شاخ۔ یعنی سینگ۔ از ملا یعنی برملا علی الاعلان۔ گواہی یعنی ظالم کے ہاتھ پاؤں آخرت میں اسکے خلاف گواہی دیں گے اور دنیا میں بھی گواہی دیتے ہیں۔ ضمیر۔ پوشیدہ راز۔

چوں موکل[1] می شود بر تو ضمیر
باطن تیرے اوپر موکل کی طرح ہو جاتا ہے

کہ بگو تو اعتقادت وامگیر
کہ تو کہہ دے، اپنے اعتقاد کو نہ چھپا

خاصہ در ہنگامِ خشم و گفتگو
خصوصاً غصہ، اور گفتگو کے وقت

میکند ظاہر سرت را مو بمو
تیرے راز کو ذرہ ذرہ ظاہر کر دیتا ہے

چوں موکل می شود ظلم و جفا
ظلم اور زیادتی موکل کی طرح ہو جاتی ہے

کہ ہویدا کن مرا اے دست و پا
کہ اے ہاتھ پاؤں! مجھے ظاہر کر دے

چوں ہمی گیرد گواہِ سر لگام
سر کا گواہ کس طرح لگام پکڑ لیتا ہے

خاصہ وقتِ جوشِ خشم و انتقام
خصوصاً غصہ کے جوش اور بدلہ لینے کے وقت

پس ہماں کس کیں موکل میکند
تو وہی ذات، جو یہ مسلط کرتی ہے

تا لوائے راز بر صحرا زند
تاکہ راز کا جھنڈا، جنگل میں گاڑ دے

پس موکلہائے دیگر روزِ حشر
تو حشر کے دن دوسرے موکل

ہم تواند آفرید از بہرِ نشر
بھی (راز) کھولنے کے لئے پیدا کر سکتی ہے

اے بدہ دست آمدہ در ظلم و کیں
اے وہ کہ جو دس ہاتھوں سے ظلم اور کینہ میں لگا ہے

گوہرت پیدا است حاجت[2] نیست ایں
تیرا جوہر کھلا ہوا ہے، اِس کی ضرورت نہیں ہے

نیست حاجت شہرہ گشتن در گزند
نقصان رسانی میں مشہور ہونے کی ضرورت نہیں ہے

بر ضمیرِ آتشینت واقف اند
تیرے آتشی باطن سے (سب) باخبر ہیں

نفسِ تو ہر دم بر آرد صد شرار
تیرا نفس ہر وقت سینکڑوں چنگاریاں اگل رہا ہے

کہ بہ بینیدم منم ز اصحابِ نار
کہ مجھے دیکھو، میں دوزخیوں میں سے ہوں

جزوِ نارم سوئے کُل خود روم
میں آگ کا جزو ہوں، اپنے کُل کی جانب جاتا ہوں

من نہ نورم کہ سوئے حضرت روم
میں نور نہیں ہوں کہ (اللہ کے) دربار کی طرف جاؤں

ہمچناں[3] کایں ظالمِ حق ناشناس
جیسا کہ حق نہ پہچاننے والے اس ظالم نے

بہر گاوے کرد چندیں التباس
ایک گائے کے لئے اِس قدر مکر کئے

او ازیں صد گاو بُرد و صد شتر
وہ اِس کی سو گائیں اور سو اونٹ لے بھاگا

نفس اینست اے پدر از وے بُبر
اے بابا! نفس یہی ہے اُس سے قطع تعلق کر

نیز روزے با خدا زاری نکرد
اُس نے خدا سے ایک دن بھی عاجزی نہ کی

یا ربے نامد از و یک دم بدرد
کسی وقت بھی درد کے ساتھ اُس سے یا رب نکلا

---

[1] موکل۔ وہ شخص جس کے کام سپرد کر دیا گیا ہو۔ ظلم و جفا۔ مشہور ہے کہ خون سر پر چڑھ کر بولتا ہے۔ خاصہ۔ انتقام کے جوش میں قاتل خود اقرار کر لیتا ہے۔ پس۔ جو ذات خود دنیا میں تمہارے اعضاء کو تم پر مسلط کر کے اقرار کرا دیتی ہے وہ حشر میں دوسرے موکل پیدا فرما دیگی جو تم سے خود تمہارے جرموں کا اقرار کرائیں گے۔ دہ دست۔ یعنی بہت سے ہاتھ، بعض نسخوں میں زدہ دست ہے۔

[2] نیست۔ اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے کہ تیرا ظلم مشہور ہو جب ہی جانا جا سکے، تیری افتادِ طبع سے تیرا ظلم واضح ہو جاتا ہے۔ نفس تو۔ تیرا نفس خود اپنی ظالمانہ طبیعت اور مزاج کو ظاہر کر رہا ہے۔ جزو نارم۔ آتشیں مزاج جہنم کا جزو ہے جو جہنم کی طرف جاتا ہے۔

[3] ہمچناں۔ اِس گائے والے نے ایک گائے کا بدلہ لینے کے لئے کیسے مکر کئے۔ اور حالانکہ اُس نے اسی گائے ذبح کرنے والے کا وہ سب مال اڑا رکھا تھا جو اس کو ورثہ میں ملتا۔ نیز اُس نے جو ظلم کئے تھے اگر وہ زاری کرتا تو اللہ تعالیٰ اُس کے آقا سے معاف کرا دیتا۔

کاے خدا خصمِ مرا خوشنود کُن[1] — گر زِنش کردم زیاں تو سُود کُن

کہ اے خدا! میرے مُقابل کو خوش کر دے — اگر میں نے اُس کا نقصان کیا ہے تو فائدہ کر دے

گر خطا کُشتم دِیت بر عاقلہ است — عاقلہ جانم تو بُودی از اَلَست

اگر میں نے غلطی سے مارا ہے تو دیت عاقلہ پر ہے — اَلَست سے تو میری جان کا عاقلہ ہے

سَنگ میگردد باستغفار دُر — ایں بُوَد انصافِ نفس اے جانِ حُر

توبہ کرنے سے پتھر موتی بن جاتا ہے — اے آزاد جان! نفس کا انصاف یہ ہوتا ہے

بیروں رفتنِ خلائق بسُوئے آں درخت
لوگوں کا اُس درخت کی طرف باہر جانا

چوں بروں رفتند سُوئے آں درخت — گفت[2] دستش را پسِ بندید سخت

جب لوگ اس درخت کی جانب باہر نکل گئے — فرمایا اس کے ہاتھ پیچھے کر مضبوط باندھ دو

تا گناہ و جرمِ اُو پیدا کنم — تا لوائے عدل بر صحرا زنم

تاکہ میں اُس کا گناہ اور جرم ظاہر کر دوں — تاکہ انصاف کا جھنڈا جنگل میں گاڑ دوں

گفت اے سگ جدِّ ایں را کُشتۂ — تو غلامی خواجہ زیں رُو گشتۂ

فرمایا اے کُتّے! تُو نے اِسکے دادا کو قتل کیا ہے — تو غلام ہے اِس طور پر تو آقا بن (بیٹھا) ہے

خواجہ را کُشتی و بُردی مالِ اُو — کرد یزداں آشکارا حالِ اُو

تُو نے آقا کو قتل کیا اور اُس کا مال اُڑا لیا — خدا نے اُس کا حال ظاہر فرما دیا

آں زنت اُو را کنیزک بُودہ است — با ہمیں خواجہ جفا بنمودہ است

وہ تیری بیوی، اُس کی لونڈی تھی — اس آقا پر اِس نے (بھی)، ظلم کیا ہے

ہر چہ[3] زو زائید مادہ یا کہ نر — مِلکِ وارث باشد آں کُل سر بسر

جو اُس سے پیدا ہوا، مادہ ہو یا نر — وہ سب کا سب وارث کی مِلک ہو گا

تو غلامی کسب و کارت مِلکِ اوست — شرع جُستی شرع بستاں ذکوست

تو غلام ہے تیری کمائی اور کار (وبار) اُسکی مِلک ہے — تُو نے شرعی فیصلہ چاہا شرعی فیصلہ لیجا بہت اچھا ہے

خواجہ را کُشتی باستم زار زار — ہم بر اینجا خواجہ گویان زینہار

تُو نے بڑے بڑے ظلم سے آقا کو قتل کیا — اِسی جگہ آقا "الأمان" کہتا تھا

کارد از اِشتاب کردی زیرِ خاک — از خیالے کہ بدیدی سہمناک

تُو نے جلدی سے چھُری زمین میں گاڑ دی — اُس تصوّر کی وجہ سے جو تجھے خوفناک نظر آیا

---

[1] خوشنود کُن۔ اللہ تعالیٰ صاحبِ حق کو راضی کر کے حقوق العباد معاف کرا سکتا ہے۔ خطا کُشتم۔ اگر قتل خطا ہوتا ہے تو اُس کا بدلا اور دیت عاقلہ یعنی رشتہ داروں سے دلوایا جاتا ہے۔ اَلَست۔ عہدِ اَلَست میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں بندوں نے کہا تھا بلیٰ یعنی کیوں نہیں آپ ہمارے رب ہیں۔ سنگ۔ استغفار ماہیت تبدیل کر دیتی ہے اور سیئات حسنات میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

[2] گفت۔ حضرت داؤد نے فرمایا اُسکی مشکیں کس دو۔ لوا۔ جھنڈا۔ جدّایں یعنی گائے ذبح کرنے والے کا دادا۔ تو غلامی۔ تو اُس مقتول کا غلام تھا۔ آں زنت۔ تیری بیوی دراصل اُس مقتول کی لونڈی تھی۔

[3] ہر چہ۔ لونڈی کی اولاد اُس شخص کی ملکیت ہوتی ہے جس کی وہ لونڈی مملوک ہے۔ وارث۔ یعنی گائے ذبح کرنے والا۔ تو غلامی۔ جبکہ تو خود اُس گائے ذبح کرنیوالے کا غلام ہے تو تیری ساری کمائی بھی اُس کی ملکیت ہے۔ ہم بر اینجا۔ یعنی تیرا آقا تجھ سے پناہ چاہ رہا تھا تاکہ تو اُس کو قتل نہ کرے۔ اِشتاب۔ شتاب: جلدی۔

بِکْ سَرَش[۵۱] با کارد دَر زیرِ زمیں
یہ اُس کا سَر مع چھُری کے زمین میں ہے

باز کاوید ایں زمیں را ہمچنیں
پھر اسی طرح اُس زمین کو کھودو

نامِ ایں سَگ ہم نوشتہ کارد بر
چھری پر اُس کتّے کا نام بھی لکھا ہوا ہے

کرد با خواجہ چنیں مکر و ضرر
اُس نے آقا کیساتھ ایسی مکاری اور ضرر رسانی کی ہے

ہمچناں کردند و چوں بشگافتند
اُنھوں نے ایسا ہی کیا اور جب اُنھوں نے کھودا

در زمیں آں کارد با سَر یافتند
زمین میں چھری مع سَر کے پائی

ولولہ افتاد دَر خلق آں زماں
اُس وقت لوگوں میں شور مچ گیا

ہَر یکے زنّار ببرید از میاں
ہر ایک نے کمر سے جنیو کاٹ ڈالا

جُملہ[۵۲] از داؤدؑ گشتہ عُذر خواہ
سب (حضرت) داؤدؑ سے معذرت چاہنے والے بنگئے

زانکہ بدظن گشتہ بودند و تباہ
اس لئے کہ وہ بدگمان اور تباہ ہوگئے تھے

قِصاص فرمُودنِ داؤد علیہ السّلام خونی را بعد از الزامِ حُجّت بروے

دلیل قائم کرنے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کا قاتل پر قصاص کا حکم فرمانا

بعد ازاں گفتش بیا اے داد خواہ
اُسکے بعد انھوں نے اُس (گلے ذبح کرنیوالے) سے کہا اے

دادِ خود بستاں تو ازیں رُو سیاہ
اِس رو سیاہ سے اپنا بدلہ لے

ہم بداں تیغش بفرمود او قصاص
اُس کی اُسی تلوار سے اُنھوں نے قصاص لینے کو (حکم فرمایا)

کے کُنَد مکرش ز علمِ حق خلاص
اُس کا مکر اللہ (تعالیٰ) کے علم سے کب بچاسکتا ہے!

حلمِ حق گرچہ مواساہا کُنَد
اللہ (تعالیٰ) کی بُردباری اگرچہ بہت غمخواری کرتی ہے

چونکہ از حد بگذرد رسوا کُنَد
جب معاملہ حد سے گذر جاتا ہے تو وہ رسوا کردیتی ہے

خوں[۵۳] نخسپد در فتد در ہر دلے
خون نہیں سوتا، ہر دل میں پیدا ہوتی ہے

میلِ جُستن جوئے و کشفِ مُشکلے
جستجو کی خواہش اور مشکل کا کھولنا

اِقتضائے داوریِ ربِّ دیں
بدلے کے رب کے انصاف کا تقاضہ

سَر برآرد از ضمیرِ آن و ایں
اِس اور اُس کے دل میں سَر اُبھارتا ہے

کاں فلاں چوں شُد چہ شُد حالش چہ گشت
کہ فلاں کا کیا ہوا کیسے ہوا، اُسکی کیا حالت ہوئی؟

ہمچناں کہ جوشد از گلزار گشت
اِس طرح جیسے کہ گلزار سے برپا ہوا جوش مارتا ہے

جوششِ خوں باشد آں و جُستہا
خون کا جوش ہوتی ہیں وہ جستجوئیں

خارشِ دلہا و بحث و ماجرا
دلوں کی خارش اور بحث اور معاملہ

---

[۵۱] بِکْ سَرَش۔ اس مقتول کا سَر اور چھُری اس زمین میں دفن ہے۔ نام۔ اُس قاتل کا نام چھُری پر کندہ ہے۔ زنّار۔ یعنی کافر مومن بن گیا۔

[۵۲] جملہ۔ حضرت داؤدؑ کے جس قدر معترضین تھے چونکہ وہ بدظنی کرکے تباہ ہوئے تھے سب نے عذر خواہی شروع کردی۔ قصاص یعنی قاتل کو مقتول کے عوض قتل کرنا۔ دادخواہ جس پر گلے والے نے دعویٰ کیا تھا۔ بداں تیغش۔ وہی چھری جس سے اُس نے اُس کے دادا کو قتل کیا تھا۔ مکرش۔ اُس قاتل کا مکر اللہ تعالیٰ کے علم سے پوشیدہ نہ تھا۔

[۵۳] خوں نخسپد۔ مشہور ہے کہ خون نہیں چھپتا قاتل کے سَر پر چڑھ کر بولتا ہے۔ اقتضا۔ اللہ تعالیٰ کے انصاف کا تقاضہ ہر انسان کے دل میں مقتول کے بارے میں جستجو پیدا کردیتا ہے۔ ضمیر۔ دل، باطن۔ جوششِ خوں۔ وہی مقتول کا خون لوگوں کے دل میں جوش مارتا ہے اور دل میں جستجو کا تقاضہ پیدا کردیتا ہے۔

چونکہ پیدا گشت سرِ کارِ اُو — مُعجزہ داؤدؑ شد فاش و دوتو[1]

جب اُس کے کارنامہ کا راز ظاہر ہو گیا — (حضرت) داؤدؑ کا معجزہ مشہور اور مضبوط ہو گیا

خُلق جُملہ سر برہنہ آمدند — سر بسجدہ بر زمینہا می زدند

تمام لوگ ننگے سر آئے — سر کو سجدے میں زمینوں پر رکھتے تھے

ما ہمہ کورانِ اصلی بُودہ ایم — وانچہ می فرمودہٗ نشنودہ ایم

ہم سب اصلی اندھے تھے — اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہم نے نہ سُنا

لیک معذوریم چوں بے دیدہ ایم — از تو ما صد گوں عجائب دیدہ ایم

لیکن ہم معذور ہیں چونکہ بغیر آنکھوں کے ہیں — ہم نے آپ سے سینکڑوں قسم کے عجائب دیکھے ہیں

سنگ[2] با تو در سخن آمد شہیر — کز برائے غزوِ طالوتم بگیر

پتھر نے آپ سے بات کی (یہ) مشہور ہے — کہ مجھے طالوت سے جہاد کرنے کے لئے لے لیجئے

تو بسہ سنگ و فلاخن آمدی — صد ہزاراں مرد را برہم زدی

آپ تین پتھر اور گوپھن لے کر آئے — لاکھوں انسانوں کو تباہ کر دیا

سنگہایت صد ہزاراں پارہ شد — ہر یکے مر خصم را خونخوارہ شد

آپکے (تین) پتھر لاکھوں ٹکڑے بن گئے — ہر ایک دشمن کے لئے خونخوار ہو گیا

آہن اندر دستِ تو چوں موم شد — چوں زرہ سازی ترا معلوم شد

آپ کے ہاتھ میں لوہا موم جیسا ہو گیا — جب آپ زرہ بنانا جان گئے

کوہہا[3] با تو رسائل شد شکور — با تو میخوانند چوں مُقری زبور

پہاڑ شکر گزاری میں آپ کے ہم آواز ہو گئے — آپ کے ساتھ (ملکر) قاری کیطرح زبور پڑھتے ہیں

صد ہزاراں چشمِ دل بکشادہ شد — از دمِ تو غیب را آمادہ شد

دلوں کی لاکھوں آنکھیں کھل گئیں — آپ کے ارشاد سے غیب پر آمادہ ہو گئیں

واں قوی تر از ہمہ کہ دائم ست — زندگی بخشی کہ سرمد قائم ست

اور سب سے زیادہ قوی جو دائمی ہے — آپ وہ زندگی بخشتے ہیں کہ جو ابد تک قائم ہے

جانِ جملہ مُعجزات اینست خود — کو بہ بخشد مُردہ را جانِ اَبد

یہ خود تمام معجزوں کی جان ہے — کہ وہ مُردے کو ابدی جان بخشتا ہے

کُشتہ شد ظالم جہانے زندہ شد — ہر یکے از نو خدا را بندہ شد

ظالم قتل کیا گیا، ایک عالم زندہ ہو گیا — ہر ایک از سرِ نو خدا کا بندہ بن گیا

[1] دوتو۔ دُہرا، مضبوط۔ خلق۔ حضرت داؤدؑ کے اِس معجزے کو دیکھ کر سب لوگ ننگے سر دوڑ کر اُن کے سامنے سربسجود ہو گئے۔ ما ہمہ۔ چونکہ ہم کور باطن تھے اِسلئے ہم ابتداءً آپ کے فرمان کو نہ سمجھ سکے۔ از تو۔ ہم نے پہلے آپ کے بہت سے معجزے دیکھے ہیں۔

[2] سنگ۔ جب طالوتؑ جالوت کے مقابلے کے لئے نکلے تھے تو حضرت داؤدؑ کو ساتھ لیکر گئے تھے، راستہ میں پتھروں نے حضرت داؤدؑ سے کہا تھا کہ ہمیں لیکر چلیئے طالوت کی موت کا سبب بنیں گے۔ فلاخن۔ گوپھن جس کے ذریعہ دشمن پر سنگباری کی جاتی ہے۔ سنگہایت۔ وہ تین پتھر تھے لیکن پھینکنے پر اُن کے ہزاروں ٹکڑے بنکر جالوت کی فوج پر لگے۔ آہن۔ حضرت داؤد زرہیں بناتے تھے اور لوہا اُن کے ہاتھ میں آکر موم بن جاتا تھا۔

[3] کوہہا۔ جب حضرت داؤدؑ زبور پڑھتے تھے تو پہاڑ اُن کے ہم آواز ہوکر زبور کی تلاوت کرنے لگتے تھے۔ صد ہزاراں۔ حضرت داؤدؑ کے ہاتھ پر لاکھوں کافر مومن بنے۔ غیب یعنی عالمِ غیب۔ واں۔ آپ کا سب سے زیادہ قوی معجزہ یہ ہے کہ آپ انسانوں کو ابدی حیات بخشتے ہیں۔ کشتہ شد۔ قرآن نے فرمایا قاتل کو قتل کرنے میں

دربیان آنکہ نفس آدمی بجائے آں خونیست کہ مدعی گاؤ

اس کے بیان میں کہ آدمی کا نفس اُس قاتل کی جگہ پر ہے، جو ذبح شدہ گائے

کُشتہ بُود وآن کُشندہ گاؤ عقل ست و داؤدؑ حق ست یا شیخ

کا مدعی بنا تھا اور وہ گائے ذبح کرنے والا عقل کی جگہ پر ہے اور حضرت داؤد (حضرت)

کہ نائب حق ست کہ بقوت و یاری اُو تواند ظالم را کُشتن

حق (تعالیٰ)، یا شیخ کی (جگہ پر ہیں) جو حق کا نائب ہوتا ہے جس کی قوت اور مدد سے ظالم

و تونگر شدن بروزے بے کسب و بے حساب

کو قتل کیا جا سکتا ہے، اور ایک دن میں بغیر کمائی اور بغیر حساب کے مالدار ہوا جا سکتا ہے

نفسِ خود را کُش جہاں را زندہ کُن
اپنے نفس کو مار، جہان کو زندہ کر

خواجہ را کُشت ست اُو را بندہ کُن
اس نے آقا کو قتل کیا ہے، اس کو غلام بنا

مُدعیِ گاؤ نفسِ تُست ہیں
خبردار! گائے کا مدعی تیرا نفس ہے

خویشتن را خواجہ کرد ست و مہین
اس نے اپنے آپ کو آقا اور سردار بنایا ہے

آں کُشندہ گاؤ عقلِ تُست رو
وہ گائے ذبح کرنے والا تیری عقل ہے، جا

بر کُشندہ گاوِ تن مُنکر مشو
جسم کی گائے کو ذبح کرنے والے کا منکر نہ بن

عقل اسیر ست و ہمی خواہد ز حق
عقل (نفس کی) قیدی ہے اور اللہ (تعالیٰ) سے

روزیِ بے رنج و نعمت بر طبق
بغیر مشقت روزی اور طباق بھری نعمت

روزیِ بے رنج اُو موقوف چیست
اس کی بے مشقت روزی کس چیز پر موقوف ہے؟

آنکہ بکُشد گاؤ را کاصلِ بدیست
یہ کہ وہ گائے کو ذبح کر دے کیونکہ وہ برائی کی جڑ ہے

نفس گوید چوں کُشی تو گاوِ من
نفس کہتا ہے تو میری گائے کو کیوں ذبح کرتا ہے؟

زانکہ گاوِ نفس باشد نقشِ تن
کیونکہ جسم کی صورت نفس کی گائے ہے

خواجہ زادہ عقل ماندہ بے نوا
عقل جو آقا سے پیدا ہوئی بے سروسامان ہو گئی

نفسِ خونی خواجہ گشت و پیشوا
قاتل نفس آقا اور پیشوا بن گیا

روزیِ بے رنج میدانی کہ چیست
تو جانتا ہے بلا مشقت روزی کیا ہے؟

قوتِ ارواح ست و ارزاق نبی ست
روحوں کی روزی ہے اور نبی کے (عطا کردہ) رزق ہیں

لیک موقوف ست بر قربانِ گاؤ
لیکن وہ گائے کی قربانی پر موقوف ہے

گنج قتلِ گاؤ داں اے گنج کاو
گائے کے ذبح کرنے کو خزانہ سمجھ اے خزانہ کھودنے والے

۱؎ دربیان۔ پہلے فقرے مولانا نصیحت کیلئے کچھ نتیجہ اخذ کر کے بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گائے ذبح کرنے والے کی مثال عقل ہے اور گائے کا بدلہ لینے والے کی مثال نفس ہے حضرت داؤدؑ کی مثال اللہ تعالیٰ ہے یا وہ شیخ کامل جو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے۔ نفس خود جس طرح گائے کے مدعی کے قتل سے عالم زندہ ہوا، تو اپنے نفس کو قتل کر عالم زندہ ہو جائیگا اس نفس نے تیری عقل کو فنا کر رکھا ہے اور خود آقا بن بیٹھا ہے اس کو عقل کا غلام بنا۔

۲؎ مدعی۔ نفس نے عقل کو فنا کیا اور خود آقا بن بیٹھا، حالانکہ وہ عقل کا غلام تھا۔ منکر۔ تمام لوگ ابتداءً گائے ذبح کرنیوالے کے مخالف ہو گئے تھے عقل۔ وہ نوجوان ہے جس نے گائے ذبح کی تھی اور اللہ تعالیٰ سے بغیر محنت روزی کا طالب بنا تھا۔ روزی۔ وہ روح اُس وقت حاصل ہوگی جب تن کشی کروگے جو کہ بمنزلہ گائے کے ہے۔

۳؎ نفس۔ بدن نفس کیلئے ایسا ہی ہے جیسا کہ گائے کے مدعی کیلئے گائے تھی۔ خواجہ زادہ۔ جس طرح وہ نوجوان گائے کے مدعی کے آقا کا پوتا تھا اسی طرح نفس کے اعتبار سے عقل کو سمجھو۔ نفس۔ نفس عقل کا قاتل ہے۔ ارزاق نبی یعنی نبی کی شریعت اور احکام۔ قربان گاؤ۔ یعنی بدن کو مجاہدات کے ذریعہ قربان کرنا

دوش[1] چیزے خوردہ ام ورنہ تمام
میں نے کل کچھ پی لیا ہے ، ورنہ پوری

دادمے در دستِ فہمِ تو زمام
باگ تیری سمجھ کے ہاتھ میں دے دیتا

دوش چیزے خوردہ ام افسانہ است
کل میں نے کوئی چیز پی لی ہے (یہ) کہنے کی بات ہے

ہر چہ می آید ز پنہاں خانہ است
(ورنہ) جو چیز آتی ہے وہ عالمِ غیب سے ہے

چشم بر اَسباب از چہ دوختم
میں نے اسباب پر نظر کیوں جمائی؟

کہ زخوش چشماں کرشم آموختم
اسلئے اچھی آنکھوں والوں سے میں نے ادا سیکھ لی ہے

ہست بر اَسباب اَسبابِ دگر
اسباب (دنیوی) سے اوپر دوسرے اسباب ہیں

در سبب منگر دراں افگن نظر
(دنیوی) اسباب کو نہ دیکھ، اُن پر نظر ڈال

انبیار در قطعِ اَسباب آمدند
انبیار قطعِ اسباب میں ہیں

معجزاتِ خویش بر کیواں زدند
انھوں نے اپنے معجزے زحل پر قائم کئے ہیں

بے سبب[2] مر بحر را بشگافتند
انھوں نے بلا سبب (ظاہری)، کے دریا کو پھاڑا ہے

بے زراعت چاش گندم یافتند
انھوں نے بغیر کھیتی کے گیہوں کا ڈھیر پایا ہے

ریگہا ہم آرد شد از سعیِ شاں
اُن کی کوشش سے ریتے آٹا بنے ہیں

پشمِ بُز ابریشم آمد کش کشاں
بھیڑ کی اُون کھچے دار ریشم بنی ہے

جملہ قرآں ہست در قطعِ سبب
پورا قرآن (قطعِ اسباب)، پر ناطق ہے

عزِّ درویش و ہلاکِ بولہب
درویش کی عزت، اور ابولہب کی ہلاکت

مرغ[3] با بیلے دو سہ سنگ افگند
پرند، ہاتھی پر دو تین کنکریاں گراتا ہے

لشکرِ زفتِ حبش را بشکند
حبش کے بھاری لشکر کو شکست دیدیتا ہے

پیل را سوراخ سوراخ افگند
ہاتھی کے سوراخ سوراخ کر ڈالتی ہے

سنگِ مرغے کو ببالا پر زند
پرند کی کنکری جو اوپر کو اڑتا ہے

دمِ گاوِ کشتہ بر مقتول زن
ذبح شدہ گائے کی دُم مقتول پر مار

تا شود زندہ ہماں دم در کفن
تاکہ وہ اسی وقت کفن میں زندہ ہو جائے

حلق بریدہ جہد از جائے خویش
گلا کٹا ہوا اپنی جگہ سے اٹھ پڑے گا

خونِ خود جوید ز خوں پالائے خویش
اپنے خون بہانیوالے سے اپنے خون کا مطالبہ کریگا

[1] دوش۔ مئے عشق سے مدہوشی طاری ہونے لگی ہے۔ ورنہ میں غذائے روح حاصل کرلے کی پوری بات بتاتا۔ افسانہ است یعنی سُرور کا سبب میں نے اپنا فعل بتایا یہ محض کہنے کی بات ہے ورنہ ہر چیز خزانۂ غیب سے آتی ہے اور اس کا سبب ذاتِ خداوندی ہے۔ چشم بر اسباب۔ اگرچہ ہر چیز کا حقیقی سبب ذاتِ خداوندی ہے لیکن اسبابِ ظاہری اختیار کرنا میں نے انبیار سے سیکھا ہے لہٰذا میں نے بھی ظاہری سبب کی طرف دھیان کر لیا تھا خوش چشماں یعنی انبیار کرام ہست۔ اسباب کے علاوہ ایک ذات مسبب الاسباب ہے انبیار۔ انبیار نے معجزات دکھا کر ثابت کر دیا ہے کہ اسبابِ ظاہری کے علاوہ بھی اور اسباب ہیں۔ کیواں۔ زحل جس کی بلندی مشہور ہے۔

[2] بے سبب۔ بغیر کسی ظاہری سبب کے حضرت موسیٰؑ کے لئے دریائے نیل پھٹ گیا۔ چاش۔ غلہ کا ڈھیر، حضرت موسیٰؑ کیلئے من وسلویٰ اترتا تھا۔ ریگہا۔ حضرت ابراہیمؑ کے لئے ریت آٹا بن گیا تھا۔ پشم۔ حضرت موسیٰؑ کی والدہ کیلئے اُون ریشم بنگیا تھا۔ جملہ قرآں۔ قرآن بتاتا ہے کہ بہت سی مہمیں بغیر ظاہری اسباب کے سَر ہوئی ہیں۔ عزِّ درویش۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر ظاہری اسباب کے عزت حاصل ہوئی

اور ابولہب باوجود تمول کے تباہ ہوا — [3] مرغ۔ ابرہہ حبشی کا ہاتھیوں کا لشکر ابابیلوں کی کنکریوں سے تباہ ہوا۔ پیل۔ ہاتھی پر کنکری گرتی تھی اور اسکے بدن کو چھلنی کر دیتی تھی۔ دمِ گاو۔ اس واقعہ کیطرف اشارہ ہے جو سورۂ بقرہ میں مذکور ہے حضرت موسیٰؑ نے ایک گائے ذبح کر کے اسکا گوشت یا دم مقتول پر ماری تو اسنے زندہ ہو کر قاتل کا پتہ بتا دیا۔

ہمچنیںؔ ز آغازِ قرآں تا تمام
اسی طرح قرآن کے شروع سے آخیر تک

رفضِ اسباب ست و علت والسلام
اسباب وعلت کا ترک (مذکور ہے) والسلام

کشفِ ایں نز عقلِ کارافزا شود
اس کا کشف کار افزا عقل سے نہیں ہوتا ہے

بندگی کن تا ترا پیدا شود
بندگی کر، تاکہ تجھ پر ظاہر ہو جائے

بندِؔ معقولات آمد فلسفی
فلسفی، معقولات کا پابند ہے

شہسوارِ عقلِ عقل آمد صفی
منتخب (انسان)، عقلِ کُل کا شہسوار ہے

عقلِ عقلت مغز و عقلِ تُست پوست
تیری عقل کی عقل مغز ہے اور تیری عقل چھلکا ہے

معدۂ حیواں ہمیشہ پوست جوست
حیوان کا معدہ ہمیشہ چھلکے تلاش کرنیوالا ہے

مغز جو از پوست دارد صد ملال
مغز کا تلاش کرنے والا، چھلکے سے نفرت کرتا ہے

مغزِ نغز آں را حلال آمد حلال
اچھا مغز اس کے لئے حلال ہی حلال ہے

چونکہ قشرِ عقل صد برہاں دہد
عقل کا چھلکا جبکہ سینکڑوں دلائل پیدا کر دیتا ہے

عقلِ کُل کے گام بے ایقاں نہد
(تو) کلی عقل بغیر یقین کے کب قدم اٹھائے گی؟

عقلؔ دفترہا کُند یکسر سیاہ
عقل دفتروں کو بالکل سیاہ کر دیتی ہے

عقلِ عقل آفاق دارد پُر زماہ
کلی عقل دنیا کے اطراف کو چاند سے پُر کر دیتی ہے

از سیاہی و سفیدی فارغ ست
(کلی عقل) سیاہی اور سفیدی سے بے نیاز ہے

نُورِ ماہش بر دل و جاں بازغ ست
اُسکے چاند کی چاندنی دل اور جان پر طلوع کرتی ہے

ایں سیاہ و ایں سفید ار قدر یافت
اس کالے اور اس سفید نے اگر کوئی مرتبہ پایا ہے

زاں شبِ قدر ست کاختر وار تافت
تو اُس شبِ قدر سے (پایا)، جو ستارے کیطرح چمکتی ہے

قیمتِ ہمیان و کیسہ از زر ست
ہمیانی اور تھیلی کی قدر سونے کی وجہ سے ہے

بے زر آں ہمیان و کیسہ ابتر ست
وہ ہمیانی اور تھیلی بغیر سونے کے ناقص ہے

ہمچناں کہ قدرِ تن از جاں بود
جس طرح کہ جسم کی قدر جان کی وجہ سے ہے

قدرِ جاں از پرتوِ جاناں بود
جان کی قدر جاناں کے پرتو کی وجہ سے ہے

گر بُدے جاں زندہ بے پرتو کنوں
اگر بے پرتو کی جان زندہ ہوتی

ہیچ گفتے کافراں را میتوں
(تو) کبھی وہ (خدا) کافروں کو کہتا کہ وہ مردے ہیں؟

ہیں بگو کہ ناطقہ جو می کند
ہاں کہدے کہ (قوتِ) گویائی نہر کھود رہی ہے

تا بقرنے بعدِ ما آبے رسد
تاکہ ہمارے ایک قرن بعد اُس میں پانی آئے

لہ ہمچنیں۔ قرآن اس کی تعلیم دیتا ہے کہ اسباب میں تاثیر مسبب الاسباب کیوجہ سے ہے۔ کشف یعنی مسبب الاسباب کا موثر ہونا دنیاوی عقل سے سمجھ میں نہ آئیگا اُس کیلئے مجاہدوں کی ضرورت ہے۔

لہ بند۔ یعنی فلسفی محض دنیاوی عقل میں مقید ہے۔ صفی۔ برگزیدہ یعنی ولی اللہ۔ عقلِ عقل۔ یعنی وہ نورِ حق جو عقل کو نور بخشتا ہے۔ معدۂ حیواں۔ حیوانات عموماً چھلکے کھاتے ہیں لہٰذا جس پر حیوانیت کا غلبہ ہے وہ دنیاوی عقل کیطرف مائل ہوتا ہے جو کہ بمنزلہ چھلکے کے ہے۔ چونکہ۔ دنیاوی عقل سینکڑوں دلائل پیش کر دیتی ہے جس سے یقین کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے تو عقلِ کُل بدرجۂ اولیٰ یقینی دلائل پر عمل کرتی ہے۔

سے عقل۔ یعنی عقل دنیوی۔ عقلِ عقل۔ یعنی نورِ حق۔ سیاہی۔ یعنی روشنائی۔ سفیدی۔ یعنی کاغذ۔ نورِ ماہش۔ نورِ حق انسانوں کے دلوں پر طلوع کرتا ہے۔ بازغ۔ چمکنے والا۔ شب قدر۔ یعنی نورِ حق۔ قیمت۔ عقل کی مثال ہمیانی کی سی ہے اور نورِ حق کی مثال سونے کی سی ہے۔ قدرِ جاں۔ اگر روح پر پرتوِ خداوندی نہیں ہے تو وہ روح مردہ ہے اسی لئے قرآن نے کافروں کو مردہ قرار دیا ہے۔ ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ فی الحال اگر میری باتیں سمجھنے والے نہیں ہیں تو آئندہ

گرچہ[1] ہر قرنے سخن آرے بُوَد — لیک گفتِ سالِفاں یارے بُوَد

اگرچہ ہر دَور میں بات کہنے والا ہوگا — لیکن پہلے لوگوں کا کہا ہوا سہارا ہوگا

نے کہ ہم توریت و انجیل و زبور — شد گواہِ صدقِ قرآں اے شکور

کیا ایسا نہیں ہے کہ توریت اور انجیل اور زبور بھی — اے شکر گذار! قرآن کی صداقت کے گواہ بنے ہیں

روزیِ بے رنج جوئی و بے حسیب — کز بہشتت آورد جبریلؑ سیب

بے مشقت اور ان گنت روزی طلب کر — تاکہ جبریلؑ تیرے لئے بہشت سے سیب لائیں

بلکہ رزقے از خداوندِ بہشت — بے صُداعِ باغبان بے رنجِ کشت

بلکہ بہشت کے مالک کی جانب سے رزق (ملیگا) — باغبان کی دردِ سری اور کھیتی کی مشقت کے بغیر

زانکہ نفعِ نان در آں نان دادِ اوست — بدہدت آں نفع بے توسیطِ پوست

کیونکہ اس روٹی میں روٹی کا نفع خدا کی دین ہے — تجھے وہ نفع بغیر چھلکے (روٹی) کی وساطت کے دیگا

ذوقِ پنہاں نقشِ نان چوں سفرہ ایست — نانِ بے سفرہ ولی را بہرہ ایست

نفع پوشیدہ ہے، روٹی کی صورت دسترخوان جیسی ہے — بغیر دسترخوان کی روٹی، ولی کا حصہ ہے

رزقِ جانی[2] کے بَری با سعی و جُست — جز بعدلِ شیخ کو داؤدِ تست

تو روحانی رزق (اپنی) کوشش اور جستجو سے کب حاصل — شیخ کے انصاف کے بغیر جو تیرے لئے (بمنزلہ حضرت) داؤدؑ کے ہے

نفس چوں با شیخ بیند گامِ تو — از بُنِ دنداں شود او رامِ تو

نفس، جب تیرا قدم شیخ کے ساتھ دیکھے گا — تو مجبوراً تیرا فرمانبردار ہو جائے گا

صاحبِ[3] آں گاو رام آنگاہ شُد — کز دمِ داؤدؑ او آگاہ شُد

گائے کا مدعی، اس وقت فرمانبردار بنا — جب وہ (حضرت) داؤدؑ کے حکم سے واقف ہوگیا

عقل گاہے غالب آید در شکار — بر سگِ نفست کہ باشد شیخ یار

شکار میں عقل اس وقت غالب آئیگی — تیرے نفس کے کتے پر جبکہ شیخ ساتھی ہوگا

نفس اژدرہاست با صد زور و فن — روئے شیخ او را زمرد دیدہ کن

نفس سینکڑوں مکر اور فن والا اژدہا ہے — شیخ کا چہرہ اسکے لئے آنکھیں نکالنے والا زمرد ہے

گر تو صاحب گاو را خواہی زبُوں — چوں خراں سیخش کن آں سو اے حَرُوں

اگر تو گائے کے مدعی کو مغلوب کرنا چاہتا ہے — اے سرکش! اسکو گدھوں کی طرح کھینچ کر اس طرف لیجا

---

[1] گرچہ۔ وہ آنیوالے سمجھدار خود بھی یہ اسرار بیان کر سکینگے لیکن مثنوی کی باتوں سے انکو تقویت حاصل ہوگی۔ نے کہ۔ پہلی کتابوں نے قرآن کی تصدیق کی، اسی طرح بعد میں آنیوالوں کے اقوال کی میری مثنوی تصدیق کردیگی۔ روزی۔ اب پھر مولانا پہلے مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ جس طرح اس نوجوان نے خدا سے بغیر محنت کی روزی طلب کی تھی تم بھی طلب کرو۔ بلکہ۔ ایک وقت ایسا آئیگا کہ تمہیں بغیر واسطہ فیض خداوندی حاصل ہونے لگے گا۔ زانکہ۔ روٹی میں جو مخفی نفع ہے وہ محض اللہ کی عطا ہے وہ نفع اللہ تعالیٰ روٹی کے واسطہ کے بغیر بھی عطا فرمادیتا ہے۔ ذوق۔ لذت اور نفع روٹی میں مخفی چیز ہے اور روٹی کی شکل اسکے لئے ایسی ہی ہے جیسا کہ روٹی کیلئے دسترخوان تو وہ مکاشفت اللہ تعالیٰ بغیر روٹی کی ظاہری شکل کے اپنے اولیاء کو عنایت فرمادیتا ہے۔

[2] رزقِ جانی۔ یعنی روحانی رزق شیخ کے ذریعہ حاصل ہوگا جیسا کہ اس نوجوان کو حضرت داؤدؑ کے انصاف سے رزق حاصل ہوا۔ نفس۔ شیخ کی صحبت نفس کو رام کردیتی ہے۔ از بنِ دنداں۔ یعنی جبراً و قہراً۔

[3] صاحبِ آں گاو۔ گائے کے مدعی کی مثال نفس کی سی ہے وہ تب ہی مطیع بنا جب اس نے حضرت داؤدؑ کا فیصلہ سنا اسی طرح نفس شیخ کی صحبت سے مطیع ہوگا۔ عقل۔ عقل نفس کا شکار جب کرے گی جب شیخ یار بن جائے۔ زمرد۔ مشہور ہے اگرچہ غلط ہے کہ زمرد کی تاثیر سے سانپ اندھا ہو جاتا ہے تو شیخ کا وجود نفس کو اندھا کرنے میں زمرد کی تاثیر رکھتا ہے۔ چوں خراں۔ نفس کو گدھے کی طرح کھینچ کر شیخ کے پاس لیجا۔

گر تو خواہی ایمنی از اژدہا
اگر تو اژدھے سے مطمئن ہونا چاہتا ہے
دستش از داماں مکن یکدم رہا
کسی وقت بھی ہاتھ کو اس کے دامن سے جدا کر

خاک شو در پیشِ شیخ باصفا
صاحب باطن شیخ کے سامنے خاک بن جا
تا ز خاکِ تو بروید کیمیا
تاکہ تیری خاک سے کیمیا پیدا ہو

صدؔ[1] زباں در ہر زبانش صد لغت
(نفس کے) سو زبانیں ہیں اور اس کی ہر زبان میں سو لغت
زرق و دستانش نیاید در صفت
اس کا مکر اور حیلہ بازی بیان نہیں ہوسکتی ہے

چوں بنزدیک ولی اللہ شود
جب وہ اللہ کے ولی کے نزدیک ہوتا ہے
آں زبانِ صد گزش کوتہ شود
اس کی سو گز لمبی زبان چھوٹی ہو جاتی ہے

مُدّعی گاوِ[2] نفس آمد فصیح
گائے کا مدعی نفس زبان دراز ہے
صد ہزاراں حجت آرد ناصحیح
غلط قسم کی لاکھوں دلیلیں بیان کرتا ہے

شہر را بفریبد الّا شاہ را
شاہ کے علاوہ، شہر کو فریب دیتا ہے
رہ نتاند زد شہِ آگاہ را
باخبر شاہ، کی راہ زنی نہیں کر سکتا

نفس را تسبیح و مصحف در یمیں
نفس کے داہنے ہاتھ میں تسبیح اور قرآن ہے
خنجر و شمشیر اندر آستیں
آستین کے اندر خنجر اور تلوار ہے

مصحفِ سالوسِ او باور مکن
اس کے مکر کے قرآن پر اعتماد نہ کر
خویش با او ہمسر و ہمسر مکن
اپنے آپ کو اس کا ہمراز اور ہم رتبہ نہ بنا

سوئے حوضت آورد بہرِ وضو
وہ وضو کرانے کے لئے تجھے حوض کی جانب لا آئے
واندر اندازد ترا در قعرِ او
اور تجھے اس کے اندر اس کی گہرائی میں پھینک دیتا ہے

عقل نورانی و نیکو طالب ست
عقل نورانی اور بہترین طلبگار ہے
نفسِ ظلمانی برو چوں غالب ست
تاریک نفس اس پر کیوں غالب ہے

زانکہ او در خانہ عقلِ تو بروں
کیونکہ وہ گھر میں ہے، تیری عقل باہر ہے
گرچہ ملکِ اوست لیکن شد زبوں
(گھر) اگرچہ اس کی ملک ہے لیکن وہ مغلوب ہے،

زانکہ او در خانہ عقلِ تو غریب
کیونکہ وہ گھر میں ہے (اور) تیری عقل مسافر ہے
بر درِ خود سگ بود شیرِ مہیب
اپنے دروازے پر کتا خوفناک شیر ہوتا ہے

باشؔ[3] تا شیراں سوئے بیشہ روند
ٹھہر کہ شیر کچھار میں پہنچیں
ویں سگانِ کور آنجا بگروند
یہ اندھے کتے وہاں مطیع ہو جائیں گے

---

[1] صد زباں: نفس بہت ہی بت بنا اور مکار ہے اس کے کردوں کی تفصیل ممکن نہیں ہے۔ کوتہ: نفس کی زبان شیخ کی صحبت میں کوتاہ ہو جاتی ہے پھر وہ مکاری کی باتیں نہیں کر سکتا۔ مدعی: نفس گائے کے مدعی کی طرح ہے۔ اس مدعی نے بہت سی غلط دلیلیں پیش کر دیں۔ شہر گائے کے مدعی کی تقریروں سے تمام لوگ دھوکے میں آگئے تھے حضرت داؤدؑ فریب میں نہ آئے تھے۔

[2] نفس: نفس بگلا بھگت ہے بظاہر نیک معلوم ہوتا ہے لیکن بباطن بہت فریبی ہے۔ مصحف: اس کی ظاہری حالت دیکھ کر اس کا ہمراز اور ہمدم نہ بن۔ سوئے حوض: نیکی کی دعوت دیتا ہے لیکن اس میں بھی فریب ہوتا ہے۔ عقل نورانی: عقل جیسی شریف چیز پر کمین نفس کا غلبہ اس وجہ سے ہو جاتا ہے کہ تو عقل سے بیگانہ ہو گیا ہے اور اس کو تو نے اپنے سے دور کر دیا اور اپنے اندر نفس کو بسا لیا ہے اب وہ نفس کا کتا اپنے گھر پر رہ کر شیر ہو گیا ہے اور عقل ماری ماری پھرتی ہے۔

[3] باش: عقلیں جب اپنے اصل مقام پر مقیم ہونگی تب ان کتوں پر اس کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

مکرِ نفس و تن نداند عامِ شہر | اُو نگردد جز بوحی القلب قہر[1]

نفس اور جسم کے مکر کو شہر کے عوام نہیں جانتے | وہ دل کی وحی کے بغیر مغلوب نہیں ہوتا

ہر کہ جنسِ اوست یارِ اُو شود | جز مگر داؤدؑ کو شیخت بُود

جو اُس کا ہم جنس ہے اُس کا دوست بن جاتا ہے | مگر سوائے داؤدؑ کے جو تیرا شیخ ہے

کو مبدّل گشت و جنسِ تن نماند | ہر کرا حق در مقامِ دل نشاند

جو بدل گیا ہے اور جسم کا ہم جنس نہیں رہا ہے | جس کو اللہ تعالیٰ نے دل کی جگہ بٹھایا ہے

خلق[2] جملہ علتی اند از کمیں | یارِ علت می شود علت یقیں

تمام لوگ اندر سے بیمار ہیں | یقیناً مرض، مرض کا مددگار ہوتا ہے

ہر خسے[3] دعوئ داؤدی کند | ہر کہ بے تمیز کف در وے زند

ہر کمینہ داؤدؑ ہونے کا دعویٰ کر دیتا ہے | جو بے تمیز ہے اُس سے وابستہ ہو جاتا ہے

چوں ز صیادے شنید آواز طیر | مرغِ ابلہ میکند آں سوئے سیر

جب شکاری سے پرند کی بولی سنتا ہے | بیوقوف پرند اُس جانب اُڑان بھرتا ہے

نقد را از قلب نشناسد غویست | ہیں ازو بگریز اگرچہ معنویست

جو کھرے کو کھوٹے سے نہ پہچانے گمراہ ہے | خبردار! اُس سے گریز کر خواہ وہ نکتہ رس ہو

رستہ[4] و بر بستہ پیشِ اُو یکے ست | گر یقین دعوے کند اُو در شکے ست

آزاد اور گرفتار اُس کے نزدیک یکساں ہے | اگرچہ یقین کا دعویٰ کرے وہ شک میں (مبتلا) ہے

اینچنیں[5] کس گر ذکی مطلق ست | چونش ایں تمیز نبود احمق ست

ایسا شخص خواہ پورا ذہین ہے | جب اُس کو یہ تمیز نہ ہو وہ احمق ہے

ہیں ازو بگریز چوں آہو ز شیر | سوئے اُو مشتاب اے دانا دلیر

خبردار! اُس سے ایسا بھاگ جیسے شیر سے ہرن | اے عقلمند بہادر! اُس کی جانب نہ جا

گریختن عیسیٰ علیہ السلام بر فرازِ کوہ از احمقان و

بیوقوفوں کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پہاڑی کی بلندی پر بھاگ کر

شخصے در پے اُو رفتن و سوال کردن

جانا اور ایک شخص کا اُن کے پیچھے جانا اور سوال کرنا

[1] اُو۔ نفس بھی دل کی وحی سے مغلوب ہوتا ہے جیسا کہ مدعی گاؤ حضرت داؤدؑ کی قلبی وحی سے مغلوب ہوا ورنہ شہر والے اُس کو سچا سمجھ رہے تھے۔ ہر کہ۔ جو نفس کا ہم جنس ہوتا ہے وہ اُس کی بات کو سچا سمجھ لیتا ہے، شیخ چونکہ داؤدؑ کی طرح ہے وہ اُس کے فریب میں نہیں آتا ہے۔ کو مبدل۔ شیخ کامل وہ ہے جو جسمیت کو ختم کر کے مجسم روح بن جائے اور اصطلاح سے مظہرِ خدا بن جائے جس طرح دل مظہرِ خدا ہے

[2] خلق۔ عوام باطنی مریض ہیں اور بیماری، بیماری کی مددگار ہوتی ہے لہٰذا عوام ظالم کی حمایت کیا کرتے ہیں۔

[3] ہر خسے۔ دنیا میں بہت سے مکار اور فریبی ہیں جو شیخ ہونے کے مدعی بن جاتے ہیں اگر انسان میں پہچاننے کی قوت نہیں ہوتی ہے تو وہ اُن کے مکر میں پھنس جاتا ہے۔ چوں ز۔ یہ احمق جنہیں سچے اور جھوٹے پیر کی پہچان نہیں ہے اُس بیوقوف پرند کی طرح ہیں جو شکاری کی سیٹی کو اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ لیتا ہے اور پھنستا ہے۔ نقد۔ اِن احمقوں میں کھرے کھوٹے کی تمیز نہیں ہے ایسے احمقوں سے گریز چاہیے خواہ وہ کتنا ہی نکتہ رس اور ذہین ہو۔

[4] رستہ۔ ایسے احمقوں کو یہ تمیز نہیں ہوتی کہ کون جنتی ہے اور کون جہنمی، اگر ایسے احمق یقین کا دعویٰ کریں تو وہ یقیناً مشکوک ہے۔

[5] اینچنیں۔ ایسا احمق خواہ کتنا ہی ذہین ہو اُس کو احمق سمجھو اور اُس سے اِس طرح بھاگو جس طرح ہرن شیر سے بھاگتا ہے۔ گریختن۔ اِس قصے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ حماقت کا مرض عذابِ الٰہی اور لا علاج ہے۔

عیسئِ مریمؑ بکوہے می گریخت
حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ ایک پہاڑ کی طرف بھاگ رہے تھے

شیر گوئی خونِ اُو میخواست ریخت
گویا، شیر اُن کا خون بہانا چاہتا ہے

آں یکے در پے دوید و گفت خیر
ایک شخص پیچھے دوڑا اور بولا خیر یت ہے

در پَیَت کس نیست چہ گریزی چو طیر
آپ کے پیچھے کوئی نہیں ہے پرند کی طرح آپ کیوں دوڑ رہے ہیں ؟

با شتاب اُو آنچناں میتاخت جفت
جلدی میں وہ اس طرح چست بھاگ رہے تھے

کز شتابِ خود جواب اُو نگفت
کہ اپنی جلدی میں اُس کو جواب نہ دیا

یک دو میداں در پئے عیسیٰؑ براند
وہ ایک دو میدان (حضرت) عیسیٰؑ کے پیچھے بھاگا

پس بجدِ جہد عیسیٰؑ را بخواند
پھر کوشش سے (حضرت) عیسیٰؑ کو پکارا

کز پئے مرضاتِ حق یک لحظہ ایست
کہ خدا کی خوشنودی کے لئے تھوڑی دیر ٹھہرئیے

کہ مرا اندر گریزت مشکلے ست
کیونکہ آپ کے بھاگنے میں میرے لئے مشکل (در پیش) ہے

از کہ ایں سو می گریزی اے کریم
اے صاحبِ کرم ! ادھر کو آپ کس سے بھاگ رہے ہیں ؟

نے پَیَت شیر و نہ خوف خصم و بیم
آپ کے پیچھے نہ شیر ہے نہ دشمن کا ڈر اور خوف

گفت از احمق گریزانم برو
فرمایا جا میں بیوقوف سے بھاگ رہا ہوں

می رہانم خویش را بندم مشو
میں اپنے آپ کو چھڑا رہا ہوں، مجھے نہ روک

گفت آخر آں مسیحا نہ توئی
اُس نے کہا آخر آپ وہی مسیحا نہیں ہیں

کہ شود کور و کر از تو مستوی
کہ آپ کے ذریعہ اندھا اور بہرا تندرست ہو جاتا ہے

گفت آرے گفت آں شہ نیستی
اُنھوں نے فرمایا ہاں! اُسنے کہا آپ وہ شاہ نہیں ہیں ؟

کہ فسونِ غیب را ماویستی
کہ آپ غیبی منتر کے ماویٰ (و ملجا) ہیں

چوں بخوانی آں فسوں بر مردۂ
آپ جب وہ منتر کسی مُردے پر پڑھتے ہیں

بر جہد چوں شیرِ صید آوردۂ
وہ (مُردہ) شکاری شیر کی طرح کود پڑتا ہے

گفت آرے آں منم گفتا کہ تو
اُنھوں نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں اُس نے کہا کہ

نے ز گِل مرغاں کنی اے خوبرو
اے حسین ! کیا مٹی سے پرندے نہیں بناتے

بر دمی در وے شُبک تا جاں شود
آپ اُسمیں آہستہ سے پھونک مارتے ہیں تو وہ کس زندہ ہو جاتا ہے

در ہوا اندر زماں پّراں شود
(اور) فوراً ہی ہوا میں اڑنے لگتا ہے

گفت آرے گفت پس اے روحِ پاک
اُنھوں نے فرمایا ہاں، اُسنے کہا، تو اے پاک روح!

ہر چہ خواہی میکنی از کیست باک
آپ جو چاہتے ہیں کر لیتے ہیں پھر کس کا ڈر ہے

ؔا عیسیٰ۔ عیسیٰ ابن مریم اِس طرح پہاڑ کی جانب بھاگے جا رہے تھے جیسے کہ گویا کوئی شیر اُن کے خون کے در پے ہے ایک شخص اُن کے پیچھے دوڑا اور بھاگنے کا سبب پوچھنے لگا لیکن وہ اِس قدر تیز بھاگ رہے تھے کہ اُسکو جواب نہ دے سکے

ؔ۲ کز پئے مرضات۔ اُس شخص نے بھاگ کر اور اُن سے قریب ہو کر کہا خدا کے لئے رُک جائیے اور میرا جواب دیدیجئے۔ گفت حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا میں ایک احمق سے بھاگ رہا ہوں تو مجھے نہ روک۔ گفت۔ اُس شخص نے کہا آپ کے دم کرنے سے تو اندھے بہرے اچھے ہو جاتے ہیں آپ احمق کی حماقت سے اِس قدر خوفزدہ کیوں ہیں ؟

ؔ۳ گفت آرے حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ تیرا کہنا درست ہے۔ گفت آں شہ۔ پیچھے بھاگنے والے نے کہا آپ تو وہی شاہ ہیں جنکو اسم اعظم آتا ہے جب وہ آپ مُردے پر پڑھتے ہیں تو وہ شکاری شیر کی طرح زندہ ہو جاتا ہے۔ گفت انھوں نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں جو تو کہتا ہے تو اُس نے کہا آپ تو مٹی سے پرند بنا کر اُڑا دیتے ہیں اُنکیں پھونک مار دیتے ہیں تو اُڑنے لگتا ہے۔ گفت آرے۔ انھوں نے اِقرار کیا تو اُسنے پھر کہا جب آپکے پاس ایسے معجزے ہیں

با چنیں بُرہاں کہ باشد در جہاں
ایسی دلیلوں کے ہوتے ہوئے، دنیا میں کون ہوگا؟
کہ نباشد مر ترا از بندگان
جو آپ کے غلاموں میں سے نہ ہو

گفت[1] عیسیٰؑ کہ بذاتِ پاکِ حق
(حضرت) عیسیٰؑ نے فرمایا کہ اللہ کی پاک ذات کی قسم
مُبدعِ تن خالقِ جاں در سَبَق
جو کہ جسم کا پیدا کرنیوالا ازل میں روح کا خالق ہے

حُرمتِ ذات و صفاتِ پاکِ اُو
اُس کی پاک ذات، اور صفات کی قسم
کہ بُوَد گردوں گریباں چاکِ اُو
جس کے لئے آسمان گریبان پھاڑے ہوئے ہے

کاں فسُون و اسمِ اعظم را کہ من
کہ وہ منتر اور اسم اعظم جو میں نے
بر کَر و بر کور خواندم شد حسَن
بہرے اور اندھے پر پڑھا وہ اچھا ہوگیا

بر کُہِ سنگیں بخواندم شد شگاف
پتھریلے پہاڑ پر میں نے پڑھا وہ شق ہوگیا
خرقہ را بدرید بر خود تا بناف
اُس نے ناف تک پیرہن پھاڑ ڈالا

بر[2] تنِ مُردہ بخواندم گشت حَی
میں نے مُردہ جسم پر پڑھا وہ زندہ ہوگیا
بر سَرِ لاشی بخواندم گشت شَی
میں نے ناچیز پر پڑھا وہ چیز ہوگیا

خواندم آں را بر دلِ احمق بوُد
میں نے محبت سے اُس کو بیوقوف کے دل پر پڑھا
صد ہزاراں بار و درمانے نشُد
لاکھوں بار، اور کوئی علاج نہ ہوا

سنگِ خارا گشت وزاں خُو برنگشت
سنگِ خارا بن گیا اور اُس عادت سے نہ ہٹا
ریگ شد کز وے نروید ہیچ کِشت
ریت بن گیا جس سے کوئی کھیتی نہ اُگے

گفت[3] حکمت چیست کانجا اسمِ حق
اُس نے کہا کیا راز ہے کہ وہاں اسم اعظم نے
سُود کرد اینجا نبود آنرا سَبق
فائدہ کیا، اِس جگہ وہ نہ چلا

آں ہماں رنجست و ایں رنجے چرا
وہ بھی بیماری ہے، اور یہ بھی بیماری کیوں
اُو نشد ایں را و آں را شد دوا
وہ اس کے لئے (دوا) نہ ہوا اور اُسکے لئے دوا بنگیا؟

گفت رنجِ احمقی قہرِ خداست
فرمایا، بیوقوفی کی بیماری خدا کا عذاب ہے
رنجِ کوری نیست قہر آں ابتلاست
اندھے پن کی بیماری عذاب نہیں ہے وہ آزمائش ہے

ابتلا رنجیست کان رحم آورد
آزمائش وہ بیماری ہے جو رحم لاتی ہے
احمقی رنجیست کاں زخم آورد
بیوقوفی وہ بیماری ہے جو زخم پیدا کرتی ہے

بر سَر آرد زخم رنجِ احمقی
بیوقوفی کا مرض سر کو زخمی کرتا ہے
رحم نبود چارہ جوئی آں شقی
اُس بدبخت کی چارہ جوئی رحم سے نہیں ہوتی

[1] گفت۔ اُس سوال کرنیوالے کے جواب میں فرمایا۔ مُبدع۔ ایجاد کرنیوالا سبق۔ ازل۔ گریبان چاک۔ یعنی عاشق۔ کاں۔ بیشک اُس اسم اعظم کا یہی اثر ہے کہ اُس سے اندھے بہرے اچھے ہوجاتے ہیں۔ ہر کُہ۔ پہاڑ اُس کی عظمت و ہیبت سے پھٹ جاتے ہیں۔

[2] بر تن۔ اسم اعظم مُردے پر پڑھا جائے تو وہ زندہ ہوجاتا ہے۔ لاشی۔ یعنی اسم اعظم پڑھنے سے معدوم موجود ہوجاتا ہے۔ وُد۔ محبت۔ سنگ خارا۔ یعنی احمق پر اسم اعظم پڑھنے سے کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ اُلٹا اثر ہوا کہ وہ اور سخت ہوگیا۔ خو۔ یعنی حماقت کی عادت۔

[3] گفت۔ اُس سوال کرنے والے نے کہا اس میں کیا راز اور حکمت ہے کہ احمق پر اسم اعظم بھی اثر نہیں کرتا۔ گفت حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ حماقت عذاب الٰہی ہے اور اندھا پن ایک آزمائش ہے۔ آزمائش میں جو مبتلا ہوتا ہے اُس پر رحم کیا جاتا ہے اور احمق پر جوتے برسائے جاتے ہیں۔ احمقی۔ حماقت پر ہر شخص کو غصہ آتا ہے۔

آنچہ داغِ اوست مُہر او کردہ است[1]	چارہ بر وے نیارد بُرد دست
جو اُس کا داغ ہے (گویا اللہ تعالیٰ) نے مُہر لگا دی ہے	کوئی تدبیر اس پر قابو نہیں پا سکتی
زاحمقاں بگریز چوں عیسیٰؑ گریخت	صحبتِ احمق بسے خونہا کہ ریخت
بیوقوفوں سے اس طرح بھاگ جیسے حضرت عیسیٰؑ بھاگے	احمق کی صحبت نے بہت خون بہائے ہیں
اندک اندک آب را دُزدد ہوا	ہمچنیں دُزدد ہم احمق از شما
ہوا پانی کو تھوڑا تھوڑا چُراتی ہے	اسی طرح بیوقوف تم میں سے چُراتا ہے
گرمیت را دُزدد و سردی دہد	ہمچناں کو زیرِ خود سنگے نہد
وہ تیری گرمی کو چُراتا ہے اور سردی پیدا کرتا ہے	جس طرح کہ وہ اپنے نیچے پتھر رکھتا ہے
آں گریزِ عیسوی نز بیم بُود	ایمن ست او از پئے تعلیم[2] بُود
(حضرت) عیسیٰؑ کا بھاگنا خوف سے نہ تھا	وہ محفوظ تھے، تعلیم دینے کے لئے تھا
زمہریر ار پُر کند آفاق را	چہ غم آں خورشیدِ با اشراق را
اگر سردی تمام دنیا کو بھر دے	روشن سورج کو کیا غم ہے!
ہر کرا گرمی بود از نورِ حق	اُو چہ غم دارد ز سردیہائے دَق
جس کو اللہ تعالیٰ کے نور کی گرمی حاصل ہو	اس کو سخت بارش کی سردی کا کیا غم ہے!

قصۂ اہلِ سبا و حماقتِ ایشاں و اثر نا کردنِ پند و نصیحتِ انبیاء در ایشاں

اہلِ سبا اور ان کی بے وقوفی اور انبیاء کی نصیحت کا اُن پر اثر نہ کرنے کا قصہ

یادم آمد قصۂ اہلِ سبا[3]	کز دمِ احمق صباشاں شد وبا
مجھے اہلِ سبا کا قصہ یاد آ گیا	احمقانہ باتوں سے صبا ہوا اُن کیلئے وبا بن گئی
آں سبا ماند بشہرے بس کلاں	در فسانہ بشنوی از کودکاں
وہ سبا بہت بڑے شہر جیسا تھا	تو نے بچوں سے قصہ میں سُنا ہوگا
کودکاں افسانہا می آورند	درج در افسانہ شاں صد گونہ پند
بچے قصے بیان کرتے ہیں	ان کے افسانوں میں ہر قسم کی نصیحت درج ہوتی ہے
ہزلہا گویند در افسانہا	گنج می جو در ہمہ ویرانہا
افسانوں میں مذاق کی باتیں کہتے ہیں	تو ہر ویرانے میں خزانہ تلاش کر

[1] آنچہ۔ حماقت کا اثر اللہ تعالیٰ کی ایک مُہر ہے جس پر کوئی تدبیر مؤثر نہیں ہوتی ہے۔ زاحمقاں — بیوقوفوں سے اسی طرح بھاگو جس طرح حضرت عیسیٰ بھاگے تھے۔ اندک۔ جس طرح ہوا تھوڑا تھوڑا پانی چُراتی رہتی ہے اور حوض خشک ہو جاتی ہے اسی طرح بیوقوف کی صحبت تیرے اچھے اوصاف چُراتی رہتی ہے۔ گرمیت۔ بھلائیوں کے لئے گرم جوشی کو اُس کی صحبت سردی اور کاہلی سے تبدیل کر دیتی ہے۔

[2] پئے تعلیم۔ حضرت عیسیٰ کا احمق سے بھاگنا دوسروں کی تعلیم کے لئے تھا۔ زمہریر۔ اگر تمام دنیا میں سردی پھیل ہوئی ہو تب بھی سورج کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ ہر کرا۔ حضرت عیسیٰ کو نورِ حق کی گرمی حاصل تھی کسی احمق کی حماقتوں سے وہ متاثر نہیں ہو سکتے تھے

[3] سبا۔ ایک شہر کا نام ہے۔ صبا بروا ہوا۔ وبا۔ بیماری۔ کودکاں۔ بچوں کی کہانیوں اور افسانوں میں بھی ایک نصیحت کا پہلو ہوتا ہے۔ ہزلہا۔ افسانوں میں عموماً مذاق کی باتیں ہوتی ہیں لیکن حکمت کے خزانے کے تلاش کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ ہر ویرانہ میں خزانہ تلاش کرے۔

بُود^1 شہرے بس عظیم و مہ ولے | قدرِ اُو چوں قدرِ سکرہ بیش نے
وہ (سبا) بہت بڑا اور عظیم شہر تھا لیکن | اس کا رتبہ سکرہ کے رتبہ سے زیادہ نہ تھا

بس عظیم و بس فراخ و بس دراز | سخت زفت و زفت اندازہ پیاز
بہت بڑا، بہت وسیع، اور بہت لمبا | پیاز کی طرح بہت تہ بہ تہ

مردمِ دہ شہر مجموع اندرو | لیک جملہ سہ تن ناشستہ رُو
اس میں دس شہروں کے انسانوں کا مجموعہ تھا، | لیکن سب مل کر تین گندے شخص (تھے)

اندرو نوعِ خلائق بے شمار | لیک آں جملہ سہ خام پختہ خوار
اس میں بے شمار مخلوق کی قسمیں تھیں، | لیکن وہ سب تین (شخص)، ناقص پکی پکائی کمانے والے

جان^2 ناکردہ بجاناں تاختن | گر ہزاران ست باشد نیم تن
جان کو جاناں کی طرف نہ کرکے دوڑنا | اگرچہ وہ ہزاروں ہوں آدھا شخص ہوگئے

آن یکے بس دُور بین و دیدہ کور | از سلیمانؑ کور و دیدہ پائے مور
انہیں سے، ایک اندھی آنکھوں والا اور دور تک دیکھ لینے والا | سلیمانؑ کے بارے میں اندھا اور چیونٹی کا پاؤں دیکھنے والا

واں دگر بس تیز گوش و سخت کر | گنج و در وے نیست یک جو سنگ زر
دوسرا بہت تیز کان والا، اور سخت بہرا | خزانہ اور اس میں ایک جو کے وزن کا سونا نہیں ہے

واں دگر عور و برہنہ لاشہ تاز | لیک دامنہائے جامہ اُو دراز
دوسرا ننگا اور برہنہ، مریل ٹٹو دوڑانے والا | لیکن اس کے کپڑوں کے دامن بہت لمبے

گفت کور اینک سپاہے میرسند | من ہمی بینم کہ چہ قوم اند و چند
اندھے نے کہا، یہ سپاہی پہنچ رہے ہیں | میں دیکھ رہا ہوں، کہ وہ کونسی قوم اور کس قدر ہیں

گفت^3 کر آرے شنیدم بانگ شاں | کہ چہ میگویند پیدا و نہاں
بہرے نے کہا ہاں میں نے اُنکی آواز سن لی | کہ وہ آہستہ اور زور سے کیا کہہ رہے ہیں

آں برہنہ گفت ترساں زیں منم | کہ بُبرّند از درازی دامنم
ننگا بولا، میں اس سے خوف زدہ ہوں | کہ لمبائی کی وجہ سے میرا دامن نہ کاٹ لیں

کور گفت اینک بنزدیک آمدند | خیز بگریزیم پیش از زخم و بند
اندھے نے کہا اب وہ قریب آگئے ہیں | اٹھو ہم پکڑے جانے اور پٹنے سے پہلے بھاگ جائیں

کر ہمی گوید کہ آرے مشغلہ | می شود نزدیک تر یاراں ہلہ
بہرا کہہ رہا تھا، کہ ہاں شور و غل | خبردار، اے دوستو! بہت نزدیک آرہا ہے

---

^1 بُود شہرے۔ سبا بہت بڑا شہر تھا لیکن اللہ کے نزدیک اس کا رتبہ مٹی کے پیالے سے زیادہ نہ تھا۔ سخت زفت۔ اوپر نیچے پیاز کے چھلکوں کی طرح تھا اور اُس میں آبادی تھی۔ مردم۔ آبادی کی تعداد دس شہروں کی آبادی کی تعداد کے برابر تھی لیکن سب لوگ اُس میں گندے قسم تھے۔ سہ خام۔ وہ تینوں ہی عقل کے کچے اور کمانے کے پکے تھے۔

^2 جان ناکردہ۔ ایسے لوگ جن کی روح محبوبِ حقیقی سے وابستہ نہ ہو اگر لاکھوں بھی ہیں تو آدھا شخص ہیں۔ آن یکے۔ ایک قسم تو یہ تھی کہ آخرت کے معاملہ میں اندھے اور دنیا داری میں بڑے دُور بین۔ سلیمانؑ۔ یعنی اللہ کے معاملہ میں نہ دیکھے پائے مور۔ دنیا کی معمولی سے معمولی بات سے بڑے بینا۔ واں دگر۔ دوسری قسم وہ تھی جو نیک بات سننے میں بہری اور بُری بات سن لینے میں کانوں کی بہت تیز تھی۔ گنج۔ وہ شہر سبا دنیوی مال و دولت کے اعتبار سے خزانہ تھا لیکن نیکی اور بھلائی اُس میں ذرہ برابر نہ تھی۔ واں دگر۔ تیسری قسم ایسے لوگوں کی تھی جن کا ظاہری لباس لمبا چوڑا لیکن تقوے کے لباس سے ننگے تھے۔

^3 گفت کر۔ بہرا بولا وہ جو کچھ باتیں کر رہے ہیں میں سب سن رہا ہوں۔ آں برہنہ۔ ننگے نے کہا مجھے ڈر ہے کہ میرے دراز دامن نہ کاٹ لیں۔ کور گفت

آں برہنہ گفت آوہ[1] دامنم — از طمع بُرّند و من ناایمنم

ننگے نے کہا، ہائے میرا دامن! لالچ میں کاٹ لیں گے اور میں محفوظ نہیں ہوں

شہر را ہشتند و بیروں آمدند — وز ہزیمت در دہے اندر شدند

انھوں نے شہر چھوڑ دیا اور باہر نکل آئے اور پسپائی سے وہ ایک گاؤں میں گھس گئے

اندراں دہ مرغِ فربہ یافتند — لیک ذرہ گوشت بے بر وے نزند

انھوں نے اس گاؤں میں ایک موٹا مرغ پایا لیکن اس پر ذرہ برابر گوشت نہ تھا، لاغر تھا

کور دید و آں کر آوازش شنید — عور بگرفت و بداماں در کشید

اندھے نے اس کو دیکھا اور بہرے نے اس کی آواز سن لی ننگے نے اس کو پکڑ لیا اور دامن میں چھپا لیا

مرغِ مردہ خشک از زخمِ کلاغ — استخوانہا زار گشتہ چوں پناغ

مرغِ مُردہ کوّے کی ٹھونگوں سے خشک (تھا) ہڈیاں دھاگے کی طرح لاغر تھیں

پس طلب کردند دیگے یافتند — بے سر و بے بن بُبک بشتافتند

انھوں نے تلاش کیا، اور ایک دیگچی پالی جس کے نہ سر تھا نہ تلی، جلدی دوڑے

بر سر[2] آتش نہادند آں سہ[3] تن — مرغِ فربہ را بدیگ اندر زفن

ان تینوں نے آگ پر رکھا موٹے مرغ کو دیگچی میں ہنرمندی سے

آتشش کردند چنداں اے پسر — کاستخواں شد پختہ لحمش بیخبر

اے بیٹا! انھوں نے اس قدر پکایا کہ ہڈیاں پک گئیں، اسکے گوشت کو پتہ نہ ہوا

زاں ہمی خوردند چوں از صید شیر — ہر یکے ز اخوردنش چوں پیل سیر

انھوں نے اس کو اسطرح کھایا جسطرح شیر شکار کو اسکے کھانے سے ہر ایک ہاتھی کیطرح سیر ہو گیا

ہر سہ[3] زاں خوردند بس فربہ شدند — چوں سہ پیلے بس بزرگ و مہ شدند

تینوں نے اس میں سے کھایا، بہت موٹے ہو گئے تین موٹے، اور بڑے ہاتھیوں کی طرح ہو گئے

آنچناں کز فربہی ہر یک جواں — در نگنجیدے ز زفتی در جہاں

ایسے کہ ہر ایک جوان موٹاپے کی وجہ سے بھاری پن سے، دنیا میں نہ سماتا تھا

با چنیں گبزی و ہفت اندام زفت — از شگافِ در بروں جستند تفت

ایسے موٹاپے، اور ساتوں موٹے اعضا کے باوجود تیزی سے دروازے کی درز سے باہر نکل گئے

راہِ مرگِ خلق ناپیدا رہی ست — در نظر ناید کہ آں بیجا رہی ست

مخلوق کی موت کا راستہ پوشیدہ راستہ ہے وہ دکھائی نہیں دیتا ہے کیونکہ لامکانی راستہ ہے

---

[1] آوہ۔ افسوس۔ ایمن۔ مطمئن۔ شہر را۔ تینوں شہر چھوڑ کر بھاگے اور ایک گاؤں میں پہنچے۔ ہزیمت۔ پسپائی۔ نزند۔ لاغر، خر مردہ۔ زخمِ کلاغ کوّے کا ٹھونگے مارنا۔ پناغ کچا دھاگا، مکڑی کا جالا۔ بے سر۔ یعنی ان کو ایسی ہانڈی ملی جس کو نہ گلا تھا نہ تلا۔

[2] بر سر آتش۔ یعنی اس مردہ مرغ کو ہانڈی میں ڈالکر پکانا شروع کیا۔ آتشش۔ یعنی اس کو اس طرح پکایا کہ ہڈی گل گئی اور گوشت کچا ہی رہا۔ زاں۔ اس مردہ مرغ کو انھوں نے اس طرح کھایا جس طرح شیر اپنا شکار کھاتا ہے اور اس طرح پیٹ بھر لیا جیسا کہ ہاتھی پیٹ بھرتا ہے۔

[3] ہر سہ۔ تینوں اس مردہ مرغ کو کھا کر ہاتھیوں کی طرح بن گئے۔ آنچناں۔ ان میں سے ہر ایک ایسا پھولا کہ دنیا میں نہیں سما رہا تھا۔ با چنیں۔ لیکن اس موٹاپے کے باوجود وہ کواڑوں کی درز سے نکل بھاگے۔ گبز۔ فربہ۔ ہفت اندام۔ سر، سینہ، پشت، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں۔ شگاف۔ درز۔ راہِ مرگ۔ کواڑ کی درز سے موت کا راستہ مراد ہے جو کسی کو نظر نہیں آتا ہے۔ بیجا۔ لامکانی۔

نک پیاپے کاروانہا مقتفی ﷺ | زیں شگافِ در کہ ہست آں مختفی
قافلے پے در پے آگے پیچھے جا رہے ہیں | دروازے کی اِس دَرز سے جو پوشیدہ ہے

بر در ار جوئی نیابی آں شگاف | سخت ناپیدا وزو چندیں زفاف
اگر تو دروازے میں تلاش کریگا وہ درز نہ پائیگا | بالکل پوشیدہ ہے، اور اُس میں سے اسقدر روانگی

اے ضیاء الحق حسام الدیں عیاں | باز باید کرد شرحِ ایں بیاں
اے ضیاء الحق حسام الدین، واضح (طور پر) | اِس بیان کی پھر شرح کرنی چاہیے

اے پسر ہر مختصر افسانہ نیست | آشنا را روئے در بیگانہ نیست
اے بیٹا! ہر مختصر افسانہ نہیں ہے | جاننے والے کا رخ، بیگانہ کی طرف نہیں ہے

شرحِ آں کورِ دُور بین و آں کرِ تیز شنو و آں برہنہ دراز دامن

اُس گدہ تک دیکھنے والے اندھے اور اُس تیز سننے والے بہرے اور دراز لمبے دامن والے ننگے کی شرح

کر امل را داں کہ مرگِ ما شنید ﷺ | مرگِ خود نشنید و نقلِ خود ندید
بہرا، امید کو سمجھ کہ اُسنے ہماری موت کی خبر سُنی | اپنی موت کو نہیں سنا اور اپنے منتقل ہونے کو نہ دیکھا

حرص نابیناست بیند مو بمو | عیبِ خلقاں او بگوید کو بکو
لالچ اندھا ہے، بال بال دیکھتا ہے | لوگوں کا عیب کوبکو بیان کرتا ہے

عیبِ خود یک ذرہ چشمِ کور او | می نہ بیند گرچہ ہست او عیب جو
اُس کی اندھی آنکھ اپنا عیب ذرہ برابر بھی | نہیں دیکھتی، اگرچہ وہ عیب جو ہے

عور می ترسد کہ دامانش برند | دامنِ مردِ برہنہ کے درند
ننگا، ڈرتا ہے کہ اُس کا دامن کاٹ لینگے | (حالانکہ) ننگے انسان کا دامن کب پھاڑتے ہیں؟

مردِ دنیا مفلس ست و ترسناک ﷺ | ہیچ او را نیست از دزدانش باک
دنیادار انسان مفلس ہے، اور خوف زدہ ہے | اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے اسکو چوروں کا کیا ڈر؟

او برہنہ آمد و عریاں رود | وز غمِ دزدش جگر خوں میشود
وہ ننگا آیا، اور ننگا جائے گا | اور چور کے غم سے اُس کا جگر خون ہوتا ہے

وقتِ مرگش کہ بود صد نوحہ پیش | خندہ آید جانش را زیں ترسِ خویش
انکے مرنے کے وقت جبکہ سینکڑوں نوحے پیش ہوتے ہیں | اُس کی جان کو اپنے اِس خوف سے ہنسی آتی ہے

آں زماں داند غنی کش نیست زر | ہم ذکی داند کہ او بُد بے ہنر
اُسوقت مالدار جان جاتا ہے کہ اُسکے پاس مال نہیں ہے | (اور) ذہین بھی جان لیتا ہے کہ وہ بے ہنر تھا

ﷺ مقتفی۔ پیچھے۔ مختفی۔ پوشیدہ۔ بر در۔ کواڑوں کا وہ شگاف نظر نہیں آتا ہے۔ زفاف۔ دلہن کو دولہا کے پاس بھیجنا یعنی انسانوں کی دارِ آخرت کی طرف روانگی۔ اے پسر۔ ہر قصہ محض افسانہ نہیں ہوتا جو معارف کو جانتے ہیں اُس سے اچھے نتائج نکال لیتے ہیں۔ بیگانہ یعنی اہلِ دل کے لئے وہ قصہ بیکار نہیں ہوتا ہے

ﷺ کر۔ اِس قصہ میں بہرے سے انسان کی تمنائیں مراد ہیں، تمنا اور اُمید دوسروں کی موت کی خبر سنتی ہے اپنی موت کی خبر سے بہری ہوتی ہے اور دنیا سے اپنے منتقل ہونے کو نہیں دیکھتی۔ حرص۔ اِس قصہ میں اندھے سے مراد انسان کی حرص ہے جو اپنے عیوب سے اندھی ہے اور دوسروں کا عیب خوب دیکھتی ہے۔ عور۔ ننگے سے مراد وہ شخص ہے جو نیک اعمال سے خالی اور آخرت کی دولت سے مفلس ہے۔

ﷺ مردِ دنیا۔ دنیادار مفلس ہے اِسلئے کہ دنیوی دولت آخرت میں کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی۔ او برہنہ۔ دنیادار ننگا پیدا ہوا اور تقوے کے لباس سے ننگا مرے گا۔ وقتِ مرگ۔ جب اس دنیا کی دولت کی حقیقت کھل جائیگی جب پر چوروں کا خوف کھاتا تھا تو اپنے اوپر ہنسے گا۔ آں زماں۔ جب دنیاوی دولت

چوں[۱] کنارِ کودکے پُر از سفال | کو بَراں لرزاں بُود چوں رَبِّ مال

جیساکہ بچہ کی گود جو ٹھیکروں سے بھری ہوئی ہے | جو اُن کے لئے ایسا لرزتا ہے جیساکہ مالدار

گر سِتانی پارۂ گریاں شَوَد | پارہ گر بازش دہی خنداں شَوَد

اگر تو اُس کا ٹھیکرا لے لے تو وہ رونے لگے | اگر تو اُس کو ٹھیکرا دوبارہ دیدے تو وہ ہنسنے لگے

چوں نباشد طفل را دانش دِثار | گریہ و خندش ندارد اعتبار

چونکہ بچے کو عقل کا لباس حاصل نہیں ہے[۲] | اُس کا رونا اور ہنسنا اِعتبار نہیں رکھتا ہے

محتشم چوں عاریت را مِلک دید | پس بَراں مالِ دروغیں می طپید

مالدار نے چونکہ مانگی ہوئی چیز کو مِلکیت سمجھا | اس لئے اس غلط مال پر تڑپتا ہے

خواب می بیند کہ اُو را ہست مال | ترسد از دُزدے کہ بُربایَد جوال

خواب دیکھتا ہے کہ اُس کا مال ہے | چور سے ڈرتا ہے کہ تھیلا اُڑا لے جائیگا

چوں زِ خوابش بر جہاند گوش کش | پس زِ ترسِ خویش تسخر آیدش

جب کان کھینچنے والا اُس کو نیند سے اُٹھاتا ہے | تو اپنے خوف سے اُس کو ہنسی آتی ہے

ہمچناں لرزانیِ ایں عالماں | کہ بُودشاں علم و عقلِ ایں جہاں

اِسی طرح کا اِن ہنرمندوں کا خوف ہے | جن کو اِس دنیا کا عِلم و عقل ہے

از پئے ایں عاقلانِ ذو فنون | گفت ایزد در نُبی لَا یَعْلَمُوْن

انہی ہنرمند عقلمندوں کے لئے | قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وہ نہیں جانتے"

ہر یکے ترساں زِ دُزدیِ کَسے | خویشتن را علم پندارد بسے

ہر شخص کسی کے چرا لینے سے ڈرتا ہے | اپنا علم بہت سمجھتا ہے

گویدؔ[۳] اُو کہ روزگارم می بَرَد | خود ندارد روزگارِ سُود مَند

کہتا ہے کہ وہ میرا وقت برباد کرتا ہے | حالانکہ وہ خود مُفید وقت نہیں رکھتا ہے

گوید از کارم برآوردند خلق | غرقِ بیکاریست جانش تا بحلق

کہتا ہے لوگ مجھے بیکار بناتے ہیں | (حالانکہ) اُس کی جان حلق تک بیکاری میں غرق ہے

عُور ترساں کہ منم دامن کشاں | چوں رہانم دامن از چنگالِ شاں

ننگا ڈرتا ہے کہ میں دامن گھسیٹنے والا ہوں | اُن کے چنگل سے اپنا دامن کس طرح چھڑاؤں

صد ہزاراں فضل داند از علوم | جانِ خود را می نداند آں ظلوم

علوم کی لاکھوں فضیلتیں جانتا ہے | وہ ظالم، اپنی جان کو نہیں جانتا ہے

---

[۱] چوں کنار۔ اس دنیادار کی حالت اُس بچہ کی سی ہے جس نے پلو میں کنکریاں جمع کر رکھی ہوں اور انکو دولت سمجھ رہا ہو اُن کنکریوں کے لٹنے سے ڈرتا ہو اور اگر کوئی ایک کنکری لے لے تو رونے لگے اور اسکو واپس دیدو تو ہنسنے لگے۔ دِثار، بالائی لباس۔

[۲] محتشم۔ دنیادار دولت وحشمت والا۔ عاریت دنیا کی دولت اس کے پاس عارضی ہے۔ خواب۔ یہ دولت ایسی ہے جیسے کہ کوئی خواب میں دولت کو دیکھتا ہے۔ چوں زِ۔ جو شخص اپنے خواب کے مال پر چوروں سے ڈر رہا تھا بیدار ہونے پر اُس کو اپنے اوپر ہنسی آئیگی یہی حال آخرت میں دنیادار کا ہوگا۔ ہمچناں۔ دنیادار عقلمندوں کو قرآن نے بے علم کہا ہے۔ ہر یکے۔ ہر دنیا دار اپنے علم کے بارے میں چور سے ڈرتا ہے۔

[۳] گوید۔ دنیادار عالم کہتا ہے کہ لوگ میرا وقت ضائع کرتے ہیں جس سے میرے علم کو خطرہ ہوتا ہے حالانکہ وہ یہ نہیں سمجھتا کہ اُسکا وقت اُس کیلئے قطعاً غیر مفید ہے۔ گوید۔ وہ کہتا ہے لوگ آکر مجھے بیکار بناتے ہیں حالانکہ جو اُس کی مصروفیتیں ہیں وہ خود بیکاری کے مرادف ہیں۔ عُور۔ یہ دنیا دار علوم آخرت سے خالی ہے لیکن سمجھ یہ رہا ہے کہ دوسرے

داند[1] او خاصیتِ ہر جوہرے
وہ ہر جوہر کی خاصیت جانتا ہے
دَر بیانِ جوہرِ خود چوں خرے
اپنے جوہر کے معاملے میں گدھے کی طرح ہے

کہ ہمی دانم یجُوز و لایجُوز
کہ میں یجوز، اور لایجوز کو جانتا ہوں
خود ندانی تو یجوزی یا عجُوز
تو خود نہیں جانتا کہ تو یجوزی ہے یا بڑھیا

ایں رَوا آں ناروا دانی ولیک
تو یہ جانتا ہے، یہ جائز ہے وہ ناجائز ہے لیکن
تو روا یا ناروائی بیں تو نیک
تو غور کر، تو خود جائز ہے، یا ناجائز

قیمتِ ہر کالہ میدانی کہ چیست
تو ہر سودے کی قیمت جانتا ہے کہ کیا ہے
قیمتِ خود را ندانی احمقیست
تو اپنی قیمت نہیں جانتا، یہ حماقت ہے

سَعدہا[2] و نحسہا دانستہٗ
تو سعادتوں، اور نحوستوں کو جانتا ہے
ننگری سَعدی تو یا ناشُستہٗ
تو یہ غور نہیں کرتا، کہ تو سعد ہے یا میلا

جانِ جُملہ علمہا اینست و ایں
تمام علوم کی جان دراصل یہی ہے
کہ بدانی من کیَم در یوم دیں
کہ تو جان لے کہ قیامت کے دن میں کون ہوں

جانِ جُملہ علمہا اینست خود
خود تمام علوم کی جان یہ ہے
کہ بہ بخشد جملہ را جانِ اَبَد
کہ وہ سب کو ابدی جان عطا کر دے

آں اصُولِ[3] دیں بدانستی تو لیک
تو نے دین کے اصول جان لئے لیکن
بنگر اندر اصلِ خود کو ہست نیک
اپنی اصل پر غور کر کہ وہ اچھی ہے

از اصولیت اصولِ خویش بہ
تیرے اصولی ہونے سے اپنے اصول بہتر ہیں
کہ بدانی اصلِ خود اے مردِ مہ
اے بڑے شخص! کہ تو اپنی اصل کو جان لے

صفتِ خرّمی شہرِ سبا و ناشکری ایشان

سبا شہر کی خوشحالی اور ان کی ناشکری کا بیان

اصلِ شاں بد بود آں اہلِ سبا
ان اہلِ سبا کی اصل، بُری تھی
می رمیدندے ز اسبابِ بقا
وہ بقا کے اسباب سے بھاگتے تھے

دادشاں چنداں ضیاع و باغ و راغ
ان کو (اللہ نے) اس قدر جائداد اور باغ اور چراگاہ دی
از چپ و از راست از بہرِ فراغ
دائیں، اور بائیں سے فراغت کے لئے

نہیں۔ از اصولیت۔ اصولِ فقہ کے جاننے سے یہ بہتر ہے کہ انسان اپنی اصل یعنی روح کو پہچانے۔
خرّمی۔ خوشحالی۔ بقا۔ یعنی ابدی زندگی۔ ضیاع۔ جائداد۔ راغ۔ چراگاہ۔ فراغ۔ یعنی فارغ البالی۔

[1] داند۔ دنیا کی چیزوں کی اصلیت کو سمجھتا ہے اپنے جوہر (روح) کے بارے میں گدھے پن کا ثبوت دیتا ہے۔ کہ ہمی۔ دنیادار عالم اس کا دعویٰ کرتا ہے کہ میں مفتی ہوں اور میں جائز اور ناجائز کو جانتا ہوں۔ خود ندانی۔ یعنی اس مفتی کو خود یہ علم نہیں کہ وہ مفتی ہے یا نادان بڑھیا۔ یجوزی یعنی جائز و ناجائز کا فتویٰ دینے کے قابل۔ عجوز۔ بوڑھی عورت جو عموماً دلائل سے ناواقف ہوتی ہے۔ ایں۔ یعنی فقیہ اتنا تو جانتا ہے کہ یہ بات جائز ہے اور یہ بات ناجائز ہے لیکن اس کو اپنا کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کس حالت میں ہے۔ قیمت۔ دوسروں کے احوال سے واقف ہونا اور اپنے احوال سے غافل ہونا حماقت ہے۔

[2] سعدہا۔ دنیادار عالم نجوم، ستاروں اور چیزوں کی نحوست اور سعادت سے واقفیت رکھتا ہے لیکن اپنے بارے میں وہ کچھ نہیں سمجھتا کہ خود نیک بخت ہے یا بدبخت ہے۔ جانِ جملہ۔ تمام علوم کی اصل تو یہ ہے کہ انسان اپنے بارے میں یہ علم حاصل کرے کہ قیامت کے دن اس کا کیا حال ہونا ہے۔

[3] اصولِ دین۔ دین کے اصول تو جاننا ضروری ہیں لیکن اس سے زیادہ یہ ضروری ہے کہ اپنی روح کے بارے میں غور کرے کہ وہ نیک ہے یا

بسکہ می افتاد از پُرّی[1] ثمار — تنگ می شد مَعبَرہ بر رہگذار

کثرت کی وجہ سے پھل بہت گرتے تھے — چلنے والوں پر راستہ تنگ ہوجاتا تھا

آں نثارِ میوہ رہ را می گرفت — از پُرّیِ میوہ رہرو در شگفت

پھلوں کی بکھیر، راستہ روک دیتی تھی — پھلوں کی کثرت سے مسافر تعجب میں تھے

سلّہ بر سر در درختستانِ شاں — پُر شدے ناخواست از میوہ فشاں

اُن کے باغوں میں سر پر کی ٹوکری — بغیر خواہش کے پھلوں کے جھڑنے سے بھر جاتی

باد آں میوہ فشاندے بے کسے — پُر شدے زاں میوہ دامنہا بسے

بغیر کسی شخص کے، ہوا پھل جھاڑتی — اُن پھلوں سے بہت سے دامن بھر جاتے

خوشہ ہائے زَفت تا زیر آمدہ — بر سَر و روئے روندہ می زدہ

موٹے خوشے نیچے کو لٹکے ہوئے — چلنے والے کے سَر اور منہ کو لگتے

مَردِ گلخن تاب از پُرّیِ زر — بستہ بودے بر میاں زرّیں کمر

بھٹی جلانے والا سونے کی کثرت سے — کمر پر زرّیں پیٹی باندھے رہتا ہے

سگ کلیچہ[2] کوفتے در زیرِ پا — تخمہ بودے گرگ صحرا از نوا

کتے پاؤں کے نیچے ٹلیے روندتے تھے — غذا کی کثرت سے جنگل کے بھیڑیوں کو بدہضمی ہوجاتی

گشتہ ایمن شہر و دہ از دزد و گرگ — بُز نترسیدے ہم از گرگِ سترگ[3]

شہر اور گاؤں، چور اور بھیڑیے سے محفوظ ہوگئے تھے — موٹے بھیڑیے سے بکری بھی نہ ڈرتی تھی

جامۂ ایشاں اگر چرکیں شُدے — آتشِ سوزندہ شاں صابون بُدے

اگر اُن کے کپڑے میلے ہوجاتے — جلانے والی آگ اُن کا صابون ہوتا

در تنور انداختندے جامہ را — بعد یک ساعت شُدے خوش باصفا

وہ کپڑوں کو تنور میں ڈال دیتے — تھوڑی دیر کے بعد وہ اچھا صاف ہوجاتا

گر بگویم شرحِ نعمتہائے قوم — کہ زیادت می شد آں یوماً فیوم

اگر میں قوم کی نعمتوں کی شرح کروں — جو روز بہ روز بڑھ رہی تھیں

مانع آید از سخنہائے مُہم — انبیاء بُردند امرِ فاستقم

تو وہ ضروری باتوں سے مانع بنے گی — انبیاء فَاستَقِم کا حکم لے کر گئے

چوں زحد بُردند ناشکری چناں — غیرتِ حق کارگر شد در زماں

جب اُنھوں نے اِس طرح کی ناشکری حد سے زیادہ کی — اُس وقت اللہ (تعالیٰ) کی غیرت کام میں لگ گئی

---

[1] پُرّی۔ کثرت۔ ثمار ثمرہ کی جمع، پھل۔ مَعبَر۔ گذرگاہ، راستہ۔ رہگذار، مسافر۔ نثار، بکھیر۔ شگفت۔ تعجب۔ سلّہ ٹوکرا۔ ناخواست۔ بغیر چاہے۔ بسے۔ یعنی بغیر جھاڑنے والے کے۔ گلخن تاب۔ حمامی کمر۔ پیٹی۔

[2] کلیچہ۔ ٹلیہ۔ تخمہ۔ بدہضمی۔ گشتہ۔ مال و خوراک کی کثرت کی وجہ سے نہ چور کو چوری کی ضرورت رہی تھی نہ بھیڑیے کو کسی کے پھاڑنے کی

[3] سترگ۔ بڑا۔ چرکین۔ میلا۔ آتش۔ آگ کے ذریعہ کپڑے دھونے کی کوئی خاص ترکیب ہوگی۔ انبیاء۔ یعنی انبیاء کو حکم ہوا کہ وہ ان کو راست روی کا حکم دیں۔

آمدنِ پیغمبراں بہ نصیحت اہلِ سبا

اہلِ سبا کی نصیحت کے لئے پیغمبروں کا آنا

سیزدہ پیغمبر آنجا آمدند
تیرہ پیغمبر وہاں آئے

گمرہاں را جملہ رہبر می شدند
گمراہوں کے سب رہبر بنے

کہ ہلا نعمت فزوں شد شکر گو
کہ خبردار! نعمت بہت ہوگئی ہے شکر کرو

مرکبِ شکر ار بخسپید حرِّکو[1]
اگر شکر کی سواری سوگئی ہے (اس کو) چلاؤ

شکرِ منعم واجب آمد در خرد
عقلی اعتبار سے انعام دینے والے کا شکر ضروری ہے

ورنہ بکشاید درِ خشمِ ابد
ورنہ ابدی ناراضی کا دروازہ کھل جائے گا

ہیں کرم بینید وایں خود کس کند
ہاں کرم دیکھو، اور یہ خود کون کرتا ہے؟

کز چنیں نعمت بشکرے بس کند
کہ اس قدر نعمتوں پر ایک شکر پر اکتفا کرے

سر[2] بہ بخشد شکر خواہد سجدۂ
وہ سر عنایت کرتا ہے سجدہ کا شکر چاہتا ہے

پا بہ بخشد شکر خواہد قعدۂ
پاؤں بخشتا ہے، بیٹھنے کا شکر چاہتا ہے

شکرِ نعمت نعمت افزوں تر کند
نعمت کا شکر، نعمت کو زیادہ بڑھاتا ہے

صد ہزاراں گل ز خارے سر کند
لاکھوں پھول کانٹے سے سر ابھارتے ہیں

قوم گفتہ شکرِ ما را برد غول
قوم نے کہا، ہمارا شکر بھوت لے گیا

ما شدیم از شکر واز نعمت ملول
ہم تو شکر اور نعمت سے عاجز ہیں

ما چناں پژمردہ گشتیم از عطا
ہم بخشش سے ایسے پژمردہ ہوگئے ہیں

کہ نہ طاعت ماں خوش آید نے خطا
کہ نہ ہمیں عبادت اچھی لگتی ہے، نہ گناہ

ما نمی خواہیم نعمتہا و باغ
ہم نعمتیں اور باغ نہیں چاہتے

ما نمی خواہیم اسباب و فراغ
ہمیں ذرائع اور فراغت کی خواہش نہیں ہے

نعمتے[3] چہ سیر شد جاں ما ازیں
نعمت کیا چیز ہے اس سے ہماری طبیعت بھر گئی

شکر چہ گوئیم بر گوئید ہیں
کس بات کا شکر کریں، ہاں بتاؤ؟

انبیاء گفتند در دل علتے ست
انبیاء نے فرمایا، دل میں بیماری ہے

کہ ازاں در حق شناسی آفتے ست
کہ اس کی وجہ سے حق کے پہچاننے میں نقصان ہے

نعمت از وے جملگی علت شود
اس کی وجہ سے سب نعمتیں بیماری بنجاتی ہیں

طعمہ در بیمار کے قوت شود
کھانا بیمار میں قوت کب پیدا کرتا ہے؟

---

[1] حرّکو: یعنی تم شکر کے گھوڑے کو بیدار کرکے چلاؤ۔ در خرد: عقلاً بھی انعام دینے والے کا شکریہ ضروری ہے۔ ہیں: اللہ کا یہ بھی کرم ہے کہ اس قدر نعمتوں پر محض ایک شکریہ کا طالب ہے۔

[2] سر: اللہ نے سر عطا فرمایا ہے تو اس کا شکریہ یہ ہے کہ اس سر سے اس کو سجدہ کیا جائے۔ پا: اللہ نے پاؤں بخشے ہیں تو اس کا شکریہ یہ ہے کہ اس کے لئے عبادت میں قیام و قعود کیا جائے۔ صد ہزاراں: مصائب نعمتوں سے بدل جائیںگے۔ غول: بھوت شیطان۔ ما شدیم: اہلِ سبا نے کہا ہم تو ان نعمتوں سے تنگدل ہیں اور ہمارے لئے اب نہ طاعت میں لذت ہے نہ گناہ میں۔

[3] نعمتے: یعنی جب نعمت ہمارے لئے باعثِ زحمت ہے تو ہم شکر کس چیز کا ادا کریں۔ انبیاء: انبیاء نے اہلِ سبا سے کہا تمہارے دل میں مرض پیدا ہوگیا ہے جس نے حق شناسی کو تباہ کردیا ہے اور تم نعمتوں کو زحمت سمجھنے لگے ہو۔ بیمار کو اگر صحیح غذا بھی دیجاتی ہے تو وہ بیماری میں اضافہ کردیتی ہے۔

چند خوش پیشِ تو آمد اے مُصِر
اے ضدی! تیرے سامنے بہت سی اچھی چیزیں آئیں

جملہ ناخوش گشت و صاف اُو کدر
سب ناقص اور اُن میں سے صاف، کدر ہو گئیں

تو عدوِ ایں خوشیہا آمدی
تو اِن خوشیوں کا دشمن بن گیا

گشت ناخوش ہر چہ بر وے کف زدی
جس چیز پر تو نے ہاتھ دھرا وہ ناگوار ہو گئی

ہر کہ اُو شُد آشنا و یارِ تو
جو تیرا واقف، اور یار بنا

شد حقیر و خوار در دیدارِ تو
تیری نظر میں، وہ حقیر اور ذلیل ہو گیا

ہر کہ اُو بیگانہ باشد با تو ہم
وہ جو تجھ سے بیگانہ بھی ہو

پیشِ تو اُو بس مہ است و محترم
وہ تیرے لئے بہت بڑا اور باعزت ہے

ایں ہم از تاثیرِ آں بیماری ست
یہ بھی اُسی بیماری کی تاثیر ہے

زہرِ اُو در جملہ خلقاں ساری ست
اُس کا زہر تمام لوگوں میں پھیلا ہوا ہے

دفعِ آں علت بباید کرد زود
اُس بیماری کو فوراً، دفع کرنا چاہیے

شکر با آں ہم حدث خواہد نمود
کہ اس کے ہوتے ہوئے شکر بھی گندگی نظر آتی ہے

ہر خوشی کاید بتو ناخوش شود[2]
جو اچھی چیز تیرے پاس آتی ہے بُری ہو جاتی ہے

آبِ حیواں گر رسد آتش شود
اگر آبِ حیات آتا ہے، آگ بن جاتا ہے

کیمیائے مرگ و جسک ست آں صفت
یہ صفت، موت اور بے چینی کی کیمیا ہے

مرگ گردد زاں حیاتت عاقبت
بالآخر اُسکی وجہ سے تیری زندگی موت بنجاتی ہے

بس غذائے کہ زوے دل زندہ شد
بہت سی غذائیں ہیں جن سے دل زندہ ہوتا ہے

چوں بیامد در تنِ تو گندہ شد
وہ جب تیرے جسم میں آتی ہیں گندی ہو جاتی ہیں

بس عزیزے کہ بناز اشکار شد
بہت سے پیارے ہیں جو لاڈ پیار میں شکار ہو گئے

چوں شکارت شد بر تو خوار شد
جب تیرا شکار بنگئے تیرے نزدیک ذلیل ہو گئے

آشنائی[3] عقل با عقل از صفا
عقل کی عقل سے شناسائی خلوص سے

چوں شود ہر دم فزوں باشد ولا
جب ہو جاتی ہے ہر لمحہ دوستی بڑھتی ہے

آشنائی نفس با ہر نفسِ پست
نفس کی ذلیل نفس سے شناسائی

تو یقیں می داں کہ ہر دم کمتر ست
تو یقین کر ہر دم گھٹتی ہے

زانکہ نفسش گردِ علت می تند
کیونکہ اس کا نفس کسی غرض کا چکر کاٹتا ہے

معرفت را زود فاسد میکند
جان پہچان کو بہت جلد خراب کر دیتا ہے

---

[1] تو عدو۔ اسی لئے تم نعمتوں کے دشمن بن گئے ہو۔ ہر کہ۔ اِسی بیماری کا یہ اثر ہے کہ جو تمہارے خیر خواہ ہیں وہ تمہارے نزدیک حقیر اور ذلیل ہیں اور جو بیگانے ہیں وہ تمہارے پیارے ہیں۔ زہر او۔ اِس بیماری میں پوری قوم مُبتلا ہے۔ شکر با آں۔ اسی بیماری کا اثر ہے کہ تم شکر کو گندی چیز سمجھتے ہو۔

[2] ہر خوشی۔ اِس بیماری سے ہر اچھی چیز بُری بنجاتی ہے، آبِ حیات زہر کا کام کرتا ہے۔ کیمیا۔ یہ مرض موت اور درد کا سبب ہے اور اس سے آخرت کی زندگی موت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ بس۔ اِس بیماری کی وجہ سے تمہاری یہ حالت ہے کہ جو شخص تمہاری محبت اور پیار کی وجہ سے تمہارا شکار اور گرویدہ ہے تم اُسکو ذلیل سمجھتے ہو۔

[3] آشنائی۔ جو دوستی عقل کی بنیاد پر ہوتی ہے اُس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور جو دوستی نفسانی غرض پر مبنی ہوتی ہے وہ برابر گھٹتی رہتی ہے۔ زانکہ۔ نفسانی دوستی غرض کی وجہ سے ہوتی ہے۔

گر نخواہی[1] دوست را فردا نفیر — دوستی با عاقل و با عقل گیر
اگر تو کل (قیامت) کو کسی دوست کو قابلِ نفرت نہیں (بنانا چاہتا) — عقلمند اور عقل سے دوستی کر

از سموم نفس چوں با علتی — ہر چہ گیری تو مرض را آلتی
چونکہ تو نفس کی زہریلی ہوا سے بیمار ہے — تو جو بھی لے گا، مرض کا آلہ (دکار) ہے

گر بگیری گوہرے سنگے شود — ور بگیری مہرِ دل جنگے شود
اگر تو موتی لے گا، وہ پتھر ہو جائیگا — اگر تو دل کی محبت اختیار کریگا، وہ دشمنی ہو جائیگی

ور بگیری نکتۂ بکرِ لطیف — بعدِ درکت گشت بے ذوق و کثیف
اگر تو نیا پاک نکتہ حاصل کریگا — تیرے پا لینے کے بعد وہ بے ذوق اور گندہ ہو جائیگا

کہ من ایں را بس شنیدم کہنہ شد — چیز دیگر گو بجز ایں اے عضد
کہ میں نے اس کو بہت سنا ہے، پرانا ہو گیا ہے — اے یار! اس کے علاوہ کچھ کہہ

چیز دیگر تازہ و نو گفتہ گیر — باز فردا زاں شوی سیر و نفیر
فرض کر کہ دوسری کوئی تازہ اور نئی بات کہی ہوئی ہو — پھر تو کل کو اس سے بھی دل بھرا اور متنفر ہو گا

دفعِ علت[2] کن چو علت خو شود — ہر حدیثِ کہنہ پیشت نو شود
کیونکہ بیماری عادت بن جاتی ہے بیماری کو دفع کر — ہر پرانی بات تیرے لئے نئی ہو جائے گی

تا کہ از کہنہ برآرد برگِ نو — بشگفاند کہنہ صد خوشہ ز گو
حتیٰ کہ پرانی (بات) نئے پتّے نکالے گی — پرانی بات، گڑھے میں سے سینکڑوں خوشے کھلائیگی

ما طبیبانیم و شاگردانِ حق — بحرِ قلزم دید ما را فانفلق
ہم اللہ (تعالیٰ) کے شاگرد ہیں اور طبیب ہیں — ہمیں بحرِ قلزم نے دیکھا، تو وہ پھٹ گیا

آں طبیبانِ طبیعت دیگرند — کہ بدل از راہِ نبضے بنگرند
جسمانی طبیب، دوسرے ہیں — جو دل کو نبض کے راستے سے دیکھتے ہیں

ما بدل[3] بے واسطہ خوش بنگریم — کز فراست ما بعالی منظریم
ہم بغیر واسطے کے دل کو خوب دیکھتے ہیں — کیونکہ فراست کی وجہ سے ہم بلند مقام پر ہیں

آں طبیبانِ غذایند و ثمار — جانِ حیوانی بدیشاں استوار
وہ غذاؤں، اور پھلوں کے طبیب ہیں — حیوانی روح اُن سے ٹھیک ہوتی ہے

ما طبیبانِ فعالیم و مقال — ملہمِ ما پرتوِ نورِ جلال
ہم قولوں، اور فعلوں کے طبیب ہیں — اللہ (تعالیٰ) کا نور ہم پر الہام کرنیوالا ہے

---

[1] گر نخواہی۔ اگر ایسا دوست بنانا چاہتے ہو جس سے کل کو نفرت نہ ہو تو عقل کی بنیاد پر عقلمند سے دوستی کرو۔ از سموم۔ انسان جب نفسانی اغراض کی بیماری میں مبتلا ہے تو اس کا ہر کام اسکی بیماری میں اضافہ کریگا۔ ور بگیری۔ نفسانی مریض کا علمی ذوق فنا ہو جاتا ہے عمدہ قسم کے علمی نکتے بھی اس کو بُرے لگتے ہیں۔ چیز دیگر۔ اگر اور کوئی نکتہ بھی بیان کیا جائیگا تو کل کو اس سے بھی نفرت ہو جائے گی۔

[2] دفع۔ اگر قلبی بیماری کا علاج ہو جائے تو پرانی باتوں میں نئے نکتے نظر آئیں گے۔ بحرِ قلزم۔ حضرت موسیٰؑ کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ طبیبانِ طبیعت یعنی انسانی مزاج کے طبیب۔ بنگرند۔ جسمانی طبیب نبض دیکھ کر مرض کی تشخیص کرتا ہے۔

[3] ما بدل۔ انبیاء اور اولیاء بلا واسطہ دل کو دیکھ لیتے ہیں۔ فراست۔ مخفی علامتوں سے کسی چیز کو پہچان لینا۔ جانِ حیوانی۔ جسمانی اطباء کا کام روحِ حیوانی کو ٹھیک کرنا ہے۔ ما طبیبان۔ یہ انبیاء کا مقولہ ہے یعنی ہم انسان کو یہ بتاتے ہیں کہ تیرا کون سا فعل اور قول مہلک ہے اور کونسا نافع ہے۔ ملہم۔ دل میں بات ڈالنے والا۔

کاینچنیں فعلے ترا نافع بُوَد — وانچناں فعلے زرہ قاطع شَوَد

کہ ایسا فعل تیرے لئے نافع ہو گا — اور ایسا فعل راہِ حق سے جُدا کرنے والا ہو گا

اینچنیںؔ قولے ترا پیش آوَرد — وانچناں قولے ترا نیش آورد

ایسی بات تجھے آگے بڑھائے گی — اور ایسی بات تیرے ڈنک مارے گی

آنچناں وانیچنیں از نیک و بد — پیشِ تو بنہیم و بنمائیم جَد

ایسا، اور ویسا، اچھا، اور بُرا — ہم تیرے سامنے رکھتے ہیں اور اچھی طرح دکھا دیتے ہیں

گر تو خواہی ایں گزیں ور خواہی آں — زہر و شکر سنگ و گوہر شد عیاں

اگر تو چاہے اسکو اختیار کر، تو چاہے اُس کو — زہر اور شکر، پتھر اور جوہر نمایاں ہو گیا

واں طبیباں را بُوَد بوئے دلیل — ویں دلیلِ ما بود وحیِ جلیل

اُن طبیبوں کو دلیل سے سراغ ملتا ہے — اور ہماری دلیل اللہ (تعالیٰ) کی وحی ہوتی ہے

دستِؔ مزدے می نخواہیم از کَسے — دستِ مزدِ ما رسد از حق بَسے

ہم کسی سے مزدوری نہیں چاہتے ہیں — ہمیں اللہ (تعالیٰ) سے بہت مزدوری ملتی ہے

ہیں صلا بیماریِ ناسُور را — دارُوئے مایک بیک رنجور را

آگاہ! ناسور کی بیماری کے لئے پکار ہے — ہماری دوا، ہر ہر بیمار کے لئے ہے

معجزہ خواستنِ قوم از پیغمبران علیہم السّلام

قوم کا پیغمبروں سے (اُن پر سلام ہو) معجزہ مانگنا

قوم گفتند اے گروہِ مدّعی — کو گواہِ علم و طبِّ نافعی

قوم نے کہا، اے دعوے دارو! — نفع رساں طب، اور علم کا کون گواہ ہے؟

چوںؔ شما بستہ ہمیں خواب و خورید — ہمچو ما باشید و در دِہ می چَرید

جبکہ تم بھی اسی سونے اور کھانے کے پابند ہو — ہماری طرح بنو اور گاؤں میں کھاؤ پیو

چوں شما در دامِ ایں آب و گلید — کے شما صیّادِ سیمرغِ دلید

جبکہ تم اسی پانی اور مٹی کے جال میں ہو — تو تم دل کے سیمرغ کے شکاری کہاں ہو!

حُبِّ جاہ و سَروری دارد برآں — کہ شمارد خویش از پیغمبراں

رتبہ اور سرداری کی محبت اُس پر آمادہ کرتی ہے — کہ اپنے آپ کو پیغمبروں میں شمار کرے

ما نخواہیم ایں چنیں لاف و دروغ — کردن اندر گوش و افتادن بدوغ

ہم اس طرح کی شیخی اور جھوٹ نہیں چاہتے — سُننا، اور بکھیڑے میں گرنا

لہ اینچنیں۔ یعنی انسان کو کونسے افعال و اقوال اللہ سے قریب کرتے ہیں اور کونسے راستہ روکتے ہیں۔ آنچناں۔ انسانوں کے لئے نیکی اور بدی کو خوب واضح کر کے بیان کرتے ہیں۔ گر تو خواہی۔ اس کے بعد پھر انسان کو اختیار ہے کہ وہ بدی کا راستہ اختیار کرے یا بھلائی کا۔ واں طبیباں۔ جسمانی طبیب عقلی دلائل سے کام لیتے ہیں ہم، وحی الٰہی سے رہبری حاصل کرتے ہیں۔

لہ دست مزدے۔ تمام انبیاء یہی کہتے ہیں لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ۔ یعنی ہم تم سے اس کام کی مزدوری نہیں مانگتے ہیں ہماری مزدوری اللہ کے ذمہ ہے۔ ناسور۔ یعنی دشوار گذار مرض۔ کو گواہ۔ ان لوگوں نے انبیاء سے کہا اپنے دعوے پر گواہ لاؤ۔ چوں شما۔ کفار نے انبیاء پر ہمیشہ اسی قسم کا اعتراض کیا ہے۔ مَا لِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ یعنی یہ کیسے انبیاء ہیں کہ بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں۔

لہ چوں شما یعنی کفار نے انبیاء سے کہا کہ تم خود جبکہ آب و گل سے بنے ہوئے ہو تو تم دوسروں کی کیا اصلاح کر سکتے ہو۔ حُبِّ جاہ۔ کفار نے یہ بھی کہا کہ بڑا بننے کا شوق پیغمبری
ہو رہی ہے۔ لاف۔ ڈینگ۔ [illegible]

آنبیاءؑ گفتند کاین زآں علت ست | مایۂ کوری حجابِ رُویت ست
انبیاء نے کہا یہ (باتیں) اُسی بیماری کی وجہ سے ہیں | اندھے پن کا سرمایہ، دیدار کا پردہ ہے

دعویٔ ما را شُنیدید و شما | می نہ بینید ایں گہر در دستِ ما
تم نے ہمارا دعویٰ سُن لیا، اور تم | ہمارے ہاتھ میں اِس جوہر کو نہیں دیکھتے ہو؟

اِمتحان ست ایں گہر مر خلق را | ماش گردانیم گردِ چشمہا
یہ جوہر، لوگوں کی آزمائش ہے | ہم اِس کو آنکھوں کے گرد گُھما رہے ہیں

ہر کہ گوید کو گوا گفتش گواست | کو نمی بیند گہر، حَبسِ عَماست
جو (یہ) کہے کہ گواہ کہاں ہے؟ اُسکی بات (خود) گواہ ہے | کہ وہ جوہر کو نہیں دیکھ رہا ہے اندھے پن کا قیدی ہے

آفتابے در سخن آید کہ خیز | کہ برآمد روز و برجہ کم ستیز
سورج کہے، کہ اُٹھ | دن نکل آیا، اُٹھ جا مخالفت نہ کر

تو بگوئی آفتابا کو گواہ | گویدت اے کور از حق دیدہ خواہ
تو کہے، اے آفتاب! گواہ کہاں ہے؟ | تجھ سے وہ کہیگا اے اندھے! اللہ تعالیٰ سے

روزِ روشن ہر کہ او جوید چراغ | عین جُستن کوریش باشد بلاغ
جو شخص روشن دن میں چراغ ڈھونڈے | یہ ڈھونڈنا ہی اُس کے اندھے پن کا اعلان ہے

ور نمی بینی گمانے بُردہ | کہ صَباح ست و تو اندر پردہ
اگر تو نہیں دیکھتا ہے، تو نے (مثلاً) ایک گمان کیا ہے | کہ صبح ہو گئی ہے، اور تو پردے میں ہے

کوریٔ خود را مکن زیں گفت فاش | خامُش و در انتظارِ فضل باش
اِس گفتگو سے، اپنے اندھے پن کو ظاہر نہ کر | چُپ رہ اور (اللہ کے) فضل کا انتظار کر

فضلِ بے علت مگر دریابدت | زیں شقاوت روئے دل بر تابد
شاید بے غرض فضل تجھے حاصل ہو جائے | اِس بدبختی سے تیرے دل کا رُخ موڑ دے

ورنہ ماندی در چنیں کوریٔ ابد | آئینہ پنہاں شد از تو در نمد
ورنہ تو ہمیشہ ایسے ہی اندھے پن میں رہیگا | آئینہ تجھ سے نمدے میں چُھپ گیا ہے

درمیانِ روز گفتن روز کو | خویش رُسوا کردن ست اے تند خو
دن میں کہنا کہ دن کہاں ہے؟ | اے بدمزاج! اپنے آپ کو رُسوا کرنا ہے

صبر و خاموشی جذوبِ رحمت ست | ویں نشاں جُستن نشانِ علت ست
صبر اور خاموشی رحمت کو کھینچنے والی ہے | اور یہ دلیل طلب کرنا بیماری کی علامت ہے

ملہ انبیاء۔ انبیاء نے کافروں سے کہا کہ تم ہماری نبوت کو نہیں دیکھتے ہو یہ تمہارا اندھاپن ہے۔ دعوی۔ یعنی نبوت کا دعوی۔ ایں گہر یعنی نبوت و رسالت۔ ماش گردانیم۔ یعنی اپنی نبوت سب کو دکھا رہے ہیں۔ ہر کہ گوید۔ جو شخص ہماری رسالت کو نہیں دیکھتا ہے اور گواہ طلب کرتا ہے یہ بات خود اس کی گواہ ہے کہ وہ اندھا ہے۔ آفتابے۔ اگر آفتاب کسی سے کہے کہ میں موجود ہوں اور دوسرا کہے کہ اپنے وجود پر گواہ لا تو یہ اس کہنے والے کے اندھے ہونے کی دلیل ہے آفتاب خود اپنے وجود کی دلیل ہوتا ہے۔

ملہ روز۔ جو شخص دن میں چراغ تلاش کرے۔ ور نمی بینی۔ یعنی اگر کسی کو آفتاب رسالت نظر بھی نہ آئے وہ کم از کم اس قدر کرے کہ یہ گمان کرلے کہ شاید وہ نکلا ہو اور میں خود پردے میں ہوں اس لئے مجھے نظر نہیں آتا ہے فضلِ بے علت۔ یعنی فضل خداوندی۔ زیں شقاوت یعنی آفتاب رسالت کا نظر نہ آنا

ملہ ورنہ۔ اگر علی الاعلان مخالفت کریگا تو ہمیشہ کے لئے بدبختی میں مبتلا ہو جائیگا اور اسکا آئینہ رسالت میں اپنا چہرہ نظر نہ آئے گا۔ درمیان۔ اگر کوئی شخص دن میں یہ کہے کہ دن کہاں ہے تو وہ خود اپنے اندھے پن کو ظاہر کرکے رسوائی مول لے لیتا ہے۔ جذوب۔ کھینچنے والا۔ نشان جستن یعنی معجزہ طلب کرنا۔

اَنصِتُوا[1] بپذیر تا بر جانِ تو	آید از جاناں جزائے اَنصِتُوا
اَنصِتُوا کو قبول کر لے تاکہ تیری جان پر	محبوب کی طرف سے اَنصِتُوا کا بدلہ آئے
گر نخواہی نکس پیشِ ایں طبیب	بر زمیں زن زود سر را اے لبیب
اگر تو (بیماری کی) پلٹ نہیں چاہتا ہے اس طبیب کے سامنے	اے ذہین! سر کو جلد زمین پر رکھ دے
گفت افزوں را تو بفروش و بخر	بذلِ جان و بذلِ جاہ و بذلِ زر
زیادہ گفتگو کو بیچ ڈال، اور خرید لے	جان کی قربانی، اور رتبہ کی قربانی، اور مال کی قربانی
تا ثنائے تو بگوید فضلِ ھُو	کہ حسد آرد فلک بر جاہِ تو
تاکہ اللہ (تعالیٰ) کا فضل تیری ایسی تعریف کرے	کہ تیرے رتبے پر آسمان حسد کرے
چوں طبیباں را نگہدارید دل	خود بہ بینید و شوید از خود خجل
جب تم طبیبوں کے دل کی نگہداشت کرو گے	خود دیکھ لو گے، اور خود شرمندہ ہو گے
دفعِ[2] ایں کوری بدستِ خلق نیست	لیک اکرامِ طبیباں از ہدیست
اس اندھے پن کو دفع کرنا مخلوق کے ہاتھ میں نہیں ہے	لیکن طبیبوں کی عزت کرنا اسبابِ ہدایت میں سے ہے
ایں طبیباں را بجاں بندہ شوید	تا بمُشک و عنبر آگندہ شوید
ان طبیبوں کے دل سے غلام بنو	تاکہ مُشک اور عنبر سے پُر ہو جاؤ

متہم داشتنِ قوم انبیاء را علیہم السّلام

قوم کا انبیاء علیہم السّلام پر تہمت لگانا

قوم گفتند ایں ہمہ زرق ست و مکر	کے خدا نائب کند از زید و بکر
قوم نے کہا یہ سب فریب اور مکر ہے	خدا زید، اور بکر کو کب قائم مقام بناتا ہے؟
ہر رسولِ شاہ باید جنسِ اُو	آب و گِل کو خالقِ افلاک کو
بادشاہ کا قاصد اُس کا ہم جنس ہونا چاہیے	پانی اور مٹی کہاں اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا کہاں؟
مغزِ[3] خر خوردیم تا ما چوں شما	پشہ را داریم ہمرازِ ھُما
ہم نے گدھے کا بھیجا کھایا ہے کہ ہم تم جیسے	مچھروں کو ھُما کا ہمراز سمجھیں
کو ھُما کو پشہ کو گِل کو خدا	ز آفتابِ چرخ چہ بود ذرّہ را
کہاں ھُما کہاں مچھر، کہاں مٹی، کہاں اللہ	ذرّہ کو آسمان کے سورج سے کیا واسطہ
ایں چہ نسبت ایں چہ پیوندی بود	تا کہ در عقل و دماغے در رود
یہ کیا نسبت ہے یہ کیا تعلق ہے؟	جو عقل اور دماغ میں آ سکے

[1] اَنصِتُوا۔ قرآن پاک میں ہے: وَاِذَا قُرِیَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو تم کان لگاؤ اور خاموشی سے سنو تاکہ تم پر رحم کر دیا جائے۔ گر نخواہی نکس۔ یعنی اگر تو مرض کے پلٹنے کا خواہشمند نہیں ہے۔ طبیب۔ یعنی رسولؐ۔ گفت۔ انبیاءؑ اور رسولوںؑ کے سامنے زیادہ گفتگو مناسب نہیں ہے اُن کیلئے ہر طرح کی قربانی کرنی چاہیئے۔ تاثنا۔ انسان کی قربانیوں پر اللہ تعالیٰ ایسی تعریف فرمائیگا کہ آسمان کو اس پر حسد آئیگا۔ چوں۔ جب اِن اطباء کی دلداری کی جائیگی تو انسان پر خود اپنی حقیقت کھل جائے گی۔

[2] دفع۔ رسالتؐ نظر نہ آنے کے مرض کا دفعیہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اِن لوگوں کی توقیر کرنا اس مرض کے دفعیہ کا سبب ہے۔ قوم۔ یعنی اہلِ سبا۔ کے خدا۔ بھلا انسان کو اللہ تعالیٰ اپنا خلیفہ کب بنا سکتا ہے۔ ہر رسول۔ شاہ اور اس کے قاصد کا ہم جنس ہونا ضروری ہے، انسان جو آب و گل سے بنا ہے اس کو اللہ سے کیا مناسبت ہے

[3] مغزِ خر۔ گدھے کا مغز کھانے سے انسان گدھا بنتا ہے۔ پشہ یعنی انسان۔ ھُما۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ کو ھُما۔ اللہ تعالیٰ [illegible]

تا کجا[1] ایں گفت بیہودہ کجا
یہ بیہودہ گفت گو کب تک؟

ایں چہ زرق ست و چہ شید ست و دغا
یہ کیا مکر ہے، یہ کیا فریب اور دغا ہے؟

خود کجا کو آسماں کو ریسماں
یہ خود کہاں ہے، کہاں آسمان کہاں کچا دھاگا!

می نگیرد مغزِ ما ایں داستاں
اس افسانے کو ہماری عقل قبول نہیں کرتی

غالباً ما عقل داریم ایں قدر
غالباً ہم اتنی تو عقل رکھتے ہیں

گندنا را می شناسیم از گزر
کہ گندنے کو گاجر سے پہچان لیں

حکایت خرگوشاں کہ خرگوشے را بر سالت پیش فیل

اُن خرگوشوں کا قصہ کہ ایک خرگوش کو ہاتھی کے پاس قاصد بنا کر بھیجا

فرستادند کہ بگو کہ من رسولِ ماہِ آسمانم در پیش تو کہ ازیں

کہ تو جا کر کہہ، کہ میں آسمان کے چاند کا تیرے لئے قاصد ہوں، کہ تو پانی کے

چشمۂ آب حذر کن چنانچہ در کتاب کلیلہ و دمنہ آمدہ

اس چشمے سے پرہیز کر، جیسا کہ کلیلہ اور دمنہ کتاب میں مذکور ہے

ایں بداں ماند کہ خرگوشے بگفت
تو ایسا ہی ہے کہ ایک خرگوش نے کہا

من رسولِ ماہم و با ماہ جفت
میں چاند کا قاصد ہوں اور چاند کا ساتھی

کز[2] رمہ پیلاں ازاں چشمۂ زلال
کیونکہ ہاتھیوں کے جھنڈ سے اس صاف چشمہ پر

جملہ نخچیراں بُدند اندر وبال
تمام جنگلی جانور مصیبت میں تھے

جملہ محروم و ز خوف از چشمہ دور
سب محروم تھے اور ڈر کی وجہ سے چشمے سے دور تھے

حیلہ کردند چوں کم بود زور
چونکہ طاقت کم تھی انھوں نے تدبیر کی

از سرِ کہ بانگ زد خرگوشِ زال
ایک بوڑھے خرگوش نے پہاڑ پر سے آواز دی

سوئے پیلاں در شبِ غرّہ ہلال
ہاتھیوں کو چاند رات میں

شاہ[3] پیلاں من رسولم پیش باست
اے ہاتھیوں کے بادشاہ: سامنے کھڑا ہو جا میں قاصد ہوں

بر رسولاں بند و زجر و خشم نیست
قاصدوں پر پابندی اور دھمکی اور غصہ مناسب نہیں

ماہ میگوید کہ اے پیلاں روید
چاند کہہ رہا ہے کہ اے ہاتھیو! بھاگ جاؤ

چشمہ آنِ ماست زیں یکسو شوید
چشمہ ہماری ملکیت ہے اس سے ہٹ جاؤ

ورنہ من تاں کور گردانم ستم
ورنہ میں تمہیں اندھا کر دوں گا، ظلم

گفتم از گردن برون انداختم
میں نے بتا دیا، اپنا فرض ادا کر دیا

---

[1] تا کجا۔ اہلِ سبانے انبیاء سے یہ کہا۔ ریسماں: پھندا یا کچا دھاگا۔ غالباً۔ ہم میں اتنی عقل تو ہے کہ گندنے اور گاجر میں فرق کرلیں۔ گندنا عربی میں اُس کو کراث کہتے ہیں ایک بدبودار بیل ہے جو کھائی جاتی ہے۔ حکایت۔ اہلِ سبانے یہ قصہ نقل کیا کہ تمہاری تو وہی مثال ہے جیسا کہ خرگوش چاند کا رسول بنا تھا۔ من رسول۔ خرگوش نے کہا میں چاند کا قاصد اور پیامبر ہوں اور چاند کا ہمراز ساتھی ہوں۔

[2] کز۔ یہ خرگوش فرضی طور پر چاند کا رسول اسلئے بنا تھا کہ تمام جانور چشمے پر ہاتھیوں کے آنے سے تنگ تھے اور سب نے ملکر یہ ایک سازش کی تھی کہ ہاتھی اس چشمے پر آنا چھوڑ دیں۔ نخچیر۔ جنگل کے سب جانور ہاتھیوں کے ڈر سے اس چشمہ کے پانی سے محروم ہو گئے تھے چونکہ لڑنے میں تو کمزور تھے اس لئے انھوں نے یہ تدبیر سوچی تھی۔ زال۔ بڑھیا۔ غرّہ پہلی رات کا چاند۔

[3] شاہ۔ ہاتھیوں کے بادشاہ کو خرگوش نے حکم دیا کہ وہ ٹھہرے اور پھر کہا کہ میں چاند کا قاصد ہوں۔ ماہ میگوید۔ میں چاند کیطرف سے پیغام لایا ہوں چاند نے کہا ہے کہ یہ پانی کا چشمہ میری ملکیت ہے تم اُس پر نہ آیا کرو۔ ورنہ۔ اگر کہنا نہ مانو گے تو اندھا بنا دوں گا۔

ترکِ ایں چشمہ بگوئید و رَوید — تا ز زخمِ تیغِ من ایمن شوید

یہ چشمہ چھوڑ دو، اور چلے جاؤ — تاکہ میری تلوار کے زخم سے محفوظ ہو جاؤ

۱ نِکِ نشاں آنست کاندر چشمہ ماہ — مُضطرِب گردد ز پیلِ آب خواہ

دیکھو علامت یہ ہے، کہ چاند پانی میں — پانی پینے والے ہاتھی سے پریشان ہوتا ہے

کہ بیا رابع عشر اے شاہِ پیل — تا درونِ چشمہ یابی زیں دلیل

اے ہاتھیوں کے بادشاہ! چودھویں کو آ — تاکہ چشمے میں تو اس کی دلیل حاصل کرلے

آں فلاں شب حاضر آ اے شاہِ پیل — تا درونِ چشمہ یابی آں دلیل

اے ہاتھیوں کے شاہ! فلاں دولت کو آجا — تاکہ چشمے میں تو وہ دلیل پالے

چوں دو ہفتہ از مہِ نو بگذرید — شاہِ پیل آمد ز چشمہ می چرید

جب نئے چاند پر دو ہفتے گذر گئے — ہاتھیوں کا بادشاہ آیا چشمے سے (پانی) پینے لگا

چونکہ زد خرطوم پیل آں شب در آب — مُضطرِب شد آب و مہ کرد اضطراب

اُس رات کو جب ہاتھی نے پانی میں سونڈ ڈالی — پانی ہلا، اور چاند ہلنے لگا

۲ پیل باور کرد از وے آں خطاب — چوں درونِ چشمہ مَہ کرد اضطراب

ہاتھی نے اس کی بات کا یقین کرلیا — جب پانی میں چاند ہلا

ترس ترساں باز گشتند آں رمہ — بعد ازاں نامد یکے زیشاں ہمہ

وہ جھنڈ، خوف کھا کر واپس ہوگیا — اس کے بعد ان میں سے کوئی نہ آیا

ما نہ زاں پیلانِ گولیم اے گروہ — کاضطرابِ ماہ آرد ماں شکوہ

اے گروہ! ہم ان بیوقوف ہاتھیوں میں سے نہیں ہیں — کہ چاند کا ہلنا ہم پر دبدبہ قائم کرے

جواب گفتنِ انبیاء طعنِ ایشاں را و مثل آوردنِ ایشاں را

انبیاء کا اُن کے اعتراض کا جواب دینا اور اُن کی ایک مثال بیان کرنا

۳ انبیاء گفتند آوہ پندِ ماں — سخت تر کرد اے سفیہان بندِ تاں

انبیاء نے فرمایا افسوس ہماری نصیحت نے — اے بیوقوفو! تمہاری بیڑی کو اور سخت کردیا

اے دریغا کہ دوا از رنجِ تاں — گشت زہرِ جاں قہر آہنج تاں

ہائے افسوس! تمہارے مرض کی وجہ سے دوا — جان کا زہر، تمہارا قاتل زہر بن گیا

ظلمت افزود ایں چراغ آں چشم را — چوں خدا بگماشت پردہ خشم را

یہ چراغ آنکھ کے اندھیرے کو اور بڑھا دیتا ہے — جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے غضب کا پردہ ڈال دیا ہے

---

۱ نِک نشاں۔ خرگوش نے کہا میرے سچا ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب کوئی ہاتھی پانی پیتا ہے تو وہ چاند پریشانی میں ہلنے لگتا ہے۔ کہ بیا۔ اگر یقین نہیں ہے تو چودھویں شب کو آنا اور میرے اس دعوے کی دلیل آنکھوں سے دیکھ لینا۔ چوں دو ہفتہ۔ جب چاند کے نکلنے پر دو ہفتے گذر چکے ہوئے تو ہاتھیوں کا بادشاہ چشمہ پر پانی پینے آیا۔ جرکوم۔ ہاتھی کی سونڈ۔

۲ پیل۔ جب پانی میں چاند کا عکس ہلا تو ہاتھی کو خرگوش کی بات کا یقین آگیا۔ ترس ترساں۔ ڈر کر جب ہاتھیوں کا بادشاہ بھاگا تو سارے ہاتھی بھاگ پڑے اور پھر کوئی ہاتھی چشمہ پر نہ آیا۔ ما نہ زاں۔ یہ قصہ سنا کر اہلِ سبا نے کہا ہم ایسے بیر قوف نہیں ہیں کہ ہاتھیوں کی طرح تمہاری باتوں میں آجائیں۔

۳ انبیاء۔ ان کی اس تقریر پر انبیاء نے اُن سے کہا کہ ہماری نصیحت سے تمہارے انکار کی بیڑیاں اور سخت ہوگئیں اور دوا نے زہر کا کام کیا۔ ظلمت۔ جب کسی پر غضبِ خداوندی ہوتا ہے تو نورِ ہدایت اُس کے لئے مزید اندھیرے کا سبب بنجاتا ہے۔

چہ[1] رئیسی جُست خواہیم از شُما | کہ ریاست ماں فزون ست از سَما
ہم، تم سے کیسی سرداری چاہیں گے | ہماری سرداری تو آسمان سے بڑھی ہوئی ہے

چہ شرف یابد ز کشتی بحرِ دُر | خاصہ کشتیِ زِ سرگیں گشتہ پُر
موتیوں کا سمندر، کشتی سے کیا شرافت حاصل کریگا؟ | خصوصاً اُس کشتی سے جو گوبر سے بھری ہوئی ہے

اے دریغ آں دیدۂ کور و کبود | کافتابے اندرو ذرّہ نمود
اُس اندھی اور تاریک آنکھ پر افسوس ہے | جس میں سورج ایک ذرّہ نظر آئے

کآدمے کو بُود بیمثل و فرید | دیدۂ ابلیس جز طینے ندید
جیسا کہ آدمؑ، جو کہ بیمثل اور یکتا تھے | شیطان کی آنکھ نے مٹی کے علاوہ کچھ نہ دیکھا

چشمِ[2] دیوانہ بہارش دَے نمود | زاں طرف جنبید کو را خانہ بود
شیطانی آنکھ نے (موسمِ) بہار کو خزاں دکھایا | اُسی طرف گئی جو اُس کا مقام تھا

اے بسا دولت کہ آید گاہ گاہ | پیشِ بے دولت بگردد اُو ز راہ
بہت سی دولتیں ہیں جو کبھی کبھی حاصل ہوتی ہیں | بدبخت کے لئے وہ راستہ سے لوٹ جاتی ہیں

اے بسا معشوق کآید ناشناخت | پیشِ بدبختے نداند عشق باخت
بہت سے معشوق ہیں جو بغیر جان پہچان کے آجاتے ہیں | ایک بدبخت کے سامنے جو عشقبازی نہیں جانتا ہے

احمقاں را ایں چنیں حرماں چرا ست | می نسازد گمرہاں را راہِ راست
بیوقوفوں کی ایسی محرومی کیوں ہے؟ | گمراہوں کو سیدھا راستہ موافق نہیں آتا ہے

ایں غلط دہ دیدہ را حرمانِ ما ست | ویں مُقلّبِ قلب را سوءُ القضا ست
آنکھ کو غلط دکھلانے والی ہماری محرومی ہے | اور یہ ہمارے دل کو پھیرنے والی بُری تقدیر ہے

چوں[3] بُتِ سنگیں شما را قبلہ شُد | لعنت و کوری شما را ظُلّہ شُد
جب پتھر کا بُت تمہارا قبلہ بن گیا | لعنت اور اندھاپن تمہارا سائبان بنگیا

چوں بشاید سنگ انبازِ حق | چوں نشاید عقل و جاں ہمرازِ حق
تمہارے پتھر کا اللہ (تعالیٰ) کا شریک ہونا کیسے مناسب ہوا؟ | عقل اور روح کو اللہ (تعالیٰ) کا ہمراز بنانا کیوں؟

پشّہ مُردہ ہُما را شُد شریک | چوں نشاید زندہ ہمرازِ ملیک
مرا ہوا مچھر، ہُما کا شریک بن گیا | زندہ کا اللہ (تعالیٰ) کا ہمراز ہونا کیوں مناسب نہ ہوا؟

بُت کو تو اللہ کا شریک سمجھ رہے ہو لیکن عقل اور جان کو اللہ کا ہمراز سمجھنے میں تمہیں اشکال پیش آرہا ہے۔ پشّہ مُردہ۔ یعنی پتھر کا بت ہُما۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ ملیک۔ اللہ تعالیٰ۔

[1] چہ۔ جس کو اللہ کے تقرّب سے وہ مرتبہ حاصل ہو جو آسمان سے بھی بلند ہے وہ تمہاری سرداری کا کیا خواہشمند ہو سکتا ہے۔ چہ شرف۔ جس سمندر میں موتی بھرے ہوں اُس کو گوبر بھری کشتی سے کیا شرافت حاصل ہو سکتی ہے۔ اے دریغ۔ وہ آنکھ قابلِ افسوس ہے جس کو آفتاب ذرّہ نظر آئے۔ کآدمے۔ یہ شیطانی آنکھ ہے کہ اُس نے حضرت آدمؑ کے پتلے کی مٹی کو دیکھا اور اُن کے باطنی اوصاف کو نہ دیکھا۔

[2] چشمِ دیوانہ۔ شیطان کو شیطانی آنکھ نے حقیقت کے خلاف دکھایا حضرت آدمؑ جو منزلہ بہار تھے وہ اُس کو خزاں نظر آئے خود ذلیل تھا اُس کی نگاہ ذلیل چیز پر پڑی۔ اے بسا۔ بدبختوں کو قیمتی دولت حاصل نہیں ہوتی۔ ناشناخت۔ ناقدروں کو دولت ملتی ہے لیکن وہ اُس کی قدر نہیں کرتے۔ حرماں۔ یعنی احمقوں کی محرومی کا سبب اُن کی حرمان نصیبی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُن پر مسلط ہے۔

[3] چوں۔ انبیاء نے اہلِ سبا سے کہا چونکہ تم بُت پرستی میں مبتلا ہو گئے ہو اس لئے لعنت اور اندھاپن تم پر مسلط ہو گیا ہے۔ چوں بشاید۔ تمہارے اندھے پن کی یہ علامت ہے کہ پتھر کے

آں[1] بُتِ مُردہ تراشیدہ شماست ‌‌ — ‌‌ پشّۂ زندہ تراشیدہ خداست
وہ مُردہ بُت تمہارا گھڑا ہوا ہے ‌‌ — ‌‌ زندہ پتھر، خدا کا بنایا ہوا ہے

عاشقِ خویشند و صنعت کردِ خویش ‌‌ — ‌‌ دُمِّ ماراں را سَرِ مارست کیش
وہ اپنے اور اپنی دستکاری کے عاشق ہیں ‌‌ — ‌‌ سانپوں کی دُم کا مذہب سانپ کا سَر ہے

نے دراں دُم دولتے و نعمتے ‌‌ — ‌‌ نے دراں سَر راحتے و لذتے
نہ اُس دُم میں کوئی دولت اور نعمت ہے ‌‌ — ‌‌ نہ اُس سَر میں کوئی راحت اور لذت ہے

گِردِ سَر گرداں بُوَد آں دُمِّ مار ‌‌ — ‌‌ لائق اند و درخورند آں ہر دو یار
وہ سانپ کی دُم سَر کے چاروں طرف گھومتی رہتی ہے ‌‌ — ‌‌ وہ دونوں دوست لائق اور مناسب ہیں

آنچناں[2] گوید حکیمِ غزنوی ‌‌ — ‌‌ در الٰہی نامہ گر خوش بشنوی
غزنوی دانا، ایسا ہی فرماتے ہیں ‌‌ — ‌‌ الٰہی نامہ میں اگر تو اچھی طرح سُنے

کم فضولی کن تو در حکمِ قدر ‌‌ — ‌‌ درخور آمد شخصِ خر با گوشِ خر
تقدیر کے فیصلے میں تو بکواس نہ کر ‌‌ — ‌‌ گدھے کا جسم گدھے کے کان کے لائق ہے

شد مناسب عضوہا و ابدانہا ‌‌ — ‌‌ شد مناسب وصفہا با جانہا
اعضا، اور بدن مناسبت سے بنے ہیں ‌‌ — ‌‌ اوصاف، جانوں کے مناسب ہیں

وصف[3] ہر جانے مناسب با شُدَش ‌‌ — ‌‌ بیگماں با جاں کہ حق بتراشدش
ہر روح کی صفت اُس کے مناسب ہوتی ہے ‌‌ — ‌‌ یقیناً اللہ (تعالےٰ)، اُس کو روح کے مناسب پیدا کرتا ہے

چوں صفت با جاں قرین کردست او ‌‌ — ‌‌ پس مناسب دانش ہمچوں چشم و رو
جبکہ اُس نے صفت کو روح کا ساتھی بنا لیا ہے ‌‌ — ‌‌ تو اُس کو چہرے اور آنکھ کی طرح مناسب سمجھ

شُد مناسب وصفہا در خوب و زشت ‌‌ — ‌‌ شُد مناسب حرفہا کہ حق نوشت
اچھائی اور بُرائی میں مناسب صفتیں پیدا ہوئی ہیں ‌‌ — ‌‌ جو حروف اللہ (تعالےٰ) نے لکھے وہ مناسب ہیں

دیدہ و دل ہست بین الاصبعین ‌‌ — ‌‌ چوں قلم در دستِ کاتب اے حسین
آنکھ اور دل دو اُنگلیوں کے درمیان ہیں ‌‌ — ‌‌ اے حسین! جیسا کہ کاتب کے ہاتھ میں قلم

اِصبعِ لُطف ست و قہرے درمیان ‌‌ — ‌‌ کِلکِ دل با قبض و بسطے زیں بنان
مہر اور قہر کی اُنگلی ہے، درمیان میں ‌‌ — ‌‌ اِن سَرِ انگشت سے دل کا قلم تنگی اور کشادگی میں ہے

ایک روح کیلئے صفت کفر پیدا فرمائی ہے تو وہی صفت اُسکے مناسب تھی۔ شُد مناسب۔ قلمِ تقدیر نے جو حرف لکھے وہی اس شخص کے مناسب تھے۔ دیدہ و دل۔ انسان کا دل اور آنکھ قدرت کی دو انگلیوں کے قبضہ میں ہیں وہ جس طرف چاہتی ہیں اُنکا رُخ موڑ دیتی ہیں۔ اِصبع۔ جن دو انگلیوں کے درمیان میں قلمِ دل ہے وہ ایک قہر کی انگلی ہے دوسری مہر کی انگلی ہے۔ بنان۔ بنانۃ کی جمع سَرِ انگشت۔

[1] آں بُت۔ بُت جو تم نے خود اپنے ہاتھوں سے تراشا وہ اللہ تعالیٰ کا شریک ہو گیا لیکن تمہارے نزدیک انسان جو اللہ کا بنایا ہوا ہے وہ اللہ کا ہمراز نہیں ہو سکتا۔ عاشق۔ تو تم دراصل اپنے اور اپنی مصنوعات کے عاشق ہو۔ دُمِّ ماراں۔ سانپ کی دُم سانپ کے سَر کی اطاعت کرتی ہے، مثل مشہور ہے جیسی روح ویسے فرشتے۔ گرد سَر جس جانب منہ جائیگا اُسی جانب اُس کی دُم جائیگی۔ دو یار یعنی سانپ کی دُم اور سَر۔

[2] آنچناں۔ حکیم سنائی غزنوی نے الٰہی نامہ میں جو باتیں سمجھائی ہیں اُن کو بیان کر کے یہ بات بتلاتے ہیں کہ کفار کی محرومی اور اُن کی عجیب عقل پر تعجب کی ضرورت نہیں ہے اُس میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں مضمر ہیں وہی ان حکمتوں کو خوب سمجھتا ہے۔ کم فضولی۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں زیادہ باتیں بنانا بیکار ہیں اُس نے ہر کام مناسبت سے کیا ہے عضوہا۔ اللہ تعالیٰ نے سارے اعضاء اور بدنوں میں خاص تناسب رکھا ہے ہر روح میں اُسکے مناسب اوصاف پیدا فرمائے ہیں۔

[3] وصف۔ ہر جان کے اوصاف اُسکے مناسب پیدا فرمائے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے

اے[1] قلم بنگر گر اجلالیستی ۔۔۔ کہ میانِ اصبعین کیستی

اے قلم! اگر تو خدائی ہے تو خیال رکھ ۔۔۔ کہ تو کس کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے؟

جملہ قصد و جنبشت زیں اصبع ست ۔۔۔ فرقِ تو بر چار راہِ مجمع ست

تیرا سب ارادہ اور حرکت اس انگلی سے ہے ۔۔۔ تیرا فرق مجمع کے چوراہے پر اٹھا ہوا اور زیر ہوا ہے

ایں حروفِ حالہات از نسخِ اوست ۔۔۔ عزم و فسخت ہم ز عزم و فسخِ اوست

تیرے احوال کے حروف اس کی تحریر کے ہیں ۔۔۔ تیرا ارادہ اور اسکو فسخ کرنا اسی کے ارادے اور فسخ کرنے سے ہے

جز نیاز و جز تضرع راہ نیست ۔۔۔ زیں تقلب[2] ہر قلم[3] آگاہ نیست

دعا اور عاجزی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے ۔۔۔ اس گردش سے ہر قلم باخبر نہیں ہے

ایں قلم داند ولے بر قدرِ خود ۔۔۔ قدرِ خود پیدا کند در نیک و بد

اسکو قلم جانتا ہے لیکن اپنے مرتبہ کی بقدر ۔۔۔ اچھائی اور برائی میں اپنا مرتبہ سمجھ لیتا ہے

انچہ در خرگوش و پیل آویختند ۔۔۔ تا ازل را با حیل آمیختند

وہ جو کچھ خرگوش اور ہاتھی کے قصے سے متعلق ہوئے ۔۔۔ حتی کہ حکمت ازلی کو دنیاوی حیلوں سے ملا دیا

بیانِ آنکہ ہر کس را نرسد مثل آوردن خاصہ در کارِ الٰہی

اس کا بیان کہ ہر شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ مثال بیان کرے خصوصاً اللہ تعالٰی کے کام کی

کے رسد[5] تا ایں مثلہا ساختن ۔۔۔ سوئے آں درگاہِ پاک انداختن

ان کو کیا حق تھا کہ انھوں نے یہ مثالیں گھڑیں ۔۔۔ اس پاک دربار کی جانب منسوب کیں

آن مثل آوردن آنحضرت ست ۔۔۔ کہ بعلمِ سر و جہر او آیت ست

مثال دینا اُس دربار کا (حق) ہے ۔۔۔ کہ جس کا غیب اور شہادت کا علم واضح ہے

تو چہ دانی سرِ چیزے تا تو کل ۔۔۔ تا بزلف و یا برخ آری مثل

تو کسی چیز کا راز کیا جانے جب تک تو گنجا ہے ۔۔۔ تا کہ تو زلف یا رخسار کی مثال بیان کرے

موسئ آں را کہ عصا دید و نبود ۔۔۔ اژدہا بد سرِ او لب می کشود

موسیٰ نے جس کو عصا دیکھا اور وہ (عصا) نہ تھا ۔۔۔ اژدہا تھا اس کے راز کو ہونٹ کھولتا تھا

وہ خیال ہے اس سے اُس کو پوری واقفیت ہو۔ کل۔ گنجا اگر زلف اور رُخ کی مثالیں بیان کرے تو لامحالہ غلط ہوں گی کیونکہ وہ خود زلف کی حقیقت سے ناواقف ہے۔ موسیٰ۔ حضرت موسیٰ جیسا نبی اپنے عصا کی حقیقت سے ناواقف تھے وہ اس کو محض لاٹھی سمجھے حالانکہ وہ اژدہا تھا اس نے ہونٹ ہلائے تو اُن پر راز منکشف ہوا تو جب حضرت موسیٰ کا علم بھی ناقص ہے تو تم ان نفسانی خواہشوں کی حقیقت جو کہ دراصل شیطانی دام و دانہ ہیں کیا سمجھ سکتے ہو۔

[1] اے قلم۔ دل کو ہمیشہ اس کو مدِ نظر رکھنا چاہیئے کہ وہ کس ذات کے قبضہ میں ہے۔ جملہ۔ انسان کے تمام حرکات و سکنات اس انگلی کی وجہ سے ہیں انسان اور انسان میں جو فرق ہے وہ قیامت کے چوراہے پر ظاہر ہوگا۔ ایں حروف۔ انسان کو جو حالات پیش آتے ہیں وہ قلم تقدیر کے لکھے ہوئے ہیں۔ عزم۔ بعض بزرگوں نے کہا ہے۔ عرفتُ ربی بفسخ العزائم یعنی اپنے پروردگار کو اپنے ارادوں کے فسخ ہونے سے پہچانا۔ جز نیاز۔ قلم تقدیر کے لکھے ہوئے سے نجات کا راستہ صرف عاجزی اور گریہ ہے۔

[2] تقلب۔ یعنی حالات کا تغیر۔

[3] قلم۔ یعنی انسان کا دل۔ ایں قلم۔ کچھ لوگ اپنے دل کے احوال سے اپنی اچھائی اور برائی کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔ آنچہ۔ اب مولانا نے پھر اہلِ سبا کے قصہ کی طرف رُخ کیا ہے اہلِ سبا نے رسولوں اور خدا کو کلیلہ و دمنہ کے قصہ میں خرگوش اور ہاتھی سے تشبیہ دی تھی۔ ازل۔ یعنی ازلی حکمت۔ حیل۔ یعنی دنیاوی حیلے۔

[5] کے رسد۔ اہلِ سبا کو یہ حق نہ تھا کہ وہ اس طرح کی مثالیں جناب باری تعالٰی کے لئے گھڑیں۔ آن مثل۔ صحیح مثال وہی دے سکتا ہے جس کو خیال اور جس کے لئے

چوں چناں شاہے نداند سرِ چوب | تو چہ دانی سرِ این دام و حبوب
جبکہ ایسا شاہ، لکڑی کے راز کو نہ سمجھے | تو اس جال اور دانوں کے راز کو کیا سمجھے گا،

چوں غلط شد چشمِ موسیٰؑ در مثل | چوں کند موشے فضولی[1] مَدخل
جب مثال کے معاملہ میں حضرت موسیٰؑ کی آنکھ غلط ہو گئی | تو فضول چوہا اس میں کیا سوراخ بنا سکتا ہے؟

آں مثالت را چو اژدرہا کند | تا بیاسخ جزو جزوت بر کند
وہ تیری مثال کو اژدہا جیسا بنا دیتا ہے | تاکہ جواب میں تیرے جزو جزو اکھاڑ دے

ایں مثال آورد ابلیسِ لعیں | تاکہ شد ملعونِ حق تا یومِ دیں
ملعون شیطان، یہ مثال لایا | یہاں تک کہ وہ اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے قیامت تک کے لئے ملعون ہو گیا

ایں مثال آورد قارونؑ[2] از لجاج | تا فرو شد در زمیں با تخت و تاج
قارون، جھگڑے سے یہ مثال لایا | یہاں تک کہ تخت و تاج کے ساتھ زمین میں دھنس گیا

ایں مثال آورد نمرودِ جہول | تاکہ پشہ مغزِ سر خوردش عجول
جاہل نمرود، یہ مثال لایا | یہاں تک کہ مچھر نے جلدی سے اس کے سر کا مغز کھایا

ایں مثال آورد فرعون از غلط | تاکہ اندر آبِ دریا شد سقط
فرعون غلطی سے یہ مثال لایا | یہاں تک کہ دریا کے پانی میں بیکار بن گیا

ایں مثال اندیش گشتہ قومِ عاد[3] | کاستخواں شاں خرد و مرد آمد ز باد
قومِ عاد یہ مثال سوچنے والی بنی | کہ ان کی ہڈیاں ہوا سے ریزہ ریزہ ہو گئیں

ایں مثال آورد ہر بدبختِ دُوں | تاکہ شد در قعرِ دوزخ سرنگوں
ہر بدبخت کمینہ یہ مثال لایا | یہاں تک کہ دوزخ کی گہرائی میں اوندھا ہو گیا

ایں مثالت را چو زاغ و بوم داں | کز ایشاں پست شد صد خانداں
تو اس مثال کو کوا اور اُلو سمجھ | کہ ان کی وجہ سے سینکڑوں خاندان تباہ ہو گئے ہیں

مثلہا زدن قومِ نوحؑ باستہزا در زمانِ کشتی ساختنِ او

قومِ نوحؑ کا حضرت نوحؑ کے کشتی بنانے کے وقت مذاق میں مثال بیان کرنا

نوحؑ اندر بادیہ کشتی بساخت | صد مثل گو از پئے تسخر بتاخت
(حضرت) نوحؑ نے جنگل میں کشتی بنائی | سینکڑوں مثال دینے والے مذاق کیلئے دوڑے

زاغ و بوم۔ یہ تباہی اور نحوست کی علامتیں ہیں۔ مقصد۔ اوپر بتایا تھا کہ غلط دلائل سے قومیں تباہ ہوئی ہیں اب اس کو مثال سے سمجھاتے ہیں۔ بادیہ۔ جنگل۔

[1] فضولی۔ بغیر اختیار کے کام کرنے والا۔ مدخل۔ سوراخ، گھسنے کی جگہ۔ آن مثالت۔ غلط مثالیں دینا خود مثال دینے والے کی تباہی کا سبب بنتا ہے۔ ابلیس۔ شیطان نے کہا۔ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ۔ "اے اللہ تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اس آدم کو مٹی سے" لہٰذا میں اس سے افضل ہوں تو اس کو سجدہ کیوں کروں۔

[2] قارون۔ قارون سے کہا گیا کہ اللہ نے تجھے جو دولت دی اس کے ذریعہ آخرت کا طالب بن تو اس نے کہا اِنَّمَآ اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ یعنی یہ دولت میرے علم اور تدبیر سے مجھے حاصل ہوئی ہے اس میں کسی کا کیا دخل ہے۔ لجاج۔ جھگڑا۔ نمرود۔ نمرود نے خدائی کا دعویٰ کیا اور کہا اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ یعنی لوگوں کی موت اور زندگی میرے قبضہ میں ہے۔ عجول۔ جلد باز۔ فرعون۔ فرعون نے کہا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی میں تمہارا بڑا خدا ہوں۔ سقط۔ بیکار چیز۔

[3] قومِ عاد۔ حضرت ہودؑ کے ساتھ اُن لوگوں نے غلط باتیں کیں تو آندھی سے ہلاک ہو گئے۔ دیں مثالت۔ یعنی غلط مثالوں اور غلط دلائل سے قومیں تباہ ہوئی ہیں۔ تسخر۔ مذاق۔

دَر بیابانے کہ چاہ و آب نیستؔ
اِس جنگل میں جہاں کنواں اور پانی نہیں ہے

می کُنَد کشتی چہ ناداں ابلہیست
وہ کشتی بنا رہا ہے، کس قدر نادان اور بیوقوف ہے

آں یکے میگفت ایں کشتی بتاز
ایک کہتا تھا کہ اس کشتی کو دوڑا

واں یکے میگفت پَرّش ہم بساز
اور ایک کہتا تھا کہ اُس کے پر بھی لگا

آں یکے میگفت دُنبالش کژست
ایک کہتا تھا کہ اُس کا دُنبالہ ٹیڑھا ہے

واں یکے میگفت پُشتش کژ مژ است
ایک کہتا تھا کہ اُس کی پُشت ٹیڑھی میڑھی ہے

آں یکے میگفت پالانش کجاست
ایک کہتا تھا کہ اس کا پالان کہاں ہے؟

واں یکے میگفت پایش کج چراست
ایک کہتا تھا کہ اس کا پایہ ٹیڑھا کیوں ہے؟

آں یکے میگفت کایں مَشکِ تہی ست
ایک کہتا تھا کہ یہ خالی مشکیزہ ہے

واں یکے میگفت ایں خر بہرِ کیست
ایک کہتا تھا کہ یہ گدھا کس کے لئے ہے

آں یکے میگفت بیکاری مگر
ایک کہتا تھا کہ شاید تو بیکار ہے

یا شدی فرتوت و عقلت شد زِ سَر
یا تو کھوسٹ ہو گیا ہے اور تیرے سر سے عقل نکل گئی ہے

او ہمی گفت ایں بفرمانِ خداست
وہ کہتے تھے، کہ یہ خدا کے حکم سے ہے

ایں بچربکہا نخواہد گشت کاست
یہ مسخروں سے نہ گھٹے گی

حکایتؔ آں دُزد کہ پرسید ند چہ میکُنی دَر نیم شب دَر زیرِ ایں دیوار، گفت دُہل می زنم

اُس چور کی حکایت جس سے دریافت کیا کہ تو آدھی رات میں اس دیوار کے پاس کیا کر رہا ہے؟ اُس نے کہا ڈھول بجا رہا ہوں

ایں مَثَل بشنو کہ شب دُزدِ عَنید
یہ مثال سُن، کہ رات میں ایک سرکش چور

دَر بُنِ دیوار حُفرہ می بُرید
دیوار کی جڑ میں گڑھا کھود رہا تھا

نیم بیدارے کہ اُو رنجور بُود
ایک اُدھ کچری نیند والا جو کہ بیمار تھا

طقطقِ آہستہ اش رامی شنود
اُس کی آہستہ کھٹ کھٹ کو سُن رہا تھا

رفت بر بام و فرود آویخت سَر
وہ کوٹھے پر چڑھا اور سر کو جھکایا

گفت اُورا در چہ کاری اے پدر
اُس سے کہا اے بابا! تو کس کام میں لگا ہے؟

خیر باشد نیم شب چہ میکُنی
خیر تو ہے، آدھی رات میں تو کیا کر رہا ہے؟

تو کئی گفتا دُہل زن اے سَنی
تو کون ہے؟ اُس نے کہا اے بزرگ! ڈھول بجانے والا (ہوں)

لہ آب نیست..... کشتی کی وہاں ضرورت ہوتی ہے جہاں دریا ہو یہاں خشک جنگل ہے اس میں نوحؑ کشتی کیوں بنا رہے ہیں۔ بتاز یعنی یہ کشتی خشکی میں دوڑانے کی ہے لہٰذا اس کو جنگل میں دوڑا۔ پرّش اس کشتی کے پر لگا تاکہ اُڑ سکے پانی تو موجود نہیں کہ اس میں چلے گی۔

ٹہ آں یکے۔ مذاق میں کوئی حضرت نوحؑ سے کہتا کہ اس کشتی کا پچھلا حصہ ٹیڑھا ہے کوئی کہتا کہ اس کی پشت ٹیڑھی ہے کوئی مذاق میں کہتا کہ اس گدھے کا پالان کہاں ہے کوئی کہتا کہ اس کا پایہ ٹیڑھا ہے۔ مشک۔ کوئی کشتی کو مشک بتاتا کوئی اس کو گدھا قرار دیتا۔ او ہمی گفت حضرت نوحؑ جواب میں فرماتے کہ یہ کشتی خدا کے حکم سے بنا رہا ہوں اور تمہارے مذاق اُڑانے سے اس میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔

سہ حکایت۔ حضرت نوحؑ نے قوم سے فرمایا تھا۔ اِن تسخروا منا فانا نسخر منکم کما تسخرون یعنی جس طرح آج تم ہمارا مذاق اُڑا رہے ہو آئندہ دیکھنا ہم تمہارا مذاق اُڑائیں گے۔ اسی مناسبت سے مولانا نے یہ حکایت نقل کی ہے عنید جھگڑالو۔ حفرہ گڑھا۔ طقطق۔ کھٹ کھٹ گفت اورا۔ اس بیمار گھر والے نے چور سے کہا۔ خیر باشد یعنی خیریت ہے آدھی رات کو تو یہ کیا کام کر رہا ہے اور تو کون ہے۔ ستی۔ بزرگ۔

در چہ کاری گفت می کوبم دُہل — گفت کو بانگ دُہل اے بوشل[1]

تو کس کام میں (مصروف) ہے اُس نے کہا ڈھول بجا رہا ہوں — اُس نے کہا اے مختلف طریقوں والے ڈھول کی آواز کہاں ہے

گفت فردا بشنوی ایں بانگ را — نعرہ یا حسرتا وا ویلتا

اُس نے کہا تو اس آواز کو کل سُن لے گا — یا حسرتا واویلا کا نعرہ

من چو رفتم بشنوی بانگ دُہل — آں زماں واقف شوی بر جزو کل

میں جب چلا جاؤں گا تو ڈھول کی آواز سُن لیگا — اُس وقت تو جزو کل سے واقف ہو جائے گا

در غلط افتادہ اے نیم خام — پختہ شو در آتش حق والسلام

اے ادھ کچرے! تو غلطی میں پڑا ہوا ہے — اللہ (کے عشق) کی آگ میں پختہ بن والسلام

آں دروغ ست و کژ و بر ساختہ — سرّ آں کژ را تو ہم نشناختہ

وہ (مثال) جھوٹی اور ٹیڑھی اور بناوٹی ہے — اُس ٹیڑھی کے راز کو بھی تو نے نہیں پہچانا ہے

جواب آں مثل کہ منکران گفتند از رسالت خرگوش

خرگوش کے قاصد بننے کی مثال جو منکروں نے بیان کی اُس کا جواب

سرّ آں خرگوش داں دیو فضول — کہ بہ پیش نفس[2] تو آمد رسول

اُس خرگوش کا راز سمجھ کہ وہ نالائق شیطان ہے — جو کہ تیرے نفس کے سامنے قاصد بن کر آیا

تا کہ نفس گول را محروم کرد — زآب حیوانے کہ از وے خضر خورد

یہاں تک کہ احمق نفس کو اُس نے محروم کر دیا — اُس آب حیات سے جو خضر نے پیا

باز گونہ کردہ معنیش را — کفر گفتی مستعد شو نیش را

تو نے اُس کے معنی کو اُلٹ دیا — تو نے کفر کیا، سزا کے لئے تیار ہو جا

اضطراب ماہ گفتی در زلال — کہ بترسانید پیلاں را شغال

صاف پانی میں تو نے چاند کا حرکت کرنا بیان کیا — جس سے گیدڑ نے ہاتھیوں کو ڈرایا

قصۂ خرگوش و پیل آری و آب — خشیت پیلان زمہ در اضطراب

تو خرگوش اور ہاتھی اور پانی کا قصہ بیان کرتا ہے — چاند کے ہلنے سے ہاتھیوں کا ڈرنا (بیان کرتا ہے)

ایں[3] چہ ماند آخر اے کوران خام — با مہے کہ شد زبونش خاص و عام

اے اندھو (عقل کے) کچو! یہ کیا مشابہت رکھتا ہے؟ — اُس چاند سے جس کے خاص و عام تابع ہیں

---

[1] بوشل۔ مختلف طریقوں والا ہو نغموں والا۔ نعرہ یعنی تیرا سب ٹٹ جائیگا اور تو واویلا کریگا تو وہ میرے ڈھول کی آواز ہوگی جو تو سن لیگا۔ من یعنی جب میں چوری کر کے چلا جاؤنگا تب تجھے سب یہ معلوم ہو جائیگا۔ در غلط۔ یہ انبیاء کا مقولہ ہے کہ تم لوگ غلط مثالیں دے رہے ہو ایک غلطی تو یہ ہے کہ وہ مثال محض فرضی ہے پھر غلطی یہ ہے کہ اُس افسانے اور فرضی قصہ کی حقیقت نہیں سمجھے جواب۔ اب مولانا اُس قصہ کا واقعی مطلب سمجھاتے ہیں۔ خرگوش۔ اس سے مراد شیطان ہے۔

[2] پیش نفس۔ احمق سے مراد نفس انسانی ہے۔ آب۔ پانی سے مراد وہ آب حیات ہے جو خضر نے حاصل کر لیا تھا یعنی شیطان نفس کو گمراہ کر کے آب حیات سے محروم کر دیتا ہے۔ گول۔ احمق۔ باز گونہ۔ اہل سبا نے اس قصہ کو اُلٹ کر خرگوش سے انبیاء مراد لئے۔ کفر۔ انبیاء کو دھوکہ باز خرگوش سے تشبیہ دینا کفر ہے۔ نیش یعنی سزا۔ زلال۔ صاف پانی۔ شغال یعنی گیدڑ۔

[3] ایں چہ۔ یعنی اس قصہ میں تم نے آسمان کے چاند کو اللہ سے تشبیہ دی یہ تشبیہ انتہائی غلط ہے، آسمان کا چاند اللہ تعالے سے کیا مشابہ ہو سکتا ہے۔ جملہ مخلوقات خواہ چاند ہو یا سورج یا دیگر مخلوقات وہ خالق کے کیسے مشابہ ہو سکتی ہیں۔ تمام جہاں اُس کا محکوم ہے۔

چہ مہ وچہ آفتاب وچہ فلک
کیا چاند، اور کیا سورج، اور کیا آسمان
چہ عقول وچہ نفوس وچہ ملک
کیا عقلیں، اور کیا جانیں، اور کیا فرشتہ

چہ وحوش وچہ طیور وچہ جماد
کیا وحشی جانور، اور کیا پرندے، اور کیا پتھر
چہ ملوک وچہ گدا چہ کیقباد
کیا بادشاہ، اور کیا فقیر، کیا شہنشاہ

چہ بلاد وچہ جبال وچہ بحار
کیا شہر، اور کیا پہاڑ، اور کیا سمندر
چہ مہ وچہ سال وچہ لیل ونہار
کیا مہینہ، اور کیا سال، اور کیا رات اور دن

چہ[1] تراب وآب وچہ باد وچہ نار
کیا مٹی اور پانی، اور کیا ہوا، اور کیا آگ
چہ خریف وصیف وچہ دے چہ بہار
کیا جاڑا اور گرمی، اور کیا خزاں، کیا بہار

جملہ اندر حکم و در فرمانِ او
سب اُس کے حکم اور فرمان میں ہیں
ہمچو گوئے در خمِ چوگانِ او
جیسا کہ گیند، بلّے کے خم میں

آفتابِ آفتابِ آفتاب
سورج کے سورج کا سورج (ہے)
ایں چہ میگویم مگر ہستم بخواب
میں یہ کیا کہہ رہا ہوں؟ شاید میں نیند میں ہوں

صد ہزاراں شہر را خشمِ شہاں
شاہوں کے غصہ نے، لاکھوں شہر
سرنگوں کردست اے بدگوہراں
اے بداصلو! اوندھے کر دیئے ہیں

کوہ بر خود میشگافد صد شگاف
پہاڑ خود سینکڑوں ٹکڑے بن جاتا ہے
آفتابے چوں خراسے در طواف
سورج پنچکی کے گدھے کی طرح چکر میں ہے

خشمِ مرداں[2] خشک گرداند سحاب
مردانِ (خدا) کا غصہ ابر کو خشک کر دیتا ہے
خشمِ دلہا کرد عالمہا خراب
دلوں کے غصہ نے جہانوں کو تباہ کر دیا ہے

بنگرید اے مردگانِ بے حنوط
اے خوشبو نہ ملے ہوئے مُردو! دیکھ لو
در سیاستگاہ شہرستانِ لوطؑ
لوطؑ کے شہر کی عذاب گاہ کو

پیل[3] خود چہ بود کہ سہ مرغ پراں
ہاتھی خود کیا ہے کہ تین (چار) اُڑنے والے پرندوں نے
کوفتند آں پیلگاں را استخواں
اُن ہاتھیوں کی ہڈیاں توڑ دیں

اضعفِ مرغاں ابابیل ست و او
ابابیل کمزور ترین پرندہ ہے، اور اُس نے
پیل را بدرید و نہ پذیرد رفو
ہاتھی کو (ایسا) پھاڑا جس کا رفو نہیں ہو سکتا

کیست کو نشنید آں طوفانِ نوحؑ
کون ہے جس نے طوفانِ نوحؑ (کے بارے میں) نہ سُنا ہو
یا مصافِ لشکرِ فرعون و روح
یا فرعون اور حضرت جبرئیلؑ کا معرکہ

---

[1] چہ تراب۔ یعنی چاروں عنصر۔ خریف۔ موسم سرما۔ فصل خزاں۔ آفتاب۔ پہلا بمعنی آفتاب حقیقت دوسرا بمعنی روشنی تیسرا بمعنی خورشید فلک۔ ہستم بخواب۔ یعنی یہ ذاتِ حق کو آفتاب سے تعبیر کرنا بھی درست نہیں ہے۔ صد ہزاراں۔ اب مولانا اہلِ سبا کی گستاخی پر انکو تنبیہ کرتے ہیں کہ تمہاری تو کیا حقیقت ہے انبیاء کی ناراضی بہت سے شہروں کی تباہی کا سبب بنی ہے اُس کی وجہ سے پہاڑ شق ہوئے ہیں سورج پنچکی کے گدھے کی طرح اُن کا طواف کرتا ہے

[2] مرداں۔ انبیاء۔ سحاب۔ ابر۔ دلہا۔ یعنی انبیا کے دل۔ حنوط۔ ایک مرکب خوشبو ہے جو مُردے کے بدن پر مل دی جاتی ہے۔ لوطؑ۔ حضرت لوطؑ کی ناراضی سے بستیاں ویران ہوئیں۔

[3] پیل خود چہ۔ ابرہہ کے ہاتھیوں کا لشکر ابابیلوں کی کنکریوں سے ہلاک ہوا۔ نوحؑ۔ حضرت نوحؑ کی ناراضی سے قوم پر پانی کا طوفان آیا۔ لشکر فرعون۔ حضرت موسیٰؑ کی ناراضی سے قوم فرعون کو جبرئیل نے دریا میں غرق کر دیا۔

روحِ شاں بشکست واندر آب ریخت — ذرہ ذرہ آبِ شاں برمی گسیخت

(حضرت) جبرئیلؑ نے انکو شکست دی اور پانی میں بہا دیا — پانی اُن کو ذرہ ذرہ کرتا تھا

کیست کو نشنید احوالِ ثمودؑ[۱] — وانکہ صرصر عادیاں را می رَبُود

کون ہے جس نے ثمود کے احوال نہ سُنے ہوں؟ — اور یہ کہ عاد والوں کو آندھی اُچک رہی تھی

چشمِ بارے زیں چناں پیلاں کُشا — کہ بُدندے پیل کُش اندر وَغا

اب آنکھ ایسے ہاتھیوں میں کھول — جو ہاتھیوں کو جنگ میں مار ڈالنے والے تھے

آنچناں پیلان و شاہانِ ظلوم — زیرِ خشمِ دل ہمیشہ در رُجوم[۲]

ایسے ہاتھی اور ظالم بادشاہ — (صاحبِ) دل کے غصہ کے ماتحت ہمیشہ سنگباری میں ہیں

تا ابد از ظلمتے در ظلمتے — میروند و نیست غوث و رحمتے

ہمیشہ کے لئے ظلم کی وجہ سے اندھیرے میں — جارہے ہیں اور کوئی فریاد اور رحمت نہیں ہے

نامِ نیک و بد مگر نشنیدہ اید — جملہ دیدند و شما نادیدہ اید

شاید تم نے نیک اور بد کا نام نہیں سنا ہو — سب نے دیکھ لیا ہے اور تم نے نہیں دیکھا ہو

دیدہ را نادیدہ می آرید لیک — چشمِ تاں را واکشاید مرگ نیک

دیکھے ہوئے کو اَن دیکھا تصور کر رہے ہو لیکن — موت تمہاری آنکھ کو اچھی طرح کھول دے گی

گرد و عالم پُر بود خورشید و نور — چوں روی در ظلمتے مانندِ کور

اگر دونوں جہان سورج اور نور سے پُر ہوں — ق جبکہ تو اندھوں کی طرح اندھیرے میں چلے

بے نصیب آئی ازاں نورِ عظیم — بستہ روزن باشی از ماہِ کریم

اُس عظیم نور سے تو بہرہ ور نہ ہو گا — اس عظیم چاند کی طرف سے تیرا روشندان بند ہو گا

تو درونِ چاہ رفتستی زکاخ[۳] — چہ گنہ دارد جہانہائے فراخ

تو محل سے گر کر کنوئیں میں چلا گیا ہے — وسیع جہانوں کی کیا خطا ہے

جاں کہ اندر وصفِ گرگی ماند اُو — چوں بہ بیند روئے یوسف را بگو

وہ جان جو بھیڑیئے پن میں رہی — بتا، وہ یوسفؑ کا چہرہ کیسے دیکھے گی؟

لحنِ داؤدی بسنگ و کُہ رسید — گوشِ آں سنگیں دلانش کم شنید

(حضرت) داؤدؑ کا نغمہ پتھر اور پہاڑ تک پہنچ گیا — اُن سنگدلوں کے کان نے نہ سُنا

آفریں بر عقل و بر انصاف باد — ہر زماں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالرَّشَاد

عقل اور انصاف کو شاباش ہے — ہر دَور میں، اور خدا ہدایت کو زیادہ جانتا ہے

---

۱ ثمود۔ حضرت صالحؑ کی اونٹنی کو ذبح کرنے کی وجہ سے چیخ کے عذاب سے ہلاک ہوئے۔ عادیاں۔ حضرت ہودؑ کی نافرمانی سے تباہ ہوئے۔ پیلاں۔ وہ کفار جو طاقتور ہاتھیوں کی طرح تھے۔ وغا۔ جنگ

۲ رجوم۔ سنگساری۔ ظلمت۔ ظلم۔ ظلمت۔ تاریکی۔ غوث۔ مدد۔ دیدہ را۔ یعنی تم اپنی تمام دیکھی بھالی چیزوں کو اَن دیکھا بنا رہے ہو۔ کشاید نیک۔ اچھی طرح کھول دے گی۔ گرد و عالم۔ جبکہ انسان خود اپنے آپ کو اندھا بنالے تو وہ نور سے محروم رہتا ہے۔ روزن۔ روشندان۔

۳ تو درون۔ اگر کوئی خود اپنے آپ کو کنوئیں میں گرالے اور دنیا کی وسعت سے محروم ہو جائے تو اُس میں دنیا کا کیا قصور ہے۔ کاخ۔ محل۔ وصفِ گرگی۔ یعنی نفسانی عیوب حرص طمع وغیرہ۔ یوسفؑ۔ یعنی انبیاءؑ و اولیاء۔ لحنِ داؤدی۔ یعنی انبیاء کے معجزات سے غیر ذی روح تک متاثر ہوئے ہیں لیکن سنگدل انسان متاثر نہیں ہوتا۔ آفریں۔ عقل و انصاف ہو تو انسان حقیقت کو سمجھ لیتا ہے، اہلِ سبا عقل و انصاف سے بے بہرہ ہیں۔

صَدِّقُوا رُسْلًا کِرَامًا یَا سَبَا — صَدِّقُوا رُوحًا سَبَاهَا مَنْ سَبَا
اے سبا (والو)! شریف رسولوں کی تصدیق کرو — اُس رُوح کی تصدیق کرو جس کو قید کیا ہے جس نے بھی قید کیا ہے

صَدِّقُوهُمْ هُمْ شُمُوسٌ طَالِعَهْ — یُؤْمِنُوکُمْ مِنْ مَخَازِی الْقَارِعَهْ
اُن کی تصدیق کرو وہ طلوع کرنے والے سورج ہیں — وہ تمہیں قیامت کی رسوائیوں سے امن دلائیں گے

صَدِّقُوهُمْ هُمْ بُدُورٌ زَاهِرَهْ — قَبْلَ اَنْ یَلْقُوکُمْ بِالسَّاهِرَهْ
اُن کی تصدیق کرو، وہ روشن چاند ہیں — اس سے پہلے کرو کہ تم سے میدانِ قیامت میں ملاقات کریں

صَدِّقُوهُمْ هُمْ مَصَابِیحُ الدُّجیٰ — اَکْرِمُوهُمْ هُمْ مَفَاتِیحُ الرَّجَا
اُن کی تصدیق کرو، وہ تاریکی کے چراغ ہیں — اُن کی عزت کرو وہ اُمید کی کنجیاں ہیں

صَدِّقُوا مَنْ لَیْسَ یَرْجُو خَیْرَکُمْ — لَا تَضِلُّوا لَا تَصُدُّوا غَیْرَکُمْ
اُس کی تصدیق کرو جو تمہارے مال کا امیدوار نہیں ہے — گمراہ نہ ہو، اپنے غیر کو نہ روکو

پارسی گوئیم ہین تازی بہل — ہندوی آں تُرک باش اے آب و گِل
ہم فارسی بولنے والے ہیں خبردار! عربی کو رہنے دے — اے پانی اور مٹی (سے بنے ہوئے)! اس تُرک کا غلام بن جا

ہین گواہی ہائے شاہاں بشنوید — بگرویدند آسمانہا بگروید
آگاہ! بادشاہوں کی شہادتیں سنو — آسمان انکے گرویدہ ہیں تم بھی، گرویدہ بنو

یا بحالِ اولیناں بنگرید — یا سوئے آخر بحزمے بر پرید
یا گزشتہ لوگوں کا حال دیکھو — یا آخرت کی طرف احتیاط سے پرواز کرو

بیانِ معنیِ حزم و مثالِ مردِ حازم

پختہ کاری کے معنی کا بیان اور پختہ کار انسان کی مثال

حزم چہ بُود در دو تدبیر احتیاط — از دو آں گیری کہ دور ست از خباط
پختہ کاری کیا ہوتی ہے (دو چیزوں) میں احتیاط کی تدبیر — تو دونوں میں سے وہ اختیار کر جو لغزش سے دور ہے

آں یکے گوید دریں رہ ہفت روز — نیست آب و ہست ریگِ پا سوز
ایک کہتا ہے کہ اس راستہ میں سات روز تک — پانی نہیں ہے اور پاؤں جلانے والا ریت ہے

آں دگر گوید دروغ ست ایں بدا — کہ بہر شب چشمۂ بینی رواں
دوسرا کہتا ہے جھوٹ ہے، یہ سمجھ لے — کہ تو ہر رات کو بہتا چشمہ دیکھے گا

پختہ کاری، احتیاط اور ہوشیاری برتو۔ حزم۔ حا کے فتح سے، پختہ کاری، ہوشیاری، احتیاط۔ خُباط۔ خبطی پن، لغزش۔

---

۱ صدقوا۔ پیسہ میرا ا اہل سبا کو خطاب کرتے ہیں کہ ان شریف رسولوں کا کہنا مان لو یہ عاشقانِ خدا ہیں ان کی تصدیق کرو۔ یہ مجسم نور ہیں ان کا اتباع قیامت کی رسوائیوں سے بچائے گا۔ قبل ان۔ ورنہ قیامت کے دن ہمیں ان لوگوں کا سامنا کرنا ہے اگر دنیا میں کہنا نہ مانو گے تو وہاں کام نہ چلے گا۔

۲ من لیس۔ یہ رسول اس قدر مخلص ہیں کہ تم سے کسی دنیا کی دولت نہیں مانگتے ہیں لیکن تم خود گمراہ ہو اور دوسروں کو گمراہ کر رہے ہو۔ پارسی۔ تم یہ اعتراض کرو گے کہ ہم فارسی بولنے والے ہیں ہم عربی زبان نہیں سمجھتے تو میں عربی میں نصیحت کرنا بند کرتا ہوں اور فارسی ہی میں نصیحت کرتا ہوں۔ ہندوی۔ ہندو بمعنی غلام۔ ترک۔ معشوق یعنی ذاتِ حق۔ ہیں۔ انبیاء جو کچھ خدا کے بارے میں گواہی دے رہے ہیں اسکو سنو آسمان تک اُس کے تابع فرمان ہے تم بھی اس کے تابع بن جاؤ۔

۳ یا بحال۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ پہلے نافرمانوں کا انجام دیکھ لو یا آخرت کے معاملہ میں

حزم آں باشد کہ برگیری تو آب ۔۔۔ تا رہی از ترسؔ[1] و باشی بر صواب

پختہ کاری یہ ہوگی کہ تو پانی لے لے ۔۔۔ تاکہ تو خوف سے نجات پا جائے اور تو صحیح راستہ پر ہو

گر بود در راہ آب ایں را بریز ۔۔۔ ور نباشد وائے بر مردِ ستیز

اگر راستہ میں پانی ہو اُس کو بہا دے ۔۔۔ اگر نہ ہوا تو جھگڑا کرنے والے پر افسوس ہے

اے خلیفہ[2] زادگاں دادے کنید ۔۔۔ حزم بہرِ روزِ میعادے کنید

اے خلیفہ زادو! انصاف کرو ۔۔۔ قیامت کے دن کیلئے پختہ کاری سے کام لو

آں عدوے کز پدرتاں کیں کشید ۔۔۔ سوئے زندانش ز علییں کشید

وہ دشمن جس نے تمہارے باپ سے کینہ کشی کی ۔۔۔ علیین سے اُس کو قید خانہ میں کھینچ لایا

آں شہِ شطرنجِ دل را مات کرد ۔۔۔ از بہشتش سخرۂ آفات کرد

اُس نے دل کے شاہِ شطرنج کو مات دیدی ۔۔۔ اُس کو بہشت سے نکالکر مصیبتوں کا پابند کر دیا

چند جا بندش گرفت اندر نبرد ۔۔۔ تا بکشتی در فگندش روئے زرد

معرکے میں چند جگہ اُس پر پیچ ڈالا ۔۔۔ یہاں تک کہ رسوائی کے ساتھ اُسکو کشتی میں پچھاڑ دیا

اینچنیں کرد ست با آں پہلواں ۔۔۔ شستستش منگرید اے دیگراں

اُس بہادر کے ساتھ یہ کیا ۔۔۔ اے بیگانو! اُس کو حقیر نہ سمجھو

مادر و بابائے ما را آں حسود ۔۔۔ تاج و پیرایہ بچالاکی ربود

اُس حاسد نے ہماری ماں اور باپ کا ۔۔۔ تاج اور لباس چالاکی سے اُچک لیا

کردشاں آنجا برہنہ خوار و زار ۔۔۔ سالہا بگریست آدمؑ زار زار

اس جگہ اُن کو ننگا ذلیل اور بدحال کر دیا ۔۔۔ آدمؑ سالوں زار زار روئے

کز ز[3] اشکِ چشمِ اُو روئید نبت ۔۔۔ کہ چرا اندر جریدہ لاست ثبت

کہ اُنکی آنکھوں کے آنسو سے گھاس اُگ آئی ۔۔۔ کہ کیوں اعمال نامے میں اِنکار لکھا ہے؟

تو قیاسے گیر طراریش را ۔۔۔ کہ چناں سرور کند زو ریش را

تو اُس کی چالاکی کا قیاس کر لے ۔۔۔ کہ ایسا سردار اُس کی وجہ سے داڑھی نوچتا ہے

الحذر اے گِل پرستاں از شرش ۔۔۔ تیغِ لاحولے زنید اندر سرش

اے مٹی کے پجاریو! اُس کے شر سے بچو ۔۔۔ اُس کے سر پر لاحول کی تلوار مارو

---

[1] از ترس۔ یعنی پانی نہ ملنے کا خوف۔ گر بود۔ احتیاط اور حزم کا تقاضہ یہی ہے کہ آخرت کے لئے اعمالِ صالحہ کا ترشہ لے لے اگر نعوذ باللہ آخرت کا معاملہ افسانہ بھی ہو تو اعمالِ صالحہ کر لینے میں کوئی مضرت بہرحال نہیں ہے اور اگر آخرت کا معاملہ حقیقت ثابت ہوا تو یہ اعمالِ صالحہ کام آجائیں گے اور اگر قیامت حقیقتاً ہوئی اور اعمالِ صالحہ نہ ہوئے تو لامحالہ تباہی ہے لہٰذا حزم یہی ہے کہ نیک کام کر لئے جائیں، یہی مضمون حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دہریہ کے مقابلہ میں پیش کیا تھا۔

[2] خلیفہ۔ یعنی حضرت آدمؑ روزِ میعاد۔ روزِ قیامت۔ زنداں۔ یعنی دنیا۔ علییں۔ جنت کے اعلیٰ طبقہ کا نام ہے۔ شہِ شطرنجِ دل۔ یعنی حضرت آدمؑ۔ بند۔ پیچ نبرد۔ جنگ۔ پہلواں۔ یعنی حضرت آدمؑ۔ مادر۔ یعنی حواؑ۔ بابا۔ حضرت آدمؑ۔ پیرایہ۔ لباس۔

[3] کز ز اشک۔ یعنی حضرت آدمؑ اپنی لغزش پر اس قدر روئے کہ آنسو گرنے سے زمین پر گھاس اُگ آئی۔ جریدہ۔ یعنی ثابت یعنی وہ وجود آدمؑ جو قبل تخلیق آدمؑ بعلم الٰہی میں تھا، دفتر یعنی لوحِ محفوظ۔ لا۔ یعنی کہنا نہ

نا، لا کفر یا کا حکم۔ طراری۔ جیب تراشی، مکاری۔ سرور۔ یعنی حضرت آدمؑ۔ ریش۔ ریش کندن، غم و غصہ کرنا۔ گِل پرست۔ تن پرست۔

کو ہمی بیند شمارا از کمیں ۔ کہ شما او را نمی بینید ہیں
کیونکہ وہ تمہیں گھات میں سے دیکھتا ہے ۔ خبردار! اگر تم اُسے نہیں دیکھتے ہو

دائما صیاد ریزد دانہا ۔ دانہ پیدا باشد و پنہاں دغا
شکاری ہمیشہ دانہ ڈالتا ہے ۔ دانہ ظاہر، اور مکر چھپا ہوا ہوتا ہے

ہر کجا دانہ بدیدی اَلحذر ۔ تا نہ بندد دام بر تو بال و پر
تو جہاں دانہ دیکھے بچ ۔ تاکہ جال تیرے بال و پر نہ باندھ دے

چونکہ دیدی دانہ بگریز اے حمام ۔ ورنہ چوں خوردی در افتادی بدام
اے کبوتر! جب تو دانہ دیکھے، بھاگ جا ۔ ورنہ جیسے ہی تو نے کھایا، جال میں پھنسا

زانکہ ہر مرغے کہ ترکِ دانہ کرد ۔ دانہ از صحرائے بے تزویر خورد
کیونکہ جس پرند نے دانہ چھوڑا ۔ بے مکر جنگل سے دانہ چُگ لیا

شاد مرغے کو بترکِ دانہ گفت ۔ در ریاضِ قدس بہرش گُل شگفت
وہ پرند بھلا ہے جس نے دانہ چھوڑا ۔ اور قدس کے باغوں میں اُسکے لئے پھول کِھلے

ہم بداں قانع شُد و از دام جَست ۔ ہیچ دامے پرّ و بالش را نہ بست
اسی دانہ پر کفایت کرلی اور جال سے چھوٹ گیا ۔ کسی جال نے اُس کے بال و پر نہ باندھے

وَخامتِ حالِ آں مُرغ کہ ترکِ حزم کرد از حرص و ہوا

اُس پرند کے حال کی تباہی جس نے حرص اور لالچ سے پختہ کاری چھوڑ دی

باز مُرغے فوقِ دیوارے نشست ۔ دیدہ سُوئے دانہ و دامے بہ بست
پھر وہ پرند، جو ایک دیوار پر بیٹھا ۔ آنکھ، دانہ اور جال پر جما دی

یک نظر او سُوئے صحرا می کُند ۔ یک نظر حرصش بدانہ می کشد
وہ جنگل کی جانب ایک نگاہ کرتا ہے ۔ (اور) ایک نظر میں اُسکو حرص دانہ کیطرف کھینچتی ہے

ایں نظر با آں نظر چالیش کرد ۔ ناگہانی از خرد خالیش کرد
اِس نظر نے اُس نظر سے مقابلہ کیا ۔ اچانک اُس کو عقل سے خالی کر دیا

رفت دانہ خورد و اندر دام ماند ۔ صائدش کُشت و بخورد و کام راند
وہ اُڑا، دانہ کھایا اور جال میں پھنس گیا ۔ شکاری نے اُسکو ذبح کیا اور کھالیا اور مقصد کو پورا کیا

باز مُرغے کاں تردّد را گذاشت ۔ زاں نظر بر کَند و بر صحرا گماشت
پھر وہ پرند جس نے تردّد کو چھوڑا ۔ اُس نے اُس سے نظر ہٹالی اور جنگل پر لگادی

---

۱۵ کو ہمی بیند۔ چونکہ وہ تمہیں نظر نہیں آتا لہٰذا اُس کے مارنے کے لئے صرف لاحول کی تلوار کام دے سکتی ہے۔ دائما۔ شیطان بھی اسی طرح شکار کھیلتا ہے کہ نفسانی شہوات کے دانے ڈالدیتا ہے اور خود چھپا رہتا ہے ہر کجا۔ یہ ناممکن ہے کہ دانہ چگ لو اور جال میں نہ پھنسو لہٰذا دانہ دیکھ کر ہی بھاگ جاؤ۔

۱۶ زانکہ۔ جو شیطانی لذتوں سے بچے گا وہ جنت کے باغوں سے غذائیں حاصل کرے گا۔ شاد۔ وہ انسان قابلِ مبارکباد ہے جو شیطان کے دانوں سے بچ گیا۔

۱۷ باز مرغے۔ اس قصہ میں دو پرندوں کی حالت بیان کی ہے ایک تو وہ جو حرص ولالچ میں عقل کھو بیٹھا اور دانہ کے لالچ میں جال میں پھنس گیا اُس کا انجام تو یہ ہے کہ وہ شکاری کے پیٹ میں گیا دوسرا وہ پرند ہے جس نے دانہ کا لالچ نہ کیا اور جال سے نجات پاگیا لہٰذا انسان کو اُس سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے ورنہ وہی حال ہوگا جو لالچی پرند کا ہوا۔ چالیش۔ چالش، جنگ، ناز سے چلنا۔ صائد شکاری۔

شاد پرّ و بالِ اُو بخا لہٗ
اس کے بال و پر بھلے ہیں، اسکے لئے خوبی ہے

تا امامِ جملہ آزاداں شُد اُو[1]
یہاں تک کہ وہ تمام آزادوں کا امام بن گیا

ہر کہ اُو را مقتدا سازد برست
جس نے اُس کو مقتدا بنایا، نجات پا گیا

در مقامِ امن و آزادی نشست
امن اور آزادی کے مقام پر بیٹھ گیا

زانکہ شاہِ حازِماں آمد دلش
کیونکہ اُس کا دل، پختہ کاروں کا بادشاہ ثابت ہوا

تا گلستان و چمن شد منزلش
یہاں تک کہ گلستان اور چمن اسکی منزل بنا

حزم زو راضی و او راضی ز حزم
پختہ کاری اُس سے خوش اور وہ پختہ کاری سے خوش

اینچنیں کُن گر کنی تدبیر و عزم
اگر کرتا ہے تو ایسی تدبیر، اور ارادہ کر

بارہا در دامِ حرص اُفتادہٗ
تو بارہا لالچ کے جال میں پھنسا ہے

حلقِ خود را در بُریدن دادہٗ
تو نے اپنا گلا کٹنے کے لئے دے دیا ہے

باز رت آں توّابِ[2] لطف آزاد کرد
پھر تجھے اس (مہتم)، مہربان توبہ قبول کرنے والے نے آزاد کر دیا

توبہ پذرفت و شما را شاد کرد
اُس نے توبہ قبول کر لی اور تمہیں خوش کر دیا

گفت اِن عُدتّم کذا عُدنا کذا
فرمایا اگر تم اس طرح پلٹے ہم اس طرح پلٹیں گے

نحن زوّجنا الفعال بالجزا
ہم نے کاموں کا بدلہ کے ساتھ جوڑ لگا دیا ہے

چونکہ جُفتے را بَرِ خود آورم
جبکہ ایک جوڑ والے کو اپنے پاس لاتا ہوں

آید آں جُفتش دوانہ لاجرم
اُس کا جوڑا لامحالہ دوڑتا ہوا آتا ہے

جُفت کردیم ایں عمل را با اثر
ہم نے اس کام کا تیجہ کے ساتھ جوڑ لگا دیا ہے

چوں رسد جُفتے رسد جُفتے دگر
جب جوڑے میں کا ایک آتا ہے دوسرا آجاتا ہے

چوں[3] رُباید غارتے از جُفت شوئے
جبکہ کوئی غارتگر جوڑے میں سے نر کو پکڑ لیتا ہے

جُفت می آید پئے اُو شوے جوئے
مادہ اسکے پیچھے نر کو تلاش کرتی ہوئی آتی ہے

بارِ دیگر سوئے ایں دام آمدید
تم پھر اس جال کی طرف آ گئے

خاک اندر دیدہٗ توبہ زدید
تم نے توبہ کی آنکھوں میں دھول جھونک دی

باز تاں توّاب بکشاد آں گرہ
توبہ قبول کرنے والے نے پھر وہ گرہ کھول دی

گفت ہیں بگریز زیں سو مَنِہ
فرمایا خبردار! بھاگ اِدھر کا رُخ نہ کر

باز چوں پروانہٗ نسیاں رسید
پھر جب بھول کا پروانہ آیا

جانِ تاں را جانبِ آتش کشید
اُس نے تمہاری جان کو آگ کی جانب کھینچ لیا

---

[1] تا امام۔ پھر یہ نجات پانے والا پرندہ دوسرے پرندوں کا سردار بن جاتا ہے۔ ہر کہ او۔ جو پرندہ اس ہوشیار پرندہ کو امام بنالیگا اس کو امن اور آزادی حاصل ہوگی۔ زانکہ۔ اس پرندہ کا دل پختہ کاروں کا شاہ ثابت ہوا اینچنیں۔ انسان کو بھی اس محتاط پرندہ کی طرح کام کرنا چاہیئے۔

[2] توّاب۔ توبہ قبول کرنے والا، اللہ تعالےٰ۔ لطف۔ مہربانی یہ توّاب کی صفت ہے۔ گفت۔ اللہ تعالےٰ کا حکم ہے جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ نحن۔ اللہ تعالےٰ نے ہر کام کے ساتھ اسکے بدلے کا جوڑ لگا دیا ہے۔ جُفتے۔ نر، مادہ میں سے اگر ایک کو بلاؤ گے دوسرا خود تمہارے پاس آجائے گا۔

[3] چوں۔ اگر کوئی شخص نر کو گرفتار کرے اس کی مادہ، نر کی تلاش میں خود پہنچ جاتی ہے۔ بارِ دیگر۔ انسان توبہ کرنے کے بعد پھر گناہ کرتا ہے اور توبہ کو توڑ دیتا ہے۔ باز۔ اللہ تعالیٰ پھر توبہ قبول کر لیتا ہے۔

لحم کن اے پروانہ[1] نسیان و شکے
اے پروانے! بھول اور شک نہ کر

در پر سوزیدہ بنگر تو یکے
ایک بار اپنے جلے ہوئے پر کو دیکھ لے

چوں رہیدی شکر آں باشد کہ ہیچ
جب تو بچ گیا اس کا شکریہ ہے کہ کبھی

سوئے آں دانہ نداری پیچ پیچ
اس دانہ کی جانب موڑ توڑ نہ کرے

تا ترا چوں شکر گوئی بخشد او
تاکہ جب تو شکر کرے تو وہ تجھے عطا کرے

روزئی بے دام و بے خوف عدو
وہ روزی جو بغیر جال اور بغیر دشمن کے خوف کے ہے

شکر آں نعمت کہ تاں آزاد کرد
اس نعمت کے شکریے ہیں کہ تمہیں اس نے آزاد کر دیا

نعمت حق را بباید یاد کرد
اللہ (تعالیٰ) کی نعمت کو یاد کرنا چاہیئے

چند اندر رنجہا و در بلا
کتنی بار تکلیفوں اور مصیبت میں

گفتی از دامم رہا کن اے خدا
تو نے کہا ہے اے خدا! مجھے جال سے چھڑا دے

تا چنیں[2] خدمت کنم احساں کنم
تاکہ میں ایسی خدمت کروں، احسان کروں

خاک اندر دیدۂ شیطاں کنم
شیطان کی آنکھ میں دھول جھونکوں

چوں خلاصی داد حقت ز امتحاں
جب اللہ (تعالیٰ) نے تجھے آزمائش سے نجات دیدی

ہمچنانستی کہ بودی ہمچناں
تو ویسا ہی ہے، جیسا کہ تھا

چوں رہا کردت فرامش کردیش
جب اس نے تجھے رہائی دیدی تو نے اس کو بھلا دیا

جان خود را مست و بیہش کردیش
اپنی جان کو مست اور بے ہوش کر لیا

حکایت نذر کردن سگاں ہر زمستاں کہ چوں تابستاں آید خانہ بسازیم از بہر زمستاں

حکایت کتوں کا ہر جاڑے میں منت ماننا کہ جب گرمی آئے گی تو ہم جاڑوں کے لئے گھر بنائیں گے

سگ[3] زمستاں جمع گردد استخوانش
جاڑے میں کتے کی ہڈیاں اکٹھی ہو جاتی ہیں

زخم سرما خرد گرداند چنانش
جاڑے کی تکلیف اس کو ایسا مختصر بنا دیتی ہے

کو بگوید کایں قدر تن کہ منم
کہ وہ کہتا ہے کہ ایسے جسم کو جیسا کہ میں ہوں

خانۂ از سنگ باید کردنم
پتھر کا گھر بنانا چاہیئے

چونکہ تابستاں بباید من بچنگ
جب گرمی آ جائے گی میں جنگل سے

بہر سرما خانۂ سازم ز سنگ
جاڑے کے لئے پتھر کا گھر بناؤں گا

---

[1] پروانہ۔ پروانہ روشنی کا عاشق ہوتا ہے۔ اے پروانہ۔ یعنی وہ شخص جو گناہوں پر فریفتہ ہے اس کو تباہ شدہ قوموں کو دیکھ لینا چاہیئے۔ چوں رہیدی۔ توبہ کا شکریہ تو یہ ہے کہ پھر کبھی معصیت کی طرف رخ نہ کیا جائے۔ تا ترا۔ شکر، مزید نعمت کا سبب ہے۔ نعمت۔ سزا سے رہائی کی نعمت کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔

[2] تا چنیں۔ انسان جب توبہ کرتا ہے تو خدا کو پکارتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں عبادت کروں گا اور اس میں صفت احسان پیدا کروں گا۔ کہ تو دی۔ لیکن جب معصیت سے نجات مل جاتی ہے پھر پہلے کی طرح بدکار بن جاتا ہے۔ حکایت۔ اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ بدکار کی یہ عادت کتے کی عادت کے مشابہ ہے۔

[3] سگ۔ کتے جاڑے میں سردی کی تکلیف سے دبلے ہو جاتے ہیں۔ تو جاڑے میں کتا سوچتا ہے کہ اب کی گرمی میں اپنے لئے پتھر کا گھر بناؤں گا تاکہ آئندہ جاڑے سے محفوظ رہوں۔

چونکہ تابستاں بیاید از کُشاد
جب گرمی آجاتی ہے، خوشی سے

استخوانہا پہن گردد پوست شاد
ہڈیاں پھیل جاتی ہیں، کھال کُھل جاتی ہے

زَفت گردد پا کشد در سایۂ
وہ موٹا ہو جاتا ہے سایہ میں پاؤں پھیلا دیتا ہے

کاہلے سیرے غرے خودرایۂ
کاہل، پیٹ بھرا، غافل، خود رائے (ہو جاتا ہے)

گوید او چوں زَفت بیند خویش را
جب اپنے آپ کو موٹا دیکھتا ہے وہ کہتا ہے

در کدامیں خانہ گنجم اے کیا
اے بزرگ! میں کس گھر میں سما سکتا ہوں

گویدش دل خانہ ساز اے عمو
اُس کا دل کہتا ہے اے چچا! گھر بنا لے

گوید او در خانہ کے گنجم بگو
وہ کہتا ہے بتا میں کسی گھر میں کب سما سکتا ہوں!

استخوانِ حرصِ تو در وقتِ درد
مصیبت کے وقت تیرے حرص کی ہڈیاں

درہم آید خُرد گردد در نوَرد
درہم (برہم) ہو جاتی ہیں لپٹ کر چھوٹی ہو جاتی ہیں

سازم از توبہ بگوئی خانۂ
تو کہتا ہے کہ میں توبہ کا ایک گھر بناؤں گا

در زمستاں باشدم کاشانۂ
جو جاڑوں میں میرا گھر ہو گا

چوں بشُد درد و شُدت آں حرص زفت
جب مصیبت جاتی رہی اور تیری وہ حرص موٹی ہو گئی

ہمچو سگ سودائے خانہ از تو رفت
کتے کی طرح گھر کا خیال تجھ سے جاتا رہا

شکرِ نعمت خوشتر از نعمت بُوَد
نعمت کا شکر نعمت سے زیادہ اچھا ہوتا ہے

شکر بارہ کے سُوئے نقمت روَد
شکر سوار، عذاب کی طرف کب جاتا ہے؟

شکر جانِ نعمت و نعمت چو پوست
شکر، نعمت کی روح اور نعمت کھال کی طرح ہے

زانکہ شکر آرد ترا تا کوئے دوست
کیونکہ شکر تجھے دوست کے کوچہ تک لے جاتا ہے

نعمت آرد غفلت و شکر انتباہ
نعمت غفلت پیدا کرتی ہے اور شکر آگاہی

صید نعمت کن بدامِ شکرِ شاہ
شاہ کے شکر کے جال سے نعمت کا شکار کر

نعمتِ شکرت کند پُرچشم و میر
نعمت کا شکر تجھے بے نیاز اور بڑا بنا دیگا

تا کُنی صد نعمت ایثارِ فقیر
تاکہ تو سینکڑوں نعمتیں فقیر کو بخشے

سیر نوشی از طعام و نقلِ حق
اللہ (تعالیٰ) کے کھانے اور نُقل سے تو پیٹ بھر کر کھائیگا

تا رَوَد از تو شکم خواری و دَق
یہاں تک کہ تجھ سے شکم پُری اور سوال جاتا رہیگا

۱؎ چونکہ۔ گرمی کے زمانہ میں جاڑے کی تکلیف ختم ہو جاتی ہے پھر ہڈیوں اور کھال میں جان پیدا ہو جاتی ہے۔ زفت۔ گرمی کے زمانہ میں کتا موٹا ہو جاتا ہے تو سایہ میں آرام سے سوتا ہے۔ غرّ۔ غافل۔ گوید۔ اب اُس کُتے کے خیالات بدل جاتے ہیں اور سوچنے لگتا ہے میں تو ایسا موٹا ہوں کہ کسی گھر میں نہ سما سکوں گا۔ استخواں۔ انسان کا حال بھی اُسی کُتے کا سا ہے۔

۲؎ سازم۔ جب انسان مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو توبہ کے ذریعہ آرامگاہ بنانے کی سوچتا ہے۔ چوں بشد۔ لیکن مصیبت سے نجات پانے کے بعد پھر اپنی توبہ کو فراموش کر دیتا ہے۔ شکر نعمت۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اُس کا شکریہ ادا کرنا نعمت سے بھی زیادہ اچھا ہے، شکر گذار بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر لیتا ہے۔

۳؎ شکر۔ شکر اور نعمت میں وہی نسبت ہے جو بدن اور روح میں ہے۔ نعمت۔ نعمت کا ثمرہ تو غفلت ہے اور شکر کا ثمرہ خدا آگاہی ہے۔ صید نعمت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ "اگر تم شکر کرو گے ہم نعمتوں میں اضافہ کر دینگے" نعمتِ شکرت۔ اللہ تعالیٰ جس کو شکر کی نعمت عطا فرما دیتا ہے وہ بڑا اور بے نیاز بن جاتا ہے دولت کو فقیروں پر تقسیم کرتا ہے اللہ کی جانب سے ایسی غذائیں حاصل کرتا ہے جن کی وجہ سے وہ تن پروری اور لوگوں کا دروازہ کھٹکھٹانے سے مبرا ہو جاتا ہے۔ دَق۔ یعنی دَقِّ ابواب، دروازہ کھٹکھٹانا۔

نعمتِ وہاب را شُکرے کُنید | تا سرِ منحوسِ خود را نَشکنید

اللہ (تعالیٰ) کی نعمت کا شکر ادا کرو | تاکہ اپنے منحوس سر کو نہ پھوڑو

شُکرِ[۱] جذبِ نعمت او فزکُند | کفرِ نعمت شخص را کافر کُند

شُکر زیادہ نعمت کو کھینچتا ہے | نعمت کا کفر انسان کو کافر بناتا ہے

منع کردنِ مُنکراں انبیا را علیہم السّلام از نصیحت کردن

مُنکروں کا انبیاء علیہم السلام کو نصیحت کرنے سے روکنا اور جبریوں

وحُجّت آوردن بطریقہ جبریاں و نامعقول گفتن انبیا علیہم السلام

کی طرح دلیل بیان کرنا اور انبیاء علیہم السلام کو نامناسب کہنا

قوم گفتند اے نُصُوحاں بس بُوَد | آنچہ گفتید ار دریں دہ کس بُوَد

قوم نے کہا، اے نصیحت کرنیوالو! کافی ہوتا | جو کچھ کہ تم نے کہا اگر اس گاؤں میں کوئی (بااختیار) ہوتا

قفل بر دلہائے ما بنہاد حق | کس نداند جُرد بر خالق سَبَق

اللہ (تعالیٰ) نے ہمارے دلوں پر تالے چڑھا دیے ہیں | اللہ (تعالیٰ) سے کوئی بازی نہیں جیت سکتا

نقشِ[۲] ما ایں کرد آں تصویر گر | ایں نخواہد شد بگفت و گو دگر

تصویر ساز نے ہماری یہی تصویر بنائی ہے | یہ گفتگو سے نہیں بدل سکتی

سنگ را صد سال گوئی لعل شو | کہنہ را صد بار گوئی باش نو

تو پتھر سے سینکڑوں سال کہے کہ تو لعل بن جا | پرانے سے تو سینکڑوں بار کہے کہ تو نیا بن جا

خاک را گوئی صفاتِ آب گیر | آب را گوئی عسل شو یا کہ شیر

تو مٹی سے کہے، کہ پانی کی صفات اختیار کر | تو پانی سے کہے، کہ شہد یا دودھ بن جا

نار را گوئی کہ نورِ محض شو | پشّہ را گوئی کہ سُوئے باد رَو

تو آگ سے کہے، کہ تو خالص نور بن جا | تو مچھر سے کہے، کہ ہوا کی طرف چلا جا

قُلب را گوئی کہ عینِ پاک شو | یا کہ اکسیرے شو و چالاک شو

تو کھوٹے سے کہے، کہ مجسم صاف بن جا | یا یہ کہ اکسیر بن، اور تیز ہو جا

ہیچ[۳] ازاں اوصاف دیگرگوں شوند | آب کے گردد عسل اے ارجمند

کبھی اُن اوصاف سے وہ بدلیں گے؟ | اے بانصیب! پانی کب شہد بنے گا؟

خالقِ اَفلاک و ہم افلاکیاں | خالقِ آب و تُراب و خاکیاں

آسمانوں اور آسمان والوں کے پیدا کرنے والے نے | پانی اور مٹی اور خاک سے پیدا ہونیوالوں کے پیدا کرنیوالے نے

---

[۱] شکر: شکر مزید نعمتوں کا سبب ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر انسان کو کافر بنا دیتا ہے۔ جبریان: وہ فرقہ جو انسان کو اپنے افعال میں مجبور و مضطر قرار دیتا ہے۔ نصوح: بہت نصیحت کرنے والا۔ بس بود: یعنی اگر ہم اپنے اختیار میں ہوتے تو تمہاری نصیحت بہت کافی تھی۔ قفل: جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو اللہ پر کون غالب آسکتا ہے۔

[۲] نقش: جب خدا نے ہمیں منکر بنایا ہے تو اب ہم کسی کی گفتگو سے مومن کیسے بن سکتے ہیں۔ سنگ: اگر کوئی پتھر سے لعل بننے کو کہے، پرانے سے نیا بننے کو کہے، مٹی کو پانی ہو جانے کا حکم دے، پانی کو شہد یا دودھ بننے کو کہے، کھوٹے کو خالص بننے کو کہے یا اکسیر اور قیمتی بننے کو کہے تو یہ سب کہنا بالکل بیکار ہے۔

[۳] ہیچ آزاں: جن صفات پر اللہ نے جن چیزوں کو پیدا فرمایا ہے ان میں تبدیلی ناممکن ہے۔ خالق: اللہ نے آسمان میں گھومنے اور صفائی کی صفت پیدا فرمائی ہے پانی اور مٹی میں کدورت اور نشوونما کی صفت پیدا فرمائی ہے۔

آسماں را داد دوران و صفا — آب و گل را تیرہ روئی و نما

آسمان کو گھومنا، اور صفائی عنایت کی — پانی اور مٹی کو گدلا پن اور نمو (عطا فرمایا)

کے[1] تواند آسماں دُردی گزید — کے تواند آب و گل صفوت خرید

آسمان تیرگی کب اختیار کر سکتا ہے؟ — پانی اور مٹی صفائی کب حاصل کر سکتے ہیں؟

قسمتے کردست ہر یک را رہے — کے کُہے گردد بجہدت چوں کہے

ہر ایک کیلئے ایک راستہ تقسیم کر دیا ہے — تیری کوشش سے پہاڑ گھاس جیسا کب بن سکتا ہے؟

جواب انبیا علیہم السلام جبریاں را

جبریوں کو انبیاء علیہم السلام کا جواب دینا

انبیا گفتند کارے آفرید — وصفہائے کہ نتاں زاں سرکشید

انبیاء نے کہا، کہ ہاں اس نے پیدا فرمائے — ایسے اوصاف کہ تم اُن سے رُوگردانی نہیں کر سکتے

وافرید او وصفہائے عارضی — کہ کُہے مبغوض میگردد رضی

اس نے ایسے عارضی اوصاف (بھی) پیدا فرمائے ہیں — کہ ناپسندیدہ، کبھی پسندیدہ بن جاتا ہے

سنگ[2] را گوئی کہ زر شو بیہدہ ست — مس را گوئی کہ زر شو راہ ہست

تو پتھر سے کہے کہ سونا بن، بیہودہ (بات) ہے — تو تانبے سے کہے کہ سونا بن (اس کا) راستہ ہے

ریگ را گوئی کہ گل شو عاجز ست — خاک را گوئی کہ گل شو جائز ست

تو ریت سے کہے کہ پھول بن جا (وہ) عاجز ہے — تو مٹی سے کہے، کہ پھول بن جا ممکن ہے

رنجہا دادست کانرا چارہ نیست — آں بمثل گنگی و فطس و عمی ست

اس نے ایسے مرض پیدا کئے ہیں جنکا کوئی علاج نہیں ہے — وہ مثلاً گونگا پن، ناک کا چپٹا پن اور اندھا پن ہے

رنجہا دادست کانرا چارہ ہست — آں بمثل لقوہ و دردِ سر ست

(یعنی) مرض دیئے ہیں، جن کا علاج ہے — وہ مثلاً لقوہ، اور دردِ سر ہے

ایں[3] دواہا ساخت بہر ائتلاف — نیست ایں درد و دواہا از گزاف

یہ دوائیں موافقت کرنے کے لئے بنائی ہیں — یہ درد، اور دوائیں لغو نہیں ہیں

بلکہ اغلب رنجہا را چارہ ہست — چوں بجد جوئی بیاید آں بدست

بلکہ عموماً مرضوں کا علاج ہے — جب تو کوشش سے تلاش کریگا ہاتھ آجائیگا

مکرر کردنِ آں منکراں حجتہائے جبریانہ را

منکروں کا جبریوں کی دلیلوں کو دہرانا

---

[1] کے تواند۔ آسمان مکدر نہیں ہو سکتا پانی اور مٹی مصفا نہیں ہو سکتے۔ قسمتے۔ ہر چیز کا ایک حصہ مقرر کر دیا ہے اس کو وہی حاصل ہوگا تیری کوشش سے پہاڑ کب بنے گا۔ انبیاء۔ انبیاء نے فرمایا صفات دو قسم کی ہیں ایک میں تبدیلی ناممکن ہے اور دوسری میں تبدیلی ممکن ہے۔ کہ کُہے۔ ایک چیز میں مبغوض ہونے کی صفت ہوتی ہے پھر وہی چیز محبوب بنجاتی ہے تو یہ اسکی صفت بدل گئی۔

[2] سنگ۔ پتھر اپنا پتھر پن چھوڑ کر سونا بنجائے یہ ممکن نہیں ہے ہاں تانبہ سونا بن سکتا ہے۔ ریگ۔ ریت میں گل و گلزار بننے کی صلاحیت نہیں ہے مٹی گل و گلزار بن سکتی ہے۔ رنجہا۔ اسی طرح بعض امراض لاعلاج ہیں بعض امراض قابلِ علاج ہیں پیدائشی گونگا پن، یا چپٹی ناک، یا پیدائشی اندھا پن ناقابلِ علاج ہے۔ چارہ ہست۔ لقوے اور دردِ سر کا علاج ہو سکتا ہے۔

[3] ایں دواہا۔ یہ دوائیں امراض کا ازالہ کرتی ہیں ان دواؤں اور مرض میں مناسبت ہے۔ چوں بجد۔ حدیث شریف ہے مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَہٗ دَوَاءً خدا نے کوئی بیماری ایسی نہیں بنائی جس کا علاج نہ ہو، تلاش اور جستجو ضروری ہے۔

قوم گفتند اے گروہ ایں رنج ما [1] — نیست زاں رنجے کہ بپذیرد دوا

قوم نے کہا، اے جماعت! ہمارا یہ مرض — وہ مرض نہیں ہے جو دوا (کا اثر) قبول کرے

سالہا گفتید زیں افسون و پند — سخت تر می گشت زاں ہر لحظہ بند

تم نے سالوں یہ منتر اور نصیحت کی — اُس سے ہردم، روک سخت ہوتی گئی

گر دوا را ایں مرض قابل بدے — آخر از وے ذرّہ زائل شدے

اگر یہ مرض دوا کو قبول کرنے والا ہوتا — بالآخر اُس سے کوئی ذرہ زائل ہوتا

سُدّہ [2] چوں شد آب ناید در جگر — گر خورد دریا رود جائے دگر

جب سُدّہ پڑجاتا ہے جگر میں پانی نہیں پہنچتا ہے — اگر دریا بھی پیئے وہ دوسری جگہ چلا جاتا ہے

لاجرم آماس گیرد دست و پا — تشنگی را نشکند آں استقا

لامحالہ ہاتھ پاؤں سوج جاتے ہیں — وہ پانی پینا پیاس کو نہیں بجھاتا ہے

باز جوابِ انبیاء علیہم السلام جبریاں را

انبیاء کا پھر جبریوں کو جواب دینا

انبیا گفتند نومیدی بدست — فضل و رحمتہائے باری بیحدست

انبیاء نے کہا، ناامیدی بُری ہے — اللہ (تعالیٰ) کا فضل اور رحمتیں لاانتہا ہیں

از چنیں محسن نشاید ناامید — دست در فتراکِ ایں رحمت زنید

ایسے محسن سے ناامید نہ ہونا چاہیئے — اِس رحمت کے شکار بند کو دستاویز بنالو

اے [3] بسا کاریکہ اوّل صعب گشت — بعد ازاں بکشادہ شد سختی گذشت

بہت سے کام ہیں جو ابتداءً سخت بنے — اُس کے بعد کھل گئے، سختی رفع ہوگئی

بعد نومیدی بسے امید ہاست — از پسِ ظلمت بسے خورشید ہاست

مایوسی کے بعد بہت سی اُمیدیں ہیں — اندھیری کے بعد بہت سے سورج ہیں

خود گرفتم کہ شما سنگیں شدید — قفلہا بر گوش و بر دل بر زدید

میں مانتا ہوں کہ تم پتھر بن گئے ہو — تم نے کان اور دل پر قفل چڑھالئے ہیں

ہیچ ما را با قبولی کار نیست — کارِ ما تسلیم و فرماں بُردنیست

ہمیں مان لینے سے (سروکار) کار نہیں ہے — ہمارا کام ماننا اور حکم بجالانا ہے

سنگدل بن گئے ہو اور تم نے دل اور کان پر قفل لگالئے ہیں۔ ہیچ۔ لیکن یہ بھی سمجھ لو کہ تبلیغ رسالت میں ہمیں تمہارے قبول کرلے اور انکار سے کوئی بحث نہیں ہے ہم تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

[1] قوم گفتند۔ اہلِ سبا نے کہا کہ اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ بعض اوصاف میں تبدیلی اور بعض مرضوں کا علاج ممکن ہے تو ہمارا وصف اور مرض ناقابلِ علاج ہے۔ سالہا۔ ہمارے مرض کے لاعلاج ہونے کی علامت یہ ہے کہ سالہا سال سے تم لوگ نصیحتیں کررہے ہو لیکن ہمارے دل تو اور زیادہ سخت ہوتے جارہے ہیں اگر یہ مرض قابلِ علاج ہوتا تو کچھ تو فائدہ ہوتا۔

[2] سُدّہ۔ جب جگر میں بند لگ جاتا ہے تو پانی جگر تک نہیں پہنچ پاتا پانی پینے سے پانی اور طرف چلا جاتا ہے اور پیاس نہیں بجھتی ہاتھ پاؤں پر ورم آجاتا ہے تو پانی بجائے پیاس بجھانے کے اور مرض میں اضافہ کرتا ہے۔ انبیاء گفتند۔ انبیاء نے اہلِ سبا سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامیدی بری چیز ہے۔ فتراک۔ وہ تھیلا جس میں شکار کرکے رکھا جاتا ہے۔

[3] اے بسا۔ بہت سے معاملے شروع میں دشوار نظر آتے ہیں پھر آسان ہوجاتے ہیں ناامیدی کے بعد امیدیں پیدا ہوجاتی ہیں تاریکیوں کے بعد روشنیاں نمودار ہوجاتی ہیں۔ خود گرفتم۔ ہمیں بھی تسلیم ہے کہ تم

اُو بفرمود ست ماں ایں بندگی
اُس نے اِس اطاعت کا ہمیں حکم دیا ہے
نیست مارا از خود ایں گو بندگی
ہمارا کہنا اپنی جانب سے نہیں ہے

جاں[۱] برائے امرِ اُو داریم ما
ہم اُس کے حکم کے لئے جیتے ہیں
گر بریگے گوید اُو کاریم ما
اگر وہ حکم دے ہم ریت میں کھیتی بوئیں گے

امرِ[۲] حق را ما گروہِ بے ریا
ہم مخلص لوگ خدا کا حکم
می رسانیم ایں رسالت باشما
(اور) یہ پیغام تم تک پہنچا رہے ہیں

غیرِ حق جانِ نبی را یار نیست
خدا کے سوا نبی کی جان کا کوئی دوست نہیں ہے
با قبول و رَدِّ خلقش کار نیست
اُسکو مخلوق کے ماننے نہ ماننے سے کوئی واسطہ نہیں ہے

مُزدِ تبلیغِ رسالاتش از وست
اُسکے پیغامات کی تبلیغ کی مزدوری اُسکی جانب سے ہے
زشت و دشمن رُو شدیم از بہرِ دوست
ہم دوست کی خاطر بُرے اور دشمن کے چہرے والے بن گئے ہیں

ما بریں درگہ ملولاں نیستیم
ہم اِس بارگاہ پر تھکے ہوئے نہیں ہیں
تا ز بُعدِ راہ ہر جا بیستیم
کہ راستہ کی دُوری کی وجہ سے ہر جگہ ٹھہر جائیں

دل فرو بستہ و ملول آں کس بُود
دل گرفتہ، اور تھکا ہوا وہ شخص ہوتا ہے
کز فراقِ یار در محبس بُود
جو دوست کی جدائی سے قید میں ہو

دلبر[۳] و مطلوب با ما حاضر ست
ہمارا دلبر اور محبوب ہمارے ساتھ موجود ہے
در نثارِ رحمتش جاں شاکر ست
اُسکی رحمت کی بکھیر پر جان شکر گذار ہے

در دلِ ما لالہ زار و گلشنی ست
ہمارے دل میں چمن، اور گلشن ہے
پیری و پژمُردگی را راہ نیست
بڑھاپے اور مُرجھانے کیلئے (اندر) راستہ نہیں ہے

دائما تر و جوانیم و لطیف
ہم ہمیشہ تر (و تازہ)، اور جوان اور پاکیزہ ہیں
تازہ و شیریں و خنداں و ظریف
تازہ، اور میٹھے، اور ہنس مکھ اور خوش مزاج ہیں

پیشِ ما صد سال و یک ساعت یکیست
ہمارے لئے ایک گھنٹہ اور سو سال یکساں ہیں
کہ دراز و کوتہ از ما منفکے ست
کیونکہ لمبائی اور چھوٹائی ہم سے جدا ہے

آں دراز و کوتہی در جسمہاست
لمبائی اور چھوٹائی جسموں میں ہوتی ہے
آں دراز و کوتہ اندر جاں کجاست
درازی اور کوتاہی روح میں کہاں ہے؟

سہ صد و نہ سال آں اصحابِ کہف
تین سو نو سال اصحابِ کہف کے
پیشِ شاں یک روز بے اندوہ و لہف
اُن کے لئے بغیر رنج اور افسوس کے ایک دن تھا

---

۱ جانِ ما۔ ہم تو اسی لئے زندہ ہیں کہ اُس کے حکم کی پابندی کریں اگر وہ ریت میں بیج بونے کو کہے گا تو ریت میں بیج بو دیں گے۔ خواہ وہ نہ اُگے۔

۲ امرِ حق۔ چونکہ اللہ کا ہمیں حکم ہے کہ تمہیں ہم تبلیغ کریں اس لئے بغیر ریا، کے تمہیں احکام پہنچا رہے ہیں۔ با قبول۔ ہمیں اِس سے سروکار نہیں کہ کوئی ہماری بات قبول کرے یا رد کرے مزد۔ ہم اللہ کیلئے تبلیغ کرتے ہیں اور اُس کام کی مزدوری اُس سے لیں گے ہم تو اُسی کی خاطر لوگوں کی دشمنی مول لے رہے ہیں۔ ما بریں۔ تبلیغ میں ناکامی ہمارے لئے سدِ راہ نہیں ہے دل گرفتہ وہ ہوتا ہے جو دوست سے مہجور ہو ہمیں ہر وقت قربِ الٰہی حاصل ہے۔

۳ دلبر۔ ہمارا محبوب جو حضرت حق ہے وہ ہمارے ساتھ ہے اُس کی رحمتیں ہم پر ہر وقت نچھاور ہوتی رہتی ہیں۔ در دل۔ ہمارے دل اُس کی محبت سے گلزار ہیں اور ہم ہر وقت تر و تازہ رہتے ہیں۔ پیشِ ما جب روحانیت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو زمان و مکان کی قید سے رہائی ہو جاتی ہے، جسم زمان و مکان کا پابند ہوتا ہے سہ صد۔ اصحابِ کہف پر روحانیت کا غلبہ تھا تو اُن کے لئے تین سو نو سال ایک روز کے برابر تھے۔

وانگہے[۵۱] ننمودشاں یک روز ہم — کہ بہ تن باز آمد ارواح از عدم

پھر انہیں وہ ایک روز بھی نہ لگا — کہ روحیں عدم سے پھر جسم میں آگئیں

چوں نباشد روز و شب یا ماہ و سال — کے بود سیری و پیری و ملال

جبکہ دن اور رات مع مہینہ اور سال کے نہوں — پیٹ بھر جانا اور بڑھاپا اور تھکن کہاں ہوتی ہے

در گلستانِ عدم چوں بیخودی ست — مستی از سُغراقِ لطفِ ایزدی ست

عدم کے چمنستان میں چونکہ بے خودی ہے — مستی اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی کے جام سے ہے

لَمْ یَذُقْ[۵۲] لَمْ یَدْرِ ہر کس کو نخورد — کے بوہم آرد جُعَلْ انفاسِ ورد

جسنے دکھا یا وہ "نہ چکھا نہ جانا" کا مصداق ہے — گبریلا خیال سے گلاب کی خوشبو میں کہاں حاصل کر سکتا ہے

نیست موہوم ار بُدے موہوم آں — ہمچو موہومان شدے معدوم آں

وہ موہوم (چیز) نہیں ہے، اگر وہ موہوم ہوتا — تو وہ موہوم (چیزوں) کی طرح معدوم ہو جاتا

دوزخ اندر وہم چوں آرد بہشت — ہیچ تابد روئے خوب از خوک زشت

دوزخ بہشت کا کیسے تصور کر سکتی ہے؟ — بدصورت سور سے، حسین چہرہ کہاں چمکتا ہے

ہیں گلوئے خود مبرید اے مہاں — اینچنیں لقمہ رسیدہ تا دہاں

اے بزرگو! اپنے گلے نہ پھاڑو — منہ تک ایسا لقمہ پہنچ گیا ہے

راہہائے[۵۳] صعب پایاں بُردہ ایم — رہ بر اہلِ خویش آساں کردہ ایم

ہم نے سخت راستے طے کر لئے ہیں — ہم نے اپنوں کے لئے راستہ آسان کر دیا ہے

ہر کہ مارا گشت پیرو باز رست — از عذابِ نار رو در جنت نشست

جو ہمارا پیرو بن گیا، وہ رہائی پا گیا — آگ کے عذاب سے، اور جنت نشین ہو گیا

وانکہ نشنید از شقاوت پندِ ما — در عذابِ جاوداں شد مبتلا

جس نے بدبختی سے ہماری نصیحت نہ سُنی — وہ دائمی عذاب میں مبتلا ہو گیا

ہیں بجوئید از نجومِ سعد راہ — زانکہ در ظلمت درید و قعرِ چاہ

آگاہ! نیک بختی کے ستاروں سے راستہ تلاش کرو — کیونکہ تم اندھیرے اور کنوئیں کی گہرائی میں ہو

مکرر کردنِ قوم اعتراض بر انبیا علیہم السلام

قوم کا انبیاء پر مکرر اعتراض کرنا

قوم گفتند ار شما سعدِ خودید — نحسِ مائید و ضدید و مرتدید

قوم نے کہا، اگر تم اپنے لئے نیک بخت ہو — ہمارے لئے بدبخت اور مخالف اور مرتد ہو

[۵۱] وانگہے۔ اصحاب کہف نے کہا تھا کہ ہم اس حالت میں ایک دن یا دن کے کچھ حصے میں رہے ہیں۔ چونکہ جبکہ روح زمان و مکان سے مقید نہیں ہے تو اس کے لئے نہ نہ بڑھاپا ہے نہ تھکن۔ گلستانِ عدم۔ یعنی عالم ارواح۔ مستی۔ اس عالم کی مستی قربِ الٰہی کی وجہ سے ہے۔

[۵۲] لم یذق۔ یعنی جس نے چیز کو نہ چکھا ہو وہ اس کا ذائقہ نہیں جان سکتا۔ جُعَل۔ گبریلا۔ گوبر کا کیڑا۔ نیست۔ یعنی یہ مستی وہمی نہیں ہے، وہمی کیفیت زائل ہو جاتی ہے۔ دوزخ۔ جس طرح دوزخ اور جنت میں بُعد ہے اور دوزخ جنت کا تصور بھی نہیں کر سکتی اسی طرح اہلِ دنیا اور اُس مستی میں بُعد ہے، دنیا دار اُس مستی کو سمجھ ہی نہیں سکتا ہے۔ اے مہان۔ اہلِ سبا کو خطاب ہے کہ اپنی تباہی مول نہ لو ہدایت حاصل کر لو۔

[۵۳] راہہائے۔ ہدایت کے حصول میں جس قدر مصائب ہوتے ہیں وہ انبیاء جھیل چکے ہیں قوم اُنسے بلا مجاہدے کے ہدایت حاصل کرتی ہے۔ ہر کہ۔ انبیاء کی اطاعت کرنے والے نجات پاتے ہیں اور جو منکر ہوتے ہیں وہ ابدی عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ نجوم۔ انبیاء نجوم ہدایت ہیں۔ قوم گفتند۔ انبیاء نے اپنے آپ کو سعادت کا ستارہ قرار دیا تھا قوم نے کہا کہ تمہاری سعادت

جانِ[1] ما فارغ بُد از اندیشہا
ہماری جان فکروں سے خالی تھی

در غم انگندید ما را و عنا
تم نے ہمیں غموں اور مشقت میں ڈال دیا

ذوقِ جمعیت کہ بود و اتفاق
یگانگت اور اتفاق کا جو مزا تھا

شد ز فالِ زشت تاں صد افتراق
تمہاری بدشگونی سے سینکڑوں جدائیاں بنگیا

طوطیِ نُقل و شکر بودیم ما
ہم نقل اور شکر کھانے والی طوطی تھے

مُرغِ مرگ اندیش گشتیم از شما
تمہاری وجہ سے موت کو سوچنے والا پرند بنگئے

ہر کجا افسانۂ غم گستری ست
جہاں کہیں غم آنکلنے کا قصہ ہے

ہر کجا آوازۂ مُستنکری ست
جہاں کہیں بُرائی کا شہرہ ہے

ہر کجا اندر جہاں فالِ بدیست
جہاں کہیں دنیا میں بدشگونی ہے

ہر کجا مسخے، نکالے، ماخذیست
جہاں کہیں مسخ، عذاب، جائے گرفت ہے

در مثال و قصہ و فالِ شماست
(وہ) تمہاری مثال اور قصہ اور شگون کی وجہ سے ہے

در غم انگیزی شمارا اشتہاست
غم بڑھانے کی تمہاری خواہش ہے

باز جواب گفتنِ انبیا علیہم السلام ایشاں را

انبیاء کا اُن کو پھر جواب دینا

انبیا[2] گفتند فالِ زشت و بد
انبیاء نے کہا اچھا اور بُرا شگون

از میانِ جانِ تاں دارد مدد
تمہاری جان سے مدد حاصل کرتا ہے

گر تو جائے خفتہ باشی با خطر
اگر تو کسی جگہ خطرے میں سویا ہوا ہو

اژدہا در قصدِ تو آید ز سر
اژدہا تیرے ارادے سے سر پر آجائے

مہربانے مر ترا آگاہ کرد
کسی مہربان نے تجھے خبردار کر دیا

کہ بجہ[3] زود ار نہ اژدرہات خورد
کہ جلد بھاگ، ورنہ تجھے اژدہے نے کھایا

تو بگوئی فالِ بد چوں می زنی
تو کہتا ہے کہ کیوں بدشگونی کرتا ہے

فال چہ بر جہ ببیں در روشنی
بدشگونی کیا ہوتی ہے، اُٹھ روشنی میں جو

از میانِ فالِ بد من خود ترا
میں تجھے بدشگونی سے

میرہانم می برم سوئے سرا
چھڑا رہا ہوں، گھر کی جانب لے جا رہا ہوں

چوں نبی آگہ کنندست از نہاں
نبی کی طرح جو اُن پوشیدہ باتوں سے خبردار کرنے والا ہے

کو بدید آنچہ ندید اہلِ جہاں
کیونکہ جو کچھ اُسے دیکھ لیا ہے دنیاداروں نے نہیں دیکھا ہے

---

[1] جانِ ما۔ تمہاری نحوست یہ ہے کہ ہم فکروں سے فارغ تھے تم نے ہمیں فکرمند بنا دیا۔ ذوق۔ ہم سب متفق تھے، تمہارے وجود سے ہم میں اختلاف ہو گئے۔ طوطی۔ طوطی کو شکر کھلائی جاتی ہے۔ نُقل۔ چبینا۔ مُستنکری۔ بُرائی۔ مَسخ۔ صورت کا بدل جانا۔ نکال۔ عذاب۔ ماخذ۔ گرفت کی جگہ۔ اشتہا۔ خواہش۔

[2] انبیاء۔ انبیاء نے کہا یہ ساری بُرائیاں جو تم نے بیان کیں اِن کا سبب ہم نہیں ہیں خود تم ہو۔ مگر تو ہم تو تمہیں اُس عذاب سے ڈراتے ہیں جو واقعۃً تم پر نازل ہونے والا ہے، ہماری مثال تو اُس شخص کی سی ہے جو ایسے شخص کو بیدار کر دے جس پر سانپ حملہ آور ہو رہا ہو۔

[3] بجہ۔ کود جا۔ تو بگوئی۔ تمہاری مثال یہ ہے کہ وہ شخص جس پر سانپ حملہ آور ہے، بیدار کرنے والے کو بُرائی دینے لگے۔ سرا۔ گھر۔ چوں نبی۔ نبی آنکھوں سے اُس عذاب کو دیکھتا ہے جو منکروں پر نازل ہونے والا ہوتا ہے۔

گر طبیبے گویدت غورہ مخور | کہ چنیں رنجے بر آرد زود سر
اگر تجھ سے کوئی طبیب کہے 'کچا انگور نہ کھا | کہ فلاں مرض جلد سر اُبھاریگا

تو بگوئی فالِ بد چوں میزنی | پس تو ناصح را مؤثم میکنی
تو کہے کہ بدشگونی کیوں کرتا ہے | تو تو ایک ناصح کو گنہگار ٹھہرا رہا ہے

ور منجم گویدت کامروز ہیچ | آنچناں کارے مکن اندر پسیچ
اگر کوئی انجومی تجھ سے کہے کہ آج کوئی | ویسا کام ارادہ سے نہ کرنا

تا نگردی نادِم و خاسِر ازاں | زانکہ نیکو نیست روزِ امروز ہاں
تاکہ تو اس کی وجہ سے شرمندہ اور محروم نہ بنے | کیونکہ آج اچھا دن نہیں ہے

صد رہ ار بینی دروغِ اختری | یکدو بارہ راست آید می خری
اگرچہ تو سو طرح سے نجومی کا جھوٹ دیکھتا ہو | ایک دو بار سچ ہو جائے تو تو مان لیتا ہے

ایں نجومِ ما نشُد ہرگز خلاف | صحتش چوں ماند از تو در غلاف
ہمارے ان ستاروں میں کبھی تخلف نہیں ہوا | اُن کی صحت تجھ سے کیسے پوشیدہ ہے؟

آں طبیب و آں منجم از گماں | می کنند آگاہ و ما خود از عیاں
وہ طبیب اور نجومی گمان کے ذریعے | خبر دیتے ہیں اور ہم مشاہدے سے

دود می بینیم و آتش از کراں | حملہ می آرد بسوئے منکراں
ہم دیکھتے ہیں کہ دھواں اور آگ ایک کنارے سے | منکروں پر حملہ آور ہے

تو ہمی گوئی خمش کُن زیں مقال | کہ زیانِ ماست قالِ شومِ فال
تو یہ کہتا ہے کہ ان باتوں سے چپ رہ | کیونکہ بدشگونی کی بات میں ہمارا نقصان ہے

اے کہ نُصحِ ناصحاں را نشنوی | فالِ بد با تست ہر جا می روی
اے وہ کہ تو ناصحوں کی نصیحت نہیں سنتا ہے | تو جہاں جائے بدشگونی تیرے ساتھ ہے

افعیے بر پُشتِ تو بر می رَوَد | او ز بامے بیندش آگہ کُند
ایک اژدہا تیرے پیچھے دوڑ رہا ہے | وہ اُسکو بالاخانہ سے دیکھ رہا ہے، خبردار کرتا ہے

گوئیش خاموش غمگینم مکُن | گوید او خوش باش خود رفت ایں سخن
تو اُسکو کہتا ہے چُپ رہ، مجھے غمگین نہ کر | وہ کہتا ہے، خوش رہ، بات ختم ہوئی

چوں زند افعی دہاں بر گردنت | تلخ گردد جملہ شادی کردنت
جب اژدہا تیری گردن پر مُنہ مارے گا | تیری سب خوشیاں منانا تلخ ہو جائیں گی

---

۱۵ گر طبیبے۔ تمہاری مثال اس مریض کی سی ہے جس کو طبیب مُضر چیز کھانے سے روکے اور وہ طبیب پر اُلٹے الزام دھرے جو تم گنہگار۔ در منجم۔ تمہاری مثال اُس شخص کی سی ہے جس کو نجومی بُری گھڑی سے بچانا چاہے اور وہ اُلٹا نجومی پر الزام دھرے۔ پسیچ۔ قصد، ارادہ۔

۲۵ صد رہ۔ نجومی کی بات سینکڑوں بار جھوٹی نکلتی ہے لیکن پھر بھی اس احتمال سے کہ شاید یہ بات صحیح ہو تم نجومی کا کہنا مان جاتے ہو۔ ایں نجوم۔ لیکن ہماری پیشین گوئیاں بالکل صحیح ہوتی ہیں اُن کو تم تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہو۔ نجومی اور طبیب محض گمان سے بات کہتے ہیں ہم تو مشاہدہ کر کے کہہ رہے ہیں۔

۳۵ دود۔ انبیاء نے کہا ہم تو عذاب کا دھواں اور آگ آنکھ سے دیکھ کر بتا رہے ہیں لیکن تم ہماری ان باتوں کو بدفالی سمجھ رہے ہو۔ اے کہ۔ منکروں کا وجود خود فالِ بد ہے۔ افعیے۔ تمہاری مثال یہ ہے کہ عذاب کا اژدہا تمہارے پیچھے ہے ایک شخص بالاخانہ سے اسکو دیکھ کر تمہیں آگاہ کر رہا ہے لیکن تم یہ کہتے ہو کہ ہمیں سانپ کی بات سنا کر غمگین نہ کر۔ گوید۔ مجبور ہو کر وہ بتانیوالا یہی کہیگا کہ اچھا بری بات کو رفت و گذشت کرو اور تم خوش رہو۔

پس[۵۱] بد و گوئی ہمیں بود اے فلاں
پھر تو اس سے کہے گا اے فلاں یہ ٹھیک تھا

چوں نہ بدریدی گریبان ز فغاں
تونے نالہ و فریاد سے گریبان چاک کیوں نہ کیا تھا؟

یا ز بالائیم تو سنگے می زدی
یا اوپر سے تو میرے پتھر مارتا

تا مرا آں جد نمودے ایں بدی
تاکہ وہ کوشش یہ بُرائی مجھے دکھا دیتی

او بگوید زاں کہ می آزردہٗ
وہ کہے گا، کیونکہ تو رنجیدہ ہوتا تھا

تو بگوئی نیک شادم کردہٗ
تو کہے گا، تونے (اب کیا) مجھے خوش کر دیا ہے

گفت من کردم جوانمردی بپند
اُس نے کہا میں نے شرافت برتی اور نصیحت کی،

تا رہانم مر ترا زیں خشک بند
تاکہ میں تجھے سخت قید سے رہائی دوں

از لئیمی حق آن نشناختی
تونے کمینہ پن سے اُس کی قدر نہ کی

مایۂ ایذا و طغیاں ساختی
اُس کو ایذاء اور سرکشی کا سرمایہ بنایا

ایں[۵۲] بود خوئے لئیمانِ دنی
کمینہ لئیموں کی یہی عادت ہوتی ہے

بد کنند با تو چو نیکوئی کنی
جب تو نیکی کرے وہ تجھ سے بدی کرتے ہیں

نفس را زیں صبر می کن منحنش
نفس کو صبر کے ذریعہ کمزور بنا

کہ لئیم ست و نسازد نیکوئیش
کیونکہ وہ کمینہ ہے بھلائی اُسکے ساتھ ساز نہیں کرتی ہے

با کریمے[۵۳] گر کنی احسان سزد
اگر تو شریف کے ساتھ احسان کرے تو مناسب ہے

ہر یکے را او عوض ہفصد دہد
وہ ہر ایک کا سات سو گنا بدلہ دے گا

با لئیمے چوں کنی قہر و جفا
کمینہ پر جب تو ظلم اور قہر کرے گا

بندۂ گردد ترا بس با وفا
(وہ) تیرا باوفا غلام بن جائے گا

کافراں کارند در نعمت جفا
کافر نعمت کی حالت میں جفاکاری کرتے ہیں

باز در دوزخ نداشاں ربّنا
پھر دوزخ میں اُن کی پکار "اے ہمارے رب" ہوتی ہے

کہ لئیماں در جفا صافی شوند
کیونکہ کمینے ظلم میں مخلص بنتے ہیں

چوں وفا بینند خود جافی شوند
جب وفا دیکھتے ہیں جفا کرتے ہیں

حکمت در آفریدنِ دوزخ دراں جہاں و زنداں دریں

دوزخ کو اُس عالم میں اور قید خانہ کو اِس عالم میں پیدا کرنے کی حکمت تاکہ

عالَم تا معبدِ مُنکراں گردد کہ اِئتیا طَوعاً اَو کَرھاً
وہ کافروں کا عبادت خانہ بنے کیونکہ اِئتیا طوعاً اَو کَرھاً ہے

---

۵۱ پس بد و۔ پھر تو بتانے والے سے کہیگا کہ تو میرے غم میں کپڑے پھاڑ کر مجھے آگاہ کرتا تو میں مان لیتا یا اوپر سے میرے پتھر مارتا تو میں آگاہ ہو جاتا۔ او بگوید۔ وہ جواب میں کہدیگا کہ تو میری بات سے آزردہ ہوتا تھا تو وہ کہیگا کہ میں اب کونسا خوش ہوں۔ گفت۔ وہ آگاہی دینے والا کہیگا کہ میں نے تو شرافت سے کام لیا تھا تجھے مصیبت سے بچانے کیلئے نصیحت کی تھی تاز تھی۔ لیکن تو نے کمینہ پن برتا اس نصیحت کی قدر نہ کی بلکہ اُس نصیحت کو ایذارسانی اور سرکشی کا سبب بنالیا۔

۵۲ ایں بود۔ کمینوں کا یہی طریقہ ہے کہ تم اُنسے بھلائی کرو تو وہ اُسکے بدلے میں تم سے برائی کرینگے نفس۔ انسان کا نفس ایسا ہی کمینہ ہے کہ اُسکے ساتھ بھلائی کرنا اور اُسکو مضبوط بنانا مناسب نہیں ہے اسکو مشقتوں اور مجاہدوں سے کمزور بناؤ۔

۵۳ با کریمے۔ کسی شریف سے شرافت برتوگے تو وہ ستر گنا شرافت برتتا ہے۔ با لئیمے کمینہ پر جور و جفا کروگے تو بہرہ اطاعت کریگا۔ کافراں۔ کافر ایسا ہی کرتے ہیں کہ دنیا میں انکو اللہ کی نعمتیں ملیں تو کفر بڑھا دوزخ کے عذاب میں خدا کو مانیں گے اور پکاریں گے۔ کہ لئیماں۔ کمینے ظالم کے ساتھ ٹھیک چلتے ہیں شریف پر ظلم کرتے ہیں۔ اِئتیا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو حکم دیا کہ تم دونوں آؤ خواہ خوشی سے خواہ جبر سے تو دونوں نے کہا ہم خوشی

مسجدِ طاعاتِ شاں پس دوزخ ست ۔ پائے بندِ مرغِ بیگانہ فخ ست

اُنکی مسجد اور اطاعتوں (کی جگہ) دوزخ ہے ۔ بیگانہ پرند کے پاؤں کا پھندا جال ہے

ہست زنداں صومعہ دزدِ لئیم ۔ کاندرو ذاکر شود حق را مقیم

کمینے چور کا عبادتخانہ قید خانہ ہے ۔ اُس میں وہ ہمیشہ خدا کو یاد کرنے والا ہوتا ہے

چوں عبادت بود مقصود از بشر ۔ شُد عبادتگاہِ گردنکش سقر

چونکہ انسان (کی پیدائش) سے مقصود عبادت ہے ۔ متکبر کی عبادت گاہ، دوزخ بنی

آدمی را ہست در ہر کار دست ۔ لیک از و مقصود ایں خدمت بُدست

انسان کو ہر کام پر قدرت ہے ۔ لیکن اُس (کی پیدائش) سے (اصلی) مقصود عبادت ہے

مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ ایں بخواں ۔ جز عبادت نیست مقصود از جہاں

اس "نہیں پیدا کیا ہم نے جن و انسان کو" پڑھ ۔ عبادت کے علاوہ دنیا میں (کوئی) مقصد نہیں ہے

گرچہ مقصود از کتاب آں فن بود ۔ گر تواش بالش کُنی ہم می شود

اگرچہ کتاب کا مقصد وہ فن ہوتا ہے ۔ اگر تو اس کا تکیہ بنالے تو (یہ بھی) ہو سکتا ہے

لیک ازو مقصود ایں بالش نبود ۔ علم بود و دانش و ارشاد و سُود

لیکن اُس کا مقصد یہ تکیہ (ہونا) نہ تھا ۔ علم اور سمجھ، اور ہدایت اور نفع تھا

گر تو میخے ساختی شمشیر را ۔ برگزیدی بر ظفر اِدبیر را

اگر تو تلوار کو کھونٹا بنالے ۔ تو نے کامیابی پر بدبختی کو ترجیح دی

گرچہ مقصود از بشر علم و ہدیست ۔ لیک ہر یک آدمی را معبدیست

اگرچہ انسان (کی تخلیق) سے مقصود علم و ہدایت ہے ۔ لیکن ہر شخص کی ایک عبادت گاہ ہے

معبدِ مردِ کریم اَکْرَمْتُہٗ ۔ معبدِ مردِ لئیم اَسْقَمْتُہٗ

شریف انسان کی عبادتگاہ (مقام) اکرمتہ ہے ۔ کمین انسان کی عبادتگاہ اسقمتہ ہے

مر لئیماں را بزن تا سر نہند ۔ مر کریماں را بدہ تا بر دہند

کمینوں کو پیٹ تاکہ اطاعت کریں ۔ شریفوں کو (انعام) دے تاکہ پھل دیں

لاجرم حق ہر دو مسجد آفرید ۔ دوزخ آنہا را و اینہا را مزید

لامحالہ اللہ (تعالیٰ) نے دو مسجدیں بنائیں ۔ اُن کے لئے دوزخ اور ان کے لئے "مزید"

ہر انسان کی تخلیق کا مقصد عبادت ہے لیکن ہر ایک کا عبادتخانہ جُدا ہے شریف کا معبد قرآ اَکْرَمْتُہٗ کا مقام ہے یعنی میں نے اُس کا اکرام کیا اور لئیم کا معبد اَسْقَمْتُہٗ کا مقام ہے یعنی میں نے اُسکو بیمار کیا شریف انعامات الٰہی کے وقت عبادتگذار بنتا ہے اور کمینہ مصائب میں مبتلا ہو کر۔ مزید۔ یعنی جنت جسکے لئے فرمایا گیا وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌ اور ہمارے پاس زیادتی ہے۔

ف۱ دوزخ۔ کافر جب دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہونگے تو فرمانبرداری کرینگے وحشی جانور خوشی سے نہیں آتا تو جال میں پھنس کر آتا ہے۔ فخ۔ جال۔ زنداں۔ جب چور جیلخانہ میں ڈالدیا جاتا ہے تو نیکی شروع کر دیتا ہے۔ جن۔ جن اور انس کی تخلیق کا باعث عبادت اور اطاعت ہے خوشی سے نہ کرینگے تو جبراً کرنی پڑیگی مومن جنت اور دنیا میں اطاعت گذاری کریگا تو کافر دوزخ میں اطاعت کرے گا۔

ف۲ آدمی۔ انسان میں بہت کام کرنے کی صلاحیتیں ہیں لیکن اسکی تخلیق کا اصل منشاء بندگی ہے جیسا کہ آیت میں ذکر ہے۔ ما خلقت۔ قرآن پاک میں ہے مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ہم نے نہیں پیدا کیا انسانوں اور جنوں کو مگر اسلئے کہ وہ عبادت کریں۔ از کتاب۔ کتاب کی تصنیف و اشاعت کا اصل مقصد اُس فن اور علم کو جاننا ہے جس فن کی وہ کتاب ہے اگر تو اُس کا تکیہ بنائیگا تو وہ تکیہ بنجائیگی لیکن یہ تیری غلطی ہوگی اسی طرح اگر انسان عبادت نہ کریگا دوسرے کاموں میں لگیگا تو یہ اسکی غلطی ہوگی۔

ف۳ گر تو میخے۔ تلوار کا اصل مقصد اسکے ذریعہ فتح پانا ہے وہ کھونٹا بھی بن سکتی ہے لیکن اگر تو اُس سے کھونٹے کا کام لیگا تو بڑی حماقت ہوگی مجبور۔

ساختؔ موسیٰ قدس در بابِ صغیر
(حضرت) موسیٰؑ نے بیت المقدس میں چھوٹا دروازہ بنایا

تا فرود آرند سر قومِ زحیر
تاکہ سرکش قوم سر جھکائے

زاں کہ جباراں بُدند و سر فراز
کیونکہ وہ جبار، اور متکبر تھے

دوزخ آں بابِ صغیرست و نیاز
دوزخ وہی چھوٹا دروازہ اور نیازمندی کی جگہ ہے

بیانؔ آنکہ حق تعالیٰ صورتِ ملوک را سببِ مسخر کردنِ
اِس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ نے بادشاہوں کی صورت، اُن متکبروں کو تابع بنانے کے

جباراں کہ مسخرِ حق نباشند ساختہ چنانکہ موسیٰ علیہ السلام
لئے بنائی ہے جو کہ اللہ کے تابع نہیں ہوتے ہیں جیساکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

بابِ صغیر ساخت بر ربضِ قدس جہتِ رکوعِ جباران
نے بیت المقدس کے احاطے میں چھوٹا دروازہ بنایا تاکہ بنی اسرائیل کے متکبر آنے کے

بنی اسرائیل وقتِ در آمدن کہ اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ
وقت جھکیں کیونکہ سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور حِطّۃ کہو (کا حکم تھا)

آنچناں کہ حق زلحم و استخواں
اِس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے گوشت اور ہڈیوں سے

از شہاں بابِ صغیرے ساختؔ ہاں
بادشاہوں کا چھوٹا دروازہ بنایا

اہلِ دنیا سجدۂ ایشاں کنند
دنیا دار اُن کو سجدہ کرتے ہیں

چونکہ سجدہ کبریا را دشمنند
کیونکہ وہ اللہ (تعالیٰ) کو سجدہ کرنے کے مخالف ہیں

ساخت سرگیں دانگی محراب شاں
اُن کے لئے گوبر خانے کو محراب بنایا

نامِ آں محراب میر و پہلواں
اُس محراب کا نام، حاکم اور پہلوان ہے

لائقؔ ایں حضرتِ پاکی نہ اید
تم پاک دربار کے لائق نہیں ہو

نیشکر پاکاں شما خالی نے اید
پاک لوگ گنا ہیں، تم صرف نرکل ہو

آں سگاں را ایں خساں خاضع شوند
یہ کمینے اُن کتوں کے تابعدار ہوتے ہیں

شیر را عارست کو را بگروند
شیروں کی توہین ہے کہ وہ اُس کے گرویدہ ہوں

گربہ باشد شحنۂ ہر موش خو
ہر موش خصلت کا کوتوال بلی ہوتی ہے

موش کہ بُود تا ز شیراں ترسد او
چوہا کس قابل ہے کہ وہ شیروں سے ڈرے

آں سگاں یعنی دنیا دار بادشاہ۔ ایں خساں یعنی منکرین۔ شیر یعنی جناب باری تعالیٰ۔ گربہ۔ چوہا بلی سے ڈرتا ہے شیر جو کہ اُس سے بدرجہا افضل ہے اُس سے نہیں ڈرتا۔

۱ؔ ساخت۔ موسیٰؑ نے بیت المقدس میں ایک کھڑکی بنائی تھی تاکہ متکبرین اُس میں جھک کر داخل ہوں اور اُن کی سجدہ کی سی حالت ہوجائے دوزخ کو ایک چھوٹی کھڑکی سمجھو کہ اُس میں داخل ہوکر یہ متکبر عاجز گذار بنجائیں گے۔

۲ؔ بیان۔ جس طرح حضرت موسیٰؑ نے کھڑکی بنائی تھی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اُن متکبروں کے لئے ظالم بادشاہوں کا وجود اور دوزخ بنائی ہے۔ یہ ظالموں کو سجدہ کرتے ہیں اور دوزخ میں خدا کو یاد کرینگے۔ ربض۔ مکانات کا ماحول بکریوں کا باڑہ۔ اُدخلوا۔ قرآن پاک میں ہے۔ اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ یعنی بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ اس کھڑکی میں سجدہ کی حالت میں داخل ہو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ گناہ معاف کردے شہاں۔ یہ متکبر بادشاہوں کو سجدہ کرتے ہیں ساخت۔ اُن کی محراب اور عبادتگاہ گوبر خانہ ہے اسی کو دوسرے لفظوں میں بادشاہ اور پہلوان کہا جاتا ہے یہ متکبر اُن کے سامنے جھکتے ہیں۔

۳ؔ لائق۔ اُن کے سجدے اللہ تعالیٰ کے لائق نہ تھے کیونکہ اُن کو جنابِ باری سے کوئی مناسبت نہیں یہ بصورت انسان ہیں لیکن انسانیت سے خالی ہیں نیشکوں کی اور اُن کی مثال وہی ہو جو گنے اور نرکل کی ہے۔

خوفِ ایشاں از کلابِ حق بُود ؎۱ — خوفِ شاں کے ز آفتابِ حق بُود
ان کو اللہ (تعالیٰ) کے کتّوں سے خوف ہوتا ہے — آفتابِ حق سے انہیں ڈر کہاں ہوتا ہے

رَبِّیَ الْاَعْلیٰ ست وِردِ آں مہاں — رَبِّ ادنیٰ در خورِ ایں اَبلہاں
سرداروں کا وظیفہ رَبِّیَ الْاَعْلیٰ ہے — رَبِّ ادنیٰ ان بیوقوفوں کے لائق ہے

مُوش کے ترسد ز شیرانِ مَصاف — بلکہ آں آہوتگانِ مُشک ناف
جنگ کے شیروں سے چوہا کب ڈرتا ہے؟ — بلکہ وہ آہو قدم مُشک کی ناف والے (ڈرتے ہیں)

رُو بہ پیشِ کاسہ لیس اے دیگ لیس — تُش خداوند و ولی نعمت نویس
اے دیگ چاٹنے والے پیالہ چاٹنے والے کے پاس جا — تو اُس کو آقا، اور ولی نعمت لکھ

دیگ لیسی کاسہ لیسے را بجُو — تُش خداوند و ولی نعمت بگو
تو دیگ چاٹنے والا ہے کسی پیالہ چاٹنے والے کو تلاش کر — تو اُس کو آقا اور ولی نعمت کہہ

بس کُن ار شرحے بگویم دور دست ؎۲ — خشم گیرد میر و ہم داند کہ ہست
ختم کر اگر میں لمبی تفصیل کروں گا — حاکم غصہ کرے گا اور سمجھ لے گا کہ وہ ہی ہے

حاصل ایں آمد کہ بد کُن اے کریم — با لئیماں تا نہد گردن لئیم
خلاصہ یہ نکلا کہ اے شریف! برائی کر — کمینوں کے ساتھ تاکہ کمینہ اطاعت کرے

با لئیمِ نفس چوں احساں کُند — چوں لئیماں نفسِ بد کُفراں کُند
جب تو کمینے نفس کے ساتھ احسان کریگا — تو وہ بدنفس کمینوں کی طرح کفران کرے گا

زیں سبب بُد کاہلِ محنت شاکر اند — اہلِ نعمت طاغی اند و ماکر اند
یہی سبب ہوا کہ محنتی شکر گزار ہیں — مالدار سرکش، اور مکار ہیں

ہست طاغی بگلرِ زرّیں قبا — ہست شاکر خستہ و صاحب عبا
سردار زرّیں قبا والا سرکش ہے — خستہ (حال) اور گدڑی والا شکر گذار ہے

؎۳ شکر کے روید ز اَملاک و نِعم — شکر می رُوید ز بلوا و سقم
نعمتوں اور ملکیتوں سے شکر کہاں اگتا ہے! — شکر ابتلاء، اور بیماری سے اُگتا ہے

قصۂ عشقِ صوفی بر سُفرۂ تہی از خورش

کھانے سے خالی دسترخوان پر ایک صوفی کے عشق کا قصہ

صوفیٔ بر میخ روزے سُفرہ دید — چرخ می زد جامہا را می درید
ایک صوفی نے ایک دن کھونٹی پر دسترخوان دیکھا — رقص کرتا تھا اور کپڑے پھاڑتا تھا

؎۱ خوف۔ منکرین بھی اللہ کے کتّوں سے ڈرتے ہیں اور انکی اطاعت کرتے ہیں ربّی الاعلیٰ۔ میرا خدا بلند ہے۔ یعنی بالا و برتر خدا کو ماننا شریفوں کا کام ہے ان منکرین کے لائق ادنیٰ رب ہے لہٰذا یہ اُسکو ہی پوجتے ہیں۔ ربِّ ادنیٰ۔ معمولی درجہ کا خدا۔ تو شیر کے سے ڈرنا چوہے کا کام نہیں بلکہ ہرن جیسے شریف اور پاکیزہ جانور کا کام ہے۔ دیگ لیسی جیسی روح ویسے فرشتے لہٰذا ان منکرین کی خدائی کے لائق یہی ظالم اور جابر ہیں۔

؎۲ بس کُن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اب منکرین کے معبودوں کی زیادہ بات نہ کرو ورنہ وہ ناراض ہونگے اور دل میں سمجھیں گے کہ ہم بھی لئیم ہیں جبھی تو ہمارا اس قدر ذکر کیا جارہا ہے۔ لئیم نفس نفسِ لئیم۔ زیں سبب۔ جو لوگ محنت اور مشقت کی زندگی گزارتے ہیں عموماً شاکر ہوتے ہیں اور مالدار سرکش ہوتے ہیں۔ بگلر۔ بیگ لر، سردار۔

؎۳ شکر۔ ابتلا اور بیماری شکر گذاری کا سبب ہے۔ قصہ۔ مولانا نے پہلے سمجھایا تھا کہ فقر اور ابتلا سے شکر کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کی تائید میں یہ قصہ نقل کرتے ہیں۔ میخ۔ کھونٹی۔ سُفرہ۔ دسترخوان۔ چرخ زدن۔ گھومنا۔

بانگ می زد نِک نوائے بے نوا | قحطہا و دردہا را نِک[1] دوا
چیختا تھا، یہ بے سامان کا سامان ہے | یہ قحطوں اور دردوں کی دوا ہے

چونکہ درد و سوزِ اُو بسیار شد | ہر کہ صُوفی بُود با اُو یار شد
جب اُس کا درد اور سوزش بڑھی | جو بھی صوفی تھا اُس کا ساتھی ہو گیا

بحکحکے و ہائے ہُوئے می زدند | تاکہ چندیں مست و بیخود می شدند
قہقہے اور نعرے مارتے تھے | یہانتک کہ بہت زیادہ مست و بیخود ہو جاتے

بوالفضولے گفت صوفی را کہ چیست | سفرۂ آویختہ از ناں تہی ست
ایک لغو انسان نے صوفی سے کہا یہ کیا ہے؟ | لٹکا ہوا دسترخوان روٹی سے خالی ہے

گفت رو رو نقش بے معنیستی | تو بجو ہستی کہ عاشق نیستی
اُس (صوفی) نے کہا جا جا تو بے روح تصویر ہے | تو ہستی کی تلاش کر، کیونکہ تو عاشق نہیں ہے

عشق نان بے ناں غذائے عاشق ست | بندِ ہستی نیست ہر کو صادق ست
عشق جو روٹی نہ ہوتے ہوئے روٹی ہے عاشق کی غذا ہے | جو صادق ہے وہ وجود کا پابند نہیں ہے

عاشقاں را کار نبوَد با وجود | عاشقاں راہست بے سرمایہ سُود
عاشقوں کو وجود سے واسطہ نہیں ہوتا ہے | عاشقوں کا نفع بغیر سرمایہ کے ہوتا ہے

بال[2] نے و گردِ عالم می پرند | دست نے و گوئے زمیداں می برند
پر نہیں ہیں اور عالم کے چاروں طرف اُڑتے ہیں | ہاتھ نہیں ہے، اور میدان سے گیند لیجاتے ہیں

آں فقیرے کو زمعنی بوئے یافت | دست ببُریدہ ہمی زنبیل بافت
وہ فقیر جس نے حقیقت کی خوشبو حاصل کر لی | ہاتھ کٹا ہوا ہونے پر جھولی بُنتا تھا

عاشقاں اندر عدم خیمہ زدند | چوں عدم یکرنگ و نفسِ واحدند
عاشقوں نے عدم میں خیمہ لگایا ہے | عدم کی طرح یکساں اور ایک جان ہو گئے ہیں

شیر[3] خوارہ کے شناسد ذوقِ لوت | مر پری را بُوئے باشد لوت و قوت
دودھ پیتا بچہ، کھانوں کا ذائقہ کب پہچانتا ہے | پری کے لئے خوشبو اقسام کا کھانا ہوتا ہے

آدمی کے بُو برد از بُوئے اُو | چونکہ خوئے اوست ضدِ خوئے اُو
آدمی اُس خوشبو کا سراغ کب پا سکتا ہے | کیونکہ اُسکی عادت اُسکی عادت کے خلاف ہے

خوار بچہ صرف دودھ کے مزے سے واقف ہے وہ اُس کی لذت کو سمجھ سکتا ہے کھانوں کی لذت کو نہیں سمجھ سکتا پری کی غذا محض خوشبو ہے انسان کھانوں کا عادی ہے وہ محض خوشبو سے پیٹ بھر جانے کو نہیں سمجھ سکتا۔

---

[1] نِک۔ یعنی یہ دسترخوان چونکہ اُس صوفی کے وجد پر دوسرے صوفی بھی وجد میں آگئے۔ بحکحکے۔ دونوں کافوں کے زیر کے ساتھ، قہقہہ۔ بوالفضول۔ بیہودہ۔ نقش بے معنی۔ یعنی بے جان بُت۔ تو بجو ہستی۔ یعنی تو طالب وجود ہستی، یعنی عاشق طالب عدم ہوتا ہے لہٰذا ہم روٹی کے نہ ہونے کے طالب و عاشق ہیں اور بھوک صدیقین کا مطلوب ہوتا ہے۔ عشق۔ عاشق کی غذا عشق ہے۔ جو روٹی تو نہیں ہے لیکن اُس کے لئے روٹی کا کام دیتا ہے۔ عاشقاں۔ عاشق ہر چیز کے فنا کا طالب ہوتا ہے اسی فنا سے اُس کو نفع پہنچتا ہے۔

[2] بال نے۔ جس طرح عاشقوں کا نفع بغیر سرمایہ کے ہے اسی طرح وہ بغیر پروں کے پرواز کرتے ہیں اور بغیر ہاتھ کے ہاتھ کا کام کرتے ہیں آں فقیرے۔ شیخ ٹنڈے کا پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ ہاتھ نہ ہوتے ہوئے وہ زنبیل بُنتے تھے۔ عاشقاں۔ عاشق ہر چیز کو ختم کر دیتا ہے امتیاز موجودات میں ہوتا ہے عدم میں یکسانیت ہے لہٰذا عاشقانِ خدا بھی یک رنگ ہیں۔

[3] شیر خوارہ۔ ہر شخص اپنے سے مناسب بات کو سمجھتا ہے ورنہ اعتراض کرتا ہے بوالفضول نے صوفی پر اسی لئے اعتراض کیا کہ وہ فنا کے ذوق سے ناواقف تھا۔ شیر

یا بداز بوئے آں پری بوئے کہ اش
تری اس کی خوشبو سے ایسی راحت حاصل کرتی ہو کہ اس کو

تو نیابی آں ز صد مَن لوتِ خوش
تو سَو مَن اچھی خوراک سے نہیں پاسکتا ہے

پیشِ[1] قبطی خوں بُود آں آبِ نیل
قبطی کے لئے نیل کا پانی خون ہے

آب باشد پیشِ سبطیِ جمیل
اچھے سبطی کے لئے پانی ہے

جادہ باشد بحر ز اسرائیلیاں
دریا اسرائیلیوں کے لئے راستہ ہوتا ہے

غرقہ گہ باشد ز فرعونِ عواں
ظالم فرعون کے لئے ڈوبنے کی جگہ ہوتا ہے

بادِ بُد بر عادیاں گرز و تبر
ہوا، قوم عاد پر گُرز اور کلہاڑا تھی

لیک بُد بر ہودؑ و بر قومش ظفر
لیکن حضرت ہودؑ اور انکی قوم کیلئے فتح تھی

گلستاں[2] باشد بر ابراہیمؑ نار
آگ حضرت ابراہیمؑ پر چمن ہوتی ہے

لیک بر نمرود باشد زہرِ مار
لیکن نمرود پر سانپ کا زہر ہوتی ہے

بر سمندر باشد آتش خانداں
سمندر پر آگ خاندان ہوتی ہے

لیک باشد بردگر مرغاں زیاں
لیکن دوسرے پرندوں کیلئے تباہی ہوتی ہے

نزدِ عاشق درد و غم حلوا بُود
عاشق کے لئے درد اور غم، حلوا ہوتا ہے

لیک حلوا بر خساں بلوا بُود
لیکن کمینوں کے لئے حلوا مصیبت ہوتا ہے

مخصوص[3] بودنِ یعقوب علیہ السلام بچشیدنِ جامِ حق تعالیٰ از روئے یوسفؑ وکشیدن بوئے حق تعالیٰ از بوئے یوسفؑ وحرمانِ برادراں وغیرہم ازیں ہر دو صفت

حضرت یوسفؑ کے چہرے سے خدائی پیالہ پینے اور حضرت یوسفؑ کی خوشبو سے اللہ تعالیٰ کی خوشبو حاصل کرنے میں حضرت یعقوبؑ کی خصوصیت اور بھائیوں وغیرہ کا ان دونوں خوبیوں سے محروم رہنا

آنچہ یعقوبؑ از رُخِ یوسف چشید
(حضرت) یعقوبؑ نے جو کچھ حضرت یوسفؑ کے رخ سے چکھا

وانچہ او از بوئے او اندر کشید
اور جو کچھ انھوں نے انکی خوشبو سے باطن میں حاصل کیا

وانچہ در روئے بود اندر روئے بدید
اور جو کچھ ان (یوسفؑ) کے اندر تھا انھوں نے دیکھا

خاص او بُد او با خواں کے رسید
وہ ان کی خصوصیت تھی، بھائیوں کو کب حاصل ہوا؟

ایں ز عشقش خویش در چہ می کند
یہ ان کے عشق سے اپنے آپکو کنویں میں گرا رہے ہیں

واں بکیں از بہرِ او چہ می کند
وہ کینہ وری سے انکے لئے کنواں کھود رہے ہیں

---

[1] پیشِ قبطی۔ ہشیار کے احوال ہر شخص کے اعتبار سے جداگانہ ہیں جس شخص کے مناسب جو حال ہے وہ اسی کو سمجھ سکتا ہے۔ قبطی۔ فرعونی نسل کا آدمی۔ سبطی۔ اسرائیل۔ جادہ۔ دریائے نیل حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کے لئے راستہ بنا فرعون اور اس کا لشکر اسی میں ڈوب گیا۔ باد۔ آندھی سے قوم عاد برباد ہوئی حضرت ہودؑ اور انکی قوم کے لئے فتح کا سبب بنی۔

[2] گلستاں۔ آگ حضرت ابراہیمؑ کے لئے گلزار بنی۔ نمرود کے لئے باعث ہلاکت بنی۔ سمندر۔ ایک پرندہ ہے جو آگ میں پرورش پاتا ہے۔ درد۔ درد و غم عاشقوں کی غذا ہے کمینے حلوا بھی اس طرح کھا جاتے ہیں جس سے انکو بدہضمی ہو جاتی ہے۔

[3] مخصوص۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ چیزوں کے احوال مختلف اشخاص کے اعتبار سے مختلف ہیں حضرت یوسفؑ کا چہرہ حضرت یعقوبؑ کے لئے کچھ تاثیر رکھتا تھا دوسروں کے لئے اسکی تاثیر دوسری تھی۔ آنچہ۔ جو خوبیاں حضرت یوسفؑ میں تھیں وہ حضرت یعقوبؑ کو نظر آتیں بھائی نہ دیکھ سکے۔ ایں۔ حضرت یعقوبؑ یوسفؑ کے غم میں اپنے آپ کو ہلاک کئے دیتے تھے انکے بھائی انکو

سفرۂ او پیشِ ایں از ناں تہی ست — پیشِ یعقوبؑ ست پُر کو مشتہی ست

اُن (یوسفؑ) کا دستر خوان اِنکے لئے روٹی سے خالی ہے — (حضرت) یعقوبؑ کیلئے بھرا ہوا ہے کیونکہ وہ خواہشمند ہیں

رُوئے ناشستہ نہ بیند رُوئے حور — لَاصَلوٰۃَ گفت اِلَّا بِالحضور

بِن دُھلا مُنھ، حور کا مُنھ نہیں دیکھتا ہے — آنحضورؐ نے فرمایا کہ نماز بغیر حضورِ قلب، کے نہیں ہے

عشق باشد لُوت پُوتِ جانہا — جُوع ازیں رُو لیست قُوتِ جانہا

عشق، جانوں کے لئے قسم قسم کا کھانا ہے — اسی لئے بھوک، جانوں کی غذا ہے

جُوعِ یوسفؑ بُود مر یعقوبؑ را — بُوئے نانش می رسید از دور جا

(حضرت) یعقوبؑ کو (حضرت) یوسفؑ کی بھوک تھی — اُن کو اُن کی روٹی کی خوشبو دُور سے آ پہنچ رہی تھی

آنکہ بستد پیرہن را می شتافت — بُوئے پیراہانِ یوسفؑ می نیافت

جس نے پیرہن حاصل کیا تھا وہ دوڑ رہا تھا — (حضرت) یوسفؑ کے لباس کی خوشبو محسوس نہیں کیا

وانکہ صد فرسنگ زاں سُو بُود او — چونکہ بُد یعقوبؑ می بُوئید بو

وہ جو اُس جانب سے سینکڑوں فرسنگ تھا — چونکہ وہ حضرت یعقوبؑ تھے، وہ خوشبو سونگھ رہے تھے

اے بسا عالم ز دانش بے نصیب — حافظِ علم ست آں کس نے حبیب

بہت سے عالم ہیں، جو سمجھ سے محروم ہیں — وہ عالم علم کا نگہبان ہے، نہ کہ محبوب

مستمع از وے ہمی یابد مشام — گرچہ باشد مستمع از جنسِ عام

سننے والا، اُس کی خوشبو حاصل کر لیتا ہے — خواہ سننے والا عوام میں سے ہو

زانکہ پیراہن بدستش عاریہ است — چوں بدستِ آں نخاسی جاریہ است

کیونکہ اُس کے پاس لباس عارضی ہے — جیسے کہ غلام فروش کے ہاتھ میں لونڈی ہوتی ہے

جاریہ پیشِ نخاسی سرسری ست — در کفِ اُو از برائے مشتری ست

غلام فروش کے لئے وہ لونڈی تھوڑی دیر کیلئے ہے — اُس کے قبضہ میں خریدار کے لئے ہے

قسمتِ حق ست روزی خواہ نے — ہر یکے را سُوئے دیگر راہ نے

اللہ (تعالیٰ) کی تقسیم ہے، نہ کہ روزی چاہنے والے کی — کسی کے لئے دوسرے کی جانب راستہ نہیں ہے

یک خیالے نیک باغِ آں شدہ — یک خیالے زشت راہِ ایں زدہ

ایک اچھا خیال، اُس کیلئے گلزار بن گیا — ایک بُرا خیال، اِس کے لئے راہزن بن گیا

ایک عارضی چیز ہے اسکی مثال اُس غلام فروش کی سی ہے جسکے پاس فروخت کرنے کیلئے کوئی لونڈی ہو وہ اُس سے بے بہرہ رہتا ہے خریدار اُس سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔ نخاسی۔ بردہ فروش۔ قسمتِ حق۔ یہ تمام تقسیم اللہ کی جانب سے ہے جس کا جو حصہ ہے وہ اُسکو ملتا ہے طالب کا اُس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ یک خیال۔ ایک شخص کے نصیب میں

لہ سفرہ او۔ حضرت یوسفؑ کے چہرے کا دسترخوان حضرت یعقوبؑ کے لئے انوار و برکات سے بھرا تھا بھائیوں کے لئے خالی تھا۔ روئے ناشستہ۔ جن لوگوں کے دل نجاست سے بھرے ہیں اُن کو انوار نظر نہیں آتے ہیں اِسی لئے کفار کو خدا کا دیدار نہ ہوگا نماز میں کیفیات اُس شخص کو میسر آئیں گی جو قلب کو مشغول کر کے حضورِ قلب کے ساتھ نماز پڑھے گا جاننا چاہئے عاشقوں کی جانوں کیلئے عشق غذا ہے۔ جوع۔ مشہور مقولہ ہے اَلجُوعُ طَعَامُ الصِّدِّیقِین بھوک صدیقوں کی غذا ہے۔

سلہ جوع۔ حضرت یعقوبؑ میں حضرت یوسفؑ کی طلب صادق تھی اِسی لئے انہیں دور سے اُنکی خوشبو محسوس ہو گئی۔ آنکہ بستد۔ وہ شخص جو حضرت یوسفؑ کی قمیص حضرت یعقوبؑ کے پاس لیکر آیا وہ طلب صادق سے خالی تھا اُسکو اُس قمیص میں کوئی خوشبو معلوم نہ ہوئی۔ وانکہ۔ حضرت یعقوبؑ قمیص سے سینکڑوں میل کے فاصلہ پر تھے لیکن اُن کو اُس کی خوشبو محسوس ہو گئی۔ اے بسا۔ جو عالم بے عمل ہیں اُنکی مثال حضرت یوسفؑ کی قمیص لانے والے کی سی ہے۔

سلہ مستمع۔ عالم بے عمل کے وعظ اور علم سے وہ لوگ جن میں طلب صادق ہوتی ہے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ پیراہن۔ بے عمل عالم کے پاس علم

آں[1] خیالے از اثر باغے شدہ — ویں خیالے عالمے برہم زدہ

وہ خیال نتیجہ کے اعتبار سے باغ ہو گیا — اِس خیال نے جہان کو تہ و بالا کر دیا

آں خدائے کز خیالے باغ ساخت — وز خیالے دوزخ و جائے گداخت

وہ خدا (تعالیٰ) جس نے ایک خیال سے باغ بنایا — اور ایک خیال سے دوزخ اور پگھلنے کی جگہ بنا دی

پس کہ داند راہِ گلشنہائے او — پس کہ داند جائے گلخنہائے او

اُس کے باغوں کا راستہ کون جانتا ہے؟ — اُس کی بھٹیوں کا راستہ کون جانتا ہے؟

دیدہ بانِ دل نہ بیند در مجال — کز کدامیں رُکنِ جاں آید خیال

دل کا محافظ تنگ دَور میں نہیں دیکھتا ہے — کہ جان کے کونسے گوشے سے یہ خیال آتا ہے

جز[2] مگر آں دل کہ دارد عونِ حق — کونِ او را نیست کردہ کونِ حق

سوائے اُس دل کے جسکو اللہ (تعالیٰ) کی مدد حاصل ہے — اللہ (تعالیٰ) کے وجود نے اسکے وجود کو فنا کر دیا ہے

گر بدیدے مطلعش راز احتیال — بند کردے راہِ ہر ناخوش خیال

اگر تدبیر سے اس کے آنے کی جگہ کو دیکھ سکتا — تو ہر بُرے خیال کا راستہ بند کر دیتا

کے رسد جاسوس را آنجا قدم — کہ بُود مرصاد و در بندِ عدم

جاسوس کا وہاں قدم کب پہنچتا ہے — جو عدم میں محفوظ اور گھات کی جگہ ہو

دامنِ فضلش بکف کن کوروار — قبضِ اعمیٰ ایں بُود اے شہریار

اندھوں کی طرح اسکی رحمت کے دامن کو پکڑ لے — اے شاہ! اندھے کا پکڑنا یہ ہوتا ہے

دامنِ او امر و فرمانِ ویست — نیکبختے کہ تقی جانِ ویست

حکم اور فرمان اُس کا دامن ہے — وہ نیک بخت ہے جس کی جان متقی ہے

آں[3] یکے در مرغزار و جوئے آب — واں یکے پہلوئے او اندر عذاب

ایک چمنستان، اور پانی کی نہر میں ہے — اور ایک اُس کے پہلو میں عذاب میں ہے

او عجب مانده کہ ذوقِ او ز چیست — واں عجب ماندہ کہ ایں در حبس کیست

وہ تعجب میں ہے کہ اُس کا لطف کس چیز میں ہے؟ — اور وہ تعجب میں ہے کہ یہ کس پھندے میں ہے

ہیں چرا خشکی کہ اینجا چشمہ ہاست — ہیں چرا زردی کہ اینجا صد دواست

خبردار: تو کیوں خشک ہے، یہاں چشمے ہیں — خبردار تو کیوں پیلا ہے یہاں سینکڑوں دوائیں ہیں

راحت اُٹھانے والے پر متعجب ہے اور راحت اٹھانے والا تکلیف اٹھانے والے پر۔ ہیں۔ راحت پانے والا، تکلیف اٹھانے والے سے کہتا ہے کہ تو بھی اِدھر آجا کیوں تکلیف اٹھاتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں اُدھر نہیں آسکتا ہوں یہی مومن اور کافر کا حال ہے۔

[1] آں خیالے۔ نیک خیال کے نتیجہ میں انسان کو راحت و آرام حاصل ہوتا ہے بد خیال عالم کی تباہی کا سبب بنتا ہے۔ آں خدائے۔ یہ خیالات کی تقسیم اور عطا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ پس کہ داند۔ انسان یہ نہیں سمجھ سکتا کہ کونسے خیالات آرام دہ ہیں اور کونسے خیالات تباہ کن ہیں۔ دیدہ بان۔ انسان کو یہ پتہ نہیں چلتا کہ اُس کے دل میں خیالات کس راہ سے آتے ہیں۔ رکن۔ گوشہ۔

[2] جز مگر۔ انسان اپنے لئے اچھے بُرے خیالات کو خدا کی مدد سے پہچان سکتا ہے کیونکہ یہ خیالات اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں انسان کے ساختہ نہیں ہیں۔ مطلعش۔ یعنی خیالات کے آنے کی راہ۔ کے رسد۔ خیالات کے آنے کی راہ عدم میں ہے اور جاسوس مقید بوجود ہے تو عدم تک اسکی رسائی ناممکن ہے مرصاد گھات کی جگہ۔ دامن۔ ان خیالات کی راہ اگر معلوم کرنی ہے تو اللہ کے فضل کا دامن اللہ کے احکام ہیں انھیں وابستہ ہو جا۔

[3] آں یکے۔ اب اللہ کی تقسیم کا پھر ذکر شروع کیا ہے نیک بخت اور بد بخت کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص تو باغ اور نہروں سے لطف اندوز ہے اسکے پاس ہی ایک شخص گرمی اور پیاس کی تکلیف برداشت کر رہا ہے۔ او عجب۔ تکلیف اُٹھانیوالا

ہمنشینا ہیں[1] بیا اندر چمن — گویدا اے جاں من نیارم آمدن
اے ساتھی! خبردار چمن میں آجا — وہ کہتا اے دوست! میں نہیں آسکتا

ہیں بیا جاناں کہ پایت بستہ نیست — گویدش نے نے تنانم تو بالیست
خبردار اے دوست! آجا کیونکہ تیرے پاؤں بندھے ہوئے نہیں ہیں — وہ اُس سے کہتا ہے نہیں نہیں مجھ کیں سکت نہیں تو ٹھہر جا

یک مثل آمد دریں معنیٰ بگفت — بوکہ یابی زیں بیاں سرِ نہفت
اس سلسلہ میں ایک کہاوت کہی گئی ہے — شاید کہ تو اس بیان سے چھپے ہوئے راز کو محسوس کرلے

اندر ایں معنیٰ بگویم قصہ — گوش بکشا تا بری زاں حصہ
اس سلسلہ میں میں ایک قصہ سُناتا ہوں — کان کھول لے تاکہ تو اُس میں سے حصہ پالے

حکایت غلام امیر کہ اُنسِ عظیم داشت در مُناجات و نماز باحق

ایک حاکم کے اُس غلام کا قصہ جو کہ اللہ تعالیٰ کی نماز اور سرگوشی سے بہت محبت رکھتا تھا

در زمانے بود امیرے از کرام — بود سنقر[2] نام اُورا یک غلام
ایک زمانہ میں بڑے لوگوں میں سے ایک حاکم تھا — اُس کا ایک غلام سنقر نام کا تھا

میر شد محتاجِ گرمابہ سحر — بانگ زد سنقر ہلا بردار سر
صبح کو حاکم کو حمام کی ضرورت ہوئی — اُس نے پکارا، سنقر! خبردار اُٹھ جا

طاس و ایزار و گِل از اِلتوں بگیر — تا بگرمابہ رویم از ناگزیر
طشلا اور تہ بند اور ملتانی مٹی اِلتون سے لیلے — تاکہ ضرورت کی وجہ سے ہم حمام میں جائیں

سُنقر آں دم طاس و ایزارِ نکو — برگرفت و رفت با اُو دو بدو[3]
سُنقر نے فوراً طشلا اور اچھا تہ بند — لے لیا، اور اُس کے ساتھ ساتھ چلا

مسجدے بر رہ بُدو بانگ صلا — آمد اندر گوشِ سُنقر برملا
راستے میں مسجد تھی اور بُلاوے کی آواز — صاف طور پر سُنقر کے کان میں آئی

بود سُنقر سخت مُولع در نماز — گفت اے میرِ من اے بندہ نواز
سُنقر نماز کا بہت فریفتہ تھا — بولا اے میرے آقا! اے بندہ پرور

تو بریں دُکاں زمانے صبر کن — تا گزارم فرض و خوانم لم یکن
آپ اِس دُکان پر تھوڑی دیر ٹھہریں — تاکہ میں نماز ادا کروں اور لم یکن پڑھ لوں

رفت سُنقر میر در دُکاں نشست — منتظر از بادۂ پندار مست
سُنقر چلا گیا، آقا دُکان پر بیٹھ گیا — منتظر ہوکر، غرور کی شراب سے مست

---

[1] ہیں بیا۔ تیرے پاؤں میں بیڑی نہیں ہے چلا آ یہ اُس سے کہتا ہے کہ تُو بھی اُدھر نہ جا ٹھہر جا۔ غرضیکہ دونوں اپنی اپنی جگہ قائم ہیں نہ یہ اُس کا کہنا مانتا ہے نہ وہ اِس کا، ہر ایک تقسیم خداوندی کے مطابق اپنا اپنا حصہ حاصل کررہا ہے۔ قصہ۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ آقا مسجد میں نہیں پہنچ.... رہا تھا اور غلام باہر نہیں نکل .... رہا تھا یہی حال مومن اور کافر کا ہے۔

[2] سُنقر۔ اُس امیر کے غلام کا نام سُنقر تھا۔ محتاج۔ یعنی اُس کو نہلانے کی حاجت ہوگئی۔ بردار سر یعنی بستر سے اُٹھ جا۔ طاس۔ طشلا۔ ایزار۔ اِزار، تہ بند۔ گِل۔ یعنی ملتانی مٹی جس کو مَل کر نہایا جاتا تھا۔ اِلتون۔ زرِ سُرخ، اُس امیر کی لونڈی کا نام تھا۔

[3] دو بدو۔ دواں دواں۔ بانگِ صلا۔ دعوت کی آواز یعنی اذان۔ مُولع۔ فریفتہ۔ لم یکن۔ یعنی سورۃ البینۃ۔ بادۂ پندار۔ یعنی وہ اپنے غرور میں مست تھا۔

میر از بہرِ دلِ آں زندہ[1] جاں — کرد یک ساعت توقف بر دکاں
آقا نے اُس زندہ رُوح کی خاطر سے — تھوڑی دیر دکان پر توقف کیا

چوں امام و قوم بیروں آمدند — از نماز و وِردہا فارغ شدند
جب امام، اور لوگ باہر آئے — نماز اور وظیفوں سے فارغ ہو گئے

سُنقر آں جا ماند تا نزدیکِ چاشت — میر سنقر را زمانے چشم داشت
سنقر چاشت کے وقت تک وہاں رہا — آقا ایک وقت تک سنقر کا منتظر رہا

گفت اے سنقر چرا نائی بروں — گفت می نگزاردم اے ذوفنوں
بولا اے سنقر! تُو باہر کیوں نہیں آتا ہے؟ — اُس نے کہا اے ہُنرمند! وہ مجھے نہیں چھوڑتا

صبر کُن، نک آمدم اے روشنی — نیستم غافل کہ در گوشِ منی
صبر کر اے روشنی! میں ابھی آیا — میں غافل نہیں ہوں تو میرے کان میں ہے

ہفت نوبت صبر کرد و بانگ کرد — تا کہ عاجز گشت از تیباش مَرد
اُس نے سات بار صبر کیا، اور آواز دی — حتّٰی کہ آقا اُس کی ٹال مٹول سے عاجز آگیا

پاسخش[2] ایں بُود می نگزاردم — تا بروں آیم ہنوز اے محترم
اُس کا یہی جواب تھا مجھے نہیں چھوڑتا ہے — اے محترم! تاکہ میں ابھی باہر نکلوں

گفت آخر مسجد اندر کس نماند — کیست وا میدارد آنجا کت نشاند
بالآخر اُس نے کہا مسجد میں کوئی نہیں رہا — کون روکتا ہے وہاں تجھے کس نے بٹھا دیا ہے؟

گفت آنکہ بستہ استت از بروں — بستہ است اُو ہم مرا از اندروں
اُس نے کہا وہی جس نے تجھے باہر باندھ دیا ہے — اُسی نے مجھے اندر باندھا ہے

آنکہ نگذارد ترا کائی دروں — می نہ بگذارد مرا کایم بروں
جو تجھے نہیں چھوڑتا ہے کہ تو اندر آئے — وہ مجھے نہیں چھوڑتا ہے کہ میں باہر نکلوں

آنکہ نگذارد کزیں سُو پا نہی — اُو بدیں سُو بست پائے ایں رہی
وہ جو تجھے نہیں چھوڑتا کہ تو اِس طرف قدم دھرے — اُسی نے اِس جانب اِس غلام کو پابستہ کر دیا ہے

ماہیاں[3] را بحر نگذارد بروں — خاکیاں را بحر نگذارد دروں
سمندر مچھلیوں کو باہر نکلنے نہیں دیتا — سمندر خشکی کے جانوروں کو اندر نہیں آنے دیتا ہے

اصلِ ماہی زآب و حیواں از گِل ست — حیلہ و تدبیر اینجا باطِل ست
مچھلی کی اصل پانی سے ہے اور حیوان کی مٹی سے ہے — اِس جگہ کوئی حیلہ اور تدبیر بیکار ہے

---

[1] زندہ جاں، یعنی سنقر۔ وِردہا، یعنی وہ اوراد و وظائف جو نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ چشم داشت، منتظر رہا۔ در گوشِ منی یعنی میں تیری آواز سُن رہا ہوں۔ تیباش ٹال مٹول، انتظار۔

[2] پاسخش، یعنی سنقر ہر مرتبہ حاکم سے یہ کہتا تھا کہ وہ مجھے نہیں چھوڑتا۔ گفت۔ حاکم نے کہا مسجد میں تو کوئی شخص نہیں رہا سب باہر آگئے تجھے کون روک رہا ہے۔ گفت آنکہ۔ سنقر نے جواب دیا جو ذات تجھے اندر آنے سے روک رہی ہے وہی مجھے باہر نکلنے سے روک رہی ہے۔ رہی غلام۔

[3] ماہیاں۔ ایک ہی سمندر ہے جو مچھلیوں کو باہر نکلنے سے روکتا ہے اور خشکی کے جانوروں کو اندر آنے سے روکتا ہے۔ اصل۔ ہر چیز اپنی جنس کو کھینچتی ہے غیر جنس کو دفع کرتی ہے دریا اور مچھلی ایک جنس ہے لہٰذا دریا مچھلی کو کھینچتا ہے خشکی کے جانوروں کی اصل مٹی ہے پانی مٹی کو غیر جنس ہونے کی وجہ سے دفع کرتا ہے۔

قفلِ[1] زفت ست و کشاینده خدا — دست در تسلیم زن و اندر رضا
قفل بھاری ہے اور کھولنے والا اللہ تعالیٰ ہے — تسلیم اور رضا پر دسترس حاصل کر

ذرّہ ذرّہ گر شود مفتاحہا — ایں کشایش نیست از جز کبریا
ایک ایک ذرہ، اگر کنجیاں بن جائیں — یہ کشادگی بجز خدا کے (ممکن) نہیں ہے

چوں فراموشت شود تدبیرِ خویش — بخت یابی اے جواں از پیرِ خویش
جبکہ تجھ سے تیری تدبیر فراموش ہو جائے — اے جوان! تو اپنے پیر سے نصیبہ حاصل کریگا

چوں فراموشِ خودی یادت کنند — بندہ گشتی وانگہ آزادت کنند
جب تو خودی کو فراموش کر دیگا وہ تجھے یاد کرینگے — تو غلام بن جائیگا، تو وہ تجھے آزاد کریں گے

گر تو خواہی حرّی و دلِ زندگی — بندگی کن بندگی کن بندگی
اگر تو آزادی اور دل کی زندگی چاہتا ہے — غلامی کر، غلامی کر، غلامی

از خودی[2] بگذر کہ تا یابی خدا — فانیِ حق شو کہ تا یابی بقا
خودی سے گذر جا تاکہ تو خدا کو پالے — حق میں فنا ہو جا، تاکہ تو بقا حاصل کرے

گر ترا باید وصالِ راستیں — محو شو واللّٰہُ اَعلَمُ بِالیَقِین
اگر تجھے سچوں کا وصال درکار ہے — (تو) مٹ جا اور اللہ تعالیٰ یقیناً زیادہ جانتا ہے

نومید شدن انبیا علیہم السلام از قبول و پذیرائی منکران قولہ تعالیٰ حتّٰی اِذَا استَیأَسَ الرُّسُلُ

انبیاء علیہم السلام کا منکروں کے قبول اور پذیرائی کرنے سے ناامید ہونا اللہ تعالیٰ کا قول ہے یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہو گئے

انبیا گفتند در خاطر کہ چند — میدہیم ایں را و آں را وعظ و پند
انبیاء نے دل میں کہا کہ کتنا — ہم اِس اور اُس کو وعظ اور نصیحت کریں؟

چند[3] کوبیم آہنِ سردے زغے — در دمیدن در قفس ہیں تا بکے
گمراہی سے ٹھنڈے ہوئے لوہے کو ہم کب تک کوٹیں! — ہاں پنجرے میں پھونک بھرنا کب تک؟

دُمِ خر پیمودن آخر تا بچند — چوں نیفزاید جز ریشخند
گدھے کی دُم ناپنا آخر کب تک — جبکہ سوائے مذاق کے اس میں ایک جَو کا فائدہ نہیں ہے

جنبشِ خلق از قضا و وعدہ است — تیزیِ دنداں ز سوزِ معدہ است
مخلوق کی حرکت قضا اور وعدۂ الٰہی سے ہے — دانتوں کی تیزی معدہ کی سوزش سے ہے

---

[1] قُفل۔ جنسی منافرت کا قفل بہت سخت ہوتا ہے یہ صرف اللہ کے فضل سے کھلتا ہے لہٰذا تم راضی برضاء عبد اور ندی ہو جاؤ تب یہ قفل کھلے گا ورنہ یہ ممکن نہیں ہے کہ ممکن کی واجب کی طرف کشش ہو سکے۔ چوں۔ انسان جب اپنی تدابیر سے یہ قفل نہ کھول سکے تو شیخ کی طرف رجوع کرے مُرید کو جب خود فراموشی حاصل ہو جاتی ہے تب شیخ اُس کو یاد کرتا ہے جب مُرید شیخ کا غلام بن جاتا ہے تو شیخ اُس کو علائق دنیوی سے آزادی عطا کر دیتا ہے گر تو خواہی۔ اگر تمہیں آزادی کی تمنا ہے اور دل کی زندگی چاہتے ہو تو عبادت اور اطاعت اختیار کرو۔

[2] از خودی۔ خودی کو چھوڑ کر فنا فی اللہ حاصل کرنے پر بقاء دوام حاصل ہوتا ہے۔ گر ترا۔ سچے یقین سے وصال اُس وقت حاصل ہو گا جب انسان اپنے آپ کو فنا کر ڈالے گا۔ نومید شدن اب مولانا نے انبیاء اور منکرین کا تذکرہ پھر شروع کیا ہے۔ انبیاء منکرین کے انکار سے انبیاء اُنکی اصلاح سے مایوس ہو جاتے تھے۔

[3] چند۔ انبیاء نے مایوس ہو کر یہ سوچا کہ ان منکروں کو نصیحت کرنا تو ایسا ہی بیکار ہے جیسا کہ ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا یا سوراخ دار پنجرے میں پھونک بھرنا۔ دُم۔ اُن لوگوں کو نصیحت کرنا بیکار اور مذاق اڑوانے کا سبب ہے۔ جنبش۔ پھر سوچا یہ سب اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے ہے جبتک اُدھر سے کشش نہ ہو اُنکی ہدایت ناممکن ہے بھوک لگتی ہے تو دانت چلتے ہیں۔

نفسِ[1] اوّل راند بر نفسِ دوم
پہلے نفس نے دوسرے نفس پر حکم چلایا

ماہی از سر گندہ باشد نے زِدُم
مچھلی سر کی جانب سے سڑتی ہے نہ کہ دُم کی جانب سے

لیک ہم میدان و خرمیران چو تیر
لیکن سمجھ بھی بنے اور تیر کی طرح گذرے کو ہکسارہ

چونکہ بَلِّغْ گفت حق شُد ناگزیر
چونکہ اللہ (تعالیٰ) نے تبلیغ کر، فرمایا (لہٰذا) ضروری ہے

تو نمیدانی کزیں دو کیستی
تو نہیں جانتا کہ ان دو میں تو کون ہے؟

جہد کُن چندانکہ بینی چیستی
کوشش کر جتنی کہ تو جان لے کہ تو کیا ہے

چوں نہی بر پُشتِ کشتی بار را
جب تو کشتی پر مال لادھتا ہے

بر توکّل می کُنی آں کار را
اُس کام کو تو توکل (کی بناء) پر کرتا ہے

تو نمیدانی[2] کزیں ہر دو کئی
تو نہیں جانتا کہ تو اِن دو میں کونسا ہے

غَرقہٴ اندر سفر یا ناجئی
سفر میں ڈوبنے والا ہے، یا بچنے والا ہے

گر بگوئی تا ندانم من کیم
اگر تو کہے کہ جبتک میں جان لوں کہ میں کون ہوں

در نخواہم تاخت بر کشتی و یم
میں کشتی اور سمندر پر نہ جاؤں گا

من دریں رہ ناجیم یا غرقہ ام
میں اِس راستے میں بچنے والا ہوں یا ڈوبنے والا

کشف گرداں کز کدامیں فرقہ ام
واضح کر دے، میں کس فرقے میں سے ہوں

من نخواہم رفت ایں رہ باگماں
میں اس راستہ پر گمان کے ساتھ نہ جاؤں گا

بر امیدِ خشک ہمچوں دیگراں
دوسروں کی طرح خالی اُمید پر

ہیچ[3] بازرگانیے ناید ز تو
تجھ سے کوئی تجارت نہ ہوسکے گی

زانکہ در غیب ست سِرِّ ایں دو رُو
کیونکہ اِن دونوں رُخوں کا راز غیب میں ہے

تاجرِ ترسندہ طبعِ شیشہ جاں
ڈرنے والا، نازک دل، تاجر

در طلب نے سُود دارد نے زیاں
طلب میں نہ نفع کماتا ہے نہ نقصان

بل زیاں دارد کہ محروم ست و خوار
بلکہ نقصان اُٹھاتا ہے کیونکہ وہ محروم اور ذلیل ہے

نور اُو یابد کہ باشد شُعلہ خوار
نور وہ حاصل کرتا ہے جو شعلے کو نگلنے والا ہو

چونکہ بر بوک ست جملہ کارہا
چونکہ تمام کاروبار اُمید پر ہے

کارِ دیں اولیٰ کزیں یابی رہا
(تو) دین کا کام زیادہ مستحق ہو کہ تو اس سے سبکدوش ہو جائے

نیست دستورے دریں جا قرعِ باب
اِس جگہ دروازہ کھٹکھٹانے کی اجازت نہیں ہے

جز اُمید اللہُ اَعلَمُ بِالصَّواب
سوائے اُمید کے، خدا بہتر جانتا ہے

[1] نفسِ اول۔ انبیاء اللہ کی ذات حکمراں ہے جو کچھ ہے عالمِ بالا کی طرف سے ہے۔ لیک۔ لیکن قضاء و قدر کے پیشِ نظر عمل دوسی ترک نہیں کیا جاسکتی ہے ہمیں تو پیغام پہنچانے کا حکم ہے خواہ وہ مفید ہو یا نہ ہو۔ چیستی۔ یعنی یہ تو مرنے کے بعد پتہ چلیگا کہ انسان جنتی ہے یا جہنمی لیکن زندگی میں اس کو عمل کرتے رہنا چاہئے۔ چوں نہی۔ دنیا کے تمام کاروبار توقع اور اُمید پر مبنی ہیں تاجر دریائی سفر کرتا ہے تو نفع موہوم کی امید پر کرتا ہے۔

[2] تو نمیدانی۔ تاجر سمندری سفر کرتا ہے تو اُسکو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ڈوبیگا یا پار ہو جائیگا۔ من نخواہم۔ اگر کوئی تاجر یہ کہے کہ جب تک مجھے بچنے کا یقین نہ ہو جائے تو میں تجارت کے لئے سمندری سفر نہ کروں گا۔ اُمیدِ خشک۔ یعنی موہوم اُمید۔

[3] ہیچ۔ اِس طرح کا تاجر کبھی تجارت نہیں کر سکتا۔ دو رو۔ یعنی ڈوبنا اور پار ہونا۔ تاجرِ ترسندہ۔ اِس طرح کا ڈرنے والا تاجر نہ نفع کما سکتا ہے نہ نقصان۔ بل۔ پہلے مصرع میں نقصان اُٹھانے کا انکار کیا تھا اب فرماتے ہیں کہ نہیں ایسا تاجر نقصان میں ہے نفع سے محروم رہنا اور ذلیل ہونا نقصان ہے۔ چونکہ جبکہ دنیا کے سارے کاروبار موہوم نفع کی بنیاد پر چلتے ہیں تو دین

بیان آنکہ ایمانِ مُقلّد خوف ست و رجا

اس کا بیان کہ مقلد کا ایمان امید و بیم میں ہے

داعیِ ہر پیشہ امیدست و بُوک ¹ — گرچہ گردنشاں ز کوشش شد چو دُوک
ہر پیشے کی محرک اُمید اور تمنا ہے — اگرچہ اُن کی گردن کوشش میں تکلے کی طرح ہوگئی ہے

بامداداں چوں سُوئے دُکّاں رَوَد — بر اُمید و بُوکِ روزی می رَوَد
صبح کو، جب دُکان کی جانب جاتا ہے — کمائی کی اُمید اور تمنا پر جاتا ہے

بُوکِ روزی نبوَدت چوں می رَوی — خوفِ حرماں ہست تو چونی قوی
تجھے روزی کی اُمید نہ ہو تو کیوں جائے؟ — محرومی کا ڈر ہے تو تو قوی کیوں ہے؟

خوفِ حرمانِ ازل در کسبِ قُوت — چوں نکردت سُست اندر جستجوت
روٹی کمانے میں ازلی محرومی کے ڈر نے — تجھے تیری جستجو میں سست کیوں نہ کیا؟

گوئی ² آرے خوفِ حرماں ہست پیش — ہست اندر کاہلی ایں خوف بیش
تو کہتا ہے کہ ہاں محرومی کا ڈر پیش (نظر) ہے — (لیکن) سستی میں یہ ڈر زیادہ ہے

ہست در کوشش امیدم بیشتر — دارم اندر کاہلی افزوں خطر
کوشش میں مجھے زیادہ اُمید ہے — سستی میں مجھے زیادہ خطرہ ہے

پس چرا در کارِ دیں اے بدگماں — دامنت می گیرد ایں خوفِ زیاں
اے بدگمان! پھر دین کے کام میں کیوں — یہ نقصان کا خوف تیرا دامن پکڑ لیتا ہے؟

یا ندیدی کاہلِ ایں بازارہا — در چہ سُودند انبیا و اولیا
کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اس بازار والے — انبیاء اور اولیاء، کس قدر نفع میں ہیں

زیں دُکاں ³ رفتن چہ کانشاں رُو نمود — اندریں بازار چوں بستند سُود
اس دُکان سے چلنے نے اُنکو کیسی کان دکھائی — اس بازار میں اُنھوں نے کیسا نفع کمایا!

آتش آں را رام چوں خلخال شد — بحرِ ایں را رام چوں حمّال شد
اُن کے لئے آگ پازیب کی طرح فرمانبردار بنی — سمندر ہر بوجھ اُٹھانے والے کی طرح اُنکا فرمانبردار ہوا

از دمِ آں مُردہ زندہ شدہ — ابر آں را سائبانے آمدہ
اُن کے پھونک مارنے سے مُردہ زندہ ہوا — ابر اُن کے لئے سائبان بنا

---

¹ داعی۔ انسان جو پیشہ کرتا ہے وہ محض اُمید پر کرتا ہے اور اُسمیں اتنی مصیبتیں جھیلتا ہے کہ اُس کی گردن تکلے کی طرح ہوجاتی ہے۔ بامداداں۔ صبح سویرے نفع کی اُمید پر دکان کھولتا ہے۔ بوک۔ اگر نفع کی اُمید نہ ہو تو کبھی دکان نہ کھولے۔ خوفِ حرماں۔ یہاں بھی محرومی اور نقصان کا لامحالہ خوف ہے لیکن انسان کی مستعدی میں کوئی فرق نہیں آتا ہے تو دین کے معاملہ میں محرومی کے خوف سے سستی کیوں برتی جائے۔ قوت۔ کھانا۔ روزی۔

² گوئی۔ دنیاوی معاملات میں تو خود کہتا ہے کہ کام کرنے میں جو محرومی کا خوف ہو سستی برتنے اور کام نہ کرنے میں اُس سے زیادہ محرومی کا خوف ہے۔ ہست۔ دنیاوی معاملات میں انسان کہتا ہے کہ کوشش میں بہرحال اُمید ہے اور سستی میں تو بہت خطرات ہیں۔ پس۔ جب دنیاوی معاملات میں یہ تقریر ہے تو دین کے معاملات میں یہ تقریر کیوں نہیں کیجاتی ہے۔ یا ندیدی۔ دین کے معاملات میں کوشش کرکے کامیاب ہونے والوں کی مثالیں دنیا میں بہت ہیں۔

³ زیں دکاں۔ دنیا کی دکان سے انبیاء اور اولیاء نے وہ نفع کمایا ہے کہ جب وہ اُس دکان سے نکلے ہیں تو اُنکو روپیہ ہی نہیں بلکہ سونے چاندی کی کانیں ملی ہیں۔ آتش۔ اس دنیا کی دکان سے حضرت ابراہیمؑ نے وہ نفع کمایا کہ آگ گلزار اور زیور بن گئی۔ بحر۔ حضرت موسٰیؑ کی دریائے نیل نے حمالی کی۔ از دم۔ حضرت عیسٰیؑ کے پھونک مارنے سے مُردے زندہ ہوئے۔ ابر۔ آنحضورؐ پر ابر نے سایہ کیا۔

آہن آنرا رام ہمچوں موم شد | باد آنرا بندہ و محکوم شد
لوہا ان کے لئے موم کی طرح فرمانبردار تھا | ہوا اُن کی غلام اور محکوم ہوئی

شد براں در دفع دشمن چوب مار | عنکبوتے شد مر ایں را پردہ دار
دشمن کو دفع کرنے کیلئے لکڑی اُن کیلئے سانپ بنی | مکڑی اُن کے لئے پردہ گر نیوالی بنی

بیان آنکہ رسول علیہ السلام فرمودہ اِنَّ لِلّٰہِ تعالیٰ اَولیاءَ اَخفیاءَ

اِس کا بیان کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کے کچھ پوشیدہ ولی ہیں

قوم دیگر سخت پنہاں میروند | شہرۂ خلقان ظاہر کے شوند
کچھ دوسرے لوگ ہیں جو بہت پوشیدہ چلتے ہیں | (وہ) ظاہری مخلوق میں کب مشہور ہوتے ہیں؟

اینہمہ دارند و چشم ہیچ کس | بر نیفتد بر کیاشاں یک نفس
یہ سب کچھ رکھتے ہیں اور کسی کی نگاہ | اُن کی بزرگی پر ایک دَم کے لئے نہیں پڑتی

ہم کرامتشاں ہم ایشاں در حرم | نامِ شاں را نشنوند ابدال ہم
اُنکی کرامت بھی (اور) وہ خود بھی حریم میں ہیں | ابدال بھی اُن کا نام نہیں سنتے ہیں

یا نمیدانی کرمہائے خدا | کو ترا میخواند ایں سو کہ بیا
کیا تو نہیں جانتا کہ خدا کے کرم ہیں | جو تجھے پکارتے ہیں کہ اس طرف آجا

شش جہت عالم ہمہ اکرام اوست | ہر طرف کہ بنگری اعلام اوست
عالم کی شش جہت میں اُس کے اکرام ہیں | تو جس طرف دیکھے اُس کی نشانیاں ہیں

چوں کریمے گویدت آتش در آ | اندر آ زود و مگو سوزد مرا
جب کریم تجھ سے کہے کہ آگ میں آجا | جلد اندر آجا اور نہ کہہ کہ وہ مجھے جلادیگی

کوز آتش نرگس و نسریں کند | وز میانش غنچہا سر برزند
کیونکہ وہ آگ سے نرگس اور نسرین بنادیتا ہے | اُس کے اندر سے غنچے کھلتے ہیں

در حقیقت آتش از ہیبت چو ماست | گا ذر دستار خوان انبیاست
درحقیقت آگ خوف سے پانی کی طرح ہے | (وہ) انبیاء کے دسترخوان کا دھوبی ہے

حکایتِ مندیل در تنور انداختن انس بن مالک و ناسوختن او

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کا رومال کو تنور میں ڈالنے اور اُس کے نہ جلنے کا قصہ

۵۳ حکایت۔ اِس واقعہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ انبیاء اولیاء کے حکم سے آگ، پانی کا کام کردیتی ہے۔

۵۱ آہن۔ حضرت داؤدؑ کے لئے لوہا موم بنا۔ باد۔ حضرت سلیمانؑ کا تخت ہواکاندھوں پر لئے پھرتی تھی۔ چوب۔ حضرت موسیٰؑ کی لکڑی اژدہا بنی۔ عنکبوت۔ آنحضورؐ کیلئے غارِ ثور میں مکڑی نے جالا تنا جس کی وجہ سے آنحضورؐ کو دشمن نہ پکڑ سکے۔ بیان۔ انبیاء نے جو نفعے کمائے اُن کو ذکر کرنے کے بعد اولیاء کے نفعوں کا ذکر شروع کیا ہے۔ قومِ دیگر۔ اولیاء کی ایک جماعت وہ ہے جس کو ابدال تک نہیں پہچان سکتے تو عوام اُن کو کیا سمجھے۔ اینہمہ دارند۔ جو انبیاء کے نفعے ہیں وہ اُنکو حاصل ہیں۔ ۵۲ در حرم۔ یعنی وہ اولیاء اور اُنکی کرامتیں اللہ کے حریم میں پوشیدہ ہیں۔ یا نمیدانی۔ دین کے بارے میں تیری سستی اس لئے ہے کہ تجھے یہ خبر نہیں کہ حضرت حق کی رحمتیں تجھے اپنی طرف بُلاتی ہیں۔ شش۔ یعنی تیرے دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہیں۔ اعلام۔ علم کی جمع، نشانی۔ چوں کریمے۔ شعر کا۔ وہ کریم آگ کو گلزار بنادیگا اور اسمیں پھول کھلیں گے۔ ما۔ پانی۔ گاذر۔ دھوبی۔

از انسؓ فرزندِ مالک آمدہ است | کہ بمہمانیِ اُو شخصے شدہ است

انسؓ، مالک کے بیٹے کی بات منقول ہے | کہ ایک شخص اُن کا مہمان بنا

اُو حکایت کرد کز بعدِ طعام | دید انسؓ دستارِ خواں را زرد فام[۱]

اُس نے بیان کیا ہے کہ کھانا کھانے کے بعد | (حضرت) انسؓ نے دسترخوان کو پیلا دیکھا

چرکن و آلودہ گفت اے خادمہ | اندر افگن در تنورش یک دمہ

میلا اور سنا ہوا، فرمایا اے لونڈی! | ایک دم اُس کو تنور میں ڈال دے

در تنورِ پُر ز آتش در فگند | آں زماں دستارِ خواں را ہوشمند

آگ بھرے، تنور میں ڈال دیا | فوراً دسترخوان کو (اُس) ہوشمند نے

جملہ مہماناں دراں حیراں شدند | انتظارِ دُودِ کندوری بُدند

سب مہمان اس (معاملہ) میں حیران ہو گئے | دسترخوان کے دھوئیں کے منتظر تھے

بعدِ یک ساعت بر آورد از تنور | پاک و اسپید و ازاں اوساخ دُور

تھوڑی دیر کے بعد اُس نے تنور سے نکالا | پاک اور سفید اور اس میل کچیل سے دُور

قوم گفتند اے صحابیِ عزیز | چوں نسوزید و منقّیٰ گشت نیز

لوگوں نے کہا، اے معزز صحابی! | وہ کیوں نہ جلا اور صاف بھی ہو گیا

گفت زانکہ مصطفیٰ دست و دہاں | بس بمالید اندریں دستار خواں

اُنھوں نے کہا اِسلئے کہ مصطفیٰ نے ہاتھ اور منہ | اِس دسترخوان سے بہت پونچھا ہے

اے[۲] دلِ ترسندہ از نار و عذاب | با چناں دست و لبے کن اقتراب

اے آگ، اور عذاب سے ڈرنے والے دل! | ایسے ہاتھ، اور ہونٹ سے نزدیک ہو جا

چوں جمادے را چنیں تشریف داد | جانِ عاشق را چہا خواہد گشاد

جب بے جان کو اُس نے اتنی شرافت دیدی | عاشق کی جان کو کس قدر کشادگی دیگا!

مر کلوخِ کعبہ را چوں قبلہ کرد | خاکِ مرداں باش اے جانِ در نبرد

کعبہ کے ڈھیلے کو جب اُس نے قبلہ بنا دیا | اے جان! معرکہ میں مردانِ (حق) کی خاک بنجا

بعد ازاں گفتند با آں خادمہ | تو نگوئی حالِ خود با اینہمہ

اُس کے بعد اُنھوں نے اس خادمہ سے کہا | یہ سب کچھ ہوتے ہوئے تو اپنا حال نہیں کہتی

چوں[۳] فگندی زود آں از گفتِ وے | گیرم اُو بُرد دست در اسرار ہے

اُن کے کہنے سے تُو نے جلدی سے کیوں ڈالدیا؟ | میں نے مانا کہ اُن کو رازوں کا پتہ لگ گیا تھا

لہ زرد فام۔ یعنی میل کی کثرت کی وجہ سے پیلا ہو گیا تھا۔ یک دمہ۔ فوراً۔ در تنور۔ خادمہ نے اُس کو فوراً تنور میں ڈال دیا۔ کندوری۔ رنجوری کے وزن پر، دسترخوان اوساخ۔ وسخ کی جمع، میل۔ منقّیٰ۔ صاف۔ گفت۔ حضرت انسؓ نے فرمایا چونکہ اِس سے بہت سی مرتبہ آنحضورؐ نے ہاتھ منہ پونچھا ہے، اِس لئے اِس کو آگ نہیں جلا سکتی ہے۔

لہ۲ اے۔ جو آگ کے عذاب سے ڈرتا ہے اُسکو چاہیئے کہ وہ اولیاء، اور علماء کی دست بوسی کرلے تاکہ آگ اُس کو نہ ستائے چھوڑ جاوے۔ جب بے جان دسترخوان اِسقدر فیض حاصل کر سکتا ہے تو اندازہ لگاؤ کہ عاشق کی جان کو کیا فیض حاصل نہ ہوگا۔ مر کلوخ۔ کعبہ کو باوجود اینٹ پتھر ہونیکے اِس قدر عزت عطا کی گئی ہے تو انسان کو اِس سے زیادہ شرافت حاصل ہو سکتی ہے۔ بعد ازاں۔ اب پھر اصل قصہ کی طرف رجوع کیا ہے۔

لہ۳ چوں۔ یعنی حضرت انسؓ تو اِس راز سے واقف تھے لیکن تو واقف نہ تھی تو نے اُنکے کہنے پر بلا تامّل دسترخوان کیوں آگ میں ڈالدیا۔ گفت۔ لونڈی نے جواب دیا کہ مجھے بزرگوں پر پورا بھروسہ ہے وہ کوئی غلط بات نہیں کہہ سکتے۔

اینچنیں دستار خوانِ قیمتی — چوں فگندی اندر آتش اے ستی
اے قیمتی دستر خوان — اے بی بی! تو نے آگ میں کیسے ڈال دیا؟

گفت دارم بر کریماں اعتمید — از عباد اللہ دارم بس اُمید
اُس نے کہا مجھے بزرگوں پر اعتماد ہے — میں اللہ کے (نیک) بندوں سے بہت اُمید رکھتی ہوں

میزرے چہ بُوَد اگر اُو گویدم — در رَوَم اندر عینِ آتش بے نَدَم
تہ بند کیا ہوتا ہے، اگر وہ مجھے کہیں — بلا جھجک آگ میں چلی جاؤں

اندر اُفتم از کمالِ اعتقید — نیستم زاکرامِ ایشاں نااُمید
پکے اِعتقاد کی وجہ سے اندر گھُس جاؤں — میں اُن کے کرم سے نااُمید نہیں ہوں

سَر دراندازم نہ ایں دستارخواں — زاعتمادِ بر کریمِ رازداں
میں اپنا سَر ڈال دوں نہ صرف یہ دسترخوان — رازداں، کریم کے بھروسے پر

اے برادر خود بریں اکسیر زن — کم نباید صدقِ مَرد از صدقِ زن
اے بھائی! اپنے آپ کو اِس اکسیر سے رگڑ دے — مرد کے (اعتقاد) کی سچائی عورت کی سچائی سے

آں دلِ مَردے کہ از زن کم بُوَد — آن دلے باشد کہ کم از اُشکم بُوَد
مرد کا وہ دل جو عورت کے دل سے کم ہو — وہ ایسا دل ہے جو پیٹ سے کم ہے

قصّۂ فریاد رسیدنِ رسول علیہ السّلام کاروانِ عرب را کہ از تشنگی و بے آبی درماندہ بودند و دل بمرگ نہادہ و شتران و خلق زبان را از تشنگی بیروں انداختہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے قافلہ کی فریاد پہنچنے کا قصّہ جو پیاس سے اور پانی نہ ہونے سے عاجز ہوگیا تھا اور مرنے کے قریب تھا اور اونٹ اور لوگ پیاس سے زبانیں باہر نکالے ہوئے تھے

اندر آں وادی گروہے از عرب — خشک شُد از قحطِ باراں شاں قِرَب
اُس وادی میں عرب کے ایک گروہ کی — مشکیں بارش کے قحط کی وجہ سے خشک ہو گئی تھیں

درمیانِ آں بیاباں ماندہ — کاروانے مرگ بر خود خواندہ
اُس جنگل میں رہ گیا تھا — وہ قافلہ جس نے اپنی موت کو دعوت دی تھی

ناگہانے آں مُغیثِ ہر دو کون — مصطفیٰ پیدا شُد از رہ بہرِ عون
اچانک دونوں جہان کے فریاد رس — مصطفیٰؐ مدد کے لئے راستہ سے نمودار ہوگئے

میزر۔ تہبند، ازار۔ ... چونکہ مجھے پکّا اعتقاد ... میں آگ میں خود پڑ جاؤنگی ... نہ صرف دسترخوان تو ... چیز ہے میں خود آگ میں سَر گھسا دونگی۔ اے برادر مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ مردوں کا اعتقاد اِس عورت سے کم نہ ہونا چاہیئے۔ اکسیر یعنی انبیا ماوُادیا۔ اُشکم۔ انسان کا پیٹ ... حقیر ہے۔

قصّہ۔ چونکہ انبیاء اور اولیاء کی صحبت کو اکسیر قرار دیا تھا اب ایسا واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے اُس کا اکسیر ہونا ثابت کریں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ... سے اُس حبشی کا رنگ، روپ بدل گیا۔

کارواں۔ قافلہ۔ قرب۔ قربہ کی جمع ہے، مشکیزہ۔ مرگ۔ یعنی اُنھوں نے اپنی موت کو دعوت دیدی تھی۔ مُغیث۔ فریادرس۔ عون۔ مدد۔

دید آنجا کاروانے بس بزرگ
انھوں نے وہاں ایک بڑا قافلہ دیکھا

بر تف[51] ریگ و رہِ صعب و سترگ
ریت کی گرمی اور بڑے سخت راستہ پر

اشتراں شاں را زباں آویختہ
ان کے اونٹوں کی زبانیں لٹکی ہوئی

خلق اندر ریگ ہر سو ریختہ
لوگ ریت میں ہر جانب بکھرے ہوئے

رحمش آمد گفت ہیں زوتر روید
ان کو رحم آیا، فرمایا، آگاہ! جلد جاؤ

چند یارے سوئے آں کثباں دوید
چند یار ان ٹیلوں کی جانب دوڑو

کہ سیاہے بر شتر مشک آورد
کہ ایک حبشی اونٹ پر مشک لا رہا ہے

سوئے میر خود بزودی می برد
اپنے آقا کی جانب تیزی سے لے جا رہا ہے

آں شتربانِ سیہ را با شتر
اس حبشی اونٹ والے کو مع اونٹ کے

سوئے من آرید با فرمانِ[52] مُر
سختی سے میرے پاس لے آؤ

سوئے کثبان آمدند آں طالباں
وہ تلاش کرنے والے ٹیلوں کی جانب پہنچے

بعد یک ساعت بدیدند آنچناں
تھوڑی دیر بعد انھوں نے ویسا ہی دیکھا

بندہ می شد سیہ با اشترے
حبشی غلام مع اونٹ کے جا رہا تھا

راویہ پُر آب چوں ہدیہ برے
ہدیہ لے جانے والے کی طرح مشک بھرے ہوئے

پس بدو گفتند می خواند ترا
انھوں نے اس سے کہا تجھے بلاتے ہیں

ایں طرف فخر البشر خیر الوریٰ
انسانوں کے فخر، مخلوق کے بہترین اس جانب

گفت من نشناسم او را کیست او
اس نے کہا میں انکو نہیں جانتا وہ کون ہیں؟

گفت او آں ماہ روئے قند خو
انھوں نے کہا وہ چاند جیسے چہرہ، شکر جیسی عادت والے ہیں،

سید و سرور محمد نورِ جاں
سید اور سردار محمد جو جان کا نور ہیں

مہتر و بہتر شفیعِ مجرماں
سب بالا اور سب اعلیٰ گناہگاروں کے شفیع

نوعہا[53] تعریف کردندش کہ ہست
انھوں نے انکی اس طرح کی تعریف کی جو تھی

گفت مانا او مگر آں ساحر ست
اس نے کہا ہاں، وہ شاید وہی جادوگر ہے

کہ گروہے را زبوں کرد او بسحر
اس نے ایک جماعت کو جادو سے مغلوب کر دیا ہے

من نیایم جانبِ او نیم شبر
میں اس کی جانب آدھی بالشت نہ جاؤں گا

کشکشانش آوریدند آں طرف
وہ اس کو کھینچ تان کر کے ادھر لے آئے

او فغاں برداشت در تشنیع و تف
اس نے برا کہنے اور گرم مزاجی میں شور شروع کر دیا

[51] تف۔ گرمی۔ صعب۔ سخت۔ کثبان۔ کثیب کی جمع ہے، ٹیلہ۔ سیاہ۔ حبشی۔ میر۔ آقا۔

[52] فرمانِ مُر۔ تلخ حکم۔ آنچناں۔ یعنی جیسا کہ آنحضور نے فرمایا تھا۔ می شد۔ می رفت۔ راویہ۔ پانی کی پکھال۔ گفت۔ یعنی غلام نے کہا۔ گفت او۔ صحابہ نے کہا۔

[53] نوعہا۔ یعنی صحابہ نے وہ تعریف کی جو نفس الامر تھی۔ گفت۔ اس غلام نے کہا کہ وہ وہی شخص ہے جو جادوگر کہلاتا ہے۔ کہ گروہے۔ اس جادوگر نے اپنے جادو سے ایک جماعت کو اپنے تابع بنا لیا ہے۔ شبر۔ بالشت۔ تشنیع۔ برا بھلا کہنا۔ تف۔ گرمی۔

چوں کشیدندش بہ پیش آں عزیز
جب وہ اس کو اُن معزز کے سامنے کھینچ لائے

گفت[۱] نوشید آب و بردارید نیز
انھوں نے فرمایا پانی پی لو اور لے بھی لو

جملہ رازاں مشک او سیراب کرد
انھوں نے اس مشک سے سب کو سیراب کر دیا

اشتران و ہر کسے زاں آب خورد
اونٹوں اور ہر شخص نے اس سے پانی پیا

راویہ پُر کرد و مشک از مشک او
مشک اور پکھال اس کی مشک سے بھر لی

ابر گردوں خیرہ شد از رشک او
آسمان کا ابر اس کے رشک سے حیران ہو گیا

ایں کسے دیدست کز یک راویہ
یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک پکھال سے

سرد گردد سوز چندیں ہاویہ
اتنی دوزخوں کی سوزش ٹھنڈی ہو جائے

ایں کسے دیدست کز یک مشک آب
یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک مشک پانی سے

گشت چندیں مشک پُر بے اضطراب
بغیر پریشانی کے اتنی مشکیں بھر جائیں

مشک[۲] خود روپوش بود و موج فضل
مشک آڑ تھی اور (اللہ کے) فضل کی موج

می رسید از امر او از بحر اصل
اس (اللہ تعالیٰ) کے حکم سے اصل سمندر سے پہنچ

آب از جوشش ہمی گردد ہوا
پانی اس کے جوش سے ہوا بن جاتا ہے

واں ہوا گردد ز سردی آبہا
ہوا ٹھنڈک سے پانی بن جاتی ہے

بلکہ بے اسباب بیروں زیں حکم
بلکہ بغیر اسباب کے اور ان حکمتوں کے علاوہ

آب رویانید تکویں از عدم
(اللہ کی) ایجاد نے عدم سے پانی پیدا کر دیا

تو ز طفلی چوں سببہا دیدہ
چونکہ تو نے بچپن سے اسباب پر نظر رکھی ہے

در سبب از جہل بر چفسیدہ
تو نادانی سے سبب سے چمٹ گیا ہے

با[۳] سببہا از مسبب غافلی
تو اسباب کی وجہ سے سبب پیدا کرنے والے سے غافل ہے

سوئے ایں روپوشہا زاں مائلی
اس وجہ سے تو ان آڑوں کی طرف مائل ہے

چوں سببہا رفت بر سر می زنی
جب اسباب فنا ہو جاتے ہیں تو سر پیٹتا ہے

ربّنا و ربّنا ہا می کنی
اے ہمارے رب، اے ہمارے رب، بہت کرتا ہے

رب میگوید برو سوئے سبب
اللہ (تعالیٰ) فرما دیتا ہے سبب کی طرف جا

چوں ز صنعم یاد کردی اے عجب
تعجب ہے، تو نے میری کاریگری کو کیسے یاد کیا!

گفت زیں پس من ترا بینم ہمہ
(بندہ) کہتا ہے اس کے بعد صرف تجھ پر نظر رکھوں گا

ننگرم سوئے سبب واں دمدمہ
سبب اور اس فریب کی جانب نظر نہ کروں گا

۱۔ گفت نوشید۔ آنحضورؐ نے پیاسوں سے کہا بڑا برتنوں میں بھی پانی بھر لو۔ ابر۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے پانی اتنا بڑھ گیا کہ ابر کو مشکیزہ پر رشک آنے لگا۔ اس کسے۔ رشک کی وجہ یہ تھی کہ واقعہ غیر معمولی تھا۔

۲۔ مشک خود۔ دراصل یہ پانی مشک کا نہ تھا۔ مشک تو ایک آڑ اور پردہ تھی اصل پانی غیبی چشمہ سے آ رہا تھا اور اس کی قدرت کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ آب۔ اس کی قدرت کا یہ حال ہے کہ پانی کو ہوا میں اور ہوا کو پانی میں تبدیل کرتی رہتی ہے۔ بلکہ۔ اس کی قدرت تو بغیر اسباب کے اشیاء کو عدم سے وجود میں لے آتی ہے۔ تو ز طفلی۔ چونکہ انسان بچپن سے اشیاء کے وجود کو اسباب سے متعلق کرتا ہے اسلئے مشک کو آڑ اور سبب بنا دیا گیا۔

۳۔ با سببہا۔ چونکہ ہم مسبب الاسباب یعنی ذاتِ خداوندی سے غافل ہیں اسلئے اسباب کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ چوں۔ جب سب اسباب منقطع ہو جاتے ہیں تب انسان خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کو پکارتا ہے۔ رب میگوید۔ جب اسباب سے مایوس ہو کر خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ تعجب ہے اب میری طرف متوجہ ہوا ہے۔ گفت۔ بندہ کہتا ہے کہ اب میں سب اسباب کو نظر انداز کر دوں گا۔

گویدش رُدُّوا لَعَادُوا کارِ تُست ۱ — اے تو اندر توبہ و میثاق سُست
(اللہ تعالیٰ) اس سے فرمائیگا رُدُّوا لَعَادُوا تیرا کام ہے — اے وہ کہ تو توبہ اور عہد میں کمزور ہے

لیک من آں ننگرم رحمت کُنم — رحمتم پُر است بر رحمت تنم
لیکن میں اُس کا خیال نہیں کرتا، رحمت کرتا ہوں — میری رحمت وسیع ہے میں رحمت سے کام لیتا ہوں

ننگرم عہدِ بدت بدہم عطا — از کرم ایں دم چو میخوانی مرا
میں تیرے بُرے عہد کو نہیں دیکھتا، بخشش کرتا ہوں — کرم کی وجہ سے جب کہ تو مجھے پکارتا ہے

از من آید جملہ احسان و وفا — وز تو بد عہدی و تقصیر و خطا
میری طرف سے سراسر احسان اور وفا ہے — تیری جانب سے بد عہدی اور کوتاہی اور خطا ہے!

حاصِل ۲ آنکہ در سبب پیچیدہ — لیک معذوری ہمیں را دیدہ
خلاصہ یہ ہے کہ تو سبب میں اُلجھا ہے — لیکن تو معذور ہے، تو نے یہی دیکھا ہے

قافلہ حیراں شُدند از کارِ او — یا محمدؐ چیست ایں اے بحر خو
اُن کے کارنامے سے قافلہ حیران ہو گیا — اے محمدؐ اے دریا خصلت! یہ کیا ہے؟

کردہ رُوپوش مشکِ خرد را — غرقہ کردی ہم عرب ہم کُرد را
آپ نے ایک چھوٹی مشک کو آڑ بنایا — آپ نے عربوں کو بھی اور کُردوں کو بھی اسمیں ڈبو دیا

مشکِ آں غلام پُر شدن از غیب بمعجزۂ رسولِ خدا

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے اُس غلام کی مشک کا بھر جانا

و سپید شدنِ آں غلامِ سیاہ باذن اللہ تعالیٰ

اور خدا کے حکم سے اُس غلام کا سفید ہو جانا

اے غلام ۳ اکنوں تو پُر بیں مشکِ خود — تا نگوئی در شکایت نیک و بد
اے غلام! اب تو اپنی مشک کو بھرا ہوا دیکھ لے — تاکہ تو شکایت میں بُرا بھلا نہ کہے

آں سیہ حیراں شُد از بُرہانِ او — می دمید از لامکاں ایمانِ او
وہ حبشی اُن کے معجزے سے حیران ہو گیا — غیب سے اُس کا ایمان اُگنے لگا

چشمۂ دید از ہوا ریزاں شدہ — مشکِ او رُوپوشِ فیضِ آں شدہ
اُس نے ایک چشمہ دیکھا جو فضا سے بہہ رہا تھا — اُس کی مشک اُس کی آڑ بن گئی تھی

زاں نظر رُوپوشہا ہم بر درید — تا معینِ چشمۂ غیبی بدید
اُس نے اِس نظر سے پردوں کو چاک کر دیا — یہاں تک کہ اُسنے غیبی چشمہ کا جاری پانی دیکھ لیا

---

۱ گویدش۔ اُس توبہ کرنے والے سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم جانتے ہیں انسان عہد میں بہت کمزور ہے توبہ کرکے پھر وہی کرنے لگتا ہے جس سے توبہ کی تھی۔ رُدُّوا لَعَادُوا قرآن پاک میں ہے جہنمی کہیں گے کہ اے رب ہمیں دنیا میں لوٹا دے تو ہم نیک کام کرینگے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا "اگر وہ لوٹا دیئے جائیں پھر پلٹ جائیں گے"۔ از من۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہمارا کام احسان اور وفا ہے خواہ بندہ بد عہدی اور گناہ کرے۔

۲ حاصل۔ بات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان نے چونکہ اصلِ ذات کا مشاہدہ نہیں کیا لہٰذا اُسکی اسباب سے وابستگی قابل معافی ہے۔ قافلہ۔ مشکیزے کے پانی کی کثرت کو دیکھ کر قافلہ حیران ہو گیا۔ غرقہ کردی۔ آپنے قافلہ والوں کو خواہ وہ عربی تھے یا کُردی سب کو سیراب کر دیا۔

۳ اے غلام۔ سب کو سیراب کرنیکے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام سے کہا۔ برہان۔ معجزہ۔ می دمید یعنی اللہ تعالیٰ نے اسکے دل میں ایمانی کیفیت پیدا فرما دی۔ چشمہ۔ اب اسکی باطنی آنکھیں روشن ہو گئی تھیں۔ زاں نظر۔ اُس حبشی کی نظر کے سامنے اسباب کی کوئی حقیقت باقی نہ رہی تھی۔ معین۔ جاری۔

چشمہا[1] پُر آب کرد آں دم غلام — شُد فراموشش ز خواجہ و ز مقام

اس وقت وہ غلام آنکھوں میں آنسو بھر لایا — اس سے ٹھکانا، اور آقا فراموش ہوگیا

دست و پایش ماند از رفتن براہ — زلزلہ افگند در جانش الٰہ

اس کے ہاتھ پاؤں راستہ چلنے سے درماندہ ہوگئے — خدا نے اس کی حالت میں ہلچل پیدا کردی

باز بہرِ مصلحت بازش کشید — کہ بخویش آ، باز رَو اے مستفید

(آنحضورؐ نے) پھر اس کو مصلحتاً کھینچا — کہ اے طالب فیض! ہوش میں آجا اور واپس جا

وقتِ حیرت نیست حیرت پیشِ تست — ایں زماں در رہ درآ چالاک و چست

(یہ) حیرت کا وقت نہیں ہے حیرت پیش آنیوالی ہے — اب ہوشیاری اور چستی سے راہ (ہدایت) پر آجا

دستہائے[2] مصطفےٰ بر رُو نہاد — بوسہائے عاشقانہ بس بداد

اس نے مصطفےٰ کے ہاتھ (اپنے) چہرے پر رکھے — بہت سے عاشقانہ بوسے دیئے

مصطفےٰ دستِ مبارک بر رخش — آں زماں مالید و کرد او فرخش

مصطفےٰ نے بابرکت ہاتھ اس کے چہرے پر — اس وقت ملے، اور اس کو بابرکت بنایا

شُد سپید آں زنگی و پورِ حبش — ہمچو بدر و روزِ روشن شد شبش

وہ زنگی حبش کی اولاد سفید ہوگیا — چودھویں کے چاند کی طرح اور اس کی رات روشن دن بن گئی

یوسفے شُد در جمال و در دلال — گفتش اکنوں رو بدہ وا گوئے حال

حسن اور ناز و انداز میں یوسفؑ بن گیا — انھوں نے اس سے فرمایا اب گاؤں چلا جا حال بیان کردے

او ہمی[3] شد بے سر و بے پائے مست — پائے می نشناخت در رفتن ز دست

وہ اندھا دھند اور مست رواں ہوگیا — چلنے میں ہاتھ پاؤں میں امتیاز نہ کرتا تھا

پس بیامد با دو مشکِ پُر رواں — سُوئے خواجہ از نواحی کارواں

وہ دو بھری مشکوں کے ساتھ دوڑتا ہوا آیا — قافلہ کی جانب سے آقا کی جانب

خواجہ بر رہ منتظر بنشستہ بود — کاں غلامش دیر می آمد نہ زود

آقا، راستے پر منتظر بیٹھا تھا — کیونکہ اس کا غلام تاخیر سے آیا تھا نہ کہ جلدی سے

دیدنِ خواجہ غلامِ خود را سفید و ناشناختن کہ اوست و با غلام

آقا کا اپنے غلام کو سفید چہرے والا دیکھنا اور نہ پہچاننا کہ وہ وہی ہے اور غلام سے کہنا کہ تو نے میرے

گفتن کہ تو غلامِ مرا کشتہ و خونِ او ترا گرفتہ و خدا ترا بدستِ من انداختست

غلام کو قتل کیا ہے؟ اور اس کے خون نے تجھے گرفتار کیا ہے اور اللہ (تعالیٰ) نے تجھے میرے ہاتھ میں دے دیا۔

[1] چشمہا۔ اس غلام کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور اس کو آقا اور گھر فراموش ہوگیا۔ تا آمد چونکہ مقام تحیر میں پہنچ گیا تھا بازش کشید آنحضورؐ اس کو مقام حیرت سے مقام صحو میں لائے۔ پیشِ تست جبکہ اور مقامات طے ہونگے۔

[2] دستہائے۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑ کر اپنے چہرے پر ملا اور دست بوسی کی۔ فرخ۔ مبارک، زیبا صورت۔ بدر۔ بوزن فرد، پسر۔ بدر چودھویں کا چاند شبش یعنی اس کا رنگ جو رات کی طرح سیاہ تھا، دن کی طرح منور ہوگیا۔

[3] او ہمی شد۔ وہ خوشی کی مستی میں اس طرح رواں ہوا کہ اس کو اپنے تن من کی خبر نہ تھی۔ نواحی۔ ناحیہ کی جمع ہے، طرف، کنارہ۔ دیر آمد۔ چونکہ قافلہ میں گیا تھا اسلئے تاخیر سے واپس آرہا تھا۔

خواجہ از دُورش بدید و خیرہ[۵۱] ماند
آقا نے اُس کو دُور سے دیکھا اور حیران رہ گیا

از تحیّر اہلِ آں دِہ را بخواند
حیرانی سے اُس گاؤں والوں کو بُلایا

راویہ ما اشترِ ما ہست ایں
یہ ہماری پکھال؟ اور ہمارا ہی اونٹ ہے

پس کجا شُد بندۂ زنگی جبیں
تو کالے چہرے والا غلام کہاں گیا!

آں یکے بدریست می آید زدُور
وہ ایک چودھویں کا چاند ہے جو دُور سے آ رہا ہے

میزند بر نورِ روز از رُوش نور
اُس کے چہرے کا نور دن کے نور پر پڑ رہا ہے

کو غلامِ ما مگر سرگشتہ شُد
ہمارا غلام کہاں ہے، شاید آوارہ ہو گیا ہے

یا بدو گرگے رسید و کُشتہ شُد
یا اُس کو بھیڑیا ملا، اور مارا گیا

[۵۲] یا مگر اُو را بکشت ایں بدگہر
یا شاید اِس بدذات نے اُس کو قتل کیا

اشترش آورد اینجا از قدر
اور تقدیر سے اُس کا اونٹ یہاں لے آیا

چوں بیامد پیش گفتش کیستی
جب وہ سامنے آیا اُس سے کہا تو کون ہے؟

از یمن زادی و یا تُرکیستی
تو یمن سے پیدا ہوا ہے یا تُرک ہے؟

تو غلامم را چہ کردی راست گو
میرے غلام کا تو نے کیا کیا؟ سچ بتا

گر بکُشتی وا نما حیلت مجُو
اگر تو نے قتل کیا ہے صاف کہدے حیلہ نہ ڈھونڈ

گفت گر کُشتم بتو چوں آمدم
اُس نے کہا اگر میں نے قتل کیا ہے تو میں تیرے پاس کیوں آیا ہوں؟

چوں بپائے خود دریں خوں آمدم
اپنے پاؤں سے خود اُس خون کے معاملہ میں کیوں حاضر ہو گیا ہوں

گفت نے نے در نگیرد بامنت
اُس نے کہا نہیں نہیں، تیری بات مجھے درست نہیں لگتی

راست باید گفت سردستت ایں فنت
سچ کہنا چاہیئے، یہ تیرا مکر بیکار ہے

کو غلامِ من بگفت اینک منم
میرا غلام کہاں ہے، اُس نے کہا یہ میں ہوں

کرد دستِ فضلِ یزداں روشنم
اللہ کی مہربانی کے ہاتھ نے مجھے منوّر کر دیا ہے

دیدہ ام صدرے و بدرے گشتہ ام
میں نے صدر کا دیدار کیا ہے اور میں بدر بن گیا ہوں

صاحبِ فضلے و قدرے گشتہ ام
مرتبہ اور بزرگی والا بن گیا ہوں

ہی چہ میگوئی غلامِ من کجاست
خبردار! کیا کہتا ہے، میرا غلام کہاں ہے؟

ہیں نخواہی رست از من جُز براست
خبردار! تو سوائے سچی بات کے میرے ہاتھ سے نہیں چھوٹ سکتا

[۵۳] گفت اسرارِ ترا با آں غلام
اُس نے کہا اُس غلام کے ساتھ تیرے راز

جملہ واگویم یکایک من تمام
میں سب ایک ایک پورے بیان کئے دیتا ہوں

---

[۵۱] خیرہ۔ حیران۔ راویہ۔ مشکیزہ، پکھال۔ زنگی جبیں۔ کالے رنگ والا۔ میزند۔ اُس کے چہرے کا نور دن کی روشنی پر غالب آ رہا ہے۔ سرگشتہ۔ آوارہ۔
[۵۲] یا مگر۔ شاید اُس نے اُس غلام کو مار ڈالا ہے اور تقدیرِ خداوندی سے اُس کو اونٹ یہاں لے آیا ہے۔ از یمن۔ ترکی اور یمنی لوگ گورے رنگ کے ہوتے ہیں۔ دریں خوں۔ قتل کر کے خود آنا تو اپنا خون کرانا ہے۔ سردست۔ یعنی چالاکی نہ چلیگی۔ صدر۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔
[۵۳] گفت۔ اُس غلام نے کہا کہ اگر وہ تمام راز کی باتیں تجھے سنا دوں جو کہ میرے خریدنے کے بعد سے تیرے اور میرے درمیان ہوئیں تو تجھ کو یقین آ جائیگا کہ میں تیرا وہی غلام ہوں۔

زاں زمانے کہ خریدی تو مرا | تا باکنوں باز گویم ماجرا
جب سے تو نے مجھے خریدا ہے | اب تک کا قصہ دُھرائے دیتا ہوں

تا بدانی کہ ہمانم در وجود | گرچہ از شبدیزِ[۵۱] من صبحے کشود
تاکہ تو جان لے کہ میں وجود میں وہی ہوں | اگرچہ میری سیاہی سے صبح نمودار ہوگئی ہے

رنگ دیگر شد ولیکن جانِ پاک | فارغ از رنگ ست و از ارکانِ خاک
رنگت بدل گئی ہے لیکن پاک روح | عناصر اربعہ اور رنگت سے خالی ہے

تن شناساں زود ما را گم کنند | آب نوشاں ترکِ مشک و خُم کنند
جسم کو پہچاننے والے جلد ہمیں گم کردیتے ہیں | پانی پینے والے مشک اور مٹکے کو چھوڑ دیتے ہیں

جاں شناساں[۵۲] از عددہا فارغند | غرقۂ دریائے بیچونند و چند
روح کو پہچاننے والے گنتی سے بے نیاز ہیں | وہ بے مثال اور لامحدود دریا میں غرق ہیں

جاں شو از راہِ جاں جاں را شناس | یارِ بینش شو نہ فرزندِ قیاس
روح بن جا اور روح کی راہ سے روح کو پہچان | مشاہدہ کا یار بن، گمان کا پابند نہ ہو

چوں مَلک با عقل یک سر رشتہ اند | بہرِ حکمت را دو صورت گشتہ اند
فرشتے اور عقل کی طرح جو ایک رشتہ میں منسلک ہیں | حکمت کی وجہ سے دو صورتوں کے بن گئے ہیں

آں مَلک با عقل چوں یک گوہر اند | در پئے ہم ہمچو دُنبال و سر اند
چونکہ فرشتے اور عقل ایک اصل سے ہیں | دُم اور سر کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے ہیں

آں مَلک چوں مرغ بال و پر گرفت | ویں خرد بگذاشت پر و فر گرفت
فرشتے نے پرند کی طرح بال اور پر اختیار کرلے | اس عقل نے پروں کو چھوڑا اور شان و شوکت پائی

لاجرم[۵۳] ہر دو مناصر آمدند | ہر دو خوش رو پشتِ ہمدیگر شدند
لامحالہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار بنے | دونوں بخوبی ایک دوسرے کے رو و پشت بنگئے

ہم مَلک ہم عقل حق را واجدے | ہر دو آدمؑ را معین و ساجدے
فرشتے بھی اور عقل بھی خدا کا ادراک کرنیوالے ہیں | لہٰذا دونوں آدمؑ کے مددگار اور سجدہ کرنیوالے ہیں

---

[۵۱] شبدیز۔ تاریک رات یعنی کالا رنگ۔ صبح یعنی میرا رنگ گورا ہوگیا۔ رنگ۔ رنگت بدل جانے سے روح اور جان میں کوئی تغیر نہیں ہوتا روح رنگ وغیرہ سے مبرا ہے۔ تن شناساں۔ اب مولانا نے یہ مضمون شروع فرمادیا کہ جس طرح اس غلام کے آقا کی نظر محض جسم و رنگ پر تھی اس لئے وہ اس کو نہیں پہچان رہا تھا اسی طرح جو ظاہر بین اور جسم شناس ہیں وہ اولیاء کو نہیں پہچانتے جس کو پیاس ہوتی ہے وہ مٹکے اور مشک پر نظر نہیں کرتا۔

[۵۲] جاں شناساں۔ جو جان کو پہچانتے ہیں وہ تعدد اور تشخص سے بے نیاز ہوتے ہیں وہ دریائے وحدت میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔ جاں شو۔ روح کی پہچان، روح کے ذریعہ ہوتی لہٰذا اپنی روح کے ذریعہ اولیاء کو شناخت کرو انکو اپنا دوست سمجھو اور اس آقا کی طرح نہ بنو جس نے اپنے غلام کو گمان سے غیر سمجھا۔ چوں۔ اپنی روح کو اولیاء کی روح کا غیر نہ سمجھو دونوں روحوں میں وحدت ہے محض انکے قرار کی صورت کی وجہ سے بظاہر اختلاف ہے جیساکہ حقیقتِ ملکیہ اور حقیقتِ عقل ایک ہے دونوں کو جداگانہ صورتیں عطا کردینے میں کچھ حکمتیں ہیں۔ آں ملک۔ حقیقتِ ملکیہ نے بال و پر اختیار کرلئے لہٰذا اسمیں پروازکی قوت آگئی عقل نے ادراکِ حقائق کی شان و شوکت حاصل کرلی۔

[۵۳] لاجرم۔ چونکہ فرشتے اور عقل میں حقیقی وحدت ہے لہٰذا ایک دوسرے کا مددگار ہے اور اُن دونوں میں اس طرح کا اتحاد ہے جیساکہ ایک چیز کی رُو اور پشت میں اتحاد ہوتا ہے۔ ہم ملک۔ اسی اتحاد کی وجہ سے دونوں اللہ تعالےٰ کو پہچانتے میں متحد ہیں اور دونوں آدمؑ کے لئے مددگار اور سجدہ کناں بن گئے۔

نفس[1] و شیطاں بُود ز اوّل واحدے — بُود آدمؑ را عدوّ و حاسدے

نفس اور شیطان شروع سے ایک تھے — آدمؑ کے دشمن، اور حاسد تھے

آنکہ آدمؑ را بدن دید اُو رمید — وانکہ نورِ مؤتمن دید اُو خمید

جس نے آدمؑ کو (محض) جسم سمجھا وہ بدک گیا — جس نے امانت رکھا ہوا نور دیکھا وہ جھک گیا

آں دُو دیدہ روشناں بودہ ازیں — ویں دو را دیدہ ندیدہ غیرِ طیں

وہ دونوں آنکھیں اِس سے روشن ہو گئیں — اِن دونوں کی آنکھوں نے مٹی کے سوا کچھ نہ دیکھا

ایں بیاں اکنوں چو خر بر یخ بماند — چوں نشاید بر جہود انجیل خواند

اب یہ بیان برف پر گدھے کی طرح رہ گیا — چونکہ یہودی کو انجیل نہیں سُنائی جا سکتی

کے تواں با شیعہ گفتن از عمرؓ — کے تواں بربط زدن در پیشِ کر

شیعہ سے (حضرت) عمرؓ کی بات کب کہی جا سکتی ہے؟ — بہرے کے آگے سارنگی کہاں بجائی جا سکتی ہے؟

لیک[2] گر در دہ بگوشہ یک کس ست — ہائے و ہوئے کہ بر آوردم بس ست

لیکن اگر گاؤں کے گوشہ میں ایک شخص بھی ہے — جو میں نے ہائے اور ہو کی وہ بہت ہے

مستحقِ شرح را سنگ و کلوخ — ناطقے گردد مشرح بار سوخ

شرح کے لائق کے لئے، پتھر اور ڈھیلا — اچھی طرح تشریح کرنے، والا گویا بن جاتا ہے

دربیان آنکہ حق تعالیٰ ہر چہ داد و آفرید از سمٰوٰت و ارض و اعیان و اعراض ہمہ را با ستدعا و حاجت آفرید خود را محتاج چیزے دیگر باید کردن تا بدہد کہ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ و اضطرار گواہِ استحقاق ست

اِس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا فرمایا ہے آسمان اور زمین اور جوہر اور عرض سب درخواست اور حاجت کی بنا پر پیدا کیے ہیں اور اپنے آپکو دوسری چیز کا محتاج بنانا چاہیئے تاکہ وہ عطا کرے کیونکہ (اسنے فرمایا ہے) کون ہے جو مجبور کی دُعا سُنے جبکہ وہ اسکو پکارے اور مجبوری کرانے مستحق ہونیکا گواہ ہے

آں[3] نیازِ مریمی بود ست و درد — کہ چناں طفلے سخن آغاز کرد

وہ (حضرت) مریمؑ کی نیازمندی اور درد تھا — کہ ایسے بچے نے بات کرنی شروع کر دی

جزوِ اُو بے اُو برائے اُو بگفت — جزو جزوت گفت[1] دارد در نہفت

اُنکے جزو نے بغیر (انکے کہے) اُنکے لئے گفتگو کی — تیرا ہر جزو پوشیدہ طور پر بولنے والا ہے

[1] نفس و شیطان۔ جس طرح فرشتے اور عقل میں اتحاد ہے اسی طرح نفس اور شیطان میں اتحاد ہے اِسی لئے دونوں آدمؑ کے دشمن اور حاسد بنے۔ آنکہ۔ نفس اور شیطان نے حضرت آدمؑ کا صرف جسم دیکھا تو سجدے سے اِنکار کر دیا عقل اور فرشتے نے اُن کے نورِ باطنی کو دیکھا تو اُنکے سامنے جُھک گئے۔ آں دو دیدہ۔ عقل اور فرشتہ کی آنکھیں اُس نور سے روشن ہو گئیں نفس اور شیطان کی آنکھوں نے صرف مٹی دیکھی۔ ایں بیان۔ یعنی عقل اور فرشتہ کی وحدت اور شیطان اور نفس کی وحدت کا بیان نہیں ہو سکا چونکہ تم اِس کے سمجھنے کے اہل نہیں ہو۔ چوں نشاید۔ تمہارے سامنے اِس بیان کی تشریح ایسی ہی ہے جیسا کہ یہودی کے سامنے انجیل کی تلاوت یا شیعہ کے سامنے حضرت عمرؓ کے فضائل کا بیان یا بہرے کے سامنے سارنگی بجانا۔

[2] لیک۔ کسی میں اہلیت ہے، تو اسی مجمل بیان سے شرح و تفصیل سمجھ جائیگا جو مجمل باتیں میں نے کہدی ہیں وہ اسکے لئے کافی ہیں۔ مستحق بتفصیل اور تشریح کا مستحق اور اہل ہوتا ہے وہ تو بے زبان چیزوں کو دیکھ کر اُنسے حقائق کا اِدراک کر لیتا ہے اصل چیز استحقاق اور طلب، حاجت ہے اگر وہ موجود ہے تو خود تفصیل ہو جاتی ہے، آگے مولانا نے اِسی مضمون کو واضح کیا ہے۔

[3] آں نیاز۔ حضرت مریمؑ کو حاجت اور ضرورت ہوئی تو اللہ نے بچہ کے ذریعہ تشریح کرا دی اور حضرت عیسیٰؑ گہوارہ میں اُنکی پاکدامنی کے شاہد بن گئے۔ جزوِ او۔ جس طرح عیسیٰؑ، مریمؑ کے جزوِ بدن تھے گواہ بنے اِسیطرح تمہارا ہر جزو تمہارا گواہ ہے قیامت میں تمہارے اعضاء تمہارے افعال کی گواہی دیں گے۔

دستِ و پا شاہد شوندت اے رہی — منکری را چند دست و پا نہی
اے غلام! تیرے ہاتھ پاؤں گواہ بنیں گے — تو انکار کے کتنے ہاتھ پاؤں لگائے گا

ورنباشی[1] مستحقِ شرح و گفت — ناطقہ ناطق ترا دید و نخفت
اگر تو تشریح اور گفتگو کا مستحق نہیں ہے — بولنے والے کی (قوتِ) ناطقہ نے تجھے دیکھا اور وہ

ہر چہ روئید از پئے محتاج رُست — تا بیابد طالبے چیزے کہ جُست[2]
جو کچھ اُگا ہے محتاج کے لئے اُگا ہے — تاکہ طلبگار، ہر وہ چیز پالے جس کو وہ ڈھونڈے

حق تعالیٰ کایں سمٰوات آفرید — از برائے دفعِ حاجات آفرید
حق تعالےٰ نے جو اِن آسمانوں کو پیدا کیا — حاجتیں پوری کرنے کے لئے پیدا کیا

ہر کہ جویا شُد بیابد عاقبت — مایہ اش درد ست و اصلِ مرحمت
جو جستجو کرتا ہے بالآخر پالیتا ہے — اُس کا سرمایہ اور رحم کی جڑ، درد ہے

ہر کجا دردے دوا آنجا رود — ہر کجا فقرے نوا آنجا رود
جہاں درد ہوتا ہے، دوا وہاں پہنچتی ہے — جہاں فقر ہوتا ہے، سامان وہاں پہنچتا ہے

ہر کجا مشکل جواب آنجا رود — ہر کجا کشتے ست آب آنجا رود
جہاں اِشکال ہوتا ہے، جواب وہاں جاتا ہے — جہاں کھیتی ہے، پانی وہاں پہنچتا ہے

آب[3] کم جو تشنگی آور بدست — تا بجوشد آبت از بالا و پست
پانی کی تلاش نہ کر، پیاس پیدا کر — تاکہ تیرے اوپر اور نیچے سے پانی جوش مارے

تا نزاید طفلک نازک گلو — کے رواں گردد ز پستان شیرِ او
جب تک نرم گلے والا بچہ پیدا نہیں ہوتا — اُس کا دودھ پستان سے کہاں جاری ہوتا ہے؟

رَو[4] بدیں بالا و پستیہا بدو — تا شوی تشنہ و حرارت را گرو
جا، اِس نشیب و فراز میں دوڑ — تاکہ تو پیاسا بنے، اور حرارت میں پھنسے

بعد ازاں از بانگ زنبورِ ہوا — بانگ آب جو بنوشی اے کیا
اُس کے بعد ہوا کی بھڑ کی آواز سے — اے معزز! تو نہر کے پانی کی آواز سنے گا

حاجتِ تو کم نباشد از حشیش — آب اگیری سوئے او می کشیش
تیری ضرورت، گھاس سے کم نہ ہونی چاہیئے — تو پانی لیتا ہے اور اُسکو اُسکی جانب لیجاتا ہے

[1] ورنباشی۔ اگر تو تشریح کا مستحق نہیں ہے تو بڑے سے بڑا معرز بھی سُست پڑ جائیگا اور تشریح نہ کرے گا۔

[2] ہر چہ۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا فرمایا ہے وہ مخلوق کی ضرورت پوری کرنیکے لئے بنایا ہے۔ حق تعالیٰ۔ آسمانو کی تخلیق بھی مخلوق کی ضرورت اور احتیاج کی وجہ سے ہے۔ ہر کہ۔ جبکہ تمام چیزوں کی تخلیق احتیاج کی وجہ سے ہے تو تو بھی محتاج ہوگا اور اُس میں طلب ہوگی وہ ضرور مقصود حاصل کرلے گا۔ مایہ اش۔ رحمت کی اصل اور سرمایہ انسان کا درد ہے ہر کجا۔ جہاں ضرورت ہوتی ہے وہاں ضرورت کی چیز پہنچ جاتی ہے درد ہو تو علاج حاصل ہو جاتی ہے فقیر ہو تو سامان مل جاتا ہے جواب اِشکال کے پاس پہنچ جاتا ہے اور پانی کھیتی کے پاس پہنچتا ہے۔

[3] آب کم جو۔ پانی کی تلاش نہ کر پیاس پیدا کر پانی خود بخود تیرے پاس پہنچ جائیگا۔ تا نزاید۔ جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے اور اُسکو دودھ کی ضرورت ہوتی ہے تو قدرت اُس کی ماں کے پستان میں دودھ پیدا فرمادیتی ہے۔

[4] رَو۔ تو بھی بھاگ دوڑ کر پیاس اور بدن میں گرمی پیدا کر۔ بعد ازاں۔ جب ضرورت پیدا کرے گا غیب سے پانی کی آواز آنے لگے گی

؛ مسئلہ مطلوب کی فکر میں نہ پڑو اُس کی حاجت پیدا کرو مطلوب خود حاصل ہو جائے گا حاجت تو گھاس کی کہ جب پانی کی ضرورت ہوتی ہے انسان خود اُس تک پانی پہنچاتا ہے اِسی طرح تم حاجت پیدا کر لو خود قدرت مطلوب کو تم تک پہنچا دے گی۔

گوش گیری آب را تو می کشی | سُوئے زرعِ خشک تا یابد خوشی
تو پانی کا کان پکڑتا ہے (اور) اسکو تو کھینچتا ہے | خشک کھیتی کی جانب' تاکہ وہ تازگی حاصل کرے

زرعِ[1] جاں راکش جواہر مضمرست | ابرِ رحمت پُر زآبِ کوثرست
جان کی کھیتی کے لئے جس میں جواہر چھپے ہوئے ہیں | رحمت کا بادل، کوثر کے پانی سے بھرا ہوا ہے

تا سقاھم ربھم آید خطاب | تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب
تاکہ "انکو انکے رب نے سیراب کیا" کی بشارت آئے | پیاسا بن ، اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

آمدنِ زنے کافرہ باطفلِ شیرخوارہ نزدِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

ایک کافر عورت کا دودھ پیتے بچے کو لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا

و ناطق شدنِ عیسیٰؑ وار بمعجزۂ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

اور اس کا (حضرت) عیسیٰؑ کی طرح رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے بولنا

ہم ازاں[2] دہ یک زنے از کافراں | سوئے پیغمبرؐ دواں شد ز امتحاں
اسی گاؤں سے ایک عورت کافروں میں سے | امتحان کے لئے پیغمبرؐ کی طرف دوڑی

پیشِ پیغمبرؐ در آمد با خمار | کودکے دو ماہہ زن را در کنار
اوڑھنی اوڑھ کر پیغمبرؐ کے سامنے آئی | دو مہینے کا بچہ عورت کی گود میں تھا

گفت کودک سلّمَ اللہُ علیک | یا رسولَ اللہِ قد جئنا الیک
بچے نے کہا آپ پر اللہ کا سلام ہو | اے اللہ کے رسول، ہم آپ کے پاس آئے ہیں

مادرش از خشم گفتا ہی خموش | کیت افگند ایں شہادت[3] را بگوش
اس کی ماں غصے سے بولی خبردار! چپ | یہ شہادت کس نے تیرے کان میں ڈال دی؟

ایں کیت آموخت اے طفلِ صغیر | کہ زبانت گشت در طفلی جریر
اے ننھے بچے! یہ تجھے کس نے سکھایا؟ | کہ تیری زبان بچپن میں تیز بن گئی

گفت حق آموخت و آنگہ جبرئیل | در بیاں با جبرئیلم من رسیل
اس نے کہا اللہ (تعالیٰ) نے سکھایا پھر جبرئیل نے | میں بیان کرنے میں جبرئیل کا ہم زبان ہوں

گفت کو گفتا کہ بالائے سرت | می نہ بینی کن ببالا منظرت
اس نے کہا وہ کہاں ہے' کہا کہ تیرے سر پر | تو نہیں دیکھ رہی ہے؟ اپنی نگاہ اوپر کر

ایستادہ بر سرِ تو جبرئیل | مر مرا گشتہ بصد گونہ دلیل
تیرے سر پر جبرئیلؑ کھڑے ہیں | وہ میرے لئے سینکڑوں طریقے سے راہنما بن گئے ہیں

---

[1] زرع۔ روحوں کی کھیتی کے لئے ابرِ رحمت کوثر کا پانی لئے ہوئے موجود ہے تم ضرورت پیدا کرو تو سقاھم ربھم کا پیغام تمہارے پاس آجائے گا۔ سقاھم۔ قرآن پاک میں ہے وسقاھم ربھم شرابا طھورا اور پلائی ان کو ان کے خدا نے پاک شراب "

[2] ہم ازاں۔ وہ غلام جس کا پانی آنحضورؐ نے پیا تھا جب اپنے گاؤں میں پہنچا اور آنحضورؐ کی باتیں اور معجزے کا اس نے ذکر کیا تو ایک عورت آنحضورؐ کے پاس آئی اب اس کا قصہ بیان کیا جارہا ہے۔ گفت۔ وہ بچہ آنحضورؐ کے معجزے سے بول پڑا اور اس نے آنحضورؐ کو سلام کیا اور آنحضورؐ کو اللہ کا رسول کہہ کر پکارا۔

[3] شہادت یعنی آنحضورؐ کے بارے میں اللہ کا رسول ہونے کی گواہی۔ ایں۔ یہ بات تجھے کس نے سکھائی کہ تو آنحضورؐ کی رسالت کی گواہی دے رہا ہے۔ جریر۔ تیز زبان، فصیحِ عرب کے مشہور شاعر کا نام۔ رسیل۔ ہم زبان۔ دلیل۔ راہنما۔

گفت می بینی تو گفتا کہ بلے
اُس نے کہا تو دیکھ رہا ہے، کہا کہ ہاں

بر سرت تاباں چو بدرِ کاملے
تیرے سر پر مکمل چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہیں

می بیاموزد مرا وصفِ رسولؐ
وہ مجھے رسولؐ کی صفات بتا رہے ہیں

زاں علوم می رہاند زیں سفولؑ
اُس بلندی کے ذریعہ وہ مجھے پستی سے چھڑا رہے ہیں

پس رسولش گفت اے طفلِ رضیع
پھر رسولؐ نے اُس سے فرمایا اے دودھ پیتے بچے!

چیست نامت باز گو و شو مطیع
صاف بتا تیرا کیا نام ہے اور فرمانبردار بن!

گفت نامم پیشِ حق عبد العزیز
اُس نے کہا اللہ کے نزدیک میرا نام عبدالعزیز ہے

عبدِ عزّیٰ پیشِ ایں یک مشت حیز
اِن چند نالائقوں کے نزدیک عبدالعزّیٰ ہے

من ز عزّیٰ پاک بیزار و بری
میں عزّیٰ سے پاک، بیزار اور بری ہوں

حقِ آنکہ دادت ایں پیغمبری
اُس ذات کی قسم جس نے آپکو پیغمبری دی ہے

کودکِ دو ماہہ ہمچوں ماہِ بدر
چودھویں رات کے چاند جیسے دو مہینے کے بچے نے

درسِ بالغ گفت چوں اصحابِ صدر
صدر نشینوں کی طرح پوری تقریر کی

پس حنوط آں دم ز جنت در رسید
پھر اُسی وقت جنت سے حنوط آئی

تا دماغِ طفل و مادر بو کشید
یہاں تک کہ بچہ اور ماں نے خوشبو سونگھی

ہر دو می گفتند کز خوفِ سقوط
دونوں (خوشبو کے) زوال کے ڈر سے کہہ رہے تھے

جاں سپردن بہ بریں بوئے حنوط
اِس حنوط کی خوشبو پر جان دے دینا بہتر ہے

آنکہ تعریفش شہنشہ خود کند
وہ جس کی تعریف خود شہنشاہ کرے

جامد و نامیش صد مرِ وق زند
بے جان، جاندار اُس پر سینکڑوں شادیانے بجاتے ہیں

آں کسے را کش معرّف حق بود
وہ جس کی تعریف کرنے والا اللہ (تعالیٰ) ہو

جامد و نامیش صد صدّق زند
بے جان اور جاندار اُسکی سینکڑوں تصدیقیں کرتے ہیں

آں کسے را کش خدا حافظ بود
وہ جس کا خدا نگہبان ہو

مرغ و ماہی مر ورا حارس شود
پرندہ اور مچھلی اُس کے پہرے دار ہوتے ہیں

ربودنِ عقاب موزۂ رسول علیہ السلام را و بردن بہوا و
باز کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موزے کو ہوا میں لے اڑنا اور

نگوں کردن و از موزہ مارے سیاہ افتادن
اوندھا کرنا، اور موزے سے سیاہ سانپ گرنا

---

۱ علو۔ بلندی۔ سفول۔ پستی۔ رضیع۔ دودھ پیتا بچہ۔ حیز۔ نامرد۔ درسِ بالغ یعنی آنحضورؐ کی صفت کا مکمل بیان۔ اصحابِ صدر یعنی صدر نشین عمار۔

۲ حنوط۔ ایک مرکب خوشبو ہے۔ جاں سپردن۔ یعنی اُن کو خوشبو اِس قدر پسند آئی کہ اُس کے ختم ہو جانے کے ڈر سے جان دینے پر آمادہ ہو گئے۔ شہنشہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ مرِ وق۔ خوشی کا آلہ۔

۳ آں کسے جس ذات کی خدا تعریف فرمائے دنیا کی ہر چیز اُس کی تعریف کی تصدیق کرتی ہے۔ جامد بے جان۔ نامی۔ جاندار۔ صدّق۔ اُس نے سچ بولا۔ حارس۔ محافظ۔

اندریں بودند کآوازِ صلا[51] ۔۔۔ مصطفےٰ بشنید از راہِ علا

لوگ اسی (انتظار) میں تھے کہ اذان کی آواز ۔۔۔ اونچائی سے مصطفےٰؐ نے سُنی

خواست آبے و وضو را تازہ کرد ۔۔۔ دست و رُو را شُست اُو زاں آبِ سرد

پانی مانگا اور تازہ وضو کیا ۔۔۔ اُس ٹھنڈے پانی سے ہاتھ اور منہ دُھویا

ہر دو پا شُست و بموزہ کرد رائے ۔۔۔ موزہ را برَ بُود یک موزہ ربائے

دونوں پاؤں دھوئے اور موزے کا ارادہ کیا ۔۔۔ ایک موزہ لے اُڑنے والا، موزہ لے اُڑا

دست سوئے موزہ بُرد آں خوش خطاب ۔۔۔ موزہ را برَ بُود از دستش عقاب

اُس خوش خطاب نے موزے کی جانب ہاتھ کیا ۔۔۔ باز ان کے ہاتھ سے موزہ اُچک لے گیا

موزہ را اندر ہوا بُرد اُو چو باد ۔۔۔ پس نگوں کرد اُو ازاں مارے فتاد

وہ موزے کو ہوا کی طرح فضا میں لے اُڑا ۔۔۔ پھر اس کو اُس نے اوندھا کیا، اُس میں سے سانپ گرا

در فتاد از موزہ یک مارِ سیاہ ۔۔۔ زاں عنایت[52] شد عقابش نیکخواہ

موزے سے ایک کالا سانپ گرا ۔۔۔ اس مہربانی کی وجہ سے باز آپ کا خیرخواہ بنا

پس عقاب آں موزہ را آورد باز ۔۔۔ گفت ہیں بستان و رَو سوئے نماز

پھر باز اُس موزے کو واپس لایا ۔۔۔ بولا ہاں لے لیجئے، اور نماز کو جائیے

از ضرورت کردم ایں گستاخیے ۔۔۔ از ادب دارم شکستہ شاخیے

میں نے یہ گستاخی مجبوراً کی ۔۔۔ میں ادب کی وجہ سے ٹوٹی ہوئی شاخ رکھتا ہوں

وائے کو گستاخ پائے می نہد ۔۔۔ بے ضرورت کش ہوا فتوی دہد

افسوس اُس پر جو گستاخی سے پاؤں رکھے ۔۔۔ بغیر ضرورت کے جبکہ اُس کو خواہشِ نفسانی فتوی دیدے

پس رسولش شکر گفت و گفت ما ۔۔۔ ایں[53] جفا دیدیم و بُود آں خود وفا

پھر رسولؐ نے اُس کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا ہم ۔۔۔ یہ ظلم سمجھے، اور وہ وفا (داری) تھی

موزہ بر بُودی و من درہم شدم ۔۔۔ تو غمم بُردی و من در غم شدم

تو موزہ اُچک لے گیا، اور میں بگڑا ۔۔۔ تو نے غم ہٹایا، اور میں غمگین ہوا

گرچہ ہر غیبے خدا ما را نمود ۔۔۔ دل دراں لحظہ بخود مشغول بود

اگرچہ اللہ (تعالیٰ) نے ہمیں ہر غیب دکھا دیا ہے ۔۔۔ (لیکن)، دل اُس وقت اپنے میں مشغول تھا

گفت دور از تو کہ غفلت از تو رست ۔۔۔ دیدنم آں غیب را ہم عکسِ تست

اُس نے کہا یہ بات آپ سے بعید ہے کیونکہ آپ غفلت سے مبرا ہیں ۔۔۔ میرا غیب کو دیکھ لینا بھی آپ کا پَرتو ہے

---

[51] آوازِ صلا۔ یعنی حضورؐ کے دل میں نماز کیلئے الہام ہوا یا مؤذن کی اذان سُنی۔ رائے۔ یعنی موزہ پہننے کا ارادہ کیا۔ موزہ رُبا۔ یعنی عقاب۔

[52] عنایت۔ یعنی عقاب کا موزہ اُچک لے جانا۔ شکستہ۔ یعنی اِس گستاخی کی وجہ سے شرمندہ ہوکر مُرجھا گیا ہوں جیسے کہ ٹوٹی ہوئی شاخ مُرجھا جاتی ہے۔ وائے۔ ضرورت کے وقت گستاخی قابلِ گرفت نہیں ہے، نفسانی خواہش سے گستاخی افسوسناک ہے۔

[53] ایں۔ یعنی موزہ لے اُڑنا۔ درہم شدم۔ میں بگڑا۔ غمم۔ یعنی سانپ۔ گفت۔ یعنی آنحضورؐ کی غفلت خود بینی کی وجہ سے نہیں ہو سکتی بلکہ تنزلِ اختیاری کی وجہ سے تھی۔ دیدنم۔ مجھ پر موزے میں سانپ کے ہونے کا انکشاف آپ کے کشف کا عکس اور پرتو ہے۔

مار در موزه بہ بینم در ہوا ‫ ‫ نیست از من عکسِ تست اے مصطفیٰ [1]
میں فضا سے موزے میں سانپ دیکھ لوں ‫ ‫ یہ میرا کام نہیں ہے اے مصطفیٰؐ! یہ آپکا پرتو ہے

عکسِ نورانی ہمہ روشن بود ‫ ‫ عکسِ ظلمانی ہمہ گلخن بود
نورانی پرتو پورا روشن ہوتا ہے ‫ ‫ ظلمانی پرتو بالکل بھٹی ہوتا ہے

عکسِ عبداللہ ہمہ نوری بود ‫ ‫ عکسِ بیگانہ ہمہ کوری بود
اللہ کے نیک بندے کا پرتو بالکل نور ہوتا ہے ‫ ‫ بیگانے کا پرتو، بالکل اندھاپن ہوتا ہے

عکسِ ہر کس را بداں اے جاں ببیں ‫ ‫ پہلوئے جنسے کہ میخواہی نشیں
ہر شخص کے پرتو کو سمجھ لے اے جان! دیکھ لے ‫ ‫ تو کس جنس کے پہلو میں بیٹھنا چاہ رہا ہے

وجہ [2] عبرت گرفتن ازیں حکایت و یقین دانستن اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا
اِس حکایت سے عبرت حاصل کرنے کا پہلو اور یقینی طور پر جاننا کہ تنگی کے ساتھ سہولت ہے

عبرتست ایں قصہ اے جاں مر ترا ‫ ‫ تا شوی راضی تو در حکمِ خدا
اے جان! تیرے لئے یہ قصہ باعثِ عبرت ہے ‫ ‫ تاکہ تو اللہ (تعالیٰ) کے فیصلہ پر راضی ہو جائے

تاکہ زیرک باشی و نیکو گماں ‫ ‫ چوں بہ بینی واقعہ بد ناگہاں
تاکہ تو ہوشیار اور نیک گمان بن جائے ‫ ‫ جب تو اچانک کوئی بُرا واقعہ دیکھے

دیگراں گردند زرد از بیمِ آں ‫ ‫ تو چو گل خنداں گہِ سود و زیاں
دوسرے اس کے ڈر سے پیلے پڑ جائیں ‫ ‫ تو نفع اور نقصان کے وقت پھول کی طرح کھلے

زانکہ از گل گر تو برگش می کنی ‫ ‫ خندہ نگذارد نگردد منثنی
کیونکہ اگر تو پھول کی پتیاں کر دے ‫ ‫ وہ مسکرانا نہیں چھوڑتا ہے اور نہ مرجھائیگا

گوید [3] از خارے چرا افتم بغم ‫ ‫ خندہ را من خود ز خار آوردہ ام
وہ کہتا ہے میں کانٹے سے غم میں کیوں پڑوں! ‫ ‫ میں نے اپنی مسکراہٹ کانٹے سے لی ہے

ہر چہ از تو یاوہ گردد از قضا ‫ ‫ تو یقیں داں کہ خریدت از بلا
قضا کی وجہ سے جو چیز تجھ سے گم ہو جائے ‫ ‫ تو یقین کرلے کہ اُسنے تجھے مصیبت سے نجات دی ہے

مَا التَّصَوُّفُ قَالَ وِجْدَانُ الْفَرَحْ ‫ ‫ فِی الْفُؤَادِ عِنْدَ اِتْیَانِ التَّرَحْ
تصوف کیا ہے، کہا خوشی محسوس کرنا ‫ ‫ دل میں رنج آنے کے وقت

آں عقابش را عقابے داں کہ او ‫ ‫ در ربود آں موزہ را زاں نیک خو
اس سزا کو باز سمجھ لے، جو ‫ ‫ اُن نیک خصلت سے موزہ اُڑا لے گیا

[1] عکس۔ اولیاء اللہ کی صحبت سے کشفِ باطنی حاصل ہوتا ہے تاریک دل لوگوں کی صحبت دل کو بے نور بنا دیتی ہے۔ عکس۔ اللہ کے نیک بندوں کا پرتو نورانی ہوتا ہے اور خدا سے بیگانوں کا پرتو ظلماتی ہوتا ہے۔

[2] وجہ۔ موزے کے واقعہ سے یہ نصیحت حاصل کرنی چاہیئے کہ انسان کی پریشانی راحت کا سبب بنتی ہے تاکہ۔ اچانک جو حادثہ پیش آئے اُس سے اللہ کے ساتھ بدگمانی نہ کرنی چاہیئے۔ دیگراں۔ عام لوگوں کے لئے جو واقعہ پریشانی کا سبب بنے تُو اُس کو بھی تو خنداں پیشانی سے قبول کر۔ زانکہ۔ اگر پھول کی پتیاں علیحدہ علیحدہ بھی کردی جائیں تو اُس کی مسکراہٹ ختم نہ ہوگی۔

[3] گوید۔ پھول یہ سمجھتا ہے کہ میری ہر چیز عدم سے وجود میں آئی ہے لہٰذا کسی جزو کے عدم کی طرف لوٹنے سے ناخوشی مناسب نہیں ہے۔ بلا۔ یعنی مصیبت عدم یاوہ۔ گم یعنی کسی چیز کے فوت ہو جانے کو کسی مصیبت سے نجات کا سبب سمجھو۔ ما التصوف۔ تصوف کی حقیقت یہی ہے کہ انسان اس بات کا عادی ہو جائے "ہر چہ از دوست می رسد نیکو ست" فرح۔ خوشی۔ ترح۔ رنج۔

تا رہاند پاش را از زخمِ مار
تاکہ آپ کے پاؤں کو سانپ کے زخم سے بچائے

اے[1] خنک عقلے کہ باشد بے غبار
قابلِ مبارکباد ہے وہ عقل جو بے غبار ہے

گفت لَا تَاْسَوا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ
فرمایا جو تم سے جا تا رہے اُس پر غم نہ کرو

اِنْ اَتَی السِّرْحَانُ وَاَرْدٰی شَاتَکُمْ
اگر بھیڑیا آجائے، اور تمہاری بکری ہلاک کردے

گفت ہرچہ آں فوت شد مغمگیں مشو
فرمایا جو چیز فوت ہو جائے (اس پر) غمگین نہ ہو

زانکہ گر رُشد کُہنہ آید باز نو
کیونکہ اگر پُرانی جاتی رہی ہے نئی پھر آجائیگی

گر بلا آید ترا اندُہ مبر
اگر تجھ پر مصیبت آئے، غم نہ کر

ور زیاں بینی غمِ آں ہم مخور
اگر تو نقصان دیکھے اُس کا غم نہ کھا

کاں[2] بلا دفعِ بلاہائے بزرگ
کیونکہ وہ مصیبت بڑی مصیبتوں کیلئے دافع ہے

واں زیاں منعِ زیانہائے سُتُرگ
اور وہ نقصان بڑے نقصانوں کو مانع ہے

راحتِ جاں آمدا ے جاں فوتِ مال
اے عزیز! مال کا فوت ہونا جان کی حفاظت ہے

مال چوں جمع آمدا ے جاں شد وبال
اے عزیز! جب مال جمع ہو جاتا ہے وبالِ جان ہو جاتا ہے

اِستدعائے آں مرد از موسیٰ علیہ السلام زبانِ بہائم و
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام سے ایک شخص کا چوپایوں اور پرندوں کی زبان سیکھنے کی درخواست

طیور و قبول کردنِ موسیٰؑ با امرِ حق
اور اُن کا اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اسکو قبول کرلینا

گفت موسیٰؑ را یکے مردِ جواں
ایک نوجوان نے (حضرت) موسیٰؑ سے عرض کیا

کہ بیاموزم زبانِ جانوراں
کہ مجھے جانوروں کی زبان سکھا دیجئے

تا[3] بود کز بانگِ حیوانات و دد
ہوسکتا ہے کہ حیوانات اور درندوں کی آواز سے

عبرتے حاصل کنم در دینِ حق
اللہ کے دین میں کوئی عبرت حاصل کرلوں

چوں زبانہائے بنی آدم ہمہ
چونکہ تمام اولادِ آدمؑ کی زبانیں

در پئے آبست و نان و دمدمہ
روٹی، اور پانی، اور مکر کے لئے ہیں

بُو کہ حیوانات را دردِ دگر
ہوسکتا ہے کہ حیوانات کا کوئی دوسرا معمول

باشد از تدبیرِ ہنگامِ گذر
ہو، مرنے کے وقت کی تدبیر کا

گفت موسیٰؑ رو گذر کن زیں ہوس
(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا جا اس ہوس سے درگذر کر

کایں خطر دارد بسے در پیش و پس
کیونکہ یہ آگے اور پیچھے بہت سے خطرے رکھتا ہے

---

[1] اے خنک۔ یعنی وہ عقل قابلِ مبارکباد ہے جو قضا پر راضی ہو اور اس پر شکوک و شبہات کا غبار بالکل نہ ہے۔ گفت۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے "کسی فوت شدہ چیز پر غم نہ کرو"۔ اِنْ اَتٰی۔ اس کا تعلق قرآنی آیت سے نہیں ہے۔ سرحان۔ بھیڑیا۔

[2] کاں بلا۔ انسان کی ایک مصیبت بہت سی بڑی مصیبتوں سے نجات کا سبب بنتی ہے۔ راحتِ جاں۔ مال کی تباہی جان کی راحت کا سبب بن جاتی ہے ترجمہ۔ اس قصہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ مال تباہ ہونے سے جان بچی ورنہ جان کی ہلاکت ہوتی۔

[3] تا بود۔ جانوروں کی زبان سیکھنے والے نے کہا کہ انسانوں کی تمام باتیں تو دنیاداری کی ہیں شاید... جانوروں کی باتیں آخرت سے متعلق ہوں تو میں اُنسے عبرت حاصل کرلوں گا۔ وِرْد۔ عبادت کا معمول۔ ہنگامِ گذر۔ موت کا وقت۔

عبرتؔ[1] و بیداری از یزداں طلب
عبرت اور آگاہی خدا سے مانگ
نہ از کتاب و از مقال و حرف و لب
نہ کتاب اور گفتگو اور حروف اور ہونٹوں سے

گرم تر شد او زاں منعش کہ کرد
وہ اس روکنے سے اور زیادہ (سر) گرم ہو گیا
گرم تر گردد ہمی از منع مرد
روکنے سے انسان اور مصر ہو جاتا ہے

گفت اے موسیٰؑ چو نورِ تو بتافت
اُسنے کہا اے موسیٰؑ! جب سے آپ کا نور نمودار ہوا ہے
ہر چہ چیزے بود از تو چیز یافت
جو کچھ بھی تھا اس نے آپ سے کچھ پایا

مر مرا محروم کردن زیں مراد
اِس مقصد سے مجھے محروم کرنا
لائقِ لطفت نباشد اے جواد
اے سخی! آپ کی مہربانی کے مناسب نہیں ہے

ایں زماں قائم مقامِ حق توئی
اس وقت آپ اللہ (تعالیٰ) کے نائب ہیں
یاس باشد کہ مرا مانع شوی
اگر آپ مجھے منع کریں گے، تو مایوسی ہو گی

گفتؔ[2] موسیٰؑ یارب ایں مردِ سلیم
(حضرت) موسیٰ نے فرمایا اے خدا! اس بھولے انسان کو
سخرہ کردستش مگر دیوِ رجیم
شاید ملعون شیطان نے اس کو بہکایا ہے

گر بیاموزم زیاں کارش بود
اگر میں سکھا دوں وہ اِسکے لئے نقصان دِہ ہو گا
ور نیاموزم دلش بدمی شود
اگر نہیں سکھاتا ہوں تو اِس کا دل بُرا ہو گا

گفت اے موسیٰؑ بیاموزش کہ ما
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اے موسیٰ! اُسکو سکھا دیجئے کیونکہ ہم نے
رد نہ کردیم از کرم ہرگز دعا
کرم سے ہرگز دعا رد نہیں کی ہے

گفت یارب او پشیمانی خورد
(موسیٰؑ نے) فرمایا اے خدا! وہ شرمندہ ہو گا
دست خاید جامہا را بر درد
ہاتھ چبائے گا کپڑے پھاڑے گا

نیستؔ[3] قدرت ہر کسے را سازوار
قدرت ہر ایک کے لئے مناسب نہیں ہے
عجز بہتر مایۂ پرہیزگار
عاجزی، پرہیزگار کے لئے بہت اچھا سرمایہ ہے

فقر زیں رو فخر آمد جاوداں
اِسی لئے، فقر ہمیشہ کا فخر ہے
کہ بتقوےٰ ماند دستِ نا رساں
نا رسا ہاتھ پرہیزگاری میں رہتا ہے

زاں غنا و زاں غنی مردود شد
اِسی لئے مالداری، اور مالدار مردود ہوا ہے
کہ ز قدرت صبرہا پدرود شد
کہ قدرت کے وقت بہت سے صبر رخصت ہو جاتے ہیں

آدمی را عجز و فقر آمد اماں
آدمی کے لئے عجز اور فقر (با عفت) امن ہے
از بلائے نفسِ پُر حرص و غماں
حرص اور غموں سے بھرے نفس کی مصیبت سے

---

[1] عبرت کتاب اور گفتگو سے حاصل نہیں ہوتی خدا کا عطیہ ہے اللہ سے مانگ۔ گرم تر۔ حضرت موسیٰ کے انکار سے اُس کا اصرار اور بڑھ گیا اِس لئے کہ یہی انسانی مزاج ہے۔ گفت۔ وہ حضرت موسیٰؑ سے اِصرار میں یہ باتیں کہنے لگا۔

[2] گفت۔ اُس کے اصرار سے عاجز آکر حضرت موسیٰؑ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرنے لگے۔ گفت موسیٰؑ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُس کو سکھا دو۔ گفت یارب۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اگر اُس کو سکھا دوں گا تو وہ اُس کے نتائج سے شرمندہ ہو گا اور افسوس کرے گا۔

[3] نیست۔ با اختیار اور با قدرت ہونا ہر شخص کے لئے بہتر نہیں ہوتا ہے، قدرت کا نہ ہونا انسان کو پرہیزگار بناتا ہے، فقر میں انسان کو بہت سے گناہوں پر قدرت نہیں ہوتی اِسی لئے وہ باعثِ فخر ہے، مالداراپنی مالداری کے ذریعہ بہت سے گناہوں میں ملوث ہو جاتا ہے اِس لئے مردود ہو جاتا ہے۔

آں[۱] غم آید ز آرزوہائے فضول ... کہ بداں خو کردہ است آں صیدِ غول

بیکار آرزوؤں سے غم پیدا ہوتا ہے ... جن کی اس شیطان کے قیدی نے عادت ڈال لی ہو

آرزوئے گل بود گل خوارہ را ... گلشکر نگوارد آں بیچارہ را

مٹی کھانے والے کو مٹی کی تمنا ہوتی ہے ... اس بے چارے کو گلقند گوارا نہیں ہوتا ہے

وحی آمدن از حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام کہ بیاموز چیزے کہ استدعا می کند بعضے را ازاں

اللہ تعالیٰ کی جانب سے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کو وحی آنا، کہ اس کو کچھ تھوڑا سا سکھا دو جس کی وہ درخواست کرتا ہے

گفت یزداں تو بدہ بایستِ او ... برگشا در اختیار آں دستِ او

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا تو اُس کی مراد پوری کردے ... اختیار میں اس کا ہاتھ کھول دے

اختیار آمد عبادت را نمک ... ورنہ می گردد بناخواہ ایں فلک

اختیار، عبادت کا نمک ہے ... ورنہ بغیر ارادہ کے یہ آسمان (بھی) طواف کر رہا ہے

گردشِ او را نہ اجر و نے عتاب ... کاختیار آمد ہنر وقتِ حساب

اس کی گردش کا نہ ثواب ہے نہ عذاب ہے ... کیونکہ حساب کے وقت، اختیار معیار ہے

جملہ[۲] عالم خود مسبح آمدند ... نیست آں تسبیحِ جبری مزد مند

تمام عالم خود تسبیح پڑھنے والے ہیں ... (لیکن) وہ جبری تسبیح، اجر کا سبب نہیں ہے

تیغ در دستش نہ از عجزش بکن ... تا کہ غازی گردد او یا راہزن

اُس کے ہاتھ میں تلوار دیدے اُسکا عجز ختم کردے ... تاکہ وہ غازی بنے، یا ڈاکو

زانکہ[۳] کرمنا شد آدم ز اختیار ... نیم زنبورِ عسل نیمش مار

اختیار کی وجہ سے (بنی) آدم کرمنا کا مصداق بنا ... اُس کا نصف شہد کی مکھی، نصف سانپ ہے

مومناں کانِ عسل زنبور وار ... کافراں خود کانِ زہرے ہمچو مار

مومن شہد کی مکھی کی طرح شہد کی کان ہیں ... کافر زہر کی کان میں سانپ کی طرح ہیں

زانکہ مومن خورد بگزیدہ نبات ... تا چو نحلے گشت ریقِ او حیات

کیونکہ مومن نے اچھے بوٹے کھائے ہیں ... یہاں تک کہ شہد کی مکھی کی طرح اُسکا لعاب (آبِ حیات) بنا ہے

[۱] آں غم۔ مالدار میں غلط قسم کی تمنائیں پیدا ہو جاتی ہیں جن سے وہ فکر میں مبتلا رہتا ہے اور اس کی عادت ایسی بگڑ جاتی ہے کہ صحیح چیز اس کو موافق ہی نہیں آتی۔ بایست۔ خواہش۔ اختیار۔ یعنی اب تو وہ جانوروں کی باتیں سمجھنے سے عاجز ہے اگر قدرت اور اختیار عطا کردے۔ اختیار۔ انسان کا اختیار ہی اسکو جزا اور سزا کا مستحق بناتا ہے مضطر کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ عبادات میں چونکہ بندہ کے اختیار کو دخل ہے اس لئے انمیں خوبی ہے آسمان کی گردش اضطراری ہے لہٰذا اُس پر ثواب کا ترتب ہے نہ عتاب کا۔ حساب۔ اللہ تعالیٰ جس وقت محاسبہ کریگا تو انسان کے اختیاری اعمال کا محاسبہ ہوگا۔

[۲] جملہ۔ کائنات میں سے ہر چیز اللہ کی تسبیح خواں ہے لیکن یہ اُنکی اضطراری تسبیح ہے لہٰذا اس پر اُنکو کوئی ثواب نہ ملے گا۔ مزد مند۔ مزدوری کے قابل۔ تیغ جب تک انسان کے پاس تلوار نہ ہو .... وہ نہ غازی بن سکتا ہے نہ ڈاکو بن جائے تو پھر غازی ہونے کا ثواب یا ڈاکو ہونے کا عذاب مرتب ہوگا۔

[۳] زانکہ۔ انسان کو کرمنا کی فضیلت اسی لئے حاصل ہوئی ہے کہ اس میں برائی کی بھی قدرت ہے اور بھلائی کی بھی۔ کرمنا۔ قرآنِ پاک میں مذکور ہے کہ ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔ مومناں۔ نیک عمل کرنے والے دوسروں کے لئے بھی راحت کا سبب ہیں۔ کافراں۔ کافر دوسروں کے لئے بھی مصیبت ہیں۔

بازکافر خورد شربت از صدید — ہم زقوتش زہر شد در وے پدید
پھر کافر نے پیپ کا شربت پیا — اُس کی غذا سے بھی اُس میں زہر پیدا ہوگیا

اہلِ الہامِ خدا عینُ الحیات — اہلِ تسویلِ ہوا سمُّ الممات
خدا کے اِلہام والے (آبِ) حیات کا چشمہ ہیں — خواہشِ نفسانی کے ملمع والے موت کا زہر ہیں

درجہاں[1] ایں مدح و شاباش و زہے — زاختیارست و حفاظ و آگہے
دنیا میں یہ تعریف، اور شاباش، اور واہ واہ — اختیار اور مروّت اور آگاہی کی وجہ سے ہے

جملہ رنداں چونکہ در زنداں روند — متقی و زاہد و حق خواں شوند
تمام اوباش جب قید خانے میں جائیں گے — متقی اور پرہیزگار اور اللہ کو پکارنے والے بنجائینگے

چونکہ قدرت رفت کاسد شد عمل — ہیں کہ تا سرمایہ نستاند اجل
چونکہ قدرت جاتی رہی، عمل کھوٹا ہوگیا — خبردار! موت سرمایہ کو نہ چھین لے

قدرتت سرمایۂ سود ست ہیں — وقتِ قدرت را نگہدار و ببیں
آگاہ! نفع کا سرمایہ تیری قدرت ہے — قدرت کے وقت کی نگہداشت کر اور دیکھ لے

آدمی بر خِنگِ[2] کرّمنا سوار — در کفِ درکش عنانِ اختیار
انسان، کرّمنا کے گھوڑے پر سوار ہے — اُس کی عقل کے ہاتھ میں اختیار کی باگ ہے

باز موسیٰؑ داد پند اُو را بمہر — کہ مرادت زرد خواہد کرد چہر
حضرت موسیٰؑ نے محبت سے پھر اُسے نصیحت کی — کہ تیری مراد چہرہ پیلا کردے گی

ترکِ ایں سودا بگو وز حق بترس — دیو دادستت برائے مکر درس
اِس جنون کو چھوڑ اور اللہ (تعالٰی) سے ڈر — شیطان نے مکر کیلئے تجھے سبق پڑھایا ہے

ہیں برو دردِ سرِ خود کم طلب — کایں مرادت افگند در صد تعب
خبردار! اپنا دردِ سر نہ مول لے — کیونکہ یہ تیری مراد سینکڑوں مشقتوں میں ڈالدیگی

قانع[3] شدنِ آں مردِ طالب بتعلیمِ زبانِ مرغِ خانگی و سگ و اجابت کردنِ موسیٰ علیہ السّلام اُو را

اُس طالب انسان کا گھریلو مرغ اور کتے کی زبان سیکھنے پر قانع ہوجانا اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا اس کو مان جانا

گفت بارے نطقِ سگ کو بر در ست — نطقِ مرغِ خانگی کاہلِ پرست
اُس نے کہا کم ازکم کتے کی بولی جو دروازہ پر ہے — گھریلو مرغ کی بولی جو پَردار ہے

---

[1] درجہاں۔ دنیا میں جس قدر تعریفیں ہیں وہ انسان کے اِختیاری اَفعال پر ہیں۔ جملہ رنداں۔ دوزخ میں جاکر دوزخی عبادت کرینگے لیکن وہ اُنکی اضطراری عبادت ہوگی جو غیر معتبر ہے۔ ہیں۔ انسان کو اُس وقت کی قدر کرنی چاہیے جس میں اُس کو اختیار حاصل ہے وہی اُسکے نفع کا سرمایہ ہے جب قدرت باقی نہ رہیگی اُس وقت کی نیکی بیکار ہے۔

[2] خِنگ۔ سفید گھوڑا سفید درکف۔ ہاتھ عقل۔ عنان۔ باگ۔ کہ مرادت یعنی اگر تو جانوروں کی بولی جان گیا تو شرمندہ ہوگا۔ ہیں۔ جانوروں کی بولی جاننا تیرے لئے دردِ سر بنے گا۔ تعب۔ مشقت۔

[3] قانع۔ پہلے وہ مُصر تھا کہ سب جانوروں کی بولی بتا جائے اب اِس پر راضی ہوگیا کہ صرف اپنے گھر کے مرغ اور کتے کی بولی جان لے۔

گفت[1] موسیٰؑ ہیں تو دانی زو رسید
(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا ہاں تو جان لیگا اُس (اللہ) سے (اجازت) آگئی

نطق ایں ہر دو شود بر تو پدید
اِن دونوں کی بولی تجھے معلوم ہو جائے گی

بامداداں از برائے امتحاں
صبح کو آزمایش کے لئے

ایستاد او منتظر بر آستاں
وہ چوکھٹ پر منتظر کھڑا ہو گیا

خادمہ سُفرہ بیفشاند و فتاد
خادمہ نے دسترخوان جھاڑا اور گرا

پارۂ نانِ بیاتِ آثارِ زاد
باسی روٹی کا ٹکڑا، کھانے کا بقیہ

در ربود آنرا خروسے چوں گرو
مرغ اُس کو گروی (چیز) کی طرح اُچک لے گیا

گفت سگ کردی تو بر ما ظلم رَو
کُتّے نے کہا جا، تو نے ہم پر ظلم کیا

دانۂ گندم[2] توانی خورد و من
تو گیہوں کا دانہ کھا سکتا ہے اور میں

عاجزم از دانہ خوردن در وطن
وطن میں دانہ کھانے سے عاجز ہوں

گندم و جو را و باقی حبوب
گیہوں اور جَو اور باقی دانے

می توانی خورد و من نے اے طرب
اے مست! تو کھا سکتا ہے اور میں نہیں کھا سکتا

ایں لبِ نانے کہ قسمِ ما است آں
یہ روٹی کا ٹکڑا جو ہمارا حصّہ ہے

می رُبائی ایں قدر را از سگاں
اِتنے کو (بھی)، تو کتّوں سے اُچک لیتا ہے

جوابِ خروس سگ را
مُرغ کا کُتّے کو جواب

پس خروسش گفت تن زن غم مخور
پھر مُرغ نے اس سے کہا چپ ہو جا، غم نہ کر

کہ خدا بدہد عوض زیں بہ دگر
کیونکہ اللہ (تعالیٰ) اس سے بہتر دوسرا بدلہ دیگا

اسپِ ایں خواجہ سقط خواہد شدن
اِس آقا کا گھوڑا مر جائے گا

روزِ فردا سیر خور کم کن حزن
کل کو پیٹ بھر کر کھانا! غم نہ کر

مر سگاں را عید باشد مرگِ اسپ
گھوڑے کا مرنا کتّوں کی عید ہوتی ہے

روزیٔ وافر[3] بود بے جہد و کسب
بغیر محنت اور کمائی کے بہت خوراک ہوتی ہے

اسپ را بفروخت چوں بشنید مرد
مرد نے جب سنا، گھوڑا فروخت کر دیا

پیش سگ شد آں خروس رو زرد
وہ بیچارہ مرغ کتّے کے آگے شرمندہ ہوا

روزِ دیگر ہمچناں ناں را ربود
دوسرے دن بھی اِسی طرح سے روٹی لے اڑا

آں خروس و سگ بر و لب بر گشود
وہ مرغ، اور کتّے نے اُس پر لب کشائی کی

---

[1] گفت موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اللہ کی جانب سے مجھے اُس کے سکھانے کی اجازت ملگئی ہے تو اب جان جائیگا۔ امتحان۔ اِس آزمائش کے لئے کہ بولی سمجھنے لگا ہے یا نہیں۔ نانِ بیات۔ باسی روٹی۔ چوں گرو یعنی جس طرح رہن رکھنے والا رہن کی چیز پر قبضہ کرتا ہے۔

[2] دانۂ گندم۔ کُتّے نے کہا تو نے مجھ پر ظلم کیا۔ یہ روٹی میرا حصہ تھی تو دانہ چگ سکتا ہے میں صرف روٹی کھا سکتا ہوں۔ در وطن۔ جنگل میں کتّا ہر چیز کھانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ حبوب۔ دانے۔ طرب۔ بست۔ لبِ نان۔ روٹی کا کنارہ۔ سقط۔ قاف کے سکون کے ساتھ، چوپایہ کا مرنا۔ حزن۔ غم۔

[3] وافر۔ بھرپور۔ رو زرد۔ چونکہ مرغ کی پیشگوئی کے مطابق کُتّے کو مردہ گھوڑا کھانے کو نہ ملا تو مرغ شرمندہ ہوا۔

کاے خروس عشوہ[1] دہ چندیں دروغ
کہ اے مرغ! مکّار اس قدر جھوٹ
ظالمی و کاذبی و بے فروغ
تو ظالم ہے، اور تو جھوٹا ہے اور بے اعتبار ہے

اسپ کش گفتی سقط گردد کجاست
وہ گھوڑا جس کے بارے میں تو نے کہا تھا کہ وہ مرے گا کہاں ہے؟
کور اختر گوئی محرومی زراست
تو اندھا نجومی ہے، سچائی سے محروم ہے

گفت اورا آں خروس باخبر
اُس باخبر مرغ نے اُس سے کہا
کہ سقط شد اسپ او جائے دگر
کہ اُس کا گھوڑا دوسری جگہ مر گیا ہے

اسپ را بفروخت جست او از زیاں
گھوڑے کو فروخت کر دیا اور نقصان سے بچ گیا
آں زیاں انداخت او بر دیگراں
اُس نے وہ نقصان دوسروں پر ڈال دیا

لیک فردا اسْتُرش[2] گردد سقط
لیکن کل کو اُس کا خچر مرے گا
مر سگاں را باشد آں نعمت فقط
وہ صرف کُتّوں کے لئے نعمت رہو گا

زود اسْتر را فروشید آں حریص
اُس لالچی نے فوراً خچر بیچ ڈالا
یافت از غم و ز زیاں آں دم محیص
اُس وقت ابھی اُس نے رنج اور نقصان سے نجات پا لی

روز ثالث گفت سگ باآں خروس
تیسرے دن کُتّے نے اُس مرغ سے کہا
اے امیر کاذباں با طبل و کوس
اے نقارے اور گھنٹے کے ساتھ جھوٹوں کے سردار

تابکے گوئی دروغے بے فروغ
تو نہ چلنے والا جھوٹ کب تک بولے گا؟
دوغی اے نا اہل دوغی دوغ دوغ
اے نااہل! تو چھاچھ ہے تو چھاچھ ہے چھاچھ چھاچھ

گفت او بفروخت اسْتر را شتاب
کہا، اُس نے خچر جلدی سے بیچ دیا
لیک فردایش غلام آید مصاب
لیکن کل کو اس کا غلام بیمار پڑے گا

چوں غلام او بمیرد ناںہا
جب اُس کا غلام مرے گا روٹیاں
بر سگ و خواہندہ ریزند اقربا
کُتّوں اور مانگنے والوں پر (اُس کے) رشتہ دار بہا دینگے

ایں شنید و آں غلامش را فروخت
یہ سنا اور اُس نے اُس غلام کو بیچ ڈالا
رست از خسران و رخ را بر فروخت
نقصان سے بچ گیا اور چہرے کو روشن کر لیا

شکرہا می کرد و شادیہا کہ من
شکریے ادا کرتا تھا اور خوشیاں کہ میں
رستم از سہ[3] واقعہ اندر زمن
زمانے میں تین حادثوں سے بچ گیا

تا زبان مرغ و سگ آموختم
جب سے میں نے مرغ اور کُتّے کی بولی سیکھ لی ہے
دیدۂ سوء القضا را دوختم
بُری قضا کی آنکھ سی دی ہے

[1] عشوہ۔ مکر و فریب۔ اختر گو۔ ستاروں کی باتیں کرنے والا نجومی اگر اندھا ہو تو وہ ستاروں کی رفتار نہیں دیکھ سکتا اس لئے اُس کی پیش گوئیاں غلط ہونگی۔

[2] استر۔ خچر۔ فقط۔ چونکہ مرغ اُس کو نہ کھا سکے گا۔ محیص۔ چھٹکارا، نجات۔ باطبل۔ یعنی ڈنکے کی چوٹ جھوٹ بولنے والا۔ دوغ۔ چھاچھ۔ مصاب۔ بیمار۔

[3] سہ۔ یعنی نقصان سے بچنے پر سرخرو ہو گیا۔ سہ واقعہ۔ گھوڑے خچر اور غلام کا نقصان۔ دیدہ۔ یعنی اب بُری تقدیر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

خجل شدن خروس پیش سگ بسبب دروغ شدن سہ وعدہ

تین وعدوں کے جھوٹے ہو جانے سے، مرغ کا کتے کے سامنے شرمندہ ہونا

روزِ دیگر آں سگِ محروم گفت — کاے خروسِ ژاژ خا کو طاق و جفت

دوسرے دن اُس محروم کتے نے کہا — اے بکواسی مرغ! اکہرا اور دُہرا کہاں ہے؟

چند چند آخر دروغ و مکرِ تو — خود نہ پرّد جز دروغ از وکرِ تو

تیرا مکر اور جھوٹ آخر کس قدر؟ — تیرے گھونسلے سے سوائے جھوٹ کے کچھ نہیں اڑتا ہے

گفت حاشا از من و از جنسِ من — کہ بگردیم از دروغے ممتحن

اُس نے کہا مجھ سے اور میری قوم سے بعید ہے — کہ ہم کسی جھوٹ میں مبتلا ہوں

ما خروساں چوں مؤذن راست گو — ہم رقیبِ آفتاب و وقت جو

ہم مرغ، مؤذن کی طرح سچ بولنے والے ہیں — ہم سورج پر نگراں کرنے والے اور وقت کی جستجو کرنے والے ہیں

پاسبانِ آفتابیم از دروں — گر کنی بالائے ما طشتے نگوں

ہم اندر سے سورج کے نگہبان ہیں — اگر تو ہم پر طشت اوندھا کردے

پاسبانِ آفتاب اند اولیا — در بشر واقف ز اسرارِ خدا

اولیاء، سورج کی نگہداشت کرنے والے ہیں — انسانوں میں، خدا کے رازوں سے واقف ہیں

اصلِ ما را حق پئے بانگ و نماز — داد ہدیہ آدمی را در جہاز

ہماری نسل اللہ (تعالیٰ) نے نماز کی اذان کیلئے — سامان میں، آدمی کو ہدیہ میں دی ہے

گر بنا ہنگام سہوے ماں رود — در اذاں آں مقتلِ ما می شود

اگر بے وقت ہم سے بھول ہو جائے — اذان میں، وہ ہمارے قتل کا سبب بنتی ہے

گفت نا ہنگام حیّ علی الفلاح — خونِ ما را می کند خوار و مباح

بے وقت حیّ علی الفلاح کہنا — ہمارے خون کو ذلیل اور جائز کر دیتا ہے

آنکہ معصوم آمد و پاک از غلط — آں خروسِ وحیِ جاں آمد فقط

وہ جو بے گناہ، اور غلطی سے پاک ہے — وہ صرف روح کی وحی کا مرغ ہے

آں غلامش مُرد پیشِ مشتری — شد زیانِ مشتری آں یکسری

اُس کا وہ غلام خریدار کے پاس مر گیا — وہ بالکل خریدار کا نقصان بنا

اُو گریزانید مالش را و لیک — خونِ خود را ریخت آں دریاب نیک

اُس نے اپنا مال بچا لیا، لیکن — اُس نے اپنا خون بہایا، اِسکو خوب سمجھ لے

---

۵۱ طاق و جفت۔ وہ بہت سی پیشگوئیاں جو تو نے کی تھیں۔ وکر: پرند کا گھونسلا۔ ممتحن۔ آزمائش میں پڑا ہوا۔ ما خروساں۔ مرغ صبح صادق کے وقت بولتا ہے۔ پاسباں۔ مرغ اگر تاریک کوٹھری میں بھی ہو تو اُس کو صبح صادق کا احساس ہوجاتا ہے۔ اولیا۔ جس طرح مرغ آسمانی سورج کا پاسبان ہے اسی طرح اولیاء حق تعالیٰ کے پاسبان ہیں اور انسانوں میں جو اسرار خداوندی ہیں اُن کو پہچان لیتے ہیں۔

۵۲ در جہاز۔ سامان یعنی مرغ کی نسل یعنی مرغوں کو خدا نے صبح کے نماز کے وقت کی اطلاع دینے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ گر بنا ہنگام۔ جو مرغ بے وقت اذان دیتا ہے اُس کو ذبح کر دیا جاتا ہے۔ آنکہ معصوم۔ مرغ سے غلطی ہو جاتی ہے معصوم صرف انبیاء ہیں یا جبرئیل جو وحی لاتے تھے۔

۵۳ آں غلامش۔ مالک نے مرغ سے غلام کے مرنے کی پیشگوئی سنی کر اُس غلام کو جلد فروخت کر ڈالا اور وہ خریدار کے پاس جا کر مر گیا۔ اُو۔ اُس مالک نے اپنا مال بچا لیا اور نقصانات سے بچ گیا لیکن نتیجہ میں اس کی جان ہلاک ہوئی۔

یک زیاں[1] دفعِ زیانہا می شُدے — جسم و مالِ ماست جانہا را فِدے

ایک نقصان بہت سے نقصانات کا دفعیہ ہو جاتا — ہمارا جسم، اور مال جانوں کا فدیہ ہے

پیشِ شاہاں در سیاست گستری — مید ہی تو مال و سر را می خری

بادشاہوں کے روبرو، انصاف کرنے میں — تو مال دے دیتا ہے اور سر بچا لیتا ہے

اعجمی[2] چوں گشتۂ اندر قضا — می گریزانی زِ داور مال را

چونکہ قضاء (خداوندی) کے معاملہ میں تو بیگانہ ہے — اللہ (تعالیٰ) سے تو مال کو چھپاتا ہے

زانکہ مالت بر تو گر صدقہ شود — آں زیانے نیست سُودِ تو بُوَد

کیونکہ تیرا مال، اگر تجھ پر قربان ہو جائے — وہ نقصان نہیں ہے، تیرا نفع ہوتا ہے

خبر دادنِ خروس از مرگ آں خواجہ

مرغ کا آقا کے مرنے کی خبر دینا

لیک فردا خواہد اُو مُردن یقین — گاؤ خواہد کُشت وارث در حنین

لیکن وہ کل کو یقیناً مرے گا — اُس کے غم میں وارث گائے ذبح کرے گا

صاحب خانہ بخواہد مُرد و رفت — روزِ فردا نک بیدرت لوتِ زفت

گھر کا مالک مرے گا اور جائے گا — کل کو تجھے ضرور چکنی غذا ملے گی

پارہائے نان و لانگ و طعام — در میانِ کوئے یابد خاص و عام

روٹی کے ٹکڑے، اور لنگر، اور کھانا — ہر خاص و عام گلی میں پائے گا

گاوِ قربانی و نانہائے تُنک — بر سگان و سائلاں ریزد بُبک

قربانی کی گائے، اور ہلکی چپاتی — کُتوں اور بھکاریوں پر بہائے گا

مرگِ اسپ و استر و مرگِ غلام — بُد قضا گردانِ ایں مغرورِ خام

گھوڑے اور خچر کا مرنا، اور غلام کا مرنا — اس متکبر، ناتجربہ کار کی قضا کو ٹالنے والا تھا[3]

از زیانِ مال و دردِ آں گریخت — مال افزوں کرد و خونِ خویش ریخت

یہ مال کے نقصان، اور اس کی تکلیف سے بھاگا — اُس نے مال بڑھا لیا، اور اپنا خون بہایا!

ایں ریاضتہائے درویشاں چراست — کاں بلا بر تن بقائے جانہاست

یہ درویشوں کے مجاہدے کیوں ہیں؟ — اس لئے کہ جسم کی تکلیف جانوں کی بقا ہے

تا بقائے خود نہ بیند سالکے — چوں کُند تن را سقیم و ہالکے

جب تک سالک اپنی بقا نہ سمجھے — تو جسم کو بیمار اور فنا کیوں کرے!

---

[1] یک زیاں۔ ایک نقصان لفظاً قدر میں بہت سے نقصانوں کا دفعیہ ہوتا ہے۔ پیشِ شاہاں۔ زیادتی معاملوں میں انسان مال خرچ کر کے جان بچا لیتا ہے۔

[2] اعجمی۔ بیگانہ، اجنبی۔ حنین۔ رونا۔ لوتِ زفت۔ قیمتی غذا۔ لانگ۔ لنگر۔ خام۔ ناتجربہ کار۔

[3] ریخت۔ اگر مال ضائع ہو جاتا تو جان بچ جاتی۔ ریاضتہائے۔ یعنی مجاہدوں کی محنت۔ سالک۔ سلوکِ معرفت طے کرنے والا چونکہ فنائے جسم میں بقائے روح سمجھتا ہے اسی لئے ریاضتوں میں بدن کو گھلاتا ہے۔

دستِ[۱] کے جُنبَد بایثار و عَمَل — تانہ بیند دادہ راجانش بَدَل

ایثار اور عمل میں ہاتھ کب ہلے — جب تک کر دیئے ہوئے کا بدلہ جان کیلئے نہ دیکھ لے

آنکہ بدہد بے اُمید و سود ہا — آں خدا است، آں خدا است، آں خدا

جو بغیر امید اور نفع کے دیتا ہے — وہ تو خدا ہے، وہ خدا ہے، وہ خدا ہے

یا ولیِ حق کہ خُوئے حق گرفت — نور گشت و تابشِ مُطلق گرفت

یا اللہ کا دوست جس نے اللہ کے اخلاق حاصل کرلئے ہیں — جو نور بن گیا ہے، اور مُطلق چمک حاصل کرلی ہے

کو غنی ست و جزاُو جُملہ فقیر — کے فقیرے بے عوض گوید کہ گیر

کیونکہ وہ بے نیاز ہے اور اس کے علاوہ سب محتاج ہیں — محتاج بغیر بدلے کے کب کہتا ہے کہ لے لے

تانہ بیند کودکے کہ سیب ہست — اُو پیازِ گندہ راندہد ز دست

جب تک بچّہ نہ دیکھ لے کہ سیب ہے — وہ بدبودار پیاز کو نہیں چھوڑتا ہے

اینہمہ بازار بہرِ ایں غرض — بر دُکانہا شِستہ بر بُوئے عوض

یہ تمام بازار (والے) اسی غرض سے — بدلے کی اُمید پر دُکانوں پر بیٹھے ہوئے ہیں

صد متاعِ[۲] خوب عرضہ می کُنند — واندرونِ دل عوضہا می تنند

سینکڑوں عمدہ سامان پیش کرتے ہیں — اور دل میں بدلوں کی فکر کرتے ہیں

یک سلامے نشنوی اے مردِ دیں — کہ نگیرد آخرت آں آستیں

اے دیندار! تو ایک سلام بھی نہ سُنے گا — جو بالآخر (تیری) آستین نہ پکڑے

بے طمع نشنیدہ ام از خاص و عام — من سلامے اے برادر والسلام

میں نے (کسی) خاص و عام سے بغیر لالچ کے نہیں سُنا — ایک سلام (بھی)، اے بھائی! والسلام

جز سلامِ حق تو ہیں آں را بجُو — خانہ خانہ جا بجا و کُو بکُو

سوائے اللہ (تعالیٰ) کے سلام کے تو صرف اسی کی جستجو کر — گھر گھر، جگہ جگہ، اور کوچے کوچے

از دہانِ[۳] آدمی خوش مشام — ہم پیامِ حق شُنودم ہم سلام

صحیح الدماغ آدمی کے مُنھ سے — میں نے سنا ہے اللہ (تعالیٰ) کا پیغام بھی اور سلام بھی

ویں سلامِ باقیاں بر بُوئے آں — من ہمی نوشم بدل خوشتر زجاں

بقیہ لوگوں کا سلام (بھی)، اسی کی خوشبو کی وجہ سے — میں دل سے سنتا ہوں جو جان سے زیادہ پیارا ہے

زاں سلامِ اُو سلامِ حق شُدست — کاتش اندر دُودمانِ خود زدست

اس کا سلام تو اللہ تعالیٰ کا سلام بن گیا ہے — کیونکہ اُس نے اپنے خاندان کو آگ لگا دی ہے

---

[۱] دست۔ انسان جو کچھ کرتا ہے وہ عوض اور بدلہ کے لالچ میں کرتا ہے۔ آنکہ۔ بے غرض کام کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ یا ولی چونکہ اولیاء اللہ اخلاقِ خداوندی حاصل کر لیتے ہیں لہٰذا انکے کام بھی غرض سے خالی ہوتے ہیں۔ کو غنی۔ اللہ کے کام بغیر غرض کے اسلئے ہیں کہ وہ بے نیاز ہے اور انسان کے کام غرض پر اسلئے مبنی ہیں کہ وہ فقیر و محتاج ہے۔ تانہ بیند۔ بچہ بھی جب تک اچھا عوض نہیں دیکھ لیتا اپنی چیز نہیں دیتا ہے یہی دنیا کے سارے کاروبار بدلے اور عوض کی بنیاد پر چلتے ہیں۔

[۲] متاع سامان۔ تاجر اپنے عمدہ قسم کے سامان گاہک کو بدلے کے لالچ میں دکھاتے ہیں۔ یک سلامے۔ دنیا میں جو کسی وقت ایک سلام بھی کرتا ہے کسی نہ کسی وقت اس کا بدلہ لینے کیلئے دامن پکڑتا ہے۔ جز۔ اللہ کیجانب سے جو سلام پہنچتا ہے وہ غرض سے خالی ہوتا ہے۔

[۳] از دہاں۔ میں نے اہل اللہ کی زبان سے اللہ کا پیام و سلام سنا ہے میں اسی سلام کی توقع پر عوام کا سلام دل و جان سے قبول کرتا اور سنتا ہوں کہ شاید انہیں کوئی اس طرح کا سلام ہو۔ زاں سلام۔ اہل اللہ کا سلام اللہ کا سلام اسوجہ سے ہوگیا ہے کہ انہوں نے اپنے آپکو فنا کر دیا ہے اب وہ فانی فی اللہ اور ان کی صفت سے متصف ہوگئے اور ان کی زبان اللہ کی زبان بن گئی۔

مُردہ است از خود شدہ زندہ برب ۔۔۔ زاں بُود اسرارِ حقش در دو لب
وہ فانی بالذات ہے، باقی باللہ ہے ۔۔۔ اسی لئے اُس کے دونوں ہونٹوں میں الٰہی اسرار ہوتے ہیں

مُردنِ[1] تن در ریاضت زندگی ست ۔۔۔ رنج ایں تن رُوح را پایندگی ست
ریاضت میں جسم کا مرنا، زندگی ہے ۔۔۔ اِس جسم کی تکلیف، روح کی استواری ہے

گوش بنہادہ بُد آں مردِ خبیث ۔۔۔ می شنید اُو از خروسش ایں حدیث
وہ خبیث انسان کان لگائے ہوئے تھا ۔۔۔ یہ بات وہ اپنے مرغ سے سُن رہا تھا

دویدنِ آں شخص بسُوئے موسیٰؑ بزینہار چوں خبر مرگِ خود بشنید
اُس شخص کا حضرت موسیٰؑ کی طرف پناہ کیلئے دوڑنا جبکہ اُس نے اپنی موت کی خبر سُنی

چوں شنید اینہا رواں شد تیز تفت ۔۔۔ بَر درِ موسیٰؑ کلیم اللہ رَفت
جب اُس نے یہ سُنا تیزی اور تُندی سے دوڑا ۔۔۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہؑ کے دروازے پر گیا

رُو ہمی مالید بر خاک اُو زبیم ۔۔۔ کہ مرا فریاد رس زیں اے کلیم
وہ خوف سے زمین پر چہرہ رگڑ رہا تھا ۔۔۔ کہ اے کلیم! اِس (معاملے) میں میری مدد کیجئے

گفت رَو بفروش خود را و برہ ۔۔۔ چونکہ اُستا گشتۂ برجہ زچہ
فرمایا جا اپنے آپ کو بیچ ڈال، اور چھٹکارا پالے ۔۔۔ جونکہ تو ماہر بن گیا ہے، کنویں سے کُود نکل

بر مُسلمانان[2] زیاں انداز تو ۔۔۔ کیسہ و ہمیانہا را کُن دُو تُو
تو مسلمانوں کو نقصان پہنچا دے ۔۔۔ ہمیانیوں اور تھیلی کو دُوگنا کرلے

مَن درونِ خشت دیدم ایں قضا ۔۔۔ کہ در آئینہ عیاں شد مر تُرا
میں نے اِس قضا کو اینٹ میں سے دیکھ لیا ہے ۔۔۔ جو آئینہ میں تجھ پر ظاہر ہوئی ہے

عاقِل اَوّل بیند آخر را بدِل ۔۔۔ اندر آخر بیند از دانش مُقِل
عقلمند شروع میں دل سے انجام کو دیکھ لیتا ہے ۔۔۔ عقل کا کوتاہ، آخر میں دیکھتا ہے

باز زاری کرد کاے نیکو خصال[3] ۔۔۔ مر مرا بر سَر مزن بر رُو مَمال
وہ پھر رویا، کہ اے نیک عادت! ۔۔۔ میرے سَر پر نہ ماریئے، مُنہ پر نہ ملیئے

از من آں آمد کہ بُودم ناسزا ۔۔۔ ناسزایم را تو دِہ حُسن الجزا
مجھ سے وہی ہوا کیونکہ میں نالائق تھا ۔۔۔ مجھ نالائق کو آپ اچھا بدلہ دے دیجئے

گفت تیرے جست از شست اے پسر ۔۔۔ نیست سُنّت کاید آں واپس بسر
فرمایا اے بیٹا! تیر کمان سے نکل گیا ۔۔۔ سنتِ الٰہی نہیں ہے کہ وہ دوبارہ واپس کرے

---

[1] مُردنِ تن۔ ریاضتوں اور مجاہدوں سے جسم کو فنا کیا جاتا ہے تو روح زندہ اور قوی ہوتی ہے۔ ابدالطہ کو یہ درجہ اسی لئے حاصل ہوتا ہے۔ گوش۔ جانوروں کی بولی سیکھ لینے والے نے مُرغ سے جب اپنی موت کی خبر سُنی تو گھبرا کر حضرت موسیٰؑ کے پاس بھاگ کر گیا۔ کلیم۔ حضرت موسیٰؑ کا لقب ہے کیونکہ کوہ طور پر آپ کی اللہ تعالیٰ سے گفتگو ہوتی تھی۔ گفت حضرت موسیٰؑ نے طنزاً فرمایا کہ دوسری چیزوں کو فروخت کرکے جس طرح تو نقصان سے بچا اسی طرح اپنے آپ کو بھی فروخت کردے۔

[2] بر مسلماناں۔ مرنے والی چیزیں دوسروں کے ہاتھ فروخت کرکے تو نے اُن کو نقصان پہنچایا اور اپنی تھیلی بھری۔ من دروں۔ یہ باتیں جبکہ بالکل پردۂ خفا میں تھیں میں اسی وقت سمجھ گیا تو اپنے بُرے انجام کو اب سمجھا ہے۔ مُقِل۔ نادار، مُفلس۔

[3] خِصال۔ خصلت کی جمع ہے، عادت۔ مر مرا۔ یعنی مجھے اب زیادہ شرمندہ نہ کیجئے۔ از من۔ میں تو نالائق تھا مجھ سے نالائقی سرزد ہوئی۔ آپ مجھ نالائق کو اچھا بدلہ عطا کردیں۔ نیست سُنت۔ یعنی عام طور پر سُنتِ الٰہی یہی ہے کہ قضا و قدر نہیں ٹلتی ہے۔

لیک در خواہم ز نیکو داوری[1] — تاکہ ایماں آں زماں با خود بری

ہاں بہترین انصاف والے سے میں درخواست کروں گا — تاکہ تو اُس وقت اپنے ساتھ ایمان لے جائے

چونکہ ایماں بُردہ باشی زندہ‌ٔ — چونکہ با ایماں روی پایندہ‌ٔ

جب تو ایمان کو (ساتھ) لیجائے گا، تو زندہ ہے — جبکہ تو ایمان کے ساتھ جائے گا، ٹھیک رہے گا

ہم دراندم حال بر خواجہ بگشت — تا دلش شوریدہ آوردند طشت

اُسی وقت، آقا کا حال دگرگوں ہو گیا — یہانتک کہ اُس کا دل متلایا، لوگ طشت لائے

شورشِ مرگ ست نے ہیضہ طعام — قے چہ سودت دارد اے بدبخت خام

موت کی متلی ہے، نہ کہ کھانے کی بدہضمی — اے بدبخت ناقص! قے تیرے لئے کیا مفید ہے

چار کس بُردند تا سوئے وُثاق — ساق می مالید او بر پُشت ساق

(اُس کو) چار آدمی گھر تک لے گئے — وہ پنڈلی پر پنڈلی رگڑتا تھا

پندِ موسیٰ[2] نشنوی شوخی کُنی — خویشتن بر تیغِ پولادی زنی

تو حضرت موسیٰؑ کی نصیحت نہیں سنتا، ہرگستاخی کرتا ہے — اپنے آپ کو فولاد کی تلوار پر مارتا ہے

شرم ناید تیغ را از جانِ تو — آنِ تست ایں اے برادر آنِ تو

تیری جان (لینے) سے تلوار کو شرم نہیں آتی ہے — اے بھائی: یہی تیرا حصہ ہے، تیرا حصہ ہے

دعا کردنِ موسیٰ علیہ السلام جہتِ سلامتیِ ایمانِ آں شخص

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اُس شخص کے ایمان کی سلامتی کی دعا کرنا

گفت موسیٰؑ در مُناجات آں سحر — کاے خدا ایماں از دستاں مبر

اُس صبح کو، حضرت موسیٰؑ نے دعا میں عرض کیا — کہ اے خدا! اِس کا ایمان نہ لے، نہ چھین

بادشاہی کُن برو بخشا کہ او — سہو کرد و خیرہ روئی و غلو

شاہی برت، اُس کو بخش دے کیونکہ اُس نے — غلطی، اور شوخی، اور زیادتی کی ہے

گفتمش[3] ایں علم نے در خورد تست — دفعِ پندار ید گفتم را و سست

میں نے اُس سے کہا تھا، کہ یہ علم تیرے لائق نہیں ہے — میری بات کو اُس نے ٹال مٹول اور کمزور سمجھا

دست را بر اژدہا آں کس زند — کہ عصا را دستش اژدرہا کند

اژدہے پر وہ شخص ہاتھ ڈالے — جس کا ہاتھ، لاٹھی کو اژدہا بنا دے

سرِّ غیب آں را سزد آموختن — کہ تواند لب ز گفتن دوختن

غیب کا راز سیکھنا اُس کے لئے مناسب ہے — جو بولنے سے ہونٹ سی سکے

---

[1] داوری۔ انصاف۔ تاکہ۔ یعنی تو مومن مرے، تیرا مومن مرنا ہی اصل زندگی حاصل کرنا ہے۔ ہم دراں دم حضرت موسیٰؑ اُس سے یہ باتیں کر رہے تھے کہ اُس کو متلی شروع ہو گئی۔ طشت۔ تاکہ وہ طشت میں قے کرے فرش خراب نہ ہو۔ شورش۔ موت کی قے سے آرام حاصل نہیں ہوتا بدہضمی کی قے باعث سکون ہوتی ہے... چار کس۔ یعنی چارپائی پر ڈال کر چار آدمی اُٹھا کر لے گئے۔ ساق۔ پنڈلی سے پنڈلی رگڑنا نزع کی کیفیت سے کنایہ ہے۔

[2] پندِ موسیٰؑ۔ مولانا کا مقصود ہے کہ قضا و قدر سے ٹکرانا اور بے ادبی موت مول لینا ہے۔ آنِ تست۔ ایسے لوگوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔ مناجات۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے دعا۔ بادشاہی۔ یعنی اُس گنہگار کی خطا پر اُس کی گرفت نہ فرما اپنی شہنشاہی کا مظاہرہ فرما کر اُس کو معاف کر دے۔

[3] گفتمش۔ بلمناجات میں حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا۔ دفع۔ میری بات کو اُس نے ٹلنے پر محمول کیا۔ دست۔ یعنی خطرے میں پڑنا ہر شخص کا کام نہیں ہے سانپ پر حضرت موسیٰؑ جیسا شخص ہاتھ ڈال سکتا ہے خدائی رازوں سے وہ واقفیت حاصل کرے جس میں ضبط کی طاقت ہو اور ہونٹ نہ ہلائے۔

دَر خورِ دریا نشُد جز مُرغِ آب ۔ فہم کُن وَاللہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

دریائی پرند کے سوا دریا کے لائق نہیں ہے ۔ سمجھ جا، اور اللہ صحیح بات زیادہ جانتا ہے

اُو بدریا رفت و مُرغابی نبُود ۔ گشت غرقہ دستگیرش اے وَدُود

وہ دریا میں گھس گیا اور دریائی پرند نہ تھا ۔ ڈوب گیا، اے خدا اُسکی دستگیری فرما

اِجابت کردنِ حق تعالیٰ دُعائے موسیٰ علیہ السّلام را

(حضرت) موسیٰ علیہ السّلام کی دعا کو ۔ اللہ تعالیٰ کا قبول فرما لینا

گفت بخشیدم بدو ایماں نعَم ۔ ور تو خواہی ایں زماں زندہ کُنم

فرمایا ہاں میں نے اُس کو ایمان بخشا ۔ اگر تو چاہے تو میں اُس کو ابھی زندہ کردوں

بلکہ جُملہ مُردگانِ خاک را ۔ ایں زماں زندہ کُنم بہرِ تو ما

بلکہ زمین کے تمام مُردوں کو ۔ ہم تیرے لئے ابھی زندہ کر دیں

گفت موسیٰؑ ایں جہانِ مُردن ست ۔ آں جہاں انگیز کانجا روشن ست

(حضرت) موسیٰؑ نے عرض کیا یہ فنا کا جہان ہے ۔ اُس جہان میں اٹھائیے کیونکہ وہ روشن جگہ ہے

ایں فنا جا چوں جہانِ بُود نیست ۔ بازگشتِ عاریت پس سُود نیست

یہ فنا کی جگہ چونکہ ہمیشہ رہنے کا جہان نہیں ہے ۔ عارضی واپسی ہے تو کوئی فائدہ نہیں ہے

رحمتے افشاں بر ایشاں ہم کنُوں ۔ در نہاں خانہ لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن

اُن پر اب رحمت نازل فرما ۔ "لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن" کے مخفی مقام میں

تا بدانی کہ زیانِ جسم و مال ۔ سُودِ جاں باشد رَہاند از وَبال

خبردار سمجھ جا کہ جسم اور مال کا نقصان ۔ جان کا نفع ہے (اُسکو) وبال سے رہائی دیتا ہے

پس ریاضت را بجاں شو مُشتری ۔ چوں سپُردی تن بخدمت جاں بری

پس مجاہدے کو (دل و) جان سے اختیار کر ۔ جب تو جسم کو خدمت میں لگا دیگا نجات پا جائیگا

ور ریاضت آیدت بے اختیار ۔ سَر بنہ شُکرانہ دہ اے کامیار

اور اگر بلا ارادہ تجھ سے ریاضت ہو جائے ۔ اے کامیاب اطاعت کر، شکر ادا کر

چوں حقت داد آں ریاضت شکر کُن ۔ تو نکردی اُو کشیدت زامرِ کُن

جب اللہ (تعالیٰ) نے تجھے وہ ریاضت عطا کر دی تو شکر ادا کر ۔ تو نے خود نہیں کی اُسنے تجھے "کُن" کے حکم کے ذریعہ کھینچا ہے

جسمانی تکالیف جو پہنچتی ہیں وہ بھی اختیاری مجاہدوں کا کام کرتی ہیں اُن پر انسان کو شکر ادا کرنا چاہیے۔ امرِ کُن۔ جو جسمانی مصائب بحکمِ خداوندی پہنچتے ہیں وہ ریاضت اور مجاہدے کا کام کرتے ہیں تو گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے مجاہدے میں لگا دیا ہے لہٰذا وہ مصائب مزید شکر کا سبب ہیں۔

لہ در خور - پانی میں گھسنا آبی جانور کا کام ہے۔ اُو بدریا - یہ شخص اہل نہ تھا اور راز سے واقفیت حاصل کر کے تباہ ہوا۔ وَدُود - بہت محبت کرنے والا خدا کا نام ہے۔ گفت - حضرت موسیٰ کی دعا قبول فرما کر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہم نے اُس کو ایمان عطا کیا اگر تم چاہو تو ہم اُس کو دوبارہ زندگی بخش دیں۔ بلکہ - اور صرف اُسے ہی نہیں ہم تمام مردوں کو تمہاری دعا سے زندگی بخش دیں۔

لہ گفت موسیٰ - حضرت موسیٰ نے عرض کیا یہ دنیا تو فنا کی جگہ ہے یہاں اگر آپ دوبارہ بھی زندہ کریں تو آخر فنا ہے عالمِ آخرت کی زندگی دائمی ہے وہ اُسکو بخش دیجئے اور دوسرے مُردوں پر جو عدم کے تہ خانے میں ہیں آپ کے دربار میں حاضر ہیں اُن پر رحم فرما دیجئے۔ لَدَیْنَا - قرآن پاک میں مُردوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ وَاِنْ کُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْن۔ یعنی تمام مخلوق ہمارے سامنے حاضر شدہ ہے۔ تا بدانی - مولانا اس قصہ کے نتیجہ میں فرماتے ہیں یہ سمجھ لو کہ جسم اور مال کا نقصان جان کا نفع اور وبال سے رہائی کا سبب بنتا ہے۔ پس انسان کا فرض ہے کہ وہ مجاہدے کر کے جسم کو گھٹائے تاکہ روح کو بڑھاوا حاصل ہو۔

لہ در ریاضت - جس طرح عمداً مجاہدے کر کے جسم کو گھٹانے کا نتیجہ روح کی بالیدگی ہے اسی طرح انسان کو قدرتی طور پر جو

حکایتِ[1] آں زن کہ فرزندش نمی زیست بحق تعالیٰ بنالید

اُس عورت کی حکایت جس کی اولاد نہیں جیتی تھی اُس نے اللہ تعالیٰ سے شکوہ کیا

و جواب آمدن کہ ایں عوضِ ریاضت و بجائے مجاہدۂ تست

اور جواب آنا کہ یہ تیری ریاضت کا بدل اور مجاہدہ کے قائم مقام ہے

ایں حکایت بشنو و وعظے شمر یہ حکایت سُن، اور نصیحت حاصل کر	**تا نگردی خستہ از نقص و ضرر** تاکہ تو نقصان اور تکلیف سے خستہ (دل) نہ ہو
آں زنے ہر سال زائیدے پسر وہ عورت ہر سال لڑکا جنتی	**بیش از شش مہ نبودے عمر ور** (لیکن) وہ چھ ماہ سے زیادہ عمر والا نہ ہوتا
یا سہ مہ یا چار مہ گشتے تباہ تین مہینے یا چار مہینے میں تباہ ہو جاتا	**نالہ کرد آں زن کہ افغاں اے الٰہ** وہ عورت روئی کہ اے خدا! فریاد ہے
نہ مہم بارست و سہ ماہم فرح میرے لئے نو مہینے تکلیف اور تین مہینے خوشی ہے	**نعمتم زوتر رواز قوسِ قزح** میری نعمت دھنک کمان سے زیادہ جلدی جانیوالی ہے
پیشِ مردانِ خدا کردے نفیر خاصانِ خدا کے سامنے شکایت کرتی	**زیں شکایت آں زن از دردِ نذیر** وہ عورت اس تکلیف کے جو ڈرانے والے درد سے
بیست[2] فرزند ایں چنیں در گور رفت اس طرح بیس بچے قبر میں گئے	**آتشے در جانِ او افتاد و تفت** شورش اور آگ اُس کی جان میں لگ گئی
تا شبے بنمود او را جنتے یہاں تک کہ اُس کو ایک رات جنت نظر آئی	**باغِ سبزے خوشے بے ضنتے** جو ایک سرسبز شدہ بے دریغ باغ تھا
باغ گفتم نعمتِ بے کیف را میں نے بے کیف نعمت کو باغ کہہ دیا	**سبز گفتم خلد دار الضیف را** میں نے دائمی مہمان خانے کو سبز کہہ دیا
ورنہ لا عین[3] رأت چہ جائے باغ ورنہ باغ کے ذکر کا کیا تُک ہے وہ تو ایسی ہے کہ کسی آنکھ نے اس کو	**گفت نورِ غیب را یزداں چراغ** اللہ (تعالیٰ) نے غیبی نور کو چراغ فرمایا ہے
مثل نبود ایں مثالِ آں بو مثل نہیں ہے یہ اُس کی مثال ہے	**تا برد بو آنکہ او حیراں بود** تاکہ جو حیران ہے وہ بُو سراغ پالے

انسانوں کی فہم کیلئے فرمادیا ہے اسیطرح جنت کا ذکر ہے وہ جنت کی حقیقت فہم سے بالاتر ہے بمثل بیم کے کسرہ کے ساتھ کسی چیز کا مثل وہ چیز ہوتی ہے جو تمام صفات میں اسکے برابر ہو مثال کے لئے یہ ضروری نہیں ہے معمولی سی مشابہت بھی اگر ہے تو اس کو مثال کہا جاسکتا ہے۔

[1] حکایت۔ اس حکایت سے یہ بھی سمجھایا ہے کہ اس عورت کے قدرتی مصائب اسکے مراتب کی بلندی کا سبب تھے۔ وعظے۔ یعنی اس قصہ سے نصیحت حاصل کرلے۔ شش۔ یعنی اس کا بچہ چھ مہینے سے زیادہ زندہ نہ رہتا تھا۔ یا سہ۔ تین چار مہینے میں مر جاتا۔ نہ مہم۔ اس عورت نے یہ شکوہ کیا کہ نو ماہ حمل کی مصیبت جھیلتی ہوں اور صرف تین چار ماہ بچے سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ قوس قزح دھنک کمان تھوڑی دیر کے لئے نمودار ہوتی ہے۔ نفیر۔ نالہ و فریاد۔ دردِ نذیر۔ ڈرانیوالا درد۔

[2] بیست۔ اس عورت کے متواتر بیس بچے اس طرح مرے قرآن مصائب نے اس کے لئے مجاہدوں کا کام کیا اور اس پر اسرارِ غیب نمودار ہونے لگے۔ تا شبے۔ ایک رات اسرارِ غیب اس طرح نمودار ہوئے کہ اس نے خواب میں جنت دیکھی۔

[3] لا عین۔ جنت کے متعلق ایک حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصّٰلِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے وہ چیزیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا نہ وہ کسی انسان کے دل میں گزریں۔ گفت نور۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے نور کو چراغ محض

حاصل آں را دید آں زن مست شُد | زاں تجلی آں ضعیف از دست شُد

خلاصہ یہ کہ اُس (عورت) نے اُسکو دیکھا وہ مدہوش ہو گئی | اُس تجلی سے وہ کمزور عورت مدہوش ہو گئی

دید در قصرےؔ[1] نبشتہ نامِ خویش | آنِ خود دانستش آں محبوب کیش

اُس نے ایک محل پر اپنا نام لکھا دیکھا | اُس نیک اطوار نے اُس کو اپنا جانا

بعد ازاں گفتند کایں نعمت تُراست | کو بجانبازی بجُز صادق نخواست

اُسکے بعد اُنھوں نے (اُس سے) کہا کہ یہ نعمت تیری ہے | جس نے جانبازی سے سوائے خدا کے کچھ نہ چاہا ہو

خدمتِ بسیار می بایست کرد | مر تُرا تا برخوری زیں چاشت خورد

بہت زیادہ عبادت کرنی چاہیئے | تاکہ تو اِس ناشتہ سے فائدہ حاصل کرے

چوں تو کاہل بودی اندر التجا | آں مصیبتہا عوض دادت خدا

چونکہ تو دعا کرنے میں سست تھی | خدا نے اِس کے بدلے میں تجھے وہ مصیبتیں دیدی ہیں

گفت یاربؔ[2] تا بصد سال و فزوں | ایں چنینم دِہ بریز از من تو خوں

اُسنے عرض کیا اے خدا! سَو سال اور زیادہ تک | مجھے اِسی طرح (مصیبتیں) دے میرا خون بہادے

اندراں باغ اُو چو آمد پیش بیش | دید در وے جملہ فرزندان خویش

اُس باغ میں جب وہ زیادہ آگے آئی | اُس نے اُس میں اپنے سب بچے دیکھے

گفت از من گم شُد از تو گم نشُد | بے دو چشمِ غیب کس مردم نشُد

اسنے عرض کیا مجھ سے وہ گم ہوئے تجھ سے گم نہ ہوئے | غیب کی دونوں آنکھوں کے بغیر کوئی انسان نہ بنا

تو نکردیؔ[3] فصد و از بینی دوید | خونِ افزوں تا ز تب جانت رہید

تو نے فصد نہ کرائی اور ناک سے نکلا | بڑھا ہوا خون، حتیٰ کہ تیری جان بخار سے بچ گئی

مغزؔ[4] ہر میوہ بہ است از پوستش | پوست دان تن را و مغز آں دوستش

ہر پھل کا مغز، اُس کے چھلکے سے بہتر ہے | جسم کو چھلکا سمجھ، اور اُس کے دوست کو مغز سمجھ

مغز نغزے دارد آخر آدمی | یکدمے آں را طلب گر زاں دمی

آخر آدمی (بھی) عمدہ مغز رکھتا ہے | تھوڑی دیر کیلئے اُسکی طلب کر اگر تو اُس خون کا ہے

در آمدنِ حمزہ رضی اللہ عنہ در حرب بے زرہ

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا لڑائی میں بغیر زرہ کے آنا

در جوانی حمزہ عمِّ مُصطفےٰ | با زرہ می شد مُدام اندر وغا

مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا (حضرت) حمزہؓ جوانی میں | ہمیشہ جنگ میں، زرہ پہن کر آتے

---

[1] قصر۔ محل۔ صادق یعنی اللہ تعالیٰ۔ خدمت۔ یہ بھی باتعلیمِ غیبی کا مقولہ ہے کہ اس مکان کے حاصل کرنے کے لئے بہت زیادہ عبادت کی ضرورت ہے۔ چوں۔ یہ مکان تجھے ملنا تھا اور چونکہ تو عبادت میں ذرا کاہل تھی خدا نے تیرے لئے مصیبتیں مقدر کر دی ہیں تاکہ وہ عبادات کے قائم مقام بن جائیں۔ بے دو چشم۔ یعنی جب تک اسرارِ غیبی کی دیکھنے والی آنکھیں میسر نہ آجائیں انسان، انسان نہیں بنتا ہے۔

[2] تو نکردی جس طرح معالج ہیں اُن میں حکمتیں ہیں اور وہ مصائب بسا اوقات انسان کے فائدہ کے لئے نازل کئے جاتے ہیں۔ اس طرح سمجھو کہ کسی شخص میں خون کی زیادتی تھی لیکن وہ فصد نہیں کھلوا رہا تھا قدرت نے اُس کی نکسیر جاری کر دی جس سے وہ بخار سے بچ گیا۔

[3] مغز۔ ہر پھل میں مغز ہوتا ہے جو چھلکے سے افضل ہے اِسی طرح انسان میں ایک مغز ہے جو روح ہے دوسرا چھلکا ہے جو جسم ہے۔ اگر انسان آدمؑ کی اولاد ہے تو اُسکو اپنے باپ کی طرح روح کا مربی اور طالب بننا چاہیئے۔ در آمدن۔ اِس حکایت سے یہ بتاتا ہے کہ حفاظت کی چیز روح ہے جسم نہیں۔ عم۔ چچا۔ مدام۔ ہمیشہ۔ وغا۔ جنگ

اندر آخر چونکہ در غزو آمدے
آخر (عمر) میں جب وہ جہاد میں آتے

بے زِرہ خود را بصفہا برزدے[1]
بغیر زرہ کے اپنے آپ کو صفوں سے ٹکرا دیتے

اندر آخر حمزہؓ چوں در صف شدے
آخر (عمر) میں جب (حضرت) حمزہؓ صف میں آتے

بے زرہ سرمست در غزو آمدے
جہاد میں بغیر زرہ، کے مست ہو کر آتے

سینہ باز و تن برہنہ پیش پیش
سینہ کھلا ہوا، جسم برہنہ، آگے آگے

در فگندے در صفِ شمشیر خویش
اپنے آپ کو تلواروں کی صف میں ڈال دیتے

خلق پرسیدند کاے عمِ رسولؐ
لوگوں نے دریافت کیا کہ اے رسولؐ کے چچا!

اے ہزبر صف شکن شاہِ فحول
اے صفوں کو شکست دینے والے شیر بہادروں کے بادشاہ!

نے تو لَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى
کیا آپ نے "نہ ڈالو تم اپنے آپ کو

تہلکہ خواندی زپیغامِ خدا
ہلاکت میں" اللہ کے پیغام میں نہیں پڑھا ہے؟

پس چرا تو خویش را در تہلکہ
پھر کیوں اپنے آپ کو ہلاکت میں

می در اندازی چنیں در معرکہ
ڈالتے ہیں، اس طرح میدانِ جنگ میں؟

چوں جواں بودی زفت و سخت زہ
جب آپ جوان اور بھاری اور سخت کمان تھے

تو نمی رفتی سوئے صف بے زرہ
تو آپ صف کی جانب، بغیر زرہ کے نہیں جاتے تھے

چوں شدی پیر و ضعیف و منحنی[2]
جب آپ بوڑھے، اور کمزور اور کُبڑے ہو گئے

پردہائے لاابالی می زنی
(تو) بے پروائی کا راگ الاپتے ہیں

لاابالی وار با تیغ و سناں
بے پروائی کے ساتھ: تلوار اور نیزہ لے کر

می نمائی دار و گیر و امتحاں
جنگ، اور زور آزمائی کرتے ہیں

تیغ حرمت می ندارد پیر را
تلوار، بوڑھے کا احترام نہیں کرتی ہے

کے بود تمییز تیغ و تیر را
تلوار اور تیر کو تمیز کہاں ہے

کے روا باشد کہ شیرے ہمچو تو
کب مناسب ہو گا کہ آپ جیسا شیر

کشتہ گردد زار بر دستِ عدو
دشمن کے ہاتھ سے بُری طرح قتل ہو؟

زیں نسق غمخوارگانِ بے خبر
بے خبر، ہمدرد اس طرح کی

پند میدادند او را از عبر[3]
عبرتوں سے اُن کو نصیحت کرتے تھے

جواب حمزہ رضی اللہ عنہ مر آں خلق را
اُن لوگوں کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جواب

---

[1] بصفہا: یعنی دشمن کی صفیں۔ ہزبر: پھاڑنے والا شیر۔ فحول: فحل کی جمع ہے نر۔ لَا تُلْقُوا: بعض مفسرین نے اس آیت کا مطلب یہی بیان کیا ہے کہ جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ بعض مفسرین نے تہلکہ کے معنیٰ ترکِ جہاد کے لئے ہیں جیسا کہ بخاری شریف کی ایک روایت بتاتی ہے تو اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ جہاد چھوڑ کر اپنے آپ کو تباہ نہ کرو۔

[2] منحنی: کُبڑا، پشت جھکا ہوا۔ بے پروا ہستانی بجانا: محاورہ ہے۔ یعنی تلوار کاٹنے میں بڑے چھوٹے میں فرق نہیں کرتی ہے۔

[3] از عبر: عبرت کی باتوں سے نصیحت کرتے تھے۔

گفت حمزہؓ چونکہ بُودم من جواں — مرگ[1] می دیدم وداعِ ایں جہاں

(حضرت) حمزہ نے فرمایا جبکہ میں جوان تھا — اِس دنیا کو چھوڑنا، موت سمجھتا تھا

سُوئے مُردن کس برغبت کے رَوَد — پیشِ اژدرہا برہنہ کے شود

موت کی طرف رغبت سے کون جاتا ہے؟ — اژدہوں کے آگے کون ننگا ہوتا ہے؟

لیک از نورِ محمدؐ من کنُوں — نیستم ایں شہرِ فانی را زبُوں

لیکن اب محمدؐ کے نور سے — میں اِس فانی شہر کا پابند نہیں ہوں

از بُرونِ حِسّ زلشکرگاہِ شاہ — پُر ہمی بینم ز نورِ حق سپاہ

حواس سے بالاتر، شاہ کی لشکرگاہ کو — اللہ کے نور کے سپاہیوں سے بھرا ہوا دیکھتا ہوں

خیمہ در خیمہ طناب اندر طناب — شُکر آنکہ کرد بیدارم زخواب

خیمے ہی خیمے، طنابیں ہی طنابیں — اُس کا شکر ہے جس نے مجھے نیند سے بیدار کر دیا ہے

آنکہ[2] مُردن پیشِ چشمش تہلکہ است — امرِ "لاتُلقُوا" بگیرد اُو بدست

جس کی نگاہ میں مرنا ہلاکت ہے — وہ "نہ ڈالو" کا حکم ہاتھ میں تھامے

آنکہ مُردن پیشِ اُو شد فتحِ باب — سارِعُوا آید مَر اُو را در خطاب

جس کے لئے مرنا بابِ (رحمت) کا کھلنا بن گیا ہے — اُس کیلئے خاص "جلد کرو" کا خطاب آیا ہے

اَلحذر اے مرگ بیناں بارِعُوا — اَلعَجَل اے حشر بیناں سارِعُوا

ڈرو اے موت سمجھنے والو، بازی لے جاؤ — جلدی کرو، اے حشر سمجھنے والو پھرتی کرو

اَلصَّلا اے لُطف بیناں اِفرحُوا — اَلبَلا اے قہر بیناں اِترحُوا

دعوت ہے اے مہربانی سمجھنے والو! خوش ہو جاؤ — مصیبت ہے، اے قہر سمجھنے والو! غم کرو

ہر کہ[3] یوسفؑ دید جاں کردش فدا — ہر کہ گرگش دید برگشت از ہُدا

جس نے یوسف سمجھا اُس لئے جان قربان کی — جس نے اُسکو بھیڑیا سمجھا وہ ہدایت سے برگشتہ ہوا

مرگِ ہر یک اے پسر ہم رنگِ اُوست — پیشِ دشمن دشمن و بر دوست دوست

اے بیٹا! ہر شخص کی موت اُس کے ہم رنگ ہے — دشمن کے سامنے دشمن، دوست کیلئے دوست (ہے)

پیشِ تُرک آئینہ را خوش رنگی است — پیشِ زنگی آئینہ ہم زنگی است

تُرک کے سامنے آئینہ خوش رنگ ہے — حبشی کے سامنے آئینہ بھی حبشی ہے

---

[1] مرگ۔ یعنی آنحضورؐ کے فیض سے قبل میں اِس حرکت کو موت سمجھتا تھا اب اُس موت کو ابدی زندگی کا سبب سمجھتا ہوں۔ وداع۔ رخصت کرنا۔ شہرِ فانی۔ دنیا یعنی اب دنیاوی زندگی آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں بالکل حقیر نظر آتی ہے۔ از برونِ حس۔ اب عالمِ غیب کا میدان دیکھتا ہوں جس میں خیمہ در خیمہ اللہ کے نور کے سپاہی مقیم ہیں۔ شکر۔ میں آنحضورؐ کی ذات کا شکرگزار ہوں جن کی وجہ سے مجھے یہ عالمِ غیب کے اسرار نظر آتے ہیں۔

[2] آنکہ۔ جو شخص شہادت اور موت کو ہلاکت سمجھتا ہو اُس کے لئے لَاتُلقُوا کا حکم ہے۔ آنکہ مردن۔ جو شخص موت اور شہادت کو اسرارِ غیبی کا دروازہ کھلنا سمجھتا ہے اُس کے لئے سَارِعُوا کا حکم ہے۔ سَارِعُوا۔ قرآنِ پاک میں ہے وَسَارِعُوا اِلٰی مَغفِرَۃٍ مِّن رَّبِّکُم۔ تم جلدی کرو اپنے رب کی جانب سے مغفرت کی طرف۔ اَلصَّلا۔ یعنی یہ موت خوانِ نعمت کی طرف دعوت اُن لوگوں کیلئے ہے جو اُسکو اللہ کی مہربانی سمجھتے ہیں۔ اَلبَلا۔ جو لوگ موت کو مصیبت سمجھتے ہیں اُن کیلئے یہ بلا ہے۔

[3] ہر کہ۔ جو موت کو یوسفؑ کی طرح محبوب سمجھتا ہے وہ اُس پر جان قربان کر دیتا ہے جو اُسکو بھیڑیا سمجھتا ہے وہ بھاگتا ہے اور گمراہ ہوتا ہے۔ مرگ۔ موت ہر شخص سے وہی معاملہ کرتی ہے جس کی وہ موت سے توقع رکھتا ہے جو اُسکو دوست رکھتا ہے اُنکے ساتھ دوستوں کا معاملہ کرتی ہے جو اُسکو دشمن سمجھتا ہے اُنکے ساتھ وہ دشمنوں کا سا معاملہ کرتی ہے۔ پیشِ ترک۔ موت کی خاصیت آئینہ کی سی ہے انسان جیسا طرح ہے ویسا ہی اُسکے لئے آئینہ ہے اگر ترک اور حسین ہے تو آئینہ بھی اُسکے

آنکہ[1] می ترسی ز مرگ اندر فرار
تو جو بھاگنے میں موت سے ڈرتا ہے
ترسِ از خویش ست اے جان ہوشدار
اے جان! سمجھ لے تیرا ڈر خود اپنے آپ سے ہے

زشت روئے تست نے رخسارِ مرگ
تیرا چہرہ بھدا ہے، نہ کہ موت کا رُخسار
جانِ تو ہمچوں درخت و مرگ برگ
تیری جان درخت کی مانند ہے اور موت پتا ہے

از تو رستست ار نکویست ار بد ست
وہ تجھ سے اُگی ہے، خواہ اچھی ہے خواہ بُری ہو
ناخوش و خوش بر ضمیرت از خود ست
تیرے دل پر بُری اور اچھی تیری وجہ سے ہے

گر بخارے خستہ خود کِشتہ
اگر تو کانٹے سے زخمی ہوا ہے تو نے خود بویا ہے
ور حریر و قز دری خود رِشتہ
اور اگر تو ریشمین اور پشمینہ کے کپڑے میں ہے تو نے خود کاتا ہے

لیک نبود فعل ہمرنگِ جزا
لیکن عمل سزا کا ہمرنگ نہیں ہوتا ہے
ہیچ خدمت نیست ہمرنگ عطا
کوئی خدمتگزاری، بخشش کے ہمرنگ نہیں ہے

مزدِ[2] مزدوراں نمی ماند بکار
مزدوروں کی مزدوری کام کے مشابہ نہیں ہے
کاں عرض ویں جوہرست و پائدار
کیونکہ وہ عرض ہے، اور یہ پائیدار جوہر ہے

آں ہمہ سختی و زورست و عرق
وہ سب سختی، اور طاقت، اور پسینہ ہے
ویں ہمہ سیم ست و زرست و طبق
یہ سب چاندی ہے، اور سونا ہے اور طباق ہے

گر ترا آید ز جائے تہمتے
اگر تجھ پر کسی جگہ تہمت لگے
کرد مظلومت دعا در محنتے
مظلوم نے مصیبت میں تیرے لئے بددعا کی ہے

تو[3] ہمی گوئی کہ من آزادہ ام
تو کہتا ہے کہ میں بے قصور ہوں
بر کسے من تہمتے ننہادہ ام
میں نے کسی پر تہمت نہیں رکھی ہے

تو گناہے کردہ شکلِ دگر
تو نے دوسری صورت کا گناہ کیا ہے
دانہ کِشتی دانہ کے ماند ببر
تو نے دانہ بویا ہے، دانہ پھل کے مشابہ کب ہوتا ہے؟

او زنا کرد و جزا صد چوب بود
اُس نے زنا کیا، اور سزا سَو دُرّے ہوئے
گوید او من کے زدم کس را العود
وہ کہتا ہے کہ میں نے کسی کے دُرّے کب مارے ہیں؟

نے جزائے آں زنا بود ایں بلا
کیا اس زنا کی سزا یہ بلا نہیں ہے؟
چوب کے ماند زنا را در جزا
دُرّے، زنا سے سزا میں کہاں مشابہ ہیں؟

---

[1] آنکہ۔ جو موت سے ڈرتا ہے تو وہ دراصل اپنے آپ سے ہی ڈرتا ہے۔ زشت۔ اگر انسان خود بھیانک ہے تو موت اُسکو بھیانک نظر آئے گی انسان اور موت کی مثال درخت اور پتوں کی سی ہے جیسا درخت ہوگا ویسے ہی پتے ہونگے۔ از تو۔ موت کی اچھائی اور بُرائی خود انسان کی اچھائی اور بُرائی پر موقوف ہے۔ گر بخارے۔ موت ہی نہیں بلکہ جو بُرائی اور بھلائی انسان کو پیش آتی ہے وہ خود اُس کی کاشتہ اور پر داختہ ہوتی ہے۔ لیک۔ انسان کے اعمال کی جزا اور سزا صورت کے اعتبار سے اعمال سے مشابہ نہیں ہوتی ہے۔

[2] مزد۔ دنیا میں انسان کو کام کی جو اُجرت ملتی ہے وہ بھی کام سے مشابہ نہیں ہوتی ہے اُس کا عمل عرض ہوتا ہے مزدوری جوہر ہوتی ہے عمل محنت اور مشقت ہوتا ہے مزدوری روپیہ پیسہ ہوتی ہے۔ گر ترا۔ اگر انسان دنیا میں کسی بُرائی سے متہم ہوتا ہے تو وہ کسی ایسے مظلوم کی بددعا کا نتیجہ ہوتا ہے جس پر اُس نے ظلم کیا ہو۔

[3] تو ہمی گوئی۔ اگر تو کہنے لگے کہ میں نے تو کسی پر تہمت نہیں دھری تھی مجھے سزا بصورت تہمت کیوں ملی تو یہ تیری غلطی ہے۔ تو دانہ بوتا ہے اور اُس کا پھل پاتا ہے تو دانہ اور پھل میں ظاہری کوئی مشابہت نہیں ہے۔ او زنا کرد۔ زنا کی سزا سَو دُرّے ہیں تو زنا اور سَو دُرّوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔

مارکے ماند عصا را اے کلیم
اے کلیم! سانپ لاٹھی سے مشابہ کہاں ہے؟

درد کے ماند دوا را اے حکیم
اے حکیم: درد دوا کے مشابہ کہاں ہے؟

تو بجائے آں عصا آبِ منی
تو نے اُس عصا کی بجائے منی کا نطفہ

چوں بیفگندی شد آں شخصے سَنی
جب ڈالا تو وہ خوبصورت انسان بنا

یار شد یا مار شد آں آبِ تو
تیرا وہ نطفہ یار بنا یا سانپ بنا

زاں عصا چونست ایں اعجابِ تو
(پھر) تیرا یہ تعجب لاٹھی پر کیوں ہے؟

ہیچ ماند آب آں فرزند را
نطفہ، اُس بیٹے سے کوئی مشابہت رکھتا ہے؟

ہیچ ماند نیشکر مر قند را
گنا، شکر سے کوئی مشابہت رکھتا ہے!

چوں سجودے یا رکوعے مرد کشت
جب کسی نے سجدہ یا رکوع بو دیا

شد دراں عالم سجودِ او بہشت
اُس جہان میں اُس کا سجدہ بہشت بن گیا

چونکہ پرید از دہانش حمدِ حق
جب اُس کے مُنہ سے اللہ کی تعریف نکلی

مرغ جنت ساختش ربُّ الفلق
ربُّ الفلق نے اُس کو جنت کا پرند بنا دیا

حمد و تسبیحت نماند مرغ را
تیری حمد اور تسبیح پرند کے مشابہ نہیں ہے

گرچہ نطفہ مرغ بادست و ہوا
اگرچہ پرند کا نطفہ، باد اور ہوا ہے

چوں ز دستت رست ایثار و زکات
جب ایثار اور زکات تیرے ہاتھ سے اُگی

کشت ایں دست آں طرف نخل و نبات
اِس ہاتھ نے اُس طرف کھجور اور پودا بو دیا

آبِ صبرت آبِ جوئے خلد شد
تیرے صبر کا پانی، جنت کی نہر کا پانی ہے

جوئے شیرِ خلد مہرِ تست و وُد
جنت کی دودھ کی نہر تیری محبت اور دوستی ہے

ذوقِ طاعت گشت جوئے انگبیں
عبادت کا ذوق، شہد کی نہر بنا

مستی و شوقِ تو جوئے خمر بیں
اپنی مستی اور شوق کو شراب کی نہر سمجھ

ایں سببہا آں اثرہا را نماند
یہ اسباب اُن نتیجوں کے مشابہ نہیں ہیں

کس نداند چونش جائے آں نشاند
کوئی نہیں جانتا کہ اُن کو اُنکی جگہ کیوں بٹھایا؟

ایں سببہا چوں بفرمانِ تو بود
یہ اسباب چونکہ تیرے حکم میں تھے

چار جو ہم مر ترا فرماں نمود
چاروں نہروں نے بھی تیری تابعداری کی

---

[1] مار کے ماند۔ ایک چیز جو دوسری چیز پر مرتب ہوتی ہے اُن میں ظاہری مشابہت ضروری نہیں ہے حضرت موسیٰؑ کے عصا کا نتیجہ سانپ ہے دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ درد۔ درد پر دوا کا ترتب ہے اُن میں بھی کوئی مشابہت نہیں ہے یار شد۔ انسان کے نطفہ کے نتیجہ میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ کبھی یار و مددگار ہوتا ہے کبھی سانپ کی طرح موذی، تو جب نطفہ سے سانپ بن سکتا ہے تو لاٹھی سے سانپ بننے میں کیا تعجب ہے۔

[2] ہیچ۔ نہ نطفہ اور بچہ میں مشابہت ہے نہ گنے اور شکر میں۔ چوں سجدے۔ انسان کی عبادات کا ثمرہ اور نتیجہ بہشت ہے۔ حمد حق۔ انسان اللہ کی جو حمد و ثنا کرتا ہے وہ پرندوں کی شکل میں جنت میں اُس کے لئے ہونگی۔ حمد۔ حمد اور تسبیح جو جنت میں بشکل پرند بنیں اگرچہ اُن میں اِس قدر مناسبت ہے کہ حمد و تسبیح بھی ہوائی چیز ہے اور پرند کے نطفہ پر بھی باد اور ہوا کا غلبہ ہے لیکن دونوں میں صوری کوئی مشابہت نہیں ہے۔ چوں ز دست۔ مسلمان جو کار خیر کرتا ہے وہ جنت میں درختوں کی صورت میں نمودار ہوگا۔

[3] آب۔ انسان کے صبر کا پانی، پانی کی نہر کی صورت اور انسان کا جذبۂ محبت دودھ کی نہر کی شکل اختیار کریگا۔ ذوق۔ عبادت کا ذوق شہد کی نہر اور عشقِ الٰہی کی مستی اور شوق شراب کی نہر بنے گا۔ ایں سببہا۔ اِن نہروں کے اسباب اُن نہروں کے مشابہ نہیں ہیں۔ ایں سببہا۔ اِن چاروں نہروں کے اسباب جس طرح بندوں کے اختیار میں تھے یہ چاروں نہریں بھی جنتی کے اختیار میں ہونگی جس طرف جائیگا وہ رواں ہوجائینگی۔

ہر طرف خواہی رَوانش میکنی ‍ ‍ ‍ آں صِفت چوں مُبدِ جُنانش میکنی

جس طرف تو چاہے اُن کو جاری کرتا ہے ‍ ‍ ‍ وہ صفت جس طرح تھی ویسا ہی تو اُنسے کرتا ہے

چوںؔ[1] مَنیِ تو کہ در فرمانِ تُست ‍ ‍ ‍ نَسلِ آں در اَمرِ تو آیند چُست

جبکہ تیری مَنی تیرے حکم میں ہے ‍ ‍ ‍ اُس کی نسل تیرے حکم میں چُست ہے

می دَوَد بر اَمرِ تو فَرزندِ تو ‍ ‍ ‍ کہ مَنم جُزوت کہ کردیش گرو

تیرا لڑکا تیرے حکم پر دوڑتا ہے ‍ ‍ ‍ کہ میں تیرا جُزو ہوں، جو تو نے گروی رکھا تھا

آںؔ[2] صفت در اَمرِ تو بُود ایں جہاں ‍ ‍ ‍ ہم در اَمرِ تُست آں جُوہا رَواں

اِس دنیا میں یہ سبب تیرے حکم میں تھا ‍ ‍ ‍ وہ جاری نہریں بھی تیرے حکم میں ہیں

آں درختاں مر تُرا فرماں بَرَند ‍ ‍ ‍ کاں درختاں از صفاتت بابَرند

وہ درخت تیرا حکم بجا لائیں گے ‍ ‍ ‍ کیونکہ وہ درخت تیری صفتوں کی وجہ سے پھلدار ہیں

چوں باَمرِ تُست اینجا ایں صفات ‍ ‍ ‍ پس در اَمرِ تُست آنجا آں جزات

چونکہ اِس جگہ یہ صفتیں تیرے حکم میں ہیں ‍ ‍ ‍ تو تیرے وہ بدلے اُس جگہ تیرے حکم میں ہیں

چوں دستت زخم بر مَظلوم رُست ‍ ‍ ‍ آں درختے گشت زاں زقوم رُست

جب تیرے ہاتھ سے مظلوم پر زخم لگا ‍ ‍ ‍ وہ درخت بنا اس سے تھوہر اُگا

چوں زِ خشم آتش تو در دلہا زدی ‍ ‍ ‍ مایۂ نارِ جہنّم آمدی

چونکہ تو نے دلوں میں غصّہ سے آگ لگائی ‍ ‍ ‍ تو جہنّم کی آگ کا سرمایہ بنا

آتشتؔ[3] اینجا چو آدم سوز بُود ‍ ‍ ‍ آنچہ از وے زاد مَرد افروز بود

اِس جگہ تیری آگ چونکہ انسان کو جلانے والی تھی ‍ ‍ ‍ جو کچھ اُس سے پیدا ہوا وہ انسان کو جلانے والا تھا

آتشِ تو قصدِ مَردم میکُند ‍ ‍ ‍ نار کز وے زاد بر مَردم زَنَد

تیری آگ انسانوں کا قصد کرتی ہے ‍ ‍ ‍ جو آگ اس سے پیدا ہوئی انسانوں پر بھڑکتی ہے

آں سُخنہائے چو مار و کژدمت ‍ ‍ ‍ مار و کژدم گشت و میگیرد دُمت

وہ تیری باتیں، سانپ اور بچھو جیسی ‍ ‍ ‍ سانپ اور بچھو بنیں اور تیرا دم گھونٹتی ہیں

اَولیاء را داشتی در انتظار ‍ ‍ ‍ اِنتظارِ رستخیزت گشت بار

تو نے دوستوں کو انتظار میں رکھا ‍ ‍ ‍ قیامت کا اِنتظار تیرے لئے بار ہے

---

[1] چوں مَنی. انسان کو اپنے نطفہ پر اختیار ہے اِسی طرح اُس کا ثمرہ یعنی اولاد بھی حکم کے تابع ہوتی ہے. می دَوَد. اولاد باپ کے حکم کے مطابق عمل کرتی ہے اور سمجھتی ہے کہ ہم باپ کے جزو سے پیدا ہوئے ہیں جو اُس نے رحمِ مادر میں رکھ دیا تھا.

[2] آں صفت جن صفات سے وہ نہریں بنیں چونکہ وہ اختیاری تھیں لہٰذا نہروں پر بھی جنّتی کو اختیار حاصل ہوگا. درختاں. جنّت کے درخت بھی چونکہ انسان کی اختیاری صنعتوں سے بنے ہیں لہٰذا وہ بھی اختیار میں ہوں گے. چوں زدستت. جس طرح جنّت کی اشیاء انسان کی نیکیوں سے بنتی ہیں اِسی طرح دوزخ کے عذاب انسان کے گناہوں سے بنتے ہیں. زقوم تھوہر کا پھل جو جہنّمیوں کو کھلایا جائے گا. زخشم یعنی غصّہ جہنّم کی آگ کا سرمایہ بنتا ہے.

[3] آتشت. انسان کے غصّہ کی آگ انسانوں کو جلاتی ہے تو دوزخ کی آگ بھی انسانوں کو جلائے گی. سخنہائے. انسان کی وہ باتیں جو دوسروں کے لئے سانپ اور بچھو کا کام کرتی تھیں دوزخ کے سانپ اور بچھو بنیں گی. اولیاء. انسان دنیا میں دوستوں کو دھوکے دے کر منتظر بناتا تھا تو اِس اِنتظار سے اُس کے لئے حشر میں وہ اِنتظار پیدا ہوگا جو فیصلہ کی تاخیر سے اُس کے لئے انتہائی پریشانی کا سبب ہوگا.

وعدۂ فردا و پس فردائے تو
تیرا کل، اور پرسوں کا وعدہ
انتظارِ حشرت آمد وائے تو
تیرا حشر کا انتظار بنا، تجھ پر افسوس ہے

منتظر مانی دراں روزِ دراز
اُس لمبے دن میں تو منتظر رہے گا
در حساب و آفتابِ جاں گداز
حساب اور جان کو پگھلانے والے سورج میں

کاسماں را منتظر می داشتی
اس لئے تو نے آسمان کو منتظر رکھا
تخمِ "فردا رہ روم" می کاشتی
تو نے "کل کو راہ روی اختیار کرونگا" کا بیج بویا

خشمِ تو تخمِ سعیر و دوزخ ست
تیرا غصہ آگ اور دوزخ کا بیج ہے
ہیں بکش ایں دوزخت را کایں فخ ست
آگاہ! اپنی اِس دوزخ کو بجھا دے کیونکہ یہ جال ہے

کشتنِ ایں نار نبود جز بنور
اس آگ کو بجز نور کے نہیں بجھایا جا سکتا
نورُکَ اَطفا نارنا نحنُ الشکور
تیرے نور نے ہماری آگ بجھا دی ہم شکر گذار ہیں

گر تو بے نور آوری حلمے بدست
اگر تو بغیر نور کے بُردباری اختیار کرے گا
آتشت زندہ ست و در خاکستر ست
تیری آگ زندہ ہے اور راکھ میں (دبی) ہے

آں تکلف باشد و روپوش ہیں
خبردار! وہ تکلف اور ڈھکن ہوگا
نار را نکشد بغیر نورِ دیں
آگ کو دین کے نور کے سوا کوئی نہیں بجھا سکتا

تا نہ بینی نورِ دیں ایمن مباش
جب تک تو دین کا نور نہ دیکھے مطمئن نہ ہو
کاتشِ پنہاں شود یک روز فاش
کیونکہ دبی ہوئی آگ ایک دن کھل جائیگی

نور آب دان و ہم بر آب چفس
نور کو پانی سمجھ اور پانی سے وابستہ ہو جا
چونکہ داری آب از آتش مترس
جب تو پانی رکھتا ہے آگ سے نہ ڈر

آب آتش را کشد کاتش بخو
پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، کیونکہ آگ عادتاً
می بسوزد نسل و فرزندانِ او
اس کی نسل، اور اولاد کو جلا دیتی ہے

سوئے آں مرغابیاں رو روز چند
کچھ دن اُن مرغابیوں کی طرف جا
تا ترا در آبِ حیوانی کشند
تاکہ وہ تجھے آبِ حیات میں لے جائیں

مرغِ خاکی مرغِ آبی ہم تن اند
خاکی، اور آبی پرند یکساں جسم کے ہیں
لیک ضد انند و آب و روغن اند
لیکن ایک دوسرے کی ضد ہیں اور پانی اور تیل ہیں

۱؎ وعدہ۔ دوستوں سے جھوٹے وعدے کرکے ان کو انتظار کی تکلیف میں مبتلا کرتا تھا تو حساب کے انتظار میں خود پریشان ہوگا۔ آفتاب۔ سورج سوا نیزے کی بلندی پر اُس کے سر پر ہوگا۔ تو نے عبادت کے جھوٹے وعدے کرکے آسمان والوں کو منتظر بناتا تھا۔ رہ روم۔ یعنی راہِ ہدایت پر چلوں گا۔ خشم۔ انسان کا غصہ دوزخ کا بیج ہے اور انسان کے لئے ہلاکت کا جال ہے۔ فخ۔ جال۔

۲؎ کشتن۔ انسان غصہ کی آگ کو دین کے نور سے بجھا سکتا ہے۔ نورک۔ حدیث شریف میں ہے کہ مومن جب پلصراط پر سے گذرے گا تو جہنم کہے گی اے مومن تو بجلد گزر جا تیرے نور نے میری آگ بجھا دی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ہم شکر گذار ہیں کہ اے مُرشد تیرے نورِ دین نے ہمارے غصہ کی آگ کو بجھا دیا ہے۔ گر تو۔ اگر کوئی شخص اپنی طبعی بُردباری سے غصہ کی آگ کو بجھانا چاہے گا تو وہ راکھ میں دب جائے گی، بالکل نہ بجھے گی۔ روزے فاش۔ چونکہ وہ بالکل نہیں بجھی ہے کسی وقت نمودار ہو جائے گی۔ نور دین کے نور کو اُس آگ کو بجھانے کا پانی سمجھ اگر وہ حاصل ہو جائے تو پھر آگ سے خطرہ نہیں ہے۔

۳؎ آب۔ پانی آگ کو بجھاتا ہے اسی لئے آگ اُس کی پیداوار کو جلا دیتی ہے۔ فرزنداں۔ یعنی نباتات۔ مرغابیاں۔ یعنی وہ اہل اللہ جو دین کے نور میں غرق ہیں۔ مرغِ خاکی۔ لیکن یہ سمجھ لو کہ حقیقی اہل اللہ اور بناوٹی بظاہر یکساں ہیں لیکن دونوں متضاد ہیں ایک پانی ہے تو دوسرا تیل جو آگ کو اور پھیلا دیتا ہے۔

ہر یکے بر اصلِ خود رانندہ اند[سلہ]
ہر ایک اپنی اصلیت پر چلانے والا ہے

اِحتیاطے کُن بہم مانندہ اند
احتیاط کر، (دونوں) باہمی مشابہ ہیں

ہمچناں کہ وسوسہ و وحیِ اَلست
جیسا کہ وسوسہ اور الست کا الہام

ہر دُو معقول اند لیکن فرق ہست
دونوں عقلی ہیں لیکن (دونوں میں) فرق ہے

ہر دُو دلّالانِ بازارِ ضمیر
دونوں دل کے بازار کے دلّال ہیں

رختہا را می ستایند اے امیر
اے امیر! دونوں سامان کی تعریف کر رہے ہیں

گر تو صرّافِ دلی فکرت شناس
اگر تو دل کا صرّاف ہے اپنے فکر کو پہچان

فرق کُن سِرِّ دو فکرت چوں نخاس
بردہ فروش کی طرح اپنے دونوں فکروں کے بھید میں فرق کر

ور ندانی ایں دُو فکرت از گماں
اگر تو گمان سے ان دونوں فکروں کو نہ سمجھ سکے

لا خلابہ گوئی و مشتاب و مراں
"دھوکا نہ ہو" کہہ دے اور جلدی نہ کر اور آگے نہ بڑھا

تا نماند در تفکر جانِ تو
تاکہ تیری جان فکر میں نہ پڑے

غبن ناید بر تو و بر خانِ تو
تجھ پر اور تیرے گھر پر ٹوٹا نہ آئے

حیلۂ دفعِ مغبون[سلہ] شدن در بیع و شری

خرید و فروخت میں دھوکا کھا جانے کے دفعیہ کی تدبیر

آں یکے یارے پیمبر را بگفت
ایک صحابی نے پیغمبر سے عرض کیا

کہ منم در بیعہا با غبن جفت
کہ میں معاملات میں ٹوٹے سے دوچار ہوتا ہوں

مکرِ ہر کس کو فروشد یا خرد
جو شخص بیچتا ہے یا خریدتا ہے اس کی مکاری

ہمچو سحر ست و ز رَہم می بَرد
جادو کی طرح ہے، اور مجھے گمراہ کر دیتا ہے

گفت در بیعے کہ ترسی از غرار
فرمایا کہ جس معاملہ میں تو دھوکے سے ڈرے

شرط کُن سہ روز خود را اختیار
تین دن کے لئے اپنے لئے خیار کی شرط کر لے

کہ تأنّی[سلہ] ہست از رحمٰن یقیں
کیونکہ آہستہ روی یقیناً خدا کی جانب سے ہے

ہست تعجیلت ز شیطانِ لعیں
تیری جلد بازی ملعون شیطان کی جانب سے ہے

پیشِ سگ چوں لقمۂ ناں افگنی
تو جب کتے کے سامنے روٹی کا ٹکڑا ڈالتا ہے

بُو کند آنگہ خورد اے معتنی
اے خور شناس! وہ سونگھتا ہے پھر کھاتا ہے

مِنَ الشَّیطان یعنی توقف کرنا اللہ کی جانب سے اور جلد بازی کرنا شیطان کی جانب سے ہے۔ پیشِ سگ۔ کتے کو لقمہ ڈالو تو وہ جلدی سے نہیں کھاتا بلکہ اس کو سونگھتا ہے

سلہ ہر یکے۔ حقیقی شیخ اور مزوّر شیخ اپنے اپنے راستہ پر چلاتے ہیں۔ ہمچناں۔ اس کی مثال وسوسہ اور الہام ہے دونوں عقلی اور غیر محسوس چیزیں ہیں لیکن دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ وحی یعنی الہام اَلَست یعنی عہدِ الست کی قسم کا الہام بہتر وسوسہ۔ اور الہام دونوں دل کے بازار میں آکر اپنے اپنے سامان کی تعریف کرتے ہیں تاکہ انسان ان کی طرف راغب ہو جائے۔ نخاس۔ غلام فروش۔ لا خلابہ۔ "دھوکا نہ ہو" یہ جملہ خریدار اس وقت بولتا ہے جبکہ چیز کی اچھائی برائی کا فوری فیصلہ نہ کر سکے اور اپنے لئے اختیار لے لے کہ تین دن تک مجھے اختیار ہے کہ میں اس معاملہ کو باقی رکھوں یا فسخ کر دوں۔

سلہ مغبون۔ وہ شخص جو معاملے میں نقصان میں ہو۔ یارے۔ حدیث شریف میں ہے کہ منعم بن حبان تمیمی رضی اللہ عنہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں کاروباری ہوں اور معاملے میں دھوکا کھا جاتا ہوں تو آنحضورؐ نے فرمایا کہ تم معاملہ کرتے وقت یہ کہہ دیا کرو۔ لَا خِلَابَةَ وَلِیَ الْخِیَارُ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ دھوکا نہ ہو مجھے تین دن تک کا اختیار ہے۔ غرار۔ دھوکا۔

سلہ تأنّی۔ توقف، جلد بازی نہ کرنا۔ حدیث شریف میں ہے اَلتَّاَنِّیْ مِنَ الرَّحْمٰنِ وَالْعَجَلَۃُ

اُو[۵۱] بہ بینی بُو کند ما با خِرد | رَو بہ بُویش خوش بعقلِ منتقد
وہ ناک سے سونگھتا ہے، ہم عقل سے | جا اُسکو پرکھی ہوئی عقل سے اچھی طرح سونگھ لے

با تأنّی گشت موجود از خدا | تا بشش روز ایں زمین و چرخہا
خدا کی جانب سے آہستگی کے ساتھ موجود ہوئے | چھ دن میں یہ زمین اور آسمان

ورنہ قادر بود کز کُن فیکُوں | صد زمین و چرخ آوردے برون
ورنہ وہ قادر تھا، کہ کُن فیکُون کے ذریعہ | سینکڑوں زمین اور آسمان پیدا کر دیتا

آدمی[۵۲] را اندک اندک آں ہُمام | تا چہل سالش کُند مردِ تمام
وہ شہنشاہ، آدمی کو رفتہ رفتہ | اُس کے چالیس سال میں پورا مرد بناتا ہے

گرچہ قادر بود کاندر یک نفس | از عدم پرّاں کُند پنجاہ کس
اگرچہ وہ قادر تھا، کہ ایک دم میں | عدم سے پچاس شخص روانہ کر دے

بُود عیسیٰؑ را دمے کز یک دعا | بے توقف زندہ کردے مُردہ را
(حضرت) عیسیٰؑ کی ایسی پھونک تھی کہ ایک دعا سے | مُردے کو بلا توقف زندہ کر دیتے

خالقِ عیسیٰؑ نہ بتواند کہ اُو | بے توقف مردم آرد تو بتو
(کیا حضرت) عیسیٰ کا پیدا کرنے والا نہیں کر سکتا کہ وہ | بے توقف تہ بہ تہ انسان پیدا کر دے

ایں تأنّی از پئے تعلیمِ تُست | کہ طلب آہستہ باید بے شکست
یہ آہستہ روی، تیری تعلیم کے لئے ہے | اس لئے کہ طلب آہستہ اور مسلسل چاہیئے

جُو یکے کوچک کہ دائم می رود | نے نجس گردد نہ گندہ می شود
وہ چھوٹی سی نہر جو ہمیشہ جاری رہتی ہے | (وہ) نہ تو ناپاک ہوتی ہے نہ گندی

زیں تأنّی زاید اقبال و سُرور | ایں تأنّی بیضہ دولت چوں طیور
یہ آہستہ روی اقبال (مندی)، اور خوشی پیدا کرتی ہے | یہ آہستہ روی انڈا ہے (اور) دولت، پرندوں کی طرح ہے

مرغ[۵۳] کے ماند بہ بیضہ اے عنید | گرچہ از بیضہ ہمی آید پدید
اے سرکش! پرندہ انڈے سے کب مشابہ ہے؟ | اگرچہ وہ انڈے سے پیدا ہوتا ہے

باش تا اجزائے تو چوں بیضہا | مرغہا زایند اندر انتہا
ٹھہر کہ تیرے اجزاء انڈوں کی طرح | آخر میں پرند جنیں

بیضۂ مار ارچہ ماند در شَبہ | بیضۂ گنجشک را، دور ست رہ
سانپ کا انڈا اگرچہ مشابہت میں یکساں ہے | چڑیا کے انڈے سے (لیکن دونوں میں) بہت فرق ہے

---

۵۱ آو۔ جس طرح کتا ناک سے سونگھتا ہے، ہمیں عقل کے ذریعہ اس بات کو پرکھنا چاہیئے منتقد پرکھی ہوئی۔ با تأنّی۔ اللہ تعالٰی نے زمین و آسمان کو چھ روز میں آہستہ آہستہ بنایا ہے۔ کن۔ یعنی امرِ خداوندی جس کو چیز فوراً وجود میں آجاتی ہے۔

۵۲ آدمی۔ انسان کے قویٰ چالیس سال میں مکمل ہوتے ہیں گرچہ۔ خدا کو یہ قدرت ہے، کہ ایک لمحہ میں سینکڑوں مکمل انسان پیدا کر دے۔ بود عیسیٰ۔ ایک پھونک سے مکمل انسان کو زندہ کر دیتے تھے۔ ایں تأنّی۔ اللہ کے عمل میں آہستگی انسانوں کی تعلیم کے لئے ہے کہ وہ بھی کاموں میں یہی طریقہ اختیار کریں۔ بے شکست۔ مسلسل۔ جو یک۔ چھوٹی سی نہر جو آہستہ آہستہ مسلسل جاری رہتی ہے کبھی نجس اور گندی نہیں ہوتی۔ زیں۔ آہستہ روی سے اقبال اور سرور حاصل ہوتا ہے اور نیک بختی کی دولت حاصل ہوتی ہے۔

۵۳ مرغ۔ آہستہ روی کا سے نیک بختی کی دولت پیدا ہوتی ہے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ انڈے سے پرند پیدا ہوتا ہے حالانکہ دونوں میں کوئی صوری مشابہت نہیں ہے۔ بیضہ مار۔ جس طرح عمل اور اس کے نتیجہ میں مشابہت ضروری نہیں ہے اسی طرح یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ بظاہر دو عمل صورت میں یکساں ہوتے ہیں لیکن انکے نتائج مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ سانپ اور چڑیا کا انڈا۔

دانی اے عاقل کہ مانندِ سینؔ بہ شین ۵۱ | در نوشتن لیک در نقطہ ببین
اے عقلمند! تو جانتا ہے کہ سین شین کے مشابہ ہے | لکھنے میں، لیکن نقطہ پر غور کر لے

دانۂ آبی بدانۂ سیب نیز | گرچہ ماند فرقہا داں اے عزیز
بہی کا بیج بھی سیب کے بیج سے | اگرچہ مشابہ ہے (لیکن) اے عزیز! بہت فرق سمجھ

برگہا ہم رنگ باشد در نظر | میوہا ہر یک بود نوعِ دگر
پتے دیکھنے میں ایک رنگ کے ہوتے ہیں | ہر ایک کا پھل دوسری قسم کا ہوتا ہے

برگہائے جسمہا مانندہ اند | لیک ہر جانے بریعے زندہ اند
پتے (یعنی) جسم (باہم) مشابہ ہیں | لیکن ہر جان مختلف پیداوار کے ساتھ زندہ ہے

خلق در بازار یکساں میروند | آں یکے در ذوق و دیگر دردمند
لوگ، بازار میں یکساں جاتے ہیں | (لیکن) انہیں سے ایک شوق سے دوسرا آبکینہ کے

ہمچناں ۵۲ در مرگ یکساں میرویم | نیم در خسران و نیمے خسرویم
اسی طرح موت (کے بازار) میں ہم یکساں جاتے ہیں | ہم میں سے نصف ٹوٹے میں ہیں اور نصف شاہ ہیں

ایں سخن پایاں ندارد باز گو | از بلالؓ و از ہلال و کارِ او
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے پھر کہہ | (حضرت) بلالؓ اور ہلال اور انکے کارنامے کی بات

وفات یافتنِ بلال رضی اللہ عنہ باشادی و طرب

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا خوشی اور مستی کی حالت میں وفات پانا

چوں بلالؓ از ضعف شد ہمچوں ہلال | رنگِ مرگ افتاد بر روئے بلالؓ
جب حضرت بلالؓ کمزوری سے چاند کی طرح ہو گئے | (حضرت) بلالؓ کے چہرے پر موت کے آثار آ گئے

جفت ۵۳ او دیدش بگفتا واحرب | پس بلالش گفت نے نے واطرب
انکی بیوی نے اُن کو دیکھا کہا ہائے لُٹ گئے | تو (حضرت) بلالؓ نے اُنسے کہا نہیں نہیں خوشی ہے

تا کنوں اندر حرب بودم ز زیست | تو چہ دانی مرگ چہ عیش ست وچیست
اب تک میں زندگی سے مصیبت میں تھا | تو کیا جانے موت میں کسقدر عیش ہے اور کیا چیز ہے؟

ایں ہمی گفت و رخش در عینِ گفت | نرگس و گلبرگ و لالہ می شگفت
وہ یہ کہہ رہے تھے اور گفتگو کے درمیان انکا چہرہ | نرگس اور گلاب کی پتیوں اور لالہ کی طرح) کھل رہا تھا

تابِ رُو و چشمِ پُر انوارِ او | می گواہی داد بر گفتارِ او
چہرے کی رونق اور ان کی پُر نور آنکھیں | اُن کے قول پر گواہی دے رہی تھیں

---

۵۱ سین اور شین، بہی کا بیج اور سیب کا بیج بظاہر یکساں ہیں لیکن نتیجے مختلف ہیں۔ برگہا۔ بظاہر درختوں کے پتے یکساں نظر آتے ہیں لیکن اُن پر پھل مختلف آتے ہیں۔ جسمہا۔ اسی طرح انسانوں کے جسم یکساں ہیں لیکن اعمال کے نتائج روح پر مختلف مرتب ہوتے ہیں۔

۵۲ ہمچناں۔ اسی طرح نیک اور بد کی موت یکساں نظر آتی ہے لیکن موت کے نتائج ہر شخص پر مختلف مرتب ہوتے ہیں، ہمچوں ہلال۔ یعنی پہلی رات کے چاند کی طرح زرد اور کمزور ہو گئے۔ رنگِ مرگ۔ موت کے آثار۔

۵۳ جفت۔ بیوی۔ واحرب۔ یعنی میں لُٹ گئی۔ واطرب۔ یعنی خوشی کا وقت ہے۔ ز زیست۔ زندگی مصائب کا سبب تھی موت عیش و عشرت کا سبب ہے۔ ایں ہمی گفت۔ یعنی حضرت بلالؓ کے حالات اُن کی بات کی گواہی دے رہے تھے اور موت کے بہترین آثار اُن پر مرتب ہو رہے تھے۔

ہر سیہ[1] دل خود سیہ دیدے ورا　　مردمِ دیدہ سیہ آمد چرا

ہر سیہ دل ان کو کالا دیکھتا　　آنکھ کی پتلی کالی کیوں واقع ہوئی ہے؟

مردمِ نادیدہ آمد رُو سیاہ　　مردمِ دیدہ بُوَد مرآتِ ماہ

نابینا، انسان رُوسیاہ ہوئے　　آنکھوں والے چاند کا آئینہ ہوتے ہیں

خود کہ بیند مردمِ دیدہ ترا　　در جہاں جز مردمِ دیدہ فزا

آپ کو آنکھ کی پتلی کون سمجھ سکتا ہے　　دنیا میں سوائے روشنی بڑھانے والی پتلی کے؟

چوں بغیر مردمِ دیدہ اش ندید　　پس بغیر او کہ در رنگش رسید

جبکہ اُن (بلال رضؓ) کو آنکھ کی پتلی کے علاوہ کوئی نہ سمجھ　　تو اُس (آنکھ کی پتلی کے) سوا کون اُن بلالؓ کے رنگ کو

پس[2] جز او جملہ مقلد آمدند　　در صفاتِ مردمِ دیدہ بلند

اُن (آنکھ کی پتلی) کے علاوہ سب مقلد ہیں　　بلند آنکھ کی پتلی کی صفات کے بارے میں سمجھ سکتا ہے

گفت جفتش الفراق اے خوش خصال　　گفت نے نے الوصال ایں فصال

اُنکی بیوی نے کہا اے خوش خصلت! جدائی ہے　　اُنھوں نے فرمایا، نہیں نہیں یہ جدائی وصال ہے

گفت جفت امشب غریبے[3] میروی　　از تبار و خویش غائب میشوی

بیوی نے کہا، آج کی رات مسافر بنکر جا رہے ہو　　خاندان اور اپنوں سے غائب ہو رہے ہو

گفت نے نے بلکہ امشب جانِ من　　میرسد خود از غریبی در وطن

اُنھوں نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ آج کی رات میری جان　　خود مسافرت سے وطن میں جا رہی ہے

گفت اے جان و دلم واحسرتا　　گفت نے نے جانِ من یا دولتاہ

اُنھوں نے عرض کیا اے میری جان اور دل افسوس ہے　　اُنھوں نے فرمایا نہیں نہیں اے میری جان! بڑی خوش نصیبی ہے

گفت رُویت را کجا بینیم ما　　گفت اندر حلقۂ خاصِ خدا

اُنھوں نے عرض کیا ہم آپ کا چہرہ کہاں دیکھیں گے　　فرمایا خدا کے خاص حلقہ میں

حلقۂ خاصش بتو پیوستہ است　　گر نظر بالا کُنی نے سوئے پست

اُس کا خاص حلقہ تجھ سے جڑا ہوا ہے　　اگر تو اوپر کو نظر رکھے نہ کہ پستی کی جانب

اندراں حلقہ ز ربُّ العالمین　　نور می تابد چو در حلقہ نگیں

اُس حلقہ میں ربّ العالمین کا　　نور اس طرح چمکتا ہے جیسا کہ (انگوٹھی کے) حلقہ میں نگینہ

حلقہ۔ وہ مقام جس میں مومنین کو جگہ ملے گی ہر مومن دیکھ سکتا ہے اگر وہ اپنی نظر بلند رکھے اور پستی کی طرف نہ دیکھے۔ اندراں۔ اُس حلقہ میں اللہ کی خاص تجلی ہوگی۔

[1] جن کا دل سیاہ ہے وہ بلال رضؓ کو سیاہ رُو دیکھتے ہیں لیکن کسی چیز کا کالا رنگ اُس کی حقارت کی دلیل نہیں ہے آنکھ کی پتلی سیاہ ہے لیکن اُسکی فضیلت ظاہر ہے اندھا رُوسیاہ ہے اور پتلی والا چاند کا آئینہ ہے۔ خود کہ۔ یعنی بلال رضؓ کو آنکھ کی پتلی جیسا افضل وہی ذات گرامی سمجھ سکتی تھی جس کو خود تمام انسانوں میں وہی مرتبہ حاصل ہے جو آنکھ کی پتلی کو تمام اعضا میں حاصل ہے یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام۔ چوں۔ حضرت بلال رضؓ کے حقیقی اوصاف کو آنحضورؐ اور صحابہ سمجھ سکے۔

[2] پس۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے علاوہ دوسرے لوگ اُن کے صحیح مرتبہ کو حقیقی طور پر نہیں جان سکتے صرف تقلیدی طور پر اُن کو جانتے ہیں خصال۔ خصلت کی جمع ہے۔ عارضہ فصال۔ جدائی یعنی موت۔

[3] غریبے۔ یعنی آپ تنہا رخصت ہو کر مسافر بن رہے ہیں۔ تبار۔ خاندان۔ غریبی۔ دنیا، مسافرت کی جگہ۔ وطن۔ عالم آخرت اصل وطن ہے۔ حلقہ۔ مومنین کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ فِی مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ۔ یعنی وہ مقتدر شہنشاہ کے پاس سچائی کی جگہ میں ہونگے۔

گفت ویران گشت این خانہ دریغ — گفت اندر مہ نگر منگر بمیغ

انہوں نے عرض کیا افسوس ہے یہ گھر ویران ہو گیا — فرمایا چاند کو دیکھو، ابر کو نہ دیکھ

حِکمت ویران گشتنِ تن بمرگ

موت کی وجہ سے جسم کے برباد ہونے کی حکمت

کرد ویران تا کُند معمور تر — قوم انبہُ بود و خانہ مختصر

ویران کیا، تاکہ زیادہ آباد کرے — لوگ زیادہ تھے، اور گھر مختصر (تھا)،

مَن چو آدمؑ بُودم اوّل حبسِ کرب — پُر شد اکنوں نسلِ جانم شرق و غرب

میں شروع میں (حضرت) آدمؑ کی طرح بے چینی میں تھا — اب میری جان کی نسل سے مشرق و مغرب بھر گئی

من گدا بُودم دریں خانہ چو چاہ — شاہ گشتم قصر باید بہرِ شاہ

میں اس کنویں جیسے گھر میں فقیر تھا — میں شاہ ہو گیا، بادشاہ کے لئے قلعہ چاہیے

قصرہا خود مر شہاں را مانِس ست — مُردہ را خانہ و مکاں گورے بس ست

قلعے، شاہوں کے لئے مانوس ہیں — مُردے کیلئے ایک قبر گھر اور مکان کافی ہے

انبیاء را تنگ آمد ایں جہاں — چوں شہاں رفتند اندر لامکاں

انبیاء کے لئے یہ جہان تنگ ہو گیا — (تو) شاہوں کی طرح لامکان میں چلے گئے

مُردگاں را ایں جہاں بنمود فر — ظاہرش زفت و بمعنی تنگ تر

مُردوں کو اس جہان نے شان و شوکت دکھائی — جس کا ظاہر وسیع ہے اور حقیقتاً بہت تنگ ہے

گر نبودے تنگ ایں افغان ز چیست — چوں دوتا شد ہر کہ درو بیش زیست

اگر وہ تنگ نہ ہوتا، تو یہ چیخ پکار کیوں ہے؟ — جو اس میں زیادہ جیتا ہے دوہرا کیوں ہو جاتا ہے؟

در زمانِ خواب چوں آزاد شُد — زاں مکاں بنگر کہ جاں چوں شاد شد

نیند کی حالت میں جب آزاد ہو جاتا ہے — اس مکان سے، دیکھ جان کیسی خوش ہوتی ہے؟

ظالم از ظلمِ طبیعت باز رست — مرد زندانی ز فکرِ حبس جست

ظالم طبیعت کے ظلم سے چھوٹ گیا — قیدی، قید کی فکر سے نکل گیا

ایں زمین و آسمانِ بس فراخ — سخت تنگ آمد بہنگامِ مناخ

یہ زمین اور آسمان جو بہت وسیع ہیں — ڈیرہ ڈالنے کے وقت بہت تنگ نکلے

چشم بند آمد فراخ و سخت تنگ — خندہ اُو گریہ فخرش جملہ ننگ

(یہ دنیا) بہت وسیع اور بہت تنگ نظر بندی ہے — اُس کی ہنسی رونا ہے اُس کا فخر ذلت ہے

ف۱ خانہ یعنی جسم۔ مہ۔ یعنی روح۔ میغ۔ ابر یعنی جسم۔ ویراں۔ ویرانی کے بعد نئی تعمیر ہوتی ہے۔ قوم۔ یعنی میں اب معارف اور اسرار کا خزانہ بن گیا تھا اس جسم میں اُس کی گنجائش نہ تھی۔ چو آدمؑ۔ حضرت آدمؑ تنہائی سے گھبرائے تب حضرت حوّا اور نسل کی پیدائش ہوئی۔ نسلِ جانم۔ یعنی روح کے ثمرات۔ خانہ چو چاہ۔ جسم اندھیرے کنویں کی طرح ہے۔

ف۲ قصرہا۔ میں جب تک گدا تھا اس حقیر جسم میں میری روح رہ سکتی تھی اب جبکہ معارف اور اسرار کی وجہ سے شاہ بن گیا ہوں تو قصرِ بلند کی ضرورت ہے۔ انبیاء۔ انبیاءؑ بھی اسی وجہ سے دنیا کو ترک کر کے آخرت کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ مُردگاں۔ جو مُردہ دل ہیں ان کے لئے یہ دنیا شان و شوکت والی ہے، یہ دنیا اہلِ دنیا کیلئے وسیع اور اہلِ باطن کے لئے بہت تنگ ہے۔

ف۳ گر نبودے۔ اگر دنیا تنگ نہیں ہے تو پھر اس کے باشندوں میں شور و غل کیوں ہے اور یہ بڑھاپے میں کیوں جھکے جاتے ہیں جھکنا تو مکان کی تنگی سے ہوتا ہے۔ آیں۔ دنیا کی تنگی کا احساس اُس وقت ہوتا ہے جب انسان سوتا ہے اور اُسکی روح آزاد ہو جاتی ہے۔ چشم بند۔ دنیا جو حقیقتاً تنگ ہے۔

تشبیہِ دنیا کہ بظاہر فراخ ست و بمعنی تنگ و تشبیہ خواب کہ

دنیا کی تشبیہ جو بظاہر وسیع، اور حقیقتاً تنگ ہے اور خواب کی تشبیہ کہ

خلاصی ست از تنگی

وہ تنگی سے نجات ہے

ہمچو[۱] گرمابہ کہ تفتیدہ بُوَد — اندر آئی جانت بخسیدہ بُوَد

حمام کی طرح، جو گرم ہو — تو اندر آئے، تیری جان پژمردہ ہوتی ہے

گرچہ گرمابہ عریض ست و طویل — زاں تپش تنگ آیدت جان و کلیل

اگرچہ حمام چوڑا اور لمبا ہے — اس گرمی سے تیری جان تنگ اور عاجز آجاتی ہو

تا بروں نائی نہ بگشاید دلت — پس چہ سود آمد فراخی منزلت

جب تک تو باہر نہیں آتا ہے تیرا دل نہیں کھلتا — تو جگہ کی وسعت سے تجھے کیا فائدہ ہے!

یا کہ کفشِ تنگ پوشی اے غوی — در بیابانِ فراخے می روی

یا کہ اے گمراہ! تو تنگ جوتہ پہنے — اور وسیع جنگل میں تو چلے

آں فراخیِ بیاباں تنگ گشت — بر تو زنداں آمد آں صحرا و دشت

جنگل کی وہ وسعت تنگ ہو جائے گی — وہ جنگل، اور میدان تیرے لئے قید خانہ ہوگا

ہر[۲] کہ دید او مر ترا از دور گفت — کو دراں صحرا چو لالہ بر شگفت

جس نے تجھے دور سے دیکھا، کہا — وہ اس جنگل میں لالے کی طرح کھلا ہے

او نمیداند کہ تو چوں ظالماں — از بروں در گلشنی، جاں در فغاں

وہ نہیں سمجھتا کہ تو ظالموں کی طرح — باہر سے چمن میں ہے، جان فریاد میں ہے

خوابِ تو آں کفش بیروں کردن ست — کہ زمانے جانت آزاد از تن ست

تیری نیند اس جوتے (جسم) کو اتار دینا ہے — کیونکہ اس وقت تیری جان جسم سے آزاد ہے

اولیاء را خواب مُلک ست اے فلاں — ہمچو آں اصحابِ کہف اندر جہاں

اے فلاں! اولیاء کیلئے نیند سلطنت ہے — جس طرح دنیا میں اصحابِ کہف

خواب[۳] می بینند و آنجا خواب نے — در عدم در می روند و باب نے

وہ خواب دیکھتے ہیں اور وہاں نیند نہیں ہے — وہ عدم میں چلے جاتے ہیں اور دروازہ نہیں ہے

خانۂ تنگ و دروں جاں چنگلوک — کرد ویراں تا کند قصرِ ملوک

گھر تنگ ہے اور اندر جان اپاہج ہے — اس کو ویران کیا، تاکہ شاہوں کا محل بنائے

---

[۱] ہمچو گرمابہ۔ دنیا کو وسیع بھی اور تنگ بھی بتایا ہے اس کو مثالوں سے سمجھاتے ہیں، حمام جو گرم ہوتا ہے تو باوجود وسعت کے اس میں طبیعت تنگ ہوتی ہے تو وہ وسیع بھی ہے اور تنگ بھی۔ تفتیدہ۔ تفتیدن اور تفسیدن گرم ہونا۔ بخسیدہ۔ بخسیدن، پژمردہ ہونا۔ یا کہ۔ وسیع جنگل میں اگر کوئی تنگ جوتہ پہن کر چلے تو وہ جنگل وسیع بھی ہو اور اس کے لئے تنگ بھی ہو یہی حال دنیا کا ہے کہ وسعت کے باوجود تنگ ہے۔

[۲] ہر کہ۔ وسیع جنگل میں تنگ جوتے والے کو جو دیکھے تو کہے گا کہ بہت آرام سے ہے حالانکہ وہ یہ نہیں جانتا کہ وہ ظالموں کی طرح ہے جو بظاہر خوش نظر آتے ہیں مگر انکی روح آہ و فغاں کرتی ہے۔ خواب۔ انسان جب نیند میں ہوتا ہے تو گویا اس کے پاؤں سے تنگ جوتا اتر جاتا ہے اور اولیاء کی روح حالتِ بیداری میں اس طرح آزاد رہتی ہے جس طرح عوام کی روح نیند کی حالت میں، اسکی مثال اصحاب کہف کی ہے جو دنیا کے لحاظ سے نیند میں تھے اور آخرت کے اعتبار سے بیدار تھے۔

[۳] خواب۔ اولیاء حالتِ بیداری میں خواب دیکھتے ہیں اور ملکِ عدم کی سیر کرتے رہتے ہیں جس کا کوئی دروازہ نہیں ہے خانۂ تنگ۔ حضرت بلال نے فرمایا زندگی کی

چنگلوکم چوں جنین[1] اندر رحم
میں ایڈرن ہوں، جیساکہ رحم میں بچہ

نہ مہِ گشتم شد ایں نقلاں مہم
مجھے نو مہینے ہو گئے ہیں یہ انتقال ضروری ہے

گر نباشد دردِ زہ بر مادرم
اگر میری ماں کو دردِ زہ نہ ہوتا

مَن دریں زنداں میانِ آذرم
میں اِس قیدخانہ میں آگ میں ہوتا

مادرِ طبعم زدردِ مرگِ خویش
میری مادرِ طبیعت اپنی موت کے درد سے

می کُند زہ تا رہد بَرہ زمیش
زہ میں ہے تاکہ بھیڑ کا بچہ بھیڑ سے نکل آئے

تا چَرد آں بَرہ در صحرائے سبز
تاکہ وہ بھیڑ کا بچہ سرسبز میدان میں پہنچے

ہیں رحم بکشا کہ گشت آں بَرہ گبز
ہاں رحم کو کھول کیونکہ وہ بھیڑ کا بچہ فربہ ہو گیا ہے

دردِ زہ[2] گر رنجِ آبستاں بُوَد
دردِ زہ، اگرچہ حاملہ کے لئے موجبِ تکلیف ہوتا ہے

بر جنین اشکستنِ زنداں بُوَد
بچے کے لئے قیدخانہ کا ٹوٹنا ہوتا ہے

حاملہ گریاں زِ زہ کاَینَ المناص
حاملہ دردِ زہ سے روتی ہے کہ بچاؤ کی جگہ کہاں ہے

واں جنین خنداں کہ پیش آمد خلاص
اور وہ بچہ ہنستا ہے کہ چھٹکارا درپیش ہے

ہر چہ زیرِ چرخ ہستند اُمہات
جو مائیں آسمان کے نیچے ہیں

از جماد و از بہیمہ و ز نبات
جمادات، اور حیوانات، اور نباتات سے

ہر یکے[3] از دردِ غیرے غافل اند
ہر ایک دوسرے کے درد سے غافل ہے

جز کسانے کہ نبیہ و عاقل اند
سوائے اُن کے جو خبردار اور عقلمند ہیں

آنچہ کوسہ داند از خانہ کساں
جو بچی داڑھی والا لوگوں کے گھر کے بارے میں جانتا ہے

بلمہ از خانہ خودش کے داند آں
لمبی داڑھی والا اپنے گھر کے بارے میں بھی کب جانتا ہے؟

آنچہ صاحبدل بداند حالِ تو
صاحبِ دل جو کچھ تیرے حال کے بارے میں جانتا ہے

تو ز حالِ خود ندانی اے عمو
اے بچا! تو خود (ویسا) اپنی حالت کو نہیں جانتا ہے

آنچہ بیند در جبینت اہلِ دل
صاحبِ دل، جو کچھ تیری پیشانی میں دیکھتا ہے

کے بہ بینی در خود لے از خود خجل
اے اپنے آپ سے شرمندہ! تو خود اپنے بارے میں کب جانتا ہے؟

بیان آنکہ ہر چہ غفلت و کاہلی و تاریکی ست ہمہ از تن ست کہ ارضی و سفلی ست

اِس کا بیان کہ جو کچھ غفلت اور سستی اور تاریکی ہے سب جسم کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ ارضی اور سفلی ہے

---

[1] جنین۔ بچہ ماں کے پیٹ میں ٹیڑھا میڑھا رہتا ہے۔ نو ماہ کی مدت حمل ہے۔ گرنباشد۔ جان پر موت کی تکلیف ایسی ہی ہے جس طرح بچہ پیدا ہونے میں ماں کو دردِ زہ کی تکلیف ہوتی ہے۔ آذر۔ آگ۔ برہ۔ بھیڑ کا بچہ یعنی روح۔ میش۔ بھیڑ یعنی جسم۔ آں برہ۔ موت کے بعد روح عالم باقی کی سیر کرتی ہے۔

[2] دردِ زہ۔ موت کی تکلیف جسم کو ہوتی ہے روح اس کی وجہ سے قید سے آزاد ہوتی ہے۔ المناص۔ بچاؤ کی جگہ۔ اُمہات۔ یعنی جمادات اور حیوانات اور نباتات میں سے جننے والی مائیں

[3] ہر یکے۔ ہر انسان اپنے درد میں مبتلا ہے اور کسی سے باخبر ہے۔ نبیہ۔ باخبر۔ کوسہ۔ مختصر داڑھی والا جو عموماً ذہین ہوتا ہے یعنی اولیاء اللہ۔ بلمہ۔ لمبی داڑھی والا جو عموماً بے وقوف ہوتا ہے۔ ترجمہ۔ اولیاء اللہ دوسروں کے احوال سے اِس حد تک واقف ہوتے ہیں کہ خود انسان اپنے احوال سے اتنا واقف نہیں ہوتا۔ ترجمہ۔ اولیاء ماں کے پیٹ کے بچے کے احوال سے بھی واقف ہوتے ہیں۔

غفلت[1] از تن بود چوں تن روح شد
غفلت جسم کی وجہ سے تھی جب جسم رُوح بنا

بیند او اسرار را بے ہیچ بد
وہ یقینی طور پر اسرار کو دیکھتا ہے

چوں زمیں برخاست از جوِّ فلک
جب زمین آسمان کی فضا سے نکل جائے

نے شب و نے سایہ باشد نے دلک
نہ رات ہوگی، اور نہ سایہ، اور نہ زوال

ہر کجا سایہ ست و شب یا سایہ گہ
جہاں کہیں سایہ اور رات یا سائے کی جگہ ہے

از زمیں باشد نہ از افلاک و مہ
وہ زمین کی وجہ سے، نہ آسمانوں اور چاند سے

دود پیوستہ ہم از ہیزم بود
دُھواں ایندھن سے وابستہ ہوتا ہے

نے ز آتشہائے مستنجم بود
نہ کہ روشن کرنے والے شعلوں سے

وہم[2] افتد در خطا و در غلط
وہم، خطا اور غلطی میں مبتلا ہوتا ہے

عقل باشد در اصابتہا فقط
درستگی میں صرف عقل ہوتی ہے

ہر گرانی و کسل خود از تن ست
ہر گرانی اور سستی جسم کی وجہ سے ہے

جاں ز خفت جملہ در پریدن ست
جان ہلکے پن سے، پوری اُڑان میں ہے

روئے سرخ از کثرتِ خونہا بود
سُرخ چہرہ، خونوں کی کثرت سے ہوتا ہے

روئے زرد از جنبشِ صفرا بود
زرد چہرہ صفرے کی حرکت کی وجہ سے ہوتا ہے

رو سفید از قوّتِ بلغم بود
سفید چہرہ، بلغم کی قوت سے ہوتا ہے

باشد از سودا کہ رو ادہم بود
سودا کی وجہ ہوتی ہے کہ چہرہ کالا ہوتا ہے

درحقیقت[3] خالقِ آثار اوست
درحقیقت آثار پیدا کرنے والا وہ ہے

لیک جز علت نہ بیند اہلِ پوست
لیکن کھال والے علت کے سوا کچھ نہیں دیکھتے ہیں

مغز کو از پوستہا آوارہ نیست
مغز، جو چھلکوں سے جدا نہیں ہے

از طبیب و علت او را چارہ نیست
طبیب، اور بیماری سے اُس کو مفر نہیں ہے

چوں دوم بار آدمی زادہ بزاد
جب انسان، دوبار پیدا ہوا

پائے خود بر فرقِ علتہا نہاد
اُس نے علتوں کے سر پر اپنا پاؤں رکھدیا ہے

علتِ اولیٰ نباشد دینِ او
پہلی علت اُس کا دین نہیں ہوتی

علتِ آخری ندارد کینِ او
آخری علت اُس سے دشمنی نہیں رکھتی ہے

---

[1] غفلت۔ انسان کی سب غفلتیں مادی بدن کی وجہ سے ہیں۔ چوں۔ چونکہ زمین فلک کے درمیان میں ہے لہٰذا اُس کے جس حصہ پر سورج پڑتا ہے وہاں دن ہوتا ہے ورنہ رات اب اگر زمین اِس دائرہ سے خارج ہوجائے تو پھر اُسکی یہ صفت بدل جائے اِسی طرح اگر مجاہدات کے ذریعہ جسمانی حجاب رفع کردیاجائے تو روح ہمیشہ منور رہے اور اُسپر غفلت کے آثار طاری نہ ہوں۔ دلک۔ سورج کا زوال۔ دود۔ دھواں کثیف جسم لکڑی سے پیدا ہوتا ہے اِسیطرح کدورات جسم سے پیدا ہوتی ہیں روح اُن کا مخزن نہیں ہے۔ مستنجم۔ روشن کرنے والا۔

[2] وہم۔ وہم دھوئیں کی مانند ہے جو غلطی میں پڑتا ہے عقل، نورِ محض ہے۔ زردی۔ خون چہرے کی سرخی کا سبب، صفرا، زردی کا سبب بلغم سفیدی کا سبب سودا سیاہی کا سبب ہے تو جس طرح چہرے کے یہ حالات اسباب کی وجہ سے ہیں اِسی طرح روح میں کدورتیں جسم کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں ورنہ وہ منور چیز ہے۔

[3] درحقیقت۔ آثار کی تخلیق بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے لیکن ظاہر بین فلسفی اُسکو علت اور مؤثر کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔ مغز۔ وہ علم جو استدلالی ہے اُس میں غلطی واقع ہوتی ہے علم کشفی اور الہامی غلطی سے مبرا ہے۔ دوم بار۔ پیدا ہونیکے بعد جب انسان مجاہدات کے ذریعہ دوبارہ اصل حیات حاصل کرلیتا ہے تو اسباب پر لات ماردیتا ہے اور سبب الاسباب ہی کو مؤثر حقیقی سمجھتا ہے۔ علتِ اولیٰ فلاسفہ خدا کو علتِ اولیٰ قرار دیتے ہیں متکلمین اور اہلِ مذہب خدا کو فاعلِ مختار مانتے ہیں علت سے معلول کا صدور اضطراری ہوتا

می پرد[1] چوں آفتاب اندر اُفق ‏ ‏ ‏ با عروسِ صدق و صفوت در تُتُق

وہ اُفق میں سورج کی طرح اُڑتا ہے ‏ ‏ ‏ خلوص، اور سچائی کی دُلہن کیساتھ پردہ میں

بلکہ بیروں از اُفق وز چرخہا ‏ ‏ ‏ بے مکاں باشد چوں ارواح و نُہیٰ

بلکہ وہ اُفق، اور آسمانوں سے باہر ‏ ‏ ‏ بے مکان ہوجاتا ہے جیساکہ روحیں اور عقلیں

پس عقول ماست سایہ اے عمو ‏ ‏ ‏ می فتد چوں سایہ در پاہائے اُو

اے چچا! ہماری عقلیں سایہ ہیں ‏ ‏ ‏ سایہ کی طرح اُس کے پاؤں پڑتی ہیں

تشبیہ نص با قیاس

نص کی قیاس کے ساتھ تشبیہ

مجتہد[2] ہر گہ کہ باشد نص شناس ‏ ‏ ‏ اندراں صورت نیندیشد قیاس

مجتہد جبکہ نص سے واقف ہوتا ہے ‏ ‏ ‏ وہ اس صورت میں قیاس نہیں کرتا ہے

چوں نیابد نص اندر صورتے ‏ ‏ ‏ از قیاس آنجا نماید عبرتے

اگر کسی صورت میں اُس کو نص نہیں ملتی ہے ‏ ‏ ‏ قیاس سے اُس مقام پر تعبیر کرتا ہے

نص وحیِ روحِ قُدسی داں یقیں ‏ ‏ ‏ واں قیاسِ عقلِ جزوی تحتِ ایں

قدسی روح کے اِلہام کو تو نص سمجھ ‏ ‏ ‏ اور ناقص عقل کا قیاس اُس سے کم ہے

عقل از جاں گشت با اِدراک و فر ‏ ‏ ‏ رُوح اُو را کے شود زیرِ نظر

عقل، روح سے باعلم و شوکت بنی ‏ ‏ ‏ رُوح اُس کے ماتحت کب ہوسکتی ہے؟!

لیک جاں در عقل تاثیرے کُند ‏ ‏ ‏ زاں اثر آں عقل تدبیرے کُند

لیکن روح عقل میں اثر کرتی ہے ‏ ‏ ‏ اِس اثر سے وہ عقل تدبیر کرتی ہے

نوح[3] وار ار صدمتے زد در تو روح ‏ ‏ ‏ کو یم و کو کشتی و طوفانِ نوح

اگر روح نے نوحؑ کی طرح تجھ میں اثر کیا ہے ‏ ‏ ‏ سمندر کہاں ہے؟ کشتی اور نوحؑ کا طوفان کہاں؟!

عقل اثر را روح پندارد و لیک ‏ ‏ ‏ نورِ خور از قرصِ خور دُور است نیک

عقل تاثیر کو روح سمجھ جاتی ہے لیکن ‏ ‏ ‏ سورج کا نور، سورج کی ٹکیہ سے بہت دور ہے

زاں بقرصے سالکے خورسند شُد ‏ ‏ ‏ تا ز نورش سوئے قرص اَفگند شُد

سالک اِس نور کی وجہ سے ٹکیہ پر خوش ہوا ‏ ‏ ‏ یہاں تک کہ اُسکے نور سے ٹکیہ کی جانب روانہ ہوا

سمجھ بیٹھتی ہے یہ اُس کی غلطی ہے تاثیر اور روح میں وہی فرق ہے جو سورج اور اُس کے نور میں ہے۔ زاں۔ جب یہ معلوم ہوگیا کہ نور اور چیز ہے اور سورج دوسری چیز ہے تو سالک صرف نور پر اکتفا نہیں کرتا ہے بلکہ سورج تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔

[1] می پرد۔ وہ لاہا ملی کی سیر کرتا رہتا ہے۔ تتق۔ پردہ۔ چونکہ ارواح جس طرح وہمیں اور عقلیں لامکان میں رہتی ہیں اسی طرح یہ بھی لامکانی بن جاتا ہے۔ پس عقول۔ اِس کامل روح کے سامنے ہماری عقول ہیچ ہیں۔ تشبیہ۔ اِس مضمون میں یہ ثابت کرنا ہے کہ روحِ کامل کا اِلہام بمنزلہ نص کے ہے۔

[2] مجتہد۔ وہ شخص جو قرآن و حدیث میں مذکورہ احکام سے اُن چیزوں پر حکم لگاتا ہے جن کا حکم قرآن و حدیث میں موجود نہیں ہے اُس کے پاس اگر کوئی قرآن کی آیت یا حدیث بطور نص کے موجود ہوتی ہے تو وہ اسکے ذریعہ حکم بیان کرتا ہے ورنہ کسی نص پر قیاس کر کے حکم جاری کرتا ہے۔ روحِ قدسی۔ روحِ قدسی کا احساس بمنزلہ نص کے ہے اور ہمارا عقل ادراک بمنزلہ قیاس کے ہے جو نص سے کم درجہ کی چیز ہے جبکہ عقل نے روح سے استفادہ کیا ہے تو روح اُس سے کمتر کیسے ہوسکتی ہے۔ جان در عقل۔ روح عقل میں مؤثر ہے اور عقل کی تدبیر روح کی تاثیر سے ہے۔

[3] نوح وار۔ اگر روح نے عقل میں تاثیر بھی کردی ہے تب بھی عقل کو روح کی ہمسری مناسب نہیں ہے اُس میں وہ اسباب و علامات کہاں ہیں جو روح میں ہیں۔ عقل۔ عقل بسا اوقات روح کی تاثیر کو روح

زانکہ ایں نورے کہ اندر[1] سافل ست
اس لئے کہ یہ نور جو عالمِ سفلی میں ہے
نیست دائم روز و شب او آفل ست
مستقل نہیں ہے روز و شب میں غروب ہو کر جاتا رہتا ہے

وانکہ اندر قُرص دارد باش و جا
وہ جو ٹکیہ میں قیام اور جگہ رکھتا ہے
غرقۂ آں نور باشد دائما
وہ ہمیشہ اس نور میں غرق رہتا ہے

نے سحابش رہ زند نے خود غروب
نہ ابر اس کے لئے مانع بنتا ہے نہ خود ڈوبنا
وا رہید او از فراقِ سینہ کوب
وہ سینہ پیٹنے والی جدائی سے نجات پاگیا

اینچنیں کس اصلش از افلاک بود
ایسے شخص کی اصل آسمانوں سے ہوتی ہے
یا مبدّل گشت گر از خاک بود
اگر وہ خاک سے تھا، تو تبدیل ہوگیا ہے

زانکہ خاکی را نباشد تابِ آں
کیونکہ خاکی میں اس کی طاقت نہیں ہوتی ہے
کہ زند بروے شعاعش جاوداں
کہ اس پر اس کی شعاع ہمیشہ پڑے

گر زند بر خاک دائم تابِ خور
اگر زمین پر ہمیشہ سورج کی شعاع پڑے
آنچناں سوزد کہ ناید زو ثمر
ایسی جل جائے کہ اس سے پھل نہ پیدا ہو

دائم[2] اندر آب کارِ ماہی ست
ہمیشہ پانی میں رہنا مچھلی کا کام ہے
مار را با او کجا ہمراہی ست
سانپ کی اسکے ساتھ ہمراہی کہاں ہوسکتی ہے؟

لیک در کہ مارہائے پُرفن اند
لیکن پہاڑوں میں بہت سے پُرفن سانپ ہیں
اندریں یم ماہیاں را می کشند
جو اس سمندر میں مچھلیوں کو مار رہے ہیں

مکرِ شاں گر خلق را شیدا کند
ان کی مکاری، اگرچہ لوگوں کو فریفتہ کرتی ہے
ہم ز دریا تاسہ شاں رسوا کند
(لیکن) دریا سے ان کی گھبراہٹ انکو رسوا کرتی ہے

واندریں[3] یم ماہیانِ پُرفن اند
اس سمندر میں قوی مچھلیاں ہیں
مار را از سحر ماہی میکنند
جو سانپ کو تدبیر سے مچھلی بنا دیتی ہیں

گر تو ماری شو قرینِ ماہیاں
اگر تو سانپ ہے، مچھلیوں کا ساتھی بن جا
تا شوی چوں ماہیاں در یم رواں
تاکہ مچھلیوں کی طرح سمندر میں چلے

ماہیانِ قعرِ دریائے جلال
دریائے جلال کی گہرائی کی مچھلیاں
بحرِ شاں آموختہ سحرِ حلال
(کہ) سمندر نے ان کو حلال جادو سکھا دیا ہے

---

[1] اندر سافل۔ دنیا میں جو آثارِ قدرت ہیں وہ فانی ہیں۔ وانکہ۔ جس کا وصول ذات تک ہو جائیگا وہ دائمی نور میں مستغرق رہے گا۔ نے سحابش۔ ابر نہ اسکی جسمانی کثافتیں نور سے مانع ہونگی (نہ) مظاہرِ قدرت کا فنا ہونا اس کے لئے فراق کی سینہ کوبی کا سبب بنے گا۔ اینچنیں۔ ایسا شخص وہی ہوگا جو لاہوتی ہوگا یا اگر وہ ناسوتی ہے تو اس نے مجاہدوں کے ذریعہ اپنے ناسوتی ہونے کو ختم کر لیا ہے۔ زانکہ۔ خاکی اور ناسوتی ذات کی شعاعوں کی تاب نہیں لاتا اس کو اس طرح سمجھو کہ اگر سورج زمین پر ہمیشہ پڑے تو وہ برداشت نہ کرے گی اور اس میں اگانے کی طاقت ہی نہ رہے گی۔

[2] دائم۔ مچھلی چونکہ آبی چیز ہے وہ دائمی طور پر پانی کو برداشت کر سکتی ہے سانپ خشکی کی چیز ہے وہ ہمیشہ سمندر میں نہیں رہ سکتا ہے ماہی سے لاہوتی اور مار سے ناسوتی کو سمجھو۔ مکر شاں۔ کبھی ناسوتی لاہوتی بننے کی کوشش کرتے ہیں لیکن بحرِ وحدت ان کو رسوا کر دیتا ہے۔

[3] واندریں یم۔ یہاں ایسے لاہوتی انسان ہیں جو ناسوتیوں کو لاہوتی بنا دیتے ہیں۔ گر تو۔ اگر تو ناسوتی ہے تو لاہوتیوں کی صحبت اختیار کر وہ تجھے دریائے وحدت میں تیرنا سکھا دیں گے۔ ماہیاں۔ یہ لاہوتی اولیاء جادو کرتے ہیں جس سے ماہیت تبدیل ہوجاتی ہے لیکن ان کا جادو حلال جادو ہے۔

بس[50] محال از تابِ ایشاں حال شد — نحس آنجا رفت و نیکو فال شد

بہت سے محال اُن کی طاقت سے واقع بن گئے ہیں — منحوس وہاں پہنچا ہے اور نیک بخت بن گیا ہے

زہر آنجا رفت و شکر شد یقین — سنگ آنجا رفت گوہر شد ثمین

وہاں زہر گیا ہے اور یقیناً شکر بن گیا ہے — وہاں پتھر گیا ہے اور قیمتی جوہر بن گیا ہے

خاک زر شد سنگ گوہر پائے سر — می نہ بیند بجز بشر چشمِ بشر

خاک سونا، پتھر جوہر، پاؤں سر ہو گیا ہے — انسان کی آنکھ انکو سوائے بشر کے کچھ نہیں سمجھتی ہے

تا قیامت[51] گر بگویم زین کلام — صد قیامت بگذرد ویں ناتمام

اگر میں یہ بات قیامت تک بیان کروں — سو قیامتیں گذر جائیں گی اور یہ ناتمام رہے گی

آدابُ المُستَمِعِینَ وَ المُرِیدِینَ عِندَ فَیضِ الحِکمَۃِ مِن لِسَانِ الشَّیخِ

شیخ کی زبان سے حکمت کے فیض کے وقت سُننے والوں اور مُریدوں کے آداب

بر ملولاں ایں مکرر کردن ست — نزدِ من عمرے مکرر بردن ست

تنگدلوں پر یہ مکرر کرنا ہے — میرے نزدیک دوبارہ زندگی حاصل کرنا ہے

شمع از برقِ مکرر بر شود — خاک از تابِ مکرر زر شود

شمع مکرر نور سے اونچی ہوتی ہے — مٹی، مکرر گرمی سے، سونا بن جاتی ہے

گر ہزاراں طالب اند و یک ملول — از رسالت باز می ماند رسول

اگر ہزاروں طالب ہوں اور ایک رنجیدہ — پیغام پہنچانے سے رسول رُک جاتا ہے

ایں[52] رسولانِ ضمیر و راز گو — مستمع خواہند اسرافیل خو

یہ دل کے پیغام رساں، اسرار بیان کرنے والے — (حضرت) اسرافیلؑ کی عادت والا سننے والا چاہتے ہیں

نخوتے دارند و کبرے چوں شہاں — چاکری خواہند از اہلِ جہاں

وہ شاہوں کی سی نخوت اور بڑائی رکھتے ہیں — دنیا داروں سے خدمتگاری چاہتے ہیں

تا ادبہا شاں بجا گہ ناوری — از رسالت شاں چگونہ بر خوری

جب تک تو اُن کے اداب بجا نہ لائے — اُن کے پیغام سے تو کیسے فائدہ اُٹھائے گا؟

کے رسانند آں امانت را بتو — تا نباشی پیشِ شاں راکع دوتو

تجھے وہ امانت کب پہنچائیں گے؟ — جب تک کہ اُن کے سامنے رکوع میں دُہرا نہ ہو جائے

لئے محض ذکر و فکر کافی نہیں ہے شیخ کے آداب بجا لانا بھی ضروری ہے۔ کے۔ شیخ کی پوری اطاعت ہوتی ہے تب وہ کہیں نسبت کی امانت مُرید کے سپرد کرتا ہے۔

[50] بس کمال۔ بہت سی ناممکن باتوں کو اپنے تصرفات سے ممکن بنا دیتے ہیں۔ مثلاً ان کی صحبت میں بُرے اخلاق اچھے اخلاق میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ می نہ بیند۔ لیکن منکرین اُن کو صرف بشر سمجھتے ہیں۔

[51] تا قیامت۔ ان اہل اللہ کی صحبت کی تاثیر کا اگر میں قیامت تک بیان کروں تو وہ ختم نہ ہوگا۔ بر ملولاں۔ جو لوگ میری اس طرح کی باتوں سے ملول ہوتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مکرر بیکار مضمون ہے لیکن انہی مضامین کا اعادہ مجھے نئی زندگی بخشتا ہے۔ شمع۔ روشنی کی تکرار شمع کو نئی زندگی بخشتی ہے۔ خاک۔ سورج کی شعاعوں کے مکرر ہونے سے زمین میں سونے کی کان پیدا ہو جاتی ہے۔ گر ہزاراں۔ بزرگوں کی محفل ایک مکدر سے مکدر ہو جاتی ہے اور مضامین عالیہ کی آمد بند ہو جاتی ہے۔ رسول۔ یعنی عالی مضامین بیان کرنے والا بزرگ۔

[52] ایں۔ یعنی اولیاء اللہ دلوں کو پیغام دیتے ہیں اور اسرارِ الٰہی سُناتے ہیں۔ اسرافیل خو۔ حضرت اسرافیل ہر وقت صور پھونکنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم سُننے کے لئے منتظر ہیں۔ نخوتے۔ ان اولیاء کا شاہانہ مزاج ہوتا ہے اور مُریدوں کی اصلاح کیلئے اُن سے خدمتگزاری کے خواہاں رہتے ہیں۔ تا۔ مُرید کے

هر ادب شاں کے ہمی آید پسند — کامدند ایشاں زایوانِ بلند
اُن کو ہر ادب کب پسند آئے گا — کیونکہ وہ اونچی بارگاہ سے آئے ہیں

نے گدایانند کز ہر خدمتے — از تو دارند اے مزوّر منتے
وہ محتاج نہیں ہیں کہ ہر خدمت سے — اے فریبی! وہ تیرے احسان مند ہوں

لیک با بے رغبتیہائے ضمیر — صدقۂ سلطاں بیفشاں وا مگیر
لیکن دل کی بے رغبتیوں کے باوجود — شاہی خیرات بکھیر دے، بند نہ کر

اسپ خود راں اے رسولِ آسماں — در ملولاں منگر و اندر جہاں
اے آسمانی قاصد! اپنا گھوڑا دوڑا دے — بے رغبت لوگوں اور دنیا کو نہ دیکھ

فرخ آں ترکے کہ استیزہ نہد — اسپش اندر خندقِ آتش جہد
مبارک ہے وہ شہسوار جو اختلاف کو (بالائے طاق) رکھے — اس کا گھوڑا آگ کی خندق کود جائے

گرم گرداند فرس را آنچناں — کہ کند آہنگِ اوجِ آسماں
وہ گھوڑے کو ایسا گرم کر دے — کہ وہ آسمان کی بلندی کا قصد کرے

چشم را از غیر و غیرت دوختہ — ہمچو آتش خشک و تر را سوختہ
بیگانے، اور غیرت سے آنکھ بند کر لی ہو — خشک اور تر کو آگ کی طرح جلا دیا ہو

گر پشیمانی برد عیبے کند — آتش اوّل در پشیمانی زند
اگر پشیمانی اس کی عیب گیری کرے — پہلے پشیمانی ہی میں آگ لگا دے

خود پشیمانی نروید از عدم — چوں بہ بیند گرمی صاحب قدم
بلکہ خود پشیمانی ہی عدم سے وجود میں نہیں آتی ہے — جبکہ وہ صاحب قدم کی گرمی کو دیکھتی ہے

شناختن ہر حیوان بوئے عدوّے خویش را و حذر کردن
ہر جانور کا اپنے دشمن کی خوشبو کو پہچاننا، اور بچاؤ کرنا، اور بربادی،

و بطالت و خسارتِ آں کسے کہ عدوّے کسے بود کہ
اور نقصان اس شخص کا جو کسی ایسے کا دشمن ہو جس سے

از وحذر ممکن نیست و فرار ممکن نے و مقابلہ ممکن نے
بچاؤ ممکن نہیں ہے، اور فرار ممکن نہیں ہے اور مقابلہ ممکن نہیں ہے

شناختن. جس طرح ہر جانور اپنے دشمن کی خوشبو سونگھ کر بھاگ جاتا ہے پشیمانی مرشدِ کامل کی خوشبو پاکر بھاگ جاتی ہے۔ بطالت. وہ شخص نہایت ہی بدبخت ہے جو ایسے شخص سے دشمنی کرے جس سے کوئی مفر نہیں ہے۔

ملہ ہر ادب. معمولی ادب کام نہ چلے گا شیخ کی شایانِ شان ادب ضروری ہے۔ منت. غیر مناسب ادب سے اس میں شکر گزاری کی کیفیت نہ پیدا ہوگی۔ لیک. گزشتہ اشعار میں سمجھایا گیا تھا کہ جب تک طلب صادق نہ ہو اسرار کی تعلیم نہیں دی جا سکتی۔ اب اپنے آپ کو مولانا اس پر آمادہ کرتے ہیں کہ سننے والوں کی بے رغبتی کے باوجود اُن پر اسرار کی بارش کی جائے۔ رسولِ آسماں یعنی اسرارِ الٰہی بیان کرنے والا۔ اس سے خود مولانا کی اپنی ذات مراد ہے۔

ملہ فرخ. جو مبلغ سامعین کی بے رغبتی کے ہوتے ہوئے اسپ بیان کو دوڑا دے وہ قابلِ مبارکباد ہے۔ چشم را. اغیار کے سامنے اسرار بیان کرنا مشکل ہوتا ہے نیز غیرت کا تقاضہ ہے کہ تنگ دل لوگوں کے سامنے اسرار نہ بیان کیے جائیں لیکن ایسا مبلغ قابلِ مبارکباد ہے جو ان موانع سے قطع نظر کرلے۔ گر پشیمانی. بے توجہ لوگوں کے سامنے اسرار بیان کرنے سے اگر شرمندگی طاری ہو تو اس کو پھونک ڈالے۔

ملہ خود پشیمانی یعنی کامل مرشد کو ایسے حالات میں بھی پشیمانی نہیں ہوتی ہے۔ صاحب قدم. مرشدِ کامل۔

اَسپ داند بانگ و بُوئے شیر را — گرچہ حیوان ست اِلا نادرا[1]

گھوڑا شیر کی آواز، اور بُو کو جانتا ہے — اگرچہ جانور ہے، مگر بہت کم

بَل عدوِّ خویش را ہر جانور — خود بداند از نشان واز اثر

بلکہ ہر جانور، اپنے دشمن کو — علامت اور نشان سے پہچان لیتا ہے

روزِ خفاشک نیارد بر پرید — شب بروں آید چو دزدانِ جرید

چمگادڑ دن میں نہیں اُڑ سکتی ہے — رات کو اکیلے، چوروں کی طرح نکلتی ہے

از ہمہ محروم تر خفاش بود — کہ عدوِّ آفتابِ فاش بود

سب سے زیادہ محروم چمگادڑ ہے — کیونکہ وہ روشن سورج کی دشمن ہے

نے تواند در مصافش زخم خورد — نے بنفریں تاندش مقہور کرد

نہ تو میدان میں اُس کا مقابلہ کر سکتی ہے — نہ نفرت کی وجہ سے اُس کو مغلوب کر سکتی ہے

آنکہ[2] آں خورشید از احسان و جود — بر نہ دَرّاند ز قہرش تار و پود

پھر بھی وہ سورج احسان اور سخاوت کی وجہ سے — غصہ سے اُس کا تانا بانا نہیں پھاڑتا ہے

آفتابے کے بگرداند قفاش — از برائے غصہ و قہرِ خفاش

سورج اپنا رُخ کب موڑتا ہے؟ — چمگادڑ کے غصہ اور غضب کی وجہ سے

غایتِ لطف و کمالِ اُو بود — ورنہ خفاشش کجا مانع شود

(یہ)، اُس کا انتہائی کرم، اور کمال ہے — ورنہ چمگادڑ کہاں اُس کو روک سکتی ہے؟

دشمن ار گیری بحدِّ خویش گیر — تا بُود ممکن کہ گردانی اسیر

اگر تو دشمن بنائے، تو اپنے رتبہ کے اعتبار سے بنا — تاکہ یہ ممکن ہو کہ تو اُس کو قابو میں کر لے

قطرہ[3] با قلزم چو استیزہ کند — ابلہ است اُو ریشِ خود بر می کند

قطرہ، جب سمندر سے دشمنی کرے — وہ بیوقوف ہے، اپنی داڑھی نوچتا ہے

حیلتِ اُو از سبالش نگذرد — خنجرِ حلقِ قمر چوں بر درد

اُس کی تدبیر اُس کی مونچھوں سے آگے نہیں بڑھ سکتی ہے — چاند کا گلا، اور سینہ وہ کیسے پھاڑ سکتی ہے!

با عدوِّ آفتاب ایں بُد خطاب — اے عدوِّ آفتابِ آفتاب

یہ گفتگو تو سورج کے دشمن سے تھی — اے سورج کے سورج کے دشمن!

اے عدوِّ آفتابے کز فرش — می بلرزد آفتاب و اخترش

اے اُس سورج کے دشمن جس کی شان و شوکت — سورج اور اُس کے ستارے لرزتے ہیں

---

[1] نادرا۔ بہت کم ہے کہ گھوڑا شیر کی بُو کو نہ پہچانے۔ بَل۔ ہر جانور اپنے دشمن کو پہچان جاتا ہے۔ جرید۔ تنہا۔ خفاش۔ چمگادڑ سب سے زیادہ بدبخت ہے کہ سورج سے اس کی دشمنی ہے حالانکہ اُس سے اس کو کوئی مفر نہیں، اسی طرح سب سے زیادہ بدبخت وہ ہے جو حقیقی آفتاب یعنی ولی سے دشمنی برتے۔ مصاف۔ میدانِ جنگ۔ مقہور۔ مغلوب۔

[2] آنکہ۔ یہ سورج کا کرم ہے کہ وہ اس چمگادڑ کو خاکستر نہیں بناتا ہے اسی طرح اولیاء کا کرم ہے کہ وہ منکرین کو تباہ و برباد نہیں کرتے ہیں۔ قفا۔ یعنی رُخ۔ دشمن۔ اب مولانا سمجھاتے ہیں کہ اولیاء کے ساتھ دشمنی بُری ہے، دشمنی اگر کی بھی جائے تو ایسے شخص سے کی جائے جس کو انسان مغلوب کر سکے۔

[3] قطرہ۔ اولیاء کے ساتھ عام انسان کی دشمنی ایسی ہو جیسے کہ قطرہ، سمندر سے دشمنی کرے جو محض اُس کی حماقت ہو۔ حیلت۔ عوام کی دشمنی اولیاء کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے۔ قمر۔ یعنی ولی کامل۔ با عدو۔ چمگادڑ جو آسمانی سورج کی دشمن ہے اسکی بات تو ہم نے بتادی ولی کا دشمن تو آفتاب کے آفتاب کا دشمن ہے۔ آفتابِ آفتاب۔ ولی، آفتابِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کا آفتاب ہے۔

تو عدوِ او نہٗ خصمِ خودی[1] | چہ غم آتش راکہ تو ہیزم شدی
تو اُس کا دشمن نہیں ہے، اپنا دشمن ہے | آگ کو کیا فکر ہے جبکہ تو ایندھن ہو گیا ہے

اے عجب از سوزشت او کم شود | یا ز درد و غصہ اَت پُر غم شود
تعجب ہے اگر تیرے جلنے سے وہ کم ہو جائے | یا تیرے درد اور غصے سے وہ غمگین ہو

رحمتش نے رحمتِ آدم بُوَد | کہ مزاجِ رحمِ آدم غم بُوَد
اُس کی رحمت، انسان کی رحمت نہیں ہے | انسان کی رحمت کی بناوٹ غم ہوتی ہے

رحمتِ[2] مخلوق باشد غصہ ناک | رحمتِ حق از غم و غصہ است پاک
مخلوق کی رحمت غصہ سے ملی ہوتی ہے | اللہ کی رحمت غم و غصہ سے پاک ہے

رحمتِ بیچوں چنیں داں اے پسر | ناید اندر وہم از وے جز اثر
اے بیٹا! بے مثال حق کی رحمت کو یوں سمجھ | کہ سوائے نشان کے وہ سمجھ میں نہیں آتی ہے

فرق[3] میانِ دانستنِ چیزے بمثال و تقلید و میانِ دانستنِ ماہیت آں چیز

کسی چیز کو مثال، اور علم تقلیدی سے جاننے میں اور اس چیز کی حقیقت کے جاننے میں فرق

ظاہر ست آثارِ میوہ رحمتش | لیک کہ داند جز او ماہیتش
اُس کی رحمت کے پھل کے آثار ظاہر ہیں | لیکن اُس کی حقیقت سوائے اُس کے اور کون جانتا ہے؟

ہیچ ماہیاتِ اوصافِ کمال | کس نداند جز بآثار و مثال
کمالی اوصاف کی ماہیتیں | کوئی شخص سوائے نشانات اور مثال کے نہیں جانتا ہے

طفل ماہیت نداند طمث را | جز کہ گوئی ہست چوں حلوا ترا
بچہ، جماع کی حقیقت نہیں جانتا ہے | سوائے اس کے کہ تو کہہ دے کہ وہ تیرے لئے حلوا جیسا ہے

طفل را نبود ز وطیِ زن خبر | جز کہ گوئی ہست آں خوش چوں شکر
بچہ کو عورت سے جماع کرنے کی (لذت کی) خبر نہیں ہے | سوائے اس کے کہ تو کہہ دے وہ شکر جیسا خوش (ذائقہ) ہے

کے بُوَد ماہیتِ ذوقِ جماع | مثلِ ماہیاتِ حلوا اے مُطاع
جماع کی لذت کی حقیقت کب ہوتی ہے؟ | اے جناب! حلوے کی ماہیتوں جیسی

لیک نسبت کرد از روئے خوشی | با تو آں عاقل کہ تو کودک وشی
لیکن لذت کی حیثیت سے نسبت دیدی | اُس عقلمند نے تیرے لئے جو کہ تو بچہ کی طرح ہے

جا سکتی ہے کہ اُس سے کہا جائے کہ وہ ایسا مزیدار ہے جیسا کہ حلوا کے اجزا۔ لیکن ظاہر ہے کہ جماع کی حقیقت اور کچھ ہے اور حلوے کی حقیقت کچھ اور ہے۔

[1] تو عدو۔ ولی کا دشمن اللہ کا دشمن ہے اور یہ دشمنی خود اُس کی اپنے ساتھ دشمنی ہے۔ اے عجب۔ اللہ تعالیٰ سے انسان کی دشمنی اللہ میں کوئی نقصان نہیں پیدا کر سکتی۔ رحمتش جس طرح اللہ کا وجود بے پایاں ہے اسی طرح اُس کی رحمت بھی خاص رحمت ہے۔ کہ مزاج۔ انسان کا رحم غم سے ملا جلا ہوتا ہے کسی مجبور کو دیکھ کر انسان پر غم طاری ہوتا ہے پھر اُس کی رحمت اُبھرتی ہے۔

[2] رحمتِ مخلوق۔ انسانوں کی رحمت و شفقت غصے سے ملی جلی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت ان تمام باتوں سے پاک ہے۔ رحمتِ بے چوں جس طرح اللہ کی ذات کی حقیقت تک رسائی ناممکن ہے اسی طرح اس کی صفات بھی عقل سے بالاتر ہیں صرف اُن صفتوں کو اُن کے اثرات سے سمجھا جا سکتا ہے۔

[3] فرق۔ کسی چیز کو مثال و تقلید سے جاننا اور بات ہے اور حقیقت و ماہیت کو جاننا اور بات ہے اوصافِ کمال حضرت حق تعالیٰ کی صفات کمالیہ۔ طفل۔ ہماری عقلوں میں ان صفات کی حقیقت کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہے جس طرح بچہ جماع کی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے۔ طمث۔ حیض، جماع۔ جز کہ گوئی۔ بچہ کو جماع کی حقیقت اس طرح سمجھائی

تا بداند[1] کودک آں را از مثال — گر نداند ماہیت با عینِ حال
تاکہ بچہ اس کو مثال سے سمجھ لے — اگر اُسکی واقعی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے

پس اگر گوئی بدانم دُور نیست — ور بگوئی کہ ندانم زُور نیست
پس اگر تو کہے کہ میں جان گیا تو بھی بعید نہیں ہے — اور اگر تو کہے کہ میں نہیں جانتا ہوں تو بھی جھوٹ نہیں ہے

گر کسے[2] گوید کہ دانی نوح را — واں رسولِ حق و نورِ روح را
اگر کوئی کہے کہ تو نوحؑ کو جانتا ہے — اُس اللہ کے رسولؐ اور روح کے نور کو

گر بگوئی چوں ندانم کاں قمر — ہست از خورشید و مہ مشہور تر
اگر تو کہے کہ میں کیوں نہیں جانتا ہوں کیونکہ وہ چاند — جو سورج اور چاند سے زیادہ مشہور ہیں

کودکانِ خرد در کُتابہا — واں اماماں جملہ در محرابہا
چھوٹے بچے مکتبوں میں — اور تمام امام محرابوں میں

نامِ اُو خوانند در قرآں صریح — قصہ اَش گویند از ماضی فصیح
ان کا نام صاف طور پر قرآن میں پڑھتے ہیں — اُن کا گذشتہ قصہ وضاحت سے بیان کرتے ہیں

راست گو دانیش تو از روئے وصف — گرچہ ماہیت نشُد از نوح کشف
ٹھیک ہے کہ تو ان کو اوصاف کے اعتبار سے جانتا ہے — اگرچہ (حضرت) نوحؑ کی حقیقت واضح نہیں ہوئی ہے

ور بگوئی من چہ دانم نوح را — آں گزیدہ حق و محضِ روح را
اگر تو کہے میں (حضرت) نوحؑ کو کیا جانوں؟ — اُس اللہ کے برگزیدہ، اور خالص روح کو

من[3] کُجا دانستنِ اُو از کُجا — ہمچو اُوئے داند اُو را اے فتیٰ
میں کہاں، اور اُن کا جاننا کہاں — اے نوجوان! اُن کو اُن جیسا ہی جان سکتا ہے

مورِ لنگم من چہ دانم فیل را — پشّہ کے داند اسرافیلؑ را
میں لنگڑی چیونٹی ہوں میں ہاتھی کو کیا جانوں؟ — مچھر (حضرت) اسرافیلؑ کو کیا جانے؟

ایں سخن ہم راست از روئے آں — کہ بماہیت ندانیش اے فلاں
یہ بات بھی صحیح ہے اِس لئے کہ — اے فلاں! اُنکی حقیقت کے اعتبار سے تو اُنکو نہیں جانتا ہے

عجز از ادراکِ ماہیت عمو — حالتِ عامہ بود دریاب تو
اے چچا! ماہیتوں کے ادراک سے عجز — عام کی حالت ہوتی ہے، تو حاصل کرلے

زانکہ ماہیات و سرِ سرِ آں — پیشِ چشمِ کاملاں باشد عیاں
کیونکہ ماہیتیں اور اُن کے راز کا راز — کاملوں کی آنکھ کے سامنے کھلا ہوا ہوتا ہے

---

[1] تا بداند۔ جب حقیقت کو سمجھانا مشکل ہوتا ہے تو اُس چیز کو مثالوں سے سمجھایا جاتا ہے۔ پس یہ علم جو مثال سے حاصل ہوا ہے اُس کو اُس چیز کا علم بھی کہا جا سکتا ہے۔ چونکہ مثال سے بہرحال کچھ علم حاصل ہوا ہے اور اُس چیز کو جہل بھی کہا جا سکتا ہے کیونکہ حقیقت تو نامعلوم ہے۔

[2] گر کسے۔ اگر کسی کو حضرت نوحؑ کا علم اُن کی بعض صفات سے حاصل ہے اور کما حقہٗ اُن کی حقیقت معلوم نہیں ہے تو اُس کا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ میں حضرت نوحؑ کو جانتا ہوں اور یہ بھی کہنا درست ہے کہ میں اُن سے واقف نہیں ہوں۔ قمر یعنی حضرت نوحؑ۔ کُتّاب۔ کتب، مدرسہ۔ کشف کردن، معلوم۔ گزیدہ۔ برگزیدہ۔

[3] من کجا۔ یعنی میں اس قابل کہاں کہ اُن کی حقیقت سے واقف ہو سکوں۔ جواب مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ حقیقت سے ناواقفیت عام کے لئے ہی شایان ہے انسان کو چاہئے کہ اپنے اندر وہ صلاحیت پیدا کرے جس کے ذریعہ چیزوں کی حقیقت معلوم کر سکے۔ زانکہ۔ کامل لوگ ماہیتوں اور اُن کے راز کے راز سے بھی واقف ہوتے ہیں۔ ماہیات سے اعیانِ ثابتہ مراد ہیں اور سِر ماہیات سے مراد اسمائے الٰہی ہیں اور سِرِ ماہیات کے سِر سے مراد حقیقتِ الٰہیہ ہے۔

درِ[1] وجود از سرِّ حق و ذاتِ اُو
اللہ اور اُس کی ذات کے راز سے، وجود میں

دُور تر از فہم و استبصار کُو
فہم و بصیرت سے زیادہ دور اور کوئی چیز نہیں ہے؟

چونکہ آں مخفی نماند از محرماں
جبکہ محرموں سے وہ پوشیدہ نہیں رہتا

ذات و وصفے چیست کاں ماند نہاں
تو کس کی ذات اور صفت ہے جو پوشیدہ رہے گی؟

عقلِ[2] بحثی گوید ایں دور ست گو
بحث کرنیوالی عقل کہتی ہے کہ بعید ہے اور کہاں ہے؟

بے ز تاویلے مُحالے کم شنو
کسی ناممکن کو بغیر تاویل کے نہ سُن

قُطب گوید مر ترا اے سُست حال
قطب تجھے کہتا ہے کہ اے سُست حال!

آنچہ فوقِ حالِ تست آید مُحال
جو تیری حالت سے بالا ہے تجھے مُحال نظر آتا ہے

واقعاتے کہ کنونت بر کشود
وہ واقعات جو تجھ پر اب کُھلے ہیں

نے کہ اوّل ہم مُحالت می نمود
کیا ایسا نہیں تھا کہ وہ پہلے مُحال نظر آتے تھے؟

چوں[3] رہانیدت زدہ زنداں کرم
جب تجھے کرمِ خداوندی نے دس قید خانوں سے آزاد کر دیا ہے

تیہ را بر خود مکُن حبسِ ستم
ظلم کر کے تیہ کو، اپنے لئے قید خانہ نہ بنا

چوں خلاصی یافتی از صد بلا
جب تو سینکڑوں مصیبتوں سے نجات پا گیا ہے

فقر را بر خود مکُن رنج و عنا
فقر کو اپنے اوپر رنج و مشقت نہ بنا

سہل گیرش تا نگردد مُشکلت
اُسکو آسان سمجھ، تاکہ وہ تیرے لئے مُشکل نہ بنے

ورنہ شُد شکّر چو زہرِ قاتلت
ورنہ شکر تیرے لئے قاتل زہر بنے گی

سُوئے بحثِ خویش تاز اے بوالحسن
اے ابوالحسن! اپنی بحث کی جانب آ

کایں سخن پایاں ندارد جانِ مَن
اے جانِ من! اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے

نسبتِ اثبات با نفی از نخست
اثبات، اور نفی کی نسبت کا شروع سے

گر بیانش می کُنی بر گو دُرست
اگر تو بیان کرتا ہے، تو ٹھیک بیان کر

جمع و تفریق میانِ نفی و اثباتِ یک چیز از رُوئے نسبت و اختلافِ جہت

ایک چیز کے بارے میں اقرار اور انکار کا جمع ہونا اور نہ ہونا جہت اور نسبت کے اختلاف کی وجہ سے ہے

جب اللہ کے کرم نے سینکڑوں مصیبتیں ٹالدیں تو افلاس اور فقر کی مصیبت کو بھی ٹالدیگا۔ جب دسوں حواسوں سے آزادی مل گئی تو کشف و شہود بھی میسر آجائے گا۔ بحثِ خویش۔ یعنی نفی اور اثبات کی بحث۔ ایں سخن یعنی ماہیتوں کے ادراک کی بحث۔ بوالحسن۔ اِس سے کوئی خاص شخص مراد نہیں ہے ہر مخاطب مراد ہے۔ جمع و تفریق۔ نفی اور اثبات ایک جگہ جمع بھی ہو جاتے ہیں اور اُن میں تفریق بھی ہے۔ حیثیت اور جہت بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے ایک ہی چیز ہے ایک حیثیت اور جہت سے وہ معلوم ہے دوسری حیثیت اور جہت سے وہ نامعلوم ہے۔

[1] درِ وجود۔ اللہ کی ذات اور اُس کی صفات عقل اور سمجھ سے دور تر ہیں پھر بھی کامل اولیاء اُس سے واقف ہوتے ہیں۔ ذات و وصفے۔ جبکہ اولیاء ذات و صفاتِ احدیت کا علم حاصل کر لیتے ہیں تو کائنات کی ذات و صفات اُن پر کیسے مخفی رہ سکتی ہے۔

[2] عقلِ بحثی۔ یعنی فلسفی کی عقل یہ کہتی ہے کہ ذات و صفات کے بارے میں جو الفاظ ہیں وہ حقیقی معنی پر محمول ہونا محال ہیں لہٰذا اُنہیں تاویل کی جائیگی اور ان کو تاویلی معنی میں سمجھنا ضروری ہے۔ قطب۔ ولی جو واقفِ حال ہے وہ کہتا ہے کہ چونکہ یہ باتیں فلسفی کی عقل سے بالاتر ہیں لہٰذا اُسکو محال نظر آتی ہیں۔ واقعاتے۔ فلسفی کی عقل کا حال تو یہ ہے کہ جب تک چیز وقوع میں نہ آئے اُسکو محال قرار دیتا ہے جب اُس کا وقوع ہو جاتا ہے تو ممکن سمجھتا ہے زمین کی حرکت کو محال سمجھا جاتا تھا اور آسمان کو متحرک مانا جاتا تھا اب زمین کو متحرک مان لیا گیا ہے۔

[3] چوں رہانیدت۔ جب انسان مجاہدے کرتا ہے تو وہ پانچوں ظاہری حواس اور پانچوں باطنی حواس کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے اور کشف و شہود کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ تیہ۔ وہ میدان تھا جس میں بنی اسرائیل چالیس سال تک سرگرداں رہے تھے خواص۔

نفیِ آں یک چیز و اثباتش رواست
ایک ہی چیز کی نفی اور اثبات درست ہے

چوں جہت شُد مختلف نسبت دوتاست
جب جہت بدل گئی، نسبتیں دو ہوگئیں

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ[۱] از نسبت است
"تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو نے پھینکا" نسبت کے اعتبار سے

نفی و اثبات ست ہر دو مُثبت است
نفی اور اثبات ہے، دونوں درست ہیں

آں تو افگندی چو بر دستِ تو بُود
"تو نے پھینکا" چونکہ تیرے ہاتھ سے ہوا

تو نیفگندی کہ قوتِ حق نمود
"تو نے نہیں پھینکا" چونکہ طاقت اللہ نے دی ہے

زورِ آدم زادہ را حدّے بُود
انسان کی طاقت کی ایک حد ہے

مُشتِ خاک اِشکستِ لشکر کے شود
ایک مُٹھی مٹی ایک لشکر کی شکست کا سبب کیسے ہوسکتی ہے

مُشت مُشتِ تست و افگندن زماست
مُٹھی تو تیری مُٹھی ہے، اور پھینکنا ہمارا ہے

زیں دو نسبت نفی و اثباتش رواست
ان دو نسبتوں کی وجہ سے اُنکی نفی اور اثبات درست ہے

یَعْرِفُوْنَ[۲] الْاَنْبِیَاءَ اَضْدَادُھُمْ
انبیاء کرام کے مخالفین پہچانتے ہیں

مِثْلَ مَا لَا یَشْتَبِہْ اَوْلَادُھُمْ
اسطرح جسطرح کہ انکو اپنی اولاد میں شبہ نہیں ہوتا ہے

ہمچوں فرزندانِ خود دانند شاں
اُن کو اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہیں

مُنکراں با صد دلیل و صد نشاں
مُنکر لوگ، دلیلوں اور سینکڑوں علامتوں سے

لیک از رشک و حسد پنہاں کنند
لیکن رشک اور حسد سے چُھپاتے رہیں

خویشتن را بر ندانم می زنند
اپنے آپ کو "ہم نہیں جانتے" کا مصداق بناتے ہیں

پس چو یَعْرِف گفت جائے دگر
پس جبکہ "وہ پہچانتا ہے" فرمایا دوسری جگہ کیوں

گفت لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ فَذَرْ
"انکو میرے سوا کوئی نہیں جانتا" بس کی بنیاد پر فرمایا

اِنَّھُمْ تَحْتَ قِبَائِیْ کَامِنُوْنَ
وہ میری قبا کے نیچے چھپے ہوئے ہیں

جز کہ یزداں شاں نداند ز آزموں
انکو خدا کے سوا، آزمائش سے کوئی نہیں جانتا

ہم بہ نسبت[۳] گیر ایں مفتوح را
اس کھلی ہوئی بات کو بھی تو نسبت کی وجہ سے سمجھ لے

کہ بدانی و ندانی نوح را
کہ تو نوحؑ کو جانتا بھی ہے اور نہیں جانتا ہے

زیں نمط بسیار آمد در خبر
اس طرح کی بات حدیث میں بہت آئی ہے

کاں بہ نسبت باشد اے جاں معتبر
اے جان! کہ وہ نسبت کی وجہ سے معتبر ہوتی ہے

مسئلہ فنا و بقائے درویشِ کامل

کامل درویش کی فنا، اور بقا کا معاملہ

---

[۱] مَا رَمَیْتَ. جنگِ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مُٹھی مٹی دشمنوں کی طرف پھینکی جس سے وہ اندھے اور شکست یاب ہوگئے۔ چونکہ آنحضورؐ نے اپنے ہاتھ سے وہ مٹی پھینکی تو پھینکنے کی نسبت آنحضورؐ کی طرف کی گئی اور چونکہ اس پھینکنے نے وہ کام کیا جو آنحضورؐ کا ذاتی نہ تھا اس لئے پھینکنے کی آنحضورؐ سے نفی کر دی گئی۔

[۲] یَعْرِفُوْنَ. انبیاء کے بارے میں فرمایا گیا ہے جو اولیاء پر بھی صادق ہے کہ منکرین ان کو ایسا ہی جانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنی اولاد کو جانتے ہیں پھر فرمایا گیا کہ اولیاء میرے دامن میں چھپے ہوئے ہیں انکو میرے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔ چونکہ جاننا اور نہ جاننا دو حیثیتوں سے ہے لہٰذا دونوں باتیں درست ہیں۔

[۳] ہم بہ نسبت. حضرت نوحؑ کو جاننا اور نہ جاننا بھی اسی اعتبار سے سمجھ لے۔ زیں نمط. حیثیت اور جہت بدل جانے سے دو متضاد حکم بہت سی چیزوں پر لگائے گئے ہیں مسئلہ. کسی کی فنا و بقا کا مسئلہ بھی اسی نوعیت کا ہے کہ مختلف حیثیتوں کے اعتبار سے اُس کو فانی اور باقی کہا جاتا ہے۔

گفت قائل در جہاں درویش نیست — ور[1] بود درویش آں درویش نیست

ایک کہنے والے نے کہا، دنیا میں کوئی درویش نہیں ہے — اور اگر درویش ہوگا تو وہ درویش نہیں ہے

ہست از روئے بقائے ذاتِ او — نیست گشتہ وصفِ او در وصفِ ہو

اس کی ذات کی بقا کے اعتبار سے وہ ہے — اس کا وصف اللہ کے وصف میں نیست ہو گیا ہے

چوں زبانہ شمع پیشِ آفتاب — نیست باشد ہست باشد در حساب

جیسا کہ شمع کا شعلہ سورج کے بالمقابل — نہیں ہے، ہوتا ہے (لیکن) حساب میں ہے

ہست باشد ذاتِ او تا تو اگر — بر نہی پنبہ بسوزد زاں شرر

اس کی ذات موجود ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر تو — روئی رکھ دے وہ اس شعلہ سے جل جائے گی

نیست باشد روشنی ندہد ترا — کردہ باشد آفتاب او را فنا

معدوم ہوتا ہے، تجھے روشنی نہیں دیتا ہے — سورج نے اس کو فنا کر دیا ہوتا ہے

در دو[2] صد من شہد یک وقیہ خل — چوں در افگندی و در وے گشت حل

دو سو من شہد میں ایک اوقیہ سرکہ — جب تو نے ڈال دیا اور وہ اس میں حل ہو گیا

نیست باشد طعمِ خل چوں می چشی — ہست یک وقیہ فزوں چوں می کشی

جب تو چکھے گا سرکہ کا مزہ معدوم ہوگا — جب تو وزن کرے گا ایک اوقیہ بڑھا ہوا ہے

پیشِ[3] شیرے آہوئے بیہوش شد — ہستیش در ہستِ او روپوش شد

ایک ہرن، شیر کے سامنے بے ہوش ہو گیا — اس کی ہستی اس کی ہستی میں چھپ گئی

ایں قیاسِ ناقصاں بر کارِ رب — جوششِ عشق ست نے ترکِ ادب

اللہ (تعالیٰ) کے معاملہ میں ناقصوں کا یہ قیاس — ادب کو ترک کرنے کی وجہ سے نہیں ہے، عشق کا جوش ہے

نبضِ عاشق بے ادب بر می جہد — خویش را در کفۂ شہ می نہد

عاشق کی نبض بلا لحاظ ادب تڑپتی ہے — اپنے آپ کو شاہ کے پلڑے میں رکھتی ہے

بے ادب تر نیست زو کس در جہاں — با ادب تر نیست زو کس در نہاں

دنیا میں اس سے زیادہ بے ادب کوئی نہیں ہے — در پردہ اس سے زیادہ باادب کوئی نہیں ہے

---

[1] ور بود۔ یعنی اگر وہ موجود ہے تو اپنی ذات کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اپنی ذات کے اعتبار سے فانی ہے اور اس کو بقا باللہ حاصل ہے۔ چوں زبانہ۔ دن میں سورج کے سامنے اگر شمع روشن کرو تو اس پر متضاد حکم لگ سکتے ہیں چونکہ آفتاب کی روشنی کے سامنے اس کی روشنی ماند پڑ گئی ہے تو کہہ سکتے ہو کہ وہ روشن نہیں ہے اور اس حیثیت سے کہ اس کی لو پر روئی رکھو تو وہ جل جائے گی تم یہ کہہ سکتے ہو کہ شمع روشن ہے۔

[2] در دو صد۔ اگر دو سو من شہد میں ایک سیر سرکہ ملا دو تو کہہ سکتے ہو کہ سرکہ معدوم ہے چونکہ اس کا کوئی مزہ چکھنے میں معلوم نہیں ہوتا اور یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ سرکہ موجود ہے اس لئے کہ وزن کرو گے تو وہ دو سو من ایک سیر ہوگا۔ اوقیہ۔ چالیس درہم کا وزن، ہمزہ کو حذف کر کے وقیہ بھی کہہ دیتے ہیں۔

[3] پیش۔ ہرن جب شیر کے سامنے بیہوش ہو گیا تو وہ فانی بھی ہے اور باقی بھی ہے۔ ایں قیاس۔ فنا و بقا میں یہ خیالیں جو دی گئی ہیں وہ حضرت حق کی شایانِ شان نہیں ہیں لیکن ان کا بیان کرنا عشق و محبت کے جوش میں ہوا ہے ترکِ ادب مقصود نہیں ہے۔ نبض۔ عاشق عشقِ الٰہی کا دعویٰ ایک درجہ میں برابری کا دعویٰ ہے اس لئے کہ عاشق و معشوق میں لامحالہ کوئی نسبت ہوتی ہے اور ممکن واجب کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتا ہے۔ بے ادب۔ عاشق عشق کی مستی میں گستاخانہ باتیں بول جاتا ہے لیکن وہ گستاخی اس وقت گستاخی ہے جب اس کی نسبت عاشق کی طرف ہو لیکن چونکہ اس کو فنا کا درجہ حاصل ہے اور وہ باتیں اس کی ذات سے منسوب نہیں ہیں لہٰذا وہ گستاخی نہیں ہے۔

هم بہ نسبت دانؔ[1] وفاق اے منتخب
اے برگزیدہ! جمع ہونا بھی نسبت کی وجہ سے سمجھ

ایں دو ضد با ادب با بے ادب
با ادب اور بے ادب اِن دو ضدوں کا

بے ادب باشد چو ظاہر بنگری
جب تو دیکھے گا صورتاً ہر بے ادب ہو گا

کہ بُود دعویٔ عشقش ہمسری
کیونکہ اُس کا عشق کا دعویٰ، برابری ہے

چوں بباطن بنگری دعویٰ کجاست
جب تو حقیقت کو دیکھے گا دعویٰ کہاں ہے؟

اُو و دعویٰ پیشِ آں سُلطاں فناست
وہ اور اُس کا دعویٰ شاہ کے سامنے معدوم ہیں

مَاتَ زیدٌ[2] زید اگر فاعل بُود
"زید مر گیا" زید اگرچہ فاعل ہے

لیک فاعل نیست کو عاطل بُود
لیکن وہ کرنے والا نہیں ہے، کیونکہ وہ بیکار ہے

اُو ز روئے لفظِ نحوی فاعل ست
وہ نحوی اصطلاح کے اعتبار سے فاعل ہے

ورنہ اُو مفعول و موتش قاتل ست
ورنہ وہ مفعول ہے، اور موت اُسکی قاتل ہے

فاعلے چہ کو چناں مقہور شُد
وہ فاعل کیسا وہ ایسا مغلوب ہے

فاعلیہا جملہ ازوے دُور شُد
تمام فاعلی اُس سے دور ہو گئی ہے

قصۂ[3] وکیلِ صدرِ جہاں کہ متّہم شُد و از بُخارا گریختہ از بیمِ جاں، بازِ عشقش گریباں گرفت کہ کارِ جاں بہرِ جاناں سہل باشد عاشقاں را

صدرِ جہاں کے وکیل کا قصہ جو متّہم ہو گیا تھا، اور جان کے ڈر سے بخارا سے بھاگ گیا تھا پھر عشق نے اُس کا گریبان پکڑا کہ محبوب کے لئے جان کا معاملہ عاشقوں کے لئے آسان ہوتا ہے

در بُخارا بندۂ صدرِ جہاں
بخارا میں، صدرِ جہاں کا ایک غلام

متّہم شُد گشت از صدرش نہاں
متّہم ہو گیا، اُس کے دربار سے غائب ہو گیا۔

مُدّتِ دہ سال سرگرداں بگشت
دس سال تک مارا مارا پھرا

گہ خُراساں گہ کُہستاں گاہ دشت
کبھی خراسان میں، کبھی کُہستان میں، کبھی جنگل میں

از پسِ دہ سال اُو از اشتیاق
دس سال کے بعد وہ عشق کی وجہ سے

گشت بے طاقت ز ایامِ فراق
جُدائی کے زمانہ سے، بے بس ہو گیا

گفت تابِ فُرقتم زیں پس نماند
اُس نے کہا اِس کے بعد جدائی کی طاقت مجھ میں نہیں رہی ہے

صبر کے داند خلاعت را نشاند
صبر، فراق کے ڈر کو کہاں فرد کر سکتا ہے؟

---

[1] ہم بہ نسبت۔ اُس کا با ادب ہونا اور بے ادب ہونا بھی نسبت کے اختلاف سے صحیح ہے اگر وہ باتیں اُس کی ذات کی طرف منسوب ہوں تو بے ادب ہے اگر ذاتِ باری کی طرف ہوں تو یہ با ادب ہے۔ چونکہ باطن چونکہ اُس کو فنائی اللٰہ کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہے لہٰذا اُس کا اپنا نہ کوئی دعویٰ ہے نہ کوئی ذات۔

[2] مات زیدٌ۔ نحوی ترکیب کے اعتبار سے مات فعل ہے اور زید اُس کا فاعل ہے یہ محض لفظی بات ہے ورنہ زید میں موت کی حالت میں فاعلیت اور کرنے کی صلاحیت کہاں ہے وہ درحاصل مفعول اور مقتول ہے موت اُس کی قاتل ہے۔ فاعلے۔ فنا کے بعد فاعل بننے کی صلاحیت ہی باقی نہیں ہے لہٰذا فعل کی اُس کی طرف نسبت نہیں کی جا سکتی۔

[3] قصہ۔ اِس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ وکیل اپنی جان سے قطع نظر کر کے بادشاہ کے سامنے پیش ہوا اسی طرح عاشق اپنی ذات و صفات سے قطع نظر کر دیتا ہے۔ صدر رش۔ یعنی وہ غلام صدرِ جہاں کے دربار سے روپوش ہو گیا۔ کُہستان ایک شہر کا نام ہے۔ خلاعت۔ جزع، یا فراق سے ڈرنا۔

[۱] از فراق ایں خاکہا شورہ شود — آب زرد و گندہ و تیرہ شود
فراق سے یہ زمینیں شور بن جاتی ہیں — پانی زرد، اور گندہ، اور گدلا ہو جاتا ہے

بادِ جاں افزا وخم گردد وبا — آتشے خاکسترے گردد ہبا
روح پرور ہوا، ناموافق وبا بن جاتی ہے — آگ، راکھ، فضا کے ذرّے بنجاتی ہے

باغ چوں جنّت شود دار المرض — زرد و ریزاں برگِ او اندر حرض
جنّت جیسا باغ بیماری کا گھر بن جاتا ہے — خرابی سے اس کے پتّے زرد اور جھڑنے والے بن جاتے ہیں

عقلِ درّاک از فراقِ دوستاں — ہمچو تیر انداز اشکستہ کماں
دوستوں کی جدائی سے، حسّاس عقل — ٹوٹی ہوئی کمان والے، تیر انداز کی طرح ہے

[۲] دوزخ از فرقت چنیں سوزاں شدہ است — بید از فرقت چناں لرزاں شدہ است
دوزخ، فراق سے اس قدر جلانے والی بنگئی ہے — بید، فراق سے اس قدر لرزنے والی بنگئی ہے

گر بگویم از فراقِ چوں شرار — تا قیامت یک بود از صد ہزار
اگر میں چنگاریوں جیسے فراق کے متعلق کہوں — قیامت تک، لاکھ میں سے ایک ہوگا

پس ز شرحِ سوزِ او کم زن نفس — ربِّ سلّم ربِّ سلّم گوی و بس
لہٰذا اس کی سوزش کی تشریح نہ کر — بس خدا، بچا، خدا بچا کہتا رہ

[۳] ہر چہ از وے شاد گردی در جہاں — از فراقِ او بیندیش آں زماں
تو دنیا میں، جس چیز سے خوش ہو — اسی وقت، اس کی جدائی کو سوچ لے

زانچہ گشتی شاد بس کس شاد شد — آخر از وے جست و ہمچوں باد شد
جس چیز سے تو خوش ہوا ہے بہت سے خوش ہو چکے ہیں — بالآخر اس سے وہ چیز چلی گئی ہے اور ہوا جیسی ہوگئی

از تو ہم بجہد تو دل بر وے منہ — پیش ازاں کو بجہد از تو، تو بجہ
وہ تجھ سے بھی نکل بھاگے گی، اس سے دل نہ لگا — اس سے پہلے کہ وہ تجھ سے بھاگے تو اس سے بھاگ جا

ہمچو مریم گوی پیش از فوتِ مُلک — نفس را کا عُوذُ بالرّحمٰنِ مِنکَ
مُلک کے فوت ہونے سے پہلے ہی (حضرت) مریم کی طرح کہہ دے — نفس سے، میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں

پیدا شدنِ روح القدس بصورتِ آدمی بر مریم بوقتِ غسل و برہنگی و پناہ گرفتنِ او بحقِ تعالیٰ

حضرت جبرئیلؑ کا آدمی کی صورت میں غسل اور برہنگی کی حالت میں حضرت مریمؑ کے سامنے رونما ہونا اور اُن کا اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنا

---

[۱] از فراق۔ زمین پانی کی جدائی سے بنجر بن جاتی ہے اور پانی روانی کی جدائی سے گدلا اور گندہ بن جاتا ہے۔ باد۔ ہوا صفائی کی جدائی سے ناموافق اور وبا بنجاتی ہے۔ آتشے۔ آگ ایندھن کی جدائی سے راکھ بن جاتی ہے۔ باغ۔ موسم بہار کی جدائی باغ کو امراض کا گھر بناتی ہے اور مرض کی وجہ سے اسکے پتے زرد ہو کر گرنے لگتے ہیں۔ عقل۔ دوستوں کی جدائی عقل کو ایسا مبہوت کر دیتی ہے جس طرح تیر انداز کمان ٹوٹ جانے سے مبہوت بن جاتا ہے۔

[۲] دوزخ۔ خدا کی رحمت کی جدائی میں جہنم پرسوز بنی ہوئی ہے بید کا درخت خزاں کے فراق سے لرزتا ہے۔ گر بگویم۔ فراق کے اثرات کا بیان قیامت تک مکمل نہیں ہو سکتا۔ پس فراق کے اثرات کی تفصیل میں پڑنے کی بجائے الأمان الأمان کہنا چاہیئے۔

[۳] ہر چہ۔ دنیا کی خوشکن چیز فراق کا داغ دینے والی ہے۔ زانچہ۔ دنیا کی خوشکن چیزوں نے بہت سوں کو فراق میں مبتلا کیا ہے۔ پیش ازاں۔ اس چیز کے جدا ہونے سے پہلے ہی اگر تو اپنا دل اس سے ہٹالیگا تو فراق کی تکلیف نہوگی۔ ہمچو مریم۔ جسطرح مریم نے خدا کی پناہ حاصل کی تھی تو بھی دنیا کی خوشکن چیزوں سے خدا کی پناہ حاصل کرے اور ... کے نوبت ہونے سے قبل ہی خدا کی طرف رجوع کرے

دید مریمؑ صورتے بس جانفزا
حضرت مریمؑ نے ایک روح پرور صورت دیکھی

جانفزائے دلربائے در خلا[۵۱]
خلوت میں جو بڑی روح پرور اور دلربا تھی

پیشِ او بر رُست از روئے زمیں
اُن کے سامنے زمین سے نکل آئے

چوں مہ و خورشید آں رُوح الامیں
جبریلؑ، چاند اور سورج جیسے

از زمیں بر رُست خوبے بے نقاب
ایک حسین بے نقاب زمین سے نمودار ہوا

آنچناں کز شرق روید آفتاب
جس طرح مشرق سے سورج نمودار ہوتا ہے

لرزہ[۵۲] بر اعضائے مریم اُوفتاد
(حضرت) مریمؑ کے اعضاء پر کپکپی طاری ہو گئی

کو برہنہ بود و ترسید از فساد
کیونکہ وہ ننگی تھیں اور خرابی سے ڈریں

صورتے کہ یوسف ار دیدے عیاں
وہ ایسی صورت (تھی) کہ اگر حضرت یوسفؑ اسکو دیکھ لیتے

دست از حیرت بریدے چوں زناں
عورتوں کی طرح حیرت سے ہاتھ کاٹ لیتے

ہمچو گل پیشش بروئید او ز گل
وہ زمین سے پھول کی طرح اُنکے سامنے اُگ آئے

چوں خیالے کہ بر آرد سر ز دل
جس طرح خیال دل سے سر اُبھارتا ہے

گشت مریمؑ بیخود و در بیخودی
(حضرت) مریمؑ بے اختیار ہو گئیں اور بیخودی میں

گفت بجہم در پناہِ ایزدی
فرمایا میں خدا کی پناہ میں آتی ہوں

زانکہ[۵۳] عادت کردہ بود آں پاک جیب
کیونکہ اُن پاکدامن نے عادت ڈال رکھی تھی

در ہزیمت رخت بُردن سوئے غیب
عاجزی میں بغیب کی طرف رجوع کرنے کی

چوں جہاں را دید ملکے بیقرار
چونکہ انھوں نے دنیا کو بے استوار ملک سمجھ لیا تھا

حازمانہ ساخت زاں حضرت حصار
پختہ کاری سے اُس دربار کو قلعہ بنا لیا تھا

تا بگاہِ مرگ حصنے باشدش
تاکہ موت کے وقت وہ اُن کا قلعہ بنے

کہ نیابد خصم راہِ مقصدش
تاکہ شیطان اپنے مقصد کا راستہ نہ پائے

از پناہِ حق حصارے بہ ندید
انھوں نے اللہ کی پناہ سے زیادہ بہتر کوئی قلعہ نہیں دیکھا

یورتگہ نزدیکِ آں دژ بر گزید
اِس قلعہ کے نزدیک اُنھوں نے قیامگاہ منتخب کی

چوں بدید آں غمزہائے عقل سوز
جب اُنھوں نے وہ عقل سوز ادائیں دیکھیں

کز از و می شُد جگرہا تیر دوز
جن سے جگر زخمی ہوتے تھے

شاہ و لشکر حلقہ در گوشش شدہ
شاہ اور لشکر اُس کے حلقہ بگوش بن گئے تھے

خسروانِ ہوش بیہوشش شدہ
عقل کے شہنشاہ بیہوش ہو گئے تھے

---

۵۱ در خلا۔ حضرت مریمؑ نے لوگوں سے گوشۂ تنہائی اختیار کر لیا تھا۔ روح الامین۔ حضرت جبرئیلؑ زمین سے نمودار ہوئے تھے بے نقاب۔ حضرت جبرئیلؑ بے حجاب اِس طرح نمودار ہوئے جس طرح مشرق سے سورج طلوع کرتا ہے۔

۵۲ لرزہ۔ حضرت جبرئیلؑ کے نمودار ہونے سے حضرت مریمؑ گھبرا گئیں، برہنہ تھیں سمجھیں کوئی خرابی پیش نہ آجائے مقصدت۔ حضرت جبرئیلؑ ایسی حسین صورت میں نمودار ہوئے کہ اگر حضرت یوسفؑ اُن کو دیکھتے تو اُن کے حسن سے مبہوت ہو کر اِسی طرح اپنا ہاتھ کاٹ لیتے جس طرح اُن کے حسن سے مبہوت ہو کر زنانِ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔ گفت۔ حضرت مریمؑ نے گھبرا کر فرمایا تھا اِنی اَعُوْذُ بالرحمٰن۔ میں خدا کی پناہ پکڑتی ہوں۔

۵۳ زانکہ حضرت مریمؑ کی یہ عادت تھی کہ ہر پریشانی میں وہ خدا کی پناہ چاہتی تھیں۔ بے قرار۔ ناپائیدار۔ حازمانہ۔ پختہ کاری۔ حصار۔ قلعہ۔ یورتگہ۔ قیام کی جگہ۔ دژ۔ قلعہ۔ غمزہ۔ یعنی حضرت جبرئیلؑ کے ناز و ادا۔ شاہ و لشکر۔ یہ اشعار حضرت جبرئیلؑ کی تعریف میں ہیں۔

صد ہزاراں شاہ مملوکش برق[1] — صد ہزاراں بدر را دادہ بدق

لاکھوں بادشاہ غلامی کی وجہ سے اُسکے مملوک ہو گئے تھے — لاکھوں چودھویں کے چاندوں کو اُسنے گمشادیں جتلا کر دیا تھا

زہرہ نے مر زہرہ را تا دم زند — عقلِ کلّش چوں بہ بیند کم زند

زہرہ کے پتّہ نہیں کہ دم مار سکے — جب اسکو عقلِ کل دیکھ لے (کار و بار) چھوڑ دے

من چہ گویم چوں مرا بر دوخت است — دیگہم را دمگہ اُو سوخت است

میں کیا بتاؤں جبکہ اُس نے مجھے چھلنی کر دیا ہے — اُس کے کنگاہر نے میرا گلا جلا دیا ہے

دُودِ آں نارم دلیلم من برو — دُور ازاں شہ باطلُ ما عبدوا

میں اُس آگ کا دھواں ہوں میں اسکی نشانی ہوں — اُس شاہ سے دور ہے، لوگوں نے جو تعبیر کی ہے وہ باطل ہے

خود[2] نباشد آفتابے را دلیل — جُز کہ نورِ آفتابِ مُستطیل

سورج کے لئے کوئی دلیل نہیں ہوتی — سورج کے لمبے نور کے سوا

سایہ کہ بُود تا دلیلِ اُو بُود — ایں بستش کہ ذلیلِ اُو بُود

سایہ کیا ہوتا ہے جو اُس کی دلیل بنے — اِس کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اُس کا تابع ہو

ایں جلالت در دلالت صادق ست — جملہ ادراکات پس اُو سابق ست

یہ بڑائی (اپنی) دلالت میں سچی ہے — تمام ادراکات پیچھے ہیں، وہ آگے ہے

جملہ[3] ادراکات بر خرہائے لنگ — اُو سوارِ بادِ پرّاں چوں خدنگ

تمام ادراکات لنگڑے گدھوں پر سوار ہیں — وہ تیر کی طرح اُڑنے والی ہوا پر سوار ہے

گر گریزد کس نیابد گردِ شہ — ور گریزند اُو بگیرد پیشِ رہ

اگر شاہ بھاگے کوئی اُس کی گرد نہیں پا سکتا — اور اگر لوگ بھاگیں تو وہ (شاہ) آگے کا راستہ روک لے

جملہ ادراکات را آرام نے — وقتِ میدان است وقتِ جام نے

جملہ ادراکات کو سکون نہیں ہے — میدان کا وقت ہے، جام کا وقت نہیں ہے

آں یکے وہمے چو بازے می پرد — واں یکے چوں تیر منفذ می درد

ایک خیال، باز کی طرح اُڑتا ہے — اور ایک، تیر کی طرح خود کو پھاڑتا ہے

واں دگر چوں کشتی با بادباں — واں دگر اندر تراجع ہر زماں

اور دوسرا بادبان والی کشتی کی طرح ہے — اور دوسرا ہر وقت تردّد میں ہے

---

[1] رِق۔ غلامی۔ دق۔ گُھلاؤ، کمزوری۔ زُہرہ۔ زار کے زبر سے پتّہ، زار کے پیش سے ستارے کا نام ہے۔ عقلِ کل۔ عقلِ اوّل۔ ہم چہ گویم۔ یہاں سے مولانا نے حضرت جبرئیلؑ کے حسن کے ذکر سے اللہ کے جمال کی طرف گریز کیا ہے۔ دمگہ۔ گلا، منفذ۔ دُود۔ یعنی میں اور تمام مخلوق اُس کے آثار ہیں اور اثر موثر کے وجود کی دلیل ہوتا ہے لہٰذا میں اُس کے وجود کی دلیل ہوں اِس کے علاوہ ذاتِ باری کی جو تعبیرات ہیں وہ صحیح تعبیریں نہیں ہیں۔

[2] خود۔ سورج کا وجود کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ "آفتاب آمد دلیلِ آفتاب" سایہ۔ مولانا نے اپنے آپ کو دُھواں قرار دے کر خود کو دلیل کہا تھا اب فرماتے ہیں کہ یہ درست نہیں ہے سایہ کی کیا حقیقت ہے کہ وہ سورج کی دلیل بن سکے جملہ ادراکات۔ یعنی وہ تمام ادراکات سے وراء الورا ہے۔

[3] جملہ ادراکات۔ ہماری دلیل اور ادراک کی وجود باری سے وہی نسبت ہے جو خرِ لنگ اور ہوا پر سوار کی نسبت۔ خرِ لنگ اُس کو کبھی نہیں پکڑ سکتا۔ گر گریزد۔ ذاتِ حق انسان سے قریب بھی ہے اور اُس کے ادراک سے بعید بھی ہے۔ جملہ ادراکات۔ انسان جس قدر ادراکات میں وہ کوئی بھی اسکی حقیقت تک پہنچکر مطمئن نہیں ہے پھر بھی جستجو جاری رہنی ضروری ہے۔ آں یکے۔ انسانوں کے ادراک مختلف ہیں کسی کا ادراک تیز ہے اور کسی کا ادراک سریع النفوذ اور حجابات کو دور کرنے اور ہٹانے والا ہے۔ واں دگر۔ ایک کے وہم و خیال کی روانی کشتی کی سی ہے۔ تراجع۔ تردّد۔

چوں شکارے[51] می نماید شاں ز دور
جب اُن کو کوئی شکار دُور سے نظر آتا ہے

جملہ حملہ می فزایند آں طیور
وہ سب پرند حملہ کرتے ہیں

چونکہ ناپیدا شود حیراں شوند
جب وہ غائب ہو جاتا ہے سب حیران ہوتے ہیں

ہمچو جغداں سوئے ہر ویراں شوند
اُلّوؤں کی طرح ہر ویرانے میں چلے جاتے ہیں

منتظر چشمے بہم یک چشم باز
اس طور پر منتظر کہ ایک آنکھ کھلی ہوئی ایک آنکھ بند

تاکہ پیدا گردد آں صیدِ نیاز
تاکہ وہ نیازمندی کا شکار نظر آ جائے

چوں بماند دیر گویند از ملال
جب وہ دیر تک (مخفی) رہتا ہے تھک کر کہتے ہیں

صید بود آں خود عجب یا خود خیال
تعجب ہے وہ شکار تھا، یا خود خیال (تھا)

مصلحت[52] آنست تا یک ساعتے
مصلحت یہ ہے، کہ تھوڑی دیر

قوتے گیرند و زور از راحتے
آرام کے ذریعہ قوت اور طاقت پیدا کر لیں

گر نبودے شب ہمہ خلقاں ز آز
اگر رات نہ ہوتی تمام لوگ حرص کی وجہ سے

خویشتن را سوختندے ز اہتزاز
بھاگ دوڑ میں اپنے آپ کو جلا ڈالتے

از ہوس وز حرص سود اندوختن
ہوس اور نفع کمانے کی حرص سے

ہر کسے دادے بدن را سوختن
ہر شخص جسم کو پھونک ڈالتا

شب پدید آید چو گنجِ رحمتے
رحمت کے خزانے کی طرح رات ہو جاتی ہے

تا رہند از حرصِ خود یک ساعتے
تاکہ تھوڑی دیر کیلئے حرص سے نجات پا جائیں

چونکہ[53] قبضے آیدت اے راہرو
اے سالک! جب تجھ پر قبض طاری ہو

آں صلاحِ تست آیس دل مشو
وہ تیری بھلائی ہے، مایوس دل نہ بن

زانکہ در خرجی دراں بسط و کشاد
کیونکہ تو اُس قبض و بسط میں صرف کرنے میں ہے

خرج را دخلے بباید ز اعتداد
خرچ کیلئے ذخیرے میں سے آمد چاہیئے

گر ہمارہ فصلِ تابستاں بُدے
اگر ہمیشہ گرمی کا موسم ہوتا

سوزشِ خورشید در بستاں زدے
سورج کی گرمی، باغ کو پھونک دیتی

منبتش را سوختے از بیخ و بُن
اُس کی کیاریوں کو جڑ اور بنیاد سے ایسا جلا دیتی

کہ دگر تازہ نگشتے آں کہن
کہ وہ پُرانا کبھی (ترو) تازہ نہ بنتا

گر ترش رویست آں دے مشفق ست
اگر وہ خزاں ترش رو ہے تو مہربان (بھی) ہے

صیف خنداں ست و اما محرق ست
گرمی کا موسم مسکرانے والا ہے لیکن جلانیوالا ہے

---

[51] شکارے۔ کوئی تجلی۔ آں طیور یعنی حواس۔ جغداں۔ یعنی اس تجلی کے ادراک سے محروم ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ منتظر۔ انسان شکار پر تیر وغیرہ چلانے کے وقت ایک آنکھ بند کر لیتا ہے ایک آنکھ سے نشانہ باندھتا ہے گیا۔ یعنی تجلی۔ چوں۔ مایوسی میں سوچنے لگتا ہے کہ وہ کوئی تجلی تھی یا محض غیر واقعی خیال تھا۔

[52] مصلحت۔ اِن حالت میں سالک اور مجاہد کے لئے مناسب ہے کہ وہ آرام کرے تاکہ اُس میں طاقت پیدا ہو جائے۔ گر نبودے۔ اللہ تعالیٰ نے رات کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ انسان اُس میں آرام کرے اور تھکن دور کرے۔ اہتزاز حرکت کرنا۔ از ہوس۔ اگر رات نہ ہوتی تو کمائی کے لالچ میں ہر وقت معروف کار رہ کر بدن کو تباہ کر لیتا غرض۔ رات کا وجود انسانوں کے لئے اللہ کی رحمت ہے۔

[53] چونکہ قبض کی حالت میں وہ تمام قوائے باطنی مجتمع ہو جاتے ہیں جو بسط کی حالت میں خرچ ہو رہے تھے آیس۔ مایوس۔ دخل۔ آمدنی۔ اعتداد۔ جمع کرنا۔ گر ہمارہ۔ موسمی تغیرات رحمتِ خداوندی ہیں منبت۔ کھیت کیاری۔ دے۔ خزاں کا موسم اگرچہ ناگوار ہے لیکن اُس میں بھی خوبی ہے۔ صیف۔ موسم گرما اگرچہ انسان کو تکلیف ہوتی ہے لیکن پھول بھی کھلتے ہیں۔

چونکہ[51] قبض آمد تو در وے بسط بیں
جب قبض طاری ہو تو اُس میں بسط کا مشاہدہ کر

تازہ باش و چیں میفگن بر جبیں
تازہ رہ، پیشانی پر شکن نہ ڈال

کودکاں خنداں و دانایاں ترش
بچّے خوش ہیں اور عقلمند غمگین ہیں

غم جگر را باشد و شادی ز شش
غم جگر کے لئے ہے اور خوشی پھیپھڑے سے

چشمِ کودک ہمچو خر در آخرست
بچّے کی نظر، گدھے کی طرح آخور پر ہے

چشمِ عاقل در حسابِ آخرست
عقلمند کی نظر آخرت کے حساب پر ہے

اُو در آخر چرب می بیند علف
وہ آخور میں، لذیذ گھاس دیکھتا ہے

ویں ز قصّاب آخرش بیند تلف
اور یہ قصائی سے بالآخر اپنی ہلاکت دیکھتا ہے

آں[52] علف تلخ ست کیں قصّاب داد
جو گھاس قصائی نے دی ہے، وہ کڑوی ہے

بہرِ لحمِ ما ترازوے نہاد
اُس نے ہمارے گوشت کے لئے ترازو تیار کر رکھی ہے

رو ز حکمت خور علف کاں را خدا
جا، دانائی کی گھاس کھا، جو خدا نے

بے عوض دادست و از محضِ عطا
مفت عنایت کی ہے، اور خالص عطیہ ہے

فہمِ ناں کردی نہ حکمت اے رہی
اے بندے! تو روٹی سمجھا نہ کہ حکمت

چونکہ حق گفتت کلوا مِن رِزقِہٖ
جبکہ اللہ نے تجھ سے فرمایا اس کا رزق کھاؤ

رزقِ حکمت بہ بُوَد در مرتبت
رُتبے میں حکمت کا رزق بہتر ہوتا ہے

کاں گلو گیرت نباشد عاقبت
اس لئے کہ انجام میں وہ تیرا گلا پکڑنے والا نہ ہوگا

ایں[53] دہاں بستی دہانے باز شُد
تو نے یہ منہ بند کیا تو ایسا منہ کھلا

کو خورندہِ لقمہائے راز شُد
جو اسرار کے لقمے کھانے والا بنا

گر ز شیر ایں دیوِ تن را وابری
اگر تو اس جسم کے شیطان کو دودھ سے ہٹا لے گا

در فِطامِ اُو بسے نعمت خوری
اُس کا دودھ چھڑانے میں بہت سی نعمتیں کھائیگا

ترکِ جوشے کردہ ام من نیم خام
میں نے ادھ کچرے کو جوش نہیں دیا ہے

از حکیمِ غزنوی بشنو تمام
حکیم غزنوی سے، مکمل سُن لے

در الٰہی نامہ گوید شرحِ ایں
اِس کی شرح "الٰہی نامہ" میں بیان کی ہے

آں حکیمِ غیب و فخر العارفین
اُس اَسرار کے دانا اور عارفوں کے فخر نے

غم خور و نانِ غم افزایاں مخور
غم کھالے، اور غم بڑھانے والوں کی روٹی دکھ

زانکہ عاقل غم خورد کودک شکر
کیونکہ عقلمند غم کھاتا ہے، بچہ شکر کھاتا ہے

[51] چونکہ قبض۔ اگر سالک پر قبض کی کیفیت طاری ہو تو اُس سے بھی غمگین نہ ہونا چاہیئے اُس کو مفید سمجھے۔ کودکاں۔ بسط کی کیفیت بھی ایک طفلانہ حرکت ہے اِس کے زیادہ خواہشمند نہ ہو۔ چشمِ کودک۔ بچہ عارضی خوشیوں سے خوش رہتا ہے۔ چشمِ عاقل۔ عقلمند کے پیشِ نظر آخرت رہتی ہے تو وہ اُس کے حساب کتاب سے مغموم رہتا ہے۔

[52] آں علف۔ دنیاوی لذتوں کو قصائی کی گھاس سمجھ۔ اصل خوراک دین کا تعمق اور اہلِ یقین کا طریقہ ہے۔ کُلُوا مِنْ رِّزْقِہٖ۔ تم اُس کا رزق کھاؤ، اِس رزق سے مراد حکمت ہے نہ کہ دنیاوی غذائیں۔ رزقِ حکمت۔ یہ رزق ایسا ہے جس پر کوئی اخروی مواخذہ نہیں ہے۔

[53] ایں دہاں۔ حضرت سعدیؒ نے فرمایا ہے۔ شعر:
اندروں از طعام خالی دار
تا درو نورِ معرفت بینی
گر۔ دنیوی لذّتیں ترک کرنے سے اَسرارِ خداوندی کا رزق حاصل ہونے لگے گا۔ ترک۔ میں نے یہ مضمون پورا نہیں سمجھایا اگر پورا سمجھنا ہو تو "الٰہی نامہ" پڑھ لو جو حکیم سنائی غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ غم خور۔ انسان کو آخرت کی فکر کرنی چاہیے شکر کھانا طفلانہ حرکت ہو۔

قندِ[۵۱] شادی میوۂ باغِ غم ست — ایں فرح زخم ست و آں غم مرہم ست
خوشی کی شکر، غم کے باغ کا میوہ ہے — یہ خوشی زخم ہے، اور غم مرہم ہے

غم چو بینی در کنارش کش بعشق — از سرِ ربوہ نظر کن در دمشق
تو جب غم دیکھے اس کو محبت سے بغل میں لے لے — دمشق کو ٹیلے پر سے دیکھ

عاقل از انگور مے بیند ہمی — عاشق از معدوم شئ بیند ہمی
عقلمند انگور میں شراب دیکھتا ہے — عاشق، معدوم میں موجود کو دیکھتا ہے

جنگ میکردند حمّالاں پریر — تو مکش تا من کشم حملش چو شیر
پرسوں، بوجھ اٹھانیوالے جھگڑ رہے تھے — تو نہ اٹھا تاکہ میں شیر کی طرح اس کا بوجھ اٹھالوں

زانکہ زاں رنجش ہمی دیدند سود — حمل را ہر یک ز دیگر می ربود
کیونکہ انہوں نے اس تکلیف کو مفید سمجھا تھا — (اسلئے) بوجھ کو ایک دوسرے سے اچکتا تھا

مزدِ[۵۲] حق کو مزدِ آں بے مایہ کو — ایں دہد گنجیت مزد و آں تسو
کہاں اللہ (تعالیٰ) کی مزدوری کہاں اس مفلس کی (مزدوری) — یہ تجھے مزدوری میں خزانہ دے گا، وہ کوڑی

گنجِ زرے کہ چو خسپی زیرِ ریگ — با تو باشد آں نباشد مردہ ریگ
سونے کا ایسا خزانہ کہ جب تو مٹی کے نیچے سوئیگا — وہ تیرے پاس ہوگا، وہ موروثی مال نہ ہوگا

پیش پیشِ آں جنازت میرود — مونسِ گور و غریبی می شود
وہ تیرے جنازے کے آگے آگے چلے گا — مسافرت، اور قبر میں غم خوار ہوگا

بہرِ[۵۳] روزِ مرگ ایں دم مردہ باش — تا شوی با عشقِ سرمد خواجہ تاش
موت کے دن کے لئے اس وقت مُردہ بن جا — تاکہ تو سرمدی عشق کا ساتھی بنے

صبر می بیند ز پردۂ اجتہاد — روئے چوں گلنار و زلفینِ مراد
صبر، مجاہدے کے پردے میں سے دیکھتا ہے — مقصود کا گلنار جیسا چہرہ اور دو زلفیں

غم چو آئینہ ست پیشِ مجتہد — کاندراں ضد می نماید روئے ضد
مجاہدہ کرنے والے کے لئے غم آئینہ جیسا ہے — کہ اس ضد میں (اسکی) ضد کا چہرہ نظر آتا ہے

بعدِ ضدِّ رنج آں ضدِّ دگر — رو دہد یعنی کشاد و کرّ و فر
مقابل رنج کے بعد دوسرا مقابل — نظر آتا ہے یعنی کشادگی اور شان و شوکت

انار کے درخت کی ایک قسم ہے جس پر پھل نہیں آتا وہ مرف پھولوں سے لدھ جاتا ہے۔ غم۔ مجاہدہ کرنیوالا غم میں خوشی دیکھتا ہے۔ متضاد رنج سے رنج اور خوشی دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں جب ایک ضد یعنی رنج نمودار ہوتا ہے تو اسکے بعد کشادگی اور خوشی نمودار ہو جاتی ہے۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ بیشک تنگی کے ساتھ فراخی ہے۔

[۵۱] قندِ شادی۔ آخرت کا غم خوشی کی قند عنایت کریگا دنیا کی خوشی تو زخم ہے۔ دمشق۔ ملک شام کا مشہور شہر ہے۔ ربوہ۔ ٹیلا، ایک خاص ٹیلا ہے جو دمشق کے قریب ہے جو شخص دمشق کے حُسن کا قائل نہیں ہوتا تھا اس کو کہا جاتا تھا کہ اس ٹیلے پر چڑھکر دمشق کا نظارہ دیکھ لے تو حُسن کا قائل ہو جائیگا۔ عاقل۔ عقلمند انسان ہر چیز کے آغاز سے انجام کو دیکھ لیتا ہے تم بھی غم امروز سے مسرتِ فردا کو دیکھ لو۔ حمّالاں۔ مزدور بوجھ کی مصیبت انجام یعنی مزدوری کے لالچ میں برداشت کرتا ہے۔

[۵۲] مزدِ حق۔ جب بے مایہ انسان سے مزدوری حاصل کرنے کے لئے مشقت اٹھائی جاتی ہے تو اللہ کی جانب سے جو مزدوری ملیگی اس کے لئے کیوں نہ مشقت برداشت کی جائے۔ تسو۔ چار جَو کے وزن کا سکہ تھا۔ گنج۔ وہ ایسا خزانہ ہوگا جو قبر میں کام آئیگا۔ مردہ ریگ۔ وراثت کا مال۔ پیش۔ نیکیاں مُردے سے پہلے ہی راحت رسانی کیلئے قبر میں پہنچ جاتی ہیں۔

[۵۳] بہرِ روزِ مرگ۔ یعنی یہ ہے۔ مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا یعنی موت سے قبل ہی دنیا اور اس کی لذتوں کو خیرباد کہدو۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلاموں میں سے ہر ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلاتا ہے۔ گلنار۔

ایں دو وصف[1] از پنجہ و دستت ببیں — بعدِ قبضِ مُشت بسط آید یقیں
اِن دونوں باتوں کو اپنے ہاتھ اور پنجے سے سمجھ لے — مُٹھی بند کرنے کے بعد یقیناً فراخی آتی ہے

پنجہ را اگر قبض باشد دائما — یا ہمہ بسط او بود چوں مُبتلا
اگر مُٹھی ہمیشہ بند رہے — یا ہمہ وقت کھلی رہے، وہ مصیبت میں رہیگا

زیں دو وصفش کار و مکسب مُنتظم — چوں پرِ مرغ ایں دو حال او را اُہم
اُس کے اِن دو نوں وصفوں سے کاروبار باقاعدہ ہے — جس طرح پرند کے بازوؤں کیلئے یہ دونوں باتیں ضروری ہیں

گفتنِ روح القدس مریم را علیہما السّلام کہ من رسولِ حقّم آشفتہ و پنہاں از من مشو

حضرت جبرئیلؑ کا حضرت مریمؑ سے کہنا اُن دونوں پر سلام ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا قاصد ہوں مجھ سے پریشان نہ ہو اور نہ چھُپ

چونکہ مریم مضطرب شُد یک زماں[2] — ہمچناں کہ بر زمیں آں ماہیاں
جب تھوڑی دیر کے لئے حضرت مریمؑ تڑپیں — جیسے کہ خشکی پر مچھلیاں

بانگ بر وے زد نمودارِ کرم — کہ امینِ حضرتم از من مرم
کرم (خداوندی) کے جلوے نے اُنھیں پُکارا — کہ میں خدا کا امین ہوں، مجھ سے نہ بھاگیئے

از سر افرازانِ عزّت سر مکش — از چنیں خوش محرماں دم درمکش
(بارگاہ) عزّت کے معززین سے سر نہ پھیریئے — اتنے بہترین رازداروں سے سراسیمہ نہ ہو

ایں ہمی گفت و ذُبالہ نورِ پاک — از لبش می شُد پیاپے بر سماک
وہ یہ کہہ رہے تھے، اور پاک نور کی شعاع — اُن کے ہونٹوں سے پے درپے سماک (ستارہ) پر پہنچ رہی تھی

از وجودم می گریزی در عدم — در عدم من شاہم و صاحب علم
آپ میرے وجود سے علیحدہ کیوں بھاگتی ہیں! — میں آخرت کا شاہ اور علمبردار ہوں

خود بُنہ و بُنگاہِ من[3] در نیستی ست — یک سوارہ نقشِ من پیشِ ستی ست
میرا سامان اور گھر (ٹھکانہ) عدم میں ہے — تھوڑی دیر کے لیے میری صورت جناب کے سامنے ہے

مریما بنگر کہ نقشِ مُشکلم — ہم ہلالم ہم خیال اندر دلم
اے مریمؑ! دیکھو میں ایک مشکل نقش ہوں — میں چاند بھی ہوں (اور) میں دل کے اندر خیال بھی ہوں

چوں خیالے در دلت آمد نشست — ہر کجا کہ میگریزی با تو ہست
خیال جب تمہارے دل میں آیا، بیٹھ گیا — جہاں بھی جاؤ، وہ تمہارے ساتھ ہے

[1] ایں دو وصف یعنی تنگی کے بعد کشادگی آنے کو اپنے ہاتھ کی مُٹھی سے سمجھ لو ہاتھ کی مُٹھی بند رکھو گے تو فراخی یعنی کشادگی میسر آئے گی۔ پنجہ را۔ ہاتھ کی مُٹھی کا نہ ہمیشہ کھلا رہنا اچھا ہے نہ بند رہنا۔ زیں دو وصف۔ مُٹھی کا نہ ہر وقت بند رکھنا مناسب ہے اور نہ ہر وقت کھولنا جس طرح کہ پرند کی پرواز اسی وقت صحیح رہتی ہے جبکہ بازو ہر وقت کھلیں اور ہر وقت بند ہوں۔

[2] چونکہ حضرت مریمؑ حضرت جبرئیلؑ کے اچانک رُونما ہو جانے سے ایسی تڑپیں جیسا کہ مچھلی خشکی پر تڑپتی ہے۔ امینِ حضرت جبرئیلؑ کو روح الامین کہا جاتا ہے۔ حضرت۔ دربارِ خداوندی۔ مرم۔ نہ بھاگ۔ سرافراز۔ باعزت۔ ذُبالہ۔ چراغ کی بتّی۔ سماک۔ ایک ستارہ کا نام ہے۔ در عدم۔ عالمِ آخرت۔

[3] بُنہ و بُنگاہ۔ بُنہ، سامان۔ بُنگاہ، سامان رکھنے کی جگہ۔ ستی۔ معزز عورت۔ ہم ہلالم۔ یعنی میرا شہودی وجود بھی ہے اور مثالی وجود بھی ہے، وجودِ مثالی بشکلِ خیال کے ہے خیال سے انسان بھاگ کر نہیں بچ سکتا۔

جُز خیالے عارضی باطلے [۱] — گو بُود چوں صبح کاذب آفلے

سوائے عارضی، باطل خیال کے — جو صبح کاذب کی طرح غائب ہو جانے والا ہے

من چو صبحِ صادقم از نورِ رب — کہ نگردد گرد روزم ہیچ شب

میں اللہ (تعالیٰ) کے نور سے صبح صادق کی طرح ہوں — کہ میرے دن کے پاس کوئی رات نہیں آتی ہے

ہیں مکن لاحول عمران زادہ اَم — کہ ز لاحول ایں طرف افتادہ اَم

اے عمران کی بیٹی! مجھ پر "لاحول" نہ پڑھو — میں "لاحول" سے ہی اس طرف آیا ہوں

مر مرا اصل و غذا لاحول بود [۲] — نورِ لاحولے کہ پیشِ از قول بود

میری اصل اور غذا "لاحول" ہے — اُس "لاحول" کا وہ نور جو لفظ سے پہلے ہے

تو ہمی گیری پناہ از من بحق — من نگاریدہ پناہم در سبق

آپ مجھ سے اللہ (تعالیٰ) کی پناہ چاہ رہی ہیں — میں ازل میں اُسی کی پناہ کی تحریر ہوں

آں پناہم من کہ مخلصہات بود — تو اعوذ آری و من خود آں اعوذ

میں وہی پناہ ہوں جو آپ کی نجات کی جگہ ہے — آپ اعوذ پڑھتی ہیں میں خود وہی اعوذ ہوں

آفتے نبود بتر از ناشناخت [۳] — تو بَرِ یاری ندانی عشق باخت

نہ پہچاننے سے زیادہ بڑی کوئی مصیبت نہیں ہے — تو معشوق کے پاس ہے اور عشقبازی نہیں جانتا

یار را اغیار پنداری ہمی — شادیِ را نام بنہادی غمی

تو معشوق کو غیر سمجھ رہا ہے — تو خوشی کو غمی کا نام دیتا ہے

ایں چنیں لطفے کہ دارد یارِ ما — تو گریزانی ازو اے بیوفا

اس مہربانی کے ہوتے ہوئے ہمارا یار رکھتا ہے — اے بے وفا! تو اُس سے بھاگتا ہے

ایں چنیں نخلے کہ لطفِ یارِ ماست — چونکہ ما دزدیم نخلش دارِ ماست

کھجور کا ایسا درخت جو ہمارے یار کی مہربانی ہے — جبکہ ہم چور ہیں اُس کا کھجور کا درخت ہمارے لیے سولی ہے

ایں چنیں مشکیں کہ زلفِ میرِ ماست — چونکہ بے عقلیم آں زنجیرِ ماست

ایسی خوشبودار چیزیں جو کہ ہمارے آقا کی زلفیں ہیں — جبکہ ہم بے عقلی کریں، وہ ہماری بیڑیاں ہیں

ایں چنیں لطفے چو نیلے میرود — چونکہ فرعونیم چوں خوں می شود

ایسی مہربانی جو نیل (دریا) کی طرح جاری ہے — جبکہ ہم فرعون ہیں، خون جیسی ہو جاتی ہے

خوں ہمی گوید من آبم ہیں مریز — یوسفم گرگ از توام اے پر ستیز

خون کہتا ہے کہ میں پانی ہوں خبردار! مجھے نہ بہا — میں یوسف ہوں اے جھگڑالو! تیری وجہ سے بھیڑیا ہوں

[۱] جُز خیالے۔ عارضی باطل خیال سے جدائی ممکن ہے صبح کاذب۔ یہ صبح نمودار ہو کر غائب ہو جاتی ہے۔ صبح صادق۔ یہ صبح نمودار ہو کر غائب نہیں ہوتی ہیں مکن۔ لاحول کے معنیٰ ہیں کہ طاقت صرف اللہ کی ہے تو جو چیز خود اللہ کی طاقت سے نمودار ہوئی ہو اُس پر لاحول پڑھنا بیکار ہے۔

[۲] لاحول یعنی خدائی طاقت۔ قول۔ یعنی لاحول پڑھنے والے کا تلفظ۔ نگاریدہ۔ اللہ کی پناہ کی تحریر سے پناہ پکڑنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ آں پناہم۔ جبکہ میں خود تمہاری پناہ اور بچاؤ کی جگہ ہوں اعوذ سے وہی چیز تم مانگ رہی ہو تو پھر مجھ پر اعوذ پڑھنا مناسب نہیں ہے۔ تو اسی سال مجھ پر پڑھ رہی ہیں۔

[۳] آفتے۔ مولانا حضرت جبرئیلؑ کو نہ پہچاننے کا بیان کر رہے تھے اب یہاں سے خدا کو نہ پہچاننے کا مضمون شروع فرما دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نہ پہچاننا سب سے بڑی مصیبت ہے اے طالب تیرا محبوب حقیقی تیرے پاس ہے اور تو اُس کو نہیں پہچانتا ہے نہ اُس سے محبت کرتا ہے۔ یار۔ خدا کے ساتھ تیرا معاملہ غیروں کا سا معاملہ ہے۔ ایں چنیں خدا کی اسقدر مہربانیوں کے ہوتے ہوئے اُس سے گریز بڑی بیوفائی ہے۔ ایں چنیں۔ یعنی اللہ کی رحمت کے اسباب ہماری نافرمانی کی وجہ سے زحمت کے اسباب بنگئے ہیں۔ مشکیں۔

خوشبودار چیز۔ میر۔ آقا۔ زنجیر۔ زلف یعنی نعمتیں زحمتیں بنجاتی ہیں۔ خون۔ جو پانی خون بنگیا تھا وہ کہتا ہے مجھے ضائع نہ کرو اور پانی بنا کر مجھ سے فائدہ اٹھالے۔

تو نمی[1] بینی کہ یارِ بُردبار
تو نہیں دیکھتا ہے کہ بُردبار دوست

چونکہ با اُو ضِد شُدی گردد چو مار
جب تو اُس کی ضد بنا وہ سانپ جیسا بنجاتا ہے

لَحمِ اُو و شحمِ اُو دیگر نشُد
اُس کا گوشت اور چربی نہیں بدلی

بَر قرارِ اُو لست آنساں کہ بُد
پہلے ہی کی طرح ہے جیسا کہ تھا

عزم کردنِ آں وکیل از عشق کہ رُجوع کُند بہ بُخارا لااُبالی وار
محبّت کی وجہ سے اُس وکیل کا ارادہ کرلینا، کہ لاپرواہ ہوکر بُخارا میں واپس آجائیگا

شمعِ مریمؑ را بہِل اَفروختہ
(حضرت) مریمؑ کی شمع جلتی چھوڑ

کہ بُخارا می رود آں سوختہ
کیونکہ وہ دل جلا بُخارا کو جارہا ہے

سَخت بے صبر و در آتشدانِ تیز
سخت بے صبری، اور تیز بھٹی میں

رُو سوئے صدرِ جہاں کُن می گریز
(کہتا تھا) صدرِ جہاں کا رُخ کر، بھاگ

ایں بُخارا مَنبعِ دانش بُوَد
یہ بُخارا عقل کا مخزن ہوتا ہے

پس بُخارائیست ہر کانش بُوَد
جو اس طرح کا ہو وہ بُخاری ہے

پیشِ شیخے[2] در بُخارا اندری
شیخ کے سامنے تو بُخارا میں ہے

تا بخواری در بُخارا ننگری
بُخارا کو ذلّت سے ہرگز نہ دیکھنا

جُز بخواری در بُخارائے دلش
اُس کے دل کے بُخارا میں عاجزی کے سوا

راہ ندہد جزر و مدِّ مُشکلش
اُسکی مُشکلات کا مدّ و جزر راستہ نہیں دیتاہے

اے خُنک آں را کہ ذَلّت نَفسُہٗ
خوش نصیب ہے وہ جس کا نفس فرمانبردار ہوگیا ہے

وائے آں کس را کہ یُردِی رَفسُہٗ
اُس شخص پر حسرت ہے جسکی دولتیاں اُسکو ہلاک کرتی ہیں

فُرقتِ صدرِ جہاں در جانِ اُو
صدرِ جہاں کی جدائی جو اُس کی جان میں تھی

پارہ پارہ کردہ بُود ارکانِ اُو
اُس نے اُس کے اعضاء کو پارہ پارہ کردیا تھا

گفت[3] بر خیزم ہمانجا وا رَوَم
اُس نے کہا میں اُٹھتا ہوں اُسی جگہ واپس جاتا ہوں

کافِر ار گشتم دِگر رہ بگرَوَم
اگر میں کافر ہوگیا ہوں، تو دوسری راہ اختیار کرلیتا ہوں

وا رَوَم آنجا بیفتم پیشِ اُو
اسی جگہ واپس جاتا ہوں اُسکے سامنے گرتا ہوں

پیشِ آں صدرِ نِکو اندیشِ اُو
اُس (عاشق) کی بھلائی سوچنے والے صدر کے سامنے

گویم افگندم بہ پیشت جانِ خویش
میں کہوں گا میں نے اپنی جان تیرے سامنے لا ڈالی ہے

زندہ کُن یا سَر بُبُر ما را چو میش
زندہ کردے یا بھیڑ کی طرح ہمارا سَر قلم کردے

---

[1] تو نمی۔ دنیا کا یہی دستور ہے کہ اگر دوست سے دوستی نہ برتو تو وہ دشمنی پر آترآتا ہے۔ لحم۔ یعنی اُس دوست کا جسم جو تمہارا دشمن بن گیا ہے۔ اِسی طرح سے ہے جیسا کہ پہلے تھا تمہاری نازیبا حرکات کی وجہ سے اسکے مزاج میں تغیر آیا ہے۔ لااُبالی۔ لاپرواہ۔ آں سوختہ یعنی وکیل۔ بخارا۔ یہ بُخار سے بنا ہے جو جمع علوم کے معنیٰ میں ہے۔ منبع۔ چشمہ۔ دانش۔ علم و عقل۔ بخارائی۔ لہٰذا بخارائی اور بخاری وہ شخص ہوگا جس میں علم و دانش ہوگی۔

[2] پیش شیخے۔ شیخ کا دل بھی ان معنیٰ کے اعتبار سے بخارا ہے لہٰذا اُس کی عزت کرو۔ جز بخواری۔ شیخ کے دل میں اُسوقت جگہ پاؤگے جبکہ خواری اور ذلت اختیار کروگے۔ رَفسُہٗ یعنی اُس کی گستاخی۔ رَفت یعنی شہرت انگیز باتیں۔ ارکان۔ اعضاء۔

[3] گفت۔ یعنی وکیل نے کہا ہمانجا یعنی بُخارا۔ نکو اندیش۔ معشوق جو کہ ہمیں عاشق کے بارے میں سوچے وہ عاشق کے نزدیک بھلا ہی ہے۔ میش۔ بھیڑ۔

کُشتہ[۵۱] و مُردہ بہ پیشت اے قمر — بہ کہ شاہِ زندگاں جائے دِگر

اے چاند! تیرے سامنے مقتول اور مُردہ ہونا — دوسری جگہ زندوں کا شاہ ہونے سے بہتر ہے

آزمودم من ہزاراں بار پیش — بے تو شیریں می نہ بینم عیشِ خویش

میں نے لاکھوں بار پہلے آزما لیا — میں تیرے بغیر اپنی زندگی میٹھی نہیں سمجھتا ہوں

غَنِّ لِی یَا مُنْیَتِی لَحْنَ النُّشُوْر — اُبْرُکِی یَا نَاقَتِی تَمَّ السُّرُوْر

اے میری تمنا! میرے دوبارہ زندہ ہونے کا گانا گا — اے میری اونٹنی بیٹھ جا، سُرور مکمل ہو گیا ہے

اِبْلَعِی[۵۲] یَا اَرْضُ دَمْعِی قَدْ کَفٰی — اِشْرَبِی یَا نَفْسُ وُدًّا قَدْ صَفَا

اے زمین! میرے آنسو نگل جا جو کافی ہیں — اے نفس! وہ دوستی پی لے جو صاف ہو گئی ہے

عُدْتَ یَا عِیْدِی اِلَیْنَا مَرْحَبَا — نِعْمَ مَا رَوَّحْتَ یَا رِیْحَ الصَّبَا

اے میری عید! تو ہماری طرف لوٹ آئی ہے، مرحبا — اے بادِ صبا! بہت عمدہ خوشبو ہے، جو تو نے مہکائی ہے

گفت اے یاراں رَوَاں گشتم وداع — سُوئے آں صدرے کہ میرست و مُطاع

اس نے کہا اے دوستو! میں چلا، اَلوداع — اُس صدر کی جانب جو سردار اور واجب الاطاعت ہے

دمبدم در سوز بریاں می شوم — ہر چہ بادا باد آنجا می روم

میں دمبدم سوزش میں بھُن رہا ہوں — جو کچھ ہونا ہے ہو، میں وہاں جاتا ہوں

گرچہ دل چوں سنگِ خارا میکند[۵۳] — جانِ من عزمِ بخارا می کند

اگرچہ (اپنا) دل سنگِ خارا کی طرح بنا رہا ہے — میری جان بخارا کا قصد کر رہی ہے

مسکنِ یار ست و شہرِ شاہِ من — پیشِ عاشق ایں بُوَد حُبُّ الْوَطَن

وہ میرے یار کا وطن اور میرے شاہ کا شہر ہے — عاشق کے لئے یہی وطن کی دوستی ہے

پُرسیدنِ معشوقے از عاشق کہ از شہرہا کدام بہتر ست

ایک معشوق کا عاشق سے دریافت کرنا کونسا شہر بہتر ہے

وانبوہ تر و پُر نعمت تر و دلکشا تر و جواب دادنِ عاشق اورا

اور زیادہ آباد اور زیادہ نعمتوں سے پُر اور زیادہ دلکشا اور اُس کو عاشق کا جواب دینا

گفت معشوقے بعاشق کاے فتیٰ — تو بغربت دیدہ بس شہرہا

ایک معشوق نے عاشق سے کہا اے نوجوان! — تو نے مسافرت میں بہت سے شہر دیکھے ہیں

پس کدامیں شہر زانہا خوشتر ست — گفت آں شہرے کہ در وے دلبر ست

اُن میں سے کونسا شہر بہتر ہے؟ — اُس نے کہا، وہ شہر جس میں معشوق ہے

---

[۵۱] کُشتہ۔ معشوق کے قدموں میں مر جانا دوسری جگہ کی شہنشاہی سے بہتر ہے۔ غَنِّ۔ تو گا۔ مُنْیَتِی۔ میری تمنا۔ اَلنُّشُوْر۔ دوبارہ زندہ ہونا۔ تَمَّ السُّرُوْر۔ سرور مکمل ہو گیا ہے یعنی سفر کے ارادہ سے سرور مکمل ہو گیا لہٰذا میرے اونٹ تو بیٹھ جا تاکہ میں تیرے اوپر بیٹھ کر معشوق کی طرف کوچ کروں۔

[۵۲] اِبْلَعِی۔ یعنی اے زمین فراق میں جو میرے آنسو بہہ رہے ہیں تو اُن کو نگل لے۔ وُدًّا۔ دوستی۔ گفت۔ وکیل نے کہا۔ وَداع۔ رخصت۔ مُطاع جس کی اطاعت کی جائے۔ آنجا۔ یعنی بخارا۔

[۵۳] میکند۔ یعنی صدر جہاں نے اگرچہ اپنا دل سنگِ خارا کی طرح بنا لیا ہے۔ حُبُّ الْوَطَن۔ عاشق کے نزدیک وطن کی محبت کے یہ معنی ہیں کہ جہاں اُس کا محبوب ہو اُس شہر سے محبت کرے۔ غربت۔ مسافرت۔

هر کجا باشد شہ ما را بساط[1] ۔ هست صحرا اگر بود سَمّ الخیاط
جہاں ہمارے شاہ کا ڈیرا ہو ۔ وہ جنگل ہے، خواہ سوئی کا ناکہ ہو

هر کجا که یوسفے باشد چو ماه ۔ جنت است آں ارچہ باشد قعر چاه
جہاں چاند جیسا یوسف ہو ۔ وہ جنت ہے، خواہ کنوئیں کی گہرائی ہو

با تو[2] دوزخ جنت است اے جاں فزا ۔ با تو زنداں گلشن ست اے دلربا
اے روح پرور! تیرے ہوتے ہوئے دوزخ جنت ہے ۔ اے دلربا! تیرے ساتھ قید خانہ چمن ہے

شد جہنم با تو رضوان و نعیم ۔ بے تو شد ریحان و گل نارِ جحیم
تیرے ساتھ جہنم رضوان اور نعمت بن گئی ۔ تیرے بغیر ریحان اور پھول دوزخ کی آگ بن گیا

هر کجا تو با منی من خوش دلم ۔ ور بود در قعرِ گورے منزلم
جہاں تو میرے ساتھ ہے میں خوش دل ہوں ۔ خواہ میری منزل قبر کے گڑھے میں ہو

خوشتر از هر دو جہاں آنجا بود ۔ که ترا با من سر و سودا بود
دونوں جہاں سے زیادہ اچھی وہ جگہ ہے ۔ جہاں تجھے میرا خیال ہو

بس دراز ست ایں سخن ز انتظار ۔ عاشق صدر جہاں شد بے قرار
یہ بات بہت لمبی ہے، انتظار کی وجہ سے ۔ صدر جہاں کا عاشق بے قرار ہو گیا ہے

منع کردنِ دوستاں او را از مراجعت بخارا و تہدید کردن و لا اُبالی گفتنِ او

دوستوں کا اس کو بخارا واپس ہونے سے منع کرنا اور ڈرانا اور اس کا کہنا کہ مجھے کوئی پروا نہیں ہے

گفت او را ناصحے کاے بے خبر ۔ عاقبت اندیش اگر داری ہنر
اس سے ایک نصیحت کرنے والے نے کہا اے بے خبر! ۔ اگر تو لیاقت رکھتا ہے، انجام سوچ لے

در نگر[3] پس را بعقل و پیش را ۔ ہمچو پروانہ مسوزاں خویش را
عقل سے آگے پیچھے دیکھ لے ۔ اپنے آپ کو پروانے کی طرح نہ جلا

چوں[3] بخارا می روی دیوانہ ۔ لائق زنجیر و زنداں خانہ
بخارا کو کیوں جاتا ہے، تو دیوانہ ہے ۔ قید خانہ، اور بیڑی کے لائق ہے

او ز تو آہن ہمی خاید ز خشم ۔ او ہمی جوید ترا با بیست چشم
وہ تجھ سے غصہ میں لوہا چبا رہا ہے ۔ وہ تجھے بیس آنکھوں سے تلاش کر رہا ہے

---

[1] بساط۔ بستر یعنی محبوب کے پڑاؤ کی جگہ۔ ہست صحرا۔ یعنی وہ جگہ خواہ کتنی ہی تنگ ہو لیکن وہ عاشق کے لئے وسیع صحرا ہے۔ سم الخیاط۔ سوئی کا سوراخ۔ ہر کجا۔ اگر معشوق کنوئیں میں بھی ہو تو عاشق کے لئے وہی جنت ہے۔

[2] با تو۔ محبوب کے ساتھ تکلیف وہ مقام بھی راحت کا سبب ہے۔ شد جہنم۔ محبوب کی موجودگی میں دوزخ بھی جنت ہے اور محبوب کے فراق کی حالت میں چمن بھی دوزخ ہے۔ کہ ترا۔ یعنی محبوب کو عاشق سے تعلق ہو۔ اندر۔ یعنی دیکھ کر۔ ہنر۔ لیاقت۔ در نگر۔ یعنی حالات کا جائزہ لے لے۔

[3] چوں۔ ہم نے چوں کو استفہام کا قرار دیکر ترجمہ کیا ہے اگر شکر شرط مانا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا جب تو بخارا کو جا رہا ہے تو تو دیوانہ ہے۔ بیست چشم۔ یعنی تیز نگاہ یا بہت سے جاسوسوں کی آنکھ۔

میکُند اُو تیز از بہرِ تو کارد[1]
وہ تیرے لئے چھُری تیز کر رہا ہے

اُو سگِ قحط ست و تو انبانِ آرد
وہ قحط زدہ کتا ہے اور تو آٹے کی بوری ہے

چوں رسیدی و خدایت راہ داد
جبکہ تو بچ گیا، اور خدا نے تجھے موقع دیا

سُوئے زنداں میرَوی چونت فتاد
تو قیدخانہ کی طرف جا رہا ہے تجھے کیا پڑی ہے

بر تو گر دہ گوں مُوکّل آمدے
اگر تیرے پاس دس قسم کے سپاہی پہنچتے

عقل بایستے کز ایشاں کم زدے
عقل کا تقاضہ ہے، کہ تو اُن سے نہ ملتا

چوں مُوکّل نیست بر تو ہیچ کس
جبکہ تجھ پر کوئی شخص مقرر نہیں ہے

از چہ بستہ گشت بر تو پیش و پس
تیرا آگا پیچھا کیوں بند ہو گیا؟

عشقِ پنہاں کردہ بود اُو را اسیر
مخفی عشق نے اُس کو قیدی بنا لیا تھا

آں مُوکّل را نمی دید آں نذیر
وہ ڈرانے والا اُس سپاہی کو نہیں دیکھتا تھا

ہر مُوکّل را مُوکّل مختفی ست
ہر سپاہی پر ایک چھُپا ہوا سپاہی ہے

ورنہ اُو در بندِ سگ طبعی زچیست
ورنہ کُتّے پن کا پابند کیوں ہے؟

خشمِ شاہِ[2] عشق بر جانش نشست
شاہِ عشق کا غصّہ اُس کی جان پر نازل ہوا ہے

بر عوانی و سیہ رُوئیش بست
اُس کو سپاہ گری اور رُو سیاہی سے وابستہ کر دیا ہے

می زند اُو را کہ ہیں اُو را بزن
وہ اُس کو مارتا ہے، کہ ہاں اُس کو مار

زاں عوانانِ نہاں افغانِ مَن
اُن مخفی سپاہیوں سے میری فریاد ہے

ہر کہ بینی در زیانے می رَوَد
جس کو تو دیکھے کہ وہ تباہی میں جا رہا ہے

گرچہ تنہا با عوانے میرود
اگرچہ وہ اکیلا ہے، کسی سپاہی کیساتھ جا رہا ہے

گر از و واقف بُدے افغاں زدے
اگر وہ اُس سے واقف ہوتا فریاد کرتا

پیشِ آں سُلطانِ سُلطاناں شدے
شاہوں کے شاہ کے سامنے چلا جاتا

ریختے بر سر بہ پیشِ شاہ خاک
شاہ کے سامنے سر پر خاک ڈالتا

تا اماں دیدے ز دیوِ سہمناک
یہاں تک کہ خوفناک شیطان سے امن پا جاتا

میر دیدی[3] خویش را اے کم ز مُور
اے چیونٹی سے کم! تو نے اپنے آپکو سردار سمجھا ہے

زاں ندیدی آں مُوکّل را تو کور
اِسی لئے تجھ اندھے نے وہ سپاہی نہیں دیکھا ہے

غرّہ گشتی زیں دروغیں پرّ و بال
تو مصنوعی پر و بال سے مغرور بن گیا ہے

پرّ و بالے کو کشد سُوئے وبال
وہ پر و بال جو تجھے مصیبت کیطرف کھینچ رہے ہیں

---

[1] کارد۔ چھُری۔ انبان۔ تھیلا۔ آرد۔ آٹا۔ دہ گوں۔ دس طرح۔ مُوکّل۔ یعنی سپاہی۔ کم زدے۔ عقل کا تقاضہ تھا کہ تو ان سپاہیوں سے گریز کرتا۔ چوں مُوکّل۔ یعنی تو بغیر سپاہی کے قیدی بن گیا ہے۔ عشق۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اُس وکیل کو عشق نے قید کر رکھا تھا جس کو ڈرانیوالا نہیں دیکھ رہا تھا۔ ہر مُوکّل۔ مولانا فرماتے ہیں جس طرح اِس وکیل پر ایک غیبی مُوکّل مُسلّط تھا اِسی طرح سے ہر سپاہی پر ایک غیبی سپاہی مُسلّط ہوتا ہے جو اُس کو کُتّے کی طرح کٹکھنا بنا دیتا ہے۔

[2] شاہِ عشق یعنی اللہ تعالیٰ۔ عوانی۔ سپاہی پن۔ زاں۔ مولانا اُن غیبی سپاہیوں سے پناہ چاہتے ہیں۔ ہر کہ۔ انسان اپنی تباہی اِسی مخفی سپاہی کی وجہ سے کرتا ہے۔ گر۔ انسان اِس برباد کرنے والے سپاہی سے غافل ہے ورنہ وہ اللہ سے دُعا کرتا اور اپنی نجات چاہتا۔

[3] میر۔ انسان اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہے اِسی لئے اُس غیبی سپاہی کو نہیں دیکھ پاتا ہے۔ غرّہ۔ انسان زوال پذیر دولت اور رُتبے سے دھوکے میں پڑتا ہے اور وہی دولت اور رُتبہ اُس کو تباہ کرتا ہے۔

پرِ سبک دار و رہِ بالا کند — چوں گِلِ آلودش گرانیہا کند

ہلکے پر رکھتا ہے اوپر جاتا ہے — جب مٹی میں سَن جاتے ہیں بھاری پن دکھاتے ہیں

جہد کن پر را گِلِ آلودہ مکن — لیک گوشت کر شد و پندم کہن

کوشش کر پَروں کو مٹی میں نہ سان — لیکن تیرے کان بہرے ہو گئے ہیں اور میری نصیحت پرانی ہو گئی ہے

پند داد القصہ عاشق را بسے — عاذِل بیدرد ہمچوں ققنسے

القصّہ عاشق کو بہت نصیحت کی — ققنس جیسے بیدرد ملامت گر نے

لااُبالی گفتنِ عاشق ناصح و عاذِل را از سرِ عشق

عاشق کا عشق کی وجہ سے لاپرواہی کے ساتھ ناصح اور ملامت گر کو جواب دینا

گفت اے ناصح خمش کن چند چند — پندکم دہ زانکہ بس سخت ست بند

اُس نے کہا اے ناصح چپ ہو جا اس قدر — نصیحت نہ کر کیونکہ قید بہت سخت ہے

سخت تر شد بندِ من از پندِ تو — عشق را نشناخت دانشمند تو

تیری نصیحت سے میری قید اور سخت ہو گئی ہو — اے دانشمند تو عشق کو نہیں جانتا ہے

آں طرف کہ عشق می افزود درد — بوحنیفہؒ و شافعیؒ درسے نکرد

جس پہلو سے عشق نے درد بڑھایا ہے — ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ نے سبق نہیں پڑھایا

تو مکن تہدید از کشتن کہ من — تشنۂ زارم بخونِ خویشتن

تو قتل سے نہ ڈرا کیونکہ میں — اپنے خون کا بہت پیاسا ہوں

عاشقاں را ہر زمانے مُردنیست — مُردنِ عُشّاق خود یک نوع نیست

عاشقوں کی ہر گھڑی ایک موت ہے — عاشقوں کی موت ایک قسم کی نہیں ہے

او دو صد جاں دارد از جانِ ہُدیٰ — واں دو صد را می کند ہر دم فدا

وہ نورِ ہدایت سے دو سَو جانیں رکھتا ہے — اور اُن دو سَو کو ہر وقت قربان کرتا ہے

ہر یکے جاں را ستاند دہ بہا — از نُبی بر خواں تو عشر امثالہا

ہر ایک جان کے دس عوض لیتا ہے — اُس کے دس گنا قرآن میں پڑھ لے

گر بریزد خونِ من آں دوست رُو — پائے کوباں جاں بر افشانم برو

وہ محبوب چہرے والا اگر میرا خون بہائے — میں ناچتا ہوا اُس پر جان نثار کر دوں

جو نفس کُشی سے حاصل ہوتی ہو سیرت ہے جو بیوندگی گذری سے حاصل ہوتی ہو ایک میاموت ہے جو مخلوق کی اذیت سے حاصل ہوتی ہو اسلئے فرمایا گیا ہو مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا یعنی مرنے سے پہلے مرجاؤ — ۵۳ او. عاشق سینکڑوں جانیں رکھتا ہو اور ہر وقت ایک جان قربان کرتا ہے اور اسکو ہر جان قربان کرنے پر دس جانیں حاصل ہوتی ہیں عشر قرآن میں ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا یعنی جسنے ایک نیکی کی اسکو اس جیسی دس حاصل ہوتی ہیں۔ گر بریزد اگر

۵۱ پرِ سبک۔ اگر انسان دولت اور غرور سے نجات پا جائے تو وہ عالمِ بالا کی طرف پرواز کر سکتا ہے۔ گوشت۔ گوشِ تو۔ عاذِل۔ ملامت گر۔ ققنس۔ یہ ققنوس کی تخفیف ہے یونانی لفظ ہے، ایک پرند کا نام ہے اسی کو فارسی میں آتش زن کہتے ہیں اِس پرند کی چونچ میں بہت سے سوراخ ہیں جب یہ بولتا ہے تو ہر سوراخ سے ایک سُر پیدا ہوتا ہے حکماء نے موسیقی کا فن اسی پرندے سے لیا ہے اسکی عمر ایک ہزار سال کی ہوتی ہے اور اسمیں نر مادہ نہیں ہوتا ہو جب یہ پرندہ اپنی عمرِ طبعی کو پہنچ جاتا ہو تو لکڑیاں جمع کر کے اپنے چاروں طرف جما لیتا ہے اور دیپک راگ شروع کر دیتا ہے جس سے اُن لکڑیوں میں آگ لگ جاتی ہے اور یہ پرند جل کر راکھ ہو جاتا ہے پھر کسی موسم کی بارش سے قدرتاً اس راکھ سے انڈا بنا دیتی ہے اور اسمیں سے پھر یہ پرند پیدا ہو جاتا ہو ۵۲ بوحنیفہؒ۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ عاشق تھے اور درس کے بھی ماہر تھے لیکن دردِ عشق کا انھوں نے کبھی درس نہیں دیا تو معلوم ہوا یہ کیفیت گفتنی نہیں ہے۔ تو مکن۔ عاشقوں کو موت سے نہیں ڈرایا جا سکتا وہ خود اپنی موت کے خواہاں ہوتے ہیں۔ عاشقاں۔ عاشقوں کی صرف وہی موت نہیں ہے جو زندگی ختم ہونے پر آتی ہے بلکہ انکی موت کی بہت سی قسمیں ہیں سُرخ موت

آزمودم[1] مرگِ مَن در زندگی ست — چوں رہم زیں زندگی پایندگی ست
میں نے آزمالیا، میری موت زندگی میں ہے — جب میں اس زندگی سے نجات پا جاؤں گا تو ہمیشگی ہے

اُقْتُلُونِیْ اُقْتُلُونِیْ یَا ثِقَات — اِنَّ فِیْ قَتْلِیْ حَیَاتًا فِیْ حَیَات
اے معتمدو! مجھے قتل کردو، مجھے قتل کردو — بیشک میرے قتل میں زندگی در زندگی ہے

یَا مُنِیْرَ الْخَدِّ یَا رُوْحَ الْبَقَاء — اِجْتَذِبْ رُوْحِیْ وَجُدْ لِیْ بِاللِّقَا
اے روشن رُخو! اے بقا کی جان! — میری روح کو جذب کرلے اور مجھے ملاقات بخش دے

لِیْ حَبِیْبٌ حُبُّہٗ یَشْوِی الْحَشَا — لَوْ یَشَا یَمْشِیْ عَلٰی عَیْنِیْ مَشَا
میرا ایک محبوب ہے جس کی محبت باطن کو جلانے والی ہے — اگر وہ میری آنکھوں پر چلنا چاہے، چلے

پارسی گو گرچہ تازی خوشتر ست — عشق را خود صد زبانِ دیگر ست
فارسی میں کہہ، اگرچہ عربی بہتر ہے — خود عشق کی دوسری سینکڑوں زبانیں ہیں

بوئے[2] آں دلبر چو پرّاں می شود — ایں زبانہا جملہ حیراں می شود
جب اُس دلبر کی خوشبو مہکتی ہے — یہ سب زبانیں حیران ہو جاتی ہیں

بس کُنم دلبر درآمد در خطاب — گوش شو واللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
میں ختم کرتا ہوں، دلبر نے بات شروع کردی — کان بن جا، اور اللہ درست بات زیادہ جانتا ہے

چونکہ عاشق توبہ کرد اکنوں بترس — کو چو عیاراں کُند بردار درس
چونکہ اب ڈر، عاشق نے توبہ کرلی — وہ عیاروں کی طرح سولی پر عشق کا سبق پڑھے گا

گرچہ[3] ایں عاشق بخارا می رود — نے بہ درس و نے بہ اُستا می رود
اگرچہ یہ عاشق بخارا کو جا رہا ہے — (لیکن) سبق اور اُستاد کیلئے نہیں جا رہا ہے

عاشقاں را شد مُدرّس حُسنِ دوست — دفتر و درس و سبق شاں روئے اوست
محبوب کا حُسن عاشقوں کا مدرس بن گیا ہے — اُنکی کتاب اور درس اور سبق اُس کا چہرہ ہے

خامُش اند و نعرۂ تکرارِ شاں — می رود تا عرش و تختِ یارِ شاں
وہ چپ ہیں اور اُن کی تکرار کی آواز — عرش اور اُن کے دوست کے تخت تک جا رہی ہے

درسِ شاں آشوب و چرخ و زلزلہ — نے زیادات ست و باب و سلسلہ
اُن کا سبق شور، اور رقص، اور جوش ہے — نہ کہ زیادات، اور باب، اور سلسلہ

---

[1] آزمودم۔ عاشق کی زندگی دراصل موت ہے اور موت ہی حقیقی زندگی ہے۔ ثِقات۔ ثِقَۃٌ کی جمع ہے یعنی معتمد علیہ۔ خد۔ رخسارہ۔ حشا۔ باطن۔ پارسی۔ چونکہ اہلِ وطن فارسی داں ہیں لہٰذا فارسی میں اظہارِ خیال کر اگرچہ فصاحت و بلاغت میں عربی زبان بڑھی ہوئی ہے۔ عشق۔ داستانِ عشق کے اظہار کے لئے سینکڑوں زبانیں ہیں لیکن اُن کو سمجھنے والے کم ہیں۔

[2] بوئے۔ معشوق کی صفات کا بیان کسی زبان سے بھی ممکن نہیں ہو سکتا۔ بس کنم۔ اب میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں عاشق کی زبان سے عشق کی داستان سنو۔ چونکہ۔ عاشق اگر داستانِ عشق بیان کرنے سے کسی مجبوری سے توبہ بھی کرے تو اُس کا اعتبار نہیں وہ پھر اپنی توبہ سے توبہ کرلیتا ہے اور سولی پر داستانِ عشق بیان کرنی شروع کر دیتا ہے۔ عیاراں۔ دھوکے باز۔

[3] گرچہ۔ اس عاشق کی بخارا کی طرف روانگی۔ درس، سبق اور اُستاد کے لئے نہیں ہے یہ تو جان قربان کرنے جا رہا ہے۔ عاشقاں۔ عاشق کا اُستاد تو حُسنِ دوست ہے اور اُس کی کتاب معشوق کا چہرہ ہوتا ہے۔ تکرار۔ سبق کا دُہرانا۔ آشوب۔ شور و غوغا۔ چرخ۔ رقص۔ زیادات۔ امام محمدؒ کی فقہ کی مشہور کتاب ہے۔ باب۔ کتاب کا نام ہے، فقہ کے ابواب۔ سلسلہ۔ کتاب کا نام ہے، لا انتہا چیزوں کا ایک دوسرے پر موقوف ہو کر موجود ہونا، سلسلۂ حدیث۔

سلسلۂ ایں قوم جعدِ[51] مُشکبار — مسئلۂ دُور است لیکن دَورِ یار

اِس قوم کا سلسلہ مشک برسانے والے گھنگریالے بال ہیں — دور کا مسئلہ ہے، لیکن محبوب کے دور کا

مسئلۂ کیس ار بپرسد کس ترا — گو نگنجد گنجِ حق در کیسہا

اگر کوئی تجھ سے تھیلی کا مسئلہ پوچھے — کہہ دے اللہ تعالیٰ کا خزانہ تھیلیوں میں نہیں سماتا

گر دمِ خُلع و مبارا می رود — بد مبیں ذکرِ بُخارا می رود

اگر خلع اور مبارات کی بات چل رہی ہے — بُرا نہ سمجھو وہ (بھی) بخارا کی بات چل رہی ہے

ذکرِ[52] ہر چیزے دہد خاصیتے — زانکہ دارد ہر صفت ماہیتے

ہر چیز کا ذکر ایک خاصیت پیدا کرتا ہے — کیونکہ ہر صفت ایک ماہیت رکھتی ہے

در بُخارا در ہنرہا بالغی — چوں بخواری رو نہی زو فارغی

تو بخارا میں بہت سے ہنروں کو پہنچنے والا ہے — جب خواری کیساتھ رُخ کریگا تو اُسکا فارغ التحصیل ہے

آں بُخاری غصۂ دانش نداشت — چشم بر خورشیدِ بینش می گماشت

اُس بخارا کو جاننے والے کو علم کا اُچھو نہ لگا تھا — اُس نے بصیرت کے سورج پر نگاہ جمائی تھی

ہر کہ در خلوت بہ بینش یافت راہ — اُو ز دانشہا نجوید دستگاہ

جس نے خلوت میں بصیرت کا راستہ پالیا — وہ علوم میں مہارت کا طلب گار نہیں ہوتا ہے

با جمالِ[53] جاں چو شُد ہم کاسہ — باشدش ز اخبار و دانش تاسہ

جو روح کے حُسن کا ہم پیالہ بن گیا — اُس کو خبروں اور علم سے نفرت ہوتی ہے

دید بر دانش بود غالب فزا — زاں ہمی دُنیا بچربد عامہ را

آنکھوں سے دیکھ لینا، عقل پر غالب ہوتا ہے — اسی لئے دنیا عوام پر چھا جاتی ہے

زانکہ دنیا را ہمی بینند عین — واں جہانے را ہمی دانند دین

کیونکہ وہ دنیا کو اصل اور حقیقت سمجھتے ہیں — اور اُس عالم کو اُدھار سمجھتے ہیں

قصے مشہور ہیں کہ معمولی الفاظ سے جن کے بظاہر کوئی خاص معنی نہیں ہیں اُن پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی ہے مشہور ہے "آوازِ دولاب مستی کُنندہ" یعنی رہٹ کی آواز سے وجد کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ در بخارا بخارا میں بہت سے علوم و ہنر ہیں جو تم سیکھ سکتے ہو لیکن مکمل جب بنو گے کہ خواری جو لوازم عشق میں سے ہے اختیار کر لو گے۔ غصۃ۔ گلے کا اُچھو، غم۔ یعنی اِس وکیل کو صرف علم الیقین کی فکر نہ تھی بلکہ وہ مشاہدہ اور عین الیقین حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ہر کہ در خلوت جسکو مشاہدہ حاصل ہوجاتا ہے وہ محض ذکرِ اسماء و صفات کا متمنی نہیں رہتا ہے۔

[53] با جمال جس کو مشاہدہ حاصل ہوجاتا ہے اس کے لئے خبریں اور عقلی دلائل بیکار ہوجاتے ہیں۔ دید۔ خبر کی بہ نسبت مشاہدہ سے حاصل ہونے والا علم قوی ہوتا ہے اِسی وجہ سے عوام پر دنیا کا غلبہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اُن کو دنیا کا مشاہدہ حاصل ہے اور آخرت کا علم محض خبروں کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ واں جہانے یعنی عالمِ آخرت۔ دین۔ اُدھار۔

[51] جعد۔ گھنگریالے بال۔ دَور۔ کسی چیز کا اپنے آپ پر موقوف ہونا، ایک چیز کا ایسی چیز پر موقوف ہونا جو خود اُس چیز پر موقوف ہو۔ کیس۔ تھیلی یعنی اگر کوئی یہ مسئلہ پوچھے کہ تھیلی کو امانت میں رکھتے وقت تھیلی کی رقم گن کر نہ دی تھی واپسی کے وقت کمی کی شکایت کرکے زیادہ رقم کا دعویٰ کرنے لگے تو امانت رکھنے والا ذمہ دار ہوگا یا نہیں؟ گو۔ یعنی مسائل فقیہ دریافت کرنے والے کو گول مول جواب دیدے کہ اللہ کے خزانے تھیلی میں نہیں سما سکتے ہیں اور اُس کو ٹال دے۔ خُلع۔ عورت کا اپنے شوہر سے مال کے عوض میں جدائی کا مطالبہ کرنا۔ مُبارا۔ مُبارات یعنی بیوی اور شوہر کی باہمی ناچاقی کیوجہ سے جُدائی۔ بد مبیں۔ یعنی اگر فقہ کے ظاہری مسائل پر بحث ہو رہی ہے تو بھی اُس کو روحانی احوال پر محمول کرلے میاں بیوی کی جدائی کے مسئلہ کو جسم اور روح کی جدائی کے معنی پہنا لے۔

[52] ذکرِ ہر چیزے یعنی ہر چیز کا ذکر عاشق میں ایک خاصیت پیدا کرتا ہے اور اُس سے عاشق بہت سے معنیٰ اخذ کر لیتا ہے کیونکہ ہر صفت ایک ماہیت رکھتی ہے اور اُس سے عاشق اپنے مقصود کی طرف پہنچ جاتا ہے چنانچہ بہت سے اولیاء کے

بازرو سُوئے حدیثِ آں جواں — کز غمِ صدرِ جہاں شُد ناتواں
اُس نوجوان کے قصہ کی طرف واپس لَوٹ — کیونکہ وہ صدرِ جہاں کے غم سے کمزور ہوگیا ہے

رُوئے نہادنِ آں عاشق بسُوئے بُخارا
اُس عاشق کا بخارا کی جانب رُخ کرنا

رُو نہاد آں عاشقِ خونابہ ریز — دل طپاں سُوئے بُخارا گرم و تیز
اُس خون بہانے والے عاشق نے رُخ کیا — جلتے ہوئے دل کے ساتھ، بخارا کی جانب تیزی سے

ریگِ آموں[1] پیشِ اُو ہمچوں حریر — آبِ جیحوں پیشِ اُو چوں آبگیر
جنگل کا ریت اُس کے لئے ریشمین کپڑے کی طرح تھا — جیحوں کا پانی اُسکے سامنے تالاب کی طرح تھا

آں بیاباں پیشِ اُو چوں گلستاں — می فتاد از خندہ اُو چوں گل ستاں
وہ جنگل اُس کے سامنے چمن کی طرح تھا — وہ مسرت سے پھول چُننے والے کی طرح گرتا تھا

در سمرقندست قند اما لبش — از بُخارا یافت واں شُد مذہبش
قند اگرچہ سمرقند میں ہے لیکن اُسکے ہونٹوں نے — بخارا سے حاصل کی، وہی اُس کا مذہب ہوگیا

اے بُخارا عقل افزا بُودۂ — لیک از من عقل و دیں بربُودۂ
اے بخارا! تو عقل بڑھانے والا تھا — لیکن تو نے مجھ سے عقل اور دین چھین لیا

بدر می جویم از انم چوں ہلال — صدر می جویم دریں صفِ نعال
میں چودھویں رات کے چاند کو تلاش کرتا ہوں اسی وجہ سے میں ہلال کی طرح ہوں — اِن جوتیوں کی صف میں میں صدر کو تلاش کر رہا ہوں

چوں سوادِ[2] آں بُخارا را بدید — در سوادِ غم بیاضے شُد پدید
جب اُس نے اِس بُخارا کے اطراف کو دیکھا — غم کی سیاہی میں سفیدی نمودار ہو گئی

ساعتے اُفتاد بیہوش و دراز — عقلِ اُو پرید در بُستانِ راز
تھوڑی دیر وہ لمبا اور بے ہوش پڑا رہا — اُس کی عقل اسرار کے باغیچہ میں پرواز کر گئی

بر سر و رُویش گلابے میزدند — از گلابِ عشقِ اُو غافل بُدند
لوگوں نے اُس کے منہ اور سر پر عرقِ گلاب چھڑکا — وہ لوگ عشق کے گلاب سے بے خبر تھے

اُو گلستانے نہانی دیدہ بُود — غارتِ عشقش زخود ببریدہ بُود
اُس نے ایک مخفی باغ دیکھا تھا — عشق کی غارتگری نے اُسکو اپنے آپ سے جدا کر دیا تھا

تو فسُردہ[3] درخورِ ایندم نۂ — باشکر مقروں نۂ گرچہ نَیی
تو ٹھٹھرا ہوا اِس بات کے لائق نہیں ہے — تو شکر سے وابستہ نہیں ہے اگرچہ تو گنّا ہے

[1] آموں۔ صحرا، جنگل۔ حریر۔ ریشمین کپڑا۔ جیحوں۔ دریا کا نام ہے۔ آبگیر۔ تالاب۔ گل ستاں۔ پھول چننے والا۔ مذہبش۔ یعنی اُس کو بخارا کے قند کی عادت ہوگئی تھی۔ اے بُخارا۔ وہ عاشق بخارا کو خطاب کرتا ہے۔ بدر۔ چودھویں کا چاند۔ ہلال۔ پہلی رات کا چاند جو کمزوری میں ضرب المثل ہے۔ صفِ نعال۔ یعنی میری جگہ تو جوتیوں کی صف ہے اور صدرِ جہاں کا مقام بلند ہے تو وصال کی نیت مشکل ہے۔

[2] سواد۔ شہر کے اطراف۔ گلابے۔ بیہوش کو ہوش میں لانے کیلئے عرقِ گلاب چھڑکا جاتا ہے۔ غافل۔ لوگوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ مرض کی بے ہوشی نہیں ہے بلکہ عشق کی بیہوشی ہے۔ یہ بیہوشی تو معشوق کی خوشبو سے رفع ہوتی ہے نہ کہ عرقِ گلاب سے۔ غارت۔ یعنی اُس کو عشق کے حملے نے بیہوش بنا یا تھا۔

[3] تو فسردہ۔ مولانا مخاطب کو خطاب کرتے ہیں کہ تجھ میں بیہوشی کے راز سے واقفیت کی قابلیت نہیں ہے تو بظاہر انسان ہے لیکن تجھ میں اُس کا مادہ نہیں ہے۔

رختِ[۱] عقلت با تو ہست و عاقلی — کز جنودٌ لَّمْ تَرَوْھَا غافلی
عقل کا سامان تیرے ساتھ ہے اور تو صاحبِ عقل ہے — کیونکہ تو اُن لشکروں سے جنکو تم نے نہیں دیکھا غافل ہے

ایں سخن پایاں ندارد تیز راں — تا رَوَد سُوئے بخارا آں جواں
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے تیزی سے چل — تاکہ وہ جوان بخارا کی جانب روانہ ہو

در آمدن آں عاشقِ لاابالی در بخارا و تحذیر کردن دوستاں او را از پیدا شدن

اُس بے نیاز عاشق کا بخارا میں آنا، اور دوستوں کا اُس کو نمودار ہونے سے ڈرانا

اندر آمد در بخارا شادماں — شہرِ معشوق خود و دارالاماں
وہ خوش خوش، بخارا میں آگیا — اپنے معشوق کے شہر اور دارالامن میں

ہمچو آں مستے کہ پَرّد بر اثیر — مہ کنارش گیرد و گوید کہ گیر
اُس مست کی طرح جو آسمان پر پَرواز کرے — چاند اُس سے بغلگیر ہو اور کہے کہ تو بھی بغلگیر ہو

ہر کہ دیدش در بخارا گفت خیز — پیش از پیدا شدن منشیں گریز
جس نے بھی اُس کو بخارا میں دیکھا کہا اُٹھ جا — ظاہر ہونے سے پہلے، مت بیٹھ، بھاگ جا

کز ترا می جوید آں شہ خشمگیں — تا کشد از جانِ تو دہ سالہ کیں
کیونکہ وہ غضبناک بادشاہ تجھے تلاش کر رہا ہے — تاکہ تیری جان سے دس سالہ انتقام لے

اللہ[۲] اللہ در میا در خونِ خویش — تکیہ کم کُن بر دم و افسونِ خویش
خدا کے لئے، اپنے خون کے درپے نہ ہو — اپنے دَم کرنے اور منتر پر بھروسہ نہ کر

شحنۂ صدرِ جہاں بودی و راد — معتمد بودی مہندس اوستاد
تو صدرِ جہاں کا کوتوال تھا اور عقلمند تھا — تو معتمد تھا، اُستاد انجنیر تھا

ہم مُشیرش بودی و ہم محترم — گشتی از بہرِ گناہے متّہم
تو اُس کا مشیر بھی تھا اور باعزت بھی تھا — ایک قصور میں تو متہم ہو گیا

غدر کردی وز جزا بگریختی — رستہ بودی باز چوں آویختی
تو نے غداری کی اور سزا سے بھاگ گیا — تو نکل گیا تھا، پھر کیوں آ پھنسا؟

از[۳] بلا بگریختی با صد حِیَل — ابلہی آوردت اینجا یا اجل
تو سو تدبیروں سے مصیبت سے بھاگ نکلا تھا — تجھے یہاں بے وقوفی یا موت لائی ہے

اے کہ عقلت بر عطارد دق کُند — عقل و عاقل را قضا احمق کُند
اے وہ کہ تیری عقل عطارد پر نکتہ چینی کرتی ہے — عقل اور عقلمند کو قضا احمق بنا دیتی ہے

---

۱ رخت۔ تو اپنی عقل پر بھروسہ کرتا ہے اور اسرارِ غیبی سے غافل ہے قرآن پاک میں ہے۔ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا اور اُس نے وہ لشکر اُتارا جس کو تم نہیں دیکھتے تھے۔ یہ اگرچہ فرشتوں کی جماعت کے بارے میں فرمایا گیا ہے لیکن مولانا نے اس سے لشکرِ عشق مراد لیا ہے۔ تحذیر۔ ڈرانا..... دارالامان۔ امن کی جگہ۔ اثیر۔ آسمان۔ گیر۔ یعنی معشوق سے کہے کہ بغلگیر ہو جا۔ پیدا شدن۔ یعنی یہ ظاہر ہونے سے پہلے کہ تو بخارا میں آگیا ہے۔ دہ سالہ کیں۔ دس سالہ دشمنی۔

۲ اللہ اللہ۔ یعنی خدا کے لئے۔ تکیہ۔ یعنی یہ نہ سمجھ کہ لوگ تجھے بچالیں گے نہ یہ سمجھ کہ خود اپنی تدبیر سے بچ سکے گا۔ شحنہ۔ کوتوال۔ مہندس۔ انجنیر۔ بگریختی۔ یعنی سزا سے بچ کر تو بھاگ گیا۔

۳ از بلا۔ یعنی سزا سے بچ کر بھاگ گیا تھا اب تجھے بیوقوفی یا موت کھینچ لائی ہے۔ عطارد۔ دبیرِ فلک۔

نحس^۵۱ خرگوشی کہ باشد شیر جو — زیرکی و عقل و چالاکیت کو

تو وہ منحوس خرگوش ہے جو شیر کی جستجو کرے — تیری ذہانت اور عقل اور چالاکی کہاں گئی؟

ہست صد چندیں فسونہائے قضا — گفت اِذا جاءَ القَضاءُ ضاقَ الفَضا

قضا کے سینکڑوں حیلے ہیں — فرمایا ہے، جب قضا آتی ہے فضا تنگ ہو جاتی ہے

صد رہ و مخلص بود از چپ و راست — از قضا بستہ شود گر اژدہاست

دائیں بائیں سینکڑوں راستے اور بچاؤ کی جگہیں ہوتی ہیں — قضا سے بند ہو جاتا ہے خواہ اژدھا ہو

جواب گفتنِ عاشق عاذلاں و تہدید کنندگاں را

عاشق کا ملامتگروں اور ڈرانے والوں کو جواب دینا

گفت من مستسقیم آبم کشد — گرچہ میدانم کہ ہم آبم کُشد

اس نے کہا میں استسقاء کا بیمار ہوں پانی مجھے کھینچتا ہے — اگرچہ میں جانتا ہوں کہ پانی ہی مجھے مار ڈالیگا

ہیچ مستسقی نہ بگریزد ز آب — گر دو صد بارش کند مات و خراب

کوئی استسقاء کا بیمار پانی سے نہیں بھاگتا ہے — اگرچہ وہ اس کو دو سو بار مضمحل اور تباہ کرے

گر بیاماسد مرا دست و شکم — عشقِ آب از من نخواہد گشت کم

اگرچہ میرے ہاتھ اور پیٹ پھول جائیں — پانی کا عشق مجھ میں سے کم نہ ہوگا

گویم^۵۲ آنگہ کہ بپرسند از بطوں — کاشکے بحرم رواں بودے دروں

جب اندرون کے بارے میں مجھ سے پوچھینگے تو — کاش میرے اندر سمندر جاری ہوتا

خیکِ اشکم گو بدرّ از موجِ آب — گر بمیرم ہست مرگم مستطاب

میرے پیٹ کی مشک کو کہدو کہ پانی کی موج سے پھٹ جائے — اگر میں مرگیا تو میری پاکیزہ موت ہوگی

من بہر جائے کہ بینم آبِ جو — رشکم آید بودمے من جائے او

میں جس جگہ نہر کا پانی دیکھتا ہوں — مجھے رشک آتا ہے کاش میں اس کی جگہ ہوتا

دست^۵۳ چوں دف و شکم ہمچوں دُہل — طبلِ عشقِ آب می کوبم چو گل

ہاتھ دف کی طرح اور پیٹ ڈھول کی طرح ہے — میں پھول کی طرح پانی کے عشق کا ڈھول پیٹ رہا ہوں

گر بریزد خونم آں روح الامیں — جرعہ جرعہ خوں خورم ہمچوں زمیں

اگر وہ روح الامین میرا خون بہادے — میں زمین کی طرح گھونٹ گھونٹ خون پی جاؤں

چوں زمین و چوں جنیں خونخوارہ ام — تا کہ عاشق گشتہ ام ایں کارہ ام

میں زمین اور پیٹ کے بچے کی طرح خون پینے والا ہوں — جب سے میں عاشق ہوا ہوں میرا یہی کام ہے

---

۵۱ نحس۔ جو خرگوش شیر کی جستجو کرے تو وہ اپنی موت کو تلاش کرتا ہے۔ اِذا۔ یہ حدیث نہیں ہے کسی کا مقولہ ہے کہ جب قضا آتی ہے تو بھاگنے کا موقع نہیں رہتا فضا تنگ ہو جاتی ہے۔ ...... از قضا۔ اژدھے کی جب موت آتی ہے تو ایسا ہو جاتا ہے جیسے کسی نے اس کو باندھ دیا ہو۔ عاذلاں عاذل کی جمع ہے، ملامتگر۔ مستسقی۔ استسقاء کا مریض جس کی کبھی پیاس نہیں بجھتی۔ کشد۔ پانی پینا اس کیلئے سخت مضر ہوتا ہے۔ کُشد۔ یعنی وہ پانی اس کو تباہ کرتا ہے اور مرض میں اضافہ کردیتا ہے اس کے ہاتھ پاؤں پانی پینے سے پھول جاتے ہیں۔

۵۲ گویم۔ اس مریض سے اگر باطن کے احوال دریافت کرو تو وہ تمنا کرے گا کہ کاش پیٹ میں دریا جاری ہوتا۔ بطون۔ اندرون۔ خیک۔ مشک۔ مستطاب۔ پاکیزہ۔

۵۳ دست۔ استسقار کی بیماری میں ہاتھ اور پیٹ وغیرہ پھول جاتے ہیں۔ دہل۔ ڈھول۔ گل۔ پھول کی تر و تازگی پانی سے ہے تو گویا وہ پانی کا عاشق ہے۔ روح الامین۔ اس سے مراد حضرت جبرئیلؑ ہوتے ہیں لیکن یہاں محبوب صدرِ جہاں مراد ہے۔ چوں زمین۔ زمین اور پیٹ کا بچہ خون پیتا ہے عاشق بھی خونِ جگر پیتا ہے۔

شب ہمی جوشم در آتش ہمچو دیگ — روز تا شب خوں خورم مانندِ ریگ
میں رات کو آگ میں دیگ کی طرح جوش مارتا ہوں — دن سے رات تک ریت کی طرح خون پیتا ہوں

من پشیمانم[1] کہ مکر انگیختم — از مُرادِ خشمِ اُو بگریختم
میں شرمندہ ہوں کہ میں نے مکر برپا کیا — میں نے اُس کے غصہ اور مقصد سے گریز کیا

گو براں بر جانِ مستم خشمِ خویش — عیدِ قرباں اُوست عاشق گاؤمیش
کہدے، میری مست جان پر اپنا غصہ جاری کردے — وہ عید قرباں ہے، اور عاشق بھینس ہے

گاؤ اگر خُسپد و گر چیزے خورد — بہرِ عید و ذبحِ اُو می پرورد
گائے اگر سوتی ہے اور اگر کوئی چیز کھاتی ہے — عید اور ذبح کے لئے وہ پرورش پاتی ہے

گاؤِ موسیٰؑ داں مرا جان دادہ — جزو جزوم حشرِ ہر آزادہ
مجھے (حضرت) موسیٰؑ کی گائے سمجھ جس نے جان عطا کی — میرا جزو جزو ہر ہر آزاد کا حشر ہے

گاؤِ موسیٰؑ بُود قرباں گشتہ — کمتریں جزوش حیاتِ کُشتہ
(حضرت) موسیٰؑ کی گائے قربان شدہ تھی — اُس کا معمولی جزو مقتول کی زندگی تھی

بر جہید آں کشتہ ز آسیبش زجا — در خطابِ اِضْرِبُوْہُ بِبَعْضِهَا
اُس کی چوٹ سے مُردہ جگہ سے اُٹھ گیا — اُس کو اُس کے بعض سے مارو کے حکم کے مطابق

یا کِرامی[2] اِذْبَحُوا هٰذَا الْبَقَرْ — اِنْ اَرَدْتُمْ حَشْرَ اَرْوَاحِ النَّظَرْ
اے میرے بزرگو! اس گائے کو ذبح کردو — اگر تم نظری روحوں کی زندگی چاہتے ہو

از جمادی مُردم و نامی شُدم — وز نما مُردم بحیواں سرزدم
میں جمادیت سے مرا اور نباتی بن گیا — اور نباتیت سے مرا، حیوان بن گیا

مُردم از حیوانی و آدم شُدم — پس چہ ترسم کے ز مُردن کم شُدم
میں حیوانیت سے مرا اور آدمی بن گیا — تو میں کیا ڈروں، میں مرنے سے کب گھٹا!

حملۂ[3] دیگر بمیرم از بشر — تا برآرم از ملائک بال و پر
دوسری مرتبہ میں بشریت سے فنا ہو جاؤنگا — تاکہ فرشتوں میں ہو کر، بال و پر نکالوں

وز ملک ہم بایدم جُستن زجُو — کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ
فرشتے سے بھی مجھے نہر کو کودنا چاہئے — (کیونکہ) بجز اُس کی ذات کے ہر چیز فنا ہونیوالی ہو

بارِ دیگر از ملک قرباں شوم — آنچہ اندر وہم ناید آں شوم
دوسری مرتبہ ملکیت سے میں قربان ہوں گا — وہ جو عقل میں نہیں آسکتا وہ ہو جاؤں گا

[1] من پشیمانم۔ میں اپنے محبوب صدرِ جہاں سے بھاگ جانے پر شرمندہ ہوں۔ گو۔ محبوب کہدو کہ میرے اوپر اپنا غصہ اُتارے۔ گاؤ میش بھینس۔ گاؤ۔ گائے کا خواب خور سب عید قرباں میں قربان ہونے کیلئے ہوتا ہے۔ گاؤِ موسیٰؑ۔ قرآن پاک کے اس قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ موسیٰؑ نے ایک گائے ذبح کرکے اسکا ٹکڑا مقتول پر مارا تھا تو وہ مقتول زندہ ہو گیا تھا لہٰذا میرے مرنے کو موت نہ سمجھو وہ تو دوسروں کی زندگی ہے جزو اُسی طرح میں مقتول ہو کر ہر عاشق کی حیات کا سبب بنوں گا۔ اِضْرِبُوْہُ۔ قرآن میں ہے۔ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا یعنی ہم نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ مقتول کو اس گائے کے بعض سے مارو۔

[2] یا کرامی۔ اب وہ عاشق تعلیم دیتا ہے کہ تم جسم کو جو بمنزلہ گائے کے ہے مجاہدات کے ذریعہ فنا کردو تو تمہاری نظری روحیں جو حواس کے ذریعہ غیر محسوس ہیں زندہ ہو جائیں گی۔ از جمادی عاشق جسم کے تغیرات بتا کر اسکا فانی ہونا ثابت کرتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ فانی کی فنا سے گھبرانا فضول بات ہے۔ انسانی جسم کے تغیرات یہ ہیں کہ اسکی ساخت اسطرح ہوتی ہے کہ نباتات اپنی غذا جمادات سے حاصل کرتی ہے تو وہ اجزاء اپنی جمادیت چھوڑکر نباتیت اختیار کرلیتے ہیں پھر حیوان اپنی غذا نباتات سے حاصل کرتا ہے تو وہ اجزاء نباتات اپنی نباتیت چھوڑ کر حیوانیت اختیار کرلیتے ہیں پھر انسان اپنی غذا اجزاء حیوانی سے حاصل کرتا ہے وہ اجزاء حیوانی اپنی حیوانیت چھوڑ کر جسم انسانی بنجاتے ہیں۔

[3] حملۂ دیگر جب انسان مرتا ہے تو یہ مادّی جسم جسمِ انسانی بنجاتا ہے اور وہ انسان ملائکہ کی صفت میں آجاتا ہے۔ وز ملک۔ پھر مجھے ملکیت کو بھی ختم کرنا ہے کیونکہ وہ بھی فانی ہے اور عدم اضافی اختیار کرکے بحرِ وحدت میں شامل ہو جانا ہے۔

پس عدم گردم عدم چوں ارغنون[1]
پھر عدم بن جاؤں گا، عدم ارغنون (باجے) کی طرح

گویدم کہ انا الیہ راجعون
مجھ سے کہتا ہے کہ ہم سب اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں

مرگ داں آں کاتفاق امت ست
موت کو سمجھ، کیونکہ تمام لوگوں کا اتفاق ہے

کاب حیوانی نہان در ظلمت ست
کہ آب حیات، تاریکی میں پوشیدہ ہے

ہمچو نیلوفر بروزیں طرف جو
نیلوفر کی طرح اس نہر کے کنارے پر اُگ جا

ہمچو مستسقی حریص آب جو
استسقاء کے مریض کی طرح پانی کا حریص تلاش کرنیوالا

مرگِ او آبست و او جویائے آب
اس کی موت پانی ہے اور وہ پانی کا جویاں ہے

می خورد واللہ اعلم بالصواب
اس کو پیتا ہے اور اللہ زیادہ بہتر جاننے والا ہے

اے فسردہ عاشق ننگیں نمد
اے بھیگے ہوئے نمدے والے ٹھٹھرے ہوئے عاشق!

کو زبیم جاں ز جاناں می رمد
کہ وہ جان کے ڈر سے محبوب سے بھاگتا ہے

سوئے تیغ عشقش اے ننگ زناں
اے زنانوں کیلئے باعث ذلت! اسکے عشق کی تلوار کی جانب

صد ہزاراں جاں نگر دستک زناں
لاکھوں جانوں کو تالیاں بجاتا ہوا دیکھ

جوئے[2] دیدی کوزہ اندر جو ریز
تو نے نہر دیکھ لی، پیالہ نہر میں بہا دے

آب را از جوئے کے باشد گریز
پانی نہر سے کب گریز کرتا ہے؟

آب کوزہ چوں در آب جو شود
پیالے کا پانی جب نہر کے پانی میں مل جاتا ہے

محو گردد در وے و چوں او شود
اس میں فنا ہو جاتا ہے اور اس جیسا ہو جاتا ہے

وصفِ او فانی شود ذاتش بقا
اس کا وصف فانی اور اسکی ذات باقی بن جاتی ہے

زیں سپس نے کم شود نے بدلقا
اس کے بعد نہ وہ گھٹتا ہے نہ بدصورت بنتا ہے

رسیدن آں عاشق بمعشوق چوں دست از جان بشست

عاشق کا معشوق کے پاس پہنچنا جبکہ اس نے جان سے ہاتھ دھو لئے

خویش را بر نخل[3] او آویختم
میں نے اپنے آپ کو اسکے کھجور کے درخت پر لٹکا دیا

عذر آں را کہ از وے بگریختم
اس معذرت میں کہ میں اس سے بھاگا تھا

ہمچو گوئے سجدہ کن بر روئے و سر
سر اور چہرے کے بل سجدے کرتا ہوا گیند کی طرح

جانب آں صدر شد با چشم تر
پُرنم آنکھوں کے ساتھ اس صدر کی جانب روانہ ہو گیا

بر رخ چوں زعفراں اشک رواں
زعفرانی چہرے پر آنسو بہاتا ہوا

رفت آں بیدل سوئے صدر جہاں
وہ بیدل، صدر جہاں کی جانب چلا

---

[1] ارغنون۔ ایک باجہ کا نام ہے جس کا موجد افلاطون ہے۔ مرگ۔ موت بمنزلہ اس تاریکی کے ہے جس کو عبور کر کے آب حیات حاصل ہوتا ہے۔ نیلوفر گھاس دریا کے کنارے پر پیدا ہوتی ہے اور وہ پانی کی بہت حریص ہوتی ہے۔ مرگ او۔ استسقاء کا مریض پانی کا حریص ہوتا ہے اور وہی پانی اسکی موت کا سبب بنتا ہے۔ اے فسردہ۔ اے عاشق تو عشق کا دعویٰ کرتا ہے اور پھر جان کے ڈر سے محبوب سے بھاگتا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ لاکھوں عاشقوں کی جانیں خوشی میں اس کی تیغ عشق کے سامنے تالیاں بجا رہی ہیں اور مرنے کی مشتاق ہیں۔

[2] جوئے۔ جب دریائے احدیت نظر آجائے اپنے قطرۂ حیات کو اس میں ڈال دے تو اس کا دنیا کا تشخص ختم ہو جائیگا اور وہ باقی ببقاء حق ہو جائیگا پھر اس میں نہ کمی آئیگی نہ کوئی تغیر پیدا ہوگا۔

[3] بر نخل۔ چونکہ میں اس سے بھاگا تھا اب اسکے قدم پر قربان ہو جاؤں گا۔ ہمچو۔ وہ گیند کی طرح لڑھکتا ہوا روتا ہوا صدر جہاں کی جانب روانہ ہوا۔ زعفران۔ فراق میں اس کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔

ہم کفن[۱] ہم تیغ اندر دستِ او | چونکہ بود او عاشق و سرمستِ او
کفن بھی، اور تلوار بھی اُس کے ہاتھ میں | کیونکہ وہ اُس کا عاشق اور متوالا تھا

جملۂ خلقاں منتظر سر در ہوا | کِش بسوزد یا بر آویزد ورا
تمام لوگ سروں کو اوپر کئے ہوئے منتظر تھے | کہ وہ اُس کو جلائے گا یا اُس کو پھانسی دیگا

ایں زماں ایں احمقِ یک لخت را | آں نماید کہ زماں بدبخت را
اب اِس پورے احمق کے ساتھ | (صدر جہاں) وہ کرے گا جو زمانہ کسی بدبخت کے ساتھ کرتا ہے

ہمچو پروانہ شرر را نور دید | احمقانہ در فتاد از جاں برید
اُس نے پروانے کی طرح چنگاریوں کو نور سمجھا | بے وقوفوں کی طرح گرا (اور) جان کھو دی

لیکِ[۲] شمعِ عشق چوں آں شمع نیست | روشن اندر روشن اندر روشنیست
لیکن عشق کی شمع، اُس شمع کی طرح نہیں ہے | روشن، در روشن، در روشن ہے

اُو بعکسِ شمعہائے آتشی ست | می نماید آتش و جملہ خوشی ست
وہ آگ کی شمعوں کے بالعکس ہے | آگ نظر آتی ہے، اور سراپا خوشی ہے

صفت کردنِ آں مسجد کہ مہمان کُش بود و آں عاشقِ مرگ
اُس مسجد کی بات جو مہمان کو مار ڈالتی تھی اور اُس لاپرواہ، موت

جوئے لاابالی کہ دراں مسجد مہمان شد
کی جستجو کرنے والے مہمان کا بیان

یک حکایت گوش کن اے نیک پے | مسجدے بُد بر کنارِ شہرِ رَے[۳]
اے نیک خصلت! ایک قصہ سُن | رے شہر کے کنارے پر ایک مسجد تھی

ہیچکس در وے نخفتے شب ز بیم | کہ نہ فرزندش شدے آں شب یتیم
کوئی شخص رات کو اُس میں نہ سوتا، کہ ڈر کی وجہ سے | اُس رات میں اُس کے بچے یتیم نہ ہو جاتے

ہر کہ در وے بیخبر چوں کور رفت | صبحدم چوں اختراں در گور رفت
جو بے خبر اندھے کی طرح اُس میں چلا گیا | صبح ہوتے وہ ستاروں کی طرح قبر میں چلا گیا

خویشتن را نیک ازیں آگاہ کن | صبح آمد خواب را کوتاہ کن
اپنے آپ کو اِس سے اچھی طرح باخبر کرلے | صبح ہوگئی نیند کو مختصر کر

ہر کسے گفتے کہ پریا نند تند | اندرو مہماں کُشاں با تیغِ کُند
ہر شخص کہتا کہ بدمزاج پریاں ہیں | اُس میں مہمان کو کُند تلوار سے مار ڈالنے والی

---

۱ ہم کفن۔ یعنی مرنے کی پوری تیاری کرلی تھی۔ سر در ہوا۔ یعنی سر اُٹھائے ہوئے۔ کِش۔ یعنی صدر جہاں اُس کو کس قسم کی سزا دے گا۔ ایں زماں۔ اب اُس کو ایسی سزا دے گی جو زمانہ کسی بدبخت کو دیتا ہے۔ ہمچو۔ تماشائی یہ کہہ رہے تھے کہ یہ احمق بھی پروانہ کی طرح نار کو نور سمجھا۔

۲ لیک۔ لیکن ان کو یہ سمجھنا غلط تھا وہ شمعِ عشق کو معمولی شمع سمجھ رہے تھے جس کی نار نور نظر آتی ہے۔ معمولی شمع پر قربان ہونے سے سوزش پیدا ہوتی ہے اِس شمع پر قربان ہونا مجسم خوشی ہے۔ مسجد۔ مسجد کے واقعہ سے مولانا سمجھاتے ہیں کہ عوام جس چیز کو ہلاکت کا سبب سمجھتے ہیں وہ کامیابیوں کا سبب ہوتی ہے۔

۳ رَے۔ یہ وہی شہر ہے جس کی طرف منسوب ہو کر امام فخر الدین رازی کہلاتے ہیں۔ یتیم۔ یعنی جو بھی سوتا اُس کے بچے یتیم ہو جاتے۔ اختراں۔ صبح، ستاروں کی موت ہے۔ خویشتن۔ مخاطب کو نصیحت ہے کہ اِس کہانی سے عبرت حاصل کرلے، صبحِ قیامت نزدیک ہے خوابِ غفلت سے بیدار ہو جا۔ تند۔ یعنی بدمزاج، پریاں تکلیف دے کر مار ڈالتی ہیں۔

آں دگر گفتے کہ سحر است و طلسم | کز رصد باشد عدوِ جان و جسم
کوئی کہتا کہ جادو، اور طلسم ہے | جو جان اور جسم کے دشمن کی طرح گھات میں رہتا ہے

آں دگر گفتے کہ بر زن نقشِ فاش | بر درش کاے میہماں اینجا مباش
دوسرا کہتا، کہ کھلا اعلان لگا دے | اسکے دروازے پر کہ اے مہمان! یہاں نہ ٹھہر

شب مخسپ اینجا اگر جاں بایدت | ورنہ مرگ اینجا کمیں بگشایدت
اگر تو جان (بچانی) چاہتا ہے یہاں رات کو نہ سونا | ورنہ اس جگہ موت تجھ پر گھات لگائے گی

واں یکے گفتے کہ شب قفلے نہید | غافلے کاید شمارہ کم دہید
ایک کہتا کہ رات کو تالا لگا دو | کوئی انجان آئے تو تم داخل نہ ہونے دو

آمدنِ مہمان دراں مسجد
ایک مہمان کا مسجد میں آنا

تا یکے مہماں درآمد وقتِ شب | کو شنیدہ بود آں صیتِ عجب
حتیٰ کہ ایک مہمان رات کو آگیا | جس نے وہ عجیب شہرت سنی تھی

از برائے آزموں می آزمود | زانکہ بس مردانہ و جانباز بود
امتحان کے لئے وہ آزما رہا تھا | کیونکہ وہ بہت بہادر اور جان باز تھا

گفت کم گیرم سر و اشکنبۂ | رفتہ گیر از گنجِ جاں یک حبۂ
اس نے کہا میں سر اور معدہ کو کم سمجھتا ہوں | فرض کرلے خزانہ سے ایک حبہ ضائع ہوگیا

صورتِ تن گو برو من کیستم | نقش کم ناید چو من باقیستم
جسم کی صورت کو کہدے چل جائے اور میں کون ہوں | صورت کی کمی نہ ہوگی جب میں باقی ہوں

چوں نفخت بودم از لطفِ خدا | نفخِ حق باشم زنائے تن جدا
جب میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے نَفَخْتُ تھا | میں اللہ (تعالیٰ) کی پھونک ہونگا بدن کی بانسری سے

تا نیفتد بانگِ نفخش ایں طرف | تا رہد آں گوہر از تنگیں صدف
جبتک کہ اس (کے صور) کی آواز اس طرف نہ آئے | حتیٰ کہ وہ جوہر تنگ سیپ سے رہائی پائے

چوں تمنوا الموت گفت اے صادقیں | صادقم جاں را بر افشانم بریں
جبکہ اس نے فرمایا ہے موت کی تمنا کرو اے سچو! | میں سچا ہوں اس (فرمان) پر جان نثار کردونگا

ملامتِ اہلِ مسجد مہمانِ عاشق را از شب خفتن در آنجا و تہدید کردن
مسجد والوں کا عاشق کو رات میں اس جگہ پر سونے میں ملامت کرنا اور ڈرانا

۵۱ سحر - کوئی کہتا مسجد میں کوئی جادو ہے جو مار ڈالتا ہے۔ گفتے - یعنی مسجد کے متولی کو کہتا کہ اس مسجد پر رات کو سونے کی ممانعت کا اعلان لگا دے۔ واں یکے - کسی کی یہ رائے ہوتی کہ مسجد پر تالا ڈال دو۔ صیت - شہرت۔ گفت - اس مہمان نے دل میں یہ سوچا کہ اگر مر بھی گیا تو صرف اتنا نقصان ہے جیسا کہ خزانہ میں سے ایک حبہ ضائع ہوجائے انسان کا جسم بمنزلہ حبہ کے ہے۔

۵۲ صورت - اگر جسم ہلاک بھی ہوجائیگا تو کیا مضائقہ ہو اصل تو روح ہے جو باقی رہیگی۔ نفخت - قرآن میں فرمایا گیا ہے وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ یعنی آدم میں میں نے اپنی روح پھونک دی تو اگر جسم فنا بھی ہوگیا تو اللہ کی پھونک باقی رہیگی۔ تا نیفتد - یعنی میں جسم سے جدا ہو کر صرف نفخ حق رہوں گا جب تک کہ اس کے صور کا نفخہ اس عالم میں نہ آئے گا جب نفخ صور ہوگا تب پھر وہ نفخ حق میرے نائے تن سے وابستہ ہوجائیگا۔ تا رہد - میں نفخ حق کو تن سے اسلئے جدا رکھنا چاہتا ہوں کیونکہ اس گوہرِ نفخ حق کیلئے یہ صدفِ جسم تنگ ہے۔

۵۳ چوں - قرآن پاک میں یہود کو خطاب کرکے فرمایا فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ تم موت کی تمنا کرو اگر سچے ہو۔ یہود چونکہ دعوے میں جھوٹے تھے

قوم گفتندش کہ ہیں اینجا مخسپ — تانکوبد جانستانت ہمچو کُسب [1]

لوگوں نے اس سے کہا خبردار! یہاں نہ سو! — تاکہ جان نکالنے والا تجھے کھلی کی طرح نہ کوٹ دے

کہ غریبی و نمیدانی تو حال — کاندریں جا ہر کہ خفت آمد زوال

اسلئے کہ تو مسافر ہے، اور تو حالت نہیں جانتا؟ — کہ اس جگہ جو سویا ہے (اُس پر) زوال آیا ہے

اتّفاقے نیست ایں ما بارہا — دیدہ ایم و جملہ اصحابِ نُہے

اتفاقًا نہیں ہے، یہ ہم نے بہت سی مرتبہ — دیکھا ہے، اور سب عقلمندوں نے

ہر کہ آں مسجد شبے مسکن شُدش — نیم شب مرگِ ہلاہل [2] آمدش

وہ مسجد جس کا ایک رات مسکن بنی ہے — اس کو آدھی رات میں قاتل موت آئی ہے

از یکے تا پانصد ایں را دیدہ ام — نے بہ تقلید از کسے بشنیدہ ام

ایک سے پانچسو تک ہم نے یہ دیکھا ہے — نہ کہ تقلیدًا ہم نے کسی سے سُنا ہے

گفت الدّینُ النّصیحۃ آں رسول — آں نصیحت در لغت ضدِّ غلول

رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے "دین خیر خواہی ہے" فرمایا ہے — خیر خواہی لغت میں خیانت کی ضد ہے

ایں نصیحت راستی در دوستی — در غلولی خائن و سگ پوستی

یہ خیر خواہی دوستی میں سچائی ہے — خود غرضی میں خیانت اور کُتاپن ہے

بے خیانت ایں نصیحت از وداد — می نمائیمت مگرد از عقل وداد

یہ نصیحت بغیر خیانت کے دوستی کی وجہ سے — ہم تجھے کر رہے ہیں عقل اور انصاف سے روگردانی نہ کر

جواب گفتنِ عاشق ناصحاں و ملامت گویاں را

عاشق کا نصیحت کرنے والوں اور ملامتگروں کو جواب دینا

گفت او اے ناصحاں من بے ندم [3] — از جہانِ زندگی سیر آمدم

اس نے کہا اے نصیحت کرنے والو! میں بغیر کسی ندامت کے — زندگی کی دنیا سے پیٹ بھر چکا ہوں

منبلے ام زخم جُو و زخم خواہ — عافیت کم جُوئے از منبل براہ

میں بے حس زخم کو تلاش کرنیوالا اور کو زخم کا خواہشمند ہوں — بے حس آدمی سے راہِ (زندگی) میں عافیت کی تمنا نہ کر

منبلے نے کو بوَد خود برگ جُو — منبلے ام لاابالی مرگ جُو

(میں) وہ بے حس نہیں ہوں جو سامان تلاش کرے — میں وہ بے حس ہوں بےپروا موت کا تلاش کرنیوالا ہوں

منبلم بے زخم ناساید تنم — عاشقم بر زخمہا بر می تنم

میں وہ بے حس ہوں کہ بغیر زخم کے میرا جسم آرام نہیں لیتا ہے — میں عاشق ہوں زخموں کے بکر کاٹتا ہوں

منبلے نے کو بلغے نول آں ورد — منبلے جنے کزیں پل بگذرد

میں وہ بے حس نہیں ہوں جو تھوڑی سی چیز حاصل کرے — وہ بے حس دیوانہ ہوں جو اس پل سے گزر جائے

[1] کُسب۔ کاف کے ضمہ کے ساتھ کھلی۔ پھٹی۔ تھیسکی جمع ہے ہعقل۔

[2] ہلاہل۔ چین میں ایک پہاڑ ہے جس میں ایک گھاس اگتی ہے جو قاتل زہر ہے پھر ہلاہل مطلقًا قاتل زہر اور قاتل کے معنی میں آنے لگا ہے۔ ایں را۔ یعنی اِس مسجد میں سونے والے کا مرنا۔ النّصیحۃ خلوص۔ غلول۔ خیانت۔ وِداد۔ دوستی۔ داد۔ انصاف

[3] ندم۔ ندامت۔ منبل۔ سُست، بے حس۔ برگ۔ ساز وسامان۔ نول۔ نقدی۔ از پی بل۔ یعنی دنیا طلبی۔

آں نہ کو بر ہر دُکانے بر زند — بل جہد از کون و کانے بر زند[۵۱]

نہ وہ کہ جو ہر دُکان پر مارا مارا پھرے — بلکہ دنیا کو کود جائے اور کان پر پہنچ جائے

مرگ شیریں گشت و نقلم زیں سرا — چوں قفس ہشتن پریدن مرغ را

اِس سرائے سے منتقل ہونا اور موت میرے لئے شیریں ہوتی ہے — جیساکہ پرند کے لئے پنجرا چھوڑنا (اور) اُڑ جانا

آں قفس کو ہست عینِ باغ در — مرغ می بیند گلستان و شجر

وہ پنجرا جو عین باغ میں ہے — پرند باغ، اور درخت دیکھ رہا ہے

جوقِ مرغاں از بروں گردِ قفص — خوش ہمی خوانند ز آزادی قصص[۵۲]

پرندوں کا جھنڈ باہر پنجرے کے چاروں طرف — آزادی کے قصے خوشی سے پڑھ رہے ہیں

مرغ را اندر قفص زاں سبزہ زار — نے خورش ماندست و نے صبر و قرار

پنجرے کے اندر پرند کے لئے سبزہ زار کی وجہ سے — نہ بھوک رہی اور نہ صبر و قرار (رہا)

سر زہر سوراخ بیروں میکند — تا بُود کایں بند از پا بر کند

وہ ہر سوراخ سے سر باہر نکالتا ہے — کہ شاید اُس بیڑی کو پاؤں سے نکال دے

چوں دل و جانش چنیں بیروں بُود — آں قفص را در کشائی چوں بُود

جب اُس کا دل اور جان اِس طرح باہر (کی مشتاق) ہو — اُس پنجرے کا دروازہ کھلنا کیسا ہوگا؟

نے چناں[۵۳] مرغِ قفص در اندہاں — گرد بر گردش بحلقہ گربگاں

وہ پنجرے کے اُس پرند کی طرح نہیں ہے جو غموں میں ہو — (اور) اُس کے اِرد گِرد بلیاں حلقہ کئے ہوں

کے بُود اُو را دریں خوف و حزن — آرزوئے از قفص بیروں شدن

اُس کو اِس ڈر اور رنج میں کب ہوگی؟ — پنجرے سے باہر نکلنے کی آرزو

اُو ہمی خواہد کزیں ناخوش حفص — صد قفص باشد بگردِ ایں قفص

وہ چاہے گا کہ اِس ناگوار زنبیل کی بجائے — اُس پنجرے کے چاروں طرف سَو پنجرے ہوں

بیانِ آنکہ عشقِ جالینوس بریں حیاتِ دنیا بُود کہ فنِ اُو ہم اینجا بکار می آید و ہنرے نورزیدہ است کہ در آں بازار بکار آید آنجا خود را العوام یکساں می بیند وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِلّٰہِ

اُس کا بیان کہ جالینوس کا عشق اِس دنیاوی زندگی پر اِس وجہ سے تھا کہ اُس کا فن اِس جگہ کام آتا تھا اور اُس نے وہ ہنر نہ اختیار کیا تھا جو اُس بازار میں کام آئے وہاں وہ اپنے آپ کو عام کے برابر سمجھتا تھا اور حکم اُس دن خدا کے لئے ہے

۵۱؎ کانے یعنی معرفتِ خداوندی کی کان۔ نقل یعنی اِس دنیا سے منتقل ہونا۔ چوں قفص یعنی جس طرح سے پرند کو پنجرہ چھوڑ کے اُڑ جانا شیریں ہوتا ہے۔ باغ در۔ یعنی در باغ۔

۵۲؎ قصص۔ قصے کی جمع ہے۔ نے خورش۔ پرند کو پنجرے میں نہ دانا اچھا لگتا ہے اور نہ اُس کو صبر و قرار ہوتا ہے۔ چوں۔ جب پرند کا یہ حال ہو تو پنجرے کا دروازہ ٹوٹنے سے اُس کو کس قدر خوشی ہوگی۔

۵۳؎ نے چناں۔ البتہ وہ پرند جو پنجرے کے چاروں طرف بلیاں دیکھے تو وہ بیشک پنجرے ہی میں بند رہنا پسند کرے گا۔ حفص۔ فا ر سکون کے ساتھ زنبیل، جبکہ اِس کو ضرورتِ شعری کی وجہ سے فا پر زبر دے دیا گیا ہے۔ جالینوس۔ یونان کا مشہور حکیم ہے جو کہ وہ محض علومِ عقلیہ سے واقف تھا اور آخرت کا اُس کو کوئی علم نہ تھا، نہ وہ دنیا میں جینے کا متمنی تھا۔

آنچناں کہ گفت جالینوسِ رادؔ[۱]
جیسا کہ حکیم جالینوس نے کہا
از ہوائے ایں جہاں واز مُراد
اس دنیا کی محبت اور مُراد میں

راضیم کز من بماند نیم جاں
کہ میں راضی ہوں اگر آدھی جان (بھی) رہے
کہ زکونِ استرے بینم جہاں
تاکہ خچر کی دُبر سے دُنیا کو دیکھوں

گربہ می بیند بگردِ خود قطار
قطار میں اپنے چاروں طرف بلّیاں دیکھتا ہے
مُرغش آئس گشتہ بودست از مطار
اُس کا پرند (روح) پرواز سے مایوس ہوگیا ہے

یا عدم دیدست غیر ایں جہاں
یا اُس نے اس جہان کے علاوہ کو معدوم سمجھا ہے
در عدم نادیدہ اُو حشرِ نہاں
اُس نے عدم میں چھپا ہوا حشر نہیں دیکھا ہے

چوں جنینؔ[۲] کش میکشد بیروں کرم
جیسا کہ پیٹ کا بچہ کہ اُسکو کرم (خداوندی) باہر کھینچتا ہے
می گریزد اُو پسپس سُوئے شکم
وہ پیٹ کی جانب پیچھے کو بھاگتا ہے

لُطف رُویش سوئے مصدر میکند
مہربانی اس کا رُخ نکلنے کی جگہ کی طرف کرتی ہے
اُو مقر در پشت مادر می کند
وہ ماں کی کمر میں ٹھکانا بناتا ہے

کہ اگر بیروں نہم زیں شہر گام
کہ میں اگر اِس شہر سے قدم باہر رکھوں گا
اے عجب دیگر نہ بینم ایں مقام
ہائے عجب! پھر یہ جگہ نہ دیکھوں گا

یا درے بودے دریں شہرِ وخم
یا اِس گندے شہر میں کھڑکی ہوتی
کہ نظارہ کردمے اندر رحم
کہ میں رحم میں سے نظارہ کرتا

یا چو چشمِ سوزنے راہم بُدے
یا سوئی کے ناکے کی برابر میرے لئے راستہ ہوتا
کہ زبیرونِ رحم دیدہ شُدے
کہ رحم کے باہر کی چیز دیکھ لی جاتی

اینچنیں ہم غافل ست از عالمے
وہ بھی دنیا سے اِسی طرح غافل ہے
ہمچو جالینوس اُو نامحرمےؔ[۳]
وہ جالینوس کی طرح ناواقف ہے

اُو نداند کو رطوبات کہ ہست
وہ نہیں سمجھتا، کہ وہ رطوبتیں جو ہیں
آں مدد از عالمِ بیرونی است
وہ بیرونی دنیا کی مدد سے ہیں

آنچناں کہ چار عنصر در جہاں
جس طرح سے دنیا میں چاروں عنصر
صد مدد دارد ز شہرِ لامکاں
لامکاں کے شہر سے سینکڑوں مددیں پاتے ہیں

آب و دانہ در قفس گر یافتہ ست
اگر پنجرے میں پانی اور دانہ موجود ہے
آں ز باغ و عرصہ در تافتہ است
وہ باغ اور میدان سے روشنا ہوا ہے

---

[۱] رادؔ۔ عقلمند۔ سخا۔ خواہش، محبت۔ کونِ استرے یعنی ذلیل مقام۔ آئس۔ مایوس۔ مطار۔ اُڑنے کی جگہ، اُڑان۔

[۲] جنین۔ ماں کے پیٹ کا بچہ۔ پسپس۔ واپس۔ مصدر۔ نکلنے کی جگہ۔ مقر۔ قیام گاہ۔ گام۔ قدم۔ وَخم۔ ناموافق مقام۔ چشمِ سوزن۔ سوئی کا ناکہ۔

[۳] نامحرم۔ ناواقفِ راز۔ رطوبات۔ یعنی پیٹ کے بچے کی غذا جو رطوبتیں ہیں وہ ماں کی اُن غذاؤں سے حاصل ہوئی ہیں جو باہر سے اُسے حاصل ہوتی ہیں۔ لامکاں۔ عالمِ اسماء، عالمِ ملکوت۔

جانہائے[1] انبیا بینند باغ — زیں قفص در وقتِ نقلان و فراغ

انبیاء کی جانیں باغ کو دیکھتی ہیں — اس پنجرے سے، منتقل اور فارغ ہونیکے وقت

پس ز جالینوس و عالم فارغند — ہمچو ماہ اندر فلکہا بازغ اند

اس لئے وہ جالینوس اور دنیا سے بے نیاز ہیں — وہ چاند کی طرح آسمانوں پر روشن ہیں

ور ز جالینوس ایں گفت افتریست — پس جوابم بہرِ جالینوس نیست

اگر یہ بات جالینوس پر بہتان ہے — تو میرا جواب جالینوس کے لئے نہیں ہے

ایں جواب آنکس آمد کایں بگفت — کہ نبودستش دلے با نور جفت

(پھر) یہ اس کیلئے جواب ہے جس نے یہ کہا ہے — کیونکہ اُس کا دل نور کا ساتھی نہیں ہے

مرغِ[2] جانش موش شد سوراخ جو — چوں شنید از گربگاں اُو عرِّ جُوا

اُسکی جان کا پرند سوراخ ڈھونڈنے والا چوہا بن گیا — جب اُس نے بلیوں سے "پکڑلو" سنا

زاں سبب جانش وطن دید و قرار — اندریں سوراخِ دنیا موش وار

اِسی لئے اُس کی جان نے وطن اور ٹھکانا دیکھا — چوہے کی طرح اِس دنیا کے سوراخ میں

ہمدریں سوراخ بنّائی گرفت — در خورِ سوراخ دانائی گرفت

اِسی سوراخ میں اُس نے تعمیر سازی کی — سوراخ کے مناسب عقل اختیار کی

پیشہائے کہ مر اُورا در مزید — اندریں سوراخ کار آید گزید

وہ پیشے جو اُس کے لئے اضافے میں — اِس سوراخ میں کام آئیں، اُس نے اختیار کئے

زانکہ دل برکند از بیروں شدن — بستہ شد راہِ رہیدن از بدن

کیونکہ اُس نے باہر نکلنے سے دل پھیر لیا — (اور) بدن سے نجات کا راستہ بند ہو گیا ہے

عنکبوت[3] ار طبعِ عنقا داشتے — از لعابے خیمہ کے افراشتے

مکڑی، اگر عنقا کا مزاج رکھتی — لُعاب سے خیمہ کب بلند کرتی؟

گربہ کردہ چنگِ خود اندر قفص — نامِ چنگش صرع و سرسام و مغص

بلی نے اپنا پنجہ پنجرے میں ڈال دیا — اُس کے پنجہ کا نام مرگی، سرسام اور پیچش ہے

حصبہ و قولنج و مالیخولیا — سکتہ و سُدہ و جُذام و ماشرا

چیچک، اور قولنج، اور مالیخولیا — سکتہ اور سُدہ، اور کوڑھ، اور مُنہ کا ورم ہے

---

[1] جانہائے۔ انبیاء اور اولیاء دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے باغات کی سیر کر لیتے ہیں تو وہ جالینوس کی خواہش اور عالم سے بے نیاز اور فارغ البال ہیں۔ افتریٰ یعنی جو بات میں نے جالینوس کی نقل کی ہے اگر وہ جھوٹ ہے تو میرا یہ کلام جالینوس کے لئے نہیں ہے بلکہ اُس کے لئے ہے جو اِس عقیدے کا ہے اور اُس کا دل نور سے منوّر نہیں ہے۔

[2] مرغِ جانش۔ جسکے دل میں نور نہیں ہے وہ ایسا چوہا ہے جس نے بلیوں کی آواز سُن لی ہو اور بھٹ کی جستجو کرے۔ زآں۔ اسی لئے وہ اِس دنیا کو پسند کرتا ہے جو چوہے کے بھٹ کی طرح ہے۔ ہمدریں۔ وہ اِس دنیا میں دنیا کے ہنر سیکھنے پر اور دنیا کو سنوارنے پر اکتفاء کرتا ہے۔ پیشہائے۔ وہ وہی پیشے اختیار کرتا ہے جو اِس کی دنیا بنائیں۔ زانکہ۔ چونکہ اُس کو عالمِ آخرت کی طرف رغبت نہیں ہے۔

[3] عنکبوت۔ اُس کی مثال مکڑی کی سی ہے جو اپنے لئے ایک کمزور جالا تنتی ہے۔ گربہ۔ موت اپنے پنجے بصورت امراض اُس سے وابستہ کرتی ہے۔ صرع۔ مرگی۔ سرسام۔ وہ مرض ہے جس میں دماغ پر ورم آ جاتا ہے اور مریض بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ مغص۔ پیچش۔ حصبہ۔ کھسرا۔ قولنج۔ آنتوں کا درد جو سُدہ بیٹھ جانے سے ہوتا ہے۔ مالیخولیا۔ دیوانگی کی ایک قسم ہے۔ سکتہ۔ دماغی مرض ہے جس میں مریض بالکل مُردے کی طرح ہو جاتا ہے۔ سُدہ۔ آنتوں میں کسی چیز کا جم جانا۔ جذام۔ کوڑھ۔ ماشرا۔ چہرے کا ورم جو خون کے جوش کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔

گربہ مرگ ست و مرض چنگالِ اُو
موت بِلّی ہے، اور مرض اُس کا پنجہ ہے

میزند بر مرغ و پرّ و بالِ اُو
جو وہ پرند اور اس کے بال و پر پر چلاتی ہے

گوشہ گوشہ می دود سوئے دوا
وہ دوا کی جانب اِدھر اُدھر دوڑتا ہے

مرگ چوں قاضی و رنجوری گوا
موت قاضی کی طرح ہے اور مرض گواہ ہے

چوں پیادہ قاضی آمد ایں گوا
یہ گواہ قاضی کے پیادے کی طرح آیا ہے

کہ ہمی خواند ترا تا حُکم گاہ
کہ وہ تجھے عدالت میں بُلاتا ہے

مُہلتے خواہی تو از وے در گریز
تو بچاؤ کے لئے اس سے مُہلت مانگتا ہے

گر پذیرد شد وگرنہ گفت خیز
اگر اُس نے مان لیا تو وہ مہلت مل گئی ورنہ وہ کہیگا اُٹھ جا

جُستنِ مُہلت دوا و چارہا
مُہلت طلب کرنا، دوا اور تدبیریں ہیں

کہ زنی بر خرقۂ تن پارہا
تاکہ تو جسم کے چیتھڑوں کو پیوند لگا لے

عاقبت[۲] آید صباحے خشم وار
بالآخر وہ کسی صبح کو غضبناک ہو کر آتا ہے

چند باشد مُہلت آخر شرم دار
آخر مُہلت کتنی ہوگی، شرم کر

عُذر خود از شہ بخواہ اے پُر حسد
اے حاسد! بادشاہ سے عُذر خواہی کر لے

پیش ازانکہ آنچناں روزے رسد
اس سے قبل کہ ایسا دن آئے

وانکہ در ظلمت براند بارگی
اور جو اندھیرے میں گھوڑا دوڑاتا ہے

برکند زاں نور دل یکبارگی
اس نور سے یک لخت دل کو ہٹاتا ہے

میگریزد از گواہ و مقصدش
وہ گواہ اور اس کے مقصد سے بھاگتا ہے

کاں گوا سوئے قضا میخواندش
کیونکہ وہ گواہ اس کو موت کی طرف بلاتا ہے

ناگہاں[۳] گیرند اُو را خوار و زار
اسکو ذلیل اور عاجز کر بنا کر، اچانک پکڑ لینگے

کش کشاں تا پیش قاضی شرمسار
شرمندگی کی حالت میں اسکو قاضی کے سامنے کھینچ لے جائیں گے

زیں گذر کن جانب آں شخص کاں
اس کو چھوڑ اُس شخص کی جانب چل

کو بمسجد آمد آں شب میہماں
جو اُس رات کو مسجد میں مہمان بن کر آیا

ملامت کردن اہلِ مسجد مہمان را از شب خفتن دراں مسجد

مسجد والوں کا مہمان کو رات میں مسجد میں سونے پر ملامت کرنا

قوم گفتندش مکن جلدی برو
لوگوں نے اس سے کہا بہادری نہ دکھا چلا جا

تا نگردد جامہ و جانت گرو
تاکہ تیری جان اور کپڑے گروی نہ ہو جائیں

---

[۱] گربہ۔ موت بلی ہے اور یہ امراض اسکے پنجے ہیں۔ مرگ۔ موت فیصلہ کرتی ہے۔ رنجوری۔ بیماری کی نوعیت پر فیصلہ ہوتا ہے۔ پیادہ۔ موت امراض کے ذریعہ اپنی طرف بلاتی ہے۔ حکم گاہ۔ عدالت، محکمہ۔ مہلتے۔ تو دوا کرنے کے لئے مہلت چاہتا ہے اگر مرض نے مہلت دیدی تو دوا کے ذریعہ بچنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر اس نے مہلت نہ دی تو وہ فوراً موت کے سپرد کر دیتا ہے۔ خیز۔ یعنی اٹھ اور موت کی جانب چل۔ کہ زنی۔ مرض کی وجہ سے جو تیرے بدن کو نقصان پہنچا ہے تو دوا کے ذریعہ اسکو درست کرنا چاہتا ہے۔

[۲] عاقبت۔ انجام کار مرض کا پیادہ آئیگا اور پھر وہ مہلت نہ دیگا۔ عذر لہٰذا مناسب ہے کہ اس دربار میں حاضری کے لئے قبل از وقت تیاری کر لی جائے۔ ظلمت۔ یعنی خواہشات نفسانی کی ظلمت۔ بارگی۔ گھوڑا۔ برکند۔ خواہشات کا انہماک نور خداوندی سے جدا کر دیتا ہے۔ گواہ۔ یعنی مرض۔ مقصدش۔ مرض کا مقصود موت ہے۔

[۳] ناگہاں۔ لیکن موت سے فرار ممکن نہیں ہے۔ قاضی یعنی موت۔ زیں۔ اب دوبارہ اس مسجد کے مہمان کا قصہ شروع کرتے ہیں۔ جلدی۔ بہادری۔ گرو۔ یعنی موت کے ہاتھوں گروی۔

آں[۵۱] ز دُور آساں نماید بہ نگر
وہ دُور سے آسان نظر آتا ہے، اچھی طرح دیکھ لے

کہ بآخر سخت باشد رہگذر
کہ انجامِ کار، راستہ دُشوار ہو گا

بس کساں کاو بخت خود را از نخست
بہت سے انسان ہیں جنہوں نے شروع میں اپنے آپکو مٹکایا

وقتِ پیچاپیچ دستاویز جُست
پیچیدگی کے وقت سہارا ڈھونڈا

پیشتر از واقعہ آساں بُود
واقعہ سے پہلے آسان ہوتا ہے

در دلِ مردم خیالِ نیک و بد
انسانوں کے دل میں اچھے بُرے کا خیال

چوں درآید اندرونِ کارزار
جب میدانِ جنگ میں آجاتا ہے

آں زماں گردد بر آں کس کار زار
اُس وقت اُس شخص پر کام دُشوار ہو جاتا ہے

چوں نہ شیری ہیں منہ تو پائے پیش
جبکہ تو شیر نہیں ہے خبردار! آگے قدم نہ رکھو

کاں اجل گرگست و جانِ تُست میش
کیونکہ موت بھیڑیا ہے اور تیری جان بھیڑ ہے

ور ز ابدالی[۵۲] و میشت شیر شُد
اگر تو اَبدال میں سے ہے اور تیری بھیڑ شیر ہو گئی ہے

ایمن آ کہ مرگِ تو سر زیر شُد
مطمئن ہو کر آ، کیونکہ تیری موت سرنگوں ہو گئی ہے

کیست اَبدال آنکہ او مُبدل شود
اَبدال کون ہے؟ وہ جو تبدیل ہو جائے

خمرش از تبدیلِ یزداں خل شود
اللہ (تعالیٰ) کے تبدیل کرنے سے اس کی شراب سرکہ ہو جائے

لیک مستِ شیر گیری وز گماں
لیکن تو نیم مست ہے، اور گمان سے

شیر پنداری تو خود را ہیں مراں
اپنے آپ کو شیر سمجھتا ہے خبردار! آگے نہ بڑھ

گفت حق ز اہلِ نفاقِ ناسدید
اللہ (تعالیٰ) نے گمراہ منافقوں کے بارے میں فرمایا ہے

بَأْسُهُمْ مَا بَيْنَهُمْ بَأْسٌ شَدِيد
اُن کی بہادری آپس میں سخت بہادری ہے

در میانِ ہمدگر مردانہ اند
ایک دوسرے کے لئے بہادر ہیں

در غزا چوں عورتانِ خانہ اند
جہاد میں گھر کی عورتوں کی طرح ہیں

گفت[۵۳] پیغمبر سپہدارِ غیوب
غیب کے سپہ سالار پیغمبر نے فرمایا

لَا شَجَاعَةَ يَا فَتَى قَبْلَ الحُرُوب
اے نوجوان! لڑائیوں سے پہلے بہادری کچھ نہیں ہے

وقتِ لافِ غزو مستاں کف زنند
جہاد کی شیخی بگھارتے وقت مستوں کی طرح سینہ ٹھوکتے ہیں

وقتِ جوش و جنگ چوں کف می تنند
جوش اور جنگ کے وقت جھاگ کی طرح گر پڑتے ہیں

وقتِ ذکرِ غزو شمشیرش دراز
جہاد کے ذکر کے وقت اس کی تلوار دراز ہے

وقتِ کرّ و فرّ تیغش چوں پیاز
کرّ و فرّ کے وقت اس کی تلوار پیاز کی طرح ہے

---

۵۱ آں۔ یعنی مسیبت کا سہنا۔ بس کساں: ناتجربہ کار مصیبت میں پھنس کر بچنے کی تدبیر کرتا ہے جو دشوار ہوتی ہے، پیشتر: مصیبت کے آنے سے پہلے اچھا بُرا سوچا جاسکتا ہے۔ چوں۔ ناتجربہ کار مصیبت میں پھنس کر پریشان ہوتا ہے۔ چوں نہ شیری۔ موت بھیڑیا ہے اگر تو شیر ہے تو اُس کا مقابلہ کرسکتا ہے اگر تو بھیڑ ہے تو وہ پھاڑ کھائیگا۔

۵۲ ور ز ابدال۔ اولیاء اللہ، موت سے خائف نہیں ہوتے ہیں۔ آبدال۔ وہ اولیاء اللہ ہیں جن کی بُری صفات اچھی صفات میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ خمر یعنی بُری صفات۔ خل۔ سرکہ یعنی اچھی صفات۔ مستِ شیر گیر۔ وہ مست جس کا نشہ ادھورا ہو۔ بأسهم۔ قرآن پاک میں منافقوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتّٰى "آپس میں اُن میں بڑی دھاک ہے تو اُن کو اکٹھا سمجھتا ہے اور اُن کے دل متفرق ہیں"۔ غزا۔ جنگ، جہاد۔

۵۳ گفت۔ یہ حدیث کتابوں میں منقول نہیں ہے۔ لاشجاعۃ: شجاعت کا پتہ میدانِ جنگ میں چلتا ہے۔ کف زنند یعنی سینہ ٹھونک کر بہادری جتاتے ہیں۔ کف۔ جھاگ دوسرے مصرعہ میں۔ کر۔ آگے بڑھ کر حملہ کرنا۔ فر۔ پیچھے ہٹ کر حملہ کرنا۔ چوں پیاز۔ یعنی نرم۔

وقتِ اندیشہ دلِ اُو غزو جو ‌ ‌ ‌ پس[۱] بیک سوزن تہی شد خیک اُو

خیال کے وقت اس کا دل جنگجو ہے ‌ ‌ ‌ پھر ایک سوئی سے اس کی مشک خالی ہوگی

من عجب دارم ز جویائے صفا ‌ ‌ ‌ کو رمد در وقتِ صیقل از جفا

مجھے صفائی کے (اس) طالب پر تعجب ہے ‌ ‌ ‌ جو صیقل کے وقت تکلیف سے بھاگ جائے

عشق چوں دعویٰ جفا دیدن گواہ ‌ ‌ ‌ چوں گواہت نیست شد دعویٰ تبا

عشق دعویٰ ہے، تکلیف برداشت کرنا گواہ ہے ‌ ‌ ‌ جب تیرے پاس گواہ نہیں ہے تو دعویٰ برباد ہے

چوں گواہت خواہد ایں قاضی مرنج ‌ ‌ ‌ بوسہ دہ بر مار تا یابی تو گنج

جب یہ قاضی گواہ مانگے تو رنجیدہ نہو ‌ ‌ ‌ سانپ کو چوم لے تاکہ تو خزانہ پا جائے

آں جفا با تو نباشد اے پسر ‌ ‌ ‌ بلکہ با وصفِ بدی اندر تو در

اے صاحبزادے! وہ سختی تجھ پر نہیں ہے ‌ ‌ ‌ بلکہ اس بری صفت پر ہے جو تیرے اندر ہے

بر[۲] نمد چوبے کہ آں را مرد زد ‌ ‌ ‌ بر نمد آں را نزد بر گرد زد

اس شخص نے نمدے پر جو لکڑی ماری ‌ ‌ ‌ وہ نمدے پر نہیں ماری، گرد پر ماری ہے

گر بزد مر اسپ را آں کینہ کش ‌ ‌ ‌ آں نزد بر اسپ زد بر سکسکش

اگر سزا دینے والے نے گھوڑے کو مارا ‌ ‌ ‌ اسنے گھوڑے کو نہیں مارا اسکی سست رفتاری کو

تا ز سکسک وا رہد خوش پے شود ‌ ‌ ‌ شیرہ را زنداں کنی تا مے شود

تاکہ وہ سست رفتاری سے نجات پا جائے خوش رفتار ‌ ‌ ‌ تو شیرہ کو قید کرتا ہے تاکہ شراب بن جائے

آں یکے میزد یتیمے را ز قہر ‌ ‌ ‌ قند بود آں لیک بنمودہ چو زہر

ایک شخص غصہ سے ایک یتیم کو مارتا تھا ‌ ‌ ‌ وہ شکر تھا لیکن زہر جیسا نظر آتا تھا

دید مردے آنچنانش زار زار ‌ ‌ ‌ آمد و بگرفت زودش در کنار

ایک شخص نے اس کو ایسا زار زار روتا دیکھا ‌ ‌ ‌ کر وہ آیا اور فوراً اس کو بغل میں لے لیا

گفت[۳] چنداں آں یتیمک را زدی ‌ ‌ ‌ چوں نترسیدی ز قہرِ ایزدی

اس نے کہا تو نے اس یتیم بچے کو اتنا مارا ‌ ‌ ‌ تو خدا کے قہر سے کیوں نہ ڈرا؟

گفت اُو را کے زدم اے جانِ دوست ‌ ‌ ‌ من براں دیوے زدم کو اندر ست

اسنے کہا اے پیارے! میں نے اسکو کب مارا ہے؟ ‌ ‌ ‌ میں نے اس شیطان کو مارا ہے جو اسکے اندر ہے

مادر ار گوید ترا مرگِ تو باد ‌ ‌ ‌ مرگِ آں خو خواہد و مرگِ فساد

اگر تجھے ماں کہے، خدا کرے تو مرے ‌ ‌ ‌ تو وہ عادت کی موت اور فساد کی موت چاہتی ہے

---

[۱] پس۔ پھونک بھری ہوئی مشک میں ایک سوئی چبھو دی جائے تو ہوا خارج ہو جاتی ہے یعنی ادنیٰ تکلیف کو برداشت نہیں کرتے ہیں۔ من عجب۔ جو شخص صفاءِ قلب چاہتا ہے اس کیلئے مجاہدے ضروری ہیں۔ عشق۔ خدا سے عشق و محبت ایک دعویٰ ہے اور مجاہدہ اس کا گواہ ہے، دعویٰ بغیر گواہ کے ناقابلِ اعتبار ہے۔ چوں۔ خزانہ پر سانپ ہوتا ہے اس کو مانوس کر کے خزانہ تک پہنچا جا سکتا ہے۔ آں جفا۔ مجاہدے کی جفا دراصل اس برائی پر ہے جس کے ازالہ کے لئے مجاہدہ کرایا جاتا ہے۔

[۲] بر نمد۔ محسوسات میں اس کی مثال یہ ہے کہ کمبل جھاڑنے کے لئے اس پر لکڑی ماری جاتی ہے تو وہ دراصل کمبل پر نہیں بلکہ گرد پر ماری جاتی ہے۔ گر بزد۔ سست گھوڑے پر ہنٹر مارا جاتا ہے تو دراصل اس کی سستی پر مارا جاتا ہے۔ سکسک۔ سست رفتاری۔ شیرہ۔ انگور کے شیرہ کو مٹکے میں اسی لئے بند کیا جاتا ہے کہ اس سے شراب بنے۔ آں یکے۔ استاد بچہ کو مارتا ہے تو بظاہر ظلم ہے حقیقتاً اس میں اسکی اصلاح اور خوبی ہے۔

[۳] گفت۔ اس شخص نے استاد کو ڈانٹا تو استاد نے یہی کہا، کہ مقصد اس بچہ کو مارنا نہیں ہے بلکہ اس شیطان کو مارنا ہے جو اس میں گھسا بیٹھا ہے۔ مادر۔ ماں بچہ کو کوستی ہے اور مرنے کی بددعا دیتی ہے تو اس کا مقصد اسکی بری عادت کی موت ہوتی ہے۔

آں[1] گروہے کز ادب بگریختند
وہ لوگ جو ادب (حاصل کرنے) سے بھاگے

آبِ مردی و آبِ مرداں ریختند
انھوں نے انسانیت اور انسانوں کی آبرو ریزی کی

عاذلاں شاں از وغا وا راندند
ملامت کرنیوالوں نے انھیں جنگ سے باز رکھا

تا چنیں حیز و مخنّث ماندند
یہاں تک کہ وہ ایسے نامرد اور مخنث رہ گئے

لاف و غرّہ ژاژ خا را کم شنو
بکواس کرنیوالے کی شیخی اور گھمنڈ کو نہ سُن

با چنیہا در صفِ ہیجا مرو
ایسے لوگوں کے ساتھ جنگ کی صفوں میں نہ جا

زانکہ زَادُوْکُمْ خَبَالًا گفت حق
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے "وہ تم میں زیادہ خرابیاں ڈالیں گے"

کز رفاقِ سُست بر گرداں ورق
تاکہ تو سُست ساتھیوں سے ورق پلٹ دے

کہ گر ایشاں با شما ہمرہ شوند
کیونکہ وہ اگر تمہارے ساتھ ہوں گے

غازیاں بے مغز ہمچوں کہ شوند
غازی، تنکے کی طرح بیکار ہو جائیں گے

خویشتن[2] را با شما ہم صف کنند
وہ اپنے آپ کو تمہارے ساتھ ہم صف کریں گے

پس گریزند و دلِ صف بشکنند
پھر بھاگیں گے، اور صف کا دل توڑ دینگے

پس سپاہے اندکے بے ایں نفر
تو تھوڑے سپاہی اس جماعت کے بغیر

بہ کہ با اہلِ نفاق آید حشر
بہتر ہیں بہ نسبت اسکے کہ منافقوں کیساتھ اجتماع ہو

ہست بادامِ کمِ خوش بیختہ
خوش (ذائقہ) تھوڑے بادام چھنے ہوئے

بہ ز بسیارے بتلخ آمیختہ
بہت سے کڑوے ملے ہوؤں سے بہتر ہیں

تلخ و شیریں گر بصورت یک شی اند
کڑوا اور میٹھا اگرچہ بظاہر ایک چیز ہیں

نقص ازاں افتاد کہ ہمدل نے اند
خرابی اس وجہ سے واقع ہوئی کہ وہ باطن میں یکساں نہیں ہیں

گبر[3] ترساں دل بود کو از گماں
کافر خوفزدہ دل والا ہوتا ہے، کیونکہ وہ گمان

می زید در شک ز حالِ آں جہاں
میں جی رہا ہے اُس جہان کے حال کے شک میں

میرود در رہ نداند منزلے
وہ راستہ چلتا ہے منزل کو نہیں جانتا ہے

گام ترساں می نہد اعمیٰ دلے
اندھے دل والا ڈرتے ہوئے قدم رکھتا ہے

چوں نداند رہ مسافر چوں رود
جب مسافر نہیں جانتا ہے وہ کیسے راستہ چلے؟

با تردّدہا و دل پُر خوں رود
مشکوک اور پُرخون دل کے ساتھ چلتا ہے

---

[1] آں گروہے۔ جو لوگ مجاہدات کی سختی سے بھاگتے ہیں وہ انسانیت کو تباہ کرتے ہیں۔ عاذلاں۔ ان منافقوں کو ان کے دوستوں نے جہاد میں شریک ہونے سے روکا تو یہ لوگ نامرد بن کر رہ گئے آئندہ اشعار میں مولانا ان لوگوں کی مصاحبت اور ہمراہی سے روکتے ہیں۔ غرّہ۔ گھمنڈ۔ زَادُوْکُمْ خَبَالًا قرآن پاک میں ان منافقوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ لَوْ خَرَجُوْا فِیْکُمْ مَّا زَادُوْکُمْ اِلَّا خَبَالًا۔ "اگر وہ تم میں مل کر نکلتے تو زیادہ خرابیاں ڈالتے" رفاق۔ رفیق کی جمع ہے سفر کا ساتھی۔ گرداں ورق۔ یعنی اُن کی بات ہی نہ کرو اُن سے قطع نظر کرو۔ غازیاں۔ یعنی اُن کی بزدلی بہادروں کو بھی ناکارہ بنا دیگی۔

[2] خویشتن۔ منافق جب صفوں میں سے بھاگیں گے بہادروں کے دل ٹوٹیں گے۔ پس۔ تھوڑے بہادر ایسے لوگوں کے مجمع سے بہتر ہیں۔ ہست۔ اگر چھنے ہوئے تھوڑے سے میٹھے بادام ہوں تو وہ زیادہ بادامو سے جن میں تلخ بھی ہوں بہتر ہیں۔ نقص۔ کڑوے اور شیریں بادام اگرچہ صورت میں یکساں ہیں لیکن اُن کے باطن میں بہت فرق ہے یہی حال مومنوں اور منافقوں کا ہے۔

[3] گبر۔ چونکہ کافروں کو اگلی زندگی کے بارے میں شکوک و شبہات ہیں اسلئے اُن کے دل ہمیشہ خوفزدہ رہتے ہیں۔ میرود۔ چونکہ یہ آخرت کے بارے میں اندھے ہیں لہٰذا آخرت کی راہ طے کرنے میں سُست ہیں، اندھا ڈرتے ڈرتے قدم بڑھاتا ہے۔ چوں نداند۔ جو شخص راستہ سے ناواقف ہوتا ہے وہ تیزی سے منزل طے نہیں کر سکتا معمولی سے اندیشہ سے ٹھہر جاتا ہے۔

هر کہ گوید ہائے ایں سو راہ نیست
جو کوئی کہہ دے مگر ہائے اِس طرف راستہ نہیں ہے

اُو کند از بیم آنجا وقف وایست
وہ اسی جگہ خوف سے توقف اور رکاوٹ کر دیتا ہے

ور بداند رہ دلِ باہوشِ اُو[۵۱]
اگر اس کا باہوش دل راستہ جانتا ہے

کے رَوَد ہر ہائے وہو در گوشِ اُو
تو ہر ہائے وہو اس کے کان میں کہاں پہنچتی ہے؟

پس مَشو ہمراہ ایں اُشتر دلاں
تو ان اونٹ کے دل والوں کا ہمراہی نہ بن

زانکہ وقتِ ضیق و بیم اند آفِلاں
کیونکہ وہ تنگی اور خوف کے وقت غائب ہو جانے والے ہیں

پس گریزند و ترا تنہا ہلند
وہ بھاگ جائیں گے، اور تجھے تنہا چھوڑ دیں گے

گرچہ اندر لافِ سحرِ بابل اند
اگرچہ وہ شیخی مارنے میں بابل کا جادو ہیں

تو ز رَعنایاں مجو ہیں کارزار
خبردار! تو نازنینوں سے جنگ کی توقع نہ رکھ

تو ز طاؤساں مجو صید و شکار
تو موروں سے صید و شکار کا طالب نہ بن

طبعِ طاؤسیت وَسواست کُند
تیری مور والی طبیعت تیرے اندر وسوسے ڈالتی ہے

دم دہد از تا مقامت بر کَند
وہ فریب دیتی ہے تاکہ تجھے (بلند) مقام سے ہٹا دے

گفتن[۵۲] شیطان قریش را کہ بجنگ احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام آئید کہ من یاریہا کنم و قبیلہ خود را بیاری خوانم و گریختن اُو در ملاقات صفین

شیطان کا قریش کو احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جنگ کے لئے کہنا کہ آؤ میں مدد کروں گا اور اپنے کنبہ کو مدد کے لئے بلاؤں گا اور دونوں صفوں کی مڈبھیڑ کے وقت اس کا بھاگ جانا

ہمچو شیطاں کز وَساوِس بر قریش
شیطان کی طرح جس نے قریش پر وسوسوں کے ذریعہ

دَم دمید و گفت گرد آرید جیش
منتر پھونکا، اور کہا لشکر جمع کر لو

تا کہ در احمد ہزیمت افگنیم
تاکہ احمدؐ (کی صفوں) میں ہم شکست ڈال دیں

بیخ و بنیاد از زمینش بر کَنیم
زمین سے اس کی بیخ و بنیاد اکھاڑ دیں

چونکہ شیطاں در سپہ شد صد یکم
جب شیطان سپاہیوں میں ایک سو ایکواں بن گیا

خواند افسوں کَاِنِّی جَارٌ لَّکُم[۵۳]
اس نے منتر پڑھا کہ میں تمہیں پناہ دینے والا ہوں

چوں سپہ گرد آمد از گفتِ اُو
جب اس کی بات سے سپاہی جمع ہو گئے

کرد با ایشاں بحیلت گفتگو
تو ان سے چالاکی سے گفتگو کی

پھر جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے آئیں تو وہ اُلٹے پاؤں چلتا بنا اور کہا مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں۔ میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

---

[۵۱] ور بداند۔ راہ سے واقف کسی کے شبہ ڈالنے سے سُست نہیں پڑتا ہے۔ پس مشو۔ لہٰذا اُن منافقوں کو شریکِ سفر کرنا چاہیے۔ اُشتر دلاں۔ اونٹ ڈرپوک ہوتا ہے۔ آفلاں۔ آفِل کی جمع ہے، غائب ہو جانے والا۔ سحرِ بابل۔ بابل کے جادو کی تاثیر سخت مانی جاتی ہے۔ رَعنا۔ نازک اندام۔ طبعِ طاؤسیت۔ انسان کی طبیعت کی رنگینی انسان میں شکوک و شبہات پیدا کرتی ہے اور اس کو بلند مقام سے نیچے گرا دیتی ہے۔

[۵۲] گفتن۔ جنگِ بدر کے موقع پر شیطان نے سُراقہ نجدی کی صورت میں ظاہر ہو کر ابوجہل وغیرہ کو ورغلایا تھا۔ جیش۔ یعنی جنگِ بدر کے لئے لشکر جمع کر لو۔ صد یکم یعنی سو پر ایک کا اضافہ۔ افسوں۔ منتر۔

[۵۳] جارٌ لکم۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَاِذْ زَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَھُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَکُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّکُمْ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتٰنِ نَکَصَ عَلٰی عَقِبَیْہِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْءٌ مِّنْکُمْ اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ۔ اور جب شیطان نے اُن کی حرکتوں کو اُن کو اچھا کر کے دکھایا اور کہا آج لوگوں میں سے کوئی ایسا نہیں جو تم پر غالب آسکے اور میں تمہارا پشت پناہ ہوں

کہ بیارم من قبیلۂ خویش را
کہ میں اپنے خاندان کو لے آؤں گا

تاکہ در ہیجا[1] بود پشتِ شما
تاکہ جنگ میں تمہاری طاقت ہو

من شما را عون و یاریہا کنم
میں تمہاری مدد اور امانتیں کروں گا

تا سپاہِ دشمناں تاں بشکنم
تاکہ تمہارے دشمنوں کے لشکر کو شکست دیدوں

چوں قریش از گفتِ او حاضر شدند
قریش جب اس کی باتوں کی وجہ سے جمع ہوگئے

ہر دو لشکر در ملاقات آمدند
(اور) دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہوئی

دید شیطاں از ملائک اِسپہے
شیطان نے فرشتوں کا ایک لشکر دیکھا

سوئے صفِ مؤمناں اندر رہے
مومنوں کی صف کی جانب (آتا ہوا)، راستہ میں

آں جنوداً لم تروہا صف زدہ
اس لشکر نے جس کو تم نے نہ دیکھا، صف بنائی

گشت جانِ او ز بیم آتشکدہ
اس کی جان خوف سے بھٹی بن گئی

پائے خود وا پس کشیدہ میگرفت
اپنے پاؤں، واپس کھینچ کے روکتا تھا

کہ ہمی بینم سپاہے بس شگفت
کہ میں عجیب فوج دیکھ رہا ہوں

کہ اَخافُ اللہَ مالی مِنہ عَون
میں اللہ (تعالیٰ) سے ڈرتا ہوں میری اس کی جانب سے کوئی مددگار نہیں ہے

اِذْهَبُوا اِنِّی اَریٰ مَا لَا تَرَوْن
بھاگ جاؤ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو

گفت حارث[2] اے سراقہ شکل ہیں
حارث نے کہا، اے سراقہ کی شکل والے، ہائیں!

دی چرا تو می نگفتی ایں چنیں
کل تو نے اس طرح کیوں نہ کہا؟

گفت ایں دم من ہمی بینم حرب
اس (شیطان) نے کہا اب میں سختی دیکھ رہا ہوں

گفت می بینی جعاشیشِ عرب
اس (حارث) نے کہا تو عرب کے غریبوں کو دیکھ رہا ہے

می نہ بینی غیر ایں لیک اے تو ننگ
اس کے علاوہ تو کچھ نہیں دیکھ رہا ہے، لیکن اے شوخ!

آں زمانِ لاف بود ایں وقتِ جنگ
وہ شیخی کا وقت تھا، یہ جنگ کا وقت ہے

دی ہمی گفتے کہ پابنداں[3] شدم
کل تو کہتا تھا کہ میں ذمہ دار ہوں

کہ بود تاں فتح و نصرت دم بدم
کہ تمہیں دم بدم فتح اور نصرت ہوگی

دی زعیم الجیش بودی اے لعیں
اے ملعون! کل تو لشکر کا سردار تھا

ویں زماں نامرد و ناچیز و مہیں
اب نامرد، اور ناچیز، اور ذلیل ہے

تا بخوردیم آں دمِ تو و آمدیم
یہاں تک کہ ہم تیرا بہانا کھا گئے اور ہم آگئے

تو بتوں رفتی و ما ہیزم شدیم
تو بھٹی میں گیا اور ہم ایندھن بن گئے

---

[1] ہیجا: جنگ۔ عون: مدد۔ جمع قریش: جنگِ بدر میں جب دونوں صفیں بالمقابل ہوئی تھیں تو یہاں بھی مسلمانوں کی مدد کے لئے ملائکہ کی جماعت نازل ہوئی تھی جنوداً لم تروہا۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا "اور اتارے ایسے لشکر جن کو تم نے نہ دیکھا" یہ آیت اگرچہ غزوۂ خندق کے سلسلہ میں ہے مولانا نے بطور اقتباس غزوۂ بدر کے بارے میں استعمال فرمایا ہے۔

[2] گفت حارث: شیطان نے حارث بن ہشام کو سراقہ کی شکل میں آکر بہکایا تھا۔ حرب: سر کے نقطہ سے سختی۔ جعاشیش: جعشوش کی جمع ہے گدا، فقیر۔ ننگ: خبر پر شوخ۔

[3] پابنداں شدم: میں ذمہ دار ہوں۔ زعیم الجیش: لشکر کا سردار۔ تا بخوردیم: ہم تیرے مکر میں پھنس کر میدانِ بدر میں آگئے۔ تون: بھٹی، حمام۔ ہیزم: ایندھن۔

چونکہ حارث با سُراقہ گفت ایں
جب حارث نے سُراقہ سے یہ بات کہی

از عتابش خشمگیں شد آں لعیں[1]
وہ ملعون اُس کے غصہ سے غضبناک ہو گیا

دستِ خود خشمیں ز دستِ اُو کشید
غصہ میں اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ سے چھڑا لیا

چوں ز گفتِ اُوش درد دل رسید
چونکہ اُس کی گفتگو سے اُس کو دل کا درد ہوا

سینہ اش را کوفت شیطان و گریخت
شیطان نے اُسکے سینہ پر دو ہتڑ مارا اور بھاگ گیا

خونِ آں بیچارگاں زیں مکر ریخت
اِس مکاری سے اُن بیچاروں کا خون بہا دیا

چونکہ ویراں کرد چندیں عالم اُو
جب اُس نے اِتنی دُنیا ویران کر دی

پس بگفت اِنّی بَرِیٌٔ مِّنکُم
تو بولا میں تم سے بیگانہ ہوں

کوفت اندر سینہ و انداختش
اُس کی چھاتی پیٹی اور اُس کو گرا دیا

پس گریزاں شد چو ہیبت تاختش
پھر بھاگ گیا، جبکہ اُس پر ہیبت طاری ہوئی

نفس و شیطاں ہر دو یک تن بودہ اند
نفس اور شیطان دونوں ایک تھے

در دو صورت خویش را بنمودہ اند
اُنھوں نے دو صورتوں میں اپنے آپ کو دکھایا ہے

چوں[2] فرشتہ و عقل کایشاں یک بدند
جیسے کہ فرشتہ اور عقل کہ وہ ایک تھے

بہرِ حکمتہاش دو صورت شدند
اُس اللہ کی حکمتوں کی وجہ سے دو صورت ہو گئے

دشمنے داری چنیں در سرِ خویش
تو اپنے اندر ایسا دشمن رکھتا ہے

مانعِ عقل است و خصمِ جان و کیش
جو عقل کیلئے مانع، اور جان اور مذہب کا دشمن ہے

یک نفس حملہ کند چوں سوسمار
وہ گوہ کی طرح ایک دم حملہ کرتا ہے

پس بسوراخے گریزد در فرار
پھر بھاگتا ہوا سوراخ میں گھس جاتا ہے

در دلِ اُو سوراخہا دارد کنوں
وہ اب اُس (انسان) کے دل میں بہت سے سوراخ بنائے ہوئے ہے

سر ز ہر سوراخ می آرد بروں
(اور) ہر سوراخ سے سر باہر نکالتا ہے

نامِ[3] پنہاں گشتنِ دیو از نفوس
شیطان کا نام انسانوں سے چھپ جانے

واندراں سوراخ رفتن شد خنوس
اور سوراخوں میں گھس جانے سے خنوس ہو گیا ہے

کہ خنوسش چوں خنوس قنفذ است
اُس کا گھس جانا سیہی کے گھسنے کی طرح ہے

چوں سرِ قنفذ ورا آمد شد است
سیہی کے سر کی طرح اُس کی آمد و رفت ہے

کہ خدا آں دیو را خنّاس خواند
اللہ (تعالیٰ) نے اُس شیطان کو خنّاس کہا ہے

کو سرِ آں خارپشتک را بماند
کیونکہ وہ سیہی کے سر کی مانند ہے

[1] لعین۔ یعنی شیطان جو بصورت سُراقہ تھا۔ خشمیں۔ خشمگیں۔ چونکہ۔ جب بدر میں اُن کو تباہ کر چکا تو پھر یہ کہنے لگا کہ میرا تمہارا کیا واسطہ ہے۔ نفس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ نفس اور شیطان ایک ہی طاقت کے نام ہیں تو نفس کا دھوکا دینا شیطان ہی کا دھوکا دینا ہے۔

[2] چوں۔ فرشتہ اور عقل بھی دراصل ایک چیز ہے۔ نام علیحدہ علیحدہ ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتوں کی وجہ سے اُن کو دو صورتوں میں نمودار فرمایا ہے۔ دشمنے۔ جس طرح ہم نے شیطان کی دشمنی کا قصہ سُنایا ایسا ہی دشمن خود تیرے اندر تیرا نفس موجود ہے۔ یک نفس۔ وہ دشمن یکبارگی گوہ کی طرح حملہ کر کے بھٹ میں گھس جاتا ہے۔ در دل۔ انسان کے دل میں اُس کے رہنے کے بہت سے سوراخ ہیں۔

[3] نام پنہاں۔ چونکہ شیطان کا کام دھوکا دے کر گھس جانا اور چھپ جانا ہے، اسی لئے قرآن میں اُس کو خنّاس کہا گیا ہے جس کے معنی بہت چھپنے والا ہیں۔ قنفذ۔ سیہی جو بلی سے چھوٹا ایک جنگلی جانور ہے اُسکے بدن پر لمبے لمبے خار ہوتے ہیں خطرے کے وقت وہ اپنے خار کھڑے کر لیتا ہے اور اپنا منھ اندر کو گھسا لیتا ہے۔ خارپشتک۔ اسی قنفذ کو کہا جاتا ہے۔

می نہاں گردد سرِ آں خار پُشت
اُس سیہی کا سر چھپ جاتا ہے

دمبدم از بیمِ صیّادِ[1] دُرشت
فوراً سخت شکاری کے ڈر سے

تا چو فرصت یافت سر آرد بروں
جب اُس نے موقع پایا سر باہر نکالا

زیں چنیں مکرے شود مارش زبوں
ایسے مکر سے اُس سے سانپ مغلوب ہوجاتا ہے

گر نہ نفس از اندروں راہت زدے
اگر نفس اندر سے تیری راہزنی نہ کرتا

رہزناں را بر تو دستے کے بُدے
رہزنوں کو تجھ پر کب قابو ہوتا؟

زاں عوانِ مقتضی کہ شہوت است
اُس تقاضہ کرنیوالے سپاہی کیوجہ سے جوکہ شہوت ہے

دل اسیرِ حرص و آز و آفت است
دل حرص، اور لالچ اور مصیبت کا قیدی ہے

زاں عوانِ سِر شدی دزد و تباہ
اس پوشیدہ سپاہی کی وجہ سے تو چور اور تباہ بنا

تا عواناں را بقہرِ تست راہ
یہاں تک کہ سپاہیوں کو تیرے اوپر ظلم کا موقع ہو

در خبر[2] بشنو تو ایں پندِ نکو
حدیث میں تو اس نیک نصیحت کو سُن لے

بَیْنَ جَنْبَیْکُمْ لَکُمْ اَعْدَا عَدُو
کہ، تمہارا سب بڑا دشمن تمہارے دونوں پہلوؤں میں ہے

طمطراقِ ایں عدو مشنو گریز
اِس دشمن کی شان و شوکت (کی باتیں) دشمن بھاگ جا

کو چو ابلیس ست در لج و ستیز
کیونکہ وہ جھگڑے اور لڑائی میں شیطان کی طرح ہے

بر تو او از بہرِ دنیا و نبرد
تجھ پر اُس نے دنیا اور دشمنی کی خاطر

آں عذابِ سرمدی را سہل کرد
اُس دائمی عذاب کو آسان کردیا ہے

چہ عجب[3] گر مرگ را آساں کند
کیا تعجب ہے اگر وہ موت کو آسان کردے

او ز سحرِ خویش صد چنداں کند
وہ اپنے جادو سے اِس سے سَو گنا کردیتا ہے

سحر کاہے را بصنعت کہ کند
جادو، کاریگری سے تنکے کو پہاڑ بنا دیتا ہے

باز کوہے را چو کاہے می تند
پھر پہاڑ کو تنکا جیسا کردیتا ہے

زشتہا را نغز گرداند بفن
فریب سے برائیوں کو بھلا کردیتا ہے

نغزہا را زشت گرداند بظن
بدگمانی سے بھلائیوں کو بُرا بنا دیتا ہے

آدمی را خر نماید ساعتے
ایک گھڑی میں آدمی کو گدھا بنا دیتا ہے

آدمی سازد خرے را از کیتے
فن سے، گدھے کو آدمی بنا دیتا ہے

انسان بھلائیوں کو بُرائی اور بُرائیوں کو بھلائی سمجھنے لگتا ہے۔ آدمی۔ شیطان نیکوں کو بد اور بدوں کو مغالطہ میں ڈال کر نیک ظاہر کردیتا ہے۔

[1] صیّاد۔ شکاری ہے جو سیہی موقع پاکر حملہ کرتا ہے۔ اور ایسا مکر کرتا ہے کہ سانپ بھی اُس سے عاجز آجاتا ہے۔ گر نہ۔ انسانی بُری نفسانی خواہش کی وجہ سے ہی انسان پر بڑے لوگ غالب آجاتے ہیں۔ زاں عواں۔ انسان کے اندر جو سپاہی ہے جسکو شہوت کہا جاتا ہے وہ انسان کو بُرائیوں پر مجبور کرتا ہے وہ چوری کراتا ہے تب بیرونی سپاہیوں کو اُس پر ظلم کرنے کا موقع ملتا ہے۔

[2] در خبر۔ حدیث شریف میں ہے، تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے دونوں پہلوؤں کے بیچ میں ہے۔ طمطراق نفس اور شیطان ایک ہی چیز ہیں اُنکی شان و شوکت پر توجہ نہ کر۔ دونوں بڑے جھگڑالو ہیں بر تو۔ یہ دنیا کے لالچ میں پھنسا کر انسان کو ایسا گمراہ کرتے ہیں کہ وہ آخرت کے دائمی عذاب کو سہل سمجھنے لگتا ہے۔

[3] چہ عجب۔ اِس نفس سے یہ بھی بعید نہیں ہے کہ وہ انسان کے لئے اُس کی ابدی موت کو آسان کردے وہ اپنے جادو سے اس طرح کے سینکڑوں کام کرتا ہے۔ سحر۔ جادو تنکے کو پہاڑ اور پہاڑ کو تنکا بنا دیتا ہے اسی طرح شیطان تھوڑی عبادت کو بہت زیادہ اور بہت سے گناہوں کو بہت تھوڑا کرکے دکھا دیتا ہے۔ زشتہا۔ شیطانی فریب میں

کارِ [1]سحر اینست کو دَم میزند | ہر نفَس قلبِ حقائق می کند

جادو کا یہ کام ہے کہ وہ پھونک مارتا ہے | ہر وقت حقیقتوں کو تبدیل کردیتا ہے

اینچنیں ساحر درونِ تُست سِر | اِنَّ فِی الوَسْوَاسِ سِحْراً مُستَمِر

ایسا جادوگر تیرے اندر پوشیدہ ہے | بیشک وسوسوں میں مستقل جادو ہے

اندراں عالم کہ ہست ایں سحرہا | ساحراں ہستند جادوئے کُشا

جس دنیا میں یہ جادو ہیں | (وہاں) جادو کا توڑ کرنے والے جادوگر بھی ہیں

اندراں صحرا کہ رُست ایں زہرِ تر | نیز روئیدست تریاق اے پسر

جس جنگل میں یہ تازہ زہر اُگا ہے | اے صاحبزادے! (وہاں) تریاق بھی اُگا ہے

گویدت [2]تریاق از من جو سپر | کہ ز زہرم من بتو نزدیک تر

تریاق تجھ سے کہتا ہے مجھ سے ڈھال لے لے | کیونکہ میں تجھ سے زہر سے زیادہ نزدیک ہوں

گفت اُو سحرست و ویرانیِ تو | گفت من سحرست و دفعِ سحرِ اُو

اُس کی گفتگو جادو ہے اور تیری تباہی ہے | میری باتیں جادو ہیں اور اُسکے جادو کا توڑ ہیں

گفت پیغمبرؐ کہ اِنَّ فِی البَیَان | سِحْراً حق گفت آں خوش پہلواں

پیغمبرؐ نے فرمایا بے شک بیان میں | جادو ہے، اُس اچھے سردار نے صحیح فرمایا

لیک [3]سحرے دفعِ سحرِ ساحراں | مایۂ تریاک باشد در جہاں

لیکن وہ جادو جو جادوگروں کے جادو کا توڑ ہے | (اور) دنیا میں تریاق کا سرمایہ ہوتا ہے

آں بیانِ اولیاء و اصفیاست | کز ہمہ اَغراضِ نفسانی جُداست

وہ اولیاء اللہ اور برگزیدہ لوگوں کا بیان ہے | جو تمام نفسانی غرضوں سے جُدا ہے

حاصل آں کز زہرِ نفسِ دُوں گریز | نوش کُن تریاقِ مرشد چُست و تیز

خلاصہ یہ ہے کہ کمینہ نفس کے زہر سے بھاگ | چستی اور تیزی سے مرشد کا تریاق پی لے

ایں طلسمِ سحرِ نفس اندر شکن | سُوئے گنجِ پیرِ کامل نقب زن

نفس کے جادو کے اِس طلسم کو توڑ دے | کامل شیخ کے خزانے کیطرف سوراخ کرے

بس درازست ایں سوئے آغاز راں | جانبِ مہمان و مسجد باز راں

یہ بہت لمبی بات ہے، شروع کیطرف چل | مہمان، اور مسجد کی طرف پھر چل

زیں گذر کُن باز تا مسجد بیا | قصۂ مہماں بگو واں ماجرا

اِس کو چھوڑ، پھر مسجد کی طرف آ | مہمان کا قصہ، اور وہ سرگذشت بیان کر

[1] کارِ سحر۔ جس طرح جادو بظاہر تبدیلِ حقائق کرتا ہے اسی طرح شیطان حقائق کو نفس الامر میں بدل ڈالتا ہے۔ اینچنیں۔ نفسِ امّارہ وسوسے ڈال کر انسان میں جادوگری کرتا ہے۔ اندراں۔ نفس کی اِس جادوگری کا یہ علاج ہے کہ بزرگوں سے تعلق پیدا کرے۔ اندراں۔ اللہ تعالیٰ نے جو مرض پیدا فرمایا ہے اُس کا تریاق بھی پیدا فرمادیا ہے۔

[2] گویدت۔ وہ اولیاء اللہ تجھے اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ گفت۔ اور تجھ سے کہہ رہے ہیں کہ نفس کی باتیں جادو اور ویرانی ہیں ہماری باتیں نفس کے جادو کا توڑ ہیں۔ گفت۔ آنحضورؐ نے گفتگو کو جادو سے تعبیر فرمایا ہے۔

[3] لیک۔ بیان بھی جادو ہے لیکن اصل جادو وہ ہے جو جادوگروں کے جادو کا توڑ کردیتا ہے اور وہی دراصل تریاق ہے۔ آں بیاں۔ یہ تریاق اولیاء اور بزرگانِ دین کا بیان ہے جو تمام نفسانی غرضوں سے پاک ہوتا ہے۔ گنجِ پیر۔ یعنی مرشد کے باطنی علوم سے تعلق پیدا کرے۔

مکرر کردن عاذلاں پند را بر آں مہمانِ مسجدِ مہماں کُش

مہمان کو مار ڈالنے والی مسجد کے مہمان کو ملامت کرنے والوں کا مکرر نصیحت کرنا

ہیں مکُن جلدی[1] برو اے بوالکرم — مسجد و ما را مکُن زیں مُتہم
خبردار! اے بھلے آدمی! بہادری نہ دکھا — ہمیں اور مسجد کو مُتّہم نہ بنا

گر بگوید دشمنے از دشمنی — آتشے در ما زند فردا دَنی
اگر دشمنی سے کوئی دشمن کہدے گا — تو کمینہ کل کو ہمیں (آگ میں) پھونک دے گا

کہ بتاسانید اُو را ظالمے — بر بہانہ مسجد اُو بُد سالمے
کہ اس کا کسی ظالم نے گلا گھونٹا ہے — مسجد کے بہانے سے، وہ اچھا خاصہ تھا

تا بہانہ قتل بر مسجد نہد — چونکہ بدنام ست مسجد اُو جہد
تاکہ موت کا بہانہ مسجد پر رکھ دے — چونکہ مسجد بدنام ہے، وہ چھوٹ جائے گا

تہمتے بر ما منہ اے سخت جاں — کہ نہ ایم ایمن ز مکرِ دشمناں
اے جفاکش! ہم پر تہمت نہ رکھ — کیونکہ ہم دشمنوں کے مکر سے مطمئن نہیں ہیں

ہیں برو جلدی مکُن سودا مپز — کہ نتاں[2] پیمود گردوں را بگز
خبردار! بہادری نہ کر خیالی (پلاؤ) نہ پکا — کیونکہ آسمان کو گز سے نہیں ناپا جا سکتا

چوں تو بسیاراں بلافیدند زبخت — ریش خود بر کند یک یک لخت لخت
تجھ جیسے بہت سوں نے نصیبہ وری کی شیخی ماری ہے — ہر ایک نے اپنی داڑھی کا ایک ایک بال نوچا ہے

ہیں برو کوتاہ کُن ایں قیل[3] و قال — خویش و ما را در میفگن در وبال
خبردار! چلا جا اس بحث و مباحثہ کو مختصر کر — اپنے آپ کو اور ہمیں مصیبت میں نہ پھنسا

جواب گفتنِ مہماں ایشاں را و مثل آوردن بدفعِ حارسِ

مہمان کا اُن کو جواب دینا اور مثال دینا کھیتی کے رکھوالے کی

کِشت بانگِ دُف از کِشت آں اُشترے را کہ کوسِ — محمودی بر پشت اُو زدندے
ڈھول کی آواز سے اُس اونٹ کو کھیتی سے بھگانے کی جس کی پُشت پر (رکھ کر) محمودی نقارے کو بجاتے تھے

گفت اے یاراں از آں دیواں نیم — کز لاحولے ضعیف آید پیم
اس نے کہا اے دوستو! میں اُن بھوتوں میں سے نہیں ہوں — کہ ایک لاحول سے میرا قدم کمزور پڑے

---

[1] جلدی۔ بہادری۔ بگوید۔ یعنی قاضی کے یہاں شکایت کردے گا۔ دَنی۔ کمینہ۔ بتاسانید۔ تاسانیدن، گلا گھونٹنا۔ یہ شعر اور اگلا شعر چغلخور کا مقولہ ہے۔

[2] کہ نتاں۔ جس طرح آسمان کی گزوں سے پیمائش کرنا بیہودہ خیال ہے اسی طرح تیرا مسجد میں سونے کا خیال بیہودہ ہے۔ چوں تو۔ نصیحت کرنے والوں نے مہمان سے کہا کہ تجھ جیسے بہت سوں نے اپنی خوش نصیبی کی شیخی ماری ہے اور پھر شرمندہ ہوئے ہیں۔

[3] قیل و قال۔ بحث و مباحثہ۔ حارس۔ نگہبان، رکھوالا۔ کوسِ محمودی۔ یعنی سلطان محمود غزنوی کا نقارہ۔ پیم۔ پائے ام۔

کودکے کو حارسِ کشتے[1] بدے
ایک بچہ جو کھیتی کا رکھوالا تھا
طبلکے در دفعِ مرغاں می زدے
پرندوں کو اُڑانے کے لئے ایک ڈفلی بجاتا تھا

تا رمیدے مرغ ازاں طبلک ز کشت
حتی کہ پرند اس ڈفلی سے کھیتی سے اُڑ جاتے
کشت از مرغانِ بد بےخوف گشت
کھیتی شریر پرندوں سے بے خوف ہو جاتی

چونکہ سلطاں شاہ محمودِ کریم
جب شاہ سلطان محمود کریم
برگذر زد آں طرف خیمہ عظیم
گذرا، وہاں اُس نے بڑا خیمہ لگایا

با سپاہے ہمچو استارہ اثیر
ایسے لشکر کیساتھ جو آسمان کے ستاروں کیطرح تھا
انبہ و فیروز صفدر ملک گیر
گھنا اور کامیاب صفوں کو چاک کرنیوالا ملک کو فتح کرنیوالا

اشترے بد کو بدے حمّالِ کوس
ایک اونٹ تھا جو نقارہ اٹھانے والا تھا
بختیِ بد پیشرو ہمچوں خروس
آگے چلنے والا بختی (نسل کا) تھا مرغ کی طرح

بانگِ کوس و طبل بر وے روز و شب
رات دن نقارہ، اور ڈھول اُس پر
می زدند اندر رجوع و در طلب
بجاتے تھے، روانگی اور واپسی پر

اندراں مزرع درآمد آں شتر
وہ اونٹ اُس کھیت میں آگیا
کودک آں طبلک بزد در حفظِ بر
گیہوں کی حفاظت کیلئے بچے نے وہ ڈفلی بجائی

عاقلے[2] گفتش مزن طبلک کہ او
ایک عقلمند نے اُس سے کہا ڈفلی نہ بجا کیونکہ وہ
بختیِ طبل ست و با آنست خو
نقارے کا اونٹ ہے اور اُس کو اسکی عادت ہے

پیشِ او چہ بود تبورک تو طفل
اُس کے سامنے تجھ لڑکے کی ڈفلی کیا ہے
کہ کشد او طبلِ سلطاں بیست کفل
کیونکہ وہ بادشاہ کا بیس گنا نقارہ اُٹھاتا ہے

عاشقم من کشتۂ قربانِ لا
میں عاشق ہوں اور لا کا مقتول اور قربان ہوں
جانِ من نوبتگہِ طبلِ بلا
میری جان مصیبت کے نقارہ کی نقارخانہ ہے

خود[3] تبورک ست ایں تہدیدہا
یہ ڈراوے ڈفلی ہیں
پیشِ آنچہ دیدہ است ایں دیدہا
اُس کے سامنے جو کچھ ان آنکھوں نے دیکھا ہے

اے حریفاں من ازانہا نیستم
اے دوستو! میں اُن میں سے نہیں ہوں
کز خیالاتے دریں رہ بیستم
کہ خیالات کیوجہ سے اس راستے سے باز رہوں

من چو اسمٰعیلیانم بے حذر
میں اسماعیلیوں کی طرح نڈر ہوں
بل چو اسماعیلؑ آزادم ز سر
بلکہ (حضرت) اسماعیلؑ کی طرح سر سے بے نیاز ہوں

---

[1] کشت۔ کھیتی۔ طبلک۔ چھوٹا طبل، ڈفلی۔ اثیر۔ اجرام فلکیہ، آسمان۔ صفدر۔ صف شکن۔ بختی۔ اُس نسل کا اونٹ جو بخت نصر نے عربی اونٹنی اور عجمی اونٹ سے بنائی تھی یہ سُرخ رنگ کا عظیم الجثہ اونٹ ہوتا ہے۔ حمّال۔ اٹھانے والا۔ مزرع۔ کھیت۔ بر۔ گیہوں۔

[2] عاقلے۔ ایک عقلمند نے بچے کو سمجھایا کہ اس اونٹ کے بھگانے کے لئے ڈفلی بجانا بیکار ہے۔ یہ نقارے کا اونٹ ہے اور نقارہ سننا اس کی عادت ہے۔ تبورک۔ کھنکھنا جو باغ میں چڑیوں کو اُڑانے کیلئے باندھا جاتا ہے ڈفلی۔ کفل۔ حصہ۔ عاشقم۔ یہ عاشق کا مقولہ ہے۔ لا یعنی عدم۔ نوبتگہ۔ نقارخانہ۔

[3] خود۔ یعنی تمہاری یہ دھمکیاں جو مسجد میں سونے پر مجھے دے رہے ہو اُن مصائب کے مقابلہ میں جو میں جھیل چکا ہوں شاہی نقارہ کے مقابلہ میں ڈفلی جیسی ہیں۔ کز خیالاتے مسجد کے سونے میں جو خیالات تم پیش کر رہے ہو۔ اسماعیلیاں یعنی وہ عاشقان خدا جو راہِ خدا میں حضرت اسماعیلؑ کی طرح جان دینے سے دریغ نہ کریں۔

فارغم از طمطراق[1] و از ریا — قُل تَعَالَوْا گفت جانم را بیا

میں شان و شوکت اور دکھاوے سے خالی ہوں — اس نے قُل تَعَالَوْا، میری جان کیلئے کہا ہے کہ آجا

گفت پیغمبرؐ کہ جَادَ فِی السَّلَف — بِالعَطِیَّۃِ مَن تَیَقَّنَ بِالخَلَف

پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ اچھا کیا قرض — دینے میں جس نے اجر کا یقین کیا

ہر کہ بیند مر عطا را صد عوض — زود در بازد عطا را زیں غرض

جو دینے میں سو بدلے دیکھتا ہے — اس غرض سے دینے کی بازی جلد کھیلتا ہے

جملہ[2] در بازار زاں گشتند بند — تا چو سود افتاد مالِ خود دہند

تمام لوگ بازار میں اسی لئے پھنسے ہیں — تاکہ جب نفع ہو اپنا مال دیدیں

زر در انبانہا نشستہ منتظر — تا کہ سود آید ببذل آید مُصِر

(ہر شخص) روپیہ تھیلیوں میں لئے منتظر بیٹھا ہے — خرچ کر دینے پر مُصر ہے تاکہ نفع آئے

چوں بہ بیند کالہ در ربح بیش — سرد گردد عشقش از کالائے خویش

جب کسی سامان کو نفع میں بڑھا ہوا دیکھتا ہے — اپنے سامان سے اس کا عشق ٹھنڈا پڑ جاتا ہے

گرم زاں ماندست با آں کو ندید — کالہائے خویش را ربح و مزید

سرگرم اس لئے رہا ہے، کہ اس نے نہیں دیکھا — اپنے سامان کا نفع اور بڑھاؤ

ہمچنیں[3] علم و ہنرہائے و حرف — چوں ندید افزوں ازانہا در شرف

یہی حال علم اور ہنروں اور پیشوں کا ہے — جبکہ اس نے فضیلت میں اُنسے زیادہ کچھ نہ دیکھا

تا بہ از جاں نیست جاں باشد عزیز — چوں بہ آمد نامِ جاں شد چیز لیز

جبتک وہ جان سے زیادہ پیارے نہوں جان پیاری ہوتی ہے — جب وہ بہتر ہوں، جان کا نام ناچیز ہو جاتا ہے

لعبت مُردہ بود جانِ طفل را — تا نگشت او در بزرگی طفل زا

مُردہ گڑیا بچے کی جان ہوتی ہے — جبتک کہ وہ بڑائی میں بچہ پیدا کرنیوالا نہ بنجائے

ایں تصور ویں تخیل لعبت است — تا تو طفلی پس بدانت حاجت است

یہ تصور، اور یہ تخیل گڑیا ہے — جب تک تو بچہ ہے اس کی تجھے ضرورت ہے

چوں ز طفلی رست جاں شد در وصال — فارغ از حس است و تصویر و خیال

جب جان بچپن سے نجات پا گئی واصل ہو گئی — حس اور تصویر اور خیال سے فارغ ہو گئی

---

[1] طمطراق۔ شان و شوکت قُل تَعَالَوْا۔ آپ کہہ دیجئے آجاؤ۔ یہ آیت قرآن میں کئی جگہ آئی ہے اور ہر جگہ آجاؤ کا خطاب مختلف لوگوں کے لئے ہے لیکن اس عاشق نے اپنے لئے قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ خطاب میری جان کے لئے ہے کہ تو آجا۔ جاد۔ انسان جو کچھ کسی غریب کو دیتا ہے بسا اوقات اُس کے دینے میں اس کے پیش نظر صرف اس غریب کی حاجت کو رفع کرنا ہوتا ہے اور بسا اوقات اس کے پیش نظر یہ بھی ہوتا ہے کہ خدا مجھے اس کا عوض اور بدلہ آخرت میں عطا فرمائیگا یہ دوسری صورت پہلی صورت سے بہتر ہے حدیث شریف میں ہے جَادَ بِالسَّلَفِ مَنْ تَیَقَّنَ بِالخَلَف یعنی قرض دینے میں اُس شخص نے جود و کرم کیا جسنے آخرت کے اجر کا یقین کر کے قرض دیا۔ ہر کہ۔ جس شخص کو اجرِ اخروی پر یقین ہوتا ہے وہ بہت جلد عطا و بخشش کرتا ہے۔

[2] جملہ۔ دنیاوی کاروبار میں بھی نفع کیخاطر لوگ اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ زر۔ تاجر تھیلی میں روپیہ بھرے ہوئے نفع کی خاطر خرچ کرنیکا منتظر رہتا ہے۔ چوں بہ بیند۔ کاروباری آدمی کو جب نفع نظر آتا ہے تو اپنا سرمایہ خرچ کرنے میں اس کو کوئی تامل نہیں رہتا — گرم اپنا مال جمع کرنیمیں اسوقت تک سرگرم ہے جبتک کہ اس کو نفع کی امید نہیں ہے —

[3] ہمچنیں۔ علم و ہنر میں جب انسان کو شرافت نظر آتی ہے تو انسان جان پر کھیل کر اسکو حاصل کرتا ہے۔ لیز۔ تابع ہے معنی بیکار۔ لعبت۔ کھلونا، گڑیا۔ تا نگشت۔ یعنی انسان جب اصل چیز سے بیخبر ہوتا ہے تو ادنیٰ چیز پر اکتفا کر لیتا ہے۔ طفل زا۔ بچہ کو جننے والا۔ ایں تصور۔ یہ تصورات کی دنیا جبتک ہی پیاری ہو جبتک وصال حاصل نہیں، تو وصال کے بعد یہ چیزیں بے حقیقت ہیں۔

نیست[1] محرم تا بگویم بے نفاق — تن زدم واللہ اعلم بالوفاق
محرم نہیں ہے تاکہ بغیر تصنع کہہ دوں — میں خاموش ہو گیا اور خدا موافقت کرنے والوں کو زیادہ جانتا ہے

مال و تن برف اند ریزان فنا — حق خریدارش کہ اللہ اشتریٰ
مال اور جسم برف ہیں، جو فنا سے پگھل رہے ہیں — اللہ (تعالیٰ) اُن کا خریدار ہے کیونکہ اللہ نے خرید لیا ہے

برفہا زاں از ثمن اولیستت — کہ تو ئی در شک یقینے نیستت
تیرے لئے برف، معوض سے زیادہ بہتر ہے — کیونکہ تو شک میں ہے، تجھے یقین نہیں ہے

ویں[2] عجب ظنے ست در تو اے مہیں — کہ نمی پرد بہ بستانِ یقیں
اے ذلیل! تجھ میں یہ عجب ظن ہے — جو یقین کے باغ کی طرف پرواز نہیں کرتا ہے

ہر گماں تشنہ یقین ست اے پسر — می زند اندر تزاید بال و پر
اے بیٹا! ہر گمان یقین کا پیاسا ہے — جو بڑھاؤ کی طرف بال و پر پھڑپھڑاتا ہے

چوں رسد در علم پس پر پا شود — مر یقیں را علم اُو بویا شود
جب وہ علم (کے درجہ) میں پہنچتا ہے قائم ہو جاتا ہے — اُس کا علم یقین کی طرف دوڑتا ہے

زانکہ ہست اندر طریقِ مفتتن — علم کمتر از یقین و فوقِ ظن
چونکہ آزمائے ہوئے طریقے میں — علم یقین سے کم اور ظن سے اوپر ہے

علم جویائے یقیں باشد بداں — واں یقیں جویائے دیدست و عیاں
سمجھ لے، علم یقین کا طالب ہوتا ہے — اور یقین دید اور مشاہدے کا طالب ہے

اندر[3] الہٰکم بجو ایں را کنوں — از پس کلا پسِ لو تعلمون
(سورۂ) الہٰکم میں اِس کو تلاش کر لے — کلّا کے پیچھے، لو تعلمون کے پیچھے

می کشد دانش بہ بینش اے علیم — گر یقیں بودے بدیدندے جحیم
اے علم والے! علم، مشاہدے کی طرف لے جاتا ہے — اگر انہیں یقین ہوتا تو وہ دوزخ کا مشاہدہ کر لیتے

دید زاید از یقیں بے امتہال — آنچناں کز ظن ہمی زاید خیال
مشاہدہ یقین سے بغیر توقف کے پیدا ہوتا ہے — جس طرح ظن سے، خیال پیدا ہوتا ہے

عیاں مشاہدے کو کہا جاتا ہے تو ابتدائی درجہ ظن کا ہے پھر علم کا مرتبہ ہے اور اُس کے بعد یقین کا مرتبہ ہے۔ اور یقین کے بعد مشاہدے کا درجہ ہے۔ [3] اندر الہٰکم: سورۂ تکاثر میں فرمایا گیا ہے کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ۔ تم عنقریب جان لوگے پھر تم ضرور جان لوگے اگر تم یقینی طور پر جان لوگے تو ضرور دوزخ کو دیکھ لوگے پھر تم عین الیقین سے اُس کو دیکھ لوگے۔ اِس آیت سے ثابت ہوا ہے کہ شک اور ظن کے بعد علم کا درجہ آتا ہے اور علم کے بعد یقین کا مرتبہ ہے اور علم الیقین کے بعد مشاہدے کا درجہ ہے از پس کلا۔ یعنی کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ پسِ لو تعلمون۔ یعنی كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ۔

[1] نیست: یہ حقائق محرم راز ہی کی سمجھ میں آسکتے ہیں جس کا فقدان ہے۔ وفاق۔ یعنی وہ لوگ جو میرے اِس بیان کے موافق ہوں۔ مال و تن: یہ پھر اُس عاشق مہمان کا مقولہ شروع ہوا ہے۔ اللہ: قرآن پاک میں ہے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے اُن کی جانیں خرید لی ہیں۔ برفہا: یعنی انسان کو اپنی جان اور مال اُسی وقت تک پیارا ہے جب تک اُس کو اُن کی اِس قیمت کا یقین نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ عطا فرمائیگا۔
[2] ویں عجب: حقیقی چیز کے بارے میں گمان ترقی کر کے یقین کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے لیکن بعض انسان صرف اُخروی امور کے بارے میں گمان کے درجہ پر رہتے ہیں اور اُن کو یقین کا درجہ حاصل نہیں ہوتا حالانکہ دنیاوی امور میں ہر گمان ترقی کر کے یقین تک پہنچ جاتا ہے۔ چوں رسد: مولانا کی تحقیق کے مطابق ابتداءً کسی چیز کا ظن حاصل ہوتا ہے پھر وہ ترقی کر کے علم بنتا ہے پھر علم ترقی کر کے یقین کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ مفتتن: آزمودہ۔ ظن کسی چیز کے وقوع اور لا وقوع میں سے کسی ایک جانب کو عقلاً ترجیح حاصل ہو جائے تو ظن کہا جاتا ہے۔ علم سے مراد وہ جازم اعتقاد ہے جو واقعہ کے مطابق ہو۔ یقین اُس علم ثابت کو کہیں گے جس کے ازالہ کی کوئی راہ باقی نہ ہو۔

اندر اَلْهٰکُمْ بیانِ ایں ببیں
(سورۂ) اَلْہٰکُمْ میں اِس کا بیان دیکھ لے

کہ شود[1] علمُ الیقیں عینُ الیقیں
کہ علم الیقین، عین الیقین ہو جاتا ہے

از گماں واز یقیں بالاتَرم
میں گمان، اور یقین سے بالاتر ہوں

وز ملامت بر نمیگردد سَرم
ملامت سے میرا سر نہیں چکراتا ہے

چوں دہانم خورد از حلوائے اُو
جبکہ میرا منہ اس کا حلوا کھا چکا ہے

چشمِ روشن گشتم و بینائے اُو
میں روشن چشم اور اس کو دیکھنے والا بن گیا ہوں

پا نہم گستاخ چوں خانہ رَوم
میں جب گھر کو جاتا ہوں تو بے پروائی سے قدم رکھتا ہوں

پا نہ لرزانم نہ کورانہ رَوم
نہ پاؤں کو لرزاتا ہوں، نہ اندھا دھند چلتا ہوں

آنچہ گُل را گفتِ حق خنداں ش کرد
جو کچھ اللہ نے پھول سے کہا اور اس کو شگفتہ کر دیا

بادلِ من گفت صد چنداں ش کرد
میرے دل سے کہا، اور اس کو سو گنا کر دیا

آنچہ زد بر سَرو[2] و قدش راست کرد
وہ جو سرو پر نازل کی اور اس کا قد سیدھا کر دیا

وانچہ از وے نرگس و نسریں بخورد
اور وہ جو اس سے نرگس اور نسرین نے حاصل کی

آنچہ نَے را کرد شیریں جان و دل
وہ جس نے گنے کی جان اور دل کو شیریں کر دیا

وانچہ خاکی یافت زو نقشِ چِگِل
اور وہ جس سے خاکی نے چگل کا نقش حاصل کر لیا

آنچہ اَبرو را چناں طَرّار ساخت
جس نے ابرو کو ایسا نوکیلا بنایا

چہرہ را گلگونہ و گلنار ساخت
چہرے کو سرخ اور گلنار بنایا

مَر زباں را داد صد افسونگری
جس نے زبان کو سَو جادو سکھائے

وانکہ کاں را داد زرِ جعفری
جس نے کان کو جعفری سونا عطا کیا

چوں درِ زرّاد خانہ باز شد
جب اسلحہ خانہ کا دروازہ کھلا

غمزہائے چشم تیر انداز شد
آنکھ کے غمزے تیر انداز ہے

بر دلم[3] زد تیر و سودائیش کرد
اُس نے میرے دل پر تیر مارا اُسکو مجنون بنایا

عاشقِ شکّر و شکّر خائیش کرد
شکر اور شکر خوری کا عاشق کر دیا

عاشقِ آنم کہ ہر آں آنِ اوست
میں اس کا عاشق ہوں کہ ہر ملکیت اُسکی ملکیت ہے

عقل و جاں جاندار یک مرجانِ اوست
عقل اور جان اس کے لب سے جاندار ہے

من نلافم ور بلافم ہمچو آب
میں شیخی نہیں مارتا ہوں اور اگر مارتا ہوں تو پانی کی طرح

نیست در آتش کُشی اَم اضطراب
آگ بجھانے میں مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے

---

[1] کہ شود۔ یعنی لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ۔ بالاترم۔ یعنی مشاہدے کا درجہ حاصل ہے۔ وز ملامت۔ اب کسی شبہ و شک سے اس کا ازالہ نہیں ہو سکے گا۔ چوں دہانم۔ جبکہ مجھے مشاہدہ حاصل ہو گیا ہے۔ پا نہم۔ جبکہ انسان کو اپنے مکان کے بارے میں علم مشاہدہ حاصل ہوتا ہے تو کسی شک و شبہ کی بنیاد پر اس میں داخل ہونے سے نہیں رک سکتا۔ آنچہ۔ اللہ تعالیٰ کی جو تجلیات ان چیزوں پر پڑی ہیں وہ مجھ پر پڑ چکی ہیں۔

[2] بر سرو۔ اب مجھ میں سرو کی سیدھائی اور نرگس کا سا مشاہدہ اور نسرین جیسی خوشبو پیدا ہو گئی ہے۔ نے۔ میرا دل گنے کی طرح شیریں ہے۔ چگل۔ ترکستان کا مشہور شہر ہے جس کے باشندوں کا حسن اور تیراندازی مشہور تھی۔ طرّار۔ تیز زبان، گرہ کٹ۔ زرِ جعفری۔ جعفر برمکی کے زمانے کا سونا خالص تھا۔ زرّاد خانہ۔ اسلحہ خانہ۔

[3] بر دلم۔ جبکہ اسقدر تجلیات مجھ پر ہیں تو اب میں اس کا عاشق ہوں۔ کہ ہر آں۔ تمام ملکیتیں اللہ کی ہیں اور ہر جان و عقل اس کے ہونٹ کا عکس ہے۔ مرجان۔ مونگا یہاں لبِ معشوق مراد ہے۔ ور بلافم۔ اگر میں شیخی بگھاروں تو وہ بھی واقعی ہے۔

چوں① بدزدم چوں حفیظِ مخزن اوست ❊ چوں نباشم سخت رُو پُشتِ من اوست

میں کیسے چرا سکتا ہوں، جبکہ وہ خزانہ کا محافظ ہے ❊ میں اکڑا کیوں نہ بنوں جبکہ وہ میری پُشت (پناہ) ہو

ہر کہ از خورشید باشد پُشت گرم ❊ سخت رُو باشد نہ بیم او را نہ شرم

جو سورج کی وجہ سے گرم کمر والا ہو ❊ وہ ہیکڑ ہو گا، اُس کو نہ ڈر ہوگا نہ شرم

ہمچو رُوئے آفتابِ بیحذر ❊ گشت رُویش خصم سوز و پردہ در

نڈر سورج کے چہرے کی طرح ❊ اُسکا چہرہ دشمن کو جلانے والا اور پردہ دری کرنے والا ہوتا ہے

ہر پیمبر سخت رُو بُد در جہاں ❊ یک سوارہ کوفت بر جیشِ شہاں

دنیا میں ہر پیغمبر بہادر ہوا ہے ❊ اُس نے بادشاہوں کے لشکروں کو تنہا شکست دی ہے

رُو نگردانید از ترس و غمے ❊ یک تنہ تنہا بزد بر عالمے

اُس نے کسی غم اور ڈر سے منہ نہیں موڑا ہے ❊ تنہا ایک جہاں پر ٹوٹ پڑا ہے

سنگ باشد سخت رُو و چشم شوخ ❊ او نترسد از جہانِ پُر کلوخ

پتھر سخت رُو اور نڈر ہوتا ہے ❊ وہ ڈھیلوں بھرے جہاں سے نہیں ڈرتا ہے

کاں کلوخ از خشت زن یک لخت شُد ❊ سنگ از صنعِ خدائی سخت شُد

ڈھیلا اینٹ پاتھنے والے سے مجتمع بنا ہے ❊ پتھر، خدائی کاریگری سے سخت ہوا ہے

گوسفنداں② گر برُوں اند از حساب ❊ زانبہیِ شاں کے بترسد آں قصاب

بکریاں اگرچہ شمار سے باہر ہوں ❊ قصائی، اُن کی کثرت سے کب ڈرتا ہے!

کُلُّکُم رَاعٍ نبی چوں راعی ست ❊ خلق مانندِ رمہ او ساعی ست

تم سب ریوڑ ہو، نبی گلہ بان کی طرح ہے ❊ مخلوق ریوڑ اور وہ (اُن کی بھلائی کیلئے) کوشاں ہے

از رمہ چوپاں نترسد در نبرد ❊ لیک شاں حافظ بُود از گرم و سرد

مقابلے میں گڈریہ ریوڑ سے نہیں ڈرتا ہے ❊ ہاں وہ اچھے بُرے سے اُن کا نگہبان ہوتا ہے

گر زند③ بانگے ز قہر او بر رمہ ❊ داں ز مہر ست آنکہ دارد بر ہمہ

اگر وہ غصے سے ریوڑ پر چیختا ہے ❊ وہ اُس محبت کیوجہ سے ہے جو اُسکی سب پر ہے

ہر زماں گوید بگوشم بختِ نو ❊ گر ترا غمگیں کنم غمگیں مشو

نئی خوشی ہر وقت میرے کان میں کہتی ہے ❊ اگر میں تجھے غمگین کروں، تو غمگین نہ بن

من ترا غمگین و گریاں زاں کنم ❊ تا کِت از چشمِ بداں پنہاں کنم

میں تجھے غمگین اور رونے والا اسلئے بناتی ہوں ❊ تاکہ تجھے بُروں کی نگاہ سے پوشیدہ کردوں

---

① چوں بدزدم۔ جبکہ مجھے اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل ہے تو اب مجھ میں نہ خوف ہے نہ کسی کا ڈر ہے۔ ہر پیمبر۔ انبیاء کو چونکہ قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے اس لئے وہ نڈر ہو کر بڑے بڑے شاہوں کے لشکروں پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ سنگ۔ انبیاء پتھر کی طرح ہیں اور مخالفین ڈھیلوں کی طرح ہیں۔ کلوخ۔ ڈھیلے کی سختی انسان کی کاریگری ہے اور پتھر کی سختی خدا کی کاریگری ہے۔

② گوسفنداں۔ مخالفین بکریاں ہیں اور انبیاء بمنزلہ قصاب کے۔ کلکم۔ نبی بمنزلہ چرواہے کے ہے جو بکریوں کی حفاظت کرتا ہے مگر سرکشی کے وقت وہ قوم کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے یہی حال ہر زندہ ولی کا ہے۔ از رمہ۔ اگر بکریاں سرکشی کریں تو قصائی اُن سے خوف نہیں کھاتا ہے۔

③ گر زند۔ اگر نبی قوم پر ناراض بھی ہوتا ہے تو اس کا سبب قوم کی محبت ہوتی ہے۔ ہر زماں۔ یہاں سے مولانا نے پھر عاشق کا مقولہ شروع کیا ہے کہ مجھے اللہ بشارت دیتا ہے کہ غم سے غمگین نہ ہونا اس میں تیرے مفاد مضمر ہیں۔ تا کت۔ تاکہ ترا۔

تلخ گردانم زِ غمہا خوئے تو · تا بگردد چشمِ بد از روئے تو

غموں کی وجہ سے میں تجھے بد مزاج بناتی ہوں · تاکہ نظرِ بد کو تیرے چہرے سے واپس کردوں

[۵۱] نے تو صیادی نہ جویائے منی · بندہ و افگندہ رائے منی

کیا تو میرا شکاری اور میرا طالب نہیں ہے؟ · تو میرا بندہ اور میری رائے کا تابع نہیں ہے؟

حیلہ اندیشی کہ در من در رسی · در فراق و جستنِ من بیکسی

تو تدبیر سوچتا ہے کہ مجھ تک پہنچے · تو میری جدائی اور جستجو میں بیکس ہے

چارہ می جوید پئے من دردِ تو · می شنودم دوش آہِ سردِ تو

تیرا درد میرے وصل کی تدبیر تلاش کرتا ہے · میں کل رات تیری ٹھنڈی آہ سن رہا تھا

من توانم ہم کہ بے این انتظار · رہ دہم بنمایمت راہِ گذار

میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ بغیر اس انتظار کے · راستہ دیدوں تجھے (آنے کا) راستہ دکھادوں

تا ازیں گردابِ دوراں وا رہی · بر سرِ گنجِ وصالم پا نہی

تاکہ تو زمانے کے اس بھنور سے نکل جائے · میرے وصل کے خزانے پر قدم رکھدے

[۵۲] لیک شیرینی و لذاتِ مقر · ہست بر اندازۂ رنجِ سفر

لیکن منزل کی مٹھاس اور لذتیں · سفر کی تکلیف کے اندازے کے مطابق ہیں

ہر چہ آساں یافتی آساں دہی · دردِ مشکل یاب را بر جاں نہی

تو جو آسانی سے پاتا ہے، آسانی سے دیدیتا ہے · مشکل سے حاصل ہونیوالی چیز کا درد دل پر رکھتا ہے

آنگہ از شہر و ز خویشاں بر خوری · کز غریبی رنج و محنتہا بری

اپنوں اور شہر سے تو اس وقت فائدہ اٹھائیگا · جبکہ مسافرت کی تکلیف اور مشقتیں اٹھائیگا

وز بلاہا رو مگرداں اے جواں · بشنو ایں تمثیل و قدرِ خود بداں

اے جوان! مصیبتوں سے منہ نہ موڑ · یہ مثال سن لے اور اپنا مرتبہ پہچان لے

[۵۳] تمثیلِ گریختنِ مومن و تعجیل و بے صبری او در بلا با ضطرا

مصیبت میں مومن کے بھاگنے اور اس کی عجلت اور بے صبری کی مثال دینا چنے

و بیقراریِ نخود و دیگر حوائج در جوشِ دیگ و بر دیگ بر دویدن

اور دوسری چیزوں کے دیگ کے جوش میں بے قراری کے ساتھ، اور دیگ کے اوپر کو بھاگنے

تا بیروں جہد و منع کردنِ کدبانو او را

کے ساتھ - تاکہ وہ باہر کو نکل پڑے اور بی بی کے اسکو روکنے کیساتھ

---

[۵۱] نے تو۔ عاشق کہتا ہے کہ خدا مجھ سے فرماتا ہے کہ جب تو میرا عاشق ہے تو تجھے میری مرضی پر راضی رہنا ہے جبکہ تو میرے وصال کی تدبیریں کرتا ہے اور وصال کے لئے تکلیف میں مبتلا ہو کر ٹھنڈی آہیں بھرتا ہے۔ من توانم۔ میں یہ بھی کرسکتا ہوں کہ تکلیف اٹھائے بغیر تجھے اپنا وصال عطا کردوں۔

[۵۲] لیک۔ تجھے جو تکالیف پہنچ رہی ہیں وہ تیرے نفع کے لئے ہیں۔ سفر میں انسان زیادہ تھکتا ہے تو اقامت کی لذت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہر چہ۔ جو مقصد بلا محنت حاصل ہوتا ہے اس کی انسان قدر نہیں کرتا۔ آنگہ۔ وطن اور عزیزوں کی لذت سفر کی تکلیفوں سے بڑھتی ہے۔ وز بلاہا۔ لہٰذا وصل کے حاصل کرنے میں جس قدر زیادہ مصائب برداشت کریگا اسی قدر وصل کی لذت میں اضافہ ہوگا۔

[۵۳] تمثیل۔ اس مثال سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ مصائب اللہ مجاہدات سے ہی تکمیل ہوتی ہے۔ کدبانو۔ گھر کی مالکہ۔

دَر نخود بنگر کہ اندر دیگ چوں — می جَہد بالا چو شُد ز آتش زبوں[1]

چنے کو دیکھ کر، وہ دیگ میں کیسا — اوپر کو اُچھلتا ہے جب آگ سے عاجز آجاتا ہے

ہر زمانے می بر آید وقتِ جوش — بر سرِ دیگ و بر آرد صد خروش

جوش کے وقت ہر وقت باہر کو نکلتا ہے — دیگ پر، اور سینکڑوں چیخیں مارتا ہے

کہ چرا آتش بمن در می زنی — چوں خریدی چوں نگونم میکنی

کہ تو کیوں مجھ میں آگ لگاتی ہے؟ — جبکہ تو نے مجھے خریدا ہے کیوں مجھے اوندھا کرتی ہے؟

می زند کفلیز کدبانو کہ نے — خوش بجوش و بر مجہ ز آتش کنے

بی بی کفگیر چلاتی ہے، کہ نہیں — خوب جوش کھا اور آگ جلانے والے سے نہ بھاگ

زاں نجوشانم کہ مکروہِ منی — بلکہ تا گیری تو ذوق و چاشنی

میں تجھے اسلئے جوش نہیں دے رہی ہوں کہ تو مجھے ناپسند ہے — بلکہ (اسلئے) کہ تجھ میں ذائقہ اور لذت پیدا ہو جائے

تا غذا گردی بیامیزی بجاں — بہرِ خواری نیستت ایں امتحاں

تاکہ تو غذا بنے، جان میں گھل مل جائے — یہ آزمائش تیرے ذلیل کرنے کے لئے نہیں ہے

آب[2] می خوردی بہ بُستاں سبز و تر — بہرِ ایں آتش بُدست آں آبخور

تو سبز و تر رہ کر باغ میں پانی پیتا تھا — وہ پانی پینا اسی آگ کے لئے تھا

رحمتش سابق بُدست از قہر زاں — تا ز رحمت گردد اہلِ امتحاں

اس کی رحمت، قہر سے اسی لئے پہلے ہے — تاکہ رحمت کے ذریعہ وہ آزمائش کے قابل بن جائے

رحمتش بر قہر زاں سابق شُدست — تاکہ سرمایہ وجود آید بدست

اس کی رحمت اس کے قہر سے اسی لئے پہلے ہے — تاکہ وجود کا سرمایہ ہاتھ آ جائے

زانکہ بے لذت نروید لحم و پوست — چوں نروید چہ گداز د عشقِ دوست

کیونکہ گوشت و پوست بغیر لذت کے پیدا نہیں ہوتا ہے — جب وہ نہ پیدا ہوا ہو تو دوست کا عشق کس چیز کو پگھلائیگا؟

زاں[3] تقاضہ گر بیاید قہرہا — تا کُنی ایثارِ آں سرمایہ را

اگر اُس (عشق کے) تقاضے سے مصیبتیں آئیں — تاکہ تو اُس سرمایہ کو قربان کر دے

باز لُطف آید برائے عُذرِ اُو — کہ بکردی غسل و برجستی ز جُو

پھر اُس کی معذرت خواہی کے لئے مہربانی آتی ہے — کہ تو نے غسل کر لیا ہے اور تو نہر کو کر گیا ہے

با نخود گوید چریدی در بہار — رنج مہمانِ تو شُد نیکوش دار

وہ چنے سے کہتی ہے تو نے (موسم) بہار میں (خوب) چرا ہے — رنج، تیرا مہمان بنا ہے اس کی دیکھ بھال کر

---

[1] ز بوں۔ یعنی آگ کی گرمی سے عاجز ہو کر اچھلتا ہے۔ صد خروش۔ ہانڈی میں کھد بد کی آوازیں آتی ہیں۔ کہ چرا۔ گویا زبانِ حال سے مالکہ سے کہتا ہے کہ تو مجھے خرید کر لائی تھی اب تو مجھے ذلیل کر رہی ہے۔ کفلیز۔ کفگیر۔ آتش کن۔ آگ جلانے والا۔ زاں۔ یعنی میں تیرے بھلے کے لئے تجھے جوش دے رہی ہوں۔ تا غذا۔ تجھے اس لئے جوش دے رہی ہوں کہ تو انسان کی غذا بنکر انسان کی جان بنجائے۔

[2] آب۔ یعنی تجھے اسی مقصد کے لئے اگایا گیا تھا۔ رحمتش۔ حدیثِ قدسی ہے۔ رحمتی سبقت غضبی یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری رحمت میرے غضب سے پہلے ہے تو رحمت غضب سے اسی لئے پہلے ہے کہ اس رحمت کی وجہ سے اس کی پرورش ہو کر وہ امتحان کے قابل بنجائے۔ تاکہ۔ رحمت ہی کے سبب انسان کے وجود کی تکمیل ہوتی ہے۔ زانکہ۔ رحمت کے ذریعہ جو گوشت و پوست بنا ہے اگر وہ نہ ہو تو عشق کس چیز کو گھلائیگا۔

[3] زاں۔ اگر عشق کی بنیاد پر انسان پر مصیبتیں آتی ہیں اور وہ اُن مصائب میں ثابت قدم اور امتحان میں پورا اترتا ہے تو پھر خدا کی مہربانی اُس سے معذرت خواہی کرتی ہے اور اس کو قربِ وصال کی بشارت دیتی ہے۔ با نخود۔ گھر کی مالکہ چنے سے

تا کہ[1] مہماں باز گردد شکر ساز — پیش شہ گوید ز ایثارِ تو باز

تاکہ مہمان شکریہ ادا کرتا ہوا لوٹے — بادشاہ کے سامنے تیرے ایثار کو کھل کر بیان کرے

تا بجائے نعمتت منعم رسد — جملہ نعمتہا بَرد بر تو حسد

تاکہ تیرے پاس نعمت کی بجائے نعمت دینے والا آجائے — (اور) تمام نعمتیں تجھ پر حسد کرنے لگیں

من خلیلم تو پسر پیشِ بچک — سر بنہ اِنِّی اَرَانِی اَذْبَحُکْ

میں خلیل (اللہ) ہوں تو فرزند ہے بچھری کے سامنے — سر رکھ دے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں

سر بہ پیشِ قہر نہ دل برقرار — تا ببُرّم حلقت اسمٰعیل وار

اطمینانِ قلب کے ساتھ تکلیف کے سامنے سر رکھ دے — تاکہ اسماعیلؑ کی طرح میں تیرا گلا کاٹ دوں

سر ببُرّم لیک ایں سر آں سریست — کز بریدہ گشتن و کشتن بریست

میں سر کاٹ رہی ہوں، لیکن یہ سر وہ سر ہے — جو کٹنے، اور مرنے سے بری ہے

لیک[2] مقصودم ازاں تعلیمِ تُست — اے مسلماں بایدت تسلیم جُست

لیکن اس سے میرا مقصد تیری تعلیم ہے — اے مسلمان! تجھے سر رکھ دینا چاہیے

اے نخود می جوش اندر ابتلا — تا نہ ہستی و نہ خود ماند ترا

اے چنے! آزمائش میں جوش کھا — تاکہ تجھ میں اپنی ہستی اور خودی (باقی) نہ رہے

اندراں بُستاں اگر خندیدۂ — تو گلِ بُستانِ جان و دیدۂ

اگر تو اس باغ میں مسکرایا ہے — (اب) تو جان اور آنکھ کے باغ کا پھول ہے

گر[3] جدا از باغِ آب و گل شدی — لقمہ گشتی و اندر احیا آمدی

اگر تو پانی اور مٹی کے باغ سے جدا ہو گیا ہے — تو لقمہ بن گیا ہے اور زندوں کے اندر آگیا ہے

شو غذا و قوتِ اندیشہا — شیر بودی شیر شو در بیشہا

خیالات کی غذا اور روزی بن جا — تو دودھ تھا (اب) کچھاروں کا شیر بن جا

از صفاتش رستۂ واللہ نخست — در صفاتش باز رو چالاک و چست

خدا کی قسم تو پہلے اس کی صفات کے ذریعہ اگا ہے — پھر تیزی اور چستی سے اس کی صفات کی طرف لوٹ جا

ز ابر و خورشید و ز گردوں آمدی — پس شدی اوصاف و گردوں شدی

ابر اور سورج اور آسمان کے ذریعہ تو آیا ہے — پھر تو اوصاف میں داخل ہو گیا اور آسمان کے بالا ہو گیا

جان و دل کے باغ کا گل ہو جائیگا ——— [3] گر جدا۔ اب چنا ترقی کر کے نباتات سے حیوانات میں داخل ہو گیا کیونکہ وہ جزو حیوان بن گیا ہے۔ شیر۔ اب غذائے انسانی بنکر انسانی افکار کی غذا بنجا۔ شو غذا۔ چنا یکسر انسانی افکار کی غذا بنجاتا ہے۔ انسانی جزو ہو جانے کیوجہ سے اپنے وجود سے اعلیٰ وجود حاصل کر لیتا ہے۔ از صفاتش چنا انسان کی ہمنا کی پیداوار تھا غذا بنجانے کے بعد وہ پھر انسانی صفات اختیار کر لیتا ہے۔ ز ابر۔ نباتات کی پیداوار میں ان گنوں جزی کے اثرات میں

[1] تاکہ۔ رنج بھی اللہ کا بھیجا ہوا مہمان ہے اگر اس کیساتھ ایثار و قربانی کی جائیگی تو وہ شاہ کے دربار میں جاکر تعریف کریگا تا بجائے۔ رنج پر شکر گذاری سے نعمتوں ہی سے نہیں منعم سے وصال ہوگا اور یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ دوسری نعمتیں اس کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔ من خلیلم۔ بی بی کہتی ہے کہ جب تو میرے تو میری طرح ہر حالت میں شکر گذاری کر، حضرت اسماعیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ کی اطاعت کی تھی۔ اِنِّی قرآن پاک میں حضرت ابراہیمؑ کا مقولہ منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا اے اسماعیلؑ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں اس پر حضرت اسماعیلؑ نے فرمایا تھا کہ جو آپ کو حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کیجئے اور وہ اپنے آپ کو ذبح کرانے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ سر ببرم۔ میں تجھے فنا کر رہی ہوں لیکن یہ بظاہر فنا ہے اسکے بعد بقا ہے۔

[2] لیک۔ یہ سر اگرچہ نفس الامر میں کٹ نہیں رہا ہے۔ باایں ہمہ ظاہری طور پر سر کاٹنے سے رضا و تسلیم کی تعلیم دینا مقصود ہے۔ اے نخود۔ اس ابتلا کے نتیجہ میں تیری اپنی ہستی اور وجود ختم ہو جائیگا پھر بقا باللہ حاصل ہوگا۔ اندراں۔ چنے کی پہلی حالت اگرچہ اس کے لئے خوشگن تھی لیکن ابتلا کے بعد کی حالت اس سے بدرجہا بہتر ہے غذا بنجانے کے بعد وہ فنافی

آمدی در صورتِ باران و تاب · می روی اندر صفاتِ مُستطاب[1]

تو بارش اور دھوپ کی صورت میں آیا · (اب) تو پاکیزہ صفات میں داخل ہو رہا ہے

جزوِ شمس و اَبر و انجُم بُدی · نَفس و فعل و قول و فِکرتہا شُدی

تو سورج، اور ابر، اور ستاروں کا جزو تھا · روح، اور فعل، اور قول، اور افکار بن گیا

ہستیِ حیواں شُد از مرگِ نبات · راست آمد اُقتلُونِی یا ثِقات

نباتات کی موت سے حیوانات وجود میں آئے · سچ ثابت ہوا اے معتمد لوگو! "مجھے قتل کر دو"

چُوں چنیں بُردیست ما را بعدِ مات · راست آمد اِنَّ فِی قَتلِی حَیات

جبکہ ہماری ہار کے بعد اس طرح کی جیت ہے · سچ ثابت ہوا "بیشک میرے قتل میں زندگی ہے"

فعل و قولِ صِدق شُد قوتِ مَلَک[2] · تا بدیں معراج شُد سُوئے فلک

سچا قول و فعل فرشتے کی روزی بنا · یہاں تک کہ وہ آسمان کی جانب اس بلندی پر پہنچا

آنچناں کاں طُعمہ شُد قوتِ بَشر · از جمادی بر شُد و شُد جانور

اسی طرح کہ وہ لقمہ جو انسان کی غذا بنا · جمادیت سے بلند ہو گیا اور جاندار بن گیا

ایں سخن را ترجمہ پہنا ورے · گفتہ آید در مقامِ دیگرے

اس بات کا مفصل بیان · دوسرے مقام پر کیا جائے گا

کارواں دائم زگردوں می رَسَد · تا تجارت میکُند وا می رَوَد

قافلہ ہمیشہ آسمان سے آتا ہے · تاکہ تجارت کرے (اور) واپس جائے

پس برو شیریں و خُوش با اختیار · نے بتلخی و کراہت دُزد وار

پس تو اپنے اختیار سے عمدگی اور خوشی سے جا · نہ کہ چوروں کی طرح کڑواہٹ اور ناگواری سے

زاں[3] حدیثِ تلخ میگویم تُرا · تا ز تلخیہا فرو شُویم تُرا

میں تجھے کڑوی بات اس لئے کہتی ہوں · تاکہ تجھ سے کڑواہٹیں دھو دوں

زآبِ سَرد انگورِ افسردہ زہد · سَردی و افسردگی بیروں نہد

ٹھنڈے پانی سے کمہلایا ہوا انگور جوش مارنے لگتا ہے · (پھر) سردی اور ٹھٹھر کر باہر نکال ڈالتا ہے

تو ز تلخی چونکہ دل پُرخوں شوی · پس ز تلخیہا ہمہ بیروں شوی

تو چونکہ کڑواہٹ سے پُرخون دل والا بنتا ہے · پھر تلخیوں سے پوری طرح جدا ہو جائیگا

---

[1] صفاتِ مستطاب۔ عمدہ صفات یعنی انسانی صفات۔ ہستیِ حیواں۔ حیوان نباتات سے خوراک حاصل کرلیتاہے لہٰذا نباتات کی موت اُن کی ترقی کا سبب بنتی ہے۔ اُقتلُونِی۔ یہ منصورِ حلاج کا قول ہے انھوں نے فرمایا کہ اے یارو مجھے قتل کر دو کہ میرے قتل ہونے میں ہی میری زندگی ہے جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ موت ترقی کا سبب ہے لہٰذا اُن کا قول صحیح ثابت ہوا۔ بُرد۔ شطرنج کی وہ بازی جس میں مقابل کے سب مہرے پٹ جائیں صرف شاہ باقی رہ جائے یہ نصف مات ہے مات بازی میں شاہِ شطرنج کا اس طرح گھر جانا کہ وہ تنگ ہو جائے یہ پوری ہار ہے۔ مات آمد جب یہ ثابت ہو گیا کہ موت کے بعد اعلیٰ زندگی ہے تو ثابت ہو گیا کہ قتل ہی میں زندگی مضمر ہے۔

[2] فعل و قول۔ سچا فعل و قول فرشتے کی غذا بنکر بلندی حاصل کرلیتا ہے۔ آنچناں۔ اسی طرح نباتات انسان کا جزو بنکر بلندی حاصل کر لیتی ہے۔ ایں سخن یعنی یہ کہ نوع ادنیٰ فنا کے بعد اعلیٰ مقام حاصل کر لیتی ہے۔ کارواں۔ انسانی روحوں کے قافلے عالَمِ بالا سے دنیا میں کاروبار کے لئے آتے ہیں اور نفع نقصان کما کر واپس جاتے ہیں تو اصل مقام عالمِ بالا ہے۔ پس جب دنیا سے جانا ہی ہے تو خوشی کر سُرخرو ہو کر جا ——

[3] زاں۔ بی بی نے بچے سے یہ بھی کہا کہ میں تجھے تلخ باتیں اس لئے کہتی ہوں تاکہ تیری تلخی دور ہو جائے۔ ز آب۔ جب انگور کا درخت افسردہ ہو جاتا ہے تو ٹھنڈا پانی اسکو دیا جاتا ہے اس سے اُس میں جوش آجاتا ہے اور اسکی افسردگی اور سردی ختم ہو جاتی ہے۔ تو ز تلخی۔ لہٰذا تیرے لئے تلخ باتیں تیری تلخیاں دُور کر دینگی۔

ہر کہ او اندر بلا صابر نشد — مقبلِ ایں درگہِ فاخر نشد
جو مصیبت میں صابر نہ بنا — اس قابلِ فخر درگاہ میں مقبول نہ بنا

فارِغ آئی گر بتو ریزند خل — آں زماں شیریں شوی ہمچوں عسل
اگر تجھ پر سرکہ ڈالیں (اور) تو بے فکر رہے — اس وقت تو شہد کی طرح میٹھا ہوگا

سگ شکاری نیست او را طوق نیست — خام و ناجوشیدہ جز بے ذوق نیست
جس کے گلے میں پٹہ نہیں ہے، وہ شکاری کتا نہیں ہے — کچا اور جوش نہ دیا ہوا سوائے بے ذائقہ کے کچھ نہیں ہے

تمثیلِ صابر شدنِ مومن چوں او بر سرِ بلا واقف شود
مومن کے صابر ہونے کی مثال جبکہ وہ مصیبت کے راز سے واقف ہو جائے

آں نخود گفت ار چنین است اے ستی — خوش بجوشم یاریم دہ راستی
اس چنے نے کہا اے بی بی! اگر ایسا ہے — مجھے خوب جوش دے، میری مدد کر تو سچ کہتی ہے

تو دریں جوشش چو معمارِ منی — کفچلیزم زن کہ بس خوش میزنی
بوجہ کہ تو اس جوش دینے میں میری تعمیر کرنے والی ہے — میرے کفگیر مار، کیونکہ تو اچھا مارتی ہے

ہمچو پیلم بر سرم زن زخم و داغ — تا نہ بینم خوابِ ہندستان و باغ
میں ہاتھی کی طرح ہوں میرے سر پر زخم اور داغ — تاکہ میں ہندوستان اور باغ کا خواب دیکھوں

تا کہ خود را در دہم در جوشِ من — تا رہے یابم دریں آغوشِ من
تاکہ میں اپنے جوش (کھانے) میں خودی کو دیدوں — تاکہ میں اس آغوش میں راستہ پالوں

زانکہ انساں در غنا طاغی شود — ہمچو پیلِ خواب بیں یاغی شود
کیونکہ انسان بے فکری میں سرکش بنتا ہے — خواب دیکھنے والے ہاتھی کی طرح باغی بنتا ہے

پیل چوں در خواب بیند ہند را — پیلباں را نشنود آرد دغا
جب ہاتھی خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے — فیلبان کی نہیں سنتا ہے، دغابازی کرتا ہے

عذر گفتنِ کدبانو با نخود و حکمتِ در جوش داشتنِ کدبانو نخود را
بی بی کا چنے سے عذر کرنا اور بی بی کا چنے کو جوش دینے کی حکمت بیان کرنا

آں ستی گوید ورا کہ پیش ازیں — من چو تو بودم ز اجزائے زمیں
وہ بی بی اس سے کہتی ہے کہ اس سے پہلے — میں تیری طرح زمین کے اجزاء میں سے تھی

چوں بنوشیدم جہادِ آذری — پس پذیرا گشتم و اندر خوری
جب میں نے آتشی لباس پہنا — تب میں مقبول اور لائق بنی

لے ہر کہ۔ مصائب پر صبر مقبولیت کا سبب ہے۔ فارغ۔ انسان میں جب یہ برداشت پیدا ہو جائے کہ تلخ باتوں سے اس میں تلخی پیدا نہ ہو تو وہ شہد کی طرح شیریں بن جاتا ہے۔ سگ۔ کتا پٹے کی مصیبت جھیل کر شکاری بنتا ہے انسان مصائب کے ذریعہ پختہ ہو کر خوش ذائقہ بنتا ہے۔

ٹے آں نخود۔ جب چنے کو یہ احساس ہو گیا کہ مصائب تکمیل کا ذریعہ ہیں تو وہ مصائب برداشت کرنے پر خندہ پیشانی سے راضی ہو گیا۔ تو دریں۔ تیری تکلیف رسانی میری تکمیل کا سبب ہے تیری ایذا رسانی اب میرے لئے راحت کا سبب ہے۔ ہمچو۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے دوسرے ملک میں پہنچ کر جب وہ خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے تو مست ہو کر سرکش ہو جاتا ہے پھر انکس اس کو راہ راست پر لاتا ہے۔

سے تا کہ۔ یعنی ان مصائب اور مجاہدہ کے ذریعہ سے میں آغوشِ رحمت میں راہیاب ہو جاؤں۔ آں ستی۔ اس بی بی نے چنے سے کہا کہ میں بھی ابتدا سے بنی ہوں، چوں۔ میں نے تکالیف اور مصائب برداشت کئے تب کچھ بنی ہوں۔

مُدّتے جوشیدہ اَم اندر زَمَن — مُدّتے دیگر درونِ دیگِ تن

ایک مدت تک میں نے زمانے میں جوش کھایا ہے — پھر ایک مدت تک جسم کی دیگ میں (جوش کھایا ہے)

زیں دُو جوشش قوّتِ حسّہا شُدم — رُوح گشتم پس تُرا اُستا شُدم

ان دو جوشوں سے میں حسّوں کی طاقت بنی ہوں — میں روح بن گئی ہوں پھر میں تیری اُستاد بنی ہوں

در جمادی گفتمے زاں می رَوی — تا شَوی عِلم و صفاتِ معنوی

میں جماد ہونے کی حالت میں کہتی تھی کہ تو اس لئے منتقل ہو رہی ہے — تاکہ تو معنی کا علم، اور صفات بن جائے

چوں شُدی تو رُوح پس بارِ دِگر — جوششِ دیگر کُن ز حیوانی گذر

جب تو روح ہو گئی، پھر دوبارہ — دوسرا جوش کھا کر حیوانیت سے گذر جا

از خدا می خواہ تا زیں نُکتہا — در نہ لَغزی و رَسی در مُنتہا

خدا سے دعا کر، تاکہ ان نکتوں سے — لغزش نہ کھا جائے اور انجام تک پہنچے

زانکہ از قرآں بسے گُمرہ شُدند — زاں رَسَن قومے درونِ چہ شُدند

اس لئے کہ بہت سے لوگ قرآن سے گمراہ ہوتے ہیں — اسی رسّی کے ذریعہ ایک قوم کنویں میں چلی گئی ہے

مر رَسَن را نیست جُرمے اے عَنُود — چوں تُرا سودائے سَربالا نبُود

اے سرکش! رسّی کا کوئی قصور نہیں ہے — جبکہ تجھے ہی سر ابھارنے کا خیال نہیں ہے

جانبِ آں عاشقِ بیخویش راں — کہ دراں مسجد چہ کرد از امتحاں

اُس بے خود عاشق کی جانب چلا — کہ اس نے اس مسجد میں آزمائش میں کیا کیا!

باقی قصۂ مہمانِ آں مسجدِ مہمان کُش و ثبات و صدق عَزمِ او

(اُس مہمان کو مار ڈالنے والی مسجد کے مہمان کا قصہ اور اس کے ارادہ کی سچائی اور جمائی کا قصہ)

آں غریبے شہر سَربالا طلب — گفت می خُسپم دریں مسجد بشب

اُس شہر کے پردیسی (عالم) بالا کے طالب نے — کہا میں رات کو اسی مسجد میں سوؤں گا

مسجدا! اگر کربلائے من شَوی — کعبۂ حاجت رَوائے من شَوی

اے مسجد! اگر تو میری کربلا بنے گی — تو میری حاجت کو پورا کرنے والا کعبہ بنے گی

ہیں مرا بگذار اے بگزیدہ بار — تا رَسَن بازی کُنم منصُور وار

اے منتخب دولت! خبردار بے اجازت دے — تاکہ منصور (حلاج) کی طرح (دار و) رسّی کا کھیل کھیلوں

گر شُدید اندر نصیحت جبرئیلؑ — می نخواہد غَوث در آتش خلیلؑ

اگر تم نصیحت کرنے میں جبرئیلؑ ہو — (تو) آگ میں خلیلؑ (اللہ) مدد نہیں چاہتا ہے

۵۱ مُدّتے۔ ایک مدت تک خارجی مصائب اٹھائے اور بدنی مجاہدے کئے ہیں۔ زیں۔ ان مصائب کے بعد میرے حواس باطنی بیدار ہوئے ہیں اور میں صاحب روح بنکر تیری اُستاد بنی ہوں۔ در جمادی یعنی میں جب جمادیت سے ترقی کر رہی تھی تو کہتی تھی کہ یہ ترقی اس لئے ہے کہ میں انسان کا علم و صفت بنوں۔ معنوی یعنی انسان۔ چوں شدی۔ اب جبکہ روح بنچکی ہوں تو روحِ حیوانی سے بلند مرتبہ حاصل کرنا چاہیے۔

۵۲ از خدا۔ ترقیوں کے اس ذکر سے یہ شبہ ہوا کہ ان کے ذکر سے اللہ کے ساتھ اتحادِ ذاتی تک ترقی نہ سمجھ لی جائے اس لئے فرماتے ہیں کہ خدا سے دعا کر تاکہ تو صحیح مطلب سمجھ سکے اور گمراہ نہ ہو جائے اللہ کے ساتھ اتحادِ ذاتی کا عقیدہ گمراہی ہے۔ زانکہ جس طرح قرآن سے کچھ کج فہم گمراہ ہوتے ہیں مثنوی سے بھی ہو سکتے ہیں۔ مر رسن اس میں قرآن کا قصور نہیں بلکہ ان کی کور باطنی کا قصور ہے۔

۵۳ آں۔ وہ مہمان اس شہر میں مسافر تھا اور عالم آخرت کا طالب تھا کربلا حضرت امام حسینؓ رضی اللہ عنہ کا مشہد ہے۔۔۔۔ حاجت روا۔ چونکہ اس کا اصل مقصد فنا فی الذات تھا منصور۔ حضرت حلاج کو سولی دی گئی۔ گر شُدید ممکن ہے یہ ہوا ہو کہ حضرت ابراہیمؑ کو جب نمرود نے آگ میں ڈالا تو حضرت جبرئیلؑ نے

جبرئیلا رَو کہ من افروختہ
بہترم چوں عود[١] و عنبر سوختہ

اے جبرئیلؑ! جا کہ میں جلا ہوا
بہتر ہوں، جیسا کہ جلا ہوا عود، اور عنبر

جبرئیلا گرچہ یاری میکنی
چوں برادر پاسداری میکنی

اے جبرئیلؑ! اگرچہ تو مدد کر رہا ہے
(اور) بھائی کی طرح میری حفاظت کر رہا ہے

اے برادر من بر آذر چابکم
من نہ آں جانم کہ گردد بیش و کم

اے بھائی! میں آگ پر تیز رَو ہوں
میں وہ جان نہیں ہوں جو گھٹ بڑھ سکے

جانِ حیوانی فزاید از علف
آتشے بود او چو ہیزم شد تلف

حیوانی جان، جو چارہ سے بڑھتی ہے
آگ ہے، وہ ایندھن کی طرح ختم ہو جاتی ہے

گر نگشتے[٢] ہیزم او مثمر بدے
تا ابد معمور و ہم عامر بدے

اگر وہ ایندھن نہ بنتی، تو پھلتی
ابد تک آباد اور آباد کرنے والی بھی ہوتی

بادِ سوزان ست ایں آتش بداں
پرتوِ آتش بود نے عینِ آں

سمجھ لے یہ آگ، مشتعل ہوا ہے
آگ کا پرتو ہے، نہ کہ بعینہٖ آگ

عینِ آتش در اثیر آمد یقیں
پرتو و سایہ وَیست اندر زمیں

اصل آگ یقیناً کرۂ آتش میں ہے
زمین میں اس کا پرتو، اور سایہ ہے

لاجرم پرتو نپاید ز اضطراب
سوئے معدن باز میگردد شتاب

لامحالہ پرتو بے چینی کی وجہ سے ناپائدار ہے
جلد، معدن کی طرف لوٹ جاتا ہے

قامتِ[٣] تو بر قرار آمد بساز
سایہ اَت کوتہ دمے یک دم دراز

تیرا قد سکون کی وجہ سے برقرار ہے
تیرا سایہ کبھی چھوٹا ہے، کبھی دراز ہے

زانکہ در پرتو نیابد کس ثبات
عکسہا وا گشت سوئے اُمّہات

اسلئے کہ سائے میں کوئی شخص ٹکاؤ نہیں پاتا ہے
عکس، اصلوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں

ہیں دہاں بر بند فتنہ لب کشاد
خشک آر اللہُ اعلم بالرشاد

خبردار! منہ بند کر لے، فتنہ نے لب کشائی کی ہے
تناقص برت، خدا راستی کو زیادہ جانتا ہے

فتنہ زاد و کرد عالم را خراب
شرق و غرب افتاد اندر اضطراب

فتنہ پیدا ہو گیا ہے اور اُسنے دنیا کو تباہ کر دیا ہے
مشرق اور مغرب بے چینی میں مبتلا ہو گئے ہیں

چوں مراتب گردِ دلہا تنگ شد
ہر یکے با دیگرے در جنگ شد

جب حقیقتیں دلوں کے چاروں طرف تنگ ہو گئی ہیں
ہر ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی میں لگ گیا ہے

ف١ چوں عود۔ اگر اور عنبر کے جلنے پر خوشبو مہکتی ہے۔ جبرئیلا: جبرئیل سے اس مہمان کو نصیحت کرنے والے مراد ہیں اور خلیل سے مراد خود وہ مہمان ہے۔ اے برادر۔ مہمان نصیحت کرنے والے سے کہتا ہے کہ میری روح حیوانی روح نہیں ہے جس میں گھٹاؤ اور بڑھاؤ ہوتا ہے۔ جانِ حیوانی۔ حیوانی روح غذا سے بڑھتی ہے اور صرف ایک شعلہ ہے جو ایندھن کی طرح ختم ہو جاتا ہے۔

ف٢ گر نگشتے۔ اگر انسانی جان آتشِ شہوت اور غضب کا ایندھن نہ بنے تو وہ خوب پھلے پھولے خود بھی منور بنے اور دوسروں کو بھی منور بنائے۔ باد۔ مولانا آتشِ غضب و شہوت کے فانی ہونے کو یعنی آتش کے فانی ہونے سے سمجھاتے ہیں کہ یہ دنیا کی آگ کرۂ آتش کا پرتو ہے، پرتو اور سایہ ناپائیدار ہوتا ہے۔ عینِ آں یعنی کرۂ آتش۔

ف٣ قامتِ تو۔ اس دنیا کی آگ کا آتش کرہ کا پرتو اور ناپائیدار ہونا اسی طرح سمجھو جیسا کہ انسان کا قد اور اس کا سایہ۔ عکسہا۔ پرتو اور سایے اصل کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ چوں۔ مولانا کی مثنوی پر کچھ لوگوں نے اعتراضات کئے یہاں سے مولانا اس کی طرف رخ کرتے ہیں۔ فتنہ۔ اعتراضات کا فتنہ۔ چوں مراتب۔ مثنوی کے عالی مضامین تک لوگوں کی رسائی نہیں ہے اسلئے جنگ و جدل

گفتگو بسیار شد خاموش شدم ¹	مسئلہ تسلیم کردم تن زدم
بیان بہت ہو گیا، میں چپ ہو گیا	میں نے بات مان لی، میں خاموش ہو گیا
در تو گوئی موجبِ فتنہ چہ بود	باز گویم گوش کن چوں غم فزود
اگر تو کہے کہ فتنے کا سبب کیا تھا؟	چونکہ غم بڑھا ہوا ہے میں پھر بتاتا ہوں اسن

ذکرِ خیالِ بد اندیشیدیِ قاصر فہماں

کم سمجھ لوگوں کی بد اندیشی کے خیال کا ذکر

پیش ازاں کایں قصہ تا مخلص رسد	دود و گندے آمد از اہلِ حسد
اس سے پہلے ہی کہ یہ قصہ خاتمے تک پہنچے	حاسدوں کی جانب سے دھواں اور بدبو پیدا ہوگی
من نمی رنجم ازیں لیک ایں لگد ²	خاطرِ سادہ دلے را پے کند
میں اس سے رنجیدہ نہیں ہوتا ہوں لیکن یہ دولتی	کسی سادہ دل کی طبیعت کا پیچھا کرے گی
خوش بیاں کرد آں حکیمِ غزنوی	بہرِ محجوباں مثالِ معنوی
اس غزنوی دانا نے بہت اچھی بات کہی ہے	منکروں کے لئے، ایک باسعنیٰ مثال
کہ ز قرآں گر نہ بیند غیرِ قال	ایں عجب نبود ز اصحابِ ضلال
کہ اگر قرآن میں سوائے لفظوں کے کچھ نہ دیکھیں	تو گمراہوں سے یہ تعجب کی بات نہیں ہے
کز شعاعِ آفتابِ پُر ز نور	غیرِ گرمی می نیابد چشمِ کور
کیونکہ نور سے بھرے ہوئے سورج کی شعاعوں سے	اندھی آنکھ گرمی کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتی
خر بطے ناگاہ از خر خانۂ ³	سر بروں آورد چوں طعانۂ
گدھوں کے طویلے سے ایک احمق نے اچانک	طعنہ باز کی طرح سر ابھارا
کایں سخن پست است یعنی مثنوی	قصۂ پیغمبر است و پیروی
یہ بات یعنی مثنوی گھٹیا بات ہے	پیغمبر اور (انکی) پیروی کا قصہ ہے
نیست ذکر و بحثِ اسرارِ بلند	کہ دوانند اولیا زاں سو سمند
بلند اسرار کی بحث اور ذکر نہیں ہے	کہ اولیاء اُس طرف گھوڑا دوڑائیں
از مقاماتِ تبتّل تا فنا	پایہ پایہ تا ملاقاتِ خدا
خلوت سے فنا تک کے مقامات	درجہ بدرجہ، اللہ تعالیٰ سے ملاقات تک
شرح و حدِ ہر مقام و منزلے	کہ بہ پر زو بر پرد صاحبدلے
ہر مقام اور ہر منزل کی شرح، اور حد ابوتی،	تاکہ پروں کے ذریعہ صاحبِ دل اس سے اڑ

¹ گفتگو یعنی اعتراضات اور جوابات۔ غم فزود۔ چونکہ مجھے طبعاً بہت افسوس ہے اس لئے فتنہ کا سبب بیان کرنے پر مجبور ہوں ورنہ خاموشی اختیار کر لیتا کایں قصہ یعنی مسجد کے مہمان کا قصہ۔

² من نمی رنجم۔ مجھے معترضین پر عقلاً کوئی رنج نہیں ہے لہٰذا میں جواب نہ دیتا لیکن یہ خیال ہے کہ اگر جواب نہ دونگا تو معترضین کی دولتیاں سادہ دل لوگوں کو گمراہ کر دیں گی۔ حکیم غزنوی۔ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ محجوباں۔ وہ لوگ جو نورِ معرفت سے محروم ہیں ... کز قرآں یعنی گمراہوں کی بھی محض قرآن کے لفظوں تک ہے۔ کز شعاع۔ ان کی مثال چمگادڑ کی سی ہے جو سورج کے نور سے محروم ہے اور صرف گرمی کا احساس کرتی ہے۔

³ خر بطہ۔ بڑی بطخ، احمق۔ طعانہ یعنی طعن کرنے والا۔ کہ دوانند۔ اس میں اصحابِ معرفت کی توجہ کی کوئی چیز نہیں ہے۔ از مقامات۔ یعنی مثنوی میں ابواب اور فصول قائم کر کے تصوف کے مراتب کا ذکر ہونا چاہیئے تھا اور سالک کیلئے ہر منزل اور مقام کی نشاندہی ہونی چاہیئے تھی۔ تبتّل۔ لوگوں سے انقطاع۔ خلوت۔

جملہ[1] سر تا سر فسانہ است و فسوں — کودکانہ قصہ بیرون و درون

سب سراسر افسانہ اور گورکھ دھندا ہے — اندر، اور باہر سے بچگانہ قصہ

چوں کتاب اللہ بیامد ہم بر آں — ایں چنیں طعنہ زدند آں کافراں

جب اللہ کی کتاب آئی، اُس پر بھی — اُن کافروں نے اس طرح کے طعنے دیئے

کہ اساطیر ست و افسانہ نژند — نیست تحقیقے و تعمیقے بلند

کہ پرانی کہانیاں ہیں اور افسانہ ہے — کوئی تحقیق، اور بلند گہرائی نہیں ہے

کودکان خرد فہمش می کنند — نیست جز امر[2] پسند و ناپسند

اُس کو بھولے بچے سمجھ لیتے ہیں — (اس میں) پسندیدہ اور ناپسندیدہ احکام کے سوا کچھ نہیں ہے

ذکر آدمؑ گندم و ابلیس و مار — ذکر ہودؑ و باد و ابراہیمؑ و نار

آدمؑ، گیہوں، شیطان اور سانپ کا ذکر ہے — ہودؑ، اور ہوا اور ابراہیمؑ اور آگ کا ذکر ہے

ذکر نوحؑ و کشتی و طوفان تن — ذکر کنعان و سر از خط تافتن

نوحؑ، کشتی اور جسم کے طوفان کا ذکر ہے — کنعان اور حکم سے مُنہ موڑنے کا ذکر ہے

ذکر اسمٰعیلؑ و ذبح و جبرئیلؑ — ذکر قصد کعبہ و اصحاب فیل

اسماعیلؑ، ذبح اور جبرئیلؑ کا ذکر ہے — کعبے کے ارادے اور ہاتھی والوں کا ذکر ہے

ذکر یوسفؑ ذکر زلف پر خمش — ذکر یعقوبؑ و زلیخا و غمش

یوسفؑ کا ذکر ہے، اُنکی بل کھائی ہوئی زلف کا ذکر ہے — یعقوبؑ اور زلیخا اور اس کے غم کا ذکر ہے

ذکر بلقیس و سلیمانؑ و سبا — ذکر داؤدؑ و زبور و اوریا

بلقیس، اور سلیمانؑ، اور سبا کا ذکر ہے — داؤدؑ، اور زبور، اور اوریاؑ کا ذکر ہے

ذکر طالوت و شعیبؑ و صوم او — ذکر یونسؑ ذکر لوطؑ و قوم او

طالوت اور شعیبؑ اور اُس کے روزے کا ذکر ہے — یونسؑ کا ذکر ہے، لوطؑ اور اُنکی قوم کا ذکر ہے

ذکر حمل مریمؑ و نخل و مخاض — ذکر زکریاؑ و یحییٰؑ و ریاض

مریمؑ کے حمل، کھجور، اور دردِ زہ کا ذکر ہے — زکریاؑ، اور یحییٰؑ اور باغوں کا ذکر ہے

ذکر صالحؑ، ناقہ و تقسیم آب — ذکر ادریسؑ و مناجات و جواب

صالحؑ (اُنکی) اونٹنی اور پانی کی تقسیم کا ذکر ہے — ادریسؑ اور اُنکی سرگوشی اور جواب کا ذکر ہے

ذکر الیاسؑ و عزیرؑ و موت او — ذکر قارون و زمیں رفتن فرد

الیاسؑ، اور عزیرؑ اور اُنکی موت کا ذکر ہے — قارون کا اور زمین میں دھنسنے کا ذکر ہے

[1] جملہ۔ معترضین نے کہا کہ اس مثنوی میں تو صرف قصے اور کہانیاں ہیں اور یہ مثنوی ظاہری و باطنی اعتبار سے طفلانہ قصوں سے لبریز ہے۔ چوں کتاب اللہ۔ معترضین نے قرآن پر بھی اسی طرح کے اعتراضات کئے تھے کہ وہ محض پہلے قصے ہیں ایسی کوئی بلند پایہ مضمون نہیں ہے۔

[2] امر پسند۔ یعنی حلال و حرام۔ تافتن۔ یعنی اُن کی حکم عدولی کا بیان۔ ذکر۔ یعنی قرآن میں اُن چیزوں کا ذکر ہے جو آئندہ تیرہ شعروں میں مذکور ہیں۔

ذکرِ ایوبؑ و صبوری دَر بلا
ایوبؑ اور مصیبت میں (ان کے) صبر کرنے کا ذکر ہے

ذکرِ اسرائیلیاں دَر تیہ لَا
بنجر تیہ میں اسرائیلیوں کا ذکر ہے

ذکرِ موسیٰؑ و شجر طور و عصا
موسیٰؑ اور درخت، طور اور عصا کا ذکر ہے

خَلعِ نعلین و خطاباتِ عطا
جوتے آتارنے، اور خطابات اور بخشش کا ذکر ہے

ذکرِ عیسیٰؑ و عُروجش بر سَما
عیسیٰؑ، اور اُن کے آسمان پر چڑھنے کا ذکر ہے

ذکرِ ذُوالقرنین و خضرؑ و اَرمیا
ذوالقرنین، اور خضر اور اُرمیا کا ذکر ہے

ذکرِ فضلِ احمدؐ و خُلقِ عظیم
احمدؐ کی فضیلت اور اُنکے بلند اخلاق کا ذکر ہے

کہ قمر از مُعجز آتش شُد دو نیم
کہ چاند اُن کے معجزے سے دو ٹکڑے ہو گیا

ظاہرست[1] و ہر کسے پے می بَرد
(یہ سب) ظاہر ہے اور ہر شخص جانتا ہے

کُو بیاں کہ گم شوَد در وَے خِرد
وہ بیان کہاں ہیں جن میں عقلیں گم ہو جائیں؟

گفت اگر آساں نماید ایں بتو
فرمایا، اگر تجھے یہ آسان نظر آتا ہے

اینچنیں یک سورہ گو اے سخت گو
اے بھاری بات کرنے والے ایسی ایک سورت کہہ دے

جِنیان و اِنسیان و اہلِ کار
جن، اور انسان، اور ہر کام کے لوگ

گو یکے آیت ازیں آساں بیار
کہہ دے اس آسان کی ایک آیت لے آئیں

تفسیرِ حدیثِ اِنَّ لِلْقُراٰنِ ظَهْرًا وَّبَطْنًا وَلِبَطْنِهٖ بَطْنٌ اِلٰى سَبْعَةِ اَبْطُنٍ

اِس حدیث کی تفسیر کہ قرآن کا ظاہر اور باطن ہے اور اُس کے باطن کا باطن ہے، سات باطنوں تک

حَرفِ قرآں را بداں کہ ظاہر ست
سمجھ لے کہ قرآن کے لفظ (اُس کا) ظاہر ہیں

زیرِ ظاہر باطنے بس قاہر ست
(اور) ظاہر کے نیچے ایک مضبوط باطن ہے

زیرِ آں باطن یکے بطنِ دِگر
اُس باطن کے نیچے ایک دوسرا باطن ہے

خیرہ[2] گردد اَندر و فکر و نظر
جس میں فکر و نظر حیران ہو جاتی ہے

زیرِ آں باطن یکے بطنِ سوم
اُس باطن کے نیچے ایک تیسرا باطن ہے

کہ درو گردد خردہا جملہ گم
کہ اُس میں تمام عقلیں گم ہو جاتی ہیں

بطنِ چارم از نبی خود کس ندید
قرآن کا چوتھا باطن کسی نے نہیں دیکھا

جُز خدائے بے نظیر و بے ندید
لاثانی اور لاشریک خدا کے سوا

---

[1] ظاہرست۔ یہ ساری باتیں سب کو معلوم ہیں قرآن میں وہ مضامین کہاں ہیں جن سے عقلیں دنگ ہو جائیں۔ گفت۔ معترضوں کے جواب میں قرآن نے کہا ہے کہ اگر قرآن تمہیں ایسا ہی آسان نظر آتا ہے تو تمام جن و انس اور دیگر مددگار ملکر ایک آیت قرآن جیسی بنا لاؤ۔

اِنَّ لِلْقُراٰن۔ قرآن کا ایک تو لفظی ترجمہ اور معنیٰ ہیں پھر ان معنیٰ میں معنیٰ ہیں اسی طرح تہ در تہ سات معنیٰ تک یہ سلسلہ ہے اِن معانی کے کچھ مرتبوں تک فہم و فراست کے تفاوت کے اعتبار سے مجتہدین اور علماء کی پہنچ ہے اور کچھ مراتب سے صرف علم اللہ کا تعلق ہے واضح رہے کہ اسرار و حکم کے بیان میں وہی معنیٰ معتبر ہونگے جو الفاظِ قرآنی اور ظاہر کے خلاف نہ ہوں۔

[2] خیرہ گردد۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ایسے اسرار تک پہنچ جاتے تھے کہ دوسرے صحابہ اُن میں حیران ہو جاتے تھے بطنِ سوم۔ معانی کی اِس تہ میں سب کی عقلیں گم ہو جاتی ہیں۔ بطنِ چہارم۔ معانی کی چوتھی منزل تک عقل انسانی کی رسائی نہیں ہے۔

ہمچنیں تا ہفت بطن اے ذوالکرم — می شمر تو زیں حدیثِ[1] مُعتصم

اے بھلے! اسی طرح سات باطن تک — تو اس محفوظ حدیث سے گن لے

تو ز قرآں اے پسر ظاہر مبیں — دیو آدمؑ را نہ بیند جز کہ طیں

اے بیٹا! تو قرآن کے (صرف) ظاہر کو نہ دیکھ — شیطان نے آدمؑ کو سوائے مٹی کے کچھ نہ دیکھا

ظاہرِ قرآں چو شخصِ آدمی ست — کہ نقوشش ظاہر و جانش خفی ست

قرآن کا ظاہر آدمی کے وجود کی طرح ہے — کہ اُسکے نقش ظاہر ہیں اور اُس کی روح پوشیدہ ہے

مردرا صد سال عمّ و خالِ او — یک سرِ موئے نہ بیند حالِ او

سَو سال تک انسان کے چچا، اور ماموں — اُس کی حالت کا بال برابر نہیں دیکھ سکتے ہیں

بیان[2] آنکہ رفتنِ انبیاء و اولیاء علیہم السّلام بکوہہا و غارہا جہتِ پنہاں کردنِ خویش نیست و جہتِ خوف و تشویشِ خلق نہ بلکہ جہتِ ارشادِ خلق ست و راہ نمودن و تحریضِ انقطاع از دنیا بقدرِ ممکن

اِس کا بیان کہ انبیاء اور اولیاء علیہم السّلام کا پہاڑوں اور غاروں میں جانا اپنے آپ کو پوشیدہ کرنے کیلئے ہے، اور نہ مخلوق کے پریشان کرنے، اور ڈر کی وجہ سے ہے بلکہ دنیا سے بقدرِ امکان منقطع رہنے کے بارے میں لوگوں کی ہدایت، اور راہنمائی، اور برانگیختہ کرنے کیلئے ہے

آنکہ گویند اولیا در کُہ بُوَند — تا ز چشمِ مردماں پنہاں شوند

لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اولیا پہاڑوں میں ہوتے ہیں — تاکہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہیں

پیشِ خلق ایشاں فرازِ صد کُہ اند[3] — گامِ خود بر چرخِ ہفتم می نہند

مخلوق کے سامنے (رہتے ہوئے بھی) وہ سَو پہاڑوں کی (بلندی پر ہیں) — اپنا قدم ساتویں آسمان پر رکھتے ہیں

پس چرا پنہاں شود کُہ جو بود — کو ز صد دریا و کُہ آں سو بود

تو کیوں چھپے، پہاڑوں کو کیوں تلاش کرے — وہ جو سَو دریاؤں اور پہاڑوں سے اُدھر ہو

حاجتش نبود بسوئے کُہ گریخت — کز پئش کُرہ فلک صد نعل ریخت

اُسکو پہاڑوں کی جانب بھاگنے کی کوئی ضرورت (نہیں ہے) — جسکے پیچھے (بھاگنے میں) آسمان پھیرے نے سینکڑوں نعل توڑ دیئے ہیں

چرخ گردید و ندید او گردِ جاں — تعزیت جامہ بپوشید آں کماں

آسمان گھوما اور اُس نے روح کی گرد (بھی) نہ دیکھا — اُس وقت اُس نے ماتمی لباس پہن لیا

---

[1] حدیثِ مُعتصم۔ یہی حدیث جو عنوان میں مذکور ہے اور جو غلطی سے محفوظ ہے۔ تو ز قرآں۔ قرآن محض الفاظ کو نہ سمجھو بلکہ قرآن اُن تہ بہ تہ معانی اور الفاظ کا مجموعہ ہے۔ دیو۔ محض ظاہر پر نظر کرنا شیطانی کام ہے۔ ظاہرِ قرآں۔ قرآن کے الفاظ اور اُن میں پوشیدہ معانی کی مثال انسان کی صورت اور اُس کے باطنی اور روحانی اوصاف کی سی سمجھو۔ مرد را۔ ایک انسان خواہ وہ تمہارا کتنا ہی قریبی عزیز ہو تم اُس کے باطنی اوصاف سے غافل رہتے ہو۔

[2] بیان۔ مولانا نے یہ سمجھایا کہ باوجود قرب کے انسان کے باطنی احوال عوام سے مخفی رہتے ہیں تو اب اس خیال کی تغلیط کرتے ہیں کہ اولیاء اپنے آپ کو چھپانے کے لئے جنگلوں اور پہاڑوں میں چلے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی خلوت نشینی اپنے آپ کو چھپانے کے لئے نہیں ہے اُن کے اوصاف تو بہر حال عوام پر چھپے رہتے ہیں بلکہ لوگوں کو ترکِ دنیا کی تعلیم دینے کے لئے ہے۔

[3] کُہ۔ کوہ، پہاڑ۔ فرازِ صد کُہ۔ یعنی اولیاء عوام میں رہتے ہوئے بھی اُن سے سَو پہاڑوں کی بلندی پر ہیں اُن کے اوصاف تک عوام کی پہنچ کہاں ہے۔ پس۔ جبکہ اُن میں اور عوام میں سینکڑوں پہاڑوں اور دریاؤں کی دُوری ہے تو اُن کو چھپنے کی کیا ضرورت ہے۔ کز پئش۔ اُن کے بلند مقام تک تو آسمان کی تگ و دو بھی نہیں ہے۔ تعزیت۔ شاعرانہ تخیل ہے کہ آسمان نے کالا، نیلا لباس اسی غم میں پہنا ہے کہ وہ اولیاء کے مراتب تک نہ پہنچ سکا۔

گر بظاہر[1] آں پری پنہاں بُود — آدمی پنہاں تر از پریاں بُود

اگرچہ بظاہر، پری پوشیدہ ہوتی ہے — آدمی پریوں سے زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے

نزدِ عاقل زاں پری کہ مُضمرست — آدمی صد بار خود پنہاں ترست

عقلمند کے نزدیک اُس پری سے جو پوشیدہ ہے — آدمی سَو گنا زیادہ پوشیدہ ہے

آدمی نزدیکِ عاقل چوں خفی ست — چوں بُود آدم کہ در غیب او صفی ست

جبکہ عقلمند کے نزدیک آدمی پوشیدہ ہے — تو اُن آدم کا کیا حال ہوگا جو عالمِ غیب کے برگزیدہ ہیں؟

تشبیہ[2] صورتِ اولیاء وصورتِ کلامِ اولیاء بصورتِ عصائے موسیٰ ع وصورتِ فسونِ عیسیٰ ع

اولیاء کی صورت اور اولیاء کے کلام کی صورت کی تشبیہ حضرت موسیٰ ع کے عصا اور حضرت عیسیٰ ع کے دم کرنے کی صورت سے

آدمی ہمچو عصائے موسیٰ ست — آدمی ہمچوں فسونِ عیسیٰ ست

آدمی (حضرت) موسیٰ ع کے عصا کی طرح ہے — آدمی (حضرت) عیسیٰ ع کے دَم کرنے کی طرح ہے

در کفِ حق بہرِ داد و بہرِ زین — قلبِ مؤمن ہست بین الاصبعین

عطا اور زینت کیلئے اللہ (تعالیٰ) کے ہاتھ میں — مُومن کا دل، دو انگلیوں کے درمیان ہے

ظاہرش چوبے ولیکن پیشِ او — کون یک لقمہ چو بکشاید گلو

اُس کا ظاہر لکڑی ہے، لیکن اُس کے سامنے — جب وہ منہ کھولے، عالم ایک لقمہ ہے[3]

تو مبیں از افسونِ عیسیٰ حرف و صوت — آں بہیں کز وے گریزاں گشت موت

(حضرت) عیسیٰ ع کے دَم کرنے میں تو حرف اور آواز کو نہ دیکھ — یہ دیکھ کہ اُس سے موت بھاگ گئی ہے

تو مبیں از افسونش آں لہجاتِ پست — آں نگر کہ مُردہ برجست و نشست

اُن کے دَم کرنے میں تو دھیمے لہجے کو نہ دیکھ — یہ دیکھ کہ مُردہ کُودا اور بیٹھ گیا

تو مبیں مر آں عصا را سہل یافت — آں بہیں کہ بحرِ اخضر را شگافت

تو اُس عصا کو آسانی سے حاصل ہو جانیوالا نہ دیکھ — یہ دیکھ کہ اُس نے بحرِ اخضر کو چیر دیا

تو ز دوری دیدۂ چترِ سیاہ — یک قدم یا پیش نہ بنگر سپاہ

تو نے دُور سے سیاہ چھتر دیکھا ہے — ایک قدم آگے رکھ، لشکر کو دیکھ

تو ز دوری می نہ بینی جز کہ گرد — اندکے پیش آ ببیں در گرد مرد

تو دُوری سے سوائے گرد کے کچھ نہیں دیکھتا ہے — تھوڑا سا آگے آ، گرد میں مرد کو دیکھ

---

[1] گر بظاہر: پری تو ظاہر میں بھی انسانوں کی نظر سے پوشیدہ ہے تو اسکے اوصاف کا پوشیدہ رہنا اس قدر تعجب خیز نہیں ہے جسقدر انسانوں کے اوصاف کا پوشیدہ رہنا کیونکہ وہ نگاہوں سے پوشیدہ بھی نہیں ہیں۔ آدمی۔ جب عام آدمیوں کے اوصاف تک پہنچنا دشوار ہے تو حضرت آدم ع کے اوصاف تک کیسے پہنچا جاسکتا ہے

[2] تشبیہ۔ اولیاء اور اولیاء کے کلام کو حضرت موسیٰ کا عصا اور حضرت عیسیٰ ع کا پھونک مارنا سمجھو جو بظاہر معمولی چیزیں تھیں لیکن انکے باطنی کمال و اوصاف حیرت انگیز تھے۔ در کفِ حق۔ حدیث شریف ہے اِنَّ قُلُوبَ بَنِیْ آدَمَ کُلَّھَا بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ کَقَلْبٍ وَاحِدٍ یُصَرِّفُہٗ کَیْفَ یَشَاءُ یقیناً تمام بنی آدم کے قلوب ایک قلب کیطرح اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے پلٹتا ہے یعنی جس طرح عصائے موسیٰ اور دمِ عیسیٰ میں حضرت حق تعالیٰ کے خاص تصرفات ہیں ایسے ہی مومن کے دل پر بھی حضرت حق تعالیٰ کے خصوصی تصرفات ہیں۔

[3] موت۔ حضرت عیسیٰ ع کے پھونکنے سے مُردہ زندہ ہو جاتا تھا۔ سہل یافت۔ یعنی یہ نہ سمجھ کہ معمولی لکڑی ہے آسانی سے حاصل ہو جائیگی شگافت۔ حضرت موسیٰ ع کے عصا کی ضرب سے نیل دو ٹکڑوں میں بٹ گیا

دیدہ ہا را گردِ او روشن کند — کوہہا را مردیِ او بر کند
اُس کی گرد آنکھوں کو روشن کر دیتی ہے — اُس کی بہادری پہاڑوں کو اُکھاڑ دیتی ہے

چوں بر آمد موسیٰ از اقصائے دشت — کوہِ طور از مقدمش رقاص گشت
جب (حضرت) موسیٰؑ جنگل کے آخر سے برآمد ہوئے — اُن کی تشریف آوری سے کوہِ طور رقص کرنے لگا

تفسیرِ قولہٖ تعالیٰ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَہٗ وَالطَّیْرَ

اللہ تعالیٰ کے قول "اے پہاڑو اور پرندو اُس کے ساتھ جوابی بنو" کی تفسیر

رُوئے داؤدؑ از فرش تاباں شدہ — کوہہا اندر پئیش نالاں شدہ
(حضرت) داؤدؑ کا چہرہ اُس (اللہ) کی شان سے روشن ہوا — پہاڑ اُن کے پیچھے روئے

کوہ با داؤدؑ گشتہ ہمرہے — ہر دو مطرب مستِ درِ عشقِ شہے
پہاڑ (حضرت) داؤدؑ کے ساتھی بنے — دونوں گانے والے شاہ کے عشق میں مست تھے

یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ امر آمدہ — ہر دو ہم آواز و ہم پردہ شدہ
اے پہاڑو! جوابی بنو، کا حکم آیا — دونوں ہم آواز اور ہم ساز ہو گئے

گفت داؤدا تو ہجرت دیدۂ — بہرِ من از ہمدماں ببریدۂ
(اللہ نے) فرمایا اے داؤدؑ تو نے ہجر دیکھا ہے — میرے لئے تو ساتھیوں سے کٹا ہوا ہے

اے غریبِ فردِ بے مونس شدہ — آتشِ شوق از دلت شعلہ زدہ
اے اکیلے مسافر! تو بے یار بنا ہے — تیرے دل سے شوق کی آگ بھڑکی ہے

مطرباں خواہی و قوال و ندیم — کوہہا پیشت آرد آں قدیم
تو گویے، اور قوال اور ہم مجلس چاہتا ہے — وہ قدیم (اللہ) تیرے سامنے پہاڑوں کو لاتا ہے

تا کہ قوالی و سرنائی کنند — جملہ پیشت بادپیمائی کنند
تاکہ وہ (تیرے لئے) قوالی اور شہنائی بجائیں — سب تیرے سامنے نغمہ سرائی کریں

تا بدانی نالہ چوں کہ را رواست — بے لب و دنداں ولی را نالہاست
تاکہ تو سمجھ لے کہ جب پہاڑ کا نالہ ہو سکتا ہے — تو ولی کے نالے بغیر ہونٹ اور دانتوں کے ہیں

نغمۂ اجزائے آں صافی جسد — ہر شبے در گوشِ حِسّش میرسد
اُس صاف جسم کے اجزاء کا نغمہ — ہر رات کو اُس کے حِس کے کان میں پہنچتا ہے

ہمنشیناں نشنوند او بشنود — اے خنک جاں کو بغیبش بگرود
ہمنشین نہیں سنتے، وہ سنتا ہے — وہ جان قابلِ مبارکباد ہے جو اُسکی نادیدہ باتوں کی گرویدہ ہو

۱ دیدہا۔ اُن کے باطنی اوصاف ایسے ہیں کہ اُن کی گرد بھی آنکھوں کو روشن کر دیتی ہے اور اُن کی ہمت مردانہ پہاڑوں کو ہلا دیتی ہے۔ چوں۔ حضرت موسیٰؑ کے قدوم میمنت لزوم سے کوہِ طور رقص کرنے لگا تھا۔ یاجبال۔ حضرت داؤدؑ کے بارے میں پہاڑوں اور پرندوں کو حکم ہوا تھا کہ وہ اُن کے ہم نغمہ بنیں۔

۲ ہر دو۔ حضرت داؤدؑ اور پہاڑ اللہ کے عشق میں ہم نغمہ بن گئے تھے۔ پردہ۔ راگ۔ گفت۔ حضرت حق تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ سے فرمایا تھا تو میرے فراق میں مبتلا ہے اور دوستوں سے جُدا ہے۔

۳ مطرباں۔ فراق کا غم دور کرنے کے لئے محفل اور قوالی کی ضرورت ہے لہٰذا میں پہاڑوں میں یہ کیفیت پیدا کئے دیتا ہوں۔ سرنائی۔ سورنائی یعنی خوشی کی نے، شہنائی۔ بادپیمائی چونکہ مزامیر میں پھونک سے آواز پیدا ہوتی ہے لہٰذا اُس کے بجانے کو بادپیمائی کہا جاتا ہے۔ تابدانی۔ پہاڑوں کو نالے میں مبتلا کرنے میں یہ بھی حکمت ہے کہ تم یہ سمجھ لو کہ بے لب و دنداں بھی نالہ ہوتا ہے جو اولیا کرتے ہیں۔ نغمہ۔ اولیاء کے دل کے نالوں کو اُنکے کان سنتے ہیں تم نہیں سن سکتے لیکن اُن کی اِس کیفیت پر یقین کرنا

بقیہ حاشیہ

بنگرد[1] در نفسِ خود صد گفتگو ۔۔۔ ہمنشینِ او نبردہ ہیچ بو
وہ اپنے نفس میں سیکڑوں گفتگوئیں دیکھتا ہے ۔۔۔ (اور) اُس کے ہمنشین کو کچھ پتہ نہیں ہے

صد سوال و صد جواب اندر دلت ۔۔۔ میرسد از لامکاں تا منزلت
تیرے دل میں سیکڑوں سوال اور سیکڑوں جواب ۔۔۔ لامکان سے تیرے مقام تک پہنچتے ہیں

بشنوی تو نشنود زاں گوشہا ۔۔۔ گر بنزدیکِ تو آرد گوش را
تو سنتا ہے، وہ اُن کانوں سے نہیں سنتا ۔۔۔ اگرچہ وہ کانوں کو تیرے قریب لے آئے

گیرم اے کر خود تو آں را نشنوی ۔۔۔ چوں مثالش دیدۂ چوں نگروی
اے بہرے! میں مانتا ہوں تو اُسکو نہیں سنتا ہے ۔۔۔ جب تو نے اُسکی ایک مثال دیکھ لی گرویدہ کیوں نہیں ہوتا

جوابِ طعنہ زنندہ بر مثنوی از قصورِ فہمِ خود

اپنی سمجھ کی کوتاہی کی وجہ سے مثنوی پر اعتراض کرنے والوں کا جواب

اے سگِ طاعن تو عو عو[2] میکنی ۔۔۔ طعنِ قرآں را بروں شومی کنی
اے طعنہ دینے والے کتے! تو بھوں بھوں کرتا ہے ۔۔۔ قرآن پر طعنہ کے لئے راستہ بناتا ہے

ایں نہ آں شیر است کز وے جاں بری ۔۔۔ یا ز پنجۂ قہرِ او ایماں بری
یہ وہ شیر نہیں ہے جس سے تو جان بچا سکے ۔۔۔ یا اُس کے غضب کے پنجہ سے ایمان کو بچا سکے

تا قیامت میزند قرآں ندا ۔۔۔ اے گروہِ جہل را گشتہ فدا
قیامت تک کے لئے قرآن آواز دے رہا ہے ۔۔۔ اے نادانی پر فدا، گروہ!

مر مرا افسانہ می پنداشتید ۔۔۔ تخمِ طعن و کافری می کاشتید
تم نے مجھے ایک افسانہ سمجھا ۔۔۔ طعنے اور کفر کا بیج بو رہا ہے

خود بدیدید آنکہ طعنہ می زدید ۔۔۔ کہ شما فانی و افسانہ بدید
تم جو طعنہ زنی کرتے تھے تم نے خود دیکھ لیا ۔۔۔ کہ تم خود فنا ہونے والے اور افسانہ بن گئے

من[3] کلامِ حقم و قائم بذات ۔۔۔ قوتِ جانِ جان و یاقوتِ زکات
میں اللہ کا کلام اور (اللہ کی) ذات سے قائم ہوں ۔۔۔ روح کی روح کی غذا اور پاک یاقوت ہوں

نورِ خورشیدم فتادہ بر شما ۔۔۔ لیک از خورشید ناگشتہ جدا
میں سورج کا نور ہوں، جو تم پر پڑ رہا ہے ۔۔۔ لیکن سورج سے جدا نہیں ہوا ہے

نک منم ینبوعِ آں آبِ حیات ۔۔۔ تا رہانم عاشقاں را زیں ممات
یہ میں، اس آبِ حیات کا چشمہ ہوں ۔۔۔ تاکہ عاشقوں کو اس موت سے نجات دیدوں

---

[1] بنگرد۔ اولیاء کے روحانی مکالمات جاری رہتے ہیں۔ پاس بیٹھنے والے اُن سے بے خبر رہتے ہیں۔ لامکاں۔ عالم غیب۔ زاں گوشہا۔ روحانی مکالمہ حسی کانوں سے نہیں سنا جا سکتا۔ گیرم۔ عوام بہرے ہیں جو اُن کو نہیں سنتے ہیں لیکن جبکہ وہ مختلف کرامات دیکھ چکے ہیں تو اُن کو اُن کا معتقد ہو جانا چاہیے۔

[2] عو عو۔ کتے کے بھونکنے کی آواز۔ طعنِ قرآں۔ یعنی مثنوی جو کہ بزبان پہلوی قرآن ہے اُس پر اعتراض دراصل قرآن پر اعتراض ہے لیکن براہِ راست قرآن پر اعتراض کرنے کی ہمت نہیں اسلئے بجائے اس کی یہ صورت اختیار کی گئی ہے کہ مثنوی پر اعتراضات کئے جائیں۔ برتھی شو بگسل، گریزگاہ۔ اِتی۔ لیکن قرآن پر اعتراض کرنا آسان بات نہیں ہے یہ سر بسر کفر ہے۔ تا قیامت۔ قیامت تک یعنی قرآن کا اعلان ہے کہ قرآن کو افسانہ اور اساطیر کہنے والے خود تباہ و برباد ہونگے اور اُن کا وجود خود افسانہ بنکر رہ جائے گا۔

[3] من حق۔ کلام اللہ کی ذاتی صفت ہے جو ذاتِ باری کے ساتھ قائم ہے۔ نورِ خورشید۔ ذاتِ خداوندی بمنزلہ سورج کے اور صفات بمنزلہ نور کے ہیں جو سورج کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ ینبوع۔ چشمہ یعنی قرآن آبِ حیات کا ایسا سرچشمہ ہے کہ جو اس سے سیراب ہو جائیگا

گر چُنیاں گند، از تاں نیگختے — جُرعۂ بر گورِ تاں حق ریختے
اگر تمہاری حرص ایسی گندگی، نہ اچھالتی — (اللہ تعالیٰ) تمہاری قبر پر ایک گھونٹ بہا دیتا

نے بگیرم گفت و پندِ آں حکیم — دل نگردانم بہرِ طعنِ سقیم
نہیں! میں اُس دانا کا قول اور نصیحت اختیار کرتا ہوں — ہر کمزور طعنے کی وجہ سے دل نہیں پھیرتا ہوں

مثل زدن در رمیدن کُرۂ اسپ از خوردنِ آب بسببِ شخولیدنِ سائیساں

سائیسوں کے سیٹی بجانے سے گھوڑے کے بچھیرے کے پانی سے بھڑک جانے کی مثال دینا

آنکہ فرمودست او اندر خطاب — کُرّہ و مادر ہمی خوردند آب
جو گفتگو میں انھوں نے فرمایا — بچھیرا اور ماں پانی پی رہے تھے

می شخولیدند ہر دم آں نفر — بہرِ اسپاں کہ ہلا زیں آب خور
وہ جماعت ہر وقت سیٹی بجا رہی تھی — گھوڑوں کے لئے، کہ پانی کی طرف متوجہ رہو

آں شخولیدن بکُرّہ می رسید — سر ہمی برداشت وز خود می رمید
وہ سیٹی بجانا بچھیرے کو پہنچتا تھا — (وہ) سر اُٹھا لیتا تھا اور خود بخود بھاگتا تھا

مادرش پُرسید کاے کُرّہ چرا — می رمی ہر ساعتے زیں استقا
اُس کی ماں نے دریافت کیا اے بچھیرے! کیوں — تو پانی پینے سے ہر وقت بھاگتا ہے؟

گفت کُرّہ می شخولند ایں گروہ — ز اتفاقِ بانگِ شاں دارم شکوہ
بچھیرے نے کہا، یہ لوگ سیٹی بجاتے ہیں — مجھے ان کی آواز کے اکٹھا ہونے سے ڈر لگتا ہے

پس دلم می لرزد از جا می رود — ز اتفاقِ نعرہ خوفم می رسد
تو میرا دل لرزتا ہے، بے قابو ہو جاتا ہے — اُن کے نعروں کے ملنے سے مجھے ڈر لگتا ہے

گفت مادر تا جہاں بودست ایں — کار افزایاں بُدند اندر زمیں
ماں نے کہا، جب سے یہ دنیا (ایسی) ہے — فضول کام کرنے والے زمین میں ہوئے ہیں

ہیں تو کارِ خویش کن اے ارجمند — زود کایشاں ریشِ خود بر می کنند
اے اقبال مند! خبردار تو اپنا کام کر — عنقریب وہ خود اپنی داڑھی نوچیں گے

وقت تنگ و میرود آبِ فراخ — پیش از اں کز ہجر گردی شاخ شاخ
وقت تنگ ہے اور پانی تیزی سے جا رہا ہے — اِس سے پہلے کہ فراق میں تیرا جوڑ جوڑ (جدا) ہو جائے

---

۵۱ گر چُنیاں۔ اگر منکرین قرآن پر اعتراض نہ کرتے تو اُنکی قبروں پر بھی رحمت کا نزول ہوتا۔ آگے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ معترضین کے اعتراضات سے میں مثنوی لکھنا بند نہ کروں گا اور نہ اُنکی طرف توجہ دونگا۔ مثل۔ بچھیرے کو اُسکی ماں نے سمجھایا تھا کہ سیٹیوں سے نہ بدک پانی پینے میں مشغول رہ اِسی طرح میں اعتراضات سے قطع نظر کر کے اپنے کام میں لگا رہوں گا۔ آں یعنی حکیم سنائی غزنوی۔

۵۲ کُرّہ۔ بچھیرا جس پر سواری نہ کی جاتی ہو۔ شخولیدن سیٹی بجانا۔ بہر اسپاں۔ سائیس گھوڑوں کو پانی پلاتے وقت سیٹی بجاتے ہیں تاکہ وہ پانی پینے میں مشغول رہیں۔ آں یعنی سیٹی بجانے سے بچھیرا چونک کر پانی سے بھاگتا تھا۔ استقا۔ سیرابی حاصل کرنا۔

۵۳ کار افزا۔ کام کو پھیلاوے میں ڈالنے والے۔ بیکار کام کرنے والے۔ ریش کندن۔ اپنا نقصان کرنا، شرمندہ ہونا۔ آب فراخ۔ یعنی زندگی کی نہر۔ ہجر۔ یعنی موت کی وجہ سے تیرا جوڑ جوڑ جُدا ہو جائے۔

شہرہ کاریزے ست پُر آبِ حیات [1] — آب کش تا بر دہد از تو نبات
آبِ حیات سے بھری مشہور نہر ہے — پانی ڈال تاکہ تیرے پودے پھل دیں

آبِ خضرؑ از جوئے نُطقِ اولیا — می خوریم اے تشنۂ غافل بیا
اولیاء کی گفتگو کی نہر سے، خضر والا پانی — ہم پیتے ہیں، اے غافل پیاسے! آ جا

گر نہ بینی آب کورانہ بفن — سُوئے جو آور سبُو در جوئے زن
اگر تو اندھے پن سے پانی کو نہیں دیکھتا تدبیر کیساتھ — ٹھلیا نہر کی جانب لا (اور) نہر میں ڈبو دے

چوں شنیدی کاندریں جو آب ہست — کور را تقلید باید کار بست
جب تو نے سُن لیا، کہ اِس نہر میں پانی ہے — اندھے کو تقلید کو کام میں لانا چاہیئے

جُو فرو بر مُشک آب اندیش را — تا گراں بینی تو مُشک خویش را
پانی میں مشک کرنیوالی مشک کو نہر میں ڈبو دے — تاکہ تو اپنی مشک کو بھاری دیکھے

چوں گراں دیدی شوی مُستدِل — رَست از تقلیدِ خشک آں گاہ دل
جب تو بھاری دیکھے گا تو صاحب دلیل بنجائیگا — اُس وقت دل خشک تقلید سے نجات پا جائیگا

گر نہ بیند [2] کور آبِ جو عیاں — لیک داند چوں سبُو بیند گراں
اگرچہ اندھا نہر کے پانی کا مشاہدہ نہیں کرتا ہے — لیکن سمجھ لیتا ہے، جب ٹھلیا کو بھاری دیکھتا ہے

کہ ز جُو اندر سبُو آبے برفت — کایں سبک بُود و گراں شد ز آب زفت
کیونکہ نہر سے، ٹھلیا میں پانی پہنچ گیا — اس لئے کہ یہ ہلکی تھی، بھاری پانی سے بھاری ہو گئی

زانکہ ہر بادے مرا در می رُبُود — باد می نربایدم ثقلم فزود
کیونکہ ہر ہوا مجھے بہلا دیتی تھی — (اب) ہوا مجھے نہیں پھسلاتی ہے میرا بوجھ بڑھ گیا

مر سفیہاں را رُباید ہر ہوا — زانکہ نبُود شاں گرانی و قوی
بیوقوفوں کو ہر ہوا پھسلا دیتی ہے — کیونکہ اُن میں بھاری پن اور اچھی قوتیں نہیں ہوتی ہیں

کشتیِ [3] بے لنگر آمد مردِ شر — کہ ز بادِ کژ نیابد اُو حذر
شریر آدمی، بے لنگر کی کشتی ہے — کہ مخالف ہوا سے اُس کا بچاؤ نہیں ہوتا ہے

لنگرِ عقل ست عاقل را اماں — لنگرے دریوزہ کُن از عاقلاں
عقلمند کے لئے عقل کا لنگر (باعث) امن ہے — عقلمندوں سے لنگر مانگ لے

اُو مددہائے خرد چوں در ربُود — از خزینہ دُرِّ آں دریائے جُود
جب وہ عقل کی مددیں حاصل کر لیتا ہے — اُس سخاوت کے دریا کے موتیوں کے خزانے

---

[1] کاریز۔ بوزن خالیز پانی کی نالی کو کہتے ہیں جو اس طرح بنائی جاتی تھی کہ زمین میں سے پانی اِس کے ذریعے سے سطح زمین پر بہنے لگتا تھا اور باغوں اور کھیتوں کو سیراب کرتا تھا یہاں کاریز سے شیخ اور بزرگ مراد ہے۔ آبِ خضرؑ یعنی آبِ حیات۔ گر نہ بینی۔ اگر تجھے اُس ولی کی کوئی کرامت نظر نہیں آتی ہے تو بے دیکھے ہی تعلق پیدا کر لے پھر تجھے اُسکی بزرگی کا یقین آ جائیگا۔ اگر اندھے کو نہر کا پانی نظر نہ آئے تو اُس کو چاہیئے کہ اُس نہر میں ٹھلیا ڈبو کر دیکھے پانی سے بھر جائے گی تو پانی کے ہونے کا یقین آ جائیگا۔ از تقلید۔ پہلے تو اُس کا عمل محض دیکھا دیکھی تھا اب اُس کے دل کو یقین حاصل ہو جائیگا۔

[2] گر نہ بیند۔ اندھے کو ٹھلیا بھر جانے سے پانی کا یقین ہو جائے گا۔ زانکہ۔ اِس کو اپنا بھاری پن اور اپنی مشک کا بھرا ہوا ہونا اُس وقت معلوم ہوگا جب وہ دیکھے گا کہ نفسانی ہوا اُس کو نہیں اُڑا سکتی اور وہ بھاری بھرکم بنگیا۔ مر سفیہاں۔ جو لوگ بیوقوف ہیں اور بزرگوں سے فیضیاب نہیں ہیں اُنکی ٹھلیا ہلکی ہوتی ہے خواہش کی ہوا اُنکو اُڑائے پھرتی ہے۔

[3] کشتی۔ شیخ کا تعلق کشتی کے لنگر کی طرح ہے جو کشتی کو بادِ مخالف کیساتھ بہجانے سے روکتا ہے۔ از عاقلاں۔ چونکہ تجھ میں عقل کا لنگر نہیں ہے تو بزرگوں کی عقل

زیںؔ[1] چنیں امدادِ دل پُرفن شوَد — بجہد از دل چشم ہم روشن شوَد
اِس طرح کی مدد سے دل صاحبِ تدبیر ہوجاتا ہے — دل سے (آگے) بڑھتا ہے آنکھیں بھی روشن ہوجاتی ہیں

زانکہ نورُ از دل بریں دیدہ نشست — تا چو دل شُد دیدہ تو عاطل ست
کیونکہ نور دل سے اِن آنکھوں میں آتا ہے — جب دل ضائع ہوگیا، تیری آنکھ بیکار ہے

دل چو بَر انوارِ عقلی بر زنَد — زاں نصیبے ہم بدو دیدہ دہَد
جب دل عقلی نوروں پر قابو پالیتا ہے — وہ دونوں آنکھوں کو بھی اُس سے حصہ دیتا ہے

پس بدَاں کابِ مبارک ز آسماں — وحیِ دلہا باشد و صدقِ بیاں
پھر جان لے کہ آسمان سے بابرکت پانی — دلوں کی وحی اور بیان کی سچائی بنتا ہے

ما چو آں کُرّہ، ہم آبِ جُو خوریم — سُوئے آں وسواسِ طاعن ننگریم
ہم بھی اُس بچھیرے کی طرح نہر کا پانی پئیں گے — اِس طعنہ دینے والوں کے وسوسوں کی طرف نظر نہ کریں گے

پیروِؔ[2] پیغمبرانی رہ سپَر — طعنۂ خلقاں ہمہ بادی شمَر
تو پیغمبروں کا پیرو ہے، راستہ طے کر — لوگوں کے طعنہ کو بالکل ہوائی سمجھ

آں خداونداں کہ رہ طے کردہ اند — گوش با بانگِ سگاں کے کردہ اند
جن آقاؤں نے راستہ طے کیا ہے — انھوں نے کتوں کے بھونکنے پر کب کان دھرا ہے؟

باز گو کاں پاکباز و شیر مرد — اندراں مسجد چہ بنمودش چہ کرد
پھر بتا اُس پاکباز اور شیر مرد کو — اُس مسجد میں کیا نظر آیا، اُس نے کیا کیا؟

بقیۂ قصۂ مہمان و مسجدِ مہمان کُش

مہمان اور مہمان کو قتل کرنیوالی مسجد کے قصے کا بقیہ

خُفتہؔ[3] در مسجد خود اُو را خواب کو — مردِ غرقہ گشتہ چوں خسپد بجُو
وہ مسجد میں لیٹ گیا، اُس کو نیند کہاں — ڈوبا ہوا انسان، نہر میں کیسے سوئے

خوابِ مُرغ و ماہیاں باشد ہمے — عاشقاں را زیرِ غرقابِ غمے
پرندوں اور مچھلیوں کی نیند ہوتی ہے — عاشقوں کے لئے غم کے ڈباؤ پانی میں

نیم شب آواز باہولے رسید — کایم آیم بر سرت اے مُستفید
آدھی رات کو خوفناک آواز آئی — اے فائدہ مند! میں آتا ہوں میں آتا ہوں تیرے سر پر

پنج کرّت ایں چنیں آوازِ سخت — می رسیدُ دل ہمی شُد لخت لخت
اِس طرح کی سخت آواز پانچ مرتبہ — آئی اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا تھا

---

[1] زیں چنیں۔ یہ مدد پہلے دل کو حاصل ہوتی ہے پھر اُس سے آنکھیں مُستفید ہوتی ہیں۔ زانکہ۔ نورِ حسی اور نورِ باطنی کا اصالۃً تعلق دل سے ہوتا ہے اُس سے آنکھ میں منتقل ہوتا ہے اِس لئے جب حرکتِ قلب بند ہوجاتی ہے تو آنکھوں کی روشنی بھی ختم ہوجاتی ہے۔ پس بداں۔ تجلیاتِ رب کا نزول دل پر ہوتا ہے۔ ما چو۔ جبکہ آسمانی پانی کا نزول دل پر ہوتا ہے تو ہمیں اُس بچھیرے کی طرح پانی پینے میں لگا رہنا چاہیے اور مُعترضین کی سیٹیوں سے نہ بدکنا چاہیے۔

[2] پیرو۔ سالک پیغمبروں کا پیرو ہے تو جس طرح پیغمبروں نے طعنہ زنی کی وجہ سے اپنا کام نہیں چھوڑا سالک کو بھی نہ چھوڑنا چاہیے۔ بانگِ سگاں۔ یعنی مخالفوں کے اعتراضات۔

[3] خفتہ۔ یعنی وہ عاشق مسجد میں لیٹ گیا لیکن اُس کو نیند نہ آئی اِس لئے کہ وہ عشق میں ڈوبا ہوا تھا اور ڈوبے ہوئے کو نیند سے کیا واسطہ۔ خواب۔ عاشق کی نیند تو اِسی طرح کی ہے جیسے اُڑتے پرندے کی یا تیرتی مچھلی کی۔ مُستفید۔ فائدہ اٹھانے والا۔

تفسیر آیۂ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي

اس آیت کی تفسیر اور اُن پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا اور اُن کے ساتھ ساجھا کر

الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ اِلَّا غُرُورًا

مالوں میں اور اولاد میں اور اُن سے وعدہ کر اور نہیں وعدہ کرتا ہے اُن سے شیطان مگر دھوکے کا

توچو عزمِ دیں کنی بااجتہاد ۔۔۔ دیو بانگت برزند اندر نہاد
جب تو کوشش سے دین کا قصد کرتا ہے ۔۔۔ جسم کے اندر سے شیطان تجھ آواز دیتا ہے

کہ مرو زاں سو بیندیش اے غوی ۔۔۔ کہ اسیرِ رنج و درویشی شوی
کہ اے گمراہ! اس طرف نہ جا، سوچ لے ۔۔۔ کہ تو تکلیف اور افلاس کا قیدی بن جائیگا

بینوا گردی زیاراں وابری ۔۔۔ خوار گردی و پشیمانی خوری
تو مفلس بن جائے گا، یاروں سے چھوٹ جائیگا ۔۔۔ ذلیل ہو جائے گا اور پریشانی اُٹھائے گا

تو زبیمِ بانگِ آں دیوِ لعیں ۔۔۔ ²واگریزی در ضلالت از یقیں
تو اُس ملعون شیطان کی آواز کے ڈر سے ۔۔۔ یقین سے گمراہی میں لوٹ جاتا ہے

کہ ہلا فردا و پس فردا مراست ۔۔۔ راہِ دیں پویم کہ مہلت پیش ماست
کہ ہاں کل، اور پرسوں میرے لئے ہے ۔۔۔ دین کے راستہ پر دوڑ پڑونگا کیونکہ مہلت ہمارے سامنے ہے

مرگ را بینی کہ اُو از چپ و راست ۔۔۔ می کشد ہمسایہ را تا بانگ خاست
تو موت کو دیکھتا ہے، کہ وہ بائیں دائیں سے ۔۔۔ پڑوسی کو کھینچ رہی ہے حتیٰ کہ آواز بلند ہوئی

باز عزمِ دیں کنی از بیم جاں ۔۔۔ مُردہ سازی خویشتن را یک زماں
جان کے ڈر سے تو پھر دین کا ارادہ کرتا ہے ۔۔۔ تھوڑی دیر کے لئے اپنے آپ کو مُردہ بنا لیتا ہے

پس سلاح از علم سازی و حِکم ۔۔۔ کہ من از خوفے نیارم پائے کم
پھر تو علم اور حکمتوں کے ہتھیار باندھتا ہے ۔۔۔ کہ میں ڈر کی وجہ سے سست رفتار نہ رہوں گا

³باز بانگے برزند بر تو زمکر ۔۔۔ کہ بترس و باز گرد از تیغ فقر
وہ پھر مکاری سے تجھے پکارتا ہے ۔۔۔ کہ افلاس کی تلوار سے ڈر، اور باز آ جا

باز بگریزی زراہِ روشنی ۔۔۔ آں سلاحِ علم و فن را افگنی
پھر تو نور کے راستے سے واپس بھاگ پڑتا ہے ۔۔۔ علم اور فن کے ہتھیار پھینک دیتا ہے

سالہا اُو را ببانگے بندہ ۔۔۔ در چنیں ظلمت نمد افگندہ
تو آواز کی وجہ سے سالوں سے اُس کا غلام بنا ہوا ہے ۔۔۔ ایسی ہی تاریکی میں تو مقیم ہے

۱ـ تفسیر: غیبی آواز نے اُس مہمان کو صرف ڈرایا اور اُس کا ڈرنا غیر واقعی تھا اسی طرح شیطان سالک کو ڈراتا ہے جو محض دھمکی ہوتی ہے آئندہ اشعار میں اِس کی تفصیل ہوگی۔ ترجمہ: جب انسان دینداری اختیار کرنے کا عزم کرتا ہے تو شیطان اُس کو فقر و فاقہ سے ڈراتا ہے۔ بینوا۔ دین کے کاموں میں لگے گا تو کمائی سے محروم ہو کر مفلس بن جائیگا، مفلس کا نہ کوئی دوست ہوتا ہے اور نہ کوئی مددگار لہٰذا پشیمان اور ذلیل بن جاتا ہے۔

۲ـ واگریزی۔ دینداری کا ارادہ کرنے والا گمراہی کی طرف لوٹ پڑتا ہے اور دنیا میں لگ جاتا ہے۔ کہ ہلا۔ اور دل میں سوچنے لگتا ہے کہ نیکی کرنے کا بہت وقت ہے آئندہ کیا کریگا۔ مرگ۔ پڑوسی کی موت سے کچھ تنبیہ ہوتی ہے اور پھر دین کی طرف دوڑتا ہے اور علم و حکمت سے کام لیکر کہتا ہے کہ میں فقر کے خوف سے دین سے منھ نہ موڑوں گا۔

۳ـ باز۔ شیطان پھر اُس کو دھوکے دیتا ہے۔ باز بگریزی۔ انسان پھر اُس کے دھوکے میں آکر دین سے منھ موڑتا ہے۔ سالہا۔ سالہا سال انسان اسی کشمکش میں گذار دیتا ہے اور معصیت کی تاریکی میں بسر کرتا ہے۔

هیبتِ[1] بانگِ شیاطیں خلق را
شیطانوں کی آواز کے ڈر نے مخلوق کو

بند کردست و گرفتہ حلق را
باندھ دیا ہے، اور گلا دبا دیا ہے

تا چناں نومید شد جانشاں ز نور
یہاں تک کہ نورِ الٰہی سے اُن کی جان اس طرح نا اُمید ہو گئی ہے

کہ روانِ کافراں ز اہلِ قبور
جس طرح کہ مُردہ کافروں کی جان

ایں شکوہِ بانگِ آں ملعوں بود
یہ اُس ملعون کی آواز کا دبدبہ ہے

ہیبتِ بانگِ خدائی چوں بود
تو خدائی آواز کی ہیبت کیا ہو گی؟

ہیبتِ باز ست بر کبکِ نجیب
باز کا خوف شریف چکور کو ہے

مر مگس را نیست زاں ہیبت نصیب
اس ہیبت میں مکھی کا حصہ نہیں ہے

زانکہ[2] نبود باز صیادِ مگس
کیونکہ باز، مکھی کا شکاری نہیں ہوتا

عنکبوتاں می مگس گیرند و بس
مکڑیاں صرف مکھی پکڑتی ہیں

عنکبوتِ دیو بر چوں تو ذباب
شیطان کی مکڑی تجھ جیسی مکھی پر

کرّ و فر دارد نہ بر کبک و عقاب
دبدبہ رکھتی ہے نہ کہ چکور اور شاہین پر

بانگِ دیواں گلہ بانِ اشقیاست
شیطانوں کی آواز، بدبختوں کی گلہ بان ہے

بانگِ سلطاں پاسبانِ اولیاست
شاہ کی آواز، اولیاء کی محافظ ہے

تا نیامیزد بہم بینا و کور
تاکہ بینا اور نابینا آپس میں نہ مل جائیں

قطرہ از بحرِ خوش با بحرِ شور
میٹھے سمندر کا قطرہ کھارے سمندر سے

رسیدن[3] بانگِ طلسم نیم شب مہمانِ مسجد را

مسجد کے مہمان کو آدھی رات کے وقت جادو کی آواز کا پہنچنا

بشنو اکنوں قصۂ آں بانگِ سخت
اب اُس سخت آواز کا قصہ سُن

کہ نرفت از جا بداں آں نیک بخت
اُس سے وہ نیک بخت جگہ سے نہ ہلا

گفت چوں ترسم چو ہست ایں طبلِ عید
اُس نے کہا میں کیوں ڈروں جبکہ یہ عید کا نقارہ ہے

تا دُہل ترسد کہ زخم او را رسید
ڈھول ڈرے کیونکہ چوٹ اُس پر پڑتی ہے

اے دُہلہائے تہیِ بے قلوب
اے خالی ڈھولو، بے دِلو!

قسمتاں از عیدِ جاں شد زخمِ چوب
جان کی عید میں سے تمہارا حصہ لکڑی کی چوٹ ہے

---

[1] ہیبت۔ شیطانی آواز نہ دین کی راہ پر چلنے دیتی ہے نہ غذاء روحانی کمانے دیتی ہے۔ تا چناں۔ اُن کی روحوں پر ایسی ہی مایوسی طاری ہے جیسی کہ کافروں کی رُوحوں پر مرنے کے بعد طاری ہو گی۔ ایں۔ شیطانی آواز کے جب یہ اثرات ہیں تو خدائی آواز کے اثرات اس سے بہت بڑھے ہوئے ہوں گے۔ ہیبت۔ خدائی آواز اگرچہ شیطانی آواز سے بڑھی ہوئی ہے لیکن تم پر اُس کے اثرات اس لئے مرتب نہیں ہوتے کہ تم اُس کے اہل نہیں ہو جس طرح کہ باز کی آواز کی ہیبت لامحالہ مکڑی کی آواز کی ہیبت سے بڑھی ہوئی ہے لیکن مکھی اُس سے متاثر نہیں ہے۔

[2] زانکہ اگر تم خدائی آواز کے اہل ہوتے تو لامحالہ اُس سے متاثر ہوتے جس طرح کہ کبک اُس کی آواز سے متاثر ہوتی ہے مکھی چونکہ باز کا شکار نہیں ہے لہٰذا وہ متاثر نہیں ہوتی ہے۔ عنکبوت۔ تم خود بمنزلہ مکھی کے ہو اس لئے مکڑی (شیطان) کی آواز تم پر اثر انداز ہے۔ بانگِ شیطان۔ خدائی آواز کے اہل اولیاء اللہ ہیں لہٰذا اُن پر وہ اثر انداز ہے، مکڑی (شیطان) کی آواز کا اُن پر کوئی اثر نہیں ہے اسی لئے قرآن میں شیطان کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ بیشک میرے بندوں پر تیرا کوئی دبدبہ نہیں ہے۔

تا نیامیزد۔ یہ امتیاز اسی لئے رکھا گیا ہے کہ اولیاء اللہ اور غیر اولیاء اللہ باہمی ممتاز رہیں ——— [3] رسیدن۔ خدائی اور شیطانی آواز کے اثرات کے بیان کے بعد اب اس آواز کا ذکر کرتے ہیں جو مہمان نے مسجد میں سُنی۔ اُس آواز نے اُس کو خوفزدہ نہ کیا۔ طبلِ عید۔ موت کی علامات اہل اللہ کیلئے خوشی کا سبب ہیں۔ دُہل۔ ڈھول یعنی اہلِ دنیا جو نورِ باطن سے خالی ہیں۔ عیدِ جاں۔ یعنی موت جو اہل اللہ کی خوشی کا باعث ہے وہ اہلِ دنیا کے لئے تکلیف کا سبب ہے۔

شُد قیامت عید و بیدیناں دُہل
قیامت عید ہے اور بے دین ڈھول ہیں

ما چو اہلِ عید[1] خنداں ہمچو گُل
ہم چونکہ عید والے ہیں پھول کی طرح مسکرا رہے ہیں

بشنو اکنوں ایں دُہل چوں بانگ زد
اب سن! اس ڈھول نے جب آواز دی

دیگِ دولت با چگونہ می پزد
دولت کی خوب بھری دیگ کس طرح پکتی ہے

چونکہ بشنود آں دُہل آں مردِ دید
جب اس ڈھول کو اس دیدہ ور نے سنا

گفت چوں ترسد دلم از طبلِ عید
اس نے کہا میرا دل عید کے نقارے سے کیوں ڈرے

گفت با خود ہیں ملرزاں دل کزیں
اس نے اپنے آپ سے کہا خبردار! دل کو نہ لرزا کیونکہ اس سے

مُردِ جانِ بددلانِ بے یقیں
بے یقین، بزدلوں کی جان مری ہے

وقت آں آمد کہ حیدر وار من
وہ وقت آگیا ہے کہ میں حیدرؓ کی طرح

مُلک گیرم یا بپردازم بدن
ملک فتح کروں، یا جسم کو خالی کردوں

بر جہید و بانگ بر زد کاے کیا
وہ کودا اور چیخا، اے پہلوان!

حاضرم اینک اگر مردی بیا
میں حاضر ہوں، اگر تو بہادر ہے آجا

در زماں[2] بشکست ز آواز آں طلسم
وہ طلسم، آواز سے فوراً ٹوٹ گیا

زر ہمی ریزید ہر سُو قسم قسم
طرح طرح کا سونا ہر طرف بکھرنے لگا

ریخت چنداں زر کہ ترسید آں پسر
اس قدر سونا بہا، کہ وہ لڑکا ڈرا

تا نگیرد زر ز پُری راہِ در
کہ سونا کثرت کی وجہ سے دروازے کا راستہ بند کردے

پُر شُد آں مسجد ز زر ہر جائگاہ
ہر جگہ سے وہ مسجد سونے سے بھر گئی

مردِ حیراں شد ز تقدیر الٰہ
(اللہ تعالیٰ) کی تقدیر سے مرد حیران ہوگیا

بعد ازاں برخاست آں شیرِ عنید
اس کے بعد وہ بہادر شیر اٹھا

تا سحر گہ زر بہ بیروں می کشید
(اور) صبح تک سونا باہر نکالتا رہا

دفن میکرد و ہمی آمد بزر
دفن کرتا اور سونا نکالتا

با جوال[3] و توبرہ بارِ دگر
تھیلے، اور توبرے سے دوبارہ

گنجہا بنہاد آں جانبازازاں
اس سے اس بہادر نے خزانے بھرے

کوری و ترسانی واپس خزاں
واپس بھاگنے والوں کے اندھے پن اور خوف کے لئے

ایں زرِ ظاہر بخاطر آمدست
یہ ظاہری سونا دل میں آیا ہے

در دلِ ہر کور دونِ زر پرست
ہر کمینے، زر پرست، اندھے کے دل میں

---

[1] اہلِ عید۔ عید کا نقارہ بجتا ہے تو عید منانے والے خوش ہوتے ہیں۔ یقینًا اس طلسم کے ڈھول نے جب خوفناک آواز دی تو اس دلی کو کس قدر خطرہ پہنچا۔ دیگِ دولت با۔ یعنی دیگِ دولت خور با۔ چگونہ۔ یعنی اہلِ عید کے لئے کس قسم کے کھانے تیار کرتی ہے۔ حیدر۔ حضرت علیؓ کا لقب ہے۔ حیدر وار یعنی بہادرانہ۔ کیا۔ پہلوان۔

[2] در زماں۔ اسی جوان کی آواز سے وہ طلسم ٹوٹ گیا اور زر پاشی شروع ہوگئی۔ ریخت۔ اتنا سونا برسا کہ اس کو دروازے کا راستہ بند ہوجانے کا خیال پیدا ہوگیا۔ عنید۔ اگر عند سے ہے تو بمعنی حاضر اور جھیلے ہے اور اگر عنود سے عنید ہے تو سرکش اور بہادر کے معنی ہیں۔

[3] جوال۔ بورا جس میں سامان بھر کر اونٹ پر لادا جاتا ہے۔ توبرہ۔ وہ تھیلا جس میں دانہ بھر کر گھوڑے کے منہ پر باندھ دیا جاتا ہے۔ کوری۔ یعنی بہرِ کوری است۔ اس قصہ میں جو سونا برسنے کی بات کہی ہے اس سے اہلِ ظاہر اور دنیادار زر پرست دنیاوی سونا سمجھے گا۔ حالانکہ اس سے مراد انوار و برکاتِ خداوندی ہیں۔

کودکاںؔ اسفالہا را بشکنند — نام زر بنہند و در دامن کنند

بچے، ٹھیکروں کو توڑتے ہیں — سونا کہتے ہیں، اور دامن میں کر لیتے ہیں

اندراں بازی چو گوئی نام زر — آں کند در خاطرِ کودک گذر

اس کھیل کود میں جب تو سونے کا نام لے گا — بچے کے خیال میں وہی آئے گا

بلؔ زرِ مضروبِ ضربِ ایزدی — کو نگردد کاسد آمد سرمدی

بلکہ خدائی ٹکسال کا ڈھلا ہوا سکہ — جو کھوٹا نہیں ہوتا ہے، دائمی ہے

آں زرے کیں زرازاں زرتاب یافت — گوہر و تابندگی و آب یافت

وہ سونا کہ اس سونے نے اس سے رونق حاصل کی — جوہر، اور چمک، اور رونق پائی ہے

آں زرے کہ دل ازو گردد غنی — غالب آید بر قمر در روشنی

وہ سونا کہ دل اس کی وجہ سے غنی ہے — روشنی میں، چاند پر غالب آجائے

شمعؔ بود آں مسجد و پروانہ او — خویشتن در باخت آں پروانہ خو

وہ مسجد شمع تھی، اور وہ پروانہ تھا — وہ پروانہ مزاج اپنی جان پر کھیل گیا

سوخت پرش را و لیکن ساختش — بس مبارک آمد آں انداختش

اس نے اس کے پر جلائے لیکن اسکو بنا دیا — اس کا جان پر کھیلنا بہت مبارک ہوا

ہمچو موسیٰ بود آں مسعود بخت — کاتشے دید او بسوئے آں درخت

وہ نیک بخت حضرت موسیٰؑ کی طرح تھا — کہ انھوں نے اس درخت کی جانب آگ دیکھی

چونؔ عنایتہا برو موفور بود — نار می پنداشت آں خود نور بود

چونکہ ان پر (خداوندی) عنایتیں بھرپور تھیں — وہ آگ سمجھ رہے تھے (حالانکہ) وہ خود نور تھا

مردِ حق را چوں بہ بینی اے پسر — تو گماں داری برو نارِ بشر

اے بیٹا! جب تو مردِ خدا کو دیکھتا ہے — تو اس پر انسانی آگ کا گمان کرتا ہے

تو ز خود می آئی واں در تو است — نار و خار و ظن و باطل ایں سو است

تو اپنے اوپر جاتا ہے، اور وہ تجھ میں ہے — آگ اور کانٹا اور گمان اور باطل اسی جانب ہے

او درختِ موسیٰ است و پُر ضیا — نور خواں نارش مخواں بار بیا

وہ (حضرت) موسیٰؑ کا درخت ہے اور پُر نور ہے — نور کہہ اُس کو نار نہ کہہ، اب آجا

تو اسکو انھیں صرف بشری اوصاف نظر آتے ہیں. تو زخود. اس ولی میں اوصافِ بشری کا نظر آنا خود اسکی طبیعت کا عکس ہے چونکہ وہ خود صرف انہی اوصاف سے متصف ہے لہٰذا اسکو صرف وہی نظر آتے ہیں حالانکہ وہ ولی ان سے پاک و صاف ہوتا ہے. او درخت موسیٰ. ولی کو حضرت موسیٰؑ والا درخت سمجھو جس پر بظاہر آگ تھی لیکن وہ دراصل نور تھا. بارے بیا. اس ولی سے اتصال پیدا کر تب تجھ پر اسکی حقیقت کھلے گی.

لہ کودکاں. جس طرح بچے ٹھیکروں کو سونا سمجھتے ہیں اسی طرح اہل دنیا اس سونے کو جو حقیقتاً ٹھیکرا ہے سونا سمجھتے ہیں. اندراں. بچوں کے سامنے جب سونے کا ذکر کروگے تو وہ ٹھیکرے مراد لینگے اسی طرح دنیاداروں کے سامنے سونے کا ذکر کروگے تو وہ دنیاوی سونا سمجھیں گے. بل زر. اس سونے سے مراد تجلیاتِ رب ہیں. مضروب. ٹھپہ لگا ہوا. ضرب. ٹکسال. دل. دل اس چاندی سونے سے اور حریص بنتا ہے جب اس پر رب کی تجلی پڑتی ہے تب اس کو غنا حاصل ہوتی ہے.

لہ شمع بود. اس مہمان کے لئے مسجد بمنزلہ شمع کے ہوئی اور یہ اس کا پروانہ تھا. سوخت پرش. ابتداءً اس طلسم کی آواز سے دہشت ہوئی تھی. انداختش. لیکن جب اس نے جان نثاری سے کام لیا تو اس پر تجلیات کا نزول ہوا. ہمچو موسیٰؑ. اس مہمان کے لئے یہ آواز ایسی ہی ثابت ہوئی جیسی کہ حضرت موسیٰؑ کے لئے وہ آگ تھی جو درخت کے پاس انھیں نظر آئی تھی وہ آگ نہ تھی نور تھا.

لہ چوں. حضرت موسیٰؑ پر اللہ تعالیٰ کی بھرپور عنایتیں تھیں ان کو آگ کی ضرورت تھی تو اللہ تعالیٰ نے نور بشکل نار نمودار فرمایا. کہ جیسے اب متوجہ ہوں. مردِ حق. جب کوئی عام انسان کسی ولی کو دیکھتا ہے

نے فِطامِ ایں جہاں نارے نمود — سالِکاں نتند آں خود نور بود
کیا اِس دنیا کا چھوڑنا نار نظر نہیں آتا! — سالک چل پڑے وہ نور تھا

پس بدانکہ شمعِ دیں برمی شود — ایں نہ ہمچوں دیگر آتشہا بود
بس تو جان لے کہ دین کی شمع بلند ہوتی ہے — یہ دوسری آگوں کی طرح نہیں ہوتی ہے

ایں نماید نور و سوزد یار را — واں بصورت نار و گل زوار را
یہ (دنیاوی شمع) نور نظر آتی ہے اور یار کو جلا دیتی ہے — وہ بظاہر نار ہے اور زیارت کرنیوالوں کیلئے پھول ہے

ایں[۵۲] چو سازندہ ولے سوزندہ ہے — واں گہ وصلت دل افروزندہ
یہ (بظاہر) سازگار جیسی ہے لیکن جلانیوالی ہے — اور وہ مِل جانے پر دل کو روشن کرنیوالی ہے

شکلِ شعلہ نورِ پاکِ سازوار — حاضراں را نور و دُوراں را چو نار
شعلہ کی شکل ہے سازگار نے والی پاک نور ہے — پاس والوں کیلئے نور ہے اور دُور والوں کیلئے آگ ہے

ایں سخن را نیست پایانے پدید — گو حدیثِ عاشق و صدرِ مجید
اس بات کا خاتمہ نظر نہیں آتا ہے — عاشق اور بزرگ صدر کی بات کر

مُلاقاتِ آں عاشق بصدرِ جہاں

اُس عاشق کا صدرِ جہاں سے مِلنا

آں[۵۳] بخاری نیز خود بر شمع زد — گشتہ بُود از عشق آساں آں کبد
اُس بخاری نے بھی اپنے آپ کو شمع سے بھڑا دیا! — وہ مشقتِ عشق کی وجہ سے آسان ہو گئی تھی

آہِ سوزانش سوئے گردوں شُدہ — در دلِ صدرِ جہاں مہر آمدہ
اُس کی گرم آہ آسمان پر پہنچ گئی تھی — صدرِ جہاں کے دل میں محبت آ گئی تھی

گفت با خود در سحر گہ کاے احد — حالِ آں آوارۂ ما چوں بود
اُس نے صبح کے وقت اپنے آپ سے کہا اے خدا! — اُس ہمارے آوارہ کا کیا حال ہوگا؟

اُو گناہے کرد و ما دیدیم لیک — رحمتِ ما را نمیدانست نیک
اُس نے قصور کیا اور ہم نے دیکھ لیا، لیکن — وہ اچھی طرح، ہماری رحمت کو نہ جانا

خاطرِ مُجرم زما ترساں شود — لیک صد امید در ترسش بُود
خطا دار کا دل ہم سے خوف کھاتا ہے — لیکن اُس کے خوف میں سینکڑوں امیدیں ہوتی ہیں

من بترسانم وقیح و یاوہ را — آنکہ ترسد من چہ ترسانم وُرا
میں بے شرم اور لغو آدمی کو ڈراتا ہوں — جو خود ڈرے میں اُس کو کیا ڈراؤں؟

---

۵۱ نے فطام۔ ایک چیز کا بظاہر نار اور حقیقتاً نور ہونا اس بات سے بھی سمجھو کہ سالک کو ترکِ دنیا نار معلوم ہوتی ہے لیکن جب وہ راہِ سلوک پر چل پڑتا ہے تو اسکو معلوم ہوتا ہے کہ ترکِ دنیا درحقیقت نور ہے۔ پس بدانکہ شمعِ دین یعنی عشق روشن ہوتا ہے لیکن وہ دوسری آگوں کیطرح نہیں ہے دوسری آگیں بظاہر نور ہیں لیکن قریب ہوں تو جلا ڈالتی ہیں اور عشق کی آگ دور سے آگ ہے لیکن عاشقوں کے لئے پھول ہے۔

۵۲ ایں چو سازندہ۔ دنیا کی آگ بظاہر بھلی ہے لیکن جلانے والی ہے وہ آگ جب حاصل ہو جاتی ہے تو دل روشن ہو جاتا ہے شکلِ شعلہ۔ عشق کی آگ بظاہر شعلہ ہے لیکن طبیعت کے موافق پاک نور ہے۔ جو قریب آتا ہے اُس پر حقیقت کھلتی ہے۔

۵۳ آں بخاری۔ جس طرح سے مسجد کے مہمان نے اپنے آپکو شمعِ عشق پر قربان کر دی تھی اسی طرح صدرِ جہاں کے اُس عاشق نے بھی اپنے آپ کو شمعِ عشق کا پروانہ بنا دیا تھا۔ کبد۔ محنت مشقت۔ آہ۔ صدرِ جہاں کے عشق میں جو وہ جلی ہوئی آہیں بھرتا تھا وہ صدرِ جہاں کے دل میں محبت کا سبب بن گئیں۔ گفت۔ صدرِ جہاں نے اپنے دل میں خدا سے کہا او گناہے۔ اُسنے اپنی خطا کیطرف دھیان کیا ہماری رحمت اور محبت پر غور نہ کیا اور ڈر کر بھاگ گیا۔

بہر[۱] دیگِ سرد آذر می رود — نے بداں کہ جوشش از سر میرود

ٹھنڈی دیگ کے لئے آگ جلتی ہے — نہ کہ اس کے لئے جس کا اُبال اوپر سے نکلے

ایمناں را من بترسانم بحلم — خائفاں را ترس بردارم زحلم

میں نڈر لوگوں کو غصہ سے ڈراتا ہوں — ڈرنیوالوں کا بُردباری کے ذریعہ خوف دُور کرتا ہوں

پارہ دوزم پارہ در موضع نہم — ہر کسے را شربت اندر خوردِ ہم

پیوند، سیتا ہوں، پیوند جگہ پر لگاتا ہوں — ہر کسی کے لئے، مناسب شربت دیتا ہوں

ہست سِرِّ مرد چوں بیخِ درخت — زاں بروید برگہاش از چوب سخت

انسان کا باطن درخت کی جڑ کی طرح ہے — اُس سے اسکے پتے اُگتے ہیں (جسطرح) سخت لکڑی سے

در خورِ آں بیخ رُستہ برگہا — در درخت و در نفوس و در نُہا

اُس جڑ کے مناسب پتے اُگے ہیں — درختوں میں اور نفسوں میں اور عقلوں میں

بر[۲] فلک برہاست زاشجارِ وفا — اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهُ فِي السَّمَا

وفا کے درختوں کے آسمان پر پھل ہیں — اُن کی جڑ قائم ہے، اور اسکی شاخیں آسمان پر ہیں

چوں بر رُست از عشق بر بر آسماں — چوں نروید در دلِ صدرِ جہاں

جبکہ آسمان پر عشق کا پھل اُگا ہے — تو صدرِ جہاں کے دل میں کیوں نہ اُگے گا؟

موج می زد در دلش عفوِ گنہ — زانکہ از دل تا دل آمد روزنہ

خطا کی معافی، اُس کے دل میں موجیں مارتی تھی — کیونکہ دل سے دل تک سوراخ ہے

کہ زدل تا دل یقیں روزن بود — نے جدا و دور چوں دو تن بود

دل سے دل تک یقیناً راہ ہوتی ہے — نہ کہ دو جسموں کی طرح دور اور جدا ہوتے ہیں

متصل نبود سفالِ دو چراغ — نورِ شاں ممزوج باشد در مساغ

دو چراغوں کے دیے ملے ہوئے نہیں ہوتے ہیں — اُن کی روشنی پھیلاؤ میں ملی ہوئی ہوتی ہے

ہیچ[۳] عاشق خود نباشد وصل جو — کہ نہ معشوقش بود جویائے او

کوئی عاشق خود بخود وصل کا طالب نہیں ہوتا ہے — جب تک کہ اُس کا معشوق اُس کا طالب نہ ہو

لیک عشقِ عاشقاں تن زہ کند — عشقِ معشوقاں خوش و فربہ کند

لیکن عاشقوں کا عشق جسم کو لاغر بناتا ہے — معشوقوں کا عشق (اُنکو) موٹا تازہ بناتا ہے

---

[۱] بہر دیگِ سرد۔ ٹھنڈی ہانڈی کے نیچے آگ جلائی جاتی ہے جو ہانڈی خود جوش مار رہی ہو اُسکے نیچے سے تو آگ کھینچ لی جاتی ہے۔ بحلم۔ غصہ۔ حلم۔ بردباری۔ پارہ دوزم۔ جہاں جیسی ضرورت ہوتی ہے ویسا ہی عمل کرتا ہوں۔ سِرِّ مرد۔ انسان کا باطن درخت کی جڑ کی طرح ہے جس طرح کی جڑ ہوتی ہے ویسے ہی پتے نکلتے ہیں۔ درختوں اور نفسوں اور عقلوں کی یہی صورت ہے جیسی جڑیں ہونگی ویسے ہی پتے نکلیں گے۔ نُہا۔ نُہیہ کی جمع ہے، عقل۔

[۲] بر فلک۔ جن دلوں میں وفا کے درخت کی جڑ ہے اُن کے پھل آسمان پر ہیں اسلئے کہ وہ اُن درختوں میں سے ہیں جن کی جڑ تو زمین پر قائم ہے اور شاخیں آسمان پر پہنچی ہوئی ہیں۔ چوں۔ جبکہ عشق کا پھل آسمان پر پیدا ہوتا ہے تو صدرِ جہاں کے دل میں کیوں نہ پیدا ہوگا۔ زانکہ۔ دل سے دل تک راہ ہوتی ہے۔ نے جدا۔ دو دل دو جسموں کی طرح بالکل جدا نہیں ہوتے ہیں، اُن میں باہمی اتصال ہوتا ہے۔ متصل۔ جسموں کی جدائی اور دلوں کے اتصال کی مثال یہ ہے کہ دو چراغوں کے دیے علیحدہ علیحدہ جلتے ہیں لیکن اُن کے نور میں باہمی اتصال ہے۔

[۳] ہیچ عاشق۔ ہم نے یہ بتایا تھا کہ صدرِ جہاں کے دل کی محبت اُس وکیل کے دل کی محبت کا اثر تھا یہ تو سرسری بات تھی غور کیا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ عاشق کے دل کی محبت معشوق کے دل کی محبت کا اثر اور ثمرہ ہے عاشق کے دل میں محبت جب ہی پیدا ہوتی ہے جبکہ پہلے معشوق کے دل میں محبت پیدا ہو چکی ہو۔ لیک۔ بہر حال عشق کا اثر دونوں کے دلوں میں ہوتا ہے لیکن عشق کے اثرات چونکہ دو طرح برعد اُکا نہیں عشق عاشق کو کمان بنا دیتا ہے اور معشوق کو تر و تازہ بناتا ہے تو اُس سے شبہ ہو جاتا ہے کہ معشوق کے دل میں عشق نہیں ہے۔

چوں دریں دل برقِ مہرِ دوست جَست
جب اُس دل میں دوست کی محبت کی بجلی کوندی

اندراں دل دوستی میداں کہ ہست
سمجھ لے کہ اُس دل میں بھی محبت ہے

دردلِ[1] تو مہرِ حق چوں شد دوتو
جب تیرے دل میں اللہ (تعالیٰ) کی محبت دوگنی ہو گئی

ہست حق را بے گماں مہرے بتو
یقیناً اللہ (تعالیٰ) کو تجھ سے محبت ہے

ہیچ بانگِ کف زدن آید بدر
تالی بجانے کی آواز کبھی باہر آتی ہے

از یکے دستِ تو بے دستِ دگر
تیرے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کے بغیر

تشنہ[2] می نالد کہ اے آبِ گوار
پیاسا روتا ہے، کہ ہائے خوشگوار پانی

آب ہم نالد کہ کو آں آبخوار
پانی بھی روتا ہے، کہ پینے والا کہاں ہے!

جذبِ[3] آب است ایں عطش در جانِ ما
ہماری جان میں یہ پیاس پانی کی کشش ہے

ما ازآنِ او و او ہم زانِ ما
ہم اُس کے ہیں، اور وہ بھی ہمارا ہے

حق بحکمت در قضا و در قدر
قضا و قدر میں اللہ (تعالیٰ) نے حکمت سے

کردہ مارا عاشقانِ ہمدگر
ہمیں ایک دوسرے کا عاشق بنا دیا ہے

جملہ اجزائے جہاں زاں حکمِ پیش
اُس ازلی حکم کی وجہ سے دنیا کے تمام اجزاء

جفت جفت و عاشقانِ جفتِ خویش
جوڑ جوڑ ہیں، اور اپنے جوڑے کے عاشق ہیں

ہست ہر جزوے بعالم جفت خواہ
دنیا میں ہر چیز جوڑے کی خواہشمند ہے

راست ہمچوں کہربا و برگِ کاہ
بالکل اسی طرح جیسے کہربا اور گھاس کا تنکا

آسماں گوید زمیں را مرحبا
آسمان، زمین کو کہتا ہے، خوش آمدید

با توام چوں آہن و آہن ربا
میں تیرے لئے ایسا ہی ہوں جیسے لوہا اور مقناطیس

آسماں مرد و زمیں زن در خرد
عقلاً، آسمان شوہر اور زمین بیوی ہے

ہر چہ او انداخت ایں می پرورد
جو وہ ڈالتا ہے، یہ پالتی ہے

چوں نماند گرمیش بفرستد او
جب اُس میں گرمی نہیں رہتی وہ بھیجتا ہے

چوں نماند تری و نم بدہد او
جب تری اور نمی نہیں رہتی وہ عطا کرتا ہے

برجِ خاکی خاکِ ارضی را مدد
خاکی برج، زمین کی خاک کے لئے مدد ہے

برجِ آبی تریش اندر دہد
آبی برج، اُس میں تری پیدا کرتا ہے

برجِ بادی ابر سوئے او برد
بادی برج، اُس کے جانب ابر لے جاتا ہے

تا بخاراتِ وخم را بر کشد
یہاں تک کہ ناموافق بخارات کو کھینچ لیتا ہے

---

[1] دردلِ تو۔ اب یہ بھی سمجھ لو کہ بندے کے دل میں عشقِ الٰہی کا ظہور، اُس محبت کا اثر ہے جو اُس بندے کی خدا تعالیٰ میں ہے۔ ہیچ۔ تالی ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ تشنہ۔ پیاسا اگر پانی کا طالب ہے تو پانی بھی پینے والے کا طالب ہے۔

[2] جذب۔ پیاسے کی پیاس پانی کے دل کے جذبہ کا اثر ہے۔ حق بحکمت۔ جس طرح خالق و مخلوق میں باہمی محبت و عشق کا رشتہ ہے اسی طرح کائنات میں آپس میں بھی جذب و عشق ہے۔ جملہ اجزاء۔ دنیا کی اشیاء جوڑا جوڑا ہیں اور ہر ایک اپنے جوڑے کا عاشق ہے۔ کہربا۔ ایک پتھر ہے جو گھاس کے تنکے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ آسماں۔ اسی طرح آسمان اور زمین میں باہمی عشق و محبت ہے۔ آہن۔ مقناطیس اور لوہے میں باہمی کشش ہے۔

[3] آسماں۔ آسمان اور زمین میں زن و شوہر کا سا عشق و جذب ہے۔ آسمان بمنزلہ شوہر اور زمین بمنزلہ بیوی کے ہے آسمان جو کچھ زمین کے سپرد کرتا ہے زمین اُس کی جان کی طرح پرورش کرتی ہے آسمان ہی زمین کو گرمی، تری اور نمی پہنچاتا ہے۔ برجِ خاکی۔ آسمان کے مختلف حصے زمین کو مختلف قسم کے فائدے پہنچاتے ہیں آسمان کا خاکی برج زمین کو خاک عنایت کرتا ہے آبی برج

برجِ آتش گرمیِ خورشید ازو
آتشی برج کو سورج کی گرمی اس سے ہے

ہمچو تابہ سرخ ز آتش پشت و رو
توے کی طرح آگ سے (اگلی) رُو اور پشت سُرخ ہے

ہستؔ سرگرداں فلک اندر زمن
زمانے میں آسمان سرگرداں ہے

ہمچوں مرداں گرد مکسب بہرِ زن
شوہروں کی طرح بیوی کے لئے کمائی کے گرد

ویں زمین کدبانوئیہا می کند
اور یہ زمین بیگم پن کرتی ہے

بر وِلادات و رضاعش می تند
جننے اور اُس کو دودھ پلانے میں لگی ہے

پس زمین و چرخ را داں ہوشمند
پس زمین اور آسمان کو ہوشمند سمجھ

چونکہ کارِ ہوشمنداں می کنند
کیونکہ وہ ہوشمندوں سے کام کرتے ہیں

گرنہؔ از ہم ایں دو دلبر می مزند
اگر یہ دونوں دلبر ایک دوسرے سے مزا نہیں لیتے ہیں

پس چرا چوں جفت در ہم می خزند
تو جوڑے کی طرح ایک دوسرے میں کیوں گھستے ہیں؟

بے زمیں کے گل بروید و ارغواں
زمین کے بغیر گل اور ارغواں کب اُگتا ہے؟

پس چہ زاید ز آب و تابِ آسماں
آسمان کی آب و تب سے کیا اُگتا ہے؟

بہرِ آں میل ست در مادہ ز نر
اسی لئے مادہ میں نر کی جانب جھکاؤ ہے

تا بود تکمیلِ کارِ ہمدگر
تاکہ ایک کا کام دوسرے سے مکمل ہو سکے

میل اندر مرد و زن حق زاں نہاد
مرد اور عورت میں اللہ (تعالیٰ) نے اسلئے میلان رکھا ہے

تا بقا یابد جہاں زیں اتحاد
تاکہ اس اتحاد سے دنیا بقا حاصل کرے

میلِؔ ہر جزوے بجزوے ہم نہد
ہر جزو میں دوسرے جزو کی طرف میلان رکھا ہے

ز اتحادِ ہر دو تولیدے جہد
دونوں کے اکٹھا ہونے سے تولید ہوتی ہے

شب چنیں با روز اندر اعتناق
گلے لگانے میں رات، دن کیساتھ اسیطرح ہے

مختلف در صورت اما اتفاق
بظاہر مختلف ہیں لیکن (باہمی) اتفاق ہے

روز و شب ظاہر دو ضد و دشمن اند
بظاہر رات اور دن دو مخالف اور دشمن ہیں

لیک ہر دو یک حقیقت می تنند
لیکن دونوں ایک حقیقت پر عمل کرتے ہیں

ہر یکے خواہاں دگر را ہمچو خویش
ہر ایک دوسرے کو اپنی (جان کی) طرح چاہتا ہے

از پئے تکمیلِ فعل و کارِ خویش
اپنے فعل اور کام کے مکمل کرنے کے لئے

زانکہ بے شب دخل نبود طبع را
کیونکہ رات کے بغیر طبیعت کو آمدنی نہیں ہوتی ہے

پس چہ اندر خرج آرد روزہا
تو دن میں کیا خرج کریں گے؟

لہ ہست سرگرداں۔ جس طرح شوہر بیوی کے لئے کمائی میں سرگرداں رہتا ہے اسی طرح آسمان زمین کے لئے سرگرداں ہے۔ ویں زمیں۔ یہ زمین آسمان کے لئے وہی کام کرتی ہے جو بیوی شوہر کیلئے کرتی ہے بچہ جنتی ہے اُسکو دودھ پلاتی ہے۔ پس زمیں۔ زمین اور آسمان چونکہ ذی حس چیزوں کی طرح عمل کرتے ہیں ان کو بھی حساس سمجھ۔

لہ گرنہ۔ ایک دوسرے سے لطف اندوز نہیں ہے تو آپس میں کیوں گھسے رہتے ہیں۔ بے زمیں۔ جیسا کہ بیوی کے بغیر شوہر لاولد مرتا ہے اسی طرح اگر زمین نہ ہوتی تو آسمان پیداوار سے محروم ہوتا۔ بہرِ آں۔ نر و مادہ میں ایک دوسرے کی طرف میلان اور جھکاؤ اسی لئے ہے کہ ہر ایک کے کام کی تکمیل دوسرے کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اتحاد۔ بقاء عالم، عورت اور مرد کے اتحاد سے ہے۔

لہ میل ہر جزوے۔ عالم کے اجزا میں باہمی میلان توالد کا سبب ہے۔ شب۔ رات اور دن بظاہر دو مختلف چیزیں نظر آتی ہیں لیکن انمیں باہمی اتحاد ہے۔ کار خویش۔ رات اپنے کاموں کی تکمیل میں دن کی محتاج اور دن اپنے کاموں کی تکمیل میں رات کا محتاج ہے۔ زانکہ۔ انسان رات کو سوتا ہے تو اسکے قویٰ مجتمع ہوتے ہیں جن کو وہ دن میں صرف کرتا ہے اگر رات کی

جذبِ[1] ہر عنصرے جنسِ خود را کہ در ترکیبِ آدمی محتبس شدہ بغیر جنس

ہر عنصر کا اپنی اُس جنس کو کھینچنا جو دوسری جنس کے ساتھ آدمی کے بناؤ میں پھنسی ہوئی ہے

خاک گوید خاکِ تن را باز گرد
جسم کی مٹی کو مٹی کہتی ہے، واپس آجا

ترک جاں گو سوئے ما آ ہمچو گرد
جان کو چھوڑ دے، گرد کی طرح ہماری جانب آجا

جنسِ مائی پیشِ ما اَولیٰ تری
تو ہماری جنس ہے، تیرا ہمارے سامنے رہنا بہتر ہے

بہ کہ زاں تن وارہی زیں سو پری
بہتر ہے کہ اس جسم کو چھوڑ دے اس جانب اُڑ آ

گوید[2] آرے لیک من پابستہ اَم
وہ کہتی ہے، ہاں لیکن میں پابند ہوں

گرچہ ہمچوں تو زِ ہجراں خستہ اَم
اگرچہ تیری طرح فراق سے غمگین ہوں

تریِ تن را بجویند آبہا
پانی، جسم کی تری کو تلاش کرتے ہیں

کاے تری باز آ زِ غربت سوئے ما
کہ اے تری مسافرت سے ہماری جانب لوٹ آ

گرمیِ تن را ہمی خواند اَثیر
کرۂ نار بھی جسم کی گرمی کو پکارتا ہے

کہ زِ ناری راہِ اصلِ خویش گیر
کہ تو آگ سے ہے، اپنی اصل کا راستہ اختیار کر

ہست ہفتاد و دو علت در بدن
بدن میں بہتر، بیماریاں ہیں

از کششہائے عناصر بے رسن
عنصروں کی بغیر رسّی کی کھینچ تان کی وجہ سے

علت آید تا بدن را بگسلد
بیماری آتی ہے تاکہ جسم کو متفرق کردے

تا عناصر ہمدگر را وا ہلد
تاکہ عنصر ایک دوسرے کو چھوڑ دے

چار[3] مرغ اند ایں عناصر بستہ پا
یہ عناصر چار پاؤں بندھے پرند ہیں

مرگ و رنجوری و علت پاگشا
موت اور بیماری اور تکلیف پاؤں کھولنے والی ہے

پائے شاں از ہمدگر چوں باز کرد
جب اُس نے ایک دوسرے کے پاؤں کو کھولا

مرغِ ہر عنصر بقیں پرواز کرد
ہر عنصر کا پرند یقیناً اُڑ جائے گا

جذبۂ ایں اصلہا و فرعہا
ان اصلوں اور فرعوں کی کشش

ہر دَمے رنجے نہد در جسمِ ما
ہر وقت ہمارے جسم میں مرض پیدا کرتی ہے

تا کہ ایں ترکیبہا را بر دَرَد
تاکہ ان بندھنوں کو توڑ دے

مرغِ ہر جزوے باصلِ خود پَرَد
ہر جزو کا پرند اصل کی جانب اُڑ جائے

حکمتِ حق مانع آید زیں عمل
اللہ تعالیٰ کی حکمت اس عمل سے مانع رہتی ہے

جمع شاں دارد بصحت تا اجل
موت تک اُن کو صحت کے ساتھ جمع رکھتی ہے

---

[1] جذب۔ حیوانی جسم چار عنصروں خاک، آب، باد، آتش سے مرکب مانا جاتا ہے ان عنصروں میں سے ہر ایک کا کرہ ہے جو اُن کا مخزن اور معدن ہے، انسان کے جسم کے چاروں عنصر ہر وقت اپنے اپنے کرہ کی طرف لوٹنا چاہتے ہیں اِن عناصر کا متفرق ہو جانا موت ہے۔
زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا
(چکبست)
خاک گوید۔ کرۂ خاکی انسان کے خاکی اجزاء کو اپنی طرف آجانے کی دعوت دیتا ہے۔

[2] گوید۔ انسانی بدن کا خاکی عنصر اُس خاکی کرہ کو جواب دیتا ہے کہ اگرچہ مجھ پر مرکز سے جدا رہنا دوبھر ہو رہا ہے لیکن میں مجبور ہوں ابھی اِسی جسم کا پابند ہوں۔ اَثیر۔ یعنی کرۂ نار۔ ز کششہا۔ یعنی اِن چاروں عنصروں کی باہمی کشمکش۔ رَسن۔ رسّی۔ علت۔ بیماری عناصر کی جدائی کا سبب بنتی ہے جس سے موت واقع ہو جاتی ہے۔

[3] چار مرغ۔ یہ چاروں عنصر زندگی میں پابستہ پرندوں کی طرح ہیں موت اور بیماری اُن کے پاؤں کھول دیتی ہے اور یہ عناصر اپنے مراکز کی طرف پرواز کر جاتے ہیں۔ اصلہا۔ یعنی چاروں کرے۔ فرعہا۔ بدن کے چاروں عنصر۔ حکمت۔ ان عناصر کی پرواز کیلئے حکمتِ خداوندی موت کے وقت تک

گویداے اَجزا اَجل مشہود نیست — پَر زدن پیش از اَجَل تاں سُود نیست
(وہ حکمت) کہتی ہے، اے اجزا! موت معلوم نہیں ہے — موت سے پہلے تمہارا پھڑپھڑانا مفید نہیں ہے

چونکہ ہر جُزوے بجُوید اِرتفاق — چوں بُوَد جانِ غریب اندر فراق
جبکہ ہر جزو رفاقت چاہتا ہے — تو مسافر جان کا فراق میں کیا حال ہوگا!

متجذب شدنِ جان نیز بعالمِ اَرواح
جان کا بھی عالمِ ارواح کی جانب کھنچنا

گویدا ے اَجزائے پستِ فرشیم — غُربتِ من تلخ تر من عرشیم
وہ کہتی ہے، کہ اے میرے زمینی پست اجزاء — میری مسافرت زیادہ کڑوی ہے میں عرشی ہوں

مَیلِ تن در سبزہ و آبِ رَواں — زاں بُوَد کہ اصلِ اُو آمد ازاں
جسم کا میلان سبزے اور بہتے پانی کی جانب — اسی لئے ہے کہ اُس کی اصل وہاں سے آئی ہے

مَیلِ جاں اندر حیات و در حی ست — زانکہ جانِ لامکاں اَصلِ وے ست
جان کا میلان زندگی اور حی (وقیوم) کی جانب ہے — کیونکہ اُس کی اصل لامکانی جان ہے

مَیلِ جاں در حکمت ست و در عُلوم — مَیلِ تن در باغ و راغ ست و کروم
جان کا میلان حکمت اور علوم کی جانب ہے — جسم کا میلان باغ چمن اور انگور کی بیلوں کی جانب ہے

مَیلِ جاں اندر ترقی و شرف — مَیلِ تن در کسبِ اَسبابِ عَلف
جان کا میلان، ترقی اور شرافت کی طرف ہے — جسم کا میلان چارے کے اَسباب حاصل کرنے کی طرف ہے

مَیل و عشقِ آں شرف ہم سوئے جاں — زیں یُحِبّ را و یُحِبُّون را بداں
شرافت کا میلان اور عشق بھی جان کی جانب ہے — اُسکو "وہ محبت کرتا ہے اور وہ محبت کرتے ہیں" سے سمجھ

گر بگویم شرحِ ایں بیحد شود — مثنوی ہشتاد من کاغذ شود
اگر میں اس کی شرح کر دوں لامحدود ہو جائیگی — مثنوی اَسّی سیر کاغذ ہو جائے گی

حاصل آنکہ ہر کہ اُو طالب بُوَد — جانِ مطلوبش بَرو راغب بُوَد
خلاصہ یہ ہے، کہ جو طالب ہوگا — مطلوب کی جان اُس کی طرف راغب ہوگی

آدمی حیواں نباتی و جماد — ہر مُرادے عاشقِ ہر بے مُراد
آدمی، حیوان، نباتات اور جماد — ہر معشوق ہر نامُراد (عاشق)، کا عاشق ہے

بے مُراداں بر مُرادے می تنند — واں مُراداں جذبِ ایشاں میکنند
نامراد (عاشق)، محبوب کا چکر کاٹتے ہیں — وہ محبوب، اُن کو کھینچتے ہیں

لـه گوید۔ اللہ نے قیامت کے وقت کا علم اپنے لئے مخصوص فرما دیا ہے۔ اِرتفاق۔ یعنی ہر عنصر اپنے کرہ کی رفاقت چاہتا ہے۔ چوں بُوَد جبکہ عناصر اپنی اصل کیلئے بے چین ہیں تو روح جو کہ حساس بھی ہے اپنی اصل سے علیحدہ رہنے میں کس قدر بے چین ہوگی۔ گوید۔ روح جسم کے اَجزاء عنصری سے کہتی ہے کہ میں عرشی ہوں اور تم فرشی ہو مجھے اپنے مرکز سے جدا رہنا سخت ناگوار ہے میلِ تن۔ چونکہ جسم فرشی اَجزاء سے بنا ہے لہٰذا اُس کا میلان فرشی چیزوں کی طرف ہوتا ہے۔

ئـه میلِ جاں۔ روحِ انسانی کی اصل روحِ اعظم ہے لہٰذا روح کا میلان ابدی زندگی اور حی و قیوم کیطرف ہے روح کا میلان ترقی اور شرف کیطرف ہے اور جسم کا میلان صرف کھانے پینے کی طرف ہے۔ میل جس طرح روح شرف کی طرف مائل ہے اسی طرح شرف روح کی طرف مائل ہے۔ یُحِب۔ قرآن پاک میں مومنوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے "یُحِبُّہُم وَیُحِبُّونَہٗ" یعنی خدا اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ خدا سے محبت کرتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ جس طرح روح، روحِ اعظم کیطرف مائل ہے اسیطرح روحِ اعظم بھی روح کی طرف مائل ہے۔

ﷺ گر بگویم۔ یعنی اگر میں روح اور روحِ اعظم کے اتحاد کی بات کرونگا تو یہ مثنوی بہت ضخیم ہو جائے گی۔

لیک[1] میلِ عاشقاں لاغر کند — میلِ معشوقاں خوش و بافر کند

لیکن عاشقوں کا عشق (اُنکی) لاغر کرتا ہے — معشوقوں کا عشق اُن کو حسین اور باشوکت بناتا ہے

عشقِ معشوقاں دو رخ افروختہ — عشقِ عاشق جانِ اُو را سوختہ

معشوقوں کے عشق نے دونوں رخسارے روشن کر دیئے ہیں — عاشق کے عشق نے اُس کی جان جلا ڈالی ہے

کہربا عاشق بشکلِ بے نیاز — کاہ می کوشد دراں راہِ دراز

کہربا، لاپروائی کے ساتھ عاشق ہے — تنکا اُس (عشق) میں دراز راستہ طے کرتا ہے

ایں[2] رہا کن عشقِ آں تشنہ دہاں — تافت اندر سینۂ صدرِ جہاں

اس کو چھوڑ، اُس پیاسے کا عشق — صدرِ جہاں کے سینے میں چمک اُٹھا

دودِ آں عشق و غمِ آتشکدہ — رفتہ در مخدوم اُو مشفق شدہ

اس عشق کا دھواں، اور بھٹی کا غم — مخدوم کو پہنچا، وہ مہربان ہو گیا

لیک از ناموس و بُوش و آبرو — شرم می آید کہ وا جوید ازو

لیکن عزت، اور فخر، اور آبرو کی وجہ سے — اُس کو شرم آتی تھی کہ اُس کی جستجو کرے

رحمتش مشتاقِ آں مسکیں شدہ — سلطنت زیں لطف مانع آمدہ

اُس کی رحمت اُس مسکین کی مشتاق ہو گئی — سلطنت اُس مہربانی سے مانع بنی

عقل[3] حیراں کایں عجب اُو را کشید — یا کششِ زاں سُو بدیں جانب رسید

عقل حیران ہے، تعجب ہے کہ یہ اُسکو کھینچ رہا ہے — یا کشش اس جانب سے اس جانب پہنچی ہے

ترکِ جلدی کن کزیں ناواقفی — لب بہ بند واللہ اعلم بالخفی

بہادری چھوڑ، کیونکہ تو اس سے ناواقف ہے — ہونٹ بند کر لے، اور اللہ راز کو زیادہ جانتا ہے

لب بہ بندم ہر دمے زیں ساں سخن — توبہ آرم ہر زماں صد بار من

میں اس طرح کی باتوں سے ہر وقت ہونٹ بند — ہر وقت، سو بار توبہ کرتا ہوں

کایں سخن را بعد ازیں مدفوں کنم — واں کشندہ میکشد من چوں کنم

کہ اس بات کو میں اس کے بعد دفن کر دونگا — وہ کھینچنے والا کھینچتا ہے، میں کیا کروں؟

کیست آں کت میکشد اے معتنی — آنکہ می نگذاردت کہ دم زنی

اے ذخیرہ اندوز! وہ کون ہے جو تجھے کھینچتا ہے؟ — وہ وہ ہے جو تجھے نہیں چھوڑتا کہ تو دم مارے

ایسی تقریر ہے کہ عوام اسی سے اللہ تعالیٰ کی احتیاج اور ضرورت کا نتیجہ نکال لیں گے لہٰذا اس کا بیان مناسب نہیں ہے۔ واں کشندہ۔ حضرت حق تعالیٰ اجازت نہیں دیتا ہے کہ اس امر کی وضاحت کی جائے۔ کیست۔ مجھے اس ارادے سے روکنے والی وہی ذات ہے جو انسانوں کے تمام عزم کو رد کرتی ہے۔

[1] لیک۔ دونوں عشقوں کا اثر جدا گانہ ہے عاشق کا عشق اُس کو لاغر اور کمزور بناتا ہے معشوق کا عشق اُس میں حسن کا اضافہ کرتا ہے معشوق کا عشق اُس کے رُخساروں کو گلنار بناتا ہے عاشق کا عشق اُس کو جلاتا ہے۔ کہربا۔ کہربا میں بھی عشق ہے لیکن بے نیازی کے ساتھ لہٰذا وہ اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے تنکے میں بھی عشق ہے جو اُس کو کہربا کی طرف کھینچ کر لاتا ہے۔

[2] ایں۔ یعنی کائنات کے باہمی عشق کے ذکر کو چھوڑ کر صدرِ جہاں کے عاشق کا ذکر کرو اُس کے عشق کا اثر صدرِ جہاں پر پڑا۔ دود۔ اُس عاشق کی آہوں کا اثر صدرِ جہاں پر ہوا اور وہ اُس پر مہربان ہو گیا۔ لیک۔ لیکن صدرِ جہاں کے عشق کے لئے اُسکی عزت و آبرو معشوق کی تلاش میں مانع تھی۔ رحمتش۔ صدرِ جہاں کی رحمت تو اُس کی مشتاق تھی لیکن اُس کی سلطنت عشق کے لئے مانع بن رہی تھی۔

[3] عقل حیراں۔ کشش دونوں میں تھی لیکن کس کی کشش دوسرے کی کشش کا اثر تھی اس میں عقل حیران ہے۔ جلدی۔ بہادری۔ ناواقفی۔ یعنی ناواقف ہستی، تو ناواقف ہے۔ لب بہ بندم۔ حضرت حق تعالیٰ اپنی محبوبیت کے اظہار کے لئے عاشقوں میں جذبۂ عشق پیدا کرتا ہے لیکن یہ

صد[1] عزیمت میکُنی بہرِ سفر — می کَشاند مَر تُرا جائے دِگر

تو سفر کے لئے سَو پختہ ارادے کرتا ہے — وہ تجھے دوسری جگہ کھینچ لے جاتا ہے

زاں بگرداند بہر سُو آں لگام — تا خبر یابد ز فارِس اسپ خام

وہ لگام کو ہر جانب اِس لئے موڑ دیتا ہے — تاکہ ناتجربہ کار گھوڑا، سوار کو جان جائے

اَسپِ زیرک سَار زاں نیکو پے ست — کو ہمی داند کہ فارِس بر وے ست

سمجھدار گھوڑا اِس لئے عمدہ رفتار ہے — کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اُس پر سوار (موجود) ہے

اُو دِلت را بَر دو صد سودا بِبَست — بے مرادت کرد و پس دِل را شکست

اُس نے تیرے دل کو دو سَو خیالات سے وابستہ کر دیا — تجھے نامراد کیا، اور پھر دل کو توڑ دیا

چوں[2] شکست اُو بالِ آں رائے نخست — چوں نشد ہستیِ بال اِشکن درست

جب اُس نے پہلی رائے کا بازو توڑ دیا — تو بازو توڑنے والے کی ذات کیسے ثابت نہ ہوئی؟

چوں قضایش حبلِ تدبیرت شکست — چوں نشد بر تو قضائے اُو درست

جب اُس کے فیصلے نے تیری تدبیر کی رسّی توڑ دی — تو اُس کا فیصلہ تیرے لئے کیسے ثابت نہ ہوا!

فسخِ عزائم و نقضہا جہتِ باخبر کردنِ آدمی را ازانکہ مالک و قاہر اُوست و گاہ گاہ عزمِ اُو را فسخ ناکردن و نافذ داشتن تا طبعِ اُو را بر عزم کردن دارد تا باز عزمش بشکند تا تنبیہ بر تنبیہ بود

ارادوں کا فسخ کرنا اور اُن کو منسوخ کرنا انسان کو باخبر کرنے کیلئے ہے کہ مالک اور قاہر موجود ہے، اور کبھی کبھی اُس کے ارادے کو نہ توڑنا اور جاری رکھنا اِسلئے ہے کہ اُس کی طبیعت کو ارادہ کرنے کا عادی بنائے تاکہ پھر اُسکے ارادے کو توڑے اور تنبیہ پر تنبیہ ہو جائے

عزمہا[3] و قصدہا در ماجرا — گاہ گاہے راست می آید تُرا

معاملے میں ارادے، اور قصد — کبھی کبھی تیرے لئے ٹھیک ہوتے ہیں

تا بطمعِ آں دِلت نیّت کُنَد — بارِ دیگر نیّتت را بشکند

تاکہ اُس کے لالچ میں تیرا دل ارادہ کرے — دوبارہ وہ تیرے ارادے کو توڑ دیتا ہے

وَر بکُلّی بے مُرادت داشتے — دِل شُدے نومید اَمل کے کاشتے

اگر وہ تجھے بالکلیہ نامراد رکھتا — دل نا اُمید ہو جاتا، امید کا بیج کب ہوتا؟

وَر نکاریدے اَمل از عورِ شِش — کے شُدے پیدا بر و مقہوریش

اگر وہ اپنے اندھے پن سے اُمید (کا بیج) نہ بوتا — تو اُس پر اپنا عاجز ہونا کب ظاہر ہوتا؟

---

[1] صد عزیمت۔ انسان سینکڑوں پختہ ارادے کرتا ہے لیکن پھر اُس ارادے کو پورا نہیں کرتا ہے اِس سے معلوم ہوا کہ رد کرنے والی کوئی خاص ذات ہے۔ زاں۔ اللہ تعالیٰ اِن عزائم کو اِس لئے فسخ کراتا ہے کہ لوگوں کو اُس کی معرفت حاصل ہو جائے مشہور مقولہ ہے۔ عَرَفْتُ رَبِّی بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ میں نے اپنے خدا کو ارادوں کے فسخ ہونے سے سمجھا ہے۔ اُو۔ اللہ تعالیٰ دل میں سَو ارادے پیدا فرماتا ہے پھر انہیں ناکام بھی بنا دیتا ہے۔

[2] چوں شکست۔ جب پہلا ارادہ فسخ ہوتا ہے تو انسان سمجھتا ہے کہ کوئی ذات فسخ کرنے والی ہے۔ چوں قضا۔ جب انسان کی تدابیر ناکام ہوتی ہیں تو اُس کو قضاءِ خداوندی اور خدا کے وجود کا یقین ہو جاتا ہے۔ عزائم۔ عزیمۃ کی جمع ہے پختہ ارادہ۔

[3] عزمہا۔ یعنی کبھی ارادے کی تکمیل ہو جاتی ہے وہ اِس لئے کہ انسان بالکل مایوس نہ ہو جائے اور ارادے اور نیّت کو بالکل نہ چھوڑ بیٹھے۔ ور نکاریدے۔ اگر بالکل ارادہ کرنا چھوڑ دیگا تو ارادے کے فسخ ہونے سے جو معرفت خداوندی حاصل ہوتی ہے وہ نہ ہوگی۔

عاقلاںؑ از بے مُرادیہائے خویش — باخبر گشتند از مُولائے خویش
سمجھدار لوگ اپنی نامرادی کی وجہ سے — اپنے مولا سے باخبر ہو گئے ہیں

بے مُرادی شد قلاوُوزِ بہشت — حُفَّتِ الْجَنَّۃ شنو اے خوش سرشت
نامرادی، بہشت کا پیشرو بنی ہے — اے خوش مزاج! جنت کو گھیرا گیا ہے، سن لے

چوں مُرادات ہمہ اِشکستہ پاست — پس کسے باشد کہ کامِ اُو رواست
جبکہ سب (انسانوں) کے مقاصد شکستہ پا ہیں — تو کوئی تو ہوگا جس کا مقصد پورا ہوتا ہوگا

پس شُدند اِشکستہ پایش ایں صادقاں — لیک کُو خود آں شکستِ عاشقاں
پس یہ سچے انسان اُسکی وجہ سے شکستہ پا ہوئے ہیں — لیکن عاشقوں کی اسی شکستگی کہاں ہے؟

عاقلاں اِشکستہ اَش از اِضطرار — عاشقاں اِشکستہ با صد اختیار
اہلِ عقل، مجبوری سے اُسکے شکستہ پا، ہیں — عاشق سینکڑوں اختیاروں کے باوجود شکستہ (پا) ہیں

عاقلانشںؑ بندگانِ بندی اند — عاشقانش شکّری و قندی اند
عقلمند اُس کے قیدی غلام ہیں — اُس کے عاشق شکر اور قند کھانے والے ہیں

اِیتِیَا کَرْھًا مہارِ عاقلاں — اِیتِیَا طَوْعًا مہارِ بیدلاں
"تم دونوں جبراً آؤ" اہلِ عقل کی مُہار ہے — عاشقوں کی مہار "تم دونوں خوشی سے آؤ" ہے

نظر کردنِ پیغمبر علیہ السّلام باسیراں و تبسّم کردن و گفتن کہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیدیوں کو دیکھنا، اور مسکرانا، اور فرمانا کہ مجھے اُس قوم پر

عَجِبْتُ مِنْ قَوْمٍ یُجَرُّوْنَ اِلَی الْجَنَّۃِ بِالسَّلَاسِلِ وَالْاَغْلَالِ

تعجب آتا ہے جو جنت کی جانب بیڑیوں اور طوقوں کے ذریعہ کھینچی جاتی ہے

دید پیغمبرؐ یکے جُوقِ اسیر — کہ ہمی بُردند و ایشاں در نفیر
پیغمبرؐ نے قیدیوں کی ایک جماعت دیکھی — کہ وہ اُنکو لے جا رہے ہیں اور وہ رو رہے ہیں

دیدشاں در بندِ آں آگاہ شیر — می نظر کردند در وے زیر زیر
اُس بیدار شیر نے اُن کو قید میں دیکھا — وہ (قیدی) نیچی نظروں سے اُن (آنحضورؐ) کو دیکھ رہے تھے

تا ہمی خائید ہر یک از غضب — بر رسولِ صدق دندانہا و لب
حتیٰ کہ ہر ایک غصے سے چبا رہا تھا — دانت اور ہونٹ سچے رسولؐ پر

ہ۱ ... باعقل باوجود ارادے کی کوشش کے پھر محرومی سے ذاتِ خداوندی کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ بے مُرادی۔ مقصد سے محرومی بہشت کی راہبر بنتی ہے اسی لئے حدیث شریف میں ہے حُفَّتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ "جنت کو ناپسندیدگیوں سے گھیر دیا گیا ہے"۔ یعنی جنت میں جانے کے وہ اسباب ہیں جو انسان کو ناگوار گذرتے ہیں۔ پس۔ اپنی محرومی سے انسان اُس ذات کو پہچانتا ہے جس کے ارادے سے مراد لامحالہ حاصل ہوتی ہے یعنی ذاتِ خداوندی۔ پس۔ اہلِ عقل کی نامرادی جبری اور اضطراری ہے۔ عاشقانِ حق کی کسرِ نفسی اور نامرادی اختیاری ہے۔

ہ۲ عاقلانش۔ اہلِ عقل مجبوری کے بندے ہیں عاشقانِ خدا اِس محرومی میں وصلِ حق کی نعمتیں حاصل کرتے ہیں۔ ایتیا۔ قرآن پاک میں ہے۔ ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ وَھِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَھَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا یعنی پھر حضرت حق تعالیٰ آسمان پر مستوی ہوا اور وہ ایک دھواں تھا پھر اُس سے اور زمین سے کہا تم دونوں فرمانبرداری کرو خوشی سے یا جبرًا، یعنی اہلِ عقل کی اطاعت کَرْھًا کی مصداق ہے اور عاشقوں کی اطاعت طَوْعًا کی مصداق ہے۔

ہ۳ نظر کردن۔ اِس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ کچھ لوگ اطاعت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جیسے کہ کفار جو جنگ میں قید ہو کر آئے اور پھر اسلام لا کر اطاعتِ خداوندی میں لگے۔ جُوق۔ جماعت۔ نفیر۔ آہ و بکا۔ آگاہ شیر۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ زیر زیر۔ یعنی وہ قیدی آنحضورؐ کو دُزدیدہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ تا ہمی۔ وہ لوگ آنحضورؐ پر غضبناک تھے۔

زہرہ نے با آں غضب کے دم زنند | زانکہ دَر زنجیرِ قہرِ دہ من اَند
باوجود اُس غصہ کے کسی کی طاقت نہ تھی کہ دم مارے | کیونکہ وہ قہر کی دس سیر (وزنی) زنجیر میں تھے

می کشاندشاں مُوکّل[1] سُوئے شہر | می بَرَد از کافرستاں شاں بقہر
سپاہی اُن کو شہر کی جانب لے جا رہا تھا | اُن کو کفرستان سے جبراً لے جا رہا تھا

نے فدائے می ستاند نے زرے | نے شفاعت میرسد از سَروَرے
نہ وہ فدیہ لیتا ہے نہ روپیہ | نہ کسی سردار کی سفارش آتی ہے

رَحمتِ عالَم ہمی گویند و اُو | عالَمے را می بُرَد حلق و گلو
اُس کو رَحمتِ عالَم کہتے ہیں، اور وہ | ایک جہان کا گلا اور حلق کوٹتا ہے

با ہزار انکار می رفتند راہ | زیرِ لَب طعنہ زناں بر کارِ شاہ
وہ ہزار انکار کے ساتھ راستہ طے کر رہے تھے | شاہ کے کام پر چپکے چپکے طعنہ زنی کرتے ہوئے

چارہا[2] کردیم و اینجا چارہ نیست | خود دلِ ایں مَردکم از خارہ نیست
ہم نے بہت تدبیریں کیں اور یہاں کوئی تدبیر (کارگر) نہیں ہے | خود اُس شخص کا دل، پتھر سے کم نہیں ہے

ما ہزاراں مَردِ کارِ الپ ارسلاں | با دو سہ عُریاں و سُست و نیم جاں
ہم ہزاروں بہادر شیر | دو تین ننگوں، سُست، اور کمزوروں کے ساتھ ہیں

اِینچنیں دَرماندہ ایم از کجروِیست | یا ز اخترہاست یا خود جادوئی ست
ہم ایسے عاجز ہیں یہ (ہمارا) ٹیڑھا پن ہے | یا ستاروں کی وجہ سے یا جادوگری ہے

بَختِ مارا بَردرید آں بَختِ اُو | تختِ ما شد سرنگوں از تختِ اُو
ہمارے نصیبے کو اُس کے نصیبے نے چاک کر دیا | ہمارا تخت اُس کے تخت سے اوندھا ہو گیا

کارِ اُو[3] از جادوئی گر گشت زَفت | جادوئی کردیم ما ہم چوں نَرفت
اگر اُس کا معاملہ جادوگری کی وجہ سے بھاری پڑ گیا ہے | ہم نے بھی جادو کیا وہ کیوں نہ چلا؟

تفسیر ایں آیہ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَکُمُ الْفَتْحُ طاعناں میگفتند

اِس آیت کی تفسیر اگر تم فتح طلب کرتے تھے تو بیشک فتح ہو گی، معترضین کہتے تھے

کہ ز ما و محمدؐ آنکہ بر حق ست فتح و نصرتش بدہ و ایں سخن بداں میگفتند کہ
کہ ہم میں اور محمدؐ میں جو حق پر ہے اُسکی فتح اور مدد کر، اور وہ یہ بات اِس لئے کہتے تھے

گماں می بردند خود بر حق اند و طالبِ حق بے غرض اکنوں محمدؐ منصور شد
کہ اُن کا گمان تھا کہ وہ خود حق پر ہیں اور اب حق کا بے غرض طلبگار محمدؐ فاتح بن گیا

---

[1] مُوَکّل. سپاہی. کافرستان. یعنی انکا وطن. نے فدائے۔ آنحضورؐ اُن قیدیوں کا نہ فدیہ قبول کر رہے تھے اور نہ روپیہ پیسہ اور نہ آنحضورؐ کے پاس کوئی سفارش پہنچ سک رہی تھی۔ رحمتِ عالم۔ وہ قیدی دل میں یہ بھی کہہ رہے تھے کہ ان کو لوگ رحمتِ عالم کہتے ہیں حالانکہ یہ لوگوں کا گلا کاٹ رہے ہیں۔ باہزار انکار۔ وہ دل دل میں آنحضورؐ پر طعنہ زنی کر رہے تھے۔

[2] چارہا۔ ہم نے اپنی رہائی کی بہت تدبیریں کیں لیکن کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی۔ خارہ۔ ایک قسم کا پتھر ہے جو بہت سخت ہوتا ہے۔ مردِ کار۔ بہادر۔ الپ ارسلاں۔ الپ بہادر اور ارسلان درندہ شیر۔ با دو سہ یعنی چند بے سروسامان کمزور لوگوں سے شکست کھا کر قیدی بنے ہوئے جا رہے ہیں۔ اینچنیں۔ اسکی وجہ ہماری غلط روی ہے یا ہم پر ستاروں کی نحوست ہے یا جادو ہوا ہے۔

[3] کارِ اُو۔ پھر دل میں کہتے تھے کہ اگر اُن کا جادو چلا ہے تو ہم نے بھی جادو کیا وہ کیوں نہ چلا۔ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ یعنی اے کفر والو! تم فتح مانگتے تھے اور کہتے تھے کہ جو حق پر ہو اُسکو

از بُتان[1] و از خدا درخواستیم ... کہ بکُن ما را اگر ناراستیم

ہم نے بُتوں اور خدا سے درخواست کی ... کہ اگر ہم غلط ہیں تو ہمیں (جڑ سے) اُکھاڑ دے

وانکہ حق و راست ست از ما و او ... نصرتش دہ نصرتِ او را بجو

ہم میں اور اُس میں سے جو حق اور سچائی پر ہے ... اُس کی مدد کر، اُس کا مددگار بن

ایں دعا بسیار کردیم و صلاۃ ... پیشِ لات و پیشِ عزّیٰ و مَنات

ہم نے یہ دعا اور درود بہت کیے ... لات کے آگے، عزّیٰ اور مَنات کے آگے

کہ اگر حق ست او پیدا ش کُن ... گر نباشد حق زبونِ ما ش کُن

کہ اگر وہ برحق ہے اُس کو نمایاں کر دے ... (اور) اگر وہ حق پر نہیں ہیں ہم سے مغلوب کر دے

چونکہ وا دیدیم او منصور بود[2] ... ما ہمہ ظلمت بُدیم او نور بود

جبکہ ہم نے کھلا دیکھ لیا، کہ وہ فاتح رہا ... (اور) ہم سب تاریکی تھے، وہ نور تھا

ایں جوابِ ماست کانچہ خواستید ... گشت پیدا کہ شما ناراستید

یہ ہمارے لئے جواب ہے، کہ جو تم نے چاہا ... واضح ہو گیا کہ تم غلط ہو

باز ایں اندیشہ را از فکرِ خویش ... کور می کردند و دفع از ذکرِ خویش

وہ پھر اس خیال کو اپنے فکر سے ... بے فروغ بناتے تھے اور اپنی یاد سے دفع کرتے تھے

کایں تفکّر ما ہم از ادبار رُست ... کہ صوابِ او شود در دل دُرست

کہ ہمارا یہ خیال بھی بدبختی سے پیدا ہوا ہے ... تاکہ اُن کی حقانیت دل میں بیٹھ جائے

خود چہ شد گر غالب آمد چند بار ... ہر کسے را غالب آرد روزگار

اگر وہ چند مرتبہ غالب ہو گیا تو کیا ہوا؟ ... زمانہ کسی کو بھی غالب کر دیتا ہے

ما ہم از ایّامِ بخت آور شدیم ... بار ہا بر روئے مظفّر آمدیم

ہم بھی زمانے سے نصیبہ ور ہوئے ہیں ... کئی بار اُس پر فتحمند ہوئے ہیں

باز می گفتند[3] اگر چہ او شکست ... چوں شکستِ ما نبود او زشت و پست

وہ پھر کہتے کہ اگر اُس نے شکست (کھائی ہے) ... وہ ہماری شکست کی طرح بُری اور ذلیل نہ تھی

زانکہ بختِ نیک او را در شکست ... داد صد شادیِ پنہاں زیر دست

کیونکہ نیک نصیبے نے اُس کو شکست میں ... سو پوشیدہ خوشیاں قبضے میں دیدیں

کو بہ اشکستہ نمی مانَست ہیچ ... کہ نہ غم بودش دراں نے پیچ پیچ

وہ کبھی شکست خوردہ کی طرح نہیں بنا ... کیونکہ اُس کو اُس میں نہ کوئی غم ہوا نہ پریشانی

---

[1] از بتان۔ کفار کہتے تھے کہ ہم نے بتوں اور خدا سے دعائیں مانگی تھیں کہ جو حق پر ہو اس کو فتح دے دے۔ پیشس۔ لات اور منات اور عزّیٰ بُتوں کے نام ہیں۔ چونکہ۔ اب جبکہ مسلمانوں کو فتح ہو رہی ہے تو یقیناً یہ لوگ حق پر ہیں۔

[2] ایں۔ مسلمانوں کی فتح منِدی ہماری دعاؤں کی قبولیت ہے۔ باز۔ پھر اس خیال کو اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کرتے کہ اگر غلبہ حقانیت کی دلیل ہے تو ہم بھی کئی بار غالب ہو چکے ہیں۔

[3] باز می گفتند۔ پھر اپنے اس خیال کی تردید کرتے اور سوچتے کہ ہماری شکست اور مسلمانوں کی شکست میں بہت فرق ہے ہم شکست سے پست ہوتے ہیں اور مسلمان شکست کھا کر اور ابھرتے ہیں۔ چونکہ مسلمان شکست سے پست ہمت نہیں بنتے ہیں بلکہ ان میں قوتِ ایمانی اور بڑھ جاتی ہے۔ کو۔ آنحضورؐ شکست سے کبھی شکستہ خاطر نہیں ہوئے۔

چونؔ نشانِ مؤمناں مغلوبی ست | لیک در اشکستِ مؤمن خوبی ست
چونکہ مؤمنوں کی پہچان مغلوب ہونا ہے | لیکن مؤمن کی شکست میں بھلائی ہے

گر تو مشک و عنبرے را بشکنی | عالَمے از فیحِ ریحاں پُر کُنی
اگر تو مشک، اور عنبر کو توڑے گا | ایک جہان کو خوشبو کی مہک سے بھر دیگا

ور شکستی ناگہاں سرگینِ خر | خانہا پُر گند گردد سربسر
اگر تو اچانک گدھے کی لید کو توڑے گا | سارے مکانات بدبو سے بھر جائیں گے

کر کُند خود مشک با سرگیں قیاس | آب را با بول و اطلس با پلاس
مشک کو لید پر کوئی قیاس کرے گا ؟ | پانی کو پیشاب سے اور اطلس کو ٹاٹ پر کوئی قیاس کریگا ؟

سِرِّ آنکہ بے مُراد باز گشتن رسول علیہ السلام از حُدیبیہ حق تعالیٰ

اس کا راز کہ بغیر مقصد پورا کیے ہوئے آنحضورؐ کے حدیبیہ سے واپس آنے کو اللہ تعالیٰ

لقب آں فتح کرد کہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًاؔ بصورت غلق بود

نے فتح کا لقب دیا کہ "بیشک ہم نے آپ کو کھلی فتح دی" بظاہر بندش تھی اور

و بمعنیٰ فتح چنانچہ شکستنِ مشک بظاہر شکستن ست و بمعنیٰ

حقیقتاً فتح جیسے کہ مشک کی شکستگی بظاہر شکستگی ہے اور حقیقتاً اس کے

درست کردن ست مشکیِ اُورا و تکمیلِ فوائد اُوست

مُشک پن کو ٹھیک کرنا ہے اور اس کے فائدوں کو مکمل کرنا ہے

وقتِ برگشتِ حُدیبیہ رسولؐ | در تفکر بُود و غمگین و ملول
حدیبیہ سے واپسی پر رسولؐ | فکر میں تھے اور غمگین اور ملول (تھے)

ناگہاںؔ اندر حقِ شمعِ رُسُل | دولت اِنَّا فَتَحْنَا زد دُہل
رسولوں کی شمع کے حق میں اچانک | دولت نے اِنَّا فَتَحْنَا کا ڈھول بجادیا

آمدش پیغام از دولت کہ رَو | تو ز منعِ ایں ظفر غمگیں مشو
دولت کی جانب سے انکو پیغام آیا کہ چلیے | آپ اس فتح کے رُکنے سے غمگین نہ ہوں

کاندریں خواری بنقدت فتحہاست | نِک فلاں قلعہ فلاں بقعہ تراست
اس ذلت میں آپ کی فوری فتوحات ہیں | یہ فلاں قلعہ، فلاں علاقہ آپ کا ہے

ےؔ چوں نشاں۔ مسلمان کی بے سروسامانی اس کے ایمان کی علامت ہے اور مومن کی شکست اس کے اعمال و اخلاق کی اصلاح کر دیتی ہے۔ گر تو۔ مولانا مسلمانوں کی شکست میں مضمر خوبی کو ایک مثال سے سمجھاتے ہیں کہ مشک و عنبر کی ڈلی کو اگر توڑ دیا جائے تو اس کی خوشبو زیادہ مہکنے لگتی ہے۔ فیح۔ مہک، لپٹ۔ سرگین خر۔ کافروں کی شکست کی مثال یہ ہے کہ گدھے کی لید کو اگر کریدا جائے تو اس کی بدبو اور پھیل جاتی ہے۔ کر کند۔ مسلمانوں کی شکست اور کافروں کی شکست کو ایک سمجھنا ایسا ہے جیسے کہ کوئی لید اور مشک کو یا پانی اور پیشاب کو یا اطلس اور ٹاٹ کو ایک سمجھے۔
ےؔ انا فتحنا۔ مسلمانوں کی شکست چونکہ مزید تقویت کا باعث ہے اسی لئے قرآن نے حدیبیہ کی ناکامی کو فتح قرار دیا تھا۔ حدیبیہ۔ آنحضورؐ اور صحابہؓ کی جماعت مدینہ سے عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوئی۔ مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ مکہ کے کفار مکہ میں داخلہ سے مانع آئے تو حضورؐ صلح کر کے بغیر عمرہ کے واپس آگئے تھے۔ یہ صلح بظاہر مسلمانوں کی شکست تھی لیکن حقیقتاً یہ فتح تھی جیسے کہ آئندہ کے واقعات نے ثابت کر دیا تھا ——— ےؔ ناگہاں۔ حدیبیہ سے ناکام واپسی کو قرآن نے فتح مبین سے تعبیر کیا ہے۔ آمدش۔ حضورؐ کو حکم ہوا کہ عمرہ کے بغیر واپس ہو جاؤ اور اس ناکامی سے رنجیدہ نہ ہو۔ کاندریں۔ یہ ناکامی بہت سی فتوحات کا سبب بنے گی۔ بقعہ۔ یعنی زمین کا علاقہ۔

بنگر[1] آخر چونکہ وا گردید تفت | بر قریظہ، بر نضیر از وے چہ رفت

دیکھو جب وہ جلدی سے واپس آ گئے | اُن کی جانب سے قریظہ اور نضیر پر کیا گزری

قلعہا ہم گردِ آں دو بقعہا | شد مُسلّم وز غنائم نفعہا

اِن دونوں کے علاقوں کے آس پاس کے قلعے بھی | فتح ہو گئے اور غنیمتوں کے سبب نفعے (ہوئے)

ور[2] نباشد آں تو بنگر کایں فریق | بر غم و رنج اند مفتون و عشیق

اگر یہ بھی نہ ہو تو دیکھ لے یہ لوگ | رنج و غم کے شیدا، اور فریفتہ ہیں

زہر خواری را چو شکر می خورند | خارِ غمہا را چو اشتر می چرند

وہ ذِلّت کے زہر کو شکر کی طرح کھاتے ہیں | غموں کے کانٹے کو اونٹ کی طرح چرتے ہیں

بہرِ عینِ غم نہ از بہرِ فرج | ایں تسافل پیشِ ایشاں چوں درج

صرف غم کے لئے، نہ کہ خوشی کے لئے | یہ تنزل اُن کے لئے مراتب کی طرح ہے

آنچناں شاد اند اندر قعرِ چاہ | کہ ہمی ترسند از تخت و کلاہ

وہ کنوئیں کی گہرائی میں، ایسے خوش ہیں | کہ تخت و تاج (کے حاصل ہونے) سے ڈرتے ہیں

در فقیری ہر یکے صد شہر یار | در خزانِ فاقہ صد ہمچوں بہار

ہر ایک فقیری میں سیکڑوں شاہوں کی طرح ہے | فاقے کی خزاں میں سیکڑوں بہاروں کی طرح ہے

ہر کجا دلبر بود خود ہم نشیں | فوقِ گردوں ست نے زیرِ زمیں

جہاں کہیں محبوب خود ساتھی ہو | وہ آسمان پر ہے، نہ کہ زمین کے نیچے

تفسیر[3] حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تفسیر کہ مجھے یونس بن متی پر فضیلت نہ دو

گفت پیغمبر کہ معراجِ مرا | نیست بر معراجِ یونسؑ اجتبا

پیغمبرؐ نے فرمایا کہ میری معراج | یونسؑ کی معراج سے پسندیدہ نہیں ہے

آنِ من بر چرخ و آنِ او نشیب | زانکہ قُربِ حق برونست از حسیب

(حالانکہ) میرا مقام آسمان پر اور اُن کا مقام پستی میں ہے | کیونکہ اللہ (تعالیٰ) کا قرب (اس) حساب سے بالا ہے

قرب نے بالا نہ پستی رفتن ست | قربِ حق از حبسِ ہستی رستن ست

قرب نہ اوپر جانا ہے نہ نیچے جانا ہے | اللہ کا قرب، وجود کی قید سے چھوٹنا ہے

کی گہرائی میں آنکو معیتِ حق حاصل ہے تو وہ آسمان کی بلندی سے بہتر ہے ــــ [3] تفسیر۔ اِس حدیث کی تفسیر سے مولانا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اصل معیتِ حق ہے اونچائی نیچائی میں خود کوئی فضیلت اور بڑائی نہیں ہے، معراجِ یونسؑ۔ حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں سمندر کی گہرائی میں معراج حاصل ہوئی۔ آنحضرت حضورؐ کو معراج آسمانوں کی بلندی پر حاصل ہوئی۔ قربِ حق۔ قربِ حق حاصل ہوتے ہوئے اونچائی نیچائی کوئی چیز نہیں مگر قرب۔ اللہ کا قرب بلندی اور پستی سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ ترکِ ہستی سے ہوتا ہے۔

[1] بنگر۔ بنی قریظہ اور بنی النضیر یہود کے دو قبیلے تھے جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھے اُن کی معاہدہ شکنی کی وجہ سے آنحضورؐ اُن کو حدیبیہ کے واقعہ سے پہلے ہی جلاوطن کر چکے تھے بنی النضیر ۴ھ میں اور بنی قریظہ ۵ھ میں غزوۂ خندق کے فوراً بعد جلاوطن کر دیئے گئے تھے۔ حدیبیہ کا واقعہ ۶ھ کا ہے البتہ اِن میں کچھ لوگ خیبر میں جا کر آباد ہو گئے تھے اور خیبر ۷ھ میں فتح ہوا۔ اب اگر مولانا کی مراد فتح خیبر ہے تو مولانا کا فرمانا سیرت کی کتب کے مطابق ہے ورنہ مخالف ہے۔

[2] ور نباشد۔ اگر فتوحات اور غنیمتیں نہ بھی ہوں تب بھی یہ جماعت وہ ہے جس کو رضا کا وہ مقام حاصل ہے کہ جس میں غم بھی اسی طرح خوشگوار ہوتا ہے جس طرح خوشی۔ حضرت رابعہ بصریہؒ نے فرمایا کہ سالک کو رضا کا مقام اُس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ غم بھی اسکے لئے ایسا ہی خوشگوار ہو جیسا کہ خوشی۔ بہرِ غم۔ یعنی غم اُن کو اس لئے خوشگوار نہیں ہے کہ وہ کسی خوشی کا پیش خیمہ ہے۔ قعرِ چاہ۔ ذلت اُنکو اسقدر پیاری ہوتی ہے کہ اُسکے زوال اور تختِ شاہی حاصل ہو جانے سے ڈرتے ہیں۔ در فقیری۔ یہ لوگ فقر میں شاہی اور خزاں میں بہار کے لطف اُٹھاتے ہیں۔ ہر کجا جبکہ کنوئیں

نیستؔ[1] را چہ جائے بالا یست و زیر | نیست را نے زود و نے دورست و دیر

فنائیت کے لئے کیا اونچائی کیا نیچائی | فنائیت کے لئے نہ جلدی ہے نہ دور اور دیر ہے

کارگاہِ گنجِ حق در نیستی ست | غرّہ ہستی چہ دانی نیست چیست

اللہ کے خزانہ کا کارخانہ، فنائیت میں ہے | تو ہستی کے دھوکے میں ہے تو کیا سمجھے کہ فنائیت کیا ہے!

حاصل ایں اشکستِ ایشاں اے کیا | می نماند ہیچ با اشکستِ ما

خلاصہ یہ ہے، اے بزرگ! اُن کی شکست | ہماری شکست سے کسی طرح مشابہ نہیں ہے

آنچناں شاد اند در ذُلّ و تلف | ہمچو ما در وقتِ اقبال و شرف

وہ ذلت اور تباہی میں اس طرح خوش ہیں | جس طرح ہم اقبالمندی اور بڑائی میں

برگِ بے برگی ہمہ اقطاعِ اوست | فقر و خواری افتخارست و علوست

پوری بے سروسامانی کا سامان اُس کی جاگیر ہے | فقر اور ذلت، فخر اور بڑائی بنے

آں یکےؔ[2] گفت ار چناں ست آں فرید | چوں نخندید او چو ما را بستہ دید

ایک نے کہا، اگر وہ یکتا ایسا ہے | تو وہ کیوں ہنسا جبکہ اُس نے ہمیں بندھا ہوا دیکھا!

چونکہ او مُبدَل شدست و شادیش | نیست زیں زندان و زیں آزادیش

جبکہ اُس میں تبدیلی ہو چکی ہے، اور اُس کی خوشی | اس قید اور اس آزادی سے (متعلق) نہیں ہے

پس بقہرِ دشمناں چوں شاد شد | چوں ازیں فتح و ظفر پُر باد شد

تو وہ دشمنوں کے مغلوب ہونے سے کیوں خوش ہوا؟ | اس فتح اور کامیابی سے کیوں مغرور بنا ہے،

شاد شدؔ[3] جانش کہ بر شیرانِ نر | یافت آساں نصرت و دست و ظفر

اُس کی جان خوش ہوئی کیونکہ بہادر شیروں پر | آسانی سے فتح اور قابو، اور ظفر پائی

پس بدانستیم کو آزاد نیست | جز بدنیا دلخوش و دلشاد نیست

تو ہم جان گئے کہ وہ آزاد نہیں ہے | دنیا کے سوا کسی چیز سے خوش دل اور مسرور نہیں ہے

ورنہ چوں خندد کہ اہلِ آں جہاں | بر بد و نیک اند مشفق مہرباں

ورنہ کیوں ہنستا، جبکہ اُس جہان والے | اچھے اور بُرے پر مشفق، اور مہربان ہیں

ایں ہمی گفتند در زیرِ زباں | آں اسیراں باہم اندر بحثِ آں

وہ آہستہ سے یہ کہہ رہے تھے | وہ قیدی آپس میں اس کی بحث میں

تا مؤکّل نشنود در ما جہد | ایں سخن در گوشِ آں سلطاں نہد

تاکہ سپاہی نہ سُن لے (اور) ہم پر کود پڑے | یہ بات اُس بادشاہ کے کان میں رکھدے

[1] نیست۔ جب مقامِ فنا حاصل ہو جائے تو زمان و مکان کی اونچ نیچ سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ کارگاہ فنائیت کے بعد اسرارِ خداوندی ظاہر ہوتے ہیں جو شخص ہستی میں پھنسا ہے وہ فنائیت کو نہیں سمجھ سکتا۔ حاصل۔ یہاں سے پھر اُن قیدیوں کا مقولہ شروع ہوتا ہے اُنھوں نے کہا ہماری اور مسلمانوں کی شکست میں بہت فرق ہے۔ آنچناں۔ وہ شکست میں بھی اس قدر خوش ہوتے ہیں جس طرح کہ ہم فتح میں۔ برگ بے برگی۔ بے سروسامانی اُن کا سامان ہے فقر اور ذلت میں فخر سمجھتے ہیں۔

[2] آں یکے۔ آنحضورؐ کی فنائیت پر اُس شخص نے اعتراض کیا کہ اگر اُن کو مقامِ فنائیت حاصل ہے اور وہ اللہ کے مقرب ہیں تو ہماری تباہی پر کیوں خوش ہو رہے ہیں۔ اگر اُن میں بالکل تبدیلی آگئی ہے اور اُنکی خوشی ہماری قید اور اپنی آزادی سے متعلق نہیں ہے تو پھر ہمیں قید میں دیکھ کر کیوں ہنسے اور اپنی کامیابی پر کیوں مغرور ہیں۔

[3] شاد شد۔ یقیناً اُنکی خوشی اسی بنا پر ہے کہ ہم جیسے شیروں پر اُنھوں نے فتح پائی ہے۔ پس۔ اس بات سے میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہستی سے آزاد نہیں ہیں اور وہ ایک دنیا دار ہیں۔ اہلِ آں جہاں۔ اللہ والے تو سب انسانوں پر مہربان ہوتے ہیں خواہ انسان بھلے ہوں یا

آگاہ[1] شدنِ پیغمبر علیہ السّلام از طعنِ ایشاں بر قہمانتِ اُو

خوشی پر اُن کی طعنہ زنی سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واقف ہو جانا

گرچہ نشنید آں مُوکّل ایں سخن	رفت در گوشے کہ بُد آں من لدُن
اگرچہ اُس سپاہی نے یہ بات نہ سنی	اُس کان میں پہنچ گئی جو کہ اللہ کی جانب سے تھا
بُوئے پیراہانِ یوسفؑ راندید	آنکہ حافظ بُود یعقوبش شنید
(حضرت) یوسفؑ کے لباس کی خوشبو نہ محسوس کی	اُس نے جو محافظ تھا، اُس کو یعقوبؑ نے محسوس کیا
آں شیاطیں بر عنانِ آسماں	نشنوند آں سرِّ لوحِ غیب داں
وہ شیاطین، آسمان کی بلندی پر	غیب کے جاننے والے کی لوح کے راز کو نہیں سنتے ہیں
آں محمدؐ خفتہ و تکیہ زدہ	آمدہ سرّ گردِ اُو گرداں شدہ
محمدؐ سوئے ہوئے، اور تکیہ لگائے ہوئے ہیں	راز آیا (اور) اُس نے اُن کے گرد چکر لگائے
آں[2] خورد حلوا کہ روزیش ست باز	آں نہ کانگشتانِ اُو باشد دراز
حلوا وہ کھاتا ہے، جس کی روزی کشادہ ہو	نہ کہ وہ جس کی انگلیاں لمبی ہوں
نجمِ ثاقب گشتہ حارسِ دیوراں	کہ بہل دُزدی ز احمدؐ سرّ ستاں
ٹوٹنے والا ستارہ نگہبان اور شیطان کو بھگانے والا	کہ چوری چھوڑ، احمدؐ سے راز حاصل کر
اے دویدہ سُوئے دُکاں از پگاہ	ہیں بمسجد رَو بجو رزقِ از الٰہ
اے صبح سے دکان کی جانب دوڑے ہوئے!	خبردار! مسجد میں جا، اللہ سے روزی مانگ

فہم کردنِ رسول علیہ السّلام ضمیرِ آں اَسیراں را

آنحضور علیہ السّلام کا اُن قیدیوں کے دل کی بات سمجھ جانا

پس رسولؐ آں گفتِ شاں را فہم کرد[3]	گفت آں خندہ نبُودم از نبرد
پس رسولؐ اُن کی وہ گفتگو سمجھ گئے	فرمایا وہ میرا ہنسنا، جنگ کے معاملہ میں نہ تھا
مُردہ اَند ایشاں و پوسیدہ فنا	مُردہ کُشتن نیست مردی پیشِ ما
وہ مُردہ ہیں، اور فنا سے گلے ہوئے ہیں	مُردے کو مارنا ہمارے نزدیک بہادری نہیں ہے
خود کیند ایشاں کہ مہ گردد شگاف	چونکہ من پا بفشردم اندر مصاف
وہ کیا ہیں، بلکہ چاند پھٹ جاتا ہے	جب میں میدانِ جنگ میں قدم جمالوں
آنگہے کازاد بُودید و مکیں	من شمارا بستہ می دیدم چنیں
جس وقت کہ تم آزاد اور مقیم تھے	میں تمہیں ایسا ہی بندھا ہوا دیکھ رہا تھا

[1] آگاہ۔ آنحضورؐ نے ان کی یہ خفیہ باتیں سن لیں اس لئے کہ آپ کے کان اِس جہان کے کان نہ تھے بلکہ وہ خدائی کان تھے جن کے لئے آہستہ بات اور بلند آواز کی بات یکساں ہے۔ بوئے۔ جن لوگوں کو قربِ الٰہی حاصل ہو جاتا ہے وہ صفاتِ حق سے متصف ہو جاتے ہیں حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو اُس محافظ کو نہ پہنچی جو قمیص لئے جا رہا تھا باوجود دور ہونے کے حضرت یعقوبؑ کو پہنچ گئی۔ آں شیاطین۔ لوحِ محفوظ کے اسرار شیاطین آسمانوں پر پہنچ کر بھی نہیں سن پاتے ہیں آنحضورؐ اپنی جگہ رہتے ہوئے سن لیتے تھے۔

[2] آں خورد۔ یعنی حلاوت درازی سے نہیں ملتا ہے مقدّر سے ملتا ہے یہی حال اسرارِ خداوندی کا ہے۔ نجمِ ثاقب۔ جب شیاطین آسمانی راز معلوم کرنے کیلئے آسمان پر چڑھتے ہیں تو ستارے اُن پر ٹوٹتے ہیں اور وہ اُن کو بھگا دیتے ہیں۔ راز احمدؐ یعنی اسرارِ خداوندی حضورؐ سے حاصل کرو۔ اے دویدہ۔ روزی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے دکان نہیں ہے لہٰذا اُس سے روزی مانگو۔

[3] فہم کرد یعنی آنحضورؐ کو بطور وحی کے اُنکی گفتگو کا علم ہو گیا۔ نبرد یعنی میں جنگ کے معاملہ میں نہیں مسکرا رہا تھا۔ مُردہ۔ یعنی یہ کفار درحقیقت مُردہ ہیں اور مُردے کو مارنا کونسی بہادری ہے

اے بنازیدہ بملک و خانداں ¹ — نزدِ عاقل اشترے بر نردباں

اے وہ جو سلطنت اور خاندان پر نازاں ہیں — (یہ) عقلمند کے نزدیک سیڑھی پر اونٹ ہے

نقشِ تن را تا فتاد از بام طشت — پیشِ چشمم کُلِّ آتِ آت گشت

جب سے جسم کا طشت بام سے گرا ہے — ہر آنے والی بات میری آنکھ کے سامنے آگئی ہے

بنگرم در غورہ می بینم عیاں — بنگرم در نیست شی بینم عیاں

میں انگور کا کچا خوشہ دیکھتا ہوں تو شراب دیکھ لیتا ہوں — میں عدم میں نظر کرتا ہوں تو وجود دیکھ لیتا ہوں

بنگرم ² سرِ عالمے بینم نہاں — آدمؑ و حوّا نرستہ از جہاں

میں عالمِ غیب کو دیکھتا ہوں تو ایک پوشیدہ جہان دیکھ لیتا ہوں — جبکہ آدمؑ اور حوّاؑ دنیا میں نہ پیدا ہوئے تھے

من شما را وقتِ ذرّاتِ اَلَست — دیدہ اَم پابستہ و منکوس و پست

میں نے تمہیں، اَلَست کی چیونٹیوں کے وقت — پابزنجیر، اور اوندھا اور ذلیل دیکھا ہے

از حدوثِ آسمانِ بے عمد — آنچہ دانستہ بُدم افزوں نشد

بے ستون کے آسمان کے پیدا ہونے کے بارے میں — جو مجھ میں جان چکا تھا اس سے نہ بڑھا

من شما را سرنگوں می دیدہ اَم — پیش ازاں کز آب و گل بالیدہ اَم

میں نے تمہیں، اوندھا دیکھا ہے — اس سے پہلے کہ میں نے آب و گل سے پرورش پائی ہے

نو ندیدم تا کنم شادی بداں — ایں ہمی دیدم دراں اقبالِ تاں

میں نے نئی بات نہیں دیکھی کہ اس پر خوشی مناؤں — یہ تو میں تمہارے مقدر میں دیکھ رہا تھا

بستہ ³ قہرِ خفی وانگہ چہ قہر — قند می خوردید و در وے دَرج زہر

مخفی قہر میں بندھے ہوئے پھر قہر بھی کیسا! — تم شکر کھا رہے تھے اور اس میں زہر داخل تھا

ایں چنیں قندے پُر از زہر ار عدو — خوش بنوشد چیت حسد آید برو

اگر دشمن، زہر سے بھری ہوئی ایسی شکر — خوشی سے کھائے تو اس پر کیا حسد ہو سکتا ہے؟

بانشاط آں زہر می کردید نوش — مرگِ تاں خفیہ گرفتہ ہر دو گوش

تم خوشی سے وہ زہر پی رہے تھے — تمہاری موت نے مخفی طور پر دونوں کان بند کر دیئے

من نمی کردم غزا از بہرِ آں — تا ظفر یابم فرو گیرم جہاں

میں اس لئے جہاد نہیں کرتا ہوں — کہ فتحمند ہوں دنیا پر قبضہ کروں

کایں جہاں جیفہ است و مُردارِ رخیص — بر چنیں مُردار چوں باشم حریص

یہ دنیا مُردار ہے، اور سستا مُردار — ایسے مُردار پر میں کیسے لالچی بن سکتا ہوں؟

---

¹ اے۔ خاندان اور سلطنت پر نازکرنا ایسا ہی ناپائیدار ہے جس طرح کہ اونٹ کا سیڑھی پر ٹکاؤ۔ نقشِ تن۔ جب کہ میں جسم کی مادیت سے آزاد ہو گیا ہوں ہر آنے والے واقعہ کو اسطرح دیکھ لیتا ہوں جیسے کہ وہ میرے سامنے ہے۔ بنگرم۔ انگور سے بننے والی خراب کو اس کے کچے خوشہ میں دیکھ لیتا ہوں۔ کسی چیز کے معدوم ہونے کی حالت میں اسکے وجود کو دیکھ لیتا ہوں۔

² بنگرم۔ پہلے اشعار میں ہونے والی باتوں کے بارے میں علم کی وسعت کو بیان تھا اس شعر میں گزشتہ واقعات پر علم کی وسعت کا بیان ہے یعنی ازلی واقعات پر بھی میرا علم محیط ہے۔ من شمارا۔ ازل میں جبکہ حضرت آدمؑ کی پشت سے آپکی اولاد کو چیونٹیوں کی شکل میں نکال کر اُن سے عہدِ اَلَست لیا گیا تھا میں نے اسوقت تمہیں اوندھا دیکھ لیا تھا۔ از حدوث۔ بے ستون کے بارے میں جو علم مجھے ازل میں حاصل ہوا تھا کائنات کے وجود کے بعد اسمیں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ من شما۔ میں نے اپنے عالمِ ناسوت میں آنے سے قبل ہی تمہیں اوندھا دیکھا تھا۔ نو ندیدم۔ تمہاری شکست میرے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے جس پر میں خوش ہوں۔

³ بستہ۔ میں نے ازل ہی میں تمہیں قہرِ الٰہی میں مبتلا دیکھا تھا اور قہر بھی ایسا جسکو تم مہر سمجھے ہو۔ ایں چنیں۔ اگر کسی کا دشمن وہ شکر کھائے جسمیں زہر ہو تو پھر حسد کا کوئی موقع نہیں ہے۔ مرگ۔ تمہاری روحانی موت نے تمہارے کان بہرے کر دیئے ہیں۔ من نمی کردم۔ میرا جہاد ملک گیری کیلئے

سگ نیَم تا پُرچَم مُردہ کنم | عیسیٰ ام آیم کہ تا زندش کنم
میں کتا نہیں ہوں کہ مُردار کی دُم کے بال نوچوں | میں عیسیٰ ہوں (اِسلئے) آیا ہوں تاکہ اُسکو زندہ کروں

زاں ہمی کردم صفوفِ جنگ چاک | تا رہانم مر شُمارا از ہلاک
میں نے جنگ کی صفوں کو اس لئے چاک کیا ہے | تاکہ تمہیں ہلاکت سے رہائی دوں

زاں نمی بُرّم گلوہائے بَشَر | تا مرا باشد کر و فرّ و حَشَر
میں انسانوں کے گلے اِس لئے نہیں کاٹتا ہوں | کہ میرے لئے شان وشوکت اور اجتماع ہو

زاں ہمی بُرّم گلوئے چند تا | زاں گلوہا عالَمے یابد رہا
میں چند انسانوں کا گلا اِس لئے کاٹتا ہوں تاکہ | اِن گلوں سے دنیا نجات پا جائے

گر شما پروانہ وار از جہلِ خویش | پیشِ آتش می کنید ایں حملہ کیش
اگر تم نے اپنی نادانی سے پروانوں کی طرح | آگ پر اِس حملے کو مذہب بنالیا ہے

من ہمی رانم شمارا ہمچو مست | از در افتادن در آتش با دو دست
میں مست کی طرح تمہیں ہٹاتا ہوں | دونوں ہاتھوں سے آگ میں گرنے سے

آنکہ خود را فتحہا پنداشتید | تخمِ منحوسیِ خود می کاشتید
جس کو تم نے اپنی فتوحات سمجھا | تم نے اپنی نحوست کا بیج بویا ہے

یکدگر را جدِّ جد می خواندید | سوئے اژدرہا فرس می راندید
تم ایک دوسرے کو بڑے امرا سے بلاتے تھے | اژدھوں کی جانب گھوڑا دوڑاتے تھے

قہر می کردید و اندر عینِ قہر | خود شما مقہورِ قہرِ شیرِ دہر
تم ظلم کرتے تھے، اور عین ظلم میں | تم خود زمانے کے شیر کے غلبے سے مغلوب ہوگئے

بیان آنکہ طاغی در عینِ قاہری مقہور ست و در عینِ منصوری ماسور

اِس کا بیان کہ سرکش عین غلبہ میں مغلوب ہے، اور عین فتحمندی میں قیدی ہے

دُزد قہرِ خواجہ کرد و زر کشید | او دراں مشغول خود والی رسید
چور نے خواجہ کو مغلوب کیا اور سونا اکٹھا کیا | وہ اس میں مشغول تھا کہ خود حاکم آگیا

گر ز خواجہ آں زماں بگریختے | کے بر او والی حشر انگیختے
اگر وہ اُس وقت، خواجہ کے پاس سے بھاگ جاتا | تو حاکم، اُس پر کب قیامت برپا کرتا؟

ظلم خود اپنے اوپر ظلم تھا اور تم خود اُس سے مغلوب ہو۔ بیان۔ اِس مثال سے یہ سمجھایا ہے کہ چور خواجہ کو مغلوب کر رہا تھا اور اس میں خود اُس کی مغلوبیت تھی۔ ماسور۔ قیدی۔ والی۔ یعنی حاکم اُس سے ملنے آگیا۔ بگریختے۔ اگر وہ چور خواجہ کو چھوڑ کر بھاگ جاتا تو حاکم کی سزا سے بچ جاتا اور مغلوب نہ ہوتا۔

ك سگ نیَم۔ کتا مُردار کھاتا ہے پُرچم۔ دُم کے بال عیسیٰ۔ میرا کام لوگوں کو حیاتِ ابدی عطا کرنا ہے۔ زاں میرا جنگ کرنا بھی عالم سے فساد کو رفع کرنے کیلئے ہے تشریح۔ میں اپنی شان وشوکت کے لئے جہاد نہیں کرتا ہوں۔ گلوئے چند مُفسدین کو ختم کرکے عالم میں امن پیدا کرنا چاہتا ہوں۔

ك گر شما۔ حدیث شریف ہے۔ مَثَلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا اَضَاءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِیْ تَقَعُ فِی النَّارِ یَقَعْنَ فِیْهَا وَجَعَلَ یَحْجُزُهُنَّ وَیَغْلِبْنَهٗ فَیَتَقَحَّمْنَ فِیْهَا فَاَنَا آخِذٌ بِحُجَزِکُمْ عَنِ النَّارِ وَاَنْتُمْ تَقَحَّمُوْنَ فِیْهَا یعنی میری مثال اُس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی پس جب آگ نے اپنا ماحول روشن کردیا تو پروانوں اور اُن جانوروں نے جو آگ میں گرتے ہیں اُسمیں گرنا شروع کردیا اور آگ روشن کرنیوالے نے اُن کو روکنا شروع کردیا اور وہ اُس پر غالب آتے ہیں پھر آگ میں جا گرتے ہیں پس میں تمہاری کمر پکڑتا ہوں کہ تم کو آگ سے بچاؤں اور تم اُس میں گھسے پڑتے ہو۔ آنکہ جس کو تم اپنی فتح سمجھتے ہو۔ یہی تمہاری نحوست ہے کہ تم ایک دوسرے کو اژدھے کے منہ میں جانے کی دعوت دیتے ہو۔

ك قہر می کردید۔ یعنی تمہارا

قاہری[1] دزد مقہوریش بود — زانکہ قہر او سرِ او را ربود
چور کا غلبہ اُس کی مغلوبیت تھی — اس لئے کہ اُس کے غلبہ نے اس کا سر اڑایا

غالبی بر خواجہ دامِ او شود — تا رسد والی و بستاند قود
خواجہ پر غلبہ اُس کا جال بن جاتا ہے — حتیٰ کہ حاکم آپہنچے اور قصاص لے لے

اے کہ تو بر خلق چیرہ گشتۂ — در نبرد و غالبی آغشتۂ
اے وہ کہ تو مخلوق پر غالب آگیا ہے! — جنگ اور غلبے میں ڈوبا ہوا ہے

آں بقاصد منہزم کردستشاں — تا ترا در حلقہ می آرد کشاں
اُس نے قصداً اُن کو پسپا کیا ہے — تاکہ تجھے حلقے میں کھینچ لائے

ہیں[2] عناں در کش پئے ایں منہزم — در مراں تا تو نگردی منخزم
اِس پسپا کا پیچھا کرنے سے باگ تھام — نہ چلا تاکہ تو نکٹا نہ بن جائے

چوں کشانندت بدیں شیوہ مدام — حملہ بینی بعد ازاں اندر زحام
جب تجھے اس طریقہ پر جال میں کھینچ لائیں گے — اس کے بعد مجمع میں (تو اپنے اوپر) حملہ دیکھیگا

عقل ازیں غالب شدن کے گشت شاد — چوں دریں غالب شدن دید او فساد
اِس غالب آنے سے عقل کب خوش ہوتی ہے؟ — جبکہ اس غالب آنے میں اُس نے تباہی دیکھی ہے

تیز چشم آمد خرد بینائے پیش — کہ خدایش سرمہ کرد از کحلِ خویش
پیش بین عقل تیز آنکھوں والی ہے — کیونکہ خدا نے اپنے سُرمے سے اُسکے سرمہ لگایا ہے

گفت پیغمبر کہ ہستند از فنوں — اہلِ جنت در خصومتہا زبوں
پیغمبرؐ نے فرمایا حکمتوں کی وجہ سے ہیں — جنتی جھگڑوں میں مغلوب

از کمالِ[3] حزم و سوءِ ظنِ خویش — نے ز نقص و بددلی و ضعفِ کیش
پوری ہوشیاری اور اپنے ساتھ بدگمانی کی وجہ سے — نہ (عقل) نقصان اور بزدلی اور مذہب کی کمزوری کی وجہ سے

در فرہ دادن شنیدہ در کمون — حکمتِ لولا رجالٌ مؤمنون
غلبہ دینے (کے بارے) میں در پردہ سنے ہوئے تھے — لولا رجالٌ مؤمنون کی حکمت

کمزوری اِن وجوہ سے نہیں ہے۔ در فرہ۔ حدیبیہ کے موقع پر مومنوں کی ظاہری مغلوبیت اور کفارِ مکہ کے غلبہ کی حکمت قرآن پاک میں بیان فرمائی گئی ہے۔ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَن تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُم مِّنْهُم مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِّيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا اور اگر (شہر مکہ میں) کچھ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کے حال سے واقف نہ تھے اور تم اُن کو پامال کر ڈالتے اور نادانستہ تم کو ان کی طرف سے نقصان پہنچ جاتا تو ابھی معاملہ کیسو کر دیا جاتا مگر خدا نے صلح حدیبیہ کے وقت اِس حکمت سے لڑائی نہ ہونے دی کہ خدا اس حرمہ میں جسکو چاہے اپنی رحمت (اسلام) میں داخل کرے۔ اگر مکہ کے رہنے والے مسلمان کہیں کو الگ ہوگئے ہوتے تو اہل مکہ کو جس جس نے کفر کیا سبکو ہم دردناک عذاب کی سزا دیتے۔ کمزوری۔ بزدلی، گھٹنے کی جگہ۔

---

[1] قاہری۔ چور کا خواجہ پر غالب آنا ہی اُس کی مغلوبیت کا سبب بن گیا۔ سزا۔ چور نے خواجہ کو قتل کیا تھا اُس کے بدلے میں حاکم نے اُس کو قتل کرادیا۔ قود۔ قصاص جان کے بدلے میں جان لینا۔ آئے کہ۔ اللہ تعالیٰ قصداً کفار کو غلبہ عطا فرمادیتا ہے تاکہ وہ غلبہ کے غرور میں مبتلا ہوکر جال میں آپھنسیں۔ چیرہ۔ غلبہ۔ قاصد۔ یعنی قصداً۔ منہزم۔ پسپا۔

[2] ہیں۔ جبکہ غلبہ کا غرور تباہی کا سبب بنتا ہے تو اُس غرور میں مبتلا ہوکر پسپا کا پیچھا نہ کرنا چاہیئے۔ منخزم۔ سرنگوں، نکٹا۔ چونکہ جب غلبہ کا دھوکہ دیکر تجھے میدان میں لے آئینگے تو پھر تجھ پر سخت حملہ ہوگا۔ عقل۔ ایسا غلبہ خوشی کا سبب نہیں ہے۔ کحل۔ سُرمہ۔ فنون۔ ہنرمندیاں۔ زبون۔ حدیث شریف ہے۔ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ یعنی کیا تمہیں جنتیوں کا پتہ نہ بتادوں ہر وہ کمزور جس نے کمزوری اختیار کی ہو وہ اللہ کے بھروسے قسم کھائے تو اللہ اسکی قسم ضرور پوری کردیگا۔

[3] از کمال۔ اہل جنت کی کمزوری کمال ہوشیاری اور اپنے اعمال سے بدظنی کی بناء پر ہوتی ہے۔ نے۔ کمزوری کبھی عقل کی کمی سے آتی ہے کبھی بزدلی کیوجہ سے کبھی مذہب پر یقین نہ ہونیسے اہل جنت کی

دستِ کوتاہی ز کفّارِ لعین — فرض شد بہرِ خلاصِ[1] مومنین
ملعون کفار سے ہاتھ روکنا — مومنوں کی خلاصی کے لئے فرض ہوا

قصۂ عہدِ حدیبیہ بخواں — کَفَّ اَیْدِیَکُمْ تمامت زاں بداں
حدیبیہ کی صلح کا قصہ پڑھو — اُس نے تمہارے ہاتھوں کو روکا، پورا اُسی سے سمجھ

نیز[2] اندر غالبی ہم خویش را — دید اُو مغلوبِ دامِ کبریا
غلبے میں بھی اپنے آپ کو — اُس نے اللہ کے جال میں مغلوب سمجھا

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ آمد خطاب — گُم شد اُو وَاللہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
"تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو نے پھینکا" خطاب آیا — تو وہ فنا ہو گیا، اور اللہ درستگی کو زیادہ جانتا ہے

زاں نمی خندم من از زنجیرتاں — کہ بگردم ناگہاں شبگیرتاں
میں تمہاری زنجیر سے اس لئے نہیں ہنستا ہوں — کہ میں نے تمہیں اچانک رات میں گرفتار کر لیا

زاں ہمی خندم کہ با زنجیر و غِل — می کشم تاں سوئے سروستان و گل
میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ زنجیر اور طوق کے ساتھ — میں تمہیں لے جا رہا ہوں، سرو اور گل کے باغیچہ میں

اے عجب کز آتشِ بے زینہار — بستہ می آریم تاں تا سبزہ زار
کس قدر عجیب بات ہے کہ بے پناہ آگ سے — تم کو سبزہ زار کی طرف باندھ کر لا رہا ہوں

از سوئے دوزخ بزنجیرِ گراں — می کشم تاں تا بہشتِ جاوداں
بھاری زنجیر کے ساتھ دوزخ سے — ابدی جنت کی طرف میں تمہیں کھینچ رہا ہوں

ہر[3] مقلّد را دریں رہ نیک و بد — ہمچناں بستہ بحضرت می کشد
ہر مقلد کو اس راستہ میں اچھائی سے یا بُرائی سے — اسی طرح باندھ کر دربار میں کھینچتا ہے

جملہ در زنجیرِ بیم و ابتلا — می روند ایں رہ بغیرِ اولیا
سب، خوف اور آزمائش کی زنجیر میں — اولیاء کے علاوہ اس راستہ پر چلتے ہیں

می کشند ایں راہ را بیکار وار — جز کسانے واقف از اسرارِ کار
اس راستہ پر جبری طریقہ پر کھینچتے ہیں — سوائے اُن کے جو کام کے بھیدوں کے واقف ہیں

جہد کُن تا نورِ تو رخشاں شود — تا سلوک و خدمتت آساں شود
مجاہدہ کر تاکہ تیری روشنی چمک اُٹھے — تاکہ تیرے لئے چلنا اور حضوری آسان ہو جائے

---

[1] خلاص۔ یعنی ان مومنوں کے بچاؤ کے لئے جو مکہ میں مقیم تھے۔ کَفَّ۔ حدیبیہ کے بارے میں قرآن پاک میں ہے وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا۔ یعنی وہ خدا ہی تو ہے جس نے تمہیں کافروں پر فتح دی پیچھے اُن کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور تمہارے ہاتھوں کو اُن سے روک دیا اور اُس وقت جو کچھ تم کرتے تھے اللہ سب دیکھتا تھا۔

[2] نیز اندر۔ غلبہ کے وقت بھی آنحضورؐ اپنے آپ کو عاجز سمجھتے تھے اور غلبہ محض تائید خداوندی سے جانتے تھے۔ مَا رَمَیْتَ۔ جنگِ بدر میں جبکہ آنحضورؐ نے ایک مٹھی مٹی پھینکی اور اُس سے کفار مغلوب ہوئے تو اس کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى یعنی جبکہ تم نے مٹی پھینکی تو تم نے نہیں پھینکی اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔ زاں۔ میری ہنسی اس وجہ سے نہ تھی کہ تم پابہ زنجیر تھے۔ بخندم۔ میں تو اس لئے ہنستا تھا کہ میں تمہیں قید کر کے جنت کی طرف لے جا رہا تھا۔ اے عجب۔ اس پر تعجب کر رہا تھا کہ باوجود دشمنی کے تمہیں آگ سے بچا کر جنت کے سبزہ زار میں لے جا رہا ہوں۔

[3] ہر مقلد۔ جب توفیق شاملِ حال ہوتی ہے تو وہ انسان کو خوشی یا جبر از راہِ راست پر لے آتی ہے۔ جملہ۔ عام انسان خوف اور ڈر سے راہِ ہدایت پر چلتے ہیں اولیاء اللہ اپنی خوشی اور بصیرت سے راہِ راست پر چلتے ہیں۔ بیکار وار۔ یعنی جبراً۔ واقف۔ یعنی جن کو بصیرتِ قلبی اور نورِ باطنی حاصل ہو گیا ہے۔ جہد کُن۔ انسان مجاہدہ کرے تو اسکو نورِ باطنی حاصل ہو جاتا ہے جس سے راہِ ہدایت اسکے لئے آسان ہو جاتی ہے۔

کودکاںؐ را می بَرَی مکتب بزور
تو بچوں کو مکتب میں جبراً لے جاتا ہے

زانکہ ہستند از فوائد چشم کور
اس لئے کہ وہ فائدوں سے اندھے ہیں

چوں شَوَد واقف بمکتب می دَوَد
جب وہ جان جاتا ہے مکتب میں دوڑا جاتا ہے

جانش از رفتن شگفتہ می شَوَد
اس کی روح جانے سے کھلتی ہے

می رَوَد کودک بمکتب پیچ پیچ
بچہ مکتب میں پیچ و تاب سے جاتا ہے

چوں ندید از مُزدِ کارِ خویش ہیچ
کیونکہ اس نے اپنے کام کا کوئی معاوضہ نہیں دیکھا ہے

چوں کُند در کیسہ دانگے دستِ مُزد
جب ایک دانگ مزدوری تھیلی میں ڈال لیتا ہے

انگہے بیخواب گردد شب چو دزد
تب چور کی طرح رات کو جاگتا ہے

جہد کُن تا مُزدِ طاعت در رَسَد
کوشش کر تاکہ بندگی کی مزدوری مل جائے

بر مُطیعاں انگہت آید حَسَد
تب تجھے فرمانبرداروں پر حسد ہوگا

اِئْتِیَا کَرْھًا مُقلِّد گشتہ را
مقلدوں کے لئے "تم دونوں جبراً آؤ" ہے

اِئْتِیَا طَوْعًا صفا بسرشتہ را
خلوص کی سرشت والوں کیلئے تم دونوں خوشی سے آؤ ہے

ایں مُحبِّ حق زبہرِؐ علّتے
یہ خدا کا دوست، کسی غرض سے ہے

واں دگر را بے غرض خود خلّتے
اس دوسرے کی خود بے غرض دوستی ہے

ایں مُحبّ دایہ لیک از بہرِ شیر
یہ انّا کا عاشق ہے لیکن دودھ کی خاطر

واں دگر دل دادہ بہرِ ایں ستیر
وہ دوسرا اس پردہ نشین کا دلدادہ ہے

طِفل را از حُسنِ اُو آگاہ نے
بچے کو اس کے حسن سے واقفیت نہیں ہے

غیرِ شیر اُو را از و دلخواہ نے
اس کے دودھ کے علاوہ اسکو کچھ مرغوب نہیں ہے

واں دگر خود عاشقِ دایہ بُوَد
دوسرا خود انّا کا عاشق ہوتا ہے

بے غرض در عشق یک رایہ بُوَد
بلا کسی غرض کے عشق میں ایک رائے والا ہوتا ہے

پسؐ مُحبّ حق بامید و بترس
لالچ اور ڈر سے، اللہ کا دوست

دفترِ تقلید می خواند بدرس
تقلید کی کتاب کو درس کے ساتھ پڑھ رہا ہے

واں مُحبّ حق زبہرِ حق کجاست
وہ اللہ کے لئے، اللہ کا دوست کہاں ہے؟

کہ ز اغراض و ز علّتہا جُداست
جو غرضوں اور علتوں سے جدا ہے

گر چنیں و گر چُناں چوں طالب ست
خواہ ایسا ہے خواہ ویسا ہے، جبکہ وہ طلبگار ہے

جذبِ حق اُو را سوئے حق جاذب ست
اللہ (تعالیٰ) کی کشش اُسکو اللہ کی جانب کھینچنے والی ہے

لؐ کودکاں۔ مُقلد بچوں کی طرح ہیں جن کو اپنے عمل کی مزدوری نظر نہیں آتی ہے۔ چوں شَوَد۔ بچہ کو جب مکتب جانے پر انعام ملے تو مکتب کے جانے کی خوشی میں اُس کی رات کی نیند اُڑ جاتی ہے۔ تا مزد۔ اگر عمل کا ثواب آنکھوں سے نظر آنے لگے تو پھر عبادتگذاروں کو دیکھ کر رشک کرنے لگتا ہے۔ اِئْتِیَا۔ مُقلد کی اطاعت جبری ہے اہلِ صفا کی اطاعت دل و جان سے ہے۔

لؐ زبہرِ علّتے۔ مُقلد کی عبادت اپنی غرض پر مبنی ہوتی ہے۔ واں دگر۔ اہل اللہ کی عبادت محض عشق کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ ایں مُحبّ۔ عام انسان کی مثال اُس بچے کی سی ہے جو انّا سے دودھ کے لالچ میں محبت کرتا ہے۔ واں دگر۔ بالغ مرد محبت کے عشق کی بنیاد پر گرویدہ ہوتا ہے یہ اہل اللہ کی مثال ہے۔

لؐ پس۔ جو لوگ جنت کے لالچ یا دوزخ کے ڈر سے اللہ کے عاشق ہیں وہ تقلیدی سبق پڑھ رہے ہیں۔ واں۔ ایسے عاشق جو محض ذات کی وجہ سے اللہ کے عاشق ہوں اور اُن کے عشق میں کوئی غرض نہ ہو بہت نادر ہیں۔ گر چنیں۔ عاشق خواہ مُقلد ہو یا مؤثر دل والا، اللہ ہی کی کشش اُس کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔

گر محبِ حق بُود لِغَیرِہٖ — کَے یَنَالُ دَائِمًا مِنْ خَیرِہٖ

خواہ ماسوٰی (اللہ) کے لئے اللہ کا دوست ہے — تاکہ ہمیشہ اُس کی خیر حاصل کرے

یا مُحبِ حق بُود لِعَینِہٖ — لَا سِوَاہُ خَائِفًا مِنْ بَینِہٖ

یا اُس کی ذات کی وجہ سے اس کا دوست ہے — وہ اُس کے سوٰی سے نہیں اُسکے فراق سے ڈرتا ہے

ہر دو را ایں جستجوہا زاں سَرست — ایں گرفتاری دل زاں دلبرست

دونوں کی جستجو ئیں اُسی کی جانب سے ہیں — یہ دل کی مجبوری اُسی دلبر کی جانب سے ہے

جذبِ معشوق عاشق را مِنْ حَیثُ لَا یَعْلَمُہُ الْعَاشِقُ وَلَا یَرْجُوْہُ

معشوق کا، عاشق کو جذب کرنا اِس طریقہ پر کہ عاشق نہ اُس کو جانتا ہے اور نہ اُس کی امید رکھتا ہے

وَلَا یَخْطُرُ بِبَالِہٖ وَلَا یَظْهَرُ مِنْ ذٰلِكَ الْجَذْبِ أَثَرٌ فِي الْعَاشِقِ

اور نہ اُس کے دل میں آتا ہے، اور اِس کشش کا اثر عاشق میں کچھ ظاہر نہیں ہوتا ہے

إِلَّا الْخَوْفُ الْمَمْزُوْجُ بِالْيَأْسِ مَعَ دَوَامِ الطَّلَبِ

سوائے خوف سے ملی ہوئی مایوسی کے مع طلب کی ہمیشگی کے

آمدیم اینجا کہ در صدرِ جہاں — گر نبودے جذبِ آں عاشق نہاں

ہم یہاں آگئے کہ صدرِ جہاں میں — اگر اُس عاشق کی پوشیدہ کشش ہوتی

ناشکیبا کے بُدے اُو از فراق — کے دواں باز آمدے سوئے وثاق

وہ جدائی سے بے صبر کب ہوتا؟ — وہ قید کی جانب کب بھاگا آتا؟

میلِ معشوقاں نہانست و ستیر — میلِ عاشق با دو صد طبل و نفیر

معشوقوں کا میلان پوشیدہ اور چھپا ہوا ہے — عاشق کا میلان دو سو نقاروں اور نفیریوں کے ساتھ ہے

یک حکایت ہست اینجا زِ اعتبار — لیک عاجز شد بخاری ز انتظار

عبرت کے لئے یہاں ایک قصہ ہے — لیکن بخاری اِنتظار میں عاجز آگیا ہے

ترکِ آں کردیم کُو در جستجوست — تاکہ پیش از مرگ بیند روئے دوست

ہم نے وہ چھوڑ دیا کیونکہ وہ تلاش میں ہے — تاکہ مرنے سے پہلے محبوب کا چہرہ دیکھ لے

تا رَہَد از مرگ و یابد اُو نجات — زانکہ دیدِ دوست ہست آبِ حیات

تاکہ وہ موت سے چھٹکارا پالے اور نجات حاصل کرلے — کیونکہ دوست کا دیدار آبِ حیات ہے

ہر کہ دیدِ اُو نباشد دفعِ مرگ — دوست نبود کہ نہ میوہش نہ برگ

جس کا دیدار موت کا دفعیہ نہ ہو — وہ دوست نہ ہوگا کیونکہ نہ اُس پر پھل ہیں نہ پتے

لہ گر۔ خواہ وہ عشق میں متعلق ہے اور اسکی جنت کا امیدوار بنکر اُس کا عاشق بنا ہے خواہ اُس کی ذات کا عاشق ہے اور وہ صرف ہجر سے ڈرتا ہے اور صرف وصال کا طالب ہے دونوں کی طلب منجانب اللہ ہے اور دونوں کا عشق خدا کا پیدا کردہ ہے۔

لہ جذبِ معشوق۔ معشوق کی کشش ایسی ہوتی ہے کہ عاشق کو وہ محسوس نہیں ہوتی ہے اور عاشق میں اُس کا کوئی نشان نہیں ہوتا ہے۔ آمدیم۔ جبکہ معشوق عاشق کی کشش کرتا ہے تو اب سنو اُس بخاری کے لئے اگر صدرِ جہاں معشوق کی طرف سے کشش نہ ہوتی تو وہ بخاری عاشق کیسے سزا کی طرف کھنچتا۔

لہ میلِ معشوقاں۔ میلان دونوں طرف ہوتا ہے لیکن معشوق کا پوشیدہ میلان ہوتا ہے اور عاشق کا کھلم کھلا ہوتا ہے۔ یک حکایت۔ اِس موقع پر میں ایک اور قصہ سنانا چاہتا تھا لیکن بخاری عاشق کو کب تک منتظر رکھوں اُس کی خواہش ہے کہ موت سے پہلے معشوق کا چہرہ دیکھ لے۔ تا رَہد معشوق کا دیدار آبِ حیات ہے اُس کے بعد موت نہیں آسکتی۔ ہر کہ۔ جس معشوق کا دیدار موت کا دافع نہ ہو وہ دراصل معشوق ہی نہیں ہے۔

کارِ۵۱ آں کارست اے مُشتاقِ مست — کاندراں کار ار رسد مرگت خوش است

اے مست مشتاق! کام تو دراصل وہ ہے — کہ اُس کام میں اگر تجھے موت آجائے تو بہتر ہو

شد نشانِ صدقِ ایماں اے جواں — آنکہ آید خوش ترا مرگ اندراں

اے جوان! ایمان کی سچائی کی علامت ہے — کہ تجھے اُس میں مرجانا اچھا لگے

گر نشد ایمانِ تو اے جاں چنیں — نیست کامل رَو بجو اکمالِ دیں

اے جان! اگر تیرا ایمان ایسا نہیں ہے — تو وہ کامل نہیں ہے، جا ایمان کی تکمیل کر

ہر کہ اندر کارِ تو شد مرگِ دوست — بر دلِ تو بے کراہت دوست اُو

جس دوست کی موت تیرے کام میں ہو — کسی ناگواری کے بغیر وہ تیرا دوست ہے

چوں۵۲ کراہت رفت آں خود مرگ نیست — صورتِ مرگ است و نقلاں کردنیست

جب ناگواری ختم ہوگئی تو وہ موت ہی نہیں ہے — بظاہر موت ہے اور حقیقتاً منتقل ہونا ہے

چوں کراہت رفت مُردن نفع شد — پس درست آمد کہ مُردن دفع شد

جب ناگواری جاتی رہی، موت مفید ہوئی — تو ثابت ہوگیا، کہ موت دفع ہوگئی

دوست حق است و کسے کش گفت اُو — کہ توئی آنِ من و من آنِ تو

دوست اللہ ہے اور وہ جسکو اُس (اللہ) نے کہدیا — کہ تو میرا ہے، اور میں تیرا ہوں

گوش دار اکنوں کہ عاشق میرسد — بستۂ عشق اُو را بحبلٍ من مسد

اب سُن، کہ عاشق پہنچتا ہے — عشق نے اسکو مونج کی رسّی سے باندھا ہے

رسیدنِ بخاری عاشق در بندگیِ صدرِ جہاں

عاشق بخاری کا صدرِ جہاں کی خدمت میں پہنچنا

چوں۵۳ بدید اُو چہرۂ صدرِ جہاں — گوئیا پرید ش از تن مرغِ جاں

جب اُس نے صدرِ جہاں کا چہرہ دیکھا — گویا اُس کے جسم سے مُرغِ جاں پرواز کرگیا

ہمچو چوبِ خشک افتاد آں تنش — سرد شد از فرقِ سر تا ناخنش

اُس کا جسم خشک لکڑی کی طرح گر پڑا — سَر کی مانگ سے اُسکے ناخن تک ٹھنڈے پڑگئے

ہر چہ کردند از بخور و از گلاب — نے بجنبید و نے آمد در خطاب

اُنھوں نے جو کچھ بھی دھونی اور گلاب سے کیا — وہ نہ حرکت میں آیا نہ بولا

کار ناید در بخارا ہر بخور — جز کہ بوئے آں شہِ با فر و نور

بخارا میں کوئی دھونی کارآمد نہ ہوگی — اِس پُرشوکت اور مُنوّر شاہ کی خوشبو کے علاوہ

---

۵۱ کار۔ عشق کا صحیح کارنامہ تو یہی ہے کہ اُس میں موت آجائے۔ شد۔ صحیح ایمان کی علامت یہی ہے کہ اُس پر جان قربان کرنا اچھا معلوم ہو۔ گر نشد۔ اگر ایمان میں یہ کیفیت نہیں ہے تو وہ ناقص ایمان ہے اُس کی تکمیل کرنی چاہیئے ہر کہ۔ تم اپنا صحیح دوست اُسی کو سمجھو جو تمہارے لئے جان دیدے۔

۵۲ چوں کراہت۔ جبکہ وصال کے شوق میں مرنا آسان ہوجائے تو پھر وہ موت موت ہی نہیں ہے محض ایک نقل مکانی ہے۔ مردن دفع شد۔ موت تو ایک ناگوار چیز ہے۔ جب ناگواری ختم ہوگئی تو موت موت نہ رہی۔ دوست۔ صحیح معنی میں تو دوست اللہ تعالیٰ ہے اور دنیا میں وہ دوست، دوست ہے جو اللہ والا ہو۔ حبلٌ من مسد مونج کی رسّی۔

۵۳ چوں بدید۔ جب اُس بخاری عاشق نے صدرِ جہاں کو دیکھا تو بے حس و حرکت ہوگیا اور خشک لکڑی کی طرح زمین پر گر پڑا اور سر سے پاؤں تک ٹھنڈا پڑگیا۔ ہر چہ۔ ہوش میں لانے کی سب تدبیریں بیکار ہوئیں۔ کار ناید۔ عاشق تو اپنے معشوق سے ہوش میں آتا ہے۔

شاہ[1] چوں دید آں مزعفر روئے اُو — پس فرود آمد ز مرکب سوئے اُو

بادشاہ نے جب اُس کا زعفرانی چہرا دیکھا — تو اُس کی جانب سواری سے اُتر آیا

گفت عاشق دوست جوید تیز و تفت — چونکہ معشوق آمد آں عاشق برفت

بولا عاشق معشوق کو تیزی اور گرمجوشی سے — جب معشوق آیا، وہ عاشق چلا گیا

عاشقِ حقی و حق آنست کو — چوں بیاید از تو نبود تارِ مُو

تو اللہ کا عاشق ہے، اور صحیح یہ ہے کہ وہ — جب آئے تو تیرے بدن کا بال (بھی) نہ رہے

صد چو تو فانی ست پیش آں نظر — عاشقی بر نفیِ خود خواجہ مگر

اُس کی نگاہ کے سامنے تجھ جیسے سیکڑوں فانی ہیں — اے خواجہ! شاید تو بھی اپنی فنا کا عاشق ہے

سایہ[2] و عاشقی بر آفتاب — شمس آید سایہ لا گردد شتاب

تو سایہ ہے اور سورج پر عاشق ہے — سورج نکلتا ہے تو سایہ فوراً فنا ہو جاتا ہے

چونکہ سر بر زد ز مشرق قرصِ خور — نز ستارہ ماند و نز شب اثر

جبکہ سورج کی ٹکیا نے مشرق سے سر نکالا — نہ کسی ستارے کا نشان رہا نہ رات کا

از درِ دل چونکہ عشق آید دروں — عقل رختِ خویش اندازد بروں

دل کے دروازے سے جب عشق اندر آجاتا ہے — عقل اپنا بوریہ بستر باہر ڈال دیتی ہے

ہمچو شیرے خورد با آہو دوچار — گشت آہو بیخبر افتاد زار

جیسے کہ شیر ہرن کے آمنے سامنے ہوا — تو ہرن بیہوش ہو کر بحالتِ زار گرا

ہمچو زورِ پشہ پیشِ تند باد — فہم کن واللہُ اعلم بالسداد

جیسے کہ مچھر کی طاقت تیز ہوا کے بالمقابل — سمجھ لے، اور اللہ درستگی کو زیادہ جانتا ہے

[3] داد خواستنِ پشہ از دستِ باد بحضرتِ سلیمان علیہ السلام

مچھر کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں ہوا کی فریاد کرنا

پشہ آمد از حدیقہ وز گیاہ — وز سلیمانؑ گشت پشہ داد خواہ

باغ اور گھاس سے مچھر آیا — اور مچھر نے (حضرت) سلیمانؑ سے انصاف چاہا

کاے سلیمانؑ معدلت می گستری — بر شیاطین و آدمی زاد و پری

کہ اے سلیمان! آپ انصاف کرتے ہیں — شیطانوں، اور انسانوں، اور پریوں کا

مرغ و ماہی در پناہِ عدلِ تست — کیست آں گم گشتہ کش فضلت نجست

پرند اور مچھلیاں آپ کے انصاف کی پناہ میں ہیں — وہ کونسا گمراہ ہے جس کو آپ کی عنایت نے تلاش نہیں کیا

---

[1] شاہ۔ صدرِ جہاں نے جب اُس کی یہ حالت اور اُس کا زرد چہرہ دیکھا تو سواری سے اُتر کر اُس کے پاس آگیا۔ گفت۔ صدرِ جہاں نے کہا عشق کا معاملہ بھی عجیب ہے عاشق معشوق کو ڈھونڈتا ہے اور اُس کے سامنے آنے پر فنا ہو جاتا ہے۔ عاشقِ حقی۔ خدا کے عاشق کا بھی یہی حال ہونا چاہیئے کہ عاشق کو فنا کا درجہ حاصل ہو۔ صد چو تو۔ اپنی اِس فنا کو بھی کچھ نہ سمجھ وہاں ہزاروں فانی ہیں۔

[2] سایہ۔ وصال کے وقت فنا لازمی ہے سایہ ہو اور وہ سورج پر عاشق ہو تو سورج کے نمودار ہوتے ہی سایہ غائب ہو جائیگا۔ چونکہ۔ محبوب سورج ہے اور عاشق ستارہ اور شب ہے سورج کے نمودار ہونے سے شب اور ستارے غائب ہو جاتے ہیں۔ از درِ دل۔ عشق کا تقاضہ ہے جنون، جنون اور عقل میں بیر ہے۔ ہمچو شیرے۔ عشق شیر ہے اور عقل ہرن ہے۔ ہمچو زور۔ عشق تیز آندھی ہے اور عقل مچھر ہے۔

[3] داد۔ اِس قصے سے مچھر کی ہوا کے مقابلہ میں بے بسی کو ظاہر کرنا ہے۔ حدیقہ باغ۔ سلیمانؑ۔ حضرت سلیمانؑ کی جن وانس پر حکومت تھی اور ہوا بھی اُن کے حکم کے تابع تھی کیست۔ تفصیل مشکل ہے مختصر یہ ہے کہ ہر چیز آپ کے فضل کی

طالب ہے

دادِ(۱) دِہ مارا کہ بس زار یم مَا
ہمارا انصاف کیجئے، کیونکہ ہم عاجز ہیں

بے نصیب از باغ و گلزاریم ما
ہم باغ، اور چمن سے بے نصیب ہیں

مُشکلات ہر ضعیفے از تو حل
ہر کمزور کی مشکلیں آپ سے حل ہوتی ہیں

پشّہ باشد در ضعیفی خود مثل
مچھر خود کمزوری میں ضرب المثل ہے

شُہرہ ما در ضعف واشکستہ پَری
ہماری شہرت کمزوری اور ٹوٹے ہوئے پروں میں ہے

شُہرہ تو در لُطف و مسکین پروری
آپکی شہرت مہربانی اور غریب پروری میں ہے

اے تو در اطباقِ قدرت مُنتہی
اے وہ کہ آپ قدرت کے مرتبوں کی انتہا پر ہیں

منتہی ما در کمی و گمرہی
ہم کمزوری اور گمراہی میں انتہا پر ہیں

داد دِہ ما را ازیں غم کُن جُدا
ہمارا انصاف کیجئے اس غم سے جدا کر دیجئے

دستگیر اے(۲) دستِ تو دستِ خدا
اے وہ کہ آپ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے، ہماری دستگیری کیجئے

پس سلیمانؑ گفت اے انصاف جُو
تو حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اے انصاف کے طالب!

داد و انصاف از کہ میخواہی بگو
بتا تو کس سے فریاد اور انصاف چاہتا ہے؟

کیست آں ظالم کہ از بادِ بروت
وہ ظالم کون ہے کہ جس نے غرور سے

ظلم کردست و خراشیدہ است رُوت
ظلم کیا ہے اور تیرا چہرہ زخمی کیا ہے؟

اے عجب در عہدِ ما ظالم کجاست
تعجب ہے! ہمارے زمانے میں ظالم کہاں ہے

کو نہ اندر حبس و در زنجیرِ ماست
جو ہماری قید اور زنجیر میں نہیں ہے؟

چونکہ ما زادیم ظلم آں روز مُرد
جب ہم پیدا ہوئے اسی دن ظلم مر گیا

پس بعہدِ ما کہ ظلمے پیش بُرد
تو ہمارے زمانے میں کون ہے جس نے ظلم کیا ہے؟

چوں(۳) برآمد نور ظلمت نیست شد
جب نور آیا تاریکی معدوم ہوئی

ظلم را ظلمت بُود اصل و عضد
ظلم کی اصل، اور بازو، تاریکی ہے

نک شیاطیں کسب و خدمت میکنند
یہ شیاطین کام اور خدمت کرتے ہیں

دیگراں بستہ باصفاد و بند
دوسرے بیڑیوں اور قید میں بندھے ہوئے ہیں

اصلِ ظلمِ ظالماں از دیو بُود
ظالموں کے ظلم کی جڑ شیطان سے تھی

دیو در بند ست اِستم چوں نمُود
شیطان بند ہے، ظلم کیسے ہوا؟

مُلک زاں دادست ما را کُن فکاں
(خدا کی قدرت) کُن فکان نے ہمیں ملک اسی لئے دیا ہے

تا ننالد خلق سُوئے آسماں
تاکہ مخلوق آسمان کی جانب فریاد نہ کرے

---

۱ داد۔ مچھر نے ہوا کے ظلم کی یہ تفصیل کی کہ وہ ہمیں باغ و گلزار میں نہیں ٹھہرنے دیتی۔ اطباق۔ طبق کی جمع ہے مرتبہ یعنی آپ کو ہر چیز پر اعلیٰ سے اعلیٰ اقتدار حاصل ہے اور ہماری کمزوری اور حقارت ضرب المثل ہے۔

۲ اے دستِ تو۔ نبی کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔ بادِ بروت۔ غرور، تکبر۔ کو نہ۔ حضرت سلیمانؑ نے سرکش شیطانوں کو قید کر دیا تھا۔

۳ چوں۔ عدل نور ہے اور ظلم تاریکی ہے۔ نک۔ شیاطین اور جن حضرت سلیمانؑ کی خدمتگاری کرتے تھے۔ دیگراں۔ جو سرکش ہیں وہ قیدی ہیں۔ اصفاد۔ صفد کی جمع ہے بیڑی۔ اصل۔ ظلم کا سرچشمہ شیاطین ہیں اور وہ مقید ہیں۔ کن فکان۔ یعنی امرِ خداوندی۔

تا بہ بالا بر نیاید دودہا[1]	تا نگردد مضطرب چرخ و سُہا
تاکہ دھویں اوپر نہ جائیں	تاکہ آسمان اور سُہا پریشان نہ ہوں
تا نہ لرزد عرش از نالۂ یتیم	تا نگردد از ستم جانے سقیم
تاکہ یتیم کی فریاد سے، عرش نہ لرزے	تاکہ کوئی جان ظلم سے بیمار نہ پڑے
زاں نہادیم از ممالک مذہبے	تا نیاید بر فلکہا یاربے
اسی لئے ہم نے ممالک میں ایک قانون بنایا ہے	تاکہ یارب کی آواز آسمان پر نہ جائے
منگر اے مظلوم سوئے آسماں	کآسمانی شاہ داری در زماں
اے مظلوم! تو آسمان کی طرف نہ دیکھ	کیونکہ تو دنیا میں آسمانی بادشاہ رکھتا ہے
گفت[2] پشہ دادِ من از دستِ باد	کو دو دستِ ظلم بر ما بر گشاد
مچھر نے کہا میری فریاد ہوا کے ہاتھوں ہے	جس نے ظلم کے دونوں ہاتھ ہم پر کھول دیئے ہیں
ما ز ظلمِ او بہ تنگی اندریم	با لبِ بستہ از و خوں می خوریم
ہم اُس کے ظلم سے تنگی میں ہیں	خاموشی کے ساتھ اُس کی وجہ سے خون پی رہے ہیں
ظلمِ او بر ما صریح ست و عیاں	نیست ما را چارہ کردن جز بیاں
اُس کا ظلم ہم پر صاف اور کھلا ہوا ہے	سوائے بتا دینے کے ہمارے پاس کوئی تدبیر نہیں ہے
دادِ ما و انصافِ ما بستاں از و	اے کریم عادلِ اکرام خو
اُس سے ہمارا عدل اور انصاف لیجئے	اے شریف مزاج، کریم، منصف

امر کردنِ سلیمان علیہ السلام پشۂ متظلم[3] را

منظلوم مچھر کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا حکم دینا کہ مدعا علیہ کو

با حضارِ خصم بدیوانِ حکم

کچہری میں حاضر کرے

پس سلیمانؑ[4] گفت اے زیبا دوی	امرِ حق باید کہ از جاں بشنوی
پھر حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اے اچھی بھنبھناہٹ والے	تجھے اللہ کا حکم (دل و) جان سے سننا چاہیے
حق بمن گفت ست ہاں اے داد ور	مشنو از خصمے تو بے خصمے دگر
اللہ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ خبردار! اے منصف	کسی فریق کی دوسرے فریق کے بغیر بات سننا
تا نیاید ہر دو خصم اندر حضور	حق نیاید پیشِ حاکم در ظہور
جب تک دونوں فریق کچہری میں نہ آجائیں	حاکم کے لئے حق ظاہر نہیں ہوتا ہے

[1] دودہا۔ یعنی مظلوموں کی فریادیں۔ تا نگردد۔ مظلوم کی آہ سے ستارہ اعلیٰ مضطرب ہو جاتا ہے۔ عرش۔ مظلوم کی آہ عرش کو لرزا دیتی ہے۔ مذہب۔ یعنی قانونِ انصاف۔ یاربے۔ یعنی مظلوم کا فریاد میں یارب کہنا۔ آسمانی شاہ۔ شاہِ برحق اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے۔

[2] گفت۔ مچھر نے کہا ہوا نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ خوں۔ یعنی اپنا خون جگر پیتے ہیں۔ صریح۔ اس ظلم کے ثبوت کے لئے کسی شہادت کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

[3] متظلم۔ ظلم سہنے والا، فریادی۔ دیوان۔ کچہری۔ دوی۔ بھنبھناہٹ۔ بشنو۔ یعنی مدعی کا بیان مدعا علیہ کی موجودگی میں ہونا چاہیئے۔ تا نیاید۔ مدعی اور مدعا علیہ دونوں کی بات سننے سے حق واضح ہوتا ہے۔

خصمؔ تنہا گر بر آرد صد نفیر
ایک فریق اگر سو چیخ پکار کرے

ہاں وہاں بے خصم قولِ اُو مگیر
خبردار خبردار! بغیر (دوسرے) فریق کے اُس کی بات

من نیارم رُو ز فرماں تافتن
میں (اللہ کے) حکم سے منہ نہیں موڑ سکتا

خصمِ خود را رَو بیاور سوئے من
نہ مان جا، اپنے مدعی علیہ کو میرے پاس لا

گفت قولِ تست بُرہانِ درست
اُس نے کہا آپ کا فرمانا صحیح دلیل ہے

خصمِ من بادست و اُو در حکمِ تست
میرا مدعیٰ علیہ ہوا ہے اور وہ آپ کے حکم میں ہے

بانگ زد آں شہ کہ اے بادِ صبا
اُن شاہ نے آواز دی اے بادِ صبا!

پشۂ افغاں کرد از ظلمت بیا
مچھر نے تیرے مظالم کی شکایت کی ہے، آجا

ہیں مقابل شو بخصمت رُو برُو
خبردار اپنے مدعی کے روبرو مقابل ہو جا

پاسخش گو و بکن دفعِ عدو
اُس کا جواب دے اور دشمن کی مدافعت کر

باد چوں بشنید آمد تیز تیز
ہوا نے جب سنا وہ بہت تیز آئی

پشہ بگرفت آں زماں راہِ گریز
اُس وقت مچھر نے راہِ فرار اختیار کی

پسؔ سلیمانؑ گفت اے پشہ کجا
(حضرت) سلیمانؑ نے فرمایا او مچھر کہاں (جاتا ہے)؟

باش تا بر ہر دو رانم من قضا
ٹھہر تاکہ میں دونوں کا فیصلہ کروں

گفت اے شہ مرگِ من از بودِ اوست
اُسنے کہا اے شاہ! اُسکے وجود سے میری موت ہے

خود سیاہ ایں روزِ من از دودِ اوست
میرا یہ دن اُس کے دھوئیں سے کالا ہے

اُو چو آمد من کجا یابم قرار
جب وہ آگئی، میں کہاں ٹھہروں؟

کُو بر آرد از نہادِ من دمار
کیونکہ وہ مجھے مار ڈالتی ہے

ہمچنیں جُویائے درگاہِ خدا
اسی طرح اللہ کے دربار کی جستجو کرنے والا

چوں خدا آید شود جویندہ لا
جب خدا آجاتا ہے وہ فنا کی جستجو کرتا ہے

گرچہؔ آں وُصلت بقا اندر بقاست
اگرچہ تیرا وہ وصال بقاؑ در بقا ہے

لیک زِ اوّل آں بقا اندر فناست
لیکن شروع میں وہ بقا فنا میں ہے

سایہائے کہ بُود جُویائے نُور
وہ سائے جو نور کے جویاں ہوں

نیست گردد چوں کند نورش ظہور
فنا ہو جاتے ہیں جب اُس کا نور ظاہر ہوتا ہے

عقل کے ماند چو باشد سَردہ اُو
عقل کہاں ٹھہرتی ہے جب اُسکو وجود میں لانیوالا موجود ہو

کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ
اُس کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونیوالی ہے

لؔہ خصمِ۔ مدعا علیہ کی غیر حاضری میں مدعی کے قول پر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ من نیارم۔ چونکہ فریقین کی موجودگی ضروری ہے تو مدعا علیہ کو حاضر کر۔ گفت۔ مچھر نے حضرت سلیمانؑ کی بات تسلیم کرتے ہوئے عرض کیا کہ مدعا علیہ آپ کے زیرِ فرمان ہے اُس کو حاضری کا حکم دیجئے بانگ زد۔ حضرت سلیمانؑ نے ہوا کو طلب کر لیا۔ راہِ گریز جب ہوا تیزی سے چلی مچھر بھاگ نکلا۔

لؔہ پس سلیمانؑ۔ حضرت سلیمانؑ نے مچھر سے کہا تو یہاں ٹھہر تاکہ دونوں کی موجودگی میں فیصلہ کیا جا سکے۔ بودِ او۔ اُس کا وجود دُودِ اُو یعنی اُس کا ظلم۔ نہاد۔ بنیاد، اصل۔ دمار، ہلاکت۔ ہمچنیں۔ جس طرح ہوا کا وجود مچھر کی فنا ہے اسی طرح وصلِ حق واصل کی فنا ہے۔

لؔہ گرچہ۔ وصل سے اگرچہ بقا باللہ حاصل ہوتی ہے لیکن اُس سے پہلے مقامِ فنا طے کرنا پڑتا ہے۔ سایہائے۔ ممکن کا وجود ظل اور سایہ ہے ذاتِ باری نور ہے نور کے ظہور کے وقت سایہ معدوم ہو جاتا ہے۔ سَردہ۔ وجود میں لانے والا۔ کُلُّ شَیْءٍ۔ ذاتِ باری کے علاوہ ہر شے فانی ہے۔

هالِکْ آمد پیشِ وجهش هست و نیست ۝ هستی اندر نیستی خود طرفه ایست
اُس کی ذات کے سامنے فانی، فانی اور باقی ہر ۝ عدم میں وجود، خود عجیب بات ہے

اندریں محضر خردہا شُد ز دست ۝ چوں قلم اینجا رسیده شُد شکست
اس مقام میں عقلیں ہاتھ سے جاتی رہیں ۝ جب قلم اِس جگہ پہنچا ٹوٹ گیا

نواختنِ معشوق عاشقِ بیهوش خود را تا بهوش باز آید
معشوق کا اپنے بے ہوش عاشق کو نوازنا تا کہ وہ ہوش میں آجائے

باز گردم جانبِ صدرِ جهاں ۝ در نوازش عاشقِ خود را نهاں
میں پھر صدرِ جہاں کی طرف پلٹتا ہوں ۝ جو در پردہ عاشق کو نواز رہا ہے

بر گرفتش سر نهاد اندر کنار ۝ بر رخش می کرد اشکِ زر نثار
اُس کا سر اٹھایا، گود میں رکھا ۝ اُس کے چہرے پر تر آنسو نچھاور کر رہا تھا

می کشید او بیہشی اَش در بیاں ۝ اندک اندک از کرم صدرِ جهاں
اُس کو بے ہوشی سے باتوں کی طرف لا یا ۝ صدرِ جہاں تھوڑا تھوڑا کرم کر کے

بانگ زد در گوشِ اُو شه کاے گدا ۝ زر نثار آوردمت دامن گشا
شاہ نے اُس کے کان میں کہا، اے فقیر! ۝ میں تیرے اوپر نچھاور کر نیکو سونا لایا ہوں دامن

جانِ تو کاندر فراقم می طپید ۝ چونکه زنهارش رسیدم چوں رمید
تیری جان جو میری جدائی میں تڑپ رہی تھی ۝ جب میں اسکی پناہ کیلئے آیا کیوں بھاگ گئی!

اے بدیده در فراقم گرم و سرد ۝ با خود آ از بیخودی و باز گرد
اے وہ کہ جس نے میرے فراق میں گرم و سرد دیکھے ۝ بے ہوشی سے ہوش میں آجا، اور لوٹ آ

مرغ خانه اشترے را بے خرد ۝ رسمِ مهمانش بخانه می برد
گھریلو مرغا بے عقلی سے ایک اونٹ ۝ مہمان بنانے کے لئے اپنے گھر لے جاتا ہے

چوں بخانه مرغ اشتر پا نهاد ۝ خانه ویراں گشت و سقف اندر فتاد
جب مرغ کے دڑبے پر اونٹ نے پاؤں رکھا ۝ دڑبہ ٹوٹ گیا اور چھت اندر گر گئی

خانۂ مرغ ست عقل و ہوشِ ما ۝ ہوش صالح طالبِ ناقہ خدا
ہماری عقل، اور ہوش مُرغ کا دڑبہ ہے ۝ ہوش (حضرت) صالح ہے جو اللہ کی اونٹنی کا طالب ہے

خانۂ مُرغ جو عقل و ہوش ہیں وہ ختم اور فنا ہو جاتے ہیں۔ ہوشِ صالح۔ ہوش کی مثال حضرت صالح ؑ کی سی ہے جس نے اللہ کی ناقہ طلب کی اور عشق کی مثال ناقہ کی ہے جس نے قوم کا.... گھاس پانی سب ختم کر دیا تھا۔

سلہ ہالِک آمد۔ فانی فی اللہ موجود بھی ہے معدوم بھی، وہ اپنی ذات کے اعتبار سے معدوم ہے اور چونکہ اُس کو بقا باللہ حاصل ہے اِسلئے موجود ہے اُس ہالک میں ہستی اور نیستی کا اجتماع حیران کن ہے۔ اندریں محضر۔ یعنی وجود و عدم کا اجتماع اور عظمتِ باری کا بیان۔ در نوازش۔ صدرِ جہاں در پردہ اُس پر عنایت کر رہا تھا۔ بر رخش۔ اُس بیہوش کے رُخساروں پر صدرِ جہاں کے آنسو گر رہے تھے۔ می کشید اُس کو بے ہوشی سے ہوش میں لا رہا تھا تاکہ وہ باتیں کرنے لگے۔

سلہ بانگ زد۔ صدرِ جہاں نے اُس کے کان میں کہا کہ میں تیرا مطلوب زر لایا ہوں دامن پھیلا۔ جانِ تو۔ فراق میں تیری جان بے چین تھی اب جبکہ میں مدد کو آیا ہوں تو وہ کیوں بھاگ گئی ہے۔

سلہ مرغ۔ مولانا اب اِس قصے سے نتیجہ نکالتے ہیں اور اُس سے پہلے سمجھاتے ہیں کہ انسان کے عشقِ خداوندی میں مبتلا ہونے کی یہ مثال ہے کہ ایک مُرغ اونٹ کو اپنا مہمان بنا لایا جب اُس اونٹ نے اُس کے گھر میں قدم رکھا تو گھر برباد ہو گیا اور بیٹھ گیا۔ یہی حال انسان اور عشقِ الٰہی کا ہے کہ جب وہ مہمان بن کر آتا ہے تو

ناقہ چوں سر کرد[۵۱] در آب و گلش
جب اُس کے پانی اور مٹی میں اونٹنی نے سر اُبھارا

نے گِل آنجا ماند و نے جان و دلش
نہ وہاں مٹی رہی، اور نہ اُس کی جان اور دل

کرد فضلِ عشق انسان را فضول
عشق کی بڑائی نے انسان کو بیہودہ بنا دیا

زیں فزوں جوئی ظلوم ست و جہول
اسی بڑھی ہوئی جستجو کی وجہ سے وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے

جاہل ست او اندریں مشکل شکار
وہ اِس مشکل شکار کے معاملے میں جاہل ہے

می کشد خرگوش شیرے در کنار
خرگوش، شیر کو بغل میں دباتا ہے

کے کنار اندر کشیدے شیر را
وہ شیر کو بغل میں کب لیتا؟

گر بدانستے و دیدے شیر را
اگر وہ شیر کو جان لیتا، اور دیکھ لیتا

ظالم ست او بر خود و بر جانِ خود
وہ اپنے اوپر اور اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے

ظلم بیں کز عدلہا گو می برد
ظلم کو دیکھ جو انصافوں سے بازی جیت رہا ہے

جہلِ او مر علمہا را اوستاد
اُس کی نادانی، علموں کی اُستاد ہے

ظلمِ او مر عدلہا را شد رشاد
اُس کا ظلم، انصافوں کے لئے ہدایت ہے

دستِ[۵۲] او بگرفت کایں رفتہ دمش
اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا کہ اُس کا گیا ہوا سانس

آنگہے آید کہ من دم بخشمش
اُس وقت آئیگا جب میں اُسے سانس بخشوں گا

چوں بمن زندہ شود آں مردہ تن
جب وہ مُردہ جسم میرے ذریعے سے زندہ ہوگا

جانِ من باشد کہ رو آرد بمن
وہ میری جان ہوگی جو میری طرف متوجہ ہو گی

من کنم او را ازیں جاں محتشم
میں اُسے اِس جان سے معزز تر بنا دوں گا

جاں کہ من بخشم ببیند بخششم
جو جان میں دوں گا وہ میری بخشش دیکھے گی

جانِ نامحرم نہ بیند روے دوست
نامحرم جان، دوست کا چہرہ نہیں دیکھ سکتی

جز ہماں جاں کاصلِ او از کوے اوست
سوائے اُس جان کے جس کی اصل اُسکے کوچے کی ہو

در دمم[۵۳] قصاب وار ایں دوست را
میں قصاب کی طرح اِس دوست میں پھونک بھر دوں

تا ہلد آں مغزِ نغزش پوست را
تاکہ اُس کا نفیس مغز، کھال کو چھوڑ دے

گفت اے جانِ رمیدہ از بلا
اُس نے کہا اے مصیبت سے بھاگنے والی جان

وصل را ما در کشادیم الصّلا
ہم نے وصل کا دروازہ کھول دیا ہے، دعوت ہے

---

[۵۱] کرد. قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ہم نے امانت آسمانوں اور زمینوں پر پیش کی انھوں نے اسکو اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے ..... انسان نے اُس امانت کو اُٹھا لیا یقیناً وہ بڑا ظالم اور جاہل تھا۔ مولانا نے اِس شعر میں اِس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے اور امانت سے عشقِ الٰہی مراد لیا ہے۔ جاہل۔ انسان کی نادانی تو یہ ہے کہ وہ اُس مشکل کام میں پھنس گیا اور انسان اور عشقِ الٰہی میں مبتلا ہونے کی مثال یہ ہے کہ کوئی خرگوش شیر کو بغل میں تھامنے کی کوشش کرے۔ ظالم است. عشقِ الٰہی کرنے میں انسان ظالم ہے اور اپنے آپ کو فنا کرتا ہے لیکن یہ ایسا ظلم ہے جو انصافوں سے بڑھا ہوا ہے۔

[۵۲] دستِ او۔ صدرِ جہاں نے اُس بیہوش کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اُس کا سانس تب لوٹیگا جب میں اُس کو سانس عطا کرونگا۔ چوں۔ جب وہ میرے سانس سے زندہ ہوگا تو پھر اُسکی روح میری طرف متوجہ ہوگی۔ بخشم۔ میری عطا کردہ جان میں میری اعلیٰ بخششیں قبول کرنے کی صلاحیت ہوگی۔ جانِ نامحرم۔ اُس کی پہلی جان نامحرم تھی وہ میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتی تھی —

[۵۳] در دمم. قصائی ذبح شدہ جانور میں پھونک بھرتا ہے تاکہ گوشت پوست سے جدا ہو جائے، صدرِ جہاں نے کہا میں بھی اِس میں پھونک بھروں گا تاکہ یہ آلائش بشریت سے پاک ہو جائے۔ گفت۔ صدرِ جہاں نے اپنے وصل کا اعلان کر دیا۔

اے خودِ ما بیخودی و مستیت
اے! ہمارا وجود تیری بے خودی اور مستی ہے

اے ز ہستت ما ہمارہ ہستیت
اے! تیری ہستی ہمیشہ ہماری ہستی سے ہے

با تو بے لب ایں زماں من نو بنو
میں اس وقت تجھ سے بغیر ہونٹوں کے تازہ تازہ

رازہائے کہنہ میگویم شنو
پرانے راز کہتا ہوں ، سن

زاں کہ آں لبہا ازیں دم می رمد
کیونکہ وہ ہونٹ اس بات سے گریز کرتے ہیں

بر لب جوئے نہاں بر می دمد
وہ (بات) مخفی نہر کے کنارے پر اُگتی ہے

گوش بے گوشی دریں دم بر کشا
بے گوشی کے کان اس بات میں کھول

بہر رازِ یَفْعَلُ اللهُ مَا يَشَا
اس راز کے لئے کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

چوں صلائے وصل بشنیدن گرفت
جب وصل کی دعوت سننی شروع کی

اندک اندک مردہ جنبیدن گرفت
مُردے نے تھوڑا تھوڑا ہلنا شروع کر دیا

نے کم از خاک ست کز عشوہ صبا
وہ مٹی سے گیا گذرا نہیں ہے کہ بادِ صبا کے ناز و انداز سے

سبزہ پوشد سر بر آرد از فنا
سبزہ پہن لیتی ہے ، عدم سے سر اُبھارتی ہے

کم ز آب نطفہ نبود کز خطاب
وہ نطفے سے کم نہیں تھا کہ وہ (اللہ کے) حکم سے

یوسفاں زایند رخ چوں آفتاب
آفتاب جیسے چہرے والے یوسفوں کو جنتا ہے

کم ز بادے نے کہ شد از امرِ کن
وہ ہوا سے کم نہیں ہے کہ وہ کُن کے حکم سے بنگئی

در رحم طاؤس و مرغ خوش سخن
رحم میں مور اور خوش الحان پرند

کم ز نارے نیست کز امرِ سلام
وہ آگ سے کم نہیں ہے کہ سلامتی کے حکم سے

گلستاں شد بر خلیل خوش کلام
خوش کلام خلیل (اللہ) پر گلستان بن گئی

کم ز چوبے نیست در دفع عدو
وہ لکڑی سے کم نہیں ہے کہ دشمن کی مدافعت کیلئے

گشت اژدرہائے منکر ز امرِ ہو
اللہ کے حکم سے وہ خوفناک ، اژدہا بن گئی

کم ز سنگِ کوہ نبود کز ولاد
وہ پہاڑ کے پتھر سے کم نہیں جسنے ولادت کے طریقہ پر

ناقہ کاں ناقہ ناقہ زاد زاد
اُس اونٹنی کو جنا جس نے اونٹنی کو جنا

زیں ہمہ بگذر نہ آں مایہ عدم
اِس سب کو چھوڑ ، کیا عدم کی مادہ نے

عالمے زاد و بزاید دمبدم
عالم کو نہیں جنا ، اور دمبدم جن رہی ہے

بر جہید و بر طپید و شاد شاد
وہ کودا اور اُچھل پڑا ، اور خوشی خوشی

یکدو چرخے زد سجود اندر فتاد
اُس نے ایک دو بار رقص کیا (اور) سجدے میں گر پڑا

لہ اے خودِ ما ۔ تیری مستی اور بیہوشی ہماری وجہ سے ہے اور تیری ہستی ہماری ہستی سے قائم ہے ۔ با تو ۔ اب میں تجھے اسرار کی تعلیم دیتا ہوں ۔ زانکہ ۔ لیکن یہ اسرار مادی ہونٹوں سے نہیں سنائے جاتے ہیں یہ باطنی اسرار ہیں ۔

کہ گوش ۔ اب تو وہ کان کھول جو ان کانوں کے علاوہ ہیں ۔ یَفْعَلُ ۔ یعنی مشیت خداوندی کے اسرار ۔

جنبیدن ۔ یعنی یہ خوشخبری سنکر مُردے میں جان پڑنے لگی ۔

نے کم ۔ بہرحال یہ مدہوش عاشق مٹی سے تو گیا گذرا نہ تھا جبکہ بادِ صبا کے کرشموں سے اُس میں جان پڑ جاتی ہے تو اس میں معشوق کے غمزوں سے جان کیوں نہ پڑتی ۔

کم ز آب نطفہ ۔ نطفہ منی ، حکم خداوندی سے حسین ترین بچے پیدا کر دیتا ہے ۔

سے کم ز بادے ۔ مشہور ہے کہ پرندوں میں نذکر کی ہوا مؤنث کے رحم میں پہنچتی ہے جس سے انڈا بنتا ہے ۔ کم ز نارے ۔ آگ جیسی آواز سے حضرت ابراہیمؑ پر گلزار بنی ۔ کم ز چوبے ۔ ایک کرشمہ سے حضرت موسیٰ کا عصا اژدہا بنا ۔ کم ز سنگ ۔ کرشمۂ خداوندی سے پتھر سے حضرت صالحؑ کی اونٹنی پیدا ہو گئی ۔ زیں ہمہ ۔ ان جزئیات کو چھوڑ سارے عالم کو دیکھو ایک کرشمہ سے عدم سے وجود میں آگیا ۔ بر جہید غرضکہ صدرِ جہاں کے کرشمے سے

بشگفید از روئے او و شاد شد
وہ اس کا چہرہ دیکھ کر کھل گیا اور خوش ہو گیا
در وصال از بندِ ہجر آزاد شد
وصل میں فراق کی قید سے آزاد ہو گیا

با خویش آمدن عاشقِ بیہوش و روئے باز آوردن
بے ہوش عاشق کا ہوش میں آنا اور معشوق کی تعریف

بہ ثنا و شکرِ معشوق
اور شکر کی طرف متوجہ ہونا

گفتؔ اے عنقائے حق جاں را مطاف
بولا اے خدائی عنقا جو جان کی طواف گاہ ہے
شکر کہ باز آمدی زاں کوہِ قاف
شکر ہے کہ تو کوہ قاف سے واپس آ گیا

اے سرافیلِ قیامت گاہِ عشق
اے عشق کے میدان حشر کے اسرافیل!
اے تو عشقِ عشق و اے دلخواہِ عشق
اے وہ کہ تو عشق کا عشق اور عشق کا محبوب ہے

اولیں خلعت کہ خواہی دادنم
سب سے پہلی خلعت جو آپ مجھے دیں
گوش خواہم کہ نہی بر روزنم
میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے منہ پر کان لگا دیں

گرچہ میدانی بصفوت حالِ من
اگرچہ (باطن کی) صفائی کی وجہ سے آپ میرا (حال جانتے ہیں)
بندہ پرور گوش کن اقوالِ من
بندہ پرور! میری باتیں (بھی) سن لیجیے

صد ہزاراں بار اے صدرِ فرید
اے یکتا صدر! لاکھوں بار
زآرزوئے گوشِ تو ہوشم پرید
(آپ کے) کان کی آرزو میں میرے ہوش اڑے ہیں

آں سمیعیؔ تو و آں اصغائے تو
وہ آپ کا سننا اور وہ آپ کا کان دھرنا
واں تبسمہائے جاں افزائے تو
وہ آپ کی جان بڑھانے والی مسکراہٹیں

آں نیوشیدن کم و بیشِ مرا
وہ میرے کم و بیش کو سننا
عشوۂ جانِ بداندیشِ مرا
میری بداندیش جان کے مکر کو (سننا)

قلبہائےؔ من کہ آں معلوم تست
میرے کھوٹے سکے جو آپ جانتے ہیں
پس پذیرفتی تو چوں نقدِ درست
کھرے نقد کی طرح آپ نے بہت قبول کئے ہیں

بہرِ گستاخے و شوخِ غرہ
ایک گستاخ اور شوخ بہکے ہوئے کیلئے
حلمہا در پیشِ حلمت ذرہ
بہت سی بردباریاں آپ کی بردباری کے سامنے ایک ذرہ ہیں

اولاً بشنو کہ چوں ماندم ز شست
اولاً سنئے، کہ جب میں کمند سے نکل گیا
اول و آخر بپیشِ من بجست
تو آغاز و انجام میرے سامنے سے چل دیا

ف۱ گفت۔ اس مدہوش نے ہوش میں آ کر صدر جہاں کو خطاب کیا اور کہا آپ کی ذات میرے لئے عنقا ہو گئی تھی خدا کا شکر ہے کہ وہ کوہ قاف سے واپس آ گئی۔ مطاف۔ طواف کی جگہ۔ اے تو۔ آپ پر عشق عاشق ہے اور آپ عشق کے محبوب ہیں۔ خلعت شاہی عطیہ کا لباس۔ انعام۔ روزن یعنی منہ کا سوراخ۔ صفوت یعنی قلب کی صفائی۔ زآرزوے یعنی اس آرزو میں بیہوش ہوا ہوں کہ آپ کے کان کو اپنا درد و غم سنا سکوں۔

ف۲ آں سمیعی۔ کان کے شوق میں مدہوشی اس لئے طاری ہوئی تھی کہ آپ کے کان کی مہربانیاں یاد آتی تھیں۔ اصغاء۔ کان دھرنا، توجہ کرنا۔ عشوہ۔ میری ناقص جان جو مکر کرتی تھی وہ میں آپ سے کہتا تھا اور آپ اس کو سن لیتے تھے۔

ف۳ قلبہائے۔ مصنوعی حال آپ کو سناتا تھا آپ انکو صحیح احوال کی طرح قبول کر لیتے تھے۔ حلمہا۔ میری بنادٹی حالت پر آپ ایسی بردباری برتتے تھے کہ اس پر سینکڑوں بردباریاں قربان ہیں۔ اولاً۔ مجازی صدر جہاں سے اپنے احوال بیان کرتا ہے۔ اول یعنی میں اپنے انجام و آغاز سے بےخبر ہو گیا۔

ثانیاً بشنو تو اے صدرِ وَدُود[1] | کہ بسے جُستم تُرا ثانی نبُود
دوسرے سنیئے، اے محبوب صدر! | کہ میں نے بہت ڈھونڈا آپ کا کوئی ثانی نہ تھا

ثالثاً تا از تو بیروں رفتہ اَم | گوئیا ثالث ثلاثہ گفتہ اَم
تیسرے، جب سے کہ میں آپ کے پاس سے باہر | گویا کہ میں تین میں سے تیسرے کا قائل ہو گیا ہوں

رابعاً چوں سوخت مارا مزرعہ | می ندانم خامسہ از رابعہ
چوتھے، جب میرا کھیت جل گیا | میں پانچویں کو چوتھے سے ممتاز نہیں کر سکتا

خامساً در ہجرت اے صدرِ جہاں | از حواسِ خمسہ بُودم در زیاں
پانچویں، اے صدرِ جہاں! تیرے فراق میں | میں پانچوں حواس سے نقصان میں تھا

سادساً از شش جہت بے رُوئے تو | گوئیا بارید بر من غم دو تو
چھٹے، تیرے چہرے کے بغیر چھ جانبوں سے | گویا مجھ پر دُہرا غم برسا

سابع از ثامن ندانم ضالہ اَم[2] | خوں ہمی گرید فلک از نالہ اَم
مجھے ساتویں آٹھویں میں تمیز نہ رہی میں گمشدہ ہوں | میرے رونے سے آسمان خون (کے آنسو) روتا ہے

ہر کجا یابی تو خوں بر خاکہا | پے بری باشد یقیں از چشمِ ما
زمینوں پر جہاں بھی آپ خون پائیں گے | کھوج لگا لیجئے وہ یقیناً ہماری آنکھ کا ہو گا

گفتِ من رعدست و ایں بانگ و حنین | زابر خواہد تا ببارد بر زمیں
میری گفتگو، اور یہ آواز اور رونا، کڑک ہے | وہ ابر سے چاہتا ہے، کہ زمین پر برسے

من میانِ گفت و گریہ می تنم | یا بگریم یا بگویم چوں کنم
میں بولنے اور رونے کے درمیان کشمکش میں ہوں | روؤں یا بات کروں، کیا کروں؟

گر بگویم فوت می گردد بکا | ور بگریم چوں کنم شکر و ثنا
اگر بولتا ہوں، رونا چھوٹتا ہے | اگر روؤں شکریہ اور تعریف کیسے کروں؟

می فتد[3] از دیدہ خونِ دل شہا | بیں چہ افتاد ست از دیدہ مرا
اے شاہ! آنکھوں سے دل کا خون بہہ رہا ہے | دیکھو، آنکھوں سے مجھ پر کیا افتاد پڑی ہے!

ایں بگفت و گریہ در شُد آں نحیف | کہ بر و بگریست ہم دوں ہم شریف
یہ کہا، اور وہ لاغر رونے لگا | کہ اس پر رذیل بھی اور شریف بھی رونے لگا

از دلش چنداں بر آمد ہائے وہُو | حلقہ کرد اہلِ بخارا گردِ اُو
اس کے دل سے ایسی ہائے وہُو نکلی | کہ بخارا والوں نے اس کے گرد حلقہ کر لیا

[1] وَدُود. دوست۔ ثالث ثلاثہ۔ یعنی میں عیسائیوں کے شرک میں مبتلا ہو گیا۔ مزرعہ۔ یعنی اعمال کی کھیتی۔ خامساً۔ یعنی اپنے حواس کھو بیٹھا۔

[2] ضالہ۔ بھٹکا ہوا۔ گفت۔ اس نے کہا کہ میری بات اور آہ و بکا بمنزلہ کڑک کے ہے جو میری آنکھوں کے ابر سے آنسو بہانا چاہتی ہے۔ من میاں۔ میں روتا ہوں تو زبانی شکریے سے محروم ہو جاتا ہوں، شکریہ کرتا ہوں تو پھر رو نہیں سکتا

[3] می فتد۔ دیکھئے اب میری آنکھوں سے خون کے آنسو گرنے شروع ہو گئے ہیں۔ نحیف۔ لاغر۔ دوں۔ کمینہ۔

خیرہ[۱] گویاں خیرہ گریاں خیرہ خند
بہت بولتے ہوئے بہت روتے ہوئے بہت ہنستے ہوئے
مرد و زن خُرد و کلاں حیراں شدند
مرد عورت، چھوٹے اور بڑے حیران ہو گئے

شہر ہم ہم رنگِ اُو شد اشک ریز
شہر بھی آنسو بہاتے ہوئے اُس جیسا ہو گیا
مَرد و زَن درہم شُدہ چوں رُستخیز
قیامت کی طرح مرد و عورت گڈمڈ ہو گئے

آسماں میگفت آں دم با زمیں
اُس وقت آسمان زمین سے کہہ رہا تھا
گر قیامت را ندیدستی بہ بیں
اگر تو نے قیامت نہیں دیکھی ہے تو دیکھ لے

عقل حیراں کہ چہ عشقست و چہ حال
عقل حیران تھی کہ عجب عشق ہے، اور عجب حال ہے
کہ فراقِ اُو عجب تر یا وصال
کہ اُس میں ہجر زیادہ تعجب خیز ہے، یا وصل

چرخ[۲] بر خواندہ قیامت نامہ را
آسمان نے قیامت نامہ پڑھ لیا ہے
تا مجرّہ بَر دریدہ جامہ را
کہکشاں نے کپڑے پھاڑ لئے ہیں

با دُو عالَم عشق را بیگانگی
عشق کو دونوں جہان سے اجنبیت ہے
اندرو ہفتاد و دُو دیوانگی
اُس میں بہتّر دیوانگیاں ہیں

سخت پنہان ست و پیدا حیرتش
وہ ایک سخت پوشیدہ چیز ہے جس کی حیرانی کھلی ہوئی ہے
جانِ سلطانانِ جاں در حسرتش
جان کے شہنشاہوں کی جانیں اُس کی حسرت میں ہیں

غیر ہفتاد و دُو ملّت کیشِ اُو
بہتّر ملتوں کے علاوہ اُس کا مذہب ہے
تختِ شاہاں تختہ بندی پیشِ اُو
اُس کے سامنے شاہوں کا تخت کاٹھ کا ہے

مُطربِ[۳] عشق ایں زند وقتِ سماع
عشق کا گویا، سماع کے وقت یہ بجاتا ہے
بندگی بند و خداوندی صُداع
غلامی قید، اور آقائی دردِ سر ہے

پس چہ باشد عشق دریائے عدم
تو عشق کیا ہے؟ فنا کا دریا ہے
در شکستہ عقل را آنجا قدم
وہاں عقل کے پاؤں شکستہ ہیں

بندگی و سلطنت معلوم شُد
غلامی اور حکومت (اگر) محسوس ہوئی
زیں دُو پردہ عاشقی مکتوم شُد
اِن دونوں پردوں میں عاشقی چھپ گئی

---

۳ مُطربِ عشق۔ عشق کی یہ صدا ہے کہ غلامی اُس کے لئے قید ہے اور آقائی اُس کے لئے دردِ سر ہے۔ پس۔ ہم نے جو حال بیان کیا یہ تو عشق مجازی کی کیفیات ہیں اب اگر عشق خداوندی ہو تو اُس کی صفات کو اُس پر قیاس کر لو لیکن اِس کے معاملے میں عقل کام نہیں کرتی ہے لہٰذا قیاس بھی نہ کر سکو گے۔ بندگی۔ کوئی انسان بندگی اختیار کرتا ہے کوئی تختِ سلطنت پسند کرتا ہے لیکن یہ دونوں باتیں عشق۔ کے لئے پردہ اور حجاب ہیں عشق اُن کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔

۱ خیرہ۔ اب اُس کی یہ حالت تھی کبھی شکوے کرتا کبھی روتا کبھی ہنستا، ان مجنونانہ حرکات پر سب حیران تھے۔ شہر۔ اُس کی یہ حالتِ زار دیکھ کر پورا شہر رونے لگا۔ رستخیز۔ قیامت کے میدان میں مرد و زن سب باہم مختلط ہو جائیں گے۔ آسمان۔ آسمان زمین سے کہتا تھا کہ اگر قیامت نہ دیکھی ہو تو یہ اس کا نمونہ ہے دیکھ لے۔ کہ فراق۔ یعنی یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اِس عاشق کا ہجر زیادہ دردناک ہے یا وصال زیادہ دردناک ہے۔

۲ چرخ۔ آسمان، قیامت کا بیان پڑھ کر اِس حادثے پر اس کو منطبق کر رہا تھا۔ مجرّہ۔ کہکشاں۔ با دو عالم۔ یہاں سے مولاناؒ نے عشق کے صفات بیان کرنے شروع کئے ہیں یعنی عشق کے احوال دونوں جہان کے احوال سے جُدا ہیں۔ اندرو۔ دنیا کے ہر پاگل میں ایک قسم کی دیوانگی ہوتی ہر عاشق میں بہتّر دیوانگیاں ہوتی ہیں۔ سخت۔ عشق خود ایک پوشیدہ چیز ہے لیکن اُس کے آثار بہت کھلے ہوئے ہوتے ہیں انبیاء باوجود اپنی بلندی کے اس کی تمنا کرتے رہے ہیں۔ غیر ہفتاد۔ عشق کا مسلک اور مذہب دنیا کے تمام مسلکوں اور مذہبوں سے جداگانہ ہے یہ شاہی تخت کو پاؤں کی بیڑی خیال کرتا ہے۔ تختہ بندی۔ پہلے زمانے میں قیدی کا پاؤں کاٹھ میں پھنسایا جاتا تھا۔

کاشکے[1] مستی زبانے داشتے | تا ز مستاں پردہا برداشتے
کاش عشق زبان رکھتا | تاکہ عاشقوں کے پردے اٹھا دیتا

ہر چہ گوئی اے دم ہستی ازاں | پردۂ دیگر برو بستی بداں
اے (انسانی) وجود کی گفتگو تو جو کچھ بتاتی ہے | سمجھ لے اس پر ایک دوسرا پردہ تو نے ڈال دیا

آفتِ ادراکِ آں قال ست و حال | خوں بخوں شستن محالست و محال
اس عشق کے علم کیلئے قول اور حال تباہی ہے | خون کو خون سے دھونا محال در محال ہے

من[2] چو با سودائیانش محرمم | روز و شب اندر قفص در می دمم
میں چونکہ اس (عشق) کے سودائیوں کا محرم (راز) ہوں | دن، رات پنجرے میں پھونک بھر رہا ہوں

سخت مست و بیخود و آشفتۂ | دوش اے جاں بر چہ پہلو خفتۂ
تو بہت مست اور مدہوش اور پریشان ہے | اے جان! تو کل رات کس پہلو پر سوئی تھی؟

ہاں وہاں ہشدار بر ناری دمے | اولا بر جہ طلب کن محرمے
خبردار، خبردار! سانس نہ لے | پہلے اٹھ، کسی محرم (راز) کو تلاش کر

عاشق و مستی و بکشادہ زباں | اللہ اللہ اشترے بر نردباں
تو عاشق اور مست ہے اور زبان کھولے ہوئے ہے | اللہ اللہ (گویا) سیڑھی پر اونٹ ہے

چوں[3] ز راز و نازِ او گوید زباں | یا جمیل الستر خواند آسماں
جب زبان اس (عشق) کا راز اور انداز بیان کرتی ہے | آسمان پکارتا ہے، اے عمدہ پردہ پوشی کرنیوالے!

ستر چہ در پشم و پنبہ آذر ست | تا ہمی پوشیش او پیدا تر ست
پردہ پوشی کیسی، اون اور روئی میں آگ ہے | کہ تو اس کو چھپاتا ہے وہ زیادہ ظاہر ہوتا ہے

چوں بکوشم تا سرش پنہاں کنم | سر بر آرد چوں علم کاینک منم
میں جب کوشش کرتا ہوں کہ اس عشق کے راز کو چھپاؤں | وہ عشق جھنڈے کی طرح سر ابھارتا ہے کہ میں یہ ہوں

رغمِ انفم گیردم ناگہ دو گوش | کاے مدمغ چونش می پوشی بپوش
وہ عشق، میری رسوائی کیلئے میرے دونوں کان پکڑتا ہے | اے بددماغ! تو اس کو کیسے چھپاتا ہے، چھپا

بات ہے جیسے کہ اونٹ سیڑھی پر چڑھے ——— [3] چوں۔ جب میری زبان عشق کے ناز و انداز کا بیان شروع کرتی ہے تو آسمان خدا کو پکار کر ان رازوں کے مخفی رہنے کی دعا کرتا ہے۔ جمیل الستر۔ بہترین پردہ پوش۔ ستر۔ عشق کے راز کو چھپانا ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی چنگاری کو روئی میں چھپائے۔ چوں بکوشم۔ جب میں عشق کو چھپانے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ اور سر ابھارتا ہے اور مجھے ذلیل کرنے کیلئے میرے دونوں کان پکڑ کر کہتا ہے کہ مجھے چھپا کر دیکھو تو کیسے چھپا سکتا ہے۔ رغمِ انف۔ ناک کا خاک آلودہ ہونا، ذلیل ہونا۔

[1] کاشکے۔ کوئی دوسرا عشق کی حقیقت نہیں بیان کر سکتا اگر عشق کے خود زبان ہوتی تو وہ اپنا اور عاشقوں کا حال بیان کر سکتا۔ ہر چہ گوئی۔ انسان عشق کے جو اوصاف گنتا ہے اس سے اس کی معرفت کی بجائے اور جہالت پیدا ہوتی ہے۔ آفت۔ انسان کا قول و فعل تو اس کی حقیقت سمجھنے میں مانع ہے لہٰذا اس کے ذریعہ اس کی حقیقت کو واضح کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی خون کو خون کے ذریعہ دھوئے۔

[2] من چو۔ مولانا فرماتے ہیں چونکہ میں عاشقوں کا محرم راز ہوں لہٰذا عشق کی حقیقت سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں لیکن وہ کوشش ایسی رائیگاں ہے جس طرح پنجرے میں پھونک بھرنا رائیگاں ہوتا ہے۔ سخت۔ اب مولانا اپنے آپ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ تیرا عشق کی حقیقت کو بیان کرنے کا دعویٰ تیرے پراگندہ خیال میں جو شب کی بے چینی کے اثرات ہوتے ہیں۔ ہاں۔ اپنے آپ کو تنبیہ کرتے ہیں کہ عشق کی حقیقت کے بیان کو چھوڑ پہلے کوئی محرم تلاش کر پھر اس سے بات کرنا۔ ناری۔ نہ آری بعض نسخوں میں نا وارد ہے۔ عاشق۔ مولانا اپنے آپ کو فرماتے ہیں کہ تو عاشق اور مست ہے اور پھر زبان چلاتا ہے یہ تو اس قدر حیرت انگیز

گو[1]یمش رو گرچہ پرجوشیدۂ — ہمچو جاں پیدائی و پوشیدۂ
میں اس سے کہتا ہوں جا، تو اگرچہ جوش میں ہے — تو جان کی طرح ظاہر ہے اور پوشیدہ ہے

گویدا او محبوسِ خنب ست ایں تنم — چوں مے اندر بزم خنبک میزنم
وہ کہتا ہے، کہ میرا یہ جسم مٹکے میں مقید ہے — شراب کی طرح میں مجلس میں، ہتھیلیاں بجاتا ہوں

گو[2]یمش زاں پیش کہ گردی گرو — تا نیاید آفتِ مستی برو
میں اس سے کہتا ہوں اس سے پہلے کہ تو گروی ہو (چھپ جا) — تاکہ اس پر مستی کی مصیبت نہ آجائے

گویدا از جامِ لطیف آشام من — یارِ روزم تا نمازِ شام من
وہ کہتا ہے کہ میں لطیف آشام جام کے ذریعہ — دن کا شام کی نماز تک (تیرا) ساتھی ہوں

چوں[3] بیاید شام و دزدد جامِ من — گو یمش دادہ کہ نامد شامِ من
جب شام ہو جائے گی اور وہ میرا جام چرائیگی — میں اس سے کہونگا واپس دیدے کیونکہ میری شام نہیں ہوئی ہے

زاں عرب بنہاد نامِ مے مُدام — زانکہ سیری نیست مے خور را مدام
اسی لئے عربوں نے شراب کا نام مُدام رکھا ہے — کیونکہ شراب نوش کو کبھی سیری نہیں ہوتی ہے

عشق جوشد بادۂ تحقیق را — او بود ساقی نہاں صدیق را
عشق تحقیق کی شراب کو جوش دیتا ہے — وہ دوست کے لئے مخفی ساقی ہوتا ہے

چوں بجوئی تو بتوفیقِ حسن — بادہ آبِ جاں بود ابریق تن
جب تو اچھی توفیق کے ذریعہ تلاش کرے گا — تو شراب روح کیلئے آبِ حیات، اور جسم جام بنجائیگا

چوں[4] بیفزاید مے توفیق را — قوتِ مے بشکند ابریق را
جب وہ (عشق) توفیق کی شراب کو بڑھاتا ہے — شراب کی تیزی، جام کو توڑ دیتی ہے

آب گردد ساقی و ہم مست آب — خود بگو اللہُ اَعلَمُ بالصّواب
پانی ساقی بنجاتا ہے اور پانی ہی مست بنجاتا ہے — خود کہہ دے اللہ صحیح بات زیادہ جانتا ہے

نہ چرا۔ زاں عرب۔ شراب کو عربی زبان میں مُدام کہا جاتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ شرابی اس سے سیر نہیں ہوتا ہے اور اس کی ہمیشگی کا خواہشمند رہتا ہے تو جب شراب ظاہری کی یہ صورت ہے تو شرابِ عشق سے کیسے سیری ہو سکتی ہے۔ مدام۔ ہمیشہ۔ عشق جوشد۔ اب مولانا نے پھر عشق کے اوصاف بیان کرنے شروع کر دیئے ہیں فرماتے ہیں عشق ہی حقیقت تک پہنچاتا ہے اور وہ عشق عاشق کے لئے ساقی بنتا ہے۔ چوں بجوئی۔ اگر تو اللہ کی توفیق سے عشق کی جستجو کرے گا تو وہ تیری روح کے لئے آبِ حیات کا کام کریگا اور تیرا بدن اس کیلئے جام بنجائیگا ——— [4] چوں بیفزاید۔ جب عشق توفیق کی شراب کو جوش دیدیتا ہے تو یہ ابریق بدن پارہ پارہ ہو جاتا ہے اور وہ علائقِ جسمانی سے آزاد ہو جاتا ہے۔ آب گردد۔ اب یہ کیفیت ہوگی کہ عشق اور عاشق و معشوق میں اتحاد ہو جائے گا پانی اور ساقی اور مست ایک ہو جائیں گے۔ خود بگو۔ اگر تیری سمجھ میں یہ اتحاد نہ آئے تو تردید نہ کر اور معاملہ اللہ کے سپرد کر دے۔

[1] گو یمش۔ میں اس عشق سے کہتا ہوں کہ آپ کو جوش آیا ہے آپ اس وقت چلے جائیے اور خود آپ اپنے آپ کو پوشیدہ کر لیجئے آپ تو جان کی طرح پوشیدہ بھی ہیں اور ظاہر بھی۔ گو ید۔ وہ عشق کہتا ہے کہ میرا اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنا ممکن نہیں ہے میری مثال اس شراب کی سی ہے جو مٹکے میں مقید ہے اور اس کے آثار بزمِ محفل نہیں ہیں میں بھی روح میں مقید ہوں لیکن آثار کھلے ہوئے ہیں۔ خنب۔ خم۔ گو یمش۔ میں اس عشق سے کہتا ہوں کہ مصیبت میں پھنسنے سے پہلے چھپ جا ورنہ میری مستی کوئی ظلم ڈھائیگی اور مجھ پر مصیبت آجائیگی اور وہ میری مصیبت تیری مصیبت ہے۔ گو ید۔ تو وہ اس کے جواب میں کہتا ہے کہ تم تو میرے لطیف جام سے سیراب ہو میں تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گا تمہارے ذریعہ میری رسوائی نہ ہوگی تم کم ظرف نہیں ہو کہ پی کر بہک جاؤ۔ روز۔ یعنی زندگی۔ شام یعنی موت کا وقت۔

[3] چوں بیاید۔ عشق نے شام تک ساتھ نہ چھوڑنے کی بات کہی تھی تو گویا وہ شام کے بعد جدا ہو جائیگا اب مولانا فرماتے ہیں کہ شام کا وقت جب جام عشق کو مجھ سے جدا کرنے لگے گا تو میں اس سے کہونگا کہ ابھی شام نہیں ہوئی ہے مجھے جام

پرتوِ ساقی ست کاندر شیرہ رفت ۱ — شیرہ برجوشید رقصاں گشت تفت

ساقی کا عکس ہے جو شیرے میں پہنچا — شیرہ جوش مارنے لگا، تیز ناچنے لگا

اندریں معنیٰ بپرس آں خیرہ را — کہ چنیں کے دیدہ بودی شیرہ را

اِس بیہودہ سے یہ بات دریافت کر — تونے شیرے کو ایسا کبھی دیکھا تھا!

بے تفکر پیش ہر دانندہ ہست — آنکہ با گردندہ گرداندہ ہست

بغیر سوچے، ہر جاننے والے کے پیشِ نظر ہے — کہ گھومنے والے کے لئے، (کوئی)، گھمانے والا ہے

حکایتِ آں عاشقِ دراز ہجرِ بسیار امتحان

لمبے ہجر والے بہت، اِمتحان میں مبتلا عاشق کا قصہ

یک جوانے بر زنے مجنون بُدست — روز و شب بیخواب و بیخور آمدست

ایک جوان، ایک عورت پر عاشق ہوا تھا — شب و روز، بلا نیند اور بغیر کھائے رہتا تھا

بیدل و شوریدہ ہم مجنون و مست — می ندادش روزگارِ وصل دست

بے دل اور پریشان تھا دیوانہ اور مست — وصل کا زمانہ اُس کے ہاتھ نہ آتا تھا

بس شکنجہ کرد عشقش بر زمیں — خود چرا دارد ز اوّل عشق کیں ۲

اُس کو عشق نے زمین پر شکنجے میں کس دیا تھا — (نہ معلوم) عشق ابتدا ہی سے کیوں دشمنی رکھتا ہے؟

عشق از اوّل چرا خونی بود — تا گریزد آنکہ بیرونی بود

عشق شروع سے خونی کیوں ہوتا ہے؟ — تاکہ وہ بھاگ جائے جو اجنبی ہو

چوں فرستادے رسولے پیش زن — آں رسول از رشک گشتے راہزن

جب وہ عورت کے پاس کوئی قاصد بھیجتا — وہ قاصد، رشک سے رقیب بن جاتا

ور بسوئے زن نبشتے کاتبش — نامہ را تصحیف خواندے نائبش

اگر اُس کا منشی عورت کو لکھتا — اُس (عورت) کا نائب خط کو غلط پڑھ کر سناتا

ور صبا را پیک کردے در وفا ۳ — از غبارے تیرہ گشتے آں صبا

اگر وفا کے بارے میں وہ صبا کو قاصد بناتا — وہ صبا غبار سے کالی پڑ جاتی

رقعہ گر بر پرِ مرغے دوختے — پرِ مرغ از تفِ رقعہ سوختے

اگر وہ خط پرندے کے پروں پر سیتا — خط کی گرمی سے پرندے کے پر جل جاتے

کے ذریعہ پیغام بھیجتا تو وہ صبا گرد آلود ہو جاتی اور صحیح پیغام نہ پہنچاتی۔ رقعہ۔ اگر کبوتر کے پروں سے باندھ کر خط بھیجتا تو سوزش سے کبوتر کے پر جل جاتے۔

ےا پرتو۔ انگور کے شیرے کے تمام خواص ساقی کا پرتو ہیں۔ اندریں۔ اگر کوئی انکار کرے تو اُس سے دریافت کر کہ انگور کے شیرے میں یہ خواص کہاں سے آئے ہیں۔ بے تفکر۔ ہر انسان کھلے طور پر جانتا ہے کہ کوئی کام کام کرنے والے کے بغیر وجود میں نہیں آتا تو لامحالہ ایک ذات ہے جو ان تمام چیزوں میں متصرف ہے اور وہ حق تعالیٰ کی ذات ہے۔ حکایت۔ اِس قصہ سے بھی یہ بتاتا ہے کہ اسباب میں ہیبت بھی اللہ تعالیٰ کے تصرف سے ہے ورنہ اسباب خود کوئی چیز نہیں ہیں۔ یک جوانے۔ ایک شخص ایک عورت پر عاشق ہو گیا لیکن اُس کو کسی طرح وصل میسر نہ آتا تھا۔ بس شکنجہ۔ عشق نے اُس کو طرح طرح کی سزائیں دیں۔ ےا۲ خود چرا۔ عشق عاشق کو اس لئے ستاتا ہے تاکہ ہر بوالہوس حسن پرستی کو شعار نہ بنالے اور نااہل اِس میدان کو چھوڑ کر بھاگ جائے۔ چوں فرستادے۔ وہ عاشق کسی کو قاصد بناتا تو وہ قاصد اُس کا رقیب بن جاتا۔ ور۔ اگر وہ پیامِ محبت تحریر کرا کر بھیجتا تو اُس معشوق کا منشی اُس کو غلط پڑھ کر سناتا۔ ےا۳ ور صبا۔ اگر وہ صبا

راہہائے چارہ را غیرت بہ بست — **لشکرِ اندیشہ را رایت شکست**

تدبیر کے راستے، غیرت نے بند کر دیئے — سوچ کے لشکر کا جھنڈا توڑ دیا

بُود اوّل مونسِ غم، انتظار — **آخرش بشکست کہ ہم انتظار**

پہلے انتظار، غم کا غمگسار تھا — آخر میں وہ درہم برہم ہو گیا، کون؟ انتظار بھی

گاہ گفتے کایں بلائے بے دواست — **گاہ گفتے نے حیاتِ جانِ ماست**

کبھی وہ کہتا، کہ یہ لا علاج مرض ہے — کبھی کہتا نہیں، ہماری جان کی زندگی ہے

گاہ ہستی زو برآوردے سرے — **گاہ اُو از نیستی خوردے برے**

کبھی ہستی اُس میں سر اُبھارتی — کبھی وہ نیستی کا پھل کھاتا

گاہ فریادش بگردوں بر شُدے — **گہ خیالِ دلبرش ہمدم بُدے**

کبھی اُس کی فریاد، آسمان پر پہنچتی — کبھی معشوق کا خیال اُس کا ساتھی ہوتا

چونکہ بر وے سرد گشتے ایں نہاد — **جوش کردے گرم چشمۂ اتحاد**

جب یہ مزاج، اُس پر ٹھنڈا پڑ جاتا — اتحاد کا گرم چشمہ جوش مارتا

چونکہ با بے برگیِ غربت بساخت — **برگِ بے برگی بسوئے اُو بتاخت**

جبکہ مسافرت کی بے سروسامانی سے اُسنے ساز کیا — بے سروسامانی کا سامان اُس کی طرف بڑھا

خوشہائے فکرتش بیگاہ شُد — **شبرواں را رہنما چوں ماہ شُد**

اُس کی فکر کے خوشے بغیر پکنے کے ہو گئے — وہ رات کے مسافروں کا چاند کی طرح راہنما ہو گیا

اے بسا طوطیِ گویائے خمش — **اے بسا شیریں رَوان رُو ترش**

بہت سے طوطی کی طرح چہکنے والے خاموش ہیں — بہت سے خوش دل، غمگین ہیں

رَو بگورستاں دمے خامش نشیں — **آں خموشانِ سُخن گو را ببیں**

تھوڑی دیر کے لئے قبرستان میں جا، خاموشی سے بیٹھ — اُن بولنے والے، خاموشوں کو دیکھ

لیک اگر یکرنگ بینی خاکِ شاں — **نیست یکساں حالتِ چالاکِ شاں**

لیکن اگر تو اُن کی قبر کو یکساں دیکھتا ہے — اُن کی چالاک حالت یکساں نہیں ہے

شحم و لحمِ زندگاں یکساں بُود — **آں یکے غمگیں دگر شاداں بُود**

زندوں کا گوشت اور چربی یکساں ہوتی ہے — (لیکن) ایک غمگین، دوسرا خوش ہوتا ہے

ہیں۔ جو حقیقی ولی اور بناوٹی کا ظاہر ایسا ہی یکساں ہے جس طرح کہ قبرستان کی قبریں یکساں ہیں اور حقیقتاً اُن میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ مُردوں میں ہے ہر قبر والے کی حالت جداگانہ ہے۔ شحم۔ مُردوں میں کیا زندوں میں بھی بظاہر یکسانیت ہے لیکن اندرونی حالات مختلف ہیں۔

لہ راہہائے۔ غرضیکہ کوئی سبب اور تدبیر کام نہ دیتی تھی اور پیغام رسانی کے جس قدر اسباب تھے وہ سب ناکارہ ہو گئے تھے۔ بُود۔ پہلے اُس کیلئے معشوق کا انتظار غم کا مُونس بنا ہوا تھا آخر میں وہ انتظار بھی ختم ہو گیا اور اُس پر بالکل مایوسی طاری ہو گئی۔ گاہ گفتے کبھی وہ عشق کو بلائے بے درماں سمجھتا کبھی کہتا کہ یہی تو مدارِ زندگی ہے۔

لہ گاہ ہستی۔ کبھی اُس پر خودی کا غلبہ ہوتا اور خواہشات پیدا ہوتیں کبھی بالکل فنا کا درجہ اختیار کرتا اور اپنے وجود کو بُھلا بیٹھتا۔ گاہ۔ کبھی تنہائی کی دشت میں گریہ وزاری کرتا کبھی محبوب کے خیال سے دل بہلاتا۔ چونکہ۔ کبھی اپنے وجود کو فراموش کر دیتا تو محبوب سے اتحاد کا چشمہ جوش مارنے لگتا۔ چونکہ۔ اب بے سروسامانی اُس کے لئے موجبِ راحت بن گئی تھی۔ خوشہائے جبکہ اُس کا عشق خواہشات کے خس و خاشاک سے پاک ہو گیا تو وہ عاشقوں کا راہنما بن گیا۔

لہ اے بسا۔ مولانا اہل اللہ اور مدعیانِ ولایت کا فرق سمجھاتے ہیں، بہت سے وہ لوگ کہ بظاہر طوطی کی طرح خوش بیان ہیں لیکن ان کا باطن بالکل خاموش ہے کچھ وہ لوگ ہیں جن کی روح خوش اور ترو تازہ ہے بظاہر ترش رو

توچہ[1] دانی تا نتوشی قالِ شاں — زانکہ پنہان ست بر تو حالِ شاں

تو کیا سمجھے جب تک اُن کی بات نہ سُن لے — کیونکہ تجھ پر اُن کی حالت مخفی ہے

بشنوی از قال ہائے و ہُوئے را — کے بہ بینی حالتِ صد توے را

تو زبان سے ہائے وہو کو سُن لیتا ہے — تو سینکڑوں تہوں کی حالت کو کب دیکھ سکتا ہے،

نقشِ ما یکساں بضدہا متصف — خاک ہم یکساں رواں شاں مختلف

ہماری صورتیں یکساں ہیں، متضاد صفات سے متصف ہیں — مٹی بھی یکساں ہے، اُن کی روحیں مختلف ہیں

ہمچنیں یکساں بود آوازہا — آں یکے پُر درد و آں پُر نازہا

اسی طرح آوازیں بھی یکساں ہوتی ہیں — ایک درد سے بھری ہے اور ایک ناز سے بھری ہے،

بانگِ[2] اسپاں بشنوی اندر مصاف — بانگِ مرغاں بشنوی اندر مطاف

میدانِ جنگ میں تو گھوڑوں کی آواز سنتا ہے — چکر کاٹنے میں، تو پرندوں کی آواز سنتا ہے

آں یکے از حقد و دیگر ز ارتباط — آں یکے از رنج و دیگر از نشاط

ایک دشمنی سے ہے، اور دوسری تعلق کی وجہ سے — ایک رنج سے ہوتی ہے، دوسری خوشی سے

ہر کہ دور از حالتِ ایشاں بود — پیشش آں آوازہا یکساں بود

جو اُن کے احوال سے دور ہو — اُس کے لئے وہ آوازیں یکساں ہوتی ہیں

آں درختے جنبد از زخمِ تبر — واں درختِ دیگر از بادِ سحر

ایک درخت کلہاڑے کی چوٹ سے ہلتا ہے — دوسرا درخت، صبح کی ہوا سے

بس غلط گشتم ز دیگِ مردہ ریگ — زانکہ سر پوشیدہ میجوشید دیگ

میں بہت سی مرتبہ بیکار دیگ سے غلطی میں پڑ گیا — کیونکہ دیگ منہ ڈھکے ہوئے جوش مار رہی تھی

جوش[3] و نوشِ ہر کست گوید بیا — جوشِ صدق و جوشِ تزویر و ریا

تجھ سے ہر شخص کا جوش اور ذائقہ کہتا ہے آجا — سچائی کا جوش، اور ملمع سازی، اور ریا کا جوش

گر نداری دیدہائے رو شناس — رو دماغے دست آور بو شناس

اگر تو پہچاننے والی آنکھیں نہیں رکھتا ہے — جا کوئی خوشبو پہچاننے والا دماغ حاصل کر

آں دماغے کہ براں گلشن تند — چشمِ یعقوباں ہم او روشن کند

وہ دماغ جو اس چمن سے تعلق رکھے — یعقوبوں کی آنکھ کو بھی روشن کرے

[1] توچہ دانی۔ انسان اور انسان میں فرق جب ظاہر ہوتا ہے جب وہ بولتا ہے۔ بشنوی۔ بولنے سے بھی پوری حقیقت واضح نہیں ہوتی ہو اصلِ حالت کا پتہ لگانا مشکل ہے۔ نقش۔ انسانوں کی صورتیں یکساں ہیں۔ لیکن اوصاف میں بہت فرق ہو جسم یکساں ہیں روحیں مختلف ہیں۔ ہمچنیں۔ آوازیں بھی یکساں معلوم ہونگی لیکن ان آوازوں میں مخفی درد اور ناز کی وجہ سے فرق ہے۔

[2] بانگ۔ گھوڑوں اور پرندوں کی آوازوں میں بھی یکسانیت ہوتی ہے لیکن اُن آوازوں کی باطنی کیفیات میں فرق ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص اصل حالت سے واقف نہ ہوگا وہ آوازوں کو یکساں سمجھیگا۔ آں درخت۔ درختوں کا ہلنا بھی یکساں ہے لیکن ایک کے ہلنے کا سبب کلہاڑے کی چوٹ ہے اور دوسرے کے ہلنے کا سبب بادِ صبا ہے۔ بس غلط۔ سر پوش سے ڈھکی ہوئی دیگ کے جوش مارنے سے دھوکا ہوتا ہے۔

[3] جوش۔ ہر انسان کا جوش و خروش تجھے دعوت دیتا ہے۔ گر نداری۔ اگر انسان میں خود امتیاز کرنے کی طاقت نہیں ہے تو کسی صاحبِ بصیرت سے مشورہ کرے۔ آں دماغے۔ پہچاننے کے لئے اُس آدمی کا سہارا لے لے جو اس گلشن کا دماغ رکھتا ہو اور وہ عاشقوں کا نور دیدہ ہو۔ یعقوباں۔ عاشقاں۔

هین[1] بگو احوالِ آں خستہ جگر — کز بخاری دور ماندیم اے پسر

خبردار! اُس خستہ جگر کے احوال بتا — کیونکہ اے لڑکے! ہم بخاری سے دور جا پڑے

یافتنِ عاشق معشوق را و بیان آنکہ جوینده یابنده بُود کہ مَنْ طَلَبَ شَیْئًا وَجَدَّ وَجَدَ، صَدَقَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ

عاشق کا معشوق کو پالینا، اور اس کا بیان کہ جستجو کرنے والا، پانے والا ہوتا ہے، جس نے کسی چیز کو طلب کیا اور کوشش کی اُس نے اُس کو پالیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے، جو شخص ایک ذرہ کے وزن کی نیکی کرتا ہے، وہ اُس کو دیکھے گا اور جو ایک ذرہ برابر شر کریگا وہ اسکو دیکھے گا

کاں جواں در جستجو بُد ہفت سال — از خیالِ وصل گشتہ چوں[2] خیال

وہ جوان سات سال تلاش میں رہا — وصل کے خیال سے خیال کیطرح ہو گیا

سایۂ حق بر سرِ بندہ بُود — عاقبت جوینده یابنده بُود

بندے پر اللہ کا سایہ ہوتا ہے — انجام کار تلاش کرنے والا، پانے والا ہوتا ہے

گفت پیغمبرؐ کہ چوں کوبی درے — عاقبت زاں در بروں آید سرے

پیغمبرؐ نے فرمایا جب تو دروازہ کھٹکھٹائیگا — انجام کار اُس دروازے سے سر باہر نکلے گا

چوں[2] نشینی بر سرِ کوئے کسے — عاقبت بینی تو ہم رُوئے کسے

اگر تو کسی کے کوچے کے سرے پر بیٹھے گا — انجام کار کسی کا چہرہ دیکھ لے گا

چوں ز چاہے میکنی ہر روز خاک — عاقبت اندر رسی در آبِ پاک

جب تو کنویں سے روزانہ مٹی نکالے گا — انجام کار پاک پانی میں پہنچ جائے گا

جملہ دانند ایں اگر تو نگروی — ہر چہ می کاریش روزے بدروی

سب جانتے ہیں خواہ تو نہ مانے — جو تو بوئے گا، ایک دن کاٹے گا

سنگ[3] بر آہن زدی آتش بجست — ایں بباشد ورنہ باشد نادرست

تو نے لوہے پر پتھر مارا آگ نکلی — یہ ہوگا، اگر نہ ہو تو نادر ہے

آنکہ روزی نیستش بخت و نجات — ننگرد عقلش مگر در نادرات

جس کا مقدر نصیبہ اور نجات نہیں ہے — اُس کی عقل نادر کے سوا نہیں دیکھتی ہے

---

[1] ہین۔ اس قصہ کی وجہ سے ہم بخاری کے قصہ سے دُور جا پڑے اب اُس کا ذکر کرنا چاہیئے۔ یافتن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حق تعالیٰ اسباب ظاہری کے بغیر بھی مقصد پورا فرما دیتا ہے اور عالم اسباب میں سبب پیدا کرنے والا حق تعالیٰ ہی ہے لیکن انسان کی کوشش شرط ہے اور انسان کی کوشش رائیگاں نہیں جاتی ہے۔ چوں خیال یعنی اس کا وجود ایک خیالی چیز بن گیا تھا۔ عاقبت۔ انسان کی کوشش رائیگاں نہیں جاتی ہے۔

[2] چوں۔ محبوب کی جستجو میں جب تم اُس کے کوچے پر دھرنا دیدو گے تو ضرور اُس کا دیدار کر لوگے۔ چاہے۔ مٹی کھودتے رہو گے تو کنویں سے ضرور پانی نکل آئے گا۔ جملہ۔ تمام دنیا کا یہ عقیدہ ہے خواہ تو انکار کرے کہ کھیتی کا پھل ضرور ملتا ہے اور جو بوتا ہے وہ کاٹتا ہے۔

[3] سنگ۔ لوہے پر پتھر مارو گے تو سنت اللہ ہے کہ اس سے آگ پیدا ہو جائیگی عموماً ایسا ہی ہوتا ہے اس کے خلاف بہت کم ہوتا ہے۔ آنکہ۔ جو بدبخت ہوتے ہیں وہ سنتِ الٰہی کو پیش نظر نہیں رکھتے نادرالوقوع باتوں کی طرف دھیان کرتے ہیں۔

کاں فلاں کس کشت کرد و بر نداشت ؎۱
کہ اُس فلاں نے کھیتی کی، اور پھل نہ پایا

واں صدف برد و صدف گوہر نداشت
وہ سیپ لے گیا، اور سیپ میں موتی نہ تھا

بلعم باعور و ابلیس لعین
بلعم باعور، اور ملعون شیطان

سود نامد شاں عبادتہا و دیں
اُن کو عبادتیں، اور دین مفید نہ پڑا

صد ہزاراں انبیاء و رہ رواں ؎۲
لاکھوں نبی، اور راہبر

ناید اندر خاطر آں بدگماں
اُس بدگمان کے دل میں نہ آئے

ایں دو را گیرد کہ تاریکی دہد
اِن دو کو اُس نے پکڑا جو تاریکی پیدا کرتے ہیں

در دلش ادبار جز ایں کے نہد
بدنصیبی اس کے دل میں اُسکے علاوہ کیا رکھے؟

بس کسا کہ ناں خورد دل شاد او
بہت سے وہ ہیں کہ جو خوش دلی سے روٹی کھاتے ہیں

مرگ او گردد بگیرد در گلو
وہ اُن کی موت بنتی ہے، اور ان کا گلا پکڑتی ہے

پس تو اے ادبار رُو ہم ناں مخور
تو، اے منحوس صورت! تو بھی روٹی نہ کھا

تا نیفتی ہمچو او در شور و شر
تاکہ اُس کی طرح شور و شر میں مبتلا نہ ہو

صد ہزاراں خلق نانہا می خورند
لاکھوں انسان روٹی کھاتے ہیں

زور می یابند و جاں می پرورند
طاقت حاصل کرتے ہیں اور جان کی پرورش کرتے ہیں!

تو بداں نادر کجا افتادۂ ؎۳
تو اِس نادر میں کیوں گھُس گیا؟

گر نہ محرومی و ابلہ زادۂ
اگر تو محروم، اور بے وقوف کا بچہ نہیں ہے

ایں جہاں پُر آفتاب و نور ماہ ؎۴
یہ دنیا دھوپ اور چاند کی روشنی سے بھری

تو بہشتہ سر فرو بردہ بچاہ
تو سر کو لٹکائے ہوئے کنوئیں میں گھسا ہے

کہ اگر حق ست پس کو روشنی
کہ اگر صحیح ہے تو روشنی کہاں ہے؟

سر ز چہ بردار و بنگر اے دنی
اے کمینے! کنوئیں سے سر اُٹھا، اور دیکھ

جملہ عالم شرق و غرب آں نور یافت
مشرق اور مغرب میں تمام جہان نے نور محسوس کیا

تا تو در چاہی نخواہد بر تو تافت
جب تک تو کنوئیں میں ہے وہ تجھ پر نہ چمکے گا

چہ رہا کن رو بایوان و کروم
کنوئیں کو چھوڑ، محلات اور باغات میں جا

کم ستیز اینجا بداں کا للج شوم ؎۵
یہاں کج بحثی نہ کر، سمجھ لے جھگڑالو پن بدبختی ہے

ہیں مگو کاینک فلانے کشت کرد
خبردار! یہ نہ کہہ کہ فلاں نے کھیتی کی

در فلاں سال و ملخ کشتش نخورد
فلاں سال میں اور ٹڈی اُس کی کھیتی کھا گئی

؎۱ واق۔ نادر باتوں کی یہ مثالیں اُن کے پیش نظر ہوتی ہیں کہ فلاں شخص نے کھیتی کی وہ جل گئی اُس کو کچھ نہ ملا اُس نے دریا میں غوطہ لگایا سیپ نکالا اُس میں موتی نہ نکلا، بلعم اور شیطان نے عبادتیں کیں اُن کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔

؎۲ صد ہزاراں۔ وہ بدبخت لاکھوں انبیاء اور اولیاء کو نہیں دیکھتا کہ عبادات سے اُن کو کتنے بڑے رتبے ملے۔ ایں دو۔ بلعم اور شیطان کو پکڑے ہوئے ہے یہ اُس کی بدبختی کی علامت ہے۔ بس کسا۔ نادر واتفاقات کی مثالیں لا کر عبادتوں سے گریز کرتا ہے، اگر نادر ہی دلیل ہے تو اتفاقاً یہ بھی ہوا ہے کہ روٹی کھانے سے انسان مرا ہے تو روٹی کھانا کیوں نہیں چھوڑ دیتا۔

؎۳ تو بداں۔ نادر الوقوع حادثوں کو پیش نظر رکھنا بڑی بدبختی ہے۔ ایں جہاں۔ نادر چیزوں سے استدلال کرنے والے کی مثال یہ ہے کہ عالم میں دھوپ اور چاندنی پھیلی ہوئی ہو اور ایک شخص کنوئیں میں منہ جھکائے اُن کا انکار کرتا رہے۔ جملہ عالم۔ اس کے لئے یہی جواب ہے کہ عالم تو نور سے بھرا ہے تو خود اُس سے محروم ہے۔ اللج شوم۔ کج بحثی اور جھگڑالو پن بدبختی کی دلیل ہے۔

پس چرا کارم کہ اینجا خوف ہست — پس چرا افشانم ایں گندم ز دست

تو میں کھیتی کیوں کروں کہ یہاں خوف ہے — میں ہاتھ سے اِس گیہوں کو کیوں بکھیروں؟

ہیںؒ مکن استیزہ رَو رَو کار کن — با توکّل کِشت کن بشنو سخن

خبردار، جھگڑا نہ کر جا، جا کام کر — توکّل کے ساتھ کھیتی کر، بات سُن لے

ہر کہ استیزہ کُند بر سر فتد — آنچناں کو بر نخیزد تا ابد

جو کج بحثی کرتا ہے، سر کے بل گرتا ہے — اِس طرح کہ قیامت تک نہیں اُٹھ سکتا

وانکہ او نگذاشت کِشت و کار را — پُر کُند کوریِ تو انبار را

اور جس نے کھیتی، اور کام کو نہ چھوڑا — وہ تیرے اندھے پن پر انبار بھر دے گا

زیں بیاں بگذر زمانے باز راں — جانبِ احوالِ آں عاشق جواں

تھوڑی دیر کے لئے اِس بیان سے گذر جا پھر چل — اُس جوان عاشق کے احوال کی جانب

چوں درے میکوفت او از سلوتے — عاقبت دریافت روزے خلوتے

جب وہ لاپروائی سے دروازہ کھٹکھٹاتا رہا — انجام کار اُس نے ایک روز (محبوب کی) خلوت میں کرلی

جَست از بیمِ عَسَس او شب بباغ — یارِ خود را یافت با شمع و چراغ

وہ رات کو کوتوال کے ڈر سے باغ میں گھس گیا — اُس نے اپنے یار کو شمع اور چراغ کے ساتھ پالیا

گفت[2] سازِندہ سبب را آں نفس — اے خدا تو رحمتے کُن بر عسس

اُس وقت اُس نے مسبب الاسباب سے کہا — اے خدا! کوتوال پر رحمت نازل فرما

ناشناسا تو سببہا کردہ — از درِ دوزخ بہشتم بُردہ

نامعلوم کو تو نے سبب بنا دیا — تو دوزخ کے دروازے سے مجھے بہشت میں لیگیا

بہرِ آں کردی سبب ایں کار را — تا ندارم خوار من یک خار را

تو نے اِس لئے (اُس کو) اُس کام کا سبب بنایا — تاکہ میں ایک کانٹے کو بھی ذلیل نہ سمجھوں

در[3] شکست پائے بخشد حق پرے — ہم ز قعرِ چاہ بگشاید درے

اللہ تعالیٰ پاؤں ٹوٹنے کے بدلے میں پَر عنایت — کنوئیں کے اندر بھی وہ دروازہ کھول دیتا ہے

ہرچہ آں بر تو کراہیت بُود — چوں حقیقت بنگری رحمت بُود

وہ چیز جو تجھے ناگوار ہوتی ہے — جب تو حقیقت کو دیکھتا ہے وہ رحمت ہوتی ہے

---

[1] ہیں۔ انسان کو کج بحثی چھوڑ کر عمل میں لگ جانا چاہیئے اور اللہ کے بھروسے پر عمل کرنا چاہیئے یقیناً وہ اُس کے فوائد سے مستفید ہوگا۔ ہر کہ۔ کج بحثی کرنے والا اِس طرح اوندھے منہ گرتا ہے کہ قیامت تک نہیں سنبھلتا ہے۔ زیں بیاں یعنی انسان کو اُس کے عمل کا پھل ضرور ملتا ہے۔ سلوتے۔ بے غمی، بے فکری، خلوتے یعنی محبوب کے ساتھ تنہائی جَست۔ کوتوال یعنی وہ عاشق کوتوال کے ڈر سے باغ میں چھپنے کے لئے گھس گیا وہاں اُس کی محبوبہ مع شمع کے موجود تھی۔

[2] گفت۔ چونکہ کوتوال وصال کا سبب بنا اِس لئے اُس نے کوتوال کو دعائیں دیں۔ سازِندہ سبب۔ سبب بنانے والا یعنی اللہ تعالےٰ ناشناسا۔ غیر معروف نامعلوم دوزخ۔ یعنی فراق بہشت۔ یعنی وصال۔ بہرِ آں۔ کوتوال کو سبب وصال بنا کر تو نے یہ تنبیہ کی ہے کہ کسی چیز کو انسان ذلیل نہ سمجھے کسی نہ کسی وقت وہ مفید ہو سکتی ہے۔

[3] در شکست۔ جب اللہ کا کرم ہوتا ہے تو پاؤں کا ٹوٹنا پَر حاصل ہو جانے کا سبب بن جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایک ضد کو دوسری ضد کے حصول کا سبب بنا دیتا ہے، کنوئیں کی گہرائی نجات کا سبب بن جاتی ہے۔ ہرچہ۔ قرآن پاک میں ہے عَسٰی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ یعنی بسا اوقات تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو اور وہی تمہارے لئے بہتر ہوتی ہے۔

تو مبیںؒ[1] کہ بر درختی یا بچاہ	تو مرا بیں کہ منم مفتاحِ راہ
یہ نہ دیکھ کہ تو درخت پر یا کنویں میں ہے	تو مجھے دیکھ میں راستے کی کنجی ہوں
گر تو خواہی باقیِ ایں گفتگو	اے اَخی دَر دفترِ چارم بجُو
اگر تو اِس گفتگو کا بقیہ چاہتا ہے	اے بھیا! چوتھے دفتر میں تلاش کرے

قد تم الدفتر الثالث من الکتاب المثنوی المعنوی للمولوی المعنویؒ

[1] تو مبیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ منم تمام راستوں کی کشادگی کا ذریعہ اور سبب اللہ تعالیٰ ہے۔ گر تو خواہی۔ اب اُس عاشق کا بقیہ قصہ دفترِ چہارم میں مذکور ہوگا۔

ہست قرآن در زبان پہلوی

مثنوی مولوی معنوی

مصنفہ مولانا جلال الدین رومیؒ

ترجمہ

مولینا قاضی سجاد حسین صاحب

حامد اینڈ کمپنی ۰ ۳۸۔ اردو بازار لاہور



مقدمہ

قونیہ کا سفر

۱۴ر دسمبر ۱۹۷۶ء سے مولانائے رومؒ پر ایک سہ روزہ سیمنار ترکی حکومت قونیہ میں منعقد کر رہی تھی اُس کا دعوت نامہ حکومتِ ہند کی معرفت مجھے موصول ہوا۔ میں نے اُس دعوت نامہ کو منظور کیا اور حکومتِ ہند نے آمد و رفت کے مصارف کی ذمہ داری قبول کی۔

میں نے یہ بھی طے کیا کہ میرا یہ سفر صرف قونیہ تک کا نہ ہو بلکہ اس سفر میں دیگر مقدس مقامات کی زیارت بھی کروں اور اس کے مصارف میں خود برداشت کروں۔ چنانچہ دہلی، بمبئی، تہران، استنبول، قونیہ، مصر، سعودیہ عربیہ اور عراق کا ہوائی جہاز کا ٹکٹ بن کر میرے پاس آگیا۔

میں ۱۰ر کی صبح کو دہلی سے بمبئی کے لئے روانہ ہوا اور ۱۰ر کا پورا دن بمبئی میں گذار کر ۹ بجے شب کے جہاز سے تہران کے لئے روانہ ہوا۔ یہ جہاز کراچی ہوائی اڈے پر ٹھہرتا ہوا تقریباً ۱۲ بجے شب تہران ہوائی اڈے پر جا اُترا۔ ۱۱ر کا سارا دن تہران اور اس کے اطراف شوس، رے، شاہ عبد العظیم اور مشہور مقامات کے دیکھنے میں گذرا۔ شب ایک انٹر کونٹینٹل ہوٹل میں گذار کر ۱۲ر کی صبح کو ۴ بجے کے جہاز سے استنبول کے لئے روانہ ہو گیا۔ ۱۲ر کو استنبول کے مقدس مقامات کی

کی زیارت کی۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے
مزار پر حاضر ہوا اور دیگر جامعات اور آثارِ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ ۱۳ر کی صبح کو بھی بعض مقامات دیکھے اور بعد ظہر
استنبول سے قونیہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ تقریباً ایک گھنٹہ پرواز کے بعد جہاز قونیہ کے ہوائی
اڈے پر جا اُترا۔ قونیہ پہنچ کر میں سیمنار کے دفتر استقبال میں پہنچ گیا۔ میزبانوں نے میرا
قیام درگاہ ہوٹل میں کرادیا۔ یہ ہوٹل بہت ہی آرام دہ تھا اس کے سامنے وسیع سڑکیں اور
چمن زار تھے اور اُن کے دوسری جانب حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ اقدس
تھا اور مزارِ اقدس کے قریب ہی نہایت شاندار شاہ سلیم کی مسجد تھی۔

میں ۱۳ر کو قونیہ پہنچ گیا جبکہ سیمنار ۱۵ر کی صبح سے شروع ہو رہا تھا۔ میں نے
۱۴ر کو آرام لیا اور ۱۵ر سے سیمنار میں شرکت شروع کردی۔ یہ سیمنار تین روز مسلسل چلا
اُس میں زیادہ تر مستشرقین شریک تھے اور اُس کی تمام کارروائی ترکی زبان میں ہو رہی
تھی۔ مقالات زیادہ تر ترکی اور انگریزی میں تھے۔

میں نے ۱۶ر کو اپنا مقالہ پڑھا یہ فارسی میں تھا اور اُس کا موضوع روح اور بقائے
عالم تھا اور اُس کے آخر میں میں نے علامہ اقبال کے وہ اشعار ذکر کئے تھے جن میں علامہ نے
مولانا رومؒ اور اُن کے بعض خیالات کا ذکر کیا ہے۔ قونیہ کے قیام پر سیمنار کی شرکت
کے علاوہ میرا معمول "مولانا روم" کے مزار پر حاضری اور قونیہ کے مشہور مقامات کی سیر
رہی۔ مولانا صدرالدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی حاضری دی۔ شمس تبریزی
رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی حاضر ہوا۔ مشہور مفسر علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار
پر بھی فاتحہ پڑھی اور شب کے اوقات میں مثنوی کے ترجمہ اور تحشیہ میں مصروف رہتا
تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ دفتر پنجم کا بیشتر حصہ میں نے اسی ہوٹل میں مکمل کرلیا۔ حضرت
مولاناؒ کے مزار پر حاضری کے وقت میں نے اُن تمام
اشخاص کی قبروں پر بھی فاتحہ پڑھی جن کا ذکر مولاناؒ اپنی

مثنوی میں کرتے ہیں۔ سلطان ولد، مولانا حسام الدین چلپی،
زرکوب رحمہم اللہ ان سب بزرگوں کی قبریں مولانا کے مزار
مبارک کے قریب ہی ایک گنبد کے نیچے ہیں۔

میں نے مولاناؒ کے میوزیم میں مثنوی کا ایک قدیم نسخہ بھی دیکھا جو سلطان ولد کی طرف منسوب ہے۔ مثنوی کے مشہور نسخوں اور اس نسخہ میں اختلاف ہے۔ مثنوی کا پہلا شعر عام نسخوں میں اس طرح ہے۔

بشنو از نے چوں حکایت میکند　　　وز جدائیہا شکایت می کند

اُس نسخہ میں یہ شعر اس طور پر ہے۔

بشنو ایں نے چوں شکایت میکند　　　از جدائیہا حکایت می کند

اسی طرح مثنوی کے مروج نسخوں اور اس نسخہ میں ابتدائی ۱۶ شعروں میں جو اختلافات ہیں میں نے اُن کو نوٹ کیا۔ اس موضوع پر انشاء اللہ عنقریب رسالہ "جامعہ" میں ایک مفصل مضمون شائع ہو جائے گا۔

یہ موقع نہیں ہے کہ میں قونیہ کے دورانِ قیام کے واقعات تفصیل سے لکھوں۔ خصوصاً مولویہ فرقہ کے رقص کی روداد تفصیل طلب ہے۔ قونیہ کے آٹھ روزہ قیام کے بعد میں استنبول کے لئے روانہ ہو گیا اور وہاں سے ۲۳ر دسمبر کو سہ پہر کے وقت میں مصر پہنچ گیا۔

قاہرہ میں تقریباً ایک ہفتہ مقیم رہا۔ قدیم اور جدید قاہرہ کو دیکھا۔ جامع "الازہر" دیکھی اور اُس کے شیخ علامہ عبدالحلیم محمود سے ملا دیگر اساتذہ سے ملاقاتیں کیں "حسین" دیکھا۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا۔ امام شافعیؒ، امام لیث بن سعدؒ، رابعہؒ بصریہ، حضرت زینبؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت نفیسہؒ کے مزاروں اور مساجد میں حاضری
دی۔ جامع محمد علی اور قلعہ دیکھا۔ اہرام اور ابوالہول
دیکھا۔ قاہرہ کا مشہور میوزیم دیکھا اور ۳۰ر دسمبر کو مصر سے

روانہ ہوکر جدہ جا اُترا۔ جناب محمد انعام الرحمان صاحب قلوائی
فرسٹ سکریٹری انڈین امبیسی میرے منتظر تھے۔ شب میں
اُن کے یہاں قیام کرکے ۳۱ر دسمبر روز جمعہ صبح سویرے مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوگیا۔
عمرہ سے فارغ ہوا اور جمعہ کی نماز مسجدِ حرام ہی میں ادا کی۔ سارے دن طواف اور بیت اللہ شریف
کی زیارت سے مشرف ہوتا رہا۔ شام کو جناب انعام الرحمان مجھے جدہ واپس لے آئے۔
شب میں قیام کرنے کے بعد میں نے یکم جنوری ۱۹۷۷ء کو مدینہ طیبہ کیلئے روانگی شروع کردی
ظہر کے بعد روانہ ہوا۔ عصر اور مغرب کی نمازیں راستہ میں ادا کیں اور عشار کی نماز
کے وقت میں مقامِ بدر میں پہنچ گیا۔ مسجدِ عریش میں عشار کی نماز باجماعت ادا کی
اور شہداءِ بدر پر فاتحہ پڑھنے کے بعد مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ تھوڑے وقفہ کے
بعد مدینہ طیبہ کا گنبدِ خضرا، جو آقائے نامدار تاجدارِ مدینہؐ کی آخری آرامگاہ ہے، نظر
آنے لگا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر محبِ مکرم مولانا انعام کریم صاحب مہاجر مدنی کی قیامگاہ
پر پہنچا۔ موصوف میری آمد کے منتظر تھے۔ کافی رات گذر چکی تھی۔ تھوڑی دیر کے لئے
آرام کیا اور شب کے آخری حصہ میں روضۂ اقدس پر حاضری دی۔ فجر کی نماز سے
فارغ ہوکر قیام گاہ پر آگیا۔

مدینہ طیبہ کے دس روزہ قیام میں اکثر وقت مسجد اور روضۂ اطہر پر گذرتا۔
احباب اور بزرگوں سے بھی ملاقاتیں کرتا رہا۔ عصر کے بعد مخدومی حضرت مولانا زکریا
صاحب قبلہ کی مجلس میں حاضر ہوجاتا تھا۔ بالآخر زندگی کے یہ دس روز انہی سعادتوں
میں گذار کر جدہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ میں نے طے کیا تھا کہ میں جدہ میں قیام نہ کروں گا
بلکہ سیدھا مکہ معظمہ پہونچونگا۔

۱۰ر جنوری ۱۹۷۷ء کی شام کو مدینہ ایرپورٹ سے روانہ ہوکر جدہ پہنچا اور
جدہ سے سیدھا مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ بیت اللہ شریف
میں حاضری دی۔ عمرہ سے فراغت ہوئی اور پھر شب کا

اکثر حصہ طواف اور نوافل میں گذار کر ۱۱ ر کی شام کو جدہ واپس آگیا۔ ۱۲ ر کی شام کو جدہ سے عراق کے لئے روانہ ہوگیا۔

عراق کے ہوائی اڈے پر جناب شفاعت احمد صاحب سیکنڈ سکریٹری انڈین ایمبیسی اور ایمبیسی کے ایک دوسرے کارکن ہوائی اڈے پر پہنچ گئے تھے۔ انھوں نے میرا قیام بغداد میں کسی ہوٹل کی بجائے فیض حسینی میں کرانا مناسب سمجھا۔ میں نے بھی اس کو پسند کرلیا۔ دجلہ کے کنارے اچھی جگہ تھی۔ اب میں بغداد شریف کے مشہور مقامات کی زیارتوں میں مصروف ہوگیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوا۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویوسفؒ کے مزارات پر حاضر ہوا۔ شیخ جنید بغدادیؒ، شیخ معروف کرخیؒ، شیخ سہروردی، امام غزالی رحمہم اللہ کے مزاروں کی زیارت سے مشرف ہوا۔ پھر کوفہ پہنچ کر مسجد کوفہ میں نماز پڑھی۔ حضرت عقیل ابن ابی طالب کے مزار پر حاضری دی۔ مختار ثقفی کی قبر بھی دیکھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقامِ شہادت بھی دیکھا۔

وہاں سے رخصت ہوکر مدائن کسریٰ پہنچا اور کسریٰ کے قلعہ کی اس محراب کو بھی دیکھا جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت شگاف پڑ گیا تھا۔

مدائن کسریٰ سے میں نجفِ اشرف پہنچا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مزارِ اقدس پر حاضری دی۔ چند گھنٹے وہاں گذار کر کربلا معلیٰ پہنچا۔

حضرت امام حسینؓ شہید کربلا کے مزار پر حاضر ہوا۔ حضرت عباس علمدارؓ، حضرت علی اصغرؓ، حضرت علی اکبرؓ اور حضرت قاسمؓ اور کربلا کے دوسرے ۷۲ شہداء پر فاتحہ کی سعادت حاصل کی۔

۱۸ ر کی شام کو بغداد سے روانہ ہوکر کراچی پہنچا اور ۵ روز عزیز مکرم جناب حکیم محمد سعید صاحب کے پاس

گزار کر دہلی واپس آگیا۔

اس سفر کے تفصیلی واقعات انشاء اللہ سفرنامہ کی صورت میں پیش کروں گا۔

دفترِ سوم کے بارے میں

خدا کے فضل و کرم سے دفترِ سوم میرے سفر سے پہلے ہی اس مرحلہ پر آچکا تھا کہ اگر سفر نہ ہوتا تو میں اُس کا دسمبر ہی میں اجراء کرا دیتا لیکن یہی طے کیا کہ سفر سے واپسی پر ۲۸ مارچ کو ہی حسبِ سابق یومِ رومی کے موقع پر اس کا اجراء کرایا جائے۔ میرے سفر کے دوران ہی ہندوستان میں پارلیمنٹ کے انتخابات کا اعلان ہوگیا۔ واپسی پر انتخابات کی ہنگامہ آرائی شروع ہوگئی اور اُن انتخابات کے نتیجہ میں ہندوستان میں ایک عظیم انقلاب رونما ہوگیا۔ کانگریس جس کی کوششوں سے ہندوستان آزاد ہوا تھا اور وہی تیس سال سے ہندوستان پر حکومت کر رہی تھی اُس کی ناعاقبت اندیشیوں کی وجہ سے اُس کو مکمل شکست ہوگئی۔ اور نظامِ حکومت یکسر بدل گیا۔ ایسے حالات میں یہ ممکن نہ ہوسکا کہ ۲۸ مارچ ۷۷ء کو یومِ رومی منایا جاسکے اور دفترِ سوم کا اجراء عمل میں آسکے مجبوراً اُس کی فروختگی شروع کر دی گئی۔

اب جبکہ میں دفترِ چہارم کے مقدمہ کی یہ چند سطور لکھ رہا ہوں دفترِ چہارم کتابت کے مرحلہ سے گذر کر طباعت کے مراحل طے کر رہا ہے خدا سے توقع ہے کہ چند ماہ بعد اجراء عمل میں آجائے گا۔

میں بفضلہ تعالیٰ دفترِ پنجم کا اکثر حصہ لکھ چکا ہوں اور اب اُس کی کتابت شروع کرا رہا ہوں۔

دفترِ چہارم سے متعلق

طیّ الارض۔ زمین کا لپٹ جانا، اولیاء اللہ کے لئے بسا اوقات زمین لپیٹ دی جاتی ہے اور وہ مہینوں کا سفر سیکنڈوں میں طے کر لیتے ہیں اُن کا جسم ان کے دل کی خاصیت قبول کر لیتا ہے جس طرح دل

ایک سیکنڈ میں لاکھوں میل پہنچ جاتا ہے۔ ایک مومن کا دل لاکھوں میل دور ہوتے ہوئے ایک سیکنڈ میں کعبۃ اللہ میں پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح اولیاء کا جسم بسا اوقات بطور کرامت بڑی سے بڑی مسافت کو ایک لمحہ میں طے کر لیتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صحابۂ کرام بیان کرتے ہیں کہ آنحضورؐ کی رفتار کی یہ حالت ہوتی تھی گویا کہ آپ کے لئے زمین پیٹتی چلی جارہی ہے۔ مولانا نے ایک شعر میں فرمایا ہے ؎

دل بکعبہ می رَوَد در ہر زماں　　جسم طبع دل بگیرد زامتنان

دل ہر لمحہ کعبہ میں پہنچ جاتا ہے　　اللہ کے کرم سے جسم، دل کی خاصیت حاصل کرلیتا ہے

لطائفِ عشرہ دس لطیفے، صوفیاء کے نزدیک انسان کی ترکیب دس جزوں سے ہے جن کو وہ لطائفِ عشرہ کہتے ہیں۔ اِن دس لطیفوں میں سے پانچ کا تعلق عالمِ ملکوت سے ہے اور وہ یہ ہیں۔ قلب[1]، روح[2]، سر[3]، خفی[4]، اخفی[5]۔ اور پانچ کا تعلق عالم ناسوت سے ہے اور وہ یہ ہیں۔ نفس[1]، آگ[2]، پانی[3]، مٹی[4]، ہوا[5]۔ کمل مومن وہ ہے جس کے یہ دسوں اجزاء ذکرِ الٰہی میں منہمک رہیں۔

تجددِ امثال ہر چیز کا اُسی جیسا ہر آن نیا ہو جانا، حکماء صوفیہ ہر چیز کا منبع و مخرج اور مرجع ذاتِ واحد کو مانتے ہیں اور کائنات کی ہر چیز ہر آن اسی ذات واحد سے کسبِ فیض کر رہی ہے، ہر چیز کے تمام قوٰی اور وجود کا منبع ذاتِ واحد ہے۔ چونکہ کائنات کی ہر چیز فانی ہے اُس کے قوٰی اور وجود ہر آن فنا ہو رہا ہے اور جدید قوت اور وجود اُس ذاتِ واحد سے حاصل کر رہی ہے تو گویا کائنات کی ہر چیز ہر آن اپنے موجودہ وجود اور قوت کو فنا کر دیتی ہے اور اُسی جیسا ایک جدید وجود اور قوت حاصل کر لیتی ہے۔ محسوسات میں اِس کی مثال اِس طور پر سمجھ لی جائے کہ بجلی کے ایک منبع سے وابستہ تمام قمقمے ہر آن ایک نیا کرنٹ منبع سے حاصل کرتے ہیں اور اُن میں ہر آن

پہلا کرنٹ ختم ہو کر نیا کرنٹ مرکز سے پہنچ جاتا ہے اور آیت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ "ہم سب خدا ہی کے ہیں اور اسی کی جانب لوٹنے والے ہیں" سے اسی کی طرف اشارہ ہے ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگرست

مولانائے رومؒ نے فرمایا ؎

حاصل اندر یک زماں از آسماں
می رود می آید ایدر کارواں

مسئلہ سماع

یعنی مزامیر اور آلات کے ساتھ گانا سننا۔ یہ مسئلہ بزرگوں میں ہمیشہ سے زیرِ بحث رہا ہے۔ مولانا بحرالعلوم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

نغمات کا سماع دل میں رقت اور نرمی پیدا کرتا ہے اور اس جذبہ کو ابھارتا ہے جو دل میں پیوست ہوتا ہے۔ اگر کسی کو تعلق مع اللہ ہے اور اس کے دل میں عشقِ خداوندی جاگزیں ہے تو سماع سے اس کا جذبہ مزید قوت حاصل کر لیتا ہے اور آتشِ عشق تیز ہو جاتی ہے لیکن اگر دل میں شہوانی جذبات ہیں تو سماع فسق و فجور کی دعوت دیتا ہے۔ اسی لئے چشتیہ سلسلہ کے بزرگ اہل کے لئے سماع کو جائز اور نا اہل کے لئے حرام قرار دیتے ہیں۔ شیخ اکبر قدس سرہٗ نے فتوحاتِ مکیہ میں ذکر فرمایا ہے کہ کسی شخص نے سماع کے بارے میں شیخ ابو مسعود رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا تو انھوں نے فرمایا۔ مبتدی سالک کے لئے حرام ہے اور منتہی کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس شخص نے پھر دریافت کیا کہ پھر کس کے لئے سماع جائز ہے تو فرمایا متوسط صاحبِ دل کے لئے جائز ہے۔ شیخ اکبرؒ نے ایک دوسرے مقام پر ذکر فرمایا ہے کہ سماع اگرچہ جائز ہے لیکن بزرگوں کے

نزدیک اُس سے بچا رہنا بہتر ہے اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سماع کے قائل نہ تھے اور اُس کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ بہر حال موجودہ زمانے میں عرسوں کے موقع پر عوام کے مجمع میں مزامیر کے ساتھ قوالی سُننا کسی اعتبار سے بھی دُرست نہیں ہے۔

مسجدِ اقصیٰ یہ مسجد بیت المقدس میں واقع ہے۔ آنحضورؐ کی معراج یہاں سے ہی شروع ہوئی تھی۔ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ پہنچ کر آنحضورؐ نے ۱۶، ۱۷ مہینے اِسی کی طرف رُخ کر کے نمازیں پڑھیں۔ اِس اعتبار سے اُس کو مسلمانوں کا قبلۂ اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کا ہمیشہ یہی قبلہ رہا۔ حضرت داؤدؑ کے بعد حضرت سلیمانؑ نے اسی جگہ ہیکل کی تعمیر کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دَور میں بیت المقدس کا علاقہ اسلامی قلمرو میں شامل ہوا۔

مسجدِ حرام مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے چاروں طرف کا ایک خاص علاقہ مسجدِ حرام کہلاتا ہے۔ آنحضورؐ کے زمانے میں اِس کی کوئی خاص چہار دیواری نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دَور میں اُس کے اندر کی آبادی کو منتقل کر کے اُس کی چہار دیواری بنوائی۔ پھر مختلف دَوروں میں اِس مسجد کی توسیع ہوتی رہی ہے۔

حلیمہ سعدیہ یہ بنو سعد قبیلہ کی خاتون ہیں۔ آنحضورؐ کے بچپن میں اُنھوں نے آنحضورؐ کو دودھ پلایا ہے۔ لہٰذا یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہیں۔ آنحضورؐ آپ کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ یہ تشریف لائیں تو آنحضورؐ نے اپنی چادر اُن کے لئے بطور فرش کے بچھادی۔

بایزید بسطامیؒ بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں اُن کا اصل نام طیفور تھا۔ اِسی لئے اُن کا تصوّف کا سلسلہ طیفوریہ کہلاتا ہے۔ طریقت اور

تصوّف کے دیگر سلسلے بھی اُن تک پہنچتے ہیں۔ ریاضتوں اور مجاہدوں اور کرامات میں یکتا اور فرد تھے۔ حضرت جنید بغدادی رح فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ میں آپ کا وہی مقام ہے جو فرشتوں میں حضرت جبرئیلؑ کا۔ شہر بسطام میں ۱۴ر شعبان ۲۶۲ھ کو وفات پائی۔

ابوالحسن خرقانی رح

اُن کی اگرچہ بایزید بسطامی رح سے ملاقات نہیں ہوئی اُن کے بہت بعد پیدا ہوئے ہیں لیکن بطور اویسیت اُن کو فیض اُنہیں سے حاصل ہوا ہے۔ مشہور ہے کہ آپ نے چالیس سال تک عشاء کی نماز کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ آپ کا زمانہ سلطان محمود غزنوی کا زمانہ ہے۔ سلطان آپ کا بہت معتقد تھا۔ اُن کی وفات ۱۰ر محرم الحرام ۴۲۴ھ کو خرقان میں ہوئی۔

شقِّ صدر

یعنی آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کو چاک کیا جانا۔ یہ واقعہ آنحضورؐ کی زندگی میں کئی بار پیش آیا ہے۔ مولانا نے اُس واقعہ کا ذکر کیا ہے جو حضرت حلیمہ کے یہاں پیش آیا تھا۔ حضرت حلیمہ دودھ چھڑانے کے بعد بھی آنحضورؐ کی برکات کی وجہ سے آپ کو اپنے پاس رکھنا چاہتی تھیں۔ اُسی زمانہ میں ایک روز آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلم بچّوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ کو زمین پر لٹا کر آپ کا مبارک سینہ چاک کیا، قلب کو نکالا اور اُس کو چیر کر اُس میں سے مُنجمد خون کا ایک ٹکڑا نکالا اور پھر قلبِ مبارک کو ایک سنہرے طشت میں رکھ کر دھویا اور اُس کو سینۂ مبارک میں رکھ کر پھر سینہ کو سی دیا۔ ساتھ کھیلنے والے بچّوں نے جب یہ سارا قصہ دیکھا تو وہ دوڑ کر حضرت حلیمہؓ کے پاس آئے اور سارا قصّہ سُنایا۔ حضرت حلیمہ دوڑتی ہوئی آنحضورؐ کے پاس پہنچیں اور آنحضورؐ کو گود میں اُٹھا لیا۔ پھر حضرت حلیمہ آپ کی بہت زیادہ حفاظت کرنے لگیں اور چاہا کہ بہت جلد آپ کو لے جا کر آپ کے دادا عبدالمطلب کے سپرد کر دیں۔

اس واقعہ کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چار سال کی تھی۔

دوسری بار شق صدر کا واقعہ جب پیش آیا تو آنحضورؐ کی عمر مبارک دس سال کی تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں اور محدثین نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔

تیسری بار یہ واقعہ آنحضورؐ کی بعثت کے وقت پیش آیا جبکہ آپ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی راویہ ہیں۔

چوتھی بار یہ واقعہ معراج کے وقت پیش آیا جبکہ آپ کی بعثت ہو چکی تھی۔ اس واقعہ کے سلسلہ میں احادیث کی کتابوں میں مشہور اور متواتر روایات موجود ہیں۔

حطیم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں ایک بار مکہ معظمہ میں بہت زیادہ بارش ہوئی چاروں طرف کے پہاڑوں کے پانی کے بہاؤ نے بیت اللہ کی تعمیر کو برباد کر دیا تب قریش میں مشورہ ہوا کہ بیت اللہ کی از سرِ نو تعمیر کی جائے۔ لیکن یہ بھی طے ہوا کہ بیت اللہ کی تعمیر میں صرف پاک کمائی صرف کی جائیگی اس بنا پر چندہ ناکافی ہوا تو طے ہوا کہ بیت اللہ کی اصل ابراہیمی بنیادوں کو چھوڑ کر تعمیر کو چھوٹا کر لیا جائے۔ چنانچہ بیت اللہ کی تینوں دیواریں تو اصل بنیادوں پر اٹھائی گئیں اور ایک دیوار اصل بنیاد سے ہٹا کر اندر کی جانب تعمیر کی گئی۔ بنائے ابراہیمی کا یہ حصّہ جو تعمیر سے باقی رہ گیا اس کو حطیم کہا جاتا ہے۔ آنحضورؐ کی تمنا تھی کہ اپنے زمانہ میں بیت اللہ کو از سرِ نو حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر تعمیر کرائیں لیکن دینی مصلحتوں کی بنا پر آپ نے اپنے اس ارادہ کی تکمیل نہ فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں آنحضورؐ کی یہ تمنا پوری کی اور حطیم کے حصّہ کو بھی بیت اللہ کے اندر شامل کر لیا۔ لیکن جب وہ عبدالملک ابن مروان کے ہاتھوں شکست کھا کر شہید ہو گئے تو حجاج ابن یوسف ثقفی نے اُن کی تعمیر کردہ عمارت کو گروا دیا اور پھر بیت اللہ کو اُسی حالت

میں کر دیا جس حالت میں آنحضورؐ کے زمانہ میں تھا۔ چنانچہ آج بھی حطیم کا حصہ بیت اللہ کی عمارت سے باہر ہے۔

ہابیل و قابیل

یہ دونوں حضرت آدمؑ کے لڑکے ہیں۔ قابیل کے ساتھ جو جڑواں لڑکی پیدا ہوئی اُس کا نام اقلیما تھا۔ ہابیل کے ساتھ جو جڑواں لڑکی پیدا ہوئی اُس کا نام لبودا تھا اُس زمانہ کی شریعت کے اعتبار سے قابیل کی شادی لبودا کے ساتھ ہونی چاہیئے تھی جو اتفاقاً بدصورت تھی۔ اور ہابیل کی شادی اقلیما سے ہونی چاہیئے تھی جو حسین تھی۔ اِس رشک و جلن میں قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا تاکہ اُس کی منسوبہ سے اُس کی شادی ہو جائے۔ قرآنِ پاک نے اِس واقعہ کو مجملاً ذکر کیا ہے۔ قابیل نے جب ہابیل کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ہابیل نے کہا میں تیرے قتل کے ارادہ سے ہاتھ بھی نہ اُٹھاؤں گا۔ چنانچہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اب دنیا میں جو بھی ناجائز قتل ہوتا ہے اُس کا گناہ قاتل کے علاوہ قابیل کو بھی ہوتا ہے چونکہ قتل کی یہ رسم اِس دنیا میں سب سے پہلے اُس نے جاری کی ہے۔

سجّاد حسین

۱۰ جمادی الاوّل ۱۳۹۰ھ ——— م ——— ۲۹ اپریل ۱۹۷۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے ضیاء الحق حسام الدیں توئی ۔۔۔ کہ گذشت از مہ بنورت مثنوی

اے ضیاء الحق حسام الدین! تو ہی ہے ۔۔۔ کہ تیرے نور سے مثنوی چاند سے بڑھ گئی ہے

ہمتِ عالیِ تو اے مرتجیٰ ۔۔۔ می کشد ایں را خدا داند کجا

اے امید گاہ! تیری بلند ہمت ۔۔۔ خدا جانے اِس کو کہاں لے جائے گی؟

گردنِ ایں مثنوی را بستۂ ۔۔۔ می کشی آں سُو کہ تو دانستۂ

تو نے اِس مثنوی کی گردن باندھ رکھی ہے ۔۔۔ (اسکو) اُس جانب کھینچ رہا ہے جس کو تو جانتا ہے

مثنوی پویاں کشندہ ناپدید ۔۔۔ ناپدید از جاہلے کش نیست دید

مثنوی دوڑ رہی ہے، کھینچنے والا پوشیدہ ہے ۔۔۔ پوشیدہ اُس ناواقف کے لئے ہے جسکی نظر نہیں ہے

مثنوی را چوں تو مبدا بودۂ ۔۔۔ گر فزوں گردد تواش افزودۂ

جبکہ مثنوی کی اِبتدا تو ہے ۔۔۔ اگر وہ بڑھتی ہے تو تو نے اُس کو بڑھایا ہے

چوں چنیں خواہی خدا خواہد چنیں ۔۔۔ می دہد حق آرزوئے متقیں

تو جیسا چاہتا ہے خدا ویسا چاہتا ہے ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) پرہیزگاروں کی تمنا پوری کرتا ہے

کَانَ لِلّٰہ بودۂ در ما مضیٰ ۔۔۔ تا کہ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ آمد جزا

تو پہلے "کَانَ لِلّٰہ" بنا ۔۔۔ یہاں تک کہ "کَانَ اللّٰہُ لَہٗ" بدلہ آیا

لے آئے ضیاء الحق حسام الدین چلپی، مولانا کے وہی خلیفہ ہیں جو مثنوی کی تحریر کا سبب بنے ہیں۔ کہ گذشت چاند کا نور اجسام پر پڑتا ہے مثنوی کا نور ارواح پر پڑتا ہے۔ ہمت مُرید کی توجہ شیخ کے معارف کی کشش کا باعث ہوتی ہے۔ مرتجیٰ وہ شخص جس سے امید وابستہ ہو۔ گردن مثنوی کے معارف کا رُخ تو جدھر چاہتا ہے اُدھر کو موڑ دیتا ہے۔

ے۲ مثنوی۔ بظاہر مولانا حسام الدین مثنوی کی کشش کا سبب ہیں لیکن حقیقتاً اُس کی کشش منجانب اللہ ہے۔ کشندہ یعنی حضرتِ حق۔ ناپدید جو اصحاب بصیرت ہیں وہ دیکھ رہے ہیں کہ مثنوی کے بیانات منجانب اللہ ہیں مبتدا۔ ظاہری سبب چونکہ مولانا حسام الدین ہیں لہٰذا مثنوی کی طوالت انہی کی جانب سے سمجھی جائیگی۔

ے۳ چوں چنیں۔ جبکہ فنا کے بعد بقا باللہ کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے تو بندہ کی مرضیات بعینہٖ اللہ کی مرضیات بن جاتی ہیں۔ کَانَ لِلّٰہِ یعنی مقامِ فنا۔ کَانَ اللّٰہُ بقا باللہ کے بعد انسانی فعل خداوندی فعل متصوّر ہوتا ہے۔

٤٦٩

مثنویؔ از تو ہزاراں شکر داشت — در دعا و شکر کفہا بر فراشت

مثنوی، تیرے ہزاروں شکریئے ادا کرتی تھی — دعا اور شکریئے میں ہاتھ اٹھاتی تھی

در لب و کفش خدا شکرِ تو دید — فضل کرد و لطف فرمود و مزید

خدا نے اسکے ہاتھ اور منہ میں تیرا شکریہ دیکھا — اس نے فضل فرمایا مہربانی کی اور اضافہ کر دیا

زانکہ شاکر را زیادت وعدہ است — آنچناں کہ قربؔ مزدِ سجدہ است

کیونکہ شکر کرنے والے کیلئے زیادتی کے وعدے ہیں — جیسا کہ سجدوں کی اجرت (اللہ سے) نزدیکی ہے

گفت وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ یزدانِ ما — قربِ جاں شد سجدۂ ابدانِ ما

ہمارے خدا نے فرمایا ہے "اور سجدہ کر اور قریب ہو جا" — ہمارے جسموں کا سجدہ روح کے قرب کا (سبب) بنا

گر زیادتؔ می شود زیں رو بود — نز برائے بوش و ہای و ہو بود

اگر (مثنوی میں) اضافہ ہو رہا ہے تو اس وجہ سے ہے — نہ کہ شان و شوکت کی اور داہ داہ کی وجہ سے

باتو ما چوں رز بتابستاں خوشیم — حکم داری ہیں بکش ما می کشیم

ہم تجھ سے اسطرح خوش ہیں جیسا کہ انگور کی بیل موسم گرما میں — تو نے حکم دیا کہ ہاں کھینچ ہم کھینچتے ہیں

خوش بکش ایں کارواں را تا بحج — اے امیرِ صبر و مفتاح الفرج

اس قافلہ کو حج تک عمدگی سے لے جا — اے صبر کے امیر اور کشادگی کی کنجی!

حجِ زیارت کردنِ خانہ بود — حجِ ربُّ البیت مردانہ بود

حج خانۂ کعبہ کی زیارت ہوتی ہے — بیت (اللہ) کے مالک کا حج مردوں کا ہوتا ہے

زاںؔ ضیا گفتم حُسام الدیں ترا — کہ تو خورشیدی و ایں دو وصفہا

اے دین کی تلوار میں نے تجھے روشنی اسلئے کہا ہے — کہ تو سورج ہے اور یہ دونوں (اسکی) صفتیں ہیں

کایں حُسام و ایں ضیا یکست ہیں — تیغِ خورشید از ضیا باشد یقیں

کیونکہ یہ تلوار اور یہ روشنی یقیناً ایک ہے — سورج کی تلوار یقیناً روشنی کی ہوتی ہے

نور از آنِ ماہ باشد ویں ضیا — آنِ خورشید ایں فرو خواں از نبا

نور چاند کی ملکیت ہے اور یہ ضیا — سورج کی ملکیت ہے، اسکو قرآن میں پڑھ لے

۳ۓ زاں ضیا۔ ضیا، روشنی کو کہتے ہیں اور حسام، قاطع تلوار کو کہتے ہیں تمہاری ذات سورج ہے اور یہ دونوں اُس کی صفتیں ہیں۔ سورج کی تلوار، روشنی کی ہوتی ہے جس سے وہ اندھیرے کو کاٹتا ہے۔ لہٰذا تم جس طرح حسام ہو اسی طرح ضیا ہو۔ نور۔ قرآنِ پاک میں ہے ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا، اللہ تعالےٰ نے چاند کی روشنی کو نور اور سورج کی روشنی کو ضیا سے تعبیر فرمایا ہے۔ نبا۔ نبأ، قرآن پاک۔

لۓ مثنوی۔ مثنوی چونکہ حسام الدین سے فیض حاصل کر رہی ہے تو گویا اُس کے اوراق اُس کے ہاتھ ہیں جو شکر گذاری میں اُٹھے ہوئے ہیں۔ مزید۔ شکر پر مزید احسان کا وعدہ ہے چنانچہ فرمایا گیا۔ وَلَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ اور اگر تم شکر کرو گے ہم زیادہ دیں گے۔ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔ اور سجدہ کر اور قربت حاصل کر یعنی سجدہ قربِ خداوندی کا سبب ہے۔ قربِ جاں۔ جسمانی سجدہ روحانی تقرب کا سبب ہے۔

لۓ گر زیادت۔ مثنوی کی طوالت کا سبب مولانا حسام الدین کا جذبہ ہے نہ کہ عوام میں اُس کی پسندیدگی۔ بوش۔ با کے زبر کے ساتھ خالی شرکت۔ باتو۔ تابستان یعنی موسم بہار میں انگور کی بیلیں خوب پھیلتی ہیں اسی طرح مثنوی کے نشو ونما کا سبب مولانا حسام الدینؒ ہیں۔ خوش بکش۔ جس طرح کارواں حج کے لئے جاتا ہے اور اُس کے لئے ایک امیرِ حج ہوتا ہے جو اُس کی رہنمائی کرتا ہے اسی طرح اُن معارف کا کارواں ربّ الکعبہ کی زیارت کے لئے رواں ہے اور مولانا حسام الدینؒ اُس کے سالار ہیں۔ حج۔ جو قافلہ حج کو جاتا ہے اُس کا مقصد خانۂ کعبہ کی زیارت ہوتی ہے لیکن اِس قافلہ کا مقصد ربّ کعبہ کی زیارت ہے۔

شمسؔ را قرآں ضیا خواند اے پدر
اے بابا! سورج کو قرآن نے ضیا فرمایا ہے

واں قمر را نور خواند ایں رانگر
اور اس چاند کو نور فرمایا ہے۔ اس پر غور کر

شمس چوں عالی تر آمد خود زماہ
چونکہ سورج خود چاند سے اونچا ہے

پس ضیا از نور افزوں اں بجاہ
پس مرتبہ میں ضیا کو نور سے بڑھا ہوا سمجھ

بس کس اندر نورِ مہ منہج ندید
بہت سے لوگ ہیں جو چاند کے نور میں راستہ نہیں دیکھ پاتے ہیں

چوں برآمد آفتاب آں شد پدید
جب سورج نکل آتا ہے وہ (راستہ) نظر آتا ہے

آفتاب اعراض را کامل نمود
سورج، سامان کو مکمل دکھاتا ہے

لاجرم بازارہا در روز بود
لامحالہ بازار، دن میں لگتے ہیں

تا کہ قلب و نقد نیک آید پدید
تاکہ کھوٹا اور کھرا خوب ظاہر ہو جائے

تا بود از غبن و از حیلہ بعید
تاکہ ٹوٹے اور مکر سے بچاؤ ہو

تا کہ نورش کامل آید در زمیں
یہاں تک کہ اس کی مکمل روشنی زمین پر آتی ہے

تاجراں را رحمۃ للعالمیں
تاجروں کے لیے رحمۃ للعالمین بن کر

لیک بر قلاب مبغوض ست سخت
لیکن وہ دھوکے باز کو سخت ناپسند ہے

زانکہ زو شد کاسد او را نقد و رخت
کیونکہ اس کی وجہ سے اس کا نقد اور سامان کھوٹا

پس عدوِ جانِ صراف ست قلب
تو کھوٹا، صراف کی جان کا دشمن ہوتا ہے

دشمنِ درویش کہ بود غیر کلب
کتے کے سوا درویش کی جان کا دشمن کون ہوتا ہے؟

انبیا با دشمناں بر می تنند
انبیا دشمنوں کے ساتھ بھڑتے ہیں

پس ملائک ربِّ سلّم می زنند
تو فرشتے "خدا سلامت رکھے" کا نعرہ لگاتے ہیں

کایں چراغے را کہ ہست او نور دار
کہ اس چراغ کو جو روشن ہے

از پف و دمہائے دزداں دور دار
چوروں کی پھونک اور سانس سے دور رکھ

دزد و قلاب ست خصمِ نور و بس
چور اور ملمع ساز روشنی کا دشمن ہے

زیں دو اے فریاد رس فریاد رس
اے فریاد کو پہنچنے والے ان دونوں سے فریاد کو پہنچ

روشنی بر دفترِ چارم بریز
چوتھے دفتر پر روشنی ڈال

کافتاب از چرخِ چارم کرد خیز
کیونکہ سورج چوتھے آسمان سے طلوع کر رہا ہے

روشنی۔ مولانا دعا فرماتے ہیں کہ اب جبکہ جوشِ بیان کا آفتاب چرخِ چہارم سے طلوع کر رہا ہے تو اے خدا اس چہارم دفتر پر انوارِ معرفت کی روشنی ڈال دے۔

ا؎ شمس جس طرح سورج آفاقیت میں بڑھا ہوا ہے تو تم چونکہ ضیا ہو لہٰذا تم بھی افاضہ میں بڑھے ہوئے ہو۔ بس کس۔ چاند کی روشنی میں بہت سے لوگوں کو راستہ نظر نہیں آتا سورج کی روشنی میں نظر آجاتا ہے۔ منہج۔ راستہ آفتاب۔ سورج ہر مال کے کھوٹے اور کھرے پن کو واضح کر دیتا ہے اسی لئے بازار دن میں لگتے ہیں...

۲؎ آگے۔ سورج کی روشنی میں کھوٹا کھرا نظر آجاتا ہے اور خریدار دھوکے سے بچ جاتا ہے۔ رحمۃ۔ تاجروں کے لئے سورج کی روشنی رحمت کا حق ہے اسی طرح مولانا حسام الدین چونکہ ضیا ہیں لہٰذا وہ بھی سالکوں کے لئے رحمت ہیں۔ لیکن جس طرح دھوکے باز سورج کی روشنی سے نفرت کرتے ہیں اسی طرح بناوٹی شیوخ مولانا حسام الدین سے نفرت کرتے ہیں۔

۳؎ پس۔ کھوٹا مال، پرکھنے والے کی جان کا دشمن ہوتا ہے۔ دشمن۔ اسی طرح جو دنیا کے کتے ہیں وہ بزرگوں کے دشمن ہوتے ہیں۔ انبیا۔ انبیاء کا مقابلہ دنیا داروں سے ہوتا ہے جو ان کے دشمن ہوتے ہیں فرشتے ان انبیاء کی سلامتی کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ کایں۔ یعنی فرشتے دعا کرتے ہیں کہ جو چراغِ ہدایت دنیا میں بھیجا گیا ہے اس کو دشمن بجھا نہ سکیں۔

۶۶۱

ہیں زچارم[1] نور دہ خورشید وار
ہاں چوتھے (دفتر) سے سورج کی طرح روشنی عطا کر
تا بتابد بر بلاد و بر دیار
تاکہ وہ ملکوں اور شہروں پر چمک اٹھے

ہر کش افسانہ بخواند افسانہ است
جس نے اس کو قصہ سمجھا وہ (خود) قصہ ہے
وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است
اور جس نے اس کو اپنی دولت سمجھا وہ مرد ہے

آب نیل ست و بقبطی خوں نمود
(دریائے) نیل پانی ہے اور قبطی کو خون نظر آیا
قوم موسیٰؑ را نہ خوں بود آب بود
(حضرت) موسیٰؑ کی قوم کے لئے پانی تھا نہ کہ خون

دشمن ایں حرف[2] ایں دم در نظر
اس وقت اس مثنوی کا دشمن (ہماری) نظر میں
شد ممثل سر نگوں اندر سقر
دوزخ میں سرنگوں بنا ہوا ہے

اے ضیاء الحق تو دیدی حال او
اے ضیاء الحق تم نے اس کی حالت دیکھی ہے
حق نمودت پاسخ افعال او
اللہ (تعالیٰ) نے تمہیں اس کے کارناموں کا جواب دکھایا ہے

دیدۂ غیبت چو غیبست اوستاد
تمہاری غیب کو دیکھنے والی آنکھ غیب کی طرح ماہر ہے
کم مبادا زیں جہاں ایں دید و داد
خدا کرے یہ مشاہدہ اور عطا اس دنیا سے ناپید نہ ہو

ایں حکایت را کہ نقد وقت ماست
یہ حکایت جو ہمارا ماحضر ہے
گر تمامش می کنی اینجا رواست
اگر تم اس کو اس جگہ پورا کر دو تو مناسب ہے

ناکساں را ترک کن بہر کساں
نالائقوں سے، لائقوں کی خاطر قطع نظر کرلو
قصہ را پایاں بر و مخلص رساں
قصہ کو پورا کر دو اور انجام کو پہنچا دو

ایں حکایت گر نہ شد آنجا تمام
یہ قصہ اگر اس جگہ (دفتر سوم) میں مکمل نہیں ہوا ہے
چارمیں جلد ست آرش در نظام
(یہ) چوتھا دفتر ہے اس کو لڑی میں پرو دو

تمامیِ[3] حکایتِ آں عاشق کہ از عسس بگریخت در باغے مجہول

اس عاشق کی حکایت کا باقی قصہ جو انجان باغ میں کوتوال سے بھاگا اور

و معشوق را در آں باغ یافت و عسس را از شادی دعائے خیر میکرد

اس نے معشوق کو اس باغ میں پالیا اور خوشی کی وجہ سے کوتوال کیلئے دعائے خیر کرتا تھا

و می گفت کہ عَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّ ھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ

اور کہتا تھا کہ "بسا اوقات تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہے"

اندریں بودیم کاں شخص از عسس
ہم یہ کہہ رہے تھے کہ اس شخص نے کوتوال کی وجہ سے
راند اندر باغ از خوف او فرس
ڈر کے مارے گھوڑا باغ میں گھسا دیا

---

[1] زچارم۔ یعنی دفتر چہارم، سورج کو بھی چوتھے آسمان پر مانا جاتا ہے۔ ہر کش۔ جو اس مثنوی کو افسانہ سمجھے وہ خود افسانہ اور مہمل ہے۔ آب نیل۔ ایک چیز دو شخصوں کے اعتبار سے دو جداگانہ حکم رکھتی ہے۔ دریائے نیل حضرت موسیٰؑ کے لئے پانی تھا اور قبطیوں کے لئے خون تھا۔ اسی طرح یہ مثنوی بعض لوگوں کے لئے افسانہ ہے اور بعض لوگوں کے لئے گنجینۂ معرفت ہے

[2] ایں حرف۔ یعنی مثنوی۔ سقر جہنم۔ اے ضیاء الحق۔ مولانا حسام الدین کا کشف تھا کہ مثنوی کے منکر ایمان سے محروم ہیں پاسخ۔ جواب۔ دیدہ۔ مولانا حسام الدین کے کشف کی طرف اشارہ ہے۔ ایں۔ یعنی اس عاشق کا قصہ جو دفتر سوم میں ادھورا چھوڑا تھا ناکساں۔ یعنی مثنوی پر اعتراض کرنے والے۔ چارمیں جلد۔ یعنی مثنوی کا چوتھا دفتر۔

[3] تمامی۔ یہ عاشق رات کو معشوقہ کے فراق میں گھوم رہا تھا راستہ میں اس نے کوتوال کو دیکھا تو اس سے ڈر کر وہ ایک باغ میں گھس گیا وہاں دیکھا کہ اس کی معشوقہ موجود ہے تو وہ اس کوتوال کو دعائیں دینے لگا۔ عسیٰ۔ انسان کسی چیز کو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے اور اسی میں اس کی بہتری ہوتی ہے۔

بُود اندر باغ آں صاحب جمال
وہ حسینہ باغ میں تھی

کز غمش ایں در عنا[1] بد ہشت سال
جس کے غم میں یہ آٹھ سال سے مصیبت میں تھا

سایۂ اُو را نبُود امکانِ دید
اُس کے سایہ کو بھی دیکھنے کا امکان نہ تھا

ہمچو عنقا وصفِ اُو را می شنید
عنقاء کی طرح اُس کی خوبیاں سنتا تھا

جز یکے لُقیہ کہ اوّل از قضا
سوائے ایک ملاقات کے جو شروع میں اتفاق سے

بر وے افتاد و شُد اُو را دلرُبا
اُس سے ہو گئی تھی اور وہ اُس کی دلرُبا ہو گئی تھی

بعد ازاں[2] چندانکہ می کوشید اُو
اُس کے بعد اُس نے جتنی بھی کوشش کی

خود مجالش می نداد آں تُند خُو
اُس کو اُس بدمزاج نے موقع نہ دیا

نے بہ لابہ چارہ بُودش نے بمال
نہ خوشامد سے اُس کی کوئی تدبیر تھی، نہ مال سے

سیر چشم و بے طمع بُود آں نہال
وہ بُوٹا سیر چشم اور بے طمع تھا

عاشقِ ہر پیشہ و ہر مطلبے
ہر مقصد اور ہر پیشہ کے عاشق کے

حق بیالود اوّل کارش لبے
ابتداءِ کار میں اللہ (تعالیٰ) اُسکے ہونٹ آلودہ کر دیتے ہیں

چوں بداں آسیب در جست آمدند
جب اُس معاملہ میں وہ بڑھنے لگتے ہیں

پیشِ پاشاں می نہد ہر روز بند
اُن کے پاؤں میں ہر روز بیڑی ڈال دیتے ہیں

چوں در افتادند اندر جستجو
وہ جب جستجو میں لگ جاتے ہیں

بعد ازاں در بست و کابیں جُست اُو
اُس کے بعد دربند کر دیتا ہے اور مہر کا مطالبہ کرتا ہے

چوں در افگندش بجستجوئے کار
جب اُس کو معاملہ کی جستجو میں مبتلا کر دیا

بعد ازاں در بست کہ کابیں بیار
اُس کے بعد دروازہ بند کر دیا کہ مہر لا

ہم[3] براں بُو می تنند و می روند
وہ اُسی خوشبو کے درپے ہوتے ہیں اور چلتے ہیں

ہر دمے راجی و آیس می شوند
ہر سانس میں امیدوار اور نا اُمید ہوتے ہیں

ہر کسے را ہست امیدے برے
ہر شخص کے لئے امید کا پھل ہوتا ہے

کہ کشادندش دراں روزے درے
حتیٰ کہ اُس معاملہ میں ایک روز اُسکے لئے دروازہ کھول دیتے ہیں

باز در بستندش و آں در پرست
پھر اُس کا دروازہ بند کر دیتے ہیں وہ در کا پجاری

بر ہماں اُمید آتش پا شُد ست
اُسی اُمید پر بے چین ہوتا ہے

چوں در آمد خوش دراں باغ آں جواں
جب وہ نوجوان خوشی سے اُس باغ میں آیا

خود فرو شُد پا بگنجش ناگہاں
اچانک اُس کا پاؤں خزانے میں دھنس گیا

---

[1] عنا۔ مشقت۔ سایہ۔ محبوبہ کا وجود تو درکنار یہ اُس کا سایہ بھی نہ دیکھ سکا رہا تھا۔ عنقاء۔ لوگوں نے عنقا کی صرف خوبیاں سُنی ہیں کسی نے اُس کو دیکھا نہیں ہے۔ لُقیہ۔ ملاقات۔

[2] بعد ازاں۔ پہلی ملاقات کے بعد آٹھ سال تک ملاقات کا کوئی موقع نہ ملا۔ تُند خو یعنی محبوبہ۔ لابہ۔ خوشامد۔ نہال۔ یعنی معشوقہ۔ عاشق۔ عشق کا یہی معاملہ ہوتا ہے وہ ابتداءً پھنستا ہے پھر تڑپتا ہے۔ در بست۔ یعنی وصال کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ کابیں۔ مہر یعنی عشق کے مصائب جھیلنا۔

[3] ہم براں۔ ابتداءً جو خوشبو کا چسکا لگا ہے اُس کی وجہ سے اُمید و بیم میں مبتلا رہتے ہیں۔ راجی۔ امیدوار۔ آیس۔ مایوس۔ ہر کسے۔ ہر شخص مقصود حاصل کرنے کی فکر میں آتش زیر پا رہتا ہے۔ چوں۔ جب وہ عاشق، کوتوال کے ڈر سے بھاگ کر باغ میں گھسا تو اُس کو محبوبہ کا دیدار ہو گیا۔ فرو شد۔ یعنی محبوبہ کا دیدار حاصل ہو گیا۔

مر عَسس را ساختہ یزداں سبب — تا ز بیمِ اُو دَوَد در باغ شب

اللہ (تعالٰی) نے کوتوال کو سبب بنا دیا — تاکہ اُس کے ڈر سے رات کو باغ میں دوڑ جائے

بیند[1] آں معشوقہ را اُو با چراغ — طالبِ انگشتری در جُویِ باغ

وہ اُس معشوقہ کو دیکھتا ہے کہ وہ چراغ لئے — باغ کی نہر میں انگوٹھی تلاش کر رہی ہے

پس قریں میکرد از ذوق آں نفس — با ثنائے حق دُعائے آں عَسَس

اُس وقت وہ ذوق (و شوق) سے ملاتا تھا — اللہ (تعالٰی) کی تعریف کے ساتھ کوتوال کیلئے دعا کو

گر زیاں کردم عَسس را از گریز — بیست چنداں سیم و زر بر وے بریز

اگر میں نے بھاگ کر کوتوال کا نقصان کیا ہے — بیس گنا سونا اور چاندی اُس پر بہا دے

از عوانی مر وُرا آزاد کُن — آنچناں کہ شادم اُو را شاد کُن

اُس کو سپاہی پن سے آزاد کر دے — جیسا میں خوش ہوں اُس کو خوش کر دے

سَعد دارش ایں جہان و آں جہاں — از عوانی و سگی اش وا رہاں

اِس جہان اور اُس جہان میں اُس کو نیک بخت بنا دے — سپاہی پن اور کتے پن سے اُسکو نجات دیدے

گرچہ خُویِ آں عواں ہست اے خدا — کہ ہمارہ خلق را خواہد بلا

اے خدا! اگرچہ اُس کوتوال کی عادت ہے — کہ ہمیشہ مخلوق کی مصیبت کی تمنا کرتا ہے

گر خبر[2] آید کہ شہ جُرمے نہاد — بر مسلماناں شود اُو زفت و شاد

اگر خبر آئے کہ بادشاہ نے جرم قائم کیا — مسلمانوں پر وہ پھولتا اور خوش ہوتا ہے

ور خبر آید کہ شہ رحمت نمُود — از مسلماناں فگند اُو را بجُود

اور اگر خبر آئے کہ بادشاہ نے رحم کیا — مسلمانوں میں سے کسی پر بخشش و عطا کی

ماتمی در جانِ اُو اُفتد ازاں — گیرد ش قولنج زیں غم در زماں

اُس سے اُس کی جان غم میں مبتلا ہو جاتی ہے — فوراً اِس غم سے اُس کے (درد) قولنج ہو جاتا ہے

صد چنیں ادبار[3] ہا دارد عواں — زیں بلا فریاد رس اے مُستعاں

سپاہی اِس طرح کی سیکڑوں خرابیاں رکھتا ہے — اے مددگار! اِس مصیبت سے فریاد رسی کر

اُو عواں را در دُعا در می کشید — کز عواں اُو را چناں راحت رسید

وہ کوتوال کو دعا میں شامل کر رہا تھا — کیونکہ کوتوال سے اُس کو ایسی راحت ملی تھی

بر ہمہ زہر و بر اُو تریاق بُود — آں عواں پیوندِ آں مُشتاق بُود

(وہ کوتوال) سب پر زہر اُسکے لئے تریاق تھا — وہ کوتوال اُس عاشق کا دوست تھا

---

[1] بیند۔ وہ اپنی معشوقہ کو دیکھتا ہے کہ وہ چراغ لئے ہوئے نہر میں اپنی انگوٹھی تلاش کر رہی ہے۔ قریں۔ ساتھی۔ با ثنا یعنی اللہ کی تعریف کیساتھ کوتوال کو دعائیں دینے لگا۔ گر۔ کوتوال اگر اُس کو گرفتار کر لیتا تو رشوت میں کچھ وصول کرتا۔ از عوانی۔ پولیس کے آدمیوں میں ظلم و ستم کا مادہ ہوتا ہے۔ سگی۔ سپاہیوں میں کتوں کی سی درندگی ہوتی ہے۔ کہ ہمارہ پولیس کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ جرائم میں مبتلا ہوں، تاکہ اُن سے منافع حاصل کریں۔

[2] گر خبر آید۔ اگر پولیس کو معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ نے کسی قوم کو مجرم قرار دیا ہے تو اُس کو خوشی ہوتی ہے اور بادشاہ کے معاف کر دینے سے پولیس رنجیدہ ہوتی ہے۔ فگند۔ یعنی وہ جرم معاف کر دیا ہے۔

[3] ادبار۔ بھلائی سے رُوگردانی۔ اُو عواں۔ چونکہ کوتوال کی وجہ سے اُس کو محبوبہ کا دیدار میسر آیا تھا اِس لئے اُس کو دعائیں دے رہا تھا۔ بر ہمہ۔ کوتوال دوسروں کے لئے باعثِ مصیبت تھا لیکن اِس کے لئے باعثِ راحت بنا۔ پیوند۔ عزیز، قریب، دوست۔

٦٦٦

پس ۱؎ بدِ مطلق نباشد در جہاں — بد بہ نسبت باشد ایں را ہم بداں

پس دنیا میں بالکلیہ کوئی بُرا نہیں ہے — بُرا، نسبت سے ہوتا ہے اسکو بھی سمجھ لے

در زمانہ ہیچ زہر و قند نیست — کہ یکے را پا دگر را بند نیست

زمانے میں کوئی زہر اور شکر نہیں ہے — کہ ایک کے پاؤں اور دوسرے کے لئے قید نہیں ہے

مر یکے را پا دگر را پائے بند — مر یکے را زہر و دیگر را چو قند

ایک کے لئے پاؤں ہے دوسرے کیلئے پاؤں کی بیڑی — ایک کے لئے زہر ہے اور دوسرے کیلئے شکر ہے

زہر ۲؎ مار آں مار را باشد حیات — نسبتش با آدمی باشد ممات

سانپ کا زہر سانپ کی زندگی ہے — اس کی آدمی کے ساتھ نسبت، موت ہے

خلقِ آبی را بُود دریا چو باغ — خلقِ خاکی را بُود آں مرگ و داغ

دریائی مخلوق کے لئے، دریا باغ جیسا ہے — خشکی کی مخلوق کے لئے وہ موت اور داغ ہے

ہمچنیں بر می شمر اے مردِ کار — نسبتِ ایں را زیک تا صد ہزار

اے کام کے آدمی! اسی طرح شمار کر لے — اس کی نسبت ایک سے لاکھ تک

زید اندر حقِ آں شیطاں بُود — در حقِ شخصِ دگر سلطاں بُود

زید اُس کے حق میں شیطان ہے — دوسرے کے حق میں بادشاہ ہے

آں بگوید زید صدیق و سنی ست — ویں بگوید زید گبر و کشتنی ست

وہ کہتا ہے زید بہت سچا اور بھلا ہے — اور یہ کہتا ہے کہ زید کافر اور گردن زدنی ہے

زید یک ذاتست بر آں یک جناں — اُو بریں دیگر ہمہ رنج و زیاں

زید ایک ذات ہے جو ایک پر بہشت ہے — اور وہ دوسرے کے لئے مجسّم رنج اور بربادی ہے

گر ۳؎ تو خواہی کو ترا باشد شکر — پس ورا از چشمِ عشاقش نگر

اگر تو چاہتا ہے کہ وہ تیرے لئے شکر ہو — تو اُس کو اس کے عاشقوں کی نظر سے دیکھ

منگر از چشمِ خودت آں خوب را — بیں بچشمِ طالباں مطلوب را

اُس محبوب کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ — معشوق کو، عاشقوں کی آنکھ سے دیکھ

چشمِ خود بر بند زاں خوش چشم تو — عاریت کُن چشم از عشاقِ اُو

اُس اچھی آنکھ والے سے اپنی آنکھ بند کر لے — اُس کے عاشقوں سے آنکھ مانگ لے

بلکہ زو کُن، عاریت چشم و نظر — پس ز چشمِ اُو بروی اُو نگر

بلکہ آنکھ اور نگاہ اُس سے مانگ لے — پھر اُس کی آنکھ سے اُس کے چہرے کو دیکھ

۱؎ پس: مولانا فرماتے ہیں کہ دنیا کی کوئی بُری چیز بہمہ وجوہ بُری نہیں ہے کسی خاص نسبت سے اُس میں بُرائی ہوتی ہے زہر و قند۔ یہ دونوں چیزیں بھی مُفید اور مُضر خاص خاص نسبت سے ہیں۔

۲؎ زہر مار۔ سانپ کا زہر، سانپ کے لئے باعث زندگی ہے انسان کی موت کا سبب ہے خلق۔ پانی، آبی جانور کی زندگی ہے خاکی کے لئے موت ہے۔ ہمچنیں۔ کسی چیز کا نسبت کے اعتبار سے صرف مفید اور مُضر ہونا ہی نہیں ہے بلکہ نسبت کے اعتبار سے اُس کے مُفید اور مُضر ہونے کے ہزاروں مدارج ہیں۔ زید۔ زید کسی کے اعتبار سے شیطان ہے اور کسی کے اعتبار سے سلطان ہے۔ آں۔ جس کے لئے زید سلطان ہے وہ زید کی تعریفیں کریگا جس کے لئے وہ شیطان ہے وہ اس کو کافر اور گردن زدنی کہیگا۔

۳؎ گر۔ اگر تو زید کو اپنے لئے شکر بنانا چاہتا ہے تو اُس کے عاشقوں کی نظر سے اُس کو دیکھ پھر تجھے اس سے کوئی شکوہ نہ رہے گا۔ منگر۔ لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دید۔ چشم خود۔ محبوب کو اپنی نگاہ سے نہ دیکھ اُسکے عاشقوں کی نگاہ سے دیکھ۔ بلکہ محبوب کو عاشقوں کی نگاہ سے بھی نہیں بلکہ خود اُس کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے۔

تاشوی ایمن زسیری و ملال
تاکہ تو نفرت اور انقباض سے محفوظ ہو جائے

گفت کَانَ اللہُ لَہٗ زیں ذو الجلال
اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اللہ اُس کا ہو گیا"

چشمِ اُو من باشم و دست و دلش
میں اُس کی آنکھ اور ہاتھ اور اُس کا دل ہو جاتا ہوں

تا رہد از مُدبریہا مُقبلش
تاکہ اُس کی خوش نصیبی، بدنصیبیوں سے نجات پا جائے

ہر چہ مکروہ است چوں اُو شد دلیل
جو ناپسندیدہ ہے جب وہ راہنما ہوتا ہے

سُوئے محبوبت حبیب است و خلیل
تیرے محبوب کی جانب (وہ) محبوب اور دوست ہے

حکایتِ آں واعظ کہ در آغازِ ہر وعظے و تذکیرے دعائے خیر بر ظالماں و سخت دلاں و خبیثان و مُفسدان و بے اعتقاداں کردے

اُس واعظ کی حکایت جو ہر وعظ اور نصیحت کے شروع میں ظالموں اور سخت دلوں اور خبیثوں اور مفسدوں اور بداعتقادوں کیلئے دعائے خیر کرتا تھا

آں یکے واعظ چو بر تخت آمدے
ایک واعظ جب تخت پر آتا

قاطعانِ راہ را داعی شُدے
ڈاکوؤں کا دعاگو ہوتا

دست بر می داشت یا رب رحم راں
ہاتھ اُٹھاتا تھا اے خدا! رحم فرما

بر بدان و مُفسدان و طاغیان
بُروں اور مُفسدوں اور سرکشوں پر

بر ہمہ تسخر کُنان و اہلِ ضیر
سب مذاق اُڑانے والوں اور نقصان پہنچانے والوں پر

بر ہمہ کافر دلان و اہلِ دیر
سب کافر دلوں اور بُت خانہ والوں پر

می نکردے اُو دُعا بر اصفیا
وہ برگزیدہ لوگوں کے لئے دعا نہ کرتا

می نکردے جُز خبیثاں را دُعا
خبیثوں کے علاوہ کسی کے لئے دعا نہ کرتا

مرورا گفتند کایں معہود نیست
لوگوں نے اُس سے کہا یہ معمول نہیں ہے

دعوتِ اہلِ ضلالت جُود نیست
گمراہوں کو دعا دینا سخاوت نہیں ہے

گفت نیکوئی ازیں ہا دیدہ ام
اُس نے کہا میں نے اُن سے بھلائی دیکھی ہے

من دُعاشاں زیں سبب بگزیدہ ام
اِس لئے میں نے اُن کو دعا دینا اختیار کیا ہے

اُس کو محبوب ہو گئے تھے اور وہ اُن کا دعاگو ہو گیا تھا ———

سے بر ہمہ۔ یعنی دنیا کے بُرے انسانوں کیلئے دعائے خیر کرتا تھا اور نیکوں کیلئے دعا نہ کرتا تھا۔ مرورا۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ بُرے لوگ دعا کے مستحق نہیں ہیں تم اُن کے لئے دعا کیوں کرتے ہو۔ گفت۔ اُس نے جواب دیا کہ اُن لوگوں کا مجھ پر بہت احسان ہے میں اُن کے مظالم سے پریشان ہو کر راہ یاب ہوا ہوں اور اُن کے مظالم نے مجھے نیکی میں لگا دیا ہے۔

لہ تا شوی۔ جب انسان محبوب کو محبوب کی نگاہ سے دیکھے گا اور وہ متخلق باخلاق اللہ ہو جائے گا اور اپنے احساس کو فنا کر دے گا تو اُس کو کان اللہ لہ کا مقام حاصل ہو جائے گا اور اُس میں بقا باللہ کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ چشمِ او۔ حدیثِ قدسی ہے۔ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ۔ یعنی جب میں اپنے بندے سے محبت کرتا ہوں تو میں اُس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے اور اُس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ ہر چہ۔ ناپسندیدہ چیز جب کسی مرغوب چیز کا ذریعہ بن جاتی ہے تو وہ بھی مرغوب ہو جاتی ہے کوتوال معشوق کے وصال کا ذریعہ تھا لہٰذا وہ محبوب ہو گیا۔
سے واعظ۔ منقول ہے کہ یہ واعظ ایک تاجر تھا ڈاکوؤں نے اُس کا مال لوٹا تو اُس نے خدا سے دعائیں اور گریہ و زاری شروع کر دی اِس پر اُس کو ہاتفِ غیبی نے کہا مال کے لٹ جانے پر تو اِس قدر گریہ و زاری کرتا ہے اور عمر کے برباد ہونے کا کوئی خیال نہیں۔ اِس تنبیہ سے یہ تاجر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا قاطعانِ رہ۔ ڈاکو۔ دعوت۔ چونکہ یہ ڈاکو اللہ تک پہنچنے کا سبب بنے تو وہ

خُبثُ ظلم و جور چنداں ساختند | کہ مرا از شر بخیر انداختند

انہوں نے ایسا ظلم اور خباثت کی | کہ مجھے برائی سے بھلائی میں لا ڈالا

ہر[1] گہے کہ رُو بدنیا کردمے | من ز ایشاں زخم و ضربت خوردمے

جب کبھی میں دنیا کا رُخ کرتا | میں اُن سے تکلیف اٹھاتا اور مار کھاتا

کردمے از زخم آں جانب پناہ | باز آوردندمے گرگاں براہ

تکلیف سے میں اُس جانب پناہ پکڑتا | بھیڑیئے مجھے راہ پر لگا دیتے

چوں سبب ساز صلاحِ من شدند | پس دعا شاں بر من ست اے ہوشمند

جب وہ میری نیکی کا سبب بنانے والے ہوئے | تو اے ہوشمند! اُن کو دعا دینا میرا فرض ہے

بندہ[2] می نالد بحق از درد و نیش | صد شکایت می کند از درد خویش

بندہ خدا کے سامنے درد اور زخم سے آہ و زاری کرتا ہے | اپنی تکلیف کی تو شکایتیں کرتا ہے

حق ہمی گوید کہ آخر رنج و درد | مر ترا لابہ کناں و راست کرد

اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے کہ آخر تکلیف اور درد نے | تجھے خوشامد کرنے والا اور سیدھا کر دیا ہے

ایں[3] گلہ زاں نعمتے کن کت زند | از در ما دور و مطرودت کند

یہ شکوہ اس نعمت کا کر جو تجھے ہم سے روکتا ہے | تجھے ہمارے دروازے سے دور اور مردود کرے

در حقیقت ہر عدو داروئے تست | کیمیائے نافع و دلجوئے تست

حقیقتاً ہر دشمن تیری دوا ہے | تیرے لئے مفید کیمیا اور پسندیدہ ہے

کہ ازو اندر گریزی در خلا | استعانت جوئی از لطفِ خدا

کیونکہ تو اس کی وجہ سے تنہائی کی طرف بھاگتا ہے | اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے مدد طلب کرتا ہے

در حقیقت دوستانت دشمنند | کہ ز حضرت دور و مشغولت کنند

حقیقتاً تیرے دوست، دشمن ہیں | کیونکہ تجھے (اللہ کے) دربار سے دور اور بے نیاز کرتے ہیں

ہست حیوانے کہ نامش اُسغر[4] ست | کو بزخم چوب زفت و لمتر ست

ایک جانور ہے جس کا نام اُسغر ہے | جو لکڑی کی مار سے موٹا اور قوی ہوتا ہے

تا کہ چوبش میزنی بہ می شود | او ز زخم چوب فربہ می شود

تو اس کے لکڑی مارتا رہے گا وہ بہتر ہوگا | وہ لکڑی کی چوٹ سے موٹا ہوگا

نفسِ مومن اُسغرے آمد یقیں | کو بزخم و رنج زفت ست و سمیں

مومن کا نفس یقیناً اُسغر ہے | جو چوٹ اور رنج سے قوی اور موٹا ہوتا ہے

---

[1] ہر گہے۔ جب میں اُن کے ساتھ دنیا میں لگتا تھا تو یہ اس قدر ظلم کرتے تھے کہ میں خدا کی طرف رجوع کرتا تھا۔ باز۔ تو اُن کا ظلم مجھے دنیا سے ہٹا کر اللہ کی راہ کی طرف لگا دیتا تھا۔

[2] بندہ می نالد۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جب انسان کسی رنج اور مصیبت کا اللہ سے شکوہ کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ اس مصیبت کا شکوہ بیجا ہے یہ مصیبت تو تجھے میری طرف متوجہ کر رہی ہے۔

[3] ایں۔ شکوہ تو میری اس نعمت سے ہونا چاہیئے جو تجھے مجھ سے بے نیاز بناتی ہے۔ در حقیقت۔ چونکہ دشمن، اللہ کی طرف رجوع کا سبب بنتا ہے تو وہ دراصل تیرے لئے نافع اور کیمیا ہے۔ دوستانت۔ انسان کے دوست اس کے حقیقی دشمن ہیں کیونکہ وہ خدا سے غافل بناتے ہیں۔

[4] اُسغر۔ بالضم و غین معجمہ مضموم، خارپشت۔ اسی کو اردو میں سہی کہا جاتا ہے اس پر اگر لاٹھی ماری جاتی ہے تو وہ بدن کو زیادہ مضبوط اور موٹا کر لیتا ہے۔ لمتر۔ قوی۔ نفس مومن بھی کی روح مصائب جھیل کر زیادہ قوی ہوتی ہے۔ سمین۔ موٹا۔

زیں[1] سبب بر انبیا رنج و شکست — از ہمہ خلقِ جہاں افزوں تر ست

اسی وجہ سے انبیا پر رنج اور تکلیف — دنیا کی تمام مخلوق سے زیادہ ہوتی ہے

تا ز جانہا جانِ شاں شد زفت تر — کہ ندیدند آں بلا قومے دگر

حتیٰ کہ اُن کی روح تمام روحوں سے زیادہ قوی ہو گئی — کیونکہ وہ مصیبت کسی دوسری قوم نے نہیں دیکھی ہے

پوست از دارو بلا کش می شود — چوں ادیم طائفی خوش می شود

چمڑا دوا سے مصیبت جھیلنے والا بن جاتا ہے — طائف کی نری کی طرح عمدہ ہو جاتا ہے

ور نہ تلخ و تیز مالیدی درو — گندہ گشتے ناخوش و ناپاک بو

اگر تو تلخ اور تیز (مسالے) اُس پر نہ ملتا — گندہ اور بُرا اور بدبو دار ہو جاتا

آدمی را پوستِ نامدبوغ داں — از رطوبت ہا شدہ زشت و گراں

آدمی کو بغیر دباغت کی کھال سمجھ — جو رطوبتوں سے بھدا اور بھاری ہو رہا ہے

تلخ[2] و تیز و مالشِ بسیار دہ — تا شود پاک و لطیف و بامزہ

اُس کو تلخ اور تیز (دوا) دے اور بہت مل — تاکہ پاک اور پاکیزہ اور شاندار بن جائے

ور نمی تانی رضا دہ اے عیار — کہ خدا رنجت دہد بے اختیار

اے کھرے! اگر تو نہیں کر سکتا ہے تو راضی ہو جا — کہ خدا تجھے مجبوراً تکلیف میں مبتلا کر دے

کہ بلائے دوست تطہیرِ شماست — علمِ اُو بالائے تدبیرِ شماست

کیونکہ دوست کی مصیبت تمہاری پاکیزگی ہے — اُس کا علم تمہاری تدبیر سے بڑھا ہوا ہے

چوں صفا بیند بلا شیریں شود — خوش شود دارو چو صحت بیں شود

جب صفائی دیکھتا ہے مصیبت شیریں ہو جاتی ہے — جب صحت کو دیکھتا ہے تو دوا اچھی لگتی ہے

بُرد بیند خویش را در عینِ مات — پس بگوید اُقتلونی یا ثقات

وہ عینِ ہار میں اپنی جیت سمجھتا ہے — تو کہتا ہے اے بھروسہ والو! مجھے قتل کر دو

ایں[3] عواں در حقِ غیرے سود شد — لیک اندر حقِ خود مردود شد

یہ سپاہی دوسرے کے لئے مفید بنا — لیکن اپنے حق میں مردود ہو گیا

رحمِ ایمانی ازو بریدہ شد — کینِ شیطانی برو پیچیدہ شد

ایمانی رحم اُس سے منقطع ہو گیا — شیطانی کینہ اُس پر لپٹ گیا

کارگاہِ خشم گشت و کیں وری — کینہ داں اصلِ ضلال و کافری

وہ غصہ اور کینہ وری کا کارخانہ بن گیا — کینہ کو گمراہی اور کافری کی جڑ سمجھ

[1] زیں سبب: چونکہ انبیاء کی روح کو زیادہ مضبوط بنانا ہوتا ہے لہٰذا اُن کو زیادہ مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ پوست: کچے چمڑے پر دوائیں لگا کر جب اُس کو مالیدہ کیا جاتا ہے تو وہ نرم بن کر بہت مضبوط ہو جاتا ہے۔ ادیم طائفی: طائف کی بنی ہوئی نرمی مشہور تھی۔ ورنہ: اگر کچے چمڑے پر تیز دوائیں نہ ملی جائیں تو وہ سڑ جائے۔ آدمی: انسان کو بھی کچے چمڑے کی طرح سمجھو جو فاسد رطوبتوں کی وجہ سے بدصورت اور بوجھل ہے۔

[2] تلخ و تیز: انسانی چمڑے کی اصلاح کیلئے بھی تلخ و تیز مجاہدے اور عبادت کی مالش کی ضرورت ہے تب وہ پاک اور صاف بنے گا۔ ور نمی تانی: اگر انسان اپنے اختیار سے مجاہدہ نہیں کر سکتا ہے تو اسے آسمانی مصائب پر صبر کرنا چاہیئے وہ مصائب اُس کیلئے مجاہدوں کے قائم مقام بن جائیں گے۔ کہ بلائے: انسان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ خدا کی طرف سے اُس کا ابتلاء اس کی تطہیر کی تدبیر ہے۔ چوں صفا: جب آسمانی مصائب سے انسان اپنی باطنی صفائی محسوس کرتا ہے تو مصیبت اُس کیلئے شیریں بن جاتی ہے یہی کڑوی دوا کا حال ہے۔ بُرد بیند: پھر اپنی تخریب میں اپنی تعمیر سمجھتا ہے اور دوستی سے قتل تک کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

[3] ایں عواں: یہ حکمتِ خداوندی ہے کہ ظالموں کو اُنکے ظلم کی پاداش

1264

سوال کردنِ شخصے از عیسیٰؑ کہ یا روح اللہ در وجود از ہمہ صعبہا

ایک شخص کا حضرت عیسیٰؑ سے دریافت کرنا کہ اے روح اللہ! وجود میں سب سے زیادہ

صعب تر چیست و جواب گفتن عیسیٰ علیہ السلام

سخت کیا چیز ہے؟ اور حضرت عیسیٰؑ کا جواب دینا

گفت عیسیٰؑ را یکے ہشیار سر[1] — چیست در ہستی ز جملہ صعب تر

ایک بیدار مغز نے (حضرت) عیسیٰؑ سے کہا — وجود میں سب سے زیادہ سخت کیا چیز ہے؟

گفتش اے جاں صعب تر خشم خدا — کہ ازاں دوزخ ہمی لرزد چو ما

اُنھوں نے اُس سے فرمایا اے جان! خدا کا غصہ — کہ اُس سے دوزخ (بھی) ہماری طرح لرزتی ہے

گفت زیں خشمِ خدا چہ بود اماں — گفت ترکِ خشمِ خویش اندر زماں

اُس نے کہا خدا کے غصہ سے بچاؤ کی کیا صورت ہے؟ — فرمایا دنیا میں اپنے غصہ کو ترک کر دینا

کظمِ غیظ[2] ست اے پسر خط اماں — خشمِ حق یاد آور و درکش عناں

اے بیٹا! غصہ کو پی جانا امن کا فرمان ہے — اللہ (تعالیٰ) کا غصہ یاد کرے اور باگ کھینچ لے

پس عواں کہ معدنِ ایں خشم گشت — خشمِ زشتش از سبع ہم درگذشت

تو سپاہی جو اس غصہ کی کان بن گیا ہے — اُس کا بُرا غصہ درندے سے بھی بڑھ گیا ہے

چہ امید ستش برحمت جز مگر — باز گردد زاں صفت آں بے ہنر

اُس کو رحم کی کیا امید ہے؟ سوائے اسکے — کہ وہ بے ہنر اُس عادت سے باز آجائے

گرچہ[3] عالم را ازیشاں چارہ نیست — ایں سخن اندر ضلال افگندنیست

اگرچہ دنیا کو اُن سے بے نیازی نہیں ہے — یہ بات گمراہی میں مبتلا کرنا ہے

چارہ نبود ہم جہاں را از چمیں — لیک نبود آں چمیں ماءِ معیں

دنیا کو پیشاب سے بھی بے نیازی نہیں ہے — لیکن وہ پیشاب، جاری پانی نہیں ہوتا ہے

باز گو احوال آں خستہ جگر — در میانِ باغ با رشکِ قمر

اُس خستہ جگر کے احوال پھر بیان کر — باغ میں رشکِ قمر (محبوب) کے ساتھ

قصدِ خیانت کردنِ عاشق و بانگ زدنِ معشوق

عاشق کا خیانت کرنے کا ارادہ کرنا اور معشوق کا چیخ پڑنا

چونکہ تنہایش بدید آں سادہ مرد — زود او قصد کنار و بوسہ کرد

چونکہ اُس سادہ لوح انسان نے اُس کو اکیلا دیکھا — جلد اُس سے بغلگیر ہونے اور اُس کا بوسہ لینے کا ارادہ کیا

[1] ہشیار سر۔ عقلمند۔ ہستی۔ وجود۔ صعب تر۔ زیادہ سخت۔ کہ ازاں۔ غضب خداوندی سے دوزخ بھی کانپتی ہے۔ گفت۔ خدا کے غضب سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ انسان اپنی قوتِ غضبیہ پر قابو پالے۔

[2] کظم غیظ۔ غصہ کو پی جانا۔ خطِ اماں۔ امن کا حکمنامہ۔ درکش۔ قرآن پاک میں مومنوں کی صفت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ "وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ" "اور جو غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں"۔ سبع۔ درندہ۔ چہ امید۔ حدیث شریف ہے۔ "مَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ" "جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا اُس پر رحم نہیں کیا جاتا"۔

[3] گرچہ۔ انتظام قائم کرنیکے لئے سپاہیوں کا وجود ضروری ہے یہی بات اُنکے لئے اور گمراہی کا سبب ہے کہ اپنے وجود کو ضروری سمجھ کر ظلم پر جرأت کرتے ہیں لیکن اُن کی یہ ضرورت اُنکے لئے تعریف کا سبب نہیں ہو سکتی ہے بہت سی گندی چیزوں کی بھی دنیا کو ضرورت ہے لیکن اس ضرورت کی وجہ سے اُنکو پاک قرار نہیں دیا جاسکتا۔ چمیں۔ پیشاب۔ ماءِ معیں۔ جاری پانی۔ قصدِ خیانت یعنی اُس عاشق کا اُس محبوب سے بوسہ و کنار کا ارادہ کرنا۔ سادہ مرد یعنی بھولا عاشق۔

بانگ[1] بر وے زد بہیبت آں نگار ۔ کہ مرو گستاخ ادب را ہوش دار

وہ معشوقہ کڑک کر اُس پر چیخی — گستاخی سے (آگے) نہ بڑھ، ادب کا خیال کر

گفت آخر خلوت ست و خلق نے ۔ آب حاضر تشنہ ہمچوں منے

اُس نے کہا آخر تنہائی ہے اور کوئی نہیں ہے — پانی موجود ہے، پیاسا مجھ جیسا ہے

کس نمی جنبد دریں جا جز کہ باد ۔ کیست حاضر چیست مانع زیں گشاد

یہاں ہوا کے سوا کوئی نہیں چلتا ہے — کون موجود ہے؟ اس بے تکلفی سے کون مانع ہے؟

گفت اے شیدا کہ ابلہ بودۂ ۔ ابلہی وز عاقلاں نشنودۂ

اُس نے کہا اے دیوانے! تو بیوقوف ہوا ہے — تو احمق ہے اور تو نے عقلمندوں سے (کچھ) نہیں سنا ہے

باد را دیدی کہ می جنبد بداں ۔ باد جنبانیست اینجا بادراں[2]

تو نے ہوا کو دیکھا ہے کہ وہ حرکت کرتی ہے، سمجھ لے — یہاں کوئی ہوا کو چلانیوالا ہوا کو حرکت دینے والا ہے

مروحہ تصریفِ صُنعِ ایزدش ۔ زد بریں باد و ہمی جنبانَدش

اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کے تصرف کا پنکھا — اِس ہوا پر لگتا ہے اور اُس کو حرکت دیتا ہے

جزوِ بادے کہ بحکمِ ما درست ۔ بادبیزن تا نجنبانی نجست

تھوڑی سی ہوا جو ہمارے ماتحت ہے — جب تک تو پنکھا نہ ہلائے وہ حرکت نہیں کرتی ہے

جنبشِ ایں جزوِ باد اے سادہ مرد ۔ بے تو و بے بادبیزن سر نکرد

اے سادہ (مزاج) انسان! ہوا کے اِس جزو کی حرکت — تیرے بغیر اور پنکھے کے بغیر نہ ہوئی

جنبشِ بادِ نفس کاندر لب است ۔ تابعِ تصریفِ جان و قالب است

سانس کی ہوا کی حرکت جو ہونٹ میں ہے — (وہ) روح اور جسم کے تصرف کے تابع ہے

گاہ[3] دم را مدح و پیغامے کند ۔ گاہ دم را ہجو و دشنامے کند

کبھی وہ (روح و جسم) سانس کو مدح اور پیغام بناتا ہے — کبھی سانس کو ہجو اور گالی بنا دیتا ہے

پس بداں احوالِ دیگر بادہا ۔ کہ ز جزوے کُل ہمی بینند نُہا

تو دوسری ہواؤں کے احوال سمجھ لے — کیونکہ عقلیں جزو سے کُل سمجھ لیتی ہیں

باد را حق گہ بہاری می کند ۔ در دَیش زیں لطف عاری می کند

اللہ (تعالیٰ) کبھی ہوا کو بہاری بنا دیتا ہے — ماگھ کے مہینہ میں اُس کو اِس لطف سے خالی کرتا ہے

بنا دیتے ہیں۔ نُہا۔ عقلیں۔ باد۔ عالم کی ہوا میں بھی اللہ کے تصرفات ہیں کبھی اُس کو بادِ بہاری بنادیتا ہے کبھی بادِ سموم۔ عاری۔ ننگا، خالی۔

[1] بانگ۔ یعنی معشوقہ نے اُس عاشق کو اِس بیباکی پر ڈانٹا۔ گفت۔ عاشق نے کہا تنہائی ہے اور میں وصل کا پیاسا ہوں، صبر کی طاقت کہاں ہے۔ گشاد۔ خوشی، کامیابی۔ اے شیدا۔ معشوقہ نے کہا۔ باد را دیدی۔ جب تو ہوا کو چلتا دیکھ رہا ہے تو سمجھ لے کہ ہوا کو چلانیوالا موجود ہے۔

[2] بادراں۔ یعنی اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتا ہے۔ وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ یعنی وہی قادرِ مطلق ہے جو بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بارش کی آمد کی خوشخبری دیدیں۔ مروحہ۔ پنکھا۔ جزو۔ انسانوں کے پاس جو جزوی ہوا ہے وہ بغیر چلانے والے اور پنکھے کے حرکت نہیں کرتی ہے تو اِسی طرح کُل ہوا کو سمجھو وہ قدرت کے پنکھے کے بغیر کب حرکت کرے گی۔ بادِ نفس۔ یہ اِس بات کی دوسری مثال ہے کہ ہوا بغیر چلانے والے کے نہیں چلتی ہے۔ سانس کی ہوا کو بھی روح اور جسم حرکت میں لاتے ہیں۔

[3] گاہ۔ یعنی روح اور جسم سانس کی ہوا میں اچھائی اور بُرائی کا تصرف کرتے ہیں کبھی اُس کو گالی بنادیتے ہیں کبھی تعریف کے الفاظ

بر گروہِ عادؑ صرصر می کند
قوم عاد پر آندھی بنا دیتا ہے

باز بر ہودش معطر می کند
پھر ہودؑ کے لئے اس کو خوشبودار بنا دیتا ہے

می کند یک باد را زہر و سموم
ایک ہوا کو وہ زہر اور لُو بنا دیتا ہے

مر صبا را می کند خرم قدوم
پُروا کو بابرکت آمد بنا دیتا ہے

بادِ دم را بر تو بنہاد اُو اساس
سانس کی ہوا کو اس نے تیری بنیاد بنا دیا

تا کنی ہر باد را بر وے قیاس
تاکہ تو ہر ہوا کو اس پر قیاس کرے

دم نمی گردد سخن بے لطف و قہر
سانس مہربانی اور قہر کے بغیر کلام نہیں بنتا ہے

بر گروہے شہد بر قومے ست زہر
وہ ایک قوم پر شہد اور ایک قوم پر زہر ہے

مروحہ جنباں پئے انعامِ کس
پنکھا کسی کی نعمت رسانی کیلئے ہلتا ہے

وز برائے قہر بر پشہ و مگس
مچھر اور مکھی پر قہر کے لئے (ہلتا ہے)

مروحہ تقدیرِ ربانی چرا
خدائی تقدیر کا پنکھا کیوں

پُر نباشد ز امتحان و ز ابتلا
امتحان اور آزمائش سے پُر نہ ہوگا!

چونکہ جزوِ بادِ دم یا مروحہ
چونکہ سانس یا پنکھے کی جزوی ہوا

نیست الا مفسدہ یا مصلحہ
نہیں ہے، مگر خراب کرنے والی یا ٹھیک کرنے والی

ایں شمال و ایں صبا و ایں دبور
یہ شمالی ہوا اور یہ پُروا اور یہ پچھوا

کے بود از لطف و از انعام دور
مہربانی اور انعام سے دور کب ہوگی؟

یک کفِ گندم ز انبارے ببیں
ڈھیر میں سے ایک مٹھی گیہوں دیکھ لے

فہم کن کاں جملہ باشد ہمچنیں
سمجھ لے کہ سب ایسے ہی ہوں گے

کلِ باد از برجِ بادِ آسماں
آسمان کے ہوائی برج سے، کل ہوا

کے جہد بے مروحہ آں بادراں
اس ہوا چلانے والے کے پنکھے کے بغیر کب چلتی ہے؟

بر سرِ خرمن بوقتِ انتقادؑ
گہانے کے وقت کھلیان پر

نے کہ فلاحاں ز حق جویند باد
کیا کاشتکار خدا سے ہوا نہیں مانگتے ہیں؟

تا جدا گردد ز گندم کاہہا
تاکہ گیہوں سے بھوسا جدا ہو جائے

تا بانبارے رود یا چاہہا
تاکہ (گیہوں) ڈھیر میں جائے یا کھتیوں میں

چوں بماند دیر آں بادِ وزاں
جب چلنے والی ہوا میں دیر ہوتی ہے

جملہ را بینی بحق لابہ کناں
تو سب کو خوشامد کرتے ہوئے دیکھتا ہے

لے عاد۔ قوم عاد کے لئے وہ آندھی بنی اور اس نے ان کو ہلاک کیا، حضرت ہودؑ کے لئے وہ خوشگوار بنی۔ سموم۔ لو۔ خرم۔ مبارک۔ بادِ دم۔ سانس کی ہوا سے تم دوسری ہوا کی باتیں سمجھ لو۔ زہر۔ انسان کے سانس کی ہوا میں بھی وہ موثر ہے کہ کسی کے لئے اسکو شہد بنا دیتا ہے اور کسی کے لئے زہر، اسی طرح عام ہوا کو سمجھ لو کہ اس کو کسی کے لئے انعام بنا دیتا ہے کسی کے لئے اس کو قہر بنا دیتا ہے۔

لے مروحہ۔ قدرت کا پنکھا جو اس ہوا کو حرکت دیتا ہے اس میں بھی قوموں کا ابتلا اور امتحان ہے۔ چونکہ۔ جبکہ سانس اور پنکھے کی ہوا میں راحت رسانی، یا ایذا رسانی ہے تو لامحالہ کل ہوا میں بھی یہ تاثیر ہوگی اور اس کی یہ تاثیریں اللہ کے پنکھے کی پیدا کردہ ہیں۔

لے انتقاد یعنی دانوں کو بھوسے سے جدا کرنا۔ فلاحاں کاشتکاران۔ کاہہا۔ بھوسہ۔ چاہہا۔ یعنی نذ کی کھتیاں۔

ہمچنیں در طَلْقِ آں بادِ وِلاد
اسی طرح دردِ زِہ میں وہ پیدائش کی ہوا

گر نیاید بانگِ درد آید کہ داد
اگر نہ آئے، درد کی آواز آئے کہ فریاد ہے

گر نمی دانند کش رانندہ اوست
اگر لوگ نہیں جانتے (کہ کوئی اس کا) چلانیوالا ہے

باد را پس کردنِ زاری چہ خوست
تو ہوا کے سامنے عاجزی کا کیا مطلب؟

اہلِ کشتی ہمچناں جویائے باد
اسی طرح کشتی والے ہوا کے طالب ہیں

جملہ خواہانش ازاں ربّ العباد
اُس ربّ العباد سے اُس کے خواہاں ہیں

ہمچنیں بر دردِ دنداں ہا ز باد
اسی طرح دانتوں کی ٹیس میں دم کے ذریعہ

دفع میخواہی بسوز و اعتقاد
سوز اور اعتقاد کے ساتھ تو دافعت چاہتا ہے

از خدا لابہ کناں آں جندیاں
خدا سے لشکری خوشامد کرتے ہیں

کہ بدہ بادِ ظفر اے کامراں
کہ اے کارساز! کامیابی کی ہوا چلا دے

رقعۂ تعویذ می خواہند نیز
نیز تعویذ کا کاغذ مانگتے ہیں

در شکنجۂ طلقِ زن از ہر عزیز
عورت کے دردِ زہ کی تکلیف کے وقت ہر عزیز سے

پس[۲] ہمہ دانستہ اند ایں را یقیں
تو اس کو یقین کے ساتھ سب جانتے ہیں

کہ فرستند باد ربُّ العالمیں
کہ دونوں جہان کا رب ہوا کو بھیجتا ہے

پس یقیں در عقل ہر دانندہ ہست
پس ہر جانکار کی عقل کو یقین ہے

اینکہ با جنبندہ جنبانندہ ہست
کہ چلنے والی ہوا کا کوئی چلانے والا ہے

گر تو اُو را می نہ بینی در نظر
اگر تو اس کو نظر سے نہیں دیکھتا ہے

فہم کُن آں را باظہارِ اثر
اثر کے ظاہر کرنے سے تو اس کو سمجھ لے

تن بجاں جنبد نمی بینی تو جاں
جسم، روح کے ذریعہ حرکت کرتا ہے تو روح کو نہیں دیکھتا ہے

لیک از جنبیدنِ تن جاں بداں
لیکن جسم کے ہلنے سے روح کو سمجھ لے

گفت[۳] اُو گر ابلہم من در ادب
اس نے کہا اگر میں ادب کے سلسلے میں بیوقوف ہوں

زیر کم اندر وفا و در طلب
تو جستجو اور وفاداری میں عقلمند ہوں

گفت ادب ایں بود کہ خود دیدہ شد
اس نے کہا ادب تو یہ تھا جو دیکھ لیا گیا

آں دگر را خود ہمیدانی تو لُد
دوسرے کو تو جھگڑالو خود جانتا ہے

میری وفاداری اور جستجو کی قدر کر کے مجھے مقرب بنا لیجئے۔ ادب ایں بود۔ محبوبہ نے کہا کہ تیرے ادب کی حالت تو یہ تھی جو دیکھ لی گئی اب رہا تیرا وفا اور جستجو کا دعویٰ تو اس کو بھی اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ لُد۔ اَلَدّ کی جمع ہے، جھگڑالو۔

[۱] طلق۔ دردِ زِہ، ولادت کے وقت اللہ تعالیٰ رحمِ مادر کو ہوا سے کھلا دیتا ہے تب بآسانی ولادت ہوتی ہے۔ گر نمی دانند۔ جبکہ یہ تصور ہوتا ہے کہ اس ہوا کا چلانے والا خدا ہے تو اس کے سامنے گریہ وزاری کی جاتی ہے، ورنہ محض ہوا کے سامنے کون گریہ وزاری کرے۔ اہلِ کشتی۔ کشتی والے بھی بادِ موافق کے لئے خدا سے دعا مانگتے ہیں۔ دردِ دنداں۔ دانتوں میں درد کے وقت لوگ بزرگوں سے دم کراتے ہیں۔ جندیاں۔ فوج کامیابی کی ہوا کی دعا کرتی ہے۔

[۲] پس ہمہ۔ ان تمام واقعات سے معلوم ہوا کہ سب لوگ ہوا کا چلانے والا خدا کو مانتے ہیں۔ پس یقیں۔ سب عقلمندوں کو یقین ہے کہ حرکت کرنے والے کے لئے کوئی ذات حرکت میں لانے والی ہے۔ گر تو۔ اگر تو حرکت دینے والے کو نہیں دیکھ سکتا ہے تو اس کے حرکت دینے سے اس کے موجود ہونے کو سمجھ لے۔ تن بجاں۔ انسان کے جسم کو روح حرکت دیتی ہے لیکن انسان اس روح کو نہیں دیکھ سکتا ہے۔

[۳] گفت او۔ عاشق نے کہا کہ اگر ادب کے سلسلہ میں مجھ سے حماقت ہوئی ہے تو اس سے درگذر کیجئے اور

خود ادب این بود و آں دیگر دنیں — زیں بتر باشد کہ دیدہ مش یقیں

خود ادب تو یہ تھا دوسری پوشیدہ (باتیں) — اس سے بدتر ہوگی کیونکہ ہم نے یقین کیسا اگو دیکھ لیا ہے

ہر چہ زیں کوزہ ترا ود بعد ازیں — یک نمط خواہد بدن جملہ چنیں

اس پیالے سے جو ٹپکتا ہے اس کے بعد — سب اسی طرح کا، ہوگا

قصۂ[1] صوفی کہ بخانہ آمد و زن را با بیگانہ دید

اُس صوفی کا قصہ جو گھر پر آیا اور اُس نے بیوی کو ایک اجنبی کے ساتھ دیکھا

صوفیے آمد بسوئے خانہ روز — خانہ یک در بود و زن با کفش دوز

دن میں ایک صوفی گھر میں آیا — گھر کا ایک دروازہ تھا اور بیوی موچی کیساتھ تھی

جفت گشتہ با حریفِ خویش زن — اندراں یک حجرہ از سوائے تن

بیوی اپنے یار کے ساتھ ہمبستر تھی — اُس ایک حجرے میں بدن کی خواہش کی وجہ سے

چوں بزد صوفی بجد در چاشتگاہ — ہر دو درماندند نے حیلت نہ راہ

جبکہ چاشت کے وقت صوفی نے سختی سے دروازہ پیٹا — دونوں عاجز ہوگئے، نہ تدبیر تھی نہ راستہ

ہیچ معہودش نہ بُد کو آں زماں — سُوئے خانہ باز گردد از دُکاں

اُس کا یہ کبھی معمول نہ تھا کہ وہ اس وقت — دُکان سے گھر کو لوٹ آئے

قاصدا[2] آں روز بیوقت آں مروع — از خیالے کرد با خانہ رجوع

اُس روز اُس مرعوب نے قصداً بے وقت — کسی خیال سے گھر واپسی کر دی

اعتمادِ زن براں کو ہیچ بار — ایں زماں نا خانہ نامد اُو ز کار

بیوی کو اس پر بھروسہ تھا کہ وہ کبھی بھی — اس وقت کام سے (فارغ ہوکر) گھر نہیں آیا ہے

آں قیاسش راست نامد از قضا — گرچہ ستارست ہم بدہد سزا

تقدیر سے اُس کا وہ قیاس درست نہ ہوا — اگرچہ وہ (خدا) پردہ پوش ہے، سزا بھی دیا کرتا ہے

چونکہ بد کردی بترس ایمن مباش — زانکہ تخم ست و بروید اند خداش

جبکہ تو نے بدی کی تو ڈر، مطمئن نہ ہو — کیونکہ وہ بیج ہے اور خدا اُس کو اُگا دیتا ہے

چند[3] گاہے او بپوشاند کہ تا — آید آخر زاں پشیمانی حیا

بہت سی مرتبہ وہ پردہ پوشی کرتا ہے تاکہ — بالآخر اُس شرمندگی سے حیا پیدا ہو جائے

حکایت بر سبیل تمثیل

مثالاً حکایت

---

[1] قصۂ صوفی۔ اس عاشق نے جس طرح اپنے جرم کے باوجود ڈھٹائی کا ثبوت دیا اسی طرح صوفی کی اس بیوی کی حالت ہے۔ خانہ یعنی گھر کا ایک دروازہ تھا یہ ممکن نہ تھا کہ موچی کو وہ دوسرے دروازے سے نکال دیتی۔ کفش دوز۔ موچی۔ حریف۔ ہم پیشہ، دوست، دشمن۔ و سوائے تن یعنی جسمانی شہوت۔ معہود یعنی صوفی کا اُس وقت گھر واپس آنے کا دستور نہ تھا۔

[2] قاصداً۔ صوفی جان بوجھ کر بے وقت گھر پر آیا۔ مروع۔ خوفزدہ، یعنی اُس کو بیوی کی بدچلنی کا اندیشہ تھا۔ اعتماد۔ بیوی کو اطمینان تھا کہ صوفی دکان سے شام کو ہی لوٹتا ہے۔ گرچہ۔ حضرت حق انسان کی پردہ پوشی کرتا ہے لیکن کبھی سزا کے طور پر رسوا بھی کر دیتا ہے۔

[3] چند گاہے۔ خدا کی ستاری اس لئے ہوتی ہے کہ شاید بندہ شرما کر خود بُرائی کو چھوڑ دے۔ حکایت۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عمر بھر ایک مرتبہ خطا پر پردہ پوشی کرتا ہے اور گناہ کے بار بار کرنے پر گرفت کرتا ہے۔

چوں عمرؓ آں شاہ و میرِ مومناں
جبکہ مومنوں کے شاہ اور امیر عمرؓ نے

دادِ دزدے را بجلادؔ و عواں
ایک چور کو جلاد اور سپاہی کے سپرد کیا

بانگ زد آں دزد کاے میرِ دیارؔ
وہ چور چیخا، کہ اے ملک کے حاکم!

اوّلیںؔ بارست جرمم زینہار
میری خطا پہلی بار ہے، معاف کیجئے

گفت امیرش حاش للہ کہ خدا
اُس سے امیر نے فرمایا، خدا بچائے کہ خدا

بارِ اوّل قہر راند در جزا
پہلی مرتبہ بدلے میں قہر فرمائے

بارہاؔ پوشد پئے اظہارِ فضل
وہ فضل کے اظہار کے لئے بارہا پردہ پوشی کرتا ہے

باز گیرد از پئے اظہارِ عدل
پھر عدل ظاہر کرنے کیلئے گرفت کرتا ہے

تاکہؔ ایں ہر دو صفت ظاہر شود
تاکہ یہ دونوں صفتیں ظاہر ہو جائیں

آں مبشر گردد ایں منذر شود
وہ خوشخبری دینے والی اور یہ ڈرانیوالی بنجائے

بارہا زن نیز آں بد کردہ بود
صوفی کی بیوی نے بھی بارہا وہ بدی کی تھی

سہل بگذشت آں و سہلش می نمود
جو آسانی سے گذر گئی اور اُس کو آسان نظر آئی

آں نمی دانست عقلِ پائی سست
وہ کمزور عقل والی یہ نہ جانتی تھی

کہ سبو دائم ز جو ناید درست
کہ ٹھلیا نہر سے ہمیشہ سالم نہیں لوٹتی ہے

آنچنانشؔ تنگ آورد آں قضا
اُس کو قضا نے ایسا تنگ کیا

کہ منافق را کند مرگ فجا
جسطرح اچانک موت منافق کو کرتی ہے

نے طریق و نے رفیق و نے اماں
نہ راستہ اور نہ ساتھی اور نہ اَمان

دست کردہ آں فرشتہ سوئے جاں
فرشتے نے جان کی طرف ہاتھ بڑھا دیا

آنچناں کہ زن دراں حجرہ خفا
جیساکہ عورت اُس خلوت کے حجرے میں

خشک شد او و حریفش ز ابتلا
وہ اور اُس کا یار مصیبت میں مبتلا ہونیسے خشک ہوگئے

گفت صوفی بادلِ خود کاے دو گبر
صوفی نے اپنے دل میں کہا کہ اے دو کافرو!

از شما کینہ کشم لیکن بصبر
میں تم سے بدلہ لوں گا لیکن صبر کے ساتھ

لیک نادانستہ آرم ایں نفس
لیکن اِس وقت ناواقف بن جاؤں گا

تا نگردد مطلع زیں حال کس
تاکہ اِس حالت سے کوئی واقف نہ ہو

از شما کینہ کشد پنہاں محق
حق دار تم سے خفیہ بدلہ لے گا

اندک اندک ہمچو بیماریِ دِق
آہستہ آہستہ جیساکہ دق کی بیماری

۱؎ جلاد۔ وہ شخص جو مجرموں کو سزا دیتا ہے۔ دیار۔ یعنی ملک۔ اوّلیں۔ یہ میں نے پہلی بار چوری کی ہے معاف کر دیجئے۔ بارہا۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ فضل کے اظہار کے لئے پردہ پوشی کرتا ہے اور پھر اظہارِ عدل کے لئے گرفت کرتا ہے۔

۲؎ تاکہ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ اپنی دونوں صفتوں کے اظہار کے لئے ہے اللہ کا فضل انسان کو خوشخبری دینے والا ہے اور اُسکا عدل مجرم کو خوف دلانیوالا ہے۔ بارہا بیوی اس سے پہلے بھی یہ گناہ کر چکی تھی اور اللہ کی ستاری نے اُس کی پردہ پوشی کی تھی لیکن وہ یہ نہ سمجھی کہ غلطی ہر بار معاف نہیں کی جاتی ہے۔

۳؎ آنچنانش۔ اُس بیوی کو قضاءِ خداوندی نے اِسطرح لاچار کر دیا جسطرح اچانک موت منافق کو کرتی ہے اور اُسکو توبہ کا موقع بھی نہیں دیتی ہے۔ فجا۔ فجاءۃ، اچانک۔ نے طریق۔ موت کے منافق کو لاچار کرنیکا بیان ہے۔ حجرہ خفا۔ وہی حجرہ جسمیں وہ چھپے ہوئے تھے۔ کینہ کشم۔ یعنی تم دونوں سے بدلہ لونگا لیکن صبر کے ساتھ لونگا۔ نادانستہ۔ یعنی تمہارے اِس فعل کو اَن دیکھا بناؤں گا تاکہ شور و شر نہ ہو اور محلہ والوں کو اُس کا پتہ نہ چلے۔ از شما۔ دق کی بیماری مریض کو گھلا دیتی ہے اور مریض کو اُس کا احساس نہیں ہوتا ہے۔

۹۸۹

مردِ دق باشد چو یخ ہر لحظہ کم	لیک پندارد بہر دم بہترم
مدقوق، برف کی طرح ہر لحظہ گھٹتا ہے	لیکن ہر وقت سمجھتا ہے کہ میں اچھا ہوں
ہمچو گفتارے کہ می گیرندش او	غرّہ آں گفت کایں گفتار کو
بجّو کی طرح جس کو گرفتار کرتے ہیں، وہ	وہ اس بات سے دھوکے میں ہے کہ بجّو کہاں ہے؟
نیست در سوراخ گفتار اے عمو	گشتہ او مغرور تر زیں گفتگو
اے چچا! بھٹ میں بجّو نہیں ہے	وہ اس گفتگو سے (اور) زیادہ دھوکے میں پڑ گیا
ایں ہمی گویند و بندش می نہند	او خوش و آسودہ کز من غافل اند
وہ یہ کہتے ہیں اور اس کو پکڑ لیتے ہیں	وہ خوش اور مطمئن ہے کہ مجھ سے غافل ہیں
ہیچ پنہاں خانہ آں زن را نبود	سَمچ و دہلیز و رہِ بالا نبود
اس عورت کے چھپنے کی کوئی جگہ نہ تھی	نہ خانہ اور ڈیوڑھی اور اوپر کا راستہ نہ تھا
نے تنورے کہ درو پنہاں شود	نے جوالے کہ حجابِ آں شود
نہ کوئی تنور کہ اس میں چھپ جائے	نہ کوئی بورا کہ اس کا پردہ بن جائے
ہمچو عرصۂ پہن روزِ رستخیز	نے گوو نے پشتہ نے جائے گریز
حشر کے دن میدان کی طرح سپاٹ	نہ گڑھا اور نہ دیوار نہ بھاگنے کی جگہ
گفت یزداں وصفِ آں جائے حرج	بہرِ محشر لاتریٰ فیہا عوج
اس تنگی کی جگہ کے لئے خدا نے فرمایا	محشر کے لئے، تو اس میں کبھی نہ دیکھے گا

معشوق را زیرِ چادر پنہاں کردن جہت تلبیس و بہانہ و مکر کہ انّ کیدکنّ عظیم

تلبیس اور بہانہ اور مکر کے لئے معشوق کو چادر کے نیچے چھپانا کیونکہ بیشک تمہارا مکر بڑا ہے۔

چادرِ خود را برو افگند زود	مرد را زن کرد و در را برکشود
اس نے جلدی سے اس پر چادر ڈال دی	مرد کو عورت بنایا اور دروازہ کھول دیا
زیرِ چادر مرد رسوا و عیاں	سخت پیدا چوں شتر بر نردباں
چادر میں مرد رسوا اور کھلا ہوا	پورا ظاہر، جیسا کہ سیڑھی پر اونٹ
از تعجب گفت صوفی چیست ایں	ہرگز ایں را من ندیدم کیست ایں
صوفی نے تعجب سے کہا یہ کیا ہے؟	میں نے اس کو کبھی نہیں دیکھا یہ کون ہے؟

ا۔ یخ: برف آہستہ آہستہ پگھل کر ختم ہو جاتی ہے۔ گفتار: بجّو کے شکاری بجّو کے بھٹ کے پاس آپس میں زور زور سے کہنے لگتے ہیں کہ بجّو بھٹ میں نہیں ہے۔ بجّو ان کی باتوں سے مطمئن ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور گرفتار ہو جاتا ہے۔ ہیچ: اس گھر میں بیوی کے چھپنے کیلئے کوئی جگہ نہ تھی۔

۲۔ سمچ: پہاڑ کی کھوہ۔ خانہ۔ رہ بالا: زینہ۔ جوال: بورا۔ گو: گڑھا۔ پشتہ: یعنی دیوار۔ گریز: قرآن پاک میں ہے۔ ویسئلونک عن الجبال فقل ینسفها ربی نسفا فیذرها قاعا صفصفا لا ترى فیها عوجا ولا امتا۔ اور اے پیغمبر تم سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہہ دو میرا پروردگار انکو اڑا دیگا اور زمین کو ہموار میدان کر دیگا کہ جس میں تو نہ تو موڑ دیکھے گا اور نہ اونچ نیچ۔

۳۔ حرج: تنگی، گناہ۔ عوج: ٹیڑھ۔ چادر: یعنی بیوی نے اس موچی کو چادر اڑھا دی تاکہ صوفی اسکو مرد کی بجائے عورت سمجھے اور دروازہ کھول کر اسکو نکال دے۔ زیر چادر: چادر میں وہ مرد نہ چھپ سکا اور اسطرح اسکا مرد ہونا ظاہر تھا جیسا کہ سیڑھی پر اونٹ پوشیدہ نہیں بلکہ ظاہر ہوتا ہے۔ از تعجب: چونکہ صوفی نے طے کر لیا تھا کہ اس واقعہ کو ان دیکھا بنا دیگا تو تعجب سے بیوی سے دریافت

گفت خاتونیست از اعیانِ شہر
اُس نے کہا شہر کے بڑے لوگوں میں سے ایک بی بی
مرد را از مال و اقبال ست بہر
جس کا مال اور خوش نصیبی میں حصہ ہے

در بہ بستم تا کسے بیگانۂ
میں نے دروازہ بند کر دیا تھا تاکہ کوئی غیر
در نیاید زود نادانا نۂ
نادانستگی میں جلدی سے اندر نہ آجائے

گفت صوفی چیستش ہیں خدمتے
صوفی نے کہا ہاں اُس کا کام کیا ہے؟
تا برآرم بے سپاس و منتے
تاکہ میں بغیر شکرگزاری اور احسان کے کردوں

گفت میلش خویشی و پیوستگی ست
اُس نے کہا اُس کی خواہش اپنائیت اور رشتہ ہے
نیک خاتونے ست حق داند کہ کیست
بھلی بی بی ہے، خدا جانے کون ہے؟

یک پسر دارد کہ اندر شہر نیست
اُس کے ایک لڑکا ہے، جو شہر میں نہیں ہے
خوب و زیرک چابک و مکسب کنیست
خوبصورت اور عقلمند اور چست اور کماؤ ہے

خواست دختر را بہ بیند زیر دست
اُس نے چاہا کر لڑکی کو چھپ کر دیکھ لے
اتفاقاً دختر اندر مکتب ست
اتفاقاً لڑکی مکتب میں ہے

باز گفت ار آرد باشد یا سبوس
پھر اُس نے کہا، وہ آٹا ہے یا بھوسی
می کنم اُورا بجان و دل عروس
میں اُس کو جان و دل سے دُلہن بنالوں گی

گفت صوفی ما فقیر و زاد کم
صوفی نے کہا ہم فقیر ہیں اور مال کم ہے
قوم خاتون مالدار و محتشم
بی بی کی قوم مالدار اور باعزت ہے

کے بُود ایں کفوِ ایشاں در زِواج
یہ لڑکی، نکاح میں اُن کا جوڑ کہاں ہے؟
یک در از چوب و درِ دیگر زعاج
ایک پٹ لکڑی کا اور دوسرا پٹ ہاتھی دانت کا

کفو باید ہر دو جفت اندر نکاح
نکاح میں دونوں کا جوڑ ہونا چاہیے
ورنہ تنگ آید نماند ارتیاح
ورنہ شرم آئے گی، آسودگی نہ ہوگی

کے بُود ہم رنگ فقر و احتشام
دولتمندی اور فقر ہم رنگ کب ہوتے ہیں!
چوں شود ہمجنس یاقوت و رُخام
یاقوت اور سنگِ مرمر ہم جنس کہاں ہیں!

جامہ نیمے اطلس و نیمے پلاس
آدھا کپڑا اطلس اور آدھا ٹاٹ
عیب باشد نزدِ اصحابِ شناس
پہچان والوں کے نزدیک عیب ہوتا ہے

با کبوتر باز کے شُد ہم نفس
باز، کبوتر کا ساتھی کب ہوا ہے؟
کے شود ہمراز عنقا با مگس
عنقا، مکھی کا ہمراز کب ہوا ہے؟

---

۱ اعیانِ شہر: شہر کے بڑے لوگ۔ مرد را۔ یعنی بہت مالدار اور باعزت عورت ہے۔ ذر۔ میں نے دروازہ بند کر دیا تھا تاکہ اچانک کوئی گھر میں نہ آجائے اور اُسکی بے پردگی اور بے عزتی نہ ہو۔ گفت صوفی نے کہا ایسی معزز عورت ہے تو وہ کس کام کو آئی تھی مجھے بتا تاکہ جلد اُس کا کام کر دوں۔

۲ میلش۔ بیوی نے کہا وہ رشتہ لیکر آئی تھی۔ خواست۔ اُسکے آنیکا مقصد ہماری لڑکی کو دیکھنا تھا۔ باز گفت چونکہ لڑکی مدرسہ گئی تھی اور وہ لڑکی کو نہ دیکھ سکی تو کہنے لگی خواہ بچی کی صورت کیسی ہی ہو میں تو اُسکو اپنی دلہن بناؤں گی۔ گفت صوفی صوفی نے بیوی سے کہا لڑکی بہت غریب گھرانے کی اور لڑکا رئیس گھرانے کا یہ بے جوڑ بات ہے یہ تو ایسا ہی ہے کہ دروازے کا ایک کواڑ لکڑی کا اور ایک کواڑ ہاتھی دانت کا ہو۔

۳ ورنہ۔ اگر میاں بیوی یکساں نہ ہوں تو اختلاف رہتا ہے۔ ارتیاح۔ راحت پانا۔ کے بُود۔ یہ جوڑ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ فقیر اور دولت مندی کا جوڑ یا یاقوت اور سنگ مرمر کا جوڑ۔ جامہ اطلس میں ٹاٹ کا پیوند عقلمندوں کے نزدیک بُرا ہے۔ با کبوتر۔ کبوتر اور باز کا، عنقا اور مکھی کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

گفتنِ زن کہ اُو در بندِ جہاز نیست مُرادِ اُو سَتر و صلاح ست

بیوی کا کہنا کہ وہ جہیز کے فکر میں نہیں ہے اُس کا مقصد پردہ پوشی اور نیکی ہے

وجواب گفتنِ صوفی آں سِرّ پوشیدہ را

اور صوفی کا اُس پوشیدہ راز کا جواب دینا

گفت گفتم من چنیں عذرے و اُو — گفت نے من نیستم اسباب جُو

اُس (بیوی) نے کہا، میں نے اِس طرح کا عذر کیا اور اُس نے — کہا، نہیں، میں سامان کی جُستجو میں نہیں ہوں

ما ملولیم از قماشش و زر و سیم — فارغیم و تخمہ از مالِ عظیم

ہم تو کپڑے اور سونے اور چاندی سے اُکتا گئے ہیں — ہم بے نیاز ہیں اور زیادہ دولت سے پیٹ بھرے ہیں

ما ز مال و زر ملول و تخمہ ایم — ما بحرص و جمع نے چوں عامیم

ہم مال اور سونے سے اُکتائے ہوئے اور پیٹ بھرے ہیں — ہم عوام کی طرح لالچ اور جوڑنے میں نہیں ہیں

قصدِ ما سِتر ست و پاکی و صلاح — در دو عالم خود بداں باشد فلاح

ہمارا مقصد پردہ پوشی اور پاکی اور نیکی ہے — دونوں جہان میں اِسی سے نجات ہے

باز صوفی عذرِ درویشی بگفت — و آں مکرّر کرد تا نہ بُود نہفت

صوفی نے پھر افلاس کا عذر کیا — اور اُس کو دُہرایا، تاکہ چھپا نہ رہے

گفت زن من ہم مکرّر کردہ ام — بے جہازی را مقرّر کردہ ام

بیوی نے کہا میں بھی دُہرا چکی ہوں — بے سروسامانی کو واضح کر چکی ہوں

اعتمادِ اُوست راسخ تر ز کوہ — کہ ز صد فقرش نمی آید شکوہ

اُس کا ارادہ پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط ہے — سو افلاس سے بھی اُس کو ڈر نہیں ہے

اُو ہمی گوید مُرادم عفت است — از شما مقصود صدق و ہمت است

وہ یہی کہتی ہے کہ میرا مقصد پاکدامنی ہے — تم سے (میرا) مقصود سچائی اور باطنی توجہ ہے

گفت صوفی خود جہاز و مالِ ما — دید و می بیند ہویدا بے خفا

صوفی نے کہا اُس نے ہمارا سامان اور مال — دیکھ لیا ہے اور صاف بغیر کسی پوشیدگی کے دیکھتی ہے

خانۂ تنگے مقامِ یک تنے — کہ در و پنہاں نماند سوزنے

تنگ گھر، ایک شخص کی جگہ — کہ جس میں ایک سوئی بھی نہ چھپ سکے

نہالتہم یعنی جہیز کے طالب نہیں ہیں وہ تو پردہ پوشی اور نیکی کے طلبگار ہیں۔ اور صوفی نے اُسکو طنزاً جواب دیا۔ ما ملولیم۔ بیوی نے کہا وہ عورت کہتی تھی کہ ہم تو دولت سے عاجز آگئے ہیں ہمارے یہاں جو دولت ہے وہی ہماری پرشیوبی ہے۔ ما ز مال۔ بیوی نے کہا وہ عورت یہ بھی کہہ رہی تھی کہ ہم عوام کی طرح مال کے لالچی اور حریص نہیں ہیں۔ ۵ قصدِ ما۔ ہم تو ایسی لڑکی چاہتے ہیں جو پردہ نشین اور نیک ہو دونوں جہانوں میں انہی چیزوں سے بھلائی حاصل ہوتی ہے۔ باز صوفی۔ صوفی نے پھر اپنی تنگدستی کا اظہار کیا تاکہ بات چھپی نہ رہے۔ گفت زن۔ بیوی نے صوفی سے کہا میں اپنی غربت خوب بیان کر چکی ہوں لیکن وہ اپنی بات پر قائم ہوتی ہے۔ اور ہماری غربت سے نہیں گھبراتی ہے۔ اُو ہمی گوید وہ برابر یہی کہتی ہے کہ ہم تمہارے مال کے پیشِ نظر رشتہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ تمہاری سچائی اور دعاؤں کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ ۳ گفت صوفی۔ صوفی نے اب تک تو ایسا طرز کلام اختیار کر رکھا تھا جس سے بیوی یہ نہ سمجھے کہ وہ اُس کی خباثت سے باخبر ہو گیا ہے اب آئندہ گفتگو میں اُس نے ایسے طنزیہ فقرے استعمال کئے جس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ بیوی کی بدچلنی سے واقف ہو گیا ہے۔ خانہ۔ یعنی اُس نے یہ تو دیکھ ہی لیا ہے کہ ہمارا گھر ایسا مختصر ہے کہ اُس میں سوئی بھی نہیں چھپ سکتی ہے۔

456

بازْ ستر و پاکی و زُہد و صَلاح | اُو زما بہ داند اندر انتصاح
پھر پردہ پوشی اور پاکی اور زہد اور نیکی | نصیحت پکڑنے میں وہ ہم سے بہتر جانتی ہے

بہ زما می داند اُو احوالِ ستر | وز پس و پیش و سر و دنبالِ ستر
پردہ پوشی کے احوال وہ ہم سے بہتر جانتی ہے | اور پردہ پوشی کا آگا پیچھا اور سر اور پیر

بے جہازی خود عیاں ہمچوں خورست | وز صلاح و ستر اُو واقف ترست
بے سروسامانی سورج کی طرح خود ظاہر ہے | نیکی اور پردہ پوشی سے وہ زیادہ واقف ہے

ظاہر آں اُو بے جہاز و خادم ست | وز صَلاح و ستر اُو خود عالم ست
ظاہر ہے کہ وہ (لڑکی) بغیر جہیز اور خادم کے ہے | اور اُسکی نیکی اور پردہ پوشی کو وہ (بی بی) خود جانتی ہے

شرحؔ مستوری ز بابا شرط نیست | چوں برِ اُو پیدا چو روزِ روشنست
(اُس لڑکی کی) پردہ پوشی کی تشریح باپ کیجانب سے ضروری نہیں | چونکہ اُس (بی بی) پر روزِ روشن کی طرح واضح ہے

ایں حکایت را بداں گفتم کہ تا | لاف کم بافی چو رسوا شد خطا
یہ قصہ میں نے اِس لئے کہہ دیا ہے، تاکہ | جب غلط کاری رسوا ہوگئی ہو تو شیخی نہ بگھارے

مر ترا ہم اے بدعوی مُستزاد | ایں بُد سنت اجتہاد و اعتقاد
اے بلند بانگ دعوے والے! تیرا بھی | یہی اجتہاد اور اعتقاد تیرے پاس ہے

چوں زنِ صوفی تو خائن بودۂ | دامِ مکر اندر دغا بگشودۂ
صوفی کی بیوی کی طرح تو بھی خائن ہے | تو نے دغا بازی میں مکر کا جال پھیلایا ہے

کہ ز ہر ناشُستہ روئی گپ زنی | شرم داری وز خدای خویش نی
کہ ہر بُرائی کے بارے میں تو گپیں مارتا ہے | تو شرم کرتا ہے اور اپنے خدا سے نہیں کرتا ہے

بیانِ آنکہ غرض از بصیر و سمیع و علیم گفتنِ حق را چیست

اِس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کو بصیر اور سمیع اور علیم کہنے کا مقصد کیا ہے

از پئے آں گفت حق خود را بصیر | کہ بُود دیدِ ویت ہر دم نذیر
اللہ (تعالیٰ) نے اپنے آپ کو بصیر اسی لئے فرمایا ہے | تاکہ اُس کا تجھے دیکھنا ہر وقت ڈرانے والا ہے

از پئے آں گفت حق خود را سمیع | تا بہ بندی لب ز گفتارِ شنیع
اللہ (تعالیٰ) نے اپنے آپ کو سننے والا اسلئے فرمایا ہے | تاکہ تو بُری گفتگو سے ہونٹ بند کرلے

نہیں رہ سکتا، وہ بصیر ہے اُسکی بصارت سے کوئی چیز نہیں چھپ سکتی ہے تو اب اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسمار کی بحث شروع کرکے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسماء صفاتی جن صفات سے بنے ہیں وہ صفت حضرتِ حق تعالیٰ میں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ سمیع۔ اللہ تعالیٰ سمیع ہیں وہ سب کچھ سنتا ہے تو اُسکا تقاضہ ہے کہ انسان اپنی زبان سے کوئی بُری بات نہ نکالے اور یہ سمجھے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ اُسکو سنتا ہے۔

۵۱ باز۔ اب رہی پاکی اور نیکی کی بات تو اگرچہ اُس کو نصیحت حاصل کرنی ہے تو وہ ہم سے بھی زیادہ جانتی ہے۔ می داند۔ اُسکو ہمارے پردے کا حال تو بہت اچھی طرح معلوم ہوگیا ہے مثلاً جہازی۔ ہماری بے سروسامانی اور نیکی اور پردے سے اچھی طرح واقف ہوچکی ہے۔ ظاہراً لڑکی کا بے جہیز اور بغیر خادم کے ہونا تو ظاہر تھا ہی اب وہ نیکی اور پردہ پوشی سے بھی واقف ہوگئی ہے۔ ۵۲ شرحِ مستوری۔ لڑکی کی پردہ پوشی کو باپ کیا بیان کرے اُس سے وہ خود واقف ہوچکی ہے اور یہ بات روزِ روشن کی طرح اُس پر کھل گئی ہے۔ ایں حکایت۔ باغ والی معشوقہ نے عاشق کو یہ قصہ سنا کر کہا کہ یہ قصہ میں نے تجھے اسلئے سنایا ہے کہ جب تیری بے ادبی کھل گئی ہے تو وفاداری وغیرہ کے دعوے نہ کر۔ مرترا۔ اُس معشوقہ نے اُس عاشق سے کہا کہ تیری حالت اُسی صوفی کی بیوی کی سی ہے اور صوفی کی بیوی کیطرح تو بھی خائن ہوتے ہوئے مکر اور دغا کا جال پھیلا رہا ہے اور ہر عیب اپنے آپ کو بَری ظاہر کر رہا ہے تو لوگوں سے شرماتا ہے اور خدا سے نہیں شرماتا ہے۔ ۵۳ بیان۔ چونکہ عاشق نے معشوقہ کو تنہا پایا اور اُسکو یہ شبہ نہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور وہ علیم ہے اُسکے احاطہ علمی سے کوئی واقعہ باہر

ازپئے آں گفت حق خود را علیم
اللہ (تعالیٰ) نے اپنے آپ کو جاننے والا اسی لئے فرمایا
تا نیندیشی فسادے تو زِ بیم
تاکہ ڈر کر تو کوئی بُری بات نہ سوچے

نیست اینہا بر خدا اسمِ علم [۵۱]
یہ نام خدا کی محض شناخت کے لئے نہیں ہیں
کہ سیہ کافور دارد نام ہم
کیونکہ حبشی کا نام کافور بھی ہوتا ہے

اسمِ مشتق ست زاوصافِ قدیم
یہ نام قدیم صفات سے بنے ہیں
نے مثالِ علتِ اُولیٰ سقیم
(اللہ تعالیٰ) علتِ اولیٰ کی طرح ناقص نہیں ہے

ورنہ [۵۲] تسخر باشد و طنز و دہا
ورنہ مذاق اور طنز اور مکر ہو گا
کر را سامع ضریراں را ضیا
بہرے کو سننے والا اور اندھوں کو روشنی (والا کہنا)

یا علم باشد حیی نامِ وقیح
یا کسی بے شرم کا نام، حیادار ہو
یا سیاہ و زشت را نامِ صبیح
یا کالے اور بدصورت کا نام حسین (ہو)

طفلکِ نوزادہ را حاجی لقب
نئے پیدا ہوئے ننھے بچے کا حاجی لقب
یا لقب غازی نہی بہرِ نسب
یا غازی لقب نسب کی وجہ سے تو رکھدے (مناسب ہے)

گر بگویند ایں لقبہا در مدیح
(لیکن) اگر تعریف کے موقع پر یہ القاب بیان ہیں
چوں ندارد آں صفت نبود صحیح
جبکہ اُس میں وہ خوبی نہیں ہے تو درست نہیں ہے

تسخر و طنزے بود آں یا جنوں
مذاق اور طنز یا پاگل پن ہو گا
پاک حق عما یقول الظالمون
اللہ (تعالیٰ) اُس سے پاک ہے جو ظالم کہتے ہیں

من ہمی دانستمت پیش از وصال
میں ملنے سے پہلے ہی تجھے سمجھ گئی تھی
کہ نکو روئی و لیکن بد خصال
کہ تو اچھی صورت والا ہے لیکن بدعادت ہے

من [۵۳] ہمی دانستمت پیش از لقا
میں تیرے بارے میں ملاقات سے پہلے جان گئی تھی
کز ستیزہ راسخی اندر شقا
کہ تو جھگڑالو ہونے کی وجہ سے بدبختی میں پختہ ہے

چونکہ چشمم سرخ باشد در عمش
جب آنکھیں دکھنے میں میری آنکھیں سرخ ہوں
دانمش زاں درد گر کم بینمش
میں اُسکو اُس درد سے جان جاتی ہوں اگرچہ اُسکو نہیں دیکھتی ہوں

بے حیا۔ صبیح حسین۔ طفلک۔ باپ کے حاجی یا غازی ہونے کی وجہ سے کسی بچہ کا نام حاجی یا غازی محض پہچان کے لئے رکھ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ گر بگویند۔ اگر یہی الفاظ اُس بچہ کی تعریف میں بولے جائیں جس میں وہ صفت نہیں ہے تو یہ محض ایک مذاق ہوگا ۔۔۔۔ [۵۳] من ہمی۔ معشوقہ نے اُس عاشق سے کہا میں ملاقات سے پہلے سمجھ گئی تھی کہ تو بدبخت ہے۔ چونکہ۔ کسی چیز کا مشاہدہ ہی علم کے لئے ضروری نہیں ہے۔ اُس چیز کے آثار سے بھی علم حاصل ہو جاتا ہے۔ آنکھیں دکھنے میں جب سُرخ ہو جاتی ہیں اگرچہ سرخی کو انسان نہیں دیکھتا ہے لیکن درد سے سمجھ جاتا ہے کہ آنکھیں سُرخ ہیں۔

[۵۱] اسمِ علم۔ وہ نام ہوتا ہے جو محض مسمّیٰ کی شناخت کیلئے رکھ دیا جاتا ہے قطع نظر اس سے کہ اُس مسمّیٰ میں وہ صفت موجود ہے یا نہیں جس سے وہ اسم بنا ہے۔ جیسے حبشی کے رہنے والے کا نام کافور رکھ دیا جاتا ہے حالانکہ اُس حبشی میں نہ کافور کی سی سفیدی ہے نہ خوشبو۔ اسمِ مشتق است۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء اُس کی قدیم صفات سے بنے ہیں جن میں اُن صفات کے معانی موجود ہیں سمیع صفتِ سمع سے بنا ہے اور اُس میں قوتِ سماع موجود ہے اسی طرح علیم صفتِ علم سے بنا ہے اللہ تعالیٰ صفتِ علم سے متصف ہے۔ نے مثال۔ فلاسفہ حضرت حق سبحانہٗ کو علتِ اولیٰ قرار دیتے ہیں اور اُس سے صرف معلولِ اوّل کا ثبوت بطریق وجوب مانتے ہیں مولانا فرماتے ہیں کہ حضرتِ حق علتِ اولیٰ کی طرح نہیں ہے کہ اُس سے صرف معلولِ اوّل کا تعلق ہو اور وہ بھی بر سبیلِ وجوب بلکہ تمام اشیاء کا صرف وہی خالق ہے اور اپنی تمام صفات سے متصف ہے اور وہ تمام کائنات کی علت ہے اور اُسکی صفات کا تعلق بھی تمام کائنات سے ہے۔

[۵۲] ورنہ۔ اگر اللہ تعالیٰ کو اِس صفت سے متصف نہ مانا جائے جس سے اسم وصفی بنا ہے تو یہ محض تمسخر ہو گا بہرے کو سمیع کہنا، اندھے کو ضیاء کہنا مذاق ہے۔ جیسے حیادار وقیح۔

۱۲۸۹

تو[۱] مرا چوں برہ دیدی بے شُباں
تو مجھے بلا گڈریے والی بکری کا بچہ سمجھا
تو گماں بُردی ندارم پاسباں
تو نے خیال کیا کہ میرا کوئی نگہبان نہیں ہے

عاشقاں از درد زاں نالیدہ اَند
عاشق درد میں اسی وجہ سے روتے ہیں
کہ نظر نا جائگہ مالیدہ اَند
کہ بے موقع نظر بازی کرتے ہیں

بے شُباں دانستہ اند آں ظبی را
انھوں نے اُس ہرنی کو بے محافظ سمجھا
رائگاں دانستہ اند آں سبی را
انھوں نے اُس قیدی کو مفت جانا

تا ز غیرت تیر آمد بر جگر
یہاں تک کہ غیرتِ خداوندی سے جگر پر تیر لگا
کہ منم حارِس گزافہ کم نگر
کہ میں نگہبان ہوں، بیہودہ نگاہ نہ ڈال

کے کم از برہ کم از بز غالہ ام
میں بکری اور بھیڑ کے بچے سے کم کب ہوں
کہ نباشد حارِسے از دُنبالہ ام
کہ میرے پیچھے نگہبان نہ ہوگا

حارِسے[۲] دارم کہ مُلکش می سزد
میں وہ نگہبان رکھتی ہوں جس کو حکومت سزاوار ہے
داند آں بادے کہ بر من می وزد
وہ اُس ہوا کو (بھی) جانتا ہے جو مجھ پر چلتی ہے

سرد بُود آں باد یا گرم آں علیم
وہ جانتا ہے، کہ وہ ہوا ٹھنڈی تھی یا گرم
نیست غافل نیست غائب اے سقیم
اے بیمار! وہ نہ غافل ہے، نہ غائب ہے

نفسِ شہوانی ندارد نورِ جاں
شہوت والا نفس رُوح کا نور نہیں رکھتا ہے
من بدل کوریت می دیدم عیاں
میں دل کے ذریعہ تیرے اندھے پن کا مشاہدہ کر رہی

نفسِ شہوانی ز حق کر ست و کور
شہوت والا نفس اللہ (تعالیٰ) سے بہرا اور اندھا ہے
من بدل کوریت می دیدم ز دُور
میں نے دل کے ذریعہ دور سے تیرے اندھے پن کو دیکھ لیا تھا

ہشت[۳] سالت زاں نپرسیدم بہیچ
اسی وجہ سے آٹھ سال سے میں نے تجھے نہیں پوچھا
کہ پُرت دیدم ز جہل و پیچ پیچ
کیونکہ میں نے تجھے نادانی اور اُلجھن سے پُر دیکھ لیا تھا

خود چہ پرسم زانکہ اُو باشد تنوں
جو بھٹی میں ہو اُس کے بارے میں کیا پوچھوں
کہ تو چونی چوں بُود اُو سرنگوں
کہ تو کیسا ہے؟ جبکہ وہ اوندھا ہے

مثل آنکہ گلخن و تقویٰ حمّام و توانگراں سرگیں کشانند
اس کی مثال کہ دنیا بھٹی اور تقویٰ حمام اور مالدار اُپلے ڈالنے والے ہیں

---

۱ تو مرا۔ معشوقہ نے اُس عاشق سے کہا کہ تُو نے مجھے بے رکھوالا۔۔۔۔ بکری کا بچہ سمجھا اور مجھے بغیر نگہبان کے جانا۔ کہ نظر۔ نظر بازوں کا رونا دھونا اُنکے گناہ کی سزا ہے۔ ظبی۔ یعنی معشوقہ بسبی۔ قیدی عورت۔ غیرت۔ یعنی غیرت خداوندی۔ حارس۔ نگہبان۔ برّہ۔ بکری کا بچہ۔ بزغالہ۔ پہاڑی بکری۔

۲ حارسے۔ یعنی میرا محافظ وہ خدا ہے جو علیم و خبیر ہے وہ اُس ہوا کو بھی جان لیتا ہے جو میرے اوپر سے گذرتی ہے۔ نفسِ شہوانی۔ تیرا نفس شہوت پرست ہے جس میں روح کا کوئی نور نہیں ہوتا ہے اور وہ اللہ کے معاملہ میں اندھا بہرا ہوتا ہے۔

۳ ہشت۔ تو آٹھ سال سے میرے فراق میں ہے چونکہ میں سمجھتی تھی کہ تو جہل اور نادانی سے پُر ہے لہٰذا میں نے تیری کوئی پروا نہیں کی۔ خود۔ جو شخص خود تباہی کی بھٹی میں گرا ہوا اُس کے احوال معلوم کرنا بے وقوفی ہے۔ تون۔ بھٹی کا دھندلکا۔ مثل۔ حمام میں پانی گرم کرنے کے لئے بھٹی بنائی جاتی ہے جس میں گوبر اور کوڑا کرکٹ جلایا جاتا ہے حمام کے خدمتگار اُس بھٹی میں گوبر وغیرہ لاکر ڈالتے ہیں اور گندے رہتے ہیں حمام میں نہانے والے اپنے بدن کا میل کچیل صاف کر کے نکلتے ہیں تو دنیا کا مال بھٹی کے ایندھن کی طرح ہے اور دنیا دار بھٹی روشن کرنے والوں کی طرح ہیں اور مُتقی حمام میں نہانے والوں کی طرح ہیں۔

۶۹۵

شہوتِ دنیا مثالِ گلخن ست — کہ ازو حمامِ تقویٰ روشن ست

دنیا کی شہوت بھٹی جیسی ہے — جس سے پرہیزگاری کا حمام روشن ہے

لیکؔ قسمِ متقی زیں توں صفاست — زانکہ در گرمابہ است و در نقاست

لیکن اِس بھٹی سے متقی کا حصہ، صفائی ہے — کیونکہ وہ حمام میں ہے اور پرہیزگاری میں ہے

اغنیا ماننده سرگیں کشاں — بہرِ آتش کردنِ گرمابہ داں

مالداروں کو، اُپلے لانے والوں کی طرح — حمام کو گرمانے کے لئے، سمجھ

اندر ایشاں حرص بنہاده خدا — تا بُود گرمابہ گرم و بانوا

اللہ (تعالےٰ) نے اُن میں حرص رکھدی ہے — تاکہ حمام گرم اور پُر رونق ہو

ترکِ ایں توں گیر و در گرمابہ داں — ترکِ توں را عینِ آں گرمابہ داں

اس بھٹی کو چھوڑ اور حمام میں جا — بھٹی کو چھوڑنا، بعینہٖ حمام سمجھ

ہرؔ کہ در توں ست او چوں خادم ست — مر اورا کہ صابر ست و حازم ست

جو بھٹی میں ہے وہ خادم جیسا ہے — اُس شخص کے لئے جو صابر اور محتاط ہے

ہر کہ در حمام شد سیمائے او — ہست پیدا بر رُخِ زیبائے او

جو شخص حمام میں چلا گیا، اُس کی علامت — اُس کے حسین چہرے پر ظاہر ہے

تونیاں را نیز سیما آشکار — از لباس و از دُخان و از غبار

بھٹی والوں کی علامت بھی ظاہر ہے — کپڑوں اور دھوئیں اور غبار سے

ورنہ بینی رُوش بُویش را بگیر — بُو عصا آمد برائے ہر ضریر

اگر تو اُس کا چہرہ نہیں دیکھتا ہے اُسکی بُو لے — بُو، ہر اندھے کی لاٹھی ہے

گرؔ نداری بُو در آرش در سخن — از حدیثِ نو بداں رازِ کہن

اگر تجھے سونگھنا نہیں آتا، اُس سے بات کر — نئی بات سے پُرانا راز سمجھ لے

پس بگوید تونی صاحب ذہب — بست سلہ چرک بُردم تا بشب

سونے کا مالک، بھٹی والا کہتا ہے — میں رات تک گوبر کے بیس ٹوکرے اٹھا لے گیا ہوں

حرصِ تو چوں آتش ست اندر جہاں — باز کرده ہر زبانہ صد دہاں

دنیا میں تیری حرص آگ کی طرح ہے — ہر شعلہ نے سَو مُنہ پھیلا رکھے ہیں

پیشِ عقل ایں زر چو سرگیں ناخوش ست — گرچہ چوں سرگیں فروغِ آتش ست

عقل کے نزدیک یہ سونا گوبر کی طرح بُرا ہے — اگرچہ وہ گوبر کی طرح آگ کی چمک والا ہے

ف۱ لیک۔ متقی اِس دنیا کے حمام سے پاک و صاف بن سکتا ہے۔ گرمابہ۔ حمام۔ اندر ایشاں۔ دنیاداروں میں دولت کی حرص نہ ہوتی تو یہ بھٹی گرم نہ ہوتی۔ ترک۔ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ بھٹی کا رُخ نہ کرے حمام میں داخل ہو۔

ف۲ ہر کہ۔ دنیاداروں نے اہلِ تقویٰ کو دنیا کے کاموں سے فارغ کر دیا ہے ورنہ اُن کو خود مصروف ہونا پڑتا۔ تو گویا دنیا دار متقیوں کے خدمت گذار اور خادم ہیں۔ در حمام شد۔ تقوے کے آثار چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں۔ تونیاں۔ دنیا داروں کے احوال اُن کی علامتوں سے پہچان لئے جاتے ہیں۔ ورنہ۔ اگر تم میں یہ استعداد نہیں ہے کہ دنیاداروں کے چہرے سے اُن کے احوال پڑھ لو۔ تو بویش یعنی اُنکی عادتوں سے اُن کے احوال سمجھ لو۔ بُو۔ اندھا چونکہ نہیں دیکھ سکتا ہے وہ خوشبو سے چیز کی حقیقت سمجھ لیتا ہے۔

ف۳ گر نداری بو۔ اگر تم اُن کی عادتوں سے اُنکے احوال سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتے ہو تو اُنکی گفتگو سے اُنکے احوال سمجھ لو۔ پس بگوید۔ مالدار، دنیادار کہے گا کہ آج میں نے بیس ٹوکرے گوبر کمایا۔ حرص تو۔ حرص سے بھی ایسے ہی شعلے پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ گوبر کے اُپلوں سے۔ پیش عقل۔ عقلمند گوبر اور سونے کو برابر سمجھتا ہے کیونکہ وہ سونا آتشِ حرص کو اسیطرح فروغ دیتا ہے جس طرح گوبر آگ کو فروغ دیتا

آفتابے کہ دم از آتش زند
سورج جو آگ کا دم بھرتا ہے
چرکِ تر را لائقِ آتش کند
تر گوبر کو آگ کے قابل بناتا ہے

آفتاب[1] آں سنگ را ہم کرد زر
سورج نے پتھر کو بھی سونا بنایا ہے
تا بتونِ حرص اُفتد صد شرر
تاکہ لالچ کی بھٹی میں سو چنگاریاں پیدا ہوں

آنکہ گوید مال گرد آوردہ ام
جو یہ کہتا ہے کہ میں نے مال جمع کیا ہے
چیست یعنی چرک چندیں کردہ ام
کیا ہے؟ یعنی اتنا گوبر حاصل کیا ہے

ایں سخن گرچہ رُسوائی فزاست
یہ بات اگرچہ رُسوائی میں اضافہ کرنے والی ہے
درمیانِ تونیاں زیں فخر ہاست
بھٹی والوں میں اس پر بڑا فخر کیا جاتا ہے

کہ تو شش سلّہ کشیدی تا بشب
کہ تو نے رات تک چھ ٹوکرے حاصل کئے
مَن کشیدم بست سلّہ بے کرب
میں نے آسانی سے بیس ٹوکرے کمائے

آنکہ[2] در توں زاد و پاکی را ندید
جو بھٹی میں پیدا ہوا اور اُس نے پاکی نہیں دیکھی
بُوئے مُشک آرد برو رنجے پدید
مُشک کی خوشبو اُس میں مرض پیدا کر دے گی

گر بتوں انباز خواہی بود تو
اگر تو بھٹی کا شریک بنے گا
زیں زیاں ہرگز نہ بینی سُود تو
اس نقصان کی بجائے تو کبھی نفع نہ حاصل کریگا

قصۂ[3] آں دبّاغ کہ در بازارِ عطّاراں از بُوئے عطر بیہوش شد

اُس کھال رنگنے والے کا قصہ جو عطر فروشوں کے بازار میں عطر کی خوشبو سے بیہوش ہو گیا

آں یکے دبّاغ در بازار شُد
ایک چمڑا رنگنے والا بازار گیا
تا خرد آنچہ ورا در کار بُد
تاکہ جو اُسے درکار تھا وہ خریدے

چونکہ در بازارِ عطّاراں رسید
جیسے ہی وہ عطر فروشوں کے بازار میں پہنچا
ناگہاں اُفتاد بیہوش و خمید
اچانک بے ہوش ہو کر گر گیا اور جھک گیا

بُوئے عطرش زد ز عطّارانِ راد
سخی عطاروں کی طرف سے اُسکو عطر کی خوشبو لگی
تا بگردیدش سر و برجا فتاد
یہاں تک کہ اُس کا سر چکرایا اور وہیں گر گیا

ہمچو مُردار اُوفتاد و بے خبر
مُردے کی طرح گر گیا اور بیہوش
نیم روز اندر میانِ رہگذر
دوپہر میں سڑک کے درمیان

[1] آفتاب۔ سورج کی گرمی ہی تر گوبر کو خشک کر کے آگ سے جلنے والا بناتی ہے۔ سورج ہی پتھر کو گرما کر اس کی رگوں میں سونا پیدا کرتا ہے تاکہ وہ سونا حرص کی بھٹی میں پہنچ کر حرص کی چنگاریوں کو فروغ دے۔ آنکہ۔ جو دنیا دار یہ کہ رہا ہے کہ اس نے مال جمع کیا ہے تو اُس نے دراصل آتشِ حرص کے لئے گوبر جمع کیا ہے۔ ایں سخن۔ گوبر جمع کرنا اگرچہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے لیکن بھٹی والوں میں یہ فخر ہے۔ وہ فخر یہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں کہتے ہیں کہ تو نے چھ ٹوکرے گوبر جمع کیا ہے تو میں نے بیس ٹوکرے جمع کئے ہیں، یہی دنیا داروں کی حالت ہے۔

[2] آنکہ۔ جس شخص کا نشوونما بھٹی کے ماحول میں ہوا ہے اس کیلئے گوبر کی بدبو خوش کُن ہوگی اگر تم اُس کو مُشک سونگھاؤ گے تو اُس سے اُسے تکلیف پہنچے گی۔ گر بتوں۔ اگر تم بھی اُس کے اِس بھٹی کے کاروبار میں شریک ہو جاؤ گے تو سوائے نقصان کے کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکو گے، دنیا داروں کی صحبت میں تمہاری بھی وہی حالت ہو جائے گی جو اُن دنیا داروں کی ہے۔

[3] قصہ۔ اِس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جیسی صحبت ہوتی ہے اُسی طرح کی عادتیں پڑ جاتی ہیں۔ دبّاغ۔ کچا چمڑا رنگنے والے۔ عطّار۔ عطر فروش۔ راد۔ حکیم، سخی، عقلمند۔ نیم روز۔ دوپہر۔

جمع آمد خلق بر وے آں زماں
اسوقت لوگ اُس کے پاس جمع ہو گئے

جُملگاں لاحول خواں درماںؔ کُناں
سب لاحول پڑھتے ہوئے، علاج کرتے ہوئے

آں یکے کف بر دلِ اُو می براند
ایک اُس کے دل پر ہاتھ پھیرتا تھا

وز گلاب آں دیگرے بر وے فشاند
دوسرا اُس پر گلاب چھڑکتا تھا

اُو نمی دانست کاندر مُرتعہ
وہ یہ نہ جانتا تھا کہ چراگاہ میں

از گلاب آمد وُرا آں واقعہ
یہ حادثہ اُس کو گلاب سے پیش آیا ہے

آں یکے دستش ہمی مالید و سَر
ایک اُس کا ہاتھ اور سر ملتا تھا

واں دگر کہگل ہمی آورد تر
دوسرا مٹی تر کر کے لاتا تھا

آں بخور و عود و شکر زد بہم
ایک دھونی اور اگر اور شکر ملاتا تھا

واں دِگر از پوششش می کرد کم
دوسرا اُس کے کپڑے کم کرتا تھا

واں شدہ خم تا نفس چوں می کشد
دوسرا جھکا ہوا تھا کہ وہ سانس کیسے لے رہا ہے

واں دِگر بُو از دہانش می شمد
دوسرا اُس کے مُنہ کی خوشبو سونگھتا تھا

واںؔ دگر نبضش گرفتہ از خرد
دوسرا عقلمندی سے اُس کی نبض پکڑے ہوئے

منتظر تا نبضِ اُو چوں می جہد
منتظر تھا کہ اُس کی نبض کیسی چل رہی ہے

تا کہ مے خوردست یا بنگ و حشیش
تاکہ (معلوم کرے)، اُس نے شراب پی ہے یا بھنگ و حشیش

خلق درماندند اندر بیہشیش
لوگ اُس کی بیہوشی (کے سبب) میں عاجز آگئے

پس خبر بُردند خویشاں را شتاب
تو اُنھوں نے فوراً رشتہ داروں کو خبر دی

کہ فلاں اُفتادہ است آنجا خراب
کہ فلانہ اُس جگہ بے ہوش پڑا ہے

کس نمی داند کہ چوں مصروع گشت
کوئی نہیں سمجھ رہا ہے، کہ کیوں بیہوش ہوا ہے

یا چہ شُد کُورا فتاد از بام طشت
یا کیا ہوا ہے، کہ اُس کا راز فاش ہوگیا ہے

یک برادر داشت آں دباغ زفت
اُس چمڑا رنگنے والے کا ایک موٹا بھائی تھا

گُربُز و دانا بیامد زود تفت
چالاک اور سمجھدار، وہ جلد سرگرمی سے آیا

اندکے سرگینِ سگ در آستیں
تھوڑا سا کُتے کا پاخانہ آستین میں

خلق را بشگافت و آمد با حنیں
لوگوں کو چیرا، روتا ہوا آیا

گفت من رنجش ہمیدانم ز چیست
بولا میں اُس کا مرض جانتا ہوں کس وجہ سے ہے؟

چوں سبب دانی دوا کردن جلی ست
جب تو سبب جان لے دوا کرنا آسان ہے

ل۱ درماں۔ علاج۔ مرتعہ۔ چراگاہ، یہاں عطاروں کا بازار مُراد ہے۔ واقعہ۔ یعنی بے ہوشی۔ کہگل۔ کاہ اور گل سے مرکب ہے وہ مٹی جس میں بھوسہ یا کوئی گھاس ملاکر اُس سے دیواروں کو لیپا جاتا ہے۔ تر۔ تر مٹی... سونگھانے سے بیہوش کو افاقہ ہوجاتا ہے۔ بخور۔ دھونی۔ پوشش۔ کپڑے کم کردینے سے فرحت کے سبب بیہوش ہوش میں آجاتا ہے۔ دہانش۔ تاکہ مُنہ کو سونگھ کر سمجھ لے کہ بیہوشی کسی نشہ آور چیز کی وجہ سے تو نہیں ہے۔

ل۲ واں دگر۔ نبض کے ذریعہ سے بیہوشی کے سبب کا علم ہوسکتا ہے۔ بنگ۔ بھنگ۔ حشیش۔ گھاس، بھنگ۔ خویشاں۔ یعنی دباغ کے رشتہ دار۔ مصروع۔ مرگی کا بیہوش، بے ہوش۔

ل۳ سرگین سگ۔ کُتے کا پاخانہ۔ حنین۔ رونے کی آواز۔ جلی۔ واضح، یعنی مرض کا سبب معلوم ہوجانے پر دوا آسان ہوجاتی ہے اور اگر مرض کی تشخیص نہ ہو تو علاج بہت مشکل ہوتا ہے۔

۱۹۳

چوں سبب معلوم نبود مشکل ست
جب سبب معلوم نہ ہو، مشکل ہے

داروی رنج و در و صد محمل ست
مرض کی دوا اور اس میں سو احتمال ہیں

چوں بدانستی سبب را سہل شد
جب تو نے سبب جان لیا، آسان ہو گیا

دانشِ اسباب دفعِ جہل شد
اسباب کا جاننا، ناواقفیت کا دفعیہ ہو گیا

گفت[1] با خود ہستش اندر مغز و رگ
اس نے دل میں کہا اس کے دماغ اور رگ میں ہے

توئے بر تو بوی آں سرگینِ سگ
کتے کے پاخانے کی بو تہ بہ تہ

تا میاں اندر حدث او تا بشب
یہاں تک کہ وہ بدبو میں رات تک

غرقِ دباغی ست او روزی طلب
چمڑے رنگنے میں ڈوبا ہوا ہے، روزی کمانے والا

با حدث کردست عادت سال و ماہ
اس نے سالوں اور مہینوں بدبو کی عادت ڈالی ہے

بوئے عطرش لاجرم سازد تباہ
اس کو عطر کی خوشبو لامحالہ تباہ کر دے گی

پس چنیں گفت ست جالینوس مہ
تو اسی لئے جالینوس اعظم نے کہا ہے

آنچہ عادت داشت بیمار آنش دہ
جس چیز کی بیمار کو عادت تھی وہ دے

کز[2] خلافِ عادت ست آں رنج او
کیونکہ اس کا مرض عادت کے خلاف ہونے سے ہوا ہے

پس دوائے رنجش از معتاد جو
تو اس کے مرض کی دوا اس کی عادی چیزوں سے کر

چوں جعل گشت ست از سرگیں کشی
وہ گوبر جمع کرنے سے گبرونڈے کی طرح ہو گیا ہے

از گلاب آید جعل را بیہشی
تو گبرونڈے کو گلاب سے بے ہوشی ہو گی

ہم ازاں سرگینِ سگ داروی او
کتے کے پاخانے سے ہی اس کی دوا ہے

کہ بداں او را ہمی معتاد و خوست
کہ اسی کی اس کو عادت اور خو ہے

الخبیثات[3] الخبیثین را بخواں
الخبیثات، اور الخبیثین کو پڑھ

رو و پشتِ ایں سخن را باز داں
اس بات کے ظاہر اور باطن کو خوب سمجھ لے

ناصحاں او را بعنبر یا گلاب
نصیحت کرنے والے عنبر یا گلاب سے اس کا

می دوا سازند بہرِ فتح باب
علاج کرتے ہیں (ہدایت کے) دروازے کی کشادگی کے لئے

---

[1] گفت۔ اس دباغ کے بھائی نے سوچا کہ دراصل اس کا دماغ بدبو کا عادی ہے چونکہ یہ رات دن سڑے ہوئے چمڑے رنگتا ہے۔ با حدث جبکہ اس کو بدبو کی عادت ہے تو خوشبو اس کو لامحالہ تباہ کرے گی جالینوس۔ یونان کا مشہور طبیب ہے اس نے کہا ہے کہ مریض کے مزاج کے موافق دوا تجویز کرو

[2] کز۔ عموماً خلاف عادت حادثے سے مرض پیدا ہوتا ہے تو مزاج کے مطابق دوا دیدینے سے زائل ہو جائیگا۔ معتاد۔ جس چیز کی عادت ہو۔ جعل۔ گبرونڈا گبرونڈے کو اگر گلاب سنگھاؤ گے وہ بیہوش ہو جائے گا.... داروی اوست۔ گبرونڈے کا علاج گوبر سے ہی کیا جا سکتا ہے۔

[3] الخبیثات۔ قرآن میں ہے۔ الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات عام طور پر مفسرین نے فرمایا ہے کہ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے، پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے۔ مولانا نے الخبیثات سے بری عادتیں اور الطیبات سے پاکیزہ اخلاق مراد لئے ہیں۔ ناصحاں۔ بدطینت لوگوں کی نصیحت میں ناصح بھلی باتیں سناتے ہیں جو ان کی عادت کے مطابق نہیں ہیں لہٰذا ان کی نصیحت کارگر نہیں ہوتی ہے۔

مُرِ خبیثاں را نسازد طیبات ‏ ‏ ‏ در خور و لائق نباشد اے ثقات
بھلی باتیں خبیثوں کے موافق نہیں پڑتی ہیں ‏ ‏ ‏ اے معتمدو! یہ باتیں اُنکے مناسب اور لائق نہیں ہوتی ہیں

چوں زعطرِ وحی کژ گشتند و گم ‏ ‏ ‏ بُد فغانِ شاں کہ تطیّرنا بکم
وہ جب وحی کے عطر سے ٹیڑھے اور مبہوت ہوگئے ‏ ‏ ‏ اُن کا نعرہ تھا "ہم تم سے بدفالی پکڑتے ہیں"

رنج و بیماریست مارا ایں مقال ‏ ‏ ‏ نیست نیکو وعظِ تاں مار الفال
ہمارے لئے یہ گفتگو مرض اور بیماری ہے ‏ ‏ ‏ تمہارا وعظ ہمارے لئے اچھی فال نہیں ہے

گر بیاغازید نُصحے آشکار ‏ ‏ ‏ ما کنیم آں دم شمارا سنگسار
اگر تم نے کھلی اُلاعلان نصیحت شروع کی ‏ ‏ ‏ تب ہم تمہیں سنگسار کردیں گے

ما بہ لہو و لعب فربہ گشتہ ایم ‏ ‏ ‏ در نصیحت خویش را نسرشتہ ایم
ہم کھیل کود سے موٹے ہوئے ہیں ‏ ‏ ‏ ہم نے اپنے آپ کو نصیحت سے وابستہ نہیں کیا ہے

ہست قوتِ ما دروغ و لاف و لاغ ‏ ‏ ‏ شورشِ معدہ ست مارا زیں بلاغ
ہمارا غذا جھوٹ اور شیخی اور مذاق ہے ‏ ‏ ‏ ہمیں اس تبلیغ سے متلی ہوتی ہے

رنج را صد تو و افزوں می کنند ‏ ‏ ‏ عقل را دارو بافیوں می کنند
مرض سو گنا اور زیادہ کرتے ہیں ‏ ‏ ‏ عقل کا علاج افیون سے کرتے ہیں

گندِ کفر و شرکِ ایشاں بیحد ست ‏ ‏ ‏ ہیں کہ دبّاغ اُفتادہ بیخود ست
اُن کے شرک اور کفر کی گندگی بیحد ہے ‏ ‏ ‏ خبردار! وہ چمڑا رنگنے والا بے ہوش ہے

معالجہ کردن برادرِ دبّاغ، دبّاغ را بخفیہ ببوئے سرگیں

(کُتے کے پاخانہ کی بُو سے پوشیدہ طور پر چمڑا رنگنے والے کے بھائی کا چمڑا رنگنے والے کا علاج کرنا)

خلق را می راند از وے آنجواں ‏ ‏ ‏ تا علاجش را نبینند آں کساں
اُس نوجوان نے لوگوں کو اس سے بھگا دیا ‏ ‏ ‏ تاکہ وہ لوگ اُس کا علاج نہ دیکھ سکیں

سر بگوشش بُرد ہمچوں راز گو ‏ ‏ ‏ پس نہاد آں چیز بر بینیِ او
اُسنے راز کہنے والے کی طرح سر اُسکے کان کے قریب کیا ‏ ‏ ‏ پھر اُس نے وہی چیز اُس کی ناک پر رکھ دی

کو بکف سرگینِ سگ سائیدہ بود ‏ ‏ ‏ داروی مغزِ پلید آں دیدہ بود
اسلئے کہ اُس نے ہتھیلی پر کُتے کا پاخانہ ملا تھا ‏ ‏ ‏ ناپاک دماغ کا علاج اُس کو سمجھا تھا

چونکہ بُوی آں حدث را وا کشید ‏ ‏ ‏ مغزِ گندش بُویِ ناخوش را سزید
جب اُس نے اِس ناپاکی کی بُو سونگھی ‏ ‏ ‏ اُس کا گندا دماغ بدبو کے لائق تھا

لہ مُرِ خبیثاں۔ جملہ نصیحتیں خبیثوں کے مزاج کے مطابق نہیں ہیں۔ چوں۔ جبکہ وحی کا عطر اُنکے دماغ کے موافق نہیں ہے تو وہ اُس سے گبھراتے ہیں اور اُنکو وعظ و نصیحت گراں گذرتی ہے۔ گر بیاغازید۔ انبیاء کو دھمکیاں دینی شروع کردیتے ہیں۔

لہ ما۔ کفار نے انبیاء سے کہا کہ ہماری پرورش کھیل کود میں ہوئی ہے ہمارا مزاج نصیحت سے میل نہیں کھاتا ہے۔ لاغ۔ ہنسی مذاق۔ شورش۔ یعنی اس نصیحت سے ہمارا جی متلاتا ہے۔ رنج۔ ان کفار پر افسوس ہے یہ اپنے مرض میں اور اضافہ کرتے ہیں عقل کا علاج افیون سے کرتے ہیں جو خود عقل کو خراب کرتی ہے۔ ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں ان کفار کی حالت کو چھوڑو دبّاغ بیہوش پڑا ہے اُسکے قصہ کی تکمیل کرو۔

لہ خلق را۔ دبّاغ کے بھائی نے لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا تاکہ کوئی اُسکے معالجے سے واقف نہ ہوسکے۔ سر بگوشش۔ اُسنے اپنا سر کان کی طرف کیا تاکہ لوگ سمجھیں کہ کان میں کوئی دعا پڑھ رہا ہے اور چپکے سے اُس کی ناک پر کتے کا پاخانہ مل دیا۔

ساعتےؔ[1] شُد مُردہ جُنبیدن گرفت — خَلق گفتند ایں فسونے بُد شگفت
تھوڑی دیر گذری کہ مُردے نے حرکت کرنی شروع کر دی — لوگوں نے کہا یہ منتر بھی عجیب تھا

کایں بخواند افسوں بگوشِ او دمید — مُردہ بود افسوں بفریادش رسید
کہ اُس نے منتر پڑھا اور اُس کے کان میں پُھونکا — وہ مُردہ تھا، منتر اُس کی مدد کو آگیا

جُنبشِ اہلِ فساد آں سُو بُوَد — کہ زنا و غمزہ و اَبرو بُوَد
مُفسدوں کی حرکت اُس جانب کو ہوتی ہے — جہاں زنا اور ناز و ادا اور ابرو (کا اشارہ) ہو

ہر کرا مُشکِ نصیحت سُود نیست — لاجرم با بُوئے بَد خُو کرد نیست
جس کو نصیحت کے مُشک سے فائدہ نہیں ہے — لامحالہ بدبو کی عادت ہے

مُشرکاںؔ[2] را زاں نجس خواندست حق — کاندروں پُشک زادند از سَبَق
اللہ (تعالیٰ) نے مشرکوں کو اسی لئے نجس کہا ہے — کیونکہ وہ ازل سے مینگنیوں میں پیدا ہوگئے ہیں

کِرم کو زادست از سرگیں اَبد — می نگرداند بعنبر خُوئے خود
وہ کیڑا جو گوبر سے پیدا ہوا ہے، کبھی — اپنی عادت عنبر کی نہیں ڈال سکتا

چوں نزد بر وَے نثارِ رَشِّ نور — اُو ہمہ جسم ست نے دل چوں قشور
کیونکہ اس پر نور کے چھڑکاؤ کا چھینٹا نہیں لگا ہے — وہ چھلکوں کی طرح مجسّم جسم ہے نہ کہ دل

ور ز رَشِّ نورِ حق قِسمیش داد — ہمچو رسمِؔ[3] مصر سرگیں مُرغ زاد
اگر اللہ (تعالیٰ) نے اُسکو نور کے چھڑکاؤ میں حصہ دیا — تو مصریوں کے رواج کے مطابق گوبر نے مرغ پیدا کیا

لیک نے مُرغِ خسیس خانگی — بلکہ مُرغِ دانش و فرزانگی
لیکن گھریلو کمینہ مُرغ نہیں — بلکہ عقل و دانش کا مُرغ

تو بداں مانی کزاں نُوری تہی — زانکہ بینی بر پلیدی می نہی
تو بھی اُس دَبّاغ کی طرح ہو کہ اُس نور سے خالی ہے — کیونکہ تو نجاست پر ناک رکھتا ہے

از فراقت زرد شد رُخسار و رُو — برگِ زردی میوہ ناپختہ تُو
فراق میں تیرا رخسار اور چہرہ زرد ہوگیا ہے — تو پیلا پتہ ہے، تو کچا پھل ہے

انڈے کو گوبر میں دبا کر اُس سے بچّہ نکال لیتے تھے یہ اُن کا ایک تعجب انگیز طریقہ تھا تو گندے ماحول میں کسی بھلے کا پیدا ہونا بھی ایسا ہی تعجب خیز ہے۔ لیک۔ گندے ماحول میں پیدا شدہ نیک انسان بڑا راسخ اُلعمل ہوتا ہے۔ تو بداں۔ معشوق نے عاشق سے کہا تو بھی اُس دَبّاغ کی طرح ہے اسی لئے گندے اخلاق کا عادی ہے۔ از فراقت۔ فراق کی گرمی سے تو زرد پتّہ بن گیا لیکن پختہ پھل نہ بنا۔

[1] ساعتے۔ جب اُس دَبّاغ نے بدبو سونگھی تو اُسکو ہوش آنا شروع ہوگیا لوگ حیران ہوگئے کہ عجب منتر تھا کہ کان میں پھونکتے ہی اُس کو ہوش آنے لگا۔ جنبش۔ بدکاروں کو بزرگوں کے قصّے سناؤ تو اُن کو مزا نہیں آتا ہے ہاں زنا اور عشق و محبت کی داستان سے خوش ہوتے ہیں۔ ہر کرا۔ بھلی باتیں جس کے مزاج کے موافق نہ ہوں تو یقیناً اُس نے بُری باتوں کی عادت ڈال رکھی ہے۔

[2] مشرکاں۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ مشرک نجس ہیں چونکہ اُن لوگوں کی نشوونما گندے ماحول میں ہوئی ہے اسی لئے قرآن نے اُن کو نجس کہا ہے۔ کِرم۔ جو کیڑا گوبر میں پیدا ہوا ہے عنبر سونگھانے سے اُس کا مزاج نہ بدلے گا۔ چوں۔ حدیث شریف ہے اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فِیْ ظُلْمَۃٍ ثُمَّ رَشَّ عَلَیْھِمْ مِنْ نُوْرِہٖ فَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ النُّوْرِ فَقَدِ اھْتَدٰی وَمَنْ اَخْطَأَ فَقَدْ غَوٰی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا فرمایا ہے پھر اُن پر اپنا نور چھڑکا تو جس پر وہ نور پڑا اُس نے ہدایت پائی اور جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہوگیا۔

[3] رسمِ مصر۔ مصری لوگ

دیگ ز آتش شُد سیاہ و دُود فام | گوشت از سختی چنیں ماندست خام
دیگ آگ سے کالی اور دھویں کی طرح ہو گئی | گوشت سختی کی وجہ سے اسی طرح کچا ہے

ہشت سالت جوش دادم در فراق | کم نشد یک ذرہ خامیت از نفاق
میں نے آٹھ سال فراق میں تجھے جوش دیا | نفاق کی وجہ سے تیری خامی ایک ذرہ کم نہ ہوئی

خامی و ہرگز نخواہی پخت تو | گر ہزاراں بار جوشی اے عتو
تو کچا ہے اور ہرگز نہ پکے گا | اے سرکش! خواہ ہزاروں بار جوش کھائے

غورہ تو سنگ بستہ از سقام | غورہا اکنوں مویز اند و تو خام
بیماری سے تیرا انگوروں کا گچھا پتھر ا گیا ہے | خوشے منقیٰ بن گئے اور تو کچا ہے

عذر خواستن عاشق گناہ خود را بتلبیس و روپوش و فہم کردن معشوق آں را نیز

مکاری اور تلبیس سے عاشق کا خطا کی عذر خواہی کرنا اور معشوقہ کا اس کو بھی سمجھ جانا

گفت عاشق امتحاں کردم مگیر | تا بہ بینم تو حریفی یا ستیر
عاشق نے کہا معاف کر، میں آزما رہا تھا | تاکہ سمجھ لوں کہ تو یارِ مجلس ہے یا پردہ نشین

من ہمی دانستمت بے امتحاں | لیک با شد کے خبر ہمچو عیاں
میں تجھے بغیر امتحان کے بھی جانتا تھا | لیکن خبر، مشاہدہ کی طرح کب ہوتی ہے!

آفتابی نام تو مشہور و فاش | چہ زیانست ار بکردم ابتلاش
تو سورج ہے، تیرا نام مشہور اور ظاہر ہے | کیا نقصان ہوا اگر میں نے اس کو آزما لیا؟

تو منی من خویشتن را امتحاں | می کنم ہر روز در سود و زیاں
تو میں ہوں، میں اپنا امتحان | نفع اور نقصان میں روز کرتا ہوں

انبیا را امتحاں کردہ عدات | تا شدہ ظاہر از ایشاں معجزات
دشمنوں نے انبیاء کا امتحان لیا ہے | حتیٰ کہ ان سے معجزے ظاہر ہوئے

امتحانِ چشمِ خود کردم بہ نور | ایکہ چشمِ بد ز چشمانِ تو دور
میں نے روشنی کے ذریعہ اپنی آنکھ کا امتحان کیا | اے وہ (محبوب)! کہ تیری آنکھوں سے چشم بد دور رہے

بگڑنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ امتحان۔ میں نے دراصل اپنی آنکھ کو آزمایا۔ اِس میں تیری ناراضی بے موقع ہے۔

لہ دیگ۔ تیری مثال تو یہ ہے کہ دھویں سے دیگ تو کالی پڑ گئی لیکن گوشت کچا رہا۔ ہشت۔ میں نے تجھے آٹھ سال تک فراق سے جوش دیا لیکن تیری خامی میں کوئی کمی نہ پیدا ہوئی۔ خامی۔ اگر ہزار مرتبہ بھی تجھے جوش دیا جائے گا تب بھی تیری خامی دور نہ ہوگی۔ غورہ۔ انگور کا جو خوشہ پتھرا جائے پھر گرمی سے بھی نہیں پکتا ہے۔ تو یز۔ انگور پختہ ہو جانے کے بعد منقیٰ بنتا ہے۔

لہ عذر۔ اب عاشق نے مکاری سے عذر خواہی کی اور اپنے فعل کی غلط توجیہہ شروع کر دی۔ گفت عاشق نے کہا میں نے بوسہ لینے کا ارادہ اس لئے کیا تھا کہ تجھے آزماؤں کہ تو برائی پر راضی ہوتی ہے یا پاک دامن ہے۔ حریف۔ یار۔ ستیر، مستور، پردہ نشین۔

سہ من۔ اگرچہ میں تجھے نیک ہی سمجھتا تھا لیکن مزید طمینان کے لئے ایسا کر رہا تھا۔ آفتابی۔ تیری نیکی روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ آزمانے سے اس میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ انبیاء۔ دشمنوں نے انبیاء کو آزمایا اور ان سے معجزے طلب کئے تو ان کی نبوت اور پختہ ہو گئی۔ تو منی۔ تجھ اور مجھ میں اتحاد ہے، تیرا امتحان دراصل میرا امتحان ہے اس میں تیرے

ایں[1] جہاں ہمچو خرابہ است و تو گنج — گر تفحص کردم از گنجت مرنج

یہ دنیا کھنڈر کی طرح ہے اور تو خزانہ ہے — اگر میں نے تیرے خزانہ کی تلاش کرلی تو رنجیدہ نہ ہو

زاں چناں بے خردگی کردم گزاف — تا زنم با دشمناں ہر بار لاف

میں نے اس لئے ایسی لغو بے عقلی کی — تاکہ دشمنوں کے مقابلہ میں بڑھ کر بات کہہ سکوں

تا زبانم چوں ترا نامے نہد — چشم ازیں دیدہ گواہی ہا دہد

تاکہ میری زبان جب تیرا نام لے — آنکھ، اس چشم دید کی گواہیاں دے

گر[2] شدم در راہِ حرمت راہزن — آمدم اے مہ بشمشیر و کفن

اگر میں تیری حرمت کا ڈاکو بنا ہوں — اے چاند! میں تلوار اور کفن لے کر آگیا ہوں

جز بشمشیر خود اے شاہم مکش — بیش ازیں از دوری اے ماہم مکش

اے میرے شاہ! مجھے اپنی تلوار کے علاوہ کسی چیز سے قتل نہ کر — اے میرے چاند! اس سے زیادہ فراق سے بلکتے مار

جز بدستِ خود مبرم پا و سر — کہ ازیں دستم نہ از دستِ دگر

میرے پاؤں اور سر اپنے ہاتھ ہی سے کاٹنا — کیونکہ میں اس ہاتھ کا ہوں نہ کہ دوسرے کسی ہاتھ کا

از جدائی باز می رانی سخن — ہر چہ خواہی کن و لیکن ایں مکن

تو پھر فراق کی بات کر رہی ہے — تو (اور) جو چاہے کر یہ نہ کر

در سخن آبادم ایندم راہ شد — گفت امکاں نیست چوں بیگاہ شد

بات کرنے کا اب راستہ نکل آیا — (لیکن) بات کا موقع نہیں ہے چونکہ بیوقت ہو گیا ہے

پوستہا[3] گفتیم و مغز آمد دفیں — گر بمانیم ایں بماند ہمچنیں

ہم نے چھلکے بیان کردیئے اور مغز چھپا رہ گیا — اگر ہم اس طرح رہے وہ بھی اسی طرح رہ جائیگا

گر خطائے آمد از ما در وجود — چشم می داریم در عفوائے ودود

اگر ہم سے کوئی غلطی وجود میں آئی ہے — اے محبوب! ہم معافی کی توقع رکھتے ہیں

امتحاں کردم مرا معذور دار — چوں ز فعل خویش گشتم شرمسار

میں نے امتحان لیا، مجھے معذور سمجھ — جبکہ میں اپنے فعل پر شرمندہ ہوں

رد کردن معشوق عذرِ عاشق را و تلبیس او را

معشوق کا عاشق کے عذر اور مکر کو رد کر دینا

در جوابش بر گشاد آں ماہ لب — کز سوئے ما روز و سوئے تست شب

اس کے جواب میں اس چاند نے لب کشائی کی — کہ ہماری جانب دن اور تیری جانب رات ہے

[1] ایں جہاں۔ اس عالم خراب میں تو خزانہ ہے اگر خزانہ کی جستجو کی جائے تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے زاں۔ یہ میری بیہودگی اس لئے تھی کہ امتحان کے بعد دشمنوں کے سامنے تیری نیکی کا اظہار کرسکوں تا زبانم۔ یعنی جب میں زبان سے تیری تعریف کروں تو آنکھ چشم دید گواہی دے۔

[2] گر شدم۔ اگر میں نے آپ کی آبرو ریزی کی ہے تو تلوار حاضر ہے اور کفن پہنے ہوئے ہوں مجھے قتل کر دیجئے۔ جز۔ تلوار سے قتل کر دیجئے جدائی کے ذریعہ قتل نہ کیجئے۔ بدست خود۔ اور اپنے ہاتھ سے قتل کرنا دوسرے سے قتل نہ کرانا کیونکہ میں تمہارے ہاتھ کا مملوک ہوں دوسرے کے ہاتھ کا مملوک نہیں ہوں۔ از جدائی۔ خدا کے لئے جدائی کی بات نہ کر اور جو چاہے کر۔ در سخن۔ یعنی میں اپنے اور معذرت بھی بیان کر سکتا ہوں لیکن وقت تنگ ہے۔

[3] پوستہا۔ عاشق کہتا ہے کہ معذرت میں کچھ ظاہری باتیں میں نے کہہ دی ہیں، لیکن ابھی حقیقت کا پورا اظہار نہیں کر سکا ہوں۔ گر خطائے۔ اگر یہ میری غلطی بھی ہے تو اب اُس کو معاف کردے۔ چوں۔ اب میں اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کرتا ہوں مجھے معاف کردے۔ کز سوئے۔ یعنی بھائی میرے ساتھ

حیلہ ہائے[1] تیرہ اندر داوری | پیشِ بینایاں چرا می آوری
غلط حیلے انصاف کے موقع پر | عقلمندوں کے سامنے تو کیوں پیش کرتا ہے؟

ہر چہ در دل داری از مکر و رموز | پیشِ ما رسوا و پیدا ہمچو روز
تو جو بھی مکر اور اشارے دل میں رکھتا ہے | ہمارے سامنے دن کی طرح کھلے اور ظاہر ہیں

گر بپوشیمش ز بندہ پروری | تو چرا بے رُوئی از حد می بری
اگر ہم انکو بندہ پروری کی وجہ سے چھپاتے ہیں | تو کیوں حد سے زیادہ بے لحاظی کر رہا ہے؟

از پدر آموز کآدمؑ در گناہ | خوش فرود آمد بسُوئے پائگاہ
باپ سے سیکھ لے کیونکہ (حضرت) آدم گناہ کے بارے میں | خوشی سے جوتوں کی جگہ اُتر آئے

چون[2] بدید آں عالم الاسرار را | بر دو پا اِستاد استغفار را
جب اُنھوں نے اُس رازوں کے جاننے والے کو دیکھا | تو معافی کے لئے دونوں پاؤں پر کھڑے ہو گئے

بر سرِ خاکسترِ اندہ نشست | وز بہانہ شاخ تا شاخے نجست
وہ غم کی راکھ پر بیٹھ گئے | اور بہانہ کیلئے ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چھلانگ نہ لگائی

رَبَّنا اِنّا ظَلَمنا گفت و بس | چونکہ جانداراں بدید از پیش و پس
بس اُنھوں نے "اے خدا ہم نے ظلم کیا" کہا | جبکہ فرشتوں کو آگے پیچھے دیکھا

دیدہ جانداراں پنہاں ہمچو جاں | دُور باشِ ہر یکے تا آسماں
اُنھوں نے رُوح کیطرح پوشیدہ فرشتوں کو دیکھا | ہر ایک کا دو شاخہ نیزہ آسمان تک تھا

کہ ہلا[3] پیشِ سلیمانؑ مُور باش | تا نہ بشگافد ترا ایں دُور باش
کہ خبردار! سلیمانؑ کے سامنے چیونٹی بن جا | تاکہ تجھے یہ دو شاخہ نیزہ نہ پھاڑ دے

جُز مقامِ راستی یکدم مایست | ہیچ لالا مرد را چوں چشم نیست
سچائی کے مقام کے علاوہ بالکل نہ ٹھہر | انسان کا کوئی خادم آنکھ جیسا نہیں ہے

کور اگر از پند پالودہ شود | ہر دمے او باز آلودہ شود
اندھا، اگر نصیحت سے پاک صاف بنجائے | وہ پھر ہر وقت گندہ ہو جائے گا

آدما تو نیستی کور از نظر | لیک اِذا جاءَ القضا عَمِیَ البصر
اے آدم! تم نظر کے اندھے نہیں ہو | لیکن جب قضا آتی ہے نظر اندھی ہو جاتی ہو

عُمرہا باید بنادر گاہ گاہ | تا کہ بینا از قضا افتد بچاہ
عمریں چاہئیں بہت کم ہوتا ہے (اور) کبھی کبھی | کہ آنکھوں والا قضا سے کنویں میں گرے

[1] حیلہ۔ عقلمندوں کے سامنے عقلی دلائل پیش کرنا بیوقوفی ہے۔ ہر چہ۔ تیرے ہر مکر سے ہم واقف ہیں۔ گر۔ اگر ہم بندہ نوازی کی وجہ سے چشم پوشی کر رہے ہیں تو تجھے بے حیائی سے کام نہ لینا چاہیئے۔ از پدر۔ انسان کو اپنے باپ حضرت آدمؑ سے معافی کا طریقہ سیکھنا چاہیئے۔

[2] چون۔ حضرت آدمؑ سے جیسے ہی غلطی کا ارتکاب ہوا تو حیلہ بہانہ کرنے کی بجائے فوراً معافی کے لئے کھڑے ہو گئے اور غم کے خاکستر پر بیٹھ گئے۔ وز بہانہ۔ بہانہ بازی میں ایک بہانہ سے دوسرے بہانہ کی طرف منتقل نہ ہوئے۔ جانداراں۔ یعنی ملائکہ۔ دور باش۔ دو شاخہ نیزا جو چاؤش ہاتھ میں لے کر بادشاہ کے آگے آگے چلتا تھا۔

[3] کہ ہلا۔ فرشتے کہتے تھے کہ سلیمان یعنی خدا کے سامنے چیونٹی یعنی حقیر بن جاؤ ورنہ یہ نیزہ ہلاک کر دے گا۔ لالا۔ غلام۔ چوں چشم۔ جو نگاہ انجام پر نظر کر کے معافی کے لئے آمادہ کر دے۔ کور۔ یعنی جسے چشم بصیرت حاصل نہیں ہے اگر وہ توبہ بھی کرتا ہے تو اس پر قائم نہیں رہتا ہے۔ آدما۔ حضرت آدمؑ کو چشم بصیرت حاصل تھی لیکن قضاءِ خداوندی کے سامنے مجبور ہو گئے اور گناہ کر بیٹھے۔ عمرہا۔ چشم بصیرت والا گناہ میں بہت کم مبتلا ہوتا ہے۔

کورؔ[۱] را خود ایں قضا ہمراہِ اوست — کہ مر اُو را اُوفتادن طبعِ خُوست
اندھے کی یہ تقضا خود اُس کے ساتھ ہے — کیونکہ گرنا اُس کا مزاج اور عادت ہے

در حدث اُفتد نداند بُوی چیست — از من ست ایں بُوی یا ز آلودگیست
وہ ناپاکی میں گرتا ہے، نہیں سمجھتا کہ بدبو کس چیز کی ہے — یہ بدبو مجھ میں سے ہے یا سَننے کی وجہ سے ہے

ور کسے بر وَے کند مُشکے نثار — ہم ز خود داند نہ از احسانِ یار
اگر کوئی اُس پر مُشک بھڑکے — وہ اپنی جانب سے سمجھے گا نہ کہ دوست کے احسان سے

پسؔ[۲] دو چشمِ روشن اے صاحب نظر — بہتر از صد مادر ست و صد پدر
اے صاحب نظر! دو روشن آنکھیں — سینکڑوں ماؤں اور سینکڑوں باپوں سے بہتر ہیں

خاصہ چشمِ دل کہ آں ہفتاد تُوست — ویں دو چشمِ حس خوشہ چینِ اُوست
خصوصاً دل کی آنکھ جس کی ستر تہیں ہیں — اور حس کی یہ دونوں آنکھیں اُس کی خوشہ چین ہیں

اے دریغا رہزناں بنشستہ اند — صد گرہ زیرِ زبانم بستہ اند
ہائے افسوس! ڈاکو بیٹھے ہوئے ہیں — جنھوں نے میری زبان کے نیچے سینکڑوں گرہیں لگا دی ہیں

پای بستہ چوں رَوَد خوش راہوار — بس گراں بندیست ایں معذور دار
عمدہ گھوڑا پاؤں بندھا ہوا کیسے اچھا چل سکتا ہے؟ — معذور رکھ! یہ بہت بھاری بیڑی ہے

ایں سخن اشکستہ می آید دِلا — کایں سخن دُرّست و غیرت آسیا
اے دل! یہ بات ٹوٹی پھوٹی ہو رہی ہے — کیونکہ یہ بات موتی ہے اور (اللہ کی) غیرت چکی ہے

دُرؔ[۳] اگرچہ خُرد و اشکستہ شود — تو تیای دیدۂ خستہ شود
موتی، خواہ ریزہ ریزہ اور ٹوٹا ہوا ہو — بیمار آنکھ کا توتیا ہوتا ہے

اے دُر از اشکستِ خود بر سر مزن — کز شکستن روشنی خواہی شدن
اے موتی! اپنے ٹوٹنے پر سر نہ پیٹ — اس لئے کہ تو ٹوٹنے سے روشنی بنے گا

ہمچنیں اشکستہ بستہ گفتنی ست — حق کُند آخر دُرستش کو غنی ست
اسی طرح ٹوٹا ہوا، جوڑ کر کہنا ہے — بالآخر اللہ (تعالیٰ) اُس کو درست کر دیگا وہ بے نیاز ہے

---

[۱] کور۔ اگر چشمِ بصیرت نہیں ہے تو پھر اُس کا اندھاپن ہر وقت اُس کو معصیت میں مبتلا کرتا رہتا ہے۔ در حدث۔ پھر اُس کی یہ حالت ہوتی ہے یہ بھی نہیں سمجھتا کہ اِس معصیت کا سبب اندرونی ہے یا بیرونی۔ ور کسے۔ اندھے پر مُشک بکھادر کرو تو بھی یہی سمجھے گا کہ وہ میرے بدن کی خوشبو ہے کسی کا کوئی احسان نہیں ہے۔

[۲] پس۔ خدا کسی کو آنکھیں عطا فرما دے تو وہ اُس کی تربیت کرنے میں سینکڑوں ماں باپ سے بھی بہتر ہیں ہر خطر اور برائی سے اس کو بچا سکتی ہیں۔ خاصہ دل کی آنکھیں جسمانی آنکھوں سے بدرجہا افضل ہیں۔ اے دریغا۔ یہاں پہنچ کر مولانا پر ایک کیفیت طاری ہو گئی ہے اور باوجود اسرار کے بیان کے اُس کو ناکافی سمجھتے ہیں فرماتے ہیں کہ افسوس اُسرار کے بیان کے لئے بہت سے موانع پیش آ گئے ہیں۔ پائے بستہ۔ تیز رَو گھوڑے کے اگر پاؤں باندھ دیئے جائیں تو اُس کی خوش رفتاری ختم ہو جاتی ہے۔ ایں سخن۔ اسرار و حکم بمنزلہ موتی کے ہیں اور اللہ کی غیرت اُن کے لئے بمنزلہ چکی کے ہے، غیرتِ خداوندی اُن کو پیس ڈالتی ہے۔

[۳] دُر۔ موتی اگر ٹوٹ بھی جائے اور پس جائے تو بھی اُس کا سُرمہ آنکھوں کو روشن کر دیتا ہے اسی طرح اسرار و حکم اگر پورے طور پر بیان نہ ہو سکیں تو بھی فائدہ سے خالی نہیں ہیں۔ اے دُر۔ موتیوں کا ٹوٹ جانا زیادہ قابلِ افسوس نہیں ہے کیونکہ بہر حال وہ مُفید رہتے ہیں۔ ہمچنیں۔ مجھے ٹوٹے ہوئے اسرار و حکم کو جوڑ کر کہنا ہی ہے خدا اُن کو صحیح حالت میں کر دے گا۔

گندم ار بشکست و زہم در شکست[۵۱] — بر دکاں آمد کہ نک نانِ درست
گیہوں اگر ٹوٹا اور ریزہ ریزہ ہوگیا — دکان پر آیا کہ یہ اب نرم روٹی ہے

تو ہم اے عاشق چو جرمت گشت فاش — آب و روغن ترک کن اشکستہ باش
اے عاشق! تو بھی جبکہ تیری خطا واضح ہوگئی — چکنی چپڑی (بات) چھوڑ، شکستہ بن

آنکہ فرزندانِ خاصِ آدمند — نفخۂ اِنَّا ظَلَمْنَا می دمند
جو (حضرت) آدم ؑ کی مخصوص اولاد ہیں — وہ "بیشک ہم نے ظلم کیا" کا دم بھرتے ہیں

حاجتِ خود عرضہ کن حجت مجو — ہمچو ابلیسِ لعینِ سخت رو
اپنی ضرورت پیش کر، دلیل نہ تلاش کر — ڈھیٹ، ملعون، شیطان کی طرح

سخت روئی گر ورا شد عیب پوش — در ستیز و سخت روئی تو بکوش
اگر ڈھٹائی اس کی عیب پوش بنی ہے — تو جھگڑے اور ڈھٹائی میں کوشش کر

آں ابو جہل از پیمبر معجزے[۵۲] — خواست ہمچوں کینہ ور ترکِ غزے
اس ابو جہل نے پیغمبر ؑ سے معجزہ — کینہ ور، ترکِ غز کی طرح مانگا

از ستیزہ خواست بوجہلِ لعیں — معجزات از مصطفیٰ ؑ شاہِ مہیں
ملعون ابو جہل نے جھگڑے سے چاہے — معجزے شاہِ اعظم مصطفیٰ ؑ سے

معجزہ جست از نبی بوجہل سگ — دید و نفزودش ازاں اِلّا بہ شک
ابو جہل کتے نے نبی ؑ سے معجزہ طلب کیا — اُس نے دیکھا اور اُسنے اُسمیں بجز شک کے کچھ اضافہ نہ کیا

لیک آں صدیق ؓ خود معجز نخواست — گفت ایں رو خود نہ گوید جز کہ راست
لیکن صدیق ؓ نے کوئی معجزہ نہ مانگا — اُسنے کہا، یہ چہرہ بجز سچ کے کچھ نہیں کہتا ہے

کے رسد ہمچوں توئی را کز منی[۵۳] — امتحاں ہمچو من یارے کنی
تجھ جیسے کو کب حق پہنچتا ہے؟ — کہ مجھ جیسے دوست کا امتحان کرے

گفتنِ جہودے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ را کہ اگر اعتماد بر حفظ اللہ داری از سرِ ایں کوشک خود را بینداز و جوابِ آں حضرت علی رضی اللہ عنہ اورا

ایک یہودی کا حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے کہنا کہ اگر آپ کو اللہ کی حفاظت پر بھروسہ ہے تو اس اونچے قلعہ پر سے اپنے آپ کو گرا دیجئے اور اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب دینا

یہ تو مخالفت کی دلیل ہے۔ گفتن۔ اس یہودی کی بات کا منشا بھی یہی تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کو آزمائیں تو انھوں نے یہی جواب دیا کہ ہمیں اللہ کو آزمانے کا کوئی حق نہیں ہے۔

[۵۱] گندم۔ گیہوں پس جانے کے بعد بھی قیمتی ہے آٹا بن کر روٹی پکانے کے کام میں آجاتا ہے۔ تو ہم۔ عاشق کا فرض ہے کہ وہ اپنی خطا پر ندامت کا اظہار کرے اور چکنی چپڑی باتیں نہ بنائے۔ آنکہ۔ صحیح اولاد کا فرض ہے کہ وہ باپ کی بہترین سیرت اختیار کرے۔ حضرت آدم ؑ نے اپنی خطا پر اِنَّا ظَلَمْنَا کہنا شروع کر دیا تھا یہی بنی آدم ؑ کے لئے بھی مناسب ہے۔ ابلیس۔ شیطان نے اپنی غلطی پر اصرار شروع کر دیا تھا۔ سخت روئی یعنی شیطان کا یہ کہنا خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے۔ اگر تیرے نزدیک اس شیطان کا عیب چھپانے والا بنا ہے تو بھی ایسا کر پھر دیکھ لینا تیرا انجام بھی وہی ہوگا جو اس کا ہوا ہے۔

[۵۲] آں بوجہل۔ ابو جہل نے آنحضور ؑ سے معجزہ طلب کیا تھا اس پر آنحضور ؑ سے شق القمر کا معجزہ رونما ہوا تھا۔ غز۔ ترکوں کی ایک خونریز قوم ہے۔ دید۔ ابو جہل کو معجزہ دیکھنا بھی مفید نہ ہوا۔ لیک۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے کبھی معجزہ طلب نہ کیا اور کہا کہ یہ منہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہے اور تصدیق کر دی۔

[۵۳] کے رسد۔ غرضیکہ امتحان لینا عاشقوں کا کام نہیں ہے

مرتضیٰؓ را گفت روزے یک عنود[۵۱]
ایک سرکش نے ایک روز مرتضیٰؓ سے کہا

کو ز تعظیمِ خدا آگہ نبود
جو خدا کی تعظیم سے واقف نہ تھا

بر سرِ بامے و قصرے بس بلند
بالاخانہ اور بہت بلند قلعہ پر

حفظِ حق را واقفی اے ہوشمند
اے ہوشمند! آپ اللہ کی نگہبانی سے واقف ہیں

گفت آرے اُو حفیظ ست و غنی
فرمایا، ہاں وہ نگہبان ہے اور بے نیاز ہے

ہستیِ ما را ز طفلی و منی
بچپن اور نطفہ (کی حالت) سے ہمارے وجود کا

گفت خود را ہیں در افگن تو ز بام
اُس نے کہا، ہاں اپنے آپ کو بالاخانہ سے گرا دیجئے

اعتمادے کن بحفظِ حق تمام
اللہ (تعالیٰ) کی نگہبانی پر مکمل بھروسہ کیجئے

تا یقیں گردد مرا ایقانِ تو
تاکہ مجھے آپ کے یقین کا یقین ہو جائے

و اعتقادِ خوب با برہانِ تو
اور دلیل کے ساتھ آپ کے اچھے اعتقاد کا

پس امیرش گفت[۵۲] خامش کن برو
تو امیرؓ نے اُس سے کہا خاموش ہو جا، چلا جا

تا نگردد جانت زیں جرأت گرو
تاکہ تیری جان اِس جرأت سے پھنس جائے

کے رسد مر بندہ را کو با خدا
بندے کو کیا حق ہے کہ وہ اللہ (تعالیٰ) کی

آزمایش پیش آرد ز ابتلا
امتحان کے ذریعہ آزمایش کرے؟

بندہ را کے زہرہ باشد کز فضول
بندہ کی کیا مجال ہے کہ وہ بیہودگی سے

امتحانِ حق کند اے گیج گول
اے احمق بے وقوف! اللہ کا امتحان کرے

آں خدا را[۵۳] می رسد کو امتحاں
یہ خدا کو حق ہے کہ وہ آزمائے

پیش آرد ہر دمے با بندگاں
ہر وقت بندوں کو

تا بما ما را نماید آشکار
تاکہ ہمیں اپنے آپ کو نمایاں کرکے دکھائے

کہ چہ داریم از عقیدہ در سرار
کہ ہم مخفی کیا عقیدہ رکھتے ہیں

ہیچ آدمؑ گفت حق را کہ ترا
حضرت آدمؑ نے کبھی اللہ (تعالیٰ) سے کہا کہ تیرا

امتحاں کردم دریں جرم و خطا
اِس غلطی اور خطا میں میں نے امتحان لیا ہے

تا بہ بینم غایتِ حلمت شہا
اے شاہ! تاکہ میں تیری بُردباری کی انتہا دیکھوں

وہ کرا باشد مجالِ ایں کرا
ہاں، یہ مجال کس کو ہے؟

عقلِ تو از بس کہ آمد خیرہ سر
چونکہ تیری عقل گستاخ ہے

ہست عذرت از گناہِ تو بتر
تیرا عذر گناہ سے (بھی) بدتر ہے

---

۵۱ عنود۔ سرکش۔ بر سرِ بامے۔ یعنی حضرت علی رضہ سے کہا کہ اگر تمہیں یہ یقین ہے کہ اللہ تمہاری حفاظت کرتا ہے تو کسی بلند قلعہ یا مکان سے اپنے آپ کو گرا کر دیکھو۔ گفت۔ حضرت علی رضہ نے فرمایا ہاں مجھے یقین ہے کہ وہ میرا محافظ ہے۔ منی۔ یعنی نطفہ۔ خود را۔ یہودی نے کہا کہ اپنے آپ کو بلند جگہ سے گرا دو تاکہ مجھے بھی اِس کا یقین آجائے کہ تمہیں اپنے اِعتقاد پر بھروسہ ہے۔

۵۲ پس۔ حضرت علی رضہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو آزمانا اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی ہے جو تباہی کا سبب بن جاتی ہے۔ ابتلا۔ آزمانا۔ گیج۔ کوڑھ مغز۔ گول۔ احمق۔

۵۳ آں خدا را۔ آزمانے کا حق خدا کو ہے تاکہ وہ بندوں کو یہ دکھا دے کہ تمہارا عقیدہ اصل کیا ہے۔ حضرت آدمؑ نے جب غلطی کی تو یہ نہیں فرمایا کہ میں نے تو اے خدا تیرے حلم کو آزمانے کیلئے غلطی کی ہے۔ تا بہ بینم۔ حضرت آدمؑ نے غلطی کرکے یہ نہیں کہا کہ میں نے تو غلطی اِس لئے کی ہے کہ تیری بُردباری کو آزماؤں۔ خیرہ سر۔ بیہودہ۔

آنکہ[1] او افراشت سقفِ آسماں | تو چہ دانی کردن او را امتحاں
دہ ذات جس نے آسمان کی چھت بلند کی ہے | تو اُس کا امتحان لینا کیا جانے؟

اے ندانستہ تو شر و خیر را | امتحاں خود را کن آنگہ غیر را
اے وہ کہ تو شر اور خیر کو نہیں جانتا ہے | (پہلے) اپنا امتحان کر پھر دوسرے کا (کرنا)

امتحانِ خود چو کردی اے فلاں | فارغ آئی ز امتحانِ دیگراں
اے فلاں! جب تو نے اپنا امتحان کر لیا | تو دوسرے کے امتحان سے بے نیاز ہو جائیگا

چوں[2] بدانستی کہ شکر دانۂ | پس بدانی کاہلِ شکر خانۂ
جب تو جان لے گا کہ تو شکر کا دانہ ہے | تو تو جان لے گا کہ تو شکر خانہ (جنت) کا اہل ہے

پس بداں بے امتحانے کہ آلہ | شکرے نفرستد ناجا نگاہ
پس جان لے کہ امتحان لئے بغیر، خدا | بے موقع تیرے لئے شکر نہیں بھیجے گا

ایں بداں بے امتحاں از علمِ شاہ | چوں سری نفرستدت در پائگاہ
یہ جان لے کہ بغیر امتحان کے، جبکہ تو اللہ کے علم میں | سردار ہے، تجھے جوتیوں کی جگہ نہ بھیجے گا

ہیچ[3] عاقل افگند دُرِّ ثمیں | در میانِ مستراحِ پُر چمیں
کیا کوئی عقلمند قیمتی موتی پھینکتا ہے | نجاست سے بھرے ہوئے بیت الخلاء میں؟

زانکہ گندم را حکیمے آگہے | ہیچ نفرستد بانبارِ کہے
کیونکہ کوئی باخبر دانا گیہوں کو | کبھی بھوسے کے انبار میں نہیں ڈالتا ہے

شیخ را کہ پیشوا و رہبر ست | گر مریدے امتحاں کرد او خرست
وہ شیخ جو پیشوا اور رہبر ہے | اگر مرید اس کو آزمائے تو وہ (مرید) گدھا ہے

امتحانش گر کنی در راہِ دیں | ہم تو گردی ممتحن اے بے یقیں
اگر تو دین کے راستہ میں اس کا امتحان کریگا | اے شکی! تو خود امتحان میں پڑ جائے گا

جرأت و جہلت شود عریان و فاش | او برہنہ کے شود زیں افتتاش
تیری بیباکی اور جہالت ننگی اور ظاہر ہو جائیگی | وہ اِس تفتیش سے ننگا کب ہوگا!

گر بیاید ذرہ سنجد کوہ را | بر درد زاں کہ ترازوش اے فتیٰ
اگر ذرہ، پہاڑ کو تولے | اے نوجوان! اُس پہاڑ سے اُسکی ترازو ٹوٹ جائیگی

کز قیاسے خود ترازو می تند | مردِ حق را در ترازو می کند
کیونکہ وہ اپنے اندازے سے ترازو بناتا ہے | اللہ (تعالیٰ) کے ولی کو ترازو میں رکھتا ہے

---

[1] آنکہ۔ ایک عاجز بندہ اللہ کا کیا امتحان لے سکتا ہے۔ اے ندانستہ۔ انسان کو خود اپنے بارے میں کچھ معلوم نہیں پہلے خود اُس کو اپنا امتحان لینا چاہیئے۔ امتحانِ خود۔ جب انسان خود اپنا امتحان لے گا تو اُس کو دوسروں کے امتحان لینے کی فرصت نہ ملے گی۔

[2] چوں بدانستی۔ جب تو جان لیگا کہ تو جنت کے قابل ہے تو سمجھ جائیگا کہ تو جنتی ہے۔ پس بداں۔ اللہ تعالیٰ امتحان کے بعد انعام کا مستحق قرار دیتا ہے۔ ایں بداں۔ اللہ تعالیٰ بغیر امتحان کے کسی باعزت کو ذلیل نہیں کرتا ہے۔

[3] ہیچ عاقل۔ قیمتی موتی کو کوئی عقلمند بھی پاخانہ میں نہیں پھینکتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نیکوں کو دوزخ میں کیسے بھیجے گا۔ مستراح۔ بیت الخلاء۔ زانکہ۔ گیہوں کو کوئی عقلمند بھوسے میں نہیں ڈالتا ہے۔ شیخ۔ جبکہ بڑوں کا امتحان لینا بُری بات ہے تو مرید کا شیخ کا امتحان لینا گدھا پن ہے۔ امتحانش۔ شیخ کا امتحان لیگا تو مرید خود ذلیل ہو جائیگا۔ افتتاش۔ تفتیش کرنا۔ گر بیاید۔ مرید شیخ کے سامنے ایک ذرہ ہی کی طرح ہے۔ مرید اپنے اندازے سے ترازو بناتا ہے شیخ اِس ترازو میں کیسے سما سکتا ہے لامحالہ وہ ترازو ٹوٹ جائیگی۔

چوں نگنجد او بمیزانِ خرد
جب کہ وہ عقل کی ترازو میں نہیں سماتا ہے

پس ترازوئے خرد را بر درد
تو عقل کی ترازو کو توڑ ڈالتا ہے

امتحاں[1] ہمچوں تصرف داں درو
امتحان لینا، اس میں تصرف کرنے کی طرح سمجھ

رو تصرف بر چناں شاہے مجو
جا، ایسے شاہ پر تصرف نہ کر

چہ تصرف کرد خواہد نقشہا
نقوش، کب تصرف کر سکیں گے

بر چناں نقاش بہرِ ابتلا
ایسے نقاش پر آزمانے کے لئے

امتحانے گر بدانست و بدید
اگر (ان نقوش نے) امتحان لینا جانا اور سمجھا ہے

نے کہ ہم نقاش آں بروے کشید
کیا نقاش ہی نے ان کو اس پر نقش نہیں کیا ہے؟

چہ[2] قدر باشد خود ایں صورت کہ بست
یہ صورت جو اس نے قائم کی ہے خود کیسی ہوگی

پیشِ صورتہا کہ در علمِ ویست
ان صورتوں کے بالمقابل جو اسکے علم میں ہیں

وسوسہ ایں امتحاں چوں آمدت
جبکہ اس امتحان کا تجھے وسوسہ آیا

بختِ بد داں کامد و گردن زدت
تو سمجھ کہ بدنصیبی آئی اور اس نے تیری گردن مار دی ہے

چوں چنیں وسواس دیدی زود زود
جب تو ایسے وسوسے محسوس کرے بہت جلد

با خدا گرد و در آ اندر سجود
خدا سے رجوع کر اور سجدے میں گر

سجدہ گہ را تر کن از اشکِ رواں
سجدہ کی جگہ کو اپنے آنسوؤں سے تر کر دے

کہ خدایا وارہانم زیں گماں
کہ اے خدا مجھے اس گمان سے نجات دیدے

آں[3] زماں کت امتحاں مطلوب شد
جس وقت امتحان کرنا تیرا مقصود بنا

مسجدِ دینِ تو پر خرّوب شد
تیرے دین کی مسجد خرّوب (گھاس) سے بھر گئی

ہیں چو وسواس آمدت در امتحاں
خبردار! جب آزمانے کے سلسلہ میں تجھے وسوسے آئیں

باز گرد و رو بحق آر آں زماں
پلٹ جا اور فوراً اللہ (تعالیٰ) کی طرف رخ کرے

تا نگہ دارد ترا آں ممتحن
تاکہ وہ امتحان لینے والا تجھے محفوظ رکھے

از گمان و امتحانِ انس و جن
انس و جن کے گمان اور امتحان سے

اے ضیاء الحق حسام الدیں بیا
اے ضیاء الحق حسام الدین آ جا

قصۂ داؤد بر گو و بنا
(حضرت) داؤدؑ اور تعمیر کا قصہ سنا

---

[1] امتحان۔ شیخ کا امتحان لینا گویا شیخ پر تصرف کرنا ہے، شیخ نے ہی اس کو کشف و تصرف سکھایا ہے اور اس میں قوتِ تصرف اور کشف شیخ کے نقوش ہیں نقوش، نقاش کا کیا امتحان لے سکتے ہیں۔ امتحانے۔ اگر کشف کے ذریعہ اس کے مقام کو آزماتا ہے تو یہ کشف بھی شیخ ہی کا عطا کردہ ہے۔

[2] چہ قدر۔ یہ کشف شیخ کے کشف کے بالمقابل ہیچ ہے۔ وسوسہ۔ شیخ کو آزمانے کا وسوسہ بھی دل میں آنا مرید کی تباہی کا سبب ہے۔ چوں چنیں۔ جب مرید کے دل میں اس قسم کے وساوس پیدا ہوں تو مرید کو فوراً توبہ کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی اس گستاخی کی معافی مانگنی چاہیئے۔

[3] آں زماں۔ جب مرید میں ایسے وساوس آئیں تو وہ سمجھ لے کہ اس کے دین پر تباہی کے آثار نمودار ہو گئے ہیں خرّوب۔ ایک گھاس ہے جس کا مکان پر اگنا مکان کی بربادی کی علامت ہے۔

[4] اے ضیاء الحق۔ چونکہ پہلے اشعار میں مولانا نے فرمایا تھا کہ تیرے دین کی مسجد میں خرّوب گھاس اگ آئی ہے تو اب مولانا کا ذہن مسجدِ اقصیٰ کی طرف منتقل ہو گیا جس میں خرّوب گھاس اگ آئی تھی۔ بِنا۔ یعنی حضرت داؤدؑ کا مسجدِ اقصیٰ تعمیر کرنے کا قصہ۔

قصۂ مسجدِ اقصیٰ و خرّوب رُستن و عزم کردنِ داؤد علیہ السّلام
مسجدِ اقصیٰ اور خرّوب اُگنے کا بیان اور حضرت داؤد علیہ السّلام کا حضرت سلیمانؑ

پیش از سلیمانؑ بر بنائے آں مسجد و موقوف شُدنِ آں
سے پہلے اُس مسجد کو تعمیر کرنے کا قصد اور اُس کا ترک جانا

چون[۱] در آمد عزمِ داؤدی بہ تنگ | کہ بسازد مسجدِ اقصیٰ بسنگ
جب داؤدی ارادہ سخت ہو گیا | کہ مسجدِ اقصیٰ کی پتھر سے تعمیر کریں

وحی کردش حق کہ ترکِ ایں بخواں | کہ ز دستت بر نیاید ایں مکاں
اللہ نے اُن کو وحی بھیجی کہ یہ چھوڑ | کیونکہ تیرے ہاتھ سے یہ مکان تعمیر نہ ہوگا

نیست در تقدیرِ ما آنکہ تو ایں | مسجدِ اقصیٰ بر آری اے گزیں
ہماری تقدیر میں یہ نہیں ہے کہ تو اِس | مسجدِ اقصیٰ کو اے منتخب! بلند کرے

گفت[۲] جرمم چیست اے دانائے راز | کہ مرا گوئی کہ مسجد را مساز
انہوں نے کہا اے رازوں کے جاننے والے! میری | کہ آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ مسجد نہ بنا

گفت بے جرمے تو خونہا کردۂ | خونِ مظلوماں بگردن بُردۂ
فرمایا تو نے بغیر کسی جرم کے بہت خون کئے ہیں | مظلوموں کے خون گردن پر لئے ہیں

کہ ز آوازِ تو خلقے بے شمار | جاں بدادند و شُدند آنرا شکار
کیونکہ بے شمار لوگوں نے تیری آواز سے | جان دیدی اور وہ اُس کے شکار بنگئے

خوں بسے رفتست بر آوازِ تو | بر صدائے خوب جاں پردازِ تو
تیری آواز پر بہت خون ہوئے ہیں | تیری حسین جان کو مشغول کرنیوالی آواز کی وجہ سے

گفت[۳] مغلوبِ تو بودم مستِ تو | دستِ من بر بستہ بُود از دستِ تو
انہوں نے عرض کیا میں تجھ سے مغلوب تھا اللہ تیرا مست تھا | میرا ہاتھ تیرے ہاتھ سے بندھا ہوا تھا

نے کہ ہر مغلوبِ شہ مرحوم بُود | نے کہ اَلْمَغْلُوْبُ کَالْمَعْدُوْم بُود
کیا ایسا نہیں ہے کہ شاہ کا مغلوب قابلِ رحم ہوتا ہے؟ | کیا ایسا نہیں ہے کہ مغلوب معدوم کی طرح ہوتا ہے؟

گفت اے مغلوب معدومیت کو | جز بہ نسبت نیست معدوم اَنْصِتُوْا
(اللہ نے) فرمایا اے مغلوب! تیرا معدوم ہونا کہاں ہے؟ | معدوم ہونا محض نسبتی ہوتا ہے، سنو

اینچنیں معدوم کو از خویش رفت | بہترینِ ہستہا افتاد و زفت
ایسا معدوم جو اپنے آپ سے جدا ہو گیا ہو | وہ تو فربہ اور بہترین موجودات میں سے ہے

---

[۱] چوں۔ حضرت سلیمانؑ سے پہلے حضرت داؤدؑ نے مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر کا ارادہ کیا۔ وحی۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت داؤدؑ کو مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر سے روکدیا اور فرمایا کہ ہماری تقدیر میں تم اُس کو تعمیر نہ کرسکو گے۔

[۲] گفت حضرت داؤدؑ نے اللہ تعالےٰ سے عرض کیا میری کیا خطا ہے کہ مجھے مسجد کی تعمیر سے روکا جا رہا ہے۔ بے جرمے۔ حضرت داؤدؑ جب خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے تو بہت سے سننے والے جاں بحق ہو جاتے تھے۔

[۳] گفت مغلوب۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ میں زبور پڑھتے وقت جوش اور عشقِ خداوندی میں مغلوب ہوتا ہوں اور دستِ قدرت سے میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ نے۔ جو شاہ کا مجنون ہوتا ہے وہ قابلِ رحم اور فانی ہوتا ہے اُس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا ہے۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مغلوب تو بالکلیہ معدوم نہیں ہے صرف اپنے اوصاف کو اللہ کے اوصاف میں گم کر دینے کے اعتبار سے معدوم ہے۔ اَنْصِتُوْا۔ یہ سُن لے۔ اینچنیں۔ جو اِس طرح کا معدوم ہو وہ تو اشرف الموجودات ہے۔

اُو بہ نسبت با صفاتِ حق فناست
درحقیقت در فنا اُو را بقاست
اُس کو خدا کی صفات کی نسبت سے فنا حاصل ہے
حقیقتاً فنا میں اُس کی بقا ہے

جملہ ارواح در تدبیرِ اُوست
جملہ اشباح ہم در تیرِ اُوست
تمام روحیں اُس کے انتظام میں ہیں
تمام اجسام بھی اُس کی قدرت میں ہیں

آنکہ اُو مغلوب اندر لطفِ ماست
نیست مضطر بلکہ مختارِ وِلاست
جو ہماری مہربانی میں مغلوب ہے
وہ مجبور نہیں ہے بلکہ دوستی کی وجہ سے با اختیار ہے

منتہائے اختیار آنست خود
کاختیارش گردد اینجا مفتقد
خود اختیار کا اخیر یہ ہے
کہ اُس کا اختیار اِس جگہ گم ہو جائے

اختیارش گر نبودے چاشنی
کے بگشتے آخر اُو محو از منی
اگر اُس کا اختیار لذیذ نہ ہوتا
تو وہ خودی سے محو کیوں ہوتا؟

در جہاں گر لقمہ وگر شربت است
لذتِ اُو فرعِ محوِ لذت است
دنیا میں خواہ کوئی لقمہ یا کوئی گھونٹ ہے
اُس کی لذت محو کی لذت کی شاخ ہے

گرچہ از لذات بے تاثیر شد
لذتے بود اُو و لذت گیر شد
اگرچہ وہ لذتوں سے بیگانہ ہو گیا ہے
وہ (بھی) ایک لذت تھی جس لذت کو اُس نے حاصل کیا

ہر کہ اُو مغلوب شد مرحوم گشت
در بحارِ رحمتش معدوم گشت
جو مغلوب ہوا وہ مرحوم ہو گیا
وہ اُسکی رحمت کے سمندروں میں معدوم ہو گیا

نے چناں معدوم کز اہلِ وجود
ہیچ بروے چیر بد اندر گاہِ جود
ایسا معدوم نہیں کہ موجود میں سے
کوئی سخاوت کے وقت اُس پر غالب آسکے

بلکہ والی گشت موجودات را
بے گمان و بے نفاق و بے ریا
بلکہ وہ موجودات کا والی بن گیا ہے
بغیر گمان اور بغیر نفاق اور بغیر ریاکاری کے

بے مثال و بے مکان و بے نشاں
بے زمان و بے چنین و بے چناں
بے مثال کے اور بے مکان اور بے نشان کے
بغیر زمانہ اور بغیر ایسے اور ویسے کے

بے اشکال و بے سوال و بے جواب
دم مزن واللہ اعلم بالصواب
بغیر اشکال اور بغیر سوال اور بغیر جواب کے
دم نہ مار، اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

بے مثال۔ اب نہ اسکی کوئی مثال ہے نہ اُس کا مکان ہے اور نہ نشان وہ لازمانی ہے اور کم و کیف سے بھی جدا ہے۔ اِس معاملہ میں نہ کوئی اِشکال اور نہ سوال وجواب کا موقع ہے بس خاموشی اختیار کرے۔

۵۱ آو۔ اُس نے اپنے آپکو اللہ کی صفات میں فنا کر دیا ہے تو اُس کی فنا تو دراصل بقا ہے۔ جملہ۔ اب اِس فانی فی اللہ اور باقی باللہ کو وہ مقام حاصل ہے کہ تمام روحیں اُس کے زیر تصرف ہیں اور تمام اجسام اُس کے زیر نگیں ہیں۔ اشباح یعنی اجسام۔ آنکہ۔ جو ہم میں فنا ہو گیا وہ مُضطر نہیں ہے بلکہ وہ مجبور ہونے کی وجہ سے با اختیار ہے۔ وِلا۔ دوستی۔
۵۲ منتہائے۔ بندہ کا اعلیٰ درجہ کا اختیار تو یہی ہے کہ وہ ہماری مرضیات میں گم ہو جائے۔ اختیارش۔ اُس کو اگر اس اختیار میں لطف نہ آتا تو اپنے آپ کو کیوں فنا کرتا منی۔ خودی۔ در جہاں۔ دنیا کی تمام تر لذتیں خواہ کھانے کی ہوں یا پینے کی وہ اِس پر مبنی ہیں کہ اُس چیز کی لذت کو مٹا دیا جائے۔ گرچہ۔ فانی فی اللہ اگرچہ دنیا دی لذتوں کو مٹا دیتا ہے لیکن یہ ترکِ لذات اسکے لئے لذت بن جاتی ہے۔
۵۳ ہر کہ آو۔ جو صفاتِ باری سے مغلوب ہو گیا وہ اللہ کی رحمتوں کے سمندر میں غرق ہو کر رحمتوں کا مستحق ہو گیا ہے۔ نے چناں معدوم لیکن وہ ایسا معدوم نہیں ہے کہ کوئی بھی موجود اُس پر غالب آسکے۔ بلکہ۔ ایسا فانی فی اللہ موجودات پر حکمراں بن جاتا ہے۔

شرح اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ وَالْعُلَمَاءُ كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ خاصّۃً

اس کی شرح کہ مومنین، بھائی بھائی ہیں اور علماء ایک جان کی طرح ہیں

اتحادِ داؤد و سلیمان و سائرِ انبیاء علیہم السلام کہ اگر یکے

خصوصاً حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ اور بقیہ انبیاء کا اتحاد اُن پر سلام ہو کہ اگر تُو انہیں سے ایک کا منکر ہو

ازیشاں را منکر شوی ایمانِ تو بہیچ نبی درست نباشد و

تو تیرا کسی نبی پر ایمان درست نہ ہوگا اور یہ اتحاد کی علامت

ایں علامتِ اتحاد ست کہ اگر یکے خانہ ازاں ہزار خانہ ویران کنی

ہے کہ اگر ہزار گھروں میں سے تو ایک کو ویران کرے گا تو سب ویران

ہمہ ویران شود و یک دیوار قائم نماند کہ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ

ہو جائیں گے اور ایک دیوار بھی قائم نہ رہیگی کیونکہ "ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی میں

مِّنْ رُّسُلِہٖ وَالْعَاقِلُ تَكْفِیْہِ الْاِشَارَةُ و ایں خود از اشارت گذشت

تفریق نہیں کرتے ہیں" عقلمند کیلئے اشارہ کافی ہے اور یہ تو اشارہ سے بڑھ گیا ہے

پس خطاب آمد بداؤدؑ از خدا
تو خدا کی جانب سے (حضرت) داؤدؑ کو خطاب ہوا

کاے گزین پیغمبرِ نیکو لقا
کہ اے منتخب پیغمبر نیک صورت!

دل مدار اندر تفکر زیں خبر[2]
اس بات سے دل کو فکر میں مبتلا نہ کر

رہ مدہ در خود ملال و غم مخور
رنج کو اپنے اندر راستہ نہ دے اور غم نہ کر

گرچہ بر ناید بجہد و زورِ تو
اگر (وہ مسجد) تیری کوشش اور طاقت سے نہ بنے گی

لیک مسجد را بر آرد پُورِ تو
لیکن تیرا لڑکا اُس کو بنائے گا

گرچہ بر ناید بجہدت ایں مقام
اگرچہ تیری کوشش سے یہ جگہ نہ بنے گی

لیک پُورِ تو کند آں را تمام
لیکن تیرا لڑکا اُس کو مکمل کرے گا

کردۂ اُو کردۂ تست اے حکیم
اے دانا! اُس کا کیا ہوا تیرا کیا ہوا ہے

مؤمناں را اتصالے داں قدیم
مومنوں کا باہمی قدیم اتحاد سمجھ

مؤمناں معدود لیک ایماں یکے
مومنین متعدد ہیں لیکن ایمان ایک ہے

جسمِ شاں معدود لیکن جاں یکے
اُنکے جسم چند ہیں لیکن جان ایک ہے

غیرِ فہم[3] و جاں کہ در گاو و خر ست
عقل اور جان جو بیل اور گدھے میں ہیں اُنکے علاوہ

آدمی را عقل و جانِ دیگر ست
انسان کی عقل اور جان دوسری ہے

---

۱ اِنَّمَا. قرآن پاک میں ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ یعنی مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں اور مشہور مقولہ ہے۔ اَلْعُلَمَاءُ كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ یعنی علماء ایک جان ہیں، یہ اُخوّت اور اتحاد ایمان کی وحدت کی بنیاد پر ہے، قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے ہیں، اسی بناء پر یہ حکم ہے کہ ایک نبی کا کفر تمام انبیاء کا کفر ہے۔

۲ زیں خبر۔ یعنی اس خبر سے کہ تم مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر نہ کر سکو گے۔ پُور۔ حضرت سلیمانؑ۔ مؤمناں۔ یعنی مومنین اگرچہ گنتی میں متعدد ہیں لیکن اُن میں وحدتِ ایمانی ہے۔ جاں یکے۔ روحِ انسانی جو ایک لطیفۂ ربانی ہے اور وہ روحِ حیوانی کے علاوہ ہے۔

۳ غیرِ فہم۔ حیوانات میں صرف روحِ حیوانی ہے جو اطباء کے نزدیک ایک جسم لطیف بخاری ہے جو غذاؤں سے پیدا ہوتی ہے چونکہ یہ بخار ہے اسی لئے مولانا نے اُس کو روحِ باد کہا ہے۔

باز غیرِ عقل و جانِ آدمی	ہست جانے در ولیؔ و در نبیؔ ؔ[1]
پھر انسان کی عقل اور جان کے علاوہ	ولی اور نبی میں اور جان ہے
جانِ حیوانی ندارد اتّحاد	تو مجو ایں اتّحاد از روحِ باد
حیوانی جان، اتحاد نہیں رکھتی ہے	تو یہ اتحاد ہوائی روح میں نہ تلاش کر
گر خورد ایں ناں نگردد سیر آں	ور کشد بار ایں نگردد آں گراں
اگر یہ روٹی کھائے اُس دوسری کا پیٹ نہیں بھرتا	اگر یہ بوجھ اُٹھائے تو وہ بوجھل نہیں ہوتی
بلکہ ایں شادی کند از مرگِ اُو	از حسد میرد چو بیند برگِ اُو
بلکہ یہ اُس کے مرنے سے خوشی مناتی ہے	اگر اُس کا ساز و سامان دیکھتی ہے تو حسد سے مرتی ہے
جانِ گرگان و سگاں ہر یک جدا است	متّحد جانہائے شیرانِ خدا است
بھیڑیوں اور کتّوں کی جان ہر ایک جداگانہ ہے	خدا کے شیروں کی جان متحد ہے
جمع گفتم[2] جانہاشاں من باسم	کاں یکے جاں صد بُود نسبت بجسم
میں نے اُن کی جانوں کیلئے اسمِ جمع (کا لفظ) بولا	کیونکہ جسم کی نسبت سے وہ ایک سَو بن جاتی ہے
ہمچو آں یک نورِ خورشیدِ سما	صد بُود نسبت بصحنِ خانہا
جیساکہ آسمان کے سورج کا ایک نُور	گھروں کے صحن کے اعتبار سے سَو بن جاتا ہے
لیک یک باشد ہمہ انوارِ شاں	چونکہ بر گیری تو دیوار از میاں
لیکن اُن سب کا نور ایک بن جاتا ہے	جبکہ تو درمیان سے دیوار اُٹھا دے
چوں نماند جانہا را قاعدہ	مؤمناں باشند نفسِ واحدہ
جبکہ جانوں کی بنیاد نہ رہے گی	مومن ایک جان بن جائیں گے
فرق و اشکالات آید زیں مقال	زانکہ نبود مثل[3] باشد ایں مثال
اُس گفتگو سے اختلاف اور اشکال پیدا ہوتے ہیں	کیونکہ یہ مثل نہیں ہے مثال ہے
فرقہا بیحد بُود از شخصِ شیر	تا بہ شخصِ آدمی زادِ دلیر
شیر کے وجود میں بہت فرق ہیں	بہادر آدمی کے وجود کے اعتبار سے
لیک در وقتِ مثال اے خوش نظر	اتّحاد از روئے جانبازی نگر
لیکن اے خوش نظر: مثال کے وقت	بہادری کے اعتبار سے اتحاد سمجھ

کہہ سکتے ہیں۔ فرقہا۔ بہادر شخص کی شیر مثال ہے حالانکہ دونوں میں بہت سی باتوں میں فرق ہے صرف بہادری میں یکسانیت ہے۔

[1] در نبی۔ انبیاء اور اولیا کی روحِ انسانی ایک قوی تر لطیفۂ ربانی ہے۔ جانِ حیوانی۔ روحِ حیوانی ہر حیوان میں جداگانہ ہے یہی وجہ ہے کہ ایک روحِ حیوانی اگر غذا حاصل کرتی ہے تو دوسری روح کو وہ غذا نہیں پہنچتی ہے اُن میں سے اگر ایک گراں بار ہوتی ہے تو دوسری کو اُس سے گرانی نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ۔ ایک روحِ حیوانی کی خوشی دوسری کے رنج کا سبب ہے۔ شیرانِ خدا یعنی اولیاء اور انبیاء۔

[2] جمع گفتم۔ ہم نے انبیاءؑ اور اولیاء کی روح کے لئے جمع کا صیغہ بولا ہے حالانکہ وہ ایک ہے اُس کا تعدد محض جسموں کے تعدد کی نسبت سے ہے۔ ہمچو سورج کی دُھوپ جبکہ مختلف صحنوں اور مکانوں پر پڑتی ہے تو اُس میں تعدد ہے ورنہ وہ ایک چیز ہے۔ قاعدہ۔ بنیاد یعنی جسم۔ زیں مقال یعنی روحِ انسانی کو سورج کے نور سے تشبیہ دینے سے بہت سے اشکالات پیدا ہو جائیں گے۔

[3] مثل۔ مثل اور مثال میں یہ فرق ہے کہ مثل شئ وہ کہلاتی ہے جو اُس شے سے ہر بات میں متحد ہو اور مثال کا ہر صفت میں یکساں ہونا ضروری نہیں ہے اگر ایک وصف میں بھی اتحاد ہے تو اُس کو اِس شئ کی مثال

کاں دلیر آخر مثالِ شیر بود — نیست[1] مثلِ شیر در جملہ حدود

کہ وہ بہادر شیر کی مثال ہے — تمام باتوں میں شیر کی مثل نہیں ہے

مُتحِد نقشے ندارد ایں سرا — تاکہ مثلے وانمائم مر ترا

یہ دنیا، کوئی چیز (روح کیساتھ) متحد نہیں رکھتی ہے — تاکہ تجھے مثل دکھا دوں

ہم مثالِ ناقصے دست آورم — تاز حیرانی خرد را وا خرم

نیز ایک ناقص مثال بیان کرتا ہوں — تاکہ عقل کو پریشانی سے نجات دوں

شب بہر خانہ چراغے می نہند — تا بنورِ آں ز ظلمت می رہند

رات کو ہر گھر میں چراغ رکھتے ہیں — تاکہ اُسکی روشنی کی وجہ سے اندھیرے سے نجات حاصل کرلیں

آں چراغ ایں تن بود نورش چو جاں — نیست محتاجِ فتیل و ایں و آں

وہ چراغ یہ جسم ہے اُس کی روشنی جان کیطرح ہو — جو بتی اور اِس اور اُس کا محتاج نہیں ہے

واں فتیلہ پنج دارد از حواس — جملگی بر خواب و خور دارد اساس

وہ بتی پانچ حواس رکھتی ہے — اِن سب کی کھانے اور سونے پر بنیاد ہے

بے[2] خور و بے خواب نزید نیم دم — با خور و با خواب نزید نیز ہم

بغیر کھائے اور سوئے آدھا پل بھی نہیں جی سکتا — کھانے اور سونے کے ساتھ بھی نہیں جیتا ہے

بے فتیل و روغنش نبود بقا — با فتیل و روغن او ہم بیوفا

اُس کی بغیر بتی اور تیل کے بقا نہیں ہے — بتی اور تیل کے ہوتے ہوئے بھی بے وفا ہے

زانکہ نورِ علتی اش مرگ جوست — چوں زید کہ روزِ روشن مرگِ او

کیونکہ اُس کی بیمار روشنی موت کی متقضی ہے — کیسے جیئے کیونکہ روشن دن اُسکی موت ہے

جملہ[3] حسہائے بشر ہم بے بقاست — زانکہ پیشِ نورِ روزِ حشر لاست

انسان کے تمام حواس فانی ہیں — کیونکہ حشر کے دن کے نور کے سامنے معدوم ہیں

نورِ حس و جانِ ناپایانِ ما — نیست کلی فانی و لا چوں گیا

ہمارے فانی حس اور جان کا نور — گھاس کی طرح بالکلیۃ فانی اور معدوم نہیں ہے

لیک مانندِ ستارہ و ماہتاب — جملہ محو اند از شعاعِ آفتاب

لیکن ستاروں اور چاند کی طرح — سورج کی شعاع سے سب محو ہیں

اسی طرح، روحِ انسانی کا بھی بقا نہیں ہے حشر میں تجلی رب کے سامنے اس کا بھی بقا نہ رہیگا۔ لا۔ یعنی معدوم۔ چوں گیا۔ اِس روحِ انسانی کی فنا گھاس پھونس کی فنا کی طرح کی نہیں ہے۔ لیک۔ روحِ انسانی کی فنا ایسی ہے جیسی کہ ستارہ کی فنا سورج کی موجودگی میں ہوتی ہے۔

[1] نیست مثل۔ بہادر شیر کی مثل نہیں ہے مثال ہے۔ متحد۔ اِس دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو روح کی مثل ہو تاکہ اُس کے ذریعہ روح کو سمجھایا جاسکے۔ ہم مثال۔ اگرچہ کوئی چیز روح کی مثل نہیں ہے جس کے ذریعہ اُس کو سمجھایا جائے لیکن ایک ناقص مثال پیش کی جاتی ہے۔ آں چراغ۔ جسم کو بمنزلہ چراغ کے اور روح کو اُس کی روشنی جیسا سمجھو، روشنی جب ہو سکے گی جبکہ چراغ میں بتی ہو تیل ہو، اسی طرح جسم غذا وغیرہ کا محتاج ہے۔ فتیلہ۔ چراغ کی بتی۔ حواس۔ یعنی حواسِ خمسہ۔ اساس۔ بنیاد یعنی حواسِ خمسہ جب کام کرتے ہیں جبکہ حوائج ضروری پورے ہوتے رہیں۔

[2] بے خور۔ حواس کا بقا حوائج ضروری کے پورے ہونے پر بھی موقوف ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ حوائج بھی پورے ہوتے رہیں تب بھی وہ فنا ہو جاتے ہیں۔ زانکہ۔ جس طرح چراغ باوجود بتی اور روغن کے سورج نکلنے پر اپنے وجود کو گویا معدوم کر دیتا ہے اسی طرح جب موت کا وقت آتا ہے تو یہ روحِ حیوانی اور حواس معدوم ہو جاتے ہیں اُن کیلئے موت کا وقت ایسا ہی ہے جیسا کہ چراغ کے لئے دن کا نکلنا۔

[3] جملہ حسہائے۔ جس طرح روحِ حیوانی کو بقا نہیں ہے

509

آنچنانکہ[۵۱] سوز و دردِ زخمِ کیک — محو گردد چوں درآید مار الیک

جیسا کہ پِسّو کے زخم کی سوزش اور درد — محو ہو جاتا ہے جب سانپ تیری جانب آجائے

آنچنانکہ عور اندر آب جست — تا در آب از زخمِ زنبوراں برست

جیسا کہ ننگا پانی میں گھس جائے — تاکہ پانی میں شہد کی مکھیوں کے کاٹنے سے نجات پالے

میکنند زنبور بر بالا طواف — چوں برآرد سر ندارندش معاف

شہد کی مکھیاں اوپر چکر کاٹتی ہیں — وہ جب سر اُبھارتا ہے اُس کو معاف نہیں کرتیں

آب[۵۲] ذکرِ حق و زنبور ایں زماں — ہست یادِ ایں فلان و آں فلاں

اللہ کی یاد پانی ہے اور شہد کی مکھی اِس وقت — اِس فلاں اور اُس فلاں کی یاد ہے

دم بخور در آبِ ذکر و صبر کن — تا رہی از فکر و وسواسِ کہن

ذکرِ حق کے پانی میں سانس گھونٹ لے اور صبر کر — تاکہ تو فکر اور پُرانے خیالات سے نجات پالے

بعد ازاں تو طبعِ آں آبِ صفا — خود بگیری جملگی سر تا بپا

اُس کے بعد اُس صاف پانی کی طبیعت — سر سے پاؤں تک تو خود اختیار کرلے گا

آنچناں کز آب آں زنبورِ شر — میگریزد از تو ہم گیرد حذر

جس طرح وہ شریر شہد کی مکھی پانی سے — بھاگتی ہے تجھ سے بھی ڈرے گی

بعد ازاں خواہی تو دور از آب باش — کہ بسر ہم طبعِ آبی خواجہ تاش

اسکے بعد اگر تو چاہے پانی سے جدا ہو جا — کیونکہ باطن کے اعتبار سے تو پانی کی طبیعت کا خواجہ تاش ہے

بس[۵۳] کسانے کز جہاں بگذشتہ اند — لا نیند و در صفات آغشتہ اند

بہت سے وہ لوگ جو دنیا سے چلے گئے ہیں — معدوم نہیں ہیں اور وہ (اللہ کی) صفات میں غرق ہیں

در صفاتِ حق صفاتِ جملہ شاں — ہمچو اختر پیشِ آں خور بے نشاں

اُن سب کی صفات اللہ (تعالیٰ) کی صفات میں — ایسی ہی بے نشان ہیں جیسا کہ ستارے سورج کے سامنے

گر ز قرآں نقل خواہی اے حروں — خواں جمیعٌ ہُم لَدَینا مُحضَرون

اے سرکش! اگر تو قرآن سے ثبوت چاہتا ہے — پڑھ لے وہ سب ہمارے پاس حاضر کئے ہوئے ہیں

مُحضَرون معدوم نبود نیک بیں — تا بقائے روحہا دانی یقیں

اچھی طرح سمجھ لے "حاضر کئے ہوئے" معدوم نہیں ہوتے — تاکہ تو روحوں کے باقی رہنے کو یقینی طور پر جان لے

---

[۵۱] آنچنانکہ۔ روحِ انسانی کی فنا کی دوسری مثال ہے کہ پِسّو کے کاٹنے کا درد سانپ کے حملہ کے وقت محو ہو جاتا ہے۔ الیک۔ تیری جانب۔ محو۔ تیسری مثال یہ ہے کہ روحِ انسانی کی محویت ایسی ہے جیسا کہ ننگا شہد کی مکھیوں کے ڈر سے پانی میں محو ہو جاتا ہے۔ میکنند۔ شہد کے محال کی بڑی مکھیاں اِس قدر تعاقب کرتی ہیں کہ پانی میں اگر غوطہ لگایا جائے تو وہ انتظار کرتی ہیں کہ باہر نکلے تو پھر کاٹیں۔

[۵۲] آب۔ اب مولانا ارشاد کی بات کی طرف منتقل ہو کر فرماتے ہیں کہ وساوس کا حال شہد کی مکھیوں کا سا ہے اور اُن سے بچاؤ ذکر اللہ کے پانی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ بعد ازاں۔ جب انسان ترقی کرتا ہے تو خود اُسکی طبیعت ذکر اللہ کی صفائی حاصل کر لیتی ہے اور طبیعت وساوس کو دُور کرنے لگتی ہے اور اُس کو حبسِ دم اور ذکرِ خفی وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ کہ بسر۔ اب خود سالک کی طبیعت میں وہ خواص پیدا ہو جاتے ہیں جو اذکار میں تھے۔

[۵۳] بس کسانے۔ جس طرح روحِ انسانی بالکل فانی نہیں ہے اِسی طرح بہت سے بزرگ وہ ہیں جن کی موت فنائے محض نہیں ہے بلکہ اُن کیلئے موت کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ صفاتِ باری میں مستغرق ہیں۔ در صفات۔ اللہ کی صفات میں وہ اِسی طرح معدوم ہیں جسطرح ستارہ سورج کے سامنے معدوم ہوتا ہے۔ گر ز قرآں۔ قرآن پاک میں ہے اِن کَانَتْ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً فَاِذَا ھُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ بس ایک زور کی آواز ہوگی تو ایکدم سے سب لوگ ہمارے حضور میں حاضر

رُوحِ مَحجُوب[۱] اَز بقایش دَر عذاب
اُس کی بقا سے رُکی ہوئی روح عذاب میں ہے

رُوحِ واصِل دَر بقا پاک اَز حجاب
جو روح بقا (باللہ) میں واصل ذکحق، ہر دو پردے سے پاک ہے

زیں چراغِ حسِّ حیواں اَلمُراد
خلاصہ یہ ہے کہ اس حیوانی حس کے چراغ سے

گفتمت ہاں تانجوئی اِتّحاد
میں نے تجھے بتادیا خبردار اتّحاد کا طالب نہ بننا

رُوحِ خود را مُتّصل کُن اے فلاں
اے فلاں! اپنی روح کو وابستہ کردے

زود با اَرواحِ قدسِ سالکاں
بہت جلد سالکوں کی پاک روحوں کے ساتھ

صَد چراغت ار مُرند ار بیستند
تیرے سو چراغ خواہ وہ مَریں یا قائم رہیں

بس جدا یند و یگانہ نیستند
(آپس میں) بہت جدا ہیں اور ایک نہیں ہیں

زاں[۲] ہمہ جنگند ایں اصحاب ما
اسی لئے ہمارے یہ سب ساتھی لڑتے ہیں

جنگ کس نشنید اندر انبیا
کسی نے انبیاء میں لڑائی (کی بات) نہیں سُنی ہے

زانکہ نورِ انبیا خورشید بُود
کیونکہ انبیا کا نور سورج (سے) تھا

نورِ حسِّ ما چراغ و شمع و دُود
ہمارے حواس کا نور چراغ اور شمع اور دُھواں

یک بمیرد یک بماند تا بروز
ایک بجھ جاتا ہے، ایک دن تک رہتا ہے

یک بُود پژمُردہ دیگر با فروز
ایک ٹمٹماتا ہے، دوسرا روشن ہے

جانِ[۳] حیوانی بُود حیّ از غذے
حیوانی روح غذا سے زندہ رہتی ہے

ہم بمیرد اُو بہر نیک و بدے
وہ اچھائی اور بُرائی کے ساتھ مر بھی جاتی ہے

گر بمیرد ایں چراغ و طے شود
اگر یہ چراغ بجھ جائے اور لپیٹ جائے

خانۂ ہمسایہ مُظلم کے شود
پڑوسی کا گھر تاریک کب ہوگا؟

نورِ آں خانہ چو بے ایں ہم بپاست
جب اس گھر کی روشنی اُسکے بغیر بھی قائم ہے

پس چراغِ حسِّ ہر خانہ جُداست
تو حس کا چراغ ہر گھر کا جُدا ہے

ایں مثالِ جانِ حیوانی بُود
یہ رُوحِ حیوانی کی مثال ہے

نے مثالِ جانِ ربّانی بُود
نہ کہ ربانی روح کی مثال

باز از ہندوی شب چوں ماہ زاد
پھر رات کی تاریکی سے جب چاند نکلا

در سرِ ہر روزنے نورے فتاد
ہر سوراخ پر روشنی پڑی

کے چراغ کے بجھنے سے دوسرے گھر پر اندھیرا نہیں ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ دونوں جداگانہ ہیں اِیں۔ یعنی چراغ کی مثال۔ باز۔ روحِ انسانی کی مثال چاند کی روشنی کی سی ہے جب چاند طلوع کرتا ہے تو سب گھروں میں نور پھیلتا ہے تو ان سب گھروں کے نور میں وحدت ہے۔

[۱] روحِ محجوب۔ یعنی حیوانی کو بقا باللہ حاصل نہیں ہے لہٰذا وہ عذاب میں ہوگی۔ جو روحِ انسانی بقا باللہ حاصل کریگی اُس کو رویتِ باری حاصل ہوگی۔ زیں چراغِ حس۔ روحِ حیوانی سے اِتصال اور اِتحاد، عذاب کا سبب ہے۔ روحِ خود۔ اپنی رُوح کو سالکوں کی روح سے وابستہ کرلو تو دیدارِ رب حاصل ہوگا۔ صد چراغت۔ اَرواحِ حیوانی سے قطع نظر کرو ان روحوں میں کوئی یگانگت نہیں ہوتی ہے۔

[۲] زاں۔ چونکہ عوام روحِ انسانی سے محروم ہیں اُن میں صرف روحِ حیوانی ہے جس میں یگانگت نہیں ہے اسی لئے باہمی مختلف اور جنگ وجدل میں رہتے ہیں۔ انبیاء کی روح، روحِ انسانی ہے جس میں وحدت ہے۔ زانکہ۔ انبیاء کی روحیں خورشیدِ وحدت کا نور ہیں جو باہمی متحد ہیں۔ نورِ حسِ ما روحِ حیوانی وہی چراغ والی روشنی ہے۔ یک بمیرد۔ چونکہ ان میں اتحاد نہیں ہے اس لئے کوئی انسان دوسرے انسان کے احوال سے متاثر نہیں ہوتا ہے۔

[۳] جانِ حیوانی۔ رُوحِ حیوانی غذاؤں سے زندہ ہے اور پھر اُس کے لئے فنا ہے۔ گر بمیرد۔ روحِ حیوانی کی مثال چراغ کی روشنی کی سی ہے اگر ایک چراغ بجھ جائے تو دوسرے گھر کا چراغ جلتا رہتا ہے۔ نورِ آں خانہ۔ جب ایک گھر

511

نورِ آں صد خانہ را تو یک شمر — کہ نماند نورِ ایں بے آں دگر
اُن سَو گھروں کی روشنی کو تو ایک سمجھ — کیونکہ اسکا نور اُس دوسرے کے بغیر نہیں رہتا ہے

تا بُوَدؔ خورشیدِ تاباں بر اُفق — ہست در ہر خانہ نورِ اُو قنق
جب تک سورج افق پر روشن ہے — ہر گھر میں اس کا نور مہمان ہے

باز چوں خورشیدِ جاں آفِل شوَد — نورِ جملہ جانہا زایل شود
پھر جب روح کا سورج غروب کرجاتا ہے — تمام جانوں کا نور زایل ہوجاتا ہے

ایں مثالِ نور آمد مثل نے — مر ترا ہادی عدو را رہزنے
یہ نور کی مثال ہے مثل نہیں ہے — تیرے لئے ہادی ہے، دشمن کیلئے رہزن ہے

بر مثالِ عنکبوت آں زشت خُو — پردہائے گندہ را بر بافد اُو
وہ بدخو، مکڑی کی طرح — گندے پردے بنتا ہے

از لعابِؔ خویش پردہ نور کرد — دیدۂ اِدراکِ خود را کور کرد
اپنے لعاب سے اُس نے نور پر پردہ ڈالدیا — اپنے احساس کی آنکھ کو اندھا بنایا

گردنِ اسپ ار بگیرد بر خورَد — ور بگیرد پاش بستاند لگد
اگر گھوڑے کی گردن پکڑیگا فائدہ اٹھائیگا — اور اگر اُس کے پاؤں پکڑیگا لاتیں کھائے گا

کم نشیں بر اسپِ توسنؔ بے لگام — عقل و دیں را پیشوا کُن والسّلام
سرکش گھوڑے پر بے لگام نہ چڑھ — عقل اور دین کو پیشرو بنالے والسّلام

اندریں آہنگ منگر سُست و پست — کاندریں رہ صبر شقِ انفُس ست
اِس راستہ کو سست اور پست نہ سمجھ — کیونکہ اِس راستہ میں صبر کرنا جانوں کیلئے شاق ہے

باز گرد و قصۂ مسجد بگو — با سلیمانِؑ نبیِ نیک خُو
واپس چل اور مسجد کا قصّہ کہہ — نیک خصلت سلیمان نبی کے ساتھ (جو ہوا)

بقیہ قصۂ بنائے مسجدِ اقصیٰ از دستِ سُلیمان علیہ السّلام

حضرت سلیمان علیہ السّلام کے ہاتھ سے مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر کے قصّہ کا بقیہ

چوں سُلیمانؑ کرد آغازِ بنا — پاک چوں کعبہ ہمایوں چوں منیٰ
جب (حضرت) سلیمانؑ نے تعمیر ابتدا کی — جو کعبہ کی طرح پاک اور منیٰ کی طرح بابرکت ہے

اور معترضانہ نگاہ ڈالوگے تو تباہی ہوگی۔ ــ ۳ؔ اسپ توسن۔ سرکش گھوڑا یعنی نفس آہنگ۔ راہِ حق۔ راہکو کو آسان اور حقیر نہ سمجھو اس راستہ میں بہت صبر و استقلال کی ضرورت ہے۔ جو نفس پر بہت شاق و گراں ہے۔ بنا یعنی مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر۔ منیٰ۔ وہ مقامِ پاک ہے جہاں حاجی رمیِ جمار کرتے ہیں۔

۱ؔ تا بُوَد۔ روحِ انسانی میں چونکہ وحدت ہے اس لئے شیخِ کامل اپنی زندگی میں چاند کی طرح ہر مُرید کو روشنی عطا کرتا رہتا ہے۔ باز۔ جب وہ شیخ اپنی توجہ ہٹالیتا ہے تو مُریدوں میں استفاضہ کی وہ پہلی سی کیفیت نہیں رہتی ہے۔ ایں مثال۔ میں نے ذاتِ مقدس اور اس کے نور کی مثال سورج اور اسکی روشنی سے دی ہے یہ مثال ہے جو تمام حیثیتوں سے مثل اُس کی طرح نہیں ہوتی ہے تیرے لئے یہ مثال ہدایت کا کام کریگی اور دشمن یعنی فلسفی کے لئے جو اسرارِ معرفت میں قیاس کو دخیل بناتا ہے رہزن بنے گی اور اُس کو مزید گمراہ کردے گی۔ عنکبوت۔ فلسفی کی مثال مکڑی کی سی ہے جو خود اپنے اوپر اپنے لعاب سے نور کو مخفی کرلیتی ہے۔ ۲ؔ از لعاب۔ مکڑی اپنے لعاب سے اپنے اوپر جالا تن کر اپنے آپ کو روشنی سے محروم کرتی ہے اسیطرح منکر اور معترض اپنے اعتراضات کے ذریعہ اپنے ادراک کو نور سے محروم کردیتا ہے۔ گردنِ اسپ۔ گھوڑے پر قاعدہ سے سوار ہوگا تو فائدہ اُٹھائیگا اور اگر اسکے پاؤں پکڑنے کی کوشش کریگا تو لات کھائے گا یہی مثال کلامِ حق اور اسرارِ معرفت کی ہے کہ اسپر صحیح طریقہ سے غور کروگے تو فائدہ اٹھاؤگے

512

در بنایش دیدہ می شد کرّ و فر — نے فسردہ چوں بناہائے دگر

اُس کی تعمیر میں شان و شوکت نظر آتی تھی — دوسری عمارتوں کی طرح ٹھٹھری ہوئی نہ تھی

در بنا ہر سنگ کز کُہ می شکست — فاش سِیْرُوا بِیْ ہمی گفت از نخست

تعمیر میں جو پتھر پہاڑ سے ٹوٹتا تھا — وہ پہلے ہی سے "مجھے لے چلو" علی الاعلان کہتا تھا

ہمچو از آب و گلِ آدمؑ کدہ — نور زاں کُہ پارہا تاباں شُدہ

آدمؑ کے مجسمہ کے پانی اور مٹی کی طرح — پہاڑ کے اُن ٹکڑوں سے نور چمکتا تھا

سنگ بے حمّال آئندہ شُدہ — واں در و دیوارہا زندہ شُدہ

پتھر اُٹھانے والوں کے بغیر آنے لگے — وہ در اور دیواریں زندہ ہوگئیں

حق ہمی گوید کہ دیوارِ بہشت — نیست چوں دیوارہا بیجان و زشت

اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے کہ بہشت کی دیواریں — (اور) دیواروں کی طرح بے جان اور بھدی نہیں ہیں

چوں در و دیوارِ تن با آگہی ست — زندہ باشد خانہ چوں شاہنشہی ست

جیسے کہ جسم کے در و دیوار حساس ہیں — چونکہ وہ شاہنشاہی گھر ہے زندہ رہے گا

ہم درخت و میوہ ہم آبِ زلال — با بہشتی در حدیث و در مقال

درخت بھی اور پھل بھی، صاف پانی بھی — بہشتی کے ساتھ بات چیت اور گفتگو میں ہونگے

زانکہ جنت را نہ زآلت بستہ اند — بلکہ از اعمال دینت بستہ اند

کیونکہ جنت کو اوزاروں سے تعمیر نہیں کیا ہے — بلکہ تیرے بے دین کے اعمال سے بنایا ہے

ایں بنا ز آب و گلِ مُردہ بُدست — آں بنا از طاعتِ زندہ شُدست

یہ عمارت مُردہ پانی اور مٹی سے بنی ہے — وہ عمارت زندہ عبادت سے بنی ہے

ایں باصلِ خویش ماند پُر خلل — واں باصلِ خود کہ علم ست و عمل

یہ اپنی اصل کی طرح پُر خلل ہے — وہ اپنی اصل کے ساتھ (مشابہ ہے) جو علم اور عمل ہے

ہم سریر و قصر و ہم تاج و ثیاب — با بہشتی در سوال و در جواب

تخت اور قلعہ بھی اور تاج اور کپڑے بھی — بہشتی کے ساتھ سوال و جواب میں ہونگے

فرش بے فرّاش پیچیدہ شُدہ — خانہ بے کنّاس روبیدہ شُدہ

فرش بغیر فرّاش کے لپٹا ہوا ہوگا — گھر بغیر جھاڑو دینے والے کے جھڑا ہوا ہوگا

۱؎ سِیْرُوا بِیْ۔ مجھے لے چلو یعنی وہ پہاڑ کا پتھر خود بول پڑتا تھا کہ مجھے لے جا کر تعمیر میں لگا دو۔ ہیچو۔ جس طرح آدمؑ کے مجسمہ کی مٹی اور پانی پُر نور تھا اسی طرح اُس مسجدِ اقصیٰ کے پتھر پانی اور مٹی پُر نور تھے۔

۲؎ سنگ۔ حضرت سلیمانؑ کے معجزے سے وہ پتھر خود بخود تعمیر میں لگنے کے لئے آنے لگے اور اُس مسجد کے در و دیوار میں زندگی پیدا ہوگئی۔ بہشت۔ بہشتی در و دیوار میں بھی زندگی ہوگی قرآن پاک میں ہے.... اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ۔ بے شک آخرت کا گھر زندہ ہے۔ چوں۔ انسان کا جسم پانی مٹی سے بنا ہے اور اُس میں زندگی ہے تو جنت کے در و دیوار میں زندگی کیوں نہ ہوگی۔

۳؎ ہم درخت۔ جنت کی ہر چیز میں حیات اور زندگی ہوگی اور وہ جنتیوں سے گفتگو کرے گی۔ زآلت۔ جنت کی تعمیر انسانوں کے نیک عملوں سے ہوگی۔ ایں بنا۔ دنیاوی مکانات مُردہ مٹی پانی سے بنتے ہیں لہٰذا وہ مُردہ ہوتے ہیں۔ جنت زندہ عبادتوں سے تعمیر ہوگی تو اُس میں زندگی ہوگی۔ ہم سریر۔ جنت کے تخت و قلعے اور لباس اور تاج سب زندہ ہوں گے فرش۔ چونکہ وہاں کے فرش میں بھی زندگی ہوگی لہٰذا وہ خود دیکھے گا اور لپٹ جائے گا۔ خانہ۔ چونکہ گھر میں بھی زندگی ہوگی لہٰذا وہ خود اپنے آپ کو صاف کرے گا۔

513

تختِ[1] او سیّار بے حمّال شُد
حلقہ و در مُطرب و قوّال شُد

اُس کا تخت بغیر کسی اٹھانے والے کے چلنے والا ہو گیا
حلقہ اور در، مُطرب اور قوّال ہو گیا

خانۂ دل بیں زغم ژولیدہ شُد
بے کناس از توبہ روبیدہ شُد

دل کے گھر کو دیکھ جو (گناہ ہو گئے) غم سے اُلجھا ہے
بغیر جھاڑو کے توبہ سے صاف ہو جاتا ہے

ہست در دل زندگی دارالخلود
در زبانم چوں نمی آید چہ سُود

دل میں جنّت کی زندگی ہے
جبکہ میری زبان سے ادا نہیں ہو سکتی تو کیا فائدہ؟

چونکہ گشت آں مسجدِ اقصیٰ تمام
زاہتمامات سلیمانؑ والسّلام

جب مسجدِ اقصیٰ مکمل ہو گئی
(حضرت) سلیمانؑ کے اہتمام سے اور سلام ہو

چوں[2] سلیمانؑ در شُدے ہر بامداد
مسجد اندر بہرِ ارشادِ عباد

جب (حضرت) سلیمانؑ ہر صبح کو آتے
مسجد کے اندر بندوں کی ہدایت کے لئے

پند دادے گہ بگفت و لحن و ساز
گہ بفعل اعنی رکوعِ پُر نیاز

کبھی گفتگو اور لہجہ اور بناؤ سے نصیحت کرتے
کبھی فعل یعنی پُر نیاز رکوع کے ذریعہ

پندِ فعلی خلق را جذّاب تر
کہ رسد در جانِ ہر باگوش و کر

عملی نصیحت لوگوں کو زیادہ کھینچتی ہے
کیونکہ وہ ہر کان والے اور بہرے کے دل میں پہنچتی ہے

واندراں[3] وہمِ امیری کم بُود
در حشم تاثیرِ آں محکم بُود

اور اُس میں حکومت کا وہم نہیں ہوتا ہے
ماتحتوں میں اُس کی تاثیر مضبوط ہوتی ہے

قصۂ آغازِ خلافتِ عثمانؓ و خطبۂ وے در بیان آنکہ ناصح

حضرت عثمانؓ کی خلافت کی ابتداء کا قصہ اور اُن کا خطبہ اس بیان میں کہ عامل اپنے

فعّال بفعل بہ از ناصح قوّال بقول

عمل سے نصیحت کرنے والا، زبانی بات کے ذریعہ نصیحت کرنے والے سے بہتر ہے

قصۂ عثمانؓ کہ بر منبر برفت
چوں خلافت یافت بشتابید تفت

(حضرت) عثمانؓ کا قصہ کہ منبر پر پہنچے
جب خلافت پائی تیزی سے چل کیا

منبرِ مہتر کہ سہ پایہ بُدست
رفت بوبکرؓ و دوم پایہ نشست

سردارؐ کا منبر جو تین درجوں کا تھا
ابوبکرؓ چلے اور دوسرے درجہ پر بیٹھ گئے

بر سوم پایہ عمرؓ در دورِ خویش
از برائے حرمتِ اسلام و کیش

(حضرت) عمرؓ اپنے دور میں تیسرے درجہ پر
اسلام اور مذہب کی حرمت کے لئے (بیٹھے)

---

[1] تخت. جنت کا تخت خود بخود چلے گا. حلقہ. جنتی کی خواہش کے مطابق دروازے کی زنجیریں اور دروازہ خود مُطرب اور قوّال کا کام کرنے لگیں گے. خانۂ دل. جھاڑو دینے والے کے بغیر جنتی گھر کے صاف ہو جانے پر تعجب نہ کرو خود اپنے دل کو دیکھو گناہوں سے آلودہ ہوتا ہے اور توبہ سے خود بخود صاف ہو جاتا ہے. در زبانم. دل کی زندگی کی پوری کیفیت سمجھانے سے زبان قاصر ہے.

[2] چوں سلیمانؑ. مسجد اقصیٰ کے مکمل ہو جانے پر حضرت سلیمانؑ روزانہ صبح کو مسجد میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو راہِ حق کی ہدایت کرتے. پند دادے. حضرت سلیمانؑ لوگوں کو کبھی زبان سے نصیحت فرماتے اور کبھی عملی طور پر عبادت کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت کرتے. پندِ فعلی. عملی نصیحت زیادہ کارگر ہوتی ہے.

[3] واندراں. عملی نصیحت میں لہجہ کا تحکم بھی نہیں ہوتا ہے لہٰذا وہ ماتحتوں پر زیادہ اثر کرتی ہے. ناصحِ فعّال. وہ ناصح جس کا عمل دوسروں کی نصیحت کا سبب بنے. قوّال. جو شخص زبانی نصیحت کرے. منبر. آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے تین درجے تھے. ابوبکرؓ خطبہ کے درمیان میں آنحضورؐ سے اوپر کے درجے

دورِ عثمانؓ آمد و بالائے تخت
(حضرت) عثمان رض کا زمانہ آیا وہ تخت کے اوپر

بر شُد و بنشست آں محمود بخت
چڑھے، اور وہ خوش نصیب بیٹھ گئے

پس سُوالش کرد شخصے بُوالفضول
ان سے ایک بیہودہ طرح شخص نے دریافت کیا

کاں دو ننشستند بر جای رسولؐ
کہ وہ دونوں رسولؐ کی جگہ پر نہ بیٹھے

پس تو چوں جُستی از ایشاں برتری
تو آپ نے ان سے برتری کیوں چاہی؟

چوں بُرتبت تو از ایشاں کمتری
جبکہ آپ رتبے میں ان سے کم ہیں

گفت اگر پایہ سُوم را بسپرم
انھوں نے فرمایا اگر میں تیسرے درجہ پر ٹھیروں

وہم آید کہ مثالِ عمرؓ م
شبہ ہوگا کہ میں عمرؓ جیسا ہوں

در دُوم پایہ شوم من جائے جُو
اور اگر میں دوسرے درجہ پر جگہ تلاش کروں

گوئیم مثلِ ابوبکرؓ ست اُو
لوگ مجھے کہیں گے کہ وہ ابوبکرؓ جیسا ہے

ہست ایں بالا مقامِ مصطفےٰؐ
یہ اونچا درجہ مصطفےٰؐ کی جگہ ہے

وہم مثلی نیست با آں شہ مرا
میرے متعلق اُن شاہ جیسا ہونے کا وہم نہیں ہوسکتا

بعد ازاں بر جائے خطبہ آں وَدُود
اس کے بعد وہ مہربان خطبہ (پڑھنے) کی جگہ

تا بقرب عصر لب خاموش بود
عصر کے قریب تک خاموش تھے

زہرہ نے کس را کہ گوید ہین بخواں
کسی کی ہمت نہ تھی کہ کہے پڑھئے

یا برُوں آید ز مسجد آں زماں
یا اُس وقت مسجد سے باہر نکل آئے

ہیبتے بنشستہ بد بر خاص و عام
ہر خاص و عام پر ہیبت بیٹھی ہوئی تھی

پُر شدُ از نُور خدا آں صحن و بام
اللہ (تعالیٰ) کے نور سے صحن اور بالاخانہ پُر تھا

ہر کہ بینا ناظرِ نورش بُدے
جو بینا تھا وہ اُس کے نور کو دیکھنے والا تھا

کور زاں خورشید ہم گرم آمدے
اندھا بھی اُس نور سے گرم ہو رہا تھا

پس ز گرمی فہم کردے چشم کور
گرمی کی وجہ سے اندھا بھی سمجھ رہا تھا

کہ بر آمد آفتابے بے فتور
کہ مکمل سورج نکل آیا ہے

لیک ایں گرمی کشاید دیدہ را
لیکن یہ گرمی آنکھ کو کھول دیتی ہے

تا بہ بیند عین ہر بشنیدہ را
تاکہ آنکھ، ہر سنی ہوئی بات کو دیکھ لے

گرمیش را ضجرتے وحالتے
اُس کی گرمی میں ایک تنگدلی اور ایک حالت ہے

زاں تپش دل را کشادے فسحتے
اُس گرمی سے دل میں ایک کشادگی اور وسعت ہے

ا؎ ۔۔۔ عثمان رض ۔ حضرت عثمانؓ نے پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم والے درجہ پر بیٹھنا شروع کیا۔ آں دو ۔ یعنی حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمرؓ کبری۔ صحابہ کے مراتب میں حضرت عثمان رض کا تیسرا مرتبہ ہے۔ گفت ۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اگر تیسرے درجہ پر بیٹھوں گا تو لوگ سمجھیں گے کہ میں عمرؓ جیسا ہوں۔ در دُوم ۔ دوسرے درجہ پر بیٹھوں گا تو لوگ حضرت ابوبکرؓ جیسا سمجھیں گے۔

۲؎ ہست ۔ اب میں نے آنحضورؐ کے درجہ پر اس لئے بیٹھنا شروع کردیا کہ مجھے اُن جیسا کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا ہے۔ آں وَدُود ۔ یعنی حضرت عثمانؓ۔ خاموش ۔ حضرت عثمانؓ منبر پر خاموش بیٹھے رہے اور پھر یہ کہہ کر نیچے اُتر آئے تھے کہ تمہارا امیر فعّال ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قوّال ہو۔

۳؎ ہیبتے ۔ حضرت عثمانؓ منبر پر خاموش بیٹھے تھے اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ اُنسے خطبہ دینے کو کہے یا اُٹھ کر چلا جائے اور اس وقت وہ مظہرِ نورِ خداوندی بنے ہوئے تھے۔ ہر کہ بینا ۔ وہ لوگ جنہیں اُس نور کے مشاہدہ کی صلاحیت تھی وہ اُس کا مشاہدہ کر رہے تھے بقیہ لوگ بھی اسکے اثرات محسوس کر رہے تھے۔ پس ۔ اندھا سورج کی گرمی سے سورج کے طلوع کو سمجھتا ہے۔ لیک ۔ لیکن اُس نور کی گرمی انسان کو بینا بنا دیتی ہے۔ گرمیش ۔ اُس نور کی

[illegible]

کورِ[1] چوں شد گرم از نورِ قِدم — از فرح گوید کہ من بینا شدم

جب قدیم نور سے اندھا گرم ہو جاتا ہے — وہ خوشی سے کہتا ہے کہ میں بینا ہو گیا ہوں

سخت خوش مستی ولے اے بوالحسن — پارۂ راہ است تا بینا شدن

تو بہت اچھا مست ہے لیکن اے بھلے مانس! — بینا ہونے تک تھوڑا سا راستہ ہے

ایں نصیبِ کور باشد ز آفتاب — صد چنیں واللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

سورج سے نابینا کا یہ حصہ ہے — اس سے سو گنا اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

وانکہ[2] او آں نور را بینا بود — شرحِ او کے کارِ بوسینا بود

وہ شخص جو اُس نور کو دیکھنے والا ہے — اُس کی تشریح کرنا (شیخ) بو علی سینا کا کام کہاں ہے؟

گر شود صد تو کہ باشد ایں زباں — کہ بجنباند بکف پردہ عیاں

اگر زبان سو گنا ہو جائے تو یہ کون ہوتی ہے؟ — کہ ہاتھ سے مشاہدے کے پردے کو ہٹا دے

وائے بروے گر بساید پردہ را — تیغِ اللّٰہی کند دستش جدا

اس پر افسوس ہے اگر وہ پردے کو ہٹائے — خدائی تلوار اُس کے ہاتھ کو جدا کر دیگی

دست چہ بود خود سرش را بر کند — آں سرے کز جہل شرہا می کند

ہاتھ کیا ہوتا ہے، خود اسکے سر کو کاٹ دیگی — اُس سر کو جو جہالت سے شرارتیں کرتا ہے

ایں بتقدیرِ سخن گفتم ترا — ورنہ خود دستش کجا و آں کجا

یہ میں نے تجھ سے فرضی بات کہہ دی — ورنہ اُس کا ہاتھ کہاں اور وہ (پردہ) کہاں

خالہ[3] را خایہ بدے خالو بدے — ایں بتقدیر ست یعنی گر بدے

خالہ کے اگر خصیہ ہوتا، وہ خالو ہوتی — یہ فرضی بات ہے، یعنی اگر ہوتا

از زباں تا چشم کو پاک از شک ست — صد ہزاراں سال گویم اندک ست

زبان (کے ذرائع) سے آنکھ (کے مشاہدہ) تک جو شک سے پاک ہے — اگر میں لاکھوں سال (کی مسافت) کہوں تو کم ہے

ہیں مشو نومید نور از آسماں — حق چو خواہد می رسد در یک زماں

خبردار! مایوس نہ ہو آسمان سے نور — جب خدا چاہتا ہے فوراً پہنچ جاتا ہے

صد اثر در کانہا از اختراں — می رساند قدرتش در ہر زماں

ستاروں کے سینکڑوں اثرات، کانوں میں — اُس کی قدرت ہر وقت پہنچاتی ہے

---

[1] کور: جس میں مشاہدہ کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ بھی جس وقت اُس نور سے متاثر ہوتا ہے تو اپنے آپ کو بینا سمجھنے لگتا ہے۔ سخت: جس کو مشاہدہ حاصل نہیں ہے وہ خوشی میں مست ہو کر سمجھتا ہے کہ مشاہدہ حاصل ہو گیا۔ اُس کو خطاب ہے کہ تھوڑی سعی اور محنت کر لے تب اِس مقام پر پہنچے گا۔ ایں نصیب: یہ تو اُس شخص کی حالت تھی جس کو مشاہدہ حاصل نہیں، جس کو حاصل ہوتا ہے اُس کی حالت اِس سے سو گنی ہوگی۔

[2] وانکہ۔ اُس نور کے مشاہدے سے جو کیفیت حاصل ہوگی اُس کی تشریح شیخ بو علی سینا بھی اپنی عقل اور فلسفہ کے زور سے نہیں کر سکتا۔ گر شود۔ مقامِ مشاہدہ، مجاہدہ سے حاصل ہوگا مشاہدہ کا پردہ دلائل سے نہ ہٹے گا۔ وائے۔ جو شخص نبوت کے واسطے کے بغیر محض عقلی دلائل سے وصول الی اللہ کی کوشش کریگا اُس کیلئے ہلاکت ہے۔ ایں۔ یہ بات کہ اگر کوئی محض عقل کے ہاتھ سے پردے کو ہٹانے کی کوشش کریگا تو خدائی تلوار اُسکا ہاتھ کاٹ دیگی یہ بات میں نے بطور فرض کے کہہ دی ہے ورنہ یہ ہاتھ سے پردہ ہٹانے کی کوشش ممکن ہی نہیں ہے۔

[3] خالہ۔ یہ اسی طرح کی فرضی بات ہے جیسے لوگ کہتے ہیں کہ اگر خالہ کے خصیہ ہوتا تو وہ خالو بنجاتی۔ از زبان۔ زبانی دلائل سے مشاہدہ تک پہنچنے میں اگر میں لاکھوں سال کا فاصلہ بتاؤں تو وہ بھی کم ہے۔ ہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ مشاہدہ کی دوری سے گھبرا کر اُسکی کوشش نہ چھوڑ بیٹھنا جب اللہ تعالیٰ اِس فاصلہ کو کم کرنا چاہیں گے تو فوراً کم ہو جائیگا، چاند ستاروں کا زمین سے فاصلہ کروڑوں سال کی مسافت کا ہے لیکن قدرت اُنکی روشنی فوراً زمین تک پہنچا دیتی ہے۔ صد اثر۔ سورج اور چاند کی شعاعیں کانوں میں ہیرے جواہر بناتی ہیں اور وہ اثرات اُن سے کانوں تک فوراً پہنچ جاتے ہیں۔

516

اختر گردوں ظُلَم را ناسخ ست | اخترِ حق در صفاتش راسخ ست

آسمان کا ستارہ تاریکیوں کو دُور کرتا ہے | اللہ (تعالیٰ) کا ستارہ اپنی صفات میں مضبوط ہے

چرخِ پانصد سالہ راہ اے مُستعیں | در اثر نزدیک آمد با زمیں

اے مدد کے طالب! آسمان پانچسو سال کی مسافت پر | اثر کرنے میں، زمین کے نزدیک ہے

سہ ہزاراں سال و پانصد تا زحل | دمبدم خاصیتش آرد عمل

زحل (ستارے) تک ساڑھے تین ہزار سال کا راستہ ہے، | اُس کی خاصیت ہر وقت عمل کر رہی ہے

درہمش آرد چو سایہ در اِیاب | طولِ سایہ چیست پیشِ آفتاب

آنے میں اُس کو سایہ کی طرح درہم (برہم) کر دے | سورج کے سامنے سایہ کی درازی کیا چیز ہے؟

وز نفوسِ پاک اختر وشش مدد | سوئے اخترہائے گردوں می رسد

پاک نفوس کی جانب سے مدد ستاروں کی طرح | آسمان کے ستاروں کی جانب پہنچتی ہے

ظاہر آں اختراں قوّامِ ما | باطنِ ما گشتہ قوّامِ سما

بظاہر وہ ستارے ہمارے وجود کا باعث ہیں | ہمارا باطن آسمان کی ماہیت بنانے والا ہے

در بیان آنکہ حکمائے طبیعی گویند آدمی عالمِ صغیر ست و حکمای الٰہی گویند آدمی عالمِ کبیر ست زیراکہ علمِ آں حکما بر صورتِ آدمی مقصور بود و علمِ اینہا بر باطنِ آدمی موصول

اس بیان میں کہ حکماء فلسفہ کہتے ہیں کہ آدمی عالمِ صغیر ہے اور خدائی حکماء کہتے ہیں کہ آدمی عالمِ کبیر ہے کیونکہ اُن حکماء کا علم آدمی کی صورت پر منحصر تھا اور اِن کا علم آدمی کے باطن سے وابستہ ہے

پس بصورت عالمِ صُغریٰ توئی | پس بمعنیٰ عالمِ کُبریٰ توئی

صورت کے اعتبار سے تو چھوٹا جہان ہے | باطن کے اعتبار سے تو بڑا جہان ہے

ظاہراً آں شاخ اصلِ میوہ ست | باطناً بہرِ ثمر شد شاخ ہست

بظاہر ٹہنی پھل کی جڑ ہے | حقیقتاً ٹہنی پھل کے لئے وجود میں آئی ہے

گر نبودے میل و اُمیدِ ثمر | کے نشاندے باغباں بیخِ شجر

اگر پھل کی خواہش اور امید نہ ہوتی | تو باغبان درخت کی جڑ کب بوتا

---

۵۱ اختر گردوں۔ جب چاند سورج وغیرہ اپنی روشنی سے زمین کی تاریکیوں کو مٹاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں اُن سے بہت زیادہ مضبوط ہے۔ چرخ۔ آسمان کا زمین سے پانچسو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے لیکن زمین پر اثر انداز ہونے میں وہ فاصلہ کچھ بھی نہیں ہے۔ سہ ہزاراں۔ زحل ستارہ جو کہ ساتویں آسمان پر ہے اسمیں اور زمین میں ساڑھے تین ہزار سال کی مسافت کا فاصلہ ہے لیکن ہر وقت زمین پر اثر انداز ہے۔ درہمش۔ اللہ کی یہ قدرت ہے کہ اُس زحل کے اثرات کو جبکہ وہ زمین کی طرف لوٹ رہے ہوں درہم برہم کر دے، آفتابِ حق کے سامنے ان اثرات کی جو سایہ کی طرح ہیں کیا حقیقت ہے۔ ۵۲ وز نفوس۔ پہلے یہ کہا تھا کہ آسمان کے ستارے ہم پر اثر ڈال رہے ہیں اب فرماتے ہیں کہ جس طرح ستارے اثر انداز ہیں اسیطرح انبیاء اور اولیاء کا وجود ستاروں پر اثر انداز ہے۔ قوّام۔ وہ چیز جو کسی چیز کی ماہیت بنائے۔ دربیان۔ حکماء فلاسفہ انسان کو چھوٹا جہان اور دنیا کو بڑا جہان مانتے ہیں اور صوفیاء انسان کو بڑا عالم اور دنیا کو چھوٹا عالم مانتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ فلاسفہ کی نظر انسان کے ظاہر پر ہے۔ ۵۳ پس بصورت۔ یعنی انسان تمام کائنات عالم کے نمونوں کا ایک چھوٹا سا مجموعہ ہے۔ عالمِ کبریٰ۔ چونکہ حقیقت اسماء الٰہیہ اور حقائقِ کونیہ کا جامع ہے۔ شاخ۔ یعنی عالم۔ ثمر۔ یعنی انسان۔ گر نبودے۔ اگر انسان کی تخلیق قدرت کا منشا نہ ہوتی تو عالم کو نہ پیدا کیا جاتا۔

پس بمعنیٰ آں شجر از میوہ زاد
پس درخت حقیقتاً پھل سے پیدا ہوا ہے

گر بصورت از شجر بودش وِلاد
اگرچہ بظاہر درخت سے اُس کی پیدائش ہے۔

مُصطفیٰ زیں گفت کادمؑ و انبیاؑ
مصطفیٰؐ نے اسی لئے فرمایا ہے کہ (حضرت) آدمؑ اور انبیاؑ

خلفِ من باشند در زیرِ لوا
میرے پیچھے جھنڈے کے نیچے ہوں گے

بہرِ ایں فرمودہ است آں ذُو فنون
اسی لئے اُن جامعِ کمالات نے فرمایا ہے

رمزِ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْن
"ہم آخر میں ہیں اور پہلے ہیں" کا اشارہ

گر بصورت من ز آدمؑ زادہ اَم
اگرچہ بظاہر میں آدمؑ سے پیدا ہوا ہوں

من بمعنیٰ جَدِّ جَد افتادہ اَم
میں حقیقتاً پردادا واقع ہوا ہوں

کز برائے من بُدَش سجدۂ مَلَک
کیونکہ فرشتوں کا اُنکو سجدہ میرے لئے ہی تھا

وز پئے من رفت بر ہفتم فلک
اور میرے لئے ہی وہ ساتویں آسمان پر گئے

پس ز من زائید در معنیٰ پدر
پس حقیقتاً باپ مجھ سے پیدا ہوا

پس ز میوہ زاد در معنیٰ شجر
اور اصلاً درخت پھل سے پیدا ہوا

اوّلِ فکر آخر آمد در عمل
ابتدائی فکر، عمل، وجود میں آخر میں آتا ہے

خاصہ فکرے کو بُود وصفِ اَزَل
خصوصاً وہ ارادہ جو ازل کی صفت ہو

حاصل اندر یک زماں از آسماں
خلاصہ یہ ہے کہ آسمان سے تھوڑے وقفہ میں

میرود می آید ایدر کارواں
اب قافلہ آتا جاتا ہے

نیست بر ایں کارواں ایں رہ دراز
اِس قافلہ پر یہ راستہ دراز نہیں ہے

کے مَفازہ زَفت آید با مفاز
کامیابی کے ہوتے ہوئے جنگل کب بھاری پڑتا ہے

دل بکعبہ میرود در ہر زماں
ہر دفعہ میں، دل کعبہ کو جاتا ہے

جسم طبع دل بگیرد ز امتناں
جسم احسانِ (خداوندی) سے دل کی طبیعت اختیار کرلیتا ہے

ایں دراز و کوتہی مر جسم راست
یہ درازی اور کوتاہی جسم کے لئے ہے

چہ دراز و کوتہ آنجا کہ خداست
جہاں خدا ہے وہاں دراز و کوتاہ کیا ہوتا ہے؟

رجوع کیا ہے کہ ذکر اور مشاہدہ کے فاصلہ سے سالک کو گھبرانا نہ چاہیئے قدرت اِن فاصلوں کو کم کر دیتی ہے ایدر۔ اب۔ کے مَفازہ۔ اگر کامیابی ہوتی ہے تو راہ کا فاصلہ اور دشواری معدوم ہو جاتی ہے۔ دل۔ انسان کا دل ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے کعبہ میں پہنچ جاتا ہے جسم۔ اللہ کا کرم ہو تو جسم بھی دل کی رفتار اختیار کر لیتا ہے اور بزرگوں سے طَیُّ الْاَرْض کی کرامت ظاہر ہو جاتی ہے۔ ایں دراز۔ راستہ کی درازی اور کوتاہی جسم کے لئے ہے، رُوح کے لئے نہیں ہے۔

لہ آں شجر۔ تو گویا ماں کا ان سے پیدا ہوا ہے مصطفیٰؐ۔ حدیث شریف وَ اَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تَحْتَہٗ اٰدَمُ وَ مَنْ دُوْنَہٗ وَ لَا فَخْرَ یعنی میں قیامت کے روز لوائے حمد اُٹھانیوالا ہوں جس کے نیچے حضرت آدمؑ اور اُنکے علاوہ تمام انبیاء ہونگے اور اِس پر کوئی فخر نہیں ہے۔ یہ اسی لئے فرمایا ہے کہ آدمؑ اور اُنکی اولاد کی تخلیق سے مقصود آنحضورؐ کی ذات ہے۔ لوا۔ جھنڈا۔

لہ بہرِ ایں۔ چونکہ مقصود آنحضورؐ کی تخلیق تھی اسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں اگرچہ آخر میں بھیجا گیا ہوں لیکن چونکہ مقصود اصلی میں ہوں لہٰذا میں پہلے ہوں کسی چیز کی علتِ غائی وجودِ خارجی میں اگرچہ موخر ہوتی ہے لیکن وجودِ ذہنی میں وہ اُس چیز سے پہلے موجود ہوتی ہے۔ جَدِّ جَد۔ چونکہ حقیقتِ آدمؑ کا ظہور حقیقتِ محمدیہ سے ہوا ہے۔ کز برائے۔ حضرت آدمؑ مسجودِ ملائکہ اِسی لئے بنے کہ اُن کی پشت میں نورِ محمدیؐ تھا۔ رفت۔ اُن کو معراج اسی لئے کرائی گئی تاکہ وہ نورِ محمدیؐ سے فیض حاصل کر سکیں۔ پدر۔ حضرت آدمؑ۔

لہ اوّلِ فکر۔ ہونیوالی ہر چیز کا فکر اور تصور اس کے وجودِ خارجی سے پہلے ہوتا ہے مگر رہنے کیلئے اور درخت پھل کیلئے وجود میں آتا ہے تو اُنکے تصورات اُن کے وجودِ خارجی سے پہلے ہوتے ہیں [illegible] یہاں سے مولاناؒ نے پھر اصل مضمون کیطرف

518

چون[1] خدا اَمر جسم را تبدیل کرد
جب خدا نے جسم کو بدل دیا

رفتنش بے فرسخ و بے میل کرد
اُس کا چلنا بے فرسخ اور بے میل کر دیا

صد امید ست ایں زماں بردار گام
اب تو سو اُمیدیں ہیں، قدم بڑھا

عاشقانہ اے فتیٰ خلِّ الکلام
عاشقوں کی طرح اے نوجوان! باتیں بنانا چھوڑ دے

گرچہ پیلہ چشم برہم می زنی
اگرچہ تو پلکیں جھپکا رہا ہے

در سفینہ خفتہ رہ میکنی
تو کشتی میں سوتا ہوا سفر کر رہا ہے

تفسیر ایں حدیث کہ مَثَلُ اُمَّتِیْ کَمَثَلِ سَفِیْنَةِ نُوْحٍ مَنْ تَمَسَّكَ بِهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ

اس حدیث کی تفسیر کہ میری اُمت کی مثال (حضرت) نوحؑ کی کشتی کی سی ہے جو اُس سے وابستہ ہوا وہ بچا اور جو اُس سے بچھڑا وہ ڈوبا

بہر ایں[2] فرمود پیغمبر کہ من
اسی لئے پیغمبر نے فرمایا ہے کہ میں

ہمچو کشتی اَم بطوفانِ زمن
زمانہ کے طوفان میں کشتی کی طرح ہوں

ما و اصحابیمؓ چوں کشتیِ نوحؑ
ہم اور ہمارے ساتھی (حضرت) نوحؑ کی کشتی کی طرح ہیں

ہر کہ دست اندر زند یابد فتوح
جو سہارا پکڑ لے گا، نجات پا جائے گا

چونکہ با شیخی تو دُور از زشتی
جبکہ تو شیخ کے ساتھ ہے، بُرائی سے دور ہے

روز و شب سیاری و در کشتی
تو دن رات چل رہا ہے، اور تو کشتی میں ہے

در پناہِ جانِ جاں بخشے توئی
تو جان بخشنے والے کی جان کی پناہ میں ہے

کشتی اندر خفتہ رہ میروی
تو کشتی میں سویا ہوا ہے، راستہ طے کر رہا ہے

مگسل از پیغمبرِ ایامِ خویش
اپنے زمانے کے پیغمبر سے جُدا نہ ہو

تکیہ کم کن بر فن و بر گامِ خویش
اپنی تدبیر اور اپنے قدم پر بھروسہ نہ کر

گرچہ[3] شیری چوں روی رہ بے دلیل
اگرچہ تو شیر ہے، جب تو بغیر رہنما کے راستہ طے کرے گا

ہمچو روبہ در ضلالی و ذلیل
تو مڑی کی طرح گمراہی میں ہے؟ اور ذلیل ہے

ہیں مپرا الا کہ با پرہائے شیخ
خبردار! شیخ کے پَروں کے بغیر پرواز نہ کر

تا بہ بینی عونِ لشکرہائے شیخ
تاکہ تو شیخ کے لشکروں کی مدد دیکھے

یک زمانے موجِ لطفش بالِ تست
ایک وقت اُس کی مہربانی کی موج تیرا بازو ہے

آتشِ قہرش دمے حمالِ تست
کسی وقت اُس کے قہر کی آگ تیری بار بردار ہے

---

[1] چون خدا۔ معراج میں انبیاء کے لئے یہی صورت پیش آتی ہے۔ فرسخ۔ تین میل کا فاصلہ۔ صد امید ست۔ مجاہدہ کرنے والے کو قیل و قال کو ترک کر کے عمل میں لگ جانا چاہیئے خدا سے اُمید ہے کہ وہ مشاہدہ کی منزل تک پہنچا دیگا۔ گرچہ۔ سالک بھی آنکھیں بند کر کے عمل کرے تو منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ پیلہ چشم۔ پلکیں۔ سفینہ۔ کشتی، انسان کشتی میں بیٹھا ہوا ہو تو اگر وہ سو بھی جائے تب بھی منزل تک پہنچ جائیگا۔

[2] بہر ایں۔ آنحضورؐ اور صحابہ کرامؓ کی سیرت پر عمل کر کے ایک انسان نجات حاصل کر سکتا ہے۔ فتوح۔ کامیابی۔ چونکہ۔ سالک کیلئے شیخ کی صحبت حضرت نوحؑ کی کشتی کا کام کرتی ہے۔ سیار۔ چلنے والا۔ جان بخشے۔ یعنی شیخ۔ پیغمبر۔ یعنی اُس زمانہ کا شیخ۔

[3] گرچہ۔ سالک خواہ کیسا ہی ہو سلوک بغیر شیخ کے مشکل ہے۔ پر ہائے شیخ۔ یعنی شیخ کی توجہ۔ عونِ شیخ کی توجہات سے منزل طے ہوگی۔ یک زمانے۔ شیخ کبھی اپنی صفتِ جمال کے ساتھ تربیت کرتا ہے کبھی صفتِ جلال کے ساتھ، تو شیخ کی نرمی اور سختی دونوں مدارج کی ترقی کا سبب ہوتی ہے۔

قہر[1] اُو را ضدِّ لطفش کم شمر
اُس کے قہر کو، اُس کی مہر کی ضد نہ سمجھ

اِتحادِ ہر دو بیں اندر اَثر
اثر میں دونوں کی یکسانیت دیکھ

یک زماں چوں خاک سبزت می کُند
ایک وقت میں وہ تجھے مٹی کیطرح سرسبز کر دیتا ہے

یک زماں پُر باد و گبزت می کُند
ایک وقت میں پُر شوکت اور مالیقدر بنا دیتا ہے

جسمِ عارِف را دہد وصفِ جماد
سالک کے جسم کو مٹی کی خاصیت عطا کر دیتا ہے

تا برو روید گُل و نسرین شاد
تاکہ اُس پر پھول اور عمدہ گلِ سیوتی اُگے

لیک اُو بیند نہ بیند غیرِ اُو
لیکن وہی اُس کو دیکھتا ہے اُس کا غیر نہیں دیکھتا

جز بمغزِ پاک ندہد خُلد بُو
بہشت (پاک مغز والے) کے علاوہ کسی کو خوشبو نہیں دیتی ہے

مغز را خالی کُن از اِنکارِ یار
دوست کے اِنکار سے دماغ کو خالی کر لے

تاکہ ریحاں یابی از گلزارِ یار
تاکہ تو دوست کے چمن سے خوشبو سونگھے

تا بیابی بُوئے خلد از یارِ من
تاکہ تو میرے دوست کے ذریعہ بہشت کی خوشبو حاصل کرے

چوں[2] محمدؐ بُوئے رحماں از یمن
جیساکہ آنحضورؐ نے یمن سے خدا کی خوشبو حاصل کی،

در صفِ معراجیاں گر بیستی
اگر تو معراج والوں کی صف میں کھڑا ہوگیا

چوں بُراقت بر کُشاید نیستی
فنا تیرے لئے بُراق کی طرح پَر پھیلا دے گی

نے چو معراجِ زمینے تا قمر
گرد کی قمر تک کی معراج کی طرح نہیں

بلکہ چوں معراجِ کلکے تا شکر
بلکہ نے کے شکر بننے تک کی معراج کی طرح

نے چو معراجِ بُخارے تا سما
دھویں کی آسمان تک کی معراج کی طرح نہیں

بل چو معراجِ جنینے تا نُہیٰ
بلکہ پیٹ کے بچّہ کی عقل تک معراج کی طرح

خوش[3] بُراقے گشت خنگِ نیستی
فنا کا گھوڑا، بہت اچھا براق بنا

سُوئے ہستی آردت گر نیستی
اگر تو فانی ہے، تجھے بقا کی جانب لے آتا ہے

کوہ و دریاہا سُمش مَس می کُند
اُس کے سُم پہاڑ اور دریاؤں کو چھوتے ہیں

تا جہانِ حِسّ را پس می کُند
یہانتک کہ وہ محسوس دنیا کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے

پا بکَش در کشتی و می رَو رَواں
کشتی میں قدم رکھ، اور چلا چل

چوں سُوئے معشوق جان جانِ رواں
جیساکہ جان معشوق کیطرف جاتی ہے جو روح کی روح ہے

ایسا ہے کہ اگر تم فنا کا مقام حاصل کر چکو گے تو تمہیں بقا کی طرف لے آئے گا یعنی سیرِ عروجی کے بعد سیرِ نزولی ہوگی اور تم پھر اپنی ہستی میں آجاؤ گے۔ کوہ۔ فنا کا مقام حاصل ہو جانے پر سالک دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ پا بکش۔ شیخ کی صحبت میں جو سیر ہوتی ہے وہ ایسی ہی ہوتی ہے جس طرح جان معشوق کیطرف کھنچتی ہے۔

[1] قہر اُو۔ شیخ کی محبت اور غصہ دونوں کے اثرات مُرید کے لئے مفید ہیں لہٰذا اثر کے اعتبار سے ایک دوسرے کی ضد نہیں ہیں۔ چوں خاک۔ یعنی شیخ اپنے قہر سے مُرید کو متواضع بناتا ہے اور اُس میں اخلاقِ حسنہ کا سبزہ اُگاتا ہے۔ پُر باد۔ یعنی شان و شوکت والا۔ گبز۔ موٹا، فربہ۔ وصفِ جماد۔ یعنی خاکساری۔ لیک۔ مُرید کی اِس روحانی شادابی کو شیخ دیکھتا ہے۔ جز مغز۔ شیخ کے ساتھ بے اعتقادی فیض سے مانع ہے۔

[2] چوں۔ یہ حضرت اویسؓ قرنی کے قصہ کی طرف اشارہ ہے حضرت اویسؓ یمن میں رہتے تھے اور بڑے عاشقِ رسول تھے لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے تھے آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔ اِنّی لَاَجِدُ رِیْحَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنْ میں یمن کی جانب سے خدا کی خوشبو سونگھتا ہوں۔ یہ آنحضورؐ کا فرمان حضرت اویسؓ کی خوشبو کے بارے میں تھا۔ نیستی۔ یعنی مقامِ فنا۔ نے چو معراج۔ بزرگوں کی صحبت میں جو معراج ہوگی وہ ایسی معراج نہ ہوگی جیسی کہ دھویں یا غبار کی معراج آسمان تک ہے بلکہ ایسی بامعنیٰ معراج ہوگی جیسی کہ نے کو معراج حاصل ہو کر اُس میں شکر پیدا ہو جاتی ہے۔

[3] خوش۔ یعنی یہ فنا کا بُراق

دستؔ نے و پائے نے رَو تا قِدَم | آنچناں کہ تاخت جانہا از عدم
بغیر ہاتھ اور بغیر پاؤں کے قدیم کی طرف چل | جس طرح کہ روحیں عدم سے دوڑ آئیں

بَر دریدے در سخن پردہ قیاس | گر نبودے سمعِ سامع را نُعاس
(یہ تقریر) بات میں قیاس کا پردہ چاک کردیتی | اگر سننے والے کی سماعت پر اونگھ نہ طاری ہوتی

اے فلک بر گفتِ اُو گوہر ببار | از جہانِ اُو جہانا شرم دار
اے آسمان! اُس کی گفتگو پر موتی برسا | اے دنیا! تو اُس کے جہان سے شرم کر

گر ببارےؔ گوہرت شش تا شود | جامدت گویندہ و بینا شود
اگر تو موتی برسائے وہ چھ گُنا ہو جائینگے | تیرا بے جان، بولنے والا اور دیکھنے والا ہو جائیگا

پس نثارے کردہ باشی بہرِ خود | چونکہ ہر سرمایہ تو صد شود
تو تیرا بکھاور خود تیرے لئے ہوگا | جبکہ تیرا ہر سرمایہ سَو گُنا ہو جائے گا

ہمچو آں ہدیہ کہ بلقیس از سبا | بر سلیمانؑ می فرستاد اے کیا
اُس ہدیہ کی طرح جو بلقیس نے سبا سے | (حضرت) سلیمانؑ کے پاس بھیجا اے عقلمند!

قصۂ ہدیہ فرستادنِ بلقیسؔ از شہرِ سبا بسوئے سلیمان علیٰ نبینا و علیہ السلام

بلقیس کا شہر سبا سے سلیمانؑ کو ہدیہ بھیجنے کا قصہ اُن پر اور ہمارے نبی پر سلام ہو

ہدیۂ بلقیس چلؔ اشتر بُدست | بارِ آنہا جُملہ خشتِ زر بُدست
بلقیس کا ہدیہ چالیس اونٹ تھے | جن کا بوجھ سب سونے کی اینٹیں تھا

چوں بصحرائے سلیمانی رسید | فرشِ آں را جُملہ زرِ پختہ دید
جب وہ (قافلہ حضرت) سلیمانؑ کے علاقہ میں پہنچا | اُس کا تمام فرش خالص سونے کا دیکھا

بر سرِ زر تا چہل منزل براند | تا کہ زر را در نظر آبے نماند
چالیس منزل تک سونے پر چلتا رہا | یہاں تک کہ (اُسکی) نظر میں سونے کی وقعت نہ رہی

بارہا گفتند زر را وا بریم | سُوئے مخزن، ما چہ بیکار اندریم
اُنھوں نے بارہا کہا سونے کو واپس لیجائیں | خزانے میں، ہم کس بیکار کام میں لگے ہیں؟

عرصۂ کش خاک زرِ دہ دہی ست | زر بہدیہ بُردن آنجا ابلہی ست
وہ علاقہ جس کی زمین خالص سونا ہے | وہاں تحفہ میں سونا لے جانا بیوقوفی ہے

---

۵۰ دست نے ۔ اِس سیر میں ہاتھ پاؤں کام میں نہیں آتے اور یہ سیر ایسی ہے جیسے روح کی سیر عدم سے وجود کی طرف ہوتی ہے ۔ بردریدے مولانا فرماتے ہیں کہ یہ عروج و نزول اور فنا و بقا کی تقریر اِس درجہ کی ہے کہ اِس کے بعد کسی عقلی دلیل کی ضرورت نہو اگر سننے والا ہوش و حواس سے اُس کو سُن لے ۔ نعاس ۔ اُونگھ ۔ اے فلک ۔ یہ اِسقدر پُر حقائق تقریر ہے کہ اِس پر آسمان کو موتی برسانے چاہئیں اور عالمِ ظاہر کو اِس عالمِ معنی سے شرم کرنی چاہیئے ۔

۵۱ گر ببارے ۔ گوہر نثاری میں خود آسمان کا فائدہ ہے اُس کے موتی چھ گنا ہو جائینگے اور اُس کی بے جان مخلوق گویا اور بینا بن جائیگی ۔ پس ۔ مُرید جس قدر بھی اعتقاد کے موتی برسائے گا اُس میں خود اُس کا فائدہ ہے اب اسی مناسبت سے مولانا بلقیس کا قصہ نقل کرتے ہیں ۔

۵۲ بلقیس ۔ یہ یمن میں شہر سبا کی ملکہ تھیں حضرت سلیمانؑ کو اُنھوں نے ہدیہ بھیجا تھا ۔ چل ۔ چالیس خشتِ زر ۔ سونے کی اینٹیں ۔ زرِ پختہ ۔ خالص سونا ۔ بر سرِ زر ۔ حضرت سلیمانؑ کے معجزے سے ایسا ہوا تھا ۔ آب ۔ رونق ۔ گفتند یعنی ہدیہ لانیوالوں نے کہا ۔ مخزن یعنی حضرت بلقیس کا خزانہ ۔ زرِ دہ دہی ۔ خالص سونا ۔ ابلہی بیوقوفی ۔

اے بُردہ عقل[1] ہدیہ تا اِلٰہ ‏— عقل آنجا کمترست از خاکِ راہ

اے عقل کا ہدیہ اللہ کی جانب لیجانے والے — وہاں عقل راستہ کی مٹی سے (بھی) کم ہے

چوں کسادِ ہدیہ آنجا شُد پدید — شرمساری شاں ہمی واپس کشید

جب تحفہ کا گھٹیا پن وہاں کھل گیا — شرمندگی نے اُن کو واپس لوٹایا

باز گفتند از کساد و از رَوا — چیست بر ما بندہ فرمانیم ما

پھر انھوں نے کہا گھٹیا پن اور بڑھیا پن سے — ہمیں کیا ہم تو حکم کے غلام ہیں

گر زر و گر خاک مارا بُردنی ست — اَمرِ فرمانده بجا آوردنی ست

خواہ سونا ہے خواہ مٹی ہمیں لے جانا ہے — حاکم کا حکم بجا لانا ہے

گر بفرمایند کیں واپس بُرید — ہم بفرماں تحفہ را باز آورید

اگر وہ حکم دیں کہ اِس کو واپس لے جاؤ — حکم ہی سے تحفہ واپس لے آؤ

اَمر و فرماں را ہمی باید شُنید — تا بدانجا ہدیہ را باید کشید

حکم اور فرمان کو سننا چاہیئے — وہاں تک ہدیہ کو لے جانا چاہیئے

خوش رَواں گشتند با ہدیہ رَوا — تا بتختِ آں سلیمانِ جہاں

ہدیہ کے ساتھ تیزی سے روانہ ہوگئے — اُس شاہِ جہاں کے تخت کی جانب

خندہ[2] اش آمد چوں سلیماں آں بدید — کز شما من کے طلب کردم مزید

جب (حضرت) سلیمانؑ نے وہ دیکھا اُنکو ہنسی آئی — میں نے تم سے مزید (ایمان کے علاوہ) کب طلب کیا تھا!

من نمی گویم مرا ہدیہ دہید — بلکہ گفتم لائقِ ہدیہ شوید

میں نے نہیں کہا کہ مجھے ہدیہ دو — بلکہ میں نے کہا کہ ہدیہ کے لائق بنو

کہ مرا از غیب نادر ہدیہاست — کہ بشر آں را نیارد نیز خواست

کیونکہ میرے لئے غیب سے انوکھے ہدیئے ہیں — کہ انسان اُن کی تمنا بھی نہیں کرسکتا

می[3] پرستید اخترے کو زر کُند — رُو باُو آرید کو اختر کُند

تم ستارے کو پوجتے ہو کیونکہ وہ سونا بناتا ہے — تم اُس کی طرف رُخ کرو جو ستارہ بناتا ہے

می پرستید آفتابِ چرخ را — خوار کردہ جانِ عالی نرخ را

تم آسمان کے سورج کو پوجتے ہو — تم نے گرانقدر جان کو ذلیل کردیا

---

[1] عقل ہدیہ۔ یعنی اللہ کے معاملہ میں عقل باتیں ایسی ہی بیکار ہیں جیسا کہ حضرت بلقیس کا ہدیہ۔ واپس کشید۔ یعنی ہدیہ لانے والے شرمندہ ہوئے اور انھوں نے ہدیہ واپس لے جانا چاہا۔ باز گفتند۔ یعنی پھر انھوں نے آپس میں کہا کہ ہمیں ہدیہ کے اچھے اور بُرے ہونے سے کوئی بحث نہ ہونی چاہیئے ہم تو حکم کے تابع ہیں فرمانده۔ حاکم۔ گر بفرمایند۔ یعنی اگر حضرت سلیمانؑ قبول نہ کریں گے۔ رَوَاں۔ دوسرا لفظ پہلے لفظ کی تاکید ہے۔ سلیمانِ جہاں۔ یعنی شاہِ جہاں۔

[2] خندہ۔ حضرت سلیمانؑ اس مال کو دیکھ کر ہنسے اور فرمایا میں نے صرف ایمان طلب کیا ہے مال طلب نہیں کیا ہے۔ مزید۔ یعنی مال۔ من نمی گویم۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا آتُونِی مُسْلِمِیْن۔ میرے پاس مسلمان ہوکر آجاؤ۔ لائقِ ہدیہ۔ یعنی مسلمان ہوجاؤ گے تو ہدیہ دینے کے قابل بن جاؤ گے۔ کہ۔ میں دنیا کی دولت کے ہدیوں سے بے نیاز ہوں خدا نے مجھے ایسی دولتیں عنایت کردی ہیں کہ کوئی انسان حاصل کرنا تو درکنار اُن کی آرزو بھی نہیں کرسکتا۔

[3] می پرستید۔ چونکہ سورج کی شعاعوں سے کانوں میں سونا بنتا ہے اسلئے تم سورج کی پرستش کرتے ہو۔ تمہیں تو اُس خدا کو پوجنا چاہیئے جس نے سورج کو بنایا ہے۔ خوار کردہ۔ تمام کائنات اللہ تعالٰی نے انسان کے لئے بنائی ہے تو وہ انسان کی خادم ہے نہ کہ معبود ایسی چیزوں کو پوجنا انسان کا اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے۔

آفتاب از امرِ حق طباخِ ماست[1] — ابلہی باشد کہ گوئیم او خداست

سورج خدا کے حکم سے ہمارا باورچی ہے — میں اُس کو خدا کہوں تو حماقت ہوگی

آفتابت گر بگیرد چوں کنی — آں سیاہی زو تو چوں بیروں کنی

تیرا سورج گہن میں آگیا تو تو کیا کریگا؟ — تو اس کالک کو اس سے کیسے ہٹائے گا!

نے بدرگاہِ خدا آری صداع — ایں سیاہی را ببر وادِہ شعاع

کیا خدا کے دربار میں (اس) دردِ سر کو پیش کریگا؟ — (کہ) اس کالک کو دور کردے شعاع واپس کردے

گر کُشندت[2] نیم شب خورشید کو — تا بنالی یا اماں خواہی ازو

اگر تجھے آدمی رات میں قتل کریں، سورج کہاں ہے؟ — تاکہ تو اس سے فریاد کرے یا امان چاہے

حادثات اغلب بشب واقع شود — واں زماں معبودِ تو غائب بود

حادثے عموماً رات میں ہوتے ہیں — اُس وقت تیرا خدا غائب ہوتا ہے

سوئے حق گر راستانہ خم شوی — وارہی از اختراں محرم شوی

تو اگر سچائی سے اللہ (تعالیٰ) کی جانب جھکے — تو ستاروں سے نجات پاجائے، محرم راز بنجائے

چوں شوی محرم گشایم با تو لب — تا بہ بینی آفتابے نیم شب

جب تو محرم بن جائے میں تیرے سامنے لب کشائی کرونگا — تاکہ تو آدمی رات میں سورج دیکھ لے

جز روانِ پاک او را شرق نے — در طلوعش روز و شب را فرق نے

پاک روح کے سوا اس کا مشرق نہیں ہے — اس کے طلوع کے لئے دن رات کا فرق نہیں ہے

روز[3] آں باشد کہ او شارق شود — شب نماند شب چو او بارق شود

دن وہ ہوتا ہے جب وہ طلوع کرآئے — جب وہ چمکتا ہے رات، رات نہیں رہتی ہے

چوں نماید ذرہ پیشِ آفتاب — خور چناں باشد دراں انوارِ پاک

جس طرح ذرہ سورج کے سامنے نظر آتا ہے — ان پاک تجلیوں میں سورج ایسا ہی ہوتا ہے

آفتابے را کہ رخشاں می شود — دیدہ پیشش کند حیراں می شود

وہ سورج کہ جب وہ چمکتا ہے — آنکھیں اُس کے سامنے خیرہ اور حیران ہوجاتی ہیں

ہمچو ذرہ بینیش در نورِ عرش — پیشِ نورِ بیحدِ موفورِ عرش

تو عرش کے نور میں اس کو ذرہ جیسا دیکھے گا — عرش کے بے حد اور گھنے نور کے مقابلہ میں

آفتابے۔ یہ دنیاوی سورج جو نگاہوں کو خیرہ کرتا ہے نورِ عرش کے مقابلہ میں ذرہ اور خوار و مسکین اور ناپائیدار ہے۔

[1] طباخ۔ پکانے والا، سورج کی شعاعوں سے کھیتیاں اور تمام پھل پکتے ہیں۔ گر بگیرد۔ سورج گرہن میں آجائے تو ایسی ناقص اور مجبور چیز کو پوجنا کیا عقلمندی ہے۔ نے بدرگاہ۔ گرہن کے دور کرنے کیلئے تو خدا سے دعا کرتا ہے تو ایسی بے بس مخلوق کو پوجنے سے کیا فائدہ۔

[2] گر کشندت۔ رات کو سورج غائب ہوتا ہے تو رات میں اگر مصیبت آئی تو کس کو پکارے گا، رات ہی میں عموماً حوادث پیش آتے ہیں۔ سوئے حق۔ مخلوق کو چھوڑ کر اگر تو خالق کے سامنے سجدہ ریز ہوگا تو مصائب سے نجات پالیگا اور کائنات کا محرم راز بن جائیگا۔ چوں شوی۔ جب تو محرم راز بن جائیگا تو میں تجھے اسرار بتاؤں گا پھر تجھے اُس سورج کا مشاہدہ ہوگا جو آدمی رات میں بھی موجود ہے۔ جز۔ اُس کا مظہر صرف پاک روح ہے اور وہ ہر وقت موجود ہے۔

[3] روز۔ دنیاوی دن کوئی چیز نہیں، دن تو وہ ہے جب وہ آفتاب حقیقت طلوع کرے اگر وہ رات میں بھی تجلی ڈال دے تو رات، رات نہیں رہتی۔ چوں۔ جس طرح دنیاوی سورج کے مقابلہ میں ذرہ بے حقیقت ہے اسی طرح آفتاب حقیقت کے مقابلہ میں یہ سورج بے حقیقت ہے۔

523

خوار و مسکین بینی اُو را بے قرار — دیدہ را قوت شُدہ از کردگار

تو اُس کو ذلیل اور مسکین اور نہ ٹھہرنے والا دیکھے گا — آنکھ کو اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے قوت حاصل ہوگئی ہو

کیمیائے کہ از و یک ماثرے — بر دُخاں افتاد و گشت آں اختر

وہ کیمیا جس کا ایک اثر ہے کہ — دھوئیں پر پڑی اور وہ ستارہ بن گیا

نادر اکسیرے کہ از وَے نیم تاب — بر ظلامے زد بگردش آفتاب

وہ عجیب اکسیر کہ اُس کی آدھی چمک — تاریکی پر پڑی اُس کو سورج بنا دیا

بُو العجب میناگرے کز یک عمل — بست چندیں خاصیت را بر زُحَل

وہ کیمیاگر عجیب ہے کہ ایک عمل سے — زُحل (ستارے) میں اِس قدر خاصیتیں پیدا کر دیں

باقی اخترہائے و گوہرہائے جاں — ہم بریں مقیاس اے طالب بداں

بقیہ ستاروں اور جان کے جواہر کو — اے طالب! اِسی پیمانے سے سمجھ لے

دیدۂ حسی زبونِ آفتاب — دیدۂ ربّانی جُوی و بیاب

حسّی آنکھ سورج سے مغلوب ہے — خدائی آنکھ تلاش کر اور حاصل کرلے

تا زبوں گردد بہ پیشِ آں نظر — شعشعاتِ آفتابِ باشرر

تاکہ اُس نظر کے سامنے مغلوب ہوجائیں — چنگاریوں بھرے سورج کی شعاعیں

کاں نظر نوری و ایں ناری بُوَد — نار پیشِ نور بس تاری بُوَد

کیونکہ وہ نظر نوری اور یہ ناری ہوتی ہے — آگ نور کے سامنے بہت تاریک ہوجاتی ہے

کراماتؑ و نورِ شیخ عبداللہ مغربی قُدّس سِرّہٗ

شیخ عبداللہ مغربی قدّس سِرّہٗ کا نور اور کرامات

گفت عبداللہ شیخ مغربی — شصت سال از شب ندیدم من شبی

شیخ عبداللہ مغربی نے فرمایا — ساٹھ سال سے میں نے رات کی تاریکی نہیں دیکھی

من ندیدم ظلمتے در شصت سال — نے بروز و نے بہ شب از اعتدال

میں نے ساٹھ سال میں کوئی تاریکی نہیں دیکھی — اعتدال کی بدولت نہ دن میں نہ رات میں

صوفیاں گفتند صدقِ قالِ اُو — شب ہمی رفتیم در دُنبالِ اُو

صوفیوں نے کہا ہے کہ اُن کی بات کی تصدیق کیلئے — ہم رات کو اُن کے پیچھے چلے

لہ دیدہ: اِس قدر شدید نور کو دیکھنے کی خدا طاقت عطا فرما دیتا ہے اور انسان اُس کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔ کیمیائے۔ وہ آفتابِ حقیقت ایسی کیمیا ہے کہ اُس کے اثر سے دھواں سورج بن گیا۔ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ ایک مادہ دھوئیں کی شکل میں تھا جس سے آسمان بنایا گیا ہے تو ظاہر ہے اسی سے آسمانی کائنات بھی بنی ہے۔ نادر۔ یہ خدا کی کیمیاگری ہے کہ اُس نے دھوئیں سے سورج بنا دیا۔ مینا گر۔ کانچ بنانے والا چونکہ آسمان کانچ کی طرح صاف و شفاف ہے اس لئے یہاں لفظ میناگر سے اللہ تعالیٰ کا استعارہ کیا ہے۔ زُحل۔ یہ ستارہ سب ستاروں سے بلند ساتویں آسمان پر ہے۔

لہ باقی۔ جس طرح آسمان اور سورج اللہ تعالیٰ کی کاریگری سے بنے ہیں اِسی طرح روح کے موتیوں کو بھی سمجھ لو۔ دیدۂ حسی۔ جسمانی آنکھ تو اِس سورج کو بھی نہیں دیکھ پاتی ہے، مشاہدۂ حق کے لئے ربانی آنکھ کی ضرورت ہے۔ تا زبوں۔ جسمانی آنکھ سورج سے مغلوب ہے ربانی آنکھ سے سورج مغلوب ہوجاتا ہے۔ شعشعات شعاعیں۔ کاں نظر۔ ربانی آنکھ نورانی ہے، اور جسمانی آنکھ ناری ہے، نار۔ نور کے بالمقابل تاریک ہوجاتی ہے۔

لہ کرامات۔ شیخ عبداللہ مغربیؒ کی اِس کرامت سے ربانی آنکھ کے حالات بیان کئے ہیں۔ شبی۔ یعنی رات پنا اور اندھیرا۔ اعتدال یعنی روحانی اعتدال۔ صوفیاں۔ صوفیوں نے بیان کیا ہے کہ اُن کو آزمانے کے لئے ہم آدھی رات میں اُن کے پیچھے چل پڑے۔ دُنبال پیچھے

دَر بیابانہائے پُر از خار و گو ۔ اُو چو ماہِ بدر مارا پیش رَو

گڑھوں اور کانٹوں سے بھرے جنگلوں میں ۔ وہ چودھویں کے چاند کی طرح ہم سے آگے تھے

رُوی پَس ناکردہ میگفتے بشَب ۔ ہیں گو آمد مَیل کُن در سُوی چپ

رات میں، منہ موڑے بغیر کہتے تھے ۔ خبردار! گڑھا آگیا بائیں جانب مڑ جا

باز گفتے بعد یک دم سُوی اِست ۔ مَیل کُن زیرا کہ خارے پیش پاست

پھر تھوڑی دیر کے بعد کہتے دائیں جانب ۔ مڑ جا، کیونکہ پاؤں کے نیچے کانٹا ہے

روز گشتہ پای بوسش گشتہ ما ۔ زانکہ بُودش پاک از گِل ہر دو پا

دن نکلے ہم اُن کے پاؤں چومنے والے ہوگئے ۔ کیونکہ اُن کے دونوں پاؤں مٹی سے صاف تھے

روز گشتہ پاش را با پائے بوس ۔ گشتہ پا ہایش چو پا ہائے عُروس

دن نکلے اُن کے پاؤں چومنے کی وجہ سے ۔ اُن کے پاؤں دُلہن کے پاؤں کی طرح تھے

نے[٥] ز خاک و نے ز گِل بر وَے اَثر ۔ نَز خراشِ خار و آسیبِ حجر

اُن پر نہ خاک کا نشان تھا نہ مٹی کا نشان ۔ نہ کانٹے کی خراش کا (نشان تھا) اور نہ پتھر کی چوٹ کا

مغربی را مشرقی کردہ خدای ۔ کردہ مغرب را چو مشرق نور زای

اللہ تعالیٰ نے مغربی کو مشرقی بنا دیا تھا ۔ مغرب کو مشرق کی طرح نور پیدا کرنے والا بنا لیا تھا

نورِ ایں شمسِ شموس فارس ست ۔ روزِ خاص و عام را اُو حارس ست

ستاروں کے اِس سورج کا نور تیز رَو ہے ۔ عوام و خواص کے دن کا وہ نگہبان ہے

چوں نباشد حارس آں نورِ مجید ۔ کہ ہزاراں آفتاب آرد پدید

وہ نورِ اعظم کیوں نگہبان نہ ہوگا؟ ۔ جو ہزاروں سورج پیدا کر دے

تو بنورِ اُو ہمی رَو در اماں ۔ درمیانِ اژدہا و کژدماں

تو اطمینان سے اُس کے نور کیساتھ چلا جا ۔ اژدھوں اور بچھوؤں میں

پیش[٥] پیشت می رَود آں نورِ پاک ۔ می کُند ہر رہزنے را چاک چاک

وہ پاک نور تیرے آگے آگے چلے گا ۔ وہ ہر رہزن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے

یَوْمَ لَا یُخْزِی النَّبِیَّ را راست دان ۔ نُورُ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ بخواں

یَوْمَ لَا یُخْزِی النَّبِیَّ کو سچ سمجھ ۔ نُوْرُ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ پڑھ لے

لے گو۔ گڑھا۔ بدر۔ چودھویں کا چاند۔ رَوی۔ یعنی وہ تاریک رات میں آگے آگے چل رہے تھے۔ اور بغیر منہ موڑے پیچھے چلنے والوں کو گڑھے اور کانٹے سے بچنے کی ہدایت کر رہے تھے یعنی اُن کو پیچھے کی چیزیں بھی اندھیرے میں نظر آرہی تھیں۔ روز گشتہ۔ یعنی دن نکلنے پر ہم نے اُن کی مزید کرامت یہ دیکھی کہ اُن کے پاؤں پر مٹی بھی نہ لگی تھی تو ہم نے از راہِ عقیدت اُنکے پاؤں چومے۔

٥ نے ز خاک۔ اُنکے پاؤں پر کانٹے اور پتھر کا کوئی نشان نہ تھا حالانکہ وہ کانٹوں اور پتھروں پر چلے تھے۔ مغربی یعنی مغرب کا رہنے والا جہاں سورج کی روشنی نہیں ہے مشرقی یعنی مشرق کا رہنے والا جہاں سورج کی روشنی پھیلی ہوئی ہو۔ مغرب۔ غروبِ آفتاب کے بعد اندھیرا ہو جاتا ہے مشرق۔ طلوعِ آفتاب کے بعد روشنی پھیل جاتی ہے۔ شموس یعنی ستارے۔ فارس۔ تیز رو۔ حارس۔ نگہبان۔ نورِ مجید۔ ذاتِ حق۔ بنورِ او۔ یعنی نورِ حق۔

٥ پیش پیش۔ خدائی نور سالک کے آگے آگے چلتا ہے اور اُس کو مہلکات سے بچاتا ہے۔ ترجمہ قرآنِ پاک میں ہے یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا ۔ یہ وہ دن ہوگا جبکہ اللہ پیغمبر کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رُسوا نہ کرے گا اُن کے ایمان کی روشنی اُن کے آگے آگے اور اُن کے دائیں جانب چل رہی ہوگی، دعائیں کرتے جاتے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہماری اِس روشنی کو ہمارے لئے آخر دم تک قائم رکھ

گرچہ گردد در قیامت آں فزوں — از خدا اینجا بخواہید آزموں
وہ نور اگرچہ قیامت میں بڑھ جائے گا — آزمانے کے لئے یہاں بھی خدا سے مانگ لو

کو بہ بخشد ہم بمیغ و ہم بماغ — نور جاں واللہ اعلم بالبلاغ
کیونکہ وہ ابر کو بھی اور کہر کو بھی بخشتا ہے — جان کا نور، اور خدا پہنچانے کو زیادہ جانتا ہے

باز گردانیدنِ سلیمان علیہ السلام رسولانِ بلقیس را باآں ہدیہا کہ آوردہ بودند سوئے بلقیس و دعوتِ سلیمان بلقیس را بایمان و ترکِ آفتاب پرستی

حضرت سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کے قاصدوں کو مع اُن ہدیوں کے جو وہ لائے تھے واپس کر دینا بلقیس کی جانب، اور حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کو ایمان لانے اور سورج پرستی کے چھوڑنے کی دعوت دینا

باز گردید اے رسولانِ خجل — زر شما را، دل بما آرید دل
اے شرمندہ قاصدو! واپس ہو جاؤ — سونا تمہارا ہے، ہمارے لئے دل لاؤ دل

ایں زرِ من بر سرِ آں زر نہید — کوریِ تن فرجِ استر را دہید
میرے اس سونے کو اس سونے پر رکھ دو — جسم کے اندھے پن کو خچری کی شرمگاہ کے حوالے کر دو

فرجِ استر لائقِ حلقہ زرست — زرِ عاشق رویِ زرد و اصفرست
خچری کی شرمگاہ سونے کے کڑے کے لائق ہے — عاشق کا سونا، زرد اور پیلا چہرہ ہے

کہ نظرگاہِ خداوندست آں — کہ نظر اندازِ خورشیدست کاں
کیونکہ وہ خدا کی نظرگاہ ہے — کان، سورج کی نظرگاہ ہے

کو نظرگاہِ شعاعِ آفتاب — کو منظرگاہِ خداوندِ لباب
کجا سورج کی شعاع کی نظرگاہ؟ — کجا عقلوں کے آقا کی نظرگاہ؟

از گرفتِ من زجاں اسپر کنید — گرچہ اکنوں ہم گرفتارِ منید
میری گرفت سے جان کی ڈھال بنا لو — اگرچہ اب بھی تم میری گرفت میں ہو

مرغِ فتنہ دانہ بر بام ست او — پر گشادہ بستہ دام ست او
دانہ کا عاشق پرندہ، بالاخانہ پر ہے — پر کھولے ہوئے، وہ جال میں پھنسا ہوا ہے

معنیٰ کے اعتبار سے شعر کا ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ فتنۂ دانہ۔ دانہ کا دیوانہ، یعنی وہ پرندہ جو دانہ کے لالچ میں ہے اگرچہ وہ بالاخانہ پر پر کھلا بیٹھا ہے لیکن انجام کے اعتبار سے وہ جال میں پھنسا ہوا ہے یہ شعر پہلے شعر کے دوسرے مصرع کی تشریح ہے۔

ے آغ. کہر. وہ بخارات جو بارش میں زمین سے دھویں کی طرح اٹھتے ہیں.

ف گرچہ۔ اگرچہ اُس نور میں قیامت میں اضافہ ہوگا لیکن یہاں بھی اس کے اضافہ کی دعا کر کے دیکھو۔ کو۔ کیونکہ جب وہ غیر ذی مقدار چیزوں کو نور عنایت کر دیتا ہے تو اشرف المخلوقات کو کیوں عطا نہ کریگا۔ خجل۔ شرمندہ، ہدیہ لانیوالے حضرت سلیمانؑ کے یہاں سونے کی ارزانی کو دیکھکر سونے کا ہدیہ دینے پر شرمندہ ہو رہے تھے۔ دل۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں سونے اور چاندی سے کام نہ چلے گا دل کی سلامتی کام آئے گی۔

ف ایں زرِ من۔ یعنی یہاں سے اور سونا لے جاؤ تاکہ تمہاری حرص کو تسکین ہو۔ کوریِ تن۔ جسم کی بے بصیرتی کو اپنے آپ سے دور کر کے کسی گندی جگہ پھینک دو۔ فرجِ استر۔ خچری اگر حاملہ ہو جائے تو بچہ کی پیدائش میں مر جاتی ہے لہٰذا اس کی شرمگاہ پر سونے کا حلقہ ڈال دیا جاتا تھا تاکہ وہ حاملہ نہ ہو سکے۔ عاشق۔ عاشق کی کمزوری اور چہرے کی زردی اس کی زینت ہے۔ کو۔ عاشق کے چہرے کی زردی خدا کی نظرگاہ ہے اور سونے کی کان سورج کی نظرگاہ ہے جس کی وجہ سے کان میں سونا تیار ہوتا ہے لہٰذا عاشق کے چہرے کی زردی بدرجہا افضل ہے۔

ف گرفتِ من۔ ایمان کی پابندی۔ جہاد کا مخاطب دوسرے

چوں بدانہ داد اُو دل را بجاں — ناگرفتہ مَرُورا بگرفتہ داں

چونکہ اُس نے دل کو جان سے دانہ کو دیدیا ہے — بغیر گرفتاری اُس کو گرفتار سمجھ

آں[1] نظر کہ سُوئے دانہ می کُند — آں گرہ داں کو بپا بَر میزند

وہ نگاہ جو وہ دانہ پر ڈالتا ہے — اُس کو وہ گرہ سمجھ جو وہ پاؤں پر لگاتا ہے

دانہ گوید گر تو می دُزدی نظر — من ہمی دُزدم زتو صبر و مَقر

دانہ کہتا ہے اگرچہ تو نظریں چُراتا ہے — میں تجھ سے صبر و قرار چُرا رہا ہوں

چوں کُشانید آں نظر ایں سُو ترا — پس مداں از خویشتن غافل مرا

جب تجھے اُس نظر نے اِس جانب کھینچ لیا — تو مجھے تو اپنے سے غافل نہ سمجھ

چوں کَشیدت آں نظر اندر پیَم — پس بدانی کز تو من غافل نیَم

جب تجھے وہ نظر میرے پیچھے لگا رہی ہے — تو یہ سمجھ لے کہ میں تجھ سے غافل نہیں ہوں

قصّہ[2] عَطّارے کہ سَنگِ ترازوئے اُو از گلِ سَرشوی بُود و

اُس عطار کا قصہ کہ جس کی ترازو کا باٹ ملتانی مٹی کا تھا اور

دُزدیدنِ مشتری گِل خوار ازاں گِل ہنگامِ سنجیدنِ شکرو

شکر تولنے کے وقت مٹی کھانے والے خریدار کا اُس مٹی میں سے چوری کرنا

دیدنِ عطّار آں را و نادیدہ کردن

اور عطار کا اُس کو دیکھنا اور اَن دیکھا کر دینا

پیشِ عَطّارے یکے گِلخوار رَفت — تا خرد اَبلوج و قندِ خاص و زَفت

ایک عطار کے پاس ایک مٹی خور گیا — تاکہ سفید، خاص قند، عمدہ خریدے

پس برِ عَطّار طَرّارِ[3] دو دل — موضعِ سَنگِ ترازو بُود گِل

اُس منافق چالاک عطار کے پاس — باٹ کی بجائے مٹی تھی

گفت عَطّار اے جواں اَبلوج من — ہست نیکو لیکن بے نکلف بے سخن

عطار نے کہا اے جوان! میری شکر — بلا مبالغہ، لاکلام عمدہ ہے

لیک گِل سَنگِ ترازوئے منست — گر ترا میلِ شکر بخریدن ست

لیکن میری ترازو کے باٹ مٹی کے ہیں — اگر تجھے خریدنے کی خواہش ہے

گفت ہستم در مُہمے قند جُو — سَنگِ میزاں ہرچہ خواہی باش گو

اُس نے کہا میں ایک ضرورت میں شکر کی جستجو میں ہوں — ترازو کے باٹ جو بھی ہوں

---

[1] آں نظر۔ اُس کی للچائی ہوئی نظر دراصل اُس کے پاؤں کی گرہ ہے۔ دانہ۔ وہ دانہ کو دزدیدہ نظروں سے دیکھ رہا ہے اور وہ دانہ اُس کے صبر و قرار کو چرا رہا ہے۔ چوں۔ جب لالچی نظر پرند کو دانہ کی جانب کھینچ لائی ہے تو پرند کو سمجھنا چاہیئے کہ شکاری اُس سے غافل نہیں ہے وہ اُس کو پھانس لے گا۔

[2] قصہ۔ پرند جس طرح یہ سمجھتا ہے کہ وہ شکاری کی غفلت سے فائدہ اُٹھا کر دانہ کھا جائے گا اور خود پھنس جاتا ہے اسی طرح اس قصہ میں خریدار یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ دکاندار کی غفلت سے فائدہ اُٹھا رہا ہے حالانکہ وہ خود اپنا نقصان کر رہا ہے۔ گِل سَرشوی۔ وہ مٹی جسے مَل کر سَر دھویا جاتا ہے جیسا کہ ہندوستان میں ملتانی مٹی ہے۔ گِل خوارہ۔ مٹی کھانے والا۔ اَبلوج۔ سفید شکر۔

[3] طرّار۔ زبان دراز جیب تراش، نمک۔ دودل۔ منافق چونکہ وہ مٹی کے باٹوں کے ذریعہ کم تولتا تھا۔ گفت عطار نے کہا ترازو کے بجائے پتھر کی بجائے مٹی کے ہیں۔ در مُہمے۔ خریدار نے کہا مجھے قند کی ضرورت ہے مجھے باٹوں سے کیا بحث ہے جیسے بھی ہوں۔

گفت باخود پیش آنکہ گِل خورست[۱] — سنگ چہ بُود گِل ز شکر بہترست

(پھر) اُس نے اپنے دل میں کہا مٹی کھانیوالے کے آگے — پتھر کیا ہوتا ہے؟ مٹی شکر سے (بھی) بہتر ہے

ہمچو آں دلاّلہ کو گفت اے پسر — نو عروسے یافتم بس خوب فر

اُس دلاّل کی طرح جس نے کہا اے بیٹا! — میں نے ایک نئی دلہن بہت شاندار ڈھونڈلی ہے

سخت زیبا لیک ہم یک چیز ہست — کاں ستیرہ دخترِ حلوا گرست

بہت خوبصورت ہے لیکن ایک بات بھی ہے — کہ وہ پردہ نشین، حلوائی کی بیٹی ہے

گفت بہتر اینچنیں خود گر بُود — دخترِ او چرب و شیریں تر بُود

اُس نے کہا اگر ایسا ہے تو بہت بہتر ہے — اُس کی لڑکی خوب چکنی اور میٹھی ہوگی

گر نداری سنگ و سنگت از گِل ست — ایں بہ و بہ گِل مرا میوہ دل ست

اگر تیرے پاس پتھر نہیں ہے اور تیرا باٹ مٹی کا ہے — یہ بہتر اور خوب ہے مٹی میرے دل کا میوہ ہے

اندراں کفّہ[۲] ترازو ز اعتداد — اُو بجائے سنگ آں گِل را نہاد

ترازو کے پلڑے میں اعتماد کے ساتھ — اُس نے پتھر کے بجائے وہ مٹی رکھ دی

پس برائے کفّۂ دیگر بدست — ہم بقدرِ آں شکر را می شکست

پھر دوسرے پلڑے کے لئے ہاتھ سے — اُس مٹی کی بقدر شکر توڑنے لگا

چوں نبودش تیشۂ او دیر ماند — مشتری را منتظر آنجا نشاند

چونکہ اُس کے پاس کھرپا نہ تھا وہ دیر تک ٹھہرا رہا — اُس نے خریدار کو اُس جگہ انتظار میں بٹھا دیا

رُویش آں سو بُود گِل خور ناشگفت — گِل ازو پوشیدہ دزدیدن گرفت

اُس کا رخ اُس طرف تھا، بے صبر مٹی خور نے — اُس سے چھپ کر مٹی چرانی شروع کر دی

ترس ترساں[۳] کہ نیاید ناگہاں — چشمِ او بر من فتد از امتحاں

ڈرتے ڈرتے، کہ وہ اچانک نہ آجائے — اور اُس کی نظر بطور آزمائش مجھ پر پڑ جائے

دید عطّار آں و خود مشغول کرد — کہ فزوں تر دزد ہیں اے روی زرد

عطار نے اُس کو دیکھا اور اپنے آپ کو مشغول کر دیا — کہ اے زرد رو! اور زیادہ چرائے

گر بدزدی از گِل من می بری — رو کہ ہم از پہلوئے خود می خوری

اگر تو چرا کر میری مٹی میں سے لے جا رہا ہے — جا کہ تو اپنا ہی نقصان کر رہا ہے

تو ہمی ترسی ز من لیک از خری — من ہمی ترسم کہ تو کمتر خوری

تو مجھ سے ڈر رہا ہے لیکن گدھے پن سے — میں ڈر رہا ہوں کہ تو بہت کم کھا رہا ہے

---

۱ گِل۔ مٹی کھانیوالے کے لئے تو مٹی شکر سے بھی زیادہ مزیدار ہوتی ہے۔ ہجو۔ عطار کا مٹی کی خرابی کو ظاہر کرنا ایسا ہی تھا جیسا کہ دلاّلہ نے لڑکی میں خرابی ظاہر کی جو اُس نوجوان کے لئے اور زیادہ دلچسپی کا باعث بنی۔ حلوا گر۔ حلوائی۔ چرب۔ چونکہ حلوائی کے یہاں گھی اور شکر کی کثرت ہوتی ہے۔ میوہ۔ مٹی کھانے والے کے لئے مٹی دلپسند چیز ہے۔

۲ کفّہ۔ ترازو کا پلڑا۔ اعتداد۔ تیاری کرنا۔ بقدرِ آں۔ یعنی مٹی کے وزن کی۔ تیشہ۔ شکر جم گئی ہوگی جس کے توڑنے کے لئے تیشہ کی ضرورت ہوئی۔ آنجا۔ یعنی دکان کے اگلے حصہ میں۔ رُویش۔ یعنی دکاندار کا رُخ۔

۳ ترس ترساں۔ یعنی مٹی خور دکاندار سے ڈرتا ہوا مٹی چرا رہا تھا۔ دید۔ دکان دار نے اُس کو دیکھ لیا لیکن خود کو اور زیادہ مشغول کر دیا تاکہ وہ مٹی زیادہ چرا سکے کیونکہ وہ جس قدر مٹی چرائے گا اسی قدر شکر کم چڑھے گی۔ از پہلوئے خود۔ یعنی اپنا ہی نقصان کر رہا ہے اُس کو شکر کم ملے گی۔

گرچہ^[1] مشغولم چناں احمق نیم — کہ شکر افزوں کشی تو از پیم
اگرچہ میں مصروف ہوں، ایسا بیوقوف نہیں ہوں — کہ تو مجھ سے بڑھتی شکر لے جائے

چوں بہ بینی مر شکر را آزمود — پس بدانی احمق و غافل کہ بود
جب تو آزما کر شکر کو دیکھے گا — تو سمجھ لے گا احمق اور غافل کون تھا؟

مرغ ازاں دانہ نظر خوش می کند — دانہ ہم از دور راہش می زند
پرند اس دانے سے نظر کو خوش کر رہا ہے — دانہ بھی دور سے اس پر ڈاکہ ڈال رہا ہے

گر زنای چشم حظے می بری — نے کباب از پہلوی خود میخوری
اگرچہ تو آنکھ کے گھپے سے مزا اٹھا رہا ہے — کیا اپنے پہلو کے کباب نہیں کھا رہا ہے؟

ایں^[2] نظر از دور چوں تیر ست و سم — عشقت افزوں می شود صبر تو کم
یہ نظر بازی دور سے ہی تیر اور زہر ہے — تیرا عشق بڑھتا ہے، صبر کم ہوتا ہے

مال دنیا دام مرغان ضعیف — ملک عقبیٰ دام مرغان شریف
دنیا کا مال، کمزور پرندوں کا جال ہے — آخرت کی سلطنت شریف پرندوں کا جال ہے

تا بدیں ملکے کہ او دامے ست ژرف — در شکار آیند مرغان شگرف
یہاں تک کہ اس سلطنت میں جو کہ ایک گہرا جال ہے — عجیب پرندے شکار میں آتے ہیں

من^[3] سلیمانؑ می نخواہم ملک تاں — بلکہ من برہانم از ہر ہلک تاں
میں سلیمانؑ تمہارا ملک نہیں چاہتا ہوں — بلکہ میں تمہیں ہر ہلاکت سے چھڑاتا ہوں

کایں زماں ہستید خود مملوک ملک — مالک الملک آنکہ او بجہد ز ہلک
کیونکہ تم اس وقت خود ملک کے غلام ہو — ملک کا مالک وہ ہے جو تباہی سے نجات پا جائے

باژگونہ اے اسیر ایں جہاں — نام خود کردی امیر ایں جہاں
اے اس دنیا کے قیدی! الٹا — تو نے اپنا نام شاہِ جہاں رکھ لیا ہے

اے تو بندہ ایں جہاں محبوس جاں — چند گوئی خویشتن را خواجہ جہاں
اے تو اس جہان کا غلام، جان کا قیدی ہے — تو اپنے آپ کو جہان کا آقا کب تک کہیگا؟

دلداری کردن و نواختن سلیمانؑ مر آں رسولاں را و دفع وحشت و آزار از دل ایشاں و عذر قبول ناکردن ہدیہ و شرح کردن با ایشاں

حضرت سلیمانؑ کا اُن قاصدوں کی دلداری کرنا اور نوازنا اور انکے دل سے تکلیف اور دہشت کو دور کرنا ہدیہ قبول نہ کرنے کا عذر اور اس کی ان سے تشریح کرنا

---

[1] گرچہ۔ یعنی میرا دیر کرنا میری بیوقوفی نہیں ہے بلکہ فائدہ مند ہے۔ چوں۔ جب تو گھر جا کر شکر تولے گا تو پتہ چلے گا کہ بیوقوف کون تھا۔ مرغ۔ پرند دانہ چگنے میں اپنا فائدہ سمجھ رہا ہے حالانکہ وہی اس کی ہلاکت ہے۔ ناے۔ گگا، چونکہ دوسرے مصرع میں کباب کا ذکر ہے اس لئے اس مصرع میں آنکھ کے لئے گگے کا استعمال کیا ہے یعنی ایک شخص کسی حسین کے ساتھ نظر بازی کرتا ہے تو بظاہر لطف اندوز ہے لیکن ہمیشہ کے لئے اپنے لئے پریشانی مول لے لیتا ہے۔

[2] ایں نظر۔ نظر بازی کا تیر خود نظر باز کے لئے تیر ستم ہے۔ اور وہ بھی زہریلا۔ حدیث ہے۔ اَلنَّظَرُ سَہْمٌ مَسْمُوْمٌ مِّنْ سِہَامِ اِبْلِیْسَ۔ نظر بازی شیطان کے تیروں میں سے زہریلا تیر ہے۔ مال دنیا۔ دنیا کی زیب و زینت ضعیف الایمان لوگوں کا جال ہے مومنین آخرت کے دلدادہ ہوتے ہیں مرغان شگرف۔ یعنی انبیاء اور اولیاء۔

[3] من سلیمانؑ۔ یہ حضرت سلیمانؑ کا قاصدوں کو خطاب ہے۔ از ہر ہلک۔ چونکہ ستارہ پرستی میں ہلاکت ہے۔ کایں زماں۔ دنیا دار اپنی دولت کا غلام ہوتا ہے، شاہ تو وہ ہے جو اس کی ہلاکت سے بچ نکلے۔ باژگونہ۔ دنیادار اپنے آپ کو حاکم اور شاہ کہتا ہو یہ ایسا ہے جیسا کہ برعکس نہند نام زنگی کافور۔

اے رسولاں می فرستم تان رسول[1] — ردِ من بہتر شمارا از قبول
اے قاصدو! میں تمہیں قاصد بنا کر بھیجتا ہوں — میرا رد کرنا تمہارے لئے قبول کرنے سے اچھا ہے

پیشِ بلقیس آنچہ دیدید از عجب — باز گوئید از بیابانِ ذہب
بلقیس کے سامنے جو تم نے عجب بات دیکھی — سونے کے جنگل کی بابت کہو

کہ چہل منزل بروی زر بدید — وز چنیں ہدیہ خجل چوں می شدید
کہ چالیس منزل تک تم سونے پر تھے — اور ایسے ہدیہ سے تم کس طرح شرمندہ ہوئے

تا بداند کہ بزر طامع نہ ایم — ما زر از زر آفریں آوردہ ایم
تاکہ وہ سمجھ جائے کہ ہم سونے کے لالچی نہیں ہیں — ہم سونا پیدا کرنیوالے سے سونا لے آئے ہیں

آنکہ گر خواہد ہمہ خاکِ زمیں — سر بسر زر گردد و دُرِ ثمیں
وہ کہ اگر وہ چاہے زمین کی تمام مٹی — پوری سونا اور قیمتی موتی بن جائے

حق[2] برائے آں کند اے زر گزیں — روزِ محشر ایں زمیں را نقرہ گیں
اے سونے کو پسند کرنیوالے! اللہ (تعالیٰ) اسی لئے — اس زمین کو محشر کے دن چاندی جیسی کر دیگا

فارغیم از زر کہ ما بس پُر فنیم — خاکیاں را سر بسر زریں کنیم
ہم سونے سے بے نیاز ہیں کیوں کہ ہم ماہر فن ہیں — ہم مٹی والوں کو بستر سونے کا بنا دیتے ہیں

از شما کے کدیۂ زر می کنیم — ما شما را کیمیا گر می کنیم
ہم تم سے سونے کی بھیک کب مانگتے ہیں؟ — ہم تمہیں کیمیا گر بنا دیتے ہیں

ترک آں گیرید گر مُلکِ سباست — کہ برونِ آب و گِل بس مُلکہاست
اس کو چھوڑ دو خواہ سبا کا ملک ہو — کیونکہ دنیا سے باہر بہت سے ملک ہیں

تختہ[3] بندست آنکہ تختش خواندہ — صدر پنداری و بر در ماندہ
جس کو تو نے تخت کہا ہے وہ کاٹھ ہے — تو نے صدر (مقام) سمجھا ہے اور تو دروازہ پر پڑا ہے

پادشاہی نیستت بر ریشِ خود — پادشاہی چوں کنی بر نیک و بد
تیری اپنی داڑھی پر بھی، حکومت نہیں ہے — برا چھے اور بُرے پر تو بادشاہی کا دعویٰ کیوں کرتا ہے؟

بے مرادِ تو شود ریشت سفید — شرم دار از ریشِ خود اے کژ امید
تیری مرضی کے خلاف تیری داڑھی سفید ہو جاتی ہے — اے ٹیڑھی تمنا والے! اپنی داڑھی سے شرما

مالک الملک ست ہر کش سر نہد — بے جہانِ خاک صد ملکش دہد
جو اس (خدا) کے سامنے سر رکھ دے وہ بادشاہ ہے — خاکی دنیا کے علاوہ وہ اسکو سینکڑوں سلطنتیں عطا کر دیتا ہے

---

[1] تان رسول یعنی اب تم میری جانب سے قاصد بنکر جاؤ۔ ردِ من یعنی میرا ہدیہ کو واپس کرنا تمہارے لئے مفید ہے تم ایمان لے آؤگے پیشِ بلقیس۔ تم اپنے واقعات جاکر بلقیس کو سناؤ اور بتاؤ کہ چالیس منزل تک تم سونے کی زمین پر چل کر میرے پاس پہنچے تھے۔ وز چنیں۔ اور یہ بھی کہو کہ ہمیں سونے کا ہدیہ پیش کرنے میں شرمندگی ہوتی تھی۔ تا بداند۔ تاکہ بلقیس یہ سمجھ جائے کہ ہم انکی دولت کے طالب نہیں ہیں۔

[2] حق۔ محشر کے دن زمین چاندی جیسی کر دی جائیگی اور یہ اس وجہ سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ظاہر فرما دینگے کہ ان کے یہاں سونے چاندی کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ فارغیم۔ ہم سونے سے بے نیاز ہیں ہم تو انسانوں کو ایمان عطا کر کے زریں بنا دیتے ہیں۔ کیمیا گر۔ مؤمن مخلص بن جاؤگے تو کیمیا گر بن جاؤگے۔ شعر
کیمیا و سیمیا و ریمیا
کس نداند جز بذاتِ اولیاء
ترک۔ آخرت کے ملکوں کی خاطر دنیا کی سلطنت کو خیرباد کہدو۔

[3] تختہ بند۔ قید خانہ، لکڑی کا وہ کندہ جسمیں پاؤں پھنسا کر قید کر دیتے تھے۔ صدر جس مقام کو تو صدر مقام سمجھا ہے وہ دربان کی جگہ ہے۔ ریش۔ تیرا حکم تو خود تیری داڑھی پر نہیں چلتا ہے ورنہ وہ تیری منشا کے خلاف سفید نہ ہوتی۔ مالک الملک اصل

لیکؔ ذوقِ سجدۂ پیشِ خدا — خوشتر آید از دو صد دولت تُرا
لیکن خدا کے سامنے ایک سجدہ کا ذوق — تجھے دو سو سلطنتوں سے بھلا معلوم ہوگا

پس بنالی کہ نخواہم مُلکہا — مُلکِ آں سجدہ مُسلّم کُن مرا
پھر تو روئے گا کہ میں سلطنتیں نہیں چاہتا ہوں — اُس سجدہ کی سلطنت میرے لئے مقرر فرمادے

پادشاہانِ جہاں از بدرگی — بُو نبُردند از شرابِ بندگی
دنیا کے بادشاہوں نے بدطینتی کی وجہ سے — بندگی کی شراب کی خوشبو نہیں سونگھی

ورنہ ادہمؒ وار سرگردان و دَنگ — مُلک را برہم زدندے بے درنگ
ورنہ (حضرت) ادہمؒ کی طرح حیران اور پریشان ہوکر — فوراً سلطنت کو چھوڑ دیتے

لیک حق بہرِ ثباتِ ایں جہاں — مُہرِ شاں بنہاد بر چشم و دہاں
لیکن اللہ (تعالیٰ) نے اس جہان کی بقا کے لئے — اُن کی آنکھ اور منہ پر مہر لگادی ہے

تا شود شیریں بر ایشاں تخت و تاج — کہ ستانیم از جہانداراں خراج
تاکہ اُن کے لئے تخت و تاج شیریں ہوجائے — کہ ہم دنیا داروں سے خراج لے رہے ہیں

از خراج ار جمع آری زر چو ریگ — آخر آں از تو بماند مُردہ ریگ
اگر تو خراج سے ریت کی طرح سونا جمع کریگا — بالآخر وہ تجھ سے وراثت میں رہ جائے گا

ہمرہِ جانت نگردد مُلک و زر — زر بدہ سُرمہ ستاں بہرِ نظر
سلطنت اور سونا تیری رُوح کا ساتھی نہ بنے گا — سونا دیدے، نگاہ کے لئے سُرمہ لے لے

تا ببینی کایں جہاں چاہیست تنگ — یوسفانہ آں رَسن آری بچنگ
تاکہ تو دیکھ لے کہ یہ دنیا تنگ کنواں ہے — یوسف وار وہ رَسّی ہاتھ میں پکڑ لے

تا بگوید چوں زِ چاہ آئی ببام — جان کہ یا بُشرایَ لِی ھٰذا غلام
تاکہ جب تو کنویں سے بالاخانہ پر آئے کہے — روح، میرے لئے بشارت ہے، یہ لڑکا ہے

ہست در چَہ انعکاساتِ نظر — کمترین آنکہ نماید سنگ زر
کنویں میں نظر کے عکس ہیں — سب سے کم یہ ہے کہ پتھر سونا نظر آتا ہے

وقتِ بازی کودکاں را ز اختلال — می نماید آں خزفہا زر و مال
عقل (دماغی) سے کھیل کود کے وقت بچوں کو — وہ ٹھیکریاں سونا اور مال نظر آتی ہیں

لے لیک. لیکن جب سجدہ کا ذوق پیدا ہوجائیگا تو... سلطنتوں سے بیزار ہوجائیگا اور خدا سے دعا کرے گا کہ بس یہی دولت کافی ہے۔ بادشاہاں دنیاوی بادشاہ چونکہ بندگی کی مستی سے ناواقف ہیں اس لئے وہ سلطنت کے شوق میں مبتلا ہیں اگر وہ واقف ہو جائیں تو حضرت ادہمؒ کی طرح سلطنت پر لات ماردیں۔ لیک حق. لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو دنیا کا نظام چلانا ہے اس لئے اُن کو اس لذت سے محروم کردیا ہے اور وہ مگن ہیں کہ ہم دنیا سے خراج وصول کرتے ہیں خراج. ٹیکس۔ مردہ ریگ. وہ مال جو ورثہ میں ملے۔

ے ہمرہ. دنیا کی دولت دنیا میں رہ جاتی ہے روح پرواز کرجاتی ہے۔ سرمہ. وہ سرمہ حاصل کرلے جس سے یہ چیزیں بے حقیقت نظر آئیں۔ یوسفانہ. حضرت یوسفؑ رسّی کے ذریعہ کنویں سے باہر آئے تھے، تو بھی عبادات کی رسّی کے ذریعہ سے دنیا کے اس کنویں سے باہر نکل آ۔

ے تا بگوید. جس وقت حضرت یوسفؑ کنویں سے برآمد ہوئے تھے تو ڈول نکالنے والا چیخ اُٹھا تھا کہ خوشخبری ہے یہ تو لڑکا ہے اسی طرح تیری روح تیرے کنویں میں سے نکل آنے پر خوشخبری دے گی۔ در چَہ. دنیا میں نظر کا فریب ہے کہ دنیا کی بے حقیقت دولت کو قیمتی دکھادیتی ہے۔ وقتِ بازی. بچے کھیل کود میں ٹھیکریوں کو روپیہ پیسہ تصور کرلیتے ہیں۔

عارفانش کیمیا گر گشتہ اند　　تا کہ شد کانہا بر ایشاں ترّ ند
اُس (خدا) کو پہچان جاننے والے کیمیا گر بن گئے ہیں　　حتیٰ کہ اُن کے لئے کانیں حقیر ہو گئی ہیں

دیدنِ درویشے جماعتِ مشایخ را در خواب و درخواست کردنِ روزیِ حلال از ایشاں بے مشغول شُدن بکسب کہ از عبادت می مانم و ارشاد کردنِ ایشاں اُو را بمیوہائے تلخ و ترشِ کوہی و بروے شیریں شُدنِ آں میوہا بدلالتِ آں مشایخ

ایک درویش کا بزرگوں کے گروہ کو خواب میں دیکھنا اور ان سے بغیر کمائی کی مشغولیت کے حلال روزی کی درخواست کرنا کہ میں عبادت کرنے سے رہ جاتا ہوں اور اُنکی اُس کو کڑوے اور کھٹّے پہاڑی پھلوں کی جانب رہنمائی کرنا اور اُن بزرگوں کی رہنمائی سے اُس کے لئے اُن پھلوں کا شیریں بن جانا

آں یکے درویش گفت اندر سَمَر　　خضریاں را من بدیدم خواب دَر
ایک درویش نے قصہ میں بتایا　　کہ میں نے خواب میں خضریوں کو دیکھا

گفتم ایشاں را کہ روزیِ حلال　　از کجا نوشم کہ نبوَد آں وَبال
میں نے اُن سے کہا کہ حلال روزی　　جو وبال نہ بنے میں کہاں سے کھاؤں

مر مرا[2] سوئے کہستاں راندند　　میوہا زاں بیشہ می افشاندند
وہ مجھے پہاڑ کی جانب لے گئے　　اُس جنگل سے اُنھوں نے پھل جھاڑے

کہ خدا شیریں بکرد آں میوہ را　　در دہانِ تو بہمتہائے ما
کہ خدا نے وہ پھل میٹھے کر دیئے ہیں　　تیرے مُنھ میں ہماری توجہات سے

ہیں بخور پاک و حلال و بے حسیب　　بے صُداع و نقلِ بالا و نشیب
ہاں، پاک اور حلال اور بے حساب کھا　　بغیر دردِ سر کے اور اوپر اور نیچے منتقل ہونے کے

پس مرا زاں رزق نُطقے رُو نمُود　　ذوقِ گفتِ من خِرد ہا می رُبُود
پھر اُس رزق سے مجھ میں ایسی قوتِ گویائی رونما ہوئی　　کہ میری گفتگو کا ذوق عقلوں کو حیران کر دیتا تھا

گفتم[3] ایں فتنہ است اے ربِّ جہاں　　بخششے دہ از ہمہ خلقاں نہاں
میں نے کہا، اے دنیا کے پالن ہار! یہ فتنہ ہے　　وہ انعام عطا فرما جو سب سے پوشیدہ ہو

شد سخن از من، دلِ خوش یافتم　　چوں انار از ذوق می بشگافتم
میری قوتِ گویائی جاتی رہی، میں نے مطمئن دل پالیا　　ذوقِ لطف سے میں انار کی طرح کھلتا تھا

---

[1] عارفانش۔ جو عارف باللہ ہیں وہ خود کیمیا گر ہیں ان کی نگاہ میں سونے کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بُود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

دیدن۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اہل اللہ کی نظر میں دنیا کا مال ہیچ ہے اور ان کی ہمت کیمیا کا کام کرتی ہے۔ سَمَر۔ قصہ۔ خضریاں۔ وہ اَبدال جو حضرت خضرؑ کی طرح نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ گفتم۔ میں نے اُن اَبدال سے کہا کہ کمانا تو وبال ہے ایسی تدبیر بتا دیجئے کہ مجھے بلا کمائے حلال روزی حاصل ہو جائے۔

[2] مرمرا۔ وہ لوگ مجھے جنگل میں لیگئے اور انھوں نے جنگلی پھل جھاڑے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ میرے لئے وہ کڑوے کسیلے پھل میٹھے ہو جائیں۔ صُداع۔ دردِ سر۔ پس۔ اُن پھلوں کے کھانے سے میرے کلام میں وہ شیرینی پیدا ہو گئی کہ لوگ اُس پر فریفتہ ہونے لگے۔

[3] گفتم۔ اولیاء اللہ کو اپنی شہرت اور عوام میں مقبولیت ناگوار ہوتی ہے۔ شد سخن۔ یعنی وہ لطفِ کلام کی کیفیت زائل ہو گئی جو عوام کی گرویدگی کا سبب تھی اور دل میں ایک جذبۂ مسرت پیدا ہو گیا۔

گفتم ار چیزے نباشد در بہشت[1] — غیر ایں شادی کہ دارم در سرشت
میں نے کہا اگر جنت میں اور کوئی چیز نہ ہوگی — اِس مسرت کے علاوہ جو طبیعت میں آگئی ہے

ہیچ نعمت آرزو ناید دِگر — زیں نپردازم بجوز و نیشکر
مجھے کسی دوسری نعمت کی تمنا نہ ہوگی — اُسکو چھوڑ کر میں اخروٹ اور گنے کیطرف توجہ نہ کرونگا

مانده بُود از کسب یک دو حبّہ اَم — دوختہ در آستینِ جُبّہ اَم
کمائی میں سے میری ایک دو رتی بچ گئی تھی — جس کو میں نے جُبّہ کی آستین میں سی لیا تھا

نیّت کردنِ اُو کہ ایں زر بدیں ہیزم کش دہم چوں من روزیِ حلال یافتم بکراماتِ مشائخ و رنجیدنِ آں ولی ہیزم کش از ضمیر و نیّت او

اُس کا سوچنا کہ یہ سونا میں اِس لکڑہارے کو دیدوں جبکہ میں نے بزرگوں کی کرامات سے حلال روزی پالی ہے اور اُس لکڑہارے ولی کا اُس کے دل کی بات اور نیت سے رنجیدہ ہونا

آں یکے درویش ہیزم[2] می کشید — خستہ و مانده ز بیشہ در رسید
ایک درویش لکڑیاں لا رہا تھا — تھکا ہارا جنگل سے آیا

پس بگفتم من ز روزی فارغم — زیں سپس از بہرِ رزقم نیست غم
میں نے سوچا کہ میں روزی سے بے نیاز ہوں — اِس کے بعد مجھے روزی کی فکر نہیں ہے

میوهٔ مکروه بر من خوش شُدست — رِزقِ خاصہ جسم را آمد بدست
ناگوار پھل میرے لئے عمدہ ہو گئے ہیں — خاص رزق جسم کو حاصل ہو گیا ہے

چونکہ من فارغ شُدستم از گلُو — حبّہ چندست ایں بدہم بدُو
چونکہ میں خلق (کے معاملہ) سے فارغ ہو گیا ہوں — چند رتیاں ہیں یہ میں اُس کو دیدوں

بدہم ایں زر را بدیں تکلیف کش — تا دو سہ روزک[3] شود از قوت خوش
اِس مصیبت بھرنے والے کو یہ سونا دیدوں — تاکہ دو تین دن کیلئے وہ خوراک سے مطمئن ہو جائے

خود ضمیرم را ہمی دانست اُو — زانکہ شمعش داشت نور از شمعِ ہُو
اُس نے خود میرے دل کی بات جان لی — کیونکہ اُسکی شمع میں اللہ تعالیٰ کی شمع کا نور تھا

بُود پیشش سِرِّ ہر اندیشۂ — چوں چراغے در درونِ شیشۂ
اُس کے لئے ہر خیال کا راز — آئینہ کے اندر کے چراغ کی طرح تھا

---

[1] در بہشت۔ وہ قلبی کیفیت اِس قدر پُر مسرت تھی کہ اگر جنت میں صرف وہی حال ہو تو اور کسی چیز کی تمنا کی ضرورت نہیں ہے۔ در آستین جیب آستین میں بنائی جاتی تھی۔

[2] ہیزم۔ سوختہ، جلانے کی لکڑیاں۔ بیشہ۔ جنگل۔ فارغم۔ میں تو جنگلی پھلوں پر گذارہ کر لیتا ہوں لہٰذا مجھے اب کھانے پینے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ رزق خاصہ۔ شاہی دسترخوان کی خوراک۔ چونکہ۔ اب مجھے اپنے خلق اور کھانے کی فکر نہیں ہے۔ حبّہ۔ ایک رتی کا وزن۔ تکلیف کش یعنی لکڑہارا۔

[3] تا دو سہ روزک۔ وہ دو تین دن میرے اِس عطیہ سے اپنا کام چلائے گا۔ ضمیر۔ دل کی پوشیدہ بات۔ تاکہ اُس کے قلب کو اللہ تعالیٰ کے نور کی روشنی حاصل تھی۔ بود۔ وہ لکڑہارا روشن ضمیر تھا دل کی بات اُس پر اِس طرح ظاہر ہو جاتی تھی جس طرح چراغ شیشہ کے لیمپ میں سے نظر آجاتا ہے۔

ہیچ پنہاں می نشد از وے ضمیر
دل کی کوئی بات اُس سے نہ چھپتی تھی

بُود بر مضمونِ دِلہا اُو خبیر
وہ دلوں کے مضمون سے واقف تھا

پس ہمی منکید[1] با خود زیرِ لب
تو وہ خود بخود آہستہ بڑبڑایا

در جوابِ فکرتم آں بُوالعجب
وہ عجب احوال والا میرے خیال کے جواب میں

کہ چنیں اندیشی از بہرِ مُلوک
تو شاہوں کے بارے میں ایسا سوچتا ہے

کَیفَ تَلقَی الرِّزقَ اِن لَّم یَرزُقُوك
اگر وہ تجھے رزق نہ دیں تجھے رزق کیسے ملے؟

من نمی کردم سخن را فہم لیک
میں بات اچھی طرح نہ سمجھا

بر دِلم میزد عتابش نیک نیک
(لیکن) اُس کے غصہ کا اثر میرے دل پر بہت پڑا

سوئے[2] من آمد بہیبت ہمچو شیر
وہ شیر کی طرح ہیبت سے میری جانب آیا

تنگِ ہیزم را نہاد از پشتِ زیر
ایندھن کا گٹھڑ کمر سے نیچے رکھ دیا

پرتوِ حالے کہ اُو ہیزم نہاد
اِس حالت کے اثر سے کہ اُسنے ایندھن کا گٹھڑ رکھا

لرزہ بر ہفت عضوِ من فتاد
میرے ساتوں اعضاء پر لرزہ طاری ہو گیا

گفت یا رب گر ترا خاصاں حَی اند
اُسنے کہا اے خدا! اگر تیرے مخصوص بندے زندہ ہیں

کہ مبارک دعوت و فرخ پے اند
جو بابرکت دعا والے اور مبارک قدم ہیں

لُطفِ تو خواہم کہ میناگر شود
تیری وہ مہربانی چاہتا ہوں جو کیمیاگر بنجائے

ایں زماں ایں تنگِ ہیزم زر شود
اِسی وقت یہ ایندھن کا گٹھڑ سونا بن جائے

در زماں[3] دیدم کہ زر شد ہیزمش
میں نے اُسی وقت دیکھا کہ ایندھن سونا ہو گیا

ہمچو آتش بر زمیں می تافت خوش
عمدگی سے زمین پر آگ کی طرح چمک رہا تھا

من دراں بیخود شدم تا دیر گہ
میں اُس اثناء میں دیر تک بیہوش رہا

چونکہ با خویش آمدم من از وَلہ
جب میں حیرانی کے بعد ہوش میں آیا

بعد ازاں گفت اے خدا گر آں کبار
اُسکے بعد اُسنے کہا اے خدا! اگر وہ بڑے لوگ

بس غیور اند و گریزاں ز اشتہار
بہت غیرت مند اور شہرت سے بھاگنے والے ہیں

باز ایں را بندِ ہیزم ساز زود
اِس کو پھر جلد ایندھن کا گٹھڑ بنا دے

بے توقف ہم براں حالے کہ بُود
بلا تاخیر اِسی حالت پر جیسا کہ تھا

در زماں ہیزم شد آں اغصانِ زر
اُسی وقت وہ سونے کی شاخیں ایندھن کا گٹھڑ بنگئیں

مست شد در کارِ او عقل و نظر
اُس کے معاملہ میں عقل و نظر مست ہو گئی

---

[1] مُنکید۔ وہ بڑبڑایا...... بُوالعجب۔ چونکہ اُس سے کرامات ظاہر ہو رہی تھیں۔ مُلوک یعنی اولیاء اللہ۔ کیف۔ رزقوں کا انتظام اَبدال کے سپرد ہوتا ہے۔ من۔ میں اُنکی بات تو نہ سمجھا لیکن اُن کے غصہ کا اثر میرے قلب پر ظاہر ہوا۔

[2] سوئے من۔ وہ لکڑہارا بزرگ لکڑیوں کا گٹھڑ زمین پر ڈال کر شیر کی طرح میری طرف آیا تو میں اُس کی ہیبت سے کانپنے لگا۔ ہفت عضو ہفت اندام، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں، سینہ، پشت، سر۔ گفت۔ اُس لکڑہارے نے کہا اے خدا اگر تیرے مقربانِ بارگاہ زندہ ہیں جن کی دعا مقبول ہوتی ہے تو میں تیری وہ مہربانی چاہتا ہوں جس سے یہ سب لکڑیاں سونے کی بن جائیں۔

[3] در زماں۔ اُس کی دعا سے وہ لکڑیاں سونے کی ہو گئیں۔ ذکر۔ حیرانی۔ بعد ازاں لکڑیوں کا سونا بن جانے کے بعد اُس نے دعا شروع کر دی کہ تیرے مقبول بندے چونکہ شہرت سے بھاگتے ہیں اور میری کرامت شہرت کا باعث بنجائیگی لہٰذا تو اُن لکڑیوں کو اصل حالت پر کر دے تاکہ میری شہرت نہ ہو چنانچہ وہ لکڑیاں پھر اصل حالت پر ہو گئیں۔ در زماں۔ اُسکی دعا سے وہ لکڑیاں پھر اصل حالت پر آگئیں۔ اَغصان غصن کی جمع، ٹہنی، شاخ۔

بعد ازاں برداشت ہیزم را و رفت[1]
اُس کے بعد اُس نے ایندھن کا گٹھر اٹھایا اور چلا!

سُوئے شہر از پیشِ من او تیز و تفت
شہر کی جانب میرے سامنے سے تیز اور گرم

خواستم تا در پئے آں شہ روم
میں نے چاہا کہ اُس شاہ کے پیچھے جاؤں

پرسم از وے مشکلات و بشنوم
اُس سے مشکل باتیں پوچھوں اور سنوں

بستہ کرد آں ہیبتِ او مر مرا
اُس کی اِسی ہیبت نے مجھے باندھ دیا

پیشِ خاصاں رہ نباشد عامہ را
عوام کیلئے خواص کے سامنے کوئی راستہ نہیں رہتا ہے

ور کسے را رہ شود گو سر فشاں
اور اگر کسی کیلئے راستہ ہو کہہ دو سر قربان کرے

کاں بُود از رحمت و از جذبِ شاں
کیونکہ وہ اُن کی رحمت اور کشش سے ہوتا ہے

پس غنیمت دار آں توفیق را
اُس توفیق کو بہت غنیمت سمجھ

چوں بیابی صحبتِ صدّیق را
جب تو کسی صدیق کی صحبت حاصل کرے

نے چو آں ابلہ کہ یابد قربِ شاہ
نہ کہ اُس بیوقوف کی طرح جس کو شاہ کا قرب حاصل ہو

سہل و آساں در فتد آں دم ز راہ
اسی وقت آہستگی اور آسانی سے راہ سے بھٹک جائے

چوں ز قربانی دہندش بیشتر
جب وہ اُس کو قربانی کا زیادہ حصہ عطا کریں

پس بگوید[2] رانِ گاؤ ست ایں مگر
تو وہ کہنے لگے کہ شاید گائے کی ران ہے

نیست ایں از رانِ گاؤ اے مُفتری
اے جھوٹے! یہ گائے کی ران نہیں ہے

رانِ گاؤ ت می نماید از خری
تجھے گدھے پن سے گائے کی ران دکھائی دے رہی ہے

بذلِ شاہاں ست ایں بے رشوتے
یہ بغیر رشوت کے شاہوں کا تحفہ ہے

بخششِ محض ست ایں از رحمتے
یہ شفقت سے خالص بخشش ہے

تحریض[3] کردنِ سلیمانؑ رسولاں را بر تعجیل کردن
حضرت سلیمانؑ کا قاصدوں کو ایمان لانے کے لئے بلقیس کی

بہجرتِ بلقیس بہر ایماں
ہجرت میں جلدی کرنے کی ترغیب دینا

ہمچناں کہ شہ سلیمانؑ در نبرد
جیسا کہ شاہ سلیمانؑ نے جنگ میں

جذبِ خیل و لشکرِ بلقیس کرد
بلقیس کی جماعت اور لشکر کو کھینچ لیا

کہ بیائید اے عزیزاں زود زود
کہ اے عزیزو! جلد جلد آجاؤ

کہ بر آمد موجہا از بحرِ جُود
کیونکہ سخاوت کے سمندر میں موجیں اٹھنے لگی ہیں

---

[1] بعد ازاں۔ جب لکڑیاں اصل حالت پر ہو گئیں تو وہ اُن کو لیکر چل دیا۔ مشکلات۔ یعنی سلوک کے مشکل مسائل۔ بستہ۔ میں اسقدر مرعوب ہوا کہ میرے پاؤں نہ اٹھے۔ جو اللہ تعالٰی کے مخصوص بندے ہوتے ہیں عوام کی وہاں تک رسائی نہیں ہوتی ہے اگر ہوتی بھی ہو تو یہ اُن بزرگوں کی کشش ہوتی ہے لہٰذا اُس پر قربان ہو جانا چاہیئے۔ صدیق۔ وہ شخص جو ولایت کے آخری مراتب پر ہو۔ گئے۔ یہ نہ ہونا چاہیے کہ قرب حاصل ہوتے ہی گمراہی اختیار کرے۔

[2] پس بگوید۔ مشہور ہے کہ کسی بادشاہ نے اعلیٰ درجہ کے دُنبوں کی قربانی کی اور فقرا میں تقسیم کی ایک فقیر کو ایک ران ملی اُس نے دُنبہ کی ران اسقدر فربہ کبھی نہ دیکھی تھی تو بولا یہ گائے کی ران ہے یعنی اُسنے انعام کو نہ پہچانا اور قدر نہ کی۔ نیست۔ وہ فقیر جھوٹا تھا وہ ران اعلیٰ قسم کے دُنبہ کی تھی یعنی اُس صحبت کی قدر و قیمت کو پہچاننا چاہیئے اور اُس کی ناقدری نہ کرنی چاہیئے۔ خری۔ گدھا پن۔

[3] تحریض۔ پہلے بتایا تھا کہ بزرگوں کی صحبت اُنکی کشش سے وصل ہوتی ہے اب حضرت سلیمانؑ کے واقعہ سے سمجھاتے ہیں کہ بلقیس اور اُس کی قوم کا حضرت سلیمانؑ تک پہنچنا یہ حضرت سلیمانؑ کی کشش سے تھا۔ جذب کشش۔ کہ بر آمد۔ اِسوقت رحمت خداوندی کا سمندر جوش میں ہے

سُوئے[1] ساحل می فشاند بے خطر — جوشِ موجش ہر زمانے صد گہر
بغیر کسی خطرے کے ساحل کی جانب پھینک رہا ہے — ہر وقت اس کی موج کا جوش سینکڑوں موتی

اَلصَّلا گفتیم اے اہلِ رشاد — کایں زماں رِضواں درِ جنت کشاد
اے ہدایت پانے والو! ہم نے دعوت دیدی — کیونکہ اس وقت رضوان نے جنت کا دروازہ کھول دیا ہے

پس سلیمانؑ گفت اے پیکاں روید — سُوئے بلقیس و بدیں دیں بگروید
پھر سلیمانؑ نے کہا اے قاصدو! جاؤ — بلقیس کی جانب اور اس دین کے گرویدہ ہو جاؤ

پس[2] بگوئیدش بیا اینجا تمام — زود کَانَ اللّٰہَ یَدْعُوا بِالسَّلَام
پھر اس سے کہو، مکمل طور پر یہاں آجائے — جلد، کیونکہ اللہ (تعالیٰ) سلامتی کی طرف بلاتا ہے

ہیں بیا اے طالبِ دولت شتاب — کہ فتوح ست ایں زمان و فتحِ باب
ہاں اے دولت کے طالب! جلد آجا — کیونکہ اس وقت انعامات اور دروازے کی کشادگی ہے

اے کہ تو طالب نۂ تو ہم بیا — تا طلب یابی ازاں یارِ وفا
اے وہ کہ جو طالب نہیں ہے! تو بھی آجا — تاکہ تو اس باوفا دوست سے طلب حاصل کرلے

مُلک برہم زن تو ادہمؒ وار زود — تا بیابی ہمچو او مُلکِ خلود
تو ادہمؒ کی طرح جلد ملک کو خیرباد کہدے — تاکہ تو اس کی طرح ہمیشگی کی سلطنت حاصل کرلے

سببِ ہجرتِ سلطان ابراہیم ادہمؒ و ترک کردنِ مُلکِ خراسان

حضرت ابراہیم ادہمؒ کی ہجرت کا سبب اور خراسان کی سلطنت کو چھوڑ دینا

خفتہ بُود آں شہ شبانہ بر سریر[3] — حارِساں بر بام اندر دار و گیر
وہ شاہ، رات کو تخت پر سوئے ہوئے تھے — محافظ بالاخانہ پر نگرانی میں تھے

قصدِ شہ از حارِساں آں ہم نبُود — کہ کنند زاں دفعِ دُزداں و رُنود
شاہ کا مقصد، محافظوں سے یہ بھی نہ تھا — کہ ان کے ذریعہ رندوں اور چوروں کو دفع کریں

او ہمی دانست کاں کو عادلست — فارغ ست از واقعہ امین دل ست
وہ جانتا تھا کہ وہ منصف ہے — حادثے سے بے نیاز ہے، مطمئن دل ہے

عدل باشد پاسبانِ کامہا — نے بشب چوبک زناں بر بامہا
مقاصد کا محافظ انصاف ہوتا ہے — نہ کہ رات کو بالاخانہ پر ڈنکا پیٹنے والے

لیک بُد مقصودش از بانگِ رباب — ہمچو مشتاقاں خیالِ آں خطاب
لیکن رباب کی آواز سے اُن کا مقصد وہ تھا — جو اُس خطاب کے خیال کے مشتاقوں کا ہوتا ہے

---

[1] سُوئے ساحل۔ وہ سمندر جوش میں ہے اور کنارے پر سینکڑوں موتی پھینک رہا ہے جلد آکر ان کو حاصل کرلو۔ الصلا۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اس وقت جنت کے دروازے کھل گئے ہیں اور دعوتِ عام ہے۔ رضوان۔ داروغہ جنت۔ دیں بگروید یعنی میرا پیش کردہ دین اختیار کرلو اور ستارہ پرستی چھوڑ دو۔

[2] پس۔ حضرت سلیمانؑ نے قاصدوں سے کہا کہ تم بلقیس سے جاکر کہو کہ سب یہاں آجائیں اور سلامتی اختیار کرلیں۔ دولت یعنی آخرت۔ فتوح یعنی انعامات۔ فتحِ باب یعنی رحمت کے دروازے کی کشادگی۔ اے کہ۔ جو اب طالب بھی نہیں ہے وہ بھی آجائے یہاں آکر طلبِ صادق پیدا ہوجائیگی۔ ادہم وار۔ حضرت ابراہیم ادہمؒ نے خراسان کی سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کرلی تھی۔

[3] سریر۔ تخت۔ حارِساں۔ حارس کی جمع ہے، نگہبان۔ دار و گیر یعنی نگرانی۔ رُنود۔ رند کی جمع ہے، مُفسد، بدمعاش۔ عادلست۔ عادل بادشاہ کو پہرہ داروں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ کامہا یعنی مقاصد۔ چوبک زن۔ نقارچی، کوتوال۔ ہمچو۔ صوفیاء کو رباب کی آواز اس عہد کی یاد دلاتی ہے جو ازل میں بنی آدمؑ سے لیا گیا تھا جس کو عہدِ الست کہا جاتا ہے۔

نالۂ[1] سرنا و تہدیدِ دُہل — چیزکے مانَد بداں ناقورِ کُل

نفیری کی فریاد اور ڈھول کی دھمک — اُس بڑے صور سے کچھ مشابہت رکھتی ہے

پس حکیماں گفتہ اند ایں لحنہا — از دُوارِ چرخ بگرفتیم ما

حکمار نے کہا ہے کہ یہ راگ — ہم نے آسمان کی گردش سے لئے ہیں

بانگِ گردشہائے چرخ ست اینکہ خلق — می سرایندش بطنبور و بحلق

یہ آسمان کی گردشوں کی آواز ہے جسکو لوگ — طنبورے اور گلے سے گاتے ہیں

مؤمناں گویند کاثارِ بہشت — نغز گردانید ہر آوازِ زشت

مومن کہتے ہیں کہ بہشت کے آثار نے — ہر بھدی آواز کو حسین بنا دیا ہے

ما ہمہ اَجزائے آدمؑ بودہ ایم — در بہشت آں لحنہا بشنودہ ایم

ہم سب (حضرت) آدمؑ کے اجزار تھے — ہم نے وہ راگ بہشت میں سُنے ہیں

گرچہ[2] بر ما ریخت آب و گِل شکے — یادِ ماں آید از آنہا اندکے

اگرچہ پانی اور مٹی نے ہمیں شک میں ڈالدیا ہے — ان سے ہمیں اُن کی کچھ یاد آجاتی ہے

لیک چوں آمیخت با خاکِ کرب — کے دہند ایں زیر و ایں بم آں طرب

لیکن چونکہ وہ (نغمے) مصیبتوں کی مٹی میں ملگئے ہیں — تو یہ نیچے اونچے سُر وہ مزا کہاں دیتے ہیں!

آب چوں آمیخت با بول و کمیز — گشت زامیزش مزاجش تلخ و تیز

جب پانی پیشاب اور گندگی سے مِل گیا — مِلاوٹ سے اُس کا مزاج تلخ و تیز ہوگیا

چیزکے[3] از آب ہستش در جسد — بول ازاں رُو آتشے را می کُشد

اُس کے وجود میں کچھ پانی ہے — پیشاب اِسی وجہ سے آگ کو بجھا دیتا ہے

گر نجس شد آب ایں طبعش بماند — کآتشِ غم را بالطبع خود نشاند

پانی اگرچہ ناپاک ہوگیا اُس کا مزاج باقی رہگیا — کہ وہ غم کی آگ کو اپنے مزاج سے بجھا دیتا ہے

پس غذائے عاشقاں آمد سماع — کہ درو باشد خیالِ اجتماع

سماع، عاشقوں کی غذا بن گئی — کیونکہ اُس میں وصل کا خیال ہوتا ہے

---

[1] نالہ یعنی نفیری اور ڈھول کی آواز حضرت اسرافیلؑ کے نفخ صور کی آواز سے مشابہ ہے۔ سَرنا۔ نفیری۔ دُہل۔ ڈھول۔ ناقورِ کُل۔ صور جو قیامت میں پھونکا جائیگا۔ حکیماں۔ حکیم فیثاغورث نے کہا ہے کہ موسیقی کے بارہؔ مقام آسمان کے بارہؔ برجوں سے، ساتؔ آوازیں ساتؔ سیاروں سے، چوبیسؔ شعبے دن رات کے چوبیسؔ گھنٹوں سے، اور اڑتالیسؔ ترکیبیں سال کے اڑتالیسؔ ہفتوں سے بنائے گئے ہیں۔ بانگ۔ ان حکمار کے نزدیک آسمانوں کے درمیان ہوا ہے اور اس سے آوازیں پیدا ہوتی ہیں اسی کی نقل طنبورے اور گلے کے ذریعہ کی گئی ہے۔ مؤمناں۔ مومن کہتے ہیں کہ یہ سارے الاپ اور نغمے حورانِ بہشتی کے گانے اور جنّت کی نہروں کے چلنے کی آوازوں اور جنّت کے درختوں کے ہلنے کی آوازوں سے بنے ہیں۔ ما ہمہ۔ ہم اگرچہ براہِ راست جنّت میں نغمے کر وہاں سے ان کو سُنتے لیکن چونکہ ہمارے باوا آدمؑ وہاں تھے اور ہم انہیں کے اجزار میں لہٰذا ہم نے بھی وہاں سُنے۔

[2] گرچہ۔ اِس آب و گِل کی دنیا نے ہمیں جنّت کی پوری باتیں بُھلادی ہیں پھر بھی کچھ یاد باقی ہے۔ لیک۔ چونکہ اب وہ نغمے ہمارے جسم سے پیدا ہو رہے ہیں جو آب و گِل سے بنا ہے اس لئے اب اِس زیر و بم سے وہ مستی پیدا نہیں ہوتی جو جنّت میں طاری ہوتی تھی۔ کُرَب۔ کربہ کی جمع ہے، مصیبت۔ طرب۔ مستی۔ آب۔ جنّت کے لحن جب انسان ادا کرتا ہے تو ان کی مثال یہ ہے کہ پاک پانی پیشاب میں مل جائے تو ظاہر ہے کہ اُس کی پاکیزگی اور لطافت ختم ہوجائیگی۔ کمیز۔ پیشاب ——

[3] چیزکے۔ پیشاب میں ملے ہوئے پانی میں بھی پانی کے خواص کچھ نہ کچھ باقی رہ جاتے ہیں اُس کو آگ پر ڈالا جائے تو وہ آگ کو بجھادے گا! اسی طرح اِن لحنوں میں کچھ نہ کچھ اثرات باقی ہیں اور یہ لحن آتشِ غم کو بجھادیتے ہیں۔ پس۔ ان نغموں کا سماع چونکہ وصلِ محبوب کا تصور پیدا کرتا ہے اس لئے یہ عاشقوں کی غذا ہے۔

536

قوّتے[1] گیرد خیالاتِ ضمیر — بلکہ صورت گردد از بانگ و صفیر

دل کے خیالات قوت حاصل کرتے ہیں — بلکہ آواز اور نغمہ سے مجسّم بن جاتے ہیں

آتشِ عشق از نواہا گشت تیز — آنچنانکہ آتشِ آں جوز ریز

عشق کی آگ نغموں سے تیز ہو جاتی ہے — جس طرح سے اُس اخروٹ گرانیوالے کی آگ

حکایت[2] آں مردِ تشنہ کہ از سرِ جوز بُن جوز در آب می ریخت کہ

اُس پیاسے کی حکایت جو اخروٹ کے درخت سے اخروٹ پانی میں گراتا تھا جو پانی

در گو بُود و در آب نمی رسید تا با فتادنِ جوز بانگِ آب بشنود

گڑھے میں تھا اور وہ پانی تک نہ پہنچ سکتا تھا تاکہ اخروٹ کے گرنے سے پانی کی آواز سن لے

اُو را چوں سماعِ بانگِ آب در طرب می آورد

اور اُس کو پانی کی آواز کا سننا مستی میں لاتا تھا

در تغولے بُود آب آں تشنہ راند — در درختِ جوز جوزے می فشاند

پانی گہرے گڑھے میں تھا، وہ تشنہ چڑھ گیا — اخروٹ کے درخت پر، اخروٹ گراتا تھا

می فتاد از جوز بُن جوز اندر آب — بانگ می آمد ہمی دید اُو حُباب

اخروٹ کے درخت سے، اخروٹ پانی میں گرتا تھا — آواز آتی تھی، وہ بلبلے دیکھتا تھا

عاقلے گفتش کہ بگذار اے فتا — جوزہا خود تشنگی آرد تُرا

ایک عقلمند نے کہا اے نوجوان! رہنے دے — خود اخروٹ تجھے پیاسا کر دیں گے

بیشتر در آب می افتد ثمر[3] — آب در پستی ست از تو دُور تر

اکثر پھل پانی میں گرتے ہیں — پانی گہرائی میں تجھ سے دُور ہے

بیشتر در آب می اُفتد ببیں — می بَرد آبش تُرا چہ سُود زیں

دیکھ! اکثر پانی میں گرتے ہیں — اُن کو پانی لے جاتا ہے، تجھے اِس کیا فائدہ!

تا تو از بالا فرود آئی بزیر — آب جوزت بُردہ باشد اے دلیر

جب تک تو اوپر سے نیچے اُترے گا — اے بہادر! پانی تیرے اخروٹ غائب کر چکا ہوگا

گفت قصدم زیں فشاندن جوز نیست — تیز تر بنگر بریں ظاہر مایست

اُس نے کہا! اِس جھاڑنے سے میرا مقصود اخروٹ نہیں ہے — غور سے دیکھ، اِس ظاہر پر نہ ٹھہر

اُس عقلمند سے کہا کہ میرا مقصد اخروٹ توڑنا نہیں ہے، غور کر مقصد دوسرا ہی ہے۔

---

[1] قوتے۔ اگر سامع میں عالی جذبات ہوتے ہیں تو ان میں ابھار پیدا ہوتا ہے اور خیال مجسّم اختیار کر لیتا ہے۔ آتشِ عشق۔ عشق کی آگ اِن نغموں سے تیزی پکڑ لیتی ہے جس طرح اِس پیاسے شخص کی پیاس اُن اخروٹوں کے گرنے سے تیز ہو رہی تھی جو پانی میں گر کر آواز پیدا کر رہے تھے۔ آئندہ حکایت میں مولانا اِس کی تفصیل کرتے ہیں۔

[2] حکایت۔ یہ شخص پیاسا تھا پانی گہرے گڑھے میں تھا۔ پانی تک نہ پہنچ سکتا تھا تو اُس نے اخروٹ کے درخت پر چڑھ کر اخروٹ توڑ کر پانی میں پھینکنے شروع کر دیئے اخروٹ کے پانی میں گرنے سے جو آواز پیدا ہو رہی تھی یہ اُس سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ تغول۔ گڑھا۔ جوز۔ اخروٹ۔ حُباب۔ بلبلہ۔ جوزہا۔ عاقل اِس پیاسے کا منشا نہ سمجھا اور اُس نے دیکھ کر اخروٹ پانی میں ضائع ہو رہے ہیں تو کہنے لگا کہ اخروٹوں کا ضائع ہونا تیری خواہش کو بڑھا دے گا۔

[3] ثمر۔ یعنی اخروٹ۔ می برد۔ پانی اُن اخروٹوں کو اپنے اندر لے لیتا ہے۔ آب۔ تیرے اخروٹ پانی کے اندر ڈوب کر غائب ہو جائیں گے۔ گفت۔ اخروٹ پھینکنے والے پیاسے نے

538

قصدِ من آنست کاید بانگِ آب — ہم بہ بینم بر سرِ آب این حباب
میرا مقصد یہ ہے کہ پانی کی آواز آئے — میں یہ بلبلے بھی پانی پر دیکھوں

تشنہ را خود شغل چہ بُود در جہاں — گرد پائے حوض گشتن جاوداں
دنیا میں پیاسے کا خود کیا کام ہوتا ہے! — ہمیشہ حوض کے چاروں طرف چکر کاٹنا

گردِ جُوی و گردِ آب و بانگِ آب — ہمچو حاجی طائفِ کعبہ صواب
نہر کے گرد اور پانی کے گرد اور پانی کی آواز کے گرد — اُس حاجی کی طرح جو صحیح کعبہ کا طواف کرنیوالا ہے

ہمچناں مقصودِ من زین مثنوی — اے ضیاء الحق حُسام الدیں توئی
اسی طرح اِس مثنوی سے میرا مقصود — اے ضیاء الحق حُسام الدین تو ہی ہے

مثنوی اندر اُصول و ابتدا — جُملہ بہرِ تست و بر تُست انتہا
مثنوی بنیادوں میں اور ابتدا میں — سب تیرے لئے ہے اور تجھ پر ہی (اسکی) انتہا ہے

اِلتجا بر تُست و بر اِمدادِ تو — تکیہ بر اشفاق و بر اِسعادِ تو
تجھ سے اور تیری اِمداد سے درخواست ہے — تیری مہربانیوں اور مدد پر بھروسہ ہے

مثنوی اندر اُصول و در فروع — میکند زیرِ لوای تو رُجوع
مثنوی اصول اور فروع میں — تیرے جھنڈے کی طرف رجوع کرتی ہے

مثنوی در اِستواء و در اُفول — جُملہ آنِ تُست و کردستی قبول
مثنوی عروج اور غروب میں — پوری تیری ملکیت ہے اور تو نے قبول کر لیا ہے

در قبولِ تُست عزّ و مُقبلی — زانکہ شاہِ جان و سلطانِ دلی
تیرے قبول کر لینے میں عزت اور نصیبہ وری ہے — کیونکہ تو جان کا حاکم اور دل کا شاہ ہے

در قبول آرند شاہاں نیک و بد — چوں قبول آرند نبوُد ہیچ رَد
بادشاہ اچھے اور بُرے کو قبول کر لیتے ہیں — جب قبول کر لیتے ہیں پھر کبھی رد نہیں ہوتا

چوںؔ نہالے کاشتی آبش بدہ — چوں کُشادش دادہ بکُشا گرہ
جب تو نے پودا لگایا ہے اُس کو پانی دے — جب تو نے کشادگی دی ہے، گرہ کھولدے

قصدم از الفاظِ اُو رازِ تو ست — قصدم از انشاش آوازِ تو است
میرا مقصد اس کے الفاظ سے تیرا راز ہے — میرا مقصد اُس کے لکھانے سے تیری آواز ہے

۳ؔ چوں. اے حسام الدین جب تم نے مثنوی کا پودا لگایا ہے تو اب اُس کی آبیاری کرتے رہو۔ قصدم۔ میں مثنوی کے الفاظ میں تمہارے راز اور احوال بیان کر رہا ہوں اور اُس کے بولنے میں میری آواز نہیں بلکہ تمہاری آواز کام کر رہی ہے۔

۱ؔ قصدِ من۔ اخروٹ توڑ کر اس لئے پھینک رہا ہوں کہ اس کے گرنے سے پانی کی آواز سن سکوں اور پانی کے بُلبلوں کو دیکھ سکوں۔ حباب۔ پانی کا بلبلہ۔ تشنہ۔ پیاسے کا یہی شغل ہوتا ہے کہ وہ حوض کے چکر کاٹے پانی اور نہر کے چکر لگائے اور پانی کی آواز سُنے اور یہ اُس کا گھومنا ایسا ہی ہے جیسا کہ حاجی کعبہ کا یا مُرید شیخ کا طواف کرتا رہتا ہے۔ ہمچناں جس طرح پیاسے کا مقصود پانی کا طواف اور حاجی کا مقصود کعبہ کا طواف ہے اسی طرح مثنوی سے میرا مقصود اے حسام الدین تم ہو۔

۲ؔ مثنوی۔ میری اِس مثنوی کی ابتدا اور انتہا اور سب کچھ تمہارے لئے ہے۔ اِلتجا۔ اِس میں تمہاری مدد شاملِ حال ہے اور مجھے اِس کی تکمیل میں تمہاری مہربانیوں اور امداد پر بھروسہ ہے۔ اصول اصل کی جمع ہے، جڑ۔ فروع فرع کی جمع ہے، شاخ۔ لوا۔ جھنڈا۔ اِستوار۔ یعنی سورج کی سی بلندی۔ افول۔ غروب۔ آن۔ ملکیت۔ در قبول۔ اگر تم نے یہ مثنوی پسند کر لی تو میری نصیبہ وری اور عزت افزائی ہوگی کیونکہ تم میرے دل و جان کے سلطان اور شاہ ہو۔ در قبول۔ بڑے لوگ ہر اچھی بُری چیز قبول کر لیتے ہیں اور پھر کبھی اُس کو رد نہیں کرتے ہیں۔

پیشِ من[1] آوازت آوازِ خداست — عاشق از معشوق حاشا کے جداست

میرے نزدیک تیری آواز، خدا کی آواز ہے — توبہ توبہ، عاشق معشوق سے کب جدا ہے؟

اِتصالے بے تکیُّف بے قیاس — ہست ربُّ النّاس را با جانِ ناس

ناقابلِ بیان، عقل میں نہ آنے والا اتصال ہے — لوگوں کے رب کا لوگوں کی جان سے

لیک گفتم ناس من نسناس نے — ناس غیرِ جانِ جاں اِشناس نے

لیکن میں نے انسان کہا ہے، بَن مانس نہیں کہا — انسان جان کی جان کو پہچاننے والے کے علاوہ نہیں ہے

ناس[2] مردم باشد و کو مردمے — تو سرِ مردم ندیدستی دمے

انسان، انسان ہوتا ہے لیکن انسان کہاں ہے؟ — تو نے تھوڑی دیر کیلئے بھی انسان کا راز نہیں دیکھا ہے

مَا رَمَیتَ اِذْ رَمَیتَ خواندۂ — لیک جسمی در تجزّی ماندۂ

تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا، تو نے پڑھا ہے — لیکن تو ایک مجسمہ ہے، اُلجھن میں پھنسا رہ گیا ہے

مُلکِ جسمت را چو بلقیس اے غبی — ترک کُن بہرِ سلیمانِؑ نبی

اے بیوقوف اپنے جسم کے ملک کو بلقیس کی طرح — سلیمانؑ نبی کے لئے چھوڑ دے

میکنم لاحول نے از گفتِ خویش — بلکہ از وسواسِ آں اندیشہ کیش

میں لاحول پڑھتا ہوں (لیکن) اپنی گفتگو پر نہیں — بلکہ شبہ کرنے والے کے وسوسہ پر

کو خیالے می کُند در گفتِ من — در دل از وسواس و اِنکارات و ظن

کیونکہ وہ میری گفتگو پر خیالات لارہا ہے — دل میں، وسوسوں اور انکاروں اور بدگمانی کے

می کُنم لاحول یعنی چارہ[3] نیست — چوں ترا در دل بضدّم گفتنی ست

میں لاحول پڑھتا ہوں یعنی کوئی علاج نہیں ہے — جبکہ تیرے دل میں میرے خلاف باتیں ہیں

چونکہ گفتِ من گرفتت در گلو — من خمش کردم تو آں را خود بگو

چونکہ میری گفتگو تیرے گلے میں پھنس گئی ہے — میں چپ ہوگیا تو اسکو خود کہہ

دَر بیانِ نائی کہ از مَقعدش بادے بجَست، نے را بر زمیں نہاد

اُس نے نواز کے بیان میں جس کی مَقعد سے گوز نکلا اُس نے بانسری زمین

کہ اگر تو از من بہتر می زنی بگیر

پر رکھ دی کہ اگر تو مجھ سے بہتر بجانا جانتی ہے تو لے

---

[1] پیشِ من۔ یہ آواز اگرچہ تمہارے حلقوم سے نکل رہی ہے لیکن یہ دراصل خدائی آواز ہے تم عاشقِ خدا ہو لہٰذا خدا سے کب جدا ہو۔ اتصالے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے نیک بندوں سے وہ اتصال ہے جس کی کیفیت ناقابلِ بیان ہے اور وہ اتصال کسی قیاس میں نہیں آسکتا ہے۔ لیک۔ یہ خدائی اتصال انسانوں کے ساتھ ہے بَن مانسوں کے ساتھ نہیں اور انسان وہی ہے جو اپنے خالق کو پہچان لے۔

[2] ناس۔ بہت سے انسان بشکلِ انسان ہیں لیکن اُن میں انسانیت نہیں ہے۔ مَا رَمَیتَ۔ جنگِ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مُٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی جس سے وہ مبہوت ہوگئے قرآن پاک نے اُس کے بارے میں فرمایا وہ خاک تم نے نہیں پھینکی ہم نے پھینکی یہ وہ اتصال ہے جو میں سمجھا رہا ہوں۔ لیک جسمی۔ لیکن تو صرف جسم بلا روح ہے اور مرتبۂ یقین کو نہیں پہنچ سکا ہے۔ مُلک۔ تو اپنے جسم کی سلطنت کو اسی طرح خیرباد کہہ دے جس طرح بلقیس نے حضرت سلیمانؑ کی خاطر سلطنت کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ میکنم۔ یہاں اگر مولانا کو مثنوی کے معترضین کا خیال آگیا فرماتے ہیں میں اپنی گفتگو پر لاحول نہیں پڑھتا ہوں بلکہ ان لوگوں پر پڑھتا ہوں جن کے دلوں میں مثنوی کا انکار اور اُسکے متعلق بدگمانیاں ہیں۔

[3] چارہ نیست جبکہ مخالفت کی ٹھان لی ہے تو بجز لاحول، کے اور کوئی تدبیر نہیں ہے چونکہ! اچھا اگر میری گفتگو تم لوگوں کے گلے سے نہیں اُترتی تو پھر تم اس جیسی مثنوی کہہ دو پھر ایک قصہ سناتے ہیں کہ ایک نے نواز کا نے بجاتے ہوئے گوز خارج ہوگیا تو اُسنے بانسری اپنی مقعد کے حوالہ کردی اور کہا کہ اگر

آں یکے نائی[1] کہ خوش نے میزدست — ناگہاں از مقعدش بادے بجست
ایک بانسری بجانے والا جو اچھی بانسری بجاتا تھا — اچانک اُس کی مقعد سے گوز خارج ہوگیا

نائے را بر کون نہاد اُو کہ زمن — گر تو بہتر می زنی بستاں بزن
اُس نے بانسری مقعد پر رکھدی کہ مجھ سے — اگر تو بہتر بجاتی ہے لے لے (اور) بجا

در بیانِ تحمّل کردن از ہر بے ادبے و طریق رفق و مدارات سپردن

ہر بے ادب کی برداشت اور نرمی اور خاطر تواضع کی راہ اختیار کرنے کا بیان

اے مسلماں خود ادب اندر طلب — نیست اِلّا حمل از ہر بے ادب
اے مسلمان! راہِ طلب میں خود ادب — نہیں ہے، ہر بے ادب کو برداشت کرنیکے علاوہ

ہر کرا بینی شکایت می کند — کاں فلاں کس راست طبع و خوی بد
تو جسے دیکھے کہ وہ شکایت کرتا ہے — کہ فلاں شخص کی طبیعت اور عادت بُری ہے

ایں شکایت گوید آں کہ بدخو است — کہ مر آں بدخوی را اُو بدگو است
یہ شکایت وہ کرتا ہے جو خود بدعادت ہے — کیونکہ وہ اُس بدخو کی بدگوئی کرتا ہے

زانکہ خوشخو آں بود کو در خمول[2] — باشد از بدخوی و بدطبعاں حمول
کیونکہ اچھی عادت والا وہ ہے جو گوشۂ تنہائی میں — بدعادت اور بدطبیعت والوں کی برداشت کرنیوالا ہو

لیک در شیخ آں گلہ زامرِ خدا ست — نے پئے خشم و ممارات و ہوا ست
لیکن شیخ کا یہ شکوہ خدا کے حکم سے ہے — نہ کہ غصہ اور لڑائی اور خواہشِ نفسانی کی وجہ سے

آں شکایت نیست ہست اصلاحِ جاں — چوں شکایت کردنِ پیغمبراں
یہ شکوہ نہیں ہے، روح کی اصلاح ہے — جیساکہ پیغمبروں کا شکوہ کرنا

ناحمولی[3] انبیا از امرِ داں — ورنہ حمّال ست بدرا حلمِ شاں
نبیوں کی عدم برداشت حکم سے سمجھ — ورنہ اُن کی بردباری بُرے کو برداشت کرنیوالی ہے

طبع را کُشتند در حملِ بدی — ناحمولی گر بود ہست ایزدی
انھوں نے بُرائی کے برداشت کرنے میں طبیعت کو مار ڈالا ہے — اگر عدم برداشت ہے تو خدائی ہے

اے سلیمانؑ درمیانِ زاغ و باز — حلمِ حق شو با ہمہ مرغاں بساز
اے سلیمانؑ! کوّے اور باز میں — اللہ (تعالیٰ) کا حلم بنجا، تمام پرندوں سے نبھا

بلبلِ بسیار گو را پر مکن — باز را و کبک را بر ہم مزن
بہت بولنے والی بلبل کے پَر نہ نوچ — باز اور چکور کو نہ بھیچ

لہ نائی۔ بانسری بجانے والا۔ باد یعنی گوز۔ کون۔ مبرز۔ تحمل۔ برداشت۔ مدارات۔ خاطر تواضع۔ اے مسلماں۔ چونکہ مثنوی کے مترجمین نے راہِ بے ادبی کی تقیید کی اسپر برداشت کا مضمون شروع کیا ہے۔ طلب یعنی ایک طالب اور سالک کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر ناگواری کو برداشت کرے۔ ہر کرا۔ جسکو تو دیکھے کہ وہ دوسرے کی بُرائی اور شکایت کررہا ہے تو سمجھ لے کہ وہ خود بدعادت ہے کیونکہ بدگوئی میں مبتلا ہوگیا ہے۔ خوشخو۔ اچھی عادت تو اُس شخص کی ہے جو بُروں کو برداشت کرلے۔

لہ۲ خمول۔ گمنامی۔ حمول۔ برداشت کرنیوالا لیکن۔ شیخ بھی مُرید کا شکوہ کرتا ہے لیکن اُس کا شکوہ لڑائی دنگے اور نفس کے تقاضے کی بنیاد پر نہیں ہوتا ہے بلکہ خداوندی حکم سے مُرید کی اصلاح کیلئے ہوتا ہے اور شیخ کا شکوہ ایسا ہی ہے جیسا کہ انبیاء نے قوموں کا شکوہ کیا ہے۔

لہ۳ ناحمولی۔ انبیاء کا غصہ اور شکوہ خداوندی حکم سے ہوتا ہے۔ طبع را۔ وہ تو نفسِ امّارہ کو مار چکے ہیں لہٰذا اُن کا غصہ نفس کی وجہ سے نہیں ہے حکم ایزدی سے ہوتا ہے۔ سلیماں۔ یعنی شیخ، حضرت سلیمانؑ چونکہ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے اسلئے اُس مناسبت سے اچھے اور بُرے انسانوں کو پرندوں کے ناموں سے ذکر کیا گیا ہے۔ زاغ و باز یعنی اچھے اور بُرے انسان۔ بجنبل۔ پُرگو

اے ذو[1] صد بلقیس حلمت را زبوں | کاھْدِ قَوْمِي اِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

اے وہ کہ ذو سو بلقیس تیری بُردباری کے مقابلہ میں ہیچ ہیں | کیونکہ میری قوم کو ہدایت دے بیشک وہ نہیں پہچانتے

تہدید فرستادن سلیمانؑ پیش بلقیس کہ اصرار مہ اندیش بر شرک و

حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کی جانب دھمکی بھیجنا کہ شرک پر اصرار نہ کر اور ایمان

تاخیر مکن در ہجرت بہر ایمان

لانے کے لئے وطن چھوڑنے میں تاخیر نہ کر

ہیں بیا بلقیس ورنہ بد شود | لشکرت خصمت شود مرتد شود

خبردار! بلقیس آجا، ورنہ بُرا ہوگا | تیرا لشکر تیرا دشمن ہوجائیگا، باغی ہوجائے گا

پردہ دارِ تو درت را برکند | جانِ تو با تو بجاں خصمی کند

تیرا پہرے دار تیرا دروازہ اُکھاڑ دے گا | تیری جان، جان (و دل) سے تجھ سے دشمنی کریگی

جملہ ذرات زمین و آسماں | لشکر حق اند گاہِ امتحاں

زمین اور آسمان کے سارے ذرّے | آزمائش کے وقت اللہ تعالیٰ کے لشکر ہیں

باد[2] را دیدی کہ با عاد آں چہ کرد | آب را دیدی کہ در طوفاں چہ کرد

تونے ہوا کو دیکھا اُس نے (قوم) عاد کیساتھ کیا کیا؟ | تونے پانی کو دیکھا اُس نے طوفان نوح میں کیا کیا؟

آنچہ بر فرعون زد آں بحر کیں | وانچہ با قاروں نمودست ایں زمیں

جو اُس غضب کے دریا نے فرعون پر جو حملہ کیا | اور وہ جو اِس زمین نے قارون کو دکھایا

وانچہ آں بابیل با آں پیل کرد | وانچہ پشہ کلّۂ نمرود خورد

اور وہ جو ابابیل نے اُس ہاتھی کے ساتھ کیا | اور وہ جو مچھر نے نمرود کی کھوپڑی کھائی

وانکہ سنگ انداخت داؤدے بدست | گشت سہ صد پارہ و لشکر شکست

اور وہ کہ حضرت، داؤدؑ نے ہاتھ سے پتھر پھینکا | تین سو ٹکڑے ہو گیا اور لشکر کو شکست دیدی

سنگ[3] می بارید بر اعدائے لوطؑ | تاکہ در آبِ سیاہ خوردند غوط

حضرت، لوطؑ کے دشمنوں پر پتھر برستے تھے | حتیٰ کہ اُنھوں نے کالے پانی میں غوطہ کھایا

گر بگویم از جمادات جہاں | عاقلانہ یاری پیغمبراں

اگر میں دنیا کی بے جان چیزوں کے بارے میں بتاؤں | سمجھداری کے ساتھ پیغمبروں کی مدد

داؤدؑ نے تین پتھر دشمنوں کیطرف پھینکے تو آگے سہ پارہ ہو کر دشمنوں کے لگے اور وہ ہلاک ہوگئے۔

[3] سنگ۔ قوم لوطؑ سنگسار کیگئی قرآن پاک میں ہے لِنُرْسِلَ عَلَیْھِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِیْنٍ تاکہ ہم اُن پر مٹی کے پتھر برسائیں۔ گر بگویم۔ اگر تشریح کیجائے کہ جمادات نے انبیاء کی کیا کیا مدد کی تو مثنوی کی ضخامت چالیس اونٹوں کے بوجھ کی ہوجائیگی۔

[1] ذو صد بلقیس۔ یعنی وہ مریدین جو ابھی راہِ سلوک پر نہیں لگے ہیں۔ اِھْدِ۔ جس وقت جنگ اُحد میں آنحضورؐ کو مشرکین نے زخمی کردیا تو آپ نے یہ دعا کی اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے وہ میرے مرتبہ کو نہیں جانتے ہیں۔ تہدید۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو پیغام بھیجا کہ جلد آکر مسلمان ہوجا ورنہ خرابی پیدا ہوجائیگی۔ لشکرت۔ یعنی تیرا لشکر خود تیرا دشمن ہوجائیگا۔ مرتد۔ یعنی اطاعت سے پھر جائیگا۔ پردہ دار۔ چوکیدار خود دروازہ توڑ ڈالیگا۔ جانِ تو۔ تیری جان خود تیری دشمن ہوجائیگی۔ جملہ۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو تباہ کرنا چاہتا ہے تو کائنات کا ذرہ ذرہ اُس کا دشمن ہوجاتا ہے۔

[2] باد۔ قرآن میں ہے۔ اَمَّا عَادٌ فَاُھْلِکُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ قوم عاد آندھی سے ہلاک کردی گئی آب۔ قرآن میں ہے۔ وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی اُنکو ہم نے پانی میں ڈبودیا۔ فرعون۔ قرآن میں ہے فَغَشِیَھُمْ مِّنَ الْیَمِّ مَا غَشِیَھُمْ پس اُن کو سمندر نے ڈھانپ لیا۔ قارون۔ قرآن میں ہے فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ہم نے اُس کو اور اُس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔ بابیل۔ قرآن پاک میں ہے فَجَعَلَھُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ۔ داؤد۔ حضرت

[1] چودہ کو ۱۱ گز سے فرض کر لیا ہوا۔

542

مثنوی چنداں شود کہ چل شتر ‌ ‌ ‌ گر کشد عاجز شود از بار پُر

مثنوی اس قدر ہو جائے گی کہ چالیس اونٹ ‌ ‌ ‌ اگر اٹھائیں پورے بوجھ سے عاجز آ جائیں گے

دست[۱] بر کافر گواہی می دہد ‌ ‌ ‌ لشکرِ حق می شود سر می نہد

ہاتھ، کافر کے خلاف گواہی دے دیتا ہے ‌ ‌ ‌ اللہ کا لشکر بن جاتا ہے، اطاعت کرتا ہے

اے نمودہ ضدِّ حق در فعل و درس ‌ ‌ ‌ در میانِ لشکرِ اُوئی بترس

اے قول و فعل میں اللہ کی مخالفت کرنے والے ‌ ‌ ‌ تو اس کے لشکر کے درمیان ہے، خوف کھا

جزو[۲] جزوت لشکرِ حق در وفاق ‌ ‌ ‌ مر ترا اکنوں مطیع انداز نفاق

تیرا جوڑ جوڑ بالاتفاق اللہ کا لشکر ہے ‌ ‌ ‌ اب نفاق سے تیرے فرمانبردار ہیں

گر بگوید چشم را کو را فشار ‌ ‌ ‌ دردِ چشم از تو بر آرد صد دمار

اگر وہ آنکھ کو کہہ دے کہ اس کو تنگ کر ‌ ‌ ‌ آنکھ کا درد تیری سو ہلاکتیں پیدا کر دے گا

ور بدنداں گوید او بنما وبال ‌ ‌ ‌ پس بہ بینی تو ز دنداں گوشمال

اگر وہ دانتوں کو کہہ دے کہ تکلیف پہنچاؤ ‌ ‌ ‌ تو تُو دانتوں سے سزا پائے گا

باز کن طب را بخواں باب العلل ‌ ‌ ‌ تا بہ بینی لشکرِ تن را عمل

طب کو کھول بیماریوں کا باب پڑھ لے ‌ ‌ ‌ تاکہ تو جسم کے لشکر کا عمل دیکھ لے

چونکہ جانِ جانِ ہر چیزے ویست ‌ ‌ ‌ دشمنی با جانِ جاں آساں کے ست

چونکہ ہر چیز کی جان کی جان وہی ہے ‌ ‌ ‌ جان کی جان کے ساتھ دشمنی کب آسان ہے؟

خود رہا کن لشکرِ دیو و پری ‌ ‌ ‌ کز میانِ جاں کنندم صفدری

دیو اور پری کے لشکر کو جانے دے ‌ ‌ ‌ کیونکہ جان کے اندر سے میری جانب سے صف شکنی کر دیتے ہیں

ملک[۳] را بگذار بلقیس از نخست ‌ ‌ ‌ چوں مرا یابی ہمہ ملک آن تست

اے بلقیس! پہلے سلطنت کو چھوڑ دے ‌ ‌ ‌ جب تو مجھے حاصل کر لیگی سب ملک تیری ملکیت ہیں

خود بدانی چوں بر من آمدی ‌ ‌ ‌ کہ تو بے من نقش گرمابہ بدی

جب تو میرے پاس آ جائے گی خود جان لیگی ‌ ‌ ‌ کہ تو میرے بغیر حمام کی تصویر تھی

نقش اگر خود نقش سلطاں یا غنی ست ‌ ‌ ‌ صورتست از جانِ خود بے چاشنی ست

تصویر خواہ بادشاہ کی ہے یا مالدار کی ‌ ‌ ‌ تصویر ہے، اپنی جان سے بے لذت ہے

زینتِ اُو از برائے دیگراں ‌ ‌ ‌ باز کردہ بیہدہ چشم و دہاں

اس کی رونق دوسروں کے لئے ہے ‌ ‌ ‌ خواہ مخواہ اس نے آنکھ اور منہ کھول رکھا ہے

---

[۱] دست۔ قرآن میں ہے وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ اور انکے ہاتھ ہم سے کلام کرینگے اور انکے پاؤں گواہی دینگے ان کاموں کی جو انہوں نے کئے ہیں۔ نمودہ۔ اللہ تعالیٰ کے مخالف کو ڈرنا چاہیے وہ اسکی کائنات کے لشکروں میں گھرا ہوا ہے۔ درس یعنی قول۔

[۲] جزو۔ انسان کا ہر ہر جزو اللہ کا لشکر ہے فی الحال نفاق سے منکروں کا ساتھ دے رہا ہے۔ دمار۔ ہلاکت۔ دنداں۔ دانتوں کا درد انسان کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ باب العلل۔ طب کی کتابوں کا وہ باب جس میں بیماریوں کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوجائیگا کہ انسان کے بدن میں کسقدر امراض چھپے ہوئے ہیں۔ دشمنی۔ جان کی جان سے دشمنی آسان نہیں ہے۔ خود۔ اللہ کے بیرونی لشکروں کے ذکر کو چھوڑ دو خود انسان کے اندر ایسے امراض ہیں جو مخالفوں کے صف شکن ہیں۔

[۳] ملک را۔ بلقیس کو خطاب ہے کہ ظاہری سلطنت کو چھوڑ کر آجا جب تو ایمان لے آئے گی تمام کائنات تیری محکوم ہوگی۔ نقش گرماب۔ حماموں میں تصویریں بنانے کا رواج تھا جو بے جان ہوتی ہیں۔ نقش۔ تصویر خواہ شاہ کی ہو یا مالدار کی، بہرحال بے جان چیز ہے۔

اے[1] تو در پیکار خود را باختہ — دیگراں را تو ز خود نشناختہ

خبردار! تو نے اپنے آپ کو جنگ و جدل میں مصروف کر رکھا ہے — تو دوسروں کو اپنے آپ سے (جدا کر کے) نہیں پہچانتا ہے

تو بہر صورت کہ آئی بیستی — کہ منم ایں واللہ آں تو نیستی

تو جس صورت میں ہوتا ہے، جم جاتا ہے — کہ میں یہ ہوں، خدا کی قسم تو وہ نہیں ہے

یک زماں تنہا بمانی تو ز خلق — در غم و اندیشہ مانی تا بحلق

اگر تو مخلوق سے تھوڑی دیر کے لئے اکیلا رہ جائے — غم اور فکر میں گلے تک رہ جائے

ایں تو کے باشی کہ تو آں اوحدی — کہ خوش و زیبا و سرمست خودی

تو یہ کب ہے؟ کیونکہ تو وہ (مظہر) وحدت ہے — جو اچھا اور حسین اور اپنے آپ کا عاشق ہے

مرغ[2] خویشی صید خویشی دام خویش — صدر خویشی فرش خویشی بام خویش

تو اپنا پرندہ ہے، تو اپنا شکار ہے، تو اپنا جال ہے — تو اپنا صدر ہے، تو اپنا فرش ہے، تو اپنا بالاخانہ ہے

جوہر آں باشد کہ قائم با خود ست — واں عرض باشد کہ فرع او شدست

جوہر تو وہی ہے جو خود قائم ہو — جو اُس کی فرع ہے، وہ عرض ہوتا ہے

گر تو آدمؑ زادۂ چوں او نشیں — جملۂ ذرات را در خود ببیں

اگر تو آدمؑ کی اولاد ہے، اُس کی طرح بیٹھ — تمام ذروں کو اپنے اندر دیکھ

چیست[3] اندر خم کہ اندر نہر نیست — چیست اندر خانہ کاندر شہر نیست

مٹکے میں کیا ہے جو نہر میں نہیں ہے؟ — گھر میں کیا ہے جو شہر میں نہیں ہے؟

ایں جہاں خم ست و دل چوں جوئے آب — ایں جہاں حجرہ است و دل شہر عجاب

یہ دنیا مٹکا ہے اور دل پانی کی نہر کی طرح ہے — یہ دنیا حجرہ ہے اور دل عجائب کا شہر ہے

پیدا کردن سلیمانؑ بلقیس را کہ خالصاً لامر اللہ ست جہد در ایمان او

(حضرت) سلیمانؑ کا بلقیس پر واضح کرنا کہ تیرے ایمان کے بارے میں کوشش خالصۃً اللہ کے حکم سے ہے

تو یکذرہ غرضے نیست مرا نہ در نقش تو و نہ در حسن تو و نہ در ملک تو

میری ایک ذرہ غرض نہیں ہے نہ تیرے نقش و نگار میں نہ تیرے حسن میں اور نہ تیری سلطنت میں

خود بینی چوں چشم جانت باز شود بنور اللہ تعالے کہ بے غرضی ست

جب تیری روح کی آنکھ اللہ کے نور سے کھلے گی تو خود جان لے گی کہ بے غرضی سے ہے

کچھ عالم میں ہے وہ قلب انسانی میں اُس کی وسعت کی وجہ سے بدرجہ اولیٰ ہے انسان عالم کبیر ہے اور دنیا عالم صغیر ہے۔ پیدا کردن۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس پر واضح کیا کہ اُس کو طلب کرنے میں اُن کی کوئی ذاتی غرض نہیں ہے محض لوجہ اللہ اُس کو طلب کر رہے ہیں۔

[1] اے تو۔ انسان اپنے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں میں مبتلا رہتا ہے اور دوسروں سے اپنے آپ کو ممتاز سمجھنے لگتا ہے حالانکہ اُس کے وہ تصورات بالکل خلاف واقعہ ہوتے ہیں۔ یک زماں۔ انسان اپنے آپ کو مقرب بارگاہ اور مخلوق سے دور سمجھتا ہے لیکن ذرا تھوڑی دیر کیلئے مخلوق سے علیحدہ ہو کر دیکھے پھر اُسکو معلوم ہو جائیگا کہ مخلوق سے اُس کو کیسا اُنس ہے۔ ایں تو یعنی تو نے یہ سمجھا ہے کہ تو عابد اور وہ معبود ہے اور دونوں جداگانہ چیزیں ہیں یہ غلط خیال ہے۔ اوحدی۔ تو ذات باری کا مظہر ہے اور حق تعالیٰ اپنی وحدت کے ساتھ تجھ میں ظاہر ہے اور ان مظاہر اور تعینات کی کثرت اُس کی وحدت کے منافی نہیں ہے۔

[2] مرغ خویشی۔ ؎ خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ — خود بر سر آں کوزہ خریدار برآمد۔ جوہر۔ حضرت حق تعالیٰ قائم بنفسہ ہے وہی عین موجود ہے باقی موجودات اُس کی شئون ہیں جو اُس کے ساتھ قائم ہیں۔ آدمؑ۔ حضرت آدمؑ تمام ذرات عالم کو اپنی ذات میں مشاہدہ کرتے تھے کیونکہ اُن کی حقیقت تمام حقائق الٰہیہ اور کونیہ کی جامع تھی اُن کی اولاد کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

[3] چیست۔ اس شعر میں عالم کو خم اور خانہ سے تعبیر کیا ہے اور قلب انسانی کو نہر اور شہر سے تعبیر کیا ہے یعنی جو

ہیں بیا کہ من رسولم دعوتی[1] | چوں اجل شہوت کُشم نے شہوتی

خبردار! آجا کیونکہ میں دعوت دینے والا رسول ہوں | موت کیطرح میں شہوت کو مار ڈالتا ہوں شہوت والا نہیں ہوں

ور بُود شہوت امیرِ شہوتم | نے اسیرِ شہوت و رُوی بُتم

اور اگر شہوت ہو تو میں شہوت پر حکمراں ہوں | نہ کہ شہوت اور بُت کے چہرے کا قیدی

بُت شکن بُودست اصلِ اصلِ ما | چوں خلیلِ حق و جملہ انبیا

ہماری اصل کی اصل بُت شکن تھی | مثلاً خلیل اللہ اور تمام نبی

گر در آیم ازرہے در بُتکدہ | بُت سجود آرد مِن در معبدہ

اگر میں کسی راستے سے بُتخانہ میں جاؤں | عبادت خانہ میں بُت مجھے سجدہ کریں

احمدؐ و بُوجہل در بُتخانہ رفت | زیں شدن تا آں شدن فرقیست زفت

محمدؐ اور ابوجہل بُت خانہ میں گئے | اِس جانے میں اور اُس جانے میں بھاری فرق ہے

ایں درآمد سر نہند اُورا بُتاں | آں درآید سر نہد چوں اُمتاں

یہ اندر آئے، بُتوں نے اُن کے سامنے سر رکھ دیا | وہ آتا ہے تو اُمتیوں کی طرح سر رکھ دیتا ہے

ایں جہانِ[2] شہوتی بُتخانہ ایست | انبیا و کافراں را لانہ ایست

یہ شہوت کی دنیا ایک بُت خانہ ہے | نبیوں اور کافروں کا گھونسلا ہے

لیک شہوت بندۂ پاکاں بُود | زر نسوزد زانکہ نقدِ کاں بُود

لیکن شہوت پاک لوگوں کی غلام ہوتی ہے | سونا نہیں جلتا کیونکہ وہ کان کا خالص ہوتا ہے

کافراں قلب اند و پاکاں ہمچو زر | اندریں بُوتہ درند ایں دو نفر

کافر کھوٹے ہیں اور پاک لوگ سونے کی طرح ہیں | دونوں شخص اِس بھٹی میں ہیں

قلب[3] چوں آمد سیہ شد در زماں | زر درآمد شد زریِ اُو عیاں

کھوٹا جب داخل ہوا فوراً کالا ہو گیا | سونا داخل ہوا اُس کا سونا پن واضح ہو گیا

دست و پا انداخت اندر بُوتہ زر | در رُخِ آتش ہمی خندد چو خور

سونے نے ہاتھ پاؤں کٹھالی میں ڈالے | وہ سورج کی طرح آگ کے سامنے ہنستا ہے

جسمِ ما روپوش باشد در جہاں | ما چو دریا زیرِ ایں کہ در نہاں

دنیا میں ہمارا جسم پردہ ہے | ہم اس گھاس کے نیچے دریا کی طرح پوشیدہ ہیں

شاہِ دیں را منگر اے نادانِ بطیں | کیں نظر کردہ است ابلیسِ لعیں

اے بیوقوف! دین کے شاہ کو مٹی کا نہ سمجھ | کیونکہ یہ نظر ملعون شیطان نے کی ہے

[1] دعوتی۔ یعنی میں ایسا رسول ہوں جو لوگوں کو اپنے دین کی دعوت دے۔ اجل تو قاطعِ شہوت ہے۔ نے شہوتی۔ میں شہوت کی بنیاد پر تجھے آنے کی دعوت نہیں دے رہا ہوں۔ ور بُود۔ رسول میں اگرچہ طبعی شہوت ہوتی ہے لیکن وہ شہوت سے مغلوب نہیں ہوتا ہے بلکہ شہوت پر غالب رہتا ہے۔ روی بُتم یعنی میں کسی حسین کی محبت کا قیدی نہیں ہوں۔ بُت شکن۔ حضرت خلیلؑ اور دوسرے نبیوں کا کام بُت شکنی تھا۔ گر در آیم۔ رسول اگر بُت کدہ میں جاتا ہے تو بُت سرنگوں ہو جاتے ہیں۔ احمد۔ آنحضورؐ خانہ کعبہ میں گئے تو بُت سرنگوں ہو گئے ابو جہل جاتا تھا تو خود اُن کے سامنے سرنگوں ہوتا تھا۔

[2] ایں جہاں۔ دنیا شہوت کا گھر ہے اور نبی اور کافر دونوں اس میں مقیم ہیں۔ لیک۔ شہوت، پاک لوگوں کی محکوم ہوتی ہے ان کی مثال سونے کی سی ہے سونا بھٹی میں جا کر اور کھرا بنجاتا ہے۔ کافراں۔ کافروں کی مثال ملمع شدہ چیز کی سی ہے جو بھٹی میں جا کر کالی اور رسوا ہو جاتی ہے۔

[3] قلب۔ کھرا امتحان میں پڑ کر اور کھرا بنجاتا ہے کھوٹے کا کھوٹ پن نمایاں ہو جاتا ہے۔ بُوتہ۔ سنار کی کٹھالی۔ خور۔ خورشید۔ جسم۔ نبیوں کا مادی جسم اُن کا حجاب بن جاتا ہے۔ شاہ دیں۔ مومن کا کام نبیوں کی روحانی طاقت کو سمجھنا۔ شیطان نے صرف ظاہری جسم کو دیکھا تھا اور روحانی کمال کو نہیں دیکھا۔

کے تواں اندود ایں خورشید را[1] | با کفِ گِل تو بگو آخر مرا

اِس سورج کو کہاں لیپا جا سکتا ہے؟ | ایک مُٹھی مٹی سے، آخر تو مجھے بتا

گر بریزی خاک و صد خاکسترش | بر سرِ نورِ او بر آید سرِ شش

اگر تو اُس پر مٹی اور سو راکھیں ڈالے | اُس کے نور پر، وہ نور اُس خاک کے اوپر آ جائیگا

کہ کہ باشد کو بپوشد روئ آب | طِین کہ باشد کو بپوشد آفتاب

تنکا کیا ہوتا ہے کہ پانی کا چہرہ چھپائے؟ | مٹی کیا ہوتی ہے کہ سورج کو چھپائے؟

خیز بلقیسا چو ادہم رح شاہ وار | دود ازیں مُلکِ دو سہ روزہ بر آر

اے بلقیس! شاہ ادہم رح کی طرح اُٹھ کھڑی ہو | اِس دو تین روز کی حکومت میں سے دُھواں اُٹھا دے

باز گو احوالِ ابراہیم رح زود | ترکِ مُلکش را بگو موجب چہ بود

ابراہیم رح کے اَحوال پھر جلد کہہ | بتا اُن کے سلطنت چھوڑنے کا کیا سبب تھا؟

بقیۂ قصۂ سلطان ابراہیم ادہم رَوَّحَ اللهُ رُوحَهُ

حضرت شاہ ابراہیم ادہم رح کے قصہ کا بقیہ خدا اُن کی روح کو تازہ کرے

بر سرِ تختے شنید آں نیک نام[2] | طقطقے وہای و ہوی شب ز بام

اُس نیک نام نے تخت پر سے سُنا | رات کو بالا خانہ پر کھٹکا اور شور و غل

گامہائے تند بر بامِ سرا | گفت با خود اینچنیں زہرہ کرا

محل کی چھت پر بھاری قدم | دل میں کہا، ایسا پِتّہ کس کا ہے؟

بانگ زد بر روزنِ قصر او کہ کیست | ایں نباشد آدمی مانا پریست

انھوں نے محل کی کھڑکی پر پکارا کون ہے؟ | یہ یقیناً کوئی انسان نہیں ہے بھوت ہے

سر فرو کردند قومے بو العجب[3] | ما ہمی گردیم شب بہرِ طلب

کچھ عجیب لوگوں نے سر نیچے کر کے (کہا) | ہم رات میں تلاش میں پھر رہے ہیں

ہیں چہ می جوئید؟ گفتند اشتراں | گفت اُشتر بام بر کہ جُست ہاں

ہیں کیا تلاش کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا اونٹ | اُن (ابراہیم ادہم رح) نے کہا ہیں اونٹ کو چھت پر کس نے ڈھونڈا؟

پس بگفتندش کہ تو بر تخت و جاہ | چوں ہمی جوئی ملاقاتِ اِلٰہ

پھر انھوں نے اُن سے کہا آپ تخت اور رتبہ میں | اللہ (تعالٰی) کی ملاقات کیوں تلاش کر رہے ہیں!

خود ہماں بُد دیگر او را کس ندید | چوں پری از آدمی شد ناپدید

یہ واقعہ ہوا، پھر آپ کو کسی نے نہ دیکھا | پری کی طرح انسانوں سے غائب ہو گئے

---

[1] کے تواں۔ انبیاء کی روحانی طاقت اور اوصاف خاکی جسم میں نہیں چھپ سکتے ہیں۔ گر بریزی۔ سورج پر خاک ڈالنے سے وہ نہیں چھپ سکتا۔ کہ۔ دریا کی سطح پر اگر گھاس آجائے تو دریا کب چھپ سکتا ہے۔ خیز بلقیسا۔ مولانا کا بلقیس کو خطاب ہے کہ ابراہیم ادہم رح کی طرح تو بھی ملک اور سلطنت کو خیر باد کہہ دے۔ دُود۔ یعنی اِس دنیاوی سلطنت کو پھونک ڈال۔

[2] بر سرِ۔ حضرت ابراہیم ادہم رح رات کے وقت اپنے تختِ شاہی پر سو رہے تھے کہ چھت پر سے چلنے پھرنے کی آوازیں آئیں۔ طقطق۔ کھٹ کھٹ۔ بامِ سرا۔ قلعہ کا بالاخانہ۔ زہرہ۔ پتہ، ہمت۔ روزنِ قصر۔ کھڑکی۔ مانا پریست۔ انسان کی تو یہ مجال نہیں کہ شاہی بالاخانہ پر رات میں چڑھ آئے یقیناً کوئی بھوت پریت ہے۔

[3] سر فرو۔ اوپر سے اُن لوگوں نے جھانک کر کہا ہم تلاش میں پھر رہے ہیں۔ ہیں۔ حضرت ابراہیم رح نے کہا کیا ڈھونڈتے ہو انھوں نے کہا اونٹ ڈھونڈ رہے ہیں۔ کہ جست۔ یعنی اونٹ کو بالاخانہ پر آج تک کسی نے نہیں تلاش کیا ہے۔ پس۔ اُن لوگوں نے حضرت ابراہیم رح سے کہا کہ اگر اونٹ چھت پر تلاش کرنا غلط ہے تو خدا کو تخت و تاج پر تلاش کرنا کونسی درست بات ہے۔ خود ہماں۔ بس اِس واقعہ کے بعد اُنکے حالات بدل گئے اور لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے۔

مغنیش[1] پنہاں و او در پیش خلق ... خلق کے بینند غیر ریش و دلق

اُن کا باطن پوشیدہ تھا اور وہ لوگوں کے سامنے تھے ... لوگ داڑھی اور گدڑی کے سوا کب دیکھتے ہیں؟

چوں ز چشمِ خویش و خلقاں دور شد ... ہمچو عنقا در جہاں مشہور شد

جب وہ اپنی اور لوگوں کی نگاہ سے دور ہو گئے ... عنقا کی طرح دنیا میں مشہور ہو گئے

جانِ سیمرغے کہ آمد سوئے قاف ... جملۂ عالم ازو لافند لاف

سیمرغ کی جان جو کہ، قاف کی طرف چلی آئی ... تمام لوگ اناپ شناپ اسکی باتیں کرتے ہیں

چوں رسید اندر سبا ایں نورِ شرق ... غلغلے افتاد در بلقیس و خلق

یہ مشرق کی روشنی جب سبا میں پہنچی ... لوگوں اور بلقیس میں شور مچ گیا

روحہائے مردہ جملہ پر زدند ... مُردگاں از گورِ تن سر بر زدند

سب مُردہ روحیں اُڑنے لگیں ... مُردوں نے جسم کی قبر سے سر اُبھارا

یکدگر[2] را مژدہ می دادند ہاں ... نک ندائے می رسد از آسماں

ایک دوسرے کو خوشخبری دیتا تھا کہ ہاں ... یہ آواز آسمان سے آ رہی ہے

زاں ندا دینہا ہمی گردند گبز ... شاخ و برگِ دل ہمی گردند سبز

اس آواز سے سب دین قوی ہوتے ہیں ... دل کی شاخ اور پتے سبز ہو جاتے ہیں

از سلیماںؑ آں نفس چوں نفخِ صور ... مُردگاں را وا رہانید از قبور

حضرت، سلیمانؑ کے اُس سانس نے صور پھونکنے کی طرح ... مُردوں کو قبروں سے رہائی دے دی

مر ترا بادا سعادت بعد ازیں ... ایں گذشت واللہ اعلم بالیقیں

اس کے بعد تیرے لئے نیک بختی ہو ... یہ گذر گیا، یقیناً اللہ زیادہ جانتا ہے

بقیۂ[3] قصۂ اہلِ سبا و نصیحت و ارشادِ سلیمان علیہ السلام مر

سبا والوں کے قصہ کا بقیہ اور حضرت سلیمانؑ کی نصیحت اور راہنمائی بلقیس کی رعایا کو

آلِ بلقیس را ہر یکے اندر خورِ خود و مشکلاتِ دین و دلِ او

ہر ایک کو اس کے اور اس کے دل اور دین کی مشکلات کے مناسب اور ہر شخص کے

و صید کردنِ ہر جنسِ مرغ ضمیرے بصفیرانِ آں جنسِ مرغ و طعمۂ او

دل کے پرندکی جنس کو اس کی جنس کے پرندوں کی آواز اور خوراک سے شکار کرنا

---

[1] مغنیش۔ حضرت ابراہیمؒ کا لوگوں کی نظروں سے غائب ہونا یہ ہے کہ اُن کے اوصاف باطنی اور مدارج۔ لوگ نہ سمجھ سکے اگرچہ وہ انکے سامنے تھے اس لئے کہ ظاہر بینوں کی نگاہ تو صرف ظاہر پر ہوتی ہے۔ چوں زچشم۔ اپنی آنکھوں سے استغراق کی وجہ سے دور ہو گئے اور دوسرے لوگوں کی نگاہوں سے بھی دور ہو گئے تو عنقا کی طرح آپکی شہرت ہو گئی۔ سیمرغ۔ یہ جانور بھی لوگوں کی نگاہوں سے دور ہے لہذا اس کا بھی بہت چرچا ہے۔ نور شرق یعنی حضرت سلیمانؑ کی دعوت۔ خلق یعنی بلقیس کی رعایا۔ روحہائے۔ مُردہ روحیں زندہ ہو گئیں جسم میں دبی ہوئی روح نے سر ابھارا۔

[2] یکدگر۔ وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے اور کہتے تھے کہ آسمانی دعوت ہے۔ زاں۔ اس دعوت کا تو خاصہ یہی ہے کہ اس سے لوگوں کے ایمان بڑھتے اور تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔ نفس یعنی حضرت سلیمانؑ کی دعوت۔ مردگاں۔ یعنی مردہ دل۔ قبور یعنی دنیاوی زندگی۔ ایں گذشت۔ حضرت سلیمانؑ کا واقعہ جو ہم نے بیان کیا ہے اسکی یقینی باتیں خدا کو معلوم ہیں جو کچھ مشہور تھا وہ کہہ دیا گیا ہے بہر حال اس قصہ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

[3] بقیہ۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو اسکے مناسب اور اس کے ملک والوں کو ہر ایک کی استعداد کے مطابق راہنمائی کی۔ صید کردن۔ شکاری جس قسم کے پرندوں کا شکار کرتا ہے اسی قسم کی سیٹی بجا کر اُن کو جمع کرتا ہے اور اُن کے مناسب دانہ ڈالتا ہے۔

قِصّہ گویم از سبا مُشتاق وار | چوں صبا آمد بسُوئے لالہ زار
میں مشتاقانہ، سبا کا قصہ سناتا ہوں | جب لالہ زار کی جانب (بادِ) صبا پہنچی

لَاقَتِ الْاَشْبَاحُ یَوْمَ وَصْلِهَا | عَادَتِ الْاَوْلَادُ صَوْبَ اَصْلِهَا
جسم اپنے وصل کے دن سے وابستہ ہوگئے | اولاد اپنی اصل کی جانب لوٹ گئی

اُمَّةُ الْعِشْقِ خَفِیٌّ فِی الْاُمَمْ | مِثْلَ جُوْدٍ حَوْلَهٗ یَوْمُ السَّقَمْ
عشق کی امت امتوں میں پوشیدہ ہے | اس سخاوت کیطرح جس کے چاروں طرف بیماری کا دن ہے

ذِلَّةُ الْاَرْوَاحِ مِنْ اَشْبَاحِهَا | عِزَّةُ الْاَشْبَاحِ مِنْ اَرْوَاحِهَا
روحوں کی ذلت اُن کے جسموں سے ہے | جسموں کی عزت اُن کی روحوں سے ہے

اَیُّهَا الْعُشَّاقُ اَلسُّقْیَا لَکُمْ | اَنْتُمُ الْبَاقُوْنَ وَالْبُقْیَا لَکُمْ
اے عاشقو! سیرابی تمہارے لئے ہے | تم باقی رہنے والے ہو اور بقا تمہارے لئے ہے

اَیُّهَا السَّالُوْنَ قُوْمُوْا وَاعْشَقُوْا | ذَاکَ رِیْحُ یُوْسُفَ فَاسْتَنْشِقُوْا
اے بے فکرو! کھڑے ہو جاؤ اور عشق کرو | یہ (حضرت) یوسفؑ کی خوشبو ہے سونگھو لو

مَنْطِقُ الطَّیْرِ سُلیمانی بیا | بانگِ ہر مُرغے کہ می آید سرا
اے سلیمانی منطق الطیر! آجا | جو مُرغ آئے اُس کی بولی بول

چوں بمُرغانت فرستاد ستِ حق | لحنِ ہر مُرغے بداد ستت سبق
جبکہ تجھے اللہ تعالے نے پرندوں کیجانب بھیجا ہے | تجھے ہر پرندے کے لہجے کا سبق پڑھا دیا ہے

مُرغِ جبری را زبانِ جبر گو | مُرغِ پر اشکستہ را از صبر گو
جبری پرند کو جبر (کا نقصان) سمجھا | پَر ٹوٹے ہوئے پرند کو صبر کی تعلیم دے

مُرغِ صابر را تو خوش دار و معاف | مُرغِ عنقا را بخواں وصافِ قاف
صابر پرند کو تو اچھا رکھو اور معاف کر | عنقا پرند کو قاف کے اوصاف پڑھا

مر کبوتر را حذر فرما ز باز | باز را از حِلم گوی و احتراز
کبوتر کو باز سے بچنے کا حکم دے | باز کو بُردباری اور پرہیزگاری سکھا

واں خُفاشے را کہ ماند اُو بینوا | می کُنش بانور جُفت و آشنا
اُس چمگادڑ کو جو بے ساز و سامان ہے | اُس کو نور کا ساتھی اور آشنا بنا

کبکِ جنگی را بیاموزاں تو صُلح | مر خروساں را نما اشراطِ صبح
لڑاکا چکور کو تو صلح سکھا | مرغوں کو صبح کی علامات بتا

له صَبا یعنی دعوتِ سلیمانی، لالہ زار مُلک سبا۔ لَاقَتْ یعنی جو اجسام روحوں سے محروم تھے وہ اُنسے مِلگئے۔ عَادَتْ یعنی اجسام روحانیت کے غلبے ارواح بن گئے۔ اُمَّة۔ عاشق عوام میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ جود۔ لوگ سخی کو فضول خرچ کہتے ہیں اور اُس کی سخاوت اُس کو طرح طرح سے ڈراتے ہیں اس طرح اُن کی نظروں سے اُس کی سخاوت پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ اَلسَّقَم یعنی سخاوت پر ملامت اور افلاس وغیرہ کا خوف دلانا۔

ٹه ذِلَّة۔ جب تک رُوح جسم میں دبی ہوئی ہے وہ ذلیل ہے جب رُوح کا غلبہ ہو جاتا ہے تو جسم میں بھی شرافت پیدا ہو جاتی ہے۔ اَلْعُشَّاق۔ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق۔ اَلسَّالُون۔ جو عشق سے خالی ہیں۔ ذَاکَ۔ یہ پیغام سلیمانی۔ منطق الطیر حضرت سلیمان تمام پرندوں کی زبان جانتے تھے۔ بانگ یعنی ہر ایک کو اس کی صلاحیت اور استعداد کے مطابق تعلیم دے۔ مرغ جبری۔ جو لوگ جبر کے قائل ہیں ترکِ عمل کر بیٹھے ہیں اُن کو اُس عقیدہ کا نقصان سمجھا دے۔

سه پر اشکستہ۔ وہ لوگ جو ناقص اختیار کے قائل ہیں اُن کو صبر عن المعاصی کی تعلیم دے۔ مرغ صابر۔ جو لوگ معصیت سے رُکے ہوئے ہیں۔ مرغ عنقا۔ جو لوگ عالم غیب سے تعلق رکھتے ہیں انکو عالم غیب کی باتیں بتا کبوتر۔

548

ہمچنیں میرو ز ہُد ہُد تا عُقاب ۔۔۔ رہ نما وَاللّٰہُ اَعلَمُ بِالصَّوَاب
اِسی طرح چلا چل، ہُد ہُد سے عقاب تک ۔۔۔ راہنمائی کر اور اللہ صواب کو زیادہ جانتا ہے

آزاد شدنِ بلقیس از مُلک و مست شدنِ اُو از شوقِ ایمان و اِلتفاتِ
بلقیس کا مُلک سے آزاد ہوجانا اور ایمان کے شوق سے اُس کا مست ہوجانا اور

ہمتِ اُو از ہمہ مُلک مُنقطع شُدن بوقتِ ہجرت اِلّا از تخت
ہجرت کے وقت تمام مُلک سے بجز تخت کے اُس کی باطنی توجہ کا مُنقطع ہوجانا

چوں سلیمانؑ سُوی مُرغانِ سَبا ۔۔۔ یک صفیرے کرد و بست آں جملہ را
جب سلیمانؑ نے سَبا کے پرندوں کے لئے ۔۔۔ ایک سیٹی بجائی اور سب کو باندھ لیا

جُز مگر مرغے کہ بُد بے جان و پَر ۔۔۔ یا چو ماہی گنگ بُود از اصل و کَر
سوائے اُس پرند کے جو بے جان اور بے پر تھا ۔۔۔ یا جو مچھلی کی طرح پیدائشی گونگا اور بہرا تھا

نے[۵۲] غلط گفتم کہ کر گر سر نہد ۔۔۔ پیشِ وحیِ کبریا سمعش دہد
نہیں میں نے غلط کہہ دیا، اگر بہرا سر رکھدے ۔۔۔ خدا کی وحی کے سامنے، وہ اُسکو سننے کی طاقت دیدے

چونکہ بلقیس از دل و جاں عزم کرد ۔۔۔ بر زمانِ رفتہ ہم افسوس خورد
چونکہ بلقیس نے دل و جان سے پختہ ارادہ کیا ۔۔۔ گذشتہ دنوں پر بھی اُس نے افسوس کیا

ترکِ مال و مُلک کرد او آنچناں ۔۔۔ کہ بترکِ نام و ننگ آں عاشقاں
اُس نے مال اور مُلک کو اس طرح چھوڑ دیا ۔۔۔ جو عاشقوں کے نام و ننگ کو چھوڑنے کی طرح تھا

آں[۵۳] غلامان و کنیزانِ بناز ۔۔۔ پیشِ چشمش ہمچو پوسیدہ پیاز
وہ ناز پروردہ غلام اور باندیاں ۔۔۔ اُسکی آنکھوں کے سامنے سڑی ہوئی پیاز کی طرح تھے

باغہا و قصرہا و آبِ رُود ۔۔۔ پیشِ چشم از عشق گلخن می نمود
باغات اور قلعے اور نہر کا پانی ۔۔۔ عشق کی وجہ سے نگاہوں کو بھٹی نظر آتے تھے

عشق در ہنگامِ استیلا و خشم ۔۔۔ زشت گرداند لطیفاں را بچشم
عشق اور غصہ غلبہ کے وقت ۔۔۔ عمدہ چیزوں کو آنکھ کے سامنے بُرا بنا دیتا ہے

مر زمرد را نماید گندنا ۔۔۔ غیرتِ عشق ایں بُود معنیِ لَا
زمرد کو گندنا دکھا دیتی ہے ۔۔۔ عشق کی غیرت، یہی لَا کے معنیٰ ہیں

لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اینست اے پناہ ۔۔۔ کہ نماید مَہ ترا دیگِ سیاہ
اے پناہ (کے طالب) "نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ" ۔۔۔ کہ تجھے چاند کالی دیگ نظر آئے

---

[۵۱] ہمچنیں، نسکہ ۔ آدمی کی اُس کے مناسب حال اصلاح کردے۔ اِلّا از تخت یعنی دعوتِ سلیمانی پر بلقیس ایمان کے شوق سے مست ہوگئی اور اپنے مُلک و سلطنت کی ہر چیز کی محبت دل سے نکالدی البتہ اُسکو اپنے تختِ شاہی سے جو بہت قیمتی تھا تعلقِ خاطر رہا۔ صفیر یعنی پیغامِ حق۔ بجز یعنی سب لوگ حضرت سلیمانؑ پر ایمان لائے البتہ وہ لوگ جنہیں استعداد اور قابلیت ہی نہ تھی وہ محروم رہے۔

[۵۲] نے غلط یعنی میرے کلام سے یہ شبہ نہ ہو کہ وحی میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہے کہ وہ بد فطرت کو متاثر کرسکے بلکہ وہ بھی اگر توجہ کرے اور طلب پیدا کرلے تو خدا اسکی مدد کردیتا ہے اور اسمیں صلاحیت پیدا فرما دیتا ہے۔ بر زمانِ رفتہ۔ جو وقت ستارہ پرستی میں گزرا تھا۔ ترک۔ بلقیس مال و دولت سے ایسی بے نیاز ہوئی جسطرح عاشق نام و ننگ سے بے نیاز ہوتا ہے۔

[۵۳] آں غلامان جن غلاموں اور کنیزوں کو ناز سے پالا تھا وہ اس کیلئے سڑی ہوئی پیاز بن گئے۔ باغہا یعنی تفریح کے اسباب اُس کیلئے باعثِ تکلیف بنگئے۔ عشق۔ عشق اور غصہ کی خاصیت یہی ہے کہ جو چیزیں محبوب ہوتی ہیں اس حالت میں وہ مردود بنجاتی ہیں۔ معنی لا یعنی جب انسان لا الٰہ کا قائل ہوجاتا ہے تو اس کیلئے غیر اللہ ہیچ ہو جاتا ہے۔ لا الٰہ۔ کلمۂ طیبہ کا حقیقی اثر یہ ہے کہ ماسویٰ اللہ کی محبت ختم ہو جاتی ہے۔

549

ہیچ[1] مال و ہیچ مخزن ہیچ رخت ‏ می دریغش نامد الّا جز کہ تخت
کسی مال اور کسی خزانہ اور کسی سامان پر ‏ بجز تخت کے اس کو افسوس نہ ہوا

پس سلیمانؑ از دلش آگاہ شد ‏ کز دلِ اُو تا دلِ اُو راہ بُد
سلیمانؑ اس کے دل (کے خیال) سے واقف ہو گئے ‏ کیونکہ اُن کے دل سے اُسکے دل تک راستہ تھا

آں کسے کو بانگ موراں بشنود ‏ ہم ز دوراں سرِ دوراں بشنود
جو شخص چیونٹی کی آواز سُن لے ‏ دُور سے دُور رہنے والوں کا راز سُن لے

آنکہ گوید رازِ قَالَتْ نَمْلَةٌ ‏ ہم بداند رازِ ایں طاقِ کہن
جو "چیونٹی نے کہا" کا راز بتا دے ‏ اس پُرانی محراب کا راز بھی جان لے

دید از دُورش کہ آں تسلیم[2] کیش ‏ تلخش آمد فرقتِ آں تختِ خویش
اُس نے دُور سے دیکھ لیا کہ اُس تسلیم (و رضا) والی کو ‏ اپنے تخت کی جُدائی گراں ہوئی ہے

گر بگویم آں سبب گردد دراز ‏ کہ چرا بُودش بتخت آں عشق و ساز
اگر میں اس کا سبب بتاؤں لمبا ہو جائے گا ‏ کہ اُس کو تخت سے عشق اور محبت کیوں تھی؟

گرچہ ایں کلک و قلم خود بیحسے است ‏ نیست جنسِ کاتب اُو را مونسے است
اگرچہ یہ پورا اور قلم خود بے حس ہے ‏ وہ کاتب کا (ہم) جنس نہیں ہے اُس کیلئے مونس ہے

ہمچنیں[3] ہر آلتِ پیشہ ورے ‏ ہست بیجاں مُونسِ ہر جانورے
اسی طرح ہر پیشہ ور کا ہر اوزار ‏ بے جان ہے (اور) جاندار کے لئے مونس ہے

آلتِ ہر پیشہ کارے ہمچناں ‏ ہست بیجاں لیک مُونس شد بجاں
اسی طرح سے ہر پیشہ ور کا اوزار ‏ بے جان ہے، لیکن جاندار کے لئے مُونس ہے

ایں سبب را من معیّن گفتمے ‏ گر نبُودے چشمِ فہمت را نمے
اِس سبب کو میں معیّن کر کے بتا دیتا ‏ اگر تیری سمجھ کی آنکھ میں نمی نہ ہوتی

از بزرگی تخت کز حد می فزود ‏ نقل کردن ہیچ نوعِ امکاں نبود
تخت کی بڑائی کی وجہ سے جو حد سے زیادہ تھی ‏ (اُس کا) منتقل کرنا کسی طرح ممکن نہ تھا

خُردہ کاری بُود تفریقش خطر ‏ ہمچو اوصالِ بدن باہم دگر
باریک کام تھا، اُس کے ٹکڑے کرنا خطرناک تھا ‏ جیسا کہ آپس میں بدن کے جوڑ

لمبائی چوڑائی بہت تھی اُس کو منتقل کرنا ممکن نہ تھا۔ خردہ کاری۔ اُس کو توڑ کر اس وجہ سے نہ لا سکتی تھی کہ اُس پر بہت نازک اور باریک کام تھا وہ خراب ہو جاتا۔ اوصال۔ وصل کی جمع، جوڑ۔

[1] ہیچ۔ بلقیس کو سلطنت کی کسی چیز کے چھوڑنے پر افسوس نہ تھا البتہ تخت کے چھوڑنے کا افسوس تھا بس۔ حضرت سلیمانؑ بلقیس کی اس قلبی کیفیت سے باخبر ہو گئے چونکہ دل سے دل تک راہ پیدا ہو چکی تھی اور باہمی تعلق استوار ہو چکا تھا۔ آں کسے۔ حضرت سلیمانؑ چیونٹی کی بات سُن لیتے تھے اور دور کے انسانوں کے دلی راز سمجھ لیتے تھے۔ قَالَتْ۔ قرآن پاک میں ہے کہ جب سلیمانؑ چیونٹیوں کے جنگل میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیوں اپنے بلوں میں گھس جاؤ تمہیں سلیمانؑ اور اس کا لشکر پامال نہ کر دے تو حضرت سلیمانؑ اس کی بات سُن کر ہنس پڑے۔ طاقِ کہن آسمان۔

[2] تسلیم کیش۔ وہ جس نے تسلیم و رضا کا راستہ اختیار کر لیا ہے یعنی بلقیس۔ گر بگویم۔ اگر میں اس کی تفصیل کروں کہ بلقیس کو تخت سے کیوں محبت تھی تو گفتگو دراز ہو جائے گی پھر بھی مجملاً بیان کرتا ہوں۔ گرچہ۔ قلم کاتب کا آلہ اور وہ اس کیلئے باعثِ محبت ہوتا ہے۔

[3] ہمچنیں۔ غرضیکہ ہر کاریگر کا آلہ اس کے لئے مونس ہوتا ہے۔ مونس۔ محبت پیدا کرنے والا۔ نمے۔ یعنی آنکھیں دیکھنے کی نمی۔ از بزرگی۔ محبت کا تقاضہ تو تھا کہ بلقیس تخت کو ساتھ لے آتی لیکن چونکہ اس کی

پس سلیمانؑ[۵۱] گفت گرچہ فی الاخیر — سرد خواہد شد برو تاج و سریر

(حضرت) سلیمانؑ نے فرمایا اگرچہ اخیر میں — اُس کے لئے تاج و تخت بے وقعت ہو جائیگا

چوں ز وحدت جاں بروں آرد سرے — جسم را با فرِّ او نبود فرے

جب وحدت سے جان برآمد ہوگی — اُس کی شان کے مقابلہ میں جسم کی شان نہ رہیگی

چوں برآید گوہر از قعرِ بحار — ننگری اندر خس و خاشاک و خار

جب موتی سمندروں کی گہرائی سے باہر آئیگا — تو کوڑے کرکٹ اور کانٹے کی طرف نظر نہ کریگا

سر برآرد آفتابِ باشرر — دُمِّ عقرب را کہ سازد مستقر

جب شعلہ بار سورج نکلتا ہے — دُمِ عقرب (ستارے) کو کون ٹھکانا بناتا ہے

لیک خود با ایں ہمہ بر نقدِ حال — جست باید تخت اُو را انتقال

لیکن با ایں ہمہ اس وقت — اُس کے تخت کو منتقل کرانا چاہیئے

تا نگردد خستہ ہنگامِ لقا — کودکانہ[۵۲] حاجتش گردد روا

تاکہ ملاقات کے وقت خستہ (دل) نہو — اُس کی بچکانہ خواہش پوری ہوجائے

ہست بر ما سہل و او را بس عزیز — تا بُود بر خوانِ حُوراں دیو نیز

ہمارے لئے آسان اور اُس کو بہت پیارا ہے — تاکہ پریوں کے دسترخوان پر دیو بھی ہو

عبرتِ جانش شود آں تخت باز — ہمچو دلق و چارقے پیشِ ایاز

پھر وہ تخت اُس کی جان کیلئے باعث عبرت بنے — جیسا کہ ایاز کے لئے گدڑی اور چپل

تا بداند در چہ بُود آں مبتلا — از کجا ہا در رسید اُو تا کجا

تاکہ اُسے پتہ چل جائے وہ کس چیز میں پھنسی تھی؟ — وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے

خاک[۵۳] را و نطفہ را و مضغہ را — پیشِ چشمِ ما ہمی دارد خدا

خاک اور نطفہ کو اور مضغہ کو — خدا ہماری نظروں کے سامنے رکھتا ہے

از کجا آوردمت اے بدنیت — کہ ازاں آید ہمی خفریقیت

اے بدنیت! میں تجھے کہاں سے لایا ہوں؟ — کہ اُس سے تجھے شرم آتی ہے

تو بداں عاشق بُدی در دورِ آں — منکرِ ایں فضل بُودی آں زماں

تو اُس کے زمانہ میں اُس کا عاشق تھا — اُس وقت اِس فضیلت کا مُنکر تھا

۵۱ پس سلیمانؑ - جب حضرت سلیمانؑ پر بلقیس کے قلب کی حالت واضح ہوگئی تو انھوں نے سوچا کر روحانی عروج کے بعد اگرچہ تخت وغیرہ کی محبت مٹ جائیگی لیکن فی الحال چونکہ اُس کو تخت کے رہ جانے کا رنج ہے لہٰذا اُس کو منگوانا چاہیئے - چوں ز وحدت - فنا کے بعد جب بقا حاصل ہوجاتی ہے تو تمام مادیات بے وقعت ہوجاتی ہیں - چوں - جب سمندر سے موتی حاصل ہوجاتا ہے تو پھر انسان اُسکے خس و خاشاک کی طرف نظر نہیں کرتا ہے - سر برآمد - جب سورج طلوع کرآتا ہے تو وہ ستارے جو برجِ عقرب میں دُمِ عقرب کی طرح جمع ہوجاتے ہیں اُنکی طرف کوئی نگاہ نہیں کرتا ہے - مستقر کرنا - انتقال یعنی اپنے یہاں اُس کو منتقل کرالینا چاہیئے۔

۵۲ کودکانہ - بلقیس کی تخت سے محبت بچکانہ فعل تھا بہرحال جنوں کے ذریعہ اُسکو بآسانی منتقل کیا جاسکتا ہے یا وہ ہمارے نزدیک بے وقعت ہے - تا بود - اُخروی نعمتوں کے ساتھ یہ دنیاوی نعمت بھی موجود رہے - عبرت - مشہور ہے کہ ایاز نے اپنی اصلی گدڑی اور جنگلی چپل خزانہ میں محفوظ کر رکھے تھے اور اُنکو جاکر دیکھو کر وہ اپنی اصلی حالت یاد کرتا تھا اسی طرح تختِ بلقیس کے لیے باعثِ عبرت ہوگا کہ اُسکی پہلی حالت کسقدر خراب تھی کہ وہ تخت جیسی چیزوں سے محبت کرتی تھی اور اب آزادی۔ پہلے دنیا کی مزخرفات میں پھنسی ہوئی تھی اب روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے۔

۵۳ خاک را - اللہ تعالیٰ نے انسانی خلقت کے مراتب بیان فرماکر یہ ظاہر فرمایا کہ انسان کو اُنھوں نے اپنے فضل سے کہاں سے کہاں پہنچا دیا اُسکی ابتدا اِن چیزوں سے ہے جنکے ذکر سے بھی اُسکو شرم آتی ہے قرآن میں ہے کہ ہم نے انسان کو مٹی سے بنایا پھر اُسکو نطفہ کیا پھر نطفے سے علقہ پھر علقے سے مُضغہ بنایا پھر ہم نے اُسکو ایک نئی صورت عطا کردی۔ مضغہ۔ گوشت کا لوتھڑا - تو بداں - انسان زبانِ حال سے اپنی ابتدائی حالت ترقی کرنیکا منکر تھا۔

SS۱

ایں[۱] کرم چوں دفعِ آں انکار تست — کہ میانِ خاک می کردی نخست

یہ کرم گویا اُس انکار کا رَد ہے — جو تُو نے خاک ہوتے ہوئے پہلے کیا تھا

حجتِ انکار شُد انشارِ تو — از دوا بدتر شُد ایں بیمارِ تو

تیری پیدائش تیرے اِنکار کے خلاف دلیل ہوگئی — تیرا یہ بیمار دَوا سے اور بگڑ گیا

خاک را تصویرِ ایں کار از کجا — نُطفہ را خصمی و انکار از کجا

مٹی سے اِس کام کا تصوّر کہاں؟ — نُطفہ میں جھگڑا الو پن اور انکار کہاں؟

چوں دراں دم بیدل و بے سر بُدی — فکرت و انکار را منکر بُدی

چونکہ تو اُس وقت بغیر دل اور سَر کے تھا — تو فکر اور اِنکار کا مُنکر تھا

از جمادی[۲] چونکہ اِنکارت بَرُست — ہم ازیں انکار حشرت شد درست

مٹی ہونے کی حالت میں جبکہ تو نے انکار کیا — تیرے اسی انکار سے تیرا حشر ثابت ہوگیا

پس مثالِ تو چو آں حلقہ زنیست — کز درونش خواجہ گوید خواجہ نیست

پس تیری مثال اُس زنجیر بجانے والے کی سی ہے — کہ اُس کے اندر سے مالک کہے کہ مالک نہیں ہے

حلقہ زن زیں نیست دریابد کہ ہست — پس ز حلقہ بر ندارد ہیچ دست

زنجیر بجانے والا اِس انکار سے سمجھ لیگا کہ وہ ہے — تو حلقہ سے کبھی دست بردار نہ ہوگا

پس ہم انکارت مُبیّن می کند — کز جماد اُو حشر صد فن می کند

تو تیرا انکار ہی واضح کرتا ہے — کہ وہ مٹی سے سَو طرح حشر کردے گا

چند[۳] صنعت رفت اے انکار تا — آب و گِل انکار زاد از ھَل اَتیٰ

چند کار گریاں ہو چکیں اے! کب تک انکار؟ — مٹی اور پانی سے "ہل اَتیٰ" کا انکار سرزد ہوا

آب و گِل می گفت خود انکار نیست — بانگ می زد بے خبر کاخبار نیست

پانی اور مٹی کہتے ہیں کہ انکار نہیں ہے — بے خبر پکارتا ہے کہ خبر دینا نہیں ہے

من بگویم شرحِ ایں از صد طریق — لیک خاطر لغزد از گفتِ دقیق

میں اِس کی سَو طرح سے تشریح کر دیتا — لیکن باریک بات سے طبیعت لغزش کھا جاتی ہے

---

[۱] ایں کرم۔ انسان کو اس قدر فضیلت دینا اُس انکار کا دفعیہ ہے جو اس کی فطرت کر رہی تھی۔ حجتِ انکار یعنی انکار کے خلاف دلیل۔ انشار۔ نشر کرنا، پیدا کرنا۔ از دوا۔ جس انکار کو تو اپنے مدعیٰ کی تائید سمجھتا تھا وہی انکار تیرے مدعیٰ کی تردید بنگیا یعنی جس چیز کو تو اپنے موافق سمجھے ہوئے تھا وہی مخالف پڑی۔ خاک۔ مٹی میں یہ حیات اور استعداد حق اللہ کی قدرت سے آئی ہے۔ نطفہ۔ یہ انسان نطفہ تھا آج وہ اِس حالت میں ہے کہ حشر ونشر کا انکار کر دیتا ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے تو دوبارہ اُس کا حشر ونشر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کیسے خارج ہوسکتا ہے۔ دراں دم۔ یعنی نُطفہ ہونے کی حالت میں تجھ میں اِس اِنکار کی صلاحیت نہ تھی۔

[۲] از جمادی۔ جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ تو جمادیت سے اِس مرتبہ پر پہنچا ہے کہ تجھ میں انکار کی صلاحیت پیدا ہوگئی ہے تو تیری یہ انکار کی صلاحیت اِس بات کی دلیل ہوگئی کہ تیرا دوبارہ حشر ہو سکتا ہے حلقہ زن۔ تیرا یہ اِنکار خود حشر کا اِقرار اسی طور پر ہے کہ جیسا کوئی زید کو بلانے اُس کے گھر پر جائے اور خود زید اندر سے یہ کہے کہ زید یہاں نہیں ہے تو اس کا یہ اپنے ہونے کا اِنکار خود ہونے کا اقرار ہے۔ پس انکار۔ جمادیت سے ترقی کرکے اِس مرتبہ تک پہنچا کہ حشر کا انکار کرتا ہے خود حشر کو تسو دلائل سے ثابت کررہا ہے ——

[۳] چند۔ انسان بننے تک مختلف مراتب میں اللہ کی کسقدر کارگریاں ہیں انکے ہوتے ہوئے حشر کا انکار کب تک ہوسکیگا مٹی اور پانی میں یہ استعداد آگئی کہ اُسنے سورۂ ہل اَتیٰ کے مضمون کا جو کہ حشر ونشر سے متعلق ہے انکار کیا تو آب و گل کا مرتبۂ انکار تک ترقی کرنا خود حشر کے انکار کی نفی کرتا ہو، گھر کے اندر سے خود اپنے نہ ہونے کی خبر دینے کو خبر دینا نہیں سمجھ رہا ہے من بگویم۔ میں اس مضمون کو کہ انکار خود اقرار ہو جاتا ہے مختلف طریقوں سے سمجھا سکتا ہوں لیکن دقائق کا سمجھانا بعض کم فہموں کیلئے لغزش کا سبب بنجاتا ہے لہٰذا میں خاموشی اختیار کرتا ہوں اور بلقیس کے تخت کے منتقل ہونے کی بات شروع کرتا ہوں۔

شرحِ آں را لب بہ بستم اے کیا — بہرِ نقلِ تختِ بلقیس از سبا

اے بزرگ! میں نے اس کی تشریح سے خاموشی اختیار کر لی — بلائے بلقیس کے تخت کے منتقل ہونیکے (قصہ) کیلئے

چارہ کردنِ سلیمانؑ در احضارِ تختِ بلقیس از سبا پیش از قدومِ بلقیس

حضرت سلیمانؑ کا تدبیر کرنا بلقیس کے تخت کو حاضر کرنے کیلئے بلقیس کے آنیسے پہلے

پس سلیمانؑ گفت با شکرِ عیاں — تخت اُو را حاضر آرید ایں زماں

پھر (حضرت) سلیمانؑ نے صاف طور پر شکر سے کہا — اُس کے تخت کو فوراً حاضر کرو

گفت عفریتے[1] کہ تختش را بفن — حاضر آرم تا تو زیں مجلس شدن

ایک جن نے کہا کہ اُس کے تخت کو ہنر سے — آپکے اِس مجلس سے اُٹھنے سے پہلے حاضر کردونگا

گفت آصف من باسمِ اعظمش — حاضر آرم پیشِ تو در یک دمش

آصف نے کہا میں اُس کو اسم اعظم کے ذریعہ — اُس کو آپ کے سامنے ایکدم حاضر کردونگا

گرچہ عفریت اُستادِ سحر بود — لیک آں از نفخِ آصف رُو نمود

اگرچہ جن جادو کا اُستاد تھا — لیکن وہ آصف کے دَم کرنے سے آیا

حاضر آمد تختِ بلقیس آں زماں — لیک آصف نز فنِ عفریتیاں

بلقیس کا تخت فوراً آگیا — لیکن آصف کی وجہ سے نہ جنوں کے ہنر سے

گفت[2] حمد اللہ برین و صد چنیں — کہ بدیدستم ز ربُّ العالمیں

حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اِس پر اور اِس جیسی سیکڑوں نعمتوں پر اللہ کی — جو میں نے ربّ العالمین کی جانب سے دیکھی ہیں

پس نظر کرد آں سلیمانؑ سوئے تخت — گفت آرے گول گیری اے درخت

پھر (حضرت) سلیمانؑ نے تخت کی جانب دیکھا — فرمایا اے درخت! تو احمق کو پھنسانے والا ہے

پیشِ چوب و پیشِ سنگ نقش کند — اے بسا گولاں کہ سرہا می نہند

لکڑی اور تراشے ہوئے پتھر کے سامنے — بہت سے احمق ہیں جو سجدے کرتے ہیں

ساجد[3] و مسجود از جاں بے خبر — دیدہ از جاں جنبشے و اندک اثر

سجدہ کرنے والا اور مسجود جان سے بے خبر ہیں — اس نے جان کی تھوڑی سی حرکت اور تھوڑا سا اثر دیکھا ہے

دیدہ در وقتیکہ شُد حیران و دنگ — کہ سخن گفت و اشارت کرد سنگ

جس وقت وہ حیران اور دنگ ہوا تو اس نے دیکھا — کہ پتھر نے بات کی اور اشارہ کیا

نردِ خدمت چوں بنا موضع بباخت — شیرِ سنگی را شقی شیرے شناخت

چونکہ اُس نے خدمت کی نرد بے موقع کھیلی — پتھر کے شیر کو بدبخت نے شیر سمجھا

---

[1] عفریتے۔ جنوں میں سے ایک بہت سرکش جن نے کہا کہ مجلس ختم ہونے سے پہلے حاضر کردونگا۔ آصف۔ ابن برخیا جو حضرت سلیمانؑ کے وزیر تھے انھوں نے کہا میں اسم اعظم کی برکت سے فوراً حاضر کردونگا۔ اگرچہ۔ اگرچہ وہ جن بھی جادو کا اُستاد تھا لیکن تخت کی آمد حضرت آصف کے دَم کرنے کی برکت سے ہوئی۔

[2] گفت۔ حضرت سلیمانؑ نے اِس نعمت اور دوسری نعمتوں کے حصول پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ اے درخت۔ چونکہ تخت لکڑی کا بنا ہوا تھا اُس کو درخت کے لفظ سے خطاب کرکے فرمایا کہ تو احمقوں کو اپنی محبت میں پھنساتا ہے۔ پیشِ چوب۔ احمق لوگ تراشیدہ لکڑی اور پتھر کے بتوں کو سجدے کرتے ہیں۔

[3] ساجد۔ یہ بُت کے پجاری اور بُت دونوں روح سے بے خبر ہیں اِن مجموں میں روح کا تھوڑا سا اثر آجاتا ہے جس کی وجہ سے کبھی اُنسے حرکت یا بات کا صدور ہوجاتا ہے۔ نردِ خدمت۔ یہ لوگ عبادت کی بازی بے موقع کھیلتے ہیں پتھر کے بُت کو حقیقی شیر سمجھ بیٹھتے ہیں۔

اَز کرم شیرِ حقیقی کرد جُود ... اُستخوانے سُوی سگ انداخت زُود

حقیقی شیر نے کرم سے سخاوت کر دی ... فوراً کتے کے سامنے ہڈی ڈال دی

گفت گرچہ نیست آں سگ بر قوام ... لیک ما را اُستخواں لُطفے ست عام

کہا اگرچہ وہ کتا راہِ راست پر نہیں ہے ... لیکن ہمارا ہڈی ڈالنا عام مہربانی ہے

قصۂ یاری خواستنِ حلیمہ رضی اللہ عنہا از بُتاں حِین عقیبِ فِطامِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را گم کردہ بود و لرزیدن و سجدۂ بُتاں وگواہی دادنِ ایشاں بر عظمتِ کارِ مُحمّد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حلیمہ رضی اللہ عنہا کا بُتوں سے مدد چاہنے کا قصہ جبکہ دودھ چھڑانے کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گم کر دیا تھا اور لرزنا اور بتوں کا سجدہ کرنا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کی بڑائی پر گواہی دینا

قصۂ رازِ حلیمہ رضہ گویمت ... تا زداید داستانِ اُو غمت

میں تجھ سے حلیمہ کے راز کا قصہ کہتا ہوں ... تاکہ اس کی داستان تیرے غم کو دور کر دے

مُصطفیٰ را چوں زشیر اُو باز کرد ... بر کفش برداشت چوں ریحان و ورد

حضرت مصطفیٰ کا جب انھوں نے دودھ چھڑایا ... اُن کو ریحان اور گلاب کی طرح ہتھیلی پر رکھا

مّی گریزانیدش از ہر نیک و بد ... تا سپارد آں شہنشہ را بجدّ

وہ اُن کو ہر اچھے بُرے سے بچاتی تھی ... تاکہ اُن شہنشاہ کو دادا کے سپرد کر دے

چوں ہمی آورد امانت راز بیم ... شُد بکعبہ وآمد اُو اندر حطیم

جب وہ خوف کی وجہ سے امانت کو لائی ... کعبہ میں پہنچیں اور وہ حطیم میں آئی

از ہوا بشنید بانگے کاے حطیم ... تافت بر تو آفتابے بس عظیم

ہوا کی جانب سے آواز سُنی کہ اے حطیم! ... تجھ پر بہت بڑا سورج چمکا ہے

اے حطیم امروز آید بر تو زُود ... صد ہزاراں نور از خورشیدِ جُود

اے حطیم! آج تجھ پر بہت جلد آئینگے ... لاکھوں نور سخاوت کے سورج سے

اے حطیم امروز آرد در تو رخت ... مُحتشم شاہے کہ پیکِ اُوست بخت

اے حطیم! آج تجھ میں سامان لا رہا ہے ... وہ باحشمت شاہ، نصیبہ جس کا قاصد ہے

اے حطیم امروز بیشک از نوی ... منزلِ جانہائے بالا می شوی

اے حطیم! بے شک آج از سرِ نو ... تو بالائی روحوں کی منزل بنے گا

---

۱ از کرم۔ شیرِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ اُن کے استدراج کے لئے بُتوں سے اِس طرح کی کرامات ظاہر کرا دیتا ہے یعنی کتے کو ہڈی ڈال دیتا ہے۔ گفت۔ اللہ تعالےٰ ربُّ العالمین ہے لہٰذا کتے جیسے بدنظر کو بھی غذا مہیا فرما دیتا ہے۔ قصہ۔ چونکہ اس قصہ میں بھی بُتوں کی گفتگو کا ذکر ہے اِس لئے اِس قصہ کو ذکر کیا ہے۔ فِطام۔ دودھ چھڑانا۔

۲ حلیمہ سعدیہ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہیں۔ راز۔ یعنی بُتوں کی زبانی آنحضورؐ کے فضائل سننا۔ بر کفش۔ چونکہ اس سے پہلے شقِ صدر کا واقعہ ہو چکا تھا اُس سے خائف تھیں اور آنحضورؐ کی بہت زیادہ نگرانی کرتی تھیں۔

۳ می گریزانیدش۔ آنحضورؐ کی بہت حفاظت کرتی تھیں تاکہ آنحضورؐ کو صحیح حالت پر ان کے دادا کے سپرد کر آئیں۔ جدّ۔ دادا یعنی خواجہ عبدالمطلب۔ حطیم۔ بیت اللہ کی زمین کا وہ حصہ جو تعمیر سے باہر ہے۔ از ہوا۔ حضرت حلیمہؓ نے غیب سے یہ آواز سُنی۔ نور۔ یعنی آسمانی برکتیں۔ رخت۔ سامان۔ مُحتشم۔ ذی شان۔ از نوی۔ فترت کے زمانہ میں حضرت جبرئیل وغیرہ کے نزول کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا اب از سرِ نو شروع ہو گا۔

جانِ پاکاں طُلب طُلب[1] و جُوق جُوق | آیدت از ہر نواحی مستِ شوق
پاک لوگوں کی روحیں جماعت جماعت گروہ گروہ | شوق سے مست ہو کر ہر جانب سے تیرے پاس آئیں گی

گشتہ حیراں آں حلیمہ زاں صدا | نے کسے در پیش نے سوی قفا
حلیمہ اُس آواز سے حیران ہو گئی | نہ کوئی سامنے تھا نہ گُدّی کی جانب

شش جہت خالی ز صورت وین ندا | شُد پیاپے آں ندا را جاں فدا
چھوؤں جانب انسان سے خالی اور یہ آواز | پے در پے آئی، اُس آواز پر جان قربان ہے

مصطفیٰؐ را بر زمیں بنہاد اُو | تا کُند آں بانگِ خوش را جستجو
اُس نے حضرت مصطفیٰؐ کو زمین پر بٹھا دیا | تاکہ وہ اُس اچھی آواز کی جستجو کرے

چشم می انداخت آں دم سُو بسُو | کہ کجا است آں شہِ اسرار گو
وہ اُس وقت ہر جانب نظر ڈال رہی تھی | کہ وہ رازوں کو بتانے والا شاہ کہاں ہے؟

کایں چنیں بانگِ بلند از چپ و راست | می رسد یا رب رسانندہ[2] کجاست
کہ ایسی بلند آواز دائیں اور بائیں سے | آرہی ہے اے خدا! پہنچانے والا کہاں ہے؟

چوں ندید اُو خیرہ و نومید شد | جسمِ لرزاں ہمچو شاخِ بید شد
جب انھوں نے نہ دیکھا حیران اور ناامید ہو گئیں | بدن بید کی شاخ کی طرح لرزنے والا ہو گیا

باز آمد سوئے آں طفلِ رشید | مصطفیٰؐ را بر مکانِ خود نہ دید
وہ اُس بھلے بچے کی طرف لوٹ آئیں | مصطفیٰؐ کو اپنی جگہ نہ دیکھا

حیرت اندر حیرت آمد بر دلش | گشت بس تاریک از غم منزلش
اُس کے دل پر حیرانی در حیرانی آگئی | غم سے اُس کی جگہ بہت تاریک ہو گئی

سوئے منزلہا[3] دوید و بانگ داشت | کہ کہ بر دُردانہ ام غارت گماشت
مکانات کی جانب دوڑی اور چیخی | کہ میرے موتی کی کس نے لوٹ مچائی ہے؟

مکّیاں گفتند ما را علم نیست | ما ندانستیم کانجا کودکے ست
مکّہ والوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں ہے | ہمیں (یہ بھی) معلوم نہ تھا کہ وہاں کوئی بچہ ہے

ریخت چنداں اشک و کرد اُو بس فغاں | کہ ازو گریاں شُدند آں دیگراں
اُس نے اِس قدر آنسو بہائے اور فریاد کی | کہ اُس سے دوسرے رونے لگے

سینہ کوباں آنچناں بگریست خوش | کاختراں گریاں شُدند از گریہ اش
چھاتی پیٹتے ہوئے اتنا زیادہ روئی | کہ اُس کے رونے سے دوسرے رونے لگے

[1] طُلب۔ طُلبہ۔ جماعت۔ جوق۔ گروہ۔ نواحی۔ اطراف۔ صدا یعنی غیبی آواز۔ مصطفیٰ۔ آواز کی جستجو میں حضرت حلیمہؓ نے آنحضورؐ کو گود سے اُتار کر زمین پر بٹھا دیا۔ آں شہ جس کی آواز آرہی ہے جس سے آنحضورؐ کی بعثت کے اسرار کھل رہے ہیں۔

[2] رسانندہ۔ یعنی آواز دینے والا۔ خیرہ حیران۔ شاخِ بید۔ بید کے درخت کی شاخ لچک میں مشہور ہے۔ طفلِ رشید۔ یعنی آنحضورؐ۔ از غم یعنی آنحضورؐ کے گم کرنے سے۔

[3] منزلہا۔ یعنی مکہ کے مکانات۔ دُردانہ۔ موتی۔ گفتند۔ ہمیں تو اس بچہ کے ہونے کا بھی علم نہیں چہ جائیکہ یہ معلوم ہو کہ اس کو کون لے گیا۔ ریخت۔ حضرت حلیمہ اس رنج میں اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روئیں کہ سب کو رُلا دیا۔

555

حکایتِ آں پیر عرب کہ دلالت کرد حلیمہؓ را باستعانت از بُتاں [1]

اُس بوڑھے عرب کی حکایت جس نے حلیمہؓ کی بُتوں سے مدد مانگنے کی طرف راہنمائی کی

پیر مردے پیشش آمد با عصا — کاے حلیمہؓ چہ فتاد آخر ترا

ایک بوڑھا شخص لاٹھی تھامے سامنے آیا — کہ اے حلیمہ! آخر تجھے کیا ہوا ہے؟

کہ چنیں آتش ز دل افروختی — ویں جگرہا را ز ماتم سوختی

کہ تو نے دل سے ایسی آگ بھڑکائی ہے — اور ماتم سے جگروں کو جلا دیا ہے

گفت احمدؐ را ضبیعم معتمد [2] — پس بیاوردم کہ بسپارم بجد

اُس نے کہا میں احمدؐ کی معتمد دایہ ہوں — میں اُن کو لائی تھی کہ دادا کے سپرد کردوں

چوں رسیدم در حطیم آوازہا — می رسید و می شنیدم از ہوا

جب میں حطیم میں پہنچی بہت سی آوازیں — آئیں اور میں نے ہوا میں سے سُنیں

من چو آں الحاں شنیدم از ہوا — طفل را بنہادم آنجا زاں صدا

جب میں نے ہوا میں سے وہ آوازیں سُنیں — اس آواز کی وجہ سے میں نے بچّہ کو زمین پر بٹھا دیا

تا بہ بینم ایں ندا آوازِ کیست — کہ ندائے بس لطیف و بس شہی ست

تاکہ میں دیکھوں کہ یہ کس کی آواز ہے؟ — کیونکہ بڑی لطیف اور بہت پسندیدہ آواز ہے

[3] نز کسے دیدم بگردِ خود نشاں — نہ ندای منقطع شد یک زماں

نہ میں نے اپنے چاروں طرف کسی کا نشان پایا — نہ ایک لمحہ کے لئے آواز بند ہوئی

چونکہ وا گشتم ز حیرتہائے دل — طفل را آنجا ندیدم وائے دل

جب میں دلی حیرانیوں کے ساتھ واپس لوٹی — میں نے بچّہ کو وہاں نہ دیکھا، ہائے دل

گفتش اے فرزند تو اندُہ مدار — کہ نمایم مر ترا یک شہریار

اُس نے اُس سے کہا اے بیٹیا! غم نہ کر — میں تجھے ایک شاہ کا پتہ بتاتا ہوں

کہ بگوید گر نخواہد حالِ طفل — اُو بداند منزل و ترحالِ طفل

اگر وہ چاہے گا تو بچّہ کا حال بتا دے گا — کیونکہ وہ بچّہ کی منزل اور سفر کو جانتا ہے

پس حلیمہؓ گفت اے جانم فدا — مر ترا اے شیخ خوب خوش ندا

تو حلیمہ نے کہا، میری جان قربان ہو — تجھ پر، اے بہتر اور اچھی آواز والے بزرگ

ہیں مرا بنمای آں شاہِ نظر — کش بود از حالِ طفلِ من خبر

ہاں اُس شاہ نظر کو مجھے دکھا دے — جس کو میرے بچّہ کے حال کی خبر ہو

---

[1] اِستعانت۔ مدد۔ با عصا۔ بوڑھا لاٹھی کے سہارے چل رہا تھا۔ کہ چنیں۔ تیرے اس غم سے دوسروں کے جگر کباب ہو رہے ہیں۔ ماتم۔ سوگ۔ ضبیع یعنی مرضعہ، دودھ پلانے والی، آنّا۔

[2] معتمد۔ افسوس ہے کہ آج اس اعتماد کو ٹھیس لگ رہی ہے۔ اِلحان۔ نغمہ طفل۔ یعنی آنحضورؐ۔ آنجا یعنی حطیم۔ کہ ندا۔ کیونکہ وہ پُر لطف اور دلکش آواز تھی۔

[3] نز کسے۔ چونکہ وہ غیبی آواز تھی لہٰذا پکارنے والا نظروں سے غائب تھا۔ گفتش۔ اُس بوڑھے نے حضرت حلیمہ سے کہا۔ شہریار۔ شاہ۔ ترحال سفر۔

بُرد اُو را پیشِ عُزّیٰؔ[1] کایں صنم | ہست در اخبارِ غیبی مُغتنَم
وہ اُس کو عُزّیٰ کے سامنے لے گیا کہ یہ بُت | غیبی خبریں دینے میں غنیمت ہے

ما ہزاراں گُم شُدہ زو یافتیم | چوں بخدمت سُوئے اُو بشتافتیم
ہم نے ہزاروں گمشدہ اُس کی وجہ سے پائے ہیں | جب ہم عقیدت سے اُس کی طرف دوڑے ہیں

پیر کرد اُو را سجود و گفت زُود | اے خداوندِ عرب وے بحرِ جُود
بوڑھے نے اُس کو سجدہ کیا اور فوراً کہا | اے عرب کے خدا، اے سخاوت کے دریا!

گفت اے عُزّیٰ تو بس اِکرامہا | کردہ تا رَستہ ایم از دامہا
اُس نے کہا اے عُزّیٰ! تو نے بہت سے کرم | کئے ہیں، حتّٰی کہ ہم نے جالوں سے رہائی پائی ہے

بر عرب حق ست از اِکرامِ تو | فرض گشتہ تا عرب شُد رامِ تو
تیری مہربانی کا عرب پر حق ہے | جو فرض بن گیا ہے حتّٰی کہ عرب تیرا فرمانبردار ہو گیا ہے

ایں حلیمہ سعدی از اُمیدِ تو | آمد اندر ظلِّ شاخِ بیدِ تو
یہ حلیمہ سعدیہ تیری امید پر | تیرے بید کی شاخ کے سایہ میں آئی ہے

کز وُ فرزند طفلے گم شُدہ ست | نامِ آں کودک محمدؐ آمدہ ست
کہ اُس کا ایک چھوٹا بچہ گم ہو گیا ہے | اُس بچے کا نام محمدؐ ہے

چوںؔ[2] محمدؐ گفت آں جملہ بُتاں | سر نگوں گشتند و ساجد آں زماں
جب اُس نے "محمدؐ" کہا وہ سب بُت | فوراً اوندھے مُنہ اور سجدہ کرنیوالے ہو گئے

کہ برو اے پیر ایں چہ جستجو ست | آں محمدؐ را کہ عزلِ ما از وُ ست
کہ اے بوڑھے! جا یہ کیا تلاش ہے! | اُس محمدؐ کی کہ اُس کی وجہ سے ہماری معزولی ہے

ما نگون و سنگسار انیم از وُ | ما کساد و بے عیار انیم از وُ
ہم اُس کی وجہ سے اوندھے اور سنگسار ہیں | ہم اُس کی وجہ سے کھوٹے اور بے رونق ہیں

آںؔ[3] خیالاتے کہ دیدندے زما | وقتِ فترت گاہ گاہ اہلِ ہوا
وہ خیالی باتیں کہ جو ہم سے دیکھی ہیں | اہلِ ہوا نے فترت کے زمانہ میں کبھی کبھی

گُم شود چوں بارگاہِ اُو رسید | آب آمد مر تیمم را درید
گم ہو جائیں گی کیونکہ اُن کا دربار (کا وقت) آگیا ہے | پانی آگیا، اُس نے تیمم کو توڑ دیا ہے

دور شو اے پیر فتنہ کم فروز | ہیں ز رشکِ احمدیؐ ما را مسوز
او بوڑھے! دُور ہو جا فتنہ نہ بھڑکا | خبردار! احمدیؐ رشک سے ہمیں نہ جلا

---

[1] عُزّیٰ۔ مکّہ کا مشہور بُت تھا۔ اخبارِ غیبی۔ غیبی باتیں۔ ما ہزاراں۔ ہم نے اُسکے بتانے سے بہت سی گمشدہ چیزیں پالی ہیں۔ اے۔ یعنی عُزّیٰ تیرے بتانے سے بہت سی ہلاکتوں سے نجات پائی ہے۔ فرض گشتہ۔ تیرا حق ادا کرنا عرب پر فرض ہو گیا ہے اسی لئے تمام عرب تیرا مُطیع ہے۔

[2] چوں۔ یعنی بوڑھے کی زبان پر لفظ محمدؐ آیا۔ جملہ بُتاں۔ عُزّیٰ اور اُس کے ماحول میں جو بُت تھے۔ کہ برو۔ اُن بُتوں نے کہا کہ اِس بچہ کی تلاش کیوں کرتا ہے جس کی بعثت ہماری معزولی کا سبب ہے۔ اگر اُس کے ظہور کے بعد ہماری کوئی عزت اور وقعت نہ رہے گی۔

[3] آں خیالاتے۔ بُت پرستوں نے جو کچھ ہمارے حیرت انگیز واقعات دیکھے ہیں وہ سب ختم ہو جائیں گے۔ فترت۔ وہ زمانہ جو حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اُٹھانے کے بعد سے آنحضورؐ کی بعثت تک کا ہے۔ آب۔ آب آمد تیمم برخاست۔ دُور شو۔ اُس عُزّیٰ بت نے بوڑھے سے کہا۔ جو رشک آنحضورؐ کی بعثت سے اُن کی طاقت و شوکت ختم ہو گئی تھی۔

556

دُور شو بہرِ خدا اے پیرِ تو
اُو بوڑھے! خدا کے لئے تو دفع ہو
تا[۱] نسوزی ز آتشِ تقدیرِ تو
تاکہ تو تقدیر کی آگ سے نہ جل جائے

اینچہ دُمِّ اژدہا افشردن است
یہ کیا اژدھے کی دُم دبانا ہے؟
ہیچ دانی چہ خبر آوردن است
تو جانتا ہے کہ کیسی خبر لانا ہے؟

زیں خبر خوں شُد دلِ دریا و کاں
اِس خبر سے دریا اور کان کا دل خون ہوگیا ہے
زیں خبر لرزاں شود ہفت آسماں
اِس خبر سے ساتوں آسمان لرز جائیں گے

چوں[۲] شنید از سنگہا پیر ایں سخن
جب بوڑھے نے پتھروں سے یہ باتیں سُنیں
پس عصا انداخت آں پیرِ کہن
اُس پُرانے بوڑھے نے لاٹھی پھینک دی

پس ز لرزہ و خوف و بیم آں ندے
اُس آواز کے لرزے اور خوف اور ڈر سے
پیر دندانہا بہم برمی زدے
بوڑھے کے دانت بجنے لگے

آنچناں کاندر زمستاں مردِ عُور
جس طرح کہ جاڑوں میں ننگا انسان
اُو ہمی لرزید می گفت اے ثبور
وہ کانپ رہا تھا اور کہتا تھا ہائے موت!

چوں درآں حالت بدید آں پیر را
جب اُس (حلیمہ) نے بوڑھے کو اس حالت میں دیکھا
زاں عجب گُم کرد زن تدبیر را
اُس عجب (بات) سے عورت نے تدبیر کو گم کردیا

گفت پیرا گرچہ من در محنتم
بولی اے بوڑھے! اگرچہ میں مصیبت میں ہوں
حیرت اندر حیرت اندر حیرتم
(لیکن) حیرت در حیرت در حیرت میں ہوں

ساعتے بادم خطیبی می کُند
کسی وقت ہوا مجھ سے باتیں کرتی ہے
ساعتے سنگم ادبی می کُند
کسی وقت پتھر مجھے ادب سکھاتے ہیں

باد با حرفم سخنہا می دہد
ہوا، حروف کے ذریعہ مجھ سے باتیں کرتی ہے
سنگ و کوہم فہمِ اشیا می دہد
مجھے پتھر اور پہاڑ چیزیں سمجھاتے ہیں

گاہ[۳] طفلم را ربودہ غیبیاں
کبھی میرے بچے کو غیبی لے جاتے ہیں
غیبیانِ سبز پوشِ آسماں
آسمان کے سبز پوش غیبی

از کہ نالم با کہ گویم ایں گِلہ
کس سے فریاد کروں، کس سے شکوہ کروں؟
من شدُم سودائی اکنوں صد دلہ
میں اب دیوانی اور پریشان ہوگئی ہوں

غیرتش از شرحِ غیبم لب ببست
اُس کی غیرت نے غیب کی تشریح کرنے سے میرے ہونٹ بند کر دیے ہیں
ایں قدر گویم کہ طفلم گُم شُدست
(بس)، اتنا کہتی ہوں کہ میرا بچہ گُم ہوگیا ہے

---

[۱] تا نسوزی۔ ہم تو جل گئے ہیں۔ تو بھی نہ جل جائے۔
... دمِّ اژدہا۔ کوئی انسان اژدہے کی دُم کو مسلے تو یہ انتہائی خطرناک کام ہے۔
دریا و کاں۔ چونکہ اب آنحضورؐ کی آب و تاب کے سامنے اُن کی آب و تاب ماند پڑجائیگی۔
ہفت۔ چونکہ مہر و ماہ ماند پڑجائیں گے۔

[۲] چوں شنید۔ بڑھے نے بُت کی یہ باتیں سُن کر گھبرا کر اپنی لاٹھی پھینک دی۔ ندے۔ آواز۔ دندانہا۔ خوف میں دانت بجنے لگتے ہیں۔ عور۔ ننگا۔ زاں عجب یعنی عجوبی کی باتیں۔ گفت۔ حضرت حلیمہؓ نے فرمایا اے بوڑھے اگرچہ آنحضورؐ کے معاملہ میں میں پریشان ہوں لیکن عجائب کے ظہور سے حیرت میں ہوں۔
بادم۔ حضرت حلیمہؓ نے ہوا سے باتیں سُنی تھیں۔

[۳] گاہ۔ بچپن میں شقِ صدر کے واقعہ میں آنحضورؐ کو فرشتے اُٹھاکر لے گئے تھے۔ صد دلہ۔ پریشان۔ غیرتش۔ یعنی غیبی حالات اور اشارات کو میں راز میں رکھنا چاہتی ہوں۔

گر بگویم چیزِ دیگر من کنوں ۔۔۔ خَلق بَندندم بزنجیرِ مجنوں
اب اگر میں کوئی دوسری بات کہوں ۔۔۔ لوگ مجھے پاگل پن کی زنجیر میں باندھ دینگے

گفت پیرش اے حلیمہ شاد باش ۔۔۔ سجدۂ شکر آر و رُو را کم خراش
بوڑھے نے اُن سے کہا اے حلیمہ! خوش ہوجا ۔۔۔ شُکر کا سجدہ کر اور چہرے کو نہ نوچ

تو مخور غم کہ نگردد یاوہ اُو ۔۔۔ بلکہ عالَم یاوہ گردد اندرُو
تو فکر نہ کر، کیونکہ وہ گم نہ ہوگا ۔۔۔ بلکہ عالَم اُس میں گم ہو جائے گا

ہر زماں از رشک و غیرت پیش و پس ۔۔۔ صد ہزاراں پاسبانست و حرس
ہر وقت رشک اور غیرت کی وجہ سے اسکے آگے اور پیچھے ۔۔۔ لاکھوں نگہبان اور محافظ ہیں

آں ندیدی کاں بُتانِ ذو فنوں ۔۔۔ چوں شدند از نامِ طفلت سرنگوں
تونے یہ نہیں دیکھا وہ ہنرمند بُت ۔۔۔ تیرے بچے کے نام سے کس طرح سرنگوں ہوگئے

ایں عجب قرنے ست بر روئے زمیں ۔۔۔ پیر گشتم من نہ دیدم جنسِ ایں
یہ روئے زمین پر عجب زمانہ ہے ۔۔۔ میں بوڑھا ہو گیا میں نے ایسا نہ دیکھا تھا

زیں رسالت سنگہا چوں نالہ داشت ۔۔۔ تاچہ خواہد بر گنہگاراں گماشت
اس رسالت سے جبکہ پتھر فریاد کرنے لگے ۔۔۔ گنہگاروں پر کیا چیز مُسلط کرے گی!

سنگ بے جُرم ست در معبودیش ۔۔۔ تو نہٗ مُضطر کہ بَندہ بُودیش
اپنے معبود ہونے میں پتھر بے قصور ہیں ۔۔۔ تو مجبور نہیں ہے کہ اُس کا بندہ ہے

آنکہ مُضطر ایں چنیں ترساں شدست ۔۔۔ تاکہ بر مُجرم چہا خواہند بست
جو مجبور ہے وہ ایسا خوفزدہ ہے ۔۔۔ تو مجرم پر کس قدر بندشیں ہونگی!

خبر یافتنِ جدِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عبدالمطلب از گم کردنِ حلیمہ رضؓ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را و طالب شدنِ اُو گردِ شہر و نالیدنِ اُو بر درِ کعبہ و از حق درخواست کردن و آواز از درونِ کعبہ شنودن و یافتنِ اُو محمد صلی اللہ علیہ وسلم را

آنحضورؐ کے دادا عبدالمطلب کو حلیمہ سعدیہؓ کے آنحضورؐ کو گم کردینے کی خبر ملنا اور اُن کا شہر کے چاروں طرف ڈھونڈنا اور کعبہ کے دروازہ پر رونا اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنا اور کعبہ کے اندر سے آواز کا سُننا اور اُن کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پالینا

لے گر بگویم۔ اگر وہ بھی باتیں لوگوں سے کہوں گی وہ مجھے دیوانہ سمجھیں گے۔ رُو۔ عورتیں ماتم میں چہرے کو پیٹتی ہیں۔ تو مخور۔ آنحضورؐ کی طرف سے فکر نہ کر وہ گم نہ ہونگے بلکہ عالم اُن کی عظمت میں گم ہو جائیگا

لے صد ہزاراں۔ فرشتے آنحضورؐ کی حفاظت کرتے تھے۔ آں ندیدی۔ آج ہی بُت سرنگوں ہوگیا تھا۔ زیں رسالت۔ رسالت کو تسلیم نہ کرنے والوں کا انجام بُرا ہوگا۔

لے سنگ۔ بُت غیر اختیاری طور پر معبود بنے ہیں جب ان کا یہ حال ہے تو اُن کے پجاری جو با اختیار ہیں اور پوجنے میں مُضطر نہیں اُن کا انجام تو بہت ہی بُرا ہوگا۔ مُضطر۔ بمعنی بُت۔ جدِ مُصطفیٰ۔ جناب عبدالمطلب۔

چوں خبر یابید جدِّ مصطفیٰؐ — از حلیمہؓ وز فغانش بر ملا

جب مصطفیٰؐ کے دادا نے خبر پائی — حلیمہؓ اور اُن کے برملا رونے کی

وز چُناں بانگِ بلند و نعرہا — کہ بہ میلے می رسید از وے صدا

اور ایسے زور کی آواز اور نعروں سے — کہ جن کی آواز ایک میل تک پہنچ رہی تھی

زود عبدالمطلب دانست چیست — دست بر سینہ ہمی زد می گریست

فوراً عبدالمطلب سمجھ گئے کیا ہوا ہے — سینہ کوبی کرتے تھے اور روتے تھے

آمد از غم بر درِ کعبہ بسوز — کاے خبیر از سرِ شب و ز راز روز

رنج سے کعبے کے دروازہ پر سوزش کیساتھ گئے — کہ اے رات کے راز اور دن کے بھید کے جاننے والا

خویشتن را من نمی بینم فنے — تا بوَد ہمرازِ تو ہمچوں منے

میں اپنے لئے کوئی ایسا ہنر نہیں دیکھتا ہوں — کہ (جس میں)، مجھ جیسا تیرا ہمراز بنے

خویشتن را من نمی بینم ہنر — تا شوم مقبولِ ایں مسعود در

میں اپنے آپ میں کوئی ہنر نہیں دیکھتا ہوں — کہ اس مبارک دروازہ پر میں مقبول بنوں

یا سر و سجدہ مرا قدرے بوَد — یا بہ اشکم دولتے خنداں شود

یا میرے سر اور سجدے کی کوئی قدر ہو — یا میرے آنسوؤں سے قسمت جاگ اُٹھے

لیک در سیمائے آں دُرِّ یتیم — دیدہ ام آثارِ لطفت اے کریم

لیکن اُس دُرِّ یتیم کی پیشانی میں — اے کریم! میں نے تیری مہربانی کے بڑے آثار دیکھے ہیں

کہ نمی ماند بما گرچہ ز ماست — ما ہمہ مسیم و احمدؐ کیمیاست

کہ جو ہم جیسا نہیں ہے اگرچہ ہم میں سے ہے — ہم سب تانبہ ہیں اور احمدؐ کیمیا ہیں

آں عجائبہا کہ من دیدم درو — من ندیدم بر ولی و بر عدو

وہ عجائب جو میں نے اُس میں دیکھے ہیں — میں نے کسی دوست اور دشمن میں نہیں دیکھے ہیں

آنچہ فضلِ تو دریں طفلیش داد — کس نشاں ندہد بصد سالہ جہاد

تیری مہربانی نے جو اس کو بچپن میں عطا کیا ہے — کسی نے سو سال کے مجاہدے کے بعد بھی اُس کی مثال پیش نہیں کی

چوں یقیں دیدم عنایتہائے تو — بر وے او دُریست از دریائے تو

جب میں نے یقینی طور پر تیری عنایتیں دیکھ لی ہیں — اُس پر تو وہ تیرے دریا کا ایک موتی ہے

من ہمو را می شفیع آرم بتو — حالِ او اے حال داں با ما بگو

میں اُسی کو تیرے پاس سفارشی لایا ہوں — اے حال کے جاننے والے اُس کا حال ہمیں بتا دے

---

۵۱ وز چناں۔ حضرت حلیمہؓ کے رونے کی آواز ایک میل تک جاری تھی۔ زود عبدالمطلب فوراً سمجھ گئے کہ حلیمہؓ نے آنحضورؐ کو گم کر دیا ہے۔... خویشتن۔ عبدالمطلب نے کہا کہ مجھ میں کوئی ایسی خوبی نہیں ہے جس کی وجہ سے تیرا ہمراز بنوں۔ مسعود در یعنی در کعبہ۔

۵۲ لیک۔ میں نے آنحضورؐ کے چہرے پر تیری مہربانی کے آثار دیکھے ہیں۔ کہ نمی ماند۔ اگرچہ وہ ہم میں سے ہیں لیکن یہ آثار ہم میں سے کسی کے اندر نہیں ہیں۔

۵۳ آنچہ۔ اُن کے بچپن میں جو فضیلت تو نے اُن کو عطا کر دی ہے سو سال کے مجاہدہ سے بھی کسی کو حاصل نہیں ہو سکی۔ من ہمورا۔ میں اُن کو سفارشی بناتا ہوں اُن کے طفیل اُن کا حال ہمیں بتائیے وہ کہاں ہیں۔

ازدرونِ کعبہ آمد بانگ زُود
فوراً کعبہ کے اندر سے آواز آئی
کہ ہم اکنوں رُخ بتو خواہد نمُود
کہ وہ ابھی اپنا چہرہ تجھے دکھا دیگا

بادو صد اقبال اُو محظوظِ ماست
وہ دو سو اقبالمندیوں کیساتھ ہماری جانب سے نصیبہ ور ہے
بادو صد طُلبِ مَلَک محفوظِ ماست
دو سو فرشتوں کی جماعت کے ذریعہ وہ ہمارے پاس محفوظ ہے

ظاہرش را شہرۂ گیہاں کُنیم
ہم اُس کے ظاہر کو عالم میں مشہور کریں گے
باطنش را از ہمہ پنہاں کُنیم
اُس کے باطن کو سب سے پوشیدہ رکھیں گے

زرِ کاں بُود آب و گِل ما زرگریم
پانی اور مٹی سونے کی کان تھی ہم زرگر ہیں
گہ کُنش خلخال و گہ خاتم بُریم
ہم کبھی اُسکو پازیب اور کبھی انگوٹھی تراشتے ہیں

گہ حمائلہائے شمشیرش کُنیم
کبھی ہم اُس کو تلواروں کے پرتلے بناتے ہیں
گاہ بندِ گردنِ شیرش کُنیم
کبھی اُس کو شیر کی گردن کا پٹا بناتے ہیں

گہ تُرنجِ تخت برسازیم اَزُو
ہم کبھی اُس سے تخت کے پھول بناتے ہیں
گاہ تاجِ فرقہائے مُلک جُو
کبھی کشور کشا سروں کے تاج

عِشقہا داریم بااین خاک ما
ہم اِس مٹی سے بہت محبت کرتے ہیں
زانکہ اُفتادست دَر قعدہ رِضا
کیونکہ وہ (تسلیم و) رضا کی نشست پر واقع ہوئی ہے

گہ چنیں شاہے اَزُو پیدا کُنیم
کبھی ہم اُس سے ایسا شاہ پیدا کر دیتے ہیں
گہ ہم اُورا پیشِ شہ شیدا کُنیم
کبھی ہم اُس کو شاہ کے سامنے عاشق بنا دیتے ہیں

صد ہزاراں عاشق و معشوق اَزُو
اُس سے لاکھوں عاشق اور معشوق
دَر فغان و در نفیر و جستجو
نالہ و فریاد اور جستجو میں ہیں

کارِ ما اینست بر کوریِ آں
ہمارا یہ کام ہے اُس شخص کے اندھے پن کے خلاف
کُو بکارِ ما ندارد میلِ جاں
جو ہمارے کام کے ساتھ جان کا میلان نہیں رکھتا ہے

ایں فضیلت خاک را زاں رُو دہیم
یہ بزرگی ہم مٹی کو اِس لئے دیتے ہیں
زانکہ نعمت پیشِ بے برگاں نہیم
کیونکہ ہم بے سروسامان لوگوں کے سامنے نعمت پیش کرتے ہیں

زانکہ دارد خاک شکلِ اَغبری
کیونکہ مٹی غبار آلود شکل رکھتی ہے
وز دروں دارد صفاتِ انوری
اور باطن میں نورانی صفات رکھتی ہے

ظاہرش با باطنش گشتہ بجنگ
اُسکا ظاہر اُسکے باطن کیساتھ جنگ میں مصروف ہے
باطنش چوں گوہر ظاہر چو سنگ
اُسکا باطن موتی کیطرح ہے اور ظاہر پتھر کیطرح ہے

۱؎ از درونِ کعبہ۔ خواجہ عبدالمطلب کو کعبہ کے اندر سے جواب ملا تم عنقریب اُنکا چہرہ دیکھ لوگے۔ محظوظ۔ نصیبہ ور۔ طُلب۔ جماعت۔ ظاہرش۔ حضورؐ کے ظاہری اَحوال عالم پر کھلے۔ باطنی اَحوال کہ اللہ سے اُن کو کونسا قرب حاصل ہے اُس تک رسائی نہیں ہو سکی۔ گیہاں۔ جہاں۔

۲؎ زر۔ پانی اور مٹی سے اللہ نے جو مخلوق بنائی ہے اُنکے مختلف مراتب ہیں۔ خلخال۔ پازیب۔ ترنج۔ لیموں، مصر میں کپڑوں کی چھپائی اور کڑھائی میں لیموں کی شکل بنائی جاتی تھی۔ در قعدہ۔ سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ہیئت۔ چنیں شاہے یعنی آنحضورؐ۔ گہ ہم۔ یعنی کبھی اُس جیسے شاہ کو خدا کا عاشق بنا دیتے ہیں۔

۳؎ صد ہزاراں۔ اِسی خاک سے لاکھوں عاشق و معشوق پیدا ہوتے ہیں جو عشق کی وجہ سے نالہ و فریاد میں مصروف ہیں۔ بکارِ ما۔ ہمارے یہ کارنامے منکروں کے اِنکار کے باوجود جاری ہیں۔ ایں فضیلت۔ مٹی کو فروتنی کی وجہ سے یہ فضیلت حاصل ہوئی ہے کہ اُس سے اِس طرح لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ زانکہ۔ زمین کا ظاہر غبار آلود ہے لیکن اُس کا باطن پُر انوار ہے جس سے لالہ و گُل رونما ہوتے ہیں۔ باطنش۔ زمین کا باطن موتی اور ظاہر پتھر ہے۔

561

ظاہرش گوید کہ ما اینیم و بس
اُس کا ظاہر کہتا ہے کہ ہم صرف یہی ہیں

باطنش گوید نکو بیں پیش و پس
اُس کا باطن کہتا ہے آگے اور پیچھے اچھی طرح دیکھو

ظاہرش مُنکر کہ باطن ہیچ نیست
اُس کا ظاہر منکر ہے کہ باطن کچھ نہیں ہے

باطنش گوید کہ بنمایم بایست
اُس کا باطن کہتا ہے کہ میں دکھاتا ہوں، ٹھہر

ظاہرش با باطنش در چالش اند
اُس کا ظاہر اُس کے باطن کے ساتھ جنگ میں مصروف ہے

لاجرم زیں صبر نصرت می کنند
لامحالہ اس صبر سے وہ فتح پاتے ہیں

زیں ترش رو خاک صورتہا کنیم
اس ترش رو خاک سے ہم صورتیں بناتے ہیں

خندۂ پنہانش را پیدا کنیم
ہم اُس کی چھپی مُسکراہٹ کو ظاہر کرتے ہیں

زانکہ ظاہر خاک اندوہ و بکاست
کیونکہ مٹی کا ظاہر غم اور رونا ہے

در درونش صد ہزاراں خندہاست
اُس کے اندر لاکھوں مسکراہٹیں ہیں

کاشف السریم و کارِ ما ہمیں
ہم رازوں کو کھولنے والے ہیں ہمارا یہی کام ہے

کایں نہانہا را بر آریم از کمیں
کہ ان رازوں کو پوشیدگی سے باہر لائیں

گرچہ دُزد از مُنکری تن میزند
چور اگرچہ انکاری ہونے کی وجہ سے خاموش ہو

شحنہ آں از عصر پیدا می کند
کوتوال دبا کر، ظاہر کر دیتا ہے

فضلہا دُزدیدہ اند ایں خاکہا
ان مٹیوں نے بہت سی فضیلتیں چرا رکھی ہیں

ما مُقِر آریم شاں از ابتلا
ہم آزمائش کے ذریعہ اقرار کرنے والا کر دیتے ہیں

بس عجب فرزند کو را بودہ است
اُس کے بہت سے عجیب فرزند ہوئے ہیں

لیک احمدؐ بر ہمہ افزودہ است
لیکن احمدؐ سب سے بڑھے ہوئے ہیں

شد زمین و آسماں خندان و شاد
زمین اور آسمان شاداں و فرحاں ہوئے

کایں چنیں شاہے ز ما دو جفت زاد
کہ ایسا شاہ ہمارے جوڑے سے پیدا ہوا

شد زمیں چوں آسماں از شادیش
اُن کی خوشی سے زمین آسمان کی طرح ہو گئی

خاک چوں سوسن شدہ ز آزادیش
اُن کی پیدائش سے مٹی سوسن کی طرح ہو گئی

ظاہرت با باطنت اے خاکِ خوش
اے بہترین مٹی تیرا ظاہر، باطن کے ساتھ

چونکہ در جنگ ست و اندر کشمکش
چونکہ جنگ اور کشمکش میں ہے

ہر کہ با خود بہرِ حق باشد بجنگ
جو اپنے ساتھ اللہ کے لئے لڑائی میں مصروف ہو

تا شود معنیش خصمِ بو و رنگ
حتیٰ کہ اُس کا باطن بُو اور رنگ کا مخالف ہو

---

۱ ظاہرش۔ انکی ظاہری صورت کمالاتِ باطنی کو چھپائے ہوئے اور منکر ہے باطن پُر کمالات ہے۔ ظاہرش۔ ظاہر اور باطن کی یہ جنگ جاری ہے کبھی ظاہر غالب ہوتا ہے کبھی باطن کو فتح ہو جاتی ہے۔ زیں ترش رو۔ بد صورت مٹی، حسین و جمیل مخلوق کا پیدا کرنا اسکے باطنی حُسن کا اظہار ہے۔

۲ زانکہ۔ زمین بظاہر روتی صورت ہے لیکن اُس کے باطن میں مسرتیں موجزن ہیں۔ کاشف السریم۔ اللہ تعالیٰ چھپے رازوں کو ظاہر کر دیتا ہے اور زمین کی چھپی ہوئی خوبیاں ظاہر کر دیتا ہے۔ گرچہ۔ چور چُرا کر چرانے کا منکر ہو جاتا ہے اور خاموشی اختیار کرتا ہے کوتوال اس کو دبا کر اقرار کرا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی آزمائش میں ڈال کر انسانوں کی باطنی خوبیاں واضح کر دیتا ہے۔

۳ بس عجب۔ زمین نے بہت باکمال فرزند جنے لیکن سید الانبیاءؐ جیسا کوئی نہ جنا۔ شد۔ زمین اور آسمان کے ملاپ سے جب سید الکونین کا ظہور ہوا تو دونوں نے مسرت کا اظہار کیا۔ شد زمین۔ آنحضورؐ کی پیدائش سے زمین کو عروج حاصل ہوا۔ خاک۔ زمین نے آنحضورؐ کو جنا تو سوسن کی طرح سَو زبان بنکر اظہارِ مسرت کیا۔ آزادیش یعنی آنحضورؐ کی پیدائش۔ ظاہرت جس کا ظاہر اور باطن خدا کیلئے باہمی جنگ میں ہو اُسکی روح پُرنور ہوتی ہے اور اُسکا نور ناقابلِ زوال ہوتا ہے۔

ظُلمتش با نورِ اُو شد در قتال — آفتابِ جانش را نبوَد زَوال

اُس کی تاریکی اُس کے نور کے ساتھ جنگ میں لگی — اُس کے جان کے سورج کیلئے زوال نہیں ہے

ہر[۱] کہ کوشد بہرِ ما در امتحاں — پُشت زیرِ پایش آرد آسماں

جو شخص ہمارے لئے امتحان دینے میں کوشش کرے — آسمان کمر اُس کے پاؤں کے نیچے لے آتا ہے

ظاہرت از تیرگی اَفغاں کُناں — باطنِ تو گلستاں در گلستاں

تیرا ظاہر تاریکی کی وجہ سے فریادی ہے — تیرا باطن باغ باغ ہے

قاصدا[۲] چوں صوفیانِ رُوترش — تا نیامیزند با ہر نور کُش

وہ صوفیوں کی طرح بالارادہ ترشرو ہے — تاکہ وہ کسی نور بُجھانے والے سے میل جول نہ کریں

عارفانِ رُوترش چوں خارِ پُشت — عیش پنہاں کردہ در خارِ دُرُشت

ترشرو عارف سیہی کی طرح ہیں — سخت خاروں میں عیش کو چُھپائے ہوئے ہیں

باغ پنہاں کرد وَر داں خار فاش — کاے عدوِ دُزد ازیں دَر دُور باش

باغ نے پھول کو چُھپالیا ہے، کانٹا کھلا ہوا ہے — کہ اے چور دشمن! اِس دروازہ سے دُور رہ

خارِ پُشتا خار حارِس کردۂ — سَر چو صُوفی در گریباں بُردۂ

اے سی! تو نے کانٹوں کو نگہبان بنایا ہے — صوفی کی طرح سر کو گریبان میں ڈال لیا ہے

تا کسے در چار دانگِ عیشِ تو — گُم شود زیں گلرخانِ خار خُو

تاکہ کوئی تیرے وسیع عیش میں — داخل نہ ہو، اِن پھول جیسے چہرے والوں کانٹے کی طبیعت والوں سے

طفلِ[۳] تو گرچہ کہ کودک خُو بدست — ہر دو عالم خود طفیلِ اُو بدست

تیرا بچہ اگرچہ بچپن کی عادت والا ہے — دو جہان اُس کے طفیل پیدا ہوئے ہیں

ما جہانے را بدُو زندہ کنیم — چرخ را در خدمتش بندہ کنیم

ہم دنیا کو اُس کے ذریعہ حیات بخشیں گے — آسمان کو اُس کی خدمت میں غلام بنادیں گے

نشان خواستنِ عبد المُطّلب از موضعِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

خواجہ عبد المطلب کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کے بارے میں پتہ معلوم کرنا

کہ کجایش یابم و جواب آمدن از درونِ کعبہ و نشان یافتن

کہ اُن کو میں کہاں پاؤں گا؟ اور کعبہ کے اندر سے جواب آنا اور پتہ معلوم ہونا

گفت عبد المُطّلب کایں دم کجاست — اے علیمُ السِّر نشاں دِہ راہِ راست

(خواجہ) عبد المطلب نے کہا اِس وقت کہاں ہے؟ — اے راز کو جاننے والے! سیدھے راستہ کا پتہ بتادے

---

۱ ہر کہ۔ جو شخص بارگاہِ خداوندی میں امتحان دینے کے معاملے میں کوشاں ہے اُس کا مرتبہ آسمان سے بلند ہے۔ ظاہرت۔ بظاہر پراگندگی ہو لیکن باطن باغ باغ ہے۔

۲ قاصدا۔ یہ شخص اپنے ظاہر کو اِس لئے پراگندہ رکھتا ہے کہ دنیا دار اُس سے میل جول نہ پیدا کریں۔ عارفاں۔ بزرگوں کی ترشروئی اِس لئے ہوتی ہے کہ عوام سے اپنی روحانی لذت کو بچائے رکھیں۔ باغ۔ اُن کی مثال اُس باغ کی ہے جس نے پھولوں کو چھپالیا ہو اور کانٹوں کو ظاہر کر رکھا ہو تاکہ پھول دشمن کی دست بُرد سے محفوظ رہیں۔ گلرخاں یعنی دنیا دار۔

۳ طفلِ تو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم وجہ تخلیق عالم ہیں۔ زندہ کنیم یعنی ہم روحانی زندگی عطا کریں گے۔ کجاست۔ یعنی آنحضورؐ اِس وقت کہاں ہیں اُن کا سیدھا راستہ بتادے۔

از درونِ کعبہ آوازش رسید[1] — گفت اے جوینده طفلِ رشید

کعبہ کے اندر سے اُن کو آواز آئی — اُس نے کہا اے راہ یاب بچے کے تلاش کرنیوالے

ہاتفش گفتا مخور غم کایں زماں — با توزاں شاہِ جہاں بدہم نشاں

غیبی آواز نے اُن سے کہا غم نہ کر ابھی — میں تجھے اُس شاہجہاں کا پتہ بتاتا ہوں

در فلاں وادیست زیرِ آں درخت — پس رواں شد زود پیرِ نیکبخت

فلاں میدان میں، درخت کے نیچے ہے — تو وہ نیک نصیب بڑے میاں فوراً روانہ ہوگئے

در رکابِ او امیرانِ قریش — زانکہ جدّش بود ز اعیانِ قریش

قریش کے سردار اُن کی ہمراہی میں تھے — کیونکہ اُن کے دادا قریش کے سرداروں میں تھے

تا بہ پشتِ آدمؑ اسلافش ہمہ — مہترانِ رزم و بزم و ملحمہ

اُن کے تمام بزرگ (حضرت) آدمؑ کی پشت تک — رزم و بزم اور میدانِ جنگ کے سردار رہے ہیں

ایں نسب[2] خود پوست او را بودہ است — کز شہنشاہانِ مہ پالودہ است

یہ نسب بھی اُن کے لئے چھلکا ہے — کیونکہ (وہ) عظیم بادشاہوں سے بھی برگزیدہ ہیں

مغزِ او خود از نسب دور ست و پاک — نیست جنسش از سمک کس تا سماک

اُن کا جوہر خود نسب سے دور اور پاک ہے — سمک سے سماک تک کوئی اُن جیسا نہیں ہے

نورِ حق را کس نجوید زاد و بود — خلعتِ حق را چہ حاجت تار و پود

اللہ کے نور کیلئے کوئی پیدائش اور وجود کو نہیں ڈھونڈتا ہے — اللہ کی خلعت کو تانے بانے کی کیا ضرورت ہو؟

کمترین[3] خلعت کہ بدہد در ثواب — بر فزاید بر طرازِ آفتاب

وہ جو ادنیٰ درجہ کی خلعت ثواب میں دیتا ہے — وہ سورج کے نقش و نگار سے بڑھ جاتی ہے

بقیۂ قصۂ دعوتِ سلیمانؑ بلقیس را بایمان

حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کو ایمان کی دعوت دینے کے قصہ کا بقیہ

خیز بلقیسا بیا و ملک بیں — بر لبِ دریای یزداں دُر بچیں

اے بلقیس! اُٹھ، آجا سلطنت کو دیکھ — اللہ کے دریا کے کنارے سے موتی چُن لے

خواہرانت ساکنِ چرخِ سنی — تو بمردارے چہ سلطانی کنی

تیری بہنیں، بلند آسمان پر مقیم ہیں — تو مُردار پر کیا سلطنت کر رہی ہے؟!

خیز بلقیسا بیا دولت نگر — جاوداں از دولتِ ما بر بخور

اے بلقیس! اُٹھ، آجا اِس بادشاہی کو دیکھ — ہمیشہ ہماری دولت کے پھل کھا

---

[1] آوازش۔ یعنی عبدالمطلب کو آواز آئی۔ پیرِ نیکبخت۔ خواجہ عبدالمطلب۔ در رکاب۔ یعنی عبدالمطلب کے ساتھ قریش کے دوسرے سردار بھی آنحضورؐ کو تلاش کرنے چلے۔ اعیان۔ عین کی جمع، سردار۔ رزم۔ میدانِ جنگ۔ بزم۔ محفلِ نشاط۔ ملحمہ۔ میدانِ قتال۔

[2] ایں نسب۔ آنحضورؐ کے ذاتی فضائل کے مقابلہ میں نسبی فضیلت ہیچ ہے۔ حضرت آنحضورؐ کا اصلی جوہر نسب سے بے نیاز کہ آنحضورؐ خیر الخلائق ہیں۔ سمک۔ مچھلی یعنی تحت الثریٰ، عوام کا خیال ہے کہ زمین مچھلی کی پشت پر قائم ہے۔ سماک۔ یعنی آسمان کی انتہائی بلندی، سماک اعزل اور سماک رامح دو ستارے ہیں جو انتہائی بلندی پر ہیں۔ زاد۔ یعنی نسب۔ خلعت۔ لباس کا شاہی جوڑا جو کسی کو انعام میں دیا جائے۔ تار و پود۔ تانا، بانا۔

[3] کمترین۔ اللہ کی جانب سے جو معمولی جوڑا ثواب میں ملتا ہے وہ نقش و نگار میں سورج سے بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ طراز۔ نقش و نگار۔ ملک۔ یعنی روحانی سلطنت۔ خواہرات۔ وہ عورتیں جو مقربات بارگاہِ خداوندی ہیں جیسے حضرت آسیہ فرعون کی بیوی وغیرہ۔ سنی۔ بلند۔ مُردار۔ حدیث ہے "الدُّنیا جیفۃٌ" دنیا مُردار ہے۔

خواہرانت را ز بخششہای راد — ہیچ میدانی کہ آں سُلطان چہ داد

تیری بہنوں کو سخاوت کی بخششوں میں سے — تو کچھ جانتی ہے کہ اُس شاہ نے (اُنکو) کیا دیا ہے؟

خیزِ بلقیسا بیا در بحرِ جُود — ہر دَمے بَردار بے سَرمایہ سُود

اے بلقیس! اُٹھ سخاوت کے سمندر میں آجا — ہر وقت بغیر سرمایہ کے نفع لے

خواہرانت جُملہ در عیش و طرب — بر تو چوں خوش گشت ایں[1] رنج و تعب

تیری بہنیں سب عیش اور مستی میں ہیں — یہ رنج اور مشقت تیرے لئے کیسے بھلی بنگئی

خیزِ بلقیسا سعادت یار شو — وز ہمہ مُلکِ سبا بیزار شو

اے بلقیس! اُٹھ نیک بختی کی یار بنجا — اور سبا کی پوری سلطنت سے بیزار ہوجا

تو ز شادی چوں گدائے طبل زن — کہ منم شاہ و رئیس گولخن

تو خوشی میں اُس فقیر کی طرح ہے جو نقارہ پیٹ رہا ہے — کہ میں بھٹی کا شاہ اور رئیس ہوں

مثلِ قانع شدنِ آدمی بدنیا و حرصِ اُو در طلبِ دنیا و غفلتِ اُو از دولتِ رُوحانیاں کہ اَبنائے جنسِ وے اند و نعرہ زناں کہ یَا لَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ

انسان کے دنیا میں قانع ہونے اور دنیا کی طلب میں اُسکی حرص اور روحانیوں کی دولت سے اُس کی غفلت کی مثال جو روحانی اُسی جیسے ہیں اور نعرہ لگاتے ہیں کہ کاش میری قوم جان لیتی

آں[2] سگے در کو گدائے کُور دید — حملہ می آورد و دَلقش می دَرید

ایک کتے نے گلی میں ایک اندھے فقیر کو دیکھا — اُس پر حملہ کر دیا اور اُس کی گدڑی پھاڑ دی

گفتہ ایم ایں را وَلے بارِ دگر — شُد مکرّر بہرِ تاکیدِ خبر

ہم یہ (قصہ) کہہ چکے ہیں لیکن دوبارہ — بات کی تاکید کے لئے مکرر ہوا ہے

[3]کور گفتش آخر آں یارانِ تو — بَر کُہ اند ایندم شکار و صَید جُو

اندھے نے اُس سے کہا آخر تیرے دوست — اس وقت صید و شکار کی جستجو میں پہاڑ پر ہیں

قومِ تو در کوہ می گیرند گور — در میان کوی می گیری تو کور

تیری قوم پہاڑ میں گورخر پکڑ رہی ہے — تو کوچے میں اندھے کو پکڑتا ہے

ترکِ ایں تزویر کن شیخِ نفور — آبِ شوری جمع کردہ چند کور

اے متنفر شیخ! اِس مکر کو چھوڑ دے — تو کھاری پانی ہے تونے چند اندھے جمع کرلئے ہیں

---

[1] ایں رنج۔ یہ دنیاوی سلطنت۔ چوں گدائی۔ چونکہ تیری یہ سلطنت بے حقیقت ہے لہذا تو شاہ نہیں گدا ہے اور اِس خس و خاشاک کی بھٹی کو سلطنت سمجھ کر اُس پر اپنی شاہی کا اعلان کرتی ہے۔ یَا لَیْتَ قَوْمِیْ۔ جنتی خوش ہو کر کہے گا کہ کاش میری قوم جان لیتی کہ مجھ پر کیا کرم ہو رہا ہے۔

[2] آں سگے۔ دنیادار کی مثال گلی کے اُس کتے کی سی ہے جو اچھے شکاروں کو چھوڑ کر گدا اور فقیر پر لپکتا ہے۔ گفتہ ایم۔ اندھے اور کوچہ کے کتے کا قصہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں، لیکن بات کو مضبوط کرنے کیلئے مکرر کہہ رہے ہیں۔

[3] کور۔ اندھے نے کتے سے کہا دوسرے کتے تو پہاڑ پر گورخر کا شکار کر رہے ہیں تو اندھے کو چمٹ رہا ہے۔ ترک۔ کتے کے قصہ سے مولانا نے بناوٹی پیروں کو غیرت دلائی ہے۔ آبِ شوری۔ تو کھاری پانی ہے تو نے اپنے اندھے مریدوں کو اپنے چاروں طرف جمع کر لیا ہے۔

کایں مریدانِ من و من آبِ شور — می خورند از من ہمی گردند کور
کہ یہ میرے مرید ہیں اور میں کھاری پانی ہوں — وہ مجھ میں سے پیتے ہیں اور اندھے ہوئے جاتے ہیں

آبِ[1] خود شیریں کن از بحرِ لدُن — آبِ بد را دامِ ایں کوراں مکن
لدُن کے دریا سے اپنے پانی کو شیریں بنالے — بُرے پانی کو ان اندھوں کے لئے جال نہ بنا

خیز، شیرانِ خدا بیں گور گیر — تو چو سگ چونی بزرقی کور گیر
اُٹھ، خدا کے شیروں کو، گورخر پکڑنے والا دیکھ — تو کُتّے کی طرح مکّاری سے اندھے کو پکڑنے والا کیوں ہے

گور چہ از صیدِ غیرِ دوست دُور — جملہ شیر و شیر گیر و مستِ نور
گورخر کیا ہوتا ہے، وہ دوست کے علاوہ کے شکار سے دور ہیں — مجسّم شیر ہیں اور شیر پکڑنے والے ہیں اور نور کے مست ہیں

در نظارہ صید و صیادیِ شہ — کردہ ترکِ صید و مُردہ در وَلہ
شکار اور شاہ کو شکار کرنے کے نظّارے میں — شکار کرنا چھوڑ دیا ہے اور عشق میں فنا ہیں

ہمچو[2] مُرغِ مُردہ شاں بگرفتہ یار — تا کُند اُو جنسِ ایشاں را شکار
اُن کو دوست نے مُردہ پرند کی طرح پکڑ رکھا ہے — تاکہ وہ (دوست) اُن کے ہم جنسوں کو شکار کرے

مُرغِ مُردہ مُضطر اندر وصل و بین — خواندۂ اَلْقَلْبُ بَیْنَ الْاُصْبَعَیْن
مُردہ پرند وصل اور جدائی میں مجبور ہے — تو نے پڑھا ہے کہ دل دو انگلیوں کے درمیان ہے

مُرغِ مُردہ اَش را ہر آں کو شد شکار — چوں بہ بیند شد شکارِ شہریار
اُس کے مُردہ پرند کو جو شکار ہوا — جب وہ غور کرے گا تو شاہ کا شکار ہوا ہے

ہر کہ اُو زیں مُرغِ مُردہ سر بتافت — دستِ آں صیاد را ہرگز نیافت
جس نے اس مُردہ پرند سے رُوگردانی کی — اُس نے شکاری کے ہاتھ کو کبھی نہ پایا

گوید[3] اُو منگر بمُرداریِ من — عشقِ شہ بیں در نگہداریِ من
وہ کہتا ہے میری مُرداری پر نظر نہ کر — میری حفاظت کے بارے میں اللہ کے عشق کو دیکھ

من نہ مُردارم مرا شہ کُشتہ است — صورتِ من شبہِ مُردہ گشتہ است
میں مردار نہیں ہوں، مجھے شاہ نے مارا ہے — میری صورت مُردے کے مشابہ ہوگئی ہے

جنبشم زیں پیش بُود از بال و پر — جنبشم اکنوں ز دستِ دادگر
اس سے پہلے میری حرکت بال اور پر کے ذریعہ تھی — اب میری حرکت مُنصف کے ہاتھ سے ہے

---

[1] آبِ خود۔ باطنی کمال حاصل کر اور اُس کے ذریعہ مُریدوں کو فیض پہنچا۔ بحرِ لدُن یعنی خدائی فیض۔ خیز۔ مردانِ حق غیبی فیوض سے بہرہ مند ہیں تو صرف مُریدوں کو لُوٹنے پر لگا ہے۔ گور چہ۔ مردانِ حق کو گورگیر کہا تھا اب کہتے ہیں کہ حقیقی مشائخ تو صرف طالبِ خدا ہیں وہ مجسّم شیر ہیں اور صرف شیر کا شکار کرتے ہیں۔ در نظارہ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ میں مستغرق رہتے ہیں اور اُن کو عشق میں فنا کا درجہ حاصل ہے۔

[2] ہمچو مُرغ۔ شکاری جس طرح کا شکار کھیلتے ہیں اُس قسم کے مُردہ جانور کو بھُس وغیرہ بھر کر اپنے ساتھ رکھتے ہیں تاکہ اُسکے ذریعہ اُس کے ہم جنسوں کا شکار کریں، اسی طرح یہ بزرگ گویا کہ وہ مُردہ جانور ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کے ذریعہ اُن کے ہم جنسوں کا شکار کرتا ہے۔ مُرغِ مُردہ۔ ظاہر ہے کہ وہ مُردہ جانور بالکل شکاری کے اختیار میں ہوتا ہے شکاری سے وصل اور جدائی میں مجبورِ محض ہوتا ہے یہی حال ان بزرگوں کا ہوتا ہے۔ یہی معنی اس حدیث کے ہیں جس میں فرمایا گیا کہ دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے اللہ جس طرف چاہتا ہے اُس کو پلٹ دیتا ہے۔ مُرغِ مُردہ۔ اس مُردہ جانور کے ذریعہ جو شکار ہوا وہ درحقیقت شکاری کا شکار بنا ہے۔ ہر کہ اُو۔ جو جانور اس مردہ جانور سے کنارہ کشی کریگا وہ صیاد کے ہاتھ سے دور رہیگا۔

[3] گوید اُو۔ فانی فی اللہ کہتا ہے بظاہر میرے مردار ہونے کو نہ دیکھ خدائی عشق مجھے نجس ہونے سے بچائے ہوئے ہے من نہ مُردارم۔ کیونکہ میں مُردے کی صورت میں ہوں جنبشم۔ حرکت جو کہ زندگی کا اثر ہے وہ پہلے میرے ذاتی ارادے تھی اب بسبب قدرت کے ذریعہ ہے۔

566

جُنبشِ[1] فانیم بیروں شُد زِ پوست
میری فنا ہونیوالی حرکت کھال سے باہر ہوگئی ہے

جنبشِ باقیست اکنوں چوں ازو ست
اب باقی رہنے والی حرکت ہے کیونکہ وہ اسی جانب سے ہے

ہر کہ کج جنبد بہ پیشِ جُنبشم
جو کوئی میری حرکت کے سامنے ٹیڑھی حرکت کرتا ہے

گرچہ سیمرغ است زارش می کُشم
خواہ وہ سیمرغ ہو میں اس کو بری طرح مارتا ہوں

ہیں مرا مُردہ مبیں گر زندہ
خبردار! اگر تو زندہ ہے مجھے مُردہ نہ سمجھ

درکفِ شاہم نگر گر بندہ
اگر تو بندۂ (خدا) ہے تو مجھے شاہ کے ہاتھ میں سمجھ

مُردہ زندہ کرد عیسیٰؑ از کرم
(حضرت) عیسیٰؑ نے کرم سے مردہ کو زندہ کر دیا

من بکفِ خالقِ عیسیٰؑ درم
میں (حضرت) عیسیٰؑ کے خالق کے ہاتھ میں ہوں

کے[2] بمانم مُردہ در قبضہ خدا
میں خدا کے قبضہ میں رہ کر مُردہ کب رہ سکتا ہوں

بر کفِ عیسیٰؑ مدار ایں ہم روا
(حضرت) عیسیٰؑ کے ہاتھ پر بھی یہ روا نہ رکھ

عیسیم لیکن ہر آنکو یافت جاں
میں عیسیٰ ہوں لیکن جس نے جان حاصل کرلی

از دمِ من اُو بماند جاوداں
میرے دَم سے وہ ہمیشہ زندہ رہے گا

شُد ز عیسیٰؑ زندہ لیکن باز مُرد
(حضرت) عیسیٰؑ سے زندہ ہوا لیکن پھر مر گیا

شاد آنکو جاں بدیں عیسیٰ سپُرد
وہ قابل مبارکباد ہے جسنے اِس عیسیٰ کو جان سپرد کردی

من[3] عصایم در کفِ موسیٰؑ خویش
میں اپنے موسیٰ کے ہاتھ میں لاٹھی ہوں

موسیم پنہان و من پیدا بہ پیش
میرا موسیٰ پوشیدہ ہے اور میں سامنے ظاہر ہوں

بر مسلمانان پُلِ دریا شوم
میں مسلمانوں کے لئے دریا کا پُل ہو جاتا ہوں

باز بر فرعون اژدرہا شوم
پھر فرعون پر اژدہا بن جاتا ہوں

ایں عصا را اے پسر تنہا مبیں
اے بیٹا! اِس لاٹھی کو اکیلا نہ سمجھ

کہ عصا بے کفِ حق نبود چنیں
کیونکہ بغیر خدا کے ہاتھ کے لاٹھی ایسی نہیں ہوتی ہے

موجِ طوفاں ہم عصا بُد کو زِ درد
طوفان کی موج بھی لاٹھی تھی جس نے زرد کیسا تھا

طنطنہ جادو پرستاں را بخورد
جادو پرستوں کے دبدبہ کو نگل لیا

ہم عصا بُد باد بر اعدائے ہودؑ
(حضرت) ہودؑ کے دشمنوں پر ہوا بھی لاٹھی تھی

کہ بر آورد از بقیہ عاد دُود
جس نے عاد کے بقیہ (لوگوں) کے دھوئیں اڑادئیے

ہم عصائی بود پشہ در نبرد
مچھر بھی مقابلے میں لاٹھی تھا

کو بر آورد از سرِ نمرود گرد
جس نے نمرود کے سر سے دھول اڑا دی

---

[1] جنبشِ فانیم جب انسان فرائض اور نوافل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرلیتا ہے تو اس کے تمام افعال اللہ کی طرف منسوب ہوجاتے ہیں ہر کہ۔ نفرار کا انتقام بڑے سے بڑے انسان کو خاک میں ملادیتا ہے۔ یعنی فانی فی اللہ صرف اپنے افعال کے اعتبار سے بے حس و حرکت ہوتا ہے، دستِ قدرت اُس سے افعال کا صدور کراتا ہے۔ مُردہ۔ حضرت عیسیٰؑ مُردے کو زندہ کردیتے تھے تو حضرت عیسیٰؑ کا خالق مُردے کو کیسے زندہ نہ کردے گا۔

[2] کے بمانم حضرت عیسیٰؑ کی حیات بخشی کا انکار بھی جائز نہیں ہے۔ چہ جائیکہ خدا کی حیات بخشی۔ عیسیم۔ میں خود ہی زندہ نہیں ہوں بلکہ دوسروں کو بھی ابدی زندگی عطا کرتا ہوں۔ شد ز عیسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ کے جس معجزے کا ذکر ہے اُس سے عارضی زندگی حاصل ہوتی تھی۔ بدیں عیسیٰ۔ اگر اِس سے مُراد اللہ تعالیٰ ہے تو کوئی اِشکال نہیں اگر خود فانی فی اللہ مُراد ہے تو مُراد یہ ہے کہ اُن کے معجزے کا تعلق دنیاوی زندگی سے تھا اگرچہ وہ بھی روحانی ابدی زندگی عطا کرتے تھے اُس کا ذکر نہیں ہے۔

[3] من عصایم یعنی اب میں اپنے تمام افعال میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہوں۔ بر مسلماناں۔ یعنی میں اہلِ حق کیلئے باعثِ نجات اور کفار کیلئے باعثِ عذاب ہوں۔ دریا یعنی دریائے نیل۔ موج

٥٦٦

گر عصاہائے[1] خدارا بشمرم
اگر میں خدا کی لاٹھیوں کو شمار کردوں
زرقِ ایں فرعونیاں را بردرم
ان فرعونیوں کی مکاری (کا پردہ) چاک کردوں

لیک زیں شیریں گیاہِ زہرمند
لیکن اِس زہریلی شیریں گھاس کو
ترک کن تا چند روزے می چرند
رہنے دے، تاکہ چند روز چرلیں

گر نباشد جاہِ فرعون و گرے
اگر فرعون کا رتبہ اور سرداری نہ ہو
از کجا یابد جہنم پرورے
(تو) جہنم کہاں سے پرورش پائے!

فربہش کُن آنگہش کُش اے قصاب
اے قصاب! اس کو موٹا کر پھر ذبح کر
زانکہ بے برگند در دوزخ کلاب
کیونکہ دوزخ میں کتّے بے سروسامان ہیں

گر نبودے خصم و دشمن در جہاں
اگر دنیا میں مخالف اور دشمن نہ ہوتے
پس بمُردے خشم اندر مرداں
تو انسانوں میں غصہ مُردہ ہو جاتا

دوزخ[2] آں خشم ست بے خصم اے فلاں
اے فلاں! دوزخ وہ غصہ ہے بغیر مخالف کے
کے زید میرد ز نورِ مومناں
کب زندہ رہے، کہ مومنوں کے نور سے بجھ جائے

دوزخ آں خشم است و خصمے بایدش
دوزخ وہ غصہ ہے اور اُس کو مخالف چاہیئے
تا زید ورنہ رحیمی بکشدش
تاکہ زندہ رہے، ورنہ رحیمی اس کو بجھا دے

گر بماندے لطف بے قہر و بد
اگر مہربانی بغیر قہر اور بدی کے رہ جاتی
پس کمالِ بادشاہی کے شدے
تو بادشاہی کا کمال کب ہوتا؟

ریشخندے کردہ اند آں منکراں
اُن منکروں نے مذاق اُڑائی ہے
بر مثلہا و بیانِ ذاکراں
اہلِ ذکر کی مثالوں اور بیان کی

تو اگر خواہی بکُن ہم ریشخند
اگر چاہے تو بھی مذاق اُڑا
چند خواہی زیست اے مُردار چند
اے مُردار! تو کب تک زندہ رہے گا!

شاد[3] باشید اے محبان در نیاز
اے دوستو: نیازمندی میں خوش رہو
بر ہمیں در کہ شود امروز باز
اُس دروازے پر جو آج کھلا ہوا ہے

ہر حویجی باشدش کردے دگر
ہر ضرورت کی ایک دوسری کیاری ہوتی ہے
در میانِ باغ از سیر و گبر
باغ میں لہسن اور گبر کی

[1] عصاہا۔ یعنی میں اگر خدائی عذاب کی تفصیل بیان کردوں تو فرعون طبع انسانوں کے مکر کا پردہ چاک کردوں۔ لیک۔ اِن فرعونیوں کو دنیاوی لذتوں میں جو کہ حقیقتاً زہر ہیں مبتلا رہنے دو۔ گر نباشد۔ نظامِ قدرت کی بقا کیلئے گنہگاروں کی بھی ضرورت ہے۔ از کجا۔ یہ لوگ جہنم کی خوراک ہیں جس سے اُسکی پرورش ہوتی ہے۔ فربہش۔ قرآن پاک میں ہے ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ "اے نبی اُن کو چھوڑے رکھو وہ کھاتے اور نفع اُٹھاتے رہیں اور اُن کو تمنا غفلت میں ڈالے رکھے پھر عنقریب وہ جان لینگے"۔ کلاب۔ دوزخ کے کُتّے اُن کے گوشت کے منتظر ہیں۔ گر نبودے۔ غصہ کی بقا کیلئے مخالفت اور دشمنی کا وجود ضروری ہے ورنہ غصہ مرجائے۔

[2] دوزخ۔ دوزخ اللہ تعالیٰ کے غصہ کا مظہر ہے اُس کیلئے اِن دشمنوں کی ضرورت ہے۔ رحیمی۔ اگر صفتِ غضب نہ ہے تو دوزخ ٹھنڈی ہو جائے۔ گر بماندے۔ اگر صرف صفتِ رحمت ہو اور صفتِ غضب نہ ہو تو بادشاہی کا کمال نہیں ہے لہٰذا الوہیت کیلئے دونوں صفتیں ضروری ہیں۔ ریشخندے۔ منکر، اہلِ ذکر کا مذاق اُڑاتے ہیں تو بھی اگر چاہے مذاق اُڑالے پھر دیکھ انجام کیا ہوتا ہے۔

[3] شاد۔ جو لوگ آیاتِ الٰہیہ کے ذکر سے محبت رکھتے ہیں اور اُس در کی نیازمندی اختیار کئے ہوئے ہیں وہ قابلِ مبارکباد ہیں۔ حویج۔ مولانا نے اِس لفظ کو ضروریاتِ زندگی کے معنی میں برتا ہے۔ کُرد۔ کاف کے ضمہ سے، کیاری۔ سیر، لہسن۔ گبر۔ ایک پھل کا نام ہے جو خراسان میں پیدا ہوتا ہے اُسکا اچار ڈالا جاتا ہے مولانا مخلص اور منافق کے مسلک کو جداگانہ کرکے سمجھا رہے ہیں۔

ہر ۱؎ یکے با جنسِ خود در گردِ خود … از برائے پختگی نم می خورد

ہر ایک چیز ہم جنس کے ساتھ اپنی کیاری میں … پختگی کے لئے سیرابی حاصل کرتی ہے

تو کہ کردِ زعفرانی زعفراں … باش و آمیزش مکن با دیگراں

تو جو کہ زعفران کی کیاری ہے زعفران … رہ، اور دوسروں کے ساتھ نہ مل

آب می خور زعفرانا تا رسی … زعفرانی اندریں حلوا رسی

اے زعفران! سیرابی حاصل کر تاکہ تو پک جائے … تو زعفران ہے اس حلوے میں ملے گا

تو مکن در کردِ شلغم پوزِ خویش … کہ نگردد با تو او ہم طبع و کیش

تو شلجم کی کیاری میں اپنا منھ نہ ڈال … تاکہ وہ تیرا ہم مزاج اور ہم مذہب نہ ہو جائے

تو بکردے او بکردے مودعہ … زانکہ ارضُ اللہ آمد واسعہ

تو ایک کیاری میں اور وہ دوسری کیاری میں رکھا ہوا ہے … کیونکہ اللہ کی سرزمین وسیع ہے

خاصہ آں ارضے کہ از پہناوری … در سفر گم می شود دیو و پری

خصوصاً وہ زمین جس میں، وسعت کی وجہ سے … دیو اور پری سفر میں گم ہو جاتے ہیں

اندر ۲؎ آں بحر و بیابان و جبال … منقطع می گردد اوہام و خیال

اُن سمندروں اور جنگلوں اور پہاڑوں میں … اوہام اور خیالات ختم ہو جاتے ہیں

ایں بیاباں در بیابانہائے او … ہمچو اندر بحر و بر یک تارِ مو

یہ جنگل اُس کے جنگلوں میں … اس طرح ہیں، جیسے سمندر اور خشکی میں ایک بال

آبِ استادہ کہ سیرستش نہاں … تازہ تر، خوشتر زجوہائے رواں

پانی ٹھہرا ہوا ہے کیونکہ اُس کی رفتار پوشیدہ ہے … جاری نہروں سے، تازہ تر اور اچھا ہے

کو ۳؎ درونِ خویش چوں جان و رواں … سیرِ پنہاں دارد و پائے رواں

کیونکہ وہ اپنے اندر جان اور روح کی طرح … پوشیدہ سیر اور رواں پاؤں رکھتا ہے

مستمع خفتہ است کوتہ کن خطاب … اے خطیب ایں نقش را کم زن بر آب

سننے والا سو گیا ہے تقریر مختصر کر … اے مقرر! اس نقش کو پانی پر نہ کھینچ

بقیہ دعوتِ سلیمانؑ بلقیس را کہ فرصت غنیمت است

حضرت سلیمانؑ کی بلقیس کو دعوت کا بقیہ کہ فرصت غنیمت ہے

خیز بلقیسا کہ بازاریست تیز … زیں خسیسانِ کساد افگن گریز

اے بلقیس! اٹھ کیونکہ بازار تیزی پر ہے … ان ٹوٹے میں مبتلا کرنے والے کمینوں سے بھاگ

۱؎ ہر یکے۔ ہر ترکاری اپنی کیاری میں پرورش پاتی ہے اور سیرابی حاصل کر کے پختہ ہوتی ہے۔ تو کہ۔ مخلص کو منافق کے ساتھ میل جول نہ چاہیئے۔ آب می خور۔ اپنے مسلک پر قائم رہ کر پختگی پیدا کر تاکہ اعلیٰ مقام حاصل ہو جائے۔ تو مکن۔ زعفران کو اپنی کیاری میں رہنا چاہیئے اگر شلغم کی کیاری کا رُخ کریگا تو اُسمیں اُس کی خاصیت آجائیگی۔ تو بکردے۔ اللہ نے مومن کا ایک مقام اور منافق کا دوسرا مقام بنایا ہے خدا کی زمین وسیع ہے خلط ملط کی ضرورت نہیں ہے۔ خاصہ۔ عالمِ غیب کی سرزمین تو اِسقدر وسیع ہے کہ اُس میں دیو اور پری بھی راستہ گم کر بیٹھتے ہیں۔

۲؎ اندر آں۔ عالمِ غیب کے سمندروں اور جنگلوں اور پہاڑوں کی وُسعت تک وہم اور خیال بھی نہیں پہنچ سکتا۔ ایں بیاباں۔ دنیاوی زمین کی کائنات اُس غیب کی زمین کے اعتبار سے ایسی ہے جیسا کہ بحر و بر کے مقابلہ میں ایک بال۔ آبِ استادہ۔ سالک کے باطن کا رُکا ہوا پانی جس کا بہاؤ پوشیدہ ہے جاری پانی سے بدرجہا بہتر ہے۔

۳؎ کو۔ سالک کی سیرِ جان اور روح کی سیر کی طرح مخفی اور پوشیدہ ہوتی ہے۔ مستمع۔ چونکہ سامعین کی توجہ نہیں ہے لہٰذا فنا کے مقام کی باتیں بند کر دو ورنہ نقش بر آب ہونگی۔ خیز۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو اس کی دعوت دی اور فرمایا بدکرداروں کی صحبت

569

خیز بلقیسا کنوں با اختیار[1] — پیش ازاں کہ مرگ آرد گیر و دار
اے بلقیس! اب اُٹھ (جبکہ) با اختیار ہے — اس سے قبل کہ موت پکڑ دھکڑ شروع کرے

خیز بلقیسا بیا پیش از اجل — در نگر شاہی و مُلکِ بے دغل
اے بلقیس! اُٹھ، موت سے پہلے آجا — بادشاہی اور بغیر فساد کی سلطنت دیکھ لے

خیز بلقیسا بجاہِ خود مناز — اندریں درگہ نیاز آور نہ ناز
اے بلقیس! اُٹھ، اپنے مرتبہ پر ناز نہ کر — اس بارگاہ میں نیاز پیش کر نہ کہ ناز

خیز بلقیسا و مستہ با قضا — ورنہ مرگ آید کشد گوشِ ترا
اے بلقیس! اُٹھ اور قضا (خداوندی) سے نہ بھڑ — ورنہ موت آئے گی تیرے کان کھینچے گی

بعد ازاں گوشت کشد مرگ آنچناں — کہ چو دُزد آئی بشحنہ جاں کناں
اس کے بعد موت تیرے ایسے کان کھینچے گی — کہ تو چور کی طرح کوتوال کے پاس جانکنی کی حالت میں آئیگی

زیں خراں تاچند باشی نعل دُزد — گر ہمی دُزدی بیا و لعل دُزد
تو اِن گدھوں کے نعل کب تک چرائے گی؟ — اگر چوری ہی کرنی ہے تو آ اور لعل چرا

خواہرانت یافتہ مُلکِ خلود — تو گرفتہ مُلکتِ کور و کبود
تیری بہنوں نے ہمیشگی کی سلطنت حاصل کرلی — تو بے نور اور تاریک سلطنت کو پکڑنے ہوئے ہے

اے خنک آنجاں کزیں مُلکت بجست[2] — کہ اجل ایں مُلک را ویراں گرست
وہ جان قابل مبارکباد ہے جس نے اس سلطنت کو چھوڑ دیا — کیونکہ موت اِس سلطنت کو ویران کردینے والی ہے

خیز بلقیسا بیا بارے ببیں — مُلکتِ شاہان و سلطانانِ دیں
اے بلقیس! اُٹھ، آجا اب دیکھ — دین کے اُمراء اور شاہوں کی سلطنت

شستہ در باطن میانِ گلستاں — ظاہرا خارے میانِ دوستاں
وہ حقیقتاً باغ میں بیٹھا ہوا ہے — بظاہر دوستوں کے درمیان ایک کانٹا ہے

بوستاں[3] با او رواں ہر جا رود — لیک آں از خلق پنہاں می شود
جہاں وہ جاتا ہے باغ اس کے ساتھ جاتا ہے — لیکن وہ (باغ) مخلوق سے پوشیدہ ہوتا ہے

میوہ ہا لابہ کناں کز من بخور — آبِ حیواں آمدہ کز من بخور
پھل خوشامد کرتے ہیں کہ ہمیں کھا — آبِ حیات آیا ہوا ہے کہ مجھے پی

طوف می کُن بر فلک بے پر و بال — ہمچو خورشید و چو بدر و چوں ہلال
بغیر بال و پر کے آسمان کا طواف کر — سورج اور چودھویں اور پہلی کے چاند کی طرح

---

[1] با اختیار۔ انسان جب تک زندہ ہے با اختیار ہے۔ در نگر یعنی عالم آخرت کی شاہی جو لا زوال ہے۔ درگہ یعنی درگاہِ خداوندی میں صرف نیاز کام آتا ہے۔ مستہ۔ مستیز کا مخفف ہے، جھگڑا دکر۔ بعد ازاں۔ مرنے کے بعد مجرم کی سی اضطراری حاضری ہوگی۔ شحنہ۔ کوتوال۔ خراں۔ دولت کے لئے دنیا داروں کی پابوسی نہ کر۔ لعل۔ حکمت کے لعل و گوہر۔ خواہرانت۔ یعنی دنیا کی نیک عورتیں۔

[2] اے خنک۔ جو شخص ناپائیدار حکومت سے دستبردار ہوکر ابدی سلطنت حاصل کرلے وہ مبارکبادی کے قابل ہے۔ شستہ۔ نشستہ کا مخفف ہے یعنی جس نے اُخروی سلطنت حاصل کرلی وہ باطنی کمالات کے باغ میں بیٹھا ہوا ہے لیکن بظاہر وہ اپنے ملنے والوں کو ایک کانٹا نظر آرہا ہے۔

[3] بوستاں۔ اُسکے کمالات کا باغ اس کے ساتھ رہتا ہے لیکن عوام کی نظر سے مخفی ہے۔ میوہ۔ وہ اُس باغ کے پھلوں سے نفع اندوز ہے اور اُس باغ کی نہروں سے آبِ حیات پی رہا ہے۔ طوف۔ عالمِ ملکوت کی سیر کر۔

چون روان باشی روان و پائے نہ ۔ می خوری صد لوت و لقمہ خائے نہ

تو روح کی طرح چلے گی اور پاؤں نہیں ہے ۔ تو سو غذائیں کھائیگی اور لقمہ چبانے والی نہیں ہے

نے نہنگِ غم زند بر کشتیت ۔ نے پدید آید ز مردن زشتیت

نہ تیری کشتی پر غم کا مگرمچھ حملہ کرے گا ۔ نہ مرنے کی وجہ سے تیرے اوپر بدنمائی آئیگی

ہم تو شاہ و ہم تو لشکر ہم تو تخت ۔ ہم تو نیکو بخت باشی ہم تو بخت

تو ہی شاہ ہوگی تو ہی لشکر ہوگی تو ہی تخت ہوگی ۔ تو ہی نیک بخت ہوگی تو ہی نصیبہ ہوگی

گر تو نیکو بختی و سلطانِ زفت ۔ بخت غیرِ تست روزے بخت رفت

اگر تو نیک بخت ہے اور سلطانِ اعظم ۔ نصیبہ تیرا غیر ہے ایک دن نصیبہ روانہ ہوجائیگا

تو بماندی چون گدایان بے نوا ۔ دولتِ خود ہم تو باش اے مجتبیٰ

تو فقیروں کی طرح بے سروسامان رہ جائیگی ۔ اے برگزیدہ! خود تو دولت بن جا

چون تو باشی بختِ خود اے معنوی ۔ پس تو کہ بختی ز خود کے گم شوی

اے معنوی! جب تو خود اپنا نصیبہ ہوگی ۔ تو پھر جبکہ تو خود نصیبہ ہے اپنے آپ سے کب گم ہوگی؟

تو ز خود کے گم شوی اے خوش خصال ۔ چونکہ عینِ تو ترا شد ملک و مال

اے خوشخصال! تو اپنے آپ سے کب گم ہوگی؟ ۔ جبکہ تیرا وجود خود تیرا ملک و مال بن گیا

بقیۂ قصۂ عمارت کردنِ سلیمانؑ مسجدِ اقصیٰ را بہ تعلیم و وحیِ خدا جہت حکمتہا و معاونتِ ملائکہ و دیو و پری

حضرت سلیمانؑ کا مسجدِ اقصیٰ کو حکمتوں کی وجہ سے خدائی تعلیم اور وحی کے ذریعہ تعمیر کرنے کا بقیۂ قصہ اور فرشتوں اور جنوں اور پریوں کی مدد

بعد ازاں آمد ندا از پیشِ تخت ۔ بر سلیمانؑ آں نبیِ نیک بخت

اس کے بعد تخت کے سامنے سے آواز آئی ۔ اُن نیک بخت نبی، سلیمانؑ کے پاس

اے سلیمانؑ مسجدِ اقصیٰ بساز ۔ لشکرِ بلقیس آمد در نماز

اے سلیمانؑ! مسجدِ اقصیٰ بنا ۔ بلقیس کا لشکر نماز کا عادی ہوگیا ہے

چونکہ او بنیادِ آں مسجد نہاد ۔ جن و انس آمد بدن در کار داد

جب انھوں نے اس مسجد کی نیو رکھی ۔ جن و انس آگئے (اور) کام میں لگ گئے

آواز آئی۔ لشکرِ بلقیس یعنی بلقیس کا لشکر عبادت کرنے لگا ہے اب ایک وسیع مسجد کی ضرورت ہے۔ چونکہ او۔ یعنی حضرت سلیمانؑ۔ آں مسجد یعنی مسجدِ اقصیٰ۔ جن و انس۔ حضرت سلیمانؑ کی حکومت ہر جن اور انس پر تھی۔

۱ۃ چون۔ یہ سیر روحانی ہوگی جس میں پاؤں اور بال و پر کی ضرورت نہیں ہے می خوری۔ معارفِ خداوندی سے لذتیں حاصل ہوں گی اس خوراک کے لئے لقمہ چبانے کی ضرورت نہیں ہے۔ نے نہنگ۔ تیری اس کشتی کو غم کا مگرمچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

۲ۃ ہم تو شاہ۔ عالمِ ملکوت میں تو خود بلکہ ہوگی خود لشکر اور تختِ شاہی ہوگی تو خود نصیبہ ہوگی اور خود ہی نیک بخت ہوگی۔ گر تو۔ اس عالم میں اگر تو نصیبہ ور بھی ہے تو بخت دوسری چیز ہے اور تو اور چیز مغائرت کی وجہ سے کسی وقت تجھ سے تیرا بخت جدا ہوجائیگا اور تو فقیر بن جائیگی۔ چون تو باشی۔ جب تجھ میں اور نصیبہ میں اتحاد ہوجائیگا تو پھر بخت کو تو گم نہ کرے گی کیونکہ کوئی اپنے آپ کو گم نہیں کرتا ہے۔

۳ۃ بقیۂ قصہ۔ حضرت سلیمانؑ کا ذکر چل رہا تھا درمیان میں بلقیس کا قصہ آگیا تھا بہرحال وہ حضرت سلیمانؑ کے پاس آکر ان پر ایمان لے آئی تھی اب حضرت سلیمانؑ کے قصہ کو پورا کرتے ہیں اور مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر اور سلیمانؑ کا ذکر شروع کرتے ہیں۔ بعد ازاں یعنی جب بلقیس کی دعوت کی تکمیل ہوگئی تخت۔ یعنی تختِ سلیمانؑ کے سامنے سے ہاتفِ غیبی کی

۵۶۱

یک [1] گروہ از عشق و قومے بے مُراد
ایک گروہ عشق کے ساتھ اور کچھ لوگ بادلِ ناخواستہ

ہمچناں کہ در رہِ طاعت عباد
جس طرح کہ لوگ راہِ عبادت میں

خَلق دیوانند و شہوت سِلسلہ
لوگ دیو ہیں اور خواہشِ نفسانی زنجیر ہے

می کَشَد شاں سُوئے دکان و غلہ
وہ اُن کو دکان اور آمدنی کی طرف کھینچتی ہے

ہست ایں زنجیر از خوف و وَلہ
یہ زنجیر ڈر اور عشق کی ہے

تو مبیں ایں خَلق را بے سِلسلہ
تو اِن لوگوں کو بلا زنجیر نہ سمجھ

ہست ایں بند و کمند آں خوفِ شاں
یہ پھندہ اور کمند اُن کا وہ خوف ہے

نیستند ایں خَلق بے بندِ نہاں
یہ لوگ پوشیدہ بند کے بغیر نہیں ہیں

می کَشانَد شاں سُوئے کسب و شکار
وہ اُن کو کمائی اور شکار کی جانب کھینچتا ہے

می کَشانَد شاں سُوئے کان و بحار
وہ اُن کو کانوں اور سمندروں کی جانب کھینچتا ہے

می [2] کَشانَد شاں بسُوئے نیک و بد
وہ اُن کو نیک و بد کی طرف کھینچتا ہے

گفتِ حق فِی جِیدِھَا حَبْلُ الْمَسَد
اللہ نے فرمایا ہے اُسکے گلے میں مونج کی رسّی ہے

قَدْ جَعَلْنَا الْحَبْلَ فِیْ اَعْنَاقِهِمْ
بیشک ہم نے اُن کی گردنوں میں رسّی ڈالدی ہے

وَاتَّخَذْنَا الْحَبْلَ مِنْ اَخْلَاقِهِمْ
اور ہم نے رسّی اُن کے اخلاق سے بنائی ہے

لَیْسَ مِنْ مُسْتَقْذِرٍ وَ مُسْتَنْقِہٖ
نہیں ہے کوئی بھی گنہگار (یا) پاک

قَطُّ اِلَّا طَائِرُہٗ فِیْ عُنُقِہٖ
ہرگز، مگر اُس کا اعمالنامہ اُس کی گردن میں ہے

حرصِ تو در کارِ بد چوں آتش ست
بُرے کام میں تیری حرص آگ جیسی ہے

اَخگر از رنگِ خوشِ آتش خوش ست
انگارا آگ کے خوشنما رنگ کی وجہ سے حسین ہے

آں [3] سیاہی فحم در آتش نہاں
کوئلے کی کالک آگ میں پوشیدہ ہے

چونکہ آتش شُد سیاہی شُد عیاں
جب آگ ختم ہوئی کالک کھل گئی

اَخگر از حرصِ تو شُد فحمِ سیاہ
کالا کوئلہ تیری حرص کی وجہ سے انگارا تھا

حرص چوں شُد ماند آں فحمِ تباہ
حرص جب ختم ہوئی وہ تباہ کوئلہ رہ گیا

آں زماں آں فحم اخگر می نمود
اُس وقت وہ کوئلہ انگارا نظر آیا

آں زِ حُسنِ کارِ نارِ حرص بُود
وہ حرص کی آگ کے کارنامہ حُسن کی وجہ سے تھا

حرص کارت را بیاراینده بُود
لالچ نے تیرے کام کو آراستہ کیا تھا

حرص رفت و ماند کارِ تو کبود
حرص ختم ہوگئی اور تیرا کام بدنما ہوگیا

---

[1] یک گروہ۔ کچھ لوگ دل و جان سے کام کررہے تھے کچھ بددلی سے جیسا کہ عبادات میں انسانوں کا حال ہے۔ خَلق۔ جس طرح مسجد کے کام میں جن لگے ہوئے تھے اسی طرح ہر انسان کو دیو سمجھو اور اُن کا قلبی رجحان اُن کے لیے بمنزلہ زنجیر کے ہے وہ اُس زنجیر کے ذریعہ اپنے مرغوب کام میں لگا ہوا ہے۔ غلہ۔ آمدنی پیداوار۔ خوف و وَلہ۔ زنجیریں دو قسم کی ہیں ایک ڈر کی، ایک عشق اور محبت کی۔ جیسے سلسلہ۔ قرآنِ پاک میں ہے مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا۔ نہیں کوئی زمین پر چلنے والا مگر اللہ تعالیٰ اُس کی پیشانی کے بال پکڑے ہوئے ہے:

[2] می کشاند۔ وہ یعنی زنجیر اُس کو مختلف کاموں کیطرف کھینچتی ہے۔ فِی جِیدِھَا۔ قرآن میں ابولہب کی بیوی کے بارے میں فرمایا گیا ہے اسکے گلے میں مونج کی رسّی ہے۔ مولانا نے یہاں رسّی سے وہی خواہشِ نفسانی جس کو زنجیر سے تعبیر کرتے ہیں مراد لی ہے۔ مستقذر۔ پلید، گنہگار۔ مستنقہ۔ اصل میں مستنقی تھا، پاک صاف۔ طائر۔ پرندہ یعنی اعمالنامہ حرص۔ انسان کی حرص اسکے بُرے عمل کو خوشنما کرکے پیش کردیتی ہے جس طرح آگ کالے کوئلے کو حسین انگارا بنادیتی ہے۔

[3] آں سیاہی۔ کوئلہ کالا ہوتا ہے آگ اسکو سرخ بنادیتی ہے جب آگ بجھ جاتی ہے کوئلہ کا کالا پن ہوتا

غورہ[1] را کہ بیارایند غول — پختہ پندارد کسے کو ہست گول

جس کچے خوشے کو بھوت نے آراستہ کیا ہے — وہ شخص اُس کو پختہ سمجھے گا جو احمق ہے

آزمایش چوں نماید جانِ او — کُند گردد ز آزموں دندانِ او

جب اُس کی جان آزمائش کرتی ہے — آزمائش سے اُس کے دانت کُھٹّے ہو جاتے ہیں

از ہوس آں دام دانہ می نمود — عکسِ غولِ حرص و آں خود دام بود

ہوس کی وجہ سے اُس جال کو دانہ دکھا دیا — حرص کے بھوت کے عکس نے اور وہ خود جال تھا

حرص اندر کارِ دین و خیر جو — چوں نماند حرص ماند نغز او

خیر اور دین کے کام میں حرص کو دیکھ — جب حرص نہیں رہتی، وہ خوبصورت رہتا ہے

خیرہا نغز اند نہ از عکسِ غیر — تابِ حرص ار رفت ماند تابِ خیر

نیک کام (خود) خوبصورت ہیں نہ کہ غیر کے عکس سے — حرص کی چمک اگر چلی جائے، نیکی کی چمک رہتی ہے

تابِ[2] حرص از کارِ دنیا چوں برفت — فحم باشد ماندہ از اخگر بہ تفت

دنیا کے کام سے جب حرص کی چمک چلی جائے — ہر حرارت انگارے کی بجائے کوئلہ رہ جاتی ہے

کودکاں را حرص می آرد غرار — تا شوند از ذوقِ دل دامن سوار

بچوں کو حرص دھوکا دیتی ہے — یہاں تک کہ وہ دل کے ذوق سے دامن سوار بنتے ہیں

چوں ز کودک رفت آں حرصِ بدنش — بر دگر اطفال خندہ آیدش

جب بچے میں سے اُسکی وہ بُری حرص جاتی رہی — دوسرے بچوں پر اُس کو ہنسی آتی ہے

کہ چہ می کردم چہ می دیدم دریں — خَل[3] ز عکسِ حرص بنمود انگبیں

کہ میں نے کیا کیا تھا اسمیں کیا سمجھا تھا؟ — حرص کے پرتو سے، سرکہ شہد نظر آیا تھا

آں بنائے انبیا بے حرص بود — زانچناں پیوستہ رونقہا فزود

انبیا کی تعمیر بغیر لالچ کے تھی — اسی وجہ سے ہمیشہ ایسی رونقیں بڑھیں

اے بسا مسجد بر آوردہ کرام — لیک نبود مسجدِ اقصاش نام

شرفاء نے بہت سی مسجدیں بنائیں — لیکن اُن کا مسجدِ اقصیٰ نام نہ ہوا

کعبہ را کِش ہر دمے عزّے فزود — آں ز اخلاصاتِ ابراہیمؑ بود

کعبہ جس کی عزت ہر وقت بڑھتی ہے — یہ (حضرت) ابراہیمؑ کے خلوص کی وجہ سے ہے

فضلِ آں مسجد ز خاک و سنگ نیست — لیک در بنّاش حرص و جنگ نیست

اُس مسجد کی فضیلت مٹی اور پتھر کی وجہ سے نہیں ہے — لیکن اُس کے بنانے والے میں حرص اور مقابلہ نہیں ہے

---

1 غورہ۔ کچا خوشہ۔ غول۔ چھلاوا، بھوت۔ گول۔ بیوقوف۔ آزمائش۔ جب کچے پھل کو کھاؤ گے تو پتہ چلے گا اور دانت کھٹے ہو جائیں گے۔ از ہوس۔ انسان کی حرص جال کو دانہ دکھا دیتی ہے۔ حرص۔ کارِ خیر میں اگر حرص ہو اور وہ حرص جاتی رہے تب بھی وہ عمل بہتر دکھائی دیگا۔ تاب۔ چمک۔

2 تابِ حرص۔ دنیا کے کاموں میں لالچ کی چمک ہٹ جانے کے بعد اُن کاموں کی بدنمائی واضح ہو جاتی ہے۔ کودکاں۔ بچے گھوڑے کی حرص میں اپنے دامن کو گھوڑا بنا کر سوار ہوتے ہیں۔ چوں۔ جب بڑا ہو جانے پر وہ حرص ختم ہو جاتی ہے تو پھر وہی بچہ دوسرے بچوں کی اس حرکت پر ہنستا ہے۔

3 خل۔ غرضیکہ انسان کی حرص اور لالچ بُرے کو بھلا دکھاتی ہے سرکہ شہد نظر آتا ہے۔ آں بنائے۔ جو تعمیر انبیا کرتے ہیں اُس میں چونکہ کوئی لالچ اور طمع شامل نہیں ہوتی ہے لہٰذا اُن کی تعمیروں کی رونق میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اے بسا۔ دوسرے بھلے لوگوں نے بھی مسجدیں بنائیں لیکن اُنکو وہ مرتبہ حاصل نہ ہوا جو مسجدِ اقصیٰ کا ہے۔ کعبہ۔ کعبہ کی روز افزوں عزت حضرت ابراہیمؑ کے اخلاص کی وجہ سے ہے۔ فضلِ آں مسجد یعنی مسجدِ حرام۔ حرص و جنگ۔ حضرت ابراہیمؑ نے اخلاص سے مسجدِ حرام کی تعمیر کی تھی کسی

۵۱ نے کتبِ شاں چوں کتابِ دیگراں — نے مساجد شاں نہ کسب و خانماں
نہ اُن کی کتابیں دوسروں کی کتاب کی طرح ہیں — نہ اُن کی مسجدیں، نہ کاروبار اور گھر

نے ادبِ شاں نے غضبِ شاں نے نکال — نے نعاس و نے قیاس و نے مقال
نہ اُن کا ادب نہ اُن کا غصّہ نہ عذاب — نہ اُونگھ اور نہ قیاس اور نہ مقال

ہر یکے را دادہ حق در مرتبت — صد ہزاراں حشمت و ہم مکرمت
(اُنہیں سے) ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں — لاکھوں شوکتیں اور عزتیں

ہر یکے شاں را یکے فرِّ دگر — مرغ جانِ شاں طائر از پرِ دگر
اُن میں سے ہر ایک کیلئے ایک دوسری شان ہے — اُنکی جان کا پرند دوسرے قسم کے پر سے پرواز کرتا ہے

دل ہمی لرزد ز ذکرِ حالِ شاں — قبلۂ افعالِ ما افعالِ شاں
اُن کے حال کے ذکر سے دل لرزتا ہے — اُن کے افعال ہمارے افعال کا قبلہ ہیں

مرغ شاں را بیضہا زریں بدست — نیم شب جانِ شاں سحر گہ بیں شدست
اُن کے مرغ کے سونے کے انڈے ہوتے ہیں — اُن کی جان آدھی رات میں صبح کو دیکھتی ہے

ہر چہ گویم من بجاں نیکوئے قوم — نقص گفتم گشتہ ناقص گوئے قوم
میں (دل و) جان سے (اُس) قوم کی جو کچھ بھلائی بیان کروں — (گویا اُس) قوم کا نقص گر بتلا کر اُن کی برائی بیان کرتا ہوں

۵۲ مسجدِ اقصیٰ بسازید اے کرام — کہ سلیمانؑ باز آمد والسلام
اے شریفو! مسجد اقصیٰ بناؤ — کیونکہ سلیمانؑ آگیا ہے والسلام

ور ازیں دیوان و پریاں سر کشند — جملہ را املاک در چنبر کشند
اگر اس سے دیو اور پری سرکشی کریں گے — فرشتے سب کو شکنجے میں کس دینگے

دیو یکدم کژ رود از مکر و زرق — تازیانہ آیدش بر سر چو برق
اگر مکاری اور فریب سے دیو کچھ کج رفتاری اختیار کرتا ہے — اُس کے سر پر بجلی کی طرح کوڑا پڑتا ہے

چوں سلیمانؑ شو کہ تا دیوانِ تو — سنگ بُرند از پئے ایوانِ تو
تو سلیمانؑ بن جا تاکہ تیرے دیو — تیرے محل کے پتھر ڈھو کر لائیں

چوں سلیمانؑ باش بے وسواس و ریو — تا ترا فرماں برد جنّی و دیو
تو بے شک و شبہ سلیمانؑ کی طرح بنجا — تاکہ جن اور دیو تیری فرمانبرداری کریں

۵۳ خاتمِ تو ایں دلست و ہوش دار — تا نگردد دیو را خاتم شکار
تیری انگوٹھی یہ دل ہے اور ہوش رکھ — تاکہ انگوٹھی دیو کا شکار نہ بنے

---

۵۱ نے کتب۔ انبیاء کی ہر چیز ازکمی ہوتی ہے۔ ہر یکے را ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے وہ مرتبہ عطا فرمایا ہے جس میں لاکھوں حشمتیں اور عزتیں پنہاں ہیں۔ فرِ دگر۔ ہر نبی کسی خاص صفت کا مظہر ہوتا ہے۔ دل۔ اُن کے فضائل بیان کرنے سے بھی دل اس خوف سے لرزتا ہے کہ اس میں کوتاہی نہ ہو جائے۔ بیضہا یعنی اچھے نتیجے۔ نیم شب۔ یعنی چشم باطن سے اندھیری رات میں نور کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ہر چہ گویم۔ چونکہ میں کما حقہٗ تعریف نہیں کر سکتا ہوں لہٰذا میرا تعریف کرنا نقص ہے۔

۵۲ مسجد اقصیٰ یعنی درمیان میں اور باتیں شروع ہو گئی تھیں اب پھر مسجد اقصیٰ اور حضرت سلیمانؑ کا ذکر شروع کرو۔ ور نہ مسجد اقصیٰ کی تعمیر میں دیو اور پری مصروف کار ہیں اگر وہ سرکشی کرتے ہیں تو فرشتے اُنکو سزا دیتے ہیں۔ دیو۔ جو دیو کجروی اختیار کرتا ہے اُس پر برق کا تازیانہ لگتا ہے۔۔۔ چوں سلیمانؑ۔ یہ ارشادی مضمون ہے کہ مخاطب تو بھی حضرت سلیمانؑ کی طرح بن جا تو جن اور پریاں تیرے بھی خدمت گار بن جائیں گے۔

۵۳ خاتم تو حضرت سلیمانؑ جنوں پر ایک انگوٹھی کی تاثیر سے حکومت کرتے تھے صخر نامی ایک جن نے وہ انگوٹھی چرا لی تھی اور اُسکے ذریعہ حکومت کرنے لگا تھا مولانا فرماتے ہیں تیری انگوٹھی تیرا دل ہے تو اُسکی حفاظت

پس سلیمانی کند بر تو مدام | دیو با خاتم حذر کن والسّلام
پھر تجھ پر ہمیشہ حکومت کرے | دیو، انگوٹھی کے ذریعہ، بچ والسّلام

آں سلیمانی دلا منسوخ نیست | در سر و سرّت سلیمانی کنی ست
اے دل! وہ سلیمانی ختم نہیں ہوئی ہے | تیرے باطن اور سر میں سلیمانی کرنیوالا ہے

دیو ہم وقتے سلیمانی کند | لیک ہر جولاہہ اطلس کے تند
دیو بھی ایک وقت سلیمانی کرتا ہے | لیکن ہر جولاہہ اطلس کب بن سکتا ہے؟

دست جنباند چو دستِ او ولیک | در میانِ ہر دو شاں فرقے ست نیک
وہ اُس کی طرح ہاتھ چلاتا ہے لیکن | اُن دونوں میں بہت فرق ہے

در بیانِ ایں حدیثِ معنوی | یک حکایت بشنو اندر مثنوی
اس بامعنیٰ بات کے بیان میں | مثنوی میں ایک حکایت سُن لے

قصۂ شاعر و صلہ دادنِ شاہ و مضاعف کردنِ آں صلہ را وزیر حسن نام

شاعر کا قصہ اور شاہ کا اُس کو عطیہ دینا اور وزیر، حسن نامی کا اُس کو دوگنا کر دینا

شاعرے آورد شعرے پیشِ شاہ | بر امیدِ خلعت و اکرام و جاہ
ایک شاعر نے شاہ کے سامنے اشعار پیش کئے | خلعت اور اعزاز اور مرتبہ کی امید پر

شاہ مکرِم بود فرمودش ہزار | از زرِ سرخ و کرامات و نثار
شاہ صاحبِ کرم تھا اُس کیلئے حکم دیا ایک ہزار | اشرفیوں اور عطیات اور انعام کا

پس وزیرش گفت کایں اندک بود | دہ ہزارش ہدیہ دہ تا وا رود
وزیر نے اُس سے کہا کہ یہ تھوڑا ہے | دس ہزار کا ہدیہ دیجئے تاکہ واپس ہو

از جوادِ شاعر از تو بحر دست | دہ ہزارے کہ بگفتم اندک ست
اُس جیسے شاعر کیلئے آپ جیسے سخی سے | میں نے جو دس ہزار کہے تھوڑے ہیں

قصہ گفت آں شاہ را و فلسفہ | تا بر آمد عشرِ خرمن از کفہ
اُس نے بادشاہ کو قصّہ اور فلسفہ سُنایا | یہاں تک کہ بچے کچھے مال کی خرمن کا دسواں حصہ نکالدیا

دہ ہزارش داد و خلعت درخورش | خانۂ شکر و ثنا گشت آں سرش
اُسکو دس ہزار اور اُس کے مناسب خلعت دی | اُس کا دماغ شکر و ثنا کا گھر بن گیا

پس تفحّص کرد کایں سعی کہ بود | شاہ را اہلیتِ من کہ نمود
پس اُس نے جستجو کی کہ یہ کس کی کوشش تھی | بادشاہ کو میری قابلیت کس نے دکھائی

---

۵۱ سلیمانی کنی۔ یعنی تیری رُوح تیرے اندر ہے اگر تو اُس کی اصلاح کرے گا وہ سلیمانی کریگی۔ دیو۔ مزوّر شیخ کی مثال اُس دیو کی سی ہے جس نے حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی چُرا کر اُس کے ذریعہ حکومت شروع کر دی تھی۔

۵۲ دست جنباند۔ معمولی جولاہہ اطلس بننے والے کی طرح ہاتھ چلاتا ہے لیکن دونوں کے کام میں بہت فرق ہے۔ یہی حال صحیح شیخ اور مزوّر شیخ کا ہے۔ یک حکایت۔ اِس حکایت میں دو وزیروں کا ذکر ہے جن دونوں کا نام حسن تھا لیکن کام میں بہت فرق تھا۔ شاعر۔ شاعر نے جب قصیدہ سُنایا تو بادشاہ نے ایک ہزار اشرفیاں دینے کا حکم دیا اُس کے حسن نامی وزیر نے سفارش کر کے دس ہزار اشرفیاں دلوا دیں۔ مکرِم۔ بخشش کرنے والا۔

۵۳ از جواد۔ ایسے عمدہ شاعر اور تجھ جیسے انعام دینے والے کی نسبت سے دس ہزار بھی کم ہیں۔ قصہ۔ یعنی شاعر کی ضرورت کا قصہ یا دوسرے سخنوروں کا قصہ۔ فلسفہ۔ یعنی بخشش و عطا کا فلسفہ۔ تا بر آمد۔ یعنی بادشاہ کے خزانے اسقدر تھے کہ یہ دس ہزار اُس کے بچے کچھے مال کا دسواں حصہ تھا۔ خانہ۔ یعنی شاعر کا سر بادشاہ کے شکر و ثنا سے بھر گیا۔ تفحّص۔ جستجو یعنی شاعر نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ بادشاہ کو اِس بڑے عطیہ

پس۱ بگفتندش فلان الدیں وزیر — آں حسن نام و حسن خُلق و ضمیر

لوگوں نے اُس سے کہا فلان الدیں وزیر نے — جس کا نام حسن ہے اور جس کا اخلاق اور دل اچھا ہے

در ثنائے اُو یکے شعرِ دراز — بر نوشت و سُوئے خانہ رفت باز

اُس نے اُس کی تعریف میں ایک لمبا قصیدہ — لکھا اور گھر کو واپس ہو گیا

بے زبان و لب ہماں نعمائے شاہ — مدحِ شہ می کرد و خلعتہائے شاہ

بادشاہ کی وہی نعمتیں بغیر زبان اور ہونٹ کے — بادشاہ اور اُسکی خلعتوں کی تعریف کر رہی تھیں

بازآمدنِ شاعر بعد چند سال بامید ہماں صلہ ہزار دینار

چند سال کے بعد شاعر کا واپس آنا اُسی عطیہ کی امید پر اور بادشاہ کا

فرمودنِ شاہ بر قاعدۂ خویش و گفتنِ وزیرِ دیگر کہ بعد از وفات

اپنی عادت کے مطابق ایک ہزار اشرفیوں کا حکم دینا اور دوسرے وزیر کا

وزیرے نصب کردہ بُودند ہم حسن نام شاہ را کہ اینقدر صلہ

بادشاہ سے کہنا جو پہلے وزیر کے مرنے کے بعد مقرر کیا گیا تھا اور اُس کا نام بھی حسن

سخت بسیار ست و ما را خرجہاست و خزینہ خالیست

تھا کہ یہ عطیہ بہت زیادہ ہے اور ہمیں بہت خرچ درپیش ہیں اور خزانہ خالی ہے اور

و من اُو را بدہ۲ یک ایں راضی کنم

میں اُس کو دسویں حصہ پر راضی کروں گا

بعد سالے چند بہرِ رزق و گشت — شاعر از فقر و عوز محتاج گشت

چند سال کے بعد رزق اور سفر کے لئے — شاعر فقر اور تنگدستی کی وجہ سے محتاج ہوگیا

گفت وقتِ فقر و تنگیِ دو دست — جستجوئے آزمودہ بہتر ست

اُس نے سوچا دونوں ہاتھ کی تنگی اور فقر کے وقت — آزمائے ہوئے کی تلاش مناسب ہے

در گہے را کازمودم از کرم — حاجتِ نو را ہماں جانب برم

جس دربار کو کرم میں میں آزما چکا ہوں — نئی ضرورت کو وہیں لے جاؤں

معنیِ اللہ۳ گفت آں سیبویہ — یُولَهُونَ فِي الْحَوَائِجِ هُمْ لَدَيْهِ

سیبویہ نے اللہ کے معنی بتائے ہیں — وہ ضرورتوں میں اُس کی طرف رجوع کرتے ہیں

گفت اَلِهْنَا فِي حَوَائِجِنَا اِلَيْكَ — وَالْتَمَسْنَاهَا وَجَدْنَاهَا لَدَيْكَ

اُس نے کہا ہم ضروریات میں تیری طرف رجوع ہوئے — اُن کو ہم نے تلاش کیا اُن کو تیرے پاس پایا

۱ پس بگفتند۔ لوگوں نے اُس شاعر کو بتایا کہ فلاں وزیر جس کا نام بھی حسن ہے اور دل کا حسن ہے اُس نے یہ عطیہ دلوایا ہے۔ شعرِ دراز یعنی بڑا قصیدہ۔ بے زبان۔ شاہ کی عطایا زبانِ حال سے شاہ کی تعریفیں کر رہی تھیں۔ بر قاعدۂ خویش۔ اِس مرتبہ بھی شاہ نے ایکہزار اشرفیاں دینے کا حکم دیا تھا۔

۲ بدہ یک یعنی دسواں حصہ۔ بعد سالے۔ اِس شعر کے مصرعِ اول میں گشت بمعنی گشتن اور دوسرے مصرع کے اخیر میں گشت بمعنی شد سمجھ کر ہم نے ترجمہ کیا ہے۔ عوز۔ ناداری۔ گفت۔ اُس شاعر نے سوچا کہ جس دربار سے پہلے عطا حاصل ہوئی ہو وہاں ہی چلنا چاہیئے۔

۳ معنیِ اللہ۔ یہاں سے مولانا نے ایک ارشادی مضمون شروع کر دیا ہے، سیبویہ نے لفظ اللہ کی جو تحقیق کی ہے اُس میں کہا ہے کہ یہ اسم مشتق ہے اور اَلَہ سے بنا ہے جو دراصل وَلَہ تھا جس کے معنی سرگشتہ ہونا اور گھبراہٹ ظاہر کرنا ہیں تو اللہ سیبویہ کے نزدیک اَلْاِلٰہ تھا پہلی ہا اور دوسرے ہمزہ کو حذف کر کے لام کو لام میں مدغم کر دیا ہے اور یار کو الف سے بدل دیا ہے تو اللہ کو اللہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مخلوق اپنی ضروریات میں اسکے سامنے تضرع و زاری کرتی ہے دوسرا مصرع سیبویہ کا مقولہ ہے

اسمِ اللہ کی وجہ تسمیہ ظاہر کی ہے۔ گفت۔ یعنی سیبویہ نے کہا ہے کہ ہم نے ضروریات میں اللہ سے تضرع و زاری کی اور ہماری ضرورتیں پوری ہوئی ہیں۔

576

صد[1] ہزاران عاقل اندر وقتِ درد
لاکھوں عقلمند درد کے وقت

جملہ نالاں پیشِ آن دیانِ فرد
سب اس یکتا حاکم کے سامنے روتے ہیں

ہیچ دیوانہ فلیوے این کند
کوئی احمق، دیوانہ یہ کرتا ہے

بر بخیلے عاجزے کدیہ تند
کہ عاجز، بخیل سے بھیک مانگے

گر ندیدندے ہزاران بار بیش
اگر ہزاروں بار پہلے نہ دیکھتے

عاقلان جاں کے کشیدندیش پیش
عقلمند کب اس کے سامنے جان کو پیش کرتے؟

بلکہ جملہ ماہیاں در موجہا
بلکہ موجوں میں عام مچھلیاں

جملۂ پرندگان بر اوجہا
بلندیوں پر تمام پرندے

بلکہ جملہ[2] موجہا بازی کناں
بلکہ کھیلتی ہوئی تمام موجیں

ذوق و شوقش اعیان اندر عیاں
اسکے ذوق اور شوق کو پوری طرح ظاہر کر رہی ہیں

پیل و گرگ و حیدر اشکار نیز
ہاتھی اور بھیڑیا اور شیر اور شکار بھی

اژدہائے زفت مور و مار نیز
موٹا اژدھا چیونٹی اور سانپ بھی

بلکہ خاک و باد و آب و ہم شرار
بلکہ مٹی اور ہوا اور پانی اور چنگاریاں بھی

مایہ زو یابند ہم دے ہم بہار
اسی سے سرمایہ حاصل کرتے ہیں خزاں بھی بہار بھی

ہر دمش لابہ کند این آسمان
یہ آسمان ہر وقت اس کی خوشامد کرتا ہے

کہ فرومگذارم اے حق یک زماں
کہ اے خدا! مجھے ایک لمحہ کیلئے بھی نہ چھوڑ

اُستنِ من عصمت و حفظِ توست
میرا ستون، تیرا بچاؤ اور حفاظت ہے

جملہ مطویِ یمینِ آن دو دست
سب چیزیں ان دونوں دائیں ہاتھوں میں لپٹی ہوئی ہیں

وین[3] زمیں گوید کہ دارم برقرار
یہ زمین کہتی ہے کہ مجھے برقرار رکھ

اے کہ برآبم تو کردستی سوار
اے وہ ذات! کہ تو نے مجھے پانی پر سوار کیا ہے

جملگاں کیسہ از و بردوختند
سب نے تھیلی اسی سے سی ہے

دادنِ حاجت از و آموختند
ضرورت پوری کرنا اس سے سیکھا ہے

ہر نبی از وے برآوردہ برات
ہر نبی نے اسی سے حکم نامہ حاصل کیا ہے

اِسْتَعِیْنُوْا مِنْہُ صَبْرًا وَالصَّلٰوۃ
کہ اس سے صبر اور نماز کے ذریعہ مدد چاہو

اللہ کا دینا ہے۔ دادن۔ یہ صفت بندوں میں خدا کی صفت کا مظہر ہے۔ برات۔ شاہی حکمنامہ، دستاویز۔ استعینوا۔ ضروریات میں صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو یعنی صبر کے ساتھ نمازیں اس سے دعا کرو تو کام پورا ہو جائے گا۔

---

[1] صد ہزاران۔ لاکھوں مخلوق مصیبت میں اس اللہ کی طرف رجوع کرتی ہے۔ دیّان۔ بدلہ دینے والا۔ فلیو۔ احمق۔ کدیہ۔ بھیک۔ گر ندیدندے۔ اگر عقلمندوں کی ضروریات وہاں سے پوری نہ ہوئی ہوتیں تو کیوں اس کی طرف رجوع کرتے۔ بلکہ۔ صرف عقلمند انسان ہی نہیں بلکہ تمام کائنات اپنی ضروریات اسی اللہ سے پوری کرتی ہے۔

[2] جملہ موجہا۔ عقلمند انسانوں کے علاوہ صرف جاندار ہی نہیں بلکہ بے جان کائنات بھی اسی اللہ سے سرمایہ حاصل کرتی ہے۔ حیدر۔ شیر۔ مایہ زو یابند یعنی جملہ کائنات اسی سے بہرہ اندوز ہے۔ آسمان۔ آسمان اپنے وجود میں اسی سے مستفید ہے۔ مطوی۔ قرآنِ پاک میں ہے وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ اور آسمان لپٹے ہوئے ہیں اس اللہ کے داہنے ہاتھ میں۔ دو دست۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اسمارِ جلالیہ اور جمالیہ جو کہ ان آسمانوں کی ترتیب کرتے ہیں۔ یمین۔ حدیث میں آیا ہے کِلْتَا یَدَیْ رَبِّیْ یَمِیْنٌ۔ میرے رب کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں انسان کا بایاں ہاتھ کمزور ہوتا ہے

[3] ویں زمین۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی پر قائم کیا ہے۔ جملگاں۔ دوسرے جو بخشش کرتے ہیں وہ بھی خدا کے عطا کردہ مال میں سے بخشتے ہیں تو ان کا دینا بھی در اصل

ہیں از و خواہید نے از غیرِ اُو
خبردار! اُسی سے چاہو نہ کہ اُس کے غیر سے

آب[۱] دَر یَم جُو مَجُو دَر خُشک جُو
پانی سمندر میں تلاش کر خشک نہر میں تلاش نہ کر

وَر بخواہی از دِگر ہم اُو دہد
اگر تو دوسرے سے چاہے گا وہی دے گا

بر کفِ مَیلش سَخا ہم اُو نہد
اُس کے میلان کی ہتھیلی پر سخاوت وہی رکھے گا

آنکہ مُعرِض را از زر قارُوں کُنَد
جو اعراض کرنے والے کو سونے سے قارون بنا دیتا ہے

رُو بدو آری بطاعت چوں کُنَد
اُسی کی طرف رُخ کردہ فرمانبرداری کیساتھ کیا کرے گا؟

بارِ دیگر شاعر از سودای داد
شاعر نے دوبارہ عطیہ کے خیال سے

رُو بسُوئے آں شہِ مُحسِن نہاد
اُس مُحسن بادشاہ کی جانب رُخ کیا

ہدیۂ شاعر چہ باشد شعرِ نَو
شاعر کا ہدیہ کیا ہوتا ہے؟ نیا شعر

پیشِ مُحسِن آرد و بنہد گرو
محسن کو پیش کرتا ہے اور گروی رکھ دیتا ہے

مُحسِناں با صد عطا و جُود و بِر
محسن سیکڑوں عطاؤں اور سخاوت اور احسان سے

زر نہادہ شاعراں را منتظِر
سونا رکھے ہوئے شاعروں کے منتظر رہتے ہیں

پیشِ[۲] شاں شعرے بہ از صد تنگ شعر
اُنکے نزدیک ایک شعر اُن کے سَو گٹھروں سے بہتر ہوتا ہے

خاصہ شاعر کو گہر آرد ز قعر
خصوصاً وہ شاعر جو گہرائی سے موتی نکال کر لاتا ہے

آدمی اوّل حریصِ ناں بُوَد
انسان پہلے روٹی کا حریص ہوتا ہے

زانکہ قُوتِ ناں ستونِ جاں بُوَد
کیونکہ روٹی کی روزی جان کا ستون ہے

سوئے کسب و سُوئے غصب و صد حِیَل
کمائی کی جانب، چھیننے اور سینکڑوں تدبیروں کی جانب

جاں نہادہ بر کفِ از حرص و اَمل
لالچ اور امید سے ہتھیلی پر جان رکھے ہوئے ہے

چوں بنادر گشت مُستغنی ز ناں
جب اتفاقاً روٹی سے بے نیاز ہو گیا

عاشقِ نام ست و مدحِ شاعراں
تو نام (آوری)، اور شاعروں کی تعریف کا عاشق ہے

تاکہ[۳] اصل و نسلِ اُو را بَر دہند
تاکہ اس کی اصل و نسل کو وہ پھلدار کریں

در بیانِ فضلِ اُو منبر نہند
اُس کی فضیلتوں کے بیان میں منبر رکھیں

تا کہ کرّ و فرّ و زر بخشیِ اُو
تاکہ اُس کی شان و شوکت اور سخاوت

ہمچو عنبر بُو دہد در گفتگو
بات چیت میں عنبر کی طرح خوشبو مہکائے

خَلقِ ما بر صورتِ خود کرد حق
اللہ تعالیٰ نے ہماری تخلیق اپنی صورت پر کی ہے

وصفِ ما از وصفِ اُو گیرد سبق
ہمارے اوصاف اُس کے اوصاف سے سبق لیتے ہیں

---

[۱] آب۔ اللہ تعالیٰ عطا کا سمندر ہے دوسرے خشک نہر ہیں۔ ور بخواہی۔ دوسروں کی عطا بھی دراصل اللہ کی عطا ہے اس لئے کہ اُن میں سخاوت کا مادّہ اُسی نے رکھا ہے۔ مُعرِض۔ جب وہ منکروں کو بھی نوازتا ہے تو عبادتگذاروں کو کیوں نہ نوازے گا۔ سودا۔ خیال۔ بنہد گرو۔ شاعر شعر پیش کرکے انعام چاہتا ہے۔ مُحسِناں۔ سخی داد و دہش کے لئے روپیہ لئے ہوئے شاعروں کے منتظر رہتے ہیں کہ وہ آئیں تو اُن کو انعام دیں۔

[۲] پیشِ شاں۔ جو لوگ شاعروں کے قدردان ہیں اُن کے نزدیک ایک شعر ریشمین کپڑے کے سیکڑوں گٹھروں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ خاصہ۔ خصوصاً اُس شاعر کے اشعار جو نئے عمدہ مضامین شعر میں کہے۔ آدمی۔ انسانی فطرت ہے کہ وہ روٹی کی فکر کرتا ہے جب اُس سے مُستغنی ہوتا ہے تو مدح و ثنا کا طالب بنتا ہے۔ سوی۔ پیٹ کے لئے جائز و ناجائز سو دھندے کرتا ہے۔

[۳] تاکہ۔ اب اُس کی خواہش ہو کہ شعراء اُس کے حسب و نسب کی مدح و ثنا کریں اور منبروں پر بیٹھ کر مدحیہ اشعار پڑھیں۔ ہمچو عنبر۔ تاکہ اُس کی شان و شوکت کی خوشبو میں پھیل جائیں۔ خلق۔ اللہ نے انسان کو اپنی صورت اور صفات پر پیدا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ شکر

... اللہ نے انسان کو اپنی صفت ...

576

چونکہ آں خلاق شکر و حمد جوست
آدمی را مدح جوئی نیز خوست

چونکہ وہ خلاق شکر اور حمد کا طالب ہے
تعریف کی تلاش انسان کی بھی عادت ہے

خاصہ مردِ حق کہ در فضل ست چست
پُر شود زاں باد چوں خیکِ درست

خصوصاً مردِ حق جو بزرگی میں چست ہے
صحیح مشکیزہ کی طرح اس ہوا سے پُر ہو جاتا ہے

ور نباشد اہل زاں بادِ دروغ
خیک بدرید ست کے گیرد فروغ

اور اگر اہل نہ ہو، اُس جھوٹی ہوا سے
پھٹا ہوا مشکیزہ ہے (وہ) کب اُبھار حاصل کریگا؟

ایں مثل از خود نگفتم اے رفیق
سرسری مشنو چو اہلی و مُفیق

اے دوست! یہ مثال میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی ہے
اگر تو ہوشمند اور اہل ہے (اسکو) سرسری نہ سن

ایں پیمبر گفت چوں بشنید قدح
کہ چرا فربہ شود احمد بمدح

یہ بات پیغمبرؐ نے فرمائی جبکہ انہوں نے اعتراض سنا
کہ احمدؐ تعریف سے موٹے کیوں ہوتے ہیں!

رفت شاعر سوئے آں شاہ و ببرد
شعر اندر شکرِ احساں کاں نمرد

شاعر اُس بادشاہ کی جانب چلا اور لے گیا
احسان کے شکریہ میں شعر کیونکہ وہ (احسان) نہ مرا تھا

محسناں مردند و احسانہا بماند
اے خنک آنرا کہ ایں مرکب براند

احسان کرنے والے مر جاتے ہیں اور احسان زندہ رہتے ہیں
قابلِ مبارکباد ہے وہ جس نے یہ سواری چلائی

ظالماں مردند و ماند آں ظلمہا
وائے جانے کو کند مکر و دغا

ظالم مر گئے اور وہ ظلم باقی رہ گئے
اُس جان پر افسوس ہے جو مکر اور دغا کرے

گفت پیغمبر خنک آں را کہ او
شد ز دنیا ماند ازو فعلِ نکو

پیغمبرؐ نے فرمایا کہ وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے
جو دنیا سے گیا (اور) اُس کا نیک کام باقی رہا

مردِ محسن لیک احسانش نمرد
نزدِ یزداں دین و احساں نیست خرد

احسان کرنے والا مرا، لیکن اُس کا احسان نہ مرا
اللہ کے نزدیک دین اور احسان معمولی چیز نہیں ہے

نامِ نیکِ او ز فعلِ نیک داں
پس نمردست او یقیں بنگر میاں

اُس کی نیکنامی، نیک کام سے سمجھ
وہ یقیناً نہیں مرا ہے، اچھی طرح غور کرلے

وائے آنکو مرد و عصیانش نمرد
تا نہ پنداری بمرگ او جاں ببرد

اُس پر افسوس ہے جو مر گیا اور اُسکا گناہ نہ مرا
تو ہرگز یہ خیال نہ کر کہ مر کر وہ جان بچا لے گیا

ایں رہا کن زانکہ شاعر بر گذر
وام دار ست و قوی محتاجِ زر

اُس کو چھوڑ کیونکہ شاعر راستہ پر
مقروض ہے اور سونے کا بہت محتاج ہے

لے خاصہ۔ یعنی اہل اللہ جب اپنی تعریف سنتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ لوگ اُن کے مدّاح بنکر سیدھے راستہ پر لگ رہے ہیں تو اُن کو بہت خوشی ہوتی ہے۔ خیکِ درست۔ اگر درست مشک میں پھونک بھرو تو وہ پھول جائیگی۔ بادِ دروغ۔ اگر غیر واقعی تعریف ہو تو اس کی مثال یہ ہے کہ پھٹی ہوئی مشک میں پھونک بھری جائے۔ مُفیق۔ ہوشمند۔ ایں پیمبر گفت۔ اس مفہوم کی کوئی حدیث کتابوں میں دستیاب نہیں ہو سکی۔ نمرد۔ احسان اور عمل غیر مُردہ نہیں ہوتا ہے۔

لے محسناں۔ محسن مر جاتا ہے لیکن اُس کا احسان زندہ رہتا ہے ظالماں۔ اسی طرح ظلم زندہ رہتا ہے اور ظالم مر جاتا ہے۔ گفت۔ اِن الفاظ کی کوئی حدیث کتبِ حدیث میں نہیں ہے البتہ ایک حدیث ہے اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْہُ عَمَلُہٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثَۃٍ مِنْ صَدَقَۃٍ جَارِیَۃٍ اَوْ عِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِہٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْلَہٗ۔ جب انسان مر جاتا ہے تو اُس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں صدقہ جاریہ، علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور نیک اولاد جو اُس کے لئے دعا کرے۔

لے نیک نام۔ نیک نامی بھی ایک نہ مرنے والا عمل ہے۔ وائے۔ وہ انسان بدبخت ہے جو مر گیا اور اپنے پیچھے ایسے بدعمل چھوڑ گیا جو نہ مرنے والے ہیں اُس شخص کے

۵۶۹

بُرد شاعر شعر سُوئے شہریار — بر اُمیدِ بخشش و احسانِ پارؔ
شاعر، شعر بادشاہ کے پاس لے گیا — گذشتہ سال کی بخشش اور احسان کی اُمید پر

نازنیں شعرے پر از دُرِّ دُرست — بر اُمید و بُوئے اکرامِ نخست
نازک اشعار عمدہ موتیوں سے پُر — پہلے جیسے اکرام کی اُمید اور آرزو پر

شاہ ہم بر خوئے خود گفتش ہزار — چوں چُنیں بُد عادتِ آں شہریار
بادشاہ نے بھی اپنی عادت کے مطابق اُس کیلئے ایکہزار کا حکم دیا — کیونکہ اُس بادشاہ کی یہی عادت تھی

لیک ایں بار آں وزیرِ پُر ز جُود — بر بُراقِ عز ز دُنیا رفتہ بُود
لیکن اِس بار وہ سخاوت سے پُر وزیر — عزت کے بُراق پر دنیا سے روانہ ہوچکا تھا

بر مقامِ اُو وزیرِ نو رئیس — گشتہ، لیکن سخت بے رحم و خسیس
اُس کی جگہ پر نیا وزیر حاکم — بن گیا تھا، لیکن بہت بے رحم اور کمینہ تھا

گفت اے شہ خرجہا داریم ما — شاعرے را نبود ایں بخشش سزا
کہا اے بادشاہ! ہمیں بہت اخراجات درپیش ہیں — ایک شاعر کے لئے یہ بخشش مناسب نہیں ہے

منؔ بر بعِ عشر ایں اے مغتنم — مردِ شاعر را خوش و راضی کنم
اے مغتنم! میں اِس کے چالیسویں (حصہ) پر — شاعر کو خوش اور راضی کرلوں گا

خلق گفتندش کہ اُو از پیش دست — دہ ہزارے زیں دلاور بردہ است
لوگوں نے اُس سے کہا کہ وہ پہلے — اِس دلاور (بادشاہ) سے دس ہزار لے گیا ہے

بعدِ شکر کلک خائی چوں کند — بعدِ سلطانی گدائی چوں کند
شکر کے بعد نرکل چبانا کیسے (گوارا) کریگا — شاہی کے بعد فقیری کیسے کرے گا!

گفت بفشارم اُو را اندر فشارؔ — تا شود زار و نزار از انتظار
اُس نے کہا میں اُس کو تنگی میں دباؤنگا — تاکہ وہ انتظار سے رونے لگے اور لاغر ہوجائے

آنگہ ار خاکش دہم از راہِ من — در رُباید ہمچو گُلبرگ از چمن
تب اگر میں اُس کو راستہ کی خاک بھی دونگا — چمن سے پھول کی پتیوں کی طرح لے جائیگا

ایں بمن بگذار کاُستادم دریں — گر تقاضا گر بُود ہم آتشیں
یہ مجھ پر چھوڑ دے کہ میں اس معاملہ میں اُستاد ہوں — خواہ تقاضا کرنے والا گرم مزاج بھی ہو

از ثریا گر بپرد تا ثریٰ — نرم گردد چوں بہ بیند اُو مرا
اگر وہ ثریا سے ثریٰ تک پرواز کرے — جب مجھے دیکھ لے گا نرم پڑجائے گا

لہ بار گزشتہ۔ نازنیں یعنی جو قصیدہ شاعر نے پیش کیا وہ بہت عمدہ تھا اسکے موتی جیسے الفاظ تھے ہزار۔ شاہ کی عادت تھی کہ وہ عموماً شاعروں کو ایکہزار اشرفیاں انعام میں دیتا تھا۔ لیک بار۔ اِس بار جب شاعر آیا تو پُرانا وزیر دنیا سے باعزت رخصت ہوچکا تھا۔ بر مقامِ او۔ اُس کے قائم مقام جو نیا وزیر بنا تھا وہ بے رحم اور کمینہ تھا۔ گفت۔ اِس دوسرے وزیر نے بادشاہ سے کہا ہمیں خود اخراجات درپیش ہیں ایک شاعر کو اِس قدر زیادہ دینا مناسب نہیں ہے۔

لہ من بر بعِ عشر۔ اِس وزیر نے کہا کہ میں ایک ہزار کے چالیسویں حصہ پر شاعر کو راضی کرلوں گا۔ خلق۔ لوگوں نے اُس وزیر سے کہا۔ بعد شکر یعنی شکر کھانے کے بعد نرکل کو کیسے چبائے گا۔ گفت۔ وزیر نے لوگوں سے کہا میں اُس کو اتنا انتظار کراؤں گا کہ وہ عاجز اور پریشان ہوجائے گا۔

لہ آنگہ۔ جب وہ انتظار میں پریشان ہوگا تو معمولی انعام کو بھی غنیمت سمجھے گا۔ ایں بمن۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا یہ معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے میں ایسے کاموں میں اُستاد ہوں تقاضہ کرنیوالا خواہ گرم مزاج ہو میں اُس کو ٹھنڈا کردیتا ہوں۔ از ثریا۔ خواہ اُسکی دوڑ دھوپ کچھ ہی ہو مجھے دیکھ کر نرم پڑ جائیگا اور راضی ہو جائیگا۔

گفت[1] سلطانش برو فرماں ترا ست
بادشاہ نے اُس سے کہا جا تجھے اختیار ہے

لیک شادش کن کہ نیکو گوی ماست
لیکن اسکو خوش کردینا کیونکہ وہ ہماری بھلائی بیان کرنے والا ہے

گفت اُورا و دو صد چوں اُو گدا
اُس نے کہا اُسکو اور اُس جیسے دو سو فقیروں کو

تو بمن بگذار و فارغ شو شہا
تو اے شاہ! میرے اوپر چھوڑ دے اور مطمئن ہوجا

پس فگندش صاحب اندر انتظار
پھر اُس کو وزیر نے انتظار میں مبتلا کردیا

شد زمستان و دے و آمد بہار
جاڑا اور موسم خزاں ختم ہوا اور موسم بہار آگیا

شاعرش چندانکہ حاجت می نمود
شاعر، جتنی بھی اُس کے سامنے ضرورت پیش کرتا

صاحبش در وعدہ حیلہ می فزود
وزیر اپنے وعدہ میں حیلوں کا اضافہ کردیتا

شاعر[2] اندر انتظارش پیر شد
اُس کے انتظار میں شاعر بوڑھا ہوگیا

پس زبونِ ایں غم و تدبیر شد
اِس غم اور تدبیر سے بہت عاجز آگیا

گفت اگر زر نہ کہ دُشنامم دہی
اُس نے کہا اگر سونا نہیں تو مجھے گالی ہی دیدے

تا رہد جانم، ترا باشم رہی
تاکہ میری جان چھوٹے، میں تیرا غلام بنجاؤنگا

انتظارم کُشت بارے گو برو
مجھے انتظار نے مار ڈالا اب کہہ دے کہ چلا جا

تا رہد ایں جانِ مسکیں از گرو
تاکہ یہ مسکین جان قید سے نجات پالے

بعد ازانش داد ربعِ عشرِ آں
اِس کے بعد اُس نے اُس کا چالیسواں حصہ دیا

ماند شاعر اندر اندیشہ گراں
شاعر بھاری فکر میں پڑ گیا

کانچناں[3] نقد و چناں بسیار بود
کہ وہ ایسا نقد اور اتنا زیادہ تھا

ایں کہ دیر اشگفت دستہ خار بود
یہ جو دیر میں کھلا کانٹوں کا گٹھا تھا

پس بگفتندش کہ آں دستورِ راد
لوگوں نے اُس سے کہا وہ عقلمند وزیر

رفت از دُنیا خدا مُزدش دہاد
دنیا سے چلا گیا خدا اُس کو اجر دے

کہ مضاعف زو ہمی شد آں عطا
کہ اُس کی وجہ سے عطا دوگنی ہوجاتی تھی

کم ہمی افتاد در بخششِ خطا
عطا کے معاملہ میں اُس سے غلطی نہ ہوتی تھی

ایں زماں اُو رفت و احساں را ببرد
اب وہ چلا گیا اور احسان کو (بھی) لے گیا

اُو بمرد الحق ولے احساں نمرد
وہ یقیناً مرگیا لیکن احسان نہیں مرا

رفت از ما صاحبِ راد و رشید
ہم سے دانا اور نکوکار وزیر رخصت ہوگیا

صاحبِ سلاخِ درویشاں رسید
فقیروں کی کھال کھینچنے والا وزیر آگیا

---

[1] گفت سلطانش۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا تجھے اختیار ہے جو چاہے کر لیکن اُس کو خوش کردینا گفت اُورا۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا میں اُس جیسے لاکھوں سے نمٹ لونگا یہ معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے۔ پس فگندش۔ وزیر نے انعام دینے میں ٹال مٹول شروع کردی اور موسم پر موسم گذرنے لگے، شاعر جس قدر بھی اپنی ضرورتیں ظاہر کرتا وزیر حیلہ بازی میں اضافہ کردیتا۔

[2] شاعر۔ شاعر وعدہ کے ایفاء کے انتظار میں بوڑھا ہو گیا اور وزیر کی مکاری سے عاجز آگیا۔ گفت۔ شاعر نے وزیر سے کہا کہ اگر تو انعام نہیں دیتا ہے تو مجھے گالی ہی دیدے تاکہ یہ انتظار تو ختم ہو میں تیرا شکر گذار ہونگا۔ انتظارم۔ شاعر نے وزیر سے کہا۔ ربعِ عشر۔ چالیسواں یعنی پچیس اشرفیاں۔

[3] کانچناں۔ یعنی پہلے فوراً اور بہت ملا۔ دستہ خار۔ کانٹوں کا گٹھا۔ آں دستور۔ پہلا حسن نامی وزیر۔ مضاعف دوگنا۔ ایں زماں۔ یہ پہلا وزیر حسن اگرچہ مرگیا لیکن اُس کے احسانات زندہ ہیں۔ سلاخ۔ کھال کھینچنے والا۔

581

رو بگیر ایں را و زینجا شب گریز — تا نگیرد با تو ایں صاحب ستیز[51]
جا یہ لے لے اور یہاں سے رات میں نکل جا — تاکہ یہ جھگڑالو، تجھے گرفت میں نہ لے لے

ما بصد حیلت از و ایں ہدیہ را — بستدیم اے بے خبر از جہدہا
ہم نے سینکڑوں تدبیروں سے یہ بخشش — حاصل کی ہے، اے کوششوں سے بے خبر!

رو بدیشاں کرد و گفت اے مشفقاں — از کجا آمد بگوئید ایں عواں
اس نے اُن کی طرف رُخ کیا اور کہا اے شفقو! — بتاؤ، یہ سپاہی کہاں سے آیا ہے؟

چیست نامِ ایں وزیرِ جامہ کَن — قوم گفتندش کہ نامش ہم حسن
اس کپڑے اُتارنے والے وزیر کا نام کیا ہے؟ — لوگوں نے کہا اُس کا نام بھی حسن ہے

گفت یا رب نامِ آن و نامِ ایں — چوں یکے آمد دریغ اے ربِّ دیں
اس نے کہا اے خدا! اُس کا نام اور اِس کا نام — ایک کیسے ہوا! اے دین کے رب! افسوس ہے

آں حسن[52] نامی کہ از یک کلکِ او — صد وزیر و صاحب آمد جود جو
وہ حسن نام والا کہ جس کے ایک قلم کی جنبش سے — سو وزیر اور صاحب، طالب بخشش تھے

ایں حسن کز ریشِ زشتِ ایں حسن — می تواں بافید اے جاں صد رسن
یہ حسن کہ اِس حسن کی بدنما داڑھی سے — اے جان! سو رسیاں بٹی جا سکتی ہیں

بر چنیں صاحب چو شہ اصغا کند — شاہ و ملکش را ابد رسوا کند
ایسے وزیر کی بات پر جب بادشاہ کان دھرتا ہے — وہ ہمیشہ شاہ اور اُس کی سلطنت کو رسوا کرتا ہے

ماندستنِ بدرای ایں وزیرِ دون در افسادِ مروّتِ شاہ بوزیرِ فرعون یعنی ہامان در افسادِ قابلیت فرعون پندِ موسیٰ را علیہ السلام

اِس کمینہ وزیر کی شاہ کی انسانیت کو برباد کرنے میں فرعون کے وزیر یعنی ہامان کیساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کو قبول کرنے کے اِفساد میں مشابہت

چند آں فرعون[53] می شد نرم و رام — چو شنیدے او ز موسیٰ آں کلام
بہت سی مرتبہ فرعون، نرم اور مطیع بنا — جب وہ موسیٰ م سے وہ کلام سنتا تھا

آں کلامے کہ بدادے سنگ شیر — از خوشیِ آں کلامِ بے نظیر
وہ کلام کہ پتھر دودھ دے دیتا — اُس بے نظیر کلام کی خوبی سے

چوں بہاماں کہ وزیرش بود او — مشورت کردے کہ کینش بود خو
جب ہامان سے جو کہ اُس کا وزیر تھا — وہ مشورہ کرتا جس کی خصلت کینہ پن تھی

---

[51] تانگیرد یعنی یہ عطا لیکر چلا جاؤ ورنہ کوئی الزام رکھ کر یہ بھی چھین لیگا۔ ما۔ وزیر سے متعلق لوگوں نے یہ بھی کہکہ تجھے تو خبر نہیں ہم نے اتنا بھی تجھے بہت کوششوں سے دلوایا ہے۔ رو۔ یعنی شاعر نے اُن لوگوں سے کہا کہ یہ وزیر نہیں بلکہ ظلم پیشہ سپاہی ہے یہ کہاں سے آیا ہے۔ جامہ کن۔ کپڑے اُتار لینے والا۔ گفت۔ شاعر نے جب یہ سُنا کہ اس وزیر کا نام بھی حسن ہے تو اُس نے افسوس کا اظہار کیا کہ ایسے بھلے وزیر اور ایسے بُرے وزیر کا نام یکساں حسن ہو۔

[52] آں حسن۔ پہلا وزیر جس کا نام حسن تھا اُس کے قلم سے تو سخاوت ہوتی تھی اور یہ حسن اِس قابل ہے کہ اُس کی داڑھی سے رسیاں بنائی جائیں۔ بر چنیں۔ ایسا بدفطرت وزیر شاہ اور سلطنت کیلئے رسوائی کا باعث ہے۔ ماندستن۔ شاہ کا یہ دوسرا وزیر ایسا ہی تھا جیسا کہ فرعون کا وزیر ہامان۔

[53] چند فرعون کئی بار حضرت موسیٰ کی گفتگو سے نرم ہو گیا تھا لیکن اُس کا وزیر پھر اُسکو حضرت موسیٰ کے مدِ مقابل کر دیتا تھا۔ سنگ شیر یعنی حضرت موسیٰ کا کلام ایسا پُر تاثیر تھا کہ اُسکو سن کر پتھر سے بھی دودھ ٹپک جاتا۔ کینش۔ ہامان کی طبیعت بہت کینہ جُو تھی۔

چون۱ بہاماں مشورت کردے دراں — تا نعش گشتے مدام آں سخت جاں

جب وہ اُس میں ہامان سے مشورہ کرتا — وہ سخت جان ہمیشہ اُس کے لئے مانع بنا

پس بگفتے تاکنوں بودی خدیو — بندہ گردی ژندہ پوشے را بریو

وہ کہتا کہ آپ اب تک شاہِ مصر تھے — مکر سے ایک گدڑی پوش کے غلام بن گئے

ہمچو سنگِ منجنیقے آمدے — آں سخن بر شیشہ خانہ اُو زدے

گوپھن کے پتھر کی طرح آتی — یہ بات، اور اُس کے شیش محل پر لگتی

ہر چہ صد روز آں کلیمِ خوش خطاب — ساختے در یک دم اُو کردے خراب

وہ خوش کلام کلیم (اللہ) جو سو دن میں — بناتے، وہ ایک دم میں اُس کو برباد کر دیتا

عقلِ۲ تو مغلوبِ دستورِ ہواست — در وجودت رہزنِ راہِ خداست

تیری عقل خواہشِ نفسانی کے وزیر سے مغلوب ہے — تیرے وجود میں راہِ خدا کا ڈاکو ہے

ناصحے ربّانیے پندت دہد — آں سخن را اُو بفن طرحے نہد

کوئی اللہ والا نصیحت کرنے والا تجھے نصیحت کرتا ہے — وہ اُس بات کو چالاکی سے ٹال دیتی ہے

کایں نہ برجا نیست ہیں از جا مشو — نیست چنداں با خود آ شیدا مشو

کہ یہ بات بامر قع نہیں ہے خبردار! جگہ سے ہل — یہ بات ایسی نہیں ہے ہوش میں آ، دیوانہ بن

وائے آں شہ کہ وزیرش ایں بود — جائے ہر دو دوزخِ پُر کیں بود

اُس بادشاہ پر افسوس ہے جس کا ایسا وزیر ہو — دونوں کا مقام غضبناک دوزخ ہے

شاد آں شاہے کہ اُو را دستگیر — باشد اندر کار چوں آصف وزیر

وہ بادشاہ قابلِ مبارکباد ہے کہ اُس کا مددگار — ہر معاملہ میں آصف جیسا وزیر

شاہِ۳ عادل چوں قرینِ اُو شود — نامِ اُو نورٌ علیٰ نور ایں بود

منصف بادشاہ جب اُس کا ساتھی ہو — تو اُس کا نام نورٌ علیٰ نور ہو

چوں سلیمانؑ شاہ و چوں آصف وزیر — نور بر نور ست عنبر بر عبیر

سلیمانؑ جیسا بادشاہ اور آصف جیسا وزیر — نور بالائے نور، عبیر پر عنبر ہے

شاہ فرعون و چو ہامانش وزیر — ہر دو را نبود ز بدبختی گزیر

شاہ، فرعون ہو اور ہامان جیسا اُس کا وزیر — (تو)، دونوں کے لئے بدبختی کے سوا چارہ نہیں ہے

پس بود ظلمات بعضے فوق بعض — نے خرد یار و نہ دولت روزِ عرض

تاریکیاں ہوں گی تہ بہ تہ — قیامت کے روز نہ عقل یار ہوگی نہ دولت

---

۱ چوں۔ فرعون جب ہامان سے مشورہ کرتا تو وہ فرعون کو حضرت موسیٰؑ کی پیروی سے روک دیتا۔ پس بگفتے۔ ہامان فرعون کو بھڑکانے کیلئے کہتا کہ اب تک تو آپ شاہِ مصر ہیں حضرت موسیٰؑ کی پیروی کے بعد آپ غلام بن جائیں گے۔ خدیو۔ مصر کے بادشاہوں کا لقب ہے۔ ژندہ پوشے۔ یعنی حضرت موسیٰؑ۔ کلیم۔ حضرت موسیٰؑ۔

۲ عقلِ تو۔ اب مولانا نے نصیحت شروع کی ہے کہ اے مخاطب تیری عقل تیری خواہش سے مغلوب ہے جس طرح فرعون ہامان سے مغلوب تھا۔ اُو بفن۔ یعنی خواہشِ نفسانی مکاری سے اس نصیحت کو ٹال دیتی ہے۔ کایں۔ خواہشِ نفسانی عقل سے کہتی ہے کہ یہ بات بامحل نہیں ہے اس پر فریفتہ نہ ہو۔ وائے۔ اُس شاہ پر افسوس ہے کہ جس کا وزیر ہامان جیسا ہو اُن دونوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ شاد۔ وہ شاہ قابلِ مبارکباد ہے جس کا آصف جیسا وزیرِ مشیرِ کار ہو۔

۳ شاہِ عادل۔ جب بادشاہ بھی منصف ہو اور وزیر بھی بھلا ہو تو نور بالائے نور ہے۔ چوں سلیمانؑ۔ حضرت سلیمانؑ اور اُن کا وزیر آصف نور بالائے نور کا مصداق تھے۔ شاہ فرعون۔ شاہ فرعون ہو اور وزیر ہامان تو بدبختی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پس۔ ایسے شاہ کیلئے قیامت میں تاریکی بالائے تاریکی ہوگی۔

من ندیدم جز شقاوت در لئام — گر[1] تو دیدستی رساں از من سلام
میں نے کمینوں میں سوائے بدبختی کے کچھ نہ دیکھا — اگر تونے دیکھا ہے تو اُن کو میرا سلام پہنچا دے

ہمچو جاں باشد شہ و صاحب چو عقل — عقلِ فاسد روح را آرد بہ نقل
شاہ بمنزلہ جان کے اور وزیر عقل جیسا ہوتا ہے — خراب عقل، روح کو نکال دیتی ہے

آں فرشتہ عقل چوں ہاروت شد — سحر آموزِ دو صد طاغوت شد
عقل کا فرشتہ جب ہاروت بن جاتا ہے — دو سو شیطانوں کو جادو سکھانے والا ہو جاتا ہے

عقلِ جُزوی را وزیرِ خود مگیر — عقلِ کُل را ساز اے سُلطاں وزیر
ناقص عقل کو اپنا وزیر نہ بنا — اے شاہ! عقلِ کُل کو اپنا وزیر بنا

مر ہوا را تو وزیرِ خود مساز — کہ برآید جانِ پاکت از نماز
تو ہوا (و ہوس) کو اپنا وزیر مت بنا — کیونکہ تیری پاک جان عبادت سے خارج ہو جائیگی

کایں ہوا پُر حرص و حالی بیں بود — عقل را اندیشۂ یوم الدیں بود
کیونکہ یہ خواہش حرص بھری اور موجود کو دیکھنے والی ہوتی ہے — عقل کو قیامت کی فکر ہوتی ہے

عقل[2] را دو دیدہ در پایانِ کار — بہرِ آں گُل می کشد اُو رنجِ خار
عقل کی دونوں آنکھیں انجامِ کار پر ہوتی ہیں — وہ اُس پھول کے لئے کانٹے کی تکلیف برداشت کرتی ہے

کہ نہ فرساید نہ ریزد در خزاں — باد ہر خرطوم اخشم دور ازاں
کیونکہ وہ خزاں میں نہ شکستہ ہوتا ہے نہ جھڑتا ہے — خدا کرے نہ سونگھ سکنے والے کی ناک اُس سے دور رہے

ور چہ عقلت ہست با عقلِ دگر — یار باش و مشورت کن اے پدر
اگرچہ تیری (بھی) عقل ہے لیکن، دوسری عقل کا — دوست بن جا، اے بابا! مشورہ کرلے

با دو عقل از بس بلاہا وا رہی — پائے خود بر اوجِ گردوں نہی
تو دو عقلوں کے ذریعہ بہت سی بلاؤں سے نجات پائیگا — اپنا پاؤں آسمانوں کی بلندی پر رکھے گا

نشستنِ[3] دیو بر مقامِ سلیمانؑ و تشبہ کردنِ او بکارہائے سلیمانؑ و فرق ظاہر شدن میانِ دیو و سلیمانؑ و دیو خود را سلیمان بن داؤد نام کردن

حضرت سلیمانؑ کی جگہ پر دیو کا بیٹھنا اور اُس کا حضرت سلیمانؑ کے کاموں کی نقل اُتارنا اور دیو اور حضرت سلیمانؑ میں فرق ظاہر ہو جانا اور دیو کا اپنا نام سلیمان بن داؤد مقرر کرنا

سلیمانؑ کی جگہ بیٹھ گیا تھا محققین کے نزدیک محض افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں مولانا نے محض تمثیلاً اُس کو بیان فرما دیا ہے بہرحال مولانا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ انسان کا دل بمنزلہ سلیمانؑ کی انگوٹھی کے ہے شیطان سے اسکی حفاظت ضروری ہے

[1] گر تو۔ اگر کمینوں میں تجھے کوئی سعادت نظر آئے تو اُس سے میرا سلام کہہ دے۔ ہمچو جاں۔ شاہ بمنزلہ جان اور وزیر بمنزلہ عقل کے ہے اگر عقل خراب ہو جائے تو روح باقی نہیں رہتی ہے۔ عقل۔ عقل جو بمنزلہ فرشتہ ہے اگر وہ ہاروتی فطرت اختیار کرلے تو اسکے کارنامے خراب ہوتے ہیں۔ طاغوت۔ ہر وہ طاقت جو اللہ سے سرکشی کرے۔ عقلِ جزوی۔ عام انسانی عقل۔ عقلِ کُل۔ وہ عقل جو ہوا و ہوس سے آزاد ہو۔ ہوا۔ خواہشِ نفسانی کو وزیر نہ بنا۔ کہ برآید۔ ورنہ تیری روح عبادت چھوڑ دے گی۔ کایں ہوا۔ انسان کی خواہشِ نفسانی حریص ہوتی ہے اور حالی یعنی دنیاوی معاملات کی فکر کرتی ہے، عقل آخرت کے معاملہ کو سوچتی ہے۔

[2] عقل را۔ عقل کی دو آنکھیں انجام پر نظر رکھتی ہیں۔ گُل۔ یعنی آخرت۔ خار یعنی دنیاوی مصائب۔ کہ۔ وہ پھول نہ بکھرتا ہے نہ جھڑتا ہے۔ اخشم۔ وہ انسان جس میں سونگھنے کی قوت نہ ہو۔ ورچہ۔ خواہ انسان میں خود بھی عقل ہو لیکن عقلِ کامل کو ضرور شریکِ مشورہ کرے۔ با دو عقل۔ خود انسان کی عقل اور عقلِ کامل دونوں مل کر مصائب سے نجات دلائینگی۔

[3] نشستن۔ یہ قصہ کہ صخر نامی دیو نے حضرت سلیمانؑ کی انگشتری چُرالی تھی اور خود حضرت

۵۶۱

دیو[۵۱] گر خود را سلیمانؑ نام کرد
دیو نے اپنا نام سلیمانؑ رکھ لیا

مُلک بُرد و مملکت را رام کرد
مُلک لے اُڑا اور سلطنت کو مسخر کر لیا

صورتِ کارِ سلیماں دیدہ بُود
اُس نے حضرت سلیمانؑ کے کام کا ظاہر دیکھا تھا

صورت اندر سرّ دیوی می نمود
شیطانی باطن میں صورت رونما تھی

خلق گفتند ایں سلیماں بے صفاست
لوگوں نے کہا یہ سلیمان، بے نور ہے

از سلیماں تا سلیماں فرقہاست
سلیمان سے سلیمان تک بہت فرق ہیں

اُو چو بیدار یست ایں ہمچو وسن
وہ بیداری کی طرح، یہ نیند کی طرح ہے

ہمچناں کہ آں حسَن تا ایں حسَن
جیسا کہ اُس حسَن اور اِس حسَن میں

دیو[۵۲] میگفتے کہ حق بر شکلِ من
دیو کہتا تھا کہ اللہ (تعالیٰ) نے میری صورت پر

صورتے کرد ست خوش بر اہرمن
شیطان کی خوبصورت صورت بنا دی ہے

دیو را حق صورتے من دادہ ست
اللہ (تعالیٰ) نے دیو کو میری صورت دیدی ہے

تا ببند از دشما را اُو بشست
تاکہ وہ تمہیں کمند میں پھنسا لے

گر پدید آید بدعویٰ زینہار
اگر وہ دعوے کے ساتھ نمودار ہو، ہرگز

صورتِ اُو را مدارید اعتبار
اُس کی صورت کا اعتبار نہ کرنا

دیو شاں از مکر می گفتے ولیک
دیو مکاری سے اُن سے کہتا تھا، لیکن

می نمود آں عکس بر دلہائے نیک
اُس کا نیک دلوں پر عکس ظاہر ہوتا تھا

نیست بازی با مُمیّز خاصہ اُو
دھوکا تمیز کر لینے والے کیساتھ (ممکن) نہیں خصوصاً

کہ بُود تمیز و عقلش غیب گو
کہ جس کی تمیز اور عقل غیب کو بتا دے

ہیچ سحر و ہیچ تلبیس و دغل
کوئی جادو اور کوئی مکاری اور کوئی فریب

می نہ بندد پردہ بر اہلِ دُوَل
پردہ نہیں ڈال سکتا دولت والوں پر

پس[۵۳] ہمی گفتند با خود در جواب
پھر وہ جواب میں اپنے دل میں کہتے

باژگونہ می روی اے کج خطاب
اے ٹیڑھی بات کرنیوالے! تو اُلٹی چال چل رہا ہے

باژگونہ رفت خواہی ہمچنیں
تو اسی طرح اُلٹا جائے گا

سوئے دوزخ اسفل اندر سافلین
دوزخ کی جانب نیچے طبقوں میں سے نچلے میں

اُو اگر معزول گشتہ است و فقیر
وہ (سلیمان) اگرچہ معزول اور فقیر ہو گئے ہیں

ہست در پیشانیش بدرِ منیر
اُن کی پیشانی میں چودھویں کا چاند ہے

---

۵۱ دیو: مسخر۔ رآم: فرمانبردار۔ صورت: وہ دیو حضرت سلیمانؑ کے ظاہر کار سے واقف تھا حقیقت سے واقف نہ تھا تو اُس نے ظاہر کار کی نقل آمارنی شروع کر دی لیکن اُن کاموں کا باطن شیطانی تھا۔ خلق: جب صخر نے سلیمانؑ ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنا نام بھی سلیمان ظاہر کیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ سلیمان تو بے نور ہے اور اِس سلیمان اور اُن سلیمان میں بہت فرق ہے اور اُن دونوں میں ایسا ہی فرق بتایا جیسا کہ پہلے وزیر حسَن اور دوسرے وزیر حسَن میں فرق تھا۔

۵۲ دیو میگفتے: صخر کو جب شبہ ہوا کہ لوگ مجھ سے بدظن ہو کر اصل سلیمانؑ کی تلاش میں نہ لگ جائیں تو اُن کو بہکانے کے لئے کہنے لگا کہ اللہ نے ایک شیطان بھی میری صورت پر پیدا کیا ہے کبھی وہ آ کر کچھ کام کر دیتا ہے تو اُس کی وجہ سے مجھ پر بدگمانی نہ کرنا۔ دیو: وہ صخر اُن سے یہ باتیں کرتا تھا لیکن نیک لوگوں پر اُس کی اصلیت کا عکس پڑ رہا تھا۔ نیست: نیک لوگوں کیساتھ مکر کرنا آسان نہیں ہے۔ ہیچ: جو لوگ آخرت کی دولت کے مالک ہیں اُن کی عقلوں پر کوئی جادو، مکاری اور فریب پردہ نہیں ڈال سکتا۔

۵۳ پس: اُس صخر کی تقریر پر وہ توجہ نہیں کرتے اور کہتے کہ تیری سب باتیں غلط ہیں اور تیری چال اُلٹی ہی باژگونہ۔ تو

585

تو اگر انگشتری را بُردۂ[1] — دوزخی چون زمہریر افسُردۂ
تو نے اگر انگوٹھی اُڑالی ہے — تو دوزخ ہے، زمہریر کی طرح ٹھٹھرا ہوا ہے

ما ببوش و عارض و طاق و طرب — سر کجا که خود همی نه نهیم سُنب
ہم کرّوفر اور لشکر اور شان وشوکت کی وجہ سے — سر کجا ہم پاؤں بھی نہ رکھیں گے

در بغفلت ما نهیم او را جبیں — پنجۂ مانع بر آید از زمیں
اگر ہم غفلت سے اُسکے سامنے پیشانی رکھدیں — روکنے والا پنجہ زمین سے برآمد ہوگا

که منه آں سر مر ایں سرزیر را — ہیں مکن سجده مر ایں ادبیر را
کہ اس اوندھے کے لئے سر نہ جھکا — خبردار! اِس بدبخت کے لئے سجدہ نہ کر

کردمے من شرحِ[2] ایں بس جانفزا — گر نبودے غیرت و رشکِ خدا
میں اِس کی پرلطف تشریح کرتا — اگر خدا کی غیرت اور رشک (مانع) نہ ہوتی

هم قناعت کن تو بپذیر ایں قدر — تا بگویم شرحِ ایں وقتِ دگر
تو بھی قناعت کر اور اس مقدار کو قبول کرلے — جب تک کہ میں اسکی دوسرے وقت شرح کردوں

نامِ خود کرده سلیمانِ نبی — روی پوشی می کند بر هر صبی
اپنا نام سلیمان نبی رکھ کر — ہر بچے کے لئے (اپنی) روپوشی کرلیتا ہے

در گذر از صورت و از نام خیز — از لقب و ز نام در معنی گریز
صورت سے آگے بڑھ اور معنی، نام سے دستبردار ہوجا — لقب اور نام کی بجائے باطن کیطرف جا

پس[3] بپرس از خُلق و ز افعالِ او — در میانِ خُلق و فعل او را بجو
اُس کے اخلاق اور افعال دریافت کر — اخلاق اور افعال کے درمیان اسکو تلاش کر

کارِ ہر کس نیست ہیں در کش زمام — مسجدِ اقصیٰ بساز و کن تمام
خبردار! (یہ) ہر شخص کا کام نہیں ہے لگام کھینچ لے — مسجدِ اقصیٰ تعمیر کر اور مکمل کر

شد تمام القصه مسجد بے فتور — بد سلیمانؑ زائر و مسجد مزور
قصہ مختصر بے عیب مسجد مکمل ہوگئی — (حضرت) سلیمان زیارت کرنیوالے اور مسجد زیارتگاہ تھی

در آمدن ہر روز سلیمان علیہ السلام در مسجدِ اقصیٰ بعد از تمام شدن بجہت عبادت و ارشادِ عابداں و معتکفاں و رُستن عقاقیر در مسجد و با آنحضرت علیہ السلام سخن در آمدن

مکمل ہوجانیکے بعد ہر روز حضرت سلیمان کا مسجد میں آنا عبادت کیلئے اور عبادت گذاروں اور اعتکاف کرنیوالوں کی رہنمائی کرنے اور بوٹیوں کا مسجد میں اُگنا اور آنحضرت علیہ السلام کے ساتھ باتیں کرنا

---

[1] تو اگر۔ اُن لوگوں نے دل میں یہ بھی کہا کہ اگرچہ تو نے انگوٹھی چُراکر حضرت سلیمانؑ کے تخت پر قبضہ کرلیا ہے لیکن تو دوزخ کا زمہریری حصہ ہے۔ بوش۔ کرّوفر۔ عارض۔ لشکر، رسالہ۔ طاق و طرب۔ طاق و طرم ہی کی بدلی ہوئی صورت ہے، شان و شوکت۔ سُنب۔ سُم، پاؤں۔ در بغفلت۔ اگر بھولے سے تسلیم بھی کریں تو غیبی پنجہ ہمارے لئے مانع آتا ہے۔ سرزیر۔ اوندھا۔ ادبیر۔ ادبار کا مارا ہے۔

[2] شرح ایں۔ یعنی اس کی تشریح کہ اللہ تعالیٰ ...... شیاطین کو کیوں مواقع عنایت کرتا ہے اور انکو ڈھیل دینے میں کیا اسرار ہیں، غیرتِ خداوندی اس تشریح کے لئے مانع ہے۔ نامِ خود۔ شیطان، اپنا اچھا نام رکھ کر لوگوں کو دھوکے دیتا ہے۔ صبی۔ یعنی ناتجربہ کار۔ در گذر۔ انسان کو چاہئے کہ مُنقطع صورت اور بڑے القاب سے دھوکہ نہ کھائے بلکہ باطنی اوصاف کو دیکھے۔

[3] پس۔ انسان کو اُسکے اخلاق اور اُسکے کارناموں سے پہچان محض صورت اور نام سے دھوکہ نہ کھا۔ کارِ ہر کس نیست۔ اس طرح مردم شناسی ہر آدمی کا کام نہیں ہے۔ در کش زمام۔ یعنی اب یہ بات ختم کر اور مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر کی بات کر۔ فتور۔ خرابی۔ مزور۔ جسکی زیارت کیجائے۔ عقاقیر۔ عُقار کی جمع ہے دواؤں کی جڑی بوٹیاں۔

586

چوں سُلیمانِ نبی شاہِ اَنام[1]
جب شاہِ عالم سلیمانؑ نبی نے

ساخت مسجد را و فارغ شد تمام
مسجد بنائی اور بالکل فارغ ہو گئے

ہر صباح اُو را وظیفہ ایں بُدے
صبح کو اُن کا یہ معمول تھا

کا مدے در مسجدِ اقصیٰ شُدے
کہ آتے، مسجدِ اقصیٰ میں جاتے

نو گیاہے رُستہ دیدے اندرُو
اُس میں نیا بوٹا اُگا ہوا دیکھتے

پس بگفتے نام و نفعِ خود بگو
تو فرماتے اپنا نام اور فائدہ بتا

تو چہ داروی چہ نامت چہ آست
تو کس (مرض) کی کیا دوا ہے تیرا کیا نام ہے؟

تو زیاں بر کہ و نفعت بر کہ است
تو کس کے لئے مُضر اور کس کیلئے نفع رساں ہے؟

پس بگفتے ہر گیاہے فعل و نام
تو ہر بوٹی کام اور نام بتاتی

کہ من آنرا جانم و ایں را حِمام
کہ میں اُس کے لئے جان اور اِس کیلئے موت ہوں

من مَرایں را زہرم و آں را شکر
میں اِسکے لئے زہر اور اُس کے لئے شکر ہوں

نامِ من اینست بر لوحِ قدر
لوحِ محفوظ میں میرا یہ نام ہے

پس سُلیمانؑ یا حکیماں زاں گیا
پھر حضرت سلیمانؑ طبیبوں سے اُس بوٹی کے

شرح کردے نفع و ضرش اے کیا
نفع اور نقصان کی شرح کرتے اے بڑے!

پسؔ[2] طبیباں از سلیمانؑ زاں گیا
تو طبیب حضرت سلیمانؑ کی وجہ سے اُس بوٹی کے بارے میں

عالِم و دانا شُدند و مُقتدا
عالِم اور دانا اور مُقتدا بنے

تا کُتبہائے طبیبی ساختند
یہاں تک کہ اُنھوں نے طب کی کتابیں تصنیف کیں

جسم را از رنج می پرداختند
بدن کو مرض سے نجات دلائی

ایں نجوم و طب وحیِ اَنبیاست
یہ نجوم اور طب نبیوں کی وحی ہے

عقل و حِس را سُوی بے سُو رہ کجاست
عقل و حِس کیلئے لامکان کی جانب راستہ کہاں ہے؟

عقلِ[3] جزوی عقلِ استخراج نیست
ناقص عقل ایجاد کرنیوالی عقل نہیں ہے

جُز پذیرائے فن و محتاج نیست
ضرورتمند اور فن کو قبول کر لینے والی کے علاوہ کچھ نہیں ہے

قابلِ تعلیم و فہم ست ایں خرد
یہ عقل تعلیم اور سمجھ کے قابل ہے

لیک صاحب وحیِ تعلیمش دہد
لیکن اُس کو صاحبِ وحی تعلیم دیتا ہے

جملہ حرفتہا یقیں از وحی بود
یقیناً تمام پیشے وحی کے ذریعہ ہوتے ہیں

اوّلِ اُو لیک عقل آں را فزود
اُن کی ابتداء، لیکن عقل نے اُن کو بڑھایا ہے

---

[1] انام۔ مخلوق۔ وظیفہ۔ معمول۔ نو گیاہ۔ یعنی حضرت سلیمانؑ کوئی نئی بوٹی اُگی ہوئی دیکھتے تو اُس سے اُس کا نام اور نفع و نقصان دریافت کرتے۔ پس بگفتے۔ وہ جڑی بوٹی اپنا نام اور اپنے اَفعال و خواص حضرت سلیمانؑ کو بتا دیتی۔ لوح گفتی۔ قدر تقضا و قدر۔ گیاہ۔ بوٹی۔

[2] پس طبیب حضرت سلیمانؑ سے اُس بوٹی کے اَفعال و خواص سیکھ لیتے تھے۔ تا کتبہائے۔ اسکے بعد طبی کتابیں تصنیف ہوئیں جسم راجسمانی بیماریوں کے علاج کرنے لگے۔ ایں نجوم۔ غرضکہ سب علوم کی ابتدا وحی کے ذریعہ ہوئی ہے حدیث شریف ہے۔ اِنَّ نَبِیًّا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ کَانَ یَخُطُّ خَطًّا فَمَنْ وَافَقَ خَطَّہٗ... صَدَقَ وَمَنْ لَمْ یُوَافِقْ کَذَبَ۔ یعنی ایک نبی لکیر کھینچتے تھے (جس سے آئندہ کے واقعات معلوم ہو جاتے تھے) پس جس (رمّال اور جفّار اور منجم) کی لکیر اُن کی لکیر کے مطابق ہوتی ہے وہ درست ہے اور جس کی مخالف ہوتی ہو وہ غلط ہے۔

[3] عقلِ جزوی۔ عام انسانی عقل۔ استخراج۔ یعنی علم کا ایجاد کرنا۔ قابلِ تعلیم۔ یعنی عام عقلِ انسانی میں سیکھنے کی صلاحیت ہے اور صاحبِ وحی اُس کو سکھا دیتا ہے۔ لیکن عقل حکماء اور فلاسفہ نے اُن علوم پر اضافے کئے ہیں۔

586

ہیچ حرفت را ببیں کایں عقلِ ما
دیکھ! ہماری یہ عقل کوئی پیشہ
تا نداند آموختن بے اوستا
کیا وہ بغیر اُستاد کے سیکھ سکتی ہے؟

گرچہ اندر مکر موی اشگاف بد
اگرچہ (وہ عقل) تدبیر میں بال کو چیرنے والی تھی
ہیچ پیشہ رام بے اُستا نشد
کوئی پیشہ اُستاد کے بغیر قابو میں نہ آیا

دانشِ پیشہ ازیں عقل اربدے
پیشہ کا علم اگر عقل سے ہوتا
پیشۂ بے اوستا حاصل شدے
(تو) پیشہ بغیر اُستاد کے حاصل ہو جاتا

آموختن پیشۂ گورکنی قابیل از زاغ پیش ازانکہ در عالم علمِ گورکنی بود
قابیل کا قبر کھودنے کا پیشہ کوّے سے سیکھنا، اس سے پہلے کہ دنیا میں قبر کھودنے کا علم ہوا

کندنِ گورے کہ کمتر پیشہ بود
قبر کھودنا، جو معمولی پیشہ ہے
کے ز فکر و حیلہ و اندیشہ بود
کب غور اور تدبیر اور خیال سے ہوا؟

گر بدے ایں فہم مر قابیل را
اگر یہ سمجھ قابیل میں ہوتی
کے نہادے بر سرِ او ہابیل را
(تو) وہ ہابیل (کی نعش کو) سر پر کب رکھتا؟

کہ کجا غائب کنم ایں کشتہ را
کہ میں اس مقتول کو کہاں چھپاؤں؟
ایں بخون و خاک در آغشتہ را
اس خون اور مٹی میں لتھڑے ہوئے کو

دید زاغے زاغِ مردہ در دہاں
اُس نے دیکھا کہ ایک کوّا مُردہ کوّے کو منہ میں
بر گرفتہ تیز می آمد پراں
لئے تیزی سے اُڑا آ رہا ہے

از ہوا زیر آمد و شد او بفن
وہ ہوا سے نیچے اُترا اور ہنرمندی سے بنا
در پے تعلیم او را گورکن
قبر کھودنے والا اُس کو سکھانے کیلئے

پس بچنگال از زمیں انگیخت گرد
پھر اُس نے زمین سے پنجے کے ذریعہ مٹی کھودی
زود زاغِ مردہ را در گور کرد
جلدی سے مرے ہوئے کوّے کو قبر میں رکھ دیا

دفن کردش پس بپوشیدش بخاک
اُس کو دفن کر دیا پھر اُس کو مٹی سے چھپا دیا
زاغ از الہامِ حق بد علمناک
کوّا اللہ (تعالیٰ) کے الہام سے عالم تھا

گفت قابیل آہ شہ بر عقلِ من
قابیل نے کہا آہ، میری عقل پر افسوس ہے
کہ بود زاغے ز من افزوں بفن
کہ کوّا ہنر میں مجھ سے بڑھا ہوا ہو

ے ہیچ حرفت۔ کوئی دستکاری بغیر اُستاد کے نہیں سیکھی جا سکتی۔ گرچہ یہ عقل اگرچہ موشگافیاں کرتی ہے لیکن بغیر اُستاد کے کوئی پیشہ نہیں سیکھ سکتی۔ دانشِ پیشہ۔ کسی پیشہ کا جاننا اگر محض عقل کی وجہ سے ہوا کرتا تو وہ بغیر اُستاد کے حاصل ہو جایا کرتا۔

ے آموختن۔ قابیل نے قبر کھودنے کا پیشہ کوّے سے سیکھا۔ گورکنی۔ قبر کھودنا۔ کے زفکر۔ خود قابیل کے غور و فکر سے اُسکو حاصل نہ ہو سکا۔ قابیل۔ حضرت آدم کا لڑکا جس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔ کے نہادے۔ قتل کے بعد اُس کی نعش سر پر لئے پھر رہا تھا۔ ایں کشتہ۔ یعنی ہابیل۔

ے دید۔ اِس قابیل نے دیکھا کہ کوّا ایک مُردہ کوّے کو لایا اور اُس نے زمین کھود کر اُس کو دفن کیا تو اُس کوّے سے قابیل کو قبر کھودنے کا ہنر آیا۔ گورکن۔ قبر کھودنے والا۔ چنگال۔ پنجہ۔ علمناک۔ علم والا، عالم۔ شہ۔ تف۔

عقلِ کُل را گفت مَا زاغ البصر
عقلِ کُل کیلئے (اللہ تعالےٰ نے) فرمایا "نگاہ بہکی نہیں"
عقلِ جزوی می کُند ہر سُو نظر
جُزوی عقل ہر جانب نظر دوڑاتی ہے

عقلِ مازاغ ست نورِ خاصگاں
مازاغ والی عقل خاصانِ (خدا) کا نور ہے
عقلِ زاغ اُستادِ گورِ مُردگاں
کوّے کی عقل مُردوں کی قبر کی اُستاد ہے

جاں کہ او دُنبالۂ زاغاں پَرد
وہ جان جو کوّوں کے پیچھے اُڑے
زاغ اُو را سُوی گورستاں بَرد
کوّا اُس کو قبرستان کی جانب لے جائیگا

ہینؒ مَرو اندر پیٔ نفسِ چو زاغ
خبردار! کوّے جیسے نفس کے پیچھے نہ لگ
کو بگورستاں بَرد نے سُوی باغ
جو قبرستان کی طرف لیجاتا ہے نہ کہ باغ کیجانب

گر رَوی رَو در پیٔ عَنقای دل
اگر لگتا ہے تو دل کے عنقا کے پیچھے لگ
سُوی قاف و مسجدِ اقصای دل
دل کی مسجدِ اقصیٰ اور (کوہِ) قاف کیجانب (جا)

نو گیاہے ہر دم از سودای تو
تیرے خیال کی نئی گھاس ہر وقت
می دَمد در مسجدِ اقصای تو
تیری مسجدِ اقصیٰ میں اُگتی ہے

تو سُلیمانؑ واردادِ او بدہ
تو حضرت سلیمانؑ کی طرح اُس کی قدر کر
پے بَراز وَے پای رَد بر وَے مَنہ
اُس سے پتہ لگا انکار کا پاؤں اُس پر نہ رکھ

زانکہ حالِ این زمینِ با ثبات
کیونکہ اس پائدار زمین کی مٹی کا حال
باز گوید با تو انواعِ نبات
بوٹیوں کی قسمیں تجھ سے پھر کہدیں گی

درؒ زمیں گر نے شکر ور خود نیست
زمین میں خواہ گنّا ہو خواہ نرکل
ترجمانِ ہر زمیں نَبتِ ویست
ہر زمین کی پیداوار اُس کی ترجمان ہے

پس زمینِ دل کہ نبتش فکر بُود
تو دل کی زمین جس کا بوٹا خیال تھا
فکرہا اَسرارِ دلہا را نمُود
خیالات نے دل کے راز ظاہر کردیئے

گر سخن کَش بینم اندر انجمن
اگر میں مجلس میں سخن فہم دیکھوں
صَد ہزاراں گُل بروییم در چمن
چمن میں لاکھوں پھول اُگا دوں

ور سخن کُش یابم آں دَم زن بمُرد
اگر میں اُس وقت بھڑوے کو بات نہ سمجھنے والا پاؤں
میگریزد نکتہا از دل چو دزد
تو، چور کی طرح نکتے دل سے بھاگتے ہیں

لے عقلِ کُل۔ آنحضورؐ کی عقل کامل تھی قرآن میں آپ کے بارے میں فرمایا گیا ہے مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی یعنی آنحضورؐ کی نگاہ نہ کج ہوئی نہ اُس نے سرکشی کی۔ عقلِ جزوی۔ عام انسانی عقل۔ عقلِ مَازاغ۔ جو عقل صحیح کام کرتی ہے وہ خاصانِ خدا کا نور ہے جو اُن کو عطا کر دیا گیا ہے۔ عقلِ زاغ۔ کوّے کی عقل تو اتنی ہی ہے کہ وہ قابیل کو گور کنی سکھا سکی۔ زاغاں شیاطین بنا دُنی شیوخ۔

لے ہیں مرو۔ تیرا نفس بھی چالاکی میں کوّا ہے اُسکے پیچھے نہ لگ۔ ورنہ تجھے گورستان میں پہنچا دیگا۔ عنقا دل۔ دل چونکہ اسرار کا مرکز ہے اُس کے پیچھے چل۔ قاف۔ پہاڑ کا نام ہے جو عنقا کا مقام مانا گیا ہے۔ نو گیاہے۔ تیرا دل مسجدِ اقصیٰ ہے اُس کے خیالات وہ بوٹیاں ہیں جو مسجدِ اقصیٰ میں اُگتی تھیں۔ تو سلیماں وار جس طرح حضرت سلیمانؑ اُن بوٹیوں سے علم حاصل کرتے تھے تو بھی اپنے خیالات سے دل کا علم حاصل کرتا رہ۔ زانکہ۔ جس طرح کے خیالات پیدا ہونگے اُس سے قلب کی حالت کا اندازہ لگالے۔

لے درزمیں۔ زمین کی اچھائی اور بُرائی کا معیار اُسکی پیداوار ہے جو زمین گنّا اُگائے وہ بہتر ہے اور جو زمین نرکل اُگائے وہ خراب ہے۔ زمینِ دل۔ خیالات دل کی زمین کی پیداوار ہیں اُن سے دل کی اچھائی بُرائی معلوم ہو جائیگی گر سخن کش۔ اگر مجلس میں سخن فہم ہوتے ہیں تو کہنے والے کا دل کھلتا ہے۔ ور سخن کش۔ اگر سامعین نافہم ہوں تو نکتے فرار اختیار کر لیتے ہیں۔

589

مُستمعؔ چوں نیست خاموشی بہ است
جب سننے والا نہیں ہے، چُپ رہنا بہتر ہے

نکتہ از نا اہل گر بپوشی بہ است
اگر نکتہ کو تُو نا اہل سے چھپائے تو بہتر ہے

جُنبشِ ہر کس بسُوئے جاذِب ست
ہر شخص کی حرکت کھینچنے والے کی طرف ہے

جذبِ صادق نے چو جذبِ کاذِب ست
سچی کشش جھوٹی کشش کی طرح نہیں ہے

می روی گہ گمرہ وگہ در رَشَد
تو کبھی گمراہ ہو کر چلتا ہے اور کبھی راہِ راست پر

رشتہ پیدا نے وآں کت می کَشد
نہ ڈور ظاہر ہے اور نہ وہ جو تجھے کھینچتا ہے

اُشترے کوری مہارِ تو رہیں
تو اندھا اونٹ ہے، تیری مہار گروی ہے

تو کششِ می بیں مہارت را مبیں
تو کشش کو دیکھ، اپنی مہار کو نہ دیکھ

گر شُدے محسوس جذّابِ مُہا
اگر مُہار کھینچنے والا ظاہر ہو جاتا

پس نماندے ایں جہاں دارُالغرا
تو یہ دنیا دھوکے کا گھر نہ رہتی

گبر دیدے کُو پئے سگ می رَوَد
کافر دیکھ لیتا کہ وہ کُتے کے پیچھے جا رہا ہے

سُخرۂ دیوِ سیہ رُو می شود
سیاہ رُو شیطان کا فرمانبردار بن جاتا ہے

دَر پئے اُو کے شُدے ہمچوں اسیر
قیدی کی طرح اس کے پیچھے کب جاتا؟

پائے خود را واکشیدے طفلِ پیر
یہ بوڑھا لڑکا اپنا پاؤں کھینچ لیتا

دَر پئے اُو کے شُدے مانندِ حیز
ہیجڑے کی طرح اُس کے پیچھے کب جاتا؟

پائے خود را واکشیدے گبر نیز
کافر بھی اپنا پاؤں کھینچ لیتا

گاؤ اگر واقف زِ قصّاباں بُدے
اگر گائے قصائیوں سے واقف ہوتی

کے پئے ایشاں بداں دکّاں شُدے
(تو) کب اُنکے پیچھے اُس دکان تک جاتی

یا بخوردے از کفِ ایشاں سبُوس
یا کب اُنکے ہاتھ سے بھوسی کھاتی؟

یا بدادے شیرِ شاں از چاپلوس
یا پیار سے، کب اُن کو دودھ دیتی؟

ور بخوردے کے عَلَف ہضمش شُدے
اور اگر کھاتی تو چارہ اُس کو کب ہضم ہوتا؟

گر ز مقصودے عَلَف واقف بُدے
اگر چارے کے مقصد سے وہ واقف ہوتی؟

پس ستونِ اینجہاں خود غفلت است
تو اِس دنیا کا ستون خود غفلت ہے

چیست دولت کایں دوا دو بالت است
دولت کیا ہے! یہ بھاگ دوڑ ہے، مار پیٹ کیا ہے

اَوّلش دَودَو بآخر لت بخور
اس کی ابتدا بھاگ دوڑ آخر مار کھا ہے

جُز دریں ویرانہ نبوَد مرگِ خر
اِس ویرانہ میں گدھے کی موت کے سوا نہیں ہے

لہ مستمع۔ جب سننے والوں میں اہلیت نہ ہو تو خاموشی بہتر ہے اسرار و حکم نا اہلوں کو سنانے چاہئیں جُنبش۔ سننے والے کا جذبہ مضامین کی کشش کا سبب ہے، اور جذبہ بھی صادق ہونا ضروری ہے۔ می روی جسطرح ظاہری کشش ہو اسیطرح ایک پوشیدہ کشش ہی جو کبھی سیدھا چلاتی ہو کبھی ٹیڑھا اور انسان بندھا ہوا ہو لیکن نہ بندش نظر آتی ہے اور نہ کھینچنے والا۔ اُشتر۔ انسان کی شال اندھے اونٹ کی سی ہے جس کی مہار دوسرے کے قبضہ میں ہوتی ہے انسان کو کھینچنے والے کی طرف دھیان دینا چاہیے۔

لہ گر شُدے۔ اگر انسان کا غیر محسوس مُہار کھینچنے والا ظاہر ہو جائے تو دنیا دھوکے کا گھر نہ رہے۔ جذّاب۔ کھینچنے والا۔ دار الغرار۔ دار الغرور دھوکے کا گھر۔ گبر۔ کافر کو گمراہی کی طرف کھینچنے والا رُوسیاہ کتا شیطان ہے۔ دَر پئے۔ پھر وہ کافر کبھی اُس کا اتباع نہ کرتا۔ حیز۔ نامرد۔ گبر۔ یعنی کافر۔

لہ گاؤ۔ گائے اگر قصائی کی حقیقت سے واقف ہو جائے تو کبھی بھی اسکے پیچھے اسکی دکان تک نہ جائے نہ اسکے ہاتھ سے چارہ کھائے نہ اسکو دودھ پلائے۔ ور بخوردے۔ اگر مجبوری میں قصائی کے ہاتھ کی گھاس کھاتی تو کبھی ہضم نہ ہوتی علف۔ چارہ۔ پس۔ دنیا کا بقا اور کاروبار بھی غفلت سے چل رہا ہے ورنہ دنیا کی دولت کا خلاصہ بھاگ دوڑ اور مار پیٹ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ دو دو بھاگ

تو بجِد کارے کہ بگرفتی بدست — عیبش ایں دم بر تو پوشیدہ شدست
تو نے جس کام کو کوشش سے ہاتھ میں پکڑا ہے — اِس وقت تجھ پر اُس کا عیب پوشیدہ ہے

زاں ہمی تانی بدادن تن بکار — کہ بپوشید از تو عیبش کردگار
اسی وجہ سے تو اُس میں مصروف ہو سکا ہے — کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے اُسکا عیب پوشیدہ کیا ہے

ہمچنیں ہر فکر کہ گرمی دراں — عیبِ آں فکرت شُدست از تو نہاں
اسی طرح ہر وہ خیال جس میں تو سرگرم ہے — تیرے اُس فکر کا عیب تجھ سے پوشیدہ ہے

بر تو گر پیدا شُدے زاں عیب و شین — زو رمیدے جانت بُعد المشرقین
اگر اُس کا عیب اور نقصان تجھ پر عیاں ہو جاتا — تیری جان اُس سے مشرق و مغرب کی دوری پر بھاگتی

حالؔ کاخر زو پشیماں می شوی — گر شود ایں حالت اوّل کے دوی
وہ حال جس سے تو آخر میں شرمندہ ہوتا ہے — اگر تیری یہ حالت شروع میں ہو جاتی تو کب دوڑتا؟

پس بپوشید اوّل آں بر جانِ ما — تا کنیم آں کار بر وفقِ قضا
(اللہ نے) شروع میں اُس کو ہم پر پوشیدہ کر دیا ہے — تاکہ ہم قضا کے مطابق وہ کام کریں

چوں قضا آورد حکمِ خود پدید — چشم وا گشت و پشیمانی رسید
جب قضا نے اپنا حکم ظاہر کر دیا — آنکھ کھلی اور شرمندگی ہوئی

ایں پشیمانی قضائے دیگرست — ایں پشیمانی بہل حق را پرست
یہ شرمندگی ایک دوسری قضا ہے — اس شرمندگی کو رہنے دے اللہ کی عبادت کر

ور کُنی عادت پشیماں خود شوی — زیں پشیمانی پشیماں تر شوی
اگر تو عادت ڈال لے گا شرمندگی خود بنجائیگا — اِس شرمندگی سے (اور) زیادہ شرمندہ ہوگا

نیمِ عمرت در پریشانی شود — نیمِ دیگر در پشیمانی رود
تیری آدھی عُمر پریشانی میں (صرف) ہو جائیگی — باقی آدھی شرمندگی میں چلی جائے گی

ترکِ ایں فکر و پشیمانی بگو — حال و یار و کارِ نیکو تر بجو
اِس فکر اور شرمندگی کو چھوڑ — اچھا حال اور یار اور کام تلاش کر

ور نہ داری کارِ نیکو تر بدست — پس پشیمانیت بر فوتِ چہ است
اگر تیرے پاس کوئی اچھا کام نہیں ہے — تو تیری شرمندگی کس چیز کے کھو جانے پر ہے؟

انسان کو اچھے عمل اچھی صحبت اختیار کرنی چاہیئے۔ ور نہ داری۔ اگر یہ ہے کہ تیرے پاس کوئی نیک کام موجود ہی نہیں ہے اِس لئے تو تجھے کام کی شرمندگی میں وقت گذار رہا ہے تو پھر یہ بتا کہ تو شرمندہ کس کام کے چھوٹنے پر ہو رہا ہے۔

لہ تو بجِد۔ آدمی جس کام میں محنت اور کوشش سے لگتا ہے خدا اُس کام کے عیب اُس سے مخفی رکھتا ہے تب ہی وہ لگا رہتا ہے۔ ہمچنیں۔ یہ بات صرف کام میں ہی نہیں ہے فکر و خیال میں بھی ہے۔ بر تو۔ اگر اُس خیال کا عیب ظاہر ہو جائے تو آدمی اُس سے کوسوں بھاگے۔ بُعد المشرقین۔ وہ فاصلہ جو مشرق اور مغرب میں ہے۔

سے حال۔ جس حالت اور کیفیت سے انسان آخر میں شرمندہ ہوگا اگر ابتداءً اُس کی کیفیت معلوم ہو جائے تو اُس میں کبھی نہ لگے۔ قضا۔ قضاء خداوندی یہ تقاضا ہی ہے کہ کام اور خیال کی بُرائی انسان پر ظاہر نہ ہو ورنہ قضا کے مطابق کام نہ کر سکے گا۔ ایں پشیمانی۔ ایک تو وہ کام تقدیر میں تھا پھر یہ پریشانی ایک دوسری قضاءِ خداوندی ہے۔ ایں پشیمانی۔ گناہ پر شرمندہ ہونا زیادہ مفید نہیں ہے بلکہ اعمالِ صالحہ میں لگنا زیادہ مفید ہے۔ ور کنی۔ اگر انسان گناہوں پر شرمندگی میں پھنس کر رہ گیا تو انجام کار اِس شرمندگی سے اُس کو اور شرمندگی ہوگی۔

سے نیمِ عمرت۔ اگر انسان گناہوں پر شرمندگی ہی اپنا شیوہ بنالے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ آدھی عمر تو کاموں کی پریشانی میں گذری اور آدھی شرمندگی میں گذری کوئی نیک عمل اُس کے ہاتھ نہ آیا۔ ترک۔ پشیمانی کی عادت چھوڑ کر

گر ہمی دانی رہِ نیکو پرست [1]
اگر تو اچھا راستہ جانتا ہے عبادت کر
ور ندانی چوں بدانی کایں بدست
اور اگر نہیں جانتا ہے تو کیسے جانے گا کہ یہ برا ہے؟

بد ندانی چوں ندانی نیک را
جبتک تو نیکی کو نہیں سمجھے گا بدی کو نہ سمجھیگا
ضد را از ضد تواں دید اے فتیٰ
اے نوجوان! ضد کو ضد سے پہچانا جا سکتا ہے

چوں ز ترکِ فکر ایں عاجز شدی
جبکہ تو اس فکر کے چھوڑنے سے عاجز ہوگیا ہو
از گنہ آنگاہ ہم عاجز بدی
اُس وقت گناہ (چھوڑنے) سے عاجز تھا

چوں بدی عاجز پشیمانی ز چیست
جب تو عاجز تھا تو شرمندگی کاہے کی ہے؟
عاجزی را باز جو کز جذبِ کیست
عاجزی کی جستجو کر کہ وہ کس کی کشش سے ہے

عاجزی بے قادری اندر جہاں
عاجزی بغیر قدرت کے دنیا میں
کس ندیدست و نباشد ایں بداں
یہ سمجھ لے کسی نے نہیں دیکھی اور نہ ہوگی

ہمچنیں [2] ہر آرزو کہ می بری
اسی طرح جو آرزو تو کرتا ہے
تو ز عیبِ آں حجابے اندری
تو اُس کے عیب سے پردہ میں ہے

ور نمودے علتِ آں آرزو
اگر اللہ (تعالیٰ) اُس آرزو کا عیب نمودار کر دیتا
خود رمیدے جانِ تو از جستجو
تو تیری جان جستجو سے خود بھاگتی

گر نمودے عیبِ آں کار اُو ترا
اگر اُس کام کا عیب وہ (خدا) ظاہر کر دیتا
کس نبردے کش کشاں آنسو ترا
کوئی کھینچ تان سے تجھے اُدھر نہ لے جا سکتا

واں دگر کارے کزاں ہستی نفور
وہ دوسرا کام جس سے تو متنفر ہے
زاں بود کہ عیبش آمد در ظہور
اِس وجہ سے ہے کہ اُس کا عیب ظاہر ہو گیا ہو

اے [3] خدائے رازدانِ خوش سخن
اے رازداں، شیریں کلام خدا!
عیبِ کارِ بد ز ما پنہاں مکن
بُرے کام کا عیب ہم سے پوشیدہ نہ رکھ

عیبِ کارِ نیک را منما بما
ہمیں اچھے کام میں عیب نہ دکھا
تا نگردیم از روش سرد و ہبا
تاکہ ہم رفتار میں ٹھنڈے اور ناچیز نہ بنیں

ہم بر آں عادت سلیمانِ سنی
بزرگ سلیمانؑ اسی عادت کے مطابق
رفت در مسجد میانِ روشنی
(صبح کی) روشنی میں مسجد میں گئے

نیک کام میں کوئی عیب رونما نہ کر۔ ہبا۔ ذرہ، یعنی ناچیز۔ ہم بر آں۔ حضرت سلیمانؑ اپنی عادت کے مطابق صبح صادق کے بعد مسجدِ اقصیٰ جاتے تھے اور نئی بوٹی تلاش کرتے تھے تاکہ اُس سے اُس کے نفع اور مضرات معلوم کریں۔

[1] گر ہمی دانی۔ اگر تجھے نیک راستہ معلوم ہے تو اُس پر چل اور اگر تجھے نیک راستہ معلوم ہی نہیں ہے تو تو نے یہ کیسے سمجھا کہ تو غلط راستہ پر تھا۔ بد ندانی۔ جو شخص بدی کو نہیں سمجھتا ہے وہ نیکی کو نہیں سمجھ سکیگا اس لئے کہ ایک چیز کو اُس کی ضد سے جانا جا سکتا ہے۔ چوں ز ترک۔ ہماری نصیحت ہے کہ شرمندگی ختم کر کے عمل شروع کر۔ اگر تو یہ کہے کہ شرمندگی ختم کرنے میں عاجز ہوں تو ایسا عجز تو گناہ چھوڑنے پر بھی تھا لہٰذا تیرا گناہ اضطراری ہوا، اور اضطراری فعل پر شرمندگی لغویات ہے۔ عاجزی۔ تیری عاجزی قضائے خداوندی سے اختیار کے سلب ہو جانے کی وجہ سے نہیں ہے۔ عاجزی۔ انسان کا عجز، قدرت سلب ہونے کی وجہ سے نہیں ہے۔

[2] ہمچنیں۔ مولانا پھر پہلے مضمون کو بیان کرتے ہیں کہ انسان کی ہر تمنا اس بنا پر ہے کہ اس کا عیب اُس سے پوشیدہ ہے۔ علت۔ عیب۔ کس نبردے۔ اگر اُس آرزو کا عیب واضح ہو جائے تو پھر انسان کھینچنے سے بھی اُدھر نہ جائے۔ واں دگر جس کام سے انسان کو نفرت ہوتی ہے اُس کی وجہ یہی ہے کہ اُس کا عیب انسان پر ظاہر ہو جاتا ہے۔

[3] اے خدا۔ مولانا نے یہاں سے مناجات شروع کر دی ہے کہ اے اللہ بُرے کاموں کے عیب کو ہم سے مخفی نہ رکھ اور

قاعدہ ہر روز را می جُست شاہ — کہ بہ بیند مَسجد اندر نوگیا

روزانہ کا قاعدہ تھا کہ شاہ تلاش کرتے — تاکہ مسجد میں (کوئی) نئی بوٹی دیکھیں

دلؔ بہ بیند سِرّ بداں چشمِ صفی — آں حَشایش کہ شُد از عامہ خفی

مصفیٰ آنکھ سے دل دیکھ لیتا ہے راز — اُن بوٹیوں کا جو عوام سے پوشیدہ ہیں

قصۂ صُوفی کہ درمیانِ گلستاں سَر بزانو نہادہ مُراقب بُود یارانش گفتند سَر برآر و تفرّج کُن گلستان و رَیاحین و مُرغان را کہ فَانظُرُوا اِلیٰ آثارِ رَحمَتِ اللہِ و جواب گفتنِ صُوفی یاراں را

اُس صوفی کا قصہ جو باغ میں زانو پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں تھا، اُس کے دوستوں نے کہا کہ سر اُٹھا باغ اور پھولوں اور پرندوں کی سیر کر کیونکہ (حکم ہے) اللہ کی رحمت کی نشانیوں پر نظر کرو اور صوفی کا دوستوں کو جواب دینا

صوفیئے در باغ از بہرِ گشاد — صوفیانہ رُوی بر زانو نہاد

ایک صوفی نے باغ میں مشاہدہ کے لئے — صوفیوں کے طریقہ پر منہ زانو پر رکھ دیا

پس فرو رفت اُو بخود اندر نغُول — شد مَلول از صورتِ خوابش فضُول

وہ گہرائی میں اُتر گیا — ایک لغو انسان اُسکی نیند کی (سی) صورت سے پریشان ہوگیا

کہ چہ خُسپی[2] آخر اندر رَز نگر — ایں درختاں بین و آثارِ خضر

کہ کیوں سوتا ہے؟ انگوروں کو دیکھ — ان درختوں اور سبزے کے آثار کو دیکھ

اَمرِ حق بشنو کہ گفت ست اُنظُرُوا — سُوی ایں آثارِ رحمت آر رُو

اللہ (تعالیٰ) کا حکم سُن اُسنے فرمایا ہے اس کو دیکھو — رحمت کے اِن آثار کی جانب رُخ کر

گفت آثارش دلست اے بُوالہوس — آں بُروں آثارِ آثارست و بس

اُس نے کہا اے بُوالہوس اُسکے آثار دل ہے — وہ باہر فقط آثار کے آثار ہیں

باغہا و سبزہا در عینِ جاں — بر بُروں عکسش چو در آبِ رواں

باغات اور سبزے جان میں ہیں — باہر اُس کا عکس ہے جیساکہ رواں پانی میں

آں خیالِ[3] باغ باشد اندر آب — کہ کُند از لُطفِ آب آں اضطراب

پانی میں باغ کا عکس ہوتا ہے — جو پانی کی لطافت کی وجہ سے بیتاب رہتا ہے

باغہا و میوہا اندر دل ست — عکسِ لُطفِ اُو بریں آب و گِل ست

باغات اور پھل دل کے اندر ہیں — اُسکی لطافت کا عکس اِس پانی اور مٹی پر ہے

---

[1] دل بہ بیند۔ جس طرح حضرت سُلیمانؑ بوٹیوں سے اُنکے حالات معلوم کر لیتے تھے اسیطرح مومن اپنے دل کی مُصفّیٰ آنکھوں سے معارف کا راز دیکھ لیتا ہے۔ حَشائش حشیش کی جمع ہے، گھاس۔ تفرّج۔ تفریح۔ رَیاحین۔ ریحان کی جمع ہے، ہر خوشبودار پودا۔ گشاد۔ کشادگی، تفریح طبع۔ نغول۔ گہرائی۔

[2] چہ خُسپی۔ اس شخص نے مراقبہ کو سونے سے تعبیر کیا۔ رَز۔ انگور۔ خضر۔ سبزہ۔ امرِ حق قرآن پاک میں ہے۔ فَانظُرُوا اِلیٰ آثَارِ رَحمَتِ اللہِ کَیفَ یُحیِی الاَرضَ بَعدَ مَوتِھَا۔ پس تم دیکھو اللہ کی رحمت (بارش) کے آثار (نباتات) کو وہ کس طرح زمین کو زندہ کر دیتا ہے اُسکے مُردہ ہو جانیکے بعد۔ گفت اُن صوفی نے کہا کہ در اصل رحمت کے آثار دل کے آثار ہیں جن کا مراقبہ میں مشاہدہ ہوتا ہے اور یہ دنیا کے باغ و بہار دل کی نشانیوں کے نشانات ہیں اور جس طرح اِس باغ و بہار کا عکس اِس نہر میں نظر آتا ہے جو باغ میں رواں ہے اِسی طرح یہ باغ و بہار دل کے آثار کا عکس ہیں۔

[3] آں خیال۔ جو پانی میں نظر آتا ہے وہ اصل نہیں ہوتا بلکہ صرف عکس ہوتا ہے۔ باغہا۔ کائنات میں ہر چیز کسی صفت خداوندی کا مظہر ہے اور قلبِ انسانی تمام صفات کا مظہر ہے لہٰذا اصل وہ آثار ہیں جو دل میں نمایاں ہوتے ہیں اور یہ کائنات اِس سے درجہ

گر نبودے عکسِ آں سرو سرور — پس نخوانندے ایزدش دار الغرور[1]
اگر (یہ) اُس سُرور کے سَرو کا عکس نہ ہوتا — تو اس کو اللہ (تعالیٰ) دھوکے کا گھر نہ فرماتا

ایں غرور آنست یعنی آں خیال — ہست از عکسِ دل و جانِ رجال
یہ دھوکہ وہی ہے یعنی وہ عکس — انسانوں کے دل اور جاں کا عکس ہے

جملہ مغروراں بریں عکس آمدہ — بر گمانے کایں بود جنت کدہ
سب دھوکے میں پڑے ہوئے اس عکس پر جمع ہیں — اس گمان سے کہ یہ جنت کدہ ہوگا

می گریزند از اصولِ باغہا — بر خیالے می کنند ایں لاغہا
وہ باغوں کی اصلوں سے بھاگتے ہیں — یہ بکواس عکس پر کر رہے ہیں

چونکہ خوابِ غفلت آیدشاں بسر — راست بینند و چہ سود ست آں نظر
جب اِن کی غفلت کی نیند ختم ہو گی — ٹھیک دیکھ لیں گے (لیکن) وہ دیکھنا کیا مفید ہے

پس بگورستاں غریو افتاد و آہ — تا قیامت زیں غلط واحسرتاہ
قبرستان میں بہت شور اور آہ ہے — قیامت تک اِس غلطی سے، افسوس

اے خنک آنکس کہ پیش مرگ مرد[2] — یعنی او از اصلِ ایں رز بوئے برد
وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے، جو مرنے سے پہلے مر گیا — یعنی اُس کو اِس انگورستان کی اصل کا پتہ چل گیا

قصہ رُستنِ خرّوب در گوشہ مسجدِ اقصیٰ و غمگین شدنِ سلیمان علیہ السلام ازاں چوں بہ سخن در آمد و نام و خاصیتِ خود گفت

مسجدِ اقصیٰ کے کنارے پر خرّوب اُگنے کا قصہ اور اُس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا رنجیدہ ہونا جبکہ اُس نے بات کی اور اپنا نام اور خاصیت بتائی

ہمچنیں روزے سلیمانؑ از قضا — شد بعادت مسجد اندر اے فتیٰ
تقدیر سے ایک روز، حضرت سلیمانؑ — اے نوجوان! عادت کے مطابق مسجد کے اندر گئے

نو گیاہے دید اندر گوشۂ — رستہ بر وے دانہ ہمچوں خوشۂ
ایک گوشہ میں ایک نئی بوٹی دیکھی — خوشہ کی طرح اُس پر دانے اُگے ہوئے تھے

دید[3] بس نادر گیاہے سبز و تر — می ربود آں سبزیش نور از بصر
اُنھوں نے ایک بہت کمیاب سبز اور تر بوٹی دیکھی — اُس کی سبزی آنکھ کی روشنی کو اُچک رہی تھی

پس سلامش کرد در حال آں حشیش — او جوابش گفت و بشگفت از خوشیش
اُس بوٹی نے فوراً اُن کو سلام کیا — اُنھوں نے جواب دیا اور اُس کی خوشنمائی سے کھِل گئے

---

[1] دار الغرور. دھوکے کا گھر. ایں غرور. اِس دنیا کو دھوکہ کا گھر اسی بنیاد پر فرمایا گیا ہے کہ یہ کائنات دل کے آثار کا عکس ہے۔ مغروراں. جو لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اِسی کائنات کو اصل اور جنت کدہ سمجھے ہوئے ہیں. می گریزند. جو اِن باطنوں کی اصل ہے یعنی دل کی باغ و بہار اُس سے بھاگتے ہیں اور اُس عکس کے حصول پر شیخی بگھارتے رہیں. چونکہ. جب اِس خوابِ غفلت سے بیدار ہونگے اصلِ حقیقت نظر آئیگی لیکن اُس وقت کوئی فائدہ نہ ہوگا. بگورستان. اُس وقت یہ لوگ قبرستان میں ہونگے. اور دار العمل سے جا چکے ہونگے تو سوائے آہیں بھرنے اور واحسرتا کہنے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

[2] اے خنک. جس شخص نے موت سے پہلے فنا حاصل کرلی اور اصل باطنوں کا راز پا لیا وہ قابلِ مبارکباد ہے. قصہ. یہاں سے پھر حضرت سلیمان کا بوٹیوں کو ہمکلام ہونا بیان کیا ہے. خرّوب. برباد کرنیوالا، ایک گھاس کا نام ہے جس کا اُگنا مکان کی بربادی کی نشانی ہے. مسجد یعنی مسجدِ اقصیٰ. خوشہ یعنی اُسکے اوپر خوشہ کی طرح کچھ دانے تھے۔

[3] دید. حضرت سلیمانؑ نے یہ نئی بوٹی دیکھی جو بہت ہی سرسبز و شاداب تھی. کرد. یعنی بوٹی نے حضرت سلیمانؑ کو سلام کیا. بشگفت یعنی اُس بوٹی کی خوشنمائی سے حضرت سلیمانؑ کی طبیعت شگفتہ ہوئی۔

گفت نامت چیست بر گو بے دہاں — گفت خرّوبست اے شاہِ جہاں

اُنھوں نے فرمایا ہاں بتا تیرا کیا نام ہے؟ — اُس نے کہا اے شاہ جہاں! (میرا نام) خرّوب ہے

گفت اندر تو چہ خاصیت بود — گفت من رُستم مکاں ویراں شود

فرمایا تیرے اندر کیا خاصیت ہے — اُس نے کہا میں اُگوں تو مکان ویران ہو جائے

من کہ خرّوبم خرابِ منزلم — ہادمِ بنیادِ ایں آب و گلم

میں چونکہ خرّوب ہوں مکان کی خرابی ہوں — میں اس پانی اور مٹی کو ڈھانے والی ہوں

پس سلیمانؑ آں زماں دانست زود — کہ اجل آمد سفر خواہد نمود

تو سلیمان اُس وقت جلد سمجھ گئے — کہ موت (قریب) آگئی، وہ سفر آخرت کریں گے

گفت تا من ہستم ایں مسجد یقیں — در خلل نآید ز آفاتِ زمیں

انھوں نے (دل میں) کہا جب تک میں (زندہ) ہوں یہ مسجد یقیناً — زمین کی آفتوں سے خلل میں نہ آئے گی

تا کہ من باشم وجودِ من بود — مسجدِ اقصیٰ مخلّل کے شود

جب تک میں ہوں (اور) میرا وجود ہے — مسجد اقصیٰ کب تباہ ہو سکتی ہے؟

پس خرابیِ مسجدِ ما بے گماں — نبود الّا بعدِ مرگِ ما بداں

تو یقیناً ہماری مسجد کی تباہی — ہمارے مرنے کے بعد ہی ہوگی، سمجھ لے

مسجدست آں دل کہ جسمش ساجدست — یارِ بد خرّوب ہر جا مسجدست

وہ دل مسجد ہے، جس کا جسم نمازی ہے — جس جگہ مسجد ہے، بُرا دوست خرّوب ہے

یارِ بد چوں رُست در تو مہرِ او — ہیں ازو بگریز و کم کن گفتگو

تیرے اندر جب بُرے دوست کی محبت اُگی — خبردار! اُس سے بھاگ، بات نہ کر

بر کن از بیخش کہ گر سر بر زند — مر ترا و مسجدت را بر کند

اسکو جڑ سے اُکھاڑ دے اس لئے کہ اگر اُبھرے گی — تجھے اور تیری مسجد کو اُکھاڑ دے گی

عاشقا خرّوبِ تو آمد کژی — ہمچو طفلاں سوی کژ چوں می غژی

اے عاشق! کجی تیری خرّوب ہے — تو کجی کی طرف گھٹنوں کے بل بچوں کی طرح کیوں رینگتا ہے؟

خویش را نادان و مجرم گو مترس — تا نہ دزدد از تو آں استاد درس

اپنے آپ کو نادان اور مجرم کہہ، ڈر — تاکہ درس کا اُستاد تجھ سے (آنکھ) نہ چرائے

چوں بگوئی جاہلم تعلیم دہ — اینچنیں انصاف از ناموس بہ

جب تو کہے گا میں جاہل ہوں، سکھا دے — ایسا انصاف، بڑائی سے بہتر ہے

۱۔ من رُستم۔ اُس بوٹی نے کہا جہاں میں اُگتی ہوں وہ جگہ ویران ہو جاتی ہے۔ خرّوب۔ چونکہ میرا نام ہی خراب کنندہ ہے لہٰذا میں مکان کی بربادی کی علامت ہوں۔ آب و گل یعنی مکان۔ پس سلیمانؑ مسجد کی تباہی سے حضرت سلیمان سمجھ گئے کہ اُن کی وفات کا وقت آگیا ہے کیونکہ اُن کی زندگی میں اس مسجد کی بربادی نہ ہو سکتی تھی۔ مخلّل۔ خلل یافتہ۔ پس خرابی۔ مسجد کی بربادی تو میرے مرنے کے بعد ہوسکے گی۔

۲۔ مسجدست۔ یہاں سے مولانا نے ایک ارشادی مضمون شروع فرمایا ہے کہ جس دل کا جسم نمازی ہو وہ دل مسجد ہے اور بُری صحبت اُس کیلئے خرّوب بوٹی ہے۔ یارِ بد جب بُرے دوست کی محبت دل میں اُگے گی تو مسجد دل برباد ہو جائیگی اور تو تباہ ہو جائیگا۔ عاشقا۔ سالک کے دل کی خرّوب اُس کے دل کی کجی ہے جو اسکو مرشد سے دور کرتی ہے۔ می غژی۔ غژیدن گھٹنوں کے بل چلنا۔

۳۔ خویش را۔ شیخ کے سامنے اپنے آپ کو نادان اور مجرم سمجھ تاکہ وہ تعلیم دینے میں دریغ نہ کرے بلکہ بگوئی جب تو اپنے جہل اور خطا کا اقرار کریگا تو شیخ تجھے تعلیم دیگا۔ انصاف۔ یہ جہالت کے اقرار کی ذلت جو واقعی ہے جہالت کے فخر سے بہت بہتر ہے۔

ازپدرؔ[1] آموز اے روشن جبیں
اے روشن جبین! باپ سے سیکھ لے

رَبَّنا گفت و ظَلَمْنا پیش ازیں
اُس نے اِس سے پہلے رَبَّنا اور ظلمنا کہا ہے

نے بہانہ کرد و نے تزویر ساخت
نہ بہانہ کیا، نہ مکر کیا

نے لوائے مکر و حیلت برفراخت
نہ مکر اور حیلہ کا جھنڈا بلند کیا

باز آں ابلیس بحث آغاز کرد
پھر اُس شیطان نے بحث شروع کردی

کہ بُدم من سُرخرو کردیم زرد
کہ میں سُرخرو تھا تو نے مجھے شرمندہ کیا

رنگ رنگِ تست صبّاغم توئی
رنگ تیرا ہی رنگ ہے، تو ہی مجھے رنگنے والا ہو

اصلِ جرم و آفت و داغم توئی
میرے جرم اور آفت اور داغ کی جڑ تو ہے

ہیں بخواں رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ
خبردار! رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ کو پڑھ لے

تا نگردی جبری و کژکم تنی
تاکہ تو جبری نہ بنے اور ٹیڑھا نہ چلے

برؔ[2] درختِ جبر تا کے بر جہی
جبر کے درخت پر کب تک کودتا پھرے گا!

اختیارِ خویش را یک سو نہی
اپنے اختیار کو ایک طرف رکھے گا

ہمچو آں ابلیس و ذرّیاتِ او
شیطان اور اُس کی اولاد کی طرح

با خدا در جنگ و اندر گفتگو
اللہ (تعالیٰ) کے ساتھ لڑائی اور گفتگو میں ہے

چوں بود اکراہ با چندیں خوشی
اتنی خوشی کے ساتھ جبر کیسے ہو سکتا ہے؟

کہ تو در عصیاں ہمی دامن کشی
کہ تو گناہوں میں دامن گھسیٹتا ہے

آنچناں خوش کش دَوَد در گمرہی
جبر کی حالت میں اِس طرح خوشی سے کون دوڑتا ہے؟

کس چناں رقصاں رَوَد در گمرہی
کون ہے جو اس طرح گمراہی میں ناچتا ہوا جائے؟

بیست مردہ جنگ می کردی درآں
تو نے اِس معاملہ میں بیس انسانوں کی طرح جنگ کی

کت ہمی دادند پند آں دیگراں
وہ دوسرے جبکہ تجھے نصیحت کرتے تھے

کہؔ[3] صواب اینست و راہ اینست و بس
کہ صحیح یہی ہے اور بس راستہ یہی ہے

کہ زند طعنہ مرا جز ہیچ کس
مجھے نالائق کے سوا کون طعنہ دے سکتا ہے؟

کے چنیں گوید کسے کو مکرہ ست
جو مجبور ہے وہ کب اِس طرح کہتا ہے؟

چوں چنیں جنگد کسے کو بے رہ ست
ایسی لڑائی کب لڑ سکتا ہے وہ جو کہ (جبراً) بے راہ ہے

ہرچہ نفست خواست داری اختیار
جس چیز کو تیرا جی چاہے تو اُس میں اختیار رکھتا ہے

ہرچہ عقلت خواست آری اضطرار
جو تیری عقل چاہتی ہو اُس پر مجبوری کو پیش کرتا ہے

---

[1] از پدر۔ حضرت آدمؑ نے فوراً اعتراف کر لیا تھا شیطان کی طرح عذر اور بہانے نہ بنائے تھے۔ لوا۔ جھنڈا۔ باز۔ شیطان نے اپنی خطا کے سلسلہ میں خدا سے بحث شروع کردی اور طرح طرح کے عذر تراشے۔ کردیم۔ کردی ام۔ رنگ۔ یہ بدبختی کا رنگ تیرا چڑھایا ہوا ہے۔ رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ۔ اے خدا تو نے کس وجہ سے مجھے گمراہ کیا، یہ شیطان نے کہا تھا۔ جبری۔ یعنی شیطان نے اپنے آپ کو مجبورِ محض بنا کر پیش کیا تھا۔

[2] بر درخت۔ گناہ پر اپنے جبر کو بہانہ بناتا ہے اور اپنے اختیار سے قطع نظر کر لیتا ہے۔ ہمچو۔ شیطان نے بجائے عذر کے اللہ تعالیٰ سے بحث و مباحثہ شروع کر دیا۔ چوں۔ جب انسان گناہ خوشی خوشی کرتا ہے تو اُس خوشی کے ہوتے ہوئے جبر کا عذر غلط ہے۔ آنچناں۔ گناہوں کی طرف رقص کرتے ہوئے جانے کے ساتھ جبر اور اکراہ کہاں جمع ہو سکتا ہے۔ بیست مردہ۔ نصیحت کرنے والوں کے ساتھ تو بیس انسانوں کی سی لڑائی لڑتا ہے تو گناہوں میں تو مجبور کیسے ہے؟

[3] کہ صواب۔ تو نصیحت کرنے والوں سے کہتا ہے کہ جو راستہ میں نے اختیار کیا وہی صحیح ہے اور مجھے کوئی حقیر ہی طعنہ دے سکتا ہے تو مجبور ایسی باتیں کب کرتا ہے اور ایسی لڑائی کب لڑتا ہے۔ ہرچہ نفست۔ نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے میں تو با اختیار بنتا ہے ہاں بتقاضائے عقل نیک کام کرنے میں اپنی مجبوری ظاہر کرتا ہے

داند آں کو نیکبخت و محرم ست
جو نیک بخت اور دانائے راز ہے وہ جانتا ہے

زیرکی ز ابلیس و عشق از آدم ست
چالاکی شیطان کا اور عشق (حضرت) آدمؑ کا کام ہے

زیرکی آمد سباحت در بحار
چالاکی، سمندروں میں تیرنا ہے

کم رہد غرق ست او پایانِ کار
وہ نجات نہیں پاتا آخر کار ڈوبتا ہے

ہِل سباحت را رہا کن کبر و کیں
تیرنا چھوڑ، تکبر اور کینہ ترک کر دے

نیست جیحوں نیست جو دریاست ایں
جیحوں نہیں ہے، نہر نہیں ہے، یہ سمندر ہے

وانگہاں دریائے ژرفِ بے پناہ
اور پھر گہرا اور بے پناہ سمندر

در رُباید ہفت دریا را چو کاہ
جو ساتوں سمندروں کو تنکے کی طرح بہا لیجائے

عشق چوں کشتی بود بہرِ خواص
خاصانِ (خدا) کیلئے عشق بمنزلہ کشتی کے ہے

کم بود آفت بود اغلب خلاص
(جس میں) آفت کم ہوتی ہے عموماً نجات ہوتی ہے

زیرکی بفروش و حیرانی بخر
چالاکی فروخت کر دے اور حیرانی خرید لے

زیرکی ظن ست و حیرانی نظر
چالاکی، گمان ہے اور حیرانی مشاہدہ ہے

عقل قرباں کن بہ پیشِ مصطفیٰ
عقل کو (حضرت) مصطفیٰ پر قربان کر دے

حَسْبِیَ اللہ گو کہ اللہ ام کفیٰ
حَسْبِیَ اللہ کہہ دے کہ اللہ مجھ کو کافی ہے

ہمچو کنعاں سر ز کشتی وا مکش
کنعان کی طرح کشتی سے سرتابی نہ کر

کہ غرورش داد نفسِ زیرکش
کیونکہ چالاک نفس نے اُس کو دھوکا دیا

کہ برآیم بر سرِ کوہِ مشید
کہ میں مضبوط پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا

منتِ نوحم چرا باید کشید
میں (حضرت) نوحؑ کا احسان کیوں اُٹھاؤں؟

چوں رہی از منتش اے بے رشد
اے گمراہ! تو اس کے احسان سے کیسے بچ سکتا ہے؟

کہ خدا ہم منتِ او می کشد
جبکہ خدا بھی اُس کی ناز برداری کرتا ہے

چوں نباشد منتش بر جانِ ما
اُن کا احسان ہماری جان پر کیوں نہ ہو؟

چونکہ شکر و منتش گوید خدا
جبکہ اللہ (تعالیٰ) اُنکا شکریہ اور احسان مانتا ہو

تو چہ دانی اے غرارہ پُر حسد
اے حاسدِ مغرور! تو کیا جانتا ہے؟

منتِ او را خدا ہم می کشد
اُس کا احسان خدا بھی مانتا ہے

کنعان کو خطاب ہے کہ خدا جس ذات کی مدح و ثنا کرتا ہے تو اس کا احسان لینے سے کیوں گریز کرتا ہے۔ چوں۔ جبکہ وہ خدا کے محبوب ہیں تو احسان ہماری جانوں کو برداشت کرنا چاہیئے۔ غرارہ۔ دھوکہ میں مبتلا۔

حاشیہ

[1] داند۔ نیک بخت خوب سمجھتا ہے کہ مکر و کر کے چالاکی سے اُس کے خلاف پیش کرنا شیطانی کام ہے اور عشق و محبت جس کا تقاضا اطاعت ہے یہ حضرت آدمؑ کا کام ہے۔ زیرکی۔ اِس طرح کی چالاکی سمندر کو تیر کر پار کرنا ہے جس کا انجام ہلاکت ہے۔

[2] ہل سباحت۔ اللہ کے معاملہ میں چالاکی سے کامیابی ناممکن ہے۔ کبر و کیں۔ اس معاملہ میں شیطان نے کبر و کینہ اختیار کیا۔ جیحوں۔ بلخ کے قریب ایک دریا کا نام ہے۔ عشق۔ اِس ناپیدا کنار دریا کو عبور کرنے کیلئے عشق بمنزلہ کشتی ہے۔ زیرکی۔ انسان کو چالاکی چھوڑ کر عشق کی حیرانی اختیار کرنی چاہیئے تب مشاہدہ حاصل ہوگا۔ عقل قرباں کن۔ آنحضورؐ کی تعلیمات پر عقل کو قربان کر دے اور اُن کے بنائے ہوئے راستہ پر خدا کے بھروسہ پر چل پڑے۔

[3] ہمچو۔ حضرت نوحؑ کے نافرمان لڑکے کنعان نے طوفان کے وقت حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے سے انکار کر دیا تو عشق کی کشتی سے انکار کنعانی کام ہے۔ کہ برآیم قرآن پاک میں کنعان کا مقولہ منقول ہے۔ سَآوِیْ اِلیٰ جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ میں عنقریب پہاڑ پر ٹھکانا بنالوں گا جو مجھے بچا دے گا۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ میں حضرت نوحؑ کا احسان نہ لوں گا۔ چوں رہی۔

کاشکے اُو آشنا ناموختے ۔ تا طمع در نوحؑ و کشتی دوختے
کاش کہ وہ تیرنا نہ سیکھتا ۔ تاکہ نوحؑ اور کشتی سے تمنا وابستہ کرتا

کاش چوں طفل از حِیَل جاہل بُدے ۔ تا چو طفلاں چنگ در مادر زدے
کاش وہ بچوں کی طرح حیلوں سے جاہل ہوتا ۔ تاکہ بچوں کی طرح ماں کا سہارا پکڑتا

یا بعلمِ نقل کم بودے مَلی ۔ علمِ وحیِ دل ربودے از وَلی
یا وہ رسمی علم سے پُر نہ ہوتا ۔ کسی ولی سے دل کی وحی کا علم حاصل کرتا

با چنیں نورے چو پیش آری کتاب ۔ جانِ وحی آسایِ تو آرد عتاب
ایسے نور کے ہوتے ہوئے جب تو کتاب سامنے لائیگا ۔ تیری وحی سے مانوس جان ناراض ہوگی

چوں تیمم با وجودِ آب داں ۔ علمِ نقلی با دمِ قُطبِ زماں
پانی ہوتے ہوئے تیمم کی طرح سمجھ ۔ قطبِ زماں کے قول کے سامنے رسمی علم کو

خویش ابلہ کُن تبع میرو سپس ۔ رستگی زیں ابلہی یابی و بس
اپنے آپکو نادان بنالے تابع بنکر اُس کے پیچھے چل ۔ اِس حماقت سے بس نجات پائے گا

اکثر اہلُ الجنّۃ البُلہ اے پدر ۔ بہرِ ایں گفت ست سُلطانِ بشر
اے بابا! جنتی اکثر بھولے ہونگے ۔ سرورِ عالم ؐ نے اسی لئے فرمایا ہے

زیرکی چوں کبرِ باد انگیزِ تُست ۔ ابلہے شو تا بماند دیں درست
چالاکی تکبر کی طرح تجھ میں ہوا بھرنے والی ہے ۔ نادان بن، تاکہ ایمان سلامت رہے

ابلہے نے کو بمسخرگی دوتوست ۔ ابلہے نے کز شقاوت مال جوست
ایسا نادان نہیں جو مسخرہ پن سے وابستہ ہے ۔ ایسا نادان نہیں جو بدبختی سے مال کی جستجو میں ہے

ابلہے کو والہ و حیرانِ ہُوست ۔ باشد اندر گردنِ اُو طوقِ دوست
ایسا نادان جو اُس کا عاشق اور حیران ہے ۔ اُس کی گردن میں دوست کا طوق ہے

ابلہانند آں زنانِ دست بُر ۔ از کفِ ابلہ وز رُخِ یوسف نذر
ہاتھ کاٹ لینے والی وہ عورتیں نادان ہیں ۔ جو ہاتھ سے بے خبر اور حضرت یوسفؑ کے رُخ کی خبر دینے والی تھیں

عقل را قرباں کُن اندر عشقِ دوست ۔ عقلہا بارے ازاں سُوئیست کوست
دوست کے عشق میں عقل کو قربان کردے ۔ بہرحال عقلیں بھی اُسی جانب کی ہیں جہاں کہ وہ ہے

لہ کاشکے۔ کاش اُس بدبخت کنعان کو تیرنا نہ آتا تو وہ حضرت نوحؑ کے ذریعہ نجات کا طالب بن جاتا۔ کاش۔ بچے کو چونکہ حیلے اور تدبیریں نہیں آتیں وہ ہر مصیبت کے وقت ماں کی پناہ پکڑتا ہے۔ یا بعلم۔ وہ کنعان رسمی علوم سے محروم ہوتا تو عقلی تدبیریں چھوڑ کر کسی با خدا سے الہامی علوم سیکھ لیتا۔ با چنیں۔ وہبی علوم کے مقابلہ میں رسمی علوم ہیچ ہیں۔

ٹلہ چوں تیمم۔ وہبی علوم اور رسمی علوم میں وہی نسبت ہے جو تیمم اور وضو میں، وضو پر اگر قدرت ہے تو تیمم بیکار ہے۔ خویش۔ شیخ اور ولی کے سامنے اپنے آپ کو نادان بنالے تب رسمی علوم کی حماقت سے نجات ملے گی۔ گفت۔ حدیث شریف ہے۔ اَکثَرُ اَہلِ الجَنّۃِ البُلہ جنتی بھولے بھالے ہیں۔ ابلہے شو۔ ابلہ سے مراد وہ شخص ہے جو عشقِ خداوندی میں غافل اور دنیا سے بے خبر ہو۔

ٹلہ ابلہے۔ نادان سے وہ نادان مراد نہیں ہے جسمیں مسخرہ پن ہو نہ وہ مراد ہے جو اپنی نادانی سے دنیا کی دولت جمع کرنے کا شوقین ہو۔ ابلہے کو۔ وہ نادان مراد ہے جو عشقِ خداوندی میں مقامِ حیرت میں ہو اور خدا کے عشق کا اس کے گلے میں طوق ہو۔ ابلہانند۔ ابلہ سے وہ مراد ہے جو عشقِ خداوندی میں اس طرح مدہوش ہو جس طرح

کہ مصری عورتیں حضرت یوسفؑ کے عشق میں محو ہوگئی تھیں اور انہوں نے اِس محویت میں اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے اور ان کو صرف رُخِ یوسفؑ کا ہوش تھا۔ نذر۔ نذیر کی جمع ہے، خبر دہندہ۔ ازاں سُو۔ عقلیں اللہ کا عطیہ ہیں تو اُس کی راہ میں ہی صرف ہونی چاہئیں۔

598

عقلہا آنسو فرستادہ عقول ۔۔۔ ماندہ ایں سو آنکہ گولست و فضول

بڑے عقلمند نے عقلیں اُس جانب روانہ کردیں ۔۔۔ اِس جانب اُس نے باقی رکھیں جو احمق اور بیہودہ ہیں

زیں سر از حیرت گر ایں عقلت رود ۔۔۔ ہر سر مویت سر و عقلے شود

اگر تیری عقل اِس جانب حیرت کی وجہ سے جاتی رہے ۔۔۔ تیرا ہر بال سر اور عقل بن جائے

نیست آں سو رنجِ فکرے دماغ ۔۔۔ کز دماغ و عقل روید دشت و باغ

اُس جانب دماغ پر فکر کی تکلیف نہیں ہے ۔۔۔ کیونکہ دماغ اور عقل سے جنگل اور باغ اُگتے ہیں

سوی دشت از دشت نکتہ بشنوی ۔۔۔ سوی باغ آئی شود نخلت روی

تو جنگل کی جانب (آئے)، تو جنگل سے نکتہ سُنے ۔۔۔ باغ کی جانب آئے تو تیرا نخل سیراب ہو جائے

اندریں رہ ترک کن طاق و طرب ۔۔۔ تا قلاوزت نجنبد تو مجنب

اس راستہ میں شان و شوکت کو چھوڑ دے ۔۔۔ جب تک تیرا راہنما حرکت نہ کرے حرکت نہ کر

ہر کہ او بے سر بجنبد دُم بود ۔۔۔ جنبشش چوں جنبشِ کژدم بود

جو بے سر کے حرکت کرے وہ دُم ہے ۔۔۔ اُس کی حرکت بچھو کی سی حرکت ہوتی ہے

کژرو و شب کور و زشت و زہرناک ۔۔۔ پیشۂ او خستنِ اجسامِ پاک

ٹیڑھا چلنے والا ہے اور اندھا اور بُرا اور زہریلا ہے ۔۔۔ اُس کا پیشہ پاک جسموں کو خستہ کرنا ہے

سر بکوب آنرا کہ سرش ایں بود ۔۔۔ خلق و خوی مستمرش ایں بود

جس کی یہ طبیعت ہو اس کا سر کچل دے ۔۔۔ جس کی عادت اور اخلاق ہمیشہ یہ ہوں

خود صلاحِ اوست ایں سر کوفتن ۔۔۔ تا رہد جاں ریزہ اش زیں شوم تن

یہ سر کچلنا اُس کی بھلائی ہے ۔۔۔ تاکہ اس کی حقیر جان منحوس جسم سے چھٹکارا پالے

واستاں از دستِ دیوانہ سلاح ۔۔۔ تا ز تو راضی شود عدل و صلاح

دیوانہ کے ہاتھ سے ہتھیار لے لے ۔۔۔ تاکہ تجھ سے انصاف اور نیکی خوش ہو

چوں سلاحش ہست و عقلش نے بہ بند ۔۔۔ دستِ او را ورنہ آرد صد گزند

جبکہ اُس کے پاس ہتھیار ہے اور عقل نہیں ہے باندھ دے ۔۔۔ اُس کا ہاتھ ورنہ وہ سَو نقصان پہنچائے گا

بیانِ آنکہ حصولِ علم و مال و جاہ مر بدگہر را فضیحت اوست و

اِس کا بیان کہ علم اور مال اور مرتبہ کا بداصل کو حاصل ہو جانا اُسکی رسوائی ہے

چوں شمشیرست فتادہ بدستِ راہزناں

اور اُس تلوار کی طرح ہے جو ڈاکوؤں کے ہاتھ آگئی ہو

---

۵۱ عقلہا۔ جو عقلمند ہیں وہ عقلوں کو اللہ کی ذات و صفات کے سمجھنے میں صرف کرتے ہیں جو بیوقوف ہیں وہ دنیا کے کاموں میں عقل کا استعمال کرتے ہیں۔ زیں سر۔ اگر حیرت کی بنا پر عقل نہ رہے تو پھر انسان کا ہر ہر رونگٹا عقل اور سر بنجاتا ہے۔ نیست۔ دنیاوی امور میں عقل سوزی ہے آخرت کے معاملہ میں غور کرنے سے عقل باغ و بہار بنتی ہے۔ بسوئے دشت۔ جب عقل کی پیداوار کے باغ و جنگل کی طرف رُخ کروگے تو اُس جنگل سے دین کے نکتے سنوگے اور تمہاری عقل تر و تازہ ہوگی۔

۵۲ اندریں۔ اس راہِ عشق میں اپنی شان و شوکت کو ترک کرکے شیخ کے تابع بنجاؤ۔ خر۔ یعنی شیخ۔ کژدم۔ بچھو کا ڈنک دُم میں ہوتا ہے۔ کژرو۔ جو شیخ کا اتباع نہ کریگا اُسمیں عیب ہی عیب ہوں گے اور وہ پاک روحوں کو زخمی کریگا۔ سر بکوب۔ ایسے شخص کی زندگی سے موت بہتر ہے تاکہ روح کو اُس ناپاک جسم سے نجات ملے۔

۵۳ واستاں۔ دیوانہ سے ہتھیار چھین لینا عدل اور نیکی ہے۔ چوں۔ اگر دیوانہ کے ہاتھ میں تلوار رہیگی تو بہت نقصان پہنچادیگا۔ بیان۔ نااہل کے ہاتھ میں علم اور مال اور مرتبہ ایسا ہی تباہ کُن ہے جس طرح ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار۔

599

بدگہر را علم و فن آموختن — دادنِ تیغے بدستِ راہزن
بداصل کو علم و فن سکھانا — ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے

تیغ دادن در کفِ زنگیِ مست — بہ کہ آید علم ناکس را بدست
مست حبشی کے ہاتھ میں تلوار دیدینا — اس سے بہتر ہے اگر علم نااہل کے ہاتھ آئے

علم و مال و منصب و جاہ و قراں — فتنہ آمد در کفِ بدگوہراں
علم اور مال اور عہدہ اور رتبہ اور (انسے) وابستگی — بداصلوں کے ہاتھ میں فتنہ ثابت ہوئی ہے

پس غزا زیں فرض شد بر مومناں — تا ستانند از کفِ مجنوں سِناں
مومنوں پر جہاد اسی لئے فرض ہوا ہے — تاکہ وہ پاگل کے ہاتھ سے بھالا چھین لیں

جانِ او مجنوں تنش شمشیرِ او — واستاں شمشیر را زیں زشت خو
اُس کی جان پاگل ہے اس کا جسم اُسکی تلوار ہے — اُس بدعادت سے تلوار چھین لے

آنچہ منصب می کند با جاہلاں — از فضیحت کے کند صد ارسلاں
جاہلوں کے ساتھ عہدہ جو کچھ کرتا ہے — رُسوائی میں سو شیر نہیں کرتے ہیں

عیبِ او مخفی ست چوں آلت بیافت — مارش از سوراخ بر صحرا شتافت
اس کا عیب پوشیدہ ہے جب اسنے ذریعہ حاصل کرلیا — اس کا سانپ سوراخ سے جنگل میں دوڑ پڑا

جملہ صحرا مار و کژدم پُر شود — چونکہ جاہل شاہِ حکم مُر شود
تمام جنگل سانپ اور بچھو سے بھر جاتا ہے — جب جاہل، کڑوے حکم کا شاہ بن جاتا ہے

مال و منصب ناکسے کارد بدست — طالبِ رُسوائیِ خویشِ او شدست
نااہل جو مال اور عہدہ حاصل کرتا ہے — وہ اپنی رُسوائی کا طالب بنتا ہے

یا کند بُخل و عطاہا کم دہد — یا سخا آرد بنا موضع نہد
یا وہ بخل کرے گا اور عطیات نہ دیگا — یا سخاوت کریگا تو بے موقع کرے گا

شاہ را در خانۂ بیذق نہد — اینچنیں باشد عطا کاحمق دہد
شاہ کو پیدل کے خانہ میں رکھدے گا — احمق جو عطا دیتا ہے وہ ایسی ہوتی ہے

حکم چوں در دستِ گمراہے فتاد — جاہ می پنداشت در چاہے فتاد
جب حکومت کسی گمراہ کے ہاتھ میں آگئی — اس نے اُس کو رتبہ سمجھا اور وہ کنوئیں میں گرا

رہ نمیداند قلاوزی کند — جانِ زشتِ او جہاں سوزی کند
راستہ نہیں جانتا، رہنمائی کرتا ہے — اُس کی بُری جان دنیا کو پھونکتی ہے

---

[1] بدگہر۔ بدباطن۔ زنگی۔ حبشی عموماً کم عقل ہوتے ہیں پھر جب وہ نشہ میں ہو تو کوئی عقل کی بات نہ کریگا۔ علم و مال۔ بداصل انسان ہر چیز کا غلط استعمال کریگا۔ قران۔ قران السعدین، خوش نصیبی۔ پس۔ جہاد کی مشروعیت اسی لئے ہوئی ہے کہ ان دنیا کے لیٹروں کی طاقت ختم کردی جائے تاکہ یہ لوگوں کو تباہ و گمراہ نہ کرسکیں۔ سِنان۔ بھالا۔ جان۔ جان اور تن کو جدا کرنا گویا اُن کے ہاتھ سے تلوار چھین لینا ہے۔ منصب۔ عہدہ۔ ارسلاں۔ شیر۔

[2] عیبِ او۔ جبتک اس کے پاس ذرائع نہ تھے اسکے عیب چھپے ہوئے تھے وسائل ہاتھ آجانا گویا کہ سانپ کا سوراخ سے نکل پڑنا ہے۔ جملہ صحرا۔ جب جاہل اور نادان شاہ بن جائے تو اُسکے کارندے سانپ اور بچھو کی طرح لوگوں کو کاٹتے ہیں۔ مال و منصب۔ خود یہ بھی تباہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی تباہ و رسوا کرتا ہے۔

[3] یا کند۔ جاہل بادشاہ یا بخل کریگا اور کسی کو کچھ نہ دیگا اگر دیگا تو نااہلوں اور غیر مستحقوں کو دیگا شاہ را۔ ذلیلوں کو باعزت بنائیگا اور عزت والوں کو ذلیل کریگا۔ جاہ۔ وہ اُس کو رتبہ اور منصب سمجھ رہا ہے حالانکہ وہ اس کیلئے کنواں ہے۔ اگر اس مصرع میں می پنداشت کے بجائے پندار پڑھا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا، تم سمجھو کہ مرتبہ کنوئیں میں گرگیا

طفلِ[1] راہِ فقر چوں پیری گرفت | پیرواں را غولِ ادبیری گرفت
راہِ فقر کے بچہ نے جب پیری اختیار کرلی | پیروکاروں کو نحوست کے بھوت نے پکڑ لیا

کہ بیا تا ماہ بنمایم ترا | ماہ را ہرگز ندید آں بے ضیا
کہ آ تاکہ تجھے چاند دکھاؤں | (خود) اُس بے نور نے چاند کو بھی نہیں دیکھا ہے

چوں نمائی چوں ندیدستی بعمر | عکسِ مہ در آب ہم اے خامِ غمر
تو کیسے دکھائیگا جبکہ تو نے تمام عمر نہیں دیکھا ہے؟ | اے کچے نادان! پانی میں بھی چاند کا عکس

احمقاں سرور شدستند وز بیم | عاقلاں سرہا کشیدہ در گلیم
بیوقوف سردار ہوتے ہیں اور خوف سے | عقلمندوں نے گدڑی میں منہ چھپالیا ہے

بیان تفسیر آیہ شریفہ یا ایّہا المزّمّل

یا ایہا المزمل آیت شریف کی تفسیر کا بیان

خواند[2] مزمل نبی را ایں سبب | کہ بروں آ از گلیم اے بوالہرب
اسی سبب سے نبی کو کملی اوڑھنے والا کہکر پکارا | کہ اے صاحب فرار! کملی سے نکل

سر مکش اندر گلیم و رو مپوش | کہ جہاں جسمیست سرگرداں تو ہوش
کملی کے اندر سر نہ کر اور منہ نہ چھپا | کیونکہ دنیا ایک پریشان جسم ہے (اور) تو ہوش ہے

ہیں مشو پنہاں ز ننگِ مدعی | کہ تو داری شمعِ وحیِ شعشعی
مدعی کی عار سے نہ چھپ | کیونکہ تیرے پاس منور وحی کی شمع ہے

ہیں قم اللیل کہ شمعی اے ہمام | شمع دائم شب بود اندر قیام
اے سردار! تو رات کو کھڑا رہ کیونکہ تو شمع ہے | شمع رات میں ہمیشہ کھڑی رہتی ہے

بے فروغت[3] روزِ روشن ہم شب ست | بے پناہت شیر اسیرِ ارنب ست
تیری روشنی کے بغیر روشن دن بھی رات ہے | تیری پناہ کے بغیر شیر خرگوش کا قیدی ہے

باش کشتیباں دریں بحرِ صفا | کہ تو نوحِ ثانیی اے مصطفیٰ
اس بحر صفا میں ملاح بن | اے مصطفیٰ! کیونکہ تو دوسرا نوح ہے

رہ شناسے می بباید با لباب | ہر رہے را خاصہ اندر راہِ آب
عقلمند، راہ شناس درکار ہے | ہر راستہ کیلئے خصوصاً پانی کے راستے کیلئے

---

[1] طفل۔ جس طرح جاہل بادشاہ کے ہاتھوں ملک تباہ ہوتا ہے اسی طرح مزور شیخ کے ہاتھوں دین برباد ہوتا ہے، وہ خود راہِ طریقت سے ناواقف ہے تو اسکے مرید برباد ہی ہونگے۔ کہ بیا۔ وہ دعوے کرتا ہے اور مریدوں سے کہتا ہے کہ آؤ تمہیں مشاہدۂ حق کرادوں حالانکہ اس نے خود بھی مشاہدہ تو درکنار پرچھائیں بھی نہیں دیکھی۔ غمر۔ ناتجربہ کار، نادان۔ احمقاں۔ سعدیؒ نے فرمایا ہے۔
نا سزائے را چو بینی بختیار
عاقلاں تسلیم کردند اختیار

[2] خواند۔ اکثر روایتیں یہ بیان کرتی ہیں کہ جب آنحضورؐ پر غارِ حرا میں پہلی وحی آئی تو آپ کانپ گئے اور گھبرا کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ قریش کی نافرمانی سے رنجیدہ ہوکر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے تھے مولانا کا کلام اس دوسری روایت پر مبنی ہے کہ آنحضورؐ نے چونکہ... نااہلوں کی وجہ سے رُوپوشی اختیار کرلی تھی اسی لئے آپکو فرقِ کملی اوڑھنے والا کہا گیا ہے.... بوالہرب۔ قریش سے علیحدگی کو بھاگنے سے تعبیر کیا ہے اسی لئے آنحضورؐ کو بوالہرب یعنی قریش سے فرار اختیار کرنیوالا کہا ہے۔ رُو مپوش۔ اگر تم رُوپوشی اختیار کروگے تو دنیا دیوانگی میں مبتلا رہیگی۔ قم اللیل۔ اسی آیت میں یہ حکم بھی آیا ہے کہ رات کو نماز میں قیام کیا کرو، یہ خطاب اس لئے ہوا کہ آپ شمع ہیں اور شمع کا کام رات کو کھڑا رہنا ہے

[3] بے فروغت۔ آپ ہی کے نورِ ہدایت سے عالم روشن ہوگا ورنہ روح جو شیر ہے وہ نفس سے جو کہ خرگوش ہے مغلوب رہیگی۔ باش۔ آپ اُمت کیلئے بمنزلہ کشتیبان کے ہیں۔ رہ شناسے۔ راہنمائی وہ کر سکتا ہے جو صاحب عقل ہو خصوصاً دریائی راستہ کی۔

خیز وبنگر کاروانِ رہ زدہ[1] — ہر طرف غول ست کشتیباں شدہ

اُٹھ! اور لٹے ہوئے قافلہ کو دیکھ — ہر طرف شیطان ملاح بنا ہوا ہے

خضرِ وقتی غوثِ ہر کشتی توئی — ہمچو روح اللہ مکن تنہا روی

تو خضرِ زمانہ ہے، ہر کشتی کی تو مدد ہے — (حضرت) عیسیٰ کی طرح تنہا روی اختیار نہ کر

پیشِ ایں جمعے چو شمعِ آسماں — انقطاع و خلوت آری را بماں

اِس مجمع کے آگے تو آسمانی شمع کی طرح ہے — انقطاع اور خلوت نشینی کو ترک کر

وقتِ خلوت نیست اندر جمع آئی — اے ہُدیٰ چوں کوہِ قاف و تو ہمای

خلوت کا وقت نہیں ہے، مجمع میں آ — اے وہ ذات! کہ ہدایت کوہِ قاف ہے اور تو ہما ہے

بدر بر صدرِ فلک شد شب رواں — سیر را نگذارد از بانگِ سگاں

چودھویں کا چاند آسمان کے سینہ پر رات کو چلتا ہے — کتوں کے بھونکنے سے چلنا نہیں چھوڑتا ہے

طاعناں[2] ہمچوں سگاں بر بدرِ تو — بانگ می دارند سوی صدرِ تو

تیرے بدر پر طعنہ زنی کرنے والے کتوں کی طرح ہیں — جو تیرے رُتبہ پر بھونکتے ہیں

ایں سگاں کر اند ز اَمرِ اَنْصِتُوا — از سفہ وَعوَع کناں بر بدرِ تو

یہ کتے "خاموش رہو" کے حکم سے بہرے ہیں — تیرے بدر پر بیوقوفی سے بھوں بھوں کرتے ہیں

ہیں بمگذار اے شفا رنجور را — تو ز خشمِ کر عصای کور را

خبردار، اے شفا! بیمار کو نہ چھوڑ — بہرے پر غصہ سے اندھے کی لاٹھی (نہ چھوڑ)

نے[3] تو گفتی قائدِ اعمیٰ براہ — صد ثواب و اجر یابد از الٰہ

کیا تو نے خود نہیں کہا ہے، اندھے کو راستہ پر لیجانے والا؟ — اللہ کی جانب سے سَو ثواب اور اجر پاتا ہے

ہر کہ او چل گام کورے را کشد — گشت آمرزیدہ و یابد رشد

جو اندھے کو چالیس قدم لے جائے — وہ بخشا جاتا ہے اور ہدایت پاتا ہے

پس بکش تو زیں جہانِ بے قرار — جوقِ کوراں را قطار اندر قطار

پس تو اس زوال پذیر دنیا سے لے جا — اندھوں کے مجمع کو قطار در قطار

کارِ ہادی ایں بود تو ہادئی — ماتمِ آخر زماں را شادئی

ہدایت دینے والے کا یہی کام ہے تو ہدایت دینے والا ہے — تو آخری زمانے کے سوگ کے لئے خوشی ہے۔

---

[1] خیز۔ آپ اُٹھئے ہر طرف شیطانی دور دورہ ہے خضرِ وقتی یعنی اِس وقت علوم لدنّیہ کا فیضان پہنچانیوالے صرف آپ ہیں۔ روح اللہ۔ حضرت عیسیٰ قوم سے روپوش ہو کر آسمانوں پر پہنچ گئے۔ پیشِ ایں جمعے۔ مخلوقِ خدا کے لئے آپ آفتابِ ہدایت ہیں آپ کے لئے خلوت اور لوگوں سے جدائی مناسب نہیں ہے آپ ہدایت کے کوہِ قاف کے عنقا ہیں۔ بدر۔ چاند آسمان پر اپنی سیر جاری رکھتا ہے اور کتوں کے بھونکنے سے اپنی رفتار نہیں چھوڑتا ہے۔

[2] طاعناں۔ آپکے مخالف کتے ہیں اُن کے بھونکنے سے آپ اپنا طرزِ عمل نہ بدلیں۔ اَنْصِتُوا تم خاموش رہو جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو خاموشی سے سننے کا حکم ہے لیکن یہ کتے اُس حکم سے بے بہرہ ہیں اور برابر بھونک رہے ہیں۔ بمگذار۔ عالم بیمار ہے آپ اس کی شفا ہیں مخلوق اندھی ہے آپ اُس کے راہنما ہیں مخالفوں کی وجہ سے اُس کو نہ چھوڑیئے۔

[3] نے تو گفتی۔ حدیث شریف ہے۔ مَنْ قَادَ مَکْفُوْفًا اَرْبَعِیْنَ خُطْوَۃً غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ جس نے اندھے کی چالیس قدم تک راہنمائی کی اُس کے اگلے پچھلے گناہ بخشے گئے۔ پس۔ آپ اِس اندھی مخلوق کی قیادت کیجئے اُن کو قطار در قطار کھینچ کر لے جائیے۔ ماتم۔ آپ نبی اخرالزماں ہیں اُن کے سوگ کو خوشی میں تبدیل کر دیجئے۔

ہیں رواں کُن اے امامُ المتقیں — ایں[1] خیال اندیشگاں را تا یقیں
اِن اے متقیوں کے امام! پہنچا دے — اِن شک کرنے والوں کو یقین تک

ہر کہ در مکرِ تو دارد دل گرو — گردنش را من زنم تو شاد رَو
جو تیرے مکر میں دل لگائے ہوئے ہے — میں اُس کی گردن مار دوں گا، تو خوشی سے چل

بر سرِ کوریش کوریہا نہم — او شکر پندارد و زہرش دہم
میں اُسکے اندھے پن پر بہت سا اندھا پن رکھدونگا — وہ شکر سمجھے گا، میں اُس کو زہر دونگا

عقلہا[2] از نورِ من افروختند — مکرہا از مکرِ من آموختند
(انھوں نے) عقلیں میرے نور سے روشن کی ہیں — اُنھوں نے مکر میرے مکر سے سیکھے ہیں

چیست خود الاچُق آں ترکماں — پیش پائے نرہ پیلانِ جہاں
اِس صحرانشین کی جھونپڑی خود کیا ہے؟ — دُنیا کے نر ہاتھیوں کے پاؤں کے آگے

آں چراغِ او بہ پیشِ صرصرم — خود چہ باشد اے مہیں پیغمبرم
میری آندھی کے سامنے اُس کا چراغ — اے میرے بزرگ پیغمبر! خود کیا ہے؟

خیز در دم تو بصورِ سہمناک — تا ہزاراں مُردہ بر روید ز خاک
اُٹھ! خوفناک صور میں پھونک مار دے — تاکہ ہزاروں مُردے مٹی سے نکل پڑیں

چوں تو اسرافیلِ وقتی راست خیز — رستخیزی ساز پیش از رستخیز[3]
چونکہ تو وقت کا اسرافیل ہے، اُٹھ کھڑا ہو — قیامت سے پہلے، قیامت برپا کر دے

ہر کہ گوید کو قیامت اے صنم — خویش بنما کہ قیامت نک منم
جو یہ کہے کہ قیامت کہاں ہے، اے محبوب! — اپنے آپ کو دکھاوے، کہ یہ قیامت میں ہوں

در نگر اے سائلِ محنت زدہ — زیں قیامت صد جہاں قائم شدہ
اے مصیبت اُٹھانے والے سائل! دیکھ لے — اِس قیامت سے سینکڑوں جہان برپا ہوگئے

ور نباشد اہلِ ایں ذکر و قنوت — پس جواب الاحمق اے سلطاں سکوت
اور اگر وہ اِس ذکر اور قبولیت کا اہل نہ ہو — تو اے سُلطان! احمق کا جواب خاموشی ہے

ز آسمانِ حق سکوت آمد جواب — چوں بود جاناں دعا نامستجاب
اللہ کے آسمان سے خاموشی جواب ہوتی ہے — اے جان! جب دعا نامنظور ہوتی ہے

---

[1] ایں خیال یعنی جو لوگ شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں اُن کو اِس سے نکال کر یقین کی منزل میں پہنچا دیجئے. ہر کہ - جو لوگ تمہارے خلاف مکر اور تدبیر کر رہے ہیں اُنکو میں ہلاک کر دوں گا. کوریش. جو اندھے ہیں اُن کو اور اندھا بنا دوں گا اور ایسی تدبیر کروں گا کہ وہ زہر کو شکر سمجھ کر کھا جائیں۔

[2] عقلہا - اِن مخالفوں کی عقلیں اور تدبیریں میری عقل اور تدبیر سے بڑھی ہوئی نہیں ہیں. الاچق. کمبل کا خیمہ۔ ترکماں. صحرائی رہزن قوم تھی۔ پیش - یعنی اُن کا وجود میرے مقابلہ میں ایسا ہی ہے جیسے نر ہاتھیوں کے مقابلہ میں کمبل کا جھونپڑا. صرصر. آندھی. مہیں. بزرگ. مقصد - قیامت میں جب اسرافیل صور پھونکیں گے مُردے اُٹھ کھڑے ہونگے تم بھی اپنا صور پھونکو اور اعلانِ نبوت کرو مُردہ دل حیاتِ ابدی حاصل کریں گے.

[3] رستخیز - قیامت. بعثتم - آنحضور نے فرمایا کہ میں اور قیامت ملے جُلے بھیجے گئے ہیں یعنی جس طرح قیامت حق و باطل کی تفریق کرتی ہے میں بھی حق و باطل کی تفریق کرتا ہوں. زیں قیامت. جس طرح قیامت میں مُردے زندہ ہونگے اِسی طرح آنحضور کی بعثت سے مُردہ دلوں کو زندگی حاصل ہوئی. ور نباشد. اگر اِن معارف کے سننے کی اہلیت نہیں ہے تو پھر اُن کے بیان سے خاموشی بہتر ہے. جواب الاحمق. جواب جاہلاں باشد خموشی. ز آسماں. اگر کوئی نادانی سے دُعا کرتا ہے اور اُس کی دعا ناقابلِ قبول ہوتی ہے تو سکوت اختیار کر لیا جاتا ہے۔

653

اے[1] دریغا وقتِ خرمن گاہ شُد | لیک روز از بختِ ما بیگاہ شُد
ہائے افسوس: کھلیان کا وقت آگیا | لیکن ہماری قسمت سے دن بے وقت ہوگیا

وقت تنگ ست و فضای ایں کلام | تنگ می آید بر وعُمرِ دوام
وقت تنگ ہے اور اس بات کی ادائیگی کیلئے | ابدی زندگی کم ہے

نیزہ بازی اندریں گوہای تنگ | نیزہ بازاں را ہمی آرد بہ ننگ
ان تنگ گڑھوں میں نیزہ بازی | نیزہ بازوں کو شرمندہ کرتی ہے

وقتِ تنگ و خاطر و فہمِ عوام | تنگ تر صد رہ ز وقت ست اے غلام
وقت تنگ ہے اور عوام کا مزاج اور سمجھ | اے لڑکے! وقت سے سو گنا تنگ ہے

چوں[2] جواب احمق آمد خامُشی | ایں درازی در سخن چوں میکشی
جبکہ احمق کا جواب خاموشی ہے | بات میں تو یہ طول کیوں دے رہا ہے!

از کمالِ رحمت و موجِ کَرَم | مید ہد ہر شورہ را باران و نَم
رحمت کے کمال اور کرم کی موج سے | ہر شور زمین کو بارش اور نمی پہنچاتا ہے

در بیانِ آنکہ ترکُ الجواب جواب مقرر ایں سخن کہ جوابُ الاحمق سکوت و شرحِ ایں ہر دو سخن دریں قصہ است کہ گفتہ می آید

اس کا بیان کہ جواب نہ دینا جواب ہے، اس بات کی تائید کرتا ہے کہ احمق کا جواب خاموشی ہے اور ان دونوں قولوں کی شرح اس قصہ میں ہے جو بیان کیا جارہا ہے

بادشاہے[3] بُود اُو را بندہ | مُردہ عقلے بُود و شہوت زندہ
ایک بادشاہ کا ایک غلام تھا | جس کی عقل مُردہ اور شہوت زندہ تھی

خُردہائے خدمتش نگذاشتے | بدسگالیدے نکو پنداشتے
اُس کی چھوٹی خدمت بھی، نہ کرتا | بدخواہی کرتا (اُس کو) اچھا سمجھتا

گفت شاہنشہ جرایش کم کنید | ور بجنگد نامش از خط بر زنید
بادشاہ نے کہا اُس کی تنخواہ کم کر دو | اگر لڑے تو اُس کا نام فہرست سے کاٹ دو

عقلِ اُو کم بُود حرصِ اُو فزوں | چوں جرا کم دید شُد تُند و حرُس
اُس کی عقل کم اور لالچ بڑھا ہوا تھا | جب تنخواہ کم دیکھی بدمزاج اور سرکش بن گیا

عقل بُودے گردِ خود کردے طواف | تا بدیدے جُرمِ خود گشتے معاف
(اگر عقل ہوتی اپنے گرد چکر کاٹتا | تاکہ اپنا قصور دیکھ لیتا (اور) وہ معاف ہوجاتا

---

[1] اے دریغا۔ مقام کا تقاضا تھا کہ آپ کے کارناموں کی تفصیل بیان کی جائے کہ کملی سے اُٹھ کر آپ نے کیا کیا لیکن وقت میں گنجائش نہیں ہے آپ کے اُن کارناموں کی تفصیل کرنے کیلئے تو عمرِ جاوداں بھی ناکافی ہے بہترین نیزہ باز سے بھی اگر کہا جائے کہ وہ گڑھے میں گھس کر نیزہ بازی کرے تو وہ بھی ذلیل ہوجائیگا اور صحیح بازی نہ کرسکے گا کیونکہ اس کام کے لئے وسیع میدان درکار ہے تو معارف کا بیان تنگ وقت میں اور وہ بھی عوام کے سامنے اس کی بھی یہی صورت ہے۔

[2] چوں جواب۔ پہلے کہا تھا کہ احمقوں کا جواب خاموشی ہے تو اعتراض ہوا کہ پھر ان معارف کے بیان میں اس قدر طویل تقریریں کیوں ہورہی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں اللہ کی رحمت سے مجبور ہوں کیونکہ اُس کی رحمت عام اُس کی موجِ کرم اچھی زمین اور شور زمین سب کو پہنچتی ہے۔

[3] بادشاہے۔ بادشاہ کا یہ غلام بیوقوف اور شہوت پرست تھا خردہائے۔ آقا کی معمولی معمولی خدمت بھی انجام نہ دیتا تھا اور آقا کا بدخواہ تھا اور اسی کو اچھا سمجھتا تھا جرا۔ تنخواہ۔ خط یعنی ملازمین کا رجسٹر حرون۔ سرکش۔ عقل یعنی اگر عقلمند ہوتا تو اپنا جائزہ لیتا اور خطا کی معافی چاہتا تو خطا معاف ہوجاتی۔

چوں خرے پابستہ شُد داز خری — ہر دُو پایش بستہ گرد دبرسری

ایک پاؤں بندھا ہوا گدھا جب شرارت کرتا ہے — تو پھر اُس کے دونوں پاؤں مزید باندھ دیئے جاتے ہیں

پس بگوید خر کہ یک بندم بس ست — خود بداں کاں دو ز فعلِ آں خس ست

پھر گدھا کہتا ہے کہ میرے ایک ایک بندھی کافی ہے — تو سمجھ لے کہ وہ دو بند، اسی کمینے کے کام کی وجہ سے ہیں

گر بدیدے سرِ بند آں چشم کور — بند بر دستش نہ بستندے بزور

اگر وہ اندھا بند کا راز دیکھ لیتا — تو جبراً اُس کے ہاتھ نہ باندھتے

در ز جرمِ بندِ پا آگہ بُدے — خود ز بندِ دست و پا ایمن شُدے

اگر وہ پاؤں کے بند کے جرم سے آگاہ ہوتا — تو ہاتھ اور پاؤں کے بند سے محفوظ ہو جاتا

ور نہ شُد بدے ز بند آں بوالفضول — اُو نہ خر بودے شدے شیر فحول

اگر وہ بیہودہ، بند کی وجہ سے شرارت نہ دکھاتا — (تو) وہ گدھا نہ ہوتا، نر شیر ہوتا

در تفسیر ایں حدیثِ نبویؐ کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ الْمَلَائِکَۃَ

اِس حدیثِ نبویؐ کی تفسیر کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے پیدا فرمائے

وَرَکَّبَ فِیْھِمُ الْعَقْلَ وَخَلَقَ الْبَھَائِمَ وَرَکَّبَ فِیْھَا الشَّھْوَۃَ وَخَلَقَ

اور اُن میں عقل رکھی اور چوپایوں کو پیدا فرمایا اور اُن میں شہوت رکھی اور

بَنِیْ اٰدَمَ وَرَکَّبَ فِیْھِمُ الْعَقْلَ وَالشَّھْوَۃَ فَمَنْ غَلَبَ عَقْلُہٗ

بنی آدم کو پیدا فرمایا اور اُن میں عقل اور شہوت (دونوں) رکھی تو جس کی عقل

عَلٰی شَھْوَتِہٖ فَھُوَ اَعْلٰی مِنَ الْمَلَائِکَۃِ وَمَنْ غَلَبَتْ شَھْوَتُہٗ عَلٰی

شہوت پر غالب آگئی وہ ملائکہ سے افضل ہے اور جس کی شہوت عقل پر

عَقْلِہٖ فَھُوَ اَدْنٰی مِنَ الْبَھَائِمِ صَدَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

غالب آگئی وہ چوپایوں سے کمتر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔

در حدیث آمد کہ یزدانِ مجید — خلقِ عالم را سہ گونہ آفرید

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ بزرگ نے — عالم کی مخلوق تین قسم کی پیدا فرمائی ہے

یک گرہ را جملہ علم و عقل و جود — آں فرشتہ ہست و نداند جز سجود

ایک گروہ میں علم اور عقل اور سخاوت مکمل ہے — وہ فرشتہ ہے اور سوائے سجدہ کے کچھ نہیں جانتا

نیست اندر عنصرش حرص و ہوا — نورِ مطلق زندہ از عشقِ خدا

اس کی ماہیت میں حرص و ہوا نہیں ہے — وہ نورِ مطلق ہے، خدا کے عشق سے زندہ ہے

---

۵۱ چوں۔ اِس مثال کی شال اُس گدھے کی سی ہے جو ایک پاؤں بندھنے پر شرارت کرے تو دوسرا پاؤں بھی باندھ دیا جاتا ہے۔ برسری۔ مزید برآں۔ پس۔ دونوں پاؤں بندھنے پر کہتا ہے کہ میرے لئے ایک بند کافی تھا۔ یہ نہیں سمجھتا کہ دونوں پاؤں بندھنا خود اُس کے کمینہ پن کی وجہ سے ہوا ہے۔ ۵۲ ہر سِرِ بند۔ یعنی اگر وہ سمجھتا کہ ایک پاؤں میری شرارت کی وجہ سے بندھا ہے اور شرارت کو ترک کر دیتا تو وہ پاؤں بھی کھل جاتا۔ ۵۳ حدیث۔ اللہ نے فرشتوں میں صرف عقل رکھی جس کا تقتضا طاعت اور بندگی ہے لہٰذا فرشتوں سے گناہ کا صدور نہیں ہوتا ہے حیوانات میں صرف شہوت رکھی ہے جنسی ہو یا کھانے پینے کی، انسان میں عقل اور شہوت دونوں رکھی ہیں۔ زندہ۔ ملائکہ کی غذا صرف عشقِ خداوندی ہے۔

یک گروہے دیگر از دانش تہی
ایک دوسرا گروہ جو عقل سے خالی ہے

ہمچو حیواں از علفؔ در فربہی
مثل حیوان، چارے سے موٹاپے میں ہے

اُو نہ بیند جز کہ اصطبل و علف
وہ سوائے طویلہ اور گھاس کے کچھ نہیں دیکھتا ہے

از شقاوت غافل ست و از شرف
وہ بدبختی اور شرافت سے غافل ہے

آں سوم ہست آدمی زادہ و بشر
تیسرا آدمؑ کی اولاد اور انسان ہے

از فرشتہ نیمے و نیمش زخر
اُس کا آدھا فرشتہ سے اور آدھا گدھے سے ہے

نیمِ خر خود مائلِ سفلی بود
گدھے والا آدھا (عالمِ) سفلی کی طرف مائل ہوتا ہے

نیمِ دیگر مائلِ علوی بود
دوسرا آدھا (عالمِ) علوی کی طرف مائل ہوتا ہے

تا کدامیں غالب آید در نبرد
دیکھو معرکہ میں کون غالب ہوتا ہے!

زیں دوگانہ تا کدامیں بُرد نرد
ان دونوں میں سے کون سا بازی جیتتا ہے

عقل گر غالب شود پس شد فزوں
اگر عقل غالب ہو جائے تو زیادہ بڑھ گیا

از ملائک ایں بشر در آزموں
امتحان میں یہ انسان فرشتوں سے

شہوتؔ ار غالب شود پس کمترست
اگر شہوت غالب ہو گئی، تو کم تر ہے

از بہائم ایں بشر زاں کابترست
یہ انسان چوپایوں سے کیونکہ بُری حالت میں ہے

آں دو قومؔ آسودہ از جنگ و حراب
وہ دونوں قومیں جنگ اور لڑائی سے راحت میں ہیں

ویں بشر با دو مخالف در عذاب
اور یہ انسان دو مخالفوں کی وجہ سے عذاب میں ہے

ویں بشر ہم زامتحاں قسمت شدند
اور یہ انسان بھی آزمانے سے تقسیم ہو گئے

آدمی شکل اند و سہ اُمت شدند
آدمی کی صورت میں ہیں اور تین گروہ ہو گئے

یک گروہ مستغرقِ مطلق شدہ
ایک گروہ پورا ڈوب چکا

ہمچو عیسیٰؑ با مَلَک ملحق شدہ
(حضرت) عیسیٰؑ کی طرح فرشتوں سے جا ملا

نقشِ آدم لیک معنیٰ جبرئیل
صورت انسان کی ہے لیکن باطن جبرئیل کا ہے

رستہ از خشم و ہوا و قال و قیل
وہ غصہ اور خواہش اور قال و قیل سے نجات پا گیا

از ریاضتؔ رستہ و ز زہد و جہاد
وہ ریاضت اور زہد اور جہاد سے چھوٹ گیا

گوئیا از آدمی اُو خود نزاد
گویا کہ وہ آدمی سے پیدا نہیں ہوا

قسمِ دیگر با خراں ملحق شدند
دوسری قسم گدھوں سے جا ملی

خشمِ محض و شہوتِ مطلق شدند
خالص غصہ اور مجسم شہوت بن گئے

لہ علف۔ چارہ۔ گھاس۔ چوپایہ وغیرہ۔ حیوانات کو صرف خواب و خور کی فکر ہے وہ شقاوت اور سعادت سے غافل ہیں۔ نیمے و نیمش۔ انسان روحِ انسانی اور جسم سے مرکب ہے روح میں ملکیت ہے اور جسم میں حیوانیت ہے۔ سفلی۔ جسم کا تعلق عالمِ سفلی ناسوت ہے۔ ملکوتی۔ روح کی پرواز عالمِ بالا کی طرف ہے۔ نبرد میں انسان کی اِن دونوں قوتوں میں تصادم رہتا ہے۔ عقل۔ انسان روح کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے چونکہ اُس نے جسمانی خواہش کو مغلوب کیا ہے۔

لہ شہوت۔ اگر انسان شہوت سے مغلوب ہو جاتا ہے تو حیوانات سے بدتر ہوتا ہے کیونکہ حیوانات میں تو عقل نہ تھی۔ دو قوم۔ فرشتوں اور حیوانات میں اِن متضاد طاقتوں کی کشمکش نہیں ہے انسان اُن کی کشمکش سے عذاب میں ہے۔ ویں بشر۔ اب انسانوں میں بھی تین قسمیں ہیں ایک قسم تو وہ جس نے خالص ملکیت اختیار کر لی جیسے کہ حضرت عیسیٰؑ ہیں کہ فرشتوں ہی میں جا شامل ہوئے۔ خشم و ہوا۔ یہ سب چیزیں بتقاضائے جسم ہوتی ہیں۔

لہ از ریاضت۔ مجاہدوں کی ریاضت اخلاقِ ذمیمہ کو ختم کرنے کیلئے ہے جب وہ نہ رہے تو مجاہدوں کی ضرورت نہیں ہے۔ قسمِ دیگر۔ انسانوں کی ایک قسم وہ ہے جو بالکل حیوانات اور گدھوں کی طرح ہیں انہیں ملکیت

وصفِ جبریلی در ایشاں بود رفت
جبرئیل والی صفت اُن میں تھی، چل گئی

تنگ بود آں خانہ وآں وصف رفت
وہ گھر تنگ تھا اور وہ صفت مٹ گئی تھی

مُردہ[1] گردد شخص کو بیجاں شود
جو شخص بے جان ہو جاتا ہے مُردہ ہو جاتا ہے

خر شود چوں جانِ اُو بے آں شود
جب اُس کی جان اُس (جبرئیلی صفت) کے بغیر ہو جاتی ہے گدھا

زاغ گردد چوں پَے زاغاں رَوَد
(انسان) کوا بنتا ہے جب کوؤں کا اتباع کرتا ہے

جسم گردد جاں چوں اُو بے جاں شود
جان جسم بن جاتی ہے جبکہ وہ بے جان ہو جاتی ہے

زانکہ جائے کاں ندارد ہست پست
چونکہ وہ جان جو وہ (صفت) نہیں رکھتی، پست ہے

ایں سخن حق ست و صوفی گفتہ است
یہ بات سچی ہے اور صوفی نے کہی ہے

اُو ز حیوانہا فزوں تر جاں کند
وہ حیوانات سے زیادہ مصیبت میں مبتلا ہے

در جہاں باریک کاریہا کند
دنیا میں بہت سے نازک کام کرتا ہے

مکر[2] و تلبیسے کہ اُو تاند تنید
جو مکر اور فریب وہ کر سکتا ہے

آں ز حیوانے دِگر ناید پدید
وہ دوسرے حیوان سے رونما نہیں ہوتے ہیں

جامہائے زرکشی را بافتن
زر دوزی کے کپڑے بُننا

دُرّہا از قعرِ دریا یافتن
موتیوں کو دریا کی گہرائی سے پانا

خُردہ کاریہائے عِلمِ ہندسہ
عِلمِ ہندسہ کی باریک صنعتیں

یا نجوم و عِلمِ طِبّ و فلسفہ
یا نجوم اور عِلمِ طب اور فلسفہ

کہ تعلق با ہمیں دنیستش
کیونکہ اُن کا تعلق اسی دنیا سے ہے

رُو بہفتم آسماں برنیستش
اُن کا رُخ ساتویں آسمان کی طرف نہیں ہے

ایں[3] ہمہ عِلمِ بنائے آخُرست
یہ سب اصطبل کی تعمیر کا علم ہے

کہ عمادِ بودِ گاؤ و اُشتر ست
جو گائے اور اونٹ کی رہائش کا ستون ہے

بہرِ استبقائے حیواں چند روز
چند دن حیوان کو زندہ رکھنے کی وجہ سے

نامِ آں کردند ایں گیجاں رموز
اِن احمقوں نے اُن کا نام رموز رکھ لیا

عِلمِ راہِ حق و عِلمِ منزلش
راہِ حق کا علم اور اُس کی منازل کا علم

صاحبِ دل داند آنرا یا دلش
اُس کو صاحبِ دل یا اُس کا دل جانتا ہے

[1] مُردہ گردد جس طرح رُوح نکل جانے سے جسم مُردہ ہو جاتا ہے اِسی طرح جان کی جان نکل جانے سے جان مُردہ ہو جاتی ہے یعنی جب رُوح کے اوصاف باقی نہ رہیں تو رُوح مُردہ ہو جاتی ہے۔ زاغ گردد۔ مزید برآں اُنھوں نے زاغ صفت انسانوں کی پیروی شروع کردی تو یہ کوّے کی طرح کر، حرص، مُردار خوری کے عادی ہو گئے۔ جسم گردد۔ جب رُوح اپنے خواص کھو بیٹھے تو وہ جسم ہے۔ تا انکہ جس روح میں رُوح کے خواص نہ رہیں وہ بہت پست اور ذلیل ہے، صوفیا بھی اسی کے قائل ہیں۔ او ز حیوانہا۔ عالَمِ ناسوت میں اُس کی مشغولیت حیوانوں سے بھی بڑھ جاتی ہے اور یہ عالَمِ ناسوت کے مشاغل میں حیوانوں سے زیادہ مشقت اُٹھاتا ہے۔

[2] مکر۔ اب یہ وہ مکاریاں کرتا ہے جو حیوانات سے متصوّر نہیں ہیں۔ جامہائے۔ عالَمِ ناسوت کے مشاغل کی حیوانات تکلیف نہیں اُٹھاتے ہیں۔ کہ تعلق۔ اِن تمام دستکاریوں کا تعلق عالَمِ ناسوت سے ہے اور یہ صرف دنیاداری ہے اُس کا رُخ عالَمِ بالا کی طرف بالکل نہیں ہوتا ہے۔

[3] ایں ہمہ۔ یہ جس قدر علوم ہیں صرف عالَمِ ناسوت کی تعمیر اور ترقی کے لئے ہیں جو حیوانات کی آخری منزل ہے۔ بہر۔ یہ علوم چند روزہ زندگی کے لئے ہیں اُن کو یہ احمق فلاسفہ رموز سے تعبیر کرتے ہیں۔ گیجاں۔ احمق لوگ۔ علم راہِ حق۔ طریقت اور اُس کے منازل دل اور صاحبِ دل جانتا ہے دراصل وہ رموز کہلانے کے مستحق ہیں۔

پس دریں ترکیب[1] حیوانِ لطیف | آفرید و کرد با دانش الیف
پس اس (عقلی اور بہیمی) ترکیب سے پاکیزہ حیوان | پیدا کیا اور اس کو عقل سے مانوس کیا

نامِ کالانعام کرد آں قوم را | زانکہ نسبت کو بیقظہ نوم را
اس (روح سے محروم) قوم کا نام جانوروں جیسے کر دیا | کیونکہ بیداری کو نیند سے کیا نسبت ہے؟

رُوحِ حیوانی ندارد غیرِ نوم | حِسّہائے مُنعکس دارند قوم
حیوانی روح سونے کے علاوہ کچھ نہیں رکھتی ہے | (یہ) لوگ اُلٹے حواس رکھتے ہیں

یَقظہ آمد نومِ حیوانی نماند | اِنعکاسِ حِسّ خود از لوح خواند
بیداری آئی، تو حیوانی نیند نہ رہی | تو اس نے تختی سے اپنے حِس کا اُلٹا ہونا پڑھ لیا

ہمچو حِسِّ[2] آنکہ خواب آں را رُبود | چوں شد او بیدار عکسش رُو نمود
اسکی حِس کی طرح جس کو نیند نے مغلوب کر دیا | جب بیدار ہوا اسکو اسکا اُلٹا پن واضح ہو گیا

لاجرم اَسفل بُود از سافلین | ترک او کُن لا اُحِبُّ الآفلین
لامحالہ وہ نچلوں میں نچلا ہو گا | اسکو چھوڑ، میں غروب ہونیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں

زانکہ اِستعدادِ تبدیل و نبرد | بودش از پستی و آنرا فوت کرد
کیونکہ بدلنے اور مقابلہ کی طاقت | پستی سے اس کو تھی اور اس نے اسکو ختم کر دیا

باز حیواں را چو اِستعداد نیست | عذرِ او اندر بہیمی روشنیست
پھر حیوان میں چونکہ طاقت ہی نہیں ہے | حیوانیت میں (رہنے کا) اس کا عذر واضح ہے

زو[3] چو اِستعداد شد کاں رہبر ست | ہر غذائے کو خورد مغزِ خرست
جبکہ اس کی وہ استعداد ختم ہو گئی جو راہنما ہے | جو غذا وہ کھائے گا گدھے کا مغز ہے

گر بلادر خورد او افیوں شود | سکتہ و بے عقلیش افزوں شود
اگر بھلاوں کھائے گا وہ افیون بن جائے گا | اس کی بے ہوشی اور بے عقلی بڑھ جائے گی

ماند یک قسمِ دگر اندر جہاد | نیم حیواں نیم حَیّ با رشاد
ایک دوسری قسم رہ گئی کوشش کرنے میں | جو آدھی حیوان، آدھی باہدایت زندہ ہے

[1] ترکیب۔ یعنی عقل و شہوت کا اجتماع۔ حیوانِ لطیف یعنی انسان۔ نام۔ جب انسان روحِ حیوانی کھو بیٹھے تو وہ حیوان ہے اسی لئے قرآن پاک میں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا۔ اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ وہ چوپایوں کی طرح ہیں۔ یقظہ۔ روحِ انسانی بیدار ہے اور اُن کی روح سوئی ہوئی ہے۔ روحِ حیوانی۔ یہ روح عقل اور مقتضیات سے اسی طرح غافل ہے جیسے کہ کوئی سویا ہوا ہو اور اپنے حواس کو عقل کے مقتضیات کے برعکس کام میں لائے۔ یقظہ۔ جب انہیں بیداری آئے گی تو انکو حواس کے اُلٹا ہو جانے کا احساس ہو گا۔

[2] ہمچو حِس۔ نیند سے بیدار ہو کر انسان سمجھتا ہے کہ نیند کی حالت میں اس کے حواس صحیح کام نہیں کر رہے تھے۔ اسفل۔ قرآن پاک میں ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ "ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر ہم اس کو کم تر سے کم تر مخلوق میں کر لائے"۔ ترک او۔ ایسے لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہیئے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے چاند سورج کی الوہیت سے جدائی اختیار کر لی تھی کہ میں غروب ہو جانیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ زانکہ۔ ایسا انسان بدترین مخلوق ہے اس لئے کہ اسمیں بھلائی کی اِستعداد تھی اس نے اسکو تباہ کیا دیگر حیوانات میں اِستعداد ہی نہیں ہے لہٰذا وہ بہیمیت میں معذور ہیں۔

[3] زو۔ جب انسان نے استعداد کو ختم کر دیا تو جو غذا استعمال کریگا مزید حماقت کا سبب بنے گی۔ گر بلادر بھلاواں سکتہ اور بیہوشی کے ازالہ میں مفید ہے لیکن وہ اُلٹا اثر کریگا۔ ماند یک قسم۔ یہ دوم مومنین کی قسم ہے جن کا نفس نفسِ لوّامہ ہے ان انسانوں کی عقل و نفس روح و تن کی کشمکش میں رہتی ہے پہلا گروہ جس کا بیان یک گروہ مستغرق مطلق شدہ میں تھا انکا نفس نفسِ مطمئنہ ہے دوسرا گروہ جسکا بیان قسم دیگر با خران ملحق شدہ میں تھا انکا نفس نفسِ امّارہ ہے اس تیسرے گروہ کی کشمکش کو مجنوں اور اسکی اونٹنی کے قصے سے واضح کیا ہے۔

۱۵۸

روز و شب در جنگ و اندر کشمکش
وہ دن رات جنگ اور کشمکش میں ہے

کردہ چالش اولش با آخرش
اُسکا ایک اُس کے دوسرے سے مقابلہ میں ہے

چالشِ عقل با نفس، ہمچوں تنازع مجنون با ناقہ و میلِ مجنوں سوئ حُرّہ[1] و میلِ ناقہ سوئ کُرّہ چنانچہ مجنوں گفتہ ھوی

عقل کا نفس سے مقابلہ ایسا ہی ہے جیساکہ مجنوں کا اونٹنی کے ساتھ جھگڑا اور مجنوں کا میلان شریف زادی کی طرف اور اونٹنی کا میلان بچہ کی جانب چنانچہ مجنوں نے کہا میری

نَاقَتِی خَلْفِی وَقُدَّامِی الْهَوٰی وَاِنِّی وَاِیَّاهَا لَمُخْتَلِفَانِ

اونٹنی کا میلان میرے پیچھے اور میرا میلان آگے، میں اور وہ دونوں مختلف ہیں

ہمچو مجنوں در تنازع با شتر
جیساکہ مجنوں اونٹنی کے ساتھ مقابلہ میں تھا

گہ شتر چربید و گہ مجنونِ حُر
کبھی اونٹنی غالب آگئی اور کبھی آزاد مجنوں

ہمچو مجنوں اند و چوں ناقہ اش یقیں
وہ لوگ یقیناً مجنوں اور اُس کی اونٹنی کی طرح ہیں

می کشد آں پیش و ایں واپس بکیں
وہ آگے کو کھینچتا ہے اور یہ ضد سے پیچھے کو

میلِ[2] مجنوں پیشِ آں لیلیٰ رواں
مجنوں کی خواہش لیلیٰ کی جانب رواں ہے

میلِ ناقہ پس پئے کُرّہ اش دواں
اونٹنی کی خواہش پیچھے کو بچّے کے لئے دوڑاتی ہے

یک دم ار مجنوں ز خود غافل بُدے
اگر مجنوں تھوڑی دیر کے لئے اپنے سے غافل ہوتا

ناقہ گردیدے و واپس آمدے
اونٹنی لوٹ جاتی اور واپس آجاتی

عشق و سودا چونکہ پُر بودش بدن
چونکہ اُس کا بدن عشق اور دیوانگی سے پُر تھا

می نبودش چارہ از بیخود شدن
اُس کے لئے بے ہوش ہو جانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا

آنکہ او باشد مراقب عقل بود
جو نگراں ہوتی وہ عقل تھی

عقل را سودائے لیلیٰ در ربود
عقل کو لیلیٰ کا عشق لے اُڑا تھا

لیک[3] ناقہ بس مراقب بود و چُست
لیکن اونٹنی بہت نگراں اور چُست تھی

چوں بدیدے او مہارِ خویش سُست
جب وہ اپنی مہار کو ڈھیلا دیکھتی

فہم کردے زو کہ غافل گشت و دنگ
وہ اُس سے سمجھ جاتی کہ وہ غافل اور حیران ہو گیا ہے

رو بپس کردے بکُرّہ بے درنگ
بغیر تاخیر کے بچہ کی طرف رُخ کر دیتی

چوں بخود باز آمدے دیدے ز جا
جب وہ ہوش میں آتا تو دیکھتا کہ جگہ سے

کو بپس رفتہ است بس فرسنگہا
وہ میلوں پیچھے لوٹ گئی ہے

---

[1] حُرّہ۔ شریف عورت یعنی لیلیٰ۔ کُرّہ۔ گھوڑے کا بچہ۔ مولانا نے یہاں اونٹ کا بچہ مُراد لیا ہے۔ چونکہ مجنوں مشہور ہے کہ مجنوں کو معلوم ہوا کہ لیلیٰ آرہی ہے تو وہ اسکے استقبال کے لئے چلا جس اونٹنی پر سوار ہوا اُس کے بچّہ کو گھر پر چھوڑ گیا راستہ میں اُس کی اور اونٹنی کی کشمکش شروع ہوئی۔ حُر۔ آزاد۔

[2] میل۔ مجنوں چاہتا تھا کہ اونٹنی آگے بڑھے تاکہ لیلیٰ کا وصال حاصل ہو۔ میلِ ناقہ۔ اونٹنی گھر کی طرف لوٹنا چاہتی تھی تاکہ بچّے کے پاس پہنچے۔ یک دم۔ مجنوں کی ذرا سی غفلت ہوتی تو وہ اونٹنی پیچھے کو پلٹ جاتی۔ عشق چونکہ مجنوں کا جسم عشق سے پُر تھا اِس لئے وہ اونٹنی کی اِس حرکت سے بیہوش ہو جاتا تھا مراقب۔ انسان کی عقل اُسکے کام کی نگہبانی کرتی ہے مجنوں عشق میں بے عقل ہو چکا تھا۔

[3] لیک۔ ناقہ کو ہوش تھا وہ جب دیکھتی کہ اُس کی مہار ڈھیل ہے فوراً سمجھ جاتی کہ مجنوں غافل ہے اور پیچھے کی طرف چل پڑتی۔ چوں بخود۔ جب مجنوں کو ہوش آتا وہ دیکھتا کہ اونٹنی میلوں پیچھے واپس ہو گئی ہے۔

در سہ روزہ رہ بدیں احوالہا
تین روز کے راستہ پر ان احوال میں
ماند مجنوں در تردد سالہا [1]
مجنوں سالوں آنے جانے میں لگا رہا

گفت اے ناقہ چو ہر دو عاشقیم
بولا اے اونٹنی! جبکہ ہم دونوں عاشق ہیں
ما دو ضد بس ہمرہِ نا لائقیم
ہم دو مخالف بہت نامناسب ساتھی ہیں

نیستت بر وفقِ من مہر و مہار
تیری محبت اور مہار میرے موافق نہیں ہے
کرد باید از تو دوری اختیار
تجھ سے دوری اختیار کرنی چاہیئے

ایں دو ہمرہ یکدگر را راہزن
یہ دو راستہ کے ساتھی ایک دوسرے کے رہزن ہیں
گمرہ آں جاں کو فرو ناید ز تن
وہ جان گمراہ ہے جو جسم سے باہر نہ آئے

جاں [2] ز ہجرِ عرش اندر فاقہ
جان، عرش کی جدائی میں فاقہ میں ہے
تن ز عشقِ خاربن چوں ناقہ
جسم جھاڑ کے عشق میں اونٹنی کی طرح ہے

جاں گشاید سوی بالا بالہا
جان، اوپر کی جانب بازو کھولتی ہے
در زدہ تن در زمیں چنگالہا
جسم نے زمین میں پنجے گاڑھ دیئے ہیں

تا تو باشی با من اے مردہ وطن
اے وطن کی عاشق! جب تک تو میرے ساتھ رہیگی
پس ز لیلیٰ دور ماند جانِ من
تو میری جان لیلیٰ سے دور رہیگی

روزگارم [3] رفت زیں گوں حالہا
اس قسم کے احوال میں میری عمر گذر گئی
ہمچو تیہ و قومِ موسیٰ سالہا
جیسا کہ برسوں تک تیہ اور حضرت موسیٰ کی قوم کا معاملہ

خطوتینے بود ایں رہ تا وصال
وصال تک یہ راستہ دو قدم کا تھا
ماندہ ام در رہ ز شستت شصت سال
میں ساٹھ سال تک تیرے مکر کی وجہ سے راستہ ہی میں رہا

راہ نزدیک و بماندم سخت دیر
راستہ نزدیک تھا اور مجھے بہت دیر ہو گئی
سیر گشتم زیں سواری سیر سیر
اس سواری سے میں بھر پایا، بھر پایا

سرنگوں خود را ز اشتر در فگند
اس نے اپنے آپ کو اوندھا اونٹنی سے گرادیا
گفت سوزیدم ز غم تا چند چند
کہا میں غم سے کتنا کتنا جل رہا ہوں

تنگ شد بر وے بیابانِ فراخ
اس پر وسیع جنگل تنگ ہو گیا
خویشتن افگند اندر سنگلاخ
اس نے اپنے آپ کو پتھریلی زمین میں گرادیا

آنچناں افگند خود را سوی پست
نیچے کی جانب اس نے اپنے آپ کو ایسا گرایا
از قضا آں لحظہ پایش ہم شکست
تقدیر سے اس وقت اس کا پاؤں بھی ٹوٹ گیا

---

[1] سالہا۔ مجنوں اس تین روزہ مسافت میں اسی حالت میں کئی سال رہا۔ گفت۔ پھر اس نے سوچا کہ دو متضاد قسموں کے عاشقوں کا باہمی سفر طے نہ ہو سکے گا۔ ایں دو ہمراہ۔ اونٹنی مجنوں کا راستہ کھوٹا کر رہی ہے اور مجنوں اونٹنی کا راستہ خراب کر رہا ہے، بالآخر مجنوں نے اونٹنی کو چھوڑا اور چل پڑا۔ گمراہ۔ مولانا فرماتے ہیں جو شخص جسم کا ساتھ نہ چھوڑے وہ بھی گمراہ ہوتا ہے۔

[2] جاں۔ جان اور جسم کی بھی خواہشات جداگانہ ہیں ان دونوں کا ساتھ نہیں نبھ سکتا۔ خاربن۔ کانٹوں کا جھاڑ۔ بالہا۔ جان کی پرواز عالمِ بالا کی جانب ہے جسم کی خواہش زمین پر رہنے کی ہے۔ تا تو۔ جب تک انسان کی روح جسم کے ساتھ رہیگی مقصد حاصل نہ ہوگا۔ مردہ وطن۔ عاشقِ وطن۔

[3] روزگارم۔ مجنوں نے کہا اس کشمکش میں میرا وقت ضائع ہوا۔ تیہ۔ وہ میدان جس میں چالیس سال تک بنی اسرائیل چکر کاٹتے رہے تھے اور شام کو اسی جگہ پر ہوتے تھے جہاں سے صبح کو چلے تھے۔ خطوتین۔ دو قدم۔ شستت۔ مکر و حیلہ۔ سرنگوں۔ مجنوں نے پھر اپنے آپ کو اونٹنی پر سے سر کے بل گرادیا۔ سنگلاخ۔ پتھریلی زمین۔

پای را بربست وگفتا گُو شوم ¹ — درخمِ چوگانش غلطاں میروم
اُس نے پاؤں کو باندھا اور بولا گیند بنجاؤں گا — اُس کے بَلّے کے موڑ میں لڑھکتا ہوا جاؤں گا

زیں کُند نفریں حکیمِ خوش دَہَن — بر سوارے کو فرو نایدز تن
خوش کلام حکیم اسی لئے نفرت بھیجتا ہے — اُس سوار پر جو جسم سے نیچے نہ اُترے

عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بُوَد — گوی گشتن بہرِ اُو اولیٰ بُوَد
اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کب کم ہوتا ہے؟ — اُس کے لئے گیند بن جانا زیادہ بہتر ہے

گوی شو می گرد بر پہلوی صدق — غلط غلطاں در خمِ چوگانِ عشق
گیند بن جا، سچائی کے پہلو پر لڑھک — لڑھکتا لڑھکتا عشق کے بلّے کے موڑ میں

کایں سفر زیں پس بُوَد جذبِ خدا ² — واں سفر بر ناقہ باشد سیرِ ما
کیونکہ یہ سفر بعد میں خدا کی کشش سے ہو گا — اور اونٹنی پر سفر ہماری رفتار ہو گی

اینچنیں سیر یست مُستثنیٰ ز جنس — کاں فزود از اجتہادِ جن و انس
اس طرح کا سفر اپنی جنس سے جُدا گانہ ہے — کیونکہ وہ جن و انس کی کوشش سے بڑھا ہوا ہے

اینچنیں جذبے ست بر جذبِ عام — کہ نہادش فضلِ احمدؐ والسّلام
عام کشش اُس طرح کی کشش نہیں ہے — جس کو احمدؐ کے فضل نے قائم کیا ہے والسلام

قصّہ کوتہ کُن برائے آں غلام — کو سُوی شہ بر نبشتہ است او پیام
اُس غلام کی وجہ سے قصّہ مختصر کردے — جس نے بادشاہ کو پیغام لکھا

نبشتنِ ³ آں غلام قصّۂ شکایتِ نقصانِ اجرے سُوی بادشاہ

تنخواہ گھٹنے پر بادشاہ کو اُس غلام کی شکایت لکھنے کا قصّہ

رُقعہ پُر جنگ و پُر ہستی و کیں — می فرستد پیشِ شاہِ نازنیں
ایک رقعہ جنگ اور خود بینی اور کینہ سے بھرا ہوا — نازک مزاج شاہ کی پیشی میں روانہ کرتا ہے

کالبد نامہ است اندر وے نگر — ہست لائق شاہ را آنگہ ببر
جسم رقعہ ہے اُس کو دیکھ لے — کہ بادشاہ کے مناسب ہے پھر لیجا

گوشۂ رَو نامہ را بکشا، بخواں — بیں کہ حرفش ہست در خوردِ شہاں
گوشہ میں جا خط کو کھول، پڑھ — دیکھ لے کہ اُس کی عبارت شاہوں کے مناسب ہے

گر نباشد در خور آں را پارہ کُن — نامۂ دیگر نویس و چارہ کُن
اگر مناسب نہ ہو اُس کو پھاڑ دے — دوسرا خط لکھ اور تدبیر کر

---

¹ گو: گیند بگیر۔ سنائی رحمۃ اللہ علیہ۔ عشقِ مولیٰ۔ اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کم نہیں ہے جب مجنوں لیلیٰ کے عشق میں اونٹنی کو خیرباد کہہ سکتا ہے تو خدا کے عشق میں جسم کی سواری کو یقیناً خیرباد کہہ دینا چاہیئے۔ گوئی شو۔ اللہ کے راستہ میں گیند بن جا اور لڑھکتا ہوا اُس کے دربار تک پہنچ جا۔

² کایں سفر۔ اِس سفر میں ابتداءً تو کوشش کریگا پھر اللہ کی جانب سے کشش شروع ہو جائے گی۔ اینچنیں۔ جذبِ خداوندی سے جو رفتار ہو گی وہ محض عطاءِ خداوندی ہے۔ اینچنیں۔ یہ خدائی جذب، عام جذب نہیں ہے جو ہر راستہ میں حاصل ہو جائے۔ یہ وہ جذب ہے جس کو آنحضورؐ کی مہربانی نے قائم کیا ہے اور اُن کے جانشینوں کو حاصل ہے۔

³ نبشتن۔ غلام کی انتہائی حماقت تھی کہ اُس نے غصہ سے بھرا ہوا خط لکھا اور وہ بھی نازک مزاج بادشاہ کو، پُر ہستی۔ جس میں اپنی بڑائی جتلائی۔ کالبد۔ مولانا نے یہاں سے ارشادی مضمون شروع کر دیا کہ تیرا جسم بمنزلہ اُس غلام کے خط کے ہے اُس میں دیکھ لے کہ شاہ کے لائق اوصاف ہیں یا نہیں۔

۶۱۱

لیک فتحِ نامۂ تن زَپ مَداں | ورنہ ہر کس سرِّ دل دیدے عیاں
لیکن جسم کے خط کو کھولنا آسان نہ سمجھ | ورنہ ہر آدمی دل کا راز کھلم کھلا دیکھ لیتا

نامہ بکشادن چہ دشوارست و صعب | کارِ مردان ست نے طفلانِ لعب
خط کو کھولنا بہت دشوار اور سخت ہے | بہادروں کا کام ہے، نہ کہ کھلنڈرے بچوں کا

جملہ بر فہرست قانع گشتہ ایم | زانکہ در حرص و ہوا آغشتہ ایم
ہم سب فہرست پر قانع ہو گئے ہیں | کیونکہ حرص و خواہش سے آلودہ ہیں

باشد آں فہرست دامے عامہ را | تا چناں دانند متنِ نامہ را
وہ فہرست عوام کے لئے جال ہے | حتیٰ کہ خط کے مضمون کو ایسا ہی سمجھتے ہیں

باز کُن سرنامہ را گردن متاب | زیں سخن وَاللہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
خط کے عنوان کو کھول، مُنہ کو نہ موڑ | اس بات سے اور خدا صواب کو زیادہ جانتا ہے

ہست آں عنواں چو اقرارِ زباں | متنِ نامہ سینہ را کُن امتحاں
وہ عنوان مثلاً زبانی اقرار ہے | سینہ کے خط کے مضمون کو آزما لے

کہ موافق ہست با اقرارِ تو | تا منافق وار نبود کارِ تو
کہ وہ تیرے اقرار کے مطابق ہے | تاکہ تیرا کام منافقانہ نہ ہو

چوں جوالے بس گرانے می بری | زاں نباید کم کہ در وے بنگری
جب کہ تو بہت بھاری بورا لے جا رہا ہے | کم از کم یہ ہو کہ اُس کو دیکھ لے

کہ چہ داری در جوال از تلخ و خوش | گر ہمی اَرزد کشیدن را بکش
کہ تو اپنے بورے میں کیا چیز کڑوی اور کیا میٹھی رکھتا ہے | اگر لے جانے کے قابل ہے، لے جا

ورنہ خالی کُن جوالت از سنگ | باز خر خود را ازیں پیکار و ننگ
ورنہ پتھر سے اپنے بورے کو خالی کر لے | اس جھگڑے اور ذلت سے اپنے آپ کو بچا لے

در جوال آں کُن کہ می باید کشید | سوئے سلطاناں و شاہانِ رشید
بورے میں وہ بھر لے جو لے جانا چاہیئے | بھلے ملوک اور شاہوں کی جانب

زشت نبود کایں جوال پُر ز ریگ | می کشی و باشد آں ہم مُردہ ریگ
کیا یہ بُرا نہیں ہے کہ یہ ریت سے بھرا ہوا بورا | تو لے جائے اور وہ بھی حقیر و ناچیز ہو

چوں نمی تانی کہ پُر لعلش کُنی | ہم تہی بہتر کہ ہم جنسِ تنی
اگر تو اُس کو لعل سے نہیں بھر سکتا ہے | خالی ہونا بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ تیرے جسم کی ہم جنس ہو

لہ نامۂ تن۔ جسم کے اس خط کو کھولنا اور پڑھنا آسان نہیں ہے۔ زَپ۔ آسان۔ کارِ مرداں۔ اپنے جسم کے خط کو مخصوص لوگ ہی پڑھ سکتے ہیں عوام کو اپنے دلوں کے رازوں کا احساس نہیں ہوتا ہے۔ جملہ یعنی ہم نیک کاموں کی فہرست پر اکتفا کر بیٹھے ہیں جس میں صرف عنوانات ہوتے ہیں یعنی صرف ظاہر کا اعتبار کرتے ہیں۔ باشد۔ یہ عنوان عوام کو پھنسانے کا جال ہے وہ خط کے مضمون کو بھی عنوان جیسا سمجھ بیٹھتے ہیں یعنی باطن کو ظاہر جیسا جان لیتے ہیں۔

۲ہ باز کُن۔ خط کے مضمون کو پڑھنا چاہیئے۔ ہست۔ ایمان کا زبانی اقرار عنوان ہے اصل ایمان دل میں ہے۔ کہ موافق۔ اگر صرف زبانی اقرار ہے اور قلبی تصدیق نہیں ہے تو یہ نفاق ہے۔ چوں۔ جب تو بادشاہ کے سامنے تحفہ میں کوئی بورا بھرا ہوا لے جا رہا ہو تو کم از کم یہ دیکھ لے کہ اُس میں کیا چیز ہے۔

۳ہ ورنہ۔ اگر بادشاہ کے مناسب نہیں ہے تو بورا خالی کر لے اور اُس میں وہ بھر لے جو بادشاہ کے مناسب ہو۔ زشت۔ یہ بُری بات ہوگی کہ تو معمولی ریت کا بورا بھر کر لے جائے۔ چوں نمی تانی۔ اگر انسان اپنے جسم کو اخلاقِ حسنہ سے نہیں بھر سکتا تو کم از کم اتنا ہو کہ اخلاقِ رذیلہ سے وہ خالی ہو۔

612

حکایتِ آں فقیہ با دستار بزرگ و آنکہ دستارش ربود و بانگ و نعرۂ

اُس فقیہ کی حکایت جو بڑی پگڑی والا تھا اور اُس کی جو پگڑی اُچک لے گیا اور

فقیہ کہ بازش کن و ببیں کہ چہ می بری آنگاہ ببر

فقیہ کا پکارنا اور للکارنا کہ اُس کو کھول اور دیکھ کر کیا لے جا رہا ہے، تب لے جا

یک فقیہے ژندہا بر چیدہ بود
ایک فقیہ نے چیتھڑے چُنے تھے

در عمامہ خویش در پیچیدہ بود
(اور) اپنی پگڑی میں لپیٹ لئے تھے

تا شود زفت و نماید آں عظیم
تاکہ وہ موٹی ہو جائے اور بڑی نظر آئے

چوں در آید سوئے محفل در حطیم
جب وہ حطیم میں مجلس میں آئے

ژندہا از جامہا پیراستہ
مختلف کپڑوں کے چیتھڑے جوڑے تھے

ظاہرِ دستار ازاں آراستہ
ان سے بظاہر پگڑی کو سجایا تھا

ظاہرِ دستار چوں حلّہ بہشت
پگڑی کا ظاہر بہشت کے جوڑے کی طرح تھا

چوں منافق اندروں رسوا و زشت
باطن منافق کی طرح رُسوا اور بھدا

پارہ پارہ دلق و پنبہ و پوستیں
ٹکڑے ٹکڑے گدڑی اور روئی اور پوستین

در درونِ آں عمامہ بُد دفیں
اُس پگڑی کے اندر دفن تھے

روئے سوئے مدرسہ کردہ صبوح
اُس نے صبح صبح مدرسہ کا رُخ کیا

تا بدیں ناموس یابد او فتوح
تاکہ اِس شان و شوکت کی وجہ سے نذرانے حاصل کرے

در رہِ تاریک مردے جامہ کن
اندھیرے راستہ میں ایک کپڑے اتار لینے والا شخص

منتظر استادہ بُد از بہرِ فن
فن دکھانے کے لئے منتظر کھڑا تھا

در ربود او از سرش دستار را
وہ اُس کے سر سے پگڑی لے اُڑا

پس دواں شد تا بسازد کار را
پھر بھاگا، تاکہ اپنا کام بنالے

پس فقیہش بانگ بر زد کاے پسر
فقیہ نے اُس کو آواز دی اے بیٹا!

باز کن دستار را آنگہ ببر
پگڑی کو کھول، پھر لے جا

ایں چنیں کہ چار پرہ می پری
تو جو اس طرح چار پروں سے اُڑ رہا ہے

باز کن آں ہدیہ را کہ می بری
اُس تحفہ کو کھول جو تو لے جا رہا ہے

باز کن آں را بدستِ خود بمال
اُس کو کھول اپنے ہاتھ سے ٹٹول

آنگہاں خواہی ببر کردم حلال
پھر چاہے لے جانا، میں نے معاف کر دیا

ـلـه حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ اُس فقیہ کا دستار کو غلط چیزوں سے بڑا کس قدر بڑا تھا۔ آزش کن یعنی اس پگڑی کو کھول کر دیکھ اُس میں کیا ہے۔

ـعـه ژندہا۔ پرانے چیتھڑے۔ حطیم۔ خانہ کعبہ کا وہ حصہ جس پر عمارت نہیں ہے۔ حلّہ۔ کپڑے کا جوڑا۔

ـعـه دلق۔ گدڑی۔ دفیں۔ مدفون۔ صبوح۔ صبح۔ فتوح۔ نذرانہ۔ جامہ کن۔ کپڑے چھیننے والا۔ بہرِ فن۔ یعنی اپنا ہنر دکھانے کے لئے۔ کار را۔ یعنی اپنی ضرورت پوری کرے۔ چار پرہ۔ چار پروں سے اُڑنا یعنی بہت تیز بھاگنا۔ آں ہدیہ۔ یعنی دستار۔ کردم حلال یعنی میں نے تجھے وہ دستار بخشدی۔

چونکہ بازش کرد آں کو می گریخت ۔۔۔ صد ہزاراں ژندہ اندر رہ بریخت
جو بھاگ رہا تھا جب اس نے اس کو کھولا ۔۔۔ لاکھوں چیتھڑے راستہ میں بکھر گئے

زاں عمامہ زفتِ نابایستِ[1] او ۔۔۔ ماند یک گز کہنہ در دستِ او
اس کی اس موٹی نابکار پگڑی سے ۔۔۔ ایک گز پرانا (کپڑا) اس کے ہاتھ میں رہ گیا

بر زمیں زد خرقہ را کاے بے عیار ۔۔۔ زیں دغل ما را بر آوردی ز کار
چیتھڑے کو زمین پر پٹخا کہ اے نالائق! ۔۔۔ اس فریب سے تو نے ہمیں کام سے رد کر دیا

ایں چہ مکر ست و چہ تزویر ست و شید ۔۔۔ کہ فگندی مر مرا در قیدِ صید
یہ کیا مکر ہے اور کیا فریب ہے اور دغا ہے؟ ۔۔۔ کہ تو نے مجھے شکار کے پھندے میں پھنسایا

شرم نامد مر ترا زیں ژندہا ۔۔۔ از دغل بفگندیم اے پُر دغا
ان چیتھڑوں سے تجھے شرم نہ آئی ۔۔۔ فریب سے تو نے مجھے پھنسایا اے دغاباز!

گفت بنمودم دغل لیکن ترا ۔۔۔ از نصیحت[2] باز گفتم ماجرا
اس نے کہا میں نے فریب کیا لیکن تجھے ۔۔۔ خلوص سے میں نے قصہ بتا دیا

نصیحتِ دنیا مر اہلِ دنیا را بزبانِ حال و بیوفائیِ خود را وانمودن بو فاجویندگاں

زبانِ حال سے دنیا داروں کو دنیا کی نصیحت اور وفا کی جستجو کرنے والوں کو اپنی بے وفائی دکھانا

ہمچنیں دنیا اگرچہ خوش شگفت ۔۔۔ عیبِ خود را بانگ زد با جملہ گفت
اسی طرح اگرچہ دنیا بہترین شگفتہ ہے ۔۔۔ بلند آواز سے اس نے سب کو اپنا عیب بتا دیا

اندریں کون و فساد اے اوستاد ۔۔۔ آں دغل کون و نصیحت آں فساد
اے استاد! اس بناؤ اور بگاڑ میں ۔۔۔ بناؤ فریب ہے اور بگاڑ نصیحت سمجھ

کون[3] می گوید بیا من خوش پیم ۔۔۔ واں فسادش گفت رو من لاشیم
بناؤ کہتا ہے آجا میں مبارک قدم ہوں ۔۔۔ اور بگاڑ نے اس سے کہا چلا جا میں کچھ نہیں ہوں

اے ز خوبیِ بہاراں لب گزاں ۔۔۔ بنگر آں سردی و زردیِ خزاں
اے بہاروں کی رونق سے ہونٹ کاٹنے والے! ۔۔۔ خزاں کی سردی اور زردی کو دیکھ لے

روز دیدی طلعتِ خورشیدِ خوب ۔۔۔ مرگِ او را یاد کن وقتِ غروب
تو نے دن میں سورج کا حسین چہرہ دیکھ لیا ۔۔۔ غروب کے وقت اس کی موت کو یاد کر لے

---

[1] نابایست یعنی بیکار۔ ماند یعنی اندر کے چیتھڑے بکھر گئے اور ایک گز پرانا کپڑا ہاتھ میں رہ گیا۔ بر زمیں۔ اس چور نے اس کپڑے کو زمین پر پھینک دیا اور فقیر پر ناراض ہوا۔ ز کار یعنی اگر میں اس پگڑی کی فکر میں نہ پڑتا تو اور کوئی مفید چوری کر لیتا۔ قیدِ صید۔ شکار کا پھندا۔ بفگندیم۔ افگندی مرا۔

[2] از نصیحت یعنی تجھے ابتداءً دھوکا لگا لیکن آخر میں تو میں نے تجھے سب سمجھا دیا نصیحت۔ دنیا بھی ابتداءً مکر کرتی ہے، لیکن آخر میں اپنے عیوب ظاہر کر دیتی ہے۔ اندریں۔ دنیا عالم کون و فساد ہے یعنی اس کے کاموں میں بناؤ بھی ہے اور بگاڑ بھی، بناؤ فریب دیتا ہے تو بگاڑ دنیا کا عیب ظاہر کر دیتا ہے۔

[3] کون۔ دنیا کا بناؤ اپنی طرف کھینچتا ہے اور بگاڑ دنیا کی بے ثباتی ظاہر کرتا ہے۔ لاشیم۔ میں کچھ نہیں ہوں۔ لب گزاں۔ انسان موسم بہار کی رنگینیوں پر تعجب کرتا ہے، اس کی خزاں کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئے۔ روز۔ دن میں سورج کا چہرہ حسین ہوتا ہے غروب کے وقت اس کے چہرے پر مردنی چھا جاتی ہے۔

616

بدر را دیدی بریں خوش چارطاق[1]

تونے حسین خیمہ پر چودھویں کے چاند کو دیکھ لیا

حسرتش را ہم ببیں اندر مُحاق

گھٹا ؤ میں اس کی حسرت کو بھی دیکھ لے

کودکے از حُسن شد مولائے خَلق

ایک لڑکا حسن کی وجہ سے لوگوں کا آقا بنا

بعدِ پیری شد خَرِف رسوائے خلق

بڑھاپے کے بعد بڈھا بے عقل لوگوں میں ذلیل ہو گیا

گر تنِ سیمیں بتاں کرد ت شکار

اگر چاندی جیسے بتوں کے جسم نے تیرا شکار کر لیا؟

بعدِ پیری بین تنے چوں پنبہ زار

بڑھاپے کے بعد جسم کو دیکھ لے جو روئی کا کھیت ہے

لائے[2] بدبدہ لوتھلائے چرب خیز

اے رُوغنی غذاؤں کے دیکھنے والے، اُٹھ

فضلۂ آں را ببیں در آبریز

پاخانہ میں اُن کا فضلہ دیکھ لے

مر خبث را گو کہ آں خوبیت کو

نجاست سے دریافت کر کہ وہ تیری خوبی کہاں ہے؟

آں فریب و حُسن و مرغوبیت کو

وہ تیرا فریب اور حسن اور پسندیدگی کہاں ہے؟

بر طبق کو عشوہ و نرمی و خوت

طشت پر تیرا ناز و انداز لو نرمی اور عادت کہاں ہے؟

بر سبد کو جلوہ و لغزی و لوت

چنگیری پر تیرا جلوہ اور اترکھاپن اور خوشبو کہاں ہے؟

گوید او آں دانہ بُد من دام آں

وہ کہتی ہے وہ دانہ تھا میں اس کا جال ہوں

چوں شدی تو صید شد دانہ نہاں

جب تو شکار بن گیا، دانہ چھپ گیا

بس انامل رشکِ اُستاداں شدہ

بہت سی انگلیاں اُستادوں کیلئے باعث رشک بن گئی ہیں

در صناعت عاقبت لرزاں شدہ

دستکاری میں (لیکن) انجام کار وہ کانپتی ہیں

نرگسِ[3] چشمِ خماری ہمچو جاں

جان جیسی مست آنکھ کی نرگس

آخر اعمش بین و آب از وے چکاں

بالآخر چُندھی دیکھ لے اور ان میں سے پانی بہتا ہوا

حیدرے کاندر صفِ شیراں رود

وہ بہادر جو شیروں کی صفوں میں جاتا ہے

آخر او مغلوبِ موشے می شود

آخر میں وہ چوہے سے عاجز ہو جاتا ہے

طبعِ تیزِ دور بینِ مُحترِف

پیشہ ور کی دور بین تیز طبیعت کو

چوں خرِ پیرش ببیں آخر خرِف

بوڑھے گدھے کی طرح، بے عقل دیکھ لے

زُلف و جعدِ مُشکبارِ عقل بر

مُشکبار زُلف اور ہوش رُبا گھونگر والے بال

آخرِ او دُمِّ زشتِ پیرِ خر

انجام میں بوڑھے گدھے کی بھدی دُم ہیں

خوش ببیں کونش ز اوّل باکشاد

اس کے بناؤ کو شروع میں پُرلطف حسین دیکھ لے

و آخر آں رُسوائیش بین و فساد

اور اس کے آخر میں اس کی رُسوائی اور فساد کو دیکھ لے

---

[1] چارطاق۔ چوگوشہ خیمہ، راوٹی یہاں آسمان مراد ہے۔ مُحاق۔ چاند کا گھٹاؤ۔ کودکے۔ وہی لڑکا جو اپنے حُسن کی وجہ سے لوگوں کا آقا بنتا ہے، بڑھاپے میں بڈھا بے عقل ہو کر رسوا ہوتا ہے۔ پنبہ زار۔ روئی کا کھیت یعنی بڑھاپے میں تمام بدن پر سفید بال آجاتے ہیں۔

[2] لائے بدبدہ۔ وہی روغنی غذائیں جو انتہائی مرغوب ہوتی ہیں جب فضلہ بنکر بیت الخلا پہنچتی ہیں، تو ناقابلِ دید ہوتی ہیں۔ خبث یعنی فضلہ۔ سبد۔ ٹوکری۔ لغز۔ نادر۔ گوید۔ وہ فضلہ زبان حال سے کہتا ہے وہ میری پہلی حالت جال کا دانہ تھی جب تو پھنس گیا تو اب دانہ غائب ہو گیا ہے۔ بس انامل۔ دستکار کی وہی انگلیاں جو کبھی فن کے اُستادوں کے لئے باعث رشک تھیں بڑھاپے میں کانپنے لگتی ہیں۔

[3] نرگس۔ جوانی کی مست نرگسی آنکھیں بڑھاپے میں چُندھی ہو جاتی ہیں جن سے ہر وقت پانی بہتا ہے۔ حیدر۔ بڑے سے بڑا بہادر بڑھاپے میں بالکل ناکارہ ہو جاتا ہے۔ محترف۔ پیشہ ور۔ خرف۔ بڈھا بے عقل۔ جعد۔ گھونگر والے بال۔ خوش۔ غرضکہ دنیا کے بناؤ کے بعد بگاڑ ہے انسان کو اسے پیش نظر رکھنا چاہئے۔

615

زانکہ اُو بنمود پیدا دامؔ[1] را — پیشِ تو بر کند سبلت خام را
کیونکہ اُس نے جال کو ظاہر کرکے دکھا دیا — تیرے سامنے کچوں کی مونچھ نوچ دی

پس مگو دنیا بتزویرم فریفت — ورنہ عقلِ من زدامش می گریخت
پس تو نہ کہہ کہ دنیا نے مکر سے مجھے پھنسایا — ورنہ میری عقل اُس کے جال سے آرام پاتی!

طوقِ زرین و حمائل بین ہلہ — غُلّ و زنجیرے شُدست و سلسلہ
خبردار! سونے کے گردن بند اور پرتلوں کو دیکھ — طوق اور زنجیر اور بیڑی بن گیا

ہمچنیں ہر جزوِ عالم می شمر — اوّل و آخر درآرش در نظر
اسی طرح دنیا کے ہر جزو کو گن لے — اُس کے اوّل اور آخر کو نظر میں لے آ

ہر کہ آخر بیں تر اُو مسعود تر — ہر کہ آخُر بیں تر اُو مطرود تر
جو انجام کو زیادہ دیکھنے والا ہے، وہ زیادہ نیک بخت ہے — جو چرنی کو زیادہ دیکھنے والا ہے، زیادہ مردود ہے

رُوئے ہر یک چوں مہِ فاخر بہ بیں — چونکہ اوّل دیدہ شُد آخر بہ بیں
فخر بھرے چاند کی طرح ہر ایک کا چہرہ دیکھ لے — جبکہ آغاز دیکھ لیا ہے، انجام (بھی) دیکھ لے

تا نباشی[2] ہمچو ابلیسِ اعورے — نیم بیند نیم نے چوں ابترے
تاکہ تو شیطان کی طرح کانا نہ ہو — وہ آدھا دیکھتا ہے آدھا نہیں، ناقص کی طرح

دید طینِ آدمؑ و دینش ندید — اینجہاں دید آنجہاں بینش ندید
اُس نے آدم کی مٹی کو دیکھا اُن کے دین کو نہ دیکھا — اِس جہان کو دیکھا لیکن اُس جہان کا دیکھنے والا نہ سمجھا

فضلِ مرداں[3] بر زناں اے بوشجاع — نیست بہرِ قوّت و کسبِ ضیاع
اے بڑے بہادر! مردوں کی عورتوں پر فضیلت — طاقت اور کمائی اور جائداد کی وجہ سے نہیں ہے

ورنہ شیر و پیل را بر آدمی — فضل بودے بہرِ قوّت اے عمی
ورنہ شیر اور ہاتھی کو آدمی پر — فضیلت ہوتی اے میرے چچا! طاقت کی وجہ سے

فضلِ مرداں بر زناں حالی پرست — زاں بُود کہ مرد پایاں بیں تر است
اے موقع پرست! مردوں کی عورتوں پر فضیلت — اِسلئے ہے کہ مرد انجام بیں زیادہ ہے

مرد کاندر عاقبت بینی خم ست — اُو زاہلِ عاقبت چوں زن کم ست
جو مرد انجام پر نظر رکھنے میں ٹیڑھا ہے — وہ انجام پر نظر رکھنے والوں سے عورت کی طرح کم ہے

از جہاں دو بانگ می آید بضد — تا کدامیں را تو باشی مستعد
دنیا سے دو مختلف آوازیں آتی ہیں — دیکھنا ہے کہ تو کونسی کے لیے مستعد ہوتا ہے؟

[1] دام۔ دنیا کا بگاڑ ظاہر کر دیتا ہے کہ اسکا بناؤ انسان کیلئے جال ہے۔ … خام یعنی ناتجربہ کار۔ پس مگو۔ انسان کا یہ عذر بیکار ہے کہ دنیا نے فریب دیا۔ طوق۔ وہی چیزیں جو رونق کا باعث ہیں اُن کا انجام تباہی ہے۔ ہمچنیں۔ تمام اجزاء عالم کا یہی حال ہے اُن کی ابتداء بناؤ ہے اور انجام بگاڑ پر ہے۔ ہر کہ۔ دنیا کی چیزوں کے انجام پر جو نظر رکھے گا وہ نیک بخت ہے۔ آخر۔ چرنی میں جانور کو گھاس دانہ کھلایا جاتا ہے۔ مطرود۔ مردود۔ روئے۔ ابتدا پُر رونق ہوتی ہے۔

[2] تا نباشی یعنی ہر چیز کے آغاز و انجام کو دیکھ لے شیطان کی طرح یہ نہ کر کہ کچھ دیکھے کچھ نہ دیکھے شیطان نے حضرت آدمؑ کا ایک جزو دیکھا دوسرے جزو پر نظر نہ کی جسم کو دیکھا روح کو نہ دیکھا۔

[3] فضلِ مرداں۔ مردوں کو عورتوں پر فضیلت مردوں کی عاقبت بینی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ۔ طاقت کی بنیاد پر فضیلت ہو تو پھر انسان سے شیر اور ہاتھی افضل ہونا چاہیے۔ عمی۔ میرے چچا۔ حالی پرست یعنی موجودہ حال کو دیکھنے والا مآل پر نظر نہ کرنے والا۔ خم۔ ٹیڑھا۔ از جہاں۔ دنیا کے عروج اور زوال سے عبرت حاصل کرنے کی نصیحت شروع کی ہے۔ بضد۔ یعنی دونوں متضاد آوازیں ہیں۔

616

آں[1] یکے بانگش نشورِ اتقیا
اُس کی ایک آواز متقیوں کو جگانے والی ہے

واں دگر بانگش فریبِ اشقیا
اُس کی دوسری آواز بدبختوں کے لئے فریب ہے

بانگِ خار و بانگِ اشگوفہ شنو
کانٹے کی آواز اور غنچہ کی آواز سن

بعد ازاں شو بانگِ خارش را گرو
اُسکے بعد اُسکے کانٹے کی آواز کا گرویدہ ہو جا

من شگوفہ خارم اے فخرِ کبار
اے بڑوں کے فخر! میں غنچہ کا کانٹا ہوں

گل بریزد من بمانم شاخِ خار
پھول جھڑ جاتا ہے، میں کانٹوں کی شاخ رہ جاتی ہوں

بانگ[2] اشگوفش کہ اینک گلفروش
اُس کے غنچہ کی آواز ہے، کہ یہ گلفروش ہے

بانگِ خارِ اُو کہ سوئے ما کوش
اُسکے کانٹے کی آواز ہے کہ ہماری جانب (آنیکی) کوشش کر

ایں پذیرفتی بماندی زاں دگر
تونے اُس کو قبول کرلیا دوسری سے رہ گیا

کہ محب از ضدِ محبوب ست کر
کیونکہ عاشق، معشوق کے مخالف سے بہرہ ہے

آں یکے بانگ اینکہ اینک حاضرم
ایک آواز یہ ہے کہ یہ میرا فی الحال ہے

بانگِ دیگر بنگر اندر آخرم
دوسری آواز ہے، میرے انجام کو دیکھ

حاضری[3] ام ہست ہمچوں مکر و کیں
میری موجودہ حالت مکر اور کینہ جیسی ہے

نقشِ آخر ز آئینہ اول بہ بیں
آغاز کے آئینہ میں انجام کا نقش دیکھ لے

چوں یکے زیں دو جوال اندر شدی
جب تونے ان دونوں میں سے ایک کو پسند کرلیا

آں دگر را ضد و نادر خور شدی
دوسری کا مخالف اور ناقابل بن گیا

اے خنک آں کو ز اول آں شنید
مبارک ہے وہ کہ جس نے پہلے وہ سن لی

کِش عقول و سمع مرداں شنید
جس کو مردوں کی عقلیں اور کان سن چکے ہیں

خانہ خالی یافت جا را اُو گرفت
اُس نے خالی گھر پایا جگہ پر قبضہ کرلیا

غیر آنش کژ نماید یا شگفت
اُس کے علاوہ اُس کو ٹیڑھی نظر آئیگی یا عجیب

کوزۂ نو کو بہ خود بولے کشید
وہ کورا پیالہ جس نے پیشاب جذب کرلیا

آں خبث را آب نتواند برید
اُس نجاست کو پانی ختم نہیں کر سکتا

در جہاں ہر چیز چیزے می کشد
دنیا میں ہر چیز ایک چیز کو کھینچتی ہے

کفر کافر را و مرشد را رشد
کفر، کافر کو، ہدایت، ہدایت یافتہ کو

---

[1] آں یکے۔ دنیا کی ناپائیداری کی آواز سے متقی خوابِ غفلت سے بیدار ہوتے ہیں۔ واں دگر۔ دنیا کے جاہ و اقبال کی آواز پر بدبخت فریفتہ ہوتے ہیں۔ بانگِ خار۔ دنیا کے زوال اور عروج کی آواز سن اور پھر زوال کی آواز پر عمل کر۔ من شگوفہ۔ زوال کی آواز کہتی ہے کہ دنیا کی رونق ختم ہونے والی ہے۔

[2] بانگِ اشگوفہ۔ دنیا کی رونق اپنی طرف بُلاتی ہے دنیا کا زوال کہتا ہے کہ میرے قریب نہ آ۔ ایں۔ اگر انسان دنیا کی ایک آواز قبول کرلیتا ہے تو پھر دوسری آواز سے وہ بے تعلق ہو جاتا ہے۔ حاضرم۔ یعنی دنیا کہتی ہے میں اپنی رونق کے ساتھ موجود ہوں۔ آخرم۔ دوسری آواز کہتی ہے کہ دنیا کے انجام کو دیکھ لے

[3] حاضری۔ میری موجودہ صورت مکر اور فریب ہے آغاز کے آئینہ میں انجام دیکھ لے۔ جوال اندر شدن کسی کام کو اختیار کرلینا۔ نادرخور۔ نالائق، ناقابل۔ اے خنک۔ وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے جو آغاز میں انجام کو دیکھ لے۔ خانہ خالی۔ اگر انسان نے صرف آغاز کی پکار سنی تو وہ اس کے دل میں گھر کرلے گی پھر وہ انجام کی آواز سننا پسند نہ کرے گا۔ کوزۂ نو۔ انسان جب آغاز پر فریفتہ ہو جاتا ہے تو انجام سے آنکھیں بند کرلیتا ہے اُس کی مثال یہ ہے کہ کورا برتن اگر پیشاب جذب کرلے تو پھر پانی اس کو پاک نہیں کرسکتا۔ در جہاں۔ نظامِ عالم جذب اور انجذاب پر قائم ہے ہر چیز کسی دوسری چیز کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ کفر۔ کفر کافر کو اپنی طرف کھینچتا ہے نیکی نیکوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے یہ معنوی کشش ہے۔

کہربا ہم ہست و مقناطیس ہست
کہربا بھی ہے اور مقناطیس بھی

تا تو آہن یا کہی آئی بشست
تاکہ تو لوہا ہو یا گھاس جال میں آجائے

بُرد مقناطیس ار تو آہنی
اگر تو لوہا ہے تو مقناطیس لے گیا

ور کہی بر کہربا بر می تنی
اگر تو گھاس ہے تو کہربا پر جکڑ کاٹتا ہے

آں یکے چوں نیست با اخیار یار
جو شخص نیکوں کا دوست نہیں ہے

لاجرم شد پہلوی فجار جار
لامحالہ بدکاروں کے پہلو کا پڑوسی بنا

آں یکے را صحبتِ خار اختیار
ایک کو کانٹے کی صحبت پسند ہے

لاجرم شد پہلوی ہر خار خوار
وہ لامحالہ ہر کانٹے کے پہلو میں ذلیل ہوا

ہست موسیٰؑ پیشِ قبطی بس ذمیم
(حضرت) موسیٰؑ قبطی کے نزدیک برے ہیں

ہست ہاماں پیشِ سبطی بس رجیم
ہامان سبطی کے نزدیک سخت ملعون ہے

جانِ ہاماں جاذبِ قبطی شدہ
ہامان کی جان قبطی کو کھینچنے والی بنی

جانِ موسیٰؑ جاذبِ سبطی شدہ
(حضرت) موسیٰؑ کی جان سبطی کو کھینچنے والی بنی

معدۂ خر کہ کشد در اجتذاب
گدھے کا معدہ ہضم کرنے میں گھاس کو کھینچتا ہے

معدۂ آدم جذوبِ گندم آب
آدم کا معدہ گیہوں، پانی کو کھینچنے والا ہے

گر تو نشناسی کسے را از ظلام
اگر اندھیرے کی وجہ سے تو کسی کو نہ پہچانے

بنگر او را کوش سازید ست امام
اس کو دیکھ لے جس کو اس نے پیشوا بنایا ہے

زاں کہ ہر کرہ پئے مادر رود
کیونکہ جانور کا ہر بچہ ماں کے پیچھے چلتا ہے

تا بداں جنسیتش پیدا شود
حتیٰ کہ اس سے اس کی جنسیت ظاہر ہو جاتی ہے

آدمی را شیر از سینہ رسد
آدمی کو سینہ سے دودھ ملتا ہے

شیر خر از نیم زیرینہ رسد
گدھے کا دودھ نچلے آدھے حصہ سے پہنچتا ہے

بیان آنکہ عارف را غذا ایست از نور حق کہ اَبِیتُ عِندَ رَبِّی

اس کا بیان کہ خدا کو پہچاننے والے کی غذا اللہ کا نور ہے کیونکہ (حدیث ہے) میں اپنے

یُطعِمُنِی وَیَسقِینِی وقولہٗ صلی اللہ علیہ وسلم اَلجُوعُ طَعَامُ اللّٰہِ یُحیِی بِہٖ

خدا کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے

اَبدَانَ الصِّدِّیقِینَ اَی فِی الجُوعِ یَصِلُ طَعَامُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ

بھوک خدائی غذا ہے اس سے زندگی پاتے ہیں صدیقین کے بدن یعنی اللہ کا کھانا بھوک میں پہنچتا ہے

۱؎ کہربا۔ ظاہری کشش بھی دیکھ لے کہربا تنکے کو کھینچتی ہے اور مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ برد۔ تم میں جیسی صلاحیت ہوگی اُس طرف تمہاری کشش ہوگی۔ آں یکے۔ اگر نیکوں کی طرف کشش نہیں ہے تو بروں کی طرف کشش ہوگی۔ خار یعنی بُرائی۔

۲؎ ہست موسیٰ۔ قبطی یعنی فرعون کی قوم کے شخص کو حضرت موسیٰ کی طرف کشش نہیں ہے وہ اُس کو بُرے معلوم ہوتے ہیں سبطی یعنی (اسرائیلی) حضرت یعقوب کی نسل کی کشش ہامان یعنی فرعون کے وزیر کی طرف نہیں ہے وہ اُسکو بُرا معلوم ہوتا ہے۔ معدہ خر۔ گدھے کے معدہ میں گھاس کی کشش ہے۔ گر تو۔ اچھوں کی صحبت اختیار کرنے کیلئے اُن کی کشش کو دیکھ لو کہ کس طرف ہے اگر اُن کی کشش کا تمہیں پتہ نہ چلے تو اُن کے شیخ کی کشش کو دیکھ کر اچھائی بُرائی کا فیصلہ کر لو۔

۳؎ زاں۔ کند ہم جنس با ہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز آدمی۔ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اُس کی غذا بدن کے اشرف حصہ سے حاصل ہوتی ہے گدھے کو اسفل حصہ سے غذا ملتی ہے۔ عارف۔ چونکہ عارف باخدا اشرف المخلوقات میں فرد اعلیٰ ہے اُسکو غذا اللہ کیجانب سے ملتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیقین کو اللہ سے

618

عدلِ[1] قسام ست و قسمت کردنیست | ایں عجب کہ جبر نے و ظلم نیست
تقسیم کرنے والے کا انصاف ہے اور اُسکی تقسیم | یہ عجیب بات ہے کہ نہ کوئی جبر ہے نہ کوئی ظلم ہے

جبر بودے کے پشیمانی بُدے | ظلم بودے کے نگہبانی بُدے
جبر ہوتا تو شرمندگی کب ہوتی؟ | ظلم ہوتا تو حفاظت کہاں ہوتی!

روز آخر شد سبق فردا بود | رازِ ما را روز کے گنجا بود
شام ہوگئی، سبق کل ہوگا | ہمارے راز کی دن میں گنجایش کہاں ہے؛

حاصل آنکہ در دخول و در ایاب | در نگر واللہ اعلم بالصواب
خلاصہ یہ ہے کہ جانے اور آنے میں | غور کرلے اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

خطاب[2] با مغرورانِ دنیا و گرفتارانِ نفس

دنیا سے دھوکہ کھانے والوں اور نفس کے قیدیوں سے خطاب

اے بکردہ اعتمادِ واثقے | بر دم و بر چاپلوسِ فاسقے
اے مضبوط بھروسہ کئے ہوئے | ایک فاسق کے فریب اور چاپلوسی پر

قبۂ بر ساختستی از حباب | آخر آں خیمہ است سست و اہی طناب
تو نے بلبلے کا قبہ بنایا ہے | یقیناً وہ خیمہ کمزور رسیوں والا ہے

زرق چوں برق ست اندر نورِ آں | راہ نتوانند دیدن رہرواں
مکر، برق کی طرح ہے اس کی روشنی میں | راستہ چلنے والے راستہ نہیں دیکھ سکتے ہیں

ایں جہان و اہلِ او بیحاصل اند | ہر دو اندر بے وفائی یک دل اند
یہ دنیا اور دنیا دار بے نتیجہ ہیں | بے وفائی میں دونوں ہم رائے ہیں

زادۂ[3] دنیا چو دنیا بے وفاست | گرچہ رُو آرد بتو آں رُو قفاست
دنیا کی پیداوار دنیا کی طرح بے وفا ہے | اگرچہ وہ تیری طرف رُخ کرے وہ چہرہ گدّی ہے

اہلِ آں عالم چو آں عالم زِ برّ | تا ابد در عہد و پیماں مستمر
اُس جہان والے، اُس جہان کی طرح نیکی کی وجہ سے | ہمیشہ کے لئے عہد اور پیمان پر قائم ہیں

خود دو پیغمبر بہم کے ضد شدند | معجزات از ہمدگر کے بستدند
دو پیغمبر آپس میں کب مخالف ہوتے ہیں؟ | آپس میں ایک دوسرے کے معجزے کب چھینتے ہیں؟

کے شود پژمردہ میوہ آنجہاں | شادیِ عقبیٰ نگردد اندہاں
اُس عالم کا پھل کب خراب ہوتا ہے؟ | آخرت کی خوشی غم نہیں بنتی ہے

[1] عدل۔ شعر۔ قسمت کیا ہر چیز کو قسّام ازلی نے جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا۔ ایں عجب۔ اِس تقسیم میں کسی پر جبر بھی نہ ہوا اور نہ کسی پر ظلم ہوا۔ پشیمانی۔ اپنی صلاحیت کے اعتبار سے جب انسان بُرا کام کرتا ہے تو اُسکو شرمندگی ہوتی ہے، اگر جبر ہو تو پھر کس بات پر شرمندگی نہونی چاہیئے۔ نگہبانی۔ ظالم، مظلوم کا نگہبان نہیں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہر بندے کا نگہبان ہے رزق دیتا ہے صحت دیتا ہے۔ روز۔ اب اِس مضمون کو ختم کر دینا چاہیئے بہت وقت گذر گیا اور مضمون ناتمام رہا۔ حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب دربارِ خداوندی میں آنا جانا ہو تو اپنی حالات کو مدِ نظر رکھو۔

[2] خطاب۔ جن لوگوں کو من جانب اللہ غذا حاصل ہوتی ہے اُن کے بالمقابل گروہ کا تذکرہ شروع کیا ہے۔ اعتمادِ واثقے۔ مضبوط بھروسہ۔ فاسقے۔ یعنی بناوٹی شیخ۔ حباب۔ پانی کا بُلبلہ۔ طناب۔ خیمہ کا رسہ۔ زرق۔ مکاری یعنی مکار شیخ کی مکاری بجلی کی کوندھ ہے جس کے ذریعہ راستہ طے نہیں کیا جا سکتا۔ بے حاصل۔ بے نتیجہ، بیکار۔

[3] زادۂ دنیا۔ یعنی دنیا دار۔ رُو۔ اُسکا رخ بھی گدّی کی طرح ہے۔ برّ۔ نیکی۔ مستمر۔ دائم۔ دو پیغمبر۔ اہل اللہ میں کبھی باہمی مخالفت نہیں ہوتی ہے وہ ایک دوسرے کا مال یعنی معجزے نہیں چھینتے ہیں۔ کے شود۔ عالم آخرت

نفسِ[1] بے عہد ست زاں رو کشتنی ست — اُو دنی و قبلہ گاہِ اُو دنی ست

نفس بے وفا ہے، اِس لئے گردن زدنی ہے — وہ کمینہ ہے اور اُس کا قبلہ گاہ بھی کمینہ ہے

نفس ہا را لائق ست ایں انجمن — مُردہ را در خور بُود گور و کفن

نفسوں کے لئے یہ انجمن مناسب ہے — گور و کفن مُردے کے لئے مناسب ہوتا ہے

نفس اگرچہ زیرک ست و خُردہ داں — قبلہ اَش دنیا ست اُو را مُردہ داں

نفس اگرچہ ذہین اور نکتہ داں ہے — اُس کا قبلہ دنیا ہے اُس کو مُردہ سمجھ

آبِ وحیِ حق بدیں مُردہ رسید — شُد ز خاکِ مُردۂ زندہ پدید

اللہ کے الہام کا پانی اُس مُردے کو پہنچا — مُردہ خاک سے زندہ پیدا ہو گیا

تا[2] نیاید وحی زُو غرّہ مباش — تو بداں گلگونۂ طالِ بقاش

جب تک اللہ (تعالیٰ) کا الہام نہ آئے اُس کا دھوکہ نہ کھا — اُس کی عمر دراز ہو کے غازے سے

بانگ و صیتے جو کہ آں خامل نشُد — تابِ خورشیدے کہ آں آفل نشُد

وہ آواز اور شہرہ چاہ جو کبھی گمنام نہ ہو — اُس سورج کی چمک چاہ، جو کبھی غروب نہیں ہوتا ہے

آں ہنر ہائے دقیق و قال و قیل — قومِ فرعون اند اجل چوں آبِ نیل

نازک ہنر اور قیل و قال — فرعون کی قوم ہیں، موت دریائے نیل کی طرح ہے

رونق و طاق و طرنب و سحرِ شاں — گرچہ خلقاں را کشد گردن کشاں

اُن کی رونق اور شان و شوکت اور جادو — اگرچہ لوگوں کو زبردستی کھینچتے ہیں

سحر ہائے ساحراں داں جملہ را — مرگ چوبے داں کہ آں شد اژدہا

سب کو جادوگروں کے جادو سمجھ — موت کو وہ عصا سمجھ جو اژدہا بن

جادوی[3] ہا را ہمہ یک لقمہ کرد — یک جہاں پُر شب بُد آں را صبح خورد

دانے اُن، سب جادوؤں کو ایک لقمہ بنا لیا — ایک دنیا رات سے بھری تھی جسکو صبح نے نگل لیا

نور ازاں خوردن نشُد افزون و بیش — بل ہماں سان ست کو بودہ ست پیش

اُس کھانے سے نور افزوں اور زیادہ نہ ہوا — بلکہ اُسی طرح سے ہے جیسا کہ پہلے تھا

در اثر افزوں شدہ در ذات نے — ذات را افزونی و آفات نے

اثر میں اضافہ ہوا، ذات میں نہیں — ذات کے لئے بڑھاؤ اور گھٹاؤ نہیں ہے

خدا کے اِس نورِ مطلق میں اُس تاریکی کو نگل جانے سے کوئی اضافہ نہ ہوا وہ پہلے ہی کامل و مکمل تھا، تمام دنیا کا ایمان لاؤ تو خدا کی خدائی میں اضافہ نہیں کر سکتا۔

---

[1] نفس۔ دنیا دار نفس کے تابع ہیں اور وہ بے وفا ہے لہٰذا دنیا دار بھی بے وفا ہیں۔ قبلہ گاہ۔ نفس کا قبلہ گاہ فسق و فجور ہے۔ دَنی۔ کمینہ۔ گور و کفن۔ دنیا کا وہ حلقہ جس میں ذکر و فکر نہ ہو قبر ہے۔ نفس۔ دنیا دار خواہ کتنا ہی ذہین ہو جب وہ آخرت سے غافل ہے مُردہ ہے۔ آبِ وحی۔ دنیادار کو جب کبھی ہدایت میسر آتی ہے تو یہ سمجھو کہ مُردہ زندہ ہو گیا۔

[2] تا نیاید۔ نفس انسان کو دھوکہ میں مبتلا کرتا ہے اور یقین دلاتا رہتا ہے کہ عمر دراز ہے آئندہ نیکی کرنے کا موقع ہو فی الحال دنیا کے مزے اڑالو۔ گلگونہ۔ غازہ۔ بانگ۔ وہ آواز تلاش کر جو کبھی گمنام نہ ہو اور وہ نور حاصل کر جس کے لئے غروب ہونا نہیں ہے اور وہ اہلِ حق کے پاس ہے۔ آں ہنرہائے۔ دنیا کے تمام ہنر اور بحث و مباحثہ بمنزلہ فرعونی قوم کے ہیں اور اُن کیلئے موت بمنزلہ دریائے نیل کے ہے۔ رونق۔ اس دنیا کی رونق اور شان و شوکت اگرچہ انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہے لیکن موت اُن کے لئے حضرت موسیٰ کی لاٹھی سمجھ جس نے جادوگروں کی جادوگری کو نگل لیا تھا۔

[3] جادوی ہا۔ اسی طرح موت اُن تمام ہنرمندیوں کو نگل جائیگی۔ یک جہاں۔ حضرت موسیٰ کے اُس معجزے سے دنیا کی تاریکی چھٹ گئی تھی اور نورِ خداوندی اُس تاریکی کو نگل گیا تھا۔ نور۔

حق ز ایجادِ جہاں افزوں نشُد
دنیا کے پیدا کرنے سے اللہ (تعالیٰ) میں اضافہ نہیں ہوا

انچہ اوّل آں نبُود اکنوں نشُد
جو کچھ پہلے نہ تھا اب (بھی) نہ ہوا

لیک[1] افزوں شُد اثر ز ایجادِ خلق
دنیا کو پیدا کرنے سے نشان میں اضافہ ہوا

درمیانِ ایں دو افزونیست فرق
اِن دونوں اضافوں میں فرق ہے

شُد فزونیِ اثر اظہارِ اُو
نشان کی زیادتی اُس (ذات) کا اظہار ہوئی

تا پدید آید صفات و کارِ اُو
تاکہ اُس کی صفت اور صنعت کا ظہور ہو

ہست افزونیِ ہر ذاتے دلیل
ہر ذات میں زیادتی دلیل ہے

کو بُود حادث بعلّتہا علیل
کہ وہ حادث ہے (اور) علّتوں کی وجہ سے ناقص ہے

نکتہ شُد باریک اینجا اے رفیق
اے دوست! اِس مقام پر نکتہ باریک ہو گیا

لیک بشنو تو مقالاتِ دقیق
لیکن تو باریک باتیں سُنتا رہ

تفسیرِ[2] آیۂ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَةً مُّوْسٰی قُلْنَا لَا تَخَفْ

"پس موسیٰؑ اپنے دل میں ڈرے، ہم نے کہا تو نہ ڈر

اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی

یقیناً تو اعلیٰ ہے" آیت کی تفسیر

گفت موسیٰ سحر ہم حیراں کنے ست
(حضرت) موسیٰؑ نے کہا جادو بھی حیران کن ہے

چہ کنم کایں خلق را تمیز نیست
میں کیا کروں اُن میں تمیز نہیں ہے؟

گفت حق تمیز را پیدا کنم
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں تمیز پیدا کر دونگا

عقلِ بے تمیز را بینا کنم
بے تمیز عقل کو بصارت دے دوں گا

چونکہ معجزہات را ظاہر کنم
جب تمہارے معجزوں کو ظاہر کر دونگا

عقل را در دیدنش فاخر کنم
عقل کو اُن کے دیکھنے میں قابلِ فخر بنا دونگا

دیدہ[3] بخشم عقلِ بے تمیز را
بے تمیز عقل کو بینائی بخش دونگا

کور سازم جاہلِ ناچیز را
ناچیز، جاہل کو اندھا بنا دونگا

گرچہ چوں دریا برآوردند کف
اگرچہ وہ دریا کی طرح جھاگ نکال رہے ہیں

موسیا تو غالب آئی لا تخف
اے موسیٰ: تم غالب آؤ گے خوف نہ کرو

بُود اندر عہدِ خود سحر افتخار
جادو اپنے زمانہ میں باعثِ فخر تھا

چوں عصا شد مار آنہا گشت عار
جب لاٹھی سانپ بنی وہ ذلت بن گیا

---

[1] لیک۔ کائنات کو اللہ تعالیٰ نے اِسلئے پیدا فرمایا ہے تاکہ اس کے پہچاننے کی نشانیوں میں اضافہ ہو جائے۔ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ "میں ایک چھپا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تب میں نے مخلوق پیدا کی"۔ ایں دو۔ ذات اور نشانیوں کے اضافے میں فرق ہے۔ ہست۔ کسی ذات میں اضافہ اس کی دلیل ہے کہ پہلے وہ ناقص تھی ذاتِ قدیم حدوث اور نقصان سے بالا ہے۔ نکتہ۔ اگرچہ مضمون دقیق ہے لیکن تو سُنتا رہ اللہ سمجھنے کی توفیق دیدیگا۔

[2] تفسیر۔ اس سے یہ سمجھایا ہے کہ معارف اور حقائق کے نکتے اللہ کی توفیق سے ہی سمجھ میں آتے ہیں۔ گفت موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ کے ڈرنے کی وجہ جادوگروں یا سانپوں کا خوف نہ تھا بلکہ یہ تھا کہ لوگ معجزے اور جادو میں فرق نہ کر سکیں گے۔ گفت حق۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مشکل حل فرما دی اِسی طرح اللہ تعالیٰ معارف سمجھنے کی مشکلات کو حل فرما دیتا ہے۔ معجزہات۔ عصا اور یدِ بیضا کے معجزے اور جادو میں فرق سمجھا دوں گا۔

[3] دیدہ بخشم۔ مومنین کے ایمان میں اضافہ کر دوں گا اشقیاء ایمان سے محروم رہینگے۔ گرچہ۔ اِن ساحروں کا جوش و خروش سب کافور ہو جائیگا اور غلبہ تمہارا ہوگا۔ بود۔ مولانا فرماتے ہیں اس دور میں جادوگری بہت زیادہ

هر[1] کسے را دعویِ حُسن و نمک — سنگِ مرگ آمد نمکہا را محک

ہر شخص کو حُسن اور ملاحت کا دعویٰ ہے — موت کا پتھر ملاحتوں کی کسوٹی ہے

سحر رفت و معجزِ موسیٰؑ گذشت — ہر دو را از بامِ بُود افتاد طشت

جادو چلا گیا اور حضرت موسیٰؑ کا معجزہ بھی گذر گیا — دونوں وجود میں مشہور ہو گئے

بانگِ طشتِ سحر جز لعنت نماند — بانگِ طشتِ دیں بجز رفعت نماند

جادو کے طشت کی آواز لعنت کے سوا نہ رہی — دین کے طشت کی آواز بلندی کے سوا نہ رہی

چوں محک پنہاں شدست از مرد و زن — در صف آ اے قلب اکنوں لاف زن

جب مرد و زن سے کسوٹی چھپ گئی ہے — اے کھوٹے! میدان میں آجا، اب شیخی بگھار

وقتِ لافستت محک چوں غائب ست — می برندت از عزیزی دست دست

تیرے لئے شیخی بگھارنے کا وقت ہے جبکہ کسوٹی غائب ہے — تجھے لوگ عزت سے ہاتھوں ہاتھ لے جاتے ہیں

هر[2] دمت عزّے و نازے در فزود — چوں محک آمد چرا گشتی کبود

ہر وقت تیری عزت اور ناز میں اضافہ ہوا — جب کسوٹی آگئی تو کالا کیوں ہو گیا؟

قلب می گوید ز نخوت ہر دمم — اے زرِ خالص من از تو کے کمم

کھوٹا تکبر سے ہر وقت مجھ سے کہتا ہے — اے خالص سونے! میں تجھ سے گھٹیا کب ہوں؟

زر ہمی گوید بلے اے خواجہ تاش — لیک می آید محک آمادہ باش

سونا کہتا ہے ہاں، اے دوست! — لیکن کسوٹی آرہی ہے تیار ہو جا

مرگِ[3] تن ہدیہ است بر اصحابِ راز — زرِ خالص را چہ نقصان ست گاز

جسم کی موت راز دانوں کا تحفہ ہے — خالص سونے کو گاتنی سے کیا نقصان؟

قلب اگر در خویش آخر بیں بدے — آں سیہ کاخر شد اوّل شدے

کھوٹا، اگر اپنا انجام بیں ہوتا — جو سیاہ (یعنی) آخر میں ہوئی شروع میں ہو جاتی

چوں شدے اوّل سیہ اندر لقا — دُور بودے از نفاق و از شقا

اگر شروع میں سیاہ زرد ہو جاتا، ملاقات کے وقت — نفاق اور بدبختی سے دُور ہو جاتا

کیمیائے فضل را طالب بدے — عقلِ او بر زرقِ او غالب بدے

بزرگی کی کیمیا کا طالب ہوتا — اُس کی عقل اُس کے مکر پر غالب ہوتی

نادم ہو جاتا تو آخرت میں نفاق اور بدبختی سے نجات پا جاتا۔ فضل۔ یعنی توبہ کرکے اللہ کی رحمت کا امیدوار بن جاتا ———

[1] ہر کسے۔ ہر زمانہ میں ایک ہنر باعث فخر رہا ہے لیکن معجزے کے سامنے وہ ماند پڑ گیا ہے۔ حضرت مسیحؑ کے دور میں طب جو انکے دم کرنے کے معجزے سے ماند پڑی حضورؐ کے دور میں فصاحت و بلاغت جو قرآن سے ماند پڑ گئی۔ بوَد۔ وجود۔ طشت۔ طشت از بام فتادن مشہور ہو جانا۔ بانگ۔ جادو گری کی شہرت بصورت لعنت اور معجزے کی شہرت بصورت رفعت و بلندی باقی ہے۔ محک۔ کسوٹی۔ قلب۔ کھوٹا۔

[2] ہر دمت۔ کھوٹے کی رونق اُسی وقت تک رہتی ہے جب تک کسوٹی نہ ہو، کسوٹی کے بعد وہ بے رونق ہو جاتا ہے۔ یہی حال معجزوں کے مقابلہ میں اُن ہنرمندوں کا ہوا۔ قلب۔ جب کسوٹی نہ ہو تو کھوٹا کھرے کی برابری کا دعویٰ کرتا ہے۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلام باہمی خواجہ تاش کہلاتے ہیں۔

[3] مرگِ تن۔ انبیاء اور اولیاء کی موت اُن کے لئے اللہ کے قرب کا سبب ہے گاز۔ گاتنی۔ سُنار کی سونا کترنے کی قینچی۔ قلب۔ بدکار جو آخرت میں ندامت اُٹھائے گا اگر وہ عاقبت بیں ہوتا تو زندگی میں گناہوں پر ندامت کا اظہار کر دیتا۔ چوں شدے۔ اگر گناہگار اپنے گناہوں پر زندگی میں

622

چوں شکستہ دل شُدے از حالِ خویش — جابرِ اشکستگاں دیدے بہ پیش

جب ... اپنی حالت پر رنجیدہ ہوتا — (دل) ٹوٹے ہوؤں کو جوڑنے والا، سامنے دیکھ لیتا

عاقبت را دید اُو اشکستہ شُد — از شکستہ بند در دم بستہ شُد

اس نے انجام کو دیکھا اور شکستہ (دل) ہوا — ٹوٹے کو جوڑنے والے کی طرف فوراً جڑ گیا

فضلِ مسہا را سُوئے اِکسیر راند — آں زر اندود از کرم محروم ماند

(اللہ کے) فضل نے تانبے کو کیمیا کی جانب سوار کر دیا — وہ ملمع شدہ، کرم سے محروم ہو گیا

اے زر اندودہ مکُن دعویٰ ببیں — کہ نماند مُشتریت اعمیٰ چنیں

اے ملمع شدہ! دعویٰ نہ کر، دیکھ — کہ تیرا خریدار ہمیشہ ایسا اندھا نہ رہے گا

نورِ محشر چشمِ شاں بینا کُند — چشم بندیٔ ترا رُسوا کُند

قیامت کا نور اُن کی آنکھوں کو بینا کر دیگا — تیری نظر بندی کو رُسوا کر دے گا

بنگر آنہا را کہ آخر دیدہ اند — حسرتِ جانہا و رشکِ دیدہ اند

اُن کو دیکھ لے جنھوں نے آخرت کو مدِ نظر رکھا ہے — وہ جانوں کیلئے (باعث) حسرت اور آنکھوں کیلئے (باعث) رشک میں

منگر آنہا را کہ حالی دیدہ اند — سِرِّ فاسد زِ اصلِ سِرّ ببریدہ اند

اُن کو نہ دیکھ کہ جنھوں نے موجود کو دیکھا ہے — فاسد راز، اصل راز سے کتر لیا ہے

پیشِ حالی بیں کہ در جہل ست و شک — صبحِ صادق صبحِ کاذب ہر دو یک

موجود کو دیکھنے والے کیلئے جو نادانی اور شک میں ہے — صبحِ صادق اور صبحِ کاذب دونوں ایک ہیں

صبحِ کاذب صد ہزاراں کاروا — داد بر بادِ ہلاکت اے جواں

صبحِ کاذب نے لاکھوں قافلوں کو — اے جوان! ہلاکت سے برباد کیا ہے

صبحِ صادق را طلب کُن اے عزیز — تا ز صدقِ اُو شوی صاحب تمیز

اے پیارے! صبحِ صادق کو طلب کر — تاکہ تو اس کی سچائی کے ذریعہ تمیزدار بنجائے

نیست نقدے کش غلط انداز نیست — وائے آں جاں کش محک و گاز نیست

کوئی کھرا ایسا نہیں ہے جس کیلئے غلطی میں مبتلا کرنیوالا (کھوٹا) نہو — اُس جان پر مصیبت ہے جسکے پاس کسوٹی اور گانتی نہیں ہے

باز رو سُوئے غلام و کبتتش — کو سُوئے شہ می نویسد نامہ خوش

غلام اور اسکے (رقعہ) لکھنے کی طرف واپس چل — کہ وہ عجیب رقعہ شاہ کو لکھتا ہے

زجر کردن مدّعی را از دعویٰ و امر کردن اُو را بمتابعتِ انبیاء و اولیاءؑ

جھوٹے مدعی کو دعوے سے باز رکھنا اور انبیاء اور اولیاء کی پیروی کا حکم دینا

۱ؔ چوں شکستہ۔ جب انسان اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے تو رحمتِ خداوندی اس کی دل شکستگی کو رفع کر دیتی ہے۔ عاقبت۔ جس نے آخرت کو پیش نظر کر لیا رحمتِ خداوندی اس کی دستگیری کرتی ہے۔ مسہا۔ وہ لوگ جو گنہگار ہیں۔ اکسیر۔ یعنی مغفرت۔ زر اندود۔ منافق۔ بناوٹی شیخ۔

۲ؔ اے زر اندودہ۔ بناوٹی شیخ کو خطاب ہے کہ تیرے مرید ہمیشہ ایسے ہی اندھے نہ رہینگے کہ تیری حقیقت کو نہ سمجھ سکیں۔ چشم بندی۔ نظر بندی۔ بنگر۔ تو اُن لوگوں کے رتبے جنھوں نے آخرت کا دھیان رکھا عوام کی جان اور آنکھ کے لئے باعثِ رشک ہیں۔ منگر۔ ان بناوٹی پیروں کی طرف نہ دیکھ اُنھوں نے اصلی معارف میں سے کچھ چیزیں کتر لی ہیں جن سے لوگوں کو فریب دیتے ہیں۔

۳ؔ پیشِ حالی بیں۔ دنیادار کو جھوٹے شیخ اور سچے شیخ میں فرق نظر نہیں آتا ہے صبحِ کاذب۔ قافلہ اگر صبحِ کاذب کو صبحِ صادق سمجھ کر چل پڑتا ہے تو لُٹ جاتا ہے اسی طرح جھوٹے شیخ کی پیروی سے انسان تباہ ہوتا ہے۔ صبحِ صادق۔ سچے شیخ کے اتباع سے صحیح نظر حاصل ہوتی ہے۔ نیست۔ دنیا میں ہر کھری چیز کی صورت میں ایک کھوٹی چیز ہوتی ہے جسمیں امتیاز کی صلاحیت نہ ہو اسکی تباہی ہے۔ زجر کردن۔ جھوٹے شیوخ کیلئے تنبیہ کرو۔ انبیاءؑ اور اولیاء کی پیروی کریں۔

623

بوسیلمؐ گفت من خود احمدم | دینِ احمدؐ را بفن برہم زدم
مسیلمہ (کذاب) بولا میں خود پیغمبر ہوں | میں نے احمدؐ کے دین کو تدبیر کے ذریعہ تباہ کر دیا

بوسیلم را بگو کم کن بطر | غرۂ اوّل مشو آخر نگر
مسیلمہ (کذاب) سے کہدے کہ اکڑو نہیں! | ابتدا سے دھوکہ نہ کھا انجام کو دیکھ

ایں قلاوزی مکن از حرصِ جمع | پس روی کن تا روی در پیشِ شمع
(دولت) جمع کرنے کے لالچ سے رہنمائی اختیار نہ کر | اتباع کر۔ تاکہ تو شمع کے آگے چلے

شمعؐ مقصد را نماید ہمچو ماہ | کایں طرف دانہ است یا خود دامگاہ
شمع، مقصد کو چاند کی طرح روشن کر دیتی ہے | کہ اس جانب دانہ ہے یا جال کی جگہ

گر بخواہی یا نخواہی با چراغ | دیدہ گردد نقشِ باز و نقشِ زاغ
خواہ تو چاہے یا نہ چاہے چراغ کے ہوتے ہوئے | باز کی صورت اور کوے کی صورت نظر آجاتی ہے

گرچہ ایں زاغاں دغل افروختند | بانگِ بازانِ سپید آموختند
اگرچہ اِن کووں نے مکر کا چراغ روشن کیا ہو | سفید بازوں کی بولی سیکھ لی ہے

بانگِ ہدہد گر بیاموزد قطا | رازِ ہدہد کو و پیغامِ سبا
کبوتر اگر ہدہد کی بولی سیکھ لے | ہدہد کا راز اور سبا کا پیغام کہاں ہے!

بانگِؐ پر رستہ ز پر بستہ بداں | تاجِ شاہاں را ز تاجِ ہدہداں
کھلے ہوئے پروں کی آواز کو بندھے ہوئے پروں کی آواز سے | شاہوں کے تاج کو ہدہد کے تاج سے (امتیاز کرلے)

حرفِ درویشاں و نکتۂ عارفاں | بستہ اند ایں بے حیایاں بر زباں
فقیروں کے لفظ اور عارفوں کے نکتے | اِن بے حیاؤں نے زبان پر باندھ لئے ہیں

ہر ہلاکِ اُمتِ پیشیں کہ بود | زانکہ چندل را گماں بردند عود
پہلی اُمتوں کی جو تباہی ہوئی | اسلئے ہوئی کہ چندل (ٹھیکر) کو انھوں نے اگر سمجھا

بودشاں تمییز کاں مظہر کند | لیک حرص و آز کور و کر کند
اُن میں (قوت) تمیز تھی جو ظاہر کر دیتی ہے | لیکن حرص اور لالچ اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے

کوریِ کوراں ز رحمت دور نیست | کوریِ حرص است کاں معذور نیست
اندھوں کا اندھاپن رحمت (خداوندی) سے دور نہیں ہے | لالچ کا اندھاپن ہے جو باعثِ عذر نہیں ہے

ا۔ بوسیلم یعنی مسیلمہ کذاب جس نے یمامہ میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور کچھ لوگ اُس کے پیرو بن گئے جو حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں حضرت وحشیؓ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اوّل یعنی ابتدائی زمانہ میں چند آدمیوں کا گردیدہ ہو جانا۔ آخر۔ ذلت کے ساتھ ملا گیا۔ ایں قلاوزی۔ نبوت اور رہنمائی کا دعویٰ چھوڑ کر کسی بھلے کی پیروی کر اور اُس شمع کو پیشرو بنالے۔ حرصِ جمع یعنی دنیا کا مال جمع کرنے کا لالچ۔

۲۔ شمع۔ وہ سچا آدمی رہنمائی کریگا اور تجھے بتائیگا کہ اس طرف تباہی ہے اور اُس طرف نجات ہے۔ گر بخواہی بھلوں کی صحبت لامحالہ مفید ہے اور بھلے بُرے میں امتیاز پیدا کر دیتی ہے۔ گرچہ یا اِن جھوٹے شیوخ نے سچے شیوخ کی باتیں رٹ لی ہیں لیکن حقیقت سے محروم ہیں اگر کرنج ہدہد کی بولی سیکھ بھی لے تو اسکے پاس وہ رازِ سلیمانی کہاں ہے اور وہ پیغام کہاں ہے جو ہدہد نے بلقیس کو سبا میں جا کر دیا تھا۔ قطا ایک خوش آواز پرندہ جو قطا قطا بولا کرتا ہے اور کا واز بدلتا نہیں۔ یہ جانور کنکر کھاتا ہے اسلئے اُسکو سنگ خوارہ کہتے ہیں۔

۳۔ بانگ۔ حقیقی پروں سے اڑنیوالے اور فرضی پر لگانیوالے میں امتیاز کرنا چاہیئے شاہی تاج اور ہدہد کے تاج میں فرق ضروری ہے۔ بے حیایاں۔ اِن جھوٹے شیوخ نے بزرگوں کی کچھ باتیں سیکھ لی ہیں جنکے ذریعہ عوام کو پھنسلاتے ہیں۔ ہر ہلاکت۔ پہلی امتوں پر ہلاکت اسی وجہ سے آئی کہ انھوں نے صحیح رہنما اور غلط رہنما میں امتیاز نہ کیا۔ بود۔ اللہ نے اُن کو امتیاز کرنے کی قوت دی تھی لیکن اُنکی حرص اور طمع نے اُنکو اندھا اور بہرا بنا دیا تھا۔ کوری۔ اگر حقیقی اندھا ہو تو اللہ کی رحمت اسکی دستگیری کرتی ہے اور اگر لالچ کا اندھا ہو تو اسکی

چارمیخِ شہ زرحمت دور نے [1]
بادشاہ کی سزا شفقت سے دُور نہیں ہے
چارمیخِ حاسدی مغفور نے
حسد کی سزا معافی کے قابل نہیں ہے

ماہیا آخر نِکو بنگر بہ شست
اے مچھلی! کانٹے کو اچھی طرح دیکھ لے
بَدگلوئی چشمِ آخر بینت بَست
خلق کی بُرائی نے تیری انجام کو دیکھنے والی آنکھ بند کر دی ہے

بادو دیدہ اوّل و آخر بَبیں
دونوں آنکھوں سے اوّل اور آخر کو دیکھ لے
ہیں مباش اعور چو ابلیسِ لعیں
خبردار! ملعون شیطان کی طرح کانا نہ بن

اَعور آں باشد کہ حالی دید و بَس
کانا وہ ہے جو صرف موجود کو دیکھے
چوں بہائم بیخبر از پیش و پَس
جانوروں کی طرح آگے اور پیچھے سے بے خبر ہو

چوں دو چشمِ گاو در جرمِ تلف [2]
بیل کی دونوں آنکھیں پھوڑ دینے کی سزا میں
ہمچو یک چشم ست کِش نبوَد شرف
(انسان کی) ایک آنکھ کی طرح ہیں کیونکہ انہیں شرافت نہیں ہے

نصف قیمت ارزد آں دو چشمِ اُو
اُس کی وہ دونوں آنکھیں آدھی قیمت کے لائق ہیں
کہ دو چشمش راست مسند چشمِ تو
کیونکہ اُسکی دونوں آنکھوں کا سہارا تیری آنکھ ہے

دَر کَنی یک چشمِ آدم زادہ [3]
اگر تو انسان کی ایک آنکھ نکال دے
نصف قیمت لازم ست از جادہ
مذہب کی رُو سے آدھی قیمت لازم ہے

زانکہ چشمِ آدمی تنہا بخود
کیونکہ انسان کی آنکھ اکیلی خود
بے دو چشمِ یار کارے می کُند
یار کی دُو آنکھوں کے بغیر کام کرتی ہے

چشمِ خر چوں اوّلش بے آخر ست
گدھے کی آنکھ کا آغاز چونکہ بغیر انجام (کے دیکھنے کے) ہے
گر دو چشمش ہست حکمش اعور ست
اگرچہ اُسکی دونوں آنکھیں ہیں، لیکن، کانے کے حکم میں ہے

ایں سخن پایاں ندارد آں خفیف
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ بے عقل
می نویسد رقعہ در طمعِ رغیف
روٹی کے لالچ میں رقعہ لکھ رہا ہے

بقیہ قصہ آں نوشتنِ غلام رقعہ را بطلبِ اجرے
روزی کی طلب میں غلام کے رقعہ لکھنے کے قصہ کا بقیہ

رَفت پیش از نامہ پیشِ مطبخی
وہ رقعہ لکھنے سے پہلے داروغہ مطبخ کے پاس گیا
کائے بخیل از مطبخِ شاہِ سخی
کہ اے سخی بادشاہ کے مطبخ سے بخل کرنیوالے!

---

[1] چارمیخ۔ جس کو سزا دی جاتی تھی اُس کے چاروں ہاتھ پاؤں کیلوں سے جکڑ دیئے جاتے تھے۔ حاسدی۔ انسان خود اپنے حسد کی وجہ سے سخت تکلیف میں مبتلا ہو تو اس کی معافی نہیں ہوتی ہے۔ بدگلوئی۔ یعنی خلق کی بُری عادتیں۔ بادو دیدہ۔ اللہ نے دو آنکھیں اس لئے دی ہیں کہ انسان آغاز اور انجام دونوں کو دیکھے جو صرف دنیا پر نظر رکھے وہ گویا ایک آنکھ والا ہے۔ چوں بہائم۔ جانور اپنے انجام سے بے خبر ہے تو گویا وہ ایک آنکھ والا ہے۔

[2] چوں دو چشم۔ ان اشعار میں یہ بتانا مقصود ہے کہ انسان کی آنکھ کو حیوانات کی آنکھ پر فضیلت ہے اور اُس کی وجہ انسان کی انجام بینی ہے۔ آنکھوں کو ہلاک کرنے کی صورت میں حیوان کی دونوں آنکھوں کا تاوان وہ ہے جو انسان کی ایک آنکھ کا تاوان ہے نصف قیمت۔ اگر جانور کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں تو اُس جانور کی نصف قیمت کا تاوان دینا ہوگا کیونکہ حیوان کی دو آنکھیں اپنا کام کرنے میں انسان کی آنکھ کی محتاج ہیں لہٰذا آنکھ کا پورا نفع اُسکو چار آنکھوں سے پہنچتا ہے یعنی خود اُسکی دو آنکھوں اور انسان کی دو آنکھوں سے تو اُسکی دو آنکھیں پھوڑنے میں گویا آنکھوں کی منفعت کا نصف حصہ ضائع کیا ہے۔

[3] در کنی۔ انسان دو آنکھوں سے پورا نفع حاصل کرتا ہے اور اس کی ایک آنکھ پھوڑ دی گویا آنکھ کا نصف نفع ضائع کرنا ہے لہٰذا اسکو نصف دیت دینی ہوگی۔ جادہ یعنی راہِ شریعت۔ چشمِ خر۔ گدھا چونکہ انجام بین نہیں ہے لہٰذا اُسکی دونوں آنکھیں بمنزلہ ایک آنکھ کے ہیں اور وہ گویا کانا ہے۔ خفیف۔ یعنی خفیف العقل۔ رغیف۔ روٹی۔ مطبخی۔ داروغہ مطبخ۔

دُور از و دُور زہمتِ اُو کایں[1] قدر | از جری اُم آیدش اندر نظر
اُسکی اور اُسکی شان سے دور ہے کہ اس قدر | میری روزی پر اُس کو دھیان ہو

گفت بہرِ مصلحت فرمودہ است | نے برائے بخل و نے تنگیِ دست
اُس نے کہا مصلحت کی بنا پر حکم فرمایا ہے | نہ کہ بخل اور تنگدستی کی وجہ سے

گفت دِہلیزیست واللہ ایں سخن | پیشِ شہ خاک ست ہم زرِّ کہن
اُس نے کہا خدا کی قسم یہ بات باہری ہے | بادشاہ کے سامنے تو پرانا سونا بھی مٹی ہے

مطبخی دہ گونہ حجت بر فراشت | اُو ہمہ رد کرد از حرصے کہ داشت
مطبخ کے داروغہ نے دس دلیلیں اٹھائیں | اُسنے اُس حرص کی وجہ سے جو اُس میں تھی سب کو رد کر دیا

چوں جری کم آمدش در وقتِ چاشت | زد بسے تشنیع و اُو سودے نداشت
ناشتہ کے وقت جب اُس کو کم خوراک ملی | اُس نے بہت لعن طعن کی، کوئی فائدہ نہ ہوا

گفت قاصد[2] می کنید اینہا شما | گفت نے کہ بندۂ فرمانیم ما
اُس نے کہا یہ سب کچھ تم قصداً کرتے ہو | اُس نے کہا نہیں ہم حکم کے غلام ہیں

ایں مگیر از فرع ایں از اصل گیر | بر کماں کم زن کہ از بازو ست تیر
یہ شاخ کی جانب سے نہ سمجھ جڑ کی جانب سے سمجھ | کمان پر طعنہ زنی نہ کر، تیر بازو سے چلا ہے

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ ابتلاست | بر نبی کم نہ گنہ کاں از خداست
"جبکہ تو نے پھینکا تو نے نہیں پھینکا" آزمائش ہے | نبی پر الزام نہ دھر وہ خدا کی جانب سے ہے

آب از سر تیرہ است اے خیرہ چشم | پیشتر بنگر یکے بکشای چشم
اے اندھے! پانی اصل سے گدلا ہے | آگے کو دیکھ، ذرا آنکھ کھول

شُد[3] ز خشم و غم درونِ بقعۂ | سُوئے شہ بنوشت خشمیں رقعۂ
غم و غصہ سے وہ گھر میں گیا | غصہ سے بھرا خط بادشاہ کو لکھا

اندراں رقعہ ثنائے شاہ گفت | گوہرِ جود و سخائے شاہ سُفت
اُس نے اس رقعہ میں بادشاہ کی تعریف کی | بادشاہ کی بخشش اور سخاوت کے موتی پروئے

کاے ز بحر و ابر افزوں کفِ تو | در قضائے حاجتِ حاجات جُو
اے وہ کہ تیری ہتھیلی سمندر اور ابر سے بڑھی ہوئی ہے | ضرورت پوری کرنے میں ضرورتوں کی جستجو کرنے والی

زانکہ ابر آنچہ دہد گریاں دہد | کفِّ تو خنداں پیاپے خواں نہد
اس لیے کہ ابر جو کچھ دیتا ہے روتے ہوئے دیتا ہے | تیری ہتھیلی مسکراتی ہوئی پے در پے خوان دیتی ہے

[1] کایں قدر۔ یہ کہ میری معمولی روزی کی طرف اُسکو دھیان ہو اور وہ اس کے بارے میں کمی کرنے کا حکم دے۔ دہلیزی۔ یعنی یہ بات باہر کے لوگوں کی جانب سے ہے زرِ کہن۔ پرانا سونا بہت خالص ہو جاتا ہے۔ دہ گونہ۔ یعنی داروغۂ مطبخ نے ہر چند سمجھایا کہ تیری روزی شاہی حکم سے کم کی گئی ہے لیکن اُس نے ایک دلیل نہ مانی۔ تشنیع۔ لعنت ملامت۔

[2] قاصد۔ یعنی یہ تو نے اپنے ارادہ سے کیا ہے۔ فرع۔ یعنی بادشاہ کا عملہ۔ اصل۔ یعنی بادشاہ۔ بر کماں۔ تیر اور کمان خود کام نہیں کرتے ہیں چلانے والے کا بازو کام کرتا ہے۔ ما رمیت۔ جنگ بدر میں آنحضور نے ایک مٹھی ریتی پھینکی جس سے مخالف سراسیمہ ہو گئے قرآن پاک نے اس کے پھینکنے کی نسبت آپ کی طرف کی اور پھر اس کی نفی بھی کر دی اسلئے کہ اُس وقت آنحضور کو انتہائی قرب حاصل تھا۔ ابتلاست۔ جو لوگ قربِ نوافل سے ناواقف ہیں وہ حقیقت و مجاز کی بحث شروع کر دیتے ہیں۔ تیرہ یعنی چشمہ۔

[3] شد۔ مطبخ کے داروغہ سے جھگڑنے کے بعد وہ غلام گھر میں گیا اور بادشاہ کو پُر عتاب خط لکھا۔ بقعہ۔ یعنی مکان۔ کاے کہ اے۔ در قضائے حاجت۔ یعنی لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کیلئے اُنکی ضروریات کی جستجو کرتا ہے۔ زانکہ۔ ابر باطنِ ناخواستہ روتا ہوا فیض پہنچاتا ہے۔

626

ظاہر رقعہ اگرچہ مدح بود | بوئے خشم از مدح اثرہا می نمود
اگرچہ رقعہ بظاہر تعریف تھا | غصہ کی بُو تعریف (میں) سے آثار ظاہر کر رہی تھی

زاں ہمہ کارِ تو بے نور ست و زشت | کہ تو دوری دور از نورِ سرشت
اس لئے تیرے تمام کام بے رونق اور بھدے ہیں | کیونکہ تو فطری نور سے بہت دور ہے

رونقِ کارِ خساں کاسد شود | ہمچو میوہ تازہ زو فاسد شود
کمینوں کے کام کی رونق کھوٹی ہوتی ہے | جس طرح تازہ پھل جلد بگڑ جاتا ہے

رونقِ دنیا برآرد زو کساد | زانکہ ہست از عالمِ کون و فساد
دنیا کی رونق جلد کھوٹ ظاہر کر دیتی ہے | کیونکہ وہ بننے اور بگڑنے والے جہان کی ہے

خوش نگردد از مدیحی سینہا | چونکہ در مداح باشد کینہا
سینے تعریف سے خوش نہیں ہوتے ہیں | جبکہ تعریف کرنے والے میں کینے ہوں

اے دل از کین و کراہت پاک شو | وانگہاں الحمد خواں چالاک شو
اے دل! کینہ اور نفرت سے پاک ہو جا | پھر تعریف کر اور تیز ہو جا

بر زباں الحمد و اکراہِ دروں | از زباں تلبیس باشد یا فسوں
زبان پر تعریف اور اندر نفرت | زبان کا فریب ہوگا، یا مکر

وانگہاں گفتہ خدا کہ ننگرم | من بظاہر، من بباطن ناظرم
تب ہی خدا نے فرمایا ہے کہ میں نہیں دیکھتا ہوں | ظاہر کو، میں باطن کو دیکھنے والا ہوں

حکایت آں مداح کہ از جہت ناموس شکر ممدوح می کردو

اُس تعریف کرنیوالے کی حکایت جو آبرو کی خاطر ممدوح کا شکریہ ادا کرتا تھا اور اُس

بوئے اندوہ و غمِ اندرونِ اُو از خلاقتِ دلقِ اُو ظاہر می

کے باطنی رنج و غم کی بُو اس کی گدڑی کے پُرانے ہونے کی وجہ سے ظاہر ہو رہی تھی

نمود کہ آں شکرہا ہمہ لاف ست و دروغ

کہ وہ تمام شکریے شیخی اور جھوٹ ہیں

آں یکے با دلق آمد از عراق | باز پرسیدند یاراں از فراق
ایک شخص عراق سے گدڑی پہنے ہوئے آیا | دوستوں نے جدائی (کے دور) کا حال دریافت کیا

گفت آرے بد فراق الا سفر | بود بر من بس مبارک مژدہ ور
اس نے کہا ہاں جدائی تو تھی، لیکن سفر | میرے لئے بہت مبارک اور خوشخبری دینے والا تھا

۱؎ بوئے خشم یعنی اس خط میں الفاظ تو تعریف کے تھے لیکن اُن میں سے غصہ کی بُو آتی تھی۔ زاں۔ انسان کے اعمال اگر حسن نیت سے خالی ہوں تو بے رونق ہیں جیسے کہ اس غلام کی تعریف تھی سرشت۔ خلقت، طبیعت۔ میوۂ تازہ۔ تازہ پھل کو رطوبتیں جلد خراب کر دیتی ہیں۔ زو۔ زود کا مخفف ہے۔

۲؎ خوش۔ اگر دل میں مداح ہو اور زبان پر تعریف ہو تو ایسی تعریف سے ممدوح خوش نہیں ہوتا ہے۔ اے دل۔ انسان دل کی صفائی کے ساتھ الحمد پڑھے اور تعریف کرے تو تیزی سے عالی مراتب حاصل کر سکتا ہے۔ تلبیس۔ جہل، فریب، دھوکا دینا ہے۔
برزباں تسبیح و در دل گاؤ خر
این چنیں تسبیح کے وارد اثر
گفتہ خدا۔ حدیث شریف ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔

۳؎ حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ اس تعریف کرنیوالے کی زبان پر تعریفی کلمات تھے دل شکر گذاری سے خالی تھا۔ خلاقت۔ کہنگی عراق۔ اس زمانہ میں دار الخلافہ تھا۔ فراق۔ یعنی وطن سے جدائی۔ مژدہ ور۔ خوش کن۔

626

که خلیفه داده ده خلعت مرا	که قریشش[1] باد صد مدح و ثنا
کیونکہ خلیفہ نے دس شاہی جوڑے مجھے عطا کئے	خدا کرے سیکڑوں مدح و ثنا اُسکی ساتھی بنیں
شکرہا و حمدہا بر می شمرد	تا که شکر از حد و اندازه ببرد
شکریئے اور تعریفیں شمار کرتا تھا	حتیٰ کہ شکر حد اور اندازے سے بڑھا دیا
پس بگفتندش که احوال ژند	بر دروغ تو گواهی می دهند
تو لوگوں نے اُس سے کہا کہ تیرے خراب احوال	تیرے جھوٹ پر گواہی دے رہے ہیں
تن برهنه سر برهنه سوخته	شکر را دزدیده یا آموخته
بدن ننگا، سر ننگا، جلا بھنا	تو نے شکر کو چرایا ہے، یا سیکھا ہے
کو نشان شکر و حمد میر تو	بر سر و بر پای بی توقیر تو
تیرے امیر کے شکر اور تعریف کا نشان کہاں ہے؟	تیرے بے توقیر سر اور پاؤں پر
گر زبانت[2] مدح آن شه می تند	هفت اندامت شکایت میکند
اگر تیری زبان اُس بادشاہ کی تعریف کرتی ہے	تیرے ساتوں اعضاء شکایت کر رہے ہیں
در سخای آن شه و سلطان جود	مر ترا کفشی و شلواری نبود
اُس سخاوت کے بادشاہ اور سلطان کی بخشش میں	تیرے لئے جوتا اور شلوار نہ تھی
گفت من ایثار کردم آنچه داد	میر تقصیری نکرد از افتقاد
اُس نے کہا جو کچھ اُس نے دیا میں نے خیرات کر دیا	بادشاہ نے دلجوئی میں کوئی کمی نہیں کی
بستدم جمله عطاها از امیر	بخش کردم بر یتیم و بر فقیر
میں نے بادشاہ سے سب عطیات لے لئے	میں نے یتیم اور فقیر کو بخش دیئے
مال دادم بستدم عمر دراز	در جزا زیرا که بودم پاکباز
میں نے مال دے کر دراز عمر خرید لی	بدلے میں، کیونکہ میں پاکباز ہوں
پس[3] بگفتندش مبارک مال رفت	چیست اندر باطنت این دود تفت
تو اُنھوں نے کہا مبارک ہو مال چلا گیا	یہ دُھواں اور شورش تیرے اندر کیسی ہے؟
صد کراهت در درون تو چو خار	کی بود انده نشان ابتشار
تیرے اندر سیکڑوں ناگواریاں کانٹے کیطرح ہیں	غم، بشارت حاصل کرنے کی نشانی کب ہوتا ہے؟
کو نشان عشق و ایثار و رضا	گر درست است آنچه گفتی ما مضی
عشق اور ایثار اور رضا کا نشان کہاں ہے؟	اگر وہ قصہ سچا ہے جو تو نے سُنایا ہے

---

[1] که قریشش۔ خلیفہ کیلئے دُعا ہے۔ شکرہا۔ اُس نے خلیفہ کا بے حد شکریہ اور تعریف کی۔ گفتندش۔ لوگوں نے اُس سے کہا تیری خراب حالت اِس بات کی گواہ ہے کہ تو جھوٹ بول رہا ہے۔ تن برہنہ۔ تیرا ننگا بدن گواہی دے رہا ہے کہ بادشاہ نے تجھے کوئی خلعت نہیں دی ہے۔ سوختہ یعنی دھوپ سے۔ میر یعنی خلیفہ۔ بے توقیر۔ بے عزت۔

[2] گر زبانت یعنی اگرچہ تیری زبان خلیفہ کی تعریف کر رہی ہے لیکن تیرے ساتوں اعضا اُس خلیفہ کی شکایت کر رہے ہیں۔ مر ترا۔ تو ننگے پاؤں اور ننگے بدن ہے اُس عطا میں جوتا اور شلوار نہ تھی۔ ایثار۔ اپنی ضرورت پر دوسرے کی ضرورت کو ترجیح دینا۔ افتقاد۔ دلجوئی۔ عمر دراز۔ فقراء عمر کی درازی کی دعا دیتے ہیں۔

[3] پس۔ لوگوں نے اُس سے کہا کہ مبارک ہو کہ دنیا کا فانی مال دے کر عمر دراز حاصل کر لی لیکن تیرے دل میں دھواں کیوں اُٹھ رہا ہے اور شورش کیوں ہے۔ صد کراہت۔ جبکہ دل میں ناگواریوں کی خلش ہو اور غم تو کسی خوشی کی نشانی کہاں ہوتی ہے۔ کو نشانِ عشق۔ اگر تو نے اللہ کی رضامندی اور عشق میں تمام مال خیرات کیا ہے تو اُس کی کوئی علامت تجھ میں اوپر ظاہر ہونی چاہیئے۔

628

خود گرفتم مال گم شد میل کو ¹ | سَیل اگر بگذشت جایِ سَیل کو

میں نے مانا مال چلا گیا (خیرات کرنیکا) میلان کہاں ہے؟ | سیلاب اگر گزر گیا ہے، سیلاب کی جگہ کہاں ہے؟

چشمِ تو گر بد سیاہ و جاں فزا | گر نماند اُو جانفزا ازرق چرا

اگر تیری آنکھ کالی اور جانفزا تھی | اگر وہ جانفزا نہیں رہی تو نیلی کیوں ہے؟

کو نشانِ پاکبازی اے تُرُش | بُوئے لافِ کژ ہمی آید خَمُش

اے ترش رُو! پاکبازی کا نشان کہاں ہے؟ | بیہودہ شیخی کی بُو آرہی ہے، چپ رہ

صد نشاں باشد درون ایثار را | صد علامت ہست نیکوکار را

باطن میں ایثار کے سیکڑوں نشان ہوتے ہیں | نیکوکار کی سیکڑوں علامتیں ہیں

مال در ایثار اگر گردد تلف | در درون صد زندگی آید خَلَف

ایثار کرنے میں اگر مال ختم ہو جائے | (بدلے میں)، باطن میں سیکڑوں زندگیاں آجاتی ہیں

در زمینِ حق زراعت کردنی | تخمہائے پاک وانگہ دَخل نی

اللہ (تعالےٰ)، کی زمین میں کھیتی کرنا | بیج پاک، اور پھر پیداوار نہ ہو!

گر نگردد زرعِ جاں یک دانہ صد ² | صحنِ ارضِ اللہ واسع کے بود

اگر جان کی کھیتی میں ایک دانہ سَو نہ بنیں | (تو) اللہ (تعالےٰ) کی زمین کی فضا وسیع کب؟

اصلِ ارضِ اللہ قلبِ عارف ست | لامکان ست و ندارد فوق و پست

اللہ (تعالےٰ)، کی زمین کی اصل عارف کا دل ہے | جو لامکان ہے اور بلندی پستی نہیں رکھتا ہے

گر نہ رُوید خوشہ از روضاتِ ہُو | پس چہ واسع باشد ارض اللہ بگو

اگر اللہ (تعالےٰ) کے باغوں سے کوئی خوشہ نہ پیدا ہو | تو بتا اللہ (تعالےٰ) کی زمین کیا وسیع ہوئی؟

چونکہ ایں ارضِ فنا بے ریع نیست | چوں بود ارض اللہ آں مُستوسعے

جبکہ یہ فانی زمین بغیر پیداوار کے نہیں ہے | تو اللہ (تعالےٰ) کی زمین کا کیا حال ہوگا، وہ بہت وسیع ہے

ریعِ آں را نے حدو نے عد بُود ³ | کمتریں دانہ دِہد ہفصد بُود

اُس کی پیداوار کی حد و شمار نہیں ہے | معمولی دانہ ڈالے تو سات سو ہو جائیں

حمد گفتی کو نشانِ حامدوں | نے بُرونت ہست اثر نے اندروں

تو نے تعریف کی، تعریف کرنیوالوں کی علامت کہاں ہے؟ | نہ تیرے اندر اثر ہے نہ باہر

حمدِ عارف مر خدا را راست ست | کہ گواہِ حمدِ اُو شد پا و دست

عارف کی حمد اللہ (تعالےٰ) کیلئے درست ہے | کیونکہ ہاتھ پاؤں اسکی تعریف کے گواہ بنگئے ہیں

---

¹ میل۔ یعنی نیکی اور خیرات کرنیکا رحجان اور خواہش۔ سیل۔ پانی بہہ کر نکلتا ہے تو کچھ نشان تو چھوڑ جاتا ہے۔ چشم۔ اگر کوئی کہے کہ میری آنکھیں سُرمگیں اور بہت حسین تھیں تو اسکی آنکھوں میں نیلاہٹ تو نہ ہونی چاہئے۔ کو نشاں۔ چہرے کی ترشی بتا رہی ہے کہ پاکبازی کا دعویٰ گپ ہے۔ صد نشاں۔ اگر طبیعت میں ایثار کا مادہ ہوتا ہے اور انسان کا کردار صحیح ہوتا ہے تو اُس کے سیکڑوں آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ خلف۔ ایثار اگر ہوتا ہے تو دل میں زندگی پیدا ہوتی ہے۔ در زمین۔ اللہ کے راستہ میں انسان ایثار کرے اور نیک نیت ہو تو نتائج اور آثار یقیناً نمایاں ہونگے۔ دخل۔ آمدنی، پیداوار۔

² گر نگردد۔ اگر اللہ کی زمین میں ایک دانہ کے سَو نہ اُگیں تو پھر اللہ کی زمین کو وسیع کس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے۔ قلب۔ مومن کا دل اللہ کی سرزمین ہے۔ مقصد اللہ تعالیٰ چونکہ دنیا کی فانی زمین جب پیداوار دیتی ہے تو اللہ کی زمین کیسے پیداوار نہ دے گی اور دل میں نیکی کا بیج بونے سے اُس کے ثمرات کیسے ظاہر نہ ہونگے۔

³ ریع۔ پیداوار قرآن پاک میں ہے۔ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ جو لوگ خدا کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں اُنکی خیرات کی

629

اَزْچہ ¹ تاریک جسمش برکشید — وزتنگِ زندانِ دنیااُش خرید
اندھیرے کنویں سے اُس کے جسم کو نکال لیا — اور دنیا کے قیدخانہ کی گہرائی سے اُسکو نجات دیدی

اَطلسِ تقویٰ ونورِ مُؤتلَف — آیتِ حمَداست اُورا بَرکتَف
تقوے کا اطلس اور مانوس نور — اُس کے کندھے پر تعریف کرنے کی نشانی ہے

وارہیدہ ازجہانِ عاریہ — ساکنِ گلزار وعینِ جاریہ
چند روزہ دنیا سے وہ نجات پاگیا — وہ باغیچہ اور جاری چشمہ کا ساکن ہے

برسَریرِ ² سِرِّ عالی ہمّتش — مجلس وجاہ ومقام ورتبتش
اُس کی ہمت بلند راز کے تخت پر ہے — وہ اُس کی مجلس اور درجہ اور مقام اور مرتبہ ہو

مَقعَدِ صِدقیکہ صِدّیقاں دَرُو — جُملہ سَرسبز ند وشاد وتازہ رُو
وہ سچائی کی ایسی نشستگاہ ہے کہ صدیق اُس میں — سب خوشحال اور خوش اور تازہ رُو ہیں

حمَدِشاں چوں حمَدِ گلشن ازبہار — صَدنشانے دارد وصَدگیر ودار
رونق کی وجہ سے اُنکی حمد گلشن کی حمد جیسی ہے — سیکڑوں نشان اور سیکڑوں شان شوکت رکھتی ہے

بَربہارش چشمہ ونخل وگیاہ — واں گلستان ونگارستاں گواہ
اُس کی رونق پر چشمہ اور کھجور اور گھاس — اور وہ باغ اور نگارخانہ گواہ ہے

شاہدِ ³ شاہد ہزاراں ہرطرف — دَرگواہی ہمچو گوہر درصَدَف
ہر جانب ہزاروں گواہ موجود ہیں — گواہی میں ایسے ہیں جیسے کہ صدف میں موتی

بُوی سیرِ بَد بیاید ازدَمت — وزسَر و رُو تابد اے لافی غمت
تیرے سانس میں سے لہسن کی بدبُو آتی ہے — اے شیخی خورے! سر اور چہرے سے تیرا غم اچک رہا ہے

بُوشناسانند حاذق درمَصاف — تو بجلدی ہائے وہُو کم کُن گزاف
میدانِ جنگ میں ماہر، بُو سونگھنے والے ہیں — تو بہادری کے نعروں سے شیخی نہ مار

تو مَلاف ازمُشک کاں بُوی پیاز — ازدمِ تو می کُند مکشوف راز
تو مشک کی گپ نہ مار کیونکہ پیاز کی بدبو — تیرے سانس سے راز ظاہر کر رہی ہے

گُلشکر خوردم ہمی گوئی وبُوی — می زند از سیر کہ یاوہ مگوی
تو کہتا ہے میں نے گُلقند کھایا ہے اور بُو — لہسن کی پھیلی ہے، بکواس نہ کر

ہست دل مانندۂ خانہ کلاں — خانۂ دل رانہاں ہمسایگاں
دل، بڑے گھر کے مشابہ ہے — دل کے گھر کے چھپے ہوئے پڑوسی ہیں

---

¹ اَزچہ۔ اُس عارف کو اللہ کی تعریف اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیتی ہے۔ اَطلس۔ اُس کے اعضاء پر انوار و برکات رونما ہو جاتے ہیں۔ وارَہیدہ۔ یہ حمد اُس عارف کو دنیا سے نجات دے کر جنتی بنا دیتی ہے۔ عینِ جاریہ۔ جنت میں جاری چشمے ہیں۔

² بَرسَریر۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ جو لوگ پرہیزگار ہیں وہ جنت کے باغوں اور نہروں میں سچی عزت کی جگہ بادشاہ قادر کے مقرب ہوں گے۔ حمدِ گلشن۔ باغ کی حمد اُسکی بہار ہے اور اُس بہار کے گواہ اُس کی پیداوار اور چشمے وغیرہ ہیں۔

³ شاہد۔ پہلا شاہد بمعنی گواہ اور دوسرا شاہد بمعنی حاضر ہے۔ بُوی سیر۔ اُن لوگوں نے عراق سے واپس آنے والے سے کہا۔ حاذق۔ ماہر مَصاف۔ میدانِ جنگ۔ بجلدی۔ بہادری۔ ہائے وہُو۔ شور و غل۔ تو مَلاف جب مُنہ سے پیاز کی بُو آرہی ہو تو مُشک کھانے کی شیخی نہ بگھارنی چاہیئے گلشکر۔ گُل شکر کھلا ہوا گلقند۔ سیر۔ لہسن۔

ازؔ[1] شگافِ روزن و دیوارہا — مُطّلع گردند بر اَسرارہا

روشن دان اور دیواروں کے شگاف سے — رازوں سے واقف ہوجاتے ہیں

از شگافے کہ نداند ہیچ وَہم — صاحبِ خانہ ندارد ہیچ سَہم

اُس شگاف سے جسکو کوئی وہم بھی، نہیں جانتا ہے — (جس سے) گھر والے کو کوئی خطرہ نہیں ہے

از نُبے برخواں کہ دیو و قومِ اُو — می بَرند از حالِ اِنسے خُفیہ بُو

قرآن میں پڑھ لے کہ شیطان اور اُس کی ذریت — انسان کی حالت کو پوشیدہ طور پر سونگھ لیتی ہے

از رَہے کہ انس ازاں آگاہ نیست — زانکہ زیں محسوس و زیں اَشباہ نیست

اُس راستہ سے جس سے انسان واقف نہیں ہے — کیونکہ اُن محسوسات اور اُن صورتوں میں سے نہیں ہے

درمیانِ ناقداں زَرقے مَتن — با محک اے قلبِ دُوں لافے مزن

پرکھنے والوں میں مکاری نہ کر — اے کمینے کھوٹے! کسوٹی سے گپ نہ مار

مرؔ[2] محک را رَہ بُوَد در نقد و قلب — کہ خدایش کرد امیرِ جسم و قلب

کسوٹی کے لئے کھرے اور کھوٹے میں راہ ہوتی ہے — کیونکہ خدا نے اسکو جسم اور دل کا حاکم بنایا ہے

چوں شیاطیں با غلیظیہائے خویش — واقف اند از سِرِّ ما و فکر و کیش

جبکہ شیاطین اپنی گندگیوں کے باوجود — ہمارے راز اور فکر اور مذہب سے واقف ہیں

مَسلکے دارند دُزدیدہ دروں — ما زُدزدیہائے ایشاں سَرنگوں

وہ باطن میں پوشیدہ راستہ رکھتے ہیں — ہم اُن کی چوریوں کی وجہ سے اوندھے ہیں

دَمبدم خبط و زیاں شاں میرسد — رَنج می بیند ازاں جان و جسد

ہرگھڑی خبط اور نقصان پہنچتا ہے — اس سے روح اور جسم تکلیف پاتا ہے

دَمبدم خبط و زیانے می کُنند — صاحبِ نقب و شگافِ روزنند

ہرگھڑی خبط اور نقصان کرتے ہیں — وہ کھڑکی کے سوراخ اور شگاف کے مالک ہیں

پسؔ[3] چرا جانہائے روشن دَر جہاں — بے خبر باشند از حالِ نہاں

تو پھر روشن جانیں دنیا میں کیوں — پوشیدہ حال سے بے خبر ہوں گی؟

دَر سرایت کم تر از دیواں شُدند — رُوحہا کہ خیمہ بر گردوں زدند

کہ سرایت کرنے میں شیطانوں سے کم ہو گئیں — وہ روحیں جنھوں نے آسمان پر خیمہ لگایا ہے؟

دیو دُزدانہ سُوئے گردوں رَود — از شہابِ مُحرِق اُو مَطعوں شود

شیطان چوروں کی طرح آسمان کی جانب جاتا ہے — جلانے والے شہاب سے اُس پر نیزہ لگتا ہے

---

[1] ازشگاف۔ دل کی کھڑکی کے شگاف سے وہ دل کے راز دیکھ لیتے ہیں۔ از نبے۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّهُ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ بےشک وہ شیطان اور اس کی ذریات تم کو دیکھتے رہتے ہیں جدھر سے تم ان کو نہیں دیکھتے ہم نے شیطانوں کو ان کا یار بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے ہیں۔ رہے۔ وہ راستہ انسان کو غیر محسوس ہے اَشباہ۔ اَمثال۔ دُوں۔ کمینہ۔

[2] مرمحک۔ یعنی اولیاء اللہ اپنے کشف کے ذریعہ دل کے احوال معلوم کر لیتے ہیں بطرز شیاطین۔ اولیاء کے کشف کی دلیل ہے یہ شعر شرط ہے پانچویں شعر میں پس چرا اس کی جزا ہے کیش۔ مذہب۔ مسلک۔ راستہ۔

[3] پس چرا۔ جب شیاطین دل کی بات جان لیتے ہیں تو اولیاء کیوں نہ جان لیں گے۔ روحہا۔ یعنی اولیاء کی روحیں۔ شہاب۔ ٹوٹنے والا ستارہ۔ محرق۔ جلانیوالا۔ مطعون۔ نیزہ زدہ۔

سرنگوں از چرخ زیر اُفتد چناں — کہ شقی در جنگ از زخمِ سناں

آسمان سے ایسا اوندھا ہو کر نیچے گرتا ہے — جس طرح بدبخت جنگ میں نیزے کے زخم سے

آں ز رشکِ رُوحہایِ دل پسند — از فلک شاں سرنگوں می افگنند

محبوب روحوں کے رشک کی وجہ سے — ان کو آسمان سے اوندھا پھینک دیتے ہیں

تو اگر شَلّی و لَنگی کور و کَر[1] — ایں گماں بر رُوحہایِ مہ مبر

اگر تو لُنجا اور لنگڑا اور اندھا اور بہرا ہے — تو بزرگ روحوں پر ایسا گمان نہ کر

شرم دار و لاف کم زن جاں مکن — کہ بسے جاسوس ہست آں سُویِ تن

شرم کر اور شیخی نہ مار، ہلاک نہ ہو — کیونکہ جسم کے اُدھر بہت سے جاسوس ہیں

دریافتنِ طبیبانِ الٰہی اَمراضِ دل و دین را در سیمائے مُرید و بیگانہ

خدائی طبیبوں کا معلوم کر لینا دل اور دین کی بیماریوں کو مُرید اور اجنبی کے چہرے سے

از لحنِ گفتارِ اُو و رنگِ چشمِ اُو و بے ایں ہمہ نیز از راہِ دل کہ اِنّہم

اُس کی بات کے لہجے اور آنکھوں کی رنگت سے اور ان کے بغیر بھی دل کے راستے سے کیونکہ وہ دل

جَوَاسِیْسُ الْقُلُوْبِ فَجَالِسُوْهُمْ بِالصِّدْقِ

کے جاسوس ہیں اُن کی ہم نشینی سچائی سے کرو

ایں طبیبانِ بدن دانشور اند — بر سِقامِ[2] تو ز تو واقف تر اند

یہ بدن کے طبیب دانش مند ہیں — تیری بیماری پر تجھ سے زیادہ واقف ہیں

تا ز قارورہ ہمی بینند حال — کہ ندانی تو از آں رُو اِعتلال

حتیٰ کہ وہ قارورہ سے حال معلوم کر لیتے ہیں — کہ تو اس طریقہ سے بیماری کو نہیں سمجھ سکتا

ہَم ز نبض و ہَم ز رنگ و ہم زدم — بُو بَرند از تو بہر گونہ سَقم

نبض سے بھی اور رنگت سے بھی اور سانس سے بھی — تیری ہر قسم کی بیماری کا پتہ لگا لیتے ہیں

پس طبیبانِ الٰہی در جہاں — چوں ندانند از تو بے گفتِ دہاں

تو دنیا میں خدائی طبیب — منہ کی گفتگو کے بغیر تیری بیماری کو کیسے نہ جانیں؟

ہم ز نبضت[3] ہم ز چشمت ہم ز رنگ — صد سَقم بینند در تو بے درنگ

وہ تیری نبض سے بھی تیری آنکھ سے بھی رنگ سے بھی — بلا توقف سیکڑوں بیماریاں دیکھ لیتے ہیں

ایں طبیبانِ نوآموزند خود — کہ بدیں آیات شاں حاجت بُوَد

یہ طبیب خود نوآموز ہیں — کیونکہ اُن کو اِن علامتوں کی ضرورت ہوتی ہے

---

[1] تو اگر۔ اگر انسان خود ان کمالات سے محروم ہے تو اولیاء کو محروم نہ سمجھے۔ دریافتن جبکہ بدنی اطبّاء علامتوں کے ذریعہ امراض کو پہچان جاتے ہیں تو روحانی اطبّا علامات کے ذریعہ روحانی امراض کو کیوں نہ جان سکیں گے بلکہ اُن کو تو ظاہری علامات کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

[2] سِقام۔ بیماری۔ قارورہ۔ اطبّاء پیشاب کو دیکھ کر امراض کو پہچان لیتے ہیں۔ اِعتلال۔ بیمار ہو جانا۔ ہم زنبض۔ اطبّاء نبض، رنگت اور سانس کے ذریعہ مرض کی تشخیص کر لیتے ہیں۔ پس طبیباں۔ لہٰذا روحانی طبیب بھی بغیر بتائے امراض کو پہچان جاتے ہیں۔

[3] ہم ز نبضت۔ یہ بدنی اطبّاء نوآموز ہیں اس لئے ان کو ان علامات کی ضرورت پیش آتی ہے روحانی اطبّاء دور سے ہی نام سن کر تمام اندرونی حالات معلوم کر لیتے ہیں۔

کاملاں از دُور نامت بشنوند — تا بقعرِ تار و پُودت در رَوَند

کامل لوگ دُور سے تیرا نام سُنتے ہیں — تیرے تانے بانے کی گہرائی میں اُتر جاتے ہیں

بلکہ[1] پیش از زادنِ تو سالہا — دیدہ باشندت تُرا با حالہا

بلکہ تیری پیدائش سے سالوں پہلے — تجھے حالات میں دیکھتے رہے ہیں

حالِ تو دانند یک یک مُو بمُو — زانکہ پُر بُودند از اسرارِ ہُو

وہ تیرا حال ایک ایک بال بال جانتے ہیں — کیونکہ ذاتِ حق کے رازوں سے پُر ہیں

مژدہ دادنِ بایزید قدس سرہٗ از زادنِ ابوالحسن خرقانی رحؒ

(حضرت) بایزید قدس سرہٗ کا (حضرتِ) ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کے بارے

پیش از سالہا و نشان دادنِ صورت و سیرتِ اُو یک بیک

میں سالوں قبل خوشخبری دے دینا اور اُن کی صورت اور سیرت کا پوری طرح نشان دیدینا

و نوشتنِ تاریخ نویساں آں را جہتِ صدقِ اُو

اور ان کی تصدیق کے لئے تاریخ نویسوں کا اس کو لکھ لینا

آں شنیدی داستانِ بایزیدؒ[2] — کو ز حالِ بوالحسن پیشیں چہ دید

تو نے (حضرت) بایزیدؒ کا وہ قصہ سُنا ہے — کہ انھوں نے (حضرت) ابوالحسن کا حال پہلے ہی کیا دیکھ لیا تھا!

روزے آں سلطانِ تقویٰ می گذشت — با مُریداں جانبِ صحرا و دشت

ایک دن وہ شاہِ تقویٰ جا رہے تھے — جنگل اور بیابان کی طرف مُریدوں کے ساتھ

بُوئے خوش آمد مرا اُو را ناگہاں — در سوادِ[3] رَے ز سُوئے خارقاں

اچانک اُن کو ایک خوشبو آئی — رے کے اطراف میں خارقان کی جانب سے

ہم بدانجا نالۂ مُشتاق کرد — بُوی را از بادِ استنشاق کرد

اُسی جگہ انھوں نے مشتاقانہ نالہ کیا — ہوا سے خوشبو کو سُونگھا

بُوئے خوش را عاشقانہ می کشید — جانِ اُو از باد بادہ می چشید

خوشبو کو عاشقوں کی طرح سونگھتے تھے — اُن کی جان ہوا میں سے شراب پی رہی تھی

کوزۂ کو از یخ آبہ پُر بُوَد — چوں عَرَق بر ظاہرش پیدا شود

وہ پیالہ جو برف کے پانی سے بھرا ہو — جب بوندیں اُس کے باہر نظر آتی ہیں

آں ز سَردی بادِ آبے گشتہ است — از درونِ کوزہ نَم بیروں نجَست

تو ہوا ٹھنڈک سے پانی بن گئی ہے — پیالہ کے اندر سے نمی باہر نہیں آتی ہے

---

[1] بلکہ۔ یہ روحانی طبیب تو انسان کی پیدائش سے قبل ہی اس کی اندرونی کیفیت معلوم کر لیتے ہیں۔ ہُو۔ ذاتِ حق۔ مژدہ۔ اِس قصہ سے یہ سمجھایا ہے کہ حضرت بایزیدؒ نے حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کی پیدائش سے قبل ہی اُن کے احوال معلوم کر لئے تھے اور لوگوں کو بتا دیئے تھے۔

[2] بایزید۔ نام طیفور ہے اسی لئے آپ کے سلسلے کے لوگ طیفوری کہلاتے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ بایزیدؒ کو ہم میں وہی نسبت ہے جو حضرت جبرئیلؑ کو فرشتوں میں۔ تہتر سال کی عمر میں بسطام میں ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔ ابوالحسن خرقانیؒ سلطان محمود غزنوی کے دور کے بزرگ ہیں روحانیت اور اویسیت کے طور پر آپ کو بایزیدؒ سے نسبت ہے آپ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے ۴۲۵ھ میں خرقان میں وفات پائی۔

[3] سواد۔ اطرافِ شہر۔ رے۔ ایک علاقہ کا نام ہے علامہ رازی اسی رَے کی طرف منسوب ہیں۔ خارقان۔ خرقان، رے کے علاقہ میں ایک گاؤں ہے۔ استنشاق۔ سونگھنا۔ کوزہ پہلے شعر میں کہا تھا کہ ہوا سے شراب پی۔ اب سمجھاتے ہیں کہ ہوا سے پانی بنا کرتا ہے لہٰذا اُن کا ہوا سے شراب پینا درست ہے۔ آب۔ برف کے پانی سے بھرے ہوئے پیالے پر جو بوندیں باہر جم جاتی ہیں

633

بادِ[1] بُوی آور مَر اُورا آب گشت — آب ہم اُورا شرابِ ناب گشت

خوشبو لانے والی ہوا اُن کے لئے پانی بن گئی — پانی اُن کے لئے خالص شراب بن گیا

چوں درو آثارِ مستی شُد پدید — یک مُرید اُورا ازاں دم بر رسید

جب اُن میں مستی کے آثار ظاہر ہوئے — اُن کا ایک مُرید اُسی وقت پہنچا

پس بپرسیدش کہ ایں اَحوالِ خوش — کہ بُرونست از حسابِ پنج و شش

تو اس نے دریافت کیا کہ یہ بہترین احوال — جو پانچ (حواس) اور چھ (جہات) کے حساب سے باہر ہیں

گاہ سُرخ و گاہ زرد و گہ سپید — می شود رُویت چہ حالست و نوید

کبھی سُرخ اور کبھی زرد اور کبھی سفید — آپ کا چہرہ ہو رہا ہے کیا حال اور کیا خوشخبری ہے؟

می کشی بُوی و بظاہر نیست گُل — بیشک از غیبست واز گلزارِ کُل

آپ خوشبو سونگھ رہے ہیں اور بظاہر پھول نہیں ہے — بیشک وہ غیب سے اور (ذات) کُل کے گلزار سے ہے

اے تو کامِ جانِ ہر خود کامۂ — ہَر دم از غیبت پیام و نامۂ

اے وہ کہ آپ ہر حاجتمند کی جان کا مقصود ہیں — آپ کے لئے ہر وقت غیب سے نامہ اور پیام ہے

ہَر دمے[2] یعقوبؑ وار از یوسفے — می رَسد اندر مَشامِ تو شفے

(حضرت) یعقوبؑ کی طرح ہر وقت ایک یوسف سے — آپ کے دماغ میں راحت پہنچتی ہے

قطرہ بر ریز بر ما زاں سبُو — شمۂ زاں گلستاں با ما بگو

اس ٹھلیا سے ایک قطرہ ہم پر گرا دیجئے — اس گلستان کا تھوڑا سا حال ہم سے کہہ دیجئے

خُو نداریم اے جمالِ مہتری — کہ لبِ ما خشک و تو تنہا خوری

اے بزرگی کے حُسن! ہماری عادت نہیں ہے — کہ ہمارے لب خشک ہوں اور آپ تنہا پئیں

اے فلک پیمای چُست چُست خیز — زاں چہ خوردی جُرعۂ بر ما بریز

اے آسمان کو ناپنے والے چالاک اور سبک پرواز! — جو آپ نے پیا ہے (اُس کا) ایک گھونٹ ہمیں دیجئے

میرِ[3] مجلس نیست در دَوراں دگر — جُز تو اے شہ در حریفاں درنگر

زمانہ میں کوئی دوسرا صدرِ محفل نہیں ہے — اے شاہ! آپ کے سوا، دوستوں میں نظر فرمایئے

کے تواں نوشید ایں مے زیرِ دست — مے یقیں مَر مَرد را رسواگرست

یہ شراب چھپا کر کب پی جا سکتی ہے؟ — شراب یقیناً انسان کو رُسوا کرنے والی ہے

بُوی را پوشیدہ و مکنوں کُند — چشمِ مستِ خویشتن را چوں کُند

اپنی بُو کو پوشیدہ اور مخفی کر لیتا ہے — اپنی مست آنکھ کا کیا کرے؟

[1] باد۔ حضرت بایزیدؒ کے لئے وہ ہوا جو خوشبو لاتی تھی پانی بن گئی اور پانی میں وہ کیفیت پیدا ہو گئی جو شراب میں ہوتی ہے۔ پس۔ اُس مرید نے حضرت بایزیدؒ سے دریافت کیا کہ آپ کیا سونگھ رہے ہیں بظاہر کوئی پھول بھی نہیں ہے اور آپ پر یہ عجیب و غریب کیفیات کیوں طاری ہو رہی ہیں۔ پنج۔ حواسِ خمسہ۔ شش۔ چھ جہتیں۔ نوید۔ خوشخبری۔ کل۔ ذاتِ حق۔ کام۔ مقصود۔ خود کامہ۔ ضرورتمند۔

[2] ہر دمے۔ حضرت یعقوبؑ نے دُور سے ہی حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو سونگھ لی تھی۔ قطرہ۔ جو احوال آپ پر طاری ہیں اُن کے بارے میں ہمیں کچھ بتا دیجئے۔ خو۔ آپ نے ہمیں اس کا عادی نہیں بنایا ہے کہ آپ تنہا مستفید ہوں اور ہم محروم رہیں۔

[3] میرِ مجلس۔ صدرِ مجلس ہی دوسروں کو شراب پلاتا ہے۔ حریفان یعنی مجلس کے شریک کے لوگ۔ حضرت بایزیدؒ سے اُن کے مرید نے کہا شراب چھپا کر نہیں پی جا سکتی اُس کا یقیناً اظہار ہو جاتا ہے انسان اگر منہ کی بو بھی چھپا لے تو آنکھوں کی مستی کیسے چھپائے گا۔

6376.

خود[۱] نہ آں بو نیست کاندر جہاں — صد ہزاراں پردہ اش آرد نہاں

یہ وہ خوشبو بھی نہیں ہے کہ دنیا میں — لاکھوں پردے اُس کو چھپا سکیں

پُر شُد از تیزیٔ اُو صحرا و دشت — دشت چہ کز نُہ فلک ہم در گذشت

اُسکی تیزی سے صحرا اور جنگل بھر گئے ہیں — جنگل کیا، وہ تو نو آسمانوں سے گذر گئی ہے

ایں سر خُم را بہ کہگل در مگیر — کایں برہنہ نیست خو د پوشش پذیر

اِس مٹکے کے سر کو کہگل سے بند نہ کیجئے — یہ ننگا، ڈھکے جانے کے قابل نہیں ہے

لُطف کُن اے راز دارِ راز گو — آنچہ بازت صید کردش باز گو

اے راز کو جاننے والے راز کو بتانیوالے مہربانی کیجئے — جو آپ کے باز نے شکار کیا ہے بتا دیجئے

گفت[۲] بُوی بو العجب آمد بمن — ہمچناں کہ مر نبیؐ را از یمن

(انھوں نے) فرمایا مجھے ایک عجیب خوشبو محسوس ہوئی ہے — جیسے کہ نبیؐ کو یمن سے (محسوس ہوئی تھی)

کہ محمدؐ گفت بر دستِ صبا — از یمن می آیدم بُوی خدا

کہ محمدؐ نے فرمایا صبا کے ذریعہ — مجھے یمن سے خدا کی خوشبو آرہی ہے

بُوی رامیں می رسد از جانِ ویس — بُوئے رحمٰں می رسد ہم از اویسؓ

ویس کی جان سے رامین کی خوشبو آرہی ہے — اویسؓ میں بھی خدا کی خوشبو آرہی ہے

از اویسؓ و از قرن بُوی عجب — آں نبیؐ را مست کرد و پُر طرب

اویسؓ اور قرن کی عجیب خوشبو نے — نبیؐ کو مست اور مسرور کردیا

چوں اویسؓ[۳] از خویش فانی گشتہ بُود — آں زمینے آسمانے گشتہ بُود

چونکہ اویسؓ اپنے آپ سے فانی ہوگئے تھے — وہ زمین آسمان بن گئی تھی

آں ہلیلہ پروریدہ در شکر — چاشنیِ تلخیش نبود دگر

ہڑ شکر میں مربّی بنائی ہوئی — اُس میں پھر تلخی کا مزا نہیں ہوتا ہے

آں ہلیلہ رستہ از ما و منی — نقش دارد از ہلیلہ طعم نے

کیونکہ وہ ہڑ خودی اور انانیت سے نجات پاگئی ہے — صورت ہڑ کی، مزا (ہڑ کا) نہیں ہے

آں کسے کز خود بکلّی در گذشت — ایں منی و مائیِ خود در نوشت

وہ شخص جو خودی سے پوری طرح گذر گیا — اس نے خودی اور انانیت کو لپیٹ دیا ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — تاچہ گفت از وحیِ غیب آں شیر مرد

اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، واپس لوٹ — (بتا) اُس شیر مرد نے غیبی وحی کے بارے میں کیا کہا!

---

۱ خود۔ شراب معرفت کی خوشبو تو لاکھوں پردوں میں بھی نہیں چھپ سکتی۔ پُر شُد۔ اُس شراب کی خوشبو سے جنگل اور صحرا تو بھرا ہوا ہے ہی اُسکی خوشبو تو آسمانوں سے بھی گذر گئی ہے۔ ایں سرِ خُم۔ شرابِ معرفت کے مٹکے کے مُنھ کو مٹی سے بند نہیں کیا جاسکتا یہ پردہ پوشی کے قابل نہیں ہے۔ لُطف۔ آپ کی باطنی ترقی نے معرفت کا جو راز حاصل کیا ہے وہ ہمیں بھی بتا دیجئے۔

۲ گفت۔ حضرت بایزیدؒ نے فرمایا۔ محمد گفت۔ حدیث شریف ہے۔ اِنّی لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ۔ میں خدا کے سانس کو یمن کی جانب سے محسوس کررہا ہوں۔ رامیں۔ رامین مشہور عاشق اور ویس اُسکی معشوقہ تھی اُسکے بعد ویس پر عشق کا غلبہ اسقدر ہوا کہ وہ رامین کی عاشق بنگئی تھی یعنی عاشق جب اپنے آپکو فنا کردیتا ہے تو اس میں سے معشوق کی خوشبو آنے لگتی ہے اسی طرح حضرت اویسؓ قرنی میں سے اللہ کی خوشبو آتی تھی۔ قرن حضرت اویسؓ کا وطن ہے۔

۳ فانی گشتہ بود۔ فنا کے بعد انسان اللہ کے اخلاق والا ہو جاتا ہے اور زمین سے آسمان بنجاتا ہے۔ ہلیلہ۔ ہڑ کا جب مربّی بن جاتا ہے تو وہ اپنی خوشبو اور ذائقہ سے علیحدہ ہوجاتی ہے۔ ما و منی۔ خودی اور انانیت۔ آں کسے۔ جو شخص فنا کا درجہ حاصل کرلیتا ہے اسکی خودی اور انانیت ختم ہوجاتی ہے۔ وحیِ غیب۔ یعنی بایزیدؒ کو جو غیبی الہام ہوتا تھا۔

جوابِ سُلطان بایزید قُدِّسَ سِرُّہٗ در معنیٔ قولِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اِنّی لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحمٰنِ مِنْ قِبَلِ الیَمَن

شاہ بایزید قُدِّسَ سِرُّہٗ کا جواب آنحضورؐ کے قول کے ہم معنی کہ میں یمن کی جانب سے خدائی سانس محسوس کر رہا ہوں

گفت زیں سُوی بُوی یارے می رَسد ۔۔۔ کاندریں دِہؔ[1] شہریارے می رَسد
فرمایا اِس طرف سے ایک دوست کی خوشبو آرہی ہے ۔۔۔ کیونکہ اِس گاؤں میں ایک شاہ آئے گا

بعد چندیں سال می زاید شہے ۔۔۔ می زند بر آسمانہا خرگہے
کچھ سال کے بعد ایک شاہ پیدا ہوگا ۔۔۔ جو آسمانوں پر خیمہ زن ہوگا

رُویش از گلزارِ حق گلگوں بُود ۔۔۔ از منِ اُو اندر مقام افزوں بُود
اُس کا چہرہ اللہ کے چمن کے پھول کی طرح ہوگا ۔۔۔ وہ مرتبہ میں مجھ سے بڑھا ہوا ہوگا

چیست نامش گفت نامش بُوالحسن ۔۔۔ حُلیہ اَش وَاگفت زابرو تا ذَقن
اُس کا نام کیا ہے! فرمایا اُس کا نام ابوالحسن ہے ۔۔۔ اُن کا حُلیہ اَبرو سے ٹھوڑی تک صاف بتا دیا

قَدِّ اُو و رنگِ اُو و شکلِ اُو ۔۔۔ یک بیک وَاگفت از گیسو رُو
اُن کا رخسار اور رنگ اور شکل ۔۔۔ ایک ایک کر کے گیسو اور چہرے کے بارے میں بتا دیا

حِلیہائے[2] رُوحِ اُو را ہم نمُود ۔۔۔ از صِفات واز طریق و جا و بُود
اُنھوں نے روح کے حالات بھی بتا دیئے۔ ۔۔۔ صفتوں اور راستہ اور جگہ اور رہائش کے اعتبار سے

حُلیۂ تَن ہمچو تَن عاریت اَست ۔۔۔ دل بر آں کم نہ کہ آں یک ساعت ست
جسم کا حُلیہ جسم کی طرح عارضی ہے ۔۔۔ اُس سے دل نہ لگا کیونکہ وہ تھوڑی دیر کا ہے

حُلیۂ رُوحِ طبیعی ہم فناست ۔۔۔ حُلیۂ آں جاں طلب کاں بر سماست
طبیعی روح کا حُلیہ بھی فانی ہے ۔۔۔ اُس جان کا حُلیہ طلب کر جو آسمان پر ہے

جسمِ[3] اُو ہمچوں چراغے بر زمیں ۔۔۔ نورِ اُو بالائے سَقفِ ہفتمیں
اُس کا وجود چراغ کی طرح زمین پر ہے ۔۔۔ اُس کی روشنی ساتویں چھت سے اوپر ہے

آں شعاعِ آفتاب اندر وثاق ۔۔۔ قُرصِ اُو اندر جہانِ چار طاق
سورج کی شعاع گھر میں ہے ۔۔۔ اُس کی ٹکیہ آسمان کے جہان میں ہے

نقشِ گُل در زیرِ بینی بہرِ لاغ ۔۔۔ بُویِ گُل بر سَقف و ایوانِ دماغ
پھول کا جسم تفریح کے لئے ناک کے نیچے ہے ۔۔۔ پھول کی خوشبو دماغ کے محل اور چھت پر ہے

---

[1] دِہ۔ یعنی خرقان گاؤں۔ بعدِ چندیں۔ یعنی اتنے سال کے بعد یہاں ایک بزرگ پیدا ہوگا جس کا مرتبہ بہت بلند ہوگا۔ از من۔ حضرت بایزیدؒ نے بطورِ انکساری کے فرمایا کہ اُس کا رتبہ مجھ سے بڑھا ہوا ہوگا۔ گفت۔ بایزیدؒ نے پیدا ہونے والے بزرگ کا نام اور پورا حُلیہ بتا دیا۔ قد۔ رخسار بعض نسخوں میں لفظ قد ہے۔

[2] حِلیہائے۔ یعنی روح کی صفات اور اُس کا مسلک سب بتا دیا۔ حُلیۂ تن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان تین چیزوں سے مرکب ہے۔ جسم، روحِ حیوانی، روحِ انسانی۔ پہلی دونوں چیزیں فانی ہیں اور اُن کا حلیہ بھی فانی ہے لہٰذا اُن سے دل نہ لگانا چاہیئے، روحِ انسانی جس کا تعلق ملاءِ اعلیٰ سے ہے اُس سے وابستگی ہونی چاہیئے۔

[3] جسمِ او۔ بایزیدؒ نے فرمایا اُس بزرگ کا جسم چراغ کی طرح زمین پر ہوگا لیکن اُس کا نور آسمانوں تک ہوگا۔ آں شعاع۔ اس بات کو کہ اُس شاہ کا جسم زمین پر ہوگا اور نور آسمان تک ہوگا مثالوں سے سمجھاتے ہیں سورج آسمان پر ہے اور اُس کا نور ہر گھر میں ہے۔ نقشِ گُل۔ پھول ناک کے نیچے ہوتا ہے اور اُس کی خوشبو دماغ کے اندر ہوتی ہے۔

636

مردِ خفتہ در عدن دیدہ فرق | عکسِ آں بر جسم اُفتادہ عرق

(گھر میں) سویا ہوا عدن میں خوف دیکھتا ہے | اُس (خوف) کے پرتو سے جسم کو پسینہ آتا ہے

پیرہن در مصر رہنِ یک حریص | پُر شدہ کنعاں ز بوئے آں قمیص

لباس مصر میں ایک لالچی کے قبضہ میں ہے | اُس قمیص کی خوشبو سے کنعان بھر گیا ہے

بر نبشتند آں زماں تاریخ را | از کباب آراستند آں سیخ را

اُس وقت انھوں نے تاریخ لکھ لی | اُس سیخ کو کباب سے آراستہ کر لیا

چوں رسید آں وقت و آں تاریخ راست | زاں زمیں آں شاہ پیدا گشت و خاست

جب ٹھیک وہ وقت اور تاریخ آئی | اُس زمین سے وہ شاہ پیدا ہو گئے اور اُٹھے

زادنِ شیخ ابوالحسن قدس سرہ خرقانی بعد از وفاتِ شیخ بایزید رحمۃ اللہ روحہ بہماں تاریخ

حضرت ابوالحسن خرقانی قدس سرہ کا شیخ بایزیدؒ کی وفات کے بعد اسی تاریخ کو پیدا ہونا اللہ تعالیٰ اُن کی روح کو راحت پہنچائے

زادہ شد آں شاہ و نرد ملک باخت | از عدم پیدا شد و مرکب بتاخت

وہ شاہ پیدا ہو گئے اور سلطنت کی بازی کھیلی | عدم سے پیدا ہوئے اور سواری دوڑا دی

از پسِ آں سالہا آمد پدید | بوالحسنؒ بعد از وفاتِ بایزید

اُس کے سالوں بعد پیدا ہوئے | ابوالحسنؒ، بایزیدؒ کی وفات کے بعد

جملہ خوہائے اُو ز امساک و جود | آنچناں آمد کہ آں شہ گفتہ بود

اُن کی تمام عادتیں نہ دینے اور دینے میں | اُسی طرح ثابت ہوئیں جیسا کہ اُن شاہ نے فرمایا تھا

لوحِ محفوظ ست اُو را پیشوا | از چہ محفوظ ست محفوظ از خطا

لوحِ محفوظ اُن کی پیشوا ہے | کس چیز سے محفوظ ہے؟ غلطی سے محفوظ ہے

نے نجوم ست و نے رمل ست و نہ خواب | وحیِ حق واللہ اعلم بالصواب

نہ نجوم ہے، نہ رمل ہے اور نہ خواب ہے | اللہ کا الہام ہے اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

از پئے رُو پوش عامہ در بیاں | وحیِ دل گویند آں را صوفیاں

عوام سے روپوشی کے لئے بیان میں | اُس کو صوفی دل کی وحی کہہ دیتے ہیں

وحیِ دل گیرش کہ منظر گاہِ اُوست | چوں خطا باشد کہ دل آگاہِ اُوست

اُس کو دل کی وحی تسلیم کرے کیونکہ وہ اُس خدا کی نظرگاہ ہے | غلطی کیسے ہوگی کیونکہ دل اُس سے باخبر ہے

---

۵۱ مردِ خفتہ۔ ایک شخص جو گھر میں سویا ہوا ہوتا ہے اور اُس کی روح عدن میں کسی خوفناک منظر کو دیکھتی ہے اُس کے جسم پر پسینہ آجاتا ہے۔ پیرہن۔ حضرت یوسفؑ کی قمیص مصر میں تھی دراُس کی خوشبو کنعان میں پہنچ رہی تھی۔ بر نبشتند۔ لوگوں نے حضرت بایزیدؒ کے کہنے کے مطابق حضرت ابوالحسنؒ کی پیدائش کی تاریخ لکھ لی۔ از کباب۔ یعنی کام کو مکمل کر لیا۔ آں تاریخ۔ چنانچہ لکھی ہوئی تاریخ کے مطابق اُن کی پیدائش ہوئی۔

۵۲ نردِ ملک۔ یعنی شاہی شروع کر دی۔ مرکب۔ سواری۔ از پس۔ حضرت بایزیدؒ کی وفات کے تقریباً دو سو سال بعد حضرت ابوالحسنؒ پیدا ہوئے جو کہا گیا تھا حضرت ابوالحسنؒ میں وہ صفات واوصاف تھے جو حضرت بایزیدؒ نے بتائے تھے۔

۵۳ لوحِ محفوظ۔ حضرت بایزیدؒ کے بتائے ہوئے احوال صحیح کیوں نہ ہوتے انھوں نے لوحِ محفوظ سے پڑھ کر بتائے تھے اور اُس لوح کو لوحِ محفوظ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں لکھا ہوا غلطی سے محفوظ ہے۔ نے نجوم۔ نجوم اور رمل وغیرہ کی باتیں غلط ہو جاتی ہیں۔ وحیِ حق۔ حضرت بایزیدؒ کو اِن احوال کی خبر وحیِ الٰہی کے ذریعہ ہوئی تھی صوفیاء اُس کو وحیِ دل کہتے ہیں۔ وحیِ دل گیر۔ ہم اُس کو وحیِ دل ہی تسلیم کرتے ہیں لیکن وہ دل جو خدا کا

مُومِنا یَنظُر بِنُورِ اللّٰه شُدی[1] — از خطا و سہو ایمن آمدی

اے مومن! تو وہ دیکھتا ہے اللہ کے نور سے بنگیا ہے — تو غلطی اور بھول سے محفوظ ہوگیا ہے

رجوع بحکایتِ کمیِ اِجرائے آں غلام و دربیانِ اِجرائے دل وجانِ صوفی از طعام اللہ تعالےٰ

اُس غلام کی روزی کی کمی کی حکایت کی طرف رجوع اور اِس کا بیان کہ صوفی کے دل و جان کی روزی غذائی کھانے سے ہوتی ہے

صوفیے از فقر چوں در غم شود — عینِ فقرش دایہ و مُطعِم بُود

کوئی صوفی جب فقر سے رنجیدہ ہوتا ہے — اس کیلئے خود فقر دایہ اور کھانا کھلانیوالا بنجاتا ہے

زانکہ جنّت از مکارہ رُستہ است — رحم قسمِ عاجز و اشکستہ است

کیونکہ بہشت تکالیف سے بنی ہے — رحم عاجز اور شکستہ (دل) کا حصہ ہے

آنکہ سرہا بشکند او از علُو — رحمِ حق و خلق ناید سوی او

وہ شخص جو تکبر سے سروں کو کچلتا ہے — اللہ اور مخلوق کا رحم اس کی جانب نہیں آتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد و آں جواں — از کمِ اجرائ ناں شد ناتواں

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے اور وہ جوان — روزی کے کم ہوجانے سے کمزور ہوگیا ہے

شاد[2] آں صوفی کہ رزقش کم شود — آں شبہ دُر گردد و او یم شود

وہ صوفی خوش نصیب ہے جس کا رزق کم ہوجائے — وہ پوتھ موتی بن جائے اور وہ دریا ہوجائے

زاں جرای خاص ہر کہ آگاہ شد — او سزای قرب و اجرے گاہ شد

جو شخص اس خاص روزی سے واقف ہوگیا — وہ قرب کا مستحق اور روزی کا مقام بن گیا

زاں جرای روح چوں نقصاں شود — جانش از نقصانِ او لرزاں شود

جب روح کی روزی میں کمی آئے — اس کی کمی سے اس کی جان لرزنے لگے

پس[3] بداند کہ خطائے رفتہ است — کہ سمن زارِ رضا اشگفتہ است

وہ جانتا ہے کہ کوئی گناہ ہوا ہے — جس کی وجہ سے رضا کا باغیچہ نہیں کھلا ہے

ہمچناں کاں شخص از نقصانِ کشت — رقعہ سوئ صاحبِ خرمن نوشت

جیسے کہ اس شخص نے کھیتی کی کمی کی وجہ سے — کھلیان کے مالک کو رقعہ لکھا

رقعہ اش بُردند پیشِ میر داد — خواند او رقعہ جوابے وانداد

دانا حاکم کے پاس رقعہ لے گئے — اس نے رقعہ پڑھا کوئی جواب نہ دیا

---

[1] مومنا۔ مومن کو جب وہ مرتبہ حاصل ہوجائے کہ وہ اللہ کے نور کے ذریعہ دیکھنے لگے تو اس کی صوابدید غلطی سے محفوظ ہوتی ہے۔ صوفی۔ جب صوفی فقر کے غم میں مبتلا ہوتا ہے تو خود رزق اس کو حاصل ہونے لگتا ہے۔ زانکہ۔ جنت انہی چیزوں سے حاصل ہوتی ہے جو نفس کو ناگوار گذرتی ہیں خدا کی رحمت عاجز اور شکستہ دل پر نازل ہوتی ہے۔ مکارہ۔ مکروہات یعنی نفس کی ناگوار چیزیں۔ آنکہ۔ متکبر اور مغرور پر خدا اور خلق خدا رحم نہیں کرتی ہے۔

[2] شاد۔ جس صوفی پر رزق کی تنگی ہو وہ قابلِ مبارکباد ہے۔ آں شبہ۔ وہ صوفی اگر پوتھ تھا تو اب وہ موتی اور سمندر بن جائیگا جس میں سے موتی نکلینگے۔ ناں جرای۔ فقر کے بعد جو غذائی رزق حاصل ہوتا ہے جب صوفی اسکی حقیقت سمجھ جاتا ہے تو اسکو قربِ خداوندی حاصل ہوجاتا ہے نقصاں شود۔ اب جسمانی رزق کی فراخی سے وہ غذائی رزق گھٹتا ہے تو وہ خوفزدہ ہوکر لرزنے لگتا ہے۔

[3] پس بداند۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس رزقِ خداوندی کی کمی کسی خطا اور قصور کی بناء پر ہوئی ہے۔ سمن زار۔ گلستاں۔ پھلواری۔ وہ اس غلام کی طرح پریشان ہوتا ہے جس نے جسمانی روزی گھٹنے پر رقعہ لکھا۔ رقعہ اش۔ اس غلام نے شاہ کو رقعہ لکھا شاہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور کہا کہ اس بیوقوف کو صرف روزی گھٹنے کا درد ہے اور جس بنیاد پر روزی گھٹی اسکا کوئی خیال نہیں ہوا اسکو میرے وصل اور فراق کا کوئی درد نہیں ہے لہٰذا ایسے احمق کا جواب خاموشی ہے ۔

1638

گفت اُو را نیست اِلّا دردِ قُوت
کہا اُس کو محض روزی کا رنج ہے

نیستش دردِ فراق و وصل ہیچ
اُس کو فراق اور وصل کا درد بالکل نہیں ہے

اَحمق ست و مُردۂ ما و مَنی
بیوقوف ہے اور خودی اور اَنانیت کا مُردہ ہے

آسمانہا و زمیں یک سیب داں
آسمانوں اور زمین کو ایک سیب سمجھ

تو چو کرمے درمیانِ سیب در
تو کیڑے کی طرح سیب کے اندر ہے

آں یکے کرمے دگر در سیب ہم
دوسرا کیڑا بھی سیب ہی میں ہے

جُنبشِ[2] اُو وا شگافد سیب را
اُس کی حرکت سیب کو پھاڑ دیتی ہے

بردریدہ جُنبشِ اُو پردہا
اُس کی حرکت نے پردوں کو پھاڑ دیا

آتشے[3] کاوّل ز آہن می جہد
وہ چنگاری جو شروع میں لوہے سے نکلتی ہے

دایہ اَش پنبہ است اوّل لیک اخیر
اُس کی دایہ شروع میں روئی ہے لیکن آخر میں

مَرد اوّل بستۂ خواب و خُورست
انسان شروع میں سونے اور کھانے کا پابند ہے

در پناہِ پنبہ و کبریتہا
روئی اور گندھک کی پناہ میں

عالَمِ تاریک روشن می کُند
تاریک جہان کو روشن کر دیتا ہے

پس جوابِ اَحمق اَولیٰ تر سکوت
تو خاموشی بیوقوف کے جواب میں زیادہ اچھی ہے

بندِ[1] فرع ست اُو نجوید اصل ہیچ
وہ شاخ کا پابند ہے، جڑ کی تلاش بالکل نہیں کرتا ہے

کز غمِ فرعش فراغِ اصل نے
کہ اُس کو شاخ کے غم کی وجہ سے جڑ کی فرصت نہیں ہے

کز درختِ قدرتِ حق شُد عیاں
جو اللہ (تعالیٰ) کی قدرت کے درخت سے پیدا ہوا ہے

وز درخت و باغبانے بے خبر
درخت اور باغبان سے لاعلم ہے

لیک جانش از بروں صاحب عَلَم
لیکن اُس کی جان باہر کی علم بردار ہے

بر نتابد سیب آں آسیب را
سیب اُس صدمہ کو برداشت نہیں کر سکتا

صورتش کرم ست و معنی اژدہا
اُس کی صورت کیڑے کی ہے اور باطن اژدہا ہے

اُو قدم بس سُست بیروں می نہد
وہ باہر کو بہت سُست قدم رکھتی ہے

می رساند شعلہا را تا اثیر
وہ اپنے شعلے آسمان تک پہنچا دیتی ہے

آخرالامر از ملائک برترست
آخر میں وہ ملائکہ سے برتر ہے

شُعلہ و نورش برآید تا سُہا
اُس کا شعلہ اور نور سُہا تک پہنچتا ہے

کُندۂ آہن بسُوزن می کَند
لوہے کے گاڈر کو سُوئی سے اُکھاڑ دیتا ہے

---

[1] بندِ فرع یعنی روزی کے بارے میں کہا اور روزی دینے والے سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔ ما و منی یعنی یہ خودی اور اَنانیت میں مبتلا ہو روزی کی فکر میں لگا ہے روزی دینے والے سے غافل ہے۔ آسمانہا پہلے شعر کا مضمون تھا کہ اُس غلام کو فرع کی فکر تھی اصل سے غافل تھا اِس مناسبت سے اب فرماتے ہیں کہ عالم کو ایک سیب سمجھو اور انسانوں کو اُسکے اندر کا کیڑا اور کیڑوں کی دو قسمیں ہیں ایک کیڑا تو وہ ہے جو فرع اور سیب میں مشغول ہے اور اصل درخت اور باغبان سے غافل ہے دوسرا وہ ہے جو اگرچہ سیب کے اندر ہے لیکن وہ درخت اور باغبان سے اچھی طرح واقف ہے۔

[2] جُنبشِ اُو۔ اِس کیڑے میں اسقدر طاقت ہوتی ہے کہ وہ سیب کو پھاڑ کر باہر نکل جاتا ہے اور حجابات اُسکی نظر میں ہیچ ہوتے ہیں یہ بظاہر کیڑا ہے لیکن حقیقتاً اژدہا ہے یہ دوسری قسم باخدا لوگوں کی ہے جو دنیا سے گذر کر آخرت تک پہنچتے ہیں۔

[3] آتشے۔ مولانا سمجھاتے ہیں کہ اس انسان میں ابتداءً یہ طاقت نہیں ہوتی بلکہ شائخ کی مدد اور محبت سے یہ طاقت پیدا ہوتی ہے جیسے کہ وہ چنگاری جو لوہے سے نکلتی ہے ابتداءً کمزور ہوتی ہے لیکن جب روئی اور گندھک کی مدد اسکو حاصل ہو جاتی ہے تو اسکے شعلے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ مرد انسان بھی ابتداءً دنیاوی مشاغل میں لگتا ہے لیکن اولیاء کی مدد سے

گرچہ[1] آتش نیز ہم جسمانی ست
اگرچہ آگ بھی جسمانی ہے

نے ز روح ست و نہ از روحانی ست
وہ نہ روح ہے اور نہ روحانی ہے

جسم را نبود ازاں عزّ بہرہ
جسم کے لئے اُس عزت میں کوئی حصہ نہیں ہے

جسم پیش بحرِ جاں چوں قطرہ
جسم، روح کے سمندر کے آگے قطرہ جیسا ہے

جسم از جاں روز افزوں می شود
جسم، جان سے روزانہ بڑھوتری پاتا ہے

چوں رَوَد جاں جسم بیں چوں می شود
جب جان نکل جاتی ہے، دیکھ جسم کیسا ہو جاتا ہے؟

حدِّ[2] جسمت یک دو گز خود بیش نیست
تیرے جسم کی حد ایک دو گز سے زیادہ نہیں ہے

جانِ تو تا آسماں جولاں کنیست
تیری جان آسمان تک چکر لگاتی ہے

تا بہ بغداد و سمرقند اے ہمام
اے بزرگ! بغداد اور سمرقند تک

رُوح را اندر تصور نیم گام
روح کے لئے تصور میں آدھا قدم ہے

دو درم سنگ ست پیہ چشمِ تاں
تمہاری آنکھ کی چربی سات ماشے وزن کی ہے

نُورِ رُوحش تا عنانِ آسماں
اُس کی رُوح کا نور آسمان کی فضا تک ہے

نور بے ایں چشم می بیند بخواب
نور، اُس آنکھ کے بغیر خواب دیکھتا ہے

چشم بے ایں نور چہ بود جز خراب
آنکھ اُس نور کے بغیر سوائے خراب کے کچھ نہیں ہے

جاں ز ریش و سبلتِ تن فارغ ست
جان، جسم کی داڑھی اور مونچھ سے بے نیاز ہے

لیک تن بے جاں بود مُردار و
لیکن جسم، جان کے بغیر مُردار اور ذلیل ہوتا ہے

بازنامہ[3] رُوحِ حیوانی ست ایں
یہ روحِ حیوانی کی شان و شوکت ہے

بیشتر رَو رُوحِ انسانی ببیں
آگے بڑھ، روحِ انسانی کو دیکھ

بگذر از انساں و ہم از قال و قیل
انسان سے اور قال و قیل سے بھی آگے بڑھ

تا لبِ دریائے جانِ جبرئیلؑ
جبرئیلؑ کی جان کے دریا کے کنارے تک

بعد از انت جانِ احمدؐ لب گزد
اُس کے بعد احمدؐ کی روح تجھ پر تعجب کرے گی

جبرئیلؑ از بیم تو واپس خزد
جبرئیلؑ تیری ہیبت سے پیچھے ہٹیں گے

گوید ار آیم بقدر یک کماں
(جبرئیلؑ) کہیں گے اگر میں ایک کمان کی بقدر آؤں

من بسوی تو بسوزم در زماں
تیری جانب، تو فوراً جل جاؤں

تو آنحضورؐ اپنے اُمتی کی ترقی پر خوشی سے تعجب کریں گے اور جبرئیلؑ تمہارے مقام سے فروتر ہوں گے۔
گوید۔ حضرت جبرئیلؑ یہ کہیں گے۔

اگر یک سرِ موئے برتر پرم | فروغِ تجلّی بسوزد پرم

[1] گرچہ۔ یہ آگ جس کے شعلے آسمان تک پہنچے نہ روح ہے نہ روحانی پھر بھی اُس کی پہنچ آسمان تک ہو گئی تو پھر روح اور روحانی کی طاقت کا اندازہ لگالو۔ جسم۔ جسم پر روح کی شرافت کو اس سے سمجھ لو کہ جسم کی پرورش روح کرتی ہے بغیر روح کے جسم کس قدر ذلیل شئی ہے کہ اُس کو مٹی میں دفن کر دیا جاتا ہے۔

[2] حد جسمت۔ جسم کی بہت دو گز سے زیادہ نہیں ہے لیکن روح کی پہنچ آسمانوں تک ہے۔ تم اپنی جگہ پر ہو روح کے لئے بغداد اور سمرقند تک پہنچ جانے کیلئے نصف قدم کی ضرورت ہے۔ دو درم۔ آنکھ کی چربی کو دیکھو کہ خود تو وہ سات ماشہ سے زیادہ نہیں لیکن اُس کا نور آسمان تک جاتا ہے۔ نور بے ایں چشم۔ نور، چشم کا محتاج نہیں ہے آنکھ نور کی محتاج ہے۔ جاں۔ روح کو جسمانی خواہش کی ضرورت نہیں جسم روح کو محتاج ہے۔

[3] بازنامہ۔ یہ شان شوکت تو ہم نے روحِ حیوانی کی دکھائی، روحِ انسانی جو اس سے زیادہ قوی ہے اُس کو اس پر قیاس کر لو۔ بگذر۔ اس روحِ حیوانی اور بحث و مباحثہ سے گذر کر روح کے طالب بنو اور اُس روح تک پہنچو جو جبرئیلؑ کی جان ہے، جب یہ مرتبہ حاصل ہو جائیگا

ایں بیاباں خود ندارد پا و سر | بے جواب نامہ خستہ است آں پسر
اس جنگل کا سر اور پاؤں نہیں ہے | وہ لڑکا بغیر جواب کے رنجیدہ ہے

آشفتن آں غلام از نا رسیدن جواب نامہ از قبل شاہ
بادشاہ کی جانب سے رقعہ کا جواب نہ آنے سے اس غلام کا پریشان ہونا

چوں جواب نامہ نامد خیرہ گشت | وز غم او آب صافی تیرہ گشت
چونکہ رقعہ کا جواب نہ آیا وہ حیران ہوگیا | غم سے اس کا صاف پانی گدلا ہوگیا

نے قرارش ماند و نے خواب از جنوں | روز و شب بُد در تفکر سر نگوں
پاگل پن سے نہ اس کیلئے سکون رہا اور نہ نیند | دن، رات فکر میں اوندھا تھا

کاے عجب چونم نداد آں شہ جواب | یا خیانت کرد رقعہ بر زتاب
کہ تعجب ہے، شاہ نے مجھے جواب کیوں نہیں دیا | یا غصہ کی وجہ سے رقعہ لیجانے والے نے خیانت کی ہے

رقعہ پنہاں کرد و ننمود او بشاہ | کو منافق بود و آبے زیر کاہ
اس نے رقعہ چھپالیا اور شاہ کو نہ دکھایا | کیونکہ وہ منافق تھا اور گھاس کے تلے کا پانی

رقعۂ دیگر نویسم ز آزموں | دیگرے جویم رسول ذو فنوں
آزمائش کے لئے دوسرا رقعہ لکھتا ہوں | دوسرا ہنرمند قاصد تلاش کرتا ہوں

بر امیر و مطبخی و نامہ بر | عیب بنہادہ ز جہل آں بے خبر
بادشاہ پر اور داروغہ مطبخ پر اور رقعہ لیجانے والے پر | اس جاہل نے، نادانی سے عیب دھرے

ہیچ گرد خود نمی گردد کہ من | کژ روی کردم چو اندر دیں شمن
اپنی کچھ خبر نہیں لیتا کہ میں نے | ٹیڑھی چال چلی ہے، جیسے کہ بُت پرست نے دین میں

کژ وزیدن باد بر تخت سلیمان علیہ السلام بسبب زلت او
حضرت سلیمانؑ کے تخت پر ان کی لغزش کی وجہ سے ہوا کا ٹیڑھا چلنا

باد بر تخت سلیمانؑ رفت کژ | پس سلیمانؑ گفت بادا کژ مغژ
حضرت سلیمانؑ کے تخت پر ہوا ٹیڑھی چلی | حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اے ہوا ٹیڑھی نہ چل

باد ہم گفت اے سلیمانؑ کژ مرو | ور روی کژ از کژم خشمیں مشو
ہوا نے بھی کہا اے سلیمانؑ! آپ ٹیڑھا نہ چلیں | اگر ٹیڑھا چلتے ہیں تو میرے ٹیڑھے پن پر غصہ نہ کریں

ایں ترازو بہر ایں بنہاد حق | تا رود انصاف ما را در سبق
اللہ (تعالیٰ) نے یہ ترازو اسی لئے پیدا کی ہے | تاکہ ہمارا انصاف جاری رہے

---

۵۱ ایں بیاباں۔ معرفت اور اسرار معرفت کا بیان غیر محدود ہے۔ قبل۔ جانب۔ خیرہ۔ حیران۔ تیرہ۔ سیاہ، گدلا۔ زتاب۔ نامہ بر۔ تاب۔ غصہ۔

۵۲ رقعہ۔ یعنی اس نامہ بر نے وہ رقعہ بادشاہ کو نہیں دیا وہ منافق تھا۔ آبے زیر کاہ۔ جس پانی پر گھاس ہو اس سے دھوکہ لگتا ہے۔ ذو فنون۔ ماہر۔ ہیچ گرد خود۔ یعنی اپنی خبر نہیں لیتا ہے دوسروں پر الزام دھر رہا ہے۔ شمن۔ بُت کا پجاری دین میں کجرو ہے۔

۵۳ کژ وزیدن۔ حضرت سلیمانؑ کے اس قصہ سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اگر وہ غلام اپنی غلطی محسوس کرکے اس کی تلافی کرلیتا تو سب کچھ ٹھیک ہوجاتا جیسا کہ حضرت سلیمانؑ نے کیا۔ زلت۔ ان کے دل میں کوئی نامناسب خیال آیا تھا۔ تخت۔ وہی تخت جسکو ہوا دوش پر لئے پھرتی تھی۔ کژ۔ ٹیڑھا۔ وزیدن۔ ہوا کا چلنا۔ ایں ترازو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ترازو برابری کے لئے پیدا فرمائی ہے۔

از[1] ترازو کم کُنی من کم کُنم — تا تو با من روشنی من روشنم
تو ترازو سے کم کرے گا میں بھی، کم کر دوں گا — جب تک تو میرے ساتھ روشن ہے میں بھی، روشن ہوں

ہمچنیں تاجِ سلیمانؑ میل کرد — روزِ روشن رابرُو چوں لیل کرد
اِسی طرح حضرت، سلیمانؑ کا تاج ٹیڑھا ہو گیا — اُس نے روشن دن کو اُن پر رات بنا دیا

گفت تاجا کژ مَشو بر فرقِ من — آفتابا گم مَشو از شرقِ من
انھوں نے کہا اے تاج! میرے سر پر ٹیڑھا نہ ہو — اے آفتاب! میرے مشرق سے گم نہ ہو

راست می کرد اُو بدست آں تاج را — باز کج می شُد برو تاج اے فتیٰ
وہ ہاتھ سے اُس تاج کو سیدھا کرتے تھے — اے نوجوان! تاج اُن پر پھر ٹیڑھا ہو جاتا تھا

ہشت بارش راست کرد و گشت کژ — گفت تاجا چیست آخر کژ مغژ
انھوں نے آٹھ مرتبہ سیدھا کیا وہ ٹیڑھا ہو گیا — انھوں نے کہا اے تاج! آخر کیا ہوا ہے، کجروی نہ کر

گفت[2] اگر صد رہ کُنی تو راست من — کژ شوم چوں کژ روی اے مُؤتمن
اُس نے کہا کہ آپ مجھے سو بار سیدھا کرینگے — میں ٹیڑھا ہو جاؤنگا اے امانتدار! جب آپ کجروی کریں گے

پس سلیمانؑ اندرونہ راست کرد — دل بر آں شہوت کہ بودش گشت سَرد
تو حضرت، سلیمانؑ نے باطن کو ٹھیک کر لیا — دل میں جو خواہش تھی دل اُس سے سُست پڑ گیا

بعد ازاں تاجش ہُماں دم راست شُد — آنچناں کہ تاج را می خواست شُد
اِس کے بعد اُن کا تاج فوراً سیدھا ہو گیا — وہ جس طرح تاج چاہتے تھے ویسا ہو گیا

بعد[3] ازانش کژ ہمی کرد اُو بقصد — تاجِ اُو می گشت تارک جُو بقصد
اُس کے بعد اُنھوں نے اسکو قصداً ٹیڑھا کیا — اُن کا تاج قصداً سر کو تلاش کر لینے والا بن گیا

ہشت کَرّت کژ نہاد آں مہترش — راست می شد تاج بر فرقِ سرش
اُن سردار نے اُس کو آٹھ مرتبہ ٹیڑھا کیا — اُن کے سَر کی مانگ پر تاج سیدھا ہو جاتا تھا

شاہ گفت اے تاج چُونست ایں زماں — کژ کُنم تو راست گردی زِ امتحاں
شاہ نے فرمایا اے تاج! اِس وقت کیا بات ہے؟ — میں آزمائش کیلئے تجھے ٹیڑھا کرتا ہوں تو سیدھا ہو جاتا ہے

تاج ناطِق گشت کاے شہ ناز کُن — چوں فشاندی پَر زِ گِل پرواز کُن
تاج نے کہا اے شاہ! ناز کیجئے — جبکہ آپنے پَروں کو مٹی سے صاف کر لیا ہی پرواز کیجئے

نیست دستوری کزیں من بگذرم — پَردہائے غیبِ ایں بَر ہم دَرم
اجازت نہیں ہے میں اِس سے آگے بڑھوں — اس کے غیب کے پَردوں کو چاک کردوں

---

[1] از ترازو قرآنِ پاک میں ہے۔ جزآؤ سیئۃٍ سیئۃٌ مثلھا "برائی کا بدلہ اُس جیسی بُرائی ہے"۔ ترازو پیدا فرماکر اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے! ہمچنیں۔ یعنی جس طرح ہوا نے کجروی اختیار کی تھی تاج بھی ٹیڑھا ہو گیا جس پر حضرت سلیمانؑ رنجیدہ ہوئے۔ فرق۔ سَر کی مانگ۔ آفتابا یعنی اے تاج تو سچائی کا آفتاب ہے۔

[2] گفت۔ تاج نے حضرت سلیمانؑ سے کہا اے امانتدار جب آپ کے دل میں مناسب خیال نہیں ہے تو میری راست روی کی اُمید نہ کیجئے۔ اندرونہ۔ یعنی دل میں جو خیال تھا اُس کی اصلاح کرلی۔ شہوت یعنی جو نامناسب خیال اُن کے دل میں آیا تھا۔

[3] بعد ازانش یعنی اپنے دل کی اصلاح کرنے کے بعد تاج کو قصداً ٹیڑھا رکھتے تھے وہ خود بخود سیدھا ہو جاتا تھا۔ زامتحاں یعنی میں آزمائش کیلئے تجھے قصداً ٹیڑھا رکھتا تھا۔ چوں فشاندی یعنی جب آپ نے اپنے دل کو اس نامناسب خیال سے صاف کر لیا ہے۔ نیست دستوری مولانا فرماتے ہیں کسی عمل اور جزا کے راز کو زیادہ واضح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

6162

بردہانم نہ تو دستِ خود بہ بند — مَردہانم را زگفتِ ناپسند
میرے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیجئے، بند کر دیجئے — میرے منہ کو ناپسندیدہ بات سے

پس ترا ہر غم کہ پیش آید ز درد — بر کسے تہمت منہ بر خویش گرد
لہٰذا تجھے تکلیف سے جو بھی غم پیش آئے — کسی پر تہمت نہ رکھ، اپنی پڑتال کر

ظن مبر بر دیگرے اے دوست کام — آں مکن کہ می سگالید آں غلام
اے دوستوں کے ہمنوا! دوسرے پر بدگمانی نہ کر — وہ بدگمانی نہ کر جو اس غلام نے کی

گاہ جنگش با رسول و مطبخی — گاہ خشمش با شہنشاہِ سخی
کبھی اس کی قاصد اور داروغہ مطبخ سے لڑائی رہتی، — کبھی سخی بادشاہ پر اس کا غصہ ہوتا،

ہمچو فرعونے کہ موسیٰؑ ہشتہ بود — طفلگانِ خلق را سر می ربود
فرعون کی طرح کہ حضرت موسیٰؑ کو چھوڑ رکھا تھا — (اور) لوگوں کے بچوں کے سر کاٹتا تھا

آں عدو در خانۂ آں کور دل — او شدہ اطفال را گردن گسل
دشمن، اس دل کے اندھے کے گھر میں ہے — وہ بچوں کی گردن کاٹنے والا بنا

تو ہم از بیروں بدی با دیگراں — و اندروں خوش گشتہ با نفسِ گراں
تو بھی باہر سے دوسروں کے ساتھ بدبنا ہوا ہے — اور اندر مکروہ نفس سے خوش ہے

خود عدوت اوست قندش می دہی — وز بروں تہمت بہر کس می نہی
تیرا دشمن وہی ہے تو اس کو شکر کھلا رہا ہے — اور باہر ہر شخص پر تہمت رکھتا ہے

ہمچو فرعونے تو کور و کور دل — با عدو خوش بیگناہاں را مذل
تو فرعون کی طرح اندھا اور اندھے دل والا ہے — دشمن سے خوش، بے قصوروں کو ذلیل کرنیوالا،

چند فرعونا کُشی بے جرم را — می نوازی مرتنِ پُر غرم را
اے فرعون! بے قصوروں کو کب تک قتل کریگا؟ — تاوانوں بھرے جسم کو نوازتا رہے گا

عقلِ او بر عقلِ شاہاں می فزود — حکمِ حق بے عقل و کورش کردہ بود
اسکی عقل بادشاہوں کی عقل سے بڑھی ہوئی تھی — خدا کے حکم نے اسکو بے عقل اور اندھا کر دیا تھا

مُہرِ حق بر چشم و بر گوش و خرد — گر فلاطون ست حیوانش کند
اللہ (تعالیٰ) کی مُہر آنکھ پر اور کان پر اور عقل پر — خواہ افلاطون ہو اس کو جانور بنا دیتی ہے

لہ بردہانم۔ مولانا دعا کرتے ہیں کہ اے خدا اگر میرے منہ سے تیری مرضی کے خلاف باتیں نکلیں اور غیب کے راز ظاہر کرنے لگوں تو میرا منہ بند کر دے۔ پس ترا۔ انسان کو جو تکلیف پہنچتی ہے دراصل وہ اس کے کسی عمل کی سزا ہوتی ہے لہٰذا دوسروں پر الزام نہ رکھنا چاہیئے اور اس غلام کی طرح نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ اپنے آپ کو ہی قصوروار سمجھنا چاہیئے۔ گاہ جنگش۔ اس غلام کی بیوقوفی تھی خود اس کی خطا پر روزی کم ہوئی اور وہ دوسروں سے لڑا۔

لہ ہمچو فرعونے۔ فرعون نے بھی یہی غلطی کی اس کی سلطنت کی بربادی کا اصل سبب حضرت موسیٰؑ تھے جو اس کے گھر میں پرورش پا رہے تھے اور وہ دوسرے بچوں کو قتل کرا رہا تھا نفسِ گراں۔ خطا تیرے نفس کی ہوتی ہے تو اس سے خوش رہتا ہے دوسروں پر ناخوشی کا اظہار کرتا ہے تو بھی فرعون کی طرح ہے جو دشمن سے خوش تھا اور دوسروں کو ذلیل و خوار کر رہا تھا۔

لہ چند فرعونا۔ انسان کی یہ فرعونیت ہے کہ اصل دشمن یعنی اپنے آپ کو بے قصور سمجھتا ہے اور دوسروں سے دشمنی کرتا ہے۔ غُرم۔ تاوان قرآن پاک میں ہے مَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ یعنی جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ عقلِ او۔ مولانا فرماتے ہیں فرعون عقل میں دوسرے شہنشاہوں سے بڑھا ہوا تھا لیکن قضاءِ خداوندی نے اس کو بے عقل اور اندھا بنا دیا تھا اللہ کی مُہر بڑے سے بڑے عقلمند کو بے عقل جانور بنا دیتی ہے۔

643

حکمِ[1] حق بر لوح می آید پدید | آنچناں کہ حکمِ غیب از بایزیدؒ
اللہ (تعالیٰ) کا حکم لوح پر ظاہر ہو جاتا ہے | جس طرح کہ غیب کا حکم بایزیدؒ پر (ظاہر ہوا)

شنیدنِ شیخ ابوالحسنؒ خرقانی خبر دادنِ بایزیدؒ را از بودنِ او و احوالِ او پیش از زادنِ او

حضرت شیخ ابوالحسنؒ خرقانی کا حضرت بایزیدؒ کے اُن کے پیدا ہونے کی اور احوال کی پیدا ہونے سے قبل خبر دینے کو سُننا

ہمچناں آمد کہ اُو فرمودہ بُود | بُوالحسنؒ از مردماں آں را شنوُد
ایسا ہی ہوا جیسا کہ اُنھوں نے فرمایا تھا | ابوالحسنؒ نے لوگوں سے یہ سُنا

کہ حَسَن باشد مُرید و اُمّتم | درس گیرد ہر صباح از تربتم
کہ ابوالحسنؒ میرا مُرید و میرا اُمّتی ہوگا | ہر صبح کو میری قبر سے تعلیم حاصل کریگا

ہر صباحے آید و خواند سَبَق | بر سرِ خاکم شود پیرے بحق
وہ ہر صبح کو آئے گا اور سبق حاصل کریگا | میری قبر پر، باخدا شیخ بن جائے گا

گفت[2] من ہم نیز خوابے دیدہ ام | وز روانِ شیخ ایں بشنیدہ ام
اُنھوں نے فرمایا میں نے بھی ایک خواب دیکھا ہے | اور شیخ کی روح سے یہ سُنا ہے

ہر صباحے تیز رفتے بے فتور | بر سرِ گورش نشستے با حضور
بلاناغہ ہر صبح کو تیزی سے چلتے | دل جمعی کے ساتھ اُن کی قبر کے سرہانے بیٹھتے

ہر صباحے رُو نہادے سُوئے گور | ایستادے تا ضحیٰ اندر حضور
ہر صبح قبر کی جانب روانہ ہوتے | حاضری میں چاشت تک کھڑے رہتے

تا مثالِ شیخ پیشش آمدے | یا کہ بے گفتے شکالش حل شدے
حتیٰ کہ شیخ کی مثالی (صورت) اُنکے سامنے آجاتی | یا بغیر بات کئے اُن کا اشکال حل ہو جاتا

تا[3] یکے روزے بیامد با سعُود | گور ہا را برفِ نو پوشیدہ بود
یہانتک کہ ایک روز وہ سعادتمندی سے آئے | قبروں کو نئے برف نے چھپا رکھا تھا

توئے بر تو بر فہا ہمچوں عَلَم | قُبّہ قُبّہ دید و شُد جانش بہ غم
تہ بہ تہ پہاڑ جیسے برف کے | تودے دیکھے اور غم سے اُنکی جان غمگین ہوگئی

بانگش آمد از حظیرہ شیخِ حَیّ | ھا اَنَا اَدعُوکَ کَی تَسعیٰ اِلَیَّ
اُن کو زندہ شیخ کے حظیرے سے آواز آئی | ہاں میں تجھے پکار رہا ہوں تاکہ دوڑ کر میرے پاس آئے

---

[1] حکمِ حق۔ اللہ کا فیصلہ لامحالہ ظاہر ہو کر رہتا ہے جیسا کہ بایزیدؒ کا بھی حکم ظاہر ہو کر رہا۔ شنیدن حضرت ابوالحسنؒ خرقانی نے پیدائش کے بعد حضرت بایزیدؒ کی پیش گوئی سُنی۔ کہ حسن حضرت ابوالحسنؒ خرقانی نے یہ بھی سُنا کہ بایزیدؒ نے فرمایا کہ ابوالحسن میری قبر سے فیض حاصل کریگا اور میرا مُرید ہوگا میرے حلقہ میں داخل ہوگا۔ ہر صباحے۔ اُنھوں نے یہ بھی سُنا کہ یہ فرمایا تھا کہ وہ ہر صبح کو آکر میری قبر سے فیض حاصل کرے گا اور باخدا شیخ بنے گا۔

[2] گفت۔ جب یہ باتیں حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے سُنیں تو فرمایا کہ شیخ بایزیدؒ کی رُوح نے مجھ سے بھی خواب میں یہ باتیں فرمائی ہیں۔ ہر صباح۔ چنانچہ شیخ ابوالحسنؒ خرقانی روز صبح کو حضرت بایزیدؒ کی قبر پہ جاتے تھے حضور یعنی حضورِ قلب (ربانہ) تا مثال کبھی حضرت بایزیدؒ صورتِ مثالی میں سامنے آکر اُن کے اشکالات حل کراتے اور کبھی صورتِ مثالی کے واسطہ کے بغیر فیض حاصل ہو جاتا۔

[3] تا یکے روزے۔ ایک دن حضرت ابوالحسن خرقانیؒ قبر پر پہنچے تو قبر نظر نہ آئی بس برتہ بہ تہ برف کے ٹیلے جمع نظر آئے تو بہت رنجیدہ ہوئے۔ بانگش۔ شیخ بایزیدؒ جو روحانی حیات سے زندہ تھے اُنکی آواز آئی کہ برف کے: جلد میری طرف

ہین بیا ایں سو بر آوازم شتاب
ہاں، میری آواز پر جلد ادھر آ جا

عالم ار برفست روی از من متاب
دنیا اگرچہ برف ہے، مجھ سے منہ نہ موڑ

حالِ اُو زاں روز شد خوب و بدید
اُس روز سے اُن کی حالت خوب ہوگئی اور اُنھوں نے دیکھے

آں عجائب را کہ اوّل می شنید
وہ عجائب، جو پہلے سنتے تھے

باز باید گشت سوی آں غلام
اُس غلام کی طرف لوٹنا چاہئے

کرد باید آں حکایت را تمام
اُس حکایت کو پورا کرنا چاہئے

رُقعۂ دیگر نوشتنِ آں غلام پیشِ شاہ چوں جوابِ رُقعۂ اوّل نیامد

جبکہ پہلے رُقعہ کا جواب نہ آیا اُس غلام کا بادشاہ کو پیش کرنے کے لئے دوسرا رقعہ لکھنا

نامۂ دیگر نوشت آں بدگماںؑ
اُس بدگمان نے دوسرا رُقعہ لکھا

پُر ز تشنیع و نفیر و پُر فغاں
ملامت اور فریاد اور شور سے بھرا ہوا

کہ یکے رُقعہ نوشتم پیشِ شاہ
کہ میں نے بادشاہ کے حضور میں ایک رُقعہ لکھا

اے عجب آنجا رسید و یافت راہ
تعجب ہے کہ وہ وہاں پہنچا اور باریاب ہوا

آں دِگر را خواند ہم آں خوب خد
اُس حسین چہرے والے نے دوسرا بھی پڑھا

ہم ندادا اُو را جواب و تن بزد
اُس کا بھی جواب نہ دیا اور چپ رہا

خشک می آورد اُو را شہریار
اُس کے ساتھ شاہ نے خشکی برتی

اُو مکرّر کرد رُقعہ پنج بار
اُس نے پانچ مرتبہ رقعے مکرّر کئے

گفت حاجب آخر اُو بندہ شماست
حاجب نے کہا آخر وہ آپ کا غلام ہے

گر جوابش بر نویسی ہم رواست
اگر اُس کو جواب لکھ دیں تو بھی مناسب ہے

از شہی تو چہ کم گردد اگر
آپ کی بادشاہی میں کیا کمی آجائیگی اگر

بر غلام و بندہ اندازی نظر
غلام اور بندہ پر آپ نظر (کرم) کریں

گفت ایں سہل ست اما احمق ست
اُس نے کہا یہ آسان ہے، لیکن وہ احمق ہے

مردِ احمق زشت و مردودِ حق ست
احمق انسان بُرا اور خدا کا مردود ہے

گرچہ آمرزم گناہ و زلّتش
اگر میں اُس کی خطا اور لغزش معاف کردونگا

ہم کند در من سرایت علّتش
مجھ میں بھی اُس کی بیماری سرایت کر جائیگی

---

۵۱ حال۔ اب حضرت ابُوالحسن خرقانی کی تکمیل ہو چکی تھی اور اُن پر مشاہدہ کی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ باز باید۔ اب مولانا پھر غلام کا قصہ شروع کرتے ہیں۔

۵۲ بدگماں۔ یعنی وہی غلام۔ تشنیع۔ بُرا بھلا کہنا۔ اے عجب۔ یعنی اس پر تعجب ہے کہ وہ رُقعہ بادشاہ تک پہنچ گیا اور پھر بھی مجھے جواب نہ ملا۔ خوب خد۔ حسین رُخ یعنی شاہ۔ تن بزد۔ خاموش رہا۔ خشک۔ یعنی شاہ نے اُس سے خشکی برتی۔

۵۳ گفت حاجب۔ پیشکار نے کہا کہ وہ غلام بہرحال آپ کا ہے اگر اُس کو جواب لکھدیں تو مناسب ہوگا۔ حاجب۔ دربان، پیشکار۔ اندازی نظر۔ یعنی نظر کرم کرکے جواب لکھا دیں۔ ایں۔ جواب لکھانا۔ احمق بیوقوف انسان مردود بارگاہ خداوندی ہے۔ آمرزم یعنی معاف کرکے پھر قریب کردونگا۔ علتش۔ یعنی اُس کی حماقت کی بیماری۔

6465

صد کس از گرگینؔ[1] ہمہ گرگیں شوند | خاصہ ایں گرِ خبیثِ عقل بند
خارشتی سے سو شخص سب خارشی ہو جاتے ہیں | خصوصاً بے عقل خبیث کی خارش

گرِ کم عقلی مبادا گبر را | شومیش بے آب دارد ابر را
بے عقلی کی خارش خدا کرے کافر کو بھی، نہ ہو | اُس کی نحوست اَبر کو بے پانی کا بنا دیتی ہے

نم نبارد ابر از شومیِ اُو | شہر شد ویرانہ از بُومیِ اُو
اُس کی بدبختی سے اَبر بارش نہیں برساتا ہے | اُس کے اُلّو پن سے شہر ویرانہ ہو جاتا ہے

از گرِ آں احمقاں طوفانِ نوحؑ | کرد ویراں عالمے را در فضوح
اُن احمقوں کی خارش کی وجہ سے (حضرت) نوحؑ کے طوفان نے | رُسوائی میں ایک جہان کو ویران کر دیا

ستودنِ پیغمبر علیہ السّلام عاقل را و نکوہیدن احمق را

پیغمبر علیہ السّلام کا عقلمند کی تعریف کرنا اور احمق کی مذمت کرنا

گفت پیغمبرؐ کہ احمق ہر کہ ہست | اُو عدوِّ ما و غولِ رہزن ست
پیغمبرؐ نے فرمایا احمق جو بھی ہے | وہ ہمارا دشمن اور بھٹکانے والا بھلاوا ہے

ہر کہ اُو عاقل بُود اُو جانِ ماست | روحِ اُو و ریحِ اُو ریحانِ ماست
جو بھی عقلمند ہے وہ ہماری جان ہے | اُس کی روح اور اُس کی ہوا ہماری خوشبو ہے

عقلؔ[2] دشنامم دہد من راضیم | زانکہ فیضے دارد از فیاضیم
عقل مجھے گالی دے، میں خوش ہوں | کیونکہ میری فیاضی سے فیض پا چکی ہے

نبوَد آں دشنامِ اُو بے فائدہ | نبوَد آں مہمانیش بے مائدہ
اُس کی وہ گالی بے فائدہ نہ ہوگی | اُس کی وہ مہمانی بغیر دسترخوان کے نہ ہوگی

احمق ار حلوا نہد اندر لبم | من ازاں حلوایِ اُو اندر تبم
احمق اگر میرے ہونٹوں پر حلوہ رکھے | میں اُس کے حلوے سے بخار میں ہوں

ایں یقیں داں گر لطیف و روشنی | نیستؔ[3] بوسِ کونِ خر را چاشنی
اگر تو پاکیزہ اور روشن ہے تو یقین کر | گدھے کی مقعد کو بوسہ دینے میں کوئی لطف نہیں ہے

سبلتت گندہ کند بے فائدہ | جامہ از دیگش سیہ بے مائدہ
بے فائدہ تیری مونچھوں کو گندہ کر دیگا | بغیر دسترخوان کے اُس کی دیگ سے تیرے کپڑے سیاہ ہو جائینگے

مائدہ عقلست نے نان و کباب | نورِ عقل ست اے پسر جاں را شراب
دسترخوان عقل ہے نہ روٹی اور کباب | اے بیٹا! جان کی شراب عقل کا نور ہے

---

[1] گرگیں۔ گیں فاعل کی علامت ہے۔ گر کاف فارسی کے فتح ساتھ خارش کی بیماری۔ گر۔ بے عقلی کی خارش خدا کرے کافر کو بھی نہ لگے۔ شومیش۔ بدعقل کی بدبختی سے اَبر بھی بے باراں ہو جاتا ہے۔ بومیِ او۔ مشہور ہے کہ جہاں اُلّو بیٹھنے لگے وہ مقام ویران ہو جاتا ہے۔ از گر۔ قوم نوحؑ کی حماقت سے طوفان آیا اور دنیا برباد ہو گئی تھی۔ گفت پیغمبرؐ۔ بعض احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ بیوقوف ہمارا دشمن ہے اور عقلمند ہمارا دوست ہے۔

[2] عقل دشنام۔ ہو سکتا ہے کہ یہ مولانا کا مقولہ ہو اور مولانا اپنے بارے میں فرما رہے ہوں یا حدیث کا جزو ہے، خلاصہ یہ ہے کہ عقلمند اگر بُرا بھی کہتا ہے تو اُس میں کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ احمق۔ بیوقوف کی بھلائی میں بھی بُرائی ہے۔

[3] نیست۔ بیوقوف سے محبت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی گدھے کی مقعد کو بوسہ دے۔ سبلت۔ اس بوسہ سے تمہیں نقصان پہنچے گا اور بیکار کپڑے کالے ہوں گے۔ مائدہ عقلست۔ اصل دسترخوان عقل ہے جس سے انسان غذا حاصل کرتا ہے نان و کباب اگر احمق پیش بھی کرے تو دسترخوان نہیں ہے بلکہ مضرت رساں ہے اُس کا اثر دیر تک بے عقل بنا دے گا۔

نیستؔ غیرِ نور آدم را خورش
انسان کی خوراک نور کے سوا نہیں ہے
از جزِ آں جاں نیابد پرورش
اس کے سوا سے جان پرورش نہیں پاتی ہے

زیں خورشہا اندک اندک باز بُر
اِن کھانوں سے آہستہ آہستہ جُدا ہو جا
کایں غذای خر بود نے آنِ حُر
کیونکہ یہ گدھے کی خوراک ہیں نہ کہ شریف کی ملکیت

تا غذای اصل را قابل شوی
تاکہ تو اصلی غذا کے قابل ہو جائے
لقمہای نور را آکل شوی
نور کے لقمے کھانے والا بن جائے

عکسِ آں نور ست کایں ناں ناں شدہ است
اسی نور کا پرتو ہے، کہ یہ روٹی روٹی بنی ہے
فیضِ آں جانست کایں جاں جاں شدہ است
اسی جان کا فیض ہے کہ یہ جان، جان بنی ہے

چوںؔ خوری یکبار از ماکولِ نور
اگر تو ایک بار نور کی غذا کھائے گا
خاک ریزی بر سرِ نانِ تنور
تنور کی روٹی پر خاک ڈالدے گا

عقل شیدا شد چہ خوانی تُرّہات
(تو کہے گا) عقل عاشق ہو گئی ہے، تو کیا بکواس کرتا ہے؟
راہ پیدا شد چہ پائے بے ثبات
راستہ پیدا ہو گیا تو کمزور پاؤں کیا ہے؟

عقل دوؔ عقل است اوّل مکسبی
عقل کی دو قسمیں ہیں ایک کسبی
کہ در آموزی چو در مکتب صبی
جو کہ مکتب میں بچوں کی طرح تو سیکھتا ہے

از کتاب و اوستاد و فکر و ذکر
کتاب اور اُستاد اور غور اور یاد سے
از معانی وز علومِ خوب و بکر
معانی سے اور عمدہ اور تازہ علوم سے

عقلِ تو افزوں شود بر دیگراں
تیری عقل دوسروں سے بڑھ جاتی ہے
لیک تو باشی ز حفظِ آں گراں
لیکن تو اُن کو یاد کرنے سے بوجھل ہو جاتا ہے

لوحِ حافظ باشی اندر دور و گشت
دور اور گشت میں تو حفاظت کرنیوالی تختی ہو گا
لوحِ محفوظ اوست کو زیں درگذشت
لوحِ محفوظ وہ ہے جو اس سے گذر گیا

عقلؔ دیگر بخششِ یزداں بود
دوسری عقل اللہ (تعالیٰ) کی بخشش ہوتی ہے
چشمۂ آں درمیانِ جاں بود
اُس کا سرچشمہ جان کے اندر ہوتا ہے

چوں ز سینہ آبِ دانش جوش کرد
جب سینہ سے عقل کا پانی جوش مارتا ہے
نے شود گندہ نہ دیرینہ نہ زرد
نہ گندہ ہوتا ہے، نہ پُرانا نہ زرد

ور رہِ نبعش بود بستہ چہ غم
اگر اس کے اُبلنے کا راستہ بند ہو جائے تو کیا فکر ہے؟
کو ہمی جوشد ز خانہ دمبدم
کیونکہ وہ گھر (دل) میں سے ہر وقت جوش مارتا ہے

لہ نیست۔ اگر احمق کے دسترخوان پر پینے کی چیزیں ملیں تو وہ انسان کی شراب نہیں ہے شراب تو زندگی ہے روح کی پرورش اسی سے ہوتی ہے۔ خورشہا جسمی غذائیں۔ حُر یعنی شریف انسان۔ تا غذای اصل شعر۔ اندروں از طعام خالی دار تا دراں نورِ معرفت بینی عکس۔ جسمانی غذاؤں میں اسی نورانی غذا کا پرتو ہے انہیں لذت آتی ہے۔ جسمانی جان اسی نورانی جان سے جان بنی ہے۔

لہ چوں خوری۔ نور کی روحانی غذا کا ایک لقمہ کھا لوگے تو یہ غذائے جسمانی ہیچ ہو جائیگی۔ عقل شیدا شد۔ جب تم وہ غذا کھا لوگے تو جسمانی غذا کو کہوگے کہ مجھ پر عاشق ہو گئی ہے اب تو کیسی چیزیں باتیں کیوں کرتی ہے مجھے راستہ مل گیا ہے مجھے تجھ جیسے کمزور پاؤں کی ضرورت نہیں ہے۔ عقل۔ عقل کی دو قسمیں ہیں ایک کسبی عقل ہے جو درسگاہوں سے حاصل ہوتی ہے، یہ عقل اگر حاصل ہو جائے تو دوسروں کی عقل سے بڑھ جاتی ہے یہ کتاب اور استاد اور علوم سے حاصل ہوتی ہے اس عقل کے حاصل ہونے پر انسان حفاظت کرنے والی تختی بن جاتا ہے لیکن لوح محفوظ جسکی حق تعالیٰ ہر قسم کی غلطی سے حفاظت کرتا ہے وہ اسکے علاوہ چیز ہے۔

لہ عقل دیگر۔ عقل کی دوسری قسم وہ ہے جو خدا کی عطا ہے اور اسکا سرچشمہ درسگاہ اور استاد نہیں ہے بلکہ خود روح کے اندر اسکا چشمہ ہے اس چشمہ سے جو پانی آتا ہے وہ نہ گندہ ہوتا ہے نہ اسکا

عقلِ تحصیلی مثالِ جویہا | کاں رَوَد در خانہ از کویہا
تحصیلی عقل نہروں کی طرح ہے | جو گھر (دل) میں تالابوں میں سے پہنچتی ہے

راہِ آبش بستہ شد شد بینوا | از درونِ چشمہ کے بند دُرا
اگر اسکے پانی کا راستہ بند ہو جائے تو وہ مفلس بنجاتا ہو | چشمہ کے اندر سے اُس کو کون بند کر سکتا ہے؟

از درونِ خویشتن جُو چشمہ را | تا رہی از منتِ ہر ناسزا
اپنے اندر چشمہ کی تلاش کر | تاکہ تو ہر نالائق کے احسان سے نجات پائے

قصۂ شخصیکہ با شخصے مشورت می کرد اُو گفت مشورت

اُس شخص کا قصہ جو ایک شخص سے مشورہ کرتا تھا اُس نے کہا کہ کسی دوسرے سے

با دیگرے کن کہ من عدوِّ توام

مشورہ کر کیونکہ میں تیرا دشمن ہوں

مشورت می کرد شخصے باکسے | کز تردّد وا رہد وز محبسے
ایک شخص ایک شخص سے مشورہ کرتا تھا | تاکہ تردد اور بندش سے چھوٹ جائے

گفت اے خوش نام غیرِ من بجو | ماجرائے مشورت با اُو بگو
اُس نے کہا اے نیک نام میرے غیر کو تلاش کر | مشورے کا معاملہ اُس سے کہہ

من عدوم مر ترا با من مپیچ | نبود از رای عدو پیروز ہیچ
میں تیرا دشمن ہوں مجھ سے نہ اُلجھ | دشمن کی رائے سے کوئی کامیاب نہیں ہوتا ہے

رَو کسے جو کہ ترا اُو ہست دوست | دوست بہرِ دوست لاشک خیر جوست
جا کسی ایسے کو تلاش کر جو تیرا دوست ہو | بے شبہ دوست، دوست کا خیرخواہ ہے

من عدوم چارہ نبود کز منی | کژ روم با تو نمایم دشمنی
میں دشمن ہوں لامحالہ میں خودی کی وجہ سے | ٹیڑھا چلوں گا، تجھ سے دشمنی کروں گا

حارسی از گرگ جستن شرط نیست | جستن از غیرِ محل ناجستنی ست
بھیڑیئے سے رکھوالی چاہنا مناسب نہیں ہے | بے موقع تلاش کرنا، تلاش نہ کرنا ہے

من ترا بے ہیچ شکّے دشمنم | من ترا کے رہ نمایم رہزنم
میں بلاشبہ تیرا دشمن ہوں | میں کب تیری راہنمائی کروں گا، میں رہزن ہوں!

ہر کہ باشد ہمنشینِ دوستاں | ہست در گلخن میانِ بوستاں
جو دوستوں کا ہم نشین ہو | بھٹی میں (بھی) باغ میں ہے

۱؎ عقل تحصیلی یعنی کسبی عقل جو دوسروں سے حاصل کیجاتی ہے۔ گو یہا۔ گڑھے۔ راہ آبش۔ اگر کسبی عقل کے حصول کے ذریعے مفقود ہو جاتے ہیں تو انسان بے سروسامان رہجاتا ہے لیکن اندرونی چشمہ اُس آفت سے محفوظ ہے۔ از درون۔ عقل کے روحانی چشمہ کی جستجو کرنی چاہیئے تاکہ دوسروں کا احسان نہ اٹھانا پڑے۔ قصہ۔ اِس قصہ سے عقل کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے۔

۲؎ کز تردد۔ انسان تردد میں کسی طرف پیشقدمی نہیں کرتا ہے۔ گفت۔ اُس شخص نے کہا کسی اور سے مشورہ کرے۔ من عدوم۔ میں تیرا دشمن ہوں دشمن کے مشورے سے کوئی کامیابی نہیں ہوتی ہے۔

۳؎ رَو کسے۔ تجھے کوئی دوست تلاش کر کے اُس سے مشورہ کرنا چاہیئے۔ دوست دوست کا خیرخواہ ہوتا ہے۔ بستی جوی۔ حارسی۔ بھیڑیا، بھیڑوں کا رکھوالا نہیں بن سکتا۔ جستن۔ بے محل تلاش اور جستجو سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ہر کہ۔۔۔۔ دوستوں کی صحبت میں بھٹی بھی باغ بن جاتی ہے اور دشمنوں کی صحبت باغ کو بھی بھٹی بنا دیتی ہے۔

ہر کہ با دشمن نشیند در زمن
جو زمانہ میں دشمن کا ہم نشین ہو
ہست او در بوستاں در گولخن
وہ باغ میں بھی بھٹی میں ہے

دوست را مازار از ما و منت
دوست کو تو تو میں میں سے نہ ستا
تا نگردد دوست خصم و دشمنت
تاکہ دوست تیرا مخالف اور دشمن نہ بنے

خیر کن با خلق از بہر ایزدت
اپنے خدا کے لئے لوگوں سے بھلائی کر
یا برائے راحت جان خودت
یا خود اپنی جان کے آرام کے لئے

تا ہمہ را دوست بینی در نظر
تاکہ تو نگاہ سے سب کو دوست دیکھے
در دلت ناید ز کین ناخوش صور
تاکہ تیرے دل میں کینہ سے برے خیالات آئیں

چونکہ کردی دشمنی پرہیز کن
جب تونے دشمنی کی تو احتیاط برت
مشورت با یار مہر انگیز کن
مشورہ، محبت بھرے دوست سے کر

گفت من دانم ترا اے بوالحسن
اس نے کہا اے ابوالحسن میں تجھے جانتا ہوں
کہ توئی دیرینہ دشمن دار من
کہ تو میرا پرانا دشمن ہے

لیک مرد عاقلی و معنوی
لیکن تو عقلمند آدمی ہے اور بامعنی ہے
عقل تو نگذاردت کہ کجروی
تیری عقل تجھے اجازت نہ دیگی کہ تو ٹیڑھا چلے

طبع خواہد تا کشد از خصم کیں
طبیعت کا تقاضہ ہے کہ دشمن سے بدلے
عقل بر نفس ست بند آہنیں
لیکن، عقل، نفس پر لوہے کی زنجیر ہے

آید و منعش کند وا داردش
وہ عقل آتی ہے اور اس کو منع کرتی ہے اسکو روکتی ہے
عقل چوں شحنہ است در نیک و بدش
عقل اس کیلئے اچھے اور برے میں کوتوال کیطرح ہے

عقل ایمانی چو شحنہ عادل ست
ایمانی عقل، منصف کوتوال کی طرح ہے
پاسبان و حاکم شہر دل ست
دل کے شہر کی محافظ اور حاکم ہے

ہمچو گربہ باشد او بیدار ہوش
وہ بلی کی طرح ہوشیار رہتی ہے
دزد در سوراخ ماند ہمچو موش
چور سوراخ میں چوہے کی طرح گھسا رہتا ہے

در ہر آنجا کہ بر آرد موش دست
جس جگہ چوہا پنجہ نکالے
نیست گربہ در بود او مردہ است
(وہاں) بلی نہیں ہے، اگر ہو تو وہ مردہ ہے

گربہ چہ شیر و شیر افگن بود
بلی کیسی، شیر اور شیر کو پچھاڑنے والی ہوتی ہے
عقل ایمانی کہ اندر تن بود
وہ ایمانی عقل جو جسم میں ہوتی ہے

---

۵۱ دوست. خود غرضی کرکے دوستوں کو دشمن نہ بنانا چاہیے۔ خیر کن. لوگوں کے ساتھ اللہ کی رضا کی خاطر بھلائی کرو اگر یہ مقصد بھی نہ ہو تو اپنی راحت کی خاطر دوسروں کے ساتھ بھلائی کرو۔ تاہمہ. جب لوگوں کے ساتھ بھلائی کروگے تو وہ تمہارے دوست بنجائیں گے اور تمہارے دل میں تکلیف دہ خیالات نہ آسکیں گے۔ چونکہ. اگر تو سب کو دوست نہیں بنا سکتا ہے تو پھر مشورہ کسی مخلص دوست سے کر۔ گفت. مشورہ لینے والے نے کہا میں جانتا ہوں تو میرا دشمن ہے لیکن تو انسان ہے اور عقلمند ہے اور بھلا نہیں ہے مجھے یقین ہے کہ تیری عقل تجھے میرے ساتھ کجروی نہ کرنے دیگی۔

۵۲ طبع خواہد. عقلمند کا بھی تقاضا اگرچہ دشمن سے بدلہ لینے کا ہوتا ہے لیکن اس کی عقل اس کی طبیعت اور نفس پر غالب آجاتی ہے۔ عقل. عقل، عقلمند کی ہر اچھے برے موقع پر حفاظت کرتی ہے۔

۵۳ عقل. عقل منصف کوتوال ہے اور دل کے خیالات پر حاکم ہے۔ ہمچو گربہ. عقل کی مثال بلی کی سی ہے اور نفس ایک چوہا ہے۔ در ہر آنجا. اگر نفس کا غلبہ ہے تو سمجھو کہ وہاں عقل نہیں ہے اور اگر ہے تو مردہ ہے۔ گربہ. ہم نے عقل کو بلی قرار دیا یہ غلطی تھی عقل تو شیر اور شیر افگن ہے۔

غُرّۂ اُو حاکمِ درّندگاں [1] | نعرۂ اُو مانعِ چرّندگاں

اُس کی غرّاہٹ درندوں کی حاکم ہے | اُس کا نعرہ چرندوں کے لئے مانع ہے

شہر پُر دُزد است و پُر جامہ کنے | خواہ شحنہ باش گو و خواہ نے

شہر چوروں اور کپڑے اُتارنے والوں سے بھرا ہے | کہہ دو خواہ کوتوال ہو یا نہ ہو

عقل در تن حاکمِ ایماں بُوَد | کہ ز بیمش نفس در زنداں بُوَد

عقل بدن میں ایمان کا حکم دینے والی ہے | جس کے ڈر سے نفس قید خانہ میں ہوتا ہے

عقلِ عقل [2] و جانِ جاں اے جاں توئی | عقل و جانِ خلق را سلطاں توئی

اے جان! عقل کی عقل اور جان کی جان تو ہی | تو ہی مخلوق کی عقل اور جان کا بادشاہ ہے

عقلِ کُل سرگشتہ و حیرانِ تُست | کُلِّ موجودات در فرمانِ تُست

عقلِ کُل تیرے بارے میں حیران اور پریشان ہے | تمام موجودات تیرے حکم میں ہیں

امیر گردانیدن رسول علیہ السلام جوانِ ہذیلی را بر سریّہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی ہذیل کے ایک نوجوان کو اُس لشکر کا سردار بنانا

کہ در آں پیراں و جنگ آموزدگان بُودند

جس میں بوڑھے اور جنگ آزمودہ تھے

یک سریّہ می فرستادے رسولؐ | بہرِ جنگِ کافر و دفعِ فضول

آنحضورؐ ایک لشکر بھیج رہے تھے | کافر (لوگوں) سے جنگ اور فضول (لوگوں) کو دفع کرنے کیلئے

یک جوانے [3] را گُزیدا اُو از ہذیل | میرِ لشکر کردش و سالارِ خیل

آپنے (بنی) ہذیل کے ایک جوان کو منتخب فرمایا | اُس کو لشکر کا امیر اور لشکر کا سپہ سالار بنا دیا

اصلِ لشکر بیگماں سرور بُوَد | قوم بے سرور تنِ بے سر بُوَد

یقیناً، سردار لشکر کی بنیاد ہوتا ہے | بغیر سردار کی قوم، بے سر کا جسم ہوتی ہے

ایں ہمہ کہ مُردہ و پژمُردۂ | زاں بُوَد کہ ترکِ سرور کردۂ

یہ جو تو بالکل مُردہ اور پژمُردہ ہے | اِس لئے ہے کہ تو نے سردار کو چھوڑ دیا ہے

از کسل و ز بُخل و ز ما و منی | می کَشی سرخویش را سر میکنی

سُستی اور بُخل اور خودی (انانیت) کی وجہ سے | تو سرکشی کرتا ہے اپنے آپ کو سردار بناتا ہے

ہمچو اَستورے کہ بگریزد ز بار | اُو سرِ خود گیرد اندر کوہسار

اُس گدھے کی طرح جو بوجھ سے بھاگے | اور پہاڑ کا راستہ لے لے

[1] درّندگاں۔ یعنی انسان کی قوتِ غضبیہ۔ چرّندگان۔ یعنی انسان کی قوتِ شہویہ۔ شہر پُر دُزد است۔ انسان میں لامحالہ نفسانی قوتیں ہوتی ہیں عقل کے بھروسہ پر ان سے غفلت نہ برتنی چاہیئے بس اِس قدر ہے کہ اگر عقل ہوتی ہے تو وہ قوتیں مضمحل ہوجاتی ہیں لیکن بالکل فنا نہیں ہوتی ہیں۔

[2] عقلِ عقل۔ کامل انسان کو خطاب ہے کہ تو ہی عقل کی عقل اور جان کی جان ہے اور تمام کائنات پر تیری سلطنت ہے۔ عقلِ کُل۔ جبرئیلؑ۔ معراج میں آنحضورؐ کے عروج پر حیران تھے۔ امیر گردانیدن۔ اِس قصہ کو نقل کرنے سے یہ مقصود ہے کہ بزرگی بعقلست نہ بسال۔ سریّہ۔ جہاد کا وہ لشکر جس میں آنحضورؐ خود شریک نہ ہوں۔

[3] یک جوانے۔ آنحضورؐ نے اِس لشکر کا ایک ہذیلی نوجوان کو سردار بنا دیا۔ ہذیل۔ عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ خیل۔ گروہ۔ اصل۔ فوج کا سردار بمنزلہ سر کے ہے بغیر سردار کی فوج بغیر سر کا دھڑ ہے۔ ایں ہمہ۔ مولانا نے لشکر کے سردار سے گریز فرما کر شیخ کی ضرورت کا مضمون شروع فرمادیا ہے یعنی انسان کی اعمالِ خیر میں پژمردگی اسی لئے ہوتی ہے کہ اُسنے کسی شیخ کو اپنا سردار نہیں بنایا اور کسی کو شیخ اور رہبر بنانے میں انسان کی بُخل سے سُستی اور خودی مانع بنتی ہے۔ ہمچو۔ شیخ سے گریز کرنیوالے کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جو بوجھ سے گھبرا کر پہاڑ کی طرف بھاگ پڑے۔

صاحبش[1] در پے دواں کاے خیرہ سر | ہر طرف گرگ ست اندر قصدِ خر
اُس کا مالک پیچھے دوڑے کہ اے سرکش! | ہر طرف گدھے کی تلاش میں بھیڑیے ہیں

گر ز چشمم ایں زماں غائب شوی | پیشت آید ہر طرف گرگِ قوی
اگر تو اس وقت میری نظر سے غائب ہوگا | ہر جانب قوی بھیڑیا تیرے سامنے آئیگا

استخوانت را بخاید چوں شکر | کہ نہ بینی زندگانی را دگر
شکر کی طرح تیری ہڈیاں چبالے گا | حتیٰ کہ تو دوبارہ زندگی نہ دیکھے گا

آں مکن آخر بمانی از علف | آتش از بے ہیزمی گردد تلف
وہ نہ کر بالآخر تو گھاس سے (محروم) رہ جائیگا | بغیر ایندھن کے آگ تباہ ہوجاتی ہے

ہیں بمگریز از تصرف کردنم | وز گراں باری کہ جانِ تو منم
خبردار! میرے کام میں لگانے سے بھاگ | اور بوجھ لادنے سے، کیونکہ میں تیری جان ہوں

تو ستوری[2] ہم کہ نفست غالب ست | حکم غالب را بُود اے خود پرست
تو بھی گدھا ہے کیونکہ تیرا نفس غالب ہے | اے نفس پرست! حکم غالب پر لگتا ہے

خر نخواندت اسپ خواندت ذوالجلال | اسپِ تازی را عرب گوید تعال
اللہ تعالیٰ نے تجھے گھوڑا کہا ہے، گدھا نہیں کہا | عربی گھوڑے کو عرب "تعال" کہتے ہیں

میر آخر[3] بُود حق را مصطفیٰ | بہر استورانِ نفسِ پُر جفا
آنحضورؐ (اللہ تعالیٰ) کے میر اصطبل ہیں | ظالم نفس کے گھوڑوں کے لئے

قُل تعالوا گفت از جذبِ کرم | تا ریاضت تاں دہم من رائضم
کرم کے جذبہ سے (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہدے "آؤ" | تاکہ میں تم سے ریاضت کراؤں میں ریاضت کرانیوالا ہوں

نفسہا را تا مروض کردہ ام | زیں ستوراں بس لگدہا خوردہ ام
میں نے جب سے نفسوں کو مرتاض بنایا ہے | ان گھوڑوں کی بہت سی دولتیاں کھائی ہیں

ہر کجا باشد ریاضت بارہ | از لگدہایش نباشد چارہ
جہاں کہیں ریاضت کرانے والا ہوا ہے | اُس کے لئے دولتیوں سے مفر نہیں ہے

لاجرم اغلب بلا بر انبیاست | کہ ریاضت دادنِ خاماں بلاست
لامحالہ کڑی آزمائش نبیوں کی ہے | کیونکہ اناڑیوں کو ریاضت کرانا ہی مصیبت ہے

سکسکانید از دمم بر غا روید | تا بُوَاشش مرکبِ سلطاں شوید
تم سست رفتار گھوڑے ہو میری تعلیم سے تیز چلو | تاکہ نرم رفتار، اور شاہ کی سواری بن جاؤ

---

[1] صاحبش۔ اُس گدھے کا مالک کہہ رہا ہے کہ پہاڑ میں سینکڑوں بھیڑیے ہیں جو تجھے ہلاک کردیں گے اور تیری ہڈیاں شکر کی طرح چباڈالینگے۔ آں مکن۔ شیخ بھی بھاگنے والوں کو سمجھاتا ہے کہ بھاگنے میں ہلاکت ہے اور اگر ہلاکت بھی نہ ہو تو کم ازکم نعمتوں سے محرومی ہے۔ تصرف کردنم۔ شیخ کی تعلیمات سے نہ گھبرانا چاہیئے بلکہ کالمیت فی ید الغسال "نہلانے والے کے ہاتھ میں مُردہ" بنجانا چاہیئے۔

[2] تو ستوری۔ انسان کا نفس گدھا ہے جب وہ انسان پر غالب ہو تو چونکہ حکم غالب پر لگتا ہے لہٰذا انسان کو گدھا کہا جائیگا۔ خر نخواندت۔ جن لوگوں پر نفس کا غلبہ ہے اُن کو اللہ تعالیٰ نے ازراہِ کرم گدھا نہیں کہا ہے بلکہ گھوڑا قرار دیا ہے کیونکہ جب عربی نسل کے گھوڑے کو پکارتے ہیں تو لفظ "تعال" آجا، بولتے ہیں اسی طرح قرآن نے آنحضورؐ کو کہا ہے کہ اُن لوگوں کو "تعالوا" کہو۔

[3] میر آخر۔ داروغۂ اصطبل۔ پُر جفا۔ ظالم۔ رائض۔ گھوڑے کو سدھانے والا۔ مروض۔ سدھا ہوا گھوڑا۔ لگدہا۔ دولتیاں۔ ریاضت بارہ۔ ریاضت کرانے والا۔ لاجرم۔ نبی چونکہ قوم کی تربیت کرتا ہے لہٰذا اُس کو زیادہ مصائب برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ سکسکانید۔ سکسک، سست رفتار گھوڑا۔ دم۔ کلام۔ برغا۔ تیز رو گھوڑا۔ بُواش۔ ترکی

651

قُل تَعَالَوا قُل تَعَالَوا گفت حق ¹ — اے سُتُورانِ مَلُول اندر سَبَق

اللہ (تعالےٰ) نے فرمایا کہدے آجاؤ، کہدے آجاؤ — اے گھڑ دوڑ میں عاجز گھوڑو!

قُل تَعَالَوا قُل تَعَالَوا گفت رب — اے سُتُورانِ رَمیدہ از ادب

اللہ (تعالےٰ) نے فرمایا کہدے آجاؤ، کہدے آجاؤ — اے ادب سے بھاگے ہوئے گھوڑو!

قُل تَعَالَوا قُل تَعَالَوا گفت حے — اے سُتُورانِ فسردہ رگ و پے

اللہ (تعالےٰ) نے فرمایا کہدے آجاؤ، کہدے آجاؤ — اے سست رگ اور پٹھوں والے گھوڑو!

گر نیایند اے نبیؐ غمگیں مَشو — زاں دو بے تمکیں تو پُر از کیں مَشو

اے نبیؐ! اگر وہ نہ آئیں تو غم زدہ نہ ہو — اُن دو (چار) بے وقعت کی وجہ سے غصہ میں بھر

گوش بعضے زیں تَعَالَوا کرست — ہر ستورے را صَطبلے دیگر ست

بعض لوگ اِن آجاؤ (کی آوازوں) سے بہرے ہیں — ہر گھوڑے کا دوسرا اصطبل ہے

مُنہزم ² گردند بعضے زیں ندا — ہست ہر اَسپے طویلہ اُو جُدا

بعض لوگ اِس آواز سے پیچھے ہٹ گئے — ہر گھوڑے کا اصطبل جُدا ہے

مُنقبض گردند بعضے زیں قَصَص — زانکہ ہر مُرغے جُدا دارد قفص

بعض لوگ اِن قصوں سے تنگدل ہوئے — کیونکہ ہر پرند کا پنجرہ علیحدہ ہے

خود ملائک نیز ناہمتا بُدند — زیں سبب بر آسماں صف صف شُدند

ملائک بھی (درجہ میں) یکساں نہیں تھے — اسی وجہ سے آسمان پر صف صف ہو گئے

کودکاں گرچہ بیک مکتب دَر اَند — در سَبق ہر یک ز یک بالاتر اَند

بچے اگرچہ ایک ہی مکتب میں ہیں — مقابلہ میں ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے ہیں

مشرقی و مغربی ³ را حسہاست — منصبِ دیدارِ حسِ چشم راست

مشرق اور مغرب والوں کی (مختلف) حِسیں ہیں — دیکھنے کی حِس کا مقام آنکھ کا ہے

صد ہزاراں گوشہا گر صف زنند — جُملہ محتاجانِ چشمِ روشن اَند

اگر لاکھوں کان صف باندھیں — سب روشن آنکھ کے محتاج ہیں

باز صفِ گوشہا را منصبے — در سماعِ جاں و اخبار و نُبے

پھر کانوں کی صف کا ایک مقام ہے — قرآن کی روح اور قصوں کے سُننے کیلئے

صد ہزاراں چشم را آں راہ نیست — ہیچ چشمے از سماع آگاہ نیست

لاکھوں آنکھوں کو وہ راستہ (حاصل) نہیں ہے — کوئی آنکھ، سننے سے واقف نہیں ہے

---

¹ سَبق گھڑ دوڑ۔ قل تعالوا۔ یعنی اے نبی لوگوں سے کہدے کہ آجاؤ۔ حی ۔ اللہ تعالے۔ گر نیایند۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ وَمَن کَفَرَ فَلَا یَحزُنکَ کُفرُہٗ اور جو شخص کفر کرے تو اُس کا کفر کرنا تجھے غمگین نہ کرے۔ گوش۔ ہر گھوڑا اپنے اصطبل کی طرف جاتا ہے تو جاہلِ شعائر ہیں اُن کا اصطبل وہ نہیں ہے جس کی طرف نبی دعوت دیتا ہے۔

² منہزم۔ پسپا۔ طویلہ۔ اصطبل۔ منقبض۔ تنگدل۔ قفص۔ چوزگاہ۔ جس طرح انسانوں میں استعداد کا اختلاف ہے اسی طرح ملائکہ میں بھی ہے اسی لئے اُن کو مختلف صفوف میں رکھا گیا۔ کودکاں۔ ملائکہ اور انسانوں کی صلاحیت کے اختلاف کو اس مثال سے سمجھو کہ سب بچے ایک ہی مکتب میں پڑھتے ہیں لیکن صلاحیت اور استعداد کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فوقیت ہوتی ہے۔

³ مشرقی و مغربی۔ یہ صلاحیت کا اختلاف حواس میں بھی ہے، کان میں سُننے کی صلاحیت ہے جو آنکھ میں نہیں ہے آنکھ میں دیکھنے کی صلاحیت ہے جو کان میں نہیں ہے۔ صد ہزاراں اگر لاکھوں آنکھیں بھی مل جائیں تو ایک کان کی برابر نہیں سُن سکتیں۔

ہمچنیں[1] ہر حِسّ یک یک می شمر | ہر یکے معزول ازاں کارِ دگر
اسی طرح ایک ایک حِس کو گن لے | ہر ایک دوسرے کے کام سے جُدا ہے

پنج حِسّ ظاہر و پنج اندرون | در صف اند اندر مقام الصّافون
پانچ ظاہری حواس اور پانچ باطنی | صف باندھنے والوں (فرشتوں) کے قیام میں صف بستہ ہیں

ہر کسے کو از صفِ دیں سرکش ست | میرود سوی صفے کان ناخوش ست
جو شخص دین کی صف سے سرکشی کرتا ہے | وہ بُری صف کی جانب چلا جاتا ہے

تو ز گفتار[2] تعالوا کم مکن | کیمیائی بس شگرفست ایں سخن
آپ "آجاؤ" کہنے میں کمی نہ کریں | یہ کلمہ بہت عجیب کیمیا ہے

گر مسے گردد ز گفتارت نفیر | کیمیا را ہیچ از وے وامگیر
اگر کوئی تانبا آپ کے قول سے متنفر ہو | کیمیا، کو اُس سے نہ ہٹایئے

ایں زماں گر ست نفسِ ساحرش | گفت تو سودش کند در آخرش
اِس وقت اُس کا جادوگر نفس بہرا ہے | اُسکے آخر میں آپ کی گفتگو اُس کو فائدہ دیگی

قُل تعالوا قُل تعالوا اے غلام | ہیں کہ اِنَّ اللهَ یَدْعُوا بِالسَّلَامِ
آپ آجاؤ، آجاؤ کہیئے، اے لڑکے! | آگاہ کہ بیشک اللہ تعالیٰ، سلامتی کیطرف بلاتاہے

خواجہ[3] باز آ از منی واز سری | سروَرے جو کم طلب کن سروری
اے صاحب! خودی اور سرداری سے باز آجا | کوئی سردار تلاش کرلے، سرداری کا طالب بن

اِعتراض کردنِ مُعترضے بر رسول صلی اللہ علیہ وسلم بر امیر گردانیدنِ آں ہذیلی را بر سریّہ

ایک معترض کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اُن ہذیلی کو لشکر کا سردار بنانے پر اعتراض کرنا

چوں پیمبر سَروَرے کرد از ہذیل | از برائے لشکرِ منصور خیل
جب پیغمبرؐ نے ہذیل میں کا سردار بنایا | فتحمند گروہ کے لشکر کے لئے

بوالفضولے از حسد طاقت نداشت | اِعتراض ولانسلّم بر فراشت
ایک بیہودہ حسد کی وجہ سے برداشت نہ کرسکا | اعتراض اور ہم نہیں مانتے کا اعلان کیا

خلق را بنگر کہ چوں ظلمانی اند | در متاعِ فانیے چوں فانی اند
لوگوں کو دیکھو، کس قدر اندھیرے میں ہیں | فانی اسباب پر کس قدر مرمٹنے والے ہیں

---

[1] ہمچنیں۔ تمام حواس کا یہی حال ہے کہ جو جس چیز کی صلاحیت رکھتا ہے وہ دوسرے میں نہیں ہے۔ پنج حِسّ۔ حواس ظاہری اور حواس باطنی سب اپنی اپنی صلاحیت کے اعتبار سے اپنے اپنے کام میں لگے ہیں جیسا کہ ملائکہ کی مختلف صفیں اپنے اپنے کام میں لگی ہیں۔ الصّافون۔ یعنی صف بہ صف ملائکہ۔ ہرکسے۔ اگر کسی میں دین کے قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے تو وہ بددینوں کی صف میں شامل ہوگا۔

[2] تو ز گفتار۔ نبیؐ کا کام دعوت دینا ہے وہ منکرین سے تنگ دل ہو کر دعوت کو نہیں چھوڑتا ہے۔ گر مسے۔ اگر کوئی منکر ایک وقت میں انکار کرے تو ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی صلاحیت کے اعتبار سے آخر میں دعوت کو قبول کر لے۔ اِنَّ اللہ۔ قرآن پاک میں ہے وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ "اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی دعوت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی رہنمائی کر دیتا ہے"۔

[3] خواجہ۔ مولانا بطور نصیحت کرتے ہیں کہ کسی شیخ کے دامن سے وابستہ ہو جانا چاہیئے۔ سرور۔ سردار۔ خیل۔ جماعت، گروہ۔ لانسلّم۔ معترض اعتراض میں یہ کہا کرتا ہے کہ مجھے آپ کا دعویٰ تسلیم نہیں ہے۔ ظلمانی۔ تاریک باطن، چونکہ دنیاداری کا غلبہ تھا اسلئے اعتراض کی نوبت آئی۔

653

از تکبر[1] جملہ اندر تفرقہ
تکبر کی وجہ سے سب تفرقہ میں ہیں
مُردہ از جاں زندہ اندر مُحرقہ
رُوح کے اعتبار سے مُردہ ہیں جلانیوالی (چیز) کے بارے میں زندہ ہیں

ایں عجب کہ جاں بزنداں اندر است
یہ تعجب ہے کہ جان قیدخانہ میں ہے
وانگہے مفتاح زندانش بدست
جبکہ قیدخانہ کی کُنجی اُس کے ہاتھ میں ہے

پای تا سر غرقِ سرگیں آنجواں
وہ جوان سر سے پاؤں تک گوبر میں غرق ہے
می زند بر دامنش جوی رواں
(حالانکہ) جاری نہر اُس کے دامن سے ٹکرا رہی ہے

دائماً پہلو بہ پہلو بے قرار
ہمیشہ ہر کروٹ پر بیقرار ہے
پہلوی آرامگاہ و پشتوار
(حالانکہ) آرام کی جگہ اور سہارے کے پہلو میں ہے

نور[2] پنہان ست و جست و جو گواہ
نور پوشیدہ ہے اور جستجو گواہ ہے
کز گزافہ دل نمی جوید پناہ
کیونکہ دل خواہ مخواہ پناہ کا جویاں نہیں ہے

گر نبودے حبسِ دنیا را مناص
اگر دنیا کی قید سے بچاؤ کا راستہ نہ ہوتا
نے بدے وحشت نہ دل جستے خلاص
نہ (دنیا سے) وحشت ہوتی نہ دل نجات چاہتا

وحشتت ہمچوں مُوکّل می کشد
وحشت تجھے سپاہی کی طرح کھینچتی ہے
کہ بجو اے ضال منہاجِ رشد
کہ اے گمراہ! ہدایت کا راستہ تلاش کرلے

ہست منہاج و نہاں در مکمن ست
راستہ موجود ہے اور چھپنے کی جگہ میں پوشیدہ ہے
یافتش رہنِ گزافہ جستن ست
اُس کا حصول اٹکل پچو تلاش پر موقوف ہے

تفرقہ[3] جویای جمع اندر کمیں
بکھرے ہوئے مخفی طور پر اتحاد کی جویاں ہے
تو دریں طالب رخ مطلوب بیں
تو اِس طالب میں مطلوب کا چہرہ دیکھ لے

مُردگانِ باغ برجستہ زبُن
باغ کے مُردہ (بیج) جڑ سے اُگ پڑتے ہیں
کاں دہندہ زندگی را فہم کن
کہ اُس زندگی بخشنے والے کو سمجھ لے

چشمِ ایں زندانیاں ہر دم بدر
اِن قیدیوں کی نگاہ ہر وقت دروازے پر
کے بُدے گر نیستے کس مژدہ ور
کیوں ہوتی، اگر کوئی خوشخبری دینے والا نہ ہوتا؟

---

[1] از تکبر۔ باہمی اختلاف کا سبب تکبر اور غرور ہوتا ہے۔ مُحرقہ۔ جلانے والی یعنی دنیا طلبی۔ ایں عجب۔ دنیا سے نجات کی کُنجی خود اُس کے ہاتھ میں ہے، مجاہدہ کرکے نکل سکتا ہے لیکن تعجب ہے کہ اُس کو قیدخانہ میں پڑا رہنا منظور ہے۔ پای تا سر۔ انسان معصیتوں میں آلودہ ہے حالانکہ روحانیت کی نہر اُس کے دامن سے ٹکرا رہی ہے اُس سے آلودگی کو دُور کرسکتا ہے۔ دائماً۔ روحانیت کی آرام گاہ اُس کے پہلو میں ہے اُس کے ہوتے ہوئے بیقراری سے پہلو بدل رہا ہے لیکن اُس آرام گاہ میں داخل نہیں ہوتا ہے۔

[2] نور۔ خدا کا نور مخفی ہے اور عابدوں کی جستجو اُس کے وجود کی گواہ ہے۔ (شعر)
دل گواہ است کہ در پردہ دل آرائے ہست
ہستیٔ قطرہ دلیل است کہ دریائے ہست
مناص۔ بچاؤ کی جگہ نے جرے۔ دنیا سے دل کی وحشت اور عالم آخرت کی جستجو راہ نجات کا پتہ دیتی ہے۔ وحشتت۔ دنیا سے وحشت انسان کو راہِ ہدایت کی جستجو کے لئے مجبور کرتی ہے۔ مُوکّل۔ سپاہی۔ منہاج۔ راستہ۔ ہست منہاج۔ (شعر)
گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید
خیرہ یوسف وار می باید دوید

[3] تفرقہ۔ یعنی کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرو۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔ مُردگان۔ فَانظُرْ إِلَىٰ آثَارِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ زمین کی مُردنی کے بعد اُس کی تروتازگی وجود باری کی دلیل ہے۔ چشم ایں۔ رہائی کی توقع رہائی کے وجود پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اگر رہائی کا وجود ہی نہ ہوتا اور رہائی کی خوشخبری دینے والے کی آمد کی اُمید نہ ہوتی تو رہائی کے لئے دروازہ پر نگاہ کیوں لگی رہتی تو ہدایت کی توقع اُس کے وجود کی دلیل ہے۔

صد ہزار[1] آلودگانِ آب جُو / کے بُدندے گر نبُودے آبِ جُو

لاکھوں آلودہ، پانی تلاش کرنے والے / کب ہوتے، اگر نہر کا پانی نہ ہوتا

بَر زمیں پہلوت را آرام نیست / زانکہ دَر خانہ لحاف و بستر یست

زمین پر تیرے پہلو کو آرام نہیں ہے / کیونکہ گھر میں لحاف اور بستر ہے

بیمقر گاہے نباشد بے قرار / بے خمار اِشکن نباشد ایں خمار

سکون کی جگہ کے بغیر کوئی بے قرار نہیں ہوتا ہے / یہ خمار، بغیر خمار اُتارنے والی چیزوں کے نہیں ہوتا ہے

گفت نے نے یارسول اللہ مکُن / سَرورِ لشکر مگر شیخِ کہُن

اُس نے کہا نہیں نہیں اے اللہ کے رسول نہ بنایئے / لشکر کا سردار سوائے پرانے بوڑھے کے

یارسولَ اللہ جواں اَر شیر زاد / غیر مردِ پیر سَر لشکر مبَاد

اے رسول اللہ! جوان خواہ شیر کا بچہ ہو / بوڑھے شخص کے سوا لشکر کا سردار نہ ہونا چاہیے

ہم[2] تو گفتستی و گفتِ تو گوا / پیر باید پیر باید پیشوا

آپ ہی نے یہ کہا ہے اور آپ کا فرمانا گواہ ہے / (کہ) پیشوا، بوڑھا چاہیے، بوڑھا

یارسولَ اللہ دریں لشکر نِگر / ہست چندیں پیر واز وے پیشتر

اے رسول اللہ! اِس لشکر کو دیکھئے / بہت سے بوڑھے ہیں اور اُس سے بڑھ کر (ہیں)

زیں درخت آں برگِ زردش را مبیں / سیبہائے پختہ اُو را بچیں

اس درخت کو اُس کے زرد پتوں سے نہ دیکھئے / اُس کے پختہ سیب چُن لیجئے

برگہای[3] زرد اُو خود کے تہی ست / ایں نشانِ پختگی و کاملی ست

اُس کے زرد پتے بھی کب بیکار ہیں؟ / یہ پختگی اور کمال کی علامت ہیں

برگِ زردِ ریش واں مُوی سپید / بہرِ عقلِ پختہ می آرد نوید

داڑھی کے پیلے پتے اور وہ سفید بال / عقل کے پختہ ہونے کی بشارت دیتے ہیں

برگہائے نو رسیدہ سبز فام / شُد نشانِ آنکہ آں میوہ است خام

نئے اُگے ہوئے سبز پتے / اس کی نشانی ہیں کہ پھل کچا ہے

برگ بے برگی نشانِ عارفی ست / زردیِ زر سُرخروئی صیرفی ست

بے سروسامانی کا سامان، شناسائی کی نشانی ہے / سونے کی زردی صراف کی سُرخروئی ہے

برگ۔ نوجوانی کے ساز و سامان سے بے سامانی اُن کی جانکاری کی دلیل ہے۔ زردی۔ سونے کی زردی صراف کی سُرخروئی کا سبب بنتی ہے۔

[1] صد ہزار۔ لاکھوں گنہگار آبِ رحمت کی جستجو میں ہیں جو آبِ رحمت کے وجود کی دلیل ہے۔ برزمیں۔ راحت کی توقع پر بے راحتی میں بے چینی ہوتی ہے اگر توقع نہ ہو تو قرار آجائے روح کی بے چینی آخرت کے آرام کی توقع کی وجہ سے ہے۔ بیمقر گاہے۔ بے قراری جب ہی ہوتی ہے جب کوئی متوقع آرامگاہ ہو خمار جب ہی ہوتا ہے جب خمار شکن چیز کی توقع ہو، شراب کا وجود ہی نہ ہو تو اس کی طلب میں اعضا شکنی نہیں ہو سکتی۔ گفت۔ اس ارشادی مضمون کے بعد پھر کسی معترض کا قصہ شروع کیا ہے۔

[2] ہم تو گفتستی۔ معترض نے کہا آپ نے بھی تو یہی فرمایا ہے کہ پیشوا بوڑھا ہونا چاہیے۔ اَلشَّیخُ فِی اَھلِہٖ کَالنَّبِیِّ فِی اُمَّتِہٖ۔ بوڑھا اپنے اہل میں ایسا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں یہ آنحضورؐ کا فرمان ہے۔ یارسول اللہ۔ اس اعتراض کرنے والے نے آنحضورؐ سے کہا دیکھئے لشکر میں بہت سے بوڑھے ہیں جو اس نوجوان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ زیں درخت۔ ان بوڑھوں کے بڑھاپے کو نہ دیکھئے اُن کی عقل کی پختگی کو دیکھئے۔

[3] برگہای۔ بڑھاپے کے آثار عقل کی پختگی کی دلیل ہیں۔ برگہا۔ جوانی کے آثار عقل کی خامی کی دلیل ہیں

[1] آنکہ او گُل عارِض ست و نو خط ست
وہ شخص جو پھول کے سے رُخسار والا اور سبزہ آغاز ہے
او بمکتب گاہ مُخبر نو خط ست
وہ درسگاہ میں نو آموز ہونے کی خبر دینے والا ہے

حرفہای خطِ او کژمژ بُوَد
اُس کی تحریر کے حروف ٹیڑھے میڑھے ہونگے
مُزمن عقل ست اگر تن می دوَد
عقل کا اپاہج ہے، اگرچہ جسم دوڑ رہا ہے

پای پیر از سُرعت ارچہ باز ماند
بڑھے کے پاؤں اگرچہ تیز روی سے عاجز ہیں
یافت عقلِ او دو پر بر اوج راند
اُنکو عقل کے دو پر حاصل ہوگئے ہیں، بلندی پر اڑاتے ہے

[2] گر مثل خواہی بجعفرؓ در نگر
اگر تو مثال چاہتا ہے، جعفرؓ کو دیکھ لے
داد حق بر جای دست و پاش پر
اللہ تعالیٰ نے اُنکو ہاتھ پاؤں کی بجائے پر دیدیے ہیں

گر ز اسرارِ سخن بُوئے بری
اگر تو کلام کے راز سمجھ سکے
من سخن گویم چو زرِّ جعفری
(تو) میں جعفری سونے کی سی بات کروں

بگذر از زر کایں سخن شد مُحتجب
سونے کی بات چھوڑ کیونکہ یہ بات چھپ گئی
ہمچو سیماب ایں دلم شد مضطرب
میرا یہ دل پارے کی طرح بے قرار ہوگیا

ز اندرونم صد خموشی خوش نفس
میرے اندر سے سو خاموشیاں، خوشبو دار
دست بر لب می زند یعنی کہ بس
ہونٹ پر ہاتھ رکھتی ہیں یعنی کہ بس

[3] خامشی بحرست و گفتن ہمچو جُو
خاموشی سمندر ہے اور گفتگو نہر کی طرح ہے
بحر می جُوید ترا جُو را مجُو
تجھے سمندر تلاش کر رہا ہے، تو نہر کی تلاش نہ کر

از اشارتہای دریا سر متاب
دریا کے اشاروں سے مُنہ نہ موڑ
ختم کُن واللہُ اعلم بالصّواب
ختم کر دے اور خدا بہتر جانتا ہے

ہمچنیں پیوستہ کرد آں بے ادب
اسی طرح مسلسل وہ بے ادب کرتا رہا
پیشِ پیغمبر سخن زاں سرد لب
باتیں پیغمبر کے سامنے ٹھنڈے ہونٹوں سے

دست می دادش سخن او بے خبر
باتیں اُس کے ہاتھ آتی رہیں وہ بے خبر تھا
کہ خبر ہرزہ بُوَد پیشِ نظر
کہ مشاہدہ کے سامنے خبر بیکار ہوتی ہے

ایں خبرہا از نظرہا نائب ست
یہ خبریں مشاہدوں کے بعد ہیں
بہرِ حاضر نیست بہرِ غائب ست
یہ مشاہد کے لئے نہیں ہیں، غائب کیلئے ہیں

لے آنکہ۔ جو نوجوان ہو اُس کے رخسار گلاب کی طرح ہیں اور سبزہ خط نو رستہ ہے یہ اِس بات کی دلیل ہے کہ وہ خطاطی میں نو آموز ہے اور اُس کے حروف قاعدے کے مطابق نہ ہونگے۔ ایسا نوجوان بدن کا اگرچہ چُست ہوتا ہے لیکن عقل کا اپاہج ہوتا ہے۔ پای پیر بزرگ کے ہاتھ پاؤں اگرچہ سُست پڑ جاتے ہیں لیکن اُس کی عقل کو پر پرواز حاصل ہو جاتے ہیں۔

لے گر مثل۔ اگر ہاتھ پاؤں بیکار ہوجانے پر پر حاصل ہو جانے کی کوئی مثال چاہیے تو وہ حضرت جعفر طیارؓ ہیں غزوۂ مُوتہ میں جب اُن کے ہاتھ کٹ گئے تھے تو اللہ نے اُن کو جنت میں پر عنایت فرما دیئے ہیں۔ زرِ جعفری۔ جعفر برمکی کے دور کا سونا خالص ہونے میں مشہور ہے۔ ذر۔ دنیاوی سونے کی بات سے اسرار پوشیدہ ہونے لگے جس کی وجہ سے میرا دل پارے کی طرح بے قرار ہوگیا۔ دست ہونٹوں پر ہاتھ رکھنا خاموش رہنے کا اشارہ ہوتا ہے۔

سے خامشی۔ انسان خاموشی میں خیالات کو جمع کرتا ہے تب گفتگو شروع کرتا ہے تو خاموشی سمندر ہے جس سے گفتگو کی نہر جاری ہوتی ہے جب سمندر خود انسان کا طالب ہو تو اُس کو نہر کی تلاش نہ کرنی چاہیے۔ از اشارتہا۔ خاموشی اشارے کر رہی ہو کہ اب اِن اسرار کی گفتگو ختم کرو۔ ہمچنیں۔ پھر مولانا نے مُعترض کا ذکر شروع کیا ہے۔ دست۔ جب کسی چیز کا مشاہدہ حاصل ہو تو مشاہدہ کرنے والوں کو اُس چیز کی خبریں دینا بیکار بات ہے۔ ایں خبرہا۔ کسی چیز کے بارے میں خبریں دیکھنے کے قائم مقام ہیں اور خبروں کا تعلق اُس شخص سے ہے جو اُس چیز سے غائب ہو۔

656

هر که او اندر نظر موصول شد[۵۱]
جو شخص مشاہدہ میں پہنچ گیا

این خبرها پیشِ او معزول شد
یہ خبریں اُس کے لئے بیکار ہو گئیں

چونکه با معشوق گشتی هم نشین
جب تو معشوق کا ہم نشین بن گیا

دفع کن دلالگان را بعد ازین
اس کے بعد دلّالہ (عورتوں)، کو دفع کر

هر که از طفلی گذشت و مرد شد
جو شخص بچپنے سے نکل گیا اور جوان ہو گیا

نامه و دلاله بر وے سرد شد
خط اور دلّالہ اُس کیلئے بے ضرورت بنگئے

نامه خواند[۵۲] از پے تعلیم را
خط پڑھتا ہے، سکھانے کے لئے

حرف گوید از پے تفہیم را
بات کرتا ہے، سمجھانے کے لئے،

پیشِ بینایان خبر گفتن خطاست
دیکھنے والوں کو خبر سُنانا غلطی ہے

کاں دلیلِ غفلت و نقصانِ ماست
کیونکہ وہ ہماری جہالت اور کمی کی دلیل ہے

پیشِ بینا شد خموشی نفعِ تو
صاحبِ بصیرت کے سامنے چُپ بنا تیرے لئے مفید ہو

بهرِ ایں آمد خطابِ اَنْصِتُوا
اسی لئے حکم ہوا ہے، خاموش رہو

گر بفرماید بگو بر گوئی خوش
اگر وہ حکم دے کہ بول (تو)، اچھی بات کر

لیک اندک گو دراز اندر مکش
لیکن بات کو طول نہ دے

ور بفرماید که اندر کش دراز
اگر وہ حکم دے کہ تفصیل کر

همچناں شیریں بگو با امر ساز
اسی طرح عمدہ بات کر، حکم مان

همچناں[۵۳] که من دریں زیبا فسوں
جیسا کہ میں اس حسین کلام کے معاملہ میں

با ضیاء الحق حسام الدیں کنوں
اب ضیاء الحق حسام الدین کے ساتھ ہوں

چونکه کوته می کنم من از رشد
جب میں بھلائی کے ساتھ مختصر کرتا ہوں

او بصد نوعم بگفتن می کشد
وہ سینکڑوں طرح سے بولنے پر مجبور کرتے ہیں

اے حسام الدیں ضیاءِ ذوالجلال
اے حسام الدین آپ اللہ (تعالیٰ)، کا نور ہیں

چونکه می بینی چه می جوئی مقال
جبکہ آپ مشاہدہ کرتے ہیں بات کی جستجو کیوں کرتے ہیں؟

ایں مگر باشد ز حبِ مشتہی
یہ شاید محبوب کی محبت کی وجہ سے ہے

اَسْقِنِی خَمْرًا وَّ قُلْ لِی اِنَّہَا
مجھے شراب پلا اور مجھ سے کہہ کہ یہ ہے

چونکہ حسام الدین کا شوقِ سماع مجھے مثنوی کہنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اے حسام الدین آپ کو جب مشاہدہ حاصل ہے تو محبوب کی باتیں سننے کا اس قدر شوق کیوں ہے۔ ایں مگر۔ یہ جواب ہے عشق کا تقاضہ ہے کہ عاشق کے تمام حواس معشوق سے بہرہ ور ہوں آنکھ اگر دیکھتی ہے تو کان باتیں سننے کا مشتاق ہوتا ہے۔ اسقنی۔ مست چاہتا ہے کہ ساقی کی شراب سے مزہ بن کی لذت حاصل کرے بلکہ کان بھی اس کا نام سنیں۔

---

۵۱ ہر کہ۔ جو شخص مشاہدہ کر رہا ہے اس کو خبریں سنانا لغو کام ہے۔ چونکہ۔ مقصود حاصل ہو جانے کے بعد وسائل اور ذرائع بیکار ہو جاتے ہیں۔ دلالگان۔ وہ عورتیں جو عاشق و معشوق میں نامہ و پیام کا ذریعہ بنتی ہیں۔ ہر کہ۔ عاشق کی جوانی خود معشوق کو دعوت دیتی ہے پھر نامہ و پیام کی حاجت نہیں رہتی ہے یعنی جبتک کہ سالک کا بچپن ہے اس کو ذرائع کی ضرورت ہے جب وہ بلوغ پر پہنچ کر مشاہدہ کر لیتا ہے تو وسائل سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

۵۲ نامہ خواند۔ سالکین جو ابتدائی ذرائع اختیار کرتے ہیں وہ دوسروں کی تعلیم اور تفہیم کے لئے ہوتے ہیں۔ پیش بینایاں۔ جن کو مشاہدہ حاصل ہے اُن کو خبریں دینا اُن کے مقام سے اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔ انصتوا۔ قرآن پاک میں ہے، اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگاؤ، خاموش رہو۔ گر بفرماید۔ اگر صاحب مشاہدہ تم سے اُس چیز کے بارے میں دریافت کرے تو اچھے پیرایہ میں مختصر بات کہو اور اگر وہ تفصیل کا مطالبہ کرے تو عمدہ طریقہ پر تفصیل کرو۔

۵۳ ہمچناں۔ میرا اور ضیاء الحق کا بھی یہی معاملہ ہے میں اُس صاحب مشاہدہ کے سامنے کچھ مختصر کہتا ہوں لیکن اُنکی جانب سے تفصیل کا مطالبہ ہوتا ہے۔

656

برد ہانِ تُست ایں دَم جامِ اُو — گوش می گوید کہ قسمِ گوش کو
اس وقت آپ کے مُنھ سے اُس کا جام لگا ہے — کان کہتا ہے کہ کان کا حصّہ کہاں ہے؟

قسمِ تو گرمی ست نک گرمیست — گفت حرصِ من ازیں افزوں تر ست
تیرا حصّہ گرمی ہے یہ تجھ میں گرمی ہے — اُسنے کہا میری حرص اِس سے بڑھی ہوئی ہے

جوابِ گفتنِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آں اعتراض کنندہ را

اُس اعتراض کہنے والے کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینا

دَر حضورِ مُصطفایِ قند خُو — چوں زحد بُرد آں عرب آں گفتگو
شیریں مزاج مصطفیٰؐ کے دربار میں — جب اُس عرب نے وہ گفتگو حد سے بڑھادی

آں شہِ وَالنّجم وسُلطانِ عَبَس — لب گزید آں سَرد دَم را گفت بس
وَالنّجم کے شاہ اور عَبَس کے سلطان نے — ہونٹ دبایا، اُس سَرد لب سے کہا کہ بس

دَست می زد بہرِ منعش بر دہاں — چند گوئی پیشِ دانایِ نہاں
اس کو روکنے کے لئے مُنھ پر ہاتھ رکھا — واقفِ اَسرار کے سامنے کتنا بولے گا؟

پیشِ بینا بُردہ سَرگینِ خُشک — کہ بخر ایں را بجایِ نافِ مُشک
تو خشک گوبر صاحبِ بصیرت کے سامنے لیجاتا ہے — کہ اِس کو مُشک کے نافہ کی جگہ خریدلے

بعر را اے گندہ مغز گندہ مُخ — زیرِ بینی بنہی و گوئی کہ اُخ
اے بد دماغ گندہ مغز، مینگنی کو — ناک کے نیچے رکھتا ہے اور کہتا ہے آخاخا

اَخ اَخے بَرداشتی اے گیج وکاج — تا کہ کالایِ بَدَت یابد رواج
اے احمق بھینگے! تو آخاخا کرتا ہے — تا کہ تیرا خراب مال چالو ہوجائے

اَخ اَخے بَرداشتی اے خُشک مغز — تا نمائی پَشک را دل مُشکِ نغز
اے خشک دماغ تو آخاخا کرتا ہے — تا کہ تو کتر مینگنی کو عمدہ مُشک ظاہر کرے

تا فریبی آں مَشامِ پاک را — آں چرندہ گلشنِ افلاک را
تو پاک دماغ کو کب تک دھوکا دیگا؟ — آسمانوں کے گلشن کے چرنے والے کو

حلمِ اُو خود را اگرچہ گول ساخت — خویشتن را اندکے باید شناخت
اُس کی بُردباری نے اگرچہ اپنے آپکو بھولا بنالیا ہے — (مگر) تھوڑا اپنے آپ کو پہچاننا چاہیئے

دیگ را گر باز ماندامشب دہَن — گربہ را ہم شرم باید داشتن
اگر آج کی رات دیگ کا مُنھ کھُلا رہ گیا ہے — بلّی کو بھی شرم کرنی چاہیئے

لہ بر دہان۔ مُنھ سے اگر جام لگا ہے تو کان اپنا حصّہ مانگتا ہے۔ قسمِ تو۔ کان کو جواب ملتا ہے کہ تیرا حصّہ وہ حرارتِ عشق ہے جو تجھ میں دیکھنے سے سرایت کررہی ہے وہ کہتا ہے نہیں میں اس سے زیادہ لذّت چاہتا ہوں اور وہ محبوب کا کلام سننے سے حاصل ہوگی۔ در حضور۔ اُس معترض نے ہذیلی نوجوان کے سردار بنائے جانے پر جب بہت زیادہ اعتراض کیا تو آنحضورؐ نے اُس کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ وَالنّجم اِس سورۃ میں آپ کے برحق ہونے کا ذکر ہے، سورۃ عبس میں آپ کی ناگواری کا ذکر ہے۔ یہ دونوں باتیں صورتِ حال کے مناسب تھیں اِسلئے اُن کا ذکر کیا گیا ہے۔ دانایِ نہاں۔ آنحضورؐ کی ذاتِ گرامی۔

لہ پیشِ بینا۔ معترض نے بات اچھے انداز سے کہی تھی لیکن اس کا منشا حسد اور بد باطنی تھی اِسلئے مولانا نے اُس کی یہ تشبیہات ذکر کی ہیں۔ بعر را۔ مینگنی کو سونگھ کر آہا کرتا ہے تاکہ دوسرے خوشبودار مُشک سمجھ لیں۔ گیج۔ احمق۔ کاج۔ بھینگا۔ کالا۔ سامان۔ پشک۔ مینگنی۔

لہ تا فریبی۔ تو خوشبوؤں کے ماہر کو دھوکا دینا چاہتا ہے۔ حلم۔ بڑوں کی بُردباری انکو سادہ بنائے رکھتی ہے لیکن دھوکا دینے والے کو اپنی طرف دیکھنا چاہیئے کہ وہ کس کو دھوکا دے رہا ہے۔ دیگ۔

658

خویشتن[1] گر خفتہ کرد آں خوب فر
اگر اُس عالیشان نے اپنے آپ کو سویا ہوا بنا لیا ہے؟

سخت بیدار ست دستارش مبر
وہ خوب بیدار ہے اُس کی پگڑی نہ اُتار

چند گوئی اے لجوج بے صفا
اے بد باطن جھگڑالو! تو کب تک پڑھے گا؟

ایں فسونِ دیو پیشِ مصطفیٰ
یہ شیطانی منتر مصطفیٰ ؐ کے روبرو

صد ہزاراں حلم دارند ایں گروہ
یہ لوگ لاکھوں بُردباریاں رکھتے ہیں

ہر یکے حلمے از انہا صد چو کوہ
اُن میں سے ہر بُردباری سَو پہاڑوں جیسی ہے

حلمِ شاں بیدار را ابلہ کند
اُن کی بُردباری بیدار (مغز) کو بیوقوف بنا دیتی ہے

زیرکِ صد چشم را اکمہ کند
سَو آنکھوں والے ہوشیار کو اندھا کر دیتی ہے

حلمِ شاں ہمچوں شراب خوب و نغز
اُن کی بُردباری عمدہ اور بہتر شراب کی طرح ہے

نغز نغزک بر رود بالای مغز
جو عمدگی عمدگی میں دماغ پر چڑھ جاتی ہے

مست[2] را بیں زاں شراب پر شگفت
اِس عجیب شراب سے مُست کو دیکھ

ہمچو فرزیں مست و کژ رفتن گرفت
فرزین کی طرح مَست اور ٹیڑھا چلنا شروع کر دیا

مردِ بُرنا زاں شراب زود گیر
اِس زود اثر شراب سے جوان انسان

در میانِ راہ می افتد چو پیر
بڑھے کی طرح راستہ میں گر پڑتا ہے

خاصہ ایں بادہ کہ از خُمِ نبی ست
خصوصًا یہ شراب جو کہ نبیؐ کے مٹکے کی ہے

نے مئی کہ مستیِ او یک شبی ست
نہ کہ وہ شراب جس کا نشہ ایک رات کا ہے

آنکہ اصحابِ کہف از نقل و نقل
وہ (شراب) کہ اصحابِ کہف نُقل اور سفر سے

سہ[3] صد و نہ سال گم کردند عقل
تین سَو نو سال تک اپنی عقل کھو بیٹھے

زاں[4] زنانِ مصر جامے خوردہ اند
اِسی (شراب) سے مصری عورتوں نے ایک جام پیا ہے

دستہا را شرحہ شرحہ کردہ اند
اُنھوں نے ہاتھوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے

ساحراں ہم سُکرِ موسیٰؑ داشتند
جادوگر بھی (حضرت) موسیٰؑ کا نشہ رکھتے تھے

دار را دلدار می پنداشتند
اُنھوں نے سولی کو پیارا سمجھا

جعفرِ طیار زاں مے بود مست
(حضرت) جعفر طیارؓ اسی شراب سے مست تھے

زاں گرو می کرد بیخود پا و دست
اِسی لئے بیخودی سے ہاتھ پاؤں قربان کرتے تھے

اِس شراب سے ایسے مست ہو گئے کہ سولی پر چڑھنا اُن کو پیارا لگا۔ جعفر۔ حضرت جعفرؓ غزوۂ موتہ میں اسی شراب سے ایسے مَست تھے کہ ہاتھوں کے کٹنے کی اُن کو کوئی پروانہ ہوئی ————

لہ[1] خویشتن۔ بڑے لوگ مجرم سے اپنے آپکو غافل بنا لیتے ہیں لیکن وہ سب کچھ سمجھتے ہیں۔ لجوج۔ جھگڑالو۔ بے صفا۔ بد باطن۔ فسونِ دیو۔ مشہور ہے کہ منتر پڑھ کر جن کو بوتل میں بند کر لیا جاتا ہے۔ صد ہزاراں۔ انبیاء کی بُردباری کا معمولی حصہ سَو پہاڑوں سے زیادہ مُتحمل ہوتا ہے۔ حلم شاں۔ ان میں اِس قدر بُردباری ہوتی ہے کہ بڑے سے بڑا ہوشیار اور بینا دھوکا کھا جاتا ہے۔ حلم شاں۔ اُن کی بُردباری میں شراب کی تاثیر ہے جو انسان کو مدہوش کر دیتی ہے۔

لہ[2] مُست۔ شرابی مستانہ کج رفتار ہو جاتا ہے۔ فرزین۔ یہ شطرنج کا مہرہ ہے جسکی چال ٹیڑھی ہوتی ہے۔ مرد برنا۔ جوان آدمی شراب کے نشے سے بوڑھوں کی طرح راستہ میں گر پڑتا ہے۔ خاصہ۔ جب اِس معمولی شراب کے یہ اثرات ہیں تو عشقِ الٰہی کی شراب کے کیا کچھ اثرات نہ ہونگے۔ اصحاب۔ اصحابِ کہف عشقِ الٰہی کی شراب سے ایسے مَست ہوئے کہ نہ اُنکو جینا یاد رہا نہ سفر کرنا اور ایک غار میں تین سَو نو سال سوتے رہے۔

لہ[3] زآں۔ حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر مصری عورتیں عشقِ الٰہی کی شراب سے ایسی مست ہوئیں کہ اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ ساحراں۔ جن جادوگروں کو فرعون حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ پر لایا تھا وہ

۸۵۹

قصۂ[1] سبحانی ما اعظم شانی گفتنِ بایزید قدس سرہ و اعتراضِ مریدان و جوابِ او مر ایشان را نہ بطریقِ گفت زباں بلکہ از راہِ عیاں

حضرت بایزید قدس سرہ کے سُبحانی ما اعظم شانی کہنے کا قصہ اور مریدوں کا اعتراض اور اُن کو اُن کا جواب زبانی گفتگو سے نہیں بلکہ مشاہدہ کے راستہ سے

با مریداں آں فقیرِ محتشم — بایزیدؒ آمد کہ نک یزداں منم
وہ معزز درویش مریدوں کے سامنے — بایزیدؒ آئے کہ یہ میں خدا ہوں

گفت مستانہ عیاں آں ذوفنوں — لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا هَا فَاعْبُدُوْن
اُس صاحبِ کمالات نے مستی کی حالت میں کھلم کھلا کہا — کوئی معبود نہیں مگر میں خبردار! پس میری عبادت کرو

چوں[2] گذشت آنحال گفتندش صباح — تو چنیں گفتی و ایں نبود صلاح
جب وہ حالت گذر گئی، صبح کو انھوں نے اُن سے کہا — آپ نے ایسا کہا ہے اور یہ ٹھیک نہیں ہے

گفت ایں بار ار کنم ایں مشغلہ — کاردہا در من زنید آں دم ہلہ
فرمایا اب کی بار اگر میں یہ کام کروں — خبردار! فوراً میرے چھریاں گھونپ دینا

حق منزہ از تن و من با تنم — چوں چنیں گویم ببایدکُشتنم
اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور میں مجسّم ہوں — جب میں ایسا کہوں مجھے قتل کر دینا چاہیے

چوں وصیت کرد آں آزاد مرد — ہر مریدے کاردے آمادہ کرد
جب اُس آزاد مرد نے (یہ) وصیت کی — ہر مرید نے ایک چھری تیار کر لی

مست گشت او باز زاں استغراقِ زفت — آں وصیتہاش از خاطر برفت
وہ پھر بھاری استغراق سے مست ہو گئے — وہ وصیتیں دل سے بھول گئیں

عشق آمد عقلِ او آوارہ شد — صبح آمد شمعِ او بیچارہ شد
عشق آیا تو اُن کی عقل بھاگ گئی — صبح ہو گئی تو اُن کی شمع بے کار ہو گئی

عقل چوں شحنہ است چوں سلطاں رسید — شحنۂ بیچارہ در کنجے خزید
عقل کوتوال ہے، جب شاہ آیا — بے چارہ کوتوال کونے میں جا گھسا

عقل[3] سایۂ حق بود حق آفتاب — سایہ را با آفتابِ او چہ تاب
عقل اللہ (تعالیٰ) کا سایہ ہے اللہ سورج ہے — سایہ کی اُس کے سورج کے سامنے کیا مجال ہو

---

[1] قصہ. حضرت بایزیدؒ کے اِس قصہ سے بھی خرابات معرفت کے نشہ اور سُکر کی کیفیت کو ظاہر کرنا ہے. سبحانی ما اعظم شانی. میں ذات پاک ہوں میری شان کس قدر بڑی ہے. بات یہ ہے استغراقِ وحدت اور کمالِ مستی میں بایزیدؒ نے اپنے آپکو خدا کہدیا. ذوفنون. بایزیدؒ.

گفتندش. جب سُکر ختم ہوا اور ان کی صحو کی حالت ہوئی تو مریدوں نے ان سے کہا آپکے وہ کلمات بہت غیر مناسب تھے. گفت. بایزیدؒ نے مریدوں سے کہا کہ اگر اس طرح کے کلمات میری زبان سے پھر نکلیں تو مجھے قتل کر دینا میں خدا کیسے ہو سکتا ہوں میں مجسّم ہوں اور خدا جسم سے پاک ہے.

[2] چوں. مریدوں نے ان کی وصیت پر چھریاں تیار کر لیں. مست گشت. پھر ایک بار ان پر سُکر کی کیفیت طاری ہو گئی تو وہ اپنی پہلی ساری گفتگو بھول گئے. عشق. بایزیدؒ کے کلماتِ عشق کی مستی کی وجہ سے مولانا عشق کی تاثیر بیان کرتے ہیں عقل بمنزلہ شمع کے ہے اور عشق بمنزلہ سورج کے ہے سورج نکلنے پر شمع بیکار ہو جاتی ہے اسی طرح عقل عشق کے سامنے لاچار ہے. سلطان. عشق بادشاہ ہے اور عقل کوتوال.

[3] عقل سایہ. عقل کا بقا اللہ کے حجابِ نور کی وجہ سے ہے اگر وہ نور کا پردہ ہٹ جائے تو مخلوق اور عقل تاب نہ لائے اور فنا ہو جائے اسی طرح سایہ کا وجود سورج کے پردہ پوش ہونے کی وجہ سے ہے اگر پردہ ہٹ جائے تو سایہ باقی نہ رہے ——

چوں پری غالب شود بر آدمی ۱؎ — گم شود از مرد وصفِ مردمی

جب جن کسی آدمی پر چڑھ جاتا ہے — آدمی سے آدمیت کی صفت گم ہو جاتی ہے

ہر چہ گوید آں پری گفتہ بود — زیں سری و رزاں سری گفتہ بود

وہ جو کچھ کہتا ہے، جن کی گفتگو ہوتی ہے — اِس جانب کی، اگرچہ اُس جانب سے کہا گیا ہو

چوں پری را ایں دم و قانوں بود — کردگارِ آں پری خود چوں بود

جب پری کو یہ طاقت اور قاعدہ حاصل ہے — (تو) اُس جن کا خدا خود کیسا ہو گا؟

اُو ۲؎ اُو رفتہ پری خود اُو شدہ — تُرک بے اِلہام تازی گو شدہ

اُس کی ماہیت چلی گئی وہ خود جن بن گیا — تُرک بغیر اِلہام کے عربی بولنے والا بن گیا

چوں بخود آید نداند یک لغت — چوں پری را ہست ایں ذات و صفت

جب وہ ہوش میں آتا ہے ایک لغت نہیں جانتا — جبکہ یہ ذات اور صفت جن کی تھی

ق

پس خداوندِ پری و آدمی — از پری کے باشدش آخر کمی

تو جن و اِنس کا خدا — آخر وہ جن سے کب کم ہو گا؟

شیرگیر از شیر کے ترسد بگو — شرحِ راہ از کور کے پرسد بگو

بتا، نیم مست شیر سے کب ڈرتا ہے؟ — بتا راستہ کی تفصیل اندھے سے کون پوچھتا ہے؟

شیرگیر ۳؎ از خونِ نرّ شیر خورد — تو بگوئی اُو نکرد آں بادہ کرد

نیم مست اگر نر شیر کا خون پی جائے — تو کہیگا (یہ کام) اُس نے نہیں کیا، شراب نے کیا؟

ور سخن پرداز د از رازِ کہن — تو بگوئی بادہ گفتہ است ایں سخن

اگر وہ پرانے راز کی بات کہے — تو کہے گا یہ بات شراب نے کہی ہے

بادہ را می بود گر ایں شرّ و شور — نورِ حق را نیست آں فرہنگ و زور

اگر شراب میں یہ شور و شر ہوتا ہے — تو کیا اللہ (تعالیٰ) کے نور میں یہ لیاقت اور طاقت، وہ نہ ہو گی

ق

کہ ترا از تو بکل خالی کند — تو شوی پست اُو سخن عالی کند

کہ وہ تجھے، تجھ سے بالکل خالی کر دے — تو مغلوب ہو جائے (اور) وہ بلند بات کہے

۱؎ چوں پری۔ پہلے تو مولانا نے بایزیدؒ کے اِس کلام پر عذر پیش کئے اب کہتے ہیں کہ وہ کہنا دراصل اُن کا کہنا ہی نہ تھا بلکہ وہ خود ذاتِ حق کا کہنا تھا جو اپنی جگہ بالکل صحیح تھا انسان پر اگر جن چڑھ جاتا ہے تو اُس میں سے انسانیت کے اوصاف ختم ہو جاتے ہیں اور وہ جو کچھ بولتا ہے وہ نہیں بولتا بلکہ جن بولتا ہے۔ چوں جب جن کے یہ اثرات ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے وقت ایک انسان اپنی حالت پر کب رہ سکتا ہے تو لامحالہ

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

۲؎ اُو ی اُو۔ یعنی اُس کی ہستی۔ ترک۔ جن کے غالب آ جانے پر جاہل ترک عربی بولنے لگتا ہے حالانکہ اُس ترک نے کبھی عربی نہ سیکھی تھی۔ چوں۔ جب اُس ترک پر سے جن اُتر جاتا ہے وہ عربی کا ایک لفظ بھی نہیں بول سکتا۔ چوں پری۔ یہ مصرع شرط ہے اُس کی جزا اگلا شعر ہے یعنی جب جن کے یہ اثرات ہیں تو خدا کی تجلیات میں کیا کچھ اثرات نہ ہوں گے۔ شیر گیر۔ خراب سے نیم مست شیر سے نہیں ڈرتا تو یہ اس کی فطرت نہیں ہے بلکہ شراب کا اثر ہے۔ شرح راہ۔ اندھے کو کوئی راستہ معلوم نہیں کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ احکام کا تعلق ذات سے نہیں ہے بلکہ صفات سے ہے تو جب صفتِ انسانیت ختم ہو جائے تو کام اور بات محض ذات کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتی

۳؎ شیر گیر۔ نیم مست جب شیر کو بے دھڑک مار ڈالتا ہے تو یہ عمل اُس کی ذات کی طرف منسوب نہیں ہوتا بلکہ اُس اثر کی طرف منسوب ہوتا ہے جو شراب نے پیدا کیا ہے۔ ور سخن۔ اگر نیم مست پرانے راز ظاہر کرنے لگتا ہے تو تم کہتے ہو کہ یہ نہیں بول رہا ہے شراب بول رہی ہے، جب شراب کے یہ کرشمے ہیں تو نورِ حق اور تجلی رب جب انسان پر نازل ہو تو پھر اُس کی بات اُس تجلی کی طرف کیوں نہ منسوب کی جائے گی۔

گرچہ[1] قرآں از لبِ پیغمبر است — ہر کہ گوید حق نگفت اُو کافر است

قرآن اگرچہ پیغمبر کے لبوں سے ہے — (لیکن) جو یہ کہے کہ اللہ (تعالیٰ) نے نہیں فرمایا وہ کافر ہے

چوں ہُمایِ بے خودی پرواز کرد — آں سخن را بایزیدؒ آغاز کرد

جب بیخودی کے ہُما نے پرواز کی — وہ بات بایزیدؒ نے شروع کر دی

عقل را سیلِ تحیّر در رُبُود — زاں قوی تر گفت کاوّل گفتہ بُود

عقل کو تحیر کا سیلاب بہالے گیا — اُس سے زیادہ سخت بات کہی جو پہلے کہی تھی

نیست اندر جُبّہ ام اِلّا خدا — چند جوئی بَر زمین و بَر سَما

(کہا) میرے جبّہ میں خدا کے سوا کوئی نہیں ہے — تو آسمان اور زمین میں کب تک تلاش کریگا؟

آں[2] مُریداں جملہ دیوانہ شُدند — کاردہا بر جسمِ پاکش می زدند

وہ سب مُرید پاگل بن گئے — اُن کے پاک جسم میں چھُریاں گھونپ رہے تھے

ہر یکے چوں مُلحدانِ گرد کُوہ — کارد می زد پیرِ خود را بے سُتُوہ

گرد کوہ کے بے دینوں کی طرح ہر ایک — اپنے پیر کے بے دھڑک چھُری گھونپتا تھا

ہر کہ اندر شیخ تیغے می خَلید — بازگونہ از تنِ خود می دَرید

جو شخص شیخ کے اندر تلوار گھُساتا تھا — وہ اُلٹا اپنے جسم کو پھاڑتا تھا

یک اَثر نے بر تنِ آں ذوفنوں — واں مُریداں خستہ و غرقابِ خوں

اُس ہُنرمند کے جسم پر ایک نشان نہ تھا — اور وہ مُرید زخمی اور خون میں غرق تھے

ہر[3] کہ اُو سُوئے گلویش زخم بُرد — حَلقِ خود ببریدہ دید و زار مُرد

جس نے اُن کے گلے پر زخم لگایا — اُس نے اپنا گلا کٹا ہوا پایا اور بُری طرح مَرا

وانکہ اُو را زخم اندر سینہ زد — سینہ اَش بشگافت و شُد مُردہ اَبد

اور جس نے اُن کے سینہ پر زخم لگایا — اُس کا سینہ چرا اور ہمیشہ کے لئے مُردہ ہوگیا

وانکہ آگہ بُود زاں صاحبقِراں — دِل ندادش کہ زند زخمِ گراں

اور جو شخص اُس اِقبال مند سے واقف تھا — اُسکے دل نے اُسکو اجازت نہ دی کہ کاری زخم لگائے

نیم دانش دستِ اُو را بَستہ کرد — جاں ببُرد اِلّا کہ خود را خستہ کرد

تھوڑی سی عقل نے اُس کے ہاتھ باندھ دیئے — اُس نے جان بچالی مگر اپنے آپ کو زخمی کرلیا

---

[1] گرچہ۔ قرآن کے الفاظ اگرچہ آنحضورؐ کے دہنِ مبارک سے اَدا ہوتے تھے لیکن اُس کو آنحضورؐ کا کلام کہنے والا کافر ہے اور اُس کو خدا کا کلام قرار دیا جاتا ہے اسی طرح وہ الفاظ اگرچہ بایزیدؒ کے مُنہ سے اَدا ہوئے لیکن وہ خدا کا کلام تھا۔ چوں ہمای۔ حضرت بایزیدؒ پر جب تجلیات سے پھر بیخودی طاری ہوئی تو اِس بار اُنھوں نے پہلے سے بھی زیادہ سخت جملہ کہا اور کہنے لگے کہ میرے جُبّہ میں خدا کے سوا کوئی نہیں ہے اُس کو میرے جبّہ میں تلاش کرلو آسمان اور زمین پر کیوں تلاش کرتے پھرتے ہو۔

[2] آں مُریداں۔ اِس جملہ پر تمام مُرید دیوانہ وار ان پر چھُریاں لے کر ٹوٹ پڑے اور اُن کے پاک جسم پر چھُریاں چلادیں۔ ہر یکے۔ گردکوہ، رَے کے علاقہ کا مشہور پہاڑ ہے۔ امام رازی کے زمانہ میں وہاں کافروں کی ایک جماعت تھی جو مسلمانوں کو بے دریغ قتل کرتی تھی۔ بے سُتوہ۔ بفتحتین، تنگدل ہونا ہر کہ۔ جو مُرید شیخ کے چھُری مارتا تھا اُس کا زخم خود اُس کے لگتا تھا۔ یک اَثر نے۔ بایزیدؒ کے بدن پر کسی کی چھُری کا زخم نہ لگا اور مرید خون میں نہاگئے۔

[3] ہر کہ۔ جس مُرید نے اُن کا گلا کاٹنے کے لئے حملہ کیا اُس کا خود گلا کٹ گیا اور مرگیا۔ وانکہ۔ جس شخص نے بایزیدؒ کے سینہ کو چاک کرنا چاہا اُس کا خود سینہ چاک ہوگیا اور ابدی نیند سوگیا۔ وانکہ۔ جس شخص نے حضرت بایزیدؒ کی شخصیت کو سمجھا اور اُس نے تھوڑی سی عقل سے کام لیا تو معمولی زخم لگایا پھر بھی وہ زخم خود اُس کے لگا۔

روزگشت[1] وآں مُریداں کاستہ — نوحہا از جانِ شاں برخاستہ
دن نکل آیا اور وہ نیم مُردہ مُرید — اُن کی جان سے نوحے بلند ہوئے

پیشِ اُو آمد ہزاراں مرد و زن — کاے دو عالم دَرج دَر یک پیرہن
ہزاروں مرد و زن اُن (شیخ) کے پاس آئے — کہ اے (وہ شیخ) کہ دونوں جہان ایک لباس میں ہیں

ایں تنِ تو گر تنِ مردم بُدے — چوں تنِ مردم ز خنجر گم شُدے
اگر یہ آپ کا جسم انسان کا جسم ہوتا — انسانوں کے جسم کی طرح خنجر سے فنا ہو جاتا

باخودے[2] با بے خودے دوچار زد — با خود اندر دیدۂ خود خار زد
خودی والے نے جب فانی کا مقابلہ کیا — تو اُس نے خود اپنی آنکھ میں کانٹا چبھویا

اے زدہ بر بے خوداں تو ذوالفقار — بر تنِ خود می زنی آں ہوشدار
اے وہ کہ تو نے فانیوں پر تلوار چلائی — سمجھ لے تو اپنے جسم پر مار رہا ہے

زانکہ بے خود فانی ست و ایمن ست — تا اَبد در ایمنی اُو ساکن ست
کیونکہ بے خود فانی ہے اور محفوظ ہے — وہ ہمیشہ کے لئے امن میں مقیم ہے

نقشِ اُو فانی و اُو شد آئینہ — غیر نقشِ رُوئے غیر آنجائے نہ
اُس کی صورت فنا ہو گئی ہے اور وہ آئینہ بن گیا ہے — سوائے غیر کی صورت کے اُس میں کچھ نہیں ہے

گر کُنی تُف سُوئے رُوئے خود کُنی — وَر زنی بر آئینہ بر خود زنی
اگر تو تھوکے گا تو اپنے مُنہ پر تھوکے گا — اگر آئینہ پر حملہ کرے گا اپنے اوپر کریگا

ور[3] بہ بینی رُوئے زِشت آں ہم توئی — ور بہ بینی عیسئ مریم توئی
اگر تو نے بھدا چہرہ دیکھے گا وہ بھی تو ہی ہے — اگر تو عیسیٰ ابن مریم کو دیکھے گا، تو ہی ہے

اُو نہ اینست و نہ آں اُو سادہ است — نقشِ تو در پیشِ تو بنہادہ است
وہ نہ یہ ہے نہ وہ ہے وہ صاف ہے — اُس نے تیری صورت تیرے سامنے کر دی ہے

چوں رسید اینجا سخن لب دَر بہ بست — چوں رسید اینجا قلم در ہم شکست
جب بات یہاں پہنچی ہونٹوں نے دروازہ بند کر لیا — جب قلم یہاں پہنچا، ٹوٹ گیا

لب بہ بند ارچہ فصاحت دست داد — دم مزن واللہ اعلم بالرشاد
ہونٹ بند کر لے، اگرچہ فصاحت حاصل ہو — دم نہ مار اور اللہ بھلائی کو زیادہ جانتا ہے

---

[1] روزگشت۔ رات میں یہ سب کچھ ہوا صبح کو جب نیم مُردہ مُریدوں پر حقیقت کُھل گئی تو وہ اور سینکڑوں لوگ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کے لباس میں کسی ایک شخص کا جسم نہیں ہے دونوں جہان ہیں اگر اِس لباس میں انسانی جسم ہوتا تو وہ خنجروں سے زخمی ہو جاتا۔

[2] باخودے۔ جب کوئی دنیادار کسی بزرگ سے بھڑتا ہے تو وہ خود اپنا نقصان کرتا ہے۔ ذوالفقار۔ حضور کی تلوار کا نام ہے جو حضور کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے پاس رہی تھی اُس کے بعد ہر اچھی تلوار کو ذوالفقار کہہ دیا جاتا ہے۔ زانکہ۔ مقامِ فنا پر پہنچنے کے بعد اُس کا اپنا کچھ نہیں رہتا لہٰذا اُس کے اپنے نقصان کا کوئی امکان نہیں ہے۔ نقشِ اُو۔ فانی کی خود اپنی صورت فنا ہو جاتی ہے اور وہ دوسروں کی صورتوں کا آئینہ بن جاتا ہے اب اُس میں خود اُس کی اپنی صورت نظر نہیں آتی جو غیر بالمقابل ہوتا ہے اُس کی صورت نظر آتی ہے۔ گر کُنی۔ آئینہ پر تھوکنا اپنے مُنہ پر تھوکنا ہے۔

[3] ور بہ بینی۔ اُس میں جو کچھ اچھائی یا بُرائی تجھے نظر آ رہی ہو وہ خود تیری اچھائی بُرائی ہے۔ چوں رسید۔ مولانا فرماتے ہیں جب بُرائیاں اِس مقام تک پہنچیں تو ہونٹوں نے بولنے کا راستہ بند کر دیا اور لکھنے سے قلم عاجز آ گیا۔ لب بہ بند۔ مولانا اپنے آپ کو خطاب کرتے ہیں کہ خواہ کتنی ہی فصاحت حاصل ہو اِن رازوں کو سربستہ رکھنا چاہیئے۔

663

لہ برکنارِ بامی اے مستِ مُدام — پست بنشیں یا فرود آ والسّلام

اے شراب سے مست! تو بالاخانہ کے کنارے پر ہے — نیچے ہو کر بیٹھ یا نیچے اُتر آ والسّلام۔

ہر زمانیکہ شُدی تو کامراں — آں دمِ خوش را کنارِ بام داں

جس وقت تو کامیاب ہو — اُس اچھے وقت کو بالاخانہ کا کنارہ سمجھ

بر زمانِ خوش ہراساں باش تو — ہمچو گنجش خفیہ کُن نے فاش تو

تو اچھے وقت پر خوفزدہ رہ — اُس کو خزانہ کی طرح چھپا، ظاہر نہ کر

تا نیاید بر وِلا ناگہ بَلا — تَرس تَرساں رَو دراں مَکمَن بَلا

تاکہ دوستی پر اچانک کوئی بلا نازل نہ ہو جائے — خبردار! اُس مخفی مقام پر ڈرتا ڈرتا چل

ترسِ جاں در وقتِ شادی از زوال — زاں کنارِ بامِ غیب است ارتحال

خوشی کے وقت زوال کی وجہ سے جان کا خوف — اُس غیب کے بالاخانہ کے کنارے سے ہٹ جانا ہے

گر نمی بینی کنارِ بامِ راز — روح می بیند کہ ہستش اہتزاز

اگر تو اسرار کے بالاخانہ کا کنارہ نہیں دیکھتا ہے — روح دیکھتی ہے، کیونکہ اُسی کو خوشی ہے

ہر نکالے ناگہاں کاں آمدہ ست — بر کنارِ کُنگرہ شادی بُدست

جو عذاب اچانک آیا ہے — وہ خوشی کے کنگرے کے کنارے سے آیا ہے

جز کنارِ بام خود نبود سقوط — اعتبار از قومِ نوحؑ و قومِ لُوطؑ

گرنا، بالاخانہ کے کنارے سے ہی ہوتا ہے — قومِ نوحؑ اور قومِ لوطؑ سے عبرت حاصل کرے

اعتبارے گیر تا یابی صفا — از درونِ انبیا و اولیا

تاکہ تجھے (باطن) کی صفائی حاصل ہو عبرت حاصل کر لے — انبیاء اور اولیاء کے باطن سے

سببِ فصاحت و بسیار گفتنِ آں فضول نزدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُس بیہودہ کے بہت بولنے اور زبان درازی کا سبب

سلہ پرتوِ مستیِ بیحدِ نبیؐ — چوں بزد ہم مست و خوش گشت آں غبی

نبی کی لامحدود مستی کا عکس — جب پڑا، وہ غبی بھی مست اور خوش و گفتار بن گیا

لاجرم بسیار گو شد از نشاط — مست ادب بگذاشت و آمد در خُباط

لامحالہ وہ سرور کی وجہ سے بہت بولنے والا بن گیا — مست نے ادب (کا دامن) چھوڑا، دیوانگی میں مبتلا ہو گیا

نے ہمہ جا بے خودی شر می کُند — بے ادب را بے ادب تر می کُند

مستی ہر جگہ شر (پیدا) نہیں کرتی ہے — بے ادب کو زیادہ بے ادب بنا دیتی ہے

لہ برکنار۔ بس اِس قدر لوں کہ دیتا ہوں کہ مشتاقِ الٰہی کا مست بالاخانہ کی منڈیر پر بیٹھا ہوا ہے جہاں سے ہر وقت گرنے کا خطرہ ہے یا تو وہ منڈیر سے نیچے اُتر کر بیٹھے یا بالاخانہ پر ہی اُتر آئے ورنہ ہر وقت خطرے میں ہے۔ برزمانِ خوش۔ قربِ الٰہی سے جو خوش وقتی حاصل ہو اس کے بارے میں ہر وقت خوفزدہ رہنا چاہیے کہ کہیں وہ ہاتھ سے نہ جاتی رہے اور اُس خزانۂ غیب کے راز کو لوگوں سے مخفی رکھنا ضروری ہے۔ وِلا۔ یعنی خدا کی دوستی۔ مکمن۔ پوشیدہ مقام۔

ٹلہ ترس۔ مقامِ قرب حاصل ہونے پر جو خوشی ہے اُس کے بارے میں خوف یہ ہے کہ یہ مقام زائل نہ ہو جائے۔ گر نمی بینی۔ بسا اوقات سالک کو اس مقام کا احساس نہیں ہوتا لیکن اُس کی روح اُس کو محسوس کرتی ہے۔ ہر نکالے۔ اقوامِ سابقہ قومِ نوحؑ اور قومِ لوطؑ پر جو عذاب آیا وہ اُن کے نقطۂ عروج پر پہنچنے کے بعد آیا۔ سقوط۔ نزول و سقوط عروج کے بعد ہی متصور ہوتا ہے۔ اعتبارے۔ انبیاء کے نقشِ قدم پر چلو گے تو اُن کی طرح آئینہ بن جاؤ گے۔

سلہ پرتو۔ آنحضورؐ کو جو قربِ الٰہی [illegible] مستی حاصل تھی اُس مستی کا عکس کا پر تو پڑ گیا جس کی وجہ سے وہ خوشی میں پاگل ہو [illegible] خرافات شروع کر دیے کہ جو جا۔ اُس

شخص میں مستی نے بڑا اثر کیا [illegible]

٦٦٦

[1] گر بُوَد عاقل نِکو فر می شود — وَر بُوَد بد خوی بد تر می شود

اگر وہ سمجھدار ہو تو اچھی شان و شوکت والا بنجاتا ہے — اگر وہ بدعادت ہوتا ہے تو اور زیادہ بُرا بنجاتا ہے

بر لبیب آید لُباب کاسِ اُو — وَز غبی کم گردد اِستیناسِ اُو

اُس کا جام سمجھدار کے لئے مغز ہے — اگر غبی ہے تو اُس کی محبت کم ہوجاتی ہے

بے خود از مے با ادب گردد تمام — با خود از مے بے اَدب گردد مدام

فانی شراب سے مکمل با ادب بن جاتا ہے — خودی والا شراب سے ہمیشہ بے ادب بنتا ہے

[2] لیک اَغلب چوں بَد اند و ناپَسند — بَر ہمہ مے را مُحرَّم کردہ اَند

لیکن اکثر لوگ بُرے اور ناپسند ہیں — (اسلئے) سب پر ہی شراب کو حرام کردیا ہے

حُکم غالب را ست چوں اَغلب بَد اند — تیغ را از دستِ رہزن بستد اند

حکم اکثریت پر لگتا ہے چونکہ اکثر بد ہیں — اُنھوں نے تلوار، ڈاکو کے ہاتھ سے لی ہے

بیان کردنِ رسُول علیہ السَّلام سببِ تفضیل و اختیار کردنِ اُو آں ہُذیلی را بامیری و سَر لشکری بر پیرانِ کار دیدہ و کار آزمودہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس ہذیلی کو امیری اور سرداری کے لئے ماہر اور تجربہ کار بوڑھوں پر فضیلت دینے اور چُن لینے کے سبب کا بیان کرنا

[3] گفت پیغمبرؐ کہ اے ظاہر نگر — تو مبیں اُو را جوان و بے ہُنر

پیغمبرؐ نے فرمایا اے ظاہر بیں! — تو اُس کو جوان اور بے ہُنر نہ سمجھ

اے بسا ریشِ سیاہ و مَرد پیر — وَے بسا ریشِ سفید و دل چو قیر

بہت سے کالی داڑھی والے ہیں اور بوڑھے ہیں — بہت سے سفید داڑھی والے ہیں اور سیاہ دل ہیں

عَقلِ اُو را آزمودم بارہا — کرد پیری آں جواں در کارہا

میں نے بارہا اُس کی عقل آزمائی ہے — کاموں میں اُس جوان نے بوڑھاپن دکھایا ہے

پیر پیرِ عقل باشد اے پسر — نے سُفیدی مُوی اندر ریش و سَر

اے بیٹا! بوڑھا عقل کا بوڑھا ہوتا ہے — نہ کہ سر اور داڑھی کے بالوں میں سفیدی

از بلیس اُو پیر تر خود کے بُوَد — چونکہ عقلش نیست او لاشئ بُوَد

وہ (نوجوان) شیطان سے زیادہ بوڑھا کب ہوسکتا تھا! — چونکہ اُس میں عقل نہیں ہے وہ لاشئ ہے

طِفل گیرش چوں بُوَد حاجب کمال — پیر باشد در ہُنر آں خوشخصال

اُس کو بچہ سمجھ، جب وہ صاحبِ کمال ہو — وہ خوش خصلت ہُنر میں بوڑھا ہوگا

---

[1] گر بُود۔ جس طرح کے جذبات انسان کے دل میں ہوتے ہیں مستی اُن کو اُبھار دیتی ہے۔ بر لبیب۔ شراب کے اثر سے ذہین کی ذہانت بڑھ جاتی ہے اور بے عقل مزید بے عقلی کرنے لگتا ہے۔ استیناس۔ مانوس ہونا۔ بے خود۔ اگر انسان خود غرض نہیں ہے اور اُس میں عالی جذبات ہیں تو وہ جذبات اور اُبھر جاتے ہیں۔ مدام۔ ہمیشہ۔

[2] لیک۔ چونکہ حکم اکثریت پر لگتا ہے اور اکثر لوگ اچھے جذبات کے حامل نہیں ہوتے لہٰذا شراب سب ہی کے لئے حرام کردی گئی۔ تیغ۔ عوام کے لئے شراب کی اجازت ایسی ہوئی جیسا کہ ڈاکوؤں کے ہاتھ میں تلوار دے دینا۔

[3] گفت پیغمبرؐ۔ ہذیلی کے سردار بنانے پر جو اعتراض تھا اُس کا جواب دیا۔ اے بسا یعنی بزرگی بہ عقلست نہ بسال۔ قیر۔ ایک کالا مادہ ہے۔ آز بلیس۔ محض عمر کے اعتبار سے اگر عقلمندی کا حکم لگتا تو شیطان سے زیادہ عمر والا کون ہوگا۔ وہ عقلمند کہلاتا۔ طفل۔ بچہ اگر صاحب کمال ہے تو وہ عقلمند ہے۔

665

طفل گیرش چوں بود عیسیٰ نفس — پاک باشد از غرور و از ہوس
اسکو بچہ سمجھو جب وہ حضرت عیسیٰ والی باتوں والا ہو — تو وہ غرور اور ہوس سے پاک ہوگا

آں[۵۱] سفیدی مو دلیلِ پختگی ست — پیشِ چشمِ بستہ کش کوتہ تگی ست
بالوں کی سفیدی پختگی کی دلیل ہے — بند آنکھ کے لئے جو کوتاہ رفتار ہے

آں مقلد چوں نداند جز دلیل — در علامت جوید او دائم سبیل
وہ مقلد چونکہ دلیل کے علاوہ کچھ نہیں جانتا — تو وہ ہمیشہ علامتوں میں راستہ تلاش کرتا ہے

بہرِ او گفتیم کایں تدبیر را — چونکہ خواہی کرد بگزیں پیر را
اس کے لئے ہم نے کہا ہے کہ اس تدبیر کو — جب تو اختیار کرے، بوڑھے کو منتخب کر

لیک پیرِ عقل نے پیرِ سن — می نداند ممتحن از ممتحن
لیکن عقل کا بوڑھا، نہ کہ عمر کا بوڑھا — جو امتحان دینے والے اور امتحان لینے والے میں امتیاز کرتے

آنکہ[۵۲] او از پردہ تقلید جست — او بنورِ حق بہ بیند ہر چہ ہست
وہ شخص جو تقلید کے پردے سے نکل گیا — وہ ہر موجود کو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

نورِ پاکش بے دلیل و بے بیاں — پوست بشگافد در آید در میاں
اس کا پاک نور بغیر دلیل اور بغیر بیان کے — کھال پھاڑتا ہے اندر گھس جاتا ہے

پیشِ ظاہر بیں چہ قلب و چہ سرہ — او چہ داند چیست اندر قوصرہ
ظاہر بیں کے سامنے کیا کھوٹا اور کیا کھرا — وہ کیا جانے ٹوکری میں کیا ہے؟

اے بسا زر سیہ کردہ بدود — تا رہد از دستِ ہر دزدِ حسود
بعض اوقات سونا دھوئیں سے سیاہ کیا ہوا ہوتا ہے — تاکہ ہر حاسد چور کے ہاتھ سے محفوظ رہے

اے بسا مسہائے[۵۳] اندودہ بزر — تا فروشد آں بعقلِ مختصر
بہت سے سونے کا ملمع کئے ہوئے تانبے ہیں — تاکہ ان کو کوتاہ عقل کے ہاتھ فروخت کرے

ما کہ باطن بینِ جملہ کشوریم — دل بہ بینیم و بظاہر ننگریم
ہم جو کہ تمام عالم کے باطن کے دیکھنے والے ہیں — ہم دل کو دیکھتے ہیں ظاہر کو نہیں دیکھتے ہیں

قاضیانے کہ بظاہر می تنند — حکم بر اشکالِ ظاہر می کنند
وہ قاضی جو ظاہر پر نظر رکھتے ہیں — وہ ظاہری شکلوں پر حکم لگاتے ہیں

چوں شہادت گفت و ایمانش نبود — حکمِ او مومن کنند ایں قوم زود
جب (کلمۂ) شہادت پڑھ لیا اور اسمیں ایمان نہ تھا — یہ لوگ بہت جلد اس پر مومن (ہونیکا) حکم لگا دیتے ہیں

۵۱ آں سفیدی۔ بالوں کی سفیدی بھی عقل کی پختگی کی دلیل ہے لیکن یہ ظاہر بیں.. لوگوں کے لئے ہے۔ آں مقلد۔ جس کو نور بصیرت حاصل نہیں ہے وہ ہمیشہ دلیل کا طالب ہوتا ہے اور علامتوں کا راستہ تلاش کرتا ہے۔ بہر او۔ مقلد کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ کسی بوڑھے سے مشورہ کرے لیکن۔ لیکن اس بوڑھے سے عمر کا بوڑھا مراد نہیں ہے بلکہ صاحب بصیرت مراد ہے۔

۵۲ آنکہ۔ وہ شخص مراد ہے جو تقلید سے نجات پا گیا ہو اللہ کے نور سے چیزوں کو دیکھتا ہو اس کی نگاہ کھال سے گذر کر باطن کو دیکھ لیتی ہے۔ پیش۔ ظاہر بیں، کھوٹے کھرے میں امتیاز نہیں کر سکتا۔ قوصرہ۔ ٹوکری۔ اے بسا۔ بہت سے صحیح سکے کالے کر دیئے جاتے ہیں تاکہ چور دست درازی نہ کرے۔

۵۳ مسہائے اندودہ۔ بہت سے سکے تانبے کے ہوتے ہیں جن پر سونے کی ملمع کاری ہوتی ہے۔ تاکہ حضورؐ نے فرمایا ہم دل کو دیکھتے ہیں ظاہر پر نظر نہیں رکھتے ہیں۔ قاضیانے۔ قاضی ظاہر پر حکم لگاتا ہے جب کوئی شخص اس کے سامنے کلمۂ شہادت پڑھے خواہ اس کے دل میں تصدیق نہ ہو تو وہ اس کو مومن قرار دے گا۔

بس[1] منافق کاندریں ظاہر گریخت
بہت سے منافق ہیں جنھوں نے اس ظاہر میں پناہ پکڑ لی

خونِ صد مومن بہ پنہانی بریخت
درپردہ انھوں نے سینکڑوں مسلمانوں کی خونریزی کی

جہد کُن تا پیرِ عقل و دیں شوی
کوشش کر تاکہ عقل اور دین کا بوڑھا بنے

تا چو عقلِ کُل تو باطن بیں شوی
تاکہ تو عقلِ کُل کی طرح باطن بیں بن جائے

از عدم چوں عقلِ زیبا رُو کشاد
جب حسین عقل، عدم سے رُونما ہوئی

خلعتش داد و ہزاراں نام داد
(قدرت نے) اُس کو خلعت بخشی اور ہزاروں نام دیئے

کمتریں زاں نامہائے خوش نفس
اُن بہترین ناموں میں سے کمترین نام

اینکہ نبود ہیچ اُو محتاجِ کس
یہ ہے کہ وہ کسی کی محتاج نہ ہوگی

گر[2] بصورت وا نماید عقل رُو
اگر عقل مجسم ہوکر رُونما ہو جائے

تیرہ باشد روز پیشِ نورِ اُو
دن اُس کے سامنے کالا پڑ جائے

ور مثالِ احمقی پیدا شود
اگر حماقت کی تصویر پیدا ہو جائے

ظلمتِ شب پیشِ اُو روشن بود
رات کی تاریکی اُس کے مقابلہ میں روشن ہوگی

کو ز شب مظلم تر و تاری تر ست
کیونکہ وہ رات سے زیادہ تاریک اور کالی ہے

لیک خفاشِ شقی ظلمت خورست
لیکن بدبخت چمگادڑ تاریکی خور ہے

اندک[3] اندک خوی کُن با نورِ روز
دن کے نور کی آہستہ آہستہ عادت ڈال

ورنہ خفاشے بمانی بے فروز
ورنہ تو نور سے محروم چمگادڑ بنا رہے گا

عاشقِ ہر جا شکال و مشکلے ست
وہ ہر ایسی جگہ کی عاشق ہے جہاں اشکال اور مشکل ہے

دشمنِ ہر جا چراغِ مقبلے ست
اُس جگہ کی دشمن ہے جہاں کسی بختاور کا چراغ ہے

ظلمتِ اشکال ازاں جوید دلش
اُس کا دل اندھیرے کے اشکال کی جستجو میں اسلئے ہے

تا کہ افزوں تر نماید حاصلش
تاکہ اُس کی آمدنی زیادہ رونما ہو

تا ترا مشغولِ آں مشکل کند
تاکہ تجھے اس مشکل میں مشغول کر دے

وز نہادِ زشتِ خود غافل کند
اور اپنی بُری فطرت سے غافل کر دے

علامتِ عاقلِ تمام و نیم عاقل و مردِ تمام و نیم مرد و علامتِ شقیِ مغرورِ لاشیٔ

مکمل عاقل اور آدھے عقلمند اور مکمل انسان اور آدھے انسان کی علامت اور بے وجود مغرور بدبخت کی علامت

---

[1] بس منافق۔ بہت سے منافقوں نے اسی طرح اپنا ایمان ظاہر کرکے سازشیں کی ہیں اور مسلمانوں کی خونریزی کی ہے۔ عقلِ کُل۔ عقلِ کامل جبرئیلؑ۔ از عدم۔ جب عقل پیدا ہوئی تو اللہ تعالےٰ نے اُسکی بہت عزت افزائی فرمائی۔ کمترین۔ اُس کو ایک یہ خوبی عنایت کی کہ وہ کسی کی محتاج نہیں ہے

[2] گر بصورت۔ اگر عقل مجسم ہوکر دنیا میں رونما ہو تو سورج کی روشنی اُس کے سامنے ماند پڑ جائے۔ ور۔ اگر حماقت مجسم ہوکر رونما ہو تو رات کی تاریکی اُس سے شرما جائے۔ لیک۔ احمق کی مثال تاریکی خور چمگادڑ کی سی ہے لہٰذا اُس کو حماقت ہی پسند آتی ہے۔

[3] اندک۔ انسان کو نورِ ہدایت سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے ورنہ بُری حالت میں موت آجائے گی۔ عاشق۔ کور باطن تاریکی کو پسند کرتا ہے، اور ہدایت سے بھاگتا ہے چمگادڑ صفت انسان دنیاوی ظلمت کا طالب ہے اور چراغِ ہدایت سے گریزاں ہے اور دنیاوی ظلمت کا طالب اسلئے ہے کہ دنیا کی دولتیں کمائے۔ تا ترا۔ ایسے دولتمند انسان کو دیکھ کر دوسرے بھی گمراہ ہوتے ہیں۔ علامت۔ اس بیان سے مولانا کا یہ مقصد ہے کہ کامل عقلمند وہ ہے جو نورِ باطن حاصل کرے۔ لاشیٔ۔

666

عاقل آں باشد کہ با اُو مشعلہ[۱] است — اُو دلیل و پیشوائے قافلہ است

عقلمند وہ ہے جس کے پاس مشعل ہے — وہ قافلہ کا راہنما اور پیشوا ہے

پیرو نورِ خودست آں پیش رَو — تابعِ خویش ست آں بیخویش رَو

وہ پیشوا، اپنے نور کا پیرو ہے — وہ بے اختیار چلنے والا اپنے نور کا تابع ہے

مؤمنِ خویش ست و ایماں آورید — ہم بداں نورے کہ جانش زاں چرید

وہ اپنے اوپر ایمان رکھتا ہے اور ایمان لایا ہے — اُس نور پر جس سے اُسکی روح نے غذا حاصل کی ہے

دیگرے[۲] کہ نیم عاقل آمد اُو — عاقلے را دیدۂ خود داند اُو

دوسرا وہ جو آدھا عقلمند ہے — (اور) کسی عقلمند کو اپنی آنکھ سمجھتا ہے

دست در وے زد چو کور اندر دلیل — تا بدو بینا شُد و جُست و جلیل

اُسنے اُس پر اس طرح ہاتھ رکھ لیا ہے جیسا کہ اندھا راہبر پر — حتیٰ کہ وہ اُس کے ذریعہ بینا اور چُست اور بڑا بن گیا ہے

واں خرے کز عقل جو سنگے نداشت — خود نبودش عقل و عاقل را گذاشت

وہ گدھا جو ایک جَو برابر عقل نہیں رکھتا — اُسمیں خود عقل نہ تھی اور عقلمند کو بھی چھوڑ دیا

رہ نداند نے قلیل و نے کثیر — می نجوید ہم نذیر و ہم بشیر

وہ راستہ نہیں جانتا ہے نہ تھوڑا نہ بہت — نذیر اور بشیر کو بھی نہیں تلاش کرتا ہے

غرقہ اندر غفلت و در قال و قیل — ننگش آید آمدن خلفِ دلیل

غفلت اور بحث و مباحثہ میں غرق ہے — اُس کو راہنما کے پیچھے چلنے میں شرم آتی ہے

می رَود[۳] اندر بیابانِ دراز — گاہ لنگاں آئِس و گاہے بتاز

وہ لمبے جنگل میں چلا جا رہا ہے — کبھی مایوس لنگڑاتا ہوا اور کبھی دوڑتا ہوا

شمع نے تا پیشوائے خود کُند — نیم شمعے نے کہ نورے گد کُند

شمع نہیں ہے کہ اُس کو اپنا پیشوا بنالے — آدھی شمع (بھی) نہیں ہے کہ نور مانگ لے

نیست عقلش تا دمِ زندہ زند — نیم عقلے نے کہ خود مُردہ کُند

اُس میں عقل نہیں ہے کہ زندہ ہونیکا دم بھرے — آدھی عقل (بھی) نہیں ہو کہ اپنے آپکو مُردہ بنالے

مُردۂ آں عاقل آید اُو تمام — تا برآید از نشیبِ خود بہ بام

وہ بالکلیہ اُس عقلمند کا مُردہ بن جائے — تاکہ اپنی پستی سے بالاخانہ پر پہنچ جائے

عقلِ کامل نیست خود را مُردہ کُن — در پناہِ عاقلِ زندہ سُخن

پوری عقل نہیں ہے (تو) اپنے آپکو مُردہ بنا لے — زندہ دَم عقلمند کی پناہ میں

---

[۱] مشعلہ یعنی نور کی مشعل۔ اُو۔ وہ دوسروں کا بھی رہنما ہے۔ پیرو۔ وہ خود اپنے نور کا تابع اور پیرو ہوتا ہے مؤمنِ خویش۔ یہ مرتبہ انبیاء کا ہے انبیاء کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے اوپر ایمان لائیں اور اپنی نبوت کی تصدیق کریں۔

[۲] دیگرے نیم عقل وہ ہے جو کسی صاحبِ نور کو اپنی آنکھ بنالے اور ہر چیز کو اُس کی آنکھ سے دیکھے۔ دست۔ ہر معاملہ میں اُس پر ایسا اعتماد کرے جس طرح اندھا اپنے رہنما پر کرتا ہے۔ واں خرے۔ تیسرا جو نرا گدھا ہے وہ ہے جس کو نہ خود نور حاصل ہو نہ کسی کو رہنما بنائے۔ نذیر و بشیر یعنی رہنما۔ غرقہ۔ خود غفلت میں غرق ہے اور دوسرے کو رہنما بنانے سے ذلت محسوس کرتا ہے۔

[۳] می رود۔ یہ تیسرا شخص اوہام اور خیالات کی وادیوں میں سرگرداں رہتا ہے۔ شمع۔ اُس کو خود تو نورِ باطن حاصل نہیں ہے اور اتنی عقل بھی نہیں ہے کہ کسی دوسرے سے نور حاصل کرلے۔ نیست عقلش۔ اُسکو خود نور حاصل نہیں ہے اور اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ اپنے آپکو کالمیتِ فی یدِ الغسّال کردے۔ مردہ۔ اگر مُردہ بنکر اپنے آپکو کسی عقلمند کے سپرد کردوگے تو بامِ عروج پر پہنچ جاؤگے۔ عقلِ کامل۔ اگر تجھے ایسا کامل عقل نہیں ہے تو مُردہ اپنے آپکو

زندہ نے تا ہمدمِ عیسیٰ بُود ۔ مُردہ نے تا دمگہِ عیسیٰ شود

نہ وہ زندہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا ہم مشرب ہو ۔ مُردہ بھی نہیں ہو کہ حضرت عیسیٰؑ کی پھونک کا اہل ہو

زندہ نے و مُردہ نے لاشئ بُود ۔ غُورہ باشد نے عِنَب نے مے بُود

نہ زندہ ہے نہ مُردہ، وہ کچھ نہیں ہے ۔ کچا انگور ہے، نہ انگور ہے نہ شراب

غُورہ کز غورگی در نگذرد ۔ سنگ بست و خام و تُرش و رد بُود

کچا انگور جو کچے پن سے آگے نہ بڑھے ۔ وہ پتھر اگیا ہے اور کچا اور کھٹا اور مردود ہوتا ہے

جانِ کورش گام ہر سو می نہد ۔ عاقبت نجہد ولے بر می جہد

اُس کی اندھی روح ہر جانب قدم بڑھاتی ہے ۔ عاقبت کی کوشش نہیں کرتی ہے لیکن تڑپتی رہتی ہے

سُود ندہد بر جہیدن آں زماں ۔ زانکہ نازل شُد بلا از آسماں

اُس وقت اُچھلنا کودنا فائدہ نہیں دیتا ہے ۔ کیونکہ آسمان سے بلا اُتر چکی ہے

قصۂ آبگیر و صیادان و آں سہ ماہی یکے عاقل و یکے نیم عاقل و آں دیگر مغرور ابلہ، مُغفّل، لاشئ و عاقبتِ ایشان

تالاب اور شکاریوں اور تین مچھلیوں کا قصہ جو ایک عقلمند اور ایک ناقص العقل اور ایک دوسری مغرور، بے وقوف غافل لاشئ تھی اور اُن کا انجام

قصۂ آں آبگیر ست اے عنود ۔ کہ درو سہ ماہیِ اشگرف بُود

اے سرکش! اس تالاب کا قصہ ہے ۔ جس میں تین بڑی مچھلیاں تھیں

در کلیلہ خواندہ باشی لیک آں ۔ قشرِ افسانہ بُود ویں مغزِ جاں

تو نے کلیلہ میں پڑھا ہوگا لیکن وہ ۔ قصہ کا چھلکا تھا اور یہ رُوح کا مغز ہے

چند صیادے سوئے آں آبگیر ۔ بر گذشتند و بدیدند آں ضمیر

اُس تالاب کی جانب چند شکاری ۔ گذرے اور اُس راز کو سمجھ گئے

پس شتابیدند تا دام آورند ۔ ماہیاں واقف شدند و ہوشمند

وہ دوڑے تاکہ جال لائیں ۔ مچھلیاں باخبر اور آگاہ ہو گئیں

آنکہ عاقل بُود عزمِ راہ کرد ۔ عزمِ راہِ مشکلِ ناخواہ کرد

جو سمجھدار تھی اس نے سفر کی ٹھانی ۔ ناپسند مشکل راستہ کا ارادہ کر لیا

گفت با اینہا ندارم مشورت ۔ کہ یقیں سستم کنند از مقدرت

کہنے لگی میں اِن سے مشورہ نہ کروں گی ۔ کیونکہ وہ یقیناً طاقت میں مجھے سست کر دیں گی

۱؎ زندہ۔ احمق انسان زندہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی طرح اُس کے دَم میں اثر ہو اور نہ مُردہ ہے کہ کسی عیسیٰ نفس کے دم کر زندہ ہو جائے۔ غُورہ۔ کچا انگور نہ کھانے کے قابل ہے نہ اس سے شراب بنتی ہے۔ کز غورگی۔ جو انگور پک نہ پائے ٹھٹھر کر کھٹا رہ جاتا ہے اور ناقابلِ قبول ہوتا ہے۔

۲؎ جاں۔ احمق انسان اوہام میں پھنسا رہتا ہے۔ عاقبت کی فکر نہیں کرتا ہے پھر ایسے وقت فکر کرتا ہے جبکہ کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔ سُود۔ بے وقت ندامت مفید نہیں ہے۔ آبگیر۔ تالاب جھیل۔ قصہ۔ اس قصہ سے اُنہی تین قسم کے آدمیوں کے انجام کو سمجھانا مقصود ہے۔

۳؎ قصہ۔ ایک جھیل میں تین نادر اور موٹی مچھلیاں رہتی تھیں۔ کلیلہ۔ اور دمنہ مشہور کتاب ہے۔ ضمیر۔ پوشیدہ چیز یعنی مچھلیوں کی اس تالاب میں سکونت۔ آنکہ۔ اِن تینوں مچھلیوں میں سے جو عقلمند تھی اس نے شکاریوں کے ارادے کو بھانپ کر سفر کر جانے کا ارادہ کر لیا اور وہاں سے چل دی۔

مہرِ زاد و بودِ شاں بر جاں زند ۔۔۔ کاہلی و جہلِ شاں بر من زند

پیدائش اور قیام کی محبت اُن کی جان پر اثر کرے گی ۔۔۔ اُن کی سُستی اور نادانی مجھ پر اثر کرے گی

مشورت با زندہ باید نکو ۔۔۔ کہ ترا زندہ کند آں زندہ کو

مشورے کے لئے نیک اور زندہ (دل) چاہئیے ۔۔۔ کہ تجھے زندہ کر دے، وہ زندہ کہاں ہے؟

اے مسافر با مسافر رائے زن ۔۔۔ زانکہ پایت لنگ دارد رائے زن

اے مسافر! مسافر سے مشورہ کر ۔۔۔ عورت کی رائے تیرا پاؤں لنگڑا کر دے گی

از دمِ حُبُّ الوطن بگذر مایست ۔۔۔ کہ وطن آں سوست جاں ایں سوی نیست

وطن کی محبت کے دھوکے سے نکل جا، نہ ٹھہر ۔۔۔ اے جان! وطن اُدھر ہے، اِدھر نہیں ہے

گر وطن خواہی گذر آں سوی شط ۔۔۔ ایں حدیث است را کم خواں غلط

اگر تو وطن چاہتا ہے (نہر کے) اُس کنارے پر چلا جا ۔۔۔ اِس صحیح حدیث کو غلط نہ پڑھ

سِرِّ حدیث حُبُّ الوطن مِنَ الاِیمَانِ و ذکرِ خواندنِ شخصے

اِس حدیث کا راز کہ وطن کی محبت ایمان سے ہے اور ایک شخص کا ناک میں

دُعای استنشاق را کہ اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِی رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ بجای

پانی دینے کے وقت کی دعا کو بے موقع پڑھنا جو کہ اے اللہ مجھے جنت کی خوشبو سونگھا دے

وردِ استنجا کہ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِی مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِی

استنجے کی دعا کی جگہ جو کہ "اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں میں سے کر دے اور مجھے پاکی حاصل کرنے

مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ و شنیدنِ عزیزے و طاقت نیاوردن و بازنمودن

والوں میں سے کر دے" ہے۔ اور ایک دوست کا سننا اور صبر نہ کر سکنا اور بتانا

در وضو ہر عضو را وردے جدا ۔۔۔ آمدہ است اندر خبر بہرِ دعا

وضو کرنے میں، ہر عضو کا جدا وظیفہ ۔۔۔ حدیث میں دعا کے لئے آیا ہے

چونکہ استنشاقِ بینی می کنی ۔۔۔ بوی جنت خواہ از ربِّ غنی

جب تو ناک میں پانی دے ۔۔۔ بے نیاز رب سے، جنت کی خوشبو چاہ

تا ترا آں بو کشد سوی جناں ۔۔۔ بوی گل باشد دلیلِ گلستاں

تاکہ وہ خوشبو تجھے جنتوں کی طرف کھینچے ۔۔۔ پھول کی خوشبو، چمن کی رہنما ہوتی ہے

چونکہ استنجا کنی وِرد و سخن ۔۔۔ ایں بود یا رب تو زینم پاک کن

جب تو استنجا کرے، وظیفہ اور کلام ۔۔۔ یہ ہوگا کہ اے خدا تو مجھے اِس سے پاک کر

لے قہر۔ اِن دونوں پہلیوں پر وطن کی محبت غالب آجائے گی۔ اور وہ میرے ارادے میں مجھے سُست کر دیں گی۔ اے مسافر! مسافر کو مسافر سے مشورہ کرنا چاہیئے خانہ نشین عورت سفر سے روک دے گی۔

سے آزدم۔ اِس حدیث میں وطن سے آخرت مُراد ہے دنیا کا وطن مراد نہیں ہے اِس حدیث کا غلط مطلب سمجھ کر دھوکا نہ کھانا۔ ترتیب۔ مولانا کا مطلب یہ ہے کہ ہر دعا کا ایک محل ہے اُس کو غلط مقام پر استعمال نہ کرنا چاہیئے اِسی طرح حُبُّ الوطن کو غلط مقام پر استعمال کرنا غلطی ہے۔

سے دردضو۔ بزرگانِ دین وضو میں ہر عضو کو دھوتے وقت ایک خاص دُعا پڑھتے ہیں۔ چونکہ جب ناک میں پانی ڈالتے ہیں تو دعا کرتے ہیں۔ خدا مجھے جنت کی خوشبو سونگھا دے۔ تا ترا۔ پھول کی خوشبو چمن کے لئے رہنما ہے اسی طرح سے جنت کی خوشبو جنت کی رہنما ہے۔ چونکہ استنجا۔ یہ دُعا استنجے کے بعد پاخانہ سے نکل کر پڑھنی چاہیئے۔

دستِ من اینجا رسید ایں را شُست ۱ — دستم اندر شُستنِ جانست سُست

میرا ہاتھ یہاں پہنچا، اِس کو دھو دیا — روح کے دھونے میں میرا ہاتھ کوتاہ ہے

اے زتو کس گشتہ جانِ ناکساں — دستِ فضلِ تست در جانہا رساں

اے (خدا) تجھ سے نالائقوں کی جان لائق بن گئی ہے — تیرے کرم کا ہاتھ روحوں تک پہنچنے والا ہے

حدِ من ایں بود کردم من لئیم — زاں سُوئے حد را نقی کن اے کریم

مجھ کمینے کی یہی حد تھی جو کر لی — حد کی اُس جانب کو اے کریم تو پاک کر دے

از حدث شستم خدایا پوست را — از حوادث تو بشو ایں دوست را

اے خدا! میں نے ناپاکی سے کھال کو دھو لیا — تو اس دوست کو حوادثِ (زمانہ) سے دھو دے

آں ۲ یکے در وقتِ استنجا بگفت — کہ مرا با بوئے جنت دار جفت

ایک شخص نے استنجے کے وقت کہا — مجھے جنت کی خوشبو کا جوڑی دار بنا دے

گفت شخصے خوب ورد آوردہ — لیک سوراخِ دعا گم کردہ

ایک شخص نے کہا تو نے بہت اچھا وظیفہ پڑھا — لیکن تو نے دعا کے سوراخ کو گم کر دیا ہے

ایں دعا چوں وردِ بینی بود چوں — وردِ بینی را تو آوردی بکوں

یہ دعا جبکہ ناک کا وظیفہ تھا، کیوں — تو ناک کے وظیفہ کو مقعد میں لے آیا؟

رائحہ جنت ز بینی یافت حُر — رائحہ جنت کے آید از دُبُر

آزاد آدمی جنت کی خوشبو ناک کے ذریعہ پاتا ہے — مقعد سے جنت کی خوشبو کب آتی ہے؟

اے ۳ تواضع بردہ پیشِ ابلہاں — وے تکبر کردہ تو پیشِ شہاں

اے بے وقوفوں کے سامنے تواضع کرنے والے! — اے شاہوں کے سامنے تکبر کرنے والے!

آں تکبر بر خساں خوب و چُست — ہیں مرو معکوس عکسش بندِ تست

تکبر کمینوں کے ساتھ اچھا اور بھلا ہے — خبردار! اُلٹا نہ چل، اُس کا اُلٹا تیری بیڑی ہو

از پئے سوراخِ بینی رست گل — بو وظیفہ بینی آمد اے عُتُل

پھول، ناک کے سوراخ کے لئے اُگا ہے — اے بدخو! سونگھنا ناک کا کام ہے

بوئے گل بہرِ مشام ست اے دلیر — جائے آں بو نیست ایں سوراخِ زیر

اے دلیر! پھول کی خوشبو دماغ کے لئے ہے — یہ نچلا سوراخ اُس خوشبو کی جگہ نہیں ہے

کے ازینجا بوئے خلد آید ترا — بو ز موضع جو اگر باید ترا

تجھے جنت کی خوشبو اِس جگہ سے کب آئے گی؟ — اگر تجھے (خوشبو) چاہیئے تو اُس کو جگہ سے تلاش کر

---

۱ دستِ من۔ اِس دعا کا مطلب یہ ہے کہ دعا کرنے والا کہتا ہے کہ نجاستِ ظاہری کا ازالہ تو مجھ سے ممکن تھا وہ میں نے کر لیا باطنی نجاست سے خدا ہی پاک کر سکتا ہے۔ اے زتو۔ یہ خدا کی قدرت ہی کر سکتی ہے کہ وہ روح کو پاک کر دے۔ حدِ من۔ انسان کا مقدور یہی ہے کہ وہ نجاستِ ظاہری سے پاکی حاصل کر لے، نجاستِ ظاہری کی حد سے آگے کی پاکی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ حدث۔ وہ چیزیں جن سے وضو یا غسل ٹوٹ جاتا ہے۔ حوادث یعنی دنیوی معاملات۔

۲ آں یکے۔ ایک آدمی نے استنجے کے وقت وہ دعا پڑھی جو ناک میں پانی دینے کے وقت کی ہے۔ سوراخ یعنی ناک کا سوراخ، اور پاخانہ کے مقام کا سوراخ۔ کون۔ پاخانہ کا سوراخ۔ دُبُر۔ پاخانہ کا سوراخ۔

۳ اے تواضع۔ جس طرح یہ بے محل دعا ہے اِسی طرح یہ بھی بے محل بات ہے کہ ان احمقوں کے سامنے تواضع برتے اور شاہوں سے اکڑے۔ ابلہاں۔ دنیادار۔ شہاں۔ یعنی بزرگانِ دین۔ بند۔ انسان کی اُلٹی چالیں اُسکی رفعت اور بلندی کیلئے مانع ہیں۔ رست گل۔ پھول سونگھنے کیلئے ہے اور سونگھنا ناک کا کام ہے۔ عُتُل۔ بدمزاج۔ مشام۔ دماغ۔ سوراخِ زیر۔ پاخانہ کا سوراخ۔ کے ازینجا۔

661

ہمچنیں حُبُّ الوطن باشد درست — تو وطن بشناس اے خواجہ نخست

اسی طرح سے وطن کی محبت درست ہے — اے خواجہ! تو پہلے وطن کو پہچان

واقف شُدنِ آں ماہیِ عاقل و سفر پیش گرفتن بے مشورت با دیگراں از حکمت

عقلمند مچھلی کا واقف ہوجانا اور دانائی سے دوسروں کے مشورے بغیر روانہ ہوجانا

گفت آں ماہیِ زیرک رہ کُنم — دل زِ رائ و مشورت شاں بر کَنم

اس عقلمند مچھلی نے کہا میں سفر کرجاؤں — ان کے مشورے اور رائے پر دل نہ جماؤں

نیست وقتِ مشورت ہیں راہ کُن — چوں علیؓ تو آہ اندر چاہ کُن

خبردار! مشورے کا وقت نہیں ہے سفر کر جا — (حضرت) علیؓ کی طرح تو کنویں میں آہ کر

محرمِ آں راہ کمیاب ست و بس — شب روی پنہاں روی کُن چوں عسس

اس راستہ کا محرم بالکل نایاب ہے — رات کو چلنا اور پوشیدہ چلنا کوتوال کی طرح اختیار کر

سوئے دریا عزم کُن زیں آبگیر — بحر جو و ترکِ ایں گرداب گیر

اس تالاب سے دریا کی جانب ارادہ کر — سمندر کی تلاش کر اس بھنور کو چھوڑ دے

سینہ را پا ساخت می رفت آں حذور — از مقامِ با خطر تا بحرِ نور

وہ محتاط سینہ کو پاؤں بنا کر جا رہی تھی — پُرخطر مقام سے، نور کے سمندر کی جانب

ہمچو آہو کز پئے او سگ بُود — می دود تا در تنش یک رگ بُود

اس ہرن کی طرح کتا جس کے درپے ہو — وہ دوڑتا ہے جب تک اسکے بدن میں ایک رگ ہو

خوابِ خرگوش و سگ اندر پے خطاست — خواب خود در چشمِ ترسندہ کجاست

خرگوش کی نیند اور کتا درپے، غلط ہے — ڈرنے والے کی آنکھ میں نیند کہاں ہوتی ہے؟

رفت آں ماہی رہِ دریا گرفت — راہِ دور و پہنۂ پہنا گرفت

وہ مچھلی چلی گئی۔ دریا کی راہ لی — دراز اور چوڑے سے چوڑا راستہ اختیار کیا

رنجہا بسیار دید و عاقبت — رفت آخر سوئے اَمن و عافیت

وہ بہت سی تکلیفوں سے دوچار ہوئی انجام کار — امن اور عافیت کی جانب چلی گئی

خویشتن افگند در دریائے ژرف — کہ نیابد حدِّ آں را ہیچ طرف

اس نے اپنے آپ کو گہرے دریا میں ڈال دیا — جس کے کنارے کو کوئی آنکھ نہیں پاتی ہے

لہ درست۔ یعنی وطن کی محبت کا جزوِ ایمان ہونا تو درست ہے لیکن اسکو سمجھ لے وہ کونسا وطن ہے، ظاہر ہے مومن کا اصلی وطن عقبیٰ ہے۔ دِل۔ یعنی میں دوسری مچھلیوں سے مشورہ نہ کروں گی۔ چوں علیؓ۔ ایک غلط روایت مشہور ہے کہ حضرت علیؓ نے جذبات سے مجبور ہوکر آہ کرنا چاہی تو کوئی اس آہ کا محرم نہ پایا اور کنویں میں منھ لٹکا کر آہ کی تھی۔

لہ محرم۔ مچھلی نے یہ بھی کہا اس راستہ کے محرم نایاب ہیں لہٰذا خاموشی سے رات کو نکل جانا چاہیئے سالک کو بھی یہی سوچنا پڑتا ہے اور سلوک کی مشکلات کو خود ہی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ سوئے دریا۔ تالاب کو چھوڑ کر دریا کا رُخ کرنا چاہیئے یعنی محدود دنیا کو چھوڑ کر لامحدود عقبیٰ اختیار کرنی چاہیئے۔ سینہ۔ سینہ کے بل وہ محفوظ مقام پر پہنچ گئی۔ ہمچو۔ وہ اس طرح دوڑ کر پُرخطر مقام سے بھاگی جس طرح وہ ہرن بھاگتا ہے جس کا پیچھا شکاری کتا کر رہا ہو۔ خواب۔ کتا درپے ہو اور پھر غفلت کی نیند سونا بڑی غلطی ہے۔

سہ رفت۔ وہ عقلمند مچھلی روانہ ہوگئی اور اس نے لمبا چوڑا راستہ اختیار کر لیا۔ رنجہا۔ راستہ کی تکالیف برداشت کیں اور امن کی جگہ پہنچ گئی۔ خویشتن۔ اُسنے اپنے آپکو دریائے ناپیدا (کنار میں ڈال دیا)

پس چو صیاداں بیاوردند دام
پھر جب شکاری جال لے آئے

نیم عاقل را ازاں شد تلخ کام
اُس سے نیم عاقل کو ناگواری ہوئی

گفت آہ من فوت کردم وقت را
بولی، ہائے میں نے وقت گنوا دیا

چوں نگشتم ہمرہِ آں رہنما
میں اُس رہنما کی ساتھی کیوں نہ بنی؟

ناگہاں رفت او ولیکن چوں برفت
وہ اچانک چلی گئی، لیکن چونکہ وہ چلی گئی ہے

می ببایستم شدن در پے بہ تفت
مجھے (بھی)، جلد اُس کے پیچھے جانا چاہئے تھا

ایں زماں سودے ندارد حسرتم
اب میری حسرت مفید نہیں ہے

چوں کنم چوں فوت شد آں فرصتم
کیا کروں، جب کہ وہ موقع جاتا رہا!

بر گذشتہ حسرت آوردن خطاست
گذشتہ پر حسرت کرنا غلطی ہے

باز ناید رفتہ یاد آں ہباست
گیا وقت، نہیں لوٹتا ہے اُس کی یاد بیکار ہے

قصۂ آں مرغ گرفتہ کہ وصیت کرد کہ بر گذشتہ پشیمانی مخور
اُس پھنسے ہوئے پرند کا قصہ جس نے وصیت کی کہ گذشتہ پر پشیمان نہ ہو

و سخن محال باور مکن و در تدارک وقت اندیش و
اور ناممکن بات کا یقین نہ کر اور موجود وقت کی اصلاح کر اور پشیمانی میں

روزگار مبر در پشیمانی
وقت ضائع نہ کر

آں یکے مرغے گرفت از مکر دام
ایک شخص نے ایک پرند مکر اور جال سے پکڑ لیا

مرغ او را گفت کاے خواجہ ہمام
اُس سے پرندے نے کہا کہ اے خواجۂ بزرگ!

تو یکے مرغے ضعیفے ہمچو من
تو نے مجھ جیسے ایک کمزور پرند کو

صید کردہ خوردہ گیر اے نیک ظن
شکار کر لیا، فرض کر کھا لیا، اے نیک گمان!

تو بسے گاواں و میشاں خوردۂ
تو نے بہت سی گائیں اور بھیڑیں کھائی ہیں

تو بسے اشتر بقرباں کردۂ
تو نے بہت سے اونٹ قربان کئے ہیں

تو نگشتی سیر زانہا در زمن
تو زمانہ میں اُن سے پیٹ بھرا نہ بنا

ہم نگردی سیر از اجزائے من
میرے اجزاء سے بھی تیرا پیٹ نہ بھریگا

مر مرا آزاد گرداں از کرم
کرم کر کے مجھے آزاد کر دے

اے جواں مردِ کریم محتشم
اے شریف! معزز جوان شخص!

ل پس۔ شکاری جب جال لے آئے تو نیم عاقل مچھلی کو فکر ہوئی۔ گفت۔ اس نیم عاقل مچھلی نے کہا افسوس میں نے وقت ضائع کیا میں اس عقلمند مچھلی کے پیچھے پیچھے کیوں نہ چلدی۔ ناگہاں۔ وہ اچانک چلدی تھی لیکن اب بھی مجھے جلد اس کے پیچھے چل دینا چاہیے۔ ایں زماں۔ گذشتہ بات پر افسوس کرنے سے کوئی فائدہ نہیں گذرا وقت دوبارہ واپس نہیں آسکتا اس پر افسوس کرنیکی بجائے فوراً کام شروع کر دینا چاہیے تاکہ پہلی غلطی کی تلافی ہوسکے۔

ل۲ قصہ۔ اس قصے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ گذشتہ بات پر افسوس میں وقت ضائع کرنا لغویات ہے۔ آں یکے۔ ایک شکاری نے ایک پرند پھانس لیا تو اس پرندنے کہا کہ اگر تو مجھے ذبح کرکے کھا بھی لے گا تو کیا فائدہ ہوگا۔

ل۳ تو بسے۔ پرندنے شکاری سے کہا کہ تو بہت سے بڑے بڑے جانور کھا چکا ہے اور اُن سے تیرا پیٹ نہ بھرا تو مجھے کھا کر تیرا کیا بھلا ہوگا۔ مر مرا۔ مجھے مہربانی کرکے آزاد کردے تو میں تجھے تین نصیحتیں کروں۔

673

ہِل مرا تا کہ سہ پَندت بَر دہم
مجھے چھوڑ دے تاکہ تجھے تین نصیحتیں کردوں
تا بدانی زیرکم یا اَبلہم
حتیٰ کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ میں عقلمند ہوں یا بیوقوف ہوں

اوّل[1] آں پندے دہم بر دستِ تو
اُن میں کی پہلی نصیحت میں تیرے ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے)
بدِ ہمت اے جان و دل سرمستِ تو
تجھے کردونگا، اے وہ کہ دل و جان تیرے شیدائی ہیں

بر سرِ دیوار بدِ ہم ثانیش
اُن میں سے دوسری دیوار پر (بیٹھ کر) کردوں گا
تا شوی زاں پند شاد و خوب و گش
تاکہ تو اُس نصیحت سے خوش اور بھلا اور نازاں ہو

واں سُوم پندت دہم من بر درخت
میں تیسری نصیحت تجھے درخت پر پہنچ کر کرونگا
کہ ازیں سہ پند گردی نیک بخت
تاکہ تو اُن تینوں نصیحتوں سے نیک بخت بنجائے

آنچہ بر دست است ایں است آں سخن
جو ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے کرنی ہے) وہ یہ بات ہے
کہ مُحالے را زکس باور مکن
کہ ناممکن (بات) پر کسی کا یقین نہ کر

بر کفش چوں گفت اوّل بند رفت
اسکے ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے) جب پہلی (نصیحت) کہدی تو گیا
گشت آزاد و بر آں دیوار رفت
آزاد ہوگیا اور دیوار پر جا بیٹھا

گفت[2] دیگر بر گذشتہ غم مخور
دوسری نصیحت کی گذری ہوئی (بات) پر غم نہ کر
چوں ز تو بگذشت زاں حسرت مبر
جب تجھ سے گذر گئی، اُس پر حسرت نہ کر

بعد ازاں گفتش کہ در جسمم کتیم
اسکے بعد اُس نے اُس سے کہا کہ میرے جسم میں چھپا ہوا
دہ درم سنگ ست یک دُرِّ یتیم
دس درہم کے وزن کا ایک نادر موتی ہے

دولتِ تو بختِ فرزندانِ تو
تیری دولت تیری اولاد کا نصیبہ
بود آں گوہر بحقِ جانِ تو
تھا وہ موتی تیری جان کی قسم!

فوت کردی دُر کہ روزیت نبود
تو نے وہ موتی کھو دیا چونکہ تیرے مقدر میں نہ تھا
کہ نباشد مثلِ آں دُر در وجود
کہ جس موتی کی مثال وجود میں نہ ہوگی

آنچناں[3] کہ وقتِ زادن حاملہ
جس طرح حاملہ (عورت) جننے کے وقت
نالہ دارد خواجہ شُد در غلغلہ
فریاد کرتی ہے، (وہ شکاری) خواجہ شور کرنے لگا

گشت غمناک و ہمیگفت آہ آہ
غمگین ہوگیا اور کہتا تھا، ہائے ہائے
ایں چرا کردم کہ شُد کارم تباہ
یہ میں نے کیوں کیا؟ کہ میرا کام برباد ہوگیا

مَن چرا آزاد کردم مر ترا
میں نے تجھے کیوں آزاد کیا؟
زیں حِیَل از راہ بُردی مر مرا
تو نے اِن حیلوں سے مجھے گمراہ کردیا

---

[1] اوّل۔ میں پہلی نصیحت تو اُس وقت کروں گا جب تو مجھے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہو گا دوسری جب کرونگا کہ تو مجھے چھوڑ دیگا اور میں دیوار پر جا بیٹھوں گا اور تیسری جب کرونگا کہ میں درخت پر جا بیٹھوں گا۔ آنچہ بردست۔ تیرے ہاتھ میں رہتے ہوئے جو نصیحت کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی تجھ سے ناممکن اور محال بات کہے اُس پر یقین نہ کرنا۔ بر کفش۔ جب پرند نے یہ نصیحت کردی تو شکاری نے اُس کو چھوڑ دیا اور پرند دیوار پر جا بیٹھا۔

[2] گفت۔ دیوار پر بیٹھ کر پرند نے دوسری نصیحت یہ کی کہ گذشتہ واقعہ پر کبھی حسرت اور افسوس نہ کرنا اور اُس کے بعد پرند نے کہا کہ میرے پوٹے میں ایک نادر موتی ہے جس کا وزن دس درہم بھر یعنی تین تولے ہے۔ کتیم۔ چھپا ہوا۔ دُرِّ یتیم۔ دُرِ یکتا۔ دولت۔ اگر تو مجھے ذبح کرتا تو وہ موتی تیری دولت ہوتا۔ بحق۔ یعنی تیری جان کی قسم۔ فوت کردی۔ چونکہ تیرا مقدر نہ تھا اسی لئے وہ موتی تیرے ہاتھ نہ آیا۔

[3] آنچناں۔ پرند کی اس بات کو سُن کر وہ شکاری اس طرح نالہ و فریاد کرنے لگا جس طرح حاملہ عورت بچہ جنتے وقت کرتی ہے۔ گشت۔ وہ شکاری پرند کی اس گفتگو پر غمگین ہوکر آہ آہ کرنے لگا اور اُس سے بولا کہ تو نے حیلہ بازی کرکے مجھے

مرغ[1] گفتش نے نصیحت کردمت
پرندنے اُس سے کہا کہ میں نے تجھے نصیحت نہیں کی؟
کہ مبادا بر گذشتہ دی غمت
کہ گُل کی گذشتہ (بات) پر تو غمگین نہ ہو

چوں گذشت و رفت غم چوں میخوری
جبکہ رفت وگذشت ہوگئی تو کیوں غم کرتا ہے؟
یا نکردی فہم پندم یا کری
یا تو میری نصیحت نہیں سمجھا ہے یا تو بہرا ہے

واں دُوم پندت بگفتم کز ضلال
میں نے دوسری نصیحت تجھے کی کہ گمراہی سے
ہیچ تو باور مکن قولِ محال
تو کبھی ناممکن (بات) کا یقین نہ کرنا

من نیم خود سہ درم سنگ اے اسد
میں خود تین درہم بھر نہیں ہوں، اے شیر!
دہ درم سنگ اندرونم چوں بود
دس درہم کا وزن میرے اندر کیسے ہوگا؟

خواجہ[2] باز آمد بخود گفت اکہ ہیں
خواجہ ہوش میں آیا، بولا کہ ہاں
باز گو پندِ سوم اے نازنیں
اے نازنین! تیسری نصیحت کر

گفت آرے خوش عمل کردی بداں
اُس نے کہا ہاں تونے اِن (دو) پر اچھا عمل کیا
تا بگویم پندِ ثالث رایگاں
تاکہ میں فضول تیسری نصیحت کردوں

ایں بگفت و بر پرید شاد رفت
اُس نے یہ کہا اور اُڑ گیا اور خوش (ہوکر) چل دیا
سوئے صحرا سر خوش و آزاد رفت
مست اور آزاد جنگل کی جانب چلا گیا

پند[3] گفتن با جہولِ خوابناک
نادان، جاہل کو نصیحت کرنا
تخم افگندن بود در شورہ خاک
شورہ کی زمین میں بیج بونا ہوتا ہے

چاکِ حمق و جہل نہ پذیرد رفو
حماقت اور نادانی کا چاک رفو کے قابل نہیں ہے
تخمِ حکمت کم دہش اے پندگو
اے نصیحت کرنے والے! اُس میں دانائی کا بیج نہ بو

زانکہ جاہل جہل را بندہ بود
کیونکہ جاہل، جہل کا غلام ہوتا ہے
چونکہ تو پندش دہی او نشنود
جب تو اُسے نصیحت کریگا وہ نہ سُنے گا

چارہ اندیشیدنِ آں ماہیِ نیم عاقل و خود را مُردہ کردن

اُس ناقص عقل والی مچھلی کا تدبیر سوچنا اور خود کو مُردہ بنالینا

نیم عاقل گفت در وقتِ بلا
مصیبت کے وقت نیم عاقل نے کہا
چونکہ ماند از سایۂ عاقل جُدا
چونکہ وہ عقلمند کے سایہ سے جُدا ہوگئی تھی

کو سوئے دریا شُد و از غم عتیق
کہ وہ دریا کی جانب چلی گئی اور غم سے آزاد ہوگئی
فوت شُد از من چُناں نیکو رفیق
مجھ سے ایسا اچھا ساتھی چھوٹ گیا

---

[1] مرغ۔ پرندنے کہاکہ میں نے تجھے نصیحت کی تھی کہ گذری ہوئی بات پر افسوس نہ کرنا۔ اَب تو اُس گذری ہوئی بات پر کیوں افسوس کررہا ہے یا تو تو میری نصیحت نہ سمجھا تھا یا بہرا ہے۔ واں دُوم۔ میں نے تجھے دوسری نصیحت یہ کی تھی کہ کسی کی ناممکن بات پر یقین نہ کرنا اور تو نے میری ناممکن بات پر یقین کرلیا اور یہ نہ سوچا کہ وہ پرند جس کا کُل وزن سات درم بھی نہ ہو اُسکے پیٹ میں تین تولے کا موتی کیسے ہوسکتا ہے۔

[2] خواجہ۔ جب شکاری کو ذرا سکون ہوا تو اُس نے کہا تیسری نصیحت بھی سُنادے۔ گفت۔ پرندے نے طنزاً کہا تونے دو نصیحتوں پر خوب عمل کیا ہے جو تجھے تیسری نصیحت سُناکر ضائع کروں اِس طنز میں تیسری نصیحت بھی مضمر ہے کہ جو نصیحت قبول نہ کرے اُسکو نصیحت نہ کر۔ ایں بگفت۔ اُس پرندے نے طنزاً وہ جملہ کہہ دیا جس میں تیسری نصیحت بھی تھی اور اُڑ کر جنگل کی طرف چلا گیا۔

[3] پند گفتن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جاہل کو نصیحت کرنا ایسا ہے جیسے شور زمین میں تخم ریزی کرنا۔ چاک۔ حماقت اور جہل ناقابلِ اصلاح ہے۔ نشنود۔ قبول کرنے کے ارادہ سے سنیگا۔ چارہ اندیشیدن۔ کمال عقلمندی تو یہی ہے کہ قبل از مصیبت تدبیر کرے۔ مصیبت کے بعد تدبیر کرے نیم عقلمندی ہے

676

لیک زاں نندیشم و بر خود زنم — خویشتن را ایں زماں مُردہ کنم

لیکن میں اُس سوچ میں نہیں پڑتی ہوں اور خود تکلیف — اس وقت اپنے آپ کو مُردہ بناتی ہوں

پس برآرم اِشکمِ خود بر زبر — پُشت زیر و می رَوم بر آب بَر

پس میں اپنا پیٹ اوپر کو کرتی ہوں — پُشت نیچے کو اور پانی کے اوپر آجاتی ہوں

می رَوم بر وَے چنانکہ خس رَوَد — نے بہ سَباحی چنانکہ کس رَوَد

اُس پر اس طرح چلوں جیسے کہ تنکا چلتا ہے — نہ کہ تیراکی سے، جیسے کہ انسان چلتا ہے

مُردہ گردم خویش بسپارم بآب — مرگ پیش از مرگ امن ست از عذاب

میں اپنے آپ کو مُردہ بناتی ہوں اور پانی کے سپرد کرتی ہوں — مرنے سے پہلے مر جانا، عذاب سے امن ہے

مرگ پیش از مرگ امن ست اے فتی — اینچنیں فرمودہ ما را مصطفیٰؐ

اے نوجوان! مرنے سے پہلے مر جانا اُمن ہے — مصطفیٰؐ نے ہم سے ایسا ہی فرمایا ہے

گفت مُوتُوا كُلُّكُم مِن قَبلِ اَن — یَاتِیَ المَوتُ تَمُوتُوا بِالفِتَن

فرمایا تم سب مر جاؤ اس سے پہلے کہ — موت آئے (ورنہ) فتنوں سے مرد

ہمچناں مُرد و شکم بالا فگند — آب گہ بُردش نشیب و گہ بلند

اِسی طرح مُردہ ہو گئی اور پیٹ اوپر کر لیا — پانی کبھی اُس کو نیچے لے جاتا، کبھی اوپر

ہر یکے زاں قاصداں بس غصہ خورد — کہ دریغا ماہیِ مہتر بمُرد

ان ارادہ کرنے والوں میں سے ہر ایک بہت رنج کرتا تھا — کہ افسوس بڑی مچھلی مر گئی

شاد می شد اُو ازاں گفتِ دریغ — پیشِ رفت ایں بازیم رستم ز تیغ

اُس افسوس کی گفتگو سے وہ خوش ہوتی تھی — میری یہ چال چل گئی، میں تلوار سے بچ گئی

پس گرفتش یک صیادِ ارجمند — پس بر و تُف کرد و بر خاکش فگند

پھر اُس کو ایک بھلے شکاری نے پکڑ لیا — پھر اُس پر تھوکا اور زمین پر پھینک دیا

غلط غلطاں رفت پنہاں اندر آب — ماند آں احمق ہمی کرد اضطراب

وہ لوٹتی پوٹتی چپکے سے پانی میں چلی گئی — وہ احمق رہ گئی جو تڑپتی تھی

از چپ و از راست می جست آں سلیم — تا کہ بجہدِ خویش برہاند گلیم

وہ بیوقوف دائیں اور بائیں سے کودتی تھی — تاکہ (دریا میں) کود پڑے اپنی گدڑی چھڑا لے

دام افگندند و اندر دام ماند — احمقی اُو را دراں آتش نشاند

اُنھوں نے جال پھینکا اور وہ جال میں رہ گئی — بیوقوفی نے اُس کو اس آگ میں بٹھا دیا

۱؎ لیک۔ اب گزشتہ پر افسوس کرنے میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے میں یہ تدبیر کرتی ہوں کہ اپنے آپ کو مُردہ بنا لوں گی۔ برآرم۔ مچھلی مر کر اُلٹی ہو کر سطحِ آب پر آ جاتی ہے۔ می رَوَم۔ پانی کے ساتھ اس طرح چلوں کہ جس طرح تنکا خود بخود بہہ کر چلا جاتا ہے۔ سَباحی۔ تیراکی۔ مرگ۔ حدیث شریف ہے۔ مُوتُوا قَبلَ اَن تَمُوتُوا یعنی نجات اِسی میں ہے کہ مرنے سے قبل ہی فنا کا درجہ اختیار کر لو۔

۲؎ تَمُوتُوا بِالفِتَن۔ مقامِ فنا نہ اختیار کرو گے تو فتنوں میں مبتلا ہو کر مرو گے۔ ہمچناں۔ جیسا اُس مچھلی نے سوچا تھا ویسا ہی کیا۔ قاصداں یعنی مچھلی کے شکاری۔ تیغ یعنی ہلاکت۔

۳؎ غلط غلطاں یعنی جب شکاری نے اُس کو زمین پر پھینک دیا تو وہ کسی طرح لوٹتی پوٹتی دریا میں گھس گئی۔ ماند۔ تیسری بے عقل مچھلی اُچھل کود کرتی رہی تاکہ اپنی بے وقت کوشش کے ذریعہ نجات حاصل کرے۔ سلیم۔ سادہ مزاج بیوقوف۔ دام افگندند۔ شکاری نے اُس کو جال سے پکڑ لیا اور اُس کے کباب بنا کر توے پر سینکے۔

بر سرِ آتش بہ پُشتِ تابہٗ — با حماقت گشت اُو ہمخوابہٗ
آگ پر، توے کی پُشت پر — وہ حماقت سے ہمخواب ہو گئی

اُو ہمی جوشید از تَفِ سَعیر — عَقل[۱] می گفتش اَلَم یَأتِک نَذیر
وہ آگ کی گرمی سے اُبل رہی تھی — عقل اُس سے کہتی تھی کیا تیرے پاس کوئی ڈرانیوالا نہ آیا تھا

اُو ہمی گفت از شکنجہ وز بَلا — ہمچو جانِ کافراں قالُوا بَلٰی
وہ شکنجہ اور بلا میں سے کہتی تھی — کافروں کی روح کی طرح کیوں نہیں

باز می گفت اُو کہ گر این بار من — وارہم از محنتِ گردن شکن
پھر وہ کہتی تھی کہ اگر اب کی بار میں — گردن توڑ مصیبت سے چھوٹ جاؤں

من نسازم جز بدریائی وطن — آبگیرے را نسازم من سکن
میں دریا کے سوا وطن نہ بناؤں گی — میں کسی تالاب کو آرام گاہ نہ بناؤں گی

آبِ بیحد جویم و آمِن شوم — تا اَبد در اَمن و در صحت رَوم
و محدود پانی تلاش کرونگی امن سے ہو جاؤنگی — ہمیشہ کے لئے امن اور صحت میں چلی جاؤنگی

ہمچنیں[۲] می کرد با خود عہدہا — کز چنیں وَرطہ اگر گردم رہا
وہ اپنے آپ سے ایسے عہد کرتی تھی — کہ اگر اِس ہلاکت سے میں رہا ہو جاؤں

دامنِ عاقل بگیرم روز و شب — تا نیُفتم در چنیں رنج و تعب
دن رات عقلمند کا دامن پکڑے رہوں گی — تاکہ ایسی تکلیف اور مصیبت میں نہ پھنسوں

بیان[۳] آنکہ عہد کردنِ احمق وقتِ گرفتار و ندم ہیچ سُود ندارد کہ وَلَو رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُھُوا عَنہُ وَاِنَّھُم لَکٰذِبُونَ۔ ہیچ کاذب وفا ندارد

اِس کا بیان کہ احمق کا گرفتاری کے وقت عہد کرنا اور نادم ہونا کچھ مفید نہیں ہوتا کیونکہ وہ اگر واپس بھیج دیئے جائیں تو وہ ممنوعات کو دوبارہ عمل میں لائیں گے اور وہ بیشک جھوٹے ہیں۔ کوئی جھوٹا وفا نہیں کرتا ہے۔

عقل می گفتش حماقت با تو است — با حماقت عہد را آید شکست
عقل اُس سے کہتی تھی حماقت تیرے ساتھ ہو — حماقت کے ہوتے ہوئے عہد ٹوٹ جاتا ہے

عقل را باشد وفای عہدہا — تو نداری عقل رَو اے خر بہا
عہدوں کی وفا عقل کے لئے ہے — تجھ میں عقل نہیں ہے اے گدھے کی قیمت بھر! تو جا

---

[۱] عقل۔ عقل اُس پر طنز کر رہی تھی کہ کیا تیرے پاس تجھے عذاب سے ڈرانیوالے نہ آئے تھے۔ اُو ہمی۔ وہ مچھلی کہہ رہی تھی کہ بیشک ڈرانے والے تو آئے تھے لیکن ہم نے ان کا کہنا نہ مانا تھا۔ باز می گفت۔ پھر یہ بھی کہتی تھی کہ اگر اِس بار بچ جاؤں تو پھر میں تالاب سے محبت نہ کروں گی اور دریا کا رُخ کروں گی۔ یہی حال اُن لوگوں کا ہوگا جو دنیا میں بے عقلی کریں گے اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحت نہ سنیں گے

[۲] ہمچنیں۔ اپنے دل میں اس طرح عہد کر رہی تھی کہ اب اگر زندگی حاصل ہو جائے تو میں کسی عقلمند کا دامن پکڑ لوں گی۔

[۳] بیان۔ اب مولانا بتاتے ہیں کہ ایسے احمقوں کے اُن عہدوں اور دعووں کا بھی اعتبار نہیں ہے قرآن پاک نے انہی کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر اُن کو دوبارہ زندگی دے بھی دی جائے تو یہ بدعہدی کریں گے یہ جھوٹے ہیں۔ عقل می گفتش۔ دوبارہ زندگی کی تمنا کرنے والے سے عقل کہتی ہے۔ خر بہا۔ گدھے کی قیمت والا۔

چونکہ عقلت نیست نسیاںؔ میرِ تُست — دشمن و باطل کنِ تدبیرِ تُست

چونکہ تجھے عقل نہیں ہے، بھول تیرے اوپر حکمراں ہو — وہ تیری تدبیر کو باطل کرنیوالی اور دشمن ہے

از کمیِ عقل پروانہ خسیس — یاد نارد زآتش و سوز و حسیس

کمینہ پروانہ، عقل کی کمی کی وجہ سے — آگ اور سوزش اور آگ بھڑکنے کی آواز کو یاد نہیں کرتا ہے

چونکہ پرّش سوخت توبہ می کُند — آز و نسیانش بر آتش می زند

جب اُس کے پر جلے توبہ کرتا ہے — حرص اور اُس کی بھول آگ میں جھونک دیتی ہے

ضبطؔ و درک و حافظی و یادداشت — عقل را باشد کہ عقل آنرا فراشت

ضبط اور سمجھ اور نگہداشت اور یادداشت — عقل میں ہوتی ہے، کیونکہ عقل نے اُنکو بلند کیا ہے

چونکہ گوہر نیست تابِشس چوں بُود — چوں مُذکِّر نے ایابِشس چوں بُود

جب جوہر نہیں ہے تو چمک کیسے ہو؟ — جبکہ یاد دلانیوالا نہیں ہے اُسکی واپسی کیسے ہو؟

ایں تمنّا ہم ز بے عقلیِ اُوست — کہ نہ بیند کاں حماقت را چہ خوست

یہ تمنا بھی اُس کی بے عقلی سے ہے — کیونکہ وہ نہیں دیکھتا کہ حماقت کی خصلت کیا ہے؟

آں ندامت از نتیجہ رنج بُود — نے ز عقلِ روشنِ چوں گنج بُود

وہ ندامت تکلیف کا نتیجہ تھی — نہ کہ روشن عقل کی وجہ سے جو خزانہ ہوتی ہے

چونکہ شد رنج آں ندامتؔ شد عدم — می نیرزد خاک آں توبہ و ندم

جب تکلیف ختم ہوئی، وہ ندامت ختم ہو گئی — وہ توبہ اور ندامت خاک کے برابر بھی نہیں ہے

آں ندم از ظلمتِ غم بست بار — پس کلامُ اللیلِ یمحوهُ النہار

اس ندامت نے غم کی تاریکی کی وجہ سے بوجھ اٹھایا ہے — تو رات کی بات کو دن مٹا دیتا ہے

چوں برفت آں ظلمت و غم گشت خوش — ہم رود از دل نتیجہ و زادہ اش

جب وہ تاریکی ختم ہوئی اور غم خوشی بن گیا — دل سے اُس کا نتیجہ اور پیداوار بھی چلی جاتی ہے

می کُند اُو توبہ و پیرِ خرد — بانگ لَوْ رُدُّوا لَعَادُوا می زند

وہ توبہ کرتا ہے اور بوڑھی عقل — پکارتی ہے "اگر وہ لوٹائے گئے تو پھر وہی کرینگے"

در بیانِ آنکہ وہم قلبِ عقل ست و ستیزۂ اُوست

اِس کا بیان کہ وہم عقل کا کھوٹا سکہ اور اُس کا مخالف ہے

و با اُو ماند و اُو نیست

اور اُسکے مشابہ ہے اور وہ نہیں ہے

ل نسیان۔ یعنی عہد کے بارے میں بھول۔ آز کمی پروانہ میں عقل کی کمی ہے جس کی وجہ سے شمع کی آگ کی سوزش اُس کو یاد نہیں آتی۔ حسیس۔ ہلکی آواز۔ آز۔ پروانہ کی حرص اور بھول اُس کو جلا دیتی ہے۔

ل ضبط۔ یعنی عہد کی حفاظت اور اُس کو سمجھنا اور یاد رکھنا یہ عقل کے کام ہیں عقل ہی نے یہ صفتیں پیدا کی ہیں۔ گوہر یعنی عقل۔ تابش یعنی عقل کے آثار۔ مذکر۔ انسان کی عقل اُس کو اُس کا عہد یاد دلاتی ہے۔ ایاب۔ رجوع یعنی عہد کی طرف رجوع۔ ایں تمنا یعنی دوبارہ زندہ ہو کر نیکی کرنے کی تمنا۔ کہ نہ بیند۔ اُس کی بے عقلی یہ ہے کہ وہ اپنی حماقت کے آثار کو نہیں سمجھ رہا ہے۔ آں ندامت۔ عذاب کے وقت ندامت عذاب کا نتیجہ ہے۔

ل چونکہ۔ جبکہ وہ ندامت عذاب کا نتیجہ ہے تو جب عذاب ختم ہو جائیگا ندامت بھی ختم ہو جائیگی اسی لئے اُس توبہ اور ندامت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ آں ندم۔ وہ ندامت غم کی تاریکی میں پیدا ہوتی ہے رات کی بات کو دن بُھلا دیتا ہے تو جب تاریکی ختم ہو جائیگی ندامت بھی باقی نہ رہیگی۔ نتیجہ یعنی ندامت۔ پیرِ خرد تجربہ کار عقل۔ در بیان۔ وہم اور عقل میں بہت فرق ہے۔

عقل[1] ضدِ شہوت است اے پہلواں ‖ آنکہ شہوت می تند عقلش مخواں
اے بہادر! عقل، شہوت کی ضد ہے ‖ جو شہوت کا چکر کاٹے، اُس کو عقل نہ کہہ

وہم خوانش آنکہ شہوت را گدا است ‖ وہم قلب و نقدِ زر عقلہا ست
اُس کو وہم کہہ جو شہوت کا بھکاری ہے ‖ وہم کھوٹا ہے اور عقلیں خالص سونا ہیں

بے محک پیدا نگردد وہم و عقل ‖ ہر دو را سوی محک کن زود نقل
وہم اور عقل میں بغیر کسوٹی کے امتیاز نہیں ہوتا ہے ‖ دونوں کو بہت جلد کسوٹی کی طرف منتقل کر

ایں محک قرآن و حالِ انبیا ‖ چوں محک مر قلب را گوید بیا
یہ کسوٹی قرآن اور انبیا کی سیرت ہے ‖ کیونکہ کسوٹی کھوٹے کو کہتی ہے، آ جا

تا[2] بہ بینی خویش را ز آسیبِ من ‖ کہ نہ اہلِ فراز و شیبِ من
تاکہ میری ضرب سے تو اپنے آپ کو دیکھ لے ‖ کہ تو میرے نشیب و فراز کا اہل نہیں ہے

عقل را گر ارّہ سازد دو نیم ‖ ہمچو زر باشد در آتش اُو بسیم
اگر آرہ عقل کے دو ٹکڑے کر دے ‖ وہ سونے کی طرح آگ میں مسکرانے والی ہوگی

مجاوبات موسیٰؑ کہ صاحب عقل بود با فرعون کہ صاحب وہم بود

(حضرت) موسیٰؑ کے جو عقلمند تھے، فرعون کے ساتھ سوال و جواب جو وہمی تھا

وہم مر فرعونِ عالم سوز را ‖ عقل مر موسیٰ جاں افروز را
عالم سوز، فرعون کے لئے، وہم ہے ‖ جان کو منور کرنے والے موسیٰؑ کے لئے عقل ہے

رفت[3] موسیٰؑ بر طریقِ نیستی ‖ گفت فرعونش بگو تو کیستی
(حضرت) موسیٰؑ فنا کے مقام کے طریقہ پر روانہ ہوگئے ‖ فرعون نے ان سے کہا، بتا تو کون ہے؟

گفت من عقلم رسولِ ذوالجلال ‖ حجۃ اللہ امَ اَمانم از ضلال
انھوں نے کہا میں عقل ہوں، ذوالجلال کا رسول ہوں ‖ میں اللہ کی حجت ہوں گمراہی سے امن (دلانے والا ہوں)

گفت نے خامش رہا کن ہاؤ ہوی ‖ نسبت و نامِ قدیمت را بگوی
اُس نے کہا چپ۔ ہائے و ہُو ختم کر ‖ اپنا پہلا نام اور نسب بتا

گفت کہ نسبت مرا از خاکدانش ‖ نامِ اصلم کمترین بندگانش
فرمایا میری نسبت اُس کے خاکداں سے ہے ‖ میرا اصلی نام، اُس کا کمترین بندہ ہے

بندہ زادہ آں خداوندِ وحید ‖ زادہ از پُشتِ جواری و عبید
اُس خدائے واحد کا غلام زادہ ہوں ‖ لونڈیوں اور غلاموں کی پشت سے پیدا ہوا ہوں

---

[1] عقل۔ شہوت نفسانی عقل کی ضد ہے عقل اُس کی طرف مائل نہیں ہوسکتی وہم۔ جو نفسانی خواہش کی طرف مائل ہو وہ وہم ہے، وہم بھی سکہ ہے لیکن کھوٹا اور عقل بھی سکہ ہے لیکن کھرا ہے۔ بے محک۔ عقل اور وہم کے مقتضیات کو قرآن اور سیرت کی کسوٹی پر پرکھنے سے دونوں میں امتیاز ہو جائے گا۔

[2] تا بہ بینی۔ قرآن اور سیرت واضح کر دیتے ہیں کہ وہم کے مقتضیات اُن کے مطابق نہیں ہیں۔ عقل۔ عقل کا جس قدر بھی تجربہ کیا جائیگا اُس کا خالص ہونا واضح ہوگا۔ بسیم۔ مسکرانے والا۔ فرعون۔ فرعون وہمی تھا اور حضرت موسیٰؑ صاحب عقل تھے۔

[3] رفت۔ حضرت موسیٰؑ فرعون کے پاس پہنچے اور اس وقت وہ مقام فنا میں تھے۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا میں عقلِ مجسم ہوں۔ خدا رسول اور اللہ کی دلیل، لوگوں کو گمراہی سے بچانے والا ہوں۔ گفت نے۔ فرعون نے کہا یہ باتیں میں سننا نہیں چاہتا تو اپنا قدیم نام اور نسب بتا۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا میرا نسب تو یہ ہے کہ میں خاکزادہ ہوں اور میرا نام اللہ کا کمترین غلام ہے اور میں اللہ کے غلاموں اور لونڈیوں کی پشت و بطن سے پیدا ہوا ہوں۔

۶۶۹

نسبتِ اصلم زخاک و آب و گل
میری اصل کی نسبت خاک اور پانی اور مٹی سے ہے

آب و گل را داد یزداں جان و دل
پانی اور مٹی کو خدا نے جان و دل عطا فرمایا ہے

مرجع ایں جسمِ خاکم ہم بخاک
میرے اس خاکی جسم کا مرجع خاک ہے

مرجع تو ہم بخاک اے سہمناک
اے ظالم! تیرا مرجع بھی خاک ہے

اصلِ ما و اصلِ جملہ سرکشاں
ہماری اصل اور سب متکبروں کی اصل

ہست از خاکے و آں را صد نشاں
خاک سے ہے اور اس کی سو نشانیاں ہیں

نے مدد از خاک می گیرد تنت
کیا تیرا جسم خاک سے مدد حاصل نہیں کرتا ہے؟

از غذای خاک فربہ گردنت
خاکی غذا سے تیری گردن موٹی ہے

چوں رود جاں می شود او باز خاک
جب روح نکل جائے گی وہ پھر خاک ہو جائیگا

اندراں گورِ مخوف سہمناک
خوفناک، ڈراؤنی قبر میں

ہم تو و ہم ما و ہم اشباہِ تو
تو بھی اور ہم بھی اور تجھ جیسے بھی

خاک گردند و نماند جاہِ تو
خاک ہو جائیں گے اور تیرا رتبہ نہ رہے گا

گفت غیر ایں نسب نامیت ہست
اس نے کہا اس نسب کے علاوہ تیرا ایک اور نام ہے

مر ترا آں نام خود اولیٰ ترست
وہ نام تیرے لئے زیادہ بہتر ہے

بندۂ فرعون و بندۂ بندگانش
فرعون کا غلام اور اس کے غلاموں کا غلام

کاز وے پرورد اول جسم و جانش
جس سے شروع میں اس کے جسم و جان پرورش پائی

بندۂ باغی و طاغی و ظلوم
تو ظالم اور سرکش، باغی غلام ہے

زیں وطن بگریختہ از فعلِ شوم
بُرے کام کی وجہ سے تو اس وطن سے بھاگا ہے

خونی و غداری و حق ناشناس
تو خونی ہے اور غدار ہے اور حق کو نہ پہچاننے والا ہے

ہم بریں اوصاف خود می کن قیاس
اسی پر اپنے اوصاف کو قیاس کر لے

در غریبی خوار و درویش و خلق
تو پردیس میں ذلیل اور محتاج اور خستہ حال رہا

کہ ندانستی سپاسِ ما و حق
کیونکہ تو حق اور ہماری شکرگذاری کو نہ سمجھا

گفت حاشا کہ بود با آں ملیک
انہوں نے فرمایا خدا بچائے کہ اس مالک کے ساتھ ہو

در خداوندی کسِ دیگر شریک
کوئی دوسرا شریک خدائی میں

واحد اندر ملک و او را یار نے
وہ سلطنت میں اکیلا ہے اور اس کا کوئی مددگار نہیں ہے

بندگانش را جز او سالار نے
اس کے بندوں کا اس کے علاوہ کوئی سردار نہیں ہے

۱ؔ نسبت۔ میں آدم کی اولاد ہوں۔ آدم کو خدا نے آب و گل سے پیدا فرمایا پھر اس کو جان و دل عطا فرمادیا۔ مرجع۔ میرا خاکی جسم پھر خاک بن جائیگا اور تجھ ظالم کے جسم کو بھی خاک میں ملنا ہوگا۔ اصلِ ما۔ تمام انسانوں کی اصل آب و گل ہے اور اس کی سو علامتیں ہیں۔ تنے مدد۔ پہلی نشانی یہ ہے کہ انسان زمین کی پیداوار سے خوراک حاصل کرتا ہے اور اسی سے پرورش پاتا ہے۔
۲ؔ چوں۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ سب کو مر کر خاک میں مل جانا ہے اور تجھے بھی خاک میں جانا ہے اور یہ تیرا اقبال فانی ہے۔ گفت۔ فرعون نے غصے سے کہا کہ تیرا ایک اور نام ہے اور وہ زیادہ مناسب ہے اور وہ یہ ہے: "فرعون کا غلام" "فرعون کے غلاموں کا غلام"۔ کاز و۔ یعنی اس غلام کی جان اور جسم کو فرعون نے ہی پرورش کیا ہے۔
۳ؔ بندہ۔ تو غلام تو ہے لیکن باغی اور سرکش غلام ہے اور تو وہی ہے جو ایک جرم کر کے مصر سے بھاگا تھا۔ فعلِ شوم۔ یعنی ایک قبطی کا قتل۔ ہم بریں۔ یعنی اسی طرح کے اپنے اوصاف سمجھ لے۔ در غریبی۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا چونکہ تو نے میرے حقوق ادا نہ کئے اس لئے پردیس میں مارا مارا پھرا۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا خدا کا کوئی شریک نہیں ہے۔ واحد۔ وہ خدا

واحد کسی کی مدد کا ضرورت مند نہیں ہے وہ سب کا حاکم ہے۔

نیست خلقش را دگر کس مالکے ‖ شرکتش دعویٰ کند جز ہالکے[51]

اُس کی مخلوق کا کوئی دوسرا شخص مالک نہیں ہے ‖ اُسکی شرکت کا (کون)، دعویٰ کرے سوائے برباد ہونے والے کے

نقش اُو کردہ است و نقاشِ من اوست ‖ غیر اگر دعویٰ کند اُو ظلم جوست

اُس نے صورت بنائی ہے اور میرا صورتگر وہی ہے ‖ غیر اگر دعویٰ کرے تو وہ ظالم ہے

تو نتانی ابروئے من ساختن ‖ چوں توانی جانِ من بشناختن

تو میری ابرو (بھی)، نہیں بنا سکتا ‖ تو میری جان کو کیسے پہچان سکتا ہے؟

بلکہ آں غدار و آں طاغی توئی ‖ کو کُنی با حق تو دعویٰ دوئی

بلکہ تو وہ غدار اور سرکش ہے ‖ جو خدا کے ساتھ دوئی کا دعویٰ کرتا ہے

گر بکُشتم[52] من عوانے را بسہو ‖ نے برای نفس کُشتم نے بلہو

اگر میں نے ایک ظالم کو بھولے سے مار ڈالا ‖ تو نفس کے لئے نہیں مارا نہ کھیل سے

من زدم مشتے و ناگہ اُو فتاد ‖ آنکہ جانش خود نہ بُد جانے بداد

میں نے ایک مکا مارا اچانک گر پڑا ‖ جس میں خود جان نہ تھی اُس نے جان دیدی

من سگے کُشتم تو مرسل زادگاں ‖ صد ہزاراں طفلِ بے جرم و زیاں

میں نے ایک کُتے کو مارا، تو نے رسول کی اولاد کے ‖ لاکھوں، بے خطا اور بے قصور بچے

کُشتہ[53] و خونِ شاں در گردنت ‖ تا چہ آید بر تو زیں خوں خوردنت

قتل کئے ہیں اور اُن کا خون تیری گردن پر ہے ‖ دیکھ تیری خون آشامی کا کیا وبال تجھ پر آئے گا؟

کُشتۂ ذریتِ یعقوبؑ را ‖ بر امیدِ قتلِ من مطلوب را

تو نے (حضرت) یعقوبؑ کی اولاد کو قتل کیا ہے ‖ میرے قتل کی امید پر جو (تیرا) مقصود تھا

کوریِ تو حق مرا خود بر گزید ‖ سرنگوں شد آنچہ نفست می پزید

تیرے اندھے پن کے لئے خدا نے مجھے چُن لیا ‖ تیرا نفس جو خیال، پکا رہا تھا وہ اوندھا ہو گیا

گفت اینہا را بہل بے ہیچ شک ‖ ایں بُوَد حقِ من و نان و نمک

اس (فرعون) نے کہا ان (باتوں) کو چھوڑ، بلاشک ‖ میرا اور نان و نمک کا یہی حق ہے

کہ مرا پیشِ حشر خواری کُنی ‖ روزِ روشن بر دلم تاری کُنی

کہ تو مجمع کے سامنے میری توہین کرے ‖ اور روشن دن کو میرے دل پر تاریک کر دے

گفت خواریِ قیامت صعب تر ‖ گر نداری پاسِ من در خیر و شر

(موسیٰؑ نے) فرمایا کہ قیامت کی ذلت بہت سخت ہے ‖ اگر تو اچھائی اور بُرائی میں میرا لحاظ نہ کریگا

---

[51] شرکتش۔ جو اسکی شرکت کا دعویٰ کرے گا وہ تباہ ہوگا۔ نقش۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا وہی میرا صورتگر ہے اگر کوئی دوسرا دعویٰ کرے تو وہ ظالم ہے۔ تو نتانی۔ تو میرا خدا کیسے ہو سکتا ہے تو میری ایک ابرو بھی نہیں بنا سکتا ہے چہ جائیکہ پورا وجود۔ بلکہ۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا غدار میں نہیں ہوں تو خدا کا غدار ہے۔

[52] گر بکشتم۔ مجھ سے قبطی کا قتل بلا ارادہ ہوا تھا، خود نہ بدہ وہ کافر تھا اُس کی جان جان ہی نہ تھی۔ ذریت یعنی حضرت یعقوبؑ۔ کشتہ۔ یعنی تو نے ہزاروں بے قصور اولادِ یعقوبؑ کو قتل کیا اُس کی سزا میں تو طرح طرح کے عذاب بھگتے گا۔

[53] کشتہ۔ فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کر رہا تھا اور اُس کا مقصد حضرت موسیٰؑ کو قتل کرنا تھا۔ کوری تو۔ خدا نے تیری مرضی کے برخلاف مجھے اپنی رسالت کے لئے منتخب کر لیا۔ سرنگوں۔ یعنی تو میرے قتل پر قادر نہ ہوا۔ گفت۔ فرعون کہنے لگا کہ ان باتوں کو چھوڑ کیا میرے حقوق کا یہی تقاضہ ہے کہ تو مجھے بر سرِ مجمع ذلیل کرتا ہے۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اگر تو خیر و شر میں میرا اتباع نہ کرے گا تو قیامت میں ذلیل ہو گا اور وہ ذلت اس دنیا کی ذلت سے بہت سخت ہے۔

681

زخمِ یکیکے رانمی تابی کشید | زہرِ مارے را تو چوں خواہی چشید

جب تو ایک مچھر کا زخم برداشت نہیں کرسکتا | سانپ کے زہر کو کیسے چکھے گا!

ظاہرا کارِ تو ویراں می کنم | لیک خارے را گلستاں می کنم

میں بظاہر تیرا کام تباہ کر رہا ہوں | لیکن میں کانٹے کو گلستان بنا رہا ہوں

بیان آنکہ عمارت در ویرانی است و جمعیت در پریشانی و درستی در شکستگی و مراد در بے مرادی و وجود در عدم و علٰی ھٰذا بقیۃ الاضداد والازواج

اس کا بیان کہ تعمیر تخریب میں اور دل جمعی پریشانی میں اور درستی شکستگی میں اور مراد بے مرادی میں اور وجود عدم میں ہے اسی پر بقیہ ضدوں اور جوڑوں کو قیاس کر

آں یکیے آمد زمیں را می شگافت | ابلہے فریاد کرد و بر نتافت

ایک شخص آیا زمین کھودنے لگا | ایک احمق نے شور کیا اور برداشت نہ کرسکا

کایں زمیں را از چہ ویراں می کنی | می شگافی و پریشاں می کنی

کہ تو اس زمین کو کیوں ویران کرتا ہے؟ | کھود رہا ہے اور بکھیر رہا ہے

گفت اے ابلہ برو بر من مراں | تو عمارت از خرابی باز داں

اس نے کہا، اے احمق! جا مجھ پر حکم نہ چلا | (پہلے) تعمیر اور تخریب کے فرق کو سمجھ لے

کے شود گلزار و گندم زار ایں | تا نگردد زشت و ویراں ایں زمیں

یہ چمن اور گیہوں کا کھیت کب بن سکتی ہے! | جب تک یہ زمین بدنما اور ویران نہ ہو

کے شود بستاں و کشت و برگ و بر | تا نگردد نظمِ او زیر و زبر

باغ اور کھیتی اور پتے اور پھل کیونکر ہوں | جب تک اس کی ترتیب زیر و زبر نہ ہو

تا نہ بشگافی بہ نشتر ریشِ جغز | کے شود نیکو و کے گردید نغز

جب تک تو نشتر سے بند زخم کو نہ چیرے | وہ اچھا اور شفایاب کب ہو سکتا ہے،

تا نسوزد خلطہایت از دوا | کے رود شود وشش کجا یابد شفا

جب تک دوا سے تیری رطوبتیں نہ جلیں | اس کو فائدہ کب ہو سکتا ہے اور شفایاب کب ہو سکتا ہے؟

پارہ پارہ کردہ درزی جامہ را | کس زند آں درزیِ علامہ را

درزی نے کپڑے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا | اس ماہر درزی کو کون مارتا ہے؟

لے زخم یکیکے۔ یہاں تو ایک مچھر کے کاٹنے کو برداشت نہیں کرسکتا تو قیامت میں سانپوں کا زہر کیسے پیئے گا۔ ظاہرا جس کو تو بربادی سمجھتا ہے اس میں ہی تیری آبادانی ہے۔ بیان۔ اب مولانا چند ایسی مثالیں دیتے ہیں جن میں بظاہر ویرانی ہے لیکن دراصل وہی تعمیر ہے۔

لے آں یکے۔ ایک شخص نے زمین کو کھودنا شروع کیا تو ایک بیوقوف نے زمین میں ہل چلانے والے سے کہا تو زمین کو کیوں ویران کر رہا ہے اور اس کی مٹی کو متفرق کر رہا ہے۔ تو عمارت۔ تو تعمیر اور تخریب میں فرق نہیں کرسکتا ہے۔ کے شود۔ چمن اور کھیت جب ہی تیار ہوتا ہے جب پہلے زمین کو ویران کر دیا جائے۔

لے کے شود۔ زمین کو جب تک الٹا پلٹا نہ جائے نہ اس میں کھیتی پیدا ہوتی ہے نہ اس میں پھل پھول پیدا ہوتے ہیں۔ جغز۔ وہ پھوڑا جس کا منہ نہ بنا ہو۔ پارہ۔ درزی قیمتی کپڑے کو تراش کر ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے تو کوئی درزی کو برا نہیں کہتا ہے۔

که چرا ایں اطلس برگزیده را　　بر دریدی چه کنم بد ریده را
کہ اِس منتخب اطلس کو کیوں　　تو نے پھاڑا، میں پھٹے ہوئے کا کیا کروں؟

هر بنائے کہنه کآباداں کنند　　نے کہ اول کہنه را ویراں کنند
جس پرانی بنیاد کو آباد کرتے ہیں　　کیا پہلے پرانے کو ویران نہیں کرتے ہیں؟

ہمچنیں نجار و حداد و قصاب　　ہست شاں پیش از عمارتہا خراب
اسی طرح بڑھئی اور لوہار اور قصائی　　تعمیرات سے پہلے اُن کی تخریب ہے

آں ہلیله واں بلیله کوفتن　　زاں تلف کردند معموری تن
ہیڑ اور بہیڑے کا کوٹنا　　اُس بربادی سے (لوگوں نے) جسم کی تعمیر کی ہے

تا نکوبی گندم اندر آسیا　　کے شود آراسته زاں خوانِ ما
جب تک تو گیہوں کو چکی میں نہ پیسے گا　　اُس سے ہمارا دسترخوان کب آراستہ ہوگا

جواب دادنِ موسیٰ علیه السلام فرعون را در تهدیدِ اُو
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو جواب دینا اُس کی دھمکی کے بارے میں

ایں تقاضا کرد آں نان و نمک　　کز شستت وا رہانم اے سمک
اُس نان و نمک نے یہ چاہا　　کہ اے مچھلی! تجھے میں کانٹے سے بچا دوں

گر پذیری پندِ موسیٰ وارہی　　از چنیں شستِ بدِ نا منتہی
اگر تو موسیٰ کی نصیحت کو قبول کریگا تو نجات پا جائیگا　　ایسے بُرے ختم نہ ہونے والے کانٹے سے

بسکه خود را کردہ بندہ ہوا　　کرمکے را کردہ تو اژدہا
تو نے اپنے آپ کو خواہش کا ایسا غلام بنایا ہے　　(کہ) تو نے کیڑے کو اژدہا بنا لیا ہے

اژدہا را اژدہا آوردہ ام　　تا باصلاح آورم من دمبدم
میں اژدہے کے لئے اژدہا لایا ہوں　　تاکہ میں اصلاح کے لئے ہر وقت کام میں لاؤں

تا دمِ آں از دمِ ایں بشکند　　مارِ من آں اژدہا را بر کند
تاکہ اُس کی پھنکار کو اِس کی پھنکار دبا دے　　میرا سانپ اِس اژدہے کو برباد کر دے

گر رضا دادی رہیدی از دو مار　　ورنه از جانت برآرد آں دمار
اگر تو راضی ہو گیا، تو دونوں سانپوں سے بچ گیا　　ورنہ وہ تیری جان کو ہلاک کر دے گا

جوابِ فرعون موسیٰ علیه السلام را و تهدیدِ اُو
فرعون کا حضرت موسیٰ کو جواب دینا اور اُس کی دھمکی

لہ ہر بنائے۔ جب پُرانی بنیادوں پر نئی تعمیر کی جاتی ہے تو اُن بنیادوں کو اُکھاڑ دیا جاتا ہے۔ ہمچنیں۔ جتنے کاریگر ہیں اُن کا یہی عمل ہے کہ تعمیر سے قبل وہ تخریب کرتے ہیں ہلیلہ۔ ہڑ۔ بلیلہ۔ بہیڑہ۔ تلف۔ یعنی اُن کو کوٹ کر دوا بناتے ہیں جس سے جسم کی تعمیر ہوتی ہے۔ تانکوبی۔ گیہوں کو چکی میں پیس کر لذیذ غذائیں بنائی جاتی ہیں۔

لہ ایں تقاضا۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا تیرے حقوق کا یہی تقاضا ہے کہ میں تجھے ہلاکت سے نجات دلا دوں۔ گر پذیری۔ اگر تو میری نصیحت قبول کرے گا تو ابدی ہلاکت سے نجات پا جائیگا۔ کرمکے یعنی تیرا نفس جو ایک معمولی کیڑا تھا تو نے اُس کو اژدہا بنا کر اپنے اوپر مسلط کر لیا ہے۔

لہ اژدہا۔ تیرا نفس اژدہا ہے اسکے مقابلہ کے لئے میں عصا کا اژدہا لایا ہوں۔ تا دم۔ اُس کی پھنکاروں کو میرے اژدہا کی پھنکاریں دبا دیں گی۔ دو مار۔ یعنی نفس کا سانپ اور عصا کا سانپ۔ دمار۔ ہلاکت۔

683

گفت الحق سخت استا جادوئی
اُس نے کہا یقیناً تو جادو کا بڑا استاد ہے

کہ درافگندی بمکر اینجا دوئی
کہ تونے مکر سے یہاں اختلاف پیدا کر دیا

خلقِ یک دل را تو کردی دو گروہ
تونے ایک دل مخلوق کو دو گروہ کر دیا

جادوئی رخنہ کند در سنگ و کوہ
تیری جادوگری پتھر اور پہاڑ میں شگاف ڈالتی ہے

نفی کردنِ موسیٰ علیہ السلام جادوئی و سحر را از خود
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے بارے میں ہنر اور جادوگری کا انکار کرنا

گفت ہستم غرقِ پیغامِ خدا
انھوں نے فرمایا میں خدا کے پیغام میں مستغرق ہوں

جادوئی کہ دید با نامِ خدا
خدا کے نام کے ساتھ جادوگری کس نے دیکھی ہے؟

غفلت و کفرست مایہ جادوئی
جادوگری کا مدار (واللہ) غفلت اور کفر پر ہے

مشعلہ دینست جانِ موسوی
موسیٰ کی جان دین کی مشعل ہے

من بجادویاں چہ مانم اے قبیح
اے بے شرم! میں جادوگروں سے کیسے مشابہ ہوں!

کز دمم پُر رشک می گردد مسیح
کہ میرے دم سے مسیح پُر رشک بنتے ہیں

من بجادویاں چہ مانم اے جُنُب
اے ناپاک! مجھے جادوگروں سے کیا مشابہت ہے!

کز جانم نور می گیرد کتب[2]
میری جان سے کتابیں نور حاصل کرتی ہیں

من بجادویاں چہ مانم اے خبیث
اے خبیث! مجھے جادوگروں سے کیا مشابہت ہے!

کز خدا نازل شود بر من حدیث
کیونکہ خدا کی جانب سے مجھ پر کلام نازل ہوتا ہے

چوں تو با پرِ ہوا بر می پری
تو چونکہ ہوس کے پروں سے اڑتا ہے

لاجرم بر من گماں آں می بری
لامحالہ مجھ پر بھی وہی گمان کرتا ہے

ہر کرا[3] افعالِ دام و دد بود
جس کے پرندوں اور درندوں کے کام ہوں

بر کریمانش گمانِ بد بود
اُس کا بھلوں کے بارے میں برا گمان ہوتا ہے

چوں تو جزوِ عالمی پس اے مہیں
چونکہ تو دنیا کا جزو ہے، اسلئے اے ذلیل!

کُل را بر وصفِ خود بینی غوی
تو مجموعہ کو اپنی صفت کے مطابق گمراہ سمجھتا ہے

گر تو بر گردی و بر گردد سرت
اگر تو چکر کاٹے اور تیرا سر چکرائے

خانہ را گردندہ بیند منظرت
تیری آنکھ گھر کو گھومنے والا دیکھے گی

ور تو در کشتی روی بر یم رواں
اگر چلتے دریا پر تو کشتی میں چلے

ساحلِ یم را ہمی بینی دواں
دریا کے کنارے کو دوڑتا ہوا دیکھے گا

[1] گفت۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا تو مکمل جادوگر ہے تونے اپنے مکر اور جادو سے میری قوم میں اختلاف پیدا کر دیا جادو کا اثر پہاڑ اور پتھر کے بھی ٹکڑے کر دیتا ہے۔ نفی۔ حضرت موسیٰؑ نے جادوگر نہ ہونے کے دلائل بیان فرمائے۔ گفت۔ جادوگر اپنے عمل میں خدا کے نام کا سہارا نہیں لیتا ہے وہ جادو میں شیطان کا نام استعمال کرتا ہے۔ مسیح۔ اس سے مراد حضرت عیسیٰ نہیں ہیں بلکہ اپنے فن کا کامل شخص مراد ہے۔

[2] کتب۔ یعنی آسمانی کتابوں میں میرا ذکر ہے۔ کز خدا۔ میرے اوپر وحی نازل ہوتی ہے جادوگر کو وحی سے کیا واسطہ۔ چوں تو۔ تو خود جیسا ہے ویسا ہی مجھے سمجھ رہا ہے۔

[3] ہر کرا۔ انسان جیسا خود ہوتا ہے ویسا ہی دوسروں کو سمجھتا ہے۔ چوں تو۔ تو دنیادار ہے اسلئے دوسروں کو بھی ایسا سمجھتا ہے۔ گر تو۔ مولانا چند مثالوں سے سمجھاتے ہیں کہ انسان اپنی حالت پر دوسرے کو قیاس کرتا ہے جس کا سر چکرا رہا ہو وہ گھر کو گھومتا ہوا سمجھتا ہے۔ ور تو۔ کشتی میں بیٹھا ہوا انسان سمجھتا ہے کہ ساحل بھی چل رہا ہے۔

584

گر تو باشی تنگدل از ملحمہ — تنگ بینی جملہ دنیا را ہمہ

اگر تو جنگ سے تنگدل ہے — تو پوری دنیا کی فضا کو تنگ سمجھے گا

ور تو خوش باشی بکامِ دوستاں — ایں جہاں بنمایدت چوں گلستاں

اگر تو دوستوں کے مقصد کے مطابق خوش ہے — یہ دنیا تجھے چمن جیسی نظر آئے گی

اے بسا کس رفتہ تا شام و عراق — او ندیدہ ہیچ جز کفر و نفاق

بہت سے انسان شام اور عراق گئے — انہوں نے کفر اور نفاق کے سوا کچھ نہ دیکھا

وے بسا کس رفتہ تا ہند و ہرے — او ندیدہ جز مگر بیع و شرے

بہت سے لوگ ہندوستان اور ہرات تک گئے — انہوں نے سوائے خرید و فروخت کے کچھ نہ دیکھا

وے بسا کس رفتہ ترکستان و چیں — او ندیدہ ہیچ جز مکر و کمیں

بہت سے لوگ چین اور ترکستان گئے — انہوں نے مکر اور گھات کی جگہ کے علاوہ کچھ نہ دیکھا

طالبِ ہر چیز اے یارِ رشید — جز ہماں چیزے کہ میجوید ندید

اے بھلے دوست ہر چیز کے طلبگار نے — اسی چیز کو دیکھا جس کو وہ تلاش کرتا تھا

چوں ندارد مدرکے جز رنگ و بو — جملہ اقلیمہا را گو بجو

جبکہ اس کا محسوس سوائے رنگ و بو کے کچھ نہیں ہے — کہہ دے کہ سارے ممالک ڈھونڈ لے

گاو در بغداد آمد ناگہاں — بگذرد او زیں سراں تا آں سراں

بیل اچانک بغداد میں آ گیا — اس جانب سے اُس جانب گذر گیا

از ہمہ عیش و خوشیہا و مزہ — او نہ بیند جز کہ قشرِ خربزہ

تمام عیش اور خوشیوں اور مزے میں — وہ سوائے خربوزے کے چھلکے کے نہیں دیکھتا ہے

کہ بود افتادہ در راہ یا حشیش — لائقِ سیرانِ گاوی یا خریش

جو راستہ میں پڑا ہو یا گھاس — جو گائے کی رفتار اور اُس کی حماقت کے لائق ہے

خشک بر میخِ طبیعت چوں قدید — بستۂ اسباب و جانش لا یزید

وہ طبیعت کی میخ پر گوشت کے ٹکڑے کی طرح خشک — وہ اسباب سے وابستہ ہے اسکی جان میں اضافہ نہیں ہوتا ہے

واں فضای خرقِ اسباب و علل — ہست ارض اللہ اے صدرِ اجل

اسباب اور علتوں کی شکست کی فضا — اے صدر اعظم! اللہ کی زمین ہے

ہر زماں مبدل شود چوں نقشِ جاں — نو بنو بیند جہانے در عیاں

جبکہ روح کا نقش ہر وقت تبدیل ہوتا رہتا ہے — تو وہ مشاہدہ میں ایک تازہ بتازہ جہان دیکھتا ہے

ل۵ گر تو. اگر انسان تنگدل ہوتا ہے تو دنیا کو تنگ سمجھتا ہے. ملحمہ. جنگ. ور تو خوش. اگر انسان خوش ہے تو اُس کو تمام دنیا پُر مسرت معلوم ہوگی. شام و عراق. جو اسلام کے مرکز ہیں منافق کو وہاں بھی کفر و نفاق ہی نظر آئیگا. ہرے. ملک ہرات.

ل۵ طالب. انسان جس چیز کی جستجو کرتا ہے وہی اسکو نظر آتی ہے. مدرک. معلوم، جو چیز محسوس ہو. بجو. یعنی جو شخص باطنی بصیرت سے خالی اور ظاہر بین ہے اسکو تمام عالم میں صرف ظاہر نظر آئیگا. گاو. بیل اگر بغداد میں پہنچے تو اُس کو خربوزے کے چھلکوں کے علاوہ کچھ نظر نہ آئے گا.

ل۵ کہ بود. بیل کو وہ چھلکا یا گھاس نظر آئے گی جو راستہ میں پڑی ہوگی. لائق. ظاہر بیں انسان کی سیر بھی اسی گائے کی سی سیر ہے جو صرف ظاہر کو دیکھتا ہے. خشک. اسباب ظاہری کا پابند انسان صرف اپنی طبیعت پر اعتماد کرتا ہے اور اُس کے مزاج کی مثال اُس گوشت کے پارچہ کی سی ہے جس کو کھونٹی پر لٹکا دیا ہو جس میں اب اضافہ ممکن نہیں بلکہ روز مرہ گھٹتا ہے. واں فضای اسباب و علل سے گذر کر جب انسان اُس مقام تک پہنچتا ہے جہاں مسبب الاسباب کی قدرت کا عمل جاری ہے

تو اُسکو ایک وسیع میدان ملتا ہے. ہر زماں. اُس مقام پر پہنچ کر تجدد امثال کے طریقہ پر اسکو نئے عالم نظر آتے ہیں.

685

گر بُوَد فردوس و اَنہارِ بہشت
خواہ فردوس اور جنت کی نہریں ہوں

چوں فسُردہ یک صفت شد گشت زشت
جب ٹھٹھر کر ایک صفت بن جائیں تو بُری ہیں

اے زغفلت از مُسبّب بے خبر
اے وہ کہ غفلت کی وجہ سے سبب پیدا کرنے والے سے بےخبر ہے

بندۂ اَسباب گشتی ہمچو خر
تو گدھے کی طرح اسباب کا بندہ بنگیا ہے

لاجرم اعمیٰ دل و سَر گشتۂ
لامحالہ تو دل کا اندھا اور دیوانہ ہوگیا ہے

مُضطرب اَحوال و مُضطر گشتۂ
پریشان حال اور مجبور ہوگیا ہے

چشم بکُشا و مُسبّب را نگر
آنکھ کھول اور سبب پیدا کرنے والے کو دیکھ

تا شوی فارغ ز اَسبابِ ضرر
تاکہ تو نقصان کے اسباب سے نجات پا جائے

بیان آنکہ ہر حسِّ مُدرِک را از آدمی نیز مُدرکاتے دیگر ست
اس کا بیان کہ انسان کی ہر ادراک کرنے والی حس کے معلومات دوسرے ہیں جو

کہ از مُدرِکاتِ آں حسِّ دیگر بےخبر ست چنانکہ ہر پیشہ ور اُستاد
کی دوسری حس کو خبر نہیں ہے جیسا کہ ہر عجمی پیشہ ور اُستاد دوسرے اُستاد کے کام

اعجمی از کارِ اُوستادِ دیگرے بےخبر ست و بےخبری اُو از انکہ
سے بے خبر ہے اور اُس کی بے خبری اس لئے ہے کہ یہ اُس کا کام نہیں ہے

وظیفۂ اُو نیست دلیل نبُوَد کہ آں مُدرِکات نیست
اِس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ مُدرکات نہیں ہیں

چُنبرہ دیدِ جہاں اِدراکِ تُست
دنیا کو دیکھنے کا دائرہ تیرا اِدراک ہے

پردۂ پاکاں حسِ ناپاکِ تُست
تیری ناپاک حِس، پاک لوگوں کا پردہ ہے

مُدّتے حس را بشو ز آبِ عیاں
مشاہدہ کے پانی سے حس کو ایک مدت تک دھو ڈال

اِیچنیں داں جامہ شُوئی صُوفیاں
صوفیوں کی جامہ شوئی اِسی طرح کی سمجھ

چوں شُدی تو پاک پردہ بر کَند
جب تو پاک ہو جائے گا پردہ اُٹھ جائے گا

جانِ پاکاں خویش را بر تو زند
پاک لوگوں کی جان اپنے آپ کو تجھ پر نمایاں کردیگی

جُملہ عالَم گر بُوَد نور و صُوَر
تمام عالَم اگر نور اور صورتیں ہوگا

چشم را باشد ازاں خوبی خبر
آنکھ کو اُس خوبی کی خبر ہو جائے گی

چشم بستی گوش می آری بہ پیش
(اگر) تو آنکھ بند کرلے، کان کو سامنے لائے

تا نمائی زلف و رُخسارہ بُتیش
تاکہ تو اُس کو کسی بُت کی زلف اور رُخسار دکھائے

---

۱ گر بُوَد۔ مشہور ہے۔ "افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را" اے زغفلت۔ انسان کی غفلت ہے کہ وہ اسباب کی طرف نظر رکھتا ہے، مُسبِّب الاسباب سے غافل ہے۔

۲ بیان۔ انسان کے ہر حس کے مدرکات جداگانہ ہیں ایک حس دوسرے حس کے مدرکات سے بےخبر ہے۔ چُنبرہ۔ انسان اپنی عینک سے بزرگوں کو دیکھتا ہے اس کی عینک پردہ اور حجاب ہے۔

۳ مُدّتے۔ صوفیا کی طرح حواس کو مشاہدہ کے ذریعہ پاک وصاف کرنا چاہیئے۔ چوں شُدی۔ جب تیرے حواس پاک ہو جائیں گے بزرگوں کی حقیقت کو سمجھے گا۔ چشم بستی۔ دیکھنا آنکھ کا کام ہے کان کا کام نہیں ہے۔

گوش گوید من بصورت نگروم — صورت ار بانگے[1] زند من بشنوم

کان کہے گا میں صورت پر مائل نہیں ہوتا ہوں — صورت اگر پکارے میں سنوں گا

گوش گوید من بصورت ننگرم — حسِ چشم ست آں ز دیدن قاصرم

کان کہے گا میں صورت کو نہیں دیکھتا ہوں — وہ آنکھ کی حس ہے، میں دیکھنے سے قاصر ہوں

عالمم من لیک اندر فنِ خویش — فنِ من جز حرف و صوتے نیست بیش

میں عالم ہوں، لیکن اپنے فن میں — میرا فن حرف اور آواز سے زیادہ نہیں ہے

ہیں بیا بینی ببیں ایں خوب را — نیست بینی در خورِ ایں مطلوب را

خبردار! ناک تو آ اِس حسین کو دیکھ — ناک (بھی) اِس مقصد کے لائق نہیں ہے

گر بود مشک و گلابے بو برم — فنِ من اینست و علم و مخبرم

اگر مشک اور گلاب ہو میں سونگھ لونگی — میرا فن اور علم اور تجربہ یہ ہے

کے بہ بینم من رخِ آں سیم ساق — ہیں مکن تکلیف ما لیس یطاق

میں اُس چاندی کی سی پنڈلی والے کا چہرہ کب دیکھ سکتی ہوں؟ — خبردار! جس چیز کی طاقت نہ ہو اُسکی تکلیف نہ دے

باز حسِ کژ نہ بیند غیر کژ — خواہ کژ غژ پیشِ او یا راست غژ

پھر ٹیڑھی حس سوائے ٹیڑھے کے نہ دیکھے گی — خواہ تو اُس کے سامنے ٹیڑھا چلے یا سیدھا چلے

چشمِ[2] احول از یکے دیدن یقیں — ناظرِ شرک است نہ توحید بیں

بھینگے کی آنکھ ایک دیکھنے سے یقیناً (قاصر ہے) — وہ شرک کو دیکھنے والی ہے، نہ کہ توحید کو

تو کہ فرعونی ہمہ مکری و زرق — مر مرا از خود نمیدانی تو فرق

تو جو فرعون ہے، مجسّم مکر اور فریب ہے — تو مجھ میں اور اپنے آپ میں فرق نہیں سمجھتا ہے

منگر[3] از خود در من اے کژ باز تو — تا یکے تو را نہ بینی تو دو تو

اے ٹیڑھے کام والے! مجھے اپنی ذات سے نہ دیکھ — تاکہ تو ایک کو دو نہ دیکھے

بنگر اندر من ز من یک ساعتے — تا ورائے کون بینی ساحتے

تھوڑی دیر کے لئے مجھے میری ذات سے دیکھ — تاکہ تو دنیا سے آگے ایک میدان دیکھے

وارہی از تنگی و از ننگ و نام — عشق اندر عشق بینی والسلام

تو تنگی اور ننگ و نام سے نجات پا جائیگا — عشق میں عشق دیکھے گا والسلام

پس بدانی چونکہ رستی از بدن — گوش و بینی چشم می تاند شدن

جب تو جسم سے نجات پا جائے گا تو جان لیگا — کہ کان اور ناک، آنکھ بن سکتے ہیں

---

[1] بانگے: بسنا کان کا کام ہے. عالم: کان سننے کا ماہر ہے. بینی: ناک کا کام دیکھنا نہیں ہے سونگھنا ہے کے تو بینم: ناک محبوب کا منہ نہیں دیکھ سکتی ہے. باز حس: اگر حس ٹیڑھی ہے تو وہ صحیح کام نہیں کرے گی۔

[2] چشمِ احول: بھینگے کی آنکھ ایک چیز کو دو کر کے دکھاتی ہے. تو کہ: حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا چونکہ تو مجسّم مکر اور فریب ہے لہٰذا تو مجھ میں اور اپنے آپ میں فرق نہیں کر سکتا.

[3] منگر: حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ تو بھینگا ہے مجھے اپنی آنکھ سے نہ دیکھ. بنگر: مجھے میری آنکھ سے دیکھ پھر تجھے عالمِ غیب کا مشاہدہ ہوگا. عشق: میرے عشق میں تجھے خدا کا عشق نظر آئے گا. پس: جب تو جسم کی مادّیت سے پاک ہو جائے گا تو تجھے معلوم ہو جائیگا کہ کان اور ناک بھی آنکھ کا کام کرتے ہیں.

686

راست گفتست آں شہِ شیریں زبان[1]
اُس شیریں زبان شاہ نے سچ فرمایا ہے

چشم گردد مُو بمُوی عارفاں
عارفوں کا بال بال، آنکھ بن جاتا ہے

جسم را چشمے نبُود اوّل یقیں
یقیناً شروع میں جسم میں آنکھ نہ تھی

در رحم بُود اُو جنینِ گوشتیں
وہ رحم (مادر) میں گوشت کا لوتھڑا تھا

علّتِ دیدن مداں پیہ اے پسر
اے بیٹا! آنکھ کی چربی کو دیکھنے کا سبب نہ سمجھ

ورنہ خواب اندر ندیدے کس صُوَر
ورنہ خواب میں کوئی شخص صورتیں نہ دیکھتا

آں پری و دیو می بیند شبیہ
پری اور دیو صورت دیکھتے ہیں

نیست اندر دیدگانِ ہر دو پیہ
دونوں کی آنکھوں میں چربی نہیں ہے

نور را با پیہ خود نسبت نبُود
روشنی کو چربی سے کوئی نسبت نہ تھی

نسبتش بخشید خلّاقِ وَدُود
خلّاقِ ودود نے اُس کو نسبت عطا کی ہے

آدم[2] ست از خاک کے مانند بخاک
آدم خاک سے (بنے) ہیں، خاک سے مشابہ کہاں ہیں؟

جنّی است از نارِ بے ہیچ اشتراک
بغیر مناسبت کے جن آگ سے (پیدا ہوئے) ہیں

نیست خود مانندِ آتش آں پری
پری، آگ کے مشابہ نہیں ہے

گرچہ اصلش اوست چوں می بنگری
اگرچہ اُس کی اصل وہ ہے جب تو غور کریگا

مُرغ از بادست کے مانند باد
پرندہ ہوا سے (پیدا ہوا) ہے وہ کب ہوا سے مشابہ ہے؟

نامناسب را خدا نسبت بداد
غیر مناسب کو خدا نے نسبت عطا کر دی ہے

نسبتِ ایں فرعہا با اصلہا
ان فروع کی اصول سے نسبت

ہست بیچوں ار چہ دادش وصلہا
بے نظیر ہے، اگرچہ (خدا نے) جوڑ ملا دیئے ہیں

آدمی چوں زادۂ خاک و ہباست
آدمی خاک اور ذرّوں سے پیدا ہوا ہے

ایں پسر را با پدر نسبت کجاست
اس بیٹے کو باپ سے کہاں مناسبت ہے؟

نسبتے گر ہست مخفی از خرد
اگر کوئی مناسبت ہے تو عقل سے مخفی ہے

ہست بیچون و خرد کے پے بَرَد
وہ بے کیفیت ہے اور عقل اُسکو کب پا سکتی ہے؟

باد[3] را بے چشم اگر بینش نداد
اگر اُس نے ہوا کو بغیر آنکھ کے بینائی عطا نہیں کی ہو

فرق چوں میکرد اندر قومِ عاد
تو اُس نے قوم عاد میں فرق کیسے کیا؟

چوں ہمی دانست مومن از عدو
اُس نے مومن کو دشمن سے کیسے ممتاز کر لیا؟

چوں ہمی دانست مے را از کدو
اُس نے شراب اور کدو میں فرق کیسے کر لیا؟

---

[1] شیریں زباں یعنی حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ۔ جسم۔ جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے دوسرے حواس آنکھ کا کام کرتے ہیں۔ علّت۔ محض آنکھ کی چربی کو دیکھنے کی علّت نہ سمجھنا چاہیئے۔ ورنہ خواب میں انسان دیکھتا ہے اور اُس کی آنکھیں بند ہوتی ہیں۔ پری۔ پری اور جن دیکھتے ہیں اُن کی آنکھوں میں یہ چربی نہیں ہے۔ نور۔ آنکھ کی روشنی اور چربی میں کوئی مناسبت نہیں ہے خدا نے اُس میں یہ طاقت رکھی ہے تو اُس کی قدرت میں یہ بھی ہے کہ وہ کسی اور چیز میں دیکھنے کی طاقت رکھدے۔

[2] آدم۔ انسان خاکی اور جن ناری ہے لیکن اب اُن میں اور اُن کی اصل میں کوئی نسبت نہیں ہے۔ مرغ پہلے مولانا نے فرمایا تھا کہ پرندوں کی پیدائش مذکر کی ہوا سے ہوتی ہے۔ ہست۔ اِن اصول اور فروع میں وہ نسبت ہے جس کی کیفیت ناقابلِ بیان ہے۔

[3] باد۔ جس طرح اللہ کی قدرت نے آنکھ کی چربی میں دیکھنے کی قوت عنایت فرمائی دوسری چیزوں کو بھی یہ قوت عنایت کر دیتا ہے۔ قوم عاد پر جو ہوا مسلط ہوئی تھی وہ دیکھ دیکھ کر دشمنوں کو ہلاک کر رہی تھی۔

688

آتشِ نمرود را اگر چشم نیست
نمرود کی آگ میں اگر آنکھ نہیں ہے
با خلیلش چوں تجشم کردنی ست
اُس کے خلیل کے ساتھ اُس کو کیوں تکلف ہوا؟

گر نبودے نیل را آں نورِ دید
اگر دریائے نیل میں دیکھنے کی روشنی نہ ہوتی
از چہ قبطی را ز سبطی می گزید
تو قبطی کو سبطی سے کیسے منتخب کرتی؟

گر نہ کوہ و سنگ با دیدار شد
اگر پہاڑ اور پتھر دیکھنے والے نہ تھے
پس چرا داؤد را اُو یار شد
تو وہ (حضرت) داؤدؑ کے دوست کیوں بنے؟

ایں زمیں را گر نبودے چشمِ جاں
اگر اس زمین کے جان کی آنکھ نہ ہوتی
از چہ قاروں را فرو خورد آنچناں
تو قارون کو اِس طرح کس وجہ سے نگل گئی؟

گر نبودے چشمِ دل حنّانہ را
اگر (اسطوانہ) حنّانہ کے دل کی آنکھ نہ ہوتی
چوں بدیدے ہجرِ آں فرزانہ را
تو اُن عقلمندؐ کے ہجر کو کیسے دیکھ لیتی؟

سنگریزہ گر نبودے دیدہ ور
اگر پتھر کے ٹکڑے بینا نہ ہوتے
چوں گواہی دادے اندر مُشت دَر
تو مٹھی میں گواہی کیسے دیتے؟

اے خرد بر کش تو پرّ و بالہا
اے عقل تو بال و پر کھول لے
سورہ بر خواں زُلْزِلَتْ زِلْزَالَهَا
سورۂ زُلْزِلَتْ زِلْزَالَهَا پڑھ

در قیامت ایں زمیں بر نیک و بد
نیک اور بد پر یہ زمین قیامت میں
کے ز نادیدہ گواہیہا دہد
بغیر دیکھے گواہی کب دے گی؟

کہ تُحَدِّثُ حَالَهَا وَ أَخْبَارَهَا
کیونکہ وہ اپنی حالت اور خبریں بتائیگی
تُظْهِرُ الْأَرْضُ لَنَا أَسْرَارَهَا
زمین ہمارے لئے اپنے راز ظاہر کرے گی

ایں فرستادن مرا پیشِ تو میر
تجھ حاکم کے سامنے مجھے بھیجنا
ہست بُرہانے کہ بُد مرسل خبیر
اِس کی دلیل ہے کہ بھیجنے والا باخبر ہے

ق

کہ چنیں دارو چناں ناسور را
کیونکہ ایسے زخم کے لئے ایسی ہی دوا
ہست در خور از پئے تیسور را
سہولت کے لئے مناسب ہے

واقعاتے دیدہ بودی پیش ازیں
تونے اِس سے پہلے واقعات دیکھ لئے تھے
کہ خدا خواہد مرا کردن گزیں
کہ خدا مجھے برگزیدہ بنائے گا

من عصا و نور بگرفتہ بدست
میں لاٹھی اور نور کو ہاتھ میں لے کر
شاخِ گستاخِ ترا خواہم شکست
تیرے گستاخ سینگ کو توڑ ڈالوں گا

۵۱ آتش۔ نمرود کی آگ کو بصارت حاصل تھی اسی لئے وہ حضرت ابراہیم کو نہیں جلا رہی تھی۔ تجشم۔ تکلیف اٹھانا یعنی حضرت ابراہیم کی حفاظت کی تکلیف اٹھا رہی تھی۔ نیل۔ دریائے نیل کو بھی بصارت حاصل تھی اسی لئے اُس نے قبطیوں کو ڈبو یا اور اسرائیلیوں کو نہ ڈبویا۔ داؤدؑ۔ پہاڑ میں بصارت تھی تب ہی تو پتھر حضرت داؤدؑ کو پہچان گئے تھے اور اُن سے خواہش کی تھی کہ طالوت کو ہلاک کرنے کیلئے ہمیں ساتھ لے چلو۔

۵۲ زمین۔ زمین کو بصارت حاصل تھی اسی لئے اُس نے قارون کو نگل لیا۔ حنّانہ۔ اسطوانۂ حنانہ حضورؐ کے فراق پر رویا اس کی وجہ اس کی بینائی تھی۔ سنگریزہ۔ اُس معجزے کی طرف اشارہ ہے جس میں کنکریوں نے حضورؐ کی مٹھی میں حضورؐ کی رسالت کی گواہی دی تھی۔ زُلزلت۔ سورۂ زلزال میں اس کا بیان ہے کہ قیامت میں زمین سب راز ظاہر کر دے گی۔

۵۳ ایں فرستادن۔ تجھ جیسے ظالم حاکم کے مقابلہ کے لئے خدا کا مجھے بھیجنا اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کے علم میں یہ بات ہے کہ تیرے مرض کا علاج میں ہی ہوں۔

واقعاتے[1] سہمگیں از بہرِ ایں — گونہ گونہ می نمودت ربِّ دیں
اِسی لئے خوفناک واقعات — دین کے رب نے طرح طرح کے تجھے دکھائے

در خورِ سرِّ بد و طغیانِ تو — تا بدانی کوست در خوردانِ تو
تیرے بُرے عقیدے اور سرکشی کے مناسب — تاکہ تو سمجھ جائے کہ وہ تیرے مناسب ہیں

تا بدانی کو حکیم ست و خبیر — مُصلحِ امراضِ درماں ناپذیر
تاکہ تو سمجھ لے کہ وہ دانا اور باخبر ہے۔ — ناقابلِ علاج مرضوں کا مُصلح ہے

تو بتاویلات می گشتی ازاں — کور و کر کایں ہست از خوابِ گراں
تو تاویلوں کے ذریعہ اُن سے بنتا تھا — اندھا اور بہرا، کہ یہ گہری نیند کی وجہ سے ہیں

واں[2] طبیب واں منجّم در لمع — دید تعبیرش بپوشید از طمع
اور اُس طبیب اور نجومی نے روشنی میں — اُس کی تعبیر دیکھ لی (اور) لالچ کی وجہ سے چھپائی

گفت دور از دولت و از شاہیت — کہ درآید غصّہ در آگاہیت
اُس نے کہا کہ تیری حکومت اور شاہی سے دُور — کہ کوئی ناگواری تیرے علم میں آئے

از غذائے مختلف یا از طعام — طبعِ شوریدہ ہمی بیند منام
مختلف غذا یا کھانے کی وجہ سے — پریشان طبیعت خواب دیکھتی ہے

زانکہ دید اُو کہ نصیحت جُو نۂ — تند و خونخواری و مسکیں خُو نۂ
کیونکہ اُس نے دیکھا کہ تو نصیحت کا جویاں نہیں ہے — تو بدمزاج اور خونخوار ہے مسکین طبیعت نہیں ہے

پادشاہاں خوں کنند از مصلحت — لیک رحمتِ شاں فزونست از عنت
بادشاہ کسی مصلحت سے خون کر دیتے ہیں — لیکن اُن کی محبت، غصہ سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے

شاہ[3] را باید کہ باشد خوئے رب — رحمتِ اُو سبق گیرد بر غضب
بادشاہ کو چاہیئے کہ خدائی مزاج کا ہو — اُس کی رحمت غصہ پر سبقت کرے

نے غضب غالب بود مانندِ دیو — بے ضرورت خوں کند از بہرِ ریو
نہ دیو کی طرح اُس پر غصہ غالب ہو — (اور) مکر کے لئے بے ضرورت خون بہائے

نے حلیمیٔ مخنّث وار نیز — کہ شود زن رُوسپی زان و کنیز
ہیجڑے کی سی بُردباری بھی نہ ہو — کہ اُس سے بیوی اور باندی بدکار ہو جاتی ہے

دیو خانہ کردہ بودی سینہ را — قبلہ سازیدہ بودی کینہ را
تو نے سینہ کو شیطان کا گھر بنا لیا تھا — تو نے کینہ کو قبلہ بنا لیا تھا

---

[1] واقعاتے۔ تو نے کئی بار خواب میں دیکھ لیا تھا کہ خدا نے تیرے مقابلہ کے لئے مجھے منتخب کر لیا ہے۔ در خور۔ وہ خواب تیرے مناسبِ حال تھے اور تجھے یہ بتانے کے لئے تھے کہ اللہ تعالیٰ ناقابلِ علاج مرض کا علاج بھی فرما دیتا ہے۔ تو بتاویلات۔ لیکن تو اُن خوابوں کی غلط تاویلیں کر کے اندھا اور بہرا بنا اور کہنے لگا کہ غفلت کی نیند میں ایسے خواب آیا کرتے ہیں۔

[2] واں طبیب۔ اطبّاء اور نجومی اُن خوابوں کا صحیح مطلب سمجھ رہے تھے لیکن وہ جانتے تھے کہ تو اُن کی بات نہ مانے گا اور اُن پر عتاب نازل کرے گا اِسلئے وہ یہ کہہ دیتے تھے کہ مختلف غذائیں اور معدہ کی خرابی اِن خوابوں کا سبب ہیں۔ پادشاہاں۔ بادشاہ کسی مصلحت کی بنیاد پر قتل بھی کراتے ہیں لیکن رعایا پر اُن کی شفقت اُن کے غصہ پر غالب رہتی ہے۔

[3] شاہ۔ بادشاہ کو اخلاقِ الٰہی اختیار کرنے چاہئیں۔ رحمت۔ خدا کا خُلق یہ ہے کہ اُس کی رحمت اُس کے غضب پر غالب ہے۔ دیو۔ شیطان کا غصہ اُس کی شفقت پر غالب ہے۔ بے حلیمی۔ بادشاہ میں بے موقع حلم بھی نہ ہونا چاہیئے جس کی وجہ سے بیوی اور متعلقین بگڑ جائیں۔ رُوسپی۔ رنڈی، زانیہ۔

شاخِ تیزت بس جگرہا را کہ خست
تیرے تیز سینگ نے بہت سے جگروں کو خستہ کیا ہے

نک عصایم شاخِ شوخت را شکست
اب میری لاٹھی نے تیرے شوخ سینگ کو توڑا ہے

حملہ آوردنِ ایں جہانیان و تاختن بردن بر آں جہانیان

اس دنیا والوں کا حملہ کرنا اور غارتگری کرنا اُس جہان والوں پر تلعے کی سرحد تک

تا ثغورِ دژ کہ سرحدِ غیب ست و غفلتِ ایشاں از کمین گہ چوں

جو کہ غیب کی سرحد ہے اور اُن کا کمین گاہ سے غافل ہونا کیونکہ غازی جب

غازی بغزا نرود کافر تاختن آرد

جہاد نہیں کرتا ہے، کافر حملہ کر دیتا ہے

حملہ بردند اسپہ جسمانیاں
جسم والوں کی فوج نے حملہ کیا

جانبِ قلعہ و دژِ روحانیاں
روحانیوں کے قلعہ کی جانب

تا فرو گیرند دربندانِ غیب
تا کہ غیب کے دروازوں پر قبضہ کر لیں

تا کسے ناید ازاں سو پاک جیب
تا کہ کوئی پاک دل اُس جانب سے نہ آئے

غازیاں حملہ غزا چوں کم برند
غازی جب جہاد کا حملہ نہیں کرتے ہیں

کافراں بر عکس حملہ آورند
تو کافر پلٹ کر حملہ کرتے ہیں

غازیانِ غیب چوں از حلمِ خویش
غیب کے غازیوں نے جب اپنی بُردباری کی وجہ سے

حملہ ناوردند بر تو زشت کیش
تجھ بد مذہب پر حملہ نہیں کیا

حملہ بردی سوئے دربندانِ غیب
تو نے غیب کے دروازوں پر حملہ کیا

تا نیایند ایں طرف مردانِ غیب
تا کہ غیب کے جوانمرد اِدھر نہ آئیں

چنگ در صلب و رحمہا در زدی
تو نے پُشتوں اور رحموں پر دست درازی کی

تا کہ شارع را بگیری از بدی
تا کہ شرارت سے راستہ روک دے

چوں بگیری شہرہے کہ ذوالجلال
تو اُس شاہراہ کو کیسے بند کر سکتا ہے جس کو خدا نے

بر گشادست از برائے انتسال
نسل بڑھانے کے لئے کھولا ہے؟

سد شدی دربندہا را اے لجوج
اے جھگڑالو! تو دروازے کی بندش بنا

کوریِ تو کرد سرہنگے خروج
تیرے اندھے پن سے ایک سپاہی نکل آیا

نک منم سرہنگ و ہنگت بشکنم
اب میں سپاہی ہوں اور تیرے ارادہ کو شکست دونگا

نک بنامش نام و ننگت بشکنم
اب اُس کے نام پر تیرے نام و ننگ کو شکست دونگا

لہ شاخ۔ لیکن تو ایسا ظالم بادشاہ ہے کہ بے قصور لوگوں کا خون کرتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے میری لاٹھی کے ذریعہ تیرے سینگ کو توڑا ہے۔ حملہ آوردن۔ قدرِ خداوندی کے خلاف فرعون کی تدابیر۔ اہلِ دنیا کا عالمِ غیب پر حملہ کرنا ہی۔ ثغور۔ بضم اول و ثانی ترکی رومی لغت ہے۔ وہ سرحد جو دو سلطنتوں اور دو بادشاہوں کے درمیان فاصل ہو۔ اسپہ۔ سپاہ۔ دژ۔ قلعہ۔ دربنداں۔ دروازے۔ پاک جیب۔ پاکیزہ

لے غازیان۔ قدرت کیطرف سے ڈھیل ہوتی ہے تو کافروں کو جرأت ہو جاتی ہے۔ کیش۔ مذہب۔ چنگ۔ فرعون نے نسل کشی شروع کی تا کہ موسیٰ کا ظہور نہ ہو سکے۔ شارع۔ راستہ۔ شہرہ۔ شاہراہ۔ انتسال۔ نسل بڑھانا۔

لٰہ سد۔ بند۔ لجوج۔ جھگڑالو۔ سرہنگ۔ یعنی حضرت موسیٰ۔ ہنگت۔ تو۔ بر تو۔

تو ہلا در بند ہا را سخت بند
خبردار! تو دروازوں کو سخت بند کردے

چند گاہے بر سبالِ خود بخند
تھوڑی دیر اپنی مونچھوں پر ہنس لے

سبلتت را بر کند یک یک قدر
تقدیر تیری مونچھ کو ایک ایک کرکے اکھاڑ دیگی

تا بدانی کالقدر یعمی البصر
تاکہ تو جان لے کہ تقدیر آنکھوں کو اندھا کردیتی ہے

سبلتِ تو تیز تر یا آنِ عاد
تیری مونچھ زیادہ نوکیلی ہے یا (قوم) عاد کی

کہ ہمی لرزید از دمِ شاں بلاد
جن کے دم سے شہر لرزاں تھے

تو ستیزہ رُو تری یا آں ثمود
تو زیادہ لڑاکو ہے یا ثمود

کہ نیامد مثلِ ایشاں در وجود
کہ اُن جیسا پیدا نہ ہوا

صد ازینہا گر بگویم تو کری
اگر اس قسم کی سینکڑوں باتیں کہوں گا تو بہرا ہے

بشنوی و ناشنودہ آوری
تو سُنی ہوئی بات کو اَن سُنی کردے گا

توبہ کردم از سخن کانگیختم
جو باتیں میں نے اٹھائیں اُن سے توبہ کرتا ہوں

بے سخن من دارویت آمیختم
بغیر کہے میں تیری دوا گھولتا ہوں

کہ نہم بر ریشِ خامت تا پزد
تیرے کچے زخم پر رکھوں تاکہ وہ پک جائے

تا بسوزد ریش و ریشت تا ابد
تاکہ ہمیشہ کے لئے زخم اور تیری داڑھی جل جائے

تا بدانی کو خبیر ست اے عدو
اے دشمن! تاکہ تو جان لے کہ وہ جانکار ہے

می دہد ہر چیز را در خوردِ او
ہر چیز کو اس کے مناسبِ حال عطا کرتا ہے

کے کژی کردی و کے کردی تو شر
تو نے کب کجی برتی ہے اور تو نے کب شر پھیلایا ہے؟

کہ ندیدی لائقش در پے اثر
کہ اس کے مناسب اُس کے بعد تو نے اثر نہ دیکھا ہو

کے فرستادی دمے بر آسماں
تھوڑی دیر کے لئے تو نے آسمان پر کب بھیجی ہے؟

نیکیے کز پے نیامد مثلِ آں
نیکی، کہ اُس کے بعد اُس جیسی نہ آئی ہو

گر مراقب باشی و بیدار تو
اگر تو نگراں اور بیدار ہو جائے

ہر دمے بینی جزای کارِ تو
ہر وقت اپنے کام کا بدلہ دیکھے

چوں مراقب باشی و گیری رسن
جب تو نگراں ہوگا اور رسی کو پکڑے گا

حاجتت ناید قیامت آمدن
تجھے قیامت کے آنے کی ضرورت رہیگی

آنکہ رمزے را بداند او صحیح
جو اشارے کو صحیح سمجھ لے

حاجتش ناید کہ گویندش صریح
اُس سے صاف کہنے کی ضرورت نہیں ہے

لہ سبال۔ سبلت کی جمع ہے، مونچھ۔ عاد۔ قوم عاد کی طاقت سے سب قومیں ڈرتی تھیں۔ ثمود۔ بہت طاقتور قوم تھی۔ توبہ۔ اب میں نصیحت کو ختم کرتا ہوں وہ تیرے لئے مفید نہیں ہے۔ ریش۔ زخم، داڑھی۔

لہ تا بدانی۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ اب میں تیرا علاج شروع کرتا ہوں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ قدرت ہر فرعون کیلئے موسیٰ کو پیدا کر دیتی ہے۔ کے کژی۔ انسان کو نیکی اور بدی کا بدلہ ضرور ملتا ہے۔

لہ مراقب۔ اگر انسان اپنا محاسبہ کرتا رہے تو اس کو پتہ چل جائے کہ ہر کام کا بدلہ فوراً ملتا ہے۔ چوں مراقب۔ اگر انسان محاسبہ کرتا ہے تو پھر محاسبہ کے دن یعنی قیامت کی اس کیلئے ضرورت نہیں ہے۔ آنکہ۔ جو شخص دنیا میں اشارات خداوندی کو سمجھ لیگا اس کے لئے قیامت کے صریح اقوال کی ضرورت نہ رہے گی۔

ایں[1] بلا از کودنی آید ترا ۔۔۔ کہ نکردی فہم نکتہ و رمز را
یہ مصیبت بیوقوفی سے تجھ پر آتی ہے ۔۔۔ کیونکہ تو اشارے اور نکتہ کو نہ سمجھا

از بدی چوں دل سیاہ و تیرہ شد ۔۔۔ فہم کن اینجا نشاید خیرہ شد
جب گناہ کی وجہ سے دل سیاہ اور کالا ہو گیا ۔۔۔ سمجھ لے، اس جگہ بے باکی مناسب نہیں ہے

ورنہ خود تیرے شود آں تیرگی ۔۔۔ در رسد در تو جزای خیرگی
ورنہ وہ سیاہی خود تیر بن جائیگی ۔۔۔ تجھے بے باکی کی سزا ملے گی

ور[2] نیاید تیرت از بخشایش ست ۔۔۔ نے پئے نادیدنِ آلایش ست
اگر تجھے تیر نہ لگے، تو یہ بخشش ہے ۔۔۔ نہ کہ گناہ کو نہ دیکھنے کی وجہ سے ہے

پس مراقب باش گر دل بایدت ۔۔۔ کز پئے ہر فعل چیزے زایدت
اگر تجھے دل (کی سلامتی) چاہیئے تو نگراں بن ۔۔۔ اس لئے کہ ہر کام کے بعد تجھ میں کچھ پیدا ہوتا ہے

ور ازیں افزوں ترا ہمت بود ۔۔۔ از مراقب کار بالاتر رود
اگر تجھ میں اس سے زیادہ ہمت ہو ۔۔۔ نگرانی کرنے والے سے کام بالاتر ہو جائیگا

بیانِ آنکہ تنِ خاکیِ آدمی زاد ہمچو آہنِ نیکو جوہر قابلِ آئینہ شدن ست تا در دنیا بہشت و دوزخ و قیامت وغیرہا معائنہ بنماید نہ بطریق خیال بل بعیاں

اس کا بیان کہ آدمی کا خاکی جسم اس لوہے کی طرح ہے جو عمدہ جوہر والا آئینہ بننے کے قابل ہے تاکہ دنیا میں بہشت اور دوزخ اور قیامت وغیرہ کا معائنہ کرلے محض خیالی طریقہ پر نہیں بلکہ مشاہدہ کے طریقہ پر

پس[3] چو آہن گرچہ تیرہ ہیکلی ۔۔۔ صیقلی کن صیقلی کن صیقلی
پس اگرچہ تو لوہے کی طرح کالی شکل والا ہے ۔۔۔ صیقل کر، صیقل کر، صیقل

تا دلت آئینہ گردد پر صور ۔۔۔ اندرو ہر سو ملیحے سیم بر
تاکہ تیرا دل صورتوں بھرا آئینہ بن جائے ۔۔۔ جس میں ہر جانب چاندی کے جسم کا حسین ہو

آہن ار چہ تیرہ و بے نور بود ۔۔۔ صیقلی آں تیرگی از وے زدود
لوہا اگرچہ کالا اور بے نور تھا ۔۔۔ صیقل کرنے نے اس کی کالک صاف کر دی

صیقلی دید آہن و خوش کرد رو ۔۔۔ تاکہ صورتہا تواں دید اندرو
لوہے نے صیقل حاصل کی اور چہرہ حسین کر لیا ۔۔۔ یہاں تک کہ اس میں صورتیں دیکھی جا سکتی ہیں

---

[1] ایں بلا۔ چونکہ انسان اشارات کو نہیں سمجھتا لہذا مصائب میں مبتلا ہوتا ہے۔ از بدی۔ بدی پر سرکشی ہلاکت کا سبب ہے۔

[2] ور۔ اگر انسان کی برائی پر اس کی گرفت نہیں ہوئی ہو تو یہ اللہ کا کرم ہے یہ نہیں ہے کہ خدا کو اس کی برائی کا علم نہیں ہے کہ بے انسان کے ہر فعل کا اس پر نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ ہمت۔ اگر انسان اس مرتبہ سے بڑھنے کی کوشش کرے تو مراقبہ کے مرتبہ سے بڑھ سکتا ہے۔ بیان۔ یہ اونچا مرتبہ حاصل کرنے کی ترکیب بیان کی ہے۔ تا در۔ انسان دل کو مصفیٰ کرے تو اس پر آخرت منکشف ہو جاتی ہے۔

[3] پس۔ جس طرح کالا لوہا صیقل کے ذریعہ صورتوں کو قبول کرنے کے قابل ہو جاتا ہے انسان کا دل مجاہدات کے ذریعہ غیبی صورتوں کو قبول کرنے لگتا ہے۔ ہیکل۔ جسم۔ سیم بر۔ سیمیں بدن۔ صیقلی۔ لوہے نے صیقل سے حسن اختیار کر لیا۔

693

گر تنِ خاکی غلیظ و تیرہ است | صیقلش کُن زانکہ صیقل گیرہ است
اگر خاکی جسم غلیظ اور کالا ہے | اُس کو صیقل کر وہ صیقل کو قبول کر لینے والا ہے

تا درُو اَشکالِ غیبی رُو دہد | عکسِ[1] حُورے و مَلک دروَے جہد
تاکہ اُس میں غیبی صورتیں نظر آئیں | حُور اور فرشتے کا عکس اس میں جھلکے

صیقلِ عقلت بداں دادست حق | کہ بدُو روشن شود دل را وَرق
تجھے اللہ (تعالیٰ) نے عقل کا صیقل اسی لئے دیا ہے | تاکہ اُس کے ذریعہ دل کا وَرق روشن ہو

صیقلی را بستۂ اے بے نیاز | واں ہَوارا کردۂ دو دست باز
اے لاپروا! تو نے صیقل کو بند کر دیا ہے | اور خواہش کے دونوں ہاتھ کھول دیئے ہیں

گر ہوا را بَند بنہادہ شود | صَیقلے را دست بکشادہ شود
اگر خواہش پر بند باندھ دیا جائے | صیقل کے ہاتھ کُھل جائیں گے

آہنے کائینۂ غیبی بُدے | جُملہ صُورتہا درو مُرسَل شُدے
جو لوہا غیب کا آئینہ بن جائے | تمام صورتیں اُس میں بھیجدی جاتی ہیں

تیرہ کردی زنگ دادی در نہاد | ایں بُود یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَاد
تو نے کالا کر لیا طبیعت پر زنگ چڑھا دیا | وہ زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں کے یہی معنی ہیں

تاکنوں[2] کردی چنیں اکنوں مکُن | تیرہ کردی آب را افزوں مکُن
تو نے اب تک ایسا کیا، اب نہ کر | تو نے پانی کو گدلا کر دیا، زیادہ نہ کر

بر مشوراں تا شود ایں آب صاف | واندرو بیں ماہ و اختر در طواف
اس کو نہ ہلا تاکہ پانی صاف ہو جائے | اور اُس میں تو چاند اور ستارے گھومتے دیکھے

زانکہ مردم ہست ہمچوں آبِ جُو | چوں شود تیرہ نہ بینی قعرِ اُو
کیونکہ انسان نہر کے پانی کی طرح ہے | جب وہ گدلا ہو جاتا ہے تو تہ نہیں دیکھتا ہے

قعرِ[3] جُو پُر گوہرست و پُر ز دُر | ہیں مکُن تیرہ کہ ہست آں صاف و حُر
نہر کی تہہ موتیوں اور گوہر بھری ہے | خبردار اُس کو گدلا نہ کر وہ صاف اور پاک ہے

جانِ مردم ہست مانندِ ہوا | چوں بگرد آمیخت شُد پردہ سما
انسانوں کی جان ہوا کی طرح ہے | جب وہ گرد آلود ہو گئی، آسمان کا پردہ بن گئی

مانع آید اُو ز دیدِ آفتاب | چونکہ گردش رفت شُد صافی وناب
وہ سورج کو دیکھنے سے مانع ہوتی ہے | جب اُس کی گرد جاتی رہی وہ صاف اور خالص بنگئی

---

[1] عکس۔ یعنی عالمِ غیب کی صورتیں۔ ہوا۔ انسان بجائے مجاہدوں کے خواہشاتِ نفسانی کے درپے ہے۔ گر ہوا۔ اگر انسان خواہشات کو ترک کر دے تو اُس کے دل کی صیقل ہو جائے۔ تیرہ کردی۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ وہ لوگ زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں اور خدا فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا مولانا نے اِس آیت میں فساد کے معنیٰ قلب کی تیرگی کے کئے ہیں۔

[2] تاکنوں حضرت موسیٰؑ کا فرعون کو خطاب ہے کہ اب تک تو نے فساد پھیلایا اب ایسا نہ کر۔ بر مشوراں۔ مزاج میں جو گندگی پیدا ہو گئی ہے اُسکو زائل کر اور اُس میں آخرت کا مشاہدہ کر۔ چوں شود۔ پانی جب گدلا ہو جاتا ہے تو پانی کی تہ نظر نہیں آتی ہے۔

[3] قعرِ جُو۔ انسان کی طبیعت میں زر و جواہر چھپے ہوئے ہیں انسان طبیعت کو منقّیٰ کرے تو وہ نظر آئیں گے۔ مانند ہوا۔ ہوا میں جب گرد شامل ہوتی ہے وہ تاریک ہو جاتی ہے۔ مانع آید۔ جب ہوا کثیف ہو جاتی ہے تو وہ سورج کے لئے پردہ بن جاتی ہے۔

حاصل آنکہ کم مکن اے بے سرو — صیقلی واللّٰہ اعلم بالصدوز

اے ناخوش! خلاصہ یہ ہے کہ کم نہ کر — صیقل کو اور خدا سینوں کو زیادہ جانتا ہے

بازگفتن موسیٰؑ اسرارِ فرعون را واقعاتِ او بظہر الغیب تا بخبیریِ حق ایماں آورد و قصۂ آں زنگی کہ بر آئینہ رید

حضرت موسیٰؑ کا فرعون کے راز اور واقعات کو غائبانہ بتا دینا تاکہ اللہ کے باخبر ہونے پر ایمان لے آئے اور اس حبشی کا قصہ جس نے آئینہ پر پاخانہ بھر دیا

باکمالِ تیرگی حق واقعات — می نمودت تا روی راہِ نجات

باوجود مکمل کالے پن کے اللہ (تعالیٰ) واقعات — تیرے لئے رونما کرتا ہے تاکہ تو نجات کا راستہ چلے

زآہنِ تیرہ بقدرت می نمود — واقعاتے کہ در آخر خواست بود

قدرت کے ذریعہ کالے لوہے سے رونما کئے — وہ واقعات جو آخر میں ہونے والے تھے

تا کُنی کم تر تو آں ظلم و بدی — آں ہمی دیدی و بدتر می شدی

تاکہ تو ظلم اور برائی نہ کرے — تو نے وہ دیکھے اور بدتر ہو گیا

نقشہائے زشت خوابت می نمود — می رمیدی زاں و آں نقشِ تو بود

خواب تجھے بری صورتیں دکھلاتے تھے — تو ان سے نفرت کرتا تھا اور وہ تیری حالت تھے

ہمچو آں زنگی کہ در آئینہ دید — روی خود را زشت و بر آئینہ رید

اس حبشی کی طرح جس نے آئینہ میں دیکھا — اپنا بدنما چہرہ اور آئینہ پر پاخانہ بھر دیا

کہ چہ زشتی لائق اینی و بس — زشتیم آنِ تو است اے کور خس

کہ تو کیسا بدنما ہے؟ تو بس اسی کے لائق ہے — اے اندھے کمینے! میری بدنمائی تیری بلکہ ہے

ایں جفا بر روی زشتت می کنی — نیست بر من زانکہ ہستم روشنی

یہ ظلم تو اپنے بدنما چہرے پر کر رہا ہے — مجھ پر نہیں ہے، کیونکہ میں تو روشن ہوں

گاہ می دیدی لباست سوختہ — گہ دہان و چشمِ تو بر دوختہ

کبھی تو نے اپنا لباس جلا ہوا دیکھا — کبھی اپنا منہ اور آنکھیں سِلی ہوئی

گاہ حیواں قاصدِ خونت شدہ — گہ سرِ خود را بدندانِ ددہ

کبھی جانور تیرے خون کے درپے ہوا — کبھی اپنے سر کو درندہ کے دانتوں میں (دیکھا)

گہ نگوں اندر میانِ آبریز — گہ غریقِ سیلِ خوں آمیز تیز

کبھی بیت الخلا میں اوندھا — کبھی خون ملے ہوئے تیز بہاؤ میں

لہ بازگفتن۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے ڈھکے چھپے واقعات ...... بیان فرمائے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے علیم و خبیر ہونے پر ایمان لے آئے۔ باکمال۔ فرمایا کہ اگرچہ تیرا دل تاریک ہے لیکن خدا نے عبرت کے لئے بہت سے واقعات تجھ پر رونما کئے جو ظہور پذیر ہونے والے تھے۔

لہ تاکُنی۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ یہ واقعات تجھے اس لئے دکھائے جا رہے تھے کہ تو ظلم و ستم کرنا چھوڑ دے لیکن تو نے بجائے توبہ و استغفار کے مزید ظلم کرنے شروع کر دیئے۔ نقشہائی۔ یہ بری صورتیں خود تیری تھیں لیکن تو ان کو اپنی نہ سمجھتا تھا۔ ہمچو۔ تیری مثال اس حبشی کی سی ہے جس نے آئینہ میں اپنی صورت دیکھی لیکن بجائے اس کے کہ اس کو اپنی صورت سمجھتا، آئینہ کی خرابی سمجھا اور اس پر پاخانہ پھر دیا۔ کہ چہ۔ اور آئینہ کو کہنے لگا کہ تو اس قدر بدصورت ہے کہ اسی حرکت کے قابل ہے جو میں نے تیرے ساتھ کی ہے۔

لہ ایں جفا۔ اس حبشی کا یہ ظلم خود اپنی صورت پر تھا آئینہ تو روشن ہے اس پر ظلم نہ تھا۔ گاہ۔ تجھے کبھی خواب میں اپنا لباس جلا ہوا نظر آتا تھا کبھی تو یہ دیکھتا تھا کہ کوئی درندہ تیرے خون کے درپے ہے۔ گہ نگوں۔ کبھی تو یہ دیکھتا تھا کہ پاخانہ میں اوندھا گرا ہے کبھی یہ دیکھتا تھا کہ خون ملے ہوئے پانی میں تو غرق ہے۔

گہ ز بامے اُوفتادہ گشتہ پست — گاہ در اشکنجہ و بستہ دو دست
کبھی بالا خانہ سے گرا ہوا دبا ہوا — کبھی شکنجے میں دونوں ہاتھ بندھے ہوئے

گاہ دیدہ خویش در زنجیر و غُل — گاہ مغزت را زدندے چوں دُہل
کبھی اپنے آپ کو زنجیر اور طوق میں دیکھا — کبھی تیرے سر کو ڈھول کی طرح پیٹتے تھے

گہ ندات آمد ازیں چرخِ نقی — کہ شقی و کہ شقی و کہ شقی
کبھی اس صاف آسمان سے آواز آئی — کہ تو بدبخت ہے، تو بدبخت ہے، تو بدبخت ہے

گہ ندات آمد صریحاً از جبال — کہ برو ہستی ز اصحابِ شمال
کبھی تجھے پہاڑوں سے صاف آواز آئی — کہ جا تو بائیں جانب والوں میں سے ہے

گہ ندا می آمدت از ہر جماد — تا ابد فرعون در دوزخ فتاد
کبھی تجھے ہر بے جان کی جانب سے آواز آئی — کہ فرعون ہمیشہ کے لئے دوزخ میں گر گیا

گہ خطاب آمد ترا از ہر نبات — گشت مطرود ابد فرعون و مات
کبھی تجھے ہر پودے سے آواز آتی تھی — کہ فرعون ہمیشہ کے لئے مردود ہو گیا اور مر گیا

زیں بتر ہا کہ نمیگویم ز شرم — تا نگردد طبعِ معکوسِ تو گرم
اس سے بھی بدتر جو کہ میں شرم سے نہیں کہتا ہوں — تاکہ تیری اوندھی طبیعت غضبناک نہ ہو

اندکے گفتم بتو اے ناپذیر — ز اندکے دانی کہ ہستم من خبیر
اے نہ قبول کرنے والے! میں نے تھوڑی باتیں کہی ہیں — تھوڑی باتوں سے تو جان لے کہ میں باخبر ہوں

خویشتن را کور کردستی و مات — تا نیندیشی ز خواب و واقعات
تو نے اپنے آپ کو اندھا اور مُردہ بنا لیا — تاکہ خواب اور واقعات کو نہ سوچے

چند بگریزی نک آمد پیشِ تو — کوریِ ادراکِ مکر اندیشِ تو
تو کتنا گریز کرے گا اب تیرے آگے آ گئی — تیرے مکر کے منصوبے باندھنے والے ذہن کی بے بصیری

در بیانِ آنکہ درِ توبہ و استغفار باز ست از کرمِ حق

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے توبہ اور معافی کا دروازہ کھلا ہوا ہے

ہیں مکن زیں پس فراگیر احتراز — کہ ز بخشایش درِ توبہ است باز
خبردار! اس کے بعد نہ کر، بچاؤ اختیار کر — کیونکہ بخشش سے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے

توبہ را از جانبِ مغرب درے — باز باشد تا قیامت بر ورے
مغرب کی جانب سے توبہ کا دروازہ — کھلا ہوا ہے، مخلوق پر قیامت تک

لے گز بامے۔ کبھی تو خواب میں دیکھتا تھا کہ بالاخانہ سے گرا ہے۔ کبھی یہ دیکھتا تھا کہ شکنجہ میں کسا ہوا ہے اور تیرے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں کبھی دیکھتا تھا کہ تو زنجیر اور طوق میں بندھا ہوا ہے کبھی تو دیکھتا تھا کہ تیرے سر کو ڈھول کی طرح پیٹ رہے ہیں۔ گہ۔ کبھی غیب سے آواز آتی تھی کہ تو بدبخت ہے۔

لے گز ندات۔ کبھی پہاڑوں سے آواز آتی تھی کہ تو جہنمی ہے۔ جماد۔ کبھی تو پتھروں سے اپنے دوزخی ہونے کی آواز سنتا تھا۔ ہر نبات۔ کبھی زمین کے پودے تیرے مردود ہونے کی خبر دیتے تھے۔ زیں بتر ہا۔ اس سے بھی زیادہ خراب باتیں تو نے سنی ہیں جو میں شرم سے بیان نہیں کر رہا ہوں کہ کہیں تو اور غضبناک نہ ہو جائے۔

لے اندکے۔ یہ میں نے تھوڑے سے تیرے واقعات تجھے بتلائے ہیں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ مجھے ساری باتیں معلوم ہیں۔ چند بگریزی۔ ان واقعات سے تو کہاں تک آنکھیں بند کریگا۔ در بیان۔ ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے تو اپنی بدکرداری کی توبہ کر سکتا ہے۔ توبہ۔ جب تک سورج مغرب کی جانب سے طلوع نہ کرے گا توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ ورے۔ مخلوق۔

تا ز مغرب بر زند سر آفتاب | باز باشد آں در ازوے رُو متاب

جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع کرے | وہ دروازہ کھلا ہوا ہے اس سے رُو گردانی نہ کر

ہست[۵۱] جنت را ز رحمت ہشت در | یک درِ توبہ است زاں ہشت اے پسر

خدا کی رحمت سے جنت کے آٹھ دروازے ہیں | ان آٹھ میں سے اے بیٹا! ایک توبہ کا دروازہ ہے

آں ہمہ گہ باز باشد گہ فراز | واں درِ توبہ نباشد جز کہ باز

وہ سب کبھی کھلتے ہیں، کبھی بند رہتے ہیں | اور توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے

ہیں غنیمت دار در باز ست زود | رخت آنجا کش بکوریِ حسود

خبردار! غنیمت سمجھ دروازہ کھلا ہوا ہے، جلد | سامان وہاں لے جا، حاسد کی آنکھ میں دھول جھونک

پیش ازاں کز قہر در بستہ شود | بعد ازاں زاریِ تو کس نشنود

اس سے پہلے کہ قہر کی وجہ سے دروازہ بند ہو جائے | اس کے بعد تیری آہ و زاری کوئی نہ سنے گا

باز[۵۲] گرد از کفر و ایں در باز یاب | تا نگردی از شقاوت ردِّ باب

کفر سے پلٹ جا اور اس دروازہ کو حاصل کر لے | تاکہ تو بدبختی سے مردودِ بارگاہ نہ بنے

گفتنِ موسیٰ علیہ السلام مر فرعون را کہ از من یک پند قبول کن و چہار فضیلت عوض بستان و پرسیدنِ فرعون کہ آں چہار کدام است

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے کہنا کہ میری ایک نصیحت مان لے اور بدلے میں چار فضیلتیں حاصل کرلے اور فرعون کا دریافت کرنا کہ وہ چار کیا ہیں؟

ہیں ز من بپذیر یک چیز و بیار | پس ز من بستاں عوض آں را چہار

آگاہ! میری ایک بات مان لے اور بجا لا | پھر مجھ سے اس کے بدلے میں چار لے لے

گفت[۵۳] اے موسیٰ کدام ست آں یکے | شرح کن با من ازاں یک اندکے

اس نے کہا اے موسیٰ! وہ ایک کیا ہے؟ | اس ایک کی میرے لئے تھوڑی سی تشریح کر دے

گفت آں یک کہ بگوئی آشکار | کہ خدائے نیست جز از کردگار

فرمایا وہ ایک یہ ہے کہ تو علی الاعلان کہہ دے | کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی خدا نہیں ہے

خالقِ افلاک و انجم بر علا | مردم و دیو و پری و مرغ را

جو آسمانوں کو اور بلندی پر ستاروں کو پیدا کرنے والا ہے | اور انسانوں اور دیو اور پری اور پرندوں کو

خالقِ دریا و کوہ و دشت و تیہ | ملکت او بے حد و او بے شبیہ

دریا اور پہاڑ اور جنگل اور میدان کا پیدا کرنے والا ہے | اس کی سلطنت لامحدود ہے اور وہ بے مثال ہے

---

۵۱ ہشت۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک توبہ کا دروازہ ہے اس دروازہ کے علاوہ دوسرے دروازے کسی وقت کھلے رہتے ہیں کبھی بند ہوتے ہیں لیکن توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ جب تک بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، بہت جلد اس کی طرف رجوع کر لینا چاہیے اس کے بند ہو جانے کے بعد آہ و زاری کام نہ آئیگی۔

۵۲ باز گرد۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا اے فرعون اس سعادت کی طرف جلد رجوع کرے۔ گفتن۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ ایک بات مان لے اور اس کے عوض میں چار فضیلتیں حاصل کرلے۔

۵۳ گفت۔ فرعون نے کہا اے موسیٰ اس ایک بات کی تشریح کر دیجئے۔ کہ بگوئی۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا وہ ایک بات یہ ہے کہ تو توحید کا قائل ہو جا۔ خالق۔ اسی کو آسمانوں، ستاروں، انسانوں اور تمام کائنات کا خالق مان لے۔ تیہ۔ میدان جنگل۔ ملکت۔ ملکت۔ بے شبیہ۔ بے مثال۔

حافظِ ہر چیز و ہر کس ہر مکاں — رازقِ ہر جانور اندر جہاں
وہ ہر چیز اور ہر شخص اور ہر جگہ کا نگہبان ہے — دنیا میں ہر جاندار کو رزق دینے والا ہے

ہم نگہدارندۂ ارض و سما — ہم پدید آرندۂ گل از گیا[1]
زمین اور آسمان کا محافظ بھی ہے — گھاس سے پھول پیدا کرنے والا بھی ہے

مُطّلع اُو بر ضمیرِ بندگاں — حاکم و جبّار بر گردن کشاں
وہ بندوں کے دل کی بات سے باخبر ہے — وہ متکبروں پر حاکم اور زبردست ہے

اُوست بر ہر بادشاہے بادشاہ — حکم اُو را یفعل اللہ ما یشاء
وہی ہر بادشاہ کا بادشاہ ہے — اس کا حکم ہے کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

گفت اے موسیٰ کدام ست آں چہار — کہ عوض بدہی مرا بر گو بیار
اس نے کہا اے موسیٰ! وہ چار کیا ہیں؟ — کہ تو بدلے میں دے گا مجھے بتا، لا

تا بُوَد کز لطفِ آں وعدہ حَسَن — سُست گردد چار میخِ کفرِ من
ہو سکتا ہے کہ اس اچھے وعدے کی خوبی سے — میرے کفر کی سزا سست پڑ جائے

بُو کہ زاں خوش وعدہائے مغتنم — بر گُشاید قفلِ کفرِ صد منم
ہو سکتا ہے کہ اچھے غنیمت وعدوں کی وجہ سے — میرے کفر کا سینکڑوں من کا قفل کھل جائے

بُو کہ از تاثیرِ جُوئِ انگبیں[2] — شہد گردد در تنم ایں زہرِ کیں
ہو سکتا ہے کہ شہد کی نہر کی تاثیر سے — یہ کینہ کا زہر میرے جسم میں شہد بن جائے

یا ز عکسِ جُوئِ آں پاکیزہ شیر — پرورش یابد دمے عقلِ اسیر
یا اس دودھ کی پاکیزہ نہر کے عکس سے — تھوڑی دیر کے لئے قیدی عقل پرورش پالے

یا بُوَد کز عکسِ آں جُوہائے خمر — مست گردم بُو برم از ذوقِ امر
یا شاید شراب کی اُن نہروں کے پرتو سے — میں مست ہو جاؤں، حکمِ خداوندی کا ذوق حاصل کر لوں

یا بُوَد کز لطفِ آں جُوہائے آب[3] — تازگی یابد تنِ شورہ خراب
یا شاید اُن پانی کی نہروں کی لطافت سے — برباد، بنجر جسم تازگی حاصل کرے

شورہ اَم را سبزہ پیدا شود — خارزارم جنّۃُ المأویٰ شود
میری شور زمین میں سبزہ پیدا ہو جائے — میرا کانٹوں کا کھیت جنّتُ المأویٰ بن جائے

بُو کہ از عکسِ بہشت و چار جُو — جاں شود از یاریِ حق یار جُو
ہو سکتا ہے کہ بہشت اور چاروں نہروں کے پرتو سے — جان، اللہ کی مدد کی خواستگار بن جائے

[1] گیا۔ گھاس۔ مُطّلع۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے دل کے راز جانتا ہے۔ گردن کشاں۔ متکبر لوگ۔ گفت۔ زعون نے کہا۔ بر گو۔ بتا۔ بیار۔ لا۔ چار میخ۔ سزا کا ایک طریقہ تھا جس میں مجرم کے چاروں ہاتھ پاؤں کیلوں سے باندھ دیئے جاتے تھے۔ کفرِ صد من۔ بھاری کفر۔

[2] جُوئِ انگبیں۔ جنّت کی شہد کی نہر۔ شیر۔ جنّت کی دودھ کی نہر۔ یا بُوَد۔ جنّت کی تیسری نہر جو شراب کی ہے۔ خمر۔ یعنی اَمرِ خداوندی۔

[3] آب۔ جنّت کی چوتھی نہر جو پانی کی ہے۔ شورہ۔ یعنی شوریلی زمین۔ جنّۃُ المأویٰ۔ ایک جنّت کا نام ہے۔ بُو کہ۔ انسان کے اخلاقِ حمیدہ جنّت کا عکس اور اخلاقِ ذمیمہ دوزخ کا عکس ہیں۔ چار جُو۔ جنّت کی چار نہریں۔

آنچناں کز عکسِ دوزخ گشتہ اَم | آتش و دَر قہرِ حق آغشتہ اَم
جیسا کہ میں دوزخ کے عکس سے بنگیا ہوں | آگ، اور اللہ (تعالیٰ) کے قہر میں ڈوبا ہوا ہوں

کہ[1] ز عکسِ نارِ دوزخ ہمچو مار | گشتہ اَم بر اہلِ جنّت زہر بار
کہ دوزخ کی آگ کے عکس سے سانپ کی طرح | جنتیوں پر زہر برسانے والا بن گیا ہوں

کہ ز عکسِ جوششِ آبِ حمیم | آبِ ظُلمم کرد خلقاں را رمیم
کہ گرم پانی کے جوش کے عکس سے | میرے ظُلم کے پانی نے مخلوق کو بوسیدہ بنا دیا

من ز عکسِ زمہریرم زمہریر | یا ز عکسِ آں سعیرم چوں سعیر
میں زمہریر کے عکس سے، زمہریر ہوں | یا دوزخ کے عکس سے دوزخ جیسا ہوں

دوزخِ درویشِ مظلومم کنوں | وای آنکہ یابمش ناگہ زبوں
میں اب مظلوم فقیر کی دوزخ ہوں | اُس پر افسوس ہے جس کو میں کمزور پاؤں

موسیا[2] باشد کہ بکشایم دَر | وز فضیلتہات گردم باخبر
اے موسیٰؑ! ہو سکتا ہے کہ تو مجھ پر دروازہ کھولدے | اور تیری فضیلتوں سے میں باخبر ہو جاؤں

موسیا باشد کہ یابم مامنے | وارہم از کثرتِ ما و منے
اے موسیٰؑ! ہو سکتا ہے کہ میں امن کی جگہ پالوں | میں تکبّر اور خودی کی کثرت سے چھوٹ جاؤں

ہیں بگو با من کہ است آں چہار | کہ عوض خواہیم دادن بر شمار
ہاں بتا مجھے وہ چار کیا ہیں؟ | جو مجھے تو بدلے میں دے گا، شمار کر

شرح کردنِ موسیٰؑ آں چار فضیلت را جہتِ پایمزدیِ ایمانِ فرعون

حضرت موسیٰؑ کا ان چار فضیلتوں کی تشریح کرنا جو فرعون کے ایمان کا بدلہ ہوں گی

گفت موسیٰؑ کاولینِ آں چہار | صحتے[3] باشد تنت را پائیدار
حضرت موسیٰؑ نے فرمایا ان چاروں میں سے پہلی یہ ہے | کہ تیرے جسم کو پائیدار صحت حاصل ہوگی

ایں عِلّتہای کہ در طب گفتہ اَند | دور باشد از تنت اے ارجمند
وہ بیماریاں جو طب میں مذکور ہیں | اے بااقبال! تیرے جسم سے دور ہوں گی

ثانیاً باشد ترا عمرِ دراز | کہ اجل دارد ز عمرت احتراز
دوسرے تیری عمر دراز ہوگی | کیونکہ موت تیری عمر سے احتراز کرے گی

ویں نباشد بعد عمرِ مستوی | کہ بنا کام از جہاں بیروں روی
ایک ہموار عمر کے بعد یہ نہ ہوگا | کہ تو دنیا سے ناکام جائے

---

[1] کہ ز عکس۔ انسان بظلم دخور دوزخ کی آگ کا عکس ہے۔ آبِ حمیم۔ گرم پانی جو دوزخیوں کو پلایا جائے گا۔ رمیم۔ پُرانا، بوسیدہ۔ من زعکس۔ زمہریر دوزخ کا ایک طبقہ ہے جو انتہائی سرد ہے۔ وای۔ میں ہر کمزور پر ظلم کرتا ہوں۔

[2] موسیا۔ فرعون نے کہا اے موسیٰؑ شاید میں تیری فضیلتوں پر ایمان لے آؤں۔ مامن۔ امن کی جگہ۔ ما و منے۔ یعنی تکبّر اور خودی۔ ہیں۔ وہ چار چیزیں بتا دے جو توحید کا قائل ہونے پر مجھے حاصل ہونگی۔ شرح کردن۔ حضرت موسیٰؑ نے اُن چار باتوں کی تفصیل کی جو ایمان کے عوض میں فرعون کو حاصل ہونگی۔

[3] صحتے۔ یعنی اگرچہ تو اِس وقت بھی صحتمند ہے لیکن ایمان لانے پر آئندہ صحتمند رہنے کا وعدہ ہے۔ ثانیاً۔ دوسری بات جو تجھے حاصل ہوگی وہ عمر کی درازی ہے۔ ویں نباشد۔ بالآخر موت آئیگی لیکن ایسی حالت میں آئیگی کہ تو دنیا سے بامقصد جائیگا۔

699

بلکہ[1] خواہانِ اَجل چوں طفلِ شیر — نے زِ رنجے کہ تُرا دارد اَسیر
بلکہ موت کا خواہاں ہو کر جس طرح دودھ پیتا بچہ — نہ کہ کسی بیماری کی وجہ سے جس نے تجھے قیدی بنا لیا ہو

مرگ جُو باشی ولے نز عجز و رنج — بلکہ بینی در خرابِ خانہ گنج
تو موت کا جویاں ہوگا لیکن عجز اور تکلیف کی وجہ سے نہیں — بلکہ تو گھر کی ویرانی میں خزانہ دیکھے گا

پس بدستِ خویش گیری تیشۂ — می زنی بر خانہ بے اندیشۂ
تو اپنے ہاتھ میں کدال لے گا — بے تامل گھر پر مارے گا

کہ حجابِ گنج بینی خانہ را — مانعِ صد خرمن ایں یک دانہ را
کیونکہ تو گھر کو خزانہ کا پردہ سمجھے گا — اس ایک دانہ کو سَو کھلیانوں کا مانع دیکھے گا

پس در آتش اَفگنی ایں دانہ را — پیش گیری تیشۂ مردانہ را
تو اس دانہ کو آگ میں پھینک دے گا — مردانہ کدال کو سامنے رکھے گا

بر کنی ایں خانۂ تن بے دریغ — تا بروں آید مہت از زیرِ میغ
بے تامل اس جسم کے گھر کو اکھاڑ دے گا — تاکہ تیرا چاند ابر کے نیچے سے نکل آئے

اے[2] بیک برگے ز باغے ماندہ — ہمچو کرمے برگش از رز راندہ
اے وہ! جو ایک پتے کی وجہ سے ایک باغ سے محروم رہ گیا ہے — اس کیڑے کی طرح جس کو ایک پتے نے انگور سے ہٹا دیا ہے

چوں کرم ایں کِرم را بیدار کرد — اژدہایِ جہل را ایں کِرم خورد
جب اللہ کے کرم نے اس کیڑے کو بیدار کر دیا — اس کیڑے نے جہل کے اژدہے کو نگل لیا

کِرم کرمے شد پُر از میوہ درخت — ایں چنیں تبدیل کرد اُو نیکبخت
کیڑا انگور کی بیل، میوہ بھرا درخت بن گیا — اُس نیک بخت نے اِس طرح تبدیل کر لی

تفسیر[3] كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِأُعْرَفَ

میں چھپا ہوا خزانہ تھا تو میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق پیدا کی تاکہ میں پہچانا جاؤں کی تفسیر

خانہ بر کَن کز عقیقِ ایں یمن — صد ہزاراں خانہ شاید ساختن
گھر کھود ڈال یمن کے اس عقیق سے — لاکھوں گھر بنائے جا سکتے ہیں

گنج زیرِ خانہ است و چارہ نیست — از خرابی ہیں مبندیش و مایست
خزانہ گھر کے نیچے ہے اور کوئی تدبیر نہیں ہے — ویرانی کی فکر نہ کر اور نہ ٹھہر

کہ ہزاراں خانہ از یک نقدِ گنج — می تواں کردن عمارت بے زِ رنج
ایک نقد خزانے سے ہزاروں گھر — تکلیف کے بغیر تعمیر کیے جا سکتے ہیں

---

[1] بلکہ۔ تجھے پھر مرنے کی ایسی تمنا ہوگی جیسی کہ بچہ کو دودھ کی ہوتی ہے۔ مرگ۔ دنیا سے تنگ آ کر مرنے کی تمنا نہ ہوگی بلکہ اسلئے ہوگی کہ تو یہ سمجھے گا کہ جب تک جسم ویران نہ ہوگا اُس کے اندر مدفون خزانہ ہاتھ نہ آئے گا۔ خانہ۔ یعنی جسم۔ کہ حجاب۔ جسمانی زندگی کو خزانہ معرفت کیلئے تو پردہ سمجھے گا۔ تا بروں۔ تو سمجھے گا کہ معرفت کا چاند اس جسم کے ابر میں پوشیدہ ہے۔

[2] اے بیک۔ جو لوگ جسم پروری میں لگے ہیں اُن کی مثال اُس کیڑے کی سی ہے جو ایک پتے کو چوستا رہتا ہے اور اُس کی وجہ سے وہ انگور کی لذتوں سے محروم ہے۔ چوں کرم۔ جب خدا کے کرم سے یہ کیڑا پیدا ہو جائیگا تو جہل اور نادانی کے اژدہے کو نگل جائیگا۔

[3] تفسیر۔ مخلوق سے خدا کی معرفت کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدائی صفات حاصل کر لیتا ہے تو اُس کے ذریعہ خدا کی صفات کی معرفت ہوتی ہے۔ عقیقِ ایں یمن۔ یمن سے مراد قلب اور روح ہے اور عقیق سے مراد حکمت ہے۔ مایست۔ یعنی مجاہدات کے ذریعہ جسم کو فنا کرنے سے نہ رک۔ کہ ہزاراں۔ خزانہ ہاتھ آجائے تو ویران شدہ گھر جیسے ہزاروں اُس کے ذریعہ تعمیر کر لئے جائینگے۔

عاقبت[1] ایں خانہ خود ویراں شود
انجام کار یہ گھر خود ویران ہو گا

گنج از زیرش یقیں عریاں شود
خزانہ یقیناً اس کے نیچے سے ظاہر ہو گا

لیک آں تو نباشد زانکہ روح
لیکن وہ تیری ملکیت نہ ہو گا کیونکہ روح (کیلئے)

مزدِ ویراں کردنستش آں فتوح
وہ نذرانہ اس (جسم) کو ویران کرنے کی مزدوری ہے

چوں نکرد آنکار مزدش ہست لا
جب وہ کام نہ کیا، اس کی مزدوری معدوم ہے

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى
انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے کوشش کی

دست خائی بعد ازاں تو کاے دریغ
اس کے بعد تو ہاتھ کاٹے گا کہ ہائے افسوس

ایں چنیں ماہے بُد اندر زیرِ میغ
ابر کے نیچے ایسا عمدہ چاند تھا

من[2] نکردم انچہ گفتند از بہی
جو بھلائی کی بات انھوں نے کہی میں نے نہ کی

گنج رفت و خانہ و دستم تہی
خزانہ گیا اور گھر بھی، اور میرا ہاتھ خالی ہے

مانعِ صد خرمن ایں یک دانہ بود
سینکڑوں کھلیانوں کیلئے ایک دانہ مانع تھا

حائلِ گنج و حجاب ایں خانہ بود
خزانہ میں حائل اور پردہ یہ گھر تھا

خانہ را اُجرت گرفتی و کرے
تونے گھر اُجرت اور کرایہ پر لیا ہے

نیست مِلکِ تو بہ بیعے یا شرے
خرید و فروخت کے ذریعہ تیری ملکیت نہیں ہے

ایں کرے را مُدّتے اُو تا اجل
اس کرایہ کی مدت موت تک ہے

تا دریں مُدّت کُنی در وے عمل
تاکہ تو اس مدت میں اس میں کام کرے

پارہ[3] دوزی میکنی اندر دکاں
تو دکان میں چیتھڑے سی رہا ہے

زیرِ ایں دکانِ تو مدفوں دو کا
اس دوکان کے نیچے دو کانیں مدفون ہیں

ہست ایں دگاں کرائی زود باش
یہ دکان کرایہ کی ہے جلدی کر

تیشہ بستان و تگش را می تراش
کدال لے اور اس کی تہ کو کھود

تا کہ تیشہ ناگہاں برکاں نہی
تاکہ تو کدال اچانک کان پر رکھدے

از دکان و پارہ دوزی وارہی
دکان اور چیتھڑے سینے سے نجات پاجائے

پارہ دوزی چیست خوردِ آب و ناں
چیتھڑے سینا کیا ہے، روٹی پانی کی خوراک

میزنی ایں پارہ بر دلقِ گراں
بھاری گدڑی پر تو یہ پیوند لگا رہا ہے

ہر زماں می درّد ایں دلقِ تنت
یہ تیرے جسم کی گدڑی ہر وقت پھٹتی رہتی ہے

پارہ برد ے می زنی زیں خوردنت
تو اس خوراک سے اس پر پیوند لگاتا ہے

---

[1] عاقبت۔ بالآخر جسم کو فنا ہونا ہے لیکن مزدوری محنت سے ملتی ہے اگر اس کے فنا کرنے میں تیری محنت شامل نہیں ہے تو غیبی خزانے تیری مزدوری میں تجھے نہ ملیں گے۔ چوں نکرد۔ جب محنت نہ کی تو مزدوری معدوم ہے اس لئے کہ انسان کو اس کی محنت اور سعی کا ہی ثمرہ ملتا ہے۔ دست خائی جب خزانہ نمودار ہو گا اور وہ تیرا نہ ہو گا تو افسوس کریگا۔

[2] من نکردم۔ اس وقت نصیحت پر عمل نہ کرنے سے تو افسوس کرے گا اور سمجھے گا کہ جسم کا ایک دانہ اس کھلیان کے حاصل کرنے سے مانع بنا۔ خانہ۔ یہ جسم کا گھر تیری ملکیت نہیں ہے یہ ایک کرایہ کا اور عارضی گھر ہے۔ ایں کرے۔ یہ کرایہ داری موت کے وقت تک کی ہے اور اسی لئے ہے کہ اس میں عمل کرلے۔

[3] پارہ دوزی۔ کھانے پینے کے ذریعہ تو جسم کو درست کرتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ اس میں دو کانیں مدفون ہیں۔ تگش یعنی اس کی گہرائی۔ دلق گراں یعنی جسم انسانی۔ ہر زماں۔ انسان کی بھوک پیاس جسم کی شکست و ریخت ہے اور کھانا پینا اسکی رفوگری ہے۔

اے زنسلِ بادشاہِ[1] کام یار
اے بامقصد بادشاہ کی نسل سے
باخود آ زیں پارہ دوزی ننگ دار
ہوش میں آ اِس پیوند لگے سینے سے شرم کر

پارۂ برکَن ازیں قعرِ دوکاں
اِس دکان کی تہ سے ٹکڑا ہٹا
تا برآرد سر بہ پیشِ تو دوکاں
تاکہ تیرے سامنے دُکانیں رونما ہوں

پیش ازاں کایں مہلتِ خانہ کرے
اس سے قبل کہ گھر کی کرایہ داری کا وقت
آخر آید تو نخوردہ زو برے
ختم ہو (اور) تو نے اُس سے کوئی پھل نہ کھایا ہو

پس[2] ترا بیروں کُند صاحب دُکاں
پس تجھے دکان کا مالک نکال دے
ایں دُکاں را بر کَند از روئے کاں
اس دوکان کو، کان کے مُنہ سے اُکھاڑ دے

تو ز حسرت گاہ بر سر می زنی
تو کبھی حسرت سے سر پیٹے گا
گاہ ریشِ خامِ خود بر می کَنی
کبھی اپنی بیوقوفی کی داڑھی نوچے گا

کاے دریغا آنِ من بود ایں دُکاں
کہ ہائے افسوس! یہ دکان میرے قبضہ میں تھی
کور بودم بر نخوردم زیں مکاں
میں اندھا تھا میں نے اِس جگہ سے نفع حاصل نہ کیا

اے دریغا گنج را بگذاشتم
ہائے افسوس! میں نے خزانہ ضائع کر دیا
آبِ حیواں را بخاک انباشتم
آبِ حیات کو مٹی سے ڈھک دیا

اے دریغا بودِ ما را بُرد باد
ہائے افسوس! ہمارا وجود برباد ہو گیا
تا اَبد یا حسرتا شُد لِلعِباد
قیامت تک "بندوں کے لئے حسرت ہے" رہ گیا

غرہ[3] شُدنِ آدمی بہ ذکاوت و تصوراتِ طبعِ خویش و طلب ناکردنِ علمِ غیب کہ علمِ انبیاست علیہم السّلام

انسان کا اپنی ذہانت اور اپنے طبعی تصورات سے دھوکے میں پڑنا اور علمِ غیب طلب نہ کرنا جو انبیاء علیہم السلام کا علم ہے

دیدم اندر خانہ من نقش و نگار
میں نے گھر میں نقش و نگار دیکھے
بودم اندر عشقِ خانہ بے قرار
میں گھر کے عشق میں بے قرار تھا

ماندہ ام در خانہ حیران و نزار
میں گھر (کے معاملہ) میں حیران اور کمزور بن گیا
لابد از معنیٰ شدم من عور و زار
لامحالہ میں حقیقت سے خالی اور بدحال رہ گیا

عشقِ خانہ در دلِ من کار کرد
گھر کی محبت میرے دل میں کام کر گئی
لاجرم از گنج ماندم دور و فرد
میں لامحالہ خزانہ سے دور اور تنہا رہ گیا

[1] بادشاہ۔ یعنی حضرت آدمؑ جو پہلے خلیفۃ اللہ ہیں۔ پارہ کُن۔ اِس عارضی دکان یعنی جسم کو توڑ ڈال اِس میں سے زر و جواہر کی دوکانیں برآمد ہوں گی۔ پیش ازاں۔ یہ عارضی جسم ہے اِس سے فائدہ اٹھالے اور اُسکی صورت یہی ہے کہ مجاہدات کے ذریعہ اِسکو فنا کر دے۔

[2] پس۔ ایک وقت آجائیگا کہ یہ عارضی جسم تجھسے لے لیا جائیگا اور تو اُس کان سے محروم ہو جائے گا جو اس میں مدفون ہے اور تو افسوس کرے گا اور کہے گا کہ میں خزانہ سے محروم ہو گیا اور میں نے آبِ حیات کو مٹی سے چھپا دیا۔ تا ابد۔ پھر تو اِس آیت کا مصداق بن جائیگا۔

[3] غرہ شدن۔ انسان اپنی ذہانت اور عقلمندی کے بھروسہ پر علمِ نبوت سے محروم رہ جاتا ہے۔ دیدم۔ بالآخر اُسکو افسوس کرنا پڑتا ہے کہ مکان کے نقش و نگار میں مصروف ہو کر اُس کے خزانہ سے محروم ہو گیا۔ عشق۔ پھر افسوس کے ساتھ اُس کو کہنا پڑے گا میں گھر کے نقش و نگار میں کھو گیا اور خزانہ سے محروم ہو گیا۔

702

بُودم از گنجِ نہانی بے خبر ۞ وَرنہ دستنبوئے[1] من بُودے تبر

میں پوشیدہ خزانے سے بے خبر تھا ۞ ورنہ تبر میرے ہاتھ کا گلدستہ ہوتا

آہ اگر دادِ تبر را دادمے ۞ ایں زماں غم را تبرّا دادمے

افسوس، اگر میں تبر کی قدر کر لیتا ۞ اس وقت میں غم پر تبرّا بڑھ دیتا

چشم را بر نقش می انداختم ۞ ہمچو طفلاں عشقہا می باختم

میں نے نقش (ونگار) پر آنکھ جمادی ۞ بچوں کی طرح محبت کرنے لگا

بس[2] نکو گفت آں حکیمِ کامیار ۞ کہ توئی طفلی خانہ پُر نقش و نگار

اُس ماہر اور دانا نے بہت اچھا کہا ہے ۞ کہ تو بچہ ہے (اور) گھر نقش ونگار سے بھرا ہوا ہے

در الٰہی نامہ بس اندرز کرد ۞ کہ برآر از دودمانِ خویش گرد

الٰہی نامہ میں اُس نے نصیحت کی ہے ۞ کہ اپنے خاندان کو برباد کر

تمامیِ شرح کردن موسیٰ علیہ السلام با فرعون فضیلتِ چہارگانہ

حضرت موسیٰ ؑ کا فرعون سے چاروں فضیلتوں کی تشریح کو مکمل کرنا

بس کن اے موسیٰ بگو وعدۂ سوم ۞ کہ دلِ من ز اضطرابش گشت گم

اے موسیٰ ؑ بس کر، تیسرا وعدہ بتا ۞ کیونکہ میرا دل اُس کی پریشانی سے گم ہو گیا ہے

گفت موسیٰ آں سوم مُلکِ دو تو ۞ دو جہانے خالص از خصم و عدو

حضرت موسیٰ ؑ نے فرمایا وہ تیسری، دوہری حکومت ہے ۞ دو جہان کی، جو دشمن اور مخالف سے خالی ہے

بیشتر زاں ملک کاکنوں داشتی ۞ کاں بُد اندر جنگ وایں در آشتی

اس سلطنت سے بڑھ کر جو تو اس وقت رکھتا ہے ۞ کیونکہ وہ جنگ میں ہے اور یہ صلح میں ہے

آنکہ در جنگت[3] چناں ملکے دہد ۞ بنگر اندر صلح خوانت چوں نہد

وہ خدا جو جنگ میں تجھے ایسا ملک عطا کر دیتا ہے ۞ غور کر کے صلح میں تیرے سامنے کیسا دسترخوان بچھائیگا؟

آں کرم کاندر جفا آنہات داد ۞ در وفا بنگر چہ باشد افتقاد

جس کرم نے ظلم میں تجھے وہ کچھ دیا ۞ غور کر وفاداری میں اُس کی دلجوئی کیسی ہوگی؟

گفت اے موسیٰ چہارم چیست زود ۞ باز گو صبرم شُد و حرصم فزود

اس نے کہا اے موسیٰ ؑ! چوتھی کیا ہے، جلد ۞ کہدے میرا صبر جاتا رہا اور حرص بڑھ گئی ہے

گفت چارم آنکہ مانی تو جواں ۞ مُوی ہمچوں قیر و رُخ چوں ارغواں

فرمایا چوتھی یہ ہے کہ تو جوان رہے گا ۞ بال تارکول کی طرح اور چہرہ گل بابونہ کی طرح (رہیگا)

---

[1] دستنبو۔ ایک مصنوعی خوشبوؤں کا گولا ہوتا تھا جس کو ہاتھ میں رکھا جاتا تھا۔ تبر تَرَ یعنی میں تبر کے ذریعہ اِس خزانہ کو کھود لیتا۔ تبرّا۔ کسی چیز سے برأت کا اظہار کرنا۔ چشم ما۔ میں نے مکان کے ظاہری نقش ونگار پر نظر رکھی۔

[2] بس نکو۔ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب حدیقہ میں فرمایا ہے۔ الٰہی نامہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الٰہی نامہ میں فرمایا ہے۔
ہمہ اندرز من بتو اینست
کہ تو طفلی و خانہ رنگینست
دودماں۔ خاندان یعنی اعضاء جسمانی۔ بس کن۔ یہاں تک مولانا کی تقریر حضرت موسیٰ ؑ کی زبانی تھی اب فرعون نے کہا کہ تقریر ختم کرو اور تیسری بات بتاؤ گفت موسیٰ حضرت موسیٰ ؑ نے فرمایا کہ ایمان لے آئے گا تو تجھے دونوں جہانوں کی دوہری بادشاہت حاصل ہو جائے گی جس میں تجھے کسی دشمن کا بھی ڈر نہ ہوگا۔

[3] در جنگت۔ کفر کی حالت میں تجھے اتنا بڑا ملک دے رکھا ہے تو اگر تو صلح کرلے گا اور ایمان لے آئے گا تو دیکھنا کتنی بڑی سلطنت حاصل ہوتی ہے۔ جفا یعنی کفر۔ وفا۔ یعنی ایمان۔ افتقاد۔ دلجوئی۔ گفت حضرت موسیٰ ؑ نے فرمایا ایمان لانے پر چوتھی چیز جو تجھے ملیگی وہ یہ ہے کہ بقیہ عمر میں بھی تو جوان رہیگا۔ قیر۔ ایک کالا روغن ہے۔ ارغواں۔ گل بابونہ۔

703

رنگ و بُو در پیشِ ما بس کاسِد است | لیک تو پستی سخن کردیم پست
رنگ و بُو ہمارے سامنے بہت بے قیمت ہیں | لیکن تو گھٹیا ہے اس لئے ہم نے گھٹیا بات کہی

اِفتخار از رنگ و بُو و از مکاں | ہست شادی و فریبِ کودکاں
رنگ و بُو اور مکان پر فخر کرنا | بچوں کی خوشی اور دھوکا ہے

بیانِ ایں خبر کہ کلِّمُوا النَّاسَ علیٰ قدرِ عقولِہِم

اِس حدیث کی تفصیل کہ لوگوں سے اُن کی عقلوں کے انداز سے بات کیا کرو نہ کہ

لا علیٰ قدرِ عقولِکم حتّیٰ لا یُکذَّبُ اللّٰہُ و رسولُہٗ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم

اپنی عقلوں کے انداز سے تاکہ اللہ اور اُس کا رسول جھٹلا نہ دیا جائے

چونکہ با کودک سر و کارم فتاد | ہم زبانِ کودکاں باید کشاد
چونکہ میرا واسطہ بچے سے پڑ گیا | مجھے بھی بچوں کی زبان کھولنی چاہیئے

کہ برو کُتّاب تا مُرغت خرم | یا مویز و جوز و فستق آورم
کہ مدرسہ جا تیرے لئے پرند خرید دوں گا | یا منقّی یا اخروٹ یا پستہ لا دوں گا

جز شبابِ تن نمیدانی بگیر | ایں جوانی را بگیر اے خر شعیر
جسم کی جوانی کے علاوہ تو کچھ نہیں سمجھتا ہے لے | اس جوانی کو اے گدھے! جَو لے لے

ہیچ آژنگے نیفتد بر رُخت | تازہ ماند ایں شبابِ فرخت
تیرے چہرے پر کوئی جھری نہ پڑے گی | یہ تیری مبارک جوانی تازہ رہے گی

نے نژندِ پیریت آید برو | نے قدِ چوں سروِ تو گردد دوتو
نہ اس پر تیرے بڑھاپے کی ذلت آئے گی | نہ تیرا سرو جیسا قد ٹیڑھا ہو گا

نے شود زورِ جوانی از تو کم | نے بدنداں نہا خلل ہا یا الم
تجھ میں سے جوانی کا زور نہ گھٹے گا | نہ دانتوں میں کوئی خرابی اور تکلیف (آئیگی)

نہ کمی در شہوت و طمث و بعال | کہ زناں را آید از ضعفت ملال
نہ شہوت اور جماع اور مباشرت میں کمی آئے گی | کہ عورتوں کو تیری کمزوری سے تکلیف ہو

نے شود مُویت سفید و پُشت خم | لیک خوشتر لحظہ لحظہ دم بدم
نہ تیرے بال سفید ہوں گے اور نہ کمر جھکے گی | بلکہ لحظہ بہ لحظہ اور دم بدم بہتر ہو گا

آنچناں بکشاید ت فرِ شباب | کہ کشود آں مُژدہ بر عکاشہ باب
تجھ پر جوانی کی شان و شوکت اس طرح کشادہ ہو گی | جس طرح (حضرت) عکاشہؓ پر اس خوشخبری نے دروازہ کھولا تھا

لہ کاتبد. کھونا. کودکاں. یہ چیزیں بچوں کی خوشی کی ہیں. کلّموا. آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے دین کی ایسی باتیں کہو جو اُن کی سمجھ کے مطابق ہوں ورنہ وہ اُن کی تکذیب کر دیں گے.

ٹہ کہ برو. بچوں سے ایسی بچکانہ باتیں کی جاتی ہیں فستق. پستہ. خرتس. ریچھ. آژنگ. جھری. نژند. ذلت و خواری. الم. تکلیف.

سہ طمث. حیض، جماع. بعال. بیوی سے کھیل کود کرنا. خوشتر یعنی دم بدم جوانی میں اضافہ ہو گا. عکاشہ. حضرت عکاشہؓ مشہور صحابی ہیں ایک روز حضورؐ نے فرمایا میری اُمت میں کچھ لوگ ایسے ہونگے جو بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہونگے حضرت عکاشہؓ نے عرض کیا حضورؐ دعا فرما دیجئے کہ میں بھی اُن لوگوں میں سے ہوں تو حضورؐ نے اُن کو بشارت دی اور فرمایا کہ تم بھی انہی لوگوں میں سے ہو.

معنیِ حدیث مَن بَشَّرَنی بِخُرُوجِ الصَّفَرِ بَشَّرْتُہٗ بِدُخُولِ الجَنَّۃِ وسبقِ عکاشہؓ

اس حدیث کا مطلب کہ جو مجھے صفر کے نکل جانے کی خوشخبری دیگا میں اسکو جنت کی خوشخبری دونگا اور حضرت عکاشہؓ کی پہل

احمدؐ آخر زماں را انتقال
(نبی) آخرالزماں احمدؐ کا انتقال

در ربیع الاوّل آمد بے جدال
بلا اختلاف، ربیع الاول میں ہوا ہے

چوں خبر یابید دلش زیں وقتِ نقل
جب آپ کا دل انتقال کے وقت سے باخبر ہو گیا

عاشقِ آں وقت گردید او بعقل
آپ (دل و جان) سے اس وقت کے مشتاق ہو گئے

چوں صفر آمد شود شاد از صفر
جب (ماہ) صفر آیا، آپ صفر سے خوش ہوئے

کز پسِ ایں ماہ می سازم سفر
کہ اس مہینہ کے بعد میں سفر کروں گا

ہر شبے تا روز از شوقِ ھُدے
راہ یابی کے شوق سے ہر شب کو دن نکلنے تک

اُو رفیقِ راہِ اعلیٰ می زدے
آپ راہِ اعلیٰ کے رفیق کا نعرہ لگاتے تھے

گفتؐ ہر کس کہ مرا مژدہ دہد
فرمایا جو شخص مجھے خوشخبری دے گا

چوں صفر پای از جہاں بیروں نہد
جب صفر (کا مہینہ) دنیا سے باہر پاؤں نکالیگا

کہ صفر بگذشت و شد ماہِ ربیع
کہ صفر گذر گیا اور ربیع کا مہینہ ہو گیا

مژدہ ور باشم مر او را و شفیع
میں اسکو خوشخبری دینے والا اور سفارش کرنیوالا ہونگا

چوں صفر بر بست رخت و ماہِ نو
جب صفر نے سامان باندھ لیا اور نیا چاند

گشت پیدا بر فلک با تاب و ضو
رونق اور نور کے ساتھ آسمان پر نمودار ہو گیا

گفت عکاشہ صفر بگذشت و رفت
(حضرت) عکاشہ نے عرض کیا صفر گذر گیا اور چلا گیا

گفت جنت مر ترا اے شیر زفت
(آنحضورؐ نے) فرمایا اے بہادر شیر! تیرے لئے جنت ہے

دیگرے آمد کہ بگذشت آں صفر
دوسرے آئے کہ صفر گذر گیا

گفت عکاشہ ببرد از مژدہ بر
فرمایا عکاشہ خوشخبری کا پھل لے گئے

پس رجال از نقلِ عالم شادماں
بہت سے انسان دنیا سے انتقال کرنے پر خوش ہیں

وز بقایش شادماں ایں کودکاں
اور اس میں باقی رہنے سے یہ بچے خوش ہیں

چونکہ آبِ خوش ندید آں مرغِ کور
چونکہ اس اندھے پرندے نے عمدہ پانی نہیں دیکھا ہے

پیشِ او کوثر نماید آبِ شور
اس کو کوثر کھاری پانی نظر آتا ہے

ہمچنیں موسیٰ کرامت می شمرد
(حضرت) موسیٰ اس طرح سے انعام شمار کر رہے تھے

ہم بدینساں بے قدم رہ می سپرد
اسی طرح بغیر قدم کے راستہ طے کر رہے تھے

لے آخر۔ اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق حضورؐ کی وفات ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی ہے۔ وقتِ نقل۔ انتقال کا وقت۔ رفیق۔ وفات کے قریب حضورؐ یہ جملہ فرما رہے تھے۔ اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی یعنی اب میں رفیق اعلیٰ کے پاس جانا چاہتا ہوں۔

لے گفت۔ حضورؐ نے فرمایا جو صفر کے ختم ہونے اور ربیع الاول کی آمد کی خوشخبری دیگا میں قیامت میں اسکا سفارشی بنوں گا۔ ماہِ نو۔ یعنی ربیع الاول کا چاند نظر آیا۔

لے دیگرے۔ کسی دوسرے صحابی نے بھی صفر کے ختم ہونے کی خوش خبری دی۔ آپ نے فرمایا کہ عکاشہ بازی لے گئے۔ پس رجال جن لوگوں کو آخرت کی نعمتوں کا مشاہدہ ہو جاتا ہے وہ دنیا سے منتقل ہونے پر خوشی محسوس کرتے ہیں اور جو لوگ دنیا میں رہنے پر خوش ہوتے ہیں وہ طفل طبیع ہیں۔ ہمچنیں۔ ایمان لانے پر جو اس کو انعام ملیں گے حضرت موسیٰ وہ شمار کراتے رہے۔

705

کہ نہ گردد صافِ اقبالِ تو دُرد
کہ تیرا صاف اقبال، تلچھٹ نہ بنے گا

ہم نگردد اطلسِ بختِ تو بُرد
تیرے نصیب کا اطلس، بُرد نہ بنے گا

ہر چہ خواہی یابی از بختِ جواں
تو ی نصیبہ سے تو جو چاہے گا، پائے گا

شادماں مانی نگردی ناتواں
تو خوش رہے گا، کمزور نہ بنے گا

گفت احسنت نکو گفتی ولیک
فرعون نے کہا بہت اچھا تو نے عمدہ بات کہی لیکن

تا کنم من مشورت با یارِ نیک
میں اچھے دوست سے مشورہ کر لوں

مشورت کردنِ فرعون با آسیہ خاتون در ایمان آوردن بموسیٰ علیہ السلام و فرمودنِ آسیہ اُو را با ایمان آوردن

حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے میں حضرت آسیہ خاتون سے، فرعون کا مشورہ کرنا اور حضرت آسیہ کا اُس کو ایمان لانے کو کہنا

باز گفت اُو ایں سخن با آسیہ
پھر اُس نے یہ باتیں (حضرت) آسیہ سے کہیں

گفت جاں افشاں بریں اے دل سیہ
اُنھوں نے فرمایا اے سیاہ دل! اس پر جان چھڑک دے

بس عنایتہاست متنِ ایں مقال
اس گفتگو کا متن بہت سی عنایتیں ہیں

زود دریاب اے شہِ نیکو خصال
اے نیک خصلت شاہ! جلد حاصل کر لے

وقتِ کشت آمد زہے پُر سود کشت
کھیتی کا وقت آگیا واہ واہ کس قدر نفع بھری کھیتی

ایں بگفت و گریہ کرد و گرم گشت
یہ کہا اور رونے لگیں اور گرم ہو گئیں

بر جہید از جا و گفتا بخ لک
جگہ سے کود پڑیں اور کہا تجھے مبارک

آفتابے تاج گشتت اے کلک
اے گنجے! سورج تیرا تاج بن گیا ہے

عیبِ کل را خود بپوشاند کلاہ
عیب خود گنجے کو ٹوپی پہناتا ہے

خاصہ چوں باشد کلہ خورشید و ماہ
خصوصاً جب کہ سورج اور چاند ٹوپی ہو

ہمدراں مجلس کہ بشنیدی تو ایں
اُسی مجلس میں جس میں تو نے یہ سُنا تھا

چوں نگفتی آرے و صد آفریں
تو نے ہاں اور صد آفریں کیوں نہ کہا؟

ایں سخن در گوشِ خورشید ار شدے
یہ بات اگر سورج کے کان میں پڑتی

سرنگوں بر بوئے آں زیر آمدے
اُس کی تمنا میں اوندھا نیچے آ جاتا

ہیچ میدانی چہ وعدہ ست آں چہ داد
تو کچھ جانتا ہے کہ کیسا وعدہ اور کسقدر سخاوت ہے

می کند ابلیس را حق افتقاد
اللہ تعالیٰ شیطان کی دلجوئی کر رہا ہے

۱؎ کہ نہ گردد۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا تو ایمان لے آئیگا تو تیرا اقبال بنا رہیگا۔ بُرد۔ دھاری دار معمولی کپڑے کی چادر ہوتی تھی۔ گفت۔ فرعون نے نصیحتیں سُن کر کہا میں جب تک اپنی بیوی سے مشورہ نہ کرلوں اس وقت تک کوئی جواب نہیں دے سکتا

۲؎ گفت۔ حضرت آسیہ جو فرعون کی بیوی تھیں انھوں نے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کی نصیحتوں پر عمل کرے۔ متن۔ وہ عبارت جس کی تشریح کی جائے۔ گرم گشت۔ یعنی عشق خداوندی میں گرم ہوگئی۔ بخ لک۔ خوشی کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ کلک۔ کل، گنجا اس میں کاف تصغیر کا ہے۔

۳؎ عیب۔ کل گنجے کا گنج اگر اس کو ٹوپی اُڑھا کر اس کا عیب چھپائے تو تعجب کی بات ہے مزید تعجب جب ہے کہ ٹوپی بھی چاند اور سورج کی ہو۔ ہمدراں۔ حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا تجھے فوراً اسی مجلس میں ایمان لے آنا تھا۔ ہیچ۔ ایمان پر فرعون کی بخشش کا وعدہ ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ شیطان کی دلجوئی کرے۔

چونؔ بدیں لُطف آں کریمت باز خواند
جب اُس کریم نے اِس مہربانی سے تجھے بُلایا ہے

اے عجب چوں زہرہ اَت برجائے ماند
تعجب ہے تیرا پتہ کس طرح جگہ پر رہا؟

زہرہ ات نَدرید تا زاں زہرہ آت
تیرا پتہ نہ پھٹا تاکہ تیرے اِس پتے سے

بُودے اندر ہر دو عالم بہرہ اَت
دونوں جہان میں تیرا حصّہ ہوتا

زہرہ کز بہرِ حق اُو بر دَرَد
وہ پتہ جو خدا کے لئے پھٹ جائے

چوں شہیداں از دو عالم بر خورد
وہ شہیدوں کی طرح دونوں جہان کے فائدے اٹھاتا ہے

غافلی ہم حکمت ست وایں عمی
غفلت اور یہ اندھاپن بھی حکمت ہے

تا بماند لیک تا ایں حد چرا
تاکہ اُس کا وجود رہے، لیکن اِس حد تک کیوں ہے؟

غافلیؔ ہم حکمت ست و نعمت ست
غفلت بھی حکمت اور نعمت ہے

تا نپرد زود سرمایہ ز دست
تاکہ ہاتھ سے سرمایہ جلد نہ نکل جائے

لیک نے چنداں کہ ناسورے شود
لیکن نہ اِس قدر کہ ناسور بن جائے

زہرِ جان و عقلِ رنجورے شود
ایک بیمار کی جان اور عقل کا زہر بن جائے

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را
ایسے بازار کو خود کون حاصل کر سکتا ہے؟

کہ بیک گل می خری گلزار را
کہ تو ایک پھول کے بدلے میں چمن کو خرید لے

دانہ را صد درختانت عوض
ایک دانہ کا سَو باغ تیرے لئے بدلہ ہوں

حبّہ را آیدت صد کاں عوض
ایک رتی کا تیرے لئے سَو کانیں بدلہ ہوں

کانؔ لِلّٰہ دادنِ آں حبّہ است
اِس رتی کا دینا، اللہ کا ہو جانا ہے

تا کہ کان اللہ لہٗ آید بدست
تاکہ "اللہ اُس کا ہو گیا" ہاتھ آ جائے

زانکہ ایں ہُوی ضعیفِ بیقرار
کیونکہ یہ کمزور بے قرار شخصیت

ہست شُد زاں ہُوی رَبِّ پائدار
اللہ کی پائیدار شخصیت سے وجود میں آئی ہے

ہُوی فانی چونکہ خود با اُو سپرد
جب فانی شخصیت نے اپنے آپ کو اسکے سپرد کر دیا

گشت باقی دائم و ہرگز نمرد
وہ ہمیشہ کے لئے باقی ہو گئی اور ہرگز نہ مریگی

ہمچو قطرہ خائف از باد و ز خاک
اُس قطرے کی طرح جو ہوا اور مٹی سے خائف ہے

کہ فنا گردد بدیں ہر دو ہلاک
کہ اِن دونوں سے فنا (اور) ہلاک ہو جائے گا

چوں باصلِ خود کہ دریا بود جست
جب وہ اپنی اصل میں جو کہ دریا تھی کود گیا

از تفِ خورشید و باد و خاک رست
(تو) اُس نے سورج کی گرمی اور ہوا اور خاک سے نجات پائی

لہ چوں۔ اپنے جیسے معصیت کار پر اللہ کی رحمت دیکھ کر تیرا پتہ کیوں نہ پھٹا، اگر پھٹ جاتا تو دونوں جہان کی کامیابی تھی۔ زہرہ۔ جو پتہ اللہ کیلئے پھٹ جائے اُس کو شہیدوں کی طرح خدا کی جانب سے غذا ملتی ہے۔ غافلی۔ نظامِ عالم کی بقا کے لئے خدا سے غفلت اور اندھے پن کی بھی ضرورت ہے لیکن تیری غفلت حد سے بڑھی ہوئی ہے۔

ٹلہ غافلی۔ اگر انسان ہر وقت استغراق میں رہے اور اُس کے حواس معطل رہیں تو اُس کے علم کا سرمایہ گھٹ جائے۔ لیک۔ لیکن ایسی غفلت جو ناسور کے درجہ کی ہو بُری چیز ہے۔ خود کہ یابد۔ حضرت موسیٰ کی دعوت کو قبول کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ ایک پھول کے عوض چمن خرید لیا جائے۔ درختستان۔ باغ۔

سلہ کان للہ۔ حدیث میں ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ جو شخص اللہ کا ہوا اللہ اس کا ہو گیا۔ ھُوی۔ ذات، شخصیت۔ گشت باقی۔ حدیث قدسی ہے مَنْ اَحَبَّنِیْ قَتَلْتُہٗ وَمَنْ قَتَلْتُہٗ فَاَنَا دِیَتُہٗ جو مجھ سے محبت کرتا ہے میں اسکو قتل کر دیتا ہوں اور میں جسکو قتل کرتا ہوں اُس کا بدلہ میں خود ہوں۔ ہمچو۔ پانی کی بوند کو سورج کی گرمی، ہوا، خاک ختم کر دیتی ہے۔

ظاہرش گم گشت در دریا ولیک
اس کا ظاہر دریا میں گم ہوگیا لیکن
ذاتِ او معصوم و پا برجا و نیک
اس کی ذات محفوظ اور قائم اور خوب ہے

ہیں بدہ اے قطرہ خود را بے ندم
اے قطرے! خود کو بغیر شرمندگی کے دیدے
تا بیابی در بہای قطرہ یم
تاکہ تو قطرے کے عوض سمندر حاصل کرلے

ہیں بدہ اے قطرہ خود را ایں شرف
ہاں اے قطرے! اپنے آپ کو یہ شرف بخش
در کفِ دریا شوی ایمن از تلف
دریا کے ہاتھ میں پہنچ کر ہلاکت سے محفوظ ہوجا

خود کرا آید چنیں دولت بدست
یہ دولت خود کس کو ہاتھ آتی ہے؟
قطرہ را بحرے تقاضا گر شدست
کہ قطرے کے لئے سمندر تقاضا کرنے والا ہوا ہے

چوں تقاضا می کند دریا ترا
جب دریا تجھ پر تقاضا کر رہا ہے
پس چہ استادی و در ماندی ہلا
تو پھر خبردار! تو کیوں کھڑا ہے اور عاجز ہے؟

اللہ اللہ زود بفروش و بخر
خدا کے لئے، جلد بیچ اور خرید
قطرہ دہ بحرِ پُر گوہر ببر
قطرہ دیدے، جواہر بھرا سمندر لے جا

اللہ اللہ ہیچ تاخیرے مکن
خدا کے لئے، بالکل تاخیر نہ کر
کز زبحرِ لطف آمد ایں سخن
کیونکہ مہربانی کے سمندر سے یہ پیغام آیا ہے

اللہ اللہ زود بشتاب و بجو
خدا کے لئے جلد دوڑ اور تلاش کر
چونکہ بحرِ رحمتست ایں نیست جو
کیونکہ یہ رحمت کا سمندر ہے، نہر نہیں ہے

اللہ اللہ گوی شو بیدست و پا
خدا کے لئے بغیر ہاتھ پاؤں کی گیند بن جا
تا شوی چوگانِ موسیٰ پا ترا
تاکہ موسیٰؑ کا بلا تیرا پاؤں بن جائے

اللہ اللہ تو گمانِ بد مبر
خدا کے لئے تو بدگمانی نہ کر
بر چنیں انعامِ عام اے بیخبر
اے بے خبر! ایسے عام انعام پر

اللہ اللہ زود دریاب اے فتا
خدا کے لئے، اے نوجوان! جلد حاصل کرلے
تا نگردی در غلط بینی فنا
تاکہ تو غلط بینی سے فنا نہ ہوجائے

اللہ اللہ ترک کن ہستیِ خود
خدا کے لئے، اپنی ہستی کو چھوڑ دے
چونکہ خواندستت بروا اے معتمد
جب اس نے بلایا ہے اے معتمد! چلا جا

اللہ اللہ زود تر تعجیل کن
خدا کے لئے بہت جلد عجلت کر
بر فروز از ایں اشارت بے سخن
اس بغیر کلام کے اشارے سے منور ہوجا

۱۔ ظاہرش۔ جو قطرہ دریا میں مل گیا بظاہر وہ فنا ہوا ہے حقیقتاً وہ زیادہ محفوظ ہوگیا ہے۔ ہیں بدہ۔ اپنی ذات کو فنا کرکے ذاتِ باری حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قطرے کے عوض میں سمندر حاصل کرنا۔ ایں شرف۔ قطرے کا دریا میں مل جانا قطرے کی عزت ہے۔ خود کرا۔ یہ سعادت اپنی طاقت سے حاصل نہیں ہوتی ہے۔

۲۔ چوں۔ جب دریا کی دعوت خود دعوت دے رہا ہے تو اب توقف کیا ہے۔ اللہ۔ جلد قطرہ دے کر پُر جواہر دریا خرید لے۔

۳۔ گوی شو۔ جس طرح مرضی کہیں وہ کرنا چاہیے اور اپنے آپ کو موسیٰؑ کے بلّے کی گیند بنا دینا چاہیے۔ ترک کن۔ اپنی ہستی کو ترک کرکے قُرب حاصل کرلینا چاہیے۔ اشارت۔ موسیٰؑ کی دعوت قدرتی اشارہ ہے اس سے منور ہوجانا چاہیے۔

اللہ اللہ تاکنوں کژ باختی — گردن اندر معصیت افراختی

خدا کے ڈر ہے تک تو نے ٹیڑھی بازی چلی — تو نے گردن کو گناہ میں ابھارا

اللہ اللہ چوں عنایت دررسید — بے توقف درپئے آمیز اے عنید

سبحان اللہ! جب اللہ کی مہربانی ہوگئی — اے سرکش! بغیر تاخیر کے اس سے وابستہ ہوجا

اللہ اللہ چونکہ عصیانات تو — درنمی نالد برویت شکر گو

خدا کے لئے، جب تک تیرے گناہ — تیری رسوائی کا باعث نہیں بنے ہیں شکر ادا کر

اللہ اللہ چوں زفضلت شاہ داد — سر بخاکِ پایِ او باید نہاد

خدا کیلئے، جبکہ اس نے فضل کر کے تجھے راستہ دیا — اس کی خاکِ پا پر سر رکھ دینا چاہیے

اللہ اللہ باچنیں کفرِ دو تو — چوں قبولت می کند اکرام او

تعجب ہے، ایسے دوہرے کفر کے ہوتے ہوئے — اس کا کرم تجھے کیوں قبول کر رہا ہے؟

لطف اندر لطف او گم می شود — کاسفلے بر چرخِ ہفتم می شود

مہربانی اس کی مہربانی میں گم ہوتی ہے — کہ ایک فرد، ساتویں آسمان پر جارہا ہے

ہیں کہ یک بازے فتادت بوالعجب — ہیچ طالب ایں نیابد در طلب

آگاہ! ایک عجیب باز تیرے ہاتھ آگیا ہے — اس کو کوئی طلب کرنے والا طلب سے نہیں پاسکتا

در پذیر ایں چار خلعت زود زود — تا بہ بینی در عوض صد عز و سود

ان چاروں خلعتوں کو جلد از جلد قبول کرلے — تاکہ تو بدلے میں سینکڑوں عزتیں اور فائدے دیکھے

گفت با ہاماں بگویم اے ستیر — شاہ را لازم بود رایِ وزیر

اس نے کہا اے پردہ نشین! میں ہامان سے گفتگو کروں گا — کیونکہ بادشاہ کے لئے وزیر کی رائے ضروری ہے

گفت با ہاماں مگو ایں راز را — کوزکم پیرے چہ داند باز را

اس نے کہا ہامان سے یہ راز نہ کہنا — کبڑی بڑھیا، باز کو کیا جانے؟

قصۂ بازِ بادشاہ وکم پیرزن کہ درخانہ او بود

بادشاہ کے باز اور اس بڑھیا کا قصہ جس کے گھر میں وہ باز تھا

بازِ اسپیدے بکم پیرے دہی — او ببرد ناخنش بہرِ بہی

ایک سفید باز تو ایک بڑھیا کو دے رہا ہے — وہ بھلائی کے لئے اس کے ناخن تراش دیگی

ناخنے کہ اصل کارست و شکار — کوژ کم پیرے ببرد کور وار

وہ ناخن جو اصل کام اور (ذریعہ) شکار ہیں — کبڑی بڑھیا، اندھے پن سے کاٹ دے

لے اکنوں۔ حضرت آسیہ نے فرمایا تو اب تک ٹیڑھی چال چلتا رہا ہے اور گناہوں میں سربلندی حاصل کرتا رہا ہے۔ عنایت۔ خدائی توجہ۔ عنید۔ سرکش۔ شکر گو۔ اس پر اللہ کا شکر ادا کر کہ ابتک کے گناہ تیری رسوائی کا باعث نہیں ہوئے ہیں۔

لے٢ کفر دو تو۔ خود فرعون کا کفر اور اس کی قوم کا کفر ہے۔ نیچے درجہ کے انسان کو بلندی حاصل ہورہی ہے۔ بازے۔ یعنی توفیقِ خداوندی۔ نیابد۔ یہ سعادت قوتِ بازو سے حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔ چار خلعت۔ وہ چار باتیں جو ایمان لانے پر تجھے حاصل ہوجائینگی۔

لے٣ گفت۔ حضرت آسیہ کی باتیں سن کر فرعون نے کہا میں اس معاملہ میں ہامان وزیر سے مشورہ کروں گا۔ کوزکم پیرے۔ کبڑی بڑھیا اور باز کا قصہ آگے نقل فرماتے ہیں۔ اسپیدے۔ سفید باز بہت قیمتی ہوتا ہے۔ ناخنے۔ باز کے تمام ہنروں کا مدار اس کے پنجوں پر ہے۔ کوروار۔ اندھاپن

٦٥٩

کہ کجا بود ست مادر تا ترا ‏ ‏ ناخنان زینساں دراز ست اے کیا[1]

کہ تیری، ماں کہاں تھی کہ تیرے ‏ ‏ ناخن اتنے لمبے ہیں، اے بھلے مانس!

ناخن و منقار و پرّش را برید ‏ ‏ وقتِ مہر ایں می کند زالِ پلید

ناخن اور اس کی چونچ اور اسکے پر کاٹ ڈالے ‏ ‏ ناپاک بڑھیا محبت کے وقت ایسا ہی کرتی ہے

چونکہ تتماجش دہد او کم خورد ‏ ‏ خشم گیرد مہر ہا را بر دَرَد

جب وہ اس کو دلیا دیتی وہ نہ کھاتا ‏ ‏ غصہ میں بھر جاتی ہے محبتوں کو چاک کر دیتی ہے

کہ چنیں تتماج پختم بہرِ تو ‏ ‏ تو تکبر می نمائی و عتو

کہ میں نے تیرے لئے ایسا دلیا پکایا ‏ ‏ تو تکبر اور سرکشی کرتا ہے

تو سزائی مر ہماں اِدبار را ‏ ‏ نعمت و اقبال کے سازد ترا

تو اسی بدبختی کے لائق ہے ‏ ‏ نعمت اور خوش نصیبی تجھے کب موافق آسکتی ہے؟

آب[2] تتماجش دہد کایں را بگیر ‏ ‏ گر نمی خواہی کہ نوشی زاں فطیر

اس کو دلیے کا پانی دیتی ہے کہ یہ لے لے ‏ ‏ اگر بے خمیر کی روٹی کھانا نہیں چاہتا ہے

آب تتماجش نگیرد طبعِ باز ‏ ‏ زاں بتر رنجد شود خشمش دراز

باز کی طبیعت اس دلیے کے پانی کو قبول نہیں کرتی ہے ‏ ‏ اس سے وہ اور زیادہ رنجیدہ ہوتی ہے اور اسکا غصہ بڑھ جاتا ہے

از غضب آں آشِ سوزاں بر سرش ‏ ‏ زن فرو ریزد شود کل مغفرش

غصہ سے وہ جلتا ہوا دلیہ اس کے سر پر ‏ ‏ عورت ڈال دیتی ہے، اسکی کھوپڑی گنجی ہو جاتی ہے

اشک از اں چشمش فرو ریزد ز سوز ‏ ‏ یاد آرد لطفِ شاہِ دل فروز

سوزش سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑتے ہیں ‏ ‏ دل کو منور کرنیوالے بادشاہ کی مہربانی اسکو یاد آتی ہے

زاں[3] دو چشمِ نازنینِ با دلال ‏ ‏ کہ ز چہرہ شاہ دارد صد کمال

اُن نازنین پُرغمزہ آنکھوں سے ‏ ‏ جو شاہ کے چہرے کیوجہ سے سینکڑوں کمالات رکھتی تھیں

چشمِ مازاغش شدہ پُر زخمِ زاغ ‏ ‏ چشمِ نیک از چشمِ بد با درد و داغ

اسکی کج نہ ہونیوالی آنکھ کوّے کے زخم سے بھر گئی ‏ ‏ اچھی آنکھ، بدنظر سے درد اور داغ والی (ہو گئی)

چشمِ دریا بسطتے کز بسطِ او ‏ ‏ ہر دو عالم می نماید تارِ مو

سمندر کی وسعت والی آنکھ جس کی کشادگی سے ‏ ‏ دونوں جہاں ایک بال نظر آتے تھے

گر ہزاراں چرخ در چشمش رود ‏ ‏ ہمچو چشمہ پیشِ قلزم گم شود

اگر ہزاروں آسمان اس کی آنکھ میں آئیں ‏ ‏ چشمہ کی طرح سمندر میں گم ہو جائیں

---

[1] کہ کجا۔ بوڑھی عورت نے یہ بھی کہا کہ باز کی ماں کہاں چلی گئی تھی کہ اس کے ناخن اس قدر بڑھ گئے ہیں چنانچہ اس بوڑھی نے اس باز کے پر اور چونچ اور پنجے کاٹ ڈالے۔ تتماج۔ یہ ایک ترکی کھانا ہے جو دلیے اور شوربے کی طرح کا ہوتا ہے۔ خشم گیرد۔ باز تتماج کو نہیں پیتا ہے تو بوڑھی اور غضبناک ہوتی ہے اور اسکی محبت کے پردے چاک ہو جاتے ہیں۔ عتو۔ سرکشی۔ اِدبار۔ نحوست۔

[2] آبِ تتماجش۔ اسکو تتماج دیتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر بے خمیر کی روٹی پسند نہیں ہے تو یہ کھالے۔ فطیر۔ وہ روٹی جس میں خمیر نہ ہو۔ کل۔ گنجا۔ مغفر۔ سر پر اوڑھنے کی لوہے کی خود یہاں مراد سر ہے۔ یاد۔ اب اس باز کو بادشاہ کی محبت یاد آتی ہے۔

[3] زاں دو چشم یعنی باز کی وہ آنکھیں جو نازنین تھیں جن سے وہ شاہ کا دیدار کرتا تھا۔ مازاغ۔ وہ ٹیڑھی نہیں ہے معراج کے واقعہ میں قرآن نے کہا ہے کہ آنحضورؐ کی نگاہیں صحیح پڑیں اور ان کو دیدارِ رب حاصل ہوا۔ بسط۔ کشادگی۔ قلزم۔ سمندر۔

چشم[1] بگذشتہ ازیں محسوسہا — یافتہ از غیب بینی بوسہا
وہ آنکھ جو اُن محسوسات سے آگے بڑھی ہوئی ہے — غیب بینی سے لذتیں محسوس کئے ہوئے ہے

خود نمی یابم یکے گوشے کہ من — نکتہ گویم ازاں چشمِ حسن
میں خود ایسا کان نہیں پاتا ہوں — کہ اُس حسین آنکھ کا ایک نکتہ کہہ سکوں

می چکید آں آبِ محمودِ جلیل — می رَبودے قطرہ اَش را جبرئیلؑ
اُس سے وہ قابلِ تعریف عظیم آنسو ٹپکتے — کہ جبرئیلؑ اُس کے قطرے کو لے اُڑتے

تا بمالد در بَر و منقارِ خویش — گر دہد دستوریش آں خوب کیش
تاکہ اپنی چونچ اور پروں پر ملیں — اگر وہ پاک خصلت اُن کو اجازت دے

باز[2] گوید خشمِ کم پیر اَر فروخت — فرّ و نور و صبر و حلمم را نسوخت
باز کہتا اگرچہ بوڑھی کا غصہ بھڑک اُٹھا ہے — میری شان و شوکت، نور اور صبر و حلم کو نہیں جلا سکا

بازِ جانم باز صد صورت تند — زخم بَر ناقہ نہ بر صالحؑ زند
میری جان کا باز پھر سینکڑوں صورتیں حاصل کریگا — وہ اونٹنی پر نہ (حضرت) صالحؑ پر زخم لگاتی ہے

صالحؑ ار یکدم کہ آرد با شکوہ — صد چناں ناقہ بزاید متنِ کوہ
(حضرت) صالحؑ اگر ایک پرشوکت پھونک ماردیں — پہاڑ کی چٹان ایسی سینکڑوں اونٹیاں جَن دے

دل ہمی گوید خموش و ہوشدار — ورنہ دَرّانید غیرت پود و تار
دل کہتا ہے کہ چپ اور ہوش میں آ — ورنہ غیرت (خداوندی) تانا بانا اُدھیڑ دے گی

غیرتش[3] را ہست صد حلمِ نہاں — ورنہ سوزیدے بیک دَم صد جہاں
اُس کی غیرت میں سینکڑوں حلم پوشیدہ ہیں — ورنہ ایک دَم سے سینکڑوں جہان پھونکدے

نخوتِ شاہی گرفتش جای پند — تا دلِ خود را ز پند او کرد بند
شاہی تکبر نے اُس کی نصیحت کے مقام پر قبضہ کرلیا — حتیٰ کہ اُس نے نصیحت کیجانب سے دل کو رد کردیا

کہ کُنم با رائے ہاماں مشورت — کوست پشتِ مُلک و قطبِ مقدرت
کہ میں ہامان کی رائے سے مشورہ کروں گا — کیونکہ وہ سلطنت کی پشت اور اقتدار کا مدار ہے

مصطفیٰؐ را رای زن صدیقِ رب — رایِ زن بوجہل را شد بولہب
حضرت مصطفیٰؐ کے مشیر اللہ کے صدیقؓ ہیں — ابوجہل کا مشیر ابولہب ہوا

عِرقِ جنسیّت چنانش جذب کرد — کاں نصیحتہا بہ پیشش گشت سرد
ہم جنس ہونے کی رگ نے اُسکو ایسا کھینچا — کہ وہ نصیحتیں اُس کے لئے ٹھنڈی پڑگئیں

---

[1] چشم۔ باز سے مراد اللہ کا وہ ولی ہے جو مخالف جاہلوں میں پھنس جاتا ہے ایسے ولی کی آنکھیں محسوسات سے گزر کر غیبیات سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔ می چکید۔ وہ آنسو اس قدر قیمتی ہوتا ہے کہ اس کو حضرت جبرئیلؑ اٹھا لیتے ہیں اور تبرکاً اپنے جسم پر ملتے ہیں۔

[2] باز گوید۔ وہ ولی جو دشمن کے ہاتھوں تکلیف اٹھا رہا ہے کہتا ہے کہ مخالفوں کے غصہ سے میرے استقلال میں کوئی فرق نہیں آسکتا ہے۔ بازِ جانم۔ اگر مادی جسم ہلاک بھی ہوجائے تو کیا پروا ہے اس کی مثال تو حضرت صالحؑ کی اونٹنی کی سی ہے خصوصیت حضرت صالحؑ میں تھی نہ کہ اونٹنی میں۔

[3] غیرتش۔ غیرتِ خداوندی بڑی بُردبار ہے ورنہ اس طرح کے غیبی راز افشا کرنے سے وہ اس قدر غضبناک ہوجاتی کہ عالم کو تباہ کردیتی۔ نخوت۔ یعنی فرعون کا شاہی تکبر نصیحت قبول کرنے سے مانع بنا کہ کنم۔ تکبر کی وجہ سے اس نے کہا میں اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کروں گا۔ مصطفیٰؐ۔ ہم جنس اپنی جنس سے مشورہ کرتا ہے آنحضورؐ کے مشیر حضرت ابوبکرؓ تھے اور ابوجہل کا مشیر ابولہب تھا۔ نصیحتہا۔ یعنی حضرت آسیہ کی نصیحتیں۔

جنس[1] سوی جنس صد پرہ پرد — بر خیالش پردہ ہا را بر درد
جنس، جنس کی جانب سینکڑوں پروں سے اڑتی ہے — اس کے خیال پر پردے ہٹا دیتی ہے

قصہ آں زن کہ طفلِ او بر سرِ ناوداں غژیدہ بود و خطرِ افتادن داشت
اس عورت کا قصہ جس کا بچہ پرنالے پر چڑھ گیا تھا اور گرنے کا خطرہ رکھتا تھا

و از امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سوال کردن و چارہ جستن مادرِ او
اور اس کی ماں کا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کرنا اور تدبیر چاہنا

یک زنے آمد بہ پیشِ مرتضیٰ — گفت شد بر ناوداں طفلے مرا
ایک عورت (حضرت) مرتضیٰؓ کے پاس آئی — بولی میرا بچہ پرنالے پر چڑھ گیا ہے

گرش میخوانم نمی آید بدست — ور ہلم ترسم کہ افتد او بہ پست
اگر میں اس کو بلاتی ہوں ہاتھ نہیں آتا ہے — اگر چھوڑتی ہوں ڈرتی ہوں کہ نیچے نہ گر پڑے

نیست[2] عاقل تا کہ دریابد چو ما — گر بگویم کز خطر سوی من آ
وہ سمجھدار نہیں ہے کہ ہماری طرح سمجھ جائے — اگر میں کہوں کہ خطرے سے میرے پاس آجا

ہم اشارت را نمی داند بدست — ور بداند نشنود اینہم بدست
وہ ہاتھ کے اشارے کو بھی نہیں سمجھتا ہے — اگر جانتا بھی ہے نہیں سنتا ہے یہ بھی برا ہے

بس نمودم شیر و پستاں را بدو — او ہمی گرداند از من چشم و رو
میں نے اس کو دودھ اور چھاتی بہت دکھائی — وہ مجھ سے آنکھ اور منہ پھیر لیتا ہے

از برائے حق شمائید اے مہاں — دستگیر ایں جہان و آں جہاں
اے بزرگ! خدا کے لئے آپ ہیں — اس جہان اور اس جہان کے دستگیر

زود درماں کن کہ می لرزد دلم — کہ بدرد از میوۂ دل بگسلم
جلد تدبیر کیجئے کیونکہ میرا دل لرز رہا ہے — کہ تکلیف کے ساتھ میں دل کے میوے سے جدا ہو جاؤں

گفت[3] طفلے را برآور ہم ببام — تا ببیند جنسِ خود را آں غلام
فرمایا ایک بچہ کو کوٹھے پر لے جا — تاکہ وہ بچہ اپنے ہم جنس کو دیکھے

سوی جنس آید سبک زاں ناوداں — جنس بر جنس ست عاشق جاوداں
وہ فوراً پرنالہ سے اپنے ہم جنس کی طرف آجائیگا — ہم جنس ہمیشہ ہم جنس پر عاشق ہوتا ہے

زن چناں کرد و چو دید آں طفلِ او — جنسِ خود خوش خوش بدو آورد رو
عورت نے ایسا ہی کیا اور جب اس بچے نے اسکو دیکھا — اس نے خوشی خوشی اپنے ہم جنس کی طرف رخ کر دیا

[1] جنس۔ ہر چیز اپنی ہم جنس کی طرف تیزی سے جاتی ہے۔ قصہ۔ حضرت علیؓ نے مشورہ دیا کہ ایک بچہ چھت پر چھوڑ دیا جائے وہ بچہ پرنالے سے اسکے پاس آجائے گا۔ مرتضیٰ۔ حضرت علیؓ کا لقب ہے۔ ناوداں۔ پرنالہ۔ پست۔ یعنی پرنالے سے زمین پر۔

[2] نیست۔ اس میں اتنی عقل نہیں کہ اس خطرے کو محسوس کر سکے۔ بدست۔ پہلے مصرع کے آخر میں بمعنی از دست ہے دوسرے مصرع کے آخر میں بمعنی "برا ہے" ہے۔ کہ بدرد۔ یعنی میرا بچہ ہلاک ہو جائے۔

[3] گفت۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایک بچہ چھت پر بٹھا دے وہ بچہ پرنالے سے اس کے پاس آجائے گا۔ زن۔ اس عورت نے حضرت علیؓ کے مشورہ پر عمل کیا وہ بچہ اس بچے کے پاس آگیا۔

612

سوی بام آمد ز متنِ ناوداں ۔ جاذبِ ہر جنس را ہم جنس داں
پرنالہ پر سے کوٹھے پر آگیا ۔ ہر جنس کو ہم جنس کا کھینچنے والا سمجھ

غژ غژاں آمد بسوی طفل طفل ۔ وا رہید از اُو فتادن سوی سفل
کھسکتا کھسکتا بچہ بچہ کی طرف آگیا ۔ نیچے گرنے سے نجات پاگیا

زاں بود جنسِ بشر پیغمبراں ۔ تا بجنسیت رہند از ناوداں
اسی لئے پیغمبر انسان کی جنس کے ہوتے ہیں ۔ تاکہ جنسیت کی وجہ سے پرنالے سے نجات پاجائیں

پس بشر فرمود خود را مثلکم ۔ تا بجنس آیند و کم گردند گم
پس انھوں نے اپنے آپ کو تم جیسا انسان کہا ۔ تاکہ ہم جنس کی طرف آجائیں اور گم نہ ہوں

زانکہ جنسیت عجائب جاذب ست ۔ جاذبش جنس ست ہر جا طالبے
کیونکہ جنسیت عجیب جاذب ہے ۔ جس جگہ کوئی طلبگار ہے جنس اُس کی جاذب ہے

عیسیٰؑ و ادریس بر گردوں شدند ۔ با ملائک چونکہ ہم جنس آمدند
حضرت عیسیٰؑ اور ادریسؑ آسمان پر چلے گئے ۔ چونکہ وہ فرشتوں کے ہم جنس تھے

باز آں ہاروت و ماروت از بلند ۔ جنسِ تن بودند ازاں زیر آمدند
پھر وہ ہاروت اور ماروت بلندی سے ۔ (چونکہ) جسم کے ہم جنس تھے نیچے آگئے

کافراں ہم جنسِ شیطاں آمدہ ۔ جانِ شاں شاگردِ شیطاناں شدہ
کافر شیطان کے ہم جنس ہیں ۔ اُن کی جان شیطانوں کی شاگرد بن گئی

صد ہزاراں خوی بد آموختہ ۔ دیدہای عقل و دل بر دوختہ
انھوں نے لاکھوں بُری عادتیں سیکھ لیں ۔ عقل اور دل کی آنکھیں بند کرلیں

کمتریں خوشاں بدستے ایں حسد ۔ آں حسد کہ گردنِ ابلیس زد
حسد اُن کی کم از کم عادت ہے ۔ وہ حسد جس نے شیطان کی گردن ماردی

زاں سگاں آموختہ حقد و حسد ۔ کہ نخواہد خلق را مُلکِ ابد
انھوں نے اُن کتوں سے کینہ اور حسد سیکھا ۔ جو مخلوق کے لئے ابدی سلطنت نہیں چاہتے

ہر کرا دید اُو کمال از چپ و راست ۔ از حسد قولنجش آمد درد خاست
وہ دائیں بائیں سے کسی کو صاحب کمال دیکھتا ہے ۔ تو حسد کی وجہ سے اُس کو قولنج کا درد ہوتا ہے

زانکہ ہر بدبخت خرمن سوختہ ۔ می نخواہد شمعِ کس افروختہ
کیونکہ جس بدبخت کا کھلیان جل گیا ہو ۔ وہ نہیں چاہتا ہے کہ کسی کی شمع روشن ہو

۱؎ سوی بام۔ وہ بچہ پرنالہ سے چھت پر آگیا۔ جاذب۔ کھینچنے والا۔ سفل یعنی زمین۔ زاں۔ چونکہ ہر چیز اپنی جنس کی طرف مائل ہوتی ہے اسی لئے انسان پیغمبر بنائے گئے ہیں۔ مثلکم۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں۔ طالب۔ جو طلبگار رہتا ہے اُس کو اُس کی جنس اپنی طرف کھینچتی ہے۔

۲؎ عیسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت ادریسؑ آسمان پر بُلا لئے گئے۔ چونکہ وہ ملائک کے ہم جنس تھے۔ ہاروت۔ ہاروت اور ماروت فرشتے تھے لیکن انسانوں کے ہم جنس تھے۔ آسمان سے زمین پر بھیج دیئے گئے۔ کافراں۔ کافر شیطان کے ہم جنس ہیں اسی لئے اُن سے اُن کی عادتیں سیکھ لیتے ہیں۔

۳؎ کمتریں۔ حسد شیطان کی خصلت ہے جو کافروں نے اُس سے سیکھ لی ہے۔ ملکِ ابد یعنی آخرت کی زندگی۔ ہر کرا۔ شیطان چونکہ اپنا سب کچھ تباہ کرچکا ہے اسلئے وہ کسی کی نیکی کو برداشت نہیں کرتا ہے اور کسی کی نیکی کی شمع کو روشن نہیں دیکھ سکتا

ہین۱ کمالے دست آور تا تو ہم — از کمالِ دیگراں نفتی بغم

خبردار! کمال حاصل کر تاکہ تو بھی — دوسروں کے کمال سے غم میں مبتلا نہ ہو

از خدا می خواہ دفعِ ایں حسد — تا خدایت وا رہاند زیں حسد

اس حسد کا دفعیہ خدا سے چاہ — تاکہ خدا تجھے اس حسد سے نجات دیدے

مر ترا مشغولیئے بخشد دروں — کہ نہ پردازی ازاں سوی بروں

تجھے (اپنے) باطن کی مصروفیت عطا کردے — تاکہ تو اس جانب سے باہر مشغول نہ ہو

جرعۂ مے را خدا آں می دہد — کہ بدو مست از دو عالم می رہد

خدا اس گھونٹ بھر شراب کو وہ عطا کر دیتا ہے — کہ اس کا مست دونوں عالم سے نجات پا جاتا ہے

خاصیت۲ بنہادہ در کفِ حشیش — کو زمانے می رہاند از خودیش

ایک مٹھی بھنگ میں اس نے خاصیت رکھی ہے — کہ وہ اس کو تھوڑی دیر کیلئے خودی سے چھڑا دیتی ہے

خواب را یزداں بدانساں میکند — کز دو عالم فکر را بر می کند

نیند کو خدا ایسا کر دیتا ہے — کہ دونوں جہان کے فکر سے برطرف کر دیتا ہے

کرد مجنوں را ز عشقِ پوستے — کو نہ بشناسد عدو از دوستے

مجنوں کو کمال کے عشق سے ایسا کر دیا — کہ وہ دوست اور دشمن میں امتیاز نہیں کر سکتا

صد ہزاراں ایں چنیں می دارد او — کہ بر ادراکاتِ تو بگمارد او

وہ اس طرح کی لاکھوں بیخودیاں رکھتا ہے — جو وہ تیرے محسوسات پر مسلط کر دیتا ہے

ہست۳ میہائے شقاوت نفس را — کہ ز رہ بیروں برد آں نحس را

بدبختی کی شرابیں نفس کے لئے ہیں — جو اس منحوس کو گمراہ کر دیتی ہیں

ہست میہائے سعادت عقل را — کہ بیابد منزلِ بے نقل را

نیک بختی کی شرابیں عقل کے لئے ہیں — کہ وہ منتقل نہ ہونیوالی منزل کو حاصل کر لیتی ہے

خیمۂ گردوں ز سرمستی خویش — بر کند زاں سو بگیرد راہ پیش

وہ اپنی سرمستی سے آسمان کے خیمہ کو — اکھاڑ دیتی ہے اور اس جانب آگے راستہ اختیار کرتی ہے

ہیں بہر مستی دلا غرہ مشو — ہست عیسیٰ مستِ حق خر مستِ جو

خبردار! اے دل ہر مستی سے دھوکا نہ کھا — حضرت عیسیٰ اللہ کے مست اور گدھا جو کا مست ہے

ایں چنیں مے را بجو زیں خنبہا — مستیش نبود ز کوتہ دُنبہا

ان مٹکوں سے ایسی شراب پی — اس کی مستی، کوتاہ دم والوں کیلئے نہیں ہے

---

۱ ہین۔ اگر انسان کے پاس کمال نہیں ہوتا ہے تو وہ دوسروں پر حسد کرتا ہے اور دوسرے کے کمال کو دیکھ کر غم میں مبتلا ہوتا ہے۔ نفتی۔ نہ افتی کا مخفف ہے۔ از خدا۔ حسد کا دفعیہ خدا کر سکتا ہے۔ مشغولیے۔ اگر انسان اپنے احوال میں مشغول ہوتا ہے تو اس کو دوسرے کے دیکھنے کا موقع نہیں ملتا اور وہ حسد سے محفوظ رہتا ہے۔ جرعہ۔ خدا نے بہت سی چیزوں میں وہ خاصیت رکھی ہے جو دوسروں میں مشغول ہونے سے محفوظ کر دیتی ہے۔

۲ خاصیت۔ بھنگ بھی دوسروں کے احوال سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ کرد۔ مجنوں لیلیٰ کے ظاہر پر عاشق ہو کر دوسروں سے غافل ہو گیا تھا۔ صد ہزاراں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی پیدا فرمائی ہیں جو دوسروں کے احوال سے غافل بنا دیتی ہیں۔ ہست۔ نفس ایسی مستیوں میں مبتلا ہے جو اسکو رہ مستقیم سے غافل بنا دیتی ہیں۔

۳ ہست۔ عقل ایسی مستیوں میں رہتی ہے جس سے وہ ابدی مقام حاصل کر لیتی ہے جس کے نتیجہ میں اس کی پرواز آسمانوں سے بالا ہو جاتی ہے۔ ہیں۔ انسان کو مستیوں میں فرق کرنا چاہیئے ہر مستی محمود نہیں ہے حضرت عیسیٰ کی مستی اور خر عیسیٰ کی مستی جدا گانہ ہے۔ خنب۔ خم۔

زانکہ ہر معشوق چوں خُنبے ست پُر ۔ آں یکے دُرد و دگر صافی چو دُر

کیونکہ ہر معشوق مٹکے کی طرح پُر ہے ۔ ایک تلچھٹ دوسرا موتی کی طرح صاف ہے

مے شناسا ہین بچش با احتیاط ۔ تا مئے یابی منزّہ ز اختلاط

اے شراب کے پہچاننے والے! احتیاط سے چکھ ۔ تاکہ تو میل سے پاک شراب حاصل کرلے

مے شناسا ہین بچش از دو سہ کش ۔ آں مئے صافی کز و گردی خمُش

اے شراب کو پہچاننے والے! ترشروئی سے چکھ ۔ اُس صاف شراب کو جس سے تو خاموش ہو جائے

ہر دو مستی می دہندت لیک ایں ۔ مستیت آرد کشاں تا ربِ دیں

تجھے دونوں مست کرتی ہیں لیکن یہ ۔ مستی تجھے دین کے رب کی طرف کھینچ کر لاتی ہے

تا رہی از مکر و وسواس و حیل ۔ بے عِقالِ عقل در رقصِ الجمل

تاکہ تو مکر اور وسوسوں اور حیلوں سے نجات پا جائے ۔ وہ عقل کی رسّی کے بغیر اُچھل کود میں ہے

انبیاء چوں جنسِ روح اند و ملک ۔ مر ملک را جذب کردند از فلک

انبیاء چونکہ روح اور فرشتہ کے ہم جنس ہیں ۔ فرشتہ کو آسمان سے کھینچ لیا

باد جنسِ آتش ست و یارِ او ۔ کہ بود آہنگ ہر دو بر علو

ہوا، آگ کی جنس اور اُس کی یار ہے ۔ کیونکہ دونوں کا قصد اوپر کی جانب ہے

چوں بہ بندی تو سرِ کوزہ تہی ۔ درمیانِ حوض یا جوئے نہی

اگر تو خالی پیالہ کے سر کو باندھ دے ۔ حوض یا نہر میں اُس کو رکھے

تا قیامت اُو فرو ناید بہ پست ۔ کہ دلش خالی ست در وے باد ہست

وہ قیامت تک نیچے کی جانب رُخ نہ کریگا ۔ کیونکہ اُس کا پیٹ خالی ہے اسمیں ہوا ہے

میلِ بادش چوں سوئے بالا بود ۔ ظرفِ خود را ہم سوئے بالا کشد

چونکہ اُس کی ہوا کا میلان اوپر ہے ۔ وہ اپنے برتن کو بھی اوپر کی جانب کھینچے گی

باز آں جانہا کہ جنسِ انبیاست ۔ سوئے ایشاں کش کشاں چوں سایہاست

پھر وہ جانیں جو انبیاء کی ہم جنس ہیں ۔ وہ سایوں کی طرح ان کی جانب کشش میں ہیں

زانکہ عقلش غالب ست و بے زشک ۔ عقل جنس آمد بخلقت با ملک

کیونکہ اُس پر عقل غالب ہے اور بغیر شک کے ۔ عقل، خلقت میں فرشتے کی ہم جنس ہے

واں ہوائے نفس غالب بر عدو ۔ نفس جنسِ اسفل آمد شد بدو

خواہشِ نفسانی دشمن پر غالب ہے ۔ نفس، اسفل کا ہم جنس ہے اُس پر تُف ہے

ل زانکہ۔ ہر شیخ کی صحبت میں کشش ہوتی ہے لیکن ہر کشش کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہے۔ مے شناسا سالک کو امتیاز کرنا چاہیئے اور وہ کشش اختیار کرنی چاہیئے جو خالص ہو۔ گردی خمش۔ اُس کشش کو اختیار کرنا چاہیئے جو "آں راکہ خبر شد خبرش باز نیامد" کا مصداق ہو۔ تا ربِ دیں۔ جو کشش خدا کی طرف لے جائے وہ کشش اختیار کرنی چاہیئے۔ رقص الجمل۔ اونٹ کا رقص یعنی بے قاعدہ اچھل کود۔

ٹ انبیاء۔ انبیاء کا تعلق ملاءِ اعلیٰ سے ہوتا ہے اسلئے فرشتے اُن تک پیغام لاتے ہیں۔ باد۔ ہوا اور آگ کا عروج اوپر کی جانب ہے۔ چوں۔ خالی پیالے کو اگر سر بند کر کے پانی میں ڈالو تو چونکہ اُس میں ہوا بھری ہوئی ہے وہ نیچے نہ جائیگا۔ میلِ بادش۔ وہ ہوا اُس پیالے کو بھی نیچے نہ جانے دیگی۔

ٹ باز۔ جو روحیں انبیاء کی ہم جنس ہیں وہ انبیاء کے ساتھ سایہ کی طرح لگی رہتی ہیں۔ زانکہ۔ اُن لوگوں میں عقل کا غلبہ ہوتا ہے اور عقل فرشتہ کی ہم جنس ہے۔ ہوای نفس۔ خواہشاتِ نفس کا میلان اسفل کی طرف ہے۔ شہ بدو۔ اُس پر تُف ہے۔

بُوْد قبطی جنسِ فرعونِ ذمیم | بُود سبطی جنسِ موسیٰ کلیم
قبطی بُرے فرعون کا ہم جنس تھا | سبطی موسیٰ کلیم (اللہ) کا ہم جنس تھا

بُود ہاماں جنسِ تر فرعون را | برگزیدش بُرد تا صدرِ سرا
ہامان، فرعون کا ہم جنس تھا | اُس نے اُس کو منتخب کیا محل کے بالا نشین تک لے گیا

لاجرم از صدر در قعرش کشید | کہ ز جنسِ دوزخ اند آں دو پلید
لامحالہ اُس نے اُسکو بلندی سے گہرائی کیطرف کھینچا | کیونکہ وہ دونوں پلید دوزخ کے ہم جنس تھے

ہر دو سوزندہ چو دوزخ ضدِ نور | ہر دو چوں دوزخ ز نورِ دل نفور
دونوں جلتے ہوئے دوزخ کی طرح نور کی ضد ہیں | دونوں دوزخ کی طرح دل کے نور سے متنفر ہیں

زانکہ دوزخ گوید اے مومن تو زود | برگذر کہ نورت آتش را ربود
کیونکہ دوزخ کہتی ہے اے مومن! جلد | گذر جا کیونکہ تیرے نور نے آگ کو ختم کر دیا

دربیان حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جُز یا مؤمن فانَّ نورک اطفأ ناری

آنحضورؐ کی حدیث کے بیان میں کہ اے مومن گذر جا کیونکہ تیرے نور نے میری آگ بجھا دی

بگذر اے مومن کہ نورت می کُشد | آتشم را چوں کہ دامن می کَشد
اے مومن! گذر جا کیونکہ تیرا نور بجھاتا ہے | میری آگ کو، جب وہ ناز سے چلتا ہے

می رمد آں دوزخی از نور ہم | زانکہ طبعِ دوزخستش اے صنم
وہ دوزخی بھی نور سے بھاگتا ہے | اے پیارے: کیونکہ اُس کا مزاج دوزخی ہے

دوزخ از مومن گریزد آنچناں | کہ گریزد مومن از دوزخ بجاں
دوزخ، مومن سے اسی طرح بھاگتی ہے جس طرح | مومن دوزخ سے جان بچا کر بھاگتا ہے

زانکہ جنسِ نار نبود نورِ او | ضدِ نار آمد حقیقت نور جو
اُس کا نور نار کا ہم جنس نہیں ہے | نور کے طالب کی حقیقت آگ کی ضد ہے

در حدیث آمد کہ مومن در دعا | چوں اماں خواہد ز دوزخ از خدا
حدیث (شریف) میں آیا ہے جبکہ مومن دعا میں | خدا سے دوزخ سے پناہ چاہتا ہے

دوزخ از وے ہم اماں خواہد بجاں | کہ خدایا دُور دارم از فلاں
دوزخ اُس سے (دل و) جان سے پناہ چاہتی ہے | کہ اے خدا! مجھے فلانے سے دور رکھ

جاذبہ جنسیت است اکنوں بہ بیں | کہ تو جنسِ کیستی از کفر و دیں
جنسیت کی کشش ہے، اب تو دیکھ لے | کہ تو کفر اور دین میں سے کس کا ہم جنس ہے؟

ف۱ قبطی۔ فرعون کی قوم کا۔ سبطی۔ بنی اسرائیل۔ ہامان۔ فرعون کا وزیر باوجود اسرائیلی ہونے کے فرعون کا ہم جنس تھا اسی لئے فرعون نے اُسکو مشورہ کے لئے منتخب کیا۔ لاجرم۔ ہامان کے مشورے سے وہ تباہی کے گڑھے میں گر گیا۔ زانکہ۔ دوزخ اور نور میں تضاد ہے، دوزخ نورِ ایمان سے متنفر اور نور دوزخ سے متنفر ہے۔

ف۲ دربیان۔ اس حدیث سے نور اور نار کے تضاد کو سمجھانا مقصود ہے۔ بگذر۔ جس وقت مومن پل صراط سے گذرے گا جہنم یہ کہے گی۔ نور جو۔ یعنی جنتی۔

ف۳ در حدیث۔ یہ مضمون حدیث میں مذکور ہے۔ جاذبہ۔ ہر انسان میں جنسیت کا جذبہ ہوتا ہے غور کر لینا چاہیئے کہ اُس میں کفر کی کشش ہے یا دین کی کشش ہے۔

گر بہاماں مائلی ہامانیی | ور بموسیٰ مائلی سُبحانیی
اگر تو ہامان کی طرف مائل ہے ہامانی ہے | اگر تو موسیٰؑ کی طرف مائل ہے تو نبی ہے

ور بہر دو مائلی انگیختہ | نفس و عقلی ہر دو آں آمیختہ
اگر تو دونوں کی طرف مائل ہے، اکسایا ہوا ہے | تجھ میں نفس اور عقل دونوں ملے ہوئے ہیں

ہر دو در جنگند ہاں و ہاں بکوش | تا شود بر نفس غالب عقل و ہوش
دونوں برسرِ پیکار ہیں ہاں ہاں کوشش کر | تاکہ عقل اور ہوش نفس پر غالب آ جائے

ساغرِ صدق از کفِ موسیٰؑ بنوش | تا شود غالب معانی بر نقوش
(حضرت) موسیٰؑ کے ہاتھ سے سچائی کا پیالہ پی | تاکہ معانی نقوش پر غالب آ جائیں

در جہانِ جنگ شادی ایں بس ست | کہ ببینی بر عدو ہر دم شکست
لڑائی کی دنیا میں یہ خوشی کافی ہے | کہ تو ہر وقت دشمن پر شکست دیکھے

جہد کن تا خصمت اشکستہ شود | گرچہ فرعونِ دنی ایں نشنود
کوشش کر تاکہ تیرا دشمن شکست کھا جائے | خواہ کمینہ فرعون یہ نہ سنے

ایں حدیث آمد دراز اے ناگزیر | باز گو اضلالِ فرعونِ مشیر
یہ بات لمبی ہو گئی مجبوری تھی | فرعون کے مشیر کو گمراہ کرنے کی بات کر

مشورت کردنِ فرعون با وزیرش ہامان در ایمان آوردنِ بموسیٰ علیہ السلام

فرعون کا حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے کے بارے میں اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کرنا

آں ستیزہ رُو بسختی عاقبت | گفت با ہاماں برای مشورت
بالآخر اُس سختی سے جھگڑا کرنے والے نے | مشورے کی غرض سے، ہامان سے کہا

وعدہای آں کلیم اللہ را | گفت و محرم ساخت آں گمراہ را
کلیم اللہؑ کے وعدوں کو | اُس گمراہ سے کہا اور اُس کو رازدار بنا لیا

گفت با ہاماں چو تنہایش بدید | جست ہامان و گریباں را درید
جب ہامان کو تنہا دیکھا اُس سے کہا | ہامان اُچھل پڑا اور گریبان پھاڑ لیا

بانگہا زد گریہ ہا کرد آں لعیں | کوفت دستار و کلہ را بر زمیں
اُس لعین نے نعرے لگائے اور رونے لگا | ٹوپی اور عمامہ کو زمین پر پٹخ دیا

کہ چگونہ گفت اندر روی شاہ | اینچنیں گستاخ آں حرفِ تباہ
کہ بادشاہ کے سامنے کیسے کہی؟ | وہ بُری بات ایسے گستاخ نے

۱؎ گر بہ ہاماں۔ اگر انسان ہامان کی طرف مائل ہے تو وہ ہامان کی جنس سے ہے اور اگر موسیٰ کی طرف میلان ہے تو وہ انسان اللہ والا ہے۔ ور بہر دو۔ اگر انسان کا خیر اور شر دونوں کی طرف میلان ہے تو معلوم ہوا کہ اُس میں نفس اور عقل کی کشمکش جاری ہے۔ ساغر۔ ایسے انسان کو کوشش کرنی چاہیے کہ اُس پر عقل کا غلبہ رہے۔

۲؎ در جہان۔ اس کشمکش میں کامیابی یہ ہے کہ انسان ہر وقت نفس کو مغلوب رکھے گرچہ۔ جس کی طبیعت فرعونی ہو گی وہ اس نصیحت کو قبول نہ کریگا۔ اضلال۔ یعنی ہامان نے فرعون کو کس طرح گمراہ کیا۔

۳؎ آں ستیزہ رُو۔ یعنی فرعون۔ کلیم اللہ۔ حضرت موسیٰؑ نے ایمان لانے پر جو وعدے کئے تھے وہ سب ہامان سے کہہ دیے۔ جست۔ ہامان اُچھلا اور اُس نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا۔ کہ چگونہ۔ اور کہنے لگا کہ موسیٰؑ کو کیسے جرأت ہوئی کہ تجھ جیسے شاہ سے ایسی باتیں کرے۔

۶۱۶

جُملہ عالم را مُسخّر کردہ تو ¹ — کار را با بخت چوں زر کردہ تو
تو نے تمام دنیا کو تابع فرمان بنا لیا ہے — تو نے اقبال مندی سے کام کو سونے کی طرح کر لیا ہے

از مشارق وز مغارب بے لجاج — سوی تو آرند سلطاناں خراج
مشرقوں اور مغربوں سے بلا جھگڑے کے — بادشاہ تیرے پاس خراج لاتے ہیں

بادشاہاں لب ہمی مالند شاد — بر ستانہ خاکِ تو اے کیقباد
سب بادشاہ خوشی سے ہونٹ ملتے ہیں — اے عالیمقام تیرے آستانہ کی خاک پر

اسپ باغی چوں بہ بیند اسپ ما — رُو بگرداند گریزد بے عصا
باغی گھوڑا جب ہمارے گھوڑے کو دیکھتا ہے — بغیر ڈنڈے کے رُخ پھیر لیتا ہے، بھاگ جاتا ہے

تاکنوں ² معبود و مسجودِ جہاں — بودہ، گردی کمینہ بندگاں
اب تک تو عالم کا معبود اور مسجود — رہا ہے، (اب) حقیر ترین بندہ بنے گا

در ہزار آتش شدن زیں خوشتر ست — کہ خداوندے شود بندہ پرست
ہزار آگوں میں ہونا اس سے بہتر ہے — کہ ایک آقا غلام پرست بنے

نے بکُش اوّل مرا اے شاہ ہیں — تا نہ بیند چشمِ من بر شاہ ایں
نہیں اے بادشاہ! خبردار پہلے مجھے قتل کر دے — تاکہ میری آنکھ بادشاہ کی یہ حالت نہ دیکھے

خسروا اوّل مرا گردن بزن — تا نہ بیند ایں مذلت چشمِ من
اے شاہ! پہلے مجھے قتل کر دے — تاکہ میری آنکھ یہ ذلت نہ دیکھے

خود ³ نبُود ست و مبادا ایں چنیں — کہ زمیں گردوں شود گردوں زمیں
ہرگز ایسا نہیں ہوا ہے اور نہ ہو — کہ زمین آسمان بنے اور آسمان زمین

بندگانماں خواجہ تاشِ ما شوند — بیدلاماں دلخراشِ ما شوند
ہمارے غلام، ہمارے ہمسر بنیں — ہم سے ڈرنے والے ہمارے دل کو چھیلنے والے بنیں

چشمِ روشن دشمناں و دوست کور — گشت مارا ایں گلستاں قعرِ گور
دشمنوں کی آنکھ روشن ہو اور دوست اندھا — تو ہمارے لئے چمن قبر کا گڑھا بن جائے

تزییفِ سخنِ ہاماں با فرعون علیہ اللعنۃ

فرعون علیہ اللعنۃ کے ساتھ ہامان کی باتوں کی کمزوری

دوست از دشمن ہمی نشناخت او — نرد را کورانہ کژ می باخت او
وہ دوست کو دشمن سے نہ پہچانتا تھا — اُس نے اندھے پن سے بازی اُلٹی چلی

---

¹ جملۂ عالم۔ ہامان نے فرعون سے کہا کہ تو نے تمام عالم کو تابع فرمان بنا لیا ہے۔ اور سلطنت کے معاملات کو سونے کی طرح چمکدار کر دیا ہے۔ لجاج۔ جھگڑا۔ خراج۔ وہ محصول جو بادشاہ کو ادا کیا جائے۔ بادشاہاں۔ دنیا کے بادشاہ تیرے در کی خاک چاٹنا فخر سمجھتے ہیں۔ اسپ باغی۔ مخالف لشکر ہمارے لشکر کو دیکھ کر بھاگ پڑتا ہے۔

² تاکنوں۔ تو اب تک معبود بنا ہوا ہے لوگ تجھے سجدے کرتے ہیں اب تو غلاموں کا غلام بنے گا ایسی زندگی سے ہزار آگیں بہتر ہیں۔ نے بکش۔ موسیٰ پر ایمان لانے سے پہلے مجھے قتل کر دے تاکہ تیری یہ رسوائی اور ذلت میری آنکھیں نہ دیکھیں۔

³ خود۔ یہ اب تک نہیں ہوا کہ بادشاہ غلام ہو اور غلام بادشاہ بنے یا دیر ہوگا۔ بندگانماں۔ یہ اسرائیلی جو اب تک ہمارے غلام ہیں وہ شریک سلطنت بنیں۔ چشمِ روشن دشمناں۔ اس حالت سے دوست رنجیدہ ہوں گے اور دشمن خوش ہوں گے۔ اور ہمارا عیش و عشرت خاک میں مل جائیگا۔ تزییف۔ کمزور بن۔ دوست۔ یعنی ہامان کو دوست اور دشمن میں تمیز نہ تھی لہٰذا وہ اُلٹی بازی کھیل رہا تھا۔

دشمنِ تو جز تو نبود اے لعیں
اے ملعون! تیرا دشمن تیرے علاوہ کوئی نہیں ہے
بیگناہاں را مگو دشمن بکیں
کینہ سے، بے قصوروں کو دشمن نہ کہہ

پیشِ تو ایں حالتِ بد دولت ست
تیرے لئے یہ بُری حالت دولت ہے
کہ دوا دوا اول و آخر لت ست
کہ جس کی ابتدا بھاگ دوڑ اور آخر لات ہے

گر ازیں دولت نتازی خز خزاں
اگر تو اس دولت سے آہستہ آہستہ نہ بھاگے گا
ایں بہارت را ہمی آید خزاں
تیری اس بہار پر خزاں آ جائے گی

مشرق و مغرب چو تو بس دیدہ اند
مشرق و مغرب نے تجھ جیسے بہت دیکھے ہیں
کہ سر ایشاں زتن ببریدہ اند
جن کے سر دھڑ سے جدا کر دیئے ہیں

مشرق و مغرب کہ نبود برقرار
مشرق و مغرب جو پائیدار نہیں ہیں
چوں کنند آخر کسے را پائیدار
وہ کسی کو کیسے پائیدار بنا سکتے ہیں!

تو بداں فخر آوری کز ترس و بند
تو اس پر فخر کرتا ہے کہ خوف اور بندش سے
چاپلوست گشت مردم روز چند
چند روز کیلئے انسان تیرے خوشامدی بن گئے ہیں

ہر کرا مردم سجودے می کنند
جس شخص کو لوگ سجدے کرتے ہیں
زہر اندر جانِ او می آگنند
اس کی جان میں زہر بھرتے ہیں

چونکہ برگردد ازو آں ساجدش
جب وہ سجدہ کرنے والا اس سے رُوگردانی کرتا ہے
داند او کاں زہر بود و موبدش
وہ جان جاتا ہے کہ وہ اور اس کا سردار زہر تھا

اے خنک آں را کہ ذلت نفسہ
مبارک باد ہے اسکے لئے جس کا نفس خاکسار بنا
وائے آں کز سرکشی شد چوں کُہ او
اس پر افسوس جو سرکشی سے پہاڑ کی طرح بن گیا

ایں تکبر زہرِ قاتل داں کہ ہست
اس تکبر کو زہر قاتل سمجھ کہ جو ہے
از مئے پُر زہر گشت آں گیج و مست
زہر بھری شراب کی قسم ہے (جس سے) وہ احمق اور مست بنا ہے

چوں مئے پُر زہر نوشد مُدبرے
جب کوئی بدنصیب زہر ملی ہوئی شراب پیتا ہے
از طرب یک دم بجنباند سرے
تھوڑی دیر مستی سے جھومتا ہے

بعد یک دم زہر در جانش فتد
تھوڑی دیر کے بعد زہر اسکی جان میں اثر کرتا ہے
زہر در جانش کند داد و ستد
زہر اسکی جان میں لین دین شروع کر دیتا ہے

گر نداری زہریش را اعتقاد
اگر تو اسکے زہر پر اعتقاد نہیں رکھتا ہے
گرچہ زہر آمد نگر در قوم عاد
اگرچہ وہ زہر ہے، قوم عاد کو دیکھ لے

۵۱ دشمنِ تو۔ مولانا کی طرف سے ہامان کا جواب ہے کہ تو خود اپنا دشمن ہے بے قصور لوگوں کو دشمن نہ سمجھ۔ دولت۔ تو اس دنیا کو دولت سمجھتا ہے جس کی ابتدا بھاگ دوڑ ہے اور آخر میں وہ لات مار کر چل دیتی ہے۔ گر۔ اگر انسان خود دنیا کو نہیں چھوڑتا ہے تو دنیا خود اُسے چھوڑ دیتی ہے۔ مشرق۔ دنیا نے بہت سے شاہوں کو قتل کیا ہے۔ برقرار۔ دنیا ناپائیدار ہے وہ کسی کو پائیدار کیا بنا سکتی ہے۔

۵۲ تو بداں۔ مجبوری سے چند انسان تعظیم کرنے لگے ہیں تو انسان دھوکے میں پڑ جاتا ہے۔ ہر کرا۔ لوگوں کی تعظیم ایک زہر ہے جو انسان کی رُوح کو ہلاک کرتا ہے۔ چونکہ۔ خود سجدہ کرنے والے بھی اس زہر سے متاثر ہوتے ہیں اور اُن کو اس زہر کا پتہ جب چلتا ہے جب اُن کو ہوش آتا ہے۔ موبد۔ آتش پرستوں کا سردار۔

۵۳ اے خنک۔ جو لوگ دنیا میں فروتنی اختیار کرتے ہیں وہ بڑے خوش نصیب ہیں۔ تکبر۔ تکبر ایک زہر ملی ہوئی شراب ہے۔ چوں۔ تکبر کی شراب پی کر کچھ دیر انسان مستی کا اظہار کرتا ہے۔ بعد یک دم۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ زہر اثر دکھاتا ہے۔ قوم عاد۔ یہ قوم تکبر کے زہر سے ہلاک ہوئی ہے۔

چونکہ شاہے دست یابد بر شہے — بکُشدش یا باز دارد در چہے
جب کوئی بادشاہ کسی بادشاہ پر قابو پا لیتا ہے — اسکو قتل کر دیتا ہے یا اُس کو کوئیں میں قید کر دیتا ہے

در بیابد خستۂ اُفتادہ راہ — مرہمش سازد شہ و بدہد عطا
اگر کسی زخمی کو راستہ میں پڑا ہوا دیکھتا ہے — بادشاہ اُسکی مرہم (پٹی) کرتا ہے اور عطا کرتا ہے

گر نہ زہر ست آں تکبر پس چرا — کُشت شہ را بیگناہ و بے خطا
اگر وہ تکبر زہر نہیں ہے تو کیوں؟ — اُس نے بادشاہ کو بے گناہ اور بے قصور مارا

وین دگر را بے ز خدمت چوں نواخت — زین دو جنسِ زہر را باید شناخت
اس دوسرے کو بغیر کسی خدمت کے کیوں نوازا! — زہر کی ان دونوں قسموں کو پہچان لینا چاہیے

راہزن ہرگز گدائے را نزد — گرگ گرگِ مُردہ را ہرگز گزد
کسی ڈاکو نے کبھی کسی فقیر کو نہیں مارا — بھیڑیے نے کسی مُردہ بھیڑیے کو کبھی نہیں پھاڑا

خضر کشتی را برائے آں شکست — تا تواند کشتی از فُجار رست
حضرت خضر نے کشتی اسی لئے توڑی — تا کہ کشتی ظالموں سے بچ جائے

چوں شکستہ می رہد اشکستہ شو — اَمن در فقر ست اندر فقر رَو
جبکہ شکستہ کو نجات ملتی ہے، شکستہ ہو جا — امن فقر میں ہے فقر اختیار کر

آں کُہے کو داشت از کاں نقد چند — گشت پارہ پارہ از زخمِ کُلند
وہ پہاڑ جو نقدی کی چند کانیں رکھتا تھا — وہ کُدال کی مار سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا

تیغ بہرِ اُوست کُو را گردنیست — سایہ کافگندست بر وے زخم نیست
تلوار اُس کے لئے ہے جس کی (اونچی) گردن ہے — وہ سایہ جو پڑا ہوا ہے اُس پر وار نہیں ہے

مہتری نفط ست و آتش اے غوی — اے برادر چوں بر آذر می روی
اے گمراہ! سرداری مٹی کا تیل اور آگ ہے — اے بھائی! تو آگ پر کیوں چلتا ہے؟

ہر چہ اُو ہموار باشد با زمیں — تیرہا را کے ہدف گردد ببیں
جو چیز زمین سے ہموار ہو — وہ تیروں کا نشانہ کب بنتی ہے دیکھ لے

سر بر آرد از زمیں آنگاہ اُو — چوں ہدفہا زخم یابد بے رفو
وہ زمین سے سر اُبھارتی ہے تب وہ — نشانوں کی طرح نہ سلنے والے زخم پاتی ہے

نردبانِ خلق ایں ما و منی ست — عاقبت زیں نردباں اُفتادنی ست
یہ خودی اور تکبر مخلوق کے لئے سیڑھی ہے — انجام کار اِس سیڑھی سے گر پڑنا ہے

له چونکہ۔ تکبر کے زہر ہونے کی ایک مثال یہ ہے کہ شاہ اپنے تکبر کی وجہ سے مارا جاتا ہے اور زخمی سپاہی بچ جاتا ہے۔ گر نہ زہر ست۔ اِس بادشاہ کے مارے جانے کا سبب اِس کا زہر تکبر ہے۔ وین دگر۔ اُس کی خستہ حالی اُس پر رحم کا سبب بنی۔

ٰٰٰٰٰ۲ راہزن۔ ڈاکو بھی متکبر مالدار کو لوٹتا ہے۔ گرگ بھیڑیا بھی متکبر زندہ بھیڑیے کو پھاڑتا ہے۔ خضر۔ کشتی کی شکستگی اُس کی نجات کا سبب ہے۔ چوں شکستہ۔ شکستہ حالی نجات کا سبب ہے تو انسان کو شکستہ حال ہونا مناسب ہے۔ کُہے۔ جس پہاڑ میں کانیں ہوتی ہیں اُس کی کھدائی ہوتی ہے۔ تیغ۔ گردن متکبر، سر بلند کی کٹتی ہے۔

۳ سایہ۔ سایہ پست چیز ہے اُس پر تلوار نہیں چلائی جاتی۔ نفط۔ ایک مادہ ہے جو آگ کو جلد پکڑ لیتا ہے۔ ہموار۔ ہموار زمین کو تیروں کا نشانہ نہیں بنایا جاتا۔ سر بر آرد۔ جو چیز زمین سے سر اُبھارتی ہے وہی نشانہ بنتی ہے۔ نردبان۔ تکبر اور خودی انسانوں کے لئے ایک ایسی سیڑھی ہے جس سے پھسل کر زمین پر گرتا ہے۔

ایں فروع ست و اصولش آں بود
یہ فروعی باتیں ہیں اور اس کی اصل یہ ہے

کہ ترفع شرکت یزداں بود
کہ تکبر اللہ کے ساتھ شرکت ہے

چوں نہ مردی و نہ گشتی زندہ زو
جبکہ تو فنا نہ ہوا اور اس کے ذریعہ زندہ نہ ہوا

باغیی باشی بشرکت ملک جو
تو باغی ہوگا، شرکت کے ذریعہ ملک کا جویاں ہوگا

چوں بدو زندہ شدی آں خود وے است
جب تو اس کے ذریعہ زندہ ہوگیا وہ خود وہ ہے

وحدت محض ست آں شرکت کے ست
خالص وحدت ہے، یہ شرکت کب ہے؟

شرح ایں در آئینہ اعمال جو
اس کی تشریح اعمال کے آئینہ میں تلاش کر

کہ نیابی فہم ایں از گفت گو
کیونکہ گفتگو سے یہ سمجھ میں نہ آئے گا

گر بگویم آنچہ دارم در دروں
اگر میں وہ کہدوں جو دل میں رکھتا ہوں

بس جگرہا گردد اندر حال خوں
تو بہت سے جگر فوراً خون ہو جائیں گے

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس ست
بس کرتا ہوں، عقلمندوں کیلئے یہ کافی ہے

بانگ دو کردم اگر در دہ کس ست
میں نے دو صدائیں دیدیں اگر گاؤں میں کوئی ہے

حاصل آں ہاماں بداں گفتار بد
خلاصہ یہ ہے کہ اس ہامان نے بری گفتگو کے ذریعہ

ایں چنیں راہے براں فرعون زد
ایسا راستہ فرعون پر بند کر دیا

لقمۂ دولت رسیدہ تا دہاں
دولت کا لقمہ منہ تک پہنچ چکا تھا

از گلوی او بریدہ ناگہاں
اچانک اس کے گلے سے جدا کر دیا

خرمن فرعون را داد او بباد
اس نے فرعون کا کھلیان برباد کر دیا

ہیچ شہ را ایں چنیں صاحب مباد
(خدا کرے) ایسا وزیر کسی بادشاہ کا نہ ہو

از چنیں ہمراہ بد دوری گزیں
ایسے برے ساتھی سے دوری اختیار کر

زینہار اللہ اعلم بالیقیں
خبردار! اللہ یقینی باتوں کو زیادہ جانتا ہے

نومید شدن موسیٰؑ از ایمان آوردن فرعون و جا یافتن
حضرت موسیٰؑ کا فرعون کے ایمان لانے سے مایوس ہو جانا اور ملعون ہامان

سخن ہامان لعین در دل فرعون
کی باتوں کا فرعون کے دل میں گھر کر لینا

گفت موسیٰ لطف بنمودیم و جود
حضرت موسیٰؑ نے فرمایا ہم نے مہربانی اور سخاوت کی

خود خداوندیت را روزی نبود
آقائی خود تیرے مقدر میں نہ تھی

لے ایں۔ تکبر کی یہ فرعیں تو فروعی ہیں بنیادی بات یہ ہے کہ تکبر در اصل خدائی میں شرکت کا دعویٰ ہے۔ چوں۔ وحدت الوجود کے نظریہ کے مطابق اگر تو نے خود کو فانی نہیں بنایا اور بقا باللہ نہ حاصل کیا تو خدا کا باغی ہے چوں بدو جب تجھے بقا باللہ کا مقام حاصل ہو جائے تو اب تیرا وجود خود خدا کا وجود ہے اور یہ خالص توحید ہے۔

۵۲ شرح۔ وحدت الوجود کے مسئلہ کی تشریح گفتگو کے ذریعہ ممکن نہیں یہ مقام حاصل ہو جانے سے اس کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔ گر بگویم۔ اس مسئلہ کے متعلق اگر میں اپنے پورے خیالات ظاہر کر دوں تو لوگوں کے جگر خون بن جائیں گے لہٰذا انہی اشارات پر اکتفا کرتا ہوں جو عقلمندوں کے لئے کافی ہیں۔

۵۳ حاصل۔ غرضیکہ فرعون نے ہامان سے مشورہ کیا اور اس نے اس کی راہ ہدایت مسدود کر دی۔ لقمہ۔ قریب تھا کہ وہ ہدایت حاصل کر لیتا لیکن ہامان اس کی بربادی کا سبب بن گیا خدا ایسا وزیر کسی بادشاہ کو نہ دے جو بربادی کا سبب بنے۔ گفت موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ ہم تو ابدی سلطنت دینا چاہتے تھے لیکن فرعون کے مقدر میں نہ تھی

آں[1] خداوندی کہ نبود راستیں — مُردُرانے دستِ داں نے آستیں
وہ آقائی جو سچی نہ ہو — سمجھ لے اُس کے نہ ہاتھ ہوتا ہے نہ آستیں

آں خداوندی کہ دُزدیدہ بُوَد — بے دل و بے جان و بے دیدہ بُوَد
وہ آقائی جو چُرائی ہوئی ہو — وہ بے دل اور بے جان اور بے آنکھ کی ہوتی ہے

آں خداوندی کہ دادندت عوام — باز بستانند از تو ہمچو وام
وہ آقائی جو تجھے عوام نے دی ہے — قرض کی طرح وہ تجھ سے واپس لے لینگے

آں خداوندیّ تو از بندگی — کمترست ار باز دانی اندکی
تیری وہ آقائی غلامی سے — کمتر ہے اگر تھوڑا سا سمجھ لے

دہ خداوندیّ عاریت بحق — تا خداوندیت بخشد متّفق
عارضی آقائی خدا کے سپرد کر دے — تاکہ وہ تجھے متفق آقائی عنایت کر دے

منازعت[2] کردنِ امیرانِ عرب با رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

عرب کے سرداروں کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑنا کہ ملک بانٹ

کہ ملک را مُقاسمہ کُن تا نزاعے نباشد و جوابِ رسول ایشاں

لیجئے تاکہ جھگڑا نہ ہو اور آنحضورؐ کا اُن کو جواب دینا کہ میں اس

را کہ من مامورم دریں امارت و بحثِ ایشاں از طرفین

حکومت میں اللہ کی جانب سے مقرر کیا گیا ہوں اور جانبین سے اُن کی بحث

آں امیرانِ عرب گرد آمدند — نزدِ پیغمبر منازع می شدند
عرب کے سردار جمع ہو گئے — پیغمبرؐ کے پاس جھگڑا کرتے ہوئے آئے

کہ تو میری ہر یک از ما ہم امیر — بخش کُن ایں مُلک و بخشِ خود بگیر
کہ آپ بھی سردار ہیں اور ہم میں سے بھی ہر ایک امیر ہے — اس ملک کو تقسیم کر لیجئے اور اپنا حصہ لے لیجئے

ہر[3] یکے در بخشِ خود انصاف جو — تو ز بخشِ ما دو دستِ خود بشو
ہر ایک اپنے حصہ میں انصاف چاہتا ہے — آپ ہمارے حصہ سے اپنے دونوں ہاتھ دھو لیجئے

گفت میری مر مرا حق دادہ است — سروری و امرِ مطلق دادہ است
آپ نے فرمایا مجھے سرداری خدا نے عطا کی ہے — (اُس نے) عام سرداری اور حکم عطا فرمایا ہے

کایں قرانِ احمدست و دورِ اُو — ہیں بگیرید امرِ اُو را اتّقو
کیونکہ (فرمایا ہے) یہ احمدؐ کا زمانہ اور دَور ہے — خبردار! اُس کا حکم مانو اور تقویٰ اختیار کرو

---

[1] آں خداوندی۔ غلط قسم کی آقائی بے دست و پا ہوتی ہے۔ آں خداوندی۔ جو آقائی انسانوں کی عطا کردہ ہے وہ تو انسان واپس لے لیتے ہیں۔ آں خداوندیؔ۔ انسانوں کی عطا کردہ آقائی غلامی سے بدتر ہے ہاں جو آقائی خدا کی جانب سے ملے وہ پائیدار اور متفق علیہ ہوتی ہے۔

[2] منازعت۔ اس حکایت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضورؐ کی آقائی خدائی عطیہ تھی۔ کہ تو میری۔ اُن سرداروں نے آنحضورؐ سے کہا ملک تقسیم کر لیا جائے تم اپنے حصہ پر حکومت کرو ہم اپنے حصہ پر حکومت کریں۔

[3] ہر یکے۔ ہر شخص اپنے حصہ پر حکومت کرے آپ ہمارے حصہ سے دست بردار ہو جائیں۔ گفت۔ آنحضورؐ نے فرمایا۔ حق تعالیٰ نے مجھے پورے عالم کی سرداری عنایت کی ہے۔ کایں۔ اللہ نے فرمادیا ہے کہ یہ احمدؐ کا دَور ہے اُس کا حکم مانو اور پرہیزگار بنو۔

قوم گفتندش کہ ما ہم زاں قضا ... حاکمیم و داد امیری ما خدا

قوم نے ان سے کہا کہ ہم بھی تقدیر سے ... حاکم ہیں اور خدا نے ہمیں حکومت دی ہے

گفت لیکن مر مرا حق ملک داد ... مر شما را عاریۃ از بہر زاد

آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ (تعالیٰ) نے حکومت دی ہے ... تمہارے پاس کمانے پینے کے لئے عارضی ہے

میری من تا قیامت باقی ست ... میری عاریتی خواہد شکست

میری حکومت قیامت تک باقی رہنے والی ہے ... عارضی حکومت ٹوٹ جائے گی

قوم گفتند اے امیر افزوں مگو ... چیست حجت بر فزوں جوئی تو

لوگوں نے کہا اے امیر! زیادہ نہ کہہ ... آپ کی بڑائی پر دلیل کیا ہے؟

سیل آمدن و قضیب انداختن امرا جہت دفع شدن سیل

سیلاب کا آنا اور سیلاب روکنے کے لئے سرداروں کا لکڑی ڈالنا

و غالب شدن مصطفیٰ علیہ السلام بر امیراں

اور مصطفیٰ علیہ السلام کا سرداروں پر غالب آجانا

در زماں ابرے بر آمد ز امر مر ... سیل آمد گشت آں اطراف پر

فوراً، سخت حکم سے ایک ابر آیا ... سیلاب آیا اور اطراف (پانی سے) پُر ہوگئے

رو بشہر آورد سیلے بس مہیب ... اہل شہر افغاں کناں جملہ رعیب

ایک بہت خوفناک سیلاب نے شہر کا رخ کیا ... شہر والے خوفزدہ ہو کر فریاد کرنے لگے

گفت پیغمبر کہ وقت امتحاں ... آمد اکنوں تا نہاں گردد عیاں

پیغمبر نے فرمایا کہ امتحان کا وقت ... اب آگیا تاکہ پوشیدہ (راز) ظاہر ہو جائے

ہر امیرے نیزہ خود در فگند ... تا شود در امتحاں آں سیل بند

ہر سردار نے اپنا نیزہ ڈال دیا ... تاکہ آزمائش کے وقت میں سیلاب رک جائے

نیزہا را ہمچو خاشاکے ربود ... آب تیز سیل پر جوش و عنود

نیزوں کو تنکوں کی طرح بہا لے گیا ... جوشیلے اور سرکش سیلاب کا تیز پانی

پس قضیب انداخت در وے مصطفیٰ ... آں قضیب معجز فرماں روا

پھر مصطفیٰ نے ایک شاخ اس میں ڈالدی ... وہ شاخ جو (سیلاب کو) عاجز کرنیوالی اور حاکم تھی

نیزہا گم گشت جملہ و آں قضیب ... بر سر آب ایستادہ چوں رقیب

سب نیزے گم ہو گئے اور وہ شاخ ... نگراں کی طرح پانی پر کھڑی رہی

لہ قوم گفتندش. اُن سرداروں نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ ہم بھی سردار ہیں اور ہماری سرداری بھی خدا کا عطیہ ہے. گفت. آنحضورؐ نے فرمایا میری سرداری اَبدی ہے تمہاری سرداری دنیاوی عارضی ہے. قوم گفتند. سرداروں نے کہا اپنی اَبدی سرداری پر کوئی دلیل پیش کیجئے.

لہ سیل آمدن. اس قصہ کا حدیث اور تاریخ میں کہیں ذکر نہیں ہے. اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضورؐ کی ایک معمولی شاخ سے پانی کا سیلاب رک گیا اور یہ معجزہ آنحضورؐ کی ابدی سرداری پر دلیل بنا. مہیب. ہیبت ناک. رعیب. مرعوب، خوفزدہ. نہاں. یعنی اب تک میری اَبدی سرداری جو تم پر پوشیدہ ہے واضح ہو جائے.

لہ ہر امیرے. اس سیلاب کو روکنے کیلئے ہر سردار نے اپنے ہاتھ کا نیزہ پانی میں ڈالا. عنود سرکش. قضیب. شاخ. رقیب. نگراں.

723

زاں تمامِ آں قضیب آں سیل رفت | رو بگردانید و سوی بحر رفت
اُس شاخ کے بند و بست سے وہ سیلاب روانہ ہو گیا | اُس نے رُخ موڑا اور سمندر کی طرف چلا گیا

چوں بدیدند از وے آں امرِ عظیم[۱] | پس مُقر گشتند آں میراں زِ بیم
جب اُنھوں نے اُن سے وہ بڑا کارنامہ دیکھا | وہ سردار ڈر سے اِقرار کرنیوالے بن گئے

جز سہ[۱] کس کہ حقدِ ایشاں چیرہ بود | ساحرش گفتند و کاہن از جحود
سوائے تین شخصوں کے جن کا کینہ غالب تھا | اُنھوں نے انکار سے اُنکو جادوگر اور کاہن کہا

بود بوجہلِ لعین و بولہب | واں سوم ہم بود بوسفیانِ حرب
ملعون ابوجہل تھا اور ابولہب | اور وہ تیسرا ابوسفیان بن حرب تھا

مُلکِ بربستہ چناں باشد ضعیف | مُلکِ بررستہ چناں باشد شریف
مارے باندھے کی سلطنت ایسی کمزور ہوتی ہے | آزاد سلطنت ایسی شریف ہوتی ہے

تیز[۲] ہا را گر ندیدی یا قضیب | نامِ شاں بیں نامِ او بیں اے نجیب
اگر تُونے نیزے یا شاخ نہیں دیکھی ہے | اے شریف! اُن کا نام اور اِن کا نام دیکھ لے

نامِ شاں را سیلِ تیزِ مرگ بُرد | نامِ او و دولتِ تیزش نمُرد
اُن کے نام کو موت کا تیز سیلاب بہالے گیا | اُن کا نام اور اُن کی تیز حکومت نہیں مری ہے

پنج نوبت می زنندش بر دوام | ہم چنیں ہر روز تا روزِ قیام
ہمیشہ پانچ وقت اُن کے نام پر نوبت بجتی ہے | اِسی طرح قیامت تک ہر روز

در تمامیِ حدیثِ موسیٰ علیہ السلام و تقریع و توبیخ فرعون

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی تکمیل اور فرعون کو ڈرانا اور دھمکانا

گر ترا[۳] عقل ست کردم لُطفہا | ور خری آوردہ ام خر را عصا
اگر تجھ میں عقل ہے تو میں نے تجھ پر مہربانیاں کی ہیں | اور اگر تو گدھا ہے تو میں لاٹھی لایا ہوں

آنچناں زیں آخرت بیروں کنم | کز عصا گوش و سرت پُر خوں کنم
تجھے اصطبل سے اِس طرح نکالوں گا | کہ لاٹھی سے تیرے کان اور سر زخمی کردوں گا

اندریں آخُر خراں و مردماں | می نیابند از جفای تو اماں
اِس اصطبل میں گدھے اور انسان | تیرے ظلم سے امان نہیں پاتے ہیں

یک عصا آوردہ ام بہرِ ادب | ہر خرے را کو نباشد مستجب
سزا دینے کیلئے میں ایک لاٹھی لایا ہوں | ہر اُس گدھے کے لئے جو کہنا نہ مانے

---

[۱] امرِ عظیم۔ یعنی آنحضورؐ کی خاطر سے سیلاب کا رُک جانا۔ جز سہ کس۔ یعنی دوسرے سردار تو ایمان لے آئے ابوجہل، ابولہب اور ابوسفیان ایمان نہ لائے اور حضورؐ کو جادوگر اور کاہن کہنے لگے۔

[۲] تیز ہا۔ اے مخاطب اگر تونے وہ نیزوں اور شاخ کا معاملہ خود نہیں دیکھا ہے تو اب ناموں سے اُس معاملہ کو سمجھ لے نامِ شاں۔ اُن کے ناموں کو موت کا سیلاب بہا لے گیا اور آنحضورؐ کے نام امی کا پانچ وقت قیامت تک اذان میں ڈنکا بجتا ہے۔

[۳] گر ترا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا اگر تجھ میں عقل ہے تو میں نے دین کی راہ دکھا کر تجھ پر مہربانیاں کی ہیں اور اگر گدھا ہے تو تیرے لئے یہ میری لاٹھی ہے۔ آخر۔ اصطبل۔ اندریں۔ اِس دنیا میں انسان اور حیوان تجھ سے مصیبت میں ہیں۔ یک عصا۔ یہ میری لاٹھی بے ادبوں کو ادب سکھانے کے لئے ہے۔

اژدہائے می شود در قہرِ تو [1] — کاژدہائے گشتۂ در فعل وخو

تجھے مغلوب کرنے میں ایسا اژدہا بنے گی — جیسا کہ تو کام اور عادت میں اژدہا بن گیا ہے

اژدہائے کوہیی تو بے اَماں — لیک بنگر اژدہائے آسماں

تو بے امان، پہاڑی سانپ ہے — لیکن آسمانی اژدہے کو دیکھ

ایں عصا از دوزخ آمد چاشنی — بر تو و بر مؤمن آمد رُوشنی

یہ لاٹھی دوزخ کا مزا بنی ہے — تیرے لئے، اور مومن کے لئے روشنی ہے

مر ترا گوید کہ اے گبرِ دنی — کہ ہلا بگریز اندر روشنی

تجھ سے کہتی ہے کہ اے کمینے کافر — خبردار! روشنی میں بھاگ آ

ورنہ درمانی تو دَر زندانِ من — مَخلَصت نبُوَد ز در بَندانِ من

ورنہ تو میری قید میں رہے گا — تیرے لئے میری قید سے چھٹکارا نہیں ہے

بازگرد از کفر سُوی دینِ حق [2] — ورنہ دَر نارِ اَبد مانی خلَق

کفر سے دین حق کی طرف آجا — ورنہ ابدی آگ میں بدحال ہوگا

باز گَرد اے گمرہِ بَدبختِ دُوں — ورنہ دَر دوزخ در اُفتی سَرنگوں

اے کمینہ، بدبخت گمراہ! باز آ — ورنہ تو اوندھا دوزخ میں گرے گا

ایں عصائے بُود ایندم اژدہاست — تانگوئی دوزخ یزداں کُجاست

یہ لاٹھی تھی اب اژدہا ہے — تاکہ تو نہ کہہ سکے کہ اللہ (تعالیٰ) کی دوزخ کہاں ہے؟

دربیان آنکہ شناسائے قدرتِ حق تعالےٰ نپرسد کہ بہشت کجاست و دوزخ چہ جاست؟

اِس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو پہچاننے والا یہ نہیں دریافت کرتا ہے کہ بہشت کہاں ہے اور دوزخ کس جگہ ہے؟

ظاہرست ایں دوزخ اَمّا بَردلت [3] — ہَست پوشیدہ یقیں ز آب و گِلت

یہ دوزخ ظاہر ہے لیکن تیرے دل پر — یقیناً تیرے آب و گل کی وجہ سے پوشیدہ ہے

ہر کجا خواہد خدا دوزخ کُند — اَوج را بَر مُرغ دام و فخ کُند

خدا جس جگہ چاہے دوزخ (پیدا) کردے — بلندی کو، پرند کے لئے جال اور پھندا بنادے

ہم ز دندانت بَرآرد دَرد ہا — تا بگوئی دوزخ ست و اژدہا

تیرے دانتوں میں درد پیدا کردے — حتیٰ کہ تو کہنے لگے کہ دوزخ اور اژدہا ہے

یا کُند آبِ دہانت را عَسَل — تا بگوئی کہ بہشت است و حُلل

یا تیرے لعاب دہن کو شہد بنادے — حتیٰ کہ تو کہنے لگے کہ بہشت اور جوڑے ہیں

---

[1] اژدہا۔ یہ لاٹھی تیرے لئے اژدہا بنے گی چونکہ تو خود اژدہا بنا ہوا ہے۔ کوہیی تو پہاڑی سانپ ہے اور یہ لاٹھی آسمانی اژدہا ہے۔ ایں عصا۔ منکر کے لئے یہ لاٹھی دوزخ کا اثر رکھتی ہے اور مومن کے لئے نورِ ہدایت ہے۔ ورنہ۔ اگر تو کہنا نہ مانے گا تو ہمیشہ کے لئے میری قید میں رہے گا۔

[2] بازگرد۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا کفر چھوڑ کر دینِ حق اختیار کرلے ورنہ دوزخ میں بُری حالت میں رہے گا۔ ایں عصا۔ یہ لاٹھی دوزخ کے عذاب کا نمونہ ہے تاکہ دوزخ کا ثبوت ہوجائے۔ دربیان۔ جو شخص قدرتِ الٰہی کا قائل ہوتا ہے وہ دوزخ اور بہشت کے بارے میں شکوک نہیں ہوتا ہے۔

[3] ظاہرست۔ عالمِ غیب کی خبروں کے آثار اِس عالمِ ظہور میں موجود ہیں لیکن انسانوں کا عالمِ ناسوت میں انہماک اُن کے ادراک سے مانع ہے۔ اَوج۔ بلندی۔ فخ۔ جال۔ ہم ز دندانت۔ انسان دانتوں کے درد میں ایسا مبتلا ہوتا ہے کہ اُس کو دوزخ اور اژدہوں کی تکلیف محسوس کرتا ہے۔ یا کند۔ لعاب دہن کو ایسا لذیذ کردیتا ہے کہ بہشت کا مزہ آجاتا ہے۔

از بُنِ دنداں بر دیاند شکر
دانتوں کی جڑ سے شکر پیدا فرمائے
تا بدانی قوّتِ حکم و قدر
تاکہ تو تقدیر اور حکم کی طاقت کو سمجھے

پس[1] بدنداں بیگناہاں را مگز
پس بے گناہوں کو دانتوں سے نہ کاٹ
فکر کُن از ضربتِ نامحترز
ناقابلِ بچاؤ ضرب کی فکر کر

نیل[2] را بر قبطیاں حق خوں کُند
(دریا) نیل کو اللہ تعالیٰ قبطیوں کیلئے خون کر دیتا ہے
سبطیاں را از بلا محصوں کُند
سبطیوں کو مصیبت سے بچا دیتا ہے

آب بر فرعون در دم خوں شود
پانی فوراً فرعون پر خون ہو جاتا ہے
بر کلیمے قند نا ممنوں شود
کلیم (اللہ) پر بغیر منت شکر بنجاتا ہے

تا بدانی پیشِ حق تمیز ہست
تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں تمیز ہے
درمیانِ ہوشیارِ راہ دست
راستہ کے ہوشیار اور سُست کے درمیان

نیل تمیز از خدا آموختہ است
(دریا) نیل نے تمیز خدا سے سیکھی ہے
کہ کشاد آں او ایں را سخت بست
کہ اس نے اسکو کھولدیا اور اس کو مضبوط باندھ دیا

لطفِ او عاقل کُند مر نیل را
اس کی مہربانی نیل کو سمجھدار بنا دیتی ہے
قہرِ او ابلہ کُند قابیل را
اس کا غصہ قابیل کو احمق بنا دیتا ہے

در جمادات از کرم عقل آفرید
کرم سے جمادات میں عقل پیدا فرما دی
عقل از عاقل بقہر خود بُرید
قہر سے عقلمند سے عقل منقطع کر دی

در جماد از لطف عقلے شد پدید
جماد میں مہربانی سے عقل پیدا ہو گئی
وز نکال از عاقلاں دانش رمید
عذاب سے عقلمندوں سے عقل بھاگ گئی

عقل چوں باراں بامر آنجا برخیت
عقل حکم سے اس جگہ بارش کی طرح برسی
عقل ایں سو خشمِ حق دید و گریخت
عقل نے اس جانب اللہ کی ناراضگی دیکھی اور بھاگ گئی

ابر[3] و خورشید و مہ و انجم بلند
ابر اور سورج اور چاند اور تارے بلندی پر
جملہ بر ترتیب آیند و روند
سب ترتیب سے آتے جاتے ہیں

ہر یکے ناید مگر در وقتِ خویش
کوئی طلوع نہیں کرتا مگر اپنے وقت میں
کہ نہ پس ماند زہنگام و نہ پیش
کہ وقت سے نہ پیچھے رہتا ہے، نہ آگے

چوں نکردی فہم ایں را ز انبیا
جب تو انبیا کے ذریعہ اس کو نہ سمجھا
دانش آوردند در سنگ و عصا
انھوں نے پتھر اور لاٹھی میں عقل پیدا کر لی

---

[1] پس بدنداں۔ انسان میں اگر طاقت ہے تو اس کو کمزوروں کی ایذارسانی کے لئے نہ استعمال کرنا چاہیئے۔ نیل۔ دریائے نیل فرعونیوں کے لئے خون ثابت ہوا اور اسرائیلیوں کے لئے نجات کا سبب بنا۔ کلیم۔ حضرت موسیٰ۔ تا بدانی۔ یہ باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ جزدات اِن جمادات کو باشعور بنا دیتی ہے وہ کس قدر علیم و خبیر ہے۔

[2] نیل۔ دریائے نیل میں یہ قوتِ تمیز منجانب اللہ آئی تھی۔ آں یعنی حضرت موسیٰؑ۔ وایں یعنی فرعون۔ در جمادات۔ اللہ تعالیٰ کبھی جمادات کو عقلمند بنا دیتا ہے اور کبھی عقلمندوں کو بے عقل بنا دیتا ہے۔

[3] ابر۔ تمام فلکی اجرام ترتیب سے معروفِ عمل ہیں ترجمے۔ ہر چیز اس ترتیب سے کام کرتی ہے کہ اپنے مقررہ وقت سے نہ وہ تقدیم کرتی ہے نہ تاخیر کرتی ہے۔ چوں نکردی۔ اس بات کو جب انسان انبیاء کے ذریعہ نہیں پہچانتا ہے تو اللہ تعالیٰ جمادات میں یہ سمجھ پیدا کر دیتا ہے۔

تا جمادات[1] دِگر را بے لباس — چوں عصا و سنگ دانی از قیاس
تاکہ دوسرے جمادات کو بلاشبہ — قیاس سے لاٹھی اور پتھر کی طرح سمجھ لے

طاعتِ سنگ و عصا ظاہر شود — وز جمادات دِگر مُخبر شود
پتھر اور لاٹھی سے فرمانبرداری ظاہر ہو — تو وہ دوسرے جمادات کے بارے میں مُخبر ہوتا ہے

کز یزداں آگہیم و طائعیم — ما ہمہ بے اتفاقی ضائعیم
کہ ہم خدا سے واقف اور فرمانبردار ہیں — موافقت کے بغیر ہم سب تباہ ہیں

ہمچو آب نیل دانی وقتِ غرق — کو میانِ ہر دو اُمت کرد فرق
نیل کے پانی کی طرح سمجھ لے غرق کرتے وقت — کہ اُس نے دونوں گروہوں میں فرق کیا

چوں زمیں کِش دانش آمد وقتِ خسف — در حقِ قاروں کہ قہرش کرد نسف
زمین کی طرح جس کو دھنسانے کے وقت عقل آ گئی — قارون کے بارے میں کہ اسکے قہر نے اسکو ہلاک کر دیا

چوں قمر[2] کہ امر بشنید و شتافت — پس دو نیمہ گشت بر چرخ و شگافت
چاند کی طرح اس نے حکم سُنا اور دوڑا — پھر آسمان پر دو ٹکڑے ہو گیا اور شق ہو گیا

چوں ستوں نالید از ہجرِ نبیؐ — باخبر گشتہ ازاں شیخ و صبی
جس طرح ستون نبیؐ کے فراق میں رویا — جس سے بوڑھے اور بچے باخبر ہو گئے

چوں درخت و سنگ کاندر ہر مقام — مصطفیٰؐ را گفت ظاہر و السلام
جس طرح درخت اور پتھر نے ہر جگہ پر — مصطفیٰؐ کو واضح طور پر سلام کیا

بحث کردنِ سُنّی و فلسفی و جوابِ دہری کہ منکرِ الوہیت است

سُنّی اور فلسفی کا بحث کرنا اور اُس دہریہ کا جواب دینا جو خدا کا مُنکر ہے

و عالم را قدیم داند

اور عالم کو قدیم جانتا ہے

دی[3] یکے می گفت عالم حادث است — فانی ست ایں چرخ و حقش وارث است
کل ایک شخص کہتا تھا عالم نو پیدا ہے — یہ آسمان فانی ہے اور اللہ (تعالیٰ) اُس کا مالک ہے

فلسفی گفتہ کہ چوں دانی حدوث — حادثی ابر چوں داند غیوث
فلسفی نے کہا تو نے اسکے نو پیدا ہونے کو کیسے جانا — بارشوں کو ابر کے حادث ہونے کا کیا علم؟

ذرۂ خود نیستی از انقلاب — تو چہ میدانی حدوثِ آفتاب
تو (اس) انقلاب کا ایک ذرہ (بھی) نہیں ہے — تو سورج کے پیدا ہونے کو کیا جانے!

---

[1] تا جمادات۔ لاٹھی اور پتھر پر قیاس کر کے سمجھ لو کہ دوسرے جمادات کو بھی اللہ تعالیٰ نے عقل عنایت فرما دیا ہے۔ لباس۔ التباس۔ طاعت لاٹھی نے حضرت موسیٰؑ کی اور پتھروں نے آنحضورؐ کی اطاعت کی۔ ہر دو امت۔ یعنی حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی قوم۔ چوں زمیں۔ قارون کے بارے میں زمین میں شعور پیدا ہوا۔

[2] چوں قمر۔ آنحضورؐ سے شق القمر کا معجزہ ظاہر ہوا۔ ستون۔ اُستوانہ حنانہ آنحضورؐ کے فراق میں رویا۔ والسلام۔ پتھروں اور درختوں سے آنحضورؐ کو سلام کرنے کا معجزہ ظاہر ہوا۔

[3] دی۔ سُنّی نے کہا کہ عالم اللہ کی قدرت سے پیدا ہے۔ فلسفی۔ فلسفی نے کہا تو خود عالم کی پیداوار ہے۔ پیداوار کو اُس کے بارے میں کیا علم ہو سکتا ہے جس سے وہ پیدا ہوئی ہے۔ بارش ابر سے پیدا ہوتی ہے تو بارش ابر کے بارے میں کیا جان سکتی ہے۔ ذرہ۔ ذرہ کو آفتاب کے حادث ہونے کا کیا علم ہو سکتا ہے۔

٦٢٦

کرمکے کاندر حدث باشد دفیں | کے بداند آخر و بدو زمیں
وہ کیڑا جو ظلمت میں دفن ہے | وہ زمین کے انجام اور آغاز کو کیا جان سکتا ہے؟

ایں بتقلید از پدر بشنیدهٔ | از حماقت اندریں پیچیدهٔ
تو نے یہ باپ سے تقلیداً سنا ہے | بیوقوفی سے اس میں پھنسا ہوا ہے

چیست برہاں بر حدوث ایں بگو | ورنہ خامش کن فزوں گوئی مجو
یہ بتا! اس کے نو پیدا ہونے پر کیا دلیل ہے؟ | ورنہ چپ ہو جا، زیادہ باتیں نہ بنا

گفت دیدم اندریں بحر عمیق | بحث می کردند روزے دو فریق
اس نے کہا میں نے دیکھا اس گہرے سمندر میں | ایک روز دو فریق بحث کر رہے تھے

در جدال و در خصام و در شکوه | گشتہ ہنگامہ براں دو کس گروه
لڑائی اور جھگڑے اور شور میں | (اور) اس ہنگامہ میں ان دونوں پر مجمع ہو گیا تھا

سوئے آں ہنگامہ گشتم من رواں | تا بیابم اطلاع از حال شاں
اس ہنگامہ کی طرف میں (بھی) روانہ ہو گیا | تاکہ ان کی حالت سے باخبر ہو سکوں

من بسوئے جمع ہنگامہ شدم | اطلاع از حال ایشاں بستدم
میں ہنگامے کے مجمع کی جانب چلا گیا | (اور) ان کے حال کی معلومات حاصل کیں

آں یکے می گفت گردوں فانی ست | بے گمانے ایں بنا را بانی ست
ایک کہتا تھا کہ آسمان فنا ہونے والا ہے | بلاشبہ اس بنا کا کوئی بنانے والا ہے

واں دگر گفت ایں قدیم و بے کیست | نیستش بانی و یا بانی ویست
دوسرے نے کہا، قدیم اور کب سے ہے کے بغیر ہے | اس کا کوئی بنانے والا نہیں ہے اور یا وہ خود بنانے والا ہے

گفت منکر گشتہ خلاق را | روز و شب آرنده و رزاق را
اس نے کہا تو پیدا کرنے والے کا منکر بن گیا | دن اور رات کو لانے والے اور رزق دینے والے کا

گفت بے برہاں نخواہم من شنید | آنچہ گوئی آں بہ تقلیدے گزید
اس نے کہا میں بغیر دلیل کے نہ سنوں گا | تو جو کچھ کہتا ہے تو نے تقلید میں اختیار کیا ہے

ہیں بیاور حجت و برہاں کہ من | نشنوم بے حجت ایں را در زمن
خبردار حجت اور دلیل (لا) کیونکہ میں | اس کو زمانہ میں بغیر دلیل کے نہ سنوں گا

گفت حجت در درون جانم ست | در درون جاں نہاں برہانم ست
اس نے کہا دلیل میری جان کے اندر ہے | جان کے اندر میری دلیل چھپی ہوئی ہے

لـ کرمکے۔ گوبر میں جو کیڑا ہو اس کو زمانہ کی ابتدا اور انتہا کی کیا خبر ہو سکتی ہے۔ ایں۔ انسان کے باپ دادا سے عالم کے پیدا ہونے کی بات سن لی ہے اسی طرح بلا تحقیق اسکو مانتا چلا آتا ہے۔ چیست۔ فلسفی نے کہا اگر اس مسئلہ میں کوئی دلیل ہے تو وہ بیان کر خواہ مخواہ زیادہ باتیں نہ کر۔ گفت۔ سُنّی نے کہا میں نے ایک روز دو فریق کو اس مسئلہ میں گفتگو کرتے سنا تھا اور جدل۔ دونوں میں زوردار بحث ہو رہی تھی اور ایک مجمع ہو گیا تھا۔ سوئے۔ میں بھی اس ہنگامے کو دیکھنے پہنچ گیا تھا۔

ـ٢ من بسوئے۔ میں بھی اس مجمع میں پہنچا تاکہ ان کی باتیں سنوں۔ آں یکے۔ ایک یہ کہتا تھا کہ اس عالم کا کوئی بنانے والا ہے لہٰذا یہ نو پیدا چیز ہے۔ واں دگر۔ دوسرا یہ کہتا تھا کہ عالم قدیم ہے اس کا کوئی بنانے والا نہیں ہے اگر ہے تو وہ خود اپنے آپ کو بنانے والا ہے۔ بے کیست یعنی عالم کے بارے میں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ وہ کب سے ہے۔ گفت۔ دوسرے نے کہا کہ تو پیدا کرنیوالے اور رزاق کا منکر ہو گیا۔

ـ٣ گفت بے برہان۔ فلسفی نے کہا میں بغیر برہان کے کوئی بات نہ سنوں گا تو محض تقلیدی باتیں کر رہا ہے۔ گفت حجت۔ سُنّی نے کہا حجت ذوقی ہے یہ کہ خود انسان اپنے حالات پر غور کرے تو اس سے وجود باری

تو[۱] نمی بینی ہلال از ضعفِ چشم — من ہمی بینم مکن بر من تو خشم

آنکھ کی کمزوری سے تو چاند کو نہیں دیکھتا ہے — میں دیکھ رہا ہوں تو مجھ پر غصہ نہ کر

گفتگو بسیار گشت و خلق گیج — در سر و پایانِ ایں چرخِ پسیج

بات لمبی ہوگئی اور لوگ حیران ہوگئے — اِس باارادہ آسمان کی ابتدا اور انتہا میں

گفت[۲] یارا در درونم حجتے ست — بر حدوثِ آسمانم آیتے ست

اُس نے کہا اے دوست میرے دل میں ایک دلیل ہے — جو آسمان کے نو پیدا ہونے کی نشانی ہے

من یقیں دانم نشانش آں بود — مر یقیں داں را کہ در آتش رود

مجھے یقین ہے، اُس کی علامت یہ ہے — کہ یقین رکھنے والا آگ میں گھُسے

در زباں می ناید ایں حجت بداں — ہمچو حال و سرِ عشقِ عاشقاں

سمجھ لے یہ دلیل زبان پر نہیں آتی ہے — جیسے کہ عاشقوں کا حال اور راز

نیست پیدا سرِ گفت و گوی من — جز کہ زردی و نزاری رُوی من

میری گفتگو کا راز ظاہر نہیں ہے — سوائے میرے چہرے کی زردی اور لاغری کے

اشک[۳] چوں بر رُخ روانہ می رود — حجتِ حُسن و جمالش می شود

جب آنسو رُخ پر بہتے ہیں — اُس کے حُسن اور خوبصورتی کی دلیل ہوتے ہیں

گفت من اینہا ندانم حجتے — کہ بود در پیشِ عامہ آیتے

اُس نے کہا میں اِسکو ایسی دلیل نہیں سمجھتا ہوں — جو عوام کے سامنے علامت بنے

گر بیاری من کنم آنرا قبول — ورنہ کوتاہ کُن حدیثِ عرض و طول

اگر وہ تو بیان کرے تو میں مان جاؤں گا — ورنہ لمبی چوڑی بات کو مختصر کر

گفت چوں قلبے و نقدے دم زنند — کہ تو قلبی من نکویم وار جمند

اُس نے کہا جب کھوٹا اور کھرا دعوی کریں — کہ تو کھوٹا اور میں اچھا اور مبارک ہوں

ہست آتش امتحانِ آخریں — کاندر آتش در فتند آں دو قریں

تو آخری آزمائش آگ ہے — کہ دونوں ساتھی آگ میں گریں

عام و خاص از حالِ شاں عالم شوند — از گمان و شک سُوی ایقاں روند

عوام اور خواص اُن کے حال سے باخبر ہو جائیں گے — گمان اور شک سے یقین کی جانب چلے جائینگے

آب و آتش آمد اے جاں امتحاں — نقد و قلبے را کہ آں باشد نہاں

اے دوست! پانی اور آگ آزمائش ہیں — اِس کھرے اور کھوٹے کیلئے جو پوشیدہ ہو

---

[۱] تو نمی بینی. اِس دلیل کی مثال پہلی رات کے چاند کی سی ہے جو اُس کو نہ دیکھ سکے وہ خود اپنے آپ کو ملامت کرے. گفتگو. اُن دونوں میں بات اتنی بڑھی کہ لوگ عالم کے حادث ہونے نہ ہونے میں حیران ہوگئے.

[۲] گفت یارا. سُنّی نے کہا اے دوست وہ ذوقی اور باطنی دلیل دنیا کے حادث ہونے پر مضبوط دلیل ہے. اور اُس سے مجھے یقین حاصل ہے اور میرے سچے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ میں اور تو آگ میں کودیں جو سچا ہے وہ سالم رہے گا. در زباں. یہ دلیل قولی نہیں ہے عاشق کے عشق کو دلائل سے نہیں بلکہ اُس کے آثار اور علامات سے ثابت کیا جاسکتا ہے. عاشق کے چہرے کی زردی اور آنسو دلیل ہوتے ہیں.

[۳] اشک. عاشق کے آنسو عشق اور معشوق کے حُسن کی دلیل ہوتے ہیں. کہ تو. فلسفی نے کہا میں ایسی دلیل چاہتا ہوں جو عوام بھی سمجھ سکیں. ہست. سُنّی نے کہا اگر کھرے کھوٹے میں بحث ہو تو آزمائش کی یہی صورت ہے کہ اُنکو آگ میں تپایا جائے اِس سے شکوک و شبہات رفع ہو جائینگے لہٰذا تجھ اور مجھے آگ میں داخل ہونا چاہئے جو سچا ہے وہ بچے گا.

تامنؔ و تو ہر دو در آتش رویم
میں اور تو دونوں آگ میں گھسیں

حجتِ باقیِ حیراناں شویم
باقی حیران لوگوں کے لئے دلیل بن جائیں

یا من و تو ہر دو در بحر اوفتیم
یا میں اور تو دونوں دریا میں کودیں

کیں در دعوئ من و تو کوفتیم
کیونکہ میں نے اور تو نے دعوے کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے

ہمچناں کردند و در آتش شدند
انھوں نے ایسا ہی کیا اور آگ میں چلے گئے

ہر دو خود را بر تفِ آتش زدند
دونوں نے اپنے آپ کو آگ کے شعلوں میں ڈال دیا

فلسفی را سوخت خاکستر بکرد
اس نے فلسفی کو جلادیا راکھ بنا دیا

متقی را ساخت تازہ تر بکرد
متقی کو سنوار دیا، تر و تازہ کر دیا

آں خدا گو بندہ مردِ مدعی
وہ مردِ مدعی خدا کا ماننے والا

رست و سوزید اندر آتش آں دعی
بچ گیا اور وہ حرامزادہ آگ میں جل گیا

آزمودہ بشنو ایں اعلام را
اس آزمائے ہوئے اعلان کو سن

کوریِ افزونِ روانِ خام را
جو کچی روحوں کے اندھے پن کو بڑھانے والا ہے

کہؔ نسوزید ست ایں نام از اجل
کہ موت سے یہ نام نہ جلا

کش مسمّیٰ صدر بود و ماست و اجل
کیونکہ وہ نام والا صدر تھا اور بزرگ تھا

صد ہزاراں روح شد دلدادہ
لاکھوں رُوحیں دل دادہ ہیں

در رہِ او سر بسر اوفتادہ
اس کے راستہ میں سر کے بل پڑی ہیں

صد ہزاراں خلق را در بادیہ
جنگل میں لاکھوں انسانوں کا

سر گروہ و بے عصا را راویہ
سرگروہ (بنا) اور بے سہارے کیلئے سیراب کرنیوالا (بنا)

صد ہزاراں زیں رہاں اندر قرآں
قرآن میں اس طرح کی لاکھوں بازیاں (مذکور) ہیں

بر دریدہ پردہای منکراں
جنھوں نے منکروں کے پردے چاک کئے ہیں

چوںؔ گرو بستند غالب شد صواب
جب انھوں نے بازی لگائی صحیح بات غالب آئی

در دوامِ معجزات و در جواب
معجزوں کے دوام اور جواب (کے بارے) میں

فہم کردم کانکہ دم زد از سبق
میں سمجھ گیا کہ جس نے پہلے دعویٰ کیا

در حدوثِ چرخِ پیر و رست و حق
آسمان کے نو پیدا ہونے میں وہ کامیاب اور صحیح ہے

حجتِ منکر ہمارہ زرد رو
منکر کی دلیل ہمیشہ شرمندہ ہے

یک نشاں بر صدقِ آں انکار کو
انکے انکار کی سچائی پر ایک علامت بھی کہاں ہے؟

---

۱ تا من و تو۔ پانی سے بھی آزمائش ہو جائے گی تو اور میں سمندر میں کودیں جو سچا ہے وہ بچ جائے گا۔ ہمچناں۔ چنانچہ دونوں آگ میں کود ے متقی بچ گیا فلسفی جل گیا۔ دعی۔ وہ شخص جو جھوٹے نسب کا دعویٰ کرے۔

۲ کہ نسوزید۔ نیکوں کا نام موت بھی نہیں مٹا سکتی۔ کیونکہ نام والا صدر اور بزرگ ہوتا ہے۔ صد ہزاراں۔ ایسے بزرگوں کی لاکھوں روحیں دلدادہ ہوتی ہیں۔ صد ہزاراں۔ غالباً آنحضورؐ کے اس معجزے کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے کہ پانی بلا کر بہت سے پیاسوں کی جان بچائی تھی۔ رہاں۔ بازی شرط لگانا۔

۳ چوں گرو۔ جب بھی مخالفین نے بازی لگائی تو انبیاء معجزوں کے ذریعہ جیتے ہیں۔ فہم۔ ان دلائل سے میں یہ سمجھا کہ عالم کو نو پیدا کہنے والا سچا ہے۔

یک منارہ[1] در ثنای منکراں — کو دریں عالم کہ تا باشد عیاں
منکروں کی تعریف میں ایک منارہ (بھی) — دنیا میں کہاں ہے؟ تاکہ بات واضح ہو

منبرے کو کہ در آنجا مخبرے — یاد آرد روزگارِ منکرے
کوئی منبر کہاں ہے کہ اُس پر کوئی خبر دینے والا — منکر کے زمانے کو یاد کرے؟

روئے دینار و درم از نامِ شاں — تا قیامت می دہد از حق نشاں
دینار اور درہم کا رُخ اُن کے نام ہے — قیامت تک حق کا نشان دے گا

سکۂ شاہاں ہمی گردد دِگر — سکۂ احمدؐ بہ بیں تا مستقر
بادشاہوں کا سکہ بدل جاتا ہے — احمدؐ کے سکے کو قیامت تک دیکھ

بر رُخِ نقرہ و یا روئے زرے — وا نما بر سکہ نامِ منکرے
چاندی پر یا سونے پر — سکّے پر کسی منکر کا نام دکھا

بر رُخِ سیم و زرے اندر جہاں — سکۂ بنما بنامِ منکراں
دنیا میں چاندی اور سونے پر — منکروں کے نام کا سکہ دکھا

خود[2] بگیر ایں معجزہ چوں آفتاب — صد زبان و نامِ او اُمّ الکتاب
اِس سورج جیسے معجزے کو لے — جو سو زبانوں والا ہے اور اُس کا نام قرآن ہے

زَہرہ نے کس را کہ یک حرفے ازاں — یا بدزدد یا فزاید در میاں
کسی کی مجال نہیں ہے کہ اس میں سے ایک حرف — چُرائے یا درمیان میں بڑھائے

یارِ غالب شو کہ تا غالب شوی — یارِ مغلوباں مشو ہیں اے غوی
غالب کا دوست بن تاکہ تو (بھی) غالب بنجائے — خبردار! اے گمراہ مغلوبوں کا یار نہ بن

حجتِ منکر ہمی آمد کہ من — غیرِ ایں ظاہر نمی بینم وطن
منکر کی دلیل یہ ہوئی کہ میں — اس ظاہر کے سوا میں اپنا وطن نہیں دیکھتا ہوں

ہیچ[3] نندیشد کہ ہر جا ظاہر یست — آں ز حکمتہائے پنہاں مخبریست
اُس نے نہ سوچا کہ جہاں کہیں ظاہر ہے — وہ پوشیدہ حکمتوں سے آگاہ کرنیوالا ہے

فائدہ ہر ظاہرے خود باطن ست — ہمچو نفع اندر دواہا کامن ست
ہر ظاہر کا فائدہ خود پوشیدہ ہے — جس طرح دواؤں کا فائدہ پوشیدہ ہے

ایں تفاوت حق نہاد اندر زماں — تا بدانند اہلِ عرفاں در جہاں
زمانہ میں یہ فرق اللہ (تعالیٰ) نے رکھا ہے — تاکہ اہلِ عرفان دنیا میں سمجھ لیں

---

[1] منارہ۔ وہ بلند جگہ جہاں علامت کے لئے آگ روشن کرتے تھے۔ مخبرے۔ خبر دینے والا۔ نقدی۔ سکوں پر انبیاء کا نام اُن کی سچائی کا نشان ہے۔ مستقر: دائم، ہمیشہ مُنکرے۔ یعنی منکرِ خدا۔

[2] خود۔ یعنی اگر سکوں پر نام قائم رہنے کے معاملہ میں شکوک و شبہات ہیں آنحضورؐ کا معجزہ قرآن ہے اس کو دیکھ لے۔ بہرحال قرآن میں ایک حرف کی بھی کمی زیادتی ممکن نہ ہو سکی۔ غالب۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ مغلوب۔ یعنی مخلوق۔ حجتِ منکر۔ منکر کی سب سے بڑی دلیل یہ ہوئی کہ ظاہر عالم بتاتا ہے کہ وہ خود بخود پیدا ہو گیا ہے، پیدا کرنے والا کہیں ظاہر نہیں ہے۔

[3] ہیچ۔ دلیل کی کمزوری یہ ہے کہ ظاہر کو سب کچھ سمجھ لیا گیا حالانکہ ظاہر، باطن کی خاطر پیدا کیا جاتا ہے۔ فائدہ۔ ظاہر مقصد نہیں ہے بلکہ ظاہر سے مقصود بھی باطن ہے دوا کا فائدہ دوا میں چھپا ہوا ہے اور وہ مقصود ہے۔

عمرِ کرگس[1] سہ ہزار و پانصد ست — مر کبوتر را چہ باشد زاں بدست
گدھ کی عمر ساڑھے تین ہزار (سال) ہے — کبوتر کو اُس سے کیا ہاتھ آیا

می بمیرند از کبوتر صد ہزار — مرگِ کرگس می نہ بینند آشکار
لاکھوں کبوتر مرتے ہیں — گدھ کی موت کو نہیں دیکھ سکتے ہیں

جملہ پندارند کرگس باقیست — نے غلط کردند یک کس باقیست
سب یقین کرتے ہیں کہ گدھ باقی ہے — نہیں اُنھوں نے غلطی کی ایک ذات باقی ہے

چونکہ ظاہر بیں شدند از جہلِ خویش — می نہ بینند از عمی نے پس نہ پیش
وہ چونکہ اپنی نادانی سے ظاہر بیں بنے — اندھے پن سے نہ آگا دیکھتے ہیں نہ پیچھا

می[2] نماند در جہاں یک تارِ مو — کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ
دنیا میں ایک بال بھی (باقی) نہ رہے گا — سوائے اُس کی ذات کے ہر چیز فنا ہونے والی ہے

ہر چہ پیدا کرد بہرِ معنی ست — باطنش بنگر بریں ظاہر مایست
اُس نے جو کچھ پیدا کیا کسی حکمت کے لئے ہے — اُس کے باطن کو دیکھو ظاہر پر نہ ٹھہر

تفسیر آیۂ کریمہ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ. نیا فریدشاں از بہرِ ہمیں کہ شما می بینید بلکہ بہرِ معنیٔ و حکمتِ باقیہ کہ شما نمی بینید آں را

تفسیرِ آیتِ کریمہ "آسمانوں اور زمین اور اُن دونوں میں جو کچھ ہے ہم نے نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ" اُن کو صرف اِسی لئے نہیں پیدا کیا جو کہ تم دیکھتے ہو بلکہ ایک معنیٰ اور باقی رہنے والی حکمت کی بنیاد پہ جسکو تم نہیں دیکھتے ہو

ہیچ نقاشے نگارد زیں نقش — بے امیدِ نفع بہرِ عینِ نقش
کوئی مصور عمدہ تصویر بناتا ہے — نفع کی اُمید کے بغیر محض تصویر کیلئے؟

بلکہ[3] بہرِ میہمانان و کِہاں — کہ بفرجہ وا رہند از اندہاں
بلکہ مہمانوں اور بڑوں کے لئے — تاکہ مسرت کی وجہ سے غموں سے نجات پائیں

شادیِ بچگان و یادِ دوستاں — دوستانِ رفتہ را از نقشِ آں
بچوں کی خوشی یا دوستوں کی یاد کے لئے — گزرے ہوئے دوستوں کو اُن کی تصویر سے

ہیچ کوزہ گر کند کوزہ شتاب — بہرِ عینِ کوزہ نے از بہرِ آب
کوئی کمہار جلد سکورا بناتا ہے — محض سکورے کے لئے نہ کہ پانی کے لئے،

[1] کرگس۔ مشہور ہے کہ گدھ کی عمر ساڑھے تین ہزار سال کی ہوتی ہے۔ یعنی اپنی عمر کی کوتاہی اور گدھ کی طویل عمر ہونے کی وجہ سے اُس کو قدیم مان لیتا ہے۔ جملہ۔ سب کبوتر گدھ کو ہمیشہ رہنے والا سمجھتے ہیں حالانکہ باقی صرف خدا کی ذات ہے۔

[2] می نماند۔ دنیا کی ہر چیز فانی ہے، بس باقی ذاتِ خداوندی ہے۔ ہر چہ۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی پیدا کی ہر کسی پوشیدہ حکمت کی وجہ سے کی ہے۔ ہیچ۔ کوئی مصور تصویر برائے تصویر نہیں بناتا ہے بلکہ اُس کا اُس میں کوئی پوشیدہ مقصود ہوتا ہے۔

[3] بلکہ۔ مصور کا مقصد دوستوں اور بڑوں کو خوش کرنا ہوتا ہے۔ شادی۔ مقصود یہ ہوتا ہے کہ بچہ دیکھ کر خوش ہو یا غائب دوستوں کی تصویر کو دیکھ کر دوست خوش ہوں۔ کوزہ۔ کمہار سکورا اِس لئے بناتا ہے کہ اُس میں بھر کر پانی پیا جائے۔

732

ہیچ کاسہ گر کُند کاسہ تمام	بہرِ عینِ کاسہ نے بہرِ طعام
کوئی پیالہ بنانے والا پیالہ مکمل کرتا ہے	محض پیالہ کی خاطر، نہ کہ کھانے کے لئے؟
ہیچ خطاطے نویسد خط بفن	بہرِ عینِ خط نہ بہرِ خواندن
کوئی خوشنویس ہنرمندی سے خط لکھتا ہے	محض خط کی خاطر، نہ کہ پڑھنے کے لئے؟
نقشِ ظاہر بہرِ نقشِ غائب است	واں برائے غائبِ دیگر بہ بست
ظاہری نقش پوشیدہ نقش کے لئے ہے	وہ کسی دوسرے غائب کے لئے بنا ہے
تا سوم چارم دہم بر می شمر	ایں فوائد را بمقدارِ نظر
تیسرے چوتھے دسویں تک شمار کرلے	ان فوائد کو نظر کے اندازے کے مطابق
ہمچو بازیہای شطرنج اے پسر	فائدہ ہر لعب در ثانی نگر
اے بیٹا! شطرنج کی بازیوں کی طرح	ہر چال کا فائدہ دوسری (چال) میں دیکھ
ایں نہادہ بہرِ آں لعبِ نہاں	واں برای آن واں بہرِ فلاں
اس نے اس کے لئے پوشیدہ چال چلی	وہ اس کے لئے اور وہ فلاں کے لئے
ہمچنیں دیدہ جہات اندر جہات	در پے ہم تا رسی در بُرد و مات
اسی طرح غرضوں میں غرضیں	پے در پے یہاں تک کہ تو بازی جیت لے
اولش از بہرِ دوم باشد چناں	کہ شدن بر پایہای نردباں
پہلی (چال) دوسری کے لئے ایسی ہے جیسا کہ	سیڑھی کے درجوں پر چڑھنا
واں دوم بہرِ سوم می داں تمام	تا رسی تو پایہ پایہ تا ببام
دوسری کو تیسری کے لئے یقیناً سمجھ لے	تاکہ تو سیڑھی بہ سیڑھی بالاخانہ تک پہنچ جائے
شہوتِ خوردن ز بہرِ آں منی	واں منی از بہرِ نسل و روشنی
کھانے کی خواہش منی کے لئے ہے	اور منی نسل اور روشنی کے لئے ہے
کُند بینش می نہ بیند غیر ایں	عقلِ او بے سیر چوں نبتِ زمیں
ناقص نظر اس کے سوا نہیں دیکھتی ہے	اس کی عقل زمین کی گھاس کی طرح ساکن ہو
نبت را چہ خواندہ چہ ناخواندہ	ہست پای او بگِل در ماندہ
گھاس کا کیا بلایا ہوا کیا نہ بلایا ہوا	اُس کا پاؤں مٹی میں پھنسا ہے

لہ کاسہ۔ پیالہ اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس میں رکھ کر کھانا کھایا جائے۔ خطاطی۔ خطاط خطاطی کا کمال اس لئے دکھاتا ہے کہ اُس کو لوگ خوشی سے پڑھیں نقش۔ نقشِ ظاہر معنی پر دلالت کرتا ہے وہ معنی کسی اور مقصد پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح دنیا میں سلسلہ قائم ہے اور عقل کے مطابق لوگ ادراک کرتے ہیں۔

ٹہ ہمچو۔ شطرنج میں جو چال چل جاتی ہے اُس سے مقصود وہی چال نہیں ہوتی ہے بلکہ اُس کی بنیاد پر جو اگلی چال چلنی ہے وہ مقصود ہوتی ہے۔ ہمچنیں۔ آخر تک کی چالیں پیشِ نظر رکھ کر چال چلی جاتی ہے اسی طرح انسان بازی جیت لیتا ہے۔

تہ اوّل۔ پہلی چال دوسری چال کے لئے اسی طریقہ سے ذریعہ جیسے سیڑھی کے ڈنڈے پہلا ڈنڈا دوسرے ڈنڈے کا ذریعہ اور دوسرا تیسرے اور تیسرا چوتھے ڈنڈے کیلئے واسطہ ہے۔ شہوتِ خوردن۔ کھانے کی خواہش ہوتی ہے وہ ذریعہ بنتی ہے منی کی تولید کا اور منی کی تولید سبب بنتی ہے نسل کی بقا کا۔ کند بینش۔ جو شخص کوتاہ نظر ہے وہ سمجھتا ہے کہ کھانے کا مقصد صرف کھانا ہے اور کچھ نہیں ہے ایسا کوتاہ نظر انسان گھاس کی طرح اپنی جگہ جا ہوا ہے، اُس کے نزدیک مقصود اور غیر مقصود میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ نبتِ زمیں۔ زمین کی گھاس کو بلانا اور نہ بلانا یکساں ہے وہ کبھی نہیں چل سکتی ہے اس کے پاؤں مٹی میں پھنسے ہیں۔

گر تَرَش جُنبد بباد تیز رَد
اگر تیز چلنے والی ہوا سے اُس کا سَر ہلے

تو بسَر جُنبانیش غرّہ مشو
تو اُس کے سَر ہلانے سے دھوکا نہ کھا

آں سَرش گوید سَمِعنا یا صَبا
اُس کا سَر کہتا ہے ہم نے بادِ صبا کی اطاعت کی

پایِ اُو گوید عَصَینا خلِّنا
اُس کا پاؤں کہتا ہے ہم نے نافرمانی کی ہے ہمیں چھوڑ

چوں ندارد سَیر میراند چو عام
چونکہ چلنا نہیں جانتا ہے، عوام کی طرح چلتا ہے

بَر توکّل می نہد چوں کور گام
اندھے کی طرح توکّل پر قدم رکھتا ہے

بر توکّل تا چہ آید در نبرد
جنگ میں توکّل سے کیا حاصل ہوتا ہے؟

چوں توکّل کردنِ اصحابِ نَرد
جیساکہ چوسر باز کا توکّل کرنا

واں نظرہائی کہ آں افسردہ نیست
وہ نگاہیں جو ٹھٹھری ہوئی نہیں ہیں

جُز رَونده جُز درِندہ پَردہ نیست
وہی چلنے والی، پردہ چاک کرنے والی ہیں

انچہ در دہ سال خواہد آمدن
جو کچھ دس سال میں آئے گا

ایں زماں بیند بچشمِ خویشتن
وہ اِس وقت اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے

ہمچنیں ہر کس باندازِ نظر
اِسی طرح ہر شخص نظر کے اندازے کے مطابق

غیب و مُستقبل بہ بیند خیر و شَر
غائب اور آنے والے خیر و شر کو دیکھ لیتا ہے

چونکہ سدِ پیش و سدِ پس نماند
چونکہ آگے کی آڑ اور پیچھے کی آڑ نہیں رہی

شُد گزارہ چشم و لوحِ غیب خواند
وہ گذر جانے والی آنکھ بنگیا اور اُسنے غیب کی تختی پڑھ لی

چوں نظر پس کرد تا بدوِ وجود
جب اُس نے پیچھے نظر کی وجود کی ابتدا تک

آخر و آغازِ ہستی رُو نمود
وجود کا آخر اور آغاز رُونما ہوگیا

بحثِ املاک و زمیں با کبریا
خدا کے ساتھ ملکیتوں اور زمین کی بحث

در خلیفہ کردنِ باباءِ ما
ہمارے ابا جان کو خلیفہ بنانے میں

چوں نظر در پیش افگند اُو بدید
اُس نے جب نگاہ آگے ڈالی تو دیکھ لیا

انچہ خواہد بود تا محشر پدید
ہر اُس چیز کو جو حشر تک رُونما ہو گی

پس ز پس می بیند اُو تا اصلِ اصل
پس، وہ پیچھے کی جانب اصل کی اصل تک دیکھتا ہے

پیش می بیند عیاں تا روزِ فصل
سامنے کی جانب قیامت تک واضح طور پر دیکھ لیتا ہے

ہر کسے اندازۂ رُوشندلی
ہر شخص دل کے روشن ہونے کے اندازہ سے

غیب را بیند بقدرِ صیقلی
صیقل کے بقدر غیب کو دیکھتا ہے

۱ے گر تَرَش۔ گھاس کے ہلنے سے دھوکا نہ کھانا چاہیئے، وہ کھڑی کھڑی سَر ہلا رہی ہے۔ آں سَرش۔ بادِ صبا کی دعوت پر اُس کا سَر لبیک کہتا ہے، اُس کا پاؤں نافرمانی کرتا ہے۔ چوں ندارد۔ اُس کو آفاق اور اَنفُس کی سیر حاصل نہیں ہے کہ وہ غائبانہ باتیں کرتا ہے اور بغیر دیکھے اندھوں کی طرح قدم بڑھاتا ہے اور توکّل کا سہارا پکڑتا ہے۔

۲ے بر توکّل۔ اَسباب کو ترک کرکے توکّل اختیار کرنا غلط ہے؟ میدانِ جنگ اور شطرنج کی بازی میں جب تک اچھی چالیں نہ چلے کام نہ بنے گا۔ نظرہای۔ اولیاء کی نظریں جو ٹھٹھری ہوئی نہیں ہیں وہ آفاق اور اَنفُس کی سیر کرتی ہیں اور پردوں کو چاک کر دیتی ہیں دس سال میں ہونیوالے واقعات کو عالمِ مثال میں دیکھ لیتی ہیں اُن کے آگے پیچھے کی رکاوٹیں ختم ہو جاتی ہیں اور اُن کی نظریں لوحِ غیب سے ہونیوالے واقعات پڑھ لیتی ہیں۔

۳ے چوں نظر۔ اُن بزرگوں کی نظریں ابتدائے آفرینش کو بھی دیکھ لیتی ہیں ازل میں حضرت آدمؑ کو خلیفہ بنانے کے بارے میں جو گفتگو کی اُسکو یہ سُن لیتے ہیں۔ در پیش۔ اَبد تک جو واقعات ہونے والے ہیں اُنکو بھی یہ دیکھ لیتے ہیں غرضکہ ازل اور اَبد اُنکی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے اور اُنکا علم اگرچہ علمِ خداوندی کی طرح محیط نہیں ہوتا لیکن حضرت حق اُنکو بہت سی

634

ہر کہ صیقل بیش کرد او بیش دید
جس نے زیادہ صیقل کرلی، اس نے زیادہ دیکھا
بیشتر آمد برو صورت پدید
اس پر صورتیں زیادہ ظاہر ہوئیں

گر تو گوئی[1] کاں صفا فضلِ خداست
اگر تو کہے کہ وہ (دل کی) صفائی خدا کی دین ہے
نیز ایں توفیقِ صیقل زاں عطاست
نیز اس صیقل کی توفیق اس کی عطا ہے

قدرِ ہمت باشد آں جہد و دعا
وہ کوشش اور دعا ہمت کے اندازے سے ہے
لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی
نہیں ہے انسان کیلئے مگر وہ جس کی وہ کوشش کرے

واہبِ[2] ہمت خداوند است و بس
ہمت کا عطا کرنے والا صرف خدا ہے
ہمتِ شاہی ندارد ہیچ خس
کوئی ناچیز (انسان) شاہی کی ہمت نہیں رکھتا ہے

نیست تخصیصِ خدا کس را بکار
اللہ (تعالیٰ) کا کسی کو کسی کام کے لئے مخصوص کرنا
مانعِ طوع و مراد و اختیار
اطاعت اور مقصد اور اختیار کیلئے مانع نہیں ہے

لیک چوں رنجے دہد بدبخت را
لیکن جب وہ (اللہ تعالیٰ) کسی بدنصیب کو تکلیف دیتا ہے
او بگزراند بکفراں رخت را
تو وہ ناشکری کا راستہ اختیار کرلیتا ہے

نیک بختے را چو حق رنجے دہد
جب اللہ کسی نیک بخت کو تکلیف دیتا ہے
رخت را نزدیک تر وا مے نہد
وہ زیادہ نزدیک پڑاؤ کرتا ہے

بددلاں از بیمِ جاں در کارزار
بزدلوں نے جنگ میں جان کے خوف سے
کردہ اسبابِ ہزیمت اختیار
پسپائی کے اسباب اختیار کرلئے

پردلاں در جنگ ہم از بیمِ جاں
بہادروں نے جنگ میں بھی جان کے خوف سے
حملہ کردہ سوئے صفِ دشمناں
دشمنوں کی صف پر حملہ کردیا

رستماں[3] را ترس و غم وا پیش برد
بہادروں کو خوف اور غم نے آگے بڑھایا
ہم ز ترس آں بددل اندر خویش مرد
بزدل خوف سے خود بخود مر گیا

چوں محک آمد بلا و بیمِ جاں
جبکہ مصیبت اور جان کا خوف کسوٹی بنا
زاں پدید آمد شجاع از ہر جباں
اس کی وجہ سے بہادر ہر بزدل سے عیاں ہوگیا

حاصل آں کز وسوسہ ہر سو گسیخت
خلاصہ یہ ہے کہ جو (شیطانی) وسوسہ سے ہر جانب سے جدا ہوگیا
از قضا ہم در قضا باید گریخت
اسکو قضاء (خداوندی) سے قضاء کیجانب بھاگنا چاہئے۔

[1] گر تو۔ اگر تو یہ خیال کرے کہ دل کی صفائی محض عطیۂ خداوندی ہے انسان کی کوشش کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے تو یہ غلطی ہے انسان کوشش کرتا ہے تو دریائے رحمت جوش میں آکر عطیہ کردیتا ہے۔

[2] واہب۔ انسان کی کوشش اور دعا بقدر ہمت ہے اور ہمت دینے والا بھی خدا ہے ورنہ ناچیز انسان عرفان کا کاموں کا ارادہ نہیں کرسکتا۔ نیست۔ تقدیر اختیار کے منافی نہیں ہے تقدیر کے ساتھ اختیار باقی ہے بدبخت اس اختیار کو غلط استعمال کرتا ہے اور مصیبت آنے پر کفر کا راستہ اختیار کرتا ہے نیک بخت اس مصیبت پر آہ و زاری کے ذریعہ اور قرب حاصل کرلیتا ہے بددلاں۔ جنگ کے آثار بہادر اور بزدل پر مختلف مرتب ہوتے ہیں اور ان کے اختیار ہی کی بنیاد پر ہیں۔

[3] رستماں۔ بہادروں کے لئے خوف پیش قدمی کا سبب بنتا ہے اور بزدل خوف سے خود بخود مرجاتا ہے۔ چوں۔ جان کا خوف بہادر اور بزدل کی کسوٹی ہے۔ حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے تمام مقاصد میں شیطانی وسوسوں سے بچ کر قضاءِ الٰہی سے قضاءِ الٰہی کی طرف بھاگنا چاہیئے۔ ایک موقع پر جب حضرت عمرؓ نے طاعون کے خطرے سے سفر چھوڑ کر مدینہ کی طرف واپسی کی تو بعض صحابہؓ نے اعتراض کیا اور کہا کہ تَفِرُّ عَنْ قَدَرِ اللّٰہِ آپ قضاءِ الٰہی سے بھاگتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ اِلٰی قَدَرِ اللّٰہِ ہاں ہم قضاءِ الٰہی سے قضاءِ الٰہی کی طرف بھاگتے ہیں یعنی مصالح کی بنیاد پر جو راہ بھی اختیار کی جائیگی وہ بھی قضاءِ الٰہی پر۔

وحیؑ کردنِ حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام کہ اے موسیٰ من

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کرنا کہ اے موسیٰ، میں جو کہ پیدا کرنے

کہ خالق اَم ترا دوست دارم

والا ہوں تجھے دوست رکھتا ہوں

گفت موسیٰؑ را بوحیِ دلِ خدا | کاے گزیدہ دوست می دارم ترا
اللہ (تعالیٰ) نے دل کی وحی کے ذریعہ موسیٰؑ سے کہا | کہ اے برگزیدہ! میں تجھے دوست رکھتا ہوں

گفت چہ خصلت بود اے ذوالکرم | موجبِ آں تا من آں افزوں کنم
(حضرت موسیٰؑ نے) عرض کیا اے صاحب کرم! کونسی عادت ہے | اُس کا سبب، تاکہ میں اُس کو بڑھاؤں

گفت چوں طفلے بہ پیشِ والدہ | وقتِ قہرش دست ہم برو زدہ
فرمایا (تو)، ماں کے سامنے کے بچہ کی طرح ہے | جو اُس کے غصہ کے وقت (بھی)، اُس سے چپٹا ہوا ہے

خود نہ داند کہ جز اُو دیار ہست | ہم ازو مخمور و ہم ازو اُوست مست
وہ (بچہ) نہیں جانتا کہ گھر میں اُس (ماں) کے سوا کوئی | اُسی سے وہ مخمور ہے اور اُسی سے وہ مست ہے

مادرش گر سیلیے بر وے زند | ہم بمادر آید و بر وے تند
اگر اُس کی ماں اُس کے طمانچہ مارے | ماں کے پاس آتا ہے اُس کا چکر کاٹتا ہے

از کسے یاری نخواہد غیرِ اُو | اُوست جملہ شرِ اُو و خیرِ اُو
اُس کے سوا کسی سے مدد نہیں چاہتا | اُس کا اچھا برا سب کچھ وہی ہے

خاطرِ تو ہم ز ما در خیر و شر | التفاتش نیست جاہائے دگر
بھلائی اور برائی میں تیری طبیعت بھی ہم سے ہے | اُس کی توجہ دوسری جگہوں پر نہیں ہے

غیرِ من پیشت چو سنگ ست و کلوخ | گر صبی و گر جوان و گر شیوخ
میرے سوا تیرے لئے پتھر اور ڈھیلے کی طرح ہے | خواہ بچہ ہو اور خواہ جوان اور خواہ بوڑھے

ہمچناں کہ ایاک نعبد در حنیں | در بلا از غیرِ تو لا نستعین
جس طرح کہ "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں" رونے میں ہے | "مصیبت میں تیرے غیر سے ہم مدد نہیں چاہتے ہیں" ہے

ہست ایں ایاک نعبد حصر را | در لغت داں از پئے نفیِ ریا
ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں یہ حصر کیلئے ہے | عربی میں سمجھ لے، ریا کی نفی کے لئے ہے

ہست ایاک نستعین ہم بہرِ حصر | حصر کردہ استعانت را و قصر
"تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" بھی حصر کے لئے ہے | جس سے مدد مانگنے کو (اللہ کی ذات کیساتھ) محصور اور مقصور کردیا ہو

---

۱ وحی۔ اِس قصہ کا مقصود یہ ہے کہ مومن کو خدا کے معاملہ میں ایسا ہی ہونا چاہئے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ تھے۔ گزیدہ۔ برگزیدہ۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا میری کونسی خصلت دوستی کا سبب ہے وہ بتا دیجئے تاکہ میں اُس میں اور اضافہ کروں۔ طفلے۔ حضرت حق تعالےٰ نے فرمایا تیرا میرے ساتھ وہی معاملہ ہے جو بچہ کا ماں کے ساتھ ہوتا ہے اگر ماں اُس کو مارتی ہے تو بھی وہ ماں ہی کو چپٹتا ہے کسی دوسرے کی طرف مدد کے لئے نہیں جاتا ہے۔ دیّار۔ گھر میں رہنے والا۔

۲ خاطر تو۔ حضرت حق نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا تیرا مزاج بھی یہی ہے کہ ہماری جانب سے خیر ہو یا بظاہر شر تو میری ہی طرف متوجہ ہوتا ہے کسی دوسری جانب توجہ نہیں کرتا ہے۔ غیرِ من۔ میرے سوا تیرے لئے ناقابلِ التفات ہے خواہ بچہ ہو یا جوان یا بڑھا۔ صبی۔ بچہ۔ شیوخ۔ شیخ کی جمع ہے، بوڑھا۔

۳ اِیّاکَ نَعبُدُ۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں عربی زبان میں عبادت کو اللہ تعالیٰ کیلئے منحصر کرنے کیلئے ہے یعنی دوسرے کی عبادت کرنا تو درکنار ہم عبادت میں ریاکاری کو بھی گوارا نہیں کرتے ہیں۔ اِیّاکَ نَستَعِین۔ ہم تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ بھی حصر کیلئے ہے اور مدد مانگنے کو اللہ تعالیٰ کیساتھ مخصوص کرنے کیلئے ہے۔

736

کہ عبادت مر ترا آریم و بس — طمعِ یاری ہم ز تو داریم و بس

کہ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور بس — مدد کی امید بھی تجھی سے رکھتے ہیں اور بس

خشم کردنِ پادشاہ بر ندیم خود شفاعت کردنِ شفیع مغضوب علیہ را و از پادشاہ درخواستن و قبول کردنِ پادشاہ درخواست و شفاعت کردنِ شفیع را و رنجیدنِ ندیم از شفیع کہ چرا شفاعت کردی

بادشاہ کا اپنے مصاحب پر غصہ کرنا اور مجرم کی بادشاہ سے ایک سفارشی کا سفارش کرنا اور بادشاہ کا سفارش اور درخواست کو قبول کر لینا اور مصاحب کا سفارشی سے رنجیدہ ہو جانا کہ تو نے سفارش کیوں کی؟

پادشاہے بر ندیمے خشم کرد — خواست تا از وے برآرد دود و گرد

ایک بادشاہ نے ایک مصاحب پر عتاب کیا — چاہا کہ اس میں سے دھواں اور گرد نکالے

کرد شہ شمشیر بیروں از غلاف — تا زند بر وے جزای آں خلاف

بادشاہ نے نیام سے تلوار نکال لی — تاکہ اس خلاف کی سزا میں اس کو مارے

ہیچکس[2] را زہرہ نے تا دم زند — یا شفیعے بر شفاعت بر تند

کسی کی جرأت نہ تھی کہ دم مارے — یا کوئی سفارشی سفارش پر آمادہ ہو

جز عماد الملک نامی از خواص — در شفاعت مصطفیٰؐ وار از خاص

سوائے عماد الملک نام والے کے جو خواص میں تھا — اور حضرت مصطفیٰؐ کی طرح سفارش میں مخصوص تھا

بر جہید و زود در سجدہ فتاد — در زماں شہ تیغِ قہر از کف نہاد

وہ اٹھا اور فوراً سجدہ میں گر گیا — بادشاہ نے فوراً غصہ کی تلوار ہاتھ سے رکھ دی

گفت اگر دیو است من بخشیدمش — ور بلیسی کرد من پوشیدمش

اس (بادشاہ) نے کہا اگر وہ شیطان (بھی) ہو تو میں نے اسکو — اگرچہ اس نے شیطنت کی میں نے اس کی پردہ پوشی کر دی

چونکہ[3] آمد پای تو اندر میاں — راضیم گر کرد مجرم صد زیاں

چونکہ تیرا قدم بیچ میں آ گیا ہے — میں راضی ہوں اگر مجرم نے سیکڑوں نقصان کئے ہیں

صد ہزاراں خشم را تانم شکست — کہ ترا آں فضل و آں مقدار ہست

میں لاکھوں غصوں کو پی سکتا ہوں — کیونکہ تیری بزرگی اور رتبہ ایسا ہے

لابہ ات را ہیچ نتوانم شکست — زانکہ لابہ تو یقیں لابہ من ست

تیری خوشامد کو میں رد نہیں کر سکتا ہوں — کیونکہ تیری خوشامد خود میری خوشامد ہے

---

[1] کہ۔ دونوں جملوں کا مطلب یہ ہوا کہ ہم صرف خدا کی عبادت کرتے ہیں اور صرف انہی سے مدد چاہتے ہیں۔ خشم۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مصاحب کی عماد الملک نے شاہ کے معاملہ میں جو مدد کی وہ اس مصاحب کو ناگوار گذری یہی حالت ایک مومن کی خدا کے معاملہ میں ہونی چاہیئے۔ ندیم۔ مصاحب۔ گرد۔ یعنی اسکو قتل کر دے۔ خلاف۔ یعنی اس کام کی سزا جو مصاحب نے شاہ کی مرضی کے خلاف کیا تھا۔

[2] ہیچکس۔ بادشاہ کے سامنے کسی کی ہمت نہ تھی کہ اس مصاحب کی سفارش کرے۔ جز۔ عماد الملک جو بادشاہ کے خواص میں سے تھا وہ سفارش کے ساتھ اسی طرح مختص تھا، جس طرح آنحضورؐ حشر میں عام شفاعت کیلئے مخصوص ہونگے۔ در زماں۔ بادشاہ نے عماد الملک کی سفارش پر فوراً تلوار ہاتھ سے رکھ دی۔ گفت۔ بادشاہ نے کہا خواہ یہ مصاحب شیطان تھا اور اس نے شیطنت کی تھی میں نے اسکو معاف کر دیا۔

[3] چونکہ۔ بادشاہ نے عماد الملک سے کہا مجرم کی خواہ سیکڑوں خطائیں ہوں جبکہ تو بیچ میں آ گیا ہے میں سیکڑوں غصوں کو پی لوں گا۔ لابہ۔ چونکہ تجھ میں اور مجھ میں بالکل اتحاد ہے تیرا خوشامد کرنا بعینہ میرا خوشامد کرنا ہے۔

636

گر زمین و آسماں را برہم زدے (۱) — زانتقام ایں مرد بیروں نامدے

خواہ زمین و آسمان تہ و بالا ہو جاتے — یہ شخص سزا سے نہ بچ سکتا

ور شدے ذرّہ بذرّہ لابہ گر — اُو نبُردے ایں زماں از تیغ سَر

اگر ذرّہ ذرّہ خوشامدی بنتا — وہ تلوار سے اِسوقت سر نہ بچا سکتا

بر تو می ننہیم منّت اے کریم — لیک شرحِ عزّتِ تُست اے ندیم

اے شریف! میں تجھ پر احسان نہیں جتاتا ہوں — ہاں اے مصاحب! (یہ) تیری عزت کی تشریح ہے

ایں نکردی تو کہ من کردم یقیں — اے صفاتت در صفاتِ ما دفیں

یہ (سفارش) تو نے نہیں کی یقیناً میں نے کی ہے — اے وہ کہ تیری صفات ہماری صفات میں گم ہو گئی ہیں

تو دریں مُستعملی نے عاملی — زانکہ محمولِ منی نے حاملی

تو اس (سفارش) میں مستعمل ہوا ہے تو کرنیوالا نہیں ہے — کیونکہ تو میرا محمول ہے نہ کہ حامل

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ گشتۂ (۲) — خویشتن در موج چوں کف ہشتۂ

تو "تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" بنگیا ہے — تو نے اپنے آپ کو جھاگ کیطرح موج کے سپرد کر دیا ہے

لا شدی پہلوئے اِلّا خانہ گیر — اے عجب کہ ہم اسیری ہم امیر

تو لا بن گیا، اِلّا کے پہلو میں مقیم ہو گیا — تعجب ہے کہ تو قیدی بھی ہے اور حاکم بھی

آنچہ دادی تو ندادی شاہ داد — اُوست بس وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالرَّشاد

جو تو نے دیا تو نے نہیں دیا، شاہ نے دیا ہے — بس وہی ہے اور خدا بھلائی کو زیادہ جانتا ہے

واں ندیم (۳) رستہ از زخم و بلا — زیں شفیع آزُرد و برگشت از وِلا

وہ مصاحب ہلاکت اور مصیبت سے چھوٹ کر — اِس سفارش سے ناراض ہو گیا اور دوستی سے منحرف

دوستی ببُرید زاں مُخلص تمام — رُو بحائط کرد تا نارد سلام

اس مخلص سے بالکل دوستی توڑ دی — دیوار کی طرف کو مُنہ کر لیا تاکہ وہ سلام نہ کرے

زیں شفیعِ خویشتن بیگانہ شُد — زیں تعجّب خَلق در افسانہ شُد

اپنے اس سفارشی سے بیگانہ بن گیا — اِس عجیب بات سے لوگ چہ میگوئیوں میں لگ گئے

---

(۱) گر زمیں۔ اگر تو سفارش نہ کرتا تو خواہ زمین و آسمان تہ و بالا ہو جاتے میں کبھی معاف نہ کرتا۔ بر تو۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ میرا بیان تجھ پر احسان رکھنے کے لئے نہیں بلکہ تیرے مرتبہ اور عزت کی تشریح ہے۔ ایں۔ یہ سفارش تو نے نہیں کی بلکہ میں نے کی ہے کیونکہ تو اپنی صفات اور خواہشات کو میری صفات اور خواہشات میں فنا کر چکا ہے اِس صورت میں تجھ پر احسان جتانے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ تو دریں۔ جبکہ اصل سفارش میری جانب سے ہے تو تو محض ایک آلہ کام کرنے والا تو میں ہوں میں نے تجھ پر سفارش لادی ہے تو نے خود اس بوجھ کو نہیں اٹھایا ہے۔

(۲) مَا رَمَیْتَ۔ آنحضورؐ نے جبکہ اپنی شخصیت کو ذاتِ باری میں فنا کر دیا تو جنگ بدر میں آنحضورؐ کا مٹھی بھر کنکریوں کو پھینکنا آنحضورؐ کیطرف منسوب نہ ہوا بلکہ خدا کی طرف منسوب ہوا اسی طرح جب تو اپنی صفات کو میری صفات میں گم کر چکا ہے تو سفارش کرنا تیری طرف منسوب نہ ہوگا۔ لا شدی۔ کلمۂ طیبہ میں لا الٰہ میں غیر اللہ کی نفی ہے اور اِلّا اللہ میں ذاتِ باری کا اثبات ہے تو اسی طرح تیرا میرے ساتھ معاملہ ہے۔ تو غیر کا انکار کر چکا ہے اور مجھ میں فنا ہو چکا ہے لہٰذا تو فانی بھی ہے اور باقی بھی اور تو محکوم بھی ہے اور حاکم بھی۔ اُوست بس۔ وجودِ حقیقی صرف شاہ کا ہے تو تیرا دینا تیری طرف منسوب نہ ہوگا شاہ کیطرف منسوب ہوگا۔

(۳) واں ندیم۔ عماد الملک کی سفارش سے نجات پا جانے کے بعد وہ مصاحب عماد الملک سے ناراض ہو گیا۔ زیں شفیع۔ جب وہ مصاحب عماد الملک سے ناراض ہو گیا تو لوگوں نے طرح طرح کی باتیں کہنی شروع کر دیں کوئی اُس کو پاگل کہتا کوئی اُسکی تحسین کرتا اور لوگ کہتے کہ ایسے محسن کی تو خاکِ پا بننا چاہیے تھا نہ کہ ناراض ہونا۔

738

گر نہ مجنون ست یاری چون کُنَد
اگر وہ پاگل نہیں ہے تو اُس نے دوستی کیوں توڑ دی؟

از کسے کہ جانِ اُو را وا خرید
ایسے شخص سے جس نے اُس کی جان دوبارہ خریدی

وَا خریدش آں دَم از گردن زُدن
اس وقت اُس نے اُس کو گردن کٹنے سے بچایا

خاکِ نعلِ پاش بایستے شُدن
اُسکو تو اُس کے پاؤں کے جوتے کی خاک ہو جانا چاہیئے

باز گونہ رفت و بیزاری گرفت
اُس نے اُلٹی چال چلی اور بیزاری اختیار کر لی

با چُنِیں دلدار کیں داری گرفت
ایسے دوست سے کینہ وری شروع کر دی

بَس[۵۱] ملامت کرد اُو را ناصحے
اُس کو ایک نصیحت کرنیوالے نے بہت ملامت کی

کیں جفا چوں میکنی با مُصلحے
کہ ایسی نیکی کرنیوالے پر تو ظلم کیوں کرتا ہے!

جانِ تو بخرید آں دلدارِ خاص
اُس خاص دوست نے تیری جان خریدی

آں دَم از گردن زُدن کردت خلاص
اُس وقت تجھے گردن کٹنے سے بچایا

گر جفا کردے نبایستے رَمید
اگر وہ ظلم (بھی) کرتا تجھے بھاگنا نہیں چاہیئے تھا

خاصہ نیکی کرد آں یارِ حمید
خصوصاً جبکہ اُس قابلِ تعریف دوست نے بھلائی کی ہے

گفت بہرِ شاہ مبذول ست جاں
اُس نے کہا جان بادشاہ کے لیئے ہے

اُو چرا آید شفیع اندر میاں
وہ سفارشی بن کر بیچ میں کیوں آیا؟

لِی[۵۲] مَعَ اللہِ وقت بُود آندم مرا
اُس وقت مجھے لی مع اللہ وقت (کا مقام حاصل) تھا

لَا یَسَعُ فِیہِ نَبِیٌّ مُجتَبیٰ
جس میں کسی منتخب نبی کی (بھی) گنجائش نہیں ہے

من نخواہم رحمتے جز رحمِ شاہ
میں بادشاہ کے رحم کے علاوہ کسی کے رحم کا خواہاں نہیں

من نخواہم غیر آں شہ را پناہ
میں اُس بادشاہ کے علاوہ کسی کی پناہ کا خواہاں نہیں ہوں

غیرِ[۵۳] شہ را بہرِ آں لا کردہ ام
بادشاہ کے غیر کی میں نے اسی لئے نفی کی ہے

کہ بسوئے شہ تولّا کردہ ام
کیونکہ میں نے بادشاہ سے دوستی کر لی ہے

گر بُرَد اُو بقہرِ خود سرم
اگر وہ (شاہ)، اپنے غصے سے میرا سر قلم کرے گا

شاہ بخشد شصت جانِ دیگرم
شاہ مجھے دوسری ساٹھ جانیں عطا کرے گا

کارِ من سر بازی و بیخویشی ست
میرا کام سر دینا اور اپنائیت چھوڑنا ہے

کارِ شاہنشاہِ ما سر بخشی است
ہمارے شہنشاہ کا کام سر عطا کرنا ہے

فخر آں سر کہ کفِ شاہش بُرد
وہ سر قابلِ فخر ہے جس کو شاہ کا ہاتھ کاٹے

ننگ آں سر کہ بغیرے سر بُرد
وہ سر باعثِ ذلت ہے جو کسی غیر کے آگے جھکے

---

[۵۱] بس ملامت کرد۔ ایک ناصح نے کہا ایسی بھلائی کرنے والے سے تو کیوں خفا ہو گیا اُس نے تو تجھے قتل سے بچایا ہے۔ گر جفا۔ ایسا محسن اگر ظلم بھی کرے تو اسکو برداشت کرنا چاہیئے نہ کہ اُس کی بھلائی سے ناراض ہونا چاہیئے۔ گفت۔ اُس مصاحب نے کہا کہ میری جان تو شاہ کے لیے تھی یہ بیچ میں آکر بچانیوالا کون تھا۔

[۵۲] لی مع اللہ۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے لِی مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِی فِیہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ میرے لئے خدا کے ساتھ وہ وقت بھی ہوتا ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتہ کی گنجائش ہوتی نہ کسی مرسل نبی کی۔ اس مصاحب نے کہا کہ مجھے شاہ وقت سے ایسا قرب حاصل تھا جیسا کہ آنحضورؐ کو جنابِ باری سے حاصل ہوتا تھا، لہٰذا عماد الملک کی اسمیں گنجائش کہاں تھی۔

[۵۳] غیرِ شہ۔ میں نے شاہ کے علاوہ سب کی نفی کر دی ہے اور صرف کی دوستی پر بھروسہ کر لیا ہے اب اُس کی اختیار ہے میرے ساتھ جو چاہے معاملہ کرے میں اُس کی رضا پر راضی ہوں۔ فخر۔ جو سر شاہ کے ہاتھ سے کٹ جائے وہ باعثِ فخر ہے اور جو سر دوسرے کے سامنے جھکے وہ باعثِ ذلت ہے۔

739

شب[1] کہ شاہ از قہر در قیرش کشید — ننگ دارد از ہزاران روزِ عید
وہ رات جس کو شاہ نے قہر سے تارکول میں ڈالا — عید کے ہزاروں دنوں سے ذلت محسوس کرتی ہے

خود طوافِ آنکہ او شہ بیں بود — فوقِ قہر و لطف و کفر و دیں بود
جو شخص شاہ کا دیکھنے والا ہوتا ہے اس کا چکر کاٹنا — غصہ اور مہربانی اور کفر اور دین سے بالاتر ہوتا ہے

زاں نیاید یک عبارت در جہاں — کہ نہانست و نہانست و نہاں
اس کو دنیا میں کوئی عبارت بیان نہیں کر سکتی ہے — کیونکہ وہ پوشیدہ ہے، پوشیدہ ہے پوشیدہ

زانکہ ایں اسماء و الفاظِ حمید — از گِلابہ[2] آدمی آمد پدید
اس لئے کہ یہ اسماء اور اچھے الفاظ — انسان کے جسم سے نکلے ہیں

عَلَّمَ الْاَسْمَاء بُد آدمؑ را امام — لیک نے بُد در لباسِ عین و لام
علم الاسماء آدمؑ کا امام تھا — لیکن عین اور لام کے لباس میں نہ تھا

چوں نہاد از آب و گِل بر سر کلاہ — گشت آں اسمای جانی رُوسیاہ
جب اس نے پانی اور مٹی کی سر پر ٹوپی رکھی — وہ روحانی اسماء کالے پڑ گئے

کہ نقابِ حرف و دم در خود کشید — تا شود بر آب و گِل معنی پدید
کیونکہ ان (اسماء) نے حروف اور آواز کا نقاب اوڑھا — تاکہ پانی اور مٹی پر معنیٰ واضح ہو جائیں

گرچہ[3] از خشمِ شہم کرد او خلاص — لیک ہم شہ شُد مرا حقا مناص
اس نے اگرچہ مجھے بادشاہ کے غصہ سے چھڑایا — لیکن واقعۃً شاہ، چھٹکارے کی جگہ بنا

گرچہ از یک وجہ منطق کاشف ست — لیک از دہ وجہ دیگر مُکنِف ست
گفتگو اگرچہ ایک حیثیت سے (حقیقت کو) ظاہر کرنے والی ہے — لیکن دس دوسری حیثیتوں سے چھپانے والی ہے

گفتنِ جبرئیل علیہ السّلام خلیل علیہ السّلام را کہ

(حضرت) جبرئیل علیہ السلام کا (حضرت ابراہیم) خلیل علیہ السلام سے کہنا کہ

هَلْ لَكَ حَاجَةٌ قَالَ بَلٰى اَمَّا اِلَيْكَ فَلَا

تیری کوئی حاجت ہے؟ اس نے کہا ہاں لیکن تجھ سے نہیں ہے

من خلیلِ وقتم و او جبرئیلؑ — من نخواہم در بلا او را دلیل
میں اپنے زمانہ کا خلیل (اللہ) ہوں وہ (بمنزلہ) جبرئیلؑ ہے — میں مصیبت میں اس کو راہنما بنانا نہیں چاہتا ہوں

---

[1] شب۔ جس رات کو شاہ کے غصہ نے کالا کیا ہو وہ عید کے ہزاروں دنوں سے افضل ہے۔ خود جس کو مشاہدۂ حق حاصل ہے اور وہ ذاتِ حق کا طواف کرتا ہے اس کے لئے قہر و لطف میں یکساں لذت ہوتی ہے اور وہ کفر اور اس کی سزا سے بالاتر ہوتا ہے۔ دین۔ یعنی کفر کی سزا یوم الدین یعنی یوم حشر کا غم۔ زاں۔ اس مقامِ مشاہدہ کو کسی عبارت کے ذریعہ تعبیر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ نہایت مخفی ہے، عبارتیں اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

[2] گلابہ۔ گِل و آب یعنی جسم انسانی، مادی الفاظ روح کے اعلیٰ مقام کی تعبیرات سے قاصر ہیں۔ علّم الاسماء۔ اگرچہ اسماء اور الفاظ کی تعلیم من جانب اللہ اور حضرت آدمؑ کو سکھائے گئے تھے لیکن وہ اسماء اس مادی حروفِ تہجی سے نہ بنے تھے۔ چوں۔ جب اِن غیر مادی اسماء نے مادہ کا لباس پہنا تو ان کی روحانیت ختم ہو گئی اور ان میں سیاہی پیدا ہو گئی۔ کہ نقاب۔ ان اسماء کو مادی لباس اس لئے پہنا دیا گیا تاکہ مادی انسان انکے معانی سمجھ سکیں۔

[3] گرچہ۔ اس مصاحب نے کہا اگرچہ عماد الملک نے بظاہر مجھے بادشاہ کے غصہ سے نجات دلائی لیکن میری اصل گریز گاہ خود شاہ ہے لہٰذا میں اس کا ممنونِ احسان نہیں ہوں۔ گرچہ۔ مصاحب نے کہا کہ میں اپنا

اصل مقصود الفاظ سے نہیں سمجھا سکتا الفاظ اگرچہ ایک حیثیت سے مقصد کو واضح کرتے ہیں لیکن دس حیثیتوں سے اس میں اور ابہام پیدا کر دیتے ہیں۔ من خلیل۔ مصاحب نے کہا میرا اور بادشاہ کا وہی معاملہ تھا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کا اللہ تعالیٰ سے جس طرح خلیل اللہؑ نے حضرت جبرئیلؑ کی مدد کو پسند نہ کیا مجھے بھی عماد الملک کی مدد پسند نہ آئی۔

اُو ادب ناموخت از جبریلِؑ راد ۔۔۔ کہ بپرسید از خلیلِ حق مُراد

اُس نے عقلمند جبرئیلؑ سے ادب نہ سیکھا ۔۔۔ کہ اُس نے خلیل اللہ سے حاجت پوچھی

کہ مُرادت ہست تا یاری کُنم ۔۔۔ ورنہ بگریزم سُبکباری کُنم

کہ تیری کوئی مراد ہے، تاکہ میں مدد کروں ۔۔۔ ورنہ میں جاؤں بوجھ نہ بنوں

گفت ابراہیمؑ نے رَو از میاں ۔۔۔ واسطہ زحمت بُوَد بعدَ العیاں

ابراہیمؑ نے کہا نہیں درمیان سے ہٹ جا ۔۔۔ کیونکہ مشاہدہ کے بعد واسطہ تکلیف بنتا ہے

بہرِ ایں دنیاست مُرسَل رابطہ ۔۔۔ مُومناں را زانکہ ہست اُو واسطہ

اِس جہان کے لئے رسول رابطہ ہے ۔۔۔ مومنوں کے لئے، کیونکہ وہ واسطہ ہے

ہر دل ار سامع بُدے وحیِ نہاں ۔۔۔ حرف و صوتے کے بُدے اندر جہاں

اگر ہر دل مخفی وحی کا سننے والا ہوتا ۔۔۔ تو دنیا میں حرف اور آواز کب ہوتے!

گرچہ اُو محوِ حق ست و بے سَر است ۔۔۔ لیک کارِ من ازاں نازکتر است

اگرچہ وہ (جبرئیلؑ) اللہ (تعالیٰ) میں فنا اور بےخود ہو ۔۔۔ لیکن میرا کام اُس سے زیادہ نازک ہے

کردۂ اُو کردۂ شاہ است لیک ۔۔۔ پیشِ چشمم بد نمایندہ است نیک

اگرچہ اُس کا کام شاہ کا کام ہے لیکن ۔۔۔ لیکن میری نظروں میں بہت بدنما ہے

آنچہ عینِ لُطف باشد بر عوام ۔۔۔ قہر شُد بر عشقِ کیشانِ کرام

جو عوام کے لئے عین مہربانی ہوتی ہے ۔۔۔ شریف عاشقوں پر ظلم ہوتا ہے

بس بلا و رنج می باید کشید ۔۔۔ عامہ را تا فرق را تا نند دید

بہت سی مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کرنی چاہئیں ۔۔۔ عوام کو، تاکہ فرق کو دیکھ سکیں۔

کایں حروفِ واسطہ اے یارِ غار ۔۔۔ پیشِ واصل خار باشد خارِ خار

اے یارِ غار! یہ واسطہ کے حروف ۔۔۔ واصل (بحق) کیلئے کانٹا ہیں کانٹا ہی کانٹا

بس بلا و رنج بایست و وقوف ۔۔۔ تا رہد آں روحِ صافی از حروف

بہت سی بلائیں اور رنج (اور انہیں) رُکا دینا چاہئے ۔۔۔ تاکہ وہ صاف روح حروف سے چھٹ اُٹھے

لیک بعضے زیں بلا کُنز تر شُدند ۔۔۔ باز بعضے صافی و برتر شُدند

لیکن بعض اس بلا سے (اور) زیادہ ٹیڑھے ہوگئے ۔۔۔ بعض صاف اور زیادہ بلند ہوگئے

؎ ستوا ہر حسناتُ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ یعنی جو کام نیک لوگوں کے حسنات ہیں وہ کام بسا اوقات مقربین بارگاہ کے لئے گناہ شمار ہوتے ہیں۔ بس۔ اِس بات کو سمجھنے کیلئے ریاضت اور مجاہدہ کی ضرورت ہے تب عوام سمجھ سکتے ہیں کہ مشاہدہ کے بعد درمیانی حروف اور واسطہ مناسب نہیں ہیں۔ بس بلا۔ بہت سے مصائب جھیلنے کے بعد حروف کے ذریعہ اس حقیقت کو سمجھا جا سکتا ہے۔ لیک۔ مصائب پر شکوہ ہو تو تباہی ہے ہاں اگر صبر و شکر ہو تو درجات بلند ہوتے ہیں۔

لہ او آدب۔ عاذالملک کو جبرئیلؑ کے اِس واقعہ سے نصیحت حاصل کر لینی چاہیئے تھی کہ مُراد حضرت ابراہیمؑ جب آگ میں تھے تو حضرت جبرئیلؑ نے آکر مدد کرنی چاہی، حضرت ابراہیمؑ نے انکار کر دیا اور فرمادیا مشاہدہ کے بعد وسائط کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ بہرِ ایں دنیا۔ عام مومنین جو مشاہدہ سے محجوب ہیں اُن کے لئے رسول واسطہ ہوتے ہیں حضرت ابراہیمؑ خود مشاہدہ میں مستغرق تھے انکو جبرئیلؑ کا واسطہ ناگوار گذرا۔ ہر دل۔ ہر انسان میں یہ استعداد نہیں کہ وہ وحی کو سُن سکے اسلئے کہ وحی کو بذریعہ حروف اور آواز سنایا گیا ہے اگر ہر سننے والے میں وحی کو سننے کی استعداد ہوتی تو پھر حرف اور آواز کی، کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔

کہ گرچہ۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ کو فنائیت کا مقام حاصل ہے لیکن میرا معاملہ اس سے بھی نازک ہے اِس میں کسی واسطہ کی گنجائش نہیں خواہ فنا فی اللہ ہی کیوں نہ ہو۔ کردہ۔ جبرئیلؑ کا کام مقامِ فنائیت کی وجہ سے خدا ہی کا کام ہے لیکن وہ اُس کام میں ماذون ہیں اللہ کیجانب سے مامور نہیں ہیں ورنہ وہ کہتے کہ میں خدا کے حکم سے مدد کیلئے آیا ہوں۔ سے آنچہ۔ اِسطرح کی مدد عوام کے لئے عین لطفِ خداوندی ہے لیکن عاشقانِ خدا کے لئے مناسب نہیں ہے مشہور

ہمچو آبِ[1] نیل آمد ایں بلا — سعد را آبست و خوں بر اشقیا

یہ بلا (دریائے) نیل کے پانی کی طرح ہے — جو نیک کے لئے پانی ہے اور بدبختوں کیلئے خون ہو

ہر کہ پایاں بیں تر او مسعود تر — جد تر او کارد کہ افزوں دید بر

جو انجام کو زیادہ دیکھنے والا ہو زیادہ نیک بخت ہے — زیادہ محنت سے وہ بوئیگا جس نے پھل زیادہ دیکھا ہو

زانکہ داند کایں جہانِ کاشتن — ہست بہرِ محشر و بر داشتن

کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ کھیتی کرنے کی دنیا — محشر کے لئے اور (پیداوار) حاصل کرنے کیلئے ہے

ہیچ[2] عقدے بہرِ عینِ خود نبود — بلکہ از بہرِ مقامِ ربح و سود

کوئی معاملہ بعینہ معاملہ کے لئے نہیں ہوتا ہے — بلکہ نفع اور فائدہ کے مقام کے لئے ہوتا ہے

ہیچ نبود منکرے گر بنگری — منکریش بہرِ عینِ منکری

اگر تو دیکھے تو کوئی منکر نہیں ہوتا ہے — (کہ) اس کا انکار محض انکار کے لئے ہو

بل برائے قہرِ خصم اندر حسد — یا فزونی جستن و اظہارِ خود

بلکہ حسد میں دشمن کو مغلوب کرنے کیلئے ہوتا ہے — یا اپنے اظہار اور برتری کی جستجو کیلئے ہوتا ہے

واں[3] فزونی ہم پے طمعِ دگر — بے معانی چاشنی ندہد صور

وہ برتری بھی کسی دوسرے لالچ میں ہوتی ہے — محض، صورتیں بلا معانی کے لطف نہیں دیتی ہیں

زاں ہمی پرسی چرا ایں میکنی — کہ صور زیت است و معنی روشنی

اسی لئے تو دریافت کرتا ہے (کہ) تو یہ کیوں کرتا ہے؟ — کیونکہ صورتیں تیل ہیں اور معنی روشنی ہیں

ورنہ ایں گفتن چرا از بہرِ چیست — چونکہ صورت بہرِ عینِ صورتیست

ورنہ یہ "کیوں" کہنا کاہے کے لئے ہے — جبکہ صورت محض صورت کے لئے ہے

ایں چرا گفتن سوال از فائدہ ست — جز برائے ایں چرا گفتن بدست

یہ "کیوں" کہنا فائدہ کے بارے میں سوال ہو — اس کے سوا کیلئے "کیوں" کہنا برا ہے

از چہ رو فائدہ جوئی اے امیں — چوں بود فائیدۂ ایں خود ہمیں

اے امین! تو فائدہ کیوں تلاش کرتا ہے؟ — جبکہ یہ (فعل) خود بے فائدہ ہو

پس نقوشِ آسمان و اہلِ زمیں — نیست حکمت کاں بود بہرِ ہمیں

تو آسمان اور زمین والوں کی صورتیں — (اس میں) کوئی حکمت نہیں ہو کہ وہ صورتیں محض صورتوں کیلئے ہوں

ورنہ۔ اگر ہر معاملہ کی ظاہری صورت مقصود ہوتی تو کیوں کا سوال نہ کیا جاتا۔ پس۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ معاملہ کی محض صورت مقصود نہیں ہے تو اب سمجھ کہ آسمان اور دنیا کے پیدا کرنے سے اُن کی صورت مقصود نہیں ہے بلکہ اُن کی پیدائش میں حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

[1] آبِ نیل۔ دریائے نیل کا پانی قبطیوں کی تباہی اور سبطیوں کی نجات کا سبب بنا تھا۔ جو اُن مصائب کے عمدہ نتائج پر نظر رکھے گا سعادت حاصل کرلے گا جو کھیتی کی عمدہ پیداوار کو دیکھے گا وہ کھیتی میں محنت کرے گا۔ زانکہ۔ انجام بین سمجھتا ہے کہ دنیا آخرت کا کھیت ہے جو یہاں بوئیگا وہاں کاٹے گا۔

[2] ہیچ عقدے جس طرح دنیا خود مقصود نہیں بلکہ آخرت کا ذریعہ ہے اسی طرح کوئی بھی معاملہ صرف معاملہ کیلئے نہیں ہوتا ہے بلکہ اُس کا مقصد نفع اور فائدہ اٹھانا ہوتا ہے۔ منکر۔ کوئی شخص کسی حقیقت کا انکار محض انکار کے لئے نہیں کرتا بلکہ اسکے پیشِ نظر بالمقابل کی مغلوبیت اور اپنی فوقیت ہوتی ہے۔

[3] واں فزونی۔ برتری بھی انسان کا خود مقصود نہیں ہوتا بلکہ اور نتائج مقصود ہوتے ہیں۔ صور۔ یعنی کام کی محض صورت اس وقت لذت بخش ہوتی ہے جبکہ اس میں کوئی مقصد مضمر ہو۔ چرا ایں میکنی۔ کام کرنے والے سے لوگ پوچھتے ہیں تو کیوں کام کرتا ہے تو اُن کا مقصد اس کے اصل مقصود کو دریافت کرنا ہوتا ہے۔ کہ صور۔ معاملوں کی ظاہری صورت کی مثال تیل کی سی ہے اور اصل مقصود کی مثال تیل سے پیدا ہونے والی روشنی ہے۔

گر حکیمے نیست ایں ترتیب چیست
اگر وہ (خالق) صاحبِ حکمت نہیں ہے تو یہ کائنات کی ترتیب کیسی ہے!

ور حکیمے ہست چوں فعلش تہی ست
اور اگر وہ حکمت والا ہے تو اُس کا فعل حکمت سے کب خالی ہے؟

کس نسازد نقشِ گرمابہ خضاب
کوئی شخص حمام کی تصویر کو رنگین نہیں بناتا ہو

جز پئے قصدِ صواب و ناصواب
کسی مقصد کے بغیر خواہ وہ مقصد، درست ہو یا غلط ہو

ہرچہ بینی در جہاں از آیتے
دنیا میں تو جو بھی کوئی نشانی دیکھے گا

ہست بہرِ معنیی و حکمتے
وہ کسی معنی اور حکمت کے لئے ہے

مطالبت کردنِ موسیٰؑ از حضرتِ عزت کہ لِمَ خلقتَ خلقًا فاهلکتہ واخترقتہ وجواب آمدن از حضرتِ عزت

حضرت موسیٰ کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا کہ تو کیوں ایک مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر تو اُس کو اُلٹا تباہ کر دیتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے جواب آنا

گفت موسیٰؑ اے خداوندِ حساب
(حضرت) موسیٰؑ نے عرض کیا اے حساب کے مالک

نقش کردی باز چوں کردی خراب
تو نے صورت بنائی پھر اُس کو کیوں تباہ کیا؟

نر و مادہ نقش کردی جانفزا
تو نے حسین نر اور مادہ بنائے

وانگہے ویراں کُنی ایں را چرا
پھر تو ویران کر دیتا ہے یہ کیوں ہے؟

گفت حق دانم کہ ایں پرسش تُرا
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تیرا یہ سوال

نیست از انکار و غفلت وز ہوا
انکار اور غفلت اور نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں ہے

ورنہ تادیب و عتابت کردمے
ورنہ تجھے سزا دیتا اور غصہ کرتا

بہرِ ایں پرسش تُرا آزردمے
اِس سوال پر تجھے تکلیف پہنچاتا

لیک می خواہی کہ در افعالِ ما
لیکن تو چاہتا ہے کہ ہمارے کاموں میں

باز جوئی حکمت و سرِّ قضا
حکمت اور فیصلہ کا راز معلوم کرے

تا ازاں واقف کُنی مر عام را
تاکہ تو اِس سے عوام کو باخبر کرے

پُختہ گردانی بدیں ہر خام را
اِس سے ہر کچے کو پکا بنائے

قاصداً سائل شُدی در کاشفی
وضاحت کے لئے تو قصداً سائل بنا ہے

بہرِ عامہ ارچہ تو زاں واقفی
عوام کے لئے، اگرچہ تو اُس سے واقف ہو

زانکہ نیمِ علم آمد ایں سوال
یہ سوال نصف علم ہے

ہر برونے را نباشد ایں مجال
ہر باہری شخص کی یہ مجال نہیں ہے

763

لے گر حکیمے۔ حکمت والا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا آسمان اور دنیا کا پیدا کرنیوالا حکیم ہے کائنات کا نظام اور ترتیب یہ بتاتی ہے۔ کس۔ حمام میں جو تصویریں بنائی جاتی ہیں اُن کا بھی کوئی مقصد ہے خواہ صحیح ہو یا غلط ہرچہ۔ دنیا میں ہر چیز کے پیدا کرنے میں حکمت مضمر ہے۔

لے مطالبت۔ اِس قصہ کا مقصد مخلوقات میں حکمتِ الٰہی کا بیان کرنا ہے۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا اے خدا تو انسانوں کو پیدا کرتا ہے پھر مار دیتا ہے اِس میں کیا حکمت ہے۔ خداوندِ حساب یعنی یومِ حساب کے مالک۔

لے گفت حق۔ حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا چونکہ تیرا یہ سوال انکار یا غفلت پر مبنی نہیں ہے اِس لئے میں درگذر کرتا ہوں ورنہ سزا دیتا تو پہلے معلوم کر رہا ہے تاکہ عام کو ہماری حکمتوں سے آگاہ کر دے ورنہ تجھے مخلوق کے پیدا کرنے میں ہماری حکمتیں معلوم ہیں۔ زانکہ۔ سوال علم کے منافی نہیں ہے بلکہ مشہور ہے اَلسُّؤَالُ نِصْفُ الْعِلْمِ یعنی کسی چیز کے بارے میں دریافت کرنا اُس چیز کا آدھا علم ہے حضرت موسیٰ حکمتوں سے واقف تھے۔

ہَم[1] سوال از علم خیزد ہَم جواب — ہمچنانکہ خار و گل از خاک و آب

سوال بھی اور جواب بھی علم سے پیدا ہوتا ہے — جس طرح مٹی اور پانی سے کانٹا اور پھول

ہَم ضَلال از علم خیزد ہَم ہُدیٰ — ہمچنانکہ تلخ و شیریں از ندیٰ

گمراہی بھی علم سے پیدا ہوتی ہے اور ہدایت بھی — جیساکہ تری سے تلخ اور شیریں

ز آشنائی خیزد ایں بُغض و وِلا — وز غذائے خوش بُود سُقم و شفا

یہ بُغض اور دوستی تعارف سے پیدا ہوتی ہیں — بیماری اور شفا اچھی غذا سے (پیدا) ہوتی ہے

مُستفیدِ[2] اَعجمی شُد آں کلیم — تا عجمیاں را کُند زیں سِر علیم

وہ کلیم (اللہ) ناواقف کو فائدہ حاصل کرنیوالا بنانیوالے بنے — تاکہ ناواقفوں کو اِس راز سے باخبر کریں

ماہَم از وَے اَعجمی سازیم خویش — پاسُخش آریم چوں بیگانہ پیش

ہم بھی اپنے آپ کو اِس سے ناواقف بناتے ہیں — بیگانوں کی طرح اُس کا جواب پیش کرتے ہیں

خَر فروشاں خصمِ یکدیگر شُدند — تا کلیدِ قُفلِ آں عَقد آمدند

گدھا بیچنے والے ایک دوسرے کے مقابل بنے — یہاں تک کہ اُس معاملہ کے قفل کیلئے کنجی بنگئے

پَس بفرمودش خدا اے ذُولُباب — چوں بپُرسیدی بیا بشنو جواب

پھر اُن سے خدا نے فرمایا اے عقلمند! — جبکہ تو نے سوال کیا ہے، آ جواب سُن

موسیا[3] تخمے بکار اندر زمیں — تاکہ تو خود وادہی اِنصافِ ایں

اے موسیٰؑ! زمین میں بیج بو دے — تاکہ تو خود اِس کا انصاف کرے

چونکہ موسیٰؑ کِشت شُد کِشتش تمام — خوشہایش یافت خوبی و نظام

جب حضرت موسیٰؑ نے کھیتی بوئی اُنکی کھیتی پوری ہوگئی — اُسکے خوشوں نے اچھائی اور عمدگی حاصل کرلی

داس بگرفت و مَرآں رامی بُرید — پَس ندا از غیب دَر گوشش رسید

اُنھوں نے درانتی لی اور اُس کو کاٹ لیا — تو اُن کے کان میں غیب سے آواز آئی

کہ چرا کِشتے کُنی و پَروری — چوں کمالے یافت آں رامی بُری

کہ تو کیوں بوتا ہے اور پرورش کرتا ہے؟ — جب وہ مکمل ہوجاتی ہے تو اُسکو کاٹتا ہے

گفت یا رب زاں کُنم ویران و پست — کہ دریں جا دانہ ہست و کاہ ہست

موسیٰؑ نے، عرض کیا اے خدا! میں (کھیت کو) ویران — کہ اِس میں دانہ بھی ہے اور بھُوسا بھی ہے

حضرت موسیٰؑ سے دریافت کیا کہ تم نے خود کھیتی بوئی اور پھر اب اُس کو کیوں کاٹ ڈالا۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ کھیتی کے پکنے پر اس میں دانہ اور بھوسا تھا اور دونوں کو ملا جُلا دینا مناسب نہ تھا حکمت کا تقاضہ یہی تھا کہ دونوں کو علیحدہ علیحدہ کر دیا جائے۔

[1] ہم سوال۔ کسی چیز کا علم ہوجانے کے بعد ہی اُس کے بارے میں سوال و جواب ہوسکتا ہے یہ دونوں متضاد باتیں ایسی ہی ہیں جیساکہ مٹی سے پھول بھی اُگتا ہے اور کانٹا بھی۔ ہَم ضلال۔ علم ہی گمراہی اور ہدایت کا سبب بنتا ہے جیساکہ نمی اور تری ہی پھل میں تلخی بھی پیدا کرتی ہے اور شیرینی بھی، ملاقات اور تعارف سے دشمنی اور دوستی پیدا ہوتی ہے اور غذا سے بیماری اور صحت پیدا ہوتی ہے۔

[2] مُستفید۔ حضرت حق نے فرمایا کہ موسیٰؑ ناواقفوں کو حکمتوں سے واقف کرنا چاہتا ہے اِس لئے تجاہلِ عارفانہ برت رہا ہے ہم بھی اِس کے علم سے انجان بن کر اِس کو جواب دیتے ہیں۔ خر فروشاں۔ دنیا میں یہ طریقہ رائج ہے کہ تجاہل برت کر معاملہ کو حل کر لیتے ہیں گدھا بیچنے والے آپس میں فرضی طور پر ایسی باتیں شروع کر دیتے ہیں کہ گاہک گدھا خرید لیتا ہے۔

[3] موسیا۔ حضرت موسیٰؑ کو جواب دینے سے قبل حضرت حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے وہ عمل کرایا جس میں خود جواب پوشیدہ تھا تاکہ جواب اچھی طرح اُن کی سمجھ میں آجائے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ تم کھیتی بو دو اور جب کھیتی تیار ہوگئی تو اُنھوں نے اُس کھیتی کو کاٹ ڈالا۔ کہ چرا۔ اللہ تعالےٰ نے

دانہ لایق نیست در انبارِ کاہ — کاہ در انبارِ گندم ہم تباہ

دانہ کا بھوسے کے انبار میں رہنا مناسب نہیں ہے — بھوسا بھی گیہوں کے ڈھیر میں برباد ہوتا ہے

نیست حکمت ایں دو را[2] آمیختن — فرقِ واجب می کند در بیختن

اِن دونوں کو ملائے رکھنا دانائی نہیں ہے — وہ (دانائی) چھاننے میں جدا کر دینا ضروری بناتی ہے

گفت[1] ایں دانش تو از کہ یافتی — کہ بدانشش بیدرے برساختی

(اللہ تعالٰی نے) فرمایا کہ یہ سمجھ تو نے کس سے حاصل کی؟ — کہ عقل کی وجہ سے تو نے کھلیان بنایا

گفت تمییزم تو دادی اے خدا — گفت پس تمییز چوں نبوَد مرا

(حضرت موسیٰؑ نے) عرض کیا اے خدا تو نے مجھے سمجھ عطا کی — (اللہ تعالٰی نے) فرمایا تو پھر مجھ میں سمجھ کیوں نہ ہوگی؟

در خلائق روحہایِ پاک ہست — روحہایِ تیرہ و گلناک ہست

مخلوق میں پاک روحیں ہیں — کالی اور مٹی میں سنی ہوئی روحیں ہیں

ایں[2] صدفہا نیست در یک مرتبہ — در یکے دُرّ ست و در دیگر شبہ

یہ سیپیاں ایک طرح کی نہیں ہیں — ایک میں موتی ہے دوسری میں پوتھ ہے

واجب ست اظہارِ ایں نیک و تباہ — ہمچناں کاظہارِ گندمہا ز کاہ

نیک اور برباد کا واضح کرنا ضروری ہے — جس طرح گیہوں کا بھوسے سے الگ کرنا

بہرِ اظہار ست ایں خلقِ جہاں — تا نماند گنجِ حکمتہا نہاں

دنیا کا پیدا کرنا ظاہر کرنے کے لئے ہے — تاکہ حکمتوں کا خزانہ پوشیدہ نہ رہے

کُنتُ[3] کنزاً گفت مَخفیاً شنو — جوہرِ خود گم مکن اظہار شو

سُن (اللہ تعالٰی نے) فرمایا میں چھپا ہوا خزانہ تھا — تو اپنے جوہر کو برباد نہ کر اُس کو ظاہر کر

بیانِ آنکہ روحِ حیوانی و عقلِ جزوی و وہم و خیال بر مثال دوغند

اِس کا بیان کہ حیوانی روح اور جزوی عقل اور وہم اور خیال چھاچھ جیسے ہیں

در روحِ وحی کہ باقی ست دریں دوغ ہمچوں روغنِ پنہاں

اور وحی کی روح جو باقی رہنے والی ہے اس چھاچھ میں پوشیدہ گھی کی طرح ہے

جوہرِ صدقت خفی شد در دروغ — ہمچو طعمِ روغن اندر طعمِ دوغ

تیری سچائی کا جوہر جھوٹ میں چھپ گیا — جس طرح گھی کا مزا، چھاچھ کے مزے میں

میں جو موتی ہے اُس کو ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ بیان۔ مراد! ارشادی مضمون میں اب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ روح جسم میں اس طرح پوشیدہ ہے جس طرح مسکا چھاچھ میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ دروغ۔ جھوٹ یعنی جسم فانی۔ دوغ۔ چھاچھ۔

[1] گفت۔ حضرت حق نے فرمایا کہ یہ عقل تم نے کہاں سے حاصل کی حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ یہ دانش اور عقل آپ کی عطا کردہ ہے۔ حضرت حق تعالٰی نے فرمایا کہ یہ دانش پھر مجھ میں کیوں نہ ہوگی۔ در خلائق۔ اب اللہ تعالٰی نے اصل جواب دیا کہ انسانوں کی روحیں دو قسم کی ہیں، ایک پاک ایک ناپاک۔

[2] ایں صدفہا۔ سب انسانی جسم ایک رتبہ کے نہیں ہیں، کسی جسم میں موتی جیسی روح ہے کسی جسم میں کنچ کے پوتھ کی طرح ہے۔ واجب۔ اِن روحوں کو بھی اسی طرح ایک دوسرے سے علیحدہ کر دینا مناسب ہے جس طرح گیہوں کو بھوسے سے، تاکہ نیک روحیں جنت میں چلی جائیں اور بری روحیں دوزخ میں۔ بہرِ اظہار۔ پہلی حکمت تو مارنے کی تھی، پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ ہماری صفات کا اظہار ہو جائے۔

[3] کُنتُ۔ حدیث قدسی ہے کُنتُ کَنزاً مَخفِیّاً فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ میں پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں لہٰذا میں نے مخلوق کو پیدا کیا، مخلوقات مظہرِ صفات خداوندی ہے۔ جوہرِ خود۔ انسان کے جسم

آں دروغت ایں تنِ فانی بُود
وہ تیرا جھوٹ، یہ فنا ہونے والا جسم ہے
راستت[1] آں جانِ ربانی بُود
تیری سچائی، خدائی روح ہے

سالہا[1] ایں دوغِ تن پیدا و فاش
برسوں یہ جسم کی چھاچھ ظاہر اور کھلی رہتی ہے
روغنِ جاں اندر و فانی و لاش[1]
روح کا روغن اُس میں فنا اور معدوم ہوتا ہے

تا فرستد[1] حق رسولِ بندہ
یہاں تک کہ اللہ (تعالیٰ) کسی رسولِ بندہ کو بھیجتا ہے
دُوغ را در خمرہ[1] جُنبانندہ
چھاچھ کو مشکی میں بلونے والے کو

تا بجُنباند بہنجار و بفن
یہاں تک کہ وہ طریقے اور تدبیر سے بلوئے
تا بدانم من کہ پنہاں بُود من
تاکہ میں جان لوں کہ شہد پوشیدہ تھا

یا کلامِ[1] بندۂ کاں جزوِ اوست
یا اُس بندہ کا کلام جو اُس (نبی) کا جزو ہے
در رَود در گوش آنکو وحی جوست
اُس کان میں پہنچے جو وحی کا طالب ہے

اُذنِ[2] مُومن وحیِ ما را واعی است
مومن کا کان ہماری وحی کی حفاظت کرنیوالا ہے
آنچناں گوشے قرینِ داعی است
ایسا کان نبی کا ساتھی ہوتا ہے

آنچناں کہ گوشِ طفل از گفتِ مام[2]
جیسے کہ بچہ کا کان ماں کی باتوں سے
پُر شَود ناطق شَود اُو در کلام
بھرتا ہے تو وہ بات چیت میں بول پڑتا ہے

ور نباشد[2] طفل را گوشِ رَشَد
اگر بچے کے صحیح کان نہ ہو
گفتِ مادر نشنود گنگے شود
وہ ماں کی بات نہیں سنتا گونگا ہو جاتا ہے

دائماً[2] ہر کرِ اصلی گنگ بُود
اصلی بہرا ہمیشہ گونگا ہوتا ہے
ناطق آں کس شد کہ از مادر شنُود
بولنے والا وہ شخص ہوتا ہے جو ماں (سے بات) سنتا ہے

وانکہ[3] گوشِ کر و گنگ از آفتے ست
وہ شخص جو بہرا اور گونگا ہے کسی آفت کیوجہ سے
زانکہ در گوشش رسیدہ علتے ست
کیونکہ اُسکے کان میں کوئی بیماری پیدا ہو گئی ہے

کہ پذیرائی دم و تعلیم نیست
جو آواز اور تعلیم کو قبول کرنیوالی نہیں ہے
لاجرم مر نُطق را تسلیم نیست
(تو) لامحالہ وہ بولنے کے قابل نہیں ہے

آنکہ بے تعلیم بُد ناطق خداست
جو بغیر تعلیم کے بولنے والا ہے وہ خدا ہے
کہ صفاتِ اُو ز علتہا جُداست
کیونکہ اُسکی صفات علتوں سے پاک ہیں

یا چو آدمؑ کردہ تلقینش خُدا
یا آدمؑ جیسا، جس کو خدا نے پڑھایا
بے حجاب مادر و دایہ وُرا
اُس کی ماں اور دایہ کے واسطہ کے بغیر

---

[1] راستت۔ سچ یعنی روح۔ سالہا۔ کافی وقت ایسا گذرتا ہے جس میں روح جسم میں گُم رہتی ہے۔ لاش۔ لاشی معدوم۔ تا فرستد۔ اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجتے ہیں تاکہ وہ جسم کی چھاچھ کو بلو کر روح کا مسکہ اُس سے نکالیں۔ خمرہ۔ چھوٹی مشکی۔ مَن۔ اِس کا ترجمہ مختلف شارحوں نے مختلف کیا ہے ہم نے شہد سے کیا ہے اس سے مُراد روح ہے۔ یا کلام۔ روح کی تربیت رسول کرتے ہیں یا وہ لوگ کرتے ہیں جو رسولوں کیلئے بمنزلہ جزو کے ہوتے ہیں۔

[2] اُذن۔ قرآن پاک میں ہے وَتَعِیَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ اللہ کی وحی کو محفوظ رکھنے والے کان محفوظ کر لیتے ہیں۔ داعی یعنی رسول یا وہ شخص جو اُن کا جزو ہے۔ مام۔ ماں یعنی بچہ ماں کی بات کو سنتا ہے اور پھر خود بولنے لگتا ہے۔ ور نباشد جس بچہ کے کان میں سننے کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ گونگا ہو جاتا ہے۔ دائماً۔ عموماً بہرا گونگا اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ ماں کی بات نہیں سن پاتا۔

[3] وانکہ۔ جو بچہ بہرا اور گونگا ہوتا ہے وہ اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ اُسکے کان میں کوئی بیماری ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ ماں کی بات نہیں سنتا ہے۔ تسلیم۔ قابل۔ آنکہ۔ مخلوقات سُن کر بولنے پر ہاں کی تعلیم سے قادر ہوتی ہے بغیر تعلیم کے بولنے والی صرف ذاتِ خداوندی ہے۔

آدم حضرت آدم کے بارہ میں ہے کہ انکو تعلیم بلاواسطہ دی۔

یا مسیحے[1] کو بہ تعلیمِ وُدود	در ولادت ناطق آمد در وُجود
یا مسیحؑ کہ وہ خدا کی تعلیم سے	پیدائش کے وقت بولنے لگے
از برای دفعِ تہمت در وِلاد	کہ نہ زادست از زنا و از فساد
پیدائش کی تہمت کو دفع کرنے کے لئے	کہ وہ زنا اور خرابی سے پیدا نہیں ہوئے ہیں
جُنبشے بایست اندر اجتہاد	تا کہ دوغ آں روغن از دل باز داد
کوشش میں حرکت چاہئے	تاکہ چھاچھ مکھے کو اندر سے واپس دیدے
روغن اندر دوغ باشد چوں عدم	دوغ در ہستی برآوردہ عَلَم
مکھا، چھاچھ میں معدوم جیسا ہوتا ہے	چھاچھ، وجود میں جھنڈا بلند کئے ہوئے ہے
آنکہ ہستت می نماید ہست پوست	وانکہ فانی می نماید اصل اُوست
جو تجھے موجود نظر آتا ہے وہ چھلکا ہے	جو معدوم نظر آتا ہے وہ اصل ہے
دوغِ روغن ناگرفتست و کُہن	تا نہ بگزینی بنہ خرجش مکن
مکھا، نہ نکالی ہوئی اور پرانی چھاچھ	جب تک تو نکال نہ لے اسکو رکھ چھوڑ خرچ نہ کر
ہیں[2] بگردانش بدانش دست دست	تا نماید انچہ پنہاں کردہ است
خبردار، سمجھداری سے اسکو ہاتھ سے خوب چلا	تاکہ وہ اس کو نمایاں کردے جو اسنے چھپایا ہے
زانکہ ایں فانی دلیلِ باقی است	لابہ مستاں دلیلِ ساقی ست
کیونکہ یہ فانی، باقی کی دلیل ہے	مستوں کی خوشامد ساقی کی دلیل ہے
روغن[3] اندر دوغ پنہاں میشود	ہر چہ می سازی تو اٰش آں میشود
مکھا چھاچھ میں چھپ جاتا ہے	تو جو اس کا بنائے گا وہ بن جائے گا

مثالِ دیگر ہم دریں معنیٰ

دوسری مثال اسی معنیٰ میں

ہست بازیہای آں شیرِ عَلَم	مُخبرے از بادہای مُکتتم
جھنڈے کے شیر کے کھیل کود	چھپی ہوئی ہواؤں کی خبر دینے والے ہیں
گر نبودے جُنبشِ آں باد ہا	شیرِ مُردہ کے بجستے در ہوا
اگر ان ہواؤں کی حرکت نہ ہوتی	بے جان شیر ہوا میں کب کودتا؟

موجود مخفی چیز کے وجود کی دلیل بنتا ہے۔ ہست۔ جھنڈے کے پھریرے پر شیر کی تصویر بناتے ہیں پھریرے کا ہلنا اور شیر کی تصویر کا مختلف طریقوں پر متحرک ہونا ہوا کے وجود کی دلیل ہے۔

[1] یا مسیحےؑ۔ حضرت مسیحؑ بھی بغیر تعلیم کے اپنے اوپر سے تہمت دفع کرنے کیلئے تعلیم خداوندی سے بول پڑے۔ جُنبشے۔ جس طرح چھاچھ سے مُسکا نکالنے کیلئے چھاچھ کا بونا ضروری ہے اسی طرح روح کے اظہار کے لئے جسم کو مجاہدات کے ذریعہ بلونا ضروری ہے۔ روغن۔ مسکا چھپا ہوا ہے چھاچھ ظاہر ہے۔ آنکہ۔ جو ظاہر ہے یعنی جسم وہ بمنزلہ چھلکے کے ہے۔ فانی۔ روح جو نظر نہیں آتی ہے وہ بمنزلہ مُسکے کے ہے۔ دوغ۔ جس چھاچھ میں سے مُسکا نہ نکالا گیا ہو اُس کو محفوظ رکھنا چاہیئے تاکہ مسکا نکالا جاسکے اس کو خرچ نہ کرنا چاہیئے۔

[2] ہیں۔ جسم کو خوب اچھی طرح بلونا چاہیئے تاکہ وہ روح کو ظاہر کردے۔ زانکہ۔ روح کے مخفی ہونے کی وجہ سے اس کو معدوم نہ سمجھ لینا یہ جسم فانی اُس روحِ باقی کی دلیل ہے۔ روح جب تک جسم میں ہے جسم سے وہ افعال صادر ہوتے ہیں جو روح کے نکلنے کے بعد ختم ہوجاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ روح کوئی چیز تھی لابہ مستاں۔ مست، ساقی کی خوشامد کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ساقی موجود ہے

[3] روغن۔ روح، جسم میں چھپی ہوئی ہے تو اُس کو جیسا بنائے گا وہ ویسی بن جائیگی۔ مثالِ دیگر۔ اس مثال سے بھی یہی سمجھانا ہے کہ ظاہر ور

۶۶۶

زاں[1] شناسی باد را کہ آں صباست — یا دَبور ست ایں بیانِ آں خفاست

اس سے تو ہوا کو پہچان لیتا ہے کہ وہ پُروا ہے — یا پچھوا ہے، یہ اس پوشیدہ کا اظہار ہے

ایں بدن مانندِ آں شیرِ عَلَم — فکر می جُنباند اُو را دمبدم

یہ بدن جھنڈے کے شیر کی طرح ہے — فکر اس کو لمحہ بہ لمحہ حرکت دیتا ہے

فکر کاں از مشرق آمد آں صباست — وانکہ از مغرب دَبورِ باوباست

جو فکر مشرق کی جانب سے آئے وہ پُروا ہے — اور جو مغرب کی جانب سے وہ بیماری بھری پچھوا ہے

مشرقِ ایں بادِ فکرت دیگرست — مغربِ ایں بادِ فکرت زاں سرست

تیرے فکر کی اس ہوا کی مشرق دوسری ہے — تیرے اس فکر کی ہوا کی مغرب اس جانب ہے

خور[2] جمادست و بُوَد شرقش جماد — جانِ جانِ جاں بُوَد شرقش فواد

سورج جماد ہے، اُس کی مشرق جماد ہے — جان کی جان کی جان کا مشرق دل ہے

شرقِ خورشیدے کہ شُد باطن فروز — قشر و عکسِ آں بُوَد خورشیدِ روز

اُس سورج کی مشرق جو دل کو روشن کرنے والا ہے — دن کا سورج اُس کا چھلکا اور عکس ہے

زانکہ چوں مُردہ بُوَد تن بے لہب — پیشِ اُو نے روز بنماید نہ شب

اس لئے کہ جب بے نور جسم مردہ ہو جاتا ہے — اُس کے سامنے نہ دن رونما ہوتا ہے نہ رات

وَر نہ باشد آں چو باشد ایں تمام — بے شب و بے روز دارد انتظام

اگر وہ نہ رہے، اور یہ مکمل ہو — تو بغیر شب و روز، وہ منتظم رہے گا

ہمچنانکہ[3] چشم می بیند بخواب — بے مہ و خورشید و ماہ و آفتاب

جیسا کہ نیند میں آنکھ دیکھتی ہے — چاند اور سورج کے بغیر چاند اور سورج کو

نومِ ما چوں شد اَخُ الموت اے فلاں — زیں برادر آں برادر را بداں

اے فلاں! جبکہ ہماری نیند موت کی بہن ہے — اس بھائی کو اس بھائی سے سمجھ لے

وَر بگویندت کہ ہست آں فرعِ ایں — مشنو آں را اے مقلدِ بے یقیں

اگر وہ تجھ سے کہیں کہ وہ اس کی فرع ہے — اے بے یقین مقلد! اس کو نہ سُن

می بہ بیند خواب جانت وصفِ حال — کہ بہ بیداری نہ بینی بیست سال

تیری روح نیند میں اُس حالت کے اوصاف دیکھتی ہے — کہ تو بیداری میں بیس سال بھی نہیں دیکھ سکتا

خواب میں وہی چیزیں نظر آتی ہیں جو انسان نے سورج اور چاند کی روشنی میں دیکھی تھیں لہٰذا یہ کہنا کہ روح اپنے دیکھنے میں چاند، سورج سے بے نیاز نہیں ہے غلط ہے تو اُس کی بات نہ ماننا۔ می بہ بیند۔ انسان خواب میں وہ مناظر اور صورتیں دیکھتا ہے جو وہ کوشش سے بھی چاند سورج کی روشنی میں نہیں دیکھ پاتا۔

[1] زاں۔ شیر کی حرکتوں سے انسان سمجھ لیتا ہے کہ پُروا ہوا چل رہی ہے یا پچھوا۔ ایں بدن۔ انسانی جسم کو جھنڈے کا شیر سمجھو اور فکر و ارادہ جو روح سے پیدا ہوتا ہے اُس کو ہوا جیسا سمجھو۔ فکر۔ انسان کے جو خیالات مشرق سے آئیں اُن کو صبا اور جو مغرب سے آئیں انکو دبور کہنا چاہیئے۔ مشرق۔ لیکن فکر کی ہوا کا مشرق اور مغرب یہ مشرق اور مغرب نہیں ہے۔

[2] خور۔ ہوا ایک بے روح چیز ہے اُس کا مشرق بھی بے روح ہے، روح جس سے فکر پیدا ہوا ہے اس کا مشرق قلب ہے۔ شرقِ خورشیدے۔ روح جس نے قلب کو روشن کیا ہے یہ دن کا خورشید اس کا چھلکا اور عکس ہے۔ زانکہ۔ اگر دل کو روشن کرنے والا خورشید یعنی روح نہ ہو تو پھر دن رات نظر نہیں آتے ہیں اور دنیا کا سورج بیکار ہو جاتا ہے۔ وَرنہ۔ سورج نہو اور روح پاکیزہ ہو تو انسان سب کچھ دیکھ لیتا ہے اور اُس کا کام منتظم ہوتا ہے۔

[3] ہمچنانکہ۔ روح خواب میں بغیر چاند سورج کے سب کچھ دیکھتی ہے۔ نوم۔ مشہور مقولہ ہے "اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْت" نیند موت کی بہن ہے لہٰذا جب نیند کی حالت میں انسان سب کچھ دیکھ سکتا ہے تو مرنے کے بعد بھی سب کچھ دیکھ سکتا ہے۔ وَر بگویندت۔ اگر کوئی یہ کہے کہ

در پئے[1] تعبیر آں تو عمر ہا ‏ میدوی سوی شہانِ بادِہا

تو اُس کی تعبیر کے لئے سالوں ‏ عقلمند شاہوں کے پاس دوڑتا پھرتا ہے

کہ بگو آں خواب را تعبیر چیست ‏ فرع گفتن اینچنیں سِتر اسگی ست

کہ بتایئے اُس خواب کی کیا تعبیر ہے؟ ‏ اس طرح کے راز کو فرع کہنا کُتا پن ہے

خوابِ عام ست این و خود خوابِ خواص ‏ باشد اصلِ اِجتبا و اختصاص

یہ عوام کا خواب ہے اور خود خواص کا خواب ‏ برگزیدگی اور خصوصیت کی اصل ہے

پیل باید تا چو خُسپد اُوستاں ‏ خواب بیند خطۂ ہندوستاں

ہاتھی ہونا چاہیئے تاکہ جب وہ چت سوئے ‏ ہندوستان کے خطہ کو خواب میں دیکھے

خر[2] نہ بیند ہیچ ہندوستاں بخواب ‏ خر ز ہندوستاں نکردہ ست اغتراب

گدھا خواب میں کبھی ہندوستان کو نہیں دیکھتا ہے ‏ گدھے نے ہندوستان سے سفر نہیں کیا ہے

جان ہمچو پیل باید نیک و زفت ‏ تا بخواب اُو ہند تاند رفت تفت

روح ہاتھی جیسی اچھی اور بھاری چاہیئے ‏ تاکہ وہ خواب میں تیزی سے ہندوستان جاسکے

ذکرِ ہندُستاں کند پیل از طلب ‏ پس مُصوّر گردد آں ذکرش بشب

ہاتھی طلب میں ہندوستان کی یاد کرتا ہے ‏ تو اُسکی یاد شب میں مُصوّر ہوجاتی ہے

اُذکُرُوا اللہ کارِ ہر اَوباش نیست ‏ اِرجِعی بر پایِ ہر قلّاش نیست

"اللہ کی یاد کرو" ہر آوارہ کا کام نہیں ہے ‏ "تو لوٹ جا" ہر مفلس کے پاؤں کیلئے نہیں ہے

لیک[3] تو آیِس مشو ہم پیل باش ‏ ورنہ پیلی در پئے تبدیل باش

لیکن تو مایوس نہ ہو، ہاتھی بن ‏ اگر تو ہاتھی نہیں ہے، تبدیل کے درپے ہو

کیمیا سازانِ گردوں را بہ بیں ‏ بشنو از میناگراں ہر دم طنیں

آسمان کے کیمیاگروں کو دیکھ ‏ ہر وقت مینا گروں کی آواز سُن

نقشبند انند در جوِّ فلک ‏ کارساز انند بہرِ لی و لک

آسمان کی فضا میں نقاش موجود ہیں ‏ وہ میرے اور تیرے لئے کاریگری کررہے ہیں

گر نہ بینی خلق مُشکیں جیب را ‏ بنگر اے شب کور ایں آسیب را

اگر تو مشکیں گریبان والوں کو نہیں دیکھتا ہے ‏ تو اے رات کے اندھے، اِس اثر کو دیکھ لے

---

[1] در پئے۔ اگر انسان نے وہ واقعات آنکھ سے دیکھے ہوں جو خواب میں اس نے دیکھے ہیں تو پھر کبھی تعبیر کے لئے دوڑا نہ پھرے لہٰذا یہ کہنا کہ خواب بیداری کی دید کا اثر ہے غلط ہے۔ خوابِ عام۔ یہ تو ہم عوام کے خواب کی بات کر رہے تھے، خواص کا خواب تو اُن کو اس سے بھی زیادہ اَسرارِ غیب دکھا دیتا ہے۔ پیل باید ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے، جب دوسرے ملک میں وہ آرام کی نیند سوتا ہے تو وہ خواب میں ہندوستان کے حسین مناظر دیکھتا ہے اور مست ہوجاتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ اَسرارِ غیبی بھی اُس روح کو خواب میں نظر آئیں گے جس کا تعلق عالمِ غیب سے ایسا ہی ہو جیسا کہ ہاتھی کا ہندوستان سے۔

[2] خر نہ بیند۔ گدھے میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ ہندوستان کو خواب میں دیکھے اور مست ہوجائے اُس کو یہ مرتبہ بھی حاصل نہیں ہے کہ اُس کو ہندوستان سے لے جایا جائے۔ جاں۔ جو روح ہاتھی کیطرح ہوگی وہ اپنے اصل وطن عالمِ غیب کو خواب میں دیکھے گی۔ ذکر۔ ہاتھی ہندوستان کو یاد کرتا ہے تو اُس کی یاد اور مناظر خواب میں اسکے لئے مصور ہوجاتے ہیں۔ اُذکروا۔ اللہ کا ذکر اور یاد روح کو ہاتھی صفت بنا دیتی ہے لیکن یہ کام ہر کمینہ کا نہیں ہے۔ ارجعی۔ قرآن پاک میں ہے کہ حضرت حق تعالیٰ پاکیزہ روح اور نفسِ مطمئنہ کو فرماتے ہیں اِرجِعی إلیٰ ربّکِ راضیۃً مرضیۃً۔ اپنے خدا کیطرف لوٹ جا تو بھی خوش ہے اور خدا بھی تجھ سے خوش ہے۔ [3] لیک۔ اگرچہ ہاتھی کیطرح آسان نہیں ہے لیکن مایوس نہ ہونا چاہیئے اپنے اندر تبدیلی کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کیمیا۔ اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کر تیرے اندر تبدیلی پیدا ہوجائیگی۔ طنین۔ بھنبھناہٹ۔ نقشبنداں۔ اولیاء۔ گر نہ بینی۔ اگر تجھے اولیاء نظر نہیں آتے ہیں تو اُنکے آثار دیکھ لے۔

769

هر دمؔ[1] آسیب ست بر ادراکِ تو — نبتِ نو نو رُستہ بیں از خاکِ تو
تیرے احساس پر ہر وقت اثر ہے — مٹی میں سے نئی گھاس کو اُگا ہوا دیکھ لے

زیں بُد ابراہیمِ ادھمؒ دید خواب — بسطِ ہندستانِ دل را بے حجاب
یہی ہوا (حضرت) ابراہیم ادھمؒ نے خواب دیکھا — دل کے ہندوستان کی وسعت کا بغیر حجاب کے

لاجرم زنجیرہا را بر درید — مملکت برہم زد و شد ناپدید
لا محالہ اُنھوں نے زنجیریں توڑ دیں — سلطنت کو چھوڑا اور گم ہو گئے

آں نشانِ دیدِ ہندستاں بُوَد — کہ جہد از خواب و دیوانہ شود
یہ ہندوستان کے دیکھنے کی علامت ہوتی ہے — کہ وہ نیند سے اُٹھے اور دیوانہ بن جائے

میؔ[2] فشاند خاک بر تدبیرہا — می دراند حلقہ و زنجیرہا
تدبیروں پر خاک ڈال دیتا ہے — حلقے اور زنجیریں توڑ ڈالتا ہے

ترک گیرد مُلکِ دنیا سر بسر — جملگی برہم زند بے دردِ سر
دنیا کی سلطنت بالکل چھوڑ دیتا ہے — بغیر دردِ سر کے سب کو برباد کر دیتا ہے

آنچناں کہ گفت پیغمبرؐ ز نُور — کہ نشانش آں بُوَد اندر صُدُور
جیسا کہ پیغمبرؐ نے نور کے بارے میں فرمایا ہے — کہ سینوں میں اُس کی علامت یہ ہوتی ہے

کہ تجافی جُوید از دار الغُرُور — ہم انابت آرد از دار السُّرُور
کہ وہ دنیا سے دوری چاہتا ہے — آخرت کی طرف رجوع بھی کرتا ہے

بہرِ شرحِ ایں حدیثِ مصطفیٰؐ[3] — داستانے بشنو اے یارِ صفا
آنحضورؐ کی اِس حدیث کی تشریح میں — اے مخلص یار! ایک قصہ سُن لے

حکایتؔ آں بادشاہ زادہ کہ بادشاہیِ حقیقی بوے رُو نمود و یَوْمَ
اس شہزادے کی حکایت جس کو حقیقی بادشاہی نظر آ گئی "اور جس دن

یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ نقدِ وقتِ اُو
انسان بھاگے گا اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے" اس کے سامنے آ گیا

شُد بادشاہیِ ایں خاک تودہ کہ کودک طبعاں قلعہ گیری نام
اِس خاک کے ڈھیر کی بادشاہی جس کو بچّوں کی سی طبیعت والے قلعہ فتح کرنا کہتے

کُنند آں کودکے کہ چیرہ آید بر سرِ خاکِ تودہ بر آید و لافِ زند کہ
ہیں وہ بچہ جو غالب آ جائے مٹی کے ڈھیر پر چڑھتا ہے اور شیخی بگھارتا ہے کہ

---

[1] ہر دم۔ اولیاء اللہ کے تصرفات جاری ہیں۔ زیں۔ حضرت ابراہیمؒ کی روح ہی تھی جنھوں نے روحانی وسعت کو بغیر حجاب کے دیکھا۔ ... ہندستان یعنی روح، اصلی وطن عالمِ غیب۔ آں نشاں۔ عالمِ غیب کے مشاہدہ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان خواب سے دیوانہ بن کر اُٹھتا ہے۔

[2] می فشاند۔ جو عالمِ غیب کا خواب میں مشاہدہ کر لیتا ہے وہ تدبیروں پر خاک ڈال دیتا ہے۔ آنچناں۔ حضورؐ نے فرمایا دل میں نور پیدا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ انسان دنیا سے متنفر اور آخرت کا مشتاق ہو جاتا ہے۔ دار الغرور۔ دھوکے کا گھر، دنیا۔ دار السرور۔ خوشی کا گھر، عالمِ آخرت۔ بہرِ ایں۔ اِس مضمون کی تشریح کے لئے حسبِ ذیل قصہ سُن لو۔

[3] حکایت۔ ایک بادشاہ تھا جس نے حقیقی بادشاہت دیکھ لی اور قیامت کا منظر اُس کے سامنے آ گیا تھا۔ وہ دنیاوی بادشاہت کو بچّوں کی مٹی کے ڈھیر کی بادشاہت سمجھنے لگا تھا۔ بچے کھیلنے میں مٹی کا ڈھیر لگا لیتے ہیں۔ جو بچہ کھیل میں جیت جاتا ہے وہ کود کر اُس ڈھیر پر چڑھ بیٹھتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ یہ میرا قلعہ ہے جو میں نے فتح کر لیا ہے اور دوسرے بچے اُس پر رشک کرنے لگتے ہیں۔

قلعہ مراست کودکانِ دیگر بروے رشک برند کہ التُّرابُ رَبیعُ

قلعہ میرا ہے دوسرے بچے اُس پر رشک کرتے ہیں کیونکہ مٹی بچوں کا موسم بہار

الصِّبیان آں بادشاہزادہ چوں از قیدِ رنگہا برست گفت

ہے وہ شہزادہ جب رنگوں کی قید سے چھوٹ گیا تو اُس نے کہا کہ میں

من ایں خاکہای رنگیں راہماں تودۂ خاکِ دوں میگویم و زر و

اِس رنگ برنگ خاک کو وہی بے قیمت مٹی کا ڈھیر کہتا ہوں اور سونا اور

اطلس[1] و اکسوں نمیگویم من ازیں اکسونِ رہزن رستم و بیک سو

اطلس اور اکسون نہیں کہتا ہوں میں اس راہزن اکسون سے نجات پاگیا اور ایک دم

جستم و اٰتَیۡنٰهُ الۡحُكۡمَ صَبِیًّا ارشادِ حق را مرور سالہا حاجت نیست

کودگیا اور ہم نے اُس کو بچپن میں حکم عنایت کردیا اللہ کی رہنمائی کے لئے سالوں

در قدرتِ کُنۡ فَیَکُوۡنُ کس سخنِ قابلیت نگوید

کی ضرورت نہیں ہے "ہوجا پس ہوگیا" والی قدرت میں کوئی شخص قابلیت کی بات نہیں کرتا ہے

بادشاہے داشت یک نیبا پسر | ظاہر و باطن مزیّن از ہنر

ایک بادشاہ کے ایک حسین لڑکا تھا | جس کا ظاہر اور باطن ہنر سے آراستہ تھا

خواب[2] دید او کاں پسر ناگاہ بمرد | صافیِ عالم براں شہ گشت دُرد

اُس نے خواب دیکھا کہ اُس کا لڑکا اچانک مرگیا ہے | اُس بادشاہ پر صاف دنیا مکدر ہوگئی

خشک شد از تابِ آتش مشکِ او | کہ نماند از تفِ آتش اشکِ او

آگ کی گرمی سے اُس کی تشک (آنکھ) خشک ہوگئی | آگ کی سوزش سے اُس کے آنسو نہ رہے

آنچناں پُر شد ز دودِ درد شاہ | کہ نہی یابید در وے راہ آہ

بادشاہ درد کے دھوئیں سے ایسا پُر ہوگیا | کہ اُس میں آہ کو راستہ نہ ملتا تھا

خواست[3] مُردن قالبش بیکار شد | عمر ماندہ بود شہ بیدار شد

وہ مرنے لگا اُس کا جسم بیکار ہوگیا | کچھ عمر باقی رہ گئی تھی، شاہ بیدار ہوگیا

شادیے آمد ز بیداریش پیش | کو ندیدہ بود اندر عمرِ خویش

بیداری سے اُس میں ایسی خوشی پیدا ہوئی | کہ اُس نے عمر بھر نہ دیکھی تھی

کہ ز شادی خواست ہم فانی شدن | پس مطوّق آمد ایں جاں با بدن

وہ خوشی سے مرنے کو تھا | (لیکن)، یہ جان بدن سے پیوستہ رہی

[1] اطلس۔ ریشمین کپڑا جس پر نقش ونگار نہیں ہوتے ہیں۔ اکسون۔ کالا دیبا۔ و بیک سو۔ انسان کے مراتب بلند ہونے میں سالہا سال کی ریاضتیں ہی ضروری نہیں ہیں بلکہ یک وقت عروج حاصل ہوجاتا ہے۔

[2] خواب۔ اُس بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ اُس کا وہ حسین لڑکا مرگیا۔ آتش یعنی غم کی آگ۔ مشکِ او یعنی اُس کی آنکھیں۔ آہ۔ یعنی آہ کرنے کی بھی اُس میں طاقت نہ رہی۔

[3] خواست۔ اُس خواب سے بادشاہ مرنے کے قریب ہوگیا اور جسم بیکار ہوگیا لیکن ابھی عمر باقی تھی لہٰذا بیدار ہوگیا۔ شادیے۔ بیدار ہوکر اُس کو ایسی خوشی ہوئی کہ عمر بھر کبھی نہ ہوئی تھی۔ کہ ز شادی۔ اب وہ خوشی سے مرا جاتا تھا انتہائی خوشی بھی موت کا سبب بن جاتی ہے۔ جی۔ لیکن جسم روح کے لئے طوق بن گیا اور اُس کو پرواز نہ کرنے دیا۔ مطوق۔ وہ جس کے گلے میں طوق پہنا دیا جائے۔

از دمِ غم می بمیرد[1] ایں چراغ — وز دمِ شادی بمیرد ایںت لاغ
یہ چراغ، غم کی پھونک سے بجھ جاتا ہے — اور خوشی کی پھونک سے (بھی)، بجھتا ہے یہ کمیں ہے

درمیانِ ایں دو[2] مرگ اُو زندہ است — ایں مطوّق شکل جای خندہ است
وہ اِن دو موتوں کے درمیان زندہ ہے — یہ طوق بنی ہوئی شکل، ہنسنے کا مقام ہے

شاہ با خود گفت شادی را سبب — آنچناں غم بُود از تسبیبِ رَب
بادشاہ نے سوچا خوشی کا سبب — ایسا غم، اللہ (تعالیٰ) کے سبب بنانے سے تھا

ایں عجب یک جُزو از یک رُوی مرگ — واں زیک رُوی دِگر احیا و برگ
یہ تعجب ہے، ایک جز ایک حیثیت سے موت ہے — وہی دوسری حیثیت سے زندہ کرنا اور سرسبزی ہے

آں یکے[2] نسبت بداں حالت ہلاک — باز ہم از سُوی دیگر امتساک
ایک کی نسبت سے وہ ہلاکت ہے — پھر دوسرے کی نسبت سے زندگی ہے

شادیِ تن سُویِ دنیاوی کمال — سُوی روزِ عاقبت نقص و زوال
جسم کی خوشی دنیاوی اعتبار سے کمال ہے — آخرت کے دن کے اعتبار سے نقص اور زوال ہے

خندہ را در خواب ہم تعبیر داں — گریہ گوید با دریغ و اندہاں
خواب میں ہنسی کی تعبیر سمجھ لے — افسوس اور غم کے ساتھ رونا کہتا ہے

گریہ را در خواب شادی و فرح — ہست در تعبیر اے صاحب مرح
خواب میں رونے کی، خوشی اور مسرت — تعبیر ہے اے خوشی والے!

شاہ[3] اندیشید کایں غم خود گذشت — لیک جاں از جنسِ ایں بدظن بگشت
شاہ نے سوچا کہ یہ غم گذر گیا — لیکن اِس جیسی چیز سے جان بدگمان ہو گئی ہے

ور رسد خارے چنیں اندر قدم — گر رود گُل، یادگارے بایدم
اور اگر ایسا کانٹا پاؤں میں چبھے — اگر پھول جاتا ہے، میرے لئے کوئی یادگار چاہیئے

چشم زخمے زیں مبادا کہ شود — یادگارے بایدم گر اُو رود
خدا کرے اِس قسم کا کوئی صدمہ نہ پہنچے — اگر وہ مرجائے تو میرے لئے کوئی یادگار چاہیئے

چوں فنا را شد سبب بے منتہا — پس کدامیں راہ را بندیم ما
جبکہ موت کے بے انتہا سبب ہیں — تو ہم کونسے راستہ کو بند کریں گے؟

لڑکے کے مرنے کا صدمہ مجھے نہ پہنچے بہرحال احتیاط کا تقاضا ہے کہ اُس کی یادگار کا بندوبست کر لینا چاہیئے۔ چوں۔ موت کے سینکڑوں اسباب ہیں اُن پر قابو پانا مشکل ہے۔

[1] ایں چراغ۔ یہ عجب تماشہ ہے کہ چراغِ زندگی غم سے بھی بجھتا ہے اور خوشی سے بھی۔ درمیانِ۔ موت کے اِن دونوں سببوں کے درمیان انسان زندہ رہتا ہے اور اِس پر ہنسی آتی ہے کہ انسان کا جسم روح کے گلے کا ہار بنا ہوا ہے۔ شاہ۔ بادشاہ نے سوچا کہ ایسا غمناک خواب اِس قدر خوشی کا سبب بنے۔ یہ سبب بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے۔ ایں عجب۔ وہی خواب موت کا سبب بھی تھا اور وہی خواب زندگی اور خوشی کا سبب بھی ہوا۔

[2] آں یکے۔ بہت سی چیزیں ایسی ہی ہیں کہ وہ ایک جانب موت کا سبب بنتی ہیں تو دوسری جانب زندگی کا سبب بھی بنتی ہیں۔ شادیِ تن جسمانی خوشی دنیاوی اعتبار سے کمال ہے آخرت کے اعتبار سے زوال ہے۔ خندہ۔ تعبیر دینے والے خواب میں ہنسی کی تعبیر رنج اور غم سے کرتے ہیں اور خواب میں رونے کی تعبیر مسرت اور خوشی سے کرتے ہیں۔

[3] شاہ۔ شاہ نے سوچا کہ اگرچہ عتاب کی بات ختم ہو گئی ہے لیکن ایک بدظنی باقی ہے اب اگر خدانخواستہ لڑکا مرے تو اُس کی کوئی یادگار تو باقی رہنی چاہیئے۔ گُل۔ یعنی لڑکا۔ یادگار یعنی اُس کی یاد دلانے والا اُس کا اولاد۔ چشم زخمے۔ خدا کرے

صَد دریچہ و دَر سُوئے مرگِ لَدیغ ¹ — می کُنند اندر کُشادن ژَریغ ژَریغ

ڈسنے والی موت کیلئے سیکڑوں کھڑکیاں اور در ہیں — جو کھولنے میں چوں چوں کرتے ہیں

ژَریغ ژَریغِ تلخ آں دَرہائے مرگ — نشنود گوشِ حریص از حرصِ برگ

موت کے دروازوں کی کڑوی چوں چوں — ساز و سامان کے لالچ کی وجہ سے لالچی کا کان نہیں سنتا ہے

از سُوئے تن ² دَردہا بانگِ دَر ست — وز سُوئے خصماں جفا بانگِ دَر ست

جسم کی جانب سے درد، دروازے کی آواز ہیں — مخالفوں کی جانب سے ظلم دروازے کی آواز ہے

ہیں برو بَرخواں کتابِ طِبّ را — تا شمارِ ریگ بینی رنجہا

خبردار! جا طب کی کتاب پڑھ — تاکہ تو ریت کی شمار کے امراض دیکھے

اے پسر بَرخواں دَمے فہرستِ طِب — نارِ علتہا نظر کُن مُلتہب

اے بیٹا! تھوڑی دیر کے لئے طب کی فہرست پڑھ لے — بیماریوں کی آگ کو شعلہ زن دیکھ

زاں ہمہ بر من دریں خانہ رہ است — ہر دُو گامے پُر ز کژدُمہا چہ است

اس گھر میں اِن سب کا میری جانب راستہ ہے — ہر دُو قدم پر بچھوؤں سے بھرا ہوا کنواں ہے

باد تند ست و چراغم اَبترے — زُو بگیرانم چراغِ دیگرے

ہوا تیز ہے اور میرا چراغ ناقص ہے — میں اُس سے ایک دوسرا چراغ حاصل کرلوں

تا بُوَد ³ کز ہر دُو یک وافی شود — گر بباد آں یک چراغ از جا رَوَد

تاکہ دونوں میں سے ایک باقی رہے — اگر ہوا سے، ایک چراغ بجھ جائے

ہمچو عارِف کز تنِ ناقص چراغ — شمعِ دل افروخت از بہرِ فراغ

جیسا کہ عارف (باخدا) نے جسم کے ناقص چراغ سے — فراغت کے لئے دل کی شمع روشن کرلی ہے

تاکہ روزے کایں بمیرد ناگہاں — پیشِ چشمِ خود نہد اُو شمعِ جاں

تاکہ اگر یہ کسی دن اچانک مرجائے — وہ اپنے سامنے روح کی شمع رکھ لے

اُو نکرد ایں فہم پس داد از غرر — شمعِ فانی را بفانیِ دگر

وہ یہ نہ سمجھا اُس نے دھوکے سے دیدیا — فنا ہونیوالی شمع کو دوسری فنا ہونیوالی کے بدلے میں

چارہ اندیشید لیکن چارہ نے — گفتِ با خود نیست بیروں رَفتنے

اُس نے تدبیر سوچی لیکن تدبیر نہیں ہے — خودی والے کی گفتگو باہر نکلنے کی نہیں ہے

عُروس خواستنِ بادشاہ از بہرِ پسر از خوفِ انقطاعِ نسل

بادشاہ کا اپنے لڑکے کیلئے دُلہن کا چاہنا نسل کے منقطع ہونے کے ڈر سے

---

¹ صَد دریچہ۔ موت کے آنے کے سینکڑوں راستے اور دروازے ہیں جب وہ دروازے کھلتے ہیں تو اُن کے کواڑ چوں چوں کرتے ہیں۔ ژَریغ۔ اُن کی چوں چوں کی آواز دنیا کی حرص کی وجہ سے کان نہیں سنتے ہیں۔

² از سُوئے تن۔ جسم کے درد اور دشمنوں کے ظلم موت کے دروازوں کے کواڑوں کی چوں چوں ہے۔ تا شمارِ ریگ۔ یعنی لاتعداد۔ مُلتہب شعلہ زن۔ زآں ہمہ۔ ہر مرض کا بدن میں راستہ ہے۔ چراغم۔ یعنی میرے لڑکے کے اولاد نہیں ہے۔ زُو دیگرے۔ یعنی لڑکے کے اولاد ہو جائے۔

³ تا بُوَد۔ خدانخواستہ بیٹا مرے تو پوتا رہ جائے۔ ہمچو۔ بادشاہ کی تدبیر ایسی ہی تھی جیسے باخدا انسان کرتا ہے کہ جسم کا چراغ بجھ جائے تو روح کا چراغ روشن رہے۔ اُو نکرد۔ بادشاہ اور عارف کے کام میں فرق یہ ہے کہ اُس نے فانی کا بدل فانی سوچا یعنی لڑکے کا بدل پوتا۔ چارہ۔ بادشاہ نے جو تدبیر کی وہ درست نہ تھی چونکہ وہ خودی میں مبتلا تھا اس لئے اُس کی گفتگو عیب سے باہر نکلنے کی نہ تھی۔ عُروس۔ دُلہن۔

753

پس عروسے خواست باید بہرِ او | تا بماند زیں تزوّج[1] نسلِ او
اُس کے لئے ایک دلہن تلاش کرنی چاہئے | تاکہ اِس نکاح سے اُس کی نسل باقی رہے

گر رود سوئے فنا ایں بازِ باز | فرخِ او گردد زبعدِ باز باز
اگر یہ بازفنا کی جانب چلا جائے، پھر | اُس کا بچہ باز کے بعد باز بن جائے

صورتِ ایں باز گر زینجا رود | معنیِ او در ولد باقی بود
اِس باز کی صورت اگر اِس جگہ سے چل جائے | اُس کی معنویت بچہ میں باقی رہے

بہرِ ایں فرمود آں شاہِ نبیہ | مصطفیؐ کہ اَلوَلَدُ سِرُّ اَبِیہِ
اِسی لئے فرمایا ہے اُس شریف شاہ | مصطفیٰؐ نے، کہ بچہ باپ کا راز ہے

بہرِ ایں معنیٰ ہمہ خلق از شغف | می بیاموزند طفلاں را حرف
اِسی لئے تمام لوگ شوق سے | بچوں کو ہنر سکھاتے ہیں

تا بماند آں معانی در جہاں | چوں شود آں قالبِ ایشاں نہاں
تاکہ دنیا میں وہ خوبیاں باقی رہیں | جب اُن کا جسم چھپ جائے

حق بحکمت حرص شاں دادست وجد | بہرِ رُشدِ ہر صغیرِ مستعد
اللہ (تعالیٰ) نے دانائی سے اُنکو حرص اور کوشش عطا | ہر صاحبِ استعداد بچے کی رہنمائی کے لئے

من[2] ہم از بہرِ دوامِ نسلِ خویش | جفت خواہم پورِ خود را خوب کیش
میں بھی اپنی نسل کی ہمیشگی کے لئے | اپنے لڑکے کے لئے خوبصورت بیوی اوڑھنا

دخترے خواہم زنسلِ صالحے | نے زنسلِ بادشاہے طالحے
کسی نیک کی نسل کی لڑکی چاہوں گا | نہ کسی بدمعاش بادشاہ کی نسل کی

شاہ خود آں صالح ست آزاد او ست | نے اسیرِ حرصِ فرج ست و گلوست
بادشاہ وہ ہے، جو نیک اور آزاد ہے | نہ وہ جو شرمگاہ اور حلق کی حرص کا قیدی ہو

مر اسیراں[3] را لقب کردند شاہ | عکس چوں کافور نامِ آں سیاہ
لوگوں نے قیدی کو شاہ کا لقب دیا ہے | بالعکس جیسا کہ حبشی کا نام کافور

شد مفازہ بادیہ خونخوارہ نام | نیک بخت آں پیس را گویند عام
خونخوار جنگل کا نام مفازہ بنا | کوڑھی کو عوام نیک بخت کہتے ہیں

---

[1] تزوّج۔ نکاح کرنا۔ باز۔ یعنی لڑکا۔ فرخ۔ پرندکا بچہ یعنی لڑکے کا لڑکا۔ معنیِ او۔ لڑکے کی خوبیاں۔ بہرِ ایں۔ چونکہ بیٹے میں باپ کی خو ہوتی ہے اِسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا ہے اَلوَلَدُ سِرُّ اَبِیہِ ”بچہ باپ کا راز ہے“۔۔۔ حرف۔ کاریگر اولاد کو اپنا ہنر سکھاتا ہے تاکہ وہ ہنر اُس کے مرنے کے بعد بھی باقی رہے۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے والدین میں یہ جذبہ اِسی لئے رکھا ہے کہ اُنکے ہنر اُن کے بعد بھی باقی رہیں۔

[2] من ہم۔ بادشاہ نے کہا میں بھی اپنی نسل باقی رکھنے کیلئے اپنے لڑکے کی شادی کردوں گا۔ صالحے۔ لڑکے کی دُلہن کسی نیک شخص کی لڑکی کو بناؤں گا۔ طالح۔ بدکار و بدمعاش۔ صالح۔ باخدا انسان کو شاہ کہنا چاہیئے دنیادار تو شرمگاہ، اور حلق کا قیدی ہوتا ہے۔

[3] اسیراں۔ عام بادشاہوں کو بادشاہ کہنا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ حبشی کا نام کافور رکھ دیا جائے یہ بالعکس بات ہے عموماً بادشاہ کھانے پینے اور عیاشی کے قیدی ہوتے ہیں، حبشی کالا ہوتا ہے کافور سفید ہوتا ہے۔ شد مفازہ۔ مفازہ کے معنٰی اِس کامیابی کی جگہ لیکن جنگل کو مفازہ کہا جاتا ہے حالانکہ وہ ہلاکت کی جگہ ہے۔ پیس۔ کوڑھی کو نیک بخت کہا جاتا ہے حالانکہ اُس سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا۔

ہر اسیرِ شہوت و حرص و اَمَل — بر نوشتہ میر یا صدرِ اَجَل[1]
ہر شہوت اور لالچ اور آرزو کے قیدی کو — میر یا بڑا صدر لکھا ہے

آں اَسیرانِ اَجَل را عام داد — نامِ میرانِ اَجَل اندر بلاد
اُن موت کے قیدیوں کو عوام نے دیدیا ہے — شہروں میں بڑے حاکموں کا نام

صدر خوانندش کہ در صَفِّ نعال — جانِ اُو بستہ است یعنی جاہ و مال
اُس کو صدر کہتے ہیں جس کے جوتوں کی صف میں — جان بندھی ہے یعنی جاہ و مال میں

اِختیار کردنِ پادشاہ دُختر زاہد را از جہتِ پسر و اِعتراض کردنِ اہلِ بیت و ننگ داشتنِ ایشاں از پیوندِ درویشاں

بادشاہ کا لڑکے کے لئے ایک زاہد کی لڑکی کو منتخب کرنا اور گھر والوں کا اعتراض کرنا اور درویشوں کے ساتھ رشتے سے ذلت محسوس کرنا

ایں سخن را نیست پایاں خوش جہت — بہرِ پورِ خویشتن شاہ از نہفت
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے بیری ہانگ لی — بادشاہ نے چپکے چپکے اپنے لڑکے کیلئے

شاہ چوں با زاہدے خویشی گزید — ایں خبر در گوشِ خاتوناں رسید
بادشاہ نے جب ایک زاہد کے یہاں رشتہ پسند کیا — یہ خبر عورتوں کے کان میں پہنچی

مادرِ شہزادہ گفت از نقصِ عقل — شرطِ کُفویت بُوَد در عقل و نقل
عقل کی کمی کیوجہ سے شہزادے کی ماں نے کہا — عقل اور نقل میں جوڑ شرط ہے

تو ز شُحِّ[2] و بُخل خواہی وز دَہا — تا بہ بندی پورِ ما را بر گدا
تو کنجوسی اور بخل اور مکاری سے چاہتا ہے — کہ میرے بچے کو فقیر کے ساتھ باندھ دے

گفت صالح را گدا گفتن خطاست — کو غنیُّ القلب از دادِ خداست
اُس نے کہا نیک شخص کو فقیر کہنا غلطی ہے — کیونکہ وہ خدا کی دین سے، دل کا مالدار ہے

در قناعت[3] میگریزد از تُقیٰ — نز لئیمی و کَسَل ہمچوں گدا
پرہیزگاری کی وجہ سے وہ قناعت اختیار کرتا ہے — نہ کہ فقیر کی طرح کاہلی اور کمینہ پن سے

قلّتے کاں از قناعت وز تُقاست — آں ز فقر و قلّتِ دُوناں جُداست
وہ کمی جو قناعت اور پرہیزگاری کیوجہ سے ہے — وہ کمینوں کی کمی اور فقر سے جُدا گانہ ہے

حَبّہ آں گر بیابد سر نہد — ویں ز گنجِ زر بہمت مے جہد
وہ اگر ایک حبہ بھی پاتا ہے سر جھکا دیتا ہے — یہ سونے کے خزانے سے ہمت کیوجہ سے بھاگتا ہے

---

[1] اَجَل۔ پہلے مصرع میں موت کے معنیٰ میں ہے، دوسرے مصرع میں بزرگ کے معنیٰ میں ہے۔ نعال۔ جوتے یعنی رُتبہ اور مال۔ اِختیار کردن۔ بادشاہ نے لڑکے کی دُلہن بنانا ایک نیک شخص کی لڑکی کو پسند کیا بیوی نے اُس پر اعتراضات شروع کر دیئے۔ پور۔ لڑکا۔ کفویت۔ شریعت اور عقل کہتی ہے کہ لڑکے اور لڑکی کا جوڑ ہونا چاہیئے۔

[2] شُحّ۔ سخت قسم کا بخل۔ دَہا۔ مکر یعنی تو طرح سے ڈر کر فقیر گھرانے میں لڑکے کی شادی کرنا چاہتا ہے۔ گفت۔ نیک اور قانع انسان کو گدا اور فقیر کہنا درست نہیں ہے۔

[3] قناعت۔ تھوڑے پر صبر، اگر انسان تقوے کی وجہ سے قناعت اختیار کرتا ہے تو اُس کو گدا نہیں کہا جا سکتا۔ حبّہ۔ گدا اور قانع میں بہت فرق ہے گدا ایک پیسہ کے لئے سر جھکا دیتا ہے اور قانع خزانوں پر لات مار دیتا ہے۔

شہ[1] کہ اُو از حرص قصدِ بر حرام — میکنُد اُو را گدا گوید ہُمام

وہ بادشاہ جو حرص کی وجہ سے حرام کا ارادہ — کرتا ہے، اُس کو بڑا انسان فقیر کہتا ہے

گفت کُو شہر و قِلاع اُو را جہیز — یا نثارِ گوہر و دینار ریز

اُسنے کہا شہر اور قلعے اُسکے پاس جہیز میں دینے کو کہاں؟ — یا نچھاور کرنے اور بکھیرنے کیلئے موتی اور دینار کہاں ہیں؟

گفت رَو ہر کُو غمِ دیں بَرگزید — باقیِ غمہا خدا از وے بُرید

اُسنے کہا، جا جس نے دین کا غم اختیار کر لیا ہیں — باقی غموں کو خدا نے اس سے جُدا کر دیا ہے

غالب[2] آمد شاہ و پسندید دخترے — از نژادِ صالحے خوش جوہرے

بادشاہ غالب آگیا اور اُس نے ایک لڑکی پسند کر لی — عمدہ مزاج والے ایک نیک شخص کی نسل سے

دَر مَلاحت خود نظیرِ خود نداشت — چہرہ اَش تاباں تر از خورشیدِ چاشت

حُسن میں وہ اپنا ثانی نہ رکھتی تھی — چار گھڑی دن کے سورج سے زیادہ روشن چہرے والی

حُسنِ دختر ایں خصالش آنچناں — کز نکوئی می نگنجد در بیاں

لڑکی کا حُسن (اور) اُس کی یہ خصلتیں ایسی تھیں — کہ خوبی کی وجہ سے بیان نہیں ہو سکتی ہیں

صَیدِ دیں کُن تا رسد اندر تبَع — حُسن و مال و جاہ و بختِ مُنتفعَ

دین کا شکار کر تاکہ تابع بن کر آئے — حُسن اور مال اور رُتبہ اور نفع کے قابل نصیبہ

آخرت[3] قطارِ اُشتر داں عمُو — دَر تبَع دنیاش ہمچوں پشک و مُو

اے چچا! آخرت کو اونٹ کی قطار سمجھ — اُس کے پیچھے دنیا کو مینگنی اور بال (سمجھ)

پشم بگزینی شُتر نبُوَد تُرا — وَر بُوَد اُشتر چہ قیمت پشم را

اگر تو اُون پسند کریگا، اونٹ تیرے نہ ہونگے — اور اگر اونٹ ہیں تو اُون کی کیا قیمت؟

جادوئی کردن کمپیرِ کابلی شاہزادہ را و فریفتہ شُدن شاہزادہ

ایک کابلی بڑھیا کا شہزادے پر جادو کر دینا اور شہزادے کا عاشق ہو جانا

چوں برآمد ایں نکاح آں شاہ را — با نژادِ صالحان و اولیا

جب اُس شہزادے کا نکاح ہو گیا — نیکوں اور ولیوں کی نسل سے

از قضا کمپیرکِ جادو کہ بُود — عاشقِ شہزادہ با حُسنِ وُجود

قضائے (خداوندی) سے جادوگرنی بڑھیا جو کہ تھی — حسین شہزادے پر عاشق

جادوئی کردش عجُوزِ کابلی — کہ بَرد زاں رشکِ سحرِ بابلی

اُس پر کابلی بڑھیا نے ایسا جادو کر دیا — کہ (جادو) بابل کا جادو (بھی) اُس پر رشک کرے

[1] شہ۔ جو بادشاہ کمانے میں حلال حرام کا فرق نہ کرے بزرگ لوگ اُس کو گدا کہتے ہیں۔ گفت۔ ملکہ نے کہا ان لوگوں کے پاس نہ ملاقہ ہے نہ قلعے جو وہ لڑکی کو جہیز میں دینگے نہ لڑکی کی رخصتی کے وقت ڈولے پر نثار کرنے کے لئے زر و جواہر ہیں... گفت رَو۔ شاہ نے ملکہ سے کہا کہ مجھے اب دین کی فکر ہے اور جو شخص دین کی فکر میں لگ جاتا ہے دوسرے غموں سے آزاد ہو جاتا ہے لہٰذا مجھے جہیز وغیرہ نہ ہونے کا کوئی غم و فکر نہیں ہے۔

[2] غالب آمد۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ نے بیگم کی باتیں نہ سُنیں اور ایک نیک شخص کی لڑکی کو بیاہ لایا جو انتہائی حسین تھی جس کا حُسن بیان سے باہر ہے۔ صیدِ دیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کو دین حاصل کرنا چاہیئے دوسری چیزیں اُس کے تابع ہیں وہ اصل مقصود نہ ہونی چاہئیں۔

[3] آخرت۔ آخرت کی مثال اونٹوں کی قطار کی ہے اور دنیا کی مثال اُن کی مینگنیوں اور بالوں کی سی ہے۔ پشم بگزینی۔ اگر تم صرف اُنکے اون کی فکر میں لگ گئے تو قطار ہاتھ نہ آئیگی۔ جادوئی۔ شادی کے بعد شہزادے پر ایک بڑھیا جادوگرنی نے جو کابلی تھی جادو کر دیا وہ بڑھیا اُسپر عاشق ہو گئی تھی اور اُسکو اپنے جال میں پھنسا لیا۔ باقی۔

بابل کے علاقہ کا جادو مشہور تھا۔

شہ بچہ شُد عاشقِ کمپیرِ زشت[1] — تا عروس و آں عروسی را بہشت
شہزادہ بدصورت بڑھیا پر عاشق ہوگیا — یہاں تک کہ اُس نے دُلہن اور شادی سے کنارہ کرلیا

یک سیہ دیوے و کابولی زنے — گشت بر شہزادہ ناگہ رہزنے
ایک کالا بھوت اور کابلی عورت — اچانک شہزادے کی ڈاکو بن گئی

زاں سیہ روئے خبیثِ نابکار — گشت آں شہزادہ مدہوش و نزار
اُس کلموئی، خبیث نابکار کی وجہ سے — شہزادہ مدہوش اور لاغر ہوگیا

آں نود سالہ عجوزِ گندہ پیر — نے خرد ہشت آں مَلک را نے ضمیر
اُس نوّے سالہ بڑھیا کھوسٹ نے — اُس شہزادے کی نہ عقل چھوڑی، نہ دل

تا بسالے[2] بُود شہزادہ اسیر — بوسہ جایش نعلِ کفشِ گندہ پیر
یہاں تک کہ شہزادہ ایک سال قیدی رہا — بڑھیا کی جوتی کا تلا اُس کی بوسہ گاہ تھی

صُحبتِ کمپیر اُو را می زلُود — تا ز کاہش نیم جانے ماندہ بُود
بڑھیا کی صحبت اُس کو تباہ کر رہی تھی — یہاں تک کہ گھٹاؤ کی وجہ سے آدھی جان رہ گئی تھی

دیگراں از ضعفِ وے با دردِ سر — اُو ز سُکرِ سحر از خود بے خبر
دوسرے اُس کی کمزوری سے دردِ سر میں تھے — وہ جادو کے نشہ سے اپنے آپ سے غافل تھا

ایں جہاں بر شاہ چوں زنداں شدہ — ویں پسر بر گریہ شاں خنداں شُدہ
بادشاہ پر یہ دنیا قید خانہ کی طرح ہوگئی تھی — یہ لڑکا اُن کے رونے پر ہنستا تھا

شاہ[3] بس بیچارہ شُد در بُرد و مات — روز و شب می کرد قربان و زکات
اُس بازی میں بادشاہ لاچار ہوگیا — دن رات قربانی اور خیرات کرتا تھا

زانکہ ہر چارہ کہ می کرد آں پدر — عشقِ کمپیرک ہمی شُد بیشتر
باپ جس قدر بھی تدبیر کرتا تھا — بڑھیا کا عشق بڑھتا تھا

پس یقیں گشتش کہ مطلق آں سر است — چارہ اُو را بعد ازیں لابہ گر است
تو اُسکو یقین ہوگیا کہ (یہ) مطلقاً اُس (اللہ) کی جانب سے ہے — اُسکے بعد اُس کی تدبیر (اللہ کے سامنے) خوشامد ہے

سجدہ می کرد اُو کہ ہم فرمان ترا است — غیرِ حق بر مُلکِ حق فرماں کرا است
وہ سجدے کرتا کہ تیرا ہی حکم ہے — اللہ (تعالیٰ) کی سلطنت میں اللہ (تعالیٰ) کے علاوہ کس کا حکم ہے؟

لیکن ایں مسکیں ہمی سوزد چو عُود — دست گیرش اے رحیم و اے ودُود
لیکن یہ مسکین اگر کی طرح جل رہا ہے — اے رحم کرنیوالے! اے محبوب! اسکی دستگیری کر

[1] کمپیر۔ بڑھیا، بوڑھا یا بوڑھی کابلی۔ زآں۔ شہزادہ اُس خبیث کے عشق میں مدہوش رہنے لگا اور لاغر ہوگیا۔ گندہ پیر بہت بوڑھا یا بڑھیا۔ مَلک یعنی شہزادہ۔ ضمیر۔ دل۔

[2] تا بسالے۔ ایک سال تک شہزادہ اُسکی قید میں رہا اور اُس کی جوتیاں چومتا تھا۔ صُحبت۔ یعنی اُس بڑھیا کی ہمبستری سے وہ گھل کر آدھا رہ گیا تھا۔ دیگراں۔ دوسرے اُس کی لاغری کو دیکھ کر دردِ سر میں مبتلا ہوئے اور وہ اپنی حالت سے بے خبر تھا۔ ویں پسر۔ بادشاہ شہزادے کے غم میں روتا تھا تو شہزادہ اُس کے رونے پر ہنستا تھا۔

[3] شاہ۔ بادشاہ اُس جادو کے معاملہ میں لاچار تھا اور صدقہ خیرات کرتا رہتا تھا کہ اُس کے ذریعہ یہ مصیبت ٹل جائے۔ زانکہ۔ اگر وہ اُس جادو کا کوئی توڑ کراتا تھا تو جادو اور مضبوط ہوجاتا تھا۔ پس۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو اُس کو یقین ہوگیا کہ یہ سب کچھ اللہ کی جانب سے ہے اُسی کے سامنے رونا اور دعا کرنا چاہیئے لہٰذا اُسنے اللہ کی عبادت اور دُعائیں شروع کردیں۔ لیکن۔ بیشک تیرا ہی حکم ہے لیکن میں اگر کی طرح جل رہا ہوں میری دستگیری فرما۔

مُستجاب شُدنِ دعای بادشاہ دَر خلاصِ پسر از جادوئی کابلی

کابلی کی جادوگری سے چھٹکارے کے بارے میں بادشاہ کی دُعا قبول ہونا

تازیاربِ یاربِ وافغانِ شاہ ۔ ساحرے اُستاد پیش آمد زراہ
یہانتک کہ بادشاہ کی یارب یاربؐ فریاد کیوجہ سے ۔ ایک اُستاد جادوگر، سفر سے سامنے آگیا

اُو شنیدہ بُود از دور ایں خبر ۔ کہ اسیرِ پیرہ زن شُد آں پسر
اُس نے دُور سے یہ بات سُنی تھی ۔ کہ وہ لڑکا بڑھیا کا قیدی بن گیا ہے

کاں عجُوزہ بُود اندر جادوئی ۔ بے نظیر و اَیمن از مثل و دوئی
کیونکہ وہ بڑھیا جادوگری میں ۔ بے نظیر اور مثل اور دوئی سے مطمئن تھی

دَستؔ بَر بالایِ دستست اے فتیٰ ۔ دَر فن و در زور تا ذاتِ خدا
اے نوجوان! ہاتھ سے بڑھ کر ہاتھ ہے ۔ ہُنر اور طاقت میں اللہ (تعالیٰ) کی ذات تک

مُنتہایِ دستہا دستِ خدا ست ۔ بحر بیشک مُنتہایِ جوہاست
تمام ہاتھوں کا آخر خدا کا ہاتھ ہے ۔ یقیناً دریاؤں کا آخر سمندر ہے

ہَم از و گیرند مایہ اَبر ہا ۔ ہَم بدُو باشد نہایت سَیل را
اَبر اُسی سے سرمایہ حاصل کرتے ہیں ۔ اسی پر سیلاب کی انتہا ہوتی ہے

گفتؔ شاہش کایں پسر از دست رَفت ۔ گفت اینک آمدم درمانِ زَفت
بادشاہ نے اُس سے کہا یہ لڑکا ہاتھ سے گیا ۔ اُسنے کہا اب میں زبردست علاج آگیا ہوں

نیستؔ ہمتا زال را ایں ساحراں ۔ جُز منِ داہی رسیدہ زاں کراں
اِن جادوگروں میں کوئی بڑھیا جیسا نہیں ہے ۔ سوائے مجھ ہوشیار کے، جو اُس جانب سے آگیا ہو

چوں کفِ موسیٰؑ بہ اَمرِ کردگار ۔ نک بر آرم من ز سحرِ اُو دمار
اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ کی طرح ۔ اب میں اُس کے جادو کی تباہی مچا دوں گا

کہ مرا ایں علم آمد زاں طرف ۔ نے ز شاگردیِ سحرِ مُستخف
کیونکہ میرا یہ علم اُس (اللہ تعالیٰ) کیطرف سے آیا ہے ۔ ذلیل جادو کی شاگردی سے نہیں ہے

آمدم تا بر گُشایم سحرِ اُو ۔ تا نماند شاہزادہ زرد رُو
میں آیا ہوں تاکہ اُس کا جادو کھولدوں ۔ تاکہ شہزادہ پیلے چہرے کا نہ رہے

سُوئے گورستاں برو وقتِ سحر ۔ پہلوی دیوار ہست اسپید گور
صبح کے وقت قبرستان کی جانب جا ۔ ایک دیوار کے پہلو میں سفید قبر ہے

---

۱ مُستجاب ۔ قبول شدہ تازیارب ۔ بادشاہ کے یارب یارب سے ایک جادوگر سفر کرکے آگیا۔ اُو شنیدہ ۔ اُس جادوگر نے سُن لیا تھا کہ شہزادہ جادوگرنی کے پھندے میں ہے۔ کاں عجوزہ ۔ کیونکہ اُس بڑھیا جادوگرنی کی بہت شہرت تھی۔

۲ دست ۔ مولانا فرماتے ہیں دنیا میں ہنرمند سے بڑھ کر ہنرمند ہے تمام ہنرمندیاں خدا پر جاکر ختم ہوتی ہیں۔ بحر ۔ تمام دریا سمندر میں جاکر گرتے ہیں۔ ہم از و ۔ سمندر کے ابخرات بادل بنکر برستے ہیں۔ گفت ۔ بادشاہ نے اس آنے والے جادوگر سے کہا کہ شہزادہ ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا۔ آمدم ۔ اِس جادوگر نے کہا میں اُس کا علاج بن کر آیا ہوں۔

۳ نیست ۔ اُس جادوگر نے کہا اُس بڑھیا کے توڑ جوڑ کا سوائے میرے کوئی جادوگر نہیں ہے۔ کفِ موسیٰ جس طرح حضرت موسیٰؑ کے یدِ بیضا کے معجزے نے تمام جادوگروں کو شکست دی تھی میں اُس کا مقابلہ کرکے اُس کے جادو کو تباہ کردوں گا۔ کہ مرا ۔ میرا علم خداوندی الہام سے ہے میں نے کسی جادوگر سے نہیں سیکھا ہے۔ مُستخف ۔ ذلیل۔ سوئے ۔ جادوگر نے کہا صبح کے وقت قبرستان جائیے وہاں آپ کو دیوار کے پہلو میں ایک سفید قبر ملے گی۔

768

سوی قبلہ باز کاو آں جای را
اُس جگہ کو قبلہ کی جانب کھود
تا بہ بینی قدرت و صنعِ خدا
تاکہ تو خدا کی قدرت اور کاریگری دیکھے

پس دراز ست ایں حکایت تو ملول
یہ قصہ لمبا ہے (اور) تو درماندہ ہے
زُبدہ را گویم رہا کردم فضول
خلاصہ بتاتا ہوں، زاید کو چھوڑتا ہوں

سوی گورستان رفت آں شاہ زود
وہ بادشاہ فوراً قبرستان کی جانب گیا
گور را آں شاہ آں دم بر کشود
بادشاہ نے فوراً قبر کو کھولا

جادوی بہا دید پنہاں اندرو
بڑا جادو اُس میں دبا ہوا دیکھا
صد گرہ بربستہ بر یک تارِ مو
ایک بال پر سینکڑوں گرہیں لگی ہوئی تھیں

واں گرہ ہای گراں را بر گشاد
اُس (جادوگر) نے اُن مضبوط گرہوں کو کھولا
پس ز محنت پورِ شہ را رہ داد
شہزادہ کو مصیبت سے نجات دی

آں پسر با خویش آمد شد دواں
وہ شہزادہ ہوش میں آگیا (اور) دوڑا
سوی تختِ شاہ با صد امتحاں
بہت محنت سے بادشاہ کے تخت کی جانب

سجدہ کرد و بر زمیں می زد ذقن
سجدہ کیا اور زمین پر ٹھوڑی رگڑی
در بغل کردہ پسر تیغ و کفن
لڑکے نے بغل میں تلوار اور کفن لئے ہوئے

شاہ آئیں بست و اہلِ شہر شاد
شاہ نے جشن منایا اور شہر والے خوش ہو گئے
واں عروسِ نا اُمید و بے مراد
اور وہ مایوس اور نامراد دلہن

عالم از سر زندہ گشت و با فروز
دنیا از سرِ نو زندہ اور پُر رونق ہو گئی
اے عجب آں روز روزِ امروز
تعجب ہے وہ بھی ایک دن تھا اور آج بھی ایک دن ہے

یک عروسی کرد شاہ او را چناں
بادشاہ نے اُس کی شادی کی دعوت ایسی کی
کہ جلاب و قند بد پیشِ سگاں
کہ گلاب اور شکر کتوں کے سامنے تھا

جادوی کمپیر از غصہ بمُرد
جادوگرنی بڑھیا رنج سے مر گئی
رُوی و خُوی زشت با مالک سپرد
چہرہ اور بُری عادت مالک کے سپرد کر دی

شاہ آئیں بست و آمد در نیاز
شاہ نے جشن منایا اور نیازمندی اختیار کی
راز گفتے با خدای کار ساز
خدائے کارساز سے دل کی بات کہتا تھا

شاہزادہ در تعجب ماندہ بود
شہزادہ تعجب میں پھنسا تھا
کز من او عقل و نظر چوں در ربود
کہ وہ (بڑھیا) میری عقل و نظر کس طرح اُچک لے گئی

---

۱ سوی قبلہ۔ اُس آنے والے جادوگر نے بادشاہ سے کہا کہ اُس سفید قبر کو قبلہ کی جانب سے کھودنا پھر تجھے خدا کی قدرت نظر آجائے گی۔ زبدہ۔ خلاصہ۔ فضول۔ زاید چیز۔ جادوی بہا۔ اُس بڑھیا نے ایک بال میں سینکڑوں گرہیں لگا کر جادو کیا تھا وہ اُس قبر میں سے نکلا۔

۲ واں۔ بادشاہ اُس بال کو اُس جادوگر کے پاس لے آیا تو اُس نے اُس کی گرہیں کھولکر اور شہزادے کو جادو سے نجات دیدی۔ آں پسر۔ جادو ختم ہونے کے بعد شہزادہ فوراً باپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ در بغل۔ اپنے فعل پر شرمندہ تھا اور اپنے آپ کو مجرم قرار دے کر اپنے ساتھ تلوار اور کفن بھی لایا۔ آئیں بست۔ جشن منایا۔

۳ اے عجب۔ مولانا فرماتے ہیں جس دن جادو ہوا تھا وہ بھی ایک دن تھا اور آج جبکہ جادو ختم ہوا اور خوشیاں منائی جارہی ہیں یہ بھی ایک دن ہے۔ عروسی یعنی ولیمہ۔ جلاب۔ جلاب پیش سگاں یعنی اُس دعوت کی نعمتوں سے کتے بھی محروم نہ رہے۔ مالک۔ اُس فرشتہ کا نام ہے جو جہنم کا داروغہ ہے۔ شاہ۔ بادشاہ انتہائی خوش تھا اور اللہ تعالےٰ سے راز و نیاز کی باتیں کرتا تھا۔ شاہزادہ۔ جب جادو ختم ہو گیا تو اپنے معاملہ پر شہزادہ حیران تھا۔

نو عروسے دید ہمچوں ماہِ حسن | کہ ہمی زد بر ملیحاں راہِ حسن
اُس نے حسن کا چاند جیسی دُلہن دیکھی | جو حسینوں پر حسن کی راہ مسدود کرتی تھی

گشت بیہوش و برُو اندر فتاد | تا سہ روز از صدرِ اُو گم شد فواد
وہ بیہوش ہو گیا اور مُنہ کے بل گر پڑا | تین دن تک اس کا دل سینے سے غائب رہا

سہ شبانہ روز اُو بیہوش گشت | تا کہ خلق از غشیِ اُو پر جوش گشت
تین دن رات وہ بے ہوش رہا | یہاں تک کہ مخلوق اس کی بیہوشی سے مضطرب ہو گئی

از گلاب و از علاج آمد بخود | اندک اندک فہم گشتش نیک و بد
وہ گلاب اور علاج سے ہوش میں آیا | رفتہ رفتہ وہ اچھے بُرے کو سمجھنے لگا

بعد سالے شاہ گفتش در سخن | کاے پسر یاد آر ازاں یارِ کُہن
ایک سال کے بعد گفتگو کے دوران میں بادشاہ نے اس سے کہا | کہ اے بیٹا! پُرانے دوست کو بھی، یاد کر لیا کر

یاد آور زاں ضجیع و زاں فراش | تا بدیں حد بیوفا و مُر مباش
اُس ہمبستر اور بیوی کو یاد کر | اس حد تک بے وفا اور کڑوا نہ بن

گفت رو من یافتم دار السّرور | وا رہیدم از چہِ دار الغرور
اس نے کہا جائیے میں نے خوشی کا گھر پا لیا | میں دھوکے کے گھر کے کنویں سے نجات پا گیا

ہمچناں باشد چو مومن راہ یافت | سوئے نورِ حق ز ظلمت رُوی تافت
ایسا ہی ہوتا ہے جب مومن نے راستہ پا لیا | اللہ (تعالیٰ) کے نور کی جانب اُس نے تاریکی سے منہ موڑا

مخلصِ ایں قصّہ بر گفتم تمام | تا بدانی مقصدِ خود والسلام
میں نے اس قصہ کا پورا خلاصہ بتا دیا | تاکہ تو اپنا مقصود سمجھ لے والسلام

در بیانِ آنکہ شاہزادہ آدمی زادہ است پدرش آدمِ صفی خلیفۂ حق مسجودِ ملائکہ و آں کمپیر کابلی دنیا است کہ آدمی بچہ را از پدر ببرید بسحر و انبیا و اولیا آں طبیبِ تدارک کنندہ اند

اس کا بیان کہ شہزادے (سے) انسان (مراد) ہے اور اس (شہزادے) کا باپ حضرت آدم برگزیدہ اللہ (تعالیٰ) کے خلیفہ، ملائکہ کے مسجود ہیں اور کابلی بڑھیا دنیا ہے جس نے آدم کی اولاد کو جادو کے ذریعہ باپ سے جدا کر دیا ہے اور نبی اور ولی وہ علاج کرنے والے طبیب ہیں

اے برادر داں کہ شہزادہ توئی | در جہانِ کُہنہ زادہ از نوی
اے بھائی! جان لے کہ شہزادہ تو ہے | پُرانی دنیا میں تو نیا پیدا ہوا ہے

---

۵۱ نو عروسے۔ اب اپنی دُلہن کے پاس گیا تو اُس کو انتہائی حسین پایا۔ گشت۔ اُس کا حسن دیکھ کر بیہوش ہو گیا اور تین دن تک بیہوش رہا جس سے لوگ پریشان ہو گئے۔ از گلاب۔ بیہوشی کا علاج ہوا تب اُس کو رفتہ رفتہ ہوش آیا۔

۵۲ بعد سالے۔ ایک سال کے بعد دورانِ گفتگو میں بادشاہ نے شہزادے سے کہا کہ اپنی بڑھیا جادوگرنی کو بھی کبھی یاد کر لیا کرو۔ مُر۔ کڑوا۔ دار السرور۔ جنت یعنی دُلہن۔ دار الغرور۔ دنیا یعنی بڑھیا جادوگرنی۔

۵۳ ہمچناں۔ جو حالت شہزادے کی تھی کہ اُس بڑھیا کو یاد کرنا بھی پسند نہ کرتا تھا یہی حالت ایک مومن کی ہوتی ہے جبکہ اُس کو نورِ خداوندی حاصل ہو جائے وہ دنیا کے ظلمتکدہ کو یاد کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ اے برادر۔ ہم نے اس قصہ میں جو شہزادہ کہا ہے اُس سے ہر آدم زاد (انسان) مُراد ہے اور کابلی جادوگرنی سے مُراد دنیا ہے جس نے بنی آدم پر جادو کر رکھا ہے۔

کابلیِ جادو ایں دنیاست کو
کابلی جادوگرنی یہ دنیا ہے، جس نے

کردہ مرداں را اسیرِ رنگ و بو
انسانوں کو (اپنے) رنگ و بو کا قیدی بنا لیا ہے

چوں درافگندت دریں آلودہ زد ١؎
جبکہ اُسنے تورا تجھے اِس گندگی میں ڈالدیا ہے

دمبدم میخواں و میدم قُل اَعُوذ
ہر وقت قُلْ اَعُوْذُ پڑھ اور دَم کرتا رہ

تا رہی زیں جادوئی وزیں قلق
تاکہ اِس جادو اور پریشانی سے نجات پالے

اِستعانت خواہ از رَبُّ الفَلَق
صبح کے سفیدے کے رب سے مدد چاہ

زاں نبیؐ دنیات را سحّارہ خواند
اسی لئے نبیؐ نے تیری دنیا کو جادوگرنی کہا ہے

کو بافسوں خَلق را در چہ نشاند
کیونکہ اُسنے جادو کے ذریعہ مخلوق کو کنوئیں میں ڈالدیا ہے

ہیں فسونِ گرم دارد گندہ پیر
خبردار! بڑھیا تیز جادو رکھتی ہے

کردہ شاہاں را دمِ گرمش اسیر
بادشاہوں کو اُسکے گرم دَم نے قیدی بنا لیا ہے

دَر درونِ سینہ نفّاثات ٢؎ اوست
وہ سینہ میں (منتر پڑھکر) پھونکیں مارنیوالی ہے

عُقدہای سحر را اثبات اوست
وہ جادو کی گرہوں کو باندھنے والی ہے

ساحرہ دنیا قوی دانا زنے ست
جادوگرنی دنیا، بہت عقلمند عورت ہے

حَلِّ سحرِ او بپائے عامہ نیست
اُس کے جادو کا توڑ عوام کے بس کا نہیں ہے

وَرگشادے عُقدہ او را عقلہا
اگر عقلیں اُس کی گرہیں کھول سکتیں

انبیا را کے فرستادے خدا
اللہ تعالےٰ نبیوں کو کب بھیجتا؟

ہیں طلب کُن خوش دمے عُقدہ کشا
آگاہ! گرہ کھولنے والا اچھا دم کرنیوالا تلاش کرے

راز دانِ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَا
جو یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ کا راز داں ہو

ہمچو ماہی ٣؎ بستہ اَستت او بہ شست
اُس نے تجھے مچھلی کی طرح کانٹے میں پھنسا لیا ہے

شاہزادہ ماندہ سالے و تو شصت
شہزادہ ایک سال (پھنسا) رہا تو ساٹھ سال

شصت سال از شستِ او در مِحنتی
تو ساٹھ سال سے اُسکے کانٹے میں مصیبت میں ہے

نے خوشی نے بر طریقِ سُنّتی
تو نہ خوش ہے، نہ سنّت کے راستہ پر ہے

فاسقی بدبخت نے دنیات خوب
تو بدبخت، فاسق ہے، نہ تیری دنیا ہی اچھی ہے

نے رہیدہ از وبال و از ذنوب
نہ وبال اور گناہوں سے بچا ہوا ہے

نفخِ او ایں عقدہا را سخت کرد
اُس کے پھونکنے نے ان گرہوں کو مضبوط کردیا ہے

پس طلب کُن نفخۂ خلّاقِ فرد
خالقِ اَحَد کی پھونک کا طلبگار بن

١؎ زد و ذ۔ اگر دال سے پہلے حرف علت ہو تو بعض جگہ اس کو ذال سے بدل لیتے ہیں۔ قُلْ اَعُوْذُ۔ آنحضورؐ پر یہ سورت جادو کے توڑ کے لئے نازل ہوئی۔ اسی سورت میں خدا کو رَبُّ الفَلَق یعنی صبح کی سفیدی کا رب فرمایا گیا ہے۔ ناس آنحضورؐ نے دنیا کو جادوگرنی فرمایا ہے جو انسانوں کو جادو کے کنوئیں میں بند کردیتی ہے۔ سحّارہ۔ جادوگرنی۔ فسونِ گرم تیز جادو۔

٢؎ نفّاثات۔ منتر پڑھ کر پھونکنے والیاں۔ حلِّ سحر۔ دنیا کے جادو کا توڑ ہر شخص کے بس کا نہیں ہے۔ ورگشادے۔ دنیا کے جادو کی گرہیں اگر عقل کھول سکتی تو نبیوں اور رسولوں کے آنے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ۔ خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے یعنی مقدّراتِ خداوندی۔

٣؎ ہمچو ماہی۔ شہزادہ تو جادوگرنی کے جال میں ایک سال ہی رہا تو ساٹھ سال یعنی اپنی ساری عمر دنیا کے جال میں پھنسا رہا۔ شَست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ فاسقی۔ تیری دنیا اور دین دونوں برے ہیں۔ نفخِ او۔ دنیا نے منتر پڑھ کر جو گرہ لگائی ہے وہ بہت سخت ہے وہ اللہ کے پھونکنے ہی کھل سکے گی۔

تا نفختُ فِیہِ مِن رُّوحِی تُرا — وا رہاند زین و گوید بر تر آ
تاکہ "نفختُ فیہِ مِن رُّوحِی" تجھے — اِس سے چھڑا دے اور کہہ دے آگے آ جا

جز بنفخِ حق نسوزد نفخِ سِحر — نفخِ قہرست این و آں دَم نفخِ مہر
جادو کی پھونک، اللہ کی پھونک ہی سے جلتی ہے — یہ ظلم کی پھونک ہے اور وہ محبت کی پھونک ہے

رحمتِ او سابق ست از قہرِ او — سابقی خواہی برو سابق بجو
اُس کی رحمت اُس کے قہر سے پہلے ہے — تو آگے بڑھنا چاہتا ہے تو جا سابق کی تلاش کر

تا رسی اندر نفوسِ زُوِّجَت — کاے شہِ مسحور اینک مخرجت
تاکہ تو زُوِّجَت والے نفسوں میں داخل ہو جائے — کیونکہ اے جادو میں مبتلا شہزادے! یہ تیرے نکلنے کی جگہ ہے

باوجودِ زال نایدِ انحلال — در شبیکہ در برآں پیرِ دلال
بڑھیا کے ہوتے ہوئے (جادو کی گرہ کی) کھلنا محال ہے — (اور) وہ نازوں بھری جال اور بغل میں (نہ آئیگی)

نے کہ فرمود آں سراجِ اُمتاں — ایں جہان و آں جہاں را ضرتاں
کیا اُمتوں کے چراغ نے نہیں فرمایا — اِس دنیا اور اُس جہان کو دو سوتیں

پس وصالِ ایں فراقِ آں بود — صحتِ ایں تن سقامِ جاں بود
تو اِس کا وصال اُس کا فراق ہے — اس جسم کی تندرستی جان کی بیماری ہے

سخت می آید فراقِ ایں مَمَر — پس فراقِ آں مقر داں سخت تر
اِس گذرگاہ کی جدائی سخت لگتی ہے — تو اُس قیامگاہ کی جدائی زیادہ سخت ہے

چوں فراقِ نقش سخت آید تُرا — تا چہ سخت آید ز نقاشش جدا
جب تجھے نقش کی جدائی سخت لگتی ہے — تو اُس کے نقاش کی جدائی کس قدر سخت ہو گی!

اے کہ صبرت نیست از دنیای دوں — چونت صبرست از خدا اے دوست چوں
اے وہ کہ تجھے اِس کمینی دنیا سے صبر میسر نہیں — اے دوست! تجھے خدا کی جدائی پر کس طرح صبر کیا ہے؟

چونکہ صبرت نیست زیں آبِ سیاہ — چوں صبوری داری از چشمہ آلہ
جبکہ اِس کالے پانی سے تجھ میں صبر نہیں ہے — خدائی چشمہ سے تجھ میں کیسے صبر ہے؟

چونکہ بے ایں شرب کم داری سکوں — چوں ز ابراری جدا و ز یشربون
جبکہ اِس کو پئے بغیر تجھے سکون نہیں ہے — تو یشربون اور نیکیوں سے کیسے جدا ہے

یعنی آخرت۔ ز ابراری۔ قرآنِ پاک میں ہے اِنَّ الۡاَبۡرَارَ یَشۡرَبُوۡنَ مِنۡ کَاۡسٍ کَانَ مِزَاجُہَا کَافُوۡرًا نیک لوگ ایسے پیالے سے پئیں گے جس کی ملونی کافور ہو گی۔

(حاشیہ)

۱ے نَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ۔ میں نے اُس میں اپنی روح پھونک دی یعنی تیرے اندر بھی وہ روح آ جائے۔ بجز۔ دنیا کے جادو کی پھونک اللہ کی پھونک سے چلے گی۔ رحمتِ اُو۔ حدیث قدسی ہے۔ سَبَقَتۡ رَحۡمَتِیۡ عَلٰی غَضَبِیۡ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لئے ہوئے ہے۔ زُوِّجَتۡ۔ قرآن پاک میں ہے اِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ جبکہ نفسوں کے جوڑ لگائے جائیں گے یعنی جنت کے ساتھ یا حوروں کے ساتھ۔

۲ے باوجود۔ جب تک انسان بوڑھی دنیا کے ساتھ رہے گا نہ اُس کا جادو ٹوٹیگا نہ شہزادے کی طرح دلہن یعنی آخرت اُس کے پہلو میں آئے گی ضرتاں۔ حدیث شریف ہے۔ اَلدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃُ ضَرَّتَانِ اِنۡ رَضِیَتۡ اِحۡدٰھُمَا سَخِطَتِ الۡاُخۡرٰی دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں اگر ایک راضی ہوتی ہے تو دوسری ناراض ہو جاتی ہے۔ پس اگر دنیا کا وصال ہے تو آخرت کا فراق ہے۔ ممر۔ گذرگاہ یعنی دنیا۔ مقر۔ قرارگاہ یعنی آخرت

۳ے چوں فراق۔ دنیا کا نقاش خدا ہے جب اِس نقشِ دنیا کی جدائی اس قدر شاق ہے تو خدا نقاش کی جدائی کس قدر شاق ہو گی۔ آبِ سیاہ یعنی دنیا۔ چشمہ آلہ۔

گر بہ بینی یک نفس حُسنِ وَدُود ۵۱ — اَندر آتش اَفگنی جان و وُجود

اگر تو ایک لمحے کے لئے خدا کا حُسن دیکھ لے — جان اور جسم کو آگ میں ڈال دے

جیفہ بینی بعد ازاں ایں شُرب را — چوں بہ بینی کرّ و فرّ و قُرب را

اس کے بعد تو اس پینے کو مُردار سمجھے گا — جب تو (خدا کی) شان و شوکت اور قُرب کو دیکھ لیگا

ہمچو شہزادہ رَسی دَر یارِ خویش — پَس بُروں آری زِپا تو خارِ خویش

تو شہزادے کی طرح اپنے دوست تک پہنچ جائے — تو اپنے کانٹے کو پاؤں سے نکال دے

جَہد کُن دَر بیخودی خود را بیاب — زُود تر وَاللہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

اپنی فنائیت کی کوشش کر، خود کو پالے — بہت جلد اور اللہ بہتر کو زیادہ جانتا ہے

ہر زمانے ہیں مشو با خویش جُفت ۵۲ — ہر زماں چوں خَر در آب و گِل مُیفت

ہر وقت خودی میں مبتلا نہ ہو — ہر وقت گدھے کی طرح پانی اور مٹی میں نہ گر

از قصورِ چشم باشد آں عَثُور — کہ نہ بیند شیب و بالا راز دُور

وہ لغزش آنکھ کے قصور سے ہوتی ہے — کیونکہ وہ دُور سے نشیب و فراز کو نہیں دیکھتی ہو

بُوئے پیراہانِ یوسفؑ کُن سَنَد — زانکہ بُویش چشم روشن می کُند

(حضرت) یوسفؑ کے لباس کی خوشبو کا سہارا پکڑ — کیونکہ اُس کی خوشبو آنکھ کو روشن کرتی ہے

صورتِ پنہان و آں نُورِ جبیں — کردہ چشمِ انبیا را دُور بیں

پوشیدہ صورت اور پیشانی کے نُور نے — نبیوں کی آنکھ کو دُور بین بنا دیا ہے

نُورِ آں رُخسار بر ہاند ز نار ۵۳ — ہیں مشو قانع بنورِ مُستعار

اُس رُخسار کا نُور، نار سے نجات دلاتا ہے — خبردار! عارضی نور پر قانع نہ بن

چشم را ایں نورِ حالی بیں کُند — چشمِ عقل و رُوح را گرگیں کُند

یہ نور آنکھ کو حال کو دیکھنے والا بنا دیتا ہے — روح اور عقل کے چشم کو خارشی بنا دیتا ہے

صورتش نور ست و در تحقیق نار — گر ضیا خواہی دو دست ازوے بدار

اُس کا ظاہر نور ہے، حقیقتاً نار ہے — اگر (حقیقی) روشنی چاہتا ہے اُس سے دستبردار ہو جا

دَمبدَم در رُوفتد ہر جا رَوَد — دیدہ و جانے کہ حالی بیں بُوَد

جس جگہ جاتی ہے، لمحہ بہ لمحہ اوندھی گرتی ہے — وہ آنکھ اور جان جو حال کو دیکھنے والی ہوتی ہے

دُور بیند دُور بینِ بے ہُنَر — ہمچُناں کہ دور دیدن خواب دَر

بے ہنر دُور بین ایسا ہی دُور بین ہے — جیسا کہ خواب میں دور دیکھنا

---

۵۱ گر بہ بینی۔ اگر اللہ کا جلوہ تجھے ذرا بھی نظر آجائے تو تو جسم اور روح کو قربان کر ڈالے۔ جیفہ۔ مردار۔ قُرب یعنی خداوندی قرب۔ ہمچو۔ جس طرح شہزادہ اپنی حقیقی دلہن سے مل گیا تھا تو بھی اپنے حقیقی محبوب کو پالے اور دنیا کا کانٹا پاؤں سے نکال پھینکے۔ جہد کُن۔ اِس کی ترکیب یہی ہے کہ فنا کا درجہ حاصل کرلے۔

۵۲ ہر زمانے۔ فنا کا درجہ جب حاصل ہو جائے گا کسی وقت بھی خودی نہ اختیار کریگا اور دنیا سے کنارہ کش ہو جائیگا۔ از قصور۔ جب نگاہِ بصیرت نہیں ہوتی ہے تو انسان نشیب و فراز کو نہیں دیکھ پاتا ہے اور ٹھوکر کھاتا ہے۔ بُو ئی۔ حضرت یعقوبؑ کی بینائی حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو سے روشن ہوگئی تھی تو قدرت کے مناظر دیکھ منظر روشن ہو جائیگی اور مشاہدے تک پہنچ سکے گا۔ صورت۔ انبیاء کو چشم بصیرت اسی سے حاصل ہوئی ہے۔

۵۳ نور۔ اس نور کا مشاہدہ نارِ شہوت سے نجات دیتا ہے۔ ایں نور یعنی عارضی دنیاوی نور صرف وقتی چیزوں کو دکھاتا ہے اور بصیرتِ عقلی کو بیمار بناتا ہے۔ گرگیں۔ خارش کے مرض میں مبتلا۔ صورتش۔ عارضی نور بظاہر نور ہے لیکن حقیقتاً نار اور تباہی کا باعث ہے۔ دمبدم۔ عارضی نور والا ہمیشہ ٹھوکریں کھاتا ہے۔ دور بیند۔ ایسی

763

خفتہ[۱] باشی بر لبِ جو خشک لب ‏ می دوی سوی سراب اندر طلب

تو دریا کے کنارے خشک ہونٹ سویا ہوا ہے ‏ جستجو میں سراب کی جانب دوڑتا ہے

دور می بینی سراب و می دوی ‏ عاشقِ آں بینشِ خود می شوی

تو سراب کو دور دیکھتا ہے اور دوڑتا ہے ‏ اپنے اس دیکھنے کا تو عاشق بنتا ہے

می زنی در خواب با یاراں تو لاف ‏ کہ منم بینا دل و پردہ شگاف

تو خواب میں دوستوں سے شیخی بگھارتا ہے ‏ کہ میں روشن ضمیر اور پردہ چاک کرنے والا ہوں

نک بداں سو آب دیدم ہیں شتاب ‏ تا رویم آنجا و آں باشد سراب

یہ میں نے اس جانب پانی دیکھا ہے خبردار! جلدی کر ‏ تاکہ ہم وہاں چلیں اور وہ سراب ہوتا ہے

ہر[۲] قدم زیں آب تازی دور تر ‏ دو دواں سوی سراب با غرر

تو ہر قدم پر اسی پانی سے زیادہ دور بھاگتا ہے ‏ دھوکے والے سراب کی جانب دوڑتے ہوئے

عینِ آں عزمت حجابِ آں شدہ ‏ کہ بتو پیوستہ است و آمدہ

تیرا پختہ ارادہ خود اس کا حجاب بن گیا ‏ جو تجھ سے ملا ہوا ہے اور آیا ہوا ہے

بس کسا عزمے بجائے می کند ‏ از مقامے کاں غرض در وے بود

بہت سے لوگ ہیں جن کا ارادہ (دوسری) جگہ لیجاتا ہے ‏ اس مقام سے جس میں مقصد ہوتا ہے

دید و لافِ خفتہ می ناید بکار ‏ جز خیالے نیست دست از وے بدار

سوئے ہوئے کا دیکھنا اور شیخی بگھارنا کارآمد نہیں ہے ‏ وہ صرف خیال ہے اس سے دستبردار ہو جا

خوابناکی[۳] لیک ہم بر راہ خسپ ‏ اللہ اللہ بر رہِ اللہ خسپ

تو نیند کا ماتا ہے، پھر بھی راستہ پر سو ‏ خدا کے لئے اللہ کے راستہ پر سو

تا بود کہ سالکے بر تو زند ‏ از خیالاتِ نعاست بر کند

ہو سکتا ہے کوئی راہرو تجھ سے بھڑ جائے ‏ نیند کے خیالات سے تجھے جدا کر دے

خفتہ را گر فکر گردد ہمچو موی ‏ او ازاں دقت نیابد راہِ کوی

سوئے ہوئے کا فکر اگرچہ بال جیسا ہو ‏ وہ اس باریکی سے (بھی)، کوچہ کا راستہ نہیں پا سکتا

فکرِ خفتہ گر دوتا و گر سہ تاست ‏ ہم خطا اندر خطا اندر خطاست

سوئے ہوئے کا فکر خواہ دوہرا ہو یا تہرا ‏ غلط در غلط در غلط ہی ہے

گرچہ چشمش تیز بین و باضیاست ‏ ہم ہبا اندر ہبا اندر ہباست

اگرچہ اس کی آنکھ تیز بین اور روشن ہو ‏ خاک، در خاک، در خاک ہی ہے

---

۱ خفتہ۔ سوئے ہوئے کی دُور بینی یہ ہے کہ دریا کے کنارے پیاسا سو رہا ہے اور بہت دور کے ریت کو دیکھ رہا ہے جو پانی نظر آ رہا ہے۔ عاشق۔ اور سمجھ رہا ہے کہ میں بہت دُور بین ہوں دُور سے پانی دیکھ لیا ہے۔ میزنی۔ خواب میں دوستوں سے اپنی دُور بینی کی شیخی بھی بگھارتا ہے۔ نک۔ دوستوں سے کہتا ہے کہ میں نے دُور سے پانی دیکھ لیا وہاں چلو۔

۲ ہر قدم۔ نہر کو چھوڑ کر خواب میں جس قدر سراب کی طرف بھاگ رہا ہے وہ پانی سے اسی قدر دُور ہو رہا ہے یعنی سراب تک پہنچنے کا عزم نہر کے اس پانی کو حجاب بن رہا ہے جو اسکے قریب تھا۔ بس۔ بہت سے ایسے شخص ہوتے ہیں جن کا عزم ان کو مقصود کی اصل جگہ سے دُور کر دیتا ہے۔ خفتہ۔ سوئے ہوئے کا کسی چیز کو دیکھنا محض خیال ہوتا ہے جو بیکار ہوتا ہے۔

۳ خوابناکی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ تو نیند میں ہے اگر تجھے سونا ہی ہے تو سرِ راہ سو اور اللہ کے راستہ پر سو شاید کوئی اللہ کا نیک بندہ وہاں سے گزرے تو تیرے خواب والے خیالات دُور کر دے۔ خفتہ چونکہ تو سویا ہوا ہے تو اپنی تدبیر کو راہ یاب نہ ہوگا کسی بندہ کا ہاتھ پکڑ لے۔

موجؔ[1] بر وے می زند بے احتراز — خفتہ پویاں در بیابانِ دراز
بغیر بچاؤ کے موج اُس پر پڑ رہی ہے — سویا ہوا، دراز بیابان میں دوڑ رہا ہے

خفتہ می بیند عطشہاۓ شدید — آب اَقْرَبُ مِنْهُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيد
سویا ہوا سخت پیاس محسوس کرتا ہے — پانی اُس کی شہ رگ سے زیادہ اُس سے قریب ہے

حکایتِ آں زاہد کہ در سالِ قحط خنداں و شاد بود با مُفلسی و بسیاریِ عیال و خلق می مُردند از گرسنگی، با وُ گفتند کہ ہنگامِ تعزیت ست نہ شادی گفت مرا باکے نیست

اُس زاہد کی حکایت جو قحط کے سال میں باوجود مُفلسی اور بہت عیالداری کے مُسکرانے والا اور خوش تھا اور لوگ بھوک سے مر رہے تھے لوگوں نے اُس سے کہا کہ تعزیت کا وقت ہے نہ کہ خوشی کا اُس نے کہا مجھے کوئی پروا نہیں ہے

ہمچناںؔ[2] کاں زاہد اندر سالِ قحط — بُود اُو خنداں و گریاں جملہ رہط
اسی طرح وہ زاہد جو کہ قحط کے سال — مُسکراتا تھا اور تمام قبیلہ روتا تھا

پس بگفتندش چہ جاۓ خندہ است — قحط بیخِ مُومناں بر کندہ است
تو لوگوں نے اُس سے کہا ہنسنے کا کیا موقع ہے! — قحط نے مسلمانوں کی بیخ کنی کر دی ہے

رحمت از ما چشمِ خود بر دوختہ ست — ز آفتابِ تیز صحرا سوختہ است
رحمت نے ہم سے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں — تیز سورج سے، جنگل جل گیا ہے

کِشت و باغ و رزسیہ افتادہ است — در زمیں نم نیست نے بالا نہ پست
کھیتی اور باغ اور انگور کالے پڑ گئے ہیں — زمین میں نمی نہیں ہے، نہ اوپر نہ نیچے

خلق می میرند زیں قحط و عذاب — دہؔ[3] دہ و صد صد چو ماہی دور زآب
اس قحط اور عذاب سے لوگ مر رہے ہیں — دس دس اور سو سو جس طرح مچھلی پانی سے دُور

بر مسلماناں نمی آری تو رحم — مُومناں خویشند یک تن شحم و لحم
تجھے مسلمانوں پر رحم نہیں آتا — (حالانکہ) مومن باہم چربی اور گوشت کا ایک جسم ہیں

رنجِ یک جزوے ز تن رنجِ ہمہ ست — گر دمِ صُلح ست یا خود ملحمہ ست
جسم کے ایک جزو کی تکلیف سب کی تکلیف ہے — خواہ صُلح کا وقت ہے یا جنگ ہے

گفت در چشمِ شما قحط ست ایں — پیشِ چشمم چوں بہشت ست ایں زمیں
اُس نے کہا تمہاری نظر میں یہ قحط ہے — میری نگاہ میں یہ زمین بہشت جیسی ہے

---

[1] موج۔ سوئے ہوئے شخص پر موجوں کی تھپیڑیں بھی لگ رہی ہوں تب بھی سراب کیلئے دوڑتا ہے۔ خفتہ۔ نہر کے کنارے سویا ہوا پیاس محسوس کرتا رہتا ہے اور پانی بالکل اُس کے قریب ہوتا ہے۔ یہی حال اہلِ دنیا کا ہے کہ ذاتِ حق اُن کے قریب تر ہے لیکن وہ اُس تک نہیں پہنچ پاتے۔

[2] ہمچناں۔ جس طرح سوئے ہوئے کی حالت ہوتی ہے ایسی ہی اُن لوگوں کی حالت ہے جو اُس درویش پر معترض ہوئے۔ رہط۔ قبیلہ۔ رز۔ انگور کی بیل۔

[3] دہ۔ یعنی کہیں دس دس مر رہے ہیں کہیں سو سو۔ شحم۔ چربی۔ ملحمہ۔ جنگ۔ گفت۔ اُس نیک شخص نے کہا تمہاری نظر میں یہ قحط ہے میری نظر میں بہشت ہے۔

من ہمی بینم بہر دشت و مکاں — خوشہا انبہ رسیدہ تا میاں[1]
میں ہر جنگل اور جگہ میں دیکھ رہا ہوں — بکثرت (کھیتی کی) بالیں کمر تک

خوشہا در موج از بادِ صبا — پُر بیاباں سبز تر از گندنا
بالیں پُروا ہوا سے لہلہا رہی ہیں — جنگل بھرا ہوا ہے، گندنے سے زیادہ سرسبز ہے

ز آزموں من دست بر وی میزنم — دست و چشمِ خویش را چوں بر کنم
آزمانے کے لئے میں اُن کو چھوتا ہوں — اپنے ہاتھ اور نگاہ کو کیسے ہٹا لوں؟

یارِ فرعونِ تنید اے قومِ دُوں — زاں نماید مر شما را نیل خوں
اے کمینہ قوم تم فرعونی جسم کے یار ہو — اِس لئے تمہیں (دریائے) نیل خون نظر آتا ہے

یارِ موسیِ خرد گردید زود — تا نماند خون و بینید آبِ رُود
جلد عقلِ موسوی کے یار بن جاؤ — تاکہ خون نہ رہے اور تم دریا کا پانی دیکھ لو

از پدر[2] بر تو جفائے چوں رود — آں پدر در چشمِ تو سگ می شود
جب باپ کی جانب سے تجھ پر ظلم ہو — وہ باپ تیری نگاہ میں کتا ہو جاتا ہے

آں پدر سگ نیست تاثیرِ جفاست — کہ چناں رحمت نظر را سگ نماست
باپ کتا نہیں ہے، ظلم کی تاثیر ہے — کہ ایسی رحمت، نگاہ میں کتا جیسی ہے

گرگ می دیدند یوسف را بچشم — چونکہ اخواں را حسودی بود و خشم
(حضرت) یوسفؑ کو آنکھ سے بھیڑیا دیکھا — چونکہ بھائیوں میں حسد اور غصہ تھا

با پدر چوں صلح کردی خشم رفت — آں سگی شد گشت بابا یارِ زفت
جب تو نے باپ سے صلح کر لی غصہ ختم ہوا — وہ کتا پن بھی ختم ہوا باپ گہرا دوست بن گیا

در بیانِ آنکہ مجموعۂ عالم صورتِ عقلِ کُل است چوں با عقلِ کُل بکژی

اِس کا بیان کہ عالم کا مجموعہ عقلِ کُل کی صورت ہے جب تو عقلِ کُل کیساتھ ٹیڑھا

رُوی جفا[3] کردی صورتِ عالَم ترا غم فزاید اغلبِ احوال چنانکہ با

چلے گا، تو نے ظلم کیا، عالم کی صورت عموماً تیرا غم بڑھائیگی جیسے کہ باپ کے ساتھ تو نے

پدر بد کردی صورتِ پدر تُرا غم فزاید و نتوانی اُو را دیدن اگرچہ

بُرائی کی باپ کی صورت تیرا غم بڑھائے گی اور اُسکو دیکھ نہ سکیگا۔ اگرچہ

پیش ازاں نورِ دیدہ بُودہ باشد و راحتِ جاں

اُس سے پہلے آنکھوں کا نور اور جان کی راحت رہا ہو

[1] خوشہا: میں ہر جگہ اپنی اونچی کھیتی دیکھ رہا ہوں جو کمر تک ہے۔ خوشہا۔ کھیتی کی بالیں ہوا سے لہلہا رہی ہیں۔ گندنا: لہسن کی قسم کی ایک ترکاری ہے۔ زآزموں۔ آزمانے کے لئے میں اُس کھیتی پر ہاتھ بھی پھیرتا ہوں تو اب میں اپنے ہاتھ اور آنکھ کو کیسے جھٹلادوں۔ یار۔ تم اپنے فرعونی جسم کے دوست ہو لہٰذا فرعون کی طرح تمہیں بھی دریائے نیل کا پانی خون نظر آرہا ہے۔ خِرد۔ عقل جو بمنزلہ موسیٰؑ کے ہے اُس کے یار بنو تو حقیقتِ حال واضح ہوگی۔

[2] از پدر۔ انسان کی اپنی اندرونی کیفیت حقائق کو تبدیل کر دیتی ہے۔ اگر انسان باپ سے ناراض ہو جائے تو وہ اُس کو کتا نظر آنے لگتا ہے۔ گرگ۔ اپنی باطنی کیفیت کی بنا پر حضرت یوسفؑ اپنے بھائیوں کو بھیڑیا نظر آتے تھے۔ با پدر۔ اگر باپ سے محبت ہو تو وہ سراسر رحمت نظر آتا ہے۔

[3] جفا۔ تمام عالم حضرتِ حق کا مظہر اور اُس کا پیدا کیا ہوا ہے اس اعتبار سے وہ تمام عالم کا باپ ہے اگر تمہارے دل میں اُس سے بیزاری ہے تو یہ تمام عالم غیر واقعی صورت میں تمہیں نظر آئے گا۔

کُلِ عالم صورتِ عقلِ کُل ست[1]
پورا عالم عقلِ کل کی صورت ہے

کوست بابای ہر آں کاہلِ قُل ست
وہ ہر اُس شخص کا بابا ہے جو قول والا ہے

چوں کسے با عقلِ کُل کُفراں فزود
جب کوئی عقلِ کل کی نافرمانی کرے

صورتِ کُل پیشِ اُو ہم سگ نمود
کُل کی صورت اُس کو کتا نظر آتی ہے

صُلح کُن با ایں پدر عاقی بہل
اس باپ سے صلح کرلے، نافرمانی کو چھوڑ دے

تاکہ فرشِ رز نماید آب و گل
تاکہ تجھے زمین انگور کا فرش نظر آئے

پس قیامت نقدِ حالِ تو بُوَد
پھر قیامت تیری نظر کے سامنے ہو

پیشِ تو چرخ و زمیں مُبدل شود
تیرے آسمان اور زمین بدل جائیں

مَنکہ صلحم دائماً با ایں پدر
میری ہمیشہ اس باپ سے صلح ہے

ایں جہاں چوں جنّتستم در نظر
یہ دنیا میری نگاہ میں جنت کی طرح ہے

ہر زماں[2] نو صورتے و نو جمال
ہر وقت نئی صورت ہے اور نیا حسن ہے

تا ز نو دیدن فرو میرد ملال
حتّیٰ کہ نئے مشاہدے سے غم زائل ہوجاتا ہے

من ہمی بینم جہاں را پُر نعیم
میں دنیا کو نعمتوں سے بھرا دیکھتا ہوں

آبہا از چشمہا جوشاں مقیم
چشموں سے ہمیشہ پانی جوش مار رہا ہے

بانگِ آبش می رسد در گوشِ من
پانی کی آواز میرے کان میں پہنچتی ہے

مست می گردد ضمیر و ہوشِ من
میرا دل اور حواس مست ہوجاتے ہیں

شاخہا رقصاں شُدہ چوں تائباں
شاخیں صوفیوں کی طرح رقص کر رہی ہیں

برگہا کف زن مثالِ مُطرباں
پتے گویّوں کی طرح تالیاں بجا رہے ہیں

برق آئینہ است لامع از نمد
آئینہ کی چمک نمدے میں سے چمکتی ہے

گر نماید آئینہ تا چوں بُوَد
اگر آئینہ نظر آجائے تو کیا ہوگا؟

از ہزاراں[3] من نمی گویم یکے
میں ہزار (باتوں) میں سے ایک بھی نہیں کہتا ہوں

زانکہ آگندہ است ہر گوش از شکے
کیونکہ ہر کان شک سے پُر ہے

پیشِ وہم ایں گفت مُژدہ دادنست
وہم کے لئے یہ بات خوشخبری ہے

عقل گوید مُژدہ چہ نقدِ من ست
عقل کہتی ہے کہ خوشخبری کیا ہوتی ہے یہ میری حالت ہے،

[1] عقلِ کُل۔ مولانا عقلِ کُل کو بہت سی چیزوں پر اطلاق کرتے ہیں یہاں خدائے تعالیٰ مراد ہے۔ اہلِ قُل۔ یعنی وہ روحیں جنہوں نے ازل میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے جواب میں بَلٰی کا قول کیا تھا۔ چوں کسے۔ جب انسان کے دل میں خدا کا کُفر ہوتا ہے تو اُس کو سارا جہان بھیانک نظر آتا ہے۔ صورتِ کُل۔ یعنی جہان۔ عاقی۔ ماں باپ کی نافرمانی۔ تاکہ۔ تمام زمین انگوروں سے بھری ہوئی نظر آئے گی۔ قیامت۔ قیامت میں زمین و آسمان بدل دیئے جائیں گے۔ منکہ۔ اس بزرگ نے کہا چونکہ میری خدا سے صلح ہے لہٰذا مجھے تمام عالم جنت نظر آتا ہے۔

[2] ہر زماں۔ لمحہ بہ لمحہ مجھ پر نئی تجلیات کا انکشاف ہوتا رہتا ہے اور طبیعت ملول نہیں ہوتی ہے۔ مقیم۔ دائم۔ ضمیر۔ دل۔ شاخہا۔ شاخوں کا ہواؤں سے ہلنا مجھے صوفیوں کا رقص معلوم ہوتا ہے اور پتّوں کا بجنا گویّوں کی آواز معلوم ہوتی ہے۔ برقِ آئینہ۔ یہ تجلیات میرے اوپر ناسوت کے پردوں سے پڑ رہی ہیں، جبکہ براہِ راست پڑیں گی تو کیا حال ہوگا۔

[3] از ہزاراں۔ میں ہزاروں حقائق میں سے ایک بات بھی پوری نہیں بتا رہا ہوں۔ کیونکہ سننے والے اہل نہیں ہیں۔ پیشِ وہم۔ جن کی عقول ناقص ہیں وہ ان باتوں کو بمنزلہ خوشخبری کے سنتے ہیں۔ کامل عقل والے اُن کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

٦٥٦

قصۂ[1] فرزندانِ عُزیر علیہ السلام کہ از پدر احوالِ پدر می پُرسیدند

(حضرت) عزیر علیہ السلام کی اولاد کا قصہ کہ باپ سے (ہی) باپ کے احوال دریافت کر رہے تھے

پدر گفت آرے دیدمش از عقب می آید بعضے کہ شناختندش

باپ نے کہا ہاں میں نے اُس کو دیکھا ہے، پیچھے آ رہا ہے جن بعض نے پہچان لیا وہ بیہوش

بیہوش شُدند و آنانکہ نشناختندش می گفتند این شخص خوش

ہو گئے اور جنھوں نے نہ پہچانا وہ کہہ رہے تھے کہ اُس شخص نے اچھی خوشخبری

مژدہ دادہ این بیہوشی ازچیست واین حالت

دی ہے یہ حالت اور یہ بے ہوشی کس وجہ سے ہے؟

همچو پُوران[2] عُزیر اندر گذر
آمدہ پُرسان ز احوالِ پدر

(حضرت) عزیرؑ کی اولاد کی طرح راستہ میں
کہ باپ کے احوال دریافت کر رہے تھے

گشتہ ایشاں پیر و باباشاں جوان
پس پدر شاں پیش آمد ناگہاں

وہ بوڑھے ہو گئے تھے اور اُن کے والد جوان تھے
تو انکے والد اچانک سامنے آ گئے

پس بپرسیدند از وکاے رہگذر
از عُزیرِ ما عجب داری خبر

تو انھوں نے اُن سے دریافت کیا اے مسافر!
ہمارے عجیب عزیر کا تجھے علم ہے

کہ کسے مان گفت کامروز آں سَنَد
بعدِ نومیدی ز بیروں می رسد

کیونکہ کسی نے ہم سے کہا ہے کہ آج وہ سہارا
مایوسی کے بعد باہر سے آ جائے گا

گفت[3] آرے بعدِ من خواہد رسید
آں یکے خوش شُد چو ایں مژدہ شنید

اُن (عزیرؑ) نے کہا ہاں میرے بعد وہ آئے گا
اُنہیں سے ایک نے جب یہ خوشخبری سُنی خوش ہوا

بانگ می زد کاے مُبشر باش شاد
واں دِگر بشناخت بیہوش اُوفتاد

شور مچاتا تھا کہ اے خوشخبری دینے والے خوش رہ
دوسرے نے پہچان لیا بیہوش ہو کر گر گیا

کہ چہ جای مژدہ است اے خیرہ سَر
کہ در اُفتادیم در کانِ شکر

کہ اے احمق! خوشخبری کا کیا موقع ہے؟
ہم تو شکر کی کان میں پہنچ گئے ہیں

وہم را مژدہ است پیشِ عقل نقد
زانکہ چشمِ وہم شُد محجُوب فقد

وہم کے لئے خوشخبری ہے عقل کے لئے مشاہدہ
کیونکہ وہم کی آنکھ گمشدگی سے ڈھکی ہوئی ہے

ہے وہ کانِ شکر تو ہمارے سامنے ہے۔ وَہم۔ ایک ہی بات ناقص عقل کے لئے خوشخبری کا درجہ رکھتی ہے چونکہ وہ مشاہدہ نہیں کر سکتی ہے۔ عقلِ کامل کے لئے وہ مشاہدہ ہے۔

[1] قصہ۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض باتیں محجوبین کے لئے خوشخبری کا درجہ رکھتی ہیں اور کاملین کے لئے وہ مشاہدہ کا مرتبہ رکھتی ہیں۔ حضرت عزیرؑ ایک سَو سال کے بعد جب زندہ ہوئے تو آنکی اولاد نے سُنا کہ ہمارے باپ زندہ ہو کر آ رہے ہیں وہ اُنکی جستجو کے لئے شہر سے باہر نکلے حضرت عزیرؑ شہر میں آ رہے تھے وہ راستہ میں ملے کچھ اولاد انکو نہ پہچانی اور اُس نے انہی سے اُن کی خبریں معلوم کرنی چاہیں انھوں نے فرمایا کہ وہ ابھی آئیں گے یہ خبر اِس اولاد کے لئے خوشخبری بنی بعض لڑکوں نے اُن کو پہچان لیا تو اُن کیلئے یہ خبر مشاہدہ بنی اور وہ خوشی سے بیہوش ہو گئے۔

[2] پُوران۔ اولاد۔ پدر یعنی حضرت عزیرؑ ایشاں۔ اولاد بوڑھی ہو گئی تھی حضرت عزیرؑ تغیرات زمانہ سے محفوظ تھے وہ جوان تھے سَنَد یعنی حضرت عزیرؑ۔

[3] گفت۔ چونکہ یہ اولاد نہ پہچانی تو انھوں نے اُن پر طنز کیا اور فرمایا کہ ہاں وہ میرے بعد آئیں گے۔ بانگ۔ اُس نے انہیں کو اُس خوشخبری دینے کی دعا دی دوسری اولاد نے اُن کو پہچان لیا تو فرطِ مسرت سے بے ہوش ہو گئی۔ کہ چہ جای۔ پہچاننے والوں نے کہا کہ خوشخبری کیا چیز ہوتی

768

کافراں[۱] را درد و مومن را بشیر — لیک نقدِ حال در چشمِ بصیر

کافروں کے لئے درد اور مومن کیلئے خوشخبری دینے والی — لیکن بینا کی آنکھ میں نقدِ حال ہے

زانکہ عاشق در دمِ نقدست مست — لاجرم از کفر و ایماں برترست

کیونکہ عاشق مشاہدہ میں مست ہے — لامحالہ وہ کفر اور ایمان سے بالا ہے

کفر و ایماں ہر دو خود دربانِ اوست — کوست مغز و کفر و دیں اُو را دو پوست

کفر اور ایمان دونوں اُس کے دربان ہیں — کیونکہ وہ مغز ہے اور کفر اور دین اسکے دو چھلکے ہیں

کفر قشرِ خشک رُو برتافتہ — باز ایماں قشرِ لذت یافتہ

کفر خشک چھلکا منہ پھیرے ہوئے ہے — پھر ایمان لذت پایا ہوا چھلکا ہے

قشرہای[۲] خشک را جا آتش ست — قشرِ پیوستہ بمغزِ جاں خوش ست

خشک چھلکوں کی جگہ آگ ہے — چھلکا جو جان کے مغز سے وابستہ ہے وہ اچھا ہے

مغز خود از مرتبہ خوش برترست — برترست از خوش کہ لذت گسترست

مغز، اچھے مرتبہ کی وجہ سے بالا ہے — (بلکہ) اچھے سے بڑھ کر ہے کیونکہ لذت بخش ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — تا برآرد موسیم از بحر گرد

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ — تاکہ میرا موسیٰ سمندر سے گرد اڑائے

درخورِ عقلِ عوام ایں گفتہ شد — از سخن باقیِ آں بنہفتہ شد

عوام کی عقل کے بقدر یہ کہہ دیا گیا — اس کی بقیہ بات پوشیدہ کردی گئی ہے

زرِّ[۳] عقلت ریزہ است اے متہم — بر قراضہ مُہرِ سکہ چوں نہم

اے تہمت زدہ! تیری عقل کا سونا ریزہ ریزہ ہے — بُرادے پر سکہ کی مُہر کیسے لگاؤں؟

عقلِ تو قسمت شُدہ بر صد مہم — بر ہزاراں آرزوی و طِمّ و رِم

تیری عقل سینکڑوں معاملوں میں بٹی ہوئی ہے — ہزاروں آرزوؤں اور بہت مال پر

جمع باید کرد اجزا را بعشق — تا شوی خوش چوں سمرقند و دمشق

عشق کے ذریعہ اجزاء کو جمع کرنا چاہیئے — تاکہ تو سمرقند اور دمشق کی طرح حسین بن جائے

جو جوے چوں جمع گردی ز اشتباہ — پس تواں زد سکہ بر تو بادشاہ

وہم کو اگر جَو جَو کرکے تو جمع کرلے — تو بادشاہ تجھ پر ٹھپہ لگا سکے گا

وَالرِّم یعنی وہ خشکی اور سمندر کی چیزیں لے آیا یا بہت مال لے آیا۔ بعشق۔ عشقِ خداوندی عقلِ انسانی کو ایک نقطہ پر جمع کردیتا ہے۔ سمرقند۔ سمرقند اور دمشق کی رونق مشہور تھی غوطۂ دمشق اور سُغد سمرقند دنیا کی جنتوں میں شمار ہوتے تھے۔ جو جوے۔ عقل کو تھوڑا تھوڑا جمع کریگا تو کچھ نہ کچھ معارف حاصل ہو جائینگے۔

۱ کافراں۔ ایک ہی بات منکروں کیلئے درد ہے مومن کیلئے خوشخبری اور عاشق کے لئے مشاہدہ۔ عاشق بشاہدہ اور دیدار سے مست رہتا ہے لہٰذا وہ کافر اور رسمی مومن سے بالاتر ہے۔ کفر و ایماں۔ کفر اور رسمی ایمان اُس عاشق کے دَر کے دربان ہیں کیونکہ وہ بمنزلہ مغز کے ہے اور کفر و ایمان دونوں اسکے چھلکے ہیں، کفر۔ اِن دونوں چھلکوں میں یہ فرق ہے کہ کفر تو مشاہدہ سے بالکل منہ موڑے ہوئے ہے اور ایمان کچھ نہ کچھ لذت چکھے ہوئے ہے۔

۲ قشرہای خشک کفر سوکھا چھلکا ہے جو آگ میں جلانے کے قابل ہے عام مومنین کا ایمان وہ چھلکا ہے جو مغز سے جڑا ہوا ہے بمغز۔ عشقِ الٰہی عام ایمان سے بالاتر ہے۔ ایں سخن یعنی اس نیک شخص کی باتیں۔ موسیم میرا موسیٰ، موسیٰ سے مراد یہاں ذاتِ حق ہے۔ از بحر یعنی بحرِ معارف کا پورا بیان۔ درخور۔ عوام کی سمجھ کی بقدر کچھ باتیں کہہ دی ہیں بقیہ باتیں چھپالی ہیں۔

۳ زرِ عقلت۔ انسانوں نے اپنی عقل کے سونے کو پراگندہ کر رکھا ہے سونے کے بُرادے پر ٹھپہ نہیں لگایا جاسکتا معارف کا ٹھپہ جب لگ سکیگا کہ عقل مجتمع ہوجائے گی۔ عقل انسان اپنی عقل کو سینکڑوں دھندوں میں بانٹے ہوئے ہے۔ طِمّ و رِمّ۔ عرب کا محاورہ ہے جاءَ بالطِّم

ور ز مثقالے شوی افزوں تو خام — از تو سازد شہ یکے زرینہ جام

اے کچے! اگر تو ایک مثقال سے بڑھ جائے گا — تو بادشاہ تیرا زریں جام بنائے گا

پس برو ہم نام و ہم القاب شاہ — باشد و ہم صورتش اے وصل خواہ

اُس پر بادشاہ کا نام بھی اور القاب بھی — ہوگا، اور اُس کی تصویر بھی اے وصل کے خواہشمند!

تاکہ معشوقت بود ہم ناں ہم آب — ہم چراغ و شاہد و نقل و شراب

تاکہ روٹی اور پانی بھی تیرا معشوق ہو — چراغ بھی اور شاہد بھی نقل اور شراب بھی

جمع کن خود را جماعت رحمت است — تا توانم با تو گفتن آنچہ ہست

اپنے آپ کو جمع کرلے، جماعت رحمت ہے — تاکہ میں تجھ سے جو حقیقت ہے کہہ سکوں

زانکہ گفتن از برائے باوری ست — جان شرک از باوری حق بری ست

اِس لئے کہ کہنا یقین کے لئے ہے — شرک کی جان حق کو پہچاننے سے خالی ہے

جان قسمت گشتہ در جو فلک — در میان شصت سودا مشترک

(شرک کی) جان آسمان کی فضا میں تقسیم ہوگئی ہے — بہت سے معاملوں میں مشترک ہے

پس خموشی بہ دہد او را ثبوت — پس جواب احمقاں آمد سکوت

خاموشی اُس کے لئے اچھا ثبوت مہیا کرتی ہے — احمقوں کے لئے جواب خاموشی ہے

ایں ہمی دانم ولے مستی تن — می کشاید بے مراد من دہن

یہ میں جانتا ہوں لیکن جسم کی مستی — بغیر ارادے کے میرا منہ کھول دیتی ہے

آنچناں کز عطسہ واز خامیاز — ایں دہاں گردد بنا خواہ تو باز

جیسا کہ چھینک اور انگڑائی سے — تیرے ارادے کے بغیر منہ کھل جاتا ہے

در تفسیر حدیث اِنّی لَاَستَغفِرُ اللّٰہَ رَبّی فِی کُلِّ یَومٍ سَبعِینَ مَرَّۃً

حدیث کی تفسیر کریں، اللہ اپنے رب سے ہر روز ستر مرتبہ مغفرت چاہتا ہوں

ہمچو پیغمبر ز گفت واز نثار — توبہ آرم روز من ہفتاد بار

پیغمبر کی طرح گفتگو اور (اسرار) نچھاور کرنے سے — میں دن میں ستر بار توبہ کرتا ہوں

لیک آں مستی بود توبہ شکن — منسی ست ایں مستی تن جامہ کن

لیکن وہ مستی توبہ شکن بنتی ہے — یہ کپڑے چاک کرنے والی جسم کی مستی بھلا دینے والی ہے

حکمت اظہار تاریخ دراز — مستی انداخت بر دانای راز

دراز تاریخ کے اظہار کی حکمت — ایک رازداں پر مستی طاری کردیتی ہے

---

۱ ور ز مثقالے۔ اور اگر اُسکو ایک مثقال کے وزن سے زیادہ جمع کرے گا تو پھر اُس کا زریں جام بن جائے گا جو شاہ کی مجلس میں ہوگا اور اُس کو شاہ کا مشاہدہ حاصل ہوگا۔ پس۔ شاہی جام پر شاہ کا نام اور القاب اور تصویر کندہ کردی جاتی تھی تاکہ۔ اب مجھے دنیا کی ہر چیز میں حضرت حق کا جلوہ نظر آئے گا آنچہ ہست۔ یعنی حقائق۔ زانکہ۔ بات اس لئے کہی جاتی ہے کہ سننے والے کو اس کا یقین آجائے جب تک تجھ میں شرک کی کیفیت ہے تو یقین سے خالی ہے۔ ۲ جان۔ شرک کی جان اور روح کا تعلق ایک ذاتِ خداوندی پر مجتمع نہیں ہے وہ کائنات میں بٹی ہوئی اور سینکڑوں معاملوں میں منقسم ہے پس خموشی۔ جاہلوں کے سامنے کسی بات کے ثبوت کے لئے خاموشی بہتر ثبوت ہے۔ مستی تن۔ یعنی روحانی مستی بعض نسخوں میں مستی من بھی ہے۔ آنچناں۔ چھینک اور انگڑائی میں بے اختیار منہ کھل جاتا ہے اسی طرح اسرار کے بیان کرنے میں میرا منہ بے اختیار کھل جاتا ہے۔ ۳ اِنّی لَاَستَغفِرُ اللّٰہ۔ آپ کا یہ استغفار بھی اسی بنا پر تھا کہ بے اختیار معارف ظاہر ہوجاتے تھے۔ نثار۔ یعنی اسرار معرفت کو سنانا۔ آں مستی۔ یعنی روحانی مستی۔ منسی۔ بھلا دینے والا۔ حکمت۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ عالم

رازِ[1] پنہاں با چنیں طبل و علَم
پوشیدہ راز ایسے نقارے اور جھنڈے کیساتھ

آب جوشاں گشتہ از جفَّ القلم
جفّ القلم سے پانی جوش مارتا ہے

رحمتِ بیحد روانہ ہر زماں
لامحدود رحمت ہر زمانہ میں جاری ہے

خفتہ اید از درکِ آں اے مردماں
اے انسانو! تم اُس کے علم سے سوئے ہوئے ہو

جامۂ خفتہ خورَد از جوی آب
سوئے ہوئے کا کپڑا نہر کا پانی پی رہا ہے

خفتہ اندر آب جویای سَراب
پانی میں سویا ہوا سراب کا جویاں ہے

میرود آنجای بُوی آب ہست
وہاں جاتا ہے، جہاں پانی کی اُمید ہے

زیں تفکر راہ را بر خویش بست
اِس خیال سے اُس نے اپنا راستہ مسدود کر دیا

چونکہ[2] آنجا گفت زینجا دُور شد
جبکہ اُس نے اُس جگہ کی سوچی اِس جگہ سے دُور ہو گیا

بر خیالے اُو ز حق مہجور شد
ایک خیال (کی بنیاد) پر وہ صحیح واقعہ سے دُور ہو گیا

دور بینانند و بس خفتہ رواں
سوئی ہوئی روح والے فقط دُور بیں ہیں

رحمتے آرید شاں اے رہروَاں
اے سالکو! اُن پر رحم کرو

مَن ندیدم تشنگی خواب آوَرد
میں نے نہیں دیکھا کہ پیاس سُلائے

خواب آرد تشنگیِ بے خرد
بے عقل کی پیاس سُلاتی ہے

خود خرد آنست کو از حق چرید
عقل وہی ہے جو اللہ (تعالیٰ) سے فیضیاب ہو

نے خرد کاں را عُطارِد آورید
نہ وہ عقل جو عطارد (ستارے) سے تم لائے ہو

بیان آنکہ عقلِ[3] جزوی تا گور بیش نہ بیند و در باقی مُقلّدِ انبیا و اولیاست

اِس کا بیان کہ ناقص عقل قبر سے آگے نہیں دیکھتی ہے اور باقی معاملہ میں انبیاء اور اولیاء کی مقلد ہے

پیش بینی ایں خرد تا گور بود
اِس عقل کی دور بینی قبر تک ہے

وانِ صاحبدل بنفخِ صُور بُود
صاحبدل کی ملکیت صور پھونکنے تک ہے

ایں خرد از گور و خاکے نگذرد
یہ عقل قبر اور مٹی سے آگے نہیں جاتی ہے

ویں قدم عرصہ عجائب نسپرد
یہ قدم عجائب کے میدان کو طے نہیں کرتا ہے

زیں قدم زیں عقل رَو بیزار شو
اِس قدم اور اِس عقل سے (ہٹ)، جا بیزار ہو جا

چشمِ غیبی جُوی و برخوردار شو
غیبی آنکھ تلاش کر اور نفع اُٹھا

---

[1] رازِ پنہاں۔ پوشیدہ اسرار اِسقدر ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خدائی تقدیر سے معارف کا چشمہ اُبلنے لگا ہے۔ جفّ القلم۔ یعنی ہونے والی باتیں لکھ کر قلم تقدیر خشک ہو چکا ہے۔ رحمت۔ مولانا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دریا بہہ رہے ہیں لیکن تم غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہو۔ جامہ۔ سوئے ہوئے کی یہ حالت ہوتی ہے کہ دریا کی لہریں اُس پر گرتی ہیں اور اُس کے کپڑے پانی پیتے ہیں لیکن وہ پیاسا رہتا ہے وہ محض پانی کی توقع پر خواب میں بھاگا پھرتا ہے اور گویا اپنے آپ کو اُس دریا سے اور دور کر دیتا ہے۔

[2] چونکہ۔ جب دوسری جگہ کے پانی کے تصور سے اِدھر بھاگتا ہے تو واقعی پانی سے اپنے آپ کو مزید محروم کرتا ہے۔ دور بینانند جن کی روحیں سوئی ہوئی ہیں وہ سوئے ہوئے کی طرح کے دُور بین ہیں۔ رہروَاں یعنی سالکین راہِ معرفت۔ من ندیدم پیاس کی حالت میں نیند نہیں آتی لیکن بے عقل کی پیاس اُسکو مزید سُلا دیتی ہے۔ خرد۔ عقل وہ ہے جو خدا کی جانب سے عطا ہو عُطارد ستارے کی تاثیر سے انسان میں جس عقل کا نشو و نما ہوتا ہے وہ دراصل عقل نہیں ہے لہٰذا اِس دنیاوی عقل سے انسان خرد مند نہیں بنتا ہے۔

[3] عقلِ جزوی۔ دنیاوی عقل جو عُطارد کی تاثیر سے پیدا ہوتی ہے اُسکی دوڑ صرف قبر کے گڑھے تک ہے اُسکے بعد کے اَحوال اُسکے ادراک میں نہیں آسکتے ہیں وہ صرف انبیاء اور اولیاء بتا سکتے ہیں جن کو عقلِ خداوندی حاصل ہے وہ لوگ قیامت تک کے اَحوال سمجھ لیتے ہیں۔ عرصہ عجائب یعنی حشر کا میدان۔ زیں قدم۔ یہ حسی قدم۔ عقل۔ ناقص بیکار ہے۔ غیب میں عقل و بصر مفید ہے۔

ہمچو موسیٰؑ نور کے یابد زجیب
(حضرت) موسیٰؑ کی طرح گریبان سے نور کب حاصل کرتا ہے؟

سُخرۂ استاد و شاگرد کتیب
اُستاد کا تابع اور کتاب کا شاگرد

زیں[1] نظر ویں عقل ناید جز دوار
اِس غور و فکر اور اِس عقل سے سوائے دردِ سر کے کچھ حاصل نہیں

پس نظر بگذار و بگزیں انتظار
تو غور و فکر چھوڑ اور انتظار اختیار کر

از سخن گوئی مجوئید ارتفاع
باتیں بنانے سے بلندی نہ چاہو

منتظر را بہ ز گفتن استماع
منتظر کے لئے کہنے سے، سُننا بہتر ہے

منصبِ تعلیم نوعے شہوت ست
تعلیم کا مقام ایک قسم کی خواہشِ نفسانی ہے

ہر خیالے شہوتی در رہ بُت ست
نفسانی ہر خیال راستہ کا بُت ہے

گر بفضلش پے ببردے ہر فضول
اگر ہر بیہودہ اپنی بڑائی کی وجہ سے پتہ پا لیتا

کے فرستادے خدا چندیں رسول
تو خدا اتنے رسول کب بھیجتا

عقلِ[2] جزوی ہمچو برق ست و درخش
ناقص عقل بجلی اور چمک کی طرح ہے

در درخشی کے تواں شد سوی وخش
چمک میں وخش تک کہاں جایا جا سکتا ہے

نیست نورِ برق بہر رہبری
بجلی کی چمک راستہ طے کرنے کیلئے نہیں ہے

بلکہ امر ست ابر را کہ می گری
بلکہ وہ اَبر کو حکم ہے کہ تو رُو

برقِ عقلِ ما برای گریہ است
ہماری عقل کی چمک رونے کیلئے ہے

تا بگرید نیستی در شوق ہست
تاکہ روئے، فنا عشق میں ہے

عقلِ[3] کودک گفت بر کتاب تن
بچہ کی عقل نے کہا مکتب میں جا

لیک نتواند بخود آموختن
لیکن اس کو وہ خود سکھا نہیں سکتی

عقلِ رنجور آردش سوی طبیب
بیمار کی عقل اس کو طبیب کے پاس لاتی ہے

لیک نبود در دوا عقلش مصیب
لیکن دوا تجویز کرنے میں اسکی عقل صحیح پہنچنے والی نہیں ہے

نک شیاطیں سوی گردوں می شدند
یہ شیطان آسمان کی جانب گئے

گوش بر اسرارِ بالا می زدند
(عالَمِ) بالا کے رازوں پر کان لگایا

می ربودند اندکے زاں رازہا
اُن رازوں میں سے کچھ اُچک لے گئے

تا شہب می راندشاں زود از سما
تو شہابوں نے فوراً اُنھیں آسمان سے بھگا دیا

---

[1] زیں نظر۔ اِس غور و فکر سے قطع نظر کر اور مجاہدات میں مصروف رہ کر انتظار کر تاکہ تجھے نورِ موسوی میسر آجائے۔ منتظر۔ جو مجاہدات کی حالت میں انتظار میں ہے اُس کے لئے بولنا مفید نہیں سننا مفید ہے۔ منصبِ تعلیم۔ علومِ ظاہری کی خواہش کی بنیاد جاہ اور رُتبہ ہے جو خواہشِ نفس ہے اور خواہشِ نفس کو پورا کرنا راہِ طریقت میں بُت پرستی ہے۔ گر بفضلش۔ اگر انسان کی بڑائی کی بنیاد پر اَسرارِ معرفت حاصل ہوا کرتے تو رسولوں کی بعثت بیکار تھی۔

[2] عقلِ جزوی۔ انسان کی ناقص عقل آسمان کی بجلی کی کوند کی طرح ہے جس کے ذریعہ راستہ طے نہیں ہو سکتا۔ وخش۔ ایک جگہ کا نام ہے۔ نیست۔ بجلی کی کوند راستہ طے کرنے کے لئے نہیں ہے وہ تو ابر کو یہ حکم دینے کے لئے ہے کہ رُو! یعنی آنسو برسا۔ برقِ عقل۔ عقلِ انسانی کی کوند بھی اِسی لئے ہے کہ انسان عشقِ الٰہی میں روئے۔ اسی سے فنا کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

[3] عقلِ کودک۔ عقلِ ناقص کی مثال بچہ کی عقل کی سی ہے وہ عقل بچہ کو یہ بتاتی ہے کہ مکتب میں جا لیکن وہ عقل اس کو تعلیم نہیں دے سکتی۔ عقلِ رنجور۔ بیمار کی عقل اُس کو طبیب کے پاس جانے پر مجبور کرتی ہے لیکن اُس کے لئے دوا تجویز نہیں کر سکتی اسی طرح عوام کی عقل اُنکو نبی اور ولی تک پہنچا سکتی ہے اَسرار کا سکھانا اسی نبی اور ولی کا کام ہے۔ نک۔ شیاطین براہ راست اَسرار معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اُن کو شہاب ثاقب مار گراتے ہیں اور انکو حکم ملتا ہے کہ اَسرار کی تعلیم نبی سے حاصل کرو۔

کہ رُوید آنجا رسولے آمدہ است　　ہر چہ می خواہید از و آید بدست

کہ جاؤ وہاں ایک رسول آگیا ہے　　تم جو چاہتے ہو اُس سے ہاتھ آئے گا

گر ہمی جوئید دُرِّ بے بہا[۱]　　اُدْخُلُوا الْاَبْیَاتَ مِنْ اَبْوَابِہَا

اگر تم گراں قدر موتی تلاش کرتے ہو　　گھروں میں اُن کے دروازوں سے داخل ہو

می زن آں حلقۂ در و بر بابِ ایست　　کز سُوئے بامِ فلک تاں راہ نیست

دروازے کی کُنڈی بجا اور دروازے پر ٹھہر　　اسلئے کہ آسمان کے بالاخانہ کی جانب تمہارے لئے راستہ نہیں ہے

نیست حاجت تا بدیں راہِ دراز　　خاکیئے را دادہ ایم اسرارِ راز

اس دراز راستہ کی ضرورت نہیں ہے　　ہم نے ایک خاکی کو راز کے بھید دیئے ہیں

پیشِ اُو آئید اگر خائن نہ اید　　نیشکر گردید از و گرچہ نے اید

اگر تم خائن نہیں ہو تو اُس کے سامنے آؤ　　اُس سے گنا بن جاؤ گے اگرچہ تم نرکل ہو

سبزہ[۲] رویاند ز خاکت آں دلیل　　نیست کم از سُمِّ اسپِ جبرئیلؑ

وہ رہنما تیری خاک سے سبزہ اُگا دے گا　　وہ جبرئیل کے گھوڑے کے سُم سے کم نہیں ہے

سبزہ گردی تازہ گردی از نوی　　گر تو خاکِ اسپِ جبرئیلے شوی

تو از سرِ نو سبزہ بن جائے گا تازہ بن جائیگا　　اگر تو کسی جبرئیل کے گھوڑے کی خاک بن جائیگا

سبزۂ جاں بخش کاں را سامری　　کرد در گوسالہ تا شُد گوہری

جان عطا کرنے والا سبزہ، جس کو سامری نے　　بچھڑے میں رکھ دیا یہاں تک کہ وہ جوہر والا ہو گیا

جاں گرفت و بانگ زد زاں سبزہ اُو　　آنچناں بانگے کہ شُد فتنہ عدو

اُس سبزہ سے وہ جاندار ہو گیا اور بولنے لگا　　اس طرح بولا، کہ وہ دشمن کے لئے فتنہ بن گیا

گر[۳] امیں آئید سُوئے اہلِ راز　　وارہید از سر گلہ مانندِ باز

اگر تم رازدار کی جانب امانتدار بن کر آؤ گے　　تو باز کی طرح سر کی ٹوپی سے نجات پا جاؤ گے

سر کلاہِ چشم بند و گوش بند　　کہ از و بازست مسکین و نژند

وہ سر کی ٹوپی جو آنکھ کی بندش اور کان کی بندش ہو　　جس کی وجہ سے باز مسکین اور خستہ ہے

زاں گلہ بر چشم باز اوّل شُدست　　کہ ہمہ میلش سُوئے جنسِ خودست

وہ ٹوپی باز کی آنکھوں پر ابتداءً اسلئے آئی ہے　　کہ اُس کا تمام میلان اپنی جنس کی طرف ہے

چوں بُرید از جنس با شہ گشت یار　　بر کُشاید چشمِ اُو را باز وار

جب وہ اپنی ہم جنس سے کٹا شاہ کا دوست ہو گیا　　تو باز کی طرح اُس کی آنکھیں کھولدے گا

---

[۱] دُرِّ بے بہا. یعنی اسرارِ معرفت. اَبْوَابِہَا. اسرار حاصل کرنیکا راستہ نبی اور ولی کی ذات ہے. می زن. دروازہ سے داخل ہونیکا مطلب یہ ہے کہ دروازہ پر جاکر کنڈی بجا اور کھڑا رہ جب اجازت ہو تو اندر جا. نیست. اُسنے کہہ دیا جاتا ہے کہ آسمانوں کا طویل سفر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہم نے ایک خاکی یعنی نبی کو اسرار بتادیئے ہیں اُس سے جاکر سیکھو تم نرکل ہو اُس کی صحبت سے گنا بن جاؤ گے.

[۲] سبزہ. وہ نبی اور ولی تمہاری خاک سے سبزہ اُگا دیگا کیونکہ وہ مرتبہ میں حضرت جبرئیلؑ کے گھوڑے کے سُم سے کم نہیں ہے. حضرت جبرئیلؑ جب اسرائیلیوں کی مدد کیلئے آئے تو اُنکے گھوڑے کا قدم جس جگہ پڑتا تھا وہ سرسبز ہو جاتی تھی سامری نے یہ دیکھ کر اُس کے قدم کی مٹی اُٹھا کر گئو سالے میں ڈال جس سے اُس میں زندگی کے اثرات پیدا ہو گئے. قدو ہیں وقت تو مومن تھے لیکن سامری کے بہکانے کے بعد وہ مشرک ہو گئے تھے.

[۳] گر امیں. اگر تم اولیاء کی صحبت دیانتداری سے اختیار کروگے تو وہ پردہ ہٹ جائیگا جو غیبی چیزیں دیکھنے سے مانع ہے. سر گلہ. باز جب تک مالک سے مانوس نہیں ہوتا اُسکے سر پر ایک ٹوپی اس طرح اڑھائی جاتی ہے جس سے اُسکی آنکھیں اور کان چھپے رہتے ہیں. زاں. یہ ٹوپی اسلئے اڑھائی جاتی ہے کہ اُسکا میلان مالک کیطرف نہیں ہوتا اور دوسرے بازوں کیطرف ہوتا ہے. چوں بُرید. جب انسان کا دنیاوی چیزوں کیطرف میلان ختم ہو جاتا ہے اسکا پردہ ہٹا دیا جاتا ہے جیسے کہ باز ہم جنس سے کٹ کر مالک کیطرف مائل ہو جاتا ہے تو اُسکے سر کی ٹوپی ہٹا دیجاتی ہے.

۶۶۰۹

راندہ دیواں را حق از مرصادِ خویش | عقلِ جزوی را ز استبدادِ خویش
اللہ تعالیٰ نے شیطانوں کو اپنی گھات سے بھگایا | ناقص عقل کو اپنے مستقل ہونے سے بھگا دیا،

کہ سری کم کن نہ تو مستبد | بلکہ شاگردِ ولی و مستعد
کہ خود سری نہ کر، تو مستقل نہیں ہے | بلکہ تو ولی کا شاگرد اور صاحبِ استعداد ہے

زو برِ دل رو کہ تو جزوِ ولی | ہیں کہ بندہ بادشاہِ عادلی
جلد دل کے پاس جا کیونکہ تو دلی کا جز ہے | خبردار! تو منصف بادشاہ کا غلام ہے

بندگیِ او بہ از سلطانی است | کہ انا خیر دمِ شیطانی است
اس کی غلامی بادشاہت سے بہتر ہے | میں بہتر ہوں" کا دعویٰ شیطانی ہے

فرق بین و برگزیں تو اے حبیس | بندگیِ آدمؑ از کبرِ بلیس
اے کمینے! تو فرق سمجھ لے اور اختیار کر | آدم کی بندگی، شیطان کے تکبر کے بجائے

گفت آنکہ ہست خورشیدِ رہ او | حرفِ طوبیٰ ہر کہ ذلت نفسہٗ
جو راہ کا سورج ہے اس نے کہا ہے | طوبیٰ کا لفظ ہر اُس شخص کیلئے ہے جس کا نفس ذلیل ہوا

سایۂ طوبیٰ ببین و خوش بخسپ | سر بنہ در سایہ سرکش بخسپ
طوبیٰ کا سایہ دیکھ لے اور آرام سے سو | سر رکھ دے، سرکش کے سایہ میں نہ سو

ظلِ ذلت نفسہٗ خوش مضجعے ست | مستعدانِ صفا را مضجعے ست
ذلت نفسہٗ کا سایہ بہترین خواب گاہ ہے | صفائی کی استعداد رکھنے والوں کیلئے خوابگاہ ہے

گر از یں سایہ روی سوی منی | زود طاغی گردی و رہ گم کنی
اگر تو اس سایہ سے خودی کیطرف جائے گا | فوراً سرکش بن جائیگا اور راستہ گم کردے گا

بیانِ آیۂ کریمہ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

آیت کریمہ کا بیان — اے مومنو! پیش قدمی نہ کرو اللہ اور اُس کے رسول کے سامنے اور اللہ سے ڈرو

از حکیم سنائی ست

حکیم سنائی نے کہا ہے

چوں نبی نیستی ز امت باش | چونکہ سلطاں نہ رعیت باش
جب تو نبی نہیں ہے، اُمتی بن | جبکہ تو بادشاہ نہیں ہے رعیت بن

پس رو خامشاں و خامش باش | وز خودی رای ز حتمی متراش
تو خاموشوں کا پیرو اور خاموش بن | اور خودی سے تکلیف کی رائے نہ اختیار

---

۱ راندہ۔ اللہ تعالیٰ نے شیطانوں کو گھات سے مار کر اس لئے بھگایا ہے کہ ناقص عقل والے کو مستقل نہ بننا چاہیئے اور خود سری چھوڑ کر کسی ولی کی شاگردی کرنی چاہیئے اور اپنی استعداد کو بروئے کار لانا چاہیئے۔ زد۔ زود کا مخفف ہے۔ ہِل۔ یعنی صاحبِ دل۔ ہیں۔ ناقص عقل والے کو شیخ کامل کا غلام بننا چاہیئے۔

۲ بندگی۔ اس کے لئے غلامی سلطانی سے بہتر ہے۔ انا خیر۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو اُن سے افضل قرار دیا تھا۔ فرق بین۔ آدمؑ نے بندگی اختیار کی اور شیطان نے کبر کیا دونوں کا فرق سمجھ لے کیا نتیجہ نکلا۔ گفت۔ حدیث شریف ہے طوبیٰ۔ جنت میں ایک درخت ہے جس کا سایہ عظیم الشان اور خوشگوار ہے، خوشخبری۔

۳ ظل۔ سایہ۔ مضجع۔ خوابگاہ۔ مضجع۔ خوابگاہ۔ منی۔ خودی۔ از حکیم: یہ نیچے کے دونوں شعر حضرت حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔

پسؔ رَوی خاموش باش از انقیاد — زیرِ ظلِّ اَمرِ شیخ و اُوستاد
تو پیرو ہے، فرمانبرداری سے چُپ رہ — اُستاد اور شیخ کے حکم کے سایہ تلے

پس رَوِ صامِت شو و خاموش باش — از وجودِ خویش والی کم تراش
تو پیرو ہے، چُپ ہو جا اور خاموش رہ — اپنے وجود کو والی (حاکم) نہ بنا

ورنہ گرچہ مُستعدی و قابلی — مَسخ گردی تو زلافِ کاملی
ورنہ، اگرچہ تو صاحبِ استعداد و قابلیت ہے — تو کمال کی شیخی بگھارنے سے مسخ ہو جائیگا

ہم ز اِستعداد وا مانی اگر — سَرکشی ز اُستادِ رادِ باخبر
استعداد اور تمناؤں سے بھی اگر — تو عقلمند، باخبر اُستاد سے سَرکشی کرے گا

صبرؔ کُن در موزہ دوزی و بسوز — وَر شوی بے صَبر مانی پارہ دُوز
موزہ سینے اور مشقت پر صبر کر — اگر تو بے صبر بنے گا پیوند لگانیوالا رہ جائیگا

کُہنہ دوزاں گر بُدے شاں صَبر و حِلم — جُملہ نو دوزاں شُدندے ہم بعلم
پُرانے جوتے گانٹھنے والوں کو اگر صبر و بُردباری، تحمل، ہوتی — ہُنر کے ذریعہ سب نیا (موزہ) سینے والے بنجاتے

پس بکوشی و بآخر از کلال — خود بخود گوئی کہ اَلعَقلُ عِقال
پھر تو کوشش کرے گا اور بالآخر تھک کر — خود کہے گا کہ عقل بندھن ہے

ہمچو آں مردِ مُفلسِف روزِ مرگ — عَقل را می دید بس بے بال و برگ
اُس فلسفی کی طرح جس نے موت کے دن — عقل کو بہت بے ساز و سامان دیکھا

بےؔ غرض می کرد آندم اِعتراف — کز ذکاوت راندیم اَسپ از گزاف
اُس وقت اُس نے اِخلاص سے اقرار کیا — کہ ہم نے ذہانت کے گھوڑے بیکار دوڑائے

از غروری سَر کشیدم از رِجال — آشنا کردیم دَر بحرِ خیال
میں نے تکبر کی وجہ سے (باخدا) لوگوں سے سَرکشی کی — خیال کے سمندر میں تیراکی کی

آشنا ہیچ ست اندر بحرِ رُوح — نیست آنجا چارہ جُز کشتیِ نوحؑ
روح کے سمندر میں تیراکی بیکار ہے — وہاں نوحؑ کی کشتی کے سوا چارہ نہیں ہے

کاشکے کو آشنا ناموختے — تا طمع در نوحؑ و کشتی دوختے
کاش وہ تیراکی نہ سیکھتا — تاکہ تمنا کو نوحؑ اور کشتی سے وابستہ کر دیتا

اینچنیں فرمود آں شاہِ رُسل — کہ منم کشتی دریں دریایِ کُل
رسولوں کے شاہ نے اسی لئے فرمایا ہے — کہ اِس عظیم دریا میں کشتی، میں ہوں

لہ پس روی۔ مرید کو خاموشی سے شیخ کی تابعداری کرنی ضروری ہے مُرید کا کام چُپ رہنا اور شیخ کی ہدایت پر عمل کرنا ہے اپنی طرف سے باتیں بنانا اور اپنی بڑائی جتانا تباہی ہے۔ ورنہ۔ اگر تو شیخ کے سامنے بڑائی بگھاریگا تو اگرچہ صاحبِ استعداد ہو تیری وہ استعداد برباد ہو جائیگی۔

لہ صبر کُن۔ پورا موچی اُس وقت بنتا ہے جب صبر اور محنت سے سیکھتا ہے ورنہ صرف موزہ اور جوتہ گانٹھنے والا بنکر رہ جاتا ہے۔ کہنہ دوز۔ جوتے گانٹھنے والے اگر صبر سے کام لے کر اُستاد سے سیکھتے تو ہُنر مند بن کر موچی بن جاتے۔ اَلعَقلُ عِقال۔ عقل رسّی ہے یعنی ہماری عقل ہمارے ہنر سیکھنے کے لئے مانع بن گئی۔ مُفلسِف۔ اِس سے شیخ بوعلی سینا فلسفی مراد ہے

لہ بے غرض۔ شیخ بُوعلی سینا نے موت کے وقت جب عالمِ آخرت منکشف ہونے لگا تو اقرار کیا کہ ان معاملات میں عقلی گھوڑے دوڑانا بیکار تھا۔ از غروری۔ علم کے غرور نے اہل اللہ تک نہ پہنچنے دیا اور میں خیالی سمندر میں غوطے لگا تا رہا۔ آشنا۔ مولانا فرماتے ہیں روح کے سمندر میں خود تیرنا بیکار ہے وہاں نوحؑ والی کشتی ضروری ہے۔ کاشکے۔ اگر شیخ بوعلی سینا عقلی گھوڑے دوڑانا نہ جانتا تو کسی بزرگ کا ہاتھ پکڑ لیتا۔ اینچنیں۔ آنحضورؐ

یا[۱] کسے کو در بصیر تہای من
یا وہ ہے جو میری بصیرتوں میں

شد خلیفہ راستیں بر جای من
میری جگہ سچا قائم مقام بنا ہے

کشتی نوحیم در دریا کہ تا
میں دریا میں نوح والی کشتی ہوں ، ہرگز

رو نگردانی ز کشتی اے فتیٰ
اے نوجوان! تو کشتی سے رُوگردانی نہ کر

ہمچو کنعاں سوی ہر کوہے مرو
کنعان کی طرح ہر پہاڑ کی جانب نہ جا

از نبے لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ شنو
قرآن سے "آج کوئی بچانے والا نہیں" سن لے

می[۲] نماید پست ایں کشتی ز بند
پردے کی وجہ سے یہ کشتی پست نظر آتی ہے

می نماید کوہ فکرت بس بلند
تجھے عقل کا پہاڑ بلند نظر آتا ہے

پست منگر ہاں و ہاں ایں پست را
خبردار خبردار! اس نیچی کشتی، کو نیچا نہ سمجھ

بنگر آں فضل خدا پیوست را
خدا سے جڑے ہوئے اس فضل کو دیکھ

در بلندی کوہ فکرت کم نگر
اپنی عقل کے پہاڑ کو بلند نہ سمجھ

کہ یکے موجش کند زیر و زبر
کیونکہ اُس کو ایک موج تہ و بالا کر دے گی

گر تو کنعانی نداری باورم
اگر تو کنعان (صفت) ہے میرا یقین نہ کریگا

گر دو صد چندیں نصیحت آورم
خواہ میں اس جیسی دو سو نصیحتیں کردوں

گوش کنعاں کے پذیرد ایں کلام
اس بات کو کنعان کا کان کب قبول کرتا ہے؟

کہ برو مُہر خدا ایست و ختام
کیونکہ اُس پر خدا کی مُہر (لگی ہوئی) ہے

کے گذارد موعظت بر مُہر حق
نصیحت اللہ (تعالیٰ) کی مُہر سے آگے کب بڑھ سکتی ہے؟

کے بگرداند حدث حکم سبق
نئی بات ازلی حکم کب بدل سکتی ہے؟

لیک[۳] می گویم حدیث خوش پیٔ
لیکن میں خوشگوار بات سناتا ہوں

بر اُمید آنکہ تو کنعاں نۂ
اس امید پر کہ تو کنعان نہیں ہے

آخر ایں اقرار خواہی کرد ہیں
خبردار! بالآخر تو یہ اقرار کرے گا

ہم ز اوّل روز آخر را ببیں
پہلے ہی دن سے انجام بین بن جا

می توانی دید آخر را مکن
تو انجام کو دیکھ سکتا ہے ، نہ بنا

چشم آخر بینت را کور و کہن
اپنی انجام بین آنکھ کو اندھا اور پُرانا

ہر کہ آخر بیں بود مسعود وار
جو نیک بخت کی طرح انجام بیں ہوتا ہے

نبودش ہر دم برہ رفتن عثار
اُسکو راستہ چلنے میں ہر وقت ٹھوکر نہیں لگتی ہے

[۱] یا کسے یعنی صحابہ کرام جو آنحضورؐ کی بصیرتوں سے فیضیاب تھے کشتی نوحیم۔ آنحضورؐ نے فرمایا میں اور میرے فیض یافتہ صحابہؓ اس دریائے معرفت کیلئے بمنزلہ نوحؑ کی کشتی کے ہیں۔ کنعان۔ حضرت نوحؑ کے نافرمان بیٹے نے بجائے کشتی میں بیٹھنے کے یہ کہا تھا کہ میں پہاڑ پر چڑھ کر پناہ حاصل کرلوں گا۔ از نبے۔ قرآن پاک میں اُس کو جواب دیا گیا۔ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ آج کوئی بچانے والا نہیں ہے۔

[۲] می نماید۔ چونکہ آنکھوں پر بندش ہے اسلئے اولیاء کی صحبت حقیر نظر آتی ہے اور اپنی عقل بلند نظر آتی ہے۔ فضل خدا۔ جبکہ فضل خداوندی اُس کے شامل حال ہے تو اُس کو حقیر نہ سمجھ۔ کنعانی۔ اگر تیرا مزاج بھی کنعان کی طرح ہے تو میری نصیحت کو نہ سُنے گا ایسے لوگوں کے کانوں پر مہر خداوندی لگی ہوتی ہے۔ ختام۔ مُہر۔ کے گذارد۔ کسی کی نصیحت اللہ تعالیٰ کی مہر سے گذر کر کان تک کیسے پہنچ سکتی ہے۔ حدث۔ امر نو پیدا یعنی نصیحت۔ حکم سبق۔ ازلی حکم یعنی کانوں پر مُہر لگ جانیکا حکم۔

[۳] لیک۔ میں جو کچھ نصیحت کر رہا ہوں وہ اس بنا پر کر رہا ہوں کہ تو کنعان صفت نہ ہوگا آخر۔ مولانا پھر پہلے مضمون کی طرف لوٹتے ہیں کہ آخر میں عقل کے ناکارہ ہونیکا اقرار کرنا پڑیگا اور آخر کے معاملہ کو اب ہی سمجھ لے

گر نخواہی ہر دمے ایں خفت و خیز | کُن ز خاکِ پایِ مردے چشم تیز
اگر تو ہر وقت گرنا اور سنبھلنا نہیں چاہتا | کسی مردِ خدا کے پاؤں کی خاک سے آنکھ کو تیز کرے

کُحلِ دیدہ ساز خاکِ پاش را | تا نیندازی سرِ اوباش را
اُس کے پاؤں کی خاک کو آنکھ کا سُرمہ بنالے | تاکہ بیہودہ سَر کو نہ ٹھکرائے

کہ[1] ازیں شاگردی وزیں افتقار | سوزنے باشی شوی تو ذوالفقار
کیونکہ اِس شاگردی اور اِس احتیاج سے | اگر تو سوئی (بھی) ہے ذوالفقار (تلوار) بن جائیگا

سُرمہ کُن تو خاکِ ہر بگزیدہ را | ہم بسوزد ہم بسازد دیدہ را
ہر برگزیدہ کی خاک کو سُرمہ بنالے | وہ لگتی بھی ہے، آنکھ کو بناتی (بھی) ہے

چشم روشن کُن ز خاکِ اولیا | تا بہ بینی ز ابتدا تا انتہا
اولیاء کی خاک سے آنکھ روشن کرلے | تاکہ تو آغاز سے انجام تک دیکھ لے

چشمِ اُشتر زاں بُود بس نور بار | کو خورد از بہرِ نورِ چشم خار
اونٹ کی آنکھ اِسی لئے زیادہ روشن ہوتی ہے | کہ وہ آنکھ کی روشنی کے لئے کانٹا کھاتا ہے

خار[2] خور تا گُل بر رویاند ترا | چشمِ تو روشن شود جاں با صفا
کانٹا چبا تاکہ وہ تجھ میں پھول اُگائے | تیری آنکھ روشن (اور) روح صاف ہو جائیگی

خار را از چشمِ دل گر برکنی | چشمِ جاں را حق ببخشد روشنی
اگر تو دل کی آنکھ سے کانٹا نکالدے گا | اللہ (تعالیٰ) جان کی آنکھ کو روشنی عطا فرمادیگا

قصہ[3] شکایتِ اُستر بہ اُشتر کہ من بسیار در رُو می اُفتم در راہ رفتن
خچر کی اونٹ سے شکایت کا قصہ کہ میں راستہ چلنے میں مُنہ کے بل بہت گرتا ہوں

و تو کم می اُفتی چون است و جواب گفتنِ اُشتر مر اُستر را
اور تو نہیں گرتا (یہ) کیوں ہے؟ اور اونٹ کا خچر کو جواب دینا

اُشترے را دید روزے اُسترے | چونکہ با اُو جمع شد در آخُرے
ایک خچر نے ایک روز ایک اونٹ کو دیکھا | جبکہ وہ ایک اصطبل میں اُسکے ساتھ جمع ہوا

گفت من بسیار می اُفتم بُرُو | در گریوہ و راہ و در بازار و کُو
اُس نے کہا میں مُنہ کے بل بہت گرتا ہوں | ٹیلے اور راستہ میں اور بازار و کوچہ میں

خاصہ از بالائے کُہ تا زیرِ آں | در رہِ ہموار و ناہموار من
میں مُنہ کے بل اکثر کیوں گرتا ہوں! | ہموار اور ناہموار راستہ میں

---

[1] کہ ازیں۔ اہل اللہ کے اِتباع سے تھوڑی سی اِستعداد والا بھی کامل بن جاتا ہے۔ ذُوالفقار۔ حضرت علی رض کی تلوار کا نام ہے۔ ہم بسوزد۔ یہ ذرا لگتا تو ہے لیکن آنکھ کو درست کرتا ہے یعنی اہل اللہ کی اطاعت ناگوار تو ہوتی ہے لیکن انسان کو کامل بنا دیتی ہے۔ کو خورد۔ اونٹ نے کانٹے چبائے تو آنکھیں روشن ہو گئیں۔

[2] خار خور۔ شیخ کی تعلیم و صحبت میں ناگواریاں برداشت کر تیرے اندر معرفت کے گُل اور بوٹے اُگیں گے آنکھوں میں روشنی دل میں صفائی پیدا ہو جائے گی۔ خار را۔ اگر نفس کے رذائل کا کانٹا آنکھ سے نکالدو گے تو نورِ بصیرت عطا ہو جائیگا۔

[3] قصہ۔ اِس قصہ سے مولانا نے دُور بینی کے فوائد اور رہبر کی اطاعت کے فائدے سمجھائے ہیں۔ اُستر۔ خچر۔ آخُر۔ چوپائے باندھنے کی جگہ۔ گریوہ۔ ٹیلہ۔

خاصہ[1] از بالایِ کُہ تا زیرِ کوہ
خصوصاً پہاڑ کے اوپر سے پہاڑ کے نیچے تک

در سَر آیم ہر زمانے از شکوہ
ہر وقت خوف سے میں منہ کے بل گر جاتا ہوں

کم ہمی اُفتی تو در رُو بہرِ چیست
کیا سبب ہے؟ تو منہ کے بل نہیں گرتا ہے

یا مگر خود جانِ پاکت دولتیست
شاید تیری پاک جان دغیبی) مالامال ہے

در سَر آیم ہر دَم و زانو زنم
میں ہر وقت سَر کے بل گرتا ہوں اور گھٹنے رگڑ لیتا ہوں

پوز و زانو زاں خطا پُر خوں کنم
اُس غلطی سے تھوتھنی اور گھٹنے زخمی کر لیتا ہوں

کژ شود پالاں و رَختم بَر سَرم
میرا پالان اور میرا بوجھ میرے سَر پر اُلٹا ہو جاتا ہے

وز مُکاری ہر زماں زخمے خورم
اور گدھے والے سے میں ہر وقت پِٹتا ہوں

ہمچو کم عَقلے کہ از عقلِ تباہ
اُس بیوقوف کی طرح جو برباد شدہ عقل کی وجہ سے

بشکند توبہ بہر دم از گُناہ
گناہ کر کے ہر وقت توبہ توڑ دیتا ہے

سُخرۂ[2] اِبلیس گردد در زمن
زمانے میں شیطان کے تابع بنتا رہے

از ضعیفی رایِ آں توبہ شکن
کمزوری کی وجہ سے اُس توبہ شکن کی رائے

در سَر آید ہر زماں چوں اَسپِ لنگ
وہ لنگڑے گھوڑے کی طرح ہر وقت منہ کے بل گرتا ہے

کہ بُود بارش گران و راہ سَنگ
جس پر بھاری بوجھ ہو اور سنگلاخ راستہ ہو

می خورَد از غیب بر سَر زخم اُو
غیب سے وہ سَر پر چوٹ کھاتا ہے

از شکستِ توبہ آں اِدبار خُو
وہ منحوس توبہ کے ٹوٹنے سے

باز توبہ می کُند بارایِ سُست
پھر کمزور ارادے سے توبہ کرتا ہے

دیو یک پُف کرد توبہ را شکست
شیطان نے ایک پھونک ماری توبہ کو توڑ دیا

ضُعف اندر ضُعف و کبرش آنچناں
کمزوری در کمزوری اور اُس کا تکبر اِس قدر

کہ بخواری بنگرد در واصِلاں
کہ اولیاء کو ذلت سے دیکھتا ہے

اے[3] شُتر کہ تو مثالِ مُومنی
اے اونٹ! تو مومن کی طرح ہے

کم فتی در رُو و کم بینی زنی
منہ کے بل نہیں گرتا ہے اور مار نہیں کھاتا ہے

تو چہ داری کہ چنیں بے آفتی
تیرے پاس کیا ہے کہ تو ایسا بے مصیبت ہے

بے عِثاری و کم اندر رُو فتی
بغیر لغزش کے ہے اور منہ کے بل نہیں گرتا ہے

گفت گرچہ ہر سَعادت از خداست
اُس نے کہا اگرچہ ہر نیک بختی اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہے

درمیانِ ما و تو بَس فرقہاست
ہم میں اور تجھ میں بہت فرق ہیں

---

[1] خاصہ۔ عام طور پر بھی گرتا ہوں لیکن پہاڑی راستہ میں تو ضرور گرتا ہوں۔ پوز۔ تھوتھنی۔ کژ شود۔ منہ کے بل گرتا ہوں تو بوجھ اور پالان کھسک کر سَر پر آ جاتا ہے پھر گدھے والا میرے ڈنڈے مارتا ہے۔ ہمچو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ توبہ شکن بے عقل کی مثال اسی گدھے کی سی ہے۔

[2] سخرہ۔ یہ توبہ شکن اپنی کمزور رائے کی وجہ سے شیطان کے تابع ہوتا ہے اور لنگڑے گھوڑے کی طرح ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گرتا رہتا ہے جس پر وزن زیادہ ہو اور راستہ بھی پتھریلا ہو۔ باز۔ توبہ شکن پھر توبہ کرتا ہے اور شیطان ایک پھونک سے پھر اُس کی توبہ توڑ دیتا ہے۔ ضعف۔ خود تو اِس قدر کمزور ہے لیکن بزرگوں کو ذلیل سمجھتا ہے۔

[3] اے شتر۔ پھر خچر کی بات شروع کی ہے، خچر نے اونٹ سے کہا کہ تیری مثال مومن کی سی ہے جو نہ منہ کے بل گرے اور نہ پٹے۔ گفت۔ اگرچہ ہر سعادت اللہ کی جانب سے ہے لیکن ظاہری وجہ یہ بھی ہے کہ میرا سَر بلند اور میری آنکھیں دُور بیں ہیں۔

سر بلندم من دو چشمِ من بلند ۔۔۔ بینشِ عالی امان ست از گزند
میرا سر بلند ہے، میری دونوں آنکھیں بلند ہیں ۔۔۔ بلندی سے دیکھنا تکلیف سے امن کا سبب ہے

از سرِ کہ من بہ بینم پایِ کوہ ۔۔۔ ہر گو و ہموارہ را من توہ توہ[1]
میں پہاڑ کی چوٹی سے پہاڑ کی جڑ تک دیکھ لیتا ہوں ۔۔۔ تہ بہ تہ ہر گڑھے اور ہموار کو

ہمچناں کہ دید آں صدرِ اجل ۔۔۔ پیش کارِ خویشتن تا روزِ اجل
جس طرح اُس بزرگ نے دیکھ لیا ۔۔۔ پہلے سے اپنے معاملہ کو موت کے دن تک

آنچہ خواہد بُود بعد بست سال ۔۔۔ داند اندر حال آں نیکو خصال
جو بات بیس سال بعد ہوگی ۔۔۔ وہ نیک خصلت اُس کو اسی وقت جانتے تھے

حالِ خود تنہا ندید آں مُتّقی ۔۔۔ بلکہ حالِ مغربی و مشرقی
اُس متقی ولی نے صرف اپنا حال ہی نہیں دیکھا ۔۔۔ بلکہ مغربی اور مشرقی کا (بھی دیکھا)

نور[2] در چشم و دلش سازد سکن ۔۔۔ بہر چہ سازد، پئے حُبُّ الوطن
نور، اُسکی آنکھ اور دل کو مسکن بناتا ہے ۔۔۔ کیوں بناتا ہے؟ وطن کی محبت کی خاطر

ہمچو یوسفؑ کو بدید اوّل بخواب ۔۔۔ کہ سجودش کرد ماہ و آفتاب
جس طرح (حضرت) یوسفؑ کہ انہوں نے شروع ہی میں خواب میں دیکھ لیا تھا ۔۔۔ کہ اُن کو چاند اور سورج نے سجدہ کیا

از پسِ دہ سال بلکہ بیشتر ۔۔۔ آنچہ یوسفؑ دیدہ بُد بر کرد سر
دس سال کے بعد بلکہ اُس سے بھی زیادہ میں ۔۔۔ جو کچھ یوسفؑ نے دیکھا تھا، وہ ظاہر ہوا

نیست[3] آں یَنۡظُرُ بِنُوۡرِ اللهِ گزاف ۔۔۔ نورِ ربّانی بُود گردوں شگاف
"وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے" لغو نہیں ہے ۔۔۔ خدائی نور آسمان کو پھاڑنے والا ہوتا ہے

نیست اندر چشمِ تو آں نور رو ۔۔۔ ہستی اندر حسِ حیوانی گرو
جا، تیری آنکھ میں وہ نور نہیں ہے ۔۔۔ تو حیوانی حس میں پھنسا ہے

تو ز ضعفِ چشم بینی پیشِ پا ۔۔۔ تو ضعیف و ہم ضعیفت پیشوا
تو آنکھ کی کمزوری کی وجہ سے، صرف پاؤں کے آگے دیکھتا ہے ۔۔۔ تو کمزور ہے اور تیرا پیشوا بھی کمزور ہے

پیشوا چشم ست دست و پای را ۔۔۔ کو بہ بیند جای را ناجای را
ہاتھ اور پاؤں کا پیشوا آنکھ ہے ۔۔۔ کیونکہ وہ صحیح اور غلط جگہ کو دیکھتی ہے

دیگر آنکہ چشمِ من روشن ترست ۔۔۔ دیگر آنکہ خلقتِ من اطہرست
علاوہ ازیں میری آنکھ زیادہ روشن ہے ۔۔۔ علاوہ ازیں میری پیدائش پاک ہے

---

[1] توہ۔ گڑھا۔ توہ توہ۔ تہ بہ تہ۔ ہمچناں۔ صدرِ اجل، بڑے صدر سے مراد بایزید بسطامیؒ ہو سکتے ہیں جن کو شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کے احوال پیدائش سے قبل معلوم ہو گئے تھے یا مطلق ولی مراد ہے۔ آنچہ خواہد بود۔ کسی ولی کا کشف نہ اختیاری ہے اور نہ تمام اشیاء سے اُس کا تعلق ہوتا ہے۔ آنچہ۔ بعض مستقبل میں ہونے والے واقعات منکشف ہو جاتے ہیں

[2] نور۔ ولی کے کشف کی وجہ یہ ہے کہ نور اُس کی آنکھ اور دل کو اپنا مسکن بنا لیتا ہے کیونکہ ولی عالمِ غیب کا عاشق ہوتا ہے اور اُس عشق سے نور پیدا ہوتا ہے۔ ہمچو یوسفؑ۔ یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھ لیا تھا کہ چاند اور سورج آپ کو سجدہ کر رہے ہیں اور اس واقعہ کا ظہور دس سال بعد ہوا جبکہ اُن کے بھائی اُن کے سامنے سربسجود ہو گئے۔

[3] نیست۔ ولی آنے والی بات کو اس لئے دیکھتا ہے کہ وہ نورِ خداوندی کے ذریعہ دیکھتا ہے اور نورِ خداوندی کے لئے کوئی آڑ نہیں ہو سکتی۔ تو ضعیف۔ عام انسان حسّی آنکھ سے دیکھتا ہے جو ایک کمزور چیز ہے انسان خود بھی کمزور ہے اور اُسکا پیشوا یعنی حسّی آنکھ بھی کمزور ہے لہٰذا اُسکو صرف سامنے کا اور تھوڑی دور کا نظر آتا ہے۔ دیگر۔ دوسری بات یہ ہے کہ میری آنکھ زیادہ روشن ہے میری بات یہ ہے کہ

زانکہ ہستم من ز اولادِ حلال — نے ز اولادِ زنا و اہلِ ضلال

کیونکہ میں حلال اولاد میں سے ہوں — نہ کہ زنا اور گمراہوں کی اولاد

تو ز اولادِ زنائی بے گماں — تیر کژ پرّد چو کژ باشد کماں

تو یقیناً زنا کی اولاد ہے — تیر ٹیڑھا اڑتا ہے جبکہ کمان ٹیڑھی ہو

تصدیق کردنِ اشتر جوابہائے اشتر را و اقرار آوردن بفضلِ او بر خود و از و استعانت خواستن و بدو پناہ گرفتن بصدق و نواختنِ شتر او را و راہ نمودن و یاری دادن پدرانہ و شاہانہ

خچر کا اونٹ کے جوابوں کی تصدیق کرنا اور اپنے اوپر اس کی بڑائی کا اقرار کرنا اور اس سے مدد مانگنا اور سچائی سے اس کی پناہ پکڑنا اور اونٹ کا اس کو نوازنا اور پدرانہ اور شاہانہ طریقہ پر اس کی رہنمائی اور مدد کرنا

گفت استر راست گفتی اے شتر — ایں بگفت و کرد چشم از اشک پر

خچر نے کہا اے اونٹ! تو نے سچ کہا — یہ کہا اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا

ساعتے بگریست در پایش فتاد — گفت اے بگزیدۂ ربُّ العباد

تھوڑی دیر رویا، اس کے پاؤں پڑا — کہا اے بندوں کے رب کے برگزیدہ!

چہ زیاں دارد کہ از فرخندگی — در پذیری تو مرا در بندگی

کیا نقصان ہوگا کہ (اگر) برکت کی وجہ سے — تو مجھے غلامی میں قبول کرلے؟

فضلِ تو بر من فزولست از شمار — ہم ز فضلِ خود مرا معذور دار

تیری بزرگی بے شمار مجھ سے بڑھی ہوئی ہے — اپنی بڑائی کی وجہ سے میرا عذر قبول کرلے

گفت چوں اقرار کردی پیشِ من — رو کہ رستی تو ز آفاتِ زمن

اس نے کہا جب تو نے میرے سامنے اقرار کرلیا — جا تو زمانے کے مصائب سے نجات پاگیا

دادی انصاف و رہیدی از بلا — تو عدو بودی شدی ز اہلِ ولا

تو نے انصاف کیا اور مصیبت سے چھوٹ گیا — تو دشمن تھا دوستوں میں سے ہوگیا

خوی بد در ذاتِ تو اصلی نبود — کز بدِ اصلی نیاید جز جحود

تیری ذات میں بد عادت اصلی نہ تھی — کیونکہ اصلی بد سے صرف انکار (سرزد) ہوتا ہے

آں بدِ عاریتی باشد کہ او — آرد اقرار و شود او توبہ جو

وہ عارضی بد ہوتا ہے کہ جو — (غلطی کا) اقرار کرلے اور توبہ کی جستجو کرے

لہ تو ز اولاد۔ جب تیری ولادت ہی غلط ہے تو سارے کام غلط ہیں اگر کمان ٹیڑھی ہو تو تیر ٹیڑھا اڑتا ہے۔

لہ گفت استر۔ خچر نے اونٹ کی باتوں کی تصدیق کی اور رونے لگا پھر اونٹ کے پاؤں پر گر پڑا اور بولا کہ میری غلطی معاف کر دیجئے اور اب تک اطاعت نہ کرنے میں میرا عذر قبول کر لیجئے۔

لہ گفت چوں۔ اونٹ نے خچر سے کہا اب جبکہ تو نے اپنے عیبوں کا اقرار کرلیا ہے اور مجھ سے دستگیری چاہی ہے، مصائب سے نجات پاگیا ہے۔ خوی بد۔ تیرے اقرار کی وجہ یہ ہوئی کہ یہ عیب تیرے اندر عارضی تھے اگر اصلی ہوتے تو کبھی اقرار نہ کرتا، عارضی بد تو (اقرار) کرلیتا ہے۔

ہمچو آدمؑ زلتش عاریہ بود
جیسے کہ (حضرت) آدمؑ اُن کی لغزش عارضی تھی

لاجرم اندر زماں توبہ نمود
لامحالہ (اُنھوں نے) فوراً توبہ کرلی

چونکہ اصلی بود جرمِ آں بلیس
چونکہ شیطان کی خطا اصلی تھی

رہ نبودش جانبِ توبہ نفیس
(اسلئے) عمدہ توبہ کی طرف اُس کا راستہ نہ تھا

رَو کہ رَستی از خودی واز خوی بد
جاکر تو خودی اور بد عادت سے نجات پاگیا

وز زبانہ نار وز دندانِ دَد
آگ کے شعلے اور درندوں کے دانت سے

رَو کہ اکنوں دست در دولت زدی
جاکہ اب دولت تیرے ہاتھ آگئی ہے

در فگندی خود بہ بختِ سرمدی
تونے اپنے آپ کو دائمی خوش نصیبی سے وابستہ کردیا ہے

اُدْخُلِی چوں فِی عِبَادِی یافتی
جب تونے "میرے بندوں میں داخل ہوجا" کو پالیا

اُدْخُلِی فِی جَنَّتِی دریافتی
تونے "داخل ہوجا میری جنت میں" کو حاصل کرلیا ہے

در عبادش راہ کردی خویش را
(جب) تونے اپنا راستہ اُس کے بندوں میں بنالیا ہے

رفتی اندر خلد از راہِ خفا
تو غیر محسوس طریقہ پر جنت میں چلاگیا ہے

اِهْدِنَا گفتی صِرَاطَ الْمُسْتَقِیمْ
تونے "ہم کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے" کہا

دست تو بگرفت بُردت تا نعیم
اُس نے تیرا ہاتھ پکڑا اور جنت میں لے گیا

نار بودی نور گشتی اے عزیز
اے پیارے! تو آگ تھا نور بن گیا

غورہ بودی گشتی انگور و مویز
تو کچا خوشہ تھا، انگور اور منقیٰ بن گیا

اختر بودی شدی تو آفتاب
تو تارا تھا سورج بن گیا

شاد باش وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابْ
خوش رہو، اور بہتر تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے

اے ضیاء الحق حسام الدیں بگیر
اے ضیاء الحق حسام الدین! تو لے

شہدِ خویش اندر فگن در جوی شیر
اپنا شہد دودھ کی نہر میں ملا دے

تا رہد آں شیر از تغییر طعم
تاکہ وہ دودھ، مزہ بدلنے سے محفوظ ہوجائے

یا بد از بحرِ مزہ تکثیر طعم
اور مزے کے سمندر سے مزید ذائقہ حاصل کرے

متصل گردد بداں بحرِ الست
وہ "الست" کے سمندر سے مل جائے گا

چونکہ شد دریا ز ہر تغییر رست
جب وہ دریا بن جائیگا، ہر تغیر سے بچ جائیگا

ملا دو تاکہ اُس میں تغیر نہ آسکے اور وہ اور مزیدار ہوجائیں۔ متصل گردد۔ آپ کی تعلیم سے وہ ناقص وجود کامل سے مل جائے گا جب وجود کل میں داخل ہوجائے گا تو اُس کو بقا اور دوام حاصل ہوجائے گا۔

لہ ہمچو۔ حضرت آدمؑ کی لغزش عارضی تھی اُنھوں نے توبہ کرلی شیطان کی خطا فطری تھی اُسکو توبہ کی توفیق نہ ہوئی۔ زرد ساز نے کہا اب جبکہ تونے توبہ کرلی تو خودی اور بد عادت سے نجات پاگیا اور جہنم کے عذاب سے چھوٹ گیا۔ در دولت۔ اب تجھے خوش نصیبی کی دولت مل گئی ہے اور تونے جنت حاصل کرلی ہے۔ اُدْخُلِی۔ قرآن پاک میں ہے فَادْخُلِی فِی عِبَادِی وَادْخُلِی جَنَّتِی یعنی اے مطمئن نفس تو میرے بندوں میں داخل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔ یعنی اللہ کے عباد اور بندوں میں داخل ہوجانا جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔

لے۲ در عبادش۔ انسان اللہ تعالیٰ کا عبد اُس وقت بنتا ہے جبکہ اُس کی عبادت کرے اور عبادت کے ذریعہ ـــــ ـــــ وہ جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔ اِهْدِنَا۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیمْ ہمیں سیدھے راستے کی رہنمائی کردے تو اللہ تعالیٰ اُس کی دستگیری فرماتا ہے اور جنت میں داخل کردیتا ہے۔ نار بودی۔ پہلے تو آگ تھا اب نور بن گیا یعنی پہلے تو ناقص تھا اب کامل بن گیا۔ غورہ۔ انگور کا کچا خوشہ۔

لے۳ اے ضیاء الحق۔ مولانا فرماتے ہیں اے ضیاء الحق تم علوم و معارف میں اپنا شہد

781

منفذے یابد دراں بحرِ عسل[1]	آفتے را نبوَد اندر روے عمل
اس شہد کے دریا میں راستہ پالے گا	اُس میں کسی آفت کا عمل نہ ہو سکے گا
غرّہ کُن شیر وار اے شیرِ حق	تا رَوَد آں غرّہ بر ہفتم طبق
اے اللہ کے شیر! شیر کی طرح غرّا	تاکہ وہ دَہاڑ ساتویں آسمان پر پہنچے
چہ خبر جانِ ملولِ سیر را	کے شناسد موش غرّہ شیر را
کاہل سُست کی جان کو کیا خبر؟	چوہا شیر کی دہاڑ کو کہاں پہچانتا ہے؟
بر نویس احوالِ خود با آبِ زر	بہرِ ہر دریا دلے نیکو گہر
اپنے احوال سونے کے پانی سے لکھ دے	ہر دریا دل نیک فطرت کے لئے
آبِ نیل ست ایں حدیثِ جانفزا	یا ربش در چشمِ قبطی خوں نما
یہ روح کو بڑھانے والی بات دریائے نیل کا پانی ہے	اے میرے اللہ! اسے قبطی کی نظر میں خون بنا دے

لابہ کردنِ قبطی مر سبطی را کہ یک ظرف بہ نیّتِ خویش از نیل پُر[2]

ایک قبطی کی سبطی کی خوشامد کرنا کہ ایک برتن اپنی نیت سے دریائے نیل سے بھر دے

کُن و بر لبِ من نہ تا بخورم بحقِ دوستی و برادری سبوکہ شماں

اور دوستی اور بھائی بندی کی بنا پر میرے مُنہ سے لگا دے تاکہ میں پی لوں وہ

سبطیاں بہرِ خود پُر می کنید از نیل آبِ صاف ست و سبو

شیلیا کہ تم سبطی دریائے نیل سے اپنے لئے بھرتے ہو صاف پانی ہے اور وہ ٹھلیا

کہ ما قبطیاں پُر می کنیم خونِ صاف ست

کہ ہم قبطی بھرتے ہیں بالکل خون ہے۔

من شنیدم کہ در آمد قبطیے	از عطش اندر وُثاقِ سبطیے
میں نے سُنا ہے کہ ایک قبطی آیا	پیاس کی وجہ سے ایک سبطی کے گھر
گفت ہستم یار و خویشاوندِ تو	گشتہ اَم امروز حاجتمندِ تو
کہنے لگا کہ میں تیرا دوست اور رشتہ دار ہوں	میں آج تیرا محتاج ہوں
زانکہ[3] موسیٰؑ جادوئی کرد و فسوں	تا کہ آبِ نیل مارا کرد خوں
کیونکہ موسیٰؑ نے جادو ٹونا کر دیا ہے	یہاں تک کہ اُس نے ہمارے لئے (دریا) نیل کو خون بنا دیا
سبطیاں زاں آبِ صافی می خورند	پیشِ قبطی خوں شُد آب از چشم بند
سبطی اُسی سے صاف پانی پیتے ہیں	نظر بندی کی وجہ سے قبطی کیلئے خون بن گیا ہے

---

[1] عسل۔ شہد کا خاصہ ہے کہ اُس کے اندر کی چیز تغیر پذیر نہیں ہوتی ہے۔ غرّہ کن اے ضیاء الحق آپ اللہ تعالیٰ کے شیر ہیں شیروں کی طرح غرّائیے اور حقائق کو بیان کیجئے۔ چہ خبر۔ جو حقائق کے پیاسے نہیں ہیں وہ آپ کے معارف سے واقف نہیں ہیں۔ کے شناسد۔ چوہا شیر کی دَہاڑ کو نہیں سمجھتا ہے بڑھیا جانور اُس کو سمجھتے ہیں۔ بر نویس۔ اپنے احوال بشکل مثنوی لکھ ڈالئے۔ ایں حدیث۔ یعنی ضیاء الحق کے احوال دریائے نیل کی طرح ہیں جو سبطیوں کے سیرابی کا ذریعہ تھا اور قبطیوں کے لئے خون تھا۔

[2] لابہ کردن۔ مولانا دریائے نیل کے خون بن جانیکا قصہ ذکر کرتے ہیں۔ قبطی یعنی فرعون کے ماننے والے سبطی یعنی حضرت موسیٰؑ کے پیرو۔ عطش۔ پیاس۔ وُثاق۔ گھر۔ خویشاوند۔ رشتہ دار۔

[3] زانکہ۔ ضرورت یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے جادو کے ذریعہ ہمارے لئے نیل کے پانی کو خون بنا دیا ہے اسی دریا سے سبطی پانی پی رہے ہیں اور ہمارے لئے خون بن گیا ہے۔

قبطیاں نِک می مُرند از تشنگی
اب قبطی پیاس سے مر رہے ہیں
از پئے اِدبارِ خود یا بدرگی[۱]
اپنی نحوست یا بدفطرتی کی وجہ سے

بہرِ خود یک طاس را پُر آب کُن
ایک طشلا اپنے لئے پانی سے بھر لے
تا خورد از آبت ایں یارِ کہن
تاکہ تیرے پانی میں سے یہ پرانا دوست پی لے

چوں برای خود کنی ایں طاس پُر
جب تو یہ طشلا اپنے لئے بھرے گا
خوں نباشد آب باشد پاک و حُر
وہ خون نہ ہوگا، پاک وصاف پانی ہوگا

من طفیلِ تو بنوشم آب ہم
میں بھی تیرے طفیل میں پانی پی لوں گا
کہ طفیلی در تبع بجہد ز غم
کیونکہ طفیلی تابع بن کر غم سے چھوٹ جاتا ہے

گفت[۲] اے جانِ جہاں خدمت کُنم
اُس نے کہا اے جانِ جہاں! میں خدمت کروں گا
پاس دارم اے دو چشمِ روشنم
اے میری دونوں آنکھوں کی روشنی! میں لحاظ برتوں گا

بر مُرادِ تو روم شادی کُنم
تیری مُراد پوری کروں گا، خوش ہوں گا
بندۂ تو باشم و آزادی کُنم
تیرا غلام بنوں گا اور آزادی سمجھوں گا

طاس را از نیل اُو پر آب کرد
اُس نے طشلے کو نیل میں سے پانی سے بھرا
بر دہاں بنہاد و نیمے را بخورد
منھ پر رکھا اور آدھا پیا

طاس را کژ کرد سُوی آب خواہ
طشلے کو پانی چاہنے والے کی طرف جھکایا
کہ بخور تو ہم شد آں خونِ سیاہ
کہ تو بھی پی لے، وہ کالا خون بن گیا

باز ازیں سُو کرد کژ خوں آب شد
پھر اُس طرف جھکایا، خون پانی بن گیا
قبطی اندر خشم و اندر تاب شد
قبطی غصہ اور (پیچ و) تاب میں پڑ گیا

ساعتے[۳] بنشست تا خشمش برفت
تھوڑی دیر بیٹھا رہا یہاں تک کہ اُس کا غصہ جاتا رہا
بعد ازاں گفتش کہ اے صمصامِ رفت
اُس کے بعد اُس سے کہا اے بھاری تلوار!

اے برادر ایں گرہ را چارہ چیست
اے بھائی! اس عقدہ کا کیا حل ہے؟
گفت ایں را آں خورد کو مُتّقی ست
اُس نے کہا اِس کو وہ پیتا ہے جو پرہیزگار ہے

مُتّقی آنست کو بیزار شد
پرہیزگار وہ ہے جو بیزار ہوا
از رہِ فرعون و موسیٰؑ وار شد
فرعون کے راستے سے، اور موسیٰؑ جیسا بن گیا

قومِ موسیٰؑ شو بخور ایں آب را
موسیٰؑ کی قوم بن جا، یہ پانی پی لے
صُلح کُن با مہ ببیں مہتاب را
چاند سے صلح کرلے، چاندنی دیکھ لے

---

۱ از پئے۔ یہ خون تمہاری بدنصیبی یا بقول حضرت موسیٰؑ بدفطرتی ہے۔ بہرِ خود۔ تو یہ کر کہ اپنے لئے پانی بھر لے میں بھی اُس میں سے پی لوں گا تو اپنے لئے بھریگا تو وہ پانی پاک وصاف رہے گا خون نہ نے گا۔ من طفیل تو۔ میں تیرا طفیل بن کر پانی پی لوں گا طفیلی ہر قسم کی فکر سے بے نیاز ہوتا ہے۔

۲ گفت۔ اُس سبطی نے کہا میں تیری فرمائش پوری کر کے خوشی محسوس کروں گا۔ طاس۔ اُس سبطی نے طشلا نیل کے پانی سے بھرا اور آدھا خود پی گیا۔ طاس۔ خود پانی پی کر سبطی نے طشلا قبطی کی طرف جھکایا تو اُس طشلے میں پانی کی بجائے کالا خون تھا پھر اُس سبطی نے اپنی طرف کو جھکایا تو وہ خون پانی بن گیا اُس واقعہ سے قبطی کو بہت غصہ آیا۔

۳ ساعتے۔ وہ قبطی تھوڑی دیر غصہ میں بیٹھا رہا پھر اُس نے سبطی سے کہا کہ یہ گرہ کیسے کھلے۔ گفت سبطی نے کہا یہ پانی مُتّقی پی سکتا ہے۔ مُتّقی مُتّقی وہ ہے جو فرعون سے بیزار ہو کر حضرت موسیٰؑ کی بات مان لے۔ قوم۔ تو موسیٰؑ کی اُمت میں داخل ہو کر مُتّقی بنجا پانی پی لے گا۔

صد[1] ہزاراں ظلمت است از خشمِ تو — بر عباد اللہ اندر چشمِ تو

لاکھوں اندھیریاں ہیں تیرے غصہ کی وجہ سے — اللہ (تعالیٰ) کے بندوں پر، تیری آنکھ میں

خشم بنشاں چشم بکشا شاد شو — عبرت از یاراں بگیر اُستاد شو

غصہ فرو کر، آنکھ کھول، خوش ہو جا — دوستوں سے عبرت پکڑ، اُستاد بن جا

کے طفیل من شوی در اغتراف — چوں تُرا کفر لیست ہمچوں کوہِ قاف

پانی پینے میں تو میرا طفیلی کب ہو سکتا ہے؟ — جبکہ تیرا کفر کوہِ قاف کی طرح ہے

کوہ[2] در سوراخِ سوزن کے رَوَد — جُز مگر آں کوہ برگِ کہ شود

پہاڑ، سوئی کے ناکے میں کہاں گھس سکتا ہے! — سوائے اِس کے کہ پہاڑ گھاس کا تنکا بن جائے

کوہ را کہ کُن باستغفارِ خوش — جامِ مغفوراں بگیر و خوش بکش

عمدہ توبہ سے پہاڑ کو تنکا بنا لے — بخشے ہوؤں کا جام لے اور اچھی طرح پی

تو بدیں تزویر چوں نوشی ازاں — چوں حرامش کرد حق بر کافراں

تو اِس دھوکے بازی سے اُسکو کیسے پی سکتا ہے؟ — جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے اُسکو کافروں پر حرام کر دیا ہے

خالقِ تزویر تزویرِ تُرا — کے خرد اے مُفتری مُفتریٰ

چالبازی کا خالق تیری چالبازی — میں کب آسکتا ہے اے جھوٹوں کے جھوٹے!

آلِ موسیٰ شو کہ حیلت سود نیست — حیلہ اَت بادِ تہی پیمود نیست

موسیٰ کی اُمت بن کیونکہ چالبازی کا فائدہ نہیں ہے — تیری چالبازی خالی ہوا کو ناپنا ہیں

زہرہ[3] دارد آب کز امرِ صمد — گرد د و با کافراں آبی کُند

پانی کا پتہ ہے، کہ خدا کے حکم سے — رُو گردانی کرے اور کافروں کیلئے پانی کا کام کرے!

یا تو پنداری کہ تو ناں می خوری — زہرِ مار و کاہشِ جاں می خوری

یا تو سمجھتا ہے کہ تو روٹی کھاتا ہے؟ — سانپ کا زہر اور جان کا گھٹاؤ کھا رہا ہے

ناں کُجا اصلاحِ آں جانے کُند — کو دل از فرمانِ ناں دِہ بر کَند

روٹی اُس جان کی اصلاح کہاں کرتی ہے؟ — جو روٹی دینے والے کے حکم سے دل اُکھاڑے

یا تو پنداری کہ حرفِ مثنوی — چوں بخوانی رائگانش بشنوی

یا تو سمجھتا ہے کہ مثنوی کے حروف — جب تو بیکار کر کے پڑھے گا، سمجھ سکیگا!

یا کلامِ حکمت و سرِّ نہاں — اندر آید سہل در گوشِ کہاں

یا دانائی کا کلام اور پوشیدہ راز — آسانی سے ناقصوں کے کان میں آ جائیگا

---

[1] صد ہزاراں۔ چونکہ خدا کے مقبول بندوں پر تجھے غصہ آتا ہے لہٰذا تیری آنکھوں پر تاریکی کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ یاراں۔ یعنی سبطی قوم۔ اغتراف۔ چلو سے پانی پینا۔ کوہِ قاف یعنی عظیم۔

[2] کوہ۔ تیرے پہاڑ جیسے کفر کے ہوتے ہوئے نیل کا پانی پینا ایسا ہی ہے جیسا کہ سوئی کے ناکے میں پہاڑ کو داخل کیا جائے۔ کہ کن۔ اپنے کفر کے پہاڑ کو توبہ کے ذریعہ گھاس کا تنکا بنا دے پھر سبطیوں کا جام لے کر خوب پانی پی لے۔ تزویر۔ ملمع سازی، چالبازی۔ مُفتری۔ اسم فاعل ہے جھوٹ بولنے والا۔ مُفتریٰ۔ اسم مفعول ہے جھوٹ۔ آلِ موسیٰ یعنی موسیٰ کی اُمت۔ حیلت۔ یعنی یہ تدبیر کہ میں اپنے لئے پانی بھروں اور تو اُس میں سے پی لے۔

[3] زہرہ۔ اللہ تعالیٰ نے جب پانی کو یہ حکم دیدیا ہے کہ وہ قبطی کے لئے خون بنے تو وہ نافرمانی نہیں کر سکتا۔ یا تو پنداری۔ کافر کے لئے روٹی بھی جس کا کام روح کی تقویت ہے اپنا کام نہیں کرتی ہو بلکہ اُلٹا اثر دکھاتی ہے۔ یا تو۔ اگر مثنوی جیسی کتاب کو بھی بیکار سمجھ کر پڑھے گا تو اُس کو نصیحت اندوز نہ ہو سکیگا۔ کلامِ حکمت کیسی ہی دانائی کی

اندر آید لیک چوں افسانہا | پوست بنماید نہ مغز و دانہا
اندر آتا ہے لیکن افسانوں کی طرح | چھلکا نظر آتا ہے، نہ مغز اور دانے

در سر و رُو در کشیدہ چادرے | رُو نہاں کردہ زِ چشمت دلبرے
سر اور مُنہ پر چادر تانے ہوئے | دلبر نے تیری آنکھ سے مُنہ چھپا رکھا ہے

شاہنامہ یا کلیلہ پیشِ تو | ہمچناں باشد کہ قرآں از عُتو
شاہنامہ یا کلیلہ تیرے لئے | ایسا ہی ہے جیسے کہ قرآن، سرکشی کی وجہ سے

فرق آنگہ باشد از حق و مجاز | کہ کند کُحلِ عنایت چشم باز
حقیقت اور مجاز میں فرق تب ہوتا ہے | کہ مہربانی کا سُرمہ تیری آنکھ کھول دے

ورنہ پُشک و مُشک پیشِ اَخشمے | ہر دو یکسانست چوں نبود شمے
ورنہ بیکار ناک والے کے لئے مینگنی اور مُشک | جبکہ سونگھنے کی طاقت نہیں ہو دونوں یکساں ہیں

خویشتن مشغول کردن از مَلال | باشدش قصد از کلامِ ذوالجلال
تکلّف سے اپنے آپ کو بے نیاز کرنا | اللہ (تعالیٰ) کے کلام سے اُس کا مقصد ہوتا ہے

کآتشِ وسواس را و غصّہ را | زاں سخن بنشاند و سازد دوا
کہ وسوسوں اور رنج کی آگ کو | اُس کلام سے بجھائے اور علاج کرے

بہرِ ایں مقدار آتش شاندن | آبِ پاک و بول یکساں شد بفن
آگ کی اِس مقدار کو بجھانے کے لئے | پاک پانی اور پیشاب تدبیر سے یکساں ہو گئے

آتشِ وسواس را ایں بول و آب | ہر دو بنشانند ہمچوں خمر و خواب
وسوسوں کی آگ کو یہ پیشاب اور پانی | دونوں بجھاتے ہیں شراب اور نیند کی طرح

لیک اگر واقف شوی زیں آبِ پاک | کہ کلامِ ایزدست و رُوحناک
لیکن اگر تو اِس پاک پانی سے واقف ہو جائے | کہ وہ خدا کا کلام ہے اور روح پرور ہے

نیست گردد وسوسہ کلّی زِ جاں | دل بیابد رہ بسُوئے گلستاں
وسوسہ بالکلیہ جان سے معدوم ہو جائے | اور دل گلستاں کا راستہ پالے

زانکہ در باغے و در جُوئے پرد | ہر کہ از سرِّ صُحُف بُوئے برد
کیونکہ باغ اور نہر میں اڑنے لگتا ہے | جو صحیفوں کے راز کا پتہ لگا لیتا ہے

۱؎ اندر۔ وہ شخص اُس کو افسانہ سمجھے گا اُس کے مغز اور گودے تک نہ پہنچ سکے گا۔ در سر۔ اُس شخص کے لئے مغز کی یہ حالت ہوگی جیسے کہ معشوق سر اور مُنہ پر چادر تانے لیٹا ہو تو ظاہر میں اُس کے حُسن کو نہ دیکھ سکے گا۔ شاہنامہ۔ یعنی فردوسی کا شاہنامہ۔ کلیلہ۔ یعنی قصّے کہانیوں کی مشہور کتاب کلیلہ دمنہ۔ عُتو۔ یعنی اپنے تکبّر کی وجہ سے اِن سب چیزوں کو یکساں سمجھتا ہے۔

۲؎ فرق۔ حقیقت اور مجاز کو انسان جب سمجھتا ہے جب اُس کو بصیرت حاصل ہو۔ اَخشم۔ وہ انسان جس کی ناک میں سونگھنے کی حِس نہ ہو۔ شَم۔ سونگھنا۔ خویشتن۔ محض جی بہلانے کے لئے قرآن کی تلاوت کرنا قرآنی حقائق سے محروم رکھتا ہے۔ کآتش۔ انسان اگر محض دل کی پریشانی اور رنج کو دور کرنے کے لئے قرآن پڑھے تو اُس کے حقائق سے غافل رہتا ہے۔

۳؎ بہرِ ایں۔ محض وقت کاٹنے کے لئے تو قرآن اور افسانہ یکساں کام کرتا ہے۔ آبِ پاک۔ یعنی قرآن۔ بول۔ یعنی افسانہ۔ خمر و خواب۔ نیند اور شراب دونوں وسوسوں اور دل کے خیالات کو رفع کرتے ہیں لیکن دونوں میں بہت فرق ہے۔ لیک۔ اگر کوئی شخص قرآن پاک کو کلام اللہ اور روحانی کلام سمجھ کر پڑھے تو دل کے وسوسے بالکلیہ زائل ہو جائیں اور دل کو باغِ جنّت کا راستہ مل جائے۔ زانکہ۔ جو شخص قرآن کے حقائق سے آگاہ ہو جاتا ہے وہ جنّت کے باغات اور نہروں کی سیر کرتا ہے۔ صُحُف۔ صحیفہ کی جمع ہے، آسمانی کتاب۔

785

یا تو پنداری کہ رُوئے اولیا — آنچنانکہ ہست می بینیم ما

یا تو یہ خیال کرتا ہے کہ اولیاء کا چہرہ — جیسا کہ (واقعی) ہے ہم دیکھتے ہیں

در تعجب ماندہ پیغمبر ازاں — چوں نمی بینند رُویم مؤمناں

پیغمبر اِس سے تعجب میں تھے — کہ ایمان لانیوالے میرا چہرہ کیوں نہیں دیکھتے ہیں؟

چوں نمی بینند نورِ رُوم خلق — کہ سبق بُرد است بر خورشیدِ شرق

لوگ میرے چہرے کا نور کیوں نہیں دیکھتے ہیں؟ — جبکہ وہ مشرق کے سورج سے بازی لے گیا ہے

ور ہمی بینند ایں حیرت چرا ست — تا کہ وحی آمد کہ آں رُو در خفاست

اگر دیکھتے ہیں، تو یہ حیرت کیوں ہے؟ — یہاں تک کہ وحی آئی کہ وہ چہرہ پوشیدہ ہے

سُوئے تو ماہ است سُوئے خلق ابر — تا نہ بینند رائگاں رُوئے تو گبر

آپ کی جانب چاند ہے اور مخلوق کیجانب ابر ہے — تاکہ آپ کے چہرے کو کافر بے فائدہ نہ دیکھے

سُوئے تو دانہ است سُوئے خلق دام — تا ننوشد زیں شرابِ خاص، عام

آپ کی جانب دانہ ہے، مخلوق کیجانب جال — تاکہ اِس خاص شراب کو عوام نہ پئیں

گفت یزداں کہ تَرَاھُمْ یَنْظُرُوْن — نقشِ حمام اند ھُمْ لَا یُبْصِرُوْن

خدا نے فرمایا کہ تو انکے بارے میں خیال کرتا ہے کہ وہ دیکھتے ہیں — وہ تو حمام کی تصویریں ہیں، وہ نہیں دیکھتے ہیں

می نماید صورت اے صورت پرست — کاں دو چشمِ مُردۂ او ناظر ست

اے صورت پرست! صورت ظاہر کرتی ہے — کہ اُس کی دو مُردہ آنکھیں دیکھنے والی ہیں

پیشِ چشمِ نقش می آری ادب — کہ چرا پاسم نمی دارد عجب

تصویر کی آنکھ کے سامنے تو ادب بجالاتا ہے — تعجب ہے وہ میرا لحاظ کیوں نہیں کرتی ہے؟

از چہ بس بے پاسخست ایں نقش نیک — کہ نمی گوید سلامم را علیک

یہ بھلی تصویر کیوں خاموش ہے — کہ میرے سلام پر علیک نہیں کہتی ہے

می نجنباند سر و سبلت ز جُود — پاسِ آنکہ کردمش من صد سجُود

مہربانی سے وہ سر اور مونچھ کیوں نہیں ہلاتی ہے — اس لحاظ سے کہ میں نے اسکو سو سجدے کئے ہیں

حق اگرچہ سر نجنباند بروں — پاسِ آں ذوقے دہد در اندروں

اللہ تعالیٰ اگرچہ ظاہر میں سر نہیں ہلاتا ہے — اسکے لحاظ سے باطن میں چاشنی عطا فرما دیتا ہے

کچھ خیال نہیں کرتا۔ از چہ۔ یہ بت دیکھ رہا ہے لیکن مجھ کو جواب نہیں دیتا میرے سلام کا بھی جواب نہیں دیتا۔ علیک۔ یعنی وعلیکم السلام نہیں کہتا ہے۔ می نجنباند۔ میرے سجدوں کے جواب میں اگر زبان سے نہیں بولتا تو کم از کم سر کی جنبش سے ہی جواب دیدے۔ حق۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ بھی کسی کے سجدوں کا نہ جواب دیتا ہے نہ سر ہلاتا ہے

---

۵۱ یا تو۔ جس طرح عوام قرآن کی حقیقت تک نہیں پہنچے اسی طرح وہ نبیؐ کے چہرے کی حقیقت سے باخبر نہیں ہوتے ہیں۔ در تعجب۔ آنحضورؐ کو تعجب ہوتا تھا کہ یہ منکر لوگ میرے چہرے کے نور کو جو کہ مشرق کے سورج سے زیادہ منور ہے کیوں نہیں دیکھتے ہیں اور میری تعلیمات پر کیوں حیران ہوتے ہیں اس پر آنحضورؐ کو بتایا گیا کہ آپ کے چہرے کا چاند اُنسے پوشیدہ ہے۔

۵۲ سُوئے تو۔ آپ کے چہرۂ انور کی مثال بدلی کے چاند کی طرح ہے آپکی جانب وہ چاند ہے اور منکرین کی جانب اُس پر بدلی چھائی ہوئی ہے اور یہ اِس لئے ہے کہ جب وہ اُس سے فائدہ اُٹھانا نہیں چاہتے تو اُن کو دیدار سے محروم کردیا گیا ہے۔ گفت۔ قرآن میں منکروں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ بظاہر دیکھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن وہ دیکھ نہیں رہے ہیں یہی حال منکرین کا ہے۔ می نماید۔ بُت پرست بُت کی آنکھوں میں روشنی سمجھتا ہے جو واقعہ کے خلاف ہے۔

۵۳ پیشِ چشم۔ بُت پرست اُسکی آنکھ کے سامنے اُس کی تعظیم بجالاتا ہے پھر تعجب کرتا ہے کہ اِس قدر تعظیم کرنے کے باوجود یہ بُت میرا

786

کہ دو صد جنبیدنِ سر ارزد آں — سر چنیں جنباند آخر عقل و جاں

کہ دو تو سر ہلانا اُس کی قیمت ہے — عقل اور جان اِس طرح سر ہلاتی ہے

عقل را خدمت کُنی در اجتہاد — پاسِ عقل آنست کافزاید رشاد

تو کوشش سے عقل کی خدمت کرتا ہے — عقل کا لحاظ یہ ہے کہ وہ ہدایت بڑھا دیتی ہے

حق نجنباند بظاہر سر تُرا — لیک سازد بر سراں سرور تُرا

اللہ (تعالیٰ) بظاہر تیرے لئے سر نہیں ہلاتا ہے — لیکن تجھے سرداروں کا سردار بنا دیتا ہے

مر ترا[1] چیزے دہد یزداں نہاں — کہ سجودِ تو کنند اہلِ جہاں

خدا تجھے مخفی طور پر ایسی چیز عطا کر دیتا ہے — کہ دنیا والے تجھے سجدے کرتے ہیں

آنچناں کہ داد سنگے را ہنر — تا عزیزِ خلق شد یعنی کہ زر

جیسا کہ اُس نے پتھر کو وہ ہنر عطا کر دیا — کہ وہ لوگوں کا پیارا ہو گیا یعنی سونا

قطرۂ[2] آبے بیابد لطفِ حق — گوہرے گردد بَرد از زر سبق

پانی کا قطرہ اللہ (تعالیٰ) کی عنایت پا جاتا ہے — موتی بن جاتا ہے، سونے سے بازی لے جاتا ہے

جسم خاک ست و چو حق تابیش داد — در جہانگیری چو مہ شد اوستاد

وہ خاکی جسم ہے اور جب خدا نے اُسمیں چمک دیدی — دنیا کو فتح کرنے میں چاند کی طرح اُستاد ہو گیا

ہیں طلسم ست این و نقشِ مُردہ است — احمقاں را چشمش از رہ بُردہ است

خبردار! یہ طلسم ہے اور مُردہ تصویر ہے — اسکی آنکھوں نے بیوقوفوں کو راستہ سے ہٹا دیا ہے

می نماید او کہ چشمے می زند — ابلہاں سازیدہ اند آں را سند

وہ نظر آتا ہے، کہ پلک جھپکا رہا ہے — بیوقوفوں نے اُس کو دلیل بنایا ہے

درخواستنِ[3] قبطی دُعای خیر و ہدایت از سبطی و دُعا کردنِ سبطی

قبطی کا سبطی سے دُعائے خیر اور راہنمائی کی درخواست کرنا اور سبطی کا قبطی کے لئے

قبطی را بخیر و مُستجاب شدنِ آں دُعا از اکرم الاکرمین حق تعالےٰ

دعائے خیر کرنا اور اکرم الاکرمین حق تعالیٰ کی جانب سے اُس دعا کا مقبول ہونا

گفت قبطی تو دُعای کُن کہ من — از سیاہی دل ندارم آں دہن

قبطی نے کہا تو دعا کر دے کیوں کہ میں — دل کی سیاہی کی وجہ سے وہ مُنہ نہیں رکھتا ہوں

تا بُود کہ قُفلِ ایں دل وا شود — زشت را در بزمِ خوباں جا شود

ہو سکتا ہے کہ اِس دل کا قُفل کھل جائے — بدصورت کی حسینوں کی محفل میں جگہ ہو جائے

---

[1] مر ترا۔ اپنے پوجنے والے کو خدا وہ مرتبہ عنایت فرما دیتا ہے کہ دنیا والے اُس کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں۔ آنچناں۔ عبادتگذار کو خدا ایسا ہی کندن بنا دیتا ہے جس طرح پتھر کو سونا بنا دیتا ہے، سونا پتھر کی رگوں میں پیدا ہوتا ہے۔

[2] قطرہ۔ اللہ تعالےٰ ماہ نیساں کے ابر کے ایک قطرہ کو موتی بنا دیتا ہے جو سونے سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ جسم خاک۔ ہو سکتا ہے کہ یہ شعر بھی موتی سے متعلق ہو نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اس شعر میں مومن کی کیفیت بیان کی ہو۔ ہیں۔ یہ پھر بُت اور بُت پرستوں کا بیان ہے۔ می نماید۔ بُت تراشی کے یہ کمالات تھے کہ بُت کی چشم و ابرو پر مختلف تاثرات نظر آتے تھے جیسا کہ ایلورا اور اجنتا کے بتوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

[3] درخواستن۔ قبطی نے سبطی سے کہا کہ میرے لئے ہدایت کی دعا کر دے اُس نے دعا کی اور وہ قبول ہو گئی۔ از سیاہی۔ چونکہ میرا دل سیاہ ہے تو میرا منہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے قابل نہیں ہے۔ تا بُود۔ ہو سکتا ہے کہ تیری دعا سے میرے دل کی گرہ کھل جائے۔

از تو مسخے صاحب خوبی شود | یا بلیسے باز کروبی شود
تیری (دعا کی وجہ) سے مسخ شدہ خوبی والا بن جائے | یا شیطان پھر فرشتہ بن جائے

یا بفر دستِ مریم بوی مشک | یابد و تری و میوہ شاخِ خشک
یا (حضرت) مریم کے (جیسے) ہاتھ سے مُشک کی خوشبو | اور تری اور میوہ خشک شاخ حاصل کر سکتی ہے

سبطی آن دم در سجود افتاد و گفت | کای خدای عالم جہر و نہفت
سبطی اُس وقت سجدے میں گر گیا اور کہا | کہ اے غیب اور شہادت کے جاننے والے خدا!

سبطی و قبطی ہمہ بندہ تواند | عاجزِ امرِ تو اند و مستمند
سبطی اور قبطی سب تیرے بندے ہیں | تیرے حکم کے سامنے عاجز اور محتاج ہیں

جز تو پیشِ کہ برآرد بندہ دست | ہم دعا و ہم اجابت از تو است
تیرے سوا بندہ کس کے سامنے ہاتھ اٹھائے؟ | دعا بھی تیری جانب سے ہے اور قبول کرنا بھی (تیری جانب سے ہے)

ہم ز اول تو دہی میلِ دعا | تو دہی آخر دعاہا را جزا
ابتداءً تو ہی دعا کی طرف متوجہ کرتا ہے | بالآخر تو ہی دعاؤں کا بدلہ عطا کرتا ہے

اول و آخر توئی ما در میاں | ہیچ ہیچے کہ نیاید در بیاں
اول و آخر تو ہی ہے، ہم درمیان میں | ایسے ناچیز جس کو بیان نہیں ہو سکتا

اینچنیں می گفت تا افتاد طشت | از سرِ بام و دلش بیہوش گشت
وہ یہ کہہ رہا تھا یہاں تک کہ سورج گر پڑا | بالاخانہ پر سے اور اس کا دل بے ہوش ہوگیا

باز آمد او بہوش اندر دعا | لیس للانسان الا ما سعیٰ
پھر وہ ہوش میں آکر دعا میں مصروف ہوگیا | نہیں ہے انسان کیلئے مگر وہی جسکی اُسنے کوشش کی

در دعا بود او و ناگہ نعرۂ | از دلِ قبطی بجست و غرۂ
وہ دعا میں مصروف تھا یہانتک کہ ایک نعرہ | اور شور قبطی کے دل سے نکلا

کہ ہلا بشتاب و ایماں عرضہ کن | تا ببرم زود زنارِ کہن
کہ آگاہ! جلدی کر اور ایمان پیش کر | تاکہ پرانا زنار، جلد کاٹ دوں

آتشے در جانِ من انداختند | مر بلیسے را بجاں بنواختند
انھوں نے میری جان میں آگ لگا دی ہے | (مجھ) شیطان کو جان سے نوازا

دوستیِ تو ز حبِ ناشگفت | حمد للہ عاقبت دستم گرفت
تیری دوستی نے محبت کے ناشگفتہ (غنچہ) سے | الحمد للہ انجام کار میری دستگیری کی

۱ے از تو۔ قبطی نے اپنے آپکو مسخ شدہ انسان اور شیطان سے تعبیر کیا ہے۔ یا بفر۔ سبطی کے ہاتھ کو حضرت مریمؑ کا ہاتھ قرار دیا جس کی برکت سے خشک کھجور پھلدار ہوگئی تھی اور قبطی نے اپنے آپ کو کھجور کا خشک درخت قرار دیا۔ سبطی۔ سبطی قبطی کی درخواست پر سر بسجود ہوگیا اور دعائیں کرنے لگا۔ مستمند۔ محتاج، ضرورتمند۔

۲ے جز تو۔ خدا کا بندہ خدا کے سامنے دستِ دعا دراز کرسکتا ہے دعا کی توفیق اور دعا کی قبولیت اللہ ہی دیتا ہے
ز کس نی دہاند ز کس می دہد
خدا می دہاند خدا می دہد
افتاد طشت۔ یہ محاورہ راز فاش ہونے کے معنیٰ میں ہے مولانا نے یہاں سورج غروب ہوجانے کے معنیٰ میں استعمال فرمایا ہے۔ لیس۔ یعنی انسان کی کوشش بار آور ہوتی ہے، سبطی کی دعا قبول ہوگئی۔

۳ے در دعا۔ سبطی تو دعا میں مصروف تھا اُس کی... قبولیت کا اثر یہ ہوا کہ قبطی نعرے مارنے لگا اور سبطی سے بولا کہ جلد ایمان پیش کر تاکہ میں مومن بنوں اور کفر کا زنار کاٹ پھینکوں۔ بلیسے۔ یعنی مجھ شیطان صفت کو کارکنان قضا و قدر نے ایمان سے نواز دیا ہے۔ دوستی۔ تیری ایمانی دوستی نے میری دستگیری کی۔

کیمیای[1] بُود صُحبتہایِ تو | کم مباد از خانۂ دل پایِ تو
تیری صحبتیں کیمیا تھیں | خدا کرے دل کے گھر سے تیرا قدم نہ نکلے

تو یکے شاخے بُدی از نخلِ خُلد | چون گرفتم اُو مرا تا خُلد بُرد
تو جنت کی کھجور کی ایک شاخ تھا | جب میں نے اُسکو پکڑ لیا وہ مجھے جنت میں لے گئی

سَیل بُود آنکہ تنم را دَر رُبود | بُرد سَیلم تا لَبِ دریایِ جُود
بہاؤ تھا، جو میرے جسم کو بہا لے گیا | مجھے بہاؤ، سخاوت کے دریا کے کنارے لے گیا

من ببُویِ آب رفتم سُوی سَیل | بحر دیدم دَر گرفتم کَیل کَیل
میں پانی کی تمنا میں بہاؤ کی جانب گیا | میں نے سمندر دیکھ لیا، میں نے پیمانے بھر لئے

طاس[2] آورد[ش] کہ اکنوں آبگیر | گفت رَو شُد آبہا پیشم حقیر
وہ (سبلی) اُس کے پاس طشلا لایا کہ اب پانی لے | اُس نے کہا جا بے، پانی میرے لئے حقیر ہو گئے ہیں

شربتے خوردم ز اَللّٰہُ اشْتَرٰی | تا بہ محشر تشنگی نابد مرا
میں نے "اللہ نے خرید لیا" کا شربت پی لیا ہے | قیامت تک مجھے پیاس نہ لگے گی

آنکہ جُوی و چشمہا را آب داد | چشمۂ اندر درونِ من گُشاد
وہ ذات جس نے نہروں اور چشموں کو پانی عنایت کیا ہے | اُس نے میرے دل کے اندر چشمہ جاری کر دیا ہے

ایں جگر کہ بُود گرم و آب خوار | گشت پیشِ ہمّتِ اُو آب خوار
یہ جگر جو گرم اور پیاسا تھا | اُس کی ہمت کے آگے پانی حقیر ہو گیا

کافِ[3] کافی آمدہ بہرِ عِباد | صدقِ وعدہ کٓھٰیٰعٓصٓ
بندوں کے لئے کافی کا کاف آیا ہے | کٓھٰیٰعٓصٓ کا سچا وعدہ (آیا ہے)

کافیم بدہم ترا من جملہ خیر | بے سبب بے واسطۂ یاریِ غیر
میں کافی ہوں میں تجھے تمام عمدہ چیزیں دے سکتا ہوں | بغیر کسی سبب کے اور غیر کی مدد کے واسطے کے بغیر

کافیم بے ناں ترا سیری دہم | بے سپاہ و لشکرت میری دہم
میں کافی ہوں روٹی کے بغیر تیرا پیٹ بھر سکتا ہوں | بغیر سپاہیوں اور لشکر کے تجھے سرداری دیتا ہوں

کافیم بے دارُو یت دَرماں کنم | کوہ را و چاہ را میداں کنم
میں کافی ہوں بغیر دوا کے تیرا علاج کر دیتا ہوں | پہاڑ کو اور کنوئیں کو میدان بنا دیتا ہوں

[1] کیمیا۔ تبلی نے سبلی سے کہا تیری صحبتیں میرے لئے کیمیا ثابت ہوئیں خدا کرے تو میرے دل میں بسا رہے۔ تو یکے۔ تو جنت کے درخت کی شاخ تھا جس کو میں نے پکڑا اور جنت میں داخل ہو گیا۔ دریایِ جُود۔ دریائے حقیقت اللہ تعالیٰ۔ کیل کیل۔ یعنی بہت زیادہ۔

[2] طاس۔ سبلی اُس تبلی کے پاس پانی کا طشلا لایا اور کہا اب پانی پی لے، اُس نے کہا اب مجھے اِس پانی کی ضرورت نہیں ہے۔ اَللّٰہُ اشْتَرٰی۔ قرآن پاک کی آیت ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یعنی خدا نے مومنین کی جانوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ آنکہ۔ اب خدا نے میرے باطن میں چشمے جاری کر دیئے ہیں۔ ایں جگر۔ پہلے یہ جگر خشک اور پیاسا تھا اب یہ پانی اُس کے لئے ناچیز ہے۔

[3] کاف۔ مولانا فرماتے ہیں یہ باتیں کچھ مستبعد نہیں ہیں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کٓھٰیٰعٓصٓ فرمایا ہے جسکے معنی ہیں کافٍ ھُوَ لَکُمْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ صِدْقًا یعنی وہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کافی ہے اے اللہ کے بندو! یقیناً تو جب اللہ کا وعدہ ہے اور وہ سچا ہے تو وہ بلا سبب بھی ہر بہتری پہنچا سکتا ہے جسمیں کسی واسطہ کی ضرورت نہیں ہے۔ کافیم۔ وہ اللہ بغیر روٹی کے پیٹ بھر سکتا ہے بلا لشکر کے فتح دے سکتا ہے بغیر دوا کے صحت عطا کر سکتا ہے۔ کوہ۔ یعنی سخت مصائب کو آسان کر سکتا ہے بغیر موسم کے نرگس و نسرین عطا کر سکتا ہے بغیر اُستاد اور کتاب کے علوم عطا کر سکتا ہے۔

789

بے بہارت نرگس و نسریں دِہم — بے کتاب و اُوستا تلقیں دِہم
بغیر موسم، بہار کے تجھے نرگس اور نسرین دیتا ہوں — بغیر کتاب اور استاد کے تعلیم دیتا ہوں

مُوسیٰ[1] را دل دہم بایک عصا — تا زند بر عالَمے شمشیرہا
میں موسیٰ کو دل مع ایک لاٹھی کے دیتا ہوں — تاکہ وہ دنیا میں تلواریں چلا دیں

دستِ موسیٰ را دِہم یک نور و تاب — کہ طپانچہ میزند بر آفتاب
میں موسیٰؑ کے ہاتھ کو ایک نور اور چمک دیتا ہوں — جو سورج کے طمانچہ لگا دیتا ہے

چوب را مارے کُنم من ہفت سر — کہ نہ زاید مادہ مار او را نہ نر
میں لکڑی کو سات سروں کا سانپ بنا دیتا ہوں — جس کو نہ مادہ سانپ جن سکے نہ نر

خوں[2] نیامیزم در آبِ نیل من — خود کُنم خوں عینِ آبش را بفن
میں دریائے نیل کے پانی میں خون نہیں ملاتا ہوں — میں حکمت سے بعینہٖ اُسکے پانی کو خون بنا دیتا ہوں

شادیت را غم کُنم چوں آبِ نیل — کہ نیابی سُوئے شادیہا سبیل
نیل کے پانی کیطرح تیری خوشی کو ایسا غم بنا دیتا ہوں — کہ تو خوشیوں کی جانب راستہ نہیں پاتا ہے

باز چوں تجدیدِ ایماں بر تنی — باز از فرعون بیزاری کُنی
پھر جب تو ایمان از سرِ نو لے آتا ہے — پھر فرعون سے بیزار ہو جاتا ہے

موسیٰؑ رحمت بہ بینی آمدہ — نیلِ خوں بینی از و آبے شُدہ
تو دیکھتا ہے کہ رحمت والا موسیٰؑ آگیا ہے — خون کا (دریائے) نیل اُس کی وجہ سے پانی بن گیا ہے

چوں سَرِ رشتہ نگہداری دروں — نیلِ ذوقِ تو نگردد ہیچ خوں
تو جب (ہمارے تعلق کا) سر رشتہ باطن میں محفوظ کر لیتا ہے — تیرے ذوق کا (دریائے) نیل کبھی خون نہیں بنتا ہے

من[3] گماں بُردم کہ ایماں آورم — تا ازیں طوفانِ خوں آبے خورم
میں نے سمجھا کہ ایمان لے آؤں — تاکہ خون کے اِس طوفان میں سے پانی پی لوں

من چہ دانستم کہ تبدیلی کُند — در نہادِ من مرا نیلے کُند
مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ تبدیلی کر دے گا — میرے اندر، مجھے (دریائی) نیل بنا دے گا

سُوئے چشمِ خود یکے نیلم رواں — بر قرارم پیشِ چشمِ دیگراں
(اب) میں اپنی نظر میں ایک رواں نیل ہوں — دوسرے کی نگاہ میں (پہلی حالت پر) برقرار ہوں

ہمچنانکہ ایں جہاں پیشِ نبیؐ — غرقِ تسبیح ست و پیشِ ما اَبی
جس طرح کہ یہ دنیا نبیؐ کے سامنے — تسبیح میں غرق ہے اور ہمارے سامنے سرکش ہے

[1] موسیٰ — حضرت موسیٰؑ کو اللہ نے ایک دل اور ایک لاٹھی دی اور اس کے ذریعہ عالم کو فتح کرا دیا۔ دستِ حضرت موسیٰ کو ید بیضا عنایت کر دیا جس کا نور سورج پر بھی غالب تھا حضرت موسیٰؑ کے عصا کو سات سروں کا سانپ بنایا جس کو کسی نر و مادہ نے نہیں جنا تھا۔

[2] خوں۔ دریائے نیل میں خون نہیں ملایا بلکہ پانی ہی کو خون کر دیا۔ شادیت۔ اللہ تعالیٰ خوشی کو ایسا تلخ بنا دیتا ہے کہ اُس میں خوشی کا نام بھی نہیں رہتا۔

[3] من گماں۔ میرا خیال تو یہ تھا کہ ایمان لانے کا یہ نتیجہ ہوگا کہ میں نیل کا پانی پی سکونگا یہ معلوم نہ تھا کہ وہ میرے اندر انقلاب برپا کرے گا اور خود مجھے دریائے نیل بنا دے گا اب میں اپنی نظر میں رواں نیل ہوں خواہ مجھے دوسرے ویسا ہی سمجھیں جیسا کہ میں پہلے تھا ہمچنانکہ۔ ایک چیز کی دو نظروں میں دو حقیقتیں ہونا تعجب انگیز نہیں کائنات کی چیزوں کو ہم خاموش اور سرکش دیکھتے ہیں لیکن آنحضور ان کو تسبیح پڑھنے والا دیکھتے تھے۔

پیشِ چشمش ایں جہاں پُر عشق و داد[۱] — پیشِ چشمِ دیگراں مُردہ، جماد
اسکی نظر میں یہ دنیا عشق و سخاوت سے بھری ہے — دوسرے کی نگاہ کے سامنے مُردہ اور جماد ہے

پست و بالا پیشِ چشمش تیز رَو — از کلوخ و سنگ او نکتہ شنو
نشیب و فراز اُس کی نگاہ کے سامنے تیز رو ہے — وہ ڈھیلے اور پتھر سے نکتہ سننے والا ہے

با عوام ایں جملہ پست و مُردہ — زیں عجب تر من ندیدم پردہ
عوام کے لئے یہ سب پست اور مردہ ہیں — میں نے اس سے زیادہ عجیب پردہ نہیں دیکھا

گورہا یکساں بہ پیشِ چشمِ ما — روضہ و حُفرہ بہ پیشِ اولیا
ہماری نگاہ کے سامنے ساری قبریں یکساں ہیں — اولیاء کے سامنے باغ اور گڑھے ہیں

عامہ گفتندے کہ پیغمبر تُرش — از چہ گشتہ است و شُد ست او ذوق کُش
عوام نے کہا کہ پیغمبر رنجیدہ — کیوں ہیں اور وہ ذوق کو ختم کر دینے والے (بنگئے) ہیں

خاصہ گفتندے[۲] کہ پیشِ چشمِ تاں — می نماید او تُرش اے اُمّتاں
خواص نے کہا کہ تمہاری نظر میں — اے اُمت والو! وہ رنجیدہ نظر آتے ہیں

یک زماں در چشمِ ما آئید تا — خندہا بینید اندر ھَلْ اَتیٰ
تھوڑی دیر کے لئے ہماری آنکھوں میں آجاؤ تاکہ — ھَلْ اَتیٰ کے اندر مُسکراہٹیں دیکھو

از سرِ امرود بُن بنماید آں — منعکس صورت بزیر آ اے جواں
امرود کے درخت سے وہ نظر آتا ہے — اُلٹی صورت اے جوان! نیچے اُتر آ

آں درختِ ہستیت امرود بُن — تا برآنجایِ نماید نو کہن
تیرے وجود کا درخت امرود کا درخت ہے — جب تک تو وہاں ہے، نیا پُرانا نظر آتا ہے

تا برآنجائی[۳] بہ بینی خار زار — پُر ز کژدمہایِ خشم و پُر زمار
جبتک تو اُس جگہ ہے کانٹوں کا جنگل دیکھے گا — غصّہ کے بچھوؤں اور سانپ سے بھرا ہوا

چوں فرود آئی بہ بینی رائگاں — یک جہاں پُر گلرخان و دایگاں
جب تو نیچے اُتر آئے گا تو دیکھے گا کہ مفت میں — ایک دنیا حسینوں اور پالنے والوں سے بھری ہوئی

چوں فرود آئی فرود آید تُرا — در دروں اسرارِ فیضِ کبریا
جب تو نیچے اُتر آئے گا، اُتر آئیں گے تیرے — اندر اللہ (تعالیٰ) کے فیض کے اسرار

---

۱ پیش۔ آنحضورؐ کی نظر میں تمام کائنات عشقِ الٰہی سے پُر تھی دوسرے اُس کو مُردہ سمجھتے تھے۔ پست۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک روز حضورؐ کے ساتھ تھا جو ڈھیلا پتھر حضورؐ کے سامنے آرہا تھا وہ آنحضورؐ کو سلام کرتا تھا۔ زیں عجب۔ یہ عجیب پردہ ہے عوام کچھ نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سُن سکتے ہیں خواص پتھروں کی تسبیح اور ذکر کو سنتے ہیں۔ روضہ یعنی جنت کا باغیچہ جو نیکوں کی جگہ ہے۔ حفرہ۔ یعنی جہنم کا گڑھا۔ عامہ۔ آنحضورؐ کے احوال دیکھ کر عوام کہنے لگتے تھے کہ حضورؐ ترش رو ہو گئے ہیں۔ ذوق کش۔ یعنی پہلے خوش طبع تھے اب ذوقِ خوش طبعی سے بیگانہ ہیں۔

۲ خاصہ۔ خواص کہتے تھے کہ وہ تمہاری نظر میں ایسے ہیں لیکن ہماری نگاہ سے انکو دیکھو تو ان میں مُسکراہٹیں دیکھو گے۔ ھَلْ اَتیٰ۔ یعنی وہ ذات جس پر ھَلْ اَتیٰ نازل ہوئی یا ھَلْ اَتیٰ میں جن نعمتوں کا تذکرہ ہے آپ یعنی آنحضورؐ کی مسکراہٹیں۔ از سر امرود۔ امرود کے درخت پر سے چیزیں اُلٹی نظر آتی ہیں، جیسا کہ آئندہ حکایت سے معلوم ہوگا وہ امرود کا درخت تیری ہستی ہے جب تک تو اسکو فنا نہیں کریگا تجھے نئی چیز پرانی نظر آئیگی۔

۳ تا برآنجا۔ جب تک تجھ میں خودی ہے تجھے حسین اور پرورش کرنیوالے کانٹوں کا جنگل نظر آئیں گے۔ چوں۔ جب تو خودی کو چھوڑ دے گا پھر خدا کے فیض کے اسرار دیکھ سکے گا۔ خار زار سے مراد دنیاوی اشیاء ہیں اور گلرخاں اور دایگاں سے مراد اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات ہیں جو حسینوں اور عالم کے مربی ہیں۔

حکایت آں زنِ پلید کار کہ شوہر را گفت کہ ایں خیالات از سرِ

اس بدکار عورت کی حکایت جس نے شوہر سے کہا کہ یہ خیالات امرود کے درخت

امرودبُن می نماید چشمِ آدمی را ،از سرِ امرودبُن فرودآ تا آں خیالات

پر سے انسان کی آنکھ کو نظر آتے ہیں امرود کے درخت پر سے اُترآ تاکہ وہ خیالات

بروُد و اگر کسے[1] گوید کہ آنچہ مردمی دید خیال نبود جواب آنست کہ ایں

دُور ہو جائیں اور اگر کوئی کہے کہ جو کچھ مرد نے دیکھا تھا وہ خیال نہ تھا تو جواب یہ ہے

مثال است نہ مثل و در مثال ہمیں قدر بس بود کہ اگر او بر سرِ امرود بُن

کہ یہ مثال ہے مثل نہیں ہے اور مثال میں یہی کافی ہے کہ اگر وہ امرود کے درخت

نمی رفت آں را نمی دید خواہ حقیقت بود خواہ خیال

پر نہ چڑھتا تو اُس کو نہ دیکھتا خواہ وہ حقیقت تھی خواہ خیال تھا

آں زنے میخواست تا با مُول[2] خود
ایک عورت نے چاہا کہ اپنے یار سے

برزند در پیشِ شُوی گولِ خود
ملے، اپنے احمق شوہر کے سامنے

پس بشوہر گفت زن کاے نیکبخت
تو بیوی نے خوہر سے کہا کہ اے نیک بخت!

من برآیم میوہ چیدن بر درخت
میں پھل توڑنے درخت پر چڑھتی ہوں

چوں برآمد بر درخت آں زن گریست
جب درخت پر چڑھ گئی وہ عورت رونے لگی

چوں ز بالا سُوی شوہر بنگریست
جب اُس نے اوپر سے شوہر کی جانب دیکھا

گفت شوہر را کہ اے مابُونِ رَد
شوہر سے بولی کہ اے مفعولِ مردود!

کیست آں لوطی[3] کہ بر تو می فتد
یہ لوطی کون ہے جو تیرے اوپر پڑا ہے؟

تو بزیرِ اُو چو زن بغنُودہ
تو اُس کے نیچے عورت کی طرح اونگھ رہا ہے

اے بغا تو خود مُخنث بودہ
اے نامرد! تو ہیجڑا ہے

گفت شوہر نے سرت گوئی بگشت
شوہر نے کہا نہیں، گویا تیرا سر چکرا رہا ہے

ورنہ اینجا نیست غیرِ من بدشت
ورنہ یہاں جنگل میں میرے سوا کوئی نہیں ہے

زن مکرر کرد کاے بابُرطلہ
عورت نے مکرر کہا اے اُلٹی ٹوپی والے!

کیست بر پُشتت فروخفتہ ہلہ
خبردار! تیری پُشت پر کون سویا ہوا ہے؟

گفت اے زن ہیں فرود آ از درخت
اُس نے کہا اے بیوی! درخت سے نیچے آجا

کہ سرت گشت و خَرِف گشتی تو سخت
کیونکہ تیرا سر چکرا گیا ہے اور تو بہت بے عقل ہوگئی ہے

---

[1] کسے گوید۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس حکایت میں جو قصہ سنایا گیا ہے اُس میں اور خودی کی حالت میں جو کیفیت بتائی ہے اُس میں بہت فرق ہے، ہستی کے درخت سے جو چیزیں نظر آتی ہیں وہ واقعۃً اُلٹی ہیں اور امرود پر سے مرد نے جو واقعہ دیکھا وہ صحیح تھا اس کا مولانا جواب دیتے ہیں کہ یہ مثل نہیں ہے جس میں پوری مطابقت ضروری ہے بلکہ مثال ہے اور دونوں باتوں میں اتنی بات مشترک ہے کہ خودی کے درخت سے جو چیزیں نظر آتی ہیں وہ نیچے اُترنے کے بعد نظر نہیں آتی ہیں اسی طرح سے مرد نے جو درخت پر سے دیکھا وہ نیچے اتر کر نہ دیکھا۔

[2] مُول۔ عورت کا یار۔ گول۔ احمق۔ میوہ چیدن یعنی امرود توڑنے کے لئے۔ مابون۔ وہ شخص جس کو اُبنہ کی بیماری ہو یعنی مفعول بنتا ہو۔

[3] لوطی۔ وہ شخص جو قومِ لوط والا کام کرے۔ بغا۔ ہیجڑو مخنث۔ مُخنث۔ ہیجڑا۔ بُرطلہ۔ ٹوپی، اُلٹی ٹوپی۔ ہلہ۔ تنبیہ کا کلمہ ہے۔ خَرِف۔ بے عقل بوڑھا۔

چوں فرود آمد بر آمد شوہرش
جب وہ نیچے آگئی اُس کا شوہر چڑھ گیا

زن کشید آں مُول را اندر بَرش
عورت نے اُس یار کو بغل میں دبا لیا

گفت شوہر کیست ایں اے رُوسپی[1]
شوہر نے کہا ارا رنڈی! یہ کون ہے؟

کہ ببالائے تو آمد چوں کپی
جو بندر کی طرح تیرے اوپر چڑھ گیا ہے

گفت زن نے نیست اینجا غیرِ من
عورت نے کہا نہیں، یہاں میرے سوا کوئی نہیں ہے

ہیں سَرت برگشتہ شُد ہرزہ متن
خبردار! تیرا سَر چکرا رہا ہے، بکواس نہ کر

اُو مُکرّر کرد بَر زن آں سخُن
اُس نے عورت سے وہ بات مکرر کہی

گفت زن ایں ست از اَمرود بُن
عورت نے کہا یہ امرود کے درخت (کے اثر) سے ہے

از سرِ اَمرود بُن من ہمچناں
میں نے بھی امرود کے درخت سے ایسا ہی

کژ ہمی دیدم کہ تو اے قَلتباں
اُلٹا دیکھا جیسا کہ تو نے، اے دیوث!

پس فرود آ تا بہ بینی ہیچ نیست
نیچے اُتر آ تاکہ تو دیکھ لے کہ کوئی نہیں ہے

ایں ہمہ تخییل از اَمرود بُن ست
یہ سب خیال امرود کے درخت (کی وجہ) سے ہے

ہَزل تعلیم ست آں را جِد شنو
سکھانے کیلئے مذاق ہے تو اُسکو حقیقت سمجھ

تو مشو بر ظاہرِ ہَزلش گرو
تو اُس کے ظاہری مذاق کا پابند نہ بن

ہر جِدے[2] ہَزلست پیشِ ہازِلاں
مسخروں کے سامنے ہر واقعہ مذاق ہے

ہَزلہا جِد ست پیشِ عاقلاں
عقلمندوں کے لئے ہر مذاق حقیقت ہے

کاہِلاں اَمرود بُن جویند لیک
سُست لوگ امرود کا درخت تلاش کرتے ہیں لیکن

تا بداں اَمرود بُن راہیست نیک
اُس امرود کے درخت کا فاصلہ بہت ہے

نقل کُن از اَمرود بُن اکنوں برو
امرود کے درخت سے منتقل ہو جا اب چلا جا

گشتۂ تو خیرہ چشم و خیرہ رُو
تو پریشان نظر اور پریشان ہوگیا ہے

ایں[3] مَنی و ہستیِ اوّل بُوَد
یہ خودی اور ابتدائی وجود ہوتا ہے

کہ از و دیدہ کژ و اَحوَل بُوَد
جس سے آنکھ ٹیڑھی اور بھینگی بن جاتی ہے

چوں فرود آئی ازیں اَمرود بُن
جب تو اِس امرود کے درخت سے نیچے اتر آئیگا

کژ نماند فکرت و چشم و سخُن
تیری فکر اور آنکھ اور گفتگو ٹیڑھی نہ رہے گی

یک درختِ سخت بینی گشتہ ایں
تو دیکھے گا کہ یہ ایک سخت درخت بن گیا ہے

شاخِ اُو بر آسمانِ ہفتمیں
جس کی شاخ ساتویں آسمان پر ہے

---

[1] رُوسپی۔ زانیہ عورت، رنڈی۔ کپی۔ بندر۔ ہرزہ متن۔ بکواس نہ کر۔ گفت۔ عورت نے کہا یہ امرود کے درخت کا اثر ہے کہ اُس پر سے غلط نظر آتا ہے۔ قَلتباں۔ دیوث۔ ہزل۔ یہ میں نے فحش اور مذاق کا قصہ تعلیم کے لئے سُنا دیا ہے تم اِس کے ظاہر کو نہ دیکھو اِس سے جو نصیحت مقصود ہے اُس پر نظر کرو۔

[2] ہر جِدے۔ جو لوگ ہزل کے عادی ہیں اُن کو ہر جِد بھی ہزل نظر آتی ہے اور جو عقلمند ہیں وہ مذاق کی بات سے بھی نصیحت حاصل کر لیتے ہیں کاہلاں۔ کاہل لوگ اُس امرود کے درخت کو تلاش کرتے ہیں جو اُن کو صحیح دکھائے یعنی وہ ہستی جو فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے لیکن وہ امرود کا درخت دور ہے۔ نقل کُن۔ پہلے اِس امرود کے درخت کو یعنی اپنی خودی اور ہستی کو چھوڑ دے پھر چل تب تجھے حاصل ہوگا اِس ہستی کے ہر ہوتے تیری نظر خیرہ ہے وہ نظر نہ آئے گا۔

[3] ایں۔ یہ امرود کا درخت جس سے غلط نظر آتا ہے یہ اُس کی خودی اور ابتدائی وجود ہے چوں فرود۔ جب تو خودی کے درخت سے اُتر آئے گا تو پھر تیرا خیال آنکھ اور گفتگو سیدھی ہو جائیگی اور تو دیکھے گا کہ وہ تیرا سخت درخت تھا اور اُسکا پھیلاؤ بہت تھا۔

چوں فرود آئی از و گردی جُدا — مُبدلش گرداند از رحمت خدا
جب تو نیچے اُتر آئے گا اُس سے علیحدہ ہو جائیگا — خدا رحمت سے اُس کو بدل دیگا

زیں تواضع گر فرود آئی خدا — راست بینی بخشد آں چشمِ ترا
اِس تواضع کے ذریعہ اگر تو نیچے اُتر آئیگا، خدا — تیری اُس نظر کو صحیح دیکھنا عطا فرما دیگا

راست بینی گر بُدے آساں چنیں — مُصطفیٰ کے خواستے از ربِّ دیں
صحیح دیکھنا اگر ایسا آسان ہوتا — تو دین کے رب سے آنحضورؐ کب دعا مانگتے؟

گفت بنما جزو جزو از فوق و پست — آنچنانکہ پیشِ تو آں جزو ہست
کہا، اوپر اور نیچے سے جزو جزو کو دکھا — جیسا کہ وہ جزو تیرے سامنے ہے

۵۲ بعد ازاں بر رو براں امرود بُن — کہ مُبدَّل گشت و سبز از امرِ کُن
اُس کے بعد اُس امرود کے درخت پر چڑھ جا — کیونکہ کُن کے حکم سے تبدیل اور سبز ہو گیا ہے

چوں درختِ موسوی شد آں درخت — چوں سُوی موسیٰ کشانیدی تو رخت
جب وہ درخت (حضرت) موسیٰؑ والا درخت بن گیا — جب تو نے موسیٰؑ کی جانب سفر اختیار کر لیا

آتش اُو را سبز و خرم می کُند — شاخِ اُو اِنّی اَنَا اللہ می زند
آگ، اُس کو سبز اور بھلا بنائے گی — اُس کی شاخ ، اِنّی انا اللہ کا نعرہ لگائے گی

زیرِ ظلش جملہ حاجات روا — ایں چنیں باشد الٰہی کیمیا
تیری ساری حاجتیں اُسکے سایہ کے نیچے پوری ہونگی — خدائی کیمیا ایسی ہی ہوتی ہے

۵۳ آں منی و ہستیت باشد حلال — کہ در و بینی صفاتِ ذوالجلال
تیری وہ خودی اور وجود جائز ہے — جس میں تو اللہ (تعالیٰ) کی صفات دیکھ لے

شد درختِ کج مقوم حق نما — اَصلُہٗ ثَابِتٌ وَّ فَرعُہٗ فِی السَّمَا
ٹیڑھا درخت، سیدھا حق نما بن گیا — اُسکی جڑ (زمین میں) ثابت ہے اور اُسکی شاخ آسمان میں ہے

باقی قصۂ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام
حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باقی قصہ

کامدش پیغام از وحیِ مُہم — کہ کژی بگذار اکنوں فاستقم
اُن (موسیٰؑ) کو مہتم بالشان وحی کے ذریعہ پیغام آیا — کہ اب کجی کو چھوڑ دے اور سیدھا ہو جا

موسیٰؑ کو جو فاستقم کا حکم ہوا یعنی کج روی ترک کر دے اِس کا ذکر شروع کیا ہے حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا تھا کہ اب دعاؤں کا سہارا نہ لو اور فرعون کا مقابلہ شروع کر دو حضرت موسیٰؑ نے ہاتھ کا عصا زمین پر ڈالدیا اب اُسکے جلوے نظر آئے اسی طرح تیرا یہ فانی جسم عصا موسیٰؑ ہے اسکو ترک کر دے پھر جو جسم حاصل ہوگا اُس

۵۱ مُبدلش۔ خودی چھوڑ دیگا تو پھر اللہ تعالیٰ اُس درخت کو تبدیل کر دیگا۔ زیں تواضع۔ جو عاجزی اور دعا قبل لے کی تھی۔ راست بینی حقائق کو صحیح دیکھنا اگر آسان ہوتا تو آنحضورؐ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ اے خدا ہمیں چیزیں ویسی ہی دکھا جیسی وہ ہیں۔ دعا نہ مانگتے۔ گفت۔ آنحضورؐ نے دعا کی کہ خدا ہمیں آسمان اور زمین کا ہر ہر جز اُسی طرح دکھا جیسا کہ وہ تیرے نزدیک ہے۔
۵۲ بعد ازاں۔ جب خودی اور ہستی فنا ہو جائے تو پھر بقا باللہ کی ہستی میسر آجائیگی اُس کو اختیار کرلے۔ چوں۔ اب یہ درخت وہ درخت ہوگا جس پر حضرت موسیٰؑ کو تجلی رب نظر آئی تھی۔ آتش۔ اب آگ اُس پر اپنا اثر دکھائیگی اور اُس کی شاخ اِنّی اَنَا اللہ کا نعرہ لگاتی ہے حضرت موسیٰؑ کو درخت سے یہ آواز آتی تھی کہ میں بے شک خدا ہوں۔ زیرِ ظلش۔ اب اُس ہستی کے سایہ میں تیری ساری ضرورتیں پوری ہونگی یہ خدائی کیمیا تھی کہ تیری فانی ہستی کو باقی ہستی بنا دیا۔
۵۳ آں منی۔ اب یہ خودی اور ہستی دولت ہے اُس میں خدائی صفات نظر آئینگی۔ باقی قصہ۔ مولانا کجی ترک کرنے کا بیان کر رہے تھے اسی مناسبت سے حضرت

کے جلوے دیکھنا

۶۹۶

این درختِ تن عصایِ موسیٰ است
یہ جسم کا درخت (حضرت) موسیٰ کی لاٹھی ہے

کارش آمد کہ بیندازش ز دست
اِس کا موقع آگیا کہ تو اُس کو ہاتھ سے زمین پر ڈال دے

تا بہ بینی خیرِ اُو و شرِ اُو
تاکہ تو اُس کی بھلائی اور اُسکی بُرائی دیکھ لے

بعد ازاں برگیر اُو را از امرِ ہُو[1]
پھر اُس کو اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے ہاتھ میں پکڑ لے

پیش ز افگندن نبُود اُو غیرِ چوب
ڈالنے سے پہلے وہ لکڑی کے سوا کچھ نہ تھی

چوں بامرش برگرفتی شد جدوب
جب تو نے اُس کے حکم سے پکڑا وہ نگلنے والی بن گئی

اوّل اُو بُد برگ افشاں برّہ را
پہلے وہ بکری کے بچّہ کے لئے پتّے جھاڑنے والی تھی

گشت مُعجز آں گروہِ غرّہ را
وہ غافل جماعت کے لئے مُعجزہ بن گئی

گشت[2] حاکم بر سرِ فرعونیاں
وہ فرعونیوں پر حاکم بن گئی

آبِ شاں خوں کرد کف بر سر زناں
سَر پیٹنے والوں پر اُس کا پانی خون بنا دیا

از مزارعِ شاں برآمد قحط و مرگ
اُن کے کھیتوں سے قحط اور موت برآمد ہو گئی

از مَلخہائی کہ آں خوردند برگ
اُن ٹڈیوں کی وجہ سے جنھوں نے پتّے کھائے

تا برآمد بیخود از موسیٰ دعا
یہاں تک کہ بیخودی میں (حضرت) موسیٰؑ سے دُعا نکلی

چوں نظر افتادش اندر مُنتہا
جبکہ اُن کی نظر انجام پر پڑی

این ہمہ اعجاز و کوشیدن چراست
یہ معجزے اور کوششیں کیوں ہیں؟

چوں نخواہند این جماعت گشت راست
جبکہ یہ لوگ سیدھے نہ ہوں گے

امر[3] آمد کاتباعِ نوحؑ کُن
حکم ہوا کہ (حضرت) نوحؑ کی پیروی کر

ترکِ پایاں بینی و تشریح کُن
انجام بینی اور تشریح کو چھوڑ

منگر آخر کہ تو داعیِ رہی
تم انجام کو نہ دیکھو اسلئے کہ تم راہِ (حق) کیطرف بلانے والے ہو

امرِ بلّغ ہست نبُود آں تہی
بلّغ کا حکم ہے (اور) وہ خالی نہیں ہے

کمتریں حکمت کزیں الحاحِ تو
معمولی حکمت یہ ہے کہ تیرے اِس اصرار سے

جلوہ گردد آں لجاج و آں عتو
وہ جھگڑالو پن اور سرکشی ظاہر ہو جائیگی

تا کہ رہ بنمودن و اضلالِ حق
یہاں تک کہ اللہ (تعالیٰ) کی رہنمائی اور اللہ کا گمراہ کرنا

فاش گردد بر ہمہ اہلِ فرق
تمام فرقوں پر واضح ہو جائے گا

چونکہ مقصود از وجود اظہار بُود
چونکہ موجودات سے مقصود اظہار تھا

بایدش از پند و اغوا آزمود
تو اُسکو نصیحت اور بہکانے سے آزمانا چاہیے

---

[1] امرِ ہُو۔ امرِ خداوندی۔ پیش۔ حضرت موسیٰؑ کا عصا جب تک ہاتھ میں تھا وہ صرف ایک لکڑی تھا جب خدائی حکم سے اُسکو پھر اُٹھایا تو وہ نگلنے والا اژدھا تھا۔ اوّل۔ شروع میں وہ صرف بکریوں کے پتّے جھاڑنے کیلئے تھی اب وہ کافروں کے لئے مُعجزہ بن گئی۔

[2] گشت۔ اب جبکہ امرِ خداوندی سے اُس عصا کو ہاتھ میں لیا تو فرعونیوں پر حکمرانی کرتا تھا اُن سر پیٹنے والوں کے لئے اُس نے دریائے نیل کو خون بنا دیا۔ از مزارع۔ فرعونیوں پر ٹڈیوں کا عذاب بھی آیا۔ اندر مُنتہیٰ۔ حضرت موسیٰؑ نے یہ خیال کیا کہ اُن کا انجام لامحالہ بُرا ہے لہٰذا اُن کو مُعجزے دکھانے اور راہِ راست پر لانے کی کوشش کیوں کی جائے۔

[3] امر آمد۔ حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ نوحؑ کی طرح اُن کے انجام سے قطع نظر کرکے تم بھی تبلیغ کئے جاؤ تم فرمانبردار داعی ہو تمہارا کام تبلیغ کرنا ہے تمہیں اِسی کا حکم ہے اور تمہاری تبلیغ میں فائدہ مُضمر ہے خواہ وہ ایمان نہ لائیں۔ کمترین۔ ایک فائدہ تو یہی ہے کہ تمہارے اصرار سے اُن کا جھگڑالو پن اور سرکشی واضح ہو جائے گی۔ چونکہ۔ مخلوق کی پیدائش سے اللہ کا مقصد چھپے ہوئے حالات کو واضح کرنا ہے اسلئے ضرورت ہے کہ انسان کو نصیحت سے اور

695

دیوِ الحاحِ غوایت می کُند[۱]
شیطان گمراہی پر اِصرار کرتا ہے
شیخِ الحاحِ ہدایت می کُند
شیخ ہدایت پر اِصرار کرتا ہے

باز گرد و قصۂ قبطی بگو
واپس لوٹ، اور قبطی کا قصہ کہہ
گردِ کُفر از باطنِ خود زُود شو
اپنے باطن سے کفر کے غبار کو جلد دھودے

چوں پیاپے گشت آں امرِ شجوں
جب قوی حکم پے در پے ہوا
نیل می آمد سَراسَر جُملہ خوں
(دریائے) نیل سراسر سب خون ہو کر بہتا تھا

سخت شدنِ کار بر قبطیاں و شفاعت طلب کردنِ فرعون از موسیٰؑ
قبطیوں پر معاملہ کا سخت ہو جانا اور فرعون کا موسیٰؑ سے سفارش چاہنا

تا بنفسِ خویش فرعوں آمدش[۲]
یہاں تک کہ فرعون بذاتِ خود اُن کے پاس آیا
لابہ می کرد و دُوتا گشتہ قدش
خوشامد کرتا تھا اور اُس کا قد دُہرا ہو گیا تھا

انچہ ما کردیم اے سلطاں مکُن
اے شاہ! جو ہم نے کیا وہ آپ نہ کیجئے
نیست مارا رُوئے ایرادِ سخن
ہمارا مُنہ بات کرنے کے قابل نہیں ہے

پارہ پارہ کردمت فرماں پذیر
میں نے (بدن کے) ٹکڑے ٹکڑے کو تیرا کہنا ماننے والا بنا لیا ہے
من بعزت خُوگرم سختم مگیر
میں عزت کا عادی ہوں میری سختی پکڑ نہ کیجئے

ہیں بجنباں لب برحمت اے امیں
آگاہ، اے امین! رحمت (کی دعا) کیلئے ہونٹ ہلایئے۔
تا ببندد ایں دہانِ آتشیں
تاکہ یہ آتشیں دہانہ بند ہو جائے

گفت[۳] یارب می فریبد اُو مرا
(حضرت موسیٰؑ نے) کہا اے خدا! وہ مجھے فریب کر رہا ہے
می فریبد اُو فریبیدہ تُرا
(آپ کے) فریفتہ کو فریب دے رہا ہے

بشنوم یا من دہم ہم خدعہ اش
میں مان جاؤں، یا میں بھی اُس کو دھوکا دیدوں
تا بداند اصل را آں فرع کش
تاکہ وہ شاخ کو پکڑنے والا، جڑ کو جان جائے

کاصلِ ہر مکرے و حیلت پیشِ ماست
ہر مکر اور حیلہ کی اصل ہمارے سامنے ہے
ہر چہ بر خاکست اصلش بر سماست
جو کچھ زمین پر ہے اُس کی اصل آسمان پر ہے

گفت حق آں سگ نیرزد ہم بآں
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا وہ کُتا اسکے بھی لائق نہیں ہے
پیشِ سگ انداز از دُور استخواں
کُتے کے سامنے دُور سے ہڈی ڈال دے

---

۱ دیو۔ شیطان گمراہی پر اِصرار کرتا ہے اور شیخ طریقت ہدایت پر اصرار کرتا ہے۔ الحاح۔ اِصرار۔ شجوں۔ قوی، یعنی جب حضرت موسیٰؑ کو پے در پے تبلیغ کا حکم ملا اور فرعونیوں نے نافرمانی کی تو دریائے نیل خون بن کر بہنے لگا۔

۲ تا بنفس۔ یعنی جب قبطیوں کی حالت تباہ ہونے لگی تو فرعون بذاتِ خود حضرت موسیٰؑ کے پاس خوشامد کرنے لگا اور تعظیم میں دُہرا ہو رہا تھا۔ آنچہ۔ ہم نے جو کیا وہ بُرا تھا آپ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہ دیجئے۔ نیست۔ ہمارا مُنہ تو اس قابل نہیں ہے کہ آپ سے دعا کی التجا کریں۔ پارہ۔ میں نے اپنے جسم کے ہر حصہ کو فرمانبردار بنا دیا ہے۔ ایں دہاں۔ یعنی عذابِ الٰہی کا دہانہ۔

۳ گفت یارب۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا اے خدا مجھ آپ کی ذات پر فریفتہ کو یہ فرعون دھوکا دے رہا ہے۔ بشنوم۔ اب بتائیں اِس کا کہنا مان لوں یا میں بھی اِس کو کوئی دھوکا دیدوں تاکہ یہ اچھی طرح سمجھ لے کہ اصل میں ہر سبب کی جڑ خدا ہے یہ شاخ یعنی سبب سے وابستہ رہتا ہے۔۔۔ کاصل۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا ہر مکر و تدبیر کی اصل خدا ہے جو اسباب دنیاوی ہیں اُن کی اصل وہی خدا ہے۔ گفت حق۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ فرعون اِس قابل بھی نہیں ہے کہ اُس کے فریب کا جواب فریب سے دیا جائے۔ آپ اُس کُتے کو ہڈی ڈال دیجئے اور آپ اپنا عصا ہلا دیجئے زمین وہ تمام پیدا وار اُگل دیگی جو ٹڈیوں نے کھائی ہے۔

ہیں بجُنباں آں عصا تا خاکہا
ہاں وہ عصا ہلا دے، تاکہ زمینیں

وادِ ہد ہر چہ مَلخ کردش فنا
وہ واپس کر دیں جس کو ٹڈیوں نے فنا کیا ہے

واں مَلخہا در زماں گردد تباہ
وہ ٹڈیاں فوراً تباہ ہو جائیں تا

تا بہ بیند خلق تبدیلِ اِلٰہ
تاکہ لوگ اللہ (تعالیٰ) کے بدل دینے کو دیکھ لیں

کہ سببہا نیست حاجت مر مرا
کہ ہمیں اسباب کی ضرورت نہیں ہے

آں سبب بہرِ حجاب ست و غطا
یہ سبب تو حجاب اور پردے کے لئے ہے

تا طبیبے خویش بر دارو زند
تاکہ طبیب اپنے آپ کو دوا میں مصروف کرے

تا منجّم رُو باستارہ کُند
تاکہ نجومی ستاروں کی جانب منہ کرے

تا منافق از حریفی بامداد
تاکہ منافق چالاکی سے، صبح صبح

سُوی بازار آید از بیم کساد
بازار کی جانب آئے کساد (بازاری) کے ڈر سے

بندگی ناکردہ ناشستہ رُو
عبادت کئے بغیر اور منہ دھوئے بغیر

لُقمۂ دوزخ بگشتہ لُقمہ جُو
لقمہ کا جویاں، دوزخ کا لقمہ بنا ہوا ہے

آکل و ماکول آمد جانِ عام
عوام کی جان کھانے والی ہے اور غذا بھی ہے

ہمچو آں برّہ چرندہ از حطام
اُس بکری کے بچہ کی طرح جو چارہ چرنے والا ہے

می چرد آں برّہ و قصّاب شاد
وہ بکری کا بچہ چرتا ہے اور قصائی خوش ہے

کہ برای ما چرد برگِ مُراد
کہ مقصد کے پتّے ہمارے لئے چَر رہا ہے

کارِ دوزخ میکنی در خوردنی
تو کھانے میں دوزخ کا کام کر رہا ہے

بہرِ اُو خود را تو فربہ میکنی
تو اپنے آپ کو اس کے لئے موٹا کر رہا ہے

کارِ خود کُن روزیِ حکمت بچر
اپنا کام کر دانائی کی خوراک کھا

تا شود فربہ دلِ با کرّ و فر
تاکہ شان و شوکت سے دل فربہ ہو جائے

خوردنِ تن مانعِ ایں خورد نست
جسم کا کھانا اس کھانے سے مانع ہے

جاں چو بازرگان و تن چوں رہزن ست
جان تاجر کی طرح ہے اور جسم ڈاکو کی طرح ہے

شمعِ تاجر آنگہ ہست افروختہ
تاجر کی شمع اُس وقت روشن ہے

کہ بُود رہزن چو ہیزم سوختہ
جب کہ ڈاکو جلی ہوئی لکڑی کی طرح ہو

تاجر سمجھو اور جسم کو ڈاکو۔ تاجر کا مال ڈاکو اُڑا لیتا ہے۔ شمعِ تاجر۔ تاجر اُس وقت پُر رونق بنتا ہے جب ڈاکو تباہ ہو جائے۔

۵۱ واں مَلخہا۔ آپ کے عصا کے اثر سے ٹڈیاں بھی مر جائیں گی اور سب لوگ دیکھ لیں گے کہ خدا کو ہر چیز کے بدلنے کی کس قدر قدرت ہے۔ کہ سببہا۔ اللہ تعالیٰ کو اسباب کی ضرورت نہیں ہے اسباب تو ایک پردہ ہیں طبیب دوا کو بیٹھا ہوا ہے اور منجّم ستاروں کو حالانکہ اصل سبب ذاتِ خداوندی ہے منافق یعنی دنیادار اپنی کوشش اور محنت سے فائدہ سمجھ رہا ہے۔

۵۲ بندگی۔ یہ دنیادار صبح کو نہ عبادت میں لگتا ہے نہ اس کو منہ دھونے کی فرصت ہے نفع کے لئے بازار میں دوڑ جاتا ہے اپنے لقمہ کی تلاش میں دوزخ کا لقمہ بنا ہوا ہے۔ آکل۔ یہ دنیادار کھانے والا بھی ہے اور خود دوزخ کی خوراک بھی ہے، اس کی مثال اُس بکری کے بچہ کی سی ہے جو چرتا ہے اور قصائی خوش ہوتا ہے کہ یہ میرے لئے چر رہا ہے یہی حال دنیادار کا ہے کہ وہ سمجھ رہا ہے میں خود کھا رہا ہوں حالانکہ وہ اپنے وجود کو دوزخ کے لئے پال رہا ہے۔

۵۳ کارِ خود۔ انسان کی اصل خوراک تو معارفِ الٰہی ہیں جس سے دل قوی ہوتا ہے اور اس کی شان شوکت میں اضافہ ہوتا ہے۔ خوردنِ تن۔ جسمانی غذا روحانی غذا کے لئے مانع ہے، روح کو

خویشتن را گم مکن یاوہ مکوش | کہ تو آں ہوشی و باقی ہوش پوش

اپنے آپ کو گم نہ کر، بیہودہ کوشش نہ کر | کیونکہ تو ہوش اور باقی ہوش چھپا دینے والے ہیں

دانکہ ہر شہوت چو خمرست و چو بنگ | پردۂ ہوش ست و عاقل زوست دنگ

سمجھ لے کہ ہر شہوت شراب اور بھنگ کی طرح ہے | ہوش کے لئے پردہ ہے اور عقلمند اس سے حیران ہے

خمر تنہا نیست سر مستی ہوش | ہر چہ شہوانی ست بندد چشم و گوش

شراب تنہا ہوش کی سرمستی نہیں ہے | جو چیز بھی نفسانی ہے وہ آنکھ اور کان کو بند کر دیتی ہے

ترک شہوت کن اگر خواہی تو ہوش | دانکہ شہوت بند دہم چشم و گوش

اگر تو ہوش چاہتا ہے شہوت کو ترک کر دے | سمجھ لے کہ شہوت تیری آنکھ اور کان بھی بند کر دیگی

آں بلیس از خمر خوردن دور بود | مست بود او از تکبر و ز جحود

وہ شیطان شراب پینے سے دور تھا | وہ تکبر اور انکار سے مست تھا

مست آں باشد کہ آں بیند کہ نیست | زر نماید آنچہ مس و آہن ست

مست وہ ہے جو وہ دیکھے جو نہیں ہے | سونا نظر آئے، جو کہ تانبا اور لوہا ہے

ایں سخن پایاں ندارد موسیا | لب بجنباں تا بروں آید گیا

اے موسیٰ! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے | ہونٹ ہلا، تاکہ گھاس اگ آئے

دعا کردن موسیٰ علیہ السلام و سبز شدن کشت زارہا و باراں آمدن

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دعا کرنا اور کھیتوں کا سرسبز ہو جانا اور بارش کا آ جانا

ہمچناں کرد و ہم اندر دم زمیں | سبز گشت از سنبل و حب ثمیں

انھوں نے ایسا ہی کیا اور زمین فوراً | سنبل اور قیمتی غلہ سے سرسبز ہو گئی

اندر افتادند در لوت آں نفر | قحط دیدہ مردہ از جوع البقر

لذیذ غذاؤں میں لگ گئے، وہ لوگ | جو قحط زدہ، جوع البقر سے مرے ہوئے

چند روزے سیر خوردند از عطا | آں دمی و آدمی و چار پا

عطا (خداوندی) کو چند روز پیٹ بھر کر کھایا | پرندوں نے اور آدمیوں نے اور چوپایوں نے

چوں شکم پر گشت و بر نعمت زدند | واں ضرورت رفت پس طاغی شدند

جب پیٹ بھر گیا اور نعمت مل گئی | وہ ضرورت ختم ہو گئی پھر سرکش ہو گئے

نفس فرعونیست ہاں سیرش مکن | تا نیارد یاد زاں کفر کہن

نفس فرعون ہے، خبردار! اس کا پیٹ بھر | تاکہ وہ پرانے کفر کو یاد نہ کرے

---

۵۱ خویشتن۔ انسان کی روح، اس کا ہوش اور جسمانی لذتیں اسکے ہوش گم کرنیوالی ہیں۔ دانکہ۔ سمجھ لے کہ تمام شہوانی لذتیں شراب اور بھنگ کی سی خاصیتیں رکھتی ہیں۔ خمر۔ دنیا میں صرف شراب اور بھنگ کو بیہوشی کا سبب نہ سمجھ بلکہ ہر شہوت انسان کے کان اور آنکھیں بند کر دیتی ہے۔ آں بلیس۔ شیطان شراب نہ پیتا تھا او ر تکبر کے نشے سے مدہوش تھا۔

۵۲ مست۔ مست تو اسی کو کہتے ہیں جو معدوم کو موجود سمجھ لے اور تانبے اور لوہے کو سونا سمجھ بیٹھے، شیطان نے غیر حقیقی بات کو واقعہ خیال کیا تو یقیناً وہ بد مست تھا ایں سخن مستی کی حقیقت کا بیان ختم نہ ہونے والا ہے اے موسیٰ ختم دعا کرو تاکہ گھاس وغیرہ اگ آئے اور قحط کی صورت ختم ہو جائے۔

۵۳ ہمچناں۔ حضرت موسیٰ نے وہی کیا جس کا ان کو خدا نے حکم دیا تھا یعنی دعا کر دی۔ حب ثمیں۔ قیمتی غلہ۔ لوت۔ یعنی فرعونی جو قحط میں مبتلا تھے لذیذ غذائیں کھانے لگ گئے۔ جوع البقر۔ ایک قسم کی بیماری جس میں انسان کھاتا رہتا ہے اور اس کا دل نہیں بھرتا۔ دمی۔ ہوائی یعنی پرند۔ چوپا۔ ان فرعونیوں کا پیٹ بھرا تو پھر سرکش بن گئے۔ طاغی۔ سرکش۔ نفس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کا نفس بھی فرعون ہے اس کا پیٹ بھرا ہوا سرکش بنا۔

بے تفِ آتش[1] نگردد نفس خوب — تا نشد آہن چو اخگر ہیں مکوب

آگ کی گرمی کے بغیر نفس بھلا نہیں بنتا ہے — خبردار! جبتک لوہا انگارے کی طرح نہ ہوجائے اسکو نہ کوٹ

بے مجاعت نیست تن جنبش کناں — آہنِ سرد ست میکوبی بداں

بغیر بھوک کے جسم حرکت کرنے والا نہیں ہے — ٹھنڈا لوہا ہے، سمجھ لے تو کوٹ رہا ہے

گر بگرید ور بنالد زار زار — او نخواہد شد مسلماں ہوشدار

اگر وہ روئے اور زار زار نالہ کرے — وہ مسلمان نہ ہوگا، سمجھ لے

او چو فرعون ست در قحط آنچناں — پیشِ موسیٰؑ سر نہد لابہ کناں

وہ قحط میں فرعون کی طرح ہے — جو موسیٰؑ کے سامنے خوشامد میں سر جھکاتا ہے

چونکہ مستغنی شد او طاغی شود — خر چو بار انداخت اسکیزہ زند

جب وہ بے نیاز ہوا سرکشی کرتا ہے — گدھے نے جب بوجھ اتار دیا، دولتی پھینکتا ہے

پس فراموشش شود چوں رفت پیش — کارِ او از آہ و زاریہای خویش

پھر وہ بھول جاتا ہے جب آگے بڑھ جاتا ہے — اُس کا کام، اپنی آہ و زاریوں کو

سالہا[2] مردے کہ در شہرے بود — یک زماں کش چشم در خوابے شود

سالوں تک ایک انسان ایک شہر میں بستا ہے — تھوڑی دیر جب اُس کی آنکھ سو جاتی ہے

شہرِ دیگر بیند او پر نیک و بد — ہیچ در یادش نہ آید شہرِ خود

وہ دوسرا شہر بھلے اور بُرے سے بھرا دیکھے گا — اُس کو اپنا شہر کبھی یاد نہ آئے گا

کہ من آنجا بودہ ام ایں شہرِ نو — نیست آنِ من درینجا ام گرو

میں وہاں رہا ہوں، یہ نیا شہر — میرا نہیں ہے، میں یہاں پھنس گیا ہوں

بل چناں داند کہ خود پیوستہ او — ہم دریں شہرش بُدہ ابداع و خو

بلکہ ایسا سمجھے گا کہ وہ اُس سے وابستہ ہے — اِسی شہر میں اُس کی پیدائش اور رہائش کی، عادت تھی

چہ عجب[3] گر روح موطنہای خویش — کہ بُدستش مسکن و میلاد پیش

کیا تعجب ہے، اگر روح اپنے وطنوں کو — جو پہلے اُس کا مسکن اور جائے پیدائش تھی

می نیارد یاد کایں دنیا چو خواب — می فرو پوشد چو اختر را سحاب

یاد نہ کرے، کیونکہ یہ دنیا نیند کی طرح ہے — (اُسکو) ڈھانپ لیتی ہے جس طرح کہ ستارے کو ابر

چند نوبت آزمودی خواب را — خوابِ دنیا را ہماں بیں زابتلا

تو نے نیند کو کئی بار آزمالیا ہے — آزمائش سے، دنیا کی نیند کو ایسا ہی سمجھ

---

[1] آتش۔ یعنی مجاہدات کی گرمی۔ مجاعت۔ بھوک۔ آہن سرد۔ ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا بیکار ہے۔ گر بگرید۔ نفس کی آہ وزاری سے دھوکے میں نہ پڑنا چاہیئے۔ لابہ کناں۔ بھوک میں وہ فرعون کی طرح خوشامد کرنے لگتا ہے۔ خر۔ نفس کی مثال گدھے کی سی ہے اگر اُس پر بوجھ نہیں ہوتا ہے تو وہ دولتیاں مارتا ہے۔ پس۔ پیٹ بھرنے پر اپنی سب خوشامد بھول جاتا ہے۔

[2] سالہا۔ نفس کو بھولنے کی مثال ایسی ہے جیسے کہ انسان سوتے ہی اپنی قیامگاہ کو بُھلا دیتا ہے۔ شہرِ دیگر۔ خواب میں دوسرے شہروں کو یاد کرتا ہے اور اپنے شہر کو بھول جاتا ہے۔ بل۔ وہ خواب میں یہ سمجھتا ہے کہ ہمیشہ سے اِسی شہر میں تھا۔

[3] چہ عجب۔ اگر روح اپنے اصلی وطن کو بھول جائے تو اِس پر تعجب نہ کرو۔ ایں دنیا۔ دنیا کی زندگی ایک خواب ہے اور خواب اصلی وطن کو بُھلا دیتی ہے۔ چند نوبت۔ خواب میں یہ تجربہ بارہا ہوا ہے اِسی پر دنیا کو قیاس کرو۔

خاصہ چندیں شہرہا را کوفتہ[1] — گردہا از درگہ او نا رُوفتہ
خصوصاً (جبکہ اس نے) بہت سے شہروں کو روندا ہو — اُسکے مقام (دل) سے گرد صاف نہیں ہوئی ہے

اجتہادِ گرم ناکردہ کہ تا — دل شود صافی و بیند ماجرا
سخت کوشش نہ کئے ہوئے ہے کہ — دل صاف ہوجائے اور گذشتہ واقعات دیکھ لے

سر بروں آرد دلش از بحرِ راز — اوّل و آخر بہ بیند چشم باز
راز کے سمندر سے اس کا دل سر اُبھارے — کُھلی آنکھ اوّل اور آخر کو دیکھ لے

بیانِ اطوار و منازلِ خلقتِ آدمی از ابتدارِ خلقت

ابتدائے پیدائش سے آدمی کی پیدائش کے مراتب اور حالات کا بیان

آمدہ اوّل باقلیمِ جماد — وز جمادی در نباتی اوفتاد
پہلے وہ (روح) جمادی اقلیم میں آئی — اور جمادی (اقلیم) سے نباتی (اقلیم) میں آ گئی

سالہا اندر نباتی عمر کرد — وز جمادی یاد نا ورد از نبرد
سالوں نباتی (اقلیم) میں عمر بسر کی — اور سرکشی کی وجہ سے اپنی جمادی (زندگی) کو بھلا دیا

وز نباتی چوں بحیوانی فتاد[2] — نامدش حالِ نباتی ہیچ یاد
اور نباتی (اقلیم) جب حیوانی (اقلیم) میں آ گئی — اُس کو نباتی (اقلیم) کا حال کبھی یاد نہ آیا

جز ہماں میلے کہ دارد سوی آں — خاصہ در وقتِ بہار و ضیمراں
سوائے اُس میلان کے جو اس کی جانب ہے — خصوصاً بہار اور ضیمران کے موسم میں

ہمچو میلِ کودکاں با مادراں — سرِ میلِ خود نداند در لباں
جیساکہ بچوں کا ماؤں کی طرف میلان — کہ وہ دودھ پینے میں اپنے میلان کا خود راز نہیں جانتے ہیں

ہمچو میلِ مفرطِ ہر نو مرید — سوی آں پیرِ جوانِ بختِ مجید
جیساکہ ہر نئے مُرید کا بڑھا ہوا میلان — بزرگ جوان نصیبہ والے پیر کی جانب

جزوِ[3] عقلِ ایں ازاں عقلِ کل ست — جنبشِ ایں سایہ زاں شاخِ گل ست
اِسکی جزوی عقل اُسی کُلی عقل سے ہے — اِس سایہ کی حرکت اُسی پھول کی شاخ سے ہے

سایہ اش فانی شود آخر درو — پس بداند سرِ میل و جستجو
اُس کا سایہ بالآخر اُسمیں فنا ہوجاتا ہے — تب میلان اور جستجو کا راز جان لیتا ہے

لیکن وہ اس میلان کا سبب نہیں سمجھتا ہے۔ —— [3] جزو۔ اب مُرید کے شیخ کی طرف میلان کی وجہ بتاتے ہیں کہ اس کی عقل شیخ کی عقل کا جزو ہے یہ سایہ ہو اور شیخ شاخِ گل ہو سایہ اش۔ ایک وقت وہ آئیگا کہ یہ مرید فنافی الشیخ کا مقام حاصل کریگا تو اپنے میلان کی وجہ سمجھے گا کہ فرع اصل کی طرف مائل ہوا کرتی ہے۔

[1] خاصہ۔ رُوح نے بہت سے مدارج اور مراتب طے کئے ہیں اور وہ اس کے شہروں رہے ہیں۔ گردہا۔ پھر تم نے اپنے قلب کو مُصفّا نہیں رکھا اگر اسکو مجاہدات کے ذریعہ مُصفّٰی کر لیتے تو وہ روح کے پرانے واقعات تمہیں دکھا دیتا۔ سر بروں۔ اگر دل صاف ہوتا ہے تو وہ پوشیدہ راز کے سمندر میں غوطہ لگا لیتا ہے اور آغاز و انجام کو آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔ آمدہ۔ روح نے جو مختلف شہروں میں سکونت کی ہے اب مولانا اُس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ ... وز جمادی۔ یہی روح پہلے جمادات کے خطہ میں رہی پھر ترقی کر کے نباتات کے خطہ میں آئی۔ سالہا۔ عرصۂ دراز تک یہ روح نباتی خطہ میں رہی لیکن اُسکو اپنی جمادی حالت کبھی یاد نہ آئی۔

[2] وز نباتی۔ پھر روح نباتات کے خطہ سے حیوانی خطہ میں آئی تو اسکو اپنی نباتی زندگی یاد نہ رہی۔ جز ہماں۔ ہاں صرف اس قدر تو ہے کہ روح موسم بہار میں اور ناز بو کے پھولنے کے وقت اُسکی طرف میلان کرتی ہے یہ اُس کی نباتی زندگی کی یاد ہے۔ ہمچو۔ بچہ اپنی ماں کے دودھ کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن یہ نہیں سمجھ سکتا کہ میں اُس کے پیٹ میں رہ چکا ہوں۔ ہمچو میل مفرط۔ نئے مُرید کو شیخ کی طرف میلان ہوتا ہے

سایۂ[1] شاخِ درخت اے نیک بخت
اے نیک بخت! درخت کی شاخ کا سایہ

کے بجُنبد گر نجُنبد ایں درخت
کب حرکت کر سکتا ہے اگر یہ درخت نہ ہلے؟

باز از حیواں سُوی اِنسانیش
پھر اسکو حیوان (کی اقلیم) سے انسان کی جانب

می کَشد آں خالقے کہ دانیش
وہ اللہ (تعالیٰ) اُس کو کھینچتا ہے جس کو تو واقف ہے

ہمچنیں اِقلیم تا اِقلیم رفت
وہ اسی طرح (ایک) اقلیم سے (دوسری) اقلیم تک چلتی رہی

تا شُد اکنوں عاقِل و دانا و زفت
یہاں تک کہ وہ اب عقلمند اور دانا اور قوی ہوگئی

عقلہای اولینش یاد نیست
اُس کو پہلی عقلیں یاد نہیں ہیں

ہم ازیں عقلش تحوُّل کردنیست
اِس عقل سے بھی اُس کو منتقل ہونا ہے

تا رہد زیں عقلِ پُر حرص و طلب[2]
تاکہ اس حرص اور طلب بھری عقل سے نجات پا جائے

صد ہزاراں عقل بیند بوالعجب
وہ عجب قسم کی لاکھوں عقلیں دیکھے

گرچہ خُفتہ گشت و شُد ناسی زپیش
اگرچہ وہ سوگئی ہے اور پہلے کو بھول گئی ہے

کے گذارندش دراں نسیانِ خویش
وہ اُس کو اُس کی بھول میں کب رہنے دیں گے؟

باز ازاں خوابش بہ بیداری کشند
اُس کو پھر اُس کی نیند سے بیدار کریں گے

تا کُند بر حالتِ خود ریشخند
تاکہ وہ اپنی حالت پر مذاق اُڑائے

گرچہ[3] غم بُود آنکہ می خوردم بخواب
اگرچہ وہ غم تھا جو میں نے خواب میں اُٹھایا

چوں فراموشم شُد احوالِ صواب
مجھ سے صحیح احوال کیوں فراموش ہوئے؟

چوں ندانستم کہ آں غم و اعتلال
میں کیوں نہ سمجھا کہ وہ غم اور بیمار ہونا؟

فعلِ خوابست و فریبست و خیال
خواب کا کام ہے اور فریب اور خیال ہے

ہمچنیں[4] دنیا کہ حُلمِ نائم ست
اسی طرح دنیا جو کہ ایک سونیوالے کا خواب ہے

خُفتہ پندارد کہ ایں خود دائم ست
سویا ہوا سمجھتا ہے کہ یہ خود ہمیشہ رہنے والی ہے

تا برآید ناگہاں صُبحِ اجل
یہاں تک کہ اچانک موت کی صبح آجاتی ہے

وا رہد از ظلمتِ ظن و دغل
اور وہ گمان اور فریب کی تاریکی سے نکل جاتا ہے

خندہ اش گیرد ازیں غمہای خویش
اُس کو اپنے غموں پر ہنسی آتی ہے

چوں بہ بیند مستقر و جای خویش
جب وہ اپنے ٹھہرنے کا مقام اور جگہ دیکھتا ہے

ہر چہ اندر خواب بینی نیک و بد
تو جو کچھ بھی خواب میں اچھا اور بُرا دیکھتا ہے

روزِ محشر یک بیک پیدا شود
قیامت کے دن ایک ایک ظاہر ہو جائیگا

---

[1] سایہ۔ اگر درخت کی شاخ حرکت نہ کرے تو سایہ حرکت نہیں کر سکتا۔ باز از حیواں۔ اللہ تعالیٰ روح کو پھر حیوانیت سے انسانیت کے مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے۔ ہمچنیں۔ غرضکہ روح اقلیم تا اقلیم سفر کرتی ہوئی اس حالت میں پہنچی کہ وہ صاحبِ عقل ہوگئی ہے۔ عقلہای۔ روح اپنی گذشتہ عقلوں سے غافل ہے پھر اُس کی اِس موجودہ عقل سے بھی تبدیلی ہوگی۔

[2] تا رہد۔ روح کو اِس دُنیاوی حریص عقل کو بھی خیرباد کہنا ہے تب اُس کو لاکھوں عجیب عقلیں حاصل ہو جائیں گی۔ گرچہ۔ اگرچہ انسان خواب کی حالت میں اپنے واقعات بھول جاتا ہے لیکن وہ لامحالہ بیدار ہوتا ہے اور پھر خواب کے واقعات کی ہنسی اُڑاتا ہے۔

[3] گرچہ۔ بیدار ہو کر اُس کو تعجب ہوتا ہے کہ میں صحیح واقعات کو کیسے بھول گیا تھا۔ چوں۔ خواب کے واقعات کے غم پر کہتا ہے کہ میں یہ کیوں نہ سمجھا کہ یہ خیالی باتیں ہیں۔

[4] ہمچنیں۔ دنیادار جو دنیا کی زندگی کے خواب میں ہے، وہ سمجھتا ہے کہ یہی دراصل زندگی ہے۔ تا برآید۔ جب موت آتی ہے تو اُس کی آنکھ کھلتی ہے۔ خندہ اش۔ موت کے وقت جب وہ بیدار ہوتا ہے تو دنیا کے غموں پر ہنستا ہے۔ ہرچہ۔ دنیا کی زندگی میں جو بُرائی یا اچھائی کی ہو وہ قیامت میں سامنے

۴۵۱

آنچہ کردی اندریں خوابِ جہاں
تونے دنیا کی نیند میں جو کچھ کیا ہے
گرددت ہنگامِ[1] بیداری عیاں
تیرے لئے بیداری کے وقت ظاہر ہو جائیگا

تا نہ پنداری کہ ایں بد کردنیست
تو ہرگز نہ سمجھ کہ یہ بد کرداری
اندریں خواب و ترا تعبیر نیست
خواب میں ہے اور تیرے لئے تعبیر نہیں ہے

بلکہ ایں خندہ بود گریہ و نفیر
بلکہ یہ ہنسی رونا اور فریاد ہو گی
روزِ تعبیر اے ستمگر بر اسیر
تعبیر کے دن، اے قیدی پر ظلم کرنیوالے!

گریہ و درد و غم و زاریِ خود
اپنے رونے اور درد اور غم اور عاجزی کرنے کو
شادمانی داں، بہ بیداریِ خود
اپنی بیداری (کے وقت) میں خوشی سمجھ

اے دریدہ پوستینِ یوسفاں
اے یوسفوں کے پوستین کو پھاڑنے والے!
گرگ برخیزی ازیں خوابِ گراں
اس بھاری نیند سے تو بھیڑیا بن کر اُٹھے گا

گشتہ[2] گرگاں یک بیک خوہائے تو
تیری ایک ایک عادت بھیڑیا بن کر
می درانند از غضب اعضائے تو
غصہ سے تیرے اعضاء کو پھاڑے گی

خوں نخسپد بعدِ مرگت در قصاص
قصاص (کے معاملہ) میں تیرے مرنے کے بعد خون سو نہ جائیگا
تو مگو کہ میرم و یابم خلاص
تو نہ کہہ کہ مر جاؤں گا اور بچ جاؤں گا

ایں قصاصِ نقد حیلت سازیست
یہ فوری قصاص، ایک تدبیر ہے
پیشِ زخمِ آں قصاص ایں بازیست
اُس قصاص کے عذاب کے آگے یہ کھیل ہے

زیں لعب خواندست دنیا را خدا
خدا نے دنیا کو کھیل کہا ہے
کایں جزا لعبست پیشِ آں جزا
کیونکہ یہ بدلہ اُس بدلہ کے مقابلہ میں کھیل ہے

ایں[3] جزا تسکینِ جنگ و فتنہ ایست
یہ بدلہ، لڑائی اور فتنہ کو دباتا ہے
آں چو اخصا و ایں چوں ختنہ ایست
وہ خصّی کرنے کی طرح اور یہ ختنہ کی طرح ہو

ایں سخن پایاں ندارد موشیا
اے موشی! اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے
ہیں رہا کن آں خراں را در گیا
ہاں اِن گدھوں کو گھاس میں چھوڑ دے

تا ہمہ زاں خوش علف فربہ شوند
تاکہ سب اُس عمدہ گھاس سے موٹے ہو جائیں
ہیں کہ گرگانند ما را خشم مند
خبردار! ہمارے بھیڑیئے غصہ میں ہیں

[1] ہنگامِ بیداری یعنی قیامت کے وقت تا نہ پنداری۔ انسان کو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس دنیاوی خواب کی کوئی تعبیر نہیں ہے۔ اسکی تعبیر قیامت میں سامنے آجائیگی۔ بلکہ۔ دنیا میں ظالموں کے ہنسنے کی آخرت میں تعبیر رونا اور چیخنا ہوگا۔ گریہ۔ اگر دنیا میں گریہ وزاری ہو گی تو آخرت میں اُس کی تعبیر خوشی ہوگی، خواب کی تعبیر عموماً الٹی ہوتی ہے۔ اے دریدہ۔ جو یوسف جیسے نیکوں کو دنیا میں ستائیگا وہ آخرت میں بھیڑیا بنکر اُٹھے گا۔

[2] گشتہ۔ انسان کی بُری عادتیں آخرت میں بھیڑیئے بنیں گی اور خود اُس کے اعضاء کو پھاڑیں گی۔ خوں۔ اگر انسان نے کسی کا ناحق خون بہایا ہے تو وہ خون نہ سوئیگا اور قیامت میں بدلے کا خواہاں ہوگا۔ ایں قصاص۔ اگر دنیا میں بدلہ لے بھی لیا ہوگا تو آخرت کے عذاب سے پھر بھی نجات نہ ملیگی بلکہ دنیا والا بدلہ اُس کے مقابلہ میں کھیل سمجھا جائے گا۔ زیں لعب۔ قرآن نے دنیا کی زندگی کو کھیل کود سے تعبیر کیا ہے اُس کی وجہ یہی ہے کہ یہاں کا انتقام آخرت کے انتقام کے مقابلہ میں کھیل کود ہے۔

[3] ایں جزا۔ دنیا میں جو بدلہ لیا گیا وہ تو محض وقتی فتنہ وفساد فرو کرنے کے لئے لیا گیا ہے۔ اس دنیا کے بدلے کی مثال ختنہ کرنا اور آخرت کے بدلے کی مثال خصّی کرنا سمجھو۔ آں خراں۔ یعنی فرعونیوں کو دنیا کے مزے اُڑا لینے دو۔ تا ہمہ۔ یہ فرعونی جہنم کے بھیڑیوں کی خوراک ہیں وہ بھیڑیئے بھوک سے غصہ میں ہیں تو اُن کو خوب موٹا ہونے دو تاکہ ان کو اچھی خوراک ملے۔

بیانِ آنکہ خلقِ دوزخ گرسنگاں اَند و نالاں اَند واز حق خواہاں

اس کا بیان کہ دوزخ کی مخلوق بھوکی اور نالاں ہے اور اللہ تعالیٰ سے چاہتی ہے

کہ روزیہای مارا فربہ گرداں و زود بمارساں کہ مارا صبر نماند

کہ ہماری خوراک کو موٹا بنادے اور جلد ہمارے پاس پہنچادے کیونکہ ہمارا صبر ختم ہوگیا ہے

نالۂ گرگانِ خود را موقنیم — این خراں را طعمۂ ایشاں کنیم

ہمیں اپنے بھیڑیوں کے رونے کا یقین ہے — ہم ان گدھوں کو ان کی خوراک بنائیں گے

این خراں را کیمیای خوش دمی — از لبِ تو خواست کردن آدمی

ان گدھوں کو خوش کلامی کی کیمیا نے — تیرے ہونٹ سے، ان کو آدمی بنانا چاہا

تو بسے کردی بدعوت لطف و جود — آں خراں را طالع و روزی نبود (نزد)

تو نے دعوت (دینے) میں بہت مہربانی اور سخاوت کی — ان گدھوں کا نصیبہ اور مقدر نہ تھا

پس فرو پوشاں لحافِ نعمتی — تا بَرَدشاں زود خوابِ غفلتی

تو ان کو اپنے انعام کا لحاف اڑھادے — تاکہ غفلت کی نیند ان کو جلد سلادے

تاچو بجہند از چنیں خواب ایں رَدہ — شمع مُردہ باشد و ساقی شدہ

تاکہ یہ گروہ جب ایسی نیند سے بیدار ہو — شمع گل ہوچکی ہو اور ساقی روانہ ہوچکا ہو

داشت طغیانشاں ترا در حیرتے — پس بنوشند از جزا ہم حسرتے

ان کی سرکشی نے تجھے حیرانی میں مبتلا کردیا ہے — تو بدلے میں وہ حسرت چکھیں گے

تاکہ عدلِ ما قدم بیروں نہد — در جزا ہر زشت را در خور دہد

تاکہ ہمارا انصاف ظاہر ہوجائے — ہر برے کو مناسب بدلہ دے

کاں شہے کہ می ندیدندش فاش — بود با ایشاں نہاں اندر معاش

کیونکہ وہ شاہ جس کو وہ ظاہر میں نہیں دیکھتے — وہ زندگی میں ان کے ساتھ پوشیدہ تھا

چوں خرد با تست مشرف بر تنت — گرچہ زو قاصر بود ایں دیدنت

جیسا کہ عقل تیرے ساتھ تیرے جسم کی نگراں ہو — اگرچہ تیرا یہ دیکھنا اس سے عاجز ہے

نیست قاصر دیدنِ او اے فلاں — از سکون و جنبشت در امتحاں

اے فلاں! اس (عقل) کا دیکھنا قاصر نہیں ہے — تیرے سکون اور حرکت سے آزمائش میں

چہ عجب گر خالقِ آں عقل نیز — با تو باشد در سکون و نقل نیز

تو تعجب کیا ہے! اگر اس عقل کا پیدا کرنیوالا بھی — تیرے ساتھ ہو، سکون اور منتقل ہونے میں بھی

---

۵۵ نالۂ گرگاں۔ میرے محرم ہیں ہے کہ وہ بھیڑیئے بھوک سے فریاد کررہے ہیں مجھے اِن کو اُن کی خوراک بنانا ہے۔ ایں خراں۔ آپ نے اپنی خوش کلامی کی کیمیا سے انکو آدمی بنانا چاہا لیکن اُن کے مقدر میں آدمی بننا نہ تھا پس فرو۔ اُن پر نعمت کا لحاف اُڑھادو تاکہ یہ غفلت کی نیند سوجائیں۔

۵۵ تاچو۔ جب اِس غفلت سے بیدار ہونگے تو مجلس ختم ہوچکی ہوگی نہ شمع ہوگی نہ ساقی یعنی تم سے اور تمہاری ہدایت سے فائدہ اُٹھانے کا وقت نہ رہیگا۔ داشت۔ اُن کی سرکشی تمہارے لئے حیران کُن تھی اب حسرت کا مزہ چکھیں گے۔ تاکہ۔ ہمارے انصاف کا تقاضہ ہوگا کہ ہم اُن کو انکے بُرے اعمال کی بُری سزادیں۔ کاں شہے۔ جس خدا کو وہ نہیں دیکھ رہے تھے وہ خدا اُن کے ساتھ تھا۔

۵۶ چوں خرد۔ مولانا مثال سے سمجھاتے ہیں کہ خدا کی طرح اور بھی چیزیں ہیں جن کو انسان نہیں دیکھ پاتا ہے اور وہ اس کے ساتھ ہوتی ہیں انسان اپنی عقل کو نہیں دیکھتا ہے لیکن وہ انسان کے ساتھ ہے۔ نیست قاصر۔ تو اپنی عقل کو دیکھنے سے قاصر ہے لیکن تیری عقل تجھے دیکھنے سے قاصر نہیں ہے۔ چہ عجب۔ جب نظر نہ آنیوالی عقل تیرے ساتھ ہے تو اگر اسکا خالق خدا بھی ساتھ ہو تو کیا تعجب ہے۔

از خرد غافل شود بر بد تند ۔۔۔ بعد ازاں عقلش ملامت میکند

عقل سے غافل ہوتا ہے اور برائی کرتا ہے ۔۔۔ اُس کے بعد اُس کو عقل ملامت کرتی ہے

تو شدی غافل ز عقلت عقل نے ۔۔۔ کز حضورستش ملامت کردنے

تو اپنی عقل سے غافل بنا، عقل نہ بنی ۔۔۔ کیونکہ اُس کا ملامت کرنا اُسکی موجودگی کی دلیل ہے

گر نبودے حاضر و غافل بدے ۔۔۔ در ملامت کے ترا سیلی زدے

اگر وہ حاضر نہ ہوتی اور غافل ہوتی ۔۔۔ ملامت میں کب تیرے طمانچہ مارتی؟

ور ازو غافل نبودے نفس تو ۔۔۔ کے چناں کردے جنون و نفس تو

اگر تیرا نفس اس سے غافل نہ ہوتا ۔۔۔ تو تیرا پاگل پن اور گرمی کب ایسا کرتی؟

پس ترا عقلت چو اصطرلاب بود ۔۔۔ زاں بدانی قرب خورشید وجود

تو تیری عقل اصطرلاب کی طرح ہے ۔۔۔ تو اُس سے، وجود کے سورج کی نزدیکی جان لے

قرب بیچون ست عقلت را بتو ۔۔۔ نیست از پیش و پس و سفل و علو

تیری عقل کا تجھ سے قرب، بے کیف ہے ۔۔۔ جو آگے اور پیچھے اور نیچے اور اوپر سے نہیں ہے

قرب بیچون چوں نباشد شاہ را ۔۔۔ کہ نیابد بحث عقل آں راہ را

تو شاہ کا قرب بے کیف کیوں نہ ہوگا؟ ۔۔۔ کیونکہ عقل کی بحث اُس کا راستہ نہیں پاتی ہے

نیست آں جنبش کہ در اصبع ترا ست ۔۔۔ پیش اصبع یا پسش یا چپ و راست

وہ حرکت نہیں ہے جو تیری انگلی میں ہے ۔۔۔ انگلی کے آگے یا اُسکے پیچھے یا بائیں اور دائیں ہے

وقت خواب و مرگ ازوے میرود ۔۔۔ وقت بیداری قرینش می شود

موت اور نیند کے وقت وہ اُس سے چلی جاتی ہے ۔۔۔ بیداری کے وقت اُس کے ساتھ ہوتی ہے

از چہ رہ می آید اندر اصبعت ۔۔۔ کاصبعت بے او ندارد منفعت

وہ تیری انگلی میں کس راہ سے آتی ہے! ۔۔۔ کیونکہ تیری انگلی اُس کے بغیر کوئی نفع نہیں رکھتی ہے

نور چشم و مردمک در دیدہ ات ۔۔۔ از چہ رہ آمد بغیر شش جہت

آنکھ کی پتلی کا نور تیری آنکھ میں ۔۔۔ بغیر چھ جہت کے کس راستہ سے آیا ہے؟

عالم خلق ست با سوی و جہات ۔۔۔ بے جہت داں عالم امر و صفات

عالم خلق جانب اور جہتوں والا ہے ۔۔۔ عالم امر و صفات کو بے جہت کا سمجھ

۱؎ از خرد۔ انسان غلطی کرتے وقت عقل سے غافل ہو جاتا ہے پھر عقل اُس کو ملامت کرتی ہے۔ کز حضور۔ عقل کا ملامت کرنا اِس کی دلیل ہے کہ وہ تجھ سے اور تیرے کام سے غافل نہ تھی۔ سیلی۔ طمانچہ۔ ور۔ اِس غلط کا کرنا اِس کی دلیل ہے کہ تو اس وقت عقل سے بیگانہ تھا۔

۲؎ پس ترا۔ تیری عقل، حضرت حق تعالیٰ کے قرب کو سمجھنے کا ذریعہ ہے اُس کی مثال سے تو سمجھ لے۔ اصطرلاب۔ وہ آلہ جس سے نجومی چاند، سورج، تاروں کے فاصلے معلوم کرتے ہیں۔ خورشید وجود۔ حق تعالیٰ۔ بیچون۔ یعنی بے کم و کیف، عقل کا انسان سے قرب جہتوں سے متصف نہیں ہے۔ قرب بیچون۔ اللہ تعالیٰ جس کی ذات خود کم اور کیف سے بالاتر ہے اُس کا قرب بھی اِن کیفیتوں سے بالاتر ہے۔ نیست آں۔ مولانا بے کیف و کم کے قرب کی دوسری مثال پیش کر رہے ہیں اُنگلی کی حرکت کو انگلی سے جو قرب ہے وہ بے کم و کیف ہے۔

۳؎ وقت خواب۔ انسان کے سونے میں اُس کی اُنگلی کو حرکت نہیں ہوتی بیداری کے بعد فوراً حرکت آجاتی ہے۔ از چہ رہ۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ حرکت اُنگلی میں کونسی طرف سے آتی ہے۔ نور چشم۔ آنکھوں میں روشنی کی آمد بھی جہات سے منزہ ہے۔ عالم خلق۔ وہ عالم جو مادی اور زمانی ہو وہ جانب اور جہت سے متصف ہے۔ عالم امر وہ عالم ہے جسکی پیدائش لفظ کُن سے ہوئی ہے اور وہ مادی اور زمانی نہیں ہے وہ مجردات کا عالم ہے جبکہ عالم امر مادہ اور جہت سے منزہ ہے تو آمر یعنی حضرت حق تعالیٰ جنہ وہ کلمہ کُن فرمایا ہو بدرجۂ اولیٰ جہت اور جانب سے پاک ہوگا۔

بے جہت داں عالمِ اَمر اے صَنم
اے صنم ! عالمِ اَمر کو بے جہت سمجھ
بے جہت ہم باشد آمر لاجَرم
لا محالہ اَمر کرنے والا بھی بے جہت ہوگا

بے جہت بُد عقلؔ و عَلّام البیاں
عقل بے جہت تھی اور بیان کا جان کار
عُقل تَر از عَقل و جان تَر ہم زِ جاں
عقل سے بھی زیادہ عقل اور جان سے بھی زیادہ جان ہے

بے تعلّق نیست مخلوقے بدُو
کوئی مخلوق اُس سے بے تعلق نہیں ہے
آں تعلّق ہست بیچوں اے عَمُو
اے چچا : وہ تعلق بلا کیف ہے

زانکہ فصل و وصل نَبُوَد در رواں
کیونکہ روح میں فصل اور وصل نہیں ہے
غیرِ فصل و وصل نندیشد گماں
گمان فصل اور وصل کے علاوہ نہیں سوچتا ہے

غیرِ فصل و وصل پے بَرَاز دلیل
دلیل سے فصل اور وصل کے علاوہ کا پتہ لگا
لیک پے بُردن نہ بشناسد علیل
لیکن پتہ لگانا، بیمار نہیں جانتا

پے بپیا پے می بَراز دوری زِ اصل
پے در پے اصل سے دوری کا پتہ لگا
تا رگِ مَردیت آرد سُوئے وصل
تاکہ مردانگی کی رگ تجھے وصل کی جانب لے آئے

ایں تعلّق را خرد چوں پے بَرَد
عقل اِس تعلق کا کیسے پتہ لگائے؟
بستۂ فصل است و وصل است ایں خرد
یہ عقل تو فصل اور وصل سے وابستہ ہے

زیں وصیّت کرد مارا مُصطفیٰؐ
اسی وجہ سے مصطفیٰؐ نے ہمیں وصیت کی ہے
بحث کم جوئید در ذاتِ خدا
کہ ذاتِ خدا میں بحث نہ کرو

آنکہ در ذاتش تفکر کردنیست
جو غور و فکر اُس کی ذات میں کرنا ہے
در حقیقت آں نظر در ذات نیست
حقیقتاً وہ غور و فکر ذات میں نہیں ہے

ہست آں پندارِ اُو زیرا براہ
یہ (محض) اُس کا خیال ہے، کیونکہ راستہ میں
صد ہزاراں پَردہ آمد از اِلٰہ
خدا کی جانب سے لاکھوں پردے ہیں

ہر یکے در پردۂ موصول جوست
ہر ایک، ایک پردے کا وصل چاہنے والا ہے
وہمِ اُو آن ست کاں عینِ خود او ست
اُس کا خیال یہ ہے کہ وہ اُس کا عین ہے

پس پیمبرؐ دفع کرد ایں وہم ازو
تو پیغمبرؐ نے اُس سے اِس وہم کو دفع کر دیا
تا نباشد در غلط سودا پزِ اُو
تاکہ وہ غلطی میں خیالی (دیگ) پکانے والا نہ بنے

---

۵۱ عقل. عقل بھی بے جہت چیز ہے تو اللہ تعالیٰ جو عقل کی بھی عقل اور جان کی بھی جان ہے کیوں جہت سے پاک نہ ہوگا۔ بے تعلّق. مخلوق کا خالق سے جو تعلق ہے وہ بھی کیفیت سے بالاتر ہے۔ زانکہ. روح مادہ سے پاک ہے لہٰذا اُس میں نہ فصل کی صفت ہے نہ وصل کی لیکن انسان کا خیال و گمان وصل اور فصل کے علاوہ کوئی تعلق نہیں سمجھتا ہے۔ غیرِ فصل. ہماری بیان کردہ دلیل سے پتہ چلے کہ اتصال اور انفصال کے علاوہ بھی کوئی تعلق ہے لیکن وہ شخص جو نفسانی بیماریوں میں مبتلا ہے وہ پتہ نہیں لگا سکتا بعض نسخوں میں "نہ بشناسد علیل" ہے اسکے معنی یہ ہونگے محض پتہ لگانا پیاس نہیں بجھاتا ہے پیاس جب بجھے گی جبکہ مشاہدہ حاصل ہو جائے گا۔

۵۲ پے بپیا پے. اگر انسان مُسلسل یہ سوچے گا کہ مجھے ذاتِ خداوندی سے دوری ہے تو مردانگی کی رگ اُسکو وصل کی طرف لے جائیگی. ایں تعلّق. جو عقل محض اتصال اور انفصال کے تعلق کو ہی سمجھ سکتی ہے وہ اللہ سے مخلوق کے تعلق کا پتہ نہیں پا سکتی. زیں. چونکہ عقل اُسکو نہیں سمجھ سکتی اسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا ہے تَفَكَّرُوْا فِیْ خَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَفَكَّرُوْا فِی اللّٰهِ اللہ کی مخلوق میں غور کرو اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور نہ کرو۔ آنکہ. کیونکہ ذات کا تصور ناممکن ہے لہٰذا اسمیں تفکر بھی ناممکن ہے ۔ ۵۳ ہست. ذات میں غور کرنا ذات میں غور کرنا نہیں ہے بلکہ محض اپنے ایک مفروضہ میں غور کرنا ہے کیونکہ ذات اور مخلوق میں کروڑوں پردے ہیں. ہر یکے. ذات میں غور کرنیوالا کسی پردے سے وابستہ ہو گیا اور اسی کو اللہ کی ذات کا عین سمجھ بیٹھا۔

805

زانکہ اندر وہمِ او ترکِ ادب ۔ بے ادب را سرنگونی داد رب
کیونکہ اُس کے وہم میں پڑنا ادب کو چھوڑنا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے بے ادب کو اوندھا پن دیا ہے

سرنگونی آں بود کو سوی زیر ۔ می رود پندارد او کو ہست چیر
اوندھا پن یہ ہے کہ نیچے کو ۔ جا رہا ہے (اور) وہ سمجھ رہا ہو کہ وہ کامیاب ہے

زانکہ حدِ مست باشد ایں چنیں ۔ کو نداند آسماں را از زمیں
کیونکہ مدہوش کی یہ تعریف ہے ۔ کہ وہ آسمان اور زمین میں فرق نہیں کرسکتا

در عجبہایش بفکر اندر روید ۔ از عظیمی وز مہابت گم شوید
اُس کے عجائب میں غور کرو ۔ عظمت اور ہیبت سے گم ہو جاؤ

چوں ز صنعش ریش و سبلت گم کنید ۔ حدِ خود دانید آنگہ تن زنید
جب تم اُس کی صنعت میں حیران ہو جاؤ گے ۔ اپنا مرتبہ جان لوگے (اور) اُس وقت خاموش ہو جاؤ گے

جز کہ لا احصی نگوید او ز جاں ۔ کز شمار و حد بیرون ست آں
وہ دل سے سوائے اِسکے کچھ نہ کہیگا کہ میں شمار نہیں کرسکتا ۔ کیونکہ وہ شمار اور حد سے باہر ہے

چوں بیانش بے حد ست اے بوالہوس ۔ بحث کم کن بیش ازیں کم زن نفس
اے بوالہوس! چونکہ اُس کا بیان لامحدود ہے ۔ بحث نہ کر اِس سے آگے سانس نہ لے

رفتنِ ذوالقرنین بکوہِ قاف و درخواست کردن کہ اے قاف از عظمتِ صفاتِ حق تعالیٰ شمّہ با ما بگو و جواب او کہ صفتِ عظمتِ حق تعالیٰ بہ تقریر در نیاید و لابہ کردنِ ذوالقرنین کہ ازانچہ تواں گفت و بخاطر داری شمّہ بگو

حضرت ذوالقرنین کا کوہِ قاف کے پاس جانا اور درخواست کرنا کہ اے قاف! ہمیں کچھ تھوڑی سی اللہ تعالیٰ کی صفات کی عظمت بتادے اور اس کا جواب دینا کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کی تعریف تقریر میں نہیں آسکتی اور ذوالقرنین کی خوشامد کرنا کہ جس قدر بتایا جاسکتا ہے اور جو جانتا ہے کچھ بتادے

رفت ذوالقرنین سوی کوہِ قاف ۔ دید کہ را کز زمرد بود صاف
ذوالقرنین کوہِ قاف کی جانب گئے ۔ انھوں نے پہاڑ کو دیکھا کہ وہ زمرد سے (زیادہ) صاف تھا

سکندر تھا یہ سکندر رومی سے بہت پہلے گذرا ہے۔ کوہِ قاف۔ ایک پہاڑ ہے لیکن فارسی لٹریچر میں اس کے بارے میں بہت سے ذہنی افسانے مذکور ہیں۔

ل۱ زانکہ۔ ذاتِ خدا میں مشغولیت نہ ہو اور وہم میں مبتلا ہو۔ یہ خدا کے ساتھ بے ادبی ہے جس کی سزا سرنگونی ہے۔ سرنگونی اوندھے پن کا یہی مطلب ہے کہ انسان نیچے گر رہا ہو اور یہ سمجھے میں اوپر چڑھ رہا ہوں۔ حدِ مست - مست کی تعریف یہی ہے کہ وہ زمین اور آسمان یعنی نیچے اور اوپر میں فرق نہیں کرسکتا۔ در عجبہا۔ خدا کی عجیب صناعی میں غور کرنا چاہیے اور اس کی عظمت اور ہیبت میں گم ہو جانا چاہیے۔ چوں۔ جب اللہ تعالیٰ کی کاریگری میں غور کرو گے تو تم پر اپنی حقیقت کھل جائیگی اور خاموشی اختیار کرو گے۔

ل۲ جز کہ۔ اب تم یہ کہوگے لا اُحصِی ثَناءً عَلَیکَ اَنتَ کَمَا اَثنَیتَ عَلیٰ نَفسِکَ یعنی میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کرسکتا تو ویسا ہی ہے جیسی تونے خود اپنی تعریف کی ہے۔ چوں بیانش۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ اسکی تعریف کا بیان ختم نہ ہونیوالا ہے لہٰذا اِس میں بحث ختم کردینی چاہیے اور خاموشی اختیار کرلینی چاہیے۔

ل۳ رفتن۔ حضرت ذوالقرنین اور کوہِ قاف کے مکالمہ سے یہی سمجھایا ہے کہ اوصافِ باری تعالیٰ کا بیان ناممکن ہے۔ ذوالقرنین۔ ایک نیک دل بادشاہ تھا جس کا نام

گردِ عالَم حلقہ گشتہ آں مُحیطؔ ۱ | ماند حیراں اندراں خلقِ بسیط
وہ گھیرنے والا دنیا کے چاروں طرف حلقہ کئے ہوئے ہے | اُس وسیع مخلوق میں حیران رہ گئے

گفت تو کوہی دگر ہا چیستند | کہ بہ پیشِ عظمِ تو بازایستند
اُنھوں نے کہا تو پہاڑ ہے دوسرے کیا ہیں؟ | کہ تیری بڑائی کے سامنے جیسے

گفت رگہای من اندآں کوہہا | مثلِ من نبوُند در حُسن و بہا
اُس نے کہا، وہ پہاڑ میری رگیں ہیں | وہ خوبصورتی اور قیمت میں میری طرح نہیں ہیں

من بہر شہرے رگے دارم نہاں | بر عُروقم بستہ اطرافِ جہاں
ہر شہر میں میری رگ چھپی ہوئی ہے | دنیا کے اطراف میری رگوں سے بندھے ہوئے ہیں

حقؔ ۲ چو خواہد زلزلہ شہرے مرا | اَمر فرماید کہ جُنباں عِرق را
جب اللہ تعالٰے کسی شہر میں زلزلہ (لانا) چاہتا ہے تو مجھے | حکم دے دیتا ہے کہ رگ کو ہلا دے

پس بجُنبانم من آں رگ را بقہر | کہ بداں رگ متصل گشتست شہر
میں غصے سے اُس رگ کو ہلا دیتا ہوں | جس رگ سے وہ شہر ملا ہوا ہے

چوں بگوید بس، شود ساکن رگم | ساکنم وز رُوی فعل اندر تگم
جب وہ بس کہہ دیتا ہے میری رگ ساکن ہو جاتی ہے | میں بظاہر ساکن ہوں لیکن عمل کے اعتبار سے مصروف ہوں

ہمچو مرہم ساکن و بس کارکن | چوں خرد ساکن وز و جُنباں سخن
جیسا کہ مرہم ساکن اور بہت کارگزار ہے | جیسے کہ عقل ساکن ہے اور بات اُسکی وجہ سے حرکت میں ہے

نزدِؔ ۳ آں کس کہ نداند عقلش ایں | زلزلہ ہست از بخاراتِ زمیں
جس کی عقل اس کو نہیں سمجھتی ہے اُسکے نزدیک | زلزلہ زمین کے بخارات کی وجہ سے ہے

ایں بخاراتِ زمیں نبوُد بداں | زامرِ حق ست و از آں کوہِ گراں
سمجھ لے یہ زمین کے بخارات نہیں ہیں | اللہ (تعالٰے) کے حکم اور اُس بھاری پہاڑ کی وجہ سے ہے

بیانِ آنکہ مورے بر کاغذ می رفت نوشتنِ قلم دید قلم را اسْتُودن

اِس کا بیان کہ ایک چھوٹی سی چیونٹی کاغذ پر چل رہی تھی اُس نے قلم کا لکھنا دیکھا قلم کی تعریف

گرفت مورے دیگر کہ چشمش تیز بین بُود گفت ستایشِ انگشتاں
کرنی شروع کر دی دوسری چیونٹی جس کی آنکھ تیز دیکھنے والی تھی اُس نے کہا انگلیوں کی

راکُن کہ ایں ہُنر از ایشاں می بینم مورے دیگر کہ از ہر دو چشمِ او
تعریف کر کیونکہ میں یہ ہنر اُن کا سمجھتی ہوں تیسری چیونٹی جس کی آنکھیں دونوں سے زیادہ

---

۱ مُحیط۔ گھیرنے والا یعنی وہ پہاڑ تمام دنیا کو اپنے حلقہ میں لئے ہوئے تھا۔ گفت۔ ذوالقرنین نے کہا تیری بڑائی کے مقابلہ میں اُن پہاڑوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے رگہای۔ کوہ قاف نے کہا وہ پہاڑ میری جڑیں ہیں جو در اصل یکساں نہیں ہوتی اسلئے تم اُن کو دیگر پہاڑ سمجھ رہے ہو۔ من بہر شہرے۔ دنیا کے ہر شہر کے نیچے میری رگ ہے اس طرح تمام دنیا میری رگوں پر آباد ہے۔

۲ حق۔ جب اللہ تعالٰے کسی شہر پر زلزلہ نازل فرمانا چاہتا ہے تو مجھے حکم دیدیتا ہے میں اپنی وہ رگ ہلا دیتا ہوں اور اُس شہر میں زلزلہ آجاتا ہے۔ چوں بگوید۔ جب مجھے رُکنے کا حکم دیتا ہے تو وہ میری رگ ساکن ہو جاتی ہے بظاہر میں ساکن ہوں لیکن اللہ تعالٰی کے احکام میں میری تگ و دو جاری ہے۔ ہمچو۔ ساکن رہ کر کام کرنے کی مثال مرہم اور عقل ہے۔

۳ نزدِ آں کس۔ جس کی عقل میں یہ بات نہیں آتی وہ زلزلہ کا اصلی سبب زمین کے بخارات کو سمجھتا ہے لیکن در اصل زلزلہ کا سبب خدائی حکم اور کوہِ قاف ہے۔ بیان۔ اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ جو عقلمند ہیں وہ مسبب الاسباب پر نظر رکھتے ہیں کم عقل سبب کو ہی جانتے ہیں۔

تیز تر بُود گفت من ستایشِ بازو کنم کہ انگشتاں فرعِ وے اند

تیز تھیں بولی میں بازو کی تعریف کرتی ہوں کیونکہ انگلیاں اُس کی فرع ہیں

مورکے[۱] بر کاغذے دید اُو قلم | گفت با مورِ دگر ایں راز ہم

ایک چھوٹی سی چیونٹی نے کاغذ پر قلم کو دیکھا | اُس نے دوسری چیونٹی سے بھی یہ راز کہا

کہ عجائب نقشہا آں کِلک کرد | ہمچو ریحان و چو سوسن زار و وَرد

کہ قلم نے عجیب نقش کھینچے ہیں | جیسے نازبو اور جیسے سوسن کا کھیت اور گلاب

گفت آں مور اصبع ست آں پیشہ ور | ویں قلم در فعل فرع ست و اَثر

اُس چیونٹی نے کہا، اُنگلی کارگزار ہے | یہ قلم کام کرنے میں فرع اور اثر ہے

گفت آں مورِ سوم[۲] کز بازو است | کاصبعِ لاغر نہ زورش نقش بست

تیسری چیونٹی نے کہا کہ وہ بازو کی وجہ سے ہے | کیونکہ کمزور اُنگلی کی طاقت نے یہ نقش نہیں بنائے

ہمچنیں می رفت بالا تا یکے | مہترِ موراں فِطَن بُود اَند کے

(بات) اسی طرح اوپر کو چلتی رہی یہاں تک کہ | چیونٹیوں کی سردار تھوڑی سمجھدار تھی

گفت کز صورت مبینید ایں ہُنر | کہ بخواب و مرگ گردد بے خبر

اُس نے کہا اس ہنر کو جسم کا نہ سمجھو | کیونکہ وہ تو نیند اور موت میں بے خبر ہو جاتا ہے

صورت آمد چوں لباس و چوں عصا | جُز بعقل و جاں نجنبد نقشہا

جسم بمنزلہ لباس اور لاٹھی کے ہے | عقل اور جان سے ہی نقوش بنتے ہیں

بیخبر بُود اُو کہ آں عقل و فواد | بے ز تقلیبِ خدا باشد جماد

وہ اس سے بے خبر تھی کہ عقل اور دل | خدا کے حرکت دیئے بغیر بے جان ہیں

یک زماں[۳] از وے عنایت بر کند | عقلِ زیرک ابلہیہا می کند

تھوڑی دیر کیلئے وہ اُسپر مہربانی کرنا بند کر دیتا ہے | ذہین عقل، بے وقوفیاں کرتی ہے

باز التماس کردن ذو القرنین از کوہِ قاف و بیان عجائب از ثنای حق

ذوالقرنین کا دوبارہ کوہ قاف سے درخواست کرنا اور اللہ تعالیٰ کی تعریف میں عجائب کا بیان

چونکہ کوہِ قاف دُرِّ نطق سُفت | چونش گویا یافت ذوالقرنین گفت

جب کوہ قاف نے گویائی کا موتی پرویا | چونکہ ذوالقرنین نے اُس کو بولتا پایا تو کہا

کاے سخنگوی خبیرِ راز داں | از صفاتِ حق بکن با من بیاں

اے بولنے والے، باخبر، رازداں! | اللہ (تعالیٰ) کی صفات مجھ سے بیان کرے

---

[۱] مورکے۔ مور، چیونٹی، کاف تصغیر کا اور یا وحدت کی ہے۔ راز۔ یعنی قلمکاری دیکھنا۔ کِلک۔ قلم۔ ریحان۔ نازبو، ہر خوشبودار پودا۔ سوسن۔ ایک بیلگوں پھول ہے۔ وَرد۔ گلاب۔ اصبع۔ اس چیونٹی نے کہا کہ یہ قلم کا ہنر نہیں بلکہ اصل کاریگری کاتب کی انگلیوں کی ہے۔

[۲] مورِ سوم۔ تیسری چیونٹی نے کہا کہ دراصل یہ کام بازو کا ہے۔ فِطَن۔ سمجھدار۔ کز صورت۔ اس کاریگری کا اصل سبب جسم نہیں روح ہے۔ صورت۔ جسم، روح کا ایک لباس اور آلہ ہے نقش عقل اور جان بناتی ہے۔ بے خبر۔ وہ چیونٹی بھی اس سے بے خبر تھی کہ عقل اور جان خدا کی تحریک پر عمل کرتی ہے۔

[۳] یک زماں۔ اگر اللہ تعالیٰ عقل سے تھوڑی دیر کے لئے اپنی مہربانی ہٹا لیتا ہے تو عقل بے عقل کے کام کرنے لگتی ہے۔ چونکہ۔ جب ذوالقرنین نے کوہ قاف کو بولتا دیکھا تو اس سے درخواست کی کہ اے کوہ قاف تو اللہ کی صفات سے واقف ہے ہمیں اُس کی صفات سے آگاہ کر دے۔

808

گفت[۵۱] رَو کاں وصف زانہا برتر ست
کہ بیاں بر وے تواند بُرد دست

اُس نے کہا، جا، کیونکہ وہ صفت اس سے بالاتر ہے
کہ بیان اُس پر قابو پا سکے

یا قلم را زہرہ باشد کہ بسر
بر نویسد بر صحائف زاں خبر

یا قلم کی یہ مجال ہو کہ نوک سے
وہ صحیفوں میں اُس کی بابت لکھ دے

گفت کمتر داستانے باز گو
از عجبہاے حق اے حَبر نکو

اُنھوں نے کہا تھوڑی سی داستان سُنا دے
اللہ کے عجائب کی اے اچھے عالم!

گفت اینک دشتِ سیصد سالہ راہ
کوہہاے برف پُر کردہ ست شاہ

اُس نے کہا یہ تین سو سال مسافت کا جنگل
شاہ نے اُس کو برف کے پہاڑوں سے بھر دیا ہے

کوہ[۵۲] بر کُہ بے شمار و بے عدد
می رسد در ہر زماں برفش مدد

پہاڑ بالائے پہاڑ بے شمار اور ان گنت
ہر وقت اُن کو برف کی مدد پہنچتی ہے

کوہ برفے می زند بر دیگرے
می رساند برف سردی تا ثرے

برف کا پہاڑ دوسرے (پہاڑ) پر پڑتا ہے
برف ٹھنڈک کو زمین کی تہ تک پہنچاتا ہے

کوہ برفے می زند بر کوہِ برف
دمبدم ز انبارِ بیحد و شگرف

برف کا پہاڑ، برف کے دوسرے پہاڑ پر گرتا ہے
ہر وقت بے حد اور عجیب بوجھ سے

گر نبودے اینچنیں وادی شہا
تفِ دوزخ محو کردے مر مرا

اے بادشاہ! اگر اس طرح کا جنگل نہ ہوتا
دوزخ کی سوزش، مجھے مٹا دیتی

غافلاں را کوہہاے برف داں
تا نسوزد پردہاے عاقلاں

غافلوں کو برف کے پہاڑ سمجھ
تاکہ عقلمندوں کے پردے نہ پھنک جائیں

گر نبودے عکسِ[۵۳] جہلِ برف باف
سوختے از نارِ شوق آں کوہِ قاف

اگر برف کی سی ساخت کے جہل کا عکس نہ ہوتا
تو عشق کی آگ سے وہ کوہ قاف جل جاتا

آتش از قہرِ خدا خود ذرہ ایست
بہرِ تہدیدِ لئیماں دِرّہ ایست

جہنم کی آگ اللہ کے قہر کا ایک ذرہ ہے
وہ کمینوں کو ڈرانے کے لئے دُرّہ ہے

با چنیں قہرے کہ زفت و فائق ست
بردِ لطفش بیں کہ بر وے سابق ست

ایسے قوی اور بڑھے ہوئے قہر کے باوجود
اُسکے کرم کی ٹھنڈک کو دیکھ جو اس سے آگے ہے

سبق بیچون و چگونہ معنوی
سابق و مسبوق دیدی بے دوئی

یہ آگے ہونا بغیر کیف اور کیفیت کے معنوی ہے
تو نے بغیر دوئی کے آگے ہونیوالا اور پیچھے رہجانے والا دیکھا

۵۱ گفت۔ کوہ قاف نے کہا اللہ تعالیٰ کے اوصاف بیان سے بالاتر ہیں۔ یا قلم۔ یا قلم میں یہ طاقت ہے کہ اُن کو تحریر کر سکے۔ حبر۔ بڑا عالم۔ گفت کوہ قاف نے قدرت کے عجائب کا بیان شروع کیا اور کہا کہ یہ جنگل اتنا وسیع ہے کہ تین سو سال کی مسافت کا ہے اس کو خدا نے برف سے پُر کیا ہے اور اب اس پر برف کی تہیں جمتی رہتی ہیں۔

۵۲ کوہ۔ اس جنگل میں اللہ تعالیٰ نے برف کے پہاڑ جمع کر دیئے ہیں۔ گر نبودے۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ اگر اس جنگل کے برف کے پہاڑوں کی ٹھنڈک نہ ہوتی تو دوزخ کی آگ کی گرمی مجھے پھونک ڈالتی۔ غافلاں۔ اگر غافلوں کی غفلت کا اثر عارفوں کے دل پر نہ پڑتا تو عارفوں کا شوق اُن کو جلا ڈالتا۔

۵۳ عکس۔ غافلوں کی غفلت کا اثر عارفوں کے دل پر وہی اثر کرتا ہے جو برف کے پہاڑ کوہ قاف کے لئے کر رہے ہیں۔ آتش۔ دوزخ کی آتش جس کی تاثیر کا اسقدر بیان ہوا اللہ کے قہر و غضب کا ایک ذرہ ہے۔ با چنیں۔ لیکن قہر و غضب کی اس حالت کے باوجود اللہ تعالیٰ کے کرم کی ٹھنڈک اس سے بڑھی ہوئی ہے۔ سبق۔ رحمت کی غضب پر حسی سبقت نہیں ہے بلکہ معنوی ہے رحمت اور غضب دونوں اللہ کی صفت ارادہ کی صورتیں ہیں اور ارادہ

یعنی ذات باری تعالیٰ سے تعلق ہے ارادہ زمانی اور صورت سے پاک ہیں کیونکہ ذات کی صفت ہے۔

گر ندیدی[1] آں بُوَد از فہمِ پست　　　کہ عقولِ خلق زاں کانِ یک جو ست

اگر تونے نہیں دیکھا تو یہ ناقص عقل کی وجہ سے ہے　　　کیونکہ مخلوق کی عقلیں اُس کان (میں) ایک جَو کے برابر ہیں

عیبِ بر خود نہ نہ بر آیاتِ دیں　　　کے رسد بر چرخِ دیں مرغِ گلیں

اپنا عیب سمجھ، نہ دین کی آیتوں کا　　　دین کے آسمان پر مٹی میں سنا پرندکب پہنچ سکتا ہے؟

مُرغ را جولاں گہِ عالی ہواست　　　زانکہ نشوِ اُو ز شہوت وز ہواست

(تیرے) پرندکی بلند پرواز گاہ فضا ہے　　　کیونکہ اُس کا نشوونما، شہوت اور نفسانی خواہش ہے

پس تو حیراں باش بے لا و بلے　　　تا ز رحمت پیشت آید محملے

بس تو حیران رہ، بغیر "نہیں" اور "ہاں" کے　　　تاکہ رحمت کا کجاوہ تیرے سامنے آجائے

چوں ز فہمِ ایں عجائب کودنی　　　گر بلے گوئی تکلف می کنی

جبکہ تو ان عجائب کے سمجھنے میں نااہل ہے　　　اگر تو "ہاں" کہے، تکلف برتے گا

ور بگوئی[2] نے زند نے گردنت　　　قہر بر بندد بداں نے روزنت

اگر تو "نہیں" کہیگا "نہیں" تیری گردن کاٹ دیگی　　　اس "نہیں" سے قہر تیرا روزن بند کردے گا

پس ہمیں حیران و والہ باش و بس　　　تا در آید نصرِ حق از پیش و پس

تو اسی طرح سے حیران اور سرگشتہ رہ اور بس　　　تاکہ اللہ (تعالٰی) کی مدد آگے اور پیچھے سے آجائے

چونکہ حیراں گشتی و گیج و فنا　　　با زبانِ حال گفتی اِہْدِنَا

جبکہ تو حیران ہوگا اور ناچیز اور فنا　　　زبانِ حال سے تو "ہمیں ہدایت دے" کہے گا

زفت زفت ست و چو لرزاں می شوی　　　می شود آں زفت نرم و مستوی

بُرا بُرا ہی ہے اور جب تو لرز گیا　　　وہ بُرا نرم اور ہموار ہو جائے گا

زانکہ[3] شکلِ زفت بہرِ منکر ست　　　چونکہ عاجز آمدی لطف و بر ست

کیونکہ بُری شکل منکر کے لئے ہے　　　جبکہ تو عاجز ہوگیا (تو) مہربانی اور بھلائی ہے

نمودنِ جبرئیل خود را بمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بصورتِ خویش

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جبرئیلؑ کا اپنے آپ کو اپنی (اصلی) صورت پر ظاہر کرنا اور اُن کے سات سَو پَروں میں سے جب ایک پَر ظاہر ہوا اُس نے

واز ہفتصد پرِ اُو چوں یک پر ظاہر شُد اُفق را بگرفت و آفتاب محجوب شُد

آسمان کے اطراف کو گھیر لیا اور سورج چھپ گیا

---

[1] گر ندیدی۔ ایک ہی چیز سابق بھی ہو اور مسبوق بھی اگر یہ تیری سمجھ میں نہیں آیا تو یہ تیری عقل کا نقصان ہے اور انسانوں کو عقل کا تھوڑا سا حصہ ملا ہے جو دنیا کی آلائشوں میں ہے اُسکی پرواز اعلیٰ علوم کی طرف نہیں ہوتی۔ مرغ۔ پرندکی پرواز صرف آسمان کی فضا میں ہے اسی طرح ناقص عقل کی پرواز کا حال ہے۔ پس۔ رحمت اور غضب کے سابق اور مسبوق ہونے کو اگر تو نہیں سمجھ سکا ہے تو اُس کا اقرار اور انکار نہ کر بلکہ اپنے عجز کا اظہار کر رحمتِ خداوندی دستگیری کرے گی۔ گر بلی۔ اگر بے سمجھے بوجھے کا اقرار کرے گا تو یہ تکلف ہے جو جائز نہیں۔

[2] ور بگوئی۔ اگر انکار کرےگا تو تجھ پر قہرِ خداوندی نازل ہوگا۔ پس۔ حیرانی اور عجز اختیار کر اللہ کی مدد آجائیگی۔ چونکہ۔ حیرانی اور عاجزی کی حالت میں تو ضرور کہے گا اے اللہ مجھے ہدایت فرمادے۔ زفت۔ حقائق کا سمجھنا مشکل ہے لیکن انسان جب عاجزی کرتا ہے تو اللہ تعالٰی رحمت فرمادیتا ہے اور حقائق سمجھ میں آجاتے ہیں۔

[3] زانکہ کسی حقیقت کی بُری صورت منکر کیلئے ہوتی ہے چونکہ جب انسان عجز اختیار کرتا ہے تو وہی بُری صورت بھلی بنجاتی ہے۔ نمودن۔ اس قصہ سے

مُصطفیٰؐ می گفت پیشِ جبرئیلؑ — کہ چنانکہ صورتِ تُست اے خلیل

مُصطفیٰؐ نے جبرئیلؑ سے کہا — اے دوست! جیسی تیری اصلی صورت ہے

مر مرا بنمای محسوس آشکار[1] — تا ببینم مر تُرا نظارہ وار

مجھے واضح (اور) محسوس (کرکے) دکھا دیجئے — تاکہ میں تمہیں نظارہ کرنے والے کی طرح دیکھ لوں

گفت نتوانی و طاقت نبوَدت — حس ضعیف و تُنک سخت آیدت

انہوں نے کہا آپؐ (دیکھ) سکیں گے اور آپ کو تاب نہ ہوگی — حس (جسمانی) ضعیف اور کمزور ہے آپ کو پریشانی ہوگی

گفت بنما تا بہ بیند ایں جسد — تا چہ حد حس نازک ست و بے مدد

آپ نے فرمایا دکھا دیجئے تاکہ یہ جسم دیکھ لے — کہ حس کس قدر نازک اور بے طاقت ہے

آدمی راہست حسِ تن سقیم — لیک در باطن یکے خلقِ عظیم

آدمی کی جسمانی حس ناقص ہے — لیکن باطن میں ایک عظیم مخلوق ہے

بر مثالِ سنگ و آہن ایں تنہ[2] — لیک ہست اُو در صفت آتش زنہ

یہ جسم پتھر اور لوہے کی طرح ہے — لیکن وہ صفت میں چقماق ہے

سنگ و آہن مولدِ ایجادِ نار — زاد آتش زیں دُو والد قہر بار

پتھر اور لوہا آگ نکلنے کی پیدائش گاہ ہے — قہر ڈھانے والی آگ اِن دُو والدین سے پیدا ہوئی

باز آتش دستکارِ وصفِ تن — ہست قاہر بر تنِ اُو شعلہ زن

پھر آگ جسم کے اوصاف کی دستکاری ہے — وہ شعلہ زنی سے اُس کے جسم پر غالب ہے

باز در تن شعلۂ ابراہیم وار — کہ ازُو مقہور گردد بُرجِ نار

پھر بدن میں (حضرت) ابراہیمؑ کی طرح شعلہ ہے — کہ اس سے آگ کا کُرہ مغلوب ہو جاتا ہے

گر برآری از درونت آتشے — آتشت گردد مُطیع و دلخوشے

اگر تو اندر سے آگ ظاہر کرے — آگ، تیری فرمانبردار اور راضی ہو جائے

لاجرم گفت آں رسولِ ذوفنوں[3] — رمزِ نحن الآخرون السابقون

لا محالہ اُس صاحب کمالات رسولؐ نے فرمایا — اشارہ، "ہم پیچھے ہیں، پہلے ہیں"، کا

ظاہر ایں دو بسندانے زبوں — در صفت از کانِ آہنہا فزوں

بظاہر یہ دونوں ہتھوڑے سے عاجز ہیں — صفت میں لوہوں کی کان سے بڑھ کر ہیں

ہوئی ہے اِس لئے اُس کو اُن سے سابق بتایا۔ ظاہر۔ پتھر اور لوہا ہتھوڑے سے عاجز ہیں لیکن اُن سے جو آگ پیدا ہوتی ہے وہ لوہے کی کانوں کو بھی گھلا دیتی ہے۔

[1] مر مرا۔ آنحضورؐ نے حضرت جبرئیلؑ سے کہا کہ اپنی اصلی صورت دکھا دیجئے تاکہ میں اُس کا نظارہ کروں۔ گفت۔ انہوں نے کہا کہ جسمانی حواس کمزور ہوتے ہیں وہ اِس نظارہ کی تاب نہ لا سکیں گے اور آپ کو تکلیف ہوگی۔ ایں جسد۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ اصلی صورت دکھا دیجئے تاکہ جسم کو اپنے حواس کی کمزوری معلوم ہو جائے۔ آدمی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کے جسمانی حواس یقیناً کمزور ہیں لیکن روح انسانی نہایت طاقتور اور بڑی مخلوق ہے۔

[2] بر مثال۔ انسان کے جسم کی مثال لوہے اور پتھر کی سی ہے لیکن اُس کی صفت چقماق کی سی ہے جس میں آگ جیسی قوی مخلوق پوشیدہ ہوتی ہے۔ سنگ۔ پتھر اور لوہے سے آگ پیدا ہوتی ہے جو قہر ڈھا دیتی ہے۔ باز آتش۔ قوی کا ضعیف سے پیدا ہونا مستبعد نہیں ہے۔ انسان کا بدن چقماق کے ذریعہ آگ پیدا کرتا ہے اور وہ انسان کے بدن کو پھونک ڈالتی ہے۔ باز در تن۔ جسم انسانی میں ایک وہ ابراہیمی آگ پوشیدہ ہے جو اِس آگ کے کرّے پر غالب آ جاتی ہے۔

[3] لاجرم۔ آنحضورؐ نے اپنی اُمت کو اگرچہ پہلے لوگوں کی پیداوار بتایا لیکن چونکہ یہ پیداوار اصل سے بڑھی

811

پس[۵۱] بصورت آدمی فرعِ جہاں … در صفت اصلِ جہاں ایں را بداں

پس آدمی صورتاً دنیا کی فرع ہے … صفت میں دنیا کی اصل اس کو سمجھ

ظاہرش را پشّہ آرد بچرخ … باطنش باشد محیطِ ہفت چرخ

اس کے ظاہر کو ایک مچھر بچھا دیتا ہے … اس کا باطن ساتوں آسمانوں کو محیط ہوتا ہے

چونکہ کرد الحاح بنمود اندکے … ہیئتے کہ کہ شود زاں مندکے

جب انھوں نے اصرار کیا انھوں نے دکھادی تھوڑی سی … وہ ہیئت کہ پہاڑ اس سے ریزہ ریزہ ہو جائے

شہپرے بگرفتہ شرق و غرب را … از مہابت گشتہ بیہش مصطفیٰؐ

ایک شہپر جس نے مشرق و مغرب کو ڈھانپ لیا … مصطفیٰؐ خوف سے بے ہوش ہو گئے

چوں ز بیم و ترس بیہوشش بدید … جبرئیلؑ آمد در آغوشش کشید

جب انھوں نے اُن کو خوف اور ڈر سے بیہوش دیکھا … جبرئیلؑ آئے اُن کو بغل میں لیا

آں[۵۲] مہابت قسمتِ بیگانگاں … واں تجمّش دوستاں را رائگاں

وہ خوف بیگانوں کا حصہ ہے … اور وہ محبت مفت دوستوں کیلئے ہے

ہست شاہاں را زمانے برنشست … ہولِ سرہنگاں و صارم ہا بدست

جلوس کے وقت بادشاہوں کے لئے ہے … سپاہیوں کی ہیبت اور تلواریں ہاتھ میں

دور باش و نیزہ و شمشیرہا … کہ بلرزند از مہابت شیرہا

دوشاخہ اور نیزہ اور تلواریں … کہ خوف سے شیر لرزتے ہیں

بانگِ چاوشاں و آں چوگان ہا … کہ شود سست از نہیبش جانہا

نقیبوں کی آواز اور بَلّے … کہ اُن کے ڈر سے جانیں سہمتی ہیں

ایں برائے خاص و عامِ رہگذر … کہ کند شاں از شہنشاہی خبر

یہ راستہ کے خاص و عام کے لئے ہے … تاکہ اُن کو شہنشاہی سے آگاہ کردے

از برائے عام باشد ایں شکوہ … تا کلاہِ کبر بنہند آں گروہ

یہ دبدبہ عوام کے لئے ہوتا ہے … تاکہ وہ لوگ تکبر کی ٹوپی اتار دیں

تامنی[۵۳] و ماہایِ ایشاں بشکند … نفسِ خودبیں فتنہ و شر کم کند

تاکہ اُن کی خودی اور انانیت کو توڑ دے … متکبر نفس فتنہ اور شر نہ پھیلائے

شہر ازاں ایمن شود کاں شہریار … دارد اندر قہر زخم و گیر و دار

شہر اسی سے پُرامن ہوتا ہے کہ وہ بادشاہ … غصہ میں اذیت اور پکڑ دھکڑ رکھتا ہے

---

۵۱ پس۔ انسان اگرچہ دنیا اور جہان کی پیداوار ہے لیکن اصل سے بڑھا ہوا ہے۔ ظاہرش۔ انسان کا ظاہری جسم مچھر سے عاجز آجاتا ہے لیکن اس کی روح ساتوں آسمانوں کو گھیر لیتی ہے۔ چونکہ۔ آنحضورؐ کے اصرار پر حضرت جبرئیلؑ اپنی اصلی صورت پر نمایاں ہو گئے۔ الحاح۔ اصرار۔ مندک۔ پارہ پارہ شدہ۔ شہپرے۔ حضرت جبرئیلؑ کے بازو کے ایک پر نے مشرق و مغرب کو گھیر لیا۔

۵۲ آں مہابت۔ حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ خوف اور ہیبت منکروں کے لئے ہوتی ہے۔ تجمّش۔ اظہارِ محبت۔ رائگاں۔ یعنی بغیر محنت کے۔ ہست۔ بادشاہ عوام پر ہیبت طاری کرتے ہیں۔ خواص پر مہربانی کرتے ہیں۔ برنشست۔ یعنی جلوس۔ صارم۔ تیز تلوار۔ دور باش۔ دو نیزہ جو نقیب کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور نقیب اعلان کرتا جاتا ہے کہ بادشاہ کی سواری آرہی ہے عوام راستہ سے دور ہو جائیں۔ نہیب۔ خوف۔ ایں۔ یہ بادشاہ کا سارا رعب و دبدبہ راستہ کے عوام و خواص کے لئے ہوتا ہے تاکہ وہ اپنی بڑائی کا خیال دل سے نکال دیں۔

۵۳ تامنی و ما۔ یعنی انانیت اور تکبر۔ خودبیں۔ متکبر۔ دار و۔ یعنی بادشاہ غصہ کے وقت پکڑ دھکڑ پر بھی قادر ہے۔

پس بمیرد آں ہوسہا در نفوس
تو نفسوں میں ہوسیں مرجاتی ہیں

ہیبتِ شہ مانع آید زاں نحوس[1]
اس نحوست سے بادشاہ کا خوف مانع آتا ہے

باز چوں آید بسوی بزمِ خاص
پھر جب وہ خاص مجلس میں آتا ہے

کے بود آنجا مہابت یا قصاص
وہاں خوف اور سزا کہاں ہوتی ہے؟

حلم بر حلم ست و رحمتہا بجوش
بردباری پر بردباری ہے اور شفقتیں جوش میں ہیں

نشنوی از غیر چنگ و نے خروش
تو سارنگی اور بانسری کی آواز کے سوا نہ سنیگا

طبل و کوس و ہول باشد وقتِ جنگ
طبل اور نقارہ اور خوف جنگ کے وقت ہوتا ہے

وقتِ عشرت با خواص آوازِ چنگ
خواص کیساتھ عیش کے وقت، سارنگی کی آواز ہوتی ہے

ہست دیوانِ محاسب عام را
بوجھ گچھ کی کچہری عوام کے لئے ہوتی ہے

واں پریرویاں گرفتہ جام را
اور حسین جام تھامے ہوئے ہیں

آں زرہ واں خود در جنگ و وغا
زرہ اور خود جنگ اور لڑائی میں ہوتی ہے،

ویں شراب و نقل در بزمِ صفا
شراب اور چبینا خلوص کی محفل میں (ہوتا ہے)،

جوشن[2] واں خود مرچالیش راست
زرہ اور خود، خاص جنگ کے لئے ہے

ویں حریر و وردم تعریش راست
اور ریشمین کپڑا اور گلاب خاص تخت نشینی کیلئے ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے جواد
اے سخی! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

ختم کن واللّٰہُ اَعلَمُ بِالرَّشَادُ
ختم کر، اور اللہ تعالیٰ راست روی کو زیادہ جانتا ہے

اندر احمدؐ آں حسے کاں غاربست
احمدؐ کے اندر کی وہ حس جو چھپ جانیوالی ہے

خفتہ ایں دم زیرِ خاکِ یثرب ست
اس وقت مدینہ کی مٹی کے نیچے سوئی ہوئی ہے

واں عظیم الخلق آں کو صفدر ست
وہ بڑی مخلوق جو صف شکن ہے

بے تغیر مقعدِ صدق اندر ست
بغیر تغیر کے "سچائی کی جگہ" کے اندر ہے

قابلِ تغیر[3] اوصافِ تن ست
تغیر کے قابل جسم کے اوصاف ہیں

روحِ باقی آفتابِ روشن ست
باقی رہنے والی روح، روشن سورج کی طرح ہے

بے زتغیرے کہ لاشرقیۃ
(روح) بغیر تغیر کے ہے کیونکہ وہ نہ شرقی ہے

بے زتبدیلی کہ لاغربیۃ
(وہ) بغیر تبدیلی کے ہے کیونکہ وہ نہ مغربی ہے

آفتاب از ذرہ کے بیہوش شد
سورج ذرہ سے کب بے ہوش ہوا ہے؟

شمع از پروانہ کے بیہوش شد
شمع پروانہ سے کب بے ہوش ہوئی ہے؟

---

[1] نحوس یعنی تکبر کی نحوست۔ باز۔ جب بادشاہ اپنی خاص محفل میں ہوتا ہے تو وہاں نہ خوف ہوتا ہے نہ بدلہ میں قتل کا ڈر ہوتا ہے۔ حلم یعنی خاص مجلس میں بردباری ہی بردباری ہوتی ہے۔ طبل یعنی یہ صرف جنگ کے وقت کے لئے ہے عیش و عشرت کی مجلس میں چنگ و رباب ہوتا ہے۔ ہست۔ محاسبہ کی کچہری عوام کے لئے ہوتی ہے خاص محفل میں حسینوں کے ہاتھ میں جام ہوتا ہے۔ آں۔ سامان جنگ کے لئے ہوتا ہے عیش و عشرت کی مجلس میں نُقل و شراب چلتی ہے

[2] جوشن۔ زرہ۔ خود۔ جنگ میں اوڑھنے کی لوہے کی ٹوپی۔ چالیش۔ جنگ۔ ایں سخن یعنی قہر و رحمت کی شان کا ذکر۔ اندر۔ اب پھر آنحضورؐ کی بیہوشی کا ذکر شروع کیا ہے۔ غارب غروب کرنے والا۔ یثرب۔ مدینہ طیبہ۔ عظیم الخلق یعنی آنحضورؐ کی روح مبارک۔ صفدر۔ صف شکن۔ مقعد صدق۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی خاص مجلس۔

[3] قابل تغیر۔ جسم کے حواس اور اوصاف تغیر کو قبول کرتے ہیں۔ روشن۔ یعنی ناسوتی اوصاف سے پاک ہے۔ لاشرقیۃ۔ شرق و غرب عالم خلق میں ہے اور روح کا تعلق عالم امر سے ہے۔ آفتاب۔ آنحضورؐ مثل آفتاب اور شمع کے ہیں حضرت جبرئیلؑ مثل ذرہ اور پروانہ کے ہیں۔

جسمِ[1] احمدؐ را تعلق بُد بداں | ایں تغیر آنِ تن باشد بداں
اس بے ہوشی سے احمدؐ کے جسم کا تعلق تھا | سمجھ لے! تغیر جسم میں ہوتا ہے

ہمچو رنجوری و ہمچوں خواب و درد | جاں ازیں اوصاف باشد پاک و فرد
جیسے بیماری اور جیسے سونا اور درد | روح ان باتوں سے پاک اور جُدا ہے

خود نتانم ور بگویم وصفِ جاں | زلزلہ افتد دریں کون و مکاں
میں خود (بیان) نہیں کر سکتا ہوں اور اگر روح کا وصف | تو کون و مکان میں زلزلہ آ جائے

روبہش گر یک دمے آشفتہ بود | شیرِ جاں مانا کہ آں دم خفتہ بود
اُنکی لومڑی اگر تھوڑی دیر کے لئے پریشان ہو گئی تھی | یقیناً روح کا شیر اس وقت سویا ہوا تھا

خفتہ بود آں شیر کز خواب است پاک | اینت شیر نرم ساز و سہمناک
وہ شیر سویا ہوا تھا جو سونے سے پاک ہے | عجب نرم کر دینے والا اور خوفناک شیر ہے

خفتہ سازد شیر خود را آنچناں | کہ تماشش مُردہ دانند ایں سگاں
شیر اپنے آپ کو ایسا سویا ہوا بنا لیتا ہے | کہ سب کُتّے اس کو مُردہ سمجھ لیتے ہیں

ورنہ در عالم کرا زہرہ بُدے | کو زبودے از ضعیفے تر بُدے
ورنہ دنیا میں کس کی مجال ہوتی | کہ وہ کمزور سے تربد بھی چھین سکتا

نقشِ[2] احمدؐ زاں نظر بیہوش گشت | بحرِ او از مہرِ کف پُرجوش گشت
احمدؐ کا جسم اُس دیکھنے سے بے ہوش ہو گیا | اُنکا سمندر (روح) یداللہ کی محبت میں پُرجوش ہو گیا

مہ ہمہ کف ست معطی نور پاش | ماہ را گر کف نباشد گو مباش
چاند عطا کرنیوالا، نور چھڑکنے والا مجسم ہاتھ ہے | اگر چاند کے ہاتھ نہ ہو کہہ دے نہ ہوا کرے

احمدؐ ار بکشاید آں پرِ جلیل | تا ابد بیہوش ماند جبرئیلؑ
احمدؐ اگر وہ عظیم پَر کھول لیں | تو جبرئیلؑ ہمیشہ کے لئے بیہوش ہو جائیں

چوں[3] گذشت احمدؐ ز سدرہ و مرصدش | از مقامِ جبرئیل و از حدش
جب احمدؐ سدرۃ (المنتہیٰ) اور اُسکی جگہ سے گذرے | جبرئیلؑ کے مقام اور اُنکی حد سے گزرے،

گفت او را کز پیَم آ د ایست | گفت رَو رَو مَن حریفِ تو نیست
اُن (احمدؐ) نے اُن (جبرئیلؑ) کو کہا میرے پیچھے آ جاؤ اور ٹھہرو | انھوں نے کہا جائیے اسکے بعد مجھے اجازت نہیں ہے

---

[1] جسم۔ آنحضورؐ کی یہ جسمانی بیہوشی تھی۔ ہمچو۔ بیماری اور درد و رنج کا تعلق بھی جسم سے ہے۔ خود۔ روح کے اوصاف بیان سے باہر ہیں اگر بیان کئے جائیں تو کوئی سننے کی تاب نہیں لا سکتا۔ روبہش یعنی آنحضورؐ کا جسم مبارک۔ شیرِ جاں۔ یعنی آنحضورؐ کی رُوحِ مبارک۔ خفتہ بود۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے تنام عیناى و لا ينام قلبى میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا ہے۔ تو روح مبارک سوئی نہ تھی بلکہ اُس پر جسم کی حفاظت سے ایک غیر اختیاری تغافل طاری ہوا تھا۔ نرم ساز یعنی سخت چیز کو نرم بنا دینے والا۔ خفتہ سازد۔ آنحضورؐ کی روح کی یہ صفت حضرت حق تعالیٰ میں بھی ہے کہ وہ مجرموں سے تغافل برتتے ہیں ورنہ کوئی ظالم ظلم نہ کر سکے۔ تربد۔ ایک لکڑی ہے جو دوا میں کام آتی ہے حقیر چیز مراد ہے

[2] نقش۔ غرضیکہ بیہوشی کا تعلق آنحضورؐ کے جسم سے تھا اور روح کا تغافل اس وجہ سے تھا کہ وہ یداللہ کی محبت میں پُرجوش تھی۔ مہ۔ اللہ کا ہاتھ ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ چاند مجسم ہاتھ ہو کیونکہ جو کام ہاتھ کرتا ہے وہ کام اسکی ذات کرتی ہے۔ احمدؐ حضرت جبرئیلؑ کے پَر سے بیہوش ہونے کی وجہ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ جبرئیلؑ آنحضورؐ سے افضل ہیں اسلئے کہ آنحضورؐ تو تھوڑی دیر کیلئے بیہوش ہوئے۔ اگر وہ اپنے روحانی پَروں کو پھیلا دیں تو جبرئیلؑ ہمیشہ کیلئے بیہوش ہو جائیں

[3] چوں گذشت۔ اب آنحضورؐ کی حضرت جبرئیلؑ سے افضلیت کا بیان فرماتے ہیں کہ معراج میں وہ آنحضورؐ کا ساتھ نہ دے سکے اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ کر کہنے لگے کہ اگر آگے بڑھوں گا تو میرے پر تجلی سے جل جائیں گے اور آنحضورؐ کی سیر اس سے آگے تک ہوئی۔

816

گفت اُو را ہیں بپر اندر پیَم
انھوں نے اُن سے کہا ہاں میرے پیچھے اُڑ آئیے

گفت رَو رَو من حریفِ تو نیَم
انھوں نے کہا جائیے جائیے میں آپ کا ساتھی نہیں ہوں

باز گفت اُو را بیا اے پردہ سوز
انھوں نے اُن سے پھر کہا، اے پردہ سوز! آ جا

من باوجِ خود نرفتستم ہنوز
میں تو ابھی اپنی بلندی پر نہیں پہنچا ہوں

گفت بیرون زیں حد اے خوش فرِّ من
انھوں نے کہا اے میرے اقبالمند! اس حد سے باہر

گر زنم پَرّے بسوزد پَرِّ من
اگر میں پَر ہلاؤں میرے پر جل جائیں گے

حیرتؔ[1] اندر حیرت آمد زیں قصص
اِن قصّوں سے حیرت ہی حیرت ہے

بیہُشیِّ خاصگاں اندر اَخص
خواص کی غفلت اخص کے معاملہ میں

بیہُشیہا جملہ اینجا بازی است
یہ ساری بیہوشیاں یہاں کھیل ہیں

چند جانداری کہ جاں داری است
آپ کتنی جان رکھتے ہیں؟ کہ جان کی مشغولیت ہے

جبرئیلا گر شریفی گر عزیز
اے جبرئیلؑ! خواہ تم شریف ہو خواہ عزت والے

تو نہ پروانہ و نے شمع نیز
تم نہ پروانہ ہو اور نہ شمع

شمع چوں دعوت کند وقتِ فروز
شمع جب روشن ہونے کے وقت بُلائے

جانِ پروانہ نہ پرہیزد ز سوز
پروانہ کی جان جلنے سے پرہیز نہیں کرتی ہے

ایںؔ[2] حدیثِ منقلب را گور کُن
اِس اُلٹی بات کو دفن کر دیجئے

شیر را بر عکس صیدِ گور کُن
شیر کو بالعکس گورخر کا شکار بنا دیجئے

بند کُن مشکِ سخن پاشیت را
اپنی گفتگو کی مشک پاشی کو بند کر دیجئے

وا مکن انبانِ قلماشیت را
تو جو چاہے کہو کے تھیلے کو نہ کھولیئے

آنکہؔ[3] برنگذشت اجزاش از زمیں
جس شخص کے اجزاء زمین سے نہیں گزرے ہیں

پیشِ اُو معکوس و قلماشیت ایں
"تو جو چاہے کہو" اس کے لئے اُلٹا ہے

لَاتُخَالِفْھُمْ حَبِیْبِیْ دَارِھِمْ
اے میرے پیارے! مخالفت کر اُن کی مدارات کر

یَاغَرِیْبًا نَازِلًا فِیْ دَارِھِمْ
اے مسافر! جو اُن کے گھر مہمان ہے

اَعْطِ مَاشَاؤُا وَرَامُوْا وَارْضِھِمْ
دے جو وہ چاہیں اور ارادہ کریں، اُنکو راضی رکھ

یَاظَعِیْنًا سَاکِنًا فِیْ اَرْضِھِمْ
اے مسافر! اُن کے وطن میں ٹھہرے ہوئے

تا رسی اندر شہ و در نازِ خوش
جبتک کہ تو شاہ اور عمدہ ناز پر پہنچے

راز یا بامرغزی می ساز خوش
اے رے کے رہنے والے! امرغز کے رہنے والے سے اچھی نباہ

---

[1] حیرت۔ یعنی حضرت جبرئیلؑ نے آنحضورؐ کی فرمائش پر غفلت کیوں برتی اِس پر حیرت ہے۔ خاصگاں یعنی حضرت جبرئیلؑ وغیرہ۔ اخص۔ یعنی آنحضورؐ۔ جبرئیلا۔ حضرت جبرئیلؑ کو خطاب ہے کہ تم شمعِ محمدیؐ کے پروانہ نہ تھے ورنہ اُن کے بُلانے پر پَر جل جانے کا عذر نہ کرتے مولانا کی رائے میں سدرۃ المنتہیٰ حضرت جبرئیلؑ کی حدِ پرواز خود اُن کی متعین کردہ ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین نہیں ہے لہٰذا آنحضورؐ کے بُلانے پر اُن کو آگے جانا چاہیئے تھا خواہ اُنکے پَر جل جاتے اور جان چلی جاتی یہ ناسوتی موت تو ایک کھیل ہے۔

[2] ایں حدیث۔ اب مولانا حسام الدین کو خطاب کرتے ہیں کہ عوام کی عقلیں اُلٹی ہیں لہٰذا ہماری یہ باتیں اُنکو اُلٹی معلوم ہونگی اب یہ ختم کر دیجئے اور اپنے آپکو کہ آپ بمنزلہ شیر ہیں گورخر جو عوام ہیں اُن کا شکار بنا دیجئے اور بات کرنے میں اُنکے تابع بنجائیے۔ پاشیت۔ یعنی مُشک سخن پاشیِ تو۔ قلماشیت۔ کہ، تو جو چاہے۔

[3] آنکہ۔ آپکے نشاکی باتیں عوام کو اُلٹی نظر آتی ہیں وہ لوگ ناسوتی ہیں۔ لاتخالفہم۔ آپ اُنہیں عارضی طور پر ہیں اُنکی عقل کے مطابق باتیں کرتے رہیئے۔ تا رسی۔ آپ کا وطن عالم آخرت ہے۔ راز یا۔ ملاقہ رے کا رہنے والا یعنی مولانا ضیاء الحق مرغزی۔ مرو کا رہنے والا یعنی عوام' اِن دونوں ملکوں کے رہنے والوں میں بہت بُعد تھا۔

815

موسیا[۱] در پیشِ فرعونِ زمن — نرم باید گفت قَولاً لیّنا
اے موسیٰ! زمانے کے فرعون کے سامنے — نرم بات، نرمی سے کہنی چاہیئے

آب اگر در روغنِ جوشاں کُنی — دیگدان و دیگ را ویراں کُنی
اگر کھولتے ہوئے تیل میں تو پانی ڈالے گا — چولہے اور دیگ کو تباہ کر دے گا

نرم گو لیکن مگو غیرِ صَواب — وسوسہ مفروش در لِینُ الخطاب
نرم بات کہیئے لیکن صحیح بات کے سوا نہ کہیئے — خطاب کی نرمی میں وسوسے نہ پھیلایئے

وقتِ عصر آمد سخن کوتاہ کُن — آنکہ عصرت عصر را آگاہ کُن
عصر کا وقت ہو گیا بات مختصر کر دیجئے — اے وہ کہ تیرا کلام زمانہ کو آگاہی بخشنے والا ہے

گو تو مرگِل خوارہ را کہ قند بہ — نرمیٔ فاسد مکُن طینش مدِہ
آپ مٹی کھانے والے سے کہیئے کہ شکر بہتر ہے — غلط نرمی نہ برتیئے، اس کو مٹی نہ دیجئے

نطقِ[۲] جاں را روضۂ جانیستی — کز حروف و صوت مستغنیستی
آپ روحانی گفتگو کے لئے روحانی باغیچہ ہیں — کیونکہ آپ حروف اور آواز سے بے نیاز ہیں

ایں سرِ خر در میانِ قند زار — اے بسا کس را کہ بنہاد ست خار
اس گدھے کے سر نے شکر کے کھیت میں — بہت سے لوگوں کے لئے کانٹے رکھ دیئے ہیں

ظن ببُرد از دور کایں آنست و بس — چوں قچِ مغلوب وا می رفت پس
دور سے انہوں نے خیال کیا کہ بس یہی تھا — مغلوب مینڈھے کی طرح وہ لوٹ گئے

صورتِ حرف آں سرِ خرداں یقیں — در رزِ معنیٰ و فردوسِ بریں
حروف کی صورت کو یقیناً گدھے کا سر سمجھئے — معانی کے انگورستان اور جنت میں

اے ضیاء[۳] الحق حسام الدیں برآر — ایں سرِ خر را ازیں بطیخ زار
اے ضیاء الحق حسام الدین نکال دیجئے — اس فالیز سے گدھے کے سر کو

تا سرِ خر چوں بمُرد از مسلخہ — نشوِ دیگر بخشدش آں مبطخہ
تاکہ جب گدھے کا سر ذبح کی وجہ سے مر جائیگا — وہ فالیز اس کو دوسرا نشوونما بخشدے گا

ہیں زما صورتگری و جاں ز تو — نے غلط ہم ایں ز تو ہم آں ز تو
خبردار: ہماری جانب سے صورت بنانا ہے اور روح تیری — نہیں غلط ہے، یہ بھی آپ کی جانب سے ہے وہ بھی آپ کی جانب سے ہے

تا سرِ خر۔ یہاں سرِ خر سے مراد عوام ہیں یعنی جب یہ دنیا کی آلائش سے صاف ہو جائینگے تب یہ فالیز یعنی مثنوی انکو مفید ہوگی۔ مبطخہ۔ یعنی فالیز۔ ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حسام الدینؒ ہیں ہی اسلئے یہ نصیحتیں کرتا ہوں کہ مثنوی میں اگرچہ الفاظ میرے ہیں لیکن معانی تمہارے عطا کردہ ہیں۔ نے۔ یہ بھی میری غلطی ہے بلکہ الفاظ و معانی دونوں تمہارے عطا کردہ ہیں غرضیکہ مثنوی کا مدار آپ پر ہے۔

۱۔ موسیا۔ حضرت موسیٰؑ کو حکم تھا کہ وہ فرعونیوں سے نرم باتیں کریں آپ بھی ایسا ہی کریں۔ آب۔ گرم تیل میں پانی ڈالو وہ ابل پڑے گا دیگ اور چولہا بھی خراب ہوگا۔ مخالفوں سے سخت بات کرنے میں بات بگڑتی ہے۔ نرم۔ بات نرمی سے کیجئے لیکن صحیح کیجئے اُن کی خاطر غلط بیانی نہ ہونی چاہیئے۔ وقتِ عصر۔ عصر کے بعد کا وقت عموماً تفریح کے لئے ہوتا ہے۔ گو۔ نرم اور صحیح بات کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مٹی کھانے والے کو قند کے فائدے بتائے جائیں نرمی میں غلط بات یہ ہے کہ اس کو مٹی کھانے کی ترغیب دی جائے۔

۲۔ نطقِ جاں۔ آپ روحانی طور پر نصیحت کریں جس میں لفظوں کی ضرورت نہیں ہے۔ سرِ خر۔ فالیز اور انگورستان میں جانوروں کو ڈرانے کیلئے مردہ گدھے یا اور کسی وحشتناک چیز کو کھڑا کر دیا جاتا ہے تو جانور ڈر کر بھاگ جاتے ہیں اور خربوزوں اور انگوروں سے محروم ہو جاتے ہیں عوام کی سمجھ میں نہ آنے والی بات بھی اُن کیلئے سرِ خر بن جاتی ہے وہ حقائق پر غور کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ قچ۔ مینڈھا۔

۳۔ اے ضیاء الحق۔ مثنوی کے علوم جو بمنزلہ انگورستان اور فالیز کے ہیں انمیں وہ باتیں کرو جو عوام کیلئے سرِ خر بنیں

816

مثنوی صورت بُوَد جانش توئی
مثنوی صورت ہے اُس کی جان آپ ہیں
ہم جہت ہم نورِ ارکانش توئی
اُس کی جہت بھی آپ، اُس کا نور اور اُسکے ارکان بھی آپ ہیں

بر فلک محمودی اے خورشیدِ فاش[1]
اے روشن سورج! آپ آسمان پر محمود ہیں
بر زمیں ہم تا ابد محمود باش
(خدا کرے) زمین پر بھی ہمیشہ محمود رہیں

تا زمینی با سمائیِ بلند
تاکہ زمین والے آپ بلند آسمان والے کے ساتھ
یک دل و یک قبلہ و یک خو شوند
ایک دل اور ایک قبلہ اور ایک عادت ہو جائیں

تفرقہ بر خیزد و شرک و دوئی
تفرقہ اور شرک اور دوئی ختم ہو جائے
وحدت است اندر وجودِ معنوی
روحانی وجود میں یکتائی ہے

چون[2] شناسد جانِ من جانِ ترا
جب میری جان آپ کی جان کو پہچان لیتی ہے
یاد دارند اتحاد و ماجرا
تو وہ اتحاد اور گزشتہ واقعات کو یاد رکھتی ہیں

موسیٰ و ہاروںؑ شوند اندر زمیں
اتب، وہ زمین میں موسیٰؑ اور ہارونؑ بن جاتی ہیں
مختلط خوش ہمچو شیر و انگبیں
عمدہ طریقہ پر گھل مل جاتی ہیں جس طرح دودھ اور شہد

چوں شناسد اندک و منکر شود
جب تھوڑا سا پہچانتی ہے اور منکر بن جاتی ہو
منکری اش پردۂ ساتر شود
اُس کا منکر ہونا چھپانے والا پردہ بن جاتا ہے

پس شناسائے بگرداند رو
تو پہچاننے والا منہ پھیر لیتا ہے
خشم گرد آں مہ ز ناشکریِ او
وہ چاند اُسکی ناشکری کی وجہ سے غصہ میں بھر جاتا ہے

زیں سبب[3] جانِ نبیؐ را جانِ بد
اسی وجہ سے بُری رُوح، نبیؐ کی رُوح کو
ناشناسا گشت و پشتِ پای زد
نہ پہچاننے والی بنی اور ٹھکرایا

ایں ہمہ خواندی فرو خواں لم یکن
یہ تو نے سب پڑھا (اب) لم یکن پڑھ لے
تا بدانی لج آں گبرِ کہن
تاکہ پرانے کافر کا جھگڑا تو سمجھ جائے

در بیانِ اعتقادِ یہود و نصاریٰ پیش از بعثت در شانِ جنابِ حضرتِ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام و نامِ او را حرزِ جاں کردن و ظہورش را خواہاں بودن

بعثت سے قبل یہود اور نصاریٰ کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتقاد کا بیان اور ان کے نام کو جان کی حفاظت کا سبب سمجھنا اور اُن کے ظہور کا خواہاں ہونا

پیش[4] از آنکہ نقشِ احمدؐ فر نمود
اس سے پہلے کہ احمدؐ کی صورت نشان دکھائے
نعتِ او ہر گبر را تعویذ بود
اُن کی تعریف ہر کافر کا تعویذ تھی

---

[1] بر فلک۔ آپ منزالٰہ محمود ہیں خدا کرے کہ دنیا میں بھی آپ محمود رہیں اور لوگ آپ کی تعریفوں کے قائل ہو کر آپ سے مستفید ہوں۔ تا زمینی۔ ناسوتی لوگ آپ جیسے ملکوتی سے گھل مل جائیں۔ تفرقہ۔ جب تک اُن میں ناسوتیت ہے دوئی ہے جب روحانی بن جائیں گے دوئی ختم ہو جائیگی۔

[2] چوں۔ دنیا میں اتحاد اور تفرقہ کا سبب روحوں کا اتحاد اور تنافر ہے۔ چونکہ جب روحوں میں اتحاد ہوتا ہے تو دنیا میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی طرح شیر و شکر بن جاتے ہیں۔ چوں شناسد۔ اگر تھوڑی سی پہچان کے بعد اُس میں اجنبیت آجاتی ہے تو وہ اُس کی اجنبیت بالکل پردہ اور حجاب بن جاتی ہے۔ پس شناسا۔ یعنی مرتبی کی روح۔ اس کی ناشکری کی وجہ سے اُس سے منہ موڑ لیتی ہے

[3] زیں سبب۔ اسی وجہ سے منکروں کی رُوح نے آنحضورؐ کو نہ پہچانا۔ لم یکن۔ سورہ لم یکن پڑھو ہمارے بیان کی تصدیق ہو جائے گی کہ وہ اوّلاً پہچانتے تھے پھر منکر ہو گئے۔ لج۔ جھگڑا۔

[4] پیش۔ آنحضورؐ کی پیدائش سے قبل آنحضورؐ کی تعریف ہر یہودی و نصرانی کا تعویذ بنی ہوئی تھی اور یہ کہتے تھے کہ ایک نبی آخر الزماں ضرور آئے گا اور آنحضورؐ کے تصور سے اُن کے دل تڑپتے تھے۔

816

کایں چنیں کس ہست تا آید پدید ‌ ‌ ‌ ازخیالِ روش دل شاں می طپید

کہ ایسا ایک شخص ہے حتیٰ کہ وہ دنیا میں آئیگا ‌ ‌ ‌ اُن کے چہرے کے خیال سے اُن کا دل تڑپتا تھا

سجدہ می کردند کاے ربِّ بشر[1] ‌ ‌ ‌ در عیاں آریش ہرچہ زود تر

وہ سجدے کرتے تھے کہ اے انسانوں کے رب! ‌ ‌ ‌ جس قدر جلد ہو سکے اُن کو ظاہر کر دے

تا بنامِ احمدؐ از یستفتحون ‌ ‌ ‌ باغیاں شاں می شدندے سرنگوں

حضورؐ کے نام کے ذریعہ فتح طلب کرنیکی وجہ سے ‌ ‌ ‌ اُن سے باغی سرنگوں ہو جاتے تھے

ہر کجا حربِ مہولے آمدے ‌ ‌ ‌ عونِ شاں کراریِ احمدؐ بُدے

جہاں کہیں خوفناک جنگ ہوتی ‌ ‌ ‌ آنحضورؐ کی حملہ آوری اُن کی مددگار ہوتی

ہر کجا بیماریِ مزمن[2] بُدے ‌ ‌ ‌ یادِ اُوشاں داروی شافی بُدے

جہاں کہیں پُرانی بیماری ہوتی ‌ ‌ ‌ اُن کا اُن کو یاد کرنا شفا دینے والی دوا ہوتی

نقشِ اُو می گشت اندر راہِ شاں ‌ ‌ ‌ در دل و در گوش و در افواہِ شاں

اُنکی تصویر اُنکے راستوں میں گشت کرتی تھی ‌ ‌ ‌ دل اور کان میں اور اُن کے مونہوں میں

نقشِ اُو را کے بیابد ہر شغال ‌ ‌ ‌ بلکہ فرعِ نقشِ اُو یعنی خیال

ہر گیدڑ اُن کی صورت کہاں پا سکتا ہے؟ ‌ ‌ ‌ بلکہ اُن کی صورت کی فرع یعنی خیال (تھا)

نقشِ اُو بر روی دیوار ار فتد ‌ ‌ ‌ از دلِ دیوار خونِ دل چکد

اُن کا نقش اگر دیوار پر پڑے ‌ ‌ ‌ تو دیوار کے دل سے دل کا خون ٹپکنے لگے

آنچناں فرخ بود نقشش برو ‌ ‌ ‌ کہ رہد در حال دیوار از دو رُو

اُس پر اُن کا نقش ایسا مبارک ہوگا ‌ ‌ ‌ کہ دیوار فوراً دورُخی سے نجات پائے گی

گشتہ با یک روئی اہلِ صفا ‌ ‌ ‌ آں دو روئی عیب مر دیوار را

اہلِ باطن کی یک رُخی والی بن جائے گی ‌ ‌ ‌ دورُخی دیوار کے لئے (بھی) عیب ہے

ایں ہمہ[3] انکار و کفراں زادشاں ‌ ‌ ‌ چوں در آمد سیدِ آخر زماں

اُن کا یہ سب انکار اور کفر پیدا ہو گیا ‌ ‌ ‌ جب سیدِ آخر الزماں تشریف لے آئے

ایں ہمہ تعظیم و تفخیم و وداد ‌ ‌ ‌ چوں بدیدندش بصورت بُرد باد

یہ سب تعظیم اور اعزاز اور محبت ‌ ‌ ‌ جب انہوں نے اُنکی صورت دیکھی برباد ہو گئی

قلب[4] آتش دید در دم شد سیاہ ‌ ‌ ‌ قلب را در قلب کے بودست راہ

کھوٹے نے آگ دیکھی فوراً کالا ہو گیا ‌ ‌ ‌ کھوٹے کے لئے، دل میں کب راستہ ہے!

---

[1] سجدہ۔ اللہ تعالیٰ سے آنحضورؐ کی جلد بعثت کی دعائیں مانگتے تھے۔ یستفتحون۔ قرآن پاک میں ہے وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا یعنی یہود بعثت سے پہلے آپ کی بعثت کی توقع پر کافروں کے مقابلہ میں اپنی فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ مہول۔ ہولناک۔ عون۔ مدد۔ کراریِ احمدؐ۔ احمدؐ کا حملہ یعنی آپ کے نام کی برکت۔

[2] مزمن۔ دیرینہ، کہنہ۔ نقش۔ آنحضورؐ کا تصور ہر وقت اُن کے ساتھ رہتا تھا۔ خیال۔ آنحضورؐ کا صحیح نقش اور تصویر یہاں جیسے گیدڑ صفت لوگوں کے دل و دماغ میں نہیں آسکتی تھی وہ اُن کی (آنحضورؐ کی) ایک خیالی تصویر تھی۔ دیوار۔ دیوار کی دورُخی اُس کا عیب ہے اگر آنحضورؐ کی صحیح تصویر دیوار پر پڑ جائے تو وہ بھی اپنی دورُخی چھوڑ دے۔

[3] ایں ہمہ۔ قرآن پاک میں ہے فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ۔ جب وہ چیز اُن کے پاس آئی جس کو وہ جان چکے تھے تو اُس کا کفر کرنے لگے۔ بصورت۔ یعنی آنحضورؐ کی بعثت ہوگئی اور اصل صورت کے ساتھ اُنکے سامنے آگئے۔

[4] قلب۔ وہ کھوٹا سکہ تھے جب اُس پر ایمان کی گرمی پڑی وہ اور کالا ہو گیا۔ در قلب۔ کھوٹوں اور منافقوں کی اہلِ حق کے دل میں محبت نہیں ہوتی ہے۔

قُلبِ می زد لافِ اَشواقِ مَحک — تا مُریداں را دراَندازد بشک
کھوٹا (سکہ) کسوٹی کے شوقوں کی شیخی مارتا تھا — تاکہ مُریدوں کو شک میں ڈال دے

اُفتد اندر دامِ فکرش ناکسے — ایں گماں سَر بر زند از ہر خسے
نالائق ہی اُس کے مکر کے جال میں پھنستا ہے — یہ خیال ہر کمینہ سے اُبھرتا ہے

کایں اگر نہ نقد پاکیزہ بُدے — کے بسنگِ امتحاں راغب شُدے
کہ اگر یہ کھرے اور پاکیزہ نہ ہوتے — تو کسوٹی کی جانب کب رغبت کرتے

ہیچ ازلافِ مَحک دیدن زدے — یا بسنگِ امتحاں شوقش بُدے
کبھی کسوٹی کے دیکھنے کی شیخی بگھارتا — یا اُس کو کسوٹی کا شوق ہوتا

اُو مَحک می خواہد اَمّا آنچناں — کہ نگردد قلبیِ اُو زاں عیاں
وہ کسوٹی چاہتا ہے لیکن ایسی — کہ اُس کا کھوٹ اُس سے ظاہر نہ ہو

گر بگویم تا قیامت زیں کلام — صد قیامت بگذرد ایں ناتمام
اگر میں قیامت تک (بھی) یہ بات کروں گا — سو قیامتیں گذر جائیں گی یہ نامکمل رہے گی

آں مَحک کہ اُو نہاں دارد صفت — نے محک باشد نہ نورِ معرفت
وہ کسوٹی جو چھپانے کی صفت رکھے — نہ وہ کسوٹی ہوگی، نہ پہچاننے کی روشنی

آئینہ کو عیبِ رُو دارد نہاں — از برایِ خاطرِ ہر قلتباں
وہ آئینہ جو چہرے کا عیب چھپائے — ہر دیوث کی خاطر سے

آئینہ نبُود منافق باشد اُو — ایں چنیں آئینہ را ہرگز مجُو
وہ آئینہ نہ ہوگا، منافق ہوگا — ایسے آئینہ کی کبھی جستجو نہ کر

آئینہ جُو راست گوئے بے نفاق — ختم کُن وَاللّٰہُ اَعلَم بِالوِفاق
سچ کہنے والا، بے نفاق آئینہ تلاش کر — ختم کردے لو (واللہ احسن)، اتفاق کو زیادہ جانتا ہے

تاکہ عینِ آئینہ اَت سازد خدا — کہ نماید عرش را ہمچوں سَما
تاکہ تجھے اللہ تعالیٰ بعینہٖ آئینہ بنا دے — کہ تجھے عرش کو آسمان کی طرح دکھائے

عرش چہ و چرخ چہ اے ذُولُباب — فہم کُن وَاللّٰہُ اَعلَم بِالصَّواب
اے عقلمند! عرش کیا اور آسمان کیا؟ — سمجھ لے، اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

تَمَّ الدفتر الرابع من کتاب المثنوی المعنوی للمولوی المعنوی

---

۱ قلب می زد۔ کھوٹا کسوٹی کا شوق اس لئے ظاہر کرتا ہے تاکہ دوسروں کو شک میں مبتلا کردے اور وہ سمجھیں کہ اگر یہ کھوٹا ہوتا تو کسوٹی کا شوق کیوں ظاہر کرتا لیکن ایسے شکوک میں نااہل مبتلا ہوتے ہیں۔

۲ آو محک۔ ان نااہلوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ کھوٹا کسوٹی چاہتا ہے لیکن جھوٹی کسوٹی چاہتا ہے جس سے اُس کا عیب ظاہر ہو سکے۔ گر بگویم۔ یہ کلام تو اس قدر دراز ہے کہ قیامت تک بھی ختم نہ ہوگا لہٰذا اس کو ختم کر دینا چاہیے۔ آں محک۔ بہرحال اتنی بات اور سن لو کہ جو کسوٹی عیب کو چھپائے وہ نہ کسوٹی ہے اور نہ اس میں پہچاننے کا نور ہے۔

۳ آئینہ۔ جو آئینہ چہرے کا عیب چھپائے وہ آئینہ نہیں ہے وہ منافق ہے ایسے آئینہ کی ہرگز جستجو نہ کرو۔ راست گو۔ وہ آئینہ تلاش کر جو چہرہ صحیح دکھا دے۔ تاکہ۔ ایسے آئینہ یعنی شیخ کے ذریعہ تجھے خدا خود ایسا آئینہ بنا دیگا کہ اُس میں عرش آسمان کی طرح نظر آنے لگے ۴۔ عرش۔ عرش اور آسمان تو کیا اس آئینہ میں تجھے خدا کی تجلیات نظر آنے لگیں گی سمجھ لے!

819

فہرستِ مثنوی مولانا رومؒ دفترِ چہارم

821

تمت

823

حامد اینڈ کمپنی
۳۸ اردو بازار لاہور

ہست قرآن در زبان پہلوی

مثنوی مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ

مصنف مولانا جلال الدین رومیؒ

ترجمہ

مولینا قاضی سجاد حسین صاحب

حامد اینڈ کمپنی ○ ۳۸۔ اردو بازار لاہور۲

مثنوی مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ

بترجمہ

مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

حامد اینڈ کمپنی لاہور



۷۶ ۶ ۱۹

دورۂ تہران و ترکی، مصر و بغداد و عرب

ہو مبارک صاحبِ عز و شرف یہ فضلِ رب

مثنوی کے شارح و فاضل مترجم مرحبا

مولوی سجاد بحرِ علم صدر شکِ عرب

۹۶ ھ ۱۳

پیش کنندہ احقر خلیق ٹونکی

۷۶ ۶ ۱۹

مُقدّمہ

عرضِ حال

آج جبکہ میں دفترِ پنجم کا یہ پیش لفظ لکھ رہا ہوں ، بفضلہ تعالیٰ دفترِ چہارم کی کتابت و طباعت کے جملہ مراحل سے فارغ ہو چکا ہوں اور وہ دفتری نے یہاں جلد بندی میں ہے ، انشاء اللہ ہفتہ عشرے میں بازار میں آجائے گا۔ نیز دفترِ پنجم کی کتابت بفضلہ تعالیٰ مکمل ہو چکی ہے اور وہ بھی عنقریب طباعت کے لیے پریس کے سپرد کر دیا جائے گا ، دفترِ سوم مارچ ۷۶ء میں شائع ہوا تھا۔ انشاء اللہ مارچ ۷۸ء تک دفترِ پنجم بھی بازار میں آجائے گا اور اس طرح میں ایک سال کی مدت میں دفترِ چہارم و پنجم ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کا فخر حاصل کر لوں گا۔ دفترِ پنجم کے مسودے سے فارغ ہو کر میں نے دفترِ ششم پر کام شروع کر دیا تھا اور اُس کی رحمتِ بے پایاں کے سہارے میں اس کا بھی تقریباً نصف حصہ لکھ چکا ہوں اور انشاء اللہ ۷۸ء کے اواخر میں وہ بھی شائقین کی خدمت میں پیش کر سکوں گا

دفترِ پنجم سے متعلق بعض مباحث

نفس : اس کی چار قسمیں ہیں۔ نفسِ اَمّارہ ، نفسِ لوّامہ ، نفسِ مطمئنہ ، نفسِ ملہمہ —— نفسِ اَمّارہ وہ ہے جو شہوتوں اور لذّتوں کا طالب ہو۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ میں اسی کا بیان ہے۔

نفسِ لوّامہ وہ ہے جس میں کسی قدر صفائی پیدا ہو چکی ہو اور شہوتوں اور لذّتوں سے پرہیز کرنے لگے اور اگر

کبھی کسی لذّت و شہوت میں مبتلا ہو جائے تو پچھتائے۔ لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ میں اِس کا ذکر ہے۔

نفسِ مُطمئنّہ وہ ہے جو کسی حالت میں بھی لذّت و شہوت میں مبتلا نہ ہو اور شیطانی اثرات سے بالکل محفوظ ہو چکا ہو۔ یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً میں یہی نفس مُراد ہے۔

نفسِ مُلہمہ وہ ہے جو صفائی کے اعلیٰ مراتب حاصل کر چکا ہو اور انسانوں کو اُمورِ خیر کی جانب توجہ دلائے۔ ہر شخص میں اِن قسموں میں سے کسی ایک قسم کا نفس ہوتا ہے۔

انسان کی تین طاقتیں: قدرت نے انسان میں تین طاقتیں ودیعت فرمائی ہیں۔ مَلکی[1]، سَبُعی[2]، بہیمی[3]۔

مَلکی طاقت۔ خداوندی اطاعت اور اعمالِ خیر کی متقاضی ہے۔ یہ طاقت رُوح کے ساتھ خاص ہے۔

سَبُعی طاقت۔ انسان کے غصّہ و غضب کا سبب ہے اور مخالف چیز کا دفعیہ کرتی ہے۔

بہیمی طاقت۔ انسان میں شہوت اور ہوس کا سبب ہے اور یہ طاقت مرغوب اور مناسب چیز کے حصول کے درپے رہتی ہے۔ یہ دونوں طاقتیں جسمِ انسانی کے ساتھ خاص ہیں۔

وقوفِ قلبی: نقشبندی سلوک میں ایک ریاضت کا نام ہے۔ اِس کی صورت یہ ہے کہ سالک قلب کی طرف توجہ کر کے بیٹھے اور قلب کی نگرانی کرے۔ قلب پر ماسوی اللہ، کسی خطرے اور خیال کو وارد نہ ہونے دے۔ یہ ریاضت انتہائی مشکل ہے۔ بہت سی ریاضت کے بعد سالک اِس پر قابو پاتا ہے۔

کرامت کی قسمیں: بزرگوں سے جو کرامتیں صادر ہوتی ہیں اُن کی دو قسمیں ہیں۔ کرامتِ حِسّی، کرامتِ معنوی۔

حِسّی کرامت۔ یہ ہے کہ کسی حِسّی اور ظاہری امر میں بزرگ سے کوئی بات دستور کے خلاف ظاہر ہو، مثلاً بزرگ کو کسی کے دل کی بات کا معلوم ہو جانا۔ آنے والی بات کا معلوم ہو جانا، توجہ ڈال کر بیتاب بنا دینا، پانی کی سطح پر چلنا۔ اِن کرامات سے عوام زیادہ متاثر

ہوتے ہیں لیکن یہ کرامتیں حیض الاولیاء کہلاتی ہیں اور یہ ہمیشہ قائم نہیں رہتی ہیں

معنوی کرامت۔ دین پر استقامت، بُری عادتوں سے پاکی، خیر کی طرف سبقت، فرائض و واجبات کی بروقت اَدائیگی، یہ معنوی کرامتیں ہیں اور اصل فضیلت یہی ہیں۔ یہی اہل اللہ اور فرشتوں کی صفات ہیں۔

فیضِ اقدس، فیضِ مُقدس: حضرت حق تعالےٰ کی جانب سے مخلوق کو جو فیض پہنچتا ہے اُس کی دو قسمیں ہیں۔

فیضِ اقدس۔ وہ فیض ہے جو حق تعالےٰ کی جانب سے اَعیانِ ثابتہ کو پہنچتا ہے، یہ فیض تعدد اور کثرت سے پاک ہے۔

فیضِ مقدس۔ وہ فیض ہے جو اعیانِ ثابتہ سے ارواح کو ہر روح کی قابلیت اور استعداد کے مطابق پہنچتا ہے اِس میں تنوع اور تکثر ہے۔ اِن دونوں کی مثال اِس طرح سمجھ لی جائے کہ سورج کا نور مختلف رنگ کے آئینوں پر پڑتا ہے اور پھر اُن آئینوں کے ذریعہ مختلف قسم کا نور انسانوں پر پڑے، سورج کا جو نور آئینوں پر پڑا وہ فیضِ اقدس کی مثال ہے اور جو آئینوں کے ذریعہ انسانوں پر پڑا وہ فیضِ مقدس کی مثال ہے۔

معیّتِ حق: مولانا بحرالعلوم رح نے فرمایا ہے کہ مخلوق کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی معیت دو طرح کی ہے۔

معیّتِ عامہ۔ حق تعالےٰ کی یہ معیت تمام مخلوق کے ساتھ ہے خواہ وہ مومن ہو یا کافر وَھُوَ مَعَکُمۡ اَیۡنَمَا کُنۡتُمۡ "وہ خدا تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو"۔ اِس معیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوق محض وجودِ باری تعالےٰ کی شئون ہیں اور یہ موجودات حق تعالےٰ کے وجود کے ذریعہ موجود ہیں۔

معیّتِ خاصہ۔ یہ معیت صالحین اور عارفین کو حاصل ہوتی ہے اور یہ معیت ایسی ہے جیسے محبوب کی معیت محب کے ساتھ ہوتی ہے اور حدیث اَلۡمَرۡءُ مَعَ مَنۡ اَحَبَّ "انسان اُس کے ساتھ ہے جس سے اُس کو محبت ہو" میں اِسی کی طرف اشارہ ہے۔

علمِ باری تعالیٰ : مولانا بحرالعلومؒ نے فرمایا ہے۔ حضرتِ حق تعالیٰ کے علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم تو وہ ہے جو کائنات کے وجود سے قبل حضرتِ حق تعالیٰ کو حاصل ہے۔ یہ علم جزا اور سزا کا مدار نہیں ہے۔ دوسرا علم وہ ہے جو موجودات کے وجود کے بعد ان سے متعلق ہوتا ہے۔ یہ جزا اور سزا کا مدار ہے۔ اِس علم کے اعتبار سے نیک لوگ جزا کے اور برے لوگ سزا کے مستحق قرار دیئے جاتے ہیں۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً "خدا وہ ہے جس نے موت اور زندگی پیدا کی تاکہ تمہیں آزمائے کون عمل کے اعتبار سے بہتر ہے"۔ انسانی موت و حیات کی پیدائش اُس کی آزمائش کیلئے ہے اب جیسے اُن کے افعال ہوں گے، اُن سے جو علمِ خداوندی متعلق ہوگا وہ جزا اور سزا کا مدار ہوگا۔

معجزہ ردّ الشمس : روایت ہے کہ آنحضورؐ کا سرِ مبارک حضرت علی رضؓ کی گود میں تھا اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ حضرت علی رضؓ نے عصر کی نماز نہ پڑھی تھی اور سورج غروب ہونے لگا۔ وحی کے ختم ہو جانے کے بعد حضرت علی رضؓ نے آنحضورؐ سے صورتِ حال عرض کی تو آنحضورؐ نے دعا فرمائی کہ "اے خدا اگر علی رضؓ تیری اور تیرے رسولؐ کی اطاعت میں تھا تو سورج کو واپس لوٹا دے"۔ اِس پر سورج واپس لوٹ آیا اور پہاڑ اور زمین پر دھوپ چمکنے لگی۔ اِس حدیث کو محدثین نے سند کی کمزوری اور عقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابلِ قبول قرار دیا ہے۔

عشرۂ مبشرہ : وہ دس صحابہ جن کو آنحضورؐ نے اُن کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت دیدی تھی یہ ہیں۔

ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ زبیرؓ۔ طلحہؓ۔ عبدالرحمٰنؓ۔ ابو عبیدہؓ۔ سعد بن ابی وقاصؓ۔ سعید بن زید رضی اللہ عنہم

اِن کے علاوہ بعض دوسرے صحابہ بھی ہیں جن کو اُن کی زندگی میں جنت کی بشارت ملی ہے لیکن عشرۂ مبشرہ یہی دس کہلاتے ہیں۔

حدیثِ لولاک : حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریلؑ آئے اور کہا

کہ آپ کے لئے فرمایا گیا ہے۔ یا مُحَمَّدُ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْجَنَّۃَ وَلَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ النَّارَ۔ "اے محمدؐ اگر تم نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا اور اگر تم نہ ہوتے تو میں دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔" ایک دوسری روایت میں ہے لَوْلَاکَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا "اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ پیدا کرتا۔" اِن روایتوں کا مضمون اگرچہ صحیح ہے لیکن مُلّا علی قاریؒ نے اِن کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔

عبّاسِ دبس : یہ ایک بھکاری تھا جو بھیک مانگنے کے ستّر طریقے جانتا تھا۔ فرضی طور پر ایسے دردناک انداز سے روتا تھا کہ لوگوں کو رُلا دیتا تھا، پھر بھیک مانگتا تھا تو جھولی بھر لیتا تھا اِسی عبّاس کو بعض اہلِ لغت نے عبّاس دوس لکھا ہے اور بتایا ہے کہ چونکہ یہ دوس قبیلہ کا تھا اِس لئے اُس کو عبّاسِ دوس کہا جاتا ہے۔

اَصحابِ فیل : اَبْرَھَۃُ الْاَشْرَم یمن کے علاقے کا ایک عیسائی گورنر تھا۔ خانہ کعبہ ڈھانے کے لئے اُس نے ہاتھیوں کا لشکر لے کر مکہ معظمہ پر چڑھائی کی لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ قدرت نے اس پر پرندوں کے ایک جُھنڈ کو مسلط کر دیا۔ اِن پرندوں کی چونچوں اور پنجوں میں کنکریاں تھیں جو اُن پرندوں نے ہاتھیوں کے لشکر پر برسا دیں اور پورا لشکر تباہ ہو گیا۔ سورۂ "اَلْفِیْل" میں اُس کا ذکر کیا گیا ہے۔

قومِ لوطؑ : اِس قوم میں لڑکوں سے بدفعلی کی عادت تھی اِسی لئے اِس بدفعلی کرنیوالے کو لوطی کہا جاتا ہے۔ حضرت لوطؑ کی فہمائش پر جب یہ نہ مانے تو اُن کی بستیاں اُلٹ دی گئیں اور اُن پر پتھر برسے جس سے وہ سب تباہ ہو گئے۔

اہلِ انطاکیہ : حضرت مسیحؑ نے اپنے دو حواری انطاکیہ کے باشندوں کے پاس بھیجے یہ لوگ بُت پرست تھے۔ اِن دونوں حواریوں نے بُت پرستی کے خلاف لوگوں کو دعوت دی تو حبیب نجار اُن کے ہاتھ پر ایمان لے آئے۔ انطاکیہ کے بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ دونوں حواری بُت پرستی کے خلاف لوگوں کو اُبھارتے ہیں تو اُس نے اِن دونوں کو قید کر دیا۔ حضرت مسیحؑ کو جب اُن کی حالت کا علم ہوا تو انھوں نے اپنے بڑے حواری شمعون کو روانہ کیا۔ شمعون نے مختلف تدبیروں سے بادشاہ کا تقرب حاصل کیا اور اُس کو آمادہ کیا کہ وہ دربار میں اِس

مسئلہ پر گفتگو کرائے۔ چنانچہ دربار میں اُن حواریوں اور انطاکیہ والوں کی گفت و شنید شروع ہوئی۔ حبیب نجار کو جب پتہ چلا تو وہ دوڑ کر آئے اور اپنے ہم وطنوں سے کہنے لگے کہ تم لوگ اِن بزرگوں کے ہاتھ پر ایمان لاؤ، اس پر مجمع بھڑک اُٹھا اور اُس نے حبیب نجار کو قتل کر دیا۔ سورۂ یٰسین میں اِس واقعہ کو ذکر کیا گیا ہے۔

اصحابِ سبت : یہود کو حکم دیا گیا کہ شنبہ کے روز مچھلی کا شکار نہ کیا کریں۔ اِس حکم میں اُن کی آزمائش شروع ہوئی اور شنبہ کے روز دریا میں مچھلیاں زیادہ نظر آنے لگیں، تو اُن میں لالچ پیدا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی شروع کر دی، تب اُن پر مسخ کا عذاب نازل ہوا اور اُن کو بندر بنا دیا گیا۔ سورۂ اَلْاَعْرَاف میں اِس کا ذکر ہے۔

عُمر بن عبدالعزیز رح : ۶۱ھ میں اموی خاندان میں پیدا ہوئے۔ ۹۹ھ میں آپ کو خلیفہ مقرر کیا گیا۔ اِس قدر نیک اور دیندار، پابندِ شرع تھے کہ اُن کو علماء نے خلفاءِ راشدین میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ سفیان ثوری رح، خلفاءِ راشدین کی تعداد پانچ لکھتے ہیں۔ آغازِ خلافت سے پہلے اُن کی ذاتی آمدنی چالیس ہزار دینار سالانہ تھی۔ لیکن خلافت کے دور میں آپ نے اُس کو بہت کم کر دیا تھا اور انتقال کے وقت کل آمدنی چار سو دینار رہ گئی تھی۔ مرض الموت کی حالت میں کسی شخص نے آپ کو میلی قمیص پہنے ہوئے دیکھا تو آپ کے گھر والوں سے کہا کہ آپ کو نئی قمیص پہنا دیں۔ جواب ملا کہ آپ کے پاس صرف یہی ایک قمیص ہے جو پہنے ہوئے ہیں۔ ایک شب کا واقعہ ہے کہ آپ چراغ جلائے ہوئے بیت المال کا حساب کتاب کر رہے تھے اِسی اثناء میں آپ کا غلام آیا اور کچھ گھریلو باتیں کرنے لگا۔ آپ نے فوراً بیت المال کا چراغ بجھا دیا اور یہ گوارہ نہ کیا کہ بیت المال کا چراغ ذاتی معاملہ میں کام آئے۔ ۱۰۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔

حجاج بن یوسف : یہ ثقفی خاندان کا تھا۔ اور عبدالملک بن مروان کی جانب سے عراق کا گورنر تھا اس نے ۷۳ھ میں حضرت عبداللہ ابن زبیر رض حاکمِ مکہ پر چڑھائی کی تھی اور مکہ پر منجنیقوں سے اِس قدر پتھر برسائے تھے کہ خانہ کعبہ کی دیواروں کو بھی

نقصان پہنچا تھا اُس نے سینکڑوں صحابہ کو قتل کرایا ہے۔ تابعین اور تبع تابعین جو اُس کے ہاتھوں قتل ہوئے اُن کی تعداد تو لاکھوں تک پہنچ گئی ہے۔ اِسی لئے اُس کو اُمتِ محمدیہؐ کا سب سے بڑا ظالم قرار دیا جاتا ہے اور ظلم و ستم میں ضرب المثل بن گیا ہے۔

ابوہریرہؓ : آنحضورؐ کے مخصوص صحابی ہیں۔ یہ اُن کی کنیت ہے۔ نام غیر مشہور ہے جس میں کافی اختلاف ہے۔ غزدۂ خیبر کے موقع پر آکر مسلمان ہوئے اور پھر شب و روز آنحضرتؐ کی صحبت میں رہے۔ صُفّہ میں مقیم ہو گئے تھے اور قُوتِ لَایَمُوت پر اکتفا کرتے تھے اور آنحضورؐ کے افعال و اقوال کو یاد کرنا اپنا مقصد بنا لیا تھا اِسی لئے صحابہ میں سب سے زیادہ روایتیں اِنہی سے منقول ہیں۔

محمد خوارزم شاہ : جلال الدین کے لقب سے مشہور ہے۔ خُراسان سے عراق تک اُس کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی۔ یہ مولانا رومؒ کے والد خواجہ بہاؤالدینؒ کا ماموں تھا اُس نے چنگیز خانی فتنے کا مقابلہ کیا۔ ابتدائی جنگ میں اُس نے ایک ہزار تاتاری سپاہیوں کو تہِ تیغ کر ڈالا، تاتاری فوج شکست کھا گئی پھر چنگیز خاں نے تیس ہزار فوج اُس کے مقابلہ کے لئے بھیجی اُس کو بھی اُس نے شکست دی، تب چنگیز خاں خود ایک بھاری فوج لے کر حملہ آور ہوا۔ اُس وقت اُس کی فوج کا ایک بڑا حصہ ہرات کی مہم پر تھا مجبوراً اُس کو غزنین کی طرف پسپا ہونا پڑا وہاں سے وہ ہندوستان آنا چاہتا تھا کہ ۶۱۸ھ میں دریائے سندھ کے کنارے پر پھر تاتاری فوج سے مقابلہ کرنا پڑا اور اِس قدر بہادری اور بے جگری سے اُس سے لڑا کہ تاریخ میں اُس کی مثال نہیں ہے۔ اِس جنگ میں اُسکے بہت سے ساتھی شہید ہو گئے اور اُس نے تنہائی محسوس کی تو ہندوستان پہنچنے کے ارادے سے اُس نے اپنا گھوڑا دریائے سندھ میں ڈال دیا اور اِس قدر صفائی سے اُس کو پار کیا کہ چنگیز خاں انگشت بدنداں ہو گیا اور اُس کی بہادری کے اعتراف میں کہا کہ "ہمچو اُو جوانمرد در دنیا پیدا نشُد و نخواہد شُد" "اُس جیسا بہادر دنیا میں نہ پیدا ہوا نہ پیدا ہوگا"۔ ہندوستان پہنچ کر اُس نے پھر اپنی حالت کو سنبھالا اور آذر بائیجان کی طرف چلا گیا وہاں رات کو سوتے ہوئے کسی مُغل کے ہاتھ سے شہید ہو گیا۔

رُوح: روح کی حقیقت شریعت نے واضح نہیں کی ہے اور اُسکی صحیح حقیقت کا علم صرف خدا ہی کو ہے۔ پھر بھی جمہور علمانے اُسکی جو حقیقت بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ روح ایک نورانی لطیف جسم ہے جو انسان کے جسم میں اِسی طرح جاری اور ساری ہے جیسا کہ پانی گلاب میں اور تیل تلوں میں اور آگ کوئلہ میں۔ جب تک وہ لطیف جسم انسان کے جسم میں ساری اور جاری ہے انسان کا جسم زندہ ہے اور جس وقت یہ لطیف جسم اُس کثیف جسم سے جُدا ہوجاتا ہے تو یہ کثیف جسم مُردہ ہوجاتا ہے۔ روح کی شکل بالکل وہی ہے جو اُس جسم کثیف کی شکل ہے جس طرح اُس کثیف جسم کے آنکھ، ناک، ہاتھ، پاؤں ہیں اِسی طرح رُوح کے بھی یہ اعضاء ہیں، اصل انسان روح ہے اور یہ کثیف جسم اُس کیلئے بمنزلہ لباس کے ہے جسمانی ہاتھ روح کے ہاتھ کے لئے بمنزلہ آستین کے ہے اور کثیف جسم کی ٹانگیں، روح کی ٹانگوں کے لئے بمنزلہ پاجامہ کے ہیں اور چہرہ اُس کے چہرے کے لئے بمنزلہ نقاب کے ہے۔

اِستدراج: سنت اللہ اور عام طریقہ کے خلاف کسی واقعہ کا ظاہر ہونا مثلاً ہوا میں اُڑنا، پانی پر چلنا۔ یہ نبی سے بھی صادر ہوتا ہے اور ولی سے بھی اور کافر سے بھی۔ اِس طرح کا واقعہ اگر نبی سے صادر ہو تو اُس کو معجزہ کہا جاتا ہے جیسا کہ آنحضورؐ کا جسمانی طریقہ پر آسمانوں کی سیر کرنا، وغیرہ اور اگر ولی سے صادر ہو تو اُس کو کرامت کہا جاتا ہے اور اگر کسی کافر سے ایسی چیز کا صدور ہو تو اُس کو استدراج کہتے ہیں۔

نحسِ اکبر و سعدِ اکبر: نحسِ اکبر زحل ستارے کو اور سعدِ اکبر مشتری ستارے کو کہا جاتا ہے منجمین کے خیال میں یہ دونوں ستارے نحوست اور سعادت میں بہت بڑھے ہوئے ہیں اور زمین کی خیر و شر میں اُن کے اثرات سب سے زیادہ پڑتے ہیں۔ مولانا رومؒ اپنے کلام میں ستاروں کے مؤثر ہونے کا ذکر کرتے ہیں لیکن اسلامی عقیدے کے اعتبار سے اِن ستاروں میں کوئی ذاتی تاثیر نہیں ہے۔ ہر چیز میں حقیقتاً خدا ہی مؤثر ہے۔

سجّاد حسین۔ دہلی

۲۲ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ — م — ۳ جنوری ۱۹۷۸ء

فہرستِ مضامینِ دفترِ پنجم مثنویِ معنوی

مدح تعریف است و تخریقِ حجاب
تعریف کرنا، پہچنوانا اور (جہالت کے) پردے کو چاک کرنا ہے

فارغ است از مدح و تعریف آفتاب
سورج، تعریف اور پہچنوانے سے بے نیاز ہے

مادحِ خورشید مدّاحِ خود است
سورج کی تعریف کرنیوالا، اپنی تعریف کرنیوالا ہے

کہ دو چشمم روشن و نامرمدست
کہ میری دونوں آنکھیں روشن اور تندرست ہیں

ذمِّ خورشیدِ جہاں ذمِّ خود ست
دنیا کے سورج کی مذمت کرنا، اپنی مذمت ہے

کہ دو چشمم کور و تاریک و بدست
کہ میری دونوں آنکھیں اندھی اور بے نور اور بری ہیں

تو ببخشا بر کسے کاندر جہاں
آپ اُس کو معاف کر دیجئے جو دنیا میں

شد حسودِ آفتابِ کامراں
کامیاب سورج کا حاسد ہے

تاندش پوشید ہیچ از دیدہا
اس کو کوئی آنکھوں سے چھپا سکتا ہے؟

وز طراوت دادنِ پوسیدہا
اور بوسیدہ چیزوں کے تازگی بخشنے کو

یا ز نورِ بیحدش تانند کاست
یا اُس کے لامحدود نور کو وہ گھٹا سکتے ہیں

یا بدفعِ جاہِ اُو تانند خاست
یا اُس کے رُتبہ کو ہٹانے کے لئے وہ کھڑے ہو سکتے ہیں

ہر کسے کو حاسدِ کیہاں بود
جو شخص عالم کا حاسد ہو

آں حسد خود مرگِ جاویداں بود
وہ حسد خود ہمیشہ کی موت ہے

قدرِ تو بگذشت از درکِ عقول
آپ کا مرتبہ عقلوں کے ادراک سے بالا ہے

عقل اندر شرحِ تو شد بوالفضول
آپ کی شرح کرنے میں عقل، بکواسی ہے

گرچہ عاجز آمد ایں عقل از بیاں
اگرچہ عقل بیان سے عاجز ہے

عاجزانہ جنبشے باید دراں
اُس میں عاجزانہ (ہی) حرکت کرنی چاہیئے

اِنَّ شَیْئًا کُلُّہٗ لَا یُدْرَكُ
وہ چیز جو پوری حاصل نہیں کی جا سکتی

اِعْلَمُوْا اَنْ کُلَّہٗ لَا یُتْرَكُ
جان لو، وہ سب نہیں چھوڑی جاتی

گرچہ نتواں خورد طوفانِ سحاب
اگرچہ ابر کا طوفان پیا نہیں جا سکتا

کے تواں کردن بترکِ خوردِ آب
(لیکن) پانی پینا کب چھوڑا جا سکتا ہے؟

آبِ دریا را اگر نتواں کشید
دریا کا (پورا) پانی اگرچہ نہیں کھینچا جا سکتا

ہم بقدرِ تشنگی باید چشید
پیاس کی بقدر ہی چکھ لینا چاہیئے

لہ تمدح۔ جس طرح سورج مدح اور تعریف سے بے نیاز ہے اسی طرح حسام الدین ہیں۔ مرمد۔ دکھتی ہوئی آنکھ۔ ذم۔ اگر کوئی شخص سورج کو تاریک کہے تو لوگ خود اُس کو اندھا کہیں گے... تو بنجشا۔ یعنی اے حسام الدین آپ اُس کو معاف کریں جو آپ پر حسد کرتا ہے اِس لئے کہ اُس کے حسد سے آپ کا نقصان نہیں ہے خود اُس کا نقصان ہے آپ آفتاب اور آپ کے فیوض آفتاب کے فیوض کی طرح ہیں اگر کوئی چاہے کہ آفتاب کو اور اُسکی فیض رسانی کو لوگوں کی آنکھوں سے چھپائے تو وہ خود حماقت میں مبتلا ہے۔ وز طراوت۔ سورج کی شعاعیں پھلوں کو تازگی عطا کرتی ہیں۔

لے یا۔ سورج کے حاسد نہ اُس کا نور گھٹا سکتے ہیں نہ اُس کا رتبہ کم کر سکتے ہیں۔ کیہاں۔ جہان۔ یعنی حسام الدین رح جو کہ عالمِ اکبر ہیں۔ قدر۔ آپ کا رتبہ عام عقول سے بالاتر ہے اب جو بھی اس کی تعریف کی جائے کم ہے گرچہ۔ حسام الدین کی پوری تعریف اگرچہ ناممکن ہے، لیکن پھر بھی عاجزانہ اس کی کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ جو چیز پوری حاصل نہ ہو سکے اُس کو پورے طور پر ترک نہ کرنا چاہیئے کچھ نہ کچھ اُس میں سے حاصل کر لینا چاہیئے

لے گرچہ۔ انسان بارش کا تمام پانی نہیں پی سکتا لیکن تھوڑا سا تو ضرور پی لیتا ہے آب دریا۔ سارا دریا نہیں پیا جا سکتا تو بقدرِ امکان سیرابی حاصل کی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شہ[1] حسام الدیں کہ نورِ انجم ست
شاہ حسام الدین جو ستاروں کا نور ہیں

طالبِ آغازِ سفرِ پنجم است
پانچویں کتاب کے شروع کرنیکے، طالب ہیں

اے ضیاء الحق حسام الدین راد
اے سخی ضیاء الحق حسام الدین!

اوستادانِ صفا را اوستاد
(آپ)، اہلِ باطن کے اُستادوں کے اُستاد ہیں

گر نبودے خلق محجوب و کثیف
اگر مخلوق محجوب اور کثیف نہ ہوتی

ور نبودے حلقہا تنگ و ضعیف
اگر گلے تنگ اور کمزور نہ ہوتے

در مدیحت دادِ معنی دادمے
تو میں آپ کی تعریف کا حق ادا کر دیتا

غیر ایں[2] منطق لبے بکشادمے
اس گفتگو کے علاوہ لب کشائی نہ کرتا

لیک لقمہ بازِ آن صعوہ نیست
لیکن باز کا لقمہ ممولے کی ملکیت نہیں ہے

چارہ اکنوں آب[3] و روغن کردنیست
اب تدبیر، پانی اور تیل کرنا ہے

مدحِ تو حیف است باز ندانیاں
قیدیوں سے تیری تعریف کرنا ظلم ہے

گویم اندر مجمعِ روحانیاں
روحانیوں کے مجمع میں کہوں گا

شرحِ تو غبن است با اہلِ جہاں
دنیا داروں سے آپکی تشریح کرنا، ٹوٹا ہے

ہمچو رازِ عشق دارم در نہاں
عشق کے راز کی طرح دل میں رکھتا ہوں

---

[1] شہ۔ یعنی ضیاء الحق حسام الدین کا مطالبہ ہے کہ مثنوی کا پانچواں دفتر شروع کیا جائے۔ سِفر۔ کتاب یعنی مثنوی کا دفتر۔ گر نبودے۔ یہ شرط ہے دوسرا شعر جزاء ہے۔ محجوب۔ یعنی عوام میں تمہاری تعریف سننے کی اہلیت نہیں ہے ورنہ میں تمہاری بہت تعریف کرتا اور اسکے علاوہ کوئی بات کہتا۔

[2] ایں منطق۔ یعنی حسام الدینؒ کی تعریف۔ لیک۔ عوام کے سامنے حسام الدین رح کی تعریف کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ باز کی خوراک ممولے کو کھلائی جائے۔

[3] آب و روغن۔ اگر واؤ عطف نہ ہو تو معنی یہ ہیں کہ پانی کو تیل کہنا پڑ رہا ہے یعنی عوام کے سامنے غیر حقیقی تعریف کرنی پڑ رہی ہے اگر نسخہ آب در روغن ہے تو اسکے معنی یہ ہونگے کہ تعریف میں تکلف کرنا پڑ رہا ہے۔ زندانیاں۔ یعنی دنیا کے قیدی۔ غبن۔ ٹوٹا۔ عشق۔ عشق مخفی رکھا جاتا ہے۔

(۲)

رازِ راگر می نیاری در میاں
اگر تو راز کو درمیان میں نہیں لاسکتا ہے

درکہا را تازہ کُن از قشرِ آں
اُس کے چھلکے سے یادوں کو تازہ کرلے

نُطقہا نسبت بتو قشرست لیک
آپ کے اعتبار سے (ہماری) باتیں اگرچہ چھلکا ہیں لیکن

پیشِ دیگر فہمہا مغزست نیک
دوسروں کی سمجھ کے لئے اچھا گودا ہے

آسماں نسبت بعرش آمد فرو
آسمان، عرش کے اعتبار سے نیچا ہے

ورنہ بس عالیست پیشِ خاکِ تود
ورنہ خاک کے تودے کے اعتبار سے بہت بلند ہے

من بگویم وصفِ تو تا رہ برند
میں آپ کی تعریف کرتا ہوں تاکہ وہ رہنمائی حاصل کریں

پیش ازاں کز فوتِ آں حسرت خورند
اُس سے پہلے کہ وہ اُس کے فوت ہونے سے حسرت کریں

نورِ حقّی و بحق جذابِ جاں
آپ اللہ کا نور ہیں اور جان کو خدا کی طرف کھینچنے والے ہیں

خلق در ظلماتِ وہم اند و گماں
لوگ وہم اور گمان کی اندھیریوں میں ہیں

شرطِ[۲] تعظیم است تا آں نورِ خوش
تعظیم شرط ہے، تاکہ وہ عمدہ نور

گردد ایں بیدیدگاں را سُرمہ کش
ان اندھوں کے لئے سُرمہ لگانے والا بنجائے

نور یابد مستعدِ تیز گوش
سخت کوشش کرنیوالا، مستعد نور حاصل کرتا ہے

گو نباشد عاشقِ ظلمت چو مُوش
جو چوہے کی طرح اندھیرے کا عاشق نہ ہو

نور میکش اے حریفِ تیز کوش
اے سخت کوشش کرنیوالے دوست! نور حاصل کرلے

گر نہ چوں مُوش در ظلمت مکوش
اگر تو چوہے کی طرح نہیں ہے، اندھیرے کی کوشش نہ کر

سُست چشمانے کہ شب جولاں کنند
کمزور آنکھوں والے جو رات کو گھومتے ہیں

کے طوافِ مشعلِ ایماں کنند
وہ ایمان کی مشعل کا طواف کب کرتے ہیں؟

نکتہہائے[۳] مُشکل باریک شُد
مُشکل باریک نکتے بن گئے

بندِ طبعے کوز دیں تاریک شُد
طبیعت کا بند، کیونکہ وہ دین سے تاریک ہے

تا بر آراید ہنر را تار و پُود
جب تک کہ وہ ہُنر کا تانا بانا نہ سنوارے

چشم در خورشید نتواند گشود
سورج میں آنکھ نہیں کھول سکتا

ہمچو نخلے بر نیارد شاخہا
وہ کھجور کے درخت کی طرح شاخیں نہیں نکال سکتا

کردہ مُوشانہ زمیں سُوراخہا
جس نے چوہے کی طرح زمین کو سوراخ سوراخ کر رکھا ہے

یعنی کے ہُنر سے آراستہ نہ ہونگے وہ شیخ حسام الدینؒ کی تعریف نہ سمجھیں گے۔ ہمچو۔ جو لوگ چوہے کی طرح زمین دوز سوراخوں میں رہنے کے عادی ہیں وہ کھجور کی طرح بارآور نہ ہوں گے۔

[۱] راز۔ یعنی حسام الدینؒ کی پوری تعریف عوام کے سامنے ناممکن ہے تب بھی اس کا کچھ حصہ بیان کردینا چاہیئے۔ نطقہا۔ اگرچہ حسام الدینؒ کی تعریف اُن کی تعریف کا مغز نہیں ہے بلکہ چھلکا ہے لیکن عوام کے لئے اُس میں بھی فوائد ہیں۔ آسمان۔ بلندی اور پستی فائدہ اور نقصان سب اضافی باتیں ہیں ایک چیز ایک کے لئے مفید دوسرے کیلئے غیر مفید ہے آپ کی تعریف عوام کے لئے مفید ہے اگرچہ وہ حقیقی نہیں ہے۔ من بگویم میری تعریف اسلئے کررہا ہوں تاکہ وہ حقیقی تعریف تک رہنمائی حاصل کرلیں۔ نورِ حقی۔ تیری ذات کے ذریعہ مخلوق وہم وگمان سے گذر کر مرتبہ یقین حاصل کرسکتی ہے۔

[۲] شرط۔ مرید اُس وقت فیض حاصل کرسکتا ہے جبکہ اُس کے دل میں شیخ کی عظمت ہو۔ نور یابد فیض حاصل کرنے کے لئے استعداد اور کوشش ضروری ہے۔ گرنہ۔ جو اندھیرے کو پسند کرتا ہے سُست چشمانے۔ چمگادڑ اور جگنو کبھی روشنی کا طواف نہیں کرتے ہیں۔

[۳] نکتہہائے۔ جن کے دلوں میں دین کی جانب سے تاریکی ہے اُن کے لئے علمی موشگافیاں حقیقت تک پہنچنے سے مانع بنگئی ہیں۔ تا بر آراید۔ یہ لوگ جب تک حقیقت

تفسیرِ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ (الآیۃ)

بس "پکڑلے چار پرندے پھراُن کو اپنی طرف ہلا" کی آخر آیت تک تفسیر

چار وصفت ایں بشر را دل فشار
یہ چار وصف انسان کے دل کو نچوڑنے والے ہیں

چار میخ عقل گشتہ ایں چہار
یہ چاروں، عقل کی چار میخ ہیں

تو خلیلِ وقتی اے خورشید ہُش
اے ہوش کے سورج! تو خلیلِ دوراں ہے

ایں چہار اطیار رہزن را بکُش
اِن چار ڈاکو پرندوں کو مار ڈال

زانکہ ہر مُرغے ازینہا زاغ وش
اِس لئے کہ اُن میں سے ہر زاغ صفت پرند

ہست عقلِ عاقلاں را دیدہ کَش
عقلمندوں کی عقل کی آنکھ نکال لینے والا ہے

چار وصفِ تن چو مُرغانِ خلیل
جسم کے چار اوصاف حضرت خلیل کے پرندوں (کی طرح ہیں)

بسملِ ایشاں دہد جاں را سبیل
اِن کا قربان کرنا جان کو راستہ عطا کرتا ہے

اے خلیل اندر خلاصِ نیک و بد
اے خلیل! اچھے اور بُرے کو نجات دلانے کیلئے

سَر بِبُر شاں تا رہد پاہا ز سد
اُن کا سر قلم کردے تاکہ پاؤں بندش سے چھوٹ جائیں

کُل توئی و جملہ گاں اجزائے تو
تو مجموعہ ہے اور سب تیرے اجزاء ہیں

بر کشا کہ ہست پاشاں پائے تو
کھول دے کہ اِن کا پاؤں تیرا پاؤں ہے

از تو عالم روح زارے میشود
آپ کی وجہ سے دنیا روح زار بنتی ہے

پُشتِ صد لشکر سوارے میشود
ایک سوار سو لشکروں کی مدد بن جاتا ہے

زانکہ ایں تن شُد مقامِ چار خُو
کیونکہ یہ جسم چار عادتوں کا مقام ہے

نامِ شاں شُد چار مرغِ فتنہ جُو
اُن کا نام فتنے کے جویاں چار پرند پڑ گیا ہے

خلق را گر زندگی خواہی اَبَد
اگر آپ لوگوں کی ابدی زندگی چاہتے ہیں

سَر بِبُر ایں چار مُرغِ شوم و بَد
اِن بدبخت اور بد، چار پرندوں کا سر قلم کردیجئے

باز شاں زندہ کُن از نوعِ دگر
پھر اُن کو دوسری طرح سے زندہ کردیجئے

کہ نباشد بعد ازاں زیشاں ضرر
کیونکہ اِس کے بعد اُن سے نقصان نہ پہنچے گا

چار مُرغِ معنویِ راہزن
باطنی چار ڈاکو پرندوں نے

کردہ اند اندر دلِ خلقاں وطن
لوگوں کے دل کے اندر وطن بنالیا ہے

ایک سوار کی ہمت اور بہادری بہت سے لشکروں کی پناہ ہوتی ہے ـــــ ۳ زانکہ۔ انسان کے جسم میں یہ چار خصلتیں ہیں جنکو چار پرندوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ خلق۔ ان خصائل کے ازالہ سے ابدی زندگی نصیب ہوگی۔ بازشاں۔ ان چاروں خصلتوں کو اس طرح قابو میں رکھو کہ انکی مضرت سے بچ سکو۔

۱ تفسیر حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا گیا کہ اگر تجھے ہماری صفت زندہ کرنے اور مارنے میں شک ہے تو چار پرندوں کو ذبح کر ڈال یہ چار پرند بطخ، مور، کوا، مرغ تھے مولانا نے فرمایا ہے کہ ان چار پرندوں سے انسان کی چار بُری صفات مُراد ہیں جو انسان کے لئے حقیقت بینی سے مانع ہیں انسان ان صفات کو ازالہ کردے تو حقیقت بین بنجاتا ہے بطخ سے مراد حرص مور سے مراد حُبِ جاہ کوے سے مراد تمنا اور مُرغ سے مُراد شہرت ہے۔ چار میخ سزا کا ایک طریقہ تھا۔ تو خلیل۔ اگر انسان ابراہیم خلیل اللہؑ کی طرح حقیقت بین بننا چاہتا ہے تو اُس کو بھی ان چار صفتوں کو مٹا دینا چاہیئے زانکہ۔ یہ چاروں صفتیں کوے کی خاصیت رکھتی ہیں کہ جو اب سے پہلے مُردے کی آنکھ نکالتا ہے یہ بھی انسان کو اندھا کردیتی ہیں بسمل۔ جو شخص ان چاروں صفتوں کو مٹادیگا اُسکی جان حقیقت تک راہ پا جائے گی۔
۲ اے خلیل یعنی اے حُسام الدینؒ لوگوں میں سے صفاتِ ذمیمہ کو دور کر دیجئے تاکہ اُنکو سلوک میں سیر حاصل ہو جائے۔ کُل توئی۔ مرید شیخ کے اجزا کی طرح ہوتے ہیں۔ از تو۔ تیرے وجود سے یہ عالم عالمِ ارواح بنا ہوا ہے پُشت

چوں[1] امیرِ جملۂ دلہا شوی
جب آپ تمام دلوں کے حاکم بن جائیں گے

اندریں دوراں خلیفہ حق توئی
(پھر) اِس زمانہ میں اللہ کے خلیفہ آپ ہی ہیں

سر بُبُر ایں چار مرغِ زندہ را
اِن چار زندہ پرندوں کا سر قلم کر دیجئے

سرمدی کُن خلقِ ناپائندہ را
فانی لوگوں کو دائمی بنا دیجئے

بط[2] و طاؤس ست و زاغ ست و خروس
بطخ اور مور ہے، کوا ہے اور مرغا ہے

ایں مثالِ چار مرغ اندر نفوس
نفسوں میں یہ چار پرندوں کی طرح ہیں

بط حرص است و خروس آں شہوت ست
حرص بطخ ہے اور شہوت مرغا ہے

جاہ چوں طاؤس و زاغ آں مُنیت ست
رُتبہ مور کی طرح ہے، آرزو نفس کا کوا ہے

مُنیتش آنکہ بُوَد اُمید ساز
اُس کی آرزو یہ اُمید بندھاتی ہے

طامع تابید یا عُمرِ دراز
ہمیشگی کا لالچی یا دراز عمر (کا لالچی)

بطِ حرص آمد کہ نوشش در زمیں
حرص بطخ ہے کہ اُس کی چونچ زمین میں ہے

در تر و در خشک میجوید دفیں
تر اور خشک میں دفینہ ڈھونڈتی ہے

یک زماں نبوُد مُعطّل آں گلو
اُس کا حلق تھوڑی دیر کیلئے بھی معطل نہیں ہوتا

نشنود از حکم جز اَمرِ کُلوا
وہ "کھاؤ" کے سوا کوئی حکم نہیں سنتی ہے

ہمچو یغماچی کہ خانہ میکند
اُس لٹیرے کی طرح جو گھر کو کھودتا ہے

زود زود انبانِ خود پُر میکند
جلد جلد اپنا تھیلا بھرتا ہے

اندر انباں می فشارد نیک و بد
اچھا، بُرا تھیلے میں ٹھونستا ہے

دانہائے دُرّ و حبّاتِ نخود
موتی کے دانے اور چنے کے دانے

تا[3] مبادا یاغیٔ آید دگر
ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسرا لٹیرا آجائے

میفشارد در جوال اُو خشک و تر
وہ بورے میں خشک و تر ٹھونستا ہے

وقت تنگ، فرصت اندک، اُو مخوف
وقت تنگ ہے، فرصت تھوڑی ہے، وہ ڈرا ہوا ہے

در بغل زد ہر چہ زود تر بیوقوف
بے تامل جو کچھ ہے اُسے بغیر سمجھے بوجھے بغل میں دبا

اعتمادش نیست بر سلطانِ خویش
اُس کو اپنے شاہ پر بھروسہ نہیں ہے

کہ مبادا یاغیٔ آید بہ پیش
(اِس بارے میں) ایسا نہ ہو کہ کوئی لٹیرا آجائے

لیک مومن ز اعتمادِ آں حیات
لیکن مومن اُس (اُخروی) زندگی کے بھروسہ پر

میکند غارت بمُہل و باانات
لُوٹتا ہے، تامل اور توقف سے

---

[1] چوں۔ جب آپ لوں پر حکومت کرنے لگیں گے تو خلافتِ الٰہی کے مستحق ہونگے۔ سر ببر۔ ان رذائل کے ازالہ سے حیاتِ سرمدی حاصل ہو جائیگی۔ بط۔ اِن چار پرندوں جیسی انسان میں چار خصلتیں ہیں۔

[2] بط۔ بطخ سے مراد انسانی حرص ہے اور مرغے سے مراد انسانی شہوت ہے مور سے مراد انسان کی جاہ طلبی ہے اور کوے سے مراد انسان کی تمنا ہے۔ منیتش۔ ایک آرزو مند کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ اس کو دنیوی زندگی ہمیشہ کے لئے حاصل ہو جائے یا کم از کم عمرِ دراز ہو جائے۔ بط۔ انسان کی حرص بطخ کی طرح ہے جو ہر جگہ اپنی چونچ خوراک کی جستجو میں گاڑتی پھرتی ہے۔ کلوا اللہ کے احکام میں سے اُس نے صرف "تم کھاؤ" کا حکم سنا ہے۔ یغماچی۔ لٹیرا جلد جلد ہر چیز کو تھیلے میں بھرتا ہے

[3] تا مبادا۔ اُس کی جلد بازی اِس لئے ہوتی ہے کہ کوئی دوسرا لٹیرا آکر شریک نہ بن جائے۔ اعتمادش۔ اُس کو اپنے خدا پر بھروسہ نہیں ہوتا ہے۔ لیک مومن۔ مردِ مومن چونکہ اُخروی زندگی کا بھی عقیدہ رکھتا ہے اِس لئے اُسمیں یہ جلد بازی نہیں ہوتی

ایمن[1] است از فوت و از باغی کہ او
وہ محرومی اور لیٹرے سے مطمئن ہے کیونکہ وہ
می شناسد قہرِ شہ را بر عدو
دشمن پر شاہ کے قہر کو جانتا ہے

وایمن ست از خواجہ تاشانِ دگر
اور دوسرے ساتھیوں سے مطمئن ہے
کہ نیایندش مزاحم صرفہ بر
کہ اُس سے مزاحمت کرنیوالے فائدہ مند نہ ہونگے

عدلِ شہ را دید در ضبطِ حَشَم
خادموں کے معاملہ میں اس نے بادشاہ کے انصاف
کہ نیارد کرد کس بر کس ستم
کہ کوئی کسی پر ظلم نہیں کر سکتا ہے

لاجرم نشتابد و ساکن بود
لامحالہ وہ جلدی نہیں کرتا اور سکون سے ہوتا ہے
از فواتِ حظِّ خود ایمن بود
اپنے حصہ کے فوت ہونے سے مطمئن ہوتا ہے

پس تأنی[2] دارد و صبر و شکیب
پس وہ آہستہ روی اور صبر شکیب اختیار کرتا ہے
چشم سیر و مؤثر ست و پاک جیب
سیر چشم ہی (دوسروں کو) ترجیح دینے والا ہے پاک دل ہے

کیں تأنی پرتوِ رحمان بود
کیونکہ یہ آہستہ روی اللہ (تعالیٰ) کا سایہ ہے
واں شتاب از ہزہ شیطان بود
اور وہ جلد بازی شیطانی حرکت ہے

زانکہ شیطانش بترساند ز فقر
کیونکہ شیطان اس کو افلاس سے ڈراتا ہے
بارگیرِ صبر را بکشد بعقر
صبر کا بوجھ اٹھانیوالے کا پاؤں کاٹ ڈالتا ہے

از نبی بشنو کہ شیطاں در وعید
قرآن سے سُن کہ شیطان دھمکانے میں
میکند تہدیدت از فقرِ شدید
تجھے سخت افلاس سے ڈراتا ہے

تا خوری[3] زشت و بری زشت از شتاب
تاکہ تو جلدی میں بُرا کھائے، بُرا کمائے
نے مروت نے تأنی نے ثواب
نہ انسانیت نہ آہستہ روی نہ ثواب

لاجرم کافر خورد در ہفت بطن
لامحالہ کافر سات پیٹ کا کھاتا ہے
دین و دل باریک و لاغر زفت بطن
دین اور دل کمزور اور لاغر ہے، پیٹ بھاری ہے

در سببِ ورودِ ایں حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے وارد ہونے کا سبب کہ

اَلْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ وَالْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ

کافر سات انتڑیوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک انتڑی میں کھاتا ہے

کافراں مہمانِ پیغمبر شدند
کافر، پیغمبر کے مہمان ہوئے
وقتِ شام ایشاں بہ مسجد آمدند
شام کے وقت وہ مسجد (نبوی) میں آگئے

---

[1] ایمن۔ اس کو اطمینان ہوتا ہے کہ اس کا خدا اس کے دشمن پر غالب ہے۔ خواجہ۔ اس کو دوسرے مومنوں کی طرف سے بھی اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ عدلِ شہ۔ وہ خدائی انصاف پر یقین رکھتا ہے۔ لاجرم۔ مومن ان عقائد کی وجہ سے مطمئن رہتا ہے کہ اس کا مقدر کوئی نہیں چھین سکتا۔

[2] تأنی۔ بردباری۔ مؤثر۔ اپنی ضرورت پر دوسروں کو ترجیح دینے والا۔ کیں۔ حدیث شریف ہے اَلتَّأَنِّي مِنَ الرَّحْمٰنِ وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطٰنِ۔ حلم اور بردباری اللہ کی جانب سے ہے اور جلد بازی شیطان کی جانب سے ہے۔ بارگیر۔ بوجھ اٹھانے والا۔ عقر۔ ہاتھ پاؤں کاٹ دینا۔ فقر۔ قرآن پاک میں ہے اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ۔ شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا ہے۔

[3] تا خوری۔ شیطان فقر سے اس لئے ڈراتا ہے کہ انسان کھانے کمانے میں حرام سے پرہیز نہ کرے۔ کافر میں نہ مروت ہوتی ہے نہ بردباری اور نہ وہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ ہفت بطن۔ سات انتڑیاں۔ کافراں۔ اس قصہ سے کافروں کی بسیار خوری کو سمجھانا ہے۔

کامدیم اے شاہِ ما اینجا قُنُق[1] — اے تو مہماں دارِ سُکّانِ اُفُق
کہ اے شاہ! ہم اِس جگہ مہمان دبنکر آئے ہیں — اے وہ کہ آپ جہان کے رہنے والوں کے مہمان ہیں

بینوائیم و رسیدہ ما زدُور — ہیں بیفشاں بر سَرِ ما فضل و نُور
ہم بے سرو سامان ہیں اور دور سے آئے ہیں — ہاں ہمارے سَروں پر مہربانی اور نور چھڑک دیجئے

رُو بیاراں کرد آں سُلطانِ رَاد — دستگیرِ جُملہ شاہان و عباد
اُس سخی شاہ نے دوستوں کی طرف رُخ کیا — جو تمام بادشاہوں، و رغلاموں کا دستگیر ہے

گفت اے یارانِ من قسمت کُنید — کہ شما پُر از من و خوئے منید
فرمایا، اے میرے دوستو! تقسیم کر لو — کیونکہ تم میری (محبت) اور عادت سے بھرے ہوئے ہو

پُر بُوَد اجسامِ ہر لشکر زشاہ — زاں زنند ے تیغ بَر اَعدا جاہ
ہر لشکر کے جسم بادشاہ سے بھرے ہوئے ہوتے — اسی لئے مرتبہ کے دشمنوں پر تلوار چلاتے ہیں

تو بخشمِ[2] شہ زنی آں تیغ رَا — ورنہ بر اِخواں چہ خشم آید ترا
تو بادشاہ کے غصہ کی وجہ سے تلوار چلاتا ہے — ورنہ بھائیوں پر تجھے کیا غصہ آئے؟

بر برادرِ بے گناہے میزنی — عکسِ خشمِ شاہ گُرزِ دہ مَنی
بلاقصور بھائی پر تو مارتا ہے — بادشاہ کے غصہ کے زیر اثر دس سیر کا گُرز

شہ یکے جانست لشکر پُر ازو — روح چوں آبست وِیں اجسام جُو
بادشاہ ایک جان ہے لشکر اُس سے بھرا ہوا ہے — روح پانی کی طرح ہے اور یہ جسم نہر (کی طرح) ہیں

آبِ رُوحِ شاہ گر شیریں بُود — جملہ جُوہا پُر ز آبِ خوش شود
اگر بادشاہ کی رُوح کا پانی میٹھا ہوتا ہے — ساری نہریں میٹھے پانی سے بھری ہوئی ہوتی ہیں

کہ رعیت دینِ شہ دارند و بس — اینچنیں فرمُود سُلطانِ عبس[3]
کیونکہ رعایا فقط بادشاہ کا دین رکھتی ہے — (سورۂ) عبس کے شاہ نے ایسا ہی فرمایا ہے

ہر یکے یارے یکے مہماں گزید — درمیاں بُد یک شکم زفت و عَنید
ہر دوست نے ایک مہمان منتخب کر لیا — اُن میں ایک پیٹو اور سرکش تھا

جسم ضخمے داشت کس اُورا نبُرد — ماند در مسجد چو اندر جام دُرد
بھاری جسم رکھتا تھا اُس کو کوئی نہ لے گیا — وہ مسجد میں رہ گیا جس طرح جام میں تلچھٹ

مُصطفٰے اُبردش چو واماند از ہمہ — ہفت بُز بُد شیردہ اندر رمہ
جب وہ سب سے رہ گیا، مصطفٰےؐ اسکو لے گئے — گلے میں سات بکریاں دودھ والی تھیں

---

[1] قُنُق۔ مہمان۔ اُفُق: اطرافِ عالم۔ یاراں۔ صحابۂ کرام سالکا۔ آنحضورؐ۔ عباد۔ عبد کی جمع ہے بندہ۔ قسمت۔ یعنی مہمانوں کو آپس میں بانٹ لو۔ پُر بُوَد۔ شاہ کی سیرت لشکریوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔

[2] بخشم۔ دشمنوں پر بادشاہ کو غصہ ہوتا ہے اسی بنیاد پر لشکری تلوار چلاتے ہیں۔ شہ۔ بادشاہ لشکر کے لئے بمنزلہ رُوح کے ہے۔ آب۔ اگر بادشاہ خوب سیرت ہے تو لشکر بھی خوب سیرت ہوتا ہے۔

[3] سلطانِ عبس۔ سورۂ عبس آنحضورؐ پر نازل ہوئی ہے آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِہِمْ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں یعنی جیسا راجہ ویسی پرجا۔ درمیاں۔ اُن مہمانوں میں ایک بہت پیٹو تھا۔ جسمِ ضخمے۔ چونکہ وہ بہت موٹا تھا اُس کو کوئی اپنے گھر نہ لے گیا۔ ہفت بز۔ یعنی آنحضورؐ کے گلے میں سات بکریاں دودھ دینے والی تھیں۔

کہ[1] مقیمِ خانہ بُودندے بُزاں
جو بکریاں گھر پر رُکی ہوئی تھیں

بہرِ دوشیدن برائے وقتِ خواں
دسترخوان کے وقت دُہنے کے لئے

نان و آش و شیرِ آں ہر ہفت بُز
روٹی اور سالن اور اُن ساتوں بکریوں کا دودھ

خورد آں بُو قحط عوجِ ابنِ غُز
وہ قحط زدہ، عوج، غُز کا بیٹا کھا گیا

جملہ اہلِ بیت خشم آلو شُدند
تمام گھر والے غصے میں بھر گئے

کہ ہمہ در شیرِ بُز طامع بُدند
کہ سب بکریوں کے دودھ کے اُمیدوار تھے

معدہ طبلے[2] خوار ہمچو طبل کرد
پیٹو نے معدہ ڈھول کی طرح کر لیا

قسمِ ہژدہ آدمی تنہا بخورد
اٹھارہ آدمیوں کا حصہ تنہا کھا گیا

وقتِ خفتن رفت و در حجرہ نشست
سوتے وقت گیا اور حجرے میں بیٹھ گیا

پس کنیزک از غضب در را ببست
لونڈی نے غصہ سے دروازہ بند کر دیا

از بروں زنجیرِ در را در فگند
باہر سے دروازے کی زنجیر لگا دی

کہ از و بُد خشمگین و دردمند
کیونکہ وہ اُس سے غصہ میں اور رنجیدہ تھی

گبر را از نیم شب تا صبحدم
کافر کو آدھی رات سے صبح تک

بس تقاضا آمد و دردِ شکم
بہت تقاضا اور پیٹ میں درد ہوا

از فراشِ خویش سوئے در شتافت
اپنے بستر سے دروازے کی جانب دوڑا

دست بر در چوں نہاد او بستہ یافت
جب دروازہ پر ہاتھ رکھا اُس کو بند پایا

در[3] کشادن حیلہ کرد آں حیلہ ساز
اُس مکار نے دروازہ کھولنے کی تدبیر کی

نوع نوع و خود نشد آں بند باز
طرح طرح لیکن۔ وہ دروازہ نہ کھلا

شد تقاضا بر تقاضا خانہ تنگ
تقاضے پر تقاضے کی وجہ سے گھر تنگ ہو گیا

ماند او حیران و بیدرمان و دنگ
وہ حیران اور پریشان اور لاچار ہو گیا

حیلہ کرد و بخواب اندر خزید
اُس نے تدبیر کی اور نیند میں مبتلا ہو گیا

خویشتن در خواب در ویرانہ دید
اُس نے خواب میں اپنے آپ کو ایک ویرانہ میں دیکھا

زانکہ ویرانہ بُد اندر خاطرش
کیونکہ اُس کے باطن میں ویرانہ تھا

شد بخواب اندر ہمانجا منظرش
خواب میں بھی اُس کی اُسی جگہ نظر پڑی

خویش در ویرانہ خالی چو دید
جب اُس نے اپنے آپ کو خالی ویرانہ میں دیکھا

او چناں محتاج اندر دم برید
اُس ایسے ضرورتمند نے فوراً ہگ دیا

---

[1] کہ مقیم۔ یہ دودھ والی بکریاں جنگل نہ جاتی تھیں تاکہ کھانے کے وقت اُن کا دودھ دوہ لیا جائے۔ قحط۔ قحط میں مبتلا انسان بسیار خور ہو جاتا ہے۔ غز۔ ترکوں میں سے ایک قوم تھی جو ڈاکو تھی عوج کے باپ کا نام عنق تھا مولانا نے اُس کی بری عادتوں کی وجہ سے اُس کو غز کا بیٹا کہا ہے۔ خشم آلو۔ خشم آلودہ۔ طامع۔ اُمیدوار۔

[2] طبلے خوار۔ بسیار خور۔ ہژدہ۔ اٹھارہ۔ پس۔ چونکہ لونڈی کو اُس پر غصہ آ رہا تھا۔ در فگند۔ یعنی زنجیر کو کنڈے میں ڈال دیا۔ تقاضا۔ یعنی اُس کو بدہضمی کی وجہ سے قضائے حاجت کا تقاضا ہوا اور پیٹ میں درد ہوا۔

[3] در کشادن۔ اُس نے دروازہ کھولنے کی بہت تدبیریں کیں لیکن دروازہ نہ کھلا۔ حیلہ کرد۔ اُس نے قضائے حاجت کو دبانے کی یہ تدبیر کی کہ سو گیا۔ برید۔ اُس نے پاخانہ پھر دیا۔

گشت بیدار و بدید آں جامہ خواب — پُر حدث[1] دیوانہ شد از اضطراب
بیدار ہوا اور اُس نے سونے کا بستر دیکھا — نجاست سے بھرا ہوا، پریشانی سے دیوانہ ہو گیا

زاندرونِ اُو بر آمد صد خروش — زیں چنیں رُسوائیِ بے خاک پوش
اُس کے دل سے سینکڑوں آہیں نکلیں — مٹی میں نہ چھپنے والی ایسی رُسوائی سے

گفت خوابم بدتر از بیداریم — کارِ نیکم بدتر از بدکاریم
بولا میرا سونا میری بیداری سے بدتر ہے — میری نیکی، میری بدکاری سے (بھی) بُری ہے

بانگ[2] می زد واثبورا واثبور — آنچناں کہ کافراں روزِ نشور
ہائے ہلاکت! ہائے ہلاکت کا شور کرتا تھا — جس طرح کافر حشر کے دن (کریں گے)

منتظر کے شود ایں شب بسر — تا بر آید از گشادن بانگِ در
اس کا منتظر کہ یہ رات کب ختم ہو گی — تاکہ دروازہ کھلنے کی آواز آئے

تا گریزد اُو چو تیرے از کماں — تا نہ بیند ہیچکس اُورا چناں
تاکہ وہ کمان سے تیر کی طرح بھاگ جائے — تاکہ اُس کو کوئی اِس حالت میں نہ دیکھے

قصہ بسیار است کوتہ میکنم — باز شد آں در رہید از درد و غم
قصہ بہت ہے، میں مختصر کرتا ہوں — دروازہ کھلا اُس کو درد و غم سے نجات ملی

دَرِ حُجرہ گشادن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بر مہمانِ خود و خود را پنہاں کردن تا اُو خیالِ در گشانیدہ را نہ بیند و خجل نشود و گستاخ بیروں رود

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان کے لئے حجرے کا دروازہ کھولنا اور اپنے آپ کو چھپا لینا تاکہ وہ دروازہ کھولنے والے کی پرچھائیں کو نہ دیکھے اور شرمندہ نہ ہو اور بے دھڑک باہر چلا جائے

مصطفےٰ[3] صبح آمد و در را گشاد — صبح آں گمراہ را اُو راہ داد
صبح کو مصطفےٰ آئے اور دروازہ کھولا — صبح کو اُس گمراہ کو انہوں نے راستہ دیدیا

در گشاد و گشت پنہاں مصطفےٰ — تا نگردد شرمسار آں مبتلا
دروازہ کھولا اور مصطفےٰ چھپ گئے — تاکہ وہ مصیبت کا مارا شرمندہ نہ ہو

تا بروں آید رود گستاخ اُو — تا نہ بیند در گشا را پشت و رُو
تاکہ وہ باہر آجائے اور بے دھڑک چلا جائے — تاکہ دروازہ کھولنے والے کی پشت اور چہرے کو نہ دیکھے

---

[1] پُر حدث۔ یعنی پاخانہ میں سنا ہوا ——— زاندروں۔ اُس کے دل میں اُس نازیبا حرکت سے بہت سی پریشانیاں پیدا ہو گئیں۔ گفت۔ جاگنے میں زیادہ کھایا سوتے میں بستر پر پاخانہ پھر دیا۔

[2] بانگ۔ کفار حشر کے دن واویلا واثبورا ہائے تباہی ہائے ہلاکت کہیں گے نشور۔ حشر۔ بسر۔ یعنی رات کب ختم ہو گی۔ چناں یعنی پاخانہ میں سنا ہوا۔

[3] مصطفےٰ۔ آنحضورؐ کو مہمان کی یہ حرکت کسی طرح معلوم ہو گئی تھی ——— دروازہ اِس لئے نہ کھولا کہ اُس کو خوب شرمندگی ہو جو اُس کے ایمان لانے کا سبب بن جائے۔ تا نگردد۔ آنحضورؐ دروازہ کھول کر خود چھپ گئے تاکہ اُس کو مزید شرمندگی نہ ہو۔

یا ① نہاں شد در پسِ دیوار یا
یا تو دیوار کے پیچھے چھپ گئے یا

از وِیش پوشید دامانِ خدا
اُن کو اُس سے خدا کے دامن نے چھپالیا

صبغۃ اللہ گاہ پوشیدہ کُند
اللہ (تعالیٰ) کا رنگ کبھی چھپا تا ہے

پردۂ بیچوں بَراں ناظر تَنَد
بے کیفیت کا پردہ دیکھنے والے پر پڑجاتا ہے

تا نہ بیند خصم را پہلوئے خویش
تاکہ وہ دشمن کو اپنے پہلو میں نہ دیکھے

قدرتِ یزداں ازیں بیش ست بیش
اللہ (تعالیٰ) کی قدرت بیش از بیش ہے

مُصطفےٰ می دید احوالِ شبش
مصطفےٰ اس کے رات کے احوال دیکھ رہے تھے

لیک مانع بود فرمانِ رَبش
لیکن اُن کیلئے اللہ (تعالیٰ) کا حکم مانع تھا

تاکہ پیش از خیط ② بکشاید رہے
تاکہ (صبح کے) دھاگے سے پہلے وہ راستہ کھولدیں

تا نیفتد زاں فضیحت در چَہے
تاکہ وہ اُس رُسوائی سے کنوئیں میں نہ گرے

لیک حکمت بود و اَمرِ آسماں
لیکن مصلحت تھی اور آسمان کا حکم

تا بہ بیند خویشتن را اُو چناں
کہ وہ اپنے آپ کو اِس حالت میں دیکھ لے

بَس عَداوتہا کہ آں یاری بُوَد
بہت سی عداوتیں ہوتی ہیں کہ وہ دوستی ہوتی ہیں

بَس خرابیہا کہ معماری بُوَد
بہت سی بربادیاں ہوتی ہیں کہ وہ آبادی ہوتی ہیں

چونکہ کافر باب را بکشادہ دید
جب کافر نے دروازہ کُھلا دیکھا

نرم نرمک از کمیں بیروں دوید
گھات سے آہستہ آہستہ باہر بھاگ گیا

جامہ خوابِ پُر حَدَث ① یک فضول
سَنے ہوئے کپڑے کو ایک سادہ لوح

قاصدا آورد در پیشِ رسولؐ
جان بوجھ کر آنحضورؐ کے سامنے لے آیا

کہ ② چنیں کرد ست مہمانت ببیں
کہ دیکھئے آپ کے مہمان نے ایسا کیا ہے

خندۂ زد رحمۃ للعالمیں
جہانوں کی رحمت مُسکرا دیئے

کہ بیار آں مطہرہ اینجا بہ پیش
کہ وہ لوٹا سامنے لے آ

تا بشویم جملہ را با دستِ خویش
تاکہ سب کو اپنے ہاتھ سے دھو دوں

ہر کسے می جَست کز بہرِ خدا
ہر شخص دوڑا کہ خدا کے لئے

جانِ ما و جسمِ ما قُرباں تُرا
ہماری جان اور ہمارا جسم آپ پر قربان ہو

ما بشوئیم ایں حَدَث را تو بہل
اِس گندگی کو ہم دھو دینگے آپ رہنے دیں

کارِ دستست ایں نمط نہ کارِ دل
یہ ہاتھ کا کام ہے، نہ کہ دل کا

---

① یا نہاں۔ حضورؐ یا خود چھپے تھے یا خدا نے آپ کو اُس کی نگاہوں سے چھپا دیا تھا۔ صبغۃ اللہ۔ اللہ تعالیٰ کبھی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیتا ہے کہ انسان اپنے پہلو کے دشمن کو نہیں دیکھ سکتا۔ مُصطفےٰ۔ آنحضورؐ کو اُس کے احوال کا علم ہو گیا تھا لیکن خدائی حکم تھا کہ رات کو دروازہ نہ کھولیں۔

② خیط دھاگا یعنی صبح صادق۔ لیک۔ شب میں دروازہ نہ کھولنا بظاہر اُس کے ساتھ دشمنی تھی لیکن اُس میں ہی اُس کی بھلائی مُضمر تھی۔ چونکہ۔ جب اُس کافر نے صبح کو دروازہ کھلا دیکھا چپکے سے نکل بھاگا۔ فضول۔ اُن صاحب کے لئے مناسب تھا کہ وہ اُس پاخانہ کو خود دھو دیتے۔

③ کہ چنیں۔ اُن صاحب نے آنحضورؐ کو بستر دکھا کر کہا۔ مطہرہ۔ لوٹا۔ ہر کسے۔ ہر صحابی نے کوشش کی کہ پاخانہ خود دھو دے۔ نہ کارِ دل آنحضورؐ صحابہ کے لئے دل و جگر تھے۔

اے لعمرک مر ترا حق عمر خواند — پس خلیفہ کرد و بر کرسی نشاند
اے تیری جان کی قسم (والے) تجھے اللہ نے عمر کہا — پھر قائم مقام بنایا اور کرسی پر بٹھایا

ما برای خدمتِ تو میزییم — چوں تو خدمت می کنی پس ما کئیم
ہم آپ کی خدمت کے لئے زندہ ہیں — جب آپ خدمت کریں تو پھر ہم کیا ہیں؟

گفت آں دانم ولیک ایں ساعت است — کہ دریں شستن بخویشم حکمت است
فرمایا میں یہ جانتا ہوں لیکن یہ وقت ہے — کہ اس میں میرے خود دھونے میں حکمت ہے

منتظر بودند کیں قولِ نبی ست — تا پدید آید کہ ایں اسرار چیست
وہ منتظر ہو گئے کہ یہ نبی کا فرمان ہے — یہاں تک کہ معلوم ہو کہ یہ کیا راز ہے؟

او بجد می شست آں احداث را — خاص زامرِ حق نہ تقلید و ریا
وہ اُن نجاستوں کو کوشش سے دھوتے تھے — خاص اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے نہ کہ تقلید اور ریا سے

کہ دلش میگفت کیں را تو بشو — کاندر اینجا ہست حکمت تو بتو
اُن کا دل کہہ رہا تھا کہ اِس کو آپ خود دھوئیں — کہ اِس جگہ اِس میں تہ بہ تہ حکمتیں ہیں

سبب رجوع کردنِ آں مہمان بخانۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دراں ساعت کہ نہالینِ ملوّث او را بدست مبارک خود می شست و خجل شدنِ او و جامہ چاک کردن و نوحہ کردنِ او بر خود و بر حالِ خود و مسلمان شدن

اُس مہمان کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اُس وقت واپس آنے کا سبب جس وقت کہ وہ سنے ہوئے نہالچوں کو اپنے دست مبارک سے دھو رہے تھے اور اُس کا اپنے اوپر اور اپنی حالت پر شرمندہ ہونا اور کپڑے پھاڑنا اور رونا اور مسلمان ہو جانا

کافرک را ہیکلے بُد یادگار — یاوہ دید آنرا و گشت او بیقرار
اُس حقیر کافر کے پاس ایک یادگار مورتی تھی — اُس نے اسکو گم شدہ پایا وہ بے قرار ہو گیا

گفت آں حجرہ کہ شب جا داشتم — ہیکل آنجا بے خبر بگذاشتم
کہا کہ وہ حجرہ جہاں میں نے رات قیام کیا تھا — لاعلمی میں مورتی اُس جگہ چھوڑ آیا ہوں

گرچہ شرمیں بود شرمش حرص بُرد — حرص اژدرہاست نے چیزیست خُرد
اگرچہ وہ شرمندہ تھا لیکن لالچ نے اسکی شرمندگی ختم کر دی — حرص اژدہا ہے، چھوٹی چیز نہیں ہے

لہ اے. قرآن پاک میں ہے- لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ - تیری عمر کی قسم وہ اپنی مستی میں اندھے ہو رہے ہیں) خدا نے آنحضورؐ کی عمر کی قسم کھائی اور قسم ذات و صفات خداوندی کی کھائی جاتی ہے تو گویا آنحضورؐ کی عمر کو اپنی صفت قرار دیا ہے. آ ہماری زندگی کا مقصد آپ کی خدمت ہے. اگر ہم خدمت نہ کریں تو زندگی بیکار ہے-

لہ کہ دریں- آنحضورؐ نے فرمایا ان سب باتوں کا مجھے یقین ہے لیکن پاخانہ خود میں اپنے ہاتھوں سے دھوؤں گا اسی میں حکمت پوشیدہ ہے. ایں اسرار. یعنی خود دھونے کی حکمت کو دیکھ سکیں- او بجد. آنحضورؐ اپنے ہاتھوں نجاست کو خدائی حکم سے دھو رہے تھے ایسی کسی ریا اور تقلید کو دخل نہ تھا. ملوّث. سنا ہوا-

لہ کافرک- وہ مہمان اپنی مورتی بھول کر چلا گیا تھا اگرچہ. اگرچہ وہ شرمندہ تھا لیکن مورتی کی حرص نے اُس کو دوبارہ لوٹنے پر مجبور کر دیا-

از پئے ہیکل شتاب اندر دوید [1]
مورتی کی خاطر جلدی سے اندر گھس گیا

در وثاق مصطفےٰ آں را بدید
مصطفیٰ کے حجرے میں اُس کو دیکھا

کاں یداللہ آں حدث را ہم بخود
کہ وہ اللہ کے ہاتھ اس نجاست کو خود

خوش ہمی شوید کہ دورش چشم بد
بہت اچھی طرح دھو رہے ہیں خدا انکو نظر بد سے بچائے

ہیکلش از یاد رفت و شد پدید
مورتی اُس کے حافظہ سے نکل گئی اور پیدا ہو گیا

اندرو شورے گریباں را درید
اُسکے اندر ایک شور تھا جس نے اُسکے گریبان کو پھاڑ ڈالا

میزد او دو دست را بر رو و سر
وہ دُھتّی منہ اور سر پر مارتا تھا

کلہ را میکوفت بر دیوار و در
سر کو در و دیوار سے ٹکراتا تھا

آنچناں کہ خوں ز بینی و سرش
اس طرح کہ اُس کی ناک اور سر سے خون

شد رواں و رحم کرد آں مہترش
بہہ پڑا اور اُن بزرگوار نے اُس پر رحم کیا

نعرہا زد خلق جمع آمد برو [2]
اُس نے نعرے مارے لوگ اُسکے پاس جمع ہو گئے

گبر گویاں ایها الناس احذرو
کافر کہتا تھا اے لوگو! ڈرو

میزد او بر سر کہ اے بے عقل سر
وہ سر پیٹتا تھا کہ اے بے عقل سر!

میزد او بر سینہ کاے بے نور بر
وہ سینہ کوٹتا تھا کہ اے بے نور جسم!

سجدہ میکرد او کہ اے کلِّ زمیں
وہ سجدہ کرتا تھا کہ اے عالم کے مجموعے!

شرمسار ست از تو ایں جزوِ مہیں
یہ ذلیل جزو آپ سے شرمندہ ہے

تو کہ کلّی خاضعِ امرِ وئی
آپ جو کہ مجموعہ ہیں اُسکے حکم پر جھکے ہوئے ہیں

من کہ جزوم ظالم و لدّ و غوی
میں جو کہ جزو ہوں ظالم اور سرکش اور گمراہ ہوں

تو کہ کلّی خوار و لرزانی ز حق
آپ جو کہ مجموعہ ہیں اللہ (تعالیٰ) کے خوار اور اللہ سے لرزاں ہیں

من کہ جزوم در خلاف و در سبق
میں جو کہ جزو ہوں خلاف اور سرکشی میں ہوں

ہر زماں میکرد رو بر آسماں [3]
ہر آن آسمان کی طرف منہ کرتا

کہ ندارم روی ایں قبلۂ جہاں
کہ اس قبلۂ عالم کے سامنے میرا منہ نہیں ہے

چوں ز حد بیروں بلرزید و طپید
جب وہ حد سے زیادہ لرزا اور تڑپا

مصطفےٰ اش در کنارِ خود کشید
مصطفیٰ نے اُس کو اپنی بغل میں لے لیا

ساکنش کرد و بسے بنواختش
اُس کو سکون دلایا اور اُسکو بہت نوازا

دیدہ اش بکشاد و داد اشناختش
اُسکی آنکھیں کھولیں اور اُنھوں نے اُسکو پہچان عطا کی

---

[1] از پئے۔ وہ مورتی کیلئے واپس آیا تو اُس نے دیکھا کہ آنحضورؐ اپنے دستِ مبارک سے اُسکی نجاست دھو رہے ہیں۔ یداللہ۔ بیعتِ رضوان کے سلسلہ میں قرآن میں فرمایا گیا ہے یَدُ اللہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ تو گویا اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے۔ ہیکلش۔ وہ آنحضورؐ کے ان کریمانہ اخلاق کو دیکھ کر اسقدر متاثر ہوا کہ مورتی کو بھول گیا اور دیوانہ وار اپنا سر دیواروں سے ٹکرانے لگا۔ خون بہا تو آنحضورؐ کو اُس پر ترس آنے لگا۔

[2] نعرہا۔ وہ نعرے مارتا تھا اور کہتا تھا کہ آنحضورؐ کی مخالفت سے ڈرو۔ بے عقل سر۔ سرِ بے عقل۔ بے نور بر۔ برِ بے نور۔ کلِّ زمیں۔ آنحضورؐ کی ذاتِ گرامی اسرارِ عالم کا مجموعہ۔ مہین۔ ذلیل۔ تو کہ کلی۔ اُس کافر نے کہا کہ آنحضورؐ جو مجموعۂ عالم ہیں وہ خدائی حکم کے تابع ہیں اور میں جزو ہو کر ظالم اور سرکش بنا ہوا ہوں۔

[3] ہر زماں۔ وہ کافر ہر لمحہ آسمان کی طرف منہ کر کے کہتا تھا کہ میرا منہ اس قابل نہیں کہ آنحضورؐ کے روبرو ہوں۔ چوں۔ آنحضورؐ نے اُسکی بیقراری کو دیکھ کر اُسکو سینہ سے لگا لیا۔ ساکنش۔ آنحضورؐ نے اُس کو اطمینان دلایا اور اُس کو نورِ ایمان عطا فرما دیا۔

تا نگرید ابر کے خندد چمن
جب تک ابر نہیں روتا ہے چمن کب مسکراتا ہے؟

تا نگرید طفل کے جوشد لبن
جب تک بچہ روتا نہیں ہے دودھ کب جوش مارتا ہے!

طفلِ یک روزہ ہمیداند طریق
ایک روز کا بچہ بھی یہ راستہ جانتا ہے

کہ بگریم تا رسد دایہ شفیق
کہ میں رو پڑوں، تاکہ مہربان دایہ آجائے

تو نمی دانی کہ دایہ دایگاں
تو نہیں جانتا کہ دایوں کی دایہ

کم دہد بے گریہ شیر اُو رائیگاں
خواہ مخواہ بے روئے دودھ نہیں دیتی ہے

گفتِ وَلْیَبْکُوْا کَثِیْرًا گوش دار
اور چاہیئے وہ بہت روئیں، کے قول کو یاد رکھ

تا بریزد شیرِ فضلِ کردگار
تاکہ اللہ (تعالیٰ) کی رحمت دودھ بہادے

گریۂ ابر ست و سوزِ آفتاب
ابر کا رونا ہر اور سورج کی جلن

اُستُنِ دنیا ہمیں دو رشتہ تاب
دنیا کے ستون یہی دو رشتے چمکانے والے ہیں

گر نبودے سوزِ مہر و اشکِ ابر
اگر سورج کی جلن اور ابر کے آنسو نہ ہوتے

کے شُدے اَجسامِ ما زَفت و سطبر
ہمارے جسم موٹے اور بھاری کب ہوتے

کے بُدے معمور ایں ہر چار فصل
یہ چاروں فصلیں کب آباد ہوتیں؟

گر نبودے ایں تف و ایں گریہ اصل
اگر یہ جلن اور رونا بنیاد نہ بنتا

سوزِ مہر و گریۂ ابرِ جہاں
دنیا کے ابر کا گریہ اور سورج کا سوز

چوں ہمیدارد جہاں را خوش دہاں
جبکہ دنیا کو خوش عیش بناتا ہے

آفتابِ عقل را در سوز دار
عقل کے سورج کو شورش میں رکھ

چشم را چوں ابر اشک افروز دار
آنکھوں کو ابر کی طرح آنسو بہانے والی رکھ

چشمِ گریاں بایدت چوں طفلِ خرد
تجھے چھوٹے بچہ کی طرح رونے والی آنکھیں درکار ہیں

کم خور آں نان را کہ نانِ آبِ تو بُرد
وہ روٹی نہ کھا جو تیری عزت کو برباد کردے

تن چو با برگ ست روز و شب ازاں
جسم چونکہ سرسبز ہے اس کی وجہ سے ہمیشہ

شاخِ جاں در برگ ریز ست و خزاں
جان کی شاخ پت جھڑ اور خزاں میں ہے

برگِ تن بے برگیٔ جانست زود
جسم کی سبزی، جان کا پت جھڑ ہے، جلد

ایں بباید کاستن آں را فزود
اس کو گھٹانا، اس کو بڑھانا چاہیئے

اِقْرِضُوا اللّٰہَ قرض دہ زیں برگِ تن
اللہ (تعالیٰ) کو قرض دو اس جسم کی توانائی میں سے قرض دے

تا بروید در عوض در دل چمن
تاکہ بدلے میں دل میں چمن اُگے

۱ے تا نگرید: مقصد یہ ہے کہ آہ و زاری سے ہی مقصد حاصل ہوتا ہے۔ طفل: بچہ بھی جانتا ہے کہ جب تک نہ روؤنگا دایہ دوڑ کر نہ آئیگی۔ تو نمی دانی: لیکن عاقل بالغ انسان یہ نہیں سمجھ رہا ہے کہ رحمت خداوندی بغیر آہ و زاری کے متوجہ نہیں ہوتی ہے۔ گفت: قرآن میں ہے۔ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا "تھوڑا ہنسو زیادہ روؤ" گریہ: ابر کے رونے اور سورج کی سوزش ہی سے دنیا کی تروتازگی ہے۔

۲ے گر نبودے: اگر عالم میں سورج کی گرمی اور ابر کا پانی نہ ہو تو اجسام میں نشو و نما نہ ہو۔ چار فصل: سال کی چاروں فصلوں کا مدار سورج کی گرمی اور ابر کی بارش پر ہے۔ آفتاب: انسان کو بھی اپنے کمال کے لئے عقل میں سوزش اور آنکھ میں آنسو درکار ہیں۔ تن: جسم کی بہار روح کی خزاں ہے۔

۳ے برگِ تن: جسم کی شادابی روح کی پژمردگی ہے جسم کو گھٹانا اور روح کو بڑھانا چاہیئے۔ اِقْرِضُوا: قرآن پاک میں ہے وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا "اور اللہ کو قرض حسنہ دو" مولانا نے قرض کے معنی اللہ کے راستہ میں بدن کو گھٹانے کے لئے ہیں۔

قرض[1] دہ کم کُن ازیں لقمہ تنت — تانماید وجہ لَاعَینٌ رَأَت

قرض دے اپنے جسم کے لقمے کو کم کر — تاکہ جس کو آنکھ نے نہیں دیکھا وہ منہ دکھلائے

تن زسرگیں خویش چوں خالی کُند — پُر ز مشک و دُرِّ اجلالی کُند

جب تو جسم کو اپنے پاخانے سے خالی کریگا — اجلال کے موتی اور مشک سے بھرے گا

زیں پلیدی برہد و پاکی بَرَد — از یُطَہِّرکُم تنِ اُو بَر خورد

اس ناپاکی سے نجات پاجائیگا اور پاکی حاصل کریگا — وہ تمہیں پاک کرتا ہے سے اسکا جسم پھل کھائیگا

دیو میترساندت کیں ہین وہیں — زیں پشیماں گردی و گردی حزیں

شیطان تجھے ڈراتا ہے کہ ایں ایں — اس سے تو شرمندہ ہوگا اور غمگین بنے گا

گر گدازی زیں ہوسہا تو بدن — پس پشیمان و غمیں خواہی شدن

اگر تو ان ہوسوں سے بدن کو گھلائے گا — تو شرمندہ اور غمگین ہوگا

ایں[2] بخور گرم ست و داروی مزاج — واں بیا شام از پئے نفع و علاج

یہ کھالے، گرم ہے اور مزاج کی دوا ہے — اور نفع و علاج کے لئے وہ پی لے

ہم بدیں نیت کہ ایں تن مرکب ست — آنچہ خو کردست آنش اصوب ست

نیز اس نیت سے کہ یہ جسم سواری ہے — جس کی اُسکو عادت ہے وہ اُس کیلئے بہتر ہے

ہیں مگرداں خو کہ پیش آید خلل — در دماغ و دل بزاید صد علل

خبردار! عادت نہ بدل نقصان ہوگا — دل اور دماغ میں سینکڑوں بیماریاں پیدا ہونگی

ایں چنیں تہدیدہا آں دیو دوں — آرد و بر خلق خواند صد فسوں

اس طرح کی دھمکیاں وہ کمینہ شیطان — دیتا ہے اور لوگوں پر سینکڑوں منتر پڑھتا ہے

خویش جالینوس سازد در دوا — تا فریبد نفسِ بیمارِ ترا

اپنے آپ کو دوا میں جالینوس بناتا ہے — تاکہ تیرے بیمار نفس کو فریب دے

کیں[3] ترا سود ست از درد و غمی — گفت آدمؑ را ہمی در گندمی

کہ یہ درد اور غم تیرے لئے مفید ہے — گیہوں کے بارے میں آدمؑ سے یہی کہا

پیش آرد ہے و ہیہات را — در لویشہ پیچد اُو لبہات را

اے ہائے اور افسوس کو پیش کرتا ہے — تیرے ہونٹوں کو ڈوری سے باندھ دیتا ہے

تمیں. لویشہ۔ وہ رسّی جو نعل بندی کے وقت گھوڑے کے اوپر کے ہونٹ میں باندھ دیجاتی ہے تاکہ وہ مجبور ہو جائے۔

[1] قرض دہ۔ جسمانی خوراک کو کم کر پھر جنت کی سیر حاصل ہوگی۔ تن۔ جسم جب جسمانی فضلوں سے خالی ہوگا تو اسرار و انوار سے پُر ہوجائیگا۔ زیں پلیدی جسمانی ناپاکی دُور ہوگی تو پاکیزگی حاصل ہوگی۔ یطہرکم۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا بیشک۔ خدا چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے پلیدی زائل ہوجائے اور وہ تمہیں بالکل پاک کردے۔ دیو۔ جسمانی لذتیں ترک کرنے سے شیطان ڈراتا ہے اور طرح طرح کے وسوسے پیدا کرتا ہے۔

[2] ایں بخور۔ شیطان مختلف چیزوں کے فوائد سمجھا کر اُن کے کھانے کی ترغیب دیتا ہے۔ ہم۔ شیطان کہتا ہے کہ جسم روح کی سواری ہے اس کو کمزور نہ کرنا چاہیئے۔ ہیں۔ جس چیز کی عادت ہو وہ نہ چھوڑ ورنہ بیماریاں اُٹھ کھڑی ہونگی۔ خویش۔ شیطان اپنے آپ کو حکیم جالینوس بنا کر مختلف مشورے دیتا ہے۔

[3] کیں۔ شیطان کہتا ہے کہ اگر فلاں چیز کھائے گا تو درد و غم سے نجات ہوجائیگی۔ حضرت آدمؑ سے شیطان نے اسی طرح کی باتیں کی

ہمچو لبہائے فرس در وقتِ نعل
جیسا کہ نعل (بندی) کے وقت گھوڑے کے ہونٹ

تا[1] نماید سنگِ کمتر را چو لعل
تاکہ کمتر پتھر کو لعل (بنا کر) دکھا دے

گوشہایت گیرد چوں گوشِ اسپ
تیرے کان پکڑتا ہے اور گھوڑے کے کان کی طرح

میکشاند سوی حرص و سوی کسب
حرص اور کمائی کی جانب کھینچتا ہے

بر زند بر پات نعلے ز اشتباہ
تیرے پاؤں میں شبہ کا نال جڑ دیتا ہے

کہ بمانی تو ز دردِ آں ز راہ
کہ تو اُس کی تکلیف سے راستے سے رُک جاتا ہے

نعلِ اُو ہست آں تردد در دو کار
اُس کا نعل، دو کاموں میں تردد ہے

ایں کنم یا آں کنم ہیں ہوشدار
یہ کروں یا وہ کروں خبردار! ہوشیار رہ

آں بکُن کہ ہست مختارِ نبیؐ
وہ کر جو نبیؐ کا پسندیدہ ہے

آں مکُن کہ کرد مجنون و صبی
وہ نہ کر جو پاگل اور بچہ نے کیا

حُفَّتِ الْجَنَّةُ بچہ محفوف گشت
"جنت کو ڈھانپ دیا گیا ہے" کس سے ڈھانپا گیا ہے؟

بالمکارہ کہ از و افزوں گشت
ناپسندیدہ چیزوں سے جن کو اُسنے بڑھا رکھا ہے

صد[2] فسوں دارد ز حیلت و ز دہا
مکر اور حیلے کے سینکڑوں منتر رکھتا ہے

کاں کُند در سلّہ گر ہست اژدہا
کہ ٹوکری میں ڈال دیتا ہے خواہ اژدہا ہو

گر بُود آب رواں بر بندد ش
اگر بہتا پانی ہو اُس کو روک دیتا ہے

ور بُود حبرِ زماں بر خندد ش
اگر عالمِ زمانہ ہو اُس کا مذاق اُڑاتا ہے

گر بُود کوہے چو کہ بر بایدش
اگر پہاڑ ہو اُس کو تنکے کی طرح اُڑا دیتا ہے

دست بُردِ خویشتن بنمایدش
اپنے غلبہ کی اُس پہ نمائش کرتا ہے

عقل[3] را با عقلِ یارے یار کُن
عقل کو کسی دوست کی عقل کا دوست بنا

اَمْرُهُمْ شُوْرٰی بخواں و کار کُن
"اُن کا معاملہ باہمی مشورہ ہے" کو پڑھ اور کام کر

نواختنِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آں عرب مہمان را و تسکین دادنِ اُو را از اضطراب و گریہ و نوحہ کہ بر خود میکرد از خجالت و ندامت و آتشِ نومیدی

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس عرب مہمان کو نوازنا اور اُس کو اضطراب اور رونے اور اُس نوحہ سے تسکین دینا جو وہ شرمندگی اور ندامت اور ناامیدی کی آگ کی وجہ سے اپنے اوپر کر رہا تھا

---

[1] تا نماید۔ شیطان کی یہ تمام باتیں اس لئے ہیں کہ وہ حقیر چیز کو بڑھیا بنا کر دکھا دے۔ گوشہایت۔ شیطان انسان کے کان پکڑ کر حرص اور مُصر کمائی کی جانب لے جاتا ہے۔ بر زند۔ شیطان شُبہات اور وساوس کے ذریعہ صحیح راستے سے روک دیتا ہے۔ نعل۔ وہ شیطان جو نعل بندی کرتا ہے وہ تردد میں مُبتلا کر دیتا ہے۔ آں بکُن۔ جب تردد ہو تو وہ کام کر جو نبیؐ نے کیا ہے طفلانہ اور مجنونانہ کام نہ کر۔ بحفت۔ حدیث شریف ہے حُفَّتِ الْجَنَّةُ بالمکارہ جنت دل کی ناپسندیدہ چیزوں سے ڈھانپ دی گئی ہے

[2] صد فسوں۔ شیطان کو ایسے منتر آتے ہیں کہ اژدہے کو بھی ٹوکری میں بند کر لیتا ہے۔ گر بود۔ شیطان اپنے منتر کے ذریعہ چلتا دریا روک دیتا ہے اور بڑے بڑے عالموں کا مذاق اُڑا دیتا ہے پہاڑ کو تنکا بنا دیتا ہے اور اپنی چالاکی کی نمائش کرتا ہے۔

[3] عقل۔ شیطان سے بچنے کیلئے اپنی عقل کو شیخ کی عقل سے وابستہ کر دے اور اُس سے مشورہ کرے۔ نواختن۔ وہ مہمان عرب جس نے بستر خراب کر دیا تھا اُس کی گریہ وزاری پر آنحضورؐ نے اُس کو بہت نوازا۔

ایں سخن پایاں ندارد آں عَرب
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ عرب

ماند از الطافِ آں شہ در عجب
اُن شاہ کی مہربانیوں سے تعجب میں رہ گیا

خواستؔ[1] دیوانہ شدن عقلش رَمید
اُس نے دیوانہ بننا چاہا اُس کی عقل بھاگ گئی

دستِ عقلِ مُصطفےٰؐ بازش کشید
حضرت مُصطفیٰ کی عقل کے ہاتھ نے اُسکو پھر کھینچا

گفت ایں سو آبیا مد آں چناں
فرمایا اِدھر آ، وہ اِس طرح آیا

کہ کسے برخیزد از خوابِ گراں
کہ جیسے کوئی بھاری نیند سے اُٹھے

گفتش ایں سودا مکُن ہین باخود آ
اُس سے فرمایا یہ دیوانگی نہ کر خبردار! ہوش میں آجا

کہ ازیں سُو ہست با تو کارہا
کیونکہ اِس طرف تجھ سے بہت کام ہیں

آب بر رُو زد درآمد در سخُن
اُس کے منہ پر پانی چھڑکا، وہ بولا

کاے شہیدِ حق شہاد عرضہ کُن
کہ اے اللہ (تعالیٰ) کے گواہ (کلمۂ) شہادت پیش کیجئے

تا گواہی بدہم و بیروں شوم
تاکہ میں کلمۂ شہادت پڑھ لوں اور باہر نکل جاؤں

سیرم از ہستی دراں ہاموں شوم
میں ہستی سے سیر ہو گیا ہوں اُس جنگل میں چلا جاؤں

ما[2] دریں دہلیزِ قاضیِ قضا
ہم قضا کے قاضی کی چوکھٹ پر

بہرِ دعویِ اَلَستیم و بلےٰ
اَلَسْت اور بلیٰ کے دعوے کی وجہ سے ہیں

کہ بلیٰ گفتیم و آں را ز امتحاں
کہ ہم نے بلیٰ کہا ہے اور اُسکی آزمائش کیلئے

فعل و قولِ ما شہود ست و بیاں
ہمارا قول و فعل گواہ اور بیان ہیں

از چہ در دہلیزِ قاضی تن زدیم
ہم قاضی کی چوکھٹ پر خاموش کیوں ہوں!

نے کہ ما بہرِ گواہی آمدیم
کیا ہم گواہی کے لئے نہیں آئے ہیں

چند[3] در دہلیزِ قاضی اے گواہ
اے گواہ! قاضی کی چوکھٹ پر کب تک

حبس باشی دہ شہادت از پگاہ
قید رہے گا، صبح سے گواہی دے دے

زاں بخواندندت بدینجا تا کہ تو
اُنھوں نے تجھے یہاں اِس لئے بُلایا ہے کہ تو

آں گواہی بدہی و ناری عتو
وہ گواہی دیدے اور سرکشی نہ کرے

از لجاجِ خویشتن بنشستہ
تو اپنے جھگڑالو پن سے بیٹھا ہوا ہے

اندریں تنگی لب و کف بستہ
اِس تنگی میں تو نے ہونٹ اور ہاتھ باندھ لیے ہیں

تا نہ بدہی آں گواہی اے شہید
اے گواہ! جب تک تو وہ گواہی نہ ادا کرے گا

تو ازیں دہلیز کے خواہی رہید
تو اِس چوکھٹ سے کب چھٹے گا؟

[1] خواست۔ وہ دیوانہ ہو جانے کے قریب تھا آنحضورؐ نے اس کی عقل کو سنبھالا گفتش۔ آنحضورؐ نے اُس سے فرمایا دیوانگی ختم کردے کیونکہ قدرت کو تجھ سے بہت کام لینا ہے۔ آب بر رُو۔ آنحضورؐ نے اس کے منہ پر پانی چھڑکا تو وہ ہوش میں آیا اور کہنے لگا کہ مجھے شہادت کا کلمہ پڑھا دیجئے تاکہ گواہی۔ حقیقی معنی میں کلمۂ شہادت پڑھ لینے پر انسان دنیا سے نجات پاکر آخرت کا آدمی بن جاتا ہے۔ ہاموں۔ جنگل۔

[2] ما دریں۔ ازل میں خدا نے دریافت کیا تھا کہ کیا میں تمہارا خدا نہیں ہوں" تو ہم نے جواب دیا کہ "ہاں" اب ہم دنیا میں اس جواب کے ثبوت کے لئے بھیجے گئے ہیں تاکہ قول و فعل دو گواہوں کے ذریعہ اپنے "ہاں" کے دعوے کو ثابت کریں۔ کہ بلیٰ۔ ازل میں ہم نے "بلیٰ" کہا ہے ہمارا قول و فعل اس پر گواہ ہے

[3] چند۔ گواہوں کو قاضی کی عدالت میں خاموش نہ رہنا چاہیے۔ زاں۔ دنیاوی زندگی قول اور فعل گواہی کے لئے ہے۔ از لجاج۔ اگر گواہ عدالت میں پہنچ کر خاموشی اختیار کرے تو یہ اُس کا جھگڑالو پن ہے ..... تا نہ بدہی۔ جب تک گواہی نہ دے گا قاضی کی عدالت میں مقید رہے گا۔

یک زماں کاریست بگذار و بتاز — کارِ کوتہ را مکُن بر خود دراز
تھوڑی دیر کا کام ہے، کر دے اور بھاگ جا — مختصر کام کو اپنے لئے لمبا نہ کر

خواہ در صد سال خواہی یکزماں — ایں امانت را گذار و وارہاں
خواہ سَو سال میں اور خواہ تھوڑی دیر میں — یہ امانت ادا کر دے اور چھوٹ جا

بیان آنکہ نماز و روزہ و حج وہمہ چیزہای بیرونی گواہیہاست برنورِ اندرونی

اِس کا بیان کہ نماز اور روزہ اور حج اور ظاہری تمام چیزیں باطنی نور کی گواہ ہیں

ایں نماز و روزہ و حج و جہاد — ہم گواہی دادنست از اعتقاد
یہ نماز اور روزہ اور حج اور جہاد — بھی عقیدہ پر گواہی دینا ہے

ایں زکوٰۃ و ہدیہ و ترکِ حسد — ہم گواہی دادنست از سِرِّ خود
یہ زکوٰۃ اور ہدیہ اور حسد نہ کرنا — ابھی، اپنے باطن پر گواہی دینا ہے

خوان و مہمانی پۓ اظہار راست — کاے مُہاں با شما ہستیم راست
دسترخوان اور مہمانی اسکے اظہار کیلئے ہے — کہ اے بزرگو! ہم تمہارے مخلص ہیں

ہدیہ ہا و ارمغان و پیشکش — شد گواہِ آنکہ ہستم با تو خوش
ہدیئے اور تحفہ اور نذرانہ — اِس کے گواہ ہیں کہ ہم آپ سے خوش ہیں

ہر کسے کوشُد بمالے یا فسوں — چیست؟ دارم گوہرے در اندروں
جو شخص مال (دینے) یا دما کی کوشش کرتا ہے — کیا ہے! میں باطن میں جوہر رکھتا ہوں

گوہرے دارم ز تقوےٰ یا سخا — ایں زکوٰۃ و روزہ بر ہر دو گوا
میں جوہر رکھتا ہوں تقوے کا یا سخاوت کا — یہ زکوٰۃ اور روزہ دونوں کے گواہ ہیں

روزہ گوید کرد تقویٰ از حلال — باحرامش داں کہ نبود اتصال
روزہ کہتا ہے کہ اس نے حلال سے پرہیز کیا — سمجھ لے کہ حرام سے اس کا اتصال نہ ہوگا

واں زکوٰتش گفت کو از مالِ خویش — میدہد پس چوں بدزد د ز اہلِ کیش
اس کی زکوٰۃ نے کہا کہ وہ اپنے مال میں سے — دیتا ہے پس تو دینداروں کا کیسے چرائے گا؟

گر بطرّاری کُند پس دو گواہ — جرح شد در محکمہ عدلِ اِلٰہ
اگر (کوئی گواہ) زبان دراز ی کرے گا تو دونوں گواہ — خدا کے انصاف کے محکمہ میں مجروح ہو گئے

لہ یکزماں ۔ گواہی دینا تھوڑی دیر کا کام ہے۔ اِس معاملہ کو دراز کرنا بے کار ہے۔ ایں نماز ۔ ارکانِ اسلام پر عمل اعتقاد پر عملی گواہی ہے۔ سِرِّ خود ۔ یعنی اعتقاد ۔ خوان۔ اگر میزبان مہمان کی خاطر تواضع کرتا ہے تو یہ اِس بات کی گواہی ہے کہ وہ مہمان سے خوش ہے۔

لہ ہدیہ ۔ کسی کو تحفہ دینا یہ بھی اس کی گواہی ہے کہ تو اس سے خوش ہے۔ ہر کسے ۔ اگر کوئی شخص مال صرف کرتا ہے یا دما دیتا ہے تو یہ اس بات پر گواہ ہے کہ اس شخص میں تقوے کا جوہر موجود ہے یا وہ سخی ہے۔

لہ روزہ ۔ روزہ اس بات کا گواہ ہے کہ اس نے خدا کے حکم کے مطابق حلال کھانے کو بھی ترک کر دیا ہے تو پھر وہ حرام کب کھا سکتا ہے۔ زکوٰۃ ۔ زکوٰۃ اِس بات کی گواہ ہے کہ جب وہ اپنا مال صرف کر رہا ہے تو کسی دیندار کا مال کیسے چرا سکتا ہے.... .... گر بطراری ۔ اگر زکوٰۃ اور روزے میں ریا وغیرہ کا دخل کریگا تو یہ دونوں گواہ اللہ کے دربار میں عدالت سے گر کر مجروح ہو جائیں گے۔

هست صیادؔ ار کند دانہ نثار — نے ز رحم و جود بل بہرِ شکار
شکاری ہے، اگر دانہ بکھیرتا ہے — رحم اور سخاوت کی وجہ سے نہیں بلکہ شکار کرنے

ہست گربہ روزہ دار اندر صیام — خفتہ کردہ خویش بہرِ صید خام
بلی روزہ دار ہے، روزوں میں — ناتجربہ کار شکار کیلئے اپنے آپ کو سُلائے ہوئے ہے

کردہ بدظن زیں کژی صد قوم را — کردہ بدنام اہلِ جود و صوم را
اس کجی سے اُس نے سینکڑوں قوموں کو بدظن کر دیا — اُس نے سخیوں اور روزہ داروں کو بدنام کیا

فضلِ حق با ایں کہ او کژ می تند — عاقبت زیں جملہ پاکش می کند
باوجودیکہ وہ کجی کر رہا ہے اللہ کا کرم — انجام کار اُن سب سے اُس کو پاک کر دیتا ہے

سبقؔ بُردہ رحمتش واں غدر را — دادہ نورے کہ نباشد بدر را
اُس کی رحمت سبقت لے گئی اور اُس غدار کو — وہ نور عطا کیا جو چودھویں کے چاند میں نہیں ہوتا ہے

کوششؔ راشُستہ حق زیں اختلاط — غُسل دادہ رحمت او را زیں خُباط
اس خلط ملط سے اللہ (تعالٰی) نے اُسکی کوشش کو دھویا — رحمت نے اُس کو اِس خبطی پن سے غسل دیدیا

تا کہ غفاریِ اُو ظاہر شود — سئیاتِ جُملہ را غافر شود
تاکہ اُس کی غفاری ظاہر ہو جائے — تمام گناہوں کو بخشنے والی بن جائے

پاک کردن آب ہمہ پلیدی ہا را و باز پاک کردن خدائے تعالٰی آب را از پلیدی لاجرم حق تعالٰی قدوس آمد

پانی کا تمام ناپاکیوں کو پاک کرنا اور پھر اللہ تعالٰی کا پانی کو ناپاکی سے پاک کرنا لامحالہ اللہ تعالٰی بہت پاک ثابت ہوا

آب بہرِ ایں ببارید از سماکؔ — تا پلیداں را کند از خُبث پاک
پانی ابر سے اِس لئے برسایا — تاکہ ناپاکوں کو نجاست سے پاک کر دے

آب چوں بیکار گردد شد نجس — تا چناں شد کاب را رَد کرد حِس
پانی جب بیکار ہو گیا ناپاک ہو گیا — ایسا ہو گیا کہ پانی کو حِس نے رَد کر دیا

حق بُبردش باز در بحرِ صواب — تا بشُستش از کرم آں آب آب
اللہ تعالٰی اُس کو دوبارہ درستگی کے سمندر میں لے گیا — یہاں تک کہ اُس کے کرم نے پانی کو پانی سے دھو دیا

پاک صاف کر کے پھر دنیا میں بھیج دیتا ہے۔

ؔ صیاد۔ شکاری پرندوں کو دانہ ڈالتا ہے لیکن یہ سخاوت نہیں ہے۔ گربہ۔ بلی بھی روزہ دار معلوم ہوتی ہے لیکن اُس نے یہ صورت محض شکار کو پھانسنے کے لئے بنا رکھی ہے۔ کردہ بدظن۔ ریاکاری کے ساتھ روزہ رکھنے والا اور مال خرچ کرنے والا روزہ دار اور سخی کا بدنام کنندہ ہے۔ فضلِ حق عبادت شروع میں ریا پھر عادت بنتی ہے اُس کے بعد اللہ تعالٰی اُس کو عبادت بنا دیتا ہے۔

ؔ سبق بُردہ چونکہ اللہ تعالٰی کی رحمت سابق ہے اسلئے اللہ تعالٰی ریاکار غدار کو بھی انجام میں نور بخش دیتا ہے۔ کوشش۔ اللہ تعالٰی اُس عبادت کو جس میں ریا ہوتا ہے پاک صاف کرتا ہے تاکہ اُس کی غفاری کا مظاہرہ ہو سکے۔ پاک۔ اللہ تعالٰی پانی کے ذریعہ نجس کو پاک کر دیتا ہے پھر اُس ناپاک پانی کو از سر نو برسا کر پاک کر دیتا ہے تاکہ اُس کی صفتِ قدوسیت ظاہر ہو سکے

ؔ سماک۔ ابر یا آسمان۔ خُبث۔ نجاست۔ آب جب پانی ناپاک ہو جاتا ہے تو انسان اُس کو استعمال نہیں کرتا ہے حضرت حق تعالٰی اُس کو پھر واپس بلو لیتا ہے اور اُس کو

سالِ دیگر آمد اُو دامن کشاں — ہی کجا بودی؟ بدریای خوشاں
وہ دوسرے سال ناز و انداز سے آیا — (میں؛ تو کہاں تھا؟ اچھوں کے دریا میں

من نجس زیں جا شدم پاک آمدم — بستدم خلعت سُوی خاک آمدم
میں اس جگہ سے ناپاک گیا، پاک آیا ہوں — میں نے شاہی لباس حاصل کیا، زمین کی جانب آگیا ہوں

ہیں بیائید اے پلیداں سُوی من — کہ گرفت از خوی یزداں خوی من
خبردار! اے ناپاکو! میرے پاس آؤ — کیونکہ میری عادت نے اللہ تعالیٰ کی عادت حاصل کرلی ہے

در پذیرم جملۂ زشتیت را — چوں ملک پاکی دہم عفریت را
میں تیری جملہ برائیوں کو قبول کرلیتا ہوں — میں بھوت کو فرشتہ کی سی پاکی عطا کردیتا ہوں

چوں شوم آلودہ باز آنجا روم — سُوئے اصلِ اصلِ پاکیہا روم
جب گندہ ہوجاتا ہوں پھر اُس جگہ چلا جاتا ہوں — اصل پاکیوں کی اصل کی طرف چلا جاتا ہوں

دلقِ چرکیں برکنم آنجا ز سر — خلعتِ پاکم دہد بارِ دگر
وہاں میلی گدڑی سر سے اُتار دیتا ہوں — وہ مجھے دوبارہ پاک لباس عنایت کردیتا ہے

کارِ اُو ایں ست و کارِ من ہمیں — عالم آرا یست ربّ العالمیں
اُس کا یہ کام ہے اور میرا یہ کام ہے — جہانوں کا پالنے والا، عالم کو سنوارنے والا ہے

گر نبودے ایں پلیدیہائے ما — کے بُدے ایں بارنامہ آب را
اگر یہ ہماری ناپاکیاں نہ ہوتیں — پانی کا یہ کارنامہ کب ہوتا؟

کیسہائے زر بدزدید از کسے — میرود ہر سُو کہ ہیں کو مُفلسے
کسی سے سونے کی تھیلیاں چُرائے ہوئے — ہر جانب بہتا ہے کہ ہاں مفلس کہاں ہے؟

تا بریزد بر گیاہِ رُستہ — تا بشوید رُوی ہر ناشُستہ
تاکہ اُگی ہوئی گھاس پر بہادے — تاکہ ہر نہ دُھلے ہوئے کا مُنہ دھودے

تا بگیرد بر سر اُو حمّال وار — کشتیِ بے دست و پا را در بحار
تاکہ بوجھ اُٹھانے والے کی طرح سر پر لے — سمندروں میں بے دست و پا کشتی کو

صد ہزاراں دارو اندر وے نہاں — زانکہ دارُو زو بروید در جہاں
اُس میں لاکھوں دوائیں پوشیدہ ہیں — کیونکہ دوا دنیا میں اُسی سے اُگتی ہے

جانِ ہر دردے دلِ ہر دانۂ — میرود در جُو چو دارُو خانۂ
وہ (پانی) ہر درد کی جان اور ہر دانہ کا دل ہے — وہ اُس نہر میں چلا جاتا ہے جو دوا خانہ کی طرح ہے

لہ سالِ دیگر۔ برسات کے موسم میں پھر وہ پانی پاک صاف ہوکر برس پڑتا ہے۔ ہی۔ اس پانی سے کوئی دریافت کرتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں جنّتیوں کے دریا میں تھا۔ من نجس۔ میں اس دنیا میں ناپاک ہوگیا تھا اسلئے چلا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے پاکی کی خلعت عطا فرمادی میں دوبارہ دنیا میں آگیا ہوں۔ ہیں۔ وہ پانی کہتا ہے کہ اے ناپاکو میری جانب آجاؤ میں تمہیں پاک کردونگا کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کی صفتِ تقدوسیت حاصل کرلی ہے۔ در پذیرم۔ میں سب برائیوں کو دھو دیتا ہوں اگر انسان شیطان بھی ہے تو اس کو فرشتہ کی طرح پاک صاف بنا دیتا ہوں۔

لے چوں شوم۔ جب ناپاک ہوجاؤں گا پھر اُس دربار میں پہنچ جاؤں گا اور از سرِ نو پاکی حاصل کرلوں گا۔ کار اُو۔ اللہ تعالیٰ کا کام پاک کرنا ہے اور میرا کام دوسروں کو پاک کرکے آلودہ ہوجانا ہے۔ گر نبودے۔ اگر دنیا میں ناپاکی نہ ہوتی تو پانی کی صفت ظاہر نہ ہوتی کیسہائے۔ پانی ہر ضرورتمند کو سیراب کرتا ہے

لے تا بریزد۔ پانی گھاس کو سیراب کرتا ہے ہر ناپاک کو پاک بناتا ہے دریا میں اپنے سر پر کشتی کو لئے پھرتا۔ صد ہزاراں۔ بوٹیوں میں شفا کی خاصیت پانی سے پیدا ہوتی ہے۔ جان۔ پانی ہر قسم کی بیماری کی دوا عطا کرتا ہے اور نہروں میں شفاخانہ بن کر بہتا ہے۔

زوؔ یتیمانِ زمیں را پرورش — تشنگانِ خشک را از وے رَوِش
زمین کے یتیموں کی اُس سے پرورش ہے — خشک پیاسوں کی اُس سے رفتار ہے

استعانت خواستن آب از حق تعالیٰ بعد از تیرہ شدن

پانی کا گدلا ہونے کے بعد حضرت حق تعالیٰ سے مدد چاہنا اور

وقبول کردن حق تعالیٰ دُعائے آب را

اللہ تعالیٰ کا پانی کی دعا کو قبول کرنا

چوں نماند مایہ اَش تیرہ شوَد — ہمچو ما اندر زمیں خیرہ شوَد
جب اُس کا سرمایہ نہیں رہتا وہ مکدر ہو جاتا ہے — ہماری طرح زمین میں حیران ہو جاتا ہے

نالہ از باطن برآرد کاے خدا — آنچہ دادی دادم و ماندم گدا
اندر سے فریاد کرتا ہے کہ اے خدا! — جو کچھ تو نے دیا تھا میں نے دیدیا اور میں فقیر ہو گیا

ریختم سرمایہ بر پاک و پلید — اے شہِ سرمایہ دِہ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد
میں نے سرمایہ پاک اور ناپاک پر بہا دیا! — اے سرمایہ عطا کرنیوالے شاہ! اور زیادہ عطا کر

اَبْرؔ را گوید ببر جائے خوشش — ہم تو خورشید آ ببالا بر کَشش
اَبر کو حکم فرماتا ہے کہ اُس کو اچھی جگہ لے جا — سورج تو بھی آ، اُس کو اوپر کھینچ لے

راہہائے مختلف میراندش — تا رَساند سُوئے بحرِ بیحدش
وہ اُسکو مختلف راستوں پر چلاتا ہے — یہاں تک کہ اُس کو لامحدود دریا تک پہنچا دیتا ہے

خودؔ غرض زیں آب جانِ اولیاست — کو غسولِ تیرگی ہائے شماست
اِس پانی سے مقصود اولیاء کی جان ہے — کیونکہ وہ تمہاری تاریکیوں کو دھونیوالی ہے

چوں شود تیرہ زغسلِ اہلِ فرش — باز گردد سُوئے پاکی بخشِ عرش
جب وہ زمین والوں کو دھونے سے میلی ہو جاتی ہے — عرش کو پاکی بخشنے والے کی طرف واپس ہو جاتی ہے

باز آرد زاں طرف دامن کشاں — از طہاراتِ محیط اُو دُرفشاں
اس جانب سے پھر لاتی ہے دامن پھیلائے ہوئے — وہ موتی برسانے والی محیط کی پاکیزگیوں کو

وز تیمم وارہاند جُملہ را — وز تحرّی طالبانِ قبلہ را
سب کو تیمم سے نجات دلاتی ہے — اور قبلہ کے طلبگاروں کو اٹکل کرنے سے

زاختلاطِ خلق یابد اعتلال — آں سفر جُوید کَاَرِحْنَا یَا بِلَالْ
لوگوں میں گھلنے ملنے سے وہ بیماری محسوس کرتی ہے — وہ سفر تلاش کرتی ہے جیسا کہ اے بلال ہمیں آرام پہنچا!

لہ زوؔ۔ زمین کے بے سہارا اُس سے سہارا پکڑتے ہیں اور خشک اُس سے تری حاصل کرتے ہیں۔ استعانت پانی نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مکدر ہو جانے کے بعد وہ پھر صاف ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کی دعا قبول فرمائی خیرہ۔ حیران۔ نالہ۔ پانی فریاد کرتا ہے کہ جو پاکی تو نے مجھے عنایت کی تھی وہ میں نے دوسروں کو دیدی۔ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد۔ کیا کچھ اور ہے!

لہ اَبر۔ اس فریاد پر اللہ تعالیٰ ابر کو حکم دیتا ہے کہ اس پانی کو تو دوسری جگہ لے جا اور سورج کو حکم دیتا ہے کہ تو پانی کو اوپر کھینچ لے چنانچہ سورج اپنی گرمی سے اُسکو بھاپ بنا کر اوپر کھینچ لیتا ہے۔

لہ خود غرض۔ اس پانی کے احوال کے ذریعہ سے مقصد اولیاء کرام کے حالات کو سمجھانا تھا اولیاء بھی تمہاری نجاستوں کو پاک کرتے ہیں۔ چوں۔ جب عوام کے اختلاط سے اُنمیں کدورت پیدا ہو جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور تَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا "اُس اللہ کی طرف رجوع کرو" پر عمل کرتے ہیں۔ باز آرد۔ جب تبتل اختیار کرتا ہے تو پھر اُسمیں منجانب اللہ تطہیر کی طاقت آجاتی ہے۔ وز تیمم۔ اب وہ مریدوں کو طہارت کاملہ عطا کرتا ہے اور یقین کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے۔ اعتلال بیمار ہونا۔

ارحنا: حضور نے حضرت بلال سے فرمایا اذان کہکر ہمیں راحت پہنچا۔

اے بلالِ خوش نوائے خوش صَہیل — مِیذَنہ بر رو بزن طبلِ[1] رحیل
اے خوش نوا، خوش آواز بلال! — میذنہ پر جا، کوچ کا نقارہ بجادے

جاں سفر رفت و بَدن اندر قیام — وقتِ رجعت زیں سَبَب گوید سلام
جان سفر میں چلی گئی اور بدن قیام میں ہے — واپسی کے وقت اسی لئے سلام کرتی ہے

این مثل چوں واسطہ ست اندر کلام — واسطہ شرط ست بہرِ فہمِ عام
یہ مثال گفتگو میں واسطہ کی طرح ہے — عوام کے سمجھنے کے لئے واسطہ ضروری ہے

اندر آتش کے رَوَد بے واسطہ — جُز سمندر کو رہید از رابطہ
بغیر واسطہ کے آگ میں کب جاتا ہے! — سوائے سمندر (کیڑے) کے جو واسطہ آزاد ہوگیا ہے

واسطہ حمّام[2] باید مر تُرا — تا ز آتش خوش کُنی تو طبع را
تیرے لئے حمام کا واسطہ چاہیئے — تاکہ تو گرمی سے طبیعت کو خوش کرلے

چوں نتانی شد در آتش چوں خلیلؑ — گشت حمامت رسول آبت دلیل
جبکہ تو خلیل (اللہ) کی طرح آگ میں نہیں جاسکتا ہے — رسول تیرا حمام (اور) پانی تیرا رہنما بنا

سیری از حق ست لیک اہلِ طبع — کے رسد بے واسطہ ناں در شبع
پیٹ بھرنا اللہ کی جانب سے ہے لیکن طبیعت والا — پیٹ بھرنے کو روٹی کے واسطہ کے بغیر کب پہنچتا ہے؟

لُطف از حق ست لیکن اہلِ تن — در نیابد لُطف بے پردہ چمن
لطف اللہ کی جانب سے ہے لیکن جسم والا — چمن کے پردے کے بغیر لطف حاصل نہیں کرتا ہے

چوں[3] نماند واسطہ تن بے حجیب — ہمچو موسیٰؑ نورِ مہ تابد ز جیب
جب واسطہ نہیں رہتا، جسم بغیر پردے کے — (حضرت) موسیٰؑ کی طرح چاند کا نور گریبان میں سے (چمکتا ہے)

گواہی دادن فعل و قولِ بیرونی بر ضمیر و نورِ اندرونی
بیرونی قول و فعل کا دل اور اندرونی نور پر گواہی دینا

ایں ہُنر ہا آب را ہم شاہدست — کاندرونش پُر ز نورِ ایزدست
یہ ہنر، پانی کے بھی گواہ ہیں — کہ اس کا باطن خدائی نور سے پُر ہے

فعل و قول آمد گواہانِ ضمیر — زیں دو بر باطن تو استدلال گیر
فعل اور قول دل کے گواہ ہیں — ان دونوں سے تو باطن پر دلیل حاصل کرلے

کرنا اور پھر خود پاک ہوجانا۔ فعل و قول۔ انسان کے افعال اور اقوال سے اس کے باطن کو حال معلوم ہوتا ہے۔

[1] طبلِ رحیل۔ سفر کا نقارہ یعنی رجوع الی اللہ کا اعلان۔ جاں سفر۔ نماز کی حالت میں روح قرب الٰہی کا سفر اختیار کرلیتی ہے اور جسم رکوع و سجود ادا کرتا ہے نماز کے ختم پر جو سلام ہے وہ گویا روح واپس آکر سلام کرتی ہے۔ ایں مثل۔ رجوع الی اللہ کے سلسلہ میں آنحضورؐ کی یہ مثال مطلب سمجھانے کے لئے ایک واسطہ اور ذریعہ ہے۔ عوام بغیر مثال اور واسطہ کے مقصد تک نہیں پہنچتے ہیں۔ اندر آتش۔ سمندر کیڑا بغیر کسی واسطہ کے آگ سے مستفید ہوتا ہے دوسرے کسی واسطہ کے ذریعہ آگ سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

[2] حمّام۔ حمام آگ سے گرم کیا جاتا ہے عوام اس کے واسطہ سے آگ کی گرمی سے مستفید ہوتے ہیں۔ چوں نتانی۔ حضرت ابراہیمؑ کو واسطہ کی ضرورت نہ تھی عوام کے لئے رسول بمنزلہ حمام اور ان کی شریعت بمنزلہ پانی کے ہے ——— سیری۔ پیٹ کا بھرنا منجانب اللہ ہے لیکن اس کے لئے روٹی واسطہ ہے لطف اللہ کی جانب سے ہے چمن اس کا واسطہ ہے۔

[3] چوں نماند۔ جب وسائط ختم ہوجاتے ہیں تو پھر براہ راست استفادہ ہونے لگتا ہے۔ ایں ہنر۔ یعنی پانی کا دوسری چیزوں کو پاک

چون[1] ندارد سیرِ سرّت در دروں — بنگر اندر بولِ رنجور از بروں
جب تیرا باطن اندر کی سیر نہیں کر سکتا ہے — تو بیمار کے پیشاب پر باہر سے غور کرے

فعل و قول آں بولِ رنجوراں بُوَد — کہ طبیبِ جسم را بُرہاں بُوَد
بیماروں کا قول و فعل وہ پیشاب ہے — جو جسمانی طبیب کے لئے دلیل ہے

واں طبیبِ رُوح دَرجانش رَوَد — وز رہِ جاں اندر ایمانش رَوَد
روحانی طبیب اُس کی روح میں گُھستا ہے — اور روح کے راستہ سے اُسکے ایمان میں چلا جاتا ہے

حاجتش نبوَد بقول و فعلِ خوب — اُحْذَرُوْهُمْ هُمْ جَوَاسِيْسُ الْقُلُوْب
اُس کو اچھے فعل و قول کی ضرورت نہیں ہے — اُن سے ڈرو وہ دلوں کے جاسوس ہیں

ایں[2] گواہِ فعل و قول از وے بجوی — کو بدریا نیست واصل ہمچو جوی
یہ فعل و قول کی گواہی اس میں تلاش کر — جو دریا سے نہر کی طرح ملا ہوا ہے

قول و فعلِ اُو گواہِ اُو بُوَد — کو بدریا متّصل چوں جُو بُوَد
اُس کا قول و فعل اُس کا گواہ ہوتا ہے — جو نہر کی طرح دریا سے ملا ہوا ہوتا ہے

بنگر اندر فعلِ اُو و قولِ اُو — تا چہ دارد در ضمیر آں راز جُو
اُس کے فعل اور اُس کے قول کو دیکھ — کہ وہ راز کو تلاش کرنے والا دل میں کیا رکھتا ہے

نورش اندر مرتبت چندست و چیست — بہرِ صیدا اُو دانہ پاشد یا سخیست
اُس کے مرتبہ میں نور کتنا اور کیسا ہے — وہ شکار کے لئے دانہ ڈال رہا ہے یا سخی ہے

گر[3] بُوَد صیّاد از وے دُور شو — واں فسون و فعل و قولش کم شنو
اگر وہ شکاری ہے اُس سے دُور ہو جا — اُس کا منتر اور فعل و قول نہ سُن

وَر بُوَد صدّیق دست از وے مدار — تا رَسانَد مر ترا سُوئے بحار
اگر وہ صدیق ہے تو اُس سے دستبردار نہ ہو — تاکہ وہ تجھے سمندروں تک پہنچا دے

دَر بیانِ آنکہ آں نورِ خدا خود را از اندرونِ سِرِ عارف ظاہر کند بَر خلقان بے فعلِ عارف و بے قولِ عارف افزوں باشد ازاں کہ بفعل و قول اُو ظاہر گردد چنانکہ چوں آفتاب بلند

اِس کا بیان کہ وہ خدائی نور جو خود کو عارف کے باطن سے بغیر عارف کے عمل کے اور بغیر عارف کے قول کے لوگوں پر ظاہر کرے وہ اُس نور سے بڑھا ہوا ہے جو اُس کے فعل و قول سے ظاہر ہو جیسا کہ جب سورج نکلتا ہے تو

---

[1] چوں ندارد۔ طبیب مریض کے اندر کی حالت نہیں دیکھ سکتا تو وہ قارورہ کے ذریعہ حالت معلوم کرتا ہے۔ واں طبیب۔ شیخ جو روحانی طبیب ہے وہ مرید کے باطن کی سیر کر لیتا ہے لہٰذا اُس کو مرید کے قول و فعل سے استدلال کی ضرورت نہیں ہے شیوخ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں۔

[2] ایں گواہ۔ عوام کو شیخ کے انتخاب میں شیخ کے قول و فعل سے اس کے باطن پر استدلال کرنا چاہیئے اور پتہ لگانا چاہیئے کہ اُس کا اتصال بحرِ حقیقت سے ہے یا نہیں تا چہ دارد۔ اُس کا قول و فعل اُس کے ضمیر کو بتلائے گا۔ بہرِ صید۔ یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ اُس کا ظاہر محض لوگوں کو پھنسانے کے لئے ہے یا اُس میں کوئی.... حقیقت پوشیدہ ہے

[3] گر بُوَد۔ اگر وہ محض بناوٹی شیخ ہے تو اُس کے قول و فعل کی طرف دھیان نہ کر۔ ور بُوَد۔ اور اگر وہ شیخ صادق ہے تو اُس سے وابستہ ہو جا تاکہ وہ حقیقت کے سمندروں تک پہنچا دے۔ در بیان۔ اگر شیخ میں خدائی نور ہوتا ہے تو وہ لامحالہ ظاہر ہو کر رہتا ہے اور اُس کے اظہار کیلئے شیخ کے کسی قول و فعل کی ضرورت نہیں ہے۔

شود بیانگ خروس و اعلام مؤذن و علاماتِ دیگر حاجت نیاید

اسکو مرغے کی اذان اور مؤذن کے بتانے اور دوسری علامتوں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے

لیکؔ نورِ سالکے کز حد گذشت — نورِ اُو پُر شد بیابانہا و دشت
لیکن سالک کا وہ نور جو حد سے بڑھ گیا ہے — اُس کے نور سے جنگل اور بیابان پر ہو جاتے ہیں

شاہدیشؔ فارغ آمد از شہود — وز تکلفہای و جانبازی جود
اُسکی گواہی گواہیوں سے بے نیاز ہے — اور جسم کے تکلفات اور جانبازی سے

نورِ آں گوہر چو بیروں تافتہ ست — زیں تسلسہا فراغت یافتہ است
جبکہ اُس کے نور کا جوہر باہر چمک گیا ہے — اُس کو اِن مکاریوں سے نجات مل گئی ہے

پسؔ مجو از وے گواہِ فعل و گفت — کہ از و ہر دو جہاں چوں گل شگفت
تو اُس سے فعل و قول کا گواہ نہ چاہ — کیونکہ دونوں جہاں اُسکی وجہ سے پھول کی طرح کھلتے ہیں

ایں گواہی چیست؟ اظہارِ نہاں — خواہ قول و خواہ فعل و غیر آں
یہ گواہی کیا ہے؟ پوشیدہ کو ظاہر کرنا ہے — خواہ وہ (گواہی) قول ہو اور خواہ فعل اور اُسکے علاوہ ہو

کہ عرض اظہارِ سرِ جوہر ست — وصف باقی ویں عرض بر معبر ست
کیونکہ جوہر کے راز کا ظاہر کرنا عرض ہے — صفت باقی ہے اور یہ عرض گذرگاہ پر ہے

ایں نشانِ زر نماند بر محک — زر بماند نیک نام و بے زشک
کسوٹی پر سونے کا یہ نشان (باقی) نہیں رہتا — سونا نیک نام اور بے شک (باقی) رہتا ہے

ایںؔ صلوٰۃ و ایں جہاد و ایں صیام — ہم نماند، جاں بماند نیک نام
یہ نماز اور یہ جہاد اور یہ روزے — بھی نہ رہیں گے، جان نیک نام رہیگی

جاں چنیں افعال و اقوالے نمود — بر محکِ امر، جوہر را بسود
جان نے ایسے افعال اور اقوال ظاہر کیے — جوہر کو اَمر کی کسوٹی پر گھسا

کاعتقادم راست ست اینک گواہ — لیک ہست اندر گواہاں اشتباہ
کہ میرا عقیدہ درست ہے، یہ گواہ ہے — لیکن گواہوں میں شبہ ہوتا ہے

تزکیہ باید گواہاں را بداں — تزکیہ اش اخلاص و موقوفی بداں
سمجھ لے، گواہوں میں عدالت ہونی چاہیئے — اُس کی عدالت اخلاص اور تیرا اُس پر مطلع ہونا ہے

حفظِ لفظ اندر گواہِ قولی ست — حفظِ عہد اندر گواہِ فعلی ست
قولی گواہ میں لفظوں کی نگہداشت ہے — فعلی گواہ میں عہد کی حفاظت ہے

لہ لیک۔ عارف باللہ میں وہ نور ہوتا ہے کہ اس سے عالم پُر ہو جاتا ہے۔ شاہدیش۔ اس کے لئے گواہوں کی گواہی کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ نورِ آں۔ اُس کے جوہر کا نور ایسا روشن چمکا ہے کہ اُس کے اظہار کے لئے کسی تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے

لہ پس مجو۔ ایسے شیخ کی صداقت پر اس کے قول و فعل سے گواہی چاہنا مناسب نہیں ہے۔ کہ عرض۔ عرض فنا ہو جاتا ہے جوہر باقی رہتا ہے قول و فعل عرض ہے اور نورِ باطن جوہر ہے۔ بر معبر ست۔ یعنی فانی ہے۔ وصف یعنی نورِ باطن۔ ایں نشان۔ سونے کو پہچاننے کے لئے کسوٹی پر کسا جاتا ہے وہ کس فنا ہو جاتا ہے اور سونا باقی رہتا ہے۔

لہ ایں صلوٰۃ۔ عبادات کے ذریعہ روح کو نیکنامی حاصل ہوتی ہے یہ عبادات فانی ہیں نیکنامی باقی رہتی ہے۔ جاں۔ روح اپنی نیکنامی کیلئے خدائی حکم کے مطابق افعال و اقوال ظاہر کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ میرا اعتقاد درست ہے اور یہ افعال و اقوال اسکے گواہ ہیں لیکن ہر گواہ قابلِ قبول نہیں ہوتا بلکہ عادل گواہ قابلِ اعتبار ہوتا ہے اسلئے گواہ کا تزکیہ یعنی اُسکی عدالت ثابت کرنا ضروری ہے افعال و اقوال کا تزکیہ یہ ہے کہ اُنمیں اخلاص ہو یا ذخیرہ نہ ہو حفظِ لفظ۔ تیرا ایمان جو

گرگواہِ قول کژ گوید رَدست[1] | دَر گواہِ فعل کژ پوید بَدست

اگر قولی گواہ ٹیڑھی بات کہے تو رَد ہے | اگر فعلی گواہ ٹیڑھا چلے تو بَد ہے

قول و فعلِ بے تناقض بایدت | تا قبول اندر زماں پیش آیدت

بغیر اختلاف کا قول و فعل تیرے لئے ضروری ہے | تاکہ زمانہ میں قبولیت تیرے سامنے آئے

سَعْیُکُمْ شَتّٰی تناقض اندرید | روز میدوزید و شب بَر میدرید

تمہاری کوششیں مختلف ہیں تم تناقض میں ہو | دن کو سیتے ہو اور رات کو پھاڑتے ہو

پس گواہی با تناقض کہ شنود | یا مگر حکمے کند از لطفِ خود

تو تناقض کے ساتھ گواہی کون سنتا ہے؟ | ہاں اگر اپنی مہربانی سے فیصلہ کردے

فعل[2] و قول اظہارِ سرّ ست و ضمیر | ہر دو پیدا میکند سرِّ ستیر

فعل اور قول راز اور دل کا اظہار ہے | دونوں چھپے ہوئے راز کو ظاہر کردیتے ہیں

چوں گواہت تزکیہ شد شد قبول | ورنہ محبوس ست اندر مُول مُول

جب تیرے گواہ کی حالت ثابت ہوگئی وہ مقبول ہوگیا | ورنہ وہ ٹھہراؤ ٹھہراؤ میں پھنسا ہوا ہے

تا تو بستیزی ستیزند اے حرُون | فَانْتَظِرْهُمْ اِنَّهُمْ مُنْتَظِرُوْن

اے سرکش جب تک تو جھگڑا کریگا وہ جھگڑا کریں گے | پس تو اُن کا انتظار کر وہ بھی منتظر ہیں

عرضہ[3] کردن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم شہادت را بر مہمانِ خویش

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے مہمان پر کلمۂ شہادت پیش کرنا

ایں سخن پایاں ندارد مصطفےٰ | عَرضہ کرد ایمان و پذرفت آں فتےٰ

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے مصطفےٰ نے | ایمان پیش کردیا اور اس نوجوان نے قبول کرلیا

آں شہادت را کہ فرّخ بودہ ست | بندہائے بستہ را بکشودہ ست

وہ (کلمۂ) شہادت جو بابرکت ہے | جس نے بندھی ہوئی بندشوں کو کھولا ہے

گشت مومن گفت اُو را مصطفےٰ | کامشباں ہم باش تو مہمانِ ما

وہ مومن بن گیا، اُس کو مصطفےٰ نے فرمایا | تو آج کی رات بھی ہمارا مہمان رہ

گفت واللہ تا ابد ضیفِ توام | ہر کجا باشم بہر جا کہ رَوم

اُس نے کہا خدا کی قسم ہمیشہ کیلئے آپ کا مہمان ہوں | جہاں کہیں بھی رہوں، جہاں بھی جاؤں

دسترخوان کا خوشہ چین ہوں۔

---

[1] گرگواہ قول۔ قولی گواہ ہے اگر کوئی لفظ غلط کہے گا تو گواہ مردود ہوجائیگا فعلی گواہ میں اگر کوئی عمل عہدِ الست کے خلاف ہوگا تو وہ مردود ہو جائیگا۔ قول و فعل۔ ان دونوں گواہوں میں موافقت ضروری ہے ورنہ مردود ہوجائیں گے۔ سَعْیُکُمْ شَتّٰی۔ تمہاری کوششیں مختلف ہیں قرآن پاک میں ہے: اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی۔ روز۔ دن میں کچھ رات میں کچھ اور کرتے ہیں۔ یا مگر۔ یہ گواہی مردود ہے۔ ہاں خدا اپنے فضل سے قبول کرسکتا ہے۔

[2] فعل و قول۔ انسان کا قول و فعل اس کے دل میں چھپی ہوئی کیفیت ظاہر کرتے ہیں۔ چوں۔ اگر گواہوں کی نیکی ثابت ہوجاتی ہے تو گواہی مقبول ہوجاتی ہے ورنہ گواہ خود پھنس جاتا ہے۔ مول مول یعنی اُس کو حکم ہوگا کہ ٹھہراؤ۔ فانتظرھم۔ قرآن پاک میں آنحضور کو حکم ہے فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُنْتَظِرُوْنَ۔ اے نبی آپ ان سے رُوگردانی کرلیجئے اور انتظار کیجئے وہ بھی انتظار میں ہیں۔

[3] عرضہ کردن پیش کرنا۔ شہادت۔ کلمۂ شہادت۔ فرّخ۔ مبارک۔ گشت۔ وہ کافر مہمان کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ امشباں۔ آج کی رات۔ گفت۔ اُس نے کہا اب تو میں جہاں کہیں بھی رہوں آپ کے

زندہ کردہ مُعتَق و دربانِ تو ¹ — ایں جہان و آں جہان خوانِ تو

آپ کا زندہ کیا ہوا اور آزاد کیا ہوا اور دربان ہوں — اس جہان میں اور اس جہان میں آپکے دستر خوان ہے

ہر کہ بگزیند جز ایں بگزیدہ خواں — عاقبت دَرّد گلویش استخواں

جو اس منتخب دستر خوان کے علاوہ منتخب کریگا — انجام کار ہڈی اس کا گلا پھاڑ دے گی

ہر کہ سوئے غیرِ خوانِ تو رَوَد — دیو با او داں کہ ہم کاسہ بُوَد

جو آپ کے دستر خوان کے غیر کے پاس جائے گا — سمجھ لیجئے، شیطان اس کا ہم پیالہ ہوگا

ہر کہ از ہمسائیگیِ تو رَوَد — دیو بے شکے کہ ہمسایہ اش بُوَد

جو آپ کے پڑوس سے جائے — بیشک شیطان اس کا پڑوسی ہوگا

در رَوَد بے تو سفر او دُور دست — دیو بد ہمراہ و ہم سفرہ وَے است

اگر وہ دور و دراز آپ کے بغیر سفر کرے — شیطان اس کا ہمراہی اور شریکِ دستر خوان ہے

ور نشیند بے تو بر اسپ شریف — حاسدِ ما ہست دیو او را ردیف

اگر آپ کے بغیر وہ عمدہ گھوڑے پر بیٹھے — وہ ہمارا حاسد ہے، شیطان اس کے پیچھے سوار ہو

ور بچہ گیرد از و شہنازِ او ² — دیو در نسلش بُوَد انبازِ او

اگر اس کی نازنین (بیوی)، اس سے بچہ جنے — شیطان اس کی نسل میں اس کا شریک ہوگا

در نُبی شارِکہم گفت ست حق — ہم در اموال و در اولاد از سَبَق

اللہ (تعالیٰ) نے قرآن میں "ان کا شریک بن جا" فرمایا — مالوں میں بھی اور اولاد میں بھی پہلے سے

گفت پیغمبر ز غیب ایں را جلی — در مقاماتِ نوادر با علیؓ

پیغمبرؐ نے واضح طور پر یہ غیب سے فرمایا — نادر مقامات میں (حضرت) علیؓ سے

یا رسول اللہ رسالت را تمام ³ — تو نمودی ہمچو شمسِ بے غمام

اے اللہ کے رسولؐ پوری رسالت کو — آپ نے دکھادیا بغیر ابر کے سورج کی طرح

ایں کہ تو کردی دو صد مادر نکرد — عیسیٰؑ و افسونش با عاذر نکرد

جو کچھ آپ نے کیا دو سو ماؤں نے نہ کیا — (حضرت) عیسیٰؑ اور انکی دعا نے عاذر کیساتھ نہ کیا

از تو جانم از اجل نک جان بَرد — عاذر ار شد زندہ آندم باز مُرد

اب میری جان آپ کی وجہ سے موت سے جان بچا گئی — عاذر اگر اس وقت زندہ ہوا پھر مر گیا

گشت مہمانِ رسول آں شب عرب — شیر یک بز نیمہ خورد و بست لب

عرب اس رات رسولؐ کا مہمان ہو گیا — ایک بکری کا آدھا دودھ پیا اور ہونٹ بند کر لئے

---

¹ زندہ کردہ۔ آپ نے مجھے حیاتِ ابدی عنایت کی ہے۔ مُعتَق۔ غلامی سے آزاد شدہ۔ آں جہاں۔ عالمِ آخرت۔ ہر کہ۔ جو آپ کے دستر خوان سے بھاگے گا وہ ہلاک ہوگا اور شیطان اس کا ہم نوالہ اور ہم پیالہ بنیگا۔ ہمسائگی۔ جو آپ کا پڑوس چھوڑے گا شیطان اُس کا پڑوسی بنے گا۔ سفرہ۔ دستر خوان۔

² ور بچہ۔ اگر اس کی بیوی کے بچہ پیدا ہوگا اس پر شیطانی اثر ہوگا۔ شہناز۔ شاہ ناز یعنی بیوی۔ انباز۔ شریک۔ در نُبی۔ قرآن پاک میں شیطان کو خطاب کیا گیا ہے "وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ" اور تو اُن کا مالوں اور اولاد میں شریک بن جا۔

³ یا رسول اللہ۔ اس نو مسلم مہمان نے کہا۔ غمام۔ ابر۔ دو صد مادر۔ ماں کی محبت مشہور ہے۔ عاذر۔ وہ شخص تھا جس کو حضرت عیسیٰؑ نے مرنے کے چالیس سال بعد زندہ کر دیا تھا لیکن پھر وہ طبعی موت مر گیا تو اُنکی حیات عارضی تھی آپ نے مجھے ابدی زندگی عطا کر دی ہے۔ گشت۔ وہی پیاسا خوراب مسلمان ہونے کے بعد ایک بکری کے آدھے دودھ سے سیر ہو گیا۔

کرد[1] الحاحش بخور شیر و رقاق — گفت گشتم سیر واللہ بے نفاق

آنحضورؐ نے اُس سے اصرار کیا کہ دودھ اور روٹی کھائے — اُس نے کہا میرا پیٹ بھر گیا خدا کی قسم ایمانداری ہے

این تکلف نیست نے ناموس و فن — سیر تر گشتم ازاں کہ دوش من

یہ تکلف نہیں ہے، نہ شرم اور مکر — میں اُس سے زیادہ پیٹ بھرا ہوں جتنا کل (تھا)

در عجب ماندند جملہ اہلِ بیت — پُر شد ایں قندیل زیکقطرہ زیت

سب گھر والے تعجب میں پڑ گئے — کہ یہ قندیل زیت کے ایک قطرے سے بھر گیا

آنچہ قوتِ مُرغِ بابیلے بُوَد — سیری معدہ چنیں پیلے بُوَد

جو ابابیل پرند کی خوراک ہو — ایسے ہاتھی کا اُس سے پیٹ بھر جائے

فجفجے افتاد اندر مرد و زن — قدرِ پشہ می خورد آں پیلتن

مرد و زن میں کُھسر پُھسر ہونے لگی — یہ ہاتھی جیسے جسم والا مچھر کی بقدر کھاتا ہے

حرص و وہمِ کافری سَرزیر شد — اژدھا از قوتِ مورے سیر شد

کفر کی حرص اور وہم اوندھا ہو گیا — اژدھا چیونٹی کی خوراک سے سیر ہو گیا

آں گدا چشمی[2] و کُفر از وے بَرفت — لُوتِ ایمانیش لمتر کرد و زفت

وہ بھکاری پن اور کفر اُس سے رخصت ہوا — اُس کو ایمانی کی عمدہ غذا نے موٹا تازہ کر دیا

آنکہ از جوعُ البقر اُو می طپید — ہمچو مریم میوہ جنت بدید

وہ شخص جو جوع البقر سے تڑپتا تھا — اُس نے حضرت مریمؑ کی طرح جنت کے پھل دیکھ لئے

میوۂ جنت سوئے چشمش شتافت — معدۂ چوں دوزخش آرام یافت

جنت کے پھل اُس کی آنکھوں کی جانب دوڑ آئے — اُس کے دوزخ جیسے معدہ نے آرام پا لیا

ذاتِ ایماں نعمت و لوتے ست ہول — اے[3] قناعت کردہ از ایماں بقول

ایمان کی حقیقت نعمت اور عظیم لذیذ غذا ہے — اے وہ کہ جس نے ایمان کے بارے میں قول پر اکتفا کر لیا

در بیان آنکہ نورے کہ غذائے جان ست غذائے جسمِ اولیاء

اس کا بیان کہ وہ نور جو روح کی غذا ہے اولیاء کے جسم کی بھی غذا ہوتا

میشود تا اوہم یار می شود روح را کہ اَسلَمَ شَیطَانِی عَلٰی یَدِی

ہے یہاں تک کہ وہ بھی روح کا دوست بنتا ہے کیونکہ (آنحضورؐ نے فرمایا ہے) میرا شیطان میرے ہاتھ پر اسلام لے آیا

گرچہ آں مطعوم جان ست و نظر — جسم راہم زاں نصیب ست اے پسر

اگرچہ وہ جان اور نظر کی خوراک ہے — اے بیٹا! اُس میں جسم کا بھی حصہ ہے

---

[1] کرد۔ آنحضورؐ نے مزید کھانے پر اصرار کیا۔ الحاح۔ اصرار۔ رقاق۔ چپاتی روٹی۔ دوش۔ شب گذشتہ۔ پُر شد۔ یعنی آج یہ تھوڑی غذا سے سیر ہو گیا۔ آنچہ۔ ہاتھی کا پیٹ ابابیل کی خوراک سے بھر گیا۔ پیلتن۔ ہاتھی جیسے جسم والا۔ حرص۔ کفر کی حالت کی حرص جاتی رہی۔

[2] گدا چشمی۔ لالچ، حرص۔ لوت۔ اب چونکہ وہ مومن ہو گیا ایمانی غذا نے اور موٹا تازہ کر دیا۔ جوع البقر۔ بیماری ہے جس میں کبھی پیٹ نہیں بھرتا ہے۔ مریم۔ حضرت مریم حاملہ ہونے کی صورت میں جنتی پھل کھاتی تھیں اور دنیاوی غذا سے بے نیاز رہیں۔ ذات ایمان۔ ایمان کی حقیقت عجب نعمت اور غذا ہے اگر وہ کسی کو حاصل ہو جائے تو پھر جسمانی غذا کی زیادہ ضرورت نہیں رہتی ہے

[3] اے قناعت کردہ۔ جو لوگ صرف زبانی مومن ہیں وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ تہ بیان۔ نور ایمانی روح کی غذا ہے جب روح اور جسم کا اتحاد ہو جاتا ہے تو وہ نور جسم کی غذا بھی بن جاتا ہے۔ اسلم۔ حدیث شریف کا مقصد یہ ہے کہ نفس امارہ میرا تابع ہو گیا ہے۔ مولانا نے یہاں شیطان سے مراد جسم انسانی لیا ہے یعنی وہ بھی روح کا ساتھی بن گیا ہے۔ گرچہ آں یعنی نور ایمانی۔

گر نگشتے دیو جسم آں را اکول — اسلم الشیطاں نہ فرمودے رسول

اگر شیطان کا جسم اُس کا کھانے والا نہ بنتا — (تو) رسول "شیطان اسلام لے آیا" نہ فرماتے

دیو زاں لوتے کہ مردہ حی شود — تا نیا شامد مسلماں کے شود

شیطان اُس غذا کو جس سے مُردہ زندہ ہوتا ہے — جب تک نہ پی لیتا، مسلمان کب ہوتا

دیو بر دنیاست عاشق کور و کر — عشق را عشقِ دگر برّد کمر

شیطان دنیا کا اندھا اور بہرا عاشق ہے — عشق کی کمر دوسرا عشق (ہی) توڑتا ہے

از نہانخانہ یقیں چوں مے چشد — اندک اندک عشق رخت آنجا کشد

یقین کے دفینہ میں سے جب وہ شراب چکھتا ہے — آہستہ آہستہ عشق اس جگہ پڑاؤ ڈالتا ہے

یَا حَرِیْصَ الْبَطْنِ عَرِّجْ هٰکَذَا — اِنَّمَا الْمِنْهَاجُ تَبْدِیْلُ الْغِذَا

اے پیٹ کے لالچی! اس طرح مائل ہو — غذا کی تبدیلی ہی راستہ ہے

یَا مَرِیْضَ الْقَلْبِ عَرِّجْ لِلْعِلَاجِ — جُمْلَةُ التَّدْبِیْرِ تَبْدِیْلُ الْمِزَاجِ

اے دل کے مریض! علاج کی طرف مائل ہو — مکمل تدبیر مزاج کا بدلنا ہے

اَیُّهَا الْمَحْبُوْسُ فِیْ رَهْنِ الطَّعَامِ — سَوْفَ تَنْجُوْ اِنْ تَحَمَّلْتَ الْعِظَامَ

اے کھانے کی رہن کے قیدی — عنقریب تو نجات پا جائیگا، اگر تو نے بڑے (مصائب) برداشت کرلئے

اِنَّ فِی الْجُوْعِ طَعَامًا وَّافِرًا — اِفْتَقِدْهُ وَارْتَجِ یَا نَافِرًا

بھوکا رہنے میں بہت غذا ہے — اُس کو تلاش کرلے اور اُمید لگا اے بھاگنے والے

اِغْتَذِ بِالنُّوْرِ کُنْ مِثْلَ الْبَصَرْ — وَافِقِ الْاَمْلَاکَ یَا خَیْرَ الْبَشَرْ

نور کی غذا حاصل کر، آنکھ جیسا بن جا — اے انسانوں میں سے بہتر! فرشتوں کی موافقت کر

چوں ملک تسبیح حق را کن غذا — تا رہی ہمچوں ملائک از اذا

فرشتہ کی طرح اللہ کی تسبیح کو غذا بنالے — تاکہ تو فرشتوں کی طرح بے نجاست پاجائے

جبرئیل ار سوئے جیفہ کم تند — او بقوت کے ز کرگس کم زند

جبرئیلؑ مُردار کا رُخ نہیں کرتے ہیں — وہ قوت میں گدھ سے کم پرواز کب کرتے ہیں؟

پیل اگرچہ در زمیں آہستہ است — او ز پشہ باز گو چوں رستہ است

ہاتھی زمین میں اگرچہ آہستہ چلتا ہے — بتا وہ مچھر سے کب بچا ہے!

ہے اُن کی پرواز مُردار خور گدھ سے بہت زیادہ ہے۔ پیل۔ ہاتھی کا جسم بھاری بھرکم ہے لیکن مچھر اُس کو ہلاک کرسکتا ہے توجسم کی طاقت پر مدار نہیں ہے۔

لے گر نگشتے۔ اگر جسم شیطان کا ہم پیالہ اور ہم نوالہ نہ بنتا تو حضورؐ "شیطان مسلمان ہوگیا" نہ فرماتے۔ دیو۔ شیطان اگر نور سے غذا حاصل نہ کرتا تو وہ مسلمان کب بن سکتا تھا۔ دیو۔ جسم انسانی دنیا کا عاشق ہے جب تک آخرت کا عشق نہ پیدا ہوگا اس عشق کی کمر نہ ٹوٹے گی۔ از نہانخانہ۔ جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے دل میں یقین کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے تو عشق نمودار ہوجاتا ہے۔ یا حریص۔ غذا کی تبدیلی سے مزاج بدلتا ہے اور اُس سے مرض زائل ہوجاتا ہے، انسان کو غذاءِ جسمانی چھوڑ کر غذاءِ روحانی کا عادی بننا چاہیئے۔

لے یا مریض۔ مزاج کے تغیر سے ہی امراض پیدا ہوتے ہیں جب مزاج کی تبدیل کرکے اُس کو اصل حالت میں لے آیا جائے تو مرض زائل ہوجاتا ہے۔ عظام۔ صبر کے مصائب برداشت کرنے سے راحت حاصل ہوتی ہے۔ اِنّ فی الجوع۔ (شعر)

اندرون از طعام خالی دار — تا در آں نورِ معرفت بینی

وافق۔ ملائکہ کی غذا نور ہے۔

لے چوں ملک۔ فرشتوں کو تسبیح کے ذریعہ غذا اور نور حاصل ہوتی ہے۔ جبرئیلؑ۔ جبرئیلؑ کی طاقت نورانی

حبّذا خوانے نہادہ در جہاں — لیک از چشمِ خسیساں بس نہاں
دنیا میں عمدہ خوان رکھا ہوا ہے — لیکن کمینوں کی نگاہ سے بہت چھپا ہوا ہے

انکار کردنِ اہلِ تن غذائے رُوح را و لرزیدنِ ایشان بر غذائے خسیسِ جسمانی

تن پروروں کا روحانی غذا سے انکار کرنا اور اُن کا جسمانی تھوڑی غذا سے لرزنا

گر جہاں باغے پُر از نعمت شود — قسمِ موش و مار ہم خاکے بُوَد
اگر دنیا نعمت سے بھرا ہوا باغ بن جائے — چوہے اور سانپ کا حصہ پھر بھی مٹی ہے

قسمِ شاں خاک ست گر دَے گر بہار — میر کونی خاک چوں نوشی چو مار
اُن کا حصہ مٹی ہے خواہ خزاں ہو خواہ بہار ہو — تو جہان کا سردار ہے سانپ کی طرح مٹی کیوں کھاتا ہے

درمیانِ چوب گوید کرمِ چوب — مر کرا باشد چنیں حلوائے خوب
لکڑی کا کیڑا لکڑی میں کہتا ہے — ایسا عمدہ حلوا کس کو نصیب ہے!

درمیانِ خاک گوید کرمِ خورد[2] — ایں چنیں حلوا بعالم کس نخورد
چھوٹا سا کیڑا مٹی میں کہتا ہے — دنیا میں ایسا حلوہ کسی نے نہیں کھایا!

کرمِ سرگیں درمیانِ آں حدث — در جہاں نُقلے نداند جُز خبث
گوبر کا کیڑا اُس نجاست میں — دنیا میں سوائے نجاست کے کوئی خوراک نہیں جانتا ہے

جُز نجاست ہیچ نشناسد کلاغ — شد نجاست مَر ورا چشم و چراغ
کوا نجاست کے علاوہ کچھ نہیں پہچانتا ہے — نجاست ہی اُس کا چشم و چراغ ہے

مناجات

دعا

اے[3] خدائے بے نظیر ایثار کُن — گوش را چوں حلقہ دادی زیں سخن
اے بے نظیر خدا! عنایت کر دے — جبکہ تو نے اس کلام کا کان میں حلقہ پہنا دیا ہے

گوش ما گیر و بداں مجلس کشاں — کز رحیقت میخورند ایں سرخوشاں
ہمارا کان پکڑ اور اُس مجلس میں کھینچ — کیونکہ یہ مست تیری شراب پی رہے ہیں

چوں بما بوئے رسانیدی ازیں — سر مبند آں مشک را اے ربِّ دیں
جبکہ تو نے ہم تک اُس کی خوشبو پہنچا دی ہے — اے دین کے رب! اُس مشک کو بند نہ کر

---

[1] حبذا۔ نورانی خوان دنیا میں موجود ہے لیکن وہ کمینوں کی نگاہ سے پوشیدہ ہے وہ صرف ظاہری غذا پر بھروسہ کرتے ہیں۔ انکار کردن۔ دنیادار غذائے روح کے منکر ہیں۔ اور جسم کی جسمانی غذا کی طرف مائل ہیں۔ گر جہاں۔ اگر پورا عالم باغ بن جائے تب بھی چوہے اور سانپ کی غذا مٹی ہوتی ہے یہی حال ان دنیاداروں کا ہے۔ درمیان۔ لکڑی کا کیڑا لکڑی ہی کو بہترین حلوا سمجھتا ہے۔

[2] درمیان۔ زمین کا کیڑا زمین ہی کو اپنا حلوا سمجھتا ہے۔ کرم سرگیں۔ گوبر کے کیڑے کو گوبر ہی بہتر غذا معلوم ہوتی ہے۔ کلاغ۔ کوا نجاست ہی کو بہترین غذا سمجھتا ہے۔ مناجات۔ دعا۔

[3] اے خدا۔ جب تو نے ہمیں توفیق عطا فرمائی ہے کہ ہم اسرار و حکم سُن رہے ہیں تو پھر ہمیں اہلِ حال کی مجلس میں پہنچا دے۔ زیں سخن یعنی اسرار و حکم۔ رحیق۔ شراب۔ سرخوشاں۔ مستاں۔ چوں۔ جب تو نے ہمیں اہلِ دل کی باتیں سنا دی ہیں تو ان کو ہم سے مخفی نہ رکھ۔

از تو نوشند از ذکور و از اناث[1] | بے دریغی در عطا یا مستغاث
مذکر اور مؤنث تجھ ہی سے پی رہے ہیں | اے فریاد رس! تو عطیات میں بے روک ٹوک ہے

اے دعا نا گفتہ از تو مستجاب | دادہ دل را ہر دمی صد فتح باب
اے وہ کہ نہ مانگی ہوئی دعا بھی تیری جانب سے قبول ہو | تو نے ہر لمحہ دل کو سینکڑوں دروازوں کی کشادگیاں عطا کی ہیں

چند حرفے نقش کردی از رقوم | سنگہا از عشقِ اُو شد ہمچو موم
تو نے حروف میں سے چند حرف تحریر کیے | ایکے عشق سے بہت سے پتھر موم جیسے ہوگئے

نونِ ابرو صادِ چشم و جیمِ گوش | بر نوشتی فتنۂ صد عقل و ہوش
ابرو کا نون، آنکھ کا صاد، کان کا جیم | تو نے لکھے ہیں جو سینکڑوں عقل و ہوش کیلئے فتنہ ہیں

زاں حروفت شد خرد باریک ریس | نسخ میکن اے ادیبِ خوش نویس
تیرے اُن حروف سے عقل دقیق الفکر ہوگئی | اے خوشنویس ادیب! خوب لکھ

در خورِ[2] ہر فکر بستہ بر عدم | دمبدم نقشِ خیالِ خوش رقم
عدم پر ہر فکر کے مناسب قائم کر دیا ہے | ہر لمحہ، حسین خیالی نقش

حرفہائے طرفہ بر لوحِ خیال | بر نوشتہ چشم و ابرو خط و خال
خیال کی تختی پر عجیب حروف | آنکھ اور ابرو اور خط و خال کے لکھ دیئے ہیں

بر عدم باشم نہ بر موجود مست | زانکہ معشوقِ عدم وافی تر ست
میں عدم کا عاشق ہوں نہ کہ موجود کا | کیونکہ عدم والا معشوق زیادہ وفادار ہے

عقل را خط خوانِ آں اشکال کرد | تا دہد تدبیرہا را زاں نورد
عقل کو اُن شکلوں کا پڑھنے والا بنا دیا | تاکہ اُن کے بارے میں تدبیروں کو لپیٹ دے

تشبیہ[3] عقل بجبرئیل و نظرِ او در غیب مانندِ نظر جبرئیل در لوحِ محفوظ

عقل کی (حضرت) جبرئیل سے مشابہت اور اُس کی نظر کا غیب پر (حضرت) جبرئیل کی طرح رہنا

چوں ملک از لوحِ محفوظ آں خرد | ہر صباحے درس ہر روزہ برد
عقل، فرشتہ کی طرح لوحِ محفوظ سے | ہر صبح کو ہر دن کا سبق حاصل کر لیتی ہے

بر عدم تحریرہا بیں با بیاں | واں سوادِ حیرتِ سودائیاں
عدم میں وہ تحریریں دیکھ، باوجود بیان کے | اُن کی سیاہی دیوانوں کے لئے باعث حیرت ہے

ہر کسے شد بر خیالے ریش گاؤ | گشتہ در سودائے گنجے گنج گاؤ
ہر شخص کسی خیال میں احمق بنا ہوا ہے | خزانے کے خیال میں گنج گاؤ بنا ہوا ہے

---

[1] از تو۔ تیری عطا عام ہے تو میں بھی محروم نہ کرے دعا۔ تیری وہ ذات ہے کہ تو نہ مانگی ہوئی دعائیں بھی قبول فرمالیتا ہے اور دل کو سینکڑوں اسرار سے مانوس کر دیتا ہے۔ چند حرفے۔ معشوقوں کے اعضاء چند حرفوں کے مشابہ ہیں نون ابرو کے اور صاد آنکھ کے، حلقہ کے اور جیم کان کے یہ حضرت حق کی کاریگری ہے کہ چند حرف اُس نے تحریر فرما دیئے جن کی تاثیر سے سنگدل عاشقوں کے دل موم ہو گئے ہیں۔ زآں۔ ان حروف کے ذریعہ عقل مصنوع سے صانع پر استدلال کرنے کے قابل ہو گئی۔ ریس۔ دقیق فکر۔

[2] در خور۔ انسان جس طرح حسّی حروف سے مقاصد اور مطالب اخذ کرتا ہے اسی طرح خیالی حروف بھی ہیں جن سے انسان مطالب اخذ کرتا ہے اس کے لوح خیال پر چشم و ابرو کے نقش قائم ہیں۔ بر عدم۔ مولانا فرماتے ہیں کہ صورتِ خیال سے عاشق کا اتحادِ تام ہوتا ہے اور وہ ناقابلِ فنا ہے اس لئے میں صورت حسّی پر صورت خیالی کو ترجیح دیتا ہوں۔ اشکال۔ یعنی خیالی صورتیں۔

[3] تشبیہ۔ جس طرح حضرت جبرئیل لوح محفوظ سے پڑھتے ہیں اسیطرح عقل بھی غیب سے پڑھتی ہے اور روزانہ کا درس حاصل کرتی ہے۔ تحریرہا۔ پردۂ غیب میں جو تحریریں ہیں مشتاق اُن سے مطالب اخذ کرتے ہیں اور اُن کی سیاہی میں حیران رہتے ہیں۔ ریش گاؤ۔ احمق۔ گنج گاؤ۔ ایک خزانہ کا نام ہے جو بہرام شاہ کو زمین میں مدفون ملا تھا۔

ازخیالے[1] گشتہ شخصے پُرشکوہ　　روئے آوردہ بمعدنہائے کوہ
ایک شخص خیال کی وجہ سے پُرشکوہ ہے　　پہاڑ کی کانوں کی جانب رُخ کئے ہوئے ہے

وزخیالے آں دگر باجہدِ مُر　　رُو نہادہ سُوئے دریا بہرِ دُر
دوسرا ایک خیال کی وجہ سے تلخ کوشش کیساتھ　　موتیوں کے لئے دریا کی جانب رُخ کئے ہوئے ہے

واں دگر بہرِ ترہّب درکنشت　　واں یکے اندر حریصی سُوئے کِشت
دوسرا رہبانیت کے لئے گرجاگھر میں ہے　　دوسرا حرص میں کھیتی (باڑی) کی جانب ہے

ازخیال آں رہزنِ رستہ شُدہ　　وزخیال ایں مرہمِ خستہ شُدہ
وہ خیال کی وجہ سے بازار کا ڈاکو بنا　　اور یہ خیال کی وجہ سے زخمی کا مرہم بن گیا ہے

در پَری خوانی یکے دل کردہ گُم　　بر نجوم آں دیگرے بنہادہ سُم
ایک نے حاضرات میں دل کو گم کر دیا ہے　　دوسرے نے ستاروں پر قدم رکھا ہے

آں یکے در کشتی از بہرِ رباح[2]　　آں یکے با فسق و دیگر با صلاح
ایک نفع کے لئے کشتی میں ہے　　ایک فسق میں ہے اور دوسرا نیکی میں

ایں رَوِشہا مختلف بیند برُوں　　زاں خیالاتِ مُلوّن زاندروں
باہر یہ مختلف روشیں نظر آتی ہیں　　اندر کے رنگا رنگ خیالات کی وجہ سے

ایں دراں حیراں شُدہ کاں بر چہ ست　　ہر چشندہ آں دگر را نافی ست
یہ اس میں حیران ہے کہ یہ (خیالات) کس بنا پر ہیں　　ہر چکھنے والا دوسرے کا منکر ہے

آں خیالات ار نبند نامؤتلف　　چوں بیروں شُد رَوِشہا مختلف
اگر یہ خیالات مختلف نہیں ہیں　　تو بیرونی روشیں کیوں مختلف ہیں

قبلۂ جاں را چو پنہاں کردہ اند　　ہر کسے رُو جانبے آوردہ اند
چونکہ انھوں نے جان کے قبلہ کو چھپا دیا ہے　　ہر شخص ایک جانب کو منہ کئے ہوئے ہے

تمثیل[3] رَوِشہائے مختلف و وہمہائے گوناگوں باختلاف

مختلف روشوں اور مختلف قسم کے وہموں کی اندھیرے میں نماز کے وقت

تحرّی متحرّیاں در وقتِ نمازِ قبلہ را بوقتِ تاریکی و

قبلہ کی اٹکل کرنے والوں کی اٹکل کے اختلاف سے اور غوطہ زنوں کی سمندر

تحرّی غوّاصاں در قعرِ بحر

کی تہ میں اٹکل سے مثال

---

[1] ازخیالے۔ مختلف خیالات کی بنا پر جو کوششیں ہیں ان کا ذکر ہے۔ وزخیالے۔ کوئی شخص موتی کی صورتِ خیالیہ کی بنا پر دریا سے اُس کا جویاں ہے۔ ترہّب۔ رہبانیت اختیار کرنا یعنی دنیاوی لذتوں کو ترک کر کے گرجاگھر میں بیٹھ جانا... کنشت۔ یعنی نصاریٰ کا عبادتخانہ رستہ۔ بازار۔ پَری خوانی۔ ایسے عمل کرنا جس سے بھوت اور پریاں حاضر ہو جاتی ہیں اس کو حاضرات کہا جاتا ہے۔

[2] رباح۔ نفع۔ ملوّن۔ رنگین حیراں۔ یعنی ہر شخص دوسرے کے خیالات پر تعجب کا اظہار کرتا ہے۔ آں۔ چونکہ ہر انسان کا خیال جداگانہ ہے اس لئے ہر شخص کا عمل بھی مختلف ہے۔ ناموتلف مختلف۔ قبلۂ جاں۔ انسانوں نے عقل سے صحیح کام نہیں لیا اس لئے مقصودِ حقیقی مخفی ہو گیا اور ہر شخص نے اپنی خواہش کے مطابق قبلہ کا ایک رُخ تجویز کر کے اس کی طرف منہ کر لیا ہے۔

[3] تمثیل۔ حقیقی مقصود مخفی ہو جانے کی صورت میں لوگوں کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ قبلہ کی حقیقی سمت معلوم نہ ہونے کی صورت میں ہر شخص ایک ایک جانب کو نماز پڑھتا ہے یا مختلف غوطہ خور موتی کے لئے مختلف سمتوں میں غوطہ لگاتے ہیں۔

ہمچو قومے کہ تحری میکنند | بر خیالِ قبلہ ہر سُو می تنند

جس طرح لوگ اٹکل کرتے ہیں | قبلہ کے خیال سے ہر جانب کو رُخ کرتے ہیں

پچونکہ کعبہ رُو نماید صبح گاہ[1] | کشف گردد کہ گم کردہ ست راہ

جب صبح کو قبلہ رُو نما ہوتا ہے | واضح ہو جاتا ہے کہ کس نے غلطی کی ہے

یا چو غواصاں بزیرِ قعرِ آب | ہر کسے چیزے ہمی گیرد شتاب

یا جس طرح غوطہ زن پانی کی گہرائی کے نیچے | ہر شخص جلدی سے ایک چیز پکڑ دیتا ہے

بر امیدِ گوھر و دُرِ ثمیں | توبرہ پُر میکنند از آں و ایں

جوہر اور قیمتی موتی کی اُمید پر | اُس اور اِس سے تھیلی بھر لیتے ہیں

چوں بر آیند از تگِ دریائے ژرف | کشف گردد صاحبِ دُرِ شگرف

جب گہرے دریا کی تہ سے باہر آتے ہیں | عجیب موتی والا واضح ہو جاتا ہے

واں دگر کہ بُرد مروارید خُرد | واں دگر کہ سنگریزو شبہ بُرد

اور وہ جس نے چھوٹا موتی حاصل کیا ہے | اور وہ جس نے پتھری اور پوتھ حاصل کیا ہے

ھٰکَذَا نَبْلُوھُمْ بِالسَّاھِرَہْ[2] | فِتْنَۃً ذَاتَ افْتِضَاحٍ قَاھِرَہْ

اسی طرح ہم ان کو میدان میں آزمائیں گے | آزمائش میں جو زبردست رسوائی والی ہوگی

ہمچنیں ہر قوم چوں پروانگاں | گردِ شمعے پُر زناں اندر جہاں

اسی طرح ہر قوم پروانوں کی طرح | دنیا میں ایک شمع کے چاروں طرف پرواز کر رہی ہے

خویشتن بر آتشے بر میزنند | گردِ شمعِ خود طوافے می کنند

اپنے آپ کو ایک آگ پر پھینک رہی ہے | اپنی شمع کے گرد طواف کر رہی ہے

بر امیدِ آتشِ موسیٰؑ بخت | کز لہیبش سبز و تر گردد درخت

نصیبے کے موسیٰؑ کی آگ کی اُمید پر | جس کی لپٹ سے درخت زیادہ سرسبز ہو جاتا ہے

فضلِ آں آتش شنیدہ ہر رمہ[3] | ہر شرر را آں گماں بُردہ ہمہ

ہر جماعت نے اُس آگ کی فضیلت سُن لی ہے | سب نے اِس چنگاری کو وہ سمجھا ہے

چوں بر آید صبحدم نورِ خلود | وانماید ہر یکے چہ شمع بود

جب صبح کو ہمیشگی کا نور طلوع کرے گا | ہر شخص دیکھ لے گا کہ کیا شمع تھی

ہر کرا پر سوخت زاں شمعِ ظفر | بدہدش آں شمعِ خوش ہفتاد پر

جس کے اُس کامیابی کی شمع سے پَر جلتے ہیں | اُس کو وہ شمع ستر اچھے پَر دیدے گی

---

[1] چونکہ۔ جب صبح کو قبلہ رُو نما ہوتا ہے تو ہر شخص کو غلطی کا احساس ہوتا ہے اسی طرح لوحِ محفوظ کا مکتوب جب واضح ہوگا تو غلط اندیشوں کو غلطی کا احساس ہوگا۔ دُرِ ثمین۔ قیمتی موتی۔ توبرہ۔ تھیلا۔ ژرف۔ گہرا۔ شگرف۔ عجیب۔

[2] ساہرہ۔ رُوئے زمین، میدان۔ افتضاح۔ رسوا ہونا۔ شمعے۔ یعنی مقصود۔ موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ کو خدا کی تجلی ایک درخت پر آگ کی صورت میں نظر آئی تھی۔ لہیب۔ لپٹ۔

[3] رمہ۔ جماعت۔ آں یعنی نورِ موسوی۔ نورِ خلود۔ ابدی نور۔ شمعِ ظفر۔ یعنی عشقِ خداوندی۔

جوقِ[1] پروانہ دو دیدہ دوختہ ‌ ‌ ‌ ماند زیرِ شمعِ بد پر سوختہ
دونوں آنکھیں بند کئے ہوئے پروانوں کی جماعت ‌ ‌ ‌ بُری شمع کے نیچے پَر جلی ہوئی رہ جائے گی

می طپد اندر پشیمانی و سوز ‌ ‌ ‌ میکند آہ از ہوائے چشم دوز
وہ سوزش اور شرمندگی میں تڑپے گی ‌ ‌ ‌ آنکھیں سی دینے والی خواہشِ نفسانی سے آہ کرے گی

شمع اُو گوید کہ چوں من سوختم ‌ ‌ ‌ کے ترا برہانم از سوز و ستم
اُس کو شمع کہے گی جبکہ میں جل گئی ‌ ‌ ‌ میں تجھے سوزش اور ستم سے کیسے رہائی دوں؟

شمع اُو گریاں کہ من سر سوختہ ‌ ‌ ‌ چوں[2] کُنم من غیر را افروختہ
اُس کی شمع روئے گی کہ میں سر جلی ‌ ‌ ‌ دوسرے کو کیا روشن کردوں؟

در تفسیر آیت یَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ

"بندوں پر حسرت ہے" آیت کی تفسیر

اُو ہمی گوید کہ از اَشکالِ تو ‌ ‌ ‌ غرّہ گشتم دیر دیدم حالِ تو
وہ کہے گا کہ تیری صورت سے ‌ ‌ ‌ میں دھوکا کھا گیا میں نے تیری حالت دیر میں دیکھی

شمع مُردہ بادہ رفتہ، دلربا ‌ ‌ ‌ غوطہ خورد از ننگ کژ بینیِ ما
شمع مر کر چلی گئی، دل رُبا نے ‌ ‌ ‌ غوطہ مار لیا، ہماری کج بینی کی ذلت سے

ظَلَّتِ الْاَرْبَاحُ خُسْرًا مُغْرَمًا ‌ ‌ ‌ نَشْتَكِي شَكْوٰى اِلَى اللهِ الْعَمٰى
منافع ٹرنڈ والا نقصان بن گئے ‌ ‌ ‌ اندھے پن کا اللہ سے شکوہ کرتا ہے

حبّذا[3] ارواحِ اِخوانِ ثقات ‌ ‌ ‌ مُسْلِمَاتٌ مُؤْمِنَاتٌ قَانِتَاتٌ
ثقہ بھائیوں کی روحیں قابلِ مبارکباد ہیں ‌ ‌ ‌ مسلمان ہیں، مومن ہیں دعا کرنے والی ہیں

ہر کسے روئے بسوئے بُردہ اند ‌ ‌ ‌ واں عزیزاں رُو ببے سُو کردہ اند
ہر شخص نے ایک جانب رُخ کیا ہے ‌ ‌ ‌ وہ باعزت ہیں جنھوں نے بے رُخ کی جانب رُخ کیا ہے

ہر کبوتر می پَرد در مذہبے ‌ ‌ ‌ ویں کبوتر جانبِ بے جانبے
ہر کبوتر ایک راستہ پر پرواز کرتا ہے ‌ ‌ ‌ یہ کبوتر بے جانب کی جانب پرواز کرتا ہے

ہر عقابے می پَرد از جا بجا ‌ ‌ ‌ ویں عقاباں راست بیجائی سَرا
ہر باز ایک جگہ سے دوسری جگہ پرواز کرتا ہے ‌ ‌ ‌ اِن بازوں کی سرائے لامکانی ہے

ما نہ مرغانِ ہوا نے خانگی ‌ ‌ ‌ دانۂ ما دانۂ بے دانگی
ہم نہ ہوائی پرندے ہیں، نہ پالتو ‌ ‌ ‌ ہمارا دانہ، بے دانگی کا دانہ ہے

---

[1] جوق۔ جو لوگ عقلِ سلیم سے کام نہیں لیں گے اور شیطان کے فریب خوردہ ہونگے وہ گم گشتہ راہ ہو نگے۔ میکند۔ جو آنکھیں بند کر کے شہوات میں مبتلا ہو گئے ہیں وہ آہیں بھرینگے۔ شمع اُو گوید۔ یعنی باطل معبود اُن سے برائت کرینگے۔

[2] چوں کُنم۔ باطل معبود خود عذاب میں ہونگے وہ دوسروں کو کیا بچا سکیں گے۔ اُو۔ باطل پرست۔ شمع۔ یعنی باطل معبود منہ چھپائیں گے۔ ظلّت۔ تو قع نفع ٹوٹا ثابت ہوگا اور یہ لوگ اپنے اندھے پن کا شکوہ کرینگے۔

[3] حبّذا۔ مومنین کی روحیں مسلمات ہوں گی۔ واں عزیزاں۔ جو لوگ حق پرست ہیں اور انھوں نے اپنا رُخ ذاتِ منزہ کی طرف کیا ہے وہ باعزت ہونگے۔ ویں کبوتر۔ یہ وہ روحیں ہیں جو مومنات ہیں۔ بے جانبے۔ یعنی ذاتِ حق جو جہت سے منزہ ہے۔ ہر عقابے۔ ہر انسان کا ایک جانب کو رُخ ہے لیکن اخوانِ صفا کا مکان لا مکان ہے۔ ما نہ۔ وہ یہ کہتے ہیں۔

زاں[1] فراخ آمد چنیں روزیِ ما — کہ دریدن شد قبا دوزیِ ما

اسی لئے ہماری روزی اس قدر فراخ ہے — کہ ہمارا پھاڑنا قبا کو سینا ہے

دربیان آنکہ فرجی راچرا فرجی نام نہادند اوّل

اِس کا بیان کہ شروع میں فرجی کو فرجی کیوں کہا گیا

صوفئے بدرید جُبّہ در حَرَج — پیشش آمد بعد بدریدن فرج

ایک صوفی نے تنگی میں جبّہ پھاڑ ڈالا — پھاڑنے کے بعد اُس کو فراخی میسّر آ گئی

کردہ نامِ آں دَریدہ فرجی[2] — ایں لقب شد فاش زاں مردِ نجی

اس نے اُس پھٹے ہوئے (جبّہ) کا نام کشادگی والا رکھ دیا — اُس برگزیدہ کی وجہ سے یہ نام مشہور ہو گیا

ایں لقب شد فاش وصافش شیخ بُرد — ماند اندر طبعِ خلقاں حرفِ دُرد

یہ لقب مشہور ہو گیا اور اُس کی حقیقت شیخ لے گیا — لوگوں کی طبیعت میں حرف تلچھٹ باقی رہ گئی

ہمچنیں ہر نام صافی داشتہ است — اسم راچوں دُردی بگذاشتہ است

اسی طرح ہر وہ نام جو صفائی رکھتا تھا — اُس نے نام کو تلچھٹ کی طرح چھوڑا

ہر کہ گلخوار[3] ست دُردی را گرفت — رفت صوفی سُوئے صافی ناشگفت

جو مٹی کھانے والا ہے اُس نے تلچھٹ لے لی ہو — صوفی صاف کی جانب تعجب کے بغیر چلا گیا

گفت لابد دُرد را صافی بُوَد — زیں دَلالت دل بصفوت میرود

صوفی نے کہا، تلچھٹ کے لئے صفائی لازمی ہے — اِس رہنمائی سے دل صفائی کی جانب جاتا ہے

دُردِ عُسر افتاد وصافش یُسرِ اُو — صاف چوں خرما و دُردی بُسرِ اُو

تنگی تلچھٹ ہے اُس کا صاف اُس کی کشادگی ہے — صاف خرما کی طرح ہے اور تلچھٹ اُس کا کچا ہے

عُسر با یُسر ست ہیں آیس مباش — راہ داری زیں ممات اندر معاش

تنگی کشادگی کے ساتھ ہے خبردار! مایوس نہ ہو — اِس موت سے تو زندگی میں راستہ پاتا ہے

صاف خواہی جُبّہ بشگاف اے پسر — تا ازاں صفوت برآری زود سَر

اے بیٹا! اگر تو صاف چاہتا ہے جُبّہ کو پھاڑ دے — تاکہ اُس میں سے جلد صفائی ظاہر ہو جائے

ہے کہ مجاز میں حقیقت پنہاں ہے۔ صَفوت۔ نیز صاف۔ عُسر۔ مجاز کی مثال تنگی اور کچی کھجور کی سی ہے اور حقیقت کی مثال یُسر اور پکی کھجور کی ہے۔ ہر عسر تنگی کے بعد یُسر اور سہولت میسّر آتی ہے۔ راہ۔ فنا کے بعد ہی بقا حاصل ہوتی ہے۔ صاف۔ اگر تو چاہتا ہے کہ حقیقت تک پہنچے تو ظاہر پرستی اور تن پروری چھوڑ دے بہت جلد حقیقت تک پہنچ جائے گا۔

[1] زاں۔ مشہور مقولہ ہے کہ گھر کھود نے سے ایندھن فراواں ہو جاتا ہے اور قبا چاک کر دینے سے روزی فراواں ہو جاتی ہے اُس کے استر ابرے وغیرہ کو فروخت کر کے گذارا کیا جا سکتا ہے، یعنی اسبابِ ظاہری کو ختم کر دینے سے اللہ پر توکّل ہو جاتا ہے۔ وَمَن یَّتَوَکَّل عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ۔ دربیان۔ جُبّہ کو شروع میں فرجی اسلئے کہا گیا کہ ایک فقیر نے اپنا جبّہ پھاڑ کر فروخت کر دیا اور اُس سے اُس کو فراخدستی حاصل ہو گئی یعنی اُس نے وجودِ ظاہری کو فنا کیا تو اُس کو جاودانی بقا حاصل ہو گئی اس لئے اُس نے پھٹے ہوئے جبّہ کا نام فرجی یعنی کشادگی والا رکھ دیا۔ حَرَج۔ تنگی۔ فرج کشادگی۔

[2] فرجی۔ یعنی اُس جبّہ کا نام کشادگی والا پڑ گیا کیونکہ اُس کے پھٹنے سے اُس فقیر کو کشادگی حاصل ہوئی تھی۔ فاش۔ مشہور۔ دُرد۔ تلچھٹ۔ ہمچنیں۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ابتداءً کوئی نام کسی حقیقت کی بنیاد پر رکھا جاتا ہے، لیکن پھر اُس نام میں سے حقیقت گم ہو جاتی ہے اور صرف لفظ رہ جاتے ہیں۔

[3] گلخوار۔ یعنی دنیا پرستوں نے مجاز کو اختیار کر لیا اور حقیقت تک نہ پہنچے، حقیقت پرست صوفی حقیقت تک پہنچ گیا۔ گفت۔ مجاز پرست سمجھتا

هست[۵۱] صوفی آنکه شد صفوت طلب
صوفی وہ ہے جو صفائی کا طالب ہو

نہ لباسِ صوف و خیاطی و دَب
نہ گدڑی کا لباس اور سینا اور نقش

صوفیی گشتہ بہ پیشِ ایں لئام
ان کمینوں کے لئے صوفی ہونا بن گیا ہے

اَلْخِیَاطَةُ وَاللِّوَاطَةُ وَالسَّلَام
سینا اور اِغلام، والسلام

بر خیالِ آں صفا و نامِ نیک
صفا کے خیال اور بھلے نام کی وجہ سے

رنگ پوشیدن نکو باشد ولیک
رنگین پہننا اچھا ہوگا لیکن

بر خیالش گر روی تا اصلِ او
اگر اُس کے خیال سے تو حقیقت کی طرف جائے

ہمچناں کہ گربہ سوئے ناں بُوُ
جس طرح کہ بلی خوشبو کے ذریعہ روٹی کی جانب

بُو[۵۲] قلاؤز ست اے جویائے عشق
اے عشق کے تلاش کرنے والے! بُو رہنما ہے

نے ز بُو یعقوبؑ شد بینائے عشق
کیا بُو کی بدولت حضرت یعقوبؑ عشق کے بینا نہیں ہے!

دور باشِ غیرتت آمد خیال
(فاسد) خیال تیرے لئے دو شاخہ نیزہ ہے

گرد بر گردِ سراپردہ جلال
جلال کے پردے کے اردگرد ہے

بستہ ہر جوئندہ را کہ راہ نیست
جس نے ہر تلاش کرنیوالے کو باندھ دیا ہے کہ راستہ نہیں ہے

ہر خیالش پیش می آید کہ بیست
ہر خیال اُس کے سامنے آجاتا ہے کہ ٹھہر جا

جز مگر آں تیز گوش و تیز ہوش
سوائے اُس تیز کان والے اور تیز ہوش والے کے

کش بُود از جیشِ نصرتہاش جوش
جس کو مددوں کے لشکر سے جوش حاصل ہے

بجہد[۵۳] از تخییلہا بے شہ شود
وہ تخیلات سے نکل جاتا ہے بغیر بادشاہ کے بنجاتا ہے

تیرِ شہ بنماید و بیروں رود
شاہی تیر دکھاتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے

ہر کہ را در دست تیرِ شہ بود
جس کے ہاتھ میں بادشاہ کا تیر ہو

راہ یابد تا بمنزل می رود
راستہ پالیتا ہے منزل تک چلا جاتا ہے

فی المناجات
دُعا

اے قدیمِ رازدانِ ذوالمنن
اے احسانوں والے، راز کو جاننے والے قدیم!

در رہِ تو عاجزیم و ممتحن
تیری راہ میں ہم عاجز ہیں اور مشقت میں ہیں

ایں دلِ سرگشتہ را تدبیر بخش
اس حیران دل کو تدبیر عنایت کردے

ویں کمانہائے دوتو را تیر بخش
ان خمیدہ کمانوں کو تیر عنایت کردے

---

۵۱ ہست۔ تصوف محض کمبل پوشی اور پیوند در پیوند گدڑی اور اُس کو منقش کرنے کا نام نہیں ہے۔ لئام۔ کمینے بد اخلاق۔ اغلام ہر خیال۔ نیکی تک پہنچنے کے لئے نیکوں کا لباس اختیار کرنا مفید ہے لیکن محض لباس اختیار کرلینا اور بدوں کے سے کام کرنا بُرا ہے۔ ہمچناں۔ نشانات سے منزلِ مقصود تک پہنچنا چاہیئے، محض نشان حاصل کرنا کافی نہیں ہے۔

۵۲ بو۔ کسی چیز کی خوشبو سے اُس چیز تک پہنچا جاسکتا ہے۔ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کی خوشبو سے عشق کے بینا بنے اور ان کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ دور باش۔ وہ دو شاخہ نیزہ جو چوبدار بادشاہوں کے آگے لیکر لوگوں کو ہٹاتا ہوا چلتا ہے یعنی مجاز میں پھنسنا اور مجاز کا خیال خدا کی غیرت کا دور باش ہے جو انسان کو اس کے دربار سے ہٹا دیتا ہے۔ بستہ۔ یہ خیال حقیقت تک نہیں پہنچنے دیتا ہے۔ جز۔ توفیق خداوندی جن کا ساتھ دیتی ہے وہ مجاز سے حقیقت تک پہنچتے ہیں۔

۵۳ بجہد۔ توفیق جن کا ساتھ دیتی ہے وہ ان خیالات سے شاہی تیر کی علامت دکھاکر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ تیرِ شہ۔ خاص تیر پر علامت ہوتی تھی جس کو دکھاکر ہر کارکن ہر جگہ جاسکتا تھا۔ ذوالمنن۔ احسانوں والا، اللہ تعالیٰ۔ ممتحن۔ مصیبت زدہ۔ تیر یعنی شاہی

جرعۂ بر ریختی زاں خفیہ جام — بر زمینِ خاک مِنْ کَاسِ الْکِرَام

تونے اس پوشیدہ جام سے گھونٹ گرادیا ہے — خاک کی زمین پر کریموں کے پیالے سے

جست بر زلف و رُخ از جرعہ نشاں — خاک را شاہاں ہمی لیسند ازاں

گھونٹ کا نشان زلف اور رُخ پر تلاش کیا؟ — اسی وجہ سے شاہ خاک کو چاٹتے ہیں

جرعۂ حُسن ست کایں خاک گش — کہ بصد دل روز و شب می بوسیش

حُسن کا گھونٹ ہے کہ یہ خاک بھلی ہے — کہ تو دل و جان سے دن رات اُس کو چومتا ہے

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند — مر ترا تا صافِ اُو خود چوں کند

مٹی میں ملا ہوا گھونٹ جبکہ مجنون بنا دیتا ہے — تو تجھے اُس کا صاف کیا بنا دے گا؟

ہر کسے پیشِ کلوخے جامہ چاک — کاں کلوخ از حُسن آمد جرعہ ناک

ہر شخص ایک مٹی کے ڈھیلے کے سامنے کپڑے پھاڑے ہوئے ہے — کیونکہ وہ ڈھیلا حُسن سے گھونٹ حاصل کئے ہوئے ہے

جرعۂ بر ماہ و خورشید و حمل — جرعۂ بر عرش و کرسی و زحل

ایک گھونٹ ہے چاند اور سورج اور برج حمل پر — ایک گھونٹ ہے عرش اور کرسی اور زحل پر

جرعہ گوئیش اے عجب یا کیمیا — کہ ز آسیبش فنا گردد بقا

تعجب ہے تو اس کو گھونٹ کہے یا کیمیا — کہ اُس کے اثر سے فنا بقا بن جاتی ہے

جد طلب آسیب اُو اے ذو فنوں — لَا یَمَسُّ ذَاكَ اِلَّا الطَّاهِرُوْن

اے ہنرمند! اُس کا اثر کوشش کا خواہاں ہے — اُس کو نہیں چھو سکتے ہیں مگر پاک لوگ

جرعۂ بر لعل و بر زر و دُرر — جرعۂ بر خمر و بر نُقل و ثمر

ایک گھونٹ ہے لعل اور سونے اور موتیوں پر — ایک گھونٹ ہے شراب اور چبینے اور پھلوں پر

جرعۂ بر روئے خوبانِ لطاف — تا چگونہ باشد آں رَوَاقِ صاف

ایک گھونٹ ہے نازک اندام حسینوں کے رُخ پر — تو اُس چھنے ہوئے اور صاف کا کیا حال ہوگا؟

چوں ہمی مالی زباں را اندریں — چوں شوی چوں بینی آں را بے زطیں

جبکہ تو اُس پر زبان کو ملتا ہے — تو تیرا کیا حال ہوگا جبکہ اُس کو بغیر مٹی کے دیکھے گا

چونکہ وقتِ مرگ آں جرعہ صفا — زیں کلوخِ تن بمردن شد جدا

چونکہ موت کے وقت وہ مُصفّیٰ گھونٹ — جسم کے اِس ڈھیلے سے، مرنے پر جُدا ہو گیا

آنچہ ماند میکنی زودش دفیں — کیں چنیں زشتے دو دوچِش بُد قریں

جو رہ گیا اُس کو تو جلدی سے دفن کر دیتا ہے — کہ یہ ایسا بدنما، اور کم رتبہ کیوں ساتھ تھا!

لہ جرعہ۔ ۔ وَلِلْاَرْضِ مِنْ کَاسِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ۔ سخیوں کے پیالے سے زمین کو بھی حصہ ملتا ہے جست۔ مظاہر قدرت میں حُسنِ ازلی کی تجلی نمودار ہو گئی ہے جس کی وجہ سے لوگ ان کے شیدائی ہیں۔ گش۔ خوش، مظاہر پرستی اُس کے حُسنِ ازلی کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ خاک آمیز وہ تجلی جو مادیات میں ظہور پذیر ہے جب اُس نے دیوانہ بنا رکھا ہے تو جو تجلی اُس سے منزہ ہے اُس کا کیا حال ہوگا۔

سلہ ہر کسے۔ جس قدر مظاہر ہیں وہ تجلی حقیقی سے سیراب ہیں خواہ وہ چاند اور سورج ہو یا عرش و کرسی وہ گھونٹ جو حقیقی تجلی سے حاصل ہوتا ہے اُس سے فانی بھی بقا حاصل کر لیتا ہے۔ جد۔ اِس گھونٹ کے حاصل کرنے کے لئے بہت سے مجاہدوں کی ضرورت ہے تاکہ باطنی طہارت حاصل ہو سکے۔ ..... جرعہ۔ دنیا کی ہر مرغوب چیز نے اسی حُسنِ ازلی سے گھونٹ حاصل کر لیا ہے حسین معشوق اسی کے جرعہ نوش ہیں۔

سلہ چوں۔ جبکہ اس ملے جرعہ کو دیکھ کر تیرا یہ حال ہوا ہے اگر صاف جرعہ کو دیکھے گا تو کیا حال ہوگا۔ چونکہ حسین معشوق سے موت کے وقت وہ جرعہ واپس لے لیا جاتا ہے تو تو اُسکو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا ہے، اور بہت جلد اُس کو دفن کر دیتا ہے اور اُس سے اپنی رفاقت پر تعجب کرتا ہے۔

جاںؔلہ چو بے ایں جیفہ بنماید جمال　کے توانم گفت لطفِ آں وصال

جان، جب اس مُردار کے بغیر حسن دکھائیگی　اس وصال کا لطف میں کیا کہہ سکتا ہوں

مہ چو بے ایں ابر بنماید ضیا　شرح نتواں کرد زاں کار و کیا

چاند جب اس ابر کے بغیر روشنی دکھائے گا　اس معاملہ اور پاکیزگی کی شرح نہیں کی جا سکتی

حبّذا آں مطبخِ پُر نوش و قند　کیں سلاطیں کاسہ لیسانِ وینند

سبحان اللہ، وہ کیسا شہد و شکر سے پُر مطبخ ہے　کہ یہ شہنشاہ اُس کا پیالہ چاٹنے والے ہیں

حبّذا آں خرمنِ صحرائے دیں　کہ بُوَد ہر خرمن آں را خوشہ چیں

وہ دین کے صحراء کا خرمن کیا ہی عمدہ ہے　کہ ہر خرمن اُس کا خوشہ چین ہوتا ہے

حبّذا دریائے عمرِ بے غمے　کہ بُوَد زو ہفت دریا شبنمے

بے غم عمر کے دریا کے کیا کہنے ہیں　کہ اس کے مقابل ساتوں دریا شبنم ہیں

جرعۂ چوں ریخت ساقیِ اَلَست　بر سرِ ایں شورہ خاکِ زیر دست

اَلَسْت کے ساقی نے جب ایک گھونٹ بہایا　اس نچلی بنجر زمین پر

جوشؔلہ کرد آں خاک و ما زاں جوششیم　جرعۂ دیگر کہ بس بے کوششیم

اُس خاک نے جوش ملا اور ہم اسی جوش میں ہیں　(اے خدا) دوسرا گھونٹ کہ ہم بے طاقت ہیں

گر روا بُد نالہ کردم از عدم　ور نبُود ایں گفتنی نک تن زدم

اگر جائز ہو تو معدوم (گھونٹ) کا نالہ کروں　اور اگر یہ اَن کہنی ہے تو میں چپ ہوا

ایںؔلہ بیانِ بطِّ حرصِ منثنی ست　از خلیل آموز کاں بط کشتنی ست

یہ حرص کی اوندھی بط کا بیان ہے　خلیل (اللہ) سے سیکھ لے یہ بط مار ڈالنے کے قابل ہے

ہست در بط غیر ایں بس خیر و شر　ترسم از فوتِ سخنہائے دگر

بط میں اس کے علاوہ اور بہت سے خیر و شر ہیں　میں دوسری باتوں کے چھوٹ جانے کے خوف سے ڈرتا ہوں

صفتِ طاؤس و طبعِ اُو و سببِ کشتنِ ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اُو را

مور کی صفت اور اُس کا مزاج اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے اُس کو مار ڈالنے کا سبب

آمدیم اکنوں بطاؤسِ دو رنگ　کو کند جلوہ برائے نام و ننگ

اب ہم دو رخے مور (کے ذکر) پر آ گئے　کہ وہ فخر و مباہات کے ذریعہ نمائش کر رہا ہے

ؔلہ جاں۔ صاف تجلّی سے وصل کی لذت کا بیان ناممکن ہے۔ مہ۔ دیدارِ حق کا لطف اور شرح ناقابلِ بیان ہے۔ حبّذا۔ خیابانِ حقیقی اُس کے دربار سے جو لذتیں حاصل کر رہے ہیں وہ عجیب و غریب ہیں۔ کہ بود۔ مظاہرِ حسن خرمن کے خوشہ چین ہیں وہ خرمن قابلِ مبارکباد ہے۔ حبّذا دریا۔ معنوی لذائذ کا دریا اس قدر وسیع ہے کہ ساتوں سمندر اُس کے سامنے شبنم کا قطرہ ہیں۔ زیر دست۔ عاجز۔

ؔلہ جوش کرد۔ مظاہرِ قدرت والے جرعہ سے ہم جوش میں ہیں ہم عاجزوں کو دوسرا جرعہ بھی عطا کر دے۔ گر روا۔ اگر دوسرے گھونٹ کے لئے ہماری فریاد جائز ہو تو ہم فریاد کریں ورنہ خاموشی اختیار کر لیں۔

ؔلہ ایں۔ صوفیا کی اصطلاح میں بطخ سے مراد انسان کی صفت حرص ہے مولانا اس کا بیان کر رہے تھے درمیان میں دوسری باتیں آ گئیں اب اُس کا بیان ختم کر کے دوسری مذموم صفات کا بیان شروع کرتے ہیں۔ طاؤس۔ صوفیاء کی اصطلاح میں مور سے مُراد حُبِّ جاہ ہے۔ دو رنگ۔ حُبِّ جاہ میں انسان نفاق سے کام لیتا ہے۔

همّتِ[1] اُو صیدِ خلق از خیر و شر
اس کا ارادہ اچھے برے طریقوں پر مخلوق کا شکار کرنا ہو

وز نتیجہ و فائدہ آں بے خبر
اور وہ نتیجہ اور فائدے سے بے خبر ہے

بیخبر چوں دام میگیرد شکار
ایسا ہی لاعلم ہے جس طرح جال شکار پھانستا ہے

دام را چہ علم از مقصود کار؟
جال کو کام کے مقصد کا کیا علم؟

دام را چہ ضر و چہ نفع از گرفت
گرفتار کرنے میں جال کا کیا نفع و نقصان؟

زیں گرفتِ بیہدہ اش دارم شگفت
اس کی اِس بیہودہ گرفت سے مجھے تعجب ہے

اے برادر دوستاں افراشتی
اے بھائی! تو نے دوستوں کو بلند کیا

با دو صد دلداری و بگذاشتی
سینکڑوں دلداریوں سے اور چھوڑ دیا

کارت ایں بودہ ست از وقتِ وِلاد
پیدائش کے وقت سے تیرا یہی کام رہا ہے

صید مردم کردن از دام و داد
جال اور بخشش کے ذریعہ لوگوں کا شکار کرنا

زاں[2] شکار و انبہیِ باد و بود
اس شکار اور تنگ و دو کی کثرت سے

دست در کُن ہیچ یابی تار و پُود
(جال میں) ہاتھ ڈال کیا تانا بانا تیرے ہاتھ آئیگا

بیشتر رفت ست و بیگاہ است روز
دن بیشتر چلا گیا اور ناوقت ہو گیا

تو بجد در صیدِ خلقانے ہنوز
تو ابھی تک لوگوں کو شکار کرنے کی کوشش میں ہے

آں یکے می گیر و ایں می ہِل ز دام
اُس ایک کو پکڑ اور اِس کو جال میں سے چھوڑ دے

ویں دگر را صید می کن چوں لئام
کمینوں کی طرح دوسرے کا شکار کر

باز ایں را می ہل و می جُو دگر
پھر اُس کو چھوڑ دوسرے کی تلاش کر

اینت لعبِ کودکانِ بے خبر
عجب بے خبر بچوں کا کھیل ہے

شب[3] شود در دامِ تو یک صید نے
رات ہو جائیگی تیرے جال میں کوئی شکار نہیں ہے

دام بر تو جز صداع و قید نے
تیرے لئے جال سوائے دردِ سر اور قید کے کچھ نہیں ہے

پس تو خود را صید میکردی بدام
تو نے جال سے خود اپنا شکار کر لیا

کہ شدی محبوس و محروم از کام
کیونکہ تو قیدی ہو گیا اور کام سے محروم رہا

در زمانہ صاحبِ دامے بُوَد؟
کیا دنیا میں کوئی ایسا شکاری ہوگا

ہمچو ما احمق کہ صیدِ خود کند
ہم جیسا احمق! کہ خود اپنا شکار کرے؟

چوں شکارِ خوک آمد صیدِ عام
عوام کو پھانسنا سور کے شکار کی طرح ہے

رنج بیحد لقمہ خوردن زو حرام
مشقت بیحد، اور اُس میں سے لقمہ کھانا حرام ہے

[1] ہمّت۔ ارادہ۔ حُبِّ جاہ میں انسان لوگوں کو پھانسنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے لئے جائز و ناجائز ذرائع اختیار کرتا ہے۔ بیخبر۔ یہ طاؤس اسی طرح لوگوں کو پھنساتا ہے جس طرح انجام سے بے خبر جال پھنساتا ہے۔ اے برادر۔ حُبِّ جاہ میں مبتلا کی دوستی ناپائیدار ہوتی ہے وہ حصول مقصد کیلئے دوست بناتا ہے اور اپنا فائدہ پورا کر کے دوستوں کو فراموش کر دیتا ہے۔

[2] زاں۔ حُبِّ جاہ میں مبتلا کو سوچنا چاہیئے کہ ان حرکات سے اس کو کیا حاصل ہوا۔ بیشتر۔ یہ شخص انہیں لغو باتوں میں عمر کو برباد کرتا ہے آں یکے۔ کبھی کسی کو پھنساتا ہے پھر اُس کو چھوڑتا ہے، دوسروں کو پھنساتا ہے اس کی یہی طفلانہ حرکات جاری رہتی ہیں۔

[3] شب شود۔ روزِ عمر ختم ہو جاتا ہے کہ شب کو موت آجاتی ہے وہ دوسروں کا شکار کرتا ہے لیکن خود محرومی کا شکار بن جاتا ہے۔ در زمانہ۔ وہ شکاری بڑا احمق ہے جو شکار کی بجائے خود شکار بن جائے۔ چوں۔ عوام کو پھانسنا سور کا شکار کرنا ہے کہ بڑی مصیبت سے جال میں پھنستا ہے اور اُس کا کھانا حرام ہو۔

آنکہ ارزد صید را عشق ست و بس — لیک اُو کے گنجد اندر دامِ کس

جو شکار کرنے کے قابل ہے وہ صرف عشق ہے — لیکن وہ کب کسی کے جال میں پھنستا ہے؟

تو مگر آئی و صیدِ اُو شوی — دام بگذاری بدامِ اُو روی

ہاں تو آ اور اُس کا شکار بن جا — اپنا، جال چھوڑ اُس کے جال میں گرفتار ہو جا

عشق میگوید بگوشم پست پست — صید بودن خوشتر از صیادی ست

میرے کان میں عشق آہستہ آہستہ کہتا ہے — شکاری بننے سے، شکار بن جانا بہتر ہے

گول میکن خویش را و غرہ شو — آفتابی را رہا کُن ذرہ شو

اپنے آپ کو بیوقوف بنانے اور فریفتہ بنا — سورج بننے کو چھوڑ۔ ذرہ بن جا

بر درم ساکن شو و بیخانہ باش — دعویِ شمعی مکُن پروانہ باش

میرے دروازے پر پڑ جا۔ اور بے گھر بن جا — شمع بننے کا دعویٰ نہ کر، پروانہ بن جا

تا ببینی چاشنیِ زندگی[2] — سلطنت بینی نہاں در بندگی

تاکہ تو زندگی کا لطف دیکھے — بادشاہی کو غلامی میں چھپا ہوا دیکھے

نعل بینی باژگونہ در جہاں — تختہ بند انرا لقب گشتہ شہاں

دنیا میں اُلٹی نعل بندی دیکھ لے — پھانسی پر چڑھنے والوں کا لقب بادشاہ ہو گیا ہے

بس طناب اندر گلو و تاج دار — بر وے انبوہے کہ اینک تاجدار

گلے میں سُولی کا پھندا اور تاج ہے — اُس پر مجمع ہے کہ یہ بادشاہ ہے

ہمچو گورِ کافراں پُر حُلل — واندروں قہرِ خدائے عزّ و جل

جس طرح کافروں کی قبر کا باہر قیمتی کپڑے ہیں — اور اندر خدائے عزّ و جلّ کا قہر ہے

چوں قبور آں را مجصّص[3] کردہ اند — پردۂ پندار پیش آوردہ اند

قبروں کی طرح اس پر بھی چونا کر دیا ہے — گھمنڈ کا پردہ سامنے لٹکا دیا ہے

طبعِ مسکینت مجصّص از ہنر — ہمچو نخلِ موم بے برگ و ثمر

تیری بیچاری طبیعت ہُنر سے آراستہ — موم کی کھجور کی طرح بے برگ و ثمر ہے

دربیان آنکہ لُطفِ حق را ہمہ کس داند و قہر را نیز ہمہ کس

اِس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی مہر کو سب جانتے ہیں اور قہر کو بھی

داند و ہمہ از قہرِ حق گریزانند و بلطفِ اُو آویزانند اما

سب جانتے ہیں اور سب اُس کے قہر سے گریز کرتے ہیں اور اُس کی مہر سے وابستہ ہیں

---

[1] آنکہ۔ اگر شکار کھیلنا ہو تو عشق کا شکار کر لیکن یہ وہ شکار ہے جو ہر کس و ناکس کے جال میں نہیں پھنستا ہے۔ تو عشق کا شکار جب کر یگو گے کہ تم خود اُس کا شکار بنجاؤ گے۔ عشق۔ عشق کی صدا یہ ہے کہ شکاری بننے سے شکار بن جانا بہتر ہے۔ گول۔ عشق کے معاملے میں اپنے آپ کو بے عقل بناؤ اور سورج بننے کی بجائے ذرہ بن جاؤ۔ بردرم۔ یہ عشق کا مقولہ ہے۔ خانماں برباد بن کر میرے در پر آپڑ شمع ہونے کے دعوے کو چھوڑ کر پروانہ بن جا۔

[2] تا ببینی۔ جب یہ کیفیت ہو جائیگی تو حقیقی لذت حاصل ہو گی اور پھر انسان غلامی میں شاہی کرے گا۔ (شعر)
بسیں حقیر گدایانِ عشق را کایں قوم
شہانِ بے کمر و خسروانِ بے کلمند
نعل بینی۔ یعنی دنیا کے سب اُلٹے ہیں جو دنیا کے قیدی ہیں لوگ اُنکو شاہ کہتے ہیں اور جو لوگ شاہ ہیں اُنکو فقیر اور گدا کہتے ہیں تاج دار۔ سولی دینے کے وقت سر اور آنکھوں پر ایک ٹوپی اُڑھا دی جاتی ہے۔ تاجدار۔ بادشاہ۔ حُلل۔ حُلہ کی جمع ہے۔ لباس کا جوڑا۔

[3] مجصّص۔ چونے اور گچی سے پتا ہوا۔ نخل ترموم۔ کھجور کا مومی درخت۔ دربیان۔ حضرت حق تعالیٰ کے مہر و قہر کو ہر شخص جانتا ہے اور ہر شخص مہر کا طالب اور قہر سے گریزاں ہے لیکن اللہ نے اپنے مہر کو قہر سے اور قہر کو مہر سے ڈھانپ دیا ہے تاکہ انسان کی آزمائش کرے۔

حق تعالیٰ قہرہا را در لُطف پنہاں کردہ و لُطفہا را در قہر

لیکن اللہ تعالیٰ نے قہر کو مہر میں پوشیدہ کر دیا ہے اور مہر کو قہر میں

پنہاں کردہ نعلِ باژگونہ و تلبیس و مکر اللہ بود تا اہلِ تمیز

پوشیدہ کر دیا ہے اُلٹی چال اور بناوٹ اور اللہ کا داؤ تھا تاکہ اہلِ تمیز

وَیَنظُرُ بِنُورِ اللہ از بے تمیزاں و حالے بیناں و ظاہر بیناں

اور اللہ کے نور سے دیکھنے والے بے تمیزوں اور حال کو دیکھنے والوں اور ظاہر بینوں

جُدا شوند کہ لِیَبلُوَکُم اَیُّکُم اَحسَنُ عَمَلاً

سے جدا ہو جائیں کیونکہ (فرمایا ہے) تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ کون عمل کے اعتبار سے اچھا ہے

گفت درویشے بدرویشے کہ تو
ایک درویش نے دوسرے درویش سے کہا کہ تونے

چوں بدیدی حضرتِ حق را بگو
حضرتِ حق کو کیسا دیکھا ہے . بتا

گفت بیچوں دیدم اما بہرِ قال[1]
اس نے کہا میں نے بے مثال دیکھا لیکن کہنے کیلئے

باز گویم مختصر آں را مثال
اس کی ایک مختصر مثال بتاتا ہوں

دیدمش سوئے چپ اُو آذرے[2]
میں نے اس کی بائیں جانب آگ دیکھی

سوئے دستِ راست جوئے کوثرے
(اور) دائیں جانب حوضِ کوثر دیکھی

سوئے چپش بس جہاں سوز آتشے
اس کی بائیں سمت جہاں سوز آگ ہے

سوئے دستِ راستش جوئے خوشے
اس کے دائیں ہاتھ کی جانب عمدہ نہر ہے

سوئے آں آتش گروہے بردہ دست
ایک گروہ نے اس آگ کی جانب ہاتھ بڑھایا ہے

بہرِ آں کوثر گروہے شاد و مست
ایک گروہ اس نہر کے لئے شاد اور مست ہے

لیک نعلِ باژگونہ بود سخت
لیکن اُلٹی چال سخت ہوتی ہے

پیشِ پائے ہر شقی و نیک بخت
ہر شقی اور نیک بخت کے لئے

ہر کہ در آتش ہمی رفت و شرر
جو آگ اور چنگاریوں میں گیا

از میانِ آب بر میکرد سر
اس نے پانی میں سے سر اُبھارا

ہر کہ سوئے آب میرفت از میاں
جو آگ کی طرف گیا

اُو در آتش یافت میشد در زماں
وہ فوراً آگ میں پایا گیا

ہر کہ سوئے راست شد و آبِ زلال
جو داہنی جانب اور نیر پانی کی طرف گیا

سر ز آتش بر زد از سوئے شمال
اس نے بائیں جانب آگ میں سے سر اُبھارا

---

[1] بہرِ قال ۔ یعنی ذاتِ حق کی بیگونگی ناقابلِ بیان ہے لیکن سمجھانے کے لئے کچھ بیان کیا جاتا ہے۔

[2] آذرے ۔ لذائذِ نفسانی آخرت میں بصورتِ نار و کژدم نمایاں ہوں گے اور مجاہدات و عبادات کی مشقتیں بصورتِ حور و غلمان آخرت میں نمودار ہوں گی یہ اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لئے ایک تدبیر فرمائی ہے انسان اگر دنیا میں نفسانی لذائذ میں لگے گا جو بظاہر حوضِ کوثر ہیں تو وہ آگ کو حاصل کرتا ہے اور اگر عبادت کی مشغولیت میں لگے گا جو بظاہر آگ ہیں وہ حوضِ کوثر حاصل کریگا ۔ زلال ۔ نیر پانی۔

وانکہ شد سوئے شمالِ آتشیں
جو آگ والی بائیں جانب گیا

سر بروں میکرد از سوئے یمین[1]
وہ دائیں جانب سے سر ابھارتا ہے

کم کسے بر سرِّ ایں مضمر زدے
اِس پوشیدہ راز سے بہت کم لوگ واقف ہوئے

لاجرم کم کس دراں آذر شدے
لامحالہ بہت تھوڑے لوگ اُس آگ میں گئے

جز کسے کہ بر سرش اقبال ریخت
سوائے اُس شخص کے جس کے سر پر اقبالمندی نازل ہوگئی

کو رہا کرد آب و در آتش گریخت
کہ اُس نے پانی کو چھوڑ دیا اور آگ میں گھس گیا

کردہ ذوقِ نقد را معبود خلق
لوگوں نے نقد فائدے کو معبود بنایا ہے

لاجرم زیں لعب مغبوں بود خلق
لامحالہ اِس کھیل سے لوگ ٹوٹے میں ہیں

جوق جوق و صف صف از حرص و شتاب
گروہ در گروہ اور صف در صف حرص اور عجلت کی وجہ سے

محترز ز آتش گریزاں سوئے آب
آگ سے بچنے والے ہیں پانی کی طرف دوڑ رہے ہیں

لاجرم ز آتش بر آوردند سر
لامحالہ اُنھوں نے آگ میں سے سر اُبھارا

اعتبار الاعتبار اے بے خبر
اے بے خبر! عبرت حاصل کر، عبرت

بانگ میزد آتش اے گیجانِ گول
آگ پکارتی ہے اے بے وقوف احمقو!

من نیم آتش منم چشمہ قبول
میں آگ نہیں ہوں میں پسندیدہ چشمہ ہوں

چشم بندی[2] کردہ اند اے بے نظر
اے اندھے! اُنھوں نے نظر بندی کر دی ہے

درمن آ و ہیچ مندیش از شرر
مجھ میں آ جا اور چنگاریوں کی فکر نہ کر

اے خلیل اینجا شرار و دود نیست
اے خلیل! یہاں چنگاری اور دھواں نہیں ہے

جز کہ سحر و خدعۂ نمرود نیست
سوائے نمرود کے دھوکے اور جادو کے کچھ نہیں ہے

چوں خلیلِ حق اگر فرزانہٗ
اگر تو اللہ کے خلیلؑ کی طرح عقلمند ہے

آتش آبِ تست و تو پروانۂ
آگ تیرا پانی ہے اور تو پروانہ ہے

جانِ پروانہ ہمی دارد ندے
پروانہ کی جان پکارتی ہے

کاے دریغا صد ہزارم پر بدے
کہ کاش میرے ہزاروں پر ہوتے

تاہمی سوزید ز آتش بے اماں
تاکہ وہ بے اماں آگ سے جل جائے

کوری چشم و دلِ نامحرماں
نامحرموں کی آنکھ اور دل کے اندھے پن کے

بر من آرد رحم جاہل از خری
ناداں کو گدھے پن سے مجھ پر ترس آتا ہے

من برو رحم آرم از دانشوری
میں عقلمندی کی وجہ سے اُس پر ترس کھاتا ہوں

---

[1] یمین۔ داہنا۔ مضمر۔ پوشیدہ۔ ذوقِ نقد یعنی دنیاوی لذتوں کا ذوق۔ مغبون۔ ٹوٹے میں مبتلا۔

[2] چشم بندی۔ نظر بندی۔ آتش نمرود۔ نمرود کی آگ حضرت خلیل اللہ کے لئے بظاہر آگ اور حقیقتاً گلزار تھی۔ ندے۔ آواز۔ خری۔ گدھا پن۔

خاصه این آتش که جانِ آبهاست	کارِ پروانه[1] بعکسِ کارِ ماست
خصوصاً وہ آگ جو پانی کی جان ہے	پروانہ کا معاملہ ہمارے معاملہ کے برعکس ہے
او به بیند نور و در نارے رود	دل به بیند نار و در نورے شود
وہ نور دیکھتا ہے اور آگ میں گر جاتا ہے	دل آگ دیکھتا ہے اور نور میں پہنچ جاتا ہے
اینچنیں لعب آمد از ربِّ جلیل	تا به بینی کیست از آلِ خلیل
ربِّ جلیل کی جانب سے یہی کھیل ہے	تاکہ تو دیکھ لے کہ خلیل کی اولاد میں سے کون ہے
آتشے را شکلِ آبی داده اند	واندر آتش چشمهٔ بکشاده اند
آگ کو پانی کی شکل دے دی ہے	اور آگ کے اندر چشمہ جاری کر دیا ہے
ساحرے صحنِ برنجی را به فن	می کند کرمش میانِ انجمن
جادوگر جادوں کے طباق کو فن کے ذریعہ	انجمن میں اُس کو کیڑے بنا دیتا ہے
خانه را او پُر ز کژدم ها نمود	از دمِ سحر و خود آں کژدم نبود
گھر کو بچھوؤں سے بھرا ہوا دکھا دیتا ہے	جادو کے اثر سے، حالانکہ وہ بچھو نہیں ہیں
چونکه جادو می نماید صد چنیں	چوں بود دستانِ جادو آفریں
جبکہ جادو اس جیسی سینکڑوں باتیں دکھا دیتا ہے	تو جادو پیدا کرنے والے کی تدبیر کیسی ہوگی؟
لاجرم از سحرِ یزداں قرن قرن	اندر افتادند چوں زن زیر پهن[2]
لامحالہ خدا کے جادو سے گروہ در گروہ	عورتوں کی طرح نیچے چت گرے ہیں
لاجرم از سحرِ یزداں مرد و زن	رفته اندر چاهِ جاهِ بے رسن
لامحالہ خدا کے جادو سے مرد و زن	پہنچ گئے ہیں جاہ کے بے رسی کے کنویں میں
ساحراں شاں بنده بودند و غلام	اندر افتادند چوں صعوه بدام
جادوگر اُن کے بندے اور غلام تھے	ممولے کی طرح جال میں پھنس گئے
هین بخواں قرآں ببیں سحرِ حلال	سرنگونی مکرهائے[3] کالجبال
آگاہ! قرآن پڑھ لے حلال جادو کو دیکھ	(اور) پہاڑوں جیسے مکروں کے اوندھا ہونے کو
من نیم فرعون کایم سوئے نیل	سوئے آتش میروم همچوں خلیلؑ
میں فرعون نہیں ہوں کہ نیل (دریا) کیجانب آؤں	میں خلیل (اللہ) کی طرح آگ کیطرف جاتا ہوں
نیست آتش هست آں مائے معیں	واں دگر از مکر آبے آتشیں
آگ نہیں ہے، وہ بہتا پانی ہے	اور دوسرا مکر کی وجہ سے آتشیں پانی ہے

[1] کارِ پروانہ۔ پروانہ نار کو نور سمجھ کر اُس میں گرتا ہے مومن نار کو نار سمجھ کر اُس میں داخل ہوتا ہے اور نور حاصل کر لیتا ہے۔ ساحرے کسی چیز کا حقیقت کے خلاف نظر آنا مستبعد نہیں ہے جادوگر جادوں کو کیڑوں کی شکل میں دکھا دیتا ہے صحن۔ طباق۔ جادو آفریں۔ اللہ تعالیٰ۔ قرن۔ گروہ۔

[2] پہن۔ چت۔ جاہ جاہ۔ یعنی جاہ پسندی کا کنواں بے رسن۔ یعنی گہرا کنواں۔ ساحراں شاں۔ ان گروہوں کے جادوگر بھی جادو آفریں کے جادو میں ممولے کی طرح پھنس کر رہ گئے۔

[3] مکرہائے قرآنِ پاک میں ہے وَاِنْ کَانَ مَکْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ یعنی خدا نے اُنکے مکر کو برباد کر دیا اگرچہ ان کا مکر ایسا تھا کہ اُس سے پہاڑ ہل جائیں۔ من نیم۔ یہ فقیر کا مقولہ ہے یا مولانا کا۔ فرعون۔ فرعون نیل کو خشکی سمجھ کر پانی میں ڈوبا حضرت خلیل اللہ آگ کو آگ سمجھ کر گلزار میں پہنچے۔

پس[۵۱] نکو گفت آں رسولِ خوش جواز — ذرۂ عقلت بہ از صوم و نماز

اُس خوش رفتار رسولؐ نے خوب کہا ہے — تیرے لئے عقل کا ایک ذرہ روزے (اور) نماز سے بہتر ہے

زانکہ عقلت جوہرست ایں دو عَرَض — ایں دو در تکمیلِ آں شد مُفترض

کیونکہ تیری عقل جوہر ہے یہ دونوں عرض ہیں — یہ دونوں اُس کی تکمیل کے لئے فرض کئے گئے ہیں

تا جلا باشد مرآں آئینہ را — کہ صفا آید ز طاعت سینہ را

تاکہ اُس آئینہ پر جلا ہو جائے — کیونکہ عبادت سے سینہ میں صفائی آتی ہے

لیک گر آئینہ از بُن فاسد ست — صیقل آں را دیر باز آرد بدست

لیکن اگر آئینہ اصل سے خراب ہے — اُس پر صیقل دیر سے چڑھتی ہے

وا[۵۲]گزیں آئینہ کو اکیس است — اَندکے صیقل گری اُو را بس ست

وہ آئینہ نے جو زیادہ ذہین ہے — اُس کے لئے تھوڑی صیقل گری کافی ہے

تفاوتِ عقول دراصل فطرت برخلاف معتزلہ کہ می گویند کہ

عقلوں کا فرق اصل فطرت سے ہے معتزلہ کے برخلاف کہ وہ کہتے

دراصل عقولِ جُزوی برابراند ایں افزونی و تفاوت از

ہیں کہ دراصل شخصی عقلیں برابر ہیں اُن میں بڑھوتری اور فرق تعلیم اور

تعلیم ست و ریاضت و تجربہ

ریاضت اور تجربہ کی وجہ سے ہے

ایں تفاوت عقلہا را نیک داں — در مراتب از زمیں تا آسماں

عقلوں کے اِس فرق کو خوب سمجھ لے — مرتبوں میں زمین سے آسمان تک

ہست عقلے ہمچو قرصِ[۵۳] آفتاب — ہست عقلے کمتر از زہرہ و شہاب

ایک عقل سورج کی ٹکیہ کی طرح ہے — ایک عقل زہرہ اور ٹوٹنے والے ستارے سے کم ہے

ہست عقلے چوں چراغِ سرخوشے — ہست عقلے چوں ستارہ آتشے

ایک عقل مست چراغ کی طرح ہے — ایک عقل آگ کے شعلہ کی طرح ہے

زانکہ ابراز پیشِ اُو چوں وا جہد — نورِ یزداں بیں خردہا بر دہد

کیونکہ جب اَبر اُس کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے — وہ عقلوں کو خدا کو دیکھنے والا نور عطا کرتی ہے

عقلہای خلق عکسِ عقلِ اُو — عقلِ اُو مُشک ست و عقلِ خلق بو

مخلوق کی عقلیں اُس کی عقل کا عکس ہیں — اُس کی عقل مشک ہے اور مخلوق کی عقل اُس کی خوشبو ہے

---

۵۱ پس۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ جواز۔ رفتار۔ زانکہ۔ جبلّا عقلِ شرعی کی تکمیل کے لئے فرض ہوئی ہیں۔ کہ صفا۔ شرعی اعمال سے عقل دل میں ہے۔

۵۲ واگزیں۔ مولانا، مرشد کے لئے فرماتے ہیں کہ ایسے مریدوں کو چُن لے جن کے دل تھوڑی سی صیقل سے چمک اٹھیں۔ ایں تفاوت۔ عقلوں میں فطری تفاوت ہے اور اُن کے مختلف مراتب ہیں۔

۵۳ قرص۔ ایک عقل کا نور سورج جیسا ہے اور دوسری عقل کا نور زہرہ وغیرہ ستاروں سے بھی کم ہے۔ زانکہ۔ عقلِ کُل یعنی ولی اللہ کی عقل کے سامنے سے جب ماسوی اللہ کا اَبر ہٹ جاتا ہے تو وہ دوسری عقلوں کو خدا کو دیکھنے والا نور عطا کر دیتی ہے۔ عقلہائے۔ مخلوق کی عقلیں اُس کی عقل سے فیضیاب ہیں۔

عقلِ کُل ونفسِ کُل مردِ خداست[۱]
مردِ خدا، عقلِ کُل اور نفسِ کُل ہے
عرش وکرسی رامداں کز وے جداست
یہ نہ سمجھ کہ عرش اور کرسی اُس سے جُدا ہے

مَظہرِ حق ست ذاتِ پاکِ اُو
اُس کی پاک ذات خدا کا مَظہر ہے
زُو بجو حق را واز دیگر مجُو
اُس سے اللہ کا طالب بن اور دوسرے سے نہ چاہ

عقلِ جُزوی عقل را بدنام کرد
جزوی عقل نے عقل کو بدنام کر دیا ہے
کامِ دنیا مَرد را بے کام کرد
دنیاوی مقصد نے انسان کو ناکام کر دیا ہے

آں زصیدی حُسن صیّادے بدید
اُس نے شکار بن سے شکاری کا حُسن سیکھا
وِیں زصیّادی غمِ صیدی کشید
اِس نے شکاری بن سے، شکار بن جانے کا غم حاصل کیا

آں زخدمت نازِ مخدومی بیافت
اُس نے خدمت کے ذریعہ مخدوم ہونے کا ناز حاصل کر لیا
وِیں زمخدومی زراہِ عز بتافت
اِس نے مخدوم بنکر عزت کے راستہ سے مُنہ موڑ لیا

آں زفرعونی اسیرِ آب شُد
وہ فرعونیت کی وجہ سے پانی کا قیدی بن گیا
وز اسیری سبط از ارباب شُد
اور سبطی قیدی ہونے کی وجہ سے آقاؤں میں سے ہو گیا

لعبِ معکوس ست[۲] وفرزیں بند سخت
اُلٹا کھیل اور سخت فرزین بند (چال) ہے
حیلہ کم کن کارِ اقبال ست وبخت
تدبیر نہ کر اقبال اور نصیبہ کا معاملہ ہے

برخیال وحیلہ کم تن تار را
خیال اور مکر کی بنا پر تانا نہ تن
کہ غنی رہ کم دہد مکّار را
(اللہ) بے نیاز مکار کو راستہ نہیں دیتا ہے

مکر کُن[۳] در راہ نیکو خدمتے
اچھی خدمت کی راہ میں تدبیر کر
تا نبوّت یابی اندر اُمّتے
تاکہ تو اُمّت میں (رہ کر) نبوت (کا رتبہ) پالے

مکر کُن تا وارہی از مکر خود
تدبیر کر تاکہ تو اپنے مکر سے نجات پالے
مکر کُن تا فرد گردی از حسد
تدبیر کر تاکہ تو حسد سے علیحدہ ہو جائے

مکر کُن تا کمترین بندہ شوی
تدبیر کر تاکہ تو ناچیز بندہ بنے
در کمی اُفتی خداوندہ شوی
کمی اختیار کرے گا، آقا بن جائے گا

رُوبہی وخدمتے اے گرگ کہن
اے پُرانے بھیڑیئے! مکاری اور خدمت
ہیچ بر قصدِ خداوندی مکُن
آقائی کے خیال سے کبھی نہ کر

انسان کو اپنی تدابیر ترک کرنے کی تدبیر کرنی چاہیئے اور اپنے آپ کو اوصاف ذمیمہ سے پاک کرنا چاہیئے۔ کمترین بندہ بننے کی تدبیر کرے گا تو آقائی میسر آئیگی۔ رُوبہی۔ چالاکی اور خدمت مخدوم بننے کی نیت سے نہ کی جائے۔

---

۱ عقلِ کُل۔ عقلِ کُل حقیقت مَلکی روحی ہے جس کا مظہر انسان ہے۔ زُو بجو۔ انسانِ کامل جو مظہر عقلِ کل ونفسِ کل ہے اُس سے حق کی جستجو کر۔ عقلِ جزوی۔ عام انسان کی عقل بھی اگرچہ عقلِ کُل سے مستفاد ہے لیکن دنیوی مشاغل نے اُس کو بے مقصد بنا دیا ہے۔ آں۔ یعنی عقلِ کامل نے اپنے آپ کو عشق حق کے جال کا شکار بنا کر صیاد کا حُسن سیکھ لیا یعنی وہ اَخلاقِ خداوندی سے مُتّصف ہو گئی اور عقلِ ناقص نے دوسروں کو جال میں پھانسنا چاہا خود جال میں پھنس گئی۔ آں۔ عقلِ کامل خادم بنکر مخدوم بنی عقلِ ناقص نے مخدوم بننا چاہا تو عزت کے راستہ سے بھٹک گئی۔ زفرعونی۔ فرعون نے مخدومیت پسندی کی تو دریا میں غرق ہو گیا سبطی خادم اور قیدی بنا تو آقاؤں میں شمار ہوا۔

۲ لعبِ معکوس یعنی خادمیت سے مخدومیت حاصل ہونا انسانی تدبیر سے ممکن نہیں ہے بلکہ فضلِ خداوندی پر موقوف ہے انسانی مکاری اور تدبیر فضلِ خداوندی کے منافی ہے۔

۳ مکر کن۔ انسان خدمتگاری کی تدبیر اختیار کرے تو انبیاؑ کے اخلاق سے متصف ہو جائیگا اور اُمّتی ہوتے ہوئے اُس میں انبیا کے اوصاف پیدا ہو جائیں گے۔ مکر کن۔

لیک چوں پروانہ در آتش بتاز
لیکن پروانہ کی طرح آگ میں دوڑ جا

کیسۂ زر بر مدوز و پاک باز
سونے کی تھیلی نہ سی اور پاک بن جا

زورؔ را بگذار و زاری را بگیر
زور کو چھوڑ، زاری اختیار کر

رحم سوئے زاری آید اے فقیر
اے فقیر! رحم (خداوندی) عاجزی کی جانب آتا ہے

گر کنی زاری بیابی رحم او
اگر تو عاجزی کرے گا اس کا رحم حاصل کریگا

رحم او در زاریِ خود باز جو
اس کا رحم اپنی عاجزی میں تلاش کر

زاریِ مضطر کہ تشنہ معنوی ست
مجبور پیاسے کی عاجزی حقیقی ہے

زاریِ سرد و دروغ آن غوی ست
جھوٹی، ٹھنڈی عاجزی، گمراہ کی ہے

گریۂ اخوانِ یوسف حیلتست
یوسفؑ کے بھائیوں کی عاجزی مکاری ہے

کاندرون شاں پُر ز رشک و علتست
ان کا باطن رشک و بیماری سے پُر ہے

حکایت آں اعرابی کہ سگِ اُو از گرسنگی می مرد و انبانِ
اُس بدو کا قصہ جس کا کتا بھوک سے مر رہا تھا اور اُس کا تھیلا روٹیوں

اُو پُر نان بود و بر سگ نوحہ میکرد و شعر میگفت و میگریست
سے بھرا ہوا تھا اور کتے پر نوحہ کر رہا تھا اور شعر پڑھتا تھا اور روتا

و طپانچہ بر سر و رُو میزد و دریغش می آمد کہ لقمۂ نان ازاں انبان
تھا اور سر اور منہ پر طمانچے مارتا تھا اور اسکو اس میں تامل تھا کہ روٹی کا ٹکڑا

بسگ دہد و سؤال کردنِ شخص از و و جواب شنیدن از و
تھیلے میں سے کتے کو دے اور ایک شخص کا اُس سے سوال کرنا اور اُس سے جواب سننا

آں سگے می مُرد و گریاں آں عرب
کتا مر رہا تھا اور وہ عرب رو رہا تھا

اشک می بارید و میگفت اے کُربؔ
آنسو بہاتا تھا اور کہتا تھا، ہائے مصیبت

ہیں چہ سازم مر مرا تدبیر چیست
ہائیں کیا کروں میرے لئے کیا چارہ ہے؟

زیں سپس من چوں تو انم بے تو زیست
اس کے بعد میں تیرے بغیر کیسے زندہ رہوں گا!

سائلے بگذشت و گفت ایں گریہ چیست
ایک سائل گزرا اور بولا یہ کیسا رونا ہے؟

نوحہ و زاریِ تو از بہرِ کیست
تیرا رونا اور گڑگڑانا کس چیز کے لئے ہے

گفت در مِلکم سگے بُد نیک خُو
اس نے کہا میری ملکیت میں ایک اچھی عادت کا کتا تھا

نک ہمی میرد میانِ راہ او
وہ ابھی سڑک پر مر رہا ہے

لہ زور۔ اپنی تدابیر سے زور آزمائی نہ کر عاجزی اختیار کر اللہ تعالیٰ عاجزوں پر رحم فرماتا ہے۔ زاری حقیقی عاجزی ہو بناوٹی عاجزی سے مقصد پورا نہ ہوگا۔

لہ گریہ۔ برادرانِ یوسفؑ بھی مصنوعی رونا رو رہے تھے ایسی گریہ و زاری بیکار ہے۔ حکایت۔ اس حکایت سے یہ سمجھایا ہے کہ اس بدو کی طرح رونا بیکار ہے۔

لہ کرب۔ مصائب۔ بے تو۔ یعنی کتے سے کہتا تھا گفت۔ بدو نے رونے کی وجہ بتائی۔

روز صیادم بُد و شب پاسباں ۵۱ — شیرِ نر بود اُو نہ سگ اے پہلواں

وہ دن میں میرا شکاری اور رات کو محافظ تھا — اے نوجوان! وہ کُتا نہ تھا نر شیر تھا

تیز چشم و دُزد ران و صید گیر — می دویدے در پئے صید اُو چو تیر

تیز نگاہ والا، چور کو بھگانیوالا، شکار کو پکڑنیوالا تھا — وہ شکار کے پیچھے تیر کی طرح دوڑتا تھا

صید میکردے و پاسم داشتے — دُزد را نزدیکِ من نگذاشتے

وہ شکار کرتا اور میری حفاظت کرتا تھا — چور کو میرے پاس نہ آنے دیتا تھا

قانع و آزاد تُند و خصم راں — نیک خو و با وفا و مہرباں

صابر اور آزاد، تیز مزاج اور دشمن کو بھگانیوالا تھا — نیک طبیعت اور باوفا اور مہربان تھا

گفت رنجش چیست زخمے خوردہ است — گفت جوع الکلب زارش کردہ است

اُس نے کہا اُس کو کیا مرض ہوا ہے، زخم لگا ہے؟ — اُس نے کہا جوع الکلب نے اسکو بدحال کر دیا ہے

گفت صبرے کُن بریں رنج و حرض ۵۲ — صابراں را فضلِ حق بخشد عوض

اُس نے کہا اس رنج اور غم پر صبر کر — اللہ کی مہربانی صبر کرنیوالوں کو عوض عطا کرتی ہے

بعد ازاں گفتش کہ اے سالارِ حُر — چیست اندر دستت ایں انبانِ پُر

اس کے بعد اُس نے کہا اے آزاد سردار! — کہ ہاتھ میں یہ بھرا ہوا تھیلا کیسا ہے؟

گفت نان و زاد و لوتِ دوشِ من — می کشم از بہرِ قوتِ ایں بدن

اُس نے کہا کل کی روٹی اور توشہ اور عمدہ کھانا ہے — اِس جسم کی خوراک کے لئے اُٹھائے ہوئے ہوں

گفت چوں ندہی بداں سگ نان و زاد — گفت تا ایں حد ندارم مہر و داد

اُس نے کہا اس کتے کو روٹی اور توشہ کیوں نہیں دیتا؟ — بولا اِس حد تک مجھ میں محبت اور بخشش نہیں ہے

دست ناید بے درم در راہ ناں ۵۳ — لیک ہست آبِ دو دیدہ رائیگاں

راستہ میں روٹی بغیر پیسہ کے نہیں ملتی ہے — لیکن دونوں آنکھوں کے آنسو مفت کے ہیں

گفت خاکت بر سر اے پُر بادِ مشک — کہ لبِ ناں پیش تو بہتر ز اشک

اُسنے کہا اے ہوا سے بھری ہوئی مشک! تیرے سر پر خاک — کہ روٹی کا ٹکڑا تیرے نزدیک آنسو سے بہتر ہے

اشک خون است و بغم آبے شدہ — می نیرزد خوں بخاک اے بیہدہ

آنسو خون ہے، جو غم سے پانی بن گیا ہے — اے بیہودہ! خون، خاک کی قیمت کا نہیں ہے

کُلِ خود را خوار کرد اُو چوں بلیس — پارۂ ایں کل نباشد جز خسیس

اُس نے اپنے آپ کو شیطان کی طرح ذلیل کر دیا — اِس کل کا جُزو ذلیل کے علاوہ کیا ہوگا؟

---

۵۱ روز۔ یعنی دن میں میرے لئے شکار کر کے لاتا تھا رات کو میری حفاظت کرتا تھا۔ پاس۔ حفاظت۔ قانع۔ یعنی تھوڑی خوراک پر گذارا کر لیتا تھا۔ جوع الکلب۔ کُتے کی بھوک۔

۵۲ گفت۔ اُس شخص نے بُدّو سے کہا کہ کُتے کے مرنے پر صبر کر اللہ صابروں کو اچھا بدلہ دے دیتا ہے۔ حُر۔ آزاد۔ انبان۔ تھیلا۔ لوت۔ عمدہ غذا۔

۵۳ دست ناید۔ یعنی روٹی قیمت سے ملتی ہے آنسو مفت کے ہیں اُن کو کُتے کے لئے خرچ کیا جا سکتا ہے۔ اشک۔ رنج میں خون آنسو بن جاتا ہے۔ بخاک۔ یعنی روٹی جو زمین کی پیداوار سے ہی ہے۔ کل خود۔ اُس بدّو نے اپنے کو ذلیل کیا لہذا اُس کے آنسو بھی اسی جیسے ذلیل ہیں

من غلامِ آنکہ نفروشد وجود | جز بداں سلطانِ با افضال جُود
میں اُس کا غلام ہوں جو وجود کو نہ فروخت کرے | اکسی کو، مہربانیوں اور سخاوت کے شاہ کے سوا

چوں بگرید آسماں گریاں شود | چوں بنالد چرخ یارب خواں شود
جب وہ رو پڑے تو آسمان رونے لگے | جب وہ فریاد کرے تو آسمان فریادی بن جائے

من غلامِ آں مسِ ہمت پرست | کہ بغیر کیمیا نارد شکست
میں اُس صاحبِ ہمت تانبے کا غلام ہوں | جو علاوہ کیمیا کے (اکسیر کے سامنے) عاجزی نہ دکھائے

دستِ اشکستہ برآور در دعا | سُوئے اشکستہ پرد فضلِ خدا
دعا میں عاجز ہاتھ اُٹھا | اللہ (تعالیٰ) کا فضل عاجزی کی جانب اُڑ کر آتا ہے

گر رہائی بایدت زیں چاہِ تنگ | اے برادر رَو برآذر بے درنگ
اگر تجھے اس تنگ کنویں سے رہائی درکار ہے | اے بھائی! بلا تاخیر آگ پر چل پڑ

مکرِ حق رابین و مکرِ خود بہل | اے ز مکرش مکرِ مکاراں خجل
اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر پر نظر رکھ اپنی تدبیر چھوڑ دے | اُس کی تدبیر سے مکاروں کا مکر شرمندہ ہے

چونکہ مکرت شد فنائے مکرِ رب | برکشائی یک کمینے بوالعجب
جبکہ تیری تدبیر اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر میں فنا ہوگئی | تو ایک عجیب گھات (کی راہ) کشادہ کرے گا

کہ کمینہ ایں کمیں باشد بقا | تا ابد اندر عروج و ارتقا
کہ اُس گھات کا ادنیٰ (درجہ) بقا ہوتا ہے | ہمیشہ عروج اور ترقی میں

از برائے ایں کمیں سعیے بکن | تا بری بُوئے زعلمِ من لدن
اُس گھات کے لئے کوشش کر | تاکہ تجھے علمِ لدنی کی خوشبو حاصل ہو جائے

گر تو احوالِ عروجِ خویش را | نیک دانی نیک باشد مر ترا
اگر تو اپنے عروج کے احوال کو | اچھی طرح سمجھ لے تو تیرے لئے اچھا ہوگا

دربیانِ آنکہ ہیچ چشمِ بد آدمی راچناں مہلک نیست کہ چشمِ پسند خویشتن مگر کہ چشمِ او مبدل شدہ باشد بنورِ حق کہ

اس کا بیان کہ آدمی کے لئے کوئی نظر بد ایسی مہلک نہیں ہے جیسے کہ خود پسندی کی نظر ہاں اگر اُس کی آنکھ اللہ کے نور سے تبدیل ہوگئی ہو، کیونکہ (فرمایا گیا ہے)

بی یسمع و بی یبصر واز خویشتن او بیخویش شدہ باشد

وہ میرے ذریعہ سنتا ہے اور میرے ذریعہ سے دیکھتا ہے۔ اور وہ خود سے بیخود ہو گیا ہو۔

---

۱ آنکہ یعنی مرشدِ کامل .... حق غلام۔ میں اُس مرشدِ کامل کا غلام ہوں جو لیبا باہمت کیمیا پرست ہے کہ وہ عاجزی کیمیا (یعنی ذاتِ باری تعالیٰ) کے سامنے ہی کرتا ہے۔ دستِ اشکستہ۔ عجز و شکستگی کے ساتھ دعا کی جاتی ہے تو فضلِ خداوندی کرتا ہے۔

۲ گر رہائی۔ سابق مضمون کی طرف رجوع فرماکر کہتے ہیں کہ مجاہدات کی آتش کی طرف چل پڑ تب دنیا سے نجات ملے گی۔ خجل۔ شرمندہ چونکہ جب انسان اپنی تدبیر کو خدائی تدبیر میں فنا کردیتا ہے تو عجیب راہیں کھل جاتی ہیں۔ کہ کمینہ۔ اُن راہوں کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان کو ابدی عروج اور بقا حاصل ہو جاتا ہے اور اس عروج کے بعد اُس کو علمِ لدنی حاصل ہو جاتا ہے۔

۳ گر تو۔ انسان جب اُس مقام کو خوب سمجھ لیتا ہے تو اسکے حصول کیلئے پوری کوشش کرتا ہے اور مغرور نہیں بنتا ہے۔ دربیان۔ انسان کی خود بینی انسان کیلئے سب سے زیادہ مہلک ہے ہاں اگر وہ صفاتِ خداوندی سے متصف ہوگیا ہے تو پھر اُس کی خود بینی اپنی خود بینی نہیں رہتی ہے۔

پرِّ طاؤست مبین و پائے بیں | تاکہ سوءُ العین نکشاید کمیں
اپنے طاؤسی پر کو نہ دیکھ پاؤں کو دیکھ | تاکہ نظرِ بد گھات نہ کھولے

کہ بلغزد کوہ از چشمِ بداں | یُزْلِقُوْنَكَ از نُبی برخواں عیاں
کیونکہ بد نظروں سے پہاڑ ہل جاتا ہے | وہ تجھے پھسلا دینگے، قرآن میں صاف پڑھ لے

احمدؐ چوں کوہ لغزید از نظر | در میانِ راہ بے گِل بے مطر
پہاڑ جیسے احمدؐ نظر سے پھسل گئے | ایسے راستہ میں جو بغیر کیچڑ اور بارش کے تھا

در عجب درماند کایں لغزش ز چیست | من نہ پندارم کہ ایں حالت تہیست
وہ تعجب میں رہ گئے کہ یہ پھسلن کس چیز سے تھی | میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کسی خاص، حالت خالی ہو

تا بیامد آیت و آگاہ کرد | کاں ز چشمِ بد رسیدت وز نبرد
یہاں تک کہ آیت نازل ہوئی اور خبردار کردیا | کہ وہ نظرِ بد اور خصومت سے ہوئی

گر بُدے غیرِ تو در دم لا شدے | صیدِ چشم و سخرۂ افنا شدے
اگر تیرے سوا کوئی ہوتا فوراً ہلاک ہو جاتا | نظر کا شکار اور فنا کے تابع ہو جاتا

معنیِ چشمِ بد آخر باز داں | اِنْ یَّکَادُ از چشمِ بد نیکو بخواں
بالآخر نظرِ بد کے معنی سمجھ لے | نظرِ بد کے سلسلہ میں اِنْ یَّکَادُ پڑھ لے

لیک آمد عصمتے دامن کشاں | ویں کہ لغزیدی بُد از بہرِ نشاں
لیکن دامن کھینچتی ہوئی حفاظت آپہنچی | یہ جو آپ پھسلے، پہچان کے لئے تھا

عبرتے گیر اندراں کُہ کُن نگاہ | برگِ خود عرضہ مکن اے کم ز کاہ
عبرت حاصل کرلے اس پہاڑ کو دیکھ | اے تنکے سے کم! اپنی شان نہ دکھا

تفسیر آیت وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ
اور قریب ہیں کافر کہ تمہیں اپنی نظروں سے پھسلا دیں جبکہ انھوں نے ذکر سنا اور
وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ
کہتے ہیں بے شک وہ مجنون ہے اور نہیں ہے وہ مگر جہانوں کا ذکر" آیت کی تفسیر

یا رسول اللہ دراں وادی کساں | میزنند از چشمِ بد بر کرگساں
اے اللہ کے رسولؐ! اس وادی میں ایسے لوگ ہیں | جو گدھوں پر نظرِ بد لگا دیتے ہیں

از نظرشاں کلۂ شیرِ عریں | وا شگافد تا کُند آں شیر انیں
ان کی نظر سے جھاڑی کے شیر کی کھوپڑی | پھٹ جاتی ہے یہاں تک کہ وہ شیر روتا ہے

لے پرِّ طاؤست۔ انسان کو اپنے عیوب پر نظر رکھنی چاہیے ورنہ اس کی نیکیوں کو نظر بد لگ جائے گی۔ کہ بلغزد۔ نظر بد کی بہت بُری کا اور بڑی تاثیر ہے۔ یُزْلِقُوْنَكَ قرآن پاک میں ہے۔ وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ اور قریب ہے کہ وہ تمہیں اپنی نگاہوں سے پھسلا دیں۔ بے گِل۔ راستہ میں کیچڑ تھی نہ بارش۔ در عجب۔ اس حالت میں پھسلنے سے آنحضورؐ کو تعجب ہوا۔

لے تا بیامد۔ آنحضورؐ کو پھسلنے کی وجہ وحیِ خداوندی سے معلوم ہوئی۔ گر بُدے۔ آنحضورؐ سے کہا گیا کہ یہ نظر بد اس قدر سخت تھی کہ تم تو صرف پھسلے اگر کوئی اور ہوتا تو ہلاک ہی ہو جاتا۔ معنیِ چشم بد۔ اس آیت کو پڑھ کر نظر بد کی حقیقت سمجھ لو۔ آنحضورؐ چونکہ معصوم تھے لہٰذا ان پر اس کا اثر محض اس کی تاثیر دکھانے کیلئے ہوا تھا۔

لے عبرتے۔ آنحضورؐ کے اس واقعہ سے عبرت حاصل کرو جبکہ آنحضورؐ جیسے کوہِ پر اس پر اثر ہوا تو اپنی گھاس جیسی حیثیت پر اس کی تاثیر کو سمجھ لو۔ یا رسول۔ لوگوں نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ اس وادی کے لوگ بلند پرواز گدھ کو بھی اپنی بدنظر سے متاثر کر دیتے ہیں۔ از نظر۔ ان کی نگاہوں میں یہ اثر ہے کہ شیر کی کھوپڑی شق ہو جاتی ہے

بر شتر چشم افگند ہمچوں حمام[1] — وانگہاں بفرستد اندر پے غلام

اونٹ پر موت جیسی نظر ڈالتا ہے — اور بعد میں غلام کو بھیج دیتا ہے

کہ برو از پیہ ایں اشتر بخر — بیند اشتر را سقط اُو راہ در

(کہتا ہے) کہ جا اس اونٹ کی چربی خرید لا — وہ راستہ میں اونٹ کو مردہ دیکھتا ہے

سر بریدہ از مرض آں اشترے — کو بتگ با اسپ میکردے مرے

مرض کی وجہ سے اس اونٹ کی گردن کٹی ہوئی ہو — جو دوڑ میں گھوڑے کا مقابلہ کرتا تھا

کز حسد وز چشم بد بے ہیچ شک — سیر و گردش را بگرداند فلک

بے شبہ حسد اور نظر بد سے — آسمان رفتار اور گردش کو الٹا کر دیتا ہے

آب پنہان ست و دولاب آشکار — لیک در گردش بود آب اہل کار

پانی پوشیدہ ہے اور رہٹ ظاہر ہے — لیکن گردش میں پانی کام کی چیز ہے

چشم نیکو شد دوائے چشم بد[2] — چشم بد را لا کند زیر لگد

نظر بد کی دوا اچھی نظر ہے — جو نظر بد کو پاؤں کے نیچے معدوم کر دیتی ہو

سبق رحمت راست واں از رحمت آست — چشم بد محصول قہر و لعنت ست

رحمت کو سبقت حاصل ہے اور یہ (خدا کی) رحمت سے — نظر بد قہر اور لعنت کا نتیجہ ہے

رحمتش بر نقمتش غالب شود — چیرہ زاں شد ہر نبی بر خصم خود

اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب آجاتی ہے — اسی لئے ہر نبی اپنے مخالف پر غالب ہو گیا

کو نتیجہ رحمت ست و ضد او[3] — از نتیجہ قہر بود آں زشت رو

کیونکہ وہ رحمت کا نتیجہ ہے اور اس کی ضد — بد صورت قہر کا نتیجہ ہے

حرص بط یکتاست و ایں پنجاہ تاست — حرص شہوت مارو منصب اژدہاست

بطخ کی حرص اکہری اور یہ پچاس گنا ہے — شہوت کی حرص سانپ ہے اور جاہ (کی حرص) اژدہا ہے

حرص بط از شہوت حلق ست و فرج — در ریاست بیست چنداں ست درج

بطخ کی حرص حلق اور شرمگاہ کی شہوت کی وجہ سے ہے — حب جاہ میں اس کا بیس گنا داخل ہے

از الوہیت زند در جاہ لاف — طامع شرکت کجا باشد معاف

خدائی کی وجہ سے مرتبہ کی ڈینگیں مارتا ہے — شرک کا لالچی کہاں معاف ہوتا ہے؟

زلت آدم ز اشکم بود و باہ — واں ابلیس از تکبر بود و جاہ

(حضرت) آدم کی لغزش پیٹ اور باہ کی وجہ سے تھی — اور شیطان کی آن تکبر اور جاہ کی وجہ سے تھی

[1] بر شتر۔ اگر کسی اونٹ کا گوشت اُن کو پسند آتا ہے تو اس پر اپنی نگاہ ڈال کر فوراً غلام کو اس کا گوشت خریدنے کے لئے روانہ کر دیتے ہیں۔ مگر حسد، حسد اور نظر بد کے اثر سے آسمان کی گردش الٹی ہو جاتی ہے۔ آب پنہاں۔ چشم بد کی تاثیر اگرچہ بظاہر چشم بد سے متعلق ہے لیکن اصل سبب تقدیر الٰہی ہے جو مخفی ہے جس طرح دولاب بظاہر متحرک نظر آتا ہے لیکن حرکت کا اصل سبب پانی ہے۔

[2] چشم نیکو۔ جیسے بری کی اس تاثیر کو عارف کی نظر فنا کر دیتی ہے۔ سبق رحمت۔ نظر بد کی تاثیر قہر الٰہی ہے اور نیک نظر کی تاثیر رحمت الٰہی ہے اور رحمت قہر پر غالب ہے۔

[3] کو نتیجہ۔ نبی رحمت ہے اور کافر قہر کا مظہر ہے۔ حرص بط۔ حب جاہ کی بیماری شہوت بطن سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ از الوہیت۔ حب جاہ میں الوہیت میں شرکت کا دعویٰ ہے اور شرک ناقابل معافی گناہ ہے۔ زلت۔ حضرت آدم کی لغزش شہوت بطن و باہ کی وجہ سے تھی شیطان کی معصیت حب جاہ کی وجہ سے تھی

لاجرم[1] اُو زود استغفار کرد
لامحالہ اُنہوں نے جلد توبہ کر لی

واں لعیں از توبہ استکبار کرد
اور اُس ملعون نے توبہ سے تکبّر کیا

حرصِ حلق و فرج ہم خود بدرگیست
حلق اور شرمگاہ کی حرص بھی بدذاتی ہے

لیک منصب نیست آں اِشکستگی ست
لیکن وہ جاہ نہیں ہے وہ تواضع ہے

بیخ و شاخِ ایں ریاست را اگر
جاہ کی جڑ اور شاخ کو اگر

باز گویم دفترے باید دگر
میں بیان کروں (تو) ایک دوسرا دفتر چاہیئے

اَسپِ سرکش را عرب شیطانش خواند
عرب نے سرکش گھوڑے کو شیطان کہا ہے

نے ستورے را کہ در مرعیٰ بماند
نہ کہ اُس گھوڑے کو جو چراگاہ میں رہا

شیطنت[2] گردن کشی بُد در لغت
شیطنت لغت میں سرکشی ہے

مستحقِ لعنت آمد ایں صفت
یہ صفت لعنت کی مستحق ہے

صد خورندہ گنجد اندر گردِ خواں
ایک خوان کے گرد سو کھانیوالے سما جاتے ہیں

دو ریاست جُو نگنجد در جہاں
دو سلطنت کے طالب دنیا میں نہیں سماتے ہیں

آں نخواہد کیں بُوَد بر پشتِ خاک
وہ نہیں چاہتا کہ یہ روئے زمین پر رہے

تا مَلِک بکشد پدر را از اشتراک
شرکت (کے ڈر) سے بادشاہ باپ کو قتل کر دیتا ہے

آں[3] شنیدستی کہ اَلْمُلْکُ عقیم
تو نے یہ سنا ہے کہ سلطنت بانجھ ہے

قطعِ خویشی کرد مُلکت جُو زبیم
سلطنت کے طلبگار نے خوف سے اپنائیت کو ختم کر دیا ہے

کہ عقیم است و ورا فرزند نیست
کیونکہ وہ بانجھ ہے اور اُسکے اولاد نہیں ہے

ہمچو آتش با کسش پیوند نیست
آگ کی طرح اُس کا کسی سے رشتہ نہیں ہے

ہر چہ یابد اُو بسوزد بر دَرد
وہ جس کو پاتی ہے جلا دیتی ہے پھاڑ دیتی ہے

چوں نیابد ہیچ خود را میخورد
جب کسی کو نہیں پاتی ہے خود کو کھا لیتی ہے

ہیچ شو وارہ تو از دندانِ اُو
ناچیز بن جا اُس کے دانتوں سے نجات پا جا

رحم کم جُو از دلِ سندانِ اُو
اُس کے اَہرن (جیسے) دل سے رحم نہ تلاش کر

چونکہ گشتی ہیچ از سنداں مترس
جب تو ناچیز بن گیا اَہرن سے نہ ڈر

ہر صباح از فقرِ مطلق گیر درس
ہر صبح کو فقرِ مطلق سے سبق حاصل کر لے

---

[1] لاجرم۔ حضرت آدم کی غلطی کا اثر زائل ہو گیا۔ شیطان معصیت میں مبتلا رہا۔ حرص حلق۔ کھانے اور شرمگاہ کی شہوت میں عموماً انکساری سے کام لینا پڑتا ہے۔ بیخ۔ حُبِ جاہ کی مذمت کے لئے دفتر درکار ہے۔ اسپ سرکش۔ سرکش گھوڑے میں تکبّر اور بلندی کی چاہ ہے اس کو شیطان کہا جاتا ہے گدھے خچر میں شہوت بطن ہے اس کو شیطان نہیں کہا جاتا۔

[2] شیطنت۔ لغت میں شیطنت سرکشی اور تکبّر کو کہا جاتا ہے اسی لئے یہ صفت لعنت کی مستحق ہے۔ صد۔ کھانے والے ایک دسترخوان پر دس جمع ہو جاتے ہیں لیکن دو بادشاہ دنیا میں بھی جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔ آں نخواہد۔ ہر بادشاہ کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ تنہا ساری دنیا پر سلطنت کرے۔

[3] آں شنیدستی۔ بادشاہت کو بانجھ کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہ شرکت کے ڈر سے سب رشتے کاٹ دیتا ہے۔ ہمچو آتش۔ ... بادشاہوں کے تکبّر اور حبِ جاہ کی مثال آگ کی سی ہے ہرچہ۔ آگ ہر چیز کو جلا کر فنا کر دیتی ہے اور کچھ نہ ملے تو خود اپنے آپ کو جلا کر خاکستر بنا دیتی ہے۔ ہیچ۔ اپنے آپ کو ہیچ بنا کر حبِ جاہ کے مرض سے نجات حاصل کر لو۔ چونکہ گشتی۔ سخت چیز کو اَہرن سے کوٹا جاتا ہے نرم چیز محفوظ رہتی ہے۔

هستِ[1] الوہیت ردائے ذوالجلال ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ ہر کہ در پوشد بر اُو گردد وبال

الوہیت اللہ (تعالیٰ) کی چادر ہے ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ جو اوڑھتا ہے وہ اُس کے لئے وبال بنجاتی ہو

تاج ازآنِ اُوست وآنِ ما کمر ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ وائے اُو کز حدِ خود دارد گذر

تاج اُس کی ملکیت ہے اور ہماری ملکیت پیٹی ہو ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ اُس کے لئے تباہی ہے جو اپنی حد سے بڑھے

فتنۂ تُست ایں پرِ طاؤسیت ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ کاشتراکت باید و قُدوسیت

تیرا یہ طاؤسی پر تیرے لئے فتنہ ہے ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ کیونکہ تجھے شرکت اور قدوسیت درکار ہے

قصۂ آں حکیمے کہ طاؤس را دید کہ پرِ زیبائے خود را بر می کند

اُس دانا کا قصہ جس نے مور کو دیکھا کہ وہ اپنے حسین پروں کو چونچ سے

بمنقار و می انداخت و تنِ خود را کل[2] و زشت میکرد از تعجب

اُکھاڑ رہا ہے اور پھینک رہا ہے اور اپنے بدن کو گنجا اور بدنما بنا رہا ہے اُس نے

طاؤس را پرسید کہ دریغت نمی آید گفت می آید اما پیشِ ما

تعجب سے مور سے دریافت کیا کہ تجھے افسوس نہیں ہو رہا ہے' اُس نے کہا ہو رہا ہے

جان از پر عزیز تر است و ایں پر عدوِ جانِ من ست ازیں

لیکن مجھے جان پروں سے زیادہ پیاری ہے اور یہ پر میری جان کے دشمن ہیں اِس وجہ

جہت بر می کنم

سے میں اُکھاڑ رہا ہوں

پرِ خود می کند طاؤسے بدشت ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ یک حکیمے رفتہ بُود آنجا بگشت

ایک مور جنگل میں اپنے پر اکھاڑ رہا تھا ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ ٹہلتا ہوا ایک عقلمند وہاں پہنچ گیا

گفت طاؤسا چنیں پر مَی کَنی ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ بیدریغ از بیخ چوں بر میکنی

اُس نے کہا او مور! ایسے بڑھیا پر ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ تو بلا تامل، جڑ سے کیوں اُکھاڑ رہا ہے؟

خود دلت چوں مید ہد تا ایں حُلل ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ برکنی و اندازیش اندر وَحل

خود تیرا دل کیسے (اجازت) دیتا ہے؟ کہ یہ لباس ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ تو اُکھاڑتا ہے اور اس کو کیچڑ میں پھینکدیتا ہے

ہر[3] پرت را از عزیزی و پسند ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ حافظاں در طیِ مُصحف می نہند

گرانقدری اور پسند کی وجہ سے تیرے ہر پر کو ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ حفاظ قرآن کے موڑ میں رکھتے ہیں

بہرِ تحریکِ ہوائے سُودمند ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ از پرِ تو بادبیزن می کُنند

مفید ہوا کو چلانے کے لئے ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ تیرے پروں کا پنکھا بناتے ہیں

---

[1] ہست کبریائی اور الوہیت اللہ تعالیٰ کی چادر ہے جو اُس کو اوڑھے گا اُس کے لئے وہ وبال بنے گی۔ تاج۔ تاج خدا کی ملکیت ہے ہمارے لئے خدمتگذاری کی پیٹی ہے۔ فتنہ۔ کبر و غرور جو پر طاؤس ہے یہ خدائی میں شرکت کا دعوی ہے۔

[2] کل۔ گنجا۔ دریغ۔ افسوس۔ دشت۔ جنگل۔ گشت۔ سیر و سیاحت۔ بیش قیمت۔ حُلل۔ لباس کا جوڑا۔ وَحل۔ کیچڑ۔

[3] ہر پرت۔ اُس نے مور سے کہا تیرے پر تو ایسے پیارے ہیں کہ ہر شخص اُن کو قرآن میں رکھتا ہے۔ بہر تحریک۔ ہوا جھلنے کے لئے تیرے پروں سے پنکھے بنائے جاتے ہیں۔

[۵۱] اینچہ ناشکری وچہ بیباکی ست — تو نمی دانی کہ نقاشش کیست
یہ کیا ناشکری اور لاپروائی ہے — تو نہیں جانتا کہ اس کا نقاش کون ہے؟

یا ہمی دانی و نازے میکنی — قاصداً قطعِ طرازی میکنی
یا تو جانتا ہے اور ناز دکھا رہا ہے — جان بوجھ کر نقش و نگار کو قطع کر رہا ہے

اے بسا نازا کہ گردد آں گناہ — افگند مر بندہ را از چشمِ شاہ
بہت سے ناز ہیں جو گناہ بن جاتے ہیں — غلام کو بادشاہ کی نظر سے گرا دیتے ہیں

[۵۲] ناز کردن خوشتر آید از شکر — لیک کم خایش کہ دارد صد خطر
ناز کرنا قند سے زیادہ بھلا لگتا ہے — لیکن اس کو نہ چبا کیونکہ سینکڑوں خطرے رکھتا ہے

ایمن آباد ست آں راہِ نیاز — ترکِ نازش گیر و با آں رہ بساز
عاجزی کا راستہ، اطمینان کی جگہ ہے — ناز کرنا چھوڑ دے اور اس راہ سے مانوس ہو جا

اے بسا نازآوری زد پر و بال — آخر الامر آں براں کس شد وبال
بہت سی نازآوریوں نے پر و بال نکالے — بالآخر وہ اس شخص پر وبال بنیں

خوبیِ ناز ار دمے بفرازدت — بیم و ترسِ مضمرش بگدازدت
ناز کی خوبی، اگر فوراً تجھے اونچا کر دیتی ہے — اس کا چھپا ہوا خوف اور ڈر تجھے گھلاتا ہے

ویں نیاز ار چہ کہ لاغر میکند — صدر را چوں بدرِ انور میکند
یہ نیاز اگرچہ تجھے دبلا کرتا ہے — سینہ کو روشن چاند کی طرح بنا دیتا ہے

چوں ز مردہ زندہ بیروں میکشد — ہر کہ مردہ گشت او دارد رشد
چونکہ وہ (اللہ تعالیٰ) مُردے سے زندہ پیدا کرتا ہے — جو مردہ بن گیا وہ ہدایت یافتہ ہے

[۵۳] چوں ز زندہ مردہ بیروں میکند — نفسِ زندہ سوئے مرگے می تند
جبکہ وہ زندہ سے مُردہ پیدا کرتا ہے — زندہ نفس موت کی جانب چلا جاتا ہے

مردہ شو تا مُخرِجُ الحَیِّ الصَّمَدُ — زندہ زیں مردہ بیروں آورد
مُردہ بن جا تاکہ (اللہ) زندہ کو پیدا کرنے والا بے نیاز — زندہ کو، اس مُردے سے پیدا کر دے

دے شوی بینی تو اخراجِ بہار — لیل گردی بینی ایلاجِ نہار
تو خزاں بن جا، تو بہار کا پیدا کرنا دیکھے گا — رات بن جا، تو دن کا داخل کرنا دیکھے گا

وہ تجھے حیاتِ ابدی عنایت کر دے گا۔ دے شوی۔ تو اپنے اوپر خزاں طاری کرے گا تو بہار کا لطف دیکھے گا، رات بنے گا تو دن کا پیدا ہونا دیکھ لے گا۔

[۵۱] اینچہ۔ مور سے کہا تیرا پر اُکھاڑنا تیری بے باکی ہے تجھے معلوم نہیں کہ تیرے پَروں پر نقاشی کس ذات نے کی ہے۔ یا ہمی دانی۔ اگر تو جانتا ہے کہ قدرت نے یہ نقاشی کی ہے تو پھر جان بوجھ کر ایسی کاریگری کو برباد کر رہا ہے اور ناز و انداز دکھا رہا ہے۔ اے بسا۔ اس طرح کا ناز بربادی کا سبب ہوتا ہے اور یہ ناز بے جا غلام کو شاہ کی نظروں سے گرا دیتا ہے۔

[۵۲] ناز کردن۔ انسان کو ناز کرنا پسند آتا ہے لیکن اس میں خطرات بہت ہیں بے خطر راستہ نیازمندی کا ہے لہٰذا انسان کو یہی راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔ اے بسا۔ ناز و انداز جب بڑھتا ہے تو وبال بن جاتا ہے۔ خوبی۔ ناز و انداز کی خوبی اگر کچھ بڑھاتی ہے تو اس میں چھپا ہوا خوف انسان کو پگھلاتا ہے۔ ویں نیاز۔ نیازمندی اگرچہ لاغر کرتی ہے لیکن قلب کو روشن چاند بنا دیتی ہے۔ چوں۔ حضرتِ حق کی صفت ہے کہ وہ مُردے سے زندہ پیدا کر دیتا ہے تو جو مردہ بنے گا اس کو وہ زندگی عطا کر دے گا۔

[۵۳] چوں ز زندہ۔ چونکہ وہ زندہ سے مُردہ بھی پیدا کرتا ہے لہٰذا اگر تو نفس کو نہ مارے گا تو وہ مُردہ ہو جائیگا۔ مُردہ شو۔ تو فانی بن جا یعنی

بر مَکَن آں پَر کہ نہ پذیرد رَفُو[1] | رُوی مَخراش از عزا اے خوبرو

پروں کو نہ اکھاڑ کیونکہ ان پر رفو نہ ہو سکیگا | اے حسین! ماتم میں چہرے کو نہ چھیل

آنچناں رُوی کہ چوں شمسِ ضحی است | آنچناں رُخ را خراشیدن خطاست

وہ چہرہ جو چاشت کے سورج کی طرح ہے | ایسے چہرے کو چھیلنا غلطی ہے

زخمِ ناخن بر چُناں رُخ کافری است | کہ رُخِ مہ در فراقِ اُو گریست

ایسے چہرے پر ناخن کا زخم کافری ہے | جس کے فراق میں چاند کا چہرہ رو رہا ہے

یا نمی بینی تو روی خویش را | ترک کن خوئے لجاج اندیش را

یا تو اپنا چہرہ نہیں دیکھتا ہے | جھگڑا کرنے والی عادت کو چھوڑ دے

دَربیانِ آنکہ صفا و سادگیِ نفسِ مطمئنّہ از فکرتہا مشوّش

اس کا بیان کہ افکار سے نفسِ مطمئنہ کی صفائی اور سادگی پریشان ہو جاتی ہے

میشود چنانچہ بر رُوی آئینہ چیزے نویسی اگرچہ پاک کنی

جیسا کہ تو آئینہ پر کوئی چیز لکھے اگرچہ تو دھو ڈالے، داغ اور

داغے و نقصانے بماند

نقصان باقی رہ جاتا ہے

رُوی نفسِ مطمئنّہ در جسد[2] | زخمِ ناخنہائے فکرت می کشد

جسم میں نفسِ مطمئنہ کا چہرہ | فکر کے ناخنوں سے زخمی ہو جاتا ہے

فکرتِ بد ناخنِ پُر زہر داں | میخراشد در تعمّق رُوی جاں

بُرے خیال کو زہریلا ناخن سمجھ | غور کرنے (صورت) میں وہ جان کا چہرہ چھیل دیتا ہے

تا کشاید عقدۂ اشکال را | در حدث کردہ ست زرّیں بال را

جب تک کہ وہ کسی اشکال کی گرہ کھولتا ہے | اُس نے سنہرے بالوں کو ناپاک کر لیا ہے

عُقدہ را بکشادہ گیر اے منتہی | عُقدۂ سخت ست بر کیسہ تہی

اے انتہا کو پہنچنے والے! فرض کر لے گرہ کھل گئی | (یہ تیری) خالی تھیلی پر سخت گرہ ہے

در کشادِ عُقدہا گشتی تو پیر[3] | عُقدۂ چندے دگر بکشادہ گیر

تو گرہوں کو کھولنے میں بوڑھا ہو گیا | فرض کر لے تو نے اور چند گرہیں کھول لیں

عُقدۂ کاں بر گلوئے ماست سخت | کہ ندانی کہ خسی یا نیک بخت

وہ پھندا جو ہمارے گلے میں ہے، سخت ہے | کیونکہ تو نہیں جانتا کہ تو بدبخت ہے یا نیک بخت

[1] بر مکن۔ بظاہر یہ حکیم کا مقولہ ہے جو اُس نے طاؤس سے کہا۔ عزا۔ ماتم۔ آنچناں۔ حسین چہرے کو بگاڑنا بہت بڑی غلطی ہے۔ لجاج۔ جھگڑا۔ در بیان۔ افکار کی وجہ سے نفسِ مطمئنہ کی صفائی میں خلل پڑتا ہے جیسا کہ آئینہ پر اگر کچھ لکھو پھر خواہ اُسکو صاف بھی کر دو لو مگر اُس پر نشان باقی رہ جاتا ہے۔

[2] رُوی نفس۔ نفسِ مطمئنہ کا چہرہ فکروں کے ناخن سے زخمی ہو جاتا ہے خصوصاً بُرے افکار تو زہریلے ناخن ہیں جو روح تک کے چہرے کو بدنما بنا دیتے ہیں۔ تا کشاید۔ جب انسان افکار کی کسی گرہ کو کھولتا ہے تو روح کے زرّیں پر ناپاک ہو جاتے ہیں جس سے اُس کی پرواز میں کمی آجاتی ہے۔ عُقدہ۔ ان دنیاوی افکار کی عقدہ کشائی ایسی ہے جیسے کسی خالی تھیلی کے منہ کی سخت گرہ کو کوئی شخص کھولے جو لاحاصل ہو۔

[3] در کشاد۔ چند گرہوں کے کھولنے میں تو بوڑھا ہو گیا، فرض کر لے کہ چند گرہیں تو نے اور کھول لیں لیکن حاصل کیا ہوا۔ عقدہ کاں۔ تیرے شقی یا سعید ہونے کی گرہ جو تیرے گلے میں لگی ہوئی ہے اگر تو اُسکو کھول لے تو یہ سب سے بہتر ہے۔

گر بدانی کہ شقیئ یا سعید ‏ ‏ آں بود بہتر ز فکرِ ہر عنید
اگر تو یہ جان لے کہ تو نیک بخت ہے یا بدبخت ‏ ‏ ہر سرکش کے فکر سے بہتر ہے

حلِ[1] ایں اشکال کن گر آدمی ‏ ‏ خرج کن ایں دم اگر صاحب دمی
اگر تو آدمی ہے اس اشکال کو حل کرے ‏ ‏ اگر تجھ میں دم ہے تو اس دم کو خرچ کر

حدِ اعیان و عرض دانستہ گیر ‏ ‏ حدِ خود را داں کہ نبود زیں گزیر
فرض کرے اعیان اور عرض کی تعریف معلوم ہوگئی ‏ ‏ اپنی حقیقت جان لے کہ اسکے سوا چارہ نہیں ہے

چوں بدانی حدِ خود زیں حد گریز ‏ ‏ تا بہ بیحد در رسی اے خاک بیز
جب تجھے اپنی حقیقت معلوم ہو گئی اس تعریف سے گریز کر ‏ ‏ اے خاک چھاننے والے، تاکہ تو اس ذات تک پہنچ جائے جسکی حقیقت

عمر[2] در محمول و در موضوع رفت ‏ ‏ بے بصیرت عمر در مسموع رفت
محمول اور موضوع (کی تعریف) میں عمر گذر گئی ‏ ‏ سنی سنائی باتوں میں بلا بصیرت کے عمر ختم ہو گئی

ہر دلیلے بے نتیجہ و بے اثر ‏ ‏ باطل آمد در نتیجہ خود نگر
جو دلیل بے نتیجہ اور بے اثر ہو ‏ ‏ باطل ہے، تو خود نتیجہ پر غور کرے

جز بمصنوعے ندیدی صانعے ‏ ‏ بر قیاسِ اقترانی قانعی
تو نے مصنوع کے علاوہ صانع کو نہ دیکھا ‏ ‏ تو اقترانی قیاس پر صابر ہو گیا

می فزاید در وسائط فلسفی ‏ ‏ از دلائل باز بر عکسش صفی
فلسفی واسطوں میں اضافہ کرتا رہتا ہے ‏ ‏ دلائل سے، پھر برگزیدہ شخص اسکے برعکس ہے

ایں گریزد از دلیل و از حجیب ‏ ‏ از پئے مدلول سر بردہ بجیب
یہ دلیل اور پردے سے گریز کرتا ہے ‏ ‏ مدلول کے لئے، گریبان میں منہ ڈالے ہوئے

گر[3] دخاں او را دلیلِ آتش است ‏ ‏ بے دخاں ما را دراں آتش خوش است
اگر اس کے لئے دھواں آگ کی دلیل ہے ‏ ‏ اس معاملہ میں بغیر دھوئیں کے ہمارے لئے آگ بھلی ہے

خاصہ ایں آتش کہ از قربِ ولا ‏ ‏ از دخاں نزدیک تر آمد بما
خصوصا یہ آگ کہ قرب اور دوستی کی وجہ سے ‏ ‏ ہم سے دھوئیں سے زیادہ قریب آگئی ہے

پس سیہ کاری بود رفتن ز خواں ‏ ‏ بہرِ تخییلات جاں سوئے دخاں
دسترخوان سے چل دینا، بدکاری ہے ‏ ‏ دھوئیں کی جانب، جان کے خیالات کی خاطر

ہے ہٹ کر دلائل سے اس ذات تک پہنچنا سیاہ کاری اور غلطی ہے۔

---

[1] حل. اگر تو آدمی ہے تو اس اشکال کو حل کر۔ حدِ اعیان۔ فلاسفہ عرض اور جوہر کی تعریف کرنے میں لگے رہتے ہیں اور خود اپنی حقیقت و ماہیت سے بے خبر رہتے ہیں۔ چوں بدانی۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ عَرَفَ رَبَّہٗ جس نے اپنے آپ کو جان لیا اس نے خدا کو جان لیا۔ نفس کی حقیقت کا علم خدا کی معرفت تک پہنچاتا ہے

[2] عمر۔ علماء کی عمر موضوع و محمول کی تعریفوں میں گذر جاتی ہے اور کوئی فائدہ ہاتھ نہیں آتا۔ ہر دلیلے جس دلیل کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو وہ بیکار ہے تو اپنے انجام پر غور کرے۔ جز۔ تو نے مشاہدہ نہیں کیا ہے محض مخلوق کے ذریعہ خالق کو سمجھا ہے۔ قیاس اقترانی۔ مثلاً عالم مصنوع ہے اور ہر مصنوع کا کوئی صانع ہے۔ می فزاید۔ فلسفی غیبی امور کو سمجھنے کے لئے وسائط میں اضافہ کرتا رہتا ہے اور برگزیدہ شخص اس کے برعکس مشاہدہ کرتا ہے وہ دلائل سے ہٹ کر مراقبہ میں مشاہدہ کرتا ہے۔

[3] گر دخاں۔ فلسفی اثر سے موثر کو سمجھتا ہے یعنی دھوئیں کے ذریعہ آگ تک پہنچتا ہے خاصہ۔ عارفوں کے لئے قرب اور عشق کی آگ دھوئیں کے نزدیک تر ہے۔ پس مشاہدہ

در بیانِ قولِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ لَا رُهْبَانِیَّةَ فِی الْاِسْلَامِ

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اِس قول کے بیان میں کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے

برمکن پَرّرا و دل برکَن ازو — زانکہ شرطِ ایں جہاد آمد عدو

پروں کو نہ اکھاڑ، ان سے دل ہٹا لے — کیونکہ اِس جہاد کے لئے دشمن ضروری ہے

چوں عدو نبود جہاد آمد محال — شہوت ار نبود نباشد امتثال

جب دشمن نہیں ہے تو جہاد ناممکن ہے — اگر شہوت نہ ہو تو حکم ماننا نہ ہوا

صبر[2] نبود چوں نباشد میلِ تو — خصم چوں نبود چہ حاجت خیلِ تو

جب تیرا میلان نہیں ہے تو صبر نہ ہوگا — جب دشمن کوئی نہیں ہے تیرے لشکر کی کیا ضرورت ہے؟

ہیں مکُن خود را خصی رُہبان مشو — زانکہ عفت ہست شہوت را گرو

خبردار! اپنے آپ کو خصّی نہ کر، راہب نہ بن — کیونکہ عفت شہوت سے وابستہ ہے

بے ہوا نہی از ہوا ممکن نبود — غازیی بر مُردگاں نتواں نمود

بغیر نفسانی خواہش کے اُس سے روکنا ممکن نہیں ہے — اپنا مجاہد ہونا مُردوں پر نہیں دکھایا جاسکتا

اَنْفِقُوْا گفتست پس کسبے بکُن — زانکہ نبود خرج بے دخلِ کہن

"خرچ کرو" فرمایا ہے تو تو کمائی کر — کیونکہ پہلی آمدنی کے بغیر خرچ نہیں ہوسکتا ہے

گرچہ آورد اَنْفِقُوْا را مطلق او — تو بخواں کہ اِکْسِبُوْا ثُمَّ اَنْفِقُوْا

اگرچہ اُنہوں نے صرف "خرچ کرو" فرمایا ہے — تو پڑھ "کماؤ پھر خرچ کرو"

ہمچناں[3] چوں شاہ فرمود اِصْبِرُوْا — رغبتے باید کزاں تابی تو رُو

اسی طرح جب شاہ نے حکم دیا کہ "تم صبر کرو" — تو رغبت درکار ہے، تاکہ تو اُس سے منہ موڑے

پس کُلُوْا از بہرِ دامِ شہوتست — بعد ازاں لَا تُسْرِفُوْا آں عفت ست

تو "تم کماؤ"، شہوت کے جال کے لئے ہے — اُس کے بعد "تم فضول خرچی نہ کرو" پاکدامنی کیلئے ہے

چونکہ محمولٌ بہٖ نبود لدیہ — نیست ممکن بود محمولٌ علیہ

جبکہ خبر نہیں ہے، اُس کے پاس — مبتدا کا ہونا ناممکن ہے

چونکہ رنجِ صبر نبود مر ترا — شرط نبود پس فرو ناید جزا

جبکہ تجھے صبر کی تکلیف حاصل نہیں ہے — تو شرط نہ پائی گئی؛ لہٰذا جزاء موجود نہ ہوگی

---

[1] در بیانِ معصیت کے اسباب اور قدرت کے ہوتے ہوئے اُس سے بچنا کمال ہے نہ کہ معصیت کی طاقت کو ختم کر کے معصیت سے بچنا اسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ راہب معصیت کے اسباب اور اُس کی قدرت کو فنا کر ڈالتے تھے۔ برمکن پر کو نصیحت ہے کہ پر نہ اکھاڑ یعنی شہوت اور حبِ جاہ کے اسباب اور ذرائع کو ختم نہ کر کیونکہ یہ دشمن ہیں اور دشمن کے نہ ہوتے ہوئے جہاد کی فضیلت حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔ شہوت۔ اگر انسان میں شہوت کا مادّہ ہی نہیں ہے تو زنا نہ کرنے کے حکم کی فرمانبرداری کے کوئی معنیٰ نہیں ہیں۔

[2] صبر نبود۔ اگر انسان میں کسی چیز کی جانب میلان نہیں ہے تو اُس سے صبر کرنے کے کوئی معنیٰ نہیں ہیں دشمن نہ ہو تو لشکر کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ مشو۔ راہب اپنے خصیے نکلوا دیتے تھے تاکہ زنا نہ کرسکیں۔ غازیی۔ مرے ہوؤں کے ساتھ جہاد کوئی معنیٰ نہیں رکھتا ہے۔ اَنْفِقُوْا۔ خرچ کرو اِس حکم کی تعمیل جب ہی ہوسکتی ہے جبکہ انسان کمائے۔ گرچہ۔ اگرچہ قرآن میں صرف "خرچ کرو" آیا ہے لیکن اِس کا مطلب یہی ہے کہ کماؤ اور خرچ کرو

[3] ہمچناں۔ اسی طرح صبر کرو کے حکم کی تعمیل جب ہی ہے کہ رغبت موجود ہو۔ کُلُوْا۔ تم کماؤ یہ حکم شہوت کا جال ہے اور لَا تُسْرِفُوْا فضول خرچی نہ کرو عفت ہے اب اگر کُلُوْا ممکن نہ ہو تو لَا تُسْرِفُوْا کے کوئی معنیٰ نہیں ہیں۔ چونکہ۔ جب خبر کا وجود ہی نہ ہو تو مبتدا کا اس سے اتصال اور تعلق ناممکن ہے۔ رنج۔ صبر کرنے میں اگر کوئی کلفت ہی نہیں ہے تو اس کی جزا حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔ اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ۔ جب شرط نہ موجود ہو تو مشروط مفقود ہوتا ہے۔

^(۱) حبذا آں شرط و شادا آں جزا	آں جزائے دلنواز جانفزا
وہ شرط اور جزا کیا ہی خوب ہے	وہ دل نواز، جانفزا جزا

دربیان آنکہ ثواب عمل عاشق از حق ہم حقست و بس جل جلالہ

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عاشق کے عمل کا ثواب صرف اللہ جل جلالہ ہے

عاشقاں را شادمانی و غم اوست	دست مزد و اجرت خدمت ہم اوست
عاشقوں کی خوشی اور غم وہی ہے	مزدوری اور خدمت کی اجرت وہی ہے
غیر معشوق ار تماشائی بود	عشق نبود ہرزہ سودائی بود
وہ اگر معشوق کے غیر کا تماشائی ہے	عشق نہیں ہے وہ بیہودہ اور دیوانہ ہے
^(۲) عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت	ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
عشق وہ شعلہ ہے جب وہ روشن ہوگیا	جو کچھ معشوق کے علاوہ ہے سب جل گیا
تیغ لا در قتل غیر حق براند	در نگر زاں پس کہ بعد لا چہ ماند
اس نے "لا" کی تلوار اللہ کے سوا پر چلادی	غور کرلے "لا" کے بعد کیا رہ گیا؟
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت	شاد باش اے عشق شرکت سوز زفت
"الا اللہ" رہ گیا باقی سب فنا ہوگیا۔	اے عشق شرکت کو جلانے والے زبردست! تو خوش رہ
خود ہم او بود اولین و آخریں	شرک جز از دیدۂ احول مبیں
صرف وہی اولین اور آخرین ہوگا	تو بھینگی آنکھ کے سوائے شرک کو نہ دیکھ
^(۳) اے عجب حسنے بود جز عکس آں	نیست تن را جنبشے از غیر جاں
تعجب ہے، کوئی حسن اسکے عکس کے سوا ہو	جان کے غیر سے، جسم میں حرکت نہیں ہوتی ہو
آں تنے را کہ بود در جاں خلل	خوش نباشد گر بگیری در عسل
جس جسم کی روح میں نقصان ہو	وہ اچھا نہ ہوگا، خواہ تو اس کو شہد میں ڈالدے
ایں کسے داند کہ روزے زندہ بود	از کف ایں جان جاں جامے ربود
یہ وہ شخص سمجھ سکتا ہے جو کسی دن زندہ رہا ہو	اس جانِ جاناں کے ہاتھ سے اسنے جام حاصل کیا ہو
وانکہ چشم او ندیدست آں رخاں	پیش او جانست ایں تف دخاں
جس کی آنکھ نے وہ رخسار نہیں دیکھے	اسکے نزدیک یہ دھوئیں کی سوزش جان ہے

حسن کو عکس خداوندی وہی سمجھے گا جس کی روح انسانی زندہ ہوگی۔ وانکہ۔ جو روحِ انسانی سے ناواقف ہوگا وہ روحِ حیوانی کو ہی سب کچھ سمجھے گا۔

^(۱) حبذا۔ صبر کی تکلیف ہو تو اس کا بدلہ بھی ہوگا تو دونوں قابل مبارکباد ہیں۔ دربیان۔ چونکہ پہلے مضمون میں جزا کا بیان تھا اب بتاتے ہیں کہ خدا کے عاشق کا بدلہ کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ عاشق کے عمل کا بدلہ ذات خداوندی ہے۔ عاشقاں۔ عاشقوں کا رنج اور خوشی، مزدوری اور اس کی اجرت صرف ذات خدا ہے۔ غیر معشوق۔ اگر وہ معشوق کی ذات کے علاوہ کسی چیز کا طالب ہے تو پھر اس کا عشق، عشق نہیں ہے بلکہ وہ دیوانہ ہے۔

^(۲) عشق۔ جب عشق الٰہی نمودار ہوتا ہے تو ماسوی اللہ اس کی آگ سے جل جاتا ہے۔ تیغ لا۔ کلمہ میں "لا" کہنے کے معنی یہی ہیں کہ اس نے غیر کی نفی کردی ہے۔ الا اللہ۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب اس کے لئے سب کچھ صرف ذات خداوندی ہے، عشق غیر کو بالکل جلا ڈالتا ہے۔ خود۔ بھینگی آنکھ ایک چیز کو دو دکھاتی ہے بھینگے کو ایک کے دو نظر آتے ہیں۔

^(۳) اے عجب۔ جہاں کہیں بھی حسن کی جھلک ہے وہ اسی خدا کا پرتو ہے، جسم میں روح کی وجہ سے حرکت ہوتی ہے۔ آں تنے۔ جو لوگ بدی ہیں ان کی اصلاح ناممکن ہے۔ ایں کسے۔ ہر چیز کے

چوں ندیدِ اُو عُمر عبد العزیزؒ [۱] — پیشِ اُو عادل بود حجّاج نیز
جس نے (حضرت) عمر بن عبد العزیزؒ کو نہ دیکھا ہو — اُس کے نزدیک حجاج ابنِ یوسف بھی عادل ہوگا

چوں ندید اُو مارِ موسیٰؑ را ثبات — در حبال السّحر پندارد حیات
جب اُس نے (حضرت) موسیٰؑ کے سانپ کا ٹھہراؤ نہیں دیکھا — وہ جادو کی رسیوں میں زندگی سمجھے گا

مرغ [۲] کو ناخوردہ است آبِ زلال — اندر آبِ شور دارد پرّ و بال
جس پرندے نے نیر پانی نہ پیا ہو — وہ کھاری پانی میں اپنے بال و پر (تر) رکھتا ہے

جز بضد ضد را ہمی نتواں شناخت — چوں نہ بیند زخم نشناسد نواخت
ضد کو ضد کے سوا کسی ذریعہ سے شناخت نہیں کیا جا سکتا — جب ظلم کو نہیں دیکھا ہو نوازش کو نہیں پہچان سکتا

لاجرم دنیا مقدم آمدہ است — تا بدانی قدرِ اقلیمِ الست
لامحالہ دنیا پہلے آئی ہے — تاکہ تو اَلست کے جہان کی قدر جان لے

چوں ازیں جا وارہی آنجا روی — در شکر خانہ ابد شاکر شوی
جب تو اس جگہ سے نجات پا جائیگا وہاں چلا جائیگا — تو ہمیشگی کے شکر خانہ میں شکر گزار ہوگا

گوئی آنجا خاک را می بیختم — زیں جہانِ پاک می بگریختم
تو کہے گا وہاں میں نے خاک چھانی — میں اس پاک عالم سے بھاگتا تھا

گشتہ بودم قانع از گنجے بمار — شادماں بودم ز گلزارے بخار
میں نے خزانہ کے بدلے سانپ پر بس کی — میں چمن کی بجائے کانٹوں پر خوش تھا

اے دریغا [۳] پیش ازیں بودے اجل — تا غذایم کم بُدے اندر وحل
ہائے افسوس! اِس سے پہلے موت آجاتی — تاکہ میری خوراک کیچڑ کی نہ ہوتی

دربیانِ حدیث مَامَاتَ مَنْ یَمُوْتُ اِلَّا وَتَمَنّٰی اَنْ یَمُوْتَ قَبْلَ

(اِس) حدیث کا بیان کہ ہر مرنے والا یہ ضرور تمنا کرے گا کہ وہ پہلے

مَامَاتَ اِنْ کَانَ بَرًّا لِیَکُوْنَ اِلٰی وُصُوْلِ الْبِرِّ اَعْجَلَ وَاِنْ کَانَ

مرجاتا اگر وہ نیک ہے تو اِس لئے کہ جلد بھلائی تک پہنچ جاتا اور اگر بد ہے

فَاجِرًا لِیَقِلَّ فُجُوْرُہٗ

تو اِس لئے کہ اُس کی بدکاری کم ہوتی

زیں بفرمودست آں آگہ رسولؐ — کہ ہر آنکہ مُرد و کرد از تن نزول
اِسی لئے باخبر رسولؐ نے فرمایا ہے — کہ جو شخص مرا اور جسم سے جدا ہوا

۱؎ عُمر: ابن عبد العزیزؒ اموی خلیفہ تھے۔ جن کا خلفاءِ راشدین میں شمار ہے، یعنی روحِ انسانی۔ حجاج۔ ابن یوسف ثقفی عبد الملک ابن مروان عراق کا گورنر تھا جس کا ظلم و ستم مشہور ہے کہ جس نے بہتر ہزار بے قصور انسانوں کو قتل کرایا۔ یعنی روحِ حیوانی۔ جو آں۔ اگر کسی نے اصل کو نہ دیکھا ہوگا تو وہ نقل سے دھوکا کھا جائے گا۔

۲؎ مرغ۔ جو شخص حقیقت سے ناواقف ہوتا ہے وہ مجاز کو حقیقت سمجھ لیتا ہے۔ جو۔ مشہور مقولہ ہے تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِھَا چیزیں اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں" لاجرم۔ دنیا کو بھگت کر آخرت کی قدر معلوم ہوگی۔ اقلیمِ اَلست۔ عالمِ آخرت۔ چوں۔ انسان جب دنیا کی زندگی ختم کر کے عالمِ آخرت میں پہنچے گا تو بہت شکر گزار ہوگا۔ گوئی۔ پھر کہے گا کہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں خاک اور مٹی تھی دنیا خارستان تھا اور آخرت گلستان ہے۔

۳؎ اے دریغا۔ دنیا میں جس قدر وقت گزرا اُس پر افسوس کرے گا۔ دربیان۔ مرنے کے بعد ہر نیک و بد جلد مر جانے کی خواہش کا اظہار کرے گا اگر نیک ہوگا تو کہیگا کاش میں جلدا ہی بھلائی تک پہنچ جاتا اگر بد ہے تو کہیگا کہ کاش

نبوَد اورا حسرتِ نقلان و موت | لیک باشد حسرتِ تقصیر و فوت
اُس کو منتقل ہونے اور مرنے پر افسوس نہ ہوگا | لیکن کوتاہی اور فوت ہونے کی حسرت ہوگی

ہر[1] کہ میرد خود تمنا باشدش | کہ بُدے زیں پیش نقلِ مقصدش
جو شخص مرتا ہے خود اُس کو تمنا ہوتی ہے | کہ اُس کا مقصود کی طرف منتقل ہو جانا اس سے پہلے ہو جاتا

گر بُدے بد تا بدی کمتر بُدے | ور تقی تا خانہ زُود تر آمدے
اگر وہ بد تھا تو اس لئے کہ بدی کم ہوتی | اور متقی تھا تو گھر جلدی آجاتا

گوید آں بد بیخبر می بودہ ام | دمبدم من پردہ می افزودہ ام
وہ بد کہے گا، میں بے خبر تھا | میں نے ہر وقت حجاب بڑھایا

گر ازیں زُود تر مرا معبر بُدے | ایں حجاب و پردہ ام کمتر بُدے
اگر اس سے پہلے ہی میرے لئے راستہ ہوتا | میرا یہ حجاب اور پردہ بہت کم ہوتا

از[2] حریصی کم دراں رُوئے قنوع | وز تکبر کم دراں چہرہ خشوع
حرص کی وجہ سے قناعت کے چہرے کو زخمی نہ بنا | اور تکبر سے عاجزی کے چہرے کو زخمی نہ کر

ہمچنیں از بخل کم در رُوئے جود | وز بلیسی چہرۂ خوبِ سجود
اسی طرح بخل کے ذریعہ سخاوت کا چہرہ زخمی کر | اور شیطنت سے سجدہ کے حسین چہرے کو

بر مکَن آں پرِ خلد آرائے را | بر مکَن آں پرِّ رہ پیمائے را
جنت کو آراستہ کرنے والے پر نہ اُکھاڑ | راستہ طے کرنے والے پر نہ اُکھاڑ

چوں[3] شنید ایں پند رُوئے و بنگریست | بعد ازاں در نوحہ آمد می گریست
جب اُس نے یہ نصیحت سُنی اور (ناصح کا) چہرہ دیکھا | اُسکے بعد نوحہ شروع کر دیا، رو پڑا

نوحہ و گریہ دراز و دردمند | ہر کہ آنجا بُود در گریہ اش فگند
نوحہ اور گریہ دراز اور دردمند تھا | وہاں جو بھی تھا اُس کو رُلا دیا

وآنکہ می پرسید پر کندن چیست | بیجواب شد پشیماں می گریست
اور جس نے پوچھا تھا کہ پَر کیوں نوچتا ہے؟ | بغیر جواب (سُنے) شرمندہ ہو گیا، رونے لگا

کز فضولی من چرا پرسیدمش | اوز غم پُر بود شورانیدمش
کہ بیہودہ پن سے میں نے اُس سے کیوں پوچھا! | وہ غم سے بھرا ہوا تھا میں نے اُسکو جوش دلا دیا

می چکید از چشمِ تر بر خاک آب | اندراں ہر قطرہ مُدرَج صد جواب
تر آنکھوں سے زمین پر آنسو ٹپک رہے تھے | ہر قطرے میں سینکڑوں جواب درج تھے

[1] ہر کہ۔ موت کے بعد ہر مُردے کی خواہش ہوتی کہ کاش وہ پہلے مرجاتا اگر نیک ہے تو اس لئے یہ خواہش ہوتی کہ اب سے پہلے ہی جنت میں پہنچ جاتا اگر بد ہے تو اس لئے کہ یہ سوچے گا اگر جلد مرجاتا تو بُرائیاں کم کرتا۔ دمبدم۔ بُرا انسان کہے گا کہ میں جس قدر زندہ رہا اُسی قدر گمراہی کے پردے زیادہ بڑھتے گئے۔ گر۔ اگر اس سے پہلے مرجاتا تو یہ پردے کم ہوتے۔

[2] از حریصی۔ یہ بھی حکیم کا مقولہ ہے جو اُس نے پر نوچنے پر مور سے کہا۔ قنوع۔ قناعت۔ خشوع۔ عاجزی۔ دراں۔ دریدن بمعنی پھاڑنا سے بنا ہے۔ ہمچنیں۔ مور کی تمثیل کے سلسلہ میں لانا نے انسانی اُن صفات کو ذکر کیا ہے جو قدرت نے اُس میں ودیعت رکھی ہیں اور انسان اپنی بداعمالی سے اُن کو برباد کرتا ہے۔ خلد آرای۔ جنت کو آراستہ کرنیوالا۔

[3] شنید۔ اُس مور نے سنا۔ رُوئی۔ یعنی ناصح کا چہرہ۔ نوحہ۔ اس کے رونے نے دوسروں کو رُلا دیا۔ وآنکہ۔ وہ ناصح حکیم بھی رو پڑا۔ کز فضولی۔ اس سوال پر کہ پر کیوں اُکھاڑتا ہے وہ سوال کرنیوالا شرمندہ ہوگیا۔ ہر قطرہ۔ آنسو کے ہر قطرے میں اس سوال کا جواب تھا۔ مُدرج۔ داخل۔

می چکید از چشمِ اُو گریہ بخاک	خاک گِل می شد ز اشکِ سہمناک
اُس کی آنکھ سے مٹی پر آنسو ٹپک رہے تھے	خوفناک آنسوؤں سے بنی کیچڑ بن گئی
گریۂ باصدق بر جانہا زَنَد[1]	تا کہ چرخ و عرش را گریاں کُنَد
سچائی کے ساتھ رونا روحوں کو متاثر کرتا ہے	حتی کہ آسمان اور عرش کو رُلا دیتا ہے
گریۂ بے صدق بے سوزش بُوَد	دیو دُوں بر گریہ اش خنداں شود
بناوٹی رونا بغیر سوزش کا ہوتا ہے	کمینہ شیطان اُس کے رونے پر ہنستا ہے
گریۂ بے صدق باشد بیفروغ	آں ندارد چربی مانندِ دوغ
بناوٹی رونا بے فروغ ہوتا ہے	اُس میں بھاچھ کی طرح مکھن نہیں ہوتا ہے
عقل و دلہا بے گمانے عرشیند	در حجاب از نورِ عرشی میزیند
عقل اور دل بلاشبہ عرشی ہیں	در پردہ عرشی نور کے ذریعہ جیتے ہیں

در بیان آنکہ عقل و روح در آب و گل جسد محبوس اند ہمچوں ہاروت و ماروت در چاہِ بابل

اس کا بیان کہ عقل اور روح جسم کی مٹی، پانی میں اِس طرح قیدی ہیں جس طرح کہ ہاروت اور ماروت بابل کے کنوئیں میں

ہمچو ہاروت و چو ماروت[2] آں دو پاک	بستہ اند ایں جا بچاہِ سہمناک
وہ دونوں پاک، ہاروت اور ماروت کی طرح	اِس جگہ خوفناک کنوئیں میں بند ہیں
عالمِ سِفلی و شہوانی درند	اندریں چہ گشتہ اند از جرم بند
وہ عالَمِ سفلی اور شہوانی میں ہیں	جُرم کی وجہ سے اِس کنوئیں میں بند ہو گئے ہیں
سحر و ضدِّ سحر را بے اختیار	زیں دو آموزند نیکان و شرار
جادو اور اُس کا توڑ بغیر اختیار کے	نیک اور بد اِن دونوں سے سیکھتے ہیں
لیک اوّل پند بدہندش کہ ہیں	سحر را از ما میاموز و مچیں
لیکن وہ شروع میں نصیحت کر دیتے ہیں کہ خبردار!	جادو ہم سے نہ سیکھ، نہ حاصل کر
ما بیاموزیم[3] ایں سحر اے فلاں	از برائے ابتلاء و امتحاں
اے فلاں: ہم یہ جادو سکھاتے ہیں	ابتلاء اور آزمائش کے لئے
کامتحاں را شرط باشد اختیار	اختیارے نبود ت بے اقتدار
آزمائش کے لئے اختیار شرط ہے	بغیر قدرت کے تیرے لئے اختیار نہ ہوگا
میلہا ہمچوں سگانِ خفتہ اند	اندر ایشاں خیر و شر بنہفتہ اند
خواہشات، سوئے ہوئے کتوں کی طرح ہیں	اُنکے اندر خیر اور شر پوشیدہ ہیں

[1] گریہ۔ مولانا فرماتے ہیں جو سچائی کا رونا ہے اُس کی تاثیر محض دنیا تک نہیں بلکہ عرش تک پہنچتی ہے۔ گریۂ بے صدق۔ بناوٹی رونے پر شیطان مذاق اُڑاتا ہے۔ عقل و دل بلاے اَلْقَلْبُ عَرْشُ الرَّحْمٰن "دل خدا کا عرش ہے" تو چونکہ سچے رونے سے عرش متاثر ہوتا ہے لہٰذا عقل و دل جو عرشی ہیں وہ بھی متاثر ہوتے ہیں۔

[2] ہمچو۔ جس طرح ہاروت و ماروت کا تعلق عالَمِ بالا سے تھا لیکن چاہِ بابل میں قیدی ہیں اسی طرح عقل اور روح بھی عالَمِ بالا کی چیز ہوتے ہوئے انسانی بدن کے کنوئیں میں قیدی ہیں۔ عالَمِ سفلی۔ ان دونوں نے چونکہ عالَمِ سفلی اور شہوانی سے تعلق پیدا کیا لہٰذا جسم کے کنوئیں میں بند کر دیئے گئے ہیں۔ سحر و ضدِ سحر۔ اب نیک لوگ اُن سے اچھی تعلیمات حاصل کرتے ہیں اور بُرے لوگ بُری تعلیمات حاصل کرتے ہیں۔ بے اختیار یعنی شوق سے مجبور ہو کر۔

[3] ما بیاموزیم۔ عقل و روح سمجھاتی ہے کہ ہمارے سحر سکھانے میں ایک امتحان اور آزمائش ہے کہ سیکھنے والا اسکو غلط استعمال کرتا ہے یا صحیح۔ امتحان۔ اِس جادو کا سیکھنا نہ سیکھنا سیکھنے والا کا اختیاری فعل ہو اسی لئے اُسکو دونوں باتوں پر قدرت ہے گیلہا۔ انسان کے اندر کی خواہشیں سوئے ہوئے کتوں کی طرح ہیں اور انسان کے دل میں خیر و شر دونوں موجود ہیں

[1] چونکہ قدرت نیست خفتند ایں رَدہ — ہمچو ہیزم پارہا و تن زدہ

چونکہ (انجم میں) قدرت نہیں ہے یہ گروہ سویا ہوا ہے — لکڑی کے ٹکڑوں کی طرح اور چپ ہے

تا کہ مُردارے دَر آید درمیاں — نفخِ صورِ حرص کوبد بر سگاں

یہاں تک کہ کوئی مُردار بیچ میں آجاتا ہے — حرص کے صور کی آواز کتوں کو جھنجھوڑ دیتی ہے

چوں دراں کوچہ خرے مُردار شد — صد سگِ خفتہ بداں بیدار شد

جب اُس گلی میں کوئی گدھا مر جاتا ہے — اُس سے سینکڑوں سوئے ہوئے کتے جاگ جاتے ہیں

حرصہائے رفتہ اندر کتمِ غیب — تاختن آورد سر بر زد ز جیب

غیب کے پردے میں گئی ہوئی حرصیں — حملہ آور ہو گئیں، گریبان سے سر نکالا

[2] مُو بمُوئے ہر سگے دنداں شدہ — وز برائے حیلہ دُم جُنباں شدہ

ہر کتے کا رونگٹا رونگٹا دانت بن گیا — اور تدبیر کے لئے دُم ہلانے لگا

نیم زیرش حیلہ و بالا غضب — چوں ضعیف آتش کہ اُو یابد حطب

اُس کا آدھا نچلا حصہ حیلہ اور اوپر کا غصہ ہے — جس طرح کمزور آگ جو ایندھن پالے

شعلہ شعلہ میرسد از لامکاں — میرود دُودِ و لہب تا آسماں

لامکاں سے شعلے ہی شعلے آجاتے ہیں — دھواں اور لپٹ آسمان تک جاتی ہے

صد چنیں سگ اندریں تن خفتہ اند — چوں شکارے نیست شاں بنہفتہ اند

ایسے سینکڑوں کتے اس جسم میں سوئے ہوئے ہیں — چونکہ کوئی شکار نہیں ہے وہ چھپے ہوئے ہیں

یا چو بازاں دیدہ دوختہ — در حجاب از عشق صیدے سوختہ

یا آنکھیں سِلے ہوئے بازوں کی طرح ہیں — شکار کے عشق میں در پردہ جلے ہوئے ہیں

تا کُلہ برداری و بیند شکار — آنگہاں سازد طوافِ کوہسار

یہاں تک کہ تو ٹوپا ہٹا دے اور وہ شکار دیکھ لے — اُس وقت پہاڑ کے چکر کاٹتا ہے

[3] شہوتِ رنجور ساکن می بُود — خاطرِ اُو سُوئے صحت میرود

بیمار کی خواہش جب تک سکون میں ہوتی ہے — اُس کا مزاج صحت کی طرف چلتا ہے

چوں بہ بیند نان و سیب و خربزہ — در مصاف آید مزہ و خوفِ بزہ

جب وہ روٹی اور سیب اور خربوزہ دیکھتا ہے — مزا اور بد پرہیزی کا خوف جنگ میں مبتلا ہو جاتے ہیں

چوں بہ بیند۔ جب مریض مختلف غذائیں دیکھتا ہے تو خواہش بیدار ہو جاتی ہے اور اب وہ کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہے کھالے کو جی چاہتا ہے پھر ڈرتا ہے کہ اگر کھاؤں گا تو بد پرہیزی ہوگی۔

[1] چونکہ۔ انسان کا یہ سمجھنا کہ اسمیں بُرائی کی طاقت نہیں ہے بہت بڑی غلطی ہے چونکہ بُرائی کا موقع حاصل نہیں اس لئے وہ قوت سوئی ہوئی ہے جب موقع ہوگا وہ فوراً بیدار ہو جائیگی۔ چوں دراں۔ انسانی خواہشوں کا حال سوئے ہوئے کتوں کی طرح ہے اُن کے سامنے جب کوئی مُردار آجاتا ہے پھر اُن کا حال کیو۔

[2] مو بموی۔ اب کتے کا رونگٹا رونگٹا دانت بن جاتا ہے اور وہ حیلہ اور غصے سے پُر ہو جاتا ہے۔ چوں ضعیف۔ آگ کو اگر ایندھن نہ ملے تو کس قدر پُرسکون ہوتی ہے اور ایندھن ملتے ہی کس قدر شعلہ زن بن جاتی ہے۔ صد چنیں۔ انسان کے اندر بُری صفتیں ان کتوں کی طرح سوئی ہوئی ہیں جب موقع ملتا ہے تو وہ پھر اپنی تیزی دکھاتی ہیں۔ یا چو۔ ان بُری صفتوں کی مثال کتوں سے دیتے ہو یا اُس باز سے جس کی آنکھیں سِلی ہوئی ہیں لیکن شکار کے عشق میں وہ دل سوختہ ہے۔ تا کُلہ۔ شکار کے وقت باز کے سر پر سے ٹوپی ہٹادی جاتی ہے تو پھر وہ شکار کو دیکھ کر پہاڑوں کا چکر کاٹتا ہے۔

[3] شہوتِ رنجور۔ بیماری کے دوران مختلف غذاؤں کی شہوت و رغبت سکون پذیر ہوتی ہے لیکن جب وہ مختلف غذائیں دیکھتا ہے تو وہ شہوت بیدار ہو جاتی ہے۔

گر بُوَد صبّار دیدن سُود اُوست ¹
اگر وہ صابر ہے تو دیکھنا اُس کے لئے مفید ہے
آں تہیج طبع سستش را نکوست
وہ برانگیختگی اُس کی سست طبیعت کے لئے بہتر ہے

وَر نباشد صبر پس نا دیدہ بہ
اگر صبر نہ ہو تو نہ دیکھنا بہتر ہے
تیر دور اولےٰ زمردِ بے زرہ
بغیر زرہ کے آدمی سے تیر کا دور ہونا بہتر ہے

باز گرد و کُن حکایت را تمام
واپس ہو اور حکایت کو پورا کردے
تا چہ گفت اندر جوابش والسلام
کہ اُس (مور) نے اُسکے جواب میں کیا کہا، والسلام

بشنو اکنوں تو ز طاؤس آں جواب ²
اب تو مور سے وہ جواب سن
تا بدانی ہر نکوئی را خطاب
تاکہ تو ہر بھلائی کا خطاب جان لے

جواب دادنِ طاؤس آں حکیم سائل را

مور کا اُس سوال کرنے والے، دانا کو جواب دینا

چوں ز گریہ فارغ آمد گفت رَو
جب وہ (مور) رونے سے فارغ ہوگیا اُسنے کہا
کہ تو رنگ و بُوئے را ہستی گرو
کہ تو رنگ و بُو کا غلام ہے

آں نمی بینی کہ ہر سُو صد بلا
کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ ہر جانب سے سیکڑوں بلائیں
سُوئے من آید پئے ایں بالہا
اِن پَروں کی وجہ سے میری جانب آتی ہیں

اے بسا صیادِ بے رحمت مُدام
ہمیشہ بہت سے ناترس شکاری
بہرِ ایں پرہا نہد ہر سو دام
اِن پَروں کے لئے میری ہر جانب جال پھیلاتے ہیں

چند تیر انداز بہرِ بالہا
بہت سے تیر انداز پَروں کے لئے
تیر سُوئے من کشد اندر ہوا
ہوا میں میری جانب تیر چلاتے ہیں

چوں ندارم زور و ضبطِ خویشتن ³
جبکہ میں طاقت اور اپنا بچاؤ نہیں رکھتا ہوں
زیں قضا و زیں بلا و زیں فتن
اِس قضا اور اِس بلا اور اِن فتنوں سے

آں بہ آید کہ شوم زشت و کریہ
یہ مناسب ہے کہ میں بھدا اور ناپسند بنجاؤں
تا بوم ایمن دریں کہسار و تیہ
تاکہ میں اس پہاڑ اور جنگل میں محفوظ ہوجاؤں

بر کَنم پرہائے خود را یک بیک
میں ایک ایک کرکے اپنے پر نوچتا ہوں
تا نیندازد بدامم ہر کلگ
تاکہ کوئی منحوس مجھے جال میں نہ پھانسے

نزدِ من جاں بہتر از بال و پر است
میرے نزدیک جان، بال اور پر سے بہتر ہے
جاں بماند باقی و تن ابتر است
جان باقی رہے گی اور جسم ناقص ہے

¹ گر بود۔ اب اگر اس میں صبر کا مادہ ہے تو ان نقش اڑان کا دیکھنا اُس کے لئے مفید ہے تاکہ اُس کی خواہشیں بیدار ہوجائیں اور اگر وہ صابر نہیں ہے تو اُس کے لئے مناسب ہے کہ وہ ان اڑان کو ہی نہ دیکھ پائے۔

² بشنو۔ اب ناصح حکیم کو مور نے جو جواب دیا وہ سنو اُس نے کہا اے ناصح تو محض رنگ و روپ کا عاشق ہے یہ نہیں دیکھتا کہ یہ پر میرے لئے کس قدر مصائب کا سبب ہیں۔ اے بسا شکاری میرا شکار محض ان پروں کی خاطر کرتے ہیں کوئی جال سے پکڑتا ہے کوئی مجھے تیر سے مارتا ہے۔

³ چوں۔ جبکہ مجھ میں ان مصائب کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے تو بہتر یہی ہے کہ میں بدصورت بن جاؤں۔ کہسار۔ پہاڑ۔ تیہ۔ جنگل۔ کلگ۔ منحوس۔ نزد من۔ پروں کے بچانے سے جان کا بچانا بہتر ہے۔ ابتر۔ ناقص۔

ایں[1] سلاحِ عُجبِ مَن شُد اے فتیٰ | عُجب آرد مُعجباں را صد بلا
ے نوجوان! یہ میری خود پسندی کا ہتھیار ہے | خود پسندی خود پسندوں کو سینکڑوں مصیبتوں میں مبتلا کر دیتی ہے

دربیان آنکہ ہُنرہا و زیرکیہا و مالِ دنیا ہمچو پرِ طاؤس عدوِّ جان اند

اس کا بیان کہ دنیا کا ہنر اور ذہانتیں اور مال مور کے پروں کی طرح جان کے دشمن ہیں

پس ہنر آمد ہلاکت خام را | کز پئے دانہ نہ بیند دام را
ہنر، ناقص کے لئے ہلاکت ہے | کیونکہ وہ دانہ کی وجہ سے جال کو نہ دیکھے گا

اختیار[2] آں را نکو باشد کہ اُو | مالکِ خود باشد اندر اِتّقُوا
اختیار، اُس کے لئے بھلا ہوتا ہے جو | "تم تقویٰ اختیار کرو" کے معاملہ میں اپنے آپ پر قابو رکھے

چوں نباشد حفظ و تقویٰ زینہار | دور کُن آلت بیفگن اختیار
جب نگہداشت اور تقویٰ نہ ہو، خبردار! | آلہ کو پھینک دے، اختیار کو چھوڑ دے

جلوہ گاہ و اختیارم ایں پر ست | بر کَنَم پر را کہ در قصدِ سر ست
میری خود نمائی اور اختیار یہ پر ہیں | میں پر اکھیڑ رہا ہوں کیونکہ وہ سر کے درپے ہیں

نیست انگارد پرِ خود را صبور | تا پرش در نفگند در شر و شور
صابر اپنے (بال و) پر کو نیست سمجھتا ہے | حتیٰ کہ اُس کے پر شور و شر میں مبتلا نہیں کرتے ہیں

پس زیانش نیست پر گو بر مکن | گر رسد تیرے بہ پیش آرد مجن
تو اس کو کوئی نقصان نہیں ہے کہہ دو پر نہ نوچے | اگر کوئی تیر آئے گا وہ ڈھال سامنے کر دیگا

لیک[3] بر من پرِ زیبا دشمنے ست | چونکہ از جلوہ گری صبریم نیست
لیکن میرے لئے حسین پر دشمن ہیں | چونکہ خود نمائی سے مجھ میں صبر نہیں ہے

گر بُدے صبر و حفاظم راہبر | بر فزودے ز اختیارم کر و فر
اگر صبر اور حفاظت میرے رہبر ہوتے | تو اختیار سے میری کر و فر بڑھا دیتے

ہمچو طفلم یا چو مست اندر فتن | نیست لائق تیغ اندر دستِ مَن
میں فتنوں کے سلسلہ میں بچے یا مست کی طرح ہوں | میرے ہاتھ میں تلوار (ہونا) مناسب نہیں ہے

گر مرا عقلے بُدے و مُنزجر | تیغ اندر دستِ من بودے ظفر
اگر میرے پاس رک جانے والی عقل ہوتی | تو میرے ہاتھ میں تلوار، کامیابی ہوتی

عقل باید نور دہ چوں آفتاب | تا زند تیغے کہ نبود جز صواب
عقل، سورج کی طرح نور عطا کرنے والی چاہیئے | تاکہ ایسی تلوار چلائے جو ٹھیک ہی ہو

---

[1] ایں۔ میرے یہ پر میرے غرور و تکبر کا باعث ہیں اور تکبر سینکڑوں بلاؤں کا سبب بنتا ہے۔ دربیان جس طرح مور کے پر اُس کے مصائب کا سبب ہیں اسی طرح دنیا کے ہنر اور دنیا کی عقل بھی انسان کے لئے وبال جان ہے۔

[2] اختیار۔ گناہ کے کرسکنے اور نہ کرسکنے کا اختیار اُس شخص کے لئے مناسب ہے جس میں تقویٰ ہو اور اگر تقویٰ نہیں ہے تو پھر اس کے لئے اختیار باقی رکھنا مناسب نہیں ہے۔ آلت۔ یعنی وہ اسباب و ذرائع جن سے بُرائی پر قدرت حاصل ہو سکے۔ جلوہ گاہ۔ مور نے کہا کہ میرے تکبر و نمود کے اسباب میرے پر ہیں لہٰذا میں اُنکو ہی ختم کئے دیتا ہوں چونکہ یہ ہلاکت کا ذریعہ اور سبب ہیں۔ صبور۔ جو صابر اور متقی ہو وہ ان اسباب کو کالعدم سمجھ سکتا ہے۔ پس۔ صابر [illegible] کی ڈھال سے اپنا [illegible] گا۔

[3] [illegible]۔ لیکن میں چونکہ [illegible] نمائش سے صابر نہیں ہوں لہٰذا میرے پر میرے دشمن ہیں۔ گر بُدے۔ اگر انسان صابر ہو تو بُرائی پر قدرت ہوتے ہوئے بُرائی نہ کرنا بہت افضل ہے۔ ہمچو میری مثال بچّہ کی سی ہے جس کے ہاتھ میں تلوار دینا مناسب نہیں ہے وہ اُسکو غلط استعمال کریگا۔ عقل باید۔ تلوار عقل کے اثر میں رہنی چاہیئے تاکہ وہ تلوار کا

چوںؑ ندارم عقل تابان وصلاح
جبکہ میرے پاس روشن عقل اور نیکی نہیں ہے

پس چرا در چاہ نندازم سلاح
تو میں ہتھیار، کنوئیں میں کیوں نہ پھینک دوں!

در چہ اندازم کنوں تیغ ومجن
اب میں تلوار اور ڈھال کنوئیں میں ڈال رہا ہوں

کایں سلاحِ خصمِ من خواہد شدن
کیونکہ یہ میرے دشمن کے ہتھیار بن جائینگے

چوں ندارم زور ویاری وسند
جبکہ میں زور اور مدد اور سہارا نہیں رکھتا ہوں

تیغ او بستاند و برمن زند
وہ (دشمن) تلوار چھین لے گا اور مجھ پر چلا دے گا

رغمِ ایں نفسِ وقیحہ خوی را
اس بدخصلت نفس کی ذلت کے لئے

کو نپوشد رو خراشم روی را
جو منہ نہیں چھپاتا ہے میں اپنا منہ نوچ رہا ہوں

تا شود کم ایں جمال وایں کمال
تاکہ یہ حسن اور یہ کمال کم ہو جائے

چوں نماند زو کم افتم در وبال
جب وہ نہ رہیگا تو میں اس کی وجہ سے بال میں نہ پھنسونگا

چوں بدیں نیت خراشم بزہ نیست
جبکہ میں اس نیت سے نوچ رہا ہوں کوئی گناہ نہیں ہے

کہ بزخم ایں روی را پوشید نیست
کیونکہ نوچنے سے اس چہرے کی پردہ پوشی ہے

گرؐ دلم خوی ستیری داشتے
اگر میرا دل پردہ پوشی کی عادت رکھتا

روی خوبم جز صفا نفراشتے
تو میرا حسین چہرہ صفائی کو ہی ظاہر کرتا

چوں ندیدم زور وفرہنگ وصلاح
جبکہ میں نے (اپنے اندر) زور اور سمجھ اور نیکی نہ دیکھی

خصم دیدم زود بشکستم سلاح
میں نے دشمن کو دیکھا فوراً ہی اپنے ہتھیار توڑ ڈالے

تا نگردد تیغِ من او را کمال
تاکہ میری تلوار اس کا کمال نہ بنے

تا نہ گردد خنجرم برمن وبال
تاکہ میرا خنجر مجھ پر وبال نہ بنے

میگریزم تا رگم جنباں بود
جبتک میری نبض حرکت کرتی رہیگی میں بھاگتا رہونگا

کے فرار از خویشتن آساں بود
لیکن اپنے آپ سے بھاگنا کب آسان ہے؟

آنکہؐ از غیرے بود او را فرار
جس شخص کو غیر سے بھاگنا ہو

چوں از و ببرید گیرد او قرار
وہ جب اس سے جدا ہو گیا تو اسکو سکون ہو گیا

منکہ خصمم ہم منم اندر گریز
میں کہ اپنا دشمن خود ہوں، بھاگنے میں

تا ابد کارِ من آمد خیز خیز
ہمیشہ کے لئے میرا کام ہوگا اٹھ اٹھ

نے بہندست ایمن ونے در ختن
اسکو نہ ہندوستان میں امن ہے اور نہ ختن میں

آنکہ خصمِ اوست سایۂ خویشتن
جس کا دشمن خود اس کا سایہ ہو

ؐ۱ چوں. جبکہ مجھ میں عقل نہیں ہے تو مجھے اپنا ہتھیار یعنی پر کنوئیں میں پھینک دینے چاہئیں۔ چوں ندارم. اگر انسان میں تلوار سنبھالنے کی طاقت نہیں ہے تو دشمن اسکی تلوار چھین کر اس کا خاتمہ کر دے گا. رغم. میں اپنے نفس کو ذلیل کرنے کیلئے اپنے پر اکھاڑ رہا ہوں. تا شود. تاکہ حسن وجمال اور کمال کے اسباب ہی باقی نہ رہیں۔ چوں. جبکہ پر اکھاڑنے میں میری یہ مصلحت ہے تو پر نوچنا گناہ نہیں ہے۔

ؐ۲ گر دلم. اگر مجھ میں پردہ پوشی کی طاقت ہوتی تو پھر میں پر نہ اکھاڑتا۔ چوں ندیدم۔ جب مجھ میں گناہ کے اسباب اختیار کر کے گناہ سے بچنے کی طاقت نہیں ہے تو ان اسباب ہی کو ختم کر رہا ہوں۔ تا نگردد. جب مجھ میں طاقت نہیں ہے تو یہ ہتھیار میرے خلاف استعمال ہو جائیگا۔ میگریزم. اب جبکہ اپنا دشمن میں خود ہوں تو جب تک بھی جان میں جان ہے میں بھاگتا رہوں گا لیکن اپنے آپ سے گریز بہت مشکل ہے۔

ؐ۳ آنکہ. دوسرے سے بھاگنے میں قرار ممکن ہے جب وہ دور ہو جائے تو ٹھہر سکتا ہے ہنگر. لیکن چونکہ میں خود اپنا دشمن ہوں تو میرا کام ہر وقت دشمن سے بھاگتے رہنا ہے۔ نے بہند. نہ میرے لئے ہندوستان میں قرار ممکن ہے نہ ختن میں کیونکہ میرا دشمن سایہ کی طرح میرے ساتھ ہے۔

درصفتِ[1] آں بیخوداں کہ از شرِ خود و ہنرِ خود ایمن شدہ اند

اُن بیخودوں کا بیان جو اپنے شر اور ہنر سے محفوظ ہو گئے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ

کہ فانی اند در بقائے حق سبحانہٗ ہمچوں ستارگاں کہ فانی

کی بقا میں فانی ہو گئے جس طرح کہ ستارے دن میں سورج کی روشنی

اندبروز در نورِ آفتاب و فانی را خوفِ آفت و خطر نباشد

میں فانی ہیں اور فانی کے لئے آفت کا خوف اور خطرہ نہیں ہوتا ہے

چوں فنائش از فقر پیرایہ شود — اُو محمدؐ وار بے سایہ شود

جبکہ اُس کی فنا، فقر سے آراستہ ہو جائے — وہ محمدؐ کی طرح بغیر سایہ کا ہو جاتا ہے

فقرِ فخری[2] را فنا پیرایہ شد — چوں زبانہ شمع اُو بے سایہ شد

فقر میرا فخر ہے، کے لئے فنا زینت بنی — شمع کے شعلے کی طرح وہ بے سایہ ہو گیا

شمع چوں گردد زبانہ پا و سر — سایہ را نبود بگردِ اُو گذر

شمع جبکہ سر سے پاؤں تک شعلہ بن گئی — اُس کے گرد سایہ کا گذر نہ ہوگا

موم از خویش و ز سایہ در گریخت — در شعاع از بہرِ اُو کہ شمع ریخت

موم ہستی اور سایہ سے بھاگ گیا — شعاعوں میں اُس کیلئے جس نے شمع بنائی تھی

گفت[3] از بہرِ فنایت ریختم — گفت من ہم در فنا بگریختم

اُس نے کہا میں نے تجھے فنا کیلئے بنایا ہے — اُس نے کہا میں بھی فنا میں دوڑ گیا

ایں شعاعِ باقی آمد مفترض — نے شعاعِ شمعِ فانیِ عَرَض

یہ باقی (باللہ) شعاع واقعی ہے — نہ کہ فانی ناپائیدار شمع کی شعاع

شمع چوں در نار شد کلی فنا — نے اثر بینی ز شمع و نے ضیا

شمع جب آگ میں بالکل فنا ہو گئی — تو نہ شمع کا نشان دیکھے گا نہ روشنی

ہست اندر دفعِ ظلمت آشکار — آتشِ صورت بمومے پائدار

تاریکی کو رفع کرنے میں واضح ہے — کہ یہ آگ موم کی صورت سے پائیدار ہے

برخلافِ مومِ شمعِ جسم کاں — تا شود کم گردد افزوں نورِ جاں

جسم کی شمع کے موم کے برخلاف کیونکہ وہ — جس قدر گھٹے گا، جان کا نور بڑھے گا

ایں شعاعِ باقی و آں فانی است — شمعِ جاں را شعلۂ ربانی است

یہ شعاع باقی رہنے والی ہے اور وہ فانی ہے — جان کی شمع کا شعلہ خدائی ہے

---

[1] درصفت۔ وہ بیخود اپنے ہنر اور شر سے مطمئن ہیں جنھوں نے اپنا وجود وجودِ حق میں اِس طرح فنا کر دیا ہے جس طرح ستارے دن کے وقت سورج کے نور میں فنا ہو جاتے ہیں۔ چوں فنا۔ جب فنا فی الحق حاصل ہو جاتی ہے تو وہ اِسی طرح بے سایہ ہو جاتا ہے جس طرح آنحضورؐ تھے۔

[2] فقرِ فخری۔ چونکہ آنحضورؐ اپنی صفات، صفاتِ حق میں فنا کر چکے تھے لہٰذا اپنی صفات کے اعتبار سے آنحضورؐ کو فقر حاصل تھا جو حضورؐ کے لئے باعثِ فخر تھا تو پیرا آنحضورؐ کی شمعِ وجود، شعلۂ شمع کی طرح بے سایہ تھی۔ شمع۔ جب شمع مجسم شعلہ بن جائے تو اُس کا سایہ نہیں رہتا ہے۔ موم۔ شمع کا موم اور سایہ اُس ذات کی شعاعوں میں گم ہو گیا جس نے شمع بنائی تھی۔

[3] گفت۔ شمع ساز نے شمع سے کہا کہ میں نے تجھے فنا کے لئے بنایا تھا اُس نے کہا کہ اسی لئے میں فنا ہو گئی ہوں۔ ایں شعاع۔ یہ خدائی شعاع حقیقی شعاع ہے عارضی اور فانی شعاع حقیقی نہیں ہے۔ شمع چوں۔ شمع جب اپنے آپ کو آگ میں فنا کر دیتی ہے تو اُس کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا یہی حال فانی فی اللہ کا ہے۔ ہست۔ نورِ جان اور نورِ شمع میں یہ فرق ہے: شمع کا نور شمع کے وجود سے وابستہ ہے

این زبانۂ آتشے چوں نور بُود | سایۂ فانی شدن زو دُور بُود
کیونکہ یہ آگ کا شعلہ نور ہے | فانی ہونے کا سایہ اس سے دور ہے

ابر را سایہ بیفتد بر زمیں | ماہ را سایہ نباشد ہمنشیں
زمین پر ابر کا سایہ پڑتا ہے | سایہ چاند کا ہمنشین نہیں ہوتا ہے

بیخودی بے ابریست اے نیک خواہ | باشی اندر بیخودی چوں قرصِ ماہ
اے نیک خواہ! بیخودی بے ابر کے ہو جانا ہے | تو بے خودی میں چاند کی طرح ہوگا

باز چوں ابرے بیاید راندۂ | رفت نور از مہ خیالے ماندۂ
پھر جب کوئی چلتا پھرتا ابر آجاتا ہے | چاند کا نور چلا جاتا ہے (اُسکا) ایک خیال رہ جاتا ہے

از حجابِ ابر نورش شد ضعیف | چوں ہلالے گشت آں بدرِ شریف
اس (چاند) کا نور ابر کے پردے کی وجہ سے کمزور ہوگیا | وہ چودھویں کا بزرگ چاند پہلی رات کے چاند کی طرح ہوگیا

مہ خیالے می نماید ز ابر و گرد | ابرِ تن ما را خیال اندیش کرد
ابر اور گرد کی وجہ سے چاند ایک خیال معلوم ہونے لگتا ہے | جسم کے ابر نے ہمیں خیال کرنے والا بنا دیا

لطفِ مہ بنگر کہ ایں ہم لطفِ اوست | کہ بگفت اُو ابرہا ما را عدوست
چاند کی مہربانی دیکھو، یہ بھی اُس کی مہربانی ہے | کہ اُس نے کہہ دیا کہ ابر ہمارے دشمن ہیں

مہ فراغت دارد از ابر و غبار | بر فرازِ چرخ دارد مہ مدار
چاند ابر اور غبار سے پاک ہے | چاند کا محور آسمان کی بلندی پر ہے

ابرِ ما را شد عدو و خصمِ جاں | کہ کند مہ را ز چشمِ ما نہاں
ابر، ہماری جان کا دشمن اور مخالف ہے | کیونکہ وہ چاند کو ہماری نظر سے چھپا دیتا ہے

حُور را ایں پردہ زالے میکند | بدر را کم از ہلالے می کند
یہ پردہ حور کو بوڑھی عورت بنا دیتا ہے | چودھویں کے چاند کو پہلی رات کے چاند سے کمتر کر دیتا ہے

ماہ ما را در کنارِ عز نشاند | دشمنِ ما را عدوے خویش خواند
چاند نے ہمیں عزت کے پہلو میں بٹھا دیا | ہمارے دشمن کو اپنا دشمن کہہ دیا

ابر را تابے اگر ہست از مہ است | ہر کہ مہ خواند ابر را او گمرہ است
ابر میں اگر کوئی روشنی ہے تو وہ چاند کی وجہ سے ہے | جو ابر کو چاند کہے، وہ گمراہ ہے

وہ خود دیکھنے والوں کی آڑ ہے ——— سلہ ابر۔ ابر دیکھنے والے کا دشمن ہے کیونکہ اسکی نگاہ سے چاند کو چھپا دیتا ہے۔ حور را۔ یہ ابر ہماری نظر میں ایک خوبصورت چیز کو بد نما بنا تا ہے اِس چاند کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے۔ زال۔ بڑھی۔ ماہ۔ خدا نے ہمارے دشمن کو اپنا دشمن قرار دیکر ہماری عزت افزائی کی ہے۔ ابر را۔ تعینات میں۔

سلہ این زبانہ۔ جس طرح نور ہونے کے وقت آگ کے شعلہ سے فنا کا سایہ دُور ہو جاتا ہے اِسی طرح جب جانؔ میں نورِ حق ہو جاتی ہے تو فنا کا سایہ اُس سے دُور ہو جاتا ہے۔ ابر۔ ابر چونکہ کثیف ہے اُس کا سایہ ہوتا ہے چاند نورِ خالص ہے اُس کے ساتھ سایہ نہیں ہوتا ہے۔ بیخودی۔ جب جان مقامِ فنا حاصل کر لیتی ہے تو اُس کی کثافت دُور ہو جاتی ہے اور وہ چاند کی طرح ہو جاتی ہے۔ باز۔ اگر روح میں کسی وقت خودی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو اُس میں ابر جیسی کثافت پیدا ہو جاتی ہے نور جاتا رہتا ہے اور اُس نور کا محض ایک خیالی وجود رہ جاتا ہے۔

سلہ از حجاب ابر۔ جس طرح چاند کا نور ابر کی وجہ سے کمزور پڑ جاتا ہے اور چودھویں کا چاند پہلی رات کا سا چاند نظر آنے لگتا ہے۔ یہی خودی کی صورت میں نورِ جان کی کیفیت ہو جاتی ہے۔ مہ۔ ابر اور گرد کے حجاب کی وجہ سے چاند کی ایک خیالی صورت رہ جاتی ہے یہی حال جسم کے ابر کی وجہ سے نورِ جانؔ کا ہے۔ لطف۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ تن پروروں کو اُس نے اپنا دشمن قرار دیا حالانکہ اُن کے خدا کے دشمن ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں کیونکہ انکی خدا سے دشمنی متصور نہیں ہو سکتی وہ تو مومنین کے دشمن ہیں۔ سلہ۔ چاند پر گرد و غبار کا کوئی اثر نہیں ہے

نورِ مہ بر ابر چوں منزل شدست — روئے تاریکش ز مہ مبدل شدست

چاند کا نور چونکہ ابر پر پڑ گیا ہے — اُس کا تاریک چہرہ چاند کی وجہ سے تبدیل ہو گیا ہے

گرچہ ہم رنگِ مہ است و دولتی ست — اندر ابر آں نورِ مہ عاریتی ست

(ابر) اگرچہ چاند کا ہم رنگ ہے اور صاحبِ دولت ہے — (لیکن) ابر میں چاند کا نور عارضی ہے

در قیامت مہر و مہ معزول شد — چشم در اصلِ ضیا مشغول شد

قیامت میں چاند اور سورج معزول ہو گئے — آنکھ اصل روشنی میں مشغول ہو گئی

تا بداند مِلک را از مستعار — ویں رباطِ فانی از دار القرار

تاکہ ملکیت کی چیز کو مانگی ہوئی سے ممتاز کرے — اور اس فانی سرائے کو ہمیشگی کے گھر سے

دایہ عاریت بود روزے سہ چار — مادرا ما را تو گیر اندر کنار

دایہ تین چار روز کے لئے عارضی ہوتی ہے — اے اماں! تو ہمیں گود میں لے لے

پرِ من ابرست و پردست و کثیف — ز انعکاسِ لطفِ حق شد او لطیف

میرے پر ابر ہیں اور پردہ اور غلیظ ہیں — اللہ کے لطف کے منعکس ہونے سے وہ لطیف بن گئے ہیں

بر کنم پر را و لطفش را ز راہ — تا بہ بینم حسنِ مہ را ہم ز ماہ

میں پروں اور اس کے لطف کو راستے سے ہٹاتا ہوں — تاکہ میں چاند کا حسن چاند سے دیکھوں

من نخواہم دایہ مادر خوشترست — موسیم من دایہ من مادرست

میں دایہ نہیں چاہتا، ماں بہتر ہے — میں موسیٰ ہوں، میری دایہ ماں ہے

من نخواہم لطفِ مہ از واسطہ — کہ ہلاکِ خلق شد ایں رابطہ

میں چاند کا لطف بالواسطہ نہیں چاہتا ہوں — کیونکہ یہ واسطہ لوگوں کیلئے ہلاکت کا سبب بنا ہے

یا مگر ابرے بگیرد خوئے ماہ — تا نگردد او حجابِ روئے ماہ

یا ابر، چاند کی خصلت حاصل کرے — تاکہ وہ چاند کے چہرے کا پردہ نہ بنے

صورتش بنماید او در وصفِ لا — ہمچو جسمِ انبیا و اولیا

وہ اپنی صورت "لا" کی صفت میں دکھائے — جس طرح کہ انبیاء اور اولیاء کا جسم ہے

آں چناں ابرے نباشد پردہ بند — پردہ در باشد بمعنی سود مند

ایسا ابر حجاب نہیں بنتا ہے — حقیقتاً پردے کو چاک کرنے والا (اور) مفید ہوتا ہے

جیسے انبیاء اور اولیاء ہوتے ہیں۔ آں چناں۔ ایسی شخصیت پردہ نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ پردے کو چاک کرنے والی ہوتی ہے۔

ل۵ نورِ مہ۔ تعینات کا وجود وجودِ مطلق کا سایہ اور عکس ہے۔ گرچہ۔ ابر کو اگرچہ چاند کی ہم رنگی حاصل ہو گئی ہے لیکن یہ عارضی ہے۔ در قیامت۔ جب صرف ذاتِ حق باقی رہ جائے گی تب سب کو یقین آ جائے گا کہ دوسری چیزوں کا وجود محض عارضی تھا۔ رباط۔ سرائے یعنی دنیا۔ دار القرار۔ عالمِ آخرت۔

۲۵ دایہ۔ وہ چیزیں جن سے دنیا میں انسان فائدہ اٹھاتا ہے۔ مادر را۔ یعنی حضرت حق تعالیٰ جس کی ہر حالت میں معیت حاصل ہے۔ پرِ من۔ یہ مور کا مقولہ ہے یعنی دنیاوی ہنر اور صوری صفات میرے لئے بمنزلہ ابر کے بن گئی ہیں اُن کو دور کر کے میں چاند کے حسن کا براہِ راست مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔ من نخواہم۔ یہ عارضی صورتیں مجھے درکار نہیں ہیں میں موسیٰ صفت ہوں میں دایہ کا خواہشمند نہیں ہوں براہِ راست ماں سے مستفید ہونا چاہتا ہوں۔ من نخواہم۔ میں مظاہر کے ذریعہ ظاہر کا جلوہ نہیں چاہتا ہوں براہِ راست اُس کا جلوہ چاہتا ہوں، مظاہر میں پھنس کر لوگ تباہ ہوئے ہیں۔

۳۵ یا مگر۔ اگر ذاتِ حق سے بواسطہ استفادہ ہو تو ایسے شیخ کے ذریعہ ہو جو باقی باللہ ہو تاکہ وہ حجاب نہ بن سکے۔ صورتش۔ اس کا وجود باقی باللہ ہو اور اپنی ذات کے اعتبار سے فانی ہو

آن[1] چناں کاندر صباحِ روشنی — قطرہ می بارید و بالا ابرنی
جس طرح کہ روشنی کی صبح میں — بارش ہو اور اوپر ابر نہ ہو

معجزِ پیغمبری بود آن سِقا — گشتہ ابر از محو ہم رنگِ سما
وہ سیرابی پیغمبر کا معجزہ تھی — فنا کی وجہ سے ابر آسمان کا ہم رنگ ہو گیا تھا

گشتہ ریزاں قطرہ قطرہ از سما — گفتہ آمد شرحِ آن در ماجرا
بوندیں آسمان سے ٹپکیں — اُس کی تشریح پہلے گذر چکی ہے

بود ابر و رفتہ از وے خوئے ابر — ایں چنیں گردد تنِ عاشق بصبر
ابر تھا لیکن اُس سے ابر کی صفت جاتی رہی — عاشق کا جسم صبر کے ذریعہ ایسا ہی ہو جاتا ہے

تن بود اما تنی گم گشت ازو — گشتہ مُبدل رفتہ از وے رنگ و بو
جسم ہوتا ہے لیکن جسمیت اُس سے گم ہو جاتی ہے — وہ تبدیل ہو گیا اُس کا رنگ و بو جاتا رہا

پَر[2] پئے غیرست سَر از بہرِ مَن — خانۂ سمع و بصر اُستونِ تن
پَر غیر کے لئے ہیں، سَر میرے لئے ہے — (وہ سَر) سمع اور بصر کا خانہ ہے (اور) جسم کا ستون ہے

جاں فدا کردن برائے صیدِ غیر — کُفرِ مطلق داں و نومیدی زخیر
دوسرے کے شکار کے لئے جان قربان کرنا — پورا کفر سمجھ اور خیر سے نا اُمیدی

ہیں مشو چوں قند پیشِ طوطیاں — بلکہ زہرے شو شو ایمن از زیاں
خبردار! ایسا نہ بن جیسے کہ طوطیوں کے سامنے شکر — بلکہ زہر بن جا، نقصان سے محفوظ ہو جا

یا پئے اَحسنت و شاباش و خطاب — خویشتن مُردار کُن پیشِ کلاب
یا اَحسنت اور شاباش اور خطاب کے لئے — اپنے آپ کو کتوں کے سامنے مُردار بنا دے

پس[3] خضر کشتی برائے آں شکست — تا کہ آں کشتی ز غاصب باز رست
خضرؑ نے کشتی اس لئے توڑی — کہ وہ غاصب (بادشاہ) سے بچ گئی

فقر فخری بہرِ آں آمد سَنی — تا ز طمّاعاں گریزم در غنی
"فقر میرا فخر ہے" اسی لئے بہتر بنا — تا کہ لالچیوں سے (اللہ) غنی کی جانب گریز کروں

گنجہا را در خرابی زاں نہند — تا ز حرصِ اہلِ عمراں وا رہند
خزانوں کو ویرانے میں اسی لئے رکھتے ہیں — تا کہ آبادی والوں کی حرص سے نجات پا جائیں

انسان لالچی چوروں سے محفوظ رہتا ہے۔ گنجہا۔ خزانہ ویرانہ میں اسی لئے مدفون کرتے ہیں تا کہ حریص وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔

[1] آن چناں۔ شیخ کامل ابر ہے لیکن ایسا ابر ہے جو آسمان کے ہم رنگ ہو چکا تھا بارش برستی نظر آ رہی تھی اور ابر نظروں سے غائب تھا جیسا کہ آنحضورؐ کے اس معجزہ میں مذکور ہو چکا ہے جو پہلے ذکر کر دیا گیا ہے۔ بود۔ اس معجزہ میں ابر تھا لیکن اس میں ابر کی صفات باقی نہیں جب عاشق صبر کر لیتا ہے تو اُس کے جسم کی بھی یہی حالت ہو جاتی ہے کہ بظاہر جسم ہے لیکن اُسمیں جسمانیت نہیں ہے۔

[2] پَر۔ یہ بھی مور کا مقولہ ہے کہ میرے لئے پَر عزیز نہیں ہیں سَر عزیز ہے کیونکہ پَروں سے غیر لطف اندوز ہوتے ہیں اور سَر سے میری بینائی اور سماعت اور وجود کا تعلق ہے۔ جاں فدا کردن۔ دوسروں کے لطف کی خاطر جان قربان کرنا بیوقوفی ہے۔ ہیں۔ دنیا داروں کیلئے شکر نہ بن بلکہ زہر بن۔ یا پئے۔ اگر لوگوں کی تحسین و آفرین چاہتا ہے تو ان دنیا داروں کی خاطر اپنے آپ کو مُردار بنا لے جو کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

[3] پس۔ حضرت خضرؑ نے سالم کشتی کو عیب دار بنا دیا تھا کہ وہ دنیا دار ظالموں کی دست بُرد سے محفوظ رہ

پرنتانی کند رو خلوت گزین — تانگردی جملہ خرج آن و این

تو پر نہیں اکھاڑ سکتا ہے، جا خلوت اختیار کرلے — تاکہ تو اِس اور اُس کا خرچ نہ بنے

زانکہ تو ہم لقمۂ ہم لقمہ خوار — آکل و ماکولی اے جان ہوشدار

کیونکہ تو لقمہ بھی ہے اور لقمہ کھانیوالا بھی ہے — اے پیارے ہوش کر: تو کھانے والا اور غذا ہے

دربیان آنکہ ماسوائے اللہ تعالیٰ ہر چیزے آکل و ماکول ست

اِس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کھانے والی اور غذا ہے

ہمچو آن مرغے کہ قصدِ صیدِ ملخ میکرد و بصیدِ ملخ مشغول بود

اُس پرند کی طرح جو ٹڈی کے شکار کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور ٹڈی کے شکار میں مشغول

و غافل بود از بازِ گرسنہ کہ از پسِ قفای اُو قصدِ صیدِ او

ہوتا ہے اور اُس بھوکے باز سے غافل ہوتا ہے جو اُس کے پس پشت اُس کے شکار کرلینے کا

داشت اکنوں اے آدمی صیادِ آکل از صیادِ و آکلِ خود

ارادہ رکھتا ہے، اب اے کھانیوالے شکاری انسان اپنے شکاری اور کھانیوالے سے مطمئن نہ

ایمن مباش کہ اگرچہ نمی بینی اَش بنظرِ چشم بنظرِ دلیل و

بن کیونکہ اگرچہ تو اُس کو آنکھ کی نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے دلیل اور عبرت کی

عبرتش می بین تا چشمِ تیرہ باز شود ان شاء اللہ تعالیٰ

نظر سے دیکھ لے تاکہ تیرہ اور بے نور آنکھ کھل جائے اگر خدا چاہے

مرغکے اندر شکارِ کرم بود — گربہ فرصت یافت اُو را در ربود

ایک چھوٹا سا پرند، کیڑے کے شکار میں مصروف تھا — بلی کو موقع ملا، وہ اُس کو اُچک لے گئی

آکل و ماکول بود اُو بے خبر — در شکارِ خود ز صیادِ دگر

وہ کھانے والا اور لقمہ تھا اور بے خبر تھا — اپنے شکار میں، دوسرے شکاری سے

دزد گرچہ در شکارِ کالہ است — شحنہ با خصمانش در دنبالہ است

چور اگرچہ سامان کے شکار میں مصروف ہے — کوتوال مع اُسکے دشمنوں کے (اُسکے) درپے ہے

عقلِ اُو مشغولِ رخت و قفلِ در — غافل از شحنہ است و از آہِ سحر

اُس کی عقل، سامان اور دروازے کے قفل میں مشغول ہے — وہ کوتوال اور صبح کی آہ سے بے خبر ہے

اُو چناں غرق ست در سودائے خود — غافل ست از طالب و جویائے خود

وہ اپنی دُھن میں ایسا غرق ہے — کہ اپنے طالب اور جویا سے غافل ہے

لہ پرتنانی کند۔ اگر تو اپنے پر نہ اکھاڑ سکے تو پھر خلوت اختیار کرلے تاکہ جلوہ نسائی کا موقع ہی نہ رہے اور دوسرے ہضم نہ کرجائیں۔ زانکہ۔ جو انسان دوسروں کو پھنساتا ہے وہ خود بھی پھنس جاتا ہے دُنیا کی ہر چیز دوسرے کا لقمہ اور دوسرے کو لقمہ بنانے والی ہے۔

لہ دربیان۔ تمام کائنات میں تنازع للبقاء ہے ہر چیز دوسری چیز کو کھاتی ہے اور پھر کھانے والی چیز دوسری چیز کی غذا بن جاتی ہے، ایک چڑیا کیڑے کا شکار کرتی ہے اور اِس سے غافل ہے کہ باز اُس کا شکار کرنے کی فکر میں ہے جو انسان شکاری دوسرے کو کھانے والا ہے اُس کو اپنے کھانے والے سے بے فکر نہ ہونا چاہیئے خود اُس کو کھانے والا اگرچہ نظر نہیں آتا ہے لیکن اُس کو عقل کی آنکھ سے دیکھنا چاہیئے۔ کرم۔ کیڑا۔

لہ آکل۔ پرند کیڑے کو خوراک بنا رہا تھا لیکن وہ خود بلی کی خوراک تھا جس سے وہ غافل تھا۔ دزد۔ چور سامان کے درپے ہے اور کوتوال چور کے درپے ہے شحنہ۔ کوتوال۔ آہِ سحر۔ یعنی مظلوم کی صبح کی بد دعا۔ اُو چناں۔ چور اپنی دھن میں اِس قدر منہمک ہے کہ اپنے دشمن سے بالکل غافل ہے۔

گر حشیش آب زلالے میخورد[۱] — معدۂ حیوانش در پے میچرد
اگر گھاس نیز پانی پیتی ہے — بعد میں اُس کو حیوان کا معدہ چر لیتا ہے

آکِل و ماکول آمد آں گیاہ — ہمچنیں ہر ہستیِ غیر اِلٰہ
وہ گھاس، کھانے والی اور غذا بن گئی — خدا کے سوا ہر موجود ایسا ہی ہے

وَھُوَ یُطْعِمُکُمْ وَلَا یُطْعَمُ چو اوست — نیست حق ماکول و آکِل لحم و پوست
چونکہ وہ تمہیں کھلاتا ہے اور کھلایا نہیں جاتا ہے — تو اللہ (تعالیٰ) غذا اور گوشت پوست کا کھانے والا نہیں ہے

آکِل و ماکول کے ایمن بود — زآکلے کاندر کمیں ساکن بود
کھانے والا اور غذا بنجانے والا کب مطمئن ہو سکتا ہے؟ — اُس کھانے والے سے جو گھات میں بیٹھا ہوا ہے

اَمنِ ماکولاں جذوبِ ماتم ست — رَو بداں درگاہ کو لَا یُطْعَم ست
کھائے جانے والوں کا اطمینان، رنج کا سبب ہے — اُس درگاہ میں جا جو کھلایا نہیں جاتا ہے

ہر خیالے را خیالے میخورد — فکر آں فکرِ دگر را می چرد
ہر خیال کو ایک خیال کھا جاتا ہے — اُس کا فکر دوسرے فکر کو چر جاتا ہے

تو نتانی[۲] کز خیالے وارہی — یا بخُسپی تا ازاں بیروں جہی
تو نہیں کر سکتا کہ خیال سے نجات پا جائے — یا سو جائے، تاکہ اُس سے باہر نکل جائے

فکر زنبورست و آں خوابِ تو آب — چوں شوی بیدار باز آید ذباب
تیرا خیال شہد کی مکھی ہے اور نیند، پانی ہے — جب تو جاگے گا پھر مکھی آجائے گی

چند زنبورِ خیالی در پرد — میکشد ایں سو و آں سو می برد
خیال کی بہت سی مکھیاں اُڑتی ہیں — اِدھر کھینچتی ہیں اور اُدھر لے جاتی ہیں

کمترین[۳] آکِلانست ایں خیال — واں دگر ہا را شناسد ذوالجلال
یہ خیال کھا جانے والوں میں سے سب سے چھوٹا ہے — دوسرے (کھانے والوں) کو خدا جانتا ہے

ہیں گریز از جوقِ اَکّالِ غلیظ — سوئے اُو کہ گفت ہستیمت حفیظ
خبردار! بھاری زیادہ کھانے والوں کی جماعت سے بھاگ — اُس کی جانب جس نے فرمایا ہم تیری حفاظت کرنے والے ہیں

یا بسوئے آنکہ اُو ایں حفظ یافت — گر نتانی سوئے آں حافظ شتافت
یا اُس کی جانب جس نے یہ حفاظت حاصل کر لی ہو — اگر تو اُس حفاظت کرنے والے کی جانب نہیں دوڑ سکتا ہو

کمتر درجہ کی چیزیں جب اُن کا یہ حال ہے تو بڑی چیزوں کی حالت خدا ہی کو معلوم ہے۔ ہیں۔ انسان کا اِن تباہ کن چیزوں سے بچنے کے لئے خدا کی پناہ حاصل کرنا ضروری ہے۔ یا بسوئے۔ اگر تم اپنا رابطہ براہِ راست خدا سے نہیں قائم کر سکتے ہو تو کسی برگزیدہ شیخ کو واسطہ بنا لو۔

۱ گر حشیش۔ اگر گھاس پانی کو ہضم کرتی ہے تو حیوان کا معدہ اُس کو ہضم کر ڈالتا ہے۔ فیر آکے۔ خدا کے علاوہ ہر چیز دوسرے کو فنا کرتی ہے اور اُس کو دوسری چیز فنا کر ڈالتی ہے۔ وَھُوَ یُطْعِمُکُمْ۔ اللہ کی شان ہے کہ وہ دوسروں کو غذا عطا کرتا ہے خود غذا سے بے نیاز ہے۔ آکِل و ماکول۔ دنیا کی کوئی چیز اپنے نگل جانے والے سے مطمئن نہیں ہو سکتی ہے۔ اَمن۔ اِن فانی چیزوں کا اپنی فنا سے مطمئن رہنا بڑی مصیبت ناک چیز ہے اِس معاملہ میں اللہ کی جانب رجوع ضروری ہے۔ ہر خیالے۔ یہ بات صرف مادیات میں ہی نہیں ہے بلکہ ایک خیال دوسرے خیال کو کھا جاتا ہے۔

۲ تو نتانی۔ انسان سارا اور خیالات سے کسی طرح نجات نہیں پاتا ہے اگر انسان خیالات کو ختم کرنے کے لئے سو بھی جاتا ہے تو وہ خیالات اُن شہد کی مکھیوں کی طرح باقی رہتے ہیں جو کسی غوطہ خور کی فکر میں باہر اُڑ رہی ہیں تاکہ اُس کے پانی سے باہر نکلنے پر اُس کو چمٹ جائیں۔ چند زنبور۔ انسان خیالات کی کشمکش میں مبتلا رہتا ہے ایک خیال اُس کو ایک جانب کھینچتا ہے تو دوسرا خیال اُس کو دوسری جانب کھینچتا ہے۔

۳ کمترین۔ انسان کو کھانے والی چیزوں میں سے خیالات

دَست را مسپار جُز در دستِ پیر
شیخ کے ہاتھ کے سوا کسی کا ہاتھ نہ پکڑ

حق شُدست آں دستِ اُو را دستگیر
اُس کے ہاتھ کا اللہ تعالیٰ ہاتھ پکڑنے والا بن گیا ہے

پیرِ عقلت کودکے خو کردہ است
تیری عقل کے پیر نے بچکانہ عادت ڈال لی ہے

از جوارِ نفس کاندر پردہ است
اُس نفس کے پڑوس کی وجہ سے جو پردے میں ہے

عقلِ کامل را قریں کُن با خِرد
عقلِ کامل کو عقل کا ساتھی بنالے

تاکہ باز آید خرد زاں خُوئے بد
تاکہ عقل، اُس بری عادت سے باز آ جائے

چونکہ دستِ خود بدستِ اُو نہی
جبکہ تو اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ پر رکھ دے گا

پس ز دستِ آکلاں بیروں جہی
تو کھانے والوں کے ہاتھ سے باہر نکل جائے گا

دستِ تو از اہلِ آں بیعت شَوَد
تیرا ہاتھ اُن بیعت کرنیوالوں میں سے ہو جائیگا

کہ یَدُ اللہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ بُوَد
کہ جن کے ہاتھوں پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے

چوں بدادی دستِ خود در دستِ پیر
جب تو نے اپنا ہاتھ شیخ کے ہاتھ میں پکڑا دیا

پیرِ حکمت کو علیم ست و خبیر
وہ پیرِ حکمت ہے کیونکہ وہ دانا اور باخبر ہے

کو نبیِ وقتِ خویش ست اے مُرید
اے مُرید: وہ اپنے وقت کا نبی ہے

زانکہ زو نورِ نبی آید پدید
کیونکہ اُس سے نبی کا نور جھلکتا ہے

در حُدیبیہ شُدی حاضر بدیں
تو اِس وجہ سے حدیبیہ میں پہنچ گیا

واں صحابہ بیعتی را ہم قریں
اور اُن بیعت کرنے والے صحابہ کا ساتھی بھی بن گیا

پس زدہ یارِ مُبشّر آمدی
تو تو "عشرہ مبشرہ" صحابہ میں سے ہو گیا

ہمچو زرِ دہ دہی خالص شدی
خالص سونے کی طرح تو خالص بن گیا

تا معیّت راست آید زانکہ مرد
تاکہ (خدا کی) معیت حاصل ہو جائے کیونکہ انسان

با کسے جُفت ست کو را دوست کرد
اُس کا ساتھی ہے جس کو اُس نے دوست بنایا ہو

ایں جہان و آں جہاں با اُو بوَد
یہ جہان اور وہ جہان اسکے ساتھ ہوگا

ویں حدیثِ احمدِؐ خوش خُو بوَد
یہ خوش خلق، احمدؐ کی حدیث ہے

گفت اَلْمَرْءُ مَعَ مَحْبُوْبِہٖ
فرمایا۔ انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہے"

لَا یُفَکُّ الْقَلْبُ مِنْ مَطْلُوْبِہٖ
قلب اپنے مطلوب سے جدا نہیں ہوتا ہے

ملہ دستِ مسپار۔ لیکن اپنا ہاتھ حقیقی شیخ کے ہاتھ میں پکڑا دو کیونکہ اُس کے ہاتھ کو اللہ کی دستگیری حاصل ہے۔ پیرِ عقلت۔ تیری عقل بچکانہ عادت رکھتی ہے کیونکہ وہ پوشیدہ نفس کے پڑوس میں ہے۔ عقلِ کامل۔ تو اپنی عقل کو شیخ کی عقل سے وابستہ کردے وہ بچکانہ عادت چھڑا دے گا چونکہ جب تو شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دیدیگا وہ تجھے برباد کرنے والی چیزوں سے بچالے گا۔

ملہ چوں بدادی۔ جب تو شیخ کی ہدایت کا پابند بنے گا تب تجھے تجربہ ہوگا وہ تجربہ کار ہے۔ کو۔ شیخِ وقت کو نبی کا پرتو حاصل ہوتا ہے۔ در حُدیبیہ۔ حدیبیہ کے مقام پر آنحضورؐ نے بیعت الرضوان لی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا شیخ سے بیعت کرنے کے بعد تجھے بھی ویسی ہی فضیلت حاصل ہو جائے گی جیسی بیعت الرضوان کرنے والوں کو حاصل ہوئی تھی۔ ملہ دہ یار مبشر عشرۂ مبشرہ وہ دس صحابہ جن کو آنحضورؐ نے اُنکی زندگی میں جنت کی بشارت دیدی تھی۔ چاروں خلیفہ حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ حضرت عبدالرحمن بن عوف حضرت ابو عبیدہ حضرت سعدؓ بن وقاص حضرت سعید بن زید دہ دہی۔ وہ خالص سونا ہوتا ہے جو نیانے سے اپنی زرن کا رہے جس وزن کا وہ تھا۔ گفت۔ حدیث شریف ہے۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّہٗ "انسان اُس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے" یہ حکم دنیا اور آخرت دونوں کے لئے ہے۔

ہر کجا دام ست و دانہ کم نشیں ۔۔۔ رو زبوں گیر از زبوں گیراں ببیں

جہاں کہیں دانہ اور جال ہے، نہ بیٹھ ۔۔۔ جا عاجزوں کو پھنسانے والو نہیں کسی عاجز کو پھنسانے والے کو دیکھ لے

اے زبوں گیرِ زبوناں ایں بداں ۔۔۔ دست ہم بالای دست ست اے جواں

اے عاجزوں پر ظلم کرنے والے، یہ سمجھ لے ۔۔۔ کہ تیرے ہاتھ کے اوپر بھی ہاتھ ہے اے جوان!

بگسل آں حبلے کہ حرص ست و حسد ۔۔۔ یاد کن فِی جِیدِهَا حَبْلٌ مُّسَد

اُس رسی کو توڑ دے جو حرص اور حسد ہے ۔۔۔ "اُسکے گلے میں مونج کی رسی ہے" کو یاد کر لے

دل فراز از رام واجب دیدہ است ۔۔۔ دامِ تو خود بر پرت چفسیدہ است

دل نے جال سے علیحدگی ضروری بھی ہے ۔۔۔ تیرا جال خود تیرے پروں پر چسپاں ہے

تو زبونی یا زبوں گیر اے عجب ۔۔۔ باش تو ترساں و لرزاں در طلب

تعجب ہے تو عاجز ہے یا عاجز پر ظلم کرنیوالا ۔۔۔ تو طلب میں ترساں اور لرزاں رہا کر

آکِل و ماکولی اے مرغِ عجب ۔۔۔ ہم تو صید و صید گیر اندر طلب

اے عجیب پرند: تو کھانیوالا اور کھایا ہوا ہے ۔۔۔ تو طلب میں شکار بھی ہے اور شکاری بھی

حرصِ صیادی ز صیدے مُغفِل ست ۔۔۔ دلبری میکند کو بیدل ست

شکاری پن کی حرص شکار بن جانے سے غافل کرنیوالی ہو ۔۔۔ وہ دلبری کر رہا ہے جو خود بیدل ہے

بَیْنَ اَیْدِی خَلْفَهُمْ سَدًّا مباش ۔۔۔ کہ نہ بینی خصم را واں خصم فاش

تو اُن میں سے نہ بن جن کے آگے اور پیچھے دیوار ہے ۔۔۔ کیونکہ تو دشمن کو نہیں دیکھتا ہے اور وہ دشمن ظاہر ہے

تو کم از مرغے مباش اندر نشید ۔۔۔ بینَ ایدی خلف عصفورے بدید

تو سیٹی سننے میں پرندے سے کم نہ بن ۔۔۔ چڑیا آگے اور پیچھے دیکھتی ہے

کم ز عصفورے نہ بنگر کہ آں ۔۔۔ بین ایدی خلف چوں بیند عیاں

تو چڑیا سے کم نہیں ہے، دیکھ وہ ۔۔۔ آگے اور پیچھے کھُلا دیکھ لیتی ہے

چوں بنزدِ دانہ آید پیش و پس ۔۔۔ چند گرداند سر و رو آں نفس

جب دانہ کے پاس آتی ہے آگے اور پیچھے ۔۔۔ اُس وقت سر اور چہرے کو کس قدر گھماتی ہو

کاے عجب پیشم و پسم صیاد ہست ۔۔۔ تا کشم از بیمِ اُو زیں لقمہ دست

کہ کہیں میرے آگے اور پیچھے شکاری تو نہیں ہے؟ ۔۔۔ تاکہ اُس کے ڈر سے اس لقمہ سے ہاتھ کھینچ لوں

تو ببیں پس قصۂ فجار را ۔۔۔ پیش بنگر مرگِ یار و جار را

تو بدکاروں کے قصہ کو پیچھے دیکھ لے ۔۔۔ آگے یار اور پڑوسی کے مرنے کو دیکھ لے

لہ رو۔ دنیا میں کمزوروں پر ظلم کرنیوالوں کا حال دیکھ لے۔ اے زبوں۔ کمزوروں پر ظلم کرنے والوں کو یہ جان لینا چاہیئے کہ کوئی اُس سے بھی زیادہ طاقتور ہوگا۔ بگسل۔ مولانا نے ابولہب کی بیوی کے گلے کی رسی کو حرص اور حسد کی رسی قرار دیا ہے۔ دل فراز: جبکہ عقلاً جال سے جدائی ضروری ہو تو تیرا جال خود تیرے پروں سے چپکا ہوا ہے۔

لہ تو زبونی۔ ہر انسان کو احتیاط کے ساتھ غور کرنا چاہیئے کہ وہ مظلوم ہے یا ظالم۔ آکل وماکول۔ ہر انسان کھانے والا اور دوسرے کی خوراک ہے لہٰذا وہ خود شکار بھی ہو اور شکاری بھی ہے۔ حرص۔ انسان کی شکاری پن کی عادت اُس کو خود شکار بن جانے سے غافل بنائے ہوئے ہے وہ دوسروں کا دل بھرتا ہے اور خود اُس کا دل چوری ہو چکا ہے۔ بَیْنَ اَیْدِی۔ انسان کو ایسا غافل نہ ہونا چاہیئے کہ اُس کے سامنے غفلت کی ایسی دیوار ہو جو کھلے ہوئے دشمن کو بھی نہ دیکھنے دے۔

لہ تو کم۔ چڑیا اپنے پھنسنے کے خوف سے اِدھر اُدھر کو دیکھ لیتی ہے۔ کم ز عصفورے۔ چڑیا آگا پیچھا دیکھ لیتی ہے تو چڑیا سے کم نہ بن۔ کاے عجب۔ وہ چڑیا اس لئے اِدھر اُدھر دیکھتی ہو کہ کوئی شکاری تو نہیں ہے تاکہ دانہ سے قطع نظر کروں۔ تو ببیں

انسان کو پچھلے بدکاروں کے انجام اور سامنے سے دوستوں کی موت کو دیکھ لینا چاہئے۔

کہ ہلاکت دادشاں بے آلتے ¹ — اُو قرینِ تُست در ہر حالتے
کہ اُنکو (اللہ تعالیٰ) نے بلا آلہ کے ہلاک کر دیا — وہ ہر حالت میں تیرے ساتھ ہے

حق شکنجہ کرد و گُرز و دست نیست — پس بدان بے دستِ حق داور کُنیست
اللہ (تعالیٰ) نے شکنجہ میں کس دیا اور گُرز اور ہاتھ نہیں ہے — تو سمجھ لے اللہ (تعالیٰ) بغیر ہاتھ کے سزا دینے والا ہے

آنکہ میگفتے اگر حق ہست کو — در شکنجہ اُو مُقِر می شُد کہ ہُو
وہ جو کہتا تھا کہ اگر اللہ ہے تو کہاں ہے ؟ — شکنجہ میں وہ مُقر ہو گیا کہ وہ ہے

وآنکہ میگفت ایں بعید ست و عجیب — اَشک میراند و ہمیگفت اے قریب
وہ جو کہتا تھا کہ یہ بعید اور عجیب ہے — وہ آنسو بہاتا ہے اور کہتا ہے اے نزدیک!

آنکہ جُز انکارِ حق کارش نبود — بُرد حسرت عاقبت بے ہیچ سُود
وہ جس کا کام سوائے اللہ (تعالیٰ) کے انکار کے کچھ نہ تھا — انجام کار بلا فائدہ اُس نے حسرت کی

در نگر ² احوالِ فرعون و ثمود — قومِ لوطؑ و قومِ صالحؑ قومِ ہُودؑ
فرعون اور ثمود کے احوال دیکھ لے — قومِ لوطؑ اور قومِ صالحؑ اور قومِ ہودؑ کے

حالِ نمرودِ ستمگر در نگر — در مآلِ قومِ نوحؑ افگن نظر
ظالم نمرود کی حالت دیکھ لے — قومِ نوحؑ کے انجام پر نگاہ ڈال لے

تا بدانی کہ حق سمیع ست و علیم — فارغ ست از ترس و پاک از باک و بیم
تاکہ تو جان لے کہ اللہ (تعالیٰ) سمیع اور علیم ہے — وہ خوف سے بے نیاز ہے اور ڈر اور پروا سے پاک ہے

بر کنم من میخ ایں منحوس دام — از پئے کامے نباشم تلخ کام
میں اس منحوس جال کی کھونٹی اکھاڑ رہا ہوں — مقصد کے لئے (تاکہ) میں ناکام نہ بنوں

در خورِ ³ عقلِ تو گفتم ایں جواب — فہم کُن وز جستجو رُو بر متاب
تیری عقل کے مناسب میں نے یہ جواب دیدیا — سمجھ لے اور جستجو سے مُنہ نہ موڑ

سببِ کُشتنِ ابراہیم علیہ السّلام زاغ را کہ آں اشارہ بقمعِ کدام صفت بُود از صفاتِ مذمومۂ مُہلکہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کوّے کو مارنے کا سبب کہ وہ مہلک صفات میں سے کونسی صفت کو زائل کرنے کی طرف اشارہ تھا

ایں سخن را نیست پایان و فراغ — اے خلیلِ حق چرا کُشتی تو زاغ
اِس بات کا خاتمہ اور فراغ نہیں ہے — اے اللہ کے خلیلؑ! آپ نے کوّے کو کیوں مارا؟

---

¹ کہ ہلاکت. اللہ تعالیٰ نے پہلے بدکاروں کو بغیر کسی ظاہری آلہ کے ہلاک کر دیا. حق. اللہ تعالیٰ نے اُس کو بغیر گرز اور ہاتھ کے سزا دیدی تجھے یقین کر لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ بغیر ظاہری ہاتھ کے سزا دیدیتا ہے. آنکہ. منکرِ خدا بھی سزا کے وقت خدا کا اقرار کر لیتا ہے. وآنکہ. جو منکر خدا کا وجود عقل سے دور سمجھتا تھا عذاب کے وقت اُس کو یا قریب کہہ کر پکارتا ہے. کارش نبود. خدا کے منکروں کو انجام کار حسرت اُٹھانا پڑے گی.

² در نگر. جن منکروں کو انجام کار حسرت اُٹھانی پڑی اُن کو شمار کیا گیا ہے. تا بدانی. اُن لوگوں اور قوموں کے انجام سے تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ حق تعالیٰ مظلوموں کی فریاد سنتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے اور ظالموں کو تباہ کرنے میں اُس کو کوئی باک نہیں ہے. بر کنم. یہ بھی مور کا مقولہ ہے کہ یہ پر بمنزلہ جال کے ہیں لہٰذا میں اُنکو مقصد برآری کے لئے اُکھاڑ رہا ہوں.

³ در خور. مور نے ناصح حکیم سے کہا کہ تیری عقل کے مناسب میں نے یہ جواب دے دیا ہے. اب تو اس کو خوب سمجھ لے. سبب کُشتن. حضرت ابراہیمؑ نے جو کوّے کو ہلاک کیا تو وہ کونسی انسانی بری صفت کے ازالہ کی طرف اشارہ تھا. اے خلیل. حضرت ابراہیمؑ آپ فرمائیں کہ کوّے کو ہلاک کرنے میں کیا حکمت

بہرِ فرماں حکمتِ فرماں چہ بود؟
حکم کی وجہ سے، حکم کی حکمت کیا تھی؟

اَندکے زاسرارِ آں باید نمود
اُس کے رازوں میں سے تھوڑا سا ظاہر کر دیجئے

کاغ کاغ[1] و نعرۂ زاغِ سیاہ
کالے کوّے کی کائیں کائیں اور شور

دائما باشد بدن را عمر خواہ
ہمیشہ، جسم کی عمر کا خواہاں ہے

ہمچو ابلیس از خدای پاکِ فرد
جس طرح شیطان نے خدائے قدوس واحد سے

تا قیامت عمرِ تن درخواست کرد
قیامت تک کے لئے جسم کی عمر کی درخواست کی

گفت اَنظِرنی اِلیٰ یَومِ الجزا
اُس نے کہا مجھے قیامت تک کی مہلت دیدے

کاشکے گفتے کہ تُبنا ربّنا
کاش وہ کہتا کہ اے ہمارے رب ہماری توبہ قبول کر لے ہم

زندگی بے دوست جاں فرسودنست
بغیر دوست کے زندگی، جان کی تباہی ہے

حاضر، غائب از حق بودنست
اللہ (تعالیٰ) سے غائب ہونا، فوری موت ہے

عمر و مرگ[2] ایں ہر دو باحق خوش بود
زندگی اور موت، دونوں خدا کیساتھ اچھی ہیں

بے خدا آبِ حیات آتش بود
بغیر خدا کے آبِ حیات، آگ ہے

آں ہم از تاثیرِ لعنت بود کو
یہ بھی لعنت کی تاثیر تھی کہ وہ

درچناں حضرت ہمی شد عمر جو
ایسے دربار میں عُمر کا خواہاں بنا

از خدا غیرِ خدا را خواستن
خدا سے غیر خدا کو مانگنا

ظنِّ افزونی ست کلّی کاستن
بڑھوتری کا گمان اور بالکلیہ گھاٹا ہے

خاصہ عمرے غرق در بیگانگی
خصوصاً وہ عمر جو غیریت میں غرق ہو

در حضورِ شیر روبہ شانگی
شیر کے سامنے، لومڑی پن ہے

عمر بیشم[3] دہ کہ تا پس تر روم
مجھے زیادہ عمر دے تاکہ زیادہ پیچھے کو جاؤں

مُہلم افزوں دہ کہ تا کمتر شوم
مجھے زیادہ مُہلت دے، تاکہ کمتر ہو جاؤں

تاکہ لعنت را نشانہ او بود
تاکہ وہ لعنت کا نشانہ بنے

بد کسے باشد کہ لعنت جو بود
بدکار وہ ہے جو کہ لعنت کا جویاں ہو

عمرِ خوش در قربِ جاں پروردنست
اچھی عمر قربِ خداوندی میں جان کی پرورش ہے

عمرِ زاغ از بہرِ سرگیں خوردنست
کوّے کی عمر گوبر کھانے کے لئے ہے

عمر بیشم دہ کہ تا گُہ می خورم
مجھے زیادہ عمر دے تاکہ گُہ کھاؤں

دائم اینم دہ کہ بس بد گوہرم
مجھے ہمیشہ یہ دے کیونکہ میں بہت بداصل ہوں

---

[1] کاغ کاغ۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ کوّے کی کائیں کائیں کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی عمر کی درازی کا خواہاں ہے۔ ہمچو ابلیس۔ قرآن پاک میں مذکور ہے اَنظِرنی اِلیٰ یَومِ یُبعَثُون یعنی شیطان نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی مجھے قیامت تک کی عمر دیدے۔ تُبنا۔ حضرت آدمؑ نے توبہ کی دعا کی تھی۔ زندگی۔ شیطان نے زندگی کی دعا مانگی لیکن وہ زندگی جو بغیر دوست کے ہو محض جان کو گھلنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے غفلت فوری موت ہے۔

[2] عمر و مرگ۔ موت ہو یا زندگی جو اللہ کے ساتھ ہے وہی بہتر ہے خدا کو چھوڑ کر آبحیات بھی آگ کا کام کرتا ہے۔ آں ہم شیطان کی درازی عمر کی دعا بھی اس کے ملعون ہونے کا اثر تھی۔ از خدا۔ خدا سے غیر خدا کو مانگنا تباہی ہے۔ خاصہ خصوصاً وہ عمر جس میں خدا کی رضا حاصل نہ ہو محض مکاری ہے۔

[3] عمر بیشم دہ۔ شیطان کی دُعا تو یہ تھی کہ خدا اس کو زیادہ عمر اسلئے دیدے تاکہ وہ اور قعرِ ذلت میں گرے اور خدا کی لعنت کا نشانہ بنے تو ایسے شخص سے زیادہ بُرا اور کون ہوگا جو لعنتِ خداوندی کا جویاں ہو۔ عمرِ خوش۔ اچھی زندگی تو وہ ہے جس میں قربِ الٰہی میں جان کی پرورش ہو سکے۔ کوّے کی دراز عمر گوبر کھانے کے لئے ہے۔ عمر بیشم۔ کوّے کی عمر کی زیادتی مانگنا تو گوبر کھانے کیلئے ہے۔

گر نہ[1] گُو خوارست آں گندہ دہاں	گویدے کز زاغیم تو وارہاں
اگر وہ گندہ دہن گُو کھانے والا نہ ہوتا	تو کہتا، مجھے کوّے پن سے نجات دیدے

مناجات

دُعا

اے مُبدّل کردہ خاکے را بزر	خاکِ دیگر را بکردہ بوُالبشر
اے وہ جس نے مٹی کو سونا بنایا	دوسری مٹی کو ابوالبشر بنایا
کارِ تو تبدیلِ اَعیان و عطا	کارِ من سہوست و نسیان و خطا
تیرا کام موجودات کو تبدیل کرنا اور عطا ہے	میرا کام سہو اور بھول اور خطا ہے
سہو و نسیاں را مُبدّل کُن بعلم	من ہمہ خِلمم مرا کُن صبر و حلم
میرے سہو اور بھول کو علم سے تبدیل کر دے	میں مجسّم غصّہ ہوں، مجھے صبر اور حلم بنا دے
اے کہ خاکِ شورہ را تو ناں کُنی	وے کہ نانِ مُردہ را تو جاں کُنی
اے وہ کہ تو شوریلی زمین کو روٹی بنا دیتا ہے	اے وہ کہ تو مُردہ روٹی کو جان بنا دیتا ہے
اے[2] کہ جانِ خیرہ را رہبر کُنی	وے کہ بے رہ را تو پیغمبر کُنی
اے وہ کہ تو براگندہ کو رہبر بنا دیتا ہے	اے وہ کہ تو راستہ نہ دیکھے ہوئے کو پیغمبر بنا دیتا ہے
اے کہ خاکِ تیرہ را تو جاں دہی	عقل و حِس و روزی و ایماں دہی
اے وہ کہ تو تاریک مٹی کو جان عطا کرتا ہے	عقل اور حِس اور روزی اور ایمان دیدیتا ہے
شکّر از نے میوہ از چوب آوری	از منی مُردہ بتِ خوب آوری
نے سے شکر اور لکڑی سے پھل پیدا کر دیتا ہے	مُردہ منی سے حسین معشوق پیدا کر دیتا ہے
گل[3] ز گِل صفوت ز دل پیدا کُنی	پیہ را بخشی ضیا و روشنی
مٹی سے پھول، دل میں اخلاص پیدا کر دیتا ہے	چربی کو نور اور روشنی بخش دیتا ہے
میکُنی جُزوِ زمیں را آسماں	میفزائی در زمیں از اختراں
تو زمین کے جزو کو آسمان بنا دیتا ہے	ستاروں سے زمین میں افزائش کر دیتا ہے
ہر کہ سازد زیں جہاں آبِ حیات	زود تر شس از دیگراں آید ممات
جو اس دنیا کو آبِ حیات بناتا ہے	اُس کو دوسروں سے پہلے موت آجاتی ہے

اس سے مراد یا وہ انبیاء ہیں جو زمین سے پیدا ہوئے اور پھر اُنکو آسمان پر اُٹھایا گیا یا اُنکو معراج کرادی گئی یا یہ مقصد ہے کہ وہ بخارات جو زمین سے اُٹھے اُنسے آسمان پیدا فرمایا۔ میفزائی۔ ستاروں کی تاثیر سے زمین میں پیداوار اُگتی ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص دنیا کی زندگی کو منتہائے کمال سمجھتا ہے اُس کی موت سب سے پہلے آجاتی ہے۔

[1] گر نہ۔ اگر وہ گُو بر کھانے والا نہ ہوتا تو یہ دعا کرتا کہ مجھے کوّے پن سے نجات دیدے۔ ——— اے۔ جو حضرت حق تعالے کی قدرت ہے کہ اُس نے مٹی سے سونا بنا دیا اور مٹی سے حضرت آدم ابوالبشر کو پیدا کر دیا۔ کارِ تو۔ اللہ تعالے کا کام تبدیل کرنا اور انسان کا کام بھول اور غلطی ہے۔ سہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ میں قدرت ہے کہ وہ ہماری بھول کو علم سے تبدیل کر دے اور ہمارے غصّہ کو بُردباری سے بدل دے۔ اے کہ خاکِ شورہ۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت ہے کہ شور زمین سے بھی وہ غلّہ اُگا دیتا ہے جس سے روٹی تیار ہوتی ہے اور مُردہ روٹی کو انسان کی جان میں تبدیل کر دیتا ہے۔

[2] اے کہ۔ خدا کو وہ قدرت ہے کہ گمراہ کو رہبر بنا دیتا ہے اور راستہ نہ دیکھے ہوئے کو پیغمبر بنا دیتا ہے۔ خاکِ تیرہ انسان مٹی سے بنا ہے اور قدرت نے پھر اُس کو دولتِ ایمان سے بہرہ ور بنا دیا ہے۔ از نے۔ نے میں سے شکر پیدا کر دینا اور شاخ میں سے پھل پیدا کر دینا نُطفہ سے حسین معشوق پیدا کرنا قدرتِ خداوندی ہی کا کام ہے

[3] گُل ز گِل۔ خدا کی قدرت ہے کہ وہ مٹی سے حسین پھول اور دل سے خلوص پیدا کر دیتا ہے اور آنکھ کی چربی میں روشنی اور چمک پیدا کر دیتا ہے جو نہ دیں۔

دیدۂ دل کو بگردوں بنگریست [1] — دیدہ کانجا ہر دمے مینا گریست

جس دل کی آنکھ نے آسمانوں کو دیکھا — اُس نے دیکھا ہے کہ وہاں ہر وقت نشانی ہے

قلبِ اَعیان ست و اکسیرِ مُحیط — ایتلافِ خرقۂ تن بے مَخیط

موجودات کی تبدیلی ہے اور عالمگیر اکسیر ہے — جسم کے چیتھڑوں کو بغیر دھاگے کے سینا ہے

تو ازاں روزے کہ در ہست آمدی — آتشے یا خاکے یا بادے بُدی

تو جس دن سے وجود میں آیا ہے — آگ یا خاک یا ہوا تھا

گر بداں حالت ترا بُودے بقا — کہ رسیدے مر ترا ایں ارتقا

اگر اُسی حالت پر تیرا بقا ہوتا — تجھے یہ ترقی کب حاصل ہوتی؟

از مُبدِّل ہستیِ اوّل نماند — ہستیِ دیگر بجائے اُو نشاند

تبدیل کرنیوالے کی وجہ سے پہلا وجود نہ رہا — اس نے دوسرا وجود اس کی بجائے قائم کر دیا

ہمچنیں [2] تا صد ہزاراں ہستہا — بعدِ یک دیگر دوم بہ زابتدا

اِسی طرح لاکھوں وجود تک — ایک دوسرے کے بعد، دوسرا پہلے سے بہتر

آں مُبدِّل بیں وسائط را بماں — کز وسائط دور گردی ز اصلِ آں

اُس تبدیل کرنیوالے کو دیکھ، واسطوں کو چھوڑ — کیونکہ واسطوں سے تو اصل سے دُور جائے گا

واسطہ ہر جا فزوں شد وصل جست — واسطہ کم ذوقِ وصل افزوں تر ست

جہاں واسطے زیادہ ہوئے، وصل جاتا رہا — واسطے کم ہوں تو وصل کا ذوق زیادہ ہوتا ہے

از سبب دانی شود کم حیرتت — حیرتے کہ رہ دہد در حضرتت

اسباب کے جاننے سے تیری حیرت کم ہو جائیگی — وہ حیرت جو دربار تک تیری رہنما ہے

ایں [3] بقاہا از فناہا یافتی — از فنایش رُو چرا بر تافتی

تو نے یہ بقائیں فناؤں سے حاصل کی ہیں — اُس کی فنا سے تو نے کیوں مُنہ موڑا ہے

زاں فناہا چہ زیاں بُودت کہ تا — بر بقا چفسیدۂ اے بینوا

اُن فناؤں سے تجھے کیا نقصان پہنچا کہ — تو اے بینوا! بقا سے چمٹا ہوا ہے

چوں دوم از اوّلینت بہتر ست — پس فنا جُوی و مُبدِّل را پرست

جبکہ دوسرا (وجود) تیرے لئے پہلے سے بہتر ہے — تو فنا کی جستجو کر اور تبدیل کرنیوالے کی عبادت کر

---

[1] دیدۂ دل۔ جو شخص قلبی بصیرت سے آسمان کو دیکھے گا اُس کو نظر آئے گا کہ وہاں ہر وقت قدرت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ قلبِ اَعیان۔ عالمِ بالا کے تصرفات میں اجسام کی تبدیلی ہے اور ایک عالمگیر کیمیاگری ہے۔ تو ازاں۔ اِس تبدیلی کی دلیل یہ ہے کہ انسان ابتداءً عناصرِ اربعہ میں سے کوئی عنصر تھا اگر وہ اسی حالت میں رہتا تو اُس کو احسنِ تقویم کا ارتقائی رتبہ کیسے ملتا۔ از مُبدِّل۔ اللہ تعالیٰ نے اُسکے پہلے وجود کو بدل کر دوسرا وجود عنایت کر دیا۔

[2] ہمچنیں۔ وجود کی تبدیلی کے لاکھوں مرتبے ہیں۔ آں مُبدِّل۔ انسان کی توحید کا تقاضہ ہے کہ وہ تبدیل کرنے والی ذات پر نظر رکھے تبدیلی کے درمیانی واسطوں پر نظر رکھنا انسان کو اُس ذات سے دُور کر دیتا ہے۔ واسطہ۔ محبوب سے ملاقات میں جس قدر وسائل کا اضافہ ہوتا ہے ذوقِ وصل میں کمی آجاتی ہے۔ از سبب۔ اسباب اور علل معلوم کرنے سے وہ حیرت کم ہو جاتی ہے جو انسان کو بارگاہِ خداوندی میں پہنچاتی ہے۔

[3] ایں بقاہا۔ جبکہ ان مراتب میں فنا کے بعد ارتقائی وجود حاصل ہوا ہے تو انسان کو فنا سے نہ گھبرانا چاہیئے۔ زاں۔ پہلے مراتب کے فنا سے اور ارتقاء حاصل ہوا لہٰذا بقا سے چمٹا رہنا عقلمندی نہیں ہے۔ چوں دوم۔ جبکہ تبدیلی کے بعد دوسرا وجود پہلے وجود سے بہتر ملا ہے تو انسان کو فنا کی جستجو کرنی چاہیئے اور تبدیل کرنے والے کا شکرگزار رہنا چاہیئے۔

صد[1] ہزاراں حشر دیدی اے عنود
اے سرکش: تو نے لاکھوں حشر دیکھے ہیں

تاکنوں ہر لحظہ از بدوِ وجود
ہر لمحہ وجود کی ابتداء سے اب تک

از جمادی بے خبر سوئے نما
بے خبری میں جمادیت سے (نشو و) نما کی جانب

وز نما سوئے حیات و ابتلا
اور نما سے زندگی اور آزمائش کی جانب

باز سوئے عقل و تمیزاتِ خوش
پھر اپنی عقل اور تمیز کی جانب

باز سوئے خارجِ ایں پنج و شش
پھر ان (حواس خمسہ) اور شش (جہات) سے باہر کی جانب

تالبِ[2] بحر ایں نشانِ پاہاست
یہ پاؤں کے نشان سمندر کے کنارے تک ہیں

پس نشانِ پا درونِ بحر لاست
پھر سمندر کے اندر پاؤں کے نشان معدوم ہیں

زانکہ منزلہائے خشکی زاحتیاط
کیونکہ خشکی کے مقامات احاطہ بندی کی وجہ سے

ہست دہ ہا و وطنہا و رباط
دیہات اور وطن اور سرائے ہیں

باز منزلہائے دریا در وقوف
پھر دریائی مکانات، ٹھکاؤ میں

وقتِ موجش نے جدار و سقوف
اسکے تموّج کے وقت نہ دیوار ہے نہ چھتیں

نیست پیدا اندراں رہ پا و گام
اس راستہ میں نہ پاؤں اور نہ قدم نظر آتے ہیں

نے نشانست آں منازل را نہ نام
ان گھروں کا نہ نشان ہے، نہ نام ہے

ہست[3] صد چنداں میانِ منزلین
دونوں منزلوں کے درمیان سو گنا فاصلہ ہے

آں طرف کز این تا بالائے این
اُس جانب مکان سے (لا) مکان کے اوپر تک

در فناہا ایں بقاہا دیدہ
فناؤں میں تو نے یہ بقائیں دیکھی ہیں

بر بقائے جسم چوں چفسیدہ
جسم کے بقا پر تو کیوں چپک گیا ہے؟

ہیں بدہ اے زاغ ایں جان باز باش
ہاں! او کوّے یہ جان دیدے، باز بن جا

پیشِ تبدیلِ خدا جانباز باش
خدائی تبدیلی کے سامنے جانباز بن جا

تازہ میگیر و کہن را می سپار
تازہ بن جا، پُرانے کو دے دے

کہ ہر امسالت فزونست از سہ پار
کیونکہ تیرا یہ سال گزشتہ تین سالوں سے بڑھا ہوا ہے

گر نباشی نخل وار ایثار کن
اگر تو کھجور کی طرح ایثار کرنے والا نہیں ہے

کہنہ بر کہنہ نہ و انبار کن
پُرانے پر پُرانا رکھتا رہ اور جمع کرے

---

[1] صد ہزاراں۔ انسان کے لاکھوں مراتب ایسے ہیں جو فنا ہو چکے ہیں۔ از جمادی۔ انسان اپنے جمادی وجود سے نباتی وجود کی طرف منتقل ہو گیا اور اُس سے وہ لاعلم ہے پھر نباتی وجود سے اُس کو حیوانی وجود اور پھر عقل کی بنیاد پر اُس کو وہ وجود مل گیا جس میں وہ احکام کا مکلف بنا۔ خارج۔ یعنی پھر اُس کا ارتقاء عالمِ ارواح کی جانب ہوا جو حواس خمسہ اور جہات ستّہ سے بالاتر ہے۔

[2] تالبِ بحر۔ ان مراتب وجود کے نشانات اُس وقت تک ہیں جب تک کہ اُس کا وجود، وجودِ مطلق سے وابستہ نہیں ہوا اور جب اس سمندر میں پہنچ گیا تو پھر ان وجودات کے نشانات غائب ہو جاتے ہیں۔ زانکہ۔ اس مسئلہ کو اس طرح سمجھو کہ خشکی کے منازل کے نشانات ہوتے ہیں انہیں نشانات کے ذریعہ گاؤں اور سرائے اور وطن بنتا ہے لیکن دریا کے منازل کا کوئی نشان نہیں ہوتا ہے دریا کی منزل کی نہ چھت ہوتی ہے نہ دیوار نہ وہاں چلنے کے نشانات پیدا ہوتے ہیں۔

[3] ہست۔ عالمِ امکان اور عالمِ لامکان دونوں منزلوں کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہے۔ ایں۔ ہر مکان۔ بالائے این لامکان۔ در فناہا۔ جبکہ پہلے مراتب کے فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے تو اس جسم کی بقا سے انسان کو نہ چمٹنا چاہیئے۔ ہیں۔ جو شخص عمر کی درازی کا متمنی ہے اُس کو اس تبدیلی میں جان کی بازی لگانی چاہیئے۔ تازہ۔ تو انسان کو تازہ وجود حاصل کرنا چاہیئے کیونکہ اُس کو ہر مرتبہ پہلے مرتبہ سے افضل حاصل ہوا ہے۔ گر نباشی۔ کھجور اپنا پھل دوسروں کو دے دیتی ہے تو اُس کو قدرت نیا پھل عطا کر دیتی ہے۔

کہنہ[1] و گندیدہ و پوسیدہ را — تحفہ می بر بہرِ ہر نادیدہ را

پُرانے اور گندے اور سڑے ہوئے کا — ہر ندیدے کے لئے تحفہ لے جا

آنکہ نو دید او خریدارِ تو نیست — صیدِ حق ست او گرفتارِ تو نیست

جس نے نیا دیکھا ہے وہ تیرا خریدار نہیں ہے — وہ اللہ (تعالٰی) کا شکار ہے وہ تجھ میں پھنسا ہوا نہیں ہے

ہر کجا باشند جوقِ مرغِ کور — بر تو جمع آیند اے سیلابِ شور

جہاں کہیں اندھے پرندوں کا جمگھٹ ہو — اے کھاری پانی! تجھ پر جمع ہو جائے گا

تا فزاید کوری از شوراب ہا — زانکہ آبِ شور افزاید عمیٰ

تاکہ کھاری پانیوں سے اندھاپن بڑھے — کیونکہ کھارا پانی اندھاپن بڑھاتا ہے

اہلِ[2] دنیا زاں سبب اعمیٰ دل اند — شاربِ شورابۂ آب و گِل اند

دنیادار اسی وجہ سے اندھے دل والے ہیں — (کیونکہ) وہ آب و گِل کا کھاری پانی پینے والے ہیں

شور میخور کور می چر در جہاں — چوں نداری آبِ حیواں در نہاں

دنیا میں کھاری پانی پی یارہ، اندھے پن سے چر تارہ — جبکہ تو اندر آبِ حیات نہیں رکھتا ہے

با چنیں حالت بقا خواہی و زیاد — ہمچو زنگی در سیہ روئی تو شاد

اس حالت میں تو بقا اور زیادہ کا رہنا چاہتا ہے — تو حبشی کی طرح کالا منہ ہونے پر خوش ہے

در سیاہی رنگ ازاں آسودہ ست — کو ز زاد و اصل زنگی بودہ ست

وہ رنگ کے کالے پن پر اس لئے مطمئن ہے — کیونکہ وہ پیدائش اور اصل سے حبشی ہے

آنکہ ز اوّل شاہد و خوش رُو بود — گر سیہ گردد تدارک جو بود

وہ جو شروع سے معشوق اور خوبصورت ہو — اگر وہ کالا بن جائے تو تدارک کا طالب ہوگا

مرغِ[3] پرندہ چو ماند بر زمیں — باشد اندر غصہ و درد و حنیں

اڑنے والا پرند جب زمین پر رہ جائے — وہ رنج اور درد اور فغاں میں ہوگا

مرغِ خانہ بر زمیں خوش میرود — دانہ چین و شاد و شاطر میدود

پالتو پرند زمین پر خوشی سے چلتا ہے — دانہ چگتا ہوا اور خوش اور چالاکی سے دوڑتا ہے

زانکہ او از اصل بے پرواز بود — واں دگر پرندہ و پرباز بود

کیونکہ وہ اصل سے بغیر اُڑان کے تھا — وہ دوسرا اُڑنے والا اور کھلے پَروں کا تھا

اُس کو کبھی آزادی نصیب نہیں ہوئی تھی اور اُڑنے والا پرند آزاد تھا۔

[1] کہنہ۔ اگر پُرانا پھل نہ جھڑے تو وہ بوسیدہ اور گندہ ہو جائے گا آنکہ جس نے نیا وجود حاصل کر لیا ہے وہ پُرانے وجود کا خریدار نہ بنے گا۔ صیدِ حق۔ وہ ذاتِ حق میں اپنے آپ کو فنا کر چکا ہے۔ ہر کجا۔ تیرے خریدار اندھے ہیں اندھے پرند کھارے پانی پر جمع ہوتے ہیں جو اُن کو اندھا بنا دیتا ہے۔

[2] اہلِ دنیا۔ اہلِ دنیا چونکہ پُرانے وجود سے چمٹے ہوئے ہیں تو وہ بھی شور کھاری پانی کے پرندوں کی طرح اندھے دلوں والے ہیں۔ شور۔ اگر انسان کے دل میں آبِ حیات جاری نہیں ہے تو وہ کھاری پانی پینے والا اور اندھا دھند کھانے والا ہے۔ باچنیں۔ اگر اس بُری حالت میں تو عمر کی زیادتی کا خواہاں ہے تو تیری مثال اُس حبشی کی سی ہے جو اپنی سیاہ روئی پر مطمئن اور خوش ہو۔ آنکہ۔ اگر کوئی شروع میں خوش رنگ ہو اور پھر وہ سیاہ رُو بن جائے تو وہ اس حالت میں مطمئن نہیں ہو سکتا ہے۔

[3] مرغ۔ اگر اُڑنے والا پرند پنجرے میں پھنس جائے تو وہ غم و غصہ میں رہتا ہے۔ مرغِ خانہ۔ پالتو پرند پنجرے میں بھی خوش رہتا ہے کیونکہ

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِرْحَمُوْا ثَلَاثًا عَزِیْزَ قَوْمٍ[1]
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے تین شخصوں پر رحم کرو کسی قوم کا باعزت

ذُلَّ، وَغَنِیَّ قَوْمٍ اِفْتَقَرَ، وَعَالِمًا یَلْعَبُ بِہِ الْجُھَّالُ
جو ذلیل ہو گیا ہو، کسی قوم کا مالدار جو محتاج ہو گیا ہو، وہ عالم جس کا جاہل مذاق اڑائیں

گفت پیغمبر کہ رحم آرید بر | حالِ مَنْ کَانَ غَنِیًّا فَافْتَقَرْ
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ رحم کرو اوپر | اُس شخص کے جو مالدار تھا پھر فقیر ہو گیا

وَالَّذِی کَانَ عَزِیْزًا فَاحْتُقِرْ | اَوْ صَفِیًّا عَالِمًا بَیْنَ الْمُضِرّ
اور اُس پر جو باعزت تھا پھر حقیر ہو گیا ہو | یا منتخب عالم ترش روئی کے درمیان

گفت پیغمبرؐ کہ براین سہ گروہ | رحم آرید ار زسنگید و زکوہ
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ ان تین قسموں پر | رحم کرو خواہ تم پتھر کے ہو یا پہاڑ کے

آنکہ اُو بعد از عزیزی خوار شد[2] | واں تونگر ہم کہ بے دینار شد
وہ جو عزت کے بعد ذلیل ہو گیا ہو | وہ مالدار بھی جو بے زر ہو گیا ہو

واں سوم آں عالمے کاندر جہاں | مُبتلا گردد میانِ اَبلہاں
تیسرے وہ عالم جو دنیا میں | بے وقوفوں میں مبتلا ہو جائے

زانکہ از عزت بخواری آمدن | ہمچو قطعِ عضو باشد از بَدَن
کیونکہ عزت سے ذلت میں آجانا | جسم سے عضو کٹ جانے کی طرح ہے

عضو گردد مُردہ کز تن وابُرید | نو بُریدہ جُنبد اما نے مَدید
جو عضو بدن سے کٹ گیا وہ مردہ ہو جاتا ہے | نیا کٹا ہوا تڑپتا ہے لیکن زیادہ دیر نہیں

ہر کہ از جامِ اَلَست اُو خورد پار[3] | ہستش امسال آفتِ رنج و خمار
جس نے گذشتہ سال جام الست سے پیا ہو | اس کو اس سال رنج اور اعضا شکنی کی مصیبت ہو گی

وانکہ چوں سگ ز اصل گہدائی بُوَد | کے مر اُو را حرصِ سلطانی بُوَد
وہ جو کتے کی طرح اصل سے گدا پیشہ کا ہو | اُس کو بادشاہت کا لالچ کب ہوتا ہے؟

توبہ اُو جوید کہ کردہ ست اُو گناہ | آہ اُو گوید کہ گم کردہ است راہ
توبہ وہ کرتا ہے جس نے گناہ کیا ہو | آہ وہ کرتا ہے جس نے راستہ گم کر دیا ہو

ہوتا ہے اور راستہ سے بھٹکا ہوا ہی آہ کرتا ہے۔

[1] قال النبی۔ مولانا کا مقصد یہ ہے کہ اچھی حالت کے بعد جب بُری حالت ہوتی ہے تو وہ انتہائی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ مَن کَانَ۔ جو شروع سے مفلس ہو وہ اس قدر قابلِ رحم نہیں ہے جیسا کہ وہ شخص جو مالداری کے بعد مفلس ہو گیا ہو۔ عزیزًا جو شخص پہلے باعزت تھا پھر ذلیل ہو گیا ہو وہ بہت زیادہ قابلِ رحم ہے۔ عالمًا۔ وہ عالم جو جاہلوں میں پھنس گیا ہو بہت زیادہ قابلِ رحم ہے ار زسنگید۔ خواہ تم پتھر کے بنے ہوئے ہو۔

[2] آنکہ۔ یہ تینوں شخص بہت زیادہ قابلِ رحم ہیں، کیونکہ عزت کے بعد ذلت میں مبتلا ہو جانے سے وہی تکلیف پہنچتی ہے جو بدن کا کوئی عضو کٹنے سے۔ جیسے بدن سے کوئی عضو کٹنے کے بعد مُردہ ہو جاتا ہے تھوڑی دیر وہ تڑپتا ہے اور پھر اُس پر مُردنی چھا جاتی ہے۔

[3] ہر کہ۔ جو شخص ایک بار کسی چیز کی لذت حاصل کر چکا ہے اس کی یاد اُس کو ستاتی ہے۔ وانکہ جس شخص نے کبھی سلطنت کا مزا نہ چکھا ہو وہ سلطانی کی حرص سے محروم ہوتا ہے۔ توبہ۔ وہ شخص توبہ کرتا ہے جس کو اپنے گناہ کا احساس

قصۂ[۵۱] محبوس شدنِ آں آہو بچہ در آخُرِ خراں و طعنۂ آں خراں بر آں غریب گاہ بجنگ گاہ بہ تسخر و مُبتلا شدنِ اُو بکاہِ خشک کہ غذائے اُو نیست و[۵۱] ایں صفت بندۂ خاصِ خدا ای ست عزّوجلّ میانِ اہلِ دنیا و اہلِ شہوت کہ اَلْاِسْلَامُ بَدَأَ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا کَمَا بَدَأَ فَطُوْبیٰ لِلْغُرَبَاءِ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

ہرن کے بچے کا گدھوں کے اصطبل میں قیدی ہونے کا قصہ اور اُس پردیسی پر اُن گدھوں کی طعنہ زنی کبھی لڑائی سے کبھی مذاق سے، اور اُس کا خشک گھاس میں مبتلا ہونا کیونکہ وہ اُسکی غذا نہیں ہے اور یہی حالت خدائے عزّوجل کے خاص بندے کی دنیادارو اور شہوت پرستوں میں ہے کیونکہ اسلام اجنبی بن کر شروع ہوا اور عنقریب اجنبی بنجائیگا جیسا کہ شروع ہوا تو اجنبیوں کیلئے خوشخبری ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے

آہوئے را کرد صیادے شکار	اندر آخُر کردش آں بے زینہار
ایک ہرن کا ایک شکاری نے شکار کرلیا	اُس بے امان کو اصطبل میں کردیا
آخُرے را پُر ز گاوان و خراں	حبس آہو کرد چوں اِستمگراں
اُس اصطبل کو جو بیلوں اور گدھوں سے بھرا ہوا تھا	ظالموں کی طرح ہرن کا قیدخانہ بنا دیا
آہو از وحشت بہر سُو میگریخت	اُو[۵۲] بہ پیشِ آں خراں شب کاہ ریخت
ہرن، وحشت سے ہر جانب کو بھاگتا تھا	اُس (شکاری) نے رات کو گدھوں کے سامنے گھاس ڈالدی
از مجاعت و اِشتہا ہر گاؤ و خر	کاہ را میخورد خوشتر از شکر
بھوک اور خواہش سے ہر بیل اور گدھا	گھاس کو شکر سے بھی زیادہ خوشی سے کھاتا تھا
گاہ آہو می دمید از سُو بسُو	گہ ز دود و گرد کہ میتافت رُو
ہرن، کبھی اِدھر اُدھر دوڑتا تھا	کبھی دھویں اور گھاس کی گرد سے منہ موڑتا تھا
ہر کرا با ضدِّ خود بگذاشتند	آں عقوبت را چو مرگ انگاشتند
جس کو اُس کی ضد کے ساتھ چھوڑدیا ہے	اِس سزا کو اُس نے موت خیال کیا ہے
تا[۵۳] سلیمانؑ گفت کاں ہُدہُد اگر	ہجر را عذرے نگوید معتبر
یہاں تک کہ حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ اگر وہ ہُدہُد	جدائی کا معتبر عذر نہ بیان کرے
بکشمش یا خود دہم اُو را عذاب	یک عذابِ سخت بیروں از حساب
میں اُس کو مار ڈالوں گا یا خود اُس کو سزا دونگا	ایک سخت سزا جو اَن گنت ہے

۵۱ قصہ۔ اس قصہ سے یہ بتایا گیا ہے کہ ہرن کا بچہ چونکہ آزادی کے لُطف اُٹھائے ہوئے تھا اِس لئے اُس کے نہ ہونے کا اُسکو افسوس تھا گدھے اُس سے محروم تھے۔ و ایں صفت۔ جس طرح یہ ہرن کا بچہ گدھوں میں آکر پریشان ہوا ایسی حال عالم کا جاہلوں میں ہوتا ہے.... اَلْاِسْلَام۔ جس وقت اسلام کی ابتداء ہوئی تب بھی وہ لوگوں کے لئے اجنبی تھا اور عنقریب پھر اجنبی بن جائیگا۔ ان لوگوں کے لئے خوشخبری ہے جو مسلمان ہونے کی وجہ سے اجنبی ہیں۔ آخُر۔ اصطبل۔ زینہار۔ پناہ۔ اِستمگراں۔ ستمگراں۔

۵۲ اُو۔ یعنی شکاری۔ مجاعت۔ بھوک۔ ہر کرا۔ سزا یہ اگر کسی چیز کو اُس کے مخالف سے وابستہ کردیا جائے تو یہ سزا موت ہے۔

۵۳ تا سلیمانؑ حضرت سلیمانؑ نے ہدہد کو جو سخت عذاب دینے کو کہا تھا وہ یہی تھا کہ اُس کو ناجنس کے ساتھ پنجرے میں بند کردیتے۔

ہاں کدام ست آں عذابِ اے معتمد | در قفس بودن بغیرِ جنسِ خود

اے معتمد! ہاں وہ سزا کون سی ہے؟ | پنجرے میں غیر جنس کے ساتھ ہونا

زینِ بدن اندر عذابی اے پسر[1] | مرغِ روحت بستہ با جنسِ دگر

اے بیٹا! اِس جسم سے تو بھی عذاب میں ہے | تیری روح کا پرندہ دوسری جنس سے وابستہ ہے

روح بازست وطبائع زاغہا | دارد از زاغانِ تن بس داغہا

روح باز ہے اور مزاج کوّے ہیں | وہ جسم کے کوّوں کی وجہ سے بہت زخمی ہے

او بماندہ درمیان شاں زار زار | ہمچو بوبکرے بشہرِ سبزوار

وہ اُن کے درمیان تباہ حال ہے | جس طرح کوئی ابوبکر سبزوار شہر میں

حکایت سلطان محمد خوارزم شاہ کہ شہرِ سبزوار را کہ ہمہ اہلِ اُو رافضی باشند بجنگ بگرفت ایشاں از کشتن امان خواستند گفت آنگہ اماں دہم کہ پیشِ من ازیں شہر یک ابوبکر نامی بیاورید

سلطان محمد خوارزم شاہ کی حکایت جس نے سبزوار شہر کو جس کے تمام باشندے رافضی تھے جنگ کرکے لے لیا اُن لوگوں نے قتل سے امان چاہی اُس نے کہا میں امان جب دوں گا جبکہ اس شہر میں سے ایک ابو بکر نامی شخص لے آؤ

شد محمد اَلپ[2] اُلُغ خوارزم شاہ | در قتالِ سبزوارِ پر تباہ

بہادر محمد خوارزم شاہ لگا | تباہی بھرے سبزوار (شہر) کے قتال میں

تنگ شاں آورد لشکرہائے اُو | اسپہش افتاد در قتلِ عدو

اُس کے لشکروں نے اُن کا محاصرہ کر لیا | اُس کے سپاہی دشمن کے قتل میں لگ گئے

سجدہ آوردند[3] پیشش کالاماں | حلقہ ماں در گوش کُن و ابخش جاں

اُنھوں نے اُس کے سامنے سجدہ کیا کہ امن دے | ہمیں حلقہ بگوش بنالے، جان بخش دے

ہر خراج و ہر صلہ کہ بایدت | آں زما ہر موسمے افزایدت

جو خراج اور جو بدل تجھے چاہیئے | وہ ہر موسم میں ہماری جانب سے تیرے لئے بڑھ کر ہوگا

جانِ ما آنِ تو ہست اے شیر خو | پیشِ ما چندے امانت باش گو

اے شیر دل! ہماری جان تیری ملکیت ہے | کہہ دے ہمارے پاس کچھ دن امانت میں ہے

---

[1] زینِ بدن۔ انسان کے لئے یہی عذاب ہے کہ اُس کی روح کو غیر جنس یعنی جسم کے ساتھ مُقید کر دیا گیا ہے۔ روح۔ رُوح باز ہے اور بدن کی طبیعت کوّا ہے۔ بوبکرے۔ یعنی ابو بکر نامی شخص۔ سبزوار۔ ایران کا مشہور شہر ہے جس کے باشندے سخت رافضی تھے

[2] اَلپ۔ بہادر۔ اُلُغ۔ بزرگ۔ خوارزم شاہ۔ یہ ایران کا بادشاہ تھا خراسان سے عراق تک اُس کی خلافت تھی یہ مولانائے روم کے والد خواجہ بہاء الدین محمد کا ماموں تھا۔

[3] سجدہ آوردند۔ سبزوار کے باشندے مطیع ہو گئے اور اُنھوں نے جان ومال کی امان چاہی۔ ہر خراج۔ سبزواریوں نے کہا کہ جو ٹیکس ہم پر لگایا جائیگا ہم ہر فصل میں بڑھا کر ادا کریں گے۔

گفت نرہانید از من جانِ خویش
اُس نے کہا تم اپنی جان مجھ سے نہیں چھڑا سکتے ہو

تا نیاریدم ابوبکرے بہ پیش
جب تک کہ ایک ابوبکر میرے سامنے حاضر نہ کردو

تا مرا بوبکر نام از شہرِ تاں[1]
جب تک کہ ابوبکر نام کا اپنے شہر سے میرے پاس

ہدیہ ناریدائے رمیدہ اُمتاں
ہدیہ نہ لاؤگے ، اے بگڑی ہوئی قوم!

بدَرَوَم تاں ہمچو کشت اے قومِ دُوں
اے کمینہ قوم! میں کھیتی کی طرح تمہیں کاٹونگا

نے خراج استانم و نے ہم فسوں
نہ خراج لوں گا اور نہ ہی چکنی چپڑی باتیں دسنونگا

پس جوالِ زر کشیدندش براہ
تو انھوں نے اشرفیوں کا بورا اسکے سامنے لاڈالا

کز چنیں شہرے ابوبکرے مخواہ
کہ ایسے شہر سے ابوبکر نہ مانگ

کے بُوَد[2] بوبکر اندر سبزوار
ابوبکر، سبزوار میں کہاں ہوسکتا ہے؟

یا کلوخِ خشک اندر جوئبار
یا خشک ڈھیلا نہر میں

رُو بتابید از زر و گفت اے مُغاں
اشرفیوں سے منھ پھیر لیا اور کہا اے کافرو!

تا نیاریدم ابوبکر ارمغاں
جب تک کہ تم ابوبکر کا تحفہ میرے پاس لاؤگے

ہیچ سودے نیست کودک نیستم
کوئی فائدہ نہیں ہے ، میں بچہ نہیں ہوں

تا بزر و سیم حیراں بیستم
کہ سونے اور چاندی سے حیران رہ جاؤں

تا نیاری سجدہ نہ رہی اے زبوں
اے حقیر! جب تک تو سجدہ نہ کریگا (فرض ہے) نہ چھٹے گا

گر بہ پیمائی تو مسجد را بکوں
خواہ تو مقعد سے (ساری) مسجد کو ناپ ڈالے

مُنہیاں[3] انگیختند از چپ و راست
انھوں نے دائیں بائیں جانب جاسوس دوڑائے

کاندریں ویرانہ بوبکرے کجاست
کہ اِس ویرانہ میں کوئی ابوبکر کہاں ہے؟

بعد سہ روز و سہ شب کاشتافتند
تین دن اور تین رات کے بعد جبکہ وہ دوڑتے پھرے

یک ابوبکرے نزارے یافتند
انھوں نے ایک لاغر ابوبکر پالیا

رہگذر بُود و بماندہ از مرض
مسافر تھا اور مرض کی وجہ سے پڑا رہ گیا تھا

در یکے گوشہ خرابے پُرحرض
مریض ہوکر، درماندہ ویرانے کے ایک گوشہ میں

گوہرے اندر خرابہ بے عَرَض
ویرانہ میں موتی، بے سروسامان

خونِ دل بر رُخ فشاندہ از مرض
مرض کی وجہ سے دل کا خون چہرے پر چھڑکے ہوئے

خفتہ بود اُو در یکے کُنجے خراب
وہ ایک اُجڑے ہوئے گوشہ میں سو رہا تھا

چوں بدیدندش بگفتندش شتاب
جب انھوں نے اُسکو دیکھا فوراً اُس سے کہا

---

[1] تا بوبکر۔ خوارزم شاہ نے کہا امان کی شرط یہ ہے کہ اپنی آبادی سے ابوبکر نام کا کوئی شخص میرے پیش کردو۔ بکنم۔ اگر یہ شرط پوری نہ کروگے تو میں سب کو قتل کرادونگا۔ پس جوال۔ ان لوگوں نے اشرفیوں کا بورا سامنے لاکر ڈال دیا کہ یہ قبول کرلیجئے اور ابوبکر نامی شخص کے لانے کی شرط ختم کردیجئے۔

[2] کے بود۔ سبزوار میں کسی ابوبکر کی تلاش ایسی ہی ہے جیسے کوئی دریا میں خشک ڈھیلا تلاش کرے۔ مغاں۔ اُن لوگوں کو رفض کی وجہ سے کفار سے تعبیر کیا ہے۔ تا نیاری۔ اُن لوگوں کا اشرفیاں دے کر نجات حاصل کرنے کی تمنا ایسی ہی تھی جیسا کہ کوئی شخص نماز سے اس طور پر چھٹکارا حاصل کرنا چاہے کہ پوری مسجد کو سرین سے ناپ ڈالے اور سجدہ نہ کرے۔

[3] منہیاں۔ ابوبکر نامی شخص کی تلاش میں سبزوار والوں نے جاسوس چھوڑ دیئے۔ نزار۔ لاغر۔ رہگذر۔ راہگذار، مسافر۔ حرض۔ بیماری۔ گوہر۔ وہ شخص ایک قیمتی جوہر تھا لیکن اِن بے قدروں میں پڑا ہوا تھا۔ خفتہ بود۔ وہ ابوبکر نامی مسافر ایک ویرانہ میں پڑا سو رہا تھا۔

خیز کہ سلطاں تُرا طالب شدہ ست
اُٹھ، کہ بادشاہ تیرا طالب ہوا ہے

کز تو خواہد شہر ما از قتل رَست[۱]
کیونکہ تیری وجہ سے ہمارا شہر قتل سے بچ جائیگا

گفت اگر پایم بُدے یا مقدمے
اُس نے کہا اگر میرے پاؤں، یا چلنا ہوتا

خود براہے خود بمقصد رفتمے
اپنے راستہ پر، اپنی منزل کو چل دیتا

اندریں دشمن کدہ کے ماندمے
میں اس دشمنستان میں کب ٹھہرتا؟

سُوئے شہرِ دوستاں میراندمے
دوستوں کے شہر کی جانب سواری ہانک دیتا

تختۂ مُردہ کشاں بفراشتند
اُنھوں نے ایک تابوت اُٹھایا

بر کتِف بوبکر را بَرداشتند
کاندھے پر ابوبکر کو سوار کرلیا

جانبِ خوارزم شہ جملہ دواں
سب خوارزم شاہ کی جانب دوڑے

می کشیدندش کہ تا بیند نشاں
وہ اُس کو لے جارہے تھے تاکہ وہ نشانی دیکھ لے

سبزوارست ایں جہان و مردِ حق
یہ دنیا سبزوار ہے اور مردِ خدا

اندریں جا ضائع ست و ممتحق
اُس میں رائیگاں اور نیست ہے

ہست آں خوارزم شہ یزدانِ جلیل
وہ خدائے بزرگ (بمنزلہ) خوارزم شاہ کے ہے

دل ہمی خواہد ازیں قومِ ذلیل
اِس ذلیل قوم سے دل کا طالب ہے

گفت[۲] لَا یَنظُرُ اِلیٰ تَصوِیرِکُم
(رسولؐ نے) فرمایا ہے وہ (خدا) تمہاری صورت کو نہیں دیکھتا

فَابتَغُوا ذَا القَلبِ فِی تَدبِیرِکُم
پس اپنی تدبیر میں صاحبِ دل کو تلاش کرو

من ز صاحبدل کُنم در تو نظر
میں صاحبِ دل کے ذریعہ تجھ میں نظر کرتا ہوں

نے بنقش و سجدہ و ایثارِ زر
نہ کہ صورت اور سجدہ اور عطائے زر کے ذریعہ

تو دلِ خود را چو دل پنداشتی
چونکہ تونے اپنے دل کو، دل سمجھ لیا ہے

جُستجوئے اہلِ دل بگذاشتی
(اِسلئے) تونے صاحبِ دل کی جستجو ترک کردی ہے

دل کہ گر ہفصد چو ایں ہفت آسماں
(وہ) دل کہ اگر سات آسمان جیسے سات سو

اندر اُو آید شود یاوہ و نہاں
اُس میں آئیں تو وہ گم اور پوشیدہ ہوجائیں

ایں[۳] چنیں دل ریزہا را دل مگو
دل کے اِس طرح کے ریزوں کو دل نہ کہہ

سبزوارا اندر ابوبکرے مجو
سبزوار کے اندر ابوبکر کو تلاش نہ کر

صاحبِ دل آئنۂ شش رُو بوُد
صاحبِ دل چھ رُخا آئینہ ہوتا ہے

حق در واز شش جہت ناظر شود
اللہ (تعالےٰ) چھ جانب سے اُنہیں دیکھتا ہے

۱؎ کز تو۔ بادشاہ شرط کے مطابق ہمیں معاف کردیگا۔ بمقصد۔ یعنی اگر چلنے کی طاقت ہوتی تو میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہوجاتا تم لوگوں میں نہ ٹھہرتا۔ اندریں۔ رافضی حضرت ابوبکرؓ کے نام کے بھی دشمن ہوتے ہیں۔ تختۂ مردہ کشاں۔ مُردے کے لے جانے کا تختہ۔ سبزوار۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ دنیا بھی سبزوار ہے اور یہاں بھی مردِ حق اسی طرح بے یار و مددگار رہتا ہے جس طرح ابوبکر نامی شخص سبزوار میں تھا۔ یزداں۔ اللہ تعالےٰ کی مثال خوارزم شاہ جیسی ہے اللہ تعالیٰ بھی دنیا داروں سے دل کا مطالبہ کرتا ہے۔

۲؎ گفت۔ حدیث شریف ہے اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں کی اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے وہ تمہارے دلوں اور کاموں کو دیکھتا ہے۔ من۔ اللہ تعالیٰ خلق اللہ کی طرف کسی صاحب دل کی وجہ سے توجہ فرماتا ہے۔ تو دل۔ ہر شخص ایسا صاحب دل نہیں ہے جس کی وجہ سے مخلوقِ خدا کا منظورِ نظر بنے۔ دل۔ اللہ تعالیٰ اس دل کو پسند کرتا ہے جس دل میں اسقدر وسعت ہو کہ سات آسمان جیسے سات سو اس میں سما جائیں۔

۳؎ ایں چنیں۔ عام دلوں میں اس دل کی تلاش ایسی ہی ہے جیسا کہ سبزوار میں ابوبکر نامی کی تلاش۔ صاحبدل۔ صاحبِ دل

ہر[1] کہ اندر شش جہت دارد مقر — کے کُند در غیرِ حق یک دم نظر

جو شش جہت میں ٹھکانا رکھتا ہو — وہ تھوڑی دیر کیلئے (بھی) ما سوی اللہ کو کب دیکھتا ہے؟

گر کُند اُو از برائے اُو کند — ور قبول آرد ہمو باشد سند

اگر وہ (صاحبِ دل) نظر کرتا ہے اُس "اللہ" کیلئے کرتا ہے — اگر قبول کرتا ہے، تو وہی سہارا ہوتا ہے

چونکہ اُو حق را بُود در کلِ حال — برگزیدہ باشد اُو را ذُوالجلال

کیونکہ وہ ہر حالت میں اللہ (تعالیٰ) کیلئے ہوتا ہے — اللہ تعالیٰ نے اس کو منتخب کر لیا ہے

ہیچ بے اُو حق بکس ندہد نوال — شمۂ گفتم من از صاحب وصال

اللہ (تعالیٰ) اُسکے بغیر کبھی کسی کو عطا نہیں کرتا ہے — میں نے واصل (بحق) کے بارے میں تھوڑا سا بتا دیا

موہبت[2] را بر کفِ دستش نہد — وز کفش آں را بمرحوماں دہد

وہ (اللہ تعالیٰ) عطیہ اُسکے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھدیتا ہے — اُسکی ہتھیلی کے ذریعہ اُسکو قابلِ رحم لوگوں کو دیتا ہے

با کفش دریائے کُل را اتّصال — ہست بے چون و چگونہ پُر کمال

اُس کی ہتھیلی کا دریائے کُل سے اِتّصال ہے — وہ ناقابلِ بیان کمالات سے پُر ہے

اِتّصالے کہ نہ گنجد در کلام — گفتنش تکلیف باشد والسّلام

وہ اِتّصال جو بیان نہیں ہو سکتا ہے — اُس کا بیان کرنا تکلّف ہے، والسّلام

صد جُوالِ زر بیاری اے غنی — حق بگوید دل بیار اے مُنحنی

اے مالدار! اگر تو سونے کے سَو بورے لائیگا — اللہ (تعالیٰ)، فرمادیگا اے کُبڑے! دل لا

گر ز[3] تو راضی ست دل من راضیم — ور ز تو مُعرض بُود اعراضیم

اگر وہ دل تجھ سے راضی ہے میں بھی راضی ہوں — اگر وہ تجھ سے مُنہ پھیرنے والا ہے میں بھی مُنہ پھیرنے والا ہوں

ننگرم در تو در آں دل بنگرم — تحفہ اُو را آر اے جان بر درم

میں تجھے نہیں دیکھتا ہوں اُس کو دیکھتا ہوں — اے جان! میرے در پر اُس کا تحفہ لا

با تو او چونست ہستم من چناں — زیرِ پائے مادراں باشد جناں

تیرے ساتھ وہ جیسا ہے میں ویسا ہی ہوں — جنّت ماؤں کے پاؤں کے نیچے ہے

مادر و بابا و اصلِ خلق اوست — اے خُنک آنکس کہ دل داند ز پوست

مخلوق کی ماں اور باپ اور اصل وہ ہے — وہ قابلِ مبارکباد ہے جس نے دل اور چھلکے میں امتیاز کر لیا ہے

تو بگوئی نک دل آوردم بتو — گویدت ایں دل نیرزد یک تسو

تو کہے گا میں تیرے پاس یہ دل لایا ہوں — وہ تجھ سے کہدیگا کہ یہ دل ایک دمڑی کا (بھی) نہیں ہے

---

[1] ہرکہ۔ جو شخص لامکانی بن چکا ہو وہ غیراللہ کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا ہے۔ گر کُند۔ اگر صاحبِ دل کسی کی طرف نظر کرتا ہے تو خدا کیلئے کرتا ہے اور اُس کا رَدّ و قبول سب خدا کے لئے ہوتا ہے۔ چونکہ۔ چونکہ اُس صاحبِ دل کے جملہ احوال خدا کیلئے ہوتے ہیں لہٰذا وہ خدا کا برگزیدہ ہوتا ہے۔ ہیچ۔ یہ صاحبِ دل خلیفۃ اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی جملہ عطا اُس کے واسطے سے ہوتی ہے۔

[2] موہبت۔ اللہ تعالیٰ اپنے جملہ عطیات اُسکے ہاتھوں مخلوق کو پہنچاتا ہے۔ دریائے کُل۔ حضرت حق تعالیٰ۔ اِتّصال۔ اُس کے ہاتھ کا خدا سے جو اِتّصال ہے اِس کا بیان ممکن نہیں ہے۔ صد جُوال۔ اللہ تعالیٰ سونے چاندی سے بے نیاز ہے وہ صرف دل کا اِخلاص قبول کرتا ہے۔

[3] گر ز تو۔ جس سے وہ صاحبِ دل راضی ہوتا ہے اُس سے خدا راضی ہوتا ہے جس سے وہ ناراض ہوتا ہے خدا اُس سے ناراض ہوتا ہے۔ مادراں۔ وہ صاحبِ دل ایسا ہی مُربّی ہے جس طرح ماں مُربّی ہوتی ہے۔ مادر۔ وہ صاحبِ دل مخلوق کیلئے بمنزلہ ماں باپ کے ہوتا ہے۔ تو بگوئی۔ تو خدا کے سامنے اپنا وہ دل پیش کرتا ہے جو ایک دمڑی کا بھی نہیں ہے۔

آں دلے آور کہ قطبِ[1] عالَم ست
وہ دل لا جو عالم کا قطب ہے

جانِ جانِ جانِ جانِ آدم ست
(وہ دل) آدم کی جان کی جان کا محبوب ہے

از برائے آں دلِ پُر نور و بر
اُس نیکی اور نور سے بھرے ہوئے دل کا

ہست آں سُلطانِ دلہا منتظر
دلوں کا بادشاہ منتظر ہے

تو بگردی روزہا در سبزوار
تو ایک عرصہ تک سبزوار میں گھومیگا

آنچناں دل را نیابی ز اعتبار
از رُوئے اعتبار تو ایسے دل کو نہ پائے گا

پس دلِ پژمُردۂ بوسیدہ جاں
تو ایک مُرجھایا ہوا اور بوسیدہ روح والا دل

بر سرِ تختہ نہی آنسُو کشاں
تابوت میں رکھ کر، وہاں لے جا

کہ دل آوردم تُرا اے شہریار
کہ اے شاہ! میں تیرے لئے دل لایا ہوں

بہ ازیں دل نبُود اندر سبزوار
سبزوار میں اس سے بہتر دل نہیں ہے

گویدت[2] ایں گورخانہ ست اے جری
وہ تجھ سے کہیگا اے بیباک! یہ قبرستان ہے

کہ دلِ مُردہ بدیں جا آوری
کہ تو ایک مردہ دل یہاں لایا ہے

رَو بیاور آں دلے کو شاہ خو ست
جا، وہ دل لا جو شاہانہ مزاج رکھے

کہ امانِ سبزوارِ کَون از وست
کیونکہ دنیا کے سبزوار کو اسی کی وجہ سے امن حاصل ہے

گوئی آں دل زیں جہاں پنہاں بود
تو کہے گا کہ وہ دل اس دنیا میں مفقود ہے

زانکہ ظلمت با ضیا ضدّاں بود
کیونکہ تاریکی اور نور دو ضد ہیں

دشمنیِ آں دل از روزِ اَلَست
ازل سے اس دل کے ساتھ دشمنی

سبزوارِ طبع را میراثی است
(دنیاوی) طبیعت کی موروثی ہے

زانکہ[3] اُو باز ست دنیا شہرِ زاغ
کیونکہ وہ باز ہے، دنیا کووں کا شہر ہے

دیدنِ ناجنس بر ناجنس داغ
غیر جنس کو غیر جنس کا دیکھنا داغ ہے

ور کُند نرمی نفاقے می کند
اگر وہ نرمی کرتا ہے تو نفاق برت رہا ہے

ز استمالت ارتفاقے می کُند
مائل کر کے، فائدہ حاصل کر رہا ہے

می کُند آرے نہ از بہرِ نیاز
ہاں ہاں کہتا ہے نہ کہ نیازمندی سے

تا کہ ناصح کم کُند نصحِ دراز
(بلکہ) اسلئے کہ ناصح دراز نصیحت نہ کرے

زانکہ ایں زاغِ خسِ مُردار جو
کیونکہ یہ کمینہ کوا، مُردار کا جویاں

صد ہزاراں مکر دارد تو بتو
تہ بہ تہ لاکھوں مکر رکھتا ہے

---

[1] قطبِ عالم۔ اس صاحب دل پر عالم کی بقا کا مدار ہوتا ہے اور یہی دل آدم کے جان کی جان کا محبوب ہے۔ آز برائے۔ اللہ تعالے ایسے دل کا منتظر ہے جو نور اور نیکی سے بھرا ہوا ہے تو بگردی۔ دنیا میں ایسے دل کا ملنا ایسا ہی دشوار ہے جس طرح سبزوار میں ابوبکر نامی شخص کا ملنا۔ پس۔ اگر وہ دل تیرے پاس نہیں ہے تو اپنا مردہ دل ہی بارگاہ میں پیش کر دے جس طرح سبزوار والوں نے بیمار اور لاغر ابوبکر نامی شخص کو پیش کر دیا تھا۔

[2] گویدت۔ وہ شاہ تجھ سے کہیگا کہ یہاں کوئی قبرستان ہے کہ تو مردہ دل کو یہاں لایا ہے۔ رَو۔ جا اور وہ دل لا جس کی وجہ سے عالم کا بقا ہے گوئی۔ تو اس کے جواب میں کہنا کہ دنیا تاریکی ہے اور وہ دل نور ہے تاریکی میں نور کہاں ہے۔ دشمنی ایسے دل سے دنیا کو روزِ ازل سے دشمنی ہے۔

[3] زانکہ۔ وہ دل باز ہے اور دنیا جہانِ زاغ ہے کوئی اپنے ناجنس کو دیکھنا پسند نہیں کرتا ہے۔ ورکند۔ اگر کوئی دنیادار ایسے صاحب دل کے ساتھ نرمی برتتا ہے تو وہ منافقت پر مبنی ہوتی ہے یا اس سے کسی فائدہ کا امیدوار ہوتا ہے۔ می کُند۔ اگر دنیادار ایسے صاحبِ دل کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے تو محض اسلئے کہ وہ اسکو زیادہ ...
نصیحت نہ کرے۔ [illegible]

گر پذیرند آں نفاقش وارہید ¹ — شد نفاقش عینِ صدقِ مستفید

اگر وہ اسکے نفاق کو قبول کرلیں تو اُسے نجات حاصل کرلی — اُس کا فائدہ مند نفاق عین سچائی بن گیا

زانکہ آں صاحبدلِ با کرّ و فر — ہست در بازارِ ما معیوب خر

کیونکہ وہ شان وشوکت والا صاحب دل — ہمارے بازار میں عیب دار کو بھی خریدنے والا ہے

صاحبِ دل جو اگر بیجاں نہٗ — جنسِ دل شو گر ضدِ سلطاں نہٗ

صاحبِ دل کی تلاش کر اگر تو مردہ نہیں ہے — دل کا ہم جنس بنجا اگر تو شاہ کا مخالف نہیں ہے

آنکہ زرقِ اُو خوش آید مر ترا — اُو ولیِ تست نہ خاصۂ خدا

جس کا مکر تجھے اچھا لگتا ہے — وہ تیرا ولی ہے، نہ کہ مردِ خدا

² ہر کہ اُو بر خوئی و بر طبع توزیست — پیشِ طبع تو ولی ست و نبی ست

ہر وہ جو تیری عادت اور مزاج کے مطابق زندگی گزارتا ہے — تیرے نزدیک وہ ولی ہے اور نبی ہے

رَو ہوا بگذار تا بُوئِ خدا — در مشامت میرسد اے کدخدا

جا نفسانیت کو چھوڑ، تاکہ خدائی خوشبو — تیری ناک میں پہنچے اے صاحب خانہ!

رَو ہوا بگذار تا خوبت شود — واں مشامِ عنبریں بُویت شود

جا، نفسانیت کو چھوڑ، تاکہ تیری بھلائی ہو — اور تیرا دماغ عنبر کو سونگھنے والا بن جائے

از ہوا رانی دماغت فاسد ست — مشک و عنبر پیشِ مغزت کاسِد ست

نفسانیت سے تیرا دماغ خراب ہے — تیرے دماغ کیلئے مشک اور عنبر بے قدر ہے

³ عاشقی تو بر نجاست ہمچو زاغ — بُوئے مشکت می نگیرد در دماغ

تو کوّے کی طرح نجاست پر عاشق ہے — تیرے دماغ میں مشک کی خوشبو نہیں آتی ہے

حد ندارد ایں سخن و آہوئِ ما — میگریزد اندر آخُر جا بجا

اِس بات کی حد نہیں ہے اور ہمارا ہرن — اصطبل میں، جابجا بھاگ رہا ہے

بقیہ قصۂ آہو در آخُرِ خراں

گدھوں کے اصطبل میں ہرن کا بقیہ قصہ

روز ہا آں آہوئِ خوش نافِ نرَ — در شکنجہ بُود در اصطبلِ خر

وہ نر، عمدہ نافہ والا، ہرن بہت دن تک — گدھوں کے اصطبل میں قید میں تھا

مضطرب در نزع چوں ماہی بخشک — در یکے حُقّہ مُعذَّب پشک و مشک

جاں کنی میں بے چین تھا جس طرح مچھلی خشکی پر — ایک ڈربہ میں مینگنی اور مُشک عذاب میں ہوتے ہیں

¹ گر پذیرد۔ بہت سے لوگ منافقانہ حاضر ہوئے ہیں اور مومن کامل بنگئے ہیں۔ معیوب خر۔ صاحب دل اپنی شان وشوکت کی وجہ سے عیبدار کا بھی خریدار بن جاتا ہے۔ صاحبِ دل۔ جب تجھے یہ معلوم ہوگیا کہ صاحب دل معیوب کو بھی خرید لیتا ہے تو اب کسی صاحبِ دل کی تلاش کرے اگر تو خدا کا دشمن نہیں ہے۔ زرق۔ جس کی مکاری تجھے پسند آئے وہ تیرا دوست ہے خدا کا دوست نہیں ہے۔

² ہر کہ۔ تو اُس اپنے جیسے نبی کی ولایت اور نبوت کے قائل ہوتا ہے۔ رَو۔ خواہشِ نفسانی کو ترک کر، جب تو خدائی خوشبو سونگھ سکے گا اور تیرا دماغ عنبر کو سونگھ سکے گا۔ از ہوا رانی۔ اگر تو نفس کی خواہشات کو پورا کرتا رہے گا تو مُشک وعنبر کو تو نہ پہچان سکیگا

³ عاشقی۔ چونکہ تو نفسانی خواہش میں جکڑا ہے تو تیرا دماغ خدائی خوشبو سے ناآشنا ہے۔ خوش ناف۔ ہرن کی ناف میں سے مُشک نکلتا ہے۔ شکنجہ۔ سزا، قید۔ حُقّہ۔ ڈربہ۔ پشک۔ مینگنی۔

یک[1] خرش گفتے کہ ہاں اے گوالوحوش　　طبعِ شاہاں داری و میراں خموش
ایک گدھا اُس سے کہتا، ہاں وحشیوں کے ابا　　تو شاہوں اور سرداروں کا مزاج رکھتا ہے (اور) خاموش ہے

آں دگر تسخر زدے کز جزر و مد　　گوہر آورد ست کے ارزاں دہد
دوسرا مذاق اُڑاتا کہ دریا کے اُتار چڑھاؤ سے　　موتی لے آیا ہے، سستا کب دے سکتا ہے؟

واں خرے گفتے کہ با آں نازکی　　بر سریرِ شاہ شو تو متکی
ایک گدھا کہتا کہ اس نزاکت کے ہوتے ہوئے　　تو شاہی تخت پر تکیہ لگا کر بیٹھ

واں خرے شد تخمہ وز خوردن بماند　　پس برسم دعوت آہو را بخواند
ایک گدھے کو بدہضمی ہو گئی اور نہ کھا سکا　　تو دعوت کے طریقہ پر ہرن کو بلایا

سر[2] چنیں کرد اُو کہ نے رَو اے فلاں　　اشتہایم نیست، ہستم ناتواں
اُس نے سر ہلایا کہ نہیں جا، اے فلاں!　　مجھے بھوک نہیں ہے، میں کمزور ہو گیا ہوں

گفت میدانم کہ نازے می کُنی　　یا ز ناموس احترازے می کُنی
اس نے کہا (ہاں)، میں جانتا ہوں تو نخرے کر رہا ہے　　یا غرور کی وجہ سے پرہیز کر رہا ہے

گفت با اُو خور کہ ایں طُعمہ تو است　　کہ ازاں اجزائے تو زندہ نو است
اُس نے اُس سے کہا کہ تو کھا، یہ تیری خوراک ہے　　کیونکہ اس سے تیرے اعضاء زندہ اور تازہ ہیں

من الیفِ مرغزارے بُودہ ام　　در ظِلال و روضہا آسُودہ ام
میں جنگل سے مانوس تھا　　میں نے سایوں اور باغوں میں آرام کیا ہے

گر قضا افگند ما را در عذاب　　کے رَود آں خو و طبعِ مستطاب
اگر تقدیر نے ہمیں عذاب میں مبتلا کر دیا ہے　　وہ عمدہ عادت اور مزاج کہاں جاتا ہے؟

گر[3] گدا گشتم گدا رُو کے شوم　　ور لباسم کہنہ گردد من نوم
اگر میں فقیر ہو گیا ہوں بے آبرو کب بن سکتا ہوں؟　　اگر میرا لباس پرانا ہو جائے، میں نیا ہوں

سُنبل و لالہ و سپرغم نیز ہم　　با ہزاراں ناز و نخوت خوردہ ام
سُنبل اور لالہ اور نازبو بھی　　میں نے ہزاروں ناز و نخوت سے کھائے ہیں

گفت آرے لاف میزن لاف لاف　　در غریبی بس تواں گفتن گزاف
اُس نے کہا ہاں گپیں مار، گپیں گپیں　　پردیس میں بہت سی بکواس کی جا سکتی ہے

گفت نافم خود گواہی میدہد　　منتے بر عُود و عنبر می نہد
اُس نے کہا میرا نافہ خود گواہی دے رہا ہے　　جو عُود اور عنبر پر احسان جتاتا ہے

[1] یک خرش۔ ایک گدھے نے ہرن کے بچے سے کہا کہ تیرا مزاج تو شاہانہ اور امیرانہ ہے اور تو بالکل خاموش ہے۔ آں دگر۔ دوسرا گدھا بولا اسکی بات تو موتی ہے یہ اس کو سستا کب فروخت کر سکتا ہے۔ واں خرے۔ ایک گدھا بولا اگر اس قدر نازک مزاجی ہے تو شاہانہ تخت پر تکیہ لگا کو بیٹھ جا۔ واں خرے۔ ایک گدھے کو بدہضمی ہو گئی تھی اور اس کی گھاس بچ گئی تھی اس نے ہرن کے بچہ کو گھاس کھانے کی دعوت دی۔

[2] سر چنیں۔ اُس نے سر سے انکار کا اشارہ کیا۔ گفت۔ اس گدھے نے کہا کہ تو نخرے کر رہا ہے یا غرور کی وجہ سے پرہیز کر رہا ہے۔ طعمہ۔ خوراک۔ الیف۔ مانوس۔ مرغزار۔ جنگل۔ ظلال۔ ظِل کی جمع، سایہ۔ گر قضا۔ اگرچہ میں تقدیرِ خداوندی سے اس عذاب میں پھنس گیا ہوں لیکن وہ مزاج کہاں بدلتا ہے۔

[3] گر گدا۔ اگر میں اس وقت فقیر ہوں تو آبرو نہیں بیچ سکتا ہوں شریف انسان پرانے لباس میں بھی نیا رہتا ہے۔ سپرغم۔ ضیمران۔ نخوت۔ تکبر۔ گفت۔ پردیس میں چونکہ ناواقف لوگ ہوتے ہیں لہٰذا شیخی بگھارنے کا بہت موقع ہوتا ہے۔ گفت۔ ہرن بچہ نے کہا کہ میرا نافہ میری بڑائی پر گواہ ہے جو عُود و عنبر سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

لیک[۱] آں را کہ شنود؟ صاحب مشام — بر خرِ سرگیں پرست آں شُد حرام

لیکن اُس کو کون سونگھتا ہے؟ صاحبِ دماغ — گوبر کے پجاری، گدھے کے لئے وہ حرام ہے

خر گمیزِ خر ببوید در طریق — مُشک چوں عرضہ کنم با ایں فریق

گدھا، راستہ میں گدھے کا پیشاب سونگھتا ہے — اِس جماعت پر میں مُشک کیسے پیش کروں؟

بہرِ ایں گفت آں نبیِ مستجیب — رمزِ اَلْاِسْلَامُ فِی الدُّنْیَا غَرِیب

اسی لئے اُس (حق کو) قبول کرنیوالے نبی نے فرمایا ہے — اشارہ اسلام دنیا میں بے کسی ہے۔

زانکہ[۲] خویشانش ہم از وے میرمند — گرچہ با ذاتش ملائک ہمدم اند

کیونکہ اُس کے اپنے بھی اُس سے بھاگتے ہیں — اگرچہ ملائک اُس کی ذات کے ساتھی ہیں

صورتش را جنس می بیند انام — لیک از وے می نیابند آں مشام

لوگ اُس کی صورت کو (اپنا) ہم جنس سمجھتے ہیں — لیکن اُس سے وہ خوشبو حاصل نہیں کرتے ہیں

ہمچو شیرے درمیانِ نقشِ گاو — دور می بینش و لے اُو را مکاو

شیر جیسا ہے بیل صورت لوگوں میں — اُس کو دور سے دیکھ لے اُس کی کھود کرید نہ کر

ور[۳] بکاوی ترکِ گاوِ تن بگو — کہ بدرد گاو را آں شیر خُو

اگر تو کرید تا ہے تو جسم کے بیل سے ہاتھ دھولے — کیونکہ وہ شیر طبیعت بیل کو پھاڑ ڈالے گا

طبعِ گاوی از سرت بیروں کند — خُوئے حیوانی ز حیواں بر کند

وہ تیرے سر میں سے بیل پن نکالدے گا — حیوان سے، حیوانی خصلت دُور کر دے گا

گاو باشی شیر گردی نزدِ اُو — گر تو با گاوے خوشی شیری مجو

تو بیل تھا اُس کی صحبت میں شیر بنجائے گا — اگر تو بیل بن پر خوش ہے تو شیر پن نہ چاہ

تفسیر اِنِّیْ اَرٰی سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ یَّاْکُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ آں

"بیشک میں سات موٹی گائیں دیکھتا ہوں جن کو سات لاغر کھا رہی ہیں" کی تفسیر اِن لاغر

گاوانِ لاغر را خدا بصفتِ شیرانِ گرسنہ آفریدہ بُود تا آں ہفت

گایوں کو خدا نے بھوکے شیروں کی صفت پر پیدا فرمایا تھا یہانتک کہ انھوں نے

گاوِ فربہ را باشتہا می خوردند اگرچہ آں خیالاتِ صورِ گاواں

سات موٹی گایوں کو بھوک سے کھا لیا اگرچہ خواب کے آئینہ میں وہ خیالات

در آئینۂ خواب بنمودند تو بمعنے اشیر بنگر

گایوں کی صورت میں نمودار ہوئے تو حقیقتاً شیر سمجھ

---

[۱] لیک۔ لیکن اِس ناز کی خوشبو کون سونگھتا ہے؟ وہی سونگھتا ہے جو صاحبِ دماغ ہو، گوبر سونگھنے والا گدھا اُسکو نہیں سونگھ سکتا ہے۔ خر۔ گدھا گدھے کا پیشاب سونگھتا ہے، گدھوں کو مُشک کیسے سونگھایا جاسکتا ہے۔ بہرِ ایں۔ چونکہ صحیح خوشبو صاحبِ دماغ ہی سونگھ سکتا ہے اِسی لیے آنحضور نے فرمایا ہے کہ اسلام نااہلوں کے لئے اجنبی ہے۔

[۲] زانکہ۔ مسلمان سے اسکے رشتہ دار بھی بھاگتے ہیں اگرچہ ملائکہ اُس سے مانوس ہیں۔ ... صورتش۔ عام خواص کو اپنا جیسا ہی سمجھتے ہیں لیکن اُس کی خوشبو سے ناواقف ہیں۔ ہمچو شیرے۔ مردِ خدا عوام میں ایسا ہی ہے جیسا کہ بیلوں میں شیر ہے اُسکو دور سے دیکھ لے زیادہ چھیڑ چھاڑ نہ کر۔

[۳] ور بکاوی۔ اگر تو اُسکے احوال کی زیادہ جستجو کرتا ہے تو اپنے جسم سے ہاتھ دھولے۔ طبعِ گاوی۔ وہ تیرا بیل پن اور حیوانی خصلت کو مٹا دے گا۔ گاو۔ تو پہلے بیل تھا اب شیر بن جائے گا اگر تجھے اپنا بیل پن پسند ہے تو اُس شیر کی جستجو نہ کر۔ سَبْعَ بَقَرَاتٍ۔ یہ اُس خواب کا قصہ ہے جس کی حضرت یوسفؑ نے تعبیر دی تھی اور فرمایا تھا کہ سات موٹی گایوں سے سات سال اچھی پیداوار کے اور سات دُبلی گایوں سے سات سال قحط کے مُراد ہیں۔ مولانا نے اپنے سابق بیان کے

مطابق فرمایا ہے کہ لاغر گایوں سے وہ انسان مراد ہیں جو شیر صفت ہو گئے ہیں۔

آں عزیزِ[1] مصر میدید بخواب — چونکہ چشمِ غیب را شد فتحِ باب
اُس شاہِ مصر نے خواب میں دیکھا — چونکہ غیب کی نظر کا دروازہ کھُل گیا

ہفت گاوِ فربۂ بس پروریے — خوردشاں آں ہفت گاوِ لاغرے
سات موٹی بہت پروردہ گائیں — اُن کو سات کمزور گایوں نے کھا لیا

در دروں شیراں بُدند آں لاغراں — ورنہ گاواں را نبودندے خوراں
وہ کمزور حقیقتاً شیر تھیں — ورنہ گایوں کو کھانے والی نہ ہوتیں

بس بشر آمد بصورت مردِ کار — لیک روے شیرِ پنہاں مرد خوار
بہت سے بشر ہیں جو کام کرنیوالے انسان کی صورت میں ہیں — لیکن انھیں انسان کو فنا کرنے والا شیر پوشیدہ ہے

مرد را خوش وا خورد فردش کند — صاف گردد دُردش ار دردش کند
انسان کو کھا جاتا ہے، اس کو یکتا بنا دیتا ہے — اُسکی تلچھٹ مصفّیٰ ہو جاتی ہے خواہ اسکو تکلیف پہنچائے

زاں[2] یکے درد اُو ز جملہ درد ہا — وارہد پا بر نہد اُو بر سما
اُس ایک درد سے وہ تمام دردوں سے — نجات پا جاتا ہے، وہ آسمان پر قدم رکھ دیتا ہے

شاہ گردد وا گذارد بندگی — یابد اُو در مُردگی دل زندگی
بادشاہ بن جاتا ہے، غلامی چھوڑ دیتا ہے۔ — وہ فنا میں، دل کی زندگی حاصل کر لیتا ہے

گاوِ تن قربانیِ شیرِ خداست — گر تُرا با اُو سرِ صدق و صفاست
جسم کی گائے شیرِ خدا کی قربانی ہے — اگر تجھے اُس سے صدق و خلوص ہے

ور[3] کشی مہماں ہُماں کونِ خری — گاوِ تن را خواجہ تا کے پروری
اگر تو مہمان کشی کرے تو تو گدھے کی مقعد ہے — اے خواجہ! تو جسم کی گائے کی کبتک پرورش کریگا

گاوِ تن مُردار گردد عاقبت — پس پشیمانی بری اے بدنیت
انجام کار جسم کی گائے مُردار ہو جائیگی — اے بدنیت! تو پھر شرمندہ ہو گا

دربیان آنکہ کُشتن خلیل علیہ السلام خروس را اشارت
اِس کا بیان کہ (حضرت ابراہیم) خلیل اللہ کا مُرغے کو مارنا

بقمع وقہر کدام صفت بود از صفاتِ مذمومات مہلکات
مرید کے باطن کی مہلک اور بُری صفات میں سے کونسی صفت کو زائل کرنے

در باطن مرید
اور مغلوب کرنے کا اشارہ تھا

[1] عزیز۔ مصر کے بادشاہ کا لقب ہے۔ ہفت گاو۔ اُس نے خواب دیکھا کہ سات دُبلی گائیں سات موٹی گایوں کو کھا گئیں۔ آں لاغراں۔ وہ سات دُبلی گائیں در اصل سات شیر تھے۔ بس بشر۔ بہت سے اولیاء اللہ ایسے ہی دُبلے نظر آتے ہیں لیکن وہ مرید کی حیوانی صفات کو کو پھاڑ ڈالتے ہیں۔ صاف گردد۔ وہ حیوانی صفات اُس میں دُور ہو جاتی ہیں خواہ اُن کے ازالے سے اُس کو تکلیف پہنچے۔

[2] زاں یکے درد۔ وہ ایک درد ہے لیکن بہت سے دردوں سے نجات دلا دیتا ہے اور سِفلی انسان کو ملکی بنا دیتا ہے۔ شاہ گردد۔ اب یہ معمولی انسان اُس شیخ کے تصرف سے شاہ بن جاتا ہے اور بدن کی مُردگی سے دل کی زندگی حاصل کر لیتا ہے۔ گاوِ تن۔ اگر تجھے شیخ سے عقیدت ہے تو مجاہدے کرکے جسم کی قربانی اُس کی خدمت میں پیش کر دے۔

[3] ور کشی۔ اگر تو جسم کی قربانی پیش نہیں کرتا ہے تو گویا تو شیخ کی مہمانی ادا نہیں کرتا ہے۔ گاوِ تن۔ لامحالہ جسم فنا ہو گا تو پھر تو شرمندہ ہو گا۔ دربیان۔ حضرت ابراہیمؑ کا مرغ کو ذبح کرنا اِس امر کی طرف اشارہ تھا کہ انسان کو شہوت پرست نہ ہونا چاہیئے۔

چند گوئی ہمچو زاغِ پُر فسوس[1] | اے خلیل از بہرِ چہ کشتی خروس
مکر بھرے کتے کی طرح کب تک بولے گا؟ | اے خلیل (علیہ السلام)، آپ نے مرغ کو کیوں مارا؟

حکمتِ کشتن چہ بود آخر بگو | تا مُسبح گردم آں را موبمو
آخر بتائیے مارنے کی کیا حکمت تھی؟ | تاکہ میں رونگٹے رونگٹے سے سبحان اللہ کہوں

گفت فرماں، حکمتِ فرماں بگو | تا مُہلل گردم آں را من بجاں
انھوں نے فرمایا (اللہ کا) حکم، حکم کی حکمت بتا دیجئے | تاکہ میں اس پر دل و جان سے لا الٰہ الا اللہ پڑھوں

شہوتی ہست او و بس شہوت پرست | زاں شرابِ زہرناکِ ژاژ مست
وہ شہوت والا اور شہوت پرست ہے | اس زہریلی بیہودہ شراب سے مست ہے

گر نہ بہرِ نسل بودے اے وصی | آدم از ننگش بکردے خود خصی
اے وصی! اگر وہ نسل کے لئے ضروری نہ ہوتی | حضرت آدمؑ اس کے عیب کی وجہ سے اپنے آپ کو خصی کر لیتے

گفت ابلیسِ لعیں دادار را | دام زفتے خواہم ایں اشکار را
ملعون شیطان نے اللہ (تعالیٰ) سے کہا | میں اس شکار کے لئے مضبوط جال چاہتا ہوں

زر و سیم[2] و گلۂ اسپش نمود | کہ بدیں تانی خلائق را ربود
سونا اور چاندی اور گھوڑوں کا گلہ دکھایا | کہ تو اس سے لوگوں کو اچک سکے گا

گفت شاباش و ترش آویخت لنج | شد ترنجیدہ و ترش ہمچوں ترنج
بولا، آفریں ہے اور ترش روئی سے ہونٹ لٹکائے | رنجیدہ اور لیموں کی طرح ترش رو ہو گیا

پس زر و گوہر ز معدنہا خوش | کرد آں پس ماندہ را حق پیش کش
تو سونا اور جواہر عمدہ کانوں سے | اللہ (تعالیٰ) نے اس مردود کے آگے کر دیئے

گیر ایں دامِ دگر را اے لعیں | گفت ازیں افزوں دہ اے نعم المعیں
اے ملعون! یہ دوسرا جال لے لے | بولا، اے عمدہ مددگار! اس سے بڑھ کر دے

چرب[3] و شیریں و شراباتِ ثمیں | دادش و بس جامۂ ابریشمیں
چکنے میٹھے (کھانے) اور قیمتی مشروبات | اور بہت سے ریشمین کپڑے اس کو دیئے

گفت یارب بیش ازیں خواہم مدد | تا ببندم شاں بحبلٍ من مسد
بولا، اے خدا! میں اس سے زیادہ مدد چاہتا ہوں | تاکہ میں ان کو مونج کی رسی میں باندھ لوں

تا کہ مستانت کہ نر و پُر دلند | مردوار آں بندہا را بگسلند
تاکہ تیرے وہ مست جو نر اور بہادر ہیں | ان بندشوں کو مردانہ وار توڑ دیں

[1] فسوس۔ مکر۔ مسبح۔ سبحان اللہ کہنے والا۔ گفت۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا میں نے خدائی حکم سے مرغ کو ذبح کیا۔ حکمت۔ سوال کرنے والے نے کہا کہ اس خداوندی حکم کی کیا حکمت تھی بتلائیں۔ مہلل۔ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والا۔ شہوتی۔ مرغ ایک شہوت پرست پرندہ ہے۔ گرنہ۔ چونکہ نسلِ انسانی کی بقا کے لئے شہوت ضروری ہے ورنہ حضرت آدمؑ اپنے آپ کو خصی بنا لیتے۔ دادار۔ منصف اللہ تعالیٰ۔ دام۔ انسان کو پھانسنے کے لئے مضبوط جال عنایت کر دے۔

[2] زر و سیم۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو چاندی سونا دکھایا کہ یہ جال موجود ہے اس سے انسان کو تو پھانس سکتا ہے۔ گفت۔ شیطان اس جال کو ناکافی سمجھ کر رنجیدہ ہو گیا۔ پس۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو عمدہ قسم کا سونا اور جواہر دکھائے کہ یہ جال کافی ہے۔ ازیں افزوں۔ شیطان نے کہا میں اس سے بڑھیا جال چاہتا ہوں۔

[3] چرب۔ حضرت حق تعالیٰ نے اس کو عمدہ غذائیں اور فاخرہ لباس دیئے کہ ان سے انسانوں کو پھانس لے۔ گفت یارب۔ اس شیطان نے پھر یہی کہا کہ اس سے زیادہ مضبوط جال چاہتا ہوں تاکہ ہر کس و ناکس اس کو نہ توڑ سکے اور مردانِ خدا غیروں سے ممتاز ہو جائیں۔

تا بدیں دام و رسنہائے ہوا
تاکہ نفسانیت کے اِس جال اور رسیوں کی وجہ سے

مردِ تو گردد ز نامرداں جُدا
تیرے مرد نامردوں سے جدا ہو جائیں

دامِ دیگر خواہم اے سلطانِ تخت
اے خاہ تقدیر! میں دوسرا جال چاہتا ہوں

دامِ[1] مَرد انداز حیلت ساز سخت
جو جال، انسان کو پچھاڑنے والا سخت حیلہ ساز ہو

خمر و چنگ آورد در پیش و نہاد
(اللہ تعالیٰ) شراب اور ستار سامنے لایا اور رکھ دیا

نیم خندہ زد بداں شُد نیم شاد
وہ تھوڑا سا ہنسا اور اُن پر آدھا راضی ہو گیا

سوئے اضلالِ ازل پیغام کرد
اُس نے ازلی (صفت) اِضلال کو پیغام دیا

کہ برآر از قعرِ بحرِ فتنہ گرد
کہ فتنے کے سمندر کی گہرائی گر سے گرد نکال دے

نے یکے از بندگانت موسیٰؑ است
کیا تیرے بندوں میں موسیٰؑ نہیں ہیں!

پردہا در بحر اُو از گرد بست
انہوں نے سمندر میں گرد کے پردے باندھ دیئے

آب از ہر سُو عناں را واکشید
پانی نے ہر جانب سے اپنی باگ کھینچ لی

از تگِ دریا غبارے بر جہید
دریا کی گہرائی سے غبار اُٹھا

چونکہ[2] خوبیِ زناں با اُو نمود
جب عورتوں کا حُسن اس کو دکھایا

کہ قرار و صبرِ مرداں می ربود
جو مردوں کا صبر و قرار لے اُڑتا ہے

پس زد انگشتک برقص اندر فتاد
تو اُس نے چٹکی بجائی اور ناچنے لگا

کہ بدہ زوتر رسیدم بر مراد
کہ بہت جلد دیجیئے، میں مقصد کو پہنچ گیا

چوں بدید آں چشمہائے پر خمار
جب اُس نے وہ نشیلی آنکھیں دیکھیں

کہ کُند عقل و خرد را بیقرار
جو عقل اور سمجھ کو بے قرار بنا دیتی ہیں

واں صفائے عارضِ آں دلبراں
اُن معشوقوں کے رُخسار کی وہ صفائی

کہ بسوزد چوں سپند ایں دل براں
کہ جس پر یہ دل کالے دانے کی طرح جلتا ہے

روئے و خال و ابرو و لب چوں عقیق
چہرہ اور تل اور ابرو اور عقیق جیسے ہونٹ

گوئیا[3] خور تافت از پردہ رقیق
گویا باریک پردے سے سورج چمک رہا ہے

قد چوں سروِ خراماں در چمن
ایسا قد جیسا کہ چمن میں سروِ خراماں

خد ہمچوں یاسمین و نسترن
رخسارہ چنبیل اور گُلِ سیوتی جیسا

دید اُو آں غنج بر جست اُو سبک
اُس نے وہ ناز و ادا دیکھی تو فوراً اُچھلا

چوں تجلیِ حق از پردہ تُنک
جو باریک پردے میں سے اللہ (تعالیٰ) کی تجلی کی طرح تھی

---

[1] دامِ مرد انداز۔ شیطان نے کہا ایسا سخت جال دے جس میں بڑے سے بڑا بہادر پھنس جائے۔ خمر و چنگ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پھنسانے کیلئے شراب اور ستار شیطان کے سامنے رکھا تو اُس نے نیم راضی ہو کر مُسکرایا۔ سوئے اِضلال۔ اُس شیطان نے اللہ تعالیٰ کی صفت مُضِل کو پکارا کہ فتنے کے سمندر سے گرد اُڑا دے۔ نے یکے جبکہ موسیٰؑ اللہ تعالیٰ کی صفت ہادی کے مظہرِ اتم تھے اور اُنھوں نے کمال دکھایا کہ دریائے نیل میں گرد کے پردے آویزاں کر دیئے تو مجھے بھی صفتِ مُضِل کا مظہرِ اتم ہونا چاہیئے۔

[2] چونکہ۔ اب اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حُسن کا فتنہ شیطان کو دکھایا تو وہ چٹکیاں بجانے لگا اور خوشی سے ناچنے لگا کہ اب میرا منشا پورا ہو گیا ہے۔ چوں بدید۔ اِس شعر سے چوتھے شعر تک شرط ہے پانچویں شعر میں بر جست اُس کی جزا ہے یعنی اِن عورتوں کی اِن چیزوں کو دیکھ کر وہ خوشی سے اُچھل پڑا۔ چشمہائے۔ جیسی عورتوں کی مست آنکھیں۔ خرد۔ عقل۔ عارض۔ رخسار۔ سپند۔ کالا دانہ جو نظرِ بد کے دفع کرنے کیلئے آگ پر ڈالا جاتا ہے اور وہ چٹختا ہے۔ عقیق۔ عقیق سرخ ہوتا ہے جس سے ہونٹوں کو تشبیہ دی جاتی ہے۔

[3] گوئیا۔ چہرے کا منظر ایسا تھا جیسا کہ باریک پردے سے سورج نظر آئے۔ سروِ خراماں۔ سرو کی

عالَمے شُد والِہ و حیران و دَنگ ¹ | زاں کرشمہ وزاں دلالِ نیک شنگ
ایک جہان سرگشتہ اور حیران اور دنگ ہو گیا | اُس کرشمہ اور اُس شوخ اچھے ناز سے

تفسیر لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ

بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر ہم نے اُس کو کمتروں سے کمتر کی طرف لوٹا دیا اور جس کو ہم (زیادہ) عمر دیتے ہیں اُس کو بناوٹ میں اوندھا کر دیتے ہیں کیا وہ نہیں سمجھتے کی تعبیر

آدم و جن و مَلَک ساجد شدہ | ہمچو آدم باز معزول آمدہ
(حسینوں کے سامنے) آدمی اور جن اور فرشتے سجدہ کرنے والے بنے | پھر وہ (حسین) آدمؑ کی طرح معزول ہو گیا

گفت آوَخ بعدِ ہستی نیستی | گفت جُرمت اینکہ افزوں زیستی
اُس (حسین) نے کہا آہ وجود کے بعد فنا | اُس نے کہا، تیرا قصور یہ ہے کہ تو زیادہ زندہ رہا

جبرئیلش می کشاند مُو کشاں | کہ بُرو زیں خلد و ز جوقِ خوشاں
جبرئیلؑ اُس (حسین) کو بال پکڑ کر کھینچ رہے ہیں | کہ اِس جنت اور حسینوں کے جھرمٹ سے نکل جا

گفت بعد از عِزّ ² ایں اِذلال چیست | گفت آں دادست و اینت داوری ست
اُس نے کہا عزت کے بعد یہ ذلیل کرنا کیوں ہے؟ | (جبرئیلؑ نے) کہا وہ عطا تھی اور یہ تیرے لئے انصاف ہے

جبرئیلا سجدہ میکردی بجاں | چوں کنوں میرانیم تو از جناں
اے جبرئیلؑ! تو (دل و) جان سے سجدہ کرتا تھا | تو اب مجھے جنت سے کیوں نکالتا ہے

حُلّہ ³ می پَرّد ز من در امتحاں | ہمچو برگ از نخل در فصلِ خزاں
(اِس) آزمائش میں میری پوشاک ختم ہوتی جا رہی ہے | جیسا کہ خزاں کے موسم میں کھجور سے پتے

آں رُخے کہ تابِ اُو بُد ماہ وار | شُد بہ پیری ہمچو پُشتِ سوسمار
وہ رُخ کہ جو چمک میں چاند جیسا تھا | بڑھاپے میں وہ گوہ کی پُشت کی طرح ہو گیا

واں سر و آں فرقِ گشّ شعشع شُدہ | وقتِ پیری ناخوش و اصلع شدہ
وہ سر اور وہ حسین مانگ، چمکتی ہوئی | بڑھاپے کے وقت بدصورت اور گنجی ہو گئی

واں قدِ رقصانِ و نازانِ چوں سناں | گشت در پیری دوتا ہمچو کماں
وہ نیزے جیسا رقص اور ناز کرتا ہوا قد | بڑھاپے میں کمان کی طرح دُہرا ہو گیا

برف گشتہ مُوے ہمچوں پَرِّ زاغ | وز تشنّج رُوی گشتہ داغ داغ
کوّے کے پروں کی طرح کے بال برف بن گئے | اور جھریوں سے چہرہ داغ داغ ہو گیا

---

¹ عالمے۔ اب حسینوں کی تمام چیزوں نے دنیا کو دیوانہ بنا رکھا ہے۔ دلال۔ ناز و انداز۔ شنگ۔ شوخ۔ آدم۔ حسینوں کے زوال پذیر حُسن کی یہ کیفیت ہے کہ اُن کے شباب کے وقت تمام مخلوق اُنکو سجدہ کرتی ہے اور حُسن ڈھل جانے کے بعد اُس کی حالت حضرت آدمؑ کی سی ہوتی ہے جو جنت سے محروم کر دیئے گئے تھے۔ گفت۔ وہ حسین آہیں بھرتا ہے کہ ہائے کمال کے بعد زوال۔ جرمت۔ اُس کو جواب ملتا ہے کہ زیادہ جینے کی سزا ہے۔ جبرئیلش۔ جس طرح حضرت آدمؑ جنت سے نکلے تھے اسی طرح اِس حسین کو جبرئیلؑ حسینوں کے زمرے اور حُسن کی دولت سے باہر نکال دیتے ہیں۔

² بعد از عز۔ وہ حسین جبرئیلؑ سے کہتا ہے کہ اِس عزت کے بعد یہ ذلت کیوں ہوئی۔ آں داد ست۔ جبرئیلؑ جواب دیتے ہیں وہ حُسن محض عطا تھی اب یہ ذلت انصاف کا تقاضا ہے۔ جبرئیلا۔ وہ حسین کہتا ہے کہ اے جبرئیلؑ پہلے تو مجھے سجدے کرتا تھا اب تو حُسن کی جنت سے مجھے کیوں نکالتا ہے۔

³ حُلّہ۔ میں حُسن کے لباس سے ایسا ہی محروم ہوا جا رہا ہوں جیسا کہ درخت خزاں میں پتوں سے۔ نخل۔ عام درخت مراد ہے۔ سوسمار۔ گوہ جس کی کھال کھردری ہوتی ہے فرق۔ سر کی مانگ۔ گش۔ خوش۔ شعشع شدہ چمکیلی۔ اصلع۔ گنجا۔ سناں۔ بھالا۔ معشوق کے قد کو بھالے کی لکڑی سے تشبیہ

دوتا۔ جھکا ہوا۔ تشنج۔ [illegible]

رنگِ لالہ[1] گشتہ رنگِ زعفراں
لالہ کا رنگ زعفران بن گیا
زورِ شیرش گشتہ چوں زہرہ ناں
اس کی شیر جیسی طاقت عورتوں کے پتے کی طرح ہو گئی

چشم چوں نرگس شدہ پژمردہ
نرگس جیسی آنکھ مرجھا گئی
گرمیِ اعضاش شدہ افسردہ
اعضا کی گرمی ٹھٹھر گئی

آنکہ مردے در بغل کردے بفن
جو فن کے ذریعہ بہادر کو بغل میں دبا لیتا تھا
می بگیرندش بغل وقتِ شدن
چلنے کے وقت لوگ اس کی بغلیں تھامتے ہیں

ایں خود آثارِ غم و پژمردگیست
یہ خود غم اور پژمردگی کے آثار ہیں
ہر یکے زینہا رسولِ مردگیست
ان میں سے ہر ایک موت کا پیغامبر ہے

تفسیر إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ

"مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے" کی تفسیر

لیک[2] اگر باشد قرینش نورِ حق
لیکن اگر اللہ (تعالیٰ) کا نور اس کا ساتھی ہو
نیست از پیری ورا نقصان و دق
بڑھاپے سے اس کو کوئی نقصان اور پریشانی نہیں ہے

سستیِ او ہست چوں سستیِ مست
اس کی سستی مست کی سی سستی ہے
کاندراں سستیش رشکِ رستم ست
کیونکہ اس کی سستی پر رستم کو رشک ہے

گر بمیرد استخوانش غرقِ ذوق
اگر وہ مر جائے تو اس کی ہڈیاں ذوق میں غرق ہیں
ذرہ ذرہ اش در شعاعِ نورِ شوق
اس کا ذرہ ذرہ شوق کے نور کی شعاعوں میں ہے

وانکہ[3] نورش نیست باغِ بے ثمر
جس کو نور حاصل نہیں ہے وہ بے پھل کا باغ ہے
کہ خزانش می کند زیر و زبر
اس کو موسمِ خزاں تہ و بالا کر دیتا ہے

گل نماند خارہا ماند سیاہ
پھول ختم ہو جاتے ہیں کانٹے کالے پڑ جاتے ہیں
زرد و بے مغز آمدہ چوں تلِ کاہ
پیلا اور بغیر پھل کے ہو جاتا ہے جس طرح گھاس کا ڈھیر

تا چہ زلت کرد ایں باغ اے خدا
اے اللہ! اس باغ سے کیا غلطی ہوئی
کہ ازو ایں حُلّہا گردد جدا
کہ اس کا یہ لباس جدا ہو گیا؟

خویشتن را دید و دیدِ خویشتن
اس نے اپنے آپ کو دیکھا، اور خود بینی
زہرِ قتّال است ہیں اے ممتحن
اے مصیبت کے مارے! قاتل زہر ہے

شاہدے کز عشقِ او عالم گریست
وہ معشوق جس کے عشق میں دنیا روتی تھی
عالمش می راند از خود جرم چیست؟
اس کو دنیا اپنے پاس سے بھگاتی ہے، کیا خطا ہے؟

---

[1] لالہ۔ سرخ پھول ہے۔ زعفران۔ زعفران کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ زہرہ زناں۔ عورت نازک ہوتی ہے۔ گرمی۔ بڑھاپے میں حرارتِ غریزی گھٹ جاتی ہے۔ آنکہ۔ جو شخص بڑے بڑے پہلوانوں کو بغل میں دبا لیتا تھا اب اس کی یہ حالت ہے کہ لوگ اس کی بغل میں ہاتھ دے کر سہارا نہ دیں تو وہ چل بھی نہیں سکتا ہے۔ ایں۔ بڑھاپے کے آثار موت کا پیغام دیتے ہیں۔

[2] لیک۔ جس شخص کو نورِ حق حاصل ہو گیا ہو بڑھاپا اس کے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔ سستی۔ ایسے انسان کے اعضاء کی سستی مست کی سستی کی طرح ہے جو رستم جیسے پہلوان کے لئے بھی باعثِ رشک ہے۔ گر بمیرد۔ ایسا انسان مرتا ہے تو اس کی رگ رگ میں خدا سے ملنے کا شوق بھرا ہوا ہوتا ہے۔

[3] وانکہ۔ جو شخص اس نورِ خداوندی سے محروم ہے اس کی مثال بے پھل کے باغ کی سی ہے جس کو خزاں تہ و بالا کر دیتی ہے۔ گل۔ ایسے باغ کا خزاں میں یہ حال ہوتا ہے کہ پھولوں کی جگہ سیاہ کانٹے لے لیتے ہیں اور ٹیلے کی گھاس کی طرح بے جان ہو جاتا ہے۔ تاچہ۔ اس باغ کا کیا جرم ہے؟ خویشتن۔ اس باغ میں خود بینی تھی جو بہت بڑا جرم ہے۔ شاہدے۔ جس معشوق کے عشق میں عالم روتا تھا اب وہی عالم اس کو اپنے پاس سے بھگاتا ہے اس

جرمِ[1] آنکہ زیورِ عاریہ بست — کرد دعویٰ کایں حُلل مِلکِ من ست

غلطی یہ ہے کہ اُس نے مانگا ہوا زیور پہنا — دعویٰ یہ کیا کہ یہ میرا لباس ہے

وا ستانیم آنکہ تا داند یقیں — خرمنِ آں ماست خوباں خوشہ چیں

میں واپس لے لیتا ہوں، تاکہ یقین آجائے — کھلیان ہماری ملکیت ہے حسین اُسکے خوشہ چین ہیں

تا بداند کاں حُلَل عاریہ بُود — پرتوے بُود آں زخورشیدِ وجود

تاکہ وہ جان جائے کہ وہ لباس مانگا ہوا تھا — وہ وجود کے سورج کا عکس تھا

آں جمال و قدرت و فضل و ہُنر — زافتابِ حُسن کرد ایں سو سفر

اُس حُسن اور طاقت اور فضل و ہنر نے — اِس جانب حُسن کے سورج سے سفر کیا تھا

باز می گردند چوں اِستارہا — نورِ آں خورشید ازیں دیوارہا

ستاروں کی طرح واپس ہو جاتے ہیں — اُن دیواروں سے سورج کے نور

پرتوِ خورشید شُد تا جایگاہ — ماند ہر دیوار تاریک و سیاہ

سورج کا عکس (اپنی) جگہ چلا گیا — ہر دیوار، کالی اور سیاہ رہ گئی

آنکہ کرد اُو در رُخِ خوبانت دنگ — نورِ خورشیدست از شیشہ سہ رنگ

وہ حُسن، جس نے معشوقوں کے چہرے پر تجھے حیران کر دیا ہے — وہ سہ رنگے شیشہ سے سورج کا نور ہے

شیشہائے[2] رنگ رنگ آں نور را — می نماید ایں چنیں رنگیں بما

رنگ برنگ کے شیشے اُس نور کو — ہمیں ایسا رنگین دکھاتے ہیں

چوں نماند شیشہائے رنگ رنگ — نورِ بیرنگت کُند آں گاہ دنگ

جب رنگ برنگ کے شیشے نہ رہیں گے — اُس وقت وہ بے رنگ نور تجھے حیران کر دیگا

خُوی کُن بے شیشہ دیدن نور را — تا چو شیشہ بشکند نبُود عمیٰ

نور کو بغیر شیشہ کے دیکھنے کی عادت ڈال — تاکہ جب شیشہ ٹوٹ جائے تو اندھا پن نہ ہو

قانعی با دانشِ آموختہ — وز چراغِ غیر چشم افروختہ

تونے سیکھی ہوئی سمجھ پر اکتفا کر لیا ہے — اور دوسرے کے چراغ سے تونے آنکھیں روشن کی ہیں

اُو[3] چراغِ خویش بر بایدکہ تا — تو بدانی مُستعیری نے فتی

وہ اپنا چراغ لے جائے گا تاکہ — تو جان لے کہ تو مانگا ہوا لینے والا ہے نہ کہ جوانمرد

گر تو کردی شکر و سعیِ مجتہد — غم مخور کہ صد چناں بازت دہد

اگر تونے شکر کیا اور پوری کوشش — تو غم نہ کر وہ اُس جیسے سیکڑوں (حُسن) پھر دے دیگا

[1] جرم۔ اُس کا جرم یہ ہے کہ یہ اُس حسن کو اپنی ملکیت سمجھتا تھا۔ واستانیم۔ ہم اُس حسن کو اِس لئے واپس لے لیتے ہیں تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ حُسن دراصل ہماری ملکیت ہے اور دنیا کے حسین ہمارے خوشہ چین ہیں۔ تا بداند۔ تاکہ وہ حسین یہ سمجھ جائے کہ یہ حُسن کا لباس مانگا ہوا اور باری تعالیٰ کی ایک تجلی تھی۔ آں جمال۔ تمام خوبیاں اللہ کی ہیں کائنات اُس کا مظہر ہے۔ باز می گردند۔ یہ تمام خوبیاں کائنات میں عارضی ہیں یہ پھر اپنے مرکز کی طرف واپس ہو جاتی ہیں۔ آنکہ کرد۔ کائنات میں اُن کا ظہور ایسا ہی ہے جیسے سہ رنگے آئینہ میں سے سورج کی روشنی نظر آئے۔

[2] شیشہائے۔ جس طرح وہ نور ایک رنگ کا ہے اور مختلف شیشوں میں سے مختلف نظر آتا ہے اسی طرح اُس کی صفات ہیں۔ چوں نماند۔ جب وہ مظاہر باقی نہیں رہتے تو صرف یکرنگا نور باقی رہ جاتا ہے۔ خوئے کُن۔ انسان کو صفاتِ خداوندی کا بغیر مظاہر کے مشاہدہ کرنا چاہیئے تاکہ کائنات کی فنا ہو جانے کے بعد بھی وہ اُس نور کا مشاہدہ کر سکے۔ قانعی۔ تونے مظاہر کے ذریعہ اُس کی صفات کے مشاہدہ کی عادت ڈال رکھی ہے۔

[3] اُو چراغ۔ حضرت حق تعالیٰ یہ صفتِ حُسن کو واپس لے لیتے ہیں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ

ورنکردی شکر اکنوں خوں گری ¹ | کہ شدست آں حسن از کافر بری

اگر تو نے شکر ادا نہ کیا تو اب خون (کے آنسو) رو دیگا | کیونکہ وہ حسن ایک ناشکرے سے جدا گیا ہے

اُمَّۃُ الْکُفْرَانِ اَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ | اُمَّۃُ الْاِیْمَانِ اَصْلَحَ بَالَھُمْ

(اللہ تعالےٰ نے) کافروں کے اعمال کو رائگاں کر دیا ہے | (اور) مومنوں کی جماعت کے اعمال کی اصلاح کر دی ہے

گم شد از بے شکر خوبی و ہنر | کہ دگر ہرگز نہ بیند زاں اثر

ناشکرے سے اچھائی اور ہنر اس طرح گم ہوا | کہ وہ دوبارہ کبھی اس کا نشان نہ دیکھے گا

خویشی و بے خویشی و شکر و داد | رفت زانساں کہ نیارد شاں بیاد

اپنایت اور غیریت اور شکر اور عطا | اس طرح سے گئیں کہ وہ اُن کو یاد (بھی) نہ کرے گا

کہ اَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ اے کافراں | جُستن کام ست از ہر کامراں

اے کافرو! اُن کے اعمال کو رائگاں کر دیا ہے | جستجو کرنا ہر (دنیادار) بامراد کا مقصد ہے

جز ز اہل شکر و اصحاب وفا ² | کہ مر ایشاں راست دولت در قفا

سوائے شکر گذاروں اور باوفا لوگوں کے | کیونکہ دولت اُن کے پیچھے ہے

دولتِ رفتہ کجا قوت دہد | دولت آیندہ خاصیت دہد

گذری ہوئی دولت کب طاقت دیتی ہے؟ | آنیوالی دولت خاصیت دکھاتی ہے

قرض دہ زیں دولت اندر اَقْرِضُوا | تا کہ صد دولت بہ بینی پیش رُو

تم قرض دو کے سلسلہ میں تو اس دولت سے قرض دے | تاکہ تو (اپنے) سامنے سینکڑوں دولتیں دیکھے

اندکے زیں شرب کم کن بہر خویش | تا کہ حوضِ کوثرے یابی بہ پیش

اپنے لئے اس پینے میں سے کچھ کم کر دے | تاکہ تو آئندہ حوضِ کوثر پائے

جرعہ بر خاک وفا آنکس کہ ریخت | کے تواند صیدِ دولت زو گریخت

جس شخص نے دنیا کی زمین پر ایک گھونٹ بہایا | دولت کا شکار اُس سے کہاں بھاگ سکتا ہے؟

خوش کند دلشاں کہ اَصْلَحَ بَالَھُمْ | رَدَّ مِنْ بَعْدِ التَّوٰی اَنْزَالَھُمْ

(اللہ تعالیٰ) اُنکا دل خوش کر دیگا کیونکہ اُنکے دل کی اصلاح کی ہے | اُنکی مہمانی کے کھانے کو ختم ہو جانیکے بعد لوٹا دیا ہے

اے اجل وے ترکِ غارت ساز دہ ³ | ہر چہ بُردی زیں شکوراں باز دہ

اے موت اے دیہات کو لوٹنے والے ترک! | اِن شکر گذاروں کا جو کچھ تو نے چھینا ہے واپس دیدے

وادہد ایشاں نہ بپذیرند ہاں | زانکہ مُنعم گشتہ اند از رختِ جاں

وہ اُنکو واپس دیگی وہ اُس کو ہرگز قبول نہ کرینگے | کیونکہ روح کے سامان سے وہ مالدار بنگئے ہیں

¹ ورنکردی۔ اگر حسن کے ازالہ پر تو کفر شروع کر دیگا تو پھر خون کے آنسو بہا تارہ مومن شکر گذار کرتا ہے کافر کو نہیں ملتا۔ اُمَّۃُ الْکُفْرَانِ۔ کافروں کے اعمال رائیگاں ہیں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دل کی اصلاح کر دی ہے۔ گم شد۔ ناشکرے سے ہنر اور خوبی اس طرح زائل ہوتی ہے کہ پھر اس کا نشان نہیں ملتا ہے۔ خویشی۔ کافروں سے اوصافِ حسنہ اس طرح ندارد ہوجاتے ہیں کہ اُس کو یاد بھی نہیں آتے ہیں۔

² جز ز اہل شکر۔ دولتِ گذشتہ اور دولتِ آئندہ صرف شکر گذاروں اور وفاداروں کا حصہ ہے۔ قرض دہ۔ قرآن پاک میں ہے اَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا۔ اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسن دو کے حکم پر عمل کر اللہ تجھے بڑا بدلہ دیگا۔ اندکے۔ انسان اپنی ضروریات کو کم کر کے دوسروں پر خرچ کرتا ہے تب آخرت میں اُس کو بدلہ ملتا ہے۔ جرعہ۔ جو شخص دوسروں پر خرچ کرے گا دولتِ آخرت اُس کے ہاتھ آئیگی۔ خوش کند۔ اللہ تعالیٰ بدلہ دیکر اُنکو خوش کر دیگا اور جو کچھ اُنھوں نے خرچ کیا ہے اُسکو بڑھا کر واپس کر دیگا۔

³ اے اجل۔ اللہ تعالیٰ موت کو حکم دیگا کہ اِن شکر گذاروں سے تو نے جو چھینا ہے اُنکو واپس کر دے۔ وادہد۔ موت اُنکو دنیاوی مال و زندگی دینا چاہیگی وہ اُس کو نہ لیں گے کیونکہ اب اُنکو اُخروی اعمال سے دلچسپی ہے۔

صوفییم[1] و خرقہا انداختیم — باز نستانیم چون در باختیم

ہم صوفی ہیں اور ہم نے چیتھڑے اتار دیئے ہیں — جبکہ ہم نے اُن کو ہار دیا ہے ہم دوبارہ نہیں لیں گے

ما عوض دیدیم وانگہ چون عوض — رفت از ما حاجت و حرص و غرض

ہم نے بدلہ پایا ہے اور پھر بدلہ بھی کیسا؟ — ہم سے ضرورت اور حرص اور غرض روانہ ہو گئی ہے

ز آبِ شورِ مہلکے بیرون شدیم — بر رحیق و چشمۂ کوثر زدیم

ہم مُہلک کھاری پانی سے باہر آ گئے ہیں — شراب اور حوضِ کوثر پر مقیم ہو گئے ہیں

آنچہ کردی اے جہان با دیگران — بیوفائی و فن و نازِ گران

اے دنیا! تو نے جو کچھ دوسروں کیساتھ برتی — بے وفائی اور چالاکی اور بھاری ناز

بر سرت ریزیم ما بہرِ خدا — کہ شہیدیم آمدہ اندر غزا

ہم خدا کے لئے، تیرے سر پر مارتے ہیں — کیونکہ ہم تو جہاد کے شہید ہیں

تا بدانی کہ خدائے پاک را — بندگان ہستند پر حملہ و مِرا

تاکہ تو جان لے، کہ خدائے پاک کے — حملہ اور جنگ سے پُر (بھی) بندے ہیں

سَبلتِ[2] تزویرِ دنیا بر کنند — خیمہ را بر باروی نصرت زنند

دنیا کی مکاری کی مونچھیں اکھاڑ دیتے ہیں — مدد (خداوندی) کے قلعہ پر جھنڈا گاڑ دیتے ہیں

این شہیدان باز نو غازی شدند — وین اسیران باز بر نصرت زدند

یہ شہید از سرِ نو غازی بن گئے ہیں — یہ قیدی پھر مدد پر آمادہ ہیں

قفلِ مشکلہا ز لطفش حل شدہ — نفسِ کافر ناگہان بسمل شدہ

اس کی مہربانی سے مشکلوں کا قفل کُھل گیا ہے — کافر کا نفس اچانک تڑپنے لگا

ناامیدی[3] رفتہ امید آمدہ — گشت مسجد ناگہان این بتکدہ

مایوسی ختم ہوئی، اُمید پیدا ہو گئی — یہ بُت خانہ، اچانک مسجد بن گیا

سر بر آوردند باز از نیستی — کہ ببین ما را کر اکمہ نیستی

وہ عدم سے پھر موجود ہو گئے — ہمیں دیکھ لے تو اندھا (تو) نہیں ہے

تا بدانی در عدم خورشیدہاست — وانچہ اینجا آفتاب آنجا سُہاست

تاکہ تو سمجھ لے کہ عدم میں بہت سے سورج ہیں — جو یہاں سورج ہے وہاں (کا) ستارہ ہے

---

[1] صوفییم۔ وہ کہدیں گے ہم صوفی ہیں، ہم گدڑی نشا چکے ہیں اب اس کو واپس نہیں لیں گے۔ ما عوض۔ اب اللہ تعالٰے نے ہمیں وہ بدلہ عنایت کر دیا ہے جس کے بعد ہمیں دنیا کی حرص و حاجت نہیں رہی ہے۔ ز آبِ شور۔ دنیاوی چیزیں بمنزلہ شور پانی کے ہیں اور آخرت کی نعمتیں چشمۂ کوثر ہیں۔ آنچہ کردی۔ یہ انسان دنیا کو کہہ دیتا ہے کہ ہم شہیدانِ راہِ خدا میں سے ہیں تیری جگہ مناہیوں کو تیرے مُنہ پر مارتے ہیں۔ تابدانی۔ تاکہ یہ دنیا یہ سمجھ لے کہ خدا کے وہ بندے بھی ہیں جو دنیا کو پرِکاہ سمجھتے ہیں۔

[2] سبلت۔ یہ مردانِ خدا دنیا کی مونچھیں اکھاڑ پھینکتے ہیں اور اللہ کی مدد کے قلعہ پر جھنڈا لہرا دیتے ہیں۔ ایں شہیداں۔ جو لوگ فنا کے بعد بقا کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں وہ از سرِ نو زندہ ہو جاتے ہیں۔ قفلِ مشکلہا۔ اُن کی جملہ مشکلات بفضلِ خداوندی سے کُھل جاتی ہیں اور ان کا کافر نفس بسمل ہو جاتا ہے۔

[3] ناامیدی۔ فنا سے جو ناامیدی پیدا ہوئی تھی وہ سب امید سے بدل گئی اُن کے لئے یہ دنیا پاک جگہ ہو گئی۔ سر بر آوردند۔ فنا کے بعد پھر اُن کو ابدی زندگی نصیب ہوگی۔ آکمہ۔ مادر زاد اندھا۔ تابدانی۔ عالمِ غیب میں ایسے سورج ہیں کہ دنیا کا سورج اُن کے مقابلہ میں سُہا ستارہ ہے۔

در عدم[۵۱] ہستی برادر چوں بُوَد — ضد اندر ضد چوں مکنوں بُوَد

اے بھائی! عدم میں وجود کس طرح ہوتا ہے؟ — ضد، ضد میں کیسے پوشیدہ ہوتی ہے؟

یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ بداں — کہ عدم آمد اُمیدِ عابداں

سمجھ لے وہ مُردے سے زندہ پیدا کرتا ہے — عدم میں عبادت گذاروں کی امید ہے

مَردِ کارندہ کہ انبارش تہی ست — شاد و خوش نے بر اُمیدِ نیستی ست؟

وہ کاشتکار جس کا کھلیان خالی ہے — کیا وہ عدم کی اُمید پر خوش و خرم نہیں ہے؟

کہ بروید آں ز سُوئے نیستی — فہم کُن گر واقفِ معنیستی

کہ وہ عدم میں سے اُگ آئے گی — سمجھ لے، اگر تو حقیقت کا جاننے والا ہے

دمبدم[۵۲] از نیستی تو منتظر — کہ بیابی فہم و ذوق آرام و بر

تو ہر وقت عدم کا منتظر رہ — تاکہ تو آرام اور نیکی کا ذوق اور فہم حاصل کرلے

نیست دستوری کُشاد ایں راز را — ور نہ بغداد ے کُنم انجاز را

اِس راز کو کھولنے کی اجازت نہیں — ورنہ میں انجاز کو بغداد بنا دیتا

پس خزانہ صنعِ حق باشد عدم — کہ برآرد زو عطاہا دمبدم

اللہ تعالیٰ کی کاریگری کا خزانہ عدم ہے — کیونکہ وہ اُس سے پے در پے عطا برآمد کرتا ہے

مُبدِع[۵۳] آمد حق و مُبدِع آں بُوَد — کہ برآرد فرع بے اصل و سَند

اللہ (تعالیٰ) ایجاد کرنیوالا ہے اور ایجاد کرنیوالا وہ ہوتا ہے — جو بغیر جڑ اور اصل کے شاخ پیدا کردے

مثالِ عالمِ ہست نیست نما و عالمِ نیست ہست نمائے

موجود عالم جو بظاہر معدوم ہے اور معدوم عالم جو بظاہر موجود ہے کی مثال

نیست را بنمود ہست آں محتشم — ہست را بنمود بر شکلِ عدم

اُس عزت و جلال والے نے معدوم کو موجود دکھایا ہے — موجود کو معدوم کی شکل میں پیدا کیا ہے

بحر را پوشید و کف کرد آشکار — باد را پوشید و بنمود ت غبار

سمندر کو پوشیدہ کر دیا ہے، جھاگ کو رُونما کر دیا ہے — ہوا کو چھپا دیا ہے، غبار کو ظاہر کر دیا ہے

---

۵۱ در عدم۔ نیستی میں ہستی مُضمر کیسے ہو سکتی ہے؟ بضد۔ نیستی اور ہستی دو متضاد چیزیں ہیں ایک دوسرے میں چھپی ہوئی کیسے ہو سکتی ہیں؟ مکنون۔ پوشیدہ۔ یخرج۔ سوال کا جواب ہے یہ ایسے ہی ممکن ہے جیسا کہ نطفہ سے زندہ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ عدم۔ تمام عابدوں کی امیدیں غیب اور عدم سے وابستہ ہیں۔ مرد کارندہ۔ کسان جس نے بیج خرچ کر کے اپنی کوٹھی خالی کرلی وہ اُسی پیداوار پر خوش ہے جو... فی الحال معدوم ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ وہ عدم سے وجود میں آجائے گی۔

۵۲ دمبدم۔ لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ جو کچھ اُس کے لئے پردۂ غیب میں ہے وہ اُس کا منتظر رہے تاکہ وہ سمجھ لے کہ نیکی سے لامحالہ آرام میسر آئے گا۔ نیست۔ پردۂ غیب کی چیزوں کو ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ورنہ میں موجود پرستوں کو غیب یعنی آخرت پرست بنا دیتا۔ بغداد۔ یعنی پردۂ غیب کی نعمتوں کو ماننے والوں کا شہر۔ انجاز۔ ترکستان کا ایک شہر تھا جس کا بادشاہ اور لوگ آتش پرست تھے۔ پس خزانہ۔ حضرت حق تعالیٰ کی کارگاہ عدم ہے جس سے وہ عطایا عنایت کرتا رہتا ہے۔

۵۳ مُبتدع۔ مبدع ایجاد کرنے والا یعنی معدوم کو موجود بنانیوالا مثال۔ دنیا درحقیقت غیر موجود ہے اور موجود نظر آتی ہے اور آخرت حقیقتاً موجود ہے لیکن معدوم نظر آتی ہے مولانا نے اس بات کو چند مثالوں سے سمجھایا ہے۔ محتشم۔ معزز۔ نیست یعنی عالم شہود۔ ہست یعنی عالمِ غیب۔ بحر۔ اِس شعر میں دو مثالیں ہیں سمندر اور ہوا جو حقیقتاً موجود ہیں اُن کو جھاگ اور غبار سے پوشیدہ کر دیا جو غیر ذاتی چیزیں ہیں تو جو معدوم ہے وہ نظر آ رہا ہے اور جو موجود ہے وہ مخفی ہے۔

چوں[1] منارہ خاک پیچاں در ہوا | خاک از خود چوں بر آید بر عُلا

ہوا میں چکراتی ہوئی خاک، منارہ کی طرح ہو | خاک بلندی پر خود کیسے چڑھ جاتی ہے؟

خاک را بینی ببالا اے علیل | باد را نہ جز بتعریف و دلیل

اے بیمار! تو خاک کو اوپر دیکھتا ہے | ہوا کو بتانے اور دلیل کے سوا نہیں دیکھتا ہے

کف ہمی بینی روانہ ہر طرف | کف بے دریا ندارد منصرف

تو جھاگ کو ہر طرف جاری دیکھتا ہے | بغیر دریا کے جھاگ نہیں چل سکتا ہے

کف بحس بینی و دریا از دلیل | فکر پنہاں آشکارا قال و قیل

تو جھاگ کو حواس سے دیکھ لیتا ہے اور دریا کو دلیل سے سمجھتا ہے | خیال پوشیدہ ہے اور گفتگو واضح ہے

نفی[2] را اثبات می پنداشتیم | دیدۂ معدوم بینی داشتیم

ہم نے معدوم کو موجود سمجھ لیا | ہم معدوم کو دیکھنے والی آنکھ رکھتے ہیں

دیدہ کاندر وے نعاسے شد پدید | کے تواند جز خیال و نیست دید؟

وہ آنکھ جس کو نیند آرہی ہو | وہ خیال اور معدوم کے سوا کیا دیکھ سکتی ہے؟

لاجرم سرگشتہ گشتیم از ضلال | چوں حقیقت شد نہاں پیدا خیال

لامحالہ ہم گمراہی سے حیران ہو گئے ہیں | چونکہ حقیقت غائب ہو گئی ہے اور خیال واضح ہے

ایں عدم را چوں نشاند اندر نظر | چوں نہاں کرد آں حقیقت از بصر

اس معدوم کو نظر میں کیسے جما دیا! | اس حقیقت کو نظر سے کیسے چھپا دیا!

آفریں[3] اے اوستادِ سحر باف | کہ نمودی معرضاں را درد صاف

اے جادو کرنے والے استاد! آفریں ہے | تو نے منہ موڑنے والوں کو تلچھٹ، نیز دکھائی

ساحراں مہتاب پیمایند زود | پیش بازرگاں و زر گیرند سود

جادوگر فوراً چاندنی ناپ دیتے ہیں | سوداگر کے سامنے اور سونا اور نفع حاصل کر لیتے ہیں

سیم بربایند زیں گوں پیچ پیچ | سیم از کف رفتہ و کرباس ہیچ

اس پیچ در پیچ معاملہ سے چاندی اڑا لیتے ہیں | چاندی ہاتھ سے گئی اور کپڑا کچھ نہیں

ایں جہاں جادوست ما آں تاجریم | کہ از و مہتاب پیمودہ خریم

یہ دنیا جادو ہے ہم وہ سوداگر ہیں | کہ اس کی ناپی ہوئی چاندنی خریدتے ہیں

[1] چوں منارہ۔ گرد کا بگولا اٹھتا ہے خاک نظر آتی ہے اور ہوا نظر نہیں آتی۔ باد ہوا نظر نہیں آتی اس کا وجود اس لئے سمجھ میں آجاتا ہے کہ خاک میں از خود اڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ کف۔ سطح آب پر جھاگ بہہ رہے ہیں جھاگ نظر آتے ہیں پانی کا وجود اس لئے سمجھ میں آجاتا ہے کہ جھاگ از خود نہیں بہہ سکتے۔ فکر پنہاں۔ انسان کے افکار پوشیدہ ہیں اور اس کی گفتگو جس کا وجود افکار کے وجود کا پرتو ہے وہ ظاہر ہے یہی حال شئونات اور وجود مطلق کا ہے اور وجود مطلق جو کہ حقیقت ہے وہ بظاہر غیر موجود ہے اور شئونات جو کہ حقیقتاً غیر موجود ہیں وہ موجود نظر آتی ہیں۔

[2] نفی را۔ ہم نے معدوم کو موجود اور موجود کو معدوم سمجھ رکھا ہے یہ ہماری آنکھ کا قصور ہے کہ وہ غیر موجود کو موجود دکھا رہی ہے۔ دیدہ۔ جس آنکھ میں نیند ہو وہ محض خیالی اور غیر واقعی چیزوں کو موجود دکھا دیتی ہے۔ پیدا خیال۔ یعنی غیر واقعی چیز نظر آرہی ہے یعنی عدم۔ عالم شہود جو کہ معدوم ہے وہ نظر آتا ہے۔ آں حقیقت۔ عالم غیب نگاہوں سے پوشیدہ ہو گیا ہے۔

[3] آفریں۔ یہ حضرت حق تعالیٰ کی سحر آفرینی ہے کہ منکر غیر حقیقی چیز کو حقیقی سمجھے لگتے ہیں۔ دُرد۔ تلچھٹ۔ ساحراں۔ دنیا میں بھی ایسے جادوگر ہیں جو چاند کی چاندنی کو کپڑا بنا کر فروخت کر دیتے ہیں۔ کرباس۔ سوتی کپڑا۔ ایں جہاں۔ دنیا کے بارے میں ہماری بھی یہی حالت ہے کہ ہم چاندنی کو کپڑا سمجھ رہے ہیں۔

گز کند کرباس پانصد گز شتاب — ساحرانہ اُو ز نورِ ماہتاب
وہ جلدی سے پانچسو گز کپڑا ناپ دے — جادوگری کے ذریعہ چاند کی چاندنی سے

چون[1] سِتد اُو سیم عمرت اے رہی — سیم شُد کرباس نے، کیسہ تہی
اے غلام! جب اُس نے تیری عمر کی چاندی لے لی — چاندی گئی، کپڑا ندارد، تھیلی خالی ہو گئی

قُل اَعُوذت خواند باید کائے احد — ہیں ز نفّاثات افغاں وز عُقَد
تجھے قُل اَعُوذُ پڑھنی چاہیئے کہ اے خدا! — جادوگرنیوں اور گرہوں سے فریاد ہے

مید مند اندر گرہ آں ساحرات — اَلغِیاث اے مُستغاث از بُردِ مات
وہ جادوگرنیاں گرہ میں پھونک مارتی ہیں — اے فریادرس! اِس شطرنجی چال سے فریاد ہے

لیک بر خواں از زبانِ فعل نیز — کہ زبانِ قول سُست ست اے عزیز
لیکن عمل کی زبان سے بھی پڑھ — اے پیارے! کیونکہ قول کی زبان کمزور ہے

در[2] زمانہ مر ترا ہمرہ سہ اند — آں یکے وافی وآں دو غدر مند
دنیا میں تیرے تین ساتھی ہیں — ایک وفادار اور دو حیلہ جو ہیں

آں یکے یاران و دیگر رخت و مال — واں سوم وافی ست آں حُسن الفعال
ایک دوست ہیں اور دوسرا مال واسباب ہیں — تیسرا وفادار نیک عمل ہے

مال ناید با تو بیروں از قصور — یار آید لیک تا بالینِ گور
مال تو محلوں سے باہر (ہی) نہ نکلے گا — دوست آئے گا لیکن قبر کے سرہانے تک

چون[3] ترا روزِ اجل آید بہ پیش — یار گوید از زبانِ حالِ خویش
جب تجھے موت کا دن درپیش ہوگا — دوست اپنی زبانِ حال سے کہے گا

تا بدیں جا بیش ہمرہ نیستم — بر سرِ گورت زمانے بیستم
اِس جگہ سے آگے کا ساتھی نہیں ہوں — تھوڑی دیر تیری قبر پر ٹھہرتا ہوں

فعلِ تو وافی ست زاں کن مُلتحَد — کاندر آید با تو در قعرِ لحَد
تیرا عمل وفادار ہے اُس میں اپنی پناہ گاہ بنالے — کیونکہ تیرے ساتھ قبر کی گہرائی میں آئے گا

در تفسیر قولہ علیہ السّلام لَابُدَّ مِنْ قَرِیْنٍ یُدْفَنُ مَعَكَ وَھُوَ حَیٌّ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تفسیر کہ ایک ساتھی ضروری ہے جو میرے ساتھ زندہ

وَتُدْفَنُ مَعَہٗ وَاَنْتَ مَیِّتٌ وَاِنْ کَانَ کَرِیْمًا اَکْرَمَكَ

دفن ہوگا اور تو مردہ اُس کے ساتھ دفن ہوگا تو اگر وہ شریف ہے تو تیری عزت کریگا اور اگر

---

[1] چون ستد۔ دنیادار کی عمر ایسی دھوکے میں برباد ہو جاتی ہے، عمر ختم ہو جاتی ہے اور وہ کچھ حاصل نہیں کر پاتا ہے۔ قُل اَعُوذُ۔ آنحضور پر یہ سورت جادو کے ازالہ کے لئے نازل ہوئی تھی۔۔۔ نفّاثات۔ وہ جادوگرنیاں جو گرہیں باندھ کر اُن پر جادو پڑھ کر دم کرتی ہیں۔ لیک۔ یہ اعوذ صرف زبانی نہ ہو بلکہ عمل بھی ہو۔

[2] در زمانہ۔ دنیا میں انسان کے تین ساتھی ہیں دوست، مال، نیک عمل اُن میں سے دو مرتے وقت ساتھ چھوڑ دینگے نیک عمل وفاداری کریگا اور ساتھ دے گا۔ قصور قصر کی جمع ہے محل، قلعہ۔ بالین۔ سرہانا۔

[3] چون ترا۔ موت کے وقت دوست محض قبر تک ساتھ دیتے ہیں اور واپس ہو جاتے ہیں۔ فعل۔ انسان کے اعمال اس کا قبر میں بھی ساتھ دیتے ہیں۔ ملتحد۔ جائے پناہ۔ قرین۔ ساتھی۔

وَاِنْ کَانَ لَئِیْمًا اَسْلَمَکَ وَذٰلِکَ الْقَرِیْنُ عَمَلُکَ فَاَصْلِحْهُ مَا اسْتَطَعْتَ

کمینہ ہے تو تجھے چھوڑ بھاگے گا اور یہ ساتھی تیرا عمل ہے، پس جس قدر ممکن ہو تو اس کی اصلاح کرے

پس پیمبر گفت بہرِ ایں طریق
پیغمبر نے فرمایا ہے، اس راستہ کے لئے

باوفاتر[1] از عمل نبود رفیق
کوئی ساتھی عمل سے زیادہ باوفا نہیں ہے

گر بود نیکو ابد یارت شود
اگر وہ نیک ہوگا، ابد تک تیرا دوست ہوگا

ور بود بد در لحد مارت شود
اگر بد ہوگا، تیرے لئے قبر میں سانپ ہوگا

ایں عمل ویں کسب در راہِ سداد
یہ عمل اور یہ کمائی، سچائی کے راستہ میں

کے تواں کرد اے پدر بے اوستاد
اے بابا! بغیر استاد کے کب کی جا سکتی ہے؟

دوں تریں کسبے کہ در عالم رود
کم درجہ کا پیشہ جو دنیا میں چالو ہے

ہیچ بے ارشادِ استادے بود؟
کبھی استاد کی راہنمائی کے بغیر ہوا ہے؟

اولش[2] علم ست وانگاہے عمل
اس پیشہ کی ابتدا جاننا پھر عمل کرنا ہے

تا دہد بر بعدِ مہلت تا اجل
تاکہ تھوڑی دیر بعد موت تک پھل دے

اِسْتَعِیْنُوْا فِی الْحِرَفِ یَا ذَا النُّہٰی
اے عقلمندو! پیشوں میں مدد حاصل کرو

مِنْ کَرِیْمٍ صَالِحٍ مِّنْ اَہْلِہَا
کسی شریف نیک سے جو ان کا اہل ہو

اُطْلُبِ الدُّرَّ اَخِیْ وَسْطَ الصَّدَفْ
اے بھائی! موتی سیپ کے اندر تلاش کر

وَاطْلُبِ الْفَنَّ مِنْ اَرْبَابِ الْحِرَفْ
اور فن کو پیشہ وروں سے طلب کر

اِنْ رَأَیْتُمْ نَاصِحِیْنَ اَنْصِفُوْا
اگر تم نصیحت کرنیوالوں کو دیکھو، خاموشی سے سنو

بَادِرُوْا التَّعْلِیْمَ لَا تَسْتَنْکِفُوْا
تعلیم کی طرف بڑھو، تکبر نہ کرو

در دباغی گر خلق پوشید مرد
اگر دباغی میں انسان نے پھٹا پرانا پہنا

خواجگی خواجہ را آں کم نہ کرد
اس نے شریف کی شرافت کو نہ گھٹایا

وقتِ[3] دم آہنگر ار پوشید دلق
اگر بھٹی، دھونکنے کے وقت لوہار نے گدڑی پہن لی

احتشامِ او نشد کم پیشِ خلق
تو لوگوں کے سامنے اس کی عزت نہیں گھٹی

پس لباسِ کبر بیروں کن ز تن
تو تکبر کا لباس جسم سے اتار دے

ملبسِ ذل پوش در آموختن
سیکھنے میں ذلت کا لباس پہن لے

علم آموزی طریقش قولی ست
تو علم سیکھتا ہے تو اس کا طریقہ زبانی ہے

حرف آموزی طریقش فعلی ست
دستکاری سیکھتا ہے تو اس کا طریقہ عملی ہے

---

[1] باوفا۔ انسان کے نیک اعمال سے زیادہ بہتر کوئی سفر کا ساتھی نہیں ہے۔ گر بود۔ نیک عمل انسان کا یار بنے گا اور بد عمل اسکے لئے سانپ اور بچھو بنے گا۔ ایں عمل۔ یہ عمل اور ہنر بغیر استاد کے حاصل نہیں ہوتا ہے لہذا کسی کو شیخ بنا لے۔ ارشاد۔ راہنمائی۔

[2] اولش۔ ہر چیز کا پہلے علم حاصل کیا جاتا ہے پھر اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ حِرَف۔ حرفہ کی جمع ہے پیشے۔ ذَا النُّہٰی۔ عقلمند۔ صدف۔ سیپی۔ در دباغی۔ انسان کی ظاہری حیثیت اس کے باطنی جوہر کو کم نہیں کرتی ہے۔ خَلَق۔ پرانا کپڑا۔

[3] وقتِ دم۔ دھونکنے کے وقت۔ آہنگر۔ لوہار۔ دلق۔ گدڑی۔ پس جبکہ لباس پر بڑائی کا مدار نہیں ہے تو تعلیم حاصل کرنے میں ذلت اور مسکنت کا لباس اختیار کرنا چاہیئے۔ علم۔ علم کتابی زبانی سکھایا جاتا ہے ہنر عملی طور پر سکھایا جاتا ہے۔

فقر خواہی آں بصحبت قائم ست — نے زبانت کار می آید نہ دست
فقر چاہتا ہے، وہ صحبت سے متعلق ہے — نہ تیری زبان کام آتی ہے، نہ ہاتھ

دانش انوارست در جانِ رجال — نے زراہِ دفترو نے قیل و قال
انوار کا علم (سالک اولیاء) لوگوں کے دل میں ہے — (وہ حاصل نہیں ہوتا ہے) نہ کتاب کے راستہ نہ گفتگو سے

دانشِ آنرا ستاند جاں نجاں — نے زراہِ دفترو نے از زباں
اُس کا علم روح، روح سے حاصل کرتی ہے — نہ کتاب کے راستے سے اور نہ زبان سے

در دلِ سالک اگر ہست آں رموز — رمز دانی نیست سالک را ہنوز
اگر سالک کے دل میں وہ رموز (بھی) ہیں — (لیکن) سالک کو ابھی ان کی سمجھ نہیں ہے

تا دلش را شرح آں سازد ضیا — پس اَلَمْ نَشْرَحْ بفرماید خدا
جب تک کہ اُسکے دل کیلئے نور اُسکی تشریح نہ کر دے — پھر خدا فرماتا ہے، کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا؟

کہ درونِ سینہ شرحت دادہ ایم — شرح اندر سینہ ات بنہادہ ایم
یعنی ہم نے تیرے سینہ میں اُسکی شرح عنایت کر دی ہے — ہم نے تیرے سینہ میں شرح رکھ دی ہے

تو ہنوز از خارج آں را طالبی — مَحْلَبی از دیگراں چوں حالبی
تو ابھی تک باہر سے اُس کا طالب ہے — تو خود دودھ کی جگہ ہے تو دوسروں سے دودھ کیوں دوہتا ہے؟

چشمۂ شیرست در تو بے کنار — تو چرا می شیر جوئی از تغار
تیرے اندر دودھ کا لامحدود چشمہ ہے — تو گڑھے سے دودھ کا جویاں کیوں ہے؟

منفذے داری بہ بحر اے آبگیر — ننگ دار از آب جستن از غدیر
اے پانی حاصل کرنے والے! تیرا سمندر تک راستہ ہے — حوض سے پانی لینے میں شرم کر

کہ اَلَمْ نَشْرَحْ نہ شرحت ہست باز — چوں شدی تو شرح جوئی گدیہ ساز
کیا "ہم نے نہیں کھولا" تیری شرح نہیں ہے پھر — تو شرح کا طالب اور بھکاری کیوں بنا ہے؟

درنگر در شرحِ دل در اندروں — تا نیاید طعنۂ لَا یُبْصِرُوْنْ
دل کی شرح کو باطن میں دیکھ لے — تاکہ "وہ نہیں دیکھتے ہیں" کا طعنہ نہ دیا جائے

تفسیر قولہ عزّ و جلّ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ

"اللہ تعالیٰ کے قول "اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو" کی تفسیر

لے فقر۔ فقر محض شیخ کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے نہ زبان سے نہ عمل سے۔۔۔ دانش انوار۔ انوارِ الٰہی کا علم وہ اولیا کے دلوں میں ہے وہ دل، دل سے حاصل کر سکتا ہے زبان اور کتاب سے حاصل نہیں کر سکتا۔ در دل سالک کے دل میں اگر کچھ اشارے بھی ہیں تو وہ اُن اشاروں کے سمجھنے سے ابھی محروم ہے۔

کے تا دلش۔ جب سالک کے لئے نورِ خداوندی اُن۔۔۔ اشاروں کی تشریح کر دیتا ہے تو اللہ کی جانب سے اَلَمْ نَشْرَحْ والی بشارت ملتی ہے۔۔۔ اَلَمْ نَشْرَحْ۔ قرآن میں آنحضورؐ کے لئے فرمایا گیا ہے "کیا ہم نے تمہارا شرح صدر نہیں کر دیا" یعنی ہم نے وہ نور عنایت کر دیا ہے جس سے تم رموز اور اشاروں کو سمجھ سکتے ہو۔ کہ۔ اَلَمْ نَشْرَحْ میں آنحضورؐ سے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے تمہارے سینہ میں وہ استعداد کر دی ہے۔

کے تو ہنوز۔ ایک عام انسان یہ سمجھتا ہے کہ علوم و اسرار کہیں باہر سے حاصل کئے جاتے ہیں یہ غلط ہے وہ علوم خود انسان کے دل اور روح میں موجود ہیں۔ محلب۔ دودھ کی جگہ۔ حالب۔ دودھ دوہنے والا۔ تغار۔ گڑھا۔ غدیر۔ حوض۔ کہ اَلَمْ نَشْرَحْ۔ خطاب اگرچہ آنحضورؐ کو ہے لیکن ہر طالب حق اس میں داخل ہے۔ درنگر۔ انسان کا دل ایک جامع حقیقت ہے اُس میں ذات و صفات باری تعالیٰ کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اگر اُسمیں مشاہدہ نہیں کرتا ہے تو ایسے شخص پر لَا یُبْصِرُوْنْ "وہ نہیں دیکھتے ہیں" کا طعنہ لگیگا جو کفار کے بارے میں ہے۔

یکﮯ سبد پُرناں تُرا بر فرقِ سَر — تو ہمی خواہی لبِ ناں دَر بدَر

روٹیوں کی ایک بھری ٹوکری تیرے سَر کی مانگ پر ہے — تو روٹی کا ٹکڑا دَر بدر مانگتا ہے

در سَرِ خود پیچ وہل خیرہ سَری — رَو دَرِ دل زن چرا بر ہر دَری

اپنے سر میں لگ اور بیہودہ پن چھوڑ — جا دل کا دروازہ کھٹکھٹا ہر دروازہ پر کیوں جاتا ہے

تا بزانوئی میانِ آبِ جُو — غافل از خود زین و آں تو آب جُو

تو ران تک نہر کے پانی میں ہے — تو خود سے غافل ہے اِس اور اُس سے پانی کا جویا ہے

بر سَرت نانست پایت اندر آب — وز عطش وز جوع گشتستی خراب

تیرے سَر پر روٹی ہے (اور) تیرا پاؤں پانی میں ہے — اور تو پیاس اور بھوک سے تباہ ہے

پیش آب و پس ہم آب بامدد — چشمہا را پیش سدّ و خلف سَد

آگے بھی جاری پانی ہے اور پیچھے بھی — چشموں کے آگے بھی دیوار ہے اور پیچھے بھی دیوار ہے

اسپ[۲] زیرِ راں و فارس اسپ جُو — چیست ایں گفت اسپ ولیکن اسپ کو

گھوڑا ران کے نیچے ہے اور سوار گھوڑے کا جویاں ہے — یہ کیا ہے؟ گھوڑا ہے، لیکن گھوڑا کہاں ہے؟

ہین نہ اسپست ایں بزیرِ تو پدید — گفت آرے لیک اسپِ خود کہ دید

ائیں، تیرے نیچے کھلا ہوا یہ گھوڑا ہے — وہ کہتا ہے ہاں لیکن اپنا گھوڑا کس نے دیکھا ہے؟

مستِ آب و پیشِ رُوی اوست آں — اندر آب و بیخبر ز آبِ رَواں

وہ اسیر عاشق ہے اور وہ اس کے منہ کے سامنے ہو — وہ پانی میں ہے اور جاری پانی سے بے خبر ہے

مستِ چیز و پیشِ رُوی اوست چیز — بیخبر زاں چیز و شرحِ خویش نیز

وہ ایک چیز پر عاشق ہو اور چیز اسکے منہ کے سامنے ہو — وہ اُس چیز اور اپنی تفصیل سے بھی بے خبر ہے

چوں[۳] گوہر در بحر گوید بحر کُو — واں خیالِ چوں صدف دیوارِ اُو

جیسا کہ موتی سمندر میں کہے، سمندر کہاں ہے؟ — وہ خیال، سیپ کی طرح اُس کی دیوار ہے

گفتنِ آں کُو حجابش میشود — اَبر تابِ آفتابش میشود

اُس کا کہنا، وہ کہاں ہے؟ اُس کا پردہ بنتا ہو — (اور) سورج کی چمک اُس کیلئے اَبر بنجاتی ہے

بندِ چشمِ اوست ہم چشمِ بَدش — عینِ رفعِ سدِّ اُو گشتہ سدش

اُس کی بُری آنکھ بھی اُس کی آنکھ کا پردہ ہے — بعینہٖ دیوار کا ہٹانا اُس کے لئے دیوار بنگیا

پھر سمندر کو تلاش کرے جس طرح موتی کیلئے سیپ سمندر کو دیکھنے سے مانع ہے اِسی طرح انسان کے اوہام اور خیالات مانع بنتے ہیں گفتنِ آں مطلوب کے قریب ہوتے ہوئے اُس کا مطلوب کو پوچھنا اُس مطلوب کا پردہ اور اُس مطلوب کا آفتاب کی چمک اُس کیلئے ابر بنجاتی ہے بندِ چشم۔ اُنکی غلط نظر خود اُنکی آنکھ کا پردہ ہے آنکھ جو

[۱] یکﮯ سبد۔ اِن اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ ذاتِ حق ہر انسان کے ساتھ ہے لیکن آڑ ملتی ہے تو اب بس اُسکے مشاہدہ کی طلب ہونی چاہیئے۔ سبد۔ ٹوکری۔ دَرِ دل۔ دل میں مشاہدہ کی کوشش کر دربدر اُس کو ڈھونڈتا نہ پھر۔ تا بزانو۔ حضرتِ حق کو باہر تلاش کرنے والے کی ایک مثال تو یہ تھی کہ روٹیوں کا طبق سَر پر ہو اور وہ دَر بدر روٹی مانگتا پھرے دوسری مثال یہ ہے کہ انسان خود پانی میں کھڑا ہو اور دوسروں سے پانی مانگے۔

[۲] اسپ۔ تیسری مثال یہ ہے کہ انسان گھوڑے پر سوار ہو اور اُسی گھوڑے کو تلاش کرے لوگ اُس سے پوچھیں کہ تو کس چیز پر سوار ہے تو اُس کو کہنا پڑے کہ گھوڑے پر لیکن پھر بھی گھوڑے کو تلاش کرے۔ ہین۔ اُس گھوڑے سوار سے لوگ کہتے ہیں کہ گھوڑا تو تیرے نیچے موجود ہے وہ کہتا ہے ہاں لیکن مجھے گھوڑا نظر نہیں آرہا ہے۔ مست۔ وہ گھوڑے کی تلاش میں مدہوش بنا ہوا ہے اور گھوڑا اُس کے سامنے موجود ہے اِس کی مثال تو یہی ہے کہ انسان جاری پانی میں کھڑا ہوا اور اُس سے بیخبر بھی ہو۔

[۳] چوں گوہر۔ چوتھی مثال یہ ہے کہ موتی سمندر میں ہو اور

بندِ گوشِ اُو شدہ ہم گوشِ اُو ۔۔۔ ہوش باحق دار اے مدہوشِ اُو

اُس کا کان بھی اُس کے کان کی رکاوٹ ہوگیا ۔۔۔ اللہ کا ہوش کر، اے اُس کے دیوانے!

ہوش را توزیع کردی بر جہات ۔۔۔ می نیرزد تُرّہ آں تُرّہات

تو نے ہوش کو (مختلف) جانبوں میں تقسیم کردیا ہے ۔۔۔ وہ فضول (خیالات) ساگ کی قیمت کے نہیں ہیں

در تفسیر قول نبی علیہ السلام مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ هَمًّا وَّاحِدًا كَفَاهُ اللّٰهُ سَائِرَ هُمُوْمِهٖ وَمَنْ تَفَرَّقَتْ بِهِ الْهُمُوْمُ لَا يُبَالِي اللّٰهُ فِيْ اَيِّ وَادٍ مِّنْهَا هَلَكَ

آنحضورؐ کے اِس قول کی تفسیر کہ جس نے غموں کو ایک غم بنالیا اللہ تعالےٰ اسکے سارے غموں کیلئے کافی ہوگیا اور جس کے متفرق غم ہیں تو اللہ اس سے بے نیاز ہے کہ وہ کونسی وادی میں تباہ ہوا

آبِ ہُشّش را می کشد ہر بیخ و خاک ۔۔۔ آبِ ہوشت چوں رسد سوئے ثمار

ہر جڑ اور کانٹا ہوش کے پانی کو چوس رہا ہے ۔۔۔ پھلوں تک تیرے ہوش کا پانی کیسے پہنچے؟

آبہا را میکشد آں خس گیاہ ۔۔۔ آبِ ہوشت چوں رسد سوئے اِلٰہ

پانی کو معمولی گھاس پی رہی ہے ۔۔۔ تیرے ہوش کا پانی خدا تک کیسے پہنچے؟

ہین بزن آں شاخ بد را خو کُنش ۔۔۔ آب دہ ایں شاخ خوش را نو کُنش

خبردار! اِس شاخ کو کاٹ دے (اور) اسکو دور کردے ۔۔۔ اس اچھی شاخ کو پانی دے، اُس کو تازہ کر

ہر دو سبزند ایں زماں آخر نگر ۔۔۔ کیں شود باطل ازاں رُوید ثمر

اب دونوں سبز ہیں، انجام کو دیکھ ۔۔۔ یہ خراب ہوجائے گی، اُس سے پھل پیدا ہونگے

آبِ باغ ایں را حلال آں را حرام ۔۔۔ فرق را آخر بہ بینی والسّلام

باغ کا پانی اِس کیلئے حلال، اُسکے لئے حرام ہے ۔۔۔ تو آخر میں فرق کو سمجھے گا، والسلام

عدل چہ بُوَد؟ آب دہ اشجار را ۔۔۔ ظلم چہ بُوَد؟ آب دادن خار را

عدل کیا ہے؟ درختوں کو پانی دے ۔۔۔ ظلم کیا ہے؟ کانٹے کو پانی دینا

عدل وضعِ نعمتے در موضعش ۔۔۔ نے بہر بیخے کہ باشد آب کش

عدل، جگہ پر نعمت صرف کرنا ہے ۔۔۔ نہ کہ ہر جڑ کو (پانی دینا) جو پانی چوستی ہے

ظلم چہ بُوَد؟ وضع در ناموضعے ۔۔۔ کہ نباشد جز بلا را منبعے

ظلم کیا ہے؟ بے محل صرف کرنا ۔۔۔ جو صرف مصیبت کا چشمہ ہے

نعمتِ حق را بجان و عقل دہ ۔۔۔ نے بہ طبعِ پُر زحیر و پُر گرہ

اللہ (تعالےٰ) کی نعمت جان اور عقل کو دے ۔۔۔ نہ کہ پیچش اور گرہوں والی طبیعت کو

لہ بندِ گوش۔ ایسے طلبگار کا کان خود اُس کو بہرا بنا دیتا ہے۔ مدہوش۔ بوزن مبہوت دہشت زدہ۔ ترّہات۔ انسان کی پراگندہ خیالی کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ در تفسیر اِس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو پراگندہ خیال نہ رہنا چاہیئے۔

ٹلہ ہموم۔ ہم کی جمع ہے آنیوالے کام کا غم و فکر۔ آب ہُشّش۔ اگر انسان دنیاوی معاملوں کے سوچ بچار میں لگا رہے گا تو آخرت سے غافل ہوجائیگا یعنی جو انسان دنیاوی فکروں سے بچیگا تو آخرت کی فکر میں لگیگا۔

ٹلہ ہر دو۔ دنیا اور آخرت کی فکر میں سے آخرت کی فکر اچھے پھل لائے گی۔ آب۔ دنیا کے باغ کو فکر کا پانی دینا درست نہیں ہے۔ عدل۔ انصاف تو یہ ہے کہ انسان پھل دار درختوں کو پانی دے کانٹوں کی جھاڑی کو پانی نہ دے در موضعش۔ بھلائی کی جگہ بھلائی کرنا عدل ہے ظلم کوئی کام بے موقع کرنا ظلم ہے۔ نعمتِ حق۔ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے، روح انسانی کی تربیت کرنی چاہیئے نہ کہ روحِ حیوانی کی۔

بار کن بیگارِ غم را بر تنت ۔۔۔ بر دل و جاں کم نہ آنجاں کندنت

غم کی بیگار کو اپنے جسم پر سوار کر ۔۔۔ دل اور جاں پر نہیں، کیونکہ وہ جان کی تباہی ہے

بر سرِ عیسیٰ نہادہ تنگِ بلد ۔۔۔ خر سکیزہ میزند در مرغزار

بوجھ کا گٹھر عیسیٰ کے سر پر رکھے ہوئے ہے ۔۔۔ گدھا، چراگاہ میں دولتیاں مار رہا ہے

سُرمہ را در گوش کردن شرط نیست ۔۔۔ کارِ دل را جستن از تن شرط نیست

سُرمہ کو کان میں لگانا مناسب نہیں ہے ۔۔۔ دل کا کام، جسم سے لینا مناسب نہیں ہے

گر دلی رو ناز کن خواری مکش ۔۔۔ ور تنی شکر منوش و زہر چش

اگر تو (مجسّم) دل ہے جا فخر کر ذلت نہ اٹھا ۔۔۔ اگر تو (مجسّم) جسم ہے، شکر نہ کھا اور زہر چکھ

زہر تن را نافع ست و قند بد ۔۔۔ تن ہماں بہتر کہ باشد بے مدد

جسم کے لئے زہر مفید اور شکر مضر ہے ۔۔۔ جسم وہی بہتر ہے، جو بے سہارا ہو

ہیزمِ دوزخ تنست و کم کُنش ۔۔۔ ور بر وید ہیں تو از بُن بر کَنش

جسم، دوزخ کا ایندھن ہے اُسکو گھٹا ۔۔۔ اگر وہ اُگے خبردار! تو اُس کو جڑ سے اکھاڑ دے

ورنہ حمّالِ حطب باشی حطب ۔۔۔ در دو عالم ہمچو جفتِ بولہب

ورنہ تو ایندھن ہی ایندھن کا باربردار ہوگا ۔۔۔ دونوں جہان میں، ابولہب کی بیوی کی طرح

از حطب بشناس شاخِ سدرہ را ۔۔۔ گرچہ ہر دو سبز باشد اے فتیٰ

سدرۃ المنتہیٰ کی شاخ کو ایندھن کی لکڑی سے ۔۔۔ اے نوجوان! اگرچہ دونوں سبز ہوں

اصلِ ایں شاخ ست از نار و دُخاں ۔۔۔ اصلِ آں شاخ ست ہفتم آسماں

اِس شاخ کی جڑ آگ اور دھواں ہے ۔۔۔ اُس شاخ کی جڑ، ساتویں آسمان (پر) ہے

ہست مانند ایں بصورت پیشِ حس ۔۔۔ کہ غلط بین ست چشم و کیشِ حس

یہ حس کے سامنے (آپس میں) مشابہ ہیں ۔۔۔ کیونکہ حس کی آنکھ اور طریقہ غلط بیں ہے

ہست پیدا آں بہ پیشِ چشمِ دل ۔۔۔ جہد کن پیشِ دل آ جہد المقل

دل کی آنکھ کے لئے، وہ واضح ہے ۔۔۔ کوشش کر، نادار کی سی کوشش، دل کے سامنے آ

ور نداری پا بجنباں خویش را ۔۔۔ تا بہ بینی ہر کم و ہر بیش را

تو اگر پاؤں نہیں رکھتا ہے خود کو حرکت دے ۔۔۔ تاکہ تو ہر کم و بیش کو دیکھ لے

غلط بینی ہے۔ چشمِ دل۔ دل کی آنکھ سے دیکھ دونوں میں فرق نظر آئیگا۔ ور نداری۔ انسان کو غلط بینی سے نکلنے کی بہر صورت کوشش کرنی چاہیئے اگر پاؤں نہیں ہیں تو جسم کو ہی سرکانا چاہیئے۔

سلہ بار کن۔ دنیا کی مخصوص کو قالب تک محدود رکھو قلب تک نہ پہونچنے دو۔ بر سرِ عیسیٰ۔ روح حضرت عیسیٰ جیسی چیز ہے اور جسم خرِ عیسیٰ ہے، بوجھ گدھے پر لادھنا چاہیئے نہ کہ عیسیٰ پر، یہ حماقت ہے کہ عیسیٰ پر بوجھ لدھا ہوا ہو اور گدھا چمن میں مزے اڑائے۔ شرط۔ ہر عمل کا ایک محل ہے۔ سُرمہ کان میں لگانا حماقت ہے۔

سلہ گر دلی۔ اگر تو مجسّم روح و قلب بن گیا ہے تو اب مجاہدوں کی تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر تو مجسّم جسم ہے تو راحت طلبی چھوڑ کر مجاہدوں کا زہر کھا۔ زہر۔ یہ محنت اور مشقت جسم کے لئے مفید ہے اور راحت طلبی مضر ہے۔ ہیزم۔ انسان کا جسم دوزخ کا ایندھن ہے اس کو ختم کرنا چاہیئے ورنہ تیرا لقب بھی وہی ہے جو ابولہب کی بیوی کا ہے قرآن نے اُس کو حمالۃ الحطب کہا ہے یعنی دوزخ کا ایندھن اٹھانے والی۔

سلہ از حطب۔ جسم دوزخ کا ایندھن اور روح سدرۃ المنتہیٰ کی شاخ ہے دونوں میں فرق کر لے۔ اصل۔ اس جسم کی شاخ دھوئیں اور آگ کی جڑ ہے اور روح کی شاخ عالمِ بالا کی چیز ہے۔ ہست مانند۔ یہ دونوں شاخیں یکساں نظر آتی ہیں جس کی وجہ آنکھ کی

کایں تحرک شد تبرک را کلید — وز تحرک[1] گردی اے دل مستفید

کیونکہ یہ حرکت کرنا برکت حاصل کرنے کی کنجی ہے — اے دل! تو حرکت کرنے سے فائدہ مند ہوگا

در معنیٔ ایں رباعی

اس رباعی کے معنی (کے بیان) میں

گر راہروی راہ برت بکشایند — ور نیست شوی بہستیت بگرایند

اگر تو راہ (طریقت) پر چلیگا تیرے لئے راستہ کھول دینگے — اگر تو فنا ہو جائیگا تجھے بقا کی طرف مائل کر دینگے

ور پست شوی نگنجی اندر عالم — وانگاہ ترا بے تو بتو بنمایند

اگر تو پست ہو جائے تو تو عالم میں نہ سمائے گا — اُس وقت تجھے بغیر تیرے (وجود کے) دکھائینگے

گر زلیخا[2] بست درہا ہر طرف — یافت یوسف ؑ ہم ز جنبش منصرف

اگرچہ زلیخا نے ہر طرف دروازے بند کر دیئے — یوسف ؑ نے بھی حرکت سے واپسی کی جگہ پالی

چوں توکل کرد یوسف ؑ برجہید — باز شد قفل و در و رہ شد پدید

جب یوسف ؑ نے توکل کیا (اور) کودے — دروازے کا تالا کھل گیا اور راستہ ظاہر ہو گیا

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید — خیرہ یوسف ؑ وار می باید دوید

اگرچہ دنیا کا کوئی شگاف نظر نہیں آتا ہے — یوسف ؑ کی طرح اندھادھند بھاگنا چاہیئے

تا کشاید قفل و رہ پیدا شود — سوئے بیجائی شما را جا شود

تاکہ تالا کھلے اور راستہ ظاہر ہو جائے — لامکان کی جانب تمہارے لئے جگہ ہو جائے

آمدی[3] اندر جہاں اے ممتحن — ہیچ می بینی طریق آمدن

اے آزمائش میں پڑے ہوئے تو دنیا میں آیا — کچھ تجھے آنے کا راستہ نظر آیا؟

تو ز جائے آمدی وز موطنے — آمدن را راہ دانی ہیچ نے

تو ایک جگہ اور ایک وطن سے آیا — تو آنے کا راستہ جانتا ہے، کچھ بھی نہیں

گر ندانی تا نگوئی راہ نیست — زیں رہ بے راہ مارا رفتنی ست

اگر تو نہیں جانتا ہے، ہرگز نہ کہہ کہ راہ نہیں ہے — ہمیں اسی بغیر راستہ کے راستہ سے جانا ہے

میروی در خواب شاداں چپ و راست — ہیچ دانی راہ آں میداں کجاست

تو خواب میں خوشی خوشی دائیں بائیں جاتا ہے — تو کچھ جانتا ہے کہ اُس میدان کا راستہ کدھر ہے؟

تو بہ بند آں چشم و خود تسلیم کن — خویش را بینی دراں شہر کہن

تو اُس آنکھ کو بند کر لے اور خود کو سپرد کر دے — تو اپنے آپ کو اُس قدیم شہر میں دیکھے گا

---

[1] وز تحرک۔ بُرائی سے حتی المقدور بچنا مفید ہے۔ گر راہ۔ جب انسان راہِ طریقت میں کوشاں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ راستہ دکھاتے ہیں اگر فنا اختیار کرتا ہے تو اُس کو بقا نصیب ہوتی ہے۔ ور پست۔ انسان جس قدر کسرِ نفسی اختیار کرتا ہے اسی قدر اُس کو بلندی نصیب ہوتی ہے۔

[2] گر زلیخا۔ حضرت یوسف ؑ نے زنا سے بچنے کی کوشش کی تو زلیخا کے بند کئے ہوئے دروازے کھل گئے اور حضرت یوسف ؑ زلیخا کے پھندے سے بچ نکلے۔ گرچہ رخنہ۔ دنیا سے بھاگ نکلنے کے لئے اگرچہ دروازہ نظر نہیں آ رہا ہے لیکن جب انسان کوشش کرتا ہے تو راہ پیدا ہو جاتی ہے اور لامکان کا راستہ پا لیتا ہے۔

[3] آمدی۔ انسان عالمِ بالا سے جس راستے سے آیا ہے وہ بھی اس کی نظروں سے غائب ہے اسی طرح وہ غائب راستے سے عالمِ بالا تک جا بھی سکتا ہے۔ تو ز جائے۔ انسان عالمِ بالا سے آیا ہے اور اس کو کئی کا راستہ معلوم نہیں ہے... گر ندانی۔ راستہ نظر نہ آنے کی وجہ سے اُس راستہ کا انکار نہ کر اسی راستے سے واپس جانا ہے۔ میروی۔ انسان خواب میں آنکھ کو بغیر جانے ہوئے چلتا ہے۔ تو بہ بند۔ انسان کو حسی آنکھ کو بند کر کے خود کو خدا کے حوالے کرنا

چشم[1] چوں بندی کہ صد چشم و خمار	بندِ چشم تست ایں سُو از غرار
تو آنکھ کیسے بند کریگا؟ کیونکہ سینکڑوں آنکھیں اور نشے	غفلت کی وجہ سے اس جانب کے لئے تیری آنکھ کا پردہ ہیں
چار چشمی تو ز عشقِ مُشتری	بر امیدِ مہتری و سروری
تو (اپنے) خریدار کے عشق میں چار آنکھوں والا ہے	بڑائی اور سرداری کی اُمید پر
گر بخسپی مُشتری بینی بخواب	چغدِ بد کے خواب بیند جز خراب
اگر تو سوتا (بھی) ہے تو خواب میں خریدار کو دیکھتا ہے	منحوس چغد ویرانہ کے سوا کب دیکھتا ہے؟
مُشتری[2] خواہی بہر دم پیچ پیچ	تو چہ داری کہ فروشی؟ ہیچ ہیچ
تو ہر وقت پیچ و تاب میں خریدار کا خواہشمند ہے	تو رکھتا کیا ہے؟ کہ بیچے گا؟ کچھ بھی نہیں
گر ترا نانے بُدے یا چاشتے	از خریداراں فراغت داشتے
اگر تجھے روٹی یا ناشتہ (حاصل) ہوتا	تُو خریداروں سے بے نیاز ہوتا
گر درانباں مر ترا نانے بُدے	از خریداراں دلت فارغ شُدے
اگر تھیلے میں تیری روٹی ہوتی	تو تیرا دل خریداروں سے بے نیاز ہوتا

قصۂ آں شخصے کہ دعویِ پیغمبری میکرد گفتندش کہ چہ خوردۂ کہ گیج شدۂ و یاوہ میگوئی گفت اگر چیزے یافتمے کہ خوردمے نہ گیج شُدمے و نہ یاوہ گفتمے کہ ہر سخنِ نیک کہ با غیر اہلش گویند یاوہ گفتہ باشند اگرچہ دراں گفتن مامور باشند

اُس آدمی کا قصہ جو پیغمبری کا دعویٰ کرتا تھا، لوگوں نے اُس سے کہا تو نے کیا کھایا ہے کہ احمق بنا اور بکواس کرتا ہے اُس نے کہا کہ اگر میں کوئی چیز پا لیتا جو کہ میں کھا لیتا نہ احمق ہوتا اور نہ بکواس کرتا کیونکہ ہر بھلی بات جو نااہلوں سے کہتے ہیں، بکواس بکتے ہیں اگرچہ وہ اُس کہنے میں (خدا کی جانب سے) مقرر ہوں

آں[3] یکے می گفت من پیغمبرم	وز ہمہ پیغمبراں فاضل ترم
ایک شخص کہتا تھا، کہ میں پیغمبر ہوں	اور میں تمام پیغمبروں سے بڑھ کر ہوں
گردنش بستند و بُردندش بشاہ	کایں ہمی گوید رسولم از آلہ
لوگوں نے اُس کی گردن باندھی اور اُس کو بادشاہ کے سامنے لے گئے	کہ یہ کہتا ہے، کہ میں خدا کی جانب سے رسول ہوں

[1] چشم چوں بندی۔ دنیا سے تو آنکھیں بند نہ کرے گا کیونکہ تیری سینکڑوں لالچ سے مست نظروں نے تیری نظر بندی کر دی ہے اور تو دنیا کی مزخرف چیزوں کو دیکھ رہا ہے۔ چار چشمی۔ تو ہر وقت اپنی سرداری اور بڑائی کے خیال سے اپنے مُعتقدوں کا منتظر بنا ہوا ہے۔ گر بخسپی۔ تجھے سونے میں بھی یہی خواب اسی طرح نظر آتے ہیں جیسے اُلّو کو خواب میں ویرانہ نظر آتا ہے۔

[2] مُشتری۔ تو اپنے خریداروں کا تو منتظر رہتا ہے لیکن تیرے پاس اُنکے ہاتھ فروخت کرنے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ گر ترا۔ اگر تیرے پلّے میں کچھ ہوتا تو پھر تو خریداروں کا منتظر ہی نہ ہوتا، عوام میں مقبولیت اور عوام کو گرویدہ کرنے کی وہی شخص کوشش کرتا ہے جو تہی دست ہوتا ہے آنے والے قصہ سے یہی بتانا مقصود ہے۔

[3] آں یکے۔ یہ ایک مسخرا تھا جس نے اِفلاس سے مجبور ہو کر نبوت کا دعویٰ کیا تاکہ اُس کے ذریعہ ہی کچھ کمائے وہ اپنی گفتگو میں ایسے جملے استعمال کرتا تھا جن کے دو معنیٰ ہو سکتے تھے ایک معنیٰ نبوت کے دعوے پر محمول ہو سکتے تھے دوسرے معنیٰ کا نبوت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ پیغمبراں۔ دنیا کی ہر چیز کوئی پیغام دیتی ہے یہ انسان تھا لہٰذا تمام کائنات سے افضل تھا نیز یہ معنیٰ بھی ہیں کہ میں پیغمبر ہوں اور دنیا کے سب پیغمبروں سے افضل ہوں۔

خَلق بر وے جمع چوں مور و ملَخ
لوگ اُس پر چیونٹیوں اور ٹڈیوں کی طرح جمع تھے

کہ چہ مکرست و چہ تزویر چہ فخ [۱]
کہ کیا مکر ہے اور کیا مکاری اور کیا جال ہے؟

گر رسول آنست کاید از عدم
اور اگر رسول وہ ہوتا ہے جو عدم سے آئے

ما ہمہ پیغمبریم و محتشم
تو ہم سب پیغمبر اور معزز ہیں

ما ازآنجا آمدیم اینجا غریب
ہم اُس جگہ سے آئے ہیں۔ یہاں مسافر ہیں

تو چرا مخصوص باشی اے ادیب
اے اُستاد! تو کیوں مخصوص ہوگا؟

داد ایشاں را جواب آں خوش رسول
اُس بھلے رسول نے اُن کو جواب دیا

کاے گروہِ کور و نادان و فضول
کہ اے اندھو اور بیہودو اور نادانوں کے گروہ!

ایں ندانستید اے قوم از قضا
اے قوم! تم یہ نہیں سمجھتے کہ تقدیر سے

بیخبر اینجا رسیدید از عمی
تم اندھے پن سے بے خبری میں یہاں آگئے ہو

ہمچو [۲] طفلِ خُفتہ ایں جا آمدید
تم سوئے ہوئے بچہ کی طرح یہاں آگئے ہو

بیخبر از راہ و از منزل بُدید
تم راہ و منزل سے بے خبر تھے

از منازل خُفتہ بگذشتید و مَست
تم سوتے ہوئے اور بیہوشی میں منازل سے گذر گئے

بیخبر از راہ و از بالا و پَست
راستہ اور نشیب و فراز سے بے خبر

ما بہ بیداری رواں گشتیم و خوش
ہم بیداری میں اور خوشی سے چلے

از ورائے پنج و شش تا پنج و شش
بغیر پانچ اور چھ کی (جگہ) سے پانچ اور چھ (والی جگہ) تک

دیدہ منزل ہا ز اصل و از اَساس
جڑ اور بنیاد سے منزل کو دیکھا

چوں قلاوزاں خبیر و رہ شناس
راہبروں کی طرح باخبر اور رہ شناس بنکر

شاہ [۳] را گفتند اشکنجش بکُن
لوگوں نے بادشاہ سے کہا اسکو شکنجہ میں ڈالدیجئے

تا نگوید جنسِ اُو ہیچ ایں سخن
تاکہ اُس جیسا کبھی کوئی ایسی بات نہ کہے

شاہ دیدش بس نزار و بس ضعیف
شاہ نے اُس کو بہت لاغر اور کمزور دیکھا

کہ بیک سیلی بمیرد آں نحیف
کہ وہ کمزور ایک طمانچہ سے مر جائیگا

کے تواں اُو را فشردن یا زدن
اُس کو کب بھینچا یا مارا جا سکتا ہے

کہ چو شیشہ گشتہ است اُو را بدن
کیونکہ اُس کا بدن شیشہ کی طرح ہوگیا ہے

لیک با اُو گویم از راہِ خوشی
لیکن میں اُس کو خوشی سے کہوں گا

کہ چرا داری تو لافِ سرکشی
کہ تو بکواس کی سرکشی کیوں کرتا ہے؟

---

[۱] فخ۔ جال۔ گر رسول ہُئی مسخرے نے اپنے رسول ہونے کا مطلب یہ بتایا تھا کہ وہ اللہ کے پاس سے دنیا میں آیا ہے اور اُس کو اللہ تعالیٰ نے مُلکِ عدم سے دنیا میں بھیجا ہے۔ ما ازآنجا۔ لوگوں نے کہا اگر رسول کا مطلب یہ ہے تو ہم سب بھی مُلکِ عدم سے دنیا میں آئے ہیں لہٰذا ہم سب رسول ہیں تیری کیا خصوصیت ہوئی۔ ایں ندانستید۔ اُس مسخرے نے اُن کو جواب دیا بیشک تم بھی مُلکِ عدم سے آئے ہو۔ لیکن ایسے اندھے پن سے آئے ہو کہ نہ تمھیں راستہ کا پتہ چلا نہ منزل کا۔

[۲] ہمچو۔ مسخرے نے کہا تم لوگ سوتے ہوئے بچّہ کی طرح مُلکِ عدم سے راستہ طے کرکے دنیا میں آئے ہو۔ ما بہ بیداری۔ میں مُلکِ عدم سے بیداری کی حالت میں دنیا میں آیا ہوں۔ پنج۔ یعنی پانچوں حواس۔ شش۔ یعنی چھ جانبیں۔ قلاوز۔ راہبر۔

[۳] شاہ! لوگوں نے شاہ سے اُس کو سزا دینے کا مطالبہ کیا، شاہ نے اُس کو بہت کمزور دیکھا۔ سیلی۔ طمانچہ۔ نحیف۔ لاغر۔ کے تواں۔ چونکہ وہ بہت کمزور ہے سزا کو برداشت نہ کرسکے گا۔ لیک۔ شاہ نے سوچا کہ بجائے سزا کے اُس کو سمجھا دے۔

کہ درشتی ناید اینجا ہیچ کار
کیونکہ اِس جگہ سختی کارآمد نہ ہوگی

کہ[1] بنرمی سَر کُند از غار مار
کیونکہ سانپ نرمی سے غار سے باہر آتا ہے

مردماں را دُور کرد از گردِ وے
لوگوں کو اُس کے چاروں طرف سے ہٹا دیا

شہ لطیفے بُود و نرمی وردِ وے
بادشاہ خوش مزاج تھا اور نرمی اُس کی عادت تھی

پس نشاندش باز پرسیدش زجا
تو اُس کو بٹھایا، پھر اُس سے وطن پوچھا

کہ کجا داری معاش و مُلتجا
کہ تو روزگار اور ٹھکانا کہاں رکھتا ہے؟

گفت اے شہ ہستم از دار السّلام
اُس نے کہا، اے بادشاہ! میں دار السّلام کا ہوں

آمدہ زانجا بدیں دار الملام
اُس جگہ سے اِس ملامت کے گھر میں آگیا ہوں

نے مرا خانہ ست و نے یک ہمنشیں
نہ میرا گھر ہے اور نہ کوئی ساتھی ہے

خانہ کے کرد ست ماہے در زمیں
چاند نے زمین پر کب گھر بنایا ہے؟

پادشاہ[2] از رُوئے لاغش گفت باز
بادشاہ نے مذاق میں پھر اُس سے کہا

کہ چہ خوردی و چہ داری چاشت ساز
کہ تو نے کیا کھایا ہے؟ اور تیرے پاس ناشتہ کیلئے کیا

اشتہا داری چہ خوردی بامداد
تجھے بھوک ہے؟ تو نے صبح کیا کھایا ہے؟

کہ چنیں سرمستی و پرلاف و باد
کہ تو اِس قدر نشہ میں اور شیخی اور تکبر سے بھرا ہوا ہے

گفت گر نانم بُدے خشک و تری
اُسنے کہا اگر میرے پاس باسی یا تازہ روٹی ہوتی

کے کُنم من دعوئ پیغمبری
میں پیغمبری کا دعویٰ کب کرتا؟

دعوئ پیغمبری با ایں گروہ
اِس جماعت کے سامنے پیغمبری کا دعویٰ کرنا

ہمچناں باشد کہ دل جُستن ز کوہ
ایسا ہے جیسا کہ پہاڑ میں سے دل تلاش کرنا

کس[3] ز کوہ و سنگ، عقل و دل نجُست
پہاڑ اور پتھر سے کسی شخص نے عقل اور دل کی جستجو نہیں کی ہے

فہم و ضبطِ نکتۂ مُشکل نجُست
مشکل نکتہ کی سمجھ بوجھ کو نہیں تلاش کیا ہے

ہر چہ گوئی باز گوید کہ ہماں
تو جو کچھ کہتا ہے وہ اُس کو دُہرا دیتا ہے، کہ وہی

میکُند افسوس چوں مُستہزیاں
مذاق کرتا ہے جس طرح مذاق اُڑانیوالے

از کجا ایں قوم و پیغام از کجا
کہاں یہ قوم، کہاں پیغامِ (خداوندی)

از جمادے جاں کرا باشد رجا
پتھر سے کس کو جان کی اُمید ہوتی ہے؟

گر تو پیغامِ زنے آری و زر
اگر تو عورت کا پیغام لائے اور سونا

پیشِ تو بنہند جملہ سیم و سر
تیرے سامنے سب چاندی اور سر رکھ دیں گے

---

[1] کہ بنرمی۔ یعنی بجانے سے سانپ سوراخ سے باہر نکل آتا ہے۔ مردماں۔ شاہ نے تنہائی میں اُس سے پوچھا کہ کہاں کا رہنے والا ہے اور کیا کام کرتا ہے۔ گفت۔ اُس نے کہا دار السلام سے دار الملام میں آیا ہوں…. دار السلام۔ سلامتی کا گھر، عالمِ بالا۔ دار الملام۔ ملامت کا گھر، دنیا۔ ماہے۔ میں چاند کی طرح ہوں لہٰذا نہ میرا کوئی گھر معین ہے نہ کوئی ہمنشین ہے۔

[2] پادشاہ۔ بادشاہ نے تفریحاً اُس سے کہا کہ تو نے کیا کھایا تھا اور ناشتہ کے لئے تیرے پاس کیا ہے۔ گفت۔ اُس نے کہا اگر کچھ ہوتا تو میں پیغمبری کا دعویٰ کیوں کرتا۔ دعویٰ۔ اِن لوگوں میں پیغمبری کا دعویٰ ایسا ہی مشکل کام ہے جیسا کہ کوئی پہاڑ میں دل کی تلاش کرے۔

[3] کس۔ پہاڑ اور پتھر کا دل کوئی تلاش نہیں کرتا ہے نہ اُن سے یہ توقع کرتا ہے کہ وہ باریک اور مشکل نکتے سمجھیں گے۔ ہر چہ۔ پہاڑ سے تم جو کچھ کہو گے وہ بازگشت آواز سے تمہارا مذاق ہی اڑائے گا۔ از کجا۔ یہی حال اِس قوم کا ہے کہ خدا کے پیغام سے اِن کو کوئی مناسبت نہیں ہے۔ گر تو۔ ہاں اگر اِن کے پاس کسی حسین عورت کا پیغام لاؤ تو سب کچھ قربان کر دیں گے۔

کہ[1] فلاں جا شاہدے می خواندت | عاشق آمد بر تو و می داندت
کہ فلاں جگہ ایک معشوق تجھے بلاتا ہے | وہ تجھ پر عاشق ہو گیا ہے اور تجھے جانتا ہے

ور تو پیغامِ خدا آری چو شہد | کہ بیا سوی خدا اے نیک عہد
اور اگر تو شہد جیسا خدا کا پیغام لائے | کہ اے قول و قرار کے سچے! اللہ کی جانب آ جا

از جہانِ مرگ سوی برگ رو | چوں بقا ممکن بود فانی مشو
موت کی دنیا سے ساز و سامان والے عالم کی جانب چل | جب بقا ممکن ہو تو ہلاک نہ ہو

قصد خونِ تو کنند و جان و سر | نز[2] برائے حمیتِ دین و ہنر
تیرے خون اور جان اور سر کا قصد کریں گے | ہنر مندی اور دین کی حمایت کی وجہ سے نہیں

بلکہ از چفسیدگی بر خانماں | تلخ شاں آید شنیدن ایں بیاں
بلکہ گھر بار کی وابستگی کی وجہ سے | اُن کو یہ بات سُننا کڑوا معلوم ہوتا ہے

سبب عداوت عام و بیگانہ زیستن ایشان با اولیائے خدا کہ بحق شان میخوانند و بآب حیات ابدی ارشاد می نمایند

عوام کی عداوت اور ان کے خدا کے اولیاء سے بیگانہ ہو کر زندگی کا یہ سبب ہوئے کہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہیں اور ہمیشگی کے آبحیات کیطرف راہنمائی کرتے ہیں

خرقہ بر ریش خر چفسیدہ سخت | چونکہ خواہی بر کنی ز و لخت لخت
پٹی گدھے کے زخم پر سخت چپکی ہوئی ہے | جب تو اس سے ٹکڑے ٹکڑے اکھاڑے گا

جفتہ اندازد یقیں آں خر ز درد | حبذا آں کس کز و پرہیز کرد
وہ گدھا یقیناً تکلیف کی وجہ سے دولتی مارے گا | خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس سے بچ گیا

خاصہ[3] پنجہ ریش و ہر جا خرقہ | بر سرش چفسیدہ در نم غرقہ
خصوصاً جبکہ پچاس زخم ہوں اور ہر جگہ پٹی | اس کے پیپ کی نمی میں اس پر چپکی ہوئی ہو

خانماں چوں خرقہ و ایں حرص ریش | حرص ہر کہ بیش باشد ریش بیش
گھر بار پٹی ہے اور یہ حرص زخم ہے | جس کو زیادہ حرص ہو گی اُسکے زخم زیادہ ہوں گے

خانمانِ جغد ویران ست و بس | نشنود اوصافِ بغداد و طبس
جغد کا گھر بار صرف ویرانہ ہے | وہ بغداد اور طبس کی خوبیاں نہیں سنتا ہے

گر بیاید باز سلطانی ز راہ | صد خبر آرد بدیں جغداں ز شاہ
اگر شاہی باز راستہ طے کر کے آئے | ان جغدوں کو بادشاہ کی سینکڑوں خبریں سُنائے

---

[1] کہ فلاں۔ اگر ان کو یہ پیغام دو کہ فلاں جگہ ایک معشوق ہے وہ تم پر عاشق ہے اور تمہیں خوب جانتا ہے۔ ور تو۔ یعنی اگر انہیں خدا کی طرف بلاؤ تو ناگوار ہوتا ہے۔ از جہاں۔ یہ پیغام دو کہ فانی دنیا سے آخرت کی طرف رجوع کرو۔ قصد۔ تو یہ لوگ اس پیغام پر پیغامبر کی جان کے دشمن بن جاتے ہیں۔

[2] نز۔ یہ لوگ اللہ کے پیغام کو جو رَد کرتے ہیں تو کسی دین کی حمایت میں نہیں کرتے ہیں بلکہ چونکہ ان کو اس فانی دنیا سے دلچسپی ہے اس لئے رَد کرتے ہیں اور ان کو میٹھا پیغام تلخ لگتا ہے اور ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ خرقہ۔ زخمی گدھے کے زخم دھونے کے لئے اگر کوئی شخص اس کے پھائے اکھاڑتا ہے تو وہ گدھا لاتیں مارتا ہے۔

[3] خاصہ۔ خصوصاً جب زیادہ اور خراب زخم ہوں اور پھائے اُن پر چپک گئے ہوں تو گدھا زیادہ لاتیں مارتا ہے۔ خانماں۔ ان دنیاداروں کی حرص ان کے زخم ہیں اور گھر بار ان زخموں کے پھائے ہیں۔ جغد۔ الّو کا مسکن ویرانہ ہے اگر اس کو کوئی بغداد اور طبس شہروں کی خوبی سنائے گا تو وہ کبھی سننے کے لئے تیار نہ ہو گا۔ گر بیاید۔ اگر کوئی اللہ کا پیغمبر انکو اللہ کی باتیں سناتا ہو تو یہ دنیادار جغد اُس کا مذاق اُڑاتے ہیں۔

شرح دارالملک و باغستان و جُو
دارالسلطنت اور باغ اور نہر کی تفصیل

پس بر و افسوس دارد ہر عدو
تو ہر دشمن اُس کا مذاق اڑائے گا

کہ[1] چہ باز آورد افسانۂ کہن
کہ باز پرانا قصہ کیوں لایا

کز گزاف و لاف میبافد سخن
کہ بیہودہ اور شیخی کی باتیں کر رہا ہے

کہنہ ایشانند و بوسیدہ ابد
پرانے اور ہمیشہ کے لئے سڑے ہوئے وہ ہیں

ورنہ آں دم کہنہ را نو میکند
ورنہ وہ بات پرانے کو نیا کر دیتی ہے

مُردگانِ کہنہ را جاں میدہد
پرانے مُردوں کو جان عطا کر دیتی ہے

تاجِ عقل و نورِ ایماں میدہد
عقل کا تاج اور ایمان کا نور دے دیتی ہے

دل مدزد از دلربائے روح بخش
روح بخشنے والے معشوق سے دل نہ چرا

کہ سوارت میکند بر پشتِ رخش
کیونکہ وہ تجھے عمدہ گھوڑے پر سوار کردیگا

سر[2] مدزد از سر فرازِ تاج دہ
سربلند کرنیوالے تاج بخشنے والے سے سر نہ چھپا

کو ز پائے دل کشاید صد گرہ
کیونکہ وہ دل کے پاؤں سے سینکڑوں گرہ کھولیگا

با کہ گویم در ہمہ دہ زندہ کو
کس سے کہوں؟ پورے گاؤں میں زندہ کون ہے؟

سُوئے آبِ زندگی پوئندہ کو
آبِ حیات کی جانب دوڑنیوالا کون ہے؟

تو بیک خواری گریزانی ز عشق
تو ایک ذلت کیوجہ سے عشق سے بھاگ جانیوالا ہے

تو بجز نامے چہ میدانی ز عشق
تو عشق کے نام کے سوا کیا جانتا ہے؟

عشق را صد ناز و استکبار ہست
عشق کے سینکڑوں ناز اور غرور ہیں

عشق با صد ناز می آید بدست
عشق سینکڑوں نازوں سے ہاتھ لگتا ہے

عشق[3] چوں وافی ست وافی میخرد
عشق چونکہ وفادار ہے، وفادار کا خریدار ہے

در حریفِ بیوفا می ننگرد
بیوفا دوست کی طرف نظر نہیں کرتا ہے

چوں درخت ست آدمی و بیخ عہد
انسان درخت کی طرح ہے اور (وفا) عہد جڑ ہے

بیخ را تیمار می باید بجہد
جڑ کی کوشش سے حفاظت کرنی چاہئے

عہدِ فاسد بیخِ بوسیدہ بُود
خراب عہد، سڑی ہوئی جڑ ہوتا ہے

وز ثمارِ لطف ببریدہ بُود
اور مہربانی کے پھلوں سے کٹا ہوا ہوتا ہے

جس شخص میں وفاداری نہ ہو وہ اُس درخت کی طرح ہے جو جڑ گل جانے سے پھلوں سے محروم ہوگیا ہو۔

---

[1] کہ چہ۔ دنیادار پیغمبر کی باتوں پر کہتے ہیں کہ یہ پرانی کہانیاں ہیں۔ کہنہ۔ یہ خود پرانے اور بوسیدہ ہیں ورنہ یہ باتیں تو پرانے کو بھی نیا بنادیتی ہیں۔ ظتمردگاں۔ جن لوگوں کے دل مُردہ ہوچکے ہیں یہ باتیں اُنکو نئی زندگی بخشدیتی ہیں عقل کا تاج اور ایمان کا نور عطا کردیتی ہیں۔ دل مدزد۔ اُس دلربا کی اِن باتوں سے دل نہ چرا وہ تیرے سرکش نفس پر تجھے قابو دیدیگا۔

[2] سر مدزد۔ یہ پیغمبر وقت تجھے تاج پہنادیگا تیرے دل کی گرہیں کھول دے گا۔ باکہ گویم۔ لیکن ان باتوں کے سننے والے کہاں ہیں آبِ حیات کے طالب مفقود ہیں۔ تو بیک خواری عشق میں اگر ایک ذلت اٹھانی پڑجائے تو تو عشق کو چھوڑ بھاگتا ہے تو نے [illegible] عشق کا نام سُنا ہے اُس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہے عشق بہت متکبر اور نازوں بھرا ہے بہت مصیبتوں سے ہاتھ لگتا ہے

[3] عشق۔ عشق وفادار ہے وہ وفادار ہی کو حاصل ہوتا ہے وہ بے وفا کی طرف نظر بھر کر بھی نہیں دیکھتا ہے۔ بیخ عہد۔ انسانیت کی اصل اور جڑ وفاداری ہے اور درخت کی جڑ کی حفاظت ضروری ہے۔ عہدِ فاسد

شاخ و برگِ نخل اگرچه سبز بود — بافسادِ بیخ سبزی نیست سود

کھجور کی شاخ اور پتے اگرچہ سبز ہوں — جڑ کی خرابی کے ہوتے ہوئے سبزی مفید نہیں ہے

ور ندارد برگِ سبز و بیخ هست — عاقبت بیروں کند صد برگ دست

اور اگر سبز پتے نہ ہوں اور جڑ (صحیح) ہے — انجام کار سینکڑوں پتے ہاتھ نکالیں گے

تو مشو غرّه بعلمش عهد جو — علم چوں قشرست عهدش مغزِ او

تو اس کے علم سے دھوکا نہ کھا، عہد کی جستجو کر — علم چھلکا جیسا ہے اس کا عہد اس کا مغز ہے

دربیان آنکه مردِ بدکار چوں متمکن شود در بدکاری و اثرِ دولت

اس کا بیان کہ بدکار انسان جب بدکاری میں لگ جاتا ہے اور نیکوں کی دولت

نیکوکاراں بہ بیند شیطان صفت شود و مانعِ خیر گردد از حسد

کا اثر دیکھتا ہے شیطان جیسا بن جاتا ہے اور حسد سے شیطان کی طرح بھلائی کیلئے مانع

ہمچوں شیطاں کہ خرمن سوختہ ہمہ را خرمن سوختہ خواہد

بنتا ہے کیونکہ جس کا کھلیان جل گیا ہو سب کو جلے ہوئے کھلیان والا چاہتا ہے

أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ

کیا تو نے نہیں دیکھا اس کو جو بندے کو منع کرتا ہے جبکہ وہ نماز پڑھے الخ

وافیاں را چوں بہ بینی کردہ سود — تو چو شیطانے شوی آنجا حسود

جب تو وفاداروں کو سود مند دیکھتا ہے — تو تو شیطان کی طرح اس وقت حاسد بنتا ہے

ہر کہ را باشد مزاج و طبع سست — او نخواہد ہیچکس را تندرست

جس شخص کا مزاج اور طبیعت مریض ہو — وہ کسی کو تندرست دیکھنا پسند نہیں کرتا

گر نخواہی رشکِ ابلیسی بیا — از درِ دعوے بدرگاہِ وفا

اگر تو شیطان کا سا حسد نہیں کرنا چاہتا ہے تو آجا — دعوے کے دروازے سے (ہٹ کر) وفا کی درگاہ میں

چوں وفایت نیست بارے دم مزن — کایں سخن دعویست اَغلب ما و من

جبکہ تجھ میں وفا نہیں ہے اس کا نام نہ لے — کیونکہ یہ بات اکثر تکبر کا دعویٰ ہے

ایں سخن در سینہ دخلِ مغزہاست — در خموشی مغزِ جاں را صد نماست

یہ بات سینے میں مغزوں کی آمدنی ہے — چپ رہنے میں جان کے مغز کا بہت اضافہ ہے

چوں بیامد در زباں شد خرجِ مغز — خرج کم کن تا بماند مغزِ نغز

جب وہ بات زبان پر آئی، مغز خرچ ہو گیا — خرچ نہ کر تاکہ عمدہ مغز باقی رہے

لہ شاخ۔ جس درخت کی جڑ گل گئی ہو اُسکے پتوں کی سبزی کچھ مفید نہیں ہے۔ ور ندارد۔ اگر جڑ درست ہے، پتوں کے جھڑ جانے سے کوئی نقصان نہیں ہے پتے پھر آجائیں گے۔ تو مشو۔ کسی انسان کے علم سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے یہ دیکھنا چاہئے کہ اُسمیں وفاداری کا مادہ ہے یا نہیں وفاداری انسان کا جوہر ہے۔

لہ دربیان۔ انسان جب خود بھلائیوں سے محروم ہوتا ہے تو دوسروں کی بھلائیوں سے شیطان کی طرح جلنے لگتا ہے اور چاہتا ہے وہ بھی بھلائی سے محروم ہو جائیں یہی حال ابوجہل کا تھا آنحضورؐ کو نماز پڑھتے نہ دیکھ سکتا تھا۔ وافیاں۔ ناکام انسان بامراد انسانوں پر شیطان کی طرح حسد کرتا ہے۔ ہر کہ۔ بیمار سب کو بیمار دیکھنا چاہتا ہے۔ گر نخواہی۔ اگر انسان اس ابلیسی صفت سے بچنا چاہے تو خود کو کامیاب بنائے

لہ چوں۔ جب انسان وفاداری سے خالی ہے تو اُسکو خاموش رہنا چاہئے اسلئے کہ اس صورت میں اُسکے دعوے میں دو برائیاں ہونگی ایک بیوفائی دوسرے دروغگوئی۔ کایں سخن۔ انسان کی زیادہ باتیں عموماً تکبر پر مبنی ہوتی ہیں۔ دخل۔ آمدنی، جب تک بات سینے میں ہے وہ روح کا جوہر ہے اُسکو خرچ نہ کرنا چاہئے۔ چوں بیامد۔ بات کہنے سے روح کا جوہر صرف ہوتا ہے تو اُسکو خرچ نہ کرنا چاہئے۔

مُردِ کم گوینده را فکریست زَفت[1] | قشرِ گفتن چوں فزوں شد مغز رفت

کم گو انسان کا خیال وزنی ہوتا ہے | باتیں کرنے کا چھلکا جب بڑھا عمدہ مغز ختم ہو گیا

پوست افزوں گشت و کمتر گشت مغز | پوست کمتر شد فزوں شد مغزِ نغز

چھلکا بڑھا ، اور مغز گھٹا | چھلکا گھٹا ، تو عمدہ مغز بڑھا

بنگر ایں ہر سہ زخامی رَستہ را | جوز را و لوز را و پستہ را

ان تین کچے ہوؤں کو دیکھ لے | اخروٹ کو اور بادام کو اور پستہ کو

ہر کہ او عصیاں کند شیطاں شود | کہ حسودِ دولتِ نیکاں شود

جو نافرمانی کرتا ہے، شیطان بن جاتا ہے | کیونکہ وہ نیکوں کی دولت کا حاسد ہو جاتا ہے

چونکہ در عہدِ خدا کردی وفا | از کرم عہدت نگہدارد خدا

جب تو نے خدا کے عہد کی وفا کی | عنایت کر کے، خدا تیرے عہد کی حفاظت کرتا ہے

از وفائے حق تو بستہ دیدہ | اُذْکُرُوا اَذْکُرْکُمْ[2] نشنیدہ

اللہ تعالیٰ کی وفاداری سے تو نے آنکھ بند کر لی ہے | "تم یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا" تو نے نہیں سنا ہے

گوش نہ اُوْفُوْا بِعَهْدِیْ گوش دار | تا کہ اُوْفِ عَهْدَکُمْ آید زیار

کان لگا "تم میرے عہد کی وفاداری کرو" کو سن | تاکہ دوست کی جانب سے "میں تمہارا عہد پورا کروں گا" کی جانب

عہد و قرضِ ما چہ باشد اے حزیں | ہمچو دانہ خشک کشتن در زمیں

اے غمگین! ہمارا عہد اور قرض کیا ہوتا ہے؟ | (ایسا ہی ہے) جیسا کہ زمین میں خشک دانہ بونا

نے زمیں را زاں فروغ و لمتری[3] | نے خداوندِ زمیں را تانگری

اُس سے زمین کو کوئی اضافہ یا بڑھوتری نہیں ہے | نہ زمین کے مالک کے لئے مالداری ہے

جز اشارت کہ ازیں می بایدم | کہ تو دادی اصل ایں را از عدم

سوائے اس اشارے کے کہ مجھے اس میں سے درکار ہے | کیونکہ تو نے ہی اس کی اصل کو عدم سے عنایت کیا تھا

خوردم و دانہ بیاوردم نشاں | کہ ازیں نعمت بسوئے ما کشاں

میں نے کھا لیا اور ایک دانہ نشانی کیلئے لے آیا ہوں | کہ اِس نعمت کو ہمارے لئے بھیج دے

پس دعائے خشک ہل اے نیکبخت | کہ فشاند دانہ می خواہد درخت

اے نیک بخت! خشک دعا کو چھوڑ دے | جو کہ دانہ بکھیرتا ہے، درخت چاہتا ہے

گر نہ داری دانہ ایزد زاں دعا | بخشدت نخلے کہ نِعْمَ مَا سَعٰی

اگر تیرے پاس دانہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس دعا سے | تجھے کھجور عنایت کر دے گا کیونکہ اُس نے جو کوشش کی ہے وہ اچھی ہے

[1] زَفت: موٹا۔ اس خیال مغز ہے اور اُس کی تعبیر کے الفاظ چھلکا ہیں جس قدر چھلکا کم ہو گا گودا بڑھے گا۔ بنگر۔ اخروٹ اور بادام اور پستہ کو دیکھ لے اُن کا اگر چھلکا موٹا ہے گری کم نکلے گی۔ ہر گنہگار شیطان صفت ہو جاتا ہے۔ چونکہ۔ جب انسان عہدِ اَلَسْت یا فرائض کے عہد میں وفاداری دکھاتا ہے تو پھر خدا اُس کے عہد کی نگہبانی فرماتا ہے اور عہد شکنی سے بچا لیتا ہے۔

[2] اُذْکُرُوا۔ قرآن پاک میں ہے فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ "تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرو اور کفر نہ کرو"۔ اُوْفُوْا قرآن پاک میں ہے اَوْفُوْا بِعَهْدِیْ اُوْفِ بِعَهْدِکُمْ "تم میرے عہد کی وفا کرو میں تمہارے عہد کی وفا کروں گا"۔ عہد و قرض۔ ہم جو اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں یا اُس کو قرض دیتے ہیں اس میں ہمارا ہی فائدہ ہے اس کی مثال یہ ہے کہ ہم زمین میں ایک دانہ بوتے ہیں اس سے زمین کو فائدہ نہیں، ہمارا فائدہ ہے۔

[3] لمتری۔ مشابا۔ تانگری۔ تونگری، مالداری۔ جز۔ دانہ بونے میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح تو نے اِس دانہ کو عدم سے موجود فرما دیا مجھے اسی قسم کا غلہ عطا فرما دے۔ خوردم۔ دانہ بونے والا یہ کہتا ہے کہ میں نے جو تیری نعمت کھائی وہ اسی قسم کی تھی یہ نعمت مجھے اور دیدے۔ دعائے خشک یعنی عمل سے خالی دعا، خراب ہے اُس سے درخت [illegible] مقصد حاصل نہیں ہو جاتا۔

ہمچو مریمؑ درد بودش دانہ نے
جس طرح کہ حضرت مریمؑ کے پاس درد تھا دانہ نہ تھا

سبز کرد آں نخل را صاحب فنے
صاحب تدبیر نے اُس کھجور کو سرسبز کردیا

زانکہ وافی بود آں خاتونِ راد
کیونکہ وہ دانا خاتون وفادار تھیں

بے مرادش داد یزداں صد مراد
اللہ نے اُن کے مانگے بغیر سیکڑوں مرادیں دیدیں

آں جماعت راکہ وافی بودہ اند
جو لوگ وفادار ہوتے ہیں

بر ہمہ اصناف شاں افزودہ اند
تمام طبقوں پر اُن کو فضیلت دیدی گئی ہے

گشت دریاہا مسلّم پرورِ شاں
دریا اُن کی پرورش کرنے والے بنے ہیں

صحن میدانہا نتاند رازِ شاں
میدانوں کی وسعت اُن کے راز نہ سما سکی

گشت دریاہا مسخر شاں و کوہ
دریا اور پہاڑ اُن کے تابع فرمان بنے

چار عنصر نیز بندہ آں گروہ
اُس جماعت کے چاروں عناصر بھی غلام ہے

ایں خود اکرامیست از بہرِ نشاں
یہ دکھلانے کے لئے اکرام ہے

تا بہ بینند اہلِ انکاراں عیاں
تاکہ منکرین واضح طور پر دیکھ لیں

آں کرامتہائے پنہاں شاں کہ آں
اُن کی وہ پوشیدہ کرامتیں ہیں کہ وہ

در نیاید در حواس و در بیاں
حواس اور بیان میں نہیں آسکتیں

کار آں دارد خود آں باشد ابد
وہ ایسے کام رکھتی ہیں کہ وہ ابدی ہوتے ہیں

دائماً نے منقطع نے مسترد
مسلسل، نہ منقطع ہوتے ہیں، نہ مسترد

بلکہ باشد در ترقی دمبدم
بلکہ وہ ہر لحظہ ترقی میں ہوتے ہیں

ہست آں بخشندۂ صاحب کرم
وہ عطا کرنے والا کریم ہے

در مناجات
دُعا

اے دہندہ قوت و تمکین و ثبات
اے روزی اور استقلال اور پائیداری عنایت کرنیوالے

خلق را زیں بے ثباتی دہ نجات
مخلوق کو اِس ناپائیداری سے نجات دیدے

اندراں کاریکہ ثابت بودنی ست
اُس کام میں جو پائیداری کے قابل ہے

قائمی دہ نفس راکہ منثنی ست
نفس کو ٹھکاؤ عنایت کردے وہ پلٹ جانیوالا ہے

اندراں کاریکہ دارد آں ثبات
وہ کام جو پائیدار ہو

قائمی دہ نفس را بخشش حیات
نفس کو ٹھکاؤ دے، اُس کو زندگی بخش

۱؎ ہمچو مریمؑ۔ حضرت مریمؑ نے کھجور کی گٹھلی نہیں بوئی تھی البتہ اُن کو درد تھا اُس سے درخت اُگ آیا۔ آں جماعت۔ اللہ کے عہد کو پورا کرنے والے سب افضل ہیں۔ گشت۔ حضرت موسیٰؑ نے تابوت میں دریا میں رہتے ہوئے اور حضرت یونسؑ نے مچھلی کے پیٹ میں دریا میں رہتے ہوئے پرورش پائی۔ چار عنصر۔ مختلف جگہ بتادیا گیا ہے کہ آگ، پانی، ہوا، مٹی نے انبیاء کی مدد کی۔

۲؎ ایں خود۔ معجزے محض لوگوں کو دکھانے کے لئے دیئے جاتے ہیں۔ آں کراماتہائے۔ لیکن باطنی کرامتیں جو عوام کی نگاہوں سے مخفی ہوتی ہیں وہ اصل ہیں اور وہ دمبدم بڑھتی رہتی ہیں جیسی کہ استقامت فی الدین اتباع سنت وغیرہ۔

۳؎ اے دہندہ۔ چونکہ پہلے وفاداری اور عہد کی پابندی کا ذکر کیا تھا تو مولانا نے اُسکے لئے دعا شروع کردی ہے.... بے ثباتی۔ یعنی عہد پر قائم نہ رہنا۔ اندر۔ جن کاموں میں استقلال اور پائیداری ضروری ہے اُن میں اِس منحرف ہو جانیوالے نفس کو پائیداری عطا کردے۔

صبر شاں بخش و کفۂ میزاں گراں
اُن کو صبر عطا کر اور ترازو کا بھاری پلڑا

وارہاں شاں از دمِ صو تگراں
بھروپیوں سے اُن کو نجات دے

وز حسودی باز شاں خرائے کریم
اے کریم! اُن کو حسد سے بچالے

تا نبا شد از حسد دیوِ رجیم
تاکہ وہ حسد کی وجہ سے مردود شیطان نہ بنیں

در نعیمِ فانی و مال و جسد
فانی نعمتوں اور مال اور جسم میں

چوں ہمی سوزند عامہ از حسد
عوام حسد سے کیسے جلتے ہیں؟

بادشاہاں بیں کہ لشکر می کشند
بادشاہوں کو دیکھ کہ لشکر کشی کرتے ہیں

از حسد خویشانِ خود را میکشند
حسد کی وجہ سے اپنوں کو مار ڈالتے ہیں

عاشقانِ لعبتانِ پر قذر
گندی گڑیوں کے عاشق

کردہ قصدِ خون و جانِ یک دگر
ایک دوسرے کا خون اور جان لیتے ہیں

ویس و رامیں خسرو و شیریں بخواں
ویس اور رامیں، خسرو اور شیریں (کا قصہ) پڑھ لے

تا چہ کردند از حسد آں ابلہاں
اِن احمقوں نے حسد سے کیا کیا ہے

تا فنا شد عاشق و معشوق نیز
یہاں تک کہ عاشق اور معشوق بھی فنا ہو گیا

کہ نہ چیزند و ہوا شاں ہم نچیز
کیونکہ وہ ناچیز تھے اور اُن کی محبت بھی ناچیز تھی

پاک اللّٰہی کہ عدم برہم زند
خدا (فنا سے) پاک ہے کیونکہ وہ عدم کو بھڑا دیتا ہے

مر عدم را بر عدم عاشق کند
عدم کو عدم پر عاشق بنا دیتا ہے

در دلِ نہ دل حسد ہا سر کند
بے دل کے دل میں حسد پیدا ہو جاتے ہیں

نیست را و ہست را مضطر کند
معدوم اور موجود کو بے چین کر دیتا ہے

ایں زنانے کز ہمہ مشفق تر اند
یہ عورتیں جو سب سے زیادہ شفقت کرنیوالی ہیں

از حسد دو ضرہ خود را می خورند
حسد کی وجہ سے دو سوکنیں اپنے آپ کو کھا جاتی ہیں

تا کہ مردانے کہ خود سنگیں دل اند
یہاں تک کہ مرد جو خود سنگدل ہیں

از حسد اندر کدامیں منزل اند
حسد کی وجہ سے کونسی منزل میں ہیں؟

گر نکردے شرع افسونِ لطیف
اگر شریعت پاکیزہ منتر (تدبیر) مقرر نہ کرتی

بر دریدے ہر کسے جسمِ حریف
ہر شخص مخالف کا جسم پھاڑ ڈالتا

شرع بہرِ دفعِ شر رائے زند
شریعت شر کو رفع کرنے کیلئے ایک تدبیر کرتی ہے

دیو را در شیشۂ حجت کند
بھوت کو دلیل کی بوتل میں بند کر دیتی ہے

له کفہ۔ ترازو کا پلڑا یعنی اُس ترازو کا پلڑا جو قیامت میں اعمال کو تولنے کیلئے قائم کی جائے گی۔ صوتگراں۔ بھروپئے یعنی جھوٹے پیر۔ وز حسودی۔ حسد کی وجہ سے انسان شیطانی صفت سے متصف ہو جاتا ہے۔ در نعیم۔ حسد ہونا ایسی چیزوں پر ہوتا ہے جو خود فانی ہیں۔ بادشاہاں۔ بادشاہ رشتہ داروں کو محض حسد کی وجہ سے قتل کرا دیتے ہیں۔ عاشقاں۔ فانی اور بشریت کے لوازم سے پُر معشوقوں کے عشق میں عاشق ایک دوسرے کو قتل کر ڈالتے ہیں۔ ویس نامی معشوقہ کے عاشق رامیں نے رقیبوں کو قتل کیا۔ خسرو، شیریں کے عاشق نے فرہاد کو مروایا۔

ٹے تا فنا شد۔ اِس حسد کے نتیجہ میں عاشق بھی فنا ہوا اور معشوق بھی ہمیشہ زندہ نہ رہا۔ پاک۔ عشق ہو تو ذاتِ الٰہی سے ہو جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ کہ عدم۔ فانی معشوق کو فنا کر دیتا ہے فانی کو فانی پر عاشق بنا دیتا ہے۔ در دل۔ وہ عاشق جو اپنے آپ کو بے دل کہتا ہے اُسکے دل میں حسد سر ابھارتا ہے۔ ایں زنانے۔ عورتوں میں شفقت کا مادہ زیادہ ہے لیکن وہ بھی حسد میں مبتلا ہیں ایک سوکن دوسری سوکن کو کھائے جاتی ہے۔

ٹے اگر مردانے۔ جب عورت کا یہ حال ہے تو سنگدل مردوں کے احوال کا اندازہ لگالو۔ افسون۔ منتر یعنی تدبیر اس مادہ بدلے کا حکم شرع مشہور ہے کہ جن کو منتر کے ذریعہ

از گواہ و از یمین و از نکول
گواہ اور قسم اور قسم کے انکار کے ذریعہ

تا بہ شیشہ در رود دیوِ فضول
تاکہ بیہودہ بھوت، بوتل میں آجائے

مثلِ میزانے کہ خوش در دو ضد
ترازو کی طرح، کہ اس میں دونوں مخالف خوش ہوتے ہیں

جمع می آید یقیں در ہزل و جد
یقینا متفق ہو جاتے ہیں مذاق میں اور سنجیدگی میں

شرع چوں کیل و ترازو داں یقیں
شریعت کو یقینا پیمانہ اور ترازو کی طرح سمجھ

کہ بدو خصماں رہند از جنگ و کیں
کیونکہ دو جھگڑنے والے اسکے ذریعہ سے لڑائی اور کینہ سے نجات پا جاتے ہیں

گر ترازو نبود آں خصم از جدال
اگر ترازو نہ ہو تو مخالف جھگڑے کی وجہ سے

کے رہد از وہمِ حیف و احتیال
ظلم اور حیلہ گری کے وہم سے کب چھوٹ سکتا ہے؟

پس دریں مردارِ زشتِ بے وفا
تو اس مردار، بُری بے وفا (دنیا) میں

ایں ہمہ رشک ست خصمی و جفا
پورا رشک اور جھگڑا اور ظلم ہے

پس[۲] دراں اقبال و دولت چوں بود
تو اس (آخرت کے) اقبال اور دولت میں کیسا ہوگا

چوں شود جنّی و انسی در حسد
جن اور انسان کیسے حسد میں ہوں گے؟

آں شیاطیں خود حسودِ کہنہ اند
وہ شیطان خود پرانے حاسد ہیں

یک زماں از رہزنی خالی نیند
تھوڑی دیر کے لئے بھی رہزنی سے خالی نہیں ہیں

واں بنی آدم کہ عصیاں کشتہ اند
وہ بنی آدم جنہوں نے گناہ بوئے ہیں

از حسودی نیز شیطاں گشتہ اند
وہ بھی حسد کی وجہ سے شیطان بن گئے ہیں

از نبی برخواں کہ شیطانانِ انس
قرآن میں پڑھ لے کہ انسانی شیطان

گشتہ اند از مسخِ حق با دیو جنس
اللہ تعالیٰ کے مسخ کرنے سے شیطان کے ہم جنس بنگئے ہیں

دیو چوں عاجز شود از افتناں
شیطان جب انسان کے فتنہ میں پڑنے سے عاجز آ جاتا ہے

استعانت جوید او از انسیاں
وہ انسانوں سے مدد مانگتا ہے

کہ[۳] شما یارید باما، یاریے
کہ تم ہمارے دوست ہو، مدد کرو

جانبِ مائید، جانب داریے
ہمارے جانب دار بنو، جانبداری کرو

گر کسے را رہ زنند اندر جہاں
اگر وہ دنیا میں کسی کی رہزنی کرتے ہیں

ہر دو گوں شیطان برآید شادماں
تو دونوں قسم کے شیطان خوش ہوتے ہیں

ور کسے جاں برد و شد در دیں بلند
اگر کسی نے جان بچالی اور دین میں بلند ہو گیا

نوحہ میدارند آں دو رشک مند
دونوں رشک کرنے والے روتے ہیں

[۱] از گواہ۔ اگر مدعی کے پاس گواہ ہوں تو ثبوت کیلئے اُس سے گواہ طلب کئے جاتے ہیں ورنہ مدعیٰ علیہ سے قسم لی جاتی ہے اور اس کی قسم اور قسم سے انکار پر فیصلہ کیا جاتا ہے۔ نکول قسم سے انکار کرنا۔ مثلِ میزانے۔ فریقین کو مطمئن کرنے کا یہ طریقہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ترازو فریقین کو مطمئن کر دیتی ہے۔ شرع۔ یہ شرعی فیصلہ فریقین کیلئے اسی طرح باعث اطمینان ہوتا ہے جس طرح چیز کو ناپ کر یا تول کر فیصلہ کرنا باعث اطمینان ہوتا ہے۔ حیف۔ ظلم۔ احتیال۔ حیلہ گری۔

[۲] پس جب دنیا کی ناپائیدار چیزوں میں حسد اور رشک کا یہ حال ہے تو اُخروی نعمتوں میں حسد اور رشک کا اندازہ خود لگا لو۔ آں شیاطین۔ شیطان تو حاسد ہوتا ہی ہے انسان بھی حسد کر کے شیطان بن جاتا ہے۔ از نبی۔ قرآن میں شیطانوں کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں ایک جنی ایک انسی۔ دیو۔ جنی شیطان جب کسی معاملہ میں خود عاجز آ جاتا ہے تو پھر انسانوں میں سے شیاطین کو اپنی مدد کیلئے بلاتا ہے۔ افتناں۔ فتنہ میں مبتلا ہونا۔

[۳] کہ شما۔ شیطان مایوس ہو کر انسانی شیطانوں کو پکارتا ہے۔ یاریے یعنی تم تھوڑی سی مدد کرو۔ گر کسے۔ اگر کوئی کسی کو گمراہ کرتا ہے تو جنی اور انسانی شیطان اس پر خوشی مناتے ہیں۔ ور کسے۔ اگر کسی سے نیکی صادر ہوتی ہے

هر دو[۵۱] می خایند دندانِ حسد | بر کسے کہ داد ادیب اُو را خرد
دونوں حسد سے دانت پیستے ہیں | اُس شخص پر جس کو اُستاد نے عقل سکھا دی ہو

پرسیدنِ شاہ ازاں مدّعیِ نبوت کہ آنکہ رسولِ راستیں باشد

بادشاہ کا نبوت کے مدعی سے دریافت کرنا کہ جو سچا رسول ہو

و ثابت شود با او چہ باشد کہ کسے را بخشد و یا بصحبت و خدمتِ

اور ثابت ہو جائے تو اُس کے پاس کیا ہوتا ہے کہ وہ کسی کو بخشے اور اُس کی صحبت و خدمت

اُو چہ بخشش یابند غیرِ نصیحت کہ بزبان میگوید

سے وہ کیا بخشش پائیں گے سوائے اُس نصیحت کے جو وہ زبانی کرتا ہے

شاہ پرسیدش کہ بارے وحی چیست | یا چہ حاصل دارد آنکس کو نبی ست
بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ آخر تیری وحی سے فائدہ کیا ہے | یا جو نبی ہے اُس کو کیا حاصل ہے؟

یا چہ بخشد ہر کسے را در سخن | غیرِ ایں نصحِ زباں کُن یا مکن
یا وہ بات کرنے میں کسی کو کیا دیتا ہے؟ | سوائے اُس زبانی نصیحت کے کہ کر یا نہ کر

چیست نفع از خدمتش در صحبتش | وانکہ تابع گشت چہ بود رفعتش
اُس کی صحبت میں اُس کی خدمت سے کیا نفع ہے؟ | اور جو اُس کے تابع ہو جائے اُس کو کیا بلندی حاصل ہو؟

گفت خود آں چیست کش حاصل نشد | یا چہ دولت ماند کو واصل نشد
اُس نے کہا وہ کیا چیز ہے جو اُس کو حاصل نہ ہوئی؟ | یا وہ کونسی دولت رہ گئی جو اُس کو نہ ملی؟

گیرم[۵۲] ایں وحیِ نبی گنجور نیست | ہم کم از وحیِ دلِ زنبور نیست
میں نے مانا کہ یہ خزانہ کے مالک کی وحی نہیں ہے | پھر بھی شہد کی مکھی کے دل کی وحی سے کم نہیں ہے

چونکہ اَوْحَی الرَّبُّ اِلَی النَّحْل آمد است | خانۂ وحیش پُر از حلوا شد است
چونکہ اللہ نے شہد کی مکھی کو وحی کی ہے نازل ہوئی ہے | اُس کی وحی کا گھر شہد سے بھر گیا ہے

اُو[۵۳] بنورِ وحیِ حق عزّ و جل | کرد عالم را پُر از شمع و عسل
اُس نے اللہ عزّ و جل کی وحی کے نور سے | دنیا کو موم اور شہد سے بھر دیا

ایں کہ کَرَّمْنَاست بالا می رود | وحیش از زنبور کے کمتر بود
یہ جو کہ ہم نے عزت بخشی ہے اونچا جاتا ہے | اُس کی وحی، شہد کی مکھی سے کب کم ہوگی؟

---

۵۱ ہر دو۔ دونوں قسم کے شیطان نیکی کرنے والے پر غضبناک ہوتے ہیں۔ پرسیدن۔ بادشاہ نے اُس مسخرے سے پوچھا کہ وحی سے صاحبِ وحی اور دوسروں کو کیا فائدہ ہے؟۔ بارے۔ یعنی آپ یا بار یعنی پھل اور یا اضافت کے کسرے کے عوض میں ہے۔ حاصل۔ پیدا وار آمدنی کی آیا کوئی یعنی امر الٰہی... وانکہ۔ ماننے والوں کو کیا بلندی حاصل ہوتی ہے۔ گفت۔ مسخرہ نے کہا آپ یہ بتائیے کہ وہ کونسا فائدہ ہے جو صاحبِ وحی کو حاصل نہیں ہوتا ہے۔

۵۲ گیرم۔ اُس مسخرے نے کہا میں نے مانا کہ میری وحی وہ وحی نہیں ہے جو کسی بڑے نبی کے پاس آئی ہو لیکن شہد کی مکھی کو جو وحی آئی تھی اُس سے تو کم درجہ کی نہیں ہے۔ وحی کے دو معنی ہیں، ایک تو وہ کلامِ خداوندی جو کسی فرشتہ کے ذریعہ کسی نبی پر نازل ہو، دوسرے معنی اشارے اور دل میں کسی بات کے آنے کے ہیں۔ مسخرے نے دوسرے معنی مُراد لیے ہیں۔ اَوحی۔ قرآن پاک میں ہے وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ: اور تیرے رب نے شہد کی مکھیوں کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں سے اور درختوں سے اور اُن سب چیزوں سے جن سے وہ چھپر بناتے ہیں۔

گھر بنائیں۔ ۵۳ اُو۔ شہد کی مکھیوں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعہ ہی دنیا کو شہد اور موم عطا کیا ہے۔ کَرَّمْنَا۔ قرآن پاک میں ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ۔ بے شک ہم نے بنی آدم کو بڑائی بخشی ہے۔

نے تو اَعطَیناکَ کوثرؐ خواندہ ۔ پس چرا خشکے و تشنہ ماندہ
کیا تونے "ہم نے تجھے کوثر دیدی ہے" نہیں پڑھا ہے! ۔ پس تو کیوں خشک اور پیاسا ہے؟

یا مگر فرعونی و کوثر چو نیل ۔ بر تو خوں گشت ست و ناخوش اے علیل
یا شاید تو فرعون اور کوثر نیل کی طرح ہے؟ ۔ اے بیمار! جو تجھ پر خون اور ناگوار بن گئی ہے

توبہ کن بیزار شو از ہر عدو ۔ کو ندارد آبِ کوثر در کدو
توبہ کرلے، (خدا کے) ہر دشمن سے بیزار بن جا ۔ جس کے کدو میں آبِ کوثر نہیں ہے

ہر کہ را دیدی ز کوثر سرخ رو ۔ او محمدؐ خوست با او گیر خو
تو جس کو کوثر سے سرخرو دیکھے ۔ وہ محمدؐ کے مزاج والا ہے، اُس کی عادت اختیار کر

تا اَحَبَّ اللهُ آئی در حسیب ۔ کز درختِ احمدی با اوست سیب
تاکہ تو "اس نے خدا سے محبت کی" کی شمار میں آجائے ۔ کیونکہ اس کے پاس احمدیؐ درخت کے سیب ہیں

ہر کرا دیدی ز کوثر خشک لب ۔ دشمنش میدار ہمچوں مرگ و تب
تو جس کو کوثر سے خشک لب دیکھے ۔ اُس کو موت اور بخار کی طرح دشمن سمجھ

زانکہ او بوجہل شد یا بولہب ۔ دور شو زو تا نیفتی در کرب
کیونکہ وہ ابوجہل یا ابولہب ہے ۔ تو اس سے بھاگ جا، تاکہ مصیبت میں نہ پھنسے

گرچہ بابائے تو ہست و مامِ تو ۔ کو حقیقت ہست خوں آشامِ تو
خواہ وہ تیرا باپ یا ماں ہو ۔ کیونکہ وہ دراصل تیرا خون پینے والا ہے

از خلیلِ حق بیاموز اے پسر ۔ کہ شد او بیزار اوّل از پدر
اے بیٹا! (حضرت) ابراہیمؑ سے سیکھ لے ۔ کہ وہ پہلے باپ ہی سے بیزار ہوئے

تاکہ اَبغَضَ لِلّٰہ آئی پیشِ حق ۔ تا نگیرد بر تو رشکِ عشق دق
تاکہ تو اللہ کے سامنے "اس نے خدا کیلئے بغض کیا" بنے ۔ تاکہ تیرے اوپر عشق کا رشک مصیبت نہ ڈالے

تا نخوانی لا و اِلّا الله را ۔ در نیابی منہجِ ایں راہ را
جب تک تو "لا" اور "الّا اللہ" نہ پڑھ لے گا ۔ اِس طریقہ کا راستہ نہ پائے گا

داستانِ آں عاشق کہ با معشوق خود بر می شمرد خدمتہائے
اُس عاشق کی داستان جو اپنے معشوق کے سامنے اپنی خدمتیں اور

اقرار مراد ہے۔ مومن میں جب دونوں باتیں پیدا ہو جاتی ہیں جب ہی وہ سیدھے راستہ پر سمجھا جاتا ہے۔
داستان۔ اِس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ عاشق کو معشوق کے سوا ہر چیز سے دست کش ہو جانا چاہیے۔

۵۱ کوثر۔ قرآن پاک میں آنحضورؐ کو خطاب کرکے فرمایا گیا ہے: اِنَّا اَعطَینٰکَ الکَوثَرَ ۔ بے شک ہم نے تجھے کوثر عطا کی ہے۔ کوثر حقیقتاً جنت میں ایک حوض ہے یہاں اُس سے آنحضورؐ کے ظاہری اور باطنی فیوض مراد ہیں۔ یا مگر۔ شاید تو فرعون صفت ہے کہ تیرے لئے کوثر، کوثر نہیں رہی جیسا کہ فرعون کے لئے دریائے نیل کا پانی، پانی نہ رہا تھا بلکہ خون بن گیا تھا۔ توبہ کن۔ جو انسان آنحضورؐ کی اُس کوثر سے سیراب نہیں ہوا ہے اُس سے ہر شخص کو بیزار رہنا چاہیے۔ ہر کہ جس شخص نے حضورؐ کی کوثر سے سیرابی حاصل کی ہے تم اُس کی عادت اختیار کرو۔ اَحَبَّ۔ حدیث شریف میں ہے مَن اَحَبَّ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ ۔ جس شخص نے خدا کیلئے محبت کی اُس نے ایمان مکمل کر لیا۔

۵۲ زانکہ جو شخص کوثر نبویؐ سے مستفید نہیں ہے وہ ابوجہل اور ابولہب صفت ہے اُس سے دور رہنا چاہیے خواہ وہ کتنا ہی قریبی رشتہ دار ہو۔ از خلیل۔ حضرت ابراہیمؑ کافر باپ آزر سے بیزار ہو گئے تھے۔ تاکہ جب تو اللہ کے لئے کسی سے ناراض ہو گا تب عشق میں سچا ثابت ہو گا۔ شعر ۔ توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہدے یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

۵۳ تا نخوانی: لا سے غیر اللہ کی نفی اور الّا اللہ سے اللہ کا

وو فاہائے خود را و شبہائے دراز تتجافی جنوبہم عن المضاجع
اپنی وفاداریاں اور اپنی دراز راتیں شمار کر رہا تھا کہ ان کے پہلو بستروں سے دور رہتے ہیں

را و بینوائیِ خود را و جگر تشنگیِ روز ہائے دراز و می گفت کہ
کو اور اپنی بے سروسامانی اور عرصہ دراز کی جگر کی پیاس کو اور کہتا تھا کہ مجھے

من جز ایں خدمت ندانم اگر خدمتے دیگر ست مرا ارشاد کن
اس خدمت کے سوا کچھ نہیں آتا ہے اگر کوئی اور خدمت ہے تو مجھے بتا دیجئے

کہ ہر چہ فرمائی منقادم، اگر در آتش رفتن ست چوں خلیل[1] علیہ
کیونکہ جو آپ کہیں میں تابعدار ہوں خواہ حضرت ابراہیمؑ کی طرح آگ میں گھسنا ہو

السلام و اگر در دہانِ نہنگِ دریا افتادنست چوں یونس علیہ
خواہ حضرت یونسؑ کی طرح ناکے کے منہ میں جانا ہو خواہ

السلام و اگر ہفتاد بار کشتہ شدن ست چوں جرجیس علیہ السلام و اگر از
حضرت جرجیسؑ کی طرح ستر بار قتل ہونا ہو خواہ حضرت

گریہ نابینا شدن ست چوں شعیب علیہ السلام و وفا و جانبازیِ
شعیبؑ کی طرح اندھا بننا ہو اور انبیاء کی جانبازی اور وفا کی تو

انبیا را شمار نیست و جواب گفتنِ معشوق او را
گنتی ہی نہیں ہے اور معشوق کا اس کو جواب دینا

آں یکے عاشق بہ پیشِ یارِ خود ایک عاشق، اپنے معشوق کے سامنے	می شمرد از خدمت و از کارِ خود اپنا کام، اور خدمت گنا رہا تھا
کز برائے تو چنیں کردم چناں کہ میں نے تیری خاطر ایسا ایسا کیا	تیرہا خوردم دریں رزم[2] و سناں اس جنگ میں تیر اور بھالا کھایا
مال رفت و زور رفت و نام رفت مال گیا اور طاقت گئی اور نام گیا	برمن از عشقت بسے ناکام رفت مجھے تیرے عشق میں بہت سی محرومیاں ہوئیں
ہیچ صبحم خفتہ یا خنداں نیافت کسی صبح نے مجھے سوتے یا ہنستے نہ پایا	ہیچ شامم با سر و ساماں نیافت کسی شام نے مجھے باسروسامان نہ پایا
آنچہ او نوشیدہ بود از تلخ و درد اس نے جو بھی کڑواہٹ اور تلچھٹ پی تھی	او بتفصیلش یکایک می شمرد وہ اس کو ایک ایک کر کے گن رہا تھا

[1] خلیل اللہ حضرت ابراہیمؑ عشقِ خداوندی کی وجہ سے نمرود کی آگ میں گھسے۔ یونس۔ حضرت یونسؑ عشق کی وجہ سے مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ جرجیس۔ جرجیسؑ کو بار بار قوم نے شہید کیا۔ شعیبؑ۔ حضرت شعیبؑ عشقِ خداوندی میں روتے روتے اندھے ہو گئے تھے۔

[2] رزم۔ جنگ۔ سناں۔ بھالا۔ ہیچ۔ میں کسی صبح کو نہ سو سکا نہ ہنس سکا اور ہر شام کو بے سروسامان رہا۔

زر برائے منتے بل می نمود ۔۔۔ بر درستیِ محبت صد شہود
احسان جتانے کے لئے نہیں، بلکہ ظاہر کر رہا تھا ۔۔۔ محبت کی سچائی پر سینکڑوں گواہ

عاقلاں را یک اشارت بس بود ۔۔۔ عاشقاں را تشنگی زاں کے رود
عقلمندوں کے لئے ایک اشارہ کافی ہے ۔۔۔ اس سے عاشقوں کی پیاس کب بجھتی ہے؟

میکند تکرار گفتن بے ملال ۔۔۔ کے ز اشارت بس کند حوت از زلال
وہ بلا تکلف بات کو دہرا رہا تھا ۔۔۔ مچھلی نیر پانی کے بدلے اشارہ پر کب بس کرتی ہے؟

صد سخن میگفت زاں دردِ کہن ۔۔۔ در شکایت کہ نگفتم یک سخن
پرانے درد سے متعلق سینکڑوں باتیں کہہ رہا تھا ۔۔۔ شکایت میں، میں نے (انہیں کہدی) کہ ایک بھی نہیں کہی ہے

آتشے بودش نمیدانست چیست ۔۔۔ لیک چوں شمع از تفِ آں میگریست
اس کے اندر ایک آگ تھی، وہ نہ جانتا تھا کہ کیا ہے؟ ۔۔۔ لیکن شمع کی طرح اس کی سوزش سے رو رہا تھا

بعدِ گریہ گفت اینہا رفت لیک ۔۔۔ ایں زماں ارشاد کن تو یارِ نیک
رونے کے بعد اس نے کہا، یہ سب کچھ ہوا، لیکن ۔۔۔ اب بتا تو اچھا دوست ہے

ہر چہ فرمائی بجاں استادہ ام ۔۔۔ بر خطِ تو پا و سر بنہادہ ام
تو جو کچھ کہے، میں جان سے حاضر ہوں ۔۔۔ تیرے حکم پر میں نے سر اور پاؤں رکھ دیئے ہے

گر در آتش رفت باید چوں خلیلؑ ۔۔۔ ور چو یحییٰؑ میکنی خونم سبیل
اگر (حضرت) ابراہیمؑ کی آگ میں کودتا ہو ۔۔۔ اگر (حضرت) یحییٰؑ کی طرح میرا خون بہاتا ہو

ور ز گریہ چوں شعیبؑ اعمیٰ شوم ۔۔۔ ور چو یونسؑ در فمِ ماہی روم
اگر میں روتے روتے (حضرت) شعیبؑ کی طرح اندھا ہو ۔۔۔ اگر (حضرت) یونسؑ کی طرح مچھلی کے منہ میں چلا جاؤں

ور چو یوسف چاہ و زندانم کنی ۔۔۔ ور ز فقرم عیسیِؑ مریمؑ کنی
اگر (حضرت) یوسفؑ کی طرح تو مجھے کنویں اور قیدخانہ میں ڈالے ۔۔۔ اگر تو (حضرت) مریمؑ کے عیسیٰؑ کی طرح مجھے فقیر بنائے

رخ نگردانم نگردم از تو من ۔۔۔ بہرِ فرمانِ تو دارم جان و تن
میں منہ نہ موڑوں گا، میں تجھ سے روگردانی نہ کروں گا ۔۔۔ میری جان اور جسم تیرے حکم کے لئے ہے

گفت معشوق ایں ہمہ کردی ولیک ۔۔۔ گوش بکشا پہن و اندریاب نیک
معشوق نے کہا، یہ سب کچھ تونے کیا، لیکن ۔۔۔ کان کھول لے اور خوب سمجھ لے

کانچہ اصلِ اصلِ عشق ست و ولاست ۔۔۔ آں نکردی آنچہ کردی فرعہاست
کہ جو دوستی اور عشق کی جڑ کی جڑ ہے ۔۔۔ تونے وہ نہیں کیا، جو کچھ کیا وہ شاخیں ہیں

لے زر برائے۔ اپنی تکالیف احسان جتانے کیلئے نہیں گن رہا تھا بلکہ اپنی محبت کا ثبوت پیش کر رہا تھا۔ عاقلاں عقلمندوں کے لئے اشارہ کافی ہوتا ہے لیکن عاشق کا مزاج تفصیل کو چاہتا ہے۔ میکند۔ عاشق اپنے شکوے مکرر بیان کرتا ہے، مچھلی پانی میں غوطہ لگا کر مطمئن ہوتی ہے

کے صد سخن۔ اس عاشق نے اپنے درد سے متعلق سینکڑوں باتیں عاشق کو سنائیں جن میں سے میں نے ایک بھی پوری نہیں بیان کی ہے۔ آتشے۔ اس عاشق میں ایک آگ لگی ہوئی تھی جس کی حقیقت کو وہ نہ سمجھ سکتا تھا ہاں اسکی گرمی سے شمع کی طرح آنسو بہا رہا تھا۔ ہر چہ۔ عاشق نے کہا میں یہ مصائب تو برداشت کر چکا ہوں اب جو حکم ہو اس کے لئے میں آمادہ ہوں۔

سے گر در آتش۔ اگر حکم ہو تو حضرت ابراہیمؑ کی طرح آگ میں کود جاؤں تو چاہے تو حضرت یحییٰؑ کی طرح مجھے قتل کر دے۔ ور ز فقرم۔ حضرت عیسیٰؑ کا فقر مشہور ہے۔ رخ۔ میں تیرے کسی حکم سے منہ نہ موڑوں گا۔ گفت۔ معشوق نے عاشق کی تمام تکالیف سُنکر کہا کہ تو نے یہ سب کچھ کیا لیکن جو عشق کا اصل تقاضا ہے وہ نہ کیا، عاشق نے کہا وہ کیا ہے؟ معشوق نے جواب دیا کہ وہ اپنے آپ کو فنا کر دینا ہے۔ ولا۔ دوستی۔

گفتش آں عاشق بگو کاں اصل چیست — گفت اصلش مُردنست و نیستی ست

اُس سے عاشق نے کہا، فرمائیے وہ جڑ کیا ہے؟ — اُس نے کہا، اُس کی جڑ مرنا اور فنا ہونا ہے

تو ہمہ کردی نمُردی زندہ — ہیں بمیر ار یارِ جاں بازندہٗ

تو نے سب کچھ کیا، تو مرا نہیں، زندہ ہے — ہاں مرجا اگر تو جان کو فنا کرنے والا دوست ہے

گر بمیری زندگی یابی تمام — نامِ نیکوئے تو ماند تا قیام[۱]

اگر تو مر جائے گا مکمل زندگی حاصل کرے گا — حشر تک تیرا نیک نام زندہ رہے گا

چوں شنود آں عاشقِ بیخویشتن — آہ سردے بر کشید از جان و تن

جب مدہوش عاشق نے یہ سُنا — جان اور جسم سے ایک ٹھنڈی آہ بھری

ہمدراں دم شُد دراز و جان بداد — ہمچو گُل درباخت سر خنداں و شاد

اُسی وقت لیٹ گیا اور جان دے دی — ہنسی، خوشی پھول کی طرح سر دے دیا

ماند آں خندہ برو وقفِ ابد — ہمچو جان و عقلِ عارف بے کبد

وہ مسکراہٹ ہمیشہ کیلئے اُس پر وقف رہے گی — جس طرح بلا تکلف عارف کی عقل اور جان

نورِ مہ آلودہ کے گردد ابد — گر زند آں نور بر ہر نیک و بد

چاند کی چاندنی آخر کب آلودہ ہوتی ہے؟ — خواہ وہ چاندنی ہر نیک اور بد پر پڑے

او ز جُملہ پاک واگردد بماہ[۲] — ہمچو نورِ عقل و جاں سُوئے اِلٰہ

وہ سب سے پاک رہ کر چاند کیطرف لوٹ جاتی ہے — جس طرح اللہ (تعالیٰ) کی جانب عقل اور جان کا نور

وصفِ پاکی وقفِ بر نورِ مہ است — تابشش گر بر نجاساتِ رہ است

پاکی کی صفت، چاند کی روشنی پر وقف ہے — اگرچہ اُس کی چمک راستہ کی نجاستوں پر ہے

زاں نجاساتِ رہ و آلودگی — نور را حاصل نگردد بدرگی

اُن راستہ کی نجاستوں اور گندگی سے — نور کو بُرائی حاصل نہیں ہوتی ہے

اِرْجِعِی بشنید نورِ آفتاب — سُوئے اصلِ خویش باز آمد شتاب

"تو لوٹ جا" سورج کی روشنی نے سُنا — وہ فوراً اپنی اصل کی طرف لوٹ آئی

نے ز گلخنہا بر و ننگے بماند[۳] — نے ز گلشنہا برو رنگے بماند

نہ اُس پر بھٹیوں کا عیب رہا — نہ اُس پر باغوں کا رنگ رہا

نورِ دیدہ سُوئے دیدہ باز گشت — ماند در سودائے او صحرا و دشت

آنکھ کی روشنی، آنکھ کی طرف لوٹ آئی — جنگل اور میدان اُس کے تصور میں رہ گئے

[۱] تا قیام یعنی قیامت قائم ہونے تک۔ (شعر)
ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق — ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما
جوں شنود۔ عاشق نے معشوق کی جب یہ باتیں سُنیں ایک ٹھنڈی آہ کی اور جان دیدی۔ ماند۔ اُس عاشق کی موت کے وقت کی مسکراہٹ ابدی ہو۔ نورِ مہ۔ عارف کی روح کی مثال چاند کی چاندنی کی طرح ہے جس طرح چاندنی خواہ وہ گندگیوں پر گزرے وہ پاک صاف رہتی ہے۔ یہی حال عارف کی روح کا ہے۔
[۲] او ز جملہ۔ چاندنی بہر صورت پاک رہ کر چاند کیطرف لوٹ جاتی ہے اسی طرح عارف کی روح پاک و صاف رہ کر خدا کی طرف واپس ہو جاتی ہے۔ زاں جن نجاستوں پر سے چاندنی گذرتی ہے اُن کا وہ کوئی اثر قبول نہیں کرتی ہے۔ اِرجعی۔ عارف کی روح نفسِ مطمئنہ ہے جس کے بارے میں قرآن پاک میں آیا ہے یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً اے نفس مطمئنہ تو راضی اور پسندیدہ ہو کر اپنے رب کی طرف لوٹ جا۔
[۳] نے۔ اس روح عارف پر دنیا کے اچھے بُرے کا کوئی اثر نہیں رہتا ہے۔ نورِ دیدہ۔ عارف کی روح کی واپسی کی دوسری تعبیر ہے کہ آنکھ کی روشنی آنکھ میں واپس آجاتی ہے تو باہر دیکھنے والی نگاہ میں وہ جنگل نہیں رہتا بلکہ [illegible] نظر بسوئے ذات بن جاتا ہے۔

چونکہ زیں ویرانہ نورش بازگشت[1] ماند در صحرائے دیدہ بازگشت

جبکہ اُس ویرانے سے اُس کا نور واپس ہوگیا آنکھ کے جنگل میں انتظار رہ گیا

یکے پرسید از عالمے عارفے کہ اگر در نماز کسے بگرید بآواز و آہ و نوحہ

کسی شخص نے ایک عارف، عالم سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص نماز میں آواز اور آہ سے روئے

کُند نمازش باطل شود یا نہ جوابے اد کہ نام آن آبِ دیدہ[2] است تا کہ آں

اور نوحہ کرے اُس کی نماز باطل ہوگی یا نہیں! اُس نے جواب دیا کہ اس کا نام دیکھے ہوئے

گریندہ چہ دیدہ است اگر شوقِ خدا دیدہ است او میگرید یا از

کا پانی ہے تو یہ کر رونے والے نے کیا دیکھا ہے! اگر اُس نے اللہ تعالیٰ کا شوق دیکھا ہے، وہ

پشیمانیِ گناہ نمازش تباہ نشود بلکہ کمال گیرد کہ لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُورِ

روتا ہے یا گناہ کی پشیمانی سے، نماز تباہ نہ ہوگی بلکہ کمال حاصل کریگی کیونکہ نماز نہیں ہوتی مگر

الْقَلْبِ واگر رنجوریِ تَن یا فراقِ فرزند دیدہ است نمازش تباہ شود

حضورِ قلب سے اور اگر اُس نے جسمانی تکلیف یا اولاد کی جدائی دیکھی ہے اُس کی نماز خراب ہوجائیگی

کہ اصل نماز ترکِ تن است و ترکِ فرزند ابراہیم علیہ السلام وار

کیونکہ اصل نماز حضرت ابراہیمؑ کی طرح جسم اور اولاد کا ترک کرنا ہے کیونکہ وہ نماز کی

کہ فرزند را قربان میکرد از بہرِ تکمیل نماز و تن را بآتشِ نمرودی

تکمیل کے لئے لڑکے کو قربان کررہے تھے اور جسم کو نمرود کی آگ کے سپرد کررہے

سپرد و امر آمد پیغمبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را بدیں خصال کہ

تھے اور آنحضورؐ کو اِنہی خصلتوں کا حکم ہے کیونکہ تم اِتباع کرو اور اتباع

فَاتَّبِعُوْا وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ

کر ابراہیمؑ کی ملت کا جو کہ حنیفیہ ہے بے شک تمہارے لئے

حَسَنَةٌ فِیْ اِبْرٰهِيْمَ

ابراہیمؑ میں اچھا نمونہ ہے

آں یکے پرسید از مفتی براز گر کسے گرید بنوحہ در نماز

ایک شخص نے چپکے سے مفتی سے دریافت کیا اگر کوئی نماز میں آواز سے روئے

آں نمازِ اُو عجب باطل شود یا نمازش جائز و کامل بُوَد

وہ اس کی عمدہ نماز، باطل ہوجائے گی یا اس کی نماز جائز اور مکمل ہوگی

---

[1] بازگشت۔ پہلے مصرع میں واپس شدہ کے معنیٰ میں ہے اور دوسرے مصرع میں بمعنیٰ انتظار ہے۔ یکے چونکہ مولانا نے پہلے شعر میں آنکھ کی روشنی کا بیان کیا تھا اب آنکھ سے متعلق ایک اور نکتہ بتاتے ہیں

[2] آبِ دیدہ۔ یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی نماز میں روئے اور آہ و نوحہ کرے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ گریہ کو آبِ دیدہ کہتے ہیں یعنی دیکھے ہوئے کا پانی تو اب یہ تحقیق کی جائے کہ اس نے کیا دیکھا ہے جس کی وجہ سے یہ آنکھ کا پانی بہا ہے اگر اُس نے خدا کا خوف اور شوق دیکھا ہے اور گریہ اور نوحہ ہے تو یہ تو نماز کا کمال ہے اور اگر اُس نے مرض یا بیٹے کی جدائی دیکھی ہے اور اُس سے یہ پانی آنکھ سے بہا ہے تو نماز خراب ہوجائیگی۔ براز۔ یعنی آہستگی سے۔ نوحہ۔ آواز سے رونا۔

گفت آبِ دیدہ نامش بہرِ چیست
فرمایا اُس کا نام "دیکھے ہوئے کا پانی" کیوں ہے؟

بنگری[1] تا کہ چہ دیدست و گریست
غور کر اُس نے کیا دیکھا ہے! اور رویا ہے

آبِ دیدہ تا چہ دیدہ است از نہاں
آنکھ کے پانی نے پوشیدہ طور پر کیا دیکھا ہے؟

تا بداں شُد اُو زِ چشمہ خود رَواں
جس سے وہ اپنے چشمے سے رواں ہوا ہے

گر ز شوقِ حق کُند گریہ دراز
اگر دراز گریہ اللہ (تعالیٰ) کے شوق پر کرتا ہے

یا ندامت از گناہے در نیاز
یا عاجزی میں کسی گناہ کی شرمندگی سے

خوفِ حق گر باشد آں گریہ خوشست
اگر اللہ کا خوف ہے، تو رونا بہتر ہے

زانکہ آں آبِ تو دفعِ آتش ست
کیونکہ وہ تیرا پانی آگ کو بجھاتا ہے

بیشکے گیرد نمازِ اُو کمال
اُس کی نماز یقیناً کمال حاصل کرے گی

قُرب یابد دَر رہِ حق لامحال
وہ لامحالہ اللہ (تعالیٰ) کا قرب حاصل کرے گا

آں جہاں گر دیدہ ست آں پُر نیاز
اگر اُس نیازمند نے اُس عالم کو دیکھا ہے

رونقے یابد ز نوحہ آں نماز
تو رونے سے اُس کی نماز رونق حاصل کریگی

ور ز رنجِ تَن بُوَد وز درد و سوگ
اور اگر جسم کی بیماری اور درد اور رنج سے ہو

ریسماں[2] بگسست و ہم بشکست دوک
تو دھاگا ٹوٹا اور تکلا بھی

ور فغاں از ماتمِ فرزند کرد
اگر اُس نے اولاد کے رنج میں فریاد کی ہے

کہ دل و جانش ز ماتم گرد درد
کہ رنج سے اس کا دل اور جان دردمند ہوئے تھے

می نیرزد آں نمازِ اُو دو جَو
تو اُس کی نماز دو جو کی قیمت کی نہیں ہے

زانکہ با اَغیار دارد دل گرد
کیونکہ اُس کا دل غیروں میں پھنسا ہے

پس نمازش بیشکے باطل بود
تو اُس کی نماز بلاشبہ فاسد ہو جائے گی

گریۂ اُو نیز بے حاصل بود
اُس کا رونا بھی بے نتیجہ ہوگا

زانکہ ترکِ تَن بُوَد اصلِ نماز
کیونکہ نماز کی اصل، جسم کو ترک کرنا ہے

ترکِ خویش و ترکِ فرزند از نیاز
نیازمندی کی وجہ سے اپنے آپ کو اور اولاد کو ترک کرنا ہے

از خلیلؑ[3] آموز قرباں کُن وَلد
(حضرت) ابراہیمؑ سے سیکھ لے اولاد کو قربان کر دے

تَن بنہ بر آتشِ نمرود رَد
مردود نمرود کی آگ پر جسم کو رکھ دے

حاصل آنکہ تا بدانی اے کیا
خلاصہ یہ ہے کہ اے بزرگ! تو سمجھ لے

کز بُکا فرق ست بیحد تا بُکا
کہ رونے اور رونے میں بیحد فرق ہے

---

[1] بنگری۔ یہ غور کر کہ وہ کیوں رو رہا ہے۔ ندامت۔۔۔۔ شرمندگی۔ نیاز۔ عاجزی۔ آں جہاں یعنی شوق و خوفِ خداوندی کا عالم۔ ور ز رنج۔ اگر رونے کا سبب کوئی بدنی تکلیف یا رنج ہے تو سب کچھ ضائع ہو گیا۔

[2] ریسماں۔ دھاگا بھی ٹوٹا اور تکلا بھی ٹوٹا یعنی سب کچھ تباہ ہو گیا۔ ماتم۔ سوگ کی مجلس۔ زانکہ۔ کیونکہ اس حالت میں اُس کا دل اللہ کے غیر سے وابستہ ہے پس۔ اُس آہ و بکا سے نماز بھی ٹوٹی اور اُس سے اُس کو کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ زانکہ۔ اس لئے کہ اصل نماز تو یہ ہے کہ انسان اُس میں غیر اللہ سے بالکل غافل ہو جائے۔

[3] از خلیلؑ۔ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کے معاملہ میں اپنی اولاد اور جان کی پرواہ نہ کی۔ حاصل۔ خلاصہ یہ سمجھ لو کہ رونے اور رونے میں بہت فرق ہے۔ ایک رونا نماز کی روح ہے دوسرا رونا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔

مُریدے[1] در آمد بخدمتِ شیخ واز ین شیخ پیرِ مُسِن نمیخواہیم بلکہ پیرِ
ایک مرید ایک شیخ کی خدمت میں پہنچا اور اس شیخ سے پیر کی مراد دراز عمر بوڑھا نہیں ہے

عقل و معرفت اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام است در گہوارہ و یحییٰ
بلکہ عقل و معرفت کا بوڑھا اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام گہوارہ میں اور یحییٰ علیہ السلام

علیہ السلام ست در مکتب کودکان مرید شیخ را گریان دید اُو نیز
بچوں کے مکتب میں ہوں مرید نے شیخ کو روتے دیکھا اس نے بھی

موافقت کرد و بگریست چوں فارغ شد و بدر آمد مُریدِ دیگر کہ
موافقت کی اور رو پڑا جب وہ فارغ ہوا اور باہر آیا دوسرا مرید جو

از حالِ شیخ واقف تر بود از سرِ غیرت در عقبِ او نیز بیروں
شیخ کے حال سے زیادہ واقف تھا غیرت کی وجہ سے وہ بھی پیچھے پیچھے باہر آیا

آمد گفتش کہ اے[2] برادرِ من ترا گفتہ باشم اللہ اللہ نا ندیشی
اس نے کہا اے میرے بھائی! میں تجھ سے کہتا ہوں خدا کے لئے نہ سوچنا

و نگوئی کہ شیخ میگریست من نیز میگریستم کہ سی سال ریاضت
اور نہ کہنا کہ شیخ روئے میں بھی رویا کیونکہ تیس سال بغیر ریا کی محنت کرنی

بے ریا باید کرد و از عقبات و دریا ہائے پُر نہنگ و کوہہائے
چاہیئے اور گھاٹیوں اور ناکوں سے بھرے دریاؤں سے اور شیر اور

بلندِ پُر شیر و پلنگ می باید گذشت تا بداں گریۂ شیخ برسی
چیتوں سے بھرے پہاڑوں سے گذرنا چاہیئے پھر شیخ کے اس رونے کو تو پہنچ سکے

یا نہ رسی اگر برسی شکر زُوِیَتْ[3] لِیَ الْاَرْضُ بسیار گوئی کہ
یا نہ پہنچ سکے اگر پہنچ جائے "تو میرے لئے زمین سمیٹ دی گئی ہے" کا بہت شکر ادا کر

آنجائے شکر ست کہ آں گریہ حضورِ قلب باشد
کیونکہ وہ شکریہ کا موقع ہے کیونکہ وہ رونا حضورِ قلب سے ہوگا

یک مُریدے اندر آمد پیشِ پیر | پیر اندر گریہ بود و در نفیر
ایک مرید پیر کے پاس اندر آیا | پیر رونے میں اور فغاں میں تھا

شیخ را چوں دید گریاں آں مُرید | گشت گریاں آب از چشمش دوید
جب اس مرید نے شیخ کو روتے دیکھا | رونے لگا، آنسو اس کی آنکھوں سے نکل پڑے

[1] مُریدے۔ اس قصہ سے یہ بتانا ہے کہ شیخ کا رونا اور مُرید کا رونا یکساں نہ تھا۔ شیخ۔ شیخ سے مراد بوڑھا نہیں ہے بلکہ وہ شخص ہے جس کی عقل اور معرفت بڑھی ہوئی ہو خواہ وہ عُمر کے اعتبار سے بچہ ہو، جیسے کہ حضرت عیسیٰ گہوارہ میں یا حضرت یحییٰ بچوں کے مکتب میں تھے۔

[2] اے برادر۔ اس کامل مرید نے اُس کو سمجھایا کہ تو اپنے رونے کو شیخ کے رونے جیسا نہ سمجھنا تیرا رونا تو محض تقلیدی تھا اور شیخ کا رونا ایسا رونا ہے کہ تیس سال مجاہدوں کے بعد بھی یہ میسر آجائے تو غنیمت سمجھنا۔

[3] زُوِیَتْ۔ آنحضور نے فرمایا زُوِیَتْ لِیَ الْاَرْضُ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا میرے لئے زمین لپیٹ دی گئی تو میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا یعنی برسوں کا کام منٹوں میں ہوگیا۔ شیخ را۔ یہ مرید شیخ کی تقلید میں کہ شیخ کو روتے ہوئے دیکھ کر رونے لگا۔

گوشِ شور[1] یکبار خندد کر دو بار — چونکہ لاغ املا کُند یارے بیار
سُننے والا ایک بار اور بہرا دو بار ہنستا ہے — جب کوئی یار، یار سے مذاق کرتا ہے

بارِ اول از رہِ تقلید و سُوم — کہ ہمی بیند کہ می خندند قوم
پہلی بار دیکھا دیکھی اور تکلف سے — کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ لوگ ہنس رہے ہیں

کر بخندد ہمچو ایشاں آں زماں — بیخبر از حالتِ خندیدگاں
اُس وقت بہرا اُن کی طرح ہنستا ہے — (اور) ہنسنے والوں کی حالت سے بے خبر ہے

باز اُو پرسد کہ خندہ بر چہ بُود — پس دوم کرّت بخندد چوں شنود
پھر وہ پوچھتا ہے، کہ ہنسی کس بات پر تھی! — پھر جب سُنتا ہے، دوبارہ ہنستا ہے

پس[2] مقلِّد نیز مانندِ کر ست — اندراں شادی کہ اُو را در سر ست
تو مقلد بھی بہرے کی طرح ہے — اُس خوشی میں جو اُس کے ذہن میں ہے

پرتوِ شیخ آمد و مَنہل ز شیخ — فیض و شادی نز مُریداں بل ز شیخ
شیخ کا عکس اور شیخ کا چشمہ ہے — فیض اور خوشی، نہ کہ مُریدوں کا بلکہ شیخ کا ہے

پرتوِ شیخ ست آں تقلیدِ شیخ — چوں بہ بیند شادی و تائیدِ شیخ
شیخ کی تقلید، شیخ کا عکس ہے — جبکہ وہ شیخ کی خوشی اور تائید دیکھ رہا ہے

چوں سبد در آب و نورے بر زجاج — گر ز خود داند آں باشد خداج
جیسا کہ ٹوکری پانی میں، اور چمک شیشہ پر ہے — اگر وہ اُس (خوشی) کو اپنی جانب سے سمجھیں تو ناقص بن ہے

چوں جدا گردد ز جُو داند عنود — کاندرو آں آبِ خوش از جُوئی بود
جب وہ نہر سے علیحدہ ہو جائیگی تو جھگڑالو جان لیگی — کہ اس کے اندر وہ اچھا پانی، نہر کا تھا

آبگینہ[3] ہم بداند از غروب — کاں لمع بُود از مہِ تابانِ خوب
چاند کے غروب سے شیشہ بھی جان لے گا — کہ وہ چمک عمدہ روشن چاند کی تھی

چونکہ چشمش را کشاید امرِ قُم — پس بخندد چوں سحر بارِ دوم
جب "اُٹھ کھڑا ہو" کا حکم اسکی آنکھ کھولدے گا — تو وہ صبح کے دوسری بار مسکرانے کی طرح مسکرائے گا

خندہ آید ہم براں خندہ خودش — کہ دراں تقلید بر می آمدش
اُس کو اپنی اُس ہنسی پر بھی ہنسی آئے گی — جو اُس کو تقلید میں آئی تھی

---

[1] گوش شور ۔ سننے والا ۔ کر ۔ بہرا ۔ بہرا ایک بار تو دوسروں کو ہنستا دیکھ کر ہنستا ہے پھر لوگوں کے ہنسنے کا سبب معلوم کر، دوبارہ ہنستا ہے ۔ سُوم ۔ تکلف ۔ تجربہ پہلی بار ہنسنے میں بہرے کو ہنسی کے سبب کا علم نہیں ہوتا ہے ۔ باز ۔ پھر جب وہ لوگوں سے ہنسی کا سبب معلوم کر لیتا ہے تو دوبارہ ہنستا ہے ۔

[2] پس مقلد ۔ جو شخص کسی کی دیکھا دیکھی کام کرتا ہے اسکی مثال بہرے کی سی ہے ۔ پرتو ۔ اُس پر شیخ کے باطن کا اثر پڑتا ہے اور اُس سے اسکو خوشی یا رنج حاصل ہوتا ہے تو مرید کا تقلیدی فعل بھی شیخ کا اثر ہوتا ہے ۔ چوں سبد ۔ اگر ٹوکری نہر میں پڑی ہوئی ہو اور اُس میں پانی بھرا ہوا ہو یا آئینہ میں سورج کی چمک پڑ رہی ہو تو اُس پانی یا چمک کو ٹوکری یا آئینہ کا اپنا سمجھنا غلطی ہے ۔ خداج ۔ ناقص ۔ عنود ۔ سرکش ۔

[3] آبگینہ ۔ جب ٹوکری نہر سے باہر نکل جائے گی اور چاند ڈوب جائے گا تو ٹوکری اور آئینہ کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ پانی اور چمک اُن کی نہ تھی ۔ قُم ۔ آنحضورؐ کو حکم ہوا تھا قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا "تھوڑی رات چھوڑ کر رات میں عبادت کیا کرو" .... سحر بارِ دوم ۔ پہلے صبح کاذب آتی ہے پھر دوبارہ صبح صادق نمودار ہوتی ہے ۔ خندہ آید ۔ اب جب حقائق منکشف ہو جاتے ہیں تو مُرید کو اپنی پہلی ہنسی پر ہنسی آتی ہے ۔

گویدا[1] زچندیں رہِ دور و دراز
وہ کہے گا، اتنی دور دراز مسافت سے

کایں حقیقت بود و ایں اسرار و راز
جبکہ یہ حقیقت اور یہ اسرار اور راز تھے

من دراں وادی چگونہ خود ز دور
میں اُس میدان میں خود فاصلہ سے کس طرح

شادئے میکردم از عمیا و سُور
اندھے پن سے شادمانی اور خوشی کر رہا تھا!؟

من چہ می بستم خیال و آں چہ بود
میں نے کیا خیال کیا اور وہ کیا تھا

درکِ سُستم سُست نقشے می نمود
میرے سُست احساس نے وہمی نقش دکھا دیا

طفلِ رہ را فکرتِ مرداں کجاست
راہِ (سلوک) کے بچہ میں مردوں کی سمجھ کہاں ہے؟

کو خیالِ اُو و کو تحقیق راست
کہا اُس کا خیال، اور کہا صحیح تحقیق

طفل را چہ فکر آید در ضمیر
بچے کے دل میں کیا خیال آسکتا ہے؟

یا چہ اندیشہ کُند ہمچوں کہ پیر
یا وہ بوڑھے کی طرح کیا سوچ سکتا ہے؟

فکرِ[2] طفلاں دایہ باشد یا کہ شیر
بچوں کا فکر دایہ یا دودھ ہوتا ہے

یا مویز و جوز یا گریہ و نفیر
یا مُنَقّیٰ اور اخروٹ یا رونا اور چلّانا

آں مقلد ہست چوں طفلِ علیل
مقلد، بیمار بچہ کی طرح ہے

گرچہ دارد بحثِ باریک و دلیل
اگرچہ نازک بحث اور دلیل رکھتا ہو

آں تعمق در دلیل و در شکال
اِشکال اور دلیل میں غور

از بصیرت می کُند اُو را گسال
اُس کو بصیرت سے رخصت دیدیتا ہے

مایۂ کاں سُرمۂ سرِ وے ست
وہ سرمایہ جو اُس کے باطن کا سُرمہ ہے

بُرد و در اشکال گفتن کار بست
سلب کر لیا اور اشکال بیان کرنے میں لگا دیا

اے[3] مقلد از بخارا باز گرد
اے مقلد! بخارا سے واپس آجا

رَو بخواری تا شوی تو شیر مرد
ذلت کی جانب جا، تاکہ تو شیر مرد بنے

تا بخارائے دگر بینی درُوں
تاکہ تو باطن میں دوسرا بخارا دیکھ لے

صفدراں در محفلش لَا یَفْقَهُوْنَ
اُس کی محفل میں بہادر "وہ نہیں سمجھتے ہیں" ہیں

پیک اگرچہ در زمیں چابک تگست
قاصد اگرچہ خشکی میں تیز رفتار ہے

چوں بدریا رفت بگسستہ رگست
جب دریا میں پہنچا، رگ ٹوٹا ہے

ناہمو ثابت ہوں گے۔ مستفدراں۔ یعنی بخارا میں ظاہری علماء ہیں جو اسرار کو نہیں سمجھتے ہیں۔ پیک۔ مشہور ہے ہر مردے و ہر کارے۔ جو خشکی کا چلنے والا ہے وہ دریا میں نہیں چل سکتا ہے وہاں تیراک کی ضرورت ہے۔

[1] گویدا۔ اب مرید اپنے سابق احوال کے بارے میں سمجھا ہے کہ وہ جو کچھ حاصل تھا وہ تو عکسِ شیخ کا عکس تھا اب وہ اور میں اصل سے کس قدر دور تھے۔ من دراں میں حقیقت تک نہ پہنچا تھا اور خوشی منا رہا تھا۔ من چہ بستم۔ میرے ناقص علم و ادراک میں ایک خیالی چیز تھی۔ طفلِ رہ۔ جو سالک ابھی راہِ سلوک کا بچہ ہے وہ حقیقت تک کہاں پہنچ سکتا ہے۔

[2] فکرِ طفلاں۔ طفلانہ فکر تو صرف دایہ اور دودھ اور کھانے پینے کی معمولی چیزوں تک ہوتا ہے۔ آں مقلد۔ مقلد کی مثال بچہ کی سی ہے۔ آں تعمق۔ یہ مقلد اگر خود ان اسرار تک پہنچنے کی کوشش کرے گا یا دلائل ڈھونڈے گا تو یہ اس کو بصیرت سے اور دور کر دینگے۔ مایہ۔ جو غور و فکر کا اس کے پاس سرمایہ تھا وہ بھی اس نے بیجا صرف کر ڈالا۔

[3] اے مقلد۔ یہ اسرار اور راز عقلی دلائل سے واضح نہ ہوں گے بخارا ظاہری علوم کا مرکز ہے اس کو چھوڑ کر خواری اور مجاہدوں کی ذلت اختیار کر جب تو مردِ میدان بنے گا۔ تا بخارا۔ جب انسان مجاہدے کرے گا تو پھر اس کو ایک بخارا اپنے دل میں نظر آئیگا اور اس بخارا میں علومِ ظاہری سے بحث کرنے والے بالکل

اُو حَمَلنَاھُم[1] بُوَد فِی البَرِّ وبَس | آنکہ محمول ست در بحرِ اُوست کس

وہ صرف "اُن کو ہم نے خشکی میں چلایا" ہے | جو سمندر میں چلایا ہوا ہے وہ بہادر ہے

بخششِ بسیار دارد شہ بدُو | اے شدہ در وہم و تصویرے دو تو

شاہ، اُس پر بہت بخشش کرتا ہے | اے وہ! جو وہم اور تصویر میں دُہرا بنا ہوا ہے

بقیہّ حالِ مُریدِ مُقلّد

مرید مقلد کے حال کا بقیہ

آں مُریدِ سادہ از تقلید نیز | گریہ میکرد وفقِ آں عزیز

وہ بھولا مرید بھی، تقلید میں | اُس معزز کی طرح رونے لگا

او مقلّد وار ہمچو مَردِ کر | گریہ می دید وز مُوجب بے خبر

اُس نے تقلید میں بہرے شخص کی طرح | روتا دیکھا اور سبب سے بے خبر تھا

چوں بسے بگریست خدمت کرد و رفت | از پئش آمد مریدِ خاص تفت

جب بہت رو چکا اُس نے سلام کیا اور روانہ ہو گیا | اُس کے پیچھے ایک خاص مُرید تیزی سے چلا

گفت[2] اے گریاں چو ابرِ بیخبر | بروفاقِ گریۂ شیخ از نظر

اُس نے کہا اے بے خبر ابر کی طرح رونیوالے! | دیکھا دیکھی شیخ کے رونے پر

اللہ اللہ اے وفی مُرید | گرچہ در تقلید ہستی مُستفید

اے وفادار مرید! خدا کے لئے | اگرچہ تو تقلید میں فائدہ اُٹھانے والا ہے

تانگوئی دیدم آں شہ می گریست | من چو او بگریستم کایں منکریست

یہ نہ کہنا میں نے دیکھا کہ وہ شاہ رو رہا تھا | میں اُسکی طرح رویا کیونکہ یہ شیخ کی فضیلت کا انکار کرنا ہے

گریۂ کز جہل و تقلید ست و ظن | نیست ہمچوں گریۂ آں مؤتمن

وہ رونا جو لاعلمی اور تقلید اور گمان کی وجہ سے ہے | وہ اس امانتدار کے رونے کی طرح نہیں ہے

تو قیاسِ[3] گریہ بر گریہ مساز | ہست زیں گریہ بداں راہِ دراز

تو رونے کو رونے پر قیاس نہ کر | اِس رونے سے اُس رونے تک بہت فاصلہ ہے

ہست آں از بعدِ سی سالہ جہاد | عقل اینجا ہیچ نتواند فتاد

وہ (رونا) تیس سالہ مجاہدہ کے بعد ہے | عقل اِس جگہ کبھی نہیں پہنچ سکتی

ہست زاں سوئے خرد صد مرحلہ | عقل را واقف مداں ازاں قافلہ

وہاں عقل سے آگے سَو مرحلے ہیں | اُس قافلہ سے عقل کو واقف نہ سمجھ

[1] حَمَلنَاھُم. قرآن پاک میں ہے۔ وَلَقَد کَرَّمنَا بَنِیٓ آدَمَ وَحَمَلنَاھُم فِی البَرِّ وَالبَحرِ۔ ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور سمندر میں سوار کیا۔۔۔۔ حَمَلنَاھُم فِی البَرِّ سے علوم ظاہری کے علماء اور حَمَلنَاھُم فِی البَحرِ سے علوم باطنی کے علماء مراد ہیں۔ بخشش۔ یعنی دریا کے جوانمرد پر اللہ تعالےٰ زیادہ بخشش کرتا ہے۔ اے شدہ۔ اے وہ انسان جو وہم اور خیالی تصور پر جھکا ہوا ہے۔ آں عزیز۔ یعنی شیخ۔ زموجب۔ یعنی شیخ کے رونے کے سبب سے ناواقف تھا۔

[2] گفت۔ اُس خاص مُرید نے رونے والے مرید سے کہا تو بے خبری میں شیخ کی دیکھا دیکھی رویا ہے۔ اللہ۔ خدا کے لئے تو اپنے رونے کو شیخ کے رونے کی طرح نہ سمجھنا گریہ۔ تیرا رونا تو محض تقلید، میں تھا اور تو شیخ کے رونے سے بے خبر تھا۔ ایں منکریست۔ تیرا یہ کہنا شیخ کی فضیلت کا انکار ہوگا۔ مؤتمن۔ امانتدار۔

[3] تو قیاس۔ اپنے رونے کو شیخ کے رونے پر قیاس نہ کر لینا دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ہست۔ شیخ کا رونا مشاہدہ کی بنیاد پر ہے جو تیس سالہ مجاہدہ کے بعد حاصل ہوا ہے محض عقل بنیاد پر یہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

گریۂ[1] او نز غم ست و نز فرح — رُوح داند گریۂ عینُ المُلَح

اُس (شیخ) کا رونا نہ غم سے ہے نہ خوشی سے — بے نور آنکھ کا رونا، روح جانتی ہے

گریۂ او خندۂ او زاں سَر است — زانچہ وہم و عقل باشد آں بری است

اُس کا رونا، اُس کا ہنسنا اُس جانب کا ہے — جو وہم اور عقل کی وجہ سے ہو، وہ اِس سے بری ہے

آبِ دیدہ اُو چو دیدہ اُو بُوَد — دیدۂ نادیدہ دیدہ کے شَوَد

اُس کا آنسو اُس کی آنکھ کی طرح ہوتا ہے — اندھے کی آنکھ، آنکھ کب ہو سکتی ہے؟

آنچہ اُو بیند نتاں کردن مساس — نز قیاسِ عقل و نز راہِ حواس

جو وہ دیکھتا ہے، اُس کو چھوا نہیں جا سکتا ہے — نہ عقل کے قیاس سے، نہ حواس کی راہ سے

شب[2] گریزد چونکہ نُور آید ز دُور — پس چہ داند ظلمت از احوالِ نور

جب روشنی آتی ہے، رات دور سے بھاگ جاتی ہے — تو تاریکی روشنی کے احوال کیا جانے؟

پشّہ بگریزد ز بادِ بادہا — پس چہ داند پشّہ ذوقِ بادہا

پُر فریب ہوا سے مچھر بھاگ جاتا ہے — تو ہواؤں کا ذوق مچھر کیا جانے؟

چوں قدیم آید حدث گردد عبث — پس کجا داند قدیمے را حدث

جب قدیم آتا ہے حادث بیکار ہو جاتا ہے — تو حادث قدیم کو کیا جانے؟

بر حدث چوں زد قدم دنگش[3] کُند — چونکہ کردش نیست ہم رنگش کُند

جب قدیم حادث پر چھا جاتا ہے اُسکو حیران کر دیتا ہے — جب اُس کو معدوم کر دیا اُسکو ہم رنگ کر لیتا ہے

گر بخواہی تو بیابی صد نظیر — لیک من پروا ندارم اے فقیر

اگر تو چاہے تو سَو مثالیں حاصل کر لے — لیکن اے فقیر! مجھے فرصت نہیں ہے

ایں الٓمٓ و حٰمٓ ایں حروف — چوں عصائے موسیٰ آمد در وقوف

یہ الٓمٓ و حٰمٓ یہ حروف — جاننے میں حضرت موسیٰؑ کے عصا کی طرح ہیں

حرفہا ماند بدیں حرف از بروں — لیک باشد در صفاتِ ایں زبوں

بظاہر حروف ان حروف سے مشابہ ہیں — لیکن اِن کی صفات سے عاجز ہیں

ہر کہ گیرد او عصائے زامتحاں — کے بُوَد چوں آں عصا وقتِ بیاں

وہ شخص جو آزمائش کے لئے لاٹھی ہاتھ میں لے لے — بیان کے وقت وہ اُس (موسیٰؑ کی) لاٹھی کیطرح کب ہے؟

---

[1] گریۂ او۔ شیخ کا رونا نہ غم دوزخ سے ہے نہ فرحت جنت سے بلکہ اس کا رونا محض شوقِ خداوندی سے ہے۔ گریۂ او۔ شیخ کا رونا اور ہنسنا منجانب اللہ ہے عقل اور وہم کی بنیاد پر رونے سے اُس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ آبِ دیدہ۔ شیخ کی جیسی آنکھیں ہیں کہ وہ عالمِ غیب کا مشاہدہ کرتی ہیں ایسا ہی اُسکا رونا ہے اندھے کی آنکھیں آنکھیں نہیں ہیں۔ آنچہ۔ شیخ جن چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے وہ عقلی نہیں ہیں۔

[2] شب۔ جسطرح رات، دن کے احوال نہیں جان سکتی ہے اِسی طرح عقل اور وہم شیخ کے مشاہدات کو نہیں جان سکتے ہیں۔ پشّہ۔ مچھر جبکہ ہوا کے پہلے جھونکے سے بھاگ جاتا ہے تو وہ ہوا خوری کے ذوق سے کیسے واقف ہو سکتا ہے یہی حال شیخ کے مشاہدات اور عقل کا ہے۔ چوں قدیم۔ قدیم کے سامنے حادث کا وجود معدوم ہو جاتا ہے تو حادث قدیم کی حقیقت کیسے سمجھ سکتا ہے۔

[3] دنگش حیران۔ چونکہ۔ قدیم حادث کو مٹا کر اپنا ہم رنگ بنا لیتا ہے انسان صفاتِ خداوندی سے متصف ہو کر بشریت کو گم کر دیتا ہے صد نظیر۔ اِسکی بہت مثالیں ہیں کہ حادث اور قدیم میں فرق ہے۔ آیں۔ حروف مقطعات یا قرآن کے نام حروف قدیم ہیں اور اِسی طرح کے حروف انسانی کلام میں بھی ہیں لیکن دونوں میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی اور عام لاٹھی میں۔ حرفہا۔ قدیم اور حادث حروف بظاہر یکساں ہیں لیکن اُنکے اوصاف میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہر کہ۔ عام لاٹھی اور موسیٰؑ کے عصا میں بہت فرق ہے

عیسوٰیست ایں[1] دم نہ ہر بادو دَمے — کہ برآید از فرح یا از غمے

یہ سانس عیسوی ہے، ہر ہوا اور سانس نہیں ہے — جو کہ خوشی یا رنج سے آئے

ایں الٓم و حٰمٓ اے پدر — آمدست از حضرتِ مولی البشر

اے بابا! یہ الٓم و حٰمٓ — انسانوں کے مولیٰ کے دربار سے آئے ہیں

ہر الف لامے چہ می ماند بدیں — گر تو جان داری بدیں چشمش مبیں

ہر الف لام اِن کے کیا مشابہ ہو سکتا ہے؟ — اگر تو روح رکھتا ہے، اِن آنکھوں سے نہ دیکھ

گرچہ ترکیبش حروف ست اے ہمام — می نماند ہم بترکیبِ عوام

اے سردار! اگرچہ اُس کی بناوٹ حروف سے ہے — (لیکن) وہ عوام کی ترکیب کی طرح نہیں ہے

ہست ترکیبِ محمدؐ لحم و پوست — گرچہ در ترکیب ہر تن جنسِ اوست

محمدؐ کی بناوٹ گوشت اور پوست ہے — اگرچہ بناوٹ میں ہر جسم اس جیسا ہے

گوشت[2] دارد پوست دارد استخواں — ہیچ ایں ترکیب را باشد ہماں

(ہر جسم) گوشت رکھتا ہے، کھال رکھتا ہے، ہڈی رکھتا ہے — کبھی اِس بناوٹ میں وہ (آثار) ہوں گے

کاندریں ترکیب آمد معجزات — کہ ہمہ ترکیب ہا گشتند مات

اِس بناوٹ میں ایسے معجزے آئے — کہ تمام بناوٹیں مات ہو گئیں

ہمچناں ترکیبِ حٰمٓ از کتیب — ہست بس بالا و دیگر ہا نشیب

اسی طرح قرآن کے حٰمٓ کی بناوٹ — بہت بلند ہے اور دوسری نیچی ہیں

زانکہ زیں ترکیب آید زندگی — ہمچو نفخِ صور در درماندگی

کیوں کہ اِس بناوٹ سے زندگی آتی ہے — جیسا کہ عاجزی (قیامت) میں صور کا پھکنا

اژدھا[3] گردد شگافد بحر را — چوں عصا حٰمٓ از دادِ خدا

اژدھا بنجاتے ہیں سمندر کو پھاڑ دیتے ہیں — حٰمٓ عصا کی طرح خدا کی عنایت سے

ظاہرش ماند بظاہر ہا ولیک — قرصِ ناں از قرصِ مہ دورست نیک

اُسکا ظاہر (دوسرے الفاظ کے) ظاہری احوال کے مشابہ ہے لیکن — روٹی کی ٹکیا، چاند کی ٹکیا سے بہت دور ہے

گریۂ اُو خندۂ اُو نطقِ اُو — فہمِ اُو و خلقِ او و خُلقِ اُو

اُسکا رونا، اُسکا ہنسنا، اُس کا بولنا — اُسکی فہم، اُس کی ساخت، اور اُسکے اخلاق

عقلِ اُو وہم اُو و حسِّ اُو — نیست از وے ہست محضِ صنعِ ہُو

اُس کی عقل، اور اُس کا وہم اور اُسکا احساس — اُسکا اپنا نہیں ہے وہ محض اللہ کی کاریگری سے ہے

[1] ایں دم۔ حضرت عیسیٰ کے مریض پر پھونک مارنے اور عام پھونک میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہر الف۔ قرآن پاک کے حروف خدائی دربار سے نازل ہوئے ہیں ان کو عام حروف کی طرح نہ سمجھنا چاہئے ان سے جو کلمات مرکب ہوں گے وہ عام کلمات کی طرح نہ ہوں گے۔ ہست۔ ظاہری بناوٹ تو آنحضورؐ کی بھی ایسی ہی تھی جیسی عام انسانوں کی ہوتی ہے۔

[2] گوشت۔ ہر جسم انہی اجزا سے بنا ہے جس سے آنحضورؐ کا جسم بنا ہے لیکن ہر جسم کی بناوٹ میں وہ آثار کہاں ہیں جو آنحضورؐ کی بناوٹ میں ہیں کاندریں۔ آنحضورؐ کے جسم کی بناوٹ سے وہ معجزے ظاہر ہوئے کہ تمام بناوٹیں بار ملن گئیں۔ ہمچناں۔ اِسی طرح انہی حروف سے جب قرآنی کلمات مرکب ہوئے تو وہ فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے۔ زانکہ۔ اب اِن کلمات سے دلوں میں ایسی ہی زندگی پیدا ہوتی ہے جس طرح نفخِ صور سے قیامت میں جسموں کی زندگی ہوگی۔

[3] اژدھا۔ خدا نے اِس کلام میں ایسی ہی تاثیر رکھی ہے جیسی حضرت موسیٰؑ کے عصا میں تھی۔ قرص۔ سورج اور روٹی کی ٹکیا بظاہر یکساں ہیں لیکن معنوی بہت فرق ہے گریہ اُو۔ یعنی شیخ کے افعال کو عام انسانوں کے افعال کی طرح نہ سمجھنا چاہیے اب اُس کے

افعال عام انسانوں جیسے نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے افعال سے مشتق ہوئے ہیں

چونکہ[1] ظاہرہا گرفتند احمقاں | واں دقائق شُد ازایشاں بس نہاں
احمقوں نے چونکہ ظاہری احوال کو پسند کیا | وہ باریکیاں اُن سے بہت پوشیدہ ہوگئیں

لاجرم محجوب گشتند از غرض | کہ دقیقہ فوت شد در معترض
وہ یقیناً مقصد سے محجوب ہوگئے | عارض میں نکتہ فوت ہو گیا

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد | کاں کنیزک باخرِ خاتوں چہ کرد؟
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس چل | اُس باندی نے بی بی کے گدھے سے کیا کیا؟

داستانِ آں کنیزک کہ باخرِ خاتونِ خود شہوت میراند و اُو را

اُس باندی کی داستان جو بی بی کے گدھے سے شہوت رانی کرتی تھی اور اُس نے اُس کو

شہوت راندن چوں آدمیاں آموختہ بُود و کدُوئے در قضیبِ خرِ

انسانوں کی طرح شہوت پورا کرنا سکھا دیا تھا اور گدھے کی قضیب میں کدو

میکردِ تا از اندازہ نگذرد و خاتون برآں وقوف یافت لیکن دقیقہ

پہنادیتی تھی تاکہ اندازہ سے آگے نہ جائے اور بی بی کو اس کا پتہ لگ گیا لیکن کدو کا نکتہ

کدُو را ندید کنیزک را بہ بہانہ براہ کرد جائے دور دور و باآں خر جمع

نہ سمجھی، باندی کو ایک بہانہ سے بہت دور روانہ کر دیا اور وہ بغیر کدو کے

شُد بے کدُو و ہلاک شد بفضیحت کنیزک بیگاہ باز آمد و نوحہ

اُس گدھے سے لگ گئی اور رسوائی کے ساتھ ہلاک ہوگئی باندی اچانک واپس آئی اور رونے

کرد کہ اے جانم واے چشمِ روشنم کیر دیدی و کدُو ندیدی ذکر

لگی کہ اے میری جان اور اے میری روشن آنکھ تونے کیر دیکھا اور کدو نہ دیکھا ذکر

دیدی واں دگر ندیدی کُلُّ نَاقِصٍ[2] مَلْعُوْنٌ یعنی کُلُّ نظرِ

دیکھا وہ دوسرا نہ دیکھا ہر ناقص ملعون ہے یعنی ہر کوتاہ نظر

وَفہمٍ نَاقِصٍ مَلْعُوْنٌ وگرنہ ناقصانِ ظاہرِ جسم مرحوم اند نہ ملعون

اور کوتاہ سمجھ ملعون ہے ورنہ ظاہری جسم کے ناقص قابل رحم ہیں نہ کہ ملعون،

قولہ تعالیٰ لَیْسَ[3] عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا

اللہ تعالیٰ کے قول نے "نہیں ہے اندھے پر گناہ اور نہ لنگڑے پر گناہ اور

عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ، نفیِ حرج کرد و نہ نفیِ لعنت و نفیِ عتاب و غضب

نہ مریض پر گناہ"، گناہ کی نفی کر دی نہ کہ لعنت اور عتاب اور غضب کی

---

[1] چونکہ۔ ظاہر بینوں سے حقائق پوشیدہ رہتے ہیں۔ لاجرم۔ اصلی مقصد اُن کی نگاہوں سے چھپ گیا اور اصل نکتہ اِس عارض میں مخفی ہوگیا جو اُنکو پیش آیا۔

[2] کُلُّ نَاقِصٍ مَلْعُوْنٌ ہر ناقص ملعون ہے ناقص سے مراد وہ شخص ہے جس کی عقل اور فہم ناقص ہو کیوں کہ جن کا جسم ناقص ہوتا ہے وہ تو قابل رحم ہیں۔

[3] لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ۔ لنگڑے پر کوئی گناہ نہیں ہے ناقص جسم والے کے لئے گناہ کی نفی کر دی لیکن اگر وہ ناقص عقل والا ہے تو لعنت اور غضب اور عتاب کی اُس سے نفی نہیں ہے۔

یک کنیزک نرخرے[1] بر خود فگند — از وفورِ شہوت و فرطِ گزند
ایک باندی نے ایک گدھا اپنے اوپر ڈال لیا — شہوت کی کثرت اور شہوت کی زیادتی کی تکلیف سے

آں خرِ نر را بگاں خو کردہ بود — خر جماعِ آدمی پے بُردہ بود
اس نر گدھے کو جماع کی عادت ڈالدی تھی — گدھے نے آدمی کا جماع سیکھ لیا تھا

یک کدوی بُود حیلت سازہ را — در نرش کردہ پئے اندازہ را
اُس حیلہ ساز (باندی) کے پاس ایک کدو تھا — جس کو اُس نے اندازہ کے مطابق اسکے ذکر میں پہنایا تھا

در قضیبش آں کدو کردے عجوز — تا رَود نیمِ ذکر وقتِ سپوز
بڑھیا اُس کے ذکر میں کدو پہنا دیتی — تاکہ گھسانے کے وقت آدھا ذکر جائے

گر ہمہ کیرِ خر اندر وے رَوَد — آں رحم و آں رودہا ویراں شوَد
اگر گدھے کا پورا ذکر اُس میں جائے — تو رحم اور انتڑیاں تباہ ہو جائیں

خر ہمی شد لاغر و خاتونِ اُو — ماندہ عاجز کز چہ شد ایں خر چو مُو
گدھا دُبلا ہو رہا تھا اور اُس کی مالک — حیران تھی کہ یہ گدھا بال جیسا کس وجہ سے ہو گیا

نعلبنداں را نمود آں خر کہ چیست — علتِ اُو کہ نتیجہ اش لاغریست
اُس نے اِس گدھے کو نعلبندوں کو دکھایا کہ کیا ہے؟ — اُس کی بیماری جس کا نتیجہ دُبلاپن ہے

ہیچ علت اندرو ظاہر نشد — ہیچ کس از سرِ آں مُخبر نشد
اُس میں کوئی بیماری ظاہر نہ ہوئی — اُس کے راز سے کوئی شخص باخبر نہ ہوا

در تفحص[2] اندر افتاد اُو بجِد — شد تفحص را دمادم مُستعِد
وہ کوشش سے جستجو میں لگ گئی — اور جستجو کے لئے پے در پے مستعد ہو گئی

جِد را باید کہ جاں بندہ بُوَد — زانکہ جِد جوئندہ یابندہ بُوَد
جان کو کوشش کا غلام ہو جانا چاہیئے — کیونکہ جستجو کرنیوالے کی کوشش پانیوالی بنجاتی ہے

چوں تفحص کرد از حالِ اِشک — دید خُفتہ زیرِ آں خر نرگسک
جب اُس نے گدھے کے حال کی جستجو کی — اُس کے نیچے نرگس کو پڑا ہوا دیکھا

چوں تفحص کرد از احوالِ خر — آں کنیزک بُود زیر و خر زبر
جب اُس نے گدھے کے احوال کی جستجو کی — تو وہ باندی نیچے تھی اور گدھا اوپر

از شگافِ در بدید آں حال را — پس عجب آمد ازاں آں زال را
اُس نے دروازے کی درز سے وہ حال دیکھا — تو وہ اُس بوڑھی کو پسند آگیا

[1] نرخر۔ خرِ نر۔ فرطِ گزند۔ شہوت کی تکلیف کی زیادتی۔ گاں۔ جماع کرنا۔ نرہ۔ ذکر۔ قضیب۔ شاخ، ذکر۔ کیر۔ ذکر۔

[2] تفحص۔ جستجو۔ اِشک۔ ترکی لفظ ہے، گدھا۔ نرگسک۔ کاف تصغیر کا ہے نرگس اُس لونڈی کا نام ہے شگافِ در۔ کواڑوں کی درز

خر ہمی گاید[1] کنیزک را چناں
گدھا باندی سے اس طرح جماع کر رہا ہے
کہ بعقل و رسمِ مرداں با زناں
جو مردوں کی عورتوں کے ساتھ رسم اور عقل کے مطابق ہے

در حسد شد گفت چوں ایں ممکن ست
وہ حسد میں مبتلا ہوگئی، بولی جب یہ ممکن ہے
پس من اولیٰ ترکہ خر مِلکِ من ست
تو میں زیادہ مستحق ہوں، کیونکہ گدھا میرا ہے

خر مہذب گشتہ و آموختہ
گدھا مہذب اور سدھا ہوا
خواں نہاد است و چراغ افروختہ
دستر خوان بچھا ہے اور چراغ روشن ہے

کرد نادیدہ درِ خانہ بکوفت
اُس نے انجان بن کر دروازہ کھٹکھٹایا
کاے کنیزک چند خواہی خانہ روفت
کہ اے باندی! گھر میں کتنی جھاڑو دیگی

از پئے رُو پوش میگفت ایں سخن
انجان بن کے لئے یہ بات کہہ رہی تھی
کاے کنیزک آمدم در باز کُن
اے باندی: دروازہ کھول میں آرہی ہوں

کرد خاموش و کنیزک را نگفت
چُپ رہی اور باندی سے نہ کہا
راز را از بہرِ طمع خود نہفت
راز، اپنی چھپی ہوئی خواہش کی وجہ سے

پس کنیزک جملہ آلاتِ فساد
باندی نے خرابی کے سب سامان
کرد پنہاں پیش شُد در را کشاد
چھپا دیئے، آگے بڑھی، دروازہ کھول دیا

رُو ترش کرد و دو دیدہ پُر زنم
اُس نے مُنھ بنایا اور دو آنکھیں آنسوؤں سے پُر
لب فرو افگندہ یعنی صائمم
ہونٹ لٹکائے ہوئے یعنی میں روزہ دار ہوں

در کفِ اُو نرمہ جاروبے کہ مَن
اُس کے ہاتھ میں نرم جھاڑو کہ میں
خانہ را می رُوفتم بہرِ عطَن
اصطبل کی کوٹھری میں جھاڑو دے رہی تھی

چونکہ با جاروب در را اُو کُشاد
جب اُس نے جھاڑو لئے ہوئے دروازہ کھولا
گفت خاتوں زیرِ لب[2] کاے اُوستاد
بی بی نے مُنھ ہی مُنھ میں کہا، اے اُستاد!

رُو ترش کردی و جاروبے بکف
تو نے مُنھ بنایا اور جھاڑو ہاتھ میں
چیست ایں خر برگستہ از عَلَف
یہ گدھا چارے سے ہٹا ہوا کیوں ہے؟

نیم کارہ و خشمگیں جُنباں ذکر
آدھا کام کئے ہوئے اور غصہ میں ذکر کو ہلا رہا ہے
زانتظارِ تو دو چشمش سُوئے در
تیرے انتظار میں اُس کی دونوں آنکھیں دروازے کی طرف ہیں

زیرِ لب گفت ایں نہاں کرد از کنیز
مُنھ ہی مُنھ میں کہا، اُس کو باندی سے چھپایا!
داشتش[2] آں دم چو بے جرماں عزیز
اُس وقت اُس کو بے قصور کی طرح پیارا رکھا

---

[1] گائیدن۔ جماع کرنا۔ ح۔ چنانکہ۔ خر مہذب۔ یعنی عیش و عشرت کے سب اسباب مہیا ہیں۔ رُوفتن۔ جھاڑو دینا۔ رُو ترش۔ باندی نے اپنے آپ کو روزہ دار ظاہر کیا۔ عطن۔ اونٹوں کا باڑا یہاں گدھے کا اصطبل مُراد ہے۔

[2] زیرِ لب۔ یعنی بڑبڑا کر بات کہی۔ چیست۔ اگر تو صرف جھاڑو ہی دے رہی تھی تو یہ گدھا اِس حالت میں کیوں ہے۔ داشتش۔ اُس بی بی نے اُس باندی سے ایسا برتاؤ کیا جیسا کہ اُس کا کوئی قصور نہیں ہے۔

بعد ازاں گفتش کہ چادر نہ بسر
اُس کے بعد اُس سے کہا، سر پر چادر ڈال

رَو فلاں خانہ زمن پیغام بر
فلانے گھر جا، میرا پیغام لے جا

اینچنیںؔ[1] گو واں چنیں گو واں چناں
ایسا کہہ اور ویسا کہہ

مختصر کردم من افسانہ زناں
میں نے عورتوں کا افسانہ مختصر کر دیا

آں چہ مقصود ست مغزِ آں بگیر
جو مقصد ہے اس کا خلاصہ لے لے

چوں براہش کرد آں زالے ستیر
جب اُس پردہ نشین بڑھیا نے اُسکو روانہ کر دیا

چوں بدر کردش زحیلت زاں مکاں
جب اُس کو تدبیر سے اُس مکان سے باہر نکال دیا

در فرو بست و بخلوت شادماں
دروازہ بند کر لیا اور تنہائی میں خوش تھی

بُود از مستیِ شہوت شادماں
وہ شہوت کی مستی سے خوش تھی

در فرو بست و ہمی گفت آں زماں
دروازہ بند کر دیا اور اُس وقت کہہ رہی تھی

یافتم خلوت زنم از شکر بانگ
میں نے تنہائی پالی شکر کا نعرہ لگاتی ہوں

رَستہ ام از چار دانگ و از دو دانگ
چار دمڑی اور دو دمڑی سے مجھے نجات مل گئی ہے

از طرب گشتہ بزانِ زن ہزار
مستی سے عورت کی شہوت ہزار گنا ہو گئی

در شرارِ شہوتِ خر بیقرار
وہ گدھے کی شہوت کی چنگاری سے بیقرار تھی

چہ بزاں کاں شہوت او را بُز گرفت[2]
کیسی شہوت، اُس شہوت نے اُسکو اُلّو بنا دیا

بُز گرفتن گیج را نبود شگفت
احمق کو اُلّو بنا دینا تعجب خیز نہیں ہے

میل و شہوت کر کند دل را و کور
خواہش اور شہوت، دل کو بہرا اور اندھا بنا دیتی ہے

تا نماید گرگ یوسف نار نور
یہاں تک کہ بھیڑیا، یوسف اور آگ، نور نظر آتے ہیں

اے بسا سرمست نار و نار جو
بہت سے آگ کے سرمست اور آگ کے جویا

خویشتن را نورِ مطلق داند او
وہ اپنے آپ کو نورِ مطلق سمجھ لیتے ہیں

جز[3] مگر بندہ خدا کز جذب حق
سوائے اُس مردِ خدا کے کہ جذبہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ

وا رہش آرد بگرداند ورق
اُس کو راستہ پر لے آئے، ورق پلٹ دے

تا بداند کاں خیالِ ناریہ
تاکہ وہ سمجھ لے کہ وہ آتشیں خیال

در طریقت نیست الا عاریہ
طریقت میں عارضی ہی ہیں

زشتہا را خوب بنماید شرہ
حرص، بُرائیوں کو بھلا دکھا دیتی ہے

نیست از شہوت بتر زآفاتِ رہ
راہِ (طریقت) کی آفتوں میں شہوت سے زیادہ بدتر کوئی نہیں ہے

---

[1] اینچنیں۔ بی بی نے پیغام میں بہت سی باتیں کہلائیں جن کی تفصیل میں نے چھوڑ دی ہے۔ ستیر۔ پردہ نشین۔ چار دانگ۔ یعنی تھوڑا بہت۔ بزاں۔ عورت کی شہوت۔

[2] بز گرفت۔ مذاق کیا۔ گرگ۔ یعنی بُری چیز کو بھلا کر کے دکھا دیتی ہے۔ اے بسا۔ جس طرح اس بی بی نے باندی سے پوری بات نہ سیکھی اسی طرح بہت سے ناقص لوگ ہیں جو اپنے آپ کو کامل شیخ سمجھ بیٹھتے ہیں۔

[3] جز۔ اس غلطی سے وہ بچ سکتا ہے جس کی جذبہ رہنمائی کر دے وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ اُس کو نورِ مطلق حاصل نہیں ہوا بلکہ یہ ناری خیال تھا جو ایک عارضی چیز ہے۔ زشتہا۔ انسان کی حرص بُرائی کو بھلا کر کے دکھا دیتی ہے شہوت انسان کے لئے سب سے بڑی آفت ہے

صد ہزاراں نامِ خوش را کردہ ننگ
لاکھوں نیکناموں کو اُس نے بدنام کردیا
صد ہزاراں زیرکاں را کردہ دنگ
لاکھوں عقلمندوں کو بے عقل کردیا

چوں خرے را یوسفِ مصری نمود
جبکہ اُس نے گدھے کو مصری یوسفؑ کرکے دکھادیا
یوسفے را چوں نماید آں جہود[1]
وہ یہودی، یوسفؑ کو کیسا دکھائے گا!

بر تو سرگیں را فسونش شہد کرد
اُس کے منتر نے تیرے لئے گوبر کو شہد کردیا
شہد را خود چوں کند وقتِ نبرد
معرکہ میں، وہ شہد کو خود کیسا دکھائے گا؟

شہوت از خوردن بود کم کن خور
شہوت کھانے سے (پیدا) ہوتی ہے، کھانے کو کم کردے
یا نکاحے کن گریزاں شو ز شر
یا نکاح کرلے، شر سے بچ جا

چوں بخوردی میکشد سوئے حرم
جب تو نے کھایا وہ تجھے زنانخانہ کی جانب کھینچے گا
دخل را خرجے بباید لاجرم
لامحالہ آمد کے لئے خرچ ضروری ہے

پس[2] نکاح آمد چو لاحول و لا
تو نکاح لاحول ولا قوۃ کی طرح ہے
تا کہ دیوت نفگند اندر بلا
تاکہ شیطان تجھے مصیبت میں نہ پھنسائے

چوں حریصِ خوردنی زن خواہ زود
جبکہ تو کھانے کا حریص ہے، جلد نکاح کرلے
ورنہ آمد گربہ و دُنبہ ربود
ورنہ بلی آئی اور چکدی لے گئی

بارِ سنگیں بر خرے کاں میجہد
جو گدھا کود رہا ہے، بھاری بوجھ
زود بر نہ پیش ازاں کو بر نہد
جلد رکھ دے، اس سے پہلے کہ وہ پھینکے

فعلِ آتش را نمی دانی تو سرد
آگ کے کام کو تو ٹھنڈا نہ سمجھ
گردِ آتش با چنیں دانش مگرد
ایسی عقل کے ہوتے ہوئے آگ کے گرد چکر نہ کاٹ

علمِ دیگ و آتش ار نبود ترا
اگر تجھے دیگ اور آگ کا ہنر حاصل نہیں ہے
از شرر نے دیگ ماند نے ابا
چنگاریوں سے نہ دیگ رہے گی نہ شوربا

آب حاضر باید و فرہنگ نیز
پانی موجود رہے اور عقل بھی
تا پزد آں دیگ سالم در ازیز
تاکہ اُبال میں، دیگ سالم پک جائے

چوں[3] ندانی دانشِ آہنگری
جبکہ تو لوہارپن کا ہنر نہیں جانتا ہے
ریش و مو سوزد چو آنجا بگذری
جب تو وہاں سے گذرے گا ڈاڑھی اور بال جل جائیں گے

در فرو بست آں زن و خر را کشید
اُس نے دروازہ بند کیا اور گدھے کو کھینچا
شادمانہ لاجرم کیفر چشید
خوشی سے، لامحالہ بدانجام چکھا

---

[1] جہود یعنی شہوت۔ بر تو سا انسان کی شہوت بری چیز کو جب بھلا دکھا دیتی ہے تو اصل چیز کو کیا کچھ کرکے نہ دکھائیگی۔ شہوت۔ انسان کی شہوت کھانے پینے سے بڑھتی ہے تو شہوت کو دبانے کے لئے یا کم خوری چاہیئے یا نکاح کرلینا چاہیئے۔ چوں۔ جب انسان قیمتی چیزیں کھائے گا تو اُس کو عورتوں کی طرف زیادہ شہوت ہوگی اس لئے کہ جب پیٹ میں اچھی غذا داخل کررہا ہے تو اُس کا نکلنا بھی لازمی ہے۔

[2] پس نکاح۔ شیطان کے پھندے سے بچنے کیلئے نکاح لاحول کا کام کرتا ہے۔ ورنہ۔ یعنی تیری ساری نیکی اور تقوی تباہ ہوجائیگا۔ بار سنگیں جس گدھے میں اچھل کود کی عادت ہے اُس کو بوجھ سے دبائے رکھنا چاہیئے یہی نفس کی حالت ہے۔ علم دیگ۔ نفس کو قابو میں رکھنے کا ہنر نہیں ہے تو اُس سے بچنا ہی چاہیئے۔ آب حاضر۔ اگر دیگ پکانی ہے تو ہنر ہونا چاہیئے اور اُسکے ابال کیلئے پانی موجود رہنا چاہیئے تاکہ پانی چھڑک کر اُبال کو روکا جاسکے۔

[3] چوں ندانی۔ جب انسان لوہار کا پیشہ نہ جانتا ہو تو بھٹی کے قریب بھی نہ جائے ورنہ داڑھی مونچھ جلالے گا۔ در فروبست اُس بی بی نے دروازہ بند کرلیا۔ کیفر۔ انجام بد۔

در میانِ خانہ آوردش کشاں
اُس کو کھینچتی ہوئی گھر کے بیچ میں لائی
خفت[1] اندر زیرِ آں نرخر ستاں
اُس گدھے کے نیچے چت لیٹ گئی

ہم بر آں کرسی کہ دید اُو از کنیز
اُسی چوکی پر جو اُس نے باندی کی دیکھی تھی
تا رسد در کامِ خود آں قحبہ نیز
تاکہ وہ رنڈی بھی اپنا مقصد حاصل کرے

پا بر آورد و خر اندر وے سپوخت
گدھے نے ذکر نکالا اور اُس کے اندر گھسایا
آتشے از کیرِ خر در وے فروخت
اُس میں گدھے کے ذکر سے آگ لگ گئی

خر مؤدب گشتہ در خاتوں فشرد
سکھائے ہوئے گدھے نے بی بی کے اندر دبا دیا
تا بخایہ در زماں خاتوں بمرد
خصیے تک ، بی بی فوراً مر گئی

بر درید از زخم کیرِ خر جگر
گدھے کے ذکر کے زخمی کرنے سے جگر پھٹ گیا
رودہا[2] بگسستہ شد از ہمدگر
انتڑیاں ایک دوسرے سے جدا ہو گئیں

کرسی از یکسو زن از یکسو فتاد
تخت ایک طرف، عورت ایک طرف گر گئی
دم نزد در حال و آں زن جاں بداد
اُس حالت میں سانس نہ لیا اور اُس عورت نے جان دیدی

صحنِ خانہ پُر ز خوں شد زن نگوں
گھر کا صحن خون سے بھر گیا، عورت اوندھی ہو گئی
مُرد اُو و بُرد جاں ریبُ المنون
وہ مر گئی، حوادثِ زمانہ اُس کی جان لے گئے

مرگِ بد با صد فضیحت اے پدر
اے باوا! سینکڑوں رسوائیوں کے ساتھ بُری موت
تو شہیدے دیدۂ از کیرِ خر
تو نے گدھے کے ذکر کا کوئی شہید دیکھا ہے؟

تو عذابُ الخزی بشنو از نبے
تو قرآن سے رسوائی کا عذاب سُن لے
در چنیں ننگے مکُن جاں را فدے
ایسی رسوائی میں جان قربان نہ کر

دانکہ ایں نفسِ بہیمی نرخر ست
جان لے یہ حیوانی نفس ، گدھا ہے
زیر اُو بودن ازاں ننگیں تر ست
اُس کے نیچے ہونا اُس سے (بھی) زیادہ بیہودہ ہے

در رہِ[3] نفس از بمردی در منی
اگر تو خودی میں نفس کی راہ میں مر گیا
تو حقیقت داں کہ مثلِ آں زنی
تو سمجھ لے کہ تو اُس عورت کی طرح ہے

نفسِ ما را صورتِ خر بدہد اُو
وہ (اللہ تعالیٰ) ہمارے نفس کو گدھے کی صورت عطا
زانکہ صورتہا کُند بر وفقِ خُو
کیونکہ وہ خصلت کے مطابق صورتیں بنا دیگا

ایں بُود اظہارِ سِر در رستخیز
قیامت میں راز کا یہ اظہار ہو گا
اللہ اللہ از تنِ چوں خر گریز
خدا کے لئے ، گدھے جیسے جسم سے بھاگ

[1] خُفت. یعنی لیٹ گئی. ستاں. چت. قحبہ. یعنی زانیہ بی بی. پا بر آورد. پا ذکر سے کنایہ ہے. مؤدب. سکھایا ہوا. خایہ. خصیہ.

[2] رودہا. انتڑیاں. ریبُ المنون. حوادثِ زمانہ. فضیحت. رُسوائی. عذاب. قرآن پاک میں ہے لَنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ تاکہ ہم اُن کو ذلت کے عذاب کا مزہ چکھائیں. نبے. قرآن پاک. دانکہ. نفس کے نیچے ہونا گدھے کے نیچے ہونے سے بھی زیادہ بُرا... ذلیل کرنے والا ہے.

[3] در رہ. انسان اگر نفس پروری کی حالت میں مر گیا تو اُس کی موت اُس بی بی کی موت سے بھی زیادہ رُسوا کن ہے. نفس. جیسا انسان کا باطن ہو گا قیامت میں اللہ تعالیٰ اُسی صورت پر حشر کرے گا.

کافراں را بیم کرد ایزد ز نار — کافراں گفتند نار اولیٰ ز عار[1]

اللہ (تعالیٰ) نے کافروں کو آگ سے ڈرایا — کافروں نے کہا، ذلت سے آگ بہتر ہے

گفت نے آں نار اصلِ عارہاست — ہمچو آں نارے کہ آں زن را بکاست

(اس نے) کہا نہیں آگ ذلتوں کی جڑ ہے — اس آگ کی طرح جس نے اس عورت کو جلا دیا

لقمہ اندازہ نخورد از حرصِ خود — در گلو بگرفت لقمۂ مرگِ بد

اس نے اپنی حرص کی وجہ سے اندازہ سے لقمہ نہ کھایا — بُری موت کا لقمہ گلے میں پھنس گیا

لقمہ اندازہ خور اے مردِ حریص — گرچہ باشد لقمہ حلوا و خبیص

اے لالچی انسان! لقمہ اندازے سے کھا — اگرچہ حلوا اور کھجور کے حلوے کا لقمہ ہو

حق تعالیٰ داد میزاں را زباں — ہیں ز قرآں سورۂ رحمٰن بخواں

اللہ تعالیٰ نے ترازو کو زبان عطا کی ہے — آگاہ، قرآن میں سے سورۂ رحمٰن پڑھ لے

ہیں ز حرصِ خویش میزاں را مہل — آز و حرص آمد ترا خصم و مُضل

خبردار! اپنے لالچ میں ترازو کو نہ چھوڑ — تمنا اور حرص تیرے دشمن اور گمراہ کرنے والے ہیں

حرص جوید کل برآید او ز کل[2] — حرص میر ست اے قجل ابن القجل

حرص کل چاہتی ہے، کل سے محروم رہتی ہے — حرص حاکم ہے، اے نامرد، نامرد کے بیٹے

آں کنیزک میشد و میگفت آہ — کردی اے خاتوں تو استا را براہ

وہ باندی روانہ ہوئی اور کہتی تھی، ہائے — اے بی بی! تونے استاد کو روانہ کر دیا

کار بے استاد خواہی ساختن — جاہلانہ جاں بخواہی باختن

تونے بغیر استاد کے کام بنانا چاہا! — جاہلوں کی طرح جان دینا چاہا!

اے ز من دزدیدہ علمِ ناتمام — ننگت آمد کہ بپرسی حالِ دام

اے! تونے میرا ناقص علم چرایا! — تجھے اس سے شرم آئی کہ جال کا حال معلوم کرے

تا بچیدے دانہ مرغ از خرمنش — ہم نیفتادے رسن در گردنش

جبکہ اگلے کھلیان سے پرند دانہ نہ چگتا — اس کی گردن میں رسی بھی نہ پڑتی

دانہ کمتر خور مکن چندیں رفو — چوں کلوا[3] خواندی بخواں لا تسرفوا

دانہ بہت کم کھا، اس قدر رفو نہ کر — جبکہ تونے "کھاؤ" پڑھ لیا "زیادتی نہ کرو" پڑھ لے

تا خوری دانہ نیفتی تو بدام — ایں کند علم و قناعت والسلام

تاکہ تو دانہ چگ لے (اور) جال میں نہ پھنسے — یہ علم اور قناعت کرتا ہے، والسلام

---

[1] عار۔ یعنی مسلمان ہونے کی ذلت۔ ہمچو۔ جس طرح نفس کی آگ نے اس بی بی کو ذلتوں میں مبتلا کیا تمہارے نفس کی آگ جو اسلام کو عار کا سبب بنا رہی ہے سینکڑوں ذلتوں میں مبتلا کر دیگی۔ لقمہ۔ اُس بی بی نے اپنے اندازہ کے مطابق کام نہ کیا حرص کی اور وہ ماری گئی۔ خبیص۔ چھوارے کا حلوہ زباں۔ ترازو کا کانٹا جو کمی بیشی کو بتا دیتا ہے۔ سورۂ۔ سورۂ رحمٰن میں ہے وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ "اُس اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قایم کی تاکہ تم تجاوز نہ کرو"

[2] ز کل۔ مشہور مقولہ۔ طَلَبُ الْكُلِّ فَوْتُ الْكُلِّ "کل کا طلب کرنا کل کو ہاتھ سے دینا ہے" قجل۔ ڈھیلا، سُست کردی۔ وہ باندی کہہ رہی تھی کہ میں اِس فن کی اُستاد تھی تونے مجھے تو روانہ کر دیا اور بغیر اُستاد کے کام چلانا چاہا۔ اے ز من۔ تونے مجھ سے آدھی بات سیکھی۔ تا بچیدے۔ اگر پرند جال کا دانہ نہ چگے تو جال میں نہ پھنسے۔

[3] کلوا۔ قرآن پاک میں ہے كُلُوا وَلَا تُسْرِفُوا... "کھاؤ اور اسراف نہ کرو"، تا خوری۔ علم اور قناعت حاصل کر لو تو دنیا سے فائدہ بھی اٹھا لوگے اور مصائب میں بھی گرفتار نہ ہوگے۔

نعمت¹ از دنیا خورد عاقل نہ غم ‏ ‏ جاہلاں محروم ماندہ در ندم

عقلمند، دنیا میں نعمت کھاتا ہے نہ کہ غم ‏ ‏ جاہل، ندامت سے محروم رہتے ہیں

چوں در افتند در گلوشاں حبلِ دام ‏ ‏ دانہ خوردن گشت بر جملہ حرام

جب اُن کے گلے میں جال کی رسّی پھنستی ہے ‏ ‏ سب پر دانہ چگنا حرام ہو جاتا ہے

مرغ اندر دام دانہ کے خورد ‏ ‏ دانہ چوں زہر ست در دام ار چرد

پرند، جال میں سے دانہ کب چگتا ہے؟ ‏ ‏ جال میں سے اگر دانہ چگے وہ زہر جیسا ہے

مرغِ² غافل میخورد دانہ ز دام ‏ ‏ ہمچو اندر دامِ دنیا ایں عوام

غافل پرند، جال میں سے دانہ چگتا ہے ‏ ‏ جس طرح عوام دنیا کے جال میں سے

باز مرغانِ خبیرِ ہوشمند ‏ ‏ کردہ انداز دانہ خود را خشک بند

پھر باخبر، ہوشمند پرندوں نے ‏ ‏ اپنے آپ کو دانہ سے روک دیا ہے

کاندرونِ دام و دانہ زہرہاست ‏ ‏ کور آں مرغے کہ در فخ دانہ خواست

کیوں کہ جال اور دانے میں زہر ہیں ‏ ‏ وہ پرند اندھا ہے جس نے جال میں سے دانہ چاہا

صاحبِ دام ابلہاں را سر برید ‏ ‏ واں ظریفاں را بہ مجلسہا کشید

جال والے نے، بیوقوفوں کا سر قلم کر دیا ‏ ‏ اور خوش گلو پرندوں کو مجلسوں میں لے گیا

کہ ازانہا گوشت می آید بکار ‏ ‏ وز ظریفاں بانگ و نالہ زیر و زار

کیوں کہ ان کا گوشت کار آمد ہے ‏ ‏ اور خوش گلو پرندوں کی آواز اور رونا، ترنم اور گریہ

پس³ کنیزک آمد از اشکافِ در ‏ ‏ دید خاتوں را بمردہ زیرِ خر

تو باندی نے دروازے کی درز سے ‏ ‏ بی بی کو گدھے کے نیچے مُردہ دیکھا

گفت اے خاتونِ احمق ایں چہ بود ‏ ‏ گر ترا استاد خود نقشے نمود

اس نے کہا اے بیوقوف بی بی! یہ کیا تھا؟ ‏ ‏ اگر اُستاد نے تجھے خود ایک نقش دکھا دیا

ظاہرش دیدی سرش از تو نہاں ‏ ‏ اوستا ناگشتہ بکشادی دکاں

تونے اُس کا ظاہر دیکھ لیا اس کا راز تجھ سے پوشیدہ رہا ‏ ‏ اُستاد بنے بغیر تونے دکان کھول دی

کیر دیدی ہمچو شہد و چوں خبیص ‏ ‏ آں کدو را چوں ندیدی اے حریص

تونے ذکر کو شہد اور حلوہ جیسا دیکھا ‏ ‏ اے حریص! تونے وہ کدو کیوں نہ دیکھا؟

یا چو مستغرق شدی در عشقِ خر ‏ ‏ آں کدو پنہاں بماندت از نظر

یا جب تو گدھے کے عشق میں مدہوش ہوگئی ‏ ‏ وہ کدو تیری نظروں سے چھپا رہا

---

¹ نعمت۔ عقلمند آدمی دنیا کو آخرت کیلئے استعمال کر کے فائدہ اٹھالیتا ہے اور نادان ندامت اور محرومی میں مُبتلا ہوتا ہے۔ چوں در افتند۔ جب دنیا دار دنیا کے غم میں مُبتلا ہو جاتا ہے تو اُس پر خواب و خور حرام ہو جاتا ہے۔ مرغ۔ جو ہوشیار پرند ہو گا وہ جال کا دانہ کبھی نہ چگے گا۔

² مرغِ غافل۔ بیوقوف انسان دنیا میں مُبتلا ہو جاتا ہے جو کہ جال کے دانہ کی طرح ہے۔ باز مرغاں۔ جو ہوشیار پرند ہوتے ہیں وہ جال کے دانے سے اپنے آپکو علیحدہ رکھتے ہیں۔ فخ۔ جال۔ صاحب۔ شکاری، بیوقوف پرندوں کو ذبح کر ڈالتا ہے اور خوش گلو پرندوں کو فروخت کر دیتا ہے جو لوگوں کی محفلوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہی صورت دنیا کے جال میں پھنسنے کے بعد دنیا داروں اور اہل اللہ ذاکر و شاغل لوگوں کی ہوتی ہے۔

³ پس کنیزک۔ بی بی کے مرنے کے بعد باندی نے کہا بی بی کسقدر احمق تھی مجھ سے تھوڑی سی بات سیکھ کر اپنے آپ کو اُستاد سمجھ بیٹھی اور ہلاک ہوئی۔ ظاہرش۔ فن کا ظاہر دیکھا اور اُس کے رازوں سے ناواقف ہوتے ہوئے دکان کھول بیٹھی۔ خبیص۔ چھوارے کا حلوہ۔

ظاہرِ صنعت بدیدی زاُوستاد | اُوستادی برگرفتی شاد شاد

تونے اُستاد کی ظاہری کاریگری دیکھی | تونے خوشی خوشی اُستادی اختیار کرلی

اے[1] بسا زرّاق گولِ بیوقوف | از رہِ مرداں ندیدہ غیر صوف

بہت سے احمق بیوقوف مکّاروں نے | سوائے اُون کے مردوں کے راستہ میں کچھ نہ دیکھا

اے[2] بسا شوخاں زاندک احتراف | از شہاں ناموختہ جز گفت و لاف

بہت سے بے حیا ہیں تھوڑے سے ہنر سے | اُنھوں نے شاہوں سے سوائے باتوں اور شیخی کے کچھ حاصل کیا

ہر یکے در کف عصا کہ موسیم | می دمد بر ابلہاں کہ عیسیم

ہر ایک کے ہاتھ میں لاٹھی ہے کہ میں موسیٰ ہوں | بیوقوفوں پر دم کرتا ہے کہ میں عیسیٰ ہوں

آہ ازاں روزے کہ صدقِ صادقاں | باز خواہد از تو سنگِ امتحاں

ہائے وہ دن. کہ سچّوں کی سچّائی | امتحان کا پتھر، تجھ سے طلب کرے گی

آخر از اُستاد باقی را بپرس | کہ حریصاں جملہ کور انند و خرس

آخر باقی (ہنر) اُستاذ سے پوچھ لے | کیونکہ لالچی سب اندھے اور گونگے ہیں

جُملہ جُستی باز ماندی از ہمہ | صیدِ گرگاں اند ایں ابلہ رمہ

تونے سب کو ٹٹولا سب سے محروم رہا | یہ بیوقوف گلّہ، بھیڑیوں کا شکار ہے

صورتے بشنیدی گشتی ترجماں | بیخبر از گفت خود چوں طوطیاں

تونے تھوڑی سی بات سُنی ترجمان بن گیا | طوطیوں کی طرح اپنی گفتگو سے بے خبر ہے

[3] تمثیلِ تلقینِ شیخ مُریداں را و پیغمبر اُمّت را کہ ایشاں طاقت

شیخ کی مریدوں کو اور پیغمبر کی امت کو تلقین کرنے کی مثال کیوں کہ وہ اللہ تعالےٰ سے

تلقین حق تعالیٰ ندارند و با حق اُلفت ندارند چنانکہ طوطی

تلقین کی طاقت نہیں رکھتے ہیں اور اللہ تعالےٰ سے انہیں مناسبت نہیں ہے جیسا کہ طوطی

باصورتِ آدمی اُلفت ندارد کہ ازو تلقین تواند گرفت حق

آدمی کی صورت سے مناسبت نہیں رکھتی ہے کہ اُس سے تلقین حاصل کرسکے اللہ

تعالیٰ شیخ را چوں آئینہ پیشِ مُرید ہمچو طوطی دارد و از پس

تعالےٰ شیخ کو آئینہ کی طرح طوطی جیسے مُرید کے سامنے رکھ دیتا ہے اور آئینہ کے پیچھے سے

آئینہ تلقین میکند قولہٗ عزّوجلّ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ

تلقین کرتا ہے اللہ عزّوجل کا قول ہے آپ اپنی زبان نہ ہلائیے تاکہ اُس (وحی) پر جلدی کریں

---

[1] اے بسا یہی حال اُن لوگوں کا ہوتا ہے جو کسی شیخ کامل سے تھوڑی سی بات سیکھکر دکان جمالیتے ہیں۔ زرّاق۔ مکّار شیوخ۔ صوف۔ یعنی اُون کی کملی۔

[2] اے بسا۔ یہ مزوّر شیخ سوائے شیخی بگھارنے کے شیوخ سے کچھ حاصل نہ کرسکے اور اپنے آپکو موسیٰؑ و عیسیٰؑ ظاہر کرتے ہیں۔ جملہ جُستی۔ یا تو حریص مریدوں کو خطاب ہے یا مزوّر شیخ کو جو مریدوں کو پھانسنے کے حریص ہیں۔ طوطیاں۔ طوطی انسان کی بولی بولتی ہے لیکن اُس کو سمجھتی نہیں ہے۔

[3] تمثیل۔ طوطی کو جب سکھایا جاتا ہے تو اُسکا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ طوطی کو آئینہ کے بالمقابل کردیا جاتا ہے اور اُستاد آئینہ کے پیچھے چھپ کر بولنا شروع کرتا ہے، آئینہ کے سامنے کی طوطی یہ سمجھتی ہے کہ یہ وہ طوطی بول رہی ہے جو آئینہ میں اُسکو نظر آرہی ہے جو خود اُسکا عکس ہی ہے لہٰذا وہ اُسکو اپنی ہم جنس سمجھکر اُس سے بولنا سیکھ لیتی ہے یہی حال اللہ تعالےٰ اور نبی اور نبی کے مخاطبوں کا ہے نبی بمنزلہ آئینہ والے عکس کے ہے اور حضرت حق تعالےٰ بمنزلہ اُستاد کے ہے اسطرح وحی جو کلام الٰہی ہے بندوں تک پہنچ جاتا ہے لیکن اس مثال اور وحی کے معاملہ میں فرق اسقدر ہے کہ آئینہ والی

اِن ھُوَ اِلّا وَحیٌ یُوحیٰ این ست ابتدائے مسئلہ
نہیں ہے وہ مگر وحی جو بھیجی جاتی ہے، اُس مسئلہ کی کہ ابتدا ہے

بے منتہا چنانکہ منقار جنبانیدن طوطی اندرونِ آئینہ کہ خیالش
جسکی کوئی انتہا نہیں ہے چنانچہ آئینہ کے اندر کی طوطی کا چونچ ہلانا جس کو تو عکس

میخوانی بے اختیار و تصرف اوست عکسِ خواندنِ طوطیِ
کہتا ہے اُس کے اختیار اور تصرف کے بغیر ہے وہ باہر والی طوطی کے پڑھنے کا

بیرونی کہ متعلم است نہ عکسِ آں معلم کہ پسِ آئینہ ست
عکس ہے جو سیکھنے والی ہے نہ کہ اُس سکھانیوالے کا عکس ہے جو آئینہ کے پیچھے ہے

ولیکن خواندنِ طوطیِ بیرونی تصرفِ آں معلم ست پس
لیکن باہر والی طوطی کا پڑھنا سکھانے والے کا تصرف ہے تو

ایں مثال آمد نہ مِثل
یہ ایک مثال ہے نہ کہ مثل

طوطیِ در آئینہ می بیند او — عکسِ خود را پیش او آوردہ رُو
ایک طوطی آئینہ میں دیکھتی ہے — اپنے عکس کو کہ وہ اُسکے سامنے منہ کئے ہوئے ہے

در پسِ آئینہ آں اُستا نہاں — حرف میگوید ادیبِ خوش زباں
آئینہ کے پیچھے وہ اُستاد چھپا ہوا ہے — وہ خوش بیان، ادیب بات کر رہا ہے

طوطیک پنداشتہ کیں گفتِ پست — گفتِ آں طوطیست کاندر آئینہ است
طوطی سمجھتی ہے کہ یہ دھیمی آواز — اُس طوطی کی گفتگو ہے جو آئینہ کے اندر ہے

پس ز جنسِ خویش آموزد سخن — بیخبر از مکرِ آں گرگِ کہن
تو وہ اپنی ہم جنس سے بات کرنا سیکھتی ہے — اس پرانے بھیڑیئے کی تدبیر سے بے خبر ہے

از پسِ آئینہ می آموزدش — ورنہ ناموزد جز از جنسِ خودش
وہ آئینہ کے پیچھے سے اُس کو سکھا دیتا ہے — ورنہ وہ اپنی ہم جنس کے سوائے نہ سیکھے

گفت را آموخت زاں مردِ ہنر — لیک از معنی و سِرّش بے خبر
اُس ہنر مند انسان سے اُس نے بات سیکھ لی — لیکن اُس کے معنی اور راز سے بے خبر ہے

از بشر بگرفت منطق یک بیک — از بشر جز ایں چہ داند طوطیک
اُس نے ایک ایک بات انسان سے سیکھ لی — انسان سے اس کے سوا طوطی کیا جانے

ا؎ طوطی۔ اُس طوطی کے بالمقابل اُس کا عکس ہوتا ہے۔ اُستا۔ استاد۔ طوطیک۔ آئینہ کے باہر والی طوطی یہ سمجھتی ہے کہ آئینہ کے اندر کی طوطی بول رہی ہے لہٰذا وہ اس کی نقل شروع کر دیتی ہے۔

۲؎ گرگِ کہن۔ تجربہ کار استاد۔ گفت را۔ یہ طوطی اُس اُستاد کے الفاظ نقل کر دیتی ہے اُن کے معانی سے بے خبر ہوتی ہے۔

ہمچناں[1] در آئینہ جسمِ ولی — خویش را بیند مریدِ ممتلی

اسی طرح ولی کے جسم کے آئینہ میں — (خامی سے) پُر مرید اپنے آپ کو دیکھتا ہے

از پسِ آئینہ عقلِ کل را — کے بہ بیند وقتِ گفت و ماجرا

آئینہ کے پیچھے سے عقلِ کل کو — کب دیکھ سکتا ہے؟ گفتگو اور قصہ کے وقت

او[2] گماں دارد کہ میگوید بشر — واں دگر سرِّ ست و اوزاں بیخبر

وہ خیال کرتا ہے کہ انسان کہہ رہا ہے — وہ دوسرا پوشیدہ ہے اور وہ اس سے بے خبر ہے

حرف آموزد ولے سرِّ قدیم — می نداند طوطیست او یا ندیم

وہ حروف سیکھ جاتا ہے لیکن قدیم راز — نہیں جانتا ہے، کہ وہ (سکھانیوالا) طوطی ہے یا ساتھی ہے

ہم[3] صفیرِ مرغ آموزند خلق — کایں سخن اندر دہاں افتاد و حلق

لوگ پرندوں کی بولی سیکھ لیتے ہیں — کیونکہ یہ بولی اُن کے منہ اور حلق میں آجاتی ہے

لیک از معنیِ مرغاں بیخبر — جز سلیمانِ نبی خوش نظر

لیکن پرندوں کے معانی سے بے خبر ہوتے ہیں — سوائے حضرت سلیمانؑ نبی کے جن کی سمجھ خوب تھی

حرفِ درویشاں بسے آموختند — منبر و محفل بداں افروختند

بہت سے لوگوں نے درویشوں کے الفاظ سیکھ لئے ہیں — اُن سے منبر اور مجلس کی رونق بڑھالی ہے

یا بجز آں حرف شاں روزی نبود — یا در آخر رحمت آمد رہ نمود

یا تو اُن کا مقدر حروف کے سوا کچھ نہیں ہے — یا انجام کار (اللہ کی) رحمت آکر رہنمائی کردیتی ہے

صاحبدلے[4] در چلہ بخواب دید کہ سگے حاملہ در شکمِ آن بچگاں
ایک صاحب دل نے چلہ میں خواب میں دیکھا کہ ایک حاملہ کتیا ہے اُس کے پیٹ
بانگ میکردند در تعجب ماند کہ حکمتِ بانگِ سگ پاسبانی
میں بچے بھونک رہے ہیں وہ تعجب میں رہ گیا کہ کتے کے بھونکنے کا فائدہ نگہبانی ہے
ست و بانگ در اندرونِ شکمِ مادر بے پاسبانی ست و نیز
اور ماں کے پیٹ میں بھونکنا نگہبانی کے لئے نہیں ہے اور آواز مدد چاہنے اور
بانگ جہت یاری خواستن و شیر خواستن باشد و غیرہ و در شکم
دودھ مانگنے کے لئے بھی ہوتی ہے اور ماں کے پیٹ میں اِن میں سے کوئی

نے دُعا کی کیونکہ اِس حکمت کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جان سکتا ہے کہ اے خدا تو اس کی حکمت کو واضح فرمادے
خدا نے اُن کی دعا قبول فرمائی اور بتایا کہ پیٹ کے اندر ان کتے کے بچوں کا بھونکنا بناوٹی پیروں کی لاف زنی
کی مثال ہے جس سے نہ خود اُن کو فائدہ حاصل ہوتا ہے نہ دوسروں کو۔

---

[1] ہمچناں۔ اسی طرح مُرید دراصل سمجھتا ہے کہ شیخ اور نبی اُس کی ہم جنس ہے اور اُس سے سیکھتا ہے اور اُستاد، عقلِ کل اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ پاتا ہے جو اصل میں مُعلّم ہے۔

[2] او۔ مُرید دراصل سمجھتا ہے کہ شیخ اور نبی کہہ رہا ہے، اِس راز سے وہ بے خبر ہوتا ہے کہ دراصل اُس سے اللہ تعالیٰ کہلوا رہا ہے۔ حرف۔ نبی کی کی بات سُن لیتا ہے لیکن اُس کو معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اصل بولنے والا نبی ہے جو بمنزلہ طوطی کے عکس کے ہے یا اللہ تعالیٰ ہے جو بمنزلہ اُس ساتھی کے ہے جو آئینہ کے پیچھے سے بولتا ہے۔

[3] ہم صفیر۔ انسان پرندوں کی بولی بولنا سیکھ جاتا ہے لیکن اُس بولی کے معنیٰ جو پرند مُراد لیتے ہیں اُن سے وہ لاعلم ہوتا ہے۔ حرفِ درویشاں۔ اِسی طرح بہت سے انسان کاملین کی نقل اُتارنے لگتے ہیں۔ یا بجز۔ یہ نقالی کبھی نقالی ہی رہتی ہے اور کبھی حقیقت تک رہنمائی بھی کردیتی ہے۔

[4] صاحبدلے۔ ایک بزرگ تنہائی میں چلہ کشی کررہے تھے اُنھوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک حاملہ کتیا ہے اور اُس کے پیٹ میں بچے بھونک رہے ہیں جس سے اُن کو تعجب ہوا اور سوچنے لگے کہ پیٹ میں بچوں کے بھونکنے میں کیا حکمتِ خداوندی ہے کتے حفاظت اور پاسبانی کے لئے بھونکتے ہیں ماں کے پیٹ میں بھونکنے سے یہ فائدہ نہیں ہے نیز بچہ کے رونے میں مدد کے لئے یا دودھ کے لئے فریاد ہوتی ہے وہ بھی یہاں نہیں ہے اُنھوں

مادرِ ہیچیدام ازینہا نیست چوں بخویش آمد بحضرتِ حق مناجات
بھی (مقصود) نہیں ہے وہ جب بیدار ہوا اللہ تعالےٰ سے دعا کی
کرد وَمَا یَعلَمُ تَاوِیلَہٗ اِلَّا اللہ جواب آمد کہ آں صورتِ
اور بجز اللہ کے اُس کی تاویل کوئی نہیں جانتا ہے۔ جواب آیا کہ یہی صورتِ حال
حالِ قومی ست کہ از حجاب بیروں نیامدہ و چشمِ دل باز نشدہ
اُس قوم کی ہے جو پردے سے نہیں نکلی ہے اور دل کی آنکھ نہیں کھلی ہے
و دعوائے بصیرت کنند و مقالات گویند از آں نہ ایشاں را
اور وہ بصیرت کا دعویٰ کرتی ہے اور تقریریں کرتی ہے جن سے نہ اُس کو
قوت و یاری و نہ مستمعاں را ہدایتے و رشدے میرسد
کوئی قوت اور مدد حاصل ہوتی ہے اور نہ سُننے والوں کو کوئی ہدایت اور رہنمائی ملتی ہے

آں یکے می دید خواب اندر چلہ[1] — دَر رہے مادہ سگے بُد حاملہ
ایک شخص نے چلّہ میں خواب میں دیکھا — راستہ میں ایک حاملہ کُتیا تھی

ناگہاں آوازِ سگ بچگاں شُنید — سگ بچہ اندر شکم بُد ناپدید
اُس نے اچانک کُتّے کے بچوں کا بھونکنا سُنا — کُتّے کے بچے پیٹ میں چھپے ہوئے تھے

پس عجب آمد ورا زاں بانگہا — سگ بچہ اندر شکم چوں زد ندا
اُس کو اُن آوازوں سے تعجب ہوا — کُتّے کے بچے پیٹ میں کیوں بھونکے؟

سگ بچہ اندر شکم نالہ کناں[2] — ہیچ کس دیدست ایں اندر جہاں
کُتّے کے بچوں کو (ماں کے) پیٹ کے اندر روتے ہوئے — کسی نے (دنیا) میں یہ دیکھا ہے؟

چوں بجست از واقعہ آمد بخویش — حیرتِ اُو دمبدم میگشت بیش
جب وہ خواب سے بیدار ہوا، ہوش میں آیا — اُس کی حیرت لحظہ بہ لحظہ بڑھ رہی تھی

در چلہ کس نے کہ گردد عقدہ حل — جز کہ درگاہِ خدائے عزّ و جل
چلّہ میں کوئی نہیں تھا کہ عُقدہ حل ہو — سوائے خدائے عزّ و جل کی درگاہ کے

گفت یارب زیں تشکال و گفتگو — دَر چلہ واماندہ ام از ذکرِ تو
اُس نے کہا اے اللہ! اِس اِشکال اور گفتگو کی وجہ سے — چلّے میں تیرے ذکر سے قاصر ہو رہا ہوں

پرِ من بکشای تا پرّاں شوم — دَر حدیقہ ذکر و سیبستاں شوم
میرے پر کھول دے، تاکہ پرواز کروں — ذکر کے باغیچہ میں اور سیب کے باغ میں پہنچوں

---

[1] چلہ۔ چلّہ کشی جو تنہائی میں ہوتی ہے۔ بانگہا۔ یعنی کُتّے کے بچوں کی ماں کے پیٹ میں سے بھونکنے کی آواز۔
[2] نالہ کناں۔ روتے ہوئے۔ واقعہ۔ یعنی خواب۔ عُقدہ حل۔ یعنی گرہ کھل جائے۔ معاملہ حل ہو جائے۔ گفت الخ۔ صاحبِ دل نے خدا سے عرض کیا میں اِس فکر میں تیری یاد سے غافل ہو رہا ہوں۔

آمدش آوازِ ہاتفؔ در زماں — کاں مثالے داں زلافِ جاہلاں

اُس کو فوراً غیبی فرشتہ کی آواز آئی — کہ اُس کو جاہلوں کے شیخی بگھارنے کی مثال سمجھ

کز حجاب و پردہ بیروں نامدہ — چشم بستہ بیہدہ گویاں شدہ

جو حجاب اور پردے سے باہر نہیں نکلے ہیں — آنکھیں بند کئے ہوئے بکواس کرتے ہیں

بانگِ سگ اندر شکم باشد زیاں — نے شکار انگیز و نے شب پاسباں

کُتّے کا پیٹ میں بھونکنا بیکار ہے — نہ شکار نکالنے والا ہے اور نہ رات کا محافظ ہے

گرگ نادیدہ کہ دفعِ او بود — دزد نادیدہ کہ منعِ او شود

اُس نے بھیڑیئے کو نہیں دیکھا کہ اُس کا دفعیہ ہو — اُس نے چور کو نہیں دیکھا کہ اُس کی روک ہو

از حریصی وز ہوائے سروری — در نظر کُند و بلافیدن جری

حرص اور سرداری کی خواہش کی وجہ سے — نظر میں کُند ہے اور بکواس کرنے میں جری ہو

از ہوائے مشتری و گرم دار — بے بصیرت پا نہادہ در فشار

خریدار اور دوست کی خواہش کی وجہ سے — بغیر بصیرت کے بکواس میں قدم رکھے ہوئے ہے

ماہ نادیدہ نشانہا مید ہد — روشنائی را بداں کژمی نہد

[illegible] یکھے [illegible] نشانیاں بتاتا ہے — اُس کے لئے روشنائی کو ٹیڑھا رکھتا ہے

از برائے مشتری در وصفِ ماہ — صد نشاں نادیدہ گوید بہرِ جاہ

چاند کی صفت بیان کرنے میں، خریدار کے لئے — مرتبہ کی خاطر بغیر دیکھے ہوئے سیکڑوں نشانیاں بتاتا ہے

مشتری نادیدہ گوید صد نشاں — ژاژ خاید دوغ نوشد کف زناں

...یدار کو بغیر دیکھے سیکڑوں نشانیاں بتاتا ہے — بکواس کرتا ہے تالیاں بجاتے ہوئے چھاچھ پیتا ہو

مشتری کو سود دارد خود یکیست — لیک ایشاں را دراں ریب و شکیست

جس خریدار میں فائدہ ہے وہ صرف ایک ہے — لیکن اُن کو اُس میں شک و شبہ ہے

از ہوائے مشتریِ بے شکوہ — مشتری را باد دادند ایں گروہ

بے حقیقت خریدار کی خواہش میں — اُس جماعت نے خریدار کو کھو دیا ہے

مشتریِ ماست اللّٰہ اشتریٰ — از غمِ ہر مشتری ہیں برتر آ

ہمارا خریدار اللہ ہے جس نے خرید لیا ہے — ہر خریدار کے غم سے آگے بڑھ

مشتریِ جو کہ جویانِ تو است — عالمِ آغاز و پایانِ تو است

اُس خریدار کو تلاش کر جو تیرا جویاں ہے — تیرے آغاز اور انجام کا جاننے والا ہے

۱؎ ہاتف. یعنی آواز سگاں. کُتّے کے پلّوں کا پیٹ میں بھونکنا جاہلوں کی لاف زنی کی مثال ہے. بانگ. کُتّے کے پلّوں کا پیٹ میں بھونکنا بیکار بات ہے نہ تو اُس سے یہی فائدہ ہے کہ کوئی شکار جھاڑی میں سے نکل کر بھاگے اور شکاری اُس کا شکار کرے نہ چور کو بھگانے کے لئے ہے.

۲؎ از حریصی. جاہل شیخ کی لالچ اور سرداری کی خواہش میں یہ حالت ہوتی ہے کہ اُس کی نظر تو کُند ہو جاتی ہے اور وہ شیخی بگھارنے میں جری ہو جاتا ہے گرم دار دوست. فشار. بکواس. ماہ. یعنی ذات حق کے مشاہدہ کے بغیر اُس کی سیکڑوں نشانیاں بیان کرتا ہے اور اپنے خریدار کی غلط رہنمائی کرتا ہے. مشتری. وہ مُرید بھی بغیر مشاہدہ کے بکواس شروع کر دیتا ہے اور ذہنی مستی ظاہر کرنے لگتا ہے. دوغ ورش. یعنی چھاچھ پی کر ذہنی مستی ظاہر کرتا ہے.

۳؎ مشتری کو. ایک مومن کا خریدار درحقیقت اللہ تعالیٰ ہے قرآن پاک میں ہے "اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ". اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے اُن کی جانیں خرید لی ہیں. از غم. لہٰذا ایک مومن کو کسی اور خریدار کی فکر میں نہ پڑنا چاہیے. مراد اللہ تعالیٰ تیرا جویاں ہے [illegible] وہ تیرے انجام [illegible] ہے.

ہیں مکش ہر مشتری را تو بدست[1] — عشقبازی با دو معشوقہ بدست

خبردار! ہر خریدار کو تو ہاتھ سے نہ کھینچ — دو معشوقوں سے عشقبازی بری ہے

زو نیابی سود و مایہ گر خرد — نبودش خود قیمت عقل و خرد

اگر وہ پونجی کو خریدے گا تو اس سے فائدہ حاصل نہ کر سکیگا — اس کے پاس (تیری) عقل اور سمجھ کی قیمت ہی نہ ہوگی

نیست او را خود بہائے نیم نعل — تو برو عرضہ کنی یاقوت و لعل

خود اسکی قیمت آدھے نعل کی نہیں ہے — تو اس کو یاقوت اور لعل دکھا رہا ہے

حرص[2] کورت کرد و محرومت کند — دیو ہمچوں خویش مرجومت کند

لالچ نے تجھے اندھا کر دیا اور محروم کرے گا — شیطان تجھے اپنی طرح سنگسار بنا دے گا

ہمچناں کاصحاب فیل و قوم لوط — کردشاں مرجوم چوں خود آں سخوط

جس طرح اصحاب فیل اور لوطؑ کی قوم کو — اس مغضوب نے اپنی طرح سنگسار بنا دیا

مشتری را صابراں دریافتند — چوں سوئے ہر مشتری نشتافتند

صابر لوگوں نے خریدار پالیا ہے — کیونکہ وہ ہر خریدار کی طرف نہیں دوڑے ہیں

واں کہ گردانید رو زاں مشتری — بخت و اقبال و بقا زو شد بری

جس شخص نے اس خریدار سے منہ موڑا — نصیبہ اور اقبال اور بقا اس سے کنارہ کش ہوگئے

ماند حسرت بر حریصاں تا ابد — ہمچو حال اہل ضرواں[3] در حسد

لالچیوں کو ہمیشہ حسرت رہی — جس طرح حسد میں ضروان والوں کا حال

قصۂ اہل ضرواں و حسد ایشاں بر درویشاں کہ پدر ما از سلیمی

ضروان کے باشندوں کا قصہ اور ان کا فقیروں پر حسد کرنا کہ ہمارا باپ سادہ پن

اغلب دخل باغ را بمسکیناں بیداد، چوں انگور بودے عشر

سے باغ کی زیادہ پیداوار مسکینوں کو دیدیتا تھا جب انگور ہوتے دسواں حصہ

دادے و چوں مویز و دوشاب شدے عشر دادے و چوں حلوا

دیدیتا اور جب کشمش اور انگور کا شیرہ ہوتا دسواں دے دیتا اور جب حلوا یا

و پالودہ کردے عشر دادے واز فصیل عشر دادے و چوں

فالودہ بناتا دسواں دے دیتا کچی کھیتی میں سے دسواں دے دیتا اور جب

خرمن میکوفتے از کفہ آمیختہ عشر دادے و چوں گندم از

کھلیان گہاتا آدھے گہائے ہوئے میں سے دسواں دیدیتا اور جب گیہوں

[1] بدست (شعر)
ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں
لذا. اگر خدا کے علاوہ کوئی خریدار ہوگا تو اس سے تجھے کوئی فائدہ نہ ہوگا اس خریدار کے پاس تجھے خریدنے کی قیمت کہاں ہے. نیست. وہ خود دو کوڑی کا ہے اس پر اپنی عقل و خرد کے لعل و یاقوت کو پیش کرنا نادانی ہے.

[2] حرص. لالچ انسان کو اندھا کر دیتا ہے. مرجوم - سنگسار. اصحاب فیل. ابرہہ کا لشکر جس نے خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے چڑھائی کی تھی. سخوط. مغضوب یعنی شیطان. وانکہ. جو شخص اللہ تعالیٰ سے روگردانی کرتا ہے وہ بڑا بدنصیب ہے اور تباہ ہو جاتا ہے.

[3] ضرواں یمن میں ایک گاؤں تھا بستی. بیوقوفی بھولا پن. دوشاب - انگور کا شیرہ. فصیل - کچی کھیتی. کفہ. کاف کے زبر اور فا کی خفت کے ساتھ نیم کوفتہ.

کہ جدا شُدے عُشر دادے وچوں آرد کردے عُشر دادے وچوں
بھوسے سے جدا ہوتے دسواں دے دیتا اور جب آٹا کرتا دسواں دیدیتا اور

خمیر کردے عُشر دادے وچوں نان پختے عُشر دادے لاجرم
جب گوندھتا دسواں دیدیتا اور جب روٹی پکاتا دسواں دے دیتا لامحالہ

حق تعالیٰ در باغ وکشت برکتے نہادہ بود کہ ہمہ اصحابِ
اللہ تعالےٰ نے باغ اور کھیتی میں برکت عطا کی تھی کہ سب باغ والے

باغہا محتاجِ اُو بودندے ہم بمیوہ وہم بسیم واو محتاجِ
اُس کے محتاج ہوتے پھل میں بھی اور چاندی میں بھی اور وہ اُن میں سے

ہیچ کس نے از ایشاں، و فرزندانِ اُو خرجِ عشر میدیدند مکرر
کسی کا محتاج نہ ہوتا اُس کی اولاد نے بار بار دسویں کا خرچ دیکھا

وآں برکت نمی دیدند ہمچو آں زنِ بدبخت کہ کیرِ خر دید و
اور وہ برکت نہ دیکھی اُس بدبخت عورت کی طرح جس نے گدھے کا ذکر دیکھا

کدو را ندید
اور کدو نہ دیکھا

بود مردے صالحے ربّانیے[1] | عقلِ کامل داشت و پایاں دانیے
ایک نیک خداپرست شخص تھا | کامل عقل رکھتا تھا اور انجام سے باخبر تھا

در دہِ ضرواں بنزدیکِ یمن | شہرہ اندر صدقہ و خلقِ حسن
یمن کے نزدیک ضروان گاؤں میں | خیرات کرنے اور اچھے اخلاق میں مشہور تھا

کعبۂ درویش بودے کوئے اُو | آمدندے مُستمنداں[2] سُوئے اُو
اس کی گلی فقیر کا کعبہ ہوتی | ضرورتمند اس کی جانب آتے

ہم ز خوشہ عُشر دادے بے ریا | ہم ز گندم چوں شُدے از کہ جُدا
بغیر ریاکاری کے بالوں میں سے دسواں دیتا | گیہوں میں سے بھی جب وہ بھوسے سے جدا ہو جاتے

آرد گشتے عُشر دادے ہم ازاں | ناں شُدے عُشرِ دگر دادے ز ناں
آٹا بنتا تو اس میں سے بھی دسواں دیتا | روٹی بنتی، روٹی میں سے دوسرا دسواں دیتا

عُشرِ ہر دخلے فرو نگذاشتے | چار بارہ دادے زانچہ کاشتے
کسی آمدنی کے دسویں میں فروگذاشت نہ کرتا | جو بوتا اُس میں سے چار بار ادا کرتا

[1] ربّانی۔ اللہ والا۔ کعبہ۔ یعنی فقرا اُس کے گھر کا چکر کاٹتے رہتے تھے۔
[2] مُستمنداں۔ حاجتمند۔ عُشر۔ شرعی اعتبار سے زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ خیرات کرنا ہوتا ہے۔

از عنب عشرے بدادے وز مویز
انگوروں سے دسواں دیتا اور کشمش میں سے

عشر هم دادے وے از دوشاب نیز[1]
وہ انگور کے شیرے میں کو بھی دسواں دیتا

هم ز حلوا عشر واز پالوده هم
حلوے میں سے بھی دسواں اور فالودے میں سے بھی

می فرو نگذاشتے از بیش و کم
اور کم اور زیادہ میں سے نہ چھوڑتا

بس وصیتها بگفتے هر زماں
ہر وقت بہت سی وصیتیں کرتا

جمع فرزندانِ خود را آنجواں
وہ جوان اپنی سب اولاد کو

الله الله قسمِ مسکیں بعدِ من
خدا کے لئے میرے بعد مسکین کے حقہ کو

وا مگیرید ش ز حرصِ خویشتن
اپنی حرص سے بند نہ کرنا

تا بماند بر شما کِشت و ثمار
تاکہ تم پر کھیتی اور پھل رہیں

در پناهِ طاعتِ حق پایدار
مستقل خدا کی اطاعت کی حفاظت میں

دخلها و میوها جمله ز غیب
آمدنیاں اور میوے سب غیب سے

حق فرستادست بے تخمین و ریب
بے اندازہ اور بے شک اللہ (تعالیٰ) نے بھیجے ہیں

در محلِ دخل اگر خرجے کنی[2]
آمدنی کے وقت اگر تو خرچ کرے گا

در گهِ سود ست بر سودے زنی
وہ فائدے کا دربار ہے تو فائدہ اٹھائے گا

تُرک اغلب دخل را در کشتِ زار
کاشتکار، پیداوار کا اکثر حصہ کھیت میں

باز کارد که ویست اصلِ ثمار
پھر بو دیتا ہے کیونکہ وہ فائدوں کی جڑ ہے

بیشتر کارد خورد زاں اندکے
زیادہ بو دیتا ہے، اُس میں سے تھوڑا سا کھاتا ہے

که ندارد در بروئیدن شکے
کیونکہ اُس کو اُگنے میں کوئی شبہ نہیں ہے

زاں بیفشاند بکِشتن تُرک دست
کاشتکار بونے میں ہاتھ اسی لئے جھاڑ لیتا ہے

کاں غله هم زاں زمیں حاصل شدست
کیونکہ وہ غلہ اسی زمین سے حاصل ہوا ہے

کفشگر[3] هم آنچه افزاید ز ناں
روٹی سے جو زائد ہوتا ہے، موچی بھی

میخرد چرم و ادیم و سختیاں
چمڑا اور نری اور میشہ خرید لیتا ہے

که اصولِ دخلم اینها بوده اند
کہ میری آمدنی کی بنیادیں یہ بنی ہیں

هم ازینها می کشاید رزقِ بند
انہی سے بند رزق کھلتا ہے

دخل او زاں آنجا آمدستش لا جرم
لامحالہ اُس کی آمدنی اُس جگہ سے ہی ہوئی ہے

هم در آنجا میکند داد و کرم
اُسی جگہ وہ عطا اور کرم کرتا ہے

---

[1] دوشاب۔ انگور کا شیرہ۔ اللہ اللہ۔ وہ خدا رسیدہ مرد اپنی اولاد کو وصیتیں کرتا کہ دسواں حصہ ضرور خیرات کرتے رہنا۔ دخلہا۔ جملہ پیداوار حقیقتاً اللہ کی جانب سے ہے۔

[2] در محل۔ پیداوار کے وقت اگر خرچ کرو گے فائدہ میں رہو گے۔ تُرک یعنی کاشتکار پیداوار کا زیادہ حصہ پھر زمین میں بو دیتا ہے۔ در بروئیدن۔ اس میں با زیادہ ہے۔ دست افشاندن۔ یعنی بونا۔

[3] کفشگر۔ موچی، جفت ساز۔ ادیم۔ نری یعنی وہ کھال جو سرخ رنگی جاتی ہے۔ سختیان۔ بکری کی دباغت شدہ کھال، میشہ۔ کہ اصول۔ ان چیزوں میں وہ آمدنی کو صرف کرتا ہے کیونکہ آمدنی کی اصل و بنیاد یہی چیزیں ہیں۔

ایں[1] زمین و سختیاں پردہ ست و بس — اصلِ روزی از خدا داں ہر نفس
یہ زمین اور کھال بس پردہ ہے — اصل روزی ہر وقت خدا کی جانب سے سمجھ

چوں بکاری در زمینِ اصل کار — تا بروید ہر یکے را صد ہزار
تو جب بوئے اصلی زمین میں بو — تاکہ ہر ایک کے لاکھ اُگیں

گیرم اکنوں تخم را گر کاشتی — در زمینے کش سبب پنداشتی
میں نے مانا، اب اگر تو نے بیج بو بھی دیا — اس زمین میں جس کو تو نے سبب سمجھا ہے

چوں[2] دو سہ سال آں نروید چوں کنی — جز کہ در لابہ و دعا کف بر زنی
اگر وہ دو تین سال نہ اُگے تو کیا کرے گا! — بجز اس کے کہ خوشامد اور دعا میں ہاتھ اٹھائیگا

دست بر سر میزنی پیشِ اِلٰہ — دست و سر بر دادنِ رزقش گواہ
خدا کے آگے سر پر ہاتھ مارے گا — ہاتھ اور سر اس کے رزق دینے پر گواہ ہیں

تا بدانی اصلِ اصلِ رزق اوست — تا ہم او را جوید آں کو رزق جوست
تاکہ تو سمجھ لے کہ رزق کی اصل جڑ وہی ہے — جو رزق تلاش کرتا ہے اسی سے ڈھونڈتا ہے

رزق از وے جو مجو از زید و عمر — مستی از وے جو مجو از بنگ و خمر
رزق اس سے مانگ، زید اور عمرو سے نہ مانگ — مستی اس سے چاہ، بھنگ اور شراب سے نہ چاہ

منعمی زو خواہ نے از گنج و مال — نصرت از وے خواہ نے از عم و خال
خوشحالی اس سے چاہ نہ کہ خزانے اور مال سے — مدد اس سے چاہ نہ کہ چچا اور ماموں سے

عاقبت[3] زینہا بخواہی ماندن — ہیں کرا خواہی دراں دم خواندن
انجام کار تو اُن سے (الگ) رہ جائے گا — ہاں، اُس وقت تو کسے پکارے گا!

ایں دم او را خوان و باقی را بماں — تا تو باشی وارثِ ملکِ جہاں
اس وقت اس کو پکار اور باقی کو چھوڑ — تاکہ تو دنیا کی سلطنت کا مالک بن جائے

چوں یفر المرء آید من اخیہ — یہرب المولود یوما من ابیہ
جب وہ دن آجائے گا کہ انسان اپنے بھائی سے بھاگے گا — وہ دن کہ اولاد اپنے باپ سے بھاگے گی

---

[3] عاقبت۔ انسان اپنے خزانے اور مال کو دنیا میں ہی چھوڑ جاتا ہے، تعلق اُس چیز سے پیدا کرنا چاہیئے جو ساتھ دے سکے۔ چوں۔ قرآن پاک میں ہے یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ لِکُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ؛ یعنی قیامت کے دن ہر شخص اپنے بھائی، اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بیوی، اپنی اولاد سے بھاگے گا ہر شخص کی اُس دن وہ حالت ہوگی جو دوسروں سے اُس کو لاپروا کر دے گی۔

[1] ایں زمیں۔ پیداوار کے ظاہری اسباب محض ایک پردہ ہیں ورنہ اصل روزی رساں خدا ہے۔۔۔ صد ہزار۔ قرآن پاک میں ہے مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ اُن لوگوں کی مثال جو اللہ کے راستہ میں صرف کرتے ہیں ایک دانہ کی سی ہے جس نے سات بالیں اگائیں ہر بال میں سو دانے اور خدا جس کے لئے چاہتا ہے دوگنا کر دیتا ہے۔

[2] چوں۔ جب انسان اسباب سے مایوس ہو جاتا ہے تو پھر خدا ہی سے مانگتا ہے۔ دست۔ کھیتی کی تباہی کے وقت سر پیٹ کر خدا سے دعا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انسان اصل رزق دینے والا خدا ہی کو سمجھتا ہے۔ رزق۔ جب حقیقی رزاق خدا ہے تو اسی سے رزق مانگنا چاہیئے۔۔۔ مستی۔ اصل مستی بھی خدا کے عشق سے ہی حاصل ہوتی ہے انسان کو اس کی جستجو چاہیئے۔ بھنگ اور شراب کی مستی تو عارضی ہوتی ہے۔ منعمی۔ انسان کی اصل مالداری نفس کی مالداری ہے جو عطاء خداوندی ہے

زاں[1] شود ہر دوست آں ساعت عدو
اِس لئے ہر دوست اُس وقت دُشمن بن جائے گا

گر بتِ تو بُود وا ز رہ مانع اُو
کیونکہ وہ تیرا بُت تھا، راستہ سے مانع تھا

روئے از نقّاشِ بر می تافتی
تو نے نقاش سے مُنہ پھیر لیا

چوں ز نقشِ اُنسِ دل می یافتی
جبکہ اُس کے (بنائے ہوئے) نقش سے دل کا اُنس محسوس کیا

ایں دم ار یارانت با تو ضد شوند
اگر تیرے دوست اِس وقت تیرے مخالف ہو جائیں

وز تو برگردند و در خصمی روند
تجھ سے برگشتہ ہو جائیں اور مخالفت میں چلے جائیں

ہیں بگو نک روزِ من پیروز شُد
ہاں، کہہ دے کہ اب میرا دن نصیبہ ور ہے

آنچہ فردا خواست شُد امروز شُد
جو کچھ کل کو ہوتا، وہ آج ہو گیا

ضدِ من گشتند اہلِ ایں سَرا
اِس جہان والے میرے مخالف ہو گئے

تا قیامت عین شد پیشیں مرا
یہاں تک کہ قیامت میرے لئے پیشگی نقد بن گئی

پیش[2] ازاں کہ روزگارِ خود برم
اِس سے قبل کہ میں اپنی عمر پوری کردوں

عمر با ایشاں بپایاں آورم
اُن کے ساتھ زندگی بسر کردوں

کالۂ معیوب بخریدہ بُدم
میں نے ایک عیب دار سامان خرید لیا تھا

شُکر کز عیبش بگہ واقف شُدم
شکر ہے کہ اس کے عیب سے صبح سویرے واقف ہو گیا

پیش ازاں کز دست سرمایہ شدے
اِس سے پہلے ہی کہ ہاتھ سے سرمایہ چلا جاتا

عاقبت معیوب بیروں آمدے
آخر میں معیوب ظاہر ہوتا

مال رفتہ عمر رفتہ اے نسیب
اے شریف! مال گیا، عمر گئی

مال و جاں دادہ پئے کالہ معیب
عیب دار سرمایہ کے لئے مال اور جان دیدی

نقد[3] دادم زرِ قلبے بستدم
میں نے نقد دے دیا اور کھوٹا سونا لے لیا

شاد شاداں سوئے خانہ می شدم
خوشی خوشی گھر کی جانب چل دیا

شُکر کایں زر قلب پیدا شد کنوں
شکر ہے، کہ یہ کھوٹا سونا ابھی واضح ہو گیا

پیش ازاں کہ عمر بگذشتے فزوں
اِس سے پہلے کہ زیادہ عمر گذر جاتی

قلب ماندے تا ابد در گردنم
کھوٹا (سونا)، ہمیشہ کے لئے میری گردن میں رہتا

حیف بودے عمر ضائع کردنم
مجھے عمر ضائع کرنے پر افسوس ہوتا

چوں بگہ تر قلبی او رُو نمود
چونکہ صبح سویرے اُس کا کھوٹ پن ظاہر ہو گیا

پائے خود را واکشم من زود زود
میں بہت جلد مایوس ہو جاؤں گا

---

[1] زاں ۔ اِس حالت کی وجہ سے انسان کے لئے اُس کا ہر دوست اُس کا دشمن ثابت ہو گا کیونکہ وہ دوست بھی اُس کو ایک بُت کی طرح خدا سے غافل بنا رہا تھا۔ رُوئے ۔ معشوق سے دل لگانا صانع سے دل ہٹانا ہے۔ ایں دم ۔ اگر دنیا کی دوست اِس دنیا ہی میں تیرے مخالف ہو جائیں تو یہ تیری خوش قسمتی ہو گی۔ ضدِ من ۔ آخرت میں جو تیرے لئے مصیبت تھی وہ تو نے دنیا میں بھگت لی۔

[2] پیش ازاں ۔ اِن دوستوں کا نقصان دنیا میں برداشت کر لینا آسان ہے۔ پیش ازاں ۔ اِس کی یہ مثال ہے کہ خراب سودا خریدنے پر فوراً اُس کے عیب سے واقفیت ہو جائے تو کچھ تدارک ممکن ہے ورنہ پھر افسوس ہی افسوس کرنا پڑتا ہے۔

[3] نقد دادم ۔ انسان یہی کہتا ہے کہ ہائے افسوس میں کھوٹا سونا خرید کر کیسا خوش خوش گھر آیا تھا۔ شکر ۔ اگر فوراً کھوٹ ظاہر ہو جائے اور انسان اُس کا تدارک کرلے تو شکر ادا کرتا ہے۔

یارِ تو چوں دشمنی پیدا کُند ¹ · کرد حقد و رشک او بیروں زند

تیرا دوست جب دشمنی ظاہر کرے · وہ حملہ اور کینہ اور رشک ظاہر کرے

تو ازاں اعراضِ او و افغاں مکُن · خویشتن را ابلہ و ناداں مکُن

تو اُس کے منہ موڑنے سے فریاد نہ کر · اپنے آپ کو بے وقوف اور نادان نہ بنا

بلکہ شکرِ حق کُن و ناں بخش کُن · کہ نگشتی در جوالِ او کہن

بلکہ اللہ کا شکر کر اور روٹی خیرات کر · کہ تو اُس کے بورے میں پُرانا نہ بنا

از جوالش زود بیروں آمدی · تا بجوئی یارِ صدق و سرمدی

تو اُس کے بورے سے جلد باہر آگیا · تاکہ سچے اور دائمی یار کو تلاش کرے

نازنیں یارے کہ بعد از مرگِ تو · رشتہ یاریِ او گردد سہ تو

وہ نازوں بھرا یار کہ تیرے مرنے کے بعد · اُس کی یاری کا رشتہ تگنا ہو جائے

آں ² مگر سلطاں بود شاہِ رفیع · یا بود مقبولِ سلطان و شفیع

وہ یا تو شہنشاہ فرمانروائے برتر ہے · یا شہنشاہ کا محبوب اور شفیع ہے

رستی از قلّابِ سالوس و دغل · غرِّ او دیدی عیاں پیش از اجل

تو مکر اور فریب کے آنکڑے سے بچ گیا · تو نے موت سے پہلے اُس کی غفلت دیکھ لی

ایں جفائے خلق با تو در جہاں · گر بدانی گنجِ زر آمد نہاں

دنیا میں تیرے ساتھ لوگوں کا ظلم · اگر تو سمجھے، سونے کا چھپا ہوا خزانہ بنا

خلق را با تو چنیں بدخو کنند · تا ترا ناچار رُو آں سو کنند

لوگوں کو تیرے ساتھ اس طرح بدعادت کر دیتے ہیں · تاکہ تجھے مجبور اور اُس جانب کر دیں

ایں یقیں داں کاندر آخر جملہ شاں · خصم گردند و عدو و سرکشاں

تو اس کو یقینی سمجھ کہ آخیر میں سب · مخالف اور دشمن اور سرکش بن جائیں گے

تو بمانی ³ با فغاں اندر لحد · لا تذرنی فرد خواناں از احد

تو لحد میں فریاد کرتا ہوا رہ جائے گا · خدا سے "مجھے اکیلا نہ چھوڑ" کہتے ہوئے

ایں جفایت بہ ز عہدِ وافیاں · ہم ز دادِ تست عہدِ باقیاں

تیرے لیے یہ ظلم وفاداروں کے عہد سے اچھا ہے · باقی لوگوں کا عہد بھی تیری عطا ہے

بشنو از عقلِ خود اے انبار دار · گندمِ خود را بارضِ اللہ سپار

اے کھلیان والے! اپنی عقل سے سن لے · اپنے گیہوں کو اللہ (تعالیٰ) کی زمین کے سپرد کر دے

---

¹ یارِ تو۔ اس طرح اگر دنیا ہی میں تیرا دوست تجھ سے بگڑے تو اس پر شکوہ نہ کر بلکہ شکر ادا کر۔ بلکہ۔ دنیاوی علائق دنیا میں ہی ٹوٹ جانے پر شکر یہ ادا کرنا چاہیئے اور صدقہ و خیرات کرنا چاہیئے۔ از جوالش۔ تجھے اس بات پر شکر ادا کرنا چاہیئے کہ تو اُس کے پھندے سے نکل گیا اب سچے دوست کی تلاش میں لگ جائیگا۔ نازنیں۔ وہ نازوں بھرا دوست تجھے مل جائے گا تو آخرت میں تیرا ساتھ دے گا۔

² آں۔ وہ دوست جو آخرت میں کام آئے وہ خدا یا خدا کا مقبول بندہ ہے۔ ایں جفا۔ دنیاوی دوستوں کی جفاکاری تیرے لئے رحمت خداوندی ہے۔ خلق را۔ جب اللہ تعالیٰ کا کسی پر کرم ہوتا ہے تو وہ ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ انسان دنیوی علائق توڑ دیتا ہے۔

³ تو بمانی۔ اگر یہی دنیاوی دوستیاں باقی رہیں تو قبر میں تو تنہا ہوگا اور پھر پکارے گا کہ اے خدا مجھے تنہا نہ چھوڑ۔ ایں جفایت۔ دنیاوی تعلقات کے ٹوٹنے کو تو کہیگا کہ یہ جفا اُن کی دوستی سے بھلی تھی بہتر۔ مولانا پہلے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی خوبیاں بیان کر رہے تھے پھر اسی مضمون کو شروع کیا ہے۔

تا شود ایمن ز دزد و از سپش
نار و چور اور نرشل سے محفوظ ہو جائے

دیو را با دیو چه زوتر بکش
شیطان کو دیمک کے ذریعہ مار ڈال

کو همی ترساندت هر دم ز فقر
جو تجھے فقر سے ہر وقت ڈراتا ہے

همچو کبکش صید کن ای نره صقر
اے نر شکرے! چکور کی طرح اس کا شکار کرے

بازِ سلطانی عزیز و کامیار
تو بادشاہ کا پیارا اور کامیاب باز ہے

ننگ باشد که کند کبکش شکار
ذلت ہے کہ تجھے چکور شکار کرے

بس وصیت کرد و تخمِ وعظ کاشت
اس نے بہت وصیت کی اور وعظ کا بیج بو یا

چون زمینشان شوره بد سودے نداشت
چونکہ ان کی زمین شوریلی تھی کوئی فائدہ نہ ہوا

گرچه ناصح را بود صد داعیه
اگرچہ نصیحت کرنے والے کے سو داعیے ہوں

پند را اذنے ببايد واعیه
نصیحت کے لئے، حفاظت کرنے والا کان چاہئے

تو بصد تلطیف پندش میدهی
تو سیکڑوں نرمیوں کے ساتھ اسکو نصیحت کرتا ہو

او ز پندت میکند پهلو تهی
وہ تیری نصیحت سے پہلو تہی کرتا ہے

یک کسِ نا مستمع ز استیز و رد
ایک نہ سننے والا شخص، جھگڑے اور انکار سے

صد کسِ گوینده را عاجز کند
سو کہنے والوں کو عاجز کر دیتا ہے

ز انبیا ناصح تر و خوش لهجه تر
انبیاء سے زیادہ ناصح اور شیریں زبان

کے بود که رفت دمشان در حجر
کب ہوا ہے کیونکہ ان کی بات پتھر میں گھس گئی ہے

زانچه کوه و سنگ در کار آمدند
جن باتوں سے پہاڑ اور پتھر کار آمد بن گئے

می نشد بدبخت را بگشاده بند
بدبخت کی گرہ نہ کھل

آنچنان دلها که بدشان ما و من
وہ دل جو متکبر تھے

نعتِ شان شد بل اشد قسوة
ان کی صفت بلکہ (پتھروں سے بھی زیادہ سخت) بنی

در بیان آنکه عطائے حق سبحانه تعالیٰ و قدرت او موقوفِ قابلیت

اس بات کے بیان میں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور قدرت بندوں کی عطا کی طرح قابلیت پر

نیست همچون عطائے خلقان که آنرا قابلیت باید زیرا که عطائے حق تعالیٰ

موقوف نہیں ہے اس (مخلوق کی عطا) کے لئے قابلیت چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ

قدیم است و قابلیت حادث عطا صفتِ حق است جل جلاله و

قدیم ہے اور قابلیت حادث ہے عطا اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کی صفت ہے اور

لہ تا شود یعنی دانہ کو اس کی سرزمین میں بو دے تاکہ اس کو چور چرا سکے نہ اس کو بھن سکے۔ دیو را شیطان جو فقر کے وسوسے پیدا کرے اس کو لاحول کی دیمک لگا دے ہجر۔ شیطان کو اس طرح شکار کرے جس طرح شکرا چکور کا شکار کرتا ہے۔ بازِ سلطانی۔ اگر شاہی باز کو چکور مار ڈالے تو بڑے شرم کی بات ہے۔ بس وصیت۔ باپ نے بہت سمجھایا تھا لیکن اُن پر کوئی اثر نہ ہوا۔ پند را۔ نصیحت بھی پیار کرتی ہے جس کے کان اس کو قبول کریں

لہ تو بصد۔ جس شخص کا ارادہ سننے کا نہ ہو اس کو کیسی ہی نرمی سے سمجھاؤ وہ اعتراض ہی کرے گا انبیاء علیہم السلام محبت اور پیار سے سمجھاتے تھے کہ ان کی نصیحت پتھر تک قبول کر لیتے تھے لیکن کفار قبول نہ کرتے تھے۔ اَشَدُّ قَسْوَة قرآن نے کافروں کے دل کو پتھر سے زیادہ سخت اور متاثر نہ ہونے والا قرار دیا ہے۔

لہ در بیان۔ حضرت حق کی عطا کے لئے قابلیت ضروری نہیں ہے جب عطا ہوتی ہے تو قابلیت خود پیدا ہو جاتی ہے عطا اللہ کی صفت ہے جو قدیم ہے قابلیت بندہ کی صفت ہے جو حادث ہے تو قدیم کے لئے حادث سے شرط بن سکتا ہے جبکہ شرط پہلے ہوتی ہے۔

قابلیت صفتِ مخلوق و قدیم موقوفِ حادث نباشد

قابلیت مخلوق کی صفت ہے اور قدیم حادث پر موقوف نہیں ہوتا ہے

چارۂ آں دل عطائے مُبدلیست — دادِ اُو را قابلیت شرط نیست
اُس دل کا علاج، بدل دینے والے کی مہربانی ہے — اُس کی عطا کے لئے قابلیت شرط نہیں ہے

بلکہ شرطِ قابلیت دادِ اُوست — دادِ لُب و قابلیت ہست پوست
بلکہ قابلیت کی شرط، اُس کی عطا ہے — عطا مغز ہے، اور قابلیت چھلکا ہے

اینکہ موسیٰؑ را عصا ثعباں شود — ہمچو خورشیدے کفش زخشاں شود
یہ کہ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی اژدھا بنے — اُن کی ہتھیلی سورج کی طرح چمک دار بنے

صد ہزاراں معجزاتِ انبیا — کاں نگنجد در ضمیرِ عقلِ ما
انبیاء کے لاکھوں معجزے — جو ہماری عقل میں نہیں سماتے ہیں

نیست از اسباب، تصریفِ خداست — نیستہا را قابلیت از کجاست
وہ اسباب کے ذریعہ نہیں ہیں، خدا کا تصرف ہے — فنا ہونے والوں کے لئے قابلیت کہاں ہے؟

قابلی گر شرطِ فعلِ حق بُدے — ہیچ معدومے بہ ہستی نامدے
اللہ (تعالیٰ) کے کام کیلئے اگر قابل ہونا شرط ہوتا — تو کوئی معدوم موجود نہ ہوتا

سُنّتے بنہادہ و اسباب و طُرق — طالباں را زیرِ ایں ازرق تُتُق
(اللہ نے) دستور اور اسباب اور راستے رکھدیئے ہیں — اِس نیلے سراپردہ کے نیچے طلبگاروں کیلئے

بیشتر احوال بر سُنّت رَوَد — گاہ قدرت خارقِ سُنّت شود
زیادہ باتیں دستور کے مطابق ہوتی ہیں — کبھی قدرت (الٰہی) دستور کو توڑنے والی بنجاتی ہے

سُنّت و عادت نہادہ بامزہ — باز کردہ خرقِ عادت معجزہ
پُرلطف دستور اور عادت مقرر کی ہے — پھر دستور کے توڑنے کو معجزہ بنا دیا

بے سبب گر عز بما موصول نیست — قدرت از عزلِ سبب معزول نیست
اگر بغیر سبب کے عزت ہمیں نہیں ملتی — قدرت (الٰہی) سبب کو معزول کردینے سے معزول نہیں ہے

اے گرفتارِ سبب بیروں مپر — لیک عزلِ آں مُسبّب ظن مبر
اے سبب کے پابند (سبب) باہر پرواز نہ کر — لیکن اُس سبب پیدا کرنیوالے کی معزولی کا گمان نہ کر

قابلیت ہو تو عطا ہوتی ہے خارق. جب فیض اقدس کا معاملہ ہوتا ہے تو سنت الٰہی کے خلاف ہوتا ہے

۳ معجزہ. یہ مشیت الٰہی کے خلاف ظہور پذیر ہوتا ہے. بے سبب. عزت اسباب سے حاصل ہوتی ہے لیکن اللہ کی قدرت ہے، کہ بلا سبب عزت عطا فرمائے. اے گرفتار. عوام کو اسباب اختیار کرنے چاہئیں لیکن مسبب الاسباب سے غفلت نہ برتنی چاہیے.

---

۱ چارہ. یہ دل جو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے اُسکی اصلاح کی تدبیر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس میں تبدیلی کردے. دادِ او را. اللہ جب چاہتا ہے تو ایسے دل میں تبدیلی پیدا کرکے اُس میں قبول کرنے کی صلاحیت پیدا فرما دیتا ہے. قابلیت. حضرت حق تعالیٰ کی طرف سے جو فیض اور عطا ہے اُس کی دو قسمیں ہیں فیض اقدس اور فیض مقدس. فیض اقدس وہ ہے جو ذات باری تعالیٰ سے اعیان ثابتہ میں پہنچتا ہے اُس کے لئے استعداد شرط نہیں ہے اور فیض مقدس وہ ہے جو اعیان ثابتہ سے ارواح کی طرف آتا ہے یہ بقدر استعداد اور قابلیت پہنچتا ہے. اینکہ. حضرت موسیٰ کی لاٹھی اور حضرت موسیٰ کا ید بیضا فیض اقدس کی مثالیں ہیں اور اسی طرح دیگر انبیاء کے معجزے اُن چیزوں میں سے ہیں جن میں قابلیت شرط نہیں ہے.

۲ نیست. اِن معجزات کا اسباب سے مہیا شدہ قابلیت سے تعلق نہیں ہے بلکہ یہ داد بطور فیض اقدس کے ہے. قابلی. اگر ہر چیز میں قابلیت شرط ہو تو پھر کوئی معدوم وجود میں نہ آئے اسلئے کہ معدوم میں اسباب سے مہیا شدہ قابلیت کہاں ہے وہ خود ہی معدوم ہے. سنتے. عام حالات میں سنت الٰہی یہی ہے کہ اسباب مہیا ہوں اور

هر چه خواهد آں مُسبّب آورد — قدرتِ[1] مطلق سببہا بر دَرد
وہ سبب پیدا کرنے والا جو چاہتا ہے کرتا ہے — مطلق قدرت اسباب کو پھاڑ ڈالتی ہے

لیک اغلب بر سبب راند نفاد — تا بداند طالبے جُستن مُراد
لیکن وہ عموماً سبب پر اثر رکھتا ہے — تاکہ طلبگار مراد کو تلاش کرنا جان جائے

چوں سبب نبود چہ رہ جوید مُرید — پس سبب در راہ می آید پدید
جب سبب نہ ہو تو ارادہ کرنے والا کونسا راستہ ڈھونڈے — تو سبب راستے کے بارے میں نمودار ہوتا ہے

ایں سببہا بر نظرہا پردہاست — کہ نہ ہر دیدار صُنعش را سزاست
یہ اسباب نظروں پر پردے ہیں — کیونکہ ہر شخص اس کی کاریگری کے دیکھنے کے لائق نہیں ہے

دیدہ باید سبب سوراخ کن — تا حُجب را بر کند از بیخ و بن
سبب میں سوراخ کرنے والی نگاہ چاہیے — تاکہ وہ جڑ اور بنیاد سے پردوں کو اکھاڑ پھینکے

تا مُسبّب بیند اندر لامکاں — ہرزہ بیند جہد و اسباب و دکاں
حتیٰ کہ لامکان میں سبب پیدا کرنے والے کو دیکھے — کوشش اور اسباب اور دکان کو بیکار سمجھے

از[2] مُسبّب میرسد ہر خیر و شر — نیست اسباب و وسائط اے پدر
ہر بھلائی اور برائی سبب پیدا کرنے والے کی طرف سے آتی ہے — اے بابا! اسباب اور واسطے نہیں ہیں

جز خیالِ منعقد بر شاہراہ — تا بماند دورِ غفلت چندگاہ
سوائے خیال کے جو راستہ پر جما ہوا ہے — تاکہ تھوڑی دیر غفلت کا زمانہ رہے

در[3] ابتدائے خلقتِ جسمِ آدم علیہ السلام کہ جبرئیل علیہ السلام
حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کی ابتدا میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اشارہ

را اشارت کرد کہ برو از زمین مُشتِ خاک برگیر و بروایتے از
کیا کہ جا، زمین کی مٹی سے ایک مٹھی لے لے اور ایک روایت کے مطابق ہر

ہر نواحی مُشتِ خاک برگیر
کہ ہر جانب سے مٹی کی مٹھی اٹھا لے

چونکہ صانع خواست ایجادِ بشر — از برائے ابتلائے خیر و شر
جب بنانے والے نے انسان کی پیدائش چاہی — خیر اور شر میں آزمانے کے لئے

جبرئیلِ صدق را فرمود رَو — مُشتِ خاکے از زمیں بستاں گرو
جبرئیل امین سے فرمایا، جا — ایک مٹھی مٹی زمین سے قبضہ میں لے

---

[1] قدرتِ مطلق۔ اللہ تعالیٰ کی علی الاطلاق قدرت اسباب کی محتاج نہیں ہے۔ تا بداند۔ عوام کی مقصد کی تلاش میں اسباب رہنمائی کرتے ہیں۔ ایں سببہا۔ مقاصد کے اسباب اللہ کی قدرت کے لئے حجاب بنائے گئے ہیں اس لئے کہ ہر شخص بلا واسطہ قدرت کے مشاہدہ کا اہل نہیں ہے۔ دیدہ۔ لیکن انسان کو وہ نظر رکھنی چاہیئے جو اسباب کو چاک کرکے اصل قدرت کو دیکھ سکے۔ تا مسبب۔ جب مسبب الاسباب کو دیکھ لیگا تو اسکی نگاہ میں اسباب بے حقیقت بن جائینگے۔

[2] از مسبب۔ ہر خیر و شر مسبب الاسباب کی جانب سے ہے اسباب اور وسائل محض خیالی چیزیں ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ انسان پر کچھ زمانہ غفلت کا گذرے اور عیب پذیریاں کے نقصائص حاصل ہو سکیں۔

[3] در ابتدا۔ جس وقت حضرت آدم کا پتلا بنایا جانے لگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو حکم دیا کہ زمین سے ایک مٹھی مٹی لے آؤ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ زمین کے ہر گوشہ سے ایک ایک مٹھی مٹی لانے کا حکم دیا تھا۔ از برائے۔ انسان کی تخلیق میں آزمائش کی حکمت مضمر ہے اور یہ اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ انسان پر کچھ زمانہ غفلت طاری رہے جبرئیل صدق۔ یعنی صادق جبرئیل۔

اُو میاں بست و بیامد بر زمیں — تا گذارد امرِ ربّ العالمیں
وہ کمر بستہ ہوئے اور زمین پر آئے — تاکہ ربّ العالمین کے حکم کو انجام دیں

دست سُوئے خاک بُرد آں مؤتمر[1] — خاک خود را در کشید و شد حذر
اُس فرمانبردار نے زمین کی جانب ہاتھ بڑھایا — زمین نے اپنے آپ کو ہٹایا اور ڈری

پس زباں بکشاد خاک و لابہ کرد — کز برائے حرمتِ خلّاقِ فرد
پھر زمین نے زبان کھولی اور خوشامد کی — کہ یکتا خلاق کی عزت کے طفیل

ترکِ من گو و برو جانم بہ بخش — رُو بتاب از من عناں خنگ و رخش
مجھے چھوڑ دو اور چلے جاؤ میری جان بخشی کر دو — گھوڑے اور سواری کی باگ میری جانب سے موڑ دو

در کشاکشہائے[2] تکلیف و خطر — بہرِ اللہ ہِل مرا اندر مبر
خطروں اور تکلیف کی کشمکش میں — خدا کے لئے مجھے چھوڑ دو، اندر نہ لے جاؤ

بہرِ آں لطفے کہ حقّت برگزید — کرد بر تو علمِ لوحِ کُل پدید
اُس کرم کے طفیل کہ اللہ (تعالیٰ) نے آپکو برگزیدہ بنایا — لوحِ محفوظ کا علم آپ پر ظاہر کر دیا

تا ملائک را معلّم آمدی — دائما با حق مکلّم آمدی
یہاں تک کہ آپ فرشتوں کے اُستاد بنے — ہمیشہ اللہ (تعالیٰ) سے گفتگو کرنے والے بنے

ہم سفیرِ[3] انبیاء خواہی بُدن — تو حیاتِ جانِ وحیی نے بدن
آپ انبیاء کے سفیر بھی بنیں گے — آپ وحی کی جان کی زندگی ہیں، نہ کہ بدن کی

بر سرافیلت فضیلت بُود ازاں — کو حیاتِ تن بُود تو آنِ جاں
(حضرت) اسرافیلؑ پر آپ کو اسی لئے فضیلت ہے — کہ وہ بدن کی زندگی ہیں، آپ جان کی حکمت ہیں

بانگِ صورش نشأۃِ تنہا بُود — نفخِ تو نشوِ دلِ یکتا بُود
اُن کے صور کی آواز جسموں کا زندہ ہونا ہے — آپ کا دم کرنا یکتا دل کا نشوونما ہوگا

مغزِ جانِ تن حیاتِ دل بُود — پس ز دادش دادِ تو افضل بُود
جسم کی جان کا مغز، دل کی زندگی ہے — اُن کی عطا سے آپ کی عطا بڑھی ہوئی ہے

باز میکائیل رزقِ تن دہد — سعیِ تو رزقِ دلِ روشن دہد
پھر حضرت میکائیلؑ جسم کا رزق دیتے ہیں — آپ کی کوشش، روشن دل کو رزق دیتی ہے

اُو بدادِ کیل پُر کرد ستِ ذیل — دادِ رزقِ تو نمی گنجد بہ کیل
انہوں نے پیمانہ کی عطا سے دامن بھر دیا ہے — آپ کے رزق کی عطا پیمانہ میں نہیں سماتی ہے

---

[1] مؤتمر۔ فرمانبردار۔ خنگ۔ اگر گھوڑے کا سفید رنگ مائل بہ سیاہی یا سبزی ہو تو اُس کو سبزہ خنگ کہا جاتا ہے اگر وہ خالص سفید ہے تو نقرہ خنگ کہتے ہیں۔۔۔ رخش۔ رستم کے گھوڑے کا نام ہے، ہر وہ گھوڑا جس کا رنگ سفید اور سُرخ ہو۔

[2] در کشاکشہائے۔ چونکہ زمین کو معلوم تھا کہ اس سے حضرت آدمؑ کو بنایا جائے گا جو امتحان اور آزمائش کی کشمکش میں مبتلا ہو گا لہٰذا وہ گھبرا رہی تھی۔ لوحِ کُل۔ لوحِ محفوظ۔ مکلّم۔ حضرت جبرئیلؑ وحی لے کر آتے ہیں تو اُن کا خدا سے کلام ہوتا ہے۔

[3] ہم سفیر۔ حضرت جبرئیلؑ اللہ کا پیغام اور وحی انبیاء کے پاس لے کر آتے ہیں اور وحی روح کی حیات ہے۔ بر سرافیلت۔ حضرت اسرافیلؑ حشر میں صُور پھونکیں گے تو سب مُردہ جسم زندہ ہو جائیں گے۔ نشأۃ۔ پیدائش۔ تنہا۔ اجسام۔ پس۔ حضرت جبرئیلؑ کی عطا حضرت اسرافیلؑ کی عطا سے بڑھی ہوئی ہے۔ میکائیلؑ۔ حضرت میکائیلؑ کا کام رزق کی تقسیم ہے۔

ہم زعزرائیلؑ[1] با قہر و عطب — تو بہی چوں سبقِ رحمت بر غضب

(حضرت) عزرائیلؑ قہر اور ہلاکت والے سے بھی — آپ بہتر ہیں، جیسے کہ رحمت کو غضب پر سبقت ہے

حاملِ عرش ایں چہار اند و تو شاہ — بہترینِ ہر چہارے زانتباہ

یہ چاروں عرش کے حامل ہیں اور آپ شاہ ہیں — از روئے آگاہی چاروں سے بہتر ہیں

روزِ محشر ہشت بینی حاملانش — ہم تو باشی افضلِ ہشت آں زمانش

حشر کے دن آپ اسکے اٹھانے والے آٹھ دیکھینگے — اُس وقت آپ آٹھوں سے افضل ہونگے

ہمچنیں بر می شمرد و می گریست — بوئے می برد او کزاں مقصود چیست

وہ اِس طرح گنا تی تھی اور روتی تھی — اُس نے بھانپ لیا تھا کہ اُس سے مقصد کیا ہے

معدنِ[2] شرم و حیا بد جبرئیلؑ — بست آں سوگندہا بر وے سبیل

(حضرت) جبرئیلؑ شرم اور حیا کی کان تھے — اُن قسموں نے اُن کا راستہ روک دیا

بسکہ لابہ کرد شں و سوگند داد — باز گشت و گفت یا ربَّ العباد

(زمین نے) اُن کی بہت خوشامدیں کیں اور قسم دی — وہ واپس ہو گئے اور عرض کیا یا ربَّ العباد

کہ نبودم من بکارت سرسری — لیک ازانچہ رفت تو دانا تری

میں تیرے کام میں سست نہ تھا — لیکن جو ہوا تو اُس کو خوب جانتا ہے

گفت[3] نامے کہ ز ہولش اے بصیر — ہفت گردوں باز ماند از مسیر

اے بصیر! اُس نے آپ کا وہ نام لیا جس کے رُعب سے — ساتوں آسمان گردش سے رُک جائیں

چوں بنامِ تو مرا سوگند داد — رحمتت عام ست و احسان و وداد

جب اُس نے مجھے تیرے نام کی قسم دی — تیری رحمت اور احسان اور محبت عام ہے

شرمم آمد گشتم از نامت خجل — ورنہ آساں ست نقلِ مشتِ گل

مجھے شرم آگئی، میں تیرے نام کی وجہ سے شرمندہ ہوگیا — ورنہ ایک مٹھی مٹی کا منتقل کرنا آسان ہے

کہ تو زورے دادہ املاک را — کہ بدرانند ایں افلاک را

کیونکہ تونے فرشتوں کو وہ طاقت عطا کی ہے — کہ وہ ان آسمانوں کو چاک کر دیں

مشتِ خاکے را چہ قدر و قوت ست — بر گرفتن لیک غالب رحمت ست

ایک مٹھی مٹی کا کیا رتبہ اور طاقت ہے — نہ لینے میں، لیکن رحمت غالب ہے

---

[1] عزرائیلؑ۔ اُن کا کام روح کو قبض کرنا ہے لہٰذا صفتِ قہر کے مظہر ہیں۔ ایں چہار۔ جبرئیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ، عزرائیلؑ۔ روزِ محشر۔ قرآن پاک میں ہے وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ۔ اور اُس وقت تیرے رب کے عرش کو آٹھ اٹھائینگے ہوتے۔ وہ بھی سمجھ گئی تھی کہ اُس کو لے جانے کا مقصد کیا ہے۔

[2] معدن۔ چونکہ حضرت جبرئیلؑ شرم و حیا کی کان ہیں وہ قسموں کی وجہ سے مٹی اُٹھانے سے رُک گئے بسکہ۔ جب زمین نے بہت خوشامد کی وہ دربارِ حق میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے تعمیلِ حکم میں سستی نہیں برتی لیکن جو کچھ واقعہ ہے وہ تیرے علم میں ہے۔

[3] گفت۔ حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ اُس زمین نے آپ کے اُس نام کا واسطہ دے دیا جس کی ہول سے آسمان کی گردش رُک جاتے تو مجھے شرم آگئی اور زمین سے مٹی نہ لے سکا ورنہ تو نے مجھے وہ قوت عطا کی ہے کہ زمین تو کیا چیز ہے میں آسمانوں کو چاک کر ڈالوں۔

فرستادن میکائیل علیہ السلام را بقبض قبضۂ خاک از زمین جہتِ ترکیب و ترتیبِ جسمِ مبارکِ ابوالبشر خلیفۃ الحق مسجود الملائکۃ و معلمہم حضرت آدم علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت میکائیلؑ کو بھیجنا زمین کی مٹی کی ایک مٹھی لینے کے لئے انسانوں کے باپ کے مبارک جسم کی ترتیب اور ترکیب کے لئے جو اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور فرشتوں کے مسجود اور ان کے اُستاد حضرت آدم علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں

گفت[1] میکائیلؑ را رَو تو بزیر — مُشتِ خاکے دَررُبا از وے دلیر

(حضرت) میکائیلؑ سے فرمایا تو نیچے جا — اے بہادر! اُس سے ایک مُٹھی مٹی اُڑا لا

چونکہ میکائیلؑ شُد تا خاکداں — دست کرد اُو تا کہ بَربایَد ازاں

جب (حضرت) میکائیلؑ زمین پر پہنچے — ہاتھ بڑھایا، تاکہ اُس میں سے لے لیں

خاک لرزید و درآمد در گریز — گشت اُو لابہ کُناں و اَشک ریز

زمین کانپی اور اُس نے گریز کیا — وہ خوشامد کرنے لگی اور اُس نے آنسو بہائے

سینہ سُوزاں لابہ کرد و اجتہاد — با سرشکِ خونیش سوگند داد

جلے دل سے اُس نے خوشامد اور کوشش کی — خون کے آنسوؤں کے ساتھ اُن کو قسم دی

کہ[2] بہ یزدانِ لطیفِ بے ندید — کہ بکردت حاملِ عرشِ مجید

کہ بے مثال، مہربان خدا کے واسطے — جس نے آپکو عرشِ مجید کا اُٹھانے والا بنایا ہے

کیلِ اَرزاقِ جہاں را مُشرِفی — تِشنگانِ فضل را تو مُغرِفی

آپ جہان کے رزقوں کے پیمانہ کے نگراں ہیں — (اللہ کے) فضل کے پیاسوں کو آپ چلو بھر کر دینے والے ہیں

زانکہ میکائیلؑ از کیل اشتقاق — دارد و کیّال شُد در ارتزاق

کیونکہ میکائیلؑ کیل سے مشتق — ہے اور وہ رزق حاصل کرنے میں پیمانے ناپکر دینے والا ہے

کہ اَمانم دہ مرا آزاد کُن — بیں کہ خوں آلودہ میگویم سُخن

مجھے اَمن دیدیجئے، مجھے آزاد کر دیجئے — دیکھ لیجئے، کہ خون سے آلودہ ہو کر میں بات کر رہی ہوں

مَعدنِ[3] رحمِ الٰہ آمد مَلَک — گفت چوں ریزم براں ریش ایں نمک

فرشتہ (اللہ تعالیٰ) کی رحمت کی کان ہوتا ہے — (اسلئے میکائیلؑ نے) کہا کہ میں اس زخم پر یہ نمک کیسے چھڑکوں؟

---

[1] گفت. حضرت جبرئیلؑ کے بعد حضرت میکائیلؑ کو حکم ہوا کہ تم جاکر زمین کی مٹی لے آؤ جب میکائیلؑ زمین کے پاس پہنچے تو وہ لرزنے لگی اور ان کی خوشامد کرنے لگی اور بدور وکر قسمیں دینے لگی.

[2] کہ بہ یزداں. حضرت میکائیلؑ رزقوں کی تقسیم کرتے ہیں. مُشرِف. نگراں. مُغرِف. چلو بھرنے والا. زانکہ. مولانا نے میکائیل کو کیل سے مشتق قرار دیا ہے حقیقتاً یہ عربی لفظ نہیں ہے بلکہ عبرانی لفظ ہے کیل عربی لفظ ہے اس سے یہ نہیں بنا ہے.

[3] معدن. فرشتوں کی فطرت رحم کرنا اور شیطان کی فطرت ظلم کرنا ہے. خدا کی صفتِ رحمت صفتِ غضب پر غالب ہے.

هم چناں کہ معدنِ قہر ست دیو — کہ بر آورد از بنی آدم غریو

جس طرح شیطان قہر کی کان ہے — جس نے بنی آدمؑ میں شور برپا کر دیا ہے

سَبقِ رحمت بر غضب ہست اے فتا — لُطف غالب بُود در وصفِ خدا

اے نوجوان! رحمت غضب سے آگے ہے — خدا کی صفات میں مہربانی غالب تھی

بندگاں[51] دارند لابد خوئی اُو — مشکہا شاں پُر ز آبِ جوئی اُو

بندے لامحالہ اُس کی عادت رکھتے ہیں — اُن کی مشکیں اُس کی نہر سے پُر ہیں

آں رسولِ حق قلاوزِ سلوک — گفت اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ الْمُلُوْك

اللہ کے رسولؐ سلوک کے راہنما — نے فرمایا، لوگ بادشاہوں کے دین پر ہیں

رفت[52] میکائیلؑ سوی ربِّ دیں — خالی از مقصود دست و آستیں

حضرت میکائیلؑ دین کے رب کی جانب چلے گئے — ہاتھ اور آستین مقصود سے خالی تھا

گفت اے دانای سرّ و شاہِ دیں — کرد خاکِ لابہ گر نوحہ و انیں

عرض کیا اے راز کے جاننے والے اور دین کے شاہ! — خوشامدی زمین نے آہ و بکا شروع کر دی

خاکم از زاری و نوحہ پست کرد — گریۂ بسیار کرد آں رُوی زرد

زمین نے عاجزی اور رونے کے ذریعہ مجھے زیر کر دیا — وہ زرد رُو بہت روئی

آبِ دیدہ پیشِ تو با قدر بُود — من نتانستم کہ آرم ناشنود

تیرے سامنے آنسو باعزت تھے — میں اَن سُنی نہ بنا سکا

آہ[53] و زاری پیشِ تو بس قدر داشت — من نتانستم حقوقِ آں گذاشت

آہ و زاری تیرے سامنے بڑی قدر رکھتی ہے — میں اُس کے حقوق کو نظر انداز نہ کر سکا

پیشِ تو بس قدر دارد چشمِ تر — من چگونہ گشتمے استیزہ گر

پُرنم آنکھ تیرے سامنے بہت رُتبہ رکھتی ہے — میں کیسے جھگڑالو بنتا؟

دعوتِ زاریست روزے پنج بار — بندہ را کہ در نماز آو بزار

ایک دن میں پانچ مرتبہ رونے کی دعوت ہے — بندے کو، کہ نماز میں آ اور رو

نعرۂ موذن کہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح — آں فلاح ایں زاریست و افتراح

موذن کا نعرہ کہ "فلاح کی جانب آ" — وہ فلاح عاجزی اور گڑگڑانا ہے

آنکہ خواہی کز غمش خستہ کنی — راہِ زاری بر دلش بستہ کنی

جس کو تو غم سے نڈھال کرنا چاہتا ہے — اُس کے دل پر (آہ و) زاری کا راستہ بند کر دیتا ہے

---

[51] بندہ ۵۱ ۔ جو اللہ کے خاص بندے ہیں اُن میں اپنے مولیٰ کے صفات ہوتے ہیں حدیث شریف میں ہے لوگ بادشاہوں کا دین اختیار کرتے ہیں لہٰذا خدا کے نیک بندے خدائی اخلاق اختیار کرتے ہیں۔

[52] رفت ۔ زمین کے رونے دھونے پر میکائیلؑ بھی خالی ہاتھ واپس ہو گئے اور عرض کیا کہ اے اللہ تیرے دربار میں آنسوؤں کی بڑی قدر و منزلت ہے میں اس رونے کو اَن سُنا نہ بنا سکا۔

[53] آہ و زاری ۔ اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے کا ایک آنسو شہید کے خون کے قطرہ کی برابر سمجھا گیا ہے۔ دعوت پنجوقتہ اذان گویا اللہ کے دربار میں گریۂ و زاری کی دعوت ہے۔ آنکہ۔ اللہ تعالیٰ جس کو مصیبت میں مبتلا کرتا ہے اس سے آہ و زاری کی کیفیت سلب کر لیتا ہے آہ و زاری، سائل کی سفارشی ہے جب سفارشی نہ ہوگا تو گرفتارِ بلا ہو جائے گا

تا فرود آید بلا بے دافعے	چوں نباشد از تضرّع شافعے
تاکہ بغیر روک، بلا نازل ہو جائے	جبکہ (آہ و) زاری کا سفارشی نہ ہوگا

وانکہ خواہی کز بلایش واخری	جانِ اُورا در تضرّع آوری
اور جس کو تو بلا سے نجات دلانا چاہتا ہے	اُس کی جان کو (آہ و) زاری میں مبتلا کر دیتا ہے

گفتۂ[1] اندر نبے کاں اُمّتاں	کہ بر ایشاں آمد آں قہرِ گراں
تونے قرآن میں کہا ہے کہ وہ اُمّتیں	جن پر بھاری قہر آیا

چوں تضرّع می نہ کردند آں نفس	تا بلا از ایشاں بگشتے باز پس
انھوں نے اسی وقت (آہ و) زاری کیوں نہ کی!	تاکہ اُن سے بلا واپس ہو جاتی

لیک دلہا شاں چو قاسی گشتہ بود	آں گنہ ہاشاں عبادت می نمود
لیکن چونکہ اُن کے دل سخت ہو گئے تھے	وہ گناہ اُن کو عبادت معلوم ہوتے تھے

تا نداند خویش را مجرم عنید	آب از چشمش کجا داند دوید
جب تک سرکش اپنے آپ کو مجرم نہ سمجھے	آنسو اُس کی آنکھ سے کہاں بہنا جانتا ہے!

قصۂ یونس علیہ الصّلوٰة والسّلام در بیان آنکہ تضرّع وزاری دافعِ بلائے آسمانی ست و حق تعالیٰ فاعلِ مختارست پس تضرّع وزاری[2] و تعظیم پیشِ او مفید باشد و فلاسفہ گویند فاعل بطبع ست و بعلّت نہ مختار پس تضرّع طبع را نگرداند

(حضرت) یونس علیہ السّلام کا قصّہ اس بارے میں کہ عاجزی اور زاری آسمانی بلا کے لئے دافع ہے اور اللہ تعالےٰ فاعلِ مختار ہے تو عاجزی اور زاری اور تعظیم اُس کے سامنے مفید ہوگی اور فلاسفہ کہتے ہیں کہ وہ طبعًا اور علّت کے طور پر فاعل ہے نہ کہ مختار، تو عاجزی طبیعت کو نہیں بدل سکتی

قومِ یونسؑ[3] را چو پیدا شد بلا	ابرِ پُر آتش جُدا شد از سما
جب (حضرت) یونسؑ کی قوم کیلئے بلا ظاہر ہوئی	آگ بھرا ابر آسمان سے جُدا ہوا

برق می انداخت میسوزید سنگ	ابر می غرّید رُخ میریخت رنگ
بجلی گراتا تھا، پتھر کو جلاتا تھا	بادل گرج رہا تھا چہرے کا رنگ اُڑ رہا تھا

جملگاں بر بامہا بودند شب	کہ پدید آمد ز بالا آں کرب
رات کو سب بالاخانوں پر تھے	کہ اوپر سے وہ مصیبتیں رُونما ہو گئیں

[1] گفتۂ۔ قرآنِ پاک میں ہے فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَھُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰکِنْ قَسَتْ قُلُوْبُھُمْ۔ جبکہ ہمارا عذاب اُن کو پہنچا تھا انھوں نے گریۂ وزاری کیوں نہ کی اور لیکن اُن کے دل سخت ہو گئے تھے۔ آں گنہ۔ دل سخت ہو جانے کی وجہ سے وہ گناہ کو گناہ نہیں بلکہ عبادت سمجھتے تھے۔

[2] زاری۔ اہلِ سنّت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کاموں میں بااختیار ہے لہٰذا آہ وزاری سے وہ مصیبت کو ٹال دیتا ہے فلاسفہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ سے اُس کے افعال طبعی طور پر بغیر اختیار کے صادر ہوتے ہیں جس طرح کہ آگ سے جلانے کا فعل طبعی طور پر صادر ہوتا ہے لہٰذا آہ وزاری سے کوئی فائدہ نہیں ہے

[3] قومِ یونس۔ حضرت یونسؑ کی قوم رات کو بالاخانوں پر سو رہی تھی اُن پر ایسا ابر آیا جو آگ برسا رہا تھا جس سے اُن کا رنگ فق ہو گیا۔ بامہا۔ بالاخانے۔ کرب۔ مصائب، یعنی آگ برسانے والا بادل۔

جملگاں از بامہا زیر آمدند — سر برہنہ جانبِ صحرا شدند
بالا خانوں سے سب نیچے اُتر آئے — ننگے سر جنگل کی طرف بھاگے

مادراں بچگاں برون[1] انداختند — تا ہمہ نالہ و نفیر افراختند
ماؤں نے بچوں کو باہر نکال ڈالا — حتیٰ کہ سب نے گریہ و زاری بلند کی

از نمازِ شام تا وقتِ سحر — خاک می کردند بر سر آں نفر
شام کی نماز سے صبح کے وقت تک — وہ لوگ سر پر خاک ڈالتے رہے

جملگی آوازہا بگرفتہ شد — رحم آمد بر سرِ آں قومِ لُد
سب کی آوازیں بیٹھ گئیں — اس جھگڑالو قوم پر رحم آگیا

بعدِ نومیدی و آہِ ناشگفت — اندک اندک ابر واگشتن گرفت
ناامیدی اور بے صبری کی آہوں کے بعد — ابر تھوڑا تھوڑا ہٹنے لگا

قصۂ یونسؑ دراز ست و عریض — وقتِ خاکست و حدیثِ مُستفیض
حضرت یونسؑ کا قصہ لمبا اور چوڑا ہے — مٹی اور مشہور قصہ کا وقت ہے

چوں تضرع را برِ حق قدرہاست — آں[2] بہا کانجاست زاری را کجاست
چونکہ آہ و زاری کی خدا کے یہاں بہت قدر ہے — آہ و زاری کی جو قیمت وہاں ہے اور کہاں ہے؟

ہیں امید اکنوں میان را چست بند — خیز اے گرینده و دائم بخند
خبردار! امید رکھو، اب کمر خوب کس لے — اے رونے والے! اٹھ اور ہمیشہ کیلئے مسکرا

با تضرع باش تا شاداں شوی — گریہ کن تا بیدہاں خنداں شوی
آہ و زاری کر تاکہ تو خوش رہے — رو تاکہ بغیر منہ کے ہنسے

کہ[3] برابر می نہد شاہِ مجید — اشک را در فضل با خونِ شہید
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے برابر رکھا ہے — فضیلت میں آنسو کو شہید کے خون کے ساتھ

لابہ کرد و اشکِ چشمِ خویش راند — رحمت آمد واں غضب را وانشاند
اس (قوم) نے خوشامد کی اور اپنی آنکھ کے آنسو بہائے — رحمت آگئی اور غضب کو سرد کر دیا

فرستادنِ اسرافیل را علیہ السلام بخاک کہ برو و قبضہ برگیر از خاک بہرِ ترکیبِ جسمِ آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰة والسلام

حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زمین کی جانب بھیجنا، کہ جاؤ اور حضرت آدمؑ ہمارے نبی اور ان پر درود و سلام ہو، کے جسم کے بنانے کے لئے ایک مٹھی مٹی لے آؤ

---

[1] بُرُوں۔ یعنی گھروں سے باہر۔ از نمازِ شام۔ یعنی مغرب کے وقت سے۔ لُد۔ اَلَدّ کی جمع ہے سرکش۔ بعدِ نومیدی۔ وہ اپنی نجات سے مایوس ہو چکے تھے لیکن اُن کی آہ و زاری سے وہ آتش فشاں ابر ہٹ گیا۔ وقتِ خاک یعنی زمین کی مٹی لینے کے قصہ کے بیان کا وقت ہے۔ حدیثِ مستفیض۔ مشہور بات، طویل بات۔

[2] آں بہا۔ آہ و زاری کی جو قیمت خدا کے دربار میں لگتی ہے وہ کہیں نہیں لگتی ہے۔ دائم بخند۔ جو خدا کے دربار میں آہ و زاری کرے اُس کو دائمی مسرت میسر آجاتی ہے۔ با تضرع۔ خدا کے دربار میں رونے سے قلب کو ایک دائمی مسرت حاصل ہوتی ہے۔

[3] کہ برابر۔ حدیث شریف ہے۔ لَیْسَ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ قَطْرَتَیْنِ قَطْرَةِ دَمْعٍ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰہِ وَقَطْرَةِ دَمٍ یُھْرَاقُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ دو قطروں سے زیادہ اللہ کو کوئی چیز محبوب نہیں ہے ایک تو آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے بہا ہو اور ایک خون کا قطرہ جو اللہ کے راستہ میں بہایا جائے۔

گفت[۱] اسرافیلؑ را یزدانِ ما
ہمارے خدا نے (حضرت) اسرافیلؑ سے فرمایا
کہ برو زاں خاک پُر کن کف بیا
کہ جاؤ، اِس مٹی سے مٹھی بھر و، آجاؤ

آمد اسرافیلؑ ہم سُوئے زمیں
(حضرت) اسرافیلؑ بھی زمین کی جانب آئے
باز آغاز ید خاکستاں حَنیں
زمین نے پھر رونا شروع کر دیا

کاے فرشتۂ صُور واے بحرِ حیات
کہ اے صُور کے فرشتے! اور اے زندگی کے سمندر!
کہ ز دمہائے تو جاں یابد مَوات
کہ آپ کے سانسوں سے مُردے زندہ ہوجاتے ہیں

دَر دمی در صُور یک بانگِ عظیم
آپ صُور میں ایک بڑی آواز پھونکیں گے
پُر شود محشر خلائق از رمیم
محشر بوسیدہ ہڈیوں کی (زندہ) مخلوق سے پُر ہوجائیگا

در[۲] دمی دَر صُور و گوئی الصّلا
آپ صُور میں پھونکیں گے اور کہیں گے، بلاوا ہے
بر جہید اے کشتگانِ کربلا
اے کربلا کے شہیدو! اُٹھ کھڑے ہو

لے ہلاکت دیدگاں از تیغِ مرگ
اے موت کی تلوار سے ہلاک ہونے والو!
بر زنید از خاک سر چوں شاخ و برگ
شاخ اور پتّوں کی طرح زمین سے سر ابھارو

رحمتِ تو واندمِ گیرایِ تو
آپ کی رحمت اور آپ کا وہ ہمہ گیر دَم کرنا
پُر شود ایں عالَم از احیایِ تو
یہ عالَم آپ کے زندہ کرنے سے بھر جائے گا

تو فرشتۂ رحمتی رحمت نما
آپ فرشتۂ رحمت ہیں، رحمت کو ظاہر کرنیوالے ہیں
حاملِ عرشی و قبلہ داد ہا
آپ عرش کے حامل اور انصاف کے قبلہ ہیں

عرش[۳] مَعدنگاہِ داد و مَعدلت
عرش، انصاف اور عدل کی کان ہے
چار جُو دَر زیرِ اُو پُر مَغفرت
مغفرت سے پُر، چار نہریں اُس کے نیچے ہیں

جُویِ شیر و جُویِ شہدِ جاوداں
دودھ کی نہر اور نہ ختم ہونیوالے شہد کی نہر
جُویِ خَمر و دجلۂ آبِ رَواں
شراب کی نہر اور بہتے پانی کا دجلہ

پس ز عرش اندر بہشتاں رَود
پھر وہ عرش سے جنّت کے اندر پہنچتی ہیں
دَر جہاں ہم چیزکے ظاہر شود
دنیا میں بھی کچھ ظاہر ہوجاتی ہیں

گرچہ آلودست اینجا آں چہار
اگرچہ وہ چاروں یہاں گدلی ہیں
از چہ از زہرِ فنائے ناگوار
کس چیز سے؟ ناگوار فنا کے زہر سے

جُرعۂ بر خاکِ تیرہ ریختند
اُنھوں نے تاریک مٹی پر ایک گھونٹ بہایا
زاں چہار و فتنۂ انگیختند
اُن چاروں سے، اور فتنہ بپا کر دیا۔

[۱] گفت۔ جبرئیلؑ اور میکائیل علیہما السّلام کے بعد اللہ تعالےٰ نے اسرافیلؑ سے کہا تم زمین کی ایک مُٹھی مٹی لے آؤ۔ حَنین۔ رونے کی آواز۔ فرشتۂ صور۔ حضرت اسرافیلؑ محشر میں صُور پھونکیں گے جس سے سب مُردے زندہ ہوجائیں گے۔ بحرِ حیات۔ حضرت اسرافیلؑ کا صُور سب کو زندگی بخش دے گا۔ رمیم۔ بوسیدہ ہڈی۔

[۲] دَر دَمی۔ حضرت اسرافیلؑ کا صُور پھونکنا مُردوں کو زندگی کی دعوت ہے۔ کربلا۔ موضع کربلا مراد ہے جو عراق میں ہے یا دنیا جو مصائب کی جگہ ہے۔ رحمت۔ اے اسرافیلؑ تمہارے کرم سے پورا عالَم زندہ ہوجائیگا۔ حاملِ عرشی۔ حضرت اسرافیلؑ بھی عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔

[۳] عرش۔ عرش کے نیچے سے دودھ، شہد، شراب، پانی کی چار نہریں بہتی ہیں۔ پُر مغفرت۔ اِن نہروں سے وہ سیراب ہونگے جن کی مغفرت ہوجائیگی۔ در جہاں۔ اِن نہروں کے آثار دنیا میں بھی ہیں۔ فنا۔ دنیا میں اِن نہروں کے آثار فانی ہیں۔ جُرعہ۔ اِن چاروں کے ایک ایک چلّو سے آدمؑ کی مٹی کا خمیر بنایا۔

تا بجویند اصلِ آں را ایں خساں　　خود بدیں قانع شدند ایں ناکساں

تاکہ یہ کمینے ... اصل کو تلاش کریں　　نالائق خود اِس پر قناعت کر بیٹھے

شیر دادہ پرورشِ اطفال را　　چشمہ کردہ سینۂ ہر زال را

بچوں کی پرورش کے لئے دودھ دیا　　ہر عورت کے سینہ کو چشمہ بنایا

خمر دفعِ غصہ و اندیشہ را　　چشمہ کردہ از عنب در باغہا

شراب، غصہ اور فکر کو دور کرنے کے لئے　　باغوں میں انگور سے (اس کا) چشمہ جاری کر دیا

انگبیں دارو تنِ رنجور را　　چشمہ کردہ باطنِ زنبور را

شہد، مریض کے جسم کے لئے دوا ہے　　شہد کی مکھی کے باطن کو (اس کا) چشمہ بنا دیا

آب بہرِ عام اصل و فرع را　　از برای طہر و بہرِ کرع را

پانی عوام کی جڑ اور شاخ کے لئے　　پاکی اور پینے کے لئے

تا ازینہا پے بری سوی اصول　　تو بدیں قانع شدی اے بو الفضول

تاکہ تو اِن سے اصل کا پتہ لگائے　　اے لغو! تو نے اِس پر قناعت کر لی

بشنو اکنوں ماجرای خاک را　　کہ چہ میگوید فسوں محراک را

اب مٹی کا قصہ سن　　کہ حرکت دینے والے (اسرافیل) کو کیا منتر سنا رہی ہے؟

پیشِ اسرافیل گشتہ او عبوس　　میکند صد گونہ شکلِ چاپلوس

وہ حضرت اسرافیلؑ کے سامنے ترش رو بنی　　خوشامد کی سینکڑوں قسم کی صورتیں بناتی تھی

کہ بحقِ ذاتِ پاکِ ذو الجلال　　کہ مدار ایں قہر را بر من حلال

کہ اللہ (تعالیٰ) کی پاک ذات کا واسطہ　　یہ ظلم مجھ پر جائز رکھئے

من ازیں تقلید بوی میبرم　　بدگمانی میرود اندر سرم

میں اِس گلے میں پھندا ڈالنے سے تاڑ رہی ہوں　　میرے دماغ میں بدگمانی پیدا ہو رہی ہے

تو فرشتہ رحمتی رحمت نما　　زانکہ مرغے را نیازارد ہما

آپ رحمت کے فرشتے، رحمت کو ظاہر کرنے والے ہیں　　کیونکہ ہما، پرند کو نہیں ستاتا ہے

اے شفا و رحمتِ اصحابِ درد　　تو ہماں کن کاں دو نیکو کار کرد

اے دردمندوں کی شفا اور رحمت!　　آپ وہی کیجئے جو اُن دو بھلوں نے کیا

زود اسرافیل باز آمد بشاہ　　گفت عذر و ماجرا نزدِ الٰہ

حضرت اسرافیلؑ فوراً شاہ کے پاس واپس آ گئے　　اللہ (تعالیٰ) سے عذر اور قصہ بیان کیا

ف۱ تابجویند۔ یہ اِس لئے کیا گیا تاکہ بنی آدمؑ اُن اصل نہروں کی تلاش میں لگیں۔ شیر۔ دودھ کی نہر کا اثر ماں کے پستان میں ظاہر ہوا ہے۔ از عنب۔ انگور میں خمر کی نہر کا اثر آیا۔ زنبور۔ شہد کی مکھی شہد کی نہر کا اثر ہے۔

ف۲ آب۔ دنیاوی پانی میں پانی کی نہر کی اصل ہے۔ محراک۔ ... یعنی اسرافیلؑ۔ عبوس۔ ترش رو۔

ف۳ کہ بحق۔ زمین نے چاپلوسی کی یہ صورت اختیار کی کہ حضرت اسرافیلؑ کو اللہ کی قسمیں دینے لگی۔ تقلید۔ گلے میں قلادہ ڈالنا۔ ہما۔ شریف پرندہ ہے کسی جاندار پرند کا شکار نہیں کرتا بلکہ سوکھی ہڈیوں پر گزارہ کرتا ہے۔ آنجا۔ یعنی زمین سے اُن کی جو بات چیت ہوئی

کز ۱ برون فرماں بدادی کہ بگیر — عکس آں الہام دادی در ضمیر

کہ بظاہر آپ نے حکم فرمایا کہ لے لے — دل میں اُس کے برعکس الہام کردیا

امر کردی در گرفتن سوی گوش — نہی کردی از قساوت سوی ہوش

تو نے کان کو لے لینے کا حکم دیا — عقل کو سختی کرنے سے منع کردیا

رحمتِ او بیحد ست و بیکراں — او حکیم ست و کریم و مہرباں

اُس کی رحمت لاانتہا اور لامحدود ہے — وہ دانا اور سخی اور مہربان ہے

سبقِ رحمت گشت غالب بر غضب — اے بدیع افعالِ نیکو کار رب

رحمت کی سبقت غضب پر غالب ہے — اے عجیب افعال اور اچھے کام والے خدا!

فرستادن ۲ عزرائیل علیہ السلام ملکُ العزم والحزم را بگرفتن قبضۂ خاک تا ساختہ شود جسمِ آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام چالاک و راست کار و التفات ناکردنِ عزرائیل علیہ السلام بر تضرعِ خاک

ارادہ کی پختگی اور پختہ کاری کے فرشتے (حضرت) عزرائیل علیہ السلام کو مٹی پر بھی لینے کے لئے بھیجنا تاکہ حضرت آدم (اُن پر اور ہمارے نبی پر درود اور سلام ہو) کا چالاک اور درست کام کرنے والا جسم بنایا جائے اور حضرت عزرائیلؑ کا زمین کی آہ وزاری کی طرف دھیان نہ دینا

گفت ۳ یزداں زود عزرائیل را — کہ ببیں آں خاکِ پُر تخییل را

اللہ (تعالیٰ) نے فوراً عزرائیلؑ سے فرمایا — کہ اُس خیالات سے بھری، زمین کو دیکھ

آں ضعیفِ زال و ظالم را بیاب — مشتِ خاکے زو بیاور ہیں شتاب

کمزور ظالم، بڑھیا کے پاس پہنچ — خبردار! جلد اُس میں سے ایک مٹھی مٹی لے آ

رفت عزرائیلؑ سرہنگِ قضا — سوئے کرہ خاک بہرِ اقتضا

موت کے سپاہی (حضرت) عزرائیلؑ روانہ ہوگئے — تقاضہ کرنے کے لئے زمین کے کرہ کی جانب

خاک بر قانون نفیر آغاز کرد — داد سوگندش بسے سوگند خورد

زمین نے سابق چلانا شروع کردیا — کہ قسم دی، بہت سی قسمیں کھائیں

کاے غلامِ خاص و حمّالِ عرش — اے مطاع الامر اندر عرش و فرش

اے خاص بندے اور اے عرش کے اٹھانے والے — اے فرش اور عرش کے اندر مخدوم وسردار!

---

۱ کز برون۔ حضرت اسرافیلؑ نے خدا سے عرض کیا بظاہر آپ کا یہ حکم ہوا کہ میں مٹی لے آؤں اور میرے دل میں آپ نے ہی یہ بات پیدا کردی کہ میں اس کی خوشامد پر رحم کرلوں۔ قساوت۔ سخت دلی۔ رحمتِ او۔ مولانا فرماتے ہیں باطنی الہام رحمت کا مظہر ہے۔

۲ فرستادن۔ حضرت اسرافیلؑ کے ناکام ہوجانے پر اللہ تعالیٰ نے عزرائیلؑ کو مٹی لینے کیلئے بھیجا۔ عزم۔ پختہ ارادہ حزم۔ پختہ کاری۔ چالاک و راست کار۔ یہ جسم کی صفت ہے۔

۳ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے عزرائیلؑ کو حکم دیا کہ زمین کا مٹھی بھر۔ پُر تخییل۔ چونکہ زمین طرح طرح کے عذر کررہی تھی۔ سرہنگ۔ سپاہی۔ اِقتضاء۔ وصول کرنا۔ بر قانون۔ یعنی جس طرح اُس نے جبرئیلؑ وغیرہ کی خوشامد کی تھی۔ مُطاعُ الامر۔ وہ شخص جس کا حکم مانا جائے۔

رو بحقِ رحمتِ رحمٰنِ فرد
یکتا رحمان کی رحمت کے طفیل چلے جایئے
رو بحقِ آنکہ با تو لطف کرد
اس ذات کے طفیل چلے جایئے جس نے آپ پر مہربانی کی

حقِ شاہے کہ جز او معبود نیست
اس شاہ کے طفیل جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے
پیشِ او زاریِ کس مردود نیست
اس کے دربار میں کسی کی آہ و زاری مردود نہیں ہے

حقِ حقِ حق کہ دست از من بدار
اللہ (تعالیٰ) کے حق کے طفیل مجھ سے دستبردار ہو جایئے
اے ترا از حق فضیلت بے شمار
اے وہ کہ آپ کے لئے اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے بے شمار فضیلتیں ہیں

گفت نتوانم بدیں افسوں کہ من
اُن (عزرائیلؑ) نے کہا میں اس منتر سے نہیں کر سکتا ہوں کیونکہ
رو بتابم زامرِ او سِر و علن
اس کے حکم سے ظاہر و باطن میں منہ موڑوں

گفت آخر امر فرمود او بحِلم
اس نے کہا آخر اس (اللہ تعالیٰ) نے نرمی کا بھی حکم دیا ہے
ہر دو امر اند ایں بگیر از راہِ علم
دونوں حکم ہیں از روئے علم اسی حکم کو اختیار کر لیجئے

گفت آں تاویل باشد یا قیاس
انہوں نے کہا، وہ تاویل یا قیاس ہوگا
در صریحِ امر کم جو التباس
صاف حکم میں شبہ نہ نکال

فکرِ خود را گر کنی تاویل بہ
اگر تو اپنے خیال کی تاویل کرلے، بہتر ہے
کہ کنی تاویل آں نامشتبہ
بہ نسبت اسکے کہ تو غیر مشتبہ میں تاویل کرے

دل ہمی سوزد مرا بر لابہ ات
تیری خوشامد سے میرا دل جل رہا ہے
سینہ ام پر خوں شد از شورابہ ات
تیرے آنسوؤں سے میرا سینہ پُر خون ہو رہا ہے

نیستم بے رحم بل زاں ہر سہ پاک
میں بے رحم نہیں ہوں بلکہ اُن تینوں پاکوں سے
رحم بیشستم تو اے دردناک
اے دردمند تجھ پر مجھے زیادہ رحم آرہا ہے

گر طپانچہ میزنم من بر یتیم
اگر میں یتیم کے طمانچہ ماروں
ور دہد حلوا بدستش آں حلیم
اور اگر وہ حلیم اُس کے ہاتھ میں حلوا دے

ایں طپانچہ خوشتر از حلوائے او
اُسکے حلوے سے یہ طمانچہ بہتر ہے
ور شود غرہ بحلوا ولئے او
اگر وہ حلوے سے دھوکا کھا جائے اُس پر افسوس ہے

بر نفیرِ تو جگر می سوزدم
تیری فریاد پر میرا جگر جل رہا ہے
لیک حق، قہرے، ہمی آموزدم
لیکن اللہ تعالیٰ، مجھے جبر کی تعلیم دے رہا ہے

لطفِ مخفی در میانِ قہرہا
قہروں کے درمیان مہربانی چھپی ہوئی ہے
در خذف پنہاں عقیقِ بے بہا
کنکریوں میں بے بہا عقیق چھپا ہوا ہے

۱؎ رو بحق۔ زمین نے ان کو بد... رحمٰن کی صفات کی قسمیں دینی شروع کر دیں۔ پیش او۔ اللہ تعالیٰ آہ و زاری پر ضرور رحم فرماتا ہے۔ حق پہلا حق قسم کے معنی میں ہے دوسرا بمعنی حق تعالیٰ۔ الشورابہ۔ یعنی زمین کی باتیں۔

۲؎ گفت۔ زمین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری مٹی لے جانے کا بھی حکم دیا ہے اور بردباری برتنے کا بھی حکم ہے لہٰذا اُن میں سے بردباری کو اختیار کر لیجئے اور مجھے معاف کر دیجئے۔ گفت۔ حضرت عزرائیلؑ نے کہا کہ صریح حکم کے مقابلہ میں حلم اختیار کرنا بالکل غلط تاویل اور غلط قیاس ہے نامشتبہ یعنی صریح حکم۔ شورابہ۔ یعنی آنسو۔

۳؎ نیستم۔ عزرائیلؑ نے کہا میں پہلے تینوں فرشتوں سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہوں.... گر طپانچہ۔ اللہ کی جانب سے وہ سختی اور ابتلا جو آخرت کی بہبودی کا سبب بنے اس نعمت سے بدرجہا بہتر ہے جو گمراہی کا سبب بن جائے۔ لطف۔ اللہ تعالیٰ مصائب کو اگر فروغ کا سبب بناتا ہے تو یہی قہر میں مہر مخفی ہوتی ہے۔

قہرِ حق بہتر ز صد لطفِ من ست ۱ — منع کردن جان ز حق جان کندن ست

اللہ (تعالیٰ) کا قہر میری سیکڑوں مہربانیوں سے بہتر ہے — اللہ (تعالیٰ) سے جان، بچانا جان کنی ہے

بدتریں قہرش بہ از لطفِ دو کون — نِعمَ رَبُّ العالمین و نِعمَ عَون

اس کا بدترین قہر دونوں جہان کی مہربانی سے بہتر ہے — پروردگار دو عالم بہتر ہے اور مدد بہتر ہے

لطفہائے مضمر اندر قہرِ او — جاں سپردن جاں فزاید بہرِ او

اس کے قہر میں مہربانیاں پوشیدہ ہیں — اس کے لئے جان دینا، جان کو بڑھاتا ہے

ہیں رہا کن بدگمانی و ضلال — سر قدم کن چونکہ فرمودت تعال

خبردار! بدگمانی اور گمراہی چھوڑ دے — سر کو پاؤں بنا لے جبکہ اس نے تجھے حکم دیا ہو، کہ آ جا

آں تعالِ ۲ او تعالیہا دہد — مستی و جفت و نہالیہا دہد

اس کا، آ جا کہنا تجھے بلندیاں عطا کرے گا — مستی اور جوڑا اور توشکیں عطا کرے گا

بارے آں امرِ سنی را ہیچ ہیچ — من نیارم کرد و من و پیچ پیچ

اب اس بلند حکم کو تھوڑا سا بھی — میں سست ڈھیلا اور مشکل نہیں بنا سکتا ہوں

ایں ہمہ نشنید آں خاکِ نژند — زاں گمانِ بد بُدش در گوش بند

اس پست زمین نے یہ کچھ نہ سنا — اس بدگمانی کی وجہ سے اس کے کان میں کاوٹ تھی

باز از نوعِ دگر آں خاکِ پست — لابہ و سجدہ ہمی کرد او چو مست

پھر وہ پست زمین دوسری طرح سے — مدہوش کی طرح خوشامد اور سجدہ کرتی تھی

گفت ۳ نے برخیز نبود زیں زیاں — من سر و جاں می نہم رہن و ضماں

انھوں نے کہا اٹھ کھڑی ہو کوئی نقصان نہ ہوگا — میں سر اور جان گروی اور ضمانت میں دیتا ہوں

کژ میندیش و مکن لابہ دگر — جز بداں شاہِ رحیم دادگر

الٹا نہ سوچ اور پھر خوشامد نہ کر — سوائے اس منصف، رحیم شاہ کے

بندہ فرمانم نیارم ترک کرد — امرِ او کز بحر انگیزید گرد

میں حکم کا بندہ ہوں، میں ترک نہیں کر سکتا ہوں — اس کا حکم، جس نے سمندر سے گرد اڑا دی

جز ازاں خلاقِ گوش و چشم و سر — نشنوم از جان خود ہم خیر و شر

اس کان اور آنکھ اور سر کے پیدا کرنے والے کے علاوہ — میں اپنی جان سے بھی بھلی اور بری بات نہ سنوں گا

گوشِ من از گفت غیرِ او کر ست — امرِ او از جانِ شیریں خوشتر ست

اس کے غیر کی گفتگو سے میرا کان بہرا ہے — اس کا حکم میٹھی جان سے زیادہ بہتر ہے

---

۱ قہرِ حق۔ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ حکم قہر بھی ہے تو میرے اس رحم سے بدرجہا افضل ہے جو میں تجھ پر کروں اور تجھ میں سے مٹی نہ لوں۔ اللہ کے حکم پر اگر جان سے بھی دریغ کی جائے تو وہ ہلاکت ہے۔ جاں سپردن۔ اللہ کے حکم کے مطابق جان سونپ دینا جان کی افزائش کا سبب ہے۔ سر قدم کن۔ یعنی سر کے بل چل پڑ

۲ آں تعال۔ اللہ کا یہ حکم کہ آ جا۔ جنت کی نعمتوں سے مالا مال کر دے گا۔ بارے۔ عزرائیل نے کہا میں اللہ کے حکم کے جاری کرنے میں کوئی تامل نہ کروں گا۔ ایں ہمہ۔ حضرت عزرائیل کی ساری نصیحتیں بیکار ہو گئیں جس کی بدگمانی نے اس کو بہرہ بنا دیا تھا۔ باز۔ اس زمین نے حضرت عزرائیل کی خوشامدیں پھر شروع کر دیں

۳ گفت۔ حضرت عزرائیل نے زمین سے کہا کہ حکم خداوندی کی تعمیل تیرے لئے مفید ہے میری ذمہ داری ہے تجھے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ بندہ۔ میں اللہ کے حکم کا غلام ہوں جس کا حکم ہر ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔ جز۔ میں اللہ کی بات کے سوا اپنی جان کی بھی کوئی بات نہیں سنتا ہوں۔ امر او۔ اس کا حکم مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا ہے۔

جاں ازو آمد نیامد اُو ز جاں | صد ہزاراں جاں دہد اُو رائگاں
جان اُس سے آئی ہے وہ جان سے نہیں آیا | وہ لاکھوں جانیں مفت دے دیتا ہے

جاں چہ باشد کش گزینم بَر کریم | کیک چہ بود کہ بسوزم زو گلیم
جان کیا ہوتی ہے کہ میں اُس کو کریم پر ترجیح دوں! | کھٹمل کیا ہوتا ہے کہ اُس کی وجہ سے میں کمل جلاؤں!

من ندانم خیر اِلّا خیرِ اُو | صُمّ و بُکم و عُمی من از غیرِ اُو
میں اُس کی خیر کے علاوہ کوئی خیر نہیں جانتا ہوں | میں اُس کے غیر سے بہرا اور گونگا اور اندھا ہوں

گوشِ من کرست از زاریٔ کناں | کہ منم در کفِ اُو ہمچو سِناں
رونے والوں سے میرا کان بہرا ہے | کیونکہ میں اُس کے ہاتھ میں بھالے کی طرح ہوں

دَر بیانِ آنکہ مخلوقیکہ تُرا ازو ظلمے رَسد بحقیقت اُو ہمچوں آلتے
اِس کا بیان کہ جس مخلوق سے تجھے تکلیف پہنچے وہ درحقیقت ایک آلہ کی طرح

است، عارف آں بُود کہ بحق رجوع کُند نہ بآلت و اگر بآلت
ہے عارف وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے نہ کہ آلہ کی جانب

رجوع کُند ظاہر آنہ از جہل کُند بلکہ برائے مصلحتے چنانکہ بایزید
اور اگر بظاہر آلہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو نادانی کی وجہ سے نہیں بلکہ مصلحت کی

قدّس سِرّہٗ گفت کہ چندیں سال ست کہ من با مخلوق سخن
وجہ سے چنانچہ حضرت بایزید قدّس سرّہٗ نے فرمایا کہ بہت سے سال ہو گئے ہیں کہ میں نے

نگفتہ اَم و از مخلوق سخن نشنیدہ اَم و لیکن خَلق چنیں پندارند
مخلوق سے بات نہیں کی ہے اور نہ میں نے مخلوق سے بات سنی ہے لیکن لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں

کہ با ایشان میگویم و از ایشاں می شنوم زیرا کہ ایشاں مخاطبِ اکبر
اُن سے کہتا ہوں اور اُن سے سنتا ہوں کیونکہ وہ بڑے مخاطب کو نہیں دیکھتے ہیں

رانمی بینند کہ ایشاں چوں صدا اَند نسبت بحالِ من و اِلتفات
کیونکہ میرے اعتبار سے صدائے بازگشت کی طرح ہیں اور عقلمند سننے والے کی توجہ،

مُستمعِ عاقل بصدا نباشد چنانکہ مَثَل ست معروف قَالَ
صدائے بازگشت کی طرف نہیں ہوتی ہے چنانچہ مشہور مثل ہے کہ دیوار نے کیل

اَلْجِدَارُ لِلْوَتَدِ لِمَ تَشُقُّنِیْ قَالَ الْوَتَدُ اُنْظُرْ اِلٰی مَنْ یَدُقُّنِیْ
سے کہا کہ تو مجھے کیوں پھاڑ رہی ہے کیل نے کہا اسے دیکھ جو مجھے ٹھونک رہا ہے

لہ جاں. جان تو اللہ کی دی ہوئی ہے اگر اُس کے حکم پر جان جائے تو وہ سیکڑوں جانیں عطا کر سکتا ہے. جاں چہ باشد. اللہ کے مقابلہ میں جان حقیر ہے. کیک. میں تھوڑے فائدہ کی خاطر بڑا نقصان نہیں برداشت کر سکتا. گوشِ. اُس کے حکم کو کسی کی آہ وزاری سے نہیں ٹالا جا سکتا میں اُس کے حکم کے سامنے مجبور محض ہوں.

لہ دربیان. جو اہل اللہ ہیں وہ ہر معاملہ میں مسبّب الاسباب پر نظر رکھتے ہیں اسباب سے قطع نظر کرتے ہیں اسباب کو محض آلہ سمجھتے ہیں حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا تھا کہ میں نے عرصۂ دراز سے نہ کسی انسان کی بات سنی اور نہ کسی انسان سے گفتگو کی تو اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ ہر معاملہ کا متصرف خدا ہی کو سمجھتے تھے.

لہ کہ حق. شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:
گر گزندت رسد ز خلق مرنج
کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج
از خدا داں خلافِ دشمن و دوست
کہ دلِ ہر دو در تصرفِ اُوست
قال الجدار. دیوار نے کیل سے شکایت کی تو کیل نے جواب دیا کہ اصل سبب کو دھیان میں رکھو.

احمقانہ از سِناں رحمت مجُو
بیوقونی سے بھالے سے رحم کا خواہاں نہ بن
در دہانِ اژدہا رَو بہرِ اُو[1]
اُس (اللہ تعالیٰ) کی خاطر اژدہے کے منہ میں چلا جا

از دمِ شمشیر تو رحمت مجُو
تو تلوار کی دھار سے رحم نہ تلاش کر
زاں شہے جُو کاں بُوَد در دستِ اُو
اُس شاہ سے مانگ وہ جس کے ہاتھ میں ہو

با سِنان و تیغ لابہ چوں کُنی
تو بھالے اور تلوار کی خوشامد کیوں کرتی ہے؟
کو اَسیر آمد بدستِ آں سَنی
وہ اُس بلند (اللہ تعالیٰ) کے ہاتھ کے پابند ہیں

اُو بصنعت آذر ست و مَن صنم
وہ کاریگری میں آذر ہے اور میں بُت ہوں
آلتے کو سَازدم مَن آں شوم
وہ آلہ جو بھی بناتا ہے میں بن جاتا ہوں

گر مرا ساغر کُند ساغر شوم
اگر وہ مجھے ساغر بنائے میں ساغر بن جاؤں
ور مرا خنجر کُند خنجر شوم
وہ اگر مجھے خنجر بنائے، خنجر بن جاؤں

گر مرا چشمہ کُند آبے دہم
اگر وہ مجھے چشمہ بنادے، میں پانی دوں
ور مرا آتش کُند تابے دہم
اگر وہ مجھے آگ بنادے، گرمی پہنچاؤں

گر مرا باراں[2] کُند خرمن دہم
اگر وہ مجھے بارش بنادے میں کھلیان دوں
ور مرا ناوک کُند در تن جہم
اگر وہ مجھے تیر بنادے میں جسم میں گھس جاؤں

گر مرا مارے کُند زہر افگنم
اگر وہ مجھے سانپ بنادے، تو زہر اُگلوں
ور مرا یارے کُند مہر آگنم
اور اگر وہ مجھے دوست بنادے تو محبت بھر دوں

گر مرا شکر کُند شیریں شوم
اگر وہ مجھے شکر بنادے میں شیریں بنجاؤں
ور مرا حنظل کُند پُر کیں شوم
اور اگر وہ مجھے ایلوا بنادے تو میں کینہ ور بنجاؤں

گر مرا شیطاں کُند سرکش شوم
اگر وہ مجھے شیطان بنادے میں سرکش ہو جاؤں
ور مرا سوزاں کُند آتش شوم
اور اگر وہ مجھے جلانے والا بنادے تو میں آگ بنجاؤں

من چو کِلکم درمیانِ اصبعین[3]
میں دو انگلیوں کے درمیان قلم کی طرح ہوں
نیستم در وصفِ طاعت بین بین
میں صفتِ طاعت میں مذبذب نہیں ہوں

خاک را مشغول کرد اُو در سخن
اُنھوں نے مٹی کو باتوں میں لگایا
یک کفے بر بود زاں خاکِ کہن
(اور) اُس پرانی مٹی سے ایک مٹھی بھر لی

ساحرانہ دَر ربود از خاکداں
وہ زمین سے شعبدہ بازوں کی طرح لے اُڑے
خاک مشغولِ سخن چوں بیخوداں
زمین مدہوشوں کی طرح بات میں مشغول تھی

---

[1] در دہاں۔ اللہ کے کسی حکم میں بھی چون و چرا نہ ہونی چاہیے۔ اگر وہ سانپ کے منہ میں جانے کا حکم دے تو اس کو ہی بہتر سمجھنا چاہیے۔ اُو بصنعت۔ حضرت عزرائیلؑ نے فرمایا فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے میں بمنزلہ اس کے آلے کے ہوں۔ ساغر۔ کسی پر رحمت کا حکم ہوگا تو میں رحم کروں گا۔ مرا خنجر۔ کسی پر قہر کا حکم ہوگا تو میں قہر کروں گا۔

[2] گر مرا باراں۔ جس طرح کا وہ حکم دے گا میں وہی کروں گا خواہ اُس میں کسی کا فائدہ ہو یا بظاہر نقصان ہو۔ گر مرا مارے۔ حضرت عزرائیلؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جو کام بھی مجھ سے لے گا میں وہی کروں گا۔

[3] اصبعین۔ حدیث شریف ہے: اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ آدَمَ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ یُقَلِّبُہَا کَیْفَ یَشَآءُ۔ بنی آدم کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں اُن کو پلٹتا رہتا ہے جیسا چاہتا ہے

بُرد تا حق تربتِ بے رائے را — **تا بمکتب آں گریزاں پائے را**

بے رغبت مٹی کو اللہ تعالیٰ کے پاس لے گئے — (جیسا کہ) مکتب میں بھگوڑے بچے کو

گفت یزداں کہ بعلمِ روشنم — **کہ ترا جلادِ ایں خلقاں کنم**

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اپنے روشن علم کی قسم — کہ تجھے مخلوق کا جلاد بناؤں گا

گفت یارب دشمنم گیرند خلق — **چوں فشارم خلق را در مرگ حلق**

انہوں نے عرض کیا اے خدا! مخلوق مجھے دشمن سمجھے گی — جبکہ موت کے لئے میں مخلوق کا گلا دباؤں گا

توؔ روا داری خداوندِ سَنی — **کہ مرا مبغوض و دشمن رو کنی**

اے بزرگ خدا! تو مناسب سمجھتا ہے — کہ مجھے مبغوض اور دشمن کے چہرے والا بنائے

گفت اسبابے پدید آرم عیاں — **از تپ و قولنج و سرسام و سناں**

اس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا میں اسباب ظاہر کروں گا — یعنی بخار اور درد قولنج اور سرسام اور بھالا

از صداع و ماشرا و از خناق — **وز زکام و از جذام و از فواق**

دردِ سر اور خون کے جوش سے اور گلے کے ورم سے — اور زکام سے اور کوڑھ اور ہچکی سے

سُدَّہ و اسہال و استسقا و سِل — **کسرِ ذات الصدر و لدغ و دردِ دل**

سُدّہ اور دست اور استسقاء اور سل — پسلی ٹوٹنے اور نمونیا اور سانپ کے ڈسنے اور درد دل سے

تا بگردانم نظرشاں را ز تو — **در مرضہا و سببہائے سہ تو**

تاکہ ان کی نگاہ تجھ سے پھیر دوں — مرضوں اور تہرے سببوں میں

گفتؔ یارب بندگاں ہستند نیز — **کہ سببہا را بدرند اے عزیز**

ان (عزرائیلؑ) نے عرض کیا اے خدا! ایسے بندے بھی ہیں — کہ اسباب کو چاک کر دیتے ہیں اے عزیز!

چشمِ شاں باشد گذارہ از سبب — **در گذشتہ از حُجب از فضلِ رب**

ان کی نظر سبب سے گذری ہوئی ہوتی ہے — وہ اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے پردوں سے آگے بڑھے ہوئے

سرمۂ توحید از کحالِ حال — **یافتہ رستہ ز علت و اعتلال**

حالت کے سرمہ کش کی جانب سے توحید کا سرمہ — پائے ہوئے ہیں سبب اور سبب بتانے سے نجات پائے ہوئے ہیں

ننگرند اندر تپ و قولنج و سِل — **راہ ندہند ایں سببہا را بدل**

وہ بخار اور قولنج اور سل کو نہیں دیکھتے ہیں — دل میں ان اسباب کو راہ نہیں دیتے ہیں

زانکہ ہر یک زیں مرضہا را دواست — **چوں دوا نپذیرد آں فعلِ قضاست**

کیونکہ ان مرضوں میں سے ہر ایک کی دوا ہے — جب وہ دوا کو نہ قبول کرے وہ قضا (خداوندی) کا ہے

لہ تربتِ بے رائے۔ زمین کی رائے بے رغبتی تھی۔ تا بمکتب۔ زمین کی مٹی کو اسی طرح حضرت عزرائیلؑ لے گئے جس طرح بھگوڑے بچے کو مکتب میں لے جایا جاتا ہے۔ گفت۔ حضرت عزرائیلؑ چونکہ زمین کی خوشامد سے متاثر نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جلادی کا عہدہ پسند فرمایا۔

لہ تو روا داری۔ حضرت عزرائیلؑ کو ملک الموت بنایا تو انہوں نے عرض کیا کہ جن جانداروں کی روح قبض کروں گا وہ مجھ سے بغض کریں گے اور مجھے اپنا دشمن سمجھیں گے تو یہ بات آپ میرے لئے کیوں پسند کرتے ہیں۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیلؑ کے جواب میں فرمایا کہ میں موت کے اسباب پیدا کر دوں گا تو لوگ ان کو دیکھیں گے تیری طرف سے لوگوں کی نگاہیں ہٹ جائیں گی۔

لہ گفت۔ حضرت عزرائیلؑ نے عرض کیا یہ تو درست ہے کہ عوام کی نگاہ اسباب پر ہوتی ہے لیکن خاصانِ خدا بھی تو ہیں جو اسباب سے قطع نظر کرتے ہیں اور اصل کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ اعتلال۔ علت میں پڑنا۔ زانکہ۔ وہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ دوا میں تاثیر ہے لیکن جب وہ اثر نہ کرے تو پھر یہ فعلِ خداوندی ہی ہے۔

ہر مرض دارد دوا میداں یقیں — چوں دوائے رنجِ سرما پوستیں

یقین کے ساتھ جان لے کہ ہر مرض کی دوا ہے — جس طرح جاڑے کی تکلیف کی دوا پوستین ہے

چوں خدا خواہد کہ مردے بفسرد — سردی از صد پوستین ہم بگذرد

جب خدا چاہتا ہے کہ انسان ٹھٹھرے — (تو) سردی سیکڑوں پوستینوں میں سے گزر جاتی ہے

در وجودش لرزۂ بنہد کہ آں — نے ز آتش کم شود نے از دُخاں

اس کے جسم میں وہ ایسی کپکپی پیدا کر دیتی ہے — جو نہ آگ سے کم ہوتی ہے نہ دھوئیں سے

بر تنِ او سردیِ بنہد چناں — کاں بجامہ ہم نگردد و آتش آں

اس کے جسم میں ایسی سردی پیدا کر دیتی ہے — کہ وہ کپڑوں سے بھی نہیں ٹلتی اور آگ سے (بھی)

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود — واں دوا در نفع ہم گمرہ شود

جب قضا آتی ہے طبیب بیوقوف ہو جاتا ہے — وہ دوا نفع پہنچانے میں بے راہ ہو جاتی ہے

کے شود محجوب ادراکِ بصیر — زیں سببہائے حجابِ گول گیر

بینا کا احساس کب چھپ سکتا ہے — احمق کو مبتلا کرنے والے اِن اسباب سے

اصل بیند دیدہ چوں اکمل بود — فرع بیند چونکہ مرد احول بود

جب آنکھ کامل ہوتی ہے وہ اصل کو دیکھتی ہے — جب انسان بھینگا ہے تو وہ فرع کو دیکھتا ہے

جواب آمدن از حضرتِ عزت عزرائیل را کہ آں کہ نظر او بر

اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت عزرائیل کو جواب آنا کہ جو نظر اسباب اور

اسبابِ مرض و زخمِ تیغ نیاید بر کارِ تو عزرائیل ہم نیاید کہ تو

مرض اور تلوار کی ایذا رسانی پر نہیں پڑتی ہے اے عزرائیل وہ تیرے کام پر بھی نہ پڑے گی

ہم سببی اگرچہ مخفی تری از آں سببہا و بود کہ بر آں رنجور مخفی

کیونکہ تو بھی ایک سبب ہے اگرچہ اُن سببوں سے زیادہ مخفی ہے اور ہوسکتا ہے کہ اُس بیمار

نباشد و نحن اقرب الیہ منکم و لکن لا تبصرون

سے یہ مخفی نہ ہو کہ ہم اُس بیمار سے تم سے بھی زیادہ قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے ہو

گفت یزداں ہر کہ باشد اصل داں — پس ترا کے بیند او اندر میاں

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا جو شخص اصل کو جاننے والا ہوگا — وہ تجھے درمیان میں کب دیکھے گا!

گرچہ خویش از عامہ پنہاں کردۂ — پیشِ روشن دیدگاں ہم پردۂ

اگرچہ تو نے عوام سے اپنے آپ کو چھپا لیا ہے — روشن آنکھ والوں کے سامنے تو بھی ایک پردہ ہے

---

۱ ہر مرض۔ حدیث شریف ہے لکل داء دواء، ہر بیماری کی دوا ہے۔ پوستین۔ سردی سے پوستین کے ذریعہ بچاؤ ہوتا ہے لیکن اگر خدا چاہے تو سردی پوستینوں سے گزر کر بدن کو ستاتی ہے ... در وجودش۔ جسم میں ایسی سردی گھستی ہے کہ نہ کپڑوں سے چین پڑتا ہے نہ آگ اور دھوئیں سے۔

۲ چوں قضا۔ قضاء خداوندی کے خلاف ہر دوا بیکار ثابت ہو جاتی ہے اور طبیب اپنی حماقت سے اُلٹی دوا تجویز کرتا ہے۔ بصیر۔ جن لوگوں کو بصیرت حاصل ہے وہ اسباب سے دھوکے میں نہیں پڑتے ہیں اور نگاہ صحیح کام کرتی ہے جو بھینگا ہوتا ہے وہ اسباب کو دیکھتا ہے۔

۳ جواب۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل کو جواب دیا کہ تم بھی بہرحال ایک سبب ہو اگرچہ عوام کی نگاہ سے مخفی ہو لیکن اصحاب بصیرت تم کو بھی سبب سمجھیں گے اور حقیقی متصرف مجھے ہی خیال کریں گے۔ گفت۔ اللہ نے فرمایا کہ تم بھی محض ایک پردہ ہو اصحاب بصیرت کی نگاہ پردہ چاک کر کے اصل تک پہنچ جاتی ہے

وآنکہ ایشاں را شکر باشد اجل [1]
اور یہ کہ موت اُن کے لئے شکر ہوتی ہے

چوں نظرشاں مست باشد در دول
کیونکہ انکی نگاہ (آخرت کی) دولتوں میں مست ہوتی ہے

تلخ نبود پیش ایشاں مرگِ تن
جسم کی موت اُن کے لئے کڑوی نہیں ہوتی ہے

چوں روند از چاہ و زنداں در چمن
کیونکہ وہ کنوئیں اور قید خانے سے چمن میں جاتے ہیں

آنکہ وارست از جہانِ ہیچ ہیچ
جو شخص ہیچ در ہیچ دنیا سے چھوٹ گیا

می نگرید بر فواتِ ہیچ ہیچ
وہ ناچیز کے فوت ہوجانے پر نہیں روتا ہے

برجِ زنداں را شکست ارکانیئے [2]
کسی اہلکار نے قید خانہ کی عمارت توڑ دی

ہیچ ازو رنجد دلِ زندانیئے
کیا اس سے کوئی قیدی رنجیدہ ہوگا

کاے دریغ ایں سنگِ مرمر را شکست
کہ ہائے افسوس اس نے سنگ مرمر توڑ دیا

تا روان و جان ما از حبس رست
حتیٰ کہ ہماری روح اور جان قید سے چھوٹ گئی

آں رخامِ خوب و آں سنگِ لطیف
وہ عمدہ پتھر اور وہ نازک پتھر

برج زنداں را بہی بود و الیف
قید خانہ کی عمارت کے لئے اچھا اور مناسب تھا

چوں شکستش تا کہ زندانی برست
جب اس کو اس نے توڑا کہ قیدی چھوٹ گیا

دست او در جرمِ ایں باید شکست
اسکے جرم میں اس کا ہاتھ توڑنا چاہیئے

ہیچ زندانی نگوید ایں فشار
یہ لغو بات کوئی قیدی نہ کہے گا

جز کسے کز حبس آرندش بدار
سوائے اس کے جس کو قید خانہ سے سولی پر لیجائیں

تلخ کے باشد کسے را کش برند [3]
اس شخص کو ناگوار کب ہوگا جس کو لیجائیں

از میانِ زہر ماراں سوئے قند
سانپوں کے زہر میں سے شکر کی جانب

جاں مجرد گشتہ از غوغائے تن
جسم کے شوروغل سے جان چھوٹ کر

می پرد با پرِ دل بے پائے تن
دل کے پرسے پرواز کرتی ہے نہ کہ جسم کے پاؤں سے

ہمچو زندانیِ چہ کاندر شباں
کنوئیں کے اس قیدی کی طرح جو راتوں کو

خسپد و بیند بخواب او گلستاں
سوئے اور وہ خواب میں باغ کو دیکھے

گوید اے یزداں مرا در تن مبر
وہ کہے گا اے خدا! مجھے جسم کے اندر نہ کر

تا دریں گلشن کنم من کر و فر
تاکہ میں اس باغ میں مزے اڑاؤں

گویدش یزداں دعا شد مستجاب
اُس سے اللہ (تعالیٰ) فرمائے گا کہ دعا قبول ہوگئی

وامرو واللہ اعلم بالصواب
واپس نہ جا، اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

---

[1] وآنکہ۔ جو اصحاب بصیرت ہیں چونکہ اُن کی نگاہیں اُخروی دولتوں پر ہیں لہٰذا وہ موت اور مارنے والے کو بُرا نہیں سمجھ سکتے وہ اپنی موت کو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ کوئی کنوئیں کی قید سے نکل کر چمن میں پہنچ جائے۔ ہیچ ہیچ۔ دنیاوی دولت۔

[2] برج۔ مومن کی موت ایسی ہے جیسے کسی قیدی کا قید خانہ ٹوٹ جائے اگر کوئی کارکن اس کو توڑے گا تو کسی قیدی کو تکلیف نہ ہوگی۔ کہاں یہ بات کوئی قیدی نہ کہے گا۔ رخام۔ سنگ مرمر۔ برج یعنی عمارت۔ جز کسے۔ ہاں وہ قیدی یہ باتیں کہے گا جو جیلخانہ سے پھانسی پر جائے۔

[3] تلخ مومن کی موت تو ایسی ہے کہ کسی کو سانپوں کے زہر سے بچا کر قند میں پہنچا دیا جائے۔ جان۔ جب روح جسم کی قید سے آزاد ہو جاتی ہے تو اس کی پرواز بڑھ جاتی ہے۔ ہمچو۔ مومن کی دنیاوی زندگی کی یہ مثال ہے۔ گرچہ اُس قیدی کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ بیدار نہ ہو اور روح جسم میں لوٹ کر نہ آئے۔ گویدش۔ اگر اللہ تعالیٰ اُس قیدی کی دعا قبول کرلے وہ کس قدر خوش نصیب ہوگا۔

اینچنیںؔ خوابے ببیں چوں خوش بُوَد | مرگ نادیدہ بجنّت در رَوَد

دیکھ، ایسا خواب کیسا اچھا ہوتا ہے | موت کو دیکھے بغیر جنت میں چلا جاتا ہے

ہیچ اُو حسرت خورد بر انتباہ | بر تنِ باسلسلہ در قعرِ چاہ

کیا اُس کو بیداری پر کوئی حسرت ہوتی ہے | کنوئیں میں بندھے ہوئے جسم پر

مومنی آخر درآدر صفِ رزم | کہ ترا بر آسماں بُودست بزم

تو مومن ہے، بالآخر شکر کی صف میں آجا | کیونکہ آسمان پر تیری محفل موجود ہے

بر اُمیدِ راہِ بالا کُن قیام | ہمچو شمعے پیشِ محرابے غلام

(عالَم) بالا کی راہ کی امید پر کھڑا رہ | محراب کے سامنے اے نوجوان! شمع کی طرح

اشکؔ می بار و ہمی سوز از طلب | ہمچو شمعِ سر بُریدہ جملہ شب

طلب میں آنسو بہا اور جلتا رہ | تمام رات سر کٹی شمع کی طرح

لب فرو بند از طعام و از شراب | سُوئے خوانِ آسمانی کُن شتاب

کھانے اور پینے سے ہونٹ بند کرلے | آسمانی خوان کی جانب جلدی قدم بڑھا

دمبدم بر آسماں میدار اُمید | در ہوائے آسماں رقصاں چو بید

ہر وقت آسمان سے اُمیدوار بن | بید کی طرح آسمانی ہوا میں رقص کرتے ہوئے

دمبدم از آسماں می آیدت | آب و آتش رِزق می افزایدت

آسمان سے ہر وقت تجھے پہنچتا ہے | پانی اور گرمی، جو زیادہ رزق بڑھاتا ہے

گرؔ ترا آنجا بَرد نبوَد عجب | منگر اندر عجز و بنگر در طلب

اگر وہ تجھے اس طرف کھینچ لے، عجب نہ ہوگا | کمزوری پر نظر نہ کر، طلب کو دیکھ

کایں طلب در تو گروگانِ خداست | زانکہ ہر طالب بمطلوبے سزاست

تیرے اندر یہ طلب خدا کی مرہون ہے | کیونکہ ہر طالب ایک مطلوب کے لائق ہے

جہد کُن تا ایں طلب افزوں شود | تا دلت زیں چاہِ تن بیروں شود

کوشش کر، تاکہ یہ طلب بڑھے | تاکہ تیرا دل جسم کے اس کنوئیں سے باہر آئے

خلق گوید مُرد مسکیں آں فلاں | تو بگوئی زندہ ام اے غافلاں

مخلوق کہے گی، وہ فلاں بے چارا مرگیا | تو کہے گا، اے غافلو! میں زندہ ہوں

ایک مناسب مطلوب ہونا چاہیے۔ جُہد کن۔ فطری طلب میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ خَلق۔ جب تو کسی ترا اس حالت میں مرکر لوگ تجھے مُردہ سمجھیں اور تو اپنے آپ کو اَبدی زندگی کے ساتھ زندہ سمجھے۔

لہ اینچنیں۔ اِس قیدی کی یہ نیند کیسی پیاری ہے۔ ہیچ۔ بیداری اور روح کے جسم میں آجانے پر اُس کو کوئی خوشی نہیں ہوتی ہے۔ مومنی۔ جبکہ مومن کے لئے دنیا قید خانہ ہے تو اُس کو اس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اُس کے لئے آخرت میں محفلیں آراستہ ہیں۔ بر اُمید۔ آخرت کی طرف راہیاب ہونے کے لئے رات کو محراب میں کھڑا رہنا چاہیئے اور سَربُریدہ شمع کی طرح آنسو بہانے چاہئیں۔

لے اشک۔ ایک مومن کو شب بیداری میں عبادت کے اندر شمع کی طرح پُرسوز اور پُر اشک رہنا چاہیئے۔ لب۔ دنیاوی لذتوں کو ترک کرکے اُخروی نعمتوں کا منتظر رہنا چاہیئے۔ بید۔ بید کے درخت کی نازک شاخیں ہر وقت لرزتی رہتی ہیں۔ دمبدم۔ اللہ تعالے کی طرف سے جس طرح دنیوی نعمتوں کا اہتمام ہے اُخروی نعمتوں کا بھی اہتمام ہو رہا ہے۔

لہ گر ترا۔ اُخروی نعمتوں تک پہنچنے کا ذریعہ انسان کی طلب و جستجو ہے نہ کہ انسان کی جسمانی طاقت۔ کایں طلب۔ یہ طلب اور جستجو بھی خدا ہی عنایت فرماتا ہے کیونکہ ہر طالب کے لئے

گر تنِ من ہمچو تنہا خفتہ است — ہشت جنّت در دلم بشگفتہ است

اگرچہ میرا جسم جسموں کی طرح سویا پڑا ہے — آٹھ جنتیں میرے دل میں کھلی ہوئی ہیں

جاں چو خفتہ در گل و نسریں بُوَد — چہ غم ست ار تن دراں سرگیں بُوَد

جب روح گل اور نسرین میں سوئی ہوئی ہو — اگر جسم اس گوبر میں ہو تو کیا غم ہے؟

جان خفتہ چہ خبر دارد ز تن — کو بگلشن خفتہ یا در گولخن

سوئی ہوئی روح کو جسم کی کیا خبر؟ — کہ وہ چمن میں سویا ہوا ہے یا بھٹی میں

میزند جاں در جہانِ آبگوں — نعرۂ یا لَیتَ قَومِی یَعلَمُون

روح پانی جیسے عالم میں لگا رہی ہے — کاش میری قوم جان لیتی • کا نعرہ

گر نخواہد زیست جاں بے ایں بدن — پس فلکِ ایوانِ کہ خواہد بدن

اگر روح اس جسم کے بغیر نہیں جی سکتی — تو پھر آسمان کس کا محل ہوگا؟

گر نخواہد بے بدن جانِ تو زیست — فِی السَّمَاءِ رِزقُکُم روزیِ کیست

اگر تیری جان جسم کے بغیر زندہ نہ رہ سکی — "آسمانوں میں ہے تمہارا رزق" کس کی روزی ہے؟

دربیانِ وخامتِ چرب و شیرینِ دنیا و مانع شدنِ او

اس بیان میں کہ دنیا کی چکنی اور میٹھی چیز ناسازگار ہے اور وہ اللہ کے طعام سے

از طعام اللہ چنانچہ فرمود "اَلجُوعُ طَعَامُ اللّٰہِ یُحیِی بِهٖ اَبدَانَ

مانع ہے چنانچہ فرمایا ہے بھوک اللہ کا کھانا ہے جس سے وہ صدیقین کے جسموں

الصِّدِّیقِینَ اَی فِی الجُوعِ یَصِلُ طَعَامُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ

کو زندہ رکھتا ہے یعنی بھوک میں اللہ عزوجل کا کھانا پہنچتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ وَاَبِیتُ عِندَ رَبِّی یُطعِمُنِی وَیَسقِینِی

نے فرمایا اور میں اپنے خدا کے پاس رات گذارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا

وَقَولُ اللّٰہِ تَعَالٰی یُرزَقُونَ فَرِحِینَ

ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے اُن کو رزق دیا جاتا ہے وہ خوش ہیں

وارہی زیں روزیِ ریزہ کثیف — درفتی در لوت و در قوتِ شریف

اس گندی اور معمولی روزی سے چھٹکارا حاصل کرلے — تو لذیذ غذا اور شریف روزی میں پہنچ جائے گا

گر ہزاراں رطل لوتش می خوری — میروی پاک و سبک ہمچوں پری

اگر تو اس لذیذ غذا کے ہزاروں رطل کھائیگا — (تب بھی) پاک اور ہلکا رہ کر پری کی طرح پرواز کرے گا

۱ے گر تنِ من۔ مردہ سمجھنے والوں سے تو یہ کہے کہ اگرچہ میرا جسم عام جسموں کی طرح مُردہ نظر آرہا ہے لیکن دل میں آٹھوں جنتیں بہار دکھا رہی ہیں۔ جانِ خفتہ۔ اگر روح گل و نسرین کی سیر کر رہی ہے تو جسم کے کسی خراب جگہ پڑے ہونے پر کوئی صدمہ نہیں ہوتا ہے۔ جانِ خفتہ۔ جو روح عالم برزخ میں آرام سے سو رہی ہے اُس کو جسم کی کوئی پروا نہیں ہوتی ہے یا لَیتَ۔ جنتی جنت میں داخل ہوتے وقت تمنا کرے گا کہ کاش میری قوم میرے اس عیش و عشرت سے آگاہ ہوتی۔

۲ے گر نخواہد۔ جنت میں یہ مادی بدن نہ ہوگا اور روح زندہ رہے گی اور اس کو زندہ رکھنے کے لئے خدا اُس کو روزی عنایت کرے گا۔ معنوی روزی اور رزق ہوگا۔ دربیانِ۔ یہ مولانا نے معنوی روزی کا بیان شروع کیا ہے۔ اَلجُوعُ۔ یہ حدیث ان الفاظ سے کتابوں میں مذکور نہیں ہے۔ وَاَبِیتُ۔ یہ روایت صوم وصال کے سلسلہ میں کتابوں میں مذکور ہے۔

۳ے وارہی۔ انسان جس قدر رزق ظاہری سے دور رہیگا اُسی قدر اُس کو رزق باطنی حاصل ہوگا گر ہزاراں۔ معنوی رزق اُن تمام عیوب سے پاک ہے جو رزقِ ظاہری میں ہیں۔

کہ نہ[1] حبسِ باد قولنجت کُند	چار میخِ معدہ آہنجت کُند
کیونکہ نہ ریح کا رُکنا تیرے قولنج کرے گا	(نہ) معدہ کی تکلیف تجھے ستائے گی

گر خوری کم گرسنہ مانی چو زاغ	ور خوری پُر گیرد آروغت دماغ
اگر تو کم کھاتے گا کوے کی طرح بھوکا رہیگا	اگر پیٹ بھر کر کھائے گا تیری ڈکار دماغ پر اثر کریگی

کم خوری خوئے بد و خشکی و دق	پُر خوری شُد تخمہ را تن مستحق
تو کم کھائے، بدمزاجی اور خشکی اور دِق (ہوگی)	پیٹ بھر کر کھائے، تو جسم ہیضہ کا مستحق ہوگیا

از طعام اللہ و قوتِ خوشگوار	بر چناں دریا چو کشتی شو سوار
اللہ کے کھانے اور خوشگوار خوراک کے ذریعہ	ایسے دریا پر کشتی کی طرح سوار ہوجا

باش در روزہ شکیبا و مُصر	دمبدم قوتِ خدا را منتظر
روزے میں صابر اور مُصِر بن کر	ہر وقت اللہ (تعالیٰ) کی روزی کا منتظر رہ

کاں خدائے خوب کارِ بُردبار	ہدیہا را مید ہد در انتظار
کیونکہ وہ خدا اچھے کام کرنے والا اور بُردبار ہے	انتظار میں تحفے دیتا ہے

انتظارِ ناں ندارد مردِ سیر	کہ سبک آید وظیفہ یا کہ دیر
پیٹ بھرا انسان روٹی کا انتظار نہیں کرتا ہے	کہ خوراک جلدی آئے گی، یا دیر میں

بینوا[2] ہر دم ہمی گوید کہ کو	وز مجاعت منتظر در ماندہ او
بے سروسامان کہتا رہتا ہے کہ کہاں ہے؟	بھوک کی وجہ سے وہ منتظر رہتا ہے

چوں نباشی منتظر ناید بتو	آں نوالہ دولتِ ہفتاد تو
جب تو منتظر نہ ہوگا تیرے پاس نہیں آئیگا	ستر گنا دولت کا لقمہ

اے پدر الانتظار الانتظار	از برائے خوانِ بالا مرد وار
اے بابا! انتظار کر، انتظار کر	مردوں کی طرح آسمانی خوان کا

ہر گرسنہ[3] عاقبت قوتے بیافت	آفتابِ دولتے بر وے بتافت
انجام کار ہر بھوکے نے روزی حاصل کرلی	دولت کا آفتاب اُس پر چمکا

ضیفِ باہمت چو آشے کم خورد	صاحبِ خواں آشِ بہتر آورد
باہمت مہمان جب کھانا کم کھاتا ہے	میزبان عمدہ کھانا لاتا ہے

جُز کہ صاحب خوانِ درویشِ لئیم	ظنِ بد کم بر بہ رزاقِ کریم
بجز مُفلس کمینہ میزبان کے	سخی رزق دینے والے کے بارے میں بدگمانی نہ کر

---

[1] کہ نہ۔ رزقِ ظاہری درد قولنج اور معدہ کی بیماریاں پیدا کرتا ہے۔ گر خوری۔ رزقِ ظاہری کی کمی اور زیادتی دونوں مُضر ہیں۔ دماغ۔ ڈکار سُستی کی علامت ہے جس سے دماغ ذِل ہوجاتا ہے۔ باش۔ انسان ظاہری روزی کو چھوڑتا ہے اور معنوی روزی کا منتظر رہتا ہے تب اُس کو معنوی روزی حاصل ہوتی ہے۔ انتظار۔ پیٹ بھرا روزی کا منتظر نہیں رہتا ہے۔

[2] بینوا۔ جب ظاہری روزی نہ ہوگی اور بھوک لگے گی تو انسان معنوی روزی کا منتظر رہے گا اور حضرت حق تعالیٰ ستر گونہ معنوی روزی عطا فرما دینگے۔ الانتظار۔ حدیث شریف ہے اَفْضَلُ الْعِبَادَۃِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ۔ کشادگی کا منتظر رہنا بہترین عبادت ہے۔

[3] ہر گرسنہ۔ ظاہری روزی سے احتراز کرکے جب بھوک پیدا کرلوگے تو معنوی زندگی کا آفتاب طلوع کرے گا۔ ضیف۔ اگر مہمان کھانا کم کھاتا ہے تو سخی میزبان اس کے لئے اور اچھا کھانا تیار کرکے لاتا ہے۔ جز کہ کمینے میزبان کا یہ طریقہ ہے کہ وہ مہمان کی پروا نہیں کرتا ہے اور اُسکے کم کھانے سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اصل کھانا نہیں کھلاتا ہے تو خدا کے ساتھ اس طرح کی بدگمانی نہ کر وہ سخی مہربان ہے۔

سر[1] بر آور ہمچو کوہے اے سند — تا نخستیں نورِ خور بر تو زند

اے معتمد! پہاڑ کی طرح سر ابھار — تاکہ پہلے ہی سورج کی روشنی تجھ پر پڑے

کاں سرِ کوہِ بلندِ مستقر — ہست خورشیدِ سحر را منتظر

مستقل، بلند پہاڑ کی چوٹی — صبح کے سورج کی منتظر ہے

درجوابِ آں مغفل کہ گفتہ است کہ خوش بودے ایں جہاں اگر

اُس بیوقوف کا جواب جس نے کہا ہے کہ یہ جہان کیا ہی اچھا ہوتا! اگر

مرگ نبودے وخوش بودے مُلکِ دنیا اگر زوالش نبودے

موت نہ ہوتی اور دنیا کی سلطنت اچھی ہوتی اگر اس کا زوال نہ ہوتا

وَعَلٰی هٰذِهِ الْوَتِيْرَةِ مِنَ الْفُشَارَاتِ

اور اسی طرح کی بکواسیں

آں[2] یکے میگفت خوش بودے جہاں — گر نبودے پائے مرگ اندر میاں

ایک شخص کہتا تھا دنیا اچھی ہوتی — اگر موت کا پاؤں درمیان میں نہ ہوتا

آں دگر گفت ار نبودے مرگ ہیچ — کہ نیرزیدے جہانِ پیچ پیچ

دوسرے شخص نے کہا اگر موت بالکل نہ ہوتی — تو پرپیچ دنیا ایک تنکے کی نہ ہوتی

خرمنے بودے بدشت افراشتہ — مُہمل و ناکوفتہ بگذاشتہ

جنگل میں اُبھرا ہوا ایک کھلیان ہوتا — بیکار بغیر گہائے ہوئے چھوڑا ہوا

مرگ[3] را تو زندگی پنداشتی — تخم را در شورہ خاکے کاشتی

تونے موت کو زندگی سمجھا — بیج کو شور زمیں میں بو دیا

عقلِ کاذب ہست خود معکوس بیں — زندگی را مرگ بیند آں غبیں

جھوٹی عقل خود اُلٹا دیکھنے والی ہے — وہ پاگل، زندگی کو موت سمجھتی ہے

اے خدا بنمای تو ہر چیز را — آنچنانکہ ہست در خدعہ سرا

اے خدا! تو ہر چیز کو دکھا دے — جس طرح کہ وہ دھوکے کے گھر میں ہے

ہیچ مُردہ نیست پُر حسرت ز مرگ — حسرتش آنست کش کم بود برگ

کوئی مرنے والا موت پر حسرت سے پُر نہیں ہو — اُس کی یہ حسرت ہے کہ اُس کا توشہ کم ہے

اے خدا تمام کو صحیح حالت میں ہمیں دکھا دے۔ ہیچ۔ جب مرنے پر دنیا اور عقبیٰ کی حقیقت کھل جاتی ہے تو وہ مرنے پر افسوس نہیں کرتا بلکہ اپنے اعمالِ حسنہ کی کمی پر افسوس کرتا ہے۔

[1] سر بر آور۔ ظاہری گھٹیا روزی پر اکتفا نہ کرو بلند ہمت رکھو بلند سر پر اللہ کا نور جلد پہنچتا ہے آفتاب کی روشنی سب سے پہلے پہاڑ کی بلند چوٹی پر پڑتی ہے۔ درجواب۔ اس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ معنوی روزی عالمِ بالا سے متعلق ہے اور اس دنیا کی روزی بہت گھٹیا چیز ہے عالمِ بالا اور معنوی روزی کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی اور یہاں کی روزی کو پسند کرنا حماقت کی بات ہے۔ فشار۔ بکواس۔

[2] آں یکے۔ یہ بیوقوف دنیا کی ابدی زندگی کا متمنی تھا۔ آں دگر۔ دوسرا شخص جو عقلمند تھا اس نے کہا کہ دنیا کی زندگی تو محض اس لئے ہے کہ یہاں آدمی بیج اچھے بوئے تاکہ آخرت کی ہمیشہ کی زندگی میں کام آئیں اگر موت نہ ہو اور آخرت تک نہ پہنچا جائے تو پھر دنیا کے اعمال کی مثال ان کھلیان کی سی ہے جو بغیر قابل نفع بنائے جنگل میں چھوڑ دیا جائے۔

[3] مرگ۔ اخروی زندگی کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی بمنزلہ موت ہے اس کو زندگی سمجھنا بے وقوفی ہے۔ غبی۔ وہ شخص جس کے حواس سلیم نہ ہوں۔ اے خدا۔ انسانی عقل ناقص دنیا کی چیزوں کو برعکس دکھا دیتی ہے۔

ور نہ از چاہے بصحرا او فتاد
ورنہ وہ کنویں سے جنگل میں آ گیا

درمیانِ دولت و عیش و گشاد
دولت اور عیش اور خوشی میں

زیں مقامِ ماتم و تنگیں مناخ
اس غم کی جگہ اور تنگ باڑے سے

نقل افتادش بصحرائے فراخ
وہ وسیع جنگل میں منتقل ہو گیا

مقعدِ صدقے نہ ایوانِ دروغ
سچائی کا ٹھکانا، نہ جھوٹ کا قلعہ

بادۂ خاصی نہ مستیِ زدوغ
خصوصی شراب، نہ کہ چھاچ کی مستی

مقعدِ صدق و جلیسِ حق شدہ
سچائی کی مجلس اور اللہ (تعالیٰ) کا ہم نشین بن گیا

رُستہ زیں آب و گِل آتشکدہ
آتشکدہ کے اس آب و گل سے چھوٹا ہوا

ور نہ کردی زندگانیِ منیر
اگر تو نے منور زندگی بسر نہیں کی ہے

یک دو دم ماندست مردانہ بمیر
ایک دو سانس باقی رہے ہیں مردانہ موت اختیار کر

فیما یرجیٰ من رحمۃ اللہ تعالیٰ معطی النعم قبل استحقاقہا

اس اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید کے بیان میں جو استحقاق سے پہلے ہی نعمتیں عطا کرتا ہے

وھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا و رُبّ[2] بُعدٍ
وہ وہی ہے جو بارش برساتا ہے لوگوں کی مایوسی کے بعد اور بہت سی دوریاں ہیں

یورث قربًا و رُبّ معصیۃٍ میمونۃٍ و رُبّ سعادۃٍ تاتی
جو قرب پیدا کر دیتی ہیں اور بہت سے گناہ ہیں جو مبارک ہیں اور بہت سی سعادتیں ہیں

من حیث یرجی النقم لیعلموا ان اللہ یبدل سیئاتہم حسنات
جو اس جگہ سے حاصل ہو جاتی ہیں جہاں سے مصیبت کی توقع ہوتی ہے تاکہ جان لیں بیشک اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیتا ہے

در حدیث آمد کہ روزِ رستخیز
حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ قیامت کے دن

امر آید ہر یکے تن را کہ خیز
ہر جسم کو حکم ہو گا کہ اٹھ

نفخِ صور امر ست از یزدانِ پاک
صُور کا پھنکنا خدائے پاک کا حکم ہے

کہ بر آرید اے ذرائر سر ز خاک
کہ اے چیونٹیو! مٹی سے سر ابھارو

باز آید جانِ ہر یک در بدن
ہر ایک جان جسم میں واپس آ جائے گی

ہمچو[3] وقتِ صبح ہوش آید بتن
جس طرح صبح کے وقت جسم کو ہوش آ جاتا ہے

جانِ تن خود را شناسد وقتِ روز
دن کے وقت روح اپنے جسم کو پہچان لیتی ہے

در لباسِ خود در آید با فروز
رونق کے ساتھ اپنے لباس میں آ جائے گی

---

[1] ماتم: دنیا ماتم کدہ ہے۔ نقل: مرنے کے بعد انسان آخرت کے وسیع مقام پر منتقل ہو جاتا ہے۔ مقعد صدق: قرآن پاک میں ہے اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ۔ جو لوگ پرہیزگار ہیں وہ باغوں اور نہروں میں سچی جگہ میں قادر بادشاہ کے مقرب ہوں گے۔ ور نہ کردی: اگر تو اب تک آخرت کی تیاری نہیں کر سکا اب کر لے اور موت سے پہلے مردانہ موت اختیار کرے۔ فیما یرجی: اب یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت حق کے قرب میں کیا کیا نعمتیں حاصل ہوں گی۔

[2] رُبّ بُعد: یعنی بسا اوقات فراق وصال کا سبب بن جاتا ہے۔ رُبّ معصیۃ: بہت سے گناہ بابرکت ثابت ہو جاتے ہیں۔ ان اللہ: اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کر دیگا۔ رستخیز: یعنی روئیدن و برخاستن۔ نفخ صور: نفخ صور سے مُردے زندہ ہو جائیں گے۔ ذرائر: ذرّہ کی جمع ہے چھوٹی چیونٹی۔

[3] ہمچو: جس طرح نیند سے انسان بیدار ہوتا ہے سب زندہ ہو جائیں گے۔ جان: صبح ہوتے ہی روح جسم میں آ جاتی ہے اور جسم کا لباس پہن لیتی اور اپنے جسم کو خوب پہچان لیتی ہے کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کسی کی روح کسی دوسرے کے جسم میں آ جائے۔

جسمِ خود بشناسد و در وے رَوَد
اپنے جسم کو پہچان لیتی ہے اور اُسیں چلی جاتی ہے

جانِ زرگر سُوئے درزی کے رَوَد
سونار کی روح، درزی کی جانب کب جاتی ہے؟

جانِ[1] عالِم سُوئے عالِم میرَود
عالِم کی روح عالِم کی جانب جاتی ہے

روحِ ظالِم سُوئے ظالِم میرَود
ظالِم کی روح ظالِم کی جانب جاتی ہے

کہ شناسا کرد شاں عِلمِ اِلٰہ
کیونکہ اُن کو علم خداوندی نے شناسا بنا دیا ہے

چونکہ برّہ و میش وقتِ صُبحگاہ
جس طرح کہ بھیڑ کا بچّہ اور بھیڑ صبح کے وقت

پائے کفشِ خود شناسد در ظُلَم
اندھیروں میں پاؤں اپنے جوتے کو پہچان لیتا ہے

چوں نداند جانِ تن خود اے صنم
اے صنم! روح اپنے جسم کو کیوں نہ پہچانے گی؟

صبحِ حشرِ کوچک است اے مستجیر
اے پناہ کے طالب! صبح چھوٹی قیامت ہے

حشرِ اکبر را قیاس از وے بگیر
بڑی قیامت کو اُس پر قیاس کر لے

آنچناں[2] کہ جاں بپرّد سوئے طِیں
جس طرح روح (جسم کی) مٹی کی طرف پرواز کرتی ہے

نامہ بپرّد ز یسار و از یمیں
اعمالنامہ بائیں اور دائیں جانب سے پرواز کریگا

در کفش بنہند نامہ بخل و جود
اُس کے ہاتھ میں دیدینگے بخل اور سخاوت کا اعمالنامہ

فِسق و تقویٰ آنچہ وے خو کردہ بُود
بدکاری اور تقویٰ جس کی اُس کو عادت تھی

چوں شود بیدار از خواب اُو سحر
جب وہ صبح کے وقت بیدار ہوگا

باز آید سُوئے اُو آں خیر و شر
وہ بھلا اور بُرا اس کی جانب واپس آجائے گا

گر ریاضت[3] دادہ باشد خوئے خویش
اگر اُس نے اپنی عادت کی اصلاح کرلی ہوگی

وقتِ بیداری ہماں آید بہ پیش
بیداری کے وقت وہی سامنے آئے گی

ور بُد اُو دی خام و زشت و در ضلال
اگر وہ کل کچا اور بھدا اور گمراہی میں تھا

چوں عزا نامہ سیہ یابد شمال
تو اُس کا بایاں ہاتھ تعزیت نامہ جیسا (سیاہ) اعمالنامہ

ور بُد اُو دی پاک و باتقویٰ و دیں
اور اگر وہ کل پاک اور متقی اور دیندار تھا

چوں شود بیدار یابد در یمیں
جب بیدار ہوگا، دائیں ہاتھ میں پائیگا

ہست مارا خواب و بیداریِ ما
ہمارا سونا اور جاگنا ہمارے لئے

بر نشانِ مرگ و محشر دو گواہ
دو گواہ ہیں موت اور محشر کی علامت پر

---

[1] جانِ عالِم۔ عالِم کی روح عالِم میں، ظالِم کی روح ظالِم میں پہنچ جاتی ہے۔ کہ شناسا۔ ہر روح اپنے جسم کو اُس علم کے ذریعہ پہچان لے گی جو خدا نے اُس کو عطا کیا ہے جس طرح کہ بھیڑ اور اُس کا بچّہ ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔ پائے۔ پاؤں اندھیرے میں اپنے جوتے کو پہچان لیتا ہے۔ صبح۔ انسان کا نیند سے صبح کو بیدار ہو کر اُٹھنا چھوٹا حشر ہے اِسی سے بڑے حشر کو سمجھ لو۔

[2] آنچناں۔ قیامت میں جس طرح روح جسم کی جانب پرواز کرکے آئے گی اِسی طرح اعمالنامے دائیں اور بائیں جانب سے پرواز کرکے انسانوں کے پاس آجائینگے۔ در کفش۔ فرشتے ہر انسان کے ہاتھ میں اُس کی نیکیوں اور گناہوں کے اعمالنامے پکڑا دیں گے۔ چوں شود۔ جب صبح محشر کو انسان موت کی نیند سے بیدار ہوگا اُس کی ہر خیر و شر اُس کے پاس پہنچ جائے گی۔

[3] گر ریاضت۔ اگر اُس نے مجاہدہ کرکے نیک عادت بنالی ہوگی تو صبح محشر میں وہ اُس کے سامنے آئے گی اور اگر وہ کل یعنی دنیا میں خام اور خبیث اور گمراہ تھا تو اُس کا سیاہ اعمالنامہ اُس کے بائیں ہاتھ میں آجائے گا۔ ور بُد۔ اگر انسان نیک تھا تو اُس کا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ ہست۔ ہمارا سونا اور پھر بیدار ہونا ہمارے مرنے اور پھر قیامت میں زندہ ہوجانے کے گواہ ہیں۔

حشرِ اصغر حشرِ اکبر را نمود[1] — مرگِ اصغر مرگِ اکبر را زدود

چھوٹی قیامت نے بڑی قیامت دکھا دی — چھوٹی موت نے بڑی موت کو مٹا دیا

لیک این نامہ خیالست و نہاں — واں شود در حشرِ اکبر بس عیاں

لیکن یہ اعمالنامہ خیال اور پوشیدہ ہے — اور وہ بڑی قیامت میں واضح ہوگا

این خیال اینجا نہاں پیدا اثر[2] — زیں خیال آنجا بروید صور

یہ خیال یہاں چھپا ہوا ہے، اثر پیدا ہوگا — اس خیال سے اُس جگہ صورتیں اُگیں گی

در مہندس بیں خیالِ خانۂ — در دلش چوں در زمینے دانۂ

انجینیر میں کسی گھر کا نقشہ دیکھ — اُس کے دل میں اس طرح ہے جیسے زمین میں دانہ

آں خیال از اندروں آید برون[3] — چوں زمیں کہ زاید از تخمِ درون

وہ خیال اندر سے باہر آجائے گا — جس طرح زمین اندر کے بیج اُگا دیتی ہے

ہر خیالے کو کند در دل وطن — روزِ محشر صورتے خواہد شدن

جو خیال دل میں وطن بناتا ہے — قیامت کے دن ایک صورت بنے گا

چوں خیالے آں مہندس در ضمیر — چوں نبات اندر زمینِ دانہ گیر

جیسا کہ اُس انجینیر کے دل کا خیال — جس طرح کہ دانہ قبول کرنے والی زمین میں پودا

مخلصم زیں ہر دو محشر قصہ ایست — مومناں را در بیانش حصہ ایست

ان دونوں محشروں کے بیان سے میرا مقصد قصہ گوئی ہے — مومنوں کے لئے اُس کے بیان میں ایک حصہ ہے

چوں بر آید آفتابِ رستخیز — بر جہند از خاک خوب و زشت تیز

جب قیامت کے دن سورج طلوع کرے گا — اچھے اور بُرے بھی مٹی سے اُٹھ کھڑے ہوں گے

سوئے دیوانِ قضا پویاں شوند[4] — نقدِ نیک و بد بکورہ در روند

فیصلہ کی کچہری کی طرف دوڑیں گے — نیک اور بد کی نقدی بھٹی میں چلی جائے گی

نقدِ نیکو شادمان و ناز ناز — نقدِ قلب اندر زحیر و در گداز

نیک کی نقدی خوش اور بڑ ناز ہوگی — کھوٹی نقدی پیچ و تاب اور پگھلنے میں ہوگی

لحظہ لحظہ امتحانہا می رسد — سرِ دلہا می نماید در جسد

دم بدم امتحانات ہوں گے — دلوں کا راز جسم میں نمایاں ہو جائے گا

چوں ز قندیل آب و روغن گشتہ فاش[5] — یا چو خاکے کہ بروید سبزہاش

جس طرح لالٹین کا تیل اور پانی واضح ہو جاتا ہے — یا وہ زمین جو سبزے اُگا دیتی ہے

---

[1] حشرِ اصغر۔ یعنی سو کر بیدار ہونا۔ حشرِ اکبر یعنی قیامت میں زندہ ہونا۔ مرگِ اصغر۔ یعنی سونا۔ مرگِ اکبر یعنی مرنا۔ لیک۔ دنیا میں جو اعمالنامہ فرشتے تیار کر رہے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ ہے قیامت میں وہ ظاہر ہو جائے گا۔

[2] ایں خیال۔ یہ اعمال نامہ یہاں پوشیدہ ہے لیکن اُس کا اثر ظاہر ہو کر رہیگا۔ در مہندس۔ اُس کی یہ خیال ہے کا انجینیر کے دل کے خیالات آخر میں صورتیں اختیار کر لیتے ہیں

[3] آں خیال۔ انسان کے اندرونی خیالات ظاہری صورت اختیار کریں گے جس طرح زمین کے اندر کا بیج درخت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ہر خیالے انسان کے خیالات اور اغراض قیامت میں صورتیں اختیار کریں گے اور جوہر بن جائیں گے مخلصم یہ دونوں محشروں کا محض قصہ بیان نہیں کیا جارہا ہے بلکہ مومنوں کے لئے بطور عبرت ان کو ذکر کیا گیا ہے۔

[4] شوند۔ ہر نیک و بد زندہ ہو کر عدالت میں بھاگ کر پہنچ جائے گا۔ کورہ۔ بھٹی۔ زحیر۔ پیچش۔ لحظہ۔ عدالت میں پہنچنے کے بعد امتحانات شروع ہو جائیں گے اور چھپے ہوئے راز ظاہر ہو جائینگے۔

[5] چوں۔ دل کے راز اسی طرح ظاہر ہو جائینگے جس طرح کچھ کے اندر کے تیل یا پانی کا پتہ [illegible]

از پیاز و زعفران و کوکنار
پیاز اور زعفران اور خشخاش
سبزی پیدا کُند دستِ بہار
اُس کو بہار کا جنگل سبزی اُگا دیتا ہے

آں[1] یکے سر سبز نحنُ المتقون
ایک سرسبز ہوگا کیونکہ (وہ) ہم پرہیزگار ہیں (میں ہی)
واں دگر ہم چوں بنفشہ سرنگوں
دوسرا ابھی بنفشہ کی طرح سر جھکائے ہوگا

چشمہا بیروں جہیدہ از خطر
خطرے سے آنکھیں باہر نکلی ہوئی ہونگی
گشتہ دہ چشمہ زبیمِ مستقر
ٹھکانے کے ڈر سے آنکھ (دس آنکھیں) بنی ہوئی ہوگی

باز ماندہ دیدہا در انتظار
انتظار میں آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی
تاکہ نامہ ناید از سوئے یسار
تاکہ اعمالنامہ بائیں جانب سے نہ آجائے

چشم گرداں سوئے چپ و سوئے راست
آنکھیں بائیں جانب اور دائیں جانب گھومتی ہونگی
زانکہ نبود بخت نامہ راست کاست
اس لئے کہ دائیں اعمالنامہ کا نصیب گھٹا ہوا نہ ہو

چشم گرداں سوئے راست و سوئے چپ
آنکھیں دائیں جانب اور بائیں جانب گھومتی ہونگی
زانکہ نبود بخت نامہ راست زپ
تاکہ دائیں اعمالنامہ کا نصیب رائیگاں نہ ہو

نامہ آید بدستِ بندہ
ایک بندہ کے ہاتھ میں اعمالنامہ آئے گا
سر سیہ از جرم و فسق آگندہ
جو جرموں سے کالا اور فسق سے پُر ہوگا

اندرو یک خیر و یک توفیق نے
اس میں ایک بھلائی اور ایک توفیق نہ ہوگی
جز کہ آزارِ دلِ صدیق نے
سوائے سچے بندے کی دل آزاری کے کچھ نہ ہوگا

پُر ز سر تا پائے زشتی و گناہ
شروع سے آخر تک بُرائی اور گناہ سے بھرا ہوا
تسخر و تنبک زدن بر اہلِ راہ
راہ (طریقت) کے اہل کا مذاق اُڑانے اور تالیاں پیٹنے

آں[2] دغل کاری و دُزدیہائے او
اُس کی مکاری اور چوریوں سے
واں چو فرعوناں انا و انائے او
اُس کی فرعونوں کی سی انانیت اور تکبر سے

چوں بخواند نامۂ خود آں ثقیل
جب وہ بوجھل اپنے اعمالنامہ کو پڑھے گا
داند او کہ سوئے زنداں شد رحیل
وہ جان جائے گا کہ قیدخانہ کی جانب کوچ ہوا

پس رواں گردد چو دزداں سوئے دار
تو وہ ڈاکوؤں کی طرح سولی کی جانب روانہ ہو جائیگا
جرم پیدا بستہ راہِ اعتذار
قصور کھلا ہوا اور معذرت کی راہ بند ہوگی،

آں[3] ہزاراں حجت و گفتارِ بد
وہ ہزاروں دلیلیں اور بُرے بول
بر دہانش گشتہ چوں مسمارِ بد
بڑی کیل کی طرح اس کے منہ بند ہو گئے

---

[1] آں یکے۔ اگر انسان میں تقوٰی ہے تو اس پر سرسبزی نمودار ہو جائے گی اور اگر بدکار ہے تو بنفشہ کی طرح سرنگوں ہو جائے گا۔ چشمہا۔ خوف سے آنکھیں دس چشمے بن جائینگی ہوئے یسار۔ بُرا اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ چشم گرداں ہر شخص دائیں بائیں نظریں گھمائیگا کہیں اُس کا اعمالنامہ بائیں ہاتھ والا نہ ہو جو مجرموں کا ہوگا۔ نامہ۔ کسی شخص کے ہاتھ ایسا اعمالنامہ آئے گا تو پورا سیاہ ہوگا جس میں بُرائی کے علاوہ کوئی بھلائی نہ ہوگی تنبک زدن۔ تالی بجانا۔

[2] آں دغل۔ اس گنہگار نے جو چوریاں اور مکاریاں کی ہیں وہ سب اس اعمالنامے میں درج ہوں گی اور اُس کا تکبر و غرور بھی لکھا ہوا ہوگا۔ ثقیل۔ یعنی گناہوں سے بھاری۔ رحیل۔ کوچ۔ جرم۔ اس کے تمام گناہ کھلے ہوئے ہوں گے اور معذرت کا راستہ بند ہوگا۔

[3] آں ہزاراں۔ گنہگاروں کے بارے میں قرآن میں ہے اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۔ آج ہم اُن کے منہ پر مُہر لگا دیں گے اور ہم سے اُن کے ہاتھ گفتگو کریں گے اور اُن کے کارناموں پر اُن کے پاؤں گواہی دیں گے:

رَختِ[1] دُزدی دَر تَن و در خانہ اَش
چوری کا سامان، بدن پر اور اس کے گھر میں

گشتہ پیدا گم شُدہ افسانہ اَش
کھل گیا، اُس کا قصہ ختم ہو گیا

پس رَواں گردد بزندانِ سَعیر
تو وہ دوزخ کے قیدخانہ کی جانب روانہ ہوگا

کہ نباشد خار را از آتش گزیر
کیونکہ کانٹے کے لئے آگ کے سوا چارہ نہیں

چوں مُوَکّل آں ملائک پیش و پس
فرشتے، سپاہی کی طرح آگے اور پیچھے

بُودہ پنہاں گشتہ پَیدا چوں عَسَس
چھپے ہوئے تھے، کوتوال کی طرح ظاہر ہوگئے

میبرندش[2] میبپارندش بہ نیش
اُس کو لے جائیں گے اُس کو عذاب کے سپرد کر دیں گے

کہ بروائے سگ بگُہدانہائے خویش
کہ اے کتے! اپنے پاخانوں میں جا

میکَشد پا بر سَرِ ہر راہ اُو
وہ ہر راستہ پر پاؤں کھینچتا ہے

تا بُوَد کہ بر جہد زاں چاہ اُو
شاید کہ وہ اس کنوئیں سے کود بھاگے

مُنتظِر می ایستد تَن میزند
اِنتظار میں کھڑا ہو جاتا ہے، چُپ سادھ لیتا ہے

بَر اُمیدے رُوئے واپس می کُند
کسی اُمید پر مُڑ کر دیکھتا ہے

اَشک میبارد چو بارانِ خزاں
(موسم) خزاں کی بارش جیسے آنسو بہاتا ہے

خشک اُمیدے چہ دارد اُو جز آں
وہ سوائے اُس کے اور کیا خشک اُمید رکھتا ہے؟

ہر زمانے رُوئے واپس میکُند
وہ ہر وقت مُڑ کر دیکھتا ہے

رُو بدرگاہِ مُقدّس میکُند
درگاہِ مقدس کی طرف رجوع کرتا ہے

پس[3] زحق اَمر آید از اقلیمِ نُور
نور کے عالم سے اللہ کی جانب سے حکم آئیگا

کہ بگوئیدش کہ اے بطّالِ عُور
اُس سے کہدو کہ اے جھوٹے، ننگے!

اِنتظارِ چیستی اے کانِ شر
اے شر کی کان! کاہے کا انتظار ہے؟

رُو چہ واپس میکُنی اے خیرہ سَر
اے بیہودہ! مُڑ کر کیوں دیکھتا ہے؟

نامہ ات آنست کِت آمد بدست
تیرا وہی اعمالنامہ ہے جو تیرے ہاتھ میں آگیا

اے خدا آزار و اے شیطاں پرست
اے خدا دشمن! اور اے شیطان کے پجاری!

چوں بدیدی نامۂ کردارِ خویش
جبکہ تو نے اپنے عمل کا اعمالنامہ دیکھ لیا

چہ نگری پس بیں جزائے کارِ خویش
پیچھے کیا دیکھتا ہے؟ اپنے کام کی جزاء دیکھ

بیہُدہ چہ مول مولے میزنی
کیوں بیہودہ ٹال مٹول کرتا ہے

در چُنیں چہ کو اُمیدِ رَوشنی
ایسے کنوئیں میں روشنی کی کیا اُمید ہے؟

[1] رَختِ دُزدی. جب چور کے گھر میں سے چوری کا سامان برآمد ہو جائے تو ثبوت مکمل ہو جاتا ہے. سَعیر جہنم. کہ نباشد. خاردار جھاڑی جلانے ہی کے کام آتی ہے. چوں مُوَکّل. جو فرشتے پہلے اُس سے پوشیدہ تھے اب کوتوال کی طرح اُس پر مُسلط ہوں گے.

[2] می برندش. وہ فرشتے اُس کو جہنم کی طرف لیجائیں گے. نیش. یعنی عذاب. گُہدانہائے. یعنی جہنم میں جو اُس کا مقام ہے. تن کشد. وہ جہنم کی طرف جانے سے رُکے گا اور کسی اُمید پر مُڑ مُڑ کر دیکھے گا. بارانِ خزاں. موسمِ خزاں کی بارش بے کار ہوتی ہے. رُو بدرگاہ. وہ مُڑ مُڑ کر اللہ تعالےٰ کے دربار کو دیکھے گا.

[3] پس. اُس گنہگار کے لئے عالمِ قدس سے خطاب ہوگا کہ اے جھوٹے، اعمالِ صالحہ سے ننگے مُڑ مُڑ کر کیوں دیکھتا ہے کس جزا کا انتظار ہے تیرا اعمالنامہ تیرے ہاتھ میں آچکا ہے اَب بیکار ٹال مٹول سے کوئی فائدہ نہیں ہے اب تجھے عذاب کے گڑھے میں جانا ہے وہاں روشنی کی کوئی اُمید نہیں ہے.

نے ترا از روئے ظاہر طاعتے [1]
نہ تیرے پاس ظاہر کے اعتبار سے کوئی عبادت ہے
نے ترا در سرّ و باطن نیتے
نہ تیرے پاس پوشیدہ اور چھپی ہوئی کوئی نیت ہے

نے ترا در شب مناجات و قیام
نہ تیرے پاس رات کی سرگوشی اور کھڑا رہنا ہے
نے ترا در روز پرہیز و صیام
نہ تیرے پاس دن کی پرہیزگاری اور روزہ رکھنا ہے

نے ترا حفظِ زباں ز آزارِ کس
نہ تیرے پاس کسی کو ستانے سے زبان کو محفوظ رکھنا ہے
نے نظر کردن بعبرت پیش و پس
نہ عبرت کے لئے آگے اور پیچھے دیکھنا ہے

پیش چہ بود یادِ مرگ و نزعِ خویش
آگے کیا ہوتا ہے؟ موت اور اپنی جان کنی
پس چہ باشد مُردنِ یاراں ز پیش
پیچھے کیا ہوتا ہے؟ پہلے سے دوستوں کا مرنا

نے ترا بر ظلم توبہ [2] پُر خروش
نہ تیرے پاس ظلم سے آہ بھری توبہ ہے
اے دغا گندم نمائے جو فروش
اے دغا(باز)، گیہوں دکھانے والے اور جَو بیچنے والے

چوں ترازوئے تو کژ بود و دغا
جبکہ تیری ترازو کج اور پُر (دغا) تھی
راست چوں جوئی ترازوئے جزا
تو جزا کی صحیح ترازو کو تو کیوں تلاش کرتا ہے؟

چونکہ پائے چپ بُدی در غدر و کاست
جبکہ تو غداری اور گھٹانے میں بایاں پاؤں بنا ہوا ہے
نامہ چوں آید ترا در دستِ راست
تو اعمالنامہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیسے آئیگا؟

چوں جزا سایہ است اے قدِ تو خم
اے ٹیڑھے قد والے! جبکہ جزا تیرا سایہ ہے
سایۂ تو کج فتد در پیش ہم
سامنے تیرا سایہ بھی ٹیڑھا پڑے گا

زیں [3] قبل آید خطاباتِ دُرشت
اس طرح کے سخت خطابات آئیں گے
کہ شود کُہ را ازاں ہم کوز پُشت
کہ اُس سے پہاڑ بھی کُبڑا ہو جائے گا

بندہ گوید آنچہ فرمودی بیاں
بندہ کہے گا جو کچھ آپ نے بیان فرمایا
صد چنانم صد چنانم صد چناں
میں اس سے سَو گنا ہوں سَو گنا ہوں سَو گنا ہوں

خود تو پوشیدی بتر ہا را بحِلم
تو نے خود بردباری سے اس سے بدتر کو پوشیدہ رکھا
ورنہ میدانی فضیحتہا بعلم
ورنہ تو رسوائیوں کو علم کے ذریعہ جانتا ہے

لیک بیروں از جہاد و فعلِ خویش
لیکن کوشش اور اپنے فعل کے علاوہ
از ورائے خیر و شر و کفر و کیش
بھلائی اور بُرائی اور کفر و مذہب کے علاوہ

وز نیازِ عاجزانہ خویشتن
اپنی عاجزانہ نیازمندی کے (علاوہ)
وز خیال و وہمِ من یا صد چو من
اپنے یا اپنے جیسے سیکڑوں کے خیال اور وہم کے (علاوہ)

---

[1] نے ترا۔ اللہ تعالیٰ اس گنہگار سے فرمائیگا کہ تیرے پاس کوئی عمل خیر ہے نہ تیری خیر و حسنات کی نیات ہے نہ دن کا روزہ تو نے لوگوں کو زبان سے بھی ستایا اور ظالموں کے انجام سے عبرت حاصل نہ کی پیش۔ آگے سے عبرت کا مطلب یہ ہے کہ تو اپنے مرنے اور نزع کی کیفیت کا تصور کر کے عبرت حاصل کرتا اور پیچھے سے عبرت کا مطلب یہ ہے کہ جو تجھ سے پہلے مرے ہیں ان سے عبرت حاصل کرتا۔

[2] توبہ۔ اگر گناہوں کا صدور بھی ہوا تھا تو اُن سے توبہ کر لی جاتی۔ جب تیرے عمل کی ترازو غلط تھی تو اب بدلے کی ترازو کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ چونکہ برائی بائیں جانب منسوب ہوتی ہے۔ چوں جزا۔ جزا کی مثال سایہ کی سی ہے جب قد ٹیڑھا ہے تو سایہ ضرور ٹیڑھا ہوگا۔

[3] زیں قبل۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس گنہگار کو ایسے سخت جواب ملیں گے کہ اُن سے پہاڑ بھی جھک جائے۔ بندہ کہے گا۔ اب یہ گنہگار جناب باری میں عرض کریگا کہ جو میری خطائیں گنائی گئی ہیں میں اُن سے بھی سَو گنا خطاوار ہوں لیکن تیری رحمت اُن گناہوں سے بھی بدتر گناہوں کی پردہ پوشی کردیتی ہے مجھے نہ اپنے اعمال

بُودم اُمیدے بمحضِ لُطفِ تو[1] — از ورائے راست باشی یا عتو
مجھے تیری مہربانی سے اُمید تھی — صحیح زندگی یا سرکشی کے علاوہ

بخششِ محضے ز لُطفِ بے عوض — بُودم اُمید اے کریمِ بے غرض
بغیر بدلے کی مہربانی سے خالص بخشش — اے بے غرض سخی! مجھے اُمید تھی

رُو پس کردم بداں محضِ کرم — سُوئے فعلِ خویشتن می ننگرم
میں اُس خالص کرم کی طرف مڑا — میں اپنے عمل کو نہیں دیکھ رہا ہوں

سُوئے آں اُمید کردم رُوئے خویش — کہ وجودم دادۂ از پیش بیش
اُس کرم کی جانب میں نے اپنا چہرہ کیا ہے — کہ تو نے مجھے پہلے وجود سے زیادہ وجود عنایت کیا

خلعتِ ہستی بدادی رائگاں — من ہمیشہ معتمد بُودم براں
تو نے مفت وجود کا لباس عطا کیا — میں ہمیشہ اُس پر بھروسہ رکھتا تھا

چوں شمارد جرمِ خود را و خطا[2] — محضِ بخشایش در آید در عطا
جب وہ اپنے جرم اور خطا گنائے گا — خالص بخشش، عطا میں لگ جائیگی

کاے ملائک باز آریدش بما — کہ بُدستش چشم و دل سُوئے رجا
کہ اے فرشتو! اُس کو ہمارے پاس واپس لے آؤ — کیونکہ اُسکی آنکھ اور دل اُمید وار (عطا) ہیں

لا اُبالی وار آزادش کنیم — واں خطاہا را ہمہ خط بر زنیم
بے پروائی سے ہم اُس کو آزاد کر دینگے — اور اُن سب خطاؤں پر قلم پھیر دیں گے

لا اُبالی مر کسے باشد مباح — کش زیاں نبُود ز جرم و از صلاح
بے پروائی اُس کے لئے مناسب ہے — جس کو نیکی اور بدی سے کوئی نقصان نہ پہنچے

آتشِ خوش بر فروزیم از کرم[3] — تا نماند جرم و زلّت بیش و کم
ہم کرم سے ایک اچھی آگ روشن کرینگے — تاکہ جرم اور لغزش نہ تھوڑی رہے نہ زیادہ

آتشے کز شعلہ اش کمتر شرار — می بسوزد جرم و جبر و اختیار
وہ آگ جس کے شعلے کی چھوٹی سی چنگاری — خطا اور جبر اور اختیار کو جلا ڈالے

شعلہ در بُنگاہِ انسانی زنیم — خار را گلزارِ رُوحانی کنیم
ہم انسانی خیمہ ۲، میں آگ لگا دیں گے — کانٹے کو، روحانی چمن بنا دیں گے

ما فرستادیم از چرخِ نہم — کیمیا یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ
ہم نے نویں آسمان سے بھیجی ہے — وہ تمہارے لئے تمہارے اعمال کی اصلاح کر دیتا ہو کیمیا

---

[1] بودم: میری اُمید تیرے اُس کرم سے وابستہ ہے جو کسی بھی بدلے اور غرض سے بے نیاز ہے میں مڑ مڑ کر تیرے اس کرم کو دیکھتا ہوں اپنے اعمال اور افعال کو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ خلعتے۔ تو نے ہمیں وجود عنایت کیا تھا وہ تیرا محض کرم تھا ورنہ اس سے پہلے نیک اعمال کہاں تھے۔

[2] چوں شمارد جب یہ گنہگار اپنی خطائیں گنائیگا تو خالص بخشش عطا شروع کر دے گی۔ بخشنے۔ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو حکم فرمائے گا کہ چونکہ اُس گنہگار نے ہماری بخشش سے امید وابستہ کی ہے لہٰذا اُس کو جہنم کی جانب سے واپس لے آؤ۔ لا اُبالی ہم اُس کی تمام خطائیں معاف کرتے ہیں اور ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے کیونکہ ہم بے پروا ہیں۔ بے پروا وہ ہوتا ہے جس کو کسی کی نیکی اور بدی سے کوئی نقصان نہ پہنچ سکے۔

[3] آتش خوش۔ ہم اپنے کرم کی وہ آگ جلائینگے جو تمام جرموں اور خطاؤں کو جلا کر خاکستر بنا دیگی۔ بنگاہ۔ خیمہ ۲ ما۔ یصلح۔ قرآن پاک میں ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ۔ اے مومنو! اللہ سے پرہیزگاری حاصل کرو اور ٹھیک بات کہو وہ تمہارے اعمال کو سنوار دیگا اور تمہارے لئے تمہارے گناہوں کو بخش دیگا۔

خود[1] چہ باشد پیشِ نورِ مُستقر — کرّ و فرِّ اختیارِ بوالبشر

مُستقل نور کے سامنے خود کیا ہے؟ — ابوالبشر کے اختیار کی شان و شوکت

گوشت پارہ آلتِ گویائے اُو — پیہ پارہ مَنظرِ بینائے اُو

گوشت کا ایک ٹکڑا اُس کے بولنے کا آلہ ہے — چربی کا ٹکڑا اُس کے دیکھنے کا آلہ ہے

مِسمعِ اُو آں دو پارہ اُستخواں — مُدرِکش دو قطرہ خوں یعنی جناں

ہڈی کے دو ٹکڑے اُس کے سننے کا آلہ ہیں — خون کے دو قطرے یعنی دل اُسکے علم کا آلہ ہیں

کِرمکی[2] وا ز قذر آگندہٗ — طُمطراقے در جہاں افگندہٗ

تو گندگی سے بھرا ہوا ایک کیڑا ہے — تو نے دنیا میں دُھوم مچا رکھی ہے

از مَنی بُودی مَنی را واگذار — اے ایاز آں پوستیں را یاد دار

تو منی سے پیدا ہوا تھا، خودی کو چھوڑ — اے ایاز! اُس پوستین کو یاد رکھ

قصۂ ایاز و حُجرہ داشتنِ اُو جہتِ چارق و پوستین و

ایاز اور اُس کے چپل اور پوستین کے لئے حُجرہ رکھنے کا قصہ اور اُس کے

گُماں بُردنِ خواجہ تاشاں کہ اُو را دراں حجرہ دفینہ ایست

ساتھیوں کا گمان کرنا کہ اُس حجرے میں اُس کا خزانہ ہے دروازہ

بسبب مُحکمیِ دَر و گرانیِ قفل و رفتنِ اُو بداں جا

کی مضبوطی اور تالے کے بھاری پن اور اُس کے وہاں جانے کی وجہ سے

آں ایاز از زیرکی انگیختہ — پُوستین و چارقش آویختہ

ایاز ذہانت سے بھڑکا ہوا تھا — اُس نے اپنی پوستین اور چپل لٹکا رکھی تھی

میرو[3]د ہر روز در حجرہ خَلا — چارقت اینست منگر در عُلا

علیحدہ حُجرے میں وہ روزانہ جاتا تھا — تیری یہ چپل ہے، بلندی پر نظر نہ کر

شاہ را گفتند اُو را حجرہ ایست — اندر آنجا زر و سیم و خُمرہ ایست

اُنھوں نے بادشاہ سے کہا اُس کا ایک حجرہ ہے — وہاں سونا چاندی اور مٹکا ہے

جس طرح ایاز اپنے عروج کے زمانہ میں اپنی اصل حقیقت کو فراموش نہ کرتا تھا۔ آں یاد - ایاز جو سلطان محمود کا ایک ادنیٰ غلام تھا اور پھر ترقی کرکے اُس کا محبوب ترین وزیر بنا تھا چونکہ جنگل کا پتلا تھا اُس نے اپنی غلامی کی حالت کی پوستین اور چپلیں ایک حجرے میں لٹکا رکھی تھیں۔ چارق۔ ایک قسم کی چپل تھی جو جنگلی لوگ پہنتے تھے۔

[3] میرود۔ ایاز کا معمول تھا کہ روزانہ اُس حجرہ میں جاکر اپنے آپ کو بتاتا کہ موجودہ عروج سے مغرور نہ کر تیری اصل یہ ہے۔ شاہ را۔ دوسرے وزراء نے سلطان محمود سے کہا کہ ایاز کا ایک خاص حجرہ ہے جس میں وہ کسی کو نہیں جانے دیتا اور اُسکو مضبوطی سے بند کر رکھا ہے اُس میں اُس نے زر و جواہر جمع کر رکھے ہیں۔ خمرہ۔ مٹکی۔

[1] خود چہ باشد جس قدر افعالِ انسانی ہیں وہ مَظہرِ صفات و اسماءِ باری تعالیٰ ہیں اور اس اعتبار سے اُن میں ایک نور ہے لیکن چونکہ اُن کا صدور بندہ کے اختیار سے ہوا ہے اِس عارض کی وجہ سے اُن میں جُرم و خطا کی صفت پیدا ہوگئی ہے جب حضرت حق تعالیٰ اپنے کرم سے اُس اختیار کی نسبت کو محو فرمادیگا تو اُن کا نور واضح ہوجائیگا اور اُن افعال میں جُرم و خطا کی صفت باقی نہ رہے گی۔ گوشت۔ مولانا بندہ کے اِس اختیار کی حقارت اور صفت کو ظاہر فرماتے ہیں اقوال میں بندہ کا اختیار محض ایک زبان کی وجہ سے ہے۔ پیہ۔ نظر کے گناہوں میں اختیار کا تعلق آنکھوں کی معمولی چربی سے ہے۔ مِسمع۔ مسموعات میں اختیار محض کان کی دو ہڈیوں کی وجہ سے ہے۔ مُدرِکش۔ معلومات میں اختیار کا تعلق دل کے خون کے دو قطروں سے ہے، یہ ہے بندہ کے اختیار کی حقیقت۔

[2] کرمکی۔ انسان منی جیسی نجس چیز سے بنا ہے جس نے دنیا میں اپنی غلط شان و شوکت بنا رکھی ہے۔ از منی۔ جبکہ انسان اِس قدر ناچیز ہے تو غرور و تکبر اُس کے مناسب نہیں اُس کو ایاز کی طرح اپنی اصل پر نگاہ رکھنی چاہیئے۔ قصۂ ایاز۔ ایک انسان کو اپنی اصل و حقیقت کو اسی طرح پیشِ نظر رکھنا چاہیئے

رہ نمی ندہد کسے را اندرو — بستہ میدارد ہمیشہ آں در او

وہ اس کے اندر جانے کی کسی کو اجازت نہیں دیتا ہے — وہ ہمیشہ اُس دروازے کو بند رکھتا ہے

شاہ[1] فرمود اے عجب آں بندہ را — چہ بود پنہان و پوشیدہ ز ما

شاہ نے کہا تعجب ہے اُس غلام کا — ہم سے چھپا اور ڈھکا کیا ہوگا؟

پس اشارت کرد میرے را کہ رو — نیم شب بکشائے در در حجرہ شو

پھر اس نے ایک سردار کو اشارہ کیا کہ جا — آدھی رات کو دروازہ کھول حجرے میں چلا جا

ہر چہ یابی مر ترا یغماش کن — سِرِّ او را بر ندیماں فاش کن

تو جو کچھ پائے تیرا ہے اُس کو لوٹ لے — اُس کے راز کو ساتھیوں پر فاش کر دے

با چنیں اکرام و لطفِ بے عدد — از لئیمی سیم و زر پنہاں کند

ایسے اعزاز اور بے شمار مہربانیوں کے باوجود — کمینہ پن سے چاندی اور سونا چھپاتا ہے

می نماید او وفا و عشق و جوش — وانگہ او گندم نمائے و جو فروش

وہ وفا اور عشق اور جوش دکھاتا ہے — پھر وہ گیہوں دکھانے والا اور جو بیچنے والا ہے

ہر[2] کہ اندر عشق یابد زندگی — کفر باشد پیشِ او جز بندگی

جو شخص عشق میں زندگی حاصل کرے — اُس کے نزدیک غلامی کے علاوہ کفر ہے

نیم شب آں میر با سی معتمد — در گشادِ حجرۂ او رائے زد

اُس امیر نے آدھی رات کو تیس معتمد آدمیوں کیساتھ — اُس کے حجرے کو کھولنا طے کیا

مشعلہ بر کردہ چندیں پہلواں — جانبِ حجرہ روانہ شادماں

چند بہادر، مشعلیں لئے ہوئے — خوشی خوشی حجرے کی جانب روانہ ہوگئے

کامرِ سلطانست بر حجرہ زنیم — ہر یکے ہمیانِ زر در کش کنیم

کہ بادشاہ کا حکم ہے کہ ہم حجرہ لوٹ لیں — ہم میں سے ہر ایک سونے کی تھیلی بغل میں دبالے

آں یکے میگفت ہے چہ جائے زر — از عقیق و لعل گوی واز گہر

ایک کہتا تھا، سونا کیا ہوتا ہے — عقیق اور لعل اور موتی کی بات کر

خاص[3] خاصِ مخزنِ سلطان ویست — بلکہ اکنوں شاہ را خود جان ویست

وہ شاہی خزانہ کا خاص الخاص ہے — بلکہ اب تو وہ خود شاہ کی جان ہے

چہ محل دارد بہ پیشِ آں عشیق — لعل و یاقوت و زمرد یا عقیق

اُس معشوق کے آگے کیا وقعت رکھتا ہے؟ — لعل اور یاقوت اور زمرد یا عقیق

---

[1] شاہ۔ بادشاہ نے کہا تعجب ہے اُس نے ہم سے چھپا کر یہ دولت کیوں جمع کی ہے۔ پس۔ بادشاہ نے ایک وزیر کو اشارہ کیا کہ رات میں جاکر اُس حجرے کا دروازہ توڑکر اندر گھس جاؤ۔ مر ترا۔ اُس حجرہ میں جو کچھ ملے وہ تیرا ہے۔ یغماش۔ لوٹ۔ سِرِّ او۔ ایاز کے اِس راز کو لوگوں سے کہہ دینا۔ با چنیں۔ ہمارے اِس کرم کے ہوتے ہوئے اُس نے ہم سے چھپا کر مال کیوں جمع کیا ہے۔ می نماید۔ ہم سے وفاداری اور عشق کا دم بھرتا ہے اور پھر گیہوں دکھا کر جو فروخت کرتا ہے یعنی دھوکہ بازی کرتا ہے۔

[2] ہر کہ۔ جو عشق کا دعوٰی کرے پھر محبوب کی غلامی کے علاوہ اُس کے لئے ہر چیز کفر ہوتی ہے۔ نیم شب۔ اُس وزیر نے طے کیا کہ آدھی رات کو تیس بہادر کے آدمی لیکر اُس حجرہ پر دھاوا بول دیگا۔ پہلواں۔ یعنی وہ تیس معتمد۔ کش۔ گوشۂ بغل۔ چہ جائے زر۔ یعنی اس میں سونا درکنار عقیق اور لعل اور موتی ملیں گے۔

[3] خاص۔ چونکہ ایاز شاہ کا خاص خزانچی ہے اور شاہ کی جان بنا ہوا ہے اور شاہ کا معشوق ہے تو اُس کے خزانہ میں تو عقیق اور جواہر کی بھی کیا قدر ہے۔ عشیق۔ معشوق یعنی ایاز۔

شاہ[1] را بر دے نبودے بدگماں
بادشاہ کو اُس پر بدگمانی نہ تھی

تسخرے میکرد بہرِ امتحاں
وہ آزمائش کے لئے مذاق کر رہا تھا

پاک میدانستش از ہر غش و غل
وہ اُس کو ہر کھوٹ اور فریب سے پاک سمجھتا تھا

باز ازوہمش ہمی لرزید دل
پھر وہم سے اُس کا دل لرزتا تھا

کہ مبادا کایں بود خستہ شود
کہ خدانخواستہ رنجیدہ ہو

من نخواہم کہ برو خجلت رود
میں خواہاں نہیں ہوں کہ اُس کو شرمندگی ہو

ایں[2] نہ کردست او و گر کرد او رواست
اُس نے یہ نہ کیا ہوگا اور اگر کیا ہے تو جائز ہے

ہر چہ خواہد گو بکن محبوب ماست
کہہ دے وہ جو چاہے کرے، ہمارا پیارا ہے

ہر چہ محبوبم کند من کردہ ام
میرا پیارا جو کرے، وہ میں نے کیا ہے

او منم من او چہ گر در پردہ ام
وہ میں ہوں، میں وہ، اگرچہ میں پردے میں ہوں

باز گفتے دور از آں خوئے و خصال
پھر کہتا اِس خصلت اور عادت سے بعید ہے

ایں چنیں تخلیط ژاژ ست و خیال
اس طرح کی گڑبڑ بکواس اور وہم ہے

از ایاز ایں خود محال ست و بعید
ایاز سے یہ خود ناممکن اور بعید ہے

کو یکے دریاست قعرش ناپدید
کیونکہ وہ ایک ایسا دریا ہے جس کی تھاہ نہیں ہے

ہفت[3] دریا اندرو یک قطرۂ
ساتوں سمندر اُس کے اندر ایک قطرہ ہیں

جملہ ہستیہا ز مہرش ذرۂ
تمام ہستیاں اُس کی محبت کا ایک ذرہ ہیں

جملہ پاکیہا ازاں دریا برند
سب اُس دریا سے پاکی حاصل کرتے ہیں

قطرہایش یک بیک مینا گرند
اُس کا ایک ایک قطرہ مینا بنانے والا ہے

شاہِ شاہانست و بلکہ شاہ ساز
وہ شاہنشاہ بلکہ شاہ گر ہے

وز برائے چشمِ بد نامش ایاز
نظرِ بد کی وجہ سے اُس کا نام ایاز ہے

چشمہائے نیک ہم بر وے بدست
بھلی نگاہیں بھی، اُس پر بُری ہیں

از رہِ غیرت کہ حسنش بیحدست
غیرت کی وجہ سے کیونکہ اُس کا حُسن بےحد ہے

یک دہاں خواہم بپہنائے فلک
آسماں کی چوڑائی والا ایک منہ چاہتا ہوں

تا بگویم وصفِ آں رشکِ ملک
تاکہ اُس رشکِ ملک کی تعریف کر سکوں

---

[1] شاہ۔ شاہ نے ایاز کو حجرہ توڑنے کے بارے میں جو حکم دیا تھا وہ اس بنا پر نہ دیا کہ کمی لوگوں کی باتوں کی وجہ سے شاہ ایاز سے بدگمان ہو گیا تھا بلکہ اُس نے اس حکم کے ذریعہ لوگوں کو آزمانے کے لئے مذاق کیا تھا۔ پاک۔ بادشاہ ایاز کو اس جہت سے پاک سمجھتا تھا لیکن پھر بھی شاہ کا دل لرز رہا تھا کہ اگر معاذ اللہ ان لوگوں کی یہ تہمت صحیح نکلی تو ایاز کو سخت رنج ہوگا۔

[2] ایں نہ کردست۔ شاہ یہی سمجھتا تھا کہ ایاز نے حجرہ میں خزانہ جمع نہیں کیا ہے اور اگر کیا بھی ہے تو چونکہ وہ میرا محبوب ہے اُس کا جو جی چاہے کرے جرم۔ اگر اُس نے خزانہ بھی جمع کیا ہے تو گویا میں نے ہی جمع کیا ہے جبکہ اُس میں اور مجھ میں دوئی نہیں ہے۔ تخلیط گڑبڑ جو یہ لوگ کہہ رہے ہیں۔ از ایاز۔ ایاز خلوص و محبت کا دریائے ناپیدا کنار ہے۔

[3] ہفت دریا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اشعار آخر تک شاہ کی زبانی ایاز کی تعریف ہوں یا مولانا نے ایاز کی محبوبیت سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کی طرف منتقل ہو کر آنحضورؐ کی مدح شروع کر دی ہو۔ جملہ ہستیہا۔ یعنی تمام موجودات۔ ایاز۔ اگر شاہ کا مقولہ ہے تو ایاز غلام مراد ہے اگر آنحضورؐ کی تعریف ہے تو ایاز سے آنحضورؐ کی عبدیت مراد ہے۔ از رہِ غیرت۔ (شعر)

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم — گوش را نیز حدیثِ تو شنیدن ندہم

یک دہاں میرا یہ چھوٹا سا منہ تعریف سے قاصر ہے۔

درد۱ہاں یا ہم چنیں وصد چنیں — تنگ آید در بیانِ آں امیں
اور اگر میں ایسا اور اس جیسے سیکڑوں منہ پاؤں — اس امانت دار کے بیان میں تنگ ہو جائیں

اینقدر ہم گر نگویم اے سند — شیشۂ دل از ضعیفی بشکند
اے معتمد! اگر میں اتنا بھی نہ کہوں — کمزوری سے دل کا شیشہ ٹوٹ جائے

شیشۂ دل را چو نازک دیدہ ام — بہرِ تسکیں بس قبا بدریدہ ام
چونکہ میں نے دل کے شیشہ کو نازک سمجھا — تسکین کے لئے میں نے بہت سی قبائیں چاک کی ہیں

من۲ سرِ ہر ماہ سہ روز اے صنم — بے گماں باید کہ دیوانہ شوم
اے محبوب! میں ہر مہینہ کے شروع میں تین دن — یقیناً، دیوانہ بن جاتا ہوں

ہیں کہ امروز اولِ سہ روزہ است — روزِ پیروزیست نے پیروزہ است
خبردار! آج تین دن کا پہلا دن ہے — کامیابی کا دن ہے، نہیں فیروزہ ہے

ہر دلے کاندر غمِ شاہے بود — دم بدم اُو را سرِ ایں مہ بود
جو دل شاہ کے عشق میں (مبتلا) ہو — اس کا ہر وقت اس مہینہ کا شروع ہوتا ہے

در۳ بیانِ آنکہ آنچہ بیان کردہ میشود صورتِ قصہ است و آنکہ
اس بیان میں کہ جو کچھ بیان کیا جائے گا وہ قصہ کا ظاہر ہے اور

آں صورتیست درخورِ ایں صورت گراں است و درخورد
یہ کہ وہ ظاہر، ظاہر پرستوں کے لائق اور اُن کی تصویر کے آئینہ کے لائق ہے

آئینۂ تصویرِ ایشانست و از قدوسی کہ حقیقتِ ایں قصہ راست
اور وہ لطافت جو اس قصہ کی حقیقت ہے میری گویائی کو

نطقِ مرا ازیں تنزیل شرم می آید و از خجالت سر و ریش
اس کے بیان کرنے سے شرم آتی ہے اور شرمندگی سے سر اور داڑھی اور

و قلم گم میکند و العاقل تکفیہ الاشارۃ
قلم کو گم کئے دیتی ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

قصۂ محمود و اوصافِ ایاز — چوں شدم دیوانہ رفت اکنوں ز ساز
محمود کا قصہ اور ایاز کے اوصاف — اب ترتیب سے باہر ہو گئے کیونکہ میں دیوانہ بن گیا ہوں

---

۳ دربیان۔ محمود و ایاز کا حوالہ تو قصہ کی ظاہری صورت کا اس مقصود اپنے عشقِ خداوندی کو بیان کرنا ہے۔ قصۂ محمود۔ چونکہ اب مجھ میں عشقِ حقیقی کی دیوانگی پیدا ہو گئی ہے لہٰذا یہ قصہ بھی اب بے ربط ہو کر رہ گیا ہے۔

۱ درد ہاں۔ اس طرح کی سیکڑوں تعریفیں بھی اس امین کی خوبیوں کو پورا بیان نہیں کر سکتی ہیں۔ امین اگر شاہ کا مقولہ ہے تو ایاز مراد ہے اگر مولانا کا مقولہ ہے تو آنحضورؐ مراد ہیں۔ اینقدر۔ معشوق کی تعریف کرنے سے عاشق کو تسلی ہوتی ہے شیشۂ دل۔ قبا چاک کرنے سے جنون کو تسلی ہو جاتی ہے۔

۲ من۔ مجنوں کا جنون مہینہ کے ابتدائی تین دنوں میں جوش پر ہوتا ہے، یہ بھی مشہور ہے کہ حجاج ظالم نے اجنبی حالت میں ایک چرواہے سے دریافت کیا کہ حجاج کے بارے میں تیری کیا رائے ہے تو اُس نے حجاج کو بددعائیں دیں اور ظالم بتایا۔ اس پر حجاج نے کہا تو نہیں جانتا کہ میں خود حجاج ہوں تو اُس چرواہے نے گھبرا کر کہا تو نہیں جانتا کہ میں ایک دیوانہ ہوں اور مجھے ہر مہینہ میں تین دن جنون کا دورہ پڑتا ہے اور آج اُن دنوں کا پہلا دن ہے اس پر حجاج ہنس پڑا اور اس کو انعام دیا ممکن ہے کہ اس لطیفہ کے تین دن کی طرف اشارہ ہو
ہیں کہ۔ مولانا فرماتے ہیں مجھ میں دیوانگی کا سیر ابھی پہلا دن ہے۔ ہر دلے۔ جس کے دل میں معشوقِ حقیقی کا عشق ہو اس کے لئے تو ہر لحظہ مہینہ کے اوّل کے تین دن ہیں۔

زانکه[1] پیلم دید ہندستاں بخواب
کیونکہ میرے ہاتھی نے ہندوستان کو خواب میں دیکھ لیا

از خراج اُمید بُرده شد خراب
آمدنی سے اُمید منقطع کرنے، گاؤں تباہ ہوگیا ہے

کیف یاتی النظم لی والقافیه
مجھے نظم اور قافیہ کیسے دستیاب ہو!

بعد ما ضاعت اُصول العافیه
جبکہ عافیت کی جڑیں برباد ہوگئی ہیں

ما جنونٌ واحدٌ لی فی الشجون
غموں کی وجہ سے مجھے ایک ہی جنون نہیں ہے

بل جنونٌ فی جنونٍ فی جنون
بلکہ جنون در جنون در جنون ہے

ذاب جسمی من اشارات الکنا
کنیتوں کے اشاروں سے میرا بدن گُھل گیا

مُنذ عانیت البقاء فی الفنا
جب سے میں نے فنا میں بقا کی تکلیف اُٹھائی ہے

اے[2] ایاز از عشق تو گشتم چو مُوئے
اے ایاز! میں تیرے عشق میں بال جیسا ہوگیا ہوں

ماندم از قصه تو قصه من بگوئے
میں تیرے قصے سے تھک گیا تو میرا قصہ بیان کر

بس فسانهٔ عشق تو خواندم بجاں
میں نے تیرے عشق کا افسانہ (دل و) جان سے پڑھا

تو مرا کافسانه گشتستم بخواں
میں جو افسانہ بن گیا ہوں تو مجھے پڑھ

خود تو میخوانی یقیں اے مُقتدا
اے مقتدا! یقینًا تو خود پڑھ رہا ہے

من که طورم تو موسیٰ ویں صدا
میں کوہِ طور ہوں تو موسیٰ ہے اور یہ صدا (بازگشت) ہے

کوه بیچاره چه داند گفت چیست
بیچارہ پہاڑ کیا جانے گفتگو کیا ہوتی ہے؟

زانکه بیچاره ز گفتنها تہی ست
کیونکہ وہ بے چارہ گفتگوؤں سے خالی ہے

لیک موسیٰ فہم گفتنها کند
لیکن موسیٰؑ گفتگوئیں سمجھتے ہیں

کوهِ عاجز خود چه داند اے سَنَد
اے معتمد! عاجز پہاڑ کیا جانے

کوه[3] میداند بقدرِ خویشتن
اپنی بقدر پہاڑ بھی جانتا ہے

اندکے دارد ز لُطفِ روح تن
جسم، رُوح کا تھوڑا سا لُطف رکھتا ہے

تن چو اُصطرلاب باشد ز احتساب
جسم، حساب لینے میں اُصطرلاب کی طرح ہے

آیتے از رُوح ہمچوں آفتاب
رُوح کی نشانی سورج کی طرح ہے

ہوتی ہے جسم بھی اُس سے بہرہ اندوز ہوتا ہے یہی حال حضرت موسیٰؑ اور پہاڑ کا ہے۔ تن۔ اب مولانا نے جسم اور رُوح کا مستقل بیان شروع کردیا ہے فرماتے ہیں جسم سے روح کے منازل اور مراتب کا اسی طرح پتہ لگتا ہے جس طرح اُصطرلاب سے سورج کے احوال کا پتہ چلتا ہے۔ اُصطرلاب۔ ایک آلہ ہے جس سے سورج چاند وغیرہ کے فاصلوں کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

ف۱ زانکه۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے غیر ملک میں جاکر جب کبھی وہ خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے تو اُس پر مستی طاری ہوجاتی ہے۔ کیف۔ ایک مجنون نظم اور قافیہ پر قادر نہیں رہتا۔ ما جنون۔ میرا صرف ایک [illegible] نہیں ہے جنون در جنون در جنون ہے۔ ذاب جسمی۔ چونکہ عشق کی داستان بیان نہیں کرسک رہا ہوں، لہٰذا اُس کا اثر میرے جسم کو گُھلا رہا ہے۔ منذ۔ جب سے میں اپنے آپ کو فنا کرکے مقامِ مشاہدہ میں پہنچ گیا ہوں۔
ف۲ اے ایاز۔ اے محبوب اب مجھ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ تیرے عشق کا قصہ بیان کرسکوں اب میرا وجود خود قصہ بن کر رہ گیا ہے تو میں قصہ کو بیان کر۔ بس فسانہ۔ میں تیرے عشق میں فنا ہوکر خود افسانہ بن گیا ہوں۔ خود طور میں کی صدا خود طور کی نہ تھی وہ تو حضرت موسیٰ کی صدائے بازگشت تھی اب میں طور ہوں تو موسیٰ ہے لہٰذا میری آواز دراصل تیری آواز ہے۔ کوہ۔ پہاڑ خود اُس آواز کو کچھ نہیں سمجھتا موسیٰؑ نے سمجھا۔
ف۳ کوہ میداند۔ پہلے شعر سے یہ نہ سمجھنا کہ پہاڑ بالکل بے شعور ہے پہاڑ میں بھی شعور ہے لیکن حضرت موسیٰؑ جیسا شعور نہیں ہے۔ اندکے۔ اصل لذت روح کو حاصل

آں منجم[1] چوں نباشد چشمِ تیز
جب وہ نجومی تیز نگاہ نہ ہو

شرط باشد مردِ اصطرلاب ریز
اصطرلاب بنانے والے انسان کی ضرورت ہوتی ہے

تا صطرلابے کند از بہرِ اُو
تاکہ وہ اُس کے لئے اصطرلاب بنا دے

تا بَرد از حالتِ خورشید بُو
تاکہ وہ سورج کی حالت معلوم کر سکے

جاں کز اصطرلاب جوید اُو صواب
جو جان اصطرلاب کے ذریعہ ٹھیک بات معلوم کرے

چہ قدر داند ز چرخ و آفتاب
وہ آسمانوں اور سورج کی کیا قدر جان سکتی ہے

تو کز اصطرلابِ دیدہ بنگری
تو جو کہ آنکھ کے اصطرلاب سے دیکھتا ہے

دَر جہاں دیدن یقیں بس قاصری
عالَم (باطن) کو دیکھنے سے یقیناً بہت عاجز ہے

تو جہاں را قدرِ دیدہ دیدۂ
تو نے جہان کو آنکھ کی بقدر دیکھا ہے

کُو جہاں سُبلت چرا مالیدۂ
جہاں کہاں ہے؟ مونچھوں کو تاؤ کیوں دیا ہے؟

عارفاں را سُرمۂ ہست آں بجوئے
عارفوں کے پاس سُرمہ ہے وہ طلب کر

تاکہ دریا گردد ایں چشمِ چو جوئے
تاکہ یہ نہر جیسی آنکھ سمندر بن جائے

ذرۂ[2] از عقل و ہوش ار با من ست
اگر عقل اور ہوش کا ایک ذرہ (بھی) میرے پاس ہے

ایں چہ سَودا و پریشاں گفتن ست
تو یہ دیوانگی اور بے ترتیب باتیں کرنا کیوں ہے؟

چونکہ مغزِ من ز عقل و ہُش تہی ست
چونکہ میرا دماغ عقل اور ہوش سے خالی ہے

پس گناہِ من دریں تخلیط چیست
تو اس غلط ملط میں میرا کیا قصور ہے؟

نے گناہ اُو راست کو عقلم بِبُرد
نہ اُس کا گناہ ہے جو میری عقل لے گیا

عقلِ جملہ عاقلاں پیشش بمُرد
تمام عقلمندوں کی عقلیں اُسکے آگے مُردہ ہیں

یَا مُحِیرَ الْعَقْلِ فَتَّانَ الْحِجیٰ
اے عقل کو حیران کرنے والے سمجھ کو فتنہ میں مبتلا کرنیوالے!

مَا سِوَاكَ لِلْعُقُوْلِ مُرْتَجیٰ
تیرے سوا عقلوں کی اُمیدگاہ نہیں ہے

مَا اشْتَهَیْتُ[3] الْعَقْلَ مُذْ جَنَّنْتَنِیْ
تو نے جب سے مجھے جنون عطا کیا ہے میں نے عقل کی خواہش نہیں کی ہے

مَا حَسَدْتُ الْحُسْنَ مُذْ زَیَّنْتَنِیْ
جب سے تو نے مجھے زینت بخشی ہے میں نے حُسن پر حسد نہیں کیا

بَلْ جُنُوْنِیْ فِیْ هَوَاكَ مُسْتَطَابٌ
بلکہ تیرے عشق میں میرا جنون بھلا ہے

قُلْ بَلیٰ وَاللّٰهُ یَجْزِیْكَ الصَّوَابَ
کہدے "ہاں" اللہ تجھے ٹھیک بدلہ دے

گر بتازی گوید او ور پارسی
اگر وہ عربی میں بولے یا فارسی میں

گوش و ہوشت کو کہ در فہمش رسی
تیرا کان اور ہوش کہاں ہے کہ تو اُسکو سمجھے

[1] آں منجم۔ جو نجومی براہ راست ستاروں کے احوال نہیں دیکھ سکتا اُسکے لئے اُصطرلاب ذریعہ بنتا ہے۔ جاں۔ جو نجم براہ راست چاند اور سورج کے فاصلوں کو نہ سمجھ سکے محض اُصطرلاب کے ذریعہ حقیقت تک نہ پہنچ سکیگا۔ تو کز۔ اگر انسان محض آنکھ کے اُصطرلاب کے ذریعہ عالَم کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریگا تو وہ حقیقت تک نہ پہنچ پائیگا۔ تو جہاں۔ آنکھ کے ذریعہ سمجھنے والا اپنی آنکھ کے بقدر سمجھ سکیگا۔ عارفاں۔ عارفوں سے سُرمہ حاصل کرنا چاہیئے پھر حقائق واضح ہوں گے۔

[2] ذرہ۔ اگر مجھ میں تھوڑی سی عقل ہوتی تو میں ژولیدہ بیانی نہ کرتا لیکن چونکہ میری عقل اور حواس گم ہو گئے ہیں لہٰذا یہ بے ترتیب بیان کر رہا ہوں۔ نے گناہ۔ وہ معشوق جس کی وجہ سے ہوش و حواس گم ہوئے ہیں اُس کا کوئی قصور نہیں ہے اُس کی شان یہی ہے کہ اُس کے سامنے عاقلوں کی عقلیں گم ہو جاتی ہیں۔ مُحیر۔ حیران کرنے والا۔ فَتّان۔ فتنہ میں مبتلا کرنے والا۔ حِجیٰ۔ عقل۔ مُرتجیٰ۔ اُمیدگاہ۔

[3] مَا اشْتَہَیْتُ۔ یعنی تیرے عشق کے جنون کے بعد مجھے عقل کی تمنا نہیں ہے۔ جَنَّنْتَنِیْ۔ تو نے مجھے جنون میں مبتلا کیا ہے۔ زَیَّنْتَنِیْ۔ تو نے مجھے زینت دی ہے۔ مُستَطَاب۔ پسندیدہ۔ قُل بَلیٰ۔ یعنی تو میری ان باتوں کی تصدیق کر دے۔ گر بتازی۔ معشوق کا بولنا در حقیقت عاشق کا بولنا ہے اور اُس کے سمجھنے کیلئے

بادۂ[1] اُو درخورِ ہر ہوش نیست — حلقۂ اُو سخرۂ ہر گوش نیست
اُس کی شراب، ہر ہوش کے مناسب نہیں ہے — اُس کا حلقہ، ہر کان کے لائق نہیں ہے

بارِ دیگر آمدم دیوانہ وار — رَو رَو اے جاں زود زنجیرے بیار
میں دیوانہ وار دو بارہ آگیا — اے جان! جا جا، جلد زنجیر لا

غیرِ آں زنجیرِ زُلفِ دلبرم — گر دو صد زنجیر آری بَر دَرم
میرے معشوق کی زنجیر کے علاوہ — اگر دو سو زنجیریں لائے گا میں توڑ دوں گا

ہست بر پائے دلم از عشق بند — سُود کے دارد مرا ایں وعظ و پند
میرے دل کے پاؤں میں عشق کی بیڑی ہے — مجھے یہ وعظ اور نصیحت کہاں مفید ہوسکتی ہے؟

قصۂ[2] عشقش ندارد مطلعہ — ہم ندارد ہمچو مطلع مقطعہ
اُس کے عشق کا قصہ، کوئی مطلع نہیں رکھتا — مطلع کی طرح مقطع بھی نہیں رکھتا

حکمتِ نظر کردن در چارق و پوستین کہ فَلْیَنظُر

چپل اور پوستین کو دیکھنے کی حکمت کیونکہ پس انسان دیکھے

اَلْاِنسَانُ مِمَّا خُلِق

کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے

باز گرداں قصۂ عشقِ ایاز — کاں یکے گنجے ست مالامالِ راز
ایاز کے عشق کا قصہ لوٹا — کیونکہ وہ راز سے بھرا ہوا ایک خزانہ ہے

میرود ہر روزہ در حُجرہ بدیں — تا بہ بیند چارقے با پوستیں
وہ ہر روز حجرہ میں اس لئے جاتا تھا — تاکہ چپل مع پوستین کے دیکھے

زانکہ ہستی سخت مستی آورد — عقل از سر، شرم از دل میبرد
کیونکہ وسعت بہت مستی لاتی ہے — سر سے عقل کو (اور) دل سے شرم کو نکالتی ہے

صد[3] ہزاراں قرن پیشیں را ہمیں — مستیٔ ہستی بزد رہ زیں کمیں
اسی لئے کہ لاکھوں سال پہلے اسی — وسعت کی مستی نے اسی گھات سے ڈاکہ زنی کی ہے

شُد عزازیلے ازیں مستی بلیس — کہ چرا آدم شود بر من رئیس
اسی مستی کی وجہ سے عزازیل ابلیس بنا — کہ آدم میرے سردار کیوں ہوں؟

خواجہ اَم من نیز و خواجہ زادہ اَم — صد ہنر را قابل و آمادہ اَم
میں سردار ہوں اور سردار زادہ بھی ہوں — لاکھوں ہنروں کے قابل اور آمادہ ہوں

---

[1] بادہ۔ اس کی شراب کو صاحب ہمت ہی برداشت کرسکتا ہے اس کی غلامی کے حلقہ کا ہر کان اہل نہیں ہے۔ بارِ دیگر۔ اب مجھے جنون کا پھر دورہ پڑنے لگا جلد زنجیر لا لیکن وہ زنجیر اپنی زلف کی لا، لوہے کی زنجیر میری دیوانگی کی تاب نہ لاسکے گی۔ ہست۔ جس شخص کے پاؤں میں عشق کی بیڑی پڑی ہوئی ہو اُس پر نصیحت اثر نہیں کرتی۔

[2] قصہ۔ عشق کے قصہ کی نہ ابتدا ہوتی ہے نہ انتہا۔ مطلع۔ غزل کا پہلا شعر۔ مقطع۔ غزل کا آخری شعر۔ باز گرداں۔ ایاز کا قصہ پھر شروع کر کیونکہ اُس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ ہستی یعنی عیش و عشرت کے سامان کے ہوتے ہوئے انسان میں نہ عقل رہتی ہے نہ شرم۔

[3] صد ہزاراں۔ قدیم زمانہ سے یہ فراوانی قوموں اور لوگوں کی تباہی کا سبب بنی ہے۔ شد عزازیل۔ شیطان کو ہر طرح کا عیش و عشرت اور مرتبہ کی بڑائی حاصل تھی وہی اس کی گمراہی کا سبب ہوئی۔ خواجہ۔ شیطان، ملائکہ کا معلم تھا اور آگ سے پیدا ہوا تھا جو کہ مٹی سے اعلیٰ ہے اس لئے اُس نے آپ کو سردار اور سردار زادہ کہا۔

در ہنر من از کسے کم نیستم — تا بخدمت پیشِ دشمن[1] بیستم
میں ہنر میں کسی سے کم نہیں ہوں — پھر کیوں دشمن کے سامنے دربار میں کھڑا ہوں!

مَن زآتش زادہ اَم اُو از وَحَل — پیشِ آتش مَر وَحَل را چہ محل
میں آگ سے پیدا ہوا ہوں وہ کیچڑ سے — آگ کے سامنے کیچڑ کا کیا رُتبہ؟

اُو کجا بود اندراں دورے کہ مَن — صدرِ عالَم بُودم و فخرِ زمَن
اُس زمانہ میں وہ کہاں تھا، جبکہ میں — عالَم کا صدر اور زمانہ کا فخر تھا

در بیانِ آیۂ کریمہ خَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی

آیۂ کریمہ کے بیان میں جنوں کو آگ کی لپٹ سے پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ کا

فِیْ حَقِّ اِبْلِیْسَ عَلَیْهِ اللَّعْنَةُ - اِنَّهٗ کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ

ابلیس (اس پر لعنت ہو) کے بارے میں بیشک وہ جنوں میں سے تھا پھر بھاگ نکلا

عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ

اپنے رب کے حکم سے

شعلہ میزد آتشِ جانِ سَفِیہ — کآتشی بُود الوَلَدُ سِرُّ اَبِیہ
نالائق کی جان شعلہ مارتی تھی — کیونکہ وہ آگ کا (بنا ہوا)، تھا لڑکا باپ کا راز ہے

نے[2] غلط گفتم کہ بُد قہرِ خُدا — عِلّتے را پیش آوردن چرا
نہیں میں نے غلط کہا بلکہ وہ خدا کا قہر تھا — کوئی علت پیش کرنا کیسا!

کارِ بے عِلّت مبرّا از عِلَل — مُستمر و مُستقرست از ازل
(خدا کا) کام بے علت، علتوں سے پاک ہے — ازل سے، دائم اور قائم ہے

در کمالِ صُنعِ پاکِ مُستحَث — علّتِ حادث چہ گنجد با حدَث
قابلِ توجہ، پاک کام کے کمال میں — حدوث کے ہوتے ہوئے حادث کی علت کی کیا گنجائش؟

سِرِّ[3] اَب چہ بُود اَب ما صُنعِ اوست — صُنع مغزست و اَب صورت چو پوست
باپ کا راز کیا ہوتا ہے؟ ہمارا باپ اس کی صنعت ہے — صنعت مغز ہے اور باپ چھلکے کی طرح صورت ہے

عشق داں اے فندقِ تن دوستت — جانت جوید مغز و گوید پوستت
اے فندق جیسے جسم (والے)! عشق کو اپنا دوست سمجھ — جو تیری جان کو مغز بنانا چاہتا ہو تیرے چھلکے کو کوٹتا ہو

بے تو اصلِ علت اور سبب خدا کی بھرگیری ہے۔ عشق داں۔ عشق روح میں بالیدگی پیدا کرتا ہے اور جسم کو گھٹاتا ہے۔ فندق۔ عناب کی طرح کا ایک پھل ہے

[1] دشمن۔ یعنی حضرت آدمؑ۔ وَحَل۔ کیچڑ۔ پیش یعنی رتبہ میں آگ سے گھٹی ہوئی ہے۔ او کجا۔ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے شیطان کی بہت عزت تھی۔ خلق۔ ان دو آیتوں سے ثابت ہوا کہ شیطان جنوں میں سے تھا اور جنوں کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے مختصر۔ چونکہ شیطان آتشی ہے تو اس کا مزاج بھی آتشی ثابت ہوا۔ الولد۔ جیسا باپ ویسا بیٹا۔

[2] نے۔ میں نے اس کی نافرمانی کی علت آگ کو قرار دیا اصل علت قہرِ خدا ہے۔ کار۔ اللہ تعالیٰ کا کام علت پر مبنی نہیں ہوتا ہے۔ در کمال۔ اللہ تعالیٰ کے کمالات اور صفات ازلی ہیں کوئی امر حادث اس کی علت کیسے بن سکتا ہے تو شیطان کی نافرمانی کی علت اس کے آتشی ہونے کو قرار دینا صحیح نہیں ہے جبکہ تقدیرِ ازلی میں اس کو نافرمان قرار دیا گیا تھا اس وقت نہ آگ تھی نہ شیطان کا آتشی ہونا تھا۔

[3] سِرِّ اَب چہ بُود۔ کہا تھا اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْهِ یعنی بیٹے کے اوصاف کے لئے باپ کے اوصاف علت ہیں۔ اب فرماتے ہیں کہ باپ خود اللہ کا بنایا ہوا ہے وہ کیا علت بن سکے گا۔ اصل اللہ کی صنعت ہے باپ اس کا ظاہری چھلکا

دوزخی کہ پوست باشد دوستش | داد بدّلنا جلودًا پوستش

وہ دوزخی، کھال جس کی دوست ہو | ہم نے کھالوں کو بدل دیا۔ کی کھال اُنکو دیدی ہے

معنی و مغزت بر آتش حاکم ست | لیک آتش را قشورت ہیزم ست

تیرا جوہر اور مغز آگ پر حکمراں ہے | لیکن تیرے چھلکے آگ کا ایندھن ہیں

کوزۂ چوبیں کہ در وے آبِ جوست | قدرتِ آتش ہمہ بر ظرفِ اوست

لکڑی کا پیالہ جس میں نہر کا پانی ہے | آگ کا پورا قابو اُس کے برتن پر ہے

معنیِ انساں بر آتش مالکست | مالکِ دوزخ درو کے ہالکست

انسان کا جوہر آگ کا مالک ہے | دوزخ کا مالک اُس میں کب ہلاک ہونے والا ہے

معنیِ ہیزم بر آتش حاکم ست | لیک آتش را تنِ او ہیزم ست

ایندھن کا جوہر آگ پر حاکم ہے | لیکن اُس کا جسم آگ کا ایندھن ہے

پس میفزا تو بدن معنی فزا | تا چو مالک باشی آتش را کیا

پس تو جسم کو نہ بڑھا، رُوح کو بڑھا | تاکہ تو مالک کی طرح آگ کا حاکم بنے

پوستہا بر پوست می افزودۂ | لاجرم چوں پوست اندر دُودۂ

تو نے چھلکے پر چھلکا بڑھایا ہے | لامحالہ تو چھلکے کی طرح دھوئیں میں ہے

زانکہ آتش را علف جز پوست نیست | قہرِ حق آں کبر را گردن زنیست

آگ کی خوراک چھلکے کے علاوہ نہیں ہے | اللہ (تعالیٰ) کا قہر اُس تکبر کی گردن کاٹنے والا ہے

ایں تکبر از نتیجہ پوست ست | جاہ و مال آں کبر را زاں دوست ست

یہ تکبر، پوست کا نتیجہ ہے | اس لئے تکبر کو رُتبہ اور مال محبوب ہے

ایں تکبر چیست غفلت از لباب | منجمد چوں غفلتِ یخ ز آفتاب

یہ تکبر کیا ہے؟ جوہر سے غفلت | جمی ہوئی جیسا کہ برف کی سورج سے غفلت

چوں خبر شد ز آفتابش یخ نماند | نرم گشت و گرم گشت و تیز راند

جب اُس کو سُورج کا پتہ چلا، برف نہ رہا | نرم ہوگیا اور گرم ہوگیا اور تیزی سے بہہ گیا

شد ز دیدِ لب ہمہ جملہ تن طمع | خوار و عاشق شد کہ ذلَّ مَن طمع

جوہر کے دیکھ لینے سے پورا جسم لالچ بن گیا | ذلیل اور عاشق بنگیا کیونکہ جس نے لالچ کیا وہ ذلیل ہوا

اُس کا جماؤ ایسا ہے جیسا کہ برف کا جماؤ سورج سے غفلت کی بنا پر ہے. لُبّ: خلاصہ، جوہر یعنی ذاتِ باری اور اُنکی صفات. شد ز دیدِ لب. جب اُسکو ذات و صفات کا مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے تو انسان میں اُنکے حصول کا لالچ پیدا ہو جاتا ہے اور لالچی ہمیشہ ذلّت اختیار کرتا ہے ذلّ من طمع. مولانا نے اِس محاورے کے عام معنی سے ہٹ کر دوسرے معنی مراد لئے ہیں. عام معنی تو یہ ہیں کہ دنیا کا لالچی انسان کو ذلیل کرتا ہے.

لہ دوزخی. جو جسم و پوست کی بالیدگی کرتا ہے وہ دوزخی ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کو دوزخ میں نئی نئی کھالیں دیگا قرآن پاک میں ہے کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ "اُن دوزخیوں کی جب جب کھالیں پک جائیں گی ہم اُن کی کھالیں تبدیل کردیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھیں. معنی و مغزت انسان کی رُوح، روح کامل کا پرتو ہے لہٰذا وہ آگ پر حاکم ہے آگ کا ایندھن انسان کا جسم ہے. کوزہ جس لکڑی کے پیالے میں پانی ہو اگر اُس کو آگ پر رکھو تو پیالہ پر آگ کا اثر آئے گا.

لہ معنی انسان. رُوحِ انسانی آگ کی مالک ہے تو مالک فرشتہ جہنم کا داروغہ اور حاکم ہے وہ آگ سے کیسے تباہ ہو سکتا ہے. مالک. اُس فرشتہ کا نام ہے جو آگ کا حاکم اور داروغہ ہے. پوستہا. جبکہ تو مجسّم پوست بن گیا ہے اور پوست جہنمی چیز ہے تو تو بھی جہنم کے دھوئیں میں ہے. زانکہ جسم پروری سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور اللہ کا قہر اُس کا قاتل ہے.

لہ ایں تکبر. جسم پروری کا نتیجہ تکبر و غرور ہوتا ہے اِسی لئے تکبر مال اور رُتبہ کو بہت پسند کرتا ہے چونکہ یہ چیزیں تن پروری کا سبب ہیں. ایں تکبر. انسان کا تکبر اُس کی ذات و صفاتِ باری سے غفلت کا نتیجہ ہے۔

چوں[1] نہ بیند مغز قانع شد بپوست
جب جوہر کو نہیں دیکھتا ہے، چھلکے پر قانع ہو جاتا ہے
بندِ عزّ مَن قَنَع زندانِ اوست
جس نے قناعت کی اُس نے تکبّر کیا" کی بیڑی اس کا قید خانہ ہے

عزّت اینجا گبریست و ذُلّ دیں
اِس جگہ عزّت کافری ہے اور ذلّت دین
سنگ تا فانی نشد کے شد نگیں
پتھر جب تک فانی نہ ہوا، نگینہ کب بنا؟

در مقامِ سنگی وانگاہ انا
تو پتھر کی جگہ ہے اور پھر تکبّر
وقتِ مسکیں گشتنِ تست و فنا
(حالانکہ) تیرے مسکین بننے اور فنا کا وقت (قریب) ہے

کبر زاں جوید ہمیشہ جاہ و مال
تکبّر ہمیشہ رُتبہ اور مال کا جویاں اسلئے ہے
کہ ز سرگین ست گلخن را کمال
کہ بھٹی کو گوبر سے کمال (حاصل) ہے

کایں دو دایہ پوست را افزوں کنند
کیونکہ یہ دونوں معدہ پالنے والی کمال کو بڑھاتی ہیں
شحم و لحم و کبر و نخوت آگنند
چربی اور گوشت اور تکبّر اور غرور بھرتی ہیں

دیدہ[2] را بر لُبّ لُب نفراشتند
لوگوں نے مغز کے مغز پر نظر نہ اُٹھائی
پوست را زاں روئے لُب پنداشتند
اس سبب سے چھلکے کو مغز سمجھ گئے

پیشوا ابلیس بود ایں را
اِس راستے کا پیشوا، ابلیس تھا
کو شکار آمد شبیکہ جاہ را
جو رُتبہ کے جال کا شکار بنا

مال چوں مارست و آں جاہ اژدہا
مال سانپ جیسا ہے اور رُتبہ اژدہا ہے
سایۂ مرداں زمرّد ایں دو را
اِن دونوں کا زمرّد، مردوں کا سایہ ہے

زاں زمرّد مار را دیدہ جہد
اِس زمرّد سے سانپ کی آنکھیں نکل جاتی ہیں
کور گردد مار و رہرو وا رہد
سانپ اندھا ہو جاتا ہے اور سالک نجات پا جاتا ہے

چوں[3] بدیں رہ خار بنہاد آں رئیس
جبکہ اُس پیشوا نے اِس راستہ پر کانٹے بچھائے
ہر کہ خست او گفت لعنت بر بلیس
جو بھی زخمی ہوا اُس نے کہا شیطان پر لعنت

یعنی ایں غم بر من از غدرِ وے ست
یعنی مجھے یہ تکلیف اُس کی غداری سے پہنچی
غدر را آں مقتدا سابق پے ست
غداری کا وہ مقتدا اور پیشوا ہے

بعد ازاں خود قرن بر قرن آمدند
اُس کے بعد صدیوں پر صدیاں آئیں
جملگاں بر سنتِ او پا زدند
سب اُس کے طریقہ پر چل پڑے

---

[1] چوں نہ بیند۔ جب تک انسان کو ایک حقیقت کا مشاہدہ نہیں ہوتا وہ ظاہر پر قناعت کرتا ہے اور قناعت کی بیڑی اُس کو تکبّر اور غرور میں مبتلا کر دیتی ہے۔ عزّ من قنع اِس محاورے کے عام معنی تو یہ ہیں کہ جو شخص دنیاوی معاملات میں قناعت اختیار کرتا ہے وہ با عزّت رہتا ہے مولانا نے اِس محاورے کے یہی معنی مراد نہیں لئے ہیں۔ عزّت۔ مولانا فرماتے ہیں تن پروری کفر ہے اور دین ذلّت کا اختیار کرنا ہے۔ سنگ۔ جسم کے پتھر کو جب تک مجاہدوں کے ذریعہ فنا نہ کیا جائیگا وہ نگ نہ بن سکے گا۔

[2] دیدہ را۔ چونکہ اِن لوگوں نے اِس جوہر کو نہ دیکھا اِس لئے وہ چھلکے کو مغز سمجھ بیٹھے پیشوا۔ اِن گمراہوں کا پیشوا شیطان ہے جو خود جاہ اور مرتبہ کے جال کا شکار بن گیا۔ مال۔ مال اور رتبہ کی محبّت انسان کیلئے سانپ اور اژدھا ہے بزرگوں کی محبّت اِن دونوں کے لئے زمرّد ہے۔ زاں زمرّد۔ مشہور ہے کہ زمرّد کی تاثیر سے سانپ اندھا ہو جاتا ہے اور وہ انسان پر حملہ کرنے کے قابل نہیں رہتا۔

[3] چوں۔ راہِ ہدایت پر چونکہ شیطان نے کانٹے بچھائے ہیں اب جس کسی کو بھی اُس راہ میں اُن سے تکلیف پہنچتی ہے وہ شیطان پر لعنت کرتا ہے۔ آں مقتدا۔ یعنی شیطان۔ بعد ازاں۔ اب جس قدر گمراہ ہیں اُسی شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔

ہر[1] کہ بنہد سُنّتِ بد اے فتیٰ
اے نوجوان! جس نے بُرا راستہ قائم کیا

تا دراُفتد بعد ازو خَلق از عمیٰ
اسکے بعد جبتک بھی مخلوق اندھے پن سے اُس پر چلتی ہے

جمع گردد بروے آں جملہ بزہ
وہ سب گناہ اُس پر جمع ہو جاتا ہے

کو سَرے بُود ست و ایشاں دُم غزہ
کیونکہ وہ سر تھا اور وہ دُم کی جڑ تھے

لیک آدمؑ چارق وآں پوستیں
لیکن آدمؑ چپل اور وہ پوستین

پیش می آرد کہ ہستم من زطیں
سامنے لاتا ہے، کہ میں مٹی کا ہوں

چوں ایاز آں چارقش مورود بُود
جیسا کہ ایاز، چپل اُس کا ورد تھی

لاجرم اُو عاقبت محمُود بُود
لامحالہ اُس کا انجام قابلِ ستائش تھا

ہستِ[2] مُطلق کارسازِ نیستی ست
مطلق وجود، نیستی کا کارنامہ ہے

کارگاہِ ہست کُن جز نیست چیست
موجود ہونے کا کارخانہ نیستی کے سوا کیا ہے!

بر نوشتہ ہیچ بنویسد کسے
کبھی کوئی لکھے ہوئے پر لکھتا ہے؟

یا نہالے کارد اندر مغرسے
یا ایک پودے کے تھانولے میں کوئی دوسرا پودا لگاتا ہے

کاغذے جوید کہ آں بنوشتہ نیست
وہ کاغذ تلاش کرتا ہے جو لکھا ہوا نہیں ہے

تخم کارد موضعے کہ کِشتہ نیست
اس جگہ بیج بوتا ہے، جو بوئی ہوئی نہیں ہے

تو برادر موضعِ ناکِشتہ باش
اے بھائی! تو نہ بوئی ہوئی جگہ بن جا

کاغذ اسپید نابنوشتہ باش
تو نہ لکھا ہوا سفید کاغذ بن جا

تا[3] مشرف گردی از نون والقلم
تاکہ تو نون اور قلم سے مُشرّف ہو جائے

تا بکارد در تو تخم آں ذُوالکرم
تاکہ وہ صاحبِ کرم تجھ میں بیج بوئے

خود ازیں پالودہ نالیسیدہ گیر
خود اس فالودے کو نہ چکھا ہوا بنا لے

مطبخے کہ دیدہ نادیدہ گیر
جو مطبخ تو نے دیکھا ہے اُس کو بن دیکھا بنا لے

زانکہ زیں پالودہ مستیہا بُود
کیونکہ اس فالودے سے مستیاں (پیدا) ہوتی ہیں

پوستین و چارق ازیادت رَوَد
پوستین اور چپل تیری یاد سے نکل جاتے ہیں

چوں درآید نزع و مرگ آہے کُنی
جب نزع اور موت آتی ہے تو آہ کرتا ہے

ذکرِ دلق و چارق آنگاہے کُنی
تب پُرانی گدڑی اور چپل کو یاد کرتا ہے

---

[1] ہر کہ۔ حدیث شریف ہے مَن سَنَّ سُنَّۃً سَیِّئَۃً فَعَلَیْہِ وِزْرُھَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ ۔ جس شخص نے کوئی بُری راہ قائم کی اُس پر اُس کا اور اُن لوگوں کا گناہ ہے جو قیامت تک اس پر عمل کریں گے۔ بزہ۔ گناہ۔ دُم غزہ۔ دُم کی جڑ۔ لیک آدمؑ۔ آدم علیہ السلام نے زمین اصل کو دیکھا اور رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا کہدیا۔ چوں ایاز۔ ایاز کا بھی اسی طرح سے اپنی غربت کی پوستین اور چپل کو دیکھنے کا معمول تھا اسی لئے اُس کی عاقبت بھی پسندیدہ ہوئی۔

[2] ہست مطلق۔ انسان اپنے آپ کو نیست کرے گا تب ہی اس میں صنعتِ خداوندی کارفرما بنے گی۔ بر نوشتہ۔ لکھے ہوئے کاغذ پر کوئی نہیں لکھتا ہے جس تھانولے میں درخت پہلے سے لگا ہوا ہو اس میں نیا پودا نہیں بویا جاتا ہے لہذا اپنے آپ کو فنا کر تب بقا حاصل ہوگا۔ کاغذے۔ خوشنویس سادہ کاغذ تلاش کرتا ہے، باغ بنجر زمین میں لگایا جاتا ہے۔ تو برادر۔ انسان کو اپنے آپ کو نہ لکھے ہوئے کاغذ اور بنجر زمین کی طرح بنا لینا چاہیئے۔

[3] تا مشرف۔ پھر قدرت قلمِ قدرت سے اس پر نقش و نگار کرے گی اور اس میں معرفت نئے پودے لگا دے گی۔ خود۔ اپنے آپ کو دنیاوی لذتوں سے خالی کرے پھر غیب کی لذتیں حاصل ہوں گی۔ زانکہ۔ انسان دنیاوی لذتوں میں پھنس کر متکبر بن جاتا ہے اور اپنی اصل حقیقت کو فراموش کر دیتا ہے۔ چوں درآید۔ پھر ایسے وقت میں ندامت کا اظہار کرتا ہے کہ اُس کو اُس کا اظہار مفید نہیں ہوتا۔

تا۱ نگردی غرقِ موجِ زشتیے	کہ نباشد از پناہت کشتیے
جب تک تو کسی برائی کی موج میں غرق نہ ہوگا	جس میں تیری پناہ کے لئے کوئی کشتی نہ ہوگی
یاد ناری از سفینہ راستیں	ننگری در چارق و در پوستیں
تو سچائی کی کشتی کو یاد نہ کرے گا	چپل اور پوستین کو نہ دیکھے گا
چونکہ درمانی بغرقابِ بلا	پس ظلمنا ور دسازی بر ولا
جب تو مصیبت کے بھنور میں پھنس جائیگا	پھر پے درپے "ہم نے ظلم کیا" کو ورد بنائے گا
دیو گوید بنگرید ایں خام را	سر بُرید ایں مُرغِ بے ہنگام را
شیطان کہتا ہے اِس بے وقوف کو دیکھو	اِس بے وقت کے (اذان دینے والے) مُرغے کو ذبح کردو
دور ایں خصلت زِ فرہنگِ ایاز	کہ پدید آید نمازش بے نیاز
یہ خصلت ایاز کی ذہانت سے بعید ہے	کہ اُس کی نماز بغیر عاجزی کے ہو
اُو خروسِ آسماں بودہ زپیش	نعرہائے اُو ہمہ در وقتِ خویش
وہ پہلے سے آسمانی مُرغ تھا	اُس کے سب نعرے اپنے وقت پر تھے

در معنی آنکہ اَرِنَا۲ الاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ و معنی آنکہ لَوْ کُشِفَ
اِس معنی کے بیان میں کہ ہمیں چیزوں کو ایسا دکھا جیسی وہ ہیں اور اِس کے معنی کہ اگر
الغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا و معنی ایں بیت
پردہ ہٹا دیا جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہو اور اِس بیت کے معنی

در ہر کہ تو از دیدۂ بد می نگری	از چنبرۂ وجودِ خود می نگری
جس شخص کو تو بُری نظر سے دیکھتا ہے	اپنے وجود کے حلقہ سے دیکھتا ہے
و دربیانِ ایں مصرع	پا۳یۂ کژ کژ فگند سایۂ
اور اِس مصرع کے بیان میں	ٹیڑھا قد ٹیڑھا سایہ ڈالتا ہے

اے خرِساں از وے آموزید بانگ	بانگ بہرِ حق کُند نے بہرِ دانگ
اے مُرغو! اُس سے اذان دینا سیکھو	وہ اللہ کے لئے اذان دیتا ہے نہ کہ پیسے کے لئے
صبحِ کاذب آید و نفریبدش	صبحِ کاذب عالمِ نیک و بدش
صبح کاذب آتی ہے اور اُسکو فریب نہیں دیتی	صبح کاذب اپنے نیک و بد کے جاننے والے کو

لہ تا نگردی۔ تیری یہ حالت ہے کہ جب تک تو بالکل تباہ نہ ہو جائیگا اپنی اصل حقیقت کو نہ دیکھے گا۔ چونکہ۔ جب مصیبت کے بھنور میں پھنسے گا تب توبہ کرے گا۔ دیو۔ پھر شیطان تجھ پر ہنسے گا اور کہے گا کہ اب بے وقت کی توبہ اور ندامت سے کیا فائدہ ہے اُس کو ذبح کرڈالو جو مرغ بے وقت اذان دیتا ہے اُس کو ذبح کر دیا جاتا ہے۔ دور۔ ایاز کی یہ عادت نہ تھی کہ اُس کو وقت گذر جانے پر تنبیہ ہو اُس کی ہر نماز عجز و انکساری سے تھی اور وہ آسمانی مُرغ تھا اُس کی تمام عاجزی بروقت تھی۔

۲ اَرِنَا۔ یہ دعا امام ابو حنیفہ رح کی طرف منسوب ہے مولانا رح نے اِس مناسبت سے اُسکو یہاں ذکر کیا ہے کہ ایاز کے مخالفوں کو اُسکے حجرہ میں جانے کی حقیقت معلوم نہ تھی اِسی لئے اُنھوں نے اُس کو مُتہم کیا۔ لَوْ کُشِفَ الْغِطَاءُ۔ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کا مقولہ ہے کہ میرا ایمان بالغیب اِس درجہ کا ہے کہ اگر غیب سے پردے بھی ہٹ جائیں تو میرے یقین میں کوئی اضافہ نہ ہوگا پردوں کے ہوتے ہوئے میں ایمان اور یقین کے آخری مرتبہ پر ہوں۔ در ہر کہ۔ اِس شعر کا مطلب یہ ہے کہ انسان دوسروں کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے جیسا خود ہوتا ہے ویسا ہی دوسرے کو سمجھتا ہے۔

۳ پایۂ کژ۔ اگر انسان کا خود ٹیڑھا قد ہے تو اُس کا سایہ یقیناً ٹیڑھا پڑیگا۔ اے خرِساں۔ جو لوگ اپنی اصلاح کرنا چاہیں اُنکو اِسی طرح بروقت اصلاح کرنی چاہیئے جس طرح ایاز نے بروقت اپنی اصلاح کرلی تھی اُنہیں اخلاص تھا اور کوئی ریاکاری نہ تھی۔ صبح کاذب۔ وہ وقت کو صحیح پہچانتا تھا وقت اُس کو دھوکا نہ دے سکتا تھا۔

اہلِ دُنیا عقلِ ناقِص داشتند | تا کہ صُبحِ صادقش پنداشتند
دنیا والے ناقص عقل رکھتے تھے | حتیٰ کہ اُس کو صبحِ صادق سمجھ بیٹھے

صُبحِ کاذب کاروانہا را زِ دست | کہ بہُوئے روز بیروں آمدست
صبحِ کاذب نے (اُن) قافلوں کو تباہ کیا ہے | جو دن کی اُمید پر باہر آ گئے ہیں

صُبحِ کاذب خلق را رہبر مباد | کو دہد بس کاروانہا را بباد
خدا کرے صبحِ کاذب مخلوق کی راہنما نہ بنے | جو قافلوں کو برباد کر دیتی ہے

اے شُدہ تو صُبحِ کاذب را رہیں | صُبحِ صادق را تو کاذب ہم مبیں
اے وہ شخص! کہ تو صبحِ کاذب کا پابند ہے | صبحِ صادق کو بھی تو کاذب نہ سمجھ

گر نداری از نفاقِ بد اماں | از چہ داری بر برادر ظن ہماں
اگر تجھے بُرے نفاق سے امن نہیں ہے | تو تو بھائی پر اُس کا گمان کیوں کرتا ہے!

بدگماں باشد ہمیشہ زِشت کار | نامۂ خود خواند اندر حقِّ یار
بدگمان ہمیشہ بدکار ہوتا ہے | دوست کے بارے میں اپنا خط پڑھتا ہے

آں خساں کاندر کژیہا ماندہ اند | انبیا را ساحر و کژ خواندہ اند
وہ کمینے جو کجی میں پھنسے ہوئے ہیں | انہوں نے انبیا کو جادوگر اور ٹیڑھا کہا ہے

واں امیرانِ خسیسِ قلب ساز | ایں گماں بُردند بر حُجرہ ایاز
اُن کمینے دھوکے باز سرداروں نے | ایاز کے حجرے پر یہی گمان کیا

کو دفینہ دارد و گنج اندراں | زآئنہ خود منگر اندر دیگراں
کہ وہ دفینہ رکھتا ہے اور اُس میں خزانہ ہے | اپنے آئینہ میں دوسروں کو نہ دیکھ

شاہ میدانست خود پاکیِ او | بہرِ ایشاں کرد او آں جُست و جو
بادشاہ خود اُس کی پاکی کو جانتا ہے | اُس نے وہ جستجو اُن کے لئے کی تھی

کاے امیراں حجرہ بکشائید دَر | نیم شب کہ باشد او زاں بیخبر
کہ اے سردارو! حُجرے کا دروازہ کھول دو | آدھی رات کو کیونکہ وہ اُس سے لاعلم ہو گا

تا پدید آید سگالشہائے او | بعد ازاں بر ماست مالشہائے او
تاکہ اُس کی تدبیریں ظاہر ہو جائیں | پھر اُس کی سزا ہمارے ذمّہ ہے

محمود نے اُن امیروں سے کہا کہ تم شب میں ایاز کی لاعلمی میں حجرے کا دروازہ کھول دو تاکہ اُس کے پوشیدہ حالات ظاہر ہو جائیں پھر میں اُس کو اُس کی سزا دوں گا۔ سگالشہا۔ یعنی ایاز کے خیالات اور مال جمع کرنے کی تدبیریں۔

ا؎ اہلِ دنیا۔ دنیادار توبہ کا صحیح وقت نہیں پہچانتے ہیں ایسے وقت توبہ کرتے ہیں جبکہ توبہ مفید نہیں رہتی صبحِ کاذب۔ صحیح وقت کو نہ پہچاننے سے بہت سی قومیں تباہ ہوئی ہیں، قافلہ اگر کاذب صبح میں نکل پڑتا ہے تو لوٹ لیا جاتا ہے۔ صبحِ کاذب خدا کرے کاذب صبح کسی کی رہبر نہ بنے ورنہ وہ تباہ ہو جائے گا۔

۲؎ اے شُدہ۔ جو شخص خود غلطی میں مبتلا ہے وہ دوسرے کو غلطی پر نہ سمجھے۔ گر نداری۔ اگر انسان خود مُنافق ہے تو اُس کو دوسروں کو مُنافق دیکھنا چاہیئے۔ بدگماں۔ بدگمان بہت بدکار ہے، وہ اپنے اعمالنامہ کو دوسروں کا اعمالنامہ سمجھ کر پڑھتا ہے۔ آں خساں۔ گنہگار میں چونکہ خود کجی تھی وہ انبیا کو جادوگر وغیرہ سمجھتے تھے۔

۳؎ واں امیراں۔ سلطان محمود کے دربار کے دوسرے اُمرا جنہوں نے ایاز کی شکایت کی تھی خود مکّار تھے انہوں نے حجرے کے بارے میں ایاز پر بھی مکّاری کا خیال کیا۔ شاہ۔ سلطان محمود کو ایاز کی پاکی کا یقین تھا اور حجرے کی تلاشی کا حکم اُن امیروں کو اُس کی پاکی کا یقین دلانے کے لئے دیا تھا۔ کاے امیراں۔ سلطان

مر شمارا دادم آں زرّ و گہر — مَن ازاں زرہا نخواہم جز خبر
میں نے وہ زر و جواہر تمہیں دیا — میں اُس زر کے بارے میں سوائے خبر کے کچھ نہیں چاہتا ہوں

ایں ہمی گفت و دلِ اُو می طپید — از برائے آں ایازِ بے ندید
وہ یہ کہہ رہا تھا اور اُس کا دل تڑپ رہا تھا — اُس بے نظیر ایاز کی وجہ سے

کہ منم کایں بر زبانم میرود — ایں جفا گر بشنود اُو چوں شود
کہ میں ہوں کہ میری زبان سے جاری ہو رہا ہے — یہ ظلم اگر وہ سُنے گا، اُس کا کیا حال ہو گا!

باز میگوید بحقِ دینِ اُو — کہ ازیں افزوں بُود تمکینِ اُو
پھر کہتا ہے اُس کے دین کی قسم — اُس کا رتبہ اِس سے بڑھ کر ہے

کہ بقذفِ زشتِ من طیرہ شود — وز غرض وز سرِّ من غافل بُود
کہ وہ میرے بُری تہمت لگانے سے ناراض ہو — اور میری غرض اور راز سے غافل ہو

مُبتلا[2] چوں دید تاویلاتِ رنج — بُرد بیند کے شود اُو ماتِ رنج
مبتلا (انسان) جب رنج کی توجیہ سمجھ لیتا ہے — کامیابی دیکھتا ہے، وہ رنج سے ہار نہیں دیکھتا ہے

صاحبِ تاویل ایازِ صابرست — کہ بحرِ عاقبتہا ناظرست
توجیہ کرنے والا، صابر، ایاز ہے — کیونکہ وہ نتائج کے سمندر کو دیکھنے والا ہے

ہمچو یوسفؑ خوابِ ایں زندانیاں — ہست تعبیرش بہ پیشِ اُو عیاں
(حضرت) یوسفؑ کی طرح ان قیدیوں کا خواب — اُس کی تعبیر اُن کے سامنے ظاہر ہے

خوابِ خود را چوں نداند مردِ خیر — کے بُود واقف ز سرِّ خوابِ غیر
جب بھلا آدمی اپنے خواب کو نہیں جانتا — وہ دوسرے کے خواب کے راز سے کب واقف ہو گا؟

گر زنم[3] صد تیغ اُو را ز امتحاں — کم نگردد وصلتِ آں مہرباں
میں اگر آزمائش کی سو تلواریں اس کے ماروں — اُس مہربان کا تعلق کم نہ ہو گا

داند اُو کاں تیغ بر خود می زنم — من وَیَم اندر حقیقت اُو منم
وہ جانتا ہے کہ وہ تلوار میں اپنے مار رہا ہوں — حقیقت میں میں وہ ہوں، وہ میں ہے

دربیانِ اتّحادِ عاشق و معشوق از رُوئے حقیقت اگرچہ

حقیقت کے اعتبار سے عاشق اور معشوق کے اتحاد کے بیان میں اگرچہ

تو اُس کا تعلق کمزور نہ پڑے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا اُس کے تلوار مارنا اپنے تلوار مارنا ہے۔ دربیان۔ اب مولانا نے اِس [illegible] عاشق اور معشوق کے اتحاد کو بتایا ہے۔

---

[1] مر شما۔ بادشاہ نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ جو جواہر تم ہاں لیں وہ تمہارے ہیں مجھے آکر صرف بتا دینا۔ ایں ہمی گفت۔ بادشاہ نے یہ حکم تو دے دیا تھا لیکن وہ اِس لیے بے چین تھا کہ اگر اُس کے مخلص ایاز کو اِس کا علم ہو گا کہ میں نے بدگمانی کی بنیاد پر اُس کے حجرہ کی تلاشی کا حکم دیا ہے تو اُس کو کس قدر رنج ہو گا۔ باز میگوید۔ پھر بادشاہ دل میں کہتا تھا کہ ایاز کے خلوص پر یقین ہے کہ وہ اِس حکم کے بارے میں مجھ سے بدگمان نہ ہو گا بلکہ یہی سمجھے گا کہ دشمنوں پر حقیقت حال واضح کرنے کیلئے میں نے یہ حکم دیا ہے۔

[2] مبتلا۔ مصیبت زدہ جب اپنی مصیبت کی کوئی بہتر توجیہ کر لیتا ہے تو وہ رنج اور غم میں شکست خوردہ نہیں ہوتا ہے۔ صاحب تاویل۔ بادشاہ نے خیال کیا کہ ایاز اِس کام کی کوئی بہتر توجیہ کریگا۔ ہمچو۔ حضرت یوسفؑ نے اپنے ساتھی قیدیوں کے خواب کی صحیح تعبیر دی تھی جس نے یہ دیکھا تھا کہ وہ انگور نچوڑ رہا ہے اُس کو کہہ دیا تھا کہ تعبیر یہ ہے کہ تو پھر بادشاہ کا ساقی بنے گا اور جس نے دیکھا تھا کہ پرندے اُس کے سر پر کی روٹیاں کھا رہے ہیں اُس سے کہا تھا کہ تو سولی پر چڑھایا جائیگا۔ ایں زندانیاں جیلخانہ اور اُس کے ساتھی۔

[3] گر زنم۔ سلطان محمود نے سوچا کہ اگر میں ایاز کے تلوار بھی ماروں

مُتضادّ اند از رُوئے آنکہ نیاز ضدِ بے نیازی ست چنانکہ آئینہ
وہ اس اعتبار سے متضاد ہیں کہ نیاز، بے نیازی کی ضد ہے جیساکہ آئینہ

بے صورت و سادہ است و بیصُورتی ضدِ صورت ست لیکن
بغیر صورت کا اور سادہ ہے اور صورت کا ہونا صورت کی ضد ہے لیکن

میانِ ایشان اِتحادے ست دَر حقیقت کہ شرحِ آن دراز ست
درحقیقت ان میں ایسا اتحاد ہے جس کی شرح دراز ہے

وَالعَاقِلُ تَکفِیہِ الاِشَارَۃُ
اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

جسمِ مجنوں را ز رنجِ دوریے
فراق کی تکلیف سے مجنون کے جسم

اندر آمد ناگہاں رنجوریے
میں اچانک بیماری پیدا ہو گئی

خون بجوش آمد ز شعلۂ اشتیاق
شوق کی چنگاری سے خون جوش میں آگیا

تا پدید آمد بداں مجنوں خُناق
عشق کے اس سے مجنون کے (گلے میں) خناق پیدا ہو گیا

پس طبیب آمد بدارو کردنش
اس کا علاج کرنے کے لئے طبیب آیا

گفت چارہ نیست ہیچ از رگ زنش
اس نے کہا فصد کرنے کے علاوہ کوئی علاج نہیں ہے

رگ زدن باید برائے دفعِ خوں
خون کے دفع کرنے کیلئے فصد کرنی چاہیئے

رگ زنے آمد بدانجا ذو فنوں
(چنانچہ) وہاں ایک ہنرمند فصاد آیا

بازوش بست و گرفت آں نیشِ او
اس نے اس کا بازو باندھا اور اسکو اسکے سامنے پکڑا

بانگ بر زد در زماں آں عشق خو
فوراً وہ عشق مزاج چیخا

مُزدِ خود بستان و ترکِ فصد کُن
اپنی فیس لے لے، اور فصد نہ کر

گر بمیرم گو برو جسمِ کُہن
اگر میں مر جاؤں، کہدے پرانا جسم چلا جائے

گفت آخر از چہ می ترسی ازیں
اس نے کہا آخر تو اس سے کیوں ڈرتا ہے؟

چون نمی ترسی تو از شیرِ عریں
جبکہ تو کچھار کے شیر سے نہیں ڈرتا ہے

شیر و گرگ و خرس و ہر یوز و دَدَہ
شیر اور بھیڑیا اور ریچھ اور ہر چیتا اور درندہ

گرد بر گردِ تو شب گرد آمدہ
تیرے چاروں طرف رات کو چکر لگاتا ہے

می نیایدشاں ز تو بُوئے بشر
تجھ میں سے انھیں انسان کی بو نہیں آتی ہے

ز انبہیِ عشق و وجد اندر جگر
(تیرے) جگر کے اندر عشق اور غم کی کثرت سے

۱؎ متضاد۔ بظاہر عاشق و معشوق میں تضاد ہے ایک طرف نیاز ہے دوسری طرف بے نیازی ہے جیساکہ آئینہ بے صورت ہے اور جو صورت اس کے اندر آتی ہے بظاہر ان دونوں میں تضاد ہے لیکن حقیقتاً دونوں میں اتحاد ہے اس کی مجنوں کے قصہ سے تشریح کرتے ہیں۔ مجنوں۔ ایک بار مجنوں بیمار ہو گیا عشق کی شدت نے اس کے خون میں جوش پیدا کر دیا۔ جس سے اس کے گلے میں خناق (گلے کا ورم) پیدا ہو گیا۔

۲؎ پس طبیب۔ طبیب نے کہا خون کو کم کرنے کیلئے فصد کرنا ضروری ہے لہٰذا فصد کرنے والے کو بلایا جائے۔ بازوش۔ فصد کرنے کیلئے جب اس کا بازو باندھا تو مجنوں شور مچانے لگا اور کہا کہ خواہ میں مرجاؤں فصد نہ کرو۔

۳؎ گفت۔ فصاد نے کہا تو جنگلوں میں مارا مارا پھرتا ہے اور درندوں سے بھی نہیں ڈرتا ایک نشتر سے کیوں ڈر رہا ہے عریں۔ شیر کی کچھار۔ یوز۔ چیتا۔ ددہ۔ درندہ۔ می نیاید۔ چونکہ عشق اور غم نے تیرا جگر جلا دیا ہے ان درندوں کو تجھ میں سے انسان کی بُو نہیں آتی ہے اور وہ تجھے اپنا دشمن سمجھ کر تجھ پر حملہ نہیں کرتے ہیں۔

گرگ[1] و خرس و شیر داند عشق چیست | کم ز سگ باشد کہ از عشق او تہی ست

بھیڑیا اور ریچھ اور شیر جانتا ہے کہ عشق کیا ہے | جو شخص عشق سے خالی ہے وہ کُتّے سے کم ہے

گر رگِ عشقے نبودے کلب را | کے بجُستے کلبِ کہف قلب را

اگر کُتّے میں عشق کی رگ نہ ہوتی | تو کتا اہلِ دل کے غار کو کب ڈھونڈتا

ہم ز جنسِ او بصورت چوں سگاں | گر نشد مشہور ہست اندر جہاں

اس کے ہم جنس بھی کتوں کی صورت میں | دنیا میں ہیں اگرچہ مشہور نہیں ہوئے ہیں

تو نبُردی بُوئے دل از جنسِ خویش | کے بری تو بُوئے دل از گرگ و میش

تو نے اپنی (ہم) جنس کے دل کی خوشبو نہ پائی | تو بھیڑیئے اور بھیڑ کے دل کی خوشبو کب محسوس کر سکتا ہے؟

گر[2] نبودے عشق ہستی کے بُدے | کے زدے ناں بر تو و تو کے شدے

اگر عشق نہ ہوتا، تو وجود کب ہوتا! | روٹی تجھ سے کب ملتی اور تو کب ہوتا؟

نانِ تو شُد از چہ ز عشق و اشتہے | ورنہ ناں را کے بُدے تا جاں رہے

تیری روٹی کس چیز سے بنی؟ عشق اور خواہش سے | ورنہ روٹی کا راستہ جان تک کب ہوتا؟

عشق نانِ مُردہ را جاں می کُند | جاں کہ فانی بُود جاوید اں کُند

عشق ہی مُردہ روٹی کو جان (دار) بناتا ہے | جو جان فانی تھی اس کو جاودانی بنا دیتا ہے

گفت مجنوں من نمی ترسم ز نیش | صبرِ من از کوہِ سنگیں ہست بیش

مجنوں نے کہا میں نشتر سے نہیں ڈرتا ہوں | میرا صبر پتھریلے پہاڑ سے بڑھا ہوا ہے

مُنبلم بے زخم ناساید تنم | عاشقم بر زخمہا بر می تنم

میں مصیبت کا مارا ہوں بغیر زخم کے میرے جسم کو آرام نہیں ملتا | میں عاشق ہوں زخموں کا چکر لگاتا ہوں

لیک[3] از لیلیٰ وجودِ من پُر است | ایں صدف پُر از صفاتِ آں دُر است

لیکن میرا وجود لیلیٰ سے بھرا ہوا ہے | یہ سیپ اُس موتی کی صفات سے پُر ہے

ترسم اے فصّاد! گر فصدم کُنی | نیش را ناگاہ بر لیلیٰ زنی

اے فصّاد! اگر تو میرے فصد لگائیگا میں ڈرتا ہوں | اچانک تو لیلیٰ کے نشتر مارے گا

داند آں عقلے کہ او دل روشنے ست | درمیانِ لیلیٰ و من فرق نیست

وہ عقل جس کا دل روشن ہے سمجھتی ہے | (کہ) مجھ میں اور لیلیٰ میں فرق نہیں ہے

من کیم لیلیٰ و لیلیٰ کیست من | ما دو رُوحیم آمدہ در یک بدن

میں کون ہوں! لیلیٰ، اور لیلیٰ کون ہے! میں | ہم دو روحیں ہیں جو ایک جسم میں آ گئی ہیں

---

[1] گرگ۔ مولانا فرماتے ہیں جبکہ حیوانات بھی عشق سے آشنا ہیں تو اگر انسان میں یہ جذبہ نہ ہو تو وہ کتے سے بھی بدتر ہے۔ گر رگے۔ اصحاب کہف کے کتے قطمیر کو عشق ہی غار میں لے گیا تھا۔ قلب۔ یعنی اہلِ دل اصحابِ کہف ہم زجنس۔ اور کتے بھی قطمیر کی طرح ہیں، مشہور نہیں ہوئے ہیں۔ تو نبردی۔ تو نے انسان کے دل کے عشق کو نہ پہچانا تو درندوں کے دل کی حالت کیا جان سکتا ہے۔

[2] گر نبودے۔ مولانا کے نزدیک عالم کے وجود کی بنیاد عشق ہے اور پوری کائنات میں باہمی عشق اور جذب و انجذاب ہے۔ نان۔ اگر روٹی اور انسان میں باہمی تعلق ہوتا تو روٹی زندہ انسان کا جزو کیسے بنتی۔ عشق۔ عشق ہی نے اس مُردہ روٹی کو زندہ انسان کا جزو بنا دیا۔ گفت مجنوں۔ مجنوں نے فصّاد سے کہا میں نشتر لگنے سے نہیں ڈر رہا ہوں میرا صبر پہاڑ سے بھی زیادہ ہے اور زخم کھانا میری عادت ہے اسی سے میرے جسم کو آرام ملتا ہے۔

[3] لیک۔ چونکہ اب میں اپنے آپ کو فنا کر چکا ہوں اور میرے اس جسم میں صرف لیلیٰ ہے تو یہ نشتر میرے نہ لگے گا بلکہ لیلیٰ کے لگے گا۔ داند۔ عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اب لیلیٰ میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں ہے میں لیلیٰ ہوں اور لیلیٰ میں ہوں دو روحیں ایک بدن میں ہیں۔

معشوقے[1] از عاشق بپرسید کہ خود را دوست تر میداری یا مرا

ایک معشوق نے عاشق سے دریافت کیا تو اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے یا مجھے

گفت من از خود مُردہ اَم وبتو زندہ اَم از خود و از صفاتِ خود

اُس نے کہا میں اپنے اعتبار سے مُردہ ہوں اور تیرے ذریعہ سے زندہ ہوں اپنے آپ اور اپنی

نیست شدہ اَم وبتو ہست شدہ اَم علمِ خود را فراموش کردہ اَم و

صفات کے اعتبار سے معدوم ہوگیا ہوں اور تیرے ذریعہ سے موجود ہوا ہوں میں نے اپنا علم بُھلادیا ہے اور

از علمِ تو عالِم شدہ اَم قدرتِ خود را بباد دادہ اَم واز قدرتِ

تیرے علم کے ذریعہ عالِم بن گیا ہوں میں نے اپنی قدرت کو برباد کردیا ہے اور تیری قدرت

تو قادر شدہ اَم اگر خود را دوست دارم تُرا دوست داشتہ

کے ذریعہ صاحب قدرت ہوگیا ہوں اگر اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں تو تجھے دوست

باشم واگر تُرا دوست داشتہ باشم خود را دوست داشتہ باشم

رکھتا ہوں اور اگر تجھے دوست رکھتا ہوں تو اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں

ہرکہ[2] را آئینۂ یقیں باشد

جس کو یقین کا آئینہ حاصل ہو

گرچہ خود بیں خدائے بیں باشد

اگرچہ وہ خود بین ہے وہ خدا بین ہو گا

اُخرُجْ بِصِفَاتِیْ اِلٰی خَلْقِیْ مَنْ رَأٰکَ فَقَدْ رَأٰنِیْ وَمَنْ

میری مخلوق کی طرف میری صفات میں نکل، جس نے تجھے دیکھا تو بیشک اُس نے مجھے دیکھا اور جس نے

قَصَدَکَ قَصَدَنِیْ وَمَنْ اَحَبَّکَ اَحَبَّنِیْ وَقِسْ عَلٰی ھٰذَا

تیرا قصد کیا اُس نے میرا قصد کیا اور جس نے تجھ سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی اور اسی پر قیاس کرلے

گفت معشوقے بعاشق زامتحاں | در صبوحی[3] کاے فلاں ابنِ فلاں

امتحاناً، ایک معشوق نے عاشق سے کہا | صبح کی شراب کے وقت کہ اے فلاں، فلاں کے بیٹے

مر مرا تو دوست تر داری عجب | یا کہ خود را راست گو یا ذا الکرب

تو مجھے عجیب زیادہ دوست رکھتا ہے | یا اپنے آپ کو، سچ بتا اے غمزدہ!

گفت من در تو چناں فانی شدم | کہ پُرم من از تو از سر تا قدم

اُس نے کہا میں تجھ میں ایسا فنا ہوگیا ہوں | کہ سر سے پاؤں تک تجھ سے پُر ہوں

---

[1] معشوقے۔ اب مولانا عاشق ومعشوق کے اتحاد کی مزید وضاحت کرتے ہیں۔ کسی معشوق نے عاشق سے دریافت کیا کہ تو مجھ سے زیادہ محبت کرتا ہے یا اپنے آپ سے، اُس نے کہا میں اپنی تمام صفات گم کرچکا ہوں اب تیرے علم سے عالِم، تیری قدرت سے قادر ہوں۔ لہٰذا اگر تجھے دوست رکھتا ہوں تو اپنے آپکو دوست رکھتا ہوں اور اپنے آپکو دوست رکھتا ہوں تو تجھے دوست رکھتا ہوں اب دوئی ختم ہوگئی ہے لہٰذا یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

[2] ہرکہ۔ جسکو ذات وصفات باری پر یقین کامل حاصل ہوگیا چونکہ وہ خودی کو ختم کرچکا ہے لہٰذا اُسکی خود بینی بھی خدا بینی ہے۔ اُخرج۔ جب ایک انسان فرائض ونوافل کے ذریعہ خدا کا قرب حاصل کرتا ہے اور خدائی اخلاق سے متخلق ہوجاتا ہے تو اُس انسان کو دیکھنا خدا کو دیکھنا ہے۔

[3] صبوحی۔ صبح کے وقت کی شراب۔ گفت۔ عاشق نے کہا کہ میں تجھ میں اپنے آپ کو فنا کرچکا اب تو اور میں دو شخص نہیں ہیں کہ اُن کے بارے میں محبت کی کمی اور زیادتی کا سوال ہوسکے۔

برمَنؔ از ہستیِ من جُز نام نیست — دَر وجودم جُز تو اے خوش کام نیست

مجھ میں میرے وجود کا سوائے نام کے کچھ نہیں ہے — اے خوش نصیب! میرے وجود میں تیرے سوا کچھ نہیں ہے

زاں سَبَب فانی شدم من ایں چنیں — ہمچو سرکہ دَر تو بحرِ انگبیں

اس لئے میں ایسا فانی ہوگیا ہوں — جیسا کہ سرکہ اے شہد کے سمندر! تجھ میں

ہمچو سنگے کو شود کُل لعل ناب — پُر شود اُو از صفاتِ آفتاب

اُس پتھر کی طرح جو مجسّم خالص لعل بن گیا ہو — وہ سورج کی صفات سے پُر ہوجاتا ہے

وصفِ آں سنگی نماند اندرو — پُر شود از وصفِ خُور اُو پشت و رُو

اُس میں پتھرپن کی صفت نہیں رہتی ہے — وہ آگے اور پیچھے سورج کے وصف سے پُر ہوجاتا ہے

بعدؔ ازاں گر دوست دارد خویش را — دوستیِ خُور بُوَد آں اے فتی

اُس کے بعد اگر وہ اپنے آپکو دوست رکھتا ہے — اے نوجوان! وہ سورج سے دوستی ہوتی ہے

ور کہ خُور را دوست دارد اُو بجاں — دوستیِ خویش باشد بیگماں

اگر وہ (دل و) جان سے سورج کو دوست رکھتا ہو — بے شک اپنے سے دوستی ہوتی ہے

خواہ خود را دوست دارد لعلِ ناب — خواہ یا اُو دوست دارد آفتاب

خالص لعل، خواہ اپنے آپ کو دوست رکھے — یا خواہ وہ سورج کو دوست رکھے

اندریں دو دوستی خود فرق نیست — ہر دو جانب جُز ضیائے شرق نیست

اِن دونوں دوستیوں میں فرق نہیں ہے — دونوں جانب سورج کی روشنی کے علاوہ کچھ نہیں ہے

تاؔ نشد اُو لعل خور را دشمن ست — زانکہ یک من نیست اینجا دو من ست

جب تک وہ لعل نہیں بنا، سورج کا دشمن ہے — کیونکہ ایک وجود نہیں ہے یہاں دو وجود ہیں

زانکہ ظلمانی ست سنگ اے باحضور — ہست ظلمانی حقیقت ضدِ نور

اِس لئے کہ اے باشعور! پتھر تاریک ہے — تاریک حقیقتاً نور کی ضد ہے

خویش را گر دوست دارد کافر ست — زانکہ اُو منّاعِ شمسِ اکبر ست

اگر اپنے آپکو دوست رکھتا ہے تو کافر ہے — کیوں کہ وہ شمس اکبر کا منکر ہے

پس نشاید کہ بگوید سنگ انا — اُو ہمہ تاریکی ست و در فنا

پس مناسب نہیں ہے کہ پتھر "انا" کہے — وہ مجسّم تاریکی اور فنا میں ہے

اُس کا اپنے وجود کا اقرار، سورج کے غیر کے وجود کا اقرار ہے۔

لہ برمنؔ: میرے وجود کا نام ہی نام ہے ورنہ اُس وجود میں دراصل تو ہے۔ سرکہ۔ سرکہ کو اگر شہد کے سمندر میں ڈال دیا جائے تو سرکہ کا محض نام ہی نام رہجائیگا ورنہ وہ سب شہد میں مل کر شہد بن گیا ہے۔ ہمچو۔ جس جسم میں کسی دوسرے جسم کی پوری صفات آجائیں تو اب اُس پہلے جسم کا نام ہی نام باقی رہیگا پتھر نے جب سورج کی صفات کو اِس درجہ قبول کرلیا کہ اُس میں پتھرپن نہ رہا اور وہ سورج کی صفات کو قبول کرکے لعل بن گیا تو اب وہ صرف نام کا پتھر ہے اُس میں پتھر کی صفت باقی نہیں ہے۔

لہ بعدؔ آزاں۔ لعل اگر اپنے آپ سے محبت کرے تو وہ سورج ہی سے محبت کہلائیگی۔ ور۔ اگر وہ لعل، سورج سے محبت کرے گا تو اُس کی وہ محبت خود اُس کی اپنی ذات سے محبت کہلائے گی۔ اب اُس کی اپنی ذات سے دوستی اور سورج سے دوستی میں کوئی فرق نہیں ہے اِسلئے کہ اُس میں اور سورج میں صفات کی یکسانیت ہے۔

لہ تاؔ نشد۔ ہاں اگر وہ پتھر ابھی لعل نہیں بنا ہے تو اُس میں اور سورج میں تضاد ہے پتھر میں تاریکی ہے اور سورج میں صفائی اور روشنی ہے۔ خویش را۔ اگر اِس حالت میں وہ پتھر اپنے آپ سے محبت کرے تو وہ سورج کا کافر ہے۔

گفت[1] فرعونے اَنا الحق گشت پست
کسی فرعون نے اَنا الحق کہا وہ پست ہوا

گفت منصورے اَنا الحق و برست
کسی منصور نے اَنا الحق کہا وہ بالا ہے

آں اَنا را لعنۃُ اللہ در عقب
اُس اَنا کے لئے اللہ (تعالیٰ) کی لعنت در پے ہے

ویں اَنا را رحمۃُ اللہ اے محب
اور یہ اَنا اے دوست! اللہ (تعالیٰ) کی رحمت ہے

زانکہ او سنگِ سیہ بُد ایں عقیق
کیونکہ وہ سیاہ پتھر تھا، یہ عقیق ہے

آں عدوئے نور بُود و ایں عشیق
وہ نور کا دشمن تھا اور یہ عاشق ہے

ایں اَنا ہُو بُود در سِر اے فضول
اے بیہودہ! یہ "اَنا" درحقیقت "ہو" تھی

زاتحادِ نور نز راہِ حُلول
نور کے اتحاد کی وجہ سے، نہ کہ حلول کے طور پر

جہد[2] کُن تا سنگیت کمتر شود
تو کوشش کرتا کہ تیرا پتھر پن کم ہو جائے

تا بلعلی سنگِ تو انور شود
تاکہ تیرا پتھر لعل بن سے روشن ہو جائے

صبر کُن اندر جہاد و در عنا
مجاہدہ اور مشقت میں صبر کر

دمبدم می بیں بقا اندر فنا
لمحہ بہ لمحہ فنا میں بقا دیکھ

وصفِ سنگی ہر زماں کم میشود
پتھر پن کی صفت ہر لمحہ کم ہوگی

وصفِ لعلی در تو محکم میشود
تجھ میں لعل پن کی صفت مضبوط ہو جائے گی

وصفِ ہستی میرود از پیکرت
تیرے جسم میں سے وجود کی صفت نکل جائیگی

وصفِ مستی میفزاید در سرت
تیرے باطن میں مستی کی صفت بڑھ جائے گی

سمع شو یکبارگی تو گوشوار
تو کان کی طرح فوراً سماعت بن جا

تا ز حلقہ لعل یابی گوشوار
تاکہ تجھے لعل کے حلقہ کا گوشوارہ مل جائے

ہمچو[3] چہ کن خاک می کن گر کسی
اگر تو مرد ہے تو کنواں کھودنے والے کی طرح مٹی کھود

زیں تنِ خاکی کہ در آبے رسی
اس مٹی کے جسم کی تاکہ تو پانی تک پہنچ جائے

گر رسد جذبِ خدا آبِ معیں
اگر خدا کا جذب آگیا، تو جاری پانی

چاہ ناکندہ بجوشد از زمیں
کنواں کھودے بغیر زمین سے جوش مارے گا

کارِ کے میکُن تو و کاہل مباش
کچھ کام کر، اور کاہل نہ بن

اندک اندک خاکِ چہ را میتراش
تھوڑی تھوڑی کنویں کی مٹی کھود

چاہیئے تاکہ وہ آبِ حیات تک پہنچ سکے گر رسد۔ مجاہدے کے ساتھ اگر حضرت حق کی جانب سے جذب شروع ہو جاتا ہے تو پھر مقصد تک پہنچنے کے لئے زیادہ مجاہدوں کی ضرورت نہیں رہتی۔

[1] گفت۔ کسی فرعونی کا "انا الحق" کہنا اس وجہ سے کفر ہے اور منصوری کا یہ کلمہ کہنا عین ایمان ہے۔ آں انا۔ اگر کوئی فرعونی صفت والا شخص انا الحق کہے تو وہ ملعون ہے اور کوئی منصور حلاج کی صفات والا انسان یہی کلمہ کہے تو اس پر خدا کی رحمت ہے۔ زانکہ۔ جبکہ انسان اللہ کی صفات سے متصف نہیں ہے تو اس میں اور اللہ تعالیٰ میں تضاد ہے۔ ایں انا۔ متصف بصفاتِ خداوندی کا "انا الحق" کہنا اصل میں انا الحق کہنا ہے اس "انا" اور "ہو" میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ نور اور صفات کے اعتبار سے دونوں میں اتحاد ہے۔ حلول۔ ذاتِ باری کو کسی انسانی شکل میں ماننا حلول ہے جو کفر ہے۔

[2] جہد کن۔ مجاہدوں کے ذریعہ اپنے پتھر پن کو دور کر کے لعل بننے کی کوشش کر پھر تجھے رفتہ رفتہ اپنی صفات کو فنا کر کے اللہ کی صفات کے ذریعہ بقا حاصل ہوگا۔ وصف۔ تیرے وجود کے اوصاف رفتہ رفتہ فنا ہو جائیں گے صفاتِ خداوندی کا تیرے اندر جماؤ ہو جائے گا۔ سمع۔ تو کان کی طرح مجسم سماعت بنجا اور ان نصیحتوں کو قبول کر کے صفاتِ خداوندی کو حلقہ بگوش بنالے۔

[3] ہمچو۔ اگر انسان میں انسانیت ہے تو اُس کو کنواں کھودنے والے کی طرح مجاہدے کے ذریعہ اپنے جسم کی کھدائی کرنی

کارمیکُن گوش ماں از بہرِ آب | اَندک اَندک دور کُن خاک و تراب
پانی کے لئے کام کر، کان بن جا | تھوڑی تھوڑی خاک اور مٹی ہٹا

ہر کہ رنجے دید گنجے شُد پدید | ہر کہ جدّے کرد در جدّے رسید
جس نے تکلیف اُٹھائی، خزانہ ظاہر ہوا | جس نے کوشش کی، نصیبہ کو پہنچ گیا

گفت پیغمبرؐ رکوع ست و سجود | بر درِ حق کوفتن حلقہ وجود
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے، رکوع اور سجدہ | اللہ (تعالیٰ) کے در پر مراد کی کنڈی کھٹکھٹانا ہے

حلقہ آں در ہر آنکو میزند | بہرِ او دولت سرے بیروں کند
جو شخص اُس دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹاتا ہے | اُس کے لئے دولت باہر آتی ہے

آمدنِ آں امیرانِ نمّام با سرہنگاں نیم شب و کشادنِ حُجرۂ ایاز و دیدن چارق و پوستین را آویختہ و گمان بُردن کہ آں مکرست و رُوپوش و خانہ را حُفرہ کردن بہر گوشہ کہ گمان آمد و چاہ کُناں آوردن و دیوارہا را سُوراخ کردن و چیزے نایافتن و خجِل و نومید شُدن چنانکہ بدگمانان و خیال اندیشاں در کارِ انبیا و اولیا کہ میگفتند کہ ساحر اند و خویشتن ساختہ اند و تصدّر میجویند بعد از تفحص خجِل شُدنِ ایشان سُود ندارد

اُن چغلخور امیروں کا مع سپاہیوں کے آدھی رات کو آنا اور ایاز کا حجرہ کھولنا اور چپل اور پوستین کو لٹکا ہوا دیکھنا اور خیال کرنا کہ یہ مکاری اور آڑ ہے اور گھر کے ہر اُس گوشہ کو کھودنا جس کا اُنھیں خیال آیا اور کنواں کھودنے والوں کو لانا اور دیواروں میں سوراخ کرنا اور کسی چیز کو نہ پانا اور شرمندہ اور نا اُمید ہونا جیسا کہ انبیاء اور اولیاء کے معاملہ میں بدگمانوں اور سوچنے والوں جو کہتے تھے کہ جادوگر ہیں اور اپنے آپ کو بنائے ہوئے ہیں اور بڑائی چاہتے ہیں جستجو کے بعد اُن کا شرمندہ ہونا مفید نہیں ہے

آں امیراں بر درِ حُجرہ شُدند | طالبِ گنج و زر و خمرہ شُدند
وہ امیر حجرے کے دروازہ پر آئے | خزانہ اور سونے اور ٹھلیا کے طلبگار بنے

۱ے کار می کُن۔ انسان کو مجاہدہ شروع کرنا چاہیئے اور مقصد کے حصول کا منتظر رہنا چاہیئے۔ ہر کی محنت کو رائیگاں نہیں کرتا ہے جو کوشش کرتا ہے وہ پالیتا ہے۔ گفت۔ عبادتیں اِس لئے کی جاتی ہیں تاکہ درِ حق کُھلے اور انسان کو تقرب حاصل ہو۔ زنجیر بجا کر دروازہ کُھلوایا جاتا ہے۔ عبادت بھی زنجیر بجاتا ہے۔

۲ے حلقہ۔ مشہور مقولہ ہے مَنْ دَقَّ بَابَ الْکَرِیْمِ انْفَتَحَ جو شخص سخی کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو دروازہ کُھل جاتا ہے۔ رُوپوش۔ یعنی ایاز نے چپل اور پوستین اِس لئے دکھا دی ہے کہ مخفی خزانہ کی جانب لوگوں کا دھیان نہ جائے۔

۳ے چنانکہ۔ یہ لوگ ایاز کے معاملہ میں ایسے ہی شرمندہ ہوئے جس طرح انبیاء اور اولیاء کے منکر آخر میں ایسے وقت شرمندہ ہوئے ہیں جبکہ اِن کی شرمندگی اُن کے لئے مفید نہیں ہوتی ہے۔ تصدُّر۔ صدر کا مقام حاصل کرنا۔ غرور۔ تکبر۔

قفل را بر میگشادند از ہوس
ہوس سے اُنہوں نے تالا کھولا

با دو صد فرہنگ و دانش چند کس
چند اشخاص کی سینکڑوں عقلوں اور سمجھ کے ساتھ

زانکہ[1] قفل صعب بر پیچیدہ بود
کیونکہ اُس نے مضبوط تالا لگا رکھا تھا

از میانِ قفلہا بگزیدہ بود
تالوں میں سے منتخب کیا تھا

نے ز بخلِ سیم و مال و زرِ خام
چاندی اور مال اور خالص سونے کے بخل کی وجہ سے نہیں

از برائے کتمِ آں سرّ از عوام
(بلکہ) اُس راز کو عوام سے چھپانے کے لئے

کہ گروہے بر خیالِ بد تنند
کہ ایک جماعت بُرے خیال پر قائم ہو جائیگی

قومِ دیگر نام سالوسم کنند
دوسری قوم میرا نام مکار رکھے گی

پیشِ با ہمت بود اسرارِ جاں
جان کے راز، باہمت کے سامنے

از خساں محفوظ تر از لعلِ کاں
کمینوں سے، کان کے لعل سے زیادہ محفوظ ہوتے ہیں

زر بہ از جان ست پیشِ ابلہاں
بیوقوفوں کے نزدیک سونا جان سے بہتر ہے

زر نثارِ جاں بود پیشِ شہاں
شاہوں کے نزدیک سونا جان کی خیرات ہے

می[2] شتابیدند تفت از حرصِ زر
وہ سونے کے لالچ میں تیز دوڑتے تھے

عقلِ شاں میگفت نے آہستہ تر
اُن کی عقل کہتی تھی - نہیں - بہتر آہستہ

حرص تازد بیہدہ سوئے سراب
سراب کی جانب، لالچ بیکار دوڑتا ہے

عقل گوید نیک بیں کاں نیست آب
عقل کہتی ہے، اچھی طرح دیکھ، وہ پانی نہیں ہے

حرص غالب بود و زر چوں جاں شدہ
لالچ غالب تھا اور سونا جان کی طرح بن گیا تھا

نعرۂ عقل آں زماں پنہاں شدہ
اُس وقت عقل کی آواز دب گئی تھی

حرص غالب بود بر زر ہمچو جاں
جان جیسے سونے پر حرص غالب تھی

گفت ایں ست ایں متاعِ رائگاں
اُس نے کہا یہی ہے یہ بیہودہ چیز

گشتہ صد تو حرص و غوغاہائے او
حرص اور اُس کا شور تنو مند بن گیا

گشتہ پنہاں حکمت و ایمائے او
دانائی اور اُس کا اشارہ چھپ گیا

تا[3] کہ در چاہِ غرور اندر فتد
تاکہ دھوکے کے کنویں کے اندر گرے

آنکہ از حکمت ملامت نشنود
وہ جو دانائی کی ملامت نہیں سنتا

چوں ز بندِ دام باد او شکست
جب جال کے پھندے کی وجہ سے اُس کا غرور ٹوٹا

نفسِ لوامہ بر و یابید دست
لوامہ نفس نے اُس پر قابو پالیا

---

[1] زانکہ۔ ایاز نے حجرہ پر ایسا سخت قفل لگایا تھا جس کا کھلنا آسان نہ تھا۔ نے ز بخل۔ مضبوط قفل کسی بخل کی وجہ سے نہ لگایا تھا بلکہ اپنا یہ راز چھپانے کیلئے لگایا تھا۔ قوم دیگر۔ اگر لوگوں کو چپل اور پوستین کا حال معلوم ہوگا تو اسکو مکاری پر محمول کرینگے۔ پیش۔ باہمت لوگ اپنے باطنی احوال کی لعل و جواہر سے بھی زیادہ حفاظت کرتے ہیں۔ زر۔ بیوقوفوں کے نزدیک سونا جان سے بہتر ہے عقلمند روپے پیسے کو جان کی خیرات سمجھتے ہیں۔

[2] می شتابید۔ لالچ ان کو دوڑا رہا تھا اور عقل آہستہ روی کی تعلیم دے رہی تھی۔ حرص تازد۔ حرص انسان کو غیر واقعی نفع کی طرف دوڑاتی ہے عقل اسکو سمجھاتی ہے۔ سراب۔ وہ ریت جو دور سے پانی نظر آئے۔ حرص۔ اُنپر حرص کا غلبہ تھا اور عقل کی آواز دب گئی تھی۔ غالب بود۔ سونا جو اُن کیلئے جان کی طرح تھا اُسپر حرص غالب تھی اُسنے عقل کی آواز کو بیکار بتایا۔ حکمت۔ عقل کی دانائی اور اسکے اشارے اُن لوگوں سے مخفی ہو گئے تھے۔

[3] تا کہ۔ حکمت کے اشارے اسلئے پوشیدہ ہو جاتے ہیں کہ یہ شخص دھوکے میں مبتلا ہو جائے۔ یہ لالچی شخص جب پھنس جاتا ہے تو اُس کا غرور ٹوٹتا ہے اور پھر اُسکا نفس اُسکو ملامت کرتا ہے۔ نفسِ لوامہ۔ نورِ دل کی روشنی

میں گناہوں کا کھٹکا والا نفس۔

تا بدیوارِ بلا ناید سرش — نشنود پندِ دل آں گوشِ کرش

جب تک اُسکا سر مصیبت کی دیوار تک نہیں آتا ہے — اُسکا بہرا کان، دل کی نصیحت نہیں سنتا ہے

کودکاں را حرصِ لوزینہ و شکر — از نصیحتہا کند دو گوش کر

بادام کے حلوے اور شکر کا لالچ بچوں کے — دونوں کان کو نصیحتوں سے بہرا بنا دیتا ہے

چونکہ دردِ دُنبلش آغاز شُد — در نصیحت ہر دو گوشش باز شُد

جب اُس کے پھوڑے کا درد شروع ہوا — اُس کے دونوں کان نصیحت کے لئے کھلے

حُجرہ را با حرص و صد گونہ ہوس — باز کردند آں زماں آں چند کس

حجرہ کو سیکڑوں ہوس اور حرص سے — اُن چند شخصوں نے اُس وقت کھولا

اندر افتادند برہم ز ازدحام — ہمچو اندر دوغ گندیدہ ہوام

ازدحام سے اکٹھے اندر گھسے — جس طرح بھنگے سڑی ہوئی چھاچھ میں

عاشقانہ در فتد با کرّ و فر — خوردن اِمکاں نے وبستہ ہر دو پر

شان و شوکت سے، عاشقانہ گرتا ہے — کھانے کا امکان نہیں اور دونوں پر بندھے ہوئے ہیں

بنگریدند از یسار و از یمیں — چارقے بدریدہ بُود و پوستیں

انھوں نے بائیں اور دائیں جانب دیکھا — پھٹی ہوئی چپل اور پوستیں تھی

باز گفتند ایں مکاں بے نوش نیست — چارق اینجا جز پئے رُوپوش نیست

انھوں نے پھر کہا یہ جگہ بغیر شہد کے نہیں ہے — اِس جگہ چپل آڑ کے سوا نہیں ہے

ہیں بیاور سیخہائے تیز را — اِمتحاں کُن حُفرہ و کاریز را

خبردار! تیز سلائیں لا — گڑھے اور نالی کا امتحان لے

ہر طرف کندند و جُستند آں فریق — حُفرہا کردند و گوہائے عمیق

اُن لوگوں نے ہر طرف کھودا اور تلاشی لی — گڑھے اور گہرے غار ڈال دیئے

حُفرہاشاں بانگ میداد آں زماں — کندہائے خالییم اے گندگاں

اُن کو اُس وقت گڑھوں نے پکارا — اے گندو! ہم خالی خندقیں ہیں

زاں سگالش شرم ہم میداشتند — کندہا را باز می انباشتند

اس بدگمانی سے اُن کو شرم بھی آرہی تھی — انھوں نے خندقوں کو دوبارہ بھر دیا

باز در دیوارہا سوراخہا — ہمچنیں کردند از جہل و عمیٰ

پھر دیواروں میں سوراخ — نادانی اور اندھے پن سے اِسی طرح کئے

---

٥١ تا بدیوار۔ جب تک مصائب کی دیوار سے اُسکا سر نہیں ٹکراتا ہے اُس وقت تک یہ دل کی نصیحت نہیں سنتا ہے۔ کودکاں۔ اُس شخص کی مثال بچوں کی سی ہے جو مٹھائی کے لالچ میں کوئی نصیحت نہیں سنتے ہیں۔ چونکہ۔ جب مٹھائی کھانے سے پھوڑے اور پھنسیاں نکلتی ہیں تب بچے کے کان کھلتے ہیں۔ حجرہ۔ اب پھر ایاز کے حجرے کے کھونے کا ذکر شروع کیا ہے۔

٥٢ ہمچو۔ وہ لوگ اژدحام کرکے ایاز کے حجرہ میں اسطرح گھسے جس طرح بھنگے کھٹی چھاچھ میں گرتے ہیں کہ وہ نہ اُس میں سے کچھ کھا سکتے ہیں اور نہ صحیح سالم باہر نکل سکتے ہیں۔ یہی حال اُن لوگوں کا تھا کہ اُنکو وہاں مال بھی ہاتھ نہ آیا اور رُسوا ہوگئے۔

٥٣ باز گفتند۔ حجرے میں مال نہ پانے کے باوجود انھوں نے کہا کہ یہ جگہ مال سے خالی نہیں ہو سکتی چپل اور پوستین تو مال کو چھپانے کے لئے ایک آڑ ہے۔ سیخہای۔ یعنی کھودنے کے لئے گدالیں۔ کاریز۔ نالی۔ گوہا۔ گڑھے۔ حفرہا۔ گڑھے اُن سے کہہ رہے تھے کہ اے ناپاک خیالات والو ہم خالی گڑھے ہیں۔ زاں۔ اب وہ اپنے خیالات پر شرمندہ تھے انھوں نے گڑھوں کا پاٹنا شروع کر دیا۔

بے عدد لاحول در ہر سینۂ | مانند مرغ حرص شاں بے چینۂ
ہر سینہ میں بے شمار "لاحول" تھی | اُن کی حرص کا پرندہ بغیر کنگنی کے رہ گیا

زاں فضولیہائے بادۂ تازِ شاں | حُفرہ و دیوار و در غمازِ شاں
اُن کی بیہودہ دوڑ کی گمراہیاں | گڑھا اور دیوار اور دروازہ اُن کے چغلخور تھے

ممکن اندائے آں دیوار نے | با ایاز امکانِ ہیچ انکار نے
اُس دیوار کی لپائی ممکن نہ تھی | ایاز کے سامنے انکار کا کوئی امکان نہ تھا

گر خداعِ بیگناہی میدہند | حائط و عرصہ گواہی میدہند
اگر وہ اپنی بے گناہی کا دعو کا دیں | دیوار اور صحن گواہی دے رہے ہیں

جملہ در حیرت کہ چہ عُذر آورند | تا ازیں گرداب جاں بیروں کنند
سب حیرت میں تھے کہ کیا عُذر کریں | تاکہ اس بھنور سے جان کو باہر نکالیں

عاقبت نومید دست و لب گزاں | چوں زناں دو دست بر سر ہازناں
انجام کار ناامید اور ہاتھ اور ہونٹ کاٹتے ہوئے | عورتوں کی طرح دو ہاتھ سر پر مارتے ہوئے

باز گردید ند سوئے شہر یار | پُر ز گرد و رُوئے زرد و شرمسار
شاہ کی طرف واپس ہو گئے | گرد کے بھرے ہوئے، چہرے زرد اور شرمندہ

باز گشتنِ تماماں از حُجرۂ ایاز بسوئے شاہ تو برہ تہی و خجل ہمچو
چغلخوروں کا ایاز کے حجرے سے بادشاہ کی طرف خالی توبرہ اور شرمندہ ہو کر پلٹنا جیسا

بدگماناں در حقِ انبیا علیہم السلام در وقفِ ظہور برأت و
کہ انبیاء علیہم السلام سے بدگمانی کرنے والے اُن کی برأت اور پاکی کے ظاہر

پاکیِ ایشاں کہ یَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوهٌ وَ
ہو جانے کے وقت کہ اس دن جبکہ کچھ چہرے سفید اور کچھ چہرے کالے ہو جائیں گے اور

قولہٗ تعالٰی يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ
اللہ تعالٰی کا قول قیامت کے روز تو دیکھیگا ان لوگوں کو جنھوں نے خدا پر جھوٹ بولا تھا اُنکے چہرے کالے ہونگے

شاہ قاصد گفت ہیں احوال چیست | کہ بغلتاں از زر و ہمیاں تہیست
بادشاہ نے قصداً کہا ہاں کیا احوال ہیں؟ | کہ تمہاری بغلیں ہمیانی اور سونے سے خالی ہیں

ور نہاں کردید دینار و تسُو | فروشادی در رخ و رخسار کو
اگر تم نے اشرفیاں اور دمڑیاں چھپا رکھی ہیں | تو منہ اور رخسار پر شان اور خوشی کہاں ہے؟

لہ لاحول۔ وہ اپنے کام پر لاحول پڑھ رہے تھے۔ غمّاز: اُن کو اپنے کاموں کو چھپانا ممکن نہ تھا دیواروں کے سوراخ اور زمین کے گڑھے اُن کی چغلی کھا رہے تھے۔ تحقیق۔ ان گڑھوں اور سوراخوں کو اس طرح اب بند بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ایاز کے سامنے ان حرکتوں کا انکار ممکن ہو لہٰذا وہ سب حیران تھے اور در و دیوار کی گواہی سے ڈر رہے تھے۔

لہ عاقبت۔ انجام کار وہ محروم واپس ہوئے اور عورتوں کی طرح سروں پر دو ہتڑ مار رہے تھے۔ باز گشتن۔ وہ لوگ خالی ہاتھ اور شرمندہ اسی طرح تھے جس طرح کفار ہونگے جبکہ انبیا اور رسولوں کی برأت ظاہر ہوگی اور بداعمالوں کے چہرے سیاہ اور نیکوکاروں کے سفید ہو جائیں گے۔

لہ شاہ۔ شاہ نے قصداً ان سے دریافت کیا کہ تمہاری بغلیں، ہمیانی زر و جواہر سے کیوں خالی ہیں اگر تم یہ بھی کہو کہ وہ ہم نے چھپائے ہیں تو بھی ان کے آثار چہروں پر ضرور ہونے چاہئیں تھے۔

گرچہ[1] پنہاں بیخِ ہر بیخ آورست — برگِ سیماہُم وجوہُم اخضرست

اگرچہ ہر جڑ (والا درخت) کی جڑ پوشیدہ ہے — سبز پتے "ان کے چہروں پر نشان ہے" کا مصداق ہیں

آنچہ خورد آں بیخ از زہر و ز قند — نک منادی میکند شاخِ بلند

جو کچھ زہر اور شکر اس جڑ نے کھایا ہے — اب بلند شاخ پکار رہی ہے

بیخ[2] اگر بے برگ و از مایہ تہیست — برگہائے سبز بر اشجار چیست

جڑ اگر بغیر پتے کے اور سرمائے سے خالی ہے — درختوں پر سبز پتے کیسے ہیں؟

بر زبانِ بیخ گِل مُہرے نہد — شاخ دست و پا گواہی میدہد

جڑ کی زبان پر مٹی مُہر لگا دیتی ہے — شاخ، ہاتھ پاؤں ہیں جو گواہی دیتے ہیں

آں امیراں جملہ در عُذر آمدند — ہمچو سایہ پیشِ مہ ساجد شدند

اُن سب سرداروں نے معذرت کی — سایہ کی طرح چاند کے سامنے سجدہ کرنے والے بن گئے

عذرِ آں گرمی ولاف و ما و من — پیشِ شہ رفتند با تیغ و کفن

اُس جوش اور شیخی اور انانیت سے عذر کے لئے — تلوار اور کفن لے کر شاہ کے سامنے گئے

از[3] خجالت جملہ انگشتاں گزاں — ہر یکے میگفت کے شاہِ جہاں

شرمندگی سے اُنگلیاں کاٹتے ہوئے — ہر ایک کہہ رہا تھا، کہ اے شاہِ جہاں!

گر بریزی خوں حلالستت حلال — ور بہ بخشی ہست انعام و نوال

اگر تو خون بہائے تیرے لئے حلال ہی حلال ہے — اگر تو معاف کردے انعام اور عطا ہے

کردہ ایم آنہا کہ از ما می سزید — تا چہ فرمائی تو اے شاہِ مجید

ہم نے وہ کیا جو ہمارے لائق تھا — اے بزرگ بادشاہ! اب آپ کیا فرماتے ہیں؟

گر بہ بخشی جرمِ ما اے دلفروز — شب شبیہا کردہ باشد روز روز

اے دل کو روشن کرنے والے! اگر تو ہمارا جرم بخش دے — (تو ایسا ہوگا) کہ رات نے رات پن کیا، دن نے دن پن

گر بہ بخشی یافت نومیدی گُشاد — ور نہ صد چوں ما فدائے شاہ باد

اگر تو بخش دیگا تو مایوسی نے کشادگی حاصل کی — ورنہ ہم جیسے سیکڑوں بادشاہ پر قربان ہیں

گفت شہ نے ایں نوازد ایں گداز — من نخواہم کرد ہست آنِ ایاز

بادشاہ نے کہا نہیں یہ نوازش اور یہ سزا — میں نہ کروں گا یہ ایاز کی ملکیت ہے

اُمید سے بدل جائے گی ورنہ ہماری جان آپ پر قربان ہے۔ گفت۔ بادشاہ نے کہا اس معاملہ میں سزا و عطا میرا کام نہیں ہے، ایاز کا کام ہے۔

[1] گرچہ۔ جڑ زمین میں چھپی ہوئی ہوتی ہے لیکن اس کے آثار پتوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ برگ۔ چھپے ہوئے اعمال کے اثرات نیکوں کے چہروں پر ظاہر ہوں گے قرآن پاک میں ہے۔ سِیۡمَاھُمۡ فِیۡ وُجُوۡھِھِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ یعنی سجدوں کے آثار انکے چہروں سے نمایاں ہیں۔ آنچہ۔ پتوں سے جڑ کی حقیقت واضح ہوجاتی ہے۔

[2] بیخ۔ جڑ میں اگر زندگی نہ ہو تو درخت پر سبز پتے نہیں آسکتے ہیں۔ بر زبان۔ مٹی نے جڑ کے منہ پر مہر لگا دی ہے لیکن اس کی شاخیں جو اس کے ہاتھ پاؤں ہیں گواہی دے رہے ہیں۔ عذر۔ مجرم کے لئے قاعدہ تھا کہ تیغ و کفن لے کر بادشاہ کے سامنے جاتا تھا اور اس طور پر سزا پر اپنی آمادگی ظاہر کرتا تھا۔

[3] از خجالت۔ ہر شخص شرمندگی سے انگلیاں کاٹ رہا تھا۔ اور بادشاہ سے کہہ رہا تھا کہ اگر ہمیں قتل کردیا جائے تو ہم اسی کے قابل ہیں اگر آپ معاف کردیں تو آپ کا کرم ہے۔ شب شبیہا۔ رات اپنا کام کرتی ہے اور دن اپنا ہمارے تاریک کارنامے ہیں اور آپ کی معافی پُر نور ہے۔ گر بہ بخشی۔ اگر آپ معاف کردیں گے تو ہماری مایوسی

حوالہ کردنِ بادشاہ قبولِ توبۂ نمّاماں و حجرہ گشایاں و سزا دادن و ادب کردنِ ایشاں با ایاز کہ یعنی ایں جنایت بر عرضِ اُو رفتہ است عذرِ او پذیرد

بادشاہ کا چغلخوروں اور حُجرہ کھولنے والوں کی توبہ کو قبول کرنا اور سزا دینا اور اُن کو تنبیہ کرنا، ایاز کے سُپرد کرنا کیوں کہ یہ زیادتی اُس کی آبرو پر ہوئی تو اس کا عُذر وہ قبول کرلے

ایں جنایت بر تن و عرض ویست
ظلم اُس پر اور اُس کی آبرو پر ہوا ہے

زخم بر رگہائے آں نیکو پے ست
زخم اُس نیک خصلت کی رگوں پر لگا ہے

گرچہ نفسِ واحدیم از روئے جاں
اگرچہ جان کے اعتبار سے ہم ایک ذات ہیں

ظاہراً دوریم ازیں سود و زیاں
اِس نفع اور نقصان کے اعتبار سے بظاہر ہم دُور ہیں

تہمتے بر بندہ شہ را عار نیست
غلام پر تہمت، شاہ کی ذلت نہیں ہے

جز مزیدِ حلم و استظہار نیست
مزید حلم اور بھروسہ کے سوا کچھ نہیں ہے

مُتہم را شاہ چوں قاروں کند
جبکہ شاہ تہمت کردہ کو قارون بنا دیتا ہے

بیگنہ را تو نظر کن چوں کند
تو غور کر، بے قصور کو وہ کیا بنائے گا؟

شاہ را غافل مداں از کارِ کس
شاہ کو کسی کے کام سے غافل نہ سمجھ

مانعِ اظہارِ آں حلم ست و بس
اُسکے ظاہر کرنے کے لئے فقط حلم مانع ہے

مَن ھُنا یَشفَعُ بہ پیشِ علمِ اُو
اُسکے علم کے آگے وہاں کون ہے جو سفارش کر سکے؟

لا اُبالی وار اِلّا حلمِ اُو
لاپرواہی کے ساتھ سوائے اُس کے حلم کے

آں گنہ اوّل ز حلمش می جہد
خطا، پہلے پہل اُسکے حلم کی بنیاد پر صادر ہوئی ہے

ورنہ ہیبت آں مجالش کے دہد
ورنہ خوف اُس کو کب گنجائش دیتا؟

خونبہائے جرمِ نفسِ قاتلہ
قاتل نفس کے جرم کا خونبہا

ہست بر حلمش دیت بر عاقلہ
اُسکی بُردباری پر ہے (جیساکہ) عاقلہ پر دیت

مست و بیخود نفسِ ما زاں حلم بود
ہمارا نفس اس حلم سے مست اور بیخود تھا

دیو در مستی کلاہ از وے ربود
مستی میں، شیطان اُس کی ٹوپی لے بھاگا

گر نہ ساقیِ حلم بودے بادہ ریز
اگر حلم کا ساقی شراب چھلکانے والا نہ ہوتا

دیو با آدمؑ کجا کردے ستیز
شیطان، آدمؑ سے کب جھگڑا کرتا؟

لہ حوالہ۔ بادشاہ نے ایاز کو بلا کر اُن امیروں کو اُسکے حوالہ کر دیا۔ ایں جنایت۔ بادشاہ نے کہا تمہارا ظلم و زیادتی ایاز کے جسم اور آبرو پر ہوئی ہے۔ گرچہ۔ اگرچہ ایاز اور میں دو نہیں ہیں لیکن اِس معاملہ میں یگانگت نہیں ہے۔ تہمتے۔ اگر بادشاہ کے غلام پر کوئی تہمت لگائے تو بادشاہ ذلیل نہیں ہوتا ہے، غلام ذلیل ہوتا ہے لہٰذا اِس معاملہ کا تعلق باوجود یگانگت کے ایاز ہی سے ہے۔

کلہ جز۔ اگر کوئی شاہ کا جُرم بھی کرتا ہے تو وہ اُس کے حلم کے بھروسہ پر کرتا ہے۔ شاہ۔ شاہ کو جرم کا علم بھی ہوتا ہے تو اپنے حلم کی وجہ سے اُس کا اظہار نہیں کرتا ہے۔ مَن ھُنا۔ چونکہ بادشاہ کو مُجرم کا پورا علم ہوتا ہے تو سفارش صرف اُس کے حلم کی چلتی ہے۔ آں گنہ۔ شاہ کے حلم کی وجہ سے خطاکار کو ہمت ہو جاتی ہے ورنہ ہیبت اُس کو خطا کرنے کا موقع نہ دے۔

سلہ خونبہائے۔ اگر کوئی قتل میں خطا کرتا ہے تو اُس کے رشتہ داروں کو دیت دینی پڑتی ہے چونکہ قاتل اِنہی رشتہ داروں کے سہارے کی امید پر قتل کرتا ہے۔ اِسی طرح خطاکار شاہ کے حلم کے سہارے خطا کرتا ہے تو اُسکی خطا کی ذمہ داری بھی شاہ کے حلم پر آتی ہے۔ مست۔ شاہ کے حلم کی مستی خطاکار پر طاری ہو جاتی

ہے اور حالت میں شیطان اس کو کیسے گمراہ کر سکتا ہے۔ گر نہ۔ اگر حضرت آدمؑ کو حلم خداوندی کا بھروسہ نہ ہوتا تو شیطان ان کو بہکا نہ سکتا تھا۔

گاہ[1] علمِ آدمؑ ملائک را کہ بُود — اُوستادِ علم و نقّادِ نقوُد

ملائک کے اعتبار سے آدمؑ کے علم کا جو مرتبہ تھا — علم کے اُستاد، اور نقدوں کو پرکھنے والے تھے

چونکہ در جنّت شرابِ علم خورد — شُد زیک بازیِ شیطاں رُوی زرد

چونکہ اُنھوں نے جنت میں علم کی شراب پی — شیطان کے ایک داؤں سے شرمندہ ہوگئے

آں بلاذُرہائے تعلیمِ وَدُود — زیرک و دانا و چستش کردہ بُود

اللہ (تعالےٰ) کی تعلیم کے بھلانووں نے — اُنکو ذہین اور عقلمند اور چست کر دیا تھا

باز آں افیونِ حلمِ سختِ اُو — دُزد را آورد سُوئے رَختِ اُو

پھر اُس کے انتہائی علم کی افیون نے — اُنکے سامان کی جانب چور کو روانہ کر دیا

عقل آمد سُوئے حِلمش مُستجیر — ساقیم تو بُودہ دستم بگیر

عقل، اُسکے علم کی جانب پناہ پکڑتی ہوئی آئی — میرا ساقی تو تھا میری دستگیری کر

فرمُودنِ[2] شاہ ایاز را کہ اختیار کُن از عفو و مکافات کہ از عدل

بادشاہ کا ایاز سے فرمانا کہ بدلے اور معاف کرنے میں سے جو بھی پسند کرے اختیار کر کیونکہ انصاف

و لُطف ہر چہ کُنی اینجا صوابست و در ہر یکے را مصلحتہاست

اور مہربانی میں سے جو بھی تو کریگا اِس مقام پر درست ہے اور ہر ایک میں مصلحتیں ہیں

کہ در ہر عدل ہزار لُطف درجست وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ

اسلئے کہ انصاف میں ہزاروں مہربانیاں درج ہیں اور تمہارے لئے بدلہ لینے میں زندگی ہے

آنکس کہ کراہت میدارد قصاص را در یں یک حیاتِ

جو شخص بدلہ لینے کو ناپسند کرتا ہے اُس میں قاتل کی ایک زندگی

قاتل نظر میکند و در صد ہزار حیات کہ معصوم و محفوظ

پر نظر کرتا ہے اور وہ اُن لاکھوں زندگیوں کو جو سزا کے خوف کے

خواہد شُدن در حصنِ بیمِ سیاست نمی نگرد

قلعے میں محفوظ اور مامون ہوگی، نہیں دیکھتا ہے

کُن میانِ مجرماں حکم اے ایاز — اے ایازِ پاک با صد احتراز

اے ایاز! مجرموں کا فیصلہ کر — سیکڑوں پرہیزگاریوں کے ذریعہ پاک، اے ایاز!

گر[3] دو صد بارت بجوشم در عمل — در کفِ جوشت نیابم یک دغل

اگر میں تجھے دو سو بار (بھی) کام میں جوش دلاؤں — تیرے جوش کے جھاگ میں ایک خرابی (بھی) نہ پاؤں

---

[1] گاہ۔ آدمؑ کو ملائکہ سے زیادہ علم حاصل تھا لہٰذا شیطان اُنکو دھوکہ نہ دے سکتا تھا لیکن چونکہ آدمؑ نے جنت میں اللہ کے علم کا جام پی لیا تھا تو اُن سے خطا سرزد ہوگئی۔ بلاذر۔ بھلانوہ اُس کو مدبّر کرکے کھانا ذہن کے لئے بہت مُفید ہے۔ باز آں۔ حضرت آدمؑ نے اللہ تعالےٰ کے علم کی افیون کھائی جس سے اُن پر غفلت طاری ہوگئی۔ عقل۔ پھر اُس غلطی سے اُن کی عقل نے اللہ کی بُردباری سے پناہ پکڑی۔

[2] فرمودن۔ بادشاہ نے ایاز سے کہا اب تو جو چاہے کر۔ معاف کردے یا بدلہ لے لے عدل کر یعنی بدلہ لے لے یا مہربانی کر اور یہ بھی سمجھ لے کہ عدل یعنی بدلہ لینے میں سیکڑوں مہربانیاں پوشیدہ ہیں اِس لئے کہ قصاص کے ڈر سے جانیں محفوظ ہوجاتی ہیں اِسی لئے قرآن نے قصاص کو حیات قرار دیا ہے جو شخص معاف کرتا ہے وہ قاتل کی ایک جان کی طرف تو دھیان دیتا ہے لیکن اُن جانوں کی طرف نظر نہیں کرتا ہے جو قصاص کے ڈر سے محفوظ رہتی ہیں۔

[3] گر دو صد۔ انسان جوش میں راہ اعتدال چھوڑ بیٹھتا ہے لیکن ایاز سے یہ ممکن نہیں ہے۔

زامتحاں شرمندہ خلقے بے شمار
آزمائش سے بے شمار مخلوق شرمندہ ہوئی ہے
زامتحانہا جملہ از تو شرمسار
آزمائشوں کی وجہ سے سب تجھ سے شرمندہ ہیں

بحرِ بے قعرست تنہا علم نیست
صرف علم ہی نہیں ہے، بلکہ اتھاہ سمندر ہے
کوہ و صد کوہ است ایں خود حلم نیست
یہ حلم ہی نہیں ہے، پہاڑ اور سیکڑوں پہاڑ ہے

گفت من دانم عطائے تست ایں
اس نے کہا میں جانتا ہوں یہ آپکی دین ہے
ورنہ من آں چارقم واں پوستیں
ورنہ میں تو وہی چپل اور وہی پوستین ہوں

بہرِ ایں پیغمبر ایں را شرح ساخت
اسی لئے پیغمبرؐ نے اس کی شرح کی ہے
ہر کہ خود بشناخت یزداں را شناخت
جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے خدا کو پہچان لیا

چارقت نطفہ ست و خونت پوستیں
تیرا چپل نطفہ ہے اور تیرا خون پوستین ہے
باقی اے خواجہ عطائے اوست ایں
اے جناب! باقی یہ اس کی دین ہے

بہرِ آں دادست تا جوئی دگر
تجھے اسلئے دیا ہے تاکہ تو اور طلب کرے
تو مگو کہ نیستش جز ایں قدر
تو نہ کہہ کہ اسکے پاس اسکے سوا نہیں ہے

زاں نماید چند سیب آں باغباں
باغباں چند سیب اس لئے دکھاتا ہے
تا بدانی دخل و نخلِ بوستاں
تاکہ تو باغ کی آمدنی اور درختوں کو سمجھ سکے

کفِ گندم زاں دہد خریار را
ایک مٹھی گیہوں خریدار کو اس لئے دیتا ہے
تا بداند گندمِ انبار را
تاکہ وہ ڈھیر کے گیہوں کو سمجھ جائے

نکتہ زاں شرح گوید اوستاد
استاد اس شرح میں سے ایک نکتہ بیان کر دیتا ہے
تا شناسی علمِ او را مستزاد
تاکہ تو اس کے علم کو مزید سمجھ جائے

ور بگوئی خود ہمینش بود و بس
اگر تو کہے، کہ اس کے پاس بس یہی تھا
دورت اندازد چناں کز ریش خس
تجھے اس طرح دور پھینک دیگا جسطرح داڑھی سے تنکا

اے ایاز اکنوں بیا و داد دہ
اے ایاز! اب آ اور انصاف کر
دادِ نادر در جہاں بنیاد نہ
دنیا میں عجیب انصاف کی بنیاد رکھدے

مجرمانت مستحقِ کشتنند
تیرے مجرم گردن زدنی ہیں
وز طمع بر عفو و حلمت می تنند
اور تیری معافی اور حلم کے لالچ پر قایم ہیں

ﮯ زامتحاں۔ مخاطبات کا امتحان کر کے بہت سے لوگ شرمندہ ہوئے ہیں اب یہ لوگ بھی اسی طور پر شرمندہ ہیں۔ بحر۔ ایاز صرف دریائے علم ہی نہیں ہے بلکہ وہ علم کا بے تھاہ دریا ہے وہ صرف بردبار ہی نہیں ہے بلکہ بردباری کا پہاڑ در پہاڑ ہے۔ گفت۔ ایاز نے شاہ کی باتوں پر کہا کہ میرا ہر رتبہ آپکی عطا اور دین ہے ورنہ میری حقیقت تو وہی چپل اور پوستین ہے۔

ﮯ بہر ایں۔ حدیث شریف ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ، جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے خدا کو پہچان لیا۔ چارقت۔ جس طرح ایاز کی چپل اور پوستین اسکی ابتدا رتھی اور بقیہ عروج شاہی عطیہ تھا اسی طرح انسان کی اصل مرد کا نطفہ اور عورت کے رحم کا خون ہے۔ بہر آں۔ یہ دنیاوی عطا اس لئے کی ہے تاکہ تو انکو دیکھکر اخروی عطا کا طلبگار بنے۔ زاں۔ دنیاوی عطا آخرت کا نمونہ ہے جس طرح چند سیب باغ کے نمونے کے طور پر دکھلائے جاتے ہیں۔

ﮯ کف۔ گیہوں کے ڈھیر کی بانگی دکھادی جاتی ہے۔ نکتہ۔ استاد ایک معمولی نکتہ بیان کرتا ہے تاکہ شاگرد اسکے علوم کو جان کر اُن کا طالب بنے۔ ور۔ اگر شاگرد استاد کے نکتہ کو سن کر یہ کہدے کہ بس استاد کے پاس اس نکتہ کے علاوہ اور کوئی علم نہیں ہے تو استاد اس کو درس سے نکال دیتا ہے۔ اے ایاز۔ بادشاہ نے ایاز سے کہا۔ مجرمانت۔ یہ چغلخور قتل کے مستحق ہیں لیکن تیری بردباری اور عفو کے طالب ہیں۔

تاکہ رحمت غالب آید یا غضب ۔ آبِ کوثر غالب آید یا لہب

تاکہ (دیکھیں) کہ رحمت غالب آتی ہے یا غصہ ۔ آبِ کوثر غالب آتا ہے یا لپٹ

از پئے مردم رُبائی ہر دو ہست ۔ شاخِ حِلم و خشم از عہدِ اَلَست

انسانوں کی کشش کے لئے دونوں ہیں ۔ حلم اور غصہ کی شاخ عہد الست (کے وقت) سے

بہرِ ایں لفظِ اَلَستُ مُستبیں ۔ نفی و اثبات است در لفظے قریں

اسی لئے واضح لفظ اَلَسْتُ میں ۔ نفی اور اثبات ایک لفظ میں ملا ہوا ہے

زانکہ استفہام اِثبات است ایں ۔ لیک در وے لفظِ لَیْسَ شُد دفیں

کیونکہ استفہام یہ اثبات ہے ۔ لیکن اُس میں لَیْس کا لفظ چھپا ہوا ہے

ترک کُن تا ماند ایں تقریرِ خام ۔ کاسۂ[52] خاصاں مَنہ بر خوانِ عام

رہنے دے، تاکہ یہ تقریر ناقص رہے ۔ خواص کا پیالہ عوام کے دسترخوان پر نہ رکھ

قہر و لُطفے چوں صبا و چوں وَبا ۔ آں یکے آہن رُبا ویں کہربا[53]

قہر اور مہر صبا اور وبا کی طرح ہے ۔ ایک مقناطیس اور یہ کہربا ہے

میکشد حق راستاں را تا رشد ۔ قِسمِ باطل باطلاں را میکشد

اللہ (تعالیٰ) سچوں کو ہدایت کیجانب کھینچتا ہے ۔ باطل فریق، بُرے لوگوں کو کھینچتا ہے

معدہ حلوائی بُود حلوا کَشد ۔ معدہ صفرائی بُود سرکا کَشد

حلوے والا معدہ ہو تو حلوے کو کھینچتا ہے ۔ صفرے والا معدہ ہو تو سرکہ کو کھینچتا ہے

فرشِ سُوزاں سَردی از جالش بَرَد ۔ فرشِ افسُردہ حرارت را خورد

گرم فرش بیٹھنے والے کی ٹھنڈک دور کردیتا ہے ۔ ٹھنڈا فرش، گرمی کو کھا جاتا ہے

دوست بینی از تو رحمت می جہد ۔ خصم بینی از تو سَطوت می جہد

تو دوست کو دیکھتا ہے تو تجھ سے رحمت ٹپکتی ہے ۔ تو دشمن کو دیکھتا ہے تو تجھ میں سے دبدبہ ٹپکتا ہے

نور بینی روشنی بیروں جہد ۔ نار بینی یا دُخاں ظلمت دِہَد

تو نور دیکھتا ہے، تو روشنی باہر آتی ہے ۔ تو آگ یا دھواں دیکھتا ہے تو تاریکی پیدا ہوتی ہے

---

۵۱ تاکہ۔ اب یہ دیکھنا ہے تو اُن پر رحم کرتا ہے یا عتاب نازل کرتا ہے، رحم آبِ کوثر اور عتاب لپٹ ہے۔ از پئے روزِ ازل سے حِلم و غصہ دونوں صفتیں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کرتی ہیں۔ بہرِ ایں۔ حلم اور خشم کی صفت کی طرف اشارے کے لئے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ میں نفی بھی ہے اور اثبات بھی ہے۔ زانکہ۔ اَلَسْتُ میں ہمزۂ استفہام انکار کے لئے جو اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ میں داخل ہے جو خود انکار کے معنیٰ میں ہے اور انکار کا انکار اثبات ہوتا ہے لہٰذا اس سے اللہ کی ربوبیت ثابت ہوگئی جس کا مقتضیٰ حلم ہے اور لَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے معنیٰ ہیں "میں تمہارا رب نہیں ہوں"، تو ربوبیت کے انکار کا مقتضیٰ غصہ ہے لہٰذا یہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کا جملہ دونوں صفتوں کیطرف اشارہ ہے۔

۵۲ کاسۂ خاصاں۔ اب یہ بات کہ ربوبیت کا نہ ہونا درجۂ احدیت محض کی بات ہے تو یہ خواص کو سمجھانے کی ہے عوام کے سامنے اِس کی تقریر مناسب نہیں ہے۔ قہر و لطف اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں صفتیں صبا اور وبا کی طرح ہیں صبا پرورش کرتی ہے، وبا فنا کرتی ہے اِن میں سے ایک مقناطیس ہے جو لوہے کو کھینچتا ہے یعنی صفتِ قہر سنگ دلوں کے لئے ہے اور دوسری صفت حلم اور لطف یہ کہربا کیطرح ہے جو نرم قلوب کو اپنی طرف مائل کرتی ہے۔ آہن رُبا۔ مقناطیس پتھر کو کھینچتا ہے۔

۵۳ کہربا۔ وہ پتھر جو تنکے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ میکشد۔ دنیا میں حضرت حق کی دونوں صفتوں کا ظہور ہے اُسکا ہادی ہونا راست بازوں کی کشش کرتا ہے اور اُسکا مُضِل ہونا غلطکاروں کی کشش کرتا ہے، غرض کہ اعیانِ ثابتہ میں جیسی جسکی استعداد ہے اُسکے مطابق اسکا میلان ہے۔ معدہ۔ دنیا میں ہر چیز کی کشش اپنی ہم جنس کیطرف ہے۔ معدہ کا یہی حال ہے فرش کا یہی حال ہے دوست اور دشمن کا یہی حال ہے نور و نار کا یہی حال ہے۔

خصم و یار و نور و نار و فخر و عار | تخت و دار و بر دو حار و ذر دو خار
دشمن اور دوست، نور اور ناز، فخر اور ذلت | تخت اور سولی، ٹھنڈا اور گرم، پھول اور کانٹا

مور و مار و پود و تار و زیر و زار | ہر یکے با جنس خود بر می شمار
چیونٹی اور سانپ، تانا اور بانا، گانا اور رونا | ہر ایک کو اپنی جنس کے ساتھ گن لے

تعجیل فرمودنِ بادشاہ ایاز را کہ زود ایں حکم را بہ فیصل رساں

بادشاہ کا ایاز کو جلدی کرنے کا حکم دینا کہ جلد اس حکم کا فیصلہ کر دے

وَمُنتظر مدار و اَلْاَیَّامُ بَیْنَنَا مگو کہ اَلْاِنْتِظَارُ مَوْتٌ اَحْمَرُ و جواب

اور منتظر نہ رکھ اور "ہمارے پاس بہت وقت ہے" نہ کہہ کیونکہ انتظار سرخ موت ہے اور ایاز

گفتنِ ایاز بادشاہ را و عجز آوردنِ او

کا بادشاہ کو جواب دینا اور اس کا معذوری ظاہر کرنا

اے ایاز ایں کار را زوتر گذار | زانکہ نوع انتقام ست انتظار
اے ایاز! یہ کام جلد کر لے | کیونکہ انتظار (بھی) ایک قسم کا بدلہ ہے

گفت اے شہ جملگی فرماں تراست | با وجود آفتاب اختر فناست
اس نے کہا اے بادشاہ! سب حکم آپ کا ہی ہے | سورج کے ہوتے ہوئے، ستارہ معدوم ہے

زہرہ کہ بود یا عطارد یا شہاب | کہ بروں آید بہ پیشِ آفتاب
زہرہ یا عطارد یا شہاب کون ہوتا ہے؟ | کہ سورج کے سامنے باہر آئے

گر ز دلق و پوستیں بگذشتمے | کے چنیں تخمِ ملامت کشتمے
اگر میں گدڑی اور پوستین سے (آگے) بڑھتا | تو ملامت کا ایسا بیج کب بوتا؟

قفل کردن بر درِ حجرہ چہ بود | درمیانِ صد خیالاتِ حسود
حجرہ کے دروازے پر قفل لگانا کیا تھا؟ | حاسد کے سیکڑوں خیالات کے درمیان

دست در کردہ درونِ آبجو | ہر یکے زیشاں کلوخِ خشک جو
نہر کے پانی میں ہاتھ ڈبوئے ہوئے | اُن میں سے ہر ایک خشک ڈھیلا تلاش کرنے والا ہے

پس کلوخِ خشک در جو کے بود | ماہیِ با آب عاصی کے شود
تو نہر میں خشک ڈھیلا کہاں ہوتا ہے؟ | مچھلی، پانی کی نافرمان کب ہوتی ہے؟

بر منِ مسکیں جفا دارند ظن | کہ وفا را شرم می آید ز من
مجھ ایسے عاجز پر ناحق بدگمانی کرتے ہیں | کہ وفا کو مجھ سے شرم آتی ہے

---

۵۱ مقصم۔ غرض کہ کائنات میں سے ہر ایک چیز اپنی جنس کی کوشش کر رہی ہے۔ تعجیل فرمودن۔ شاہ نے ایاز سے کہا کہ مجرموں کا جلد فیصلہ کر، انتظار کی تکلیف موت سے زیادہ ہے مشہور مقولہ ہے اَلْاِنْتِظَارُ اَشَدُّ مِنَ الْمَوْتِ وَالْاَیَّامِ۔ معاملہ کو ٹالنے کا داعیہ بھی ہوتا ہے کہ انسان سوچتا ہے کہ اس کام کے لئے کا بہت وقت ہے۔ زانکہ۔ مجرم کو انتظار میں رکھنا بھی ایک قسم کی سزا ہے۔

۵۲ گفت۔ ایاز نے عذر کیا کہ مجرموں کا فیصلہ کرنا شاہ کا کام ہے، شاہ کے سامنے میری مثال ایسی ہی ہے جیسی زہرہ اور عطارد، اور شہاب ثاقب کی سورج کے سامنے کوئی حقیقت نہیں ہے۔ گر ز دلق۔ اگر میں اپنی حقیقت چپل اور گدڑی سے زیادہ سمجھتا تو اس چپل اور گدڑی کی حفاظت کر کے اس حالت میں کیوں مبتلا ہوتا کہ دشمن مجھے ملامت کریں اور حاسد طرح طرح خیالات قائم کریں۔

۵۳ دست در کردہ۔ ان حاسدوں کی حالت تو اس شخص کی سی ہے جو نہر میں ہاتھ اسلئے ڈالے کہ اس میں سے خشک ڈھیلا نکال لے پس۔ نہر میں خشک ڈھیلا تلاش کرنا اور مچھلی کو خشک زمین میں تلاش کرنا یکساں ہے۔ بر منِ۔ ان حاسدوں نے مجھے صاحب جفا سمجھا اور

ایاز کا بادشاہ کو جواب دینا اور اس کا معذوری ظاہر کرنا

گر نبودے[51] زحمتِ نامحرمے — چند حرفے از وفا واگفتمے

اگر نامحرم کی پریشانی نہ ہوتی — تو میں وفا کے بارے میں چند باتیں کہتا

چوں جہانے شبہت و اشکال جوست — حرف میرانیم ما بیروں ز پوست

چوں کہ دنیا شبہ اور اشکال کی طلبگار ہے — ہم چھلکے سے باہر کی گفتگو کرتے ہیں

گر تو خود را بشکنی مغزے شوی — داستانِ مغزِ نغزے بشنوی

اگر تو اپنے آپ کو شکستہ کریگا، مغز بنجائیگا — تو عمدہ مغز کی باتیں سنے گا

جوز[52] را در پوستہا آوازہاست — مغز و روغن را خود آوازے کجاست

اخروٹوں کے چھلکوں میں (رہتے ہوئے) آوازیں ہیں — مغز اور روغن کی خود آواز کہاں ہے

دارد آوازے نہ اندر خوردِ گوش — ہست آوازش نہاں در گوشِ ہوش

وہ آواز رکھتا ہے لیکن کان کے لائق نہیں ہے — اس کی آواز ہوش کے کان میں پوشیدہ ہے

گر نہ خوش آوازیِ مغزے بود — ژغژغِ آوازِ قشری کہ شنود

اگر مغز کی خوش آوازی نہ ہوتی — چھلکے کا کھڑکا کون سنتا؟

ژغژغِ آں زاں تحمل میکنی — تا کہ خاموشانہ بر مغزے زنی

اُس کی کھٹ کھٹ کو تو اسلئے برداشت کرتا ہے — تاکہ چھلکے سے مغز تک پہنچ جائے

چند گاہے[53] بے لب و بے گوش شو — وانگہاں چوں لب حریفِ نوش شو

کچھ مدت تک بغیر ہونٹ اور کان کے بن جا — پھر ہونٹ کی طرح شہد کا ساتھی بن

چند گفتی نظم و نثر و راز فاش — خواجہ یک روز امتحاں کن گنگ باش

تونے نظم اور نثر اور راز کھل کر بہت کہے — صاحب! ایک روز آزمالے، گونگا بن جا

چند[54] پختی تلخ و تیز و شور و گز — ہم یکے بار امتحاں شیریں بپز

تونے کڑوی اور تیز اور کھاری اور کسیلی بہت پکائی — ایک دن امتحان کے لئے میٹھی (بھی) پکالے

چند خوردی چرب و شیریں از طعام — امتحاں کن چند روزے در صیام

تونے میٹھا اور روغنی بہت کھانا کھایا — چند دن روزے میں آزمالے

چند شبہا خواب را گشتی اسیر — یک شبے بیدار شو دولت بگیر

تو بہت سی راتوں میں نیند کا قیدی بنا — ایک رات بیدار رہ، دولت حاصل کرلے

چند پختی۔ روزمرہ کی عادت کے خلاف کچھ مجاہدہ کر، لذیذ کھانے بہت کھائے ہیں کچھ دن روزے رکھکر دیکھ، راتوں کو خوب سویا ہے کبھی بیداری کی دولت بھی حاصل کر۔

۵۱ گر نبودے۔ مولانا فرماتے ہیں سننے والے اہل نہیں ہیں ورنہ میں وفا کے مضمون کو واضح کرکے بیان کرتا۔ چوں جہانے۔ چونکہ عوام حقائق کے بیان میں شبہے اور اشکالات پیش کرنے لگے ہیں اس لئے اُن کو وہ سمجھانا مشکل ہے لہٰذا ہم معمولی باتیں اُن کو سنا دیتے ہیں۔ گر تو۔ اگر تم مجاہدوں کے ذریعہ اپنے جسم کے چھلکے کو توڑ دوگے تو مغز بن جاؤ گے پھر مغز کی بات سمجھ لوگے۔

۵۲ جوز۔ جب تک اخروٹ کی گری چھلکے میں ہے تو وہ بجتا ہے جب چھلکا ٹوٹ جائے تو پھر وہ کھڑکھڑاہٹ ختم ہوجاتی ہے۔ دارد۔ مغز میں بھی آواز ہے لیکن جسم کے کان سے سننے کی نہیں ہے وہ عقل کے کان سے سننے کی ہے گر نہ۔ اگر مغز میں آواز نہ ہو تو چھلکے کی آواز کو سننا کون پسند کرے۔ ژغژغ۔ چھلکے کی آواز اس لئے برداشت کی جاتی ہے کہ مغز تک رسائی ہوجائے۔

۵۳ چند گاہے۔ انسان مجاہدوں سے لب و گوش بن جائے تب اُس کا لب اسرار کا شہد چکھتا ہے۔ چند گفتی۔ انسان ہر وقت بولتا ہے کبھی نظم کہتا ہے کبھی نثر، کسی دن آزمائشی طور پر وہ خاموش بھی ہوکر دیکھے تو خاموشی کے فوائد سامنے آئیں گے۔

روزہا بُردی بسر در ہزل وجد ۱؎ | روز کے دو جہد را شو مستعد
تو نے بہت سے دن سنجیدہ بات اور مذاق میں گزار | دو روز کوشش کے لئے مستعد بن جا

حکایت در تقریر ایں سخن کہ چندیں گاہ گفتگو را آزمودیم مدتے
اس بات کو واضح کرنے کے لئے ایک حکایت کہ اتنے وقت ہم نے گفتگو کو آزمایا، کچھ مدت

صبر و خاموشی نیز بیاز مائیم
تک خاموشی کے صبر کو بھی ہم آزماتے ہیں

آں یکے را در قیامت ز انتباہ | در کف آمد نامۂ عصیاں سیاہ
تنبیہ حاصل کرنے کیلئے قیامت میں ایک شخص کے | ہاتھ میں گناہوں کا سیاہ اعمالنامہ آگیا

سر سیہ چوں نامہائے تعزیہ | پُر معاصی متنِ نامہ و حاشیہ
تعزیت کے خطوں کی طرح اسکی پیشانی کالی تھی | اعمالنامہ کا متن اور حاشیہ گناہوں سے پُر تھا

جملہ فسق و معصیت آں یکسری | ہمچو دار الحرب پُر از کافری
وہ پورا کا پورا فسق اور گناہ تھا | دار الحرب کی طرح کفر سے پُر تھا

آنچناں نامہ پلید و پُر وبال | در یمیں ناید در آید در شمال
ایسا اعمالنامہ ناپاک اور وبال سے بھرا ہوا | دائیں ہاتھ میں نہیں آتا، بائیں ہاتھ میں آتا ہے

خود ہم اینجا نامۂ خود را ببیں ۲؎ | دستِ چپ را شاید آں یا در یمیں
اس جگہ خود اپنے اعمالنامہ کو دیکھ لے | وہ بائیں ہاتھ کے لائق ہے، یا دائیں کے

موزۂ چپ کفشِ چپ ہم در دکاں | آں چپ دانیش پیش از امتحاں
بائیں موزے، بائیں جوتے کو بھی دکان میں | تو آزمانے سے پہلے ہی اسکو بایاں سمجھ لیتا ہے

چوں نباشی راست میداں کہ چپی | ہست پیدا نعرۂ شیر و کپی
جب تو دایاں نہیں ہے، سمجھ لے بایاں ہے | شیر اور بندر کا نعرہ واضح ہے

آنکہ گل را شاہد و خوشبو کند | ہر چپے را راست فضلِ او کند
وہ جو پھول کو محبوب اور خوشبودار بنا دیتا ہے | اس کی مہربانی بائیں کو دایاں کر دیتی ہے

ہر شمالے را یمینی او دہد ۳؎ | بحر را ماءِ معینے او دہد
وہ ہر بائیں کو دایاں بن دے دیتا ہے | سمندر کو بہتا پانی وہ عنایت کرتا ہے

گر چپی با حضرتِ او راست باش | تا بہ بینی دستبردِ لطفہاش
اگر تو بایاں ہے اُسکے دربار میں دایاں بنجا | تاکہ تو اس کی مہربانیوں کا غلبہ دیکھے

۱؎ روزہا۔ عمر کا زیادہ حصہ جِد وہزل میں گزارا ہے اب کچھ مجاہدہ کرکے دیکھ۔ حکایت۔ پہلے اشعار میں خاموشی اور صبر اختیار کرنے کی تلقین تھی۔ اِس حکایت میں بھی خاموشی اور صبر کے ساتھ اعمالنامہ پر غور کرنے کی ہدایت ہے۔ تعزیت۔ کسی کے مرنے پر تعزیت کا جو خط لکھا جاتا تھا اُسکے اطراف کو سیاہ کر دیا جاتا تھا، اب بھی اخبارات میں موت کی خبر کو سیاہ بوڈر کے اندر شائع کیا جاتا ہے۔ دار الحرب۔ وہ ملک جہاں کفر کے احکام جاری ہوں۔ در یمیں۔ دایاں ہاتھ بابرکت ہے اچھا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں آئے گا۔

۲؎ خود ہم۔ انسان کو صبر وخاموشی سے اپنے اعمالنامہ پر اس دنیا میں غور کر لینا چاہیئے۔ موزۂ چپ۔ دکان میں موزہ اور جوتہ دیکھ کر پہننے سے پہلے ہی پہچان لیتے ہو اسی طرح اعمالنامہ کو قبل از وقت پہچان لو۔ ہست۔ جسطرح بندر اور شیر کی آواز جداگانہ ہیں اسی طرح اچھے، برے اعمالناموں کے آثار بھی جداگانہ ہیں۔ گل۔ اللہ کی قدرت میں ماہیت کو بدل دینا ہے وہ بُرے کو بھلا بنا سکتا ہے۔

۳؎ ہر شمالے۔ وہ ہر بُرائی کو بھلائی میں تبدیل کردیتا ہے۔ گر چپی۔ اگر انسان اُسکے

تو روا داری کہ ایں نامہ مہیں[1] بگذرد از چپ در آید در یمین

کیا تو مناسب سمجھتا ہے کہ یہ ذلیل اعمالنامہ بائیں ہاتھ سے گزر کر دائیں میں آئے؟

ایں چنیں نامہ کہ پُر ظلم و جفاست کے بود خود در خور اندر دست راست

ایسا اعمالنامہ جو ظلم اور زیادتی سے پُر ہے دائیں ہاتھ کے مناسب کب ہوگا؟

قصہ زاہد و زنِ غیور و جفت شدنِ زاہد با کنیزک با کسے ماند

زاہد اور غیرتمند بیوی اور زاہد کا لونڈی سے ہمبستری کرنا ایسا ہی ہے

کہ سخن[2] گوید کہ حالِ او مناسب آں سخن و آں سخن مناسب

کہ کوئی شخص ایسی بات کہے کہ اُسکی حالت اُس بات کے مناسب اور وہ بات اُس کے

دعویٰ او نباشد چنانکہ کفرہ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

دعوے کے مناسب نہ ہو جیسا کہ کفار، اور اگر تو اُن سے دریافت کرے کہ آسمانوں

وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ خدمت بُت سنگیں کردن و جان و

اور زمین کو کس نے پیدا کیا وہ ضرور کہیں گے اللہ نے، پتھر کے بُت کی خدمت کرنا اور جان

زر فدائے او نمودن چہ مناسب باشد با جانیکہ داند کہ خالقِ

و مال کو اُس پر قربان کرنا کیا مناسب ہوگا اُس جان کیلئے جو جانتی ہے کہ

سموات و ارضین آنچنیست سمیعے و بصیرے حاضرے

آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا سمیع اور بصیر، حاضر

و مراقبے مستولئے و غیورے الخ

اور نگہبان غالب اور غیرتمند خدا ہے

زاہدے[3] را بُد یکے زن ہمچو حور رشکناک اندر حق او بس غیور

ایک زاہد کی بیوی حور جیسی تھی اُسکے بارے میں رشک کرنیوالی اور بہت غیرتمند تھی

زانکہ[4] بُد زن را کنیزے مہوشے در دلِ زاہد بُد از وے آتشے[5]

کیونکہ بیوی کی ایک چاند جیسی لونڈی تھی زاہد کے دل میں اُس (کے عشق) کی آگ تھی

زن ز غیرت پاسِ شوہر داشتے با کنیزک خلوتش نگذاشتے

بیوی غیرت کیوجہ سے شوہر کی نگرانی کرتی اُسکو تنہائی میں لونڈی کے پاس نہ چھوڑتی

مُدتے زن شد مُراقب[6] ہر دو را تاکہ شاں فرصت نیفتد در خلا[7]

ایک مدت تک بیوی دونوں کی نگران رہی تاکہ انہیں تنہائی میں موقع نہ ملے

---

[1] مہیں۔ ذلیل۔ حقیر۔ پہلے بتایا تھا کہ ظلم و جفا سے پُر اعمالنامہ دائیں ہاتھ کے قابل نہیں اب بتایا ہے کہ نجاست سے ملوث اعضا نماز کے لائق نہیں ہیں۔

[2] سخن۔ انسان وہ بات کہے جس کی تائید اُس کا عمل کر سکے کفار زبان سے خدا کے وجود کا اقرار کرتے ہیں عمل یہ ہے کہ بتوں کے سامنے سجدے کرتے ہیں۔

[3] زاہد۔ زاہد سے مراد وہ بندگی ہے جس میں زہد نہ ہو۔ زانکہ۔ یہ پہلے شعر کے دوسرے مصرع کی علت ہے۔ آتشے۔ یعنی وہ زاہد اُس لونڈی پر عاشق تھا۔ مُراقب۔ نگراں۔ خلا۔ خلوت، تنہائی۔

تا۱ در آمد حکم و تقدیر آلہ — عقلِ حارس خیرہ سر گشت و تباہ
یہانتک کہ اللہ کا حکم اور تقدیر آپہنچی — نگہبان (بیوی) کی عقل ناکارہ اور تباہ ہو گئی

حکم و تقدیرش چو آید بیوقوف — عقل کہ بود در قمر افتد خسوف
اطلاع کے بغیر جب اُسکا حکم اور تقدیر آتی ہے — عقل کیا چیز ہے؟ چاند میں گرہن آجاتا ہے

بُود در حمام آں زن ناگہاں — یادش آمد طشت و در خانہ بُد آں
وہ بیوی حمام میں تھی، اچانک — اُس کو طشت یاد آیا اور وہ گھر میں تھا

با کنیزک گفت رو ہیں مُرغ وار — طشت سیمیں را ز خانہ ما بیار
لونڈی سے کہا، خبردار! پرند کی طرح جا — ہمارے گھر سے چاندی کا طشت لے آ

آں۲ کنیزک زندہ شُد چوں ایں شنید — کو بخواجہ ایں زماں خواہد رسید
جب اُس لونڈی نے یہ سنا اُسمیں جان پڑ گئی — کہ وہ اسوقت آقا کے پاس پہنچ جائیگی

خواجہ در خانہ ست و خلوت ایں زماں — پس دواں شد سُوی خانہ شادماں
آقا گھر میں ہے اور اس وقت تنہائی ہے — تو خوشی خوشی گھر کی طرف دوڑی

عشقِ شش سالہ کنیزک را بُد ایں — کہ بیابد خواجہ را خلوت چُنیں
لونڈی کی چھ سال سے یہ خواہش تھی — کہ وہ آقا کو ایسی تنہائی میں پالے

گشت۳ پرّاں جانبِ خانہ شتافت — خواجہ را در خانہ خوش خلوت بیافت
گھر کی جانب جلد دوڑ پڑی — آقا کو گھر میں اچھی تنہائی میں پایا

ہر دو عاشق را چناں شہوت رُبُود — کاحتیاط و یادِ در بستن نبُود
دونوں عاشقوں کو شہوت نے ایسا غافل کیا — کہ دروازہ کی کنڈی لگانا اور احتیاط یاد نہ رہی

ہر دو باہم در خزیدند از نشاط — جاں بجاں پیوست آندم ز اختلاط
خوشی سے دونوں ایک دوسرے میں گھس گئے — اُس وقت وصل سے جان کی جان سی پیوستہ ہو گئی

یاد آمد در زماں زن را کہ من — چوں فرستادم وُرا سوئے وطن
اس وقت بیوی کو یاد آیا کہ میں نے — اُس کو وطن کی جانب کیوں بھیجا؟

پنبہ در آتش نہادم من بخویش — اندر افگندم قچ نر را بہ میش
میں نے خود روئی کو آگ میں رکھ دیا — میں نے نر مینڈھے کو بھیڑ پر ڈالدیا

گِل فرو شُست از سر و بیجاں دوید — در پے اُو رفت و چادر می کشید
سر سے مٹی دھوئی اور بدحال ہو کر دوڑی — اسکے پیچھے روانہ ہوئی اور چادر گھسیٹتی تھی

۱ تا در آمد۔ تقدیر اور حکم خداوندی کے بالمقابل عقل ناکارہ ہو جاتی ہے۔ حارس۔ نگراں۔ خیرہ سر۔ بیہودہ۔ بیوقوف۔ بغیر اطلاع۔ مرغ وار۔ پرندکی طرح۔

۲ آں کنیزک۔ اُس لونڈی کو بھی اپنے آقا سے چھ سال سے عشق تھا اور تنہائی کی جویاں تھی اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اُس میں جان پڑ گئی اور اِس خیال سے کہ آقا سے تنہائی میں مل لے گی گھر کی جانب دوڑ پڑی۔

۳ گشت۔ وہ لونڈی گھر پہنچی تو آقا کو خلوت میں پایا۔ در بستن۔ یعنی دروازے کی کنڈی لگانا۔ نشاط۔ خوشی۔ اختلاط۔ میل جول۔ وطن یعنی گھر پہنچنا۔ لونڈی اور آقا کا تنہائی میں ملنا ایسا ہی ہے جیسا کہ روئی میں چنگاری ڈال دینا۔ قچ۔ مینڈھا۔ میش۔ بھیڑ۔ گِل۔ یعنی وہ ملتانی مٹی جو بالوں کو صاف کرنے کے لئے اُس نے سر پر لگا رکھی تھی۔

آں[1] ز عشقِ جاں دوید و ایں ز بیم
وہ دل کے عشق سے دوڑی اور یہ خوف سے
عشق کو و بیم کو فرقِ عظیم
کہاں عشق اور کہاں خوف، بڑا فرق ہے

سیرِ عارف ہر دمے تا تختِ شاہ
عارف کی سیر، ہر منٹ شاہ کے تخت تک ہے
سیرِ زاہد ہر مہے یکروزہ راہ
زاہد کی سیر ہر مہینہ ایک دن کے راستہ پر ہے

گرچہ زاہد را بود روزے شگرف
اگرچہ زاہد کا ایک دن بھی غنیمت ہے
کے بود یک روز او خمسین الف
اُسکا ایک روز پچاس ہزار سال کا کہاں ہو سکتا ہے

قدرِ[2] ہر روزے ز عمرِ مردِ کار
کام کے انسان (عارف) کے ہر دن کی مقدار
باشد از سالِ جہاں پنجہ ہزار
زمانہ کے سال سے پچاس ہزار (سال) کی ہے

عقلہا زیں سر بود بیرونِ در
عقلیں اِس جانب سے دروازہ کے باہر ہیں
زہرۂ وہم ار بدرّد گو بدر
وہم کا پتہ اگر پھٹے تو کہدے پھٹ جا

ترسِ موئے نیست اندر پیشِ عشق
عشق میں بال برابر (بھی) ڈر نہیں ہے
جملہ قربانند اندر کیشِ عشق
عشق کے مذہب میں سب قربان ہیں

عشق وصفِ ایزدست اما کہ خوف
عشق اللہ کی صفت ہے لیکن خوف
وصفِ بندہ مبتلائے فرج و جوف
شرمگاہ اور پیٹ میں مبتلا بندے کی صفت ہے

چوں یحبونہ بخواندی از نبے
جب تُو نے قرآن میں یحبونہ پڑھا
با یحبہم شو قریں در مطلبے
مطلب کے بارے میں یحبہم کا ساتھی بن

پس[3] محبت وصفِ حق دان عشق نیز
پس محبت کو اللہ (تعالےٰ) کی صفت سمجھ عشق کو بھی
خوف نبود وصفِ یزداں اے عزیز
اے پیارے! خوف اللہ (تعالےٰ) کی صفت نہیں ہوتی ہے

وصفِ حق کو وصفِ مشتِ خاک کو
کجا اللہ (تعالےٰ) کی صفت کجا خاک کی مٹھی کی صفت
وصفِ حادث کو و وصفِ پاک کو
کہاں حادث کا وصف کہاں پاک کا وصف

شرحِ عشق ار من بگویم بر دوام
میں اگر مسلسل عشق کی شرح کروں
صد قیامت بگذرد و آں ناتمام
سَو قیامتیں گذر جائیں اور ناتمام رہے

---

[1] آں۔ بی بی اور لونڈی کی روش میں بہت فرق تھا۔ بی بی ڈر سے بھاگ رہی تھی اور لونڈی عشق کی وجہ سے۔ سیرِ عارف۔ یہی حال عارف اور زاہد کی سیر الی اللہ کا ہے عارف کی سیر عاشقانہ ہے اور زاہد کی سیر جہنم کے ڈر سے۔ گرچہ۔ زمان و مکان کا قبض اور بسط اللہ تعالےٰ کی قدرت میں ہے عارف کے لئے تھوڑا سا وقت پھیل کر اس قدر وسیع ہو جاتا ہے کہ وہ بڑے سے بڑا کام اُس تھوڑے وقت میں کر گذرتا ہے عارف کا ایک روز پچاس ہزار سال کی برابر بن جاتا ہے اور وہ قُرب کے اُن مقامات کو جو زاہد پچاس ہزار سال میں طے کرے ایک دن میں طے کرلیتا ہے۔

[2] قدر۔ عارف اپنے ہر دن میں وہ کام کرتا ہے جو زاہد پچاس ہزار سال میں کر پاتا ہے۔ عقلہا۔ یہ زمانہ کے بسط اور قبض کا معاملہ عقل اور وہم نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ ترس۔ عشق اور خوف کا فرق پھر بیان کیا ہے۔ مبتلای۔ انسان شہوت اور بھوک کا غلام ہے لہٰذا اُس کی صفت خوف ہے، اللہ کی صفت عشق ہے۔ چوں یحبونہ۔ قرآن پاک میں ہے یحبہم و یحبونہ "وہ اللہ تعالےٰ اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالےٰ سے محبت کرتے ہیں" اِس آیت سے معلوم ہوا کہ محبت اللہ تعالےٰ کی صفت ہے۔

[3] پس محبت۔ جب محبت اللہ تعالےٰ کی صفت ہے اور اللہ تعالےٰ کی ہر صفت کمال سے متصف ہے اور محبت کے کمال کو ہی عشق کہا جاتا ہے لہٰذا عشق اللہ تعالےٰ کی صفت ہوا، انسان میں اگر عشق ہے تو وہ اسی صفت خداوندی کا پرتو ہے اصل نہیں ہے۔ وصفِ حق۔ عشق اور خوف میں بہت فرق ہے۔ شرحِ عشق۔ اللہ کی صفتِ عشق غیر محدود ہے اور قیامت تک کا زمانہ محدود ہے غیر محدود، محدود میں نہیں سما سکتا لہٰذا عشق خداوندی کا بیان قیامت تک بھی ممکن نہیں ہے۔

زانکہ تاریخِ قیامت را حدست — حد کجا آنجا کہ وصفِ ایزدست
کیوں کہ قیامت کی تاریخ محدود ہے — اُس کی انتہا کہاں، جو خدا کی صفت ہے

عشق[1] را پانصد پرست و ہر پرے — از فرازِ عرش تا تحت الثرے
عشق کے پانچسو پر ہیں اور ہر پر — عرش کی بلندی سے زمین کے نیچے تک ہے

زاہد با ترس می تازد بپا — عاشقاں پرّاں تر از برق و ہوا
خوف زدہ زاہد پاؤں سے دوڑتا ہے — عاشق بجلی اور ہوا سے زیادہ تیز اُڑنے والے ہیں

چہ مجالِ باد یا برق اے پسر — چونکہ اُو در راہِ حق بکشاد پر
اے بیٹا! ہوا یا بجلی کی کیا مجال — جبکہ وہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں پَر کھولے

کے رسند ایں خائفاں در گردِ عشق — کاسماں را فرش سازد دردِ عشق
یہ ڈرنیوالے عشق کی گرد تک کہاں پہنچ سکتے ہیں — کیونکہ عشق کا درد آسمان کو فرش بنادیتا ہے

جز[2] مگر آید عنایتہائے ضَو — کز جہان و زیں روش آزاد شو
اِس کے سوا کہ نور کی عنایتیں آجائیں — کہ دنیا اور اس روش سے آزاد ہو جا

از قُشِ خود وز دُشِ خود باز رہ — کہ سوی شہ یافت آں شہباز رہ
اپنے بَشاپے اور اپنی آرائش سے باز رہ — کیونکہ اسی شہباز نے شاہ کی جانب راستہ پایا ہے

ایں قُش و دُش ہست جبر و اختیار — از ورای ایں دو آمد جذبِ یار
یہ بَشاپا اور خود آرائی جبر اور اختیار ہے — دوست کی کشش اِن دونوں سے بالا ہے

رسیدنِ زن بخانہ وجدا شدنِ زاہد از کنیزک و رُسوا شُدن
بیوی کا گھر میں پہنچ جانا اور زاہد کا لونڈی سے علیحدہ ہوجانا اور رُسوا ہونا

چونکہ[3] رسید آں زن بخانہ در کشاد — بانگِ در در گوشِ ایشاں در فتاد
جب بیوی پہنچی اُس نے گھر کا دروازہ کھولا — دروازے کی آواز ان کے کان میں پڑی

آں کنیزک جست آشفتہ ز ساز — مرد بر جست و در آمد در نماز
وہ لونڈی پریشان حال ساز (و سامان) سے بھاگی — مرد کودا اور نماز میں لگ گیا

زن کنیزک را پژولیدہ بدید — درہم و آشفتہ و دنگ و مرید
بیوی نے، لونڈی کو پریشان حال دیکھا — گڑبڑ اور برہم اور حیران اور سرکش

شوی خود را دید قائم در نماز — در گماں افتاد زن زاں اہتزاز
اُس نے اپنے شوہر کو نماز میں کھڑے دیکھا — اُس حرکت سے بیوی شبہ میں پڑگئی

---

[1] عشق را - جس قدر زیادہ پر ہوں گے اسی قدر پرواز زیادہ ہوگی۔ زاہد - زاہد کے خوف کی سیر پاؤں کے ذریعہ ہے عارف کی پرواز پانچسو پروں والے عشق کے ذریعہ ہے چہ مجال۔ ہوا اور بجلی کی پرواز راہِ خدا میں ممکن نہیں ہے۔ کے رسند۔ زاہد جو خائف ہے عشق کی گرد تک بھی نہیں پہنچ سکتا ہے۔

[2] جز مگر - اگر اللہ کا نور زاہد کی دستگیری کرے تو پھر اُس کو بھی عاشقانہ سیر حاصل ہو سکتی ہے۔ قُش۔ لاغری کے بعد کا بشاپا۔ دُش - آرائش قُش و دُش سے جبر و اختیار مذموم مراد ہے، عشق سے جذب پیدا ہوتا ہے اور جذب جبر و اختیار سے بالا ہے۔

[3] چونکہ رسید - بی بی نے گھر پہنچ کر دروازہ کھولا جس کی آواز آقا اور لونڈی تک پہنچی۔ مرد - آقا اپنی حالت چھپانے کے لئے نماز کی نیت باندھ کر کھڑا ہوگیا۔ شوی۔ بی بی نے لونڈی کو پریشان حال دیکھا اِدھر آقا کو نماز میں دیکھا تو بی بی کشمکش میں پڑگئی اور صحیح صورت حال نہ جان سکی۔

شوی را بر داشت دامن[۵۱] بیخطر
اُس نے بے کھٹکے شوہر کا دامن ہٹایا

دید آلوده منی خصیه و ذکر
خصیہ اور شرمگاہ کو منی سے سنا ہوا دیکھا

از ذکر باقیِ نطفه می چکید
شرمگاہ سے باقی نطفہ ٹپک رہا تھا

ران و زانو گشته آلوده و پلید
ران اور زانو آلودہ اور ناپاک ہو گئے تھے

بر سرش زد سیلی و گفت اے مہیں
اُس نے اُس کے سر پر دھتّا مارا اور بولی اے ذلیل!

خصیهٔ مردِ نمازی باشد ایں
نمازی انسان کے خصیے ایسے ہوتے ہیں

لائقِ ذکر و نماز ست ایں ذکر
یہ شرمگاہ ذکرِ (خداوندی) اور نماز کے لائق ہے

و ایں چنیں ران و زہارِ پر قذر
اور ایسی گندی، ران اور شرمگاہ

نامهٔ پُر ظلم و فسق و کفر و کیں
ظلم اور فسق اور کفر اور کینہ سے بھرا ہوا اعمالنامہ

لائق است انصاف دِہ اندر یمیں
انصاف کر، دائیں ہاتھ کے لائق ہے

گر بپرسی[۵۲] گبر را کایں آسماں
اگر تو کافر سے دریافت کرے کہ یہ آسمان

آفریده کیست و ایں خلقِ جہاں
اور یہ جہان کی مخلوق کس کی پیدا کی ہوئی ہے؟

گوید اُو کیں آفریده آں خداست
وہ کہے گا کہ یہ اُس خدا کا پیدا کیا ہوا ہے

کآفرینش بر خدائیش گواست
جس کی خدائی پر اُس کی خلاقی گواہ ہے

کفر و فسق و استمِ بسیارِ اُو
اُس کا کفر اور فسق اور بھاری ظلم

ہست لائق با چنیں اقرارِ اُو
اُس کے ایسے اقرار کے مناسب ہے؟

ہست لائق با چنیں اقرار راست
ایسے سچے اقرار کے ساتھ کیا مناسب ہے؟

آں فضیحتہا و آں کردارِ کاست
وہ رُسوائیاں اور گھٹیا کام

فعلِ[۵۳] اُو کرده دروغ آں قول را
اس کے عمل نے اس کی بات کو جھٹلا دیا

تا شُد اُو لائق عذاب و ہول را
یہاں تک کہ وہ عذاب اور ڈر کا مستحق ہو گیا

پس دروغ آمد ز سر تا پای اُو
وہ سر سے پاؤں تک ایسا جھوٹا ثابت ہوا

کہ اگر شرحش دہم اے وایِ اُو
کہ میں اُس کی شرح کروں تو اُس پر افسوس ہے

روزِ محشر ہر نہاں پیدا شود
محشر کے دن ہر چھپی ہوئی چیز ظاہر ہو جائیگی

ہم ز خود ہر مجرمے رُسوا شود
ہر خطا کار، خود رُسوا ہو جائے گا

دست و پا بدہد گواہی با بیاں
اُسکے ہاتھ اور پاؤں وضاحت کیساتھ گواہی دینگے

بر فسادِ اُو بہ پیشِ مُستعاں
خدا کے سامنے اُس کی خرابی پر

---

[۵۱] دامن یعنی لُنگی کا دامن۔ بر سرش۔ بی بی نے آقا کے سر پر دھتّا مارا۔ مہیں۔ ذلیل۔ نامۂ پُر ظلم۔ جس طرح انسان کا نجاستوں سے آلودہ بدن نماز کے لائق نہیں ہے اسی طرح بُرا اعمالنامہ دائیں ہاتھ کے لائق نہیں ہے۔

[۵۲] گر بپرسی۔ کافر سے اگر دریافت کیا جائے کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو زبان سے یہی کہے گا کہ اللہ نے، لیکن کام شرکیہ کرے گا تو یہ اُس کے کام اُس کے اقرار سے مناسبت نہیں رکھتے ہیں۔

[۵۳] فعلِ اُو۔ وہ کافر جس کا عمل اُس کے قول کو جھٹلا رہا ہے وہ یقیناً عذاب کے لائق ہے۔ روزِ محشر۔ محشر کے دن ہر ڈھکی چھپی بات ظاہر ہو جائے گی خود مجرم کے ہاتھ پاؤں اُس کے خلاف تمام باتیں ظاہر کر دیں گے۔

دست گوید من چنیں دزدیدہ ام — لب بگوید من چنیں بوسیدہ ام

ہاتھ کہے گا، میں نے اس طرح چوری کی ہے — ہونٹ کہے گا، میں نے اس طرح بوسہ لیا ہے

پای گوید من شدستم تا مُنیٰ[1] — فرج گوید من بکردستم زِنا

پاؤں کہے گا، میں مقاصد کی جانب گیا ہوں — شرمگاہ کہے گی، میں نے زنا کیا ہے

چشم گوید کردہ ام غمزہ حرام — گوش گوید چیدہ ام سوءُ الکلام

آنکھ کہے گی، میں نے حرام اشارہ کیا ہے — کان کہے گا، میں نے بُری بات چُنی ہے

پس دروغ آمد ز سر تا پای خویش — کہ دروغش کرد ہم اعضائے خویش

تو وہ سر سے پاؤں تک جھوٹا نکلے گا — کیونکہ اُس کے اعضا نے اُس کو جھٹلا دیا

آنچناں کہ در نمازِ با فروغ — از گواہی خصیہ شد زرقش دروغ

جس طرح پُر نور نماز میں — خصیہ کی گواہی سے اُس کا مکر جھوٹ ثابت ہو گیا

پس چُناں کُن فعل کاں خود بے زباں — باشد اَشہد گفتن و عینِ بیاں

تو ایسا عمل کر کہ خود بغیر زبان کے — اَشہد کہنا اور بعینہٖ بیان ہے

تا ہمہ تن عضو عضوت اے پسر — گفتہ باشد اَشہد اندر نفع و ضر

اے بیٹا! تاکہ تیرا عضو عضو — نفع اور نقصان میں اَشہد کہدے

رفتنِ[2] بندہ پئے خواجہ گواست — کہ منم محکوم و ایں مولائے ماست

غلام کا آقا کے پیچھے چلنا، گواہ ہے — کہ میں محکوم ہوں اور یہ میرا آقا ہے

گر سیہ کردی تو نامہ عمرِ خویش — توبہ کُن زآنہا کہ کردستی تو پیش

[3] اگر تونے اپنی زندگی کا اعمالنامہ کالا کر دیا ہے — جو تونے پہلے کیا ہے اُس سے توبہ کرلے

عمر گر بگذشت بیخش ایندم ست — آبِ توبہ اش دِہ اگر اُو بے نم ست

اگر عمر گزر گئی ہے، اُس کی جڑ ابھی ہے — اگر وہ خشک ہے، اُسکو توبہ کا پانی دیدے

بیخِ عمرت را بدہ آبِ حیات — تا درختِ عمر گردد با ثبات

اپنی عمر کی جڑ میں آبِ حیات ڈالدے — تاکہ تیری عمر کا درخت جم جائے

جملہ ماضیہا ازیں نیکو شوند — زہرِ پارینہ ازیں گردد چو قند

سب گذشتہ اس سے بھلا ہو جائے گا — گذشتہ زہر اِس سے شکر بن جائے گا

سیآتت را مبدّل کرد حق — تا ہمہ طاعت شود آں ما سبق

اللہ (تعالیٰ) نے تیرے گناہوں کو تبدیل کر دیا — تاکہ وہ پہلا سب عبادت بن جائے

---

[1] مُنیٰ۔ آرزوئیں۔ غمزہ۔ اشارہ۔ سوءُ الکلام۔ بُری بات۔ آنچناں۔ جس طرح زاہد آقا کے اعضا نے اُس کے نماز پڑھنے کو جھٹلا دیا اسی طرح قیامت میں ہر گنہگار کے اعضا اُس کو جھٹلا دیں گے۔ پس۔ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اُس کا فعل خود اُس کا اقرار بن جائے۔

[2] رفتن۔ غلام کا آقا کے پیچھے چلنا غلامی کا اقرار ہے۔ گر سیہ۔ اگر انسان گنہگار ہے تو اُس کو ہمیشگی توبہ کر لینی چاہیئے۔

[3] عمر۔ انسان کو یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ آخری عمر میں توبہ بیکار ہے، درخت کے پتے اگر جھڑ جائیں اور اُس درخت کی جڑ کو پانی دیا جائے تو مفید ہوتا ہے۔ جملہ ماضیہا۔ اگر نکوکار بن جاتا ہے تو اُس کی پہلی خطائیں صرف معاف نہیں بلکہ نیکیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔

خواجہ[1] بر توبہ نصوحی خوش بتن | کوششے کن ہم بجان و ہم بتن
ای خواجہ! نصوح والی توبہ پر عمل کر | جان اور جسم سے بھی کوشش کر

شرح این توبہ نصوح از من شنو | بگرویدستی ولے از نو گرو
اس نصوح کی توبہ کی شرح مجھ سے سن لے | تو (اس کا) گرویدہ ہے لیکن از سرِ نو گرویدہ بنجا

حکایت در بیانِ توبۂ نصوح کہ چنانکہ شیر از پستان بیرون آید

نصوح کی توبہ کے بیان میں حکایت کہ جس طرح دودھ پستان سے باہر آجاتا ہے تو پھر

بازدر پستان نرود آنکہ توبۂ نصوحی کرد ہرگز از آں گناہ یاد

پستان میں نہیں جاتا جس شخص نے نصوح والی توبہ کرلی وہ ہرگز گناہ کو رغبت

نکند بطریقِ رغبت بلکہ ہر دم نفرتش افزوں باشد و آں

کے طور پر یاد نہیں کرتا ہے بلکہ ہر لمحہ اُس کی نفرت بڑھتی ہے اور وہ نفرت

نفرت دلیلِ آں باشد کہ لذتِ قبول یافت آں شہوات

اس کی دلیل ہوتی ہے کہ اُس نے (توبہ کی) قبولیت کی لذت حاصل کرلی ہے

اوّل بے لذت و ایں بجائے آں نشست

وہ شہوت اوّل بے لذت بنی اور یہ اُس کی جگہ بیٹھ گئی

نبرد[2] عشق را جز عشق دیگر | چرا یارے نگیری زو نکوتر
عشق کو دوسرے عشق کے سوا کوئی چیز نہیں کاٹتی ہے | تو اس سے بہتر معشوق کیوں نہیں بنا لیتا

وآنکہ دلش باز بداں گناہ رغبت میکند علامت آنست

اور جس کا دل پھر اس گناہ کی طرف رغبت کرتا ہے یہ اِس کی علامت ہے کہ اُس کو

کہ لذتِ قبول نیافتہ است و قبول بجائے آں لذتِ گناہ

(توبہ کی) قبولیت کی لذت حاصل نہیں ہوئی ہے اور قبولیت اس گناہ کی لذت کی جگہ

نہ نشستہ است فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى[3] نشدہ است لیکن

نہیں بیٹھی ہے اور وہ اُسکو ہم عنقریب سہولت کیلئے آسانی دیدینگے - اکا مصداق نہیں بنا پر

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى باقیست بروے پس مہیا گردانیم مراو

"پس ہم اُس کو تنگی کی سہولت دیدینگے" کی لذت اُس کے لئے باقی تو ہم اُس کیلئے دو صفتیں

را برائے صفتے کہ اُو را بدوزخ برد

مہیا کردیں گے جو اُس کو دوزخ میں لے جائینگی

---

[1] خواجہ۔ قرآن پاک میں ہے۔ تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا یعنی اللہ تعالیٰ سے مخلصانہ توبہ کرو۔ مولانا نے نصوح کو ایک شخص قرار دیا ہے اُس نے جو توبہ کی اُس کو توبۂ نصوح فرماتے ہیں۔ توبۂ نصوح۔ جو شخص نصوح والی توبہ کرلیتا ہے اُس سے اُس گناہ کا دوبارہ صادر ہونا ایسا ہی محال ہے جیسا کہ دودھ کا پستان سے باہر آجانے کے بعد پستان میں لوٹنا۔

[2] نبرد۔ یعنی عشق کو عشق ہی کاٹ سکتا ہے اگر کوئی کسی معشوق کا عشق فنا کرنا چاہے تو دوسرے معشوق سے عشق پیدا کرلے۔ آں نفرت۔ گناہ سے توبہ کرنے کے بعد اگر اُس گناہ سے نفرت ہوگئی ہے تو یہ توبہ کے قبول ہوجانے کی علامت ہے۔

[3] فَسَنُيَسِّرُهٗ۔ انسان جب نیکی کرتا ہے تو اُس کے لئے نیکی کی راہیں کھول دی جاتی ہیں اور جب بدی کرتا ہے تو اُس کے لئے بدی کی راہیں کھُل جاتی ہیں۔

بُود مَردے پیش ازیں نامَش نصُوح
اس سے پہلے ایک مرد تھا جس کا نام نصوح تھا

بُد زِ دَلّاکئِ[1] زناں اُورا فتُوح
عورتوں کو (حمام میں) مَلنے سے اس کی آمدنی تھی

بود رُوئے اُو چو رخسارِ زناں
اُس کا چہرہ عورتوں کے چہرے کی طرح تھا

مردیِ خود را ہمیکرد اُو نہاں
اس نے اپنا مردانہ پن چھپا رکھا تھا

اُو بحمّامِ زناں دَلّاک بُود
وہ عورتوں کے حمام میں مالش کرنے والا تھا

در دغا و حیلہ بس چالاک بُود
دغا بازی اور مکاری میں چالاک تھا

سالہا میکرد دلّاکی و کس
اس نے سالوں ملنے کا پیشہ کیا اور کوئی

بُو نبُرد از حالتِ آں بُوالہوس
اس بوالہوس کی حالت سے باخبر نہ ہوا

زانکہ آواز و رُخش زن وار بُود
کیونکہ اُس کی آواز اور چہرہ زنانہ تھا

لیک شہوت کامِل و بیدار بُود
لیکن شہوت پوری اور بیدار تھی

چادر و سَربند پوشید و نقاب
اُس نے چادر اور دوپٹہ اور نقاب پہن لیا تھا

مردِ شہوانی و در غرّہ شباب
شہوت والا مرد اور جوانی کے غرور میں تھا

دخترانِ[2] خسرواں را زیں طریق
اِس طریقہ پر بادشاہوں کی لڑکیوں کو

خوش ہمی مالید و می شُست آں عتیق
وہ عاشق عمدہ طریقہ پر مَلتا اور نہلاتا

توبہا می کرد و پا در می کشید
وہ بہت توبہ کرتا اور پیچھے ہٹتا

نفسِ کافر توبہ اش را می درید
کافر نفس اس کی توبہ کو توڑ دیتا

رفت پیشِ عارفے آں زشت کار
وہ بدکار ایک عارف کے پاس گیا

گفت مارا در دُعائے یاد دار
کہا ہمیں دعا میں یاد رکھیے

سِرِّ اُو دانست آں آزاد مَرد
وہ آزاد مرد اُس کا راز جان گیا

لیک چوں حلمِ خدا پیدا نکرد
لیکن اس نے خدائی حلم کی طرح ظاہر نہ کیا

بر لبش[3] قفل ست و در دل رازہا
اُس کے ہونٹ پر تالا ہے اور دل میں رازہیں

لب خموش و دل پُر از آوازہا
ہونٹ خاموش اور دل آوازوں سے پُر ہے

عارفاں کہ جامِ حق نوشیدہ اند
وہ عارف جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا جام پی لیا ہے

رازہا دانستہ و پوشیدہ اند
اُنھوں نے رازوں کو جانا اور چھپا لیا ہے

ہر کرا اسرارِ حق آموختند
جن کو اللہ تعالیٰ کے راز بتائے گئے ہیں

مُہر کردند و دہانش دوختند
اُن کے منہ پر مہر لگا دی ہے اور لب سی دیئے ہیں

---

[1] دلّاکی۔ یعنی وہ نصوح شخص عورتوں کو نہلا کر روزی کماتا تھا۔ بود رُوئے اُو۔ اُس نصوح کا چہرہ زنانہ تھا اور اُس نے اپنی مردانہ قوت کو چھپا رکھا تھا۔ اُو۔ اُس نصوح نے اپنے آپ کو عورت ظاہر کر کے زنانہ حمام میں نوکری کر لی تھی۔ بوالہوس۔ وہ عورتوں کے بدن مل کر مردانہ لذت میں کرتا تھا۔ چادر۔ لباس زنانہ پہنتا تھا لیکن اُس کی مردانہ شہوت مکمل تھی۔

[2] دختران۔ اِس حمام میں شہزادیاں نہانے آتی تھیں۔ توبہا۔ نصوح نے اِس کام سے کئی بار توبہ کی لیکن وہ توبہ پر قائم نہ رہا۔ رفت۔ نصوح نے اُس عارف سے دعا کی فرمائش کی وہ عارف اُس کے گناہ سے واقف تھا لیکن اُس نے ظاہر نہ کیا۔

[3] بر لبش۔ اولیاء لوگوں کی قلبی کیفیات سے واقف ہو جاتے ہیں لیکن ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ ہر کرا۔ جو شخص اسرار سے واقف ہو جاتا ہے اُس کے منہ پر قفل لگ جاتا ہے۔

سُست خندید و بگفت اے بد نہاد | زانکہ دانی ایزدت توبہ دہاد[1]

وہ تھوڑا مسکرایا اور کہا اے بد اصل | جو کچھ تجھے معلوم ہے خدا اُس سے تجھے توبہ کی توفیق دے

در بیان آنکہ دُعائے عارفِ واصل و درخواستِ اُو از حق

اس کا بیان کہ عارف واصل (بحق) کی اللہ تعالٰی سے دعا اور درخواست ایسی ہی ہے

ہمچو درخواستِ حقست از خویشتن کہ کُنتُ لَہٗ سَمعًا وَّ

جیسی کہ اللہ تعالٰی کی خود اپنے آپ سے درخواست، کیونکہ "میں اس کے لئے کان اور

بَصَرًا وَّلِسَانًا وَّیَدًا وقولہٗ تعالٰی وَمَا رَمَیتَ اِذْ رَمَیتَ

آنکھ اور زبان اور ہاتھ ہو جاتا ہوں" (فرمایا ہے) اور اللہ تعالٰی کا قول "تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ۔ و آیات و اخبار و آثار دریں بسیارست و شرح

نے پھینکا، لیکن اللہ تعالٰی نے پھینکا" اور آیتیں اور حدیثیں اور صحابہ کے اقوال اس بارے میں

سبب سازیِ حق تا نصوح را گوشش گرفتہ بتوبہ آورد

بہت ہیں اور اللہ تعالٰی کی سبب سازی کی شرح یہاں تک کہ نصوح کے اُس نے کان پکڑ کر توبہ کرا دی

آں دُعا[2] از ہفت گردوں در گذشت | کار آں مسکیں باآخر خوب گشت

وہ دعا ساتوں آسمانوں کو پار کر گئی | بالآخر اُس مسکین کا کام بھلا ہو گیا

کاں دُعائے شیخ نے چوں ہر دعاست | فانی ست و گفتِ اُو گفتِ خداست

کیونکہ وہ شیخ کی دُعا، ہر دعا کی طرح نہیں ہے | وہ فانی ہے اور اُس کی بات خدا کی بات ہے

چوں خدا از خود سوال و کد کُند | پس دُعائے خویش را چوں رَد کُند

جب خدا اپنے آپ سے سوال کرے اور مانگے | تو وہ اپنی دُعا کو کیسے رَد کرے گا؟

یک سبب انگیخت صُنعِ ذوالجلال | کہ رہانیدش ز نفرین و وبال

اللہ تعالٰی کی کاریگری نے ایک سبب پیدا کر دیا | جس نے اُس کو نفرت اور وبال سے رہائی دیدی

اندراں[3] حمام پُر میکرد طشت | گوہرے از دخترِ شہ یاوہ گشت

وہ اُس حمام میں طشت بھر رہا تھا | بادشاہ کی لڑکی کا ایک موتی گم ہو گیا

گوہرے از حلقہائے گوشِ اُو | یاوہ گشت و ہر زنے در جستجو

اُس کے کان کے بلے کا موتی | گم ہو گیا اور ہر عورت تلاش کرنے لگی

پس درِ حمام را بستند سخت | تا بجویند اوّلش در بیخ رخت

پھر اُنھوں نے مضبوطی سے حمام کا دروازہ بند کیا | تاکہ پہلے اُس کو سامان رکھنے کی جگہ میں تلاش کریں

---

[1] زانکہ۔ اس عارف نے کہا نصوح جس گناہ سے تو خود واقف ہے خدا تجھے اُس سے توبہ کرنے کی توفیق دے۔ در بیان۔ اولیاء اللہ کو اللہ تعالٰی سے پورا قرب حاصل ہوتا ہے تو ان کا اللہ تعالٰی سے دعا کرنا ایسا ہی ہے جیسے خود خدا اپنے آپ سے دُعا کرے تو اُس کے مقبول نہ ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ کُنتُ۔ حدیث قدسی ہے اللہ تعالٰی نے فرمایا جب ایک انسان نوافل کے ذریعہ مجھ سے قربت حاصل کر لیتا ہے تو میں اُس انسان کے اعضاء بن جاتا ہوں۔ وَمَا رَمَیتَ۔ حضورؐ کے مٹی پھینکنے کو اللہ تعالٰی نے اپنا پھینکنا قرار دیا۔

[2] آں دعا۔ نصوح کے لئے اُس عارف کی دعا نے اپنا کام کر دیا۔ فانی ست۔ شیخ اگرچہ فانی ہے لیکن اُس کی بات خدا کی بات ہے۔ کد کردن۔ سوال کرنا۔ یک سبب یعنی موتی کا گم ہونا اُس کی توبہ کا سبب بنا۔

[3] اندراں۔ نصوح حمام میں کام کر رہا تھا اس دوران میں شہزادی کا ایک موتی گم ہو گیا۔ گوہرے۔ وہ موتی کان کے بالے کا تھا۔ بیخ رخت یعنی حمام میں جس جگہ کپڑے اُتار کر رکھتے ہیں۔

رختہا جستند و آں پیدا نشد — دزدِ گوہر نیز ہم رسوا نشد
سامانوں میں ڈھونڈا وہ نظر نہ آیا — موتی کا چور بھی رسوا نہ ہوا

پس بجدِ جستن گرفتند از گزاف — در دہان و گوش و اندر ہر شگاف[51]
انھوں نے حد سے زیادہ کوشش سے ڈھونڈنا شروع کیا — منھ میں اور کان میں اور ہر شگاف میں

در شگافِ تحت و فوق و ہر طرف — جستجو کردند دُر از ہر صدف
نیچے اور اوپر کے شگاف میں اور ہر جانب — ہر صدف سے موتی کی انھوں نے جستجو کی

مرد و زن جویاں شدند از ہر طرف — جملگاں از بہرِ دُرِّ خوش صدف
مرد اور عورت ہر جانب جویاں ہوئے — سب، اچھے سیپ کے موتی کے لئے

بانگ آمد کہ ہمہ عریاں شوید — ہر کہ ہستید از عجوز و از نوید
اعلان ہوا کہ سب ننگے ہو جائیں — جو بھی بوڑھی اور جوان ہیں

یک بیک را حاجبہ جستن گرفت — تا پدید آید گہر دانہ شگفت
ایک ایک کر کے دربان عورت نے تلاش کرنا شروع کیا — تاکہ عجیب موتی کا دانہ نظر آ جائے

آں نصوح[52] از ترس شد در خلوتے — رُوی زرد و لب کبود از خشیتے
وہ نصوح خوف سے تنہائی میں چلا گیا — خوف سے چہرہ زرد اور ہونٹ نیلے تھے

پیشِ چشمِ خویشتن میدید مرگ — سخت می لرزید او مانندِ برگ
وہ اپنے سامنے موت کو دیکھ رہا تھا — وہ پتے کی طرح بہت لرز رہا تھا

گفت یارب بارہا برگشتہ ام — توبہا و عہدہا بشکستہ ام
اُس نے کہا، اے خدا! میں نے بہت انحراف کیا ہے — توبہ اور عہد توڑے ہیں

کردہ ام آنہا کہ از من می سزید — تا چنیں سیلِ سیاہی در رسید
میں نے وہ کیا جو میرے لائق تھا — یہاں تک کہ سیاہی کا ایسا بہاؤ آ گیا

نوبت[53] جستن اگر در من رسد — وہ کہ جانِ من چہ سختیہا کشد
تلاشی کی نوبت اگر مجھ تک پہنچی — ہائے میری جان کیسی سختیاں برداشت کرے گی؟

در جگر افتادہ استم صد شرر — در مناجاتم ببیں بُوی جگر
میرے جگر میں سینکڑوں چنگاریاں لگی ہیں — میری دعا میں میرے جگر کی بُو سونگھ لے

ایں چنیں اندوہ کافر را مباد — دامنِ رحمت گرفتم داد داد
اِس طرح کا غم کافر کو بھی نہ ہو — میں نے رحمت کا دامن تھاما ہے فریاد فریاد

---

[51] ہر شگاف۔ یعنی بدن کے ہر سوراخ میں تلاش شروع کر دی۔ ہر صدف۔ یعنی بدن کے ہر سوراخ میں موتی ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ صدف۔ سیپ۔ حاجبہ۔ وہ عورت جو حمام کی دربان تھی۔

[52] آں نصوح۔ نصوح کو یہ ڈر تھا کہ اگر اُس کو ننگا کیا گیا تو اس کا راز کھل جائیگا جس کے نتیجہ میں اُس کی موت آجائے گی۔ گفت۔ اب اُس نے خدا سے گریہ و زاری شروع کر دی۔

[53] نوبت۔ نصوح کہہ رہا تھا کہ اگر میری جامہ تلاشی لی گئی تو سخت مصیبت آجائیگی۔ در جگر۔ اِس غم کی آگ جگر میں لگی ہے اُس کے جلنے کی خوشبو آرہی ہے۔ دامن۔ وہ خدا سے کہہ رہا تھا کہ میں نے تیری رحمت کا دامن تھاما ہے۔

کاشکے[1] مادر نزادے مر مرا — یا مرا شیرے بخوردے در چرا

کاش مجھے ماں نہ جنتی — یا جنگل میں مجھے شیر کھا جاتا

اے خدا آں کن کہ از تو می سزد — کہ زہر سوراخ مارم میگزد

اے خدا! وہ کر جو تیرے لائق ہے — کیونکہ ہر سوراخ سے مجھے سانپ ڈس رہا ہے

جانِ سنگیں[2] دارم و دل آہنیں — ورنہ خوں گشتے دریں رنج و حنیں

میں پتھر کی جان اور لوہے کا دل رکھتا ہوں — ورنہ اس رنج اور گریہ میں خون بن جاتے

وقت تنگ آمد مرا و یک نفس — بادشاہی کن مرا فریاد رس

میرا وقت تنگ ہوگیا، تھوڑی دیر کیلئے — شاہی برت، میری فریاد رسی کر

گر مرا ایں بار ستاری کنی — توبہ کردم من ز ہر ناکردنی

اگر آپ کی دفعہ تو میری پردہ پوشی کرلے — میں نے ہر نہ کرنے کے کام سے توبہ کی

توبہ ام بپذیر ایں بارِ دگر — تا بہ بندم بہر توبہ صد کمر

اس بار پھر میری توبہ قبول کرلے — تاکہ میں توبہ کے لئے سو کمر کس لوں

من اگر ایں بار تقصیرے کنم — پس دگر مشنو دعا و گفتنم

میں اگر اس دفعہ کوتاہی کروں — پھر کبھی میری دعا اور بات نہ سننا

ایں ہمی زارید صد قطرہ رواں — کاندر افتادم بجلاد و عواں

وہ یہ زاری کر رہا تھا اور سیکڑوں آنسو جاری تھے — کہیں جلاد اور سپاہی کے (ہاتھوں) پھنسا ہوں

تا نمیرد ہیچ افرنگی چنیں — ہیچ ملحد[3] را مبادا ایں حنیں

کوئی فرنگی بھی اس طرح نہ مرے — کسی بددین کا بھی ایسا نہ ہو

نوحہا میکرد او بر جانِ خویش — روئے عزرائیل دیدہ پیش پیش

وہ اپنی جان پر نوحے کرتا تھا — سامنے ملک الموت کا چہرہ دیکھ کر

اے خدا و اے خدا چنداں بگفت — کاں در و دیوار با او گشت جفت

اے خدا، اے خدا! اتنا کہا — کہ در و دیوار اُس کے ساتھی ہوگئے

نوبتِ جستن رسیدن بنصوح و آواز آمدن کہ ہمہ را جستیم

نصوح کی تلاشی کی نوبت آنا — اور آواز آنا کہ ہم نے سب کی تلاشی لے لی،

نصوح را بجوئید و بیہوش شدنِ نصوح ازاں ہیبت

نصوح کی تلاشی لو — اور اس خوف سے — نصوح کا بیہوش ہوجانا — اور انتہائی

---

[1] کاشکے۔ وہ نصوح تلاشی کے دوران کہہ رہا تھا کاش میں پیدا نہ ہوتا اور اگر پیدا ہوگیا تھا تو جنگل میں کوئی شیر کھاتا۔ چرا۔ چراگاہ۔ حنین میں بچاند طرف۔ سے مصیبت میں ہوں۔

[2] جانِ سنگیں۔ میں پتھر کا ہوں ورنہ اس پریشانی سے مجھے مرجانا چاہیئے تھا۔ ستاری۔ پردہ پوشی۔ ناکردنی یعنی گناہ۔ تقصیر۔ کوتاہی، قصور۔ جلاد۔ کوڑے مارنے والا سزا دینے والا۔ فرنگی۔ نصرانی۔

[3] ملحد۔ بددین۔ عزرائیل۔ ملک الموت۔ اے خدا۔ اس نے خدا کو اس قدر پکارا کہ در و دیوار گونج اٹھے۔

وکُشادہ شُدنِ کار بعد از نہایتِ بستگی کَمَا کَانَ یَقُولُ

بندش کے بعد معاملہ کا حل ہو جانا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت فرمایا کرتے

رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصَابَہٗ مَرَضٌ اَوْ ھَمٌّ اِشْتَدِّیْ

تھے جب اُن کو کوئی مرض یا غم ہوتا تھا ”مصیبت تو سخت ہو جا

اَزِمَّۃُ تَنْفَرِجِیْ

کھل جائے گی“

در میانِ یاربِ یارب بُد اُو — بانگ آمد از میانِ جُستجو

وہ یارب، یارب میں لگا تھا — تلاش کے درمیان آواز آئی

جُملہ را جستیم پیشِ آ اے نصُوح — گشت بیہوش آں زماں پرّید رُوح

ہم نے سب کی تلاشی لے لی، اے نصوح! آگے آ — اُس وقت وہ بے ہوش ہو گیا اور روح پرواز کر گئی

ہمچو دیوارِ شکستہ در فتاد — ہوش و عقلش رفت و شد اُو چوں جماد

وہ شکستہ دیوار کی طرح ڈھے گیا — اُس کے ہوش و حواس چلے گئے اور وہ پتھر کی طرح ہو گیا

چونکہ ہوشش رفت از تن آں زماں — سرِّ اُو با حق بہ پیوست از نہاں

جب جسم سے اُس کا ہوش روانہ ہو گیا، اُس وقت — آہستگی سے اُس کا باطن حق (تعالیٰ) سے وابستہ ہو گیا

چوں تہی گشت و وجودِ اُو نماند — باز جانش را خدا در پیش خواند

جب وہ خالی ہو گیا اور اُس کا وجود نہ رہا — اُس کی جان کے باز کو خدا نے سامنے بلا لیا

چوں شکست آں کشتیِ اُو بے مراد — در کنارِ رحمتِ دریا فتاد

جب بے مرادی میں اُس کی کشتی ٹوٹ گئی — دریائے رحمت کے ساحل سے جا لگی

جانِ بحق پیوست چوں بیہوش شد — بحرِ رحمت آں زماں در جوش شد

جب وہ بیہوش ہوا، جان اللہ سے وابستہ ہو گئی — رحمت کا سمندر اُس وقت جوش میں آ گیا

چونکہ جانش وارہید از ننگِ تن — رفت شاداں پیشِ اصلِ خویشتن

جب اُس کی روح جسم کے عیب سے نجات پا گئی — اپنی اصل کی جانب خوش خوش روانہ ہو گئی

جاں چوں باز و تن مر اُو را کُندہ — پائی بستہ پر شکستہ بندہ

روح باز کی طرح ہے، جسم اُس کیلئے کاٹھ ہے — پاؤں بندھا ہوا، پر ٹوٹے ہوئے ایک غلام ہے

چونکہ ہوشش رفت پایش بر کُشا — می پَرد آں باز سُوئی کیقباد

جب اُس کے ہوش چلے گئے، پاؤں کھل گیا — وہ باز شاہ کی جانب اُڑ رہا ہے

لہ کما کان یقول۔ یعنی آنحضورؐ نے فرمایا جب مصیبت انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو رحمت خداوندی متوجہ ہو جاتی ہے، یہ حدیث سنداً کمزور ہے۔ اَزِمَّۃ۔ شدت، گرہ، قحط۔

۵۲ پرّید روح۔ روح جسم سے پرواز کر گئی۔ چونکہ اس بیہوشی میں اُس کو قربتِ حق میسر آ گئی۔ چوں آں شکست۔ اُس کی انتہائی مایوسی نے اُس کو دریائے رحمت کے ساحل پر پہنچا دیا۔ چونکہ روح جسم سے پاک ہو کر دربارِ خداوندی میں پہنچ گئی۔

۵۳ جان۔ روح جسم میں اسی طرح مقید ہے جس طرح انسان کاٹھ میں مقید کر دیا جاتا ہے۔ چونکہ۔ جب جسم بے ہوش ہو جاتا ہے روح پرواز کر کے شاہ کے پاس پہنچ جاتی ہے۔

چونکہ دریاہائے رحمت جوش کرد — سنگہا ہم آبِ حیواں نوش کرد
جب رحمت کے سمندروں نے جوش مارا — پتھروں نے بھی آبِ حیات پی لیا

ذرۂ لاغر شگرف و زفت شد — فرشِ خاکی اطلس و زربفت شد
کمزور ذرہ عجیب اور موٹا ہو گیا — خاکی فرش، اطلس اور زربفت بن گیا

مردۂ صد سالہ بیروں شد ز گور — دیوِ ملعوں شد بخوبی رشکِ حور
سو سال کا مُردہ قبر سے باہر آگیا — ملعون شیطان، حسن میں حور بن گیا

ایں ہمہ روئے زمیں سر سبز شد — شاخِ خشک اشگوفہ کرد و نغز شد
یہ سب روئے زمین سرسبز ہو گئی — خشک شاخ نے کلی کھلائی، عمدہ ہو گئی

گرگ با برّہ حریفِ مے شدہ — ناامیداں خوش رگ و خوش پے شدہ
بھیڑیا بکری کے بچہ کے ساتھ شراب نوش بنا — مایوس، اچھے رگ پٹھوں کے بن گئے

یافت شدنِ گوہر و حلالی خواستنِ حاجباں کنیزکانِ شاہزادہ
موتی کا مل جانا اور شہزادی کے دربانوں اور لونڈیوں کا نصوح سے معافی چاہنا

از نصوح و بر سر و دستِ او بوسہ دادن و عذر خواستن
اور اس کے سر اور ہاتھ کو چومنا اور عذر خواہی کرنا

بانگ آمد ناگہاں کہ رفت بیم — شد پدید آں گم شدہ دُرِّ یتیم
اچانک آواز آئی، خوف ختم ہو گیا — وہ نایاب گم شدہ موتی، مل گیا

بعد آں خوف و ہلاکِ جاں بُدہ — مژدہا آمد کہ اینک گم شدہ
اس کے بعد کہ جان کا ڈر اور ہلاکت تھی — خوشخبری آئی کہ یہ گم شدہ (موتی) ہے

حزن شد و اندر فرج دَرتافتیم — مژدگانی دہ کہ گوہر یافتیم
غم ختم ہوا اور ہم خوشی میں چمک اٹھے — انعام دے، کیونکہ ہم نے موتی پالیا ہے

از غریو و نعرہ و دستک زدن — پُر شدہ حمام قد زال الحزن
شور اور نعرے اور ہتھیلیاں بجانے سے — حمام گونج گیا، رنج زائل ہو گیا

آں نصوحِ رفتہ باز آمد بخویش — دیدہ چشمش تابشِ صد روزہ بیش
بیہوش نصوح پھر ہوش میں آگیا — اسکی آنکھ نے سو روزوں (کے نور) سے زیادہ نور دیکھ لیا

می حلالی خواست از وے ہر کسے — بوسہ می دادند بر دستش بسے
ہر شخص اس سے معافی چاہ رہا تھا — اس کے ہاتھ بہت چومتے تھے

لہ چونکہ۔ جب دریائے رحمت جوش میں آتا ہے تو جس پر بھی چھینٹا پڑ جاتا ہے اس میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ ذرّہ۔ ابرِ رحمت سے ذرہ موتی بن جاتا ہے، وہ بے رونق مٹی سے پھول اور پتیاں اگا دیتا ہے۔ پرانے مُردے زندہ ہو جاتے ہیں، بُرا بھلا بن جاتا ہے۔

لہ ایں ہمہ۔ خشک زمین سرسبز بن جاتی ہے۔ گرگ۔ بغض و کینہ ختم ہو جاتا ہے بھیڑ اور بھیڑیا ملکر پانی پینے لگتے ہیں۔ حلالی۔ معافی۔ بانگ آمد۔ اب یہ اعلان ہو گیا کہ ڈر اور خوف کا وقت ختم ہو گیا موتی مل گیا ہے۔

لہ بعد آں۔ جب موتی مل گیا تو اس کے مل جانے کی خوشخبری دے دی گئی۔ مژدگانی۔ تمام متعلقین نے شہزادی سے انعام کی درخواست کی۔ از غریو۔ حمام میں خوشی کے نعرے بتا رہے تھے کہ غم دور ہو چکا ہے۔ آں نصوح۔ اب وہ نصوح بیہوشی سے ہوش میں آیا تو اسپر نور کی وہ کیفیت تھی جو سَو روزوں کے چلّے کے بعد ہوتی ہے۔ می حلالی خواست یعنی معافی مانگتا تھا۔

بدگمان[1] بودیم مارا کن حلال — لحم تو خوردیم اندر قیل و قال

ہم بدظن ہو گئے تھے، ہمیں معاف کر دیجئے — بات چیت میں ہم نے آپ کا گوشت کھایا

زانکہ ظنِ جملہ بر وے بیش بود — زانکہ در قربت ز جملہ پیش بود

کیونکہ سب کا اُس پر زیادہ گمان تھا — کیونکہ وہ قرب میں سب سے آگے تھا

خاص دلاکش بد و محرم نصوح — بلکہ ہمچوں دو تن و یک گشتہ روح

نصوح اُس کا خاص حمامی اور محرم تھا — بلکہ دو جسم اور ایک روح بنا ہوا تھا

گوہر ار بردست او بردست و بس — زو ملازم تر بخاتوں نیست کس

اگر موتی چرایا ہے، تو بس اُس نے چرایا ہے — بیگم سے اُس سے زیادہ کوئی قریب نہیں ہے

اول او را خواست جستن در نبرد — بہر حرمت داشتنش تاخیر کرد

معرکہ میں پہلے اُس کی تلاشی لینی چاہی — (لیکن) اُس کی عزت رکھنے کے لئے تاخیر کی

تا بود کاں را بیندازد بجا — اندریں مہلت رہاند خویش را

تاکہ ہو سکے کہ وہ اُس کو کہیں ڈال دے — اِس فرصت میں وہ اپنے آپ کو بچالے

بس[2] حلالیہا ازو میخواستند — وز برائے عذر برمیخاستند

وہ اُس سے بہت معافیاں چاہ رہے تھے — عذر خواہی کے لئے کھڑے ہو ہو جاتے تھے

گفت بد فضلِ خدائے دادگر — ور نہ زانچہ گفتہ شد ہستم بتر

اُس نے کہا منصف خدا کا کرم تھا — ورنہ جو کچھ کہا گیا میں اُس سے (بھی) بُرا ہوں

چہ حلالی خواست میباید زمن — کہ منم مجرم تر از اہلِ زمن

مجھ سے کیا معافی چاہی جائے؟ — میں زمانہ کے لوگوں سے زیادہ مجرم ہوں

آنچہ گفتندم ز بد از صد یکیست — بر من ایں کشفست اگر کس را شکیست

جو کچھ اُنھوں نے میری بُرائی میں کہا ہے ایک فیصد ہے — اگر کسی کو شک ہے، تو مجھ پر واضح ہے

کس چہ میداند ز من جز اندکے — وز ہزاراں جرم و بد فعلی یکے

تھوڑے سے کے علاوہ کوئی میرے بارے میں کیا جانتا ہے؟ — ہزاروں جرم اور بدکاریوں میں سے ایک

من[3] ہمی آں دانم و ستارِ من — جرمہا و زشتیِ کردارِ من

وہ میں جانتا ہوں اور میرا ستار — اپنی خطاؤں اور بدکاری کو

اول ابلیسے مرا استاد بود — بعد ازاں ابلیس پیشم باد بود

شروع میں شیطان میرا اُستاد تھا — اُس کے بعد شیطان میرے آگے ہوا تھا

---

[1] بدگماں سب نے نصوح سے کہا ہم نے آپ پر بدگمانی کی تھی ہمیں معاف کر دیجئے۔ لحم غیبت کو گوشت خوری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ زانکہ نصوح پر زیادہ بدگمانی اسلئے تھی کہ اسکو شہزادی سے زیادہ قرب حاصل تھا۔ خاص۔ شہزادی کا جسم ملنے دینے کیلئے نصوح مخصوص تھا دونوں ایک روح دو جسم بنے ہوئے تھے۔ اوّل۔ اِس بدگمانی کا تقاضا تو یہ تھا کہ سب سے پہلے نصوح کی جامہ تلاشی لیں لیکن اسکی عزت بچانے کیلئے اُس کو موقع دے رہے تھے کہ اگر موتی اسکے پاس ہے تو اسکو کسی جگہ رکھ دے اور الزام سے بچ جائے۔

[2] بس حلالیہا۔ حمام کے حکمین کھڑے ہوئے نصوح سے معافیاں مانگ رہے تھے اور نصوح کہہ رہا تھا کہ یہ اللہ کا کرم تھا ورنہ جو کچھ تم لوگوں نے کہا میں اُس سے بدتر ہوں میں دنیا میں سب سے زیادہ گنہگار ہوں تم نے جو کچھ کہا وہ تو ایک فیصد ہے اِس بارے میں خواہ کسی کو شک ہو لیکن مجھے اپنی بُرائی کا یقین ہے میری بداعمالیوں کو میرے سوا اور کون جان سکتا ہے۔

[3] من ہمی۔ نصوح نے کہا اپنی بُرائیوں کو میں جانتا ہوں یا میرا خدا جانتا ہے ابتداءً شیطان میرا اُستاد تھا لیکن پھر میں بُرائی کرنے میں شیطان کا بھی اُستاد بن گیا، یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ میری پردہ پوشی کرتا ہے اور میرے بھٹے ہوئے کو سی دیتا ہے۔

حق بدید آں جملہ را نادیدہ کرد
تا نگردم در فضیحت روئی زرد

اللہ تعالیٰ نے وہ سب کچھ دیکھا اور ان دیکھا بنا دیا
تاکہ میں رُسوائی میں زرد رُو نہ بنوں

تا ز رحمت پوستیں دوزیم کرد
توبۂ شیریں چو جاں روزیم کرد

یہاں تک کہ اس نے رحمت سے میری پردہ پوشی کی
جان جیسی شیریں توبہ مجھے عطا کر دی

ہر چہ[۱] کردم جملہ ناکردہ گرفت
طاعتِ ناکردہ را کردہ گرفت

میں نے جو کچھ کیا اُس کو نہ کیا ہوا ٹھہرایا
نہ کی ہوئی عبادت کو کیا ہوا ٹھہرایا

ہمچو سرو و سوسنم آزاد کرد
ہمچو بخت و دولتم دل شاد کرد

اس نے مجھے سرو اور سوسن کی طرح آزاد کر دیا
مجھے نصیبہ اور دولت کی طرح خوش دل کر دیا

نامِ من در نامۂ پاکاں نوشت
دوزخی بودم بہ بخشیدم بہشت

میرا نام پاک لوگوں کی فہرست میں لکھ دیا
میں دوزخی تھا، مجھے بہشت بخش دی

عفو کرد آں جملگی جرم و گناہ
شد سپید آں نامہ و روئی سیاہ

اس نے وہ سارے جرم اور گناہ معاف کر دیئے
وہ کالا اعمالنامہ اور چہرہ سفید ہو گیا

آہ[۲] کردم چوں رسن شد آہِ من
گشت آویزاں رسن در چاہِ من

میں نے آہ کی، میری آہ رسّی کی طرح ہو گئی
رسّی میرے کنوئیں میں لٹک گئی

آں رسن بگرفتم و بیروں شدم
شاد و زفت و فربہ و گلگوں شدم

میں نے وہ رسّی پکڑ لی اور باہر نکل آیا
خوش اور موٹا تازہ اور سرخ ہو گیا

در بنِ چاہے ہمی بودم اسیر
روز و شب اندر فغان و در نفیر

میں کنوئیں کی تلی میں قیدی تھا
دن رات فریاد اور رونے میں تھا

از ہوس در تنگنا بودم زبوں
در ہمہ عالم نمی گنجم کنوں

ہوس کی وجہ سے میں تنگ گڑھے میں عاجز تھا
اب میں پورے عالم میں نہیں سماتا ہوں

آفرینہا بر تو بادا اے خدا
ناگہاں کردی مرا از غم جدا

اے خدا! تجھ پر آفریں ہے
تو نے مجھے اچانک غم سے جدا کر دیا

گر سرِ[۳] ہر موئے من گردد زباں
شکرہائے تو نیاید در بیاں

اگر میرے ہر بال کا سرا زبان بن جائے
تیرے شکریئے بیان نہیں ہو سکتے ہیں

میزنم نعرہ دریں روضہ و عیون
خلق را یا لیت قومی یعلمون

اس باغیچہ اور چشموں میں میں صدائیں دے رہا ہوں
لوگوں کو، کاش میری قوم جان لے

---

[۱] ہرچہ۔ یہی نہیں کہ اُس نے میرے گناہوں سے قطع نظر کی بلکہ میری بُرائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیا۔ اب میں تمام دنیاوی علائق سے سرو اور سوسن کی طرح آزاد ہوں۔ نامِ من۔ اب اس نے میرا نام نیکوں میں لکھ لیا ہے اور مجھ دوزخی کو جنتی بنا دیا ہے۔

[۲] آہ کردم۔ میں نے اپنی خطاکاری پر آہ کی اُس آہ نے رسّی کا کام دیا اور گناہوں کے کنوئیں سے باہر نکل آیا۔ از ہوس۔ دنیا کی حرص و ہوس کی تنگی میں تھا اب میں پورے عالم میں نہیں سما رہا ہوں۔

[۳] گر۔ اگر میرا رُواں رُواں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہے تو ممکن نہیں ہے۔ یا لیت۔ مغفرت کے بعد جنتی کہے گا، یَالَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَلِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ یعنی کاش میری قوم اس بات کو جان لے کہ مجھے خدا نے میری بخشش کر دی ہے اور مجھے باعزت لوگوں میں سے بنا دیا ہے۔

بازخواندنِ شاہزادی نصوح را از بہرِ دلاکی بعد از استحکام
شہزادی کا نصوح کو توبہ کے مستحکم ہو جانے کے بعد مالش کے لئے دوبارہ بلانا

توبہ و بہانہ کردنِ اُو و دفع گفتنِ اُو و عذر آوردنِ اُو
اور اس کا بہانہ کرنا اور دفع کرنا اور عذر کرنا

بعد ازاں آمد کسے کز مرحمت — دخترِ سلطانِ ما میخواندت
اُس کے بعد کوئی آیا، کہ مہربانی سے — ہمارے بادشاہ کی لڑکی تجھے بلا رہی ہے

دخترِ شاہ هست ہمی خواند بیا — تا سرش شوئی کنوں اے پارسا
بادشاہ کی لڑکی تجھے بلا رہی ہے، آجا — تاکہ اے نیک: تو اُس کا سر دھو دے

جز تو دلاکے نمی خواہد دلش — کہ بمالد یا بشوید با گلش
اُس کی دلی خواہش تیرے علاوہ کسی مالش کرنے والے کی ہے — کہ جو مالش کرے یا مٹی سے اُس کو نہلائے

گفت رو رو دستِ من بیکار شد — ویں نصوحِ تو کنوں بیمار شد
اُس نے کہا جا جا میرا ہاتھ بیکار ہو گیا ہے — تیری یہ نصوح اب بیمار ہو گئی ہے

رو کسے دیگر بجو اِشتاب و تفت — کہ مرا واللہ دست از کار رفت
جلد جلد تیزی سے دوسری کو ڈھونڈ لے — کیونکہ خدا کی قسم ہاتھ بیکار ہے

با دلِ خود گفت کز حد رفت جرم — از دلِ من کے رود آں ترس و گرم
وہ اپنے دل میں کہتا تھا کہ جرم حد سے گزر گیا — میرے دل سے وہ ڈر اور گرمی کہاں جا سکتی ہے؟

من بمُردم یکرہ و باز آمدم — من چشیدم تلخیِ مرگ و عدم
میں ایک بار مر چکا ہوں اور پھر واپس آیا ہوں — میں نے موت اور عدم کی تلخی چکھ لی ہے

توبہ کردم حقیقت با خدا — نشکنم تا جاں شود از تن جدا
میں نے اللہ سے حقیقی توبہ کی ہے — جب تک جان جسم سے جدا ہو، میں نہ توڑوں گا

بعد ازیں محنت کرا بارِ دگر — پا رود سوئے خطر الا کہ خر
اِس مصیبت کے بعد کس کا دوبارہ — گدھے کے علاوہ خطرے کی جانب پاؤں چلیگا؟

حکایت در بیانِ آں کسے کہ توبہ کند و پشیمان شود و باز
اس بیان میں حکایت کہ کوئی شخص توبہ کرے اور شرمندہ ہو اور پھر اُن

آں پشیمانیہا را فراموش کند و آزمودہ را باز آزماید در
شرمندگیوں کو بھلا دے اور آزمائے ہوئے کو دوبارہ آزمائے۔ اور مستقل

ا؎ بازخواندن۔ اُس توبہ کے بعد شہزادی نے پھر نصوح کو بلایا لیکن اُس نے معذرت کر دی۔ بعد ازاں۔ اِن تمام واقعات کے بعد نصوح کے گھر پیغام آیا کہ شہزادی بلاتی ہے اُس کا دل تجھ سے بدن ملوانے کو چاہتا ہے۔ بگلش۔ یعنی تو ہی ملتانی مٹی سے سر دھلائے گفت۔ نصوح نے کہا اب میرے ہاتھ بیکار ہیں اور میں بیمار ہوں۔

۲؎ با دلِ خود۔ نصوح دل دل میں کہہ رہا تھا کہ پکڑے جانے کا ڈر میرے دل سے کب نکل سکتا ہے۔ توبہ۔ اب میں نے اِس کام سے ایسی توبہ کر لی ہے جو مرتے دم تک نہ ٹوٹیگی۔ بعد۔ ایک دفعہ کسی مصیبت سے نجات پا جانے کے بعد احمق ہی اُس مصیبت میں پھنسنے کو تیار ہوتا ہے

۳؎ حکایت۔ اِس حکایت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ایک بار مصیبت سے نجات پا جانے کے بعد دوبارہ مصیبت میں پھنسنے کا بہت بُرا انجام ہوتا ہے۔

خسارتِ ابد درافتد کہ مَن جَرَّبَ المُجَرَّبَ حَلَّتْ بِہِ النَّدَامَۃُ

ٹوٹے میں مبتلا ہو جائے کیونکہ جس شخص نے آزمائے ہوئے کو آزمایا اُس کو ندامت ہوئی

وچوں[51] توبہ او را ثباتے وقوّتے وحلاوتے وقبولے و

اور جب اُس کی توبہ کا ٹکاؤ اور قوت اور شیرینی اور قبولیت اور مدد اُس کو

مددے بدو نرسد چوں درختے بے بیخ ہر روز زرد تر

حاصل نہ ہو تو وہ بغیر جڑ کے درخت کی طرح ہے جو روزانہ زیادہ زرد اور خشک ہوتا ہے

وخشک تر نعوذُ باللہِ مِن ذٰلِکَ

ہم اِس بات سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں

گازرے[52] بود و مر اُو را یک خرے
پُشت ریش اِشکم تہی تَن لاغرے

ایک دھوبی تھا جس کا ایک گدھا تھا
زخمی کمر، خالی پیٹ، کمزور جسم

در میانِ سنگلاخِ بے گیاہ
روز تا شب بینوا و بے پناہ

بغیر گھاس کی پتھریلی زمین میں
شب و روز بے سروسامان اور بے پناہ

بہرِ خوردن غیرِ آب آنجا نبود
روز و شب بُد خرِ دراں کور و کبود

وہاں کھانے کیلئے پانی کے سوا نہ تھا
گدھا وہاں دن رات اندھا اور تاریک چشم تھا

آں حوالی نیستان و بیشہ بود
شیرے بود آنجا کہ صیدش پیشہ بود

اطراف میں بنسیل اور جنگل تھا
وہاں ایک شیر تھا جس کا پیشہ شکار کرنا تھا

شیر را با پیلِ نر جنگ اوفتاد
خستہ شد آں شیر و ماند از اصطیاد

شیر کی نر ہاتھی سے لڑائی ہوئی
وہ شیر زخمی ہو گیا اور شکار کرنے سے عاجز ہو گیا

مدّتے[53] وا ماند زاں ضعف از شکار
بینوا ماندند دد از چاشت خوار

ایک عرصہ تک کمزوری کی وجہ سے شکار سے عاجز رہا
درندے، ناشتہ سے محروم ہو گئے

زانکہ باقی خوارِ شیر ایشاں بُدند
شیر چوں رنجور شد تنگ آمدند

کیونکہ وہ شیر کا بچا ہوا کھانے والے تھے
جب شیر بیمار ہو گیا، وہ پریشان ہو گئے

شیر یک روباہ را فرمود رَو
مر خرے را بہرِ من صیّاد شَو

شیر نے ایک لومڑی سے کہا، جا
میرے لئے گدھے کی شکاری بن

گر خرے یابی بگردِ مرغزار
رَو فسونش خواں فریبانش بیار

اگر تو جنگل کے اطراف میں گدھا پائے
جا اُس پر منتر پڑھ اُس کو قریب لے آ

[51] چوں۔ اگر توبہ میں ٹکاؤ نہ ہو اور اُس کی خوبی اُس پر واضح نہ ہو تو توبہ کرنے والے شخص کی مثال بے جڑ کے درخت کی سی ہے جو روز بروز خشک ہوتا جاتا ہے اور اُس کے پتے جھڑتے رہتے ہیں۔

[52] گازرے۔ ایک دھوبی کا ایک گدھا تھا جس کی کمر زخمی تھی اور پیٹ خالی رہتا تھا جس کی وجہ سے وہ کمزور ہو گیا تھا۔ سنگلاخ۔ پتھریلی زمین۔ کور و کبود۔ یعنی تباہ اور بدحال۔ حوالی۔ اطراف۔ نیستان۔ بنسیل کا جنگل۔ بیشہ۔ جھاڑی۔ شیر۔ وہ شیر کسی ہاتھی سے لڑ کر زخمی اور لاغر ہو گیا اور جنگلی جانوروں کا شکار کرنے کے قابل نہ رہا۔

[53] مدتے۔ ایک عرصے وہ شکار کرنے کے قابل نہ تھا اور دوسرے درندے جو اُس کا بچا کھچا کھاتے تھے وہ بھی بھوکے تھے۔ چاشت خوار۔ ناشتہ۔ شیر۔ شیر نے لومڑی سے کہا کسی گدھے کو پھسلا کر میرے پاس لے آنا۔ مرغزار۔ سبزہ زار۔ فسون۔ منتر۔

یا خرے یا گاؤ بہرِ من بجو ‏ ‏ زاں فسونہائے[1] کہ میدانی بگو

یا گدھا یا بیل میرے لئے تلاش کر ‏ ‏ جو منتر تو جانتی ہے، وہ پڑھ

چوں بیابم قوتے از لحمِ خر ‏ ‏ پس بگیرم بعد ازاں صیدِ دگر

جب میں گدھے کے گوشت سے طاقت پکڑ لونگا ‏ ‏ اس کے بعد میں دوسرا شکار کرونگا

اندکے من میخورم باقی شما ‏ ‏ من سبب باشم شما را در نوا

میں تھوڑا سا کھا لوں گا، باقی تم ‏ ‏ میں توشہ میں تمہارے لئے سبب بنجاؤنگا

از فسون واز سخنہائے خوشش ‏ ‏ نرم گرداں زود تر اینجا کشش

اُس کو منتر اور اچھی باتوں سے ‏ ‏ نرم کر، جلد یہاں لے آ

تشبیہ کردنِ قطب کہ عارف واصل ست در اجرائے دادنِ خلق از قوتِ رحمت و مغفرت بر مراتبے کہ حقش الہام داد و تمثیل بشیر کہ اجرے خوار و باقی خوارِ وے اند بر مراتبِ قربِ ایشاں بشیر نہ قربِ مکانی بلکہ از قربِ صفتی و تفاصیلِ ایں بسیارست واللہ الہادی

قطب، عارف واصل بحق، کی مخلوق کو رحمت اور مغفرت کی اُن مراتب کے اعتبار سے روزی دینے کی تشبیہ بیان کرنا جو اللہ نے اُس کو الہام کیا ہے اور شیر سے مثال دینا کیونکہ وہ اس کے روزی خوار اور بچا کھچا کھانے والے ہیں شیر سے نزدیکی کے اعتبار سے مکانی قرب کے اعتبار سے نہیں بلکہ صفاتی قرب کے اعتبار سے اور اس کی بہت تفاصیل ہیں اور خدا ہدایت کرنے والا ہے

قطب[2] شیر و صید کردن کارِ او ‏ ‏ باقیاں ایں خلق باقی خوارِ او

قطب شیر ہے اور شکار کرنا اسی کا کام ہے ‏ ‏ باقی یہ مخلوق اس کا بچا ہوا کھانے والی ہے

تا توانی در رضائے قطب کوش ‏ ‏ تا قوی گردد کند صیدِ وحوش

تجھ سے جب تک ہو سکے قطب کو راضی رکھنے کی کوشش کر ‏ ‏ تاکہ وہ قوی ہو جائے اور وحشی جانوروں کا شکار کرے

چوں[3] برنجد بینوا مانند خلق ‏ ‏ کز کفِ عقلست جملہ رزقِ خلق

جب وہ رنجیدہ ہو جائیگا، مخلوق بے سروسامان رہ جائیگی ‏ ‏ کیونکہ تمام لوگوں کی روزی عقل کے ہاتھوں سے ہے

زانکہ وجدِ خلق باقی خوردِ اوست ‏ ‏ ایں نگہدار ار دلِ تو صید جوست

کیونکہ مخلوق کی روزی اس کا پس خوردہ ہے ‏ ‏ اگر تیرا دل شکاری ہے، تو اس کا خیال رکھ

---

[1] فسونہا۔ لومڑی کی چالاکیاں مشہور ہیں۔ لحم۔ گوشت۔ قوت۔ روزی۔ از فسوں۔ یعنی گدھے کو بہکا کر میرے پاس لے آنا۔ تشبیہ۔ جس طرح شیر شکار کرتا ہے اور باقی درندے اُس کا بچا ہوا کھا کر پیٹ بھرتے ہیں اسی طرح قطب زمانہ اسرار و معارف الٰہی کا شکار کرتا ہے اور بقیہ اولیاء اُس کے ذریعہ اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں۔

[2] قطب۔ جو شخص اپنے دور کا قطب ہوتا ہے وہ اسرار و معارف کا براہ راست استفادہ کرتا ہے اور دوسرے اولیاء، اوتاد، نجباء اور نقباء اُس کے واسطے سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ تا توانی۔ ہر ولی کا فرض ہے کہ وہ قطب زمانہ کی خوشنودی حاصل کرے اور اُس کو خوش رکھے۔

[3] چوں برنجد۔ اگر قطب رنجیدہ ہو جاتا ہے تو بقیہ لوگ بے سروسامان رہ جاتے ہیں۔ وجد خلق۔ بقیہ لوگوں کی روزی اس کا پس خوردہ ہے۔

اُوچو[1] عقل و خلق چوں اعضائے تن — بستۂ عقل ست تدبیرِ بدن

وہ عقل کی طرح اور مخلوق جسم کے اعضا کیطرح ہے — جسم کی تدبیر عقل سے وابستہ ہے

ضُعفِ قطب از تن بُود از روح نے — ضُعف در کشتی بُود در نوحؑ نے

قطب کی کمزوری جسم کی ہوتی ہے، نہ کہ روح کی — کمزوری کشتی میں ہوتی ہے نہ کہ نوحؑ میں

قطب آں باشد کہ گردِ خود تند — گردشِ اَفلاک گردِ اُو بُود

قطب وہ ہوتا ہے جو اپنے گرد گھومتا ہے — آسمانوں کی گردش اُس کے گرد ہوتی ہے

یاریے دہ در مرمّتِ کشتیش — گر غلامِ خاص و بندہ گشتیش

اُس کی کشتی کی مرمت میں مدد کر — اگر تو اُس کا خاص غلام اور بندہ ہو گیا ہے

یاریت[2] در تو فزاید نے درُو — گفت حق اِن تَنصُرُوا اللّٰہ یَنصُرہ

تیری مدد، تجھ میں اضافہ کرے گی نہ کہ اُسمیں — اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے اگر تم اللہ کی مدد کرو گے وہ مدد کریگا

ہمچو روبہ صید گیر و کن فدیش — تا عوض گیری ہزاراں صید بیش

لومڑی کی طرح شکار کر اور اُس پر قربان ہو جا — تاکہ تو ہزاروں سے زیادہ شکار بدلے میں حاصل کرے

روبہانہ باشد آں صیدِ مُرید — مُردہ گیرد صید کفتارِ مَرید

مرید کا شکار لومڑی کی طرح کا ہوتا ہے — سرکش بجو مُردے کا شکار کرتا ہے

مُردہ پیشِ اُو کشی زندہ شود — چرک در پالیز رویندہ شود

تو اُسکے سامنے مُردہ لیجائے گا وہ زندہ ہو جائے گا — کھاد، فالیز میں اُگانے والا بن جاتا ہے

جواب گفتنِ رُوباہ شیر را

لومڑی کا شیر کو جواب دینا

گفت[3] رُوبہ شیر را خدمت کُنم — حیلہا سازم ز عقلش بر کنم

لومڑی نے شیر سے کہا میں خدمت بجالاؤں گی — تدبیریں کروں گی اُسکو عقل سے بیگانہ کردوں گی

حیلہ و افسوں گری کارِ من ست — کارِ من دستاں و از رہ بُردن ست

حیلہ اور منتر پڑھنا میرا پیشہ ہے — میرا پیشہ، مکر اور دھوکا دینا ہے

از سرِ کُہ جانبِ جُو میشتافت — یک خرِ مسکینِ لاغر را بیافت

پہاڑ پر سے، نہر کی جانب دوڑ رہی تھی — ایک کمزور مسکین گدھے کو پالیا

[3] گفت روبہ۔ لومڑی نے شیر سے کہا میں حکم کی تعمیل کروں گی اور اپنی تدبیر سے شکار کو بے وقوف بنادوں گی۔ دستاں۔ مکر۔ خرِ مسکیں۔ یعنی دہی دھوبی کا گدھا لومڑی اس کے پاس پہنچی اور اُس کو گرم جوشی سے سلام کیا۔

[1] اُو چو عقل۔ قطب اور بقیہ مخلوق کی وہی نسبت ہے جو عقل اور بقیہ اعضا کی ہے اعضا عقل کے ذریعہ خوراک حاصل کرتے ہیں لمنتقف۔ قطب پر روحانی ضُعف طاری نہیں ہو سکتا گذشتہ اشعار میں اُس کے جس ضُعف کا ذکر ہے وہ محض جسمانی ضُعف ہے اُس کی روح اور جسم کی وہی نسبت ہے جو حضرت نوحؑ اور کشتی کی تھی۔ یاریے۔ قطب کو جس مدد کی ضرورت ہے وہ اُس کی جسمانی مدد ہے۔

[2] یاریت۔ تو جو کچھ قطب کی بدنی خدمت کریگا وہ تیرے لئے ہی مفید ہے۔ گفت آنحضورؐ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد قرار دیا ہے اور فرمایا کہ اُس مدد کا فائدہ تمہیں بصورت مددِ خداوندی حاصل ہوگا۔ ہمچو رُوبہ۔ جس طرح لومڑی شیر کے لئے شکار کرتی ہے اور اُس سے خود فائدہ اُٹھاتی ہے اسی طرح تم جو بھی قطب کی بدنی خدمت کروگے خود فائدہ اُٹھاؤ گے۔ مُرید۔ قطب کا ارادتمند جو کچھ قطب کو دے گا وہ لومڑی کے شکار کی طرح ہو گا کہ خود اُسکو مُفید پڑیگا۔ مَرید۔ قطب کا مُنکر بجو ہے جس کی کمائی مُردار ہوتی ہے لیکن قطب کے پاس پہنچ کر اُس کا مُردار بن زائل ہو جاتا ہے جس طرح گوبر کا کھاد فالیز میں جا پڑتا ہے تو اُس کی خاصیت بدل جاتی ہے۔

پس سلامے گرم کرد و پیش رفت — پیشِ آں سادہ دلے درویش رفت

گرم جوشی سے سلام کیا اور سامنے آ گئی — اُس سیدھے اور غریب کے سامنے آ گئی

گفت[1] چونی اندریں صحرائے خشک — در میانِ سنگلاخ و جائے خشک

بولی، اس خشک میدان میں آپ کیسے ہیں؟ — پتھریلی زمین اور خشک جگہ میں

گفت خر گر در غمم ور در ارم — قسمتم حق کرد و من زاں شاکرم

گدھے نے کہا، خواہ غم میں ہوں یا جنت میں — اللہ نے میرا حصہ بنایا ہے میں اس پر شکرگزار ہوں

شکر گویم دوست را در خیر و شر — زانکہ ہست اندر قضا از بد بتر

اچھائی اور برائی میں دوست کا شکر ادا کرتا ہوں — کیونکہ حکمِ خداوندی میں بُرے سے بھی زیادہ بُرا ہے

چونکہ قسام اوست کفر آمد گلہ — صبر باید صبر مفتاح الصلہ

جبکہ وہ تقسیم کرنے والا ہے تو شکوہ کفر ہے — صبر کرنا چاہیے، صبر عطیہ کی کنجی ہے

باز گفت الصبر مفتاح الفرج — صابراں را کے رسد جور و حرج

پھر اس نے کہا صبر کشادگی کی کنجی ہے — صبر کرنے والوں کو سختی اور تنگی کب آئی ہے!

را[2]ضیم من قسمتِ قسام را — کہ خداوندست خاص و عام را

میں تقسیم کرنے والے کی تقسیم پر راضی ہوں — کیونکہ وہ خاص و عام کا آقا ہے

بہرہ ور از نعمتِ او خاص و عام — میرساند روزیِ وحش و ہوام

اس کی نعمت سے خاص و عام فائدہ اٹھاتے ہیں — وہ وحشی جانوروں اور کیڑے کوڑوں کو روزی پہنچاتا ہے

مرغ و ماہی قسمتِ خود میخورند — مور و مار از نعمتِ او می چرند

پرند اور مچھلیاں اپنا حصہ کھاتے ہیں — چیونٹیاں اور سانپ اس کی نعمت کھاتے ہیں

خوانِ او سر تا سرِ عالم گرفت — بر سرِ خوانش خلائق در شگفت

اس کے دسترخوان نے پورے عالم کو گھیر لیا ہے — مخلوق اس کے دسترخوان پر تعجب میں ہے

می[3] خورند و ہیچ کم ناید ازاں — کیست بے روزی بگو اندر جہاں

وہ کھا رہے ہیں اور اس میں کوئی کمی نہیں آتی ہے — بتا، دنیا میں بے روزی کون ہے؟

باش راضی گر توئی دل زندہ — کو رساند روزیِ ہر بندہ

اگر تو زندہ دل ہے، راضی رہ — وہ ہر بندہ کو روزی پہنچاتا ہے

غیرِ حق جملہ عدو اند اوست دوست — با عدو از دوست شکوہ کے نکوست

اللہ (تعالیٰ) کے علاوہ سب دشمن ہیں وہ دوست ہے — دشمن سے دوست کا شکوہ، کب بھلا ہے؟

[1] گفت۔ لومڑی نے گدھے سے کہا آپ اس خشک پتھریلے جنگل میں کیوں پڑے ہوئے ہیں۔ گفت خر۔ گدھے نے کہا یہ خدائی تقسیم ہے جو میرا حصہ ہے میں اس پر راضی ہوں۔ زانکہ۔ انسان کو ہر حالت میں شکر ادا کرنا چاہیے۔ اور سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس سے بدتر حالت میں نہیں کیا۔ چونکہ۔ اللہ کی تقسیم پر شکوہ کفر ہے۔ الصبر۔ صبر کرنے سے کشادگی پیدا ہو جاتی ہے۔

[2] راضیم۔ رزق خدا کا تقسیم کردہ ہے جبکہ وہ سب کا مالک ہے تو اس کی تقسیم پر راضی رہنا ضروری ہے۔ ہوام۔ کیڑے کوڑے۔ مرغ۔ جس قدر جاندار ہیں سب اُس کی ہی نعمتوں سے رزق حاصل کر رہے ہیں دنیا کی ساری مخلوق اُس کے ہی خوانِ نعمت سے روزی حاصل کر رہی ہے

[3] می خورند۔ ساری مخلوق کو وہ روزی پہنچا رہا ہے کوئی جاندار روزی سے محروم نہیں ہے۔ غیر حق۔ اللہ کے علاوہ سب دشمن ہیں، اللہ سب کا دوست ہے تو دوست کا شکوہ دشمن سے کرنا بیوقوفی ہے۔

شکر کن[1] تا نایدت از بد بتر ‌ ‌ ‌ ورنہ مانی ناگہاں در گل چو خر

شکر ادا کرتا رہ، تاکہ تجھے بدسے بدتر نہ ملے ‌ ‌ ‌ ورنہ تو کیچڑ کے گدھے کی طرح رہ جائے گا

تا دہد دو غم نخواہم انگبیں ‌ ‌ ‌ زانکہ ہر نعمت غمے دارد قریں

جب تک وہ مجھے بھاڑ پا دیگا میں شہد نہ مانگوں گا ‌ ‌ ‌ کیونکہ ہر نعمت اپنے ساتھ کوئی غم رکھتی ہے

گنج بے مار و گلِ بے خار نیست ‌ ‌ ‌ شادیِ بے غم دریں بازار نیست

خزانہ بغیر سانپ کے اور پھول بغیر کانٹے کے نہیں ہے ‌ ‌ ‌ بغیر غم کی خوشی اس بازار میں نہیں ہے

یک حکایت یاد دارم از پدر ‌ ‌ ‌ در نصیحت گفت روزے کاے پسر

مجھے باوا کی ایک کہانی یاد ہے ‌ ‌ ‌ اس نے ایک روز نصیحت میں کہا اے بیٹا!

حکایت[2] دیدن خرِ سقائے بانوائے اسپانِ تازی را در آخرِ خاص و تمنا بردن آں دولت را در موعظہ[2] آنکہ تمنا نباید بردن الا بمغفرت و عنایت کہ اگرچہ صد گوں رنجے بود چوں لذتِ مغفرت بود ہمہ شیریں شود باقی ہر دولتے کہ آں را نا آزمودہ تمنا میبری باآں رنجے قرین ست کہ آں را نمی بینی چنانکہ[3] از ہر دامے دانہ پیدا شود و فخ پنہاں تو دریں یک دام ماندہ و تمنا میبری کہ کاشکے باآں دانہا رفتمے پنداری کہ آں دانہا بیدام است

سقے کے گدھے کا، خاص اصطبل میں ساز و سامان کے ساتھ عربی گھوڑوں کو دیکھنے کی حکایت اور اس دولت کی تمنا کرنا اس نصیحت کے بارے میں کہ سوائے مغفرت اور مہربانی کے تمنا نہ کرنی چاہیئے خواہ سینکڑوں تکالیف ہوں جب مغفرت کی لذت حاصل ہو جائیگی وہ (تکالیف) سب شیریں ہو جائینگی بقیہ ہر دولت کی بغیر آزمائے تو تمنا کرے تو اس کے ساتھ کوئی تکلیف ہوگی جس کو تو نہیں دیکھ رہا ہے، جیساکہ ہر جال کا دانہ کھلا ہوا ہوتا ہے اور جال پنہاں ہوتا ہے تو اس جال میں رہتے ہوئے تمنا کرتا ہے کاش کہ اس دانے تک پہنچ جاتا، تو خیال کرتا ہے کہ وہ دانے بغیر جال کے ہیں

---

[1] شکر کن۔ جس حالت میں بھی جو ہے اس کو شکر گزار ہونا چاہیئے کہ اس سے بدتر حالت میں نہیں ہے۔ تا دہد۔ جب تک مجھے معمولی روزی حاصل ہے میں بڑھیا روزی کی خواہش نہ کرونگا کیونکہ ہر بڑھیا نعمت کے ساتھ کوئی نہ کوئی تکلیف وہ بات ضرور لگی ہوئی ہے خزانہ کے ساتھ سانپ ہے پھول کے ساتھ کانٹا ہے۔

[2] حکایت۔ اس حکایت سے یہ سمجھانا ہے کہ شاہی اصطبل کے گھوڑوں کو اچھی خوراک ملتی تھی تو اس کے ساتھ انہیں جنگ میں تیر بھی کھانے پڑے۔ در موعظہ۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ مغفرت اور اللہ کی عنایت کا طالب بنے اگر اس کو یہ چیز حاصل ہو جائیگی تو مصائب کی تلخی، شیرینی سے بدل جائے گی اگر انسان نہ آزمائی ہوئی نعمت کی تمنا کرے گا تو اس کے ساتھ کی مصیبت سے پریشان ہو جائے گا۔

[3] چنانکہ۔ دنیا کی ہر لذت کے ساتھ کوئی مصیبت وابستہ ہے دانہ ہے تو اس کے ساتھ جال بھی ہے انسان دانہ کی تمنا کرتا ہے لیکن وہ جال سے غافل ہوتا ہے۔

بود سقائے مر او را یک خرے — گشتہ از محنت دوتا چوں چنبرے
ایک سقہ کا ایک گدھا تھا — مشقت کی وجہ سے حلقہ کی طرح دُہرا ہو گیا تھا

پشتش از بارِ گراں دہ جا ریش — عاشق و جویائے روزِ مرگِ خویش
بھاری بوجھ کی وجہ سے اسکی کمر دس جگہ سے زخمی تھی — وہ اپنی موت کے دن کا جویاں اور عاشق تھا

جو کجا از کاہِ خشک او سیر نے — در عقب زخمے و سیخِ آہنے
جو کہاں! وہ خشک گھاس سے بھی پیٹ بھرا نہ تھا — پیچھے زخم اور لوہے کی سیخ

میرِ آخر دید او را رحم کرد — کآشنائے صاحبِ خر بود مرد
اصطبل کے داروغہ نے اسکو دیکھا، رحم کیا — کیونکہ وہ گدھے کے مالک کا شناسا تھا

پس سلامش کرد و پرسیدش ز حال — کز چہ ایں خر گشت دوتا ہمچو دال
اس کو سلام کیا اور اس سے حال پوچھا — کہ یہ گدھا دال کی طرح کیوں دُہرا ہو گیا؟

گفت از درویشی و تقصیرِ من — کہ نمی یابد جو ایں بستہ دہن
اس نے کہا میری مفلسی اور کوتاہی سے — کیونکہ اس بے زبان کو جو نہیں ملتے ہیں

گفت بسپارش بمن تو روزِ چند — تا شود در آخرِ شہ زورمند
اس نے کہا اس کو چند دن کیلئے میرے سپرد کر دے — تاکہ شاہی اصطبل میں طاقتور بن جائے

خر بدو بسپرد و از زحمت برست — در میانِ آخرِ سلطانش ببست
اس نے گدھا اس کے سپرد کر دیا اور زحمت سے چھوٹ گیا — اس نے اس کو شاہی اصطبل میں باندھ دیا

خر ز ہر سو مرکبِ تازی بدید — با نوا و فربہ و خوب و جدید
گدھے نے ہر جانب عربی گھوڑے دیکھے — با سروسامان اور موٹے اور عمدہ اور نئے

زیرِ پاشاں رُفتہ و آبے زدہ — کہ بوقت و جو بہنگام آمدہ
انکے پاؤں کی زمین جھاڑو دی ہوئی اور پانی چھڑکی ہوئی — گھاس اور جو بروقت حاضر

خارش و مالش مر ایشاں را بدید — پوز بالا کرد کاے ربِّ مجید
گھوڑوں کی مالش اور کھریرا دیکھا — اس نے منہ اوپر اٹھایا کہ اے بزرگ پروردگار!

نہ کہ مخلوقِ توام گیرم خرم — از چہ زار و پشت ریش و لاغرم
کیا میں تیری مخلوق نہیں ہوں، مانا کہ میں گدھا ہوں — میں کس وجہ سے عاجز اور زخمی کمر اور لاغر ہوں

شب ز دردِ پشت و از جوعِ شکم — آرزومندم بمُردن دمبدم
رات کو کمر کے درد اور پیٹ کی بھوک سے — لمحہ بہ لمحہ میں مرنے کا آرزومند ہوں

[۱] عاشق۔ اس گدھے کو مصیبتوں کی وجہ سے موت کی تمنا تھی۔ جو کجا۔ اس گدھے کو جو تو درکنار خشک گھاس بھی پیٹ بھر نہ ملتی تھی اور ہر وقت لوہے کی سیخ سے ٹھکتا تھا جس سے اس کی پشت زخمی تھی۔ میرِ آخر۔ داروغہ اصطبل۔ دال۔ حرف دال مڑی ہوئی شکل کا ہوتا ہے۔ بستہ دہن۔ بے زبان۔ آخرِ شہ۔ شاہی اصطبل۔

[۲] خر۔ دھوبی کے گدھے نے شاہی اصطبل میں عربی گھوڑے دیکھے جو بہت عمدہ حالت میں تھے۔ زیر پا۔۔۔ اصطبل کی زمین پر چھڑکاؤ ہوتا اور گھاس اور دانہ بروقت سب گھوڑوں کو ملتا۔ خارش۔ ان کے بدن پر کھریرا پھرتا اور مالش ہوتی۔ پوز۔ اس گدھے نے آسمان کی طرف منہ کر کے دعا شروع کر دی کہ اللہ میاں میں بھی تیری مخلوق ہوں میں اس قدر مصیبت میں کیوں ہوں۔

[۳] شب۔ دن کی پٹائی سے رات بھر درد میں اور بھوک میں گذارتا ہوں اور ہر وقت موت کی تمنا کرتا ہوں یہ عربی گھوڑے کس قدر عیش و عشرت میں ہیں تو نے مجھے مصائب کیلئے کیوں مخصوص کر دیا ہے۔

حالِ ایں اسپاں چنیں خوش با نوا
ان گھوڑوں کی ایسے ساز وسامان کے ساتھ عمدہ حالت

من چہ مخصوصم بتعذیب و بلا
میں عذاب اور مصیبت کے ساتھ مخصوص کیوں ہوں؟

ناگہاں[۵۱] آوازۂ پیکار شد
اچانک جنگ کا اعلان ہوگیا

تازیاں را وقتِ زین و کار شد
عربی گھوڑوں کی زین اور کام کا وقت آگیا

زخمہائے تیر خوردند از عدو
انھوں نے دشمنوں کے تیروں کے زخم کھائے

رفت پیکانہا در ایشاں سو بسو
جگہ جگہ ان میں تیر گھس گئے

از غزا باز آمدند آں تازیاں
وہ عربی گھوڑے جنگ سے لوٹے

اندر آخر جملہ افتادہ ستاں
اصطبل میں سب چت پڑے ہوئے تھے

پایہاشاں بستہ محکم با نوار
نوار سے اُن کے پاؤں مضبوط بندھے ہوئے تھے

نعلبنداں ایستادہ در قطار
نعلبند ان میں کھڑے تھے

می شگافیدند تنہاشاں بہ نیش
انھوں نے نشتر سے اُن کے بدن میں چیرا دیا

تا بروں آرند پیکانہا ز ریش
تاکہ زخم سے تیر باہر نکالیں

چوں خر[۵۲] آں را دید میگفت اے خدا
جب گدھے نے انھیں دیکھا کہ رہا تھا اے خدا!

من بفقر و عافیت دادم رضا
میں نے مفلسی اور آرام پر رضامندی دی

زاں نوا بیزارم و زیں زخم زشت
میں اُس سر وسامان اور اِس بُرے زخم سے بیزار ہوں

ہر کہ خواہد عافیت دنیا بہشت
جس نے عافیت چاہی اُس نے دنیا چھوڑ دی

جوابِ گفتن روباہ خر را
لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

گفت روبہ جستنِ رزقِ حلال
لومڑی نے کہا، حلال رزق کا تلاش کرنا

فرض باشد از برائے امتثال
حکم بجا لانے کے لئے فرض ہوتا ہے

عالمِ[۵۳] اسباب و رزق بے سبب
یہ عالم اسباب ہے اور بغیر سبب کے رزق

می نیاید پس مہم باشد طلب
حاصل نہیں ہوتا ہے، تو طلب کرنا ضروری ہے

وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰہ است امر
"اور اللہ کا فضل طلب کرو" حکم ہے

تا نباید غصب کردن ہمچو نمر
تاکہ چیتے کی طرح چھینا نہ پڑے

گفت پیغمبرؐ کہ بر رزق اے فتیٰ
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ اے نوجوان! رزق کا

در فرو بستست و بر در قفلہا
دروازہ بند ہے اور دروازے پر تالے ہیں

---

[۵۱] ناگہاں۔ کچھ ہی دن بعد جنگ کا اعلان ہوگیا اور ان عربی گھوڑوں پر زین کسے جانے کا موقع آگیا۔ زخمہا۔ یہ گھوڑے فوج کے ساتھ میدانِ جنگ میں گئے اور وہاں دشمنوں کے نیزوں اور تیروں سے زخمی ہوئے۔ از غزا۔ جنگ سے واپس آکر یہ گھوڑے اصطبل میں چت گر گئے۔۔۔۔ پایہا۔ نعلبندوں نے اُن کے پاؤں نوار سے کسے اور تیر نکالنے کے لئے اُن کے بدنوں میں شگاف کرنے شروع کردیئے۔

[۵۲] چوں خر۔ دھوبی کے گدھے نے جب عربی گھوڑوں کی یہ حالت دیکھی تو دعا کرنے لگا کہ میں فقر اور عافیت پر راضی ہوں ساز وسامان کے ساتھ یہ زخم خوری مجھے منظور نہیں ہے۔ گفت۔ گدھے کی تقریر سن کر لومڑی نے کہا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رزق تلاش کرو لہٰذا حلال رزق کی طلب ضروری ہے۔

[۵۳] عالمِ اسباب۔ دنیا عالمِ اسباب ہے یہاں بلا تدبیر اور سبب اختیار کئے کوئی مقصد پورا نہیں ہوتا ہے۔ وَابْتَغُوا۔ قرآن میں حکم ہے کہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر اللہ کا فضل یعنی رزق طلب کرو۔ گفت۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کے دروازے بند کردیئے ہیں اور دروازوں کو مقفل کردیا ہے انسان کی کوشش اور کمانا ان تالوں کی کنجی ہے۔

جنبش و آمد شدِ ما و اکتساب — ہست مفتاحے براں قفل و حجاب
ہماری حرکت اور آنا جانا اور کمانا — اُس تالے اور پردے کی کنجی ہے

[1] بے کلید ایں در کشادن راہ نیست — بے طلب ناں سنتِ اللہ نیست
بغیر کنجی کے اِس دروازے کے کھلنے کی راہ نہیں ہے — بغیر جستجو کے روٹی اللہ کی سنت نہیں ہے

گر تو بنشینی بچاہے اندروں — رزق کے آید برت اے ذوفنوں
اگر تو کنوئیں میں جا بیٹھے — تیرے پاس رزق کب آئیگا؟ اے صاحبِ تدابیر!

جواب گفتنِ آں خر روباہ را
اُس گدھے کا لومڑی کو جواب دینا

گفت از ضعفِ توکّل باشد آں — ورنہ بدہد ناں کسے کو داد جاں
اُس نے کہا توکل کی کمزوری سے یہ ہوتا ہے — ورنہ وہ روٹی (بھی) دیتا ہے جس نے جان دی ہے

ہر کہ جوید بادشاہی و ظفر — کم نیاید لقمۂ ناں اے پسر
جو شخص سلطانی اور کامیابی چاہتا ہے — اے بیٹا! (پہلے ہی) اسکے تے روٹی کا لقمہ کم نہیں

دائم [2] و دد جملہ شدہ اکّالِ رزق — نے پئے کسب اند و نے حمالِ رزق
چرندے اور درندے سب رزق کھانیوالے ہیں — نہ وہ کمائی کے درپے ہیں، نہ رزق کو لادنے والے ہیں

جملہ را رزاق روزی می دہد — قسمتِ ہر یک بہ پیشش می نہد
سب کو رزق دینے والا روزی دیتا ہے — ہر ایک کا حصہ اُس کے سامنے رکھدیتا ہے

رزق آید پیشِ ہر کہ صبر جست — رنج و کوششہا ز بے صبری تست
جس نے صبر اختیار کیا رزق اسکے سامنے آجاتا ہے — محنت اور کوششیں تیری بے صبری کی وجہ سے ہیں

جواب گفتنِ روباہ خر را کہ من راضیم بہ قسمتِ خود
لومڑی کا گدھے کی اِس بات کا جواب دینا کہ میں اپنے حصہ پر راضی ہوں

گفت [3] روبہ آں توکّل نادرست — کم کسے اندر توکّل ماہر ست
لومڑی نے کہا، یہ توکل نایاب ہے — بہت کم ہیں، جو توکل میں ماہر ہیں

گردِ نادر گشتن از نادانی ست — ہر کسے را کے رہِ سلطانی ست
نایاب کا چکر لگانا نادانی ہے — ہر شخص کو شاہی کرنے کا راستہ کب میسر ہے؟

چوں قناعت را پیمبر گنج گفت — ہر کسے را کے رسد گنجِ نہفت
جب کہ قناعت کو پیغمبرؐ نے خزانہ کہا ہے — ہر شخص کو چھپا ہوا خزانہ کب ملتا ہے؟

---

[1] بے کلید۔ چابی کے بغیر کوئی تالا نہیں کھلتا ہے لہٰذا رزق حاصل کرنے کے لئے کمانا ضروری ہے۔ گر تو ... لومڑی نے گدھے سے کہا اگر تو کنوئیں کے اندر جا کر بیٹھ جائے تو تیرے پاس رزق تو چل کر نہ آئے گا۔ گفت۔ گدھے نے کہا کہ سبب کے بغیر رزق کا نہ آنا توکل نہ ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ اگر خدا پر پورا توکل کیا جائے تو رزق خود آتا ہے۔ ہر کہ۔ دنیا طلبی کے لئے جستجو کرنی پڑتی ہے ورنہ رزق تو خود پہنچتا ہے۔

[2] دام۔ چرنے والے جانور۔ اکّال۔ زیادہ کھانے والا۔ رنج۔ چونکہ انسان بے صبر ہے اس لئے رزق کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔

[3] گفت روبہ۔ لومڑی نے گدھے سے کہا اس قدر توکل کہ رزق خود آئے بہت کمیاب ہے۔ ہر کسے۔ توکل کا یہ مرتبہ صرف شاہوں کو حاصل ہے۔ قناعت۔ آنحضورؐ نے قناعت اور صبر کو خزانہ سے تعبیر کیا ہے خزانہ ہر شخص کے ہاتھ نہیں آتا۔

حدِ خود بشناس و بر بالا مپر | تا نیفتی در نشیبِ شور و شر
اپنا رتبہ پہچان اور اونچا نہ اُڑ | تاکہ تو شور و شر کے گڑھے میں نہ گرے

جہد کن و اندر طلب سعیے نما | چوں نداری در توکل صبر را
محنت کر اور طلب میں کوشش کر | جبکہ تو توکل میں صبر نہیں کر سکتا ہے

باز جواب گفتنِ خر روباہ را
گدھے کا دوبارہ لومڑی کو جواب دینا

گفت خر معکوس میگوئی بداں | شور و شر از طمع آید سوئے جاں
گدھے نے کہا، سمجھ لے تو نے اُلٹی بات کہہ دی ہے | جان کی جانب شور و شر لالچ سے آتا ہے

از قناعت ہیچ کس بے جاں نشد | از حریصی ہیچکس سلطاں نشد
قناعت سے کوئی شخص نہیں مرا ہے | لالچ کرنے سے کوئی شخص بادشاہ نہیں بنا ہے

ناں ز خوکان و سگاں نبود دریغ | کسبِ مردم نیست ایں باران و میغ
رزق سوروں اور کتوں سے (بھی) رُکا ہوا نہیں ہے | بارش اور ابر انسانوں کی کمائی نہیں ہے

آنچنانکہ عاشقی بر رزق زار | ہست عاشق رزق ہم بر رزق خوار
جس طرح تو رزق کا عاشقِ زار ہے | رزق بھی، رزق کھانے والے کا عاشق ہے

گر تو نشتابی بیاید بر درت | ور تو بشتابی دہد دردِ سرت
اگر تو نہ دوڑے گا وہ تیرے در پر آئے گا | اگر تو دوڑے گا وہ تیرے سر میں درد کرے گا

در تقریرِ معنیِ توکل و حکایتِ آں زاہد کہ توکل را امتحان میکرد و از اسباب منقطع شد و از شہر بیروں آمد و از شوارع و رہگذرِ خلق دور شد و بہ بُنِ کوہے مہجور در غایتِ گرسنگی سر بر سنگے نہاد و با خود گفت توکل کردم بر سبب سازی و رزاقیِ تو و از اسباب منقطع شدم تا ببینم سببیتِ توکل را

توکل کے معنی کی تقریر اور اس زاہد کا قصہ جو توکل کا امتحان کرتا تھا اور اسباب سے جدا ہو گیا تھا اور شہر سے باہر آ گیا تھا اور راستوں اور لوگوں کی رہگذر سے دور ہو گیا تھا اور بے آباد پہاڑ کی جڑ کے نیچے انتہائی بھوک کی حالت میں ایک پتھر پر سر رکھے ہوئے تھا اور اپنے آپ سے کہتا تھا کہ (اے خدا) میں نے تیری سبب سازی اور رزاقی پر توکل کیا ہے اور اسباب سے علیحدہ ہو گیا ہوں تاکہ میں توکل کے سبب بنانے کو دیکھوں

لہ حدِ خود - انسانوں کو اپنے رتبہ پر رہنا چاہیے ورنہ مصیبت میں مبتلا ہو جائے گا جبکہ توکل کا مرتبہ حاصل نہیں ہے تو انسان کو رزق کی تلاش کرنی چاہیے۔ گفت خر - گدھے نے لومڑی سے کہا تو اُلٹی بات کرتی ہے توکل سے نہیں بلکہ لالچ سے روح شور و شر میں مبتلا ہوتی ہے۔

لہ از قناعت - قناعت مُضر نہیں ہے اور حرص مفید نہیں ہے۔ ناں - رزق سوروں اور کتوں کو بغیر کمائے ملتا ہے بارش اور ابر انسانوں کی محنت کے بغیر ہوتی ہے۔ آنچناں - جس طرح انسان رزق پر عاشق ہے رزق بھی انسان پر عاشق ہے انسان صبر کرے تو وہ خود دروازے پر آ جاتا ہے۔

لہ در تقریر - ایک زاہد نے توکل کے سبب رزق ہونے کو آزمایا وہ شہر سے بہت دور ایک پہاڑ کے نیچے جا بیٹھا شوارع - شارع کی جمع ہے، راستہ - مہجور - یکہ و تنہا -

آں یکے زاہد شنید از مصطفےٰ
ایک زاہد نے مصطفیٰ ﷺ کی جانب سے سنا
کہ[1] یقیں آید بجاں رزق از خدا
کہ جان کو رزق یقیناً پہنچتا ہے

گر بخواہی ور نخواہی رزقِ تو
خواہ تو چاہے، یا نہ چاہے، تیرا رزق
پیشِ تو آید دواں از عشقِ تو
تیرے عشق میں دوڑتا ہوا تیرے سامنے آجاتا ہے

از برائے امتحاں آں مرد رفت
امتحان کے لئے وہ شخص روانہ ہوا
در بیاباں نزدِ کوہے خفت تفت
جنگل میں پہاڑ کے پاس، جلدی جا سویا

کہ ببینم رزق مے آید بمن
کہ میں دیکھتا ہوں رزق میرے پاس آتا ہے؟
تا قوی گردد مرا در رزق ظن
تاکہ رزق کے بارے میں میرا خیال مضبوط ہو جائے

کاروانے راہ گم کرد و کشید
ایک قافلہ نے راستہ گم کر دیا اور آگیا
سُوئے کوہ آں ممتحن[2] را خفتہ دید
پہاڑ کی جانب اُس آزمائش کرنے والے کو سوتا دیکھا

گفت ایں مرد ایں طرف چونست عُور
بولا یہ شخص اس طرف اکیلا کیوں ہے؟
در بیاباں از رہ و از شہر دُور
جنگل میں، راستہ اور شہر سے دُور

اے عجب مُردہ است یا زندہ کہ اُو
تعجب ہے، یہ مُردہ ہے یا زندہ کہ وہ
می نترسد ہیچ از گرگ و عدو
بھیڑیئے اور دشمن سے بالکل نہیں ڈرتا ہے

آمدند[3] و دست بروے میزدند
وہ آئے اور ہاتھ اُس پر دھرا
قاصداً چیزے نگفت آں ارجمند
اُس نیک بخت نے جان کر کچھ نہ کہا

ہم نجنبید و نجنبانید سر
ہِلا بھی نہیں اور نہ سر ہلایا
وا نکرد از امتحاں ہیچ اُو بصر
آزمانے کیلئے اُس نے بالکل آنکھ نہ کھولی

پس بگفتند ایں ضعیفِ بے مُراد
پھر اُنھوں نے کہا، یہ بے مُراد کمزور
از مجاعت سکتہ اندر اُو فتاد
بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا ہے

ناں بیاوردند و در دیگے طعام
وہ روٹی اور دیگچی میں کھانا لائے
تا بریزندش بحلقوم و بکام
تاکہ اُس کے حلق اور تالوے میں ڈالدیں

پس بقاصد مرد دنداں سخت کرد
تو (اُس) شخص نے جان بوجھ کر دانت بند کر لئے
تا ببیند صدقِ آں میعادِ مرد
تاکہ وہ شخص وعدہ کی سچائی دیکھ لے

رحم شاں آمد کہ ایں بس بینواست
اُن کو رحم آیا کہ بہت بے سروسامان ہے
وز مجاعت ہالکِ مرگ و فناست
اور بھوک سے موت اور فنا میں تباہ ہے

---

[1] کہ۔ اُس نے آنحضورؐ کی یہ بات سُنی تھی کہ رزق لامحالہ پہنچتا ہے رزق بھی انسان کا عاشق ہے۔ از برائے۔ آزمائش کے لئے یہ زاہد جنگل میں ایک پہاڑ کے پاس جا لیٹا۔

[2] ممتحن یعنی وہ زاہد جو توکل کی آزمائش کر رہا تھا۔ عُور۔ ننگا، اکیلا۔

[3] آمدند۔ وہ قافلہ والے اُس کے پاس آئے اور اُس کو بلایا لیکن اُس نے جان بوجھ کر خاموشی اختیار کر لی۔ از مجاعت یعنی فاقہ کشی کی وجہ سے بیہوش ہو گیا ہے۔ قاصداً۔ قصداً۔

کارد[1] آوردند و قوم اِشتافتند | بستہ دندانہاش رابشگافتند
وہ چھری لائے اور لوگ دوڑ پڑے | انھوں نے اُس کے بند دانتوں کو کھولا

ریختند اندر دہانش شوربا | می فشردند اندرو نانِ پارہا
انھوں نے شوربا اُس کے مُنہ میں ڈالا | اُس کے اندر انھوں نے روٹی کے ٹکڑے کئے تھے

گفت اے دل گرچہ خود تن میزنی | راز میدانی و نازے می کُنی
اُس نے کہا اے دل! اگرچہ تو خاموش ہے | تو راز جان گیا ہے اور ناز کر رہا ہے

گفت دل دانم بقاصد می کُنم | رازق اللہ ست بر جان و تنم
دل نے کہا میں جانتا ہوں اور قصداً کر رہا ہوں | میری جان اور جسم کا رزق دینے والا اللہ ہے

اِمتحاں زیں بیشتر خود چوں بُوَد | رزق سوئے صابراں خوش میرود
اِس سے زیادہ کیا آزمائش ہوگی؟ | صابروں کی جانب رزق اچھی طرح آتا ہے

تا بدانی وز توکل نگذری | حِرص آوردن چہ باشد از خری
تاکہ تو سمجھ لے اور توکل سے درگذر نہ کرے | حِرص کرنا کیا ہوتا ہے؟ گدھے پن سے ہے

بعد ازاں[2] بکشاد آں مسکیں دہن | گفت کردم امتحانِ رزقِ من
اُس کے بعد اُس مسکین نے مُنہ کھول دیا | کہا میں نے رزق کا اِمتحان کر لیا

ہرچہ گفتست آں رسولِ پاک جیب | ہست حق و نیست در وے ہیچ ریب
جو کچھ اُس پاک دل رسولؐ نے فرمایا | برحق ہے اور اُس میں کوئی شبہ نہیں ہے

باز جواب گفتنِ روباہ خر را و تحریض کردنِ اُو خر را بکسب
لومڑی کا پھر گدھے کو جواب دینا اور اُس کو کمائی کی رغبت دلانا

گفت روبہ ایں حکایت را بہل | دستہا در کسب زن جُہد المقل
لومڑی نے کہا اِس قصّہ کو چھوڑ | غریبانہ کوشش سے کمائی کے لئے ہاتھ چلا

دست دادستت خدا کارے بکُن | مکسبے کُن یاریِ یارے بکُن
خدا نے ہاتھ دیئے ہیں، کچھ کام کر | کما، کسی دوست کی مدد کر

ہر کسے[3] در مکسبے پا می نہد | یاریِ یارانِ دیگر میکند
جو شخص کمائی میں قدم دھرتا ہے | دوسرے دوستوں کی مدد کرتا ہے

زانکہ جملہ کسب نایداز یکے | ہم درودگر ہم سقا ہم حایکے
اِسلئے کہ سارے پیشے ایک شخص سے نہیں ہوتے ہیں | بڑھئی بھی ہو، سقا بھی، بُننے والا بھی

---

[1] کارد۔ چونکہ زاہد نے دانت بھینچ لئے تھے انھوں نے چھری کے ذریعہ اُس کا مُنہ کھولا اور شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر اُسکو کھلائے۔ گفت۔ اُس زاہد نے اپنے دل سے کہا کہ تو راز کو جانتا ہے اور یہ آزمایش بطور ناز کے کر رہا ہے۔ گفت دل۔ دل نے جواب دیا کہ اس بے اس کا علم ہے کہ جان و جسم کا رازق اللہ ہی ہے۔ اِمتحاں۔ مولانا فرماتے ہیں اس سے بہتر اِمتحان اور کیا ہوگا اس سے معلوم ہو گیا کہ صابروں کے پاس رزق خود چل کر آتا ہے۔ تابدانی۔ یقیناً توکل اختیار کرنا چاہیئے حرص کرنا گدھا پن ہے۔

[2] بعد ازاں۔ جب قافلہ والے جبراً اُس زاہد کو کھانا کھلا چکے تو اُس زاہد نے مُنہ کھولا اور کہا میں نے رزق کے معاملہ میں آنحضورؐ کے فرمان کو آزمایا وہ بالکل سچ ہے۔ تحریض۔ برانگیخت کرنا۔ جُہد المقل۔ نادار کی کوشش۔ دست۔ خدا نے تجھے ہاتھ اسی لئے دیئے ہیں کہ ہاتھوں سے کام کر اپنا بھی بھلا کر اور کما کر دوسروں کی بھی مدد کر۔

[3] ہر کسے۔ معاشرے میں ہر شخص دوسرے کی کمائی کا محتاج ہے ہر پیشہ ہر شخص نہیں کر سکتا ہر پیشہ ور کما کر دوسرے کی مدد کرتا ہے۔ درود۔ بڑھئی۔ اپنے پیشے سے اُن لوگوں کی مدد کرتا ہے جن سے یہ کام نہیں آتا

چونؔ بانباز یست عالم برقرار — ہر کسے کارے گزیند زافتقار
دنیا شرکت سے قائم ہے — ضرورت کی وجہ سے ہر شخص ایک پیشہ کرتا ہے

طبلخواری درمیانہ شرط نیست — راہِ سنّت کار و مکسب کردنیست
لوگوں میں پیٹو پن مناسب نہیں ہے — سنّت کا راستہ، کام اور کمائی کرنا ہے

جوابِ گفتنِ خر روباہ را کہ توکّل بہترین کسبہاست کہ ہر کسے محتاج ست بتوکّل کہ اے خدا ایں کارِ مرا راست دار و دعا متضمّنِ توکّل ست و توکّل کسبے ست کہ ہیچ کسبے دیگر محتاج نیست

گدھے کا لومڑی کو جواب دینا کہ توکّل بہترین کمائی ہے کیونکہ ہر شخص توکّل کا محتاج ہے کہ اے خدا میرے اس کام کو سیدھا کر اور دعا توکّل پر مشتمل ہے اور توکّل وہ کمائی ہے جو کسی دوسری کمائی کی محتاج نہیں ہے

گفت من بہ از توکّل بر ربے — می ندانم در دو عالم مکسبے
اُس نے کہا میں خدا پر توکّل سے بہتر — دونوں جہان میں کوئی کمائی بہتر نہیں جانتا ہوں

کسبِ شکرش را نمی دانم ندید — تا کشد شکرِ خدا رزقِ مزید
اُس کا شکریہ ادا کرنے کی کمائی کی میں کوئی نظیر نہیں جانتا ہوں — حتّٰی کہ اللہ کا شکر مزید رزق کو کھینچ لاتا ہے

خود توکّل بہترین کسبہاست — زانکہ در ہر کسب دستت بر خداست
خود توکّل بہترین کمائیوں میں سے ہے — کیونکہ ہر کمائی میں تو خدا کی جانب ہاتھ اٹھائے ہوئے ہے

کاے خدا کارِ مرا تو راست آر — ویں دعا ہست از توکّل در سرار
کہ اے خدا! تو میرے کام کو درست کر دے — دراصل یہ دعا توکّل ہی ہے، سمجھ لے

در توکّل ہیچ نبود احتیاج — فارغی از نقصِ ریع و از خراج
توکّل میں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی ہے — تو پیداوار اور آمدنی کے گھٹاؤ سے فارغ ہے

بحثِ شاں بسیار شد اندر خطاب — ماندہ گشتند از سوال و از جواب
بات چیت میں ان کی بہت بحث ہوئی — وہ سوال اور جواب سے تھک گئے

جوابِ گفتنِ روباہ خر را

لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

بعد ازاں گفتش کہ اندر مُہلکہ — نَہیِ لَا تُلْقُوا بِاَیْدِیْ تَہلُکہ
اس کے بعد اس نے اس سے کہا کہ ہلاکت میں ڈالنے کے بارے میں — اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو کی نہی وارد ہوئی ہے

ف۱ برق۔ دنیا کا معاشرہ باہمی امداد سے قائم ہے۔ طبلخواری۔ پیٹو پن، شکم پروری۔ راہ۔ سنّت طریقہ یہی ہے کہ انسانوں کو کسب کرنا چاہیئے۔ جواب گفتن۔ گدھے نے کہا توکّل بھی ایک پیشہ ہے اور ایسا پیشہ ہے کہ دوسرے پیشے اس کے محتاج ہیں اس لئے کہ ہر پیشہ ور اپنے اسباب مہیا کر کے دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے اور یہ دعا توکّل پر مبنی ہے اور توکّل خود ایسی چیز ہے کہ اُس میں کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

ف۲ مکسب۔ پیشہ۔ ندید۔ نظیر، مثال۔ تا کشد۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے "اگر تم شکر کرو گے تو ہم اور زیادہ دیں گے"۔ خود توکّل۔ توکّل بھی کمائی کا ایک طریقہ ہے اور ایسا طریقہ ہے کہ دوسرے طریقوں میں اُس کی ضرورت پڑتی ہے اور اُس میں کسی دوسرے پیشہ کی ضرورت نہیں۔ انسان جو بھی طریقہ اختیار کرتا ہے اُس میں دعا کرتا ہے اور خدا پر بھروسہ کا اظہار کرتا ہے۔

ف۳ ریع۔ پیداوار۔ خراج۔ آمدنی۔ بعدازاں۔ لومڑی نے کہا ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی ممانعت ہے۔

صبر در صحرائے خشک و سنگلاخ — احمقی باشد جہانِ حق فراخ

خشک اور پتھریلے جنگل میں صبر کرنا — حماقت ہے، اللہ کی دنیا وسیع ہے

نقل کن زیں جا بسوئے مرغزار — می چرا آنجا سبزہ گردِ جوئبار[۵۱]

اس جگہ سے سبزہ زار میں منتقل ہو جا — وہاں چشمے کے کنارے پر سبزہ چر

مرغزارِ سبز مانندِ جناں — سبزہ رستہ اندر آنجا تا میاں

جنتیوں کی طرح کا سبزہ زار — وہاں کمر تک سبزہ اُگا ہوا ہے

خرّم آں حیواں کہ او آنجا رود — اشتر اندر سبزہ ناپیدا شود

وہ جانور خوش نصیب ہے جو وہاں چلا جائے — (اس) سبزہ میں اونٹ چھپ جاتا ہے

ہر طرف در وے یکے چشمہ رواں — اندرو حیوان مرفّہ در اماں

اس میں ہر جانب ایک چشمہ جاری ہے — وہاں حیوان امن میں خوش عیش ہے

از خری او را نمی گفت اے لعیں — چوں از آنجائی چرا زاری چنیں

گدھے پن سے اُسکو نہیں کہتا تھا کہ اے ملعون! — جبکہ تو اُس جگہ کی ہے، ایسی کمزور کیوں ہے؟

کو نشاطِ فربہی و فرِّ تو[۵۲] — چیست ایں لاغر تنِ مضطرِ تو

تیری شان و شوکت اور موٹاپے کی خوشی کہاں ہے؟ — تیرا پریشان اور کمزور جسم کیوں ہے؟

شرح روضہ گر دروغ و زور نیست — پس چرا چشمت ازاں مخمور نیست

اگر باغیچہ کی تفصیل جھوٹ اور فریب نہیں ہے — تو تیری آنکھیں اُس سے مست کیوں نہیں ہیں؟

ایں گدا چشمی و ایں نادیدگی — از گدائی تست نز بگلر بگی

یہ بھکاری پن اور ندیدہ پن — بھکاری ہونے کی وجہ سے ہے، نہ کہ سرداری سے

چوں ز چشمہ آمدی چونی تو خشک — گر تو نافِ آہوئی کو بوئے مشک

جبکہ تو چشمہ سے آئی ہے تو خشک کیوں ہے؟ — اگر تو ہرن کا نافہ ہے تو مشک کی خوشبو کہاں ہے؟

گر تو می آئی[۵۳] ز گلزارِ جناں — دستۂ گل کو برائے ارمغاں

اگر تو جنتوں کے باغیچے سے آ رہی ہے — تحفہ کے لئے گلدستہ کہاں ہے؟

زانچہ میگوئی و شرحش میکنی — چوں نشانے در تو نامد اے سنی

تو جو کچھ کہہ رہی ہے اور اسکی تفصیل کر رہی ہے — اے بیل! تجھ میں اُس کی کوئی نشانی کیوں نہیں ہے؟

مثل آوردنِ اشتر در بیانِ آنکہ در مخبرِ دولتے فرّ و اثرِ آں چو

اونٹ کی مثال لانا، اس بارے میں کہ اقبالمندی کی بات کرنیوالے میں اُسکی شان و شوکت

---

۵۱ جوئبار۔ چشمہ۔ مرغزار۔ وہاں ایسا سبزہ زار ہے جیسا جنت میں ہوگا۔ کمر کمر تک سبزہ اُگا ہوا ہے۔ اشتر۔ اتنا اونچا سبزہ ہے جس میں اونٹ غائب ہو جاتا ہے۔ مرفّہ۔ خوش عیش۔ از خری۔ گدھا بہر حال گدھا تھا مولانا فرماتے ہیں بس یہ نہ ہوا کہ لومڑی سے کہتا کہ اگر تیرا بیان صحیح ہے تو تو کیوں بدحال ہے۔

۵۲ کو فر۔ گدھا لومڑی سے کہتا کہ اگر وہ جنگل ان خوبیوں کا ہے جو تو بیان کر رہی ہے تو اس جنگل کے اچھے آثار تجھ پر کیوں نہیں ہیں اور تو کیوں لاغر اور کمزور ہے۔ پس چرا۔ اُس جنگل کی نعمتوں سے تیری نگاہیں مست ہونی چاہئیں۔ ایں۔ تیرا ندیدہ پن تو گداگری کی وجہ سے ہے سرداری کی وجہ سے نہیں ہے۔ بگلر بگی۔ امیر الامرائی۔

۵۳ گر تو۔ گدھا لومڑی سے کہتا کہ اگر تو جنت کے باغیچہ سے آ رہی ہے تو تیرے ہاتھ میں تحفہ کے لئے گلدستہ ہونا چاہئے تھا۔ زانچہ۔ تو نے جو باتیں بتائیں اُن سے تیرے اندر نشاط کیوں نہیں ہے۔ مثل۔ اس مثال کا خلاصہ یہ ہے کہ بسا اوقات انسان کی حالت اس کے قول کی تردید کر دیتی ہے۔

نہ بینی جائے متہم داشتن باشد کہ او مقلد ست دراں

اور ساتھ اگر تو نہ دیکھے تو تہمت لگانے کا موقع ہوگا کہ وہ اس بارے میں مقلد ہے

آں یکے میگفت اشتر را کہ ہے
ایک نے اونٹ سے کہا کہ ہاں
از کجا می آئی اے اقبال پئے
اے مبارک قدم! تو کہاں سے آرہا ہے!

گفت[1] از حمامِ گرمِ کوئے تو
اس نے کہا، تیری گلی کے گرم حمام میں سے
گفت خود پیداست از زانوئے تو
اس نے کہا، کہ تیری ران سے خود ظاہر ہے

مارِ موسیٰ دید فرعونِ عنود
سرکش فرعون نے (حضرت) موسیٰ کا سانپ دیکھا
مُہلتے میخواست نرمی می نمود
مہلت چاہنے لگا اور نرمی برتتا تھا

زیرکاں گفتند بائیستے کہ ایں
عقلمندوں نے کہا، چاہیئے تھا کہ یہ
تندتر گشتی چو ہست او ربِ دیں
زیادہ برہم ہوجاتا اگر مذہب کا خدا ہے

معجزہ گر اژدہا گر مار بُد
معجزہ خواہ اژدہا یا سانپ تھا
نخوت و خشمِ خدائیش چہ شد
اس کا خدائی غصہ اور تکبر کہاں گیا؟

ربِ اعلیٰ گر ویست اندر جلوس
اگر وہ تخت پر بلند خدا ہے
بہر یک کرمے چہ ست ایں چاپلوس
تو ایک کیڑے کی وجہ سے یہ خوشامد کیسی ہے؟

نفسِ[2] تو تا مستِ نقل ست و نبید
تیرا نفس جب تک چبینے اور شراب کا مست ہے،
دانکہ روحت خوشۂ غیبی ندید
سمجھ لے کہ تیری روح نے غیبی خوشہ نہیں دیکھا ہے

کہ علامات ست زاں دیدارِ نور
کیونکہ اس نور کے دیدار کی علامتیں ہیں
التجافی منک عن دارِ الغرور
دھوکے کے جہان سے تیرا بچاؤ

مرغ چوں بر آب شورے می تند
پرند جب کھاری پانی کا چکر لگائے
آبِ شیریں را ندیدست او مدد
اس نے میٹھے پانی کی مدد نہیں دیکھی ہے

بلکہ[3] تقلید ست آں ایمانِ او
بلکہ اس کا وہ ایمان نقل ہے
روئے ایماں را ندیدہ جانِ او
اس کی جان نے ایمان کا چہرہ نہیں دیکھا ہے

پس خطر باشد مقلد را عظیم
لہٰذا مقلد کے لئے بڑا خطرہ ہے
از رہ و رہزن ز شیطانِ رجیم
راستہ اور ڈاکو کا ملعون شیطان کی جانب سے

چوں بہ بیند نورِ حق ایمن شود
جب وہ اللہ (تعالیٰ) کا نور دیکھ لیتا ہے مطمئن ہوجاتا ہے
ز اضطراباتِ شک او ساکن شود
وہ شک کی پریشانیوں سے سکون پالیتا ہے

[1] گفت۔ ایک شخص نے اونٹ سے دریافت کیا آپ کہاں سے آرہے ہیں اس نے کہا تیرے محلہ کے حمام میں سے غسل کرکے آرہا ہوں اُس اونٹ کی رانیں سُنی ہوئی تھیں وہ طنزاً بولا ہاں تمہاری رانیں تمہاری بات کی تصدیق کررہی ہیں۔ مارِ موسیٰ۔ حضرت موسیٰ کی لاٹھی کے اژدہے کو دیکھ کر فرعون کی جو حالت ہوئی اس نے خود اُسکے خدائی کے دعوے کی تردید کردی۔ جلوس یعنی تختِ شاہی پر جلوس کے وقت۔

[2] نفسِ تو۔ جب تک انسان دنیاوی لذتوں کی طرف مائل ہے تو اُس نے اُخروی نعمتوں کی لذت نہیں چکھی ہے اب اگر وہ اس حالت میں کمال کا مدعی ہو تو خود اس کا عمل اُس کی تکذیب کردیگا اور اُس کا دعویٰ فرعونی دعویٰ ہوگا۔ کہ۔ آخرت کے نور کے دیدار کی علامت یہی ہے کہ انسان دنیا سے بیزار ہوجاتا ہے۔ مرغ۔ جو پرند کھاری پانی کا چکر کاٹتا ہے یقیناً اُس نے میٹھا پانی نہیں دیکھا ہے۔

[3] بلکہ۔ دنیادار کا ایمان محض تقلیدی ہے مشاہدہ پر مبنی نہیں ہے۔ پس خطر۔ تقلیدی ایمان والا بہت جلد شیطان کے بہکانے میں آجاتا ہے۔ چوں بہ بیند۔ تحقیقی ایمان کے بعد شکوک و شبہات زائل ہوجاتے ہیں۔

تا کفِ[1] دریا نیاید سوئے خاک — کاصلِ اُو آمد بُود در اصطکاک

جب تک دریا کا جھاگ زمین پر نہیں آجاتا — جو اُس کی اصل ہے، وہ اضطراب میں رہتا ہے

خاکی ست آں کف غریب ست اندر آب — در غریبی چارہ نبوَد ز اضطراب

وہ جھاگ خاکی ہے، پانی میں بے وطن ہے — بے وطنی میں، اضطراب سے چھٹکارا نہیں ہے

چونکہ چشمش باز شُد آں نقش خواند — دیو را بر وے دگر دستے نماند

جب اُس کی آنکھ کھلی، اُس نے وہ نقش پڑھ لیا — شیطان کا پھر اُس پر قابو نہ رہا

گرچہ با روباہ خر اسرار گفت — سَرسَری گفت و مُقلّد وار گفت

اگرچہ گدھے نے لومڑی کو اسرار سُنائے — سَرسَری (طور پر) کہے اور مقلدانہ کہے

آبِ[2] را بستود اُو تائق نبُود — رُخ درید و جامۂ اُو عاشق نبُود

اُس نے پانی کی تعریف کی، مُشتاق نہ تھا — منہ نوچا اور کپڑے پھاڑے، عاشق نہ تھا

از منافق عُذر رد آمد نہ خُوب — زانکہ در لب بُود آں نے در قلوب

منافق کا عذر مرْدود ہے، بھلا نہیں ہے — کیونکہ وہ لبوں پر ہے، دلوں میں نہیں ہے

بُوئے سیبش ہست و جُزوِ سیب نے — بُود در اُو جز از پئے آسیب نے

اس میں سیب کی خوشبو ہے، اور سیب کا جزو نہیں ہے — اس میں خوشبو، ستانے کے سوا نہیں ہے

حملۂ زن[3] در میانِ کارزار — نشکند صف بلکہ گردد کارزار

میدانِ جنگ میں عورت کا حملہ — صف شکن نہیں ہے، بلکہ کام بگڑ جاتا ہے

گرچہ می بینی چو شیر اندر صفش — تیغ بگرفتہ ہمی لرزد کفش

اگر تو اُس کو صف میں شیر کی طرح دیکھے — اُس نے تلوار پکڑ لی ہے (لیکن) اُس کا ہاتھ لرز رہا ہے

وائے آنکہ عقلِ اُو مادہ بُوَد — نفسِ زِشتش نَر و آمادہ بُوَد

اُس پر افسوس ہے جس کی عقل، مادہ ہو — اُس کا بُرا نفس نَر اور آمادہ ہو

لاجرم مغلوب باشد عقلِ اُو — جُز سُوئے خُسراں نباشد نقلِ اُو

لامحالہ اُس کی عقل مغلوب ہوگی — ٹوٹے کے سوا اُس کی منتقلی نہ ہوگی

حملۂ مادہ بصُورت ہم جَری ست — آفتِ اُو ہم چو آں خر از خری ست

مادہ کا حملہ دیکھنے میں ہی بہادرانہ ہے — اُسکی مصیبت بھی اُس گدھے کی طرح گدھے پن سے ہے

[1] کفِ دریا۔ دریا کی سطح پر جو خشکی کی چیزیں ہوتی ہیں جب تک وہ دریا میں رہتی ہیں اُن پر اضطراب طاری رہتا ہے جب وہ ساحل سے لگ جاتی ہیں جو اُن کی اصل ہے تو ساکن ہو جاتی ہیں۔ چونکہ۔ جب مشاہدہ حاصل ہوجاتا ہے اور وہ اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے تو پھر اُس پر شیطان قابو نہیں پاتا ہے۔ گرچہ۔ گدھے نے لومڑی سے حقائق پر مبنی تقریریں کیں لیکن اُسکی ساری باتیں تقلیدی تھیں لہٰذا لومڑی کے جھانسے میں آگیا۔

[2] آب۔ گدھے کی باتیں ایسی ہی تھیں جیسے کوئی شخص پانی کی تعریفیں کرے لیکن خود پیاسا نہ ہو، عاشق کا حلیہ بنالے اور حقیقتاً عاشق نہ ہو۔ از منافق۔ منافقین عذر پیش کرتے تھے لیکن وہ عذر حقیقت پر مبنی نہ ہوتے تھے لہٰذا مردود تھے۔ بُوئے۔ منافقین مومنین کی خوبُو پیدا کر لیتے تھے لیکن اُن میں ایمان نہ ہوتا تھا اور خوبُو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے اختیار کر لیتے تھے۔

[3] حملۂ زن۔ لومڑی اور گدھے کے معرکہ میں گدھے کے حملے ایسے ہی تھے جس طرح میدانِ جنگ میں عورت کا حملہ۔ تیغ بگرفتہ۔ عورت ہاتھ میں تلوار تو لے لیتی ہے لیکن اُس کا دل لرزتا ہے۔ وائے۔ جس شخص کی عقل مادہ ہو اور نفس نَر ہو اس کی تباہی لازمی ہے۔ لاجرم۔ زنانہ عقل لامحالہ مردانہ نفس سے مغلوب ہوجائے گی۔ حملۂ مادہ۔ عورت کے حملہ کا انجام وہی ہوتا ہے جو گدھے کے حملوں کا تھا کہ آخر میں لومڑی نے اُس کو پھنسالیا۔

وصفِ حیوانی بُوَد برزَن فزوں
عورت پر حیوانی وصف غالب ہوتا ہے

زانکہ سُوئے رنگ و بُو دارد رَکوں
کیونکہ اس کا میلان رنگ اور بُو کی طرف ہوتا ہے

اے خنک آنکس کہ عقلش نر بُوَد
وہ شخص قابلِ مُبارکباد ہے جس کی عقل نَر ہو

نفسِ زشتش مادہ و مُضطر بُوَد
اس کا بُرا نفس مادہ اور بے چین ہو

عقلِ جزویش نَر و غالِب بُوَد
اُس کی جزوی عقل نَر اور غالب

نفسِ اُنثیٰ را خِرد سالِب بُوَد
مادہ نفس کو عقل سلب کر نیوالی ہوتی ہے

رنگ و بُوئے سبزہ زار آں خر شنید
اُس گدھے نے سبزہ زار کے رنگ و بُو کو سُونگھا

جُملہ حُجّتہا ز طبعِ او رمید
اُس کی طبیعت میں سے ساری دلیلیں بھاگ گئیں

تِشنہ محتاجِ مَطَر شُد و ابر نے
پیاسا بارش کا محتاج ہوگیا اور ابر نہیں ہے

نفس را جوع البقر بُد صبر نے
نفس کو انتہائی بھوک تھی، صبر نہ تھا

اِسپرِ آہن بُوَد صبر اے پدر
اے باوا! صبر لوہے کی ڈھال ہوتی ہے

حق نوشتہ بر سپر جَاءَ الظَّفَر
اللہ تعالیٰ نے ڈھال پر لکھ دیا ہے "فتح ہوئی"

صد دلیل آرد مقلّد در بیاں
مقلّد سَو دلیلیں بیان کرتا ہے

از قیاسے گوید آں را نز عیاں
وہ قیاس سے بتاتا ہے، نہ کہ مشاہدہ سے

مُشک آلودست اما مُشک نیست
مُشک آلودہ ہے، لیکن مُشک نہیں ہے

بوئے مُشکستش و لے جز پُشک نیست
اُس میں مُشک کی بُو ہے لیکن مینگنی کے سوا کچھ نہیں ہے

تا کہ پُشکے مُشک گردد اے مُرید
اے مُرید! تاکہ مینگنی مُشک بنے

سالہا باید دراں روضہ چَرید
سالوں اِس باغیچہ میں چَرنا چاہیئے

کہ نباید خورد جَو ہمچو خراں
گدھوں کی طرح جَو نہ کھانے چاہئیں

آہوانہ در خُتن چَر ارغواں
ہرنوں کی طرح خُتن میں گُلِ بابونہ چَر

جز قرنفل یا سَمن یا گُل مچر
لونگ یا چنبیلی یا گلاب کے سوا نہ چَر

رَو بصحرائے خُتن باآں نفر
اُن لوگوں کے ساتھ خُتن کے جنگل میں چلا جا

معدہ را خو کُن بداں ریحان و گُل
اُس ریحان اور گلاب کا معدہ کو عادی بنالے

تا بیابی حکمت و قوتِ رُسُل
تاکہ تو رسولوں کی روزی اور حکمت حاصل کرلے

خوئے معدہ زیں کہ و جَو باز کُن
اِس گھاس اور جَو سے معدے کی عادت چھڑا

خوردنِ ریحان و گُل آغاز کُن
ریحان اور گلاب، کھانا شروع کرلے

لہ وصفِ حیوانی۔ عام حیوانات رنگ و بو کا تو احساس کر لیتے ہیں لیکن اُن میں عقل کا مادہ نہیں ہے کہ حقیقت تک پہنچ سکیں عورت بھی ظاہر پر ریجھ جاتی ہے عقل سے کام لیکر حقیقت تک نہیں پہنچتی ہے۔ عقل۔ اگر انسان میں نَر عقل ہوتی ہو تو وہ نفس پر غلبہ حاصل کر لیتی ہے۔

کلہ رنگ و بوی۔ اُس گدھے نے رنگ و بو کو دیکھا عقل سے کام نہ لیا۔ تشنہ۔ وہ گدھا کہ راحت و آرام کا محتاج تھا جس کے اسباب وہاں مہیا نہ تھے یہ ایسا ہی تھا جیسا کہ کوئی پیاسا بارش کا منتظر بن بیٹھا اور ابر موجود نہ ہو۔ جوع البقر ایک بیماری ہے جس میں انسان کھاتا رہتا ہے لیکن اُس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اسپر۔ مشہور ہے الصبر مفتاح الفرج ۔ صبر کشادگی کی کُنجی ہے۔ مقلد۔ مُقلِد کے دلائل سب بے بنیاد ہوتے ہیں۔ مُشک۔ مقلِد کے دلائل کا یہی حال ہوتا ہے جیسا کہ مینگنی پر مُشک مل دیا جائے۔

سلہ تاکہ۔ مشاہدہ کیلئے سالوں مجاہدے کی ضرورت ہے۔۔۔ کہ نباید۔ اُسکے حاصل کرنے کے لئے روحانی خوراک کی ضرورت ہے۔ جز قرنفل۔ جس قسم کی روحانی غذائیں کھانے کے بعد مشاہدہ کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ معدہ۔ رسولوں کی روزی اور حکمت جب حاصل ہوتی ہے جبکہ انسان مجاہدوں کی گھاس کا عادی بنے۔ خوئے معدہ تیاری

مِعدۂ تن سُوئے کہداں میکشد — مِعدۂ دل سُوئے ریحاں میکشد

جسم کا معدہ، چَرَ کی طرف لے جاتا ہے — دل کا معدہ، ریحان کی طرف کھینچتا ہے

ہر کہ کاہ و جَو خورد قُربان شود — ہر کہ نورِ حق خورد قرآں شود

جو گھاس اور جَو کھاتا ہے ذبح ہو جاتا ہے — جو اللہ کا نُور کھاتا ہے، قرآن بن جاتا ہے

نیمِ تو مُشک ست نیمی پُشک ہیں — ہیں میفزا پُشک اَفزا مُشکِ چیں

خبردار! تیرا آدھا مُشک (اور) آدھا مینگنی ہے — خبردار! مینگنی نہ بڑھا چین کا مُشک بڑھا

آں مقلِّد صد دلیل و صد بیاں — در زباں آرد ندارد ہیچ جاں

وہ مقلِّد سَو دلیلیں اور سَو بیان — زبان پر لاتا ہے، کوئی جان نہیں رکھتا ہے

جانِ اُو خالی ازاں گفتارِ اُو — کلّہ اَش بے مغز زاں اَسرارِ اُو

اُس کی جان اُس کی گفتگو سے خالی ہے — اُس کے اَسرار سے اُس کا دماغ بے مغز ہے

چونکہ گوینده ندارد جان و فرّ — گفت اُو را کے بُود برگ و ثمر

چونکہ کہنے والا جان اور شان و شوکت نہیں رکھتا ہو — اُسکی گفتگو میں پھل اور پتّے کب ہونگے؟

میکُند گستاخ مردم را براہ — اُو بجاں لرزاں ترَست از برگِ کاہ

وہ انسانوں کو راستہ (چلنے) میں دلیر بناتا ہے — وہ گھاس کے پتّے سے زیادہ جان سے لرزنے والا ہے

پس حدیثش گرچہ بس با فر بُود — در حدیثش لرزہ ہم مُضمر بُود

اُس کی بات اگرچہ بہت شان و شوکت والی ہو — لیکن، اُس کی بات میں کپکپاہٹ پوشیدہ ہو گی

فرق میانِ دعوتِ شیخِ کاملِ واصل و میانِ سخنِ ناقصانِ فاضل کہ فضلِ تحصیلی بر خود بستہ اند

کامل شیخ (واصل بحق) کی دعوت اور اُن ناقصوں کی بات کے درمیان فرق جو فضل کے محروم ہیں اور جنھوں نے دوسروں سے فضل لیکر اپنے آپ سے وابستہ کر لیا ہے

شیخِ نُورانی زرہ آگہ کُند — با سخن ہم نور را ہمرہ کُند

نُورانی شیخ راہِ (حق) سے آگاہ کرتا ہے — بات کے ساتھ نور ہمراہ کرتا ہے

جہد کُن تا مست و نورانی شوی — تا حدیثت را شود نورش رَوی

تو کوشش کر تاکہ مست اور صاحب نور بن جائے — تاکہ اس کا نور تیری بات کے ساتھ ہو

ہر چہ در دوشاب جوشیدہ شود — در عقیدہ طعمِ دوشابش شود

جو چیز انگور کے شیرے میں جوش دیدی جائے — عقیدہ میں اُس کا مزہ، انگور کے شیرے کا ہو جاتا ہے

لہ معدہ۔ جسمانی معدہ حیوانی غذاؤں کی طرف رغبت کرتا ہے، روحانی معدہ اَسرار کی غذا چاہتا ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص حیوانی غذاؤں کا عادی ہوتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے، نورانی غذا سے انسان قرآن کی طرح متبرک بن جاتا ہے۔ نیم تو۔ انسان میں دونوں قوتیں ہیں حیوانی بھی اور ملکوتی بھی۔ آں مقلد۔ وہ شخص جو سُنی سنائی باتیں بیان کرتا ہے اُس کی صرف زبانی تقریر ہوتی ہے اُس میں کوئی جان نہیں ہوتی ہے نہ اُس کے دماغ میں اُس کے اَسرار ہوتے ہیں۔

لہ چونکہ۔ جب کہنے والے میں کوئی جان نہ ہو تو اُس کی بات بے نتیجہ ہوتی ہے۔ می کند۔ دوسروں کو تو وہ بہادر بناتا ہے لیکن خود لرزتا ہے۔ پس۔ اِس مُقلِّد کی تقریر اگرچہ پُرشوکت ہوتی ہے، لیکن اُس میں خوف بھی پوشیدہ ہوتا ہے۔ فرق۔ شیخ کامل اور ناقص انسان کی رہنمائی میں بڑا فرق ہے۔ شیخ نورانی۔ صاحب نور شیخ صحیح رہنمائی کرتا ہے اور اُس کی بات پُر تاثیر ہوتی ہے۔

لہ جہد کُن۔ انسان کو خود صاحب نور بننا چاہیئے تاکہ بات میں تاثیر ہو اور نور اُس کی بات کے لئے بمنزلہ حرف روی کے ہو جو شعر کے آخر میں لازمی ہے اور اُسی حرف پر قافیہ کا مدار ہوتا ہے۔ ہر چہ۔ بات میں نور اسی طرح بہت بڑھ جاتا ہے جس طرح انگور کے شیرے میں جس چیز کو ڈال کر جوش دیدیا جائے تو اُس میں انگور کے شیرے کا ذائقہ پیدا ہو جاتا ہے۔

از جزر و ز سیب و به وز گردگاں — لذتِ دوشاب یابی تو ازاں
گاجر اور سیب اور بہی اور اخروٹ — تو اُن میں انگور کے شیرے کا مزہ پائیگا

علمؔ اَندر نور چوں فرغوده شُد — پس زِ علمت نورِ یابد قومِ لُد
علم، جب نور سے گھُل مِل گیا — تو تیرے علم سے سرکش قوم نور حاصل کرتی ہے

ہر چہ گوئی باشد آں ہم نورِ پاک — کاسماں ہرگز نبارد غیرِ پاک
تو جو کچھ کہے وہ بھی نورانی ہوگا — کیونکہ آسمان پاک کے علاوہ نہیں برساتا ہے

آسماں شو ابر شو باراں ببار — ناوداں بارش کُند نبوُد بکار
آسمان بن جا، ابر بن جا، بارش برسا — پرنالہ بارش برساتا ہے، وہ کارآمد نہیں

آب اندر ناوُداں عاریتست — آب اندر ابر و دریا فطرتست
پرنالہ میں پانی مانگا ہوا ہے — ابر اور دریا میں اصلی پانی ہے

فکرؔ و اندیشست مثلِ ناوداں — وحی مکشوف ست ابر و آسماں
فکر اور خیال، پرنالہ جیسا ہے — کھُلی ہوئی وحی، ابر اور آسمان ہے

آبِ باراں باغ صد رنگ آورد — ناوداں ہمسایہ در جنگ آورد
بارش کا پانی، باغ کو سَو رنگ کا بنا دیتا ہے — پرنالہ، پڑوسی کو جنگ پر آمادہ کر دیتا ہے

بازؔ گردم سُوی آں روباہ و خر — تا چناں از راہ بُرد آں خر نگر
میں لومڑی اور گدھے کی طرف لوٹتا ہوں — دیکھ اُس گدھے کو کس طرح راستے سے بھٹکا دیا!

زبوں شُدنِ خر در دست روباہ از حرصِ علف
گھاس کی حرص کی وجہ سے گدھے کا لومڑی کے ہاتھوں مغلوب ہو جانا

خر دو سہ حملہ بروبہ سخت کرد — چوں مقلِّد بُد فریبِ اُو بخورد
گدھے نے لومڑی پر دو تین سخت حملے کیے — چونکہ مقلد تھا اُس کا فریب کھا گیا

طنطنہ ادراک و بینائی نداشت — دمدمہ روبہ برو سکتہ گماشت
وہ علم اور بصیرت کا کرّ و فر نہ رکھتا تھا — لومڑی کے مکر نے اُس پر سکتہ طاری کر دیا

حرصِ خوردن آنچناں کردش ذلیل — کہ زبونش کرد با پانصد دلیل
کھانے کی حرص نے اُس کو ایسا ذلیل کیا — کہ پانچ سو دلیلیں ہوتے ہوئے اُسکو مغلوب کر دیا!

حکایت آں مُخنّث و پرسیدنِ لوطی ازو در حالت لواطت
ہیجڑے کا قصہ اور لوطی کا لواطت کی حالت میں اُس سے دریافت کرنا

لے علم اندر نور۔ جب علم کا نور میں مرتبہ بن جاتا ہے تو پھر اُس علم کی تاثیر سرکش قوم پر ہوتی ہے۔ فرغودہ۔ آمیختہ و پیچیدہ۔ ہر چہ۔ اب نورانی شخص جو بات بھی کہیگا اس میں نور اور پاکیزگی ہوگی۔ آسماں۔ آسمان اور ابر کا اپنا ذاتی پانی ہے، پرنالہ کا پانی اپنا نہیں ہے آسمان کا ہے۔

ٹے فکر و اندیش۔ فکر اور خیال کی مثال پرنالہ کے پانی کی سی ہے اور وحی کی مثال ابر کی سی ہے۔ آبِ باراں۔ بارش کا پانی سینکڑوں فائدوں کا سبب ہے، پرنالہ کا پانی موٹا پڑوسی سے جھگڑے کا سبب بنتا ہے۔

ٹے باز گردم۔ اب گدھے کا قصہ سُن لومڑی نے اُسکو کس طرح گمراہ کر دیا۔ خر۔ گدھے نے لومڑی پر حملے کئے لیکن چونکہ مقلد تھا آخر میں خود پسپا ہو گیا۔ طنطنہ۔ چونکہ گدھے کو نورِ باطنی حاصل نہ تھا لومڑی کا مکر اُس پر غالب آگیا اور گدھے کی حرص نے دلیلوں کے ہوتے ہوئے اُس کو ذلیل کر دیا۔ حکایت۔ اِس حکایت سے یہ بتایا ہے کہ مقلد کی دلیل ایسی ہی ہے جیسے ہیجڑے کی تلوار۔

کہ ایں خنجر از بہرِ چیست گفت از بہرِ آنکہ ہر کہ با من بد اندیشد

کہ یہ خنجر کس کام کے لئے ہے اُس نے کہا اس لئے کہ جو میرے ساتھ بُری بات

اِشکمش بشگافم لوطی بر سرِ اُو آمد و شد میکرد و میگفت

سوچے گا میں اُس کا پیٹ پھاڑ دوں گا لوطی اُس پر چڑھتا اور اُترتا تھا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ[1] کہ من با تو بد نمی اندیشم

اور کہہ رہا تھا خدا کا شکر ہے کہ میں تجھ سے بُرے کام کی نیت نہیں رکھتا ہوں

بیت من بیت نیست اقلیم ست | ہزلِ من ہزل نیست تعلیم ست

میرا شعر، کوٹھری نہیں ہے ایک خطہ ہے | میرا مذاق، مذاق نہیں ہے، تعلیم ہے

قولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ[2] لَا یَسْتَحْیٖٓ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَۃً فَمَا فَوْقَهَا

اللہ تعالیٰ کا قول ہے بیشک اللہ حیا نہیں کرتا اس بارے میں کہ وہ مچھر کی مثال بیان کرے

اے فَمَا فَوْقَهَا فِیْ تَغْیِیْرِ النُّفُوْسِ بِالْاِنْکَارَاتِ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰہُ

پس اس سے بھی زیادہ (چھوٹی چیز کی) جو انکار کی وجہ سے نفوس میں تغیر پیدا کرنے کیلئے اس سے

هٰذَا مَثَلًا و آنکہ جواب میفرماید کہ ایں خواستم یُضِلُّ بِهٖ کَثِیْرًا

بھی بڑھی ہوئی ہوں (انہوں نے کہا) اس مثال سے اللہ کا کیا ارادہ ہے اور یہ کہ جواب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ چاہا

وَّیَهْدِیْ بِهٖ کَثِیْرًا کہ ہر فتنہ ہمچو میز انست کہ بسیار از و سرخ رو

اس سے بہت گمراہ ہوں اور بہت سے ہدایت پائیں کیونکہ ہر آزمائش ایک ترازو ہے کہ بہت سے اُس سے

شوند و بسیاراں بے مُراد شوند و لَوْ تَاَمَّلْتَ فِیْهِ قَلِیْلًا

سُرخرو ہو جاتے ہیں اور بہت سے بے مُراد ہو جاتے ہیں اور اگر تو اس میں تھوڑا سا بھی غور

لَوَجَدْتَ فِیْ نَتَائِجِهِ الشَّرِیْفَۃِ کَثِیْرًا

کرے تو اُس میں بہت سے عمدہ فوائد پائے گا

کون دہے[3] را لوطیے در خانہ بُرد | سر نگوں افگندش و در وے فشرد

ایک اِغلام کرانیوالے کو ایک اِغلام کرنیوالا گھر لے گیا | اُس کو اوندھا گرایا اور اس میں گھسیڑ دیا

بر میانش خنجرے دید آں لعیں | پس بگفتش در میانت چیست ایں

اُس ملعون نے اُس کی کمر پر خنجر دیکھا | تو اُس سے کہا تیری کمر میں یہ کیا ہے؟

گفت آنکہ با من اَر یکے بد منش | بد بیندیشد بدرّم اِشکمش

اُس نے کہا یہ کہ اگر کوئی بدطینت میرے ساتھ | بُرے کام کا ارادہ کرے تو میں اُس کا پیٹ پھاڑ دوں

[1] اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اُس لوطی نے طنزاً کہا۔ بیت۔ پہلا بیت شعر کے معنیٰ میں اور دوسرا بیت کوٹھری کے معنی میں ہے یعنی میرے اشعار میں بہت سے معانی ہیں۔ ہزلِ من۔ چونکہ مولانا نے یہاں بہت فحش قصہ نقل کیا ہے اس کی توجیہ کرتے ہیں۔

[2] اِنَّ اللّٰہَ۔ قرآن نے سمجھانے کیلئے جب مچھر اور اُس کے پَر کی مثالیں دیں تو کُفار نے اعتراض کیا کہ قرآن میں ایسی چھوٹی چھوٹی مثالیں کیوں دی جاتی ہیں تو قرآن نے اُس کے جواب میں کہا کہ فہمائش کیلئے اس طرح کی مثالیں دینا کوئی بُری بات نہیں ہے اور ایک آزمائش بھی ہے کہ اس قسم کی مثالوں پر کچھ اعتراض کر کے گمراہ ہوں اور کچھ صحیح مقصد سمجھ کر ہدایت یاب ہوں۔

[3] کون دہے۔ اِغلام کرانے والا اِس سے کُنی اور گندہ بنا ہے۔ میان۔ کمر۔ اِشکمش۔ بدطینت۔

گفت لوطی حمدُ لِلّٰہ را کہ من ‌ ‌ بَد نیندیشیدہ اَم با تو بفن

انعام کرنے والے نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ میں نے ‌ کسی فریب سے تیرے ساتھ بُرا ارادہ نہیں کیا

[1] چونکہ مَردی نیست خنجرہا چہ سُود ‌ ‌ چوں نباشد دل ندارد سُود خود

جبکہ بہادری نہیں ہے، خنجروں سے کیا فائدہ؟ ‌ جب دل نہ ہو، خود فائدہ نہیں دیتی

از علیؓ میراث داری ذُوالفقار ‌ ‌ بازوی شیرِ خدا ہستت بیار

(حضرت) علیؓ سے تجھے ذُوالفقار میراث میں ملی ‌ تیرے پاس شیرِ خدا کا بازو ہے تو لا

[2] گر فسونے یاد داری از مسیحؑ ‌ ‌ کو لب و دندانِ عیسیٰؑ اے وقیح

اگر تو (حضرت) عیسیٰؑ کی دُعا یاد رکھتا ہے ‌ اے بے شرم! (حضرت) عیسیٰؑ کا ہونٹ اور دانت کہاں؟

کشتیِ سازی ز توزیع و فتوح ‌ ‌ کو یکے ملاحِ کشتی ہمچو نوحؑ

تو چندے اور نذرانوں سے کشتی بناتا ہے ‌ (حضرت) نوحؑ جیسا کوئی ایک ملاح کہاں ہے؟

بُت شکستی گیرم ابراہیمؑ وار ‌ ‌ کو بُتِ تن را فدا کردن بنار

میں نے مانا تو نے (حضرت) ابراہیمؑ کی طرح بُت توڑ دالا ‌ جسم کے بُت کو آگ میں فنا کرنا کہاں ہے؟

گر دلیلت ہست اندر فعل آر ‌ ‌ تیغ چوبیں را بداں کُن ذوالفقار

اگر کام میں تیرے پاس دلیل ہے، لا ‌ اس کے ذریعہ لکڑی کی تلوار کو ذوالفقار بنا دے

آں دلیلے کو ترا مانع شود ‌ ‌ از عمل آں نقمتِ صانع شود

وہ دلیل جو تیرے لئے مانع ہے ‌ عمل سے، وہ خدا کا عذاب ہے

[3] خائفانِ راہ را کردی دلیر ‌ ‌ از ہمہ لرزاں تری تو زیر زیر

تو نے راستہ میں ڈرنے والوں کو بہادر بنا دیا ‌ چپکے چپکے تو سب سے زیادہ لرزنے والا ہے

بر ہمہ درسِ توکل می کُنی ‌ ‌ در ہوا تو پشہ را رگ میزنی

تو سب کو توکل کا درس دیتا ہے ‌ تو ہوا میں مچھر کی رگ پر (نشتر) مارتا ہے

اے مخنث پیش رفتہ از سپاہ ‌ ‌ بر دروغ و ریشِ تو کیرت گواہ

اے ہیجڑے! تو لشکر سے آگے ہوا ‌ تیرے جھوٹ اور داڑھی پر تیرا خایہ گواہ ہے

چوں زنامردی دل آگندہ بُود ‌ ‌ ریش و سُبلت موجبِ خندہ بُود

جب نامردی سے دل پُر ہو ‌ داڑھی اور مونچھیں ہنسی کا سبب ہوتی ہیں

توبہ کُن اشکباراں چوں مطر ‌ ‌ ریش و سُبلت را ز خندہ باز خر

توبہ کر، بارش کی طرح آنسو بہا ‌ داڑھی اور مونچھ کو مذاق سے بچا

---

[1] چونکہ۔ جب انسان میں بہادری نہ ہو تو اس کے لئے خنجر اور سَر کی لوہے کی جنگی ٹوپی بیکار ہے۔۔۔۔ ذوالفقار۔ آنحضورؐ کی مشہور تلوار جو حضرت علیؓ کے پاس تھی۔ شیرِ خدا۔ حضرت علیؓ کا لقب اسد اللہ ہے۔

[2] گر فسونے۔ اگر کوئی حضرت مسیحؑ کی طرح دَم کرنا سیکھ لے جس سے مُردے زندہ ہو جاتے تھے، تو وہ حضرت مسیحؑ کے ہونٹ اور دانت کہاں سے لائے گا۔ توزیع۔ چندہ۔ فتوح۔ نذرانہ۔ کو۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے جسم کو آگ میں ڈال دیا تھا۔ گر دلیل۔۔۔ دلیل دراصل عمل ہے۔ آں نغ۔ جو دلیل عمل سے مانع ہے وہ عذابِ الٰہی ہے۔

[3] خائفاں۔ بے عمل انسان دوسروں کو وعظ کہہ کر بہادر بناتا ہے خود بزدلی دکھاتا ہے۔ در ہوا۔ ایسا لالچی ہے کہ ہوا میں مچھر کے نشتر مار کر اُس کا خون پینا چاہتا ہے۔ کیر۔ آلۂ تناسل جس سے ہیجڑا محروم ہوتا ہے۔ ریش۔ ہیجڑے کی داڑھی اب مذاق ہے۔ توبہ کن۔ راہِ سلوک کے ہیجڑے کا یہ علاج ہے کہ وہ اللہ کے دربار میں گریہ و زاری کرے۔

داروی مردی بخور اندر عمل — تا شوی خورشیدِ گرم اندر حمل[1]

عمل میں مردانگی کی دوا کھا — تاکہ تو درِ برج، حمل میں گرم سورج بن جائے

داروی مردی کُن و عنّین مشو — تا برون آیند صد گون خوبرو

مردانگی کی دوا کر اور نامرد نہ بن — تاکہ سیکڑوں قسم کے خوبصورت پیدا ہوں

معده را بگذار و سوی دل خرام — تا که بے پرده ز حق آید سلام

معدہ کو چھوڑ اور دل کی جانب چل — تاکہ اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے بغیر حجاب کے سلام آئے

رستمی[2] گر بایدت خنجر بگیر — ور بحیزی مائلی چادر بگیر

اگر تجھے رستم بن جانا چاہیے، خنجر پکڑ — اگر تو ہیجڑے پن کی جانب مائل ہے چادر اوڑھ لے

رستمی گر بایدت جوشن بپوش — ور بحیزی مائلی رو کون فروش

اگر تجھے رستم بن جانا چاہیے، زرہ پہن لے — اگر تو ہیجڑے پن کی جانب مائل ہے جا مقعد بیچ

یک دو گامے رو تکلف ساز خوش — تا ترا عشقش کشد اندر برش

ایک دو قدم چل، خوب تکلف کر — تاکہ تجھے عشق، اپنی آغوش میں کھینچ لے

بر سرِ میداں چو مرداں پائیدار — تا نگردی مبتلا در پائے دار

میدان میں مردوں کی طرح جم — تاکہ تو سولی کے نیچے مبتلا نہ ہو

تا کے از جامہ زناں ہمچوں زناں — در صفِ مرداں در آ ہمچوں سناں

عورتوں کی طرح زنانہ لباس سے کب تک (تعلق رکھےگا) — نیزے کی طرح مردوں کی صف میں آجا

غالب شدن حیلهٔ روباه بر استعصام و تعفّفِ خر و کشیدن

گدھے کے بچاؤ اور حفاظت پر لومڑی کے حیلہ کا غالب آجانا اور لومڑی کا

روباه خر را بسوئے بیشۂ شیر

گدھے کو شیر کی کچھار کی جانب کھینچ لے جانا

روبه اندر حیله پائے[3] خود فشرد — ریش خر بگرفت و آں خر را ببرد

لومڑی نے مکاری میں قدم رکھا — گدھے کی داڑھی پکڑی اور اس گدھے کو لے گئی

مطرب آں خانقه کو تا که تفت — دف زند که خر برفت و خر برفت

اُس خانقاہ کا قوال کہاں ہے؟ کہ جلد — دف بجائے، کہ گدھا گیا، گدھا گیا

چونکه خرگوشے برد شیرے بچاه — چوں نبارد روبہے خر تا گیاه

جب خرگوش شیر کو کنوئیں میں پہنچا دے — تو لومڑی گدھے کو گھاس کے پاس کیوں نہ لے آئیگی؟

---

[1] حمل۔ سورج جب برجِ حمل میں ہوتا ہے اُسکی شعاعیں زمین پر بہت تیز گرم پڑتی ہیں۔ عنّین۔ نامرد۔ تا برون۔ مرد کے حسین اولاد پیدا ہوتی ہے۔ معدہ۔ مجاہدے کرے روزے رکھے تو قربِ خداوندی میسر آجائے گا۔

[2] رستمی۔ اگر تو راہِ سلوک کا رستم بننا چاہتا ہے تو مجاہدے کے خنجر سے نفس کُشی کر ورنہ عورتوں کی طرح چادر اوڑھ کر خانہ نشین بن جا۔ یکدو۔ راہِ سلوک میں تکلف سے ہی آگے قدم رکھ پھر جذب شروع ہوگا۔ دار۔ سولی۔ سِناں۔ بھالا۔ استعصام۔ حفاظت چاہنا۔ تعفف۔ پاکدامنی۔ بیشہ۔ جھاڑی۔

[3] پائے خود فشرد یعنی کڑی ہوگئی۔ ریشِ خر گرفت۔ یعنی غالب آگئی۔ مطرب پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ "خر برفت" کی دُھن میں دوسرے صوفیوں نے ایک صوفی کا گدھا بیچ کھایا تھا۔ چونکہ پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ خرگوش نے دھوکے سے شیر کو کنوئیں میں گرا دیا تھا

گوشؔ[1] را بر بند و افسونہا مخر | جز فسونِ آں ولیِّ داد گر
کان بند کرلے اور منتر نہ سن | اس فریاد رس ولی کے منتر کے سوا

آں فسونہا خوشتر از حلوائے اُو | آنکہ صد حلوا ست خاکِ پائے اُو
اس (غیرولی) کے حلوے سے یہ منتر بہتر ہیں | کیونکہ سینکڑوں حلوے اس کے پاؤں کی خاک میں

خُمہائے خُسروانی پُر ز مے | مایہ بُردہ از مے لبہائے وے
شراب سے پُر شاہی مٹکوں نے | اس کے ہونٹوں سے سرمایہ حاصل کیا ہے

عاشقِ مے باشد آں جانِ بعید | کو مے لبہائے لعلش را ندید
وہ (اس سے) دور جان شراب کی عاشق ہو گئی | جس نے اس کے لعل جیسے ہونٹوں کی شراب دیکھی

آبِؔ[2] شیریں چوں نہ بیند مرغ کور | چوں نگردد گرد چشمہ آبِ شور
اندھا پرندہ جب میٹھا پانی نہیں دیکھے گا | وہ کھاری پانی کا چکر کیوں نہ کاٹے گا؟!

موسیِ جاں سینہ را سینا کند | طوطیانِ کور را بینا کند
روحانی موسیٰؑ، سینہ کو سینا بنا دیتا ہے | اندھی طوطیوں کو بینا بنا دیتا ہے

خسروِ شیرینِ جاں نوبت زدست | لاجرم در شہر قند ارزاں شدست
روح کے شیریں شاہ نے نوبت بیٹ دیا ہے | لامحالہ شہر میں شکر سستی ہوگئی ہے

یوسفانِ غیب لشکر میکشند | تنگہائے قند مصری میرسند
غیبی یوسف لشکر کشی کر رہے ہیں | مصری شکر کے بورے پہنچ رہے ہیں

اُشترانِؔ[3] مصر را رُو سوئے ما | بشنوید اے طوطیاں بانگِ درا
مصری اونٹوں کا رُخ ہماری جانب ہے | اے طوطیو! گھنٹے کی آواز سنو

شہرِ ما فردا پُر از شکر شود | شکر ارزان ست ارزاں تر شود
کل کو ہمارا شہر شکر سے بھر جائے گا | شکر سستی ہے (اور) زیادہ سستی ہوجائیگی

در شکر غلطید اے حلوائیاں | ہمچو طوطی کوریِ صفرائیاں
اے حلوائیو! شکر میں لوٹو | طوطی کی طرح، صفرائی لوگوں کے اندھے پن کے رغم

نیشکر کوبید کار اینست و بس | جاں بر افشانید یار اینست و بس
گنا کھوندو، بس کام یہی ہے | جان بھیرک دو، بس دوست یہی ہے

یک تُرش در شہرِ ما اکنوں نماند | چونکہ شیریں خسرواں را بر نشاند
ہمارے شہر میں اب کوئی کھٹا نہیں رہا | چونکہ شیریں نے بہت سے خسرو بٹھا دیئے ہیں

[1] گوش۔ مولانا سالک کو نصیحت کرتے ہیں کہ صرف شیخ کے قول پر عمل کر۔ آں افسونہا دوسرے لوگوں کی چکنی چپڑی باتوں سے شیخ کی بات بدرجہا بہتر ہے۔ خمہای۔ شاہی شراب میں مستی شیخ کی باتوں کی مستی سے آتی ہے۔ عاشق جو شخص شیخ سے دور ہوگا اور اس نے شیخ کی باتوں کی مستی نہ حاصل کی ہوگی وہ شراب کی مستی سے محبت کرسکیگا۔

[2] آبِ شیریں۔ چونکہ یہ شیخ کی باتوں کی مستی سے محروم ہے اس لئے دوسروں کی باتوں پر دھیان دیتا ہے۔ موسیِ جاں۔ شیخ کا فیض سینہ کو کوہ طور بنا دیتا ہے۔ خسرو۔ شیخ نے صلائے عام دے دی ہے اسی لئے اس وقت شہر میں قند ارزاں ہے۔ یوسفان غیب۔ اس سے مراد روحانی شیوخ ہیں، حضرت یوسفؑ کی مناسبت سے قند مصری کا ذکر کیا ہے جس سے روحانی اسرار مراد ہیں۔

[3] اشتران مصر۔ یعنی روحانی شیوخ۔ درا۔ جرس گھنٹہ۔ حلوائیاں۔ وہ سالک جو اسرار کے طالب ہیں۔ صفرائیاں۔ جس شخص میں خلط صفراء کا غلبہ ہوتا ہے اس کو شکر اچھی نہیں لگتی اس سے مراد منکرین ہیں۔ نیشکر۔ اس سے مراد روحانی اسرار ہیں۔ یعنی شیخ کامل۔ یک ترش۔ اس سے مراد منکر بے شرح

نُقل بر نُقل ست و مے بر مے ہلا — بر منارہ رو بزن بانگِ صلا[1]

آگاہ، نُقل پر نُقل، شراب پر شراب ہے — منارہ پر چڑھ جا، بلاوے کا اعلان کر دے

سرکہ نَہ سالہ شیریں میشود — سنگِ مرمر لعل و زریں میشود

نو سال کا سرکہ میٹھا ہو جائے گا — سنگِ مرمر لعل اور سنہرا ہو جائے گا

آفتاب اندر فلک دستک زناں — ذرّہا چوں عاشقاں بازی کُناں

سورج آسمان میں دستک دے رہا ہے — ذرّے، عاشقوں کی طرح رقص کر رہے ہیں

چشمہا مخمور شُد از سبزہ زار — گُل شگوفہ میکُند بر شاخسار

سبزہ زار سے آنکھیں نشیلی ہو گئی ہیں — شاخوں پر، پھول کھل رہے ہیں

چشمِ دولت سحرِ مُطلق میکُند — رُوح شد منصور اَنَا الحق میزند

دولت کی آنکھ، پورا جادو کر رہی ہے — روح منصور بن گئی ہے اَنَا الحق کا نعرہ لگا رہی ہے

شُد ز یوسف آں زلیخا نوجواں[2] — عشرت از سر گیر خوش خوش شادماں

یوسفؑ کی وجہ سے زلیخا جوان ہو گئی — خوشی خوشی مسرت سے از سرِ نو عیش منا

آتشے اندر دلِ خود بر فروز — درِ دفعِ چشمِ بد سپندانے بسوز

اپنے دل میں آگ روشن کر لے — نظرِ بد کے دفع کرنے کے لئے کالا دانہ جلا

تو بحالِ خویشتن میباش شاد — تا بیابی در جہانِ جاں مُراد

تو اپنے حال پر خوش رہ — تاکہ تو جان کے جہان میں مراد حاصل کر لے

گر خرے را می بُرد رُوبہ ز سر — گو بُبُر تو خر مباش و غم مخور

اگر لومڑی گدھے کا سر کاٹ دیتی ہے — کہدے کاٹ دے، تو گدھا بن اور غم نہ کھا

حکایتِ آں شخص[3] کہ از ترس خویشتن را در خانہ انداخت

اُس شخص کی حکایت جس نے خوف سے اپنے آپ کو گھر میں جا ڈالا، رُخساروں

رُخہا زرد کردہ چوں زعفران و لبہا کبود چوں نیل و دست

کو زعفران کی طرح زرد کئے ہوئے، اور ہونٹوں کو نیل کی طرح نیلا کئے ہوئے، ہاتھ درخت

لرزاں چوں برگِ درخت، خداوندِ خانہ پُرسید کہ خیر ست

کے پتّوں کی طرح کپکپاتے ہوئے، گھر کے مالک نے دریافت کیا خیر ہے

وچہ واقعہ است گفت از بیروں خر می گیرند سُخرہ گفت

اور کیا واقعہ ہے؟ اُس نے کہا، باہر بیگار میں گدھے پکڑ رہے ہیں اُس نے کہا

---

[1] منارہ۔ بلند جگہ پر چڑھ کر اعلان کیا جاتا ہے۔ سرکہ یعنی بگڑنے بدکار۔ آفتاب یعنی شیخ کامل۔ ذرّہا۔ یعنی معتقدین۔ چشمہا۔ اب سالکوں کی نگاہیں مخمور ہیں۔ منصور۔ حلاج نے فنا کے بعد بقا باللہ حاصل کر کے اَنَا الحق کا نعرہ لگا دیا تھا۔

[2] نوجوان۔ مشہور ہے کہ زلیخا حضرت یوسفؑ کی دعا سے نوجوان بن گئی تھی مراد یہ ہے کہ روح کی کمزوری کے بعد اُس کو نوجوانی حاصل ہو گئی۔ سپند۔ مشہور ہے کہ کالا دانہ کی دھونی سے نظرِ بد زائل ہو جاتی ہے۔ تو بحال۔ یہ احوال جو ذکر کئے گئے ہیں خود تیرے ہیں تو اُن سے خوش رہ تاکہ دنیا میں اصل مراد حاصل کر لے۔ گر خرے۔ اگر لومڑی گدھے کو ہلاک کر رہی ہے کرنے دے تو گدھا نہ بن اور پھر بے فکر زندہ رہ۔

[3] حکایت۔ اس حکایت سے یہ بتاتا ہے کہ اگر انسان، انسان بن جائے تو پھر گدھا پکڑنے والے سے اُسے کوئی خطرہ نہیں جب تک انسان گدھا ہے وہ فریب کھاتا ہے۔

تو خری نیستی چه میترسی گفت بجدّ می گیرند و تمیز برخاستہ است

تو تو گدھا نہیں ہے کیوں ڈرتا ہے؟ اس نے کہا کوشش کرکے پکڑ رہے ہیں اور تمیز اٹھ گئی ہے

امروز ترسم کہ مرا خر گیرند

اب میں ڈرتا ہوں کہ مجھے گدھا سمجھ لیں

آںؔ یکے از ترس در خانہ گریخت — زرد رو و لب کبود و رنگ ریخت

ایک شخص خوف سے گھر میں بھاگ آیا — چہرہ زرد، ہونٹ نیلے، رنگ فق

صاحبِ خانہ بگفتش خیر ہست — کہ ہمی لرزد ترا چوں بید دست

گھر کے مالک نے اس سے کہا خیر ہے! — کہ تیرا ہاتھ بید کی طرح لرز رہا ہے

واقعہ چو نست چوں بگریختی — رنگِ رخسارہ بدینساں چوں ریختی

کیا واقعہ ہے، تو کیوں بھاگا؟ — رخسار کا رنگ کیوں فق ہو گیا!

گفت بہرِ سخرۂ شاہِ حروں — خر ہمی گیرند امروز از بروں

اس نے کہا ظالم بادشاہ کی بیگار کے لئے — آج باہر سے گدھے پکڑ رہے ہیں

گفت۲ میگیرند خر اے جانِ عم — چوں نہ خر رو ترا زیں چیست غم

اس نے کہا اے چچا کی جان! وہ گدھے پکڑ رہے ہیں — جبکہ تو گدھا نہیں ہے، جا تجھے اس سے کیا غم ہے؟

گفت بس جِدّ اند و گرم اندر گرفت — گر خرم گیرند ہم نبود شگفت

اس نے کہا وہ پکڑنے میں بہت سخت اور سرگرم ہیں — اگر مجھے بھی گدھا سمجھ لیں تو تعجب نہیں ہے

بہرِ خر گیری برآوردند دست — جدِّ جد تمیز ہم برخاستہ است

گدھے پکڑنے میں انہوں نے ہاتھ نکالے ہیں — بہت کوشش میں تمیز بھی اٹھ گئی ہے

چونکہ بے تمیزیاں ماں سروند — صاحبِ خر را بجائے خر برند

چونکہ بے تمیز لوگ ہمارے سردار ہیں — گدھے کی بجائے، گدھے والے کو پکڑ لے جائیں گے

نیست۳ شاہِ شہرِ ما بیہودہ گیر — ہست تمیزش سمیع ست و بصیر

ہمارے شہر کا بادشاہ خواہ مخواہ پکڑنے والا نہیں ہے — اس کو تمیز ہے، (وہ) سننے والا اور دیکھنے والا ہے

آدمی باش و ز خر گیراں مترس — خر نہ اے عیسیِ دوراں مترس

تو آدمی بن جا اور گدھا پکڑنے والوں سے نہ ڈر — تو گدھا نہیں ہے، اے (اپنے) دور کے عیسیٰ تو نہ ڈر

چرخِ چارم ہم ز نورِ تو پُرست — حاش للہ کہ مقامت آخُرست

چوتھا آسمان بھی تیرے نور سے پُر ہے — خدا بچائے کہ تیرا مقام اصطبل ہو

---

۱ آں یکے۔ شہر میں گدھے بیگار میں پکڑے جا رہے تھے ایک شخص ڈر کر ایک گھر میں گھس گیا۔ بید۔ بید کے درخت کی نرم شاخوں کی لچک مشہور ہے۔ سخرہ۔ بیگار۔ حروں۔ سرکش، ظالم۔

۲ گفت۔ صاحبِ خانہ نے کہا تو گدھا نہیں ہے تو کیوں ڈرتا ہے۔ جِدِّ جِد… کوشش کی انتہا نے اُن کے لئے گدھے اور غیر گدھے کی تمیز ختم کر دی ہے۔ چونکہ۔ جب بے تمیز سردار بن جائیں تو گدھے کی بجائے یہ لوگ گدھے والے کو بھی پکڑ سکتے ہیں۔

۳ نیست۔ اس شعر کا تعلق اس حکایت کی شرح کے پہلے شعر نیستی چوں نہ خرے سے ہے۔ آدمی۔ انسان بن جا۔ عیسیٰ۔ انسان کو عیسیٰ صفت ہونا چاہیے خر عیسیٰ نہ ہونا چاہیے۔ چرخ چارم۔ جبکہ انسان کو عیسیٰ صفت ہونا چاہیے۔ تو جیسا کہ حضرت عیسیٰ چوتھے آسمان پر ہیں اسی طرح انسانِ کامل کا مقام بھی چوتھا آسمان ہے۔

تو زچرخ و اختراں ہم برتری　　گرچہ[٥١] بہرِ مصلحت در آخری

تو آسمان اور ستاروں سے بھی بالاتر ہے　　اگرچہ مصلحۃً تو اصطبل میں ہے

میرِ آخر گرچہ در آخر بُوَد　　ہر کہ اُو را خر بگوید خر بُوَد

اصطبل کا داروغہ اگرچہ اصطبل میں ہوتا ہے　　جو اُس کو گدھا کہے، وہ گدھا ہے

میرِ آخر دیگر و خر دیگرست　　نے ہر آنکو اندر آخر شد خرست

داروغۂ اصطبل دوسری چیز ہے اور گدھا دوسری چیز ہے　　یہ نہیں ہے کہ جو اصطبل میں ہے وہ گدھا ہے

چہ در اُفتادیم در دُنبالِ خر　　از گلستاں[٥٢] گوئے وز گلہائے تر

ہم گدھے کے پیچھے کیا پڑ گئے　　چمن اور تر پھولوں کی بات کر

از انار و از ترنج و شاخِ سیب　　وز شراب و شاہدانِ بے حسیب

انار کی اور لیموں کی اور سیب کی ٹہنی کی　　اور شراب کی اور بے حساب معشوقوں کی

یا ازاں دریا کہ موجش گوہرست　　گوہرش گویندہ و بینا درست

یا اُس دریا کی، جس کی موج موتی ہے　　اُس کا موتی گویا اور بینا ہے

یا ازاں مُرغاں کہ گلچیں میکنند　　بیضہا زریں و سیمیں می کنند

یا اُن پرندوں کی، جو پھول چنتے ہیں　　سونے اور چاندی کے انڈے دیتے ہیں

یا ازاں بازاں کہ کبکاں پرورند　　ہم نگوں اِشکم ہم اِستاں میپرند

یا اُن بازوں کی، جو چکوریں پالتے ہیں　　پیٹ کے بل بھی اور چت بھی اُڑتے ہیں

نردبانہائیست پنہاں در جہاں　　پایہ پایہ تا عنانِ آسماں

دنیا میں مخفی سیڑھیاں ہیں　　درجہ بدرجہ، آسمان کی بلندی تک

ہر گروہ را نردبانے دیگرست　　ہر روِش را آسمانے دیگرست

ہر گروہ کی ایک دوسری سیڑھی ہے　　ہر رفتار کے لئے ایک دوسرا آسمان ہے

ہر یکے[٥٣] از حالِ دیگر بے خبر　　مُلک باپہنا و بے پایان و سَر

ہر ایک دوسرے کی حالت سے بے خبر ہے　　مُلک وسیع ہے اور بے ابتدا اور بے انتہا ہے

ایں دراں حیراں کہ اُو از چیست خوش　　واں دریں خیرہ کہ حیرت چیستش

یہ اُسکے بارے میں حیران کہ وہ کس چیز سے خوش ہے؟　　وہ اِسکے بارے میں حیران ہے کہ اُسکی حیرت کس وجہ سے ہے؟

صحنِ ارضُ اللہ واسع آمدہ　　ہر درختے از زمینے سر زدہ

اللہ کی زمین کا صحن وسیع ہے　　ہر درخت ایک زمین سے اُگا ہے

---

٥١ گرچہ۔ ہدایت دینے اور پانے کے لئے انسان کو دنیا میں بھیجدیا گیا ہے۔ میرِ آخر: اصطبل میں ہونے سے گدھا ہونا ضروری نہیں ہے داروغۂ اصطبل، اصطبل میں ہے لیکن گدھا نہیں ہے۔۔۔ اِسی طرح اہل اللہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا دار نہیں ہیں۔ چہ۔ مولانا کا اپنے آپ کو خطاب ہے کہ گدھے کے قصہ کو چھوڑ کر عالَمِ آخرت کی بات کر۔

٥٢ از گلستاں۔ یہ سب جنّت کی چیزیں ہیں۔ دریا۔ اِس سے مراد ذاتِ حق ہے۔ مُرغان۔ یعنی اولیاء اللہ۔۔۔ بازاں۔ یعنی ملائکہ۔ کبکاں۔ یعنی نفوسِ قدسیہ۔ نردبانہا۔ یعنی عروج کے مختلف راستے ہیں مشہور ہے کہ اللہ تعالےٰ کی جانب جانیوالے راستے انسانوں کے سانسوں کی تعداد کی بقدر ہیں۔ آسمان۔ فضا جو نظر آتی ہے۔ روش یعنی سلوک۔

٥٣ ہر یکے۔ ہر سالک پر جو تجلّی ہے دوسرا اُس سے بیخبر ہے حتّیٰ کہ بسا اوقات مرید پر جو تجلّی ہوتی ہے شیخ اُس سے بے خبر ہوتا ہے۔ ایں۔ ہر سالک چونکہ دوسرے سالک کی تجلّی سے بے خبر ہے اِسلئے وہ دوسرے پر حیران ہوتا ہے۔ صحن۔ قُربِ الٰہی اِستقدر وسیع ہے کہ اُسمیں طرح طرح کے معارف اُگے ہوئے ہیں۔

برّ درختاں[1] شکر گویاں برگ و شاخ — کہ زہے مُلک و زہے عرصہ فراخ

درختوں پر پتے اور شاخیں شکر ادا کرتی ہیں — کہ عجب مُلک ہے اور عجب وسیع میدان ہے

بُلبلاں گردِ شگوفہ پُر گرہ — کہ ازاں چہ میخوری مارا بِدہ

بلبلیں تہ بہ تہ شگوفے کے چاروں طرف گھومتی ہیں؛ — کہ اُس میں سے کیا کھا رہا ہے! ہمیں دے

ایں سخن پایاں ندارد کُن رجُوع — سُوئے آں رُوباہ و شیر و سقم و جُوع

یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی ہے، واپس کر — اُس لومڑی اور شیر اور بیماری اور بھوک کی جانب

بُردنِ[2] روباہ آں خر را پیشِ شیر و جَستنِ خر از شیر و عتاب کردنِ روباہ با شیر کہ ہنوز خر دور بُود کہ تعجیل کردی و عُذر گفتنِ شیر و لابہ کردنِ شیر روباہ را کہ برو بارِ دیگرش بفریب

لومڑی کا اُس گدھے کو شیر کے سامنے لے جانا اور گدھے کا شیر سے کود بھاگنا اور لومڑی کا شیر پر غصہ کرنا کہ گدھا ابھی دور تھا، کہ تو نے جلدی کردی اور شیر کا معذرت کرنا اور شیر کا لومڑی کی خوشامد کرنا کہ جا دوبارہ اُس کو فریب دے

چونکہ روباہش بسُوئے مرج بُرد — تا کُند شیرش بحملہ خُرد مُرد

لومڑی جب اُس کو چراگاہ کی جانب لے گئی — تاکہ شیر حملے سے اُس کو خُرد بُرد کر دے

دور بُود از شیر و آں شیر از نبرد — تا بہ نزدیک آمدن صبرے نکرد

وہ شیر سے دُور تھا اور شیر نے جنگ کی وجہ سے — اُس کے نزدیک آجانے تک صبر نہ کیا

گنبدی[3] کرد از بلندی شیرِ ہول — خود نبُودش قوّت و اِمکانِ حوُل

ہولناک شیر نے اونچائی سے چھلانگ لگائی — اُس میں خود، قوّت اور طاقت کا اِمکان نہ تھا

خر ز دورش دید و برگشت و گریخت — تا بزیرِ کوہ تازاں نعل ریخت

گدھے نے اُس کو دور سے دیکھا اور پلٹ گیا اور — پہاڑ کے نیچے تک بھاگا چلا گیا

گفت روبہ شیر را اے شاہِ ما — چوں نکردی صبر در وقتِ وغا

لومڑی نے شیر سے کہا' اے ہمارے بادشاہ! — تو نے معرکہ کے وقت صبر کیوں نہ کیا؟

تا بہ نزدیکِ تو آید آں غوی — تا باندک حملۂ غالب شوی

تاکہ وہ گمراہ تیرے قریب آجاتا — تاکہ تو تھوڑے سے حملے سے غالب ہوجاتا

مکرِ شیطان ست تعجیل و شتاب — لُطفِ رحمانست صبر و احتساب

عجلت اور جلد بازی شیطان کا مکر ہے — صبر اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنا خدا کی مہربانی ہے

[1] برّ درختاں۔ ہر درخت کی شاخ و برگ خدا کی تسبیح میں معروف ہے۔ بُلبلاں۔ یعنی سچے عاشق۔ ایں سخن۔ یہ عالمِ غیب کا بیان نہ ختم ہونے والا ہے۔

[2] بُردن۔ لومڑی گدھے کو بہکا کر شیر کے پاس لے گئی، گدھا قریب نہ پہنچا تھا کہ شیر نے ناکام حملہ کر دیا اور گدھا بھاگ گیا۔ شیر نے لومڑی کی خوشامد کی کہ دوبارہ گدھے کو لا۔ مرج۔ چراگاہ۔ دُور۔ گدھا ابھی شیر سے دور تھا شیر نے حملہ کر دیا۔

[3] گنبدی کردن۔ چوکڑی بھرنا۔ حول۔ طاقت۔ نعل ریختن۔ تیز دوڑنا۔ وغا۔ جنگ۔ غوی۔ گمراہ یعنی گدھا۔ مکرِ شیطان۔ حدیث شریف ہے جلد بازی شیطانی ہے اور آہستگی خدا کی جانب سے ہے۔

دُور بُود و حملہ را دید و گریخت
وہ دُور تھا اور حملہ دیکھا اور بھاگ گیا

ضُعفِ تو ظاہر شُد و آبِ تو ریخت[1]
تیری کمزوری ظاہر ہو گئی اور تیری آبرو ریزی ہو گئی

گفت من پنداشتم بر جاست زور
اُس نے کہا، میں سمجھا طاقت بحال ہے

خود بُدم زیں ضُعفِ خود نادان و کور
اپنی اِس کمزوری سے میں خود نادان اور اندھا تھا

لیک گفتم زورِ من بر جا بُوَد
لیکن میں نے کہا، میری طاقت بحال ہو گی

نے کہ در من ضُعفِ دست و پا بُوَد
نہ کہ مجھ میں ہاتھ اور پاؤں کی کمزوری ہو گی

نیز جوع و حاجتم از حد گذشت
لیکن میری بھوک اور ضرورت حد سے گذر گئی

صبر و عقلم از تجوّع یاوہ گشت
بھوک کی وجہ سے میرا صبر اور عقل بیکار ہو گئی

گر توانی بارِ دیگر از خرد
اگر تو عقلمندی سے دوبارہ

باز آوردن مر او را می سزد
اُس کو پھر لا سکے تو مناسب ہے

منّتِ بسیار دارم از تو مَن
مجھ پر تیرا بہت احسان ہے

جہد کُن باشد بیارش بفن
کوشش کر شاید کرے تو اُس کو دوبارہ لے آئے

گر خدا[2] روزی کُند آں خر مرا
اگر اللہ تعالےٰ اُس گدھے کو میری روزی بنا دیگا

بعد ازاں بس صد ہا بخشم تُرا
اُس کے بعد تجھے بہت شکار بخشوں گا

گفت آرے گر خدا یاری دہد
اُس نے کہا ہاں اگر خدا مدد کرے گا

بر دلِ او از عمی مُہرے نہد
اُس کے دل پر اندھے پن کی مُہر لگا دے گا

پس[3] فراموشش شود ہولے کہ دید
تو وہ اُس خوف کو بھول جائیگا جو اُس نے دیکھا

از خری او نباشد ایں بعید
اُس کے گدھے پن سے یہ بعید نہیں ہے

لیک چوں آرم من او را بر مَتاز
لیکن جب میں اُس کو لے آؤں دوڑ نہ پڑنا

تا بباد ش ندہی از تعجیل باز
تا کہ تو پھر جلدی کی وجہ سے اُسکو برباد نہ کر دے

گفت آرے تجربہ کردم کہ مَن
اس نے کہا، ہاں میں نے تجربہ کر لیا ہے کہ میں

سخت رنجورم مُخلخل گشتہ تن
سخت بیمار ہوں، جسم ڈھیلا ہو گیا ہے

تا بہ نزدیکم نیاید خر تمام
جب تک گدھا، بالکل میرے پاس نہ آجائیگا

مَن نہ جُنبم خفتہ باشم بر قوام
میں حرکت نہ کرونگا، سوتا رہونگا طریقہ کے مطابق

رفت رُوبہ گفت اے شہ ہمتے
لومڑی روانہ ہوئی، بولی اے سلطان!

تا بپوشد عقلِ او را غفلتے
تا کہ غفلت اُس کی عقل کو چھپا دے

[1] آب ریختن۔ بے آبرو ہونا۔ گفت۔ شیر نے کہا میں سمجھا تھا کہ میری قوت بحال ہے اور میں اپنی کمزوری سے ناواقف تھا۔ لیک۔ شیر نے کہا میں سمجھا تھا کہ مجھ میں طاقت ہے اور میرے ہاتھ پاؤں کمزور نہیں ہیں۔ نیز۔ دوسری وجہ جلد حملہ کی یہ بھی ہوئی کہ بھوک بہت لگ رہی تھی اور بھوک میں عقل گم ہو گئی تھی۔ گر توانی۔ تیری عقلمندی کا تقاضہ ہے کہ تو اُس کو دوبارہ لے آ۔ منّت۔ تیرا مجھ پر بہت احسان ہے مزید کرم ہو گا کہ دوبارہ لے آئے۔

[2] گر خدا۔ اگر خدا نے مجھے گدھے کی روزی دے دی تو میں کھا کر قوی ہو جاؤں گا پھر بہت شکار کر کے تجھے کھلایا کروں گا۔ گفت۔ لومڑی نے کہا اگر خدا کی مدد شاملِ حال رہی تو پھر گدھے کے دل پر اندھے پن کی مُہر لگ جائے گی۔

[3] پس۔ پہلے حملہ کا خوف وہ بھول جائیگا۔ لیک۔ لیکن اگر اس بار میں اُس کو لے آؤں، تو جلدی کر کے اُسکو برباد نہ کر دینا۔ مخلخل۔ ڈھیلا۔ تا بہ نزدیکم۔ شیر نے کہا اس بار جب وہ قریب آجائیگا تو حملہ کرونگا ورنہ قاعدہ کے مطابق سوتا رہونگا۔ ہمت۔ باطنی توجہ۔

توبہا کردست خر با کردگار ‏ ‏ کہ نگردم غرّۂ ہر نابکار[۱]
گدھے نے خدا سے بہت توبہ کر لی ہوگی. ‏ ‏ کہ میں ہر نالائق کے دھوکے میں نہ آؤں

عقلِ خر بازیچۂ دستانِ ماست ‏ ‏ فکرتش کبادۂ طفلانِ ماست
گدھے کی عقل ہمارے مکر کا کھلونا ہے ‏ ‏ اُس کی سمجھ ہمارے بچوں کی نرم کمان ہے

توبہایش را الفن برہم زنیم ‏ ‏ ما عدوّے عقل و عہدِ روشنیم
ہم مکر سے اُس کی توبہ کو توڑ دیں گے ‏ ‏ ہم عقل اور روشن عہد کے دشمن ہیں

گگّۂ خر گوئے فرزندانِ ماست ‏ ‏ فکرتش بازیچۂ دستانِ ماست
گدھوں کا گگّہ ہماری اولاد کی گیند ہے ‏ ‏ اس کی سمجھ ہمارے مکر کا کھلونا ہے

عقل کاں باشد ز دورانِ زُحل ‏ ‏ پیشِ عقلِ کُل ندارد آں محل
وہ عقل جو زحل کی رفتار سے (پیدا) ہو ‏ ‏ عقلِ کُل کے سامنے وہ مرتبہ نہیں رکھتی ہے

از عُطارُد و از زُحل دانا شُد اُو ‏ ‏ ما ز دادِ کردگارِ لُطف خُو
وہ عُطارد اور زُحل سے عقلمند بنا ہے ‏ ‏ ہم مہربان خدا کی عنایت سے

عَلَّمَ الْاِنْسَاں خمِ طُغرائے ماست[۲] ‏ ‏ عِلْمُ عِنْدَ اللّٰہ مقصدہائے ماست
"عَلَّمَ الْاِنْسَانَ" ہمارے طغرا کا دائرہ ہے ‏ ‏ اللہ کا علم، ہمارے مقاصد ہیں

تربیۂ آں آفتابِ روشنیم ‏ ‏ رَبِّیَ الْاَعْلٰی ازاں رو میزنیم
ہم اُس روشن سورج کی تربیت ہیں ‏ ‏ اسی لئے ہم رَبِّیَ الْاَعْلٰی کا نعرہ لگاتے ہیں

تجربہ گر دارد اُو با ایں ہمہ ‏ ‏ بشکند صد تجربہ زیں دمدمہ
اگر وہ تجربہ رکھتا ہے تو اس سب کے ہوتے ہوئے ‏ ‏ سینکڑوں تجربے اس مکر سے ٹوٹ جائیں گے

بُو کہ توبہ بشکند آں سُست خُو ‏ ‏ در رسد شومیِ اشکستن در او
ہو سکتا ہے کہ وہ کاہل توبہ توڑ دے ‏ ‏ (توبہ) توڑنے کی بدبختی اُس میں اثر کرے

در بیانِ آنکہ نقضِ عہد و توبہ مُوجبِ بلا بُود بلکہ مُوجبِ مسخ است چنانکہ در حقِ اصحابِ سبت و اصحابِ مائدۂ عیسیٰ[۳]

اِس کا بیان کہ توبہ اور عہد کو توڑنا مصیبت کا سبب ہوتا ہے بلکہ مسخ کا سبب ہے، چنانچہ سبت والوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دسترخوان والوں کے

اور توبہ کو توڑنے سے بدبختی آتی ہے پہلی قومیں تو عہد شکنی کی وجہ سے سؤر اور بندر بنائی گئیں آنحضورؐ کی اُمت میں یہ صوری مسخ تو نہیں ہے لیکن باطنی مسخ ہوتا ہے یعنی دل سؤر اور بندر بن جاتا ہے اور قیامت میں یہ انسان اُس دل کی صورت اختیار کرے گا۔

[۱] نابکار۔ نالائق۔ بازیچہ۔ کھلونا۔ دستاں۔ مکر۔ کبادہ۔ بچوں کے کھیلنے کی نرم کمان۔ توبہایش۔ لومڑی نے کہا ہم اُس کی توبہ کو توڑ دیں گے۔ گگّۂ خر۔ گدھے ہمارے بچوں کا کھلونا ہیں اور اُن کی عقل ہمارے مکر کا کھلونا ہے یہی حال شیطان اور عوام کا ہے۔ زُحل۔ زُحل ستارے کی تاثیر سے بچہ کی عقل میں ذہانت پیدا ہوتی ہے لیکن زُحل کی عطا کردہ عقل، عقلِ کُل کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ از عطارد۔ عوام کی عقول عُطارد اور زُحل ستاروں کی تاثیر سے ہیں شیطان کی عقل خداداد ہے۔

[۲] عَلَّمَ الْاِنْسَان۔ اِن اشعار میں مولانا نے لومڑی کی زبان سے عقلِ کامل کے صفات بیان فرمائے ہیں قرآن پاک میں ہے عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔ دوسری جگہ قرآنِ پاک میں مذکور ہے قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ آپ کہہ دیجئے علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ تربیہ۔ عقلِ کامل کو اللہ کی تربیت حاصل ہوتی ہے اِس لئے وہ خداوندِ قدوس کی ربوبیت کا اقرار کرتا ہے۔ تجربہ۔ لومڑی نے کہا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ گدھا اپنی توبہ توڑ ڈالے اور توبہ شکنی کی بدبختی میں مبتلا ہو جائے۔

[۳] در بیان۔ اب مولانا سمجھاتے ہیں کہ اللہ کے عہد

علیہ السّلام کہ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ واندریں

بارے میں ہے اور کردیا اُن میں سے بندر اور سُؤر اور اس اُمّت میں

اُمّت مسخ دل باشد نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ وروزِ قیامت

دل مسخ ہوگا ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور قیامت کے

تن را صورتِ دل دہند

دن بدن کو دل کی صورت دے دینگے

نقضِ[1] میثاق و شکستِ توبہا — مُوجبِ لعنت شود در انتہا

عہد کا توڑنا اور توبہ کا توڑنا — انجام کار، لعنت کا سبب ہوتا ہے

نقضِ عہد و توبۂ اصحابِ سبت — مُوجبِ مسخ آمد و اہلاک و مقت

سبت والوں کا توبہ اور عہد کو توڑنا — مسخ اور ہلاکت اور عتاب کا سبب بنا

پس خدا آں قوم را بوزینہ کرد — چونکہ عہدِ حق شکستند از نبرد

تو خدا نے اُس قوم کو بندر بنا دیا — چونکہ اُنھوں نے ضد سے اللہ کا عہد توڑا

اندریں[2] اُمّت نہ بُد مسخِ بدن — لیک مسخِ دل بُود اے ذُو الفطن

اِس اُمّت میں جسمانی مسخ نہ تھا — لیکن اے سمجھدار! دل کا مسخ ہوتا ہے

چوں دلِ بوزینہ گردد آں دلش — از دلِ بوزینہ شد خوار آں گِلش

جب اُس کا دل، بندر کا دل ہو گیا — اُس کی مٹی، بندر کے دل سے زیادہ ذلیل ہو گئی

گر ہُنر بودے دلش را ز اختیار — خُوار کے بُودے بصورت آں حمار

اگر اُس کے دل میں کوئی اختیاری ہُنر ہوتا — تو صورت کے اعتبار سے وہ گدھا ذلیل کیوں ہوتا؟

آں سگِ اصحاب خوش بُد سیرتش — ہیچ بودش منقصت زاں صورتش

اصحاب (الکہف) کے کُتّے کی سیرت اچھی تھی — اُس صورت سے اسکو کوئی نقصان تھا؟

مسخِ[3] ظاہر بُود اہلِ سبت را — تا بہ بیند خلق ظاہر کبت را

سبت والوں کا مسخ ظاہری تھا — تاکہ کھُلے ہوئے اوندھے منہ ہونے کو مخلوق دیکھ لے

از رہِ سِر صد ہزاراں دگر — گشتہ از توبہ شکستن خوک و خر

باطنی طور پر دوسرے لاکھوں — توبہ توڑنے کی وجہ سے سُور اور گدھے بنے ہیں

دوم بار آمدنِ روباہ براں خرِ گریختہ تا باز بفریبدش

بھاگے ہوئے گدھے کے پاس لومڑی کا دوبارہ آنا تاکہ اُس کو پھر فریب دے

---

[1] نقض۔ یہود نے عہد کیا تھا کہ وہ ہفتہ کے روز مچھلی کا شکار نہ کھیلا کریں گے لیکن انھوں نے اِس عہد کو توڑا اور اس کے نتیجہ میں اُن کو مسخ کر کے بندر اور سُور بنا دیا گیا۔ سَبت۔ ہفتہ کا دن۔ مَقت۔ غصہ، عتاب۔ بوزینہ۔ بندر۔ شکستند۔ عہد کے باوجود ہفتہ کے روز مچھلی کا شکار کھیلنے لگے۔

[2] اندریں۔ اُمّتِ محمدیہ میں صوری مسخ نہ ہوگا باطنی مسخ ہوگا۔ چوں دلِ بوزینہ۔ جب انسان کا دل، بندر کا دل بن جائے تو اُس کا جسم بندر کے دل سے بھی بدتر ہے۔ گر ہُنر۔ حُسن و خوبی میں صورت سے زیادہ دل معتبر ہے۔ اصحاب۔ اصحاب کہف کے کُتّے کا دل بھلا تھا صورت کی بُرائی سے اُس پر کوئی عیب نہ آیا۔

[3] مسخِ ظاہر۔ جسمانی مسخ میں یہ حکمت ہے کہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ از رہِ سِر۔ باطنی طور پر لاکھوں ممسوخ ہیں جو عہد شکنی کی وجہ سے گدھے اور سُور بنے ہوئے ہیں۔

پس[1] بیامد زود روبہ سوئے خر — گفت خر از چوں تو یارے اَلحذر
پھر بہت جلد لومڑی گدھے کی جانب آئی — گدھے نے کہا، تجھ جیسے دوست سے پناہ ہے

ناجواں مردا چہ کردم با تو مَن — کہ مرا با شیر کردی پنجہ زن
اے بزدل! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟ — کہ تو نے مجھے شیر سے بھڑا دیا

ناجواں مردا چہ کردم من ترا — کہ بہ پیشِ اژدھا بُردی مرا
اے نامرد! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟ — کہ تو مجھے اژدھے کے سامنے لے گئی

موجب[2] کینِ تو با جانم چہ بُود — غیر خبثِ جوہرِ تو اے عنود
میری جان سے تیرے کینہ کی کیا وجہ تھی؟ — اے سرکش سوائے تیری طبیعت کی خباثت کے

ہمچو کژدم کو گزد پائے فتے — نارسیدہ از وے اورا آفتے
بچھو کی طرح جو جوان کے پاؤں میں کاٹتا ہے — بغیر اس کے کہ کوئی تکلیف اُسکو اُس سے پہنچے

یا چو دیوے کو عدوّی جانِ ماست — نارسیدہ زحمتش از ما و کاست
یا شیطان کی طرح جو ہماری جان کا دشمن ہے — ہماری جانب سے اُس کو زحمت اور نقصان پہنچے بغیر

بلکہ طبعاً خصمِ جانِ آدمی ست — از ہلاکِ آدمی در خرمی ست
بلکہ وہ فطرت سے آدمی کی جان کا دشمن ہے — آدمی کی تباہی سے خوشی میں ہے

از پئے ہر آدمی اُو نگسلد — خُو و طبعِ زشتِ خود را کے ہلد
وہ ہر آدمی کا پیچھا کرنے سے باز نہیں آتا ہے — وہ اپنی بُری عادت کب چھوڑتا ہے؟

زانکہ[3] خبثِ ذاتِ اُو بے موجبے — ہست سوئے ظلم و عدوان جاذبے
کیونکہ اُس کی ذاتی خباثت بغیر کسی سبب کے — ظلم اور زیادتی کی جانب کھینچنے والی ہے

ہر زماں خواند ترا تا خرگہے — کہ در اندازد ترا اندر چہے
وہ تجھے ہر وقت خوشی کی جگہ بُلاتا ہے — کہ تجھے کسی کنویں میں ڈال دے

کہ فلاں جا حوضِ آبست و عیون — تا در اندازت بحوضت سرنگوں
کہ فلاں جگہ پانی کی حوض اور چشمے ہیں — تاکہ تجھے حوض میں اوندھا گرا دے

آدمی را با ہزاراں کرّ و فر — اندر افگند آں لعیں در شور و شر
آدمی کو باوجود ہزاروں شان و شوکت کے — اُس ملعون نے شور و شر میں ڈال رکھا ہے

آدمی را با ہمہ وحی و نذیر — اندر افگند آں لعیں بر دشتِ بیر
باوجود ہر طرح کی وحی اور ڈراوے کے آدمی کو — وہ ملعون کنویں پر لے گیا (اور) اندر گرا دیا

---

[1] پس بیامد۔ جب لومڑی دوبارہ گدھے کے پاس آئی تو اُس نے اُس سے پناہ مانگی۔ ناجواں۔ گدھے نے لومڑی سے کہا اے بزدل میں نے تیرا کیا بگاڑا تھا کہ تو نے مجھے شیر کے بالمقابل جا کھڑا کیا۔ اژدہا۔ یعنی شیر۔

[2] موجب۔ گدھے نے لومڑی سے کہا تو میری جان کی دشمن محض باطنی خباثت کی وجہ سے بنی۔ کژدم۔ بچھو بغیر کسی وجہ کے محض بدطینتی کی وجہ سے ڈنک مارتا ہے۔ یا چو دیو۔ شیطان بھی انسان کو بغیر کسی وجہ کے ہلاک کرتا ہے۔ بلکہ۔ شیطان کو انسان سے طبعی خصومت ہے اسی لئے وہ ہر آدمی کے درپے ہے۔

[3] زانکہ۔ شیطان کی ذاتی عداوت بغیر کسی وجہ کے اُس کو انسان پر ظلم کرنے کو آمادہ کرتی ہے۔ ہر زماں۔ انسان کو خوش کُن جگہ کی طرف بُلا کر کنویں میں دھکا دیدیتا ہے۔ کہ فلاں۔ لالچ دلا کر تباہ کر دیتا ہے۔ آدمی۔ شاندار آدمی کو بھی شور و شر میں مبتلا کر دیتا ہے۔

بیگناہے[1] بیگزندِ سابقے — کے رسید اُورا زآدم ناحقے
بغیر کسی پہلی خطا اور تکلیف کے — کب اُس پر آدم سے ظلم ہوا ہے؟

کے رسید اُورا زمردم زشتیے — کو دمادم آرد از غم پُشتیے
انسان سے اُس کو بُرائی کب پہنچتی ہے؟ — کہ وہ ہروقت غم کے پُشتے لگاتا ہے

گفت روبہ آں طلسمِ سحر بود — کہ تُرا در چشم چوں شیرے نمود
لومڑی نے کہا، وہ جادو کا طلسم تھا — جو تجھے شیر جیسا دکھائی دیا

ورنہ[2] من از تو بتن مسکیں ترم — کہ شب و روز اندر آنجا میچرم
ورنہ میں تو جسم میں تجھ سے زیادہ کمزور ہوں — لیکن دن رات اُس جگہ چرتی ہوں

گرنہ زاں گونہ طلسمے ساختے — ہر شکم خوارے بدانجا تاختے
اگر اُس جگہ ایسا طلسم نہ بناتا — ہر پیٹو، وہاں دوڑ جاتا

یک جہانِ بینوا چوں پیل و ارج — بے طلسمے کے بماند سبز مرج
ہاتھی اور گینڈے جیسے بھوکوں کا ایک عالم ہے، — بغیر طلسم کے چراگاہ سبز کہاں رہ سکتی ہے؟

من ترا خود خواستم گفتن بدرس — کہ چناں ہولے اگر بینی مترس
میں تجھے سکھانے میں خود کہنا چاہتی تھی — کہ اگر تو اس طرح ڈر دیکھے تو نہ ڈرنا

لیک رفت از یادِ علم آموزیت — کہ بُدم مستغرقِ دل سوزیت
لیکن تجھے علم سکھانا بھول گئی — کیونکہ میں تیرے فکر میں ڈوبی ہوئی تھی

دیدمت در جوعِ[3] کلب و بینوا — می شتابیدم کہ آئی تا دوا
میں نے تجھے جوع الکلب میں اور بے سروسامان دیکھا — میں دوڑ پڑی کہ تو دوا تک آجائے

ورنہ باتو گفتمے شرحِ طلسم — کاں خیالے می نماید نیست جسم
ورنہ میں تجھ سے طلسم کی شرح کر دیتی — کہ وہ ایک خیالی نظر آتا ہے، جسم نہیں ہے

شد فراموش آنکہ گویم مر ترا — حلِ آں مشکل مہیبِ دلربا
میں بھول گئی کہ تجھ سے کہوں — اُس خوفناک دل کو اُڑانے والی مشکل کا حل

جواب گفتن خر روباہ را
گدھے کا لومڑی کو جواب دینا

گفت رو رو ہیں زپیشم اے عدو — تا نہ بینم روئے تو اے زشت رو
اُس نے کہا اے دشمن میرے سامنے سے دور ہو — اے بدصورت! تاکہ میں تیرا منہ نہ دیکھوں

---

[1] بیگناہے. انسان کی کوئی خطا نہیں نہ انسان نے شیطان کا کچھ بگاڑا ہے۔ گفت. لومڑی نے گدھے سے کہا تجھے جو شیر نظر آیا وہ کوئی حقیقت شیر نہ تھا بلکہ ایک طلسم تھا. طلسم. وہ موہوم خیال جو عجیب شکل میں نظر آنے لگے' وہ بھیانک تصویر جو کسی دفینہ وغیرہ پر بنا دکھاتی ہے۔

[2] ورنہ. اگر حقیقی شیر ہوتا تو میں جو تجھ سے بھی کمزور جسم کی ہوں وہاں کیسے بچ سکتی تھی. گرنہ. طلسم بنانے کی وجہ یہ ہے کہ ہر پیٹو وہاں نہ پہنچ سکے. یک جہاں. بیل اور گینڈے جیسے بھوکے پھرتے ہیں اگر طلسم نہ ہوتا تو وہ چراگاہ کو کھا جاتے. ارج. گینڈا. من ترا. میں تجھے پہلے ہی اس طلسم کی حقیقت بتانا چاہتی تھی لیکن میں بھول گئی. کہ بدم. چونکہ میں تیرے غم میں تھی اس لئے طلسم کی حقیقت بتانا بھول گئی.

[3] جوع کلب. جوع البقر وہ بیماری جس میں ہروقت بھوک لگی رہتی ہے. دوا یعنی غذا. کاں. میں بتا دیتی کہ وہ طلسم خیالی چیز ہے کوئی حقیقی شیر نہیں ہے. مشکل. یعنی وہی شیر. گفت. گدھے نے لومڑی سے کہا میں تیری بُری صورت دیکھنا نہیں چاہتا میرے سامنے سے چل جا تجھے خدا نے بدبخت بنایا ہے اور تیرے چہرے کو بھی بے شرم اور سخت بنایا ہے۔

آں خدائے کہ ترا بد بخت کرد | روئے زشتت را وقیح وسخت کرد
جس خدا نے تجھے بدبخت بنایا ہے | تیری بھدی صورت کو بے شرم اور سخت بنایا ہے

باکدامیں روی می آئی بمن | ایں چنیں سغریٰ[1] ندارد کرگدن
تو کس منہ سے میرے سامنے آرہی ہے | ایسی بے حیائی گینڈا (بھی) نہیں رکھتا ہو

رفتۂ در خون و جانم آشکار | کہ ترا من رہبرم تا مرغزار
تو کھلم کھلا میرے خون اور جان کے درپے ہوئی | کہ میں تیری جنگل کے لئے رہبر ہوں

تا بدیدم روی عزرائیل را | باز آوردی فن وتسویل را
یہاں تک کہ میں نے ملک الموت کا منہ دیکھ لیا | تو پھر مکاری اور حیلہ لائی ہے

گرچہ من ننگ خرانم یا خرم | جانورم جاندارم ایں را کے خرم
اگرچہ میں گدھوں کے لئے موجب شرم یا گدھا ہوں | میں جانور ہوں، میں جاندار ہوں، اسکو میں کب پسند کرتا ہوں

آنچہ من دیدم زہولے بے اماں | طفل دیدے پیر گشتے در زماں
جو میں نے بے پناہ ڈر دیکھا ہے | (اگر) بچہ دیکھ لے تو فوراً بوڑھا ہو جائے

بیدل[2] وجاں از نہیب آں شکوہ | سرنگوں خود را در افگندم زکوہ
اس خوف کے ڈر سے بے دل اور بے جان ہوکر | میں نے اپنے آپ کو پہاڑ سے اوندھا گرا لیا

بستہ شد پایم در اندم از نہیب | چوں بدیدم آں عذاب بے حجیب
اس وقت ڈر سے میرے پاؤں بندھ گئے | جب میں نے کھلم کھلا وہ عذاب دیکھا

عہد کردم با خدا کاے ذوالمنن | برگشا زیں بستگی تو پای من
میں نے اللہ (تعالیٰ) سے عہد کیا کہ اے احسانوں والے! | اس قید سے میرے پاؤں کھولدے

تا ننوشم وسوسہ کس بعد ازیں | عہد کردم نذر کردم اے معیں
اس کے بعد میں کسی کے بہکانے میں نہ آؤں گا | اے مددگار! میں نے عہد کر لیا میں نے منت مان لی

حق[3] گشادہ کرد آندم پای من | زاں دعا وزاری وہیہائے من
اللہ (تعالیٰ) نے اس وقت میرے پاؤں کھولدیئے | میری دعا اور عاجزی اور ہائے ہائے سے

ورنہ اندر من رسیدے شیر نر | چوں بدے در زیر پنجہ شیر خر
ورنہ وہ نر شیر مجھ پر آپڑا تھا | گدھے کا شیر کے پنجہ میں کیا حال ہوتا؟

باز بفرستادت آں شیر عریں | سوئی من از مکر اے بئس القریں
اس کچھار کے شیر نے پھر تجھے بھیجا ہے | مکر سے میری جانب اے برے ساتھی!

---

[1] سغری۔ سخت روئی، بے حیائی۔ کرگدن۔ گینڈا۔ رفتۂ۔ تو میرے خون اور جان کے درپے تھی۔ تا بدیدم۔ گدھے نے لومڑی سے کہا تو نے ملک الموت کے سامنے لے جا کھڑا کیا۔ تسویل۔ حیلہ سازی۔ کے خرم۔ اگرچہ میں جانور اور گدھا ہوں لیکن ہلاک ہونا کیسے پسند کرسکتا ہوں۔ طفل۔ مصائب سے بچہ بوڑھا بن جاتا ہے۔

[2] بیدل۔ اس شیر کے خوف سے میں نے اپنے آپ کو پہاڑ پر سے اوندھا گرایا۔ بستہ۔ اس خوف سے میرے پاؤں کام نہ دیتے تھے۔ عہد کردم۔ اس وقت میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر میرے پاؤں کھولدے تو میں پھر کسی کے بہکانے میں نہ آؤنگا۔

[3] حق گشادہ۔ اس عہد اور دعا کی برکت سے میرے پاؤں کھل گئے اور میں بھاگا ورنہ شیر دبوچ لیتا اور پھر ظاہر ہے شیر کے پنجہ میں میرا کیا حال ہوتا۔ باز۔ اب مکر کرنے کے لئے شیر نے تجھے دوبارہ بھیجا ہے۔ عریں۔ شیر کی جھاڑی۔ بئس القریں۔ برا ساتھی۔

حَقِّ ذاتِ پاکِ اللہُ الصَّمَد — کہ بُوَد بہ مارِ بَد از یارِ بَد[1]
اللہ پاک بے نیاز کی قسم — کہ بُرے ساتھی سے بُرا سانپ بہتر ہوتا ہے

مارِ بَد جانے ستاند اے سلیم — یارِ بَد آرد سُوِی نارِ جَحیم
اے بیوقوف! بُرا سانپ جان لے لیتا ہے — بُرا ساتھی دوزخ کی جانب لاتا ہے

از قریں بیقول و گفت و گوئے اُو — خُو بدزدد دل نہاں از خُوئے اُو
ساتھی سے اُس کی گفتگو اور بات کے بغیر — دل خفیہ طور پر عادت اُس کی عادت سے چُرا لیتا ہے

چونکہ اُو افگند بَر تو سایہ را — دُزدَد آں بے مایہ از تو مایہ را
جب وہ تجھ پر سایہ ڈالتا ہے — وہ بے مایہ تیرا سرمایہ چُرا لیتا ہے

عقلِ تو گر اژدہائے گشت مست — یارِ بَد اُو را زمرّد داں کہ ہست
تیری عقل اگر مست اژدہا ہے — بُرے دوست کو اُس کا زمرّد سمجھ

دیدۂ عقلت بدُو بیروں جہد — طَعنِ اُو اندر کفِ طاعوں نہد
اُس سے تیری عقل کی آنکھیں باہر نکل پڑینگی — اُس کا نیزہ مارنا، تجھے طاعون کے ہاتھ میں دے دیگا

دَر جہاں نبُوَد بتر از یارِ بَد[2] — وِیں مرا عینُ الیقیں گشتست خود
دنیا میں بُرے دوست سے بڑھکر کوئی نہیں ہے — یہ میرے لئے خود آنکھوں دیکھی یقینی بات ہو گئی ہے

جوابِ گفتنِ روباہ خر را
لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

گفت روبہ صافِ ما را دُرد نیست — لیک تخیلاتِ وہمی خُرد نیست
لومڑی نے کہا ہمارے نیر میں کوئی تلچھٹ نہیں ہے — لیکن وہمی تخیلات (بھی) چھوٹی چیز نہیں ہیں

ایں ہمہ وہمِ تو است اے سادہ دل — وَرنہ بر تو نے غشی دارم نہ غِل
اے بھولے! یہ سب تیرا وہم ہے — ورنہ میں تجھ سے نہ کھوٹ رکھتی ہوں نہ کینہ

از خیالِ زشتِ خود منگر بمَن[3] — بَر مُحبّاں از چہ داری سُوئے ظَن
اپنے بُرے خیال سے مجھے نہ دیکھ — دوستوں پر تو کیوں بدظنی کرتا ہے!

ظنِّ نیکو بَر بَراخوانِ صفا — گرچہ آید ظاہراً ازیشاں جفا
مُخلصوں پر نیک گمان کر — اگرچہ بظاہر اُن سے ظلم سرزد ہو

ایں خیال و وہمِ بد چوں شُد پدید — صد ہزاراں یار را از ہم بُرید
جب یہ بُرے خیال اور وہم ظاہر ہوئے ہیں — لاکھوں دوستوں کو ایک دوسرے سے کاٹ دیا ہے

---

[1] کہ بُوَد۔ شریر ساتھی سے شریر سانپ بھلا، سانپ تو محض مار ڈالتا ہے لیکن بُرا ساتھی تو جہنّم میں پہنچا دیتا ہے۔ از قریں۔ ساتھی کی خو بو انسان میں مخفی طور پر اثر کر جاتی ہے۔ چونکہ اُو۔ جب بُرے ساتھی کا سایہ پڑتا ہے تو وہ تیرا سارا سرمایہ چُرا لیتا ہے۔ عقل۔ خواہ انسان کتنا ہی عقلمند ہو لیکن بُرے دوست کی صحبت اُس کو اندھا کر دیتی ہے۔

[2] در جہاں۔ دنیا میں بُرے یار سے بُری کوئی چیز نہیں ہے اب تو تیرے مقابلہ کی وجہ سے اس بارے میں مجھے عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہے۔ گفت۔ لومڑی نے کہا میری شراب میں کوئی تلچھٹ نہیں یعنی میں صاف اور خطا سے بَری ہوں لیکن وہم بھی کوئی معمولی چیز نہیں صحیح بات کو غلط دکھا دیتا ہے ورنہ مجھ میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔

[3] از خیال۔ وہم کی بنیاد پر دوستوں سے بدظنی مناسب نہیں ہے مخلصوں کے بارے میں بہتر خیال رکھنا چاہئے خواہ اُنسے بظاہر کوئی غلطی بھی سرزد ہو جائے۔ اسی خیال بدگمانی سے بہت سے دوستیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔

مُشفقے کو کرد جَور و امتحاں ؎۱ — عقل باید کہ نباشد بدگماں

جس مہربان نے زیادتی اور امتحان کیا ہو — عقل کو چاہیئے کہ بدگمان نہ ہو

خاصہ من بدرگ نبُودم زِشت قسیم — آنکہ دیدی بَد نہ بُد بُود آں طِلسم

خصوصاً میں بُری قسم کی بدفطرت نہیں ہوں — جو تو نے دیکھا، وہ بُرا نہ تھا وہ طلسم تھا

وَر بدے بَد آں سگالِش قدرا — عَفو فرمایند از یاراں خطا

اگر (بالفرض) والتقدیر وہ خیال بُرا تھا — (تو) دوستوں کی غلطی معاف کر دیتے ہیں

عالَمِ ؎۲ وہم و خیال و طمع و بیم — ہَست رَہرو را یکے سَدِّ عظیم

وہم اور خیال اور مزاج اور خوف کی دنیا — سالک کے لئے ایک بڑی رکاوٹ ہے

نقشہائے ایں خیالِ نقشبند — چوں خلیلے را کہ کُہ بُد شُد گزند

اِس نقش بنانے والے خیال کے نقوش — (حضرت ابراہیم) خلیل (اللہ) جیسے کیلئے جو پہاڑ تھے نقصان دہ

گفت ہٰذا ربّی ابراہیمؑ راد — چونکہ اَندر عالَمِ وہم اُوفتاد

عقلمند (حضرت) ابراہیمؑ نے کہا یہ میرا رب ہے — چونکہ وہ وہم کے عالم میں مبتلا ہو گئے

ذکرِ کوکب را چنیں تاویل گفت — آنکسے کو گوہرِ تاویل سُفت

ستارے کے بارے میں ایسی تاویل کی — اُس ذات نے جس نے تفسیر کے موتی پروئے

عالمِ وَہم و خیالِ چشم بند — آنچناں کُہ را ز جائے خویش کَند

وہم کی دنیا اور آنکھوں کو بند کر دینے والے خیال نے — ایسے پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا دیا

تا کہ ہٰذا ربّی ؎۳ آمد قالِ اُو — خر بط و خر را چہ باشد حالِ اُو

یہاں تک "یہ میرا خدا ہے" اُن کا قول ہوا — احمق اور گدھے کا کیا حال ہوگا؟

غرق گشتہ عقلہائے چون جبال — در بحارِ وہم و گردابِ خیال

پہاڑوں جیسی عقلیں ڈوب گئیں — وہم کے سمندروں اور خیال کے بھنور میں

عقلِ ثابت تر ز کُہ را وہم بیں — کہ چہ فرمودست گفتن اے اَمیں

دیکھ وہم نے بہت جمی ہوئی عقل کو — کیا کہہ دینے کو کہا، اے امین!

کوہہا راہست زیں طوفاں فضوح — کو امانے جُز کہ در کشتیِ نوحؑ ؎۴

اِس طوفان سے پہاڑوں کی رسوائیاں ہیں — نوحؑ کی کشتی کے سوا امن کہاں ہے؟

ؑ۴ حدیث شریف میں حضورؐ نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوحؑ کی کشتی کی سی ہے جو اُس سے وابستہ ہوا وہ نجات پائیگا
اور ایک حدیث میں اہل بیت کی بجائے لفظ سنت ہے۔

؎۱ مُشفقے۔ دوست آزمائش کیلئے کچھ زیادتی بھی کرتا ہے تو عقلمندی یہی ہے کہ اُس سے بدگمانی نہ کی جائے۔ قدرا۔ ہم نے اس کا تعلق پہلے مصرع سے قرار دے کر بالفرض والتقدیر کے معنی کئے ہیں۔ بعض نسخوں میں "قدر را" ہے تو اس کا تعلق دوسرے مصرعے سے کیا جائے اور یہ معنی کئے جائیں کہ میرے مقدر کی اس غلطی کو معاف کر دیا جائے۔

؎۲ عالَمِ۔ وہم اور خیال راہرو کے لئے مانع بنے ہیں ان وہمی خیالات سے حضرت ابراہیمؑ کو بھی تکلیف پہنچی اور انہوں نے وہم کی بنیاد پر ستارے کو کہہ دیا کہ یہ میرا خدا ہے اور پھر اس غلطی کا احساس کر کے اُس سے رجوع کیا۔ ہٰذا ربّی۔ "یہ میرا خدا ہے"۔ مولانا نے حضرت ابراہیمؑ کے اس قول کی بنیاد اُن کا وہم قرار دیا دوسرے مفسرین کے نزدیک اُن کا یہ قول قوم کو اُن کی غلطی کا احساس دلانے کے لئے تھا۔ وہم کی بنیاد پر عقیدہ کا اظہار نہ تھا۔ تاویل۔ دوسرے مصرع میں تاویل سے معنوں کی تفسیر مُراد ہے۔

؎۳ تا کہ۔ حضرت ابراہیمؑ جو کہ نبی تھے وہم میں مبتلا ہو گئے اور چاند کو یہ خدا کہہ دیا تو بیوقوف اور گدھا وہم کی بنیاد پر کیا کچھ نہ کہدیگا۔ خربط۔ احمق۔ عقل ثابت۔ حضرت ابراہیمؑ کی عقل اپنی جگہ قائم تھی لیکن وہم نے غلطی میں مبتلا کر دیا۔ کشتیِ نوحؑ۔ یعنی مرشد

زین خیالِ رہزنِ راہِ یقیں — گشت ہفتاد و دو ملت اہلِ دیں[1]
یقین کے راستہ کو ڈاکو کے اِس خیال کی وجہ سے — دیندار بہتر[2] فرقے بن گئے

مردِ ایقاں رَست از وہم و خیال — موی ابرو را نمی گوید ہلال
صاحبِ یقین وہم اور خیال سے نجات پاتا ہے — وہ ابرو کے بال کو چاند نہیں کہتا ہے

واں کہ را نورِ عمر نبود سند — موے ابروئے کجے راہش زند
جس کا سہارا عمر کا نور نہ ہو — ابرو کا ٹیڑھا بال اُس کو بھٹکا دیتا ہے

صد ہزاراں کشتیِ با ہول و بیم — تختہ تختہ گشتہ در دریائے وہم
لاکھوں کشتیاں خوف اور ڈر سے — وہم کے دریا میں تختہ تختہ ہو گئی ہیں

کمتریں فرعون چستِ فیلسوف — ماہِ اُو در برجِ وہمی در خسوف
کم از کم فرعون، چالاک اور فلسفی — اُس کا چاند وہم کے برج میں گرہن میں ہے

کس نداند رو سبی زن[2] کیست آں — وانکہ داند نیستش بر خود گماں
کوئی نہیں جانتا وہ رنڈی عورت، کون ہے؟ — اور جو جانتا ہے اُس کو اپنے بارے میں گمان نہیں ہوتا

چوں ترا وہمِ تو دارد خیرہ سر — از چہ گردی گردِ وہمِ آں دِگر
جبکہ تیرا وہم، تجھے حیران بنا دیتا ہے — تو دوسرے کے وہم کے کیوں چکر کاٹتا ہے؟

عاجزم من از منیِ خویشتن — چہ نشینی پُر منی تو پیشِ من
میں اپنی خودی سے عاجز ہوں — تو خودی سے بھرا ہوا میرے سامنے کیوں بیٹھتا ہے؟

از من و ما ہر کہ[3] ایں در میزند — عاشقِ خویش ست بر لا می تند
جو خودی اور انانیت کیساتھ اِس دروازہ کو کھٹکھٹاتا ہے — وہ اپنا عاشق ہے، فنا کا چکر کاٹتا ہے

بے من و مائی ہمی جویم بجاں — تا شوم من گوئِ آں خوش صولجاں
میں (دل و) جان سے بیخود اور بے انانیت والے کو ڈھونڈتا ہوں — تاکہ میں اُس اچھے بلے کی گیند بن جاؤں

ہر کہ بے من شد ہمہ منہا خود اوست — یارِ جملہ شد چو خود را نیست دوست
جو بے خود ہو گیا، تمام خودیاں وہ خود ہے — وہ سب کا دوست بن گیا جبکہ اپنا دوست نہیں ہے

آئینہ بے نقش شد یابد بہا — زانکہ شد حاکیِ جملہ نقشہا
وہ بے نقش کا آئینہ بن گیا، قیمت پائے گا — کیونکہ وہ تمام نقشوں کا مظہر بن گیا

ہر کہ۔ جو شخص خودی فنا کر دے اب اُس میں اپنی خودی نہیں ہے اُس میں مخلوقِ خدا کی خودی ہے اور وہ جملہ خلق اللہ کا دوست ہے۔ آئینہ۔ جب انسان کے دل میں خود اپنا نقش نہیں ہے تو اُس دل کی قدر و قیمت ہے اُس میں دوسروں کی تصویریں نمایاں ہو سکتی ہیں۔

[1] ہفتاد و دو۔ امت کے بہتر فرقے اسی وہم کی بنیاد پر بن گئے حدیث شریف ہے کہ میری امت بہتر ۷۲ فرقوں میں بٹ جائیگی جن میں سے ایک نجات پائیگا اور وہ فرقہ ہوگا جو میری اور اصحاب کی سنت پر عمل کریگا بقیہ اکثر فرقے جہنمی ہونگے۔ مرد ایقاں۔ پہلے ایک قصہ گزرا ہے جس میں بیان کیا گیا تھا کہ ایک صاحب کی ابرو کا بال ٹیڑھا ہوا تھا اور وہ انکی آنکھ کے سامنے آگیا تھا وہ چاند دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے تو انھوں نے اس ابرو کے بال کو چاند سمجھ لیا اور کہنے لگے کہ چاند نظر آرہا ہے جس کی تصحیح حضرت عمر رض نے کی اور جب وہ ٹیڑھا ہوا بال ہٹا دیا گیا تو وہ چاند غائب ہو گیا۔ کمترین۔ دنیا کے اور واقعات سے قطع نظر فرعون ہی کو دیکھو اُسنے وہم کی بنیاد پر کیا دعویٰ کر دیا۔

[2] روسبی زن۔ یعنی وہ دیوث جسکی بیوی زانیہ ہے وہ بیوی کو زانیہ نہیں سمجھتا ہے اور اگر سمجھتا بھی ہے تو اپنے آپ کو دیوث نہیں سمجھتا یہ بھی سب وہم کی کارفرمائی ہے۔ چون ترا۔ انسان کیلئے اپنے وہم کا علاج بھی مشکل ہے تو دوسرے کے وہم کا کیا علاج کر سکتا ہے۔ عاجزم۔ جبکہ انسان خود خودی میں مبتلا ہو تو دوسرے کی خودی کا علاج نہیں کر سکتا۔

[3] از من۔ جو انسان خودی میں مبتلا ہے وہ تو خود اپنا عاشق ہے اُس کو مقامِ فنا حاصل نہیں ہو سکتا۔ بے من۔ ایسے شیخ کی تلاش کرنی ضروری ہے جو انانیت اور خودی کو فنا کر چکا ہو پھر اُس کی اطاعت ضروری ہے۔

حکایتِ شیخ محمد سَررزی غزنوی قدّس اللہ روحہ العزیز

شیخ محمد سررزی غزنوی کی حکایت خدا اُن کی معزز روح کو پاک کرے

زاہدے در غزنی از دانش مزی — بُد محمد نام و کنیت سَررزی
غزنی میں ایک زاہد عقل سے پروردہ — نام محمد اور کنیت سررزی تھی

بُود اِفطارش سَررز ہر شبے — ہفت سال اُو دائم اندر مطلبے
ہر شام کو اُن کا اِفطار انگور کی کونپل تھی — سات سال وہ ہمیشہ (حصولِ) مقصد میں تھے

بس عجائب دید از شاہِ وجود — لیک مقصودش جمالِ شاہ بُود
موجودات کے شاہ کے ہاتھوں نے بہت سے عجائب دیکھے — لیکن اُن کا مقصد شاہ کا جمال تھا

بر سرِ کُہ رفت آں از خویش سیر — گفت بنما یا فتادم من بزیر
وہ اپنے آپ سے بیزار ہو کر پہاڑ کی چوٹی پر گئے — عرض کیا دکھا دے، ورنہ میں نیچے کود وں گا

گفت نامد نوبتِ آں مکرمت — ور فرو اُفتی نمیری نکشمت
فرمایا اِس اعزاز کا موقع نہیں آیا ہے — اگر تم نیچے گرد گے، نہ مروگے نہ میں تمہیں ماروں گا

اُو فرو افگند خود را از وِداد — در میانِ عُمقِ آبے اُو فتاد
اُنہوں نے عشق میں اپنے آپ کو نیچے پھینک دیا — ایک پانی کی گہرائی میں جا پڑے

چوں نمُرد از نکس آنجاں سیر مرد — از فراقِ مرگ بر خود نوحہ کرد
جب اوندھا گرنے سے نہ مرے وہ جان سے بیزار آدمی — اپنی موت کے فراق پر رونے لگے

کایں حیات اُو را چو مرگے مینمود — کار پیشش باژگونہ گشتہ بُود
کیونکہ یہ زندگی اُن کو موت کی طرح نظر آتی تھی — معاملہ اُن کے لئے اُلٹا ہو گیا تھا

موت را از غیب می کرد اُو کدے — اِنّ فی موتی حیاتی میزدے
موت کی وہ غیب سے بھیک مانگتے تھے — "بیشک میری موت میں میری زندگی ہے" کا نعرہ لگاتے تھے

موت را چوں زندگی قابل شُدہ — با ہلاکِ جانِ خود یک دل شُدہ
موت کو زندگی کی طرح قبول کرنے والے بن گئے تھے — اپنی جان کی ہلاکت پر مطمئن ہو گئے تھے

سیف و خنجر چوں علیؓ ریحانِ اُو — نرگس و نسریں عدوِّ جانِ اُو
(حضرت) علیؓ کی طرح تلوار اور خنجر اُنکا ریحان تھا — نرگس اور نسرین اُن کے جان کے دشمن تھے

---

[1] حکایت۔ چونکہ پہلے ایسے شیخ کی ضرورت کا اظہار کیا تھا جس میں خودی اور انانیت نہ ہو اِس کے مناسب محمد سَررزی غزنوی رحؒ کا ذکر کیا ہے جو اِس صفت کے ساتھ موصوف تھے۔ سَررزی۔ سَررز انگور کی بیل کی کونپل چونکہ یہ روزہ اُسی سے اِفطار کرتے تھے اِسلئے اُن کا لقب سَررزی پڑ گیا تھا۔ غزنی۔ غزنی کا رہنے والا غزنی اور غزنین ہی شہر ہے جس میں سلطان محمود غزنوی پیدا ہوئے تھے۔ مطلبے۔ یعنی وصول الی اللہ۔ شاہِ وجود۔ اللہ تعالےٰ۔ جمال یعنی اُن کا مقصد عجائب دیکھنا نہ تھا بلکہ دیدارِ خداوندی تھا۔

[2] خویش سیر۔ یعنی اُن کا بغیر دیدارِ خداوندی کے زندگی سے دل بھر گیا تھا اور زندہ رہنا نہ چاہتے تھے۔ گفت۔ دیدارِ جمال کی درخواست پر اُن کو جواب ملا ابھی تمہیں وہ مقام حاصل نہیں ہے جس میں دیدار ہو سکے۔ ور۔ اگر تم پہاڑ سے گرا کر بھی اپنے آپ کو ہلاک کرنے کی کوشش کرو گے تو تمہیں مرنے نہ دیا جائے گا اور گرنے سے تمہارا بدن شکستہ نہ ہوگا۔ درمیان۔ وہ پہاڑ سے کود کر پانی میں جا گرے۔ نکس۔ اوندھا۔ از فراق۔ چونکہ اُن کا زندگی سے دل بھر چکا تھا اور اوندھا گرنے سے بھی نہ مرے تو رونے لگے

[3] کایں۔ لوگوں کو زندگی عزیز ہے اُن کے لئے اُلٹی بات ہو گئی اُن کو اپنی موت پیاری تھی۔ موت۔ وہ موت کی تمنا کرتے تھے اِسلئے کہ اُن کو یقین تھا کہ موت کے بعد دیدارِ جمال ہو جائے گا۔ یک دل شدہ۔ یعنی وہ مطمئن تھے۔ چوں علیؓ۔ پہلے مولانا بیان کر چکے ہیں کہ حضرت علیؓ کے لئے اسباب موت دنیا کی لذتوں سے زیادہ پیارے تھے۔

بانگ[۱] آمد روز صحرا سوئے شہر　　بانگِ طرفہ از ورائے سرّ و جہر

آواز آئی، جنگل سے شہر کی جانب جاؤ　　عجیب آواز، آہستہ اور زور کی آواز کے علاوہ

گفت اے دانائے رازم مو بمو　　چہ کنم در شہر از خدمت بگو

عرض کیا، اے میرے تمام رازوں کے جاننے والے!　　شہر میں کیا خدمت کروں؟ فرمایئے

گفت خدمت آنکہ بہرِ ذلّ نفس　　خویشتن سازی تو چوں عبّاسِ دبس

فرمایا خدمت یہ ہے کہ نفس کو ذلیل کرنے کیلئے　　تو اپنے آپ کو عباس دبس کی طرح بنا لے

مدّتے از اغنیا زر می ستاں　　پس بدرویشانِ مسکیں می رساں

ایک مدت تک، مالداروں سے روپے لے　　پھر مسکین درویشوں کو پہنچا

خدمتت اینست تا یکچند گاہ　　گفت[۲] سمعًا طاعۃً اے جاں پناہ

ایک وقت تک تیری یہی خدمت ہے　　عرض کیا، اے جان پناہ! میں نے سنا، قبول کیا

بس سوال و بس جواب و ماجرا　　بُد میانِ زاہد و ربّ الوریٰ

بہت سے سوال، بہت سے جواب اور قصہ　　زاہد اور مخلوق کے رب کے درمیان ہوا

کہ زمین و آسماں پُر نور شد　　در مقالات آں ہمہ مذکور شد

کہ زمین اور آسمان نور سے بھر گئے　　مقالات میں وہ سب مذکور ہیں

لیک کوتہ کردم آں گفتار را　　تا ننوشد ہر خسے اسرار را

لیکن میں نے وہ گفتگو مختصر کر دی　　تاکہ ہر کمینہ اسرار کو نہ سنے

آمدنِ شیخ بعد از چندیں سال از بیابان بشہر غزنین و زنبیل[۳] گردانیدن باشارتِ غیبی و تفرقہ کردن آنچہ جمع آمدہ بر فقرا

شیخ کا بہت سے سالوں کے بعد جنگل سے غزنی میں آنا اور غیبی اشارے سے جھولی گھمانا اور جو کچھ جمع ہوتا اُس کو فقراء میں تقسیم کر دینا

ہر کرا جاں زعزِّ لبّیک ست　　نامہ بر نامہ پیک بر پیک ست

جس شخص کی جان لبیک کی عزت سے (وابستہ) ہے　　(اُس کیلئے) خط پر خط اور قاصد پر قاصد ہے

---

[۱] بانگ۔ چونکہ خدا نے انکو اس مرتبہ پر پہنچانا تھا جس میں دیدار حال ہو تو غیبی آواز نے ان کو ہدایت کی کہ وہ شہر میں جائیں زنبیل گردانی کریں اور بھیک مانگیں۔ گفت۔ ان بزرگ نے سوال کیا کہ شہر میں جا کر کیا کروں تو جواب ملا اپنے آپ کو عباس دبس بنا لو۔... عباس دبس۔ یہ ایک بھکاری تھا جو طرح طرح کے حیلوں سے گداگری کرتا تھا کبھی مجمع کو رلا دیتا تھا کبھی ہنسا دیتا تھا اور مختلف طریقوں سے بھیک مانگتا تھا جامع الحکایات میں اس کے قصے مذکور ہیں بعض لوگوں نے اس گداگر کا نام عباس دوس لکھا ہے اور کبھی کہ یہ دوس قبیلہ کا تھا۔

[۲] گفت۔ ان بزرگ نے عرض کیا کہ اس حکم کو بجا لاؤں گا۔ کہ زمین۔ ان بزرگ اور اللہ تعالیٰ کی وہ باتیں ہوئیں جن سے آسمان اور زمین منور ہو گئے۔ مقالات یہ کتاب کا نام ہے جس میں شیخ محمد سرریزی کے قصے مذکور ہیں بعض لوگوں نے اس کو مولانا روم کی تصنیف قرار دیا ہے۔

[۳] زنبیل گردانیدن۔ مجھے قونیہ میں معلوم ہوا تھا کہ مولویہ فرقہ میں یہ ریاضت اب بھی باقی ہے ان کا شیخ کسی کو اپنے حلقہ میں جب داخل کرتا ہے تو مختلف ریاضتیں کراتا ہے اور اس میں یہ ریاضت بھی داخل ہے کہ اس مرید کو چالیس روز گداگری کرنی پڑتی ہے۔ تفرقہ۔ تقسیم۔ ہر کرا۔ یہ شعر الہی نامہ کا ہے۔

رُو[1] بشہر آورد آں فرماں پذیر
اُس حکم ماننے والے نے شہر کا رُخ کیا

شہرِ غزنیں گشت از رُویش مُنیر
غزنی شہر اُن کے چہرے سے منوّر ہو گیا

از فرح خلقے باستقبال رَفت
مخلوق خوشی سے استقبال کیلئے روانہ ہوئی

اُو دَر آمد از رہِ دُزدیدہ تَفت
وہ جلد چور راستہ سے اندر آ گئے

جُملہ اعیان و مِہاں برخاستند
سب بڑے اور سردار کھڑے ہو گئے

قصرہا از بہرِ اُو آراستند
اُن کی وجہ سے مکانات کو آراستہ کیا

گفت[2] من از خود نمائی نامدم
اُنھوں نے کہا میں خود نمائی کے لئے نہیں آیا ہوں

جُز بخواری و گدائی نامدم
ذلّت اور بھکاری پن کے سوا کے لئے نہیں آیا ہوں

نیستم دَر عزمِ قال و قیلِ مَن
میں بات چیت کے ارادہ میں نہیں ہوں

در بَدر گردم بکف زنبیلِ مَن
میں ہاتھ میں جھولی لے کر دربدر گھوموں گا

بَندہ فرمانم کہ اَمرست از خدا
میں حکم کا غلام ہوں، کیونکہ خدا کا حکم ہے

کہ گدا باشم گدا باشم گدا
میں بھکاری بنوں، میں بھکاری بنوں، بھکاری

دَر گدائی لفظ نادر ناورم
میں بھکاری پن میں نیا لفظ نہ لاؤں گا

جُز طریقِ خَس گدایاں نسپرم
کمینہ فقیروں کے سوا طریقہ نہ اختیار کروں گا

تا شوم غرقِ مَذلّت من تمام
تاکہ میں پوری طرح ذلّت میں ڈوب جاؤں

تا سَقطہا بشنوم از خاص و عام
تاکہ خاص و عام سے بُرا بھلا سُنوں

اَمرِ[3] حق جانست من آں را تبَع
خدا کا حکم جان ہے، میں اُس کے تابع ہوں

اُو طَمع فرمود و ذَلَّ مَن قَنَع
اُس نے لالچ کا حکم دیا اور جس نے قناعت کی ذلیل ہوا

چوں طَمع خواہد ز من سُلطانِ دیں
جبکہ دین کا شاہ مجھ سے طمع چاہتا ہے

خاک بَر فرقِ قناعت بعد ازیں
اس کے بعد قناعت کے سر پر دھول

اُو مَذلّت خواست کے عزّت تنم
اُس نے ذلّت چاہی میں کب عزّت کے دَرپے ہونگا!

اُو گدائی خواست کے میری کنم
اُس نے بھکاری پن چاہا، میں کب امیری کروں گا؟

بَعد ازیں گدیہ و مَذلّت جانِ مَن
اس کے بعد بھیک اور ذلّت میری جان ہے

بیست عبّاس اندر انبانِ من
میری جھولی میں بیس عبّاس ہیں

شیخ بر میگشت و زنبیلے بدست
شیخ گھومتے تھے اور جھولی ہاتھ میں

شَیْئًا لِلّٰہ خواجہ توفیقیت ہست
اے خواجہ ہو اگر، تجھے کچھ توفیق ہے تو کوئی چیز خدا کے لئے دے

---

[1] رُو بشہر۔ اس غیبی اشارے کے بعد محمود سرزمین غزنی میں پہنچے لوگوں نے انکے استقبال کے لئے شہر کو سجایا لیکن وہ بغیر اطلاع خفیہ راستہ سے شہر میں داخل ہو گئے اور اپنے لئے اس اعزاز کو پسند نہ کیا۔

[2] گفت۔ خفیہ طور پر غزنی میں پہنچنے کے بعد اُنھوں نے لوگوں سے کہا میں غزنی میں خود نمائی کے لئے نہیں آیا ہوں میں تو اپنے آپ کو ذلیل کرنے اور بھیک مانگنے کے لئے آیا ہوں۔ زنبیل۔ کاسۂ گدائی، کشکول، توگدائی۔ بھیک بھی عام فقیروں کی طرح مانگوں گا تاکہ اچھی طرح ذلیل ہوں اور لوگوں سے بُرا بھلا سُنوں۔

[3] اَمرِ حق۔ خدا جب لالچ اور طمع کا حکم دے تو پھر قناعت ذلّت ہے اور ذلّت میں عزّت ہے۔ اُو ذلّت جب خدا کسی سے ذلّت کا طالب ہو تو طالب خدا عزّت کو پسند نہیں کرتا ہے۔ بیست۔ یعنی میں فی الحال بیس عباس ہیں گنا بھکاری بنوں گا یعنی شیء للہ فقیروں کی صدا ہوتی ہے اگر توفیق ہے تو کچھ خدا کے لئے دو۔

برترؔ از کرسی و عرش اسرارِ اُو
ان کے باطنی احوال کرسی و عرش سے برتر تھے

شَیْئًا لله شَیْئًا لله کارِ اُو
"کچھ خدا کے لئے، کچھ خدا کیلئے" اُن کا کام تھا

انبیا ہر یک ہمیں فن میزنند
ہر ایک نبی اسی طرح نعرہ لگاتا ہے

خَلق مُفلس گدیۂ ایشاں میکنند
مخلوق مُفلس ہے، اُن سے بھیک مانگتے ہیں

اَقْرِضُوا اللهَ اَقْرِضُوا الله میزنند
اللہ کو قرض دو، اللہ کو قرض دو، کہتے ہیں

باژگوں بر اُنصُرُوا الله می تنند
اُلٹا "اللہ کی مدد کرو" پر عمل کرتے ہیں

در بدر ایں شیخ می آرد نیاز
یہ شیخ در بدر عاجزی کرتے ہیں

بر فلک صد در برائے شیخ باز
شیخ کیلئے آسمان پر سینکڑوں دروازے کھلے ہوئے ہیں

آںؔ گدائی کہ بجد میکرد اُو
وہ بھکاری پن جو وہ کوشش سے کر رہے تھے

بہرِ یزداں بُود نے بہرِ گلو
خدا کے لئے تھا نہ کہ حلق کے لئے

در بکردے نیز از بہرِ گلو
اگر وہ حلق کے لئے بھی کرتے

آں گلو از نورِ حق دارد غُلو
وہ حلق خدا کے لئے نور سے پُر تھا

در حقِ اُو خورد نان و شہد و شیر
اُن کیلئے روٹی اور شہد اور دودھ کی خوراک

بہ ز چِلّہ و ز سہ روزہ صد فقیر
سینکڑوں فقیروں کے چِلّہ اور سہ روزہ سے بہتر تھی

نور مینوشد مگو ناں می خورد
نور پی رہے ہیں، مت کہو روٹی کھا رہا ہے

لالہ میکارد بصورت می چرد
لالہ بو رہے ہیں بظاہر چَر رہے ہیں

چوںؔ شرارے کو خورد روغن ز شمع
جیسا کہ وہ آگ جو شمع کا روغن کھا رہی ہے

نور افزاید ز خوردش بہرِ جمع
اُس کے کھانے سے لوگوں کیلئے نور بڑھتا ہے

نان خورے را گفت حق لَا تُسْرِفُوا
اللہ (تعالیٰ) نے روٹی کھانیوالے کیلئے فرمایا اسراف نہ کر

نور خوردن را نگفت ست اِکْتَفُوا
نور کھانے کے لئے "بس کرو" نہیں فرمایا

ایں گلوئے اِبتلا بُد ویں گلو
یہ حلق آزمائش تھا اور یہ حلق

فارغ از اِسراف و اَیمِن از غُلو
اِسراف سے بے نیاز ہے اور غلو سے محفوظ ہے

اَمر و فرماں بُود نے حرص و طمع
حکم اور فرمان تھا نہ کہ لالچ اور طمع

آنچناں جان حرص را نبوَد تبع
ایسی جان حرص کے تابع نہیں ہوتی ہے

اور جس قدر چاہیں کھائیں۔ ایں گلو۔ عام انسان کا حلق اُس کے لئے ابتلا کا سبب ہے اُس شیخ کا کھانا پینا امر خداوندی ہے، حرص اور لالچ پر مبنی نہیں ہے۔

۵ا برتر۔ شیخ کا مقام عرش وکرسی سے بلند تھا لیکن انھوں نے بھکاری پن اختیار کرلیا۔ انبیاء۔ انبیاء کا بھی طریق کار یہی ہے کہ باوجود ہر قسم کے غنیٰ کے مُفلس مخلوق سے بھیک مانگتے ہیں۔ اقرضوا۔ انبیاء کہتے ہیں کہ خدا کو قرض دو اور اللہ کی مدد کرو حالانکہ مخلوق خود قرض اور مدد کی محتاج ہے۔ دربدر۔ شیخ دربدر مارے پھرتے تھے حالانکہ آسمان کے سینکڑوں دروازے اُن کے لئے کھلے ہوئے تھے۔

۵۲ آں گدائی۔ شیخ کا یہ بھکاری پن اپنے لئے نہ تھا خدا کے حکم کے مطابق تھا اور اگر وہ اپنے لئے بھی کرتے تو وہ اُس مقام پر پہنچ چکے تھے کہ اُن کا کھانا پینا اُن کے لئے نور بنتا تھا اور اُن کے لئے دنیا کی لذتیں دوسرے سالکوں کے مجاہدوں سے بہتر تھیں۔ سہ روزہ۔ تین دن کا صوم وصال۔ نور۔ ایسے بزرگ کھانا کھاتے ہیں تو وہ نور بن جاتا ہے۔

۵۳ چوں۔ بزرگ کے لئے دنیا کی لذتیں بھی دوسروں کے لئے باعثِ افادہ بنتی ہیں جس طرح آگ موم بتی کو کھاتی ہے تو دوسروں کو نور حاصل ہوتا ہے۔ نان خورے۔ جن کی غذائیں محض بدنی ہیں ان کے لئے قرآن کا حکم ہے كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا کھاؤ اور پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو لیکن جن کی غذا نور بنتی ہے اُن کو اِكْتَفُوا یعنی کفایت کرو کا حکم نہیں ہے وہ جو چاہیں

گر بگوید کیمیا مس را بدہ ۱ | تو مَن خود را ز طمع نبود فرہ

اگر کیمیا تانبے سے کہے کہ دے | تو اپنے آپ کو مجھے، (دے دے)، زیادتی اور لالچ نہ ہو

آں گدائی کہ بجدّ میکرد او | بود از آثار حکمتہائے ہو

وہ بھکاری پن جو وہ کوشش سے کر رہے تھے | وہ اللہ کی حکمتوں کا نتیجہ تھا

گنجہائے خاک تا ہفتم طبق | عرضہ کردہ بود پیش شیخ حق

زمین کے خزانے ساتویں طبقہ تک | اللہ (تعالیٰ) نے شیخ کے سامنے پیش کر دیے تھے

شیخ گفتا خالقا من عاشقم | ور بجویم غیر تو من فاسقم

شیخ نے کہا، اے خالق! میں تو عاشق ہوں | اگر میں تیرے غیر کی جستجو کروں تو میں فاسق ہوں

ہشت جنت گر در آرم در نظر | ور کنم خدمت من از خوف سقر

اگر میں آٹھوں جنتوں کو نظر میں لاؤں | اگر میں دوزخ کے ڈر سے عبادت کروں

مؤمنے باشم سلامت جوئے من | زانکہ ایں ہر دو بود حظ بدن

میں سلامتی کا طالب ہوں، ایک مومن بنوں گا | کیونکہ یہ دونوں چیزیں بدن کا حصہ ہیں

۲ عاشقے کز عشق یزداں خورد قوت | صد بدن پیشش نیرزد تره توت

وہ عاشق جس نے خدا کے عشق کی روزی کمالی | اس کے آگے سینکڑوں بدن شہتوت کے پتے کی قیمت نہیں رکھتے

ویں بدن کہ دارد آں شیخ فطن | چیز دیگر گشت کم خوانش بدن

وہ سمجھدار شیخ جو یہ بدن رکھتے ہیں | وہ دوسری چیز بن گیا اس کو بدن نہ کہہ

عاشق عشق خدا وانگاہ مزد | جبرئیل مؤتمن آنگاہ دزد

عشق خدا کا عاشق اور پھر مزدوری | امانتدار جبرئیلؑ اور پھر چور

۳ عاشق آں لیلی کور و کبود | ملک عالم پیش او یک تره بود

اندھی، نیلی، لیلیٰ کا عاشق | دنیا کی سلطنت اس کے سامنے ایک پتہ تھی

پیش او یکساں شدہ بُد خاک و زر | زر چہ باشد کہ نہ بُد جاں را خطر

اس کے لئے مٹی اور سونا یکساں ہو گیا تھا | سونا کیا ہوتا ہے، اس کو جان کا خطرہ نہ تھا

شیر و گرگ و دد از و واقف شدہ | ہمچو خویشاں گرد او گرد آمدہ

شیر اور بھیڑیا اور درندہ اس سے واقف ہو گیا تھا | اپنوں کی طرح اس کے چاروں طرف جمع ہو گئے تھے

سونے اور مٹی میں فرق نہ تھا، نہ اس کو جان کا خطرہ تھا۔ شیر۔ مجنوں جنگلوں میں پھرتا تھا اور اس کے چاروں طرف ہر قسم کے درندے ہوتے تھے۔

---

۱ گر بگوید۔ اگر کیمیا تانبے کو کہے کہ تو اس میں تانبے ہی کا فائدہ ہے۔ آں گدائی۔ شیخ جو بھیک مانگ رہے تھے اس میں خدائی حکمتیں پنہاں تھیں۔ گنجہای۔ خدا نے شیخ کے سامنے زمین کے سارے خزانے پیش کر دیئے تھے، لیکن شیخ نے عرض کر دیا تھا کہ اگر میں زر کا طالب بنوں تو عاشق نہیں بلکہ فاسق ہوں۔ ہشت۔ اگر کوئی جنت کے شوق یا دوزخ کے ڈر سے عبادت کرتا ہے تو وہ مومن تو ہے عاشق نہیں ہے کیونکہ دوزخ اور جنت کا تعلق بدن سے ہے۔

۲ عاشقے۔ جس عاشق نے خدا کے عشق کی روزی کھالی اس کے لئے بدن ہیچ ہو جاتا ہے اور جنت و دوزخ کا تعلق بدن سے ہے لہٰذا وہ نہ جنت کی تمنا کرتا ہے اور نہ اس سے دوزخ کا خوف عبادت کراتا ہے۔ ویں بدن۔ شیخ کا بدن، بدن تو تھا لیکن اس میں جسمانی صفات نہ تھے۔ عاشق۔ عشق مزدوری نہیں چاہتا ہے جنت اور دوزخ عبادت کی مزدوری ہے جس طرح جبرئیل امین سے چوری کا تصور نہیں ہو سکتا اسی طرح عاشق سے مزدوری کی خواہش کا تصور غلط ہے۔

۳ عاشق۔ عاشقِ خدا تو بڑی چیز ہے لیلیٰ کے عاشق کے لئے بھی دنیا کی سلطنت ہیچ تھی مجنوں کے نزدیک

کابن۱ شُدست از خوئے حیواں پاک پاک — پُر ز عشق و لحم و شحمش زہرناک

کہ یہ حیوان کی خصلت سے بہت پاک ہوگیا ہے — عشق اور زہریلے گوشت اور چربی سے پُر ہے

زہرِ دد باشد شکر ریزِ خرد — زانکہ نیکِ نیک باشد ضدِّ بد

عقل کا شکر کا بکھاور، درندہ کا زہر ہوتا ہے — کیونکہ اچھا نیک، بد کی ضد ہوتا ہے

لحمِ عاشق را نیارد خورد دَد — عشق معروفست پیشِ نیک و بد

درندہ، عاشق کا گوشت نہیں کھا سکتا — ہر نیک و بد کے لئے عشق پہچانی ہوئی چیز ہے

وَر خورد فی المثل دام و ددش — لحمِ عاشق زہر گردد بکشدش

بالفرض اگر اُس کو جانور اور درندہ کھالے — عاشق کا گوشت زہر بن جائے، اُسکو ہلاک کردے

ہر چہ جُز عشقِ ست شُد ماکولِ عشق — دو جہاں یکدانہ پیشِ نولِ عشق

جو عشق کے سوا ہے، وہ عشق کی غذا ہے — عشق کی چونچ کے لئے دونوں جہان ایک دانہ ہیں

دانۂ مر مُرغ را ہرگز خورد — کاہدان۲ مر اسپ را ہرگز چرد

دانہ مُرغ کو کبھی کھاتا ہے! — آخور کبھی گھوڑے کو کھاتا ہے!

بندگی کُن تا شوی عاشق لعل — بندگی کسب ست آید در عمل

عبادت کر، تاکہ تو شاید عاشق بن جائے — عبادت کسب ہے، عمل میں آجاتی ہے

بندہ آزادی طمع دارد ز جدّ — عاشق آزادی نخواہد تا ابد

بندہ قسمت سے آزادی کا لالچ رکھتا ہے — عاشق کبھی آزادی نہیں چاہتا

بندہ دائم خلعت و اِدرار جُوست — خلعتِ عاشق ہمہ دیدارِ اوست

بندہ ہمیشہ خلعت اور انعام کا جویاں ہے — عاشق کی سب خلعت اُس کا دیدار ہے

در۳ نگنجد عشق در گفت و شنید — عشق دریائیست قعرش ناپدید

عشق کہنے اور سُننے میں نہیں سماتا — عشق وہ دریا ہے جس کی گہرائی معلوم نہیں ہے

قطرہ ہائے بحر را نتواں شمرد — ہفت دریا پیشِ آں بحر ست خُرد

سمندر کے قطروں کو شمار نہیں کیا جا سکتا — اُس سمندر کے سامنے ساتوں دریا چھوٹے ہیں

ایں سخن پایاں ندارد اے فلاں — باز رَو در قصۂ شیخِ زماں

اے فلاں! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے — شیخِ زمانہ کے قصہ کی طرف واپس چل

در معنی لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاکَ

اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا کے معنی

۱ کابن. مجنوں میں حیوانی صفات ختم ہوگئی تھیں اور ملکوتیت پیدا ہوگئی تھی اُس کا گوشت و پوست عشق سے زہرناک ہوگیا تھا۔ زہر عشق عقل کے لئے شکر کا بکھاور ہے اور درندوں کے لئے زہر۔ شکر ریز۔ وہ شکر جو دلہن پر بکھاور کی جاتی تھی۔ لحم عاشق۔ عاشق کا گوشت عشق سے زہریلا ہوجاتا ہے اگر درندہ اُس کو کھالے تو مر جاتا ہے۔ ہر چہ۔ ہر چیز عشق کی خوراک ہے۔ دو جہان اُس کے لئے ایک دانہ ہے دانہ پرندہ کو نہیں کھاتا پرندہ دانہ کو کھاتا ہے۔

۲ کاہداں۔ گھوڑا آخور کی گھاس کھاتا ہے آخور گھوڑے کو نہیں کھاتا۔ بندگی۔ عبادت کسبی چیز ہے عمل میں آسکتی ہے عشق محض عطاءِ خداوندی ہے۔ بندہ۔ عبادت گذار آزادی چاہتا ہے، عاشق گرفتاری چاہتا ہے، عبادت گذار انعام کا خواہاں ہے عاشق صرف دیدار کا طالب ہے۔

۳ در نگنجد۔ عشق کی حقیقت ناقابلِ بیان ہے وہ دریائے ناپیدا کنار ہے۔ قطرہ۔ سمندر کے قطرے شمار کرنا ناممکن ہیں دریائے عشق تو وہ دریا ہے کہ اسکے بالمقابل دنیا کے ساتوں سمندر ایک چھوٹا سمندر ہیں تو اس کی باتیں کس طرح بیان ہوسکتی ہیں۔ شیخ زماں۔ شیخ محمد سرزی۔

شد چنیں[1] شیخے گدائے کو بکو — عشق آمد لا ابالی اِتّقوا

ایسے شیخ، گلی گلی کے بھکاری بن گئے — عشق، لا پرواہ ہے، بچو

عشق جوشد بحر را مانندِ دیگ — عشق ساید کوہ را مانندِ ریگ

عشق سمندر کو دیگ کی طرح کھولا دیتا ہے — عشق پہاڑ کو ریت کی طرح پیس دیتا ہے

عشق بشگافد فلک را صد شگاف — عشق لرزاند زمیں را از گزاف

عشق آسمان میں سو شگاف ڈال دیتا ہے — عشق زمین کو آسانی سے لرزا دیتا ہے

با محمدؐ[2] بود عشقِ پاک جفت — بہرِ عشق او را خدا لولاک گفت

پاک عشق، محمدؐ کا ساتھی تھا — عشق کی وجہ سے خدا نے آپ کے بارے میں لولاک فرمایا

منتہی در عشق چوں او بود فرد — پس مر او را ز انبیا تخصیص کرد

عشق میں چونکہ وہ منتہی اور یکتا تھے — تو انبیاء میں سے ان کو مخصوص کر لیا

گر نبودے بہرِ عشقِ پاک را — کے وجودے دادمے افلاک را

اگر آپ پاک عشق کے لئے نہ ہوتے — تو میں آسمانوں کو وجود کب عطا کرتا!

من بداں افراشتم چرخِ سنی — تا علوِ عشق را فہمی کنی

میں نے اونچے آسمان کو اسی لئے بلند کیا — تاکہ آپ عشق کی بلندیوں کو سمجھ لیں

منفعتہائی[3] دگر آید ز چرخ — آں چو بیضہ تابع آید ایں چو فرخ

آسمان کے دوسرے فوائد (بھی) ہیں — (وہ انڈے کی طرح تابع ہیں) یہ مرغی کے بچے کی طرح ہر

خاک[4] را من خوار کردم یکسری — تا ز ذلِ عاشقاں بوئی بری

میں نے مٹی کو بالکل مٹی بنایا — تاکہ آپ عاشقوں کی ذلت کا پتہ لگائیں

خاک را دادیم سبزی و نوی — تا ز تبدیلِ فقیر آگہ شوی

مٹی کو ہم نے تازگی اور سبزی بخشی — تاکہ آپ فقیر کی تبدیلی سے آگاہ ہو جائیں!

با تو گویند ایں جبالِ راسیات — وصفِ حالِ عاشقاں اندر ثبات

یہ جمے ہوئے پہاڑ آپ کو بتاتے ہیں — عاشقوں کی حالت جماؤ میں

گرچہ آں معنیست و ایں نقش اے پسر — تا بفہمِ تو کند نزدیک تر

اے بیٹا! اگرچہ وہ معنی ہیں اور یہ صورت ہے — تاکہ (یہ تشبیہ) تیری سمجھ کے زیادہ قریب کر دے

[1] شد چنیں۔ اس قدر بزرگ شیخ اور عشق اس سے گداگری کرا رہا ہے عشق لاابالی جو چاہے کراتا ہے اس سے ڈرتے رہو۔ عشق کے کارنامے یہ ہیں کہ وہ سمندر کو دیگ کی طرح ابال دیتا ہے پہاڑ کو ریت کی طرح پیس دیتا ہے عشق آسمان میں شگاف کر دیتا ہے زمین کو لرزا دیتا ہے۔

[2] با محمدؐ۔ عشق کی عظمت یہ بھی ہے کہ وہ آنحضورؐ کو لگا تو خدا نے انکے بارے میں فرمایا کہ اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو نہ پیدا کرتا۔ منتہی۔ اور انبیاء میں بھی عشق تھا لیکن آنحضورؐ میں بدرجۂ اتم تھا۔ من بداں۔ آسمان کی بلندی عشق کی بلندی سمجھانے کے لئے ہے۔

[3] منفعتہای۔ آسمان کی بلندی میں اصل منفعت یہی ہے منفعتوں کی مثال انڈے کی اور اس منفعت کی مثال چوزے کی سی ہے، جو اصل ہے۔

[4] خاک۔ زمین اور مٹی پیدا کرنے کی منفعت یہ ہے کہ عاشقوں کی ذلت کو اس سے سمجھ لو۔ خاک زمین خشک ہوتی ہے پھر اس میں سبزہ زار اگ جاتا ہے اس سے عاشقوں کی تبدیلی کو سمجھ لو۔ با تو۔ یہ پہاڑوں کا جماؤ عاشقوں کا جماؤ سمجھانے کے لئے ہے۔ گرچہ۔ عشق ایک معنوی چیز ہے اور اس کی صفات کی ان چیزوں سے تشبیہ محض سمجھانے کے لئے ہے۔

غصّہ[1] را با خار تشبیہے کُنند — آں نباشد لیک تنبیہے کُنند
غصّہ کو کانٹے سے تشبیہ دیتے ہیں — وہ وہ نہیں ہوتا لیکن تنبیہ کرتے ہیں

آں دلِ قاسی کہ سنگیں خوانند — نامناسب بُد مثالے رانند
وہ سخت دل جس کو پتھر کا کہتے ہیں — مناسب نہیں ہے، ایک مثال دیتے ہیں

در تصوّر در نیاید عینِ آں — عیب بر تصویر بر نہ نفیش مداں
اگر وہ بعینہٖ تصوّر میں نہ آئے — اس مثال پر عیب لگا اُس کا انکار نہ کر

رفتنِ[2] شیخ در خانۂ امیرے بہرِ گدیہ روزے چہار بار زنبیل
شیخ کا ایک امیر کے گھر پر غیبی اشارے سے چار مرتبہ مع زنبیل کے بھیک

باشارتِ غیب و عتاب کردنِ امیر اُو را بداں وقاحت
مانگنے جانا اور امیر کا اُن پر اِس بے شرمی کے لئے ناراض ہونا اور

و عذر گفتنِ اُو امیر را
اُن کا امیر سے معذرت کرنا

شیخ روزے چار کرّت چوں فقیر — بہرِ گدیہ رفت در قصرِ امیر
شیخ ایک دن میں فقیر کی طرح چار مرتبہ — بھیک کے لئے امیر کے محل میں گئے

در کفش زنبیل و شیٔ للہ زناں — خالقِ جاں می بجوید تائے ناں
انکے ہاتھ میں زنبیل اور کچھ اللہ کیلئے، کا نعرہ لگاتے ہوئے — جان کا پیدا کرنے والا، ایک روٹی مانگتا ہے

نعلہائے[3] باژگونہ است اے پسر — عقلِ کُلی را کُند ہم خیرہ سَر
اے بیٹا! اُلٹی نعل بندیاں ہیں — جو کلی عقل کو بھی حیران کر دیتی ہیں

چوں امیرش دید گفتش اے وقیح — گو میت چیزے مَنہ نامم شحیح
جب امیر نے اُنکو دیکھا اُسنے کہا، اے بے شرم — میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں میرا نام بخیل نہ رکھ

اے خسِ بے شرم چندیں جست و جوئے — تا کے و تا چند بار رزقِ دو توئے
اے کمینہ بے شرم! اتنی بھاگ دوڑ — کب تک اور کتنی دو گنے رزق کے لئے؟

ایں چہ سغری و چہ رُو ایست و چہ کار — کہ بروزے اندر آئی چار بار
یہ کیا ڈھٹائی اور کیا مُنہ اور کیا کام ہے؟ — کہ تو ایک دن میں چار بار آتا ہے

کیست اینجا شیخ اندر بندِ تو — مَن ندیدم نرگدا مانندِ تو
بڑے! یہاں تیری قید میں کون ہے؟ — میں نے تجھ جیسا بُرا فقیر نہیں دیکھا

---

[1] غصّہ۔ انسان کا غصّہ ایک معنوی چیز ہے لیکن اِس کو کانٹے سے تشبیہ دی جاتی ہے دلِ قاسی۔ سخت دل کو پتھر سے تشبیہ دی جاتی ہے، اگر مُشبّہ بہ سے مُشبّہ پورا سمجھ میں نہ آئے تو یہ تشبیہ کا نقصان ہے اس سے مُشبّہ کا انکار نہ کرنا چاہیئے

[2] رفتن۔ شیخ اشارۂ غیبی سے ایک امیر کے گھر پر ایک دن میں چار مرتبہ بھیک مانگنے گئے جس پر اِس امیر نے اُن کو بُرا بھلا کہا۔ کرّت۔ مرتبہ۔ تعرّض۔ عمل۔ در کفش۔ اُن کے ہاتھ میں زنبیل تھی اور وہ شیئاً للہ کی صدا لگا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالےٰ ایک مدد روٹی مانگتا ہے۔

[3] نعلہای۔ یہ عجب اُلٹے معاملے ہیں خدا خود غنی اور شیخ مستغنی اور مخلوق محتاج لیکن اللہ کا حکم ہوا کہ شیخ ان محتاجوں سے روٹی مانگیں۔ وقیح سب بے شرم۔ شحیح۔ امیر نے کہا کہ مجھے بخیل نہ کہنا مجبوراً مجھے یہ باتیں کہنی پڑ رہی ہیں۔۔۔ خس۔ خس۔ اِس امیر نے شیخ کو کہا کمینے روٹی کیلئے بار بار اِس قدر تنگ و دو کیوں ہے۔۔۔ سغری۔ سخت رُوئی، بے حیائی بندِ تو یہاں کوئی تیرا قیدی اور غلام ہے جو بار بار تیری خدمت کرے۔ نرگدا۔ بڑا بھکاری۔

حُرمت وآبِ گدایاں بُردۂ ... ایں چہ عباسیِ[1] زشت آوردۂ

تُونے فقیروں کی عزّت اور آبرو برباد کردی ... یہ کیا بُری عباسیت تو نے اختیار کی

غاشیہ بردوشِ توعباس دَبس ... ہیچ مُلحِد را مَبادا ایں نفسِ نحس

عباس دَبس تو تیرا غلام ہے ... یہ منحوس نفس کسی بے دین کا نہ ہو

گفت امیرا بندہ فرمانم خموش ... زآتشم آگہ نۂ چندیں مجوش

اُنھوں نے کہا اے امیر! میں حکم کا غلام ہوں تُو چُپ رہ ... تو میری آگ سے آگاہ نہیں ہے اِسقدر جوش میں نہ آ

بہرِ ناں در خویش حرص ار دیدمے ... اشکمِ نانخوارہ را بدریدمے

اگر میں اپنے اندر روٹی کی حرص دیکھتا ... روٹی کھانے والے پیٹ کو پھاڑ ڈالتا

ہفت سال از سوزِ عشقِ جسم پز ... در بیاباں خوردہ اَم من برگِ رز

جسم کو پکا دینے والی عشق کی گرمی سے سات سال ... میں نے جنگل میں انگور کے پتّے کھائے ہیں

تا ز برگِ[2] خشک و تازہ خوردنم ... سبز گشتہ بُود ایں رنگِ تنم

یہاں تک کہ خشک اور تر پتّے کھانے سے ... میرے جسم کا یہ رنگ سبز ہوگیا

تا تو باشی در حجابِ بُوالبشر ... سَرسَری در عاشقاں کمتر نگر

جب تک تو آدمیت کے پردے میں ہے ... عاشقوں کو سرسری نظر سے نہ دیکھ

زیرکاں کہ مو بہ مو بشگافتند ... علمِ ہیئت را بجاں دریافتند

ذہین لوگ جنھوں نے موشگافیاں کی ہیں ... اُنھوں نے علم ہیئت کو (دل و) جان سے دریافت کرلیا

علمِ نیرنجات[3] و سحر و فلسفہ ... گرچہ نشناسند حق المعرفہ

شعبدوں اور جادو اور فلسفہ کا علم ... اگرچہ پورے طور پر وہ نہ جان سکے

لیک کوشیدند تا امکانِ خود ... بر گذشتند از ہمہ اقرانِ خود

لیکن اپنے مقدور بھر اُنھوں نے کوشش کی ... اپنے تمام ساتھیوں سے آگے بڑھ گئے

عشق غیرت کرد و زایشاں در کشید ... شد چنیں خورشید زایشاں ناپدید

عشق نے غیرت کی اور اُن سے جُدا رہا ... ایسا سورج اُن سے پوشیدہ ہوگیا

نورِ چشمے کہ بروز استارہ دید ... آفتابے چوں از و رُو در کشید

آنکھ کی وہ روشنی جس نے دن میں ستارہ دیکھ لیا ... ایسا سورج اُس سے کیوں چُھپ گیا!

زیں گذر کن پندِ من بپذیر ہیں ... عاشقاں را تو بچشمِ عشق بیں

اِس کو چھوڑ، ہاں میری نصیحت مان لے ... تو عاشقوں کو عشق کی نظر سے دیکھ

---

[1] عباسی۔ عباس دبس مشہور بھکاری تھے اسلئے عباسی کے معنی بھکاری پن ہوگئے۔ غاشیہ گھوڑے کی زین کا نمدہ غاشیہ بردوش یعنی خادم تجھ۔ بدینی گفت۔ شیخ نے فرمایا میں بیشک اللہ کے حکم سے مانگتا ہوں میرے دل میں عشق کی آگ لگی ہے۔ بہرِ ناں۔ اگر میں اپنے اندر روٹی کی حرص دیکھوں تو اپنا پیٹ پھاڑ دوں ہفت۔ میں نے سات سال تک جنگل میں انگور کے پتّوں پر گزارہ کیا ہے۔

[2] تا زبرگ۔ یعنی سبز پتّے کھانے سے بدن کا رنگ سبز ہوگیا یا بدن میں خوشحالی ہوگئی۔ ابُوالبشر۔ حضرت آدمؑ یہاں مطلقاً انسان مراد ہے۔ زیرکاں۔ ذہین لوگ جو بال کی کھال نکالتے ہیں اُنھوں نے بہت دنیوی علم حاصل کئے لیکن اُنکو عشق کا علم حاصل نہ ہوسکا۔

[3] نیرنجات۔ شعبدے۔ اقران۔ ساتھی۔ عشق۔ عشق کی غیرت کا تقاضہ ہوا اور ان کی آنکھوں سے پوشیدہ رہا۔ تو حیرت یہ ہے کہ یہ لوگ بڑے ہی باریک بیں تھے لیکن اُنکو عشق نظر نہ آیا۔ زیں۔ یعنی وہ مست۔

وقتِ نازک گشتہ و جاں در صعد
وقت نازک ہوگیا اور جان اضطرار میں ہے

با تو نتواں گفت ایں دم عذرِ خود
اس وقت تجھ سے اپنا عذر نہیں بیان کیا جاسکتا

فہم کن موقوفِ آں گفتن مباش
سمجھ لے، بکنے پر موقوف نہ رہ

سینہائے عاشقاں را کم خراش
عاشقوں کے سینے کو زخمی نہ کر

نے گمانے بردہ تو زیں نشاط
نہیں، تونے عیش و عشرت میں بدگمانی کی ہے

حزم را مگذار و میکن احتیاط
بختہ کاری کو نہ چھوڑ اور احتیاط کر

واجب ست و جائزست و مستحیل
فرض ہے اور جائز ہے اور حرام ہے

ایں وسط را گیر در حزم اے دخیل
اے دوست! احتیاط میں تو اس درمیانہ کو اختیار کرلے

گریاں شدنِ امیر از نصیحتِ شیخ و عکسِ صدقِ او و ایثار کردنِ مخزن بعد ازاں جرأت و گستاخی و استعصامِ شیخ و قبول ناکردنِ شیخ و گفتن کہ من بے اشارت نیارم تصرف کردن کہ بے امرِ غیب نتانم

شیخ کی نصیحت اور اُن کی سچائی کے پرتو سے امیر کا رو پڑنا اور جرأت اور گستاخی کے بعد خزانہ پیش کردینا اور شیخ کا بچنا اور شیخ کا قبول نہ کرنا اور فرمانا کہ میں بغیر اشارے خرچ نہیں کرسکتا ہوں کیونکہ میں بغیر غیبی حکم کے نہیں لے سکتا ہوں

ایں بگفت و گریہ در شد ہائے ہائے
یہ فرمایا، اور ہائے ہائے کرکے رونے لگے

اشک غلطاں بر رخ او جائے جائے
جگہ جگہ اُن کے چہرے پر آنسو بہہ رہے تھے

صدقِ او ہم بر ضمیرِ میر زد
اُن کی سچائی نے امیر کے دل پر بھی اثر کیا

عشق ہر دم طرفہ دیگے میپزد
عشق ہر وقت ایک عجیب دیگ پکاتا ہے

صدقِ عاشق بر جمادے می تند
عاشق کی سچائی، پتھر پر اثر کرتی ہے

چہ عجب گر بر دلِ دانا زند
کیا تعجب ہے اگر عقلمند کے دل پر اثر کرے

صدقِ موسیٰ بر عصا و کوہ زد
(حضرت) موسیٰ کی سچائی نے لاٹھی اور پہاڑ پر اثر کیا

بلکہ بر دریائے پُر اشکوہ زد
بلکہ ہیبتناک دریا پر اثر کیا

صدقِ احمدؐ بر جمالِ ماہ زد
(حضرت) احمدؐ کی سچائی نے چاند کے حُسن کو متاثر کیا

بلکہ بر خورشید رخشاں راہ زد
بلکہ روشن سورج کا راستہ روک دیا

۱؎ وقت نازک۔ شیخ نے امیر سے کہا میں اپنے عشق کی پوری کیفیت بیان نہیں کرسکتا۔ فہم کن۔ سمجھ لے یہ بھکاری پن مجھ سے عشق کرالا ہے نہ کہ لالچ۔ تو نے اپنی عیش و عشرت کی زندگی کی وجہ سے مجھ پر بدگمانی کی ہے تجھے اس میں احتیاط برتنی چاہیئے۔

۲؎ واجب۔ حزم احتیاط کے مختلف مرتبے ہیں ایک فرض ہے مثلاً اگر کوئی فاسق اور کاذب خبر دے تو احتیاط فرض ہے اگر کوئی نیک آدمی خبر دے تو احتیاط جائز ہے، اگر خدا اور رسول کوئی خبر دے تو اس میں احتیاط برتنا حرام ہے۔ مستحیل: ناممکن یعنی حرام۔ دخیل یعنی دوست۔ مخزن: خزانہ۔ تصرف۔ خرچ کرنا۔

۳؎ ایں بگفت۔ شیخ نے امیر کو نصیحت کی اور پھر زار زار رونے لگے۔ صدق او۔ اُن کی سچائی نے امیر پر اثر کیا۔ صدقِ عاشق۔ عاشق کی سچائی غیر جاندار کو بھی متاثر کردیتی ہے امیر تو پھر جاندار تھا۔ صدقِ موسیٰ۔ حضرت موسیٰ کی سچائی نے لاٹھی اور پہاڑ کو متاثر کردیا لاٹھی اژدھا بنی کوہ طور میں زلزلہ آگیا۔ بلکہ بحر دریا نیل نے راستہ دے دیا۔ صدقِ احمدؐ۔ حضورؐ کی سچائی سے شق القمر ہوا اور سورج واپس ہوگیا۔

رُو برُو آورده هر دو در نفیر — گشته گریاں هم امیر و هم فقیر

آمنے سامنے دونوں رونے (اور) فریاد کرنے لگے — امیر اور فقیر بھی رو پڑا

ساعتے بسیار چوں بگریستند — گفت میر او را که خیز اے ارجمند

جب بہت دیر تک روئے — امیر نے اُن سے کہا، اے اقبالمند! اٹھو

هر چه خواهی از خزانه برگزیں — گرچه استحقاق داری صد چنیں

جو چاہو خزانے سے لے لو — اگرچہ ایسے سو گنے کے مستحق ہو

خانه آنِ تست هر چت میل هست — برگزیں خود هر دو عالم اندکست

آپ کا گھر ہے، جو آپ کی خواہش ہے — خود پسند کر لیجئے، دونوں جہان تھوڑے ہیں

گفت دستوری ندادندم چنیں — که بدستِ خویش چیزے برگزیں

فرمایا، اُنھوں نے ایسی اجازت نہیں دی ہے — کہ اپنے ہاتھ سے کوئی چیز لے لینا

من ز خود نتوانم ایں کردن فضول — که کنم من ایں دخیلانه دخول

میں یہ بیہودہ بات اپنی جانب سے نہیں کر سکتا — کہ میں دوستانہ دخل دوں

ایں[2] بهانه کرد و مهره در ربود — مانع آں بد کاں عطا صادق نبود

یہ بہانہ کیا اور وہ بازی جیت گئے — مانع یہ تھا کہ وہ بخشش پُرخلوص نہ تھی

گرچه صادق بود بے غل بود و خشم — لیک شیخ را هر صدق می نابد بچشم

اگرچہ وہ سچا، بے کھوٹ اور بغیر غصہ کے تھا — (لیکن) ہر سچ شیخ کی نظر میں نہیں آتا

گفت فرمانم چنیں داد ست آله — که گدایانه برو نانے بخواه

فرمایا، مجھے خدا نے یہی حکم دیا ہے — کہ فقیرانہ جا، روٹی مانگ

ما گدایانه ازاں درخواستیم — ورنه از اموال بے پروا ستیم

ہم نے اسی وجہ سے فقیروں کی طرح درخواست کی — ورنہ ہم مالوں سے بے پروا ہیں

اشارت آمدن از غیب بشیخ که ایں دو سال بفرمانِ

شیخ کو غیب سے اشارہ ہونا کہ ہمارے حکم کے مطابق اِن دو سال میں تم

ما بستدی و بدادی[3] بعد ازیں بده و مستاں دست در

نے لیا اور دیا اس کے بعد دو اور لو نہیں بوریئے کے نیچے ہاتھ

زیرِ حصیر میکن که آنرا چوں انبانِ ابو هریره رضی الله عنه

ڈالو کیونکہ ہم نے اس کو تمہارے لئے (حضرت) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے

---

[1] رُو برُو۔ اب شیخ بھی رو رہے تھے اور امیر بھی رو رہا تھا سامنے۔ جب بہت دیر تک دونوں رو چکے تو امیر نے شیخ سے کہا کہ اگرچہ آپ میرے خزانہ سے بھی سو گنے کے مستحق ہیں لیکن بہر حال میرا خزانہ حاضر ہے انہیں سے جو چاہیں لے لیں۔ خانہ۔ امیر نے کہا میرے گھر کو اپنا گھر سمجھیں جو چاہے لیں آپ کیلئے تو دونوں جہان حقیر ہیں۔ گفت۔ شیخ نے فرمایا مجھے خدا کا یہ حکم نہیں ہے کہ میں اپنے ہاتھ سے خود لوں۔ دخیلانہ۔ دوستانہ۔

[2] ایں بہانہ۔ شیخ نے یہ بہانہ کیا شیخ کو دراصل لینا ہی منظور نہ تھا اسلئے کہ اب امیر کی عطا اللہ کے لئے نہ تھی بلکہ شیخ کی عظمت کی وجہ سے شیخ کیلئے تھی۔ مہرہ در ربود۔ یعنی وہ شطرنج کی چال چلے جس سے مخالف مات کھا جائے۔ گرچہ۔ امیر اگرچہ اپنے قول میں سچا تھا لیکن شیخ نے اُس سچائی کو پسند نہ کیا اسلئے کہ اُسمیں غیر اللہ کی بو تھی۔ ما گدایانہ۔ شیخ نے کہا ہم تو خدائی حکم سے صرف بھیک مانگتے ہیں ورنہ ہم مالوں سے بے نیاز ہیں

[3] و بدادی۔ دو سال بھیک منگوانے کے بعد شیخ کو حکم ہوا کہ اب تک تو تم نے لیا اور فقیروں کو دیا اب بغیر مانگے فقیروں کو دو بوریے کے نیچے ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرو اور بانٹ دیا کرو۔ انبان۔ تھیلا۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضورؐ نے حضرت ابو ہریرہ کو چھوہاروں کا ایک تھیلا عنایت فرما دیا تھا وہ اُنہیں سے بے حساب کھاتے اور خرچ کرتے رہتے تھے وہ تھیلا اُنکے حضرت

کردیم درحقِ تو ہر چہ خواہی بیابی تا یقین شود عالمیاں راکہ
تھیلے کی طرح کردیا ہے، تم جو چاہو گے لے لوگے تاکہ دنیا والوں کو یقین آجائے کہ ہیں

ورائے ایں عالم عالمے[1] ست کہ خاک بکف گیری زر شود و
عالم کے علاوہ کوئی عالم ہے جس میں تم مٹی ہاتھ میں لو تو سونا ہو جائے اور

مُردہ درو آید زندہ شود و نحسِ اکبر درُو آید سعدِ اکبر شود و کفر
مُردہ اُس میں آجائے تو زندہ ہو جائے نحسِ اکبر اُس میں آئے تو سعدِ اکبر بن جائے کفر

درُو آید ایمان شود و زہر درُو آید تریاق شود نہ داخلِ ایں
اُس میں آئے تو ایمان بن جائے زہر اُس میں آئے تو تریاق بن جائے وہ نہ اِس عالم میں

عالم است نہ خارجِ ایں عالم نہ فوق نہ تحت نہ متّصل
داخل ہے نہ اِس عالم سے خارج نہ اوپر نہ نیچے نہ ملا ہوا نہ جُدا

نہ منفصل بیچوں و بیچگونہ — ہر دم ازو ہزار اثر و نمونہ
بے مثال اور بے کیف ہے ہر وقت اُس سے ہزاروں اثر اور نمونے

ظاہر میشود چنانکہ صنعتِ دست با صورتِ دست و غمزۂ
ظاہر ہوتے رہتے ہیں جیسی کہ ہاتھ کی دستکاری، ہاتھ کی صورت کے ساتھ اور آنکھ

چشم با صورتِ چشم و فصاحتِ زبان با صورتِ زبان نہ
کی ادا، آنکھ کی صورت کے ساتھ اور زبان کی فصاحت، زبان کی صورت کے ساتھ نہ

داخل ست نہ خارج نہ متّصل و نہ منفصل والعاقل تکفیہ الاشارۃ
داخل ہے نہ خارج ہے نہ متّصل ہے نہ جدا ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

تا دو[2] سال ایں کار کرد آں مردِ کار
اُن کارگزار نے دو سال تک یہ کام کیا

بعد ازاں امر آمدش از کردگار
اُس کے بعد اُن کو خدا کا حکم پہنچا

بعد ازیں می دہ ولے از کس مخواہ
اِس کے بعد دے، لیکن کسی سے نہ مانگ

ما بدادیمت ز غیب ایں دستگاہ
ہم نے تجھے غیب سے یہ قدرت دیدی ہے

ہر[3] کہ خواہد از تو از یک تا ہزار
جو تجھ سے ایک سے ہزار تک مانگے

دست در زیرِ حصیرے کُن بر آر
بوریئے کے نیچے ہاتھ ڈال، نکال لے

ہیں ز گنجِ رحمتِ بے مر بدہ
رحمت کے بے حساب خزانہ سے دے

در کفِ تو خاک گردد زر بدہ
تیرے ہاتھ میں مٹی سونا بن جائیگی، دے

---

[1] عالمے ست۔ عالمِ اسباب کے علاوہ ایک دوسرا عالم ہے جہاں اشیاء کا وجود بغیر کسی سببِ مادی کے ہو جاتا ہے اور اس کا ظہور اِس عالم میں ہو جاتا ہے معجزوں کا تعلق اُسی عالم سے ہے اور اِس عالم میں بھی اس کا ظہور ہو جاتا ہے۔ نحسِ اکبر۔ زحل ستارہ، اِس کے اثرات منحوس مانے گئے ہیں۔ سعدِ اکبر۔ مشتری ستارہ، اِس کے اثرات اچھے مانے گئے ہیں۔

[2] تا دو سال۔ دو سال تک شیخ محمد سررزی کا یہ طریقہ کار رہا کہ وہ بھیک مانگتے تھے اور اُس کو غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتے تھے بلکہ زیں۔ دو سال بعد اُن کو حکم ہوا کہ اب تم لوگوں سے نہ مانگو ہم تمہیں خود دیں گے تم ضرورتمندوں میں وہ تقسیم کر دیا کرو۔

[3] ہر کہ۔ اللہ تعالٰے نے شیخ سے فرمایا کہ تم اپنے بوریے کے نیچے سے جو چاہو اور جس قدر چاہو نکال کر تقسیم کر دیا کرو۔ در کفِ تو۔ تم مٹی ہاتھ میں لوگے تو سونا بن جائیگی۔

هر چه خواهندت بده مندیش ازاں
جو تجھ سے مانگیں دے، اُس کی فکر نہ کر

دادِ یزداں را تو بیش از بیش داں
تو خدا کی عطا کو بیش از بیش سمجھ

در عطائے ما نہ تخسیر[۱] و نہ کم
ہماری عطا میں نہ ٹوٹا ہے اور نہ کمی

نے پشیمانی نہ حسرت زیں کرم
اس عطا میں نہ شرمندگی ہے، نہ حسرت

دستِ زیرِ بوریا کُن اے سند
اے معتمد! بوریے کے نیچے ہاتھ کر

از برائے رُوئے پوشِ چشمِ بد
بُری نظر سے پردے کے لئے

پس ز زیرِ بوریا پُر کُن تو مُشت
پھر تو بوریے کے نیچے سے مٹھی بھر لے

دہ بدستِ سائلِ بشکستہ پُشت
کمر ٹوٹے ہوئے، مانگنے والے کے ہاتھ میں دیدے

بعد ازیں از اجرِ ناممنون بدہ
اس کے بعد ختم نہ ہونے والا اجر دے

ہر کہ خواہد گوہرِ مکنوں بدہ
جو چاہے اُس کو اچھوتا موتی دے

رَو، یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ تو باش
جا تو اِن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ بن

ہمچو دستِ حق گزافہ رزق پاش
اللہ کے ہاتھ کی طرح مفت رزق بانٹ

وامِ[۲] داراں را ز عہدہ وا رہاں
قرض داروں کو ذمہ داری سے چھڑا

ہمچو باراں سبز کُن فرشِ جہاں
دنیا کی زمین کو بارش کی طرح سبز کر دے

بُود یک سالِ دگر کارش ہمیں
ایک سال اور اُن کا یہی کام رہا

کہ بدادے زر ز کیسہ ربِّ دیں
دین کے رب کی تھیلی میں سے سونا بانٹتے

زر شدے خاکِ سیہ اندر کفش
کالی مٹی ان کے ہاتھ میں سونا بن جاتی

حاتم طائی گدائے در صفش
حاتم طائی اُنکے (بھیک مانگنے والوں کی) صف میں تھا

دانستنِ[۳] شیخ ضمیرِ سائل را بے گفتن و دانستن قدرِ وام وامداراں
بغیر کہے شیخ کا سائل کے دل کی بات جان لینا اور اُنکے کہے بغیر قرض خواہوں اور قرض کی مقدار

بے گفتنِ ایشاں و گفتن کہ نشان ایں باشد کہ اُخْرُجْ
کو جان لینا اور کہنا کہ علامت یہ ہوتی ہے۔ کہ میری مخلوق کی جانب میری

بِصِفَاتِیْ اِلٰی خَلْقِیْ فَمَنْ رَاٰكَ فَقَدْ رَاٰنِیْ
صفات کے ساتھ نکل جس نے تجھے دیکھا اُس نے مجھے دیکھا

حاجتِ خود گر نگفتے آں فقیر
اگر فقیر اپنی ضرورت نہ بتاتا

اُو بدادے و بدانستے ضمیر
وہ دے دیتے اور دل جان جاتا

[۱] تخسیر: ٹوٹا۔ دست: بوریے کے نیچے ہاتھ ڈالنے کا حکم محض نظرِ بد سے بچانے کے لئے ہے۔ ناممنون: جو منقطع نہ ہو۔ مکنوں: چھپا ہوا۔ رَو: اب تیرا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے جو مفت عطا کرتا ہے

[۲] وام داراں: قرضمندوں کا قرض ادا کر۔ بود: ایک سال تک شیخ کا یہی کام تھا کہ بوریے کے نیچے سے نکال کر قرضداروں کو دیتے رہتے تھے۔ حاتم: حاتم طائی جیسا سخی بھی اُن کے بھکاریوں کی صف میں ہوتا تھا

[۳] دانستن: شیخ فقیر کی ضرورت خود بخود جان جاتے تھے اور حسب ضرورت اسکو دیدیتے تھے اور اُس کی وجہ تھی کہ وہ اللہ تعالٰی کی صفات سے متصف ہو چکے تھے۔ حاجت: خود سائل اپنی حاجت نہ بیان کرتا وہ اُس کے دل کی بات جان جاتے تھے جس قدر قرض ہوتا وہ ادا کر دیتے جتنی رقم میں کوئی قید ہوتا اسکو دیدیتے

پیشِ اُو روشن ضمیرِ ہر کسے
ان کے لئے ہر شخص کے دل کی بات روشن تھی

از فقیر و وام دار و محبَسے[1]
فقیر اور قرض خواہ اور قیدی کی

آنچہ در دل داشتے آں پُشت خم
وہ دُہری کمر والا جو دل میں رکھتا

قدرِ آں دادے بدو نے بیش و کم
اس کی بقدر اس کو دیدیتے نہ زیادہ نہ کم

پس بگفتندے چہ دانستی کہ او
تو لوگوں نے اُن سے کہا آپ کیسے جان لیتے ہیں

ایں قدر اندیشہ دارد اے عمو
اے چچا! کہ وہ اس قدر سوچتا ہے؟

اُو بگفتے خانۂ دل خلوت ست
وہ فرماتے، کہ دل کا گھر خالی ہے

خالی از کدیہ مثالِ جنّت ست
جو سوال سے خالی ہو وہ جنت کی طرح ہے

اندرو جُز عشقِ یزداں کار نیست
اُس میں خدا کے عشق کے سوا معاملہ نہیں ہے

جُز خیالِ وصلِ اُو دیار نیست
وصل کے خیال کے سوا اُس میں کوئی رہنے والا نہیں ہے

خانہ را من روفتم از نیک و بد
میں نے اچھے بُرے سے گھر کو صاف کر لیا ہے

خانہ ام پُرست از عشقِ اَحد
میرا گھر خدا کے عشق سے پُر ہے

ہرچہ بینم اندرو غیرِ خدا[2]
میں اس میں خدا کے علاوہ جو کچھ دیکھتا ہوں

آنِ من نبوَد بوَد عکسِ گدا
وہ میرا نہیں ہوتا، فقیر کا عکس ہوتا ہے۔

گر در آبے نخل یا عرجوں نمود
اگر پانی میں کھجور کا درخت یا شاخ نظر آئی

جز ز عکسِ نخلۂ بیروں نبود
باہر کے کھجور کے درخت کے عکس کے سوا نہ تھا

در تگِ آب ار بہ بینی صورتے
پانی کی تہہ میں اگر تو کوئی صورت دیکھے

عکسِ بیروں باشد آں نقش اے فتے
اے نوجوان! وہ نقش باہر کا عکس ہوگا

لیک تا آب از قذیٰ خالی شدن
لیکن پانی کے کوڑے کرکٹ سے خالی ہونے تک

تنقیہ شرط ست در جُوئے بدن
بدن کی نہر کی صفائی ضروری ہے

تا نماند[3] تیرگی و خس درو
تاکہ اس میں کدورت اور گھاس (پھونس) نہ رہے

تا امیں گردد نماید عکسِ رُو
حتیٰ کہ وہ امین بن جائے اور چہرے کا عکس دکھادے

جز گلابہ در تنت کُو اے مُقِل
اے مفلس! کیچڑ کے سوا تیرے بدن میں کیا ہے؟

آب صافی کن ز گِل اے خصمِ دل
اے دل کے دشمن! پانی کو مٹی سے صاف کرلے

تو بر آنی ہر دمی کز خواب و خور
تیرا یہ حال ہے کہ سونے اور کھانے سے

خاک ریزی اندریں جو بیشتر
اس نہر میں اور زیادہ مٹی ڈالتا ہے

---

[1] محبس۔ مصدر بمعنیٰ مفعول قرار دے کر ہم نے قید کا ترجمہ کیا ہے۔ پشت خم یعنی بوجھ سے دبا ہوا۔ پس بگفتند۔ لوگوں نے ان سے معلوم کیا کہ آپ دل کی بات کیسے جان لیتے ہیں۔ آو بگفتے۔ وہ شیخ جواب میں کہتے کہ ہم لوگوں کا دل جنت کی طرح احتیاج سے خالی ہے اُس میں سوائے عشقِ خداوندی کے کوئی چیز نہیں ہے، ہم نے اپنے دل کو عشقِ خداوندی کے سوا سے بالکل خالی کر لیا ہے۔

[2] ہرچہ۔ اب ہمارے دل میں جو کچھ ہوتا ہے وہ فقیر کا عکس ہوتا ہے اس وجہ سے ہم اس کی ضرورت جان لیتے ہیں۔ گر در آب۔ پانی صاف چیز ہے اُس میں اگر کھجور کا درخت نظر آئے گا تو وہ باہر کا عکس ہوگا اور پانی میں جو تصویر بھی دیکھو گے وہ باہر کا عکس ہوگی لیکن دل کو صاف کرنے کیلئے مجاہدات کے ذریعہ اس کا تنقیہ ضروری ہے۔

[3] تا نماند۔ جب اُس میں خود گدلا پن نہ رہے گا تب اُس میں بیرونی عکس نظر آسکے گا۔ جز گلابہ۔ انسان کا بدن کیچڑ سے بنا ہے اُس کی صفائی کے لئے بہت محنت درکار ہے۔ تو بر آنی۔ تو ہر وقت خواب و خور میں لگا ہوا ہے جس سے اُس کی کدورت میں اور اضافہ ہوتا ہے۔

سببِ دانستنِ ضمیرہائے خلق

لوگوں کے دل کی بات جاننے کا سبب

چوں[1] دلِ آں آب ازینہا خالیست
جب اِس پانی کا دل اِن سے خالی ہے
عکسِ رُوہا از بُروں در آب جست
تو باہر سے چہروں کا عکس پانی میں جا پڑا

پس مُصفا کُن درونِ خویش را
تو اپنے باطن کو صاف کرے
تا بدانی سِرّ ہر درویش را
تاکہ تو ہر فقیر کے دل کی بات جان لے

پس تُرا باطن مُصفا نا شُدہ
تیرا باطن مُصفیٰ نہیں ہوا
خانہ پُر از دیو و نسناس و دَدہ
بھوت اور بَن مانس اور درندوں سے بھرا گھر ہے

اے[2] خرے زاستیزہ ماندہ در خری
او گدھے! تو جھگڑے کی وجہ سے گدھے پن میں رہا
کے ز اَرواحِ مسیحا بُو بری
حضرت مسیح کی روحوں سے تو کب واقف ہو گا!

کے شناسی گر خیالے سر کُند
اگر کوئی خیال نمودار ہو، تو کب پہچانے گا
کز کدامیں مکمنے سر بر کُند
کہ کس نہاں خانہ سے وہ اُبھرا؟

چوں خیالے میشود در زہد تن
زہد میں جسم خیال کی طرح ہو جاتا ہے
تا خیالات از درونہ روفتن
باطن سے خیالات کو صاف کرنے میں

ایں خیالِ کز بروں آئے اندرونِ دل
باطن میں سے یہ کیڑا خیال نکال دے
تا نگرداند تُرا زاہلِ بروں
تاکہ وہ تجھے باہر والوں میں سے نہ بنا دے

غالب شُدنِ مکرِ روباہ بر استعصامِ خر

لومڑی کے مکر کا گدھے کے بچاؤ پر غالب آ جانا

خر بسے کوشید و اُو را دفع گفت
گدھے نے بہت کوشش کی اور اُسکی مدافعت کی
لیک جوع الکلب با خر بود جُفت
لیکن گدھے میں جوع الکلب تھی

غالب[3] آمد حرص و صبرش شد ضعیف
حرص غالب آگئی اور صبر کمزور ہو گیا
پس گلوہا کہ بُرد عشقِ رغیف
روٹی کے عشق نے بہت سے گلے کاٹے ہیں

زاں رسولے کش حقائق داد دست
اُس رسول سے جن کو حقائق حاصل تھے
کَادَ فَقْرٌ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرٌ آمدست
"فقر قریب ہے کہ کفر بنا دے" منقول ہے

گشتہ بُود آں خر مجاعت را اسیر
وہ گدھا، بھوک کا قیدی بن گیا تھا
گفت اگر مکرست یکدم مُردہ گیر
سوچا اگر مکر ہے، ایکدم سے مُردہ سمجھ لے

---

[1] چوں. جب آب دل میں صفائی پیدا ہو جائیگی ہر خارجی چیز کا عکس اُس میں نظر آنے لگے گا. تابدانی. جب تو اُس کو شش کرے گا پھر ہر سائل کا عکس تیرے دل میں نمودار ہو جائے گا.

[2] اے خرے. جب انسان گدھے پن میں مبتلا رہے گا تو وہ خرِ عیسٰیؑ کا ہمنشین نہ ہو گا. مکمن. چھپنے کی جگہ. چوں. جب انسان زہد اختیار کرتا ہے اور خیالات سے دل کو پاک کرتا ہے تو اُس کا جسم خیال کی طرح لطیف ہو جاتا ہے. زاہلِ بروں. یعنی اہلِ بروں. استعصام. بچاؤ. جوع الکلب یعنی جوع البقر.

[3] غالب. گدھے کی حرص صبر پر غالب آگئی روٹی کے عشق نے بہت سوں کو ہلاک کیا ہے. کاد. حدیث شریف ہے کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا "فقر قریب ہے کہ کفر بن جائے" یعنی انسان کا فقر اُس کو کافر بنا دیتا ہے. مجاعت. بھوک. گفت. گدھے نے سوچا اگر یہ لومڑی کا مکر ہی ہے اور میرے مارنے کی ترکیب ہے تو بھوک کے ذریعہ بار بار کی موت سے ایک بار موت اچھی ہے.

زین عذابِ جوع بارے وارہم ‌ ‌ ‌ گر حیات این ست من مُردہ بہم

بھوک کے عذاب سے تو نجات پا جاؤں گا ‌ ‌ ‌ اگر زندگی یہ ہے تو میں مُردہ بہتر ہوں

گر خرِ اوّل توبہ وسوگند خورد ‌ ‌ ‌ عاقبت ہم از خری خبطےؔ بکرد

گدھے نے اگرچہ پہلے توبہ کی اور قسم کھائی ‌ ‌ ‌ انجام کار گدھے پن سے، گڑبڑ بھی کر دی

حرص کور و احمق و ناداں کند ‌ ‌ ‌ مرگ را بر احمقاں آساں کند

لالچ اندھا اور احمق اور بیوقوف بنا دیتا ہے ‌ ‌ ‌ احمقوں پر موت کو آسان کر دیتا ہے

ہست آساں مرگ بر جانِ خراں ‌ ‌ ‌ کہ ندارند آبِ جانِ جاوداں

گدھوں کی جان پر مرنا آسان ہے ‌ ‌ ‌ کیونکہ وہ اَبدی جان کی رونق نہیں رکھتے ہیں

چوں ندارد جانِ جاوید آں شقیست ‌ ‌ ‌ جرأتِ اُو بر اجل از احمقی ست

چونکہ وہ اَبدی جان نہیں رکھتا ابد بخت ہے ‌ ‌ ‌ موت پر اُس کی جرأت حماقت سے ہے

جہد کُن تا جاں مخلد گرددت ‌ ‌ ‌ تا بروزِ مرگ برگے باشدت

کوشش کر تاکہ تیری جان اَبدی بن جائے ‌ ‌ ‌ تاکہ موت کے دن تیرا توشہ ہو

اعتمادشؔ نیز بر رازق نبود ‌ ‌ ‌ کہ بر افشاند بر و از غیب جُود

اُس کو رزق دینے والے پر بھروسہ نہ تھا ‌ ‌ ‌ جو اُس پر غیب سے سخاوت کرتا تھا

تاکنونش فضل بے روزی نداشت ‌ ‌ ‌ گرچہ گہ گہ بر تنش جُوعے گماشت

اس کو اللہ کے فضل نے ابتک بے رزق کے نہیں رکھا ‌ ‌ ‌ اگرچہ کبھی کبھی اُس پر بھوک کو مسلط کر دیا

در بیانِ فضیلت جُوع و احتمار

پرہیز اور بھوک کی فضیلت کے بیان میں

گر نباشدؔ جُوع صد رنجِ دگر ‌ ‌ ‌ از پئے ہیضہ بر آرد از تو سر

اگر بھوک نہ ہو، دوسری سینکڑوں بیماریاں ‌ ‌ ‌ ہیضہ کے بعد تجھ میں پیدا ہو جائیں گی

رنجِ جُوع اولیٰ بُود خود زاں علل ‌ ‌ ‌ ہم بلُطف و ہم بخفت، ہم عمل

ان بیماریوں سے بھوک کی تکلیف زیادہ بہتر ہے ‌ ‌ ‌ پاکیزگی کے اعتبار سے بھی ہلکے پن کے اعتبار سے بھی اور عمل کے اعتبار سے بھی

رنجِ جُوع از رنجہا پاکیزہ تر ‌ ‌ ‌ خاصہ در جُوع ست صد نفع و ہنر

بھوک کی تکلیف بیماریوں سے زیادہ پاکیزہ ہے ‌ ‌ ‌ خصوصاً بھوک میں سینکڑوں فائدے اور ہنر ہیں

جُوع خود سُلطانِ داروہا ست ہیں ‌ ‌ ‌ جُوع در جاں نہ چنیں خوارش مبیں

آگاہ! بھوک خود دواؤں کی بادشاہ ہے ‌ ‌ ‌ بھوک کو جان میں جگہ دے، اُسکو ذلیل نہ سمجھ

ا‌‌ے خبطہ۔ گڑبڑ۔ حرص۔ لالچ انسان کو اندھا بہرا بنا دیا ہے اور موت کو آسان کر دیتا ہے جس طرح گدھے نے اپنی موت کو پسند کر لیا۔ کہ ندارند۔ احمقوں اور گدھوں کی زندگی اَبدی نہیں ہے اور انسان شقاوت اور حماقت کی وجہ سے مرنا پسند کر لیتا ہے۔ جہد کُن۔ انسان کو اَبدی زندگی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

۲ے اعتمادش۔ اس گدھے کو اللہ کی رزاقی کا یقین نہ تھا۔ تاکنونش۔ جتنے دن زندہ رہا بغیر رزق کے زندہ نہیں رہا لیکن پھر بھی اُس کو خدا کی رزاقی پر بھروسہ نہ تھا جوع۔ بھوک۔ در میان۔ خدا بھوک میں مبتلا کرتا ہے تو اُس میں بھی بہت سی مصلحتیں ہیں۔

۳ے گر نباشد۔ بغیر بھوک کے اگر آدمی کھانا کھاتا ہے تو ہیضہ ہو جاتا ہے پھر اُس کے بعد اور بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ رنج۔ بھوک کی تکلیف اور بیماریوں کی تکلیف سے بہت بہتر ہے اس میں جسم میں پاکیزگی اور ہلکا پن اور کارکردگی رہتی ہے اور اُس کے بھی بہت منافع ہیں۔ جوع۔ فاقہ سے بہت سی بیماریاں خود دور ہو جاتی ہیں۔

جُملہ ناخوش از مجاعت خوش شدست ۔۔۔ جُملہ خوشہا بے مجاعت ہا ردست

سب بے مزا بھوک کی وجہ سے خوشذائقہ ہو گئے ہیں ۔۔۔ تمام خوش مزہ، بغیر بھوک کے مردود ہیں

آں یکے میخورد نانِ فخفزہ ۔۔۔ گفت سائل چوں بدین ستت شرہ

ایک شخص جَو کی روٹی کھا رہا تھا ۔۔۔ سوال کرنیوالے نے پوچھا تجھے اس کا شوق کیوں ہے؟

گفت جُوع از صبر چوں دو تا شود ۔۔۔ نانِ جَو در پیشِ مَن حلوا شود

اُس نے کہا جب بھوک صبر سے دُہری ہو جاتی ہے ۔۔۔ میرے لئے جَو کی روٹی حلوا بن جاتی ہے

پس نوانم کہ ہمہ حلوا خورم ۔۔۔ چوں کنم صبرِ ضروری لاجرم

تو میں کر سکتا ہوں کہ سب حلوا کھاؤں ۔۔۔ جب لامحالہ ضروری صبر کروں

خود نباشد جُوع ہر کس را زبوں ۔۔۔ کایں عَلَف زاریست ز اندازہ بروں

بھوک ہر شخص کے تابع نہیں آتی ہے ۔۔۔ کیونکہ گھاس کی چراگاہ اندازے سے زیادہ ہے

جُوع مر خاصانِ حق را دادہ اند ۔۔۔ تا شوند از جُوع شیرِ زورمند

بھوک خاصانِ خدا کو دی ہے ۔۔۔ تاکہ وہ بھوک سے شیر اور طاقتور بنیں

جُوع ہر جلفِ گدا را کے دہند ۔۔۔ چوں علف کم نیست پیشِ اُو نہند

بھوک ہر کمینہ بھکاری کو کب دیتے ہیں! ۔۔۔ چونکہ چارہ کم نہیں ہے اُس کے سامنے رکھ دیتے ہیں

کہ بخور تو ہم بدیں ارزانیے ۔۔۔ تو نہ مُرغِ آب مُرغِ نانیے

کہ تو کھا تو اسی کے لائق ہے ۔۔۔ تو پانی کا پرند نہیں ہے تو روٹی کا پرند ہے

نبود اندر دل ترا جز فکرِ ناں ۔۔۔ ناید اندر خاطرت جز ذکرِ ناں

تیرے دل میں روٹی کے فکر کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا ۔۔۔ تیرے دل میں روٹی کے ذکر کے سوا کچھ نہیں آتا ہے

بعد چندیں سال حاصل چیست ۔۔۔ جُوعِ مُردن بہ بود زیں زیستن

اتنے سال کے بعد تجھے کیا ملا؟ ۔۔۔ مرنے کی بھوک تیرے اس جینے سے بہتر ہے

حکایت مُریدے کہ شیخ از حرصِ ضمیر اُو واقف شُد و اُو را نصیحت کرد بزبان و درضمنِ نصیحت قوّتِ توکّل بخشیدش بامرِ حق عزّ و جل

اُس مُرید کی حکایت جس کے دل کی حرص سے شیخ واقف ہو گیا اور اُس کو زبان سے نصیحت کی اور نصیحت کے دوران اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُس کو توکل کی قوت بخش دی

ملہ جملہ۔ بھوک میں جَو کی روٹی بھی پلاؤ قورمے کا مزہ دیتی ہے بغیر بھوک کے لذیذ کھانے بھی بدمزہ معلوم ہوتے ہیں۔ فخفزہ۔ بوزن سفرہ۔ جو کھرو۔ موش۔ گفت۔ اس نے جواب دیا جب انسان کو بھوک لگتی ہے اور وہ صبر سے کام لیتا ہے تو جَو کی روٹی بھی حلوے کا مزہ دیتی ہے۔ پس۔ میں بھوک لگا کر اور صبر سے کام لے کر جَو کی روٹی کا حلوا بنا لیتا ہوں۔ خود نباشد۔ یہ بھوک وہ نعمت ہے جو ہر شخص کو میسر نہیں آتی کیونکہ یہ دنیا وسیع چراگاہ ہے اُس میں انسان کچھ نہ کچھ کھا لیتا ہے۔ جُوع۔ بھوک صرف خاصان خدا کا حصہ ہے جس سے وہ رُوحانی شیر بن جاتے ہیں۔

ملہ ہر جلف۔ ہر کمینہ گداگر بھوک کی نعمت عطا نہیں ہوتی، اُس کے لئے عام خوراک مہیا کر دی جاتی ہے اور اُس کو کہہ دیا جاتا ہے کہ تو دریائے معرفت کا پرند نہیں ہے روٹی کھانے والا پرندہ ہے۔ بعد چندیں۔ حریص پیٹ کھا پی کر مر جاتا ہے اور اُس کی احساس زندگی ختم ہو جاتی ہے اس زندگی سے بھوک کی موت بدرجہا بہتر ہے۔

ملہ حکایت۔ ایک شیخ ایک مرید کے ساتھ اُس شہر کی طرف جا رہے تھے جہاں قحط تھا۔ مرید روٹی کی حرص کی وجہ سے پریشان تھا شیخ پر اُسکی دلی کیفیت منکشف ہوئی، شیخ نے اُس کو

نصیحت کی اور اپنی زبانی نصیحت سے توکل کی قوت عطا کر دی

شیخ میشُد با مُریدے بیدرنگ — سُوئے شہرے ناں در آنجا بود تنگ[1]

شیخ ایک مرید کے ساتھ بغیر توقف کے روانہ ہوئے — شہر کی جانب، وہاں روٹی کمیاب تھی

ترسِ جُوع و قحط در فکرِ مُرید — ہر دمے میگشت از غفلت مزید

مرید کے فکر میں قحط اور بھوک کا خوف تھا — جو غفلت کی وجہ سے، ہر لمحہ بڑھ رہا تھا

شیخ آگہ بُود و واقِف از ضمیر — گفت اُو را چند باشی در زحیر

شیخ باخبر تھے اور دل سے واقف تھے — اُنھوں نے اس سے کہا کب تک پریشانی میں رہیگا؟

از برائے غصۂ ناں سُوختی — دیدۂ صبر و توکّل دوختی

تو روٹی کی فکر میں جلا جاتا ہے — تو نے صبر اور توکّل کی آنکھ بند کرلی ہے

تو نۂ زاں نازنینانِ عزیز — کہ تُرا دارند بے جَوز و مویز

تو اُن پیارے ناز پروردوں میں سے نہیں ہے — کہ تجھے بغیر اخروٹ اور منقیٰ کے رکھیں

جُوع رزقِ جانِ خاصانِ خُداست — کے زبونِ ہمچو تو گیج گداست

بھوک، خاصانِ خدا کا رزق ہے — وہ تجھ جیسے احمق فقیر کے قابو میں کہاں ہے!

باش فارغ تو از انہا نیستی — کاندریں مطبخ تو بے ناں باستی

تو مطمئن رہ، تو اُن میں سے نہیں ہے — کہ تو اس مطبخ میں بغیر روٹی کے ٹھہرے

کاسہ[2] بر کاسہ است ناں بر ناں مُدام — از برائے ایں شکم خوارانِ عام

ہمیشہ پیالہ پر پیالہ روٹی پر روٹی ہے — اِن عام پیٹوؤں کے لئے

چوں بمیرد میرود ناں پیش پیش — کہ زہیمِ بے نوائی کُشتہ خویش

جب مرتا ہے، روٹی آگے آگے جاتی ہے — کہ بے سروسامانی کے ڈر سے اپنے آپ کو مارا ہے

تو برفتی ماند ناں برخیز و گیر — اے بکُشتہ خویش را اندر زحیر

تو چلا، روٹی رہ گئی کھڑا ہو لے لے — اے وہ کہ جس نے اپنے آپ کو پریشانی میں مار ڈالا

ہیں[3] توکّل کُن ملرزاں پا و دست — رزقِ تو بر تو ز تو عاشق تر است

خبردار! توکّل کر ہاتھ پاؤں نہ لرزا — تیرا رزق تجھ پر تجھ سے زیادہ عاشق ہے

عاشق ست و میزند اُو مول مول — کہ ز بے صبریت داند اے فضول

وہ عاشق ہے اور آواز دے رہا ہے، ٹھہر ٹھہر — کیونکہ اے بیہودہ! وہ تیری بے صبری کو جانتا ہے

گر تُرا صبرے بُدے رزق آمدے — خویشتن چوں عاشقاں بر تو زدے

اگر تجھے صبر ہوتا تو رزق آ جاتا — عاشقوں کی طرح اپنے آپ کو تجھ پر ڈالتا

---

[1] تنگ۔ یعنی وہ شہر قحط زدہ تھا روٹی گراں اور کمیاب تھی۔ از غفلت یعنی خدا کی رزاقی کی غفلت سے۔ زحیر: پیچش، پیچ و تاب۔ از برائے۔ تو روٹی کی فکر میں جل رہا ہے تجھے خدا پر بھروسہ نہیں ہے۔ تو نۂ۔ تو اُن خاصانِ خدا میں سے نہیں ہے جن کو جُوع کا تحفہ دیا جاتا ہے تجھے لامحالہ دنیاوی غذا میسر آجائے گی۔ گیج۔ احمق۔

[2] کاسہ۔ دنیاداروں کے لئے بکثرت کھانا پینا موجود ہے۔ چوں بمیرد۔ جب مرجاتا ہے تو بھی روٹی آگے آگے جاتی ہے جو قبرستان میں غریبوں کو تقسیم کردی جاتی ہے اور وہ روٹی مُردے سے کہتی ہے کہ تو روٹی کی فکر میں مرا ہے اٹھا اب روٹی لے لے۔

[3] ہیں۔ شیخ نے مُرید سے کہا انسان رزق کا اتنا عاشق نہیں ہے جتنا رزق انسان کا عاشق ہے اللہ کا وعدہ ہے لہٰذا لامحالہ رزق انسان کو تلاش کرکے اس کے پاس پہنچتا ہے۔ عاشق ست۔ رزق انسان پر عاشق ہے اور وہ اُس کو کہتا ہے ٹھہر جا میں تیرے پاس پہنچتا ہوں کیونکہ وہ انسان کی بے صبری کو جانتا ہے۔

این تپ و لرزه ز خوفِ جوع چیست — در توکل سیر می تانید زیست

بھوک کے ڈر سے یہ جاڑا اور بخار کیوں ہے؟ — توکل میں پیٹ بھرا ہو کر زندہ رہ سکتے ہو

حکایتِ[1] آں گاو کہ تنہا در جزیرہ ایست بزرگ حق تعالیٰ

اُس بیل کی حکایت جو ایک بڑے جزیرہ میں اکیلا ہے اللہ تعالیٰ اُس بڑے جزیرے

آں جزیرۂ بزرگ را ہر روز پُر کُند از نبات و ریاحین[2] کہ

کو روز گھاس اور خوشبودار پودوں سے بھر دیتا ہے تاکہ رات تک

تا علفِ آں گاو باشد تا بشب آں گاو ہمہ را بچرد و فربہ

اُس بیل کے لئے چارا رہے وہ بیل سب کو چَر لیتا ہے اور پہاڑ کی

شود چوں کوہ پارہ چوں شب شود خوابش نبرد از غصہ و

طرح موٹا ہو جاتا ہے جب رات ہو جاتی ہے اُس کو رنج اور ڈر سے نیند

خوف کہ ہمہ صحرا را چریدم فردا چہ خورم تا ازیں غصہ لاغر

نہیں آتی ہے کہ میں نے تمام جنگل چر لیا کل کو کیا چروں گا یہانتک کہ وہ اس

شود ہمچوں خلال روز برخیزد ہمہ صحرا را سبز تر و انبوہ تر بیند

رنج سے تنکے کی طرح لاغر ہو جاتا ہے ہر روز اُٹھتا ہے تمام جنگل کو زیادہ سبز اور

از وے باز بخورد و فربہ شود باز شبش ہماں غم بگیرد سالہاست

زیادہ گھنا دیکھتا ہے اُس میں سے پھر کھاتا ہے اور موٹا ہو جاتا ہے پھر رات کو اسے وہی غم

کہ او ہمچنیں مے بیند و اعتماد نمی کُند

آپکڑتا ہے سالوں گذر گئے ہیں کہ وہ یہی دیکھ رہا ہے اور بھروسہ نہیں کرتا ہے

یک جزیرہ سبز ہست اندر جہاں — اندر و گاو یست تنہا خوش دہاں

دنیا میں ایک سبز جزیرہ ہے — اُس میں ایک اکیلا بیل عمدہ گھاس چرنے والا ہے

جملہ[3] صحرا را چرد او تا بشب — تا شود زفت و عظیم و مُنتجب

وہ رات تک تمام جنگل کو چر لیتا ہے — حتیٰ کہ موٹا اور بڑا اور بزرگ بن جاتا ہے

شب ز اندیشہ کہ فردا چہ خورم — گردد او چوں تارِ مو لاغر ز غم

رات میں اس ڈر سے کہ کل کو کیا کھاؤں گا؟ — وہ غم سے بال کی طرح کمزور ہو جاتا ہے

چوں برآید صبح گردد سبز دشت — تا میاں رستہ قصیلِ سبز و کشت

جب صبح ہوتی ہے جنگل سبز ہو جاتا ہے — سبز چارا اور کھیتی کمر تک ہوتی

---

[1] حکایت۔ اس حکایت کو یہ بتانا مقصود ہے کہ جس طرح اس بیل کی بے صبری تھی اور رزق کے فکر میں گھلا جاتا تھا یہی حال انسان کا ہے۔

[2] ریاحین۔ خوشبودار نباتات۔ خلال۔ دانت کریدنے کا تنکا۔ خوش دہاں۔ عمدہ خوراک کھانے والا۔

[3] جملہ صحرا۔ ہرا سبزہ زار ہو بیل اکیلا ہے دن بھر خوب کھاتا اور موٹا تازہ بن جاتا۔ منتجب۔ نجیب، بزرگ۔ شب۔ رات بھر اس غم میں رہتا کہ میں نے سب چراگاہ کھالی اب کل کو کیا کھاؤں گا۔ قصیل۔ سبز جو، خوید۔

اندر افتد گاؤ با جُوعُ البقر[1] — تا بشب آں را چَرَد اُو سر بسر
بیل جوع البقر کے ساتھ اُس میں گُھس جاتا ہے — رات تک وہ اُس کو چر جاتا ہے

باز زفت و فربہ و لمتر شود — آں تنش از پیہ و قوت پُر شود
پھر موٹا اور تازہ اور بھاری بن جاتا ہے — اُس کا بدن چربی اور طاقت سے بھر جاتا ہے

باز شب اندر تپ افتد از فزع — تا شود لاغر ز خوفِ منتجع
وہ پھر رات کو گھبراہٹ کے بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے — چراگاہ کے ڈر سے لاغر ہو جاتا ہے

کہ چہ خواہم خورد فردا وقتِ خور — سالہا این ست کارِ آں بقر
کہ کھانے کے وقت میں کل کو کیا کھاؤں گا؟ — اُس بیل کی سالوں یہی حالت رہی

ہیچ نیندیشد کہ چندیں سال من — میخورم زیں سبزہ زار و زیں چمن
وہ کبھی نہ سوچتا کہ اتنے سال سے میں — اِس سبزہ زار اور اِس چمن کو چَر رہا ہوں

ہیچ[2] روزے کم نیامد روزیم — چیست ایں ترس و غم و دلسوزیم
کسی دن بھی میرا رزق کم نہیں ہوتا ہے — پھر میرا یہ خوف اور غم اور دل سوزی کیوں ہے؟

باز چوں شب میشود آں گاؤ زفت — میشود لاغر کہ آوہ رزق رفت
پھر جب رات ہوتی وہ موٹا بیل — لاغر ہو جاتا کہ ہائے رزق ختم ہو گیا

نفس آں گاؤ ست و آں دشت ایں جہاں — کو ہمی لاغر شود از خوفِ ناں
نفس وہ بیل ہے اور یہ دنیا وہ جنگل ہے — جو روٹی کے ڈر سے لاغر ہوا جاتا ہے

کہ چہ خواہم خورد مستقبل عجب — لوتِ فردا از کجا سازم طلب
کہ حیرت ہے میں آئندہ کیا کھاؤں گا! — کل کی خوراک کہاں سے طلب کروں گا!

سالہا خوردی و کم نامد ز خور — ترکِ مستقبل کن و ماضی نگر
تو نے سالوں کھایا اور وہ کھانے سے کم نہ ہوا — آئندہ کو چھوڑ اور ماضی پر غور کر

لوت[3] پوتِ خوردہ را ہم یاد آر — منگر اندر غابر و کم باش زار
کھائے ہوئے مرغن کھانوں کو یاد کر — مستقبل کو نہ دیکھو اور بدحال نہ بن

قصۂ آں گاؤ را یکسوئے نہ — زاں خر و زاں شیرِ نر پیغام دہ
اُس بیل کا قصہ ایک طرف رکھ — اُس گدھے اور نر شیر کا پیغام دے

صید کردنِ شیر آں خر را و تشنہ شدنِ شیر از کوشش و رفتن

شیر کا اُس گدھے کو شکار کر لینا اور محنت کی وجہ سے شیر کا پیاسا ہو جانا اور چشمہ پر جانا

---

[1] جوع البقر۔ وہ مرض ہے جس میں انسان کا کسی حالت میں پیٹ نہیں بھرتا ہے۔ لمتر۔ موٹا۔ فزع۔ گھبراہٹ۔ منتجع۔ چراگاہ۔ سالہا۔ ایک عرصۂ دراز تک اُس بیل کی یہی حالت رہی کہ دن کو کھا کر موٹا ہو جاتا اور رات کو کل کی فکر میں دُبلا ہو جاتا اور کبھی یہ نہ سوچا یہ خوف بیجا ہے اتنے سال گذر گئے اور مجھے بہر حال روز خوراک حاصل ہو رہی ہے۔

[2] ہیچ۔ وہ کبھی یہ نہیں سوچتا کہ کسی روز بھی روزی کم نہیں مل رہی ہے تو میں غم کیوں کروں۔ نفس۔ انسان کے نفس کو یہ بیل سمجھو اور دنیا کو یہ جنگل۔ کہ چہ۔ انسان اسی فکر میں گھلتا ہے کہ کل کو کیا کھاؤں گا۔ ترک۔ انسان کو چاہیئے کہ ماضی پر نظر رکھ کر مستقبل کی فکر چھوڑ دے۔

[3] لوت۔ یہ یاد رکھ کہ کس قدر لذیذ غذائیں کھاتا رہا ہے خدا اسی طرح دے گا آئندہ کی فکر میں نہ پڑ۔ صید کردن۔ شیر نے گدھے کو شکار کر لیا اس محنت میں شیر کو پیاس لگی تو وہ پانی پینے چلا گیا لومڑی نے اس وقفہ میں گدھے کا دل جگر گردہ کھا لیا شیر نے آکر دریافت کیا کہ دل گردہ کہاں ہے تو لومڑی نے جواب دیا اگر گدھے کے دل گردہ ہوتا ہے تو وہ تیرے پہلے حملہ کے بعد دوبارہ بہکانے سے تیرے پاس کیسے آجاتا۔

بہ چشمہ تا آب خورد تا باز آمدنِ شیر روباہ جگر بند و دل و گردۂ
تاکہ پانی پیئے، شیر کے واپس آنے تک لومڑی گدھے کا جگر اور دل اور گردہ کھا گئی

خر را خوردہ بود کہ لطیف ترست شیر طلب کرد دل و
تھی کیونکہ عمدہ تھا شیر نے تلاش کیا تو دل اور جگر نہ پایا

جگر نیافت از روبہ بپرسید کہ دل و جگر و گردہ کجاست
لومڑی سے دریافت کیا کہ دل اور جگر اور گردہ کہاں ہے!

روبہ گفت اگر او را دل و جگر بودے آنچناں سیاستے کہ
لومڑی نے کہا، اگر اس کے دل و جگر ہوتا تو وہ سختی جو اس نے اس دن دیکھی تھی

دیدہ بود آں روز بہزار حیلہ جان بردہ بود کے بر تو باز آمدے
جس سے ہزار حیلے سے جان بچائی تھی تو تیرے پاس کب آتا؟

[۱] لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا مِنْ اَصْحَابِ السَّعِيْرِ
اگر ہم سنتے اور سمجھتے تو دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے

بُرد خر را روبہک تا پیشِ شیر
لومڑی گدھے کو شیر کے سامنے لے گئی

پارہ پارہ کردش آں شیرِ دلیر
اس بہادر شیر نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے

تشنہ شد از کوششِ آں سلطانِ دد
محنت کی وجہ سے وہ درندوں کا بادشاہ پیاسا ہو گیا

رفت سوئے چشمہ تا آبے خورد
چشمہ کی جانب گیا تاکہ پانی پی لے

[۲] روبہک خورد آں جگر بند و دلش
لومڑی اس کا جگر اور دل کھا گئی

آں زماں چوں فرصتے شد حاصلش
اس وقت چونکہ اس کو موقع ملا

شیر چوں واگشت از چشمہ بخور
شیر جب چشمہ سے خوراک کی جانب واپس آیا

جُست در خر دل نہ دل بُد نے جگر
گدھے میں دل ڈھونڈا، نہ دل تھا نہ جگر

[۳] گفت روبہ را جگر کو دل چہ شد
لومڑی سے کہا جگر کہاں ہے، دل کیا ہوا

کہ نباشد جانور را زیں دو بُد
جانور میں یہ دونوں لازمی ہوتے ہیں

گفت اگر بودے ورا دل یا جگر
اس نے کہا اگر اس کے دل یا جگر ہوتا

کے بدیں جا آمدے بارِ دگر
وہ دوبارہ اس جگہ کب آتا؟

آں قیامت دیدہ بود و رستخیز
اس نے قیامت اور حشر دیکھا تھا

واں ز کوہ افتادن و ہول و گریز
وہ پہاڑ سے گرنا اور خوف اور بھاگ دوڑ

---

[۱] لو کنا۔ دوزخی دوزخ میں کہیں گے اگر ہم صحیح بات سن لیتے اور سمجھ جاتے تو آج دوزخ میں نہ ہوتے۔ روبہک۔ ذلیل لومڑی۔ سلطانِ دد۔ درندوں کا بادشاہ، شیر۔

[۲] روبہک۔ جب شیر پانی پینے چلا گیا تو لومڑی کو موقع مل گیا وہ گدھے کا دل اور جگر کھا گئی۔ شیر نے واپس آکر دیکھا تو گدھے کا دل و جگر موجود نہ تھا۔

[۳] گفت۔ شیر نے لومڑی سے کہا دل اور جگر تو ہر جانور میں ضرور ہوتے ہیں وہ اس گدھے کے کہاں ہیں۔ اگر بودے۔ لومڑی نے کہا اگر اس گدھے کے دل و جگر ہوتا تو یہ دوبارہ تیرے پاس کیسے آتا۔ آں قیامت۔ اس گدھے نے تیرا قیامت خیز حملہ دیکھا تھا اور پہاڑ پر سے تھکے بل گرا تھا۔

گر[1] جگر بُودے وُرا یا دل بُدے — بارِ دیگر کے بَرِ تو آمدے

اگر اُس کے جگر ہوتا، یا دل ہوتا — دوبارہ تیرے پاس کب آتا؟

چوں نباشد نورِ دل، دل نیست آں — چوں نباشد رُوح جُز گِل نیست آں

جب دل میں نور نہ ہو تو وہ دل نہیں ہے — جب روح نہ ہو تو مٹی کے سوا کچھ نہیں ہے

آں زجاجے کو ندارد نورِ جاں — بول قارورہ است قندیلش مخواں

وہ شیشہ، جو جان کا نور نہیں رکھتا — اُس کو قندیل نہ کہہ وہ پیشاب کی شیشی ہے

نورِ مصباح ست دادِ ذُوالجلال — صنعتِ خَلقست آں شیشہ و سفال

چراغ کا نور خدا کی عطا ہے — شیشہ اور دِیَا مخلوق کی کاریگری ہے

لاجَرم[2] در ظرف باشد اِعتداد — دَر لَہَب ہا نبُود اِلّا اتّحاد

لا محالہ ظرف میں تعدد ہے — روشنیوں میں اتحاد کے سوا کچھ نہیں ہے

نورِ شش قندیل چوں آمیختند — نیست اندر نورِ شاں اَعداد و چند

جب چھ قندیلوں کا نور ملا دیا — اُن کے نور میں تعدد اور شمار نہیں ہے

آں جہود از ظرفہا مُشرک شدست — نور دید آں مومن و مُدرِک شدست

یہودی ظرفوں کی وجہ سے مشرک بن گیا — مومن نے نور دیکھا وہ شناسا بن گیا

چوں نظر بر رُوح اُفتد مرد را — پس یکے بیند خلیلؑ و مُصطفٰےؐ را

چونکہ اُس کی نگاہ روح پر پڑتی ہے — اِس لئے خلیلؑ اور مصطفٰیؐ کو ایک دیکھتا ہے

چوں نظر بر ظرف اُفتد رُوح را — پس دو بیند شیثؑ و نوحؑ را

جب روح کی نظر ظرف پر پڑتی ہے — وہ شیثؑ اور نوحؑ کو دو دیکھتا ہے

جُو[3] کہ آبش ہست جُو خود آں بُوَد — آدمی آنست کو را جاں بُوَد

جس نہر میں پانی ہے، نہر وہی ہے — آدمی وہی ہے، جس میں جان ہو

ایں نہ مرد انند اینہا صُورت اند — مُردۂ نانند و کُشتۂ شہوتند

یہ مرد نہیں ہیں، یہ مورتی ہیں — روٹی پر جان دینے والے ہیں اور شہوت پر قربان ہیں

حکایتِ آں راہب کہ روز با چراغ میگشت در میانِ بازار از سرِ حالتے کہ اُو را بُود

اُس درویش کی حکایت جو دن میں چراغ لئے ہوئے بازار میں چکر لگاتا تھا اُس باطنی حالت کی وجہ سے جو اُس کو حاصل تھی

---

[1] گر جگر بودے۔ اگر دل اور جگر ہوتا تو یہ دوبارہ نہ آتا۔ چوں نباشد جس عضو کا جو کام ہے اگر وہ عضو اپنا کام نہیں کرتا تو گویا وہ عضو ہی نہیں ہے دل میں جب نور نہ ہو تو وہ دل نہیں۔ انسان میں روح نہ ہو تو وہ محض مٹی کا پتلا ہے۔ آں زجاج جس شیشہ میں روشنی نہیں وہ قندیل نہیں بلکہ پیشاب کی شیشی ہے شیشہ۔ یعنی قندیل کا شیشہ۔ سفال۔ یعنی مٹی کا چراغ۔

[2] لاجرم۔ چراغوں اور قندیلوں میں تعدد اور دوئی ہے اُن کی روشنی جو پھیلتی ہے اُس میں وحدت ہے۔ آں جہود۔ یہود نے انبیاء کے اَجسام پر نظر کی تو ان میں تعدد سمجھا بعض پر ایمان لائے اور بعض کا کفر کر دیا، مومن نے اجسام اور ظروف پر نظر نہ کی بلکہ روح اور نور کو دیکھا جس میں وحدت ہے تو اُس کا عقیدہ ہوا کہ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ، ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے ہیں۔

[3] جُو۔ نہر تو وہی ہے جس میں پانی ہو آدمی وہی ہے جس میں روح ہو۔ اینہا۔ عوام انسان نہیں ہیں مورتیں ہیں ان کو زندہ بھی نہ سمجھو یہ شہوت اور روٹی کے مقتول ہیں۔ حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ یہی ہے کہ بظاہر انسان بہت ہیں لیکن وہ انسان جن میں انسانیت ہو کمیاب ہیں۔

آں ۱ یکے با شمع بر میگشت روز — گرد بازار و دلش پُر عشق و سوز

ایک شخص دن میں چراغ لئے ہوئے گھومتا تھا — بازار میں، اور اُس کا دل عشق و سوزش سے پُر تھا

بُو الفضولے گفت اُو را کا فلاں — ہیں چہ میجوئی بسُوئے ہر دُکاں

ایک بیہودہ نے اُس سے کہا کہ اے فلاں! — ہر دُکان کے پاس تو کیا ڈھونڈتا ہے؟

ہیں چہ میگردی تو جُویاں با چراغ — در میانِ روزِ روشن چیست لاغ

ہاں تو چراغ لئے ہوئے کیوں گھومتا ہے؟ — روشن دن میں (یہ) کیا مذاق ہے؟

گفت میجُویم بہر سُو آدمے — کہ بُود حے از حیاتِ آں دمے

اُس نے کہا میں ہر جانب انسان تلاش کرتا ہوں — جو اُس سانس کی زندگی سے زندہ ہو

گفت من جُویائے انساں گشتہ اَم — می نیابم ہیچ و حیراں گشتہ اَم

اُس نے کہا میں انسان کا جویاں بنا ہوں — میں کسی کو نہیں پاتا ہوں اور حیران ہو گیا ہوں

گفت مردے ہست ایں بازار پُر — مرد مانند آخر اے دانائے حُر

(فضولی) مرد نے کہا، یہ بازار بھرا ہوا ہے — اے عقلمند آزاد! بالآخر انسان ہی ہیں

گفت خواہم ۲ مرد بر جادہ دو رہ — در رہِ خشم و بہنگامِ شرہ

اُس نے کہا میں دوراہے راستہ پر انسان چاہتا ہوں — غصہ کے راستہ میں اور حرص کے وقت

وقتِ خشم و وقتِ شہوت مرد کُو — طالبِ مردے دوانم کُو بکُو

غصہ کے وقت اور شہوت کے وقت انسان کہاں ہے؟ — میں ایسے انسان کی طلب میں کوچہ بکوچہ دوڑتا ہوں

کُو دریں دو حال مردے در جہاں — تا فدائے اُو کنم امروز جاں

دنیا میں اِن دو حالتوں میں انسان کہاں ہے؟ — تاکہ آج میں اُس پر جان قربان کر دوں

گفت ۳ نادر چیز میجوئی ولیک — غافل از حکمِ قضائی نیک نیک

اُس نے کہا تو کمیاب چیز تلاش کرتا ہے لیکن — تو (اللہ کی) قضا کے حکم سے بالکل غافل ہے

ناظرِ فرعی ز اصلے بے خبر — فرع مائیم اصل احکامِ قدر

تو شاخ کو دیکھنے والا ہے اصل سے بے خبر ہے — ہم شاخ ہیں، تقدیر کے احکام اصل ہیں

چرخ گرداں را قضا گُمرہ کُند — صد عطارد را قضا ابلہ کُند

قضا گھومنے والے آسمان کو گمراہ کر دیتی ہے — قضا سینکڑوں عطارد کو بے وقوف بنا دیتی ہے

چرخ - تقدیر خداوندی آسمان کو بھی راستہ سے بھٹکا دیتی ہے عطارد ستارہ جو آسمان کا منشی ہے اُس کو تقدیر احمق بنا دیتی ہے۔

۱ آں یکے - ایک خدا کا عاشق دن میں چراغ جلائے ہوئے کچھ ڈھونڈتا پھرتا تھا یعنی دن میں چراغ کی روشنی سے تلاش کرنا مذاق اور دل لگی کی بات ہے تو چراغ لئے کیا تلاش کر رہا ہے۔ گفت - اس عاشق خدا نے کہا میں ہر جانب ایسے آدمی کی تلاش میں ہوں جو اللہ کی عطا کردہ روح سے زندہ ہو اور مجھے کوئی انسان نہیں ملتا ہے۔ مرد مانند - اس بیہودہ شخص نے کہا کہ یہ سارا بازار انسانوں سے پٹا پڑا ہے اور تجھے کوئی انسان نظر نہیں آتا۔

۲ خواہم مرد - اس عاشق خدا نے کہا میں ایسے انسان کی تلاش میں ہوں جو دو حالتوں یعنی غصہ اور حرص کے وقت سیدھے راستہ پر چلتا ہوا - وقتِ خشم و شہوت آدمی اسکو نہ جانئے گا جو وہ کیسا ہی صاحب فہم و ذکا۔ جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا۔ تا - اگر ایسا آدمی مجھے مل جائے تو میں اس پر جان قربان کر دوں۔

۳ گفت - اس شخص نے کہا ایسا انسان نادر اور کمیاب ہے اس کا ملنا دشوار ہے تو قضاء خداوندی کے حکم سے غافل ہے اور انسان کے افعال کو اس کا اختیاری فعل سمجھتا ہے۔ ناظر - انسان کا اپنا اختیار کہاں ہے اصل تو تقدیر خداوندی ہے۔

تنگ[1] گرداند جہانِ چارہ را — آب گرداند حدید و خارہ را
وہ تدبیر کی دنیا کو تنگ کر دیتی ہے — وہ لوہے اور (سنگِ) خارہ کو پانی بنا دیتی ہے

اے قرارے دادہ رہ را گام گام — خام خامی خام خامی خام خام
اے (وہ کہ) تو نے، قدم بقدم راستہ (طے کرنا) قرار دیا ہے — تو کچا ہی کچا ہے، کچا ہی کچا ہے، کچا، کچا

چوں بدیدی گردشِ سنگِ آسیا — آبِ جُو را ہم ببیں آخر بیا
جبکہ تو نے پن چکی کے پتھر کے چکر کو دیکھا ہے — آ، بالآخر نہر کے پانی کو بھی دیکھ لے

خاک را دیدی برآمد بر ہوا — در میانِ خاک بنگر باد را
تو نے ہوا پر گرد کو دیکھا ہے — گرد کے درمیان ہوا کو دیکھ لے

دیگہائے[2] فکر می بینی بجوش — اندر آتش ہم نظر می کُن بہوش
تو نے فکر کی دیگوں کو جوش میں دیکھا ہے — ہوش سے آگ کو بھی دیکھ لے

گفت حق ایوبؑ را در مکرمت — من بہر موئیت صبرے دادمت
اعزاز میں اللہ (تعالیٰ) نے (حضرت) ایوبؑ سے فرمایا — میں نے تجھے ہر ہر بال کی برابر صبر دیا ہے

ہیں بصبرِ خود مکُن چندیں نظر — صبر دیدی صبر دادن را نگر
خبردار! اپنے صبر پر زیادہ نظر نہ کر — تو نے صبر دیکھا ہے، صبر دینے کو دیکھ لے

چند بینی گردشِ دولاب را — سر بروں کُن ہم ببیں میراب را
رہٹ کی گردش کو کب تک دیکھے گا؟ — سر باہر کو نکال، پانی والے کو بھی دیکھ لے

تو ہمی گوئی کہ می بینم ولیک — دیدِ آں را بس علامتہاست نیک
تو کہتا ہے میں دیکھ رہا ہوں، لیکن — اس کے دیکھنے کی بہت سی علامتیں ہیں

گردشِ[3] کف را چو دیدی مختصر — حیرتت باید بدریا درنگر
جب تو نے دریا کے مختصر جھاگ دیکھے — تجھے حیرت درکار ہے، دریا کو دیکھ

آنکہ کف را دید سرگویاں بُوَد — وآنکہ دریا دید اُو حیراں بُوَد
جس نے جھاگ کو دیکھا اس نے سر پیٹا — جس نے دریا دیکھا وہ حیران ہے

آنکہ کف را دید نیتہا کُند — وآنکہ دریا دید دل دریا کُند
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ نیتیں کرتا ہے — اور جس نے دریا دیکھا وہ دل کو دریا بنا لیتا ہے

---

[1] تنگ۔ تقدیر کے سامنے تدبیر ہیچ ہے لوہے اور سنگ خارہ کو تقدیر پانی کر دیتی ہے۔ اے۔ تو نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ راستہ تیرے قدم طے کر آئے ہیں یہ تیری خام کاری ہے سب کچھ تقدیر کرتی ہے۔ چوں بدیدی۔ تو ظاہری اسباب پر نگاہ رکھتا ہے اور حقیقی سبب سے غافل ہے۔ خاک۔ تو ظاہر پر نظر رکھتا ہے حقیقت اور باطن تجھ سے پوشیدہ ہے۔

[2] دیگہائے۔ جس طرح دیگ بغیر آگ کے جوش نہیں کھاتی اسی طرح اسباب ظاہری بغیر مؤثر حقیقی کے کچھ اثرات نہیں رکھتے ہیں۔ گفت۔ حضرت ایوبؑ کا صبر مشہور ہے خدا نے انکو بھی یہ حکم دیا تھا کہ اپنے صبر کو نہ دیکھ صبر دینے والے کو دیکھ۔ چند بینی۔ رہٹ کو نہ دیکھ رہٹ چلانے والے کو دیکھ۔ تو ہمی۔ تیرا دعویٰ تو یہ ہے کہ تو حقیقی سبب کو دیکھتا ہے لیکن حقیقی سبب کو دیکھنے والوں کی ایک علامت بھی تیرے اندر نہیں ہے۔

[3] گردش یعنی ان تعینات کی جو بہت تھوڑے ہیں تو نے یہ چہل پہل دیکھی ہے اگر مقام حیرت میں پہنچتا تو دریائے حقیقت ذاتِ باری تعالیٰ پر نظر کرتا۔ آنکہ۔ جو صرف تعینات پر نظر رکھتا ہے اور انکو دریا سے جدا چیز سمجھتا ہے وہ لا حاصل سعی کرتا ہے جو شخص دریائے وحدت پر نظر رکھتا ہے اس کو محمود حیرانی حاصل ہوتی ہے۔

آنکہ۔ جو محض تعینات کو دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو بالکل دریائے حقیقت سے جدا سمجھتا ہے اپنے عمل کو اپنی طرف منسوب سمجھ کر مختلف نیتیں اچھی بُری کرتا ہے۔ وآنکہ دریا۔ جس نے بحرِ حقیقت کو دیکھ لیا ہے اس کا دل اس قدر وسیع ہے کہ وہ سب کچھ منجانب اللہ سمجھتا ہے۔

آنکہ کفہا دیدہ باشد در شمار
جس نے جھاگوں کو دیکھا وہ گنتی میں ہے
وآنکہ دریا دیدہ شد بے اختیار
اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے اختیار ہو گیا

آنکہ کف را دید در گردش بود
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ چکر میں ہے
وآنکہ دریا دید او بیغش بود
اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے کھوٹ ہے

آنکہ کف را دید بیگارش کند
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ اُس سے بیگار لیتا ہے
وآنکہ دریا دید بر دارش کند
اور جس نے دریا کو دیکھا وہ اُسکو سولی پر چڑھا دیتا ہے

آنکہ کف را دید گردد مست او
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ اُس کا مست بنجاتا ہے
وآنکہ دریا دید باشد غرق ہو
اور جس نے دریا کو دیکھا وہ خدا میں غرق ہوجاتا ہے

آنکہ کف را دید آید در سخن
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ باتیں بناتا ہے
وآنکہ دریا دید شد بے ما و من
اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بیخود اور بے انانیت کے ہوجاتا ہے

آنکہ کف را دید پالودہ شود
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ صاف کیا جاتا ہے
وآنکہ دریا دید آسودہ شود
اور جس نے دریا کو دیکھا وہ آرام سے ہو جاتا ہے

دعوت کردن مسلمان مُغ را باسلام و جواب او

مسلمان کا ایک آتش پرست کو اسلام کی دعوت دینا اور اُس کا جواب

مر مُغی را گفت مردے کاے فلاں
ایک شخص نے ایک آتش پرست سے کہا اے فلاں
ہیں مسلماں شو بباش از مومناں
خبردار! مسلمان ہوجا، مومنوں میں سے بنجا

گفت اگر خواہد خدا مومن شوم
اُس نے کہا اگر خدا چاہے گا میں مومن بنجاؤنگا
ور فزاید فضل ہم مُوقن شوم
اگر زیادہ مہربانی کرے گا صاحب یقین بنجاؤنگا

گفت میخواہد خدا ایمانِ تو
اُس نے کہا خدا تیرے ایمان کا خواہشمند ہے
تا رہد از دستِ دوزخ جانِ تو
تاکہ تیری جان دوزخ کے ہاتھ سے نجات پاجائے

لیک نفسِ نحس و آں شیطانِ زشت
لیکن منحوس نفس اور بد شیطان
می کشندت سُوئے کفران و کُنشت
تجھے کفر اور بُت خانہ کی طرف کھینچتے

گفت اے منصف چو ایشاں غالبند
اُس نے کہا اے منصف! جب وہ غالب ہیں
یارِ او باشم کہ باشد زورمند
میں اُس کا دوست بنوں گا جو طاقت ور ہو

ہے۔ تاکہ تجھے دوزخ سے نجات مِل جائے لیکن تیرا نفس اور شیطان تجھے کفر اور بُت خانے کی جانب کھینچ لیتے ہیں۔

ملہ آنکہ کفہا۔ جو شخص دریائے حقیقت سے غافل ہے اور محض بُلبلوں اور جھاگوں کو دیکھ رہا ہے وہ اپنے افعال کو شمار کرتا ہے کہ کچھ اختیاری اور کچھ اضطراری ہیں اور وہ شخص جس کی دریا پر نظر ہے اپنے اختیاری افعال کو بھی سمجھتا ہے کہ یہ اختیار بھی خدا کا عطا کردہ ہے۔ گردش بُود یعنی ایسے شخص کو سکون حاصل نہیں ہوتا۔ بے غش بُود۔ یعنی اُس کو اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ بیگارش۔ یعنی دنیا کے دھندوں سے لگتا ہے اور اُخروی اجر سے محروم رہتا ہے۔ بر دارش کند۔ وہ مخلوق کو فنا کر کے خالق کی خدمت میں لگ جاتا ہے۔

ملہ مست او۔ مخلوق میں مست ہوکر خدا سے غافل ہو جاتا ہے۔ غرق ہو۔ یعنی فنا فی اللہ۔ در سخن۔ مصرع آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد۔ پالودہ۔ یعنی مجاہدوں کے ذریعہ صاف کیا جاتا ہے۔ مُغ۔ آتش پرست۔

ملہ گفت۔ اُس آتش پرست نے کہا اگر خدا چاہے گا تو میں مومن بن جاؤں گا اور اگر مزید مہربانی ہوئی تو پھر موقن یعنی وہ مومن جس کو عین الیقین کا درجہ حاصل ہو بن جاؤنگا۔ میخواہد۔ مسلمان نے کہا خدا تجھے مومن بنانا چاہتا

یارِ[1] آں تا نم بُدن کو غالب ست — آں طرف اُفتم کہ غالب جاذب ست

میں اُس کا یار بنوں گا جو غالب ہے — میں اُس طرف جھکوں گا جو زیادہ کھینچنے والا ہے

چوں خدا میخواست از من صدقِ زفت — خواستش چہ سُود چوں پیشش نرفت

جب خدا مجھ سے پختہ سچائی چاہتا ہے — اُسکے چاہنے کا کیا فائدہ جبکہ اُس کی نہیں چلتی ہے؟

نفس و شیطاں خواہشِ خود پیش برد — واں عنایت قہر گشت و خرد و مُرد

نفس اور شیطان کی اپنی خواہش چل — وہ مہربانی مغلوب اور ریزہ ریزہ ہو گئی

تو یکے قصر و سرائے ساختی — اندرو صد نقشِ خوش افراختی

تو نے ایک محل اور سرائے بنائی — اُس میں تو نے اچھے نقش بنائے

خواستی مسجد شود آں جائے خیر — دیگرے آمد مر آنرا ساخت دیر

تو نے چاہا وہ اچھی جگہ مسجد بنے — دوسرا آیا اُس نے اُس کو بُت خانہ بنا لیا

یا تو[2] بافیدی یکے کرباس تا — خوش بسازی بہرِ پوشیدن قبا

یا تو نے سُوت بُنا تاکہ — پہننے کے لئے اچھی قبا بنائے

تو قبا میخواستی خصم از نبرد — رغمِ تو کرباس را شلوار کرد

تو نے قبا (بنانی) چاہی دشمن نے مخالفت سے — تیرے برخلاف کپڑا کو شلوار کر دیا

چارۂ کرباس چہ بُود جانِ من — جز زبونِ رائے آں غالب شُدن

اے میری جان! کپڑے کے لئے کیا چارہ ہوگا؟ — غالب آنے والے کے تابع بن جانے کے سوا

اُو زبوں شد جُرم ایں کرباس چیست — آنکہ اُو مغلوبِ غالب نیست کیست

وہ مغلوب ہو گیا اُس کپڑے کی کیا خطا ہے؟ — جو غالب سے مغلوب نہیں ہے وہ کون ہے؟

چوں کسے ناخواہِ اُو بر وے براند — خار بُن در مِلک و خانہ اُو نشاند

جب کسی نے اُس کے خلاف اُس پر حملہ کیا — اُس کی ملکیت اور گھر میں کانٹوں کی جھاڑی لگا دی

صاحبِ[3] خانہ بدیں خواری بُود — کایں چنیں بر وے خلافت میرود

گھر والا اِس ذلت میں ہو — کہ اِس طرح کی اُس پر حکومت ہو

ہم خَلَق گردم من ار تازہ و نُوم — چونکہ یارے ایں چنیں خوارے شوم

میں بھی بوسیدہ بن جاؤں گا خواہ تازہ اور نیا ہوں — جبکہ میں ایسے کمزور کا دوست بن جاؤں

چونکہ خواہِ نفس آمد مُستعاں — تسخر آمد ایش شاء اللہ کاں

جبکہ نفس کی خواہش مددگار ہے — تو جو اللہ نے چاہا ہوا، مذاق ہے

---

[1] یار۔ آتش پرست نے کہا جبکہ نفس اور شیطان کا چاہا ہوا ہو رہا ہے تو وہ تگڑے ہیں اور مجھے قوی کا ساتھ دینا چاہیئے۔ چون خدا۔ اگر خدا مجھ سے سچائی چاہتا ہے اور نفس و شیطان کے مقابلہ میں اُس کی کچھ نہیں چلتی ہے تو اُسکے چاہنے کا کیا فائدہ ہے۔ خرد و مُرد۔ ریزہ ریزہ۔ تو یکے۔ اگر کوئی ایک اچھا مکان بنا کر اُس کو مسجد بنانا چاہے اور کوئی دوسرا اُس پر غالب آکر اُس کو بُت خانہ بنا دے تو مسجد بنانے والے کی خواہش کا کیا فائدہ ہوا۔

[2] یا تو۔ اگر تو نے کپڑا اِس لئے بنا کر تو اُس کی قبا بنائے اور تیرا مخالف آکر اُسکو شلوار بنا دے تو کپڑے کیلئے اِس کے سوا اور کیا چارہ ہے کہ غالب کے سامنے مغلوب ہو جائے۔ چارہ۔ کپڑے کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ غالب کے سامنے مغلوب ہو جائے اور وہ جو کچھ اُس کا بنانا چاہے بنجائے۔ چوں کسے جب کوئی شخص کسی پر غالب ہو جاتا ہے تو اُس کا سب کچھ بگاڑ دیتا ہے۔

[3] صاحب خانہ۔ غاصب کے مقابلہ میں گھر کا مالک عاجز ہو جاتا ہے اور اُس پر دوسرا حکمرانی کرتا ہے۔ ہم خلق۔ کمزور کا ساتھی بھی ذلیل ہوتا ہے۔ چونکہ۔ جب نفس اور شیطان غالب ہو تو یہ کہنا کہ جو اللہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے ایک مذاق کی بات ہے۔

من[1] اگر ننگِ مُغاں یا کافرم — آں نیَم کہ بر خدا ایں ظن برم

میں اگر آتش پرستوں (کے لئے) ننگ یا کافر ہوں — میں وہ نہیں ہوں کہ خدا پر اس طرح کا گمان کروں

گر کسے ناخواہِ اُو ورغمِ اُو — گردد اندر مُلکتِ اُو حکم جو

اگر کوئی اُس کی خواہش کے بغیر اور اُس کی ذلت کے لئے — اُس کی ملک میں حاکم ہو

مُلکتِ اُو را فرو گیرد چنیں — کہ نیارد دم زدن دم آفریں

اُس کی مملکت پر اِس طرح قبضہ جمالے — کہ دم کو پیدا کرنے والا، دم نہ مار سکے

دفعِ اُو میخواہد و می بایدش — دیو ہر دم غصہ می افزایدش

وہ اس کو دفع کرنا چاہے اور اُسکو کرنا چاہیے — شیطان ہر وقت اُس کا غصہ بڑھائے

بندۂ ایں دیو میباید شُدن — چونکہ غالب اُوست در ہر انجمن

اِس شیطان کا بندہ ہونا چاہیئے — جبکہ ہر مجلس میں وہ غالب ہے

تامبادا[2] کیں کشد شیطان زِ من — پس چہ دستم گیرد آنجا ذُوالمنن

تاکہ ایسا نہ ہو کہ شیطان مجھ سے کینہ وری کرے — تو اُس جگہ خدا میری دستگیری کرے گا؟

آنکہ اُو خواہد مُرادِ اُو شوَد — از کہ کارِ من دگر نیکو شوَد

جو وہ (شیطان) چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے — پھر کس دوسرے سے میرا کام اچھا ہوگا

مثلِ شیطان بر درِ رحمٰن

رحمٰن کے دربر شیطان کی مثال

حاش لِلہ ایشس شاء اللہ کاں — حاکم آمد در مکان ولامکاں

اللہ پاک ہے، جو اُس نے چاہا ہوا — وہ مکان اور لامکان میں حاکم ہے

ہیچکس در مُلکِ او بے امرِ اُو — در نیفزاید سرِ یک تارِ مُو

کوئی شخص اُس کے حکم کے بغیر اُس کی مِلک میں — ایک بال برابر زیادتی نہیں کر سکتا ہے

مُلک[3] مُلکِ اُوست فرماں آنِ اُو — کمتریں سگ بر درآں شیطانِ اُو

سلطنت اُسی کی سلطنت ہے، حکم اُس کا ہے — اُس کا شیطان اُس کے دروازہ پر ادنیٰ کتا ہے

تُرکماں را گر سگے باشد بدَر — بر درش بنہادہ باشد رُوے وسَر

اگر ترکمان کے دروازے پر کتا ہو — اُس کے دروازے پر منہ اور سر رکھے ہوتا ہے

حفاظت کے لئے یہ عمدہ کتے بھی پالتے تھے گھر کے بچے اُن کتوں کی دُمیں کھینچتے تھے لیکن اجنبی انسان پر وہی کتے زنجیر کی طرح حملہ کر دیتے تھے۔

[1] من اگر۔ میں خواہ کافر یا آتش پرست ہوں تو میں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ اللہ کا چاہا ہوا نہ ہو اور شیطان اور نفس کی خواہش پوری ہو۔ گر کسے۔ آتش پرست کہتا ہے کہ میں عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ کوئی شخص خدا کی ملکیت میں اُس کے برخلاف حکمرانی کر سکے اور خدا اُس کے سامنے دم بھی نہ مار سکے اور خدا دشمن کو دفع کرنا چاہے اور وہ دشمن دفع نہ ہو اور خدا کا غصہ اور بڑھتا ہے۔ بندہ۔ اگر خدا اور شیطان کی یہی حالت ہے تو پھر خدا کی بجائے شیطان کا بندہ بن جانا چاہیئے کیونکہ خدا مغلوب اور شیطان غالب ہے۔

[2] تامبادا۔ اِس حالت میں اگر شیطان کی بجائے خدا کی بندگی کی جائے گی تو شیطان دشمن بن جائے گا اور خدا کوئی مدد نہ کر سکے گا۔ آنکہ جب شیطان کا منشا پورا ہوتا ہے تو پھر شیطان کے علاوہ میرا بھلا اور کون کر سکتا ہے۔ حاش للہ۔ اللہ تعالیٰ اِس سے پاک ہے کہ اُس کا ارادہ پورا نہ ہو۔ ہیچکس۔ اُس کی خدائی میں ایک ذرہ اُس کے حکم کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

[3] مُلک۔ دنیا اور آخرت اُس کا مُلک ہے شیطان اُس کے در کا معمولی کتا ہے۔ ترکمان۔ یہ خانہ بدوش قوم تھی غارتگری اُس کا پیشہ تھا

کودکانِ خانہ دُمش میکشند — باشد اندر دستِ طفلاں خوارمَند
گھر کے بچے اُس کی دُم کھینچتے ہیں — وہ بچوں کے ہاتھوں ذلیل ہوتا ہے

باز اگر بیگانۂ مُعبَر کُند — حملہ بروے ہمچو شیرِ نر کُند
پھر اگر کوئی اجنبی گذرتا ہے — نرشیر کی طرح اُس پر حملہ کرتا ہے

کہ[1] اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ شُد — با ولی گُل با عدو چوں خار شُد
کیونکہ "وہ کفار پر سخت ہیں" بن گیا — دوست کیساتھ پھول اور دشمن کیساتھ کانٹا بنا

زآب تتماجے کہ دادش ترکماں — آنچناں وافی شدست و پاسباں[2]
چھلے حریرے کی وجہ سے جو ترکمان نے اُسے دیا — ایسا وفادار اور محافظ بن گیا

پس سگِ شیطاں کہ حق ہستش کُند — اندرو صد فکرت و حیلت تند
تو شیطان کتا جس کو اللہ (تعالیٰ) پیدا کرتا ہے — اُس میں سینکڑوں خیال اور حیلے ڈالتا ہے

آبرُوہا را غذائے اُو کُند — تا بُرد اُو آبرُوئے نیک و بد
آبروؤں کو اُس کی غذا بناتا ہے — تاکہ وہ بھلے اور بُرے کی آبرو اُڑائے جائے

آبِ تتماج ست آبِ رُوئے عام — کہ سگِ شیطاں ازاں یابد طعام
عوام کی آبرو پتلا حریرہ ہے — کہ شیطان کتا اُس سے غذا حاصل کرتا ہے

بر[3] درِ خرگاہِ قُدرت جانِ اُو — چوں نباشد حکم را قرباں بگو
اُس کی جان قدرت کے خیمہ کے دروازے پر — حکم پر قربان کیسے نہ ہوگی! بتا

گلہ گلہ از مُرید و از مَرید — چوں سگِ باسط ذراعے بالوصید
مُرید اور سرکش جماعت در جماعت — کُتے کی طرح چوکھٹ پر بازو پھیلائے ہوئے ہے

بر درِ کہفِ الوہیّت چو سگ — ذرہ ذرہ امر جو بر جستہ رگ
الوہیت کے غار کے دروازے پر کُتے کی طرح — ذرہ ذرہ پھڑکتی ہوئی رگ کیساتھ حکم کا طالب ہے

اے[4] سگِ دیو امتحاں میکُن کہ تا — چوں دریں رہ می نہند ایں خلق پا
اے شیطان کُتے! امتحان کر کر کب تک — اس راستہ میں کس طرح یہ مخلوق پاؤں رکھتی ہے

حملہ میکُن منع میکُن می نگر — تا کہ باشد مادہ اندر صدق و نر
حملہ کر، روک، دیکھ — کہ سچائی میں کون مادہ اور کون نر ہے؟

کا وجود انسان کے اختیار کے منافی نہ ہوا۔

---

[1] کہ۔ انکے کُتوں کی یہ حالت تھی کہ مخالفوں اور اجنبیوں کے لئے سخت تھے دوستوں کے لئے پھول اور دشمنوں کے لئے کانٹا تھے۔ زآب۔ ترکمان اُس کُتے کو پتلا دلیا پلاتا تھا تو وہ اُس کا اس قدر وفادار اور محافظ بن گیا۔ پس۔ جب معمولی غذا پانے پر کُتا ترکمان کا ایسا فرمانبردار ہے تو شیطان جس کو خدا نے پیدا کیا اور طرح طرح کی غذائیں اُس کو عطا کرتا ہے۔ وہ شیطان لوگوں کی آبرو سے غذا حاصل کرتا ہے۔

[2] بر درِ خرگاہ۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں شیطان اُس کے حکم پر کیوں قربان نہ ہوگا.... گلہ گلہ خدا کے دربار میں ہر ارادتمند اور ہر سرکش کُتے کی طرح اگلے ہاتھ بچھائے ہوئے بیٹھا ہے۔ وصید۔ چوکھٹ صحن۔ مَرِید۔ سرکش۔ بر در کہف۔ اللہ کے دربار کے غار کے سامنے شیطان کُتے کی طرح بیٹھا ہے جس کا ذرہ ذرہ اللہ کے حکم کا منتظر ہے۔

[3] اے سگ۔ اللہ نے شیطان کو اس لئے بٹھا رکھا ہے تاکہ وہ دربار میں پہنچنے والوں کا امتحان کرے اور سچائی کے نر و مادہ کو پہچان لے اور جو سچائی میں مکمل نہیں ہیں اُن کو دربار تک نہ پہنچنے دے۔ لہٰذا شیطان

پس اَعُوذ از بہر چہ باشد چو سگ ¹ | گشتہ باشد از ترفّع تیز تگ

تو اعوذ کس لئے ہوتی ہے؟ جب کتا | بڑائی کی وجہ سے تیز دوڑتا ہے

ایں اَعُوذ آنست کاے تُرکِ خطا | بانگ بر زن بر سگ و رہ بر گشا

یہ اعوذ اس لئے ہے کہ اے خطا کے ترک! | کتے کو دھمکا اور راستہ کھول دے

تا بیایم بر درِ خرگاہِ تو | حاجتے خواہم ز جود و جاہِ تو

تاکہ میں تیرے خیمہ کے در پر آ جاؤں | تیری سخاوت اور رتبہ سے حاجت کا سوال کروں

چونکہ تُرک از سطوتِ سگ عاجز ست | ایں اعوذ و ایں فغاں ناجائز ست

جبکہ ترک (بھی) کتے کے حملہ سے عاجز ہے | یہ اعوذ اور یہ فریاد بیکار ہے

تُرک ہم گوید اعوذ از سگ کہ مَن | ہم ز سگ درماندہ ام اندر وطن

ترک بھی کہے کہ میں کتے سے پناہ چاہتا ہوں کیونکہ میں | بھی گھر میں کتے سے عاجز ہوں

تو نمی یاری بریں در آمدن ² | من نمی یارم ز در بیروں شدن

تو اس دروازے تک نہیں آ سکتا | میں دروازے سے باہر نہیں نکل سکتا

خاک اکنوں بر سرِ تُرک و تنق | کہ یکے سگ ہر دو را بندد عنق

اب ترک اور مہمان کے سر پر خاک | کہ ایک کتا دونوں کی گردنیں جکڑ دے

حاش للہ تُرک بانگے بر زند | سگ چہ باشد شیر نر خوں قے کند

خدا پاک ہے، ترک ایسی ڈانٹ پلائے کہ | کتا کیا ہوتا ہے؟ نر شیر خون کی قے کر دے

اے کہ خود را شیرِ یزداں خواندہ | سالہا شد با سگے درماندہ

اے وہ! کہ تو نے اپنے آپ کو خدا کا شیر کہا ہے | سالوں گزر گئے تو کتے سے عاجز ہے

چوں کُند ایں سگ برائے تو شکار ³ | چوں شکارِ سگ شُدستی آشکار

یہ کتا تیرے لئے شکار کب کرے گا؟ | جبکہ تو کھلے بندوں کتے کا شکار بن گیا

جواب گفتنِ مومنِ سُنّی مر کافرِ جبری را در اثباتِ اختیارِ بندہ

بندہ کا اختیار کے ثابت کرنے میں سنّی مومن کا جبری کافر کو جواب دینا

و دلیل گفتن کہ سُنّت راہے باشد کوفتۂ اقدامِ انبیا علیہم السلام

اور دلیل بیان کرنا کہ سنت وہی راستہ ہے جو انبیاء علیہم السلام کے پاؤں کا روندا

---

¹ پس اعوذ۔ تو اعوذ باللہ کی تعلیم اسی لئے دی گئی ہے کہ دربار میں پہنچنے والوں پر اگر شیطان کتا بھونکے تو وہ اعوذ کے مالک کو پکار کر کہیں کہ وہ اپنے کتے کو راستے سے ہٹا دے تاکہ وہ دربار تک پہنچ سکیں۔ چونکہ۔ جب ترک خود کتے سے عاجز ہو تو پھر اعوذ پڑھنا بالکل بیکار ہے۔ ترک۔ وہ ترک خود کتے سے پناہ مانگتا ہے۔

² تو نمی۔ ترک یہ کہے کہ کتے کے ڈر سے تو اندر نہیں آ سکتا اور میں باہر نہیں نکل سکتا۔ خاک۔ ایسے ترک اور مہمان کے سر پر خاک ہو... حاش للہ۔ ترک سے یہ بات بہت بعید ہے کہ وہ کتے سے ڈرے کتا تو درکنار اس کی ڈانٹ سے شیر خون کی قے کر دے گا۔ انسان جو خلیفۃ اللہ ہے وہ شیطان کے ڈر سے اور مغلوب ہو جائے یہ بری بات ہے۔

³ چوں کند۔ جب مالک خود کتے سے ڈرے تو کتا اس کے لئے کیا شکار کرے گا۔ سنت۔ جبر و قدر کے مسائل میں جو صحیح مسلک ہے وہ بین بین ہے اس کی ایک جانب جبر ہے اس عقیدہ کی رو سے انسان کا کوئی اختیار نہیں ہے جب انسان کو اختیار نہ ہو تو پھر اس کو اللہ کا حکم دینا اور منع کرنا درست نہ ہوگا لہٰذا اس عقیدہ کے مطابق انہیں تاویل کرنی ہوگی اور بہت سی تاویلات کے نتیجہ میں جنت اور دوزخ کو انکار لازم آئیگا اسلئے جنت تو اختیاری طور پر حکم بجا لانے کا انعام ہے اور دوزخ نہ ماننے والوں کی سزا ہے اور اس مسلک کی بائیں جانب قدر کا عقیدہ جس کی بنیاد پر انسان کو اپنے افعال کا خالق مانا جاتا ہے اور اللہ کی قدرت کو انسان کی قدرت سے مغلوب بنانا پڑتا ہے اور اس کے نتائج جبر کے عقیدے کے نتائج سے بھی بدتر ہیں۔

وبر یمینِ آں راہ بیابانِ جبرست کہ خود را اختیار نہ بیند و
ہوا ہے اُس کے دائیں جانب جبر کے جنگل کا راستہ ہے جو کہ اپنا اختیار نہیں

امر و نہی را منکر شود و تاویل کند و از منکر شدنِ امر و نہی
سمجھتا ہے اور امر و نہی کا منکر ہو جاتا ہے اور تاویل کرتا ہے اور امر و نہی کے منکر ہونے سے بہشت

لازم آید انکار بہشت و دوزخ کہ بہشت جزائے مُطیعانِ
اور دوزخ کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ بہشت فرمانبرداروں کی جزاء ہے

امر ست و دوزخ جزائے مخالفانِ امر و دیگر نگویم کہ بچہ انجامد
اور دوزخ حکم کے مخالفوں کی جزاء ہے ہیں اور مزید نہیں کہتا کہ کیا نتیجہ

کہ اَلعَاقِلُ تَکفِیہِ الاِشَارَۃُ و بر یسارِ آں راہ بیابانِ قدرست
نکلتا ہے، عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے اور اُسکے بائیں جانب قدر کا جنگل ہے

کہ قدرتِ خالق را مغلوب قدرتِ خلق داند و ازاں فسادہا
جو اللہ کی قدرت کو مخلوق کی قدرت سے مغلوب سمجھتے ہیں اور اس سے وہ

زاید کہ آں مغِ جبری بر شمرد
خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جنکو وہ جبری آتش پرست گناتا ہے

گفت[1] مومن بشنو اے جبری خطاب
مومن نے کہا اے جبری! بات سن

آنِ خود گفتی نک آوردم جواب
تو نے اپنی بات کہہ لی اب میں جواب دیتا ہوں

بازیٔ خود دیدی اے شطرنج باز
اے شطرنجی! تو نے اپنی چال دیکھ لی

بازیٔ خصمت بہ بیں پہن و دراز
مخالف کی لمبی چوڑی چال بھی دیکھ لے

نامۂ عذرِ خودت بر خواندی
تو نے اپنے عذر کی کتاب پڑھ دی

نامۂ سُنّی بخواں چہ ماندی
سُنّی کی کتاب (بھی) پڑھ (کر) تیرا کیا حال ہے؟

نکتہ گفتی جبریانہ در قضا
قضا کے بارے میں تو نے جبریوں کا نکتہ بیان کیا

سرِّ آں بشنو ز من در ماجرا
معاملہ میں مجھ سے اس کا راز سن لے

اختیارے[2] ہست ما را بے گماں
یقیناً ہمارے لئے (بھی) اختیار ہے

حِس را منکر نتانی شد عیاں
تو آنکھوں دیکھی حس کا انکار نہیں کر سکتا

اختیارِ خود بہ بیں جبری مشو
اپنے اختیار کو دیکھ، جبری نہ بن

رہ رہا کردی براہ آ کج مرو
تو نے راستہ چھوڑ دیا، راستہ پر آجا، ٹیڑھا نہ چل

---

[1] گفت: سُنّی مسلمان نے جبر کے عقیدے والے کو جواب دیا۔ جبری: وہ شخص جو جبر کا عقیدہ رکھتا ہو۔

[2] اختیارے: جبر کے عقیدے میں انسان کے اختیار کا بالکل انکار ہے، مولانا انسان کے اختیار کو ثابت کرتے ہیں۔

سنگ[1] را ہرگز نگوید کس بیا … از کلوخے کس کجا جوید وفا

پتھر سے کوئی نہیں کہتا تو آجا … ڈھیلے سے وفاداری کون چاہتا ہے ؟

آدمی را کس نگوید ہیں بپر … یا بیا اے کور خوش در من نگر

انسان سے کوئی نہیں کہتا، ہاں اُڑ … یا اے اندھے! آ مجھے غور سے دیکھ

گفت یزداں ما علی الاعمیٰ حرج … کے نہد بر کس حرج ربُّ الفرج

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اندھے پر تنگی نہیں ہے … کشادگی کا پروردگار کسی پر تنگی نہیں ڈالتا ہے

کس نگوید سنگ را دیر آمدی … یا کہ چوبا تو چرا بر من زدی

پتھر سے کوئی نہیں کہتا کہ تو تاخیر سے آیا … یا اے لکڑی! تو نے مجھے کیوں مارا؟

ایں[2] چنیں واجُستہا مجبور را … کس نگوید یا زند معذور را

مجبور سے ایسی جواب طلبیاں … کوئی نہیں کرتا ہے، یا مجبور کو مارے

امر و نہی و خشم و تشریف و عتیب … نیست جز مختار را اے پاک جیب

حکم دینا اور روکنا اور غصہ اور اعزاز اور عتاب … اے پاک دل! مختار کے سوا کے لئے نہیں ہے

اختیارے ہست در ظلم و ستم … من ازیں شیطان و نفس ایں خواستم

ظلم اور ستم میں اختیار ہے … میری مُراد نفس اور شیطان سے یہی تھی

اختیار اندر درونت ساکن ست … تا ندید اُو یوسفے کف را نخست

تیرے اندر اختیار باقی ہے … جبتک اُسنے یوسفؑ کو نہیں دیکھا ہاتھ کو زخمی نہیں کیا

اختیار و داعیہ در نفس بود … روش دید آنگہ پر و بالے کشود

اختیار اور داعیہ نفس میں تھا … اُن کا چہرہ دیکھا پھر بال اور پر کھولے

سگ[3] بخفتہ اختیارش گشتہ گم … چوں شکنبہ دید جنبانید دُم

سوئے ہوئے کُتّے کا اختیار گم ہوگیا ہے … جب معدہ دیکھا اُس نے دُم ہلائی

اسپ ہم جو جو کند چوں دید جو … چوں بجنبد گوشت گربہ گفت مو

گھوڑا بھی جو جو کرنے لگتا ہے جب جو دیکھتا ہے … جب گوشت ہلتا ہے، بلّی میاؤں کہتی ہے

دیدن آمد جنبشِ آں اختیار … ہمچو نفخے ز آتش انگیزد شرار

دیکھنا اُس اختیار کی حرکت بنا … اُس پھونکنے کی طرح جو آگ سے چنگاریاں اُٹھاتا ہے

---

[1] سنگ۔ انسان کو حکم دیا جاتا ہے پتھر کو کوئی حکم نہیں دیتا ہے معلوم ہوا کہ انسان میں قدرت اور اختیار ہے۔ آدمی را۔ جس چیز کی انسان میں قدرت اور اختیار نہیں ہے اُس کے بارے میں کوئی اُس کو حکم نہیں دیتا ہے انسان سے کوئی نہیں کہتا کہ اُڑ۔ کس نگوید۔ پتھر سے کوئی کسی طرح مطالبہ نہیں کرتا ہے اس لئے کہ جانتا ہے اُس میں کوئی قدرت اور اختیار نہیں ہے۔

[2] ایں چنیں۔ جس قدر مطالبات ہیں وہ صاحب اختیار وقدرت سے ہیں، غصہ غضب حکم اور ممانعت وغیرہ صاحب اختیار سے متعلق ہے۔ اختیار۔ انسان ظلم اور ستم کرنے اور نہ کرنے میں بااختیار ہے جب ظلم کرتا ہے تو خود اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتا ہے نفس اور شیطان خود انسان کا اپنا ارادہ ہے ساکن۔ جبتک کسی طرح کا داعیہ پیدا نہیں ہوتا ہے تو انسان کا اختیار خوابیدہ رہتا ہے۔ تا ندید۔ اس سے حضرت یوسفؑ اور مصری عورتوں کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

[3] سگ بخفتہ۔ جب تک کتا ہڈی نہیں دیکھتا تو سوتا رہتا ہے ہڈی دیکھ کر دُم ہلانا شروع کر دیتا ہے یہی حال انسان کے اختیار اور قدرت کا ہے جب تک کوئی داعیہ نہیں ہے وہ خوابیدہ ہے جب کوئی داعیہ ہوگا تو بیدار ہو جائے گا۔ جو جو کند۔ یعنی گھوڑا ہنہناتا ہے۔ مو۔ یعنی بلی ماؤں ماؤں کرتی ہے۔ دیدن۔ اس داعیہ کو دیکھنا اختیار کو بیدار اور متحرک بنا دیتا ہے۔

پس[1] بجُنبد اختیارت چون بلیس ... شُد دلالہ آردت پیغام وِیس
تو تیرا اختیار حرکت میں آجاتا ہے، جب شیطان ... دلال بنتا ہے، تیرے پاس ویس کا پیغام لاتا ہے

چونکہ مطلوبے بریں کس عرضہ کرد ... اختیار خُفتہ بکُشاید نبرد
جب اِس شخص پر مطلوب پیش کیا ... سویا ہوا اختیار جنگ شروع کردیتا ہے

واں فرشتہ خیرہا بررغمِ دیو ... عرضہ دارد میکُند در دل غریو
فرشتہ، شیطان کے برخلاف بھلائیاں ... پیش کرتا ہے، دل میں شور برپا کردیتا ہے

تا بجُنبد اختیارِ خیرِ تو ... زانکہ پیش از عرضہ خُفتہ ایں دو خُو
تاکہ تیرا بھلائی کا اختیار حرکت میں آئے ... کیونکہ پیش کرنے سے پہلے یہ دونوں خصلتیں سوئی ہوئی ہیں

پس فرشتہ و دیو گشتہ عرضہ دار ... بہرِ تحریکِ عُروقِ اختیار
تو فرشتہ اور شیطان پیش کرنیوالے بنے ... اختیار کی رگوں کو حرکت میں لانے کے لئے

می‌[2]شود ز الہامہا و وسوسہ ... اختیارِ خیر و شرت دہ کسہ
وسوسہ اور الہاموں کی وجہ سے بنجاتا ہے ... تیرا خیر اور شر کا اختیار دس گُنا ہونے والا

وقتِ تحلیلِ نماز اے بانمک ... زاں سلام آورد باید بر ملک
اے ملیح! نماز ختم کرنے کے وقت ... اسی لئے فرشتوں کو سلام کرنا چاہیے

کہ ز الہام و دُعائے خوب تاں ... اختیارِ ایں نمازم شُد رواں
کہ تمہاری اچھی دُعا اور الہام سے ... اس نماز کا (بڑا) اختیار ختم ہوگیا

باز[3] از بعدِ گنہ لعنت کُنی ... بر بلیس ایرا کہ از وے منحنی
پھر گناہ کے بعد تو لعنت کرتا ہے ... شیطان پر، کیونکہ تو اسی وجہ سے کُبڑا اپنا

ایں دو ضد عرضہ کنندہ در سِرار ... در حجابِ غیب آمد عرضہ دار
در پردہ یہ دو متضاد پیش کرنے والے ... غیب کے پردے میں پیش کرنیوالے ہیں

چونکہ پردہ غیب برخیزد ز پیش ... تو بہ بینی رُوی دَلالانِ خویش
جب غیب کا پردہ سامنے سے اُٹھ جائیگا ... تو اپنے دلالوں کا چہرہ دیکھ لے گا

وز سخن شاں واشناسی بے گزند ... کاں سخن گو در حجاب اینہا بُدند
اور تو بلا تکلف اُن کی گفتگو کو پہچان لے گا ... کہ پردے میں گفتگو کرنے والے یہی تھے

اُن کے ذریعہ تو اُن کی شخصیتوں کو پہچان لے گا۔

---

[1] پس بجُنبد۔ شیطان تیرے معشوق کا پیغام لاتا ہے تو دلال کا کام کرتا ہے اور تیرا خوابیدہ اختیار حرکت میں آجاتا ہے اور جنگ شروع کردیتا ہے۔ واں فرشتہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ شیطان کے برخلاف خبریں پیش کرکے دل میں خلجان پیدا کرتا ہے تاکہ شر کی بجائے خیر والا اختیار بیدار ہوجائے۔ پس۔ فرشتہ فرشتہ اور شیطان تو تیرے اندرونی اختیار کو متحرک کرتے ہیں اختیار تیرے اندر موجود ہوتا ہے۔

[2] می شود۔ جو اختیار خود انسان میں موجود ہوتا ہے وہ فرشتوں کے الہام اور شیطانوں کے وسوسوں کے ذریعہ قوی ہوجاتا ہے۔ وقتِ تحلیل۔ جس وقت نمازی سلام پھیرتا ہے تو فرشتوں کی بھی نیت کرتا ہے اس لئے کہ انہی کی ترغیب اور الہام سے اُس نے نماز ادا کی ہے۔

[3] باز۔ گناہ کے بعد انسان شیطان پر اسی وجہ سے لعنت بھیجتا ہے کہ اُس کے وسوسہ کی وجہ سے وہ گناہ میں مبتلا ہوا اور اُس نے کجروی اختیار کی۔ ایں دو یعنی فرشتہ اور شیطان۔ چونکہ۔ حشر میں جبکہ دنیوی زندگی کا یہ حجاب ختم ہوجائے گا تو فرشتہ اور شیطان کو خود دیکھ لے گا اور جو پس پردہ اُن کی باتیں تھیں

دیوؔ گوید اے اسیرِ طبع و تن — عرضہ میکردم نہ کردم زورِ من

شیطان کہے گا اے طبیعت اور جسم کے قیدی! میں نے پیش کیا تھا، میں نے مجبور نہ کیا تھا

واں فرشتہ گویدت من گفتمت — کہ ازیں شادی فزوں گردد غمت

اور وہ فرشتہ تجھ سے کہے گا میں نے تجھ سے کہہ دیا تھا کہ اس خوشی سے تیرے رنج میں اضافہ ہوگا

آں فلاں روزت نگفتم من چناں — کہ ازاں سو لیست رہ سوئے جناں

کیا میں نے فلاں روز تجھ سے ایسا نہ کہا تھا؟ کہ جنتوں کا راستہ اُس جانب ہے

ما محبِّ جان و روح افزای تو — ساجدان و مخلصِ بابای تو

ہم جان کو پیار رکھنے والے اور تیری رُوح کو بڑھانے والے ہیں، تیرے باوا کے مخلص اور سجدہ کرنیوالے ہیں

ایں زمانت خدمتے ہم میکنم — سوئے مخدومی صلایت میزنم

میں اس وقت بھی تیری خدمت کر رہا ہوں، مخدوم بننے کی جانب تجھے بلاتا ہوں

آں گروہ بابات را بودہ عدیٰ — در خطابِ اسجدوا کردہ ابا

وہ گروہ تیرے باوا کا دشمن تھا اور "سجدہ کرو" کے حکم سے اُس نے انکار کیا تھا

آں گرفتی وانِ ما انداختی — حقِ خدمت ہائے ما نشناختی

تونے وہ لے لیا اور ہماری بات کو نظر انداز کر دیا، تو ہماری خدمتوں کے حق کو نہ پہچانا

ایں زماں ما را و ایشاں را عیاں — در نگر بشناس از لحن و بیاں

اب ہمیں اور اُن کو آنکھ سے دیکھ لے، لہجے اور گفتگو سے پہچان لے

نیم شب چوں بشنوی زاریِ دوست — چوں سخن گوید سحر دانی کہ اوست

جب تو آدھی رات کو دوست کی آہ و زاری سنتا ہے، جب وہ صبح کو بات کرتا ہے تو جان لیتا ہے کہ وہ وہی ہے

ور دو کس در شب خبر آرد ترا — روز از گفتن شناسی ہر دو را

اگر رات میں دو شخص تیرے پاس خبر لائیں، دن میں بات کرنے سے تو دونوں کو پہچان لیتا ہے

بانگِ شیر و بانگِ سگ شب در رسید — صورتِ ہر دو ز تاریکی ندید

رات کو شیر کی آواز اور کتے کی آواز آئی، تونے اندھیرے کی وجہ سے دونوں کی صورت نہ دیکھی

روز شد چوں باز در بانگ آمدند — پس شناسد شاں ز بانگ آں ہوشمند

دن نکلا، پھر جب وہ بولے، تو وہ ہوشمند آواز سے اُن کو پہچان لیتا ہے

ور دو کس۔ رات میں جو شخص باتیں کرتے ہیں دن میں اُنکی آواز پہچان کر تم متعین کر لیتے ہو کہ ان دونوں میں سے فلاں بات فلاں شخص نے کہی اور فلاں بات فلاں شخص نے کہی تھی رات میں اگر کتے اور شیر کی آواز سُنی تھی تو دن میں جب دونوں کی آوازوں کو سنتا ہے تو جان جاتا ہے کہ رات کی فلاں آواز شیر کی تھی اور فلاں کتے کی تھی۔

۱؎ دیو۔ وہاں شیطان تجھ سے کہہ دے گا کہ میں نے دل میں وسوسہ ہی تو ڈالا تھا تجھے مجبور تو نہ کیا تھا فرشتہ فرشتہ تجھ سے کہے گا کہ میں نے تیرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس گناہ کی لذت اور خوشی بہت سے غموں کا سبب بنے گی۔ آں فلاں۔ فرشتہ یہ بھی کہے گا کہ فلاں روز میں نے تجھے جنت کا راستہ بتایا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ ہم تمہارے خیر خواہ ہیں اور تمہارے باپ حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنیوالے ہیں۔ ایں زمانت۔ فرشتہ یہ بھی کہتا ہے کہ جس طرح ہم نے تمہارے باپ کی خدمت کی تمہاری خدمت کرتے ہیں اور نیک راستہ بتا کر تجھے مخدوم بنانا چاہتے ہیں۔ آں گروہ۔ فرشتے نے یہ بھی کہا کہ یہ شیاطین کی جماعت تمہارے باپ کی بھی دشمن تھی اور اُن کو سجدہ کرنے سے اِس نے انکار کیا تھا۔

۲؎ آں۔ فرشتہ کہہ دے گا کہ تونے ہمارا کہنا نہ مانا اور شیطان کا کہنا مانا۔ ایں زماں۔ پہلے تونے ہمیں دیکھا نہ تھا آواز سُنی تھی اب آواز سے آواز ملا کر ہمیں پہچان لے ہم وہی ہیں یا نہیں ہیں۔ نیم شب۔ اندھیرے میں اگر کوئی تم سے بات کرتا ہے تو دن میں اُس کی آواز سے پہچان جاتے ہو کہ رات میں بات کرنے والا شخص یہی تھا۔

مخلص[1] اینکه دیو و روح عرضه دار
خلاصہ یہ ہے کہ شیطان اور فرشتہ پیش کرنے والے
هر دو هستند از تتمه اختیار
دونوں اختیار کا تکملہ ہیں

اختیارے هست در ما ناپدید
ہم میں چھپا ہوا اختیار ہے
چوں دو مطلب دید آید در مزید
جب دو مطلب دیکھتا ہے جوش میں آتا ہے

اوستاداں کودکاں را میزنند
استاد بچوں کو پیٹتے ہیں
آں ادب سنگ سیه را کے کنند
یہ سزا کالے پتھر کو کب دیتے ہیں؟

هیچ گوئی سنگ را فردا بیا
تو کبھی پتھر کو کہتا ہے، کل آنا
ور نیائی من دهم بد را سزا
اگر تو نہ آئے گا، تو میں برے کو سزا دوں گا

هیچ عاقل مر کلوخے را زند
عقلمند انسان کبھی ڈھیلے کو مارتا ہے
هیچ با سنگے عتابے کس کند
کوئی کبھی پتھر پر غصہ کرتا ہے

در خرد جبر از قدر رسواتر ست
عقلاً، جبر قدر سے زیادہ برا ہے
زانکه جبری حس خود را منکر ست
کیونکہ جبری اپنے حس کا منکر ہے

منکر حس نیست آں مرد قدر[2]
قدری انسان، حس کا منکر نہیں ہے
فعل حق حسی نباشد اے پسر
اے بیٹا! اللہ (تعالیٰ) کا کام حس میں نہیں آتا

منکر فعل خداوند جلیل
خداوند جلیل کے فعل کا منکر
هست در انکار مدلول دلیل
دلیل کے نتیجہ کے انکار میں (مبتلا) ہے

آں بگوید دود هست و نارنے
وہ کہتا ہے، دھواں ہے اور آگ نہیں ہے
نور شمعے بے ز شمع روشنے
شمع کی روشنی بغیر شمع کے روشن ہے

ویں[3] همیں بیند معین نار را
اور یہ (جبری)، آگ کو موجود دیکھتا ہے
نیست میگوید پئے انکار را
انکار کے لئے "نہیں ہے" کہتا ہے

جامه اش سوزد بگوید نار نیست
اس کا کپڑا جلتا ہے، کہتا ہے آگ نہیں ہے
جامه اش دوزد بگوید تار نیست
اس کا کپڑا سیتا ہے، کہتا ہے دھاگا نہیں ہے

پس تسفسط آمد ایں دعوی جبر
یہ جبر کا دعوے سوفسطائیت ہے
لاجرم بدتر بود زیں رو زگبر
اس اعتبار سے وہ لامحالہ دہریے سے بدتر ہے

کپڑا آگ سے جل رہا ہے اور آگ کا انکار کرتا ہے دھاگے سے کپڑا سِل رہا ہے اور دھاگے کا انکار کرتا ہے۔ پس تسفسط۔ جبر کا عقیدہ تو سوفسطائی عقیدہ پر مبنی ہے جو اشیاء کو موجود نہیں مانتا بلکہ اشیاء کے وجود کو وہم اور خیال کہتا ہے اور یہ سوفسطائی عقیدہ دہریہ کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے۔

[1] مخلص۔ بات کا خلاصہ یہ نکلا کہ انسان نیکی اور بدی کرنے میں، بااختیار ہے مجبور نہیں ہے وہ اختیار پوشیدہ ہوتا ہے مقصد کے سامنے آجانے پر اس اختیار میں طاقت آجاتی ہے۔ اوستاداں۔ استاد بچہ کو مختار سمجھ کر غلطی پر مارتا ہی پتھر چونکہ مجبور محض ہے اسکو کوئی نہیں مارتا ہے۔ ہیچ۔ پتھر کو مجبور مان کر نہ کوئی شخص اسکو حکم دیتا ہے نہ اسکو سزا کا مستحق سمجھتا ہے۔ در خرد۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جبر کا عقیدہ تو قدر کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے کیونکہ جبر کے عقیدہ کی بنیاد پر انسانی فعل کا انکار لازم آتا ہے۔ جو محسوس چیز ہی ہے تو گویا جبری اپنے ایک محسوس کا منکر ہے۔

[2] مرد قدر۔ قدری شخص جو اپنے آپ کو خود مختار مانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا بندے کو اختیار عطا کرنے کا منکر ہے وہ اللہ کے ایک فعل کا منکر ہے جو حسی چیز نہیں ہے بر عکس قدری شخص جو اللہ تعالیٰ کے بندے کو اختیار عطا کرنے کا منکر ہے وہ صرف ایک نظری دلیل کے نتیجہ کا منکر ہے۔ آں بگوید جبری عقیدے کا نتیجہ تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے دھواں موجود ہے مگر آگ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خود بخود پیدا ہو گیا ہے اور موم بتی کا نور ہے لیکن موم بتی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خود بخود موجود ہو گیا ہے۔

[3] ویں۔ جبری محسوس کا انکار کرتا ہے تو گویا آگ کو دیکھتے ہوئے آگ کے وجود کا انکار کرتا ہے

گبر[1] گوید ہست عالم نیست رب　　یا ربے گوید کہ نبود مستجب
دہریہ کہتا ہے، عالم موجود ہے، خدا نہیں ہے　　یا رب کہتا ہے، جو قبول نہیں ہوتا ہے

ایں ہمی گوید جہاں خود نیست ہیچ　　ہست سوفسطائی اندر پیچ پیچ
یہ کہتا ہے کہ دنیا خود کچھ نہیں ہے　　سوفسطائی، پیچ و تاب میں ہے

جملہ عالم مُقِر در اختیار　　امر و نہی ایں بیار و آں میار
اختیار کا سارا جہاں مُقِر ہے　　حکم دینا اور منع کرنا یہ لا اور وہ نہ لا

او[2] ہمی گوید کہ امر و نہی لاست　　اختیارے نیست ایں جملہ خطاست
وہ کہتا ہے، کہ حکم دینا اور منع کچھ نہیں ہے　　کوئی اختیار نہیں ہے، یہ سب غلط ہے

حِس را حیواں مُقِر ست اے رفیق　　لیک[3] اِدراکِ دلیل آمد دقیق
اے دوست! حِس کا حیوان مُقِر ہے　　لیکن دلیل کا اِدراک دِقت طلب ہے

زانکہ محسوس ست ما را اختیار　　خوب می آید بر و تکلیفِ کار
کیونکہ ہمارا اختیار محسوس ہے　　اسکی بنیاد پر کام کا مکلف بنانا مناسب ہے

درکِ وجدانی چوں اِختیار و اِضطرار و خشم و اِصطبار و
باطنی احساس جیسے کہ اختیار اور اضطرار اور غصّہ اور صبر کرنا اور

سیری و ناہار بجائے حِس ست کہ زرد از سرخ بداں فرق
پیٹ بھرنا اور بھوک، حِس کے قائم مقام ہے جو کہ زرد کو سُرخ سے

گنند و خُرد از بزرگ و تلخ از شیریں و مُشک از سرگیں و درشت
اور چھوٹے کو بڑے اور کڑوے کو میٹھے سے اور مشک کو گوبر سے اور سخت

از نرم و سرد از گرم و سوزاں از شیر گرم و تر از خشک و لمس
کو نرم سے سرد کو گرم اور جلانے والے کو گنگنے اور تَر کو خشک سے اور دیوار

دیوار از لمس درخت پس منکرِ وجدانی منکرِ حِس باشد و زیادہ
کے چھونے کو درخت کے چھونے سے فرق کرتی ہے تو باطنی احساس کا منکر حِس کا منکر ہوگا

کہ وجدان از حِس ظاہر تر ست زیرا کہ حِس را تواں بستن و
اور اس سے بھی بڑھ کر کیونکہ باطنی احساس حِس سے بڑھ کر ہے کیونکہ حِس کو احساس کرنے سے باندھا

منع کردن از احساس و بستنِ راہ و مدخلِ وجدانیات
اور روکا جا سکتا ہے　　اور باطنی احساسات کے راستہ اور مدخل کو بند کرنا ممکن نہیں ہے

[1] گبر گوید۔ دہریہ اختیاری حالت میں عالم کو موجود مانتا ہے خدا کا منکر ہے لیکن اضطراری حالت میں خدا کو بھی پکارنے لگتا ہے اور سوفسطائی عالم کے وجود ہی کا منکر ہے۔ جملہ عالم۔ دنیا کے سب انسان، انسان کے اختیار کے قائل ہیں اسی لئے ایک دوسرے کو حکم دیتا ہے اور منع کرتا ہے اگر مخاطب کو مختار نہ سمجھتے تو نہ حکم دیتے نہ منع کرتے۔

[2] او۔ جبری یہ کہتا ہے کہ حکم دینا اور روکنا سب غلط ہے انسان کو کرنے نہ کرنے میں کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ حِس۔ حیوانات تک حِس کے قائل ہیں لیکن جبری اس کا انکار کرتا ہے۔

[3] لیک۔ قدری جو بندہ کو مختارِ مطلق قرار دیتا ہے وہ دلیل جیسی دقیق چیز کا منکر ہے لہٰذا جبری، قدری سے بے عقلی میں بڑھا ہوا ہے۔ زانکہ۔ انسان کا مختار ہونا بالکل حِسّی چیز ہے اسی بنا پر وہ مکلف قرار دیا گیا ہے۔

را ممکن نیست و العاقلُ تکفیہِ الاشارۃُ

ممکن نہیں ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

درکِ[1] وجدانی بجائے حس بُود | ہر دو در یک جدول اے عم میرود
باطنی احساس حس کی جگہ ہے | اے چچا! دونوں ایک گول میں جاتے ہیں

نغز می آید برو کُن یا مکُن | امر و نہی و ماجراہا در سخن
اس پر بھلا بنتا ہے کر یا نہ کر | حکم دینا اور منع کرنا اور بات میں واقعات

ایں کہ فردا ایں کُنم یا آں کُنم | ایں دلیلِ اختیارست اے صنم
یہ کہ کل یہ کروں گا، یا وہ کروں گا | اے پیارے! یہ اختیار کی دلیل ہے

واں پشیمانی کہ خوردی زاں بدی | ز اختیارِ خویش گشتی مُہتدی
اور وہ شرمندگی جو تو نے بدی سے اُٹھائی | اپنے اختیار سے تو ہدایت یاب بنا

جملہ[2] قرآں امر و نہی ست و وعید | امر کردن سنگِ مرمر را کہ دید
سارا قرآن امر اور نہی اور ڈراوا ہے | سنگِ مرمر کو حکم کرنا، کس نے دیکھا ہے؟

ہیچ دانا ہیچ عاقل ایں کُند | با کلوخ و سنگ خشم و کیں کُند
کوئی سمجھدار کوئی عقلمند یہ کرتا ہے | ڈھیلے اور پتھر سے غصہ اور کینہ کرتا ہے؟

کہ بگفتم کہ چنیں کُن یا چناں | چوں نکردید اے موات و عاجزاں
کہ میں نے کہا تھا ایسا کر یا ویسا | اے مُردو اور عاجزو! تم نے کیوں نہ کیا؟

عقل[3] کے حکمے کند بر چوب و سنگ | مردِ چنگی کے زند بر نقشِ چنگ
لکڑی اور پتھر کو عقل کب حکم دیتی ہے! | چنگ بجانے والا چنگ کی تصویر کو کب بجاتا ہے؟

کاے غلامِ بستہ دست اشکستہ پا | نیزہ برگیر و بیا سوئے وغا
کہ اے ہاتھ بندھے، پاؤں ٹوٹے ہوئے غلام! | نیزہ تھام اور جنگ کی جانب آ

خالقے کو اختر و گردوں کُند | امر و نہیِ جاہلانہ چوں کُند
وہ خالق جس نے ستارے اور آسمان بنایا | جاہلوں کا سا حکم دینا اور منع کرنا کب کرتا ہے؟

[3] عقل. جن چیزوں میں اختیار نہیں ہے اُن کو کوئی حکم نہیں دیا جاتا ہے چنگ کی تصویر میں جبکہ بجنے کا اختیار نہیں ہے اس کو کوئی نہیں بجاتا ہے. کاے. جس غلام کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں اُس کو جنگ میں جاکر نیزہ بازی کا کوئی حکم نہیں دیتا ہے. خالقے. اللہ تعالیٰ نے جس کی حکمت سے ستارے اور آسمان بنا اُس سے یہ جاہلانہ فعل کیسے صادر ہو سکتا ہے کہ وہ غیر مختار کو حکم دے یا منع کرے.

[1] درک. علم وجدانی. وہ علم جو وجدان کے ذریعہ حاصل ہو وجدان نفس اور اُس کی باطنی قوتوں کو کہا جاتا ہے. مولانا کے فرمانے کا منشاء یہ ہے کہ کچھ معلومات تو وہ ہیں جو بذریعہ وجدان انسان کو حاصل ہوتی ہیں جیسا کہ مجبور ہونا مضطر ہونا یا غصہ اور صبر کرنا اور کچھ معلومات وہ ہیں جو بذریعہ حواس حاصل ہوتی ہیں جیسا کہ کسی چیز کا چھوٹا بڑا ہونا یا کڑوا میٹھا ہونا وغیرہ تو وجدانی معلومات ایسی ہی ہیں جیسا کہ وہ معلومات جو حواس کے ذریعہ ہوتی ہیں بلکہ وجدانیات، محسوسات سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں کیونکہ محسوسات کا ذریعہ حواس ہیں اور حواس انسان معطل کر سکتا ہے لیکن وجدان کو معطل کرنا ممکن نہیں ہے تو جو شخص کسی وجدانی معلوم کا انکار کرے تو وہ محسوس کے منکر کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ احمق ہے تو اس لحاظ سے جبریہ فرقہ جو انسان کے اختیار کا منکر ہے جو کہ ایک وجدانی چیز ہے قدریہ فرقہ سے زیادہ احمق ہے. جدول. گول. یہ کہ. انسان کو یہ کہنا کہ کل یہ کروں گا اختیار کی دلیل ہے.

[2] جملہ قرآں. قرآن میں جس قدر امر اور نواہی ہیں وہ سب انسان کے اختیار کی بنیاد پر ہیں پتھر اور ڈھیلا جن میں کوئی اختیار نہیں ہے اُن کو نہ کوئی حکم دیتا ہے نہ اُن کو کسی کام سے منع کرتا ہے.

اِحتمالِ[1] عجز از حق راندی
تونے اللہ (تعالےٰ) سے عاجزی کا احتمال رفع کیا

جاہل و گیج و سفیہش خواندی
(اور) اُس کو جاہل اور احمق اور بیوقوف کہہ دیا

عجز نبود در قدر ور خود شود
قدر (کے عقیدہ) میں عجز (لازم) نہیں آتا ہے اور اگر آئے

جاہلی از عاجزی بدتر بود
جہالت، عجز سے بدتر ہے

ترک[2] میگوید قنق را از کرم
مہربانی سے ترک مہمان سے کہتا ہے

بے سگ و بے دلق آسوئے درم
میرے دروازے کی جانب بغیر کتے اور گدڑی کے

وز فلاں سو اندر آہیں با ادب
خبردار! فلانے دروازے سے ادب کیساتھ اندر آجا

تا سگم بندد ز تو دندان و لب
تاکہ میرا کتا تجھ سے ہونٹ اور دانت بند رکھے

تو بعکس آں کنی بر در روی
تو اُس کا اُلٹا کرتا ہے، دروازے پر جاتا ہے

لاجرم از زخم سگ خستہ شوی
لامحالہ کتے کے زخم سے خستہ ہوجاتا ہے

آنچناں[3] رو کہ غلاماں رفتہ اند
وہ روش اختیار کر جو غلام اختیار کرتے ہیں

تا سگش گردد حلیم و مہرمند
تاکہ اُس کا کتا بُردبار اور مہربان بن جائے

تو سگے با خود بری یا روبہے
تو اپنے ساتھ کتا یا لومڑی لے جاتا ہے

سگ بشور داز بن ہر خرگہے
ہر خیمہ میں سے کتا بھڑک جاتا ہے

غیرِ حق گر نباشد اختیار
(اگر) خدا کے علاوہ (کسی کو) اختیار نہو

خشم چوں می آیدت بر جرم دار
تو تجھے مجرم پر غصہ کیوں آتا ہے؟

چوں ہمی خائی تو دنداں بر عدو
تو دشمن پر دانت کیوں پیستا ہے؟

چوں ہمی بینی گناہ و جرم ازو
تو اُس کی خطا کیوں سمجھتا ہے؟

گر ز سقفِ خانہ چوبے بشکند
اگر گھر کی چھت کی کوئی کڑی ٹوٹ جائے

بر تو افتد سخت مجروحت کند
تجھ پر گرے، تجھے بہت زخمی کردے

ہیچ خشمے آیدت بر چوبِ سقف
تجھے چھت کی کڑی پر کوئی غصہ آتا ہے؟

ہیچ اندر کینِ اُو باشی تو وقف
تو کبھی اس سے کینہ کرنے میں مبتلا ہوگا؟

---

1. احتمال۔ جبری کا یہ خیال ہے کہ اگر نفس و شیطان کو مشیتِ خداوندی کے تابع نہ مانا جائے تو پھر اللہ تعالےٰ کا عجز اور مغلوبیت تسلیم کرنی پڑیگی لیکن انسان کو مجبور قرار دیکر اُس نے اللہ تعالیٰ کو جاہل اور احمق ٹھہرا دیا کہ اختیار کے نہ ہوتے ہوئے وہ امر و نہی کرتا ہے۔ عجز نبود۔ اگر انسان کو مختار مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کا عجز لازم نہیں آتا اس لئے کہ بندہ کا اختیار مشیت کے تابع ہے اگر بالفرض لازم بھی آئے تو بندہ کے غیر مختار ہونے کی صورت میں خدائی امر و نہی سے جو خدا کا جہل اور سفاہت لازم آتی ہے وہ اِس سے بھی بدتر ہے۔
2. ترک۔ مولانا نے ترک اور کتے اور آنے والے مہمان کی تشبیہ دے کر سمجھایا ہے کہ حضرت حق تعالےٰ نے بندہ کو ایسے راستے بتا دیئے ہیں کہ شیطان کا اُن میں کوئی دخل نہیں ہے۔ بندہ اُن راستوں کو اپنے اختیار سے چھوڑتا ہے تو شیطان کی مداخلت شروع ہوجاتی ہے اِس صورت میں انسان پر نہ اللہ کی جانب سے جبر ہے نہ شیطان کی جانب سے اور نہ شیطان پر جبر ہے شیطان اللہ کا ایک کتا ہے اور وہ اُنکو ستاتا ہے جو اللہ کے بتلائے ہوئے راستہ پر نہیں چلتے ہیں
3. آنچناں۔ انسان اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے گا تو شیطان اُس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا مہمان، غلاموں کی طرح ترک کے خیمہ میں آئے گا تو کتا اُس کو نہ کاٹے گا۔ تو سگے۔ انسان غلط روی اختیار کرکے شیطان سے تکلیف اُٹھاتا ہے۔ غیر حق۔ جبریہ کے عقیدہ کے مطابق اگر انسان مجبورِ محض ہے تو پھر خطاکار پر غصہ کیوں کرتا ہے۔ گر ز سقف۔ اگر چھت کی کڑی سے تکلیف پہنچتی ہے تو انسان اُس کو غیر مختار سمجھ کر کبھی اُس پر غصہ نہیں کرتا ہے۔ ہیچ۔ جس چیز میں اختیار نہیں ہے اگر اُس سے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو انسان کو کبھی غصہ نہیں آتا ہے۔

که چرا بر من زد و دستم شکست ... یا چرا بر من فتاد و کرد پست
کہ وہ میرے کیوں لگی اور میرا ہاتھ توڑ دیا؟ ... یا وہ مجھ پر کیوں گری اور گرا دیا!

او عدو و خصمِ جانِ من بدست ... قاصداً در بندِ خونِ من شدست
وہ میری جان کی دشمن اور مخالف تھی ... قصداً میرے خون کی درپے ہوئی ہے

کودکانِ[۱] خُرد را چون میزنی ... چون بزرگاں را مُنزّہ میکنی
تو چھوٹے بچوں کو کیوں پیٹتا ہے! ... جبکہ تو بڑوں کو (اختیار سے) مبرا سمجھتا ہے

آنکه دزدد مالِ تو گوئی بگیر ... دست و پایش را ببر سازش اسیر
جو شخص تیرا مال چراتا ہے تو کہتا ہے پکڑ لے ... اُسکے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈال، اُسکو قید کرلے

وانکه قصدِ عورتِ تو می کُند ... صد ہزاران خشم از تو میدمد
جو تیری بیوی کا قصد کرتا ہے ... (اُسپر) تیرے لاکھوں غصے پھوٹ پڑتے ہیں

گر بیاید[۲] سیل و رختِ تو بُرد ... ہیچ با سیل آورد کینے خرد
اگر سیلاب آئے اور تیرا سامان (بہا) لے جائے ... کوئی عقل سیلاب سے کینہ وری کرتی ہے

ور بیاید باد و دستارت ربود ... کے ترا با باد دل خشمے نمود
اگر ہوا آئے اور تیری پگڑی (اُڑا) لیجائے ... تیرا دل، ہوا پر کب غصہ کرتا ہے

خشم در تو شد بیانِ اختیار ... تا نگوئی جبریانہ اعتذار
تیرا غصہ کرنا اختیار کا بیان بنا ... تاکہ تو جبریوں کی طرح بہانہ نہ کرسکے

گر شتربان[۳] اشترے را میزند ... آں شتر قصدِ زنندہ میکند
اگر اونٹ والا اونٹ کو مارتا ہے ... تو وہ اونٹ مارنے والے کا قصد کرتا ہے

خشمِ اشتر نیست با آں چوبِ او ... پس ز مختاری شتر بُرد ست بو
اونٹ کا غصہ اُس کی لاٹھی پر نہیں ہے ... تو اونٹ نے بھی مختار ہونے کا پتہ لگا لیا ہے

ہمچنیں سگ گر بروسنگے زنی ... بر تو آرد حملہ گردد منثنی
اسی طرح کتا اگر تو اُس کے پتھر مارے ... تیرے اوپر حملہ کرتا ہے، پلٹتا ہے

سنگ را اگر گیرد از خشمِ تو است ... کہ تو دوری و ندارد بر تو دست
وہ اگر پتھر کو پکڑتا ہے تو تیرے اوپر غصہ کی وجہ سے ہے ... کیونکہ تو دُور ہے اور وہ تجھ پر قابو نہیں پاتا ہے

عقلِ حیوانی چو دانست اختیار ... ایں مگو اے عقلِ انساں شرمدار
حیوانی عقل نے جب اختیار کو سمجھ لیا ... اے انسانی عقل! شرم کر تو اس (جبر) کی قائل نہ ہو

---

[۱] کودکاں۔ جبری انسان بچوں کو تعلیم و تربیت کے لئے پیٹتا ہے۔ بزرگاں۔ وہی جبری انسان بڑوں کو اختیار سے منزہ سمجھتا ہے۔ آنکہ۔ جبری انسان کا جب مال چوری ہوتا ہے تو وہ چور کو پکڑواتا ہے۔ وانکہ۔ جبری انسان کی بیوی پر اگر کوئی بدنظر ڈالتا ہے تو اُس کو غصہ آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ چور کو اور اُس بدنظر کو مختار سمجھتا ہے۔

[۲] گر بیاید۔ پانی کے سیلاب اور ہوا پر اس جبری کو غصہ نہیں آتا ہے چونکہ سمجھتا ہے کہ یہ چیزیں اختیار سے خالی ہیں۔ خشم۔ جبری کا دوسروں پر غصہ کرنا اس کی دلیل ہے کہ وہ اُس کو مختار سمجھتا ہے۔

[۳] گر شتربان۔ اونٹ تک یہ سمجھتا ہے کہ لاٹھی میں اختیار اور ارادہ نہیں ہے مارنے والے میں ہے لہٰذا اُس پر حملہ کرتا ہے۔ سگ۔ کتا بھی ڈھیلے پر غصہ نہیں کرتا ڈھیلا مارنے والے پر غصہ کرتا ہے اگر ڈھیلے پر اُس کا غصہ ہے تو دراصل وہ مارنے والے پر غصہ ہے جو اُس کی دوری کی وجہ سے ڈھیلے پر اُتارتا ہے۔ عقل حیوانی۔ جبکہ اونٹ اور کتا بھی انسان کو مختار سمجھتا ہے تو جبری کو اس عقیدے سے شرم کرنی چاہئے۔

روشن ست ایں لیک از طمعِ سحور | آں خورندہ چشم می بندد ز نور
یہ (بات) واضح ہے لیکن سحری کے لالچ میں | وہ کھانے والا روشنی سے آنکھ بند کر لیتا ہے

چونکہ کلی میلِ اُو ناں خوردنیست | رُو بتاریکی کند کہ روز نیست
چونکہ اس کی پوری خواہش روٹی کھانے کی ہے | اندھیرے کی طرف منہ کر لیتا ہے کہ دن نہیں ہے

حرص چوں خورشید را پنہاں کند | چہ عجب گر پشت بر بُرہاں کند
لالچ جب سورج کو چھپا دیتا ہے | کیا تعجب ہے اگر دلیل کی طرف پشت کرلے

ایں مثل بشنو مشو منکر بداں | اختیارِ خویش را در امتحاں
یہ مثل سن لے اس کے باوجود منکر نہ بن | امتحان کے وقت، اپنے اختیار کا

حکایتِ دزد کہ با شحنہ گفت کہ آنچہ کردم تقدیرِ خدا بود و جوابِ شحنہ و ہم در بیانِ تقریرِ اختیارِ خلق و ہم بیانِ آنکہ تقدیر و قضا سبب کنندہ اختیارست و سلب کنندہ اختیار نیست

حکایت اس چور کی جس نے کوتوال سے کہا کہ جو کچھ میں نے کیا خدائی تقدیر تھی اور کوتوال کا جواب نیز مخلوق کے اختیار کو ثابت کرنے کے بیان میں نیز اس کا بیان کہ تقدیر اور قضا اختیار کو سبب بنانے والے ہیں اور اختیار کو سلب کرنے والے نہیں ہیں

گفت دزدے شحنہ را کاے پادشاہ | آنچہ کردم بود آں حکمِ اِلٰہ
ایک چور نے کوتوال سے کہا اے حاکم! | جو کچھ میں نے کیا، وہ خدا کا حکم تھا

گفت شحنہ آنچہ من ہم میکنم | حکمِ حق ست اے دو چشم روشنم
کوتوال نے کہا میں بھی جو کر رہا ہوں | اے میرے پیارے! خدا کا حکم ہے

از دکانے گر کسے تُربے برد | کایں ز حکمِ ایزد ست اے باخرد
کسی دکان سے اگر کوئی شخص مولی لے جائے | کہ اے عقلمند! یہ خدا کے حکم سے ہے

بر سرش کوبی دو سہ مشت اے کرہ | حکمِ حق ست ایں کہ اینجا باز نہ
دو تین گھونسے اس کے سر پر مار کر اے نالائق! | خدا کا حکم ہے کہ اس جگہ واپس رکھ

در یکے ترہ چو ایں عذر اے فضول | می نیاید پیشِ بقالے قبول
اے بیوقوف! ایک ترکاری کے بارے میں جبکہ یہ عذر | سبزی فروش کے لئے قابلِ قبول نہیں

تو بدیں عذر اعتمادے می کنی | گردِ مار و اژدہائے میلنی
تو اس عذر پر بھروسہ کرتا ہے | سانپ اور اژدہے کے گرد چکر لگاتا ہے

---

۱ روشن۔ جبری کی مثال اس شخص کی سی ہے جو سحری کھانے کے لالچ میں صبح صادق اور سورج سے منہ موڑے۔ حرص۔ انسان کی حرص سورج کو مخفی کر دیتی ہے تو دلیل کو مخفی کر دینا تو سہل ہے۔

۲ حکایت۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بندہ کو اپنے افعال کا اختیار حاصل ہے۔ شحنہ۔ کوتوال۔ تقدیر۔ تقدیر خداوندی انسانی اختیار کو فعل کا سبب بناتی ہے، اختیار کو سلب نہیں کرتی ہے۔ پادشاہ۔ یعنی کوتوال بحیثیت حاکم۔ آں۔ یعنی تقدیر خداوندی۔ چشم۔ یعنی میں تجھے جو سزا دے رہا ہوں۔ ترب۔ مولی۔

۳ بر سرش۔ اس چور کو مار اور کہہ دے کہ یہ بھی خدا کی تقدیر ہے مولی اسی جگہ لا کر رکھ دے۔ کرہ۔ بکرہ۔ در یکے۔ جب سبزی فروش کے یہاں بھی عذر مقبول نہیں ہے تو اس بھروسہ پر گناہ ہو کا ارتکاب کس قدر حماقت ہے۔ بقال۔ سبزی فروش۔ مار۔ یعنی گناہ جس کے نتیجہ میں سانپ اور بچھو ڈسیں گے۔

از چنیں عذر اے سلیم[1] نانبیل — خون و مال و زن ہمی کردی سبیل

اے بیوقوف، کمینے! ایسے عذر سے — تو نے جان اور مال اور بیوی کو قربان کر دیا

ہر کسے پس سبلتِ تو بر کند — عذر آرد خویش را مضطر کند

پھر تو ہر شخص تیری مونچھیں نوچے گا — عذر کرے گا اپنے آپ کو مجبور ٹھہرائے گا

حکمِ حق گر عذر می شاید ترا — پس بیاموز و بدہ فتویٰ مرا

اگر اللہ (تعالیٰ) کے حکم کا عذر تیرے لئے مناسب ہے — تو مجھے سکھا دے اور فتویٰ دیدے

کہ مرا صد آرزو و شہوت ست — دستِ من بستہ زبیم و ہیبت ست

کیونکہ میری بھی سینکڑوں آرزوئیں اور خواہشیں ہیں — خوف اور ہیبت سے میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں

پس[2] کرم کن عذر را تعلیم دہ — بر کشا از دست و پائے من گرہ

تو مہربانی سے مجھے عذر کرنا سکھا دے — مجھ مجبور کے ہاتھ اور پاؤں کھول دے

اختیارے کردہ تو پیشہ — کاختیارے دارم و اندیشہ

تو نے ایک پیشہ اختیار کیا ہے — (اور تو سمجھتا ہے) کہ میں اختیار اور سمجھ رکھتا ہوں

ورنہ چوں بگزیدہ آں پیشہ را — از میانِ پیشہا اے کدخدا

ورنہ تو نے وہ پیشہ کیوں اختیار کیا؟ — اے صاحب! سب پیشوں میں سے

چونکہ آید نوبتِ نفس و ہوا — بیست مردہ اختیار آید ترا

جب نفس اور خواہش کی نوبت آتی ہے — تجھ میں بیس مردوں کا اختیار آجاتا ہے

چوں برد یک حبّہ از تو یار سود — اختیارِ جنگ در جانت کشود

جب دوست تجھ سے ایک رتی کا فائدہ اٹھا لیتا ہے — تو تیری جان میں لڑائی کا اختیار کشادہ ہو جاتا ہے

چوں[3] بیاید نوبتِ شکرِ نعم — اختیارت نیست از سنگے تو کم

جب شکر اور نعمتوں کی باری آتی ہے — تجھے اختیار نہیں ہے تو پتھر سے کم ہے

دوزخت را عذر ایں باشد یقیں — کاندریں سوزش مرا معذور بیں

تیرے لئے دوزخ کا بھی یہ عذر یقینی ہے — کہ اس جلانے میں مجھے معذور سمجھ

کس بدیں حجّت چو معذورت نداشت — وز کفِ جلّاد ایں دورت نداشت

اس دلیل سے تجھے کسی نے معذور نہ رکھا — اور جلاد کے ہاتھ سے تجھے اس نے دور نہ رکھا

[1] سلیم۔ احمق۔ نانبیل۔ کمینہ۔ خوآن۔ یعنی جبر کے عقیدہ کے مطابق تیرا سب کچھ لیکر عذر کیا جاسکتا ہے اور لینے والا اپنے آپ کو مجبور ظاہر کرکے بَری ہوسکتا ہے۔ حکمِ حق یعنی گناہ کے سلسلہ میں اگر حکمِ حق کہہ کر عذر کیا جاسکتا ہے تو مجھے بھی یہ عذر سکھا دے میرے دل میں بھی بہت سے گناہوں کی تمنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف سے میں نہیں کرسک رہا ہوں۔

[2] پس۔ تیری بڑی مہربانی ہوگی اور مجھ مجبور کو آزادی حاصل ہو جائے گی۔ اختیار۔ انسان اپنے لئے کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے یہ اس کے اختیار کی دلیل ہے۔ چونکہ۔ جبری انسان خواہشِ نفسانی کا ارادہ کرتا ہے تو بیس انسانوں کا اختیار اس میں آجاتا ہے اگر اس کا ایک رتی کا کوئی نقصان کر دیتا ہے تو لڑائی کا اختیار پورے بدن میں پھیل جاتا ہے۔

[3] چوں بیاید جس وقت خدا کی اطاعت و عبادت کا معاملہ آتا ہے پھر جبری کہتا ہے کہ میں مجبور ہوں اور اپنے آپ کو پتھر سے بھی زیادہ غیر مختار ظاہر کرتا ہے۔ دوزخت۔ جب جہنم کی آگ میں جلے گا تو وہ بھی یہی کہے گی کہ میں جلانے میں مجبور ہوں۔ کس۔ جبری کے اس عذر کو دنیا میں کسی نے تسلیم نہیں کیا اور وہ سزا کے وقت جلاد کے ہاتھ سے اس عذر کی بنا پر نہ چھوٹ سکا اور دنیا کا نظم اسی انصاف سے قائم ہے کہ جبری کا عذر قبول نہ کیا جائے تو آخرت کو بھی اسی پر قیاس کرلینا چاہئے۔

پس بدیں داور جہاں منظوم شد — حالِ آں عالم ہمت معلوم شد

تو اِس مُنصف (حاکم) سے دنیا کا کام منظم ہو گیا — اُس عالم کا حال بھی تجھے معلوم ہو گیا

حکایت ہم در جوابِ جبری و اثباتِ اختیار و صحتِ امر و نہی و در بیانِ آنکہ عُذرِ جبری در ہیچ ملتے و دینے مقبول نیست و موجبِ خلاص نیست از سزائے آں کار کہ کردہ است چنانکہ خلاص نیافت ابلیسؑ بداں کہ گفت

نیز حکایت جبری کے جواب میں اور اختیار ثابت کرنے اور حکم دینے اور روکنے کی صحت کے بارے میں اور اِس بیان میں کہ جبری کا عذر کسی مِلت اور دین میں مقبول نہیں ہے اور اُس کام کی سزا سے جو اُس نے کیا ہے، چھٹکارے کا سبب نہیں ہے چنانچہ شیطان اِس قول کی وجہ سے کہ

رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ وَالْقَلِیْلُ یَدُلُّ عَلَی الْکَثِیْرِ

" خدا تو نے مجھے گمراہ کیا " چھٹکارا نہ پا سکا اور تھوڑا بہت پر دلالت کرتا ہے

آں یکے میرفت بالائے درخت — می فشاند اُو میوہ را دُزدانہ سخت

ایک شخص درخت پر چڑھا — چوروں کی طرح بہت پھل جھاڑنے لگا

صاحبِ باغ آمد و گفت اے دنی — از خدا شرمیت کُو چہ میکنی

باغ والا آیا اور اُس نے کہا اے کمینے! — خدا سے تیری شرم کہاں گئی، تو کیا کر رہا ہے؟

گفت[۲] از باغِ خدا بندہ خدا — گر خورد خُرما کہ حق کردش عطا

اُس نے کہا اللہ تعالےٰ کے باغ سے خدا کا بندہ — اگر کھجوریں کھا رہا ہے جو کہ اُسکو خدا نے دی ہیں

عامیانہ چہ ملامت میکنی — بُخل بر خوانِ خداوندِ غنی

جاہلوں کی طرح تو کیا ملامت کر رہا ہے — بے نیاز خدا کے دسترخوان پر بخل (کر رہا ہے)

گفت[۳] اے ایبک بیاور آں رسن — تا بگویم من جوابِ بوالحسن

اُس نے کہا اے غلام! رَسّی لے آ — تاکہ میں اِس بھلے کا جواب دوں

پس ببستش سخت آندم بر درخت — میزد اُو بر پشت و ساقش چوب سخت

پھر اُسوقت اُس نے اُسکو درخت سے کس کر باندھ دیا — اُس کی کمر اور پنڈلی پر سخت لاٹھی مارنے لگا

گفت آخر از خدا شرمے بدار — می کُشی ایں بیگنہ را زار زار

اُس نے کہا، آخر خدا سے شرم کر — تو اِس بے قصور کو بُری طرح سے مار رہا ہے

---

[۱] ابلیس۔ شیطان نے بھی اپنی گمراہی پر اپنے جبر کا عُذر پیش کیا تھا اور کہا تھا کہ میری گمراہی میری اختیاری نہیں ہے لیکن اُس کا عذر مقبول نہ ہوا۔ تو ز دانہ چوروں کی طرح۔ دَنی کمینہ۔

[۲] گفت۔ پھل جھاڑنے والے نے کہا کہ باغ خدا کا ہے اور میں خدا کا بندہ ہوں اللہ نے مجھے چھوارے عطا کئے ہیں تو جاہلوں کی طرح مجھے کیوں ملامت کرتا ہے تو خدائی دسترخوان پر بخل کرتا ہے۔

[۳] گفت۔ باغ والے نے اپنے نوکر کو بلایا کہ رَسّی لے آ، میں اِس کا جواب اِس کو دے دوں گا اور رَسّی سے اُس نے اُس کو درخت سے باندھ کر مارنا شروع کر دیا۔ گفت۔ پھل چرانے والے نے کہا کہ تو خدا سے شرم کر مجھ بے گناہ کو کیوں مارے ڈالتا ہے۔

گفت[1] کز چوبِ خدا این بندہ اش — میزند بر پشتِ دیگر بندہ خوش

اُس نے کہا خدا کی لاٹھی سے یہ اُس کا بندہ — دوسرے بندے کی کمر پر خوب مار رہا ہے

چوبِ حق و پشت و پہلو آنِ او — من غلامِ آلت و فرمانِ او

لاٹھی اللہ (تعالیٰ) کی، کمر اور پہلو اللہ (تعالیٰ) کا — میں اُس کے آلے اور حکم کا غلام ہوں

گفت توبہ کردم از جبر اے عیار — اختیار ست اختیار ست اختیار

اُس نے کہا اے خالص! میں نے جبر سے توبہ کی — اختیار ہے، اختیار ہے، اختیار

اختیارت اختیارش ہست کرد — اختیارش چوں سوارے زیرِ گرد

تیرے اختیار کو اُس کے اختیار نے پیدا کیا — اُس کا اختیار گرد کے نیچے کے سوار کی طرح ہے

اختیارش اختیارِ ما کند — امر[2] شد بر اختیارے مستند

اُس کا اختیار ہمارے اختیار کو پیدا کرتا ہے — حکم کا مدار اختیار پر ہے

حاکمی بر صورتِ بے اختیار — ہست ہر مخلوق را در اقتدار

بے اختیار صورت پر حکومت کرنا — قادر ہونے میں ہر مخلوق کو حاصل ہے

تا کشد بے اختیارے صید را — تا برد بگرفتہ گوشِ او زید را

حتیٰ کہ وہ بے اختیار شکار کو کھینچ لیجاتا ہے — حتیٰ کہ زید کا کان پکڑ کر لے جاتا ہے

لیک بے ہیچ آلتے صُنعِ صمد — اختیارش را کمندِ او کند

لیکن اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری بغیر کسی آلہ کے — اُسکے اختیار کو اُس کا پھانسہ بنا دیتی ہے

اختیارش[3] زید را قیدش کند — بے سگ و بے دام چوں صیدش بود

زید کا اختیار اُس کو قید کر دیتا ہے — وہ بغیر کتے اور جال کے شکار جیسا بنجاتا ہے

آں درودگر حاکمِ چوبے بود — واں مصوّر حاکمِ خوبے بود

بڑھئی، لکڑی پر حاکم بن جاتا ہے — مصوّر، حسین کا حاکم بن جاتا ہے

ہست آہنگر بر آہن قیّمے — ہست بنّا ہم بر آلت حاکمے

لوہار، لوہے پر حاکم ہے — معمار بھی اوزار پر حاکم ہے

نادرا باشد کہ چندیں اختیار — ساجد آید ز اختیارش بندہ وار

عجب بات ہے کہ اِس قدر اختیار — اُس (اللہ تعالیٰ) کے اختیار سے غلام کیطرح سجدہ کرنے والے ہیں

کسی حسین کی تصویر۔ جتار۔ معمار۔ نادرا۔ اگر غیر مختار بندوں پر اللہ کی حکومت ہو تو اِس میں کوئی ندرت نہیں ہے ندرت تو یہی ہے کہ بندہ مختار ہوتے ہوئے اُس کے اختیار کا غلام ہے۔

[1] گفت۔ باغ والے نے کہا کہ لاٹھی بھی خدا کی ہے میں بھی خدا کا بندہ ہوں تیری کمر اور پہلو بھی خدا کا ہے میں تجھے اللہ کے حکم سے مار رہا ہوں تو اِس میں کیا برائی ہے۔ گفت۔ یہ بحر وہ جبری چور توبہ کرنے لگا اور بندے کے اختیار کا قائل ہو گیا۔ اختیارت۔ قدریہ کے عقیدہ کے خلاف مولانا فرماتے ہیں کہ بندہ کا اختیار بھی اختیارِ خداوندی کا عطا کردہ ہے بندہ کا اختیار ظاہر ہے اور حضرت حق تعالیٰ کا اختیار پوشیدہ ہے۔

[2] امر شد۔ جبریہ کے عقیدے کے خلاف مولانا فرماتے ہیں کہ تمام اَحکام اور نواہی کا مدار اختیار پر ہے جو بندہ کو حاصل ہے اسی لئے امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے "لَا جَبْرَ وَلَا تَفْوِیْضَ وَلٰکِنْ اَمْرٌ بَیْنَ اَمْرَیْنِ" یعنی نہ تو انسان مجبور ہے نہ مختار محض بلکہ معاملہ بین بین ہے۔ حاکمی۔ بے اختیار پر تو ہر مخلوق حکمرانی کرتی ہے لہٰذا اللہ کی صفت خاصہ نہیں ہے۔ لیک۔ اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے کہ وہ مختار پر بغیر کسی آلہ کے خود اُس کے اختیار کو اُس کی کمند بنا دیتا ہے اور اُس کو پھانس دیتا ہے۔

[3] اختیارش۔ اللہ تعالیٰ کی صفتِ خاصہ ہے کہ وہ انسان کو خود اُس کے اختیار سے بغیر کسی آلہ کے شکار کر لیتا ہے۔ درودگر۔ بڑھئی۔ خوبے۔ یعنی

قدرتِ تو بر جمادات از نبرد ... کے جمادی را از آنہا نفی کرد

خصومت کی وجہ سے بے جان چیزوں پر تیری قدرت ... اُن کے بے جان ہونے کی کب نفی کرتی ہے؟

قدرتش بر اختیارات آنچناں ... نفی نکند اختیارے را ازاں

اُس (اللہ تعالیٰ) کی قدرت اختیارات پر اسی طرح ... اُس سے اختیار کی نفی نہیں کرتی ہے

خواستش میگوئی بر وجہ کمال ... کہ نباشد نسبتِ جبر و ضلال

اُس (اللہ تعالیٰ) کے ارادہ کا اہل کمال کے طریقہ پر قائل بن ... تاکہ (اللہ تعالیٰ کی جانب) جبر اور گمراہی کی نسبت نہ ہو

چونکہ گفتی کفرِ من خواہِ ویست ... خواہِ خود را نیز ہم میدانکہ ہست

جب تو نے یہ کہا کہ میرا کفر اُس کی منشاء ہے ... تو اپنی منشاء کو بھی سمجھ لے کہ وہ ہے

زانکہ بیخواہِ تو خود کفرِ تو نیست ... کفر بیخواہش تناقض گفتنی ست

کیونکہ تیری منشاء کے بغیر خود تیرا کفر ہی نہیں ہے ... "بغیر منشاء کے کفر کرنا" متضاد بات کہنا ہے

امر عاجز را قبیح ست و ذمیم ... خشم بدتر خاصہ از ربِّ رحیم

عاجز کو حکم دینا بُرا اور ناپسند ہے ... غصہ کرنا زیادہ بُرا ہے خصوصاً رحیم پروردگار کی جانب سے

گاو گر یوغے نگیرد میزنند ... ہیچ گاوے کو نپرد شد زنند

بیل اگر جُوا نہیں لیتا ہے مارتے ہیں ... بیل نہ اُڑنے تو وہ عاجز ہے

گاو چوں معذور نبود در فضول ... صاحبِ گاو از چہ معذور ست و دول

بیکار (معاملہ) میں جب بیل معذور نہ ہوا ... (تو) بیل والا کس وجہ سے معذور اور احمق ہے؟

چوں نہ رنجور سر را بر مبند ... اختیارت ہست بر سبلت مخند

جبکہ تو بیمار نہیں ہے سر کو نہ کس ... تجھے اختیار ہے مذاق نہ اُڑا

جہد کن کز جامِ حق یابی نوی ... بیخود و بے اختیار آنگہ شوی

کوشش کر تاکہ خدائی جام سے تر و تازگی حاصل کرے ... پھر تو بے خود اور بے اختیار ہو جائیگا

آنگہ آں مے را بود کل اختیار ... تو شوی معذورِ مطلق مست وار

تب اُس شراب کو پورا اختیار ہو گا ... تو مدہوش کی طرح بالکل معذور ہو جائے گا

جُوا نہ کھینچنے پر پٹتا ہے، نہ اُڑنے پر اُس کو کوئی نہیں مارتا ہے۔ گاو۔ لغو کام میں جب بیل کو معذور نہیں سمجھا جاتا ہے تو اُس کے مالک کو کیسے معذور سمجھا جا سکتا ہے۔

۳ چوں نہ۔ جبری معذور ہے وہ غلط طریقہ پر عذر کرتا ہے۔ جہد کن۔ ہاں انسان جب مجاہدوں کے ذریعہ فنا فی اللہ کا مقام حاصل کر لیتا ہے تو پھر بیشک وہ بے اختیار ہو جاتا ہے۔ تب۔ جب وحدت کی شراب پی کر مست ہو جاتا ہے تو معذور سمجھا جاتا ہے۔

۱ قدرت۔ جو چیز ماہیت کے لوازم میں سے ہے وہ ماہیت سے جدا نہیں ہوتی ہے جماد کا بے اختیار ہونا اُس کی ماہیت کے لئے لازم ہے اُسی طرح انسان کا با اختیار ہونا اُس کی ماہیت کے لئے لازم ہے انسان کی جمادات پر قدرت جمادات کے بے اختیار ہونے کو سلب نہیں کرتی ہے اسی طرح اللہ کا اختیار اور قدرت انسان کے اختیار کو فنا نہیں کرتا ہے۔ خواستش۔ انسانی افعال میں انسان کی مشیت اور ارادہ کو بھی دخل ہے جو مشیتِ خداوندی کے تابع ہے وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ اور تم نہیں چاہتے مگر وہ جو اللہ چاہے اگر تم ایسا نہ ہو گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف جبر اور گمراہ کرنے کی نسبت ہو جائے گی۔ چونکہ۔ جب جبری انسان یہ کہتا ہے کہ میرا کفر کرنا اللہ کی مشیت سے ہے تو کفر کرنے کا اُس نے اقرار کیا اور کفر وہ ہے جو انسان اپنے ارادہ اور اختیار سے کرے تو گویا اس جبری نے اپنے اختیار کا اقرار کر لیا۔ ۲ زانکہ۔ اپنے ارادے اللہ کا انکار کرنا کفر ہے بلا اختیار کے انکار کرنا کفر نہیں ہے تو انسان اپنے کفر کا اقرار کرے اور پھر اپنا اختیار نہ مانے یہ دو متضاد باتیں ہیں۔ امر عاجز کو حکم دینا بُری بات ہے خدا اس سے منزہ ہے۔ گاو۔ بیل کو جُوا کھینچنے کا اختیار حاصل ہو

ہر چہ گوئی گفتۂ مے باشد آں — ہر چہ ردبی رُفتۂ وے باشد آں
تو جو کچھ کہے گا وہ شراب کا کہا ہوا ہو گا — تو جو کچھ جھاڑے گا اُس کا جھاڑا ہوا ہو گا

کے کُند آں مست جُز عدل و صواب[۵۱] — کہ ز جامِ حق کشیدست اُو شراب
وہ مست انصاف اور صواب کے علاوہ کب کچھ کرتا ہے! — کیونکہ اُس نے خدائی جام سے شراب پی ہے

جادواں فرعون را گفتند بیت — مست را پروائے دست و پا نیست
جادوگروں نے فرعون سے کہہ دیا، ٹھہر جا — مست کو ہاتھ اور پاؤں کی پرواہ نہیں ہے

دست و پائے ما مئے آں واجدست — دستِ ظاہر سایہ است و کاسدست
ہمارے ہاتھ اور پاؤں اُس خدا کی شراب مجسم ہے — ظاہری ہاتھ سایہ ہے اور کھوٹا ہے

چوں بسر بر شد ز جامِ اُو مُدام — خانۂ دل را فرو گیرد تمام
جب اُس کے جام کی شراب سر میں بھر جاتی ہے — دل کے گھر کو پوری طرح گھیر لیتی ہے

معنیِ[۵۲] ماشاء اللہ کان یعنی خواستِ اُوست و رضا
جو اللہ (تعالیٰ) نے چاہا ہوا کے معنی یعنی مشیت، اُس ہی کی مشیت ہے اور رضامندی،

رضائے اُو واز خشم و ردِّ دیگراں دل تنگ نباشید کان
اُسی کی رضامندی ہے تم دوسروں کے غصہ اور رد سے رنجیدہ نہ ہو (لفظ) کان

اگرچہ لفظِ ماضی ست لیکن در فعلِ خدا ماضی و مستقبل
اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن اللہ کے فعل میں ماضی اور مستقبل نہیں ہوتا ہے

نباشد کہ لَیْسَ عِنْدَ رَبِّنَا صَبَاحٌ وَّلَا مَسَاء
کیونکہ ہمارے پروردگار کے یہاں صبح اور شام نہیں ہوتی ہے

قولِ بندہ[۵۳] ایش شاء اللہ کاں — بہر آں نبود کہ مُنبل شود دراں
بندہ کا یہ کہنا، جو خدا نے چاہا وہ ہوا — اس لئے نہیں ہے کہ تو اُس میں کاہل بنے

بلکہ تحریض ست بر اخلاص و جِدّ — کاندراں خدمت فزوں شو مستعِد
بلکہ اخلاص اور کوشش پر برانگیختہ کرتا ہے — کہ تو اُس دربار میں زیادہ مستعد بنے

گر بگویند آنچہ میخواہی تو راد — کار کارِ تست بر حسبِ مُراد
اگر وہ کہہ دیں، اے جوانمرد! تو جو چاہے — کام تیرا ہی کام ہے منشاء کے مطابق

اگر انسان سے یہ کہہ دیا جاتا کہ ہر کام تیری منشاء کے مطابق ہو جائے گا تو اُس وقت انسان خدا کی اطاعت اور بندگی میں سستی کرتا۔

---

۵۱ کے کُند لیکن شرابِ معرفت کا مست غلط کام نہیں کرتا ہے۔ جادواں۔ فرعون کے جادوگر شرابِ معرفت کے مست ہو گئے تھے اور کہتے تھے کہ ہمیں ہاتھ پاؤں کاٹے جانے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ دست۔ جادوگروں نے کہہ دیا تھا کہ ہمارے اصل ہاتھ پاؤں شرابِ معرفت ہے یہ جسمانی ہاتھ پاؤں بے حقیقت ہیں۔ چوں۔ جب شرابِ معرفت دماغ کو چڑھتی ہے تو دل میں اُتر جاتی ہے۔

۵۲ معنی۔ جو اللہ نے چاہا ہوا کے معنی یہ ہیں کہ اصل مشیتِ خداوندی اور رضا دراصل رضائے خداوندی ہے دوسروں کی ناراضی سے انسان کو رنجیدہ نہ ہونا چاہئے۔ کان۔ ہوا یہ ماضی کا صیغہ ہے جس میں گزرا ہوا زمانہ پایا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ بولا جائے تو اس میں پھر ماضی، مضارع کی بحث نہیں ہے اس لئے کہ اللہ کی نسبت سے نہ کوئی زمانہ گذرا ہوا ہے نہ آنے والا ہے۔

۵۳ قولِ بندہ پہلے یہ بتایا تھا کہ بندہ کے فعل میں اُس کی مشیت کا دخل ہے بظاہر مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ "جو اللہ نے چاہا ہوا" اس کے مخالف ہوتا ہے لہٰذا مولانا اس کے معنی سمجھاتے ہیں۔ ایش۔ ای شی و۔ جو چیز۔ مُنبل۔ کاہل۔ تحریض۔ برانگیختہ کرنا۔ خدمت۔ یعنی بارگاہِ خداوندی۔ گر بگویند

آنگہاں تنبل کُنی جائز بُوَد | کانچہ خواہی وانچہ گوئی آں شوَد
اُس وقت تو کاہلی برتے، جائز ہو گا | کیونکہ جو تو چاہے گا اور جو تو کہے گا، وہ ہو گا

چوں بگویند ایش شاء اللہ کان | حکم حکمِ اُوست مُطلق جاودان
جب وہ کہیں، جو اللہ نے چاہا ہوا | ہمیشہ اور مطلقاً اُسی کا حکم، حکم ہے

پس[1] چرا صد مردہ اندر وِردِ اُو | بر نگردی بندگانہ گردِ اُو
تو پھر کیوں سو انسانوں کی برابر اسکے گھاٹ میں | غلاموں کی طرح اُس کے گرد چکر نہ کاٹے گا

گر بگویند آنچہ می خواہد وزیر | خواست آنِ اُوست اندر دار و گیر
اگر کہہ دیں کہ وزیر جو چاہے | پکڑ دھکڑ میں وہ منشاء کا مالک ہے

گردِ اُو گرداں شوی صد مردہ زُود | تا بریزد بر سرت احسان وجود
تو سو انسانوں کی طاقت سے اُسکے گرد چکر کاٹے گا | تاکہ وہ تیرے سر پر احسان اور سخاوت بہا دے

یا گریزی از وزیر و قصرِ اُو | ایں نباشد جُستجوی نصرِ اُو
یا تو وزیر اور اُس کے محل سے بھاگے گا | یہ اُس کی مدد اور جستجو نہ ہو گی

باز[2] گونہ زیں سخن کاہل شُدی | مُنعکسِ اِدراک و خاطر آمدی
تو اِس بات سے اُلٹا کاہل بنا | تو اُلٹی سمجھ اور رائے والا ثابت ہوا

اَمر اَمرِ آں فلاں خواجہ است ہیں | چیست یعنی با جز اُو کمتر نشیں
خبردار! حکم فلاں خواجہ کا حکم ہے | کیا ہے؟ یعنی اُس کے سوا کے ساتھ نہ بیٹھ

گردِ خواجہ گرد چوں اَمر آنِ اُوست | کو کُشد دشمن رہاند جانِ دُوست
خواجہ کے گرد چکر کاٹ جبکہ حکم اُسکی ملکیت ہے | کیونکہ وہ دشمن کو مارے گا دوست کی جان چھڑا دیگا

ہر چہ اُو خواہد ہماں یابی یقیں | یا وہ کم رو خدمتِ اُو بر گزیں
جو وہ چاہے گا وہ یقیناً تو حاصل کرے گا | بیہودہ روی نہ کر اُس کا دربار منتخب کر لے

نے[3] چو حاکم اُوست گردِ اُو مگرد | تا شوی نامہ سیاہ و رُوی زرد
نہ کہ چونکہ وہ حاکم ہے اُس کے گرد چکر نہ کاٹ | تاکہ تو سیاہ اعمال نامہ والا، زرد چہرے والا بنے

چونکہ حاکم اُوست اُو را گیر و بس | غیر اُو را نیست حکم و دسترس
چونکہ حاکم وہی ہے اُس کو پکڑ اور بس | اُس کے غیر کے لئے حکم اور قدرت نہیں ہے

حق بُوَد تاویل کاں گرمت کُند | پُر اُمید و چُست و با شرمت کُند
وہ تاویل صحیح ہے، جو تجھے سرگرم کر دے | تجھے پُر اُمید اور چُست اور باحیا بنا دے

---

[1] پس۔ جب یہ کہا گیا کہ جو خدا چاہتا ہے وہ ہوتا ہے تو انسان اُس کے دربار کے چکر کاٹتا ہے۔ ورد۔ گھاٹ۔ گر بگویند۔ اگر شاہی یہ اعلان ہو جائے کہ ہر معاملہ میں وزیر خود مختار ہے تو تمام انسان اُس کے گھر کا چکر کاٹیں گے اُس کے محل سے گریز کرنا اُس کی مدد کی طلب نہ ہو گی۔

[2] باز گونہ۔ جبری نے اِس کا اُلٹا مطلب سمجھا اور عبادت میں سُست پڑ گیا۔ اَمر اَمرِ آں۔ اگر یہ اعلان ہو کہ فلاں سردار کا حکم چلے گا تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ صرف اُس کی صحبت اختیار کر اُس کا چکر کاٹ وہ تجھے دشمن سے بچائے گا جو وہ چاہیگا تجھے ملے گا۔

[3] نے۔ اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چونکہ وہ حاکم ہے لہٰذا اُس کے قریب نہ جا۔ حق بُوَد۔ قرآن و حدیث کے وہ معنی معتبر ہیں جو بندہ کو سرگرم عمل بنائیں اگر وہ معنی سُست اور کاہل بناتے ہیں تو وہ تحریف ہے۔

ور کند سُستت حقیقت ایں بدال
اور اگر تجھے سُست بنائے، یہ حقیقت سمجھ لے

ہست تبدیل و نہ تاویلست آں
وہ تحریف ہے تاویل نہیں ہے

ایں[1] برائے گرم کردن آمدست
یہ سرگرم کرنے کے لئے آیا ہے

تا بگیرد نا امیداں را دو دست
تاکہ وہ مایوسوں کی دستگیری کرے

معنیِ قرآں ز قرآں پُرس و بس
قرآن کے معانی قرآن سے دریافت کر اور بس

وز کسے کاتش زدست اندر ہوس
اور اُس شخص سے جس نے ہوس کو پھونک دیا ہے

پیشِ قرآں گشت قربانے و پست
جو قرآن کے سامنے قربان اور فرمانبردار بن گیا ہو

تا کہ عینِ روحِ اُو قرآں شدہ ست
حتیٰ کہ اُس کی روح بعینہٖ قرآن بن گئی ہو

روغنے کو شد فدائے گُل بکُل
جو تیل، پھول پر بالکل فدا ہو گیا ہے

خواہ روغن بُوئے کُن خواہی تو گُل
(اب) تو خواہ تیل کو سونگھ لے یا پھول کو

گر نمیدانی بجو تاویل آں
اگر تو نہیں سمجھتا ہے تو اُسکا مصداق تلاش کرلے

تا بتابد بر دلت آں راعیاں
تاکہ تیرے دل پر اُس کا ظاہر چمک اُٹھے

وہمچنیں[2] قد جف القلم و کتب ان لا یستوی
اور اسی طرح اس کی تاویل ہے، کہ قلم (تقدیر) خشک ہو چکا ہے اور اُس نے لکھ دیا ہے کہ

الطاعۃ والمعصیۃ ولا یستوی الامانۃ والسرقۃ جف القلم ان لا
اطاعت اور نافرمانی برابر نہیں ہے اور نہ امانت اور چوری یکساں ہے، قلم خشک ہو گیا ہے کہ شکر

یستوی الشکر و الکفران جف القلم ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین
اور کفر برابر نہیں ہے، قلم خشک ہو گیا ہے، بیشک اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ہے

ہمچنیں تاویلِ قد جف القلم
اسی طرح بیشک قلم خشک ہو گیا ہے کی تاویل

بہرِ تحریض ست بر شغلِ اہم
اہم کام کی مشغولیت پر برانگیختہ کرنے کیلئے ہے

پس[3] قلم بنوشت کہ ہر کار را
قلم نے لکھ دیا، کہ ہر کام کی

لائقِ آں ہست تاثیر و جزا
تاثیر اور جزا، اُس کے مناسب ہے

کژ روی جف القلم کژ آیدت
تو ٹیڑھا چلے گا تجھ میں کجی آئیگی (لکھ کر) قلم خشک ہو چکا

راستی آری سعادت زایدت
تو سیدھا پن اختیار کریگا تیرے لئے نیک بختی پیدا ہوگی

---

[3] پس قلم کے لکھنے کے معنی یہ ہیں کہ ہر کام کی تاثیر اُسکی مناسبت سے تحریر کر دی ہے۔ کژ روی. قلم نے یہ لکھ دیا ہے کہ اگر تو کجی اختیار کرے گا تو نتیجہ کجی ہوگا، اور سچائی اختیار کرے گا تو اُس سے سعادت پیدا ہوگی قلم نے لکھ دیا ہے ظلم کا نتیجہ بدبختی ہے۔ عدل کا نتیجہ راحت ہے چوری کا نتیجہ ہاتھ کٹنا ہے شراب پینے کا نتیجہ سنگساری ہے۔

[1] ایں. یعنی اشارہ خدا کان سرگرم عمل کرنے کیلئے ہے۔ معنیِ قرآن۔ قرآن کا بعض بعض کی تفسیر کرتا ہے تو آیت کی تفسیر دوسری آیت کی روشنی میں ہونی چاہئے یا اُس عالم سے کرانی جائے جس نے ہوا و ہوس کو جلا ڈالا ہو۔ پیشِ قرآں۔ وہ عالم قرآن پر قربان ہو گیا ہو اور اُس کی رُوح مجسم قرآن بن گئی ہو۔ روغنے۔ اب اُس عالم اور قرآن میں وہی نسبت ہوگی جو پھول کے روغن اور پھول میں ہے کہ دونوں کو سونگھنا یکساں ہے۔ گر نمیدانی۔ اگر سرگرم عمل کرنے والے معنی تجھ پر ظاہر نہیں ہوئے ہیں تو اُن کی تلاش کر۔

[2] وہمچنیں۔ یہ حدیث شریف ہے اور حدیث میں ہے جف القلم بما ہو کائن قلم لکھ کر خشک ہو گیا ہے ہر اُس چیز کو جو ہونے والی ہے، اس پر صحابہؓ نے سوال کیا پھر عمل کس بات کے لئے؟ آنحضورؐ نے فرمایا ہر انسان کو اُس چیز کی سہولت دے دی گئی ہے جس کے لئے وہ پیدا ہوا ہے اگر وہ سعادت اور جنت کیلئے پیدا کیا گیا ہے تو اُس سے سعادت اور جنت کے اعمال سرزد ہونگے اور اگر وہ شقاوت کیلئے پیدا کیا گیا ہے تو اُس سے شقاوت اور جہنم کے اعمال سرزد ہونگے خلاصہ یہ ہے کہ قلم نے سعید کی سعادت اور شقی کی شقاوت لکھدی ہے اس طریقہ پر کہ یہ اعمال سعادت کے اعمال ہیں اور یہ اعمال شقاوت کے اعمال ہیں۔

ظلم آری مُدبری جَفَّ القلم
تو ظلم کرے گا تو تو بدبخت ہے اُلکھ کر قلم خشک ہو گیا ہے

عدل آری برخوری جفّ القلم
تو انصاف کریگا پھل کھائیگا قلم لکھکر خشک ہو گیا ہے

چوں بدزدد دست شد جفّ القلم
جب چوری کرے گا ہاتھ کٹا قلم لکھکر خشک ہو گیا ہے

خوردہ بادہ مست شد جفّ القلم
شراب پی کر مست ہو گیا قلم لکھکر خشک ہو گیا ہے

تو روا داری روا باشد کہ حق[ف۱]
تو جائز سمجھتا ہے، مناسب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ

ہمچو معزول آید از حکمِ سبق
ازلی حکم کی وجہ سے معزول کی طرح ہو جائے

کہ ز دستِ من برون رفتست کار
کہ معاملہ میرے قابو سے باہر ہو گیا

پیشِ من چندیں میا چندیں مزار
میرے سامنے اتنا نہ آ، اتنی عاجزی نہ کر

بلکہ[ف۲] معنی آں بود جفّ القلم
بلکہ معنی یہ ہیں کہ قلم لکھکر خشک ہو گیا ہے

نیست یکساں پیشِ من عدل و ستم
میرے سامنے انصاف اور ظلم یکساں نہیں ہیں

فرق بنہادم میانِ خیر و شر
میں نے خیر و شر میں فرق رکھا ہے

فرق بنہادم ز بد ہم از بتر
میں نے بُرے اور بدتر میں فرق رکھا ہے

ذرہ گر در تو افزاید ادب
اگر تجھ میں ادب کی ایک ذرہ بڑھوتری

باشد از یارت بداند فضلِ رب
ہو، دوست سے خدا کا فضل جانتا ہے

قدرِ آں ذرہ ترا افزوں دہد
اس ذرے کی بقدر تجھے زیادہ دے گا

ذرہ چوں کوہے قدم بیروں نہد
(وہ) ذرہ پہاڑ کی طرح رُونما ہوگا

پادشا[ف۳] ہے کہ بہ پیشِ تختِ او
وہ بادشاہ کہ اس کے تخت کے رُوبرو

فرق نبود از امین و ظلم جُو
امانت دار اور ظالم میں فرق نہ ہو

آنکہ می لرزد ز بیمِ ردِّ او
وہ شخص جو اس کے جواب سے لرز رہا ہو

وانکہ طعنہ میزند بر جدِّ او
اور وہ شخص جو اس کی بڑائی پر طعنہ زن ہو

فرق نبود ہر دو یک باشد برش
وہ دونوں میں فرق نہ کرے اسکے نزدیک دونوں یکساں

شاہ نبود خاکِ تیرہ بر سرش
وہ بادشاہ نہ ہوگا اس کے سر پر کالی مٹی ہو

ذرہ گر جہدِ تو افزوں شود
اگر تیری کوشش میں ایک ذرہ بڑھے

در ترازوئے خدا موزوں شود
وہ خدا کی ترازو میں تولا جائے گا

پیشِ ایں شاہاں ہمارہ جانکنی
ان بادشاہوں کے سامنے تو ہمیشہ مصیبت بھرتا ہے

بیخبر ایشاں ز غدر و روشنی
وہ غداری اور نورِ (قلب) سے غافل ہیں

ف۱ تو روا داری۔ اگر جفّ القلم کے یہ معنی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ ازل ہیں لکھ دیا ہے اور اب اس کی قدرت کے تحت کچھ نہیں ہے تو گویا اب خدا خدائی سے معزول ہو گیا ہے۔ کز دست۔ تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اے بندے اب تو میرے پاس نہ آ اب کام میرے قابو سے باہر ہے۔

ف۲ بلکہ۔ جفّ القلم کے صحیح معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ انصاف اور ظلم یکساں نہیں ہیں فرق۔ اور یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے خیر اور شر میں بد اور بدتر میں فرق کر دیا ہے۔ ذرہ۔ اگر تجھ میں تیرے دوست کے اعتبار سے ایک ذرہ بھی نیکی زیادہ ہے تو اس کو خدا جانتا ہے اور وہ اس ذرے کا بدلہ دے گا جو پہاڑ جیسا ہوگا۔

ف۳ بادشاہ ہے۔ جس بادشاہ کے دربار میں امین اور ظالم میں فرق نہ ہو یا وہ شخص جو اس کے خوف سے لرزتا ہے اور وہ شخص جو اس کی بڑائی پر طعنہ زنی کرتا ہے اسکے دربار میں یکساں ہوں تو ایسے بادشاہ کے سر پر خاک۔ ذرہ۔ حقیقی خدا تو وہی ہے جس کی ترازو میں ایک ایک ذرہ تولا جائے۔ پیش۔ یہ تو دنیاوی بادشاہوں کا طور طریقہ ہے کہ تو تمام عمر اطاعت کرتا ہے اور ایک چغلخور تیری ساری بھلائی برباد کرا دیتا ہے۔

گفتِ غمّازے کہ بَد گوید تُرا
اُس چغلخور کی بات جو تجھے بُرا کہتا ہے
ضائع آرد خدمتت را سالہا
وہ تیری سالوں کی خدمت کو ضائع کرا دیتا ہے

پیشِ[۱] شاہے کو سمیع ست و بَصیر
اُس بادشاہ کے سامنے جو کہ سمیع و بصیر ہے
گفتِ غمّازاں نباشد جائے گیر
چغلخوروں کی بات نہیں ٹھہرتی ہے

جُملہ غمّازاں ازو آیس شوَند
سب چغلخور اُس سے مایوس ہو جاتے ہیں
سُوئے ما آیند و افزایند بند
ہمارے پاس آتے ہیں اور رکاوٹیں اضافہ کرتے ہیں

بس جفا گویند شہ را پیشِ ما
اللہ (تعالیٰ) کا ہم سے بہت ظلم بیان کرتے ہیں
کہ برو جَفَّ القلم کم کُن وَفا
کہ جا قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے وفاداری نہ کر

معنیِ[۲] جَفَّ القلم کے آں بُوَد
قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا کے یہ معنی کب ہو سکتے ہیں!
کہ جفا ہا با وَفا یکساں بُوَد
کہ ظلم، وفاداری کے برابر ہوتا ہے

بل جفا را ہم جفا جَفَّ القلم
بلکہ ظلم کے لئے (بدلہ) ظلم ہی قلم لکھ کر خشک ہو گیا ہے
واں وفا را ہم وفا جَفَّ القلم
اور وفا کیلئے (بدلہ) وفا ہے قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے

عَفو باشد لیک کُو فرِّ اُمید
معافی ہو گی لیکن امید کی وہ شان و شوکت کہاں؟
کہ بُوَد بندہ ز تقویٰ رُو سپید
کہ بندہ پرہیزگاری کی وجہ سے سُرخرو ہو

دُزد را گر عَفو باشد جاں بَرَد
چور کو اگر معاف کیا جاتا ہے تو جان بچا لیتا ہے
کے وزیر و خازنِ مخزن شوَد
وزیر اور خزانہ کا خزانچی کب بنتا ہے؟

اَے[۳] امین الدّینِ رَبّانی بیا
اے امین الدین، اللہ والے! آجا
کز امانت رُست ہر تاج و لِوا
کیونکہ امانت کی وجہ سے تاج اور جھنڈا رونما ہوا ہے

پُورِ سُلطاں گر بَرُو خائن شوَد
شہزادہ اگر بادشاہ کا خائن بن جائے
آں سَرش از تنِ بداں بائن شوَد
اُس کی وجہ سے اُس کا سَر تن سے جدا ہو جائے

ور غلامے ہندوے آرد وَفا
اگر ہندوستانی غلام وفا برتے
دولت اُو را میزند طالَ بَقا
نصیبہ اُس کیلئے زندہ باد کا اعلان کر دے

چہ غلام اَر بَر درے سَگ با وفا ست
غلام کیا، اگر دروازے پر کتا وفادار ہے
در دلِ سالار اُو را صد رِضا ست
آقا کے دل میں اُس کی جانب سے سینکڑوں خوشنودیاں ہیں

تو وہ گردن زدنی ہے اور اگر معمولی غلام وفاداری کرتا ہے تو اُس کا نصیبہ اُسکو مبارکباد دیتا ہے غلام تو در کنار کتا بھی وفاداری کرتا ہے تو آقا کے دل میں اُس کے لئے سینکڑوں خوشنودیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

[۱] پیشِ شاہے۔ دانا و بینا خدا کے دربار میں یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی چغلخور چغلخوری کر سکے، وہاں سے چغلخور شیطان وغیرہ مایوس ہو کر ہمارے پاس آ کر ہمیں بہکاتے اور شاہ کا ظلم بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُس نے سب کچھ پہلے ہی لکھ دیا ہے اب اُس کے ساتھ وفاداری کیوں کرتے ہو۔

[۲] معنیِ۔ یہ چغلخور شیطان کا جواب ہے کہ جَفَّ القلم کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جفا اور وفا یکساں ہے وفاداری سے کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ جفا کا بدلہ جفا ہے اور وفا کا بدلہ وفا ہے۔ عفو باشد۔ شبہ ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو بھی معاف کر دے گا تو پھر اطاعت اور نافرمانی یکساں ہو گئی مولانا نے جواب دیا ہے کہ معافی تو ہو جائے گی لیکن وہ انعامات حاصل نہ ہوں گے جو نیکوکار لوگ کریں گے۔ دُزد۔ چور کی معافی کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اُس کی جان بچ گئی لیکن اس کو وزیر اور خزانچی کا رُتبہ تو حاصل نہیں ہوتا۔

[۳] اے امین الدین یعنی شیخ حسام الدین یا ہر وہ مجتہد جو شریعت کا امین ہے یا مولانا کے دور کا ایک وزیر۔ پُور۔ اگر بادشاہ کا بیٹا بادشاہ کا خائن ہو

زینؔ[1] چو سگ را بوسہ بر پوزش دہد
اِس (وفا) کی وجہ سے جب کتے کی تھوتڑی چومتا ہے

گر بود شیرے چہ پیروزش کند
اگر وہ شیر ہو تو اُس کو کسقدر کامیابی حاصل کریگا!

چہ مگر دُزدے کہ خدمتہا کُند
سوائے اُس چور کے جو خدمتیں کرے

صدقِ اُو بیخِ جفا را بر کند
اُس کی سچائی ظلم کی جڑ اُکھاڑ دے

چون فضیلِ رہزنے کو راست باخت
جیسا کہ ڈاکو (حضرت فضیلؒ) جنھوں نے سچائی کی بازی لگائی

زاں کہ دہ مردہ بسوئے تو بتاخت
کیونکہ دس انسانوں کی طاقت سے تیری جانب دوڑے

وآنچناںؔ[2] کہ ساحراں فرعون را
اور جس طرح کہ جادوگروں نے فرعون کا

رُو سیہ کردند از صبر و وفا
مُنہ کالا کر دیا صبر اور وفاداری سے

دست و پا دادند در جرم و قود
قصور اور بدلے میں ہاتھ پاؤں دے دیئے

آں بصد سالہ عبادت کے شود
وہ سَو سال کی عبادت سے کب ہوتا ہے؟

تو کہ پنجہ سال خدمت کردہ
تو جس نے پچاس سال عبادت کی ہے

کے چنیں صدقے بدست آوردہ
ایسی سچائی کب حاصل کی ہے؟

حکایتؔ[3] آں درویش کہ در ہرات غلامانِ عمیدِ خراسانی را

اُس فقیر کی حکایت جس نے عمید خراسانی کے غلاموں کو ہرات میں دیکھا

آراستہ دید بر اسپانِ تازی با قباہائے زربفت و کلاہ ہائے

بنا ٹھنا، عربی گھوڑوں پر زربفت کی قبائیں پہنے ہوئے اور اکرمانی سے) ٹوپی

مُغرق وغیرہ آں پرسید کہ اینہا کدام امیر اند و چہ

ہوئی ٹوپیاں اوڑھے ہوئے اُس نے پوچھا یہ کونسے سردار ہیں؟ اور کیسے بادشاہ

شاہانند گفتند اُورا کہ اینہا امیراں نیستند اینہا غلامانِ

ہیں؟ لوگوں نے اُس سے کہا کہ یہ سردار نہیں ہیں، یہ عمید خراسانی کے غلام

عمیدِ خراسان اند رُو باسمان کرد کہ اے خداوند غلام

ہیں اُس نے آسمان کی طرف مُنہ کیا کہ اے اللہ تعالیٰ غلاموں کو پرورش

پروردن از عمید بیاموز آنجا مُستوفی را عمید گویند

کرنا عمید سے سیکھ لے۔ وہاں وزیراعظم کو عمید کہتے ہیں۔

آں یکے گستاخ رُو اندر ہرے
ایک مُنہ پھٹ نے ہرات میں

چوں بدید اُو غلامِ مہترے
جب اُس نے ایک سردار کے غلام کو دیکھا

---

[1] زین۔ وفاداری اگر کتا بھی کرتا ہے تو آقا اُس کا مُنہ چومتا ہے اور اگر شیر وفاداری کرے تو پھر اُس کی کامیابی کا کیا ٹھکانا ہے۔ چہ مگر پہلے فرمایا تھا کہ چور کو معاف تو کر دیا جائے گا لیکن اُس کو اونچے مقامات حاصل نہ ہونگے اب اُس سے استثناء کرتے ہیں اس لئے کہ بعض ڈاکو لوگوں کو بڑے مقامات حاصل ہو گئے ہیں۔ چون فضیلؒ۔ حضرت فضیلؒ بن عیاض ڈاکو تھے پھر تائب ہوئے اور اولیاء اللہ میں اُن کا شمار ہوا۔

[2] وآنچناں۔ اسی طرح فرعون کے جادوگر توبہ کے بعد کامل بنے۔ رو سیہ کردند۔ یعنی فرعون کو روسیاہ کیا۔ دست و پا۔ اللہ کی محبت میں ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے یہ مقام سو سالہ عبادت سے بھی بمشکل حاصل ہوتا ہے۔ تو کہ۔ عام انسان پچاس سال عبادت کرتا ہے لیکن اُن ساحروں کی سی سچائی اُس کو حاصل نہیں ہوتی ہے۔

[3] حکایت۔ اس سے یہ بتایا ہے کہ جس طرح بادشاہوں کے سب غلام یکساں نہیں ہیں اسی طرح اللہ کے سب غلام یکساں نہیں اخلاص کے اعتبار سے بہت فرق ہے عمید کے غلام پورے مخلص تھے۔ عمید۔ مستوفی۔ خراسان ایک مُلک ہے جس کا پایۂ تخت ایک زمانہ میں ہرات تھا۔ گستاخ۔ بے ادب

جامۂ اطلس کمرزرّیں رواں
اطلس کا لباس سونے کی پیٹی پہنے ہوئے جارہا ہے
رُوئے کردے سُوئے قبلۂ آسماں
اُس نے آسمان کی جانب منہ کیا

کاے خدا! زیں خواجۂ صاحب مِنَن
کہ اے خدا! اِس احسانوں والے آقا سے
چوں نیاموزی تو بندہ داشتن
تو غلام رکھنا کیوں نہیں سیکھ لیتا

بندہ پروردن بیاموز اے خدا
اے خدا! بندہ پروری سیکھ لے
زیں رئیس و اختیارِ شہرِ ما
ہمارے شہر کے اِس رئیس اور برگزیدہ سے

بُود محتاج و برہنہ بینوا
وہ محتاج اور ننگا بے سروسامان تھا
در زمستاں لرز لرزاں از ہوا
جاڑے میں ہوا سے کانپ رہا تھا

اِنبساطے کرد آں از خود بَری
اُس بے خود نے بے تعلقی برتی
جُرأتے بنمُود اُو از لمترے
اور پھکڑپن سے اُس نے جرأت کی

اعتمادش بر ہزاراں موہبت
ہزاروں بخشِشوں پر اُس کو بھروسہ (تھا)
کہ ندیمِ حق شُد اہلِ معرفت
کیونکہ معرفت والا اللہ (تعالیٰ) کا مصاحب ہوتا ہے

گر ندیمے شاہ گستاخی کند
اگر بادشاہ کا مصاحب گستاخی کرے
تو مکُن چوں تو نداری آں سند
تو نہ کرنا، کیونکہ تو وہ سہارا نہیں رکھتا ہے

حق میاں داد و میاں بہ از کمر
اللہ (تعالیٰ) نے کمر عطا کی اور کمر پٹکے سے بہتر ہے
گر کسے تاجے دہد اُو داد سَر
اگر کوئی تاج دیتا ہے تو اُس نے سر دیا ہے

تا یکے روزے کہ شاہ آں خواجہ را
یہاں تک کہ ایک دن بادشاہ نے اُس سردار پر
مُتّہم کرد و بہ بستش دست و پا
تہمت لگا دی اور اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے

آں غلاماں را شکنجہ می نمُود
اُن غلاموں کو سزا دی
کہ دفینہ خواجہ بنمائید زُود
کہ آقا کا خزانہ جلد دکھاؤ

سِرِّ اُو بامن بگوئید اے خساں
اے کمینو! اُس کا راز مجھے بتا دو
ورنہ بُرّم از شما حلق و لساں
ورنہ میں تمہارا حلق اور زبان کاٹ ڈالوں گا

مدّتِ یک ماہ شاں تعذیب کرد
ایک مہینہ تک اُن کو ستایا
روز و شب با شکنجہ و افشار و درد
دن، رات شکنجہ اور دباؤ اور تکلیف تھی

پارہ پارہ کرد شاں و یک غلام
اُنکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور ایک غلام نے بھی،
رازِ خواجہ وانگفت از اہتمام
ہمت کر کے، آقا کا راز نہ کھولا

لہ کمر زرّیں۔ سونے کا پٹکا۔ خواجہ۔ یعنی عمید خراسانی۔ مِنَن۔ احسانات۔ اختیار۔ یعنی مختار، برگزیدہ۔ بُود۔ یعنی وہ درویش اگرچہ اہل اللہ میں سے تھا لیکن اُس کی حالت نے اُس کو مجبور کیا کہ وہ اللہ کے تقرب کے بھروسہ پر یہ کہہ گزرا۔ لمترے۔ تری۔ مراد اُس درویش کی حالت ہے۔

لہ اعتمادش۔ بعض مقربینِ بارگاہ، خصوصی رحم و کرم کی بنیاد پر ایسی گستاخی کر بیٹھتے ہیں، عوام کے لئے اِس طرح کی بات مناسب نہیں ہے۔ ندیم۔ مصاحب حق۔ مولانا عمید کی عطا سے اللہ تعالیٰ کی عطا کی افضلیت بتاتے ہیں۔

لہ تا یکے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس درویش کو اُس وقت جواب نہ دیا جب وہ عمید بادشاہ کا معتوب بنا تو ہاتفِ غیبی نے جواب دیا۔ آں غلاماں۔ عمید کے غلام عمید کے اِس قدر وفادار ثابت ہوئے کہ سزائیں برداشت کیں لیکن عمید کا راز نہ کھولا۔

گفتش۱ اندر خواب ہاتف کے کیا — بندہ بُودن ہم بیاموز و بیا

غیبی آواز نے اُس سے خواب میں کہا کہ اے سردارا — غلام بننا بھی سیکھ لے اور آجا

اے دریدہ پوستینِ یوسفاں — گر بدرّد گرگت آں از خویش داں

اے یوسفوں کی پوستین پھاڑنے والے! — اگر تجھے بھیڑیا پھاڑے، تو وہ اپنے سبب سمجھ

زانکہ می بافی ہمہ سالہ بپوش — زانکہ می کاری ہمہ سالہ بنوش

کیونکہ جو تو سارے سال بُنتا ہے، وہ پہن — جو سارے سال بوتا ہے، وہ کھا

فعلِ تُست ایں غُصّہائے دمبدم — ایں بُود معنیِ قد جَفَّ القلم

یہ ہر وقت کے رنج، تیرا کارنامہ ہے — قلم (لکھ کر) خشک ہوگیا کے یہ معنی ہیں

کہ نگردد سُنّتِ ما از رَشَد — نیک را نیکی بُود بد راست بد

کیونکہ ہماری سنت بھلائی سے منحرف نہیں ہوتی ہے — نیک کے لئے نیکی ہوتی ہے بُرے کیلئے بُرائی ہے

کار۲ کُن ہیں کہ سلیماں زندہ است — تا تو دیوی تیغ اُو بُرندہ است

کام میں لگا رہ، کیوں کہ سلیمان زندہ ہے — جب تک تو دیو ہے اُس کی تلوار کاٹ کرنیوالی ہے

چوں فرشتہ گشت از تیغ ایمن ست — از سُلیماں فارغ و از خوف رَست

جب فرشتہ بن گیا، تلوار سے محفوظ ہے — سلیمان سے فارغ اور ڈر سے نجات پاگیا ہے

از سُلیماں ہیچ اُورا خوف نیست — دشمنِ دیو ست واز وے ایمن ست

سلیمان سے اُسے کوئی ڈر نہیں ہے — کیونکہ وہ دیو کا دشمن ہے اور اُس سے (فرشتہ کو) امن حاصل ہے

حکمِ اُو بر دیو باشد نے مَلک — رنج در خاکست نے فوقِ فلک

سزا کا حکم دیو پر لگتا ہے، نہ کہ فرشتہ پر — تکلیف زمین پر ہے، نہ کہ آسمان پر

ترک۳ کُن ایں جبر را کہ بس تہیست — تا بدانی سِرِّ سِرِّ جبر چیست

اس جبر کے عقیدے کو چھوڑ کیونکہ خالی (فضول) ہے — تاکہ تو سمجھ جائے کہ جبر کے راز کا راز کیا ہے؟

ترک کُن ایں جبرِ جمعِ منبلاں — تا خبر یابی ازاں جبرِ چو جاں

کاہلوں کی جماعت کے جبر کو چھوڑ دے — تاکہ تجھے اُس جبر کا پتہ لگ جائے جو جان جیسا ہے

ترکِ معشوقی کُن و کُن عاشقی — اے گماں بُردہ کہ خوب و فائقی

معشوقی چھوڑ اور عاشقی کر — اے وہ شخص جس نے گمان کرلیا ہے کہ تو حسین اور بڑھا ہوا ہے

---

۱ گفتش۔ اب اللہ کی جانب سے اُس درویش کو جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ توحید سے غلام پروری کیا سیکھے گا توحید کے غلاموں سے بندگی سیکھ لے۔ اے دریدہ۔ انسان جیسا کریگا ویسا بھرے گا۔ زانکہ۔ انسان کے جیسے اعمال ہوتے ہیں ویسے ہی نتائج سامنے آتے ہیں۔ فعلِ تُست۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ یعنی جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہاری لائی ہوئی ہے۔ کہ نگردد۔ سنتِ الٰہی میں تبدیلی نہیں ہوسکتی ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا۔ نیک۔ قرآنِ پاک میں ہے هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ۔

۲ کار کُن۔ سلیمان سے مراد شاہِ حقیقی ہے اور دیو سے مراد نفسِ امّارہ ہے۔ چوں فرشتہ۔ قرآنِ پاک میں ہے إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ جو اللہ کے دوست ہیں اُن پر نہ کوئی خوف ہے نہ وہ غمگین ہونگے۔ از سلیماں۔ نیکوں کو عذاب سے امن میں ہے۔ حکمِ او۔ سزا کا حکم شیطان صفت کے لئے ہے۔ رنج۔ جب انسان ملکوتی بن جائے تو پھر راحت ہی راحت ہے۔

۳ ترک کُن۔ یہ جبرِ مذموم کا عقیدہ جو ترکِ اطاعت پیدا کرتا ہے اس کو چھوڑ کر خدا کا دیا ہوا اختیار کر جب تجھے جبرِ محمود کا پتہ چلے گا اور معلوم ہوگا کہ تجھے اختیارِ خداوندی حاصل ہے اور تیرا ہر عمل اختیارِ خداوندی سے صادر ہوتا ہے۔ منبلاں۔ کاہل لوگ۔ چو جان۔ جبرِ محمود بڑی قیمتی چیز ہے۔ ترک کُن۔ معشوقوں کا سا ناز ـــــــ چھوڑ کر عاشقوں کا سا نیاز پیدا کر۔

اے[51] کہ در معنی زشب خامش تری | گفتِ خود را چند جوئی مشتری
اے وہ کہ معانی میں رات سے بھی زیادہ خاموش ہے | اپنی گفتگو کا خریدار کب تک تلاش کرے گا؟

سر بجنبانند پیشت بہرِ تو | رفت در سودائے ایشاں دہرِ تو
تیرے سامنے تیری خاطر سے وہ جھومتے ہیں | اُن کے شوق میں تیری عمر برباد ہو گئی

تو مرا گوئی حسد اندر مپیچ | چہ حسد آرد کسے بر فوتِ ہیچ
تو مجھ سے کہتا ہے، کہ حسد کرنے میں نہ لگ | ناچیز کے فوت ہو جانے پر کوئی کیا حسد کرے؟

ہست تعلیمِ خساں اے بار سوخ | ہمچو نقشِ خوب کردن بر کلوخ
اے بارسوخ! کمینوں کو تعلیم دینا | ڈھیلے پر اچھے نقش بنانا ہے

خویش را تعلیم کن عشق و نظر | کاں بود کالنقش فی جرم الحجر
اپنے آپ کو عشق اور نظر کی تعلیم دے | کیونکہ وہ پتھر کی لکیر کی طرح ہے

نفسِ تو با تست شاگردِ وفا | غیر فانی شد کجا جوئی کجا
تیرا نفس وفاداری میں تیرا شکر گذار ہے | غیر، فنا ہو گیا کہاں ڈھونڈتا ہے کہاں؟

تا[52] کُنی مر غیر را حِبر و سَنی | خویش را بد خو و خالی میکُنی
جب تک تو دوسرے کو بڑا عالم اور اونچا بناتا رہیگا | اپنے آپ کو بد عادت اور خالی کرتا رہے گا

متصل چوں شد دلت باآں عدن | ہیں بگو مہراس از خالی شدن
جب تیرا دل عدن سے وابستہ ہو گیا | ہاں کہتا رہ، خالی ہونے سے ہراساں نہ ہو

امرِ قُل زیں آمدش کاے راستیں | کم نخواہد شد بگو دریاست ایں
قُل کا حکم اُن کو اسی لئے آیا کہ اے راستے رَو! | کہیے، کم نہ ہوگا، یہ دریا ہے

انصتوا[53] یعنی کہ آبت را بلاغ | ہیں تلف کم کن کہ لب خشک ست باغ
تم خاموشی سے سنو، یعنی کہ اپنے پانی کو لغو باتوں سے | خبردار! تباہ نہ کر، کیونکہ باغ پیاسا ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے پدر | ایں سخن را ترک کن پایاں نگر
اے بادا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے | اس بات کو چھوڑ، انجام پر نظر کر

آمدہ ہے یہاں مراد دریائے وحدت ہے ۔ امرِ قل ۔ قرآن پاک میں ہے قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي آپ کہدیجیے کہ خدا کے کلمات کے لئے اگر سمندر روشنائی بنیں تو وہ اس سے پہلے ختم ہو جائیگی کہ خدا کے کلمات ختم ہوں ——— [53] انصتوا ۔ قرآن پاک میں ہے وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا اور جب قرآن پڑھا جائے تو کان دھرو اور خاموش رہو ۔ لاغ ۔ بیہودہ گفتگو ۔ ایں سخن یعنی لچھے دار تقریروں کی برائی ۔ پایاں ۔ یعنی اپنے انجام کی فکر کر۔

[51] اے کہ ۔ تو اپنی لچھے دار تقریروں پر نازاں ہے ۔ جو معانی سے بالکل خالی ہیں اور تو اپنی ان تقریروں سے خریدار ڈھونڈتا ہے ۔ سر بجنبانند ۔ یہ تیری تقریریں سننے والے محض تیرے لحاظ میں جھوم رہے ہیں اور تو ان کے عشق میں عمر برباد کر رہا ہے ۔ تو مرا ۔ جب میں تجھے ان لچھے دار تقریروں سے روکتا ہوں تو تو مجھ پر حسد کا الزام لگاتا ہے حالانکہ ان لچھے دار تقریروں کے حاصل نہ ہونے پر کوئی کیا حسد کرے گا یہ خود بیکار ہیں ۔ ہست ۔ عوام میں تقریریں کر کے واہ واہ کرانا مٹی کے ڈھیلے پر باریک نقش و نگار کرنا ہے جو قائم نہیں رہ سکتا ۔ خویش ۔ اپنی اصلاح کر اور اپنے آپ کو عشق کی تعلیم دے یہ باقی رہنے والی چیز ہے ۔
[52] تا کنی ۔ دوسروں کو وعظ و تلقین سے اپنی اصلاح بہتر ہے ۔ حبر ۔ بڑا عالم ۔ سنی ۔ بلند ۔ متصل ۔ یہ شبہ ہوا کہ بہت سے حقیقی بزرگ مریدوں کی تعلیم و تربیت کرتے ہیں تو ان سے کیوں روکا جا رہا ہے مولانا نے فرمایا کہ جو بزرگ ایسے ہیں کہ ان کا اتصال دریائے وحدت سے ہو گیا ہے وہ تعلیم دیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے ۔ عدن ۔ دال کے سکون سے ، اقامت ہی سے جنات عدن ہے یعنی اقامت کی جنتیں اور دال کے زبر سے شہر کا نام ہے جہاں سے عقیق

غیرتم آید کہ پیشت بیستند ﴿۱﴾ | بر تو می خندند و عاشق نیستند
مجھے شرم آتی ہے کہ تیرے سامنے کھڑے ہوتے ہیں | تیری ہنسی اڑاتے ہیں اور وہ عاشق نہیں ہیں

عاشقانت در پسِ پردہ کرم | بہرِ تو نعرہ زناں بیں دمبدم
تیرے عاشق کرم کے پس پردہ | وہ ان کو تو لمحہ بہ لمحہ اپنے لئے نعرے لگاتے ہوئے دیکھ لے

عاشقِ آں عاشقانِ غیب باش | عاشقانِ پنج روزہ کم تراش
تو اُن غیب کے عاشقوں کا عاشق بن | چند روزہ عاشق، نہ بنا

کہ بخوردندت ز خدعہ و جذبہ ﴿۲﴾ | سالہا زیشاں ندیدی حبہ
دھوکے اور کشش سے انھوں نے تجھے کھایا | سالوں! تو نے اُنکی جانب سے ایک رتی نہ دیکھی

چند ہنگامہ نہی بر راہِ عام | گام خستی بر نیامد ہیچ کام
عام راستہ پر تو کب تک مجمع لگائے گا؟ | تو نے مقصد کی تلاش کی، کوئی مقصد پورا نہ ہوا

وقتِ صحت جملہ یارند و حریف | وقتِ درد و غم بجز حق کو الیف
تندرستی میں سب دوست اور ساتھی ہیں | درد و غم کے وقت سوائے خدا کے کون دوست ہے؟

وقتِ دردِ چشم و دنداں ہیچکس | دستِ تو گیرد بجز فریاد رس ﴿۳﴾
دانتوں اور آنکھ کے درد کے وقت، کوئی شخص | تیری دستگیری کرتا ہے! سوائے خدا کے

پس ہماں درد و مرض را یاد دار | چوں ایاز از پوستیں گیر اعتبار
تو اسی درد اور مرض کو یاد رکھ | ایاز کی طرح پوستین سے عبرت حاصل کر

پوستیں آں حالتِ دردِ تو است | کہ گرفتہ است آں ایاز آنرا بدست
پوستین تیرے درد کی حالت ہے | جو اُس ایاز نے ہاتھ سے پکڑی ہے

باز جواب گفتنِ آں کافرِ جبری آں مومنِ سُنّی را کہ باسلام و
اس جبری کافر کا دوبارہ اُس سُنّی مومن کو جواب دینا جو اسکو اسلام اور

ترکِ اعتقادِ جبرش دعوت میکرد و دراز شدنِ مناظرہ از طرفین
جبر ترک کرنے کی دعوت دے رہا تھا اور دونوں طرف سے مناظرے کا دراز ہونا

کہ مادۂ اشکال و جواب را نبرد الا عشقِ حقیقی کہ او را پروائے
کیونکہ اعتراض اور جواب کے مادے کو سوائے حقیقی عشق کے کوئی چیز ختم نہیں کرتی ہے کیونکہ

آں نماند و ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ
اس کو اسکی پروا نہیں رہتی اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسکو چاہے عطا کر دیتا ہے

﴿۱﴾ غیرتم۔ اے بحث و تقریر کرنے والے یہ سامعین تیرے حقیقی عاشق نہیں ہیں یہ تو تیرا مذاق اُڑاتے ہیں۔ عاشقانت۔ تیرے عاشق تو وہ ہیں۔ جو تیری اصلاح کی دعائیں کرتے ہیں تو اُن عاشقوں کا عاشق بن اور چند دنوں کی واہ واہ کرنے والوں سے گریز کر۔

﴿۲﴾ کہ بخوردندت۔ ان چند روزہ عاشقوں نے تجھے ضائع کر رکھا ہے اُن سے تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ چند ہنگامہ۔ عام کا مجمع لگانے سے تیرا کوئی صحیح مقصد پورا نہ ہوا۔ وقتِ صحت۔ یہ تیرے عاشق راحت کے ساتھی ہیں مصیبت کے وقت کا ساتھی صرف خدا ہے۔ الیف۔ دوست۔

﴿۳﴾ فریاد رس۔ اللہ تعالیٰ۔ دارد۔ یعنی اس درد کے وقت کو بھی طرح پیش نظر رکھ جس طرح ایاز اپنی پرانی پوستین کو پیش نظر رکھتا اور اس سے عبرت حاصل کرتا رہتا تھا۔ پوستیں۔ ایاز پوستین سے عبرت حاصل کرتا تھا تو مصیبت کے وقت سے عبرت حاصل کرلے۔ کہ۔ جب تک عشقِ خداوندی حاصل نہیں ہوتا انسان کی زبان بہت چلتی ہے اور اشکال و جواب میں زبان درازی کرتا رہتا ہے۔

کافرِ جبری جواب آغاز کرد
جبری کافر نے جواب دینا شروع کیا۔
کہ ازاں حیراں شد آں منطیق[۵۱] مرد
جس سے وہ زیادہ بولنے والا شخص حیران ہو گیا

لیک گر من آں جوابات و سوال
لیکن اگر میں وہ جوابات اور سوال
جملہ وا گویم بمانم زیں مقال
سب بیان کروں، اِس بات سے رہ جاؤں گا

زاں مہم تر گفتنیہا ہست مال
ہیں اِس سے زیادہ اہم باتیں کہنی ہیں
کہ بداں فہمِ تو بہ یابد نشاں
جن سے تیری سمجھ بہتر نشانی حاصل کرے گی

اندکے گفتیم زاں بحث اے عُتُل
اے سنگدل! اِس بحث میں سے ہم نے تھوڑا سا کر دیا
زاندکے پیدا بود قانونِ کُل
تھوڑے سے سب قاعدہ کھل جاتا ہے

درمیانِ جبری و اہلِ قدر
جبری اور قدریوں کے درمیان
ہمچنیں بحث ست تا حشر و نشر
حشر و نشر تک ایسی ہی بحثیں ہیں

گر فرو ماندے ز دفعِ خصمِ خویش
اگر اپنے مخالف کی مدافعت سے عاجز آ جاتے
مذہبِ ایشاں بر افتادے ز بیش
تو اُن کا مذہب باطل ہو جاتا

چوں بروں شوشاں نبودے در جواب
اگر جواب میں اُن کا مخلص نہ ہوتا
پس رمیدندے ازاں راہِ تباب
تو اُس ہلاکت کے راستہ سے بھاگ جاتے

چونکہ مقضی بد دوامِ آں رَوِش
چونکہ اِس روش کی ہمیشگی کا فیصلہ ہو چکا تھا
میدہدشاں از دلائل پرورش
تو اُن کی دلائل سے (خدا) پرورش کرتا ہے

تا نگردد[۵۲] ملزم از اشکالِ خصم
تاکہ مخالف کے اعتراض سے ملزم نہ بنے
تا بود محجوب از اقبالِ خصم
تاکہ مخالف کے اقبال سے محفوظ رہے

تاکہ ایں ہفتاد و دو ملّت مدام
تاکہ یہ بہتر ملتیں، ہمیشہ
در جہاں ماندے الیٰ یوم القیام
قیامت کے دن تک دنیا میں باقی رہیں

چوں جہانِ ظلمت و غیب ایں
چونکہ یہ تاریکی اور غیب کی دنیا ہے
از برائے سایہ می باید زمیں
سایہ کے لئے زمین درکار ہے

تا قیامت ماند ایں ہفتاد و دو
تاکہ یہ بہتر فرقے قیامت تک رہیں
کم نیاید مبتدع[۵۳] را گفتگو
بدعتی کی گفتگو کم نہ پڑے

عزتِ مخزن بود اندر بہا
قیمت کے اعتبار سے اُس خزانہ کی عزت ہوتی ہے
کہ برو بسیار باشد قفلہا
جس پر بہت سے قفل ہوں

---

۵۱ منطیق۔ بہت بولنے والا۔ زیں مقال۔ یعنی نصیحت کی باتیں۔ کہ بداں۔ اِن نصیحت کی باتوں سے فہم میں روشنی پیدا ہو گی۔ عُتُل۔ سنگدل۔ زاندکے۔ مُشتے نمونہ از خروارے کافی ہوتا ہے۔ درمیاں مختلف فرقوں کی یہ بحثیں قیامت تک ختم نہ ہوں گی کیونکہ دنیا میں بہتر فرقے باقی رہنے ہیں۔ بروں شو۔ نکلنے کا راستہ، مخرج۔ تباب۔ ہلاکت، تباہی۔ مقضی۔ یعنی قضا و قدر کا فیصلہ۔

۵۲ تا نگردد۔ ہر فرقہ والے کو ایسے دلائل عطا کر دیئے گئے ہیں کہ مخالف سے عاجز نہ آ جائے۔ ملزم۔ یعنی لاجواب۔ از اقبال۔ یعنی مخالف اُس پر غلبہ حاصل نہ کر سکے۔ زمین۔ جب سورج غروب کر جاتا ہے تو زمین کے جس رُخ سے اُس نے غروب کیا ہے اُس کا سایہ فضائے آسمانی تک پھیل جاتا ہے، دنیا میں ظلمت اور تاریکی ہے یہاں حق اِس قدر واضح نہیں ہے، باطل دلائل سے حق پوشیدہ ہو جاتا ہے

۵۳ مُبتدع۔ یعنی باطل فرقہ۔ عزتِ مخزن۔ جس قدر قیمتی خزانہ ہوتا ہے اتنے ہی اُس پر قفل زیادہ ہوتے ہیں اسی لئے حق مذہب جو قیمتی چیز ہے اُس پر باطل فرقوں کے قفل لگے ہوئے ہیں۔

عزّتِ[۱] مقصد بُوَد اے مُمتحن
اے مصیبت زدہ! مقصد کی عزت ہے

پیچ پیچِ راہ عقبہ و راہزن
گھاٹی کا خمدار راستہ اور ڈاکو

عزّتِ کعبہ بُوَد آں ناحیہ
وہ گوشہ، کعبہ کی عزت ہے

دزدیِ اعراب وطولِ بادیہ
(اور) بدّوؤں کی چوری اور صحرا کا طول

ہر رَوِش ہر رہ کہ آں محمود نیست
جو روِش (اور) راہ قابلِ ستائش نہیں ہے

عقبہ و مانع و رہزن ست
وہ گھاٹی اور مانع اور ڈاکو ہے

ایں[۲] رَوِش خصم و حقودِ آں شدہ
یہ روش اس کی مخالف اور کینہ ور بنی

تا مقلّد در دو رہ حیراں شدہ
یہاں تک کہ مقلد دونوں راستوں میں حیران ہو گیا

صدق ہر دو ضد بہ بیند در رَوِش
روش میں ہر دو ضدوں کی سچائی خیال کرتا ہے

ہر فریقے در رہِ خود خوش مَنِش
ہر فریق اپنی راہ پر خوش طبع ہے

گر جوابش نیست می بند دستیز
اگر اس کے پاس جواب ہو تو جھگڑا ختم ہو جائے

بر ہَمانَدَم تا بروزِ رستخیز
اسی وقت سے قیامت کے دن تک کیلئے

کہ مِہانِ ما بدانند ایں جواب
کہ ہمارے بڑے اس جواب کو جانتے ہیں

گرچہ از ما شُد نِہاں وجہِ صواب
اگرچہ درست بات ہم سے مخفی ہو گئی ہے

پوز بندِ وسوسہ عشق ست و بس
وسوسہ کے لئے چھکا عشق ہی ہے اور بس

ورنہ کے وسواس را بست ست کس
ورنہ وسوسہ کو کس نے بند کیا ہے؟

عاشقے[۳] شو شاہدِ خوبے بجُو
عاشق بن حسین معشوق تلاش کر

صیدِ مُرغابی ہمی کُن جُو بجُو
نہر در نہر مرغابی کا شکار کرتا رہ

کے بَری زاں آب کاں آبت بَرَد
تو اس پانی سے کیا فائدہ اٹھائیگا جو تیری آبرو برباد کرے

کے کُنی زاں فہم کہ فہمت خورد
تو اس سے کیا سمجھ سکتا ہے جو تیری سمجھ کو کھا لے

غیرِ ایں معقولہا معقولہا
ان عقلی باتوں کے علاوہ معقول باتیں

یابی اندر عشق با فرّ و بہا
تو عشق میں شوکت والی اور قیمتی پائے گا

غیرِ ایں عقلِ تو حق را عقلہاست
اس تیری عقل کے سوا اللہ کے پاس عقلیں ہیں

کہ بداں تدبیرِ اسبابِ سماست
جن سے آسمان کے اسباب کی تدبیر ہوتی ہے

تا بدیں عقل آوری ارزاق را
تو اس عقل کے ذریعہ رزقوں کو حاصل کرے گا

زاں دگر مفرش کُنی اطباق را
تو اس دوسری سے (آسمانی) طبقوں کو بستر بنائیگا

---

[۱] عزتِ مقصد ..... جسقدر عزیز ہوگا اسیقدر اس تک پہنچنے کا راستہ پیچ در پیچ ہوگا اور راہزن کا خوف ہوگا۔ عقبہ۔ پہاڑ کی گھاٹی۔ عزتِ کعبہ۔ کعبہ کا دور دراز گوشہ میں ہونا اور پھر وہاں بدوؤں کی ڈاکہ زنی اور صحرا کا طول کعبہ کے باعزت ہونے کی دلیل ہے۔ ناحیہ۔ گوشہ۔ اعراب۔ بدو۔ بادیہ۔ صحرا۔ ہر روش۔ باطل فرقوں نے جو روش اور راہ اختیار کر رکھی ہے وہ سیدھے راستہ کے لئے گھاٹی اور مانع اور ڈاکو ہے۔

[۲] ایں روش۔ باطل فرقوں کی روش صحیح راستہ کی روش کے مخالف ہے اس کی وجہ سے تقلید کرنیوالا حیران ہو جاتا ہے کہ کس راستہ کو اختیار کرے۔ صدق۔ وہ سمجھتا ہے کہ دونوں راستے درست ہیں۔ گر جوابش۔ اگر باطل فرقہ والا جواب ہو جائے تو جھگڑا ختم ہو جائے۔ کہ۔ وہ یہ کہدے کہ اس سوال کا جواب مجھے نہیں آتا میرے بڑے جانتے ہوں گے۔ پوز بند۔ اس طرح کے وساوس صرف عشق خداوندی سے ہٹ سکتے ہیں۔

[۳] عاشقے۔ وساوس اسی طریقہ پر مٹیں گے کہ راہِ عشق اختیار کرو اور اسکا رہبر تلاش کرے سکے بری۔ جن دلائلِ عقلیہ سے تو وساوس کو دور کرنا چاہتا ہے وہ بیکار ہیں۔ معقولہا۔ دلائلِ عقلیہ سے جو

عُشرِ امثالت دہد تا ہفت صد ۔۔۔ چوں ببازی عقل در عشقِ صمد
تجھے دس گنے سے سات سَو گنے تک عطا کر دے ۔۔۔ جب تو اللہ (تعالیٰ) کے عشق میں عقل کی بازی لگا دے

آں زناں چوں عقلہا درباختند ۔۔۔ بر رُواقِ عشقِ یوسف تاختند
ان عورتوں نے جب عقلیں ہار دیں ۔۔۔ وہ یوسفؑ کے عشق کے چھجے پر چڑھ گئیں

عقلِ شاں یکدم ستد ساقیِ عُمر ۔۔۔ سیر گشتند از خرد باقیِ عُمر
عمر کے ساقی نے ایکدم اُن کی عقل لے لی ۔۔۔ باقی عمر کے لئے اُن کا عقل سے پیٹ بھر گیا

اصلِ صد یوسفؑ جمالِ ذوالجلال ۔۔۔ اے کم از زن شو فدایِ آں جمال
سینکڑوں یوسفوں کی اصل اللہ (تعالیٰ) کا حُسن ہے ۔۔۔ اے عورت سے کم! اُس حُسن پر قربان ہو جا

عشق بُرّد بحث را اے جاں و بس ۔۔۔ کو ز گفت و گو شود فریاد رس
اے جان! عشق بحث کو کاٹ دیتا ہے اور بس ۔۔۔ کیونکہ وہ گفتگو کے معاملہ میں فریاد رَس بنجاتا ہے

حیرتے آید ز عشق آں نُطق را ۔۔۔ زَہرہ نبُود کہ کُند اُو ماجرا
عشق سے گویائی پر حیرت طاری ہو جاتی ہے ۔۔۔ اُس کا پتہ نہیں رہتا کہ وہ گفتگو کرے

کہ بترسد گر جوابے وا دہد ۔۔۔ گوہرے از لَفْجِ اُو بیروں جَہَد
کیونکہ وہ ڈرتی ہے کہ اگر جواب دے ۔۔۔ موتی اُس کے ہونٹ سے باہر نکل پڑے گا

لب بہ بند د سخت اُو از خیر و شر ۔۔۔ تا نباید کز دہاں اُفتد گہر
بھلے اور بُرے سے ہونٹ خوب بالکل بند کر لیتی ہے ۔۔۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ منہ میں سے موتی گر جائے

ہمچناں کہ گفت آں یارِ رسولؐ ۔۔۔ چوں نبیؐ برخواندے بر ما فضول
جیساکہ اُن صحابی نے فرمایا ہے ۔۔۔ جب نبی ہم ناکاروں کو سُناتے

آں رسولِ مُجتبیٰ وقتِ نثار ۔۔۔ خواستے از ما حضور صد وقار
نچھاور کرنے کے وقت وہ برگزیدہ رسولؐ ۔۔۔ ہم سے سینکڑوں وقار اور حضورِ قلب چاہتے

آنچنانکہ بر سرت مُرغے بُوَد ۔۔۔ کز فواتش جانِ تو لرزاں شود
جس طرح کہ تیرے سَر پر پرندہ ہو ۔۔۔ جس کے اڑ جانے سے تیری جان لرزتی ہو

پس نیاری ہیچ جُنبیدن ز جا ۔۔۔ تا نگیرد مُرغِ خوبِ تو ہَوا
تو جگہ سے ہل نہ سکے گا ۔۔۔ تاکہ تیرا حسین پرند، ہوا نہ پکڑے

دَم نیاری زد بہ بندی سُرفہ را ۔۔۔ تا نباید کہ بپرّد آں ہُما
تو سانس نہ لے سکے گا، کھانسی کو روک لیگا ۔۔۔ تاکہ وہ ہُما نہ اُڑ سکے

---

۵۱ عشر۔ عقل معاد نیکی کراتی ہے جس کا ثواب دس گنے سے سات سَو گنے تک ملتا ہے۔ صمد۔ اللہ تعالیٰ۔ آں زناں۔ یعنی مصری عورتیں۔ رُواق۔ محل، چھجہ۔ ساقیِ عمر۔ یعنی عشق۔ اصل۔ حضرت یوسفؑ کا جمال اللہ تعالیٰ کے جمال کا پرتو تھا۔ عشق بُرّد۔ مشہور مقولہ ہے مَنْ عَرَفَ رَبَّهٗ كَلَّ لِسَانُهٗ جس شخص نے اپنے خدا کو پہچان لیا اُس کی زبان گُند ہو گئی۔ حیرتے۔ عشق ایسی حیرت پیدا کر دیتا ہے جس سے گویائی عاجز آجاتی ہے۔

۵۲ کہ بترسد۔ عاشق ڈرتا ہے کہ اگر وہ زبان کھولے گا عشق کا راز ظاہر ہو جائے گا۔ لَفج۔ لام کے زبر کے ساتھ گوشت کا ٹکڑا جس میں ہڈی نہ ہو، ہونٹ۔ بعض نسخوں میں "لُنج" لام کے پیش کے ساتھ ہے اُس کے معنیٰ بھی ہونٹ ہیں۔ بعض نسخوں میں "کام" ہے جس کے معنیٰ تالو کے ہیں۔ ہمچناں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کچھ بیان فرماتے تھے صحابہ کو ہدایت تھی کہ وہ خاموشی سے سنیں اور صحابہ خاموشی اور سکون سے اس طرح بیٹھے سنتے رہتے تھے کہ گویا اُنکے سروں پر کوئی پرندہ ہے اُن کو ڈر ہے کہ اگر وہ بولے یا ہلے تو وہ پرندہ اُڑ جائے گا۔

۵۳ فضول۔ بعض لوگوں نے اسکو ۱۰۰ کا بیان قرار دیا ہے لیکن اقتضائے بحر نے ناکارہ کا ترجمہ کیا ہے بعض لوگوں نے اس کے

ور کسے شیریں بگوید یا تُرش — بر لبؔ انگشتے نہی یعنی خمش

اگر تجھے کوئی شخص میٹھی بات کہے یا کڑوی — تو ہونٹ پر انگلی رکھے گا یعنی چپ رہ

حیرت آں مُرغست خاموشت کُند — بر نہد سر دیگ و پُر جوشت کُند

حیرت وہ پرندہ ہے جو تجھے خاموش کر دیتا ہے — دیگ کا ڈھکنا ڈھک دیتا ہے اور تجھے جوش والا بنا دیتا ہے

پرسیدنِ بادشاہ قاصداً ایاز را کہ چندیں غم و شادی با چارق

بادشاہ کا ایاز سے قصداً دریافت کرنا کہ رنج اور خوشی کی اس قدر باتیں تو چپل

و پوستین کہ جماد ست بچہ میگوئی تا ایاز را در سخن در آرد

اور پوستین سے جو کہ بے روح ہیں کیوں کرتا ہے؟ تاکہ ایاز سے بات کہلائے

سوالِ سلطان ازو

اور بادشاہ کا اُس سے دریافت کرنا

اے[۲] ایاز ایں مِہرہا بر چارقے — چیست آخر ہمچو بر بُت عاشقے

اے ایاز! چپل سے اس قدر محبتیں — آخر کیوں ہیں؟ جیسا کہ بُت پر عاشق

ہمچو مجنوں از رُخِ لیلیٰ خویش — کردۂ تو چارقے را دین و کیش

مجنوں کی طرح اپنی لیلیٰ کے رُخ کو — تُو نے چپل کو دین اور مذہب بنا لیا ہے

با دُو[۲] کہنہ مہرِ جاں آمیختہ — ہر دو را در حجرہ آویختہ

دو پرانی چیزوں سے جان کی محبت وابستہ کر لی ہے — دونوں کو حجرے میں لٹکا لیا ہے

چند گوئی با دو کہنہ تو سخن — در جمادے می دمی سِرِّ کہن

تو دو پرانی چیزوں سے کتنی باتیں کرے گا! — تو پرانا راز پتھر میں پھونکتا ہے

چوں[۳] عرب با رَبع و اطلال اے ایاز — میکُنی از عشق گفتِ خود دراز

اے ایاز! عربوں کی طرح منزل اور ٹیلوں سے — عشق کی وجہ سے تو باتیں کو لمبا کرتا ہے

چارقت رَبعِ کدامیں آصف ست — پوستیں گوئی قمیصِ یوسف ست

تیری چپل کونسے آصف کی منزل ہے؟ — گویا پوستین یوسفؑ کی قمیص ہے

ہمچو ترسا گو شمارد با کشش — جُرمِ یکسالہ زنا و غِل و غش

عیسائی کی طرح جو پادری کے سامنے گنتا ہے — ایک سال کے زنا اور کھوٹ اور دھوکے کے جرم

ہمچو ترسا۔ نصاریٰ اپنے پیشواؤں کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اور اُن کے معاف کر دینے کو خدا کا معاف کر دینا سمجھتے ہیں۔ کشش۔ کشیش۔

---

[۱] بر لب۔ اپنے ہونٹ پر انگلی رکھنا دوسرے کو چپ رہنے کا اشارہ ہے۔ حیرت۔ جس طرح سر پر کا پرندہ بات کرنے سے روکتا ہے مقامِ حیرت بھی روکتا ہے سالک جب اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اُس کی زبان بند ہو جاتی ہے اور دل میں جوش و خروش ہوتا ہے۔ پُرسید۔ یہاں سے مولانا نے محمود و ایاز کا نا تمام قصہ دوبارہ شروع کیا ہے۔ ایاز۔ ایاز کوٹھری میں جا کر اپنے پرانے چپلوں اور پوستین سے باتیں کرتا تھا۔

[۲] اے ایاز۔ محمود نے ایاز سے کہا کہ تو اپنی چپل کا عاشق کیوں ہے؟ ہمچو۔ جس طرح مجنوں نے لیلیٰ کو اپنا دین و مذہب بنایا تھا تو نے چپل کو بنا لیا ہے۔ دُو کہنہ۔ یعنی پرانی چپل اور پوستین۔ چند گوئی۔ ایاز اپنی چپل اور پوستین سے اپنی غربت اور بے کسی کے سابق واقعات دہراتا تھا۔

[۳] چوں عرب۔ عربی شعراء اپنے اشعار میں محبوبہ کی منزل اور اُس کے پڑاؤ کے ٹیلوں کا بہت ذکر کرتے ہیں۔ رَبع۔ موسم ربیع گذارنے کا مکان، مطلقاً مکان۔ اطلال۔ طلل کی جمع ہے، ٹیلہ۔ آصف۔ ابن برخیا حضرت سلیمانؑ کے وزیر تھے یہاں مطلقاً سردار مراد ہے۔ قمیص۔ حضرت یوسفؑ کی قمیص سے حضرت یعقوبؑ بینا ہو گئے تھے۔

تا بیامرزد کشیشش[1] آں گناہ
تاکہ پادری اُس کا وہ گناہ بخش دے

عفوِ اُو را عفوِ داند از آلہ
اُسکے معاف کر دینے کو خدا کا معاف کرنا سمجھتا ہے

نیست آگہ آں کشیش از جرم و داد
وہ پادری جرم اور انصاف سے واقف نہیں

لیک بس جادو ست عشق و اعتقاد
لیکن عشق اور اعتقاد بہت بڑا جادو ہے

دوستی در وہم صد یوسف تند
عشق، وہم میں سینکڑوں یوسف بنالیتا ہے

اُسحر از ہاروت و ماروت ست خود
وہ خود ہاروت اور ماروت سے زیادہ جادوگر ہے

صورتے پیدا کند بر یادِ اُو
وہ (عشق) اُسکی یاد پر ایک صورت پیدا کر دیتا ہے

جذب صورت آردت در گفتگو
صورت کی کشش تجھے گفتگو پر آمادہ کر دیتی ہے

رازگوئی[2] پیشِ صورت صد ہزار
تو صورت کے سامنے ہزاروں راز بیان کرتا ہے

آنچناں کہ یار گوید پیشِ یار
جس طرح دوست، دوست کے سامنے بیان کرتا ہے

نے بدانجا صورتے نے ہیکلے
نہ وہاں کوئی تصویر ہے، نہ بُت

زادہ از وَے صد اَلَست و صد بَلٰی
اُس (عشق) سے سینکڑوں سوال جواب پیدا ہو جاتے ہیں

آں چناں کہ مادرِ دل بُردہ
جیسا کہ غمگین ماں

پیشِ گورِ بچۂ نو مُردہ
نئے مرے ہوئے بچے کی قبر کے سامنے

راز ہا گوید بجد و اجتہاد
کوشش اور محنت سے راز کہتی ہے

می نماید زندہ اُو را آں جماد
وہ بے روح اُس کو زندہ نظر آتا ہے

حیّ و قائم داند اُو آں خاک را
وہ اُس مٹی کو زندہ اور قائم سمجھتی ہے

خوش نگر ایں عشقِ ساحر ناک را
اِس جادوگر عشق پر غور کرے

پیشِ[3] اُو ہر ذرّہ آں خاکِ گور
اُس کے نزدیک قبر کی مٹی کا ہر ذرہ

گوش دارد ہوش دارد وقتِ شور
شور کے وقت کان رکھتا ہے، ہوش رکھتا ہے

مُستمع داند بجد آں خاک را
وہ واقعی طور پر اُس مٹی کو سننے والا سمجھتی ہے

چشم و گوشے داند اُو خاشاک را
وہ مٹی کے کان اور آنکھ سمجھتی ہے

آں چناں بر خاکِ گورِ تازہ اُو
وہ نئی قبر کی مٹی پر اِس طرح

دمبدم خوش می نہد با اشک رُو
لمحہ بہ لمحہ اشک آلود چہرہ مستعدی سے رکھتی ہے

کہ بوقتِ زندگی ہر گز چناں
کہ زندگی کے وقت اِس طرح کبھی بھی

رُوی ننہادہ است بر پُورِ چو جاں
جان جیسے بیٹے پر چہرہ نہیں رکھا

---

[1] کشش۔ کشیش، قسیس نصرانی عالم نیست۔ نصرانی عالم سے گناہ کا تعلق نہ معاف کرنے کا ہے لیکن نصرانی کا عشق اور اعتقاد یہ سب کچھ اُس سے کرا تا ہے۔ دوستی، عشق، محبت عاشق کے ذریعہ معشوق میں حضرت یوسفؑ سے سو گنا حُسن دکھا دیتا ہے۔ اسحر۔ زیادہ جادوگر۔ صورتے۔ عشق معشوق کی فرضی تصویر سامنے کرلیتا ہے اور اُس سے باتیں کرتا ہے۔

[2] راز۔ عاشق اپنے درد کے سینکڑوں راز اُس فرضی تصویر سے اِس طرح بیان کرتا ہے جیسا کہ کوئی دوست دوست سے بیان کرے۔ کے نفس الامر میں کچھ بھی نہیں ہے اور یہ عاشق کی فرضی تصویر سے سینکڑوں سوال و جواب کرتا ہے۔ اَلَست یعنی عہد۔ بلٰی یعنی اقرار۔ آنچناں۔ اگر کسی عورت کا بچہ مر جائے تو وہ اُس کی قبر سے باتیں کرتی ہے۔ حیّ۔ ماں کا عشق اُس بچہ کو زندہ اور تندرست دکھاتا ہے یہ بھی عشق کی جادوگری ہے۔

[3] پیشِ اُو۔ ماں جب بچہ کی قبر پر جا کر نالہ و شیون کرتی ہے تو وہ سمجھتی ہے کہ قبر کا ذرہ ذرہ سُن رہا ہے۔ چشم۔ یہ بھی سمجھتی ہے کہ قبر کی مٹی کے آنکھ اور کان بھی ہیں اور قبر سے اِس طرح چمٹتی ہے کہ بچہ سے زندگی میں بھی کبھی نہ چمٹی ہوگی۔

ازعزا(۱) چوں چند روزے بگذرد — آتشِ آں عشقِ اُو ساکن شود
جب سوگ کے چند روز گزر جائیں — اُس کی محبت کی آگ ٹھنڈی پڑ جاتی ہے

عشق بر مُردہ نباشد پائدار — عشق را بر حیِّ جاں افزائے دار
مُردے سے عشق پائدار نہیں ہوتا ہے — زندہ، جان بڑھانے والے سے عشق کر

بعدازاں زاں گور خود خواب آیدش — از جمادے ہم جمادی زایدش
اُس کے بعد خود اُس کو اُس قبر سے نیند آنے لگتی ہے — اُس بے روح سے بے حسی پیدا ہو جاتی ہے

زانکہ عشق افسونِ خود بر بود و رفت — ماند خاکستر چو آتش رفت تفت
کیونکہ عشق اپنا منتر لے گیا اور چل دیا — جب آگ تیزی سے جل گئی، راکھ رہ گئی

آنچہ بیند آں جواں در آئنہ — پیر اندر خشت بیند آں ہمہ
جوان جو کچھ آئینہ میں دیکھتا ہے — پیر اینٹ میں وہ سب کچھ دیکھتا ہے

پیر(۲) عشقِ تست نے ریشِ سپید — دستگیرِ صد ہزاراں نا اُمید
عشق، تیرا پیر ہے، نہ سفید داڑھی — جو لاکھوں مایوسوں کا دستگیر ہے

عشق صورتہا بسازد در فراق — تا مصوّر سر کند وقتِ تلاق
عشق، جدائی میں تصویریں بناتا ہے — یہاں تک کہ ملاقات کے وقت تصویر رُونما ہو جاتی ہے

کہ منم آں اصلِ اصلِ ہوش و مست — بر صُوَرہا عکسِ حُسنِ ما بُدست
کہ ہوش اور مست کا اصلِ اصول میں ہوں — صورتوں پر ہمارے ہی حُسن کا عکس تھا

پردہا را ایں زماں بر داشتم — حُسن را بے واسطہ بفراشتم
اب میں نے پردے اُٹھا دیئے ہیں — میں نے حُسن کو بے واسطہ جلوہ گر کر دیا ہے

زانکہ(۳) بس با عکسِ من در بافتی — قوتِ تجریدِ ذاتم یافتی
کیونکہ تو نے مجھے عکس کے ساتھ بہت پایا ہے — (اب) تو نے میری ذات کو مجرّد کرنے کی قوت حاصل کر لی ہے

چوں ازیں سُو جذبۂ من شد رواں — اُو کشش را می نہ بیند درمیاں
جب اس جانب سے میرا جذبہ روانہ ہوا — وہ کشش کو درمیان میں نہیں دیکھتا ہے

۱۔ ازعزا: سوگ، مصیبت، صبر۔ یعنی چند دن کے اندر وہ جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ عشق۔ مولانا فرماتے ہیں یہ اُس عشق کی کیفیت ہے جو مُردے سے ہو، خدا کے عشق کی آگ کبھی ٹھنڈی نہیں ہوتی ہے۔ بعد ازاں۔ کچھ دن بعد یہ حالت ہوتی ہے وہاں یعنی قبر کے پاس آکر آرام سے سو جاتی ہے۔ زانکہ۔ وہ اُس کی حالت عشق کی جادو گری تھی، عشق ختم ہوا تو آگ ختم ہو کر راکھ رہ گئی۔ آنچہ۔ جوان سے مراد وہ شخص ہے جو حقائق تک نہ پہنچا ہو اور پیر سے مراد وہ شخص ہے جس کو حق تعالیٰ کا کشف حاصل ہو گیا ہو۔ پہلے فرمایا تھا کہ عشق حی و قیوم سے کرو اب فرماتے ہیں کہ جس کو یہ عشق حاصل ہو جاتا ہے اُس کو کشفی علوم ہو جاتے ہیں اُس کے کشف کی حالت یہ ہوتی ہے کہ لوہے سے آئینہ بننے کے بعد عوام کو جو کچھ اس میں نظر آتا ہے اُس کو لوہے کی اینٹ میں ہی نظر آ جاتا ہے۔

۲۔ پیر۔ پہلے شعر میں پیر کا لفظ آیا تھا اُس کی تشریح کرتے ہیں کہ پیر سے مراد عشق ہے سفید داڑھی والا مراد نہیں ہے۔ عشق۔ یہ عشق کی کارفرمائیاں ہیں کہ وہ فراق کی حالت میں معشوق کی صورتیں دکھاتا ہے پھر ملاقات کے وقت صاحبِ تصویر سامنے آتا ہے، ابتداءً سالک صورتوں سے دو چار ہوتا ہے پھر ذات کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ کہ منم جب ذات کا مشاہدہ ہوتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ میں سب کی اصل ہوں اور صورتوں پر میرا عکس پڑ گیا تھا اب میں نے پردے اُٹھا دیئے ہیں اور بغیر کسی واسطے کے حسن کا مشاہدہ کرا دیا۔

۳۔ زانکہ۔ عکس میں مشاہدہ کے بعد پھر درجہ بدرجہ ترقی ہو کر اُس میں یہ طاقت ہو جاتی ہے کہ وہ مجرّد ذات کا مشاہدہ کر سکے حدیث شریف میں ہے اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ صوفیاء کے نزدیک اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ احسان یہ ہے کہ تو عبادت اس طریقہ پر کر کہ گویا تو ذات کا مشاہدہ کر رہا ہے اگر تو باقی نہ رہا بلکہ فانی بن گیا تو اُس ذات کو دیکھے گا وہ بیشک تجھے دیکھتی ہے یعنی اگر تو تیری ذات حائل ہے بر خلاف اس کے۔ جذب و کشش ابتدائی مراتب بھی جذب و کشش خداوندی سے ہیں لیکن یہ جذب و کشش اُس عابد کی

سے ہوتی اوجھل ہو

مغفرت[1] میخواہد از جرم و خطا — از پسِ آں پردہ از لطفِ خدا
وہ جرم اور خطا کی معافی چاہتا ہے — خدا کی مہربانی سے اُس پردے کے بعد

چوں ز سنگے چشمہ جاری شود — سنگ اندر چشمہ متواری شود
جب کسی پتھر سے چشمہ بہہ پڑتا ہے — پتھر چشمہ میں چھپ جاتا ہے

کس نخواند بعد ازاں آں را حجر — زانکہ جاری شد ازاں سنگ آں گہر
اُس کے بعد اس کو کوئی پتھر نہیں کہتا — کیونکہ اس پتھر سے وہ موتی بہہ پڑا ہے

کاسہا[2] داں ایں صور را واندرو — آنچہ حق ریزد بداں گیرد علو
ان شکلوں کو پیالے سمجھ اور اُن میں — حق (تعالیٰ) جو ڈالتا ہے اس سے وہ بلندی حاصل کرتے ہیں

گفتنِ خویشاوندانِ مجنوں را کہ حسنِ لیلیٰ باندازہ ایست،

رشتہ داروں کا مجنوں سے کہنا کہ لیلیٰ کا معمولی حسن ہے

چنداں نیست از و نغز تر در شہرِ ما بسیار ست یکے و دو و دہ
زیادہ نہیں ہے ہمارے شہر میں اس سے بہتر بہت ہیں ہم ایک اور دو اور دس

بر تو عرضہ کنیم اختیار کن و ما را و خود را وا رہاں و جواب
تیرے سامنے پیش کر دیتے ہیں تو اُن میں سے پسند کر لے اور ہمیں اور اپنے آپ کو نجات دے

گفتنِ مجنوں ایشاں را

اور اُن کا مجنوں کو جواب دینا

ابلہاں گفتند مجنوں را ز جہل — حسنِ لیلیٰ نیست چنداں، ہست سہل
بیوقوفوں نے نادانی سے مجنوں سے کہا — لیلیٰ کا حسن زیادہ نہیں ہے، معمولی ہے

بہتر از وے صد ہزاراں دلربا — ہست ہمچوں ماہ اندر شہرِ ما
اُس سے زیادہ حسین لاکھوں معشوق — ہمارے شہر میں چاند جیسے ہیں

نازنیں[3] تر ز وے ہزاراں حور وش — ہست بگزیں زاں ہمہ یکیار خوش
ہزاروں حوروں جیسے اُس سے زیادہ ناز و انداز والے — موجود ہیں، اُن سب میں سے ایک حسین یار منتخب کر لے

وا رہاں خود را و ما را نیز ہم — از چنیں سودای زشتِ متہم
اپنے آپ کو اور ہمیں بھی نجات دے — ایسے بُرے متہم عشق سے

گفت صورت کوزہ است و حسن مے — مے خدایم میدہد از ظرفِ وے
اُس نے کہا صورت پیالہ ہے اور حسن شراب ہے — مجھے اُس کے پیالے سے خدا شراب پلاتا ہے

---

[1] مغفرت۔ حسنات الابرار سیئات المقربین۔ نیک لوگوں کے حسنات مقربین بارگاہ کے اعتبار سے سیئات ہیں۔ پہلے چونکہ عبادت میں احسان کا اعلیٰ درجہ نہ تھا اس لئے مشاہدہ کے بعد اس عبادت پر معافی کا خواستگار ہوتا ہے۔ چوں ز سنگے۔ جذب و کشش کے مخفی ہونے کی یہ مثال ہے کہ جس پتھر سے چشمہ جاری ہوتا ہے اور وہ پتھر پانی میں ڈوب جاتا ہے تو نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور اب لوگ اس کو پتھر نہیں کہتے بلکہ پانی کا چشمہ کہتے ہیں۔

[2] کاسہا۔ عبادت میں ابتدائی صُوَر کے مشاہدہ کو بمنزلہ پیالوں کے سمجھ اُن میں حضرت حق تعالیٰ کی جانب سے جذبہ کی ریزش ہے۔ گفتن۔ مجنوں کی اس گفتگو سے یہ بھی سمجھایا ہے کہ مظاہر و ظاہر کے حُسن کے اعتبار سے نام اور رنگ اختیار کرتے ہیں۔ ابلہاں۔ کچھ بیوقوفوں نے مجنوں کو ملامت کرنی شروع کر دی اور کہا کہ لیلیٰ کا معمولی حسن ہے تو اس پر اس قدر فریفتہ کیوں ہے۔ سہل۔ معمولی۔

[3] نازنیں۔ دوسرے معشوق ناز و انداز اور حسن میں لیلیٰ سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ وارہاں۔ تو دوسرے شہر اور قبیلہ کی لڑکی پر عاشق ہے جس کی وجہ سے تو اور سارا خاندان بدنام ہو رہا ہے۔ گفت۔ مجنوں نے کہا کہ لیلیٰ کی صورت تو ایک

مر شمارا سر کہ داد از کوزہ اش[51]
اُس کے پیالے سے تمہیں سر کہ دیا ہے

تا نباشد عشقِ اُو تاں گوش کش
تاکہ اُس کا عشق تمہارے کان نہ کھینچے

از یکے کوزہ دہد زہر و عسل
ایک ہی پیالے سے زہر اور شہد

ہر یکے را دستِ حق عزّ و جل
اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہر ایک کو عطا کرتا ہے

کوزہ می بینی و لیکن آں شراب
تو پیالہ دیکھتا ہے، لیکن وہ شراب

رُوی ننماید بچشمِ ناصواب
غلط آنکھ کو چہرہ نہیں دکھاتی ہے

قاصراتُ الطَّرف باشد ذوقِ جاں
طبیعت کا ذوق نظر کو رد کرنے والیوں میں سے ہے

جز بخصمِ خویش ننماید نشاں
اپنے اہل کے سوا چہرہ نہیں دکھاتا ہے

قاصراتُ الطّرف باشد آں مُدام[52]
وہ شراب نظر کو رد کرنے والیوں میں سے ہے

وین حجابِ ظرفہا ہمچوں خیام
اور یہ پیالوں کا پردہ خیموں کی طرح ہے

ہست دریا خیمہ در وے حیات
دریا ایک خیمہ ہے، اُس میں زندگی ہے

بط را، لیکن کلاغاں را ممات
بطخ کی، لیکن کوؤں کی موت ہے

زہر باشد مار را ہم قوت و برگ
زہر سانپ کی روزی بھی ہے اور ساز و سامان بھی

غیرِ اُو را زہرِ اُو درد است و مرگ
اُس کے غیر کے لئے اُس کا زہر درد اور موت ہے

صورتِ ہر نعمتے و محنتے
ہر نعمت اور محنت کی صورت

ہست ایں را دوزخ آں را جنتے
اِس کے لئے دوزخ ہے، اُنکے لئے جنت ہے

پس ہمہ اجسام اشیا تبصرون[53]
بس تم تمام چیزوں کے جسم دیکھتے ہو

اندرو قوت ست و سم لا تبصرون
اُن کے اندر روزی ہے اور زہر، تم نہیں دیکھتے ہو

ہست ہر جسمے چو کاسہ و کوزہ
ہر جسم پیالے اور کٹورے کی طرح ہے

اندرو ہم قوت و ہم دل سوزہ
اُس میں روزی بھی ہے اور دل کا جلانا بھی

کاسہ پیدا اندرو پنہاں رغد
پیالہ، ظاہر ہے اُسمیں خوش عیشی پوشیدہ ہے

طاعمش داند کزاں چہ می خورد
اُس کا کھانے والا جانتا ہے کہ اُسمیں سے کیا کھاتا ہے

صورتِ یوسفؑ چو جامے بود خوب
(حضرت) یوسفؑ کی صورت ایک عمدہ جام تھی

زاں پدر می خورد صد بادہ طرب
باپ اُس سے سینکڑوں مست کرنیوالی شرابیں پیتے تھے

---

[51] مر شما۔ اسی پیالے سے تمہیں سر کہ میسر آ رہا ہے تاکہ تمہیں اُس کے عشق کی فضیلت حاصل نہ ہو۔ آزیکے۔ یہ عجائبِ قدرت میں سے ہے کہ قدرت ایک ہی پیالہ سے کسی کو زہر اور کسی کو شہد پلاتی ہے۔ کوزہ۔ تم لوگوں کو صرف صورت اور کوزہ نظر آ رہا ہے چونکہ تمہاری نظریں صحیح نہیں ہیں تمہیں وہ شراب نظر نہیں آ رہی ہے..... قاصراتُ الطرف۔ جنتی حوروں کے بارے میں مذکور ہے... فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ اور دوسری جگہ ہے حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ یعنی وہ حوریں بجز شوہروں کے کسی دوسرے کی طرف نگاہ بھر کر بھی نہیں دیکھتی ہیں یہی حال عشق کا ہے وہ اہل کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ خصم۔ یعنی صاحبِ اہل۔

[52] مدام یعنی شرابِ عشق، حوریں خیموں کے اندر رہتی ہیں باہر نہیں نکلتی ہیں۔ اس شرابِ عشق کے لئے برتن بمنزلہ حوروں کے خیموں کے ہیں۔ ہست دریا۔ اِن اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک ہی چیز کسی شخص کے اعتبار سے مفید ہے کسی کے اعتبار سے مضر ہے، دریا بطخ کے لئے ذریعۂ حیات ہے اور کوّے کی موت کا [illegible]۔ زہر۔ سانپ کا زہر سانپ کے لئے زندگی کا اور دوسروں کی موت کا سبب ہے۔ صورتِ ہر نعمتے۔ ہر نعمت اور محنت کا صحیح استعمال جنت کا

سبب اور غلط استعمال دوزخ کا سبب ہے۔ —— [53] پس۔ دنیا کا ہر جسم جس کو تم دیکھتے ہو اُسمیں روزی اور زہر چھپا ہوا ہے جس کو تم نہیں دیکھ پاتے ہو۔ ہر جسمے۔ ہر جسم کو اسی طرح سمجھ لو۔ کاسہ۔ ظاہر کھلا ہوا ہے اُس کے باطن میں نعمت ہے جس کا نتیجہ استعمال کرنیوالا دیکھے گا۔ رغد۔ وسعتِ عیش۔ صورت۔ حضرت یوسفؑ کی صورت ایک

بازِ اِخواں را ازاں زہراب بُود — کاندر ایشاں زہرِ کینہ میفزُود

پھر بھائیوں کے لئے اُس میں زہریلا پانی تھا — جو اُن کے اندر کینے کا زہر بڑھا رہا تھا

بازؔ ازوے مر زلیخا را شکر — می کشید از عشق افیونِ دگر

پھر اُس میں سے زلیخا کے لئے شکر — عشق کے ذریعہ دوسری افیون نکالتی تھی

غیر آں چہ بُود مر یعقوبؑ را — بُود از یوسفؑ غذا آں خوب را

اُس کے سوا جو (حضرت) یعقوبؑ کے لئے تھی — اُس حسینہ کے لئے یوسفؑ میں سے غذا تھی

گونہ گونہ شربت وکوزہ یکے — تا نماند در مئے غیبت شکے

طرح طرح کی شرابیں ہیں اور پیالہ ایک ہے — تاکہ تجھے غیب کی شراب میں شک نہ رہے

بادہ از غیبست وکوزہ زیں جہاں — کوزہ پیدا بادہ در وَے بس نہاں

شراب غیب کی ہے اور پیالہ اِس جہان کا ہے — پیالہ ظاہر ہے اُس میں شراب بہت مخفی ہے

بس[۲] نہاں از دیدۂ نامحرماں — لیک بر محرم ہویدا و عیاں

نامحرموں کی آنکھ سے بہت پوشیدہ ہے — لیکن محرم پر ظاہر اور کھلی ہوئی ہے

یا الٰہی سُکِرَتْ اَبْصَارُنَا — فَاعْفُ عَنَّا اُثْقِلَتْ اَوْزَارُنَا

اے میرے خدا ہماری بینائیاں بے ہوش کر دی گئی ہیں — ہمیں معاف کر، ہمارے (گناہوں کے) بوجھ بھاری ہو گئے ہیں

یا خَفِیًّا قَدْ مَلَاْتَ الْخَافِقَیْن — قَدْ عَلَوْتَ فَوْقَ نُوْرِ الْمَشْرِقَیْن

اے پوشیدہ! تو نے مشرق و مغرب کو پُر کر دیا ہے — تو دونوں مشرقوں کے نور سے بڑھ گیا ہے

اَنْتَ[۳] سِرٌّ کَاشِفُ اَسْرَارِنَا — اَنْتَ فَجْرٌ مُفْجِرٌ اَنْهَارِنَا

تو راز ہے، ہمارے بھیدوں کو کھولنے والا ہے — تو صبح کا سفیدہ ہے، ہماری نہروں کو جاری کرنے والا ہے

یا خَفِیَّ الذَّاتِ مَحْسُوسَ الْعَطَا — اَنْتَ کَالْمَاءِ وَ نَحْنُ کَالرَّحَا

اے مخفی ذات والے، محسوس عطا والے — تو پانی کی طرح اور ہم پن چکی کی طرح ہیں

اَنْتَ کَالرِّیْحِ وَ نَحْنُ کَالْغُبَار — یَخْتَفِی الرِّیْحُ وَ غَبْرَاہُ جِہَار

تو ہوا کی طرح، اور ہم غبار کی طرح ہیں — ہوا پوشیدہ رہتی ہے اور اُس کا غبار ظاہر ہے

تو بہاری ما چو باغِ سبز و خوش — اُو نہان و آشکارا بخششش

تو (موسم) بہار ہے ہم سبز اور خوش باغ کی طرح ہیں — وہ پوشیدہ اور اُس کی عطا کھلی ہوئی ہے

تو چو جانے ما مثالِ دست و پا — قبض و بسطِ دست لے زجاں شُد روا

تو جان کی طرح ہے ہم ہاتھ اور پاؤں کی طرح ہیں — ہاتھ کا بند ہونا اور کھلنا، جان سے ممکن ہوا

---

[۱] باز۔ پھر زلیخا کو جو یوسفؑ سے شراب ملی وہ اُس شراب کے علاوہ تھی جو حضرت یعقوبؑ نے پی۔ خوب۔ یعنی زلیخا۔ گونہ۔ ایک پیالے سے مختلف قسم کی شرابیں حاصل ہوتی ہیں تاکہ غیبی شراب کے بارے میں کوئی شبہ نہ رہے۔

[۲] بس نہاں پیالہ کی شراب نامحرموں سے پوشیدہ ہے۔ سُکِرَتْ۔ بند کر دی گئی ہیں یعنی ہماری نگاہیں صحیح کام نہیں کر رہی ہیں۔ اَبْصَار۔ بَصَر کی جمع ہے، بینائی۔ اَوْزَار۔ وِزْر کی جمع ہے، بوجھ، گناہ۔ یا خَفِیًّا۔ حضرت حق تعالیٰ کی ذات مخفی ہے لیکن کائنات کو محیط ہے۔ اَلْخَافِقَیْن۔ مشرق و مغرب۔ اَلْمَشْرِقَیْن۔ یعنی جاڑوں کے زمانے کی مشرق اور گرمیوں کے زمانے کی مشرق۔

[۳] اَنْتَ۔ اے خدا تو مخفی اور راز ہے لیکن ہمارے راز تجھ سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ اَنْتَ مُفْجِرٌ۔ فجر، صبح کا سفیدہ، پانی کو جاری کرنا۔ رَحا۔ پن چکی۔ غَبْرَی۔ غبار۔ تو بہاری۔ باغ کی بہار و بقا موسم بہار کی وجہ سے ہے۔ اُو نہاں۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے تَفَکَّرُوْا فِی الْاٰلَاءِ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِی الذَّاتِ۔ اللہ کی نعمتوں میں غور کیا کرو اس کی ذات میں غور نہ کیا کرو۔ تو چو جانے جس طرح جان اور روح مخفی ہے لیکن ہاتھ پاؤں کے لئے وہ محرک ہے یہی صورت صفت حق تعالیٰ کی ہے۔

توچو عقلی ما مثالِ ایں زبان — ایں زبان از عقل دارد ایں بیان

تو عقل کی طرح ہے، ہم اس زبان جیسے ہیں — اس زبان کو عقل سے بیان حاصل ہوا ہے

تو مثالِ شادی و ما خندہ ایم — کہ نتیجہ شادیِ فرخندہ ایم

تو خوشی کی طرح ہے اور ہم ہنسی ہیں — کیونکہ ہم مبارک خوشی کا نتیجہ ہیں

جنبشِ ما ہر دمے خود اشہد ست — کو گواہِ ذوالجلالِ سرمدست

ہماری حرکت ہر وقت خود بڑا گواہ ہے — کیونکہ وہ ہمیشہ رہنے والے ذوالجلال کی گواہ ہے

گردشِ سنگ آسیا در اضطراب — اشہد آمد بر وجودِ جوئے آب

پن چکی کے پتھر کی گردش، بے قراری میں — نہر کے پانی پر بڑا گواہ بنی

اے بروں از وہم و قال و قیلِ من — خاک بر فرقِ من و تمثیلِ من

اے وہ! جو کہ میرے وہم اور بات چیت سے باہر ہے — میری سر کی مانگ اور مثال دینے پر خاک

بندہ نشکیبد ز تصویر خوشت — ہر دمے گوید کہ جانم مفرشت

تیرے حسین تصور پر، بندہ صبر نہیں کر سکتا ہے — ہر لمحہ کہتا ہے کہ میری جان تیرا فرش ہو

ہمچو آں چوپاں کہ میگفت اے خدا — پیشِ چوپانِ محبِ خود بیا

اس گڈریے کی طرح جو کہہ رہا تھا اے خدا! — اپنے عاشق گڈریے کے سامنے آجا

تا شپش جویم من از پیراہنت — چارقت دوزم ببوسم دامنت

تاکہ میں تیرے کپڑوں میں سے جوئیں پاؤں — تیرا جوتا سی دوں، تیرا دامن چوموں

کس نبودش در ہوا و عشق جفت — لیک قاصر بود از تسبیح و گفت

محبت اور عشق میں کوئی اس جیسا نہ تھا — لیکن تسبیح اور گفتگو میں کوتاہ تھا

عشقِ او خرگاہ بر گردوں زدہ — جاں سگِ خرگاہِ آں چوپاں شدہ

اس کے عشق نے آسمان پر خیمہ گاڑ دیا تھا — جان، اس گڈریے کے خیمہ کا کتا بن گئی تھی

چونکہ بحرِ عشقِ یزداں جوش زد — بر دلِ او زد ترا بر گوش زد

جب اللہ (تعالیٰ) کے عشق کے سمندر نے جوش مارا — اس کے دل سے ٹکرایا، تیرے کان سے ٹکرایا

حکایت جوحی کہ چادر پوشیدہ در وعظ میانِ زناں نشست و حرکتے کرد زنے او را بشناخت کہ مرد ست و نعرہ بزد

جوحی کا قصہ جو کہ چادر اوڑھ کر وعظ میں عورتوں کے درمیان بیٹھ گیا اور اس نے ایسی حرکت کی کہ ایک عورت نے اس کو پہچان لیا کہ مرد ہے اور اس نے نعرہ مارا

---

۱ توچو عقلی۔ زبان کو عقل گویا بناتی ہے۔ تو مثال۔ جس طرح مسکراہٹ خوشی کا نتیجہ ہے اسی طرح ہم سب حضرت حق تعالیٰ کی خوشیوں کے مظاہر ہیں۔ جنبش۔ ہماری حرکات حضرت حق تعالیٰ کے وجود کی گواہ ہیں۔ گردش۔ پن چکی کے پاٹ کی حرکت نہر کے پانی کے وجود کی گواہ ہے۔ اشہد۔ زیادہ گواہ۔

۲ اے بروں۔ حضرت حق تعالیٰ کی ذات وہم و قیاس سے بالاتر ہے لہٰذا اس کی کوئی مثال اس کے مطابق نہیں ہے۔ بندہ۔ مثالیں دینے کی مجبوری یہ ہے کہ بندہ محض تصور پر صبر نہیں کرتا ہے مزید وضاحت چاہتا ہے۔ ہمچو۔ حق تعالیٰ کے لئے مثالوں کی یہی حقیقت ہے جس طرح گڈریے نے اللہ کی ذات کی تعبیر کی تھی۔ شپش۔ جوں۔ چارق۔ چپل۔

۳ کس نبودش۔ اس گڈریے کی تعبیرات اگرچہ غلط تھیں لیکن اللہ تعالیٰ سے اس کا عشق بے مثال تھا۔ عشق۔ اس کے عشق کا مقام عالم بالا تھا اور جان جیسی معزز چیز اس کے خیمہ کا کتا بنی ہوئی تھی۔ چونکہ عشق کا اثر اس کے دل پر تھا تیرے صرف کان پر ہے۔ حکایت۔ اس حکایت سے یہ سمجھایا ہے کہ دل پر اور کسی دوسرے عضو پر اثر میں بہت بڑا فرق ہے۔ جوحی۔ ایک شخصیت ہے جس کی طرف بہت پر مذاق قصے منسوب ہیں جیسی کہ اردو ادب میں تو دو بیازہ یا شیخ چلی۔

واعظے بُد بس گزیدہ[۱] در بیاں
ایک واعظ تقریر میں بہت منتخب تھا
زیرِ منبر جمع مَردان و زناں
(اسکے) منبر کے پاس مرد اور عورتیں جمع تھیں

رفت جوحی چادر و رُوبند ساخت
جوحی چلا، چادر اور نقاب پہنا
درمیانِ آں زناں شد ناشناخت
اُن عورتوں میں اَن جان ہو گیا

سائلے پُرسید واعظ را براز
ایک سوال کرنیوالے نے آہستہ سے واعظ سے دریافت کیا
مُوی عانہ ہست نقصانِ نماز
زیرِ ناف کے بال نماز کے نقصان (کا باعث) ہیں

گفت[۲] واعظ چوں شود عانہ دراز
واعظ نے کہا جب زیرِ ناف کے بال بڑھ جائیں
پس کراہت باشد از وے در نماز
تو اُس سے نماز میں کراہت پیدا ہو جاتی ہے

یا بنورہ یا بُسترہ بسترش
چونے سے یا اُسترے سے اُن کو مونڈ دے
تا نمازت کامل آید خوب و خوش
تاکہ تیری نماز بھلی اچھی مکمل ہو

گفت سائل آں درازی تا چہ حد
سوال کرنے والے نے کہا، لمبائی کس حد تک
شرط باشد تا نماز اکمل بُود
مناسب ہے؟ تاکہ نماز مکمل ہو جائے؟

گفت چوں قدرِ جوے گردد بطول
اُس نے کہا، اگر جَو کی بقدر لمبے ہو جائیں
پس ستُردن فرض باشد اے سئول
اے بکھکڑ! مونڈنا فرض ہو جائے گا

پیشِ جوحی یک زنے بنشستہ بُود
جوحی کے آگے ایک عورت بیٹھی تھی
ہوشِ را بَر وعظِ واعظ بستہ بُود
جس نے ہوش کو واعظ کے وعظ سے وابستہ کر دیا تھا

گفت جوحی زُود اے خواہر ببیں
جوحی نے کہا اے بہن! جلد دیکھ لے
عانۂ من گشتہ باشد ایں چنیں
میرے زیرِ ناف بال ایسے ہو گئے ہو نگے

بہرِ خوشنودیٔ حق پیش آر دست
اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے ہاتھ بڑھا
کاں بمقدارِ کراہت آمدست
کہ وہ کراہت کی بقدر ہو گئے ہیں!

دست زن در کرد در شلوارِ مرد
عورت نے مرد کے شلوار کے اندر ہاتھ ڈالدیا
کیرِ اُو بر دستِ زن آسیب[۳] کرد
اُس کے خایہ نے عورت کے ہاتھ پر اثر کیا

نعرہ زد سخت اندر حالِ زن
عورت نے فوراً ایک نعرہ مارا
گفت واعظ بر دلش زد گفتِ من
واعظ نے کہا میری بات نے اُسکے دل پر اثر کیا ہے

صدق را زیں زن بیاموزید ہیں
ہاں، تم سچائی اس عورت سے سیکھ لو
چونکہ بر دل زد ورا گفتِ چنیں
چونکہ ایسی گفتگو نے اُسکے دل پر اثر کیا ہے

---

۱ گزیدہ۔ منتخب۔ رُوبند۔ نقاب۔ مُوئی عانہ۔ زیرِ ناف کے بال۔ عانہ۔ یعنی جب زیرِ ناف بال بڑھ جائیں تو نماز میں کراہت آجاتی ہے۔ نورہ۔ چونا۔ ستُرہ۔ اُسترہ۔ تا چہ حد۔ درازی کی تعیین کر دیجئے کہ بال کس قدر بڑھ جانے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔

۲ گفت۔ واعظ نے کہا۔ سئول۔ بہت زیادہ سوال کرنے والا۔ ہوشش۔ یعنی واعظ کے وعظ کی جانب پوری توجہ تھی۔ مَرد۔ یا شلوار کا مضاف الیہ یا کرد کا فاعل ہے دونوں صورتوں میں ترجمہ جداگانہ ہے۔

۳ آسیب۔ اثر۔ گفت۔ واعظ نے کہا کہ میرے وعظ کا اُس کے دل پر اثر ہوا ہے اسی لئے اُس نے نعرہ مارا ہے۔۔۔ صدق۔ واعظ نے مردوں سے کہا تم لوگ اُس عورت سے نصیحت حاصل کر لو۔

گفت[1] نے بر دل نزد بر دست ملی
ولئے گر بر دل زدے اے پُر خرد

اُس (جرمی) نے، کہا دل پر نہیں ہاتھ پاؤں پر کیا ہے
اے عقلمند! کیا کہنا تھا اگر دل پر اثر کرتا

بر دلِ آں ساحراں زد اندکے
شُد عصا و دستِ ایشاں را یکے

اُن جادوگروں کے دل پر تھوڑا سا اثر کیا
اُن کے لئے لکڑی اور ہاتھ یکساں بن گیا

گر ز پیرے در رُبائی تو عصا
بیش رنجد کاں گروہ از دست و پا

اگر تو کسی بڈھے کی لاٹھی اُڑا لے
وہ اس سے زیادہ رنجیدہ ہو گا بنسبت اُس گروہ کے ہاتھ پاؤں کے

نعرۂ[2] لاضیر بر گردوں رسید
ہیں بُبر کہ جاں زجان کندن رہید

کوئی حرج نہیں، کا نعرہ آسمان پر پہنچا
ہاں کاٹ لے، جان جان کنی سے نجات پا گئی

چوں بدانستیم ماکیں تن نہ ایم
از ورای تن بیزداں میزییم

چونکہ ہم جان گئے کہ ہم یہ جسم نہیں ہیں
جسم کے سوا ہم خدا کے ذریعہ جی رہے ہیں

اے خنک آں راکہ ذاتِ خود شناخت
اندر امنِ سرمدی قصرے بساخت

قابلِ مبارکباد ہے وہ جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا
ہمیشگی کے امن میں اُس نے محل بنا لیا

کودکے گرید پئے جوز و موبز
پیشِ عاقل باشد آں بس سہل چیز

بچہ جس اخروٹ اور منقّٰی کے لئے روتا ہے
عقلمند کے لئے وہ آسان چیز ہے

پیشِ دل جوز و مویز آمد جسد
طفل کے در دانشِ مرداں رسد

دل کے لئے جسم، اخروٹ اور منقّٰی ہے
بچہ مردوں کی عقل کو کب پہنچتا ہے!

ہر[3] کہ محجوبست اُو خود کودکیست
مرد آں باشد کہ بیروں از شکیست

جو پردے میں ہے، وہ بچہ ہے
مرد وہ ہے جو شک سے باہر ہے

گر بریش و خایہ مردستے کسے
ہر بُزے را ریش و خُصیہ استے بسے

اگر کوئی داڑھی اور خایہ کی وجہ سے مرد ہے
تو ہر بکرے کے داڑھی اور خصیہ ہے

پیشوای بد بُود آں بُز شتاب
میبرد اغنام را پیشِ قصاب

وہ بکرا بُرا پیشرو ہے، جلد
بکریوں کو قصاب کے آگے لیجاتا ہے

ریش شانہ کردہ کہ من سائقم
سائقی لیکن بسوئے درد و غم

داڑھی کو کنگھی کئے ہوئے کہ میں راہنما ہوں
تو راہنما ہے، لیکن درد اور غم کی جانب

ہیں روش بگزیں و ترکِ ریش کُن
ترکِ ایں ما و منی و تشویش کن

خبردار! روش اختیار کر اور داڑھی کو چھوڑ
اس تکبر و غرور اور پریشانی کو ترک کر

[1] گفت۔ جرمی نے کہا دل پر نہیں بلکہ ہاتھ پر اثر ہوا ہے اسلئے کہ اُس کا ہاتھ جرمی کی مُہر شاہ پر لگا تھا۔ بر دل۔ فرعون کے جادوگروں کے دل پر اثر ہوا تھا تو عشقِ الٰہی میں اُن کے لئے ہاتھ پاؤں کا کٹنا ایسا ہی تھا جیسا کہ کسی لکڑی کا کٹنا۔ گر۔ اگر تو بوڑھے کی لاٹھی چھین لے تو اُس کو اس سے زیادہ رنج ہوگا جیسا کہ اُن کو ہاتھ پاؤں کٹنے پر ہوا تھا۔

[2] نعرہ۔ جس وقت فرعون نے جادوگروں سے کہا تھا کہ تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالوں گا تو انہوں نے جواب میں کہا تھا۔ لاضیر۔ کوئی نقصان نہیں۔ چوں۔ جادوگروں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ اصل زندگی جسم کی نہیں ہے بلکہ روح کی ہے۔ اے خنک۔ حدیث شریف ہے جس نے اپنی حقیقت سمجھ لی اس نے خدا کو پہچان لیا۔ کودکے۔ بچہ کے لئے اخروٹ اور منقّٰی عزیز ہیں عقلمند کے لئے وہ حقیر ہیں۔ پیش دل۔ اہل دل کیلئے ہاتھ پاؤں اخروٹ اور منقّٰی کی جگہ ہیں۔

[3] ہر کہ۔ جو شخص اپنی حقیقت نہیں سمجھا وہ بچہ ہے۔ گر ریش۔ اگر مرد ہونا داڑھی اور خصیہ کی وجہ سے ہو تو یہ چیزیں بکرے کے بھی ہوتی ہیں۔ پیشوا۔ بکرے میں عقل خام ہے یہی سلسلہ جاتے وقت وہ بکروں کا پیشوا بن جاتا ہے۔ ریش۔ بناوٹی پیر

ریشِ[1] خود را خندہ زارے کردہٗ
تو نے اپنی داڑھی کو مضحکہ بنا لیا ہے

ناز کم کُن چونکہ ریش آوردہٗ
جبکہ تیرے داڑھی نکل آئی ہے نخرے نہ دکھا

تا شوی چوں بوئے گُل بر عاشقاں
تاکہ تو پھول کی خوشبو کی طرح، عاشقوں کیلئے بن جائے

پیشوا و رہنمای گلستاں
باغ کا رہنما اور پیشوا

چیست بوئے گُل دمِ عقل و خرد
پھول کی خوشبو کیا ہے؟ عقل اور سمجھ کی بات

خوش قلاوزِ رہِ باغِ ابد
جو ابدی باغ کے لئے بہترین راہنما ہے

فرمودنِ شاہ با ایاز بارِ دیگر کہ شرحِ چارق و پوستین را

بادشاہ کا ایاز کو دوبارہ حکم دینا کہ چپل اور پوستین کی تشریح کو واضح طور پر بتا

آشکارا بگو تا خواجہ تاشانت ازاں اشارت پند

تاکہ تیرے آقا شریک اس اشارے سے نصیحت حاصل کریں

گیرند کہ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ

چونکہ دین نصیحت ہے

سرِ چارق را بیاں کُن اے ایاز
اے ایاز! چپل کا راز بتا

پیشِ چارق چیست چندیں نیاز
چپل کے سامنے تیری اسقدر نیازمندی کیوں ہے؟

تا نیوشد سنقر[2] و بگیارُقت
تاکہ سنقر اور تیرے ساتھی سن لیں

سرِ سرِ پوستین و چارقت
تیرے پوستین اور چپل کے راز کا راز

اے ایاز از تو غلامی نور یافت
اے ایاز! تجھ سے غلامی نے نور حاصل کیا

نورت از پستی سوئے گردوں شتافت
تیرا نور پستی سے آسمان کی جانب دوڑ گیا

حسرتِ آزادگاں شد بندگی
غلامی آزادوں کے لئے باعثِ حسرت بن گئی

بندگی را چوں تو دادی زندگی
جبکہ تو نے غلامی کو زندگی بخشی

مومن[3] آں باشد کہ اندر جزر و مد
مومن وہ ہوتا ہے، کہ جوار بھاٹے میں

کافر از ایمانِ او حسرت خورد
کافر اس کے ایمان پر حسرت کرے

حکایت گبرے کہ در عہدِ شیخ بایزید قدس سرہٗ گفتندش

اُس کافر کا قصہ کہ بایزید قدس سرہٗ کے زمانے میں لوگوں نے اُس سے کہا

کہ مسلمان شو و جوابِ او ایشان را

کہ مسلمان ہو جا اور اُس کا اُن کو جواب دینا

---

[1] ریش۔ تو نے تو اپنی داڑھی کا بھی مذاق اڑوا لیا ہے، تیرے داڑھی نکل آئی ہے، اب ناز و انداز مناسب نہیں ہے، راہِ سلوک اختیار کر ورنہ داڑھی کی مذاق اُڑے گی۔ تا شوی۔ پھر تو خوشبو کی طرح عاشقوں کے لئے باغ کا رہنما بن جائیگا۔ چیست۔ خوشبو سے مراد عقلمندی کی باتیں کرنا ہے۔ قلاؤز۔ رہنما۔ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ۔ دین اخلاص ہی ہے۔ سرِ چارق۔ محمود نے ایاز سے کہا جوتی کا راز بیان کر اس کے ساتھ تیری نیازمندی کیوں ہے۔

[2] سنقر۔ غلام کا نام ہے۔ بگیارُق۔ خواجہ تاش۔ اے ایاز۔ تیرے غلام ہونے نے غلامی کو منور کر دیا ہے۔ حسرت۔ تیرے وجود سے آزاد لوگ غلامی کی حسرت کرنے لگے ہیں چونکہ غلامی کو تو نے ایک زندگی عنایت کر دی ہے۔

[3] مومن۔ جس طرح ایاز کی غلامی آزادوں کے لئے باعث حسرت تھی اسی طرح مومن وہ ہے جس کے ایمان کو دیکھ کر کافر حسرت کرے جیسا کہ حضرت بایزید رح کا ایمان تھا نہ یہ کہ اس کا ایسا ایمان ہو جو لوگوں کو ایمان لانے سے روکے جیسا کہ مؤذن تھا۔

بُود گبرے در زمانِ بایزیدؒ | گفت اُو را یک مسلمانِ سعید
(حضرت) بایزیدؒ کے زمانے میں ایک کافر تھا | اُس سے ایک نیک بخت مسلمان نے کہا

کہ چہ باشد گر تو اسلام آوری | تا بیابی صد نجات و سروری
اگر تو اسلام لے آئے تو کیا اچھا ہو | تاکہ تو سینکڑوں نجاتیں اور سرداریاں حاصل کرے

گفت ایں ایماں اگر ہست اے مُرید | آنکہ دارد شیخِ عالم بایزیدؒ
اُس نے کہا اے مُرید! اگر ایمان وہ ہے | جو کہ دنیا بھر کے شیخ بایزیدؒ رکھتے ہیں

من ندارم طاقتِ آں تابِ آں | کاں فزوں آمد ز کوششہائے جاں
میں اُس کی طاقت اُسکی قوت نہیں رکھتا ہوں | کیونکہ وہ جان کی کوشش سے بالاتر ہے

گرچہ در ایمان و دیں ناموقنم | لیک در ایمانِ اُو بس مُوقنم
اگرچہ میں مسلمانوں کے ایمان اور دین پر اعتقاد نہیں رکھتا ہوں | لیکن اُن کے ایمان کے بارے میں میرا ایمان ہر

دارم ایماں کاں ز جملہ برترست | بس لطیف و با فروغ و با فرست
میرا ایمان ہے کہ وہ سب سے بڑھ کر ہیں | بہت پاکیزہ اور بارونق اور شان و شوکت والے ہیں

مُومنِ ایمانِ اُویم در نہاں | گرچہ مُہرم ہست محکم بر دہاں
میں پوشیدہ طور پر اُن کے ایمان کا مومن ہوں | اگرچہ میرے مُنہ پر سخت مُہر ہے

باز ایماں خود گر ایمانِ شماست | نے بداں میلیستم و نے اشتہاست
پھر اگر ایمان تمہارا ایمان ہے | نہ اُسکی طرف میرا جھکاؤ ہے نہ خواہش ہے

آنکہ صد میلش سُوی ایماں بُود | چوں شمارا دید آں فاتر شود
جس کو ایمان کی جانب سینکڑوں میلان ہوں | جب اُس نے تمہیں دیکھا وہ سُست پڑ گیا

زانکہ نامے بیند و معنیش نے | چوں بیاباں را مفازہ گفتنے
کیونکہ وہ (صرف) نام دیکھے گا اور اُسکی حقیقت کچھ نہیں ہے | جس طرح بیابان کو مفازہ کہہ دینا ہے

چوں بایمانِ شما اُو بنگرد | عشقِ اُو ز آوردِ ایماں بفسرد
جب وہ تمہارے ایمان کو دیکھے گا | اُس کا عشق ایمان لانے میں ٹھٹھر جائے گا

ایں حکایت یاد گیر اے تیز ہوش | صورتش بگذار و معنی را نیوش
اے تیز ہوش! اس حکایت کو یاد کر لے | اُس کی صورت کو چھوڑ اور معنی کو سُن لے

حکایتِ آں مُوذّنِ زشت آواز کہ در کافرستان بانگ زد

اُس بھدّی آواز والے مؤذّن کی حکایت جس نے نماز کے لئے کفرستان میں اذان

لہ گبر۔ کافر۔ کہ چہ باشد۔ مسلمان نے اُس کافر سے کہا اگر تو مسلمان ہو جائے تو تجھے نجات حاصل ہو جائے گی۔ گفت۔ اُس کافر نے کہا کہ اگر ایمان وہ ہوتا ہے جو بایزیدؒ رکھتے ہیں تو مجھ میں اُس کی طاقت نہیں ہے کیوں کہ وہ انسان کی طاقت سے بالاتر ہے۔ گرچہ۔ اگرچہ میں اسلام کے ایمان اور دین کا قائل نہیں ہوں لیکن اُن کے ایمان پر میرا ایمان ہے۔

کہ دارم۔ اُس کافر نے مسلمان سے کہا کہ میرا یقین ہے کہ وہ بایزیدؒ سب سے بڑھ کر ہیں اور میرا اُن کے ایمان پہ ایمان ہے لیکن زبان سے ظاہر نہیں کر سکتا ہوں۔ باز۔ اگر ایمان سے مراد تمہارا والا ایمان ہے تو مجھے ایسے ایمان کی نہ خواہش ہے نہ اُس کی طرف میرا میلان ہے۔ آنکہ۔ تم تو ایسے مومن ہو کہ اگر کسی کو ایمان کی خواہش بھی ہو تو تمہیں دیکھ کر وہ سُست پڑ جائے گا۔

سہ زانکہ۔ اسلئے کہ تمہارا ایمان تو برائے نام ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور تم برعکس نام نہند زنگی کافور کا مصداق ہو۔ بیابان جنگل در اصل ہلاکت کی جگہ ہے لیکن اُس کو لوگ مفازہ یعنی کامیابی کی جگہ کہتے ہیں۔ حکایت۔ اِس قصہ سے یہ بتانا ہے کہ بہت سے مومن ایسے ہیں کہ کافر

برای نماز و مردِ کافر اُو را هدیه‌ها داد

دی اور ایک کافر شخص نے اُس کو بہت سے تحفے دیئے

یک مؤذّن داشت بس آوازِ بد — شب ہمہ شب میدرید بد حلقِ خود[1]
ایک مؤذن کی بُری آواز تھی — وہ پوری پوری رات اپنا حلق پھاڑتا تھا

خوابِ خوش بر مردماں کردہ حرام — در صُداع افتادہ از وے خاص و عام
اُس نے انسانوں پر میٹھی نیند حرام کر دی تھی — اُس کی وجہ سے عوام و خواص دردِ سر میں مبتلا تھے

کودکاں ترساں ازو در جامہ خواب — مرد و زن ز آوازِ اُو اندر عذاب
بچے بستروں میں اُس سے ڈرتے تھے — مرد و عورت اُس کی آواز سے عذاب میں تھے

مجتمع گشتند مر توزیع را — بہرِ دفعِ زحمت و تصدیع را
وہ لوگ چندہ جمع کرنے کیلئے اکٹھے ہو گئے — دردِ سر اور تکلیف کو رفع کرنے کیلئے

پس طلب کردند اُو را در زماں — اُقچہا دادند و گفتند اے فلاں
انھوں نے اُس کو فوراً طلب کیا — نقدیاں دیں، اور انھوں نے کہا اے فلاں!

از اذانت جملہ آسودیم[2] ما — بس کرم کردی شب و روز اے کیا
ہم سب نے تیری اذان سے راحت پائی — اے جناب! آپ نے دن اور رات بڑا کرم کیا

چوں رسید از تو بہر یک دولتے — خواب رفت از ما کنوں ہم مدّتے
چونکہ آپ کی وجہ سے ہر ایک کو دولت میسر آ گئی ہے — اب کچھ مدت کے لئے ہماری نیند اُڑ گئی ہے

بہرِ آسائش زباں کوتاہ کن — در عوض ما ہمّتے ہمراہ کن
آرام کی خاطر آپ زبان بند کر لیجئے — اس کے بدلے میں باطنی توجہ فرمایئے

اُقچہ بستد شُد رواں با قافلہ — قافلہ می شُد بکعبہ از وَلَہ[3]
اُس نے نقدی لے لی، قافلہ کیساتھ روانہ ہو گیا — شدتِ شوق کی وجہ سے ایک قافلہ کعبہ کو روانہ ہوا

شبگہے کردند اہلِ کارواں — منزل اندر موضعِ کافرستاں
قافلہ والوں نے رات کے وقت کیا — کفرستان کے مقام پر پڑاؤ

واں مؤذّن عاشقِ آوازِ خود — درمیانِ کافرستان بانگ زد
اُس اپنی آواز کے عاشق مؤذن نے — کفرستان میں اذان دی

چند گفتندش مگو بانگِ نماز — کہ شود جنگ و عداوتہا دراز
بہت سے لوگوں نے اُس سے کہا نماز کی اذان نہ دے — ورنہ جنگ اور لمبی دشمنیاں ہو جائینگی

---

[1] حلقِ خود۔ چونکہ اُس کا اپنی خوش الحانی پر عقیدہ تھا رات میں مناجات اور ذکر باآواز بلند کرتا ہوگا۔ صُداع۔ دردِ سر۔ جامہ خواب۔ سونے کا بستر۔ توزیع۔ چندہ۔ تصدیع۔ دردِ سر میں مبتلا کرنا۔ اُقچہ۔ سکہ۔

[2] آسودیم۔ اُن لوگوں نے طنزاً کہا۔ دولتے۔ یعنی شب بیداری کی دولت۔ خواب۔ اب اس دولت کی خوشی میں ہم رات بھر نہیں سو سکتے ہیں۔ در عوض۔ جو نقدی ہم تجھے دے رہے ہیں اُس کے بدلے میں ہمارے لئے دل سے دعائیں کر دینا۔

[3] وَلَہ۔ شدتِ عشق۔ قافلہ۔ یعنی حاجیوں کا قافلہ۔ کافرستان۔ وہاں کے باشندے سب کافر تھے۔ بانگ زد۔ اذان دی۔ چند گفتندش۔ ساتھیوں نے اُس کو کافرستان میں اذان دینے سے روکا اور کہا کہ یہ کافر لڑائی دنگا کریں گے ایسا نہ کر لیکن وہ نہ مانا اور اُس نے اذان دیدی۔

اُو ستیزہ کرد و بس بے احتراز
اُس نے جھگڑا کیا اور بہت لاپروائی سے

گفت در کافرستاں بانگِ نماز
کفرستان میں اذان دے دی

خلق[1] خائف شُد ز فتنۂ عامۂ
عام فتنے سے لوگ ڈر گئے

خود بیامد کافرے با جامۂ
ایک کافر کپڑے لئے ہوئے خود آیا

شمع و حلوا و یکے جامہ لطیف
شمع اور حلوا اور ایک عمدہ لباس

ہدیہ آورد و بیامد چوں اَلیف
تحفہ لایا اور دوست کی طرح آیا

پُرس پُرساں کایں موذن کو کجاست
پوچھتے ہوئے، کہ یہ مؤذن کہاں ہے؟

کہ صَلای و بانگِ اُو راحت فزاست
جس کی اذان کی آواز راحت بڑھانے والی ہے

ہیں چہ راحت بُود زاں آوازِ زشت
ایں، اُس بھدی آواز سے کیا راحت ملی؟

گو فتاد از وے بناگہ در کُنشت
جو اچانک اُس سے مندر میں پہنچی

دخترے دارم لطیف و بس سَنی
میرے ایک لڑکی ہے، پاکیزہ اور بہت خوبصورت

آرزو می بُود اُو را مُومنی
اُس کو مومن بننے کی آرزو تھی

ہیچ[2] ایں سودا نمی رفت از سرش
یہ جنون اُس کے سر سے کبھی زائل نہیں ہوتا تھا

پند ہا می داد چندیں کافرش
بہت سے کافر اُس کو نصیحتیں کرتے تھے

در دلِ اُو مہرِ ایماں رستہ بُود
اُس کے دل میں ایمان کی محبت پیدا ہو گئی تھی

ہمچو مجمر بُود ایں غم من چو عُود
یہ فکر انگیٹھی کی طرح اور میں اگر کی لکڑی کی طرح تھا

در عذاب و درد و اشکنجہ بُدم
میں مصیبت اور شکنجہ اور درد میں تھا

کہ بجنبد سلسلۂ اُو دمبدم
کیونکہ اُس کا (یہ) سلسلہ ہر وقت حرکت میں تھا

ہیچ[3] چارہ می ندانستم دراں
میں اُس کا کوئی علاج نہ سمجھ پا رہا تھا

تا فرو خواند ایں مؤذن آں اذاں
یہاں تک کہ اِس مؤذن نے وہ اذان دی

گفت دختر چیست ایں مکروہ بانگ
لڑکی نے دریافت کیا کہ یہ ڈراؤنی آواز کیسی ہے؟

کہ بگوشم آمد ایں دو چار دانگ
جس کے دو چار ٹکڑے میرے کان میں آئے ہیں

من ہمہ عمر ایں چنیں آوازِ زشت
میں نے تمام عمر اِس طرح کی بھدی آواز

ہیچ نشنیدم دریں دَیر و کُنشت
اِس مندر اور بُت خانہ میں کبھی نہیں سنی

خواہرش گفتہ کہ ایں بانگِ اذاں
اُس کی بہن نے کہا، کہ یہ اذان کی آواز

ہست اِعلام و شِعارِ مُومناں
مومنوں کا اِعلان اور علامت ہے

[1] خلق۔ یہ لوگ تو کافر لڑکی کے ملال سے خائف تھے لیکن کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کافر تحفہ میں کپڑے اور حلوہ وغیرہ لے آرہا ہے۔ الیف۔ دوست۔ پرس۔ اُس مؤذن کو پوچھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ مؤذن کی اذان نے بہت راحت پہنچائی ہے۔ ہیں چہ۔ اُس کافر سے کسی نے کہا کہ اِس بھدی آواز سے جو مندر میں پہنچی کیا راحت ملی ہے۔۔۔۔ دخترے۔ اُس کافر نے کہا کہ میرے ایک بہت خوبصورت لڑکی ہے وہ اسلام لانے پر آمادہ ہو رہی تھی۔

[2] ہیچ۔ ہم لوگوں نے اُسکو بہت سمجھایا لیکن وہ اپنے ارادہ سے باز نہ آرہی تھی۔ مجمر۔ انگیٹھی۔ عود۔ اگر کی لکڑی جس کی دھونی دی جاتی ہے۔ در عذاب۔ اُس لڑکی کے ارادہ سے میں مصیبت میں تھا اور وہ اِس ارادہ میں پختہ ہوتی جا رہی تھی۔

[3] ہیچ۔ اُس کو اِس ارادہ سے روکنے کی کوئی تدبیر نہ تھی حتیٰ کہ اُس مؤذن نے اذان دی تو لڑکی نے دریافت کیا کہ یہ بھیانک آواز کیسی ہے میں نے ایسی بھدی اور خوفناک آواز کبھی نہیں سنی۔ خواہرش۔ اُس لڑکی کی بہن نے اُسکو بتایا کہ یہ مسلمانوں کی اذان کی آواز تھی۔ اِعلام۔ اِعلان جتانا۔ وہ علامت جس سے کوئی چیز پہچانی جائے۔ اُسکو بہن کی بات کا اعتبار نہ ہوا تو اُس نے کسی دوسرے سے پوچھا اُس نے بھی اُس کی تصدیق کر دی۔

باورش نامد بپرسید از دگر — آں دگر ہم گفت آرے اے قمر

اُس کو یقین نہیں آیا، اُس نے دوسرے سے پوچھا — دوسرے نے بھی کہا، ہاں اے چاند!

چوںؔ[1] یقیں گشتش رخِ اُو زرد شُد — از مسلمانی دلِ اُو سرد شُد

جب اُس کو یقین ہو گیا تو اُس کا چہرہ زرد پڑ گیا — مسلمانی سے اُس کا دل افسردہ ہو گیا

باز رستم من ز تشویش و عذاب — دوش خوش خفتم دراں بیخوف خواب

میں پریشانی اور عذاب سے چھوٹ گیا — گزشتہ رات بغیر ڈر کی نیند خوب سویا

راحتم ایں بود از آوازِ اُو — ہدیہ آوردم بشکر آں مرد کو

مجھے اُس کی آواز سے یہ راحت پہنچی — میں شکرانہ میں تحفہ لایا ہوں وہ شخص کہاں ہے؟

چوںؔ[2] بدیدش گفت ایں ہدیہ پذیر — کہ مرا گشتی مُجیر و دستگیر

جب اُس نے اُسکو دیکھا کہا یہ ہدیہ قبول کر لیجئے — کیونکہ آپ میرے پناہ دینے والے اور دستگیر ہیں

آنچہ کردی با من از احسان و بِر — بندۂ تو گشتہ ام من مُستمِر

آپ نے جو احسان اور بھلائی مجھ سے کی — میں ہمیشہ کے لئے آپ کا غلام ہو گیا ہوں

گر بمال و مُلک و ثروت فردمے — من دہانت را پُر از زر کردمے

اگر میں مال اور سلطنت اور مالداری میں منفرد ہوتا — میں سونے سے آپ کا منہ بھر دیتا

ہست ایمانِ شما زرق و مجاز — راہزن ہمچوں کہ آں بانگِ نماز

تمہارا ایمان مکر اور مجاز ہے — اِسی طرح کا ڈاکو ہے جس طرح کہ وہ اذان

رجوع بحکایتِ گبر با مسلمان در ایمان

ایمان کے بارے میں کافر کی مسلمان سے حکایت کی جانب رجوع

لیکؔ[3] از ایمان و صدقِ بایزیدؒ — چند حسرت در دل و جانم رسید

لیکن بایزیدؒ کے ایمان اور سچائی سے — میرے دل اور جان میں بہت سی حسرتیں آئی ہیں

ہمچو آں زن کو جماعِ خر بدید — گفت آوہ چیست ایں فحلِ فرید

اُس عورت کی طرح جس نے گدھے کی جُفتی دیکھی — بولی، آہ کیسا یکتا نَر ہے

گر جماع این ست کاید از خراں — بر کُسِ ما میرینند ایں شوہراں

اگر جُفتی یہ ہے، جو گدھے کرتے ہیں — تو یہ شوہر ہماری شرمگاہ پر ہگتے ہیں

داد جُملہ دادِ ایماں بایزیدؒ — آفرینہا بر چنیں شیرِ فرید

بایزیدؒ نے ایمان کا پورا حق ادا کر دیا — ایسے یکتا شیر کو آفرین ہے

---

[1] چوں یقین۔ جب اُسکو یقین آ گیا تو مایوسی سے اُس کا چہرہ زرد پڑ گیا اور اسلام لانے کا ارادہ ٹھنڈا ہو گیا۔ باز رستم۔ جب اُس کا دل اسلام سے برگشتہ ہو گیا تو میری مصیبت ختم ہوئی اور رات کو آرام سے سو سکا مؤذن کی آواز سے مجھے اس طرح راحت ملی لہٰذا میں اُس کے لئے تحفہ لایا ہوں۔

[2] چوں بدیدش۔ جب اُس کافر نے اُس مؤذن کو دیکھا تو کہا کہ یہ تحفے لے لے تو میرا پناہ دہندہ اور دستگیر ہے۔ بِر نیکی۔ مستمر۔ ہمیشہ۔ گر بمال۔ میں زیادہ مالدار نہیں ہوں ورنہ تیرا منہ سونے سے بھر دیتا۔ ہست۔ اُس کافر نے اسلام کی دعوت دینے والے مسلمان سے کہا تمہارا ایمان بھی مؤذن کی طرح انسانوں کو ایمان سے روکنے والا ہے۔

[3] لیک۔ اُس کافر نے یہ بھی کہا کہ بایزیدؒ کے ایمان اور سچائی کو دیکھ کر مجھے بھی حسرت ہوتی ہے کہ ایسا ایمان مجھے کیوں میسر نہ آیا۔ تیجہ اُس کافر کو بایزیدؒ کے ایمان پر ایسی ہی حسرت تھی جیسی کہ ایک عورت نے گدھے کو جفتی کرتے دیکھ کر حسرت کی تھی اور کہنے لگی تھی کہ اگر جفتی یہ ہے تو مرد ہمارے ساتھ جو کچھ کرتے ہیں وہ ہگنا ہے۔ داد۔ حضرت بایزیدؒ نے ایمان کا حق ادا کر دیا۔ فرید۔ بے مثال۔

قطرۂ[1] ز ایمانش در بحر ار رَوَد — بحر اندر قطرہ اش غرقہ شود

اُن کے ایمان کا ایک قطرہ اگر سمندر میں چلا جائے — اُس کے قطرے میں سمندر ڈوب جائے

ہمچو آتش ذرّۂ در بیشہا — کاندراں ذرہ شود بیشہ فنا

جیسا کہ آگ کا ایک ذرہ جنگلوں میں — کہ اُس ذرہ میں جنگل فنا ہو جائیں

چوں خیالے در دلِ شہ یا سپاہ — میکند در جنگ خصماں را تباہ

جیسا کہ ایک خیال لشکر والے بادشاہ کے دل میں — جنگ میں دشمنوں کو تباہ کر دیتا ہے

یک[2] ستارہ در محمدؐ رو نمود — تا فنا شد کفرِ ہر گبر و جہود

ایک ستارہ محمدؐ میں رونما ہوا — یہاں تک کہ ہر کافر اور منکر کا کفر فنا ہو گیا

یک ستارہ در محمدؐ شد سطرب — تا فنا شد کفرِ جملہ شرق و غرب

ایک ستارہ محمدؐ میں پھیلا — یہاں تک کہ مشرق و مغرب کا سارا کفر فنا ہو گیا

آنکہ ایماں یافت رفت اندر اماں — کفر ہائے باقیاں شد در گماں

جس نے ایمان حاصل کر لیا وہ امن میں آ گیا — بقیہ کا کفر مشکوک ہو گیا

کفرِ صِرفِ اوّلیں بارے نماند — یا مسلمانی و یا بیمے نشاند

اب پہلوں کا سا خالص کفر نہ رہا — یا مسلمانی اور یا خوف بٹھا دیا

ایں بحیلہ آب و روغن کرد نیست — ایں مثلہا کفوِ ذرہ نور نیست

یہ تدبیر سے پانی اور تیل بلاتا ہے — یہ مثالیں نور کے ذرے کی ہمسر نہیں ہیں

ذرہ[3] نبود جز ز چیزِ منجسم — ذرہ نبود شارقِ لاینقسم

ذرہ جسم بن جانے والی چیز کے علاوہ کچھ نہیں ہے — ذرہ، روشن، تقسیم نہ ہونے والا نہیں ہوتا ہے

گفتنِ ذرہ مرادے داں خفی — محرمِ دریا نہ ایں دم کفی

ذرہ کہنے کا مقصد پوشیدہ سمجھ — تو اس وقت دربار کا رازداں نہیں ہے تو جھاگ ہے

آفتابِ نیّرِ ایمانِ شیخ — گر نماید رُخ ز شرقِ جانِ شیخ

شیخ کے ایمان کا روشن سورج — اگر شیخ کی جان کی مشرق سے رونما ہو جائے

جملہ پستی گنج گیرد تا ثرے — جملہ بالا خلد گردد اخضرے

تمام پست حصہ تا ثریٰ میں تحت الثریٰ خزانہ بن جائے — تمام بالائی حصہ سرسبز جنت بن جائے

اُو یکے جاں دارد از نورِ منیر — اُو یکے تن دارد از خاکِ حقیر

وہ روشن کرنے والے نور کی ایک جان رکھتا ہے — وہ حقیر مٹی کا ایک جسم رکھتا ہے

لہ قطرہ۔ اُنکے ایمان کی یہ وسعت تھی کہ اگر اُس کا ایک قطرہ سمندر میں گر جائے تو سمندر کو ڈبو دے۔ ہمچو۔ اُن کے ایمان کا قطرہ سمندر پر اسی طور پر حاوی ہو جائے جس طرح آگ کا ایک ذرہ جنگل پر حاوی ہو جاتا ہے اور اُس کو جلا کر راکھ بنا دیتا ہے۔ چوں۔ یا جس طرح شاہ کا ایک معمولی خیال دشمنوں میں تباہی مچا دیتا ہے۔

لہ یک ستارہ۔ آنحضورؐ کی تائید کے لئے خدائی تائید کا ایک ستارہ نمودار ہوا جس سے سب کافروں کا کفر فنا ہو گیا۔ آنکہ۔ سب کافروں کا کفر اس طور پر فنا ہوا کہ کچھ تو مسلمان ہی ہو گئے باقی کفر کے معاملہ میں مشکوک ہو گئے اور خالص کفر بالکل ہٹ گیا اگر مسلمان بھی نہ ہوئے تو ذمّی بن کر مسلمان نما کافر رہ گئے۔ ایں بحیلہ۔ ہم نے بایزیدؒ کے ایمان کے ذرّے کی مثالیں دی ہیں یہ محض تکلف ہے اور یہ اس ذرّے کی صحیح مثالیں نہیں ہیں۔ آب و روغن کردن۔ بیکار کوشش کرنا۔

سلہ ذرہ۔ شیخ کے نور کو ذرہ سے تشبیہ دی تھی اب فرماتے ہیں کہ یہ تشبیہ مناسب نہیں ہے۔ منجسم۔ جسم اختیار کرنے والا مادی۔ شارق۔ روشن۔ لاینقسم۔ جو چیز تقسیم نہ ہو سکے۔ کفی۔ تو جھاگ ہے۔ نیّر۔ روشن۔ پستی۔ زمین کا پست حصہ خزانہ بنجائے اور بالائی حصہ جنت بن جائے۔ اُو۔ شیخ بیک وقت دو چیزیں رکھتا ہے ایک جسم اور جان ہے۔

اے[1] عجب اینست او یا آں بگو — کہ بماندم در اشکال و جستجو

تعجب ہے! وہ یہ ہے یا وہ وہ ہے، بتا — کیونکہ میں اشکال اور جستجو میں پڑ گیا ہوں

گر وے اینست اے برادر چیست آں — پُر شدہ از نورِ او ہفت آسماں

اگر وہ یہ ہے اے بھائی! وہ کیا ہے؟ — کہ جس کے نور سے ساتوں آسمان لبریز ہیں

ور وے آنست ایں بدن اے دوست چیست — اے عجب زیں دو کدامین ست وکیست

اور اگر وہ وہ ہے، تو اے دوست! یہ بدن کیا ہے؟ — اے تعجب! اِن دونوں میں سے وہ کون ہے اور کیا ہے؟

حکایتِ[2] آں زن کہ گفت شوہر را کہ گوشت را گربہ خورد

اُس بیوی کا قصہ جس نے شوہر سے کہا کہ گوشت بلی کھا گئی

شوہر گربہ را بترازو برکشید گربہ نیم من برآمد گفت اے

شوہر نے بلی کو ترازو میں رکھا، بلی آدھا من نکلی، شوہر نے اُس سے

زن گوشت نیم من بود و افزوں اگر ایں گوشت ست

کہا اے بیوی! گوشت آدھا من تھا اور کچھ زیادہ اگر یہ گوشت ہے تو

گربہ کو و اگر ایں گربہ ست گوشت کو

بلی کہاں ہے اور اگر یہ بلی ہے تو گوشت کہاں ہے؟

بود مردے کدخدا[3] او را زنے — سخت طناز و پلید و رہزنے

ایک گھر والے مرد کی ایک بیوی تھی — سخت نخرے باز اور ناپاک اور لٹیری

ہر چہ آوردے تلف کردیش زن — مرد مضطر بود اندر تن زدن

وہ جو کچھ لاتا بیوی اُسکو برباد کر دیتی — شوہر چپ رہنے سے عاجز آ گیا تھا

بہرِ مہماں گوشت آورد آں معیل — سوئے خانہ با دو صد جہدِ طویل

وہ بال بچوں والا، مہمان کے لئے گوشت لایا — گھر، دو سو طویل مشقتوں کے ساتھ

زن بخوردش با شرابے با کباب — مرد آمد گفت دفعِ ناصواب

بیوی نے اُس کو شراب و کباب کیساتھ کھا لیا — شوہر آیا، اُس نے اُس کو غلط جواب دیا

مرد گفتش گوشت کو مہماں رسید — پیشِ مہماں لوت می باید کشید

شوہر نے اُس سے کہا گوشت کہاں ہے؟ مہمان آ گیا — مہمان کے سامنے لذیذ کھانا رکھنا چاہیے

گفت زن کیں گربہ خورد آں گوشت را — گوشت دیگر خر گرت باید ترا

بیوی نے کہا یہ بلی وہ گوشت کھا گئی — اگر تجھے چاہیے اور گوشت خرید لا

---

[1] اے عجب۔ اب بھی حیرت ہیں کہ شیخ جسم کو کہیں یا روح کو۔ اینست۔ یعنی شیخ اگر جسم ہے۔ چیست آں۔ تو روح کیا ہے۔ آنست۔ یعنی شیخ روح ہے۔

[2] حکایت۔ جس طرح شیخ کے بارے میں حیرانی ہے کہ اگر وہ جسم ہے تو روح کو کیا کہیں اگر روح ہے تو جسم کو کیا کہیں اسی طرح اُس شوہر کو حیرانی تھی کہ ترازو میں جو تولا ہے اگر وہ بلی ہے تو گوشت کہاں ہے اور اگر گوشت ہے تو بلی کہاں گئی۔

[3] کدخدا۔ صاحب خانہ۔ تن زدن۔ یعنی شوہر چپ رہتے رہتے عاجز آ گیا تھا۔ معیل۔ بال بچوں والا۔ دفعِ ناصواب۔ غلط جواب۔ لوت۔ عمدہ کھانا۔ گفت زن۔ بیوی نے شوہر کو جواب دیا۔

گفت اے ایبک[1] ترازو را بیار
اُس نے کہا، او نوکر! ترازو لا

گربہ را من بر کشم اندر عیار
میں بلی کا وزن کروں گا

بر کشیدش بود گربہ نیم من
اُس نے اُسکو تولا، بلی آدھا من تھی

پس بگفت آں مرد کاے محتال زن
تو اُس شوہر نے کہا اے حیلہ گر عورت!

گوشت بد شش اوقیہ افزوں ازاں
گوشت چھ اوقیہ سے بڑھا ہوا تھا

گربہ ہم شش اوقیہ ست اے حیلہ داں
اے حیلہ باز! بلی بھی چھ اوقیہ ہے

گوشت نیمن بود افزوں یک ستیر
گوشت نصف من سے ایک استار بڑھا ہوا تھا

ہست گربہ نیم من ہم اے ستیر
اے پردہ نشین: بلی بھی نصف من ہے

ایں[2] اگر گربہ است پس آں گوشت کو
اگر یہ بلی ہے تو پھر گوشت کہاں ہے؟

ور بود ایں گوشت بنما گربہ تو
اور اگر یہ گوشت ہے، تو تُو بلی دکھا

بایزید ار ایں بود آں روح چیست
بایزید رح اگر یہ ہے، وہ روح کیا ہے؟

ور وے آں روح ست ایں تصویر کیست
اگر وہ، وہ روح ہیں، یہ صورت کس کی ہے!

حیرت اندر حیرت ست اے یار من
اے میرے دوست! حیرت در حیرت ہے

ایں نہ کار تست نے ہم کار من
یہ نہ تیرا کام ہے، نہ میرا کام ہے

ہر دو او باشد ولیک از ریع و زرع
وہ دونوں ہیں، لیکن پیداوار اور کھیتی میں

دانہ باشد اصل و آں کہ ہست فرع
دانہ اصل ہے، اور بھوسا فرع ہے

حکمت[3] ایں اضداد را باہم بہ بست
حکمت (خداوندی) نے اِن دو ضدوں کو باہمی باندھ دیا ہے

اے قصاب ایں گرد راں باگردنست
اے قصائی! یہ ران کا گردہ گردن سے وابستہ ہے

روح بے قالب نتاند کار کرد
روح بغیر جسم کے کوئی کام نہیں کرسکتی ہے

قالب بیجاں فسردہ بود و سرد
بے روح جسم، ٹھٹھرا ہوا اور ٹھنڈا ہوتا ہے

قالب بے جاں کم از خاکست دوست
اے دوست! بے روح جسم مٹی سے بھی کم ہے

روح چوں مغز ست و قالب ہمچو پوست
روح گری کی طرح ہے اور جسم چھلکے کی طرح ہے

قالب بے جاں نمی آید بکار
بے روح جسم، کسی کام نہیں آتا ہے

سعی کن جانے بدست آر اے عیار
اے کھرے! کوشش سے جان حاصل کرلے

قالبت پیدا و آنجاں بس نہاں
تیرا جسم ظاہر ہے اور وہ روح بہت پوشیدہ ہے

راست شد زیں ہر دو اسباب جہاں
دنیا کے کام اِن دونوں سے درست ہوئے ہیں

لہ ایبک۔ غلام۔ من۔ دو رطل کا ہوتا ہے رطل آدھ سیر کا ہوتا ہے تو من ایک سیر ہوا اور نیم من آدھ سیر ہوا۔ محتال۔ حیلہ گر۔ اوقیہ۔ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم ساڑھے تین ماشے کا ہوتا ہے۔ وقیہ۔ اوقیہ۔ نیمن۔ آدھا من۔ ستیر۔ پہلے مصرع کے قافیہ میں استار کے معنی میں ہے استار ایک درہم وزن کو کہتے ہیں دوسرے مصرع میں پردہ نشین کے معنی میں ہے۔

لہ ایں۔ یہ جو کچھ تولا ہے اگر بلی ہے تو گوشت کہاں گیا اور اگر گوشت ہے تو بلی کہاں گئی اِس لئے کہ یہ تو ایک چیز کا وزن ہے۔ بایزید رح۔ اگر ہم بایزید رح جسم کو قرار دیں تو روح کو کیا کہیں اور اگر روح کو بایزید رح کہیں تو جسم کو کیا کہیں۔ ہر دو۔ جسم اور روح کے مجموعہ کو بایزید رح کہیں گے۔ ریع۔ پیداوار۔ دانہ۔ روح بمنزلہ دانہ کے اور جسم بمنزلہ بھوسے کے ہے۔

لہ حکمت۔ اللہ تعالیٰ نے روح اور جسم کو باہمی حکمت کیلئے ملا دیا ہے۔ نقص... روح جسم کے بغیر بیکار ہے، جسم روح کے بغیر مردہ ہے۔ قالب۔ جسم روح کا قالب ہے روح مغز ہے اور جسم اس کا چھلکا ہے۔ سعی کن۔ انسان کو روح حاصل کرنی چاہیئے۔ قالبت۔ جسم ظاہر ہے روح مخفی ہے دونوں ہی سے دنیا کا نظام چل رہا ہے۔

خاک[1] را بر سر زنی سر نشکند — آب را بر بر زنی بر نشکند
خاک کو سر پر مارے گا وہ سر کو نہ توڑے گی — تو پانی کو جسم پر مارے گا وہ جسم کو نہ توڑے گا

گر تو میخواہی کہ سر را بشکنی — آب را و خاک را برہم زنی
اگر تو چاہتا ہے سر کو پھوڑ دے — پانی اور مٹی کو آپس میں ملا لے

چوں شکستی سر رود آبش باصل — خاک سوئے خاک آید روزِ فصل
جب تو نے سر پھوڑ دیا اس کا پانی اس کی اصل کی طرف چلا جاتا ہے — جدائی کے دن مٹی مٹی کی جانب آجاتی ہے

حکمتے کہ بود حق را ز ازدواج — گشت حاصل از نیاز و از لجاج
باہم ملنے میں اللہ تعالیٰ کی جو حکمت تھی — وہ عاجزی اور سرکشی سے حاصل ہو گئی

باشد[2] آنگہ ازدواجاتِ دگر — لَا سَمِعَ اُذُنٌ وَّلَا عَینٌ بَصَرٌ
وہاں دوسرے جوڑ ہوں گے — جن کو نہ کان نے سنا نہ آنکھ نے دیکھا

گر شنیدے اُذن کے ماندے اُذن — یا کجا کردے دگر ضبطِ سخن
اگر کان سنتا، کان کب رہتا؟ — یا پھر دوسری بات کہاں محفوظ رکھتا؟

گر بدیدے برف و یخ خورشید را — از یخی برداشتے اُمید را
اگر برف اور یخ، سورج کو دیکھ لیتا — یخ پن سے امید ہٹا لیتا

آب گشتے بے عروق و بے گرہ — ز لطف از باد میگشتے زرہ
بغیر رگوں اور بغیر گرہ کا پانی بن جاتا — جو ہوا کی لطافت سے زرہ (کی طرح) بن جاتا

پس[3] شدے درمانِ جانِ ہر درخت — ہر درختے از قدومش نیکبخت
پھر وہ ہر درخت کی جان کا علاج بن جاتا — اس کی آمد سے ہر درخت نیک بخت ہو جاتا

واں یخے بفسردہ در خود ماندہ — لامساسے با درختاں خواندہ
ٹھٹھرے ہوئے عاجز یخ نے — "نہ چھو" درختوں پر پڑھ دیا ہے

لَیسَ یَألَفُ لَیسَ یُؤلَفُ جِسمُہٗ — لَیسَ اِلَّا شُحَّ نَفسٍ قِسمُہٗ
اس کا جسم نہ محبت کرتا ہے نہ محبت کیا جاتا ہے — اس کا حصہ سوائے نفس کے بخل کے کچھ نہیں ہے

نیست ضائع زو شود تازہ جگر — لیک نبود پیکِ سلطانِ خضر
وہ بیکار نہیں ہے، اس سے جگر تازہ ہوتا ہے — لیکن وہ سبزی کے شہنشاہ کا قاصد نہیں ہے

---

[1] خاک۔ آمیزش سے مقصد براری ہوتی ہے مثلاً خاک سر نہ پھوڑے گی اس میں پانی کی آمیزش کر کے ڈھیلا بنالو تو سر پھوڑ دیگی۔ بر۔ پہلو، سینہ، بغل۔ روزِ فصل۔ یعنی جب روح جسم سے جُدا ہوگی، قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ یَومَ الفَصلِ کَانَ مِیقَاتًا۔ بیشک جدائی کا دن مقرر ہے "ازدواج۔ یعنی روح اور جسم کا باہمی جوڑ جو دنیا میں لگا ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ نیازمندوں اور سرکشوں کا امتیاز ہو جائے۔

[2] باشد آنگہ۔ عالم آخرت میں روح کا جو جوڑ لگے گا وہ نہ کان نے سنا ہے نہ آنکھ نے دیکھا ہے۔ گر شنیدے۔ اگر کان اس کی حقیقت سن لے تو فنا ہو جائے یا اس کی قوت سماعت جاتی رہے گر بدیدے۔ کان اسی طرح فنا ہو جائے جس طرح برف اور یخ سورج سے فنا ہو جاتا ہے۔ برف۔ برفانی ممالک میں جاڑے میں دو چیزیں آسمان سے گرتی ہیں ایک روئی کے گالوں کی طرح کی چیز ہے اس کو برف کہتے ہیں اور ایک گاڑھی چیز اولے کی طرح کی ہے اس کو یخ کہتے ہیں۔ بے عروق۔ یخ کی لڑیاں جمتی ہیں۔ ز لطفِ باد۔ ہوا کی لہریں پانی کی سطح کو موجوں کے ذریعہ زرہ کی طرح بناتی ہیں۔

[3] پس شدے۔ برف اور یخ سے درخت جل جاتے ہیں پانی سے پرورش پاتے ہیں۔ یخ۔ یخ سامری کی طرح درخت کو کہتا ہے مجھے نہ چھونا۔ لیس۔ نہ وہ نباتات کا جزو بنتا ہے نہ نباتات کو وہ خوشگوار لگتا ہے۔ شُحّ۔ بخل یعنی برف اور یخ درختوں کو فائدہ نہیں پہنچاتا ہے۔ نیست ضائع۔ لیکن کوئی شخص برف اور یخ کو بیکار نہ سمجھے اس سے ٹھنڈا کر کے پانی پیا جائے تو جگر میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔ خضر۔ سبزی۔

اےؔ ایاز استارۂ تو بس بلند ۔ نیست ہر برجے عبورش دلپسند

اے ایاز! تیرا ستارہ بہت بلند ہے ۔ ہر برج اُس کے عبور کا پسندیدہ نہیں ہے

ہر وفا را کے پسندد ہمّتت ۔ ہر صفا را کے گزیند صفوتت

تیری ہمت ہر وفا کو کب پسند کرتی ہے؟ ۔ تیری صفائی ہر صفائی کو کب منتخب کرتی ہے!

حکایتِ آں امیر کہ غلام را گفت مے بیار غلام رفت و سبوئے

اُس امیر کی حکایت جس نے غلام سے کہا شراب لے آ ۔ غلام گیا اور شراب

مے آورد در راہ زاہدے بُود امرِ معروف کرد ، سنگے بزد و سبو

کی ٹھلیا لا رہا تھا راستہ میں ایک زاہد تھا جس نے بھلائی کا حکم کیا ، پتھر مارا

را بشکست ، امیر بشنید قصدِ ہلاک و گوشمالِ زاہد کرد زاہد

اور ٹھلیا کو توڑ دیا ، امیر نے سُنا زاہد کو ہلاک کرنے اور سزا دینے کا ارادہ کیا

گریخت ایں قضیّہ در عہدِ عیسیٰ علیہ السّلام بُود کہ ہنوز

زاہد بھاگ گیا ، یہ معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا تھا کہ اُس وقت تک

مے حرام نشدہ بُود لیکن زاہد تقذّرےؔ میکرد و از لذّت

شراب حرام نہ ہوئی تھی ، لیکن زاہد گھن کرتا تھا ۔ اور مزے اُڑانے اور

و تنعّم منع می کرد

عیش پرستی سے روکتا تھا

بُود امیرے خوش دلے مے بارۂ ۔ کہفِ ہر مخمور و ہر بیچارۂ

ایک امیر خوش دل ، شراب دوست تھا ۔ ہر شرابی اور ہر بے کس کا سہارا تھا

مشفقے مسکیں نوازے عادلے ۔ گوہرے زر بخشے و دریا دلے

مہربان ، غریب پرور ، منصف تھا ۔ سخی ، سونا عطا کرنے والا اور دریا دل تھا

شاہِ مردان و امیر المؤمنیں ۔ راہؔ بان و رازدان و دور بیں

بہادروں کا شاہ ، مؤمنوں کا امیر تھا ۔ راستہ کا محافظ اور راز سے واقف اور دور بین تھا

دورِ عیسیٰ بود و ایامِ مسیحؑ ۔ خلق دلدار و کم آزار و ملیح

حضرت عیسیٰ کا دور تھا اور حضرت مسیحؑ کا زمانہ تھا ۔ لوگ دلدار اور نہ ستانے والے اور خوش مزاج تھے

آمدش مہماں بناگاہاں شبے ۔ ہم امیرِ جنسِ او خوش مذہبے

ایک رات اچانک اُس کے پاس مہمان آیا ۔ جو اُسی جیسا حاکم اور دیندار تھا

لہ اے ایاز ۔ یہاں سے پھر ایاز کے قصہ کی جانب رجوع کیا ہے ۔ برج ۔ ستارے کا محور ۔ ہر وفا ۔ ایاز میں خاص وفاداری اور خاص قسم کا خلوص تھا ۔ حکایت ۔ جس طرح ایاز کا خلوص اور وفا عام خلوص اور وفا سے برتر تھا اس حکایت کو یہ بتاتا ہے کہ مختلف پرہیزگاروں کی پرہیزگاری میں بھی بڑا فرق ہے ۔

لہ تقذّر ۔ گھناؤنا سمجھنا ۔ تنعّم ۔ عیش پرستی ۔ مے بارہ ۔ شراب کو محبوب رکھنے والا ۔ کہف ۔ غار ، ملجا و ماوا ۔ گوہر ۔ سخی ۔ شاہ مرداں ۔ بہادر ۔

لہ راہ بان ۔ راستہ کا محافظ ۔ دورِ عیسیٰ ۔ حضرت عیسیٰ مسیحؑ کا دلنشین محبت کا زمانہ تھا ۔ ہم ۔ یعنی وہ بھی اسی طرح کا امیر اور مذہبی تھا جیسا کہ میزبان تھا ۔

بادہ[1] میبایست شاں در نظمِ حال — بادہ بُود آنوقت ماذون و حلال

اُن کو حالت کی باقاعدگی کے لئے شراب درکار تھی — اُس وقت شراب جائز اور حلال تھی

بادہ شاں کم بُود و گفتا اے غلام — رَو سبو پُر کُن بما آور مُدام

اُن کی شراب کم تھی اور اُس نے کہا اے غلام! — جا مٹھلیا بھر، ہمارے پاس شراب لے آ

از فلاں راہب کہ دارد خمرِ خاص — تاز خاص و عام یابد جاں خلاص

فلاں راہب کے پاس سے کیونکہ وہ مخصوص شراب رکھتا ہے — تاکہ عوام و خواص سے جان کو چھٹکارا حاصل ہو

جُرعۂ زاں جامِ راہب آں کند — کہ ہزاراں جُرّہ و خمداں کند

اُس راہب کے جام کا ایک گھونٹ وہ کرتا ہے — جو ہزاروں مٹھلیاں اور مٹکے کرتے ہیں

اندراں مے مایۂ پنہانی ست — آنچناں کاندر عبا سلطانی ست

اُس شراب میں ایک سرمایہ پوشیدہ ہے — جس طرح چوغہ میں شہنشاہی ہے

تو بدلق[2] پارہ پارہ کم نگر — کہ سیہ کردند از بیرونِ زر

تو پھٹی پرانی گدڑی کو نہ دیکھ — کیونکہ اوپر سے سونے کو کالا کر دیا ہے

از برایِ چشمِ بد مردود شُد — وز بروں آں لعل دُود آلود شُد

بد نظری کی وجہ سے وہ ناپسند بنا ہے — اور باہر سے وہ لعل دھویں سے آلودہ ہے

گنج و گوہر کے میانِ خانہاست — گنجہا پیوستہ در ویرانہاست

خزانہ اور گوہر گھروں میں کہاں ہے! — خزانے ویرانوں سے وابستہ ہیں

گنجِ آدمؑ چوں بویراں بُد دفیں — گشت طینش چشم بندِ آں لعیں

حضرت آدمؑ کا خزانہ چونکہ ویرانہ میں دفن تھا — اُس کی مٹی اُس لعین کی آنکھ کا پردہ بن گئی

اُو نظر[3] میکرد در طین سُست سُست — جاں ہمی گفتش کہ طینم سدِ تست

وہ مٹی کو حقارت سے دیکھتا تھا — روح اُس سے کہتی تھی کہ میری مٹی تیری روک ہے

دو سبو بستد غلام و خوش دوید — در زماں در دَیرِ رہباناں رسید

غلام نے دو مٹھلیاں لیں اور تیز دوڑا — فوراً راہبوں کے گرجا گھر میں پہنچ گیا

زر بداد و بادہ چوں زر خرید — سنگ داد و در عوض گوہر خرید

سونا دیا اور سونے جیسی شراب خرید لی — پتھر دیا اور بدلے میں گوہر خرید لیا

بادہ کاں بر سرِ شاہاں جہد — تاجِ زر بر تارکِ ساقی نہد

وہ شراب جو بادشاہوں کے سر میں اثر کرتی ہے — ساقی کے سر پر سونے کا تاج رکھ دیتی ہے

---

[1] بادہ۔ وہ لوگ دیندار تھے اور شراب استعمال کرتے تھے چونکہ حضرت عیسیٰؑ کے دور میں شراب حلال تھی۔ ماذون۔ جس کو اجازت حاصل ہو۔ مدام۔ شراب۔ راہب۔ نصرانی عبادت گذار جس نے دنیا ترک کر کے گرجا گھر میں اقامت کرلی ہو۔ رہبان اس کی جمع ہے۔ خلاص۔ یعنی اور دوسرے خریدنے کی ضرورت نہ پڑے۔ جرعہ۔ ایک گھونٹ۔ جرّہ۔ مٹھلیا۔ اندراں۔ اس زاہد کی شراب میں ایک مخفی سرمایہ ہے، جس طرح عبا میں سلطانی مخفی ہوتی ہے۔

[2] تو بدلق۔ فقراء کی گدڑی کو حقارت سے نہ دیکھنا چاہیئے فقراء کی گدڑی میں وہ سلطانی ہوتی ہے جو شاہوں کو بھی نصیب نہیں ہے۔ کرسیہ۔ سونے کو اوپر سے کالا کر دیا جاتا ہے تاکہ اس کو کوئی نہ چرائے۔ مردود۔ نظر بد سے بچانے کے لئے سونے کو اوپر سے کالا کر دیا جاتا ہے لعل۔ لعل کو بھی دھویں سے آلودہ کر دیا جاتا ہے۔ گنج۔ حضرت آدمؑ کی روح چونکہ جسم کی مٹی میں تھی وہ مٹی شیطان کی آنکھ کا پردہ بن گئی۔

[3] او نظر۔ شیطان کی نظر صرف مٹی پر تھی سُست۔ رذیل۔ دَیر۔ یعنی گرجا گھر۔ زر بداد۔ اشرفیوں سے عمدہ قسم کی شراب خرید لی سنگ داد۔ سونا پتھر میں سے نکلتا ہے۔ بادہ۔ شاہ جہاں جس قسم کی شراب سے مست

فتنہا و شورہا انگیختہ — بندگان و خسرواں آمیختہ

فتنے اور شور برانگیختہ کر دیتی ہے — غلاموں اور شاہوں کو ملا دیتی ہے

استخوانہا رفتہ جملہ جاں شدہ — تخت و تختہ آں زماں یکساں شدہ

ہڈیاں ختم ہو جاتی ہیں سب کچھ جان بنجاتا ہے — اُس وقت تخت اور تختہ یکساں ہو جاتا ہے

وقتِ ہُشیاری چو آب و روغن اند — وقتِ مستی ہمچو جاں اندر تن اند

(انسان) ہوش کے وقت پانی اور تیل کی طرح ہیں — مستی کے وقت جسم میں جان کی طرح ہیں

چوں ہریسہ لحم و گندم غرق ہم — ہیچ سبقے نے در ایشاں فرق ہم

جیساکہ ہریسہ، گوشت اور گیہوں باہمی غرق ہیں — انہیں کوئی دوڑ نہیں، نہ انہیں باہمی فرق ہے

چوں ہریسہ گشت آنجا فرق نیست — نیست فرقے کاندر آنجا غرق نیست

جب ہریسہ بن گیا وہاں کوئی فرق نہیں ہے — کوئی ایسا فرق نہیں ہے جو وہاں غرق نہ ہو گیا ہو

ایں چنیں بادہ ہمی بُرد آں غلام — سوی قصر آں امیر نیک نام

وہ غلام اس طرح کی شراب لے جا رہا تھا — نیک نام امیر کے محل کی جانب

پیش آمد زاہدے غم دیدہ — خشک مغزے در بلا پیچیدہ

ایک غموں کا مارا زاہد سامنے آ گیا — جس کا دماغ خشک ہو گیا تھا مصیبت میں پھنسا ہوا تھا

تن ز آتشہای دل بگداختہ — خانہ از غیرِ خدا پرداختہ

جسم دل کی آگوں سے پگھل گیا تھا — اُس نے دل کو خدا کے سوا سے خالی کر لیا تھا

گوشمالِ محنتِ بے زینہا — داغہا بر داغہا چندیں ہزار

بے پناہ مشقت کی گوشمالی کی وجہ سے — داغوں پر داغ کئی ہزار تھے

دیدہ ہر ساعت خلش در اجتہاد — روز و شب چفسیدہ اُو بر اجتہاد

وہ ہر وقت مجاہدے میں تکلیف اُٹھاتا تھا — وہ دن رات مجاہدے سے چمٹا رہتا تھا

سال و مہ در خاک و خوں آمیختہ — صبر و حلمش نیم شب بگریختہ

سالوں اور مہینوں خاک اور خون میں لتھڑا تھا — اُس کا صبر اور بُردباری آدھی رات کو بھاگ چکی تھی

دید در شب یک غلام نیک پے — در شتابش اُو زمیں میکرد طے

اُس نے ایک نیک خصلت غلام کو رات میں دیکھا — وہ اپنی جلدی میں زمین طے کر رہا تھا

گفت زاہد در سبوہا چیست آں — گفت بادہ گفت آں کیست آں

زاہد نے کہا مٹکیوں میں کیا ہے؟ — اُس نے کہا شراب، اُس نے کہا کس کی ہے؟

لہ فتنہا۔ شراب شور و شر پیدا کرتی ہے اور آقا اور غلام کا امتیاز مٹا دیتی ہے۔ استخوانہا۔ شراب پی کر انسان مجسم جان بن جاتا ہے۔ تخت۔ یعنی شاہی تخت۔ تختہ۔ یعنی پھانسی کا تختہ۔ وقتِ ہشیاری۔ ہوش کے وقت آدمیوں میں ایسا بیر ہوتا ہے جیساکہ تیل اور پانی میں اور مستی کے وقت سب ایک جان ہو جاتے ہیں۔ ہریسہ۔ حلیم کی طرح کا کھانا ہے جس میں گوشت اور گیہوں کا دلیہ ہوتا ہے جب ہریسہ تیار ہو جاتا ہے تو گوشت اور دلیہ میں امتیاز نہیں رہتا۔ فرق۔ اب دونوں کا فرق ختم ہو جاتا ہے۔

لہ۲ ایں چنیں۔ وہ غلام اِن اوصاف کی شراب امیر کے محل کی طرف لے کر چلا۔ غم دیدہ۔ یعنی جس پر قبض کی کیفیت طاری تھی۔ خشک مغز۔ مجاہدوں کی کثرت سے اُس کا دماغ خشک ہو گیا تھا۔ تن۔ اُس زاہد کا جسم عشق کی آگ سے پگھل گیا تھا اور اُس کے دل میں صرف حق تعالیٰ کا خیال تھا۔

لہ۳ گوشمال۔ مجاہدوں کی بے پناہ مشقت نے اُس کے دل پر ہزاروں داغ لگا دیئے تھے۔ کردیدہ۔ اُس کا شغل شب و روز مجاہدہ تھا۔ نیم شب۔ یعنی اس کو برتہ نہ چلا اور اُسمیں صبر اور حلم کی طاقت نہ رہی تھی۔ دید۔ اُس نے دیکھا غلام جب کہ

گفت[1] ایں آنِ فلاں میرِ اجل — گفت طالب را چنیں باشد عمل

اس نے کہا یہ فلاں بڑے سردار کی ملکیت ہے — اس نے کہا طلبگار کا یہ کام ہوتا ہے!

طالبِ یزداں وآنگہ عیش و نوش — بادۂ شیطان وآنگہ تیز ہوش

خدا کا طلبگار، اور پھر عیش اور پینا — شیطانی شراب اور پھر ہوش کی تیزی؟!

ہوشِ تو بے مے چنیں پژمردہ است — ہوشہا باید براں ہوشِ تو بست

تیرا ہوش بغیر شراب کے ایسا مرجھایا ہوا ہے — تیرے ہوش سے بہت سے ہوش وابستہ کرنے چاہئیں

تا چہ باشد ہوشِ تو ہنگامِ سُکر — اے چو مرغے گشتہ صیدِ دامِ مکر

پھر نشے کے وقت تجھے ہوش کہاں ہو گا؟ — اے وہ! جو پرندہ کی طرح نشہ کے جال میں ہے

حکایت[2] ضیائے بلخ کہ دراز بالا بود و برادرش شیخ الاسلام

ضیاء بلخ کا قصہ جو دراز قد تھے اور اُن کے بھائی شیخ الاسلام

تاجِ بلخ بغایت کوتاہ بالا بود و ایں شیخ الاسلام از

تاجِ بلخ بہت چھوٹے قد کے تھے اور یہ شیخ الاسلام اپنے

برادرش ننگ داشت، روزے ضیا در آمد بدرسِ او و ہمہ

بھائی سے ذلت محسوس کرتے تھے ایک روز ضیا اُن کے درس میں پہنچ گئے

صدورِ بلخ حاضر بودند بدرسِ او ضیا خدمتے کرد و بگذشت

اور بلخ کے تمام معزز اُن کے درس میں حاضر تھے، ضیا نے حاضری دی اور چلدیئے

شیخ الاسلام نیم قیام کرد سرسری، ضیا گفت آرے

شیخ الاسلام معمولی طور پر آدھے کھڑے ہو گئے ضیا نے کہا بیشک آپ

سخت درازی پارہ در دزد از خود

بہت لمبے ہیں کہ اپنے میں سے ایک حصہ چرا لیا

آں ضیائے بلخ خوش[3] الہام بود — دادرِ آں تاجِ شیخ اسلام بود

ضیاء بلخ خوش طبع تھے — تاج شیخ الاسلام کے بھائی تھے

از برائے علم خلقے پیشِ او — گشتہ دائم در ملازم درس جو

علم کی وجہ سے لوگ اُن کے سامنے — ہمیشہ رہتے تھے، صحبت میں درس کے طالب

تاجِ شیخ اسلام دار الملکِ بلخ — بود کوتہ قد و کوچک ہمچو فرخ

دار الخلافہ بلخ کے شیخ الاسلام تاج — پست قد اور چوزے کی طرح چھوٹے تھے

---

[1] گفت ایں۔ مہم نے زاہد کے جواب میں کہا کہ یہ شراب امیرِ اعظم کی ہے، زاہد نے کہا کہ طالبِ حق کے یہ کام ہوتے ہیں اس کو تو نا و نوش سے بچنا چاہیئے شیطانی شراب پی کر ہوش کہاں رہتا ہے۔ مقصد۔ انسان بغیر شراب کے بھی ناقص ہے جس کے لئے بیکڑوں ہوش درکار ہیں تو پھر نشہ میں کیا ہوش رہ سکتا ہے نشہ میں تو ایسا ہی پھنستا ہے جس طرح پرند جال میں۔

[2] حکایت۔ یہ بتایا تھا کہ انسان خود ہی مدہوش ہے، شراب پی کر تو اور بدحال ہوگا اس حکایت سے بھی یہی بتایا ہے کہ شیخ الاسلام کا خود قد چھوٹا تھا نیم قد کھڑے ہونے پر اور چھوٹا ہو گیا۔

[3] خوش الہام۔ ظرافت مزاج۔ دادر۔ برادر۔ ملازم۔ لازمت۔ دارالملک۔ دارالخلافہ۔ فرخ۔ پرند کا بچہ۔

گرچہ[1] فاضل بُود و فحل و ذُو فنوں — ایں ضیا اندر ظرافت بُد فزوں
اگرچہ فاضل تھے اور یکتا اور فنون والے — یہ ضیاء مذاق میں بڑھے ہوئے تھے

اُو بسے کوتہ ضیا بے حد دراز — بُود شیخ اسلام را صد کبر و ناز
وہ بہت ٹھگنے، ضیاء بہت لمبے — شیخ الاسلام میں سینکڑوں تکبر اور ناز تھے

زیں برادر عار و ننگش آمدے — آں ضیا ہم واعظے بُد باہُدے
ان بھائی سے، اُن کو عار اور ذلت آتی — وہ ضیاء بھی باہدایت واعظ تھے

روزِ محفل اندر آمد آں ضیا — بارگہ پُر قاضیان و اصفیا
مجلس کے دن ضیاء اندر آئے — دربار قاضیوں اور منتخب لوگوں سے بھرا ہوا تھا

کرد شیخ اسلام از کبرِ تمام — ایں برادر را چنیں نصف القیام[2]
شیخ الاسلام نے پورے غرور سے کیا — اس بھائی کے لئے، ایسے ہی آدھا قیام

پس ضیا چوں دید کبر اندر سرش — انفعالے داد حالے در خورش
جب ضیاء نے اُن کے سر میں غرور دیکھا — ان کے مناسب فوراً اُن کو شرمندہ کیا

گفت آرے بس درازی بہرِ مزد — اندکے زاں قدِ سروت ہم بدزد
انھوں نے کہا، جی ہاں آپ بہت لمبے ہیں مزدوری کیلئے — اپنے سرو جیسے قد سے بھی تھوڑا سا چرا لیا

رجوع بحکایتِ زاہد با غلامِ امیر

امیر کے غلام کے ساتھ زاہد کی حکایت کی طرف واپسی

پس[3] ترا خود ہوش کو و عقل کو — تا خوری مے اے تو دانش را عدو
پھر تجھے خود ہوش کہاں اور عقل کہاں ہے! — تاکہ تو شراب پیے، اے عقل کے دشمن!

رُوت بس زیباست نیلی ہم بکش — ضحکہ باشد نیل بر رُوی حبش
تیرا چہرہ بہت حسین ہے، نیل بھی لگالے — حبشی کے چہرے پر نیل مذاق ہوتا ہے

در تو نورے کے در آمد اے غوی — تا تو مے نوشی و ظلمت جو شوی
اے گمراہ! تیرے اندر نور ہی کب آیا ہے! — کہ تو شراب پیے اور ظلمت کا طالب بن جائے

سایہ در روز ست جستن قاعدہ — در شبِ ابرے تو سایہ جو شدہ
سایہ تلاش کرنے کا قاعدہ، دن میں ہے — تو ابر والی رات میں سایہ کا طالب بنا ہے

گر حلال آمد پئے قوتِ عوام — طالبانِ دوست را آمد حرام
اگر وہ (شراب) عوام کی خوراک کیلئے حلال ہے — دوست کے طلبگاروں کے لئے حرام ہے

---

[1] گرچہ۔ تمہ شیخ الاسلام اگرچہ بڑے صاحبِ علم تھے لیکن ضیاء، خوش طبعی میں اُن سے بڑھے ہوئے تھے۔ آں ضیا۔ ضیا باہمت واعظ تھے، شیخ الاسلام کا اُن کی بھائی بندی سے ذلت محسوس کرنا غیر مناسب تھا۔ اَصفیاء۔ برگزیدہ۔

[2] نصف القیام۔ یعنی تعظیم کے لئے آدھے کھڑے ہوئے۔ پس ضیا۔ چونکہ ضیاء کو محسوس ہوا کہ دماغ میں تکبر ہے اس لئے فوراً اُن کو شرمندہ کرنا چاہا۔ بہر مزد یعنی لوگوں کو معتقد بنا کر نذرانہ وصول کرنے کے لئے۔ قدِ سروت۔ طنزاً کہا۔

[3] پس ترا۔ زاہد کے قصہ کی طرف رجوع کیا ہے۔ رُوت۔ حسین چہرے پر نظر بد سے بچانے کے لئے اکثر نیل لگا دیا جاتا ہے، اب اگر کوئی بدصورت نیل لگائے تو اس کا مزید مذاق بنے گا یعنی مسخرہ۔ ہنسی کی چیز۔ گر حلال۔ شراب اگرچہ عوام کی تقویت کیلئے حلال ہے لیکن نفس کی لذت کے لئے حلال چیز بھی بہر مرغ کے لئے ممنوع ہوتی ہے۔

عاشقاں را بادہ خونِ دل بُوَد[1] — چشمِ شاں بر راہ و بر منزل بُوَد
عاشقوں کی شراب، خونِ دل ہوتا ہے — اُن کی نگاہ، راہ اور منزل پر رہتی ہے

دَر چنیں راہ و بیابانِ مخوف — اے قلاوُوزِ خرد با صد کسوف
ایسے راستے اور خوفناک جنگل میں — (اور) اے عقل کے رہنما سینکڑوں گہن میں

خاک در چشمِ قلاوزاں زَنی — کارواں را ہالک و گمرہ کُنی
تو راہنماؤں کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے — قافلہ کو تباہ اور گمراہ کرتا ہے

نانِ جَو حقّا حرام ست و فسوس — نفس را در پیش نہ نانِ سبوس
جَو کی روٹی (بھی)، حرام اور (باعث) افسوس ہے — نفس کے سامنے بھوسی کی روٹی رکھ

دشمنِ[2] راہِ خدا را خوار دار — دُزد را منبر مَنہ بر دار دار
اللہ (تعالیٰ) کے راستہ کے دشمن کو ذلیل کر — چور کے لئے منبر نہ بچھا، سولی پر چڑھا

دُزد را تو دست ببریدن پسند — از بُریدن عاجزی دستش بہ بند
تو چور کے ہاتھ کاٹ ڈالنے کو پسند کر — (اگر) تو کاٹنے سے عاجز ہے اسکے ہاتھ باندھ دے

گر نہ بندی دستِ اُو دستِ تو بست — گر تو پایش نشکنی پایت شکست
اگر تو اسکے ہاتھ نہ باندھے گا وہ تیرے ہاتھ باندھ دیگا — اگر تو اُس کا پاؤں نہ توڑے گا وہ تیرا پاؤں توڑ دیگا

تو عدو را مے دہی و نیشکر — بہرِ چہ گو زہر نوش و خاک خور
تو دشمن کو شراب اور گنّا دیتا ہے — کس لئے؟ کہہ دے زہر پیئے اور خاک پھانکے

زد[3] ز غیرت بر سبو سنگ و شکست — اُو سبو انداخت از زاہد بجست
اُسنے غیرت سے ٹھلیا پر پتھر مارا اور توڑ دیا — اُس (غلام) نے (دوسری) ٹھلیا پھینک دی (اور) زاہد سے بھاگ گیا

رفتنِ امیر خشم آلودہ برائے گوشمالِ زاہد

امیر کا غصہ میں بھر کر، زاہد کو سزا دینے کے لئے جانا

رَفت پیشِ میر و گفتش بادہ کو — ماجرا را گفت یک یک پیشِ اُو
وہ (غلام) امیر کے سامنے پہنچا امیر نے کہا شراب کہاں ہے؟ — اُس نے ایک ایک کرکے اُسکے سامنے قصہ کہہ دیا

میر چوں آتش شُد و برجست راست — گفت بنما خانۂ زاہد کجاست
امیر آگ جیسا ہوگیا اور سیدھا اُٹھا — بولا دکھا، زاہد کا گھر کہاں ہے؟

تا بدیں گرزِ گراں کوبم سرش — آں سرِ بے دانشِ مادر غرش
تاکہ میں اِس بھاری گرز سے اُس کا سر توڑ دوں — وہ سر جو بے عقل، مادر بخطا کا ہے

---

[1] عاشقاں۔ عاشق شراب کی بجائے خونِ دل پیتے ہیں اور وہ راہ و منزل کی فکر میں لگے رہتے ہیں ان کو مے پرستی کی فرصت کہاں ہے۔ در چنیں۔ راہِ طریقت، خوفناک راستہ ہے اس میں تو بہت سے حواس کی ضرورت ہے عقل جب شراب کے گہن میں ہو تو کیا راہنمائی کرسکتی ہے۔ .... خاک مدہوش کی عقل کیا راہنمائی کریگی وہ تو قافلہ کو گمراہ کردے گی۔ نانِ جو۔ اگر جَو کی روٹی سے بھی حقِ نفس حاصل ہو تو بھوسی کی روٹی کھانی چاہیئے۔

[2] دشمن۔ نفس، راہِ خدا کا دشمن ہے اس کو ہر وقت ذلیل رکھو اس کی عزت نہ کرو پھانسی پر چڑھاوے۔ دُزد۔ چور کا ہاتھ کاٹنا چاہیئے لیکن نہ ہو تو ہاتھ باندھ دیئے جائیں۔ گر نہ بندی۔ اگر تونے چور کو آزاد چھوڑا تو وہ تجھے تباہ کردے گا۔ بہرِ چہ۔ اُس کو راحت سے کیوں رکھتا ہے؟

[3] زد۔ زاہد کو غیرت آئی اور اس نے شراب کی ٹھلیا پر پتھر مارا۔ زجست۔ غلام بھاگ بھاگ امیر کے پاس پہنچا اور اس نے اس کو سارا قصہ سُنا دیا۔ مادر غر۔ زانیہ ماں۔

اُو چہ داند امرِ معروف از سگی
وہ بھلائی کا حکم کرنا کیا جانے؟ کتے پن سے

طالبِ معروفی ست و شُہرگی
نام آوری اور شہرت کا طالب ہے

تا بدیں سالوس خود را جا کُند
تاکہ اِس مکر سے اپنی جگہ بنائے

تا بچیزے خویشتن پیدا کُند
تاکہ کسی ڈھب سے اپنے آپ کو نمایاں کرے

کُو ندارد خود ہنر الّا ہماں
وہ خود ہنر نہیں رکھتا ہے، بجز اُس کے

کہ تسلس میکند با این و آں
کہ ہما شما سے مکاری کرتا ہے

اُو اگر دیوانہ اَست و فتنہ کاؤ
وہ اگر دیوانہ ہے اور فتنہ انگیز

دارُوئ دیوانہ باشد کیرِ گاؤ
دیوانہ کی دوا، بیل کا آلۂ تناسل ہے

تا کہ شیطاں از سرش بیروں رَوَد
تاکہ اُس کے سر سے شیطان باہر نکل جائے

بے لتِ خر بندگاں خر چوں رَوَد
گدھا کمہاروں کی مار کے بغیر کب چلتا ہے!

میر بیروں جست دَبوسے بدست
امیر باہر نکلا، اور گرز ہاتھ میں تھا

نیم شب آمد بزاہد نیم مست
زاہد کے پاس آدھی رات کو آدھی مدہوشی میں پہنچا

خواست کشتن مردِ زاہد را ز خشم
غصہ سے زاہد کو مار ڈالنا چاہا

مردِ زاہد گشت پنہاں زیرِ پشم
زاہد انسان، اُون کے نیچے چھپ گیا

مردِ زاہد می شنود از میرِ آں
زاہد انسان، امیر سے وہ سُنتا رہا تھا

زیرِ پشمِ آں رسن تاباں نہاں
رسی بٹنے والوں کی اُون کے نیچے چھپا ہوا

گفت در رُو گفتنِ زشتیِ مرد
انسان کی بُرائی مُنہ در مُنہ

آئینہ تاند کہ رُو را سخت کرد
آئینہ کر سکتا ہے جس نے مُنہ کو سخت کر لیا ہے

رُوئ باید آئینہ وار آہنیں
آئینہ جیسا لوہے کا مُنہ چاہیے

تا ت گوید رُوئ زشتِ خود بیں
تاکہ تجھ سے کہے اپنا بھدا چہرہ دیکھ

حکایت مات کردنِ دلقک سیّد شاہِ ترمذ را

ایک مسخرے کی سیّد شاہِ ترمذ کو مات دینے کی حکایت

شاہ با دلقک ہمی شطرنج باخت
بادشاہ نے مسخرے کے ساتھ شطرنج کی بازی کھائی

مات کردش زُود خشمِ شہ بتاخت
اُس نے اُس شاہ کو مات دی بادشاہ کو غصہ جلد چڑھا

گفت شہ شہ واں شہِ کبر آورش
اُس نے شہ شہ کہا اور وہ متکبر بادشاہ

یک یک آں شطرنج میزد بر سرش
شطرنج کا ایک ایک مُہرہ اُس کے سر پر مارتا تھا

له اُو چہ۔ امیر نے غصہ سے کہا وہ زاہد خود کتا ہے اُس کو امر بالمعروف سے کیا واسطہ اور وہ محض شہرت کا طالب ہے۔ جا کند۔ مرتبہ بنائے۔ آں۔ اُس کا ہنر صرف لوگوں سے مکر کرنا ہے۔ فتنہ کاو۔ فتنہ برپا کرنے والا۔ کیر گاو۔ بیل کا عضو جس کا کوڑا بنا لیا جاتا تھا۔ بے لت۔ گدھا لاتوں کے بغیر کب چلتا ہے۔

ٰ ٢ه میر۔ امیر غصہ میں پاگل ہو رہا تھا۔ دبوس۔ تازیانہ۔ زیر پشم۔ زاہد بھاگ کر اُن کو رسّی بانٹنے والوں کی اُون میں چھپ گیا اور وہاں امیر کی گالیاں آہیں سنتا رہا۔ گفت۔ زاہد نے اپنے دل میں کہا کہ کسی کے منہ پر برائی کرنے کے لئے آئینہ کا سا چہرہ ہونا چاہیے تاکہ مار کھا سکے۔ آئینہ لوہے سے بنتا تھا۔

٣ه حکایت۔ اس حکایت میں یہ بتایا ہے کہ مسخرے نے نمبروں میں پٹ کر بادشاہ کو ڈرایا تاکہ چوٹ سے بچ سکے۔ دلقک۔ مسخرہ۔ ... بادشاہ کو ہرا دیا۔ گفت شہ شہ۔ ہرنے والے کی تحقیر کے لئے لفظ شہ شہ کہہ دیا جاتا ہے۔ آں شطرنج۔ یعنی شطرنج کے مہرے۔

(۲۳)

کہ بگیر اینک شہت اے قلتباں
کہ اے دیوث! لے یہ تیری شہ ہے

صبر کرد آں دلقک و گفت الاماں
اُس مسخرے نے صبر کیا اور پناہ چاہی

دستِ دیگر باختن فرمود میر
امیر نے دوسری بازی لگانے کو کہا

اُو چناں لرزاں کہ عور از زمہریر
وہ اِس طرح کانپا جیسے کہ ننگا جاڑے سے

باخت دستِ دیگر و شہ مات شد
اُس نے دوسری بازی کھیلی اور بادشاہ کو مات ہوگئی

وقت شہ شہ گفتن و میقات شد
شہ شہ کہنے کا وقت اور جگہ آگئی

بر جہید آں دلقک و در کنج رفت
وہ مسخرا کودا اور گوشہ میں چلا گیا

شش نمد بر خود فگند از بیم تفت
فوراً خوف سے چھ نمدے اپنے اُوپر ڈال لئے

زیرِ بالشہا و زیرِ شش نمد
تکیوں کے نیچے اور چھ نمدوں کے نیچے

خفت پنہاں تا ز زخمِ شہ رہد
چھپ کر لیٹ گیا تاکہ بادشاہ کی مار سے نجات پائے

گفت شہ ہے ہے چہ کردی چیست ایں
بادشاہ نے کہا بائیں بائیں تم نے کیا کیا، یہ کیا ہے؟

گفت شہ شہ شہ شہ اے شاہِ گزیں
بولا اے منتخب شاہ! شہ شہ شہ شہ

کے تواں حق گفت جز زیرِ لحاف
حق بات، لحاف کے نیچے کے علاوہ کب کہی جا سکتی ہے؟

با چو تو خشم آورِ آتش سجاف
آپ جیسے غصیلے آگ کے اُستر والے کے سامنے

اے تو مات و من ز زخمِ شاہ مات
آپ ہارے اور میں شاہ کی مار سے ہارا

میزنم شہ شہ ز زیرِ رختہات
میں کپڑوں کے نیچے سے آپکو شہ شہ کہتا ہوں

آمدنِ امیر بدر خانۂ زاہد و بہ لگد کوفتنِ در

امیر کا زاہد کے دروازے پر آنا اور لاتوں سے دروازے کو پیٹنا

چوں محلہ پر شد از ہیہای میر
جب امیر کی ہاؤ ہو سے محلہ بھر گیا

وز لگد بر در زدن وز دار و گیر
دروازے پر لاتیں مارنے سے اور پکڑ دھکڑ سے

خلق بیروں جست زود از چپ و راست
دائیں اور بائیں سے لوگ باہر نکل آئے

کاے مقدم وقتِ عفوست و رضاست
کہ اے پیشرو! معافی اور راضی ہوجانے کا وقت ہے

مغزِ او خشک ست و عقلش ایں زماں
اُس کا دماغ خشک ہوگیا ہے اور اب اُس کی عقل

کمتر ست از عقل و فہمِ کودکاں
بچوں کی عقل اور سمجھ سے کم تر ہے

زہد و پیری ضعف بر ضعف آمدہ
زہد اور بڑھاپا، کمزوری پر کمزوری آگئی

و اندراں زہدش کشادے نا شدہ
اور اُس زہد میں اُس کو بسط حاصل نہ ہوا

لہ کہ بگیر۔ بادشاہ مسخرے کے سر پر شطرنج کے مُہرے مارتا تھا اور کہتا تھا کہ لے یہ تیری شہ ہے۔ قلتبان۔ دیوث۔ دستِ دیگر۔ دوسری بازی۔ عور۔ ننگا۔ وقتِ شہ۔ اب مسخرے کے لئے شہ کہنے کا وقت آگیا۔ بر جہید۔ مسخرہ بھاگ کر ایک گوشہ میں چھ نمدے اپنے اوپر ڈال کر لیٹ گیا۔

لہ گفت شہ۔ بادشاہ نے دریافت کیا یہ کیا حرکت ہے۔ گفت۔ مسخرے نے کہا شہ شہ کہنے کے لئے نمدوں میں چھپ گیا ہوں۔ کے تواں۔ غصہ ور آدمی سے حق بات لحافوں میں گھس کر ہی کہی جاسکتی ہے ورنہ زخم برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

سلہ چوں محلہ۔ امیر کے شور و غوغا اور زاہد کے کواڑوں پر لاتیں مارنے سے محلہ کے آدمی جمع ہوگئے۔۔۔ مقدم۔ پیشرو۔ مغز او۔ زاہد کا دماغ خشک ہوگیا ہے ایک تو بڑھاپا پھر زہد جس نے اسکو مزید کمزور کردیا اور پھر اُس پر کشادگی یعنی بسط کی کیفیت طاری نہیں ہوئی ہے۔

رنجِ[1] دیدہ گنج نادیدہ زیار
اُس نے تکلیف برداشت کی، یار کا خزانہ نہ دیکھا
کارہا کردہ ندیدہ مُزدِ کار
کام کئے، کام کی مزدوری نہ دیکھی

یا نبُود آں کارِ اُو را خود گہر
یا تو اُس کے کام میں خود جوہر نہ تھا
یا نیامد وقتِ پاداش از قدر
یا تقدیر (خداوندی) سے بدلے کا وقت نہیں آیا ہے

یا کہ بُود آں سعی چوں سعیِ جہود
یا اُس کی کوشش، یہود کی کوشش کی طرح تھی
یا جزا وابستۂ میقات بُود
یا بدلہ، وقتِ مقررہ سے وابستہ تھا

مر وُرا درد و مصیبت ایں بس ست
اُس کے لئے یہ درد اور مصیبت کافی ہے
کاندریں وادیِ پُرخوں بیکس ست
کہ وہ اس خوفناک وادی میں بیکس ہے

چشمِ[2] پُر درد و نشستہ اُو بہ کنج
آنکھ درد سے پُر ہے اور وہ گوشہ نشین ہے
رُو ترش کردہ فرو افگندہ لُنج
منہ بنائے ہوئے ہے، ہونٹ لٹکائے ہوئے ہے

نے یکے کحّال کو را غم خورد
نہ کوئی آنکھوں کا معالج ہے کہ اُس کی فکر کرے
نیشش عقلے کو بکحلے پے برد
نہ اُس کو عقل ہے، کہ وہ سُرمہ کی تلاش کرے

اجتہادے میکند با وہم و ظن
وہم اور گمان کے ساتھ کوشش کر رہا ہے
کار در بوک ست تا نیکو شدن
معاملہ ٹھیک ہونے تک "ہو" وہم میں ہے

زاں رہش دورست تا دیدارِ دوست
اسی لئے دوست کے دیدار تک کا راستہ اُسکے لئے دور ہے
کز نماندش مغزِ سر از عشقِ پوست
کیونکہ چھلکے کے عشق سے اُسکے سر میں گودا نہیں رہا

ساعتے اُو با خدا اندر عتاب
کسی وقت وہ خدا سے غصہ میں ہے
کہ نصیبم رنج آمد زیں جناب
کہ اس درگاہ سے مجھے غم کا حصہ ملا ہے

ساعتے[3] با بختِ خود اندر جدال
کسی وقت اپنے مُقدر سے لڑائی میں ہے
کہ ہمہ پرّاں و ما بریدہ بال
کہ سب پرواز میں ہیں اور ہم بال کٹے ہیں

ہر کہ محبوس ست اندر بُو و رنگ
جو شخص بُو اور رنگ میں مُقید ہے
گرچہ در زہد ست باشد خوش تنگ
اگرچہ وہ زہد میں ہے، بہت تنگ ہوگا

تا برُوں ناید ازیں تنگیں مناخ
جب تک وہ اِس تنگ پڑاؤ سے باہر نہ نکلے
کے شود خوئیش خوش و صدرش فراخ
اُس کی عادت بھلی اور اُس کا سینہ فراخ کب ہوگا!

زاہداں را در خلا پیش از گشاد
(اسی لئے) زاہدوں کو بسط سے پہلے تنہائی میں
تیغ و اُسترہ نشاید ہیچ داد
تلوار اور اُسترہ کبھی نہ دینا چاہیئے

[1] رنج۔ زاہد نے تکلیفیں اُٹھائیں اور ابھی تک کچھ فیض نہ پایا ہے محنت کی ہے اور ابھی تک کوئی مزدوری نہیں ملی ہے۔ خود گہر یعنی اُس کی عبادت میں خلوص نہ تھا... یا نیامد۔ یا عبادت تو مقبول ہوئی ہے اور اجر کا وقت نہیں آیا ہے۔ سعیِ جہود۔ یہود کی عبادت بیکار ہے۔ مر وُرا۔ اُس زاہد کو تو اپنی ہی مصیبتیں کافی ہیں آپ اور کیوں مصیبت میں پڑتے ہیں۔ وادیِ پُرخون۔ راہِ عشق۔

[2] چشم۔ وہ مایوسی کی حالت میں گوشہ نشین ہے۔ لُنج۔ ہونٹ۔ کحّال۔ معالجِ چشم۔ بوک۔ بُود کہ "ہو سکتا ہے کہ"، یہ کسی معاملہ میں شک کی صورت میں کہا جاتا ہے۔ زاں رہ۔ چونکہ ابھی اُس کا اپنی ہستی سے تعلق ہے اسی لئے مشاہدہ کی منزل اُس سے دُور ہے۔ ساعتے۔ وہ کسی وقت تو خدا سے بھی لڑنے لگتا ہے۔

[3] ساعتے۔ کسی وقت خود اپنے آپ کو بُرا بھلا کہنے لگتا ہے۔ ہر کہ۔ جس میں خودی باقی ہے خواہ وہ زاہد ہی کیوں نہ ہو وہ تنگی میں رہتا ہے۔ تا برُوں۔ جب تک خودی کے تنگ راستے کو فنا نہ کریگا اُسکو بسط کی کیفیت حاصل نہ ہوگی۔ زاہداں۔ بسط کی کیفیت طاری ہونے سے پہلے قبض کی حالت میں بسا اوقات سالک خود کشی کر ڈالتا ہے لہٰذا اُسکو تنہائی میں کبھی تلوار اور اُسترہ نہ دینا چاہیئے

کز[1] ضجر خود را بدراند شکم — غصۂ آں بے مرادیہا و غم

کیونکہ تنگدلی کی وجہ سے وہ اپنا پیٹ پھاڑ دیگا — اُن ناکامیوں کے غصہ اور غم (سے)

بے مرادی ہای ایں دنیا خوش ست — بامرادی تند خوی و سرکش ست

اِس دنیا کی نامرادیاں بھلی ہیں — مرادمندی ، بدمزاج اور سرکش ہے

انداختن مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود را از کوہِ حرا از

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار میں تاخیر ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو حرا پہاڑ پر

وحشت و دیر نمودنِ دیدار و نمودنِ جبرئیل علیہ السلام

سے گرا دینے کا ارادہ کرنا اور جبرئیل علیہ السلام کا اپنے آپ کو اُن پر ظاہر

خود را بوے کہ میند از کہ ترا دولتہا و سعادتہا در پیش ست

کرنا کہ نہ گرائیے کیونکہ آپ کو دولتیں اور سعادتیں درپیش ہیں۔

مصطفیٰ را ہجر[2] چوں بفراختے — خویش را از کوہ می انداختے

حضرت مصطفیٰؐ پر جب فراق غلبہ پاتا — اپنے آپ کو پہاڑ سے گرانے کا ارادہ کرتے

تا بگفتے جبرئیلش ہیں مکن — کہ ترا بس دولت ست از امرِ کن

حتیٰ کہ اُن کو جبرئیلؑ کہتے خبردار! یہ نہ کیجئے — کیونکہ امرِ کن کی وجہ سے آپ کے لئے بہت دولتیں ہیں

مصطفیٰ ساکن شدے ز انداختن — باز ہجراں آوریدے تاختن

حضرت مصطفیٰؐ گرانے سے رُک جاتے — پھر، فراق حملہ کرتا

باز خود را سرنگوں از کوہ او — میفگندے از غم و اندوہ او

پھر خود کو وہ پہاڑ سے اوندھا — غم اور رنج کی وجہ سے گرانے کا ارادہ کرتے

باز خود پیدا شدے آں جبرئیلؑ — کہ مکن ایں اے تو شاہے بے بدیل

پھر وہ جبرئیلؑ خود رونما ہوتے — کہ اے بے مثال شاہ! یہ نہ کیجئے

ہمچنیں[3] می بود تا کشفِ حجیب — تا بیابید آں گہر را او ز جیب

پردہ کھلنے تک یہی ہوتا رہتا — یہانتک کہ انھوں نے جیب میں سے وہ موتی پایا

بہرِ ہر محنت چو خود را می کشند — اصلِ محنتہاست ایں چونش کشند

جبکہ ہر مصیبت کی وجہ سے اپنے آپکو مار ڈالتے ہیں — یہ مصیبتوں کی جڑ ہے اُسکو کیسے برداشت کریں؟

از فدائی مرداں را حیرتیست — ہر یکے از ما فدائے سیرتیست

قربان ہونے پر لوگوں کو حیرت ہے — (حالانکہ) ہم میں سے ہر ایک ایک خصلت پر قربان ہے

---

[1] کز ضجر۔ قبض کی حالت میں اِس قدر دل تنگ ہوتا ہے کہ اپنی نامرادی کے رنج میں سالک اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہے۔ مُرادی۔ دنیا کی ناکامی انسان کے لئے بہتر ہے۔ بامراد، بدمزاج اور سرکش ہو جاتا ہے۔ انداختن آنحضورؐ سے جب وحی کا انقطاع ہوا تو قبض کی ایک کیفیت ہوئی، آنحضورؐ نے کئی بار اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرا دینے کا ارادہ کیا حضرت جبرئیلؑ آکر تسلی دیتے تھے تب آپ کو سکون ہوتا تھا۔

[2] ہجر۔ یعنی قبض کی کیفیت جو مزید مشاہدہ نہ ہونے سے پیدا ہوئی تھی ورنہ ذاتِ اقدس کو ایک گونہ مشاہدہ ہر وقت حاصل تھا۔ امرِ کن یعنی اللہ کے حکم سے۔ بے بدیل بےنظیر۔

[3] ہمچنیں۔ آنحضورؐ پر جب تک مزید مشاہدہ کا پردہ نہ ہٹ جاتا اور گوہرِ مقصود جیب میں سے نہ پالیتے یہی کیفیت رہتی۔ بہرِ ہر محنت۔ انسان دنیا کی مصیبت کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتا ہے قبض کی یہ کیفیت تو تمام مصائب کی جڑ ہے۔ از فدائی۔ انبیا اور بزرگ جو راہِ حق میں فدا ہوتے ہیں اُس پر لوگوں کو تعجب آتا ہے حالانکہ ہر انسان کسی سیرت پر جان دیتا ہے جو اُس کی ہے۔

اے[1] خنک آنکو فدا کرد ست تن — بہر آں کار زد فدای آں شدن

وہ قابلِ مبارکباد ہے جس نے جسم کو قربان کر دیا — اُس کام پر جو قربان ہو جانے کے لائق ہے

مردِ حق بارے فدای ایں فن ست — کاندر و صد زندگی در کشتن ست

بہرحال مردِ خدا اس فن پر قربان ہے — جس میں فنا ہو جانے میں سینکڑوں زندگیاں ہیں

عاشق و معشوق و عشقش بر دوام — در دو عالم بہرہ مند و نیکنام

عاشق اور معشوق اور اُس کا عشق ہمیشہ — دونوں جہان میں نصیبہ ور اور نیکنام ہیں

در جہاں ہر کس فدای آں فنے ست — کاندراں رہ صرفِ عمر و کشتنے ست

دنیا میں ہر شخص اُس فن پر قربان ہے — کہ اُس راہ میں عمر کا خرچ ہونا اور مر جانا ہے

کشتنی اندر غروبی یا شروق — کہ نہ شائق ماند آنجا نے مشوق

غروبی یا شروق میں مر جانا (بھا ہے) — کیونکہ وہاں نہ عاشق رہتا ہے، نہ معشوق

یا کرامی[2] ارحموا اہل الھوی — شانُھُم وِردُ التَّوی بعدَ التّوی

اے میرے مہربانو! اہلِ عشق پر رحم کرو — اُنکی حالت ہلاکت کے بعد ہلاکت کے گھاٹ پر اترنا ہے

عفو کن اے میر بر سختیِ او — در نگر در درد و بدبختیِ او

اے امیر! اُس کی سختی کو معاف کر دے — اُس کے درد اور بدبختی پر نظر کر

تا ز جرمت ہم خدا عفوے کند — زلتت را مغفرت در آگند

تاکہ خدا تیری خطا بھی معاف کر دے — تیری لغزش کو معافی سے بھر دے

تو[3] ز غفلت بس سبو بشکستۂ — بر امیدِ عفو دل در بستۂ

تو نے غفلت سے بہت سی ٹھلیاں توڑی ہیں — معافی کی اُمید سے دل وابستہ کیا ہے

عفو کن تا عفو یابی در جزا — می شگافد مو قدر اندر سزا

معاف کرتا کہ بدلے میں تو معافی حاصل کرے — تقدیر (خداوندی) سزا میں موشگافی کرتی ہے

موشگافانِ قدر را ہوش دار — قصۂ ما را تو نیکو گوش دار

قدرِ (خداوندی) کے نکتہ چینوں کیلئے ہوش کر — تو ہمارے قصہ کو اچھی طرح سُن لے

باز بشنو قصۂ میراں دگر — تا بیابی زیں حکایت صد خبر

پھر دوسرے امیروں کا قصہ سن لے — تاکہ تجھے اِس قصے سے سینکڑوں خبریں حاصل ہوں

---

[1] اے خنک مرا و حق میں فدا ہو جانا قابلِ مبارکباد ہے۔ راہِ حق اس کے سزاوار ہے کہ اُس پر قربان ہو جانا چاہیئے... مرد حق۔ اس راستہ پر قربان ہونے سے سیکڑوں زندگیاں حاصل ہوتی ہیں۔ معشوق یعنی حق تعالیٰ۔ در جہاں۔ دنیا میں ہر شخص کسی نہ کسی مشغلہ پر ایسا فریفتہ ہوتا ہے جس میں عمر صرف کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو فنا کر دیتا ہے سب سے بہتر یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو غروبی یعنی ہجر حق میں فنا کر دے یا وصل میں فنا کر دے۔ وصل میں فنا کر دیگا تو نہ پھر عاشق باقی ہے نہ معشوق یعنی ذاتِ باری معشوق کی حیثیت سے باقی نہ رہیگی مجرد ذاتِ حق باقی رہیگی۔ غروب یعنی ہجر۔ شروق۔ یعنی حالتِ مشاہدہ۔

[2] اہل الہویٰ۔ محبت کرنے والے عاشق۔ شانہم۔ عاشق پر محویت طاری رہتی ہے اور وہ ہر آن فنا ہوتا رہتا ہے.... عفو کن۔ محل والوں نے زاہد پر غضبناک امیر سے کہا۔ در نگر۔ وہ خود بدبختی میں مبتلا ہے تو نگر اور کیا سزا دیتا ہے۔ تا ز جرمت۔ حدیث شریف ہے اِرْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ۔ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

[3] تو ز غفلت۔ یعنی تو نے بھی غفلت سے بہت سے قصور کئے ہیں۔ می شگافد۔ فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره۔ یعنی جو ایک ذرہ خیر کرے گا اُس کو دیکھے گا اور جو ایک ذرہ شر کریگا اُس کو دیکھے گا۔ باز بشنو۔ دوسرے ظالم امیروں کے انجام کے قصے سُن کر عبرت حاصل کرے۔

جوابِ گفتنِ امیر مرآں شفیعانِ زاہد را کہ گستاخی چرا کرد او

امیر کا اُن زاہد کے سفارشیوں کو جواب دینا کہ اُس نے گستاخی کیوں کی؟

سُبوی مارا چرا اشکست من دریں باب شفاعت قبول

اور ہماری ٹھلیا کیوں توڑی؟ میں اس سلسلے میں سفارش قبول

نخواہم کرد کہ سوگند خوردہ ام کہ سزای او بدہم

نہ کروں گا کیونکہ میں نے قسم کھائی ہے، کہ اُس کو سزا دوں گا

میر[1] گفت آں کیست تا سنگے زند ۔۔۔ بر سُبوی ما سُبو را بشکند

امیر نے کہا وہ کون ہوتا ہے، کہ پتھر مارے ۔۔۔ ہماری ٹھلیا پر، ٹھلیا کو پھوڑ دے؟

چوں گذر سازد ز کویم شیرِ نر ۔۔۔ ترس ترساں بگذرد با صد حذر

جب میرے کوچہ سے نر شیر گذرتا ہے ۔۔۔ سینکڑوں بچاؤ کے ساتھ ڈرتا ڈرتا گذرتا ہے

بلکہ بگذارد ز ہیبت پنجہ را ۔۔۔ مور گردد پیشِ قہرم اژدہا

بلکہ خوف سے پنجہ کو چھوڑ بھاگتا ہے ۔۔۔ اژدھا میرے غصہ کے سامنے چیونٹی بنجاتا ہے

بندۂ ما را چرا آزرد دل ۔۔۔ کرد ما را پیشِ مہماناں خجل

اُس نے ہمارے غلام کا دل کیوں دُکھایا؟ ۔۔۔ اُس نے ہمیں مہمانوں کے سامنے شرمندہ کیا

شربتِ[2] کاں بہ ز خونِ او ست ریخت ۔۔۔ ایں زماں ہمچوں زناں از ما گریخت

وہ شراب جو اُس کے خون سے بہتر تھی اُس نے بہادی ۔۔۔ اب عورتوں کی طرح ہم سے بھاگ گیا

لیک جاں از دستِ من او کے برد ۔۔۔ گرچہ ہمچوں مرغ بر بالا پرد

لیکن وہ میرے ہاتھ سے جان کہاں بچا سکے گا! ۔۔۔ اگرچہ پرندے کی طرح اوپر کو اُڑ جائے

تیرِ قہرِ خویش بر پرش زنم ۔۔۔ پرّ و بالِ مردہ ریگش بر کنم

میں اپنے قہر کا تیر اُس کے پروں پر ماروں گا ۔۔۔ اُس کے ورثہ کے بال اور پَر نوچ دوں گا

در شود چوں ماہی اندر آبِ در ۔۔۔ از نہیبِ من شود زیر و زبر

اگر وہ مچھلی کی طرح پانی میں گھس جائے ۔۔۔ میرے خوف سے تہ و بالا ہو جائے گا

جاں[3] نخواہد برد از شمشیرِ من ۔۔۔ ور کند صد حیلہ و تدبیر و فن

وہ میری تلوار سے جان نہ بچا سکے گا ۔۔۔ خواہ سینکڑوں حیلے اور تدبیر اور فن کرلے

گر رود در سنگِ سخت از کوششم ۔۔۔ از دلِ سنگش کنوں بیروں کشم

اگر وہ میری کوشش سے بچ کر سخت پتھر میں گھس جائے گا ۔۔۔ اُس کو پتھر کے اندر سے، باہر نکال لوں گا

---

[1] میر گفت۔ سفارشیوں کے جواب میں امیر نے کہا کہ اُس زاہد کی کیسے ہمت ہوئی کہ میری ٹھلیا پھوڑی میری گلی سے نر شیر بھی گذرتا ہے تو ڈرتا ہوا گذرتا ہے بلکہ خوف سے اپنے پنجے چھوڑ بھاگتا ہے، میرے سامنے اژدھا بھی چیونٹی بن جاتا ہے۔ بندہ۔ اُس نے میرے غلام کو ستایا ہے مہمانوں کے سامنے شرمندہ کیا۔

[2] شربت۔ ایسی قیمتی شراب بہادی جو اُسکے خون سے بھی زیادہ قیمت کی تھی اور اب ڈر کر عورتوں کی طرح گھر میں گھس گیا۔ لیک۔ لیکن یہ میرے ہاتھ سے نہ بچیگا اگر یہ پرندہ بن کر اڑے گا تو بھی تیر چلا کر خاک کردونگا۔ در شود۔ اگر مچھلی بن کر پانی میں گھسے گا میرا قہر وہاں بھی اُس کو تہ و بالا کر دے گا۔

[3] جاں نخواہد۔ وہ خواہ کوئی تدبیر کرے مجھ سے جان نہ بچا سکے گا۔ گر رود۔ اگر وہ پتھر کے دل میں گھسے گا میں اُس کو وہاں سے بھی نکال لاؤں گا۔

من برانم بر تنِ او ضربتے[1] — کہ بود مر دیگراں را عبرتے

میں اُس کے جسم پر ایسی ضرب لگاؤں گا — جو دوسروں کے لئے باعث عبرت ہوگی

کارِ او سالوس و زرق و حیلت ست — لیک مقصودش بیانِ شہرت ست

اُس کا کام مکر اور فریب اور حیلہ ہے — لیکن اُس کا مقصد شہرت ظاہر کرنا ہے

باہمہ سالوس و باما نیز ہم — زادِ او و صد چو او ایں دم دہم

سب کے ساتھ مکر اور ہمارے ساتھ بھی — میں اُس کا اور اُس جیسے سینکڑوں کا ابھی انصاف کرونگا

بر سرش چنداں زنم گرزِ گراں — کز تنش بیروں رود جان و رواں

بھاری گرز اُس کے سر پر اتنے ماروں گا — کہ اُس کے جسم سے روح اور جان باہر نکل پڑے

خشمِ خونخوارش شدہ بد سرکشے — از دہانش می برآمد آتشے

اُس (امیر) کا خونخوار غصہ بے قابو ہو گیا تھا — اُس کے مُنہ سے آگ نکل رہی تھی

دوم بار دست و پائے امیر را بوسہ دادن و لابہ کردنِ شفیعان و ہمسایگانِ زاہد

اُس زاہد کے پڑوسیوں اور سفارشیوں کا امیر کے ہاتھ پاؤں کو دوبارہ بوسہ دینا اور خوشامد کرنا

آں شفیعاں[2] از دم و ہیہای او — چند بوسیدند دست و پای او

اُن سفارشیوں نے اُسکے شور و غوغا اور دعوے کی وجہ سے — اُس کے ہاتھ پاؤں بہت چومے

کاے امیر از تو نشاید کیں کشی — گر بشد بادہ تو بے بادہ خوشی

کہ اے امیر بدلہ لینا آپ کے مناسب نہیں ہے — اگر شراب جاتی رہی تو آپ بغیر شراب کے اچھے ہیں

بادہ سرمایہ ز لطفِ تو برد — لطفِ آب از لطفِ تو حسرت خورد

شراب آپکے سرور سے سرمایہ حاصل کرتی ہے — پانی کا لُطف آپ کے لُطف پر حسرت کرتا ہے

بادشاہی کن بہ بخشش اے رحیم — اے کریم ابنُ الکریم ابنُ الکریم

اے رحم کرنیوالے! بادشاہی کر اُسکو بخش دے — اے داتا! داتا کے بیٹے، داتا کے پوتے

ہر شرابے[3] بندۂ ایں قدّ و خد — جملہ مستاں را بود بر تو حسد

ہر شراب اِس قد اور رُخسار کی غلام ہے — تمام مستوں کو آپ پر حسد ہے

ہیچ محتاجِ مَے گلگوں نۂ — ترک کن گلگونہ تو گلگونۂ

تو کسی گلابی شراب کا محتاج نہیں ہے — تو گلگوں کو چھوڑ، تو خود گلگوں ہے

---

[1] ضربتے۔ مار۔ کہ بود۔ اُس کا پٹنا دیکھ کر دوسرے عبرت حاصل کریں گے اور اُن کو ایسی گستاخی کی جرأت نہ ہوگی۔ کارِ او۔ اُس زاہد کا کام مکاری اور حیلہ بازی ہے اور یہ طریقہ اُس نے اپنی شہرت کا تلاش کیا ہے سب سے تو مکر کرتا تھا مجھ سے بھی اُس نے مکاری برتی اب اُس کو اور اُس جیسے سینکڑوں کو سزا دونگا۔ خشم۔ اُس امیر کو اس قدر غصہ آرہا تھا کہ اُس کے مُنہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔

[2] آں شفیعاں۔ سفارشیوں نے دوبارہ اُس امیر کے ہاتھ پاؤں خوب چومے۔ کیں کشی۔ بدلہ لینا۔ گر بشد۔ امیر سے کہا اگر آپ کی شراب ضائع ہو گئی ہے تو کیا مضائقہ ہے، آپ بغیر شراب کے بھی خوب بھلے ہیں۔ بادہ۔ شراب تو آپ کے سرور سے فیضیاب ہے اور پانی کی پاکیزگی آپ کی پاکیزگی کے سامنے ہیچ ہے۔

[3] ہر شرابے۔ آپ کا قد اور رُخسار بغیر شراب کے حسین اور خوبصورت ہے اور آپ میں بغیر شراب کے وہ مستی ہر کہ مست اُس پر حسد کرتے ہیں۔ ہیچ۔ آپ کا رنگ خود گلگون ہے آپ کو گلگوں شراب کی اور گلال کی کیا ضرورت ہے۔

اے رُخِ چوں زُہرہ ات شمسُ الضُحیٰ ۵۱ — اے گدایِ رنگِ تو گلگونہا
تیرا زہرہ جیسا رُخ دن چڑھے کا سورج ہے — گال تیرے رنگ کے بھکاری ہیں

بادہ کاندر خُم ہمی جوشد نہاں — زاشتیاقِ رُوی تو جوشد چناں
چھپی ہوئی شراب جو مٹکے میں جوش مار رہی ہے — تیرے چہرے کے شوق میں اِس طرح جوش مار رہی ہے

اے ہمہ دریا، چہ خواہی کرد، نم — وے ہمہ ہستی چہ می جوئی عدم
اے مجسم دریا! تو شبنم کا کیا کرے گا! — اے مجسم ہستی! تو عدم کا جویاں کیوں ہے؟

اے مہِ تاباں چہ خواہی گرد کرد — اے کہ خور در پیشِ رُویت رُوی زرد
اے چمکدار چاند! تو گرد کا کیا کرے گا؟ — اے وہ کہ تیرے چہرے کے سامنے سورج کا چہرہ زرد ہے

تو خوشی و خوب و کانِ ہر خوشی — تو چرا خود منّتِ بادہ کشی
تو بھلا ہے اور خوبصورت اور تو ہر بھلائی کی کان ہے — تو کیوں شراب کا احسان لیتا ہے؟

تاجِ کرّمناست بر فرقِ سرت ۵۲ — طوقِ اعطیناک آویزِ برت
تیرے سر پر "ہم نے مکرم بنایا" کا تاج ہے — "ہم نے آپ کو دیا" کا ہار تیرے سینے کا آویزہ ہے

جوہرست انسان و چرخ اورا عرض — جملہ فرع و سایہ اند و او غرض
انسان جوہر ہے اور آسمان اُس کا عرض ہے — سب سایہ اور فرع ہیں اور وہ مقصود ہے

اے غلامت عقل و تدبیرات و ہوش — چوں چنینی خویش را ارزاں فروش
اے وہ کہ عقل اور تدبیریں اور ہوش تیرے غلام ہیں — تو اپنے آپ کو اتنا سستا بیچنے والا کیوں ہے!

خدمتت بر جملہ ہستی مفترض ۵۳ — جوہرے چوں مزد خواہد از عرض
تمام موجودات پر تیری خدمت فرض ہے — جوہر، عرض سے کیسے مزدوری چاہے گا؟

علم جوئی از کتبہا اے فسوس — ذوق جوئی تو ز حلوایِ سبوس
اے افسوس! تو کتابوں سے علم حاصل کرتا ہے — تو بھوسی کے حلوے سے لطف حاصل کرتا ہے

بحرِ علمی در نمے پنہاں شدہ — در سہ گز تن عالمے حیراں شدہ
تو قطرے میں چھپا ہوا علم کا سمندر ہے — تین گز کے جسم میں، عالم حیران ہو گیا ہے

مے چہ باشد یا جماع و یا سماع — تا بجوئی زو نشاط و انتفاع
شراب، یا جماع، یا سماع کیا ہوتا ہے؟ — کہ تو اُس سے نشاط اور نفع اندوزی چاہتا ہے

انسان کو علم لدنی حاصل کرنا چاہیئے۔ حلوای سبوس۔ یعنی گھٹیا چیز۔ بحرِ علمی۔ انسان علم کا سمندر ہے اُس کو معمولی علوم میں منہمک نہ ہونا چاہیئے۔ نم۔ قطرہ۔ در سہ۔ صوفیا کے نزدیک انسان عالم اکبر ہے۔ مے چہ باشد۔ دنیا کی لذتیں فانی ہیں۔ انتفاع۔ نفع حاصل کرنا۔

۵۱ اے۔ جبکہ آپ کا رُخ خود منوّر ہے اور گال آپ کے رنگ کا محتاج ہے تو آپ کو شراب درکار ہے نہ گال۔ بادہ۔ شراب میں جو جوش ہے وہ آپ کے چہرے کے شوق کی وجہ سے ہے۔ اے ہمہ۔ سمندر کو قطرے کی کیا ضرورت ہے۔ وے۔ آپ مجسم وجود ہیں زاہد کو معدوم کر کے کیا کرینگے۔ تو خوشی۔ آپ خود مجسم خوشی ہیں شراب سے خوشی حاصل کر کے کیا کرینگے۔

۵۲ تاجِ کرّمنا۔ کائنات پر انسانی فضیلت کے بیان میں قرآن پاک میں ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ "اور البتہ ہم نے آدمؑ کی اولاد کو عزت بخشی ہے"۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر "بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے"۔ اگرچہ یہ آنحضورؐ کی خصوصیت ہے لیکن یہ فضیلت آنحضورؐ کو انسان کامل ہونے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ بر۔ سینہ، بغل۔ جوہرست۔ انسان بمنزلہ جوہر کے ہے اور تمام کائنات بمنزلہ عرض کے ہے قرآن پاک میں ہے خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا "جو کچھ زمین میں ہے وہ تمہارے لئے پیدا کیا گیا ہے"۔ چوں چنینی۔ جبکہ انسان کے یہ فضائل ہیں تو اُس کو اپنے آپ کو رائیگاں نہ کرنا چاہیئے۔

۵۳ خدمتت۔ کائنات انسان کی خدمتگار ہے۔ تم۔

آفتاب[1] از ذرہ کے شُد وام خواہ — زُہرہ از خمرہ کے شُد کام خواہ

سورج، ذرّے سے قرض مانگنے والا کب بنا ہے؟ — زُہرہ، انگارے سے کب مقصد کا خواہاں ہوا ہے!

جان بے کیفے شُدہ محبوسِ کیف — آفتابے حبسِ عقدہ اینت حیف

بے کیف جان، کیف میں مقید ہو گئی — سورج عقدہ میں پھنس گیا، یہ افسوس ہے

باز جواب گفتنِ امیر مر شفیعاں را

امیر کا سفارشیوں کو پھر جواب دینا

گفت نے نے من حریفِ آں مَیَم — من بذوقِ ایں خوشی قانع نیَم

اُس نے کہا نہیں نہیں میں اُس شراب کا دوست ہوں — میں اِس خوشی کے ذوق پر قانع نہیں ہوں

وارہیدہ از ہمہ خوف و اُمید — کژ ہمی گردم بہر سُو ہمچو بید

میں سب خوفوں اور امیدوں سے نجات پائے ہوئے ہوں — بید کی طرح ہر جانب کو جھومتا ہوں

من[2] چناں خواہم کہ ہمچوں یاسمیں — کژ شوم گاہے بدیناں گاہے چنیں

میں ایسا چاہتا ہوں، کہ یاسمین کی طرح — جھُوموں، کبھی یوں کبھی یوں

ہمچو شاخِ بید گرداں چپ و راست — کہ ز بادش گونہ گونہ رقصہاست

بائیں اور دائیں جانب کو بید کی شاخ کی طرح جھومتا ہوں — جس کی ہوا کی وجہ سے طرح طرح کے رقص ہیں

آنکہ خُو کرد است با شادیِ مے — ایں خوشی را کے پسندد خواجہ کے

جس نے شرابِ معرفت کی خوشی کی عادت ڈال لی ہو — اِس خوشی کو کب پسند کرتا ہے! اے صاحب کب!

انبیا زاں زیں خوشی بیروں شدند — کہ سرشتہ در خوشیِ حق بُدند

انبیاء اِس خوشی سے اِسی لئے علیحدہ ہو گئے — کیونکہ وہ اللہ (تعالیٰ) کی خوشی میں گندھے ہوئے تھے

زانکہ جانِ شاں آں[3] خوشی را دیدہ بُود — ایں خوشیہا پیشِ شاں بازی نمُود

کیونکہ اُن کی جان نے اُس خوشی کو دیکھا ہے — یہ خوشیاں اُن کے لئے کھیل نظر آتی ہیں

ہر کرا نورِ حقیقی رُو نمُود — کے شود قانع بتاریکی و دُود

جس کے لئے حقیقی نور نمودار ہو گیا ہو — وہ اندھیرے اور دھویں پر کب قناعت کرتا ہے؟

وانکہ در جوع اُو طعام اللہ خورد — کے زنان و شوربا حسرت بَرد

اور جو شخص بھوک میں خدا کا کھانا کھائے — وہ روٹی اور شوربے کی تمنا کب کرتا ہے؟

وانکہ باشد خفتہ اندر گلستاں — میلِ گُلخن کے کند چوں اَبلہاں

اور جو شخص گلستاں میں سویا ہوا ہو — وہ بیوقوفوں کی طرح بھٹی کی خواہش کب کرتا ہے؟

---

[1] آفتاب۔ انسان آفتاب ہے اور کائنات ذرات ہے۔ زُہرہ۔ یہ ستارہ خود چمکدار ہے۔ جاں۔ روح مجرد وہ کم اور کیف سے منزہ ہے۔ عُقدہ۔ وہ برج جس میں پہنچ کر سورج گہن میں آجاتا ہے۔ گفت۔ امیر نے کہا میں اُس شراب کا دوست نہیں ہوں بلکہ میں شرابِ معرفت کا دوست ہوں۔ بید۔ بید کا درخت پابند نہیں ہے ہر طرف کو جھومتا ہے

[2] من چناں۔ میں ہر طرح سے آزاد ہوں۔ آنکہ۔ جس کو معنوی شراب حاصل ہو گئی وہ اِس شراب سے مستی کیوں حاصل کریگا۔ انبیا۔ انبیاء کو معنوی شراب حاصل ہے اُن کی فطرت میں اللہ سے محبت کرنا ہے۔

[3] آں خوشی۔ اللہ کی خوشی۔ ایں خوشیہا۔ ظاہری خوشیاں۔ ہر کرا۔ حقیقی نور کے بالمقابل ہر چیز تاریک ہے۔ وانکہ۔ حدیث شریف ہے۔ "اَلجُوعُ طَعَامُ اللہِ یُرزَقُ بِہِ الصَّادِقِینَ" بھوک اللہ کا کھانا ہے جس کے ذریعہ سچوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ گلستاں۔ اللہ کی خوشی۔ گلخن۔ بھٹی یعنی ظاہری خوشی۔

چوں کند مستسقی از آب اجتناب | چوں کند مخمور دوری از شراب

استسقا کا مریض، پانی سے کیسے پرہیز کرے! | شرابی، شراب سے کیسے دور ہو!

سیر نبود ہیچ عاشق از حبیب | صبر نکند ہیچ رنجور از طبیب

عاشق، معشوق سے کبھی سیر نہیں ہوتا ہے | کوئی بیمار، طبیب سے صبر نہیں کرتا ہے

بابتِ زندہ کسے چوں گشت یار | مُردہ را چوں در کشد اندر کنار

جو شخص زندہ معشوق کا دوست ہو گیا ہو | وہ مُردے سے بغل گیر کب ہو گا؟

مُردہ را کس در کنار آرد مگر | کو ندارد، در جہاں از دل خبر

ہاں، مُردے کو وہ بغل میں لے گا | جس کو دنیا میں دل کا پتہ نہ چلے

تفسیر ایں آیہ کہ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ

اس آیت کی تفسیر کہ اور بیشک آخرت کا گھر وہی زندہ ہے کاش وہ جان لیتے،

کہ در و دیوار و عرصۂ آں عالم و آب و کوزہ و میوہ و درخت

کیونکہ اُس عالم کے در اور دیوار اور صحن اور پانی اور پیالہ اور پھل اور درخت

ہمہ زندہ اند و سخن گو و سخن شنو جہت آں فرمودہ مصطفٰی

سب زندہ ہیں اور بات کرنے والے اور بات سننے والے، اسی لئے حضرت مصطفٰی

صلی اللہ علیہ وسلم کہ الدُّنیا جِیفَةٌ وَطَالِبُهَا كِلَابٌ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مُردار ہے اور اس کے طلبگار کتے ہیں

اگر آخرت را حیات نبودے آخرت ہم جیفہ بودے جیفہ

اگر آخرت کے لئے زندگی نہ ہوتی آخرت بھی مُردار ہوتی، مُردار کو

را از برائے مُردگیش جیفہ گویند نہ برائے بوی زشت

اس کے مُردہ ہونے کی وجہ سے مُردار کہتے ہیں، نہ کہ بدبو کی وجہ سے

آں جہاں چوں ذرّہ ذرّہ زندہ اند | نکتہ دانند و سخن گویندہ اند

جبکہ اُس جہان کا ذرّہ ذرّہ زندہ ہے | وہ نکتہ کو سمجھنے والے اور بات کرنے والے ہیں

در جہانِ مُردہ شاں آرام نیست | کایں علف جز لائقِ انعام نیست

مُردہ جہاں میں اُن کو راحت نہیں ہے | کیونکہ یہ چارہ، چوپاؤں ہی کے لائق ہے

ہر کرا گلشن بود بزم و وطن | کے خورد اُو بادہ اندر گولخن

جس شخص کی مجلس اور وطن چمن ہو | وہ بھٹی میں شراب کب پیئے گا؟

۱ چوں کند جس طرح استسقا کا مریض پانی سے سیر نہیں ہوتا اور شرابی شراب سے کنارہ کش نہیں ہوتا یہی حال نورِ حقیقی کے عاشق کا ہے۔

۲ بابتِ زندہ یعنی عالم آخرت کا عاشق۔ مُردہ یعنی یہ دنیا۔ کنار۔ بغل۔ تفسیر۔ اس آیت میں عالم آخرت کی زندگی اور دنیا کی مُردگی بتائی ہے۔

۳ جیفہ۔ مُردار۔ نعش۔ یعنی اہل آخرت۔ علف جیم۴ چارہ۔ انعام۔ چوپائے۔ گولخن۔ بھٹی۔

جایِ رُوحِ پاک علّیّیں[1] بُوَد
پاک روح کا مقام علیّین ہے

جایِ رُوحِ ہر نجس سجّیں بُوَد
ہر ناپاک روح کا مقام سجّین ہے

جایِ بُلبل گلبن و نسریں بُوَد
بلبل کا مقام، بوٹا اور نسرین ہے

کِرم باشد کِش وطن سرگیں بُوَد
کیڑا ہوتا ہے، جس کا وطن گوبر ہوتا ہے

بہرِ مخمورِ خدا جامِ طہور
خدا کے مست کے لئے (شراب) طہور کا جام ہے

بہرِ ایں مُرغانِ کور ایں آبِ شور
ان اندھے پرندوں کے لئے کھاری پانی ہے

ہر کِرا عدلِ عمرؓ ننمود دست
جس کے لئے عمرؓ کا انصاف نمودار نہ ہوا

پیشِ اُو حجّاجِ خونی عادل ست
اُس کے لئے خونی حجاج منصف ہے

دُختراں را لُعبتِ مُردہ دہند
لڑکیوں کو مُردہ گڑیاں دیتے ہیں

کز لعبِ زندگاں بے آگہند
کیونکہ وہ زندوں کے کھیل سے واقف نہیں ہیں

چوں ندارند از فُتوّت زورِ دست
جبکہ جوانی کی قوت۔ بازو نہیں رکھتے ہیں

کودکاں را تیغِ چوبیں بہتر ست
بچوں کے لئے لکڑی کی تلوار بہتر ہے

کافراں قانع بہ نقشِ انبیا
کافر، انبیاء کی تصویروں پر قانع ہیں

کہ نگاریدہ ست اندر دیرہا
جو کہ انھوں نے گرجا گھروں میں بنا رکھی ہیں

واں[2] جہاں مارا چو روزِ روشنے ست
وہ جہان ہمارے لئے روشن دن کی طرح ہے

ہیچ ماں پروایِ نقش و سایہ نیست
ہمیں تصویر اور سایہ کی کچھ پروا نہیں ہے

واں یکے نقشش نشستہ در جہاں
اُن کا ایک نقش دنیا میں بیٹھا ہوا ہے

واں دگر نقشش چو مہ بر آسماں
اور اُن کا دوسرا نقش چاند کی طرح آسمان پر ہے

ایں دہانش نکتہ گویاں با جلیس
اُن کا یہ منہ، ہم نشین سے نکتے کہتا ہے

واں دگر با حق بگفتار و انیس
اور وہ دوسرا اللہ (تعالیٰ) کا ہمکلام اور دوست ہے

گوشِ[3] ظاہر ضبطِ ایں افسانہ کُن
ظاہری کان اِس افسانے کو سننے والا ہے

گوشِ جانش جاذبِ اسرارِ کُن
اُن کی جان کا کان کُن کے رازوں کو جذب کرنے والا ہے

چشمِ ظاہر ضابطِ حلیہ بشر
ظاہری آنکھ انسان کے حلیے کو محفوظ رکھنے والی ہے

چشمِ سِر حیرانِ مازاغَ البصر
باطنی آنکھ "مازاغ البصر" میں حیران ہے

دستِ ظاہر میکند داد و ستد
ظاہری ہاتھ، لین دین کرتا رہتا ہے

دستِ باطن بر درِ فردِ صمد
باطنی ہاتھ، یکتا بے نیاز کے دَر پر ہے

[1] علّیین: جنت کا اعلیٰ مقام ہے۔ سجّین: جہنم کا برا مقام ہے۔ کِرم: کیڑا۔ سرگین: گوبر۔ بہر: جو خاصانِ خدا ہیں وہ شرابِ طہور پیتے ہیں۔ مرغانِ کور: دنیا دار۔ حجاج: یعنی یوسف ثقفی کا بیٹا۔ لُعبت: کھلونا گڑیا۔ لعبِ زندگاں: یعنی شادی بیاہ۔ فتوّت: جوانی۔ نقش: یعنی بُت، تصویر۔

[2] واں جہاں: چونکہ ہمارے لئے عالمِ آخرت روزِ روشن کی طرح ہے لہٰذا ہمیں تصاویر کی کوئی پروا نہیں ہے۔ نقش و سایہ: تصویر نقوش سے اور عکس سے بنتی ہے۔ یکے نقش: انبیا کا ایک نقش دنیا میں ہوتا ہے اور ایک نقش عالمِ بالا پر ہوتا ہے۔ ایں و آں: ظاہری نقش کے اعضا دنیا کے کاموں میں ہوتے ہیں اور دوسرے اعضا حضرتِ حق کے ساتھ مصروف رہتے ہیں۔

[3] گوشِ ظاہر: ظاہری کان انسانوں کی باتیں سنتا ہے باطنی کان اللہ تعالیٰ کے اسرار سنتا ہے۔ چشمِ ظاہر: ظاہری آنکھوں سے انسانوں کے حلیے دیکھتے ہیں۔ مازاغ البصر: حضور کے بارے میں ہے کہ آپ کی آنکھ نے نہ کجی برتی اور نہ سرکشی کی بلکہ صحیح دیکھا یعنی اولیا مشاہدۂ حق میں حیران رہتے ہیں۔

پایِ ظاہر در صفِ مسجد صواف[1]
ظاہری پاؤں مسجد کی صف میں صف باندھنے والوں میں ہے

پایِ معنیٰ فوقِ گردوں در طواف
باطنی پاؤں آسمان پر طواف میں ہے

جزو جزوش را تو بشمر ہمچنیں
تو اُس کے جزو جزو کو اسی طرح گِن لے

ایں درونِ وقت و آں بیرونِ میں
یہ زمانہ کے اندر ہے اور وہ وقت سے باہر ہے

اینکہ در وقتست باشد تا اجل
یہ جو وقت میں ہے موت تک ہے

واں دگر یارِ ابد قرنِ ازل
اور وہ دوسرا ابد کا یار، ازل کا ساتھی ہے

ہست[2] یک نامش ولیّ الدولتین
اُس کا ایک نام "دونوں دولتوں کا والی" ہے

واں دِگر نامش امامُ القبلتین
اور اُس کا دوسرا نام "دونوں قبلوں کا امام" ہے

خلوت و چلہ برو لازم نماند
تنہائی اور چلہ کشی، اُس کے لئے ضروری نہ رہی

ہیچ غیمے مر وُرا غائم نماند
کوئی ابر اُس پر چھانے والا نہ رہا

قرصِ خورشید ست خلوت خانہ اش
اُس کا تنہائی کا گھر، سورج کی ٹکیا ہے

کے حجاب آرد شبِ بیگانہ اش
اجنبی رات اس کے لئے کب پردہ ڈال سکتی ہے!

علت[3] و پرہیز شد بحراں نماند
بیماری اور پرہیز ختم ہو گیا، بحران نہ رہا

کفرِ اُو ایماں شد و کفراں نماند
اُس کا کفر ایمان بن گیا ناشکری نہ رہی

چوں الف از استقامت شد بہ پیش
الف کی طرح راستی سے وہ پیشی میں پہنچ گیا

اُو ندارد ہیچ از اوصافِ خویش
اُس کا اب کوئی اپنا وصف نہ رہا

گشت فرد از کسوتِ خوہائے خویش
وہ اپنی عادتوں کے لباس سے برہنہ ہو گیا

شد برہنہ جاں بجاں افزای خویش
ننگی جان کیساتھ اپنی جان بڑھانے والے کیجانب روانہ ہو گیا

چوں برہنہ رفت پیشِ شاہ فرد
جب یکتا شاہ کے پاس، وہ ننگا پہنچا

شاہش از اوصافِ قدسی جامہ کرد
شاہ نے اُس کو قدسی اوصاف کا لباس پہنا دیا

خلعتے پوشید از اوصافِ شاہ
اُس نے شاہ کے اوصاف کا لباس پہن لیا

بر پرید از چاہ تا ایوانِ جاہ
کنوئیں سے رُتبہ کے محل پر اُڑ کر چلا گیا

اینچنیں باشد چو دُردے صاف گشت
یہی ہوتا ہے، جب تلچھٹ صاف ہو جاتی ہے

از بنِ طشت آمد اُو بالائے طشت
طشت کی تلی سے طشت کے اوپر آ جاتی ہے۔

لہٰذا اُس کے مراتب بہت بلند ہو گئے۔ ایں چنیں۔ جب تلچھٹ صاف ہو جاتی ہے طشت کے بالائی حصہ میں آجاتی ہے۔

[1] صواف۔ صف بندی کرنیوالے۔ ایں۔ یعنی جسم ظاہری زمان و مکان کا پابند ہے۔ واں۔ یعنی جسم نوری زمان اور مکان سے پاک ہے۔ اینکہ۔ یعنی جسم عنصری۔ اجل۔ موت۔ قرن۔ قرین ساتھی یعنی جسم نوری اَبدی اور ازلی ہے۔

[2] ہست۔ جس طرح عکس کے دو جسم ہیں اسی طرح نام بھی دو ہیں۔ وَلِیُّ الدَّولتین۔ دنیا اور آخرت کے سلطنت کا والی۔ اِمامُ القبلتین۔ یعنی بیت اللہ اور بیت المقدس کا امام۔ خلوت۔ اب اُس کو نہ تنہائی کی ضرورت ہے نہ چلہ کشی کی وہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے ضیا اُس کے لئے حجاب نہیں ہو سکتی۔ شب بیگانہ۔ یعنی اُس کے لئے ہر وقت دن ہے رات کی تاریکی اُس کے لئے حجاب نہیں ہے۔

[3] علت۔ یعنی نہ اُس میں مرض ہے نہ پرہیز کی ضرورت ہے۔ بحران مرض کی شدت پیشی۔ درگاہ اُلوہیت۔ گشت۔ وہ اپنے اوصاف بشری سے برہنہ ہو کر بارگاہِ خداوندی میں پہنچا تو حضرت حق تعالیٰ نے اپنے اوصاف کا جامہ اُس کو پہنا دیا۔ اب وہ خدائی اخلاق والا ہے۔ خلعتے۔ اب چونکہ وہ اوصاف خداوندی سے متصف ہے

دُرِّ بُنِ طشت ار چہ بُود اُو دردناک ¹ — شومیِ آمیزشِ اجزاءِ خاک
طشت کی تہ میں وہ درد مند کیوں تھی ؟ — خاک کے اجزاء کی آمیزش کی بدبختی (کی وجہ) سے

یارِ ناخوش پرّ و بالش بستہ بُود — ورنہ اُو در اصل بس برجستہ بُود
بُرے دوست نے اس کے پر و بال باندھ دیئے تو — ورنہ وہ اصل میں بہت تیز تھی

چوں عتابِ اِهْبِطُوا انگیختند — ہمچو ہاروتش نگوں آویختند
جب اُنھوں نے "نیچے اُترو" کا عتاب برپا کیا — اُس کو ہاروت کی طرح اُلٹا لٹکا دیا

بُود ہاروت ² از ملائک پیگماں — از عتابے شد معلّق ہمچناں
ہاروت، یقیناً فرشتوں میں سے تھا — وہ عتاب کی وجہ سے اس طرح لٹکا دیا گیا

سرنگوں زاں شد کہ از سر دور ماند — خویش را سر ساخت تنہا پیش راند
وہ اوندھا اس لئے ہوا کیونکہ وہ اصل سے دُور ہو گیا — اُس نے اپنے آپ کو سر بنایا، تنہا آگے چل دیا

آں سبد خود را چو پُر از آب دید — کرد اِستغنا و از دریا بُرید
ٹوکری نے جب اپنے آپ کو پانی سے بھرا دیکھا — اُس نے بے نیازی برتی اور دریا سے جدا ہو گئی

در جگر چوں قطرہ آبش نماند — بحرِ رحمت کرد اُو را باز خواند
جب اُس کے جگر میں پانی کا ایک قطرہ نہ رہا — سمندر نے رحم کیا، اُس کو واپس بُلایا

رحمتِ بے علّتے بے خدمتے — آید از دریا مبارک ساعتے
بغیر سبب، بغیر تکلیف کے رحمت — دریا سے مبارک وقت میں آتی ہے

اللہ اللہ ³ گردِ دریا باز گرد — گرچہ باشند اہلِ دریا بار زرد
خدا کے لئے، دریا کی جانب واپس ہو — اگرچہ دریا والے زرد ہوں

تا کہ آید لطفِ بخشایش گری — سُرخ گردد رُوی زرد از گوہری
حتیٰ کہ بخشش کی مہربانی آ پہنچے — جوہر بننے سے زرد چہرہ سُرخ ہو جائے

زردیِ رُو بہترین رنگہاست — زانکہ اندر انتظارِ آں لقاست
چہرے کی زردی رنگوں میں سب سے بہتر ہے — کیونکہ وہ اس ملاقات کے انتظار میں ہے

لیک سُرخی بر رُخے کاں لامعست — بہرِ آں آمد کہ جانش قانعست
لیکن اُس چہرے پر سرخی جو چمکدار ہے — اس لئے آئی ہے کہ اُس کی جان قانع ہے

جو غم و اندوہ سے زرد ہے اُس میں جوہر پیدا ہو جائے گا اور وہ سُرخرو ہو جائے گا۔ زردی ۔ اہل اللہ کا چہرہ زرد، اللہ کی ملاقات کے انتظار کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لیک سُرخی ۔ جو ایک مقام پر جا کر ٹھہر جاتا ہے اُس کا چہرہ سُرخ رہتا ہے۔

¹ دُرِّ بُنِ۔ طشت کی تہ میں اُس وقت تک ہے جب تک کہ اُس میں خاک کی آمیزش ہے۔ روح جب جسمانی عوارض سے پاک ہو جاتی ہے عالمِ بالا میں پہنچ جاتی ہے۔ یارِ ناخوش۔ جسمانی علائق نے اُس روح کو روک رکھا تھا ورنہ وہ پرواز میں چالاک ہے۔ چوں عتاب۔ حضرت آدمؑ کو نیچے اُترنے کا حکم گندم کھا لینے کی وجہ سے ملا اسی لئے روح کو جسم کے کنوئیں میں آویزاں کر دیا گیا۔

² بود ہاروت۔ ہاروت ملائکہ میں سے تھا اللہ تعالےٰ کی ناراضی کی وجہ سے وہ کنوئیں میں لٹکا دیا گیا۔ سرنگوں۔ وہ اس لئے سرنگوں ہوا کہ اُس نے سرکشی کی اور اصل سے دور ہوا۔ آں سبد۔ ٹوکری جو دریا میں ہے اپنے پانی پر گھمنڈ کر کے دریا سے دور ہوئی تو پانی سے خالی ہو گئی اُس پر سمندر نے رحم کیا اور اُس کو دوبارہ بُلا لیا۔ روح کو جب ذلتِ افتقار بدرجۂ اتم محسوس ہوئی اور شائبۂ کبر ختم ہوا تو بغیر سبب اور بغیر محنت کے دریائے وحدت کی رحمت آ پہنچی اور اُس کو واپس بُلا لیا۔

³ اللہ اللہ۔ انسان کو قربِ الٰہی کی جستجو کرنی چاہیئے۔ اہلِ دریا۔ یعنی اہل اللہ۔ بار۔ کثرت کے لئے ہے جس طرح رنگبار، رودبار۔ سُرخ۔ وہ چہرہ

کہ طمع لاغر کند زرد و ذلیل | نے ز درد و علت آید آں علیل
کیونکہ لالچ کمزور، زرد اور ذلیل کرتا ہے | وہ درد اور بیماری کا مریض نہیں ہوتا ہے

چوں بہ بیند روئے زردِ بے سقم | خیرہ گردد عقلِ جالینوس ہم
جب بغیر بیماری کا زرد چہرہ دیکھتی ہے | جالینوس کی عقل بھی حیران ہوجاتی ہے

چوں طمع بستی تو در انوارِ ہُو | مصطفےٰ گوید کہ ذلت نفسہٗ
جب تو نے اللہ تعالےٰ کے انوار سے طمع وابستہ کردی | مصطفےٰ فرماتے ہیں کہ اُس کا نفس ذلیل ہوگیا

نورِ بے سایہ لطیف و عالیست | آں مشبک سایۂ غربالیست
بے سایہ نور، پاکیزہ اور بلند ہے | جالیدار سایہ، چھلنی والا ہے

عاشقاں عریاں ہمی خواہند تن | پیشِ عنیناں چہ جامہ چہ بدن
عاشق ننگے بدن کے خواہاں ہیں | نامردوں کے لئے کیا کپڑا، کیا بدن؟

روزہ داراں را بود آں نان و خواں | خرمگس را چہ ابا چہ دیگ داں
وہ روٹی اور خوان، روزہ دار کے لئے ہے | بڑی مکھی کے لئے کیا شوربا، کیا چولہا؟

دیگر بار استدعای شاہ از ایاز کہ تاویلِ کارِ خود بگو و مشکلِ منکراں
شاہ کا ایاز سے دوبارہ کہنا کہ اپنے کام کا مطلب بتا اور منکروں اور

و طاعناں حل کن کہ ایشاں را در التباس ہا گزاشتن مروت نیست
معترضوں کی مشکل کو حل کردے، کیوں کہ اُن کو شبہ میں مبتلا چھوڑ دینا مروت نہیں ہے

ایں سخن از حد و انداز ست بیش | اے ایاز اکنوں بگو احوالِ خویش
یہ بات حد اور اندازہ سے زیادہ ہے | اے ایاز! اب تو اپنے احوال بتا

ہیں بگو احوالِ خود را اے ایاز | گرچہ تصویرِ حکایت شد دراز
ہاں اے ایاز! اپنے احوال بتا | اگرچہ حکایت کا نقشہ دراز ہوگیا ہے

ہست احوالِ نواز کانِ نوی | تو بدیں احوال کے راضی شوی
تیرے احوال، نئی کان کے ہیں | تو ان احوال پر کب راضی ہوتا ہے؟

ہیں حکایت کن از آں احوالِ خوش | خاک بر احوالِ درسِ پنج و شش
ہاں اپنے اچھے احوال بیان کر | پانچ چھ کے سبق کے احوال پر خاک پڑے

---

۱۳ احوال۔ وہ کیفیات جو سالک پر طاری ہوتی ہیں۔ کانِ نوی۔ تیرے اوپر نئے نئے احوال طاری ہوتے ہیں۔ بدیں احوال۔ یعنی جو کیفیات سے حاصل ہوچکی ہیں۔ ہیں۔ اپنی اچھی کیفیات کی بات سنا، شش جہات اور پنج حواس کی باتوں پر خاک ڈال۔

۱۱ کہ طمع۔ جو مزید درجات کے لالچ میں رہتے ہیں وہ لاغر اور زرد رُو رہتے ہیں۔ نے ز درد۔ اہل اللہ کے چہرے کی زردی درد اور بیماری کی وجہ سے نہیں ہوتی ہے۔ چوں بہ بیند۔ اہل اللہ کے چہروں کی زردی جبکہ کسی بیماری کی وجہ سے نہیں ہے تو اطبائے ظاہری اُس سے حیران ہوتے ہیں۔ چوں طمع۔ جب سالک اللہ تعالےٰ کے انوار سے اپنی طمع وابستہ کردیتا ہے تو اُسکے نفس کو ذلت حاصل ہوتی ہے۔ نورِ بے سایہ۔ جب بشری صفات بالکل فنا ہوجاتی ہیں تو سالک کو نورِ بے سایہ حاصل ہوجاتا ہے اور اگر صفاتِ بشری کچھ باقی رہتی ہیں تو نورِ بے سایہ حاصل نہیں ہوتا ہے بلکہ ایسا نور حاصل ہوتا ہے جیسے کہ چھلنی میں سے گذر کر نور آئے اُس میں کچھ نور ہوگا کچھ سایہ ہوگا۔ ۱۲ عاشقاں۔ جو عاشق ہیں وہ بالکل بشری صفات سے عاری ہونا چاہتے ہیں نامرد کو اِس کی کوئی پروا نہیں ہوتی روزہ دار جو مجاہدے کرتے ہیں وہ بشری صفات سے خالی ہوجاتے ہیں تو یہ خوانِ نعمت اُن روزہ داروں کیلئے ہے دنیادار جو بڑی مکھی جیسے ہیں اُنکے لئے شوربا اور چولہا یکساں ہے وہ انہی کو چاٹتے ہیں۔ تاویل۔ مصداق۔ ایں سخن۔ یعنی محبوب کی باتیں۔

حالِ باطن گر نمی آید بگفت
باطن کا حال اگر کہنے میں نہیں آسکتا

حالِ ظاہر گویمت در طاق و جفت
میں تجھ سے طاق اور جفت میں ظاہر کا حال بیان کرتا ہوں

کز لطفِ یار تلخیہای مات
کیونکہ شکست کی تلخیاں یار کی مہربانی سے

گشت بر جاں خوشتر از قند و نبات
جان کیلئے قند و شکر سے زیادہ اچھی ہو گئی ہیں

زاں نبات ار گرد در دریا رود
اگر اُس شکر کی گرد بھی سمندر میں پہنچ جائے

تلخیِ دریا ہمہ شیریں شود
سمندر کا کھاراپن سب میٹھا ہو جائے

صد ہزار احوالِ عالم ایں چنیں
اسی طرح، عالم کے لاکھوں احوال

باز سوئے غیب رفتند اے امیں
اے امانتدار! پھر غیب کی جانب چلے گئے

حالِ ہر روزے بہ دی مانند نے
ہر روز کا حال کل کی مانند نہیں ہے

ہمچو جو اندر روش کش بند نے
جیسے کہ جاری ہونے میں وہ نہر جس پر کوئی بند نہیں ہے

شادیِ ہر روز از نوعِ دگر
ہر روز کی خوشی ایک دوسری قسم کی ہے

فکرتِ ہر روز را دیگر اثر
ہر روز کے فکر کا اثر دوسرا ہے

تمثیلِ تنِ آدمی بمہمانخانہ و اندیشہائے مختلف ہمچوں
آدمی کے جسم کی مثال مہمان خانہ سے ہے اور مختلف فکریں مہمانوں کی طرح

مہماناں و عارفِ صابر دراں اندیشہا چوں مردِ مہمان
ہیں اور عارف، صابر اُن فکروں کے معاملہ میں مہمان

دوست غریب نوے از خلیل وار
دوست غریب نواز ابراہیم خلیل اللہ کیطرح ہے

ہست مہمان خانہ ایں تن اے جواں
اے جوان! یہ جسم مہمان خانہ ہے

ہر صباحے ضیفِ نو آید دواں
ہر صبح کو نیا مہمان دوڑتا آتا ہے

نے غلط گفتم کہ آید دمبدم
نہیں میں نے غلط کہا، لمحہ بہ لمحہ آتا ہے

ضیفِ تازہ فکرتِ شادی و غم
خوشی اور رنج کے فکر کا نیا مہمان

میزبانِ تازہ رُو شو اے خلیل
اے خلیل! خندہ پیشانی والا میزبان بن

در مبند و منتظر شو در سبیل
دروازہ بند نہ کر اور راستہ میں منتظر رہ

ہر چہ آید از جہانِ غیب وش
غیب جیسے جہان سے جو آئے

در دلت ضیفست او را دار خوش
وہ تیرے دل میں مہمان ہے اُسکو خوش رکھ

۱؎ حالِ باطن۔ ایاز نے کہا اگر باطنی احوال ناقابل بیان ہیں تو ظاہری احوال خاص اور تشبیہات کیساتھ سنائے دیتا ہوں۔ طاق۔ یعنی خاص حال۔ جفت۔ یعنی تشبیہات کے ساتھ حال سنانا۔ کز لطف۔ اگر یار کی مہربانی ہو تو امتحان کی تلخیاں خوشگوار ہو جاتی ہیں زاں۔ اُن تمنیوں کی اِسقدر شیرنی ہوتی ہے کہ اگر اُسکا ایک قطرہ سمندر میں گر جائے تو سمندر کا کھاراپن ختم ہو جائے۔ صد ہزاراں۔ احوال کا بقا نہیں ہے وہ طاری ہوتے ہیں اور پھر عالمِ غیب کیطرف چلے جاتے ہیں۔

۲؎ حال۔ ہر روز کا حال کل کو معدوم ہو جاتا ہے اور دوسرا حال آجاتا ہے جسطرح نہر کا پانی گذرتا رہتا ہے اور اُس کی جگہ نیا پانی لیتا رہتا ہے۔ شادی۔ ہر روز ایک نئی خوشی حاصل ہوتی ہے اور ہر روز کے فکر کا نیا اثر ہوتا ہے۔ تمثیل۔ جو عارف صابر ہیں وہ اپنے احوال کو اِسی طرح نوازتے ہیں جس طرح کوئی معزز مہمان کو نوازتا ہے۔

۳؎ ہر صباحے جب انسان صبح کو سو کر اٹھتا ہے تو اُس کے ذہن میں ایک نیا خیال آتا ہے۔ نے غلط۔ میں نے یہ غلط کہا کہ صبح کو خیال مہمان بنکر آتا ہے صحیح بات یہ ہے کہ صبح ہی کو نہیں بلکہ ہر وقت خوشی اور غم کا خیال انسان کے ذہن میں آتا رہتا ہے۔ اے خلیل۔ حضرت ابراہیم

ہین[1] مگو کیں ماند اندر گردنم — کو ہم اکنوں باز پرّد در عدم

خبردار! نہ کہہ کہ یہ میرے گلے کا ہار بن گیا — کیونکہ وہ بھی اب عدم کیجانب پرواز کر جائیگا

حکایتِ آں مہمان وزنِ خداوند خانہ کہ آہ باراں گرفت

مہمان اور گھر کے مالک کی بیوی کی حکایت، کہ ہائے بارش جم گئی

ومہمان در گردنِ ما ماند

اور مہمان ہماری گردن میں پڑ گیا

آں یکے را بیگہاں آمد قنق — ساخت اُو را ہمچو طوق اندر عنق

ایک (میزبان) کے یہاں بے وقت مہمان آگیا — اُس نے اسکو گلے کے طوق کی طرح بنالیا

خواں کشید اُو را کرامتہا نمود — آں شب اندر کویِ ایشاں سُور بود

اُسکے لئے دسترخوان بچھایا، تواضع کی — اُس رات میں اُن کی گلی میں شادی تھی

مرد[2] زن را گفت پنہانی سخن — کامشب اے خاتون دو جامہ خواب کُن

شوہر نے بیوی سے آہستہ سے کہا — اے خاتون! آج رات کو دو بستر بچھانا

بسترِ ما را بگستر سُویِ در — بہرِ مہماں گستراں سُویِ دگر

ہمارا بستر، دروازے کی جانب بچھا — مہمان کے لئے دوسری جانب بچھا

گفت زن خدمت کنم شادی کنم — سمع وطاعت اے دو چشمِ روشنم

بیوی نے کہا خدمت بجالاؤنگی، خوش ہونگی — اے میری دو روشن آنکھیں! سنا اور مانا

ہر دو بستر گسترید و رفت زن — سُوی خانہ[3] سور کرد آنجا وطن

بیوی نے دونوں بستر بچھائے اور چلی گئی — شادی کے گھر کی جانب، وہاں ٹھہر گئی

ماند مہمانِ عزیز و شوہرش — نُقل بنہادند از خشک و ترش

مہمان عزیز اور اس کا شوہر رہ گئے — خشک اور کھٹا چبینا اُنہوں نے (سامنے) رکھا

در سمر گفتند ہر دو منتخب — سرگذشت نیک و بد تا نیمشب

دونوں شریفوں نے کہانی میں ذکر کیا — آدھی رات تک، نیک اور بد کا قصہ

بعد ازاں مہماں زخواب و از سمر — شد دراں بستر کہ بُد آنسُوی در

اُسکے بعد نیند اور کہانی کی وجہ سے مہمان — اُس بستر میں چلا گیا جو دروازے کی جانب تھا

شوہر از خجلت بدو چیزے نگفت — کہ ترا ایں سُوست اے جاں جای خفت

شوہر نے شرمندگی کیوجہ سے اُس سے کچھ نہ کہا — کہ اے جان! تیرے سونے کی جگہ اِس جانب ہے

---

[1] ہین۔ کسی مہمان خیال کو یہ نہ کہہ کہ یہ میری گردن کا ہار بن گیا۔ حکایت۔ بیوی نے مہمان کو گلے کا ہار بنا۔ خداوند خانہ۔ گھر والا۔ بیگہاں بے وقت قنق۔ مہمان۔ عنق۔ گردن۔ سُور۔ شادی بیاہ۔

[2] مرد۔ شوہر نے بیوی سے کہا کہ آج چونکہ مہمان بھی ہے دو بستر بچھانا۔ جامۂ خواب۔ سونے کا بستر۔ بسترِ ما را۔ میرا بستر دروازہ کے قریب بچھانا اور مہمان کا بستر اندر کو بچھانا۔ سمع وطاعت۔ سُننا اور کرنا۔

[3] خانۂ سور۔ شادی والا گھر۔ نُقل۔ چبینا۔ سمر۔ رات کی کہانی۔ منتخب۔ میزبان اور مہمان دونوں برگزیدہ شخص تھے۔ بعد ازاں۔ کھانے اور کہانیوں کے بعد مہمان میزبان کے بستر پر لیٹ گیا۔ شوہر نے مہمان سے یہ نہ کہا کہ آپ کے سونے کے لئے دوسرا بستر ہے۔

کہ برای خوابِ تو اے بُوالکرم[1] — بسترآں سُوی دگر افگندہ ام

کہ اے بزرگ! تیرے سونے کے لئے — میں نے بستر دوسری طرف بچھوایا ہے

آں قرارے کہ بزن اُو دادہ بود — گشت مُبدَّل واں طرف مہماں غنود

وہ بات جو اُس نے بیوی سے طے کی تھی — بدل گئی، اور اُس جانب مہمان سوگیا

آنشب آنجا سخت باراں درگرفت — کز شکوہِ ابرشاں آمد شگفت

اُس رات کو وہاں سخت بارش ہونے لگی — کہ ابر کی ہیبت سے وہ حیران ہوگئے

زن بیامد بر گمانِ آنکہ شو — سُوی در خفتہ است و آنسو آں عمو

بیوی آئی، اِس گمان سے کہ شوہر — دروازے کی جانب سویا ہوا ہے اور اُس جانب وہ چچا

رفت عُریاں در لحاف آندم عروس — داد مہماں را برغبت چند بوس

دلہن ننگی ہوکر فوراً لحاف میں گُھس گئی — اور رغبت سے مہمان کے چند بوسے لئے

گفت می ترسیدم اے مردِ کلاں — خود ہماں آمد ہماں آمد ہماں

اس نے کہا اے بزرگ میاں! میں ڈرتی ہوں — وہی ہوا، وہی ہوا، وہی

مردِ مہماں[2] را گِل و باراں نشاند — بر تو چوں صابونِ سُلطانی بماند

مہمان شخص کو کیچڑ اور بارش نے بٹھادیا — تم پر شاہی ٹیکس کی طرح ہوگیا

اندریں باران و گِل اُو کے رَود — بر سر و جانِ تو اُو تاواں شوَد

اس بارش اور کیچڑ میں وہ کب جائے گا — آپ کے سَر اور جاں پر وہ تاوان بنے گا

زود مہماں جَست و گفت اے زن بہل — موزہ دارم من ندارم غم زگِل

جلدی سے مہمان اٹھا اور بولا اے عورت! جانے دے — میرے پاس موزہ ہے مجھے کیچڑ کا فکر نہیں ہے

من[3] رَواں گشتم شمارا خیر باد — در سفر یکدم مبادا رُوح شاد

میں چل دیا، اتم سلامت رہو — خدا کرے سفر میں تھوڑی دیر کیلئے بھی روح خوش نہو

تا کہ زُودتر جانبِ معدن رَود — کایں خوشی اندر سفر رہزن شوَد

تاکہ بہت جلد کان کی جانب چلی جائے — کیونکہ یہ خوشی سفر میں رہزن بنجاتی ہے

زن پشیماں شُد ازاں گفتارِ سرد — چوں رمید و رفت آں مہمانِ فرد

عورت اُس سَرد (بھری کی) بات سے شرمندہ ہوگئی — جبکہ وہ یکتا مہمان بھڑک گیا اور چلا گیا

زن بسے گفتش کہ آخر اے امیر — کہ مزاحے کردم از طیبت مگیر

عورت نے اُس سے بہت کہا کہ اے سَردار! آخر — میں نے مذاق کیا ہے، مذاق سے رنجیدہ نہ ہو

---

[1] بُوالکرم۔ مہربان۔ آں قرارے جو بات بیوی سے طے ہوئی تھی وہ الٹی ہوگئی۔ آنشب۔ اُس رات ایسی بارش ہوئی کہ اُسکے ابر کو دیکھکر ڈر لگتا تھا۔ عُریاں۔ ننگا۔ مہماں۔ مہمان کو شوہر سمجھکر اُسکے بوسے لینے لگی۔ گفت۔ پھر مہمان کو شوہر سمجھکر کہنے لگی کہ جس چیز کا مجھے ڈر تھا وہی ہوئی۔

[2] مردِ مہماں۔ اب کیچڑ اور بارش کیوجہ سے مہمان روانہ نہ ہوگا۔ صابونِ سلطانی۔ کسی شخص کے لئے ایک مجمع پر کوئی چیز بادشاہ کیجانب سے مقرر ہونا۔ گِل۔ کیچڑ۔ موزہ دارم۔ میرے پاس چمڑے کے موزے ہیں مجھے کیچڑ کی فکر نہیں ہے۔

[3] من رواں گشتم۔ چلتے وقت مہمان نے میزبانوں کو دعا دی۔ در سفر۔ دنیا کی زندگی سفر کی حالت ہے اور منزل آخرت ہے سفر میں خوشی اور آرام رہزن بنتا ہے۔ گفتارِ سرد۔ یعنی مہمان کا شکوہ۔ فرد۔ بے مثال بزرگ تھا۔ مزاح۔ مذاق۔ طیبت۔ خوش طبعی کی بات۔

سجدہ وزاریِ زن سودے نداشت — رفت ایشاں را دراں حسرت گذاشت

عورت کے سجدے اور عاجزی نے فائدہ نہ دیا — وہ چلا گیا ان کو اس حسرت میں چھوڑ گیا

جامۂ[1] ازرق کردزاں پس مرد و زن — صورتش دیدند شمع بے لگن

میاں (بیوی) نے اس کے بعد کپڑے نیلے کرلئے — انھوں نے اس کی صورت بے شمعدان کی شمع دیکھی

میشد و صحرا از نورِ شمع مرد — چوں بہشت از ظلمتِ شب گشت فرد

وہ جارہا تھا اور جنگل، مرد کی شمع کے نور سے — بہشت کی طرح رات کی تاریکی سے جدا ہوگیا

کرد مہمانخانہ خانہ خویش را — از غم و از خجلت ایں ماجرا

اس نے اپنے گھر کو، مہمان خانہ بنا دیا — اس قصہ کے رنج اور شرمندگی کی وجہ سے

در درونِ ہر دو از راہِ نہاں — ہر زماں گفتے خیالِ میہماں

مخفی راہ سے، دونوں کے باطن میں — ہر وقت مہمان کا خیال کہتا

کہ بُدم[2] یارِ خضر صد گنجِ جود — می فشاندم لیک روزی تاں نبود

کہ میں خضر یار تھا، بخشش کے سیکڑوں خزانے — میں نے بکھیرے لیکن تمہارا حصہ نہ تھے

تمثیلِ فکرِ ہر روز ینہ کہ اندر دل آید بمہمانِ نو کہ از اول روز

ہر روز جو خیال دل میں آتا ہے اس کی مثال دینا اس نئے مہمان کیساتھ جو پہلے ہی دن

در خانہ فرود آید و تحکم و بدخوی کند و فضیلتِ مہمانداری

گھر میں آتا ہے اور حکم چلاتا ہے اور بدمزاجی کرتا ہے اور مہمانداری کی فضیلت

و نازِ مہمان کشیدن

اور مہمان کی ناز برداری کرنا

ہر دمے فکرے چو مہمانِ عزیز — آید اندر سینہ ہر روز نیز

ہر وقت، عزیز مہمان کی طرح ایک فکر — ہر روز، سینہ میں بھی آتا ہے

فکر را اے جاں بجایِ شخص داں — زانکہ[3] شخص از فکر دارد قدرِ جاں

اے جان! فکر کو انسان کی طرح سمجھ — کیونکہ انسان فکر ہی سے جان کی قدر کرتا ہے

فکرِ غم گر راہِ شادی میزند — کارسازیہائے شادی میکند

غم کا فکر، اگر خوشی کی رہزنی کرتا ہے — وہ خوشی کے سامان مہیا کرتا ہے

خانہ می روبد بہ تندی او ز غیر — تا در آید شادیِ نو ز اصلِ خیر

وہ سختی سے غیر سے گھر کو صاف کر دیتا ہے — تاکہ اصلِ خیر سے، نئی خوشی آئے

---

[1] جامۂ ازرق۔ رنج میں نیلے کپڑے پہنے جاتے ہیں۔ صورتش۔ اس مہمان سے جنگل روشن ہورہا تھا اور جنت کا نمونہ بن گیا۔ کرد۔ اس میزبان نے اس شرمندگی میں اپنے گھر کو مہمان خانہ بنا دیا۔

[2] کہ بُدم۔ دونوں میاں بیوی کے دل میں مہمان کا تصور یہ کہتا تھا کہ میں تمہیں فائدہ پہنچانے آیا تھا لیکن تمہارے مقدر میں نہ تھا۔ یارِ خضر۔ ہم نے ترجمہ خضر یار کیا ہے یعنی وہ خیال کہتا تھا کہ میں تمہارا دوست خضر تھا یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ میں خضر کا ایک دوست تھا اور اگر خضر خاء کے زیر اور ضاد کے زبر سے پڑھا جائے تو سبزی و شادابی کے معنی میں ہے۔ تمثیل۔ فکر خواہ ناخوشگوار ہو اس کو بد مزاج مہمان سمجھو جس کی بہرحال خدمت کرنی ہے۔ تحکم۔ حکم چلانا۔

[3] زانکہ۔ جان کی قدر اسی لئے ہے کہ اس میں قوتِ فکریہ ہے۔ فکرِ غم۔ غم کا فکر سیکڑوں خوشیوں کا پیش خیمہ ہے۔ خانہ۔ غمگین فکر میں انسان دوسرے افکار بھول جاتا ہے۔ اصلِ خیر۔ اللہ تعالیٰ۔

میفشاند برگِ زرد از شاخِ دل [۱] — تا بروید برگِ سبز متصل
دل کی شاخ سے زرد پتے جھاڑ دیتا ہے — تاکہ مسلسل سبز پتے اُگیں

می کَند اُو بیخ سرو کہنہ را — تا خرامد سرو نو از ما ورا
وہ پرانے سرو کی جڑ اُکھاڑ دیتا ہے — تاکہ عالمِ غیب سے نیا سرو جھومے

غم کَند بیخ کژِ بوسیدہ را — تا نماید بیخ رُو پوشیدہ را
غم، ٹیڑھی سڑی ہوئی جڑ کو اکھاڑتا ہے — تاکہ جڑ چھپے رُخ کو رونما کردے

غم ز دل ہرچہ بریزد یا بَرد — در عوض حقا کہ بہتر آوَرد
غم، دل سے نکالتا یا لاتا ہے — یقیناً بدلے میں بہتر لاتا ہے

خاصہ آں را کہ یقینش باشد ایں — کہ بُوَد غم بندۂ اہلِ یقیں
خصوصاً اُس کے لئے جس کو یہ یقین ہو — کہ غم اہلِ یقین کا غلام ہوتا ہے

گر ترش رُوئی [۲] نیارد ابر و برق — رز بسوزد از تبسمہای شرق
اگر ابر اور بجلی بد مزاجی نہ کرے — مشرق کی مسکراہٹوں سے انگور کی بیل جل جائے

سعد و نحس اندر دلت مہماں شود — چوں ستارہ خانہ خانہ میرود
تیرے دل میں اچھا اور برا مہمان ہوتا ہے — ستارے کی طرح خانہ بخانہ چلتا ہے

آں زماں کہ اُو مقیمِ برجِ تست — باش ہمچوں طالعش شیریں و چست
جس زمانے میں وہ تیرے برج میں مقیم ہے — اس کے عروج کی طرح شیریں اور چست بن

تاکہ با مہ چوں شود اُو متصل — شکر گوید از تو با سلطانِ دل
تاکہ جب وہ سورج سے ملے — دل کے شاہ (خدا) سے تیرا شکریہ ادا کرے

ہفت سال ایوب [۳] با صبر و رضا — در بلا خوش بُود با ضیفِ خدا
(حضرت) ایوبؑ صبر اور خوشی کیساتھ سات سال — خدا کے مہمان کے ساتھ مصیبت میں خوش تھے

تا چو وا گردد بلای سخت رُو — پیشِ حق گوید بصد گوں شکرِ اُو
تاکہ جب سخت مصیبت واپس ہو — اللہ (تعالیٰ) کے سامنے سیکڑوں طرح اس کا شکریہ ادا کرے

کز محبت با منِ محبوب کُش — رُو نکرد ایوب یک لحظہ ترش
کہ محبوب کُش کے ساتھ محبت سے — (حضرت) ایوبؑ نے ایک لمحہ کیلئے بھی منہ نہ بنایا

از وفا و خجلتِ حکمِ خدا — بُود چوں شیر و عسل اُو با بلا
وفاداری اور اللہ (تعالیٰ) کے حکم کے لحاظ سے — وہ مصیبت میں دودھ اور شہد کی طرح تھے

---

۱ می فشاند۔ غم انگیز فکر تمام افکار کو ختم کر دیتا ہے تاکہ دل میں خوشی اُگے۔ ما ورا۔ عالم غیب تم۔ غم پرانے افکار کی بوسیدہ جڑیں اکھاڑ پھینکتا ہے تاکہ چھپی ہوئی نئی جڑ برگ و بار لائے۔ بہتر آورد یعنی روح کی صفائی باطنی کا خیال۔ اہلِ یقین۔ غم ان کی نقلمندی سے ان کے پاس آتا ہے۔

۲ گر ترشروئی۔ بجلی اور ابر کی ترشروئی انگور کی بیل کی حیات ہے محض سورج کی مسکراہٹیں اس کو جلا ڈالتی ہیں۔ شرق۔ مشرق۔ سعد و نحس۔ رنج و خوشی اسی طرح دل کے خانوں کو طے کرتے ہیں جس طرح سعد و نحس ستارے آسمان میں اپنے منازل کو طے کرتے ہیں۔ اُو۔ یعنی خیال۔ برج یعنی دل۔ تاکہ۔ وہ فکر بارگاہِ خداوندی میں تمہاری شکر گذاری کا ذکر کرے۔

۳ ایوبؑ۔ حضرت ایوبؑ کا صبر مشہور ہے۔ ضیفِ خدا۔ خدائی مہمان یعنی مصیبت۔ محبوب کُش۔ فکر و غم جس سے تعلق پیدا کرتے ہیں اُس کو مار ڈالتے ہیں۔ خجلت۔ یعنی حضرت ایوبؑ اس کا لحاظ رکھتے تھے کہ یہ مصیبت اللہ کے حکم سے آئی ہے۔

فکر[1] در سینه در آید نو بنو — خند خندان پیشِ اُو تو باز رو

فکر سینہ میں تازہ بتازہ آتا ہے — تو ہنستا ہنساتا پھر اُس کے سامنے جا

کہ اَعِذْنِیْ خَالِقِیْ مِنْ شَرِّہٖ — لَا تُحَرِّمْنِیْ اَنِلْ مِنْ بِرِّہٖ

کہ اے میرے پیدا کرنے والے مجھے اسکے شر سے پناہ دے — مجھے محروم نہ کر، مجھے اُس کی بھلائی عطا کر

رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنِ اشْکُرْ مَا اَرٰی — لَا تُعَقِّبْ حَسْرَۃً لِّیْ اِنْ مَضٰی

اے رب! میرے دل میں یہ ڈال کہ میں جو دیکھتا ہوں اُس کا شکر ادا کروں — اگر وہ چلا جائے، اُس کے بعد تو حسرت پیدا نہ فرما

آں ضمیرِ رُو تُرش را پاسدار — آں تُرش را چوں شکر شیریں شُمار

تُرشرو خیال کا تو لحاظ کر — تو اُس تُرش کو شکر شمار کر

ابر را گر ہست ظاہر رُو تُرُش — گلشن آرندہ ست اَبر و شورہ کُش

ابر اگرچہ بظاہر تُرش رُو ہے — وہ چمن پیدا کرنے والا ہے اور شور کو شانے والا ہے

فکرتِ[2] غم را مثالِ اَبر داں — با تُرش تو رو تُرش کم کُن چُناں

تو غم کے فکر کو ابر کی طرح سمجھ — اِس طرح تو تُرشرو کے ساتھ تُرشروئی نہ کر

بُو کہ آں گوہر بدستِ اُو بُوَد — جہد کُن تا از تو اُو راضی رَوَد

ہو سکتا ہے کہ کوئی گوہر اُس کے ہاتھ میں ہو — کوشش کر تاکہ وہ تجھ سے خوش جائے

وَر نباشد گوہر و نبُوَد غنی — عادتِ شیریں خود افزوں کُنی

اگر گوہر (بھی) نہ ہو اور وہ مال دار بھی نہ ہو — تُو تو اپنی شیریں عادت بڑھا لے گا

جای دیگر سُود دارد عادتت — ناگہاں روزے بر آید حاجتت

تیری عادت، دوسری جگہ مفید ہوگی — اچانک، کسی روز تیری مُراد بر آئے گی

فکرتے[3] کز شادیت مانع شوَد — آں بامر و حکمتِ صانع شوَد

وہ فکر جو تیرے لئے خوشی سے مانع ہو — وہ خدا کے حکم اور حکمت کی بنا پر ہوتا ہے

تو مخواں دو چار دانگش اے جواں — بُو کہ نجمے باشد و صاحبقراں

اے جوان! تو اُس کو حقیر نہ سمجھ — ہو سکتا ہے، کہ وہ ستارہ اور سعادت مند ہو

تو مگو فرع ست اُو را اصل گیر — تا شوی پیوستہ بر مقصود چیر

تو (اُس کو) شاخ نہ کہہ اُس کو جڑ سمجھ — تاکہ ہمیشہ مقصود پر غالب رہے

وَر نو آں را فرع گیری و مُضِر — چشمِ تو در اصل باشد مُنتظِر

اگر تو اُس کو شاخ اور مُضر سمجھے گا — تیری آنکھ جڑ کے لئے منتظر رہے گی

---

[1] فکر۔ جو نئے نئے افکار دل میں آئیں اُنکو ہنسی خوشی قبول کر۔ کہ۔ خوشی سے قبول کرنا یہ ہے کہ تو یہ دعا کر کہ اللہ تعالیٰ اِس فکر کے شر سے مجھے محفوظ رکھ اور مجھے اُس کی بھلائی سے محروم نہ کر، جو میں تیری جانب سے دیکھوں اُس پر شکر کروں اور اُسکے چلے جانے کے بعد مجھے یہ حسرت نہ ہو کہ میں نے اُس پر صبر کیوں نہ کیا۔ اَبر۔ زمین کے لئے ابر تُرشرو ہے لیکن وہی چمن پیدا کر دیتا ہے اور اُس کے شورپن کو زائل کر دیتا ہے۔

[2] فکرت۔ اپنے غم کو ابر کی طرح سمجھ اور اُسکے فوائد پر غور کر۔ بُو۔ ہو سکتا ہے کہ اُس فکر میں تیری خیر مُضمر ہو۔ ور نباشد۔ اگر خیر بھی مُضمر نہیں ہے تو تیرے صبر میں لامحالہ اضافہ کا سبب ہے۔ جائی دگر۔ یہ صبر کی عادت دوسری جگہ بھی مفید ہوگی۔

[3] فکرتے۔ جو غم شادی سے مانع ہوتا ہے وہ بھی اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ اور اس میں کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ دو چار دانگ۔ دو چار دانگ یعنی حقیر۔ صاحبقراں۔ وہ خوش نصیب ہے جس کی ولادت یا نطفہ کے استقرار کے وقت زُحل اور مشتری ایک برج میں ہوں۔ تو مگو۔ اُس فکر کو اصل سمجھ اور اُسی کو مقصود بنا تاکہ مقصد رسی ہو ورنہ تو مقصود سے محروم اور اُسکا منتظر رہیگا۔

زہرؔ آمد انتظار اندر چشش | دائماً در مرگ باشی زاں زدش
انتظار ذائقہ میں زہر ہے | اِس زدِش سے تو ہمیشہ موت میں رہیگا

اصل داں آں را بگیرش در کنار | باز رہ دائم ز مرگِ انتظار
اُس کو جڑ سمجھ، اُس کو بغل میں لے لے | موت کے انتظار سے، ہمیشہ نجات حاصل کر

نواختنِ سُلطان محمُود ایاز را
سلطان محمود کا ایاز کو نوازنا

اے ایازِ پُر نیازِ صدق کیش | صدقِ تو از بحر و ز کوہ ست بیش
اے نیاز مند، سچائی کے طریقہ والے ایاز! | تیری سچائی سمندر اور پہاڑ سے زیادہ ہے

نے بوقتِ شہوتت باشد عثار | کہ رود عقلِ چو کوہت کاہ وار
نہ شہوت کے وقت تیرے لئے لغزش ہے | کہ تیری پہاڑ جیسی عقل تنکے کی طرح ہو جائے

نےؔ بوقتِ خشم و کینہ صبرہات | سست گردد در قرار و در ثبات
نہ غصہ اور کینے کے وقت، تیرے صبر | ٹکاؤ اور جماؤ میں سُست ہوتے ہیں

ہست مردی این نہ آں ریش و ذکر | ورنہ بودے میرِ میراں کیرِ خر
مردانگی یہی ہے، نہ وہ داڑھی اور شرمگاہ | ورنہ گدھے کی شرمگاہ سرداروں کی سردار ہوتی

حق کرا خواندست در قرآں رجال | کے بود ایں جسم را آں جا مجال
جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مرد کہا ہے | وہاں اِس جسم کی کہاں گنجائش ہے؟

رُوحِ حیواں را چہ قدر ست اے پسر | آخر از بازارِ قصاباں گذر
اے بیٹا! حیوانی روح کی کیا قدر ہے؟ | آخر قصائیوں کے بازار سے گذر

صدؔ ہزاراں سر نہادہ بر شکم | ارزِ شاں از دُنبہ و از دُم کم
لاکھوں سِریاں، پیٹ پر رکھی ہوئی ہیں | جن کی قیمت چکدی اور دُمچی سے سستی ہے

تا توانی بندۂ شہوت مشو | در پےِ شہوت مکُن دل را گرو
جب تک تجھ سے ہوسکے شہوت کا غلام نہ بن | شہوت کے پیچھے دل کو گروی نہ کر

ورنہ شہوت خانمانت بر کند | زندہ ات در گورِ تاریک افگند
ورنہ شہوت تیرا گھربار اُکھاڑ دے گی | تجھے زندہ، اندھیری قبر میں پھینک دے گی

روسپی باشد کہ از جولانِ کیر | عقلِ او موشے شود شہوت چو شیر
رنڈی ہوگی کہ (مردکی) شرمگاہ کی حرکت سے | اُسکی عقل چوہے جیسی، اور شہوت شیر جیسی ہو جاتی ہے

لہ زہر آمد۔ صوفی ابن الوقت ہوتا ہے جو کچھ وقت سے آ ظاہر اس کو خدا کے اسماء میں سے کسی اسم کا مظہر سمجھتا ہے یہی اسماء وصفات کے عشق کا اثر ہے۔ صدق کیش۔ وہ جس نے سچائی کو مذہب بنالیا ہو۔ عثار ۔ لغزش۔ کہ رود۔ یعنی پہاڑ جیسی عقل تنکے کی طرح ہو جائے۔

لہ نے۔ عام طور پر انسان غصہ میں صبر و ثبات کو چھوڑ دیتا ہے۔ ہست۔ اصل مردانگی یہی ہے کہ غصہ کے وقت انسان اپنے آپ پر قابو پالے۔ داڑھی اور آلۂ تناسل پر مردانگی کا اطلاق نہیں ہے ورنہ گدھا سب سے بڑا مرد ہوتا۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے رجالؔ ان لوگوں کو کہا ہے جن کی روح منقّٰی ہو چکی ہے اور روح سے مراد روح حیوانی نہیں ہے۔

لہ صد ہزاراں۔ روح حیوانی کی ذلت کا منظر دیکھنا ہو تو قصائیوں کے بازار میں جاکر دیکھ لے۔ ارز۔ قیمت شہوتت۔ شہوت پرستی انسان کی بربادی کا باعث ہے اور انسان کو زندہ درگور کر دیتی ہے۔ روسپی۔ فاحشہ عورت شہوت میں اندھی ہو جاتی ہے۔

وصیت[۱] پدر دختر را کہ خود را نگاہ دار تا حاملہ نشوی ازیں شوہر

باپ کی بیٹی کو نصیحت کہ اپنی حفاظت کر، تاکہ تو اِس شوہر سے حاملہ نہ ہو جائے

خواجہ بُود ست اُو را دُخترے ۔۔۔ زہرہ خدّے مہ رُخے سیمیں برے
ایک صاحب کے ایک لڑکی تھی ۔۔۔ زہرہ جیسے رخسار والی، چاند جیسے چہرے والی، چاندی جسم والی

گشت بالغ داد دختر را بشو ۔۔۔ شو نبُود اندر کفایت کفوِ اُو
وہ بالغ ہوگئی اُس نے وہ شوہر کو دے دی ۔۔۔ شوہر حیثیت میں اُس کا ہمسر نہ تھا

خربزہ چوں در رسد شد آبناک ۔۔۔ گر نہ بشگافی تبہ گشت و ہلاک
خربوزہ جب پک جاتا ہے رسیلا ہوجاتا ہے ۔۔۔ اگر تو اُس کو نہ چیرے گا، تباہ اور برباد ہوجائیگا

چوں ضرورت بود دختر را بداد ۔۔۔ او بنا کفوے ز تخویفِ فساد
چونکہ مجبوری تھی، لڑکی دے دی ۔۔۔ اُس نے فساد کے ڈر سے غیر ہمسر کو

گفت[۲] دختر را کزیں داماد تو ۔۔۔ خویشتن پرہیز کن حاملہ مشو
اُس نے لڑکی سے کہا کہ تو اِس داماد سے ۔۔۔ اپنے آپ کو بچا، حاملہ نہ ہو

کز ضرورت بود عقدِ ایں گدا ۔۔۔ ایں غریبِ خوار را نبُود وفا
اِس لئے کہ اِس فقیر سے شادی مجبوری سے تھی ۔۔۔ اِس ذلیل، فقیر میں وفاداری نہ ہوگی

ناگہاں بجہد کند ترکِ ہمہ ۔۔۔ بر تو طفلِ اُو بماند مظلمہ
اچانک بھاگ جائیگا، سب کو چھوڑ دے گا ۔۔۔ اُس کا بچہ تیرے ذمہ پاداش بن جائے گا

گفت دختر اے پدر خدمت کنم ۔۔۔ ہست پندت دلپذیر و مغتنم
لڑکی نے کہا اے ابا! تعمیل کروں گی ۔۔۔ آپ کی نصیحت دل کو لگنے والی اور غنیمت ہے

ہر دو روزے ہر سہ روزے آں پدر ۔۔۔ دختر خود را بفرمودے حذر
ہر دوسرے اور تیسرے دن وہ باپ ۔۔۔ لڑکی کو بچنے کا حکم دیتا

ایں[۳] چنیں قومے بعالم ہم بُدند ۔۔۔ کز چنیں نوعے نصیحت گر شدند
دنیا میں ایسے لوگ بھی تھے ۔۔۔ کہ اس طرح کی نصیحت کرنیوالے ہوئے ہیں

حاملہ شد ناگہاں دختر ازو ۔۔۔ چونکہ بُد ہر دو جواں خاتون و شو
اچانک لڑکی اُس سے حاملہ ہوگئی ۔۔۔ چونکہ شوہر اور بیوی دونوں جوان تھے

از پدر آں را نہاں میداشتش ۔۔۔ پنج ماہہ گشت کودک یا کہ شش
اُس نے اُس کو باپ سے چھپائے رکھا ۔۔۔ بچہ پانچ یا چھ مہینے کا ہوگیا

---

۱ وصیت پدر۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ لڑکی شہوت سے مغلوب ہوگئی تھی۔ سیمیں بر۔ چاندی جیسے جسم والی۔ کفو۔ ہمسر۔ آبناک۔ پانی والا۔ تخویف فساد یعنی جوان لڑکی ہے کوئی خرابی نہ کر بیٹھے۔

۲ گفت۔ باپ نے اس لڑکی کو حاملہ نہ بننے کی ہدایت کی۔ عقد یعنی نکاح۔ بجہد۔ یعنی چھوڑ کر بھاگ جائیگا۔ مظلمہ ظلم کی پاداشت۔ بچاؤ۔

۳ ایں چنیں۔ مولانا کہتے ہیں کہ ایسے بیوقوف بھی دنیا میں ہیں جو اس طرح کی بیہودہ نصیحتیں کرتے ہیں کہ روکت۔ یعنی پیٹ کا بچہ۔

گشت پیدا گفت بابا چیست این
وہ ظاہر ہو گیا، باپ نے کہا یہ کیا ہے؟
من نہ گفتم کہ ازو دوری گزین
میں نے تجھے نہیں کہا تھا اس سے دوری اختیار کر

آں وصیتہای من خود باد بود
وہ میری نصیحتیں خود باد ہوائی ہوئیں
کہ نکردت پند و وعظم ہیچ سود
کیونکہ میرے وعظ اور نصیحت نے کوئی فائدہ نہ دیا

گفت بابا چوں کنم پرہیز من
اس نے کہا ابا! میں کیسے بچتی؟
آتش و پنبہ است بیشک مرد و زن
مرد و عورت آگ اور روئی ہیں

پنبہ را پرہیز از آتش کجاست
روئی کا آگ سے کہاں بچاؤ ہے؟
یا در آتش کے حفاظ است و تقاست
یا آگ میں نگہداشت اور بچاؤ کہاں ہے؟

گفت کے گفتم کہ سوی او مرو
اس نے کہا میں نے کب کہا تھا کہ تو اس کے پاس جا؟
تو پذیرای منی او مشو
یہ کہا تھا، تو اس کی منی کو قبول کرنے والی نہ بن

در زمان حال و انزال و خوشی
کیفیت اور انزال اور لذت کے وقت
خویشتن باید کہ از وی در کشی
چاہیئے (تھا) کہ اس سے اپنے آپ کو کھینچتی

گفت کے دانم کہ انزالش کیست
اس نے کہا مجھے کب معلوم تھا، کہ اسکو انزال کب ہوگا؟
این نہانست و بغایت دور دست
یہ پوشیدہ اور انتہائی بعید ہے

گفت چوں چشمش کلاپیسہ شود
اس نے کہا، جب اس کی آنکھیں چڑھیں
فہم کن کاں وقت انزالش بود
سمجھ لیتی کہ اس کے انزال کا وقت ہے

گفت تا چشمش کلاپیسہ شدن
اس نے کہا، اس کی آنکھیں چڑھنے تک
کور میگردد ز شہوت چشم من
شہوت سے میری آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں

نیست ہر عقل حقیرے پایدار
ہر حقیر عقل، مضبوط نہیں ہے
وقت حرص و وقت جنگ و کارزار
حرص کے وقت اور جنگ و کارزار کے وقت

وصف ضعف دلی و سستی صوفی سایہ پروردہ مجاہدہ ناکردہ، درد و داغ عشق ناچشیدہ، بسجدہ و دست بوس عام و بحرمت نظر کردن و بانگشت نمودن ایشاں کہ

اس صوفی کے دل کی کمزوری اور سستی کا بیان جو سائے میں پلا تھا، مجاہدہ نہ کئے ہوئے تھا، عشق کا درد اور داغ نہ چکھے ہوئے تھا، سجدے اور عوام کی دست بوسی اور احترام سے دیکھنے، اور ان کی انگلی اٹھانے سے ———

ا؎ باد۔ یعنی میری نصیحت ہوا کی طرح اڑ گئی۔ گفت۔ لڑکی نے باپ سے کہا۔ پنبہ۔ اگر آگ اور روئی ایک جگہ ہو تو روئی کب بچاؤ کر سکتی ہے۔ حفاظ۔ نگہداشت۔ تقا۔ بچاؤ۔ گفت۔ باپ نے کہا کہ میں نے شوہر کے پاس جانے کو منع نہیں کیا تھا۔ منی۔ یعنی انزال کے وقت اپنے آپ کو علیحدہ کر لینے کو کہا تھا۔

۲؎ گفت۔ لڑکی نے کہا مجھے کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کو انزال کس وقت ہو رہا ہے۔ دور دست۔ وہ مقام جہاں پہنچنا مشکل ہے۔ کلاپیسہ۔ آنکھوں کا چڑھ جانا کہ پتلی نظر نہ آئے۔ گفت۔ لڑکی نے کہا اس وقت تو میں خود شہوت سے اندھی ہوتی تھی۔ وقت حرص۔ لالچ اور جنگ میں بہت کم عقلیں قائم رہتی ہیں۔

۳؎ وصف۔ یہاں صوفی صاحب کے قصہ سے یہ بتایا ہے کہ جنگ کے وقت ان کی عقل بیکار ہو گئی تھی۔ صوفی صاحب خانقاہ کے سایہ میں پلے تھے مجاہدے کی مشقتیں نہ اٹھائی تھیں عوام کی دست بوسی سے اپنے آپ کو کامل انسان سمجھ بیٹھے تھے۔ انگشت۔ مشہور آدمی کی طرف لوگ انگلیوں سے اشارے کرتے ہیں۔

امروز در زمانہ صوفی اُوست غرّہ شُدہ و لَوہم بیمار شُد چون[1]

کہ آجکل دنیا میں وہی صوفی ہے، وہ دھوکے میں آ گیا تھا اور وہم کی بیماری میں مبتلا ہو گیا تھا

آں مُعلّم کہ کودکاں گفتند کہ رنجوری، وبایں وہم کہ من مجاہدم

اُس اُستاد کی طرح جس کو بچّوں نے کہا تھا کہ آپ بیمار ہیں اور اس وہم سے کہ میں مجاہد ہوں

مرا دریں راہ پہلوان میدانند با غازیاں بغزا رفتہ کہ بظاہر

لوگ مجھے اس راہ کا پہلوان سمجھتے ہیں، غازیوں کے ساتھ جہاد میں چلا گیا کہ میں ظاہری

نیز بنمایم جہاد، کہ در جہادِ اکبر مُستثنیٰ اَم، جہادِ اصغر خود پیش

جہاد بھی کروں گا، کیونکہ میں بڑے جہاد میں ممتاز ہوں، چھوٹا جہاد میرے سامنے کیا

من چہ محل دارد، و خیالِ شیر دَر دیدہ و دلیریہا کردہ و مُست

وقعت رکھتا ہے؟ اور شیر ہونے اور بہادریوں کا نقشہ آنکھ میں جما کر اور ان

ایں دلیریہا شُدہ و رُوی بہ بیشہ نہادہ بقصدِ شیر و

بہادریوں میں مست ہو کر اور شیر کے ارادے سے جنگل کا رُخ کیا اور

شیر بزبانِ حال گفتہ کہ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ[2]

شیر نے زبانِ حال سے کہا کہ ہرگز نہیں، تم عنقریب جان لوگے پھر

کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ

ہرگز نہیں، تم عنقریب جان لوگے

رَفت یک صوفی بہ لشکر در غَزا | ناگہاں آمد قطاریق و وَغا
ایک صوفی جہاد میں لشکر کے ساتھ چلا گیا | اچانک جنگ کا شور و غوغا اٹھا اور جنگ شروع ہو گئی

ماند صوفی با بُنہ و خیمہ و ضِعاف | فارساں راندند تا صفِ مَصاف
صوفی سامان اور خیمہ اور کمزوروں کیساتھ رہ گیا | شہسواروں نے میدانِ جنگ کی صف کیطرف گھوڑے دوڑا دیئے

مُثقلانِ خاک بر جا ماندند | سَابِقُوْنَ السَّابِقُوْن دَر راندند
مٹی کے بوجھل، (اپنی) جگہ پر رہ گئے | سبقت کرنیوالے پیش قدم آگے دوڑ گئے

جنگہا[3] کردہ مُظفّر آمدند | باز گشتہ با غنائم سُودمند
جنگ کر کے کامیاب واپس آ گئے | مالدار ہو کر غنیمتوں کے ساتھ لوٹ آئے

ارمُغاں دادند کاے صوفی تو نیز | اُو بروں انداخت نستد ہیچ چیز
انھوں نے تحفہ دیا کہ اے صوفی! تو بھی (لے) | اُس نے باہر پھینک دیا، کوئی چیز نہ لی

---

[1] چوں مُعلّم۔ پہلے مولانا نے قصہ سنایا تھا کہ مکتب کے بچّوں نے اُستاد کو بلا وجہ بیمار بنا دیا تھا۔ جہادِ اکبر۔ یعنی نفس کے ساتھ جہاد۔ مُستثنیٰ۔ ممتاز۔ جہادِ اصغر۔ کافروں سے جہاد کرنا۔

[2] کلّا سوف۔ قرآن نے کافروں کے غلط خیالات کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ عنقریب حقیقتِ حال سامنے آجائے گی۔ غزا۔ جہاد۔ قطاریق۔ جنگ کا شور و غل۔ وغا۔ جنگ۔ بُنہ۔ سامان۔ مَصاف۔ صف کی جگہ، میدانِ جنگ۔ مُثقلان۔ شست، بوجھل۔

[3] جنگہا۔ مجاہد جہاد میں کامیاب ہو کر مالِ غنیمت کے ساتھ واپس آئے۔ ارمغان۔ یعنی مالِ غنیمت میں سے حصّہ۔

پس بگفتندش کہ خشمینی[۱] چرا — گفت من محروم ماندم از غزا

پھر اُنھوں نے کہا کہ تو غصہ میں کیوں ہے؟ — اُس نے کہا، میں جہاد سے محروم رہ گیا

زاں تلطف ہیچ صوفی خوش نشد — کو میانِ غزو خنجر کش نشد

اِس مہربانی سے صوفی کچھ بھی خوش نہ ہوا — کیونکہ وہ جہاد میں خنجر چلانے والا نہ بنا

پس بگفتندش کہ آوردیم اسیر — آں یکے را بہرِ کشتن تو بگیر

تو اُنھوں نے اُس سے کہا، ہم قیدی لائے ہیں — اُس ایک کو تو قتل کرنے کے لئے لے لے

سر ببرش تا تو ہم غازی شوی — آں کے خوش گشت صوفی دل قوی

اُس کا سر قلم کر دے تاکہ تو بھی غازی بن جائے — صوفی تھوڑا خوش ہوا اور مضبوط دل بن گیا

کاب را گر در وضو صد روشنی ست — چونکہ آں نبود تیمم کردنی ست

کہ اگرچہ وضو میں پانی کے سیکڑوں نور ہیں — جب وہ نہ ہو، تو تیمم کرنا ہی ہے

برد صوفی آں اسیرِ بستہ را — در پسِ خرگہ کہ آرد او غزا

اُس بندھے ہوئے قیدی کو صوفی لے گیا — خیمہ کے پیچھے، کہ وہ جہاد کرے

دیر ماند[۲] آں صوفی آنجا با اسیر — قوم گفتند اے عجب چوں شد فقیر

صوفی، قیدی کے ساتھ وہاں بہت دیر رہا — لوگوں نے کہا تعجب ہے، صوفی کو کیا ہوا؟

کافرِ بستہ دو دست او کشتنی ست — بسملش را موجبِ تاخیر چیست

دونوں ہاتھ بندھا کافر، قتل ہو جانے والا ہے — اُس کے ذبح کرنے میں تاخیر کا کیا سبب ہے؟

رفت آں یک در تفحص در پئیش — دید کافر را ببالای ویش

جستجو میں، ایک اُس کے پیچھے چلا — اُس نے کافر کو اُس کے اوپر دیکھا

ہمچو نر بالای مادہ آں اسیر — ہمچو شیرے خفتہ بالای فقیر

وہ قیدی، مادہ پر نر کی طرح تھا — وہ فقیر پر شیر کی طرح پڑا تھا

دستہا بستہ[۳] ہمی خائید او — از سرِ استیزہ صوفی را گلو

ہاتھ بندھے ہوئے، وہ چبا رہا تھا — صوفی کا گلا، کینہ وری کی وجہ سے

گبر میخائید با دنداں گلوش — صوفی افتادہ بزیر و رفتہ ہوش

کافر دانتوں سے اس کا گلا چبا رہا تھا — صوفی نیچے پڑا تھا اور ہوش اُڑ گئے تھے

دست بستہ گبر ہمچوں گربہٗ — خستہ کردہ حلقِ او بے حربہٗ

ہاتھ بندھے ہوئے کافر نے، بلی کی طرح — بغیر نیزے کے اُس کے گلے کو زخمی کر دیا

[۱] خشمینی۔ تو غصہ میں کیوں ہے۔ تلطف۔ مہربانی۔ اسیر۔ قیدی۔ غازی۔ یعنی اُس قیدی کا سر قلم کر کے غازی بن جا۔ کاب۔ صوفی نے کہا وضو ممکن نہ ہو تو تیمم سے کام چل جاتا ہے اصل جہاد تو میدانِ جنگ میں تھا یہ بھی مجبوری کا جہاد ہے۔ خرگہ۔ خیمہ۔

[۲] دیر ماند۔ صوفی کی واپسی میں دیر ہوئی تو لوگ حیران ہوئے۔ کافر۔ ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کو قتل کرنے میں اس قدر دیر کا کیا کام ہے۔ تفحص۔ جستجو۔

[۳] دستہا بستہ۔ دونوں ہاتھ بندھا ہوا کافر صوفی کے گلے کو دانتوں سے چبا رہا ہے۔ گبر۔ اُس کافر نے اُس صوفی کا گلا اِس قدر چبایا کہ صوفی بیہوش ہو گیا۔ حربہ۔ نیزہ۔

نیم کُشتش کرد با دنداں اسیر [۱] — ریشِ اُو بُرخوں زحلقِ آں فقیر

قیدی نے دانتوں سے اُس کو ادھ موا کر دیا — اُس فقیر کے حلق کے خون سے اُسکی داڑھی بھری ہوئی تھی

ہمچو تو کز دستِ نفسِ بستہ دست — ہمچو آں صُوفی فتادستی بہ پست

تیری طرح، کہ ہاتھ بندھے نفس سے — اُس صوفی کی طرح نیچے گرا پڑا ہے

اے شُدہ عاجز زتَلِ کیشِ تو — صد ہزاراں کوہہا در پیشِ تو

اے وہ کہ تو اپنے مذہب کے ٹیلے سے عاجز ہے — تیرے سامنے لاکھوں پہاڑ ہیں

زیں قدر خرپشتہ مُردی از شکوہ — چوں رَوی بر عَقبہائے ہمچو کوہ

تو ڈر سے، اِس قدر ڈھلوان ٹیلے سے مرگیا — تو پہاڑ جیسی گھاٹیوں پر کیسے گذرے گا؟

غازیاں کُشتند کافر را بہ تیغ — ہمدراں ساعت زحمیت بیدریغ

غازیوں نے کافر کو تلوار سے مار ڈالا — بے دریغ اُسی وقت غصّہ سے

بر رُخِ صُوفی زدند آب و گلاب — تا بہوش آید زبیہوشی و خواب

صوفی کے چہرے پر پانی اور گلاب چھڑکا — تاکہ وہ بیہوشی اور غفلت سے ہوش میں آجائے

چوں بخویش آمد بدید آں قوم را [۲] — پس بپرسیدند چوں بُد ماجرا

وہ جب ہوش میں آیا، اُس نے قوم کو دیکھا — تو اُنھوں نے پوچھا کیا قصّہ ہوا؟

اللہ اللہ اینچہ حال ست اے عزیز — اینچنیں بیہوش گشتی از چہ چیز

اللہ اللہ اے پیارے! یہ کیا حال ہے؟ — تو کس چیز سے ایسا بے ہوش ہو گیا؟

از اسیرِ نیم کُشتہ بستہ دست — اینچنیں بیہوش اُفتادی و پست

ادھ موئے، ہاتھ بندھے، قیدی سے — اس طرح بے ہوش اور پست ہو کر گر پڑا

گفت چوں قصدِ سرش کردم بخشم — طرفہ در من بنگرید آں شوخ چشم

اُسنے کہا جب میں نے غصّہ سے اُسکے سر کا ارادہ کیا — اُس بے حیا نے مجھے عجیب طرح پر گھورا

چشم را وا کرد پہن اُو سوی مَن — چشم گردانید و شُد ہوشم زتن

اُس نے میری جانب آنکھیں پھاڑیں — آنکھوں کو گھمایا اور میرے ہوش بدن سے اُڑ گئے

گردشِ چشمش مرا لشکر نمود [۳] — می ندانم گفت چوں پُرہول بُود

اُس کی آنکھوں کا گھومنا، مجھے لشکر نظر آیا — میں بتا نہیں سکتا کہ کس قدر خوفناک تھیں

قصہ کوتہ کُن کزاں چشم اینچنیں — رفتم از خود اُوفتادم بر زمیں

قصّہ مختصر کر، کہ اُن آنکھوں سے میں ایسا — بے ہوش ہوا، زمین پر گر پڑا

۱؎ نیم کُشتش۔ اُس کافر نے صوفی کو نیم مُردہ بنا دیا اور اُس کی داڑھی اُس صوفی کے خون میں لتھڑ گئی۔ ہمچو تو۔ اُس صوفی کا ہاتھ بندھے کافر سے جو حال ہوا تیری نفس کے ہاتھوں تیرا حال ہے۔ تَل۔ ٹیلہ۔ خرپشتہ۔ وہ ٹیلہ جس کے کنارے ڈھلواں ہوں۔ عَقبہ۔ پہاڑ کی گھاٹی۔ حمیت۔ عار کی وجہ سے غصّہ کرنا۔

۲؎ چوں۔ جب صوفی کو ہوش آیا تو اُس سے بیہوش ہونے کا قصّہ پوچھا کہ ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کے نیچے پڑے ہوئے بے ہوش کیوں ہوئے۔ طرفہ۔ اُس کافر نے عجب طرح پر گھور کر دیکھا بڑی بڑی آنکھیں نکالیں اور اُن کو گھمایا تو میں بے ہوش ہو گیا۔

۳؎ گردش۔ اُس کے آنکھیں گھمانے سے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کوئی لشکر آگیا ہے میں اُس کی خوفناکی کا بیان بھی نہیں کرسکتا ہوں۔

فتنہ کوتہ کن کزاں غمزۂ[1] گراں — رفتم از خود او فتادم من دراں
فتنہ کو مختصر کر، کہ اس کی تیکھی نظروں سے — میں بے ہوش ہو گیا، میں اس میں گر پڑا

نصیحت کردنِ مبارزاں او را کہ بایں دل و زہرہ کہ تو داری
اُس کو جنگ جوؤں کا نصیحت کرنا کہ اس دل اور پتے کے ساتھ جو کہ تو رکھتا ہے

از کلاپیسہ شدنِ چشمِ کافرِ اسیر دست بستہ بیہوش و دشنہ
ہاتھ بندھے ہوئے قیدی، کافر کی پتلیاں چڑھنے سے بے ہوش ہو گیا اور تیشہ

از دست بیفگندی زینہار ہزار زینہار کہ ملازمِ مطبخِ خانقاہ
ہاتھ سے گرا دیا، خبردار، خبردار، کہ خانقاہ کے مطبخ میں بیٹھا رہ

باش و سوئے پیکار مرو تا رسوا نشوی
اور جنگ کی طرف نہ جا تاکہ رسوا نہ ہو

قوم گفتندش بہ پیکار و نبرد — با چنیں زہرہ کہ تو داری مگرد
لوگوں نے اُس سے کہا لڑائی اور جنگ میں — اس پتے سے جو تو رکھتا ہے، نہ جا

گردِ مطبخ گرد و اندر خانقاہ — تا دگر رسوا نگردی در سپاہ
مطبخ اور خانقاہ کے اندر چکر کاٹ — تاکہ لشکر میں دوبارہ رسوا نہ ہو

چوں ز چشمِ آں اسیرِ بستہ دست — غرقہ گشتی کشتیِ تو درشکست
جب اُس ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کی آنکھوں سے — تو ڈوب گیا، تیری کشتی ٹوٹ گئی

پس میانِ حملۂ شیرانِ نر — کہ بود با تیغِ شاں چوں گوئے سر
تو نر شیروں کے حملہ کے دوران — جن کی تلواروں کے سامنے سر گیند کی طرح ہیں

کہ ز طاقا طاقِ[2] گردن ہا زدن — طاق طاقِ جامہ کوباں ممتہن
کہ اُن کے گردن کاٹنے کی تڑاخ پڑاخ سے — دھوبیوں کی چھوا چھو کمتر ہے

کہ ز فشا فاشِ تیرِ جاں ستاں — ابرِ آذاری خجل در امتحاں
کہ مار ڈالنے والے تیروں کے زناٹے سے — موسم بہار کا ابر آزمائش میں شرمندہ ہے

کے توانی کرد در خوں آشنا — چوں نہ با جنگِ مرداں آشنا[3]
تو خون میں کیسے تیراکی کر سکے گا؟ — جبکہ تو بہادروں کی جنگ سے آشنا نہیں ہے

بس تنِ بے سر کہ دارد اضطراب — بس سرِ بے تن بخوں بر چوں حباب
بہت سے بے سر کے دھڑ تڑپتے ہیں — بہت سے بے دھڑ کے سر خون پر بلبلوں کی طرح ہیں

[1] غمزہ۔ آنکھ کا اشارہ۔ زہرہ۔ پتہ۔ کلاپیسہ شدنِ چشم۔ آنکھوں کی پتلیاں چڑھنا۔ گردِ مطبخ۔ خانقاہ کے مطبخ کے چکر لگایا کر۔ تاکہ پھر شرمندہ نہ ہو۔ کہ بود۔ جو ایسے بہادر ہیں کہ اُن کی تلوار کے سامنے بہادروں کے سر بچے کی گیند کی طرح ہیں۔

[2] طاقا طاق۔ تلواروں کی آواز۔ طاق طاق۔ دھوبی کے کپڑوں کو پٹرے پر پٹخنے کی آواز۔ فشا فاش۔ تیروں کے چلنے کی آواز۔ خجل۔ شرمندہ۔

[3] آشنا۔ پہلے مصرع کے آخر میں بمعنی تیرنا اور دوسرے مصرع میں بمعنی واقف ہے۔ بس۔ بہت۔ دھڑ بغیر جسم کے ہیں اور کچھ سر بغیر دھڑ کے ہیں۔ حباب۔ بلبلہ۔

زیرِ دست و پایِ اسپاں در غزا[1] | صد فنا کُن، غرقہ گشتہ در فنا
جہاد میں گھوڑوں کے ہاتھ پاؤں کے نیچے | سینکڑوں قاتل، فنا میں غرق ہیں

اینچنیں ہوشے کہ از موشے پرید | اندراں صف تیغ چوں خواہد کشید
ایسا ہوش، جو چوہے سے اُڑا | اُس صف میں تو تلوار کیسے سونت سکے گا؟

چالش ست ایں، خمر خوردن نیست ایں | تا تو بر مالی بخوردن آستیں
یہ جنگی تگ و دو ہے، یہ شراب نوشی نہیں ہے | تاکہ تو پینے کے لئے، آستین چڑھائے

نیست حمزہ خوردن اینجا تیغ بیں | حمزۂ باید دریں صف آہنیں
یہ جگہ ترو تیزک کھانا نہیں ہے، تلوار دیکھ | اِس صف میں لوہے جیسا (حضرت) حمزہؓ درکار ہے

نیست لوتِ چرب، تیغ و خنجر ست | جاں بباید باخت چہ جایِ سر ست
لذیذ کھانا نہیں ہے، تلوار، در خنجر ہے | سر کا کیا ہے؟ جان کی بازی لگانی چاہیئے

کارِ ہر نازک دلے نبوَد قتال[2] | کہ گریزد از خیالے چوں خیال
ہر نازک دل کا کام، جنگ کرنا نہیں ہے | جو ایک وہم سے خیال کی طرح بھاگ جائے

کارِ ترکان ست نے ترکاں برو | جایِ ترکاں ہست خانہ خانہ شو
بہادروں کا کام ہے، بُو بُو کا نہیں ہے، جا | بُو بُو کی جگہ گھر ہے، گھر میں جا بیٹھ

قصہ کوتہ کُن کزاں چشم اینچنیں | رفتی از دست و فتادی بر زمیں
قصہ مختصر کر، کہ اُن آنکھوں سے اِس طرح | تو بے قابو ہو گیا، اور زمین پر گر پڑا

حکایت عیاضی[3] رحمۃ اللہ علیہ کہ نود بار بغزوہ رفتہ بود سینہ برہنہ و غزاہا کردہ، بامیدِ شہید شدن، و چوں نومید شد از جہادِ اصغر رُوی بجہادِ اکبر آورد و خلوت گزید ناگہاں آوازِ طبلِ غازیاں شنید نفس از اندروں رنجہ می داشت سوی غزا و متہم داشتنِ او نفسِ خود را دریں رغبت کہ کرد

حضرت عیاضی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت کردہ نوّے بار جہاد میں گئے تھے کُھلے سینے، اور شہید ہو جانے کی امید پر جہاد میں گئے اور جب جہادِ اصغر سے مایوس ہو گئے، تو جہادِ اکبر کا رُخ کیا اور خلوت اختیار کر لی، اُنھوں نے اچانک غازیوں کے نقارے کی آواز سُنی نفس اندر سے جہاد کی جانب مجبور کرنے لگا اور اُن کا نفس کو اِس رغبت کے بارے میں متہم بنانا جو اُس نے کی

[1] غزآ۔ جہاد۔ فنا کن۔ فنا کر دینے والا۔ چالش۔ رفتار یعنی جنگی رفتار۔ بر مالی آستین۔ تو آستین چڑھائے۔ حمزہ۔ معرع اوّل میں تارا میرا کا پتہ دوسری مصرع میں آنحضورؐ کے چچا کا نام ہے جن کی بہادری مشہور ہے۔

[2] کار۔ جنگجوئی، نازک دل کا کام نہیں ہے جو محض دشمن کے وہم پر خیال کی طرح بھاگ جائے۔ ترکان۔ ترک کی جمع ہے، بہادر۔ ترکان۔ عورت۔

[3] عیاضی۔ مشہور بزرگ صوفی ہیں اُن کا نام ابوبکر محمد بن احمد ہے اپنے کسی دادا عیاض کی طرف منسوب ہیں۔ مولانا نے اُن کا قصہ سنا کر سمجھایا ہے کہ ہر صوفی کو اُن صوفی صاحب کی طرح نہ سمجھنا جو ہاتھ بندھے قیدی کی آنکھیں دیکھ کر بے ہوش ہو گئے تھے۔ جہادِ اصغر۔ کافروں سے جہاد۔ جہادِ اکبر۔ نفس سے جہاد۔

گفت عیاضی نود بار آمدم ۔ تن برہنہ بوکہ زخمے آیدم
(حضرت) عیاضی نے فرمایا کہ میں نوے بار پہنچا ۔ ننگے بدن، شاید میرے جسم پر کوئی زخم لگے

تن برہنہ می شدم در پیشِ تیر ۔ تا یکے تیرے خورم من جائی گیر[1]
میں تیر کے سامنے ننگے بدن گیا ۔ تاکہ کوئی گھس جانے والا تیر کھاؤں

تیر خوردن بر گلو یا مَقتلے ۔ در نیابد جز شہیدے مُقبلے
گلے یا مقتل پر تیر کھانا ۔ سوائے نصیبہ ور شہید کے کوئی نہیں پاتا ہے

بر تنم یک جایگہ بے زخم نیست ۔ ایں تنم از تیر چوں پرویزنیست
میرے جسم پر کوئی جگہ بغیر زخم کے نہیں ہے ۔ میرا یہ جسم تیروں کی وجہ سے چھلنی کی طرح ہے

لیک بر مقتل نیامد تیرہا ۔ کارِ بختست ایں نہ چلدی ودہا
لیکن تیر، مقتل پر نہ پہونچے ۔ یہ مقدر کی بات ہے نہ کہ بہادری اور ہوشیاری کی

چوں شہیدی[2] روزیِ جانم نبود ۔ رفتم اندر خلوت و در چلہ زود
چونکہ شہادت، میری جان کی روزی نہ تھی ۔ میں جلد خلوت اور چلہ میں چلا گیا

در جہادِ اکبر افگندم بدن ۔ در ریاضت کردن و لاغر شدن
میں نے جہادِ اکبر میں جسم ڈال دیا ۔ محنت کرنے اور لاغر ہونے میں

بانگِ طبلِ غازیاں آمد بگوش ۔ کہ خرامیدند جیشِ غزو کوش
غازیوں کے نقارے کی آواز کان میں آئی ۔ کہ جہاد کا کوشاں لشکر روانہ ہوگیا

نفس از باطن مرا آواز داد ۔ کہ بگوشِ حس شنیدم بامداد
میرے نفس نے مجھے اندر سے آواز دی ۔ جو میں نے حس کے کان سے صبح کو سنی

خیز ہنگامِ غزا آمد برو ۔ خویش را در غزو کردن کن گرو
اٹھ جہاد کا وقت آگیا، جا ۔ اپنے آپ کو جہاد میں معروف کردے

گفتم[3] اے نفسِ خبیثِ بے وفا ۔ از کجا میلِ غزا تو از کجا
میں نے کہا، اے بے وفا خبیث نفس! ۔ تجھے جہاد کی خواہش کہاں سے، کہاں ہے

راست گو اے نفس کایں حیلہ گریست ۔ ورنہ نفسِ شہوت از طاعت بریست
اے نفس! سچ بتا یہ تیری حیلہ بازی ہے ۔ ورنہ شہوانی نفس عبادت سے بیگانہ ہے

گر نگوئی راست حملہ آرمت ۔ در ریاضت سخت تر افشارمت
اگر تو سچ نہ کہے گا، میں تجھ پر حملہ کروں گا ۔ میں تجھے ریاضت میں سخت دباؤں گا

---

[1] جائی گیر۔ گھس جانے والا۔ مقتل۔ بدن کا وہ عضو جس پر چوٹ لگنے سے انسان مرجائے۔ مُقبلے۔ بانصیب۔ پرویزن۔ چھلنی۔ چلدی۔ بہادری۔ دہا۔ تدبیر۔

[2] چوں شہیدی۔ حضرت عیاضی فرماتے ہیں جب مجھے یقین ہوگیا کہ شہادت میرے مقدر میں نہیں ہے تو میں نے خلوت میں چلہ کشی شروع کردی۔ جیش۔ لشکر۔ گرو۔ گروی۔

[3] گفتم۔ میں نے نفس سے کہا، خبیث تجھے جہاد کی رغبت کیوں پیدا ہوتی ہے، سچ بتادے ورنہ تجھے بہت کچلوں گا۔

نفسؔ بانگ آورد آندم از دروں
نفس نے اندر سے آواز دی

بافصاحت بے دہاں اندر فسوں
بغیر منہ کے، فصاحت کے ساتھ، جادو (گری) میں

کہ مرا ہر روز ایں جا می کشی
کہ تو مجھے ہر روز اس جگہ کھینچ لاتا ہے

جانِ من چوں جانِ گبراں میکشی
میری جان کو، کافروں کی جان کی طرح قتل کرتا ہے

ہیچ کس را نیست از حالم خبر
کسی کو میری حالت کی خبر نہیں

کہ مرا تو میکشی بے خواب و خور
کہ تو مجھے بغیر سونے اور کھائے قتل کر رہا ہے

در غزا بجہم بیک زخم از بدن
میں جہاد میں ایک زخم سے، بدن سے بھاگ نکلونگا

خلق بیند مردی و ایثارِ من
لوگ میری بہادری اور قربانی دیکھ لینگے

گفتمؔ اے نفسک منافق زیستی
میں نے کہا اے ذلیل نفس! تو منافق جیا

ہم منافق میمری تو چیستی
منافق ہی مر رہا ہے تو کیا ہے؟

خوار و خودرای و مرائی بودہٗ
تو ذلیل، خودسر، اور ریاکار رہا ہے

در دو عالم تو چنیں بیہودہٗ
دونوں جہاں میں تو اس قدر بیہودہ ہے

نذر کردم کہ ز خلوت ہیچ من
میں نے منت مان لی ہے کہ میں خلوت سے کبھی

سر برون نارم چو زندہ است ایں بدن
باہر نہیں نکلونگا، جب تک یہ بدن زندہ ہے

زانکہ در خلوت ہر آنچہ تن کند
اسلئے کہ خلوت میں بدن جو کچھ کرتا ہے

نز برای روی مرد و زن کند
وہ مرد و عورت کے دکھاوے کیلئے نہیں کرتا ہے

جنبش و آرامش اندر خلوتش
خلوت میں اس کی حرکت اور سکون

جز برای حق نباشد نیتش
اللہ (تعالیٰ) کے سوا کیلئے اسکی نیت نہیں ہوتی ہے

ایں جہادِ اکبر ست آں اصغر ست
یہ بڑا جہاد ہے، وہ چھوٹا جہاد ہے

ہر دو کارِ رستم ست و حیدر ست
دونوں کام، رستم اور حیدرؓ کے ہیں

کارِ آنکس نیست کو را عقل و ہوش
اس شخص کا کام نہیں ہے کہ جسکی عقل اور ہوش

پرّد از تن چوں بجنبد دمِ موش
بدن سے پرواز کر جائے جب چوہے کی دم ہلے

کارِ آنکس نیست ایں سودا و جوش
یہ جنون اور جوش اس کا کام نہیں ہے

کو ز موش و جنبشش گم کرد ہوش
جو چوہے اور اسکے ہلنے سے ہوش گنوادے

آنچناں کس را بباید چوں زناں
ایسے شخص کو عورتوں کی طرح چاہیے

دور بودن از مصاف و از سناں
میدانِ جنگ اور نیزے سے دور رہنا

لے نفس۔ نفس نے جواب دیا تو مجھے یہاں چلہ کشی میں روز کافروں کی طرح قتل کرتا ہے۔ ہیچ کس۔ یہاں تنہائی میں میرے قتل سے کوئی واقف نہیں ہوتا ہے۔ در غزا۔ جہاد میں مروں گا تو یکبارگی مر جاؤنگا اور لوگ بھی میری جان نثاری کو دیکھ لیں گے۔

لے گفتم۔ میں نے نفس سے کہا تو نفاق کے ساتھ جیا اور اب لوگوں کے دکھاوے کے لئے جہاد کر کے منافق کی موت مرنا چاہتا ہے۔ خوار۔ تو دونوں جہانوں میں ذلیل ہوگا۔ مرائی۔ ریاکار۔ خلوت۔ تنہائی کی عبادت ریاکاری سے خالی ہوتی ہے۔ ایں جہادِ اکبر۔ خلوت میں چلہ کشی جہادِ اکبر ہے جو حیدرِ کرار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کام ہے۔

لے جہادِ اصغر۔ دشمن سے لڑنا، یہ بہادر اور رستم کا کام ہے۔ کارِ آنکس۔ جہادِ اکبر اور جہادِ اصغر اس بزدل کا کام نہیں ہے جو چوہے کی دم سے ڈرے۔ آنچناں۔ اس شخص کو عورتوں کی طرح خانہ نشیں ہو جانا چاہیے۔

صوفیے آں[1] صوفیِ ایں اینت حیف — آں ز سوزن کشتہ ایں لُطمہ سیف

ایک صوفی وہ ہے ایک صوفی یہ ہے عجب افسوس ہے — وہ صوفی کا مقتول اِس کی خوراک تلوار ہے

نقشِ صوفی باشد اُو را نیست جاں — صوفیاں بدنام ہم زیں صوفیاں

وہ صوفی کی تصویر ہے اسمیں جان نہیں ہے — اِن صوفیوں سے، صوفی بھی بدنام ہیں

بر در و دیوارِ جسمِ گِل سرشت — حق ز غیرت نقشِ صد صوفی نوشت

مٹی کے بنے ہوئے جسم کے در و دیوار پر — اللہ تعالٰی نے غیرت سے سیکڑوں صوفیوں کی تصویریں بنا دیں

تا[2] ز سحر آں نقشہا جُنباں شود — تا عصایِ موسوی پنہاں شود

تاکہ وہ تصویریں جادو سے متحرک رہیں — جب تک موسوی عصا مخفی رہے

نقشہا را می خورد صدقِ عصا — چشمِ فرعونی ست پُر گرد و حصا

ان تصویروں کو لاٹھی کی سچائی نگل جاتی ہے — فرعونی آنکھ ہے جو گرد اور کنکریوں سے پُر ہے

حکایتِ مجاہدِ دیگر و جانبازیِ اُو در غزا

دوسرے مجاہد، اور جہاد میں اُس کی جان بازی کی حکایت

صُوفیِ دیگر میانِ صفِ حرب — اندر آمد بیست بار از بہرِ ضرب

جنگ کی صف میں ایک دوسرا صوفی — تلوار بازی کے لئے بیس بار آیا

با مسلماناں بکافر وقتِ کرّ — وانگشت اُو با مسلماناں بفرّ

مسلمانوں کیساتھ (ہوتا تھا) کافر پر حملہ کیوقت — فرار کے وقت وہ مسلمانوں کیساتھ نہ پلٹتا تھا

زخم[3] خورد و بست زخمے را کہ خورد — بارِ دیگر حملہ آورد و نبرد

زخم کھاتا اور جو زخم کھاتا اُس کی بندش کرتا — دوسری بار حملہ اور جنگ شروع کرتا

تا نمیرد تن بیک زخم از گزاف — تا خورد اُو بیست زخم اندر مصاف

تاکہ جسم ایک زخم سے خواہ مخواہ نہ مرجائے — یہانتک کہ وہ جنگ میں بیس زخم کھائے

حیفش آمد کہ بزخمے جاں دہد — جاں ز دستِ صدقِ اُو آساں رہد

اُسکو افسوس ہوتا کہ وہ ایک زخم سے جان دیدے — جان اسکی سچائی کے ہاتھ سے آسانی سے چھوٹ جائے

حکایتِ آں مجاہد کہ از ہمیانِ سیم ہر روز یکدرم در خندق

اُس مجاہد کی حکایت جو چاندی کی تھیلی سے، ہر روز ایک درہم — خرچ بناکر خندق میں

انداختے بتفاریق از بہرِ ستیزہ حرص و آرزوئے نفس

پھینک دیتا — نفس کی آرزو اور لالچ سے جنگ کے لئے

---

[1] آں۔ یعنی وہ صوفی جو دست بستہ کافر سے مغلوب ہوگیا۔ ایں۔ یعنی حضرت عیاضیؒ۔ نقش۔ وہ بزدل صوفی صوفیوں کو بدنام کرنے والا ہے۔ بر در۔ انسانی جسم کی دیوار پر اللہ تعالٰی نے غیرت کیوجہ سے بہت سے صوفیوں کی تصویریں بنادی ہیں تاکہ اسکے محبوب صوفی ان تصویروں میں مخفی رہیں۔

[2] تا ز سحر۔ یہ تصویریں محض جادوگری سے متحرک ہیں اور صوفیانہ حرکات کر رہی ہیں یہ اسی وقت تک ہے جب تک حقیقی صوفی جلوہ گر نہیں ہوتا ہے اُس کی جلوہ گری ان سب کو ہضم کر جائے گی۔ حکایت۔ اس میں بھی ایک صوفی کی بہادری کے کارنامے ذکر کئے ہیں۔ ضرب۔ تلوار بازی کرنا۔ کرّ۔ اقدامی حملہ۔ فرّ۔ پسپائی۔

[3] زخم۔ اس کے ایک زخم لگتا تو فوراً مرہم پٹی کر کے حملہ آور ہوجاتا تاکہ ایک ہی زخم سے موت نہ آجائے۔ حکایت۔ جس طرح پہلے مجاہد یکبارگی مرنا نہ چاہتے تھے بلکہ بار بار زخم کھاکر جان دینا چاہتے تھے اسی طرح یہ مجاہد یکبارگی سرمایہ تلف نہ کرتے تھے بلکہ نفس کو بار بار تکلیف پہنچانے کے لئے روزمرہ ایک درہم تلف کرتے تھے۔

ووسوسۂ نفس کہ چوں می اندازی بخندق بارے یک بار

اور نفس کی تمنا یہ کہ تو جب کہ خندق میں پھینکتا ہے، اب ایک بار

بینداز تا خلاص یابم کہ اَلْیَاسُ اِحْدَی الرَّاحَتَیْن واو

پھینک دے تاکہ میں چھٹکارا پا جاؤں، کیونکہ مایوسی بھی دو راحتوں میں سے ایک راحت ہے اور وہ

میگفت مر نفس را کہ ترا ایں راحت ہم ندہم

نفس سے کہتا تھا، کہ میں تجھے یہ راحت بھی نہ دوں گا

آں یکے بودش بکف در چل درم
ایک صوفی کے ہاتھ میں چالیس درہم تھے

ہر شب افگندے یکے در آبِ یم
وہ ہر رات کو ایک دریا کے پانی میں پھینک دیتا

تاکہ گردد سخت بر نفسِ مجاز
تاکہ جھوٹے نفس پر سخت بن جائے

در تانی درد جاں کندن دراز
جان کنی کا دراز درد، سست روی میں

نفسِ او فریاد کردے ہر شبے
اس کا نفس ہر رات کو فریاد کرتا

در فتادے زار در تاب و تبے
تکلیف اور مصیبت میں لاغر ہوتا

کیں چرا می نفگنی یک بارگی
کہ تو ایک بار کیوں نہیں پھینک دیتا ہے؟

کشتیم در غصہ و بیچارگی
تو نے مجھے رنج اور مجبوری میں مار ڈالا

بہرِ حق یکبارگی بگذار دین
خدا کے لئے ایک مرتبہ میں قرض ادا کر دے

نفس را کالیاسُ اِحْدَی الرَّاحَتَیْن
نفس کا، کیونکہ مایوسی دو راحتوں میں سے ایک ہے

او نگشتے ملتفت مر نفس را
وہ نفس کی جانب متوجہ نہ ہوتا

ہمچنیں کشتے مر او را در عنا
اس کو اسی طرح مصیبت میں مارتا

ہمچنیں آں صوفی اندر صفِ جنگ
اسی طرح اس صوفی نے جنگ کی صف میں

بہرِ حق بگرفتہ بد بر نفس تنگ
اللہ (تعالیٰ) کیلئے نفس پر سخت گرفت کر رکھی تھی

با مسلماناں بکر او پیش رفت
حملے کے وقت مسلمانوں کے ساتھ وہ آگے بڑھتا

وقتِ فر او وانگشت از خصمِ نفت
پسپائی کے وقت دشمن سے جلد پیچھے نہ ہٹتا

زخمِ دیگر خورد آں را ہم بہ بست
دوسرا زخم کھایا اس کو بھی باندھا

بیست کرت رمح و تیر از وے شکست
بیس مرتبہ نیزے اور تیر اس پر ٹوٹے

بعد ازاں قوت نماند افتاد پیش
اس کے بعد طاقت نہ رہی، سامنے گر گیا

مقعدِ صدق او ز صدقِ عشقِ خویش
اپنی سچائی کی جگہ میں، اپنے عشق کی سچائی کی وجہ سے

لے اَلْیَاس۔ مقصد پورا ہونے سے بھی راحت ملتی ہے اور مقصد سے بالکل مایوس ہونے سے بھی نفس کو راحت ملتی ہے۔ یم۔ دریا۔ مجاز۔ یعنی حقیقت سے غافل۔ تانی۔ آہستہ روی۔ نفسش۔ اس صوفی کا نفس درہم کو دریا میں پھینکنے کی وجہ سے ہر شب فریاد کرتا۔

لے کیں۔ اور یہ کہتا کہ درہموں کو پھینکنا ہے تو ایک دفعہ پھینک دے۔ کشتیم۔ تو مار گیا۔ کالیاس۔ اگر یکبارگی مایوسی ہو جائے تو سکون مل جاتا ہے۔ ملتفت۔ متوجہ۔ عنا۔ مشقت۔ ہمچنیں۔ اسی طرح اس صوفی نے نفس کی گرفت کر رکھی تھی ایک زخم کھا کر شہید نہ ہونا چاہتا تھا۔

لے بامسلماناں۔ مسلمانوں کے حملہ کے وقت آگے بڑھتا لیکن پسپائی کے وقت جلد پسپا نہ ہوتا دشمن کے مقابلے میں جما رہتا۔ کرت۔ مرتبہ۔ رمح۔ نیزہ۔ مقعد صدق۔ قرآن پاک میں نیکوں کی روحوں کے بارے میں ہے وہ سچائی کی جگہ ہوں گی صاحبِ قدرت خدا کے پاس۔

صِدقؔ[1] جانؔ دادن بود ہیں سابِقُوا ۔۔۔ از نُبی بَرخواں رجالٌ صَدَقُوا

سچائی، جان دیدینا ہوتی ہے، خبردار! آگے بڑھو ۔۔۔ قرآن میں سے رِجَالٌ صَدَقُوْا پڑھ لے

ایں ہمہ مُردن نہ مرگِ صورتست ۔۔۔ ایں بدن مر روح راچوں آلتست

یہ کامل موت نہ صرف جسم کی موت ہے ۔۔۔ یہ بدن، روح کے لئے آلہ کی طرح ہے

اے بَسا خامے کہ ظاہر خونش ریخت ۔۔۔ لیک نفسِ زندہ آں جانب گریخت

بہت سے ناقص ہیں کہ انہوں نے اپنا ظاہر (جسم) بہا دیا ۔۔۔ لیکن زندہ نفس اُس جانب بھاگ گیا

آلتش[2] بشکست و رہزن زندہ ماند ۔۔۔ نفس زندہ است ارچہ مرکب خوں فشاند

اس کا آلہ ٹوٹا اور ڈاکو زندہ رہا ۔۔۔ نفس زندہ ہے اگرچہ سواری نے خون چھڑک دیا

اسپ کُشت و رہ نرفت آں خیرہ سر ۔۔۔ ماند خام و زشت از حق بے خبر

گھوڑا مار ڈالا اور اس بیوقوف نے راستہ طے نہ کیا ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) سے بے خبر کچا اور بھدا رہ گیا

گر بہر خونریزیِ گشتے شہید ۔۔۔ کافرِ کُشتہ بُدے ہم بوسعید

اگر ہر خون بہانے سے شہید بنجایا کرتا ۔۔۔ مقتول کافر بھی بوسعید ہوتا

اے[3] بَسا نفسِ شہیدِ معتمد ۔۔۔ مُردہ دَر دنیا چو زندہ میرود

بہت سے بھروسے کے شہید نفس ہیں ۔۔۔ مرے ہوئے، دنیا میں زندہ کیطرح چلتے پھرتے ہیں

رُوحِ رہزن مُرد و تن کہ تیغ اوست ۔۔۔ ہست باقی در کفِ آں غزو دوست

ڈاکو نفس مرگیا اور جسم جو کہ اس کی تلوار ہے ۔۔۔ جہاد کے شائق کے ہاتھ میں باقی ہے

تیغ آں تیغست مرد آں مرد نیست ۔۔۔ لیک ایں صورت ترا حیران کنیست

تلوار وہی تلوار ہے، مرد وہ مرد نہیں ہے ۔۔۔ لیکن یہ صورت تجھے حیران کرنیوالی ہے

نفس چوں مبدل شود ایں تیغِ تن ۔۔۔ باشد اندر دستِ صُنعِ ذوالمِنَن

نفس جب بدل جاتا ہے، یہ جسم کی تلوار ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کے ہاتھ میں ہوتی ہے

آں یکے مردیست قوتش جملہ درد ۔۔۔ ویں دگر مردے میاں تی ہمچو گرد

ایک وہ مرد ہے جسکی ساری خوراک درد ہے ۔۔۔ اور یہ دوسرا مرد ہے جسکی کمر گرد کیطرح خالی ہے

صفتِ کردنِ مردِ غماز و نمودنِ صورتِ کنیزکِ مصوّر

ایک چغلخور کا خوبی بیان کرنا اور کاغذ پر بنی ہوئی ایک لونڈی کی تصویر دکھانا

کو چلتا پھرتا دیکھنا چاہے وہ ابوبکرؓ کو دیکھ لے۔ روح۔ جو نفس راہزن تھا وہ مرگیا ہے اُسکی جو تلوار تھی یعنی جسم وہ اِس مجاہد کے ہاتھ میں باقی ہے۔ تیغ۔ یعنی جسم تو وہی ہے لیکن اب وہ شخص نہیں ہے وہ اپنے آپکو فنا کرکے بقا باللہ حاصل کرچکا ہے۔ نفس۔ اگرچہ وہ شخص نہیں رہا لیکن اب یہ تلوار اللہ تعالےٰ کے دستِ قدرت سے کام کرتی ہے۔

[1] صِدق۔ پہلی آیت میں جو صِدق آیا ہے اُسکا مطلب اللہ کے راستہ میں جان دیدینا ہے۔ صَدَقُوا قرآن پاک میں ہے مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ یعنی بعض مومن وہ ہیں جنہوں نے اُس معاہدہ کو سچ کر دکھایا جو انہوں نے اللہ تعالےٰ سے کیا یعنی راہِ خدا میں شہید ہوگئے۔ ایں ہمہ۔ راہِ خدا میں مرنا، جسم کا مرنا نہیں ہے کیونکہ یہ تو روح کا ایک آلہ ہے بلکہ اوصافِ رذیلہ کا ازالہ اور نفس کو ملنا ہے۔ اے بسا۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو جہاد میں مرتے ہیں لیکن اُن کا نفس زندہ رہتا ہے تو وہ راہِ خدا میں نہیں مرے۔

[2] آلتش۔ نفس کا زندہ رہنا اور جسم کا مرجانا تو ایسا ہی ہے جیسے ڈاکو زندہ رہے اور اُس کا ہتھیار یا گھوڑا فنا ہوجائے۔ اسپ۔ اس شخص کی مثال تو اُس شخص کی سی ہے جو منزل پر پہنچے سے پہلے گھوڑے کو مار ڈالے۔ گر بہر خونریزی۔ اگر محض خون بہادینا شہادت ہو تو ہر کافر جو جنگ میں مرے اُسکو شہید کہو۔ بوسعید نیک بخت یا حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ۔

[3] اے بسا۔ جن لوگوں نے نفس کشی کرلی ہے اُنکا نفس مُردہ ہوچکا ہے لیکن وہ دنیا میں زندہ چلتے پھرتے ہیں۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ جو کسی مُردہ

تی۔ تہی۔ خالی۔

در کاغذ و عاشق شدنِ خلیفۂ مصر بر نقشِ آں کاغذ و فرستادنِ

تصویر دکھانا اور اُس کاغذ کی تصویر پر مصر کے خلیفہ کا عاشق ہو جانا اور خلیفہ کا ایک

خلیفہ امیرے با سپاہِ گراں بدرِ موصل و قتل و ویرانی

سردار کو بھاری لشکر کے ساتھ موصل کے دروازے پر بھیجدینا اور اس مقصد کیلئے بہت

بسیار کردن بہرِ ایں غرض

قتل اور تباہی کرنا

مر خلیفۂ مصر را غمّاز[۱] گفت — کہ شہِ موصل بحورے گشت جُفت

چغلخور نے مصر کے خلیفہ سے کہا — کہ موصل کے بادشاہ کو ایک حور مل گئی ہے

یک کنیزک دارد اُو اندر کنار — کہ بعالم نیست مانندش نگار

وہ آغوش میں ایک کنیز رکھتا ہے — اُس جیسی حسینہ دنیا میں نہیں ہے

در بیاں ناید کہ حُسنش بیحد ست — نقشِ اُو اینست کاندر کاغذ ست

بیان نہیں ہو سکتا کیونکہ اُس کا حسن بیحد ہے — اُس کی تصویر یہ ہے جو کاغذ پر ہے

نقش در کاغذ چو دید آں کیقباد — خیرہ گشت و جام از دستش فتاد

اُس بادشاہ نے کاغذ پر اُسکی تصویر دیکھی — حیران ہو گیا اور اُسکے ہاتھ سے جام گر گیا

پہلوانے[۲] را فرستاد آں زماں — سُوی موصل با سپاہِ بس گراں

فوراً ایک بہادر کو بھیج دیا — بہت بھاری لشکر کے ساتھ موصل کی جانب

گفت اگر ندہد بتو آں ماہ را — بر کُن از بُن آں در و درگاہ را

کہا اگر وہ اُس چاند کو تیرے حوالے نہ کرے — اُس در اور درگاہ کو جڑ سے اُکھاڑ ڈال

ور دہد ترکش کُن و مہ را بیار — تا[۳] کشم من بر زمیں مہ در کنار

اور اگر دیدے اُس کو چھوڑ اور چاند کو لے آ — تاکہ میں چاند کو زمین پر بغل میں لوں

پہلواں شد سُوی موصل با حَشَم — با ہزاراں رستم و طبل و عَلَم

بہادر خادموں کے ساتھ موصل کیجانب روانہ ہوا — ہزاروں بہادروں اور نقارے اور جھنڈے کیساتھ

چوں مَلَخہا بے عدد بر گردِ کشت — قاصدِ اہلاکِ اہلِ شہر گشت

کھیتی کے چاروں طرف کی اَن گنت ٹڈیوں کی طرح — شہریوں کے ہلاک کرنے کا ارادہ کرنیوالا بنگیا

ہر نواحے منجنیقے از نبرد — ہمچو کوہِ قاف اُو بر کار کرد

جنگ کے لئے ہر جانب ایک گوپھن — کوہ قاف جیسی اُس نے کام پر لگا دی

---

۱ غمّاز. چغلخور. بحورے. یعنی موصل کے بادشاہ کے پاس ایک حور صفت لونڈی ہے. کنار. پہلو. نگار. حسین. کیقباد. کے معنی مادرِ قباد؟ بمعنی برحق. شاہِ ایران کا نام ہے جو بڑا عیاش تھا اور سو سال اُس نے حکومت کی اب مطلقاً منصف بادشاہ کے معنی میں بولا جاتا ہے۔

۲ پہلوانے. شاہِ مصر نے بہادر سردار کو بھاری لشکر دے کر موصل روانہ کر دیا موصل صاد کے زیر کے ساتھ. عراق اور جزیرہ کے درمیان ایک شہر ہے. آں ماہ. حسین لونڈی۔

۳ تا کشم. وہ آسمان کا چاند ہے لیکن میں اُس سے زمین پر بغلگیر ہوں گا. رستم. مطلقاً پہلوان. بہر نواحے. اُس سردار نے موصل کے چاروں طرف گوپھنیں قائم کر دیں جو کوہِ قاف کی طرح بلند تھیں۔

زخمِ تیر و سنگہای منجنیق — تیغہا در گرد چوں برق از بریق[1]
تیروں کے زخم اور گوپھن کے پتھر — غبار میں تلواریں چمک رہی تھیں بجلی کی طرح

ہفتۂ کرد ایں چنیں خونریز گرم — برج سنگیں سست شد چوں موم نرم
ایک ہفتہ اُس نے اسی طرح خونریزی گرم رکھی — پتھریلا برج، نرم موم کی طرح کمزور پڑ گیا

شاہِ موصل دید پیکارِ مہول — پس فرستاد از دروں پیشش رسول
موصل کے بادشاہ نے خوفناک جنگ دیکھی — تو اندر سے اُس کے پاس قاصد بھیجا

کہ[2] چہ میخواہی ز خونِ مؤمناں — کشتہ میگردند زیں حربِ گراں
کہ مومنوں کی خونریزی سے تو کیا چاہتا ہے؟ — جو اس بھاری جنگ سے مر رہے ہیں

گر مرادت مُلک و شہرِ موصل ست — بے چنیں خونریز اینت حاصل ست
اگر تیرا مقصد، مُلک اور موصل شہر ہے — بغیر خونریزی کے یہ تجھے حاصل ہے

من رَوَم بیرونِ شہر اینک درآ — تا نگیرد خونِ مظلوماں تُرا
میں شہر سے باہر چلا جاتا ہوں، لے تو اندر آجا — تاکہ مظلوموں کا خون تجھے نہ پکڑے

در مرادت مال و زر و گوہر ست — ایں ز مُلک و شہر خود آساں تر ست
اگر تیرا مقصد مال اور سونا اور جواہر ہیں — یہ سلطنت اور شہر سے خود آسان ہیں

ہر چہ می باید تُرا از سیم و زر — میفرستم چیست ایں آشوب[3] و شر
تجھے جو چاندی اور سونا چاہیئے — میں بھیجتا ہوں یہ فتنہ اور شر کیا ہے؟

ایثار کردنِ صاحبِ موصل آں کنیزک خود را بخلیفۂ مصر

موصل کے حاکم کا اپنی لونڈی کو خلیفۂ مصر کو دے دینا تاکہ مسلمانوں

تا خوں ریزیِ مسلماناں زیادہ نہ شود

کی خونریزی زیادہ نہ ہو

چوں رسول آمد بہ پیشِ پہلواں — گفت پیغامِ مَلِک اندر زماں
جب قاصد، پہلوان کے سامنے آیا — اُس نے فوراً بادشاہ کا پیغام پہنچا دیا

گفت من نے مُلک میخواہم نہ مال — لیک میجویم یکے صاحب جمال
اُس نے کہا نہ میں ملک چاہتا ہوں، نہ مال — لیکن ایک حسین کا جویاں ہوں

داد کاغذ اندرو نقش و نشاں — گفت پیشش بر بگو او را عیاں
اُس نے کاغذ دیا جس میں تصویر اور علامت تھی — کہا اُسکے سامنے اسکو صاف بتا دے

---

[1] بریق۔ چمک۔ برج سنگیں۔ یعنی اس موصل کے بادشاہ کا قلعہ موم کی طرح بن گیا۔ مہول۔ خوفناک۔ رسول۔ قاصد

[2] کہ چہ۔ موصل کے بادشاہ نے قاصد کے ذریعہ پہلوان سے کہلایا کہ حملے سے تیرا کیا مقصد ہے۔ اینت۔ اِس ترا۔ ایں ز مُلک۔ جب میں سلطنت چھوڑنے کو تیار ہوں تو روپیہ پیسہ دینا تو بہت آسان ہے

[3] آشوب۔ فتنہ۔ مَلِک۔ یعنی موصل کا بادشاہ۔ گفت۔ پہلوان نے کہا۔ صاحب جمال۔ یعنی لونڈی۔

کاندریں[1] کاغذ نگر چہ صورتست — زود بفرستش کہ ملک و جانت رست

کہ اس کاغذ میں دیکھ کیا تصویر ہے — اسکو جلد بھیجدے تاکہ تیری سلطنت اور جان بچ جائے

بنگر اندر کاغذ ایں را طالبم — ہیں بدہ ورنہ کنوں من غالبم

کاغذ میں دیکھ لے، میں اس کا طلبگار ہوں — خبردار! دیدے ورنہ اب میں غالب ہوں

چوں رسولش بازگشت و گفت حال — داد کاغذ را و بنمود آں مثال

جب اس کا قاصد واپس ہوا اور حالت بتائی — اس نے کاغذ دیا اور وہ تصویر دکھائی

گشت معلومش چہ گفت آں شاہِ نر — صورتے کم گیر زود ایں را ببر

اس کو معلوم ہو گیا تو اس بہادر شاہ نے کیا کہا؟ — مان لے ایک (حسین) صورت نہ رہی اور جلد اسکو لیجا

من[2] نیم در عہدِ ایماں بت پرست — بت برآں بت پرست اولیٰ ترست

میں ایمان کے عہد میں، بت پرست نہیں ہوں — بت اُس بت پرست کی بغل میں زیادہ بہتر ہے

باتبرک داد دختر را و برد — سوئے لشکرگاہ و در ساعت سپرد

اُس نے لونڈی مع تحفہ کے دی اور وہ لیگیا — لشکرگاہ کی جانب، اور فوراً سپرد کردی

چونکہ آوردش رسول آں پہلواں — گشت عاشق بر جمالش آں زماں

جب قاصد اُس کو لایا، وہ سردار — فوراً اُس کے حُسن پر عاشق ہو گیا

عشق بحرے آسماں بر وے کفے — چوں زلیخا در ہوائے یوسفے

عشق ایک سمندر ہے آسمان اُس پر ایک جھاگ ہے — جیسے کہ زلیخا، یوسفؑ کے عشق میں تھی

دورِ گردونہا ز موجِ عشق داں — گر نبودے عشق بفسردے جہاں

آسمانوں کی گردش عشق کی موج سے سمجھ — اگر عشق نہ ہوتا تو جہان ٹھٹھر رہا

کے جمادے[3] محو گشتے در نبات — کے فدائے روح گشتے نامیات

جماد، نباتات میں کب فنا ہوتا! — نمو پانے والیاں، روح پر کب فدا ہوتیں؟

روح کے گشتے فدائے آں دمے — کز نسیمش حاملہ شد مریمے

روح اُس دم پر کب فدا ہوتی! — جس کی نسیم سے مریم حاملہ ہوئیں

ہر یکے بر جا ترنجیدے چو یخ — کے بُدے پراں و جویاں چوں ملخ

ہر ایک اپنی جگہ برف کی طرح سکڑ جاتا — ٹڈی کی طرح کب پرواز اور جستجو میں ہوتا؟

ذرہ ذرہ عاشقانِ آں جمال — می شتابد در علو ہمچوں نہال

ذرہ ذرہ، اُس حُسن کا عاشق ہے — پودے کی طرح بلندی کی جانب دوڑتا ہے

---

[1] کاندریں. یعنی اپنے بادشاہ سے کہہ دے کہ اُس کاغذ پر جس کی تصویر ہے اُس کو ہمیں دیدے تب تیری نجات ہوگی۔ آں مثال. یعنی لونڈی کی تصویر۔ گشت معلومش. جب شاہ موصل کو سپہسالار کی خواہش کا علم ہو گیا تو اُس نے کہا۔ شاہِ نر. یعنی شاہِ موصل۔ صورتے. یعنی اگر ایک لونڈی نہ رہی تو کیا ہوا۔

[2] من نیم. شاہِ موصل نے کہا میں بت پرست نہیں ہوں لہٰذا یہ بت لونڈی شاہِ مصر بت پرست کے لئے مناسب ہے۔ چونکہ. جب قاصد لونڈی کو لے کر آیا تو یہ پہلوان اُس پر عاشق ہو گیا۔ عشق. عشق الٰہی، صوفیا ر ذاتِ الٰہی مراد لیتے ہیں۔ زلیخا. آسمان کی تشبیہ ہے۔ یوسفؑ. حضرت حق کی تشبیہ ہے۔ دورِ گردوں. تمام کائنات کی حرکت کا سبب عشق ہے جو اُس میں پنہاں ہے، ورنہ کائنات درجۂ کمال کو نہ پہنچتی۔

[3] جمادے. جماد اپنے آپ کو نبات میں فنا کرتا ہے۔ یعنی پانی سے نباتات غذا حاصل کرکے بڑھتی ہیں۔ روح. اُس لمحہ پر قربان ہوتی جس سے حضرت مسیحؑ کی پیدائش ہوئی۔ ہر یکے. اگر عشق کی تحریک نہ ہو تو ہر چیز ٹھٹھر کے رہ جائے۔ ذرہ. کائنات کا ہر ذرہ کمال کا خواہاں ہے۔

سَبّحِ اللہ ہست آں اشتابِ شاں ۔۔۔ تنقیہ تن می کنند از بہرِ جاں

آن (ذرّوں) کی تیز روی اللہ کی تسبیح ہے ۔۔۔ جو جان کے لئے جسم کو صاف کرتے ہیں

پہلواں چہ را چو رہ پنداشتہ ۔۔۔ شورہ اش خوش آمد و حب کاشتہ

سردار نے جب کنویں کو راستہ سمجھ لیا ۔۔۔ شوریلی زمین اس کو بھلی معلوم ہوئی اور دانہ بو دیا

چوں خیالے دید آں خفتہ بخواب ۔۔۔ جمع شد با آں و از وے رفت آب

جیسا کہ سونے والے نے نیند میں ایک خیال دیکھا ۔۔۔ اس کے ساتھ جماع کیا اور اس کی منی بہہ نکلی

چوں بجست از خواب و شد بیدار زود ۔۔۔ دید کاں لعبت بہ بیداری نبود

وہ جب نیند سے اٹھا اور جلد بیدار ہو گیا ۔۔۔ دیکھا کہ وہ گڑیا بیداری میں (موجود) نہ تھی

گفت بر ہیچ آبِ خود بردم دریغ ۔۔۔ عشوۂ آں عشوہ دہ خوردم دریغ

اس نے کہا افسوس ہے میں نے معدوم پر اپنی منی بہائی ۔۔۔ افسوس ہے اس فریب دینے والے کا میں نے فریب کھایا

پہلوانِ تن بد آں مردی نداشت ۔۔۔ تخمِ مردی در چناں ریگے بکاشت

جسم کا پہلوان تھا، انسانیت نہ رکھتا تھا ۔۔۔ اس نے انسانیت کا بیج ایسے ریت میں بو دیا

مرکبِ عشقش دریدہ صد لگام ۔۔۔ نعرہ میزد لا اُبالی کالحِمام

اس کے عشق کی سواری نے سو لگام توڑ دیے ۔۔۔ وہ نعرہ مارتا تھا، میں موت کی پروا نہیں کرتا ہوں

اَیْشٍ اُبالی بالخلیفۃ فی الھویٰ ۔۔۔ اِستویٰ عندی وُجودی والتّویٰ

میں محبت کے معاملہ میں خلیفہ کی کیا پروا کرتا ہوں ۔۔۔ میرے نزدیک میرا وجود اور ہلاکت یکساں ہیں

ایں چنیں سوزاں و گرم آخر مکا ۔۔۔ مشورت کن با یکے دانستہ کار

ایسی سوزش اور گرمی سے بیج دبو ۔۔۔ کسی جانکار سے مشورہ کرے

مشورت کو عقل کو سیلابِ آز ۔۔۔ در خرابی کرد ناخنہا دراز

مشورہ کہاں، عقل کہاں حرص کے سیلاب نے ۔۔۔ تباہی کے لئے ناخن دراز کرلئے ہیں

بینَ اَیدی سدّ و سوئے خلف سد ۔۔۔ پیش و پس کے بیند آں مفتونِ خد

سامنے دیوار ہے اور پیچھے کی جانب دیوار ہے ۔۔۔ وہ رخسار کا عاشق آگے پیچھے کب دیکھتا ہے!

آمدہ در قصدِ جاں سیلِ سیاہ ۔۔۔ تا کہ روبہ افگند شیرے بچاہ

کالا سیلاب، جان کے ارادہ سے آچکا ہے ۔۔۔ تاکہ لومڑی شیر کو کنویں میں گرا دے

از چہے بنمود معدومے خیال ۔۔۔ تا در انداز د اسودا کالجبال

ایک معدوم خیال کنویں سے نمودار ہوا ۔۔۔ تاکہ پہاڑ جیسے شیروں کو اندر گرا دے

۱ؔ سبّح اللہ۔ قرآن پاک میں ہے یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ یعنی آسمان اور زمین کا ذرہ ذرہ اللہ کا تسبیح خواں ہے۔ اس کی تسبیح ان کے عشق کی دلیل ہے اور اس کے ذریعہ وہ جان کے لئے جسم کو فنا کرتے ہیں۔ پہلوان۔ پہلوان حقیقی عشق کو نہ سمجھا اور لونڈی پر عاشق ہو گیا اس نے کنویں کو صاف راستہ سمجھ لیا۔

۲ؔ چوں خیالے۔ وہ پہلوان غیر حقیقت کو حقیقت سمجھ بیٹھا جس طرح انسان خواب میں بے حقیقت حسین سے جماع کر ڈالتا ہے اور اپنا مادہ ضائع کرتا ہے اور بیدار ہو کر پھر افسوس کرتا ہے۔ تخم مردی۔ یعنی عشق۔ ریگے۔ یعنی لونڈی۔ نعرہ۔ یعنی اگرچہ لونڈی سے عشق کرنے میں اندیشہ ہے کہ شاہ مصر قتل کرا دیگا لیکن مجھے موت کی پروا نہیں ہے۔

۳ؔ ایش۔ ای شیء کیا چیز۔ الھویٰ عشق۔ التّویٰ۔ ہلاکت۔ مکا۔ مکیدہ۔ کاری نہ کر۔ مشورت کو۔ پہلوان پر تو ہوس سوار تھا وہ کہاں مشورہ کر سکتا تھا۔ مفتون خد۔ رخسار کے عاشق کو آگا پیچھا نظر نہیں آتا۔ آمدہ۔ جب تباہی آتی ہے تو لومڑی شیر کو کنویں میں گرا دیتی ہے جیسا کہ پہلے دفتر میں بیان ہو چکا ہے۔ از چہے۔ پہلے دفتر میں لومڑی اور شیر کے قصہ میں گذرا ہے کہ شیر کو اپنا عکس کنویں میں شیر نظر آیا اور وہ اس سے لڑنے کیلئے

کنویں میں گرا کر مار ڈالے۔ انداز د۔ امر کا صیغہ ہے۔ اجبال جبل کی جمع ہے پہاڑ۔

ہیچ کس را با زناں محرم مدار — کہ مثالِ ایں دو پنبہ است و شرار
کسی کو عورتوں کا محرم نہ بنا — کہ اِن دونوں کی مثال رُوئی اور چنگاری کی ہے

آتشے باید نشستہ زآبِ حق — ہمچو یوسفؑ معتصم اندر رہق
خدا کے پانی سے آگ بجھی ہوئی ہونی چاہیئے — جیسے کہ معصوم یوسفؑ جوانی میں

کز زلیخائے لطیفِ سرو قد — ہمچو شیراں خویشتن را وا کشد
کہ حسین سرو قد زلیخا سے — شیروں کی طرح اپنے آپ کو کھینچ لیا

نفسِ[۲] خود را کے تواں کردن زبوں — جز بامدادِ عقولِ ذو فنوں
اپنے نفس کو مغلوب کب کیا جا سکتا ہے — اہل کمال کی عقلوں کی امداد کے بغیر

جانبِ اتمامِ قصہ باز راں — کایں سخن پایاں ندارد پہلواں
قصہ کو پورا کرنے کی جانب چل — اے پہلوان اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے

مُراجعت کردنِ پہلوان از مُوصل بجانبِ مصر و
پہلوان کا موصل سے، مصر کی جانب واپس ہونا اور راستہ

صحبتِ اُو در راہ با کنیزک
میں اُس کا لونڈی سے ہمبستر ہونا

باز گشت از موصل و میشد براہ — تا فرود آمد بہ بیشہ و مرجگاہ
وہ موصل سے لوٹا اور راستہ پر روانہ ہوا — یہاں تک کہ اُس نے جنگل اور چراگاہ میں پڑاؤ کیا

آتشِ عشقش فروزاں آں چناں — کہ ندانست اُو زمیں از آسماں
اُس کے عشق کی آگ اِس طرح بھڑک رہی تھی — کہ وہ زمین اور آسمان میں فرق نہ کر سکتا تھا

قصدِ آں مہ کرد اندر خیمہ اُو — عقل کُو و از خلیفہ خوف کُو
اُس نے خیمہ میں چاند کا قصد کیا — عقل کہاں تھی (اور) خلیفہ کا ڈر کہاں؟

چوں[۳] زند شہوت دریں وادی شرار — عقل را سوزد دراں شعلہ چو خار
جب شہوت اِس میدان میں آگ لگا دیتی ہے — عقل کو کانٹے کی طرح اِس شعلے میں جلا دیتی ہے

چوں کند شہوت دریں وادی دہل — چیست عقلِ تو فجل ابن الفجل
جب شہوت اِس میدان میں ڈھول بجا دیتی ہے — ارے ذلیل، ذلیل کے بیٹے! تیری عقل کیا ہے؟

صد خلیفہ گشتہ کمتر از مگس — پیشِ چشمِ آتشینش آں نفس
سیکڑوں خلیفہ، مکھی سے کم بن گئے — اُس وقت اُس کی شعلہ بار آنکھوں کے سامنے

---

۱ ہیچ کس۔ یہ خرابی اِس لئے آئی کہ شاہِ مصر نے پہلوان کو لونڈی کا محرم بنایا۔ آتشے۔ یہ آگ صرف اللہ تعالیٰ کا آبِ رحمت بجھا سکتا ہے۔ یوسفؑ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو بچایا۔ معتصم۔ معصوم۔ رہق۔ بلوغ کا زمانہ۔ شیراں۔ حضرت یوسفؑ شیر مردوں کی طرح زلیخا سے بچ نکلے۔

۲ نفس۔ نفس کو کسی شیخ کے مشورے سے مغلوب کیا جا سکتا ہے۔ باز گشت۔ پہلوان لونڈی کو لے کر موصل سے چلا تو ایک جنگل اور چراگاہ میں اُس کا پڑاؤ ہوا۔ آتشش۔ اُس کے عشق کی آگ اِس قدر بھڑکی ہوئی تھی کہ وہ اندھا ہو رہا تھا۔ قصدِ آں۔ وہ عشق سے مجبور ہو کر لونڈی کے خیمہ میں گھس گیا۔ اب نہ اُس میں عقل تھی نہ خلیفہ کا ڈر۔

۳ چوں زند۔ جب شہوت آگ لگاتی ہے تو عقل خس و خاشاک کی طرح جل جاتی ہے۔ فجل۔ ذلیل۔ صد خلیفہ۔ شاہِ مصر کیا سیکڑوں شاہ اُس کی نظر میں مکھی سے کم تھے۔

چوں بروں انداخت شلوار و نشست
جب پاجامہ اتار دیا اور بیٹھ گیا
درمیانِ پائے زن، آں زن[1] پرست
وہ عورت پرست، عورت کی ٹانگوں کے درمیان

چوں ذکر سوئے مقرمیرفت راست
جب ذکر سیدھا ٹکاؤ کی طرف گیا
رستخیز و غلغل از لشکر بخاست
قیامت اور شور و غل لشکر سے اٹھا

برجہید او کون برہنہ سوئے صف
وہ ننگا صف کی جانب دوڑا
ذوالفقارِ ہمچو آتش او بکف
آگ جیسی تلوار ہاتھ میں لئے

دید شیر نر سیہ از نیستاں
اس نے دیکھا، کالے نرشیر نے جنگل سے
بر زدہ بر قلب لشکر ناگہاں
اچانک وسط لشکر پر حملہ کر دیا ہے

تازیاں چوں دیو در جوش آمدہ
عربی گھوڑے، دیو کی طرح جوش میں آگئے ہیں
صد طویلہ و خیمہ اندر ہم زدہ
سیکڑوں کھاڑیاں اور خیمے درہم برہم کر دیئے

شیر نر گنبد ہمیکرد از لغز
نرشیر گھسنے کے لئے جست لگا رہا تھا
در ہوا چوں موجِ دریا بیست گز
فضا میں بیس گز دریا کی موج کی طرح

پہلواں مردانہ بود و بے حذر
پہلوان بہادر تھا اور بغیر خوف
پیشِ شیر آمد چو شیرِ مستِ نر
مست نرشیر کی طرح، شیر کے سامنے آگیا

زد[2] بشمشیر و سرش را بر شگافت
تلوار ماری اور اس کا سر پھاڑ دیا
زود سوئے خیمۂ مہرو شتافت
حسینہ کے خیمہ کی طرف جلد دوڑ گیا

چونکہ خود را او بداں حور نمود
جب اس نے اپنے آپ کو اس حور کو دکھایا
مردیِ او ہمچناں برپائے بود
اس کی مردی اسی طرح قائم تھی

باچناں شیرے بچالش[3] گشتہ جفت
ایسے شیر کے ساتھ مقابلہ میں شریک ہوا
مردیِ او ماند برپای و نخفت
اس کی مردی قائم رہی اور نہ سوئی

آں بتِ شیریں لقائے ماہرو
وہ بتِ شیریں، دیدار، چاند سے مکھڑے والی
در عجب درماند از مردیِ او
اس کی مردی سے تعجب میں پڑ گئی

جفت شد با او بشہوت آں زماں
وہ فوراً شہوت سے اس سے جڑ گیا
متحد گشتند حالی آں دو جاں
فوراً دو دو جانیں ایک ہو گئیں

ز اتصالِ ایں دو جاں باہمدگر
ان دونوں جانوں کے باہمی پیوست ہونے سے
میرسد از غیب شاں جانِ دگر
غیب سے ایک دوسری جان پہنچ جاتی ہے

---

[1] زن پرست۔ یعنی پہلوان۔ مقر۔ یعنی لونڈی کی شرمگاہ۔ کون برہنہ۔ یعنی اسی حالت میں جس میں وہ لونڈی سے مصروف تھا۔ ذوالفقار۔ عمدہ تلوار۔ دید۔ اس پہلوان نے دیکھا کہ ایک کالا نرشیر لشکر کے درمیانی حصہ پر حملہ آور ہے۔ تازیاں۔ عربی گھوڑے۔ طویلہ۔ گھاڑی، اصطبل۔ گنبد ہمی کرد۔ چھلانگ لگا رہا تھا۔ لغز۔ لغزیدن بمعنی خزیدن۔

[2] زد۔ پہلوان نے شیر پر تلوار کا وار کیا اور اس کا سر پھاڑ دیا اور بہت جلد اس لونڈی کے خیمہ میں چلا گیا چونکہ جب اس لونڈی کے پاس پہنچا تو اس کی شہوت میں کمی نہ آئی تھی۔

[3] چالش۔ جنگی رفتار۔ مردی۔ اس کی شہوت سرد نہ پڑی تھی وہ لونڈی اس کی مردانگی کی اس طاقت سے حیرت میں پڑ گئی۔ جفت شد۔ ہم نے اس کا فاعل پہلوان کو قرار دیکر ترجمہ کیا ہے اگر فاعل لونڈی کو قرار دیا جائے تو ترجمہ دوسرا ہو گا۔ جانِ دگر۔ یعنی ہونے والا بچہ۔

رُو نماید از طریقِ زادنے — گر نباشد از عُلوقش رہزنے[۵۱]
جننے کے طریق پر رونما ہوتی ہے — اگر حمل کے لئے کوئی رہزن نہ ہو

ہر کجا دو کس بمہرے یا بکیں — جمع آید ثالثے زاید یقیں
جب دو انسان محبت یا کینہ سے — جماع کرتے ہیں، یقیناً تیسرا پیدا ہوتا ہے

لیک اندر غیب زاید آں صُوَر — چوں رَوی آں سُو بہ بینی در نظر
لیکن (عالمِ) غیب میں وہ صورتیں جنتی ہیں — جب تو اس جانب جائیگا، آنکھ سے دیکھ لیگا

آں نتائج کز قراناتِ تو زاد — ہیں مگرد از ہر قرینے زود شاد
اُن نتیجوں کو جو تیرے ملاپ سے پیدا ہوئے ہیں — خبردار! ہر ساتھی سے جلد خوش نہ ہو

منتظر میباش آں میقات[۵۲] را — صدق داں اِلحاقِ ذُرّیات را
تو اُس وعدہ گاہ کا منتظر رہ — ذُرّیات کے ملا دینے کو سچا سمجھ

کز عمل زاینده اند واز عِلَل — ہر یکے را صورتِ نُطق و کَلَل
کہ وہ عمل اور علتوں سے پیدا ہوئے ہیں — ہر ایک کو گویائی اور گونگے پن کی صورت حاصل ہے

بانگِ شاں در میرسد زاں خوش جمال — کاے زما غافل ہلا زُوتر تعال
اُن حسینوں سے اُنہیں آواز آرہی ہے — کہ اے ہم سے غافل! خبردار، جلد آجا

منتظر[۵۳] در غیب جانِ مرد و زن — مول مولت چیست زوتر گام زن
مرد و عورت کی جان (عالم) غیب میں منتظر ہے — تیرا آہستہ آہستہ چلنا کیوں ہے، جلد قدم اٹھا

راہ گم کرد اُو ازاں صبح دروغ — چوں مگس افتاد اندر دیگِ دوغ
اُس نے صبحِ کاذب کی وجہ سے راستہ گم کر دیا — مکھی کی طرح چھاچھ کی دیگ میں گر گیا

پشیماں شُدنِ آں سرِ لشکر از خیانتے کہ کردہ بُود و سوگند دادنِ اُو آں کنیزک را کہ بخلیفہ باز نگوید آنچہ رفت

اُس لشکر کے سردار کا اُس خیانت سے شرمندہ ہونا جو اُس نے کی تھی اور اُس کا اُس لونڈی کو قسم دینا کہ جو کچھ ہوا ہے وہ خلیفہ سے نہ کہے

چند روزے ہم براں بُد بعد ازاں — شُد پشیماں اُو ازاں جرمِ گراں
وہ چند روز اسی (حالت) پر رہا اس کے بعد — وہ اُس بھاری جرم سے شرمندہ ہوا

داد سوگندش کہ اے بدرِ منیر — کُن حذر تا شہ نگردد زیں خبیر
اُس نے اُس کو قسم دی کہ اے روشن چودھویں کے چاند — احتیاط برت تاکہ بادشاہ اس سے خبردار نہ ہو

---

۵۱ گر نباشد۔ اگر نطفہ کے استقرار سے کوئی مرض وغیرہ مانع نہ ہو۔ ہر کجا۔ جب مرد و عورت جفتی کرتے ہیں خواہ محبت سے خواہ کینہ سے تو حمل ٹھہر جاتا ہے اسی طرح دو شخص کوئی اور معاملہ کرتے ہیں یا کوئی شخص کسی عمل کے ساتھ جفت بنتا ہے تو اُس کے نتائج صُوَرِ معنویہ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ بیک سوالید صوری تو نظر آجاتے ہیں لیکن یہ موالید معنوی عالمِ آخرت میں نظر آئیں گے۔ ہیں۔ تو اب انسان کا فرض ہے کہ اپنے اُس قرین کو خوب دیکھ لے جس کے ملاپ سے نتیجہ برآمد ہوگا کہ وہ کس قسم کا ہے۔

۵۲ میقات۔ عالمِ آخرت۔ الحاقِ ذریات۔ قرآن پاک میں ہے ہم قیامت میں مومنین کی مومن ذریت یعنی اولاد کو اُن کے ساتھ کر دینگے مولانا نے یہاں ذریت سے اعمال کے نتائج مراد لئے ہیں۔ عمل یعنی نیک عمل۔ عِلَل۔ یعنی بُرے کاموں کے اسباب سے بچے۔ آخرت میں ہر عمل گویا بنے گا۔ شاں۔ یعنی عمل کرنیوالے۔ خوش جمال۔ یعنی اعمال کے نتائج۔

۵۳ منتظر۔ عالمِ غیب میں ہر شخص کے اعمال اُس کے منتظر ہیں مول۔ یعنی تیز چل۔ راہ گم کرد۔ یہ شعر پہلوان سے متعلق ہے کہ اُس نے غلطی کی اور نقصان اُٹھایا صبحِ دروغ۔ صبحِ کاذب جس سے دھوکہ کھا کر مسافر چل پڑتا ہے اور لُٹ جاتا ہے۔

داد سوگندش کہ اے خورشید رُو — باخلیفہ زانچہ شُد رمزے[1] مگو

اُس نے اُس کو قسم دی کہ اے سورج جیسے چہرے والی — جو کچھ ہوا خلیفہ سے اُس کا اشارہ نہ کرنا

مختصر گویم ببُرد آں پہلواں — مر کنیزک را سوئے شاہِ جہاں

میں مختصر بتاتا ہوں، وہ پہلوان لے گیا — شاہِ جہاں کی جانب لونڈی کو

چوں بدید اُورا خلیفہ مست گشت — پس زبام افتاد اُورا نیز طشت

جب خلیفہ نے اُس کو دیکھا مست ہوگیا — تو اُس کا طشت بھی بام خانہ سے گر گیا

دید صد چندانکہ وصفش شنیدہ بُود — کے بُود خود دیدہ مانندِ شنُود

جو تعریف اس نے سنی تھی اس کو سَو گنا دیکھا — دیکھا ہوا، سنے ہوئے کی برابر کب ہوتا ہے

وصف تصویر ست بہر چشم ہوش — صورت آں چشم داں نے آں گوش

تعریف، ہوش کی آنکھ کے لیے تصویر کھینچنا ہے — صورت آنکھ کی سمجھ، نہ کہ کان کی

یک مثالے[2] گویم اکنوں گوش دار — فہم کُن امثال معنٰی ہوش دار

میں ایک مثال کہتا ہوں، اب سُن — مثالوں کا مطلب سمجھ، ہوش کر

حکایت

حکایت

کرد مردے از سخندانے سوال — حق و باطل چیست اے نیکو مقال

ایک شخص نے ایک سخندان سے دریافت کیا — اے خوش بیان! حق اور باطل کیا ہے؟

گوش را بگرفت و گفت ایں باطل ست — چشم حق ست و یقینش حاصل ست

اُس نے (اپنا) کان پکڑا اور کہا یہ باطل ہے — آنکھ حق ہے اور اُس کو یقین حاصل ہے

آں[3] بہ نسبت باطل آمد پیشِ ایں — نسبت ست اغلب سخنہا اے امیں

وہ (کان) اِس (آنکھ) کے مقابلہ میں نسبتاً باطل ہے — اے امین! اکثر باتوں میں نسبت ہے

زآفتاب ار کرد خفاش احتجاب — نیست محجوب از خیالے آفتاب

اگر چمگادڑ نے سورج سے پردہ کر لیا ہے — سورج کے خیال سے پردے میں نہیں ہے

خوف اُورا خود خیالش میدہد — آں خیالش سوئے ظلمت میکشد

(روشنی کا) ڈر اُس کو خود اس (سورج) کا خیال دیتا ہے — وہ خیال اُس کو تاریکی کی جانب کھینچ رہا ہے

آں خیالِ نور می ترساندش — بر شبِ ظلمات می چفساندش

روشنی کا خیال اُس کو ڈرا رہا ہے — تاریکیوں کی رات سے اُس کو چپٹا رہا ہے

---

[1] رمزے۔ کوئی اشارہ۔ پس زبام۔ یعنی لڑکی کے عشق میں بدنام ہوگیا۔ کے بُود خود دیدہ مانندِ دیدہ۔ وصف۔ کسی چیز کے اوصاف سننے سے اُس کی تصویر ذہن میں پیدا ہوتی ہے اور اُس کی صورت آنکھ سے نظر آتی ہے۔

[2] یک مثالے۔ اِس مثال اور حکایت سے یہی سمجھایا ہے کہ اہلِ شنید کا رُتبہ اہلِ دید سے کمتر ہے۔ کرد۔ ایک صاحب نے ایک صاحب سے حق اور باطل کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا۔ گوش۔ اُس نے اپنا کان پکڑ کر بتایا کہ اِس کے ذریعہ جو علم حاصل ہو وہ باطل ہے آنکھ کے ذریعہ جو علم ہوتا ہے وہ صحیح اور یقینی ہوتا ہے۔

[3] آں بہ نسبت۔ ہم نے سنی ہوئی بات کو دیکھی ہوئی کے مقابلہ میں جو باطل کہا ہے وہ کثرت کے اعتبار سے ہے یعنی اکثر یہی صورت ہوتی ہے۔ زآفتاب۔ ورنہ چمگادڑ کو سورج کا علم مشاہدہ سے اگرچہ حاصل نہیں ہے لیکن وہ پھر بھی درست اور صحیح ہے۔ خوف۔ روشنی کا خوف اُس کو سورج کا خیال دلاتا ہے اور وہ خیال اُس کو تاریکی میں لے جاتا ہے۔

از خیالِ دشمن و تصویرِ اوست (۱) | کہ تو بر چفسیدہٗ بر یار و دوست
دشمن کے خیال اور اُس کی تصویر کی وجہ سے ہے | کہ تو یار اور دوست سے چپٹا ہوا ہے

موسیا کشفِ لمعٔ بر کُہ فراشت | آں مُخیّل تابِ تحقیقت نداشت
اے موسیٰ! تجلی کا کشف پہاڑ پر پڑا | وہ خیال کرنے والا اس کی تحقیق کی طاقت نہیں رکھتا ہے

ہیں مشو غرّہ بداں کہ قابلی | مر خیالش را وزیں رہ واصلی
خبردار! تو اس دھوکا نہ کھا کہ تو قبول کرنے والا ہے | اُس کے خیال کو، اور تو اس راہ سے واصل (بحق) ہے

از خیالِ حرب نہراسید کس (۲) | لا شجاعۃ قبلَ حربٍ این و بس
جنگ کے خیال سے کوئی خوفزدہ نہیں ہوتا | جنگ سے پہلے شجاعت نہیں ہے اس کو سمجھ لے اور بس

بر خیالِ حرب، حیز اندر فکر | میکُند چوں رستماں صد کرّ و فر
نامرد، لڑائی کے خیال سے فکر میں | رستموں کی طرح سیکڑوں کر و فر کرتا ہے

نقشِ رستم کاں بحمّامے بُود | قرنِ حملۂ فکرِ ہر خامے بُود
رستم کی تصویر جو کسی حمام میں ہوتی ہے | ہر ناقص کے فکر کے حملہ کی حریف ہو سکتی ہے

ایں خیالِ سمع چوں مُبصَر شود | حیز چہ بُود رستمے مُضطر شود
جب کان کا یہ خیال دیکھے ہوئے کی طرح ہو جائے | نامرد کیا ہوتا ہے، ایک رستم بھی مجبور ہو جاتا ہے

جہد کُن (۳) کز گوش در چشمت رود | آنچہ آں باطل بُدست آں حق شود
تو کوشش کر کہ وہ کان تیری آنکھ میں آ جائے | جو باطل (نظر آتا) تھا وہ حق ہو جائے

زاں سپس گوشت شود ہم طبعِ چشم | گوہرے گردد دو گوشت ہمچو پشم
اس کے بعد تیرا کان بھی آنکھ کا ہم مزاج بن جائیگا | تیرے پشم جیسے دونوں کان گوہر بن جائیں گے

بلکہ جملہ تن چو آئینہ شود | جملہ چشم و گوہرِ سینہ شود
بلکہ پورا جسم آئینہ کی طرح ہو جائے گا | سب آنکھ اور سینہ کا جوہر ہو جائے گا

گوش انگیزد خیال و آں خیال | ہست دلالہ وصالِ آں جمال
کان ایک خیال پیدا کرتا ہے اور وہ خیال | اُس حُسن کے وصال کی مشاطہ بن جاتا ہے

جہد کُن تا ایں خیال افزوں شود | تا دلالہ رہبرِ مجنوں شود
کوشش کر تاکہ یہ خیال بڑھے | تاکہ مجنوں کے لئے مشاطہ رہبر بن جائے۔

صرف کان ہی نہیں تمام جسم آنکھ کا رتبہ حاصل کرے گا۔ گوہرِ سینہ یعنی دل۔ گوش۔ حُسن کی بات سُن کر انسان وصالِ محبوب تک پہنچ جاتا ہے۔ ایں خیال۔ سننے سے جو خیال پیدا ہوا ہے اُس کو وصال کا راہبر بنا لے۔

(۱) از خیال۔ دشمن کا خیال اور تصور انسان کو دوست پیدا کرنے اور اُن سے ملنے پر مجبور کرتا ہے۔ تو گویا حضرت موسیٰ کو مشاہدہ کے درجہ کا علم تھا کہ طور کو اس درجہ کا علم نہ تھا لیکن پھر بھی وہ پہاڑ پر مؤثر ہوا۔ لمع۔ چمک، تجلی۔ کُہ۔ کوہ۔ مخیّل یعنی پہاڑ جس کو مشاہدہ حاصل نہ تھا صرف خیال حاصل تھا (حق)۔ لیکن انسان کو حق تعالیٰ کے خیال پر اکتفا نہ کرنا چاہیے وہ محض خیال سے واصل بحق نہ ہوگا۔

(۲) از خیال۔ لڑائی کا محض خیال اور تصور کوئی چیز نہیں ہے بلکہ مشاہدہ اصل ہے۔ حیز۔ مخنث اور بزدل بھی خیالی لڑائی میں بہت کرّ و فر دکھاتا ہے۔ نقش۔ رستم کی خیالی تصویر سے تو ہیجڑا حریف بنتا ہے۔ ایں خیال۔ خیال بیکار ہے لیکن اگر خیال، مشاہدہ کے درجے میں آ جائے تو پھر مفید ہو جاتا ہے۔

(۳) جہد کُن۔ انسان کو کوشش کرنی چاہیئے کہ اس کا مسموع مشہود بن جائے اور اُس میں کسی باطل کا احتمال نہ رہے۔ زاں سپس۔ اس کے بعد کان آنکھ کا رتبہ حاصل کریگا۔ پشم بمعنی بیتھر ہے یعنی کان جو کم قیمت چیز ہے اب وہ گوہر بیش قیمت بن جائیگا۔ بلکہ۔ کوشش سے

آں[1] خلیفہ گول ہم یک چند نیز — ریش گاوی کرد خوش با آں کنیز
اُس احمق خلیفہ نے بھی کچھ دن — اُس لڑکی کے ساتھ حماقت برتی

مُلک را تو مُلکِ غرب و شرق گیر — چوں نمی ماند تو آں را برق گیر
تو سلطنت کو مغرب اور مشرق کی سلطنت سمجھ لے — جبکہ وہ باقی نہیں رہتی تو اُسکو بجلی (کی کوند) سمجھ

مملکت کاں می نماند جاوداں — اے دلت خفتہ تو آں را خواب داں
وہ سلطنت جو ہمیشہ نہ رہے — اے کہ تیرا دل سویا ہوا ہے تو اُسکو خواب سمجھ

تا چہ خواہی کرد آں بادِ بروت — کہ بگیرد ہم چو جلادے گلوت
تو اُس غرور کو کیا کرے گا؟ — جو جلاد کی طرح تیرا گلا پکڑ لے

ہم[2] دریں عالم بداں کہ مامنے ست — از منافق کم شنو کہ گفت نیست
اسی دنیا میں جان لے کہ امن کی جگہ ہے — منافق سے نہ سن جس نے کہا کہ نہیں ہے

حُجّتِ منکرانِ آخرت و بیانِ ضُعفِ آں حُجّت

آخرت کے منکروں کی دلیل اور اُس دلیل کی کمزوری کا بیان

حُجّتش این ست گوید ہر دمے — گر بُدے چیزے دگر من دیدمے
اُس کی یہ دلیل ہے اور ہر وقت کہتا ہے — اگر کوئی اور چیز ہوتی تو مجھے نظر آتی

گر نہ بیند کودکے احوالِ عقل — عاقلے ہرگز کند از عقل نقل
اگر کوئی بچہ عقل کے احوال نہیں دیکھتا ہے — (تو) عقلمند کبھی عقل کو ترک کرے گا

ور[3] نہ بیند عاقلے احوالِ عشق — کم نگردد ماہِ نیکو فالِ عشق
اگر کوئی عقلمند عشق کے احوال نہیں دیکھتا ہو — (تو) عشق کا نیک فال چاند نہیں گھٹتا ہے

حُسنِ یوسفؑ دیدۂ اخواں ندید — از دلِ یعقوبؑ کے شُد ناپدید
یوسفؑ کے حسن کو بھائیوں کی آنکھ نے نہ دیکھا — (حضرت) یعقوبؑ کے دل سے کب مٹا!

مر عصا را چشمِ موسیٰؑ چوب دید — چشمِ قبطی افعیٔ و آشوب دید
(حضرت) موسیٰؑ کی آنکھ نے عصا کو لکڑی دیکھا — قبطی کی آنکھ نے (اُسکو) اژدھا اور مصیبت دیکھا

چشمِ سِر با چشمِ سَر در جنگ بُود — غالب آمد چشمِ سِر حُجّت نمود
باطن کی آنکھ سَر کی آنکھ سے جنگ میں تھی — باطن کی آنکھ غالب ہوگئی، ثبوت پیش کردیا

---

[1] آں خلیفہ۔ شاہِ مصر بھی اُس لڑکی سے احمقانہ عشق کرنے لگا۔ مُلک۔ یہ اُس کی خرمستی سلطنت کی وجہ تھی سلطنت خواہ مشرق و مغرب کی ہو وہ بجلی کی کوند سے زیادہ نہیں ہے۔ مملکت۔ انسان جس کو سلطنت سمجھتا ہے اُس کی حقیقت خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ تا چہ۔ یہ سلطنت کا گھمنڈ انسان کے لئے جلاد کا کام کرتا ہے۔

[2] ہم دریں عالم۔ اسی دنیا کو اور اُس کی سلطنت کو امن کی جگہ نہ سمجھ امن کی جگہ عالمِ آخرت ہے۔ حجتش۔ عالمِ آخرت کے منکر کی دلیل یہ ہے کہ اگر عالمِ آخرت ہوتا تو میں اُس کو دیکھ سکتا۔ گر نہ بیند۔ لیکن کسی کے نہ دیکھ سکنے سے اس چیز کا انکار کیسے ہو سکتا ہے۔ بچہ عقل کے احوال کو نہیں دیکھ سکتا لیکن عقلمند تو اُس کا انکار نہ کرے گا۔

[3] ور نہ بیند۔ اگر کوئی صاحبِ عقل عشق کے احوال نہیں دیکھ سکتا ہے تو اُس کے نہ دیکھنے سے عشق میں کوئی زوال نہیں آتا ہے۔ جیسے یوسفؑ کا حسن بھائیوں کو نظر نہ آیا تو اس سے اُس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مر عصا۔ حضرت موسیٰؑ ابتداءً عصا کی حقیقت نہ دیکھ سکے لیکن اُس کا وجود تھا تب ہی قبطی نے اُس کو دیکھ لیا۔ چشمِ سِر۔ باطنی آنکھ اور ظاہری آنکھ میں اختلاف تھا باطنی آنکھ نے دلیل پیش کردی اور حقیقت واضح ہوگئی۔

چشمِ موسیٰؑ دستِ خود را دست دید | پیشِ چشمِ غیب نورے بد پدید
(حضرت) موسیٰؑ کی آنکھ نے اپنے ہاتھ کو ہاتھ دیکھا | غیب کی آنکھ کے سامنے ایک نور ظاہر تھا

ایں سخن پایاں ندارد ہر کمال | پیشِ ہر محروم باشد چوں خیال
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، ہر کمال | ہر محروم کے سامنے خیال کی طرح ہوتا ہے

چوں حقیقت پیشِ او فرج و گلوست | کم بیاں کن پیشِ او اسرارِ دوست
جبکہ اس کے سامنے حقیقت شرمگاہ اور حلق ہے | دوست کے راز اس کے سامنے بیان نہ کر

پیشِ ما فرج و گلو باشد خیال | لاجرم ہر دم نماید جاں جمال
ہمارے سامنے شرمگاہ اور حلق خیال ہے | لامحالہ جان ہر وقت جمال دکھاتی ہے

ہر کرا فرج و گلو آئین و خوست | آں لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ بہرِ اوست
جس شخص کا طریقہ اور عادت شرمگاہ اور حلق ہے | تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین اسی کے لئے ہے

با چناں انکار کوتہ کن سخن | احمدا کم گوے با گبرِ کہن
ایسے انکار کے ہوتے ہوئے بات مختصر کر | اے احمدؐ! پرانے کافر سے بات نہ کر

آمدنِ آں خلیفہ نزدِ آں خوبرو از برائے جماع
ہمبستری کے لئے خلیفہ کا اس حسینہ کے پاس آنا

آں خلیفہ کرد رای اجتماع | سوی آں زن رفت از بہرِ جماع
خلیفہ نے اکٹھا ہونے کی سوچی | ہمبستری کے لئے اس لونڈی کے پاس گیا

ذکرِ او کرد و ذکر بر پای کرد | قصدِ خفت و خیز مہر افزای کرد
اس کی یاد کی اور عضو تناسل کو کھڑا کیا | اس محبت بڑھانیوالی کیساتھ سونے اور جاگنے کا ارادہ کیا

چوں میانِ پای آں خاتون نشست | پس قضا آمد رہِ عیشش ببست
جب اس خاتون کے پیروں کے بیچ میں بیٹھا | تو تقدیر آ پہنچی، اس کے عیش کا دروازہ بند کر دیا

خشت خشت موش در گوشش رسید | خفت کیرش شہوتش کلی رمید
اس کے کان میں چوہے کی کھٹ کھٹ آئی | اسکا آلہ تناسل سو گیا، اسکی شہوت بالکلیہ بھاگ گئی

وہم آں کز مار باشد ایں صریر | کہ ہمی جنبد بہ تندی از حصیر
یہ وہم ہوا کہ یہ آواز سانپ کی ہوگی | جو تیزی سے چٹائی میں سے حرکت کر رہا ہے

خندہ گرفتن آں کنیزک را از ضعفِ شہوتِ خلیفہ و قوتِ
اس سردار کی شہوت کی طاقت اور خلیفہ کی شہوت کی کمزوری پر لونڈی کا ہنس پڑنا

۵۱ چشمِ موسیٰؑ۔ ایک ہی چیز ایک کے لئے خیالی ہے دوسرے کے لئے یقینی۔ ایں سخن ایک ہی چیز کی مختلف نگاہوں میں مختلف حیثیت کا بیان۔ فرج و گلو۔ جو شخص پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کو ہی حقیقت سمجھے اس کو اسرار کی باتیں سنانا بیکار ہے۔ پیشِ ما۔ جو لوگ پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت سے بری ہیں ان کو نورِ باطن حاصل ہوتا ہے۔

۵۲ لکم دینکم۔ سورۂ الکافرون میں آنحضورؐ کو خطاب ہے کہ ان کافروں سے کہہ دیجئے تمہارے لئے تمہارا دین ہے میرے لئے میرا دین ہے۔ با چناں۔ آنحضورؐ سے کہہ دیا گیا کہ ان سے بات نہ کیجئے۔

۵۳ چوں۔ جب بالکل تیار ہو گیا تو قضا نے راہ روک دی اور ایک چوہے کی کھٹ کھٹ کی آواز آئی جس سے وہ خوفزدہ ہو گیا اور اس کی شہوت ختم ہو گئی۔ وہم۔ اس چوہے کی کھٹ کھٹ کے بارے میں اس کو یہ خیال آیا کہ یہ سانپ کے چلنے کی آواز ہے جو بستر کے نیچے ہے۔ خندہ۔ خلیفہ کی نامردی اور پہلوان کی مردانگی کو یاد کر کے لونڈی ہنسنے لگی۔

شہوتِ آں امیر و فہم کردنِ آں خلیفہ خندۂ کنیزک را

اور لونڈی کے ہنسنے کو خلیفہ کا سمجھ جانا

زن بدید آں سستیِ اُو از شگفت — آمد اندر قہقہہ خندش گرفت

عورت نے حیرانی سے اُس کی سستی کو دیکھا — وہ قہقہہ مارنے لگی، اُس پر ہنسی طاری ہوگئی

یادش آمد مردیِ آں پہلواں — کہ بکشت اُو شیر و اندامش چناں

اُس کو اُس پہلوان کی مردانگی یاد آگئی — کہ اُس نے شیر کو مار ڈالا اور اُس کا عضو ایسا تھا

غالب آمد خندۂ زن شُد دراز — جہد میکرد و نمی شُد لب فراز

عورت کی ہنسی غالب آگئی، لمبی ہوگئی — وہ کوشش کرتی تھی اور ہونٹ بند نہ ہوتا تھا

سخت[1] می خندید ہمچوں بنگیاں — غالب آمد خندہ بر سُود و زیاں

وہ بھنگڑوں کی طرح بہت ہنسی — نفع اور نقصان پر ہنسی غالب آگئی

ہرچہ اندیشید خندہ می فزود — ہمچو بندِ سیل ناگاہاں کشود

جتنا بھی سوچتی، ہنسی بڑھتی تھی — بہاؤ کے بند کی طرح جو اچانک کھل گیا ہو

گریہ و خندہ غم و شادیِ دل — ہر یکے را معدنے داں مستقل

رونا اور ہنسنا، دل کی خوشی اور غم — ہر ایک کو مستقل کان سمجھ

ہر یکے را مخزن و مفتاحِ آں — اے برادر در کفِ فتّاح داں

ہر ایک کا خزانہ ہے اور اس کی کنجی — اے بھائی! کھولنے والے (خدا) کے ہاتھ میں سمجھ

ہیچ ساکن می نشُد آں خندہ زُو — پس خلیفہ تیرہ گشت و تُند خُو

اُس کی ہنسی کسی طرح نہ تھمتی تھی — تو خلیفہ ناراض اور غضبناک ہوگیا

زود[2] شمشیر از غلافش بر کشید — گفت ہیں سِرِّ خندہ وا گو اے پلید

اُس نے فوراً غلاف میں سے تلوار سونت لی — کہنے لگا اے ناپاک! ہنسی کا راز بتا

در دلم زیں خندہ ظنّی اوفتاد — راستی گو عشوہ نتوانیم داد

اس ہنسی سے میرے دل میں بدگمانی پیدا ہوگئی ہے — سچ بتادے، تو مجھے فریب نہیں دے سکتی ہے

ور خلافِ راستی بفریبیم — یا بہانہ چرب آری تو برم

اگر تو سچائی کے خلاف مجھے فریب دے گی — یا میرے سامنے چکنا چپڑا بہانہ لائیگی

من بدانم در دلِ من روشنی ست — بایدت گفتن ہر آنچہ گفتنی ست

میں سمجھ جاؤں گا میرے دل میں روشنی ہے — تجھے کہنے کے لائق، بات کہہ دینی چاہیے

[1] سخت۔ اس کو ایسی ہنسی پھوٹی جیسی بھنگڑوں کو چھوٹتی ہے اور اُس ہنسی میں اس کو یہ خیال بھی نہ رہا کہ بادشاہ کی ناگواری اس کو نقصان پہنچائیگی۔ گریہ و خندہ۔ ہنسی اور رونے کے خزانے اللہ تعالےٰ کے قبضہ میں ہیں۔ ھو اضحک و ابکیٰ وہی ہنساتا ہے وہی رُلاتا ہے۔

[2] زود۔ لونڈی کی بے تحاشا ہنسی پر شاہ کو غصہ آگیا اور تلوار سونت لی اور کہنے لگا ہنسی کا راز صحیح بتادے غلط بات سے تو مجھے مطمئن نہ کرسکیگی میرے دل میں عقل کی روشنی ہے

در دلِ شاہاں تو ماہے داں سطبر — گرچہ گہہ گہہ شُد ز غفلت زیرِ ابر

تو بادشاہوں کے دل میں ایک بڑا چاند سمجھ — اگرچہ وہ کبھی کبھی غفلت کی وجہ سے ابر کے نیچے آجاتا ہے

یک چراغے ہست در دل وقتِ گشت — وقتِ خشم و حرص آید زیرِ طشت

چلنے پھرنے کے وقت دل میں ایک چراغ ہے — جو غصہ اور حرص کے وقت طشت کے نیچے ہوجاتا ہے

آں[1] فراست ایں زماں یارِ من ست — گر نگوئی آنچہ حقِ گفتن ست

اس وقت وہ شناخت میری درست ہے — اگر تو وہ نہ کہے گی جو بتانے کا حق ہے

من بدیں شمشیرِ بُرّم گردنت — سُود نبوَد خود بہانہ کردنت

میں اس تلوار سے تیری گردن اڑا دوں گا — تیرا بہانہ کرنا کچھ مفید نہ ہوگا

ایں زماں بکُشم ترا بے ہیچ شک — تیغ را کرد اُو حوالہ گفت نِک

اب میں تجھے یقیناً قتل کر دوں گا — اس نے تلوار اس کے سامنے کی کہا یہ ہے

ور بگوئی راست آزادت کُنم — حقِ یزداں نشکنم شادت کُنم

اگر تو سچ کہدیگی میں تجھے آزاد کر دوں گا — خدا کی قسم نہ توڑوں گا، تجھے خوش کر دوں گا

ہفت مُصحف آں زماں بر ہم نہاد — خورد سوگند و چنیں تقریر داد

اس نے سات قرآن اوپر نیچے رکھے — قسم کھائی، پھر یوں عہد کیا

فاش کردنِ آں کنیزک آں راز را با خلیفہ از بیمِ زخمِ شمشیر و اکراہِ خلیفہ کہ راست بگو سببِ ایں خندہ را وگرنہ بکُشمت

تلوار کے زخم سے ڈر کر اس لونڈی کا خلیفہ سے راز فاش کر دینا اور خلیفہ کا مجبور کرنا کہ اس ہنسی کا سبب سچ بتا ورنہ میں تجھے مار ڈالوں گا

زن[2] چو عاجز شُد بگفت احوال را — مردیِ آں رستمِ صد زال را

عورت جب عاجز آگئی اس نے حالات بتا دیئے — سیکڑوں زال والے رستم کی مردانگی کے

شرحِ آں گردک کہ اندر راہ بُود — یک بیک با آں خلیفہ وا نمُود

اس خیمہ کی تفصیل جو راستہ میں تھا — وہ اس نے ایک ایک کر کے خلیفہ پر کھول دی

شیر کُشتن سوئے خیمہ آمدن — واں ذکر قائم چو شاخِ کرگدن

شیر کا قتل کرنا خیمہ میں آنا — اور اسکے ذکر کا گینڈے کے سینگ کی طرح کھڑا رہنا

اُو بداں قوّت کہ از شیرِ شکار — ہیچ تغییرش نشُد بُد برقرار

وہ اس طاقت کے ساتھ کہ شکاری شیر سے — اس میں کوئی تغیر نہ ہوا برقرار تھا

---

[1] آں فراست - وہ نور اور روشنی اس وقت میرے ساتھ ہے اگر تو صحیح بات نہ کہے گی میں فوراً سمجھ جاؤں گا اور تجھے مار ڈالوں گا اور یہ کہہ کر تلوار اس کے سامنے کردی اور سات قرآن اوپر نیچے رکھ کر قسم کھائی کہ اگر تو سچ بتا دیگی تو تجھے آزاد کر دوں گا۔

[2] زن - لونڈی جب عاجز آگئی تو اس نے پہلوان کا سارا قصہ سنا دیا اور کہا کہ اس نے شیر کو بھی قتل کیا اور پھر خیمہ میں واپس آیا اور اس کی شہوت میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔

تو[1] بدیں سستی کہ چوں کردی بگوش ۔۔۔ خشت خشتِ موشکے رفتی زہوش
تو اس سستی میں کہ جب تو نے سنی ۔۔۔ چوہیا کی کھٹ کھٹ بے ہوش ہوگیا

من چو دیدم از تو ایں و از وے آں ۔۔۔ زاں سبب خندیدم اے شاہِ جہاں
میں نے جب تجھے یہ دیکھا اور اس سے وہ ۔۔۔ اے شاہ جہاں! میں اس سبب سے ہنسی

رازہا را میکند حق آشکار ۔۔۔ چوں بخواہد رُست تخمِ بدمکار
اللہ (تعالیٰ) بھیدوں کو ظاہر کردیتا ہے ۔۔۔ جبکہ اُگ کر رہے گا، بُرا بیج نہ بو

آب و ابر و آتش و ایں آفتاب ۔۔۔ رازہا را می برارند از تراب
پانی اور ابر اور گرمی اور یہ سورج ۔۔۔ مٹی سے بھیدوں کو برآمد کردیتے ہیں

ایں بہارِ نو ز بعد برگ ریز ۔۔۔ ہست برہانِ وجودِ رستخیز
یہ نئی بہار، پت جھڑ کے بعد ۔۔۔ قیامت کے وجود پر دلیل ہے

در[2] بہاراں سرہا پیدا شود ۔۔۔ ہرچہ خوردست ایں زمیں رسوا شود
بہاروں میں راز ظاہر ہوجاتے ہیں ۔۔۔ اس زمین نے جو کھایا ہے، ظاہر ہوجاتا ہے

بر دمد آں از دہان و از لبش ۔۔۔ تا پدید آید ضمیر و مذہبش
اس کے ہونٹ اور منہ سے وہ اُگ پڑتا ہے ۔۔۔ یہاں تک کہ اس کا مذہب اور ضمیر کھل جاتا ہے

سرِ بیخ ہر درختے و خورش ۔۔۔ جملگی پیدا شود آں بر سرش
ہر درخت کی جڑ کا راز اور اس کی خوراک ۔۔۔ سب اس کے سر پر پیدا ہوجاتا ہے

ہر غمے کز وے تو دل آزردۂ ۔۔۔ از خمارِ مے بود کاں خوردۂ
ہر وہ غم جس سے تو دل آزردہ ہے ۔۔۔ اس شراب کا خمار ہوتا ہے جو تو نے پی ہے

لیک[3] کے دانی کہ آں رنجِ خمار ۔۔۔ از کدامیں مے برآمد آشکار
لیکن تو کب جان سکتا ہے کہ خمار کی تکلیف ۔۔۔ کونسی شراب سے ظاہر ہوئی ہے

ایں خمار اشکوفۂ آں دانہ ست ۔۔۔ آں شناسد کاگہ و فرزانہ است
یہ خمار اس دانہ کا شگوفہ ہے ۔۔۔ وہ جانتا ہے جو آگاہ اور ذہین ہے

شاخ و اشگوفہ نماند دانہ را ۔۔۔ نطفہ کے ماند تنِ مردانہ را
شاخ اور شگوفہ دانہ کے مشابہ نہیں ہوتے ۔۔۔ نطفہ انسانی جسم کے مشابہ کب ہے؟

نیست مانندِ ہیولا با اثر ۔۔۔ دانہ کے مانند آید با شجر
مادہ، نتیجہ کے مشابہ نہیں ہے ۔۔۔ دانہ، درخت کے مشابہ کب ہوا ہے؟!

---

[1] تو بدیں سستی۔ لونڈی نے کہا لیکن تیری یہ حالت ہے کہ چوہے کی کھٹ کھٹ سے خوبصورت کا نور ہوگئی میرے ہنسنے کا یہ سبب ہے۔ رازہا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ہر راز ظاہر ہوکر رہتا ہے لہٰذا بدی کا بیج نہ بونا چاہیئے اس لئے کہ وہ اگے گا۔ آب۔ پانی، گرمی اور سورج زمین میں چھپے راز ظاہر کردیتے ہیں اور زمین کی ہر پوشیدہ چیز اُگ آتی ہے۔ ایں بہار۔ موسم بہار میں اُجڑے ہوئے چمن پھر زندگی حاصل کرلیتے ہیں جو حشر ونشر کے لئے ایک دلیل ہے۔

[2] در بہاراں۔ موسم بہار میں زمین سے ہر وہ بیج اُگ پڑتا ہے جو زمین میں چھپا ہوا تھا اور اس سے اُس بیج کی حقیقت کھل جاتی ہے.... بر سرش۔ یعنی پھلوں کی صورت میں۔ ہر غمے۔ انسان پر جو مصیبت آتی ہے وہ اس کے کسی عمل کا ثمرہ ہوتی ہے۔

[3] لیک۔ لیکن انسان یہ نہیں سمجھ سکتا ہے کہ یہ تکلیف اور رنج کس گناہ کا نتیجہ ہے۔ ایں خمار۔ اہل باطن یہ سمجھتے ہیں۔ شاخ۔ گناہ اور اس کے ثمرہ میں کوئی ظاہری مشابہت نہیں ہوتی ہے جس طرح بیج اور پھل میں۔ نطفہ۔ منی سے بچہ پیدا ہوتا ہے لیکن بچہ اور منی میں مشابہت نہیں ہے۔ ہیولا۔ مادہ۔ اثر۔ جو چیز مادہ سے بنی ہے۔

نطفہ[1] از نانست کے مانند ناں
نطفہ، روٹی سے (بنا) ہے روٹی کے مشابہ کب ہے؟
مردم از نطفہ است کے باشد چناں
انسان، نطفہ سے ہے ویسا کب ہوتا ہے؟

جنّی از نارست کے مانند نار
جن آگ سے ہے، آگ سے مشابہ کب ہے
از بخارست ابر و نبود چوں بخار
ابر، بخار سے ہے اور بخار جیسا نہیں ہوتا ہے

از دمِ جبریل عیسیٰ شد پدید
(حضرت) عیسیٰ جبرئیل کی پھونک سے پیدا ہوئے
کے بصورت ہمچو او بد ناپدید
صورت کے اعتبار سے ان کی طرح مخفی کب ہوئے؟

آدم[2] از خاکست کے مانند خاک
(حضرت) آدم مٹی سے ہیں، مٹی کے مشابہ کب ہیں؟
ہیچ انگورے نمی ماند بتاک
کوئی انگور، انگور کے درخت کے مشابہ نہیں ہے

کے بود طاعت چو خلدِ پائیدار
عبادت، مستقل جنت کی طرح کب ہے؟
کے بود دزدی بشکلِ پایدار
چوری، سولی کے ستون کی شکل کی کب ہے؟

ہیچ اصلے نیست مانندِ اثر
کوئی اصل، نتیجہ کے مشابہ نہیں ہے
پس ندانی اصلِ رنج و دردِ سر
تو تو رنج اور دردِ سر کی اصل نہیں جان سکتا

لیک بے اصلے نباشد ایں جزا
لیکن یہ جزا بغیر اصل کے نہیں ہوتی ہے
بیگناہے کے برنجاند خدا
خدا بے گناہ کو کب رنج دیتا ہے؟

آنچہ اصلست و کشندہ آں شی ست
وہ جو اصل ہے اور اس چیز کا سبب ہے
گر نمی ماند بوے ہم از وے ست
اگرچہ وہ اس کے مشابہ نہیں، تاہم وہ بھی اسی کے سبب سے ہے

پس بداں رنجت نتیجہ زلتے ست
پس سمجھ لے کہ تیری تکلیف کسی لغزش کا نتیجہ ہے
آفتِ ایں ضربتت از شہوتیست
تیری اس چوٹ کی آفت، کسی شہوت کی وجہ سے ہے

گر[3] ندانی آں گنہ را ز اعتبار
اگر عبرت کے لئے تو اس گناہ کو نہ پہچان سکے
زود زاری کن طلب کن اغتفار
بہت جلد عاجزی کر اور معافی چاہ

سجدہ کن صد بار میگو اے خدا
سو بار سجدہ کر اور کہہ اے خدا!
نیست ایں غم غیر در خوردِ سزا
یہ غم سزا کی پاداش کے سوا نہیں ہے

اے تو سبحاں پاک از ظلم و ستم
اے سبحان تو ظلم و ستم سے پاک ہے
کے دہی بے جرم جاں را درد و غم
تو جان کو درد و غم بغیر جرم کے کب دیتا ہے؟

من معین می ندانم جرم را
میں جرم کو متعین کر کے نہیں جانتا ہوں
لیک ہم جرمے بباید کرم را
لیکن بخشش کے لئے جرم بھی چاہیئے

---

[1] نطفہ۔ منی روٹی سے بنی لیکن آپس میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ جنّی۔ جن آگ سے پیدا ہوا ابر بخارات سے پیدا ہوا لیکن آپس میں مشابہت نہیں ہے۔ دمِ جبرئیل۔ حضرت مسیح حضرت جبرئیل کے دم سے پیدا ہوئے ان میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔

[2] آدم۔ آدم مٹی سے پیدا ہوئے، انگور بیل سے پیدا ہوا، ان میں بھی کوئی مشابہت نہیں ہے۔ خلد۔ جنت، عبادت کا ثمرہ ہے، چوری کا نتیجہ سولی ہے لیکن باہمی مشابہت نہیں ہے۔ آنچہ۔ اصل اور نتیجہ میں اگرچہ کوئی مشابہت نہیں ہوتی لیکن نتیجہ کو اصل سے ہی سمجھو۔ پس بداں۔ لہٰذا مصیبت کو گناہ کا ثمرہ سمجھنا چاہیئے۔

[3] گر ندانی۔ خواہ انسان عبرت حاصل کرنے کے لئے اس گناہ کو نہ سمجھ سکے جس کے نتیجہ میں مصیبت میں گرفتار ہوا ہے لیکن اس کو گناہ کی معافی کی درخواست کرنی چاہیئے۔ سجدہ کن۔ سجدہ کر کے کہنا چاہیئے کہ یہ میرے گناہ کی سزا ہے، اگلے بحالہٖ اللہ تعالیٰ سے عرض کرنا چاہیئے کہ تیری ذات ظلم و ستم سے پاک ہے بغیر خطا کے تو سزا نہیں دیتا ہے۔ کرم۔ بخشش، گناہ کی متقاضی ہے۔

چوں بپوشیدی سبب را زاعتبار — دائماً آں جرم را پوشیدہ دار
جبکہ تونے سبب کو عبرت حاصل کرنے سے چھپا دیا ہے — اُس خطا کو بھی ہمیشہ پوشیدہ رکھ

کہ جزا اظہارِ جرمِ من بود — کز سیاست دزدیم ظاہر شود
کیونکہ بدلہ میری خطا کا اظہار بن جائے گا — کیونکہ سزا سے میری چوری کھل جائے گی

باز گردم سوئے توبہ شاہ باز — تا شود معلوم اسرارِ نیاز
میں بادشاہ کی توبہ کی طرف پھر لوٹتا ہوں — تاکہ عاجزی کے اسرار معلوم ہو جائیں

عزم کردنِ شاہ چوں واقف شد بر آں خیانت کہ
جب بادشاہ اُس خیانت سے واقف ہوا تو اُس کا ارادہ کرنا کہ وہ چشم پوشی کرلے

بپوشاند و عفو کند و اُو را با اُو دہد و دانست کہ آں فتنہ
اور معاف کردے اور اُس کو اُس ہی کو دیدے اور سمجھ گیا کہ یہ فتنہ

جزائے قصدِ اُو بود و ظلمِ اُو بر صاحبِ موصل کہ مَنْ
موصل کے بادشاہ پر اُس کے ظلم اور ارادہ کی سزا ہے کیونکہ جس شخص نے

اَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَاِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ و ترسید کہ اگر
برائی کی تو وہ اُس پر ہے اور بیشک تیرا رب گھات کی جگہ میں ہے اور وہ ڈرا کہ اگر

ایں انتقام کشد آں انتقام باز ہم بر سرِ اُو آید چنانکہ ایں
یہ بدلہ لے گا تو یہ بدلہ بھی اُسی کے سر پر آئے گا جیسا کہ یہ ظلم اور حرص

ظلم و طمع بر سرش آمد
اُس کے سر پر آیا

شاہ باخود آمد استغفار کرد — یادِ جرم و زلّت و اصرار کرد
شاہ ہوش میں آیا، اُس نے توبہ کی — جرم اور لغزش اور اصرار کی یاد کی

گفت باخود آنچہ کردم باکساں — شد جزائے آں بجائے من رساں
اپنے آپ سے بولا میں نے جو کچھ لوگوں کے ساتھ کیا — اُس کی سزا مجھ پر پہنچنے والی بن گئی

قصدِ جفتِ دیگراں کردم زجاہ — بر من آمد آں و اُفتادم بچاہ
میں نے مرتبہ کی وجہ سے دوسروں کی بیویوں کا قصد کیا — وہی مجھے پیش آیا اور میں کنوئیں میں گر گیا

من درِ خانہ کسِ دیگر زدم — اُو درِ خانہ مرا زد لاجرم
میں نے کسی دوسرے کے گھر کا دروازہ پیٹا — اُس نے لامحالہ میرا دروازہ پیٹا

سلہ چوں۔ اے خدا جب تو نے میری خطا کو اس بارے میں پوشیدہ کر دیا ہے کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ مصیبت کس خطا کی وجہ سے آئی ہے تو اب ہمیشہ کے لئے میری اس خطا کو چھپا دے۔ کز جزا۔ سزا جرم کے اظہار کا سبب بن جاتی ہے جب چور کی پٹائی ہوتی ہے تو لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ اس نے چوری کی ہے۔ تا شود۔ عاجزی اور نیازمندی بہت سے اسرار پر مشتمل ہے۔

سلہ عزم کردن۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ پہلوان کی خیانت میرے ظلم کی سزا ہے لہٰذا اُس نے طے کیا کہ اب پہلوان پر ظلم نہ کرے ورنہ اور سزا ملے گی بلکہ یہ لونڈی اُسی کو دیدے۔ زلّت۔ لغزش۔ اصرار یعنی گناہ پر جماؤ۔

سلہ گفت۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ سب کچھ میرے ظلم کی سزا ہے۔ قصدِ جفت۔ میں نے شاہِ موصل کی لونڈی پر نظر ڈالی تو اُس کے بدلے میں میری لونڈی پر نظر پڑی۔ من در خانہ۔ میں نے دوسرے کی پردہ دری کی تو میری پردہ دری ہوئی۔

ہر کہ با اہلِ کساں شد فسق جو[1]
جو شخص لوگوں کے اہل کے ساتھ فسق کا طلبگار بنا
اہلِ خود را داں کہ قوّاد ست او
سمجھ لے کہ وہ اپنے اہل کا دیوث ہے

زانکہ مثلِ آں جزای آں شود
کیونکہ اُس کی جزا اُس کی مثل ہوتی ہے
چوں جزای سیئہ مثلش بود
جبکہ بُرائی کا بدلہ اُس جیسا ہوتا ہے

چوں سبب گردی کشیدی سوی خویش
جب تو سبب بنا، تو نے اپنی جانب کھینچا
مثلِ آں را پس تو دیوثی ز پیش
اُس جیسا پس تو پہلے سے دیوث ہے

غصب کردم از شہِ موصل کنیز
میں نے شاہِ موصل کی لونڈی غصب کی
غصب کردند از من او را زود نیز
انہوں نے اس کو میرے پاس سے بھی فوراً غصب کر لیا

او امینِ من بُد و لالای من
وہ میرا امین تھا اور میرا غلام
خائنش کرد آں خیانتہای من
اس کو میری خیانتوں نے خیانت کرنے والا بنا دیا

نیست[2] وقتِ کیں گذاری و انتقام
کینہ وری اور بدلہ کا وقت نہیں ہے
من بدستِ خویش کردم کارِ خام
میں نے بُرا کام اپنے ہاتھ سے کیا

گر کشم کینہ ازاں میر و حرم
اگر میں اُس لونڈی اور سردار سے بدلہ لوں
آں تعدّی ہم بیاید بر سرم
وہ ظلم بھی میرے سر پر آئے گا

ہمچناں کیں یک بیامد در جزا
جیسا کہ یہ ایک، بدلے میں آیا
آزمودم باز نزمایم ورا
میں نے آزما لیا پھر میں اس کو نہ آزماؤں گا

دردِ صاحب موصلم گردن شکست
موصل کے بادشاہ کے درد نے میری گردن توڑ دی
من نیارم ایں دگر را نیز خست
میں اِس کو دوبارہ نہیں توڑ سکتا ہوں

داد حق ماں از مکافات آگہی
بدلے سے خدا نے ہمیں خبردار کر دیا
گفت اِن عُدتُم بہ عُدنا بہ
فرمایا اگر تم دوبارہ (یہ عمل) کرو گے ہم دوبارہ (یہ سزا) دیں گے

چوں[3] فزونی کردن اینجا سود نیست
چونکہ اِس جگہ زیادتی کرنا مفید نہیں ہے
غیر صبر و مرحمت محمود نیست
سوائے صبر اور رحم کے کچھ اچھا نہیں ہے

ربّنا اِنّا ظلمنا سہو رفت
اے ہمارے رب بیشک ہم نے ظلم کیا، بھول ہوئی
رحمتے کن اے رحیمیہات زفت
رحمت کر اے وہ کہ تیری رحمتیں بڑی ہیں!

عفو کردم تو ہم از من عفو کن
میں نے معاف کیا تو بھی مجھے معاف کر دے
از گناہانِ نو و جرمِ کہن
نئے گناہوں اور پُرانی خطاؤں کو

---

[1] ہر کہ۔ جو شخص دوسروں کی بیویوں سے فسق کرتا ہے وہ دیوث ہے دراصل وہ اپنی بیوی کے بارے میں چاہتا ہے کہ لوگ اُس سے فسق و فجور کریں۔ زانکہ۔ بیشک کہ بُرائی کا بدلہ اُسی جیسی بُرائی ہوتی ہے۔ چوں سبب۔ جب تیرا فسق و فجور اپنی بیوی کے فسق و فجور کا سبب بنا تو معلوم ہوا کہ تو دیوث تھا۔ غصب۔ میں نے شاہِ موصل کی لونڈی غصب کی میرے سردار نے میری لونڈی غصب کر لی۔ لالای۔ غلام۔

[2] نیست۔ تو میں دوسرے سے کیا بدلہ لوں یہ تو میرا خود کردہ ہے۔ گر کشم۔ اب اگر میں پہلوان کو سزا دوں گا تو اُس کا خمیازہ بھی مجھے بھگتنا پڑے گا۔ ہمچناں۔ ایک دفعہ میں آزما چکا کہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے ملا ہے اب میں ایسا نہ کروں گا۔ اِنْ عُدتم۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ اگر تم پھر بھی شرارت میں کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے۔

[3] چوں۔ اب اِس پہلوان پر کوئی ظلم و زیادتی مناسب نہیں ہے صبر اور رحم سے کام لینا ہی مناسب ہے۔ ربّنا۔ اب تو بارگاہِ خداوندی میں یہی دعا کرنی چاہیئے کہ ہم سے ظلم ہوا غلطی ہوئی تو معاف کر دے۔ عفو کردم۔ شاہ نے دعا میں کہا اے خدا میں نے معاف کیا تو بھی مجھے معاف کر دے۔

گفت[1] اکنوں اے کنیزک وامگو — ایں سخن راکہ شنیدم من زتو
کہا اے لونڈی! اب نہ کہنا — یہ بات جو میں نے تجھ سے سنی

پاس دارد باکسے عرضہ مکن — آنچہ گفتی اے کنیزک زیں سخن
محفوظ رکھ اور کسی سے نہ کہہ — اے لونڈی! تو نے جو یہ بات کہی

باامیرت جفت خواہم کردمن — اللہ اللہ زیں حکایت دم مزن
میں امیر سے تیرا نکاح کردوں گا — خدا کے لئے اِس قصہ کو نہ کہہ

تانگردد او زرویم شرمسار — کو یکے بد کرد و نیکی صد ہزار
تاکہ وہ میرے سامنے شرمندہ نہ ہو — کیونکہ اُس نے ایک بُرائی اور لاکھوں بھلائیاں

بارہامن امتحانش کردہ ام — خوب[2] تر از تو بدو بسپردہ ام
میں نے اُس کو بارہا آزمایا ہے — تجھ سے زیادہ حسین اُس کے سپرد کئے ہیں

درامانت یافتم اورا تمام — ایں قضائے بود ہم از کردہام
میں نے اُس کو امانت میں مکمل پایا ہے — یہ بھی میرے کاموں کی سزا تھی

کنیزک بخشیدن شاہ بحیلت بہ پہلوان

بادشاہ کا پہلوان کو ایک تدبیر سے لونڈی بخش دینا

پس بخود خواند آں امیرِ خویش را — کُشت در خود خشمِ قہر اندیش را
پھر اس نے اس اپنے امیر کو بُلایا — قہر ڈھانے والے غصہ کو اپنے اندر دبا دیا

کرد بااو یک بہانہ دلپذیر — کہ شدستم زیں کنیزک بس نفیر
اُس نے دل کو لگنے والا ایک بہانہ کیا — کہ میں اِس لونڈی سے بہت متنفر ہوگیا ہوں

زاں[3] سبب کز غیرت و رشکِ کنیز — مادرِ فرزند دارد صد ازیز
اِس لئے کہ لونڈی کی غیرت اور رشک سے — لڑکے کی ماں بہت فریاد کررہی ہے

زاں سبب کز غیرتِ او دائما — مادرِ فرزند ہست اندر عنا
اِس لئے کہ اُس کی غیرت سے مستقلاً — لڑکے کی ماں مصیبت میں ہے

مادرِ فرزند را بس حقہاست — او نہ درخورد چنیں جور و جفاست
لڑکے کی ماں کے بہت حقوق ہیں — وہ اِس طرح کی ظلم و زیادتی کے لائق نہیں ہے

رشک و غیرت میبرد خوں میخورد — زیں کنیزک سخت تلخی می برد
رشک اور غیرت کرتی ہے خون پیتی ہے — اِس لونڈی سے سخت کڑواہٹ محسوس کرتی ہے

---

[1] گفت۔ شاہِ مصر نے لونڈی کو ہدایت دی کہ پہلوان کا قصہ اب کسی سے نہ کہنا۔ باامیرت۔ میں نے طے کرلیا ہے کہ پہلوان سے تیری شادی کردوں گا تو اب پہلوان کا رات کا قصہ کسی سے نہ کہنا۔ تا نگردد۔ اُس نے اگر ایک بُرائی کی ہے تو سینکڑوں بھلائیاں بھی کی ہیں میں اُسکو شرمندہ کرنا نہیں چاہتا۔

[2] خوب تر۔ میں نے تجھ سے بھی زیادہ حسین لونڈیاں اُس کے سپرد کی ہیں لیکن اُس نے خیانت نہیں کی۔ ایں قضائے۔ یہ میری برائیوں کی سزا مجھے ملی ہے۔ پس۔ اس کے بعد شاہ نے اُس امیر پہلوان کو بُلایا اور اُس سے یہ بہانہ کیا کہ میں اِس لونڈی سے متنفر ہوں۔

[3] زاں۔ اور میری نفرت کا سبب یہ ہے کہ میری بیوی بہت نالاں ہے۔ آزیز۔ ہانڈی کے پکنے کی آواز۔ زاں سبب۔ میرا لونڈی سے متنفر ہونے کا سبب یہ ہے کہ میرے بچہ کی ماں کو اِس سے تکلیف پہنچتی ہے۔ عنا۔ مشقت۔ درخورد۔ لائق۔

چوںؔ کسے را داد خواہم ایں کنیز | پس ترا اولیٰ ترست ایں اے عزیز
چونکہ یہ لونڈی میں کسی کو دوں گا | اے پیارے! تجھے دینا زیادہ بہتر ہے

کہ تو جانبازی نمودی بہر او | خوش نباشد دادن آں جز بتو
کیونکہ تونے اس کے لئے جانبازی دکھائی ہو | تیرے سوا کسی کو اُسکا دینا اچھا نہ ہوگا

عقد کردش با امیر او را داد | خشم را و حرص را یکسو نہاد
اُس کا نکاح امیر سے کردیا اور اُسکو دیدی | غصہ اور لالچ کو ایک طرف رکھ دیا

عقد کردش با امیر او را سپرد | کرد خشم و حرص را او خورد مرد
اُس کا نکاح امیر سے کردیا، اُسکو سپرد کردی | اُس نے غصہ اور لالچ کو ریزہ ریزہ کردیا

بیان آنکہ نحن قسمنا کہ یکے را قوت و شہوتِ خراں دہد

اس کا بیان کہ ہم نے تقسیم کیا ہے کردہ (ہم) کسی کو گدھوں کی سی قوت اور شہوت

ویکے را کیاست و قوتِ انبیا و فرشتگاں دہد

دیدیتا ہے اور کسی کو فرشتوں اور نبیوں کی سی قوت اور ذہانت دیدیتا ہے

سرؔ زہوا تافتن از سروریست | ترکِ ہوا قوتِ پیغمبریست
خواہشِ نفسانی سے سرتابی کرنا سرداری ہے | خواہشِ نفسانی کو چھوڑ دینا پیغمبری طاقت ہے

تخمہائے کہ شہوتی نبود | برِ او جز قیامتی نبود
وہ بیج جو شہوت والے نہ ہوں | اُن کا پھل قیامت کے سوا (ظاہر) نہ ہوگا

گر بدش سستی زنریِ خراں | بود او را مردیِ پیغمبراں
اگر اُس میں گدھوں کی سی شہوت سے سستی تھی | تو اُس میں پیغمبروں کی سی مردانگی تھی

ترکؔ خشم و شہوت و حرص آوری | ہست مردی و رگِ پیغمبری
غصہ اور شہوت اور لالچ کرنے کو چھوڑنا | مردانگی اور پیغمبری رگ ہے

نریِ خر گو مباش اندر رگش | حق ہمی خواند الغ بگلر بگش
گو اُس کی رگ میں گدھے کا سا نرپنا نہ ہو | اللہ (تعالیٰ)، اُسکی امیر الامرائی کو چاہتا ہے

مردہ باشم بمن حق بنگرد | بہ ازاں زندہ کہ باشم دور ورد
(اگر) میں مُردہ ہوں (اور) حق (تعالیٰ) کی نظر ہو | اس سے بہتر ہے کہ میں زندہ ہوں (اور) دور ہوں

مغزِ مردی ایں شناس و پوست آں | آں برد در دوزخ و ایں در جناں
اس کو مردانگی کا مغز سمجھ اور وہ چھلکا ہے | وہ دوزخ میں لے جائیگی اور یہ جنتوں میں

ؔ۱ چوں کسے۔ اب جبکہ یہ لونڈی مجھے کسی کو دینی ہے تو تو زیادہ مستحق ہے۔ کہ تو۔ کیونکہ تونے اس کے لانے میں جانبازی کی ہے۔ عقد۔ شاہِ مصر نے اُس لونڈی کا اُس پہلوان سے نکاح کردیا اور اپنے غصہ کو ختم کردیا۔ بیان۔ حضرت حق تعالیٰ نے جسمانی طاقتوں کی تقسیم ہر ایک کے مناسب حال کی ہے کسی کو تو گدھوں کی سی قوتِ شہوانی دی ہے کسی کو فرشتوں اور نبیوں کی ذہانت اور ذکاوت عطا کی ہے۔

ؔ۲ سر زہوا۔ خواہشات پر قابو پالینا سرداری کی دلیل ہے اور یہ پیغمبری صفت ہے یہ شعر مولانا کا نہیں ہے بلکہ حکیم سنائی کا ہے۔ تخمہائے۔ جو شخص شہوت کی تخم ریزی کرے گا وہ قیامت میں اپنی تخم ریزی کا پھل پائیگا یہ شعر بھی مولانا کا نہیں ہے حکیم سنائی کا ہے۔ گر بدش۔ شاہِ مصر میں گدھوں کی سی شہوت نہ تھی اُس میں معنوی مردی تھی۔

ؔ۳ ترکِ خشم۔ نفسانی رذائل کو ترک کرنا پیغمبری مردی ہے۔ الغ۔ بزرگ۔ بگلربگ ۔۔۔۔ امیر الامراء۔ مردہ باشم۔ وہ مُردگی جو خدا کی منظورِ نظر ہو اُس زندگی سے بہتر ہے جو مردودِ بارگاہ ہو۔ مغز۔ مردی اصل وہ ہے جو پیغمبروں میں ہے وہی جنت

حُفَّتِ الْجَنَّۃُ مکارہ را رسید[1] | حُفَّتِ النَّار از ہوا آمد پدید
"جنت گھیر دی گئی ہے" ناپسندیدہ چیزوں کو ملا | "دوزخ گھیر دی گئی ہے" خواہشِ نفسانی سے ظاہر ہوا

دیگر بار خطابِ پادشاہ با ایاز و امتحان کردنِ ارکانِ دولت را و نمودنِ فرمانبرداریِ ایاز بایشاں

بادشاہ کا ایاز کو دوبارہ خطاب کرنا اور ارکانِ دولت کا امتحان لینا اور ایاز کی فرمانبرداری اُن کو دکھانا

اے ایازِ شیرِ نرّ دیو کُش | مردیِ خر کم فزوں مردیِ ہُش
اے ایاز! نر شیر، دیو کو مار ڈالنے والے | گدھے کی مردانگی کم ہے ہوش کی مردانگی بڑھی ہوئی ہے

آنچہ چندیں صدر را در اکش نکرد | لعبِ کودک بود پیشت اے مرد
جس چیز کو اتنے صدروں نے نہ سمجھا | تیرے سامنے بچوں کا کھیل تھا، زہے مردانگی

اے[2] بدیدہ لذتِ امرِ مرا | جاں سپردہ بہرِ امرم در وفا
اے وہ! جس نے میرے حکم کا مزا چکھا ہے | وفاداری میں میرے حکم پر جان فدا کر دی

اے کہ از تعظیمِ امرش آگہی | ایں حکایت گوش کن تا وارہی
اے وہ کہ تو اس (شاہ) کے حکم کی تعظیم سے واقف ہے | یہ حکایت سُن لے تاکہ تو نجات پا جائے

داستانِ ذوقِ امر و چاشنیش | بشنو اکنوں در بیانِ معنویش
حکم کے ذوق اور اس کی چاشنی کی داستان | اب اس (حکایت) معنوی بیان کو سُن لے

دادنِ شاہ گوہر را درمیانِ دیوان[3] و مجمع بدستِ وزیر کہ ایں چند ارزد و مبالغہ کردنِ وزیر در قیمتِ و فرمودنِ شاہ کہ اکنوں ایں را بشکن و گفتنِ وزیر کہ ایں گوہرِ نفیس را چگونہ بشکنم

کچہری اور مجمع میں بادشاہ کا ایک وزیر کو موتی دینا کہ یہ کس قیمت کا ہے؟ اور قیمت میں وزیر کا مبالغہ کرنا اور بادشاہ کا حکم دینا کہ اب اس کو توڑ دے اور وزیر کا کہنا کہ اس عمدہ موتی کو کیسے توڑوں؟

گفت، روزے شاہ محمودِ غنی | آں شہِ غزنی و سلطانِ سنی
کہا ہے کہ بے نیاز شاہ محمود نے ایک دن | جو غزنی کا بادشاہ اور بزرگ شاہ تھا

---

[1] رسید۔ اس کا ترجمہ بعض شارحین نے یہ کیا ہے کہ "یہ بات پہنچی ہے کہ جنت کراہت سے گھیر دی گئی ہے" اور دوسرے مصرع کا ترجمہ بھی یہ کیا ہے کہ "آگ خواہشِ نفس سے گھیر دی گئی ہے ظاہر ہوا ہے" یعنی یہ بات حدیث کی ہمیں پہنچی ہے اور یہ بات حدیث سے ظاہر ہوئی ہے۔ دیگر بار۔ سلطان محمود نے ایاز کو دوبارہ خطاب کیا اور اُن کو ایاز کی فرمانبرداری دکھائی۔ مردیِ ہش۔ یعنی پیغمبروں کی مردی۔ آنچہ۔ یہ دوسرے سرداروں نے جو تو باآسانی سمجھ گیا۔

[2] اے بدیدہ۔ اے ایاز تو میرے حکم کی لذت سے واقف ہے اسی لئے تو میرے حکم پر جان چھڑکتا ہے۔ اے۔ یہ مولانا کا کلام ہے امرش میں شین کی ضمیر شاہ کی جانب ہے چاشنیش کی ضمیر امر کی جانب اور معنویش کی ضمیر حکایت کی جانب لوٹتی ہے۔

[3] دیوان۔ دفتر، دربار۔ چند ارزد۔ کس قیمت کا ہے۔ گفت۔ یعنی بیان کرنے والے نے کہا ہے۔ سنی۔ بلند۔

شاہ روزے جانب دیواں شتافت
ایک دن، بادشاہ کچہری کی جانب گیا

جملہ ارکاں را دراں دیواں بیافت
اُس کچہری میں سب ارکان کو (موجود) پایا

گوہرے بیروں کشید اُو مستنیر[1]
اُس نے ایک روشن موتی باہر نکالا

پس نہادش زود در کفِ وزیر
پھر اُس کو جلد وزیر کی ہتھیلی پر رکھا

گفت چون ست و چہ ارزد ایں گہر
کہا کیسا ہے؟ اور یہ موتی کس قیمت کا ہے؟

گفت بیش ارزد ز صد خروارِ زر
اُنہوں نے کہا سونے کے سیکڑوں بوروں سے زیادہ قیمت کا ہے

گفت بشکن گفت چونش بشکنم
کہا توڑ دے اُس نے کہا اسکو کیسے توڑوں؟

نیک خواہِ مخزن و مالت منم
میں آپ کے مال اور خزانہ کا خیر خواہ ہوں

چوں روا دارم کہ مثلِ ایں گہر
میں کیسے روا رکھوں کہ اس جیسا موتی

کہ نیاید در بہا گردد ہدر
جس کی قیمت کا اندازہ نہیں ہو سکتا رائگاں ہو جائے

گفت شاباش و بدادش خلعتے
کہا شاباش ہے اور خلعت عطا کی

گوہر از وے بستد آں شاہِ فتے
اُس جوانمرد شاہ نے موتی اُس سے لے لیا

کرد ایثارِ وزیر آں شاہِ جُود
اُس شاہِ سخی نے وزیر کو عطا کر دیا

ہر لباس و حُلّہ[2] کو پوشیدہ بُود
جو لباس اور جوڑا وہ پہنے ہوئے تھا

ساعتے شاں کرد مشغولِ سخن
اُن کو تھوڑی دیر باتوں میں لگایا

از قضیۂ تازہ و رازِ کہن
نئے معاملہ اور پرانے راز میں

بعد ازاں دادش بدستِ حاجبے
اسکے بعد اُس کو حاجب کے ہاتھ میں دیا

کہ چہ ارزد ایں بہ پیشِ طالبے
کہ خریدار کے لئے یہ کس قیمت کا ہے؟

گفت[3] ارزد ایں بہ نیمہ مملکت
اُس نے کہا: یہ آدھی سلطنت کی قیمت کا ہے

کش نگہدارد خدا از مہلکت
خدا اُس کو بربادی سے بچائے

گفت بشکن گفت اے خورشید تیغ
کہا تو اسکو توڑ دے اُس نے کہا اے سورج کی تلوار والے!

بس دریغ ست ایں شکستن بس دریغ
اِسکا توڑنا بہت قابلِ افسوس ہے بہت قابلِ افسوس

قیمتش بگذار بیں تاب و لمع
اُسکی قیمت کو رہنے دیجئے چمک اور روشنی کو دیکھئے

کہ شدست ایں نورِ روز اُو را تبع
کہ دن کی روشنی اسکے تابع بن گئی ہے

دست کے جنبد مرا در کسرِ اُو
اسکے توڑنے میں میرا ہاتھ کب ہلے گا؟

کہ خزینہ شاہ را باشم عدو
میں بادشاہ کے خزانہ کا دشمن کب ہوں؟

[1] مستنیر۔ روشن۔ خروار۔ گدھے پر لادنے کا بورا۔ مخزن۔ خزانہ۔ نیاید در بہا۔ جس کی قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ ہدر۔ رائگاں۔ خلعتے۔ شاہی لباس۔ فتے۔ فتیٰ کا امالہ ہے نوجوان۔

[2] حُلّہ۔ کپڑوں کا جوڑا۔ مشغولِ سخن۔ چونکہ بادشاہ کو سب کا امتحان لینا تھا تو بات کاٹ دی تاکہ از سرِ نو دوسروں سے سوال و جواب کرے۔ حاجب۔ چوبدار جو پیشی کا وزیر ہوتا تھا۔

[3] گفت۔ حاجب نے کہا یہ آدھی سلطنت کی قیمت کا ہے۔ خورشید تیغ۔ یعنی وہ جس کی تلوار سورج جیسی چمکدار ہے۔ لمع۔ چمک۔ کہ شدست۔ دن کی روشنی اس کے سامنے ماند ہے۔

شاہ خلعت داد و ادرارش[۱] فزود — پس دہاں در مدحِ عقلِ او کشود

شاہ نے اُسکو خلعت دی اُسکی تنخواہ بڑھادی — پھر اُس کی عقل کی تعریف میں مُنہ کھولا

بعد یک ساعت بدستِ میر داد — دُر را آں امتحاں کُن باز داد

تھوڑی دیر کے بعد ایک امیر کے ہاتھ میں دیا — اُس امتحان کرنے والے نے موتی پھر دیا

او ہمی گفت و ہمہ میراں ہمیں — ہر یکے را خلعتے داد او ثمیں

اُس نے وہی کہا اور سب امیروں نے وہی — اُس نے ہر ایک کو قیمتی خلعت عطا کی

جامگیہا شاں ہمی افزود شاہ — آں خسیساں را ببُرد از رہ بچاہ

بادشاہ اُنکے دکپڑوں کے جوڑے بڑھا رہا تھا — اُن کمینوں کو راستہ سے کنوئیں میں لے گیا

ایں چنیں[۲] گفتند پنجہ شصت امیر — جملہ یک یک ہم بتقلیدِ وزیر

پچاس ساٹھ امیروں نے یہی کہا — وزیر کی تقلید میں ایک ایک کرکے سب نے

گرچہ تقلید ست اُستونِ جہاں — ہست رُسوا ہر مقلِّد ز امتحاں

اگرچہ تقلید دنیا کا ستون ہے — آزمائش سے ہر مقلد رسوا ہوتا ہے

شاہ چوں کرد امتحانِ جملگاں — مال و خلعت بُرد ہر یک بیکراں

شاہ نے جب سب کا امتحان لیا — ہر ایک نے لاتعداد مال اور خلعت حاصل کیا

ہمچنیں در دور گرداں شد گہر — تا بدستِ آں ایازِ دیدہ ور

موتی اسی طرح گردش کے چکر میں رہا — یہانتک دیدہ ور ایاز کے ہاتھ میں (آیا)

آخریں بنہاد در کفِ ایاز — گفت او را کاے حریفِ دیدہ باز

بالآخر اُس کو ایاز کی ہتھیلی پر رکھا — اُس سے کہا، اے صاحب نظر دوست!

یک بیک[۳] دیدند ایں گوہر تو ہم — در شعاعش در نگر اے محترم

انھوں نے ایک ایک کرکے اس موتی کو دیکھا تو بھی — اے محترم! اس کی چمک کو دیکھ لے

رسیدنِ گوہر از دست بدست آخرِ دور با ایاز و کیاستِ

موتی کا دست بدست آخری دور میں ایاز کے ہاتھ میں پہنچنا اور ایاز کی

ایاز و مقلِّد ناشدنِ او ایشاں را و مغرور ناشدنِ او

ذہانت اور اس کا ان کا مقلد نہ ہونا اور اسکا دھوکے میں نہ پڑنا

بمال دادنِ شاہ و خلعتہا و جامگیہا افزوں کردنِ و

بادشاہ کے مال اور خلعت دینے سے اور کپڑے بڑھانے سے اور

---

[۱] ادرار۔ ماہوار تنخواہ۔ کشود۔ اُسکی تعریف اسلئے کی تاکہ دوسروں کا امتحان کریکے بعدہ تھوڑی دیر کے بعد شاہ نے وہ موتی ایک دوسرے امیر کے ہاتھ میں دیا۔ ثمیں۔ قیمتی۔ جامگیہا۔ وہ لباس جو ملازمین کو سالانہ ملتے ہیں۔ آں خسیساں۔ یہ داد و دہش ان سب کیلئے گمراہی کا سبب تھی چونکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ شاہ کو جواب پسند آرہا ہے اسلئے وہ انعام دے رہا ہے۔

[۲] ایں چنیں۔ جو جواب پہلے امیر نے دیا اُس کی تقلید میں سب امیروں نے وہی جواب دیا۔ گرچہ۔ دنیا کا کام تقلید سے ہی چل رہا ہے۔ در دور۔ وہ موتی یکے بعد دیگرے اسی طرح امیروں کے ہاتھ میں جاتا رہا اخیر میں شاہ نے ایاز کے ہاتھ میں دیدیا۔

[۳] یک بیک۔ شاہ نے ایاز سے کہا اس موتی کو سب سرداد دیکھ چکے اب تو بھی دیکھ لے۔ رسیدن۔ موتی ایاز کے ہاتھ میں جب پہنچا تو اُس نے پہلے سرداروں کی تقلید میں جواب نہ دیا اور بادشاہ کے اُسکو خلعت وغیرہ دینے سے دھوکے میں نہ آیا۔

مدحِ عقلِ ایشاں کردن ممکن[1] کہ نشاید مقلّد را مسلمان دانستن

اُن کی عقل کی تعریف کرنے سے، بقدر امکان مقلّد کو مسلمان نہ سمجھنا چاہیے

مسلمان باشد امّا نادر باشد کہ مقلّد ثبات کند براں اعتقاد و

مسلمان ہوتا ہے لیکن بہت کم ہوتا ہے کہ اُس اعتقاد پر وہ جماؤ کرے اور

مقلّد ازیں امتحانہا بسلامت برروں آید کہ ثباتِ بینایاں ندارد

مقلّد ان امتحانات سے سلامتی کیساتھ عہدہ برآ ہو کیونکہ وہ دور اندیشیوں کی سی ثابت قدمی نہیں رکھتا ہے

اے ایاز اکنوں بگوئی کایں گہر
اے ایاز! اب تو بتا کہ یہ موتی

چند می ارزد بدیں تاب و ہنر
اِس چمک اور خوبی کے ساتھ کس قیمت کا ہے؟

گفت افزوں زانچہ تانم گفت من
اُس نے کہا جتنا میں کہہ سکتا ہوں اُس سے بڑھا ہوا ہے

گفت اکنوں زود خردش در شکن
اُس نے کہا اب اسکو فوراً ریزہ ریزہ کردے

سنگہا در آستیں بودش شتاب
پتھر اُس کی آستین میں تھے، جلد

خرد کردش پیشِ اُو آں بُد صواب
اُس کو توڑ دیا اُسکے نزدیک یہ درست تھا

ز اتفاقِ طالعِ با دولتش
اُس کے با اقبال نصیبہ کے اتفاق سے

دست داد آں لحظہ نادر حکمتش
اُس وقت نادر حکمت اُسکے ہاتھ آگئی

یا بخواب ایں دیدہ بُود آں پُر صفا
یا اُس روشن دل نے خواب میں یہ دیکھا تھا

کردہ بُود اندر بغل دو سنگ را
اُس نے دو پتھر بغل میں دبا لئے تھے

ہمچو[2] یوسفؑ کاندرونِ قعرِ چاہ
یوسفؑ کی طرح کہ کنوئیں کی گہرائی میں

کشف شُد پایانِ کارش از الٰہ
اُنکے لئے انجام کار اللہ تعالےٰ کیجانب سے کھل گیا تھا

ہر کرا فتح و ظفر پیغام داد
جس کو فتح اور کامیابی نے پیغام دیا

پیشِ اُو یک شُد مراد و بے مراد
اُسکے لئے مراد اور نامراد یکساں ہے

ہر کہ پایندان[3] وے شُد وصلِ یار
یار کا وصل جس کا ضامن ہوگیا

اُو چہ ترسد از شکستِ کارزار
وہ جنگ کی شکست سے کیا ڈرے گا؟

چوں یقیں گشتش کہ خواہد کرد مات
جب اسکو یقین ہوگیا کہ وہ مات دے گا

فوتِ اسپ و فیل پیشش تُرّہات
اسپ اور فیل کا مارا جانا اُسکے لئے بکواس ہے

گر بُرد اسپش ہر آنکہ اسپ جُوست
جو شخص اسپ کا طالب ہے اگر اسکا اسپ مار لیجائے

اسپ اُو گوئی کہ پیش آہنگِ اوست
تو گویا اسپ اُس کا پیشرو ہے

---

[1] ممکن۔ تقلیدی ایمان معتبر نہیں ہے ایمان کا تعلق یقین سے ہے اور مقلد کو عموماً یقین حاصل نہیں ہوتا ہے معمولی شکوک سے اُس کا ہلم زایل ہوجاتا ہے۔ بینایاں۔ وہ لوگ جن کو عین الیقین کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اے ایاز۔ بادشاہ نے موتی کی قیمت ایاز سے لگوائی اُس نے جواب دیا کہ یہ اسقدر بیش قیمت ہے کہ اُسکی قیمت کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے، بادشاہ نے کہا اُسکو توڑ ڈال اُسکی آستین میں پتھر تھا اُس نے اُس کے ذریعہ فوراً اسکو توڑ ڈالا اُسکا نصیبہ تھا کہ دانائی نے اُسکا ساتھ دیا۔ ممکن ہے کہ اُس نے خواب میں یہ قصہ دیکھا ہو اور اسی لئے وہ آستین میں پتھر لیکر مجلس میں آیا ہو۔

[2] ہمچو۔ حضرت یوسفؑ نے قید ہی میں خواب میں آنے والے واقعات دیکھ لئے تھے۔ ہر کرا۔ جس شخص کو فتح اور کامیابی کی خوشخبری مل چکی ہو اُسکے لئے فتح و شکست کے اسباب یکساں ہوجاتے ہیں۔

[3] پایندان۔ ضامن۔ چون۔ جب بازی کی کامیابی پر یقین ہوجاتا ہے تو اُس کو اپنے اسپ اور فیل کے پٹ جانے کی کوئی پروا نہیں ہوتی گر برد۔ اُسکا حریف اگر اُسکے اسپ کو مارے تو اسپ کا پٹنا اُسکی کامیابی کا پیش خیمہ ہوگا۔

مرد[1] را با اسپ کے خویشی بُود ‏— عشقِ اسپش از پئے پیشی بُود
انسان کی گھوڑے سے رشتہ داری کب ہوتی ہے؟ — گھوڑے سے اُسکا عشق آگے بڑھنے کیلئے ہوتا ہے

بہرِ صورتہا مکش چندیں زحیر — بے صُداعِ صورتے معنیٰ بگیر
صورتوں کیلئے استقدر پیچ و تاب نہ اٹھا — صورت کا دردِ سر اٹھائے بغیر معنی حاصل کر

ہست زاہد را غمِ پایانِ کار — تا چہ باشد حالِ اُو روزِ شمار
زاہد کو انجام کا غم ہے — کہ قیامت کے دن اُسکا کیا حال ہوگا؟

عارفاں زآغاز گشتہ ہوشمند — از غم و احوالِ آخر فارغ اند
عارف شروع ہی سے ہوشمند ہیں — آخرت کے احوال اور غم سے بے نیاز ہیں

بُود عارف را ہمیں خوف و رجا — سابقہ دانیش خورد آں ہر دو را
عارف کو یہی خوف اور امید تھی — اُسکی پیشگی دانش نے اِن دونوں کو ختم کردیا ہے

دید[2] کو سابق زراعت کرد ماش — اُو ہمی داند چہ خواہد بود چاش
وہ جانتا ہے جس نے پہلے ماش کی کاشت کی ہے — وہ جانتا ہے کہ اُس کی پیداوار کیا ہوگی

عارف ست اُو باز رَست از خوف و بیم — ہائے و ہُو را کرد تیغِ حق دو نیم
وہ عارف ہے وہ خوف اور ڈر سے چھوٹ گیا ہے — اللہ تعالیٰ کی تلوار نے شور و غل کے دو ٹکڑے کردیئے ہیں

بُود اُو را بیم و اُمید از خدا — خوف فانی شد عیاں گشت آں رجا
اُس کو خدا سے خوف اور امید تھی — خوف فنا ہوگیا وہ امید ظاہر ہوگئی

خوف[3] طے شد جملگی اُمید شُد — نور گشت و تابعِ خورشید شُد
خوف پٹ گیا، وہ مجسم امید ہوگیا — نور بنگیا اور سورج کے تابع ہوگیا

زامتحانِ شاہ بُود آگہ ایاز — وز فریبِ شہ نشد گمرہ ایاز
ایاز، بادشاہ کے امتحان سے آگاہ تھا — شاہ کے فریب سے ایاز گمراہ نہ ہوا

خلعت و ادرار از راہش نبُرد — کرد اُو گوہر زامرِ شاہ خُرد
خلعت اور وظیفہ نے اسکو گمراہ نہ کیا — اُس نے بادشاہ کے حکم سے موتی توڑ ڈالا

چوں شکست اُو گوہرِ خاص آں زماں — زاں امیراں خاست صد بانگ و فغاں
جب اُس نے خاص موتی توڑا، اُس وقت — امیروں سے بہت شور اور فریاد بلند ہوئی

کایں چہ بیباکیست واللہ کافرست — ہر کہ ایں پُر نور گوہر را شکست
کہ یہ کیا بے باکی ہے خدا کی قسم کافر ہے — جس نے اس منوّر موتی کو توڑا

[1] مرد را۔ شطرنجی کو اسپ کوئی محبت نہیں ہوتی وہ تو جیتنے کا خواہاں ہوتاہے۔ زحیر پیچ و تاب۔ صُداع۔ دردِ سر۔ صورت۔ یعنی اسپ۔ معنی۔ یعنی کامیابی۔ ہست معنی کے ادراک کے بھی مراتب مختلف ہیں زاہد کو انجام کا غم رہتاہے کہ دیکھئے کیا ہوتاہے عارفاں جو لوگ کمل ہیں انکو ابتدار سے ہی انجام کا علم ہوجاتاہے اور انکا علم خوف اور امید کو ختم کردیتاہے۔

[2] دید۔ عارف جان لیتاہے جو بویاہے اُسکی پیداوار کیا ہوگی چونکہ اُسکو پیشگی ہی علم حاصل ہوگیاہے لہٰذا انجام کے فکر کا شور و غل ختم ہوگیا ہے۔ بُود۔ اُسکو بھی انجام کے بارے میں خوف اور امید کی کشمکش تھی لیکن اس پر حقیقت واضح ہوجانے کی وجہ سے اب خوف ختم ہوگیاہے اور امید باقی رہ گئی ہے۔

[3] خوف۔ اُس کے لئے اب خوف ختم ہوگیا اور وہ نور بنکر نورِ مطلق کے تابع ہوگیا۔ زامتحان۔ ایاز بھی انہی میں سے تھا جن کو انجام کی خبر ہوجاتی ہے لہٰذا وہ بادشاہ کے احکام وغیرہ سے دھوکے میں نہ پڑا۔ گوہر۔ اُس نے موتی کو شاہ کے حکم کے مطابق فوراً توڑ ڈالا۔ کایں چہ۔ امیروں نے شور کیا اور ایاز سے کہا کہ یہ کیا بے باکی ہے کہ ایسے عمدہ موتی کو تو نے توڑ ڈالا۔

واں جماعت جملہ از جہل و عمیٰ — درشکستہ دُرِّ امرِ شاہ را

اور اس جماعت نے نادانی اور اندھے پن سے — بادشاہ کے حکم کے موتی کو توڑا تھا

قیمت گوہر نتیجہ مہر و وُد — بر چناں خاطر چرا پوشیدہ شد

دوستی اور محبت کے نتیجہ کے موتی کی قیمت — ایسی طبیعت پر کیوں پوشیدہ ہوئی؟

تشنیع زدن اُمرا بر ایاز کہ چرا شکستی و جواب دادن ایاز ایشاں را

امیروں کا ایاز کو ملامت کرنا کہ تو نے کیوں توڑا اور ان کو ایاز کا جواب دینا

گفت ایاز اے مہتران نامور — امرِ شہ بہتر بقیمت یا گہر

ایاز نے کہا اے نامور سردارو! — قیمت میں بادشاہ کا حکم بہتر ہے یا موتی

امرِ سلطاں بہ بود پیشِ شما — یا کہ ایں نیکو گہر بہرِ خدا

تمہارے نزدیک بادشاہ کا حکم بہتر ہے — یا یہ اچھا موتی! خدا کے لئے بتاؤ

اے نظرتاں بر گہر بر شاہ نے — قبلہ تاں غول ست جادہ راہ نے

اے تمہاری نظر موتی پر ہے شاہ پر نہیں ہے — تمہارا قبلہ چھلاوا ہے سیدھا راستہ نہیں ہے

من ز شہ بر می نگردانم بصر — من چو مشرک روئے نارم در حجر

میں شاہ سے نظر نہیں پھیرتا ہوں — میں مشرک کی طرح پتھر کی جانب رُخ نہیں کرتا ہوں

بے گہر جانے کہ رنگیں سنگ را — برگزیند پس نہد اُو امرِ شاہ

وہ بے گوہر جان جو راستہ کے رنگین پتھر — پسند کرے، وہ شاہ کا حکم پیچھے ڈال دے گی

پُشت سوی لعبتِ گلرنگ کُن — عقل در رنگ آورندہ دنگ کُن

پھول جیسے رنگ کی گڑیا کی جانب پُشت کرے — عقل، رنگ دینے والے میں حیران کردے

اندر آ در جو سبو بر سنگ زن — آتش اندر بُو و اندر رنگ زن

نہر میں آجا، ٹھلیا کو پتھر پر ماردے — بُو اور رنگ میں آگ لگا دے

گر نہ در راہِ دیں از رہزنان — رنگ و بُو مپرست مانند زناں

اگر تو دین کی راہ میں راہزنوں میں سے نہیں ہے — عورتوں کی طرح رنگ و بُو کی پرستش نہ کر

گوہر امرِ شہ بُود اے ناکساں — جملہ بشکستید گوہر را عیاں

اے نالائقو! موتی بادشاہ کا حکم ہوتا ہے — تم سب نے علانیہ موتی کو توڑا

چوں ایاز ایں راز بر صحرا فگند — جملہ ارکاں خوار گشتند و نژند

جب ایاز نے اِس راز کو میدان میں ڈال دیا — سب ارکان خوار اور ذلیل ہو گئے

ف۵ واں جماعت. سرداروں کی جماعت اپنے جہل سے یہ نہ سمجھی کہ ایاز نے تو موتی توڑا اور اُن لوگوں نے بادشاہ کا حکم توڑا۔ قیمت. محبت اور دوستی کے موتی کو انھوں نے اُس موتی سے زیادہ قیمتی نہ سمجھا۔ امرِ شہ. ایاز نے اُن امیروں سے کہا یہ بتاؤ کہ موتی زیادہ قیمتی تھا یا بادشاہ کا حکم!

ف۶ اے نظر. تم لوگوں کا منظورِ نظر موتی تھا بادشاہ کا حکم نہ تھا۔ تم نے اپنا قبلہ سیدھا راستہ چھوڑ کر چھلاوے کو بنا لیا۔ من ز شہ. بادشاہ کو چھوڑ کر موتی کی طرف توجہ کرنا محبت کا شرک ہے۔ بے گہر. جو شخص راستہ کے رنگین پتھر کو بہتر سمجھے اور شاہ کے حکم کو پس پشت ڈال دے وہ خود بے جوہر ہے۔

ف۷ پشت. مصنوعات سے روگردانی کر کے صانع کی جانب توجہ کرنی چاہئے۔ اندر. ظاہر کی طرف رُخ کر مظاہر پر اکتفا نہ کر۔ رنگ و بو. دنیا کی خوشنمائی راہ کی رکاوٹ ہے۔ گوہر. اصل موتی شاہ کا حکم تھا نافرمانی کر کے تم نے اُس کو توڑ ڈالا ہے۔ ایاز کی یہ تقریر سن کر سب امیر شرمندہ اور حیران ہو گئے۔

سر فرو انداختند آں سروراں | عُذر[۱] گویاں گشته زاں نسیاں بجاں
ان سرداروں نے سر نیچے جھکا لیے | (دل و) جان سے اس بھول پر عذر خواہ بن گئے

از دلِ ہر یک دو صد آہ آں زماں | ہمچو دُودے میشدے تا آسماں
اس وقت سیکڑوں آہیں ہر ایک کے دل سے | دھوئیں کی طرح آسمان تک جاتی تھیں

قصد کردن شاہ بقتلِ امرا و شفاعت کردنِ ایاز پیشِ تخت کہ اَلعفوُ اَولیٰ

بادشاہ کا امیروں کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا اور تخت کے سامنے ایاز کا سفارش کرنا کہ معاف کر دینا زیادہ بہتر ہے

کرد[۲] اشارت شہ بجلادِ کہن | کز صدرم ایں خساں را پاک کن
شاہ نے پرانے جلاد کو اشارہ کیا | کہ ان کمینوں کو میرے دربار سے صاف کر دے

ایں خساں چہ لائقِ صدرِ منند | کز پئے سنگ امرِ ما را بشکنند
یہ کمینے کیا میرے دربار کے لائق ہیں؟ | جو پتھر کی خاطر ہمارے حکم کو توڑتے ہیں

امرِ ما پیشِ چنیں اہلِ فساد | بہرِ رنگیں سنگ شد خوار و کساد
ایسے مفسدوں کے نزدیک ہمارا حکم | رنگین پتھر کی وجہ سے ذلیل اور کھوٹا ہو گیا

پس ایازِ مہر افزا بر جہید | پیشِ تختِ آں الغ سلطاں دوید
پھر محبت بڑھانے والا، ایاز اٹھا | سلطانِ اعظم کے تخت کے سامنے دوڑ کر گیا

سجدہ کرد و گلوی خود گرفت | کاے قبادے[۳] کز تو چرخ آرد شگفت
سجدہ کیا اور اپنا گلا پکڑا | کہ اے شاہ! کہ تجھ سے آسمان تعجب کرتا ہے

اے ہمای[۴] کہ ہمایاں فرخی | از تو دارند و سخاوت ہر سخی
اے ہما! کہ سب ہما برکت | اور تمام سخی سخاوت، تجھ سے حاصل کرتے ہیں

اے کریمے کہ کرمہائے جہاں | محو گردد پیشِ ایثارت نہاں
اے وہ کریم! کہ جہان کے کرم | تیرے مخفی ایثار کے آگے محو ہو جاتے ہیں

اے لطیفے کہ گلِ سرخت چو دید | از خجالت پیرہن را بر درید
اے وہ صاحبِ لطف کہ جب گلِ سرخ نے تجھے دیکھا | شرمندگی سے لباس چاک کر ڈالا

از غفوریِ تو غفراں چشم سیر | روبہاں بر شیر از عفوِ تو چیر
تیری مغفرت سے، مغفرت سیر چشم ہے | تیری معافی سے لومڑیاں شیر پر غالب ہیں

۱ عذر- معذرت کرنے لگے کہ ہم سے بھول ہو گئی اور ہر ایک آہیں بھرنے لگا۔

۲ کرد- شاہ نے ان سرداروں کی نافرمانی پر ان کے قتل کا حکم دے دیا اور کہا کہ یہ کمینے میری مجلس کے لائق نہیں ہیں ان سے مجلس کو پاک کرنا چاہیئے انھوں نے ایک پتھر کی خاطر حکم عدولی کی اس پر ایاز شاہی تخت کی طرف دوڑا اور اس کے سامنے سجدہ کر کے سفارش کرنے لگا۔

۳ قباد- نوشیرواں کے باپ کا نام ہے پھر ہر بڑے بادشاہ کو کہہ دیا جاتا ہے۔

۴ اے ہمای- ایاز نے بادشاہ سے کہا آپ ہما ہیں دنیا کے جس قدر ہما ہیں ان میں آپ کی وجہ سے برکت آئی ہے آپ ایسے کریم ہیں کہ دنیا کے کریموں نے آپ سے کرم حاصل کیا ہے آپ اس قدر حسین ہیں کہ گلاب نے شرمندگی سے اپنا لباس چاک کر لیا ہے آپ کا عفو اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ مغفرت آپ سے سیر چشم ہو رہی ہے اور لومڑیاں آپ کے عفو کی بنیاد پر شیروں پر غالب ہیں۔

جُز کہ عفوِ تو کرا دارد سَند
تیری معافی کے سوا کس پر سہارا رکھتا ہے؟

ہر کہ با اَمرِ تو بیباکی کُند
جو شخص تیرے حکم پر بیباکی کرے

غفلت و گستاخیِ ایں مجرماں
اِن خطاداروں کی غفلت اور گستاخی

از وفورِ عفوِ تُست اے عفوراں
اے معافی دینے والے! تیری معافی کی کثرت کی وجہ سے ہے

دائماً غفلت زگستاخی دمد
غفلت ہمیشہ گستاخی سے پیدا ہوتی ہے

کہ بَرَد تعظیم از دیدہ رَمَد
کیونکہ آنکھیں دکھنا آنکھوں سے تعظیم کو ختم کر دیتا ہے

غفلت و نسیانِ بد آموختہ
سیکھی ہوئی بُری غفلت اور بھول

زآتشِ تعظیم گردد سُوختہ
تعظیم کی آگ سے جل جاتی ہے

ہیبتش بیداری و فطنت دہد
اس کی ہیبت بیداری اور سمجھ عطا کرتی ہے

سہو و نسیاں از دلش بیرون جہد
بھول اور نسیان اس کے دل سے نکل جاتا ہے

وقتِ غارت خواب ناید خلق را
لوٹ کے وقت لوگوں کو نیند نہیں آتی ہے

تا نبر بایدکسے زو دلق را
تاکہ کوئی اس کی گدڑی نہ لے اُڑے

خواب چوں در میرمد از بیمِ دلق
جب گدڑی کے ڈر سے نیند بھاگ جاتی ہے

خواب و نسیاں کے بود با بیمِ حلق
گلے کے ڈر سے نیند اور بھول کب ہوتی ہے؟

لَاتُواخِذْ اِنْ نَّسِیْنَا شُد گواہ
"اگر ہم بھول گئے تو تو پکڑ نہ کر" گواہ ہے

کہ بُود نسیاں بوجہے ہم گناہ
کہ بھول بھی ایک طرح سے گناہ ہے

زانکہ استکمالِ تعظیم اُو نہ کرد
کیونکہ اس نے تعظیم کی تکمیل نہ کی

ورنہ نسیاں درنیاوردے نبرد
ورنہ بھول، مصیبت نہ لاتی

گرچہ نسیاں لابُد و ناچار بُود
اگرچہ بھول مجبوری اور لاعلاج ہے

در سبب ورزیدن اُو مختار بُود
(لیکن) سبب اختیار کرنے میں وہ صاحبِ اختیار ہے

چونکہ تہاون کرد در تعظیمہا
جب اس نے عظمتوں میں سستی برتی

تا کہ نسیاں زاد یا سہو و خطا
یہاں تک کہ سہو اور غلطی سے نسیان پیدا ہوا

ہمچو مستے کو جنایتہا کُند
اُس مست کی طرح جو ظلم کرے

گوید اُو معذور بُودم من زخود
اور کہے، میں اپنے بارے میں معذور تھا

ہوتا ہے ——— ہیچو۔ جو شخص بھول کے اسباب اختیار کرے اور پھر بھول کو عذر بنائے اس کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جو شراب میں مست ہو کر جرم کرے اور پھر کہے کہ میں بیخود تھا لہٰذا معذور ہوں حاکم اس سے بھی کہے گا کہ بدبخت بیخودی کا سبب تو نے خود اختیار کیا تھا تو نے خود اپنا اختیار ختم کیا تھا لہٰذا تو معذور نہیں ہے۔

---

۵۱ جز۔ جو شخص آپ کی حکم عدولی کرتا ہے وہ آپ کے عفو کو سہارا لے کر کرتا ہے۔ غفلت۔ آقا کی رحمدلی اور عفو کی صفت غلاموں کو گستاخ اور غافل بنا دیتی ہے، جب انسان کی آنکھیں دُکھ رہی ہوں تو وہ تعظیم سے غافل ہو جاتا ہے۔ ہیبتش۔ آقا کی ہیبت اور خوف غلاموں میں بیداری پیدا کر دیتا ہے اور بھول کو ختم کر دیتا ہے۔
۵۲ وقتِ غارت۔ جب غنیم لوٹ رہا ہو تو کوئی نہیں سو سکتا اس لئے ہر شخص اپنی گدڑی بچانے کی فکر کرنے لگتا ہے یہ تو گدڑی کا ڈر تھا اب اگر جان کا ڈر ہو تو پھر نیند کیسے آسکتی ہے۔ لاتواخذ۔ قرآن پاک میں ہے ۔ اللہ ہماری بھول پر ہماری گرفت نہ کر۔ اس سے معلوم ہوا کہ بھول بھی گناہ ہے ورنہ گرفت نہ کرنے کی دعا کیوں سکھائی جاتی۔ زانکہ۔ وہ بھول جو بے پروائی سے ہو مواخذہ کے قابل ہے البتہ اگر یاد رکھنے کی ساری تدبیریں کرلی ہوں اور پھر بھول ہو جائے تو اس پر گرفت نہیں ہے اس لئے کہ پہلی صورت میں اس نے وہ اسباب خود اختیار کئے جو وہ کر سکتا تھا۔
۵۳ چونکہ تہاون۔ جب یاد رکھنے کے ذرائع اور اسباب کو ترک کرتا ہے اور اس سے بھول سرزد ہوتی ہے تو قطعاً

گویدش لیکن سبب اے زشت کار | از تو بُد در رفتنِ آں اختیار.
اُس کو (حاکم) کہے گا، اے بدکار! لیکن سبب | تیری جانب سے تھا اُس اختیار کے چلے جانے میں

بیخودی نامد بخود تُش خواندی | اختیارت خود نشد تُش راندی
بےخودی خود نہیں آئی تو نے خود اُس کو بلایا | تیرا اختیار خود ختم نہ ہوا تو نے اُس کو بھگایا

گر رسیدے[1] مستیِ بے جہدِ تو | حفظ کردے ساقیِ جاں عہدِ تو
اگر تیری کوشش کے بغیر مستی پیدا ہو جاتی | تو روح کا ساقی تیرے عہد کی حفاظت کرتا

پشت دارت اُو بُدے عُذر خواہ | من غلامِ زلتِ مستِ الٰہ
وہ تیرا عذر خواہ ہوتا (اور) مددگار ہوتا | میں خدائی مست کی لغزش کا غلام ہوں

عفوہائے جملہ عالم ذرّہ | عکسِ عفوت اے زتو ہر بہرہ
تمام جہان کی معافیاں ایک ذرہ ہیں | اے وہ ذات! کہ ہر حصہ تیری معافی کا عکس ہے

عفوہا گفتہ ثنائے عفوِ تو | نیست کفوش اَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوا
تمام معافیوں نے تیری معافی کی تعریف کی ہے | اُس کا کوئی ہمسر نہیں ہے اے لوگو! ڈرو

جانِ شاں بخش و ز خود شاں ہم مراں | کامِ شیرینِ تو اند اے کامراں
اُن کی جان بخش دے اور اپنے آپ سے اُن کو علیحدہ نہ کر | اے مُراد مند! وہ تیرے شیریں مقاصد ہیں

رحم کن[2] بر وے کہ روئے تو بدید | فُرقتِ تلخِ تو چوں خواہد چشید
اُس پر رحم کر جس نے تیرا دیدار کر لیا ہے | وہ تیری جدائی کی تلخی کیسے چکھے گا؟

از فراق و ہجر میگوئی سخن | ہر چہ خواہی کن ولیکن ایں مکن
تو فراق اور جدائی کی بات کرتا ہے | جو چاہے کر، لیکن یہ نہ کر

در جہاں نبود بتر از ہجرِ یار | ایں سخن از عاشقِ خود گوش دار
دنیا میں دوست کی جدائی سے بدتر کوئی چیز نہیں ہے | اپنے عاشق کی یہ بات یاد رکھ

صد ہزاراں مرگِ تلخ شصتِ[3] تو | نیست مانندِ فراقِ شستِ تو
ساٹھ درجے کی لاکھوں کڑوی موتیں | تیرے حلقۂ (زلف) سے فراق کے مانند نہیں ہیں

تلخیِ ہجر از ذکور و از اناث | دور دار اے مجرماں را مستغاث
مردوں اور عورتوں سے جدائی کی تلخی کو | اے خطاکاروں کے فریادرس! دور رکھ

بر امیدِ وصلِ تو مُردن خوش ست | تلخیِ ہجرِ تو فوقِ آتش ست
تیرے وصل کی امید پر مرنا بھلا ہے | تیری جدائی کی تلخی آگ سے زیادہ ہے

---

[1] گر رسیدے۔ اگر تو اپنے طور پر مست نہ ہوا ہوتا تو اللہ تعالیٰ تیری پُشت پناہی کرتا اور تیرا عذر خواہ ہوتا ایسے خدائی مست کی لغزش کے تو ہم غلام ہیں۔ عفوہای۔ ایاز نے کہا اے شاہ آپ کے عفو کے مقابلہ میں تمام جہاں کی معافیاں ذرہ ہیں اور دنیا کی سب معافیاں تیرے عفو کی ثنا گو ہیں؛ اے انسانوں اُس کا کوئی ہمسر نہیں ہے اُس کا ہمسر قرار دینے سے بچتے رہو۔ جانِ شاں۔ ایاز نے بادشاہ سے کہا ان کی جان بخشی کر دیجئے اور ان کو اپنے سے جدا نہ کیجئے آپ کے مقاصد بڑے شیریں ہیں۔

[2] رحم کن۔ جس نے ایکبار بھی تیرا چہرہ دیکھ لیا ہے وہ جدائی کی تلخی کیسے برداشت کرے گا اُس پر رحم کر دیجئے آپ ہجر و فراق کی بات کرتے ہیں ان کے ساتھ یہ نہ کیجئے اور جو چاہے کر دیجئے عاشق کے لئے یار کی جدائی سے بدتر کوئی سزا نہیں ہے۔

[3] شصت۔ ہم نے مدد کے معنی میں لیا ہے اس صورت میں اس کا املا شصت ہونا چاہیئے مصرع اول میں تو بمعنی درجہ ہے دوسرے مصرع میں شست سے مُراد زلف کا حلقہ لیا جائے۔ تلخی۔ آپ خطاکاروں کے فریادرس ہیں کسی شخص کو بھی فراق کی سزا نہ دیں یہ ایاز کا شاہ کیلئے مقولہ ہے بر امید۔ وصل کی امید میں جان دیدینا

گبر[1] میگوید میانِ آں سقر — چہ غمم بودے گرم کردے نظر
دوزخ کے درمیان کافر کہہ رہا ہے — اگر وہ مجھ پر نظر کر لیتا، مجھے کیا غم ہوتا

کاں نظر شیریں کنندہ رنجہاست — ساحراں را خونبہائے دست وپاست
کیونکہ وہ نظر غموں کو شیریں بنا دینے والی ہے — جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کا خونبہا ہے

تفسیرِ گفتنِ ساحراں فرعون را در وقتِ سیاست کہ لَاضَیْرَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْن

سزا کے وقت فرعون سے ساحروں کے "کوئی نقصان نہیں بیشک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں" کہنے کی تفسیر

نعرۂ لَاضَیْرَ بشنید آسماں — چرخ گوئے شد پئے آں صولجاں
آسمان نے "کوئی ضرر نہیں" کا نعرہ سنا — اُس بَلّے کے لئے آسمان گیند بن گیا

ضربتِ[2] فرعون مارا نیست ضَیر — لطفِ حق غالب بود بر قہرِ غیر
فرعون کی سزا ہمارے لئے نقصان نہیں ہے — دوسرے کے قہر پر اللہ (تعالیٰ) کا کرم غالب ہے

گر بدانی سرِّ ما را اے مُضِل — میرہانی ماں ز رنج اے کوردل
اے گمراہ کرنے والے! اگر تو ہمارا راز جان لے — اے دل کے اندھے! ہمیں تکلیف سے نجات دیدیتا

ہیں بیا ایں سو ببیں کایں ارغنوں — میزند یَا لَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْن
خبردار! اِدھر آ دیکھ یہ باجا — "کاش میری قوم جان لیتی" بجا رہا ہے

داد مارا فضلِ حق فرعونیے[3] — نے چنیں فرعونیے بے عونیے
اللہ (تعالیٰ) کے فضل نے ہمیں فرعونی عطا کردی ہے — وہ فرعونی نہیں جو بغیر مدد (خداوندی) کے ہو

سر برآور ملک بیں زندہ وجلیل — اے شُدہ غرّہ بمصر و رودِ نیل
سر اُٹھا، زندہ اور عالیشان سلطنت کو دیکھ — اے، مصر اور دریائے نیل پر مغرور

گر تو ترکِ ایں نجس خرقہ کُنی — نیل را در نیلِ جاں غرقہ کُنی
اگر تو اِس ناپاک چیتھڑے کو چھوڑ دے — تو نیل کو، جان کے نیل میں ڈبو دے

ہیں بدار از مصر اے فرعون دست — درمیانِ مصرِ جاں صد مصر ہست
خبردار! اے فرعون! مصر سے ہاتھ اُٹھالے — جان کے مصر میں سیکڑوں مصر ہیں

کو دیکھ لے مصر اور نیل کی سلطنت پر غرور نہ کر۔ گر تو۔ اگر تو اِس حقیر سلطنت کو ٹھکرا دے گا تو تیری روح میں اس قدر وسعت پیدا ہو جائے گی کہ یہ دریائے نیل اس میں غرق ہو جائے گا۔ ہیں بدار۔ ساحروں نے فرعون سے کہا کہ اِس مصر کی حکومت سے دست کش ہو جا پھر روحانی دنیا کے سیکڑوں مصر ہاتھ آجائیں گے۔

[1] گبر۔ کافر بھی جہنم میں یہ کہے گا کہ آپ کی نظرِ کرم ہو تو جہنم بھی گوارا ہے۔۔۔۔ ساحراں۔ آپ کی نظرِ کرم نے فرعون کے جادوگروں کے لئے ہاتھ پاؤں کٹوا دینا آسان کر دیا اور اُنھوں نے آپ کی شیریں نظر کو اپنے ہاتھ پاؤں کے خون کا بدلہ سمجھا۔ تفسیر۔ جب فرعون نے ساحروں کو قتل کرنے کی دھمکی دی تو اُنھوں نے کہا ہاتھ پاؤں کٹنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہم اپنے رب کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ چرخ۔ ہمارے نعرہ سے آسمان بھی رقص کرنے لگا۔

[2] ضربت۔ مار۔ گر بدانی۔ اگر تو ہمارے اِس جذبہ کو سمجھ جاتا تو ہمیں تکلیف نہ دیتا۔ ہیں۔ انطاکیہ والوں نے جب حبیب نجار حضرت عیسیٰؑ کے حواری کو شہید کیا تو اُنھوں نے فرمایا کاش میری قوم اِس بات کو جان لیتی کہ میرے ربّ نے میری مغفرت فرما دی اور مجھے معزز بنا دیا۔ ارغنوں مشہور باجا ہے جس کو افلاطون نے ایجاد کیا تھا۔

[3] فرعونیے یعنی شہنشاہی۔ نے چنیں۔ وہ شہنشاہی۔۔۔ فرعون کی سی شاہی نہیں ہے۔ سر برآور ——— ان جادوگروں نے کہا تھا کہ خوابِ غفلت سے سر اُبھار اور ہماری پائندہ اور عظیم سلطنت

تو اَنَا رَبْ[1] راہمی گوئی بعام — غافل از ماہیتِ ایں ہر دو نام

تو عوام سے "میں خدا ہوں" کہتا ہے — (حالانکہ) تو ان دونوں ناموں کی ماہیت سے غافل ہے

رَبّ بر مَربوب کے لرزاں بُوَد — کے اَنا داں بندِ جسم و جاں بُوَد

پروردگار زیرِ پرورش سے کب لرزتا ہے! — "انا" کو جاننے والا جسم اور جان کا پابند کب ہوتا ہے؟

نِک انا مائیم رَستہ از اَنا — از اَنائے پُر بلائے پُر عَنا

دیکھ! "انا" ہم ہیں "انا" سے چھوٹے ہوئے — اس "انا" سے جو مصیبت والا، مشقت سے پُر ہے

آں[2] اَنائے بر تو اے سگ شوم بُود — در حقِ ما دولتِ محتوم بُود

اے کتے! وہ "انا" تیرے لئے منحوس تھی — ہمارے حق میں یقینی دولت تھی

گر نبودَت ایں انائے کینہ کَش — کے زدے بر ما چنیں اقبال خوش

اگر یہ کینہ نکالنے والا "انا" تیرے اندر نہ ہوتا — تو ایسا اچھا نصیبہ ہمیں کب حاصل ہوتا؛

شکر آں کز دارِ فانی میرہیم — بر سَرِ ایں دار پندت میدہیم

اس کا شکر ہے کہ ہم دارِ فانی سے چھوٹ رہے ہیں — اس سولی پر ہم تجھے نصیحت کر رہے ہیں

دارِ قتلِ ما براقِ رحلت ست — دارِ مُلکِ تو غرور و غفلت ست

ہمارے قتل کی سولی سفر کا براق ہے — تیرا دارالسلطنت، غرور اور غفلت ہے

ایں[3] حیاتِ خفیہ در نقشِ ممات — واں مماتِ خفیہ در قشرِ حیات

یہ خفیہ زندگی ہے، جو موت کی صورت میں ہے — وہ خفیہ موت ہے جو زندگی کے چھلکے میں ہے

می نماید نور نار و نار نور — ورنہ دنیا کے بُدے دار الغرور

نور، آگ اور آگ نور، نظر آتی ہے — ورنہ دنیا دارالغرور کب ہوتی؟

ہیں مکن تعجیل اول نیست شو — چوں غروب آری براز شرق ضو

خبردار! جلدی نہ کر پہلے نیست بن — جب تو غروب کر گیا مشرق سے روشنی لا

آں اَنائے در ازل دل تنگ شُد — زیں اَنا جاں بیخود و دل دنگ شُد

وہ "انا" ازل میں دل تنگ ہے — اس "انا" سے جان بیخود اور دل حیران ہو گیا

آں اَنائے سَرد گشت و تنگ شد — ایں اَنا خم دادہ ہمچو چنگ شد

وہ "انا" سرد اور تنگ ہے — یہ مست "انا" چنگ کی طرح ہے

اوصافِ بشری فنا کرنے سے پہلے اَنا کہنا ازل سے مردود ہے۔ زیں اَنا۔ فنا کے بعد اَنا کہنا محمود ہے
چنگ سے ایک باجا ہے جس کی آواز خوش کن ہے۔

---

[1] تو آنا۔ فرعون قوم سے کہتا تھا کہ میں تمہارا رب ہوں ساحروں نے کہا تو اَنا اور رب دونوں کی حقیقت سے بے بہرہ ہے اَنا وہ ہے جو فنا کے بعد حاصل ہو تو اس سے ناواقف ہے۔ رَبّ۔ تو رب کی حقیقت سے بھی ناواقف ہے جو اپنی رعایا کے بگڑ جانے سے خوفزدہ ہو وہ رب کیسے ہو سکتا ہے۔ انا مائیم۔ اصل انانیت تو جب حاصل ہوتی ہے جب انسان اپنی انانیت اور خودی کو چھوڑ چکے جو مصیبت اور مشقت سے پُر ہے۔

[2] آں انا۔ تیری انانیت خودی لئے ہوئے ہے تو منحوس ہے ہم فنا کا درجہ حاصل کر چکے ہیں لہٰذا ہماری انانیت ایک دولت ہے۔ گر نبودت۔ تیری انانیت ہماری خوش بختی کا سبب بن گئی ہے۔ شکر۔ تیری انانیت نے ہمیں اس فانی دنیا سے نجات دیدی ہے اب ہم سولی پر چڑھ کر تجھے نصیحت کر رہے ہیں۔ دار۔ یہ سولی ہمارے لئے قربِ خداوندی کا براق بن گئی ہے۔

[3] ایں۔ یعنی براقِ رحلت، حیات بصورتِ ممات ہے۔ واں۔ تیرا دارالملک موت بصورتِ حیات ہے۔ دار الغرور۔ دھوکے کا گھر دنیا کو اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ حقائق بالعکس نظر آتے ہیں۔ ہیں۔ پہلے فنا حاصل کر پھر غروب کے بعد منور طلوع ہو گا۔ آں انائے

زاں[1] اَنائے بے اَنا خوش گشت جاں — شد جہان اُو از انائے ایں جہاں

اس بے "اَنا" کے "اَنا" کہنے سے جان خوش ہوگئی — وہ اس جہاں سے کود جانے والی ہوگئی

از اَنا چوں رَست اکنوں شد اَنا — آفرینہا بر اَنائے بے عَنا

جب "انا" سے چھوٹ گئی اب "اَنا" ہوگئی — بے مشقت کی "انا" کو شاباش ہے

اُو گریزان و انائے در پیش — می دَود چوں دید وے را بے وَیش

وہ بھاگ رہا ہے اور "انا" اُسکے درپے ہے — وہ "انا" دوڑتی ہے جب وہ اُسکو اپنے بغیر دیکھتی ہے

طالب اُو ئی نگردد طالبت — چوں بمُردی طالبت شُد مُطلبت

تو اُسکا طلبگار ہے، وہ تیری طلبگار نہ بنے گی — جب تو مرگیا تیرا مطلوب تیرا طالب بن گیا

زندۂ[2] کے مُردہ شو شوید تُرا — طالبی کے مُطلبت جوید تُرا

تو زندہ ہے، مردے کو نہلانیوالا تجھے کب نہلائیگا؟ — تو طلبگار ہے، مطلوب تجھے کب ڈھونڈے گا؟

اندریں بحث ار خرد رہ بیں بُدے — فخر رازی رازدارِ دیں بُدے

اس بحث میں اگر عقل راستہ دیکھنے والی ہوتی — (تو) فخر (الدین) رازی دین کے رازدار ہوتے

لیک چوں مَن لَم یَذُق لَم یَدرِ بود — عقل و تخیلاتِ اُو حیرت فزود

لیکن چونکہ "جس نے نہ چکھا اُس نے نہ جانا" ہے — اُنکی عقل اور تخیلات نے حیرت میں اضافہ کردیا

کے شود کشف از تفکر ایں اَنا — ایں اَنا مکشوف شُد بعد الفنا

غور کرنے سے یہ "اَنا" کب کھلتی ہے — یہ "اَنا" فنا کے بعد کھلی ہے

می فتد ایں عقلہا در[3] افتقاد — در مغاکِ حلول و اتحاد

جستجو میں یہ عقلیں جا گرتی ہیں — گڑھے اور حلول و اتحاد میں

اے ایاز گشتہ فانی ز اقتراب — ہمچو اختر در شعاعِ آفتاب

اے ایاز! تو قرب میں فانی بنگیا ہے — جیسا کہ ستارہ سورج کی شعاع میں

بلکہ چوں نطفہ مبدّل تو بتن — نز حلول و اتحادِ مُفتتن

بلکہ جیسا کہ تیرا نطفہ جسم میں تبدیل ہوا — نہ کہ حلول اور پُر فتنہ اتحاد سے

---

[3] در افتقاد۔ اگر محض عقل کے ذریعہ ان مسائل کو حل کیا جائیگا تو انسان حلول اور اتحاد جیسے عقیدوں میں مبتلا ہوجائیگا یعنی یہ سمجھ جائیگا کہ بقا بعد فنا جس میں ایک انسان وجودِ عبد کے بغیر صفاتِ رب کیساتھ متصف ہوتا ہے حلول کی صورت میں ہے یعنی حضرت حق تعالیٰ وجودِ عبد کو اپنا محل بنالیتے ہیں یا عبد اور رب میں اتحاد ہوجانے کی صورت سے ہے۔ اے ایاز۔ بقا اور فنا کی صحیح مثال اگر ہے تو یہ ہے کہ جسطرح ستارہ شعاع شمس میں گم ہوجاتا ہے اسی طرح عبد حادث اپنے آپ کو ربِ قدیم میں گم کردیتا ہے یہ تو صفات کی تبدیلی کی مثال ہے یا یہ سمجھو کہ نطفہ منی جسم انسانی میں تبدیل ہوجاتا ہے یہ تبدیل ذاتی کی مثال ہے۔

[1] زاں۔ جس اَنا میں بشری انانیت نہ ہو اُس سے روح خوش ہوتی ہے اور انسان اُس اَنا کے ذریعہ اِس دنیا کی اَنا سے نجات پاجاتا ہے، پہلے مصرع کے شروع میں جہاں جہندہ کے معنی میں ہے دوسرا جہاں دنیا کے معنی میں ہے۔ از آنا۔ جب انسان بشری انانیت سے چھوٹ جاتا ہے تو حقیقی انا اُس کو حاصل ہوجاتی ہے۔ اُو گریزاں۔ فانی حقیقت کیلئے گریزاں ہے اور بقا اُسکے درپے ہے اور اس مظہر میں صفاتِ الٰہی اپنا ظہور چاہتے ہیں اور جب تک انسان اپنی اَنا کا طالب ہے فنائے حقیقی اُسکو حاصل نہ ہوگی جب اپنی صفاتِ بشری سے مُردہ ہوجائیگا تو فنا خود اُس کی طالب بنجائے گی۔

[2] زندۂ۔ جب تک انسان اپنی آنا سے زندہ ہے تو اس مُردے کو نہلانے والا یعنی فنا اُس کیساتھ معروف عمل نہ ہوگی۔ اندریں۔ اس بحث میں کہ فنا اپنی آنا ختم کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے عقل رہنمائی نہیں کرتی ہے ورنہ۔۔۔ امام فخر الدین رازی جو دلایل عقلی پر ہر چیز کا مدار رکھتے ہیں دین کے اسرار کے سب سے بڑے عالم ہوتے۔ لیک۔ یہ مسائل ذوقی ہیں جس نے انکا مزا چکھا وہ اُنکی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا ان مسائل میں دلائلِ عقلیہ حیرت میں اور اضافہ کردیتے ہیں۔ ایں آنا۔ حقیقی اَنا کا علم فنا کے بعد واضح ہوتا ہے۔

عفو کُن اے عفو در صندوق تو | سابقِ لطفی ہمہ مسبوقِ تو
معاف کر دے اے وہ کہ معافی تیرے صندوق میں ہے! | تو مہربانی میں سابق ہے سب تیرے پیچھے ہیں

مجرم داشتنِ ایاز خود را دریں شفاعت گری و عذر ایں جرم

اس سفارش کرنے میں ایاز کا اپنے آپ کو مجرم سمجھنا اور اس خطا کی معافی

خواستن و دراں عذر گوئی ہم خود را مجرم داشتن و ایں شکستگی

چاہنا اور اُس عذر گوئی میں بھی اپنے آپ کو مجرم قرار دینا اور یہ کسر نفسی

از شناختِ عظمتِ شاہ خیزد و انا اعلمکم باللہ

شاہ کی عظمت اور پہچان سے پیدا ہوتی ہے "اور میں تم سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں اور

و اخشاکم و قال اللہ تعالیٰ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماءُ

تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ سے اسکو جاننے والے ڈرتے ہیں

من کہ باشم کہ بگویم عفو کُن | اے تو سلطان و خلاصہ امر کُن
میں کون ہوتا ہوں جو کہوں کہ معاف کر دیجئے؟ | اے وہ کہ آپ بادشاہ اور "کُن" کے امر کے خلاصہ ہیں

من کہ باشم کہ بوَم من با منت | اے گرفتہ جملہ منہا دامنت
میں کون ہوتا ہوں کہ میں تیری ہستی کے سامنے موجود رہوں؟ | اے وہ کہ تمام ہستیوں نے تیرا دامن تھاما ہے

منؔ کے آرم رحمِ حلم آلود را | رہ نمایم علمِ حلم اندود را
میں غضب آلود رحم کب کر سکتا ہوں؟ | میں تو علم سے بھرے ہوئے علم کی رہنمائی کرتا ہوں

صد ہزاراں صفع را ارزانیم | گر زبونِ صفعہا گردانیم
میں لاکھوں طمانچوں کے لائق ہوں | اگر آپ مجھے طمانچوں کا مغلوب بنالیں

من کیم تا پیشت اعلامے کنم | یا کہ وا یادت دہم شرطِ کرم
میں کون ہوں کہ آپ کے سامنے اعلان کروں! | یا کہ آپ کو کرم کی شرط یاد دلاؤں

آنچہ معلوم تو نبود چیست آں | و آنچہ یادت نیست کو اندر جہاں
جو تجھے معلوم نہیں وہ کیا ہے؟ | جو تجھے یاد نہیں وہ جہان میں کہاں ہے؟

اےؔ تو پاک از جہل و علمت پاک از آں | کہ فراموشی کند وبرا نہاں
اے وہ کہ تو نادانی سے پاک ہے اور تیرا علم اس سے پاک ہے | کہ بھول اُس کو چھپا دے

ہیچکس را تو کسے انگاشتی | ہمچو خورشیدش بنور افراشتی
تو نے ناچیز کو چیز ٹھہرایا | تو نے اُس کو سورج کیطرح نور سے بلند کر دیا

۵۱ خواستن ایاز نے اُس سفارش کے بارے میں بھی اپنے آپ کو قصوروار سمجھا اور معذرت خواہی کرنے لگا اور یہ صورت جب پیدا ہوتی ہے جبکہ انسان شاہ کی عظمت کو سمجھ چکا ہو چنانچہ آنحضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں خدا کو تم سے زیادہ جانتا ہوں اور خدا سے تم سے زیادہ ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ کے جاننے والے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔ من کہ باشم۔ میرا تیرے سامنے سفارش کرنا اپنی ہستی کا اقرار کرنا ہے جو غیر مناسب ہے۔

۵۲ منؔ۔ میرے رحم میں تو خلوص نہیں ہے میں تو صرف آپکے علم کی راہنمائی کر رہا ہوں۔ صد ہزاراں۔ اگر تو مجھے سزا دینا پسند کرے تو میں لاکھوں طمانچوں کا مستحق ہوں، سفارش کرنا میری گستاخی ہے۔ من کیم میں کون ہوتا ہوں کہ آپ کو بتاؤں اور کرم کی شرط یاد دلاؤں جب کہ آپ کو ہر چیز معلوم ہے اور ہر بات یاد ہے۔

۵۳ اےؔ تو پاک۔ آپ خود جہل سے پاک ہیں اور کوئی بھول کسی چیز کو آپ سے پوشیدہ نہیں کر سکتی ہے۔ ہیچکس۔ آپ نے معافی کا اختیار مجھے دیکر مجھے کسی قابل بنا دیا اب جب کہ آپ نے مجھے کسی قابل بنا دیا ہے تو کرم کرکے میری خوشامد کو بھی سن لیجئے۔

چوں کُنَم کردی اگر لابہ کُنَم
جب تونے مجھے کچھ بتلا دیا، اگر میں عاجزی کروں

مُستمع شو لابہ اَم را از کرم
تو کرم کر کے میری خوشامد کو سُن لے

زانکہ[1] از نقشم چو بیروں بُردہٗ
اسلئے کہ جب تونے مجھے ہستی سے باہر نکال دیا ہے

آں شفاعت ہم تو خود را کردہٗ
تو وہ سفارش بھی تونے خود ہی سے کی ہے

چوں ز رختِ من تہی گشت ایں وطن
جب یہ وطن میرے سامان سے خالی ہوگیا

تَر و خشکِ خانہ نبُوَد آنِ من
تو گھر کا تَر اور خشک میرا نہیں ہے

ہم دُعا از من رواں کردی چو آب
تونے ہی دعا مجھ میں سے پانی کی طرح جاری کردی

ہم ثباتش بخش و گرداں مُستجاب
تو ہی اسکو جماؤ عطا کر اور قبول فرما

ہم تو بُودی اوّل آرندہ دُعا
تو ہی ابتداءً مجھ سے دعا کرانے والا ہے

ہم تو باش آخر اجابت را رجا
تو ہی اخیر میں قبولیت کی امید بن

تا زنم من لاف کاں شاہِ جہاں
تاکہ میں شیخی بگھار سکوں کہ اُس شاہجہاں نے

بہرِ بندہ عفو کرد از مُجرماں
اِن خطا کاروں کو غلام کی خاطر معاف کردیا

درد[2] بُودم سر بسر من خود پسند
میں متکبر سراسر درد تھا

کرد شاہم دارویِ ہر دردمند
شاہ نے مجھے ہر دردمند کی دوا بنا دیا

دوزخے بُودم پُر از شور و شرے
میں شور و شر سے پُر ایک دوزخ تھا

کرد دستِ فضلِ اُو یم کوثرے
اُسکی مہربانی کے ہاتھ نے مجھے کوثر بنا دیا

ہر کہ را سوزید دوزخ در قوَد
جس شخص کو دوزخ نے سزا میں جلا دیا ہے

من بروُیانم دگر بار از جسد
میں اسکے جسم کو دُوبارہ اُگا دیتا ہوں

کارِ کوثر چیست کہ ہر سوختہ
کوثر کا کام کیا ہے؟ یعنی ہر جلا ہوا

گرد داز وے نابت و اندوختہ
اُس سے اُگ جانے والا اور مجتمع ہو جائے

قطرہ[3] قطرہ اُو منادیِ کرم
اُس کا قطرہ قطرہ کرم کا منادی ہے

کانچہ دوزخ سوخت من باز آورم
کہ جو دوزخ نے جلایا ہے میں لوٹا دوں گا

ہمچو مرہم بر سرِ زخمِ عفن
جس طرح سڑے ہوئے زخم پر مرہم

یُنبِتُ لَحماً جَدِیداً خَالِصاً
خالص نیا گوشت اُگا دیتا ہے

ہست دوزخ ہمچو سرمائے خزاں
دوزخ جاڑوں کی خزاں کی طرح ہے

ہست کوثر چوں بہار و گلستاں
کوثر بہار اور چمن کی طرح ہے

[1] زانکہ۔ اب میں "میں" نہیں ہوں لہذا میری یہ سفارش میری نہیں ہے آپ کی ہے۔ چوں۔ جبکہ میرے پاس اپنا کچھ نہیں ہے تو گھر میں جو کچھ ہے میری ملکیت نہیں ہے تونے ہی مجھے سفارش کی توفیق دی ہے اب تو ہی اسکو قبول فرمالے ہم تو۔ دعا کرنے والا تو ہی ہے تو تجھی سے قبول کر لینے کی امید وابستہ ہے۔ تازنم جبکہ میرا کوئی حصہ نہیں تو مجھے تو خواہ مخواہ کا فخر ہوگا کہ بادشاہ نے میری سفارش پر خطا کاروں کو معاف کیا ہے۔

[2] درد۔ میں تو خود مرض تھا شاہ نے مجھے دوا بنا دیا۔ میں دوزخ تھا جو دوسروں کو جلاتی ہے اُس شاہ کے فضل نے مجھے کوثر بنا دیا جو جلے ہوؤں کو زندگی بخش دیتی ہے۔ ہر کہ۔ اب چونکہ میں کوثر ہوں دوزخ نے سزا میں جنکا جسم جلا کر خاکستر کر دیا ہے اُن کو دُوبارہ جسم دے دیتا ہوں۔ نابت۔ اُگنے والا۔ اندوختہ۔ جمع شدہ۔

[3] قطرہ۔ کوثر کا ایک ایک قطرہ پکار کر کہتا ہے کہ میرے قریب آ جاؤ میں جلے ہوئے کو دُوبارہ جسم عطا کر دونگا میری مثال مرہم کی سی ہے جو سڑے ہوئے زخم پر دُوبارہ عمدہ گوشت پیدا کر دیتا ہے۔ دوزخ۔ دوزخ موسم خزاں کی طرح اور کوثر موسم بہار کی طرح ہے دوزخ موت ہے کوثر نفخ صور ہے جس سے مُردے زندہ

هست دوزخ همچو مرگ و چوں فنا
دوزخ، موت اور فنا کی طرح ہے
هست کوثر نفخِ صور از کبریا
کوثر، اللہ تعالیٰ کی جانب سے صور کا پھونکنا ہے

هست دوزخ همچو مرگ و خاکِ گور
دوزخ، موت اور قبر کی مٹی کی طرح ہے
هست کوثر بر مثالِ نفخِ صور
کوثر، صور پھونکنے کی طرح ہے

[1] اے ز دوزخ سوختہ اجسامِ تاں
اے وہ کہ تمہارے جسم دوزخ سے جل چکے ہیں
سوئے کوثر میکشد اکرام تاں
(اللہ کا) کرم تمہیں کوثر کی جانب کھینچتا ہے

چوں خلقتُ الخلق کے یربح علیّ
جبکہ میں نے مخلوق پیدا کی تاکہ مجھ سے نفع اٹھائے
لطفِ تو فرمود اے قیوم و حیّ
اے حی قیوم تو نے مہربانی فرمائی ہے

لا لِاَن اربح علیہم جودتست
نہ یہ کہ میں ان سے نفع کماؤں "تیری عطا ہے
کہ شود زو جملہ ناقصہا درست
تاکہ اُس سے سب ناقص مکمل بن جائیں

عفو کن زیں ناقصانِ تن پرست
ان ناقص تن پرستوں کو معاف فرمادے
عفو از دریائے عفو اولیٰ ترست
معافی کے سمندر کیجانب سے معاف کرنا ہی بہتر ہے

[2] عفوِ خلقاں ہمچو جوی و ہمچو سیل
مخلوق کی معافی، نہر کی طرح اور بہاؤ کیطرح
ہم بداں دریائے خود تازند خیل
اُسی اپنے دریا کی جانب گھوڑا دوڑاتی ہے

عفوہا ہر شب ازیں دل پارہا
معافیاں، ہر شب کو اِن دل کے ٹکڑوں سے
چوں کبوتر سوئے تو آید شہا
اے شاہ! آپ کی جانب کبوتر کی طرح آتی ہیں

بازشاں وقتِ سحر پرّاں کُنی
تو ان کو پھر صبح کے وقت اڑا دیتا ہے
تا بشب محبوسِ ایں ابداں کُنی
رات تک کیلئے اِن جسموں میں قید کر دیتا ہے

پرزناں بارِ دگر در وقتِ شام
دُو بارہ، شام کے وقت پر پھڑپھڑاتے ہوئے
می پرند از عشق آں ایوان و بام
عشق کیوجہ سے اُس محل اور بالاخانے پر پرواز کرتی ہیں

[3] تاکہ از تن تارِ وصلت بگسلند
یہانتک کہ وہ جسم سے جوڑ کا تار توڑ دیتی ہیں
پیشِ تو آیند کز تو مقبلند
آپکے پاس ہی آجاتی ہیں کیونکہ وہ آپکے پاس سے آنیوالی ہیں

پرزناں ایمن ز رجع سرنگوں
سرنگوں (جماعت کی) واپسی سے مطمئن ہو کر اڑتی ہیں
در ہوا کانّا الیہِ راجعوں
ہوا میں کہ ہم اُسی طرف لوٹنے والی ہیں

بانگ می آید تعالوا زاں کرم
اُس کرم کیجانب سے "آجاؤ" کی آواز آتی ہے
بعد ازاں رجعت نماند درد و غم
اُس واپسی کے بعد رنج اور غم باقی نہیں رہے گا

---

[1] اے۔ جو لوگ دوزخ کی آگ سے جل گئے ہیں اُن کو اللہ کا کرم کوثر کی جانب بلاتا ہے چونکہ۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے مخلوق اس لئے پیدا کی ہے تاکہ وہ مجھ سے فائدہ اٹھائے نہ کہ اس لئے کہ میں اُس سے فائدہ اٹھاؤں۔ کہ شود۔ یہ فرمانِ خداوندی اسی لئے ہے کہ اُس کی ذات سے ناقص درست ہو جائیں۔

[2] عفو خلقاں۔ مخلوق کا معاف کرنا بھی اُسی دریائے عفو کا ایک حصہ ہے۔ عفوہا۔ مخلوق کی معافیاں اپنی اصل کیطرف پرواز کرتی ہیں۔ کل شیٔ یرجع الی اصلہٖ ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ بازشاں۔ پھر اللہ تعالیٰ انکو دن بھر کے لئے انسانی بدنوں میں محبوس کر دیتا ہے اور پھر شام کے وقت اُسی محل کیطرف پرواز کر جاتی ہیں۔

[3] تاکہ۔ یہ اُن کی آمد و رفت اُس وقت تک ہے جب تک کہ زندگی مقدر ہے۔ پرزناں۔ انکی پرواز فساق اور کفار کی پرواز کی طرح اوندھے منہ نہیں ہے۔ بانگ۔ ان کی واپسی پر اللہ کا کرم آواز دیتا ہے کہ آجاؤ اب اس واپسی کے بعد دنیا کا درد اور رنج ختم ہو جائے گا۔

بسؔ[۱] غریبیہا کشیدید از جہاں
تم نے دنیا میں بہت سے پردیسی پن برداشت کئے
قدرِ من دانستہ باشید اے مِہاں
اے شریفو! تم نے میری قدر جان لی ہے

زیرِ سایہ ایں درختم مستِ ناز
میرے اِس درخت کے سایہ میں ناز سے مست ہو کر
ہیں بیندازید پاہا را دراز
آگاہ! پاؤں کو لمبا پھیلا دو

پایہائے پُر عناں از راہِ دیں
وہ پاؤں جو دین کے راستہ میں تھکے ہوئے ہیں
بر کنار و دستِ حوراں خالدیں
ہمیشہ رہنے والی حوروں کی گود اور ہاتھوں میں

حُوریاں گشتہ مغمّز مہرباں
غمزہ کرنے والی حوریں، مہربان ہوگئیں
کز سفر باز آمدند ایں صوفیاں
کہ یہ صوفی سفر سے واپس آئے ہیں

صوفیانِ صافیاں چوں نورِ خور
ایسے صاف صوفی جیسا کہ سورج کا نور
مُدتے اُفتادہ بر خاک و قذر
جو ایک مدّت تک مٹی اور پلیدی میں پڑے رہے

بے اثر پاک از قذر باز آمدند
بغیر کسی نشان کے پلیدی سے پاک واپس آئے ہیں
ہمچو نورِ خور سُوئے قُرصِ بلند
جس طرح کہ سورج کا نور بلند ٹکیہ کی جانب

ایںؔ[۲] گروہِ مجرماں ہم اے مجید
اے بزرگ! خطا کاروں کا یہ گروہ بھی
جملہ سرہاشاں بدیوارے رسید
اِن سب کا منہ دیوار کی جانب میں پہنچ گیا

بر خطا و جُرمِ خود واقف شُدند
اپنے جرم اور خطا سے واقف ہو گئے ہیں
گرچہ ماتِ کعبتینِ شہ بُدند
اگرچہ وہ شاہ کی کعبتین سے مات کھائے ہوئے تھے

رُو بتو کردند اکنوں آہ کُناں
اب آہیں بھرتے ہوئے انھوں نے تیری جانب رُخ کیا ہے
اے کہ لُطفت مجرماں را رہ کُناں
اے وہ کہ تیری مہربانی خطا کاروں کو راستہ دکھانے والی ہے

راہ دہ آلودگاں را العجل
آلودہ ہو جانے والوں کو بہت جلد راستہ عطا کر
در فراتِ عفو و عینِ[۳] مُغتسل
معافی کی نہر اور نہانے کے چشمہ کا

تا کہ غسل آرند زاں جُرمِ دراز
تاکہ اُس لمبی خطا سے غسل کرلیں
در صفِ پاکاں روند اندر نماز
نماز میں پاکوں کی صف میں شامل ہو جائیں

اندر اں صفہا ز اندازہ بروں
اُن صفوں میں اندازے سے زیادہ
غرقہ گانِ نورِ نحنُ الصّافّون
"ہم صف باندھنے والے ہیں" کے نور میں غرق ہیں

شریک ہو سکیں۔ اندراں۔ اُن صفوں میں اندازے سے زیادہ نظری ہیں۔ وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ فرشتوں کا مقولہ ہے اور بیشک ہم صفیں باندھنے والے ہیں۔

[۱] بس غریبیہا۔ اُن سے کرمِ خداوندی کہتا ہے تم نے مسافر کی تکلیفیں اٹھائی ہیں اب کرم کے سایہ میں پاؤں پھیلا کر سو جاؤ۔ پایہای۔ اب اُن پاؤں کو جنھوں نے اللہ کی عبادتوں میں بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں حوروں کے ہاتھوں اور پہلوؤں میں پھیلا دو۔ مغمّز۔ غمزہ کرنے والا۔ صوفیاں۔ اِن لوگوں کی حالت سورج کی روشنی کی سی ہے جو مٹی اور نجاستوں پر سے بھی گذرتی ہے لیکن پاک و صاف سورج کی طرف لوٹ آتی ہے یہ صوفی بھی دنیا کی نجاستوں پر سے پاک و صاف گذر کر واپس آتے ہیں۔

[۲] ایں گروہ۔ خطا وار بھی بے شرمندہ ہیں۔ سر بدیوار شدن۔ شرمندہ ہونا۔ بر خطا۔ اگرچہ وہ قدرت سے مغلوب تھے لیکن اپنے جرم و خطا سے واقف ہیں۔ شعر

[illegible]

کعبتین۔ دو نردیں ہوتی ہیں جنمیں سے ہر ایک کی چھ سطحیں ہوتی ہیں اور ہر سطح پر عدد کندہ ہوتا ہے اُن سے بازی کھیلی جاتی ہے۔

[۳] عینِ مغتسل۔ وہ چشمہ جس میں حضرت ایوبؑ کو غسل کرایا گیا تھا۔ تاکہ۔ پاک ہو کر نماز میں

چوں سخن در وصفِ ایں حالت رسید [۵۱] — ہم قلم بشکست وہم کاغذ درید
جب بات اِس حالت کے بیان میں پہنچی — قلم بھی ٹوٹ گیا اور کاغذ بھی پھٹ گیا

بحر را پیمودہ ہیچ اُسکرہ — شیر را برداشت ہرگز برّۂ
کسی سکورے نے سمندر کو ناپا ہے؟ — کسی بکری کے بچہ نے شیر کو اُٹھایا ہے؟

گر حجابستت بروں رو زاحتجاب — تا بہ بینی بادشاہیِ عجاب
اگر تیرے لئے پردہ ہے، پردہ پوشی سے باہر نکل — تاکہ تو عجب بادشاہی دیکھے

گرچہ بشکستند جامت قومِ مست — آنکہ مست از تو بود عذریش ہست
اگرچہ مست قوم نے تیرے جام کو توڑا ہے — جو تیرا مست ہو، اُس کے لئے ایک عذر ہے

مستیِ [۵۲] ایشاں باقبال و بمال — نے زبادہ تست اے شیریں فعال
اُن کی مستی اقبال اور مال کی — (کیا) اے شیریں کارناموں والے تیری شراب سے نہیں ہے؟!

اے شہنشہ مستِ تخصیصِ تو اند — عفو کن از مستِ خود اے عفومند
اے شہنشاہ! وہ تیرے خاص کر دینے کی وجہ سے مست ہیں — اے معافی دینے والے! اپنے مست کو معاف کر دے

لذتِ تخصیصِ تو وقتِ خطاب — آں کند کہ ناید از صد خُمِ شراب
خطاب کے وقت، تیرے خاص کرنے کی لذت — وہ کرتی ہے جو شراب کے سیکڑوں مٹکوں سے نہیں ہوتا

چونکہ مستم کردۂ حدم مزن — شرع مستاں را نیارد حد زدن
جب تو نے مجھے مست کر دیا، مجھ پر حد جاری نہ کر — شریعت مستوں پر حد جاری نہیں کرتی ہے

چوں شوم ہشیار آنگاہم بزن — کز [۵۳] نخواہم گشت خود ہشیار من
جب میں ہوشیار ہو جاؤں اُس وقت لگانا — کیونکہ میں ہوشیار ہی نہ ہوں گا

ہر کہ از جامِ تو خورد اے ذوالمنن — تا ابد رست از ہُش و از حد زدن
اے احسانوں والے جس نے تیرے جام سے پی لی — وہ ہمیشہ کیلئے ہوش سے اور حد جاری کرنے سے بچا لیا گیا

خَالِدِیْنَ فِیْ فَنَاءِ سُکْرِهِمْ — مَنْ یُّفَانِیْ فِیْ هَوَاکُمْ لَمْ یَقُمْ
وہ اپنے نشہ کی فنا میں ہمیشہ رہنے والے ہیں — جو تمہاری محبت میں فنا ہوا وہ کھڑا نہیں ہوا

فضلِ تو گوید دلِ ما را کہ رو — اے شدہ در دوغِ عشقِ ما گرو
تیری مہربانی، ہمارے دل سے کہتی ہے، کہ جا — اے وہ کہ ہمارے عشق کی چھاچھ میں گروی ہو گیا ہے

---

۵۱ سخن۔ یعنی اسرارِ شفاعت کا بیان۔ بحر۔ اسرار کا ایک بے پایاں سمندر ہے اور ہماری مثال اس پر تیرنے والے سکورے کی سی ہے سکورہ سمندر کو نہیں ناپ سکتا، بکری کا بچہ شیر کو اٹھا سکتا ہے۔ گر حجابستت۔ اگر اسرار تجھے نظر نہیں آتے تو حجاب سے باہر نکلنے کی کوشش کر پھر عجیب بادشاہی دیکھے گا۔ گرچہ۔ ایاز کا مقولہ ہے کہ اگرچہ اس مست قوم نے آپ کے حکم کا جام توڑا ہے لیکن چونکہ یہ آپ کے مست ہیں لہذا معذور ہیں۔

۵۲ مستی۔ اِن کی مستی اس رتبہ اور مال کی وجہ سے ہے جو آپ نے اُن کو دیا ہے۔ تخصیص۔ یعنی چونکہ تو اُن سے خصوصیت برتتا ہے اس لئے یہ مست ہو گئے ہیں... وقتِ خطاب۔ جب تو اُن سے خاص طور پر خطاب کرتا ہے تو اُن پر شراب کے سیکڑوں خموں کی مستی طاری ہو جاتی ہے۔ چونکہ شرعی حکم ہے کہ مست پر نشہ کی حالت میں شراب پینے کی حد یعنی کوڑے نہیں لگائے جاتے ہیں بلکہ جب مست کا نشہ دور ہو جاتا ہے تب اس کے کوڑے مارے جاتے ہیں۔

۵۳ کز نخواہم۔ لیکن میں ایسا مست ہوں کہ اس کی مستی تیرے جام کی مستی ہے جو قیامت تک زائل نہیں ہو سکتی۔ خالدین۔ جو تیرے عشق میں فنا ہو گیا وہ پھر کبھی نہیں سنبھلا۔ فضلِ تو۔ تیری مہربانی ہماری مستی کے عذر پر کہتی ہے کہ تو اگرچہ ہمارے جام کا مست نہیں ہے بلکہ چھاچھ پی کر مستی کا اظہار کر رہا ہے لیکن پھر بھی تیرا عذر قبول کرتے ہیں۔

چوں مگس در دوغِ ما افتادہ
تو مکھی کی طرح ہماری ۔ چھاچھ میں پڑا ہے

تو نہ مست اے مگس تو بادہ [1]
اے مکھی! تو مست نہیں ہے تو ایسی شراب ہے

کرگسان مست از تو گردند اے مگس
اے مکھی! گدھ تجھ سے مست ہو جائیں گے

چونکہ بر بحرِ عسل رانی فرس
جب تو شہد کے سمندر پر گھوڑا دوڑائے گی

کوہہا چوں ذرہا سرمستِ تو
ذروں کی طرح پہاڑ، تیرے مست ہیں

نقطہ و پرکار و خط در دستِ تو
نقطہ اور پرکار اور خط تیرے ہاتھ میں ہیں

فتنہ کہ لرزند زو لرزانِ تست
وہ فتنہ جس سے لرزتے ہیں تجھ سے لرزتا ہے

ہر گراں قیمت گہر ارزانِ تست
ہر گراں قیمت موتی، تیرے لئے سستا ہے

گر خدا دادے مرا پانصد دہاں [2]
اگر خدا مجھے پانچ سو منھ دیتا

گفتمے شرحِ تو اے جانِ جہاں
تو اے جانِ جہاں! میں تیری شرح کرتا

یک زباں دارم من آنہم منکسر
میں ایک زبان رکھتا ہوں وہ بھی ٹوٹی ہوئی

در خجالت از تو اے دانائے سر
اے راز کو جاننے والے! تجھ سے شرمندگی میں

منکسر تر خود نباشم از عدم
میں خود عدم سے زیادہ ٹوٹا ہوا نہیں ہوں

کز دہانش آمدستند ایں امم
جس کے منھ سے یہ امتیں آئی ہیں

صد ہزار آثارِ غیبی منتظر
لاکھوں غیبی آثار منتظر ہیں

کز عدم بیروں جہند با لطف و بر
کہ پاکیزگی اور بھلائی کیساتھ عدم سے باہر نکل آئیں

از تقاضائے تو میگردد سرم [3]
تیرے ہی تقاضے سے میرا سر گردش کرتا ہے

اے بمردہ من بہ پیشِ آں کرم
علاوہ کہ میں اُس کرم کے سامنے جان دے چکا ہوں

رغبتِ ما از تقاضائے تو است
ہمارا راغب ہونا تیرے تقاضے سے ہے

جذبۂ حق ست ہر جا رہرو ست
جہاں کہیں رہرو ہے اللہ (تعالیٰ) کا جذبہ ہے

خاک بے بادے ببالا کے جہد
غبار بغیر ہوا کے اوپر کب جاتا ہے؟

کشتیِ بے بحر پا در رہ نہد
بغیر دریا کی کشتی راہ میں پاؤں رکھتی ہے؟

پیشِ آبِ زندگانی کس نمرد
آبِ حیات کے سامنے کوئی نہیں مرا

پیشِ آبت آبِ حیوانست درد
تیرے پانی کے سامنے آبِ حیات تلچھٹ ہے

سے ہے۔ خاک۔ غبار ہوا کے سہارے اُڑتا ہے کشتی دریا کے سہارے چلتی ہے، اسی طرح ہمارا ہر کام تیرے جذبہ سے ہے۔ پیش۔ آبِ حیات ہر چیز کی زندگی کا سبب ہے لیکن تیرے آبِ رحمت کے مقابلہ میں وہ کمتر پانی ہے۔

[1] تو بادۂ۔ اس کا تعلق آئندہ شعر سے ہے یعنی با ایں ہمہ تو ایسی شراب ہے کہ کرگس یعنی اہلِ دل تجھ سے مستی حاصل کرتے ہیں۔ بحرِ عسل۔ یعنی اسرارِ حقیقت۔ کوہہا۔ اب تیری مستی کا یہ حال ہے کہ جملہ کائنات تیرے تصرف میں ہے۔ فتنہ۔ دنیا کے مصائب تجھ سے لرزہ بر اندام ہیں! اور دنیا کی ہر قیمتی چیز تیرے لئے بے قیمت ہے۔

[2] گر خدا۔ یہ بھی ایاز کا مقولہ ہے اور جان جہاں سے مراد سلطان ہے یا یہ مولانا کا مقولہ ہے اور جانِ جہاں سے سلطانِ حقیقی مراد ہے۔ یک۔ ایک زبان ہے اور وہ بھی شرمندگی سے شکستہ ہے تو میں کیسے تیری تعریف کا حق ادا کر سکتا ہوں۔ از عدم۔ لیکن با ایں ہمہ کچھ نہ کچھ مجھے تعریف کرنی ہے اس لئے کہ میں عدم سے تو گیا گذرا نہیں ہوں اُس سے بھی غیبی آثار ظاہر ہو رہے ہیں جو تجھ سے فیض حاصل کر رہے ہیں۔

[3] از تقاضائے۔ تیری ہی ذات کا تقاضہ ہے کہ میں اُس کے اوصاف بیان کروں اُس کرم پر میں قربان ہوں۔ رغبت۔ تعریف کی طرف ہماری رغبت تیرے تقاضے اور جذبے کی وجہ

آبِ[۵۱] حیواں قبلۂ جاں دوستاں / زاب باشد سبز و خنداں بوستاں

آبِ حیات جان سے دوستی رکھنے والوں کا قبلہ ہے / پانی سے باغ سبز و خنداں ہوتا ہے

مرگ آشاماں ز عشقش زندہ اند / دل ز جان و آبِ جاں برکندہ اند

موت کو پی جانے والے اُس کے عشق سے زندہ ہوتے ہیں / جان اور آبِ حیات سے دل برداشتہ ہیں

آبِ عشقِ تو چو ما را دست داد / آبِ حیواں شد بہ پیشِ ما کساد

جب تیرے عشق کا پانی ہمارے ہاتھ آگیا / ہمارے سامنے آبِ حیات بیکار ہوگیا

زابِ حیواں ہست ہر جاں را نوی / لیک آبِ آبِ حیوانی توئی

آبِ حیات سے ہر جان کو تازگی ہے / لیکن آبِ حیات کی زندگی تو ہے

ہر دمے مرگے و حشرے دادیَم / تا بدیدم دستبُردِ آن کرم

تو نے مجھے ہر لمحہ موت اور زندہ ہو جانا عطا کیا ہے / یہاں تک کہ میں نے اس کرم کا غلبہ دیکھا ہے

ہمچو[۵۲] خفتن گشت ایں مُردن مرا / ز اعتمادِ بعث کردن اے خدا

یہ مرنا میرے لئے سونے کی طرح بن گیا ہے / اے خدا! حشر کے بھروسہ پر

ہفت دریا ہر دم ار گردد سراب / گوش گیری آوریش اے آبِ آب

ساتوں سمندر، اگر ہر وقت ریت بنیں / تو ان کا کان پکڑ کر لے آئیگا اے پانی کی جان!

عقل لرزاں ز اجل و ایں عشق شوخ / سنگ کے ترسد ز باراں چوں کلوخ

عقل موت سے لرزتی ہے اور وہ عشق بیباک ہے / پتھر، ڈھیلے کی طرح بارش سے کب ڈرتا ہے؟

از صحافِ[۵۳] مثنوی ایں پنجم ست / در بروجِ چرخِ جاں چوں انجم ست

مثنوی کے دفتروں میں سے یہ پانچواں ہے / جان کے آسمان کے برجوں میں ستاروں کی طرح ہے

رہ نیابد از ستارہ ہر حواس / جز کہ کشتیبانِ استارہ شناس

ہر حواس ستارے سے راستہ نہیں پاسکتا ہے / ملاح ستارے کو پہچاننے والے کے سوا

جز نظارہ نیست قسمِ دیگراں / از سعودش غافل اند و از قِراں

دوسروں کا حصہ سوائے نظارہ کے نہیں ہے / وہ اُس کی نیک بختی، اور میل سے غافل ہیں

آشنائی گیر شبہا تا بروز / با چنیں استارہائے دیو سوز

راتوں اور دنوں سے دوستی رکھ / اس طرح کے شیطان کو جلانے والے ستاروں سے

سعود: نیک اثرات۔ اقتران۔ دو ستاروں کا باہم ملنا۔ آشنائی۔ مثنوی سے شغل رکھو، شیطان سے نجات حاصل کروگے۔

۵۱ آبِ حیوان۔ آبِ حیات کا ہمپھٹ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اُسکو وہ پسند کرتے ہیں جو اپنی جان کو بچانا چاہتے ہیں مرگ۔ لیکن جو لوگ فنا کو پسند کرتے ہیں وہ تیرے آبِ عشق سے زندہ ہیں ان کیلئے آبِ حیات ہیچ ہے۔ زآبِ حیواں۔ آبِ حیات سے ہر جان کو تازگی حاصل ہوتی ہے لیکن اس آبِ حیات کی زندگی تو ہے۔ ہر دمے۔ شعر

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر ست

۵۲ ہمچو خفتن چونکہ مجھے موت کے بعد کی زندگی کا یقین ہے لہٰذا میرے لئے موت کی حقیقت نیند سے زیادہ نہیں ہے۔ ہفت۔ تیرے دوبارہ زندگی عطا کرنے کا یہ حال ہے کہ اگر ساتوں سمندر خشک ہوکر ریت بنجائیں تو اُن کا کان پکڑ کر کہدیگا پانی بنجاؤ تو وہ پانی بن جائیں گے۔ عقل۔ عقل موت سے ڈرتی ہے اور عشق اس کے معاملہ میں لاپرواہ ہے کیا ڈھیلا بارش سے ڈرتا ہے پتھر کبھی نہیں ڈرتا۔

۵۳ صحاف۔ صحفہ کی جمع ہے بمعنی پیالہ بعض نسخوں میں صحائف ہے جو صحیفہ بمعنی کتاب کی جمع ہے مراد مثنوی کے دفتر ہیں۔ رہ نیابد۔ جس طرح ستارے سے ہر شخص رہنمائی حاصل نہیں کرسکتا اسی طرح مثنوی سے ہر شخص مستفید نہیں ہوسکتا سعودش۔ یعنی ستاروں کے

ہر یکے[۱] دَر دفعِ دیوِ بدگماں ۔ ہَست نِفط انداز قلعہ آسماں

بدگمان، شیطان کے دفع کرنے میں ہر ایک ۔ آسمان کے قلعہ سے، نِفط پھینکنے والا ہے

اختر ار با دیو ہمچوں عقرب ست ۔ مُشتری را او وَلِیُّ الاَقرب ست

ستارہ اگرچہ شیطان کے لئے بچھو کی طرح ہے ۔ خریدار کے لئے وہ قریبی دوست ہے

قوس اگر از تیر دوزد دیو را ۔ دَلو پُر آب ست زرع و میوہ را

کمان اگر شیطان کے تیر چھید دینے والی ہے ۔ ڈول، کھیتی اور میوے کے لئے پانی سے بھرا ہے

حوت اگرچہ کشتیِ غی بشکند ۔ دوست را چوں ثور کِشتے میکند

مچھلی اگرچہ گمراہی کی کشتی کو شکستہ کرتی ہے ۔ دوست کے لئے بیل کی طرح کھیتی برتا ہے

شمس اگر شب را بدرّد چوں اَسَد ۔ لعل را زو خلعتِ اطلس رَسد

سورج اگر رات کو شیر کی طرح پھاڑ دیتا ہے ۔ لعل کو اس سے اطلسی خلعت ملتی ہے

صورتِ خرچنگ اگرچہ کجرو ست ۔ ہیئتِ میزاں ازو بیروں شو سست

کیکڑے کی صورت اگرچہ ٹیڑھی چال کی ہے ۔ ترازو کی ہیئت اُس سے الگ ہے

پیشۂ مرّیخ[۲] اگر خونریزی ست ۔ اُو زبونِ شمسیِ تبریزی ست

مرّیخ کا پیشہ اگرچہ خونریزی ہے ۔ وہ تبریزی سورج سے مغلوب ہے

گرچہ در تاثیر نحس آمد زحل ۔ دِقّتِ فکر آید از وَے در عمل

زحل اگرچہ تاثیر میں منحوس ثابت ہوا ہے ۔ عمل میں اُس سے فکر کی باریکی پیدا ہوتی ہے

ما ہم از مہر ار دو کف برہم زند ۔ زہرہ نبود زہرہ را تا دَم زند

میرا چاند سورج کی وجہ سے اگر دونوں ہتھیلیاں بجا رہا ہے ۔ زہرہ کا پتہ نہیں ہے کہ دم مارے

بل عُطارُد[۳] خانۂ خود گم کند ۔ وز جنوں اُو جوزِ جوزا بشکند

بلکہ عطارد اپنا گھر گم کر دیتا ہے ۔ اور دیوانہ پن سے جوزا کا اخروٹ توڑ دیتا ہے

مُشتری را دست لرزد دل طپد ۔ بر سرِ آب اُوفتد مہ چوں سبد

مشتری کا ہاتھ لرزتا ہے، دل تڑپتا ہے ۔ چاند ٹوکری کی طرح پانی پر پڑا ہے

نسرِ طائر را بریزد پَر ز شرم ۔ وز طمع تنیں شود چوں موم زم

نسرِ طائر کے شرم سے پَر جھڑتے ہیں ۔ اژدہا لالچ سے موم کی طرح نرم ہو جاتا ہے

زحل ہوتا ہوا اُسمیں قوتِ فکریہ بہت ہوتی ہے۔ ماہم یعنی اگر میری مثنوی سرور بخشی کرے تو زہرہ جو رقاصۂ فلک ہے وہ دم بخود رہ جائے۔ [۳] عطارد۔ ستارہ جس کو دبیرِ فلک بھی کہا جاتا ہے۔ جوزا۔ ایک برج کا نام ہے مشتری ستارے کا نام ہے۔ نسرِ طائر۔ اُڑنے والا گدہ ستاروں کا ایک مجموعہ ہے جو اُڑنے والے گدہ کی طرح ہے:

[۱] ہر یکے۔ ستارے شیطان کو جلا دیتے ہیں۔ نِفط۔ ایک آتشگیر مادہ ہے۔ اختر۔ مولانا نے مثنوی کے دفاتر کو منزل اسنادوں کے قرار دیا ہے اور ان کیلئے وہ بروج ثابت کئے ہیں جو آسمان میں برج ہیں لہٰذا ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جنکے لفظی معنیٰ بھی مراد لئے جاسکیں اور وہ ستاروں اور برجوں کے نام بھی ہیں جو شیطان کے لئے بچھو کا کام کرتے ہیں اور ستارہ شناس اُن سے فائدہ اُٹھاتے ہیں یہی حال مثنوی کا ہے۔ عقرب۔ بچھو، ایک برج کا نام بھی ہے۔ مشتری۔ خریدار، ایک ستارہ کا نام بھی ہے۔ قوس کمان، ایک برج کا نام بھی ہے۔ دَلو۔ ڈول، ایک برج کا نام بھی ہے۔ حوت۔ مچھلی، ایک برج کا نام بھی ہے۔ ثور بیل، ایک برج کا نام بھی ہے۔ اسد۔ شیر، ایک برج کا نام بھی ہے۔ اطلس۔ غیر منقش ریشمین کپڑا، نویں آسمان پر بھی اطلاق کرتے ہیں۔ خرچنگ۔ کیکڑا۔ برج سرطان کو بھی کہتے ہیں۔ میزان۔ ترازو، ایک برج کا نام بھی ہے۔ [۲] مرّیخ۔ مشہور ستارہ ہے اس کو آسمان کا جلاد بھی کہا جاتا ہے، مولانا نے منکرِ اسرار مراد لیا ہے۔ شمس تبریزی۔ سورج کو تبریزی اس لئے کہا ہے کہ تبریز آذربائیجان کا ایک شہر ہے جو جانبِ مشرق واقع ہے اور اس سے شمس تبریزی بھی مراد ہیں جو مولانا کے پیر ہیں۔ زحل۔ مشہور ستارہ ہے جس شخص کا ستارہ

... تنّین۔ اژدہا ...

دخترانِ[1] نعش آبستن شوند — مجتمع گردند و دستک زن شوند

بنات النعش حاملہ ہو جاتی ہیں — اکٹھی ہو جاتی ہیں اور تالیاں بجاتی ہیں

در گذر زیں رمزہا بے گاہ شُد — کہکشاں از سُنبلہ پُر کاہ شُد

ان اشاروں سے درگذر کر، بے وقت ہو گیا — کہکشاں سُنبلہ کی وجہ سے تنکوں بھری ہو گئی

آفتاب[2] از کوہ سر زد اِتّقُوا — لیک تلخ آمد ترا ایں گفتگو

سورج پہاڑ سے طلوع ہو گیا، بچو — لیکن تجھے یہ گفتگو کڑوی لگی

تو عدُوی وز عدُو شہد و لبَن — بے تکلّف زہر گردد در بدَن

تو دشمن ہے اور مخالف سے شہد اور دودھ — بے تکلف بدن میں زہر بن جاتا ہے

ہر وجودے کز عدم بنمود سر — بر یکے زہر ست و بر دیگر شکر

جس وجود نے عدم سے سر اُبھارا — ایک پر وہ زہر ہے اور دوسرے پر شکر ہے

دوست شو وز خویِ ناخوش شو بَری — تا ز خمرہ زہر ہم شکر خوری

دوست بنجا اور بُری عادت سے خالی ہو جا — تاکہ زہر کے مٹکے سے بھی تو شکر کھائے

زاں نشُد فاروق را زہرے گزند — کہ بُداں تریاقِ فاروقیش قند

اسی لئے (عمر) فاروق کے لئے زہر مضر نہ ہوا — کیونکہ اُن کا فاروقی تریاق شکر تھا

ہیں بجو تریاقِ فاروق اے غلام — تا شوی فاروقِ دوراں والسّلام

اے لڑکے! فاروقی تریاق تلاش کرلے — تاکہ تو فاروقِ دوراں بن جائے، والسّلام

قد تم الدفتر الخامس من الکتاب المثنوی المعنوی للمولوی المعنوی

حامد اینڈ کمپنی

[1] دخترانِ نعش۔ بنات تین ستارے ہیں اور نعش چار ستاروں کا مجموعہ ہے بنات النعش اُن سات ستاروں کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے جو چارپائی کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ کہکشاں۔ ایک لمبی سفیدی پر جو راستہ کی صورت میں نظر آتی ہے موسم برسات میں سرِ شام نظر آنے لگتی ہے اُس کا ایک سرا جنوب کی جانب اور دوسرا شمال کی جانب ہوتا ہے... سُنبلہ۔ گیہوں کی بال، ایک بُرج کا نام بھی ہے۔ پُر کاہ شد۔ اب اس مثنوی کے رموز کے بیان کو ختم کرو بیان کے طول کی وجہ سے اس کے صاف مضامین بھی سمجھنا مشکل ہو گئے ہیں۔

[2] آفتاب۔ مثنوی کا سورج طلوع کر آیا ہے جس کی روشنی پھیل گئی ہے لیکن منکر کو یہ بھی ناگوار ہے۔ تو عدوی۔ عادت کی وجہ سے دشمن شہد اور دودھ کو بھی زہر سمجھتا ہے۔ ہر وجودے۔ یہ شہد اور زہر ہونا مثنوی کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ہر چیز کا یہی حال ہے۔ خمرہ۔ مٹکی۔ زاں نشد۔ حضرت عمرؓ کے لئے اُن کے فاروقی تریاق کی وجہ سے مخالفین کا زہر، قند بن گیا تھا اسلئے اُن کیلئے وہ زہر مضر نہ رہا۔ ہیں بجو۔ وہی تریاقِ فاروقی اگر تو حاصل کرے گا تو بھی اپنے زمانہ کا فاروق بن جائے گا۔

ہست قرآں در زبان پہلوی

مثنوی مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ

مصنفہ مولانا جلال الدین رومیؒ

ترجمہ

مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

حامد اینڈ کمپنی ۳۸۰ اردو بازار لاہور ۲





حضرت مولانا کا مقبرہ اور اس کا ماحول

مُقدّمہ

آج جبکہ میں مثنوی شریف دفترِ ششم کے لئے یہ چند سطور قلم بند کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دفترِ ششم کتابت کے آخری مراحل طے کر رہا ہے اور اب انشاءاللہ طباعت کے بعد وہ عنقریب منظرِ عام پر آجائے گا۔ جس وقت میں نے اِس کام کا آغاز کیا تھا وسائل اور ذرائع کی کمی کے باعث انجام بالکل نظروں سے اوجھل تھا، میری زبان و قلم اُس مُسبّب الاسباب، خدائے وہاب کا شکریہ ادا کرنے سے یکسر عاجز اور قاصر ہے جس نے اپنے عالمِ غیب سے ہر ہر قدم پر میری بے پایاں مدد فرمائی اور میں چند ہی سال میں اِس کام کو پایۂ تکمیل کو پہنچا سکا۔ پہلا دفتر ۹ ستمبر ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا تھا اور آج جبکہ جون ۱۹۷۸ء ہے دفترِ ششم پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا ہے، غیب سے میرے اندر توانائی آئی اور تکمیل کے شوق نے مجھ سے دیگر مصروفیتوں کے علاوہ یومیہ پانچ چھ گھنٹے کام لے لیا، صحت نے بھی اِس قدر ساتھ دیا کہ کوئی دن مجھے ایسا یاد نہیں کہ صحت کی خرابی کام میں خلل انداز ہوئی ہو اور میں سفر و حضر میں مُسلسل اپنے کام کو جاری رکھ سکا، غیر متوقع مالی امداد اور دیگر ذرائع کے علاوہ میری نورِ چشم عارفہ رضیہ سلمہا (بی اے پرشین) بھی میرے اِس کام میں میری قوتِ بازو ثابت ہوئی۔ مُسودے، پروف اور کاپی کی تصیح میں اُس نے میری ہر طرح مدد کی ہے۔ دعا ہے کہ خدا اُس کو دونوں جہان میں خوش و خرم رکھے اور وہ دنیوی و اُخروی نعمتوں سے مالا مال ہو۔ آخر میں اگر میں اپنے کاتب منشی منظورالدین صاحب خوشنویس کا شکریہ ادا نہ کروں تو میری ناسپاسی ہوگی، اُنھوں نے عام کاتبوں کی روش کے خلاف نہایت پابندی اور جانفشانی سے میری تمناؤں کو پورا کیا، میں اُن کے لئے بھی دست بدعا ہوں اور اب میں اُن صاحبان سے جو میری محنت سے فائدہ اُٹھائیں ملتجی ہوں کہ وہ بارگاہِ ربّ العزت میں میرے لئے صمیمِ قلب سے دعا کریں کہ حضرت حق تعالیٰ جل مجدہٗ میری اس کاوش کو قبولِ عام

کا شرف عطا فرمائے اور میرے لئے ذخیرۂ آخرت کر دے اور اس کتاب میں جن روحانی مراتب کا ذکر ہے، مجھے بھی اس کا اہل بنا دے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْز

خاتمہ

مولانائے رومؒ نے چھٹا دفتر ایسی حالت میں ختم کر دیا کہ قلعہ ذات الصور میں جو تین شہزادے داخل ہوئے تھے اُن میں سے دو کا ذکر مکمل ہوا اور تیسرے کا ذکر ناقص رہ گیا۔ نیز مولانا نے کاہلوں کا قصہ شروع فرمایا تھا وہ قصہ بھی ناتمام رہ گیا۔ مولاناؒ کے صاحبزادے حضرت سلطان بہاء الدین ولدؒ نے مثنوی کا خاتمہ تحریر فرمایا ہے اُس میں یہ ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے والد مکرم سے اِن دونوں قصوں کو ناقص چھوڑ دینے کی وجہ معلوم کی تو فرمایا۔

ہست باقی شرحِ ایں لیکن دروں	بستہ شد دیگر نمی آید بروں
اس کی شرح باقی ہے، لیکن باطن	بستہ ہو گیا۔ اب باہر نہیں آتا ہے

اور فرمایا۔

باقیِ ایں گفتہ آید بے زباں	در دلِ آنکس کہ دارد نورِ جاں
اس کا باقی بغیر زبان سے کہے ہوئے آجائے گا	اس شخص کے دل میں جو جان کا نور رکھتا ہوگا

مولانا کے اِس فرمان کی بنیاد پر کچھ اہلِ دل نے اِن مضامین کی تکمیل کی ہے۔ اس سلسلہ میں دو بزرگوں کا کلام ہمارے پیشِ نظر ہے ایک مفتی الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ کا جنھوں نے چھٹے دفتر کی تکمیل کیلئے خاتمہ تحریر فرمایا اور دوسرا مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جنھوں نے تکمیل کے لئے ساتواں دفتر تحریر فرمایا۔ حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی تھے۔ اپنے دور کے علماءِ فحول میں اُن کا شمار ہے اور حضرت حق تعالیٰ نے اُن کو شریعت و طریقت میں بہت بلند مقام عنایت فرمایا تھا۔ سن پیدائش ۱۲۳۰ھ اور سن وفات ۱۲۹۶ھ ہے۔ مولانا عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نزہۃ الخواطر میں اُن کا ذکر فرماتے ہوئے لکھا ہے۔ کَانَ مُفْرِطَ الذَّکَاءِ سَرِيْعَ الْإِدْرَاكِ قَوِيَّ الْحِفْظِ حُلْوَ الْكَلَامِ "بہت ذہین جلد سمجھ جانے والے قوی الحافظہ اور شیریں کلام تھے۔" حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "غذائے روح" میں اپنے شیخ کے خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

ہیں خلیفہ ان کے گرچہ بیشمار	لیک انہیں سے ہیں دو اعلیٰ وقار
انہیں سے دو شخص ہیں اہلِ ہدیٰ	ماہِ برجِ معرفت شمس الضحیٰ

یعنی ہیں حافظ محمد ضامن اب — فیض کے طالب ہیں جنکے لوگ سب
دوسرے شیخ محمدؐ مولوی — علم وزہد اُن کا ہے عالم پر جلی

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرثیہ لکھا تو فرمایا۔

اے کجا رفت آں تقی وآں نقی — مولوی شیخ محمد تھانوی
بُود دریائے بعلمِ ظاہری — بحرِ مواجے بعلمِ باطنی
درکلامش آنچناں تاثیر بُود — مرد ماں را ہوش وصبرے می رُبود
قطبِ کامل بُود مقبولِ خدا — یا الٰہی پوشش در رحمتہ اُورا

مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی کا پورا ایک دفترِ ہفتم تحریر فرمایا ہے۔ جی چاہتا تھا کہ اس کو بھی ہم شریکِ اشاعت کریں لیکن بعض مجبوریوں کی بنار پر سردست ایسا نہیں ہوسک رہا ہے، خدا کی توفیق شاملِ حال ہوئی توانشار اللہ اس کو کسی اور موقع پر مستقل شائع کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ سردست تبرکاً اس کے کچھ ابتدائی اور آخری اشعار ذکر کیے جاتے ہیں، ابتدار اس طور پر فرمائی ہے۔

اے محمد دیر شُد جذبِ حُسام — ہمچو صَمصامِ تو ہست اندر نیام
خوش بیا دا زمیانش کش چو نور — تا شود تاریکیِ احوال دُور
یا الٰہی بخش الٰہی بخش را — کز جلالش بود ذکرے در وَرا
دفترِ سادس مکمّل کرد و رَفت — عُقدۂ کاں بُود ہم حل کرد و رفت

آخری چند اشعار حسب ذیل ہیں

محو گرداں در جمالِ باکمال — چشم بے چشمک نما اے ذوالجلال
دلدہی فرماد تسکینم بہ بخش — دیں پناہم حاصلِ دینم بہ بخش
آخرش تا چند ایں ہجران وفصل — بادۂ بحرِ محمدؐ دہ ز وَصل

حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ انھوں نے مثنوی کا ایک دفترِ ہفتم مکہ معظمہ میں بھی دیکھا اور ہندوستان میں بھی، جس کو مولانا روم رحؒ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ لیکن مولانا کی رائے میں یہ انتساب بالکل غلط ہے۔

مولانا نے اس دفتر کے آغاز کے یہ اشعار نقل کیے ہیں۔

اے ضیاء الحق حُسام الدین سعید
دولتت پاینده فقرت برمزید
چونکہ از چرخِ ششم کردی گذر
برفراز چرخِ ہفتم کن مقرّ

اور آخری شعر یہ نقل کیا ہے۔

حسبی اللہ ما عنانِ اختیار
با تو دادیم اے قدیم کردگار

اور پھر مثنوی کے انداز میں ہی اپنی رائے تحریر فرمائی ہے۔

مُفتی الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ پیدائش ۱۱۶۲ھ، تاریخِ وفات ۱۲۴۵ھ
آپ ضلع مظفر نگر کے مردم خیز قصبہ کاندھلہ میں پیدا ہوئے، والد صاحب کا اسم گرامی الشیخ الطیب شیخ الاسلام ہے اور سلسلہ نسب امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچ جاتا ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی اور چودہ۱۴ سال کی عمر میں تمام علوم نقلیہ اور عقلیہ سے فارغ ہوگئے۔ اسکے بعد آپ کو سعادتِ ازلی نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا دیا اُنکی صحبت نے آپ کو کُندن بنا دیا اور اُنکے فیض سے آپ باطنی علوم میں بھی اعلیٰ مقام پر فائز ہو گئے۔ اور شاہ صاحبؒ کی نگرانی میں آپنے درس دینا شروع کر دیا۔ شاہ صاحب اپنے شاگردوں میں سے آپ پر بہت زیادہ اعتماد کرتے تھے۔ چنانچہ اِس حقیقت کا اُس سند سے اِظہار ہوتا ہے جو شاہ صاحب نے اپنے دستِ مبارک سے لکھ کر آپ کو عطا فرمائی تھی، نواب ضابطہ خاں نے آپ کے علم وفضل کی بدولت آپ کو حضرت شاہ صاحبؒ سے اپنے لئے مانگ لیا اور مفتی صاحب کچھ عرصہ اُن سے متعلق رہے۔ لیکن نواب صاحب کے وصال کے بعد آپ نے دہلی کو خیرباد کہہ دیا اور آپ بھوپال تشریف لے گئے وہاں عہدۂ افتاء پر فائز رہے۔ پھر بھوپال کا قیام ترک کر کے اپنے وطن کاندھلہ تشریف لے آئے اور تادمِ واپسیں کاندھلہ ہی میں رونق افروز رہے۔ حواشی اور تعلیقات کے علاوہ آپ کی تصانیف ۴۴ گنائی جاتی ہیں لیکن آج ہمارے ہاتھوں میں اُن میں سے چند ہی ہیں۔ منجملہ اُن کے خاتمہ مثنوی کو قبولِ عام کا درجہ حاصل ہے۔ مثنوی شریف کے چند اڈیشن ایسے ہیں جن میں آپکے تحریر فرمودہ خاتمہ کو جزو بنایا گیا ہے ہم نے بھی ضروری سمجھا کہ اس اڈیشن میں اُس کو شامل کریں۔

دفترِ ششم سے متعلق اِصطلاحات

ہمّت مولانا بحر العلوم نے فرمایا ہے کہ ہمّت صوفیاء کی اصطلاح میں مکمل توجہ یا جمعیت کو کہتے ہیں اور ایسی جمعیت کہ اس چیز کے سوا کسی اور چیز کی طرف بالکل توجہ نہ رہے. عارف اسی ہمّت سے تصرفات کرتا ہے اور اسی سے خرقِ عادت کا ظہور ہوتا ہے لیکن یہ ہمّت کاملین کے شایان شان نہیں ہے بلکہ اُن کی ہمّت میں تصرف کی یہ تاثیر ہی نہیں ہوتی. اُن کی ہمّت صرف علوم و معارف کی طلب میں کام کرتی ہے.

توحید فی الذّات یہ ہے کہ سالک کی نظر میں ذاتِ خدا کے سوا کوئی چیز باقی نہ رہے. اِس کو اصطلاح میں معائنہ بھی کہتے ہیں.

توحید فی الصّفات یہ ہے کہ سالک کی نظر میں صرف صفاتِ خداوندی رہ جائیں اور غیر اللہ کی صفات نظر میں نہ رہیں اِسکو اصطلاح میں مشاہدہ بھی کہا جاتا ہے

توحید فی الافعال یہ ہے کہ سالک کے اپنے افعال نظر و التفات سے غائب ہو جائیں اور صرف اَفعالِ حق پر نظر رہ جائے.

مُراقبۂ موت یہ ہے کہ سالک کسی وقت قلب کی طرف متوجہ ہو کر یہ خیال جمائے کہ اِسوقت سب انسان، عالم نزع میں ہیں اور ایڑیاں رگڑ رہے ہیں اور جو باتیں کوئی ایک دوسرے سے کر رہا ہے وہ گویا مرنے کے وقت کی وصیتیں ہیں. مولانا نے اِس مراقبہ کا ذکر حسب ذیل اشعار میں کیا ہے ؎

در ہمہ عالم اگر مرد و زنند	دمبدم در نزع و اندر مُردن اند
ایں سخن شاں را وصیتہا شمر	کہ پدر گوید دراں دم با پسر

اِس مراقبہ سے سالک کے دل میں عبرت اور رحمت پیدا ہوتی ہے اور بغض و رشک اور کینہ زائل ہوتا ہے.

عُروج و نزول عروج سالک کی وہ حالت ہے جس میں اُس کی توجہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے. مخلوق کی طرف بالکل التفات نہیں ہوتا. اِس کے مقابل نزول ہے. اس حالت میں مخلوق کی طرف بھی توجہ ہوتی ہے اور یہ توجہ مخلوق کا خالق سے تعلق استوار کرنے کے لئے ہوتی ہے.

عملِ خطائین یہ مجہول عدد کو معلوم کرنے کا ایک طریقہ ہے. مثلاً اگر ہم یہ معلوم کرنا

چاہیں کہ وہ کونسا عدد ہے جس کا دو تہائی اور ایک اگر اُس پر بڑھادیں تو مجموعہ دس عدد ہو جائے۔ ہم اِس عدد کو معلوم کرنے کیلئے کوئی ایک عدد فرض کریں گے۔ مثلاً ہم نے نو کا عدد فرض کیا۔ ہم اِسکو مفروضِ اوّل کہیں گے۔ ہم نے اِس پر اِس کا دو ثلث یعنی چھ اور ایک کا اضافہ کیا تو مجموعہ سولہ ہوگیا۔ یہ مقصود عدد کے مطابق نہ نکلا تو ہم مقصود عدد یعنی دس اور اِس عدد میں جو فرق ہے اِس کو نکالیں گے وہ چھ کا عدد ہے ہم اِس کو خطاءِ اوّل کہیں گے پھر صحیح جواب معلوم کرنے کیلئے ایک اور عدد فرض کرینگے اور اِس عدد کو مفروض ثانی کہیں گے مثلاً ہم نے چھ کا عدد فرض کیا اب اِس میں وہی عمل کریں گے یعنی اِس کا دو ثلث چار اور ایک کا اضافہ کرینگے تو مجموعہ گیارہ ہو جائے گا۔ اب بھی عددِ مقصود حاصل نہ ہوا عددِ مقصود اور اِس مجموعہ میں ایک کا فرق ہوا یہ ایک کا عدد خطاءِ ثانی کہلائیگا پھر مفروضِ اوّل یعنی نو کو خطاءِ ثانی یعنی ایک میں ضرب دینگے تو حاصل ضرب نو ہوگا اِس کو محفوظِ اوّل کہیں گے اور مفروضِ ثانی یعنی چھ کو خطاءِ اول یعنی چھ میں ضرب دینگے تو حاصل ضرب چھتیس ہوگا اِس کو محفوظِ ثانی کہیں گے پھر یہ دیکھیں گے کہ خطاءِ اوّل یعنی چھ اور خطاءِ ثانی یعنی ایک عددِ مقصود یعنی دس سے زائد ہیں یا کم یا ایک زائد ہے اور ایک کم۔ اگر دونوں زاید ہوں یا دونوں ناقص ہوں جیسا کہ یہاں ہے تب دیکھو خطاءِ اوّل اور خطاءِ ثانی میں کیا فرق ہے۔ مثلاً یہاں چھ اور ایک میں پانچ کا فرق ہے اور یہ دیکھو کہ محفوظِ اول اور محفوظِ ثانی میں کیا فرق ہے تو یہاں نو اور چھتیس میں ستائیس کا فرق ہے تو اِس فرق کو جو دونوں محفوظوں میں ہے یعنی ستائیس کو اُس فرق پر جو دونوں خطاؤں میں تھا یعنی پانچ پر تقسیم کردو تو حاصلِ تقسیم عددِ مطلوب ہوگا۔ یعنی ہم نے ستائیس کو پانچ پر تقسیم کیا تو حاصلِ تقسیم پانچ صحیح اور دو خمس بنا۔ یہی عددِ مطلوب ہے۔ چنانچہ ہم اگر اِس پر دو ثلث اور ایک بڑھا دینگے تو دس بن جائیگا۔ بڑھانے اور جمع کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ عددِ صحیح کو کسر کی جنس بنالو تو پانچ کے پچیس خمس ہوئے اِس کو تجنیس کہیں گے اور دو خمس پہلے تھے اب یہ ستائیس خمس ہوگئے۔ اب اِس پر اِس کا دو تہائی یعنی اٹھارہ خمس بڑھا دو مجموعہ پینتالیس خمس ہوگئے اب اس کو عدد صحیح بنائیں گے یعنی اِس پینتالیس کو پانچ پر تقسیم کردینگے تو عددِ صحیح نو بن جائیگا اِس کو رفع کہیں گے۔ اِس پر ایک کا اضافہ کردینگے تو مجموعہ دس بن جائیگا۔ یہ طریقہ تو جب اختیار کیا جاتا ہے جبکہ دونوں خطائیں مطلوب سے زائد یا ناقص ہوں لیکن اگر ایک زائد اور ایک ناقص ہو تو پھر مجموعہ محفوظین کو مجموعہ خطائین پر تقسیم کیا جائے گا اور حاصلِ تقسیم عددِ مطلوب ہوگا۔

جبر و قدر

جز کہ تسلیم و رضا کو چارۂ ÷ درکفِ شیرِ نرِ خونخوارۂ
کے ماتحت مفتاح العلوم شرح مثنوی میں مولانا محمد نذیر صاحب عرشی نے مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تقریر مسئلہ جبر و قدر پر نقل کی ہے جو بے حد مفید ہے، اس کو نقل کیا جاتا ہے۔

مولانا نانوتوی رحہ نے فرمایا:-

انسان کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک اختیار مستعار ملا ہے اور بندہ کے اِس اختیار کو خدا کے اختیار سے وہی نسبت ہے جو قلم کو کاتب کے ساتھ ہے اگر یہ نسبت نہ مانی جائے تو بندہ کے اختیار کو منجانب اللہ کہنا غلط ہوگا اور ارادۂ انسانی خدا کا مخلوق نہ ہوگا۔ انسان کا ارادہ خدا کے ارادہ کا پرتو اور عکس ہے اور انسانی ارادہ کی حرکت خداوندی ارادہ کی حرکت کا نتیجہ ہے قرآن نے فرمایا ہے۔ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ۔

عبادتِ تسخیری و تشریعی

جملہ کائنات اور مخلوقات خدا کی عباد تگذار ہے، کچھ مخلوق کی عبادت تسخیری ہے اور وہ اپنی عبادت میں مختار ہے۔ نہ اُسکو اپنی عباد تگذاری کا احساس و شعور ہے۔ بَل لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلٌّ لَّهُ قَانِتُونَ ۔ بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اسی کے لئے ہے ہر چیز اُسکی عباد تگذار ہے۔ اِس آیت میں اِسی تسخیری عبادت کا ذکر ہے، عبادتِ تشریعی بالاختیار ہوتی ہے اور اِس عبادت میں عباد تگذاروں کے مختلف مراتب ہیں بعض وہ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اللہ تعالیٰ کے اِفعال کے واسطے ہوتی ہے اور بعض وہ ہیں جن کی توجہ صفات کے واسطہ سے ہوتی ہے اور بعض وہ ہیں جن کی توجہ ذاتِ باری تعالیٰ کی جانب بغیر کسی واسطہ کے ہے۔ پہلا درجہ عوام عباد تگذاروں کا ہے دوسرا درجہ خواص کا ہے اور تیسرا درجہ اخص الخواص کا ہے۔ افعال و صفات توجہ ذات اور ادراک کا ذریعہ ہیں لیکن اخص الخواص کا اِن کی طرف التفات نہیں ہوتا ہے۔ مولانا رومؒ نے عبادت کے اِن مراتب کا مختلف اشعار میں ذکر فرمایا ہے۔

عالمِ خلق و امر

صوفیاء کے نزدیک آسمان اور زمین اور اُنکے درمیان کی مخلوق عالمِ خلق ہے اور اِس سے اوپر کا عالم جس میں عالمِ ارواح بھی ہے عالمِ امر ہے۔

قُلّہ

پانی کا مٹکا جس میں تین سَو سیر پانی آجائے۔ اگر اِس طرح کے دو مٹکوں کی بقدر پانی ہو تو امام شافعی رحہ کے نزدیک اُس میں نجاست گر جانے سے وہ پانی ناپاک نہ ہوگا۔

بَیتُ المعمُور یہ ساتویں آسمان پر کعبہ کے بالمقابل کعبہ میں ایک چیز ہے جس طرح انسان کعبہ کا طواف کرتے ہیں فرشتے بیتُ المعمور کا طواف کرتے ہیں بُسم شریف کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں بیتُ المعمور کو ساتویں آسمان پر دیکھا اور فرمایا کہ اُسمیں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جنہیں پھر دوبارہ داخل ہونے کا موقع نہیں ملتا ہے۔

قبرُ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کی وہ مٹی جس سے آنحضورؐ کا جسمِ اطہر متصل ہے، عرش سے بھی افضل ہے۔

ابُوالقاسم عبدالکریم بنی ہوازن القشیری ۳۷۶ھ میں پیدا ہوئے اور نیشاپور میں ۴۶۵ھ میں وفات پائی۔ اُن کی کتاب رسالہ قشیریہؒ تصوف کی مشہور کتاب اور تصوف کی کتابوں کا اہم ماخذ ہے۔

ابُوطالب مکّی مشہور بزرگ ہیں اِن کی کتاب قوت القلوب تصوف کی بلند مرتبہ کتاب ہے۔ امام غزالیؒ نے اپنی مشہور کتاب احیاء العلوم میں اسکے اقتباسات درج کئے ہیں۔

اصحابِ ایکہ قرآن پاک میں ہے۔ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ اُنھوں نے اُس کی تکذیب کی تو اُن کو سائبان کے دن کے عذاب نے آپکڑا بیشک وہ بڑے دن کا عذاب ہے۔ "ایکہ" والوں نے حضرت شعیبؑ کی تکذیب کی تو ایک روز سخت گرمی پڑنے لگی جس سے وہ گھبرا کر اپنے تہہ خانوں میں گُھس گئے، تہہ خانے خود تنور کا کام دے رہے تھے، وہ وہاں سے نکلے تو اُن پر ایک بادل آگیا جس کو وہ سمجھے کہ اُس کے سائے میں آرام حاصل کرسکیں گے لیکن اِس بادل سے آگ برسنے لگی جس سے وہ جَل کر راکھ ہو گئے۔

زرتشت یہ لقب ہے اصل نام ابراہیم ہے۔ یہ منوچہر کی نسل سے تھے اور فیثاغورث حکیم کے شاگرد تھے۔ گشتاسپ شاہِ ایران کے دَور میں اُنھوں نے نبوت کا اعلان کیا اور آتش پرستی کا مذہب ایجاد کیا۔ مجوس اُنکو پیغمبر جانتے ہیں اور اُن کی کتاب ژند کو الہامی کتاب قرار دیتے ہیں۔ بعض علمائے اسلام نے بھی اُن کو نبی اور حکیم قرار دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے بھی مجوس کو اہلِ کتاب قرار دیا ہے۔

امرُؤالقیس یہ عرب کا مشہور شاعر ہے اور مشہور معلقہ

قِفَانَبْكِ مِنْ ذِكْرَىٰ حَبِيبٍ وَّمَنْزِلِ
بِسِقْطِ اللِّوَىٰ بَيْنَ الدُّخُولِ فَحَوْمَلِ

اسی امرؤالقیس کا ہے۔ یہ جاہلیت کے دَور کا شاعر ہے اور یہ جس طرح اپنی فصاحت و بلاغت میں ضرب المثل ہے اسی طرح اپنے فسق و فجور میں بھی ضرب المثل ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا ہے۔ یُقَدِّمُ الشُّعَرَاءَ اِلَی النَّارِ۔ لیکن مولانا رومؒ امرؤالقیس کو ایک تارکُ الدنیا اور باخدا انسان ظاہر کر رہے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ مشہور امرؤالقیس کے علاوہ کوئی اور شخصیت ہو اور عنوان میں قِفَانَبْكِ الخ الحاقی عبارت ہو۔

کیخسرو ایران کا عظیم شہنشاہ گذرا ہے۔ اس کا باپ سیاوش اپنے باپ کیکاؤس سے ناراض ہوکر کیکاؤس کے حریف افراسیاب شاہِ توران کے یہاں چلا گیا تھا۔ افراسیاب نے ابتداءً اُس کی بہت خاطر تواضع کی اور اپنی بیٹی کا نکاح بھی اُس سے کر دیا لیکن کچھ دن بعد سیاوش سازشوں کا شکار ہوگیا اور افراسیاب نے اُس کو نہایت بے رحمی سے قتل کر دیا۔ سیاوش کی بیوی حاملہ ہوچکی تھی۔ کچھ دن بعد اُس کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کو افراسیاب کے خوف سے چھپا دیا گیا اور اسکی پرورش دیہات میں ہوئی۔ یہی لڑکا کیخسرو ہے۔ کیخسرو جب بڑا ہوگیا اور اُس کو اپنے احوال کا علم ہوا تو وہ اپنے دادا کیکاؤس کے پاس ایران چلا گیا اور کیکاؤس کے مرجانے کے بعد ایران کا بادشاہ قرار دیا گیا۔ تخت نشین ہونے کے بعد اُس نے اپنے باپ کے انتقام میں افراسیاب پر حملہ کیا اور باپ کے دشمنوں سے پورا انتقام لیا اور پھر اپنی آخری عمر میں یہ تارکُ الدنیا ہوگیا اور اپنے بیٹے لہراسپ کے حق میں سلطنت سے دستبردار ہوکر ایسا غائب ہوا کہ کسی کو پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں گیا۔ الوداع کے وقت اُس نے دنیا کی ناپائیداری پر اس قدر عبرت انگیز تقریر کی کہ آج بھی سننے والوں کے لئے موجبِ عبرت ہے۔ فردوسی نے شاہنامہ میں اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

صفورا یہ حضرت شعیبؑ کی بیٹی ہیں جن کا نکاح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوا تھا جس کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے۔

حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمّ "تیری کسی چیز سے محبت اندھا اور بہرا بنادیتی ہے"۔ اس حدیث کو ابوداؤدؒ نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ بعض ائمہ حدیث نے اس کو موضوع قرار دیا ہے لیکن دوسرے بعض ائمہ اس کو حسن کے درجہ میں رکھتے ہیں اور حضرت ابوداؤدؒ کے سکوت سے اس کے حسن ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔

مُوتُوا قَبلَ اَن تَمُوتُوا "مر جاؤ اس سے پہلے کہ تم مرو" اکثر صوفیاء اس مقولہ کو حدیث کے طور پر بیان کرتے ہیں اور اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ انسان کو زندگی میں فنا کا مرتبہ حاصل کر لینا چاہیئے لیکن حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس کو حدیث قرار نہیں دیا۔

نَومُ العَالِمِ عِبَادَةٌ "عالم کا سونا عبادت ہے" ملا علی قاریؒ نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت مرفوعاً ثابت نہیں ہے ہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ علم کی تھوڑی دیر کی مشغولیت ساری رات کی عبادت سے بہتر ہے۔

اِنَّ السَّیفَ مَحَّاءٌ لِلخَطَایَا "تلوار خطاؤں کو مٹادینے والی ہے" یہ روایت مجاہد کی فضیلتوں کے سلسلہ کی ہے۔ مولانا نے "خطایا" کی بجائے قافیہ کی رعایت سے "الذنوب" ذکر کیا ہے۔

مَا وَسِعَنِی اَرضِی وَلَا سَمَائِی وَلٰکِن وَسِعَنِی قَلبُ عَبدِی المُومِن "مجھے اپنے اندر نہ میری زمین نے سمایا نہ میرے آسمان نے، ہاں میرے بندے مومن کے دل نے مجھے سمایا" یہ قدسی حدیث احیاء العلوم میں بھی ہے اور مولانائے رومؒ نے مثنوی میں کئی جگہ اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس میں حسب ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّا عَرَضنَا الاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ وَالجِبَالِ فَاَبَینَ اَن یَّحمِلنَہَا وَاَشفَقنَ مِنہَا وَحَمَلَہَا الاِنسَانُ۔ بیشک ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا انھوں نے اس سے انکار کیا کہ وہ اس کو اٹھائیں اور اس سے ڈرے اور اس کو انسان نے اٹھایا۔ صوفیاء کے نزدیک مردِ کامل حضرت حق تعالیٰ کا مظہرِ اتم ہے اس لئے صوفیاء انسان کو عالم اکبر قرار دیتے ہیں۔

وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود اور عینیت ایک مقام پر حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

حقیقۃً تمام کمالات حضرت حق تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں اور مخلوق کے کمالات عارضی اور اللہ تعالیٰ کی عطا و حفاظت کے سبب اُن میں موجود ہیں۔ ایسے وجود کو اصطلاح میں ظلی وجود کہا جاتا ہے۔ ظل کے معنی اگرچہ سایہ کے ہیں، لیکن یہاں سایہ سے مراد حفاظت اور پناہ ہے۔ جس طرح بولا جاتا ہے کہ ہم آپ کے زیرِ سایہ ہیں یعنی ہم آپ کی

حمایت اور حفاظت میں ہیں۔ اور ہمارا امن و عافیت آپ
کی توجّہ کی بدولت ہے۔ اِسی طرح چونکہ ہمارا وجود عنایت
خداوندی کی بدولت ہے اس لئے ہمارا وجود ظلّی ہے۔ یہ بات
یقیناً ثابت ہے کہ ممکنات کا وجود اصلی اور حقیقی نہیں ہے، عارضی اور ظلّی ہے۔ اب اگر
وجودِ ظلّی کا اعتبار نہ کیا جائے تو صرف وجودِ حقیقی کا ثبوت ہوگا اور وجود کو واحد سمجھا جائیگا
یہ "وحدۃُ الوجود" ہے اور اگر ظلّی وجود کا بھی اعتبار کریں کہ آخر کچھ تو ہے بالکل معدوم تو
نہیں ہے تو یہ "وحدۃ الشُّہود" ہے۔ اِس کی مثال یہ ہے کہ چاند کا نُور، سورج کے نُور سے
حاصل شدہ ہے۔ اب اگر اِس کے نور کا اعتبار نہ کریں تو صرف سورج کو منوّر اور چاند کو تاریک
کہا جائے گا۔ یہ مثال "وحدۃُ الوجود" کی ہے۔ اور اگر چاند کے نور کا بھی اعتبار کریں، خواہ وہ
سورج کے نمودار ہونے کے وقت نمودار نہ رہے تو یہ مثال "وحدۃ الشُّہود" کی ہے۔ لہٰذا
اِن دونوں میں محض لفظی اختلاف ہے۔ اور چونکہ اصل اور ظل میں تعلق نہایت قوی ہوتا ہے۔
اِس کو صوفیار کی اصطلاح میں عینیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ اصلی وجود اور
ظلّی وجود دونوں ایک ہوگئے یہ تو صریح کفر ہے۔ چنانچہ محقّقین صوفیار اِس عینیت کے ساتھ
غیریت کے بھی قائل ہیں تو یہ عینیت اصطلاحی ہے نہ کہ لغوی۔ اِس کے علاوہ جو کچھ صوفیار
نے کہا ہے وہ سُکر کی حالت میں کہا ہے وہ نہ قابلِ ملامت ہے نہ لائقِ تقلید۔

سجّاد حسینؔ

۶ار رجب المرجب ۱۳۹۸ھ —— مطابق —— ۲۳ جون ۱۹۷۸ء

۱۹ ۶ ۷۶

دورۂ تہران و ترکی، مصر و بغداد و عرب

ہو مبارک صاحبِ عزّ و شرف یہ فضلِ رب

مثنوی کے شارح و فاضل مترجم مرحبا

مولوی سجاد بحرِ علم صد رشکِ عرب

۱۳ ھ ۹۶

پیش کنندہ احقر خلیق ٹونکی

۱۹ ۶ ۷۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے[1] حیاتِ دل حسام الدین بسے | میل می جوشد بقسمِ سادسے

اے دل کی زندگی حسام الدین! بہت | چھٹے دفتر کی جانب خواہش جوش مار رہی ہے

گشت از جذبِ چو تو علامۂ | در جہاں گرداں حسامی نامۂ

آپ جیسے علامہ کی کشش کی وجہ سے | حسامی نامہ، دنیا میں رائج ہو گیا

پیش کش بہرِ رضایت می کشم | درتمامِ[2] مثنوی قسمِ ششم

آپ کی رضامندی کے لئے میں پیش کش کرتا ہوں | چھٹا دفتر، مثنوی کی تکمیل کے لئے

پیش کش می آرمت اے معنوی | قسمِ سادس درتمامِ مثنوی

اے معنوی! میں پیش کش کرتا ہوں | چھٹا دفتر، مثنوی کی تکمیل کے لئے

شش جہت را نور دہ زیں شش صُحُف | کے یطوف حولہٗ من لم یطف

ان چھ دفتروں کے ذریعہ چھ جہت کو نور عطا کر دے | تاکہ اس کا چکر وہ لگائے جس نے چکر نہیں لگایا

عشق[3] را با پنج و با شش کار نیست | مقصدِ او جز کہ جذبِ یار نیست

عشق کو پانچ اور چھ سے کوئی واسطہ نہیں ہے | یار کی توجہ کے سوا اس کا اور کوئی مقصد نہیں ہے

بو کہ فیما بعد دستوری رسد | رازہائے گفتنی گفتہ شود

ہو سکتا ہے کہ بعد میں اجازت ہو جائے | کہنے کے قابل راز، کہہ دیے جائیں

---

۱ اے: مولانا کا اپنے مرید ضیاء الحق حسام الدین کو خطاب ہے قسم سادس یعنی مثنوی کا چھٹا دفتر۔ جذب یعنی تمہاری باطنی کشش ہے۔ حسامی نامہ یعنی مثنوی معنوی جو فنا سے بے نیاز ہے اور حقیقت کا طالب ہے۔

۲ درتمام: چونکہ چھٹے دفتر سے مثنوی مکمل ہو جائیگی لہذا اس کے بعد اور کوئی دفتر لکھنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ شراح کا یہی خیال ہے کہ اس دفتر میں مولانا نے تصوف کے آخری اور بیش بہا مضامین ذکر فرما دیے ہیں۔ شش جہات بھی چھ ہیں دفتر بھی چھ لکھ دیے گئے ہیں تاکہ ہر جہت میں اس کا نور پھیل جائے۔

۳ عشق: مثنوی کا اصل مقصد قرب حق اور عشق حق ہے اور عشق کو پانچ دفتروں اور چھ دفتروں سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے مقصد پورا ہونا چاہیے تو اب چھٹا دفتر اس امید پر شروع کیا جا رہا ہے کہ شاید مخفی اسرار بیان کرنے کی اجازت حاصل ہو جائے اور اس چھٹے دفتر میں بیان کر دیے جائیں۔

با بیانے کاں بُوَد نزدیک تر ‏‏‏‏ ‏ ‏ زیں[۱] کنایاتِ دقیقِ مُستتر

ایسے بیان کے ساتھ جو زیادہ نزدیک ہو ‏ ‏ ان دقیق پوشیدہ کنایوں کے اعتبار سے

راز جز با رازداں انباز نیست ‏ ‏ راز اندر گوشِ منکر راز نیست

راز، رازداں کے مناسب ہے ‏ ‏ منکر کے کان میں راز، راز نہیں ہے

لیک دعوت وارد ست از کردگار ‏ ‏ با قبول و ناقبول اُو را چہ کار

لیکن خدا کی جانب سے دعوت دینے کا حکم آیا ہے ‏ ‏ اُسے ماننے نہ ماننے سے کیا واسطہ؟

نوحؑ نُہ صد سال دعوت می نمُود ‏ ‏ دمبدم انکارِ قومش می فزُود

حضرت نوحؑ نو سو سال دعوت دیتے رہے ‏ ‏ لحظہ بہ لحظہ اُن کی قوم کا انکار بڑھتا رہا

ہیچ از گفتن عِناں واپس کشید ‏ ‏ ہیچ اندر غارِ خاموشی خزید

انہوں نے کہنے سے کبھی باگ موڑی؟ ‏ ‏ وہ کبھی خاموشی کے غار میں گھسے؟

زانکہ[۲] از بانگ و عُلالائے سگاں ‏ ‏ ہیچ وا گردد ز راہے کارواں

کیونکہ کُتوں کے بھونکنے اور شور سے ‏ ‏ قافلہ کبھی راستے سے لوٹا ہے؟

یا شبِ مہتاب از غوغائے سگ ‏ ‏ سُست گردد بدر را در سیر تگ

یا چاندنی رات میں کُتے کے بھونکنے سے ‏ ‏ چودھویں کے چاند کی دوڑنے میں رفتار سست پڑتی ہے؟

مہ فشاند نور و سگ عَوعَو کُند ‏ ‏ ہر کسے بر خِلقتِ خود می تَند

چاند نور چھڑکتا ہے اور کُتا بھوں بھوں کرتا ہے ‏ ‏ ہر ایک اپنی فطرت پر کام کرتا ہے

ہر کسے را خدمتے دادہ قضا ‏ ‏ در خورِ آں گوہرش در ابتلا

قضا را قدرت نے ہر ایک کو ایک خدمت عطا کی ہے ‏ ‏ اُس کی استعداد کے مناسب، آزمائش کے لئے

چونکہ نگذارد سگ آں بانگِ سقم ‏ ‏ من مَہم سیرانِ خود را چوں ہلم

جبکہ کتا اُس منحوس آواز کو نہیں چھوڑتا ہے ‏ ‏ میں چاند ہوں، میں اپنی رفتار کیسے چھوڑ دوں؟

چونکہ[۳] سرکہ سرکگی افزوں کُند ‏ ‏ پس شکر را واجب افزونی بُود

جب سرکہ، سرکہ پن بڑھائے ‏ ‏ تو شکر کی زیادتی ضروری ہے

قہر سرکہ لطف ہم چوں انگبیں ‏ ‏ کایں دو باشد رکنِ ہر اسکنجبیں

قہر سرکہ ہے، مہربانی بھی شہد کی طرح ہے ‏ ‏ ہر سکنجبین [illegible] جز ہوتے ہیں

---

۱ زیں۔ پہلے دفتروں میں جو کچھ رمز و اشارے میں بیان ہوا ہے اُس کا کھل کر بیان کر دیا جائے۔ راز۔ ہو سکتا ہے کہ اسرار کا بیان بعض لوگوں کے انکار کا سبب بنے۔ لیک۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ لوگوں کو حق کی دعوت پہنچائے لہٰذا دعوت دینے والے کو اس سے بحث نہیں ہے کہ کوئی اس حق کو قبول کرے گا یا انکار کرے گا۔ نوحؑ حضرت نوحؑ نو سو سال تک دعوت دیتے رہے لیکن اُن کی قوم کا انکار بھی بڑھتا رہا۔ حضرت نوحؑ کی دعوت کا زمانہ ساڑھے نو سو سال ہے مولانا نے کسر کو حذف کر دیا ہے۔ ہیچ۔ حضرت نوحؑ منکروں کے انکار سے دلبرداشتہ نہ ہوئے۔

۲ زانکہ۔ منکروں کی مثال کُتوں کی سی اور دعوت دینے والوں کی مثال قافلہ کی سی ہے قافلہ کُتوں کے بھونکنے سے راستہ سے واپس نہیں ہوتا ہے بلکہ آگے بڑھتا رہتا ہے۔ عُلالا۔ شور و غل۔ سخت آواز۔ بانگ۔ چودھویں کا چاند کُتوں کے بھونکنے سے اپنی رفتار کم نہیں کرتا ہے۔ عوعو۔ کُتے کے بھونکنے کی آواز۔ ہر کسے۔ قدرت نے ہر شخص کی استعداد کے مطابق ایک کام پر اُس کو مامور کر دیا ہے اور اُس سے مقصد خداوندی اُس کی آزمائش ہے۔ مہم ماہ ہستم۔ سیران سیر۔

۳ چونکہ منکرین کے انکار سے دعوت کو ترک نہیں کیا جاتا بلکہ اس میں اور شدت پیدا کر دی جاتی ہے۔ سرکہ یعنی منکروں کا انکار۔ شکر یعنی دعوت۔ سکنجبین۔ سکنجبین جو امراض میں مفید ہے وہ سرکہ اور شہد سے بنتی ہے اگر سرکہ تیز ہوتا ہے تو اُس میں شکر کا اضافہ ضروری ہو جاتا ہے ورنہ وہ سکنجبین ناقص ہوگی قہر یعنی منکروں کا انکار سرکہ ہے اور لطف یعنی دعوت شہد ہے۔

انگبیں گر پائے وا دارد زخل — آید آں سکنجبیں اندر خلل
اگر شہد سرکہ سے کم ہو — اُس سکنجبین میں خلل پڑ جائے گا

قومؑ بر وے سرکہا می ریختند — نوحؑ را دریا فزوں می ریخت قند
قوم اُن پر سرکے بہاتی تھی — دریا، نوحؑ پر شکر زیادہ بہاتا تھا

قند اُو را بُد مدد از بحرِ جود — بس ز سرکہ اہلِ عالم می فزود
اُن کی شکر کی مدد، سخاوت کے سمندر سے تھی — تو دنیا والوں کے سرکہ کے سبب وہ بڑھتی تھی

واحِدٌ کالألفِ کہ بُود؟ آں ولی — بلکہ صد قرن ست آں عبد العلی
ایک، ہزار کی طرح کون ہوتا ہے؟ وہ ولی ہے — بلکہ وہ (خدا) عالیشان کا بندہ سَو قرن ہوتا ہے

خُم کہ از دریا درو راہے شوَد — پیشِ اُو جیحونہا زانو زند
وہ مٹکا جس میں دریا کی جانب سے راستہ ہو جائے — اُس کے سامنے بہت سے جیحون، ادب کرنے لگیں

خاصہ[2] ایں دریا کہ دریاہا ہمہ — چوں شنیدند ایں مثال و دمدمہ
خصوصاً یہ دریا بلکہ تمام دریا — جب انھوں نے یہ مثال اور شہرت سُنی

شُد دہان شاں تلخ زیں شرم و خجل — کہ قریں شد نامِ اعظم با اقل
اِس شرم اور خجالت سے اُن کا مُنھ کڑوا ہو گیا — کہ (دریائے) اعظم کا نام (دریائے) اصغر کا ساتھی ہو گیا

در قرانِ ایں جہاں با آنجہاں — ایں جہاں از شرم میگردد جہاں
اِس جہان کے اُس جہان کے ساتھ ملنے میں — یہ جہان شرم سے کود بھاگتا ہے

ایں عبارت تنگ و قاصر رتبت ست — ورنہ خس را با اخص چہ نسبت ست
یہ عبارت تنگ اور کم رُتبہ ہے — ورنہ تنکے کو اخص سے کیا نسبت ہے؟

زاغ[3] در رز نعرۂ زاغاں زند — بُلبل از آوازِ خوش کے کم کند
انگورستان میں کوا کوؤں کے نعرے لگاتا ہے — بلبل حسین آواز کو کب کم کرتی ہے؟

پس خریدارست ہر یک را خدا — در مزادِ یفعلُ اللہُ مایشا
پھر ہر ایک کا خریدار خدا ہوتا ہے — اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے، کے بازار میں

نقلِ خارستاں غذای آتش ست — بُوی گُل قوتِ دماغِ سرخوش ست
کانٹوں کی جھاڑی کا چبینا آگ کی غذا ہے — نشیلے دماغ کی روزی پھول کی خوشبو ہے

---

[1] قوم۔ حضرت نوحؑ کی قوم کا انکار جس قدر بڑھا قدرت نے حضرت نوحؑ پر اسی قدر زیادہ شکر بہا دی۔ بحرِ جود۔ دریائے سخاوت یعنی حضرت حق تعالیٰ۔ واحد۔ شکر کے اضافہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جس قدر منکرین سخت ہوتے ہیں اتنا ہی اولوالعزم پیغمبر اُن کی طرف بھیجا جاتا ہے وہ ایک پیغمبر لاکھوں داعیوں کے وزن کا ہوتا ہے بلکہ سو قرن کے انسانوں کی برابر ہوتا ہے۔ خُم۔ چونکہ اس نبی اور رسول کا بحرِ حقیقی سے رابطہ ہوتا ہے تو وہ ایک کروڑوں پر غالب آجاتا ہے۔

[2] خاصہ ایں دریا۔ اللہ تعالیٰ کے فیض کی عموماً سمندر اور دریا سے مثال دی جاتی ہے اس تمثیل سے یہ دریا شرمندہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔ در قران۔ جب دونوں عالموں کا ساتھ ذکر ہوتا ہے تو عالمِ ہستی کو اپنی حقارت محسوس ہوتی ہے۔ ایں جہان۔ عالمِ ہستی۔ آں جہان۔ عالمِ غیبی۔ جہاں۔ کودنے والا۔ ایں عبارت یعنی یہ تعبیر کہ حضرت حق تعالیٰ کو دریا قرار دیا ایک ناقص تعبیر ہے ورنہ خس یعنی دریا کو اخص یعنی حضرت حق تعالیٰ سے کوئی نسبت نہیں ہے۔

[3] زاغ۔ مولانا نے پھر سابق مضمون کی طرف رجوع کیا ہے کہ منکرین کے انکار کی وجہ سے اسرار کا بیان نہیں چھوڑا جا سکتا ہے۔ پس۔ بعض منکروں کا اتباع کرتے ہیں بعض داعیوں کا یہ خدا کی مشیت ہے۔ مزاد۔ نیلام کا بازار۔ نقل۔ کانٹا دوسروں کے لئے ناپسندیدہ ہے لیکن آگ کو بہت بھاتا ہے کیونکہ اُس کی غذا ہے اسی طرح منکرین کو انکار بھاتا ہے۔ سرخوش۔ معتدل مست، اُنکو خوشبو پسند ہے اسی طرح دعوت کو قبول کرنیوالوں کو دعوت پسند آتی ہے۔

گر۱؎ پلیدی پیشِ ما رُسوا بُود — خوک و سگ را شکر و حلوا بُود
اگر گندگی ہمارے سامنے رُسوا ہے — سؤر اور کتے کے لئے شکر اور حلوا ہے

گر پلیداں ایں پلیدیہا کنند — آبہا بر پاک کردن می تنند
اگر پلید لوگ، پلیدیاں کرتے ہیں — پانی، پاک کرنے پر مستعد ہیں

ور جہانے پُر شود از خار و خس — آتشے محوش کند در یک نفس
اگر دنیا کانٹے اور تنکے سے پُر ہو جائے — آگ اس کو ایک سانس میں مٹا دیتی ہے

گرچہ ماراں زہر افشاں میکنند — ور چہ تلخاں ماں پریشاں می کنند
اگرچہ سانپ زہر افشانی کرتے ہیں — اگرچہ بدمزاج ہمیں پریشان کرتے ہیں

نحلہا بر کوہ و کندُو و شجر — می نہند از شہد انبارِ شکر
شہد کی مکھیاں پہاڑ اور کوٹھی اور درختوں پر — شہد سے شکر کے انبار لگاتی ہیں

زہر۲؎ ہا ہر چند زہری می کنند — زُود تریاقات شاں بر می کنند
زہر، ہرچند زہریلا پن پھیلاتے ہیں — تریاق ان کو فوراً زائل کر دیتے ہیں

اینجہاں جنگ ست کُل چوں بنگری — ذرّہ با ذرّہ چوں دیں با کافری
یہ دنیا پوری جنگ ہے، جب تُو غور کرے — ذرہ، ذرے کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسا کہ دین کافری کے ساتھ

آں یکے ذرّہ ہمی پرّد بچپ — واں دگر سوئے یمیں اندر طلب
ایک ذرہ بائیں کو اُڑتا ہے — تو دوسرا طلب میں دائیں جانب کو

ذرّہ۳؎ بالا و آں دیگر نگوں — جنگِ فعلی شاں ببیں اندر رکوں
ایک ذرہ اوپر کو اور دوسرا نیچے کو — رجحان میں ان کی عملی جنگ کو دیکھ

جنگِ فعلی ہست از جنگِ نہاں — زیں تخالف آں تخالف را بداں
عملی جنگ، مخفی جنگ کی وجہ سے ہے — اس اختلاف کو اس اختلاف سے سمجھ لے

ذرّہ کاں محو شُد در آفتاب — جنگِ اُو بیروں شُد از وصفِ حساب
وہ ذرہ جو سورج میں فنا ہو گیا — اس کی جنگ حساب سے خارج ہو گئی

چوں ز ذرّہ محو شُد نفس و نفس — جنگش اکنوں جنگِ خورشید ست و بس
جب ذرے کا نفس اور سانس فنا ہو گیا — اس کی جنگ اب محض سورج کی جنگ ہے

۱؎ گر پلیدی۔ نجاست انسان کے سامنے رُسوا ہے کتے اور سؤر کی خوراک ہے۔ گر۔ ہر چیز بتقاضائے فطرت اپنا کام انجام دے رہی ہے نجاست، نجس بناتی ہے تو پانی پاک کر دیتا ہے یعنی منکرین انکار کرتے ہیں اور داعی ان کو بھلائی کی طرف بلاتے ہیں۔ ور جہانے۔ خار و خس اپنا کام کرتے ہیں تو آگ اپنا کام کرتی ہے منکرین کی شرارتوں کو داعیوں کی دعوت فنا کر دیتی ہے۔ گرچہ۔ سانپ اپنا کام کرتے ہیں تو شہد کی مکھیاں اپنا کام کرتی ہیں لہٰذا ہمیں مفسدوں کی وجہ سے تبلیغ کو ترک نہ کرنا چاہئے۔

۲؎ زہرہا۔ منکروں کے انکار سے جب زہر پھیلتا ہے تو مصلحین اپنے تریاق سے اس کا اثر زائل کر دیتے ہیں۔ اینجہاں۔ اس عالم کا بقا ہی اختلاف سے ہے لہٰذا منکرین کے اختلاف سے مصلح کو اپنا کام نہ روکنا چاہیئے۔ اینجہاں۔ عالمِ امکان مختلف اجزاء کا مجموعہ ہے اس کے ہر ذرّے کو دوسرے ذرّے سے وہی نسبت ہے جو دین کو کفر سے۔ آں یکے۔ ایک ذرّے کا رُخ بائیں جانب ہے تو دوسرے کا دائیں جانب۔

۳؎ ذرّہ۔ ایک ذرّے کا رُخ اوپر کو ہے دوسرے کا نیچے کو غرضکہ ان ذرّوں کی باہمی کشمکش اور باہمی اختلاف ہے جنگِ فعلی یعنی ذراتِ عالم کا افعال و خواص میں مختلف ہونا۔ رکوں۔ میلان جنگِ نہاں یعنی ذرات کا اختلاف اللہ تعالیٰ کے مختلف اسماء و صفات کا مظہر ہونے کی وجہ سے۔ ذرّہ۔ جب مقامِ فنا حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اختلافِ طبعی اس ذرہ کی طرف منسوب نہیں رہتا ہے۔ چوں۔ ذرہ کے محو ہو جانے کے بعد اسکے افعال سورج کی طرف منسوب ہونگے جنگش۔ چونکہ اب ۲

۲ اس کی جنگ نفس کی جنگ نہیں ہے بلکہ عین اللہ ہے تو اللہ کی جنگ نہاں جنگ ہے۔

رفتؐ از وے جنبشِ طبع و سکون
اُس میں سے طبیعت کی حرکت اور سکون جاتا رہا

از چہ؟ از اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون
کیوں؟ ہم اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں کیونکہ

مابہ بحرِ نورِ خود راجع شدیم
ہم اپنے نور کے سمندر کی جانب لوٹ آئے

وز رضاعِ اصلِ مُسترضع شُدیم
اور ہم اصل کی رضاعت سے دودھ پینے والے بنگئے

دَر فروعِ راہ اے ماندہ زغول
اے بچھلاوے کی وجہ سے راستہ کی پگڈنڈیوں میں بھٹکے ہوئے!

لاف کم زن از اصول اے بے اصول
اے بے اصول! اصول کی شیخی نہ بگھار

جنگِ ما و صلحِ ما در نورِ عین
نورِ عین میں ہماری جنگ اور صلح

نیست از ما ہست بین الاصبعین
ہماری جانب سے نہیں ہے دو انگلیوں کے درمیان ہے کیونکہ

جنگِؐ طبعی جنگِ فعلی جنگِ قول
طبعی جنگ، عملی جنگ، قولی جنگ

در میانِ جزوہا حربیست ہول
اَجزا کے درمیان خوفناک جنگ ہے

ایں جہاں زیں جنگ قائم می بُوَد
یہ دنیا اسی جنگ سے قائم رہتی ہے

دَر عناصر در نگر تا حل شوَد
عناصر میں غور کرلے، تاکہ حل ہوجائے

چار عنصر چار استونِ قوی ست
چاروں عنصر، چار مضبوط ستون ہیں

کہ بر ایشاں سقفِ دنیا مُستوی ست
جن پر دنیا کی چھت قائم ہے

ہر ستونے اِشکنندہ آں دگر
ہر ستون دوسرے کو توڑنے والا ہے

اُستنِ آب اِشکنندہ آں شرر
پانی کا ستون، آگ کے ستون کو توڑنے والا ہے

پس بنائے خلق بر اَضداد بُوَد
تو دنیا کی بنا اضداد پر ہے

لاجرم جنگی شدند از ضرّ و سُود
لامحالہ نقصان اور نفع کے اعتبار سے لڑنے والے ہوگئے

ہستؐ اَحوالت خلافِ ہمدگر
تیرے احوال ایک دوسرے کے خلاف ہیں

ہر یکے باہم مخالف در اثر
ہر ایک اثر میں ایک دوسرے کا مخالف ہے

چونکہ ہر دم راہِ خود را می زنی
جبکہ تو ہر وقت اپنی رہزنی کرتا ہے۔

با دگر کس سازگاری چوں کُنی
دوسرے سے کیسے موافقت برتے گا!

فوجِ لشکر ہائے اَحوالت ببیں
اپنے اَحوال کے لشکر کی فوج کو دیکھ لے

ہر یکے با دیگرے در جنگ و کیں
ہر ایک دوسرے کیساتھ جنگ اور کینہ میں ہے

لہ رفت۔ فنا کے بعد ذرّے کا ہر سکون وحرکت اُس کا اپنا نہیں ہے بلکہ منجانب اللہ ہے۔ ما۔ یعنی عارفین فانی فی اللہ۔ بحرِ نور۔ ذاتِ حق۔ مسترضع۔ دودھ پینے والا۔ دَر فروع۔ جو فنا کے مقام پر نہیں پہنچا اُس کے افعال خود اُس کی طرف منسوب ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے چاہئیں لاف زنی نہ کرنی چاہیے۔ جنگِ ما۔ فانی کا ہر کام خدا کی طرف منسوب ہے۔ نورِ عین یعنی چشمِ بصیرت کا ادراک۔ بین الاصبعین حدیث شریف ہے انسان کا دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے وہ جس طرح چاہتا ہے اُسکو پلٹ دیتا ہے لہٰذا ہمارے افعال خدا کی طرف منسوب ہیں۔

لٰہ جنگ۔ عالم کے اجزا میں جنگِ طبعی یعنی اجزا میں آثار اور طبائع کا اختلاف، جنگِ فعلی یعنی افعال وخواص کا اختلاف، جنگِ قولی یعنی اقوال کا باہمی اختلاف بہت خوفناک جنگ ہے اَجہاں اِس کی وجہ یہ ہے کہ اِس فانی دنیا کا قیام ہی اس جنگ پر ہے، عناصر کی باہمی جنگ پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے۔ چار عنصر۔ دنیا کی چھت چار متضاد عنصروں پر قائم ہے۔ اُستنِ آب۔ پانی، آگ کو فنا کر دیتا ہے۔ پس۔ جبکہ مخلوق کی بنیاد ہی مختلف عناصر پر ہے تو مخلوق باہمی مختلف ہے۔

سٰہ ہست۔ مختلف چیزوں میں ہی اختلاف نہیں ہے بلکہ ایک چیز کے احوال میں بھی اختلاف ہے۔ چونکہ۔ جبکہ خود

ایک انسان کے احوال باہمی مختلف ہیں تو وہ دوسرے سے کیسے متفق ہوسکتا ہے۔ فوج۔ انسان کے احوال ایک دوسرے سے برسرِپیکار ہیں۔

می‌نگر در خود چنیں جنگِ گراں ¹ | پس چہ مشغولی بجنگِ دیگراں

ایسی سخت لڑائی کو تو اپنے اندر دیکھ لے | تو دوسروں کی جنگ میں کیوں مبتلا ہے!

تا مگر زیں جنگ حقت وا خرد | در جہانِ صلحِ یک رنگت برد

تاکہ شاید اللہ (تعالیٰ) تجھے اس جنگ سے نجات دیدے | تجھے صلح کے یک رنگ جہان میں پہنچا دے

آں جہاں جز باقی و آباد نیست | زانکہ آں ترکیب از اضداد نیست

وہ جہاں باقی اور آباد کے سوا کچھ نہیں ہے | کیونکہ وہ ترکیب اضداد کی نہیں ہے

ایں تفانی از ضد آید ضد را | چوں نباشد ضد نبود جز بقا

یہ باہمی فنا کرنا، ضد سے ضد کو پہنچتا ہے | جب ضد نہ ہو تو بقا کے سوا کچھ نہ ہوگا

نفیِ ضد کرد از بہشت آں بے‌نظیر | کہ نباشد شمس و ضدش زمہریر

اُس بے نظیر نے بہشت سے ضد کی نفی کر دی | کہ نہ سورج ہوگا اور نہ اُس کی ضد زمہریر

ہست بے رنگی اصولِ رنگہا | صلحہا ² باشد اصولِ جنگہا

بے رنگی، رنگوں کی اصل ہے | صلحیں، جنگوں کی اصل ہیں

آں جہانست اصلِ ایں پُر غم وثاق | وصل باشد اصلِ ہر ہجر و فراق

وہ جہاں اِس پُرغم گھر کی اصل ہے | ہر ہجر اور فراق کی اصل، وصل ہے

ایں تخالف از چہ آید وز کجا | وز چہ زاید وحدت ایں اضداد را

یہ باہمی مخالفت کس چیز سے اور کہاں سے آتی ہے؟ | اور یہ وحدت اِن مخالف چیزوں میں کس چیز سے پیدا (ہوتی ہے)

زانکہ ما فرعیم و چار اضداد اصل | خوی خود در فرع کرد ایجاد اصل

اس لئے کہ ہم فرع ہیں اور چار اضداد اصل ہیں | اصل نے فرع میں اپنی خصلت پیدا کر دی ہے

گوہرِ ³ جاں چوں ورای فصلہاست | خوی او ایں نیست خوی کبریاست

روح کا گوہر چونکہ ان اضداد سے جداگانہ چیز ہے | اُس کی خصلت یہ نہیں ہے، خدائی خصلت ہے

جنگہا بیں کاں اصولِ صلحہاست | چوں نبی کہ جنگِ او بہرِ خداست

اُن جنگوں کو دیکھ، جو صلحوں کی اصول ہیں | جیسا کہ نبی کہ اُس کی جنگ خدا کے لئے ہے

طرفہ آں جنگے کہ رکنِ صلحہاست | شاد او کایں جنگِ او بہرِ خداست

وہ جنگ عجیب ہے جو صلحوں کی رکن ہے | وہ خوش نصیب ہے، جس کی یہ جنگ خدا کیلئے ہے

---

¹ می نگر۔ اگر انسان اپنے احوال پر نظر رکھے تو دوسروں سے جنگ کرنے میں مشغول نہ ہو۔ تا مگر۔ اگر خدا کسی کو صلح کے یک رنگ جہاں میں پہنچا دے تو بیشک وہ اختلاف سے نکل سکتا ہے۔ آں جہاں۔ عالمِ آخرت کی ترکیب اضداد سے نہیں ہے لہٰذا اُس میں بقا ہے۔ ایں تفانی۔ عالمِ دنیا کی فنا اضداد کی ترکیب کی وجہ سے ہے۔ کہ نباشد۔ عالمِ آخرت میں نہ سورج کی گرمی ہوگی نہ جاڑے کی سردی۔ بے رنگی یعنی عالمِ آخرت اصل اور مقصود ہے۔

² صلحہا۔ عالمِ شہود میں عالمِ آخرت ہی تصرّف ہے وہی بے رنگ یہاں آکر رنگ حاصل کر لیتا ہے اور وہی اخیاء جن میں وہاں صلح تھی یہاں آکر جنگ اختیار کر لیتی ہیں۔ وصل۔ عالمِ آخرت میں وصل ہے اور عالمِ دنیا میں ہجر و فراق ہے اور یہ ہجر و فراق کی اصل وصل ہوتا ہے۔ ایں تخالف۔ عالمِ دنیا میں جو باہمی اختلاف اور اتحاد ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ اِس عالم کی بنیاد اضداد پر ہے اور چونکہ ان اشیاء میں روح بھی ہے جو اِس عالمِ اضداد سے نہیں ہے اُس کی وجہ سے باہمی اتحاد پیدا ہوتا ہے۔

³ گوہرِ جاں۔ روح کا تقاضہ اختلاف نہیں ہے اُس میں کبریائی اخلاق ہیں جو اتحاد پیدا کر دیتے ہیں۔ جنگہا۔ رسولوں کے جہاد شر کو ختم کرنے کے لئے ہیں لہٰذا وہ جنگیں صلح کی اصول ہیں۔ طرفہ۔ یہ جنگ دراصل فتنہ کو ختم کرنے کے لئے ہے اور یہ جنگ اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ خدا کے لئے ہوتی ہے۔

غالب[1] ست و چیر در ہر دو[2] جہاں
وہ دونوں جہان میں غالب۔ اور فاتح ہے
شرح ایں غالب نگنجد در دہاں
اِس غالب کی شرح مُنہ میں نہیں سماتی

آبِ جیحوں را اگر نتواں کشید
جیحوں کے پانی کو اگر کوئی نہ کھینچ سکے
ہم ز قدرِ تشنگی نتواں بُرید
پیاس کی بقدر سے بھی تعلق منقطع نہ کرے

گر شدی عطشانِ بحرِ معنوی
اگر تو معنوی سمندر کا پیاسا ہے
فرجہ کُن در جزیرہ مثنوی
تو مثنوی کے جزیرے کی سیر کر

فرجہ[2] کُن چندانکہ اندر ہر نفس
تو اس قدر سیر کر کہ ہر سانس میں
مثنوی را معنوی بینی و بس
مثنوی کو صرف معنوی دیکھنے لگے

بادکہ را ز آبِ جُو چوں وا کُند
ہوا جب گھاس کو نہر کے پانی سے جُدا کر دیتی ہے
آب یک رنگیِ خود پیدا کُند
پانی اپنی یک رنگی دکھاتا ہے

شاخہای تازۂ مرجاں بہ بیں
مونگے کی نئی شاخیں دیکھ لے
میوہائے رُستہ زآبِ جاں بہ بیں
جان کے پانی سے اُگے ہوئے میوے دیکھ لے

چوں ز حرف و صوت و دم یکتا شود
جب حرف اور آواز اور سانس سے جدا ہو جائے
آں ہمہ بگذارد و دریا شود
اُن سب کو چھوڑ کر دریا ہو جائے

حرف گوی و حرف نوش و حرفہا
بات کہنے والا اور بات سننے والا اور باتیں
ہر سہ جاں گردند اندر انتہا
آخر میں تینوں رُوح بن جائیں گی

ناں[3] دہند و ناں ستان و نانِ پاک
روٹی دینے والا اور روٹی لینے والا اور پاک روٹی
سادہ گردند از صُوَر گردند خاک
صورتوں سے سادہ بن جائینگی، مٹی بن جائینگی

لیک معنیٰ شاں بُوَد در سہ مقام
لیکن اُن کی رُوح تین مقام پر ہو گی
در مراتب ہم ممیّز ہم مدام
مرتبوں میں بھی جُداگانہ اور دوام میں بھی

خاک شُد صورت ولے معنیٰ نشُد
صورت مٹی ہو گئی لیکن معنیٰ نہ ہوئے
ہر کہ گوید شُد تو گویش نے نشُد
جو کہے کہ ہو گئے تو اُس سے کہدے نہیں نہیں ہوئے

در جہانِ رُوح ہر سہ مُنتظر
عالمِ روح میں تینوں منتظر ہیں
گہ ز صُورت ہارب و گہ مُستقر
کبھی صورت سے متنفّر اور کبھی قرار پانے والے

خاک شُد۔ جسم فانی ہے اور روح باقی ہے اُس کے بقا کا انکار نہ کرنا چاہیئے۔ در جہاں۔ صورت کے فنا ہونے کے بعد رُوح ہمیشہ کے لئے صورت سے علیحدہ نہیں ہوتی۔ حضرت حق تعالیٰ اُس کو مختلف صورتیں عنایت کرتے رہتے ہیں۔ ہارِب۔ بھاگنے والا۔

[1] غالب۔ اِس طرح کی جنگ کرنے والا دونوں جہان میں غالب رہتا ہے۔ آبِ جیحوں۔ اِن جنگوں کے فضائل جو معیتِ حق کے ساتھ ہوتی ہیں دریائے ناپیدا کنار ہیں اگر اُن کی پوری فضیلت نہیں بیان کی جاسکتی ہے تو بقدر ضرورت بیان ضروری ہے مَالَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ۔ جس چیز کا کُل حاصل نہ کیا جاسکے اُس کو پورا چھوڑا نہیں جاتا ہے۔

[2] فرجہ کُن۔ اگر یہ مقصد حاصل کرنا ہے تو مثنوی کی سیر کر اور اُس کے معانی پر غور کر۔ بادکہ۔ دریا جو گھاس میں چھپا ہوا ہے جب ہوا اُس کی گھاس ہٹاتی ہے تو دریا کی یکرنگی نظر آنے لگتی ہے یہی حال مثنوی کا ہے الفاظ کو ہٹا کر معانی پر غور کیا جائے تو حقیقت واضح ہو گی۔ شاخہای۔ گھاس ہٹ جانے کے بعد دریا میں مونگے کی شاخیں نظر آئیں گی۔ چوں۔ کسی مضمون کے لئے حروف بمنزلہ گھاس کے ہیں۔ حرف۔ غور کرنے کے بعد کہنے والا اور سننے والا اور حروف سب حقیقت بن جاتے ہیں۔

[3] ناں دہند۔ اِسکی مثال ایسی ہے جیسے روٹی دینے والا اور روٹی کھانے والا اور روٹی اپنی صورتیں ختم کر دینے کے بعد سب خاک بن جاتے ہیں۔ لیک۔ یہ تینوں چیزیں روح بن جائیں گی لیکن ہر روح کا مقام جداگانہ ہے۔

اَمر آید در صُوَر رَو در رَوَد [1]
حکم ہوتا ہے، جسموں میں جا، چلی جاتی ہے

باز ہَم زِ امرش مُجرّد می شوَد
پھر اُسی کے حکم سے علیحدہ ہو جاتی ہے

پس لَہُ الخَلقُ لَہُ الاَمرُ بداں
"اُسی کیلئے خَلق ہے اور اُسی کیلئے امر ہے" تو سمجھ لے

خَلق صُورت، اَمر جاں راکِب بَراں
خَلق صورت ہے، اَمر اُس پر سوار رُوح ہے

راکِب و مرکوب در فرمانِ شاہ
سوار اور سواری، شاہ کے حکم میں ہیں

جسم بَر درگاہ و جاں دَر بارگاہ
جسم درگاہ پر اور رُوح دربار کے اندر ہے

چونکہ خواہد کاب آید در سبُو
جب وہ چاہتا ہے کہ پانی ٹھلیا میں آ جائے

شاہ گوید جیشِ جاں را کار کبُوا
شاہ، رُوح کے لشکر کو کہدیتا ہے کہ "سوار ہو جاؤ"

باز جانہا را چو خواند بَر عُلو [2]
پھر جب روحوں کو اوپر بُلاتا ہے

بانگ آید از نقیباں کانزِلُوا
نقیبوں کی جانب سے آواز آتی ہے کہ "اُترو"

بَعد ازیں باریک خواہد شد سُخن
اس کے بعد بات باریک ہو جائے گی

کم کُن آتش ہیزُمش افزوں مکُن
آگ کو کم کر اُس کے ایندھن کو نہ بڑھا

تا نجوشد دیگہائے خُرد زُود
تاکہ چھوٹی دیگیں جلد نہ اُبل پڑیں

دیگِ ادراکات خُرد ست و فرود
ادراکات کی دیگ چھوٹی اور کم درجہ کی ہے

پاک سُبحانے کہ سیبستاں کُند
وہ سبحان پاک ہے، جو سیبوں کا باغ لگاتا ہے

دَر غَمامِ حرفشاں پنہاں کُند
اُن کو حروف کے اَبر میں پوشیدہ کر دیتا ہے

زیں غَمامِ بانگ و حرف و گفتگو
اس آواز اور حروف اور گفتگو کے اَبر کی وجہ سے

پَردہ کز سیب نایدَ غیرِ بُو
ایسا پردہ ہے کہ سیب کی خوشبو کے سوا کچھ نہیں آتا

بارے افزوں کَش تو ایں بُو را بہوش [3]
تو اس خوشبو کو ضرور ہوش کیساتھ خوب کھینچ

تا سُویِ اَصلت بَرد بگرفتہ گوش
تاکہ تجھے کان پکڑ کر اصل کی جانب لے جائے

بُو نگہدار و بپرہیز از زُکام
خوشبو کی حفاظت کر اور زکام سے بچ

تَن بپوش از باد و بُودِ سردِ عام
جسم کو عام کی سرد ہوا اور ہستی سے بچا

تا نبندا یَد مَشامت از اَثر
تاکہ تیرے نتھنے (اثر سے) بند نہ ہو جائیں

اے ہوا شاں از زمستاں سَرد تَر
اے (مخاطب)! اُن کی ہوا جاڑے سے زیادہ سرد ہے

چوں جماد اند و فسُردہ تَن شگرف
وہ جماد (جیسے) اور ٹھٹھرے ہوئے عجیب جسم ہیں

می جہد اَنفاسِ شاں از تَلِّ برف
اُن کے سانس برف کے تودے سے نکل رہے ہیں

[1] اَمر آید۔ کبھی رُوح کے مُصوّر ہونے کا حکم ہوتا ہے۔ کبھی مجرد ہونے کا۔ لَہُ الخَلق۔ اس آیت میں خلق سے صورت اور امر سے رُوح مراد ہے۔ جسم۔ جسم چونکہ مادّی ہے اس لئے بارگاہ سے باہر ہے اور رُوح چونکہ مجرّد ہے اس لئے اُس کا رُتبہ بارگاہ کے اندر ہے۔ چونکہ۔ جب خدا رُوح کو مُصوّر کرنا چاہتا ہے اُس کو حکم دیدیتا ہے کہ جسم کی سواری پر سوار ہو جا۔

[2] باز جانہا۔ جب پھر اُنکو جسم سے مجرّد کرتا ہے تو اُنکو حکم دیتا ہے کہ اپنی سواریوں سے اُتر آؤ۔ بعد ازیں۔ اب یہ بات عوام کے ذہن سے دُور ہو رہی ہے لہٰذا اس کو ختم کر دیا جائے آتش سے کلام اور ہیزم سے اُس کی طوالت مُراد ہے۔ تا نجوشد۔ رُوح کے جسم میں آنے جانے کی پوری کیفیت عوام کی عقول سے بالاتر ہے۔ پاک۔ اللہ تعالےٰ معانی کے سیبستان پیدا فرماتا ہے اور اُنکو حروف کے ابر میں پوشیدہ کر دیتا ہے اور لوگوں کو صرف خوشبو پہنچتی ہے۔

[3] بارے۔ جب اَسرار کی خوشبو پہنچے تو اسکے ذریعہ اصل تک پہنچنے کی کوشش کر۔ بُو نگہدار۔ خوشبو کی حفاظت کر اور اپنے آپ کو زکام سے بچا جو عوام کے خلط ملط سے پیدا ہوتا ہے۔ تا نبندا یَد۔ عوام کی صحبت رُوحانی امراض پیدا کرنے میں بہت سخت ہے۔

چوں زمیں زیں برف در پوشد کفن — تیغِ خورشیدِ حُسامُ الدّیں بزن[1]

جب زمین اِس برف کا کفن پہن لے — حُسامُ الدّین کے سورج کی تلوار چلادے

ہیں برآر از شرق سیفُ اللہ را — گرم کُن زاں شرق ایں درگاہ را

خبردار! مشرق سے اللہ کی تلوار کو نکال لے — اِس سورج سے اُس درگاہ کو گرم کردے

برف را خنجر زند آں آفتاب — سَیلہا ریزد زکُہہا بر تُراب

وہ سورج برف کے خنجر مار دے گا — پہاڑوں سے زمین پر بہت سے بہاؤ بہا دیگا

زانکہ لاشرقی ولاغربی ست اُو — با مُنجّم روز و شب حربی ست اُو

کیونکہ وہ نہ شرقی ہے، نہ غربی ہے — وہ شب و روز مُنجّم سے لڑائی میں ہے

کہ چرا جز من، نجومِ بے ہُدیٰ — قبلہ کردی از لئیمی و عمیٰ

کہ تو نے کیوں میرے علاوہ بے ہدایت ستاروں کو — کمینہ پن اور اندھے پن سے قبلہ بنایا ہے؟

تا خوشت ناید مقالِ آں امین[2] — در نُبی کہ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن

یہاں تک کہ تجھے اُس امین کی بات بھلی نہ لگی — قرآن میں، کہ میں غروب کرنیوالوں سے محبت نہیں کرتا

از قزح در پیشِ مہ بستی کمر — زاں ہمی رنجی ز وَانْشَقَّ الْقَمَر

تو نے سورج کے سامنے دھنک کمان کا پٹکا باندھا — اسی وجہ سے تو "اور سورج شق ہو گیا" سے رنجیدہ ہے

منکری ایں را کہ شَمْسٌ کُوِّرَتْ — شمس پیشِ تست اعلیٰ مرتبت

تو اِس کا منکر ہے کہ سورج لپیٹ دیا جائے گا — تیرے نزدیک سورج بلند مرتبہ ہے

از ستارہ دیدہ تصریفِ ہوا — نا خوشت آید اِذَا النَّجْمُ ھَوٰی

تو ہوا میں تصرّف ستارے سے سمجھا ہے — اسی لئے تجھے "جبکہ ستارہ گر جائے گا" ناپسند ہے

خود[3] مؤثّر تر نباشد مہ زناں — اے بسا نانے کہ بُبرید عرقِ جاں

چاند، یقیناً روٹی سے زیادہ مؤثّر نہیں ہے — اے (مخاطب)! بہت سی روٹیاں ہیں جنھوں نے روح کی رگ کاٹ دی ہے

خود مؤثّر تر نباشد زُہرہ زاب — اے بسا آبا کہ کرد اُو تن خراب

یقیناً زہرہ پانی سے زیادہ مؤثّر نہیں ہے — اے (مخاطب)! بہت سے پانی ہیں جنھوں نے جسم کو تباہ کیا ہے

مہرِ آں در جانِ تست و پندِ دوست — میزند بر گوش تو بیرونِ پوست

اُس (ستارے) کی محبت تیری جان میں ہے اور دوست کی نصیحت — کھال سے باہر، کان سے ٹکراتی ہے

پندِ مادر تو نگیرد اے فلاں — پندِ تو در ما نگیرد ہم بداں

اے فلاں! ہماری نصیحت تجھ میں اثر نہیں کرتی ہے — سمجھ لے، تیری نصیحت بھی ہم میں اثر نہیں کرتی

---

[1] حُسامُ الدّین۔ یعنی کامل ولی۔ شرق۔ مشرق، شرقی۔ سورج۔ درگاہ۔ یعنی جسم، برف۔ سورج کی حرارت سے برف گھل جائیگا۔ زانکہ۔ اولیاء کی صحبت ایسا سورج ہے جس کا شرق اور غرب سے تعلق نہیں ہے۔ کہ چرا۔ یہ سورج مُنجّم سے کہتا ہے کہ تو نے ستاروں کو اپنا قبلہ کیوں بنا رکھا ہے۔

[2] آں امین۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا تھا کہ میں اِن غروب کر جانے والے ستاروں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ۔ نجومی قمر کے شق ہونے کی بات سے ناخوش ہوتا ہے۔ منکری۔ نجومی اِس بات کا بھی منکر ہے کہ قیامت میں سورج کو بے نور کر دیا جائیگا اور ستارے ٹوٹ جائینگے۔

[3] خود۔ بیشک علمِ نجوم سے فوائد ہیں لیکن ستاروں کو مؤثّرِ حقیقی سمجھنا غلطی ہے جیسے روٹی میں فوائد ہیں لیکن اُس کا غلط استعمال ہلاک کر دیتا ہے۔ نیز زُہرہ ستارے میں پانی سے زیادہ تاثیر نہیں ہے لیکن پانی کا غلط استعمال بھی بربادی کا سبب ہے۔ مہرآں۔ ستارے کی محبت نجومی کے دل سے پیوستہ ہو گئی ہے اور نصیحت صرف کان کے اوپر لگتی ہے۔ پندما۔ منکر پر ہماری نصیحت اثر نہیں کرتی ہے ہاں اگر خدا اُس کے کان کھولدے تو نصیحت اثر کرنے لگے۔

جُز مگر مفتاحِ خاصِ آید ز دوست
اِس کے سوا کر دوست کی جانب سے خاص کُنجی آجائے

کہ مَقَالِیدُ السَّمٰوٰتِ آنِ اُوست
کیونکہ آسمانوں کی کُنجیاں اُس کی ملکیت ہیں

ایں[1] سخن ہمچوں ستارہ است و قمر
یہ بات بھی ستارے اور چاند کی طرح ہے

لیک بے فرمانِ حق ندہد اثر
لیکن خدا کے حکم کے بغیر اثر نہیں کرتی ہے

ایں ستارہ بیجہت، تاثیرِ اُو
یہ ستارہ بے جہت ہے، اُس کی تاثیر

میزند بر گوشہائے وحی جُو
وحی کے جویاں کانوں میں پہنچتی ہے

کہ بیائید از جہت تا بیجہات
کہ جہت سے بے جہات کی جانب آجاؤ

تا ندرّاند شمارا گرگِ مات
تاکہ تمہیں موت کا بھیڑیا پھاڑ نہ ڈالے

آنچناں کہ لمعۂ دُرپاشِ اُوست
اِس طرح پر کہ اُس کی موتی برسانے والی روشنی

شمسِ دنیا در صفت خفّاشِ اُوست
دنیا کا سورج، صفت میں اُس کی چمگادڑ ہے

ہفت[2] چرخے ازرقی در رقِ اُوست
سات نیلے آسمان، اُس کی غلامی میں ہیں

پیکِ ماہ اندر تپے و در دقِ اُو
چاند کا قاصد، اُس سے تپ اور دق میں ہے

زُہرہ چنگ مسئلہ در وے زدہ
زہرہ نے سوال کا ہاتھ اُس سے وابستہ کر دیا ہے

مُشتری با نقدِ جاں پیش آمدہ
مشتری نقدِ جان لے کر اُس کے سامنے آگیا ہے

در ہوائے دست بوسِ اُو زُحل
زحل، اُس کی دست بوسی کی خواہش میں ہے

لیک خود را می نہ بیند آں محل
لیکن اپنے لئے یہ رتبہ نہیں دیکھتا ہے

دست[3] و پا مرّیخ چندیں خست ازو
مریخ کے ہاتھ پاؤں اُس سے زخمی ہیں

واں عُطارد صد قلم بشکست ازو
عطارد نے اُس کے سبب سینکڑوں قلم توڑ دیئے ہیں

با منجّم ایں ہمہ انجم بجنگ
یہ ستارے نجومی سے جنگ میں ہیں

کاے رہا کردہ تو جاں بگزیدہ رنگ
کہ اے وہ! جس نے جان کو چھوڑ کر رنگ کو پسند کر لیا ہے

جاں وے است و ما ہمہ رنگ و رقوم
جان وہی ہے اور ہم سب رنگ اور نقوش ہیں

کوکبِ ہر فکرِ اُو جانِ نجوم
اُس کی فکر کا ہر ستارہ، ستاروں کی جان ہے

فکر کو آنجا ہمہ نور ست پاک
فکر کہاں؟ وہاں تو سب پاک نور ہے

بہرِ تست ایں لفظِ فکر اے فکر ناک
اے متفکر! فکر کا لفظ تیرے لئے ہے

ہر ستارہ خانہ دارد در عُلا
بلندی میں ہر ستارے کا ایک خانہ ہے

ہیچ خانہ در نگنجد نجمِ ما
ہمارا ستارہ کسی خانہ میں نہیں سماتا ہے

[1] ایں سخن۔ یعنی خدائی نصیحت ستارے کی طرح ہے جو خدا کے حکم سے ہی مؤثر بنتی ہے۔ ایں ستارہ۔ یعنی دوست کی نصیحت اسی پر اثر کرتی ہے جو وحی کا مشتاق ہے۔ کہ بیائید۔ انسانوں کو باجہت ستارے کو چھوڑ کر بے جہت ستارے یعنی دوست کی نصیحت کی طرف رجوع کرنا چاہیئے تاکہ ہلاکت سے بچ سکیں۔ آنچناں۔ یہ بے جہت ستارہ اس قدر منوّر ہے کہ سورج اُس کی شعاع سے چمگادڑ کی طرح منہ چھپاتا ہے۔

[2] ہفت۔ اس ستارے کے ساتوں آسمان غلام ہیں۔ چاند اس کے سامنے تپ اور دق میں مبتلا نظر آتا ہے۔ زہرہ۔ زہرہ ستارہ اُس کا بھکاری ہے مشتری اُس پر جان نثار کرتا ہے زحل ستارہ اُس کی دست بوسی کرنا چاہتا ہے لیکن اپنے آپ کو اس فضیلت کا مستحق نہیں سمجھتا ہے۔

[3] دست۔ مریخ جو جلاد الفلک ہے اُس نے اُس کی خدمت میں اپنے ہاتھ پاؤں زخمی کر لئے ہیں عطارد جو دبیر الفلک ہے اُس نے اُس کی تعریف میں سینکڑوں قلم توڑ ڈالے ہیں۔ با منجم۔ ستارے نجومی کو ملامت کرتے ہیں کہ تو نے روح یعنی بے جہت ستارے کو چھوڑ کر ہم سے کیوں تعلق پیدا کیا ہے۔ ہر ستارہ۔ یہ ستارہ محدود ہے وہ ستارہ لامحدود ہے۔

جانِ[1] بے سُو در مکاں کے دَر رَوَد — نُورِ نا محدود را حد کے بُوَد

بے جہت جان، مکاں میں کب جاتی ہے؟ — لامحدود نور کی حد کہاں ہوتی ہے؟

لیک تمثیلے و تصویرے کُنند — تاکہ دَریابد ضعیفِ دَرد مَند

لیکن ایک مثال اور تصویر بنادیتے ہیں — تاکہ کمزور دردمند سمجھ لے

مثل نبُود لیک باشد آں مثیل — تاکُند عقلِ مجمّد را گُسیل

وہ مثل نہیں ہوتی لیکن وہ مثال ہوتی ہے — تاکہ منجمد عقل کو کشادہ کردے

عقلِ سَر تیز ست لیکن پائے سُست — زانکہ دل ویراں شُدست و تن درست

سَر کی عقل تیز ہے، لیکن سُست قدم ہے — کیونکہ دل ویران ہے اور جسم درست ہے

عقلِ[2] شاں در نقلِ دنیا پیچ پیچ — فکرِ شاں دَر ترکِ شہوت ہیچ ہیچ

اُنکی عقل دنیا کو منتقل کرنے میں پیچ در پیچ ہے — شہوت کو ترک کرنے میں اُنکی فکر ہیچ در ہیچ ہے

صَدرِ شاں دَر وقتِ دعویٰ ہمچو شرق — صبرِ شاں دَر وقتِ تقویٰ ہمچو برق

اُنکا سینہ دعوے کے وقت سورج کیطرح ہے — اُنکا صبر، تقوے کے وقت برق کی طرح ہے

عالمے اندر ہُنرہا خود نما — ہمچو عالَم بے وفا وقتِ وفا

وہ خود نما ہُنروں میں ایک عالَم ہے — وفا کے وقت دنیا کی طرح بے وفا ہے

وقتِ خود بینی نگنجد دَر جہاں — دَر گلو و معدہ گُم گشتہ چو ناں

خود بینی کے وقت دنیا میں نہیں سماتا ہے — حلق اور معدے میں روٹی کیطرح گُم ہے

ایں[3] ہمہ اوصافِ شاں نیکو شوَد — بَد نماند چونکہ نیکو خُو شوَد

اُنکے یہ سب اوصاف بھلے ہوجاتے ہیں — جب نیک خصلت ہوجاتا ہے وہ بُرے نہیں رہتے ہیں

گرمَنی گندہ بُود ہمچو مَنی — چوں بجاں پیوست یابد روشنی

اگرچہ خودی، منی کی طرح گندی ہے — جب جان سے وابستہ ہوجاتی ہے روشنی حاصل کرلیتی ہے

ہَر جمادے کو کُند رُو دَر نبات — از درختِ بختِ اُو رُوید حیات

جو جماد، نبات کی طرف رُخ کرلیتا ہے — اُسکے نصیبہ کے درخت سے زندگی اُگ آتی ہے

ہر نباتے کو بجاں رُوی آورَد — خضرؑ وار از چشمۂ حیواں خورَد

ہر نبات جو جاں کی جانب رُخ کرلیتی ہے — وہ (حضرت) خضرؑ کی طرح آبِ حیات سے سیراب ہوجاتی ہے

باز چوں جاں رُو سُوی جاناں نہد — رخت را در عمرِ بے پایاں نہد

جب جان، جاناں کی طرف رُخ کرتی ہے — ختم نہ ہونے والی زندگی میں سامان جار کھتی ہے

---

[1] جان۔ روح لامکانی چیز ہے وہ کسی مکاں میں محدود نہیں ہوسکتی ہے۔ لیک۔ روح کی مثالیں محض کمزور عقل والوں کو سمجھانے کے لئے بیان کردی جاتی ہیں لیکن وہ چیز اُس روح کی مثل نہیں ہوتی جو تمام اوصاف میں شریک ہو بلکہ مثال اور مثیل ہوتی ہے۔ مجمّد۔ جامد۔ گُسیل۔ کشادہ کرنا، آزاد کرنا۔ عقلِ سَر۔ تن پرور روح کی تعمیر نہیں کرتا ہے۔

[2] عقلِ شاں۔ اُنکو صرف عقلِ معاش حاصل ہے عقلِ معاد سے وہ بالکل محروم ہیں۔ صدرِ شاں۔ غلط دعووں میں بڑی حیثیت کے مالک ہیں لیکن تقوے کے اعتبار سے اُن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ عالَمے۔ خود نمائی میں وہ ایک دنیا معلوم ہوتا ہے اور وفا کے وقت دنیا کی طرح بے وفا معلوم ہوتا ہے۔ وقت۔ خود بینی کے وقت دنیا میں نہیں سماتا ہے اور گلے اور معدے کی لذت کے وقت روٹی کی طرح گم ہوجاتا ہے۔

[3] این ہمہ۔ انسان جب نیک خصلت بنجاتا ہے تو اُس کی بُرائیاں بھلائیوں میں تبدیل ہوتی ہیں۔ گرمنی۔ خودی بُری چیز ہے لیکن جب اسکا تعلق رُوح سے ہوجائے تو بھلی بنجاتی ہے۔ ہر جمادے۔ جب جماد نبات کا جزو بنجاتا ہے تو فضیلت حاصل کرلیتا ہے۔ ہر نباتے۔ جو نبات روح سے تعلق پیدا کرلیتی ہے اسمیں مزید فضیلت حاصل ہوجاتی ہے۔ باز چوں۔ جب روح اپنا تعلق اللہ سے جوڑ لیتی ہے تو لازوال زندگی حاصل ہوجاتی ہے۔

سوالِ سائل از واعظ کہ مُرغے بر سرِ ربض نشستہ بود سر

ایک سائل کا ایک واعظ سے سوال کرنا کہ جو پرند احاطہ پر بیٹھا ہو اُس کا

اُو فاضل تر ست و شریف تر و عزیز تر و مکرم تر

سَر فاضل اور زیادہ شریف اور زیادہ عزیز اور زیادہ معزز ہے

یا دُمِ اُو و جواب دادنِ واعظ سائل را بقدرِ فہم

یا اُس کی دُم اور واعظ کا سائل کو اُس کے فہم اور ادراک کے مطابق

وادراکِ اُو

جواب دینا

واعظے را گفت روزے سائلے
ایک روز ایک سوال کرنے والے نے ایک واعظ سے کہا

کاے تو منبر را سنی[2] تر قابلے
کہ اے جناب! آپ منبر کے اعلیٰ درجہ کے قابل ہیں

یک سوالستم بگو اے ذو لباب
میرا ایک سوال ہے، اے عقلمند! فرمائیے

اندریں مجلس سوالم را جواب
اِس مجلس میں میرے سوال کا جواب

بر سرِ بارو یکے مُرغے نشست
قلعہ کی دیوار پر ایک پرند بیٹھا ہے

از سر و از دُم کدامینش بہ است
اُس کے سر اور دُم میں سے کون افضل ہے!

گفت اگر رُویش بشہر و دُم بدِہ
اُس نے کہا اگر اُسکا منہ شہر کیطرف اور دُم گاؤں کیجانب ہو

رُوئے اُو از دُمِ اُو میداں کہ بہ
سمجھ لے، کہ اُسکا منہ اُس کی دُم سے بہتر ہے

ور سُوئے شہر ست دُم رُویش بدِہ
اگر دُم شہر کی جانب اور منہ گاؤں کی جانب ہو

خاکِ آں دُم باش واز رُویش بجہ
اُس دم کی خاک بن جا، اور اُس کے چہرے سے بچ

مُرغ با پر می پرد تا آشیاں
پرندہ پروں سے آشیانہ کی طرف پرواز کرتا ہے

پرِ مردم ہمت ست اے مرد ماں
اے لوگو! انسان کا پَر، ہمت ہے

عاشقے کالودہ شُد در خیر و شر
وہ عاشق جو خیر اور شر میں ملوث ہے

خیر و شر منگر تو در ہمت نگر
خیر اور شر کو نہ دیکھ تو ہمت کو دیکھ

باز[3] اگر باشد سپید و بے نظیر
باز اگر سفید اور بے مثال ہو

چونکہ صیدش موش باشد شد حقیر
جبکہ اُسکا شکار چوہا ہو، وہ حقیر ہے

ور بُود جغدے و میلِ اُو بشاہ
اور اگر وہ جغد ہو اور اُسکا میلان شاہ کیجانب ہو

اُو سرِ باز ست منگر در کلاہ
وہ باز کا سر ہے، چوٹی کو نہ دیکھ

---

[1] سوال۔ اِس سوال وجواب سے یہی بتایا ہے کہ ہر چیز اپنے افضل کی معیت سے مزید فضیلت حاصل کر لیتی ہے۔ ربض۔ ماحول، احاطہ۔

[2] سنی۔ بلند۔ بارو۔ قلعہ۔ در ہمت۔ یعنی عاشق کے افعال پر نظر نہ کر بلکہ اُس کی ہمت کو دیکھ جو بہر حال قابلِ تعریف ہے۔

[3] باز۔ باز اگر چوہے کا شکار کرنے لگے تو ذلیل ہے۔ ور بُود۔ اگر جغد شاہ کی طرف نظر رکھے شریف ہے۔

دَر ہمی[1] شیرے خورد از مُردہ خر
اگر شیر مردہ گدھا کھا رہا ہے

سَگ بُوَد اُو شکلِ شیرے کم نگر
وہ کتا ہے، شیر کی شکل کو نہ دیکھ

وَر پلنگ و گرگ را افگند سَگ
اگر کتے نے چیتے اور بھیڑیے کو پھاڑ دیا

شیر میداں مر ورا بے ریب و شک
بے شک و شبہ اُس کو شیر سمجھ

آدمی بسر شتہ از یک مُشتِ گل
آدمی، ایک مُٹھی مٹی سے گُندھا ہوا

بَر گذشت از چرخ واز کوکب بدل
قلب کے ذریعہ آسمان اور ستارے سے بڑھ گیا

آدمی بر قدرِ یک طشتِ خمیر
آدمی جو خمیر کے ایک طشت کی بقدر ہے

بَر فزود از آسمان و از اثیر
آسمان اور کرۂ ناری سے بڑھ گیا

ہیچ کَرَّمْنَا شنید ایں آسماں
اِس آسمان نے کبھی "ہم نے مکرم بنایا" سُنا ہے

کہ شنید ایں آدمیِ پُر غماں
جو اِس غموں کے بھرے ہوئے آدمی نے سنا ہے

بَر زمین و چرخ عَرضہ کرد کس
کسی نے زمین اور آسمان پر پیش کیا ہے

خوبی و عقل و عبارات و ہوس
حُسن اور عقل اور عبارتیں اور تمنا؟

جلوہ کردی ہیچ تو بر آسماں
کبھی تونے آسمان پر رونمائی کی ہے

خوبیِ رُوی و اصابت دَر گماں
چہرے کی خوبصورتی اور گمان میں رائے کی درستگی کی

پیشِ[2] صورتہایِ حمام اے ولَد
اے صاحبزادے! حمام کی تصویروں کے سامنے

عَرضہ کردی ہیچ سیم اندامِ خود
اپنا چاندی جیسا جسم کبھی تونے پیش کیا ہے؟

بگذری زاں نقشہائے ہمچو حور
تو اُن حور جیسی تصویروں سے گذر جاتا ہے

جلوہ آری با عجوزے نیم کور
ایک چندھی بڑھیا کو جلوہ دکھاتا ہے

دَر[3] عجوزہ چیست کایشاں را نبُود
بڑھیا میں کیا ہے، جو انمیں نہیں تھا

کو ترا زاں نقشہا با خود ربُود
جو تجھے اُن تصویروں سے اپنی جانب اُچک لیگئی

تو نگوئی من بگویم دَر بیاں
تو نہ بتا، میں بیان میں بتاتا ہوں

عقل و حس و درک و تدبیر ست و جاں
عقل اور حس اور ادراک اور تدبیر اور جان ہے

دَر عجوزہ جانِ آمیزش کُنے ست
بڑھیا میں جان ہے جو آمیزش کرنے والی ہے

صورتِ گرما بہارا روح نیست
حمام کی تصویروں میں روح نہیں ہے

صورتِ گرمابہ گر جُنبش کُند
حمام کی تصویر اگر حرکت کرنے لگے

دَر زماں از صد عجوزت بر کَند
فوراً تجھے سیکڑوں بوڑھیوں سے جدا کر دے

---

[1] دَر ہمی۔ جو شیر مُردہ گدھے کا شکار کرے، وہ کُتا ہے اور اگر کتا چیتے یا شیر کا شکار کرے تو وہ شیر ہے۔ آدمی۔ انسان جسکی سرشت مٹی اور پانی سے ہے ہمت کیوجہ سے آسمان اور ستاروں سے بلند ہے۔ کَرَّمنا۔ "ہم نے فضیلت دی" یہ انسان کی فضیلت اُس کی بلند ہمت کیوجہ سے ہے، انسانی خصوصیات جو آسمان اور زمین کو حاصل نہیں ہیں وہ محض اُس کی بلند ہمت کی وجہ سے ہیں۔

[2] پیشِ صورتہا۔ حمام کی تصویریں ہمت سے خالی ہیں اور بے قدر ہیں۔ بگذری۔ حمام کی تصویروں سے انسان کوئی تعلق نہیں رکھتا اور ایک بد صورت بڑھیا سے تعلق پیدا کرتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ تصویریں بے روح اور بے ہمت ہیں۔

[3] در عجوزہ۔ بڑھیا کی طرف میلان کی وجہ اُسکا حس و ادراک اور عقل ہی ہے۔ دَر عجوزہ۔ بڑھیا میں روح اور جان ہے جو حمام کی تصویروں میں نہیں ہے۔ صورت۔ اگر حمام کی تصویریں باروح ہو جائیں تو بڑھیا کی طرف کبھی میلان نہ ہو۔

جانؔ چہ باشد باخبر از خیر و شر — شاد با احسان و گریاں از ضرر

جان کیا ہوتی ہے؟ جو خیر اور شر سے باخبر ہے — احسان سے خوش اور نقصان سے رونے والی ہو

چوں سرّ و ماہیتِ جاں مُخبر ست — ہر کہ اُو آگاہ تر با جاں تر ست

جبکہ جان کا راز اور ماہیت اُسکا باخبر ہوتا ہے — جو زیادہ آگاہ ہے جان کے اعتبار سے زیادہ ہے

اقتضای جاں چو اے دل آگہیست — ہر کہ آگہ تر بُود جانش قویست

اے دل! جب جان کا اقتضاء باخبری ہے — جو زیادہ باخبر ہوگا اُسکی جان زیادہ قوی ہوگی

خود جہانِ جاں سراسر آگہیست — ہر کہ بیجان ست از دانش تہی ست

عالمِ ارواح خود سراسر باخبری ہے — جو بے جان ہے وہ دانش سے خالی ہے

رُوح را تاثیر آگاہی بُود — ہر کرا ایں بیش اللّٰہی بُود

روح کی تاثیر باخبری ہے — جس کو یہ زیادہ حاصل ہے وہ اللہ والا ہے

چوںؔ خبر ہا ہست بیروں از نہاد — باشد ایں جانہا دراں میداں جماد

چونکہ بہت سی خبریں وجود سے باہر کی ہیں — تو جانیں اُس میدان میں جماد ہوں گی

جانِ اوّل مظہرِ درگاہ شُد — جانِ جاں خود مظہرِ اللہ شُد

جانِ اول درگاہ کا مظہر ہے — جانِ جاں خود اللہ (تعالےٰ) کا مظہر ہے

آں ملائک جملہ عقل و جاں بُدند — جانِ نو آمد کہ جسمِ آں شُدند

ملائکہ مجسم عقل اور روح تھے — نئی روح آئی جس کے لئے وہ جسم بن گئے

از سعادت چوں براں جاں برزدند — ہمچو تن آں رُوح را خادم شُدند

سعادت کی وجہ سے جب اُس روح سے جا ملے — جسم کی طرح، اُس روح کے خادم ہوگئے

آںؔ بلیس از جاں ازاں سر بُردہ بُود — یک نشُد با جاں کہ عضوِ مُردہ بُود

اُس شیطان نے اُس جان سے سرتابی کی — جان کے ساتھ ایک نہ بنا کیونکہ مردہ عضو تھا

چوں نبُودش آں فدای آں نشُد — دست بشکستہ مطیعِ جاں نشُد

چونکہ اسکو وہ (سعادت) حاصل نہ تھی وہ اس روح پر نثار — ٹوٹا ہوا ہاتھ تھا جان کا فرماں بردار نہ بنا

جاں نشُد ناقص گر آں عضوش شکست — کاں بدستِ اُوست تاند کرد ہست

اگر اسکا وہ عضو ٹوٹ گیا جان ناقص نہ ہوئی — کیونکہ وہ اسکے قبضہ میں ہے اسکو موجود کرسکتی ہے

سرِ دیگر ہست کو گوشِ دگر — طوطیٔ کو مستعدِ آں شکر

ایک دوسرا راز ہے، دوسرا کان کہاں ہے؟ — وہ طوطی کہاں ہے جو اس شکر کی استعداد رکھے؟

۱؎ جاں۔ جان کے خواص یہ ہیں کہ وہ بھلے بُرے کو پہچانتی ہے، احسان سے خوش اور نقصان سے غمگین ہوتی ہے چوں۔ جبکہ جان کے یہ خواص ہیں تو جو زیادہ باخبر ہوگی وہ مکمل جان ہوگی اور جو شخص زیادہ باخبر ہوگا اُسکی جان زیادہ قوی ہوگی، بے جان، دانش اور عقل سے خالی ہوتا ہے۔ روح۔ روح کی تاثیر آگاہی ہے جو روح اس صفت میں بڑھی ہوئی ہوگی وہ خدائی روح ہوگی۔

۲؎ چوں۔ اگر طبیعت میں علم و احساس کا مادّہ نہیں ہے تو ذی روح بمنزلہ جماد کے سمجھا جائے گا۔ جانِ اول۔ وہ روح جو مدبّر بدن ہے وہ اللہ کی صفات کا مظہر ہے اور جان کی جان جو علوم و معارف سے متصف ہو جاتی ہے وہ مظہرِ ذاتِ حق ہو جاتی ہے۔ آں ملائک۔ ملائک مجسم عقل و جان تھے لیکن وہ حضرت آدمؑ کی روح کے اسطرح تابع ہوگئے جسطرح جسم روح کے تابع ہے۔

۳؎ آں بلیس۔ شیطان نے اُس روح سے رابطہ منقطع کر لیا وہ مردہ عضو بن کر رہ گیا۔ دستِ بشکستہ۔ جو عضو ٹوٹ جاتا ہے وہ روح سے خالی ہو جاتا ہے جاں نشُد۔ لیکن شیطان کی نافرمانی سے آدمؑ کے کمال میں نقصان نہیں آیا۔ سرِّ دیگر۔ شیطان کی نافرمانی کا ایک اور راز بھی ہے جو عوام کے سامنے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ سرِّ دیگر۔ دوسری جگہ مولانا نے یہ راز بھی ظاہر کیا ہے اور بتایا ہے کہ حضرت حق تعالیٰ کی صفت مضل کا مظہر بننا تھا اسلئے بھی شیطان کو پیدا کیا ہے۔

طوطیانِ خاص را قندیست ژرف
خاص طوطیوں کے لئے شکر بہت ہے

طوطیانِ عام ازیں خور بستہ طرف
عام طوطیوں نے اس خوراک سے آنکھ بند کر رکھی ہے

کے چشد درویشِ صورت زاں نکات
صورت کا بھکاری اِن نکتوں کو کیا چکھ سکتا ہے؟

معنی ست آں نے فعولن فاعلات
وہ معنی ہیں فعولن فاعلات نہیں ہے

از خرِ عیسیٰ دریغش نیست قند
(حضرت) عیسیٰؑ کو اپنے گدھے سے شکر کے بارے میں دریغ نہیں

لیک خر آمد بخلقت کہ پسند
لیکن گدھا طبعاً گھاس کو پسند کرتا ہے

قند خر را گر طرب انگیختے
اگر گدھے کو شکر خوش کر سکتی

پیشِ خر قنطارِ شکر ریختے
تو وہ گدھے کے سامنے ہی شکر کا بورا ڈال دیتے

معنیِ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ
"ہم اُنکے مونہوں پر مہر لگائیں گے" کے معنی

ایں شناس اینست رہرو را مُہم
یہ سمجھ لے، یہ سالک کے لئے ضروری ہے

تا ز راہِ خاتمِ پیغمبراں
پیغمبروں کے خاتم کے راستے کے ذریعہ

بوکہ برخیزد ز لب ختمِ گراں
ہو سکتا ہے کہ ہونٹ سے بھاری مہر ہٹ جائے

ختمہائے کانبیا بگذاشتند
وہ مہریں جو انبیاء باقی چھوڑ گئے تھے

آں بدینِ احمدی برداشتند
اُن کو احمدیؐ دین کے ذریعہ ہٹا دیا ہے

قفلہایِ ناکشادہ ماندہ بود
جو بغیر کھلے ہوئے تالے رہ گئے تھے

از کفِ اِنَّا فَتَحْنَا برکشود
"بیشک ہم نے کھول" کے ہاتھ سے کھلے

او شفیع ست ایں جہان و آنجہاں
وہ اِس جہان اور اُس جہان کے سفارشی ہیں

ایں جہاں در دین و آنجا در جناں
اِس جہان میں دین کے اور اُس جہان میں جنتوں کے

ایں جہاں گوید کہ تو رہ شاں نما
یہ جہان کہتا ہے کہ آپ اُن کو راستہ دکھائیں

واں جہاں گوید کہ تو مہ شاں نما
وہ جہان کہتا ہے کہ آپ اُن کو چاند دکھائیں

پیشہ اش اندر ظہور و در کموں
ظاہر اور باطن میں اُن کی عادت

اِهْدِ قَوْمِیْ اِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ
"میری قوم کو ہدایت دے بیشک وہ بے خبر ہیں" ہے

---

۱ طوطیاں۔ خاصانِ خدا کے لئے اسرار کی شکر بکثرت موجود ہے وہ اُس سے غذا حاصل کر رہے ہیں عوام اس طرف توجہ نہیں کرتے ہیں۔۔ کے چشد۔ جو شخص محض لفظوں کا بھکاری ہے اُس کو معانی کا لطف حاصل نہیں ہوتا یہ مثنوی محض شاعری نہیں ہے بلکہ اسرار کا بیان ہے۔ از خرِ عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰؑ اپنے گدھے کو بھی اسرار کی تعلیم دے سکتے تھے لیکن اُس میں استعداد ہی نہ تھی۔ قند۔ اگر ان کا گدھا اسرار سننے کی اہلیت رکھتا تو وہ اُس کو اسرار کی تعلیم دیتے۔ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ "آج ہم اُن کے مونہوں پر مہر لگائیں گے" مولانا فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اُنہیں اسرار کو ہضم کرنے کی استعداد نہیں ہے۔

۲ تا ز راہ۔ اگر یہ بے استعداد لوگ آنحضورؐ کا طریقہ اختیار کریں تو ہو سکتا ہے اُن میں استعداد پیدا ہو جائے اور وہ مہر جو اِن لوگوں کے منہ پر لگی ہے آنحضورؐ کی برکت سے اُکھاڑ دی جائے۔ قفلہای۔ اِن لوگوں کے منہ پر جو قفل لگے ہوئے ہیں وہ آنحضورؐ کی برکت سے کھل جائیں گے۔ اِنَّا فَتَحْنَا۔ قرآنِ پاک میں فرمایا گیا ہے کہ "بیشک ہم نے اُن کے لئے فتح کر دیا" اِس میں صرف مکہ کی فتح مراد نہیں ہے بلکہ قفلوں کا کھلنا بھی مراد ہے ــــــــ

۳ او شفیع۔ آنحضورؐ دونوں جہانوں کے شفیع ہیں دنیا میں اُنکی سفارش سے اسرارِ دین تک رسائی ہوئی ہے اور آخرت میں جنت تک رسائی ہوگی۔ ایں جہاں۔ دنیا بزبانِ حال آپ سے کہتی ہے کہ اُن کو راہِ ہدایت دکھلایئے اور آخرت کہے گی کہ اُن کو دیدارِ خداوندی کرایئے۔ اِهْدِ۔ آنحضورؐ کی دعا تھی کہ "خدا میری قوم کو ہدایت دے وہ جانتے نہیں ہیں"

بازگشته[1] از دمِ اُو ہر دو باب | در دو عالم دعوتِ اُو مُستجاب

ان کی دُعا سے دونوں دروازے کھُلے | دو جہاں میں اُن کی دُعا مقبول ہے

بہرِ ایں خاتم شدست اُو کہ بجود | مثلِ او نے بود و نے خواہند بود

اسلئے وہ خاتم بنے، کیونکہ سخاوت میں | اُن جیسا نہ تھا اور نہ ہوں گے

چونکہ در صنعت بَرد اُستاد دست | نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

جب کوئی اُستاد کاریگری میں بازی لے جاتا ہو | کیا تو نہیں کہتا کہ کاریگری اس پر ختم ہے!

در گشادِ[2] ختمہا تو خاتمی | در جہانِ رُوح بخشاں حاتمی

آپ مہروں کے کھولنے میں خاتم ہیں | رُوح بخشنے والوں کے جہان میں آپ حاتم ہیں

ہست اشاراتِ محمدؐ المُراد | کُل کُشاد اندر کُشاد اندر کُشاد

خلاصہ یہ ہے کہ محمدؐ کے ارشادات میں | سب مفتوح در مفتوح در مفتوح ہیں

صد ہزاراں آفریں بر جانِ اُو | بر قدوم و دورِ فرزندانِ اُو

آپ کی جان پر لاکھوں آفرین ہیں | اُن کی تشریف آوری اور آپکے فرزندوں کے دور پر (بھی)

آں خلیفہ زادگانِ مُقبلش | زادہ اند از عنصرِ جان و دِلش

اُن کے وہ بااقبال شہزادے | جو اُن کے دل اور جان کے جوہر سے پیدا ہوئے

گر ز بغداد و ہری یا از رَے اند | بے مزاجِ آب و گِل نسلِ وے اند

خواہ وہ بغداد اور ہرات یا رَے کے ہیں | بغیر پانی اور مٹی کے ملاؤ کے آپ کی نسل سے ہیں

شاخِ گُل ہر جا کہ رُوید ہم گُل ست | خُمِ مُل ہر جا کہ جوشد ہم مُل ست

پھول کی شاخ جہاں بھی اُگے پھول ہے | شراب کا مٹکا جہاں بھی جوش مارے شراب ہے

گر ز مغرب[3] بر زند خورشید سر | عینِ خورشید ست نے چیزے دگر

اگر سورج مغرب سے رونما ہو | بعینہٖ سورج ہے نہ کہ دوسری چیز

عیب چیناں را ازیں دَم کور دار | ہم بستاریِ خود اے کردگار

عیب نکالنے والوں کو اس کلام سے اندھا رکھ | اے خدا! اپنی ستاری سے

گفت حق چشمِ خفاشِ بدسگال | بستہ ام من ز آفتابِ بے مثال

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ بدخواہ چمگادڑ کی آنکھ کو | میں نے بے مثال سورج سے بند کر دیا ہے

از نظر ہائے خفاشِ کم و کاست | انجم و آں شمس نیز اندر خفاست

چمگادڑوں کی ناقص نظروں سے | ستارے اور وہ سورج بھی پوشیدگی میں ہے

---

[1] بازگشتہ۔ آنحضورؐ کی دونوں دُعائیں مقبول ہیں: بہتر ایں۔ آنحضورؐ کو خاتم النبیین محض اس لئے نہیں کہا گیا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا بلکہ اس لئے بھی کہا گیا ہے کہ فیض رسانی میں نہ آپ جیسا کوئی ہوا اور نہ ہو گا یعنی جس طرح آپ خاتم زمانی ہیں اسی طرح آپ کمالات کے بھی خاتم ہیں۔ چونکہ۔ جب کوئی اُستاد کسی دستکاری میں انتہائی کمال پیدا کر لیتا ہے تو کہا جاتا ہے یہ دستکاری اس پر ختم ہے۔

[2] در گشاد۔ آنحضورؐ کو مہروں کے کھولنے میں اسی درجہ کمال تھا کہ آپ کو خاتم کہا گیا۔ اشارات۔ آنحضورؐ کے کلام میں وہ اشارے ہیں جنسے مہروں کی کشادگی ہی کشادگی ہے فرزنداں۔ یعنی روحانی اولاد۔ آں خلیفہ زادگاں۔ آپ کے جانشین جو آپ کے منفر سے بنے ہیں۔ گر۔ یہ جانشین خواہ کسی ملک کے ہوں وہ آپ کی روحانی اولاد ہیں۔ شاخ۔ کسی درخت کی قلم جہاں بھی لگاؤ وہ اسی درخت کا فرد ہے۔ شراب کسی بھی برتن میں ہو وہ شراب ہی ہے لہٰذا اولاد میں باپ ہی کا اثر ہے۔

[3] گر ز مغرب۔ سورج جہاں سے بھی طلوع کرے سورج ہی ہے۔ عیب چیناں۔ ان بزرگوں کے جو عیب چین ہیں تکوینی اعتبار سے ان کو میرے اس کلام سے محروم رکھ گفت حق۔ جن کے قلب پر مہر لگ گئی ہے ان کی آنکھیں ایسی نشانیوں سے محروم ہیں۔

نکوہیدنِ ناموسہائے بوسیدہ راکہ مانعِ ذوقِ ایمان و
بُرانی عزتوں کی بُرائی جو ایمان کے ذوق سے مانع ہیں اور سچائی کے ضعف

دلیلِ ضعفِ صدق اندو راہزنِ صد ہزار ابلہ چنانکہ
کی دلیل ہیں اور لاکھوں بیوقوفوں کے لئے راہزن ہیں جیسا کہ

راہزنِ آں مخنث شدہ بودند گوسفنداں و نمی یارست گذشتن و
اُس ہیجڑے کے لئے بکریاں ہوگئی تھیں اور وہ گذر نہ سکا اور ہیجڑے

پرسیدنِ مخنثش از چوپاں کہ ایں گوسفندانِ تو عجب
نے گڈریئے سے پوچھا کہ تعجب ہے یہ تیری بکریاں مجھے کاٹتی

مرا می گزند گفت اگر مردی و در تو رگِ مردی ہست
ہیں، اُس نے کہا کہ اگر تو مرد ہے اور تجھ میں مردانگی کی رگ ہے تو

ہمہ فدائے تو اند و اگر مخنثی ہر یکے ترا اژدرہاست مخنثے
یہ سب تجھ پر قربان ہیں اور اگر تو ہیجڑا ہے تو ہر ایک تیرے لئے

دیگر ہست کہ در حالے کہ گوسفنداں دید بازگشت و از
اژدہا ہے، ایک دوسرا ہیجڑا ہے کہ جیسے ہی اس نے بکریاں دیکھیں تو واپس ہوگیا اور

پرسیدن ترسید کہ اگر من بپرسم گوسفنداں اندر من
دریافت کرنے سے ڈرا کہ اگر میں دریافت کروں گا تو بکریاں مجھ پر حملہ کردینگی

اُفتند و مرا بگزند
اور مجھے کاٹ لیں گی

اے ضیاء الحق حسام الدین بیا اے ضیاء الحق حسام الدین! آجایئے	اے صقالِ روح و سلطانِ ہُدیٰ اے روح کی صیقل اور ہدایت کے شہنشاہ!
مثنوی را مسرحِ مشروح دہ مثنوی کو کشادہ میدان دیدیجئے	صورتِ امثالِ او را روح دہ اُس کی مثالوں کی صورت کو روح دیدیجئے
تا حروفش جملہ عقل و جاں شوند تاکہ اُس کے حروف مجسم عقل اور جان بنجائیں	سوئے خلدستانِ جاں پرّاں شوند جان کی جنت کی طرف اڑنے لگیں
ہم بسعیِ تو ز ارواح آمدند آپ ہی کوشش سے (عالمِ) ارواح سے آئے ہیں	سوئے دامِ حرف مستحقن شدند حروف کے جال میں قیدی ہوگئے ہیں

۱۔ نکوہیدن۔ جس طرح یہ ہیجڑے بلا وجہ بکریوں سے ڈر گئے اسی طرح کم ہمت لوگ اپنے جاہ و ناموس کے خیال سے حق کے قبول کرنے سے ڈرتے ہیں۔

۲۔ مسرح۔ چراگاہ۔ مشروح۔ کشادہ۔ امثال۔ حکایات۔ سوئے۔ یعنی مثنوی کے الفاظ عالمِ غیب کی جانب متوجہ ہوجائیں۔

بادعمرت در جہاں ہمچوں خضر[1]
دنیا میں آپ کی عمر خضرؑ کی طرح ہو
جاں فزا و دستگیر و مستمر
جان کو بڑھانے والی اور دستگیر اور زندہ جاوید

چوں خضرؑ و الیاسؑ مانی در جہاں
آپ حضرت خضرؑ اور الیاسؑ کی طرح دنیا میں رہیں
تا زمیں گردد ز لطفت آسماں
تاکہ آپ کی حمایت سے زمین آسمان بن جائے

گفتمے از لطف تو جزوے ز صد
میں تیری مہربانی میں سے ایک فی سیکڑہ بیان کرتا
گر نبودے طمطراق چشمِ بد
اگر نظرِ بد کا زور و شور نہ ہوتا

لیک از چشمِ بد زہر آب دم
لیکن بری نظر کے زہریلے پانی کے اثر سے
زخم ہائے روح فرسا خوردہ ام
روح کو گھٹانے والے میں نے بہت سے زخم کھائے ہیں

جز[2] برمزِ ذکرِ حالِ دیگراں
سوائے دوسروں کے ذکر کے اشارے کے
شرح حالت می نیارم در بیاں
میں آپ کی حالت کا بیان نہیں کر رہا ہوں

ایں بہانہ ہم ز دستانِ دلے ست
یہ بہانہ بھی اس دل کے مکر کی وجہ سے ہے
کہ ازو پاہای دل اندر گلے ست
جس کی وجہ سے دل کے پاؤں مٹی میں دھنسے ہوئے ہیں

صد دل و جاں عاشقِ صانع شدہ
سیکڑوں جان اور دل صانع کے عاشق ہوئے
چشمِ بد یا گوشِ بد مانع شدہ
بری نظر یا برا کان مانع بنا

خود یکے بوطالب آں عمِ رسولؐ
ایک ابو طالب ہی رسولؐ کے چچا
می نمودش شنعتِ عرباں مہول
اُن کو عربوں کا (طعن و) تشنیع خوفناک نظر آیا

کہ چہ گویندم عرب کز طفلِ خود
کہ مجھے کیا کہیں گے کہ اپنے بچے کی وجہ سے
او بگردانید دینِ معتمد
اُس نے اپنا معتمد دین بدل دیا

منصب[3] اجداد و آبا را بماند
آباء و اجداد کا منصب چھوڑ دیا
در پئے احمدؐ چنیں بیرہ براند
احمدؐ کے پیچھے بے راہ روانہ ہوگیا

آں رسولِ پاکباز و مجتبیٰؐ
اُس منتخب اور پاکباز رسولؐ نے
از پئے آں تا رہاند مرو را
اس لئے کہ اُن کو نجات دے

گفتش اے عم یک شہادت تو بگو
اُن سے کہا اے چچا! ایک گواہی دیدیجئے
تا کنم با حق شفاعت بہرِ تو
تاکہ میں اللہ تعالیٰ سے آپ کی سفارش کروں

گفت لیکن فاش گردد از سماع
اُنھوں نے کہا لیکن سننے سے مشہور ہو جائے گا
کلُ سِرٍّ جاوزَ الاثنین شاع
جو راز دو سے بڑھا مشہور ہوا

---

[1] خضر۔ حضرت خضرؑ پریشانوں کی حوصلہ افزائی اور بیکسوں کی دستگیری کرتے ہیں اور جب سے پیدا ہوئے ہیں برابر زندہ ہیں یہ تینوں باتیں حضرت حسام الدین کو حاصل ہوجائیں۔ الیاسؑ۔ حضرت الیاسؑ زندہ آسمانوں پر اُٹھائے گئے ہیں۔ گفتمے۔ لوگوں کی نظرِ بد کے ڈر سے میں آپ کے معمولی احوال بھی ذکر نہیں کر رہا ہوں۔

[2] جز۔ دوسرے بزرگوں کے پیرایہ میں آپ کا ذکر کرتا ہوں۔ ایں بہانہ یعنی صراحۃً ذکر نہ کرنا۔ دلے۔ یعنی حاسد کا دل۔ پاہای دل یعنی میرے دل کے پاؤں۔ صد۔ لوگوں کی نظرِ بد اللہ کے عشق سے بھی مانع بنی ہے۔ بوطالب۔ ابو طالب لوگوں کے طعن و تشنیع کی وجہ سے ایمان نہ لائے۔ شنعت۔ بدگوئی۔ عرباں۔ اہلِ عرب۔ مہول۔ خوفناک۔ دینِ معتمد یعنی قریش کا دین۔

[3] منصب یعنی یہ طعنہ دیں گے کہ سرداری خاک میں ملادی۔ گفتش۔ آنحضورؐ نے فرمایا چچا چپکے سے کلمۂ شہادت پڑھ لیجئے۔ مجھے آپ کی سفارش کا حق ہو جائے گا۔ گفت۔ ابو طالب نے کہا۔ راز راز نہ رہے گا مشہور ہو جائیگا۔

من[1] بمانم در زبانِ ایں عرب — پیشِ ایشاں خوار گردم زیں سبب

میں اِن عربوں کی زبانوں پر رہوں گا — اِس سبب سے اُن کے سامنے ذلیل ہو جاؤں گا

لیک اگر بودیش لُطفِ ماسبق — کے بُدے ایں بَددلی با جذبِ حق

لیکن اگر اُن پر ازلی مہربانی ہوتی — حق کے جذبہ کے سامنے یہ بددلی کب رہتی؟

اَلغیاث اے تو غیاثُ المُستغیث — زیں دو شاخہ اختیاراتِ خبیث

اَلمدد، اے فریاد رسوں کی مدد! — دوراہے کے اِن خبیث اختیارات سے

من زدستان و زمکرِ دل چناں — مات گشتم کہ بماندم از فغاں

میں دل کے مکر اور فریب سے ایسا — عاجز آگیا ہوں کہ فریاد سے (بھی) عاجز ہوں

من[2] کہ باشم چرخ با صد کاروبار — زیں کمیں فریاد کرد از اختیار

میں کون ہوں! آسمان نے (بھی) سیکڑوں کاروبار کے ہوتے ہوئے — اختیار کی وجہ سے اِس گھات کی جگہ سے فریاد کی ہے

کاے خداوندِ کریمِ بُردبار — دہ امانم زیں دو شاخہ اختیار

کہ اے حلیم، کریم خدا! — اِس اختیار کے دوراہے سے مجھے امن عطا کر

جذبِ یک راہِ صراط المستقیم — بہ ز دو راہہ تردد اے کریم

سیدھے راستہ کی ایک راہ کی کشش — اے کریم! دوراہے کے تردد سے بہتر ہے

زیں دو رہ گرچہ ہمہ مقصد توئی — لیک خود جاں کندن آمد ایں دوئی

اِس دوراہے سے اگرچہ تو ہی مقصود ہے — لیکن یہ دوئی خود جان کنی ہے

زیں دو رہ گرچہ بجز تو عزم نیست — لیک ہرگز رزم ہمچوں بزم نیست

اِس دوراہے سے اگرچہ تیرے سوا ارادہ نہیں ہے — لیکن رزم، بزم کی طرح ہرگز نہیں ہے

در نبے[3] بشنو بیانش از خدا — آیت اَشْفَقْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا

قرآن میں اِس کا بیان خدا سے سُن — آیت "وہ اِس سے ڈرے کہ اِس کو اُٹھائیں"

ایں تردد ہست در دل چوں وغا — کایں بُود بہ یا کہ آں حالے مرا

یہ تردد دل میں جنگ کی طرح ہے — کہ میرے لئے یہ بہتر ہوگا، یا وہ حال

در تردد می زند بر ہمدگر — خوف و امید بہی در کرّ و فر

تردد میں ایک دوسرے پر حملہ کرتی ہے — خوف اور بھلائی کی اُمید کشمکش میں

زیں تردد عاقبت ماں خیر باد — اے خدا مرجانِ ما را کُن تو شاد

انجام کار اِس تردد سے ہمارے لئے خیریت ہو — اے خدا تو ہماری جان کو تو خوش رکھ

---

[1] من بمانم۔ ابو طالب نے کہا میں ہمیشہ عربوں کی زبان سے بدنام رہوں گا اور ذلیل ہو جاؤں گا۔ لیک۔ ابو طالب پر اللہ کی مہربانی نہ تھی ورنہ وہ کلمہ پڑھ لیتے۔ بددلی۔ یعنی کلمۂ شہادت پڑھنے سے۔ دو شاخہ۔ یعنی رائے کا تذبذب۔ مات گشتم۔ انسان تذبذب کی حالت میں عاجز آجاتا ہے۔

[2] من کہ باشم۔ اختیار کے دوراہے سے صرف انسان ہی نہیں بلکہ آسمان بھی پریشان ہوا۔ کیتی۔ عالمِ شہادت یعنی دو شاخہ اختیار جس میں مکلف ہونا پڑتا ہے۔ جذب۔ دوراہے سے یہ بہتر ہے کہ خدا ایک صراطِ مستقیم کی ہدایت فرمادے۔ زیں دو رہ۔ اگرچہ عاصی اور مطیع دونوں اسماءِ الٰہی کا مظہر ہیں لیکن تشریعاً مطلوب اطاعت ہے۔ رزم۔ معصیت مظہرِ قہر ہے اور بزم یعنی اطاعت مظہرِ مہر ہے لہٰذا دونوں یکساں نہیں ہیں۔

[3] در نبے۔ قرآنِ پاک میں مذکور ہے کہ امانت آسمانوں اور زمینوں پر پیش کی گئی وہ اُس کے برداشت کرنے سے ڈر گئے۔ مولانا نے امانت سے مراد یہی اختیار کا دوراہہ لیا ہے۔ وغا۔ یعنی انسان کا تردد۔ تردد۔ اِس حالت میں خوف اور بھلائی کی باہمی کشمکش رہتی ہے۔ زیں۔ تردد کی حالت میں خدا عاقبت بخیر کرے۔

مُناجات و پناہ جُستن بحق سبحانہٗ تعالیٰ از فتنۂ اختیار واز فتنۂ اَسبابِ اختیار کہ سمٰوات وارضین از اختیار و اَسبابِ اختیار شکوہیدند و ترسیدند و خلقتِ آدمی مُولع افتاد بر طلبِ اختیار و اَسبابِ اختیارِ خویش چنانکہ بیمار باشد خود را اختیار کم بیند صحت خواہد کہ سببِ اختیار ست تا اختیارش بیفزاید و مَنصب خواہد تا اختیارش بیفزاید و مُہبَطِ قہرِ حق اُو عزّ وجلّ در اُمم ماضیہ فرطِ اختیار و اَسبابِ اختیارات بُودہ است، ہرگز فرعون بے نوا و گرسنہ کس ندیدہ است

دُعا اور اللہ تعالیٰ سے پناہ ڈھونڈنا اختیار کے فتنہ سے اور اختیار کے اسباب کے فتنہ سے، کیونکہ آسمان اور زمین اختیار اور اختیار کے اسباب سے خوف کھا گئے اور ڈر گئے اور آدمی کی جبلّت اپنے اختیار کے اور اختیار کے اسباب کے طلب کرنے میں لالچی ہوگئی جیسا کہ بیمار ہوتا ہے، اپنا اختیار کم دیکھتا ہے تو وہ صحت چاہتا ہے کیونکہ وہ اختیار کا سبب ہے، تاکہ اُس کا اختیار بڑھ جائے اور عہدہ چاہتا ہے تاکہ اُس کے اختیار میں اضافہ ہو جائے اور پہلی اُمتوں میں اللہ عزوجل کے قہر کے نزول کی جگہ اختیار اور اختیار کے اسباب کی زیادتی ہوگئی ہے، کسی شخص نے کبھی کوئی بھوکا اور بے سروسامان فرعون نہیں دیکھا ہے

اے کریمِ ذُوالجلال مہرباں اے مہربان، عظمت والے کریم!	دائمُ المعروف دارائے جہاں سدا احسان والے، جہان تھامنے والے
یا کَرِیمَ العَفوِ حَیّ لَم یَزَل اے ہمیشہ رہنے والے، زندہ بہل معافی والے!	یا کَثیرَ الخَیرِ شاہِ بے بدل اے گھنی خیر والے، بے بدل شہنشاہ!
اوّلم ایں جزر و مدّ از تو رسید یہ جزر و مد ابتداء مجھے تجھی سے ملا	ورنہ ساکن بُود ایں بحر اے مجید ورنہ اے بزرگ! یہ سمندر ساکن تھا
ہم از انجا کایں تردّد دادیم جس جگہ سے تو نے مجھے یہ تردد دیا ہے	بے تردّد کن مرا ہم از کرم مجھے کرم سے بے تردد بھی کردے

ا؎ مناجات۔ تردد کی حالت میں مولانا نے عاقبت بخیر ہونے کی دعا شروع کی ہے۔

۲؎ خلقت۔ انسان ہمیشہ اختیار کا طالب بنتا ہے، بیماری سے صحت اسی لئے چاہتا ہے کہ اختیار میں اضافہ ہو اور یہ اختیار کی زیادتی ہی انسان کی تباہی کا سبب بنتی ہے جیسا کہ فرعون اور پہلی اُمتوں کے واقعات سے ظاہر ہے۔

۳؎ مُہبط بجائے نزول۔ دارای جہاں تیقوم۔ جزر و مد یعنی تردد میں گھٹنا و بڑھنا۔

تا دمے از ہوشیاری وارہند | ننگِ خمر و زمر بر خود می نہند
تاکہ تھوڑی دیر کے لئے ہوشیاری سے نجات پائیں | شراب اور باجے کی ذلت اختیار کرتے ہیں

جملہؐ دانستہ کہ ایں ہستی فخ ست | فکر و ذکرِ اختیاری دوزخ ست
سب نے جان لیا ہے کہ یہ ہستی جال ہے | اختیاری فکر اور ذکر جہنم ہے

می گریزند از خودی در بیخودی | یا بمستی یا بشغل اے مہتدی
خودی سے بیخودی کی جانب بھاگتے ہیں | یا مستی کے ذریعہ یا کسی شغل کے ذریعہ اے ہدایت یافتہ!

نفس را زاں نیستی وامی کشی | زانکہ بے فرماں شُدُند اندر بہشی
آپ نفس کو اس نیستی سے اس لئے جدا کر دیتے ہیں | کیونکہ وہ بغیر علم کے بے ہوش ہوا ہے

نیستی باید کہ آں از حق بُوَد | تا کہ بیند اندراں حُسنِ احد
وہ نیستی چاہیئے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو | تاکہ اس میں احد کا حُسن دیکھے

لَیْسَؐ لِلْجِنِّ وَلَا لِلْاِنْسِ اَنْ | تَنْفُذُوْا مِنْ حَبْسِ اَقْطَارِ الزَّمَنْ
نہ جن کے لئے اور نہ انسان کیلئے یہ (ممکن) ہے | کہ تم زمانے کے اطراف سے نکل بھاگو

لَا نُفُوْذَ اِلَّا بِسُلْطَانِ الْھُدٰی | مِنْ تَجَاوِیْفِ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی
بجز ہدایت کے بادشاہ کے نکلنا نہیں ہے | بلند آسمانوں کے جوفوں سے

لَا ھُدٰی اِلَّا بِسُلْطَانٍ یَّقِیْ | مِنْ حُرَّاسِ الشُّھُبِ رُوْحَ الْمُتَّقِیْ
ہدایت نہیں ہے مگر اس شاہ سے جو بچاتا ہے | متقی کی روح کو ٹوٹنے والے ستاروں کے نگہبانوں سے

ہیچ کس را تا نگردد اُو فنا | نیست رہ در بارگاہِ کبریا
کسی شخص کے لئے جب تک وہ فنا نہ ہو جائے | کبریا کی بارگاہ میں راستہ نہیں ہے

چیست معراجِ فلک ایں نیستی | عاشقاں را مذہب و دیں نیستی
آسمانوں کی معراج کیا ہے؟ یہ نیستی ہے | عاشقوں کا مذہب اور دین نیستی ہے

پوستینؐ و چارق آمد از نیاز | در طریقِ عشق محرابِ ایاز
عاجزی کی وجہ سے پوستین اور چپل | ایاز کے لئے راہِ عشق میں محراب ہے

گرچہ اُو خود شاہ را محبوب بُوَد | ظاہر و باطن لطیف و خوب بُوَد
اگرچہ وہ خود شاہ کا محبوب تھا | ظاہر اور باطن پاکیزہ اور اچھا تھا

گشتہ بے کبر و ریا و کینہ | حُسنِ سلطاں را رُخش آئینہ
وہ بغیر تکبر اور ریا اور کینہ کے بن گیا | اُس کا رُخ شاہ کے حُسن کا آئینہ تھا

لہ جملہ۔ سب انسان محسوس کرتے ہیں کہ خودی ایک جال ہے اسی لئے کوئی مستی کے ذریعہ کوئی کسی اور شغل کے ذریعہ بیخودی اختیار کرتا ہے

نفس۔ جو مستی اور استغراق عبادت سے پیدا ہوتا ہے اُسمیں دوام ہوتا ہے کسی معصیت سے پیدا شدہ بیخودی عارضی ہوتی ہے نیستی۔ جو بیخودی عبادت اور طاعت سے پیدا ہوتی ہے اُس سے مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔

لہ لیس۔ کسی ولی کو معراج روحانی اور عالم ملکوت کی سیر اُسی وقت میسر آتی ہے جب جذب الٰہی ہو اور خدا اُس کو اُن ستاروں سے بچائے جو عالم ملکوت سے باتیں چرانے والے شیاطین کو جلا ڈالتے ہیں۔ ہیچ کس۔ فنا کے بعد ہی بقاء کا درجہ ممکن ہے اور نیستی کے بعد روحانی معراج حاصل ہوتی ہے۔

لہ پوستین۔ ایاز کا مقصد پوستین اور چپل محفوظ رکھنے سے نیازمندی تھا جو فنا اور نیستی کا سبب ہے۔ گرچہ۔ ایاز کو پوستین اور چپل کو محفوظ رکھنا اور روزانہ اُن کو دیکھنا اس بنا پر نہ تھا کہ اُسکی نیستی اور فنا ناقص تھی بلکہ اُسکو ڈر تھا کہ ہستی از خودی کے مصائب کبر وغیرہ نہ پیدا ہو جائیں

اِبتلاام[1] می کُنی آہ اَلغیَاث
آہ تو میری آزمائش کرتا ہے، فریاد ہے

اے ذکور از ابتلائت چوں اناث
اے وہ کہ تیری آزمائش کے سامنے مذکر مؤنث کیطرح ہیں

تابکے ایں اِبتلا یارب مکُن
یہ آزمائش کب تک؟ اے خدا! نہ کر

مذہبے ام بخش و دہ مذہب مکن
مجھے ایک راستہ عنایت کر دے، دس راستے نہ بنا

اُشترے اَم لاغرے و پُشت ریش
میں کمزور اونٹ ہوں اور زخمی کمر

زاختیارِ ہمچو پالاں شکلِ خویش
اپنے پالان جیسی شکل کے اختیار سے

ایں کژاوہ گہ شود ایں سُو گراں
یہ کجاوہ کبھی اس جانب بھاری ہو جاتا ہے

آں کژاوہ گہ شود آں سُو کشاں
وہ کجاوہ کبھی اُس طرف کھنچ جاتا ہے

بفگن از من حملِ ناہموار را
مجھ سے ناہموار بوجھ کو گرا دے

تا بہ بینم روضۂ ابرار را
تاکہ میں نیکوں کے باغیچے کو دیکھ لوں

ہمچو آں[2] اصحابِ کہف از باغ جُود
اصحابِ کہف کی طرح، سخاوت کے باغیچے سے

می چرم زایقاظ نے بَل ہُم رُقُود
میں غذا حاصل کروں جاگتے ہوئے نہیں، بلکہ وہ سوتے ہیں

خفتہ باشم بر یمین یا بر یسار
میں دائیں پر سویا ہوا ہوں یا بائیں پر

بر نگردم جز چو گُوئے بے اختیار
میں صرف بے اختیار گیند کی طرح کروٹ بدلوں

ہم بتقلیبِ تو تا ذات الیمین
تیرے ہی پلٹنے سے، دائیں جانب

یا سُوئے ذات الشمال اے ربِّ دیں
یا بائیں جانب اے دین کے رب!

صد ہزاراں سال بُودم در مطار
میں اُڑنے کی جگہ میں لاکھوں سال رہا

ہمچو ذرّاتِ ہوا بے اختیار
ہوا کے ذرّوں کی طرح، بے اختیار

گر فراموشم شُدست آں وقت و حال
اگرچہ وہ حال اور وقت میں بھول گیا ہوں

یادگارم ہست در خواب ارتحال
نیند میں منتقل ہو جانا میرے لئے یادگار ہے

می رہم[3] زیں چار میخِ چار شاخ
میں اس چار میخ، چار شاخہ سے نجات پا جاتا ہوں

می جہم در مسرحِ جاں زیں مناخ
اس باڑے سے جان کی سیرگاہ میں کود جاتا ہوں

شیرِ آں ایامِ ماضی ہائے خود
اپنے اُن گذرے ہوئے دنوں کا دودھ

می چشم از دایۂ خواب اے صمد
اے بے نیاز: میں اپنی نیند کی دایہ سے چکھتا ہوں

جُملہ عالم ز اختیار و ہستِ خود
تمام جہاں اپنی ہستی اور اختیار سے

می گریزد در سرِ سرمستِ خود
اپنے سرمست سر کی جانب بھاگتا ہے

---

[1] اِبتلا۔ تردد جس میں ہر راہ پر چلنے کا اختیار ہو، اللہ کی جانب سے ایک آزمائش ہے۔ ذکور۔ اس مقام پر بڑے بڑے بہادر ناکام ہو گئے ہیں۔ اختیار۔ انسان پر اختیار ایسا ہی لدا ہوا ہے جیسا کہ اونٹ پر پالان۔ ایں کژاوہ۔ انسان کا اختیار کبھی بُرائی کی طرف جھکتا ہے کبھی بھلائی کی جانب۔ روضہ۔ باغ جنت جو ہر بھلائی کا نتیجہ ہے۔

[2] ہمچو۔ اصحاب کہف کا سونا خدا کے حکم سے تھا لہٰذا وہ اِس غیر اختیاری حالت میں بھی اطاعت میں مصروف تھے۔ خفتہ۔ ہم بھی غیر اختیاری حالت میں اطاعت میں مصروف رہیں۔ ہم بتقلیب۔ خدا ہی اُن اصحاب کہف کی کروٹیں بدلواتا تھا۔ مطار یعنی عالم ارواح، اُس میں انسان غیر اختیاری حالت میں تھا۔ گر فراموشم۔ انسان عالم ارواح کی زندگی بھولے ہوئے ہے نیند میں اُس کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

[3] می رہم۔ اس وقت انسان عالمِ شہود کی تکلیفات سے غیر مکلف ہو جاتا ہے۔ چار میخ۔ مجرموں کو سزا دینے کا ایک طریقہ تھا۔ چار شاخ۔ ایک قسم کی قید اور طوق تھا جو مجرموں کی گردن میں ڈالا جاتا تھا۔ مسرح۔ چراگاہ۔ مناخ۔ اونٹوں کو بٹھانے کی جگہ۔ شیر۔ نیند کی حالت میں عالم ارواح کا مزہ چکھ لیتا ہوں۔ جملہ عالم۔ بیخودی اور اختیاری کے لحاظ سے انسان غرقِ خواب ہے اور سرمست ہو رہتا ہے۔

چونکہ از ہستیِ خود مفقود شُد — مُنتہایِ کارِ اُو محمُود شُد

جبکہ وہ اپنی ہستی سے گم ہوگیا — اُس کا انجام کار قابلِ تعریف بنا

زاں[٥١] قوی تر بُود تمکینِ ایاز — کوز خوفِ کبر کردے احتراز

ایاز کا جماؤ اِس سے قوی تھا — کہ وہ تکبر کے خوف سے بچاؤ کرتا

اُو مُہذّب گشتہ بُود و آمدہ — کبر را و نفس را گردن زدہ

وہ مہذّب بن گیا تھا اور اُس نے — تکبر اور نفس کی گردن کاٹ دی تھی

یا پئے تعلیم می کرد آں حِیَل — یا برائے حکمتے دور از وَجَل

یا وہ حیلے، سکھانے کیلئے کرتا تھا — یا کسی اور حکمت کیلئے، جو خوف سے علیحدہ تھی

یا کہ دیدِ چارقش زاں شُد پسند — کز نسیمِ نیستی ہستی ست بند

یا اُس کو چپل دیکھنا اِس لئے پسند آیا — کہ ہستی، نیستی کی ہوا کا بند ہے

تا[٥٢] کشاید دخمہ کاں بر نیستی ست — تا بیابد آں نسیم و عیش و زیست

تاکہ وہ دخمہ کھل جائے جو نیستی پر ہے — تاکہ وہ عیش اور زندگی کی ہوا پالے

تا بہ بندد دخمہ برایں مُردگاں — تا بیابد بُوئے عیشِ زندگاں

تاکہ اِن مُردوں کا دخمہ بند ہوجائے — تاکہ زندوں کے عیش کی خوشبو پالے

مُلک[٥٣] و مال و اطلسِ ایں مرحلہ — ہست بر جانِ سبکرو سِلسلہ

اِس منزل کا مُلک اور مال اور اطلس — تیز رفتار جاں کی زنجیر ہے

سِلسِلہ زرّیں بدید و غرّہ گشت — ماندہ در سُوراخِ چاہے جاں ز دشت

اُس نے زرّیں زنجیر دیکھی اور دھوکے میں آگئی — جان، وسیع میدان سے ایک کنوئیں کے سوراخ میں رہ گئی

صورتش جنّت بمعنیٰ دوزخے — اَفعیِ پُر زہر و نقشش گلرخے

اُس کی صورت جنّت ہے حقیقتاً دوزخ ہے — زہر سے بھرا ہوا اژدہا ہے اور اسکی صورت گل جیسی ہے

گرچہ مومن را سقر ندہد ضرر — لیک ہم بہتر بُود زانجا گذر

اگرچہ مومن کو دوزخ نقصان نہیں پہنچاتی ہے — لیکن وہاں گذر جانا ہی بہتر ہے

گرچہ دوزخ دور دارد زو نکال — لیک جنّت بہ وُرا در کُلِ حال

اگرچہ دوزخ اُس سے عذاب کو دور رکھتی ہے — لیکن ہر حالت میں اُسکے لئے جنّت بہتر ہے

اُس کے انجام سے کہ وہ کنوئیں کے سوراخ میں مقیّد ہو رہا ہے غافل رہتا ہے۔ صورتش۔ دنیا کا ظاہر بڑا خوشنما ہے لیکن اُس میں زہر بھرا ہوا ہے۔ گرچہ۔ مومن کو یہ دنیا کا جہنم اگرچہ نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے بہرحال جنّت اُس سے بہتر ہے۔

[٥١] زاں۔ ہستی پر ایاز کا جماؤ اسقدر قوی تھا کہ اُسکو اسکی ضرورت نہ تھی کہ وہ کبر کے خوف سے اُس سے اپنا بچاؤ کرے وہ ہستی کے تمام عیبوں سے پاک ہوچکا تھا اور کبر اور نفس کو فنا کرچکا تھا۔ یا پئے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ پوستین اور چپل کی زیارت دوسروں کی تعلیم کے لئے کرتا ہو۔ یا کہ۔ یہ بھی ہوسکتا کہ ہستی کے لوٹنے کا تو احتمال نہ تھا لیکن فنا کے مراتب میں کمی آئی تھی اُس کی تکمیل کے لئے یہ کرتا ہو۔

[٥٢] تا کشاید۔ اُسکی نیستی گویا پارسیوں کے دخمہ میں بند ہے اور وہ چاہتا تھا کہ نیستی کی خوشبو اُس دخمہ میں سونگھے تاکہ روح کی زلیست کی نسیم اور عیش اُسکو حاصل ہوجائے دخمہ۔ مجوس کا گورستان جو غار یا ایک مکان کی صورت میں ہوتا ہے جس میں مُردوں کو لیجا کر بٹھا دیتے ہیں۔ تا بہ بندد۔ یعنی وہ دخمہ جو اِن مُردوں کا ہے جو ہستی میں مبتلا ہیں بند رہے اور زندوں یعنی اُن لوگوں کے دخمہ کی خوشبو اُسکو حاصل ہوتی ہے جو اپنے آپ کو فنا کرکے زندگی حاصل کرچکے ہیں۔

[٥٣] مُلک و مال۔ دنیا کی دولت اور مال، فانی کی جان کی سبکروی کے لئے مانع بنتا ہے ایاز اسی کیفیت کو دور کرتا تھا سلسلہ۔ یہ دنیا کی دولتیں سونے کی زنجیریں ہیں جن کے ظاہر کو دیکھکر انسان ان میں اپنے آپ کو مقیّد کر دیتا ہے لیکن

اَلحَذَر اے ناقصاںؔ زیں گُلرُخے | کہ بگاہِ صُحبت آمد دوزخے

اے ناقصو! اِس گل رُخ سے بچو | جو صحبت کے وقت دوزخ ثابت ہوتا ہے

اَلفِرار اے غافلاں زیں گُلشنے | کہ حقیقت بدترست از گلخنے

اے غافلو! اِس گلشن سے بھاگو | کیونکہ وہ حقیقتاً بھٹی سے بدتر ہے

زینہار اے جاہلاں زیں گلشکرؔ | کہ بسوزاند دہاں را چوں شرر

اے جاہلو! اِس گلقند سے بچو! | کیونکہ وہ چنگاری کی طرح مُنہ کو جلا دیتا ہے

چند گویم مر تُرا کیں انگبیں | زہرِ قتالست زُو دوری گزیں

میں تجھے کتنا کہوں کہ یہ شہد | قاتل زہر ہے، اُس سے دُوری اختیار کر

لیک تلخ آید تُرا گفتارِ من | خواب می گیرد تُرا زانذارِ مَن

لیکن تجھے میری بات کڑوی لگتی ہے | میرے ڈرانے سے، تجھے نیند گھیرتی ہے

خواجہ آخر یک زماں بیدار شو | وز حیاتِ خویش برخوردار شو

صاحب! آخر تھوڑی دیر کے لئے جاگ جا | اپنی زندگی سے فائدہ اٹھا

حکایتِؔ آں غلام ہندو کہ بخداوند زادہ خود پنہاں ہوا

اُس ہندی غلام کی حکایت جو اپنی آقازادی سے مخفی طور پر محبت

آوردہ بُود چوں دختر را با مہتر زادہ عقد کردند غلام خبر یافت

رکھتا تھا جب لڑکی کا امیرزادہ سے نکاح کیا تو غلام کو معلوم ہوگیا

ورنجور شُد و می گداخت، ہیچ کس علّتِ اُو را نمی یافت

وہ بیمار پڑگیا اور پگھلتا تھا کوئی شخص اُس کی بیماری نہیں سمجھتا تھا

و اُو را زہرہ گفتن نے، و اطبّا از معالجہ اُو فرو ماندند و

اور اُس کو کہنے کی ہمت نہ تھی اور طبیب اُس کے علاج سے عاجز آگئے اور

چوں خواجہ دریافت بحکمت معالجہ کرد

جب آقا کو معلوم ہوا تو اُس نے تدبیر سے علاج کردیا

خواجہ را بُود ہندو بندۂ | پروریدہ کردہ اُو را زندۂ

ایک آقا کا ایک ہندوستانی غلام تھا | جس کو اُس نے پرورش کر کے زندہ کردیا

عِلم و آدابش تمام آموختہ | در دلش شمعِ ہُنر افروختہ

اُس کو سب علم اور آداب سکھائے | اُس کے دل میں ہنر کی شمع روشن کردی

۱ؔ ناقصاں. جبکہ کاملوں کے لئے بھی دنیا سے احتراز بہتر ہے تو ناقصوں کے لئے تو وہ بالکل تباہی کا سبب ہے گلخنے. یعنی ہستی کے اسباب دنیاوی کی رونق۔

۲ؔ گلشکر. گلقند یعنی دنیا کی لذتیں. زانذار. انذار کا ہمزہ گرا کر زاء کو نون سے ملا کر پڑھا جائے۔

۳ؔ حکایت. پہلے یہ سمجھایا تھا کہ غافل انسان دنیا کی ظاہری رونق پر فریفتہ ہوتا ہے لیکن انجام کار وہ بہت بُری ثابت ہوتی ہے اب اسی مضمون کو اِس قصہ سے سمجھایا ہے. ہندو یعنی ہندوستان کا رہنے والا. مہتر یعنی طاقتور

پرورِیدش از طفولیت[1] بناز | در کنارِ لطفِ آں اکرام ساز
اُس کو بچپن سے ناز سے پالا | اُس کرم کرنیوالے نے، مہربانی کے پہلو میں

بُود ہم ایں خواجہ را یک دُخترے | سیم اندامے گشے خوش گوہرے
اِس آقا کے ایک لڑکی بھی تھی | چاند کے بدن والی، حسین، خوش مزاج

چوں مُراہق گشت دُختر طالباں | بذل می کردند کابینِ گراں
جب لڑکی بلوغ کے قریب ہوئی، طلبگار | بھاری مہر خرچ کرنے لگے

می رسیدش از سُوی ہر مہترے | بہرِ دختر دمبدم خواہشگرے
اسکے پاس ہر سردار کی جانب سے پہنچتا | ہر لمحہ لڑکی کے لئے درخواست کرنے والا

گفت خواجہ مال را نبُود ثبات | روز آید شب رَوَد اندر جہات
آقا نے کہا، مال کے لئے ٹکاؤ نہیں ہے | دن میں آتا ہے رات کو اِدھر اُدھر چلا جاتا ہے

حُسنِ صورت ہم ندارد اعتبار | کہ شود رُخ زرد از یک زخمِ خار
صورت کا حُسن بھی اعتبار نہیں رکھتا | کیونکہ چہرہ ایک کانٹے کے زخم سے زرد ہو جاتا ہے

سہل[2] باشد نیز مہتر زادگی | کہ بُود غرہ بمال و بارگی
سردار کا بیٹا ہونا بھی معمولی ہوتا ہے | کیونکہ وہ مال اور گھوڑے پر مغرور ہوتا ہے

اے بسا مہتر بچہ کز شور و شر | شُد ز فعلِ زشتِ خود ننگِ پدر
بہت سے رئیس زادے ہیں کہ شور و شر کی وجہ سے | اپنے بُرے کام کیوجہ سے باپ کیلئے عار ہیں

پر ہُنر را نیز اگر باشد نفیس | کم پرست و عبرتے گیر از بلیس
ہُنر مند بھی اگر وہ حاسد ہے | اچھا نہ سمجھ، شیطان سے عبرت حاصل کر

عِلم بودش چوں نبودش عشقِ دیں | اُو ندید از آدم اِلّا نقشِ طیں
اسکو علم حاصل تھا، اُسکو چونکہ دین کا عشق نہ تھا | اُس نے آدمؑ میں مٹی کی صورت کے علاوہ کچھ نہ دیکھا

گرچہ[3] دانی دقتِ علم اے امیں | زانت نکشاید دو دیدہ غیب بیں
اے امانتدار! اگرچہ تو علم کی باریکیاں جانتا ہے | اُس سے تیری غیب کو دیکھنے والی دونوں آنکھیں نہیں کھلتی

چوں نہ بیند غیرِ دستارے و ریش | از مُعرّف پُرسد از بیش و کمیش
چونکہ وہ پگڑی اور داڑھی کے سوا نہیں دیکھتا ہے | جاننے والے سے اُسکی کمی بیشی پوچھتا ہے

عارفا تو از مُعرّف فارغی | خود ہمی بینی کہ نورِ بازغی
اے عارف! تو بتانیوالے سے بے نیاز ہے | تو خود دیکھ لیتا ہے کیونکہ تو چمکتا نور ہے

---

[1] طفولیت: بچپن۔ اکرام ساز۔ یعنی آقا۔ گش۔ حسین، خوش رفتار۔ مُراہق۔ وہ جو بالغ ہونے کے قریب ہو۔ کابین۔ مہر۔ خواہشگر۔ درخواست کرنے والا۔ ثبات۔ ٹکاؤ۔

[2] سہل۔ معمولی یا لغو۔ غرہ۔ مغرور۔ بارگی۔ گھوڑا۔ نفیس۔ حاسد۔ بلیس۔ شیطان ہنر مند تھا لیکن حاسد تھا۔ نقشِ طین۔ یعنی آدمؑ کا مٹی کا پتلا۔

[3] گرچہ۔ علم کی باریکیوں سے غیب بیں آنکھیں نہیں کھلتی ہیں۔ چوں نہ بیند۔ ظاہر بیں کی نظر صرف ظاہر پر ہوتی ہے وہ باطن کی حالت کسی دوسرے سے پوچھتا ہے۔ نورِ بازغی۔ تو چمکدار نور ہے۔

کارِ[1] تقویٰ دارد و دین و صلاح — کہ ازو باشد بدو عالم فلاح

تقویٰ اور دین اور نیکی کام آتی ہے — کیونکہ اسی سے دونوں جہان میں نجات ہے

کرد یک دامادِ صالح اختیار — کہ بُد او فخرِ ہمہ خیل و تبار

اس نے ایک نیک داماد پسند کر لیا — جو تمام خاندان اور قبیلہ کے لئے فخر تھا

پس زناں گفتند او را مال نیست — مہتری و حُسن و استقلال نیست

تو عورتوں نے کہا اس کے پاس مال نہیں ہے؟ — سرداری اور مستقل ہونے کی خوبی نہیں ہے

گفت آنہا تابعِ زہد اند و دیں — بے زر او[2] گنجے ست بر روئے زمیں

اس نے کہا وہ چیزیں زہد اور دین کے تابع ہیں — وہ روئے زمین پر بغیر سونے کا خزانہ ہے

چوں بجد تزویجِ دختر گشت فاش — دستِ پیمان و نشانی و قماش

جب واقعۃً لڑکی کا رشتہ مشہور ہوگیا — چڑھاوا اور نشانی اور جوڑا (بھی)

پس غلامِ خواجہ کاندر خانہ بود — گشت بیمار و ضعیف و زار زود

آقا کا غلام جو گھر میں تھا — بہت جلد بیمار اور ضعیف اور کمزور ہوگیا

ہمچو بیمارِ[3] دقے او می گداخت — علتِ او را طبیبے کم شناخت

وہ دق کے بیمار کی طرح پگھلتا تھا — اس کی بیماری کوئی طبیب نہ پہچانتا تھا

عقل می گفتے کہ رنجش از دل ست — دارویِ تن در غمِ دل باطل ست

عقل کہتی تھی کہ اس کی بیماری دل کی ہے — جسم کی دوا، دل کے غم میں بیکار ہے

آں غلامک دم نزد از حالِ خویش — گرچہ می آمد ورا در سینہ ریش

اس بیچارے غلام نے اپنے حال کے بارے میں دم نہ مارا — اگرچہ اس کے سینہ میں زخم لگ رہا تھا

گفت خاتوں را شبے شوہر کہ تو — باز پرسش در خلا از حالِ او

ایک رات شوہر نے بیوی سے کہا کہ تو — تنہائی میں اس سے اس کا حال دریافت کر

تو بجائے مادرے او را بود — کو غمِ خود پیشِ تو پیدا کند

تو اس کی ماں کی بجائے ہے — (ہو سکتا ہے) کہ وہ اپنا غم تجھے ظاہر کر دے

چونکہ خاتوں کرد در گوش ایں کلام — روزِ دیگر رفت نزدیکِ غلام

بیوی نے جب یہ بات کان میں ڈال لی — وہ دوسرے دن غلام کے پاس گئی

پس سرش را شانہ می کرد آں ستی — با دو صد مہر و دلال و دوستی

وہ بیوی اسکے سر میں کنگھی کر رہی تھی — دو سو محبتوں اور ناز اور دوستی کے ساتھ

---

[1] کار۔ دین و دنیا کی فلاح تقوے اور نیکی سے حاصل ہوتی ہے۔ کرد۔ چونکہ انسان کی فلاح دارین کا مدار تقوے پر ہے لہٰذا اس سردار نے دامادی کے لئے ایک متقی شخص کو پسند کر لیا۔ خیل۔ قبیلہ۔ تبار۔ خاندان۔ استقلال یعنی گذارے کی پائیداری۔

[2] او۔ یعنی وہ لڑکا جو پسند کیا ہے۔ دستِ پیمان۔ وہ چیزیں جو منگنی کے وقت دلہن کو دی جاتی ہیں۔ نشانی۔ وہ انگوٹھی رومال وغیرہ جو منگنی کے وقت دولہا کو دیا جاتا ہے۔ قماش۔ جوڑے، پارچہ جات۔

[3] بیمارِ دقے۔ مرضِ دق کا بیمار۔ دارُوی۔ عشق کی بیماری میں جسم کی دوا بیکار ہے۔ ریش۔ زخم۔ خلا۔ تنہائی۔ پیدا۔ ظاہر۔ شانہ۔ کنگھی۔ ستی۔ بیگم۔ دلال۔ ناز

آں چناں کہ مادرانِ مہرباں — نرم کردش تا در آمد در بیاں
جیسا کہ مہربان مائیں — اس نے اسکو نرم کردیا یہاں تک وہ کہنے پر آگیا

کہ مرا امید از تو ایں نبود — کہ دہی دختر بہ بیگانہ عنود[1]
کہ مجھے آپ سے یہ امید نہ تھی — کہ آپ لڑکی کو اجنبی، سرکش کو دینگے

خواجہ زادہ ما و ما خستہ جگر — حیف نبود کو رود جائے دگر
وہ میری آقازادی ہے اور میں زخمی جگر ہوں — (کیا) افسوس نہ ہوگا کہ وہ دوسری جگہ جائے؟

خواست آں خاتوں ز خشمے کامدش — کش زند وز بام زیر اندازدش
اس غصہ کیوجہ سے جو اسکو آیا بیوی نے چاہا — کہ اسکو پیٹے اور بالاخانہ سے نیچے گرادے

کو کہ باشد ہندوی مادر غرے — کہ طمع دارد بخواجہ دخترے
کہ وہ ہندی مادر بخطا کون ہوتا ہے؟ — کہ آقا کی لڑکی کا لالچ کرے

گفت صبر اولیٰ بود خود را گرفت — گفت با خواجہ کہ بشنو ایں شگفت
بولی صبر بہتر ہے، اپنے آپ کو قابو میں کرلیا — خواجہ سے کہا، کہ یہ عجب بات سن

ایں چنیں گرا[2] یکے خائن بود — ما گماں بردہ کہ ہست او معتمد
ایسا کمینہ غلام خائن ہوگا — ہم نے گمان کیا کہ وہ بھروسہ کا ہے

حالِ خود را ایں چنیں گفت او مرا — خواستم کز خشم بکشم مر ورا
اس نے اپنا حال مجھے اس طرح بتایا — میں نے چاہا غصہ سے اسکو مار ڈالوں

صبر فرمودن خواجہ مادرِ دختر را کہ غلام را زجر مکن من

آقا کا لڑکی کی ماں کو صبر کا حکم دینا کہ غلام کو نہ جھڑک میں

بے زجر او را ازیں طمع باز آرم بتدبیر کہ نہ سیخ سوزد و
بغیر جھڑکے اس کو اس لالچ سے ایک تدبیر سے روک دونگا کہ نہ سیخ جلے اور

نہ کباب خام ماند
نہ کباب کچا رہے

گفت خواجہ صبر کن با او بگو — کز او ببریم و بدہیمش بتو
آقا نے کہا صبر کر، اس سے کہدے — کہ ہم اس سے چھڑائیں گے اور اسکو تجھ کو دیدیں گے

تا مگر ایں از دلش بیروں کنم — پس تماشا کن کہ دفعش چوں کنم
تاکہ شاید اس کو اس کے دل سے نکالدوں — پھر تماشا دیکھنا کہ میں اسکو کسطرح دفع کرتا ہوں

[1] عنود۔ سرکش۔ حیف افسوس ظلم۔ رود۔ یعنی شادی کردینے پر۔ بام۔ بالا خانہ۔ مادر غرے۔ جس کی ماں زانیہ ہو۔
[2] گرا یک۔ گرا، غلام، حجام، اس میں یا زیادہ اور کاف تصغیر کا ہے۔ زجر۔ سرزنش۔ بدہیمش۔ او را بدہیم۔

تو دلش خوش کن بگو میداں دُرست — کہ حقیقت دُخترِ ما جفتِ[1] تُست

تو اُس کا دل خوش کردے کہہ دے صحیح سمجھ — کہ حقیقتاً ہماری لڑکی تیرا جوڑا ہے

ماندانستیم اے خوش مُشتری — چونکہ دانستیم تو اولیٰ تری

اے بہترین خریدار! ہم نہ سمجھے تھے — جب ہم سمجھ گئے، تو زیادہ مناسب ہے

آتشِ ماہم دریں کانونِ مَا — لیلیٰ آنِ ما و تو مجنونِ مَا

ہماری آگ بھی ہماری بھٹی میں — لیلیٰ (بھی) ہماری اور تو مجنون (بھی) ہمارا

تا خیال و فکرِ خوش بروے زند — فکرِ شیریں مردرا فربہ کُند

تاکہ اچھا خیال اور فکر اُس پر چھا جائے — شیریں خیال اُس کو موٹا کردے

جانور فربہ شود لیک از عَلَف — آدمی فربہ ز عزّت وے شرف

جانور موٹا ہوتا ہے لیکن چارے سے — آدمی عزّت اور بڑائی سے پھولتا ہے

آدمی فربہ شود از راہِ گوش — جانور فربہ شود از حَلق و نوش

آدمی کان کے راستہ سے موٹا ہوتا ہے — جانور حَلق اور کھانے سے موٹا ہوتا ہے

گفت آں خاتوں کزیں ننگِ مہیں — خود زبانم کے بجنبد اندریں

اُس بیوی نے کہا، کہ اِس ذلت اور رسوائی سے — اِس معاملہ میں میری زبان کیسے ہلے گی؟

ایچنیں ژاژ[2] ے چہ خایم بہرِ اُو — گو بمیر آں خائنِ ابلیس خُو

میں اُسکی خاطر ایسی بکواس کیا بکوں؟ — گو وہ شیطان صفت، خائن، مرجائے

گفت خواجہ نے مترس وَ دم دہش — تا رَود علت از وزیں لُطفِ خوش

خواجہ نے کہا، نہیں نہ ڈر اور تسلی دے دے — تاکہ اِس اچھی مہربانی سے اُسکی بیماری جاتی رہے

دفعِ اُو را دلبرا بر من نویس — ہل کہ صحت یابد ایں باریک ریس

اے دلربا! اُسکا دفعیہ میرے ذمّہ لکھدے — مہلت دے تاکہ یہ باریک کاتنے والا صحت یاب ہوجائے

چوں بگفت آں خستہ را خاتوں چنیں — می نگنجید از تبختر بر زمیں

جب خاتون نے اُس خستہ (حال) سے یہ کہدیا — وہ ناز سے زمین پر نہ سماتا تھا

زفت گشت و فربہ و سُرخ و شگفت — چوں گُلِ سُرخ اُو ہزاراں شکر گفت

موٹا اور فربہ اور سرخ ہوگیا اور کھل گیا — گُلِ سرخ کیطرح، اُس نے ہزاروں شکریے ادا کئے

گہ گہے می گفت اے خاتونِ من — کہ مبادا باشد ایں دستان و فن

کبھی کبھی کہتا، اے میری بیگم! — کہیں ایسا نہ ہو، کہ یہ مکر و فریب ہو

[1] جفت ۔ یعنی بیوی ۔ اولیٰ ۔ مستحق، قریب تر ۔ کانون بھٹی ۔ جانور ۔ جانور چارے سے پھولتا ہے انسان رتبہ اور بڑائی سے پھولتا ہے ۔ آدمی ۔ انسان اپنی بڑائی کی باتیں سُنکر پھولتا ہے ۔

[2] ژاژ ۔ بکواس ۔ باریک ریس ۔ باریک سوت کاتنے والا یعنی خیالی پلاؤ پکانیوالا تبختر ۔ تفاخر ۔ دستان ۔ مکر

لیک خاتوں جزم میگفتش کہ ما | در پئے اینیم فارغ باش ہا
لیکن بیگم اسکو یقینی طور پر کہتی کہ ہم | اس کے درپے ہیں، تو اب مطمئن رہ

خواجہ چوں دیدش کہ سرخ و زفت گشت | رفت از وے علت و آمد بگشت
خواجہ نے جب اسکو دیکھا کہ سرخ اور فربہ ہوگیا | اس سے بیماری جاتی رہی اور چلنے پھرنے لگا

خواجہ جمعیت بکرد و دعوتے | کہ ہمی سازم فرج[1] را وصلتے
خواجہ نے جمع کیا اور دعوت کی | کہ میں "فرج" کی شادی کر رہا ہوں

تا جماعت عشوہ می دادند و گال | کاے فرج بادت مبارک اتصال
یہانتک کہ مجمع فریب اور دھوکا دیتا تھا | کہ اے فرج! تجھ جوڑ مبارک ہو

تا یقیں تر شد فرج را آں سخن | علت از وے رفت کل از بیخ و بن
یہانتک کہ فرج کو اس بات پر بہت یقین ہوگیا | جڑ اور بنیاد سے اس میں سے بیماری چلی گئی

بعد ازاں اندر شب گردک بفن | امردے را بست حنا ہمچو زن
اس کے بعد شب عروسی میں، مکر سے | ایک لڑکے کو عورت کی طرح مہندی لگائی

پر نگارش کرد ساعد چوں عروس | پس نمودش ماکیان دادش خروس
دلہن کی طرح اسکی کلائیاں آراستہ کیں | پھر اس کو مرغی دکھائی، مرغا دے دیا

مقنعہ[2] و حلہ عروسانہ نکو | کنگ امرد را بپوشانید رو
اوڑھنی اور دلہنوں والے عمدہ جوڑے سے | ہٹے کٹے لونڈے کا منہ چھپا دیا

شمع را ہنگام خلوت زو دکشت | ماند ہندو با چناں کنگ درشت
تنہائی کے وقت شمع کو فوراً بجھا دیا | غلام ایسے سخت ہٹے کٹے کے ساتھ رہ گیا

ہندوک فریاد می کرد و فغاں | از بروں نشنید کس از دف زناں
بیچارہ غلام فریاد اور آہ و زاری کرتا تھا | دف بجانیوالوں کی وجہ سے باہر کسی نے نہ سنا

ضرب دف و کف و نعرۂ مرد و زن | کرد پنہاں نعرۂ آں نعرہ زن
ہتھیلیوں اور دف کے بجانے اور مرد عورت کے نعروں نے | اس نعرے مارنے والے کے نعروں کو دبا دیا

تا بروز آں ہندوک را می فشارد | چوں[3] بود در پیش سگ انبان آرد
دن نکلنے تک وہ اس بیچارے غلام کو جھنجوڑتا رہا | جس طرح کہ کتے کے آگے آٹے کی بوری ہو

روز آوردند طاس و بورغ زفت | رسم داماد آں فرج حمام رفت
وہ دن میں طشلا اور بھاری بقچہ لائے | داماد کی رسم کے مطابق وہ فرج حمام میں گیا

---

[1] فرج۔ غلام کا نام ہے۔ وصلت۔ یعنی شادی۔ گال۔ فریب، کنگنی۔ گردک۔ وہ خیمہ جو شب عروسی کے لئے قائم کیا جاتا ہے۔ امرد۔ بے داڑھی والا۔ ساعد۔ ہاتھ کا پہنچا۔ پس۔ یعنی غلام کو دکھایا تو یہ کہ اس کی شادی عورت سے کر رہے ہیں اور شادی لونڈے سے کردی۔

[2] مقنعہ۔ دوپٹہ۔ حلہ۔ جوڑا۔ کنگ۔ قوی ہیکل۔ ہندو۔ جب وہ نوجوان اس غلام کو پیٹتا وہ شور کرنے لگا لیکن ڈھول اور دف کے شور و غل میں اس کی آواز کوئی نہ سن پاتا تھا۔

[3] چون بود۔ جب کتے کو آٹے کی بوری میں سے اپنی غذا ملے گی اس کو جگہ جگہ سے پھاڑ ڈالے گا۔ بورغ زفت۔ بھاری بقچہ۔

رفت در حمام اُو رنجور جاں | کوں دریدہ ہمچوں دلقِ تونیاں
وہ نیم مردہ حمام میں گیا | بھٹی والوں کی گدڑی کی طرح مقعد دریدہ

آمد از حمام در گردک فسوس | پیشِ او بنشست دختر چوں عروس
وہ رنجیدہ حمام سے خیمہ میں آیا | لڑکی دلہن کی طرح اُس کے سامنے بیٹھ گئی

مادرش آنجا نشستہ پاسباں | کہ نباید کو کُند روز امتحاں
اُس کی ماں محافظ بنکر وہاں بیٹھ گئی | تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ دن میں آزمائے

ساعتے در وے نظر کرد از عناد | آنگہاں با ہر دو دستش دہ بداد
اُس نے تھوڑی دیر دشمنی سے اُسکو دیکھا | پھر دونوں ہاتھوں سے اُسکو دھکا دیا

گفت کس را خود مبادا اتّصال | با چو تو ناخوش عروس بد فعال
بولا، خدا کرے کسی کا جوڑ نہ لگے | تجھ جیسی بدکار بُری دلہن سے

روز رویت ہمچوں خاتونِ ختن | شب عمودت ہمچو شاخِ کرگدن
دن میں تیرا چہرہ ختن کی خاتون جیسا ہے | رات کو تیری شاخ گینڈے کے سینگ کیطرح ہو

روزِ رویت ہمچو خاتوں تتر | کیر زشتت شب بتر از کیرِ خر
دن میں تیرا چہرہ تتار کی خاتون کیطرح ہے | رات کو تیرا خایہ گدھے کے خایہ سے بدتر ہے

ہمچناں جملہ نعیمِ ایں جہاں | بس خوش ست از دور پیش از امتحاں
اِس دنیا کی تمام نعمتیں اِسی طرح | امتحان سے پہلے، دور سے بہت اچھی ہیں

می نماید در نظر از دور آب | چوں روی نزدیک آں باشد سراب
دور سے نگاہ میں پانی نظر آتی ہیں | جب تو زیادہ نزدیک جائیگا، وہ سراب ہوں گی

گند پیر ست اُو و از بس چاپلوس | خویش را جلوہ کند چوں نو عروس
وہ کھوسٹ بڑھیا ہے اور بہت چاپلوسی سے | اپنے آپ کو نئی دلہن دکھاتی ہے

ہیں مشو مغرور آں گلگونہ اش | نوشِ نیشِ آلودہ اُو را مچش
خبردار اُس کے اُبٹن سے دھوکہ نہ کھا | اُسکے زہریلے شہد کو نہ چکھ

تا نیفتی چوں فرج در صد حرج | صبر کُن کالصبر مفتاح الفرج
تاکہ تو فرج کیطرح سیکڑوں مصیبتوں میں نہ پھنسے | صبر کر کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے

آشکارا دانہ پنہاں دامِ او | خوش نماید ز اولت انعامِ او
اُسکا دانہ ظاہر ہے، جال چھپا ہوا ہے | شروع میں اُسکا انعام تجھے اچھا نظر آتا ہے

---

۱۵ کوں۔ مقعد۔ دلق۔ گدڑی۔ تونیاں۔ بھٹی جھونکنے والے۔ ملازمش۔ لڑکی کی ماں پاس بیٹھ گئی تاکہ وہ غلام یہ نہ دیکھ لے کہ یہ اور ہے اور رات اور تھا۔ عناد۔ دشمنی۔ دہ بداد۔ دھتکارا، دھکا دیا۔

۲۵ ختن۔ چین میں ایک شہر ہے جس کا حسن مشہور تھا۔ شاخِ کرگدن۔ گینڈے کا سینگ جو بہت سخت ہوتا ہے۔ تتر۔ تتار، تتاری حسن بھی مشہور تھا۔ کیر۔ شرمگاہ، خایہ۔

۵۳ ہمچناں۔ جس طرح اُس غلام کیلئے یہ دلہن مصیبت ثابت ہوئی، دنیا کی نعمتوں کا بھی یہی حال ہے۔ سراب۔ وہ ریت جو دور سے پانی نظر آتا ہے۔ گندپیر۔ بوڑھی عورت اسی کا معرب تندفیر ہے۔ گلگونہ۔ گلال۔ فرج۔ اُس ہندی غلام کا نام ہے، کشادگی۔

در بیان ۱ آنکہ ایں غرور تنہا آں ہندو را نبود بلکہ ہر آدمی

اس بیان میں کہ یہ دھوکہ تنہا اُس ہندی کو نہ تھا بلکہ ہر آدمی

بچنیں غرور مبتلاست در ہر مرحلہ اِلّا من عصمہُ اللہ

ایسے دھوکے میں ہر مرحلہ میں مبتلا ہے بجز اُسکے جسکو اللہ بچائے

چوں بپیوستی بدام اے ہوشیار ‌‌ ‌ چند نالی در ندامت زار زار

اے ہوشیار! جب تو جال میں پھنس جائے گا ‌ ‌ ندامت سے زار زار کتنا روئے گا

نام میری و وزیری و شہی ‌ ‌ در نہانش مرگ و درد و جاں دہی

نام سرداری اور وزارت اور شاہی کا ہے ‌ ‌ اس میں موت اور درد اور جان دینا پوشیدہ ہے

بندہ باش و بر زمیں رَو چوں سمند ‌ ‌ چوں جنازہ نے کہ بر گردن برند

غلام بن اور زمین پر گھوڑے کیطرح چل ‌ ‌ نہ کہ جنازے کی طرح جس کو کاندھے پر لیجائیں

جملہ را حمّالِ خود خواہد کفور ‌ ‌ بارِ مردم گشتہ چوں اہلِ قبور

ناشکرا سب کو اپنا باربردار (بنانا) چاہتا ہے ‌ ‌ مُردوں کی طرح لوگوں کے لئے بوجھ بنگیا

بر جنازہ ہر کرا بینی بخواب ‌ ‌ فارسِ منصب شود عالی رکاب

تو جس کو خواب میں جنازے پر دیکھے ‌ ‌ وہ بلند مرتبہ کسی عہدہ پر سوار ہوگا

۲ زانکہ آں تابوت بر خلقست بار ‌ ‌ بار بر خلقاں فگندند ایں کبار

کیونکہ وہ تابوت لوگوں پر بوجھ ہے ‌ ‌ ان بڑوں نے لوگوں پر بوجھ ڈالا ہے

بر تنِ خود بارِ خود نہ اے پسر ‌ ‌ بر کسِ دیگر منہ زیں الحذر

اے بیٹا! اپنا بوجھ اپنے بدن پر رکھ ‌ ‌ اس سے بچ، کسی دوسرے پر نہ رکھ

بارِ خود بر کس منہ بر خویش نہ ‌ ‌ سروری را کم طلب درویش بہ

اپنا بوجھ کسی پر نہ ڈال اپنے اوپر رکھ ‌ ‌ سرداری نہ طلب کر، درویش بہتر ہے

مرکبِ ۳ اعناقِ مردم را مپای ‌ ‌ تا نیاید نقرست اندر دو پای

لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ ہو ‌ ‌ تاکہ تیرے دونوں پاؤں میں نقرس نہ ہوجائے

مرکبے را کآخرش تو دہ دہی ‌ ‌ کہ بشہرے مانی و ویراں دہی

جس سواری کو تو آخر میں دھکے دیگا ‌ ‌ کہ تو شہر کے مشابہ معلوم ہوتا ہے اور ویران گاؤں

دہ دہش اکنوں کہ چوں شہرت نمود ‌ ‌ تا نباید رخت در ویراں کشود

اسکو اب دھکے دیدے جبکہ وہ تجھے شہر نظر آرہا ہے ‌ ‌ تاکہ تو ویرانے میں پڑاؤ نہ ڈالے

---

۱ در بیان۔ اِس طرح کے دھوکے میں صرف وہ غلام ہی مبتلا نہ تھا بلکہ ہر شخص کسی نہ کسی مرحلہ میں اسی طرح کے دھوکے میں مبتلا ہے۔ سمند۔ گھوڑا۔ کفور۔ خدا کی عطا کردہ طاقتوں کو بر سرِ کار نہ لانا کفر ہے۔ بر جنازہ۔ اگر کوئی کسی شخص کو خواب میں جنازہ پر مُردہ دیکھتا ہے تو اُس کی تعبیر یہ ہوتی ہے کہ اُس شخص کو کوئی بڑا رتبہ حاصل ہونے والا ہے۔

۲ زانکہ۔ اِس خواب کی یہ تعبیر اسلئے ہے کہ تابوت بھی لوگوں کے کاندھے کا بوجھ ہوتا ہے اور بڑے لوگ بھی دوسروں پر اپنا بوجھ لادتے ہیں۔ درویش فقیر کسی کا بار دوش نہیں بنتا ہے۔ اعناق۔ عنق کی جمع ہے، گردن۔ نقرس۔ ایک مرض ہے جو موٹاپا پاؤں کے انگوٹھے سے شروع ہوتا ہے اس کو راج روگ بھی کہا جاتا ہے۔

۳ مرکب۔ یعنی وہ عہدہ جس پر تو سوار ہے۔ چون شہرت۔ یعنی تو اُس سے کہے گا کہ اس وقت تو پُر رونق شہر کیطرح نظر آرہا ہے حالانکہ انجام کار ویران گاؤں ثابت ہوگا۔

دہ دہش اکنوں کہ صد بستانت ہست
تو اُسکو اب دھکے دیدے جبکہ تیرے پاس سو باغ ہیں

تا نگردی عاجز و ویراں پرست
تاکہ تو عاجز اور ویران پرست نہ بنے

گفت[1] پیغمبرؐ کہ جنت از اٰلہ
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ خدا سے جنت

گر ہمی خواہی ز کس چیزے مخواہ
اگر چاہتا ہے، تو کسی سے کچھ نہ مانگ

چوں نخواہی مَن کفیلم مر تُرا
جب تو نہ مانگے گا، میں تیرا کفیل ہوں

جنّتُ الماویٰ و دیدارِ خُدا
جنّتُ الماویٰ اور خدا کے دیدار کا

آں صحابی زیں کفالت شد عیار
وہ صحابی اس کفالت سے، کھرے بنے

تا یکے روزے کہ گشتہ بُد سوار
یہاں تک کہ وہ ایک روز سوار تھے

تازیانہ از کفش افتاد راست
اُنکے دائیں ہاتھ سے کوڑا گر گیا

خود فرود آمد ز کس آں را نخواست
خود نیچے اُترے اُسکو کسی سے نہ مانگا

آنکہ از دادش نیاید ہیچ بد
جس کے دینے سے کوئی برائی نہیں آتی ہے

داند اُو بے خواہشے خود می دہد
وہ جانتا ہے، بغیر مانگے خود دیتا ہے

ور بامرِ حق بخواہی آں رواست
اگر تو خدا کے حکم سے مانگے وہ جائز ہے

آنچناں خواہش طریقِ انبیاست
ایسا مانگنا، نبیوں کا طریقہ ہے

بد[2] نماند چوں اشارت کرد دوست
جب دوست نے اشارہ کر دیا، وہ بُرا نہ رہا

کفر ایماں شد چو کفر از بہرِ اوست
کفر ایمان بن گیا جبکہ کفر اُس کے لئے ہو

ہر بدے کہ امرِ اُو پیش آورد
ہر بُرائی جو اُس کا حکم بجالائے

آں زِ نیکی ہائے عالَم بگذرد
وہ جہاں کی نیکیوں سے بڑھ جاتی ہے

زاں صدف گر خستہ گردد نیز پوست
اگر سیپ کی کھال بھی زخمی ہو جائے

دہ مدہ کہ صد ہزاراں دُر دروست
دھکا نہ دے، کیونکہ اُسمیں ہزاروں موتی ہیں

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس چل

سوئے شاہ و ہم مزاجِ باز گرد
بادشاہ کی جانب، اور باز کا ہم مزاج بنجا

باز[3] رو در کاں چوں زرِ دہ دہی
کان میں خالص سونے کیطرح واپس ہو جا

تا رہد دستانِ تو از دہ دہی
تاکہ تیرے ہاتھ دھکّے دینے سے نجات پائیں

صورتِ بد را چو در دل رہ دہند
جب بُری صورت کو دل میں جگہ دیتے ہیں

از ندامت آخرش دہ می دہند
آخر میں شرمندگی سے اُسکو دھکّے دیتے ہیں

[1] گفت۔ یہ ابوداؤد شریف کی ایک حدیث کا مضمون ہے آنحضورؐ نے حضرت حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ کو بھی اسی طرح کی نصیحت فرمائی تھی۔ آں صحابی۔ حضرت حکیم ابن حزامؓ کے بارے میں یہی مذکور ہے آنکہ۔ اپنی تمام ضروریات کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا چاہئے ور۔ ہاں اگر خدا کا حکم ہو تو دوسروں سے مانگا جا سکتا ہے جیسا کہ آنحضورؐ کو تھا کہ آپ اُن سے صدقہ وصول کیجئے۔

[2] بد نماند۔ امرِ خداوندی کے بعد سوال برا نہیں ہے اگر انسان کلماتِ کفر اللہ کے لئے اختیار کرے تو وہ عین ایمان ہے جیسا کہ بعض صحابہ نے اسلام کی مدد کیلئے اختیار کئے یا جبر کی صورت میں کوئی مومن بامرِ خداوندی کلماتِ کفر کہدے۔ ہر بدے۔ اضطرار کے وقت مُردار کا کھانا نیکی ہے۔ زاں صدف۔ نیکی کی خاطر کوئی بُرائی بُرائی نہیں ہے۔ دہ مدہ۔ اُسکو دھکّا نہ دے۔ مزاجِ باز۔ باز شکار کرکے بادشاہ کے ہاتھ پر آبیٹھتا ہے۔

[3] باز رو۔ انابت الی اللہ اختیار کر تاکہ تجھے دنیا میں پھنس کر آخر میں افسوس نہ کرنا پڑے۔ کاں۔ یعنی ذاتِ حق تعالیٰ۔ زرِ دہ دہی۔ وہ خالص سونا جو تپانے سے کم نہ ہو۔ دستان۔ ہاتھ۔ دہ دہی۔ دھکّے دینا۔

ﻣﻠﻪ دزد را چوں قطع تلخی می دہد — ذوقِ دزدی را چو زن دہ می دہد

چور کو جب ہاتھ کٹنا تلخی دیتا ہے — تو وہ چوری کے ذوق کو عورت کیطرح دھکے دیتا ہے

دیدۂ دہ دادن از دستِ حزیں — دہ بدادن زیں بریدہ دست بیں

تونے غمگین کے ہاتھ کے دھکے دینے کو دیکھا ہے — اِس ہاتھ کٹے کے دھکے دینا دیکھ

ہمچنیں قلّاب و خونی و لَوَند — وقتِ تلخی عیش را دہ مید ہند

اسی طرح ملمع ساز اور خونی اور غنڈا — تلخی کے وقت، عیش کو دھکے دیتے ہیں

توبہ می آرند ہم پروانہ وار — باز نسیاں می کشدشاں سوئے کار

پروانہ کی طرح توبہ بھی کرتے ہیں — بھول، پھر اُنکو کام کیطرف کھینچ لیتی ہے

ہمچو پروانہ ز دور آں نار را — نور دید و بستہ آں سو بار را

پروانہ کیطرح کہ اُس نے دور سے اُس آگ کو — نور دیکھا اور اُس جانب رختِ سفر باندھ لیا

چوں بیامد سوخت پرّش وا گریخت — باز چوں طفلاں فتاد و ملح ریخت

جب آیا اُس کے پر جلے، واپس بھاگا — پھر بچوں کی طرح گر پڑا اور نمک گرادیا

ﻣﻠﻪ بارِ دیگر بر گمانِ طمع سُود — خویش زد بر آتشِ آں شمع زود

نفع کے لالچ کے گمان پر دوبارہ — اُس شمع کی آگ پر بہت جلد اپنے آپکو لیجا ڈالا

بارِ دیگر سوخت ہم واپس بجست — باز کردش حرصِ دل ناسی و مست

دوبارہ جلا واپس کودا — دل کے لالچ نے پھر اُسکو بھولنے والا اور مست بنادیا

آں زماں کز سوختن وا می جہد — ہمچو ہندو شمع را دہ مید ہد

جس وقت جلنے سے واپس کودتا ہے — ہندوستانی غلام کی طرح شمع کو دھکے دیتا ہے

کاے رُخت تاباں چو ماہِ شب فروز — وے بصحبت کاذب و مغرور سوز

کہ اے (شمع) تیرا رُخ رات کو منور کرنیوالے چاند کیطرح روشن ہے — اور اے (شمع تو) دوستی میں جھوٹی اور دھوکے میں مبتلا کو جلانے

باز از یادش رود توبہ و انیں — کَاَوْھَنَ الرَّحْمٰنُ کَیْدَ الْکَافِرِیْن

پھر توبہ اور رونا اُس کی یاد سے جاتا رہتا ہے — کیونکہ اللہ (تعالے) نے جھوٹوں کے مکر کو کمزور کردیا ہے

ﻣﻠﻪ در عمومِ تاویلِ ایں آیہ کُلَّمَا اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَھَا اللہُ

اِس آیت کی تاویل کی وسعت کے بیان میں "جب وہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اُسکو بجھا دیتا ہے"

کُلَّمَا ھُمْ اَوْقَدُوْا نَارَ الْوَغٰی — اَطْفَاَ اللہُ نَارَھُمْ حَتّٰی انْطَفٰی

جب بھی اُنھوں نے جنگ کی آگ بھڑکائی — اللہ نے اُنکی آگ کو بجھا دیا جہانتک کہ وہ بجھ گئی

ﻠﻪ دزد۔ چور کو جب سزا ملتی ہے تب وہ چوری کی لذت کو دھکے دیتا ہے۔ حزیں۔ غمگین کو جس چیز سے غم پہنچا وہ اُس کو دھکے دیتا ہے چنانچہ چور ہاتھ کٹنے پر چوری کو دھکے دیتا ہے۔ قلّاب۔ جعلساز۔ لَوَند۔ غنڈا۔ توبہ۔ ہر خطاوار اپنی خطا کو اسی طرح دھکے دیتا ہے جبطرح پروانہ شمع سے جلنے پر اسکو دھکے دیتا ہے لیکن پھر اُس پر بھول طاری ہوجاتی ہے اور وہ اُس خطا کا دوبارہ ارتکاب کرنے لگتا ہے۔ بار۔ سامان۔ طفلاں۔ جب بچہ گرتا ہے تو اُسکو بہلانے کیلئے کہتے ہیں اوہو نمک گرادیا۔

ﻠﻪ بارِ دیگر۔ لیکن پروانہ پھر نور کے لالچ میں شمع کی نار پر گرتا ہے۔ بارِ دیگر۔ پروانہ کا بار بار یہی حال ہوتا ہے۔ ناسی۔ بھولنے والا۔ ہمچو۔ پروانہ شمع سے وہی کہتا ہے جو اُس غلام نے آقا کی لڑکی کو کہا تھا۔ انیں۔ رونے کی آواز۔

ﻠﻪ کلّما۔ اِس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کُفّار اللہ کے منشار کے خلاف مسلمانوں سے جنگ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ تعالےٰ اُن پر بھول طاری کردیتا ہے اور اُس لڑائی کی آگ کو بجھا دیتا ہے، یہی حال ہر انسان کا ہے جب وہ قدرت کے منشار کے خلاف کوئی کام کرتا ہے تو اُس پر بھول طاری کردی جاتی ہے۔

عزم کردہ کہ دِلا ایں جا مایست | گشتہ ناسی زانکہ اہلِ عزم نیست

اُس نے پختہ ارادہ کیا کہ اے دل! یہاں نہ ٹھہر | وہ پھر بھولنے والا بن گیا کیونکہ پختہ ارادہ والا نہ تھا

چوں نبودش تخمِ صدقے[1] کاشتہ | حق بروُ نسیانِ آں بگماشتہ

کیونکہ اُسکے پاس سچائی کا بویا ہوا بیج نہ تھا | اللہ نے اُس پر اُس کی بھول کو مسلط کر دیا

گرچہ بر آتش زنہ دل می زند | آں ستارش را کفِ حق می کشد

اگرچہ وہ چقماق پر دل کو رگڑتا ہے | اس کی چنگاری کو اللہ کا ہاتھ بجھا دیتا ہے

قصہ ہم در تفسیر ایں معنیٰ

انہی معنیٰ کی تفسیر میں قصہ

رفت دزدے شب بخانۂ یک بزرگ | آمد پنہاں در آمد ہمچو گرگ

ایک چور رات میں ایک بزرگ کے گھر میں گیا | گھسا اور چھپکے سے بھیڑیے کی طرح گھسا

شرفہ بشنید در شب معتمد | برگرفت آتش زنہ کاتش کند

(بزرگ) معتمد نے رات میں آہٹ سنی | چقماق اٹھایا تاکہ آگ روشن کرے

صاحبِ خانہ[2] شب آوازے شنید | برگرفت آتش زنہ زد آں وحید

صاحبِ خانہ نے رات کو آواز سنی | اُس یکتا نے چقماق اٹھا کر رگڑا

میزد آتش بہرِ شمع افروختن | تا سرِ آواز را بیند علن

وہ آگ روشن کرتا تھا تاکہ شمع روشن کرے | تاکہ آواز کا راز علانیہ دیکھ لے

دزد آمد آں زماں پیشش نشست | چوں گرفتے سوختہ می کرد پست

اُس وقت چور آیا، اُسکے سامنے بیٹھ گیا | جب چیتھڑا آگ پکڑتا وہ اُسکو دبا دیتا

می نہاد آنجا سرِ انگشت را | تا شود استارہ[3] آتش فنا

وہ اُس جگہ انگلی کا سرا رکھ دیتا | تاکہ آگ کی چنگاری فنا ہو جائے

تر ہمی کرد اُو سرِ انگشت را | زاصبع آں استارہ را کردے فنا

وہ انگلی کے سرے کو تر کر لیتا | اُس چنگاری کو انگلی سے بجھا دیتا

خواجہ می پنداشت کز خود می مرد | ایں نمیدید اُو کہ دزدش می کشد

خواجہ سمجھتا کہ وہ خود بجھ جاتی ہے | وہ یہ نہیں دیکھتا تھا کہ چور اُسکو بجھاتا ہے

خواجہ گفت ایں سوختہ نمناک بود | می مرد استارہ از تریش زود

خواجہ نے کہا، یہ چیتھڑا گیلا تھا | اُس کی تری سے چنگاری فوراً بجھ جاتی ہے

---

[1] صدقے یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان صادق۔ نسیان بھول۔ آتش زنہ۔ ہر وہ چیز جس سے آگ سلگائی جائے۔ گرگ۔ بھیڑیا بھی چپکے سے حملہ کرتا ہے شرفہ۔ شین کے ساتھ آہٹ سین کے ساتھ کھانسی۔

[2] صاحبِ خانہ چور کے گھسنے پر جب آہٹ ہوئی تو مکان کے مالک نے کپڑے کا چیتھڑا اٹھایا تاکہ اُس میں آگ لگا کر روشنی کرے اور دیکھے کہ گھر میں کون ہے چونکہ جب کپڑے میں چنگاری پیدا ہوتی وہ چور چپکے سے اُس پر انگلی رکھکر بجھا دیتا۔

[3] استارہ جو شعلہ کپڑے سے نکلتا چور اُسکو اپنی تر انگلی سے بجھا دیتا۔ خواجہ۔ مکان کا مالک یہی سمجھتا ہا کہ وہ چنگاری خود بجھ جاتی ہے کپڑا گیلا ہوگا اُسکو یہ محسوس نہ ہوا کہ چور اُس کو بجھا دیتا ہے۔

بسکہ ظلمت بود و تاریکی ز پیش
چونکہ سامنے کی تاریکی اور بہت اندھیرا تھا

می ندید آتش کُشے را پیشِ خویش
وہ آگ بجھانے والے کو اپنے سامنے نہ دیکھتا تھا

ایں[۵۱] چنیں آتش کُشے اندر دلش
اسی طرح اپنے دل کے اندر آگ بجھانیوالے کو

دیدۂ کافر نہ بیند از عمشس
کافر کی آنکھ اندھے پن سے نہیں دیکھتی ہے

چوں نمی داند دلِ دانندہٗ
جاننے والے کا دل کیوں نہ جانے گا

ہمت با گردندہ گردانندہٗ
کہ گھومنے والے کیساتھ کوئی گھمانے والا ہے؟

چوں نمی گوئی کہ روز و شب بخود
تو کیوں نہیں کہتا کہ دن اور رات خود

بے خداوندے کے آید کے رود
بغیر خدا کے کیسے آجا سکتے ہیں؟

گردِ معقولات میگردی ببیں
تو معقولات کے چکر لگاتا ہے، غور کر

ایں چنیں بے عقلیِ خود اے مہیں
اے ذلیل! اِس طرح کی اپنی بے عقلی کو

خانہ با بنّا بود معقول تر
گھر، بنانیوالے کے ساتھ، زیادہ سمجھ کے قابل ہے

یا کہ بے بنّا بگو اے کم ہنر
یا بغیر بنانے والے کے اے بے ہنرے! بتا

خانۂ با ایں بزرگی و وقار
گھر اِس وسعت اور خوبی کے ساتھ

کے بود بے اوستادے خوبکار
بغیرِ اچھے کاریگر کے کب بنتا ہے؟

خط[۵۲] با کاتب بود معقول تر
خط، کاتب کے ہوتے ہوئے زیادہ معقول ہے

یا کہ بے کاتب بیندیش اے پسر
اے بیٹا! سوچ لے، یا بغیر کاتب کے

جیمِ گوش و عینِ چشم و میمِ فم
کان کا جیم، آنکھ کی عین، مُنہ کا میم

چوں بود بے کاتبے اے متہم
اے تہمت زدہ! کاتب کے بغیر کیسے ہوگا؟

شمعِ روشن بے زگیرانندہٗ
شمع، بغیر کسی روشن کرنیوالے کے روشن ہے

یا بگیرانندۂ دانندہٗ
یا روشن کرنے والے، جانکار کی وجہ سے؟

صنعتِ خوب از کفِ شلِّ ضریر
عمدہ دستکاری اندھے لُنجے کے ہاتھ سے

باشد اولیٰ یا ز گیرایِ بصیر
بہتر ہوگی، یا بینا گرفت کرنے والے سے

پس[۵۳] چو دانستی کہ قہرت میکند
جیسا تو جان گیا کہ تجھے مجبور کرتے ہیں

بر سرت دبّوسِ محنت می زند
تیرے سر پر آزمائش کا گرز مارتے ہیں

پس بکن دفعش چو نمرودے بجنگ
تو اُس کو نمرود کی طرح جنگ سے دفع کر

سوئے اُو کش در ہوا تیرِ خدنگ
اُس کی جانب ہوا میں خدنگ کا تیر چلا

---

۵۱ ایں چنیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے منشاء کے خلاف ارادہ کو گنہگار کے دل سے مٹا دیتا ہے۔ چوں نمی داند۔ یہ گنہگار یہ نہیں سمجھتا کہ ہر کام خداوندی تصرف سے ہو رہا ہے۔ معقولات۔ محض عقلی دلائل سے خدا کا انکار کرتا ہے اور اپنی بے عقلی کو نہیں سمجھتا ہے۔ خانہ۔ کوئی گھر بغیر معمار کے تعمیر نہیں ہوتا ہے۔ خانہ۔ یہ اِستقدر عظیم گھر دنیا کسی کے بنائے کیسے بن سکتی ہے۔

۵۲ خط۔ بغیر کسی لکھنے والے کے خط کا لکھا جانا غیر معقول ہے۔ جیم گوش۔ کان کے دائرے کو جیم سے اور آنکھ کے دائرے کو عین سے اور مُنہ کی گولائی کو میم کے سرے سے تعبیر کیا ہے۔ شمع۔ شمع کے بارے میں یہ سمجھنا مناسب ہے کہ وہ بغیر جلانے والے کے روشن ہوگئی یا یہ سمجھنا کہ اسکو روشن کرنے والے نے روشن کیا ہے۔ ضریر اندھا، اچھی دستکاری کو اندھے کی جانب منسوب کرنا بہتر ہے یا بینا کاریگر کے۔ شل۔ لُنجا۔

۵۳ پس چو۔ جب انسان کو معلوم ہوگیا کہ اُس پر کوئی دوسری طاقت مسلط ہے تو پھر اس کی اطاعت کرنی چاہیئے دبّوس۔ گرز۔ نمرود۔ وہی بادشاہ ہے جس نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا تھا اُسی نے خدا سے جنگ کرنے کیلئے آسمان کی طرف تیر چلائے تھے۔ خدنگ ایک درخت تھا جس کی لکڑی کے تیر بناتے تھے۔

ہمچو اسپاہِ[1] مغل بر آسماں — تیر می انداز دفعِ نزعِ جاں

مغلوں کے لشکر کی طرح، آسمان پر — تیر چلا، جان کے نکلنے کے دفعیہ کے لئے

یا گریز از وے اگر تانی برو — چوں کُوی چوں در کفِ اُوئی گرو

یا، بھاگ جا، اگر جا سکتا ہے — تو کیسے بھاگے گا؟ جبکہ تو اسکے ہاتھ میں گروی ہے

در عدم بودی نرستی از کفش — از کفِ اُو چوں رہی اے دستخوش

تو عدم میں تھا اسکے ہاتھ سے نہ بچا — اے عاجز! تو اُس کے ہاتھ سے کیسے بچے گا؟

آرزو جُستن بُود بگریختن — پیشِ عدلش خونِ تقویٰ ریختن

آرزو کرنا، بھاگنا ہے — اسکے انصاف کے سامنے، تقوے کی خونریزی کرنا ہے

ایں جہاں دام ست دانہ اش آرزو — در گریز از دامہای آرزو

یہ دنیا جال ہے، اور آرزو اُس کا دانہ ہے — حرص کے جالوں سے جلد بھاگ

چوں چنیں رفتی بدیدی صد گشاد — چوں شُدی در ضدِ آں دیدی فساد

جب تو ایسے چلا تو سو کشادگیاں دیکھے گا — جب تو اُس کی ضد میں لگا فساد دیکھے گا

چوں[2] شُدی در ضد بدانی ضدِ آں — ضد را از ضد شناسی اے جواں

جب تو ضد میں مبتلا ہوگا اُسکی ضد کو سمجھے گا — اے جوان! تو ضد کو ضد سے پہچان لیگا

پس پیمبر گفت اِسْتَفْتُوا الْقُلُوْب — گرچہ مُفتی تاں بروں گوید خطوب

پیغمبرؐ نے فرمایا ہے دلوں سے فتویٰ لو — اگرچہ ظاہر میں مفتی تجھ سے بڑی باتیں کہے

گوش کُن اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ از رسولؐ — گرچہ مفتی ات بروں گوید فضول

رسولؐ کیہاں سے "اپنے قلب سے فتویٰ لے" سن لے — اگرچہ مفتی ظاہر میں تجھ سے زیادہ باتیں کہے

آرزو[3] بگذار تا رحم آیدش — آزمودم کایں چنیں می بایدش

آرزو کو چھوڑ دے، تاکہ اُس کو رحم آئے — میں نے آزمایا ہے کہ اُسکو یہی چاہئے ہے

چوں نتانی جست پس خدمت کنش — تا روی از حبسِ اُو در گلشنش

جب تو بھاگ نہیں سکتا، تو اُسکی خدمت کر — تاکہ اُس کی قید سے اُسکے گلشن میں پہنچ جائے

دمبدم چوں تو مراقب میشوی — داد می بینی ز داور اے غوی

لمحہ بہ لمحہ جب تو غور کرے گا — اے گمراہ! تو خدا کیجانب سے انصاف دیکھے گا

وَر بہ بندی چشمِ خود را از احتجاب — کارِ خود را کے گذارد آفتاب

اگر پردے میں (رہکر) تو آنکھ بند کرے گا — سورج اپنا کام کب چھوڑتا ہے؟

---

[1] سپاہِ مغل یعنی مغل تیراندازوں کی طرح تو آسمانوں کی طرف تیر چلا یا کسی مغل بادشاہ نے ایسا کیا ہے یا اس سے مراد یاجوج ماجوج ہیں جو مغلوں کے ہم جد ہیں۔ دستخوش، عاجز، تابع فرماں۔ آرزو۔ اللہ کے حکم کے خلاف آرزو کرنا بھی اُس سے بھاگنے کے مرادف ہے۔ آز، حرص۔ زو۔ زود کا مخفف ہے، جلد۔

[2] چوں شدی۔ اگر تم ہواو حرص میں مبتلا ہوجاؤ گے تو پھر تمہیں ترکِ حرص کی حقیقت معلوم ہوگی۔ تُعْرَفُ الْأَشْيَاءُ بِأَضْدَادِهَا "چیزیں اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں" پس پیمبر۔ تقویٰ اختیار کرنے کے بعد انسان کا دل خود بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے لگتا ہے۔ اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ وَإِنْ أَفْتَاكَ الْمُفْتُوْنَ "تو اپنے دل سے فتویٰ حاصل کر خواہ تجھے مفتی کچھ فتویٰ دیں"

[3] آرزو۔ اللہ کو یہ پسند ہے کہ انسان اپنی حرص اور آرزو کو ختم کردے۔ چوں۔ جبکہ خدا سے گریز ممکن نہیں ہے تو اُس کی اطاعت کرنی چاہئے۔ دمبدم۔ جب تو اس فلسفہ پر غور کرے گا تو تجھے شرحِ صدر ہوجائے گا۔ کارِ خود۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنا عدل ترک نہیں کرے گا۔

بازراں سوئے ایاز و رتبتش — واں فضیلت در کمالِ رفعتش
ایاز اور اُس کے رتبے کی جانب پھر چل — بلندی کے کمال میں اُس کی فضیلت کی جانب

۱ وانمودن پادشاہ با اُمرا و مُتعصّبان سببِ فضیلت و مرتبت و قربت و جامگی بُردن ایاز بر وجہے کہ ایشاں را حجت و اعتراض نماند

بادشاہ کا اُمرا اور مُتعصبوں پر فضیلت اور رُتبے اور قرب کا سبب ظاہر کرنا اور ایاز کا پوشاک کا خرچہ حاصل کرنا ایسے طریقہ پر کہ اُن کی دلیل اور اعتراض باقی نہ رہا

چوں امیراں از حسد جوشاں شُدند — عاقبت بر شاہِ خود طعنہ زَوَند
جب امیر حسد سے جوش میں بھر گئے — آخر کار اُنھوں نے اپنے بادشاہ پر طعنہ زنی کی

کایں ایازِ تو ندارد سی خِرد — جامگیِ سی امیر اُو چوں خورَد
کہ یہ آپ کا ایاز تیس عقلیں نہیں رکھتا ہے — وہ تیس امیروں کی تنخواہ کیوں کھاتا ہے؟

شاہ۲ بیروں رَفت باآں سی امیر — سُوئے صحرا و کہستاں صَید گیر
بادشاہ اُن تیس امیروں کے ساتھ گیا — جنگل اور پہاڑ کی جانب شکار کھیلتے ہوئے

کاروانے دید از دور آں مَلِک — گفت امیرے را کہ رَو اے مُوتفِک
اُس بادشاہ نے دور سے ایک قافلہ دیکھا — ایک امیر سے کہا اے واپس آنے والے! جا

رَو بپرس آں کارواں را بر رَصَد — کز کُدامیں شہر اندر می رَسَد
جا، اِس قافلہ سے تحقیق کے طور پر دریافت کر — کہ وہ کون سے شہر سے اندر آرہا ہے؟

رفت و پرسید و بیامد کہ زرَے — گفت عزمش تا کجا درماند وَے
وہ گیا اور پوچھا اور آیا، کہ رَے سے — کہا اُس کا کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ عاجز ہوگیا

دیگرے را گفت رَو اے بُوالعلا — باز پُرس از کارواں کہ تا کجا
دوسرے سے کہا، جا اے بزرگ! — قافلہ سے پوچھ کہ کہاں کا قصد ہے؟

رَفت۳ و آمد گفت تا سُوئے یمن — گفت رختش چیست ہاں اے مؤتمن
وہ گیا اور آیا، کہا یمن کی جانب — اُس نے کہا، اے امین اس کا سامان کیا ہے

ماند حیراں گفت با میرے دگر — کہ برو وا پرس رختِ آں نفر
وہ حیران رہ گیا، اُس نے دوسرے امیر سے کہا — کہ جا، اُن لوگوں کا سامان واضح طور پر دریافت کر

باز آمد گفت از ہر جنس ہست — اَغلبِ آں کاسہائے رازی ست
وہ واپس آیا کہا ہر قسم کی چیز ہے — زیادہ تر رَے کے پیالے ہیں

۱ وانمودن۔ شاہ محمود نے ایک طریقہ اختیار کیا جس سے ایاز کی فضیلت ظاہر ہوگئی اور دیگر امرار طعنہ زنی سے باز آگئے۔ چوں۔ امیروں نے شاہ محمود پر اعتراض کیا کہ ایاز کو تیس امیروں کی تنخواہ کیوں دی جاتی ہے ایاز کے بھی ایک عقل ہے اور دوسروں کے بھی ایک عقل ہے۔ جامگی۔ وہ تنخواہ جو کپڑوں کے لئے دی جائے۔
۲ شاہ۔ شاہ محمود اُن تیسوں امیروں کو شکار کے بہانے سے شہر کے باہر لے گیا موتفک۔ واپس آنیوالا نزدیک یعنی شہر رے سے آرہا ہے۔ در ماند۔ اِس سوال کا جواب نہ دے سکا۔ تاکجا۔ کہاں جارہا ہے۔
۳ رفت۔ اِس دوسرے نے دریافت کیا تو قافلہ والوں نے بتایا کہ یمن شہر کو جارہے ہیں۔ موتمن۔ امانت دار۔ رخت۔ یعنی قافلہ کیا سامان لے جارہا ہے۔ کاسہای رازی۔ رَے کے بنے ہوئے پیالے۔

گفت شہ کے بیروں شدند از شہر رے
اُس نے کہا وہ رَے شہر سے کب نکلے!

ماند حیراں آں امیر سست پے
وہ سُست قدم امیر حیران رہ گیا

آں دگر را گفت رَو واپرس ہاں
دوسرے سے کہا جا مسافر پوچھ خبردار!

تا کہ کے بُود ست نقلِ کارواں
کہ قافلہ کا سفر کب سے شروع ہوا؟

باز گشت و گفت ہشتم از رجب
وہ واپس آیا اور کہا رجب کی آٹھویں سے

گفت در رے چیست تسعیر اے عجب
کہا اے عجیب! رے میں کیا بھاؤ ہے؟

چوں نمیدانست دیگر دم نزد
چونکہ وہ نہ جانتا تھا اس نے سانس نہ لیا

شہ فرستاد آں دگر را زاں عدد
بادشاہ نے اُن میں سے دوسرے کو بھیجا

ہمچنیں تا سی امیر و بیشتر
اسی طرح تیس امیر تک اور زیادہ تک

سُست رای و ناقص اندر کر و فر
آنے جانے میں سست رای اور ناقص (نکلے)

ہر یکے رفتند بہرِ یک سوال
ہر ایک، ایک سوال کے پیچھے پڑا

ناقص و عاجز زادراکِ کمال
کمال کے حاصل کرنے سے ناقص اور عاجز (رہا)

گفت امیراں را کہ من روزے جدا
اُس نے امیروں سے کہا کہ میں نے ایک روز تنہا

امتحاں کردم ایازِ خویش را
اپنے ایاز کا امتحان لیا

کہ بپرس از کارواں تا از کجاست
کہ دریافت کر کہ قافلہ کہاں کا ہے؟

اُو برفت ایں جملہ را پرسید راست
وہ گیا اور یہ سب باتیں صحیح دریافت کرلیں

بے وصیت بے اشارت یک بیک
بغیر کہے، بغیر اشارے کے ایک ایک

حالِ شاں دریافت بے ریبے و شک
بغیر شک و شبہ کے اُن کا حال دریافت کرلیا

ہر چہ زیں سی میر اندر سی مقام
جو کچھ اُن تیس امیروں سے تیس دفعہ میں

کشف شد ز و آں بیکدم شد تمام
معلوم ہوا اُس سے ایک دم مکمل ہوگیا

مرافعۂ آں امرا آں حجت بشبہ جبریانہ و جواب دادن شاہ محمود ایشاں را

اُن امرا کا جبریوں کی طرح اپنے شبہ کے ساتھ اپیل کرنا اور شاہ محمود کا اُن کو جواب دینا

پس بگفتند آں امیراں کایں فنے ست
تو اُن امیروں نے کہا کہ یہ ہنر ہے

از عنایتہاست کار جہد نیست
جو اللہ تعالیٰ کی عنایتوں سے ہے کوشش کا معاملہ نہیں

۵۱ گفت۔ شاہ نے کہا وہ رَے سے کب چلے تھے۔ تسعیر یعنی اُن پیالوں، کا رَے میں کیا بھاؤ تھا۔ زاں عدد۔ یعنی اُن تیس سرداروں میں سے۔ ہر یکے۔ اُن تیسوں سرداروں میں سے کوئی پوری بات معلوم کر کے نہ آیا۔ گفت۔ سلطان محمود نے اُن امیروں سے کہا کہ ایک روز میں نے ایاز کو ایسی ہی معلومات کے لئے اکیلا بھیجا تھا تمام تیس آدمیوں نے جو جوابات لاکر دیئے اُس نے تنہا سب جواب دے دیئے تھے۔

۵۲ مرافعہ۔ اب ان امیروں نے دو بلہ اِس معاملہ کو اٹھایا اور اِس طرح کی باتیں شروع کردیں جو جبری کرتے ہیں اور اپنا تصور قضاء قدر پھینکتے تھے۔

۵۳ پس۔ اِن امیروں نے کہا کہ ایاز کی یہ ہنرمندی تو خدا کی عطا کردہ ہے اِس میں ہماری یا اُس کی کسی کوشش کو کیا دخل ہے۔

قسمتِ[1] حق ست مہ را رُوی نغز
چاند کا حسین چہرہ اللہ (تعالیٰ) کی تقسیم ہے

دادہ بخت ست گُل را بُوی نغز
پھول کی عمدہ خوشبو نصیب کا عطیہ ہے

بلکہ سلطاں چوں عنایت میکُند
بلکہ شاہ جب مہربانی کرتا ہے

از تفاخُر خیمہ بَر مہ می زنَد
تو وہ فخر سے، چاند پر خیمہ لگا لیتا ہے

گفت سلطاں بلکہ آنچہ از نفس زاد
سلطان (محمود) نے کہا بلکہ جو نفس سے پیدا ہوتا ہے

ریعِ تقصیر ست و دخلِ اجتہاد
کوتاہی کی پیداوار اور کوشش کی آمدنی ہے

وَرنہ آدمؑ کے بگفتے با خدا
ورنہ (حضرت) آدمؑ خدا سے کب کہتے؟

رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا نَفْسَنَا
اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا

خود بگفتے کایں گناہ از بخت بُود
خود کہدیتے کہ یہ گناہ تقدیر سے تھا

چوں قضا ایں بود حزمِ ما چہ سُود
جب قضاء (خداوندی) یہی تھی ہماری احتیاط سے کیا فائدہ

ہمچو[2] ابلیسے کہ گفت اَغْوَیْتَنِی
شیطان کی طرح کہ اُس نے کہا تو نے مجھے گمراہ کیا

تو شکستی جام و مارا می زَنی
تو نے جام توڑا اور مجھے مارتا ہے

بل قضا حق ست و جُہدِ بندہ حق
بلکہ قضاء (خداوندی) حق ہے اور بندہ کی کوشش بھی حق ہے

ہیں مباش اَعْوَر چو ابلیسِ خَلَق
پرانے شیطان کی طرح کانا نہ بن

دَر تردّد ماندہ ایم اندر دو کار
ہم دو کاموں کے درمیان تردّد میں ہیں

ایں تردّد کے بُوَد بے اختیار
بغیر اختیار کے یہ تردّد کب ہوتا ہے؟

ایں کُنم یا آں کُنم کے گوید اُو
میں یہ کروں یا وہ کروں وہ کب کہتا ہے؟

کہ دو دست و پاش بستست اے عمو
اے چچا! جسکے دونوں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہوں

ہیچ[3] باشد ایں تردّد در سَرم
کبھی میرے سر میں یہ تردّد ہوتا ہے؟

کہ روم در بحر و یا بالا پَرم
کہ میں سمندر پر چلوں یا اوپر کو اڑوں

ایں تردّد ہست کہ موصل رَوم
یہ تردّد ہوتا ہے، کہ موصل جاؤں

یا برائے سحر تا بابل رَوم
یا جادو کے لئے، بابل تک جاؤں

پس تردّد را بباید قدرتے
تو تردّد کے لئے قدرت چاہیئے

وَرنہ آں خندہ بُوَد بر سُبلتے
ورنہ وہ محض مذاق ہوگا

بر قضا کم نہ بہانہ اے جواں
اے جوان! قضاء (خداوندی) پر بہانہ نہ رکھ

جُرمِ خود را چوں نہی بر دیگراں
اپنا قصور دوسروں پر کیوں ڈالتا ہے؟

[1] قسمت۔ یہ خدائی تقسیم ہے کہ اُس نے چاند کو خوبصورت چہرہ عطا کر دیا اور پھول کو خوشبو عطا کر دی۔ گفت شاہ محمود نے کہا کہ یہ بات درست نہیں ہے خدا نے بندے کو بھی اختیار دیا ہے انسان جو کام کرتا ہے اُسمیں اُسکی کوتاہی اور کوشش کا دخل ہے۔ ورنہ۔ حضرت آدمؑ نے یہی سمجھا ورنہ اپنی کوتاہی کو اپنی طرف منسوب نہ کرتے بلکہ خدا کیطرف منسوب کر دیتے۔

[2] ہمچو۔ اسطرح کے کاموں کی خدا کیطرف نسبت کر دینا شیطان کا کام ہے اُس نے اپنی غلطی کو خدا کیطرف منسوب کیا اور کہا کہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے میرا کیا قصور ہے۔ بل۔ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر بھی حق ہے اور انسان کی کوشش بھی اپنی جگہ صحیح ہے صرف ایک جانب دیکھنا شیطان کی بھینگی آنکھ کا کام ہے۔ در تردد۔ انسان اکثر کاموں میں متردد ہوتا ہے اگر اُسکو اختیار نہ ہوتا تو وہ تردد کیوں کرتا جبر کی حالت میں اُس کو کبھی تردد نہ ہوتا۔

[3] ہیچ۔ جبکہ انسان کو اوپر اڑنے پر قدرت ہی نہیں ہے تو وہ کبھی متردد نہیں ہوتا کہ مجھے اوپر اڑنا چاہیئے یا سمندر میں کودنا چاہیئے۔ ایں تردد۔ اُسکو موصل اور بابل جانیکا اختیار ہے اِسمیں اُسکو تردد ہوتا ہے بر قضا۔ انسان کو اپنی غلطیوں کا ذمہ دار قضاء خداوندی کو نہ بنانا چاہیئے۔

خوں[1] کُند زید و قصاصِ اُو بعَمر
زید خون کرے اور اُس کا بدلہ عمر پر

مے خورد بکر و برَ احمد حدِ خمر
بکر شراب پئے اور شراب کی سزا احمد پر

گِردِ خود بر گرد و جُرمِ خود ببیں
اپنا چکر کاٹ، اپنا قصور دیکھو

جنبش از خود بین و از سایہ مبیں
حرکت اپنی سمجھ اور سایہ کی نہ سمجھ

کہ نخواہد شُد غلط پاداشِ میر
حاکم کی سزا غلط نہ ہوگی

خصم را میداند آں میرِ بصیر
وہ بینا حاکم، مُجرِم کو جانتا ہے

تو عسَل خوردی نیاید تب بغیر
تونے شہد پیا، غیر کو بخار نہ آئے گا

مُزدِ روزِ تو نیاید شب بغیر
تیری دن کی مزدوری رات کو غیر نہ حاصل کریگا

درَ چہ کردی جہد کاں با تو نگشت
تونے کس چیز میں کوشش کی کہ وہ تجھے نہ ملی؟

تو چہ کاریدی کہ نامد ریعِ کِشت
تونے کیا بویا کہ کھیتی کی پیداوار نہ آئی؟

فعلِ[2] تو کاں زاید از جان و تنَت
وہ تیرا کام جو تیری جان اور جسم سے پیدا ہوتا ہے

ہمچو فرزندت بگیرد دامنت
وہ تیری اولاد کی طرح تیرا دامن پکڑیگا

فعل را در غیب صورت می کُنند
(عالمِ غیب میں) کام کی ایک صورت بنا دیتے ہیں

فعلِ دُزدی را نہ دارے میزنند
چوری کے کام کیلئے کیا پھانسی نہیں لگاتے ہیں؟

دار کے ماند بدُزدی لیک آں
پھانسی، چوری سے کب مشابہ ہے؟ لیکن وہ

ہست تصویرِ خدائے غیب داں
غیب داں خدا کیجانب سے ایک صورت بنائی ہوئی ہے

در دلِ شحنہ چو حق الہام داد
جب اللہ تعالےٰ نے کوتوال کے دل میں الہام کردیا

کایں چنیں صورت بساز از بہرِ داد
کہ انصاف کے لئے ایسی صورت بنالے

تا[3] تو عالِم باشی و عادل، قضا
تاکہ تو عالِم اور منصف بنے، قضاء (خداوندی)

نامناسب چوں دہد داد و سزا
جزا اور سزا نامناسب کیسے دے گی؟

چونکہ حاکم ایں کُند اندر گزیں
جب کہ انتخاب میں حاکم یہ کرتا ہے

چوں کُند حکم اَحکَمُ الحاکِمین
تو حاکموں کا حاکم کیا حکم کرے گا؟

چوں بکاری جو نروید غیرِ جو
جب تو جو بوئے گا جو کے سوا نہ اُگے گا

قرض تو کردی ز کہ خواہم گِرو
قرض تونے لیا ہے میں گِروی کس سے مانگوں؟

جُرمِ خود را برَ کسے دیگر منہ
اپنا قصور کسی دوسرے پر نہ رکھ

ہوش و گوشِ خود بدیں پاداش دہ
اپنا ہوش اور کان اِس بدلہ پر لگائے رکھ

---

[1] خوں۔ اپنے جرم کی ذمہ داری قضا پر ڈالنا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ قتل زید کرے اور بدلہ عمر سے لیا جائے، شراب بکر پئے اور احمد کے کوڑے مارے جائیں۔ کہ نخواہد۔ اللہ تعالیٰ کبھی غیر مجرم کو سزا نہیں دیتا ہے۔ تو عسل۔ شہد کوئی کھائے اور اُسکے اثر سے بخار دوسرے کو آئے، دن میں مزدوری کوئی کرے اور اُس کی اُجرت رات کو دوسرے کو دیدی جائے یہ نہیں ہوسکتا ہے در چہ۔ ظاہری اعمال کے نتیجے خود کرنے والے کو حاصل ہوتے ہیں۔

[2] فعل۔ انسان کے اعمال ہی اُسکے دامنگیر ہونگے جسطرح اُسکی ظاہری اولاد اُسکی دامنگیر ہوتی ہے، آخرت میں اعمال مصوّر کردیئے جائیں گے ہاں عمل اور جزا میں ظاہری مشابہت نہ ہوگی۔ دار۔ چوری اور ڈاکہ زنی اور اُسکی سزا پھانسی میں کوئی ظاہری مناسبت نہیں ہے لیکن خدا نے دنیا میں انصاف قائم کرنے کیلئے اُسکی وہ سزا تجویز کردی ہے۔ شحنہ۔ کوتوال۔

[3] تا تو جبکہ انصاف قائم کرنے کیلئے خدا نے یہ الہام کردیا ہے تو پھر قضا خداوندی غیر مناسب جزا اور سزا کہاں دے سکتی ہے۔ چونکہ۔ جب دنیا کا حاکم مناسب جزا اور سزا دیتا ہے تو احکم الحاکمین لامحالہ مناسب جزا و سزا دیگا۔ قرض۔ جب تونے قرض لیا ہے تو ہی گروی رکھے گا۔ جرم۔ اپنا جرم کسی دوسرے پر نہ رکھ اور اسکے بدلہ کا منتظر رہ۔

جُرم بر خود نہ کہ تو خود کاشتی ——— با جزا و عدلِ حق کُن آشتی

اپنے آپ کو قصور وار ٹھہرا کیونکہ تو نے خود بویا ہے ——— اللہ (تعالیٰ) کی جزا اور سزا سے صلح رکھ

رنج[1] را باشد سبب بد کردنی ——— بد ز فعلِ خود شناس از بخت نی

برا کرنا، تکلیف کا سبب ہے ——— برائی اپنے کام کی وجہ سے سمجھ، نہ تقدیر سے

آں نظر در بخت چشم احول کُند ——— کلب را گہدانی و کاہل کُند

تقدیر پر نظر رکھنا آنکھ کو بھینگا بنا دیتا ہے ——— کتے کو پاخانہ والا اور کاہل بنا دیتا ہے

مُتّہم کُن نفسِ خود را اے فتیٰ ——— مُتّہم کم کُن جزائے عدل را

اے نوجوان! اپنے نفس کو مُتّہم سمجھ ——— انصاف کے بدلے کو مُتّہم نہ کر

توبہ کُن مردانہ سر آور بہ رہ ——— کہ فمن یعمل بمثقال یرہ

مردوں کی طرح توبہ کر راستہ پر چل پڑ ——— کیونکہ جو مثقال برابر عمل کریگا وہ اُسکو دیکھے گا

در فسونِ[2] نفس کم شو غرّہ ——— کافتابِ حق نپوشد ذرّہ

نفس کے مکر سے دھوکے میں نہ پڑ ——— کیونکہ حق کا سورج ذرّے کو نہیں چھپاتا ہے

ہست ایں ذرّاتِ جسمی اے مُفید ——— پیشِ ایں خورشیدِ جسمانی پدید

اے فائدہ مند! یہ جسمانی ذرّے ——— اِس جسمانی سورج کے سامنے ظاہر ہیں

ہست ذرّاتِ خواطر و افتکار ——— پیشِ خورشیدِ حقائق آشکار

خیالات اور فکر کے ذرّے ——— حقیقتوں کے سورج کے سامنے ظاہر ہیں

پیشِ حق پیدا و پیشِ تو نہاں ——— سرِّ غیب[3] است ایں مکُن فکرے دراں

خدا کے سامنے ظاہر ہیں تیرے سامنے پوشیدہ ہیں ——— یہ غیبی راز ہے تو اِس میں غور نہ کر

حکایتِ آں صیادے کہ خود را در گیاہ پیچیدہ بود، و

اُس شکاری کا قصہ جس نے اپنے آپ کو گھاس میں لپیٹ لیا تھا اور

دستۂ گل و لالہ کلہ وار بر سر فرو کشیدہ تا مرغان اُو را گیاہ

گل و لالہ کا گلدستہ ٹوپی کی طرح سر پر رکھ لیا تھا تاکہ پرندے اُس کو گھاس

پندارند و آں مرغِ زیرک اندکے بُوی بُرد کہ ایں آدمی ست

سمجھیں اور ایک ہوشیار پرندے نے کچھ تاڑ لیا کہ یہ آدمی ہے

کہ بر شکلِ گیاہ می نماید اما ہم تمام بُوی نبُرد با فسونِ اُو

جو گھاس کی شکل پر نظر آ رہا ہے، لیکن وہ بھی پورا نہ سمجھا کہ وہ بھی دھوکے

[1] رنج۔ انسان کی بدعملی اُسکی تکلیف کا سبب ہے اور بدعملی کا وہ خود ذمّہ دار ہے مقدر اُسکا ذمّہ دار نہیں ہے آں نظر۔ محض تقدیر پر نظر رکھنا انسان کو کج بین بنا دیتا ہے اور انسانی نفس کو برائی کا عادی اور کاہل بنا دیتا ہے۔ مُتّہم۔ برائی کی تہمت اپنے اوپر رکھنی چاہیئے اللہ کے انصاف کو مُتّہم نہ بنانا چاہیئے، خدا نے فرمایا ہے جو ایک ذرّہ عمل کرے گا اُس کا نتیجہ اُس کے سامنے آئے گا۔

[2] در فسون۔ انسان کو نفس سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے اُس کے عمل کا ذرّہ ذرّہ علمِ الٰہی میں ہے۔ ہست۔ جس طرح سے جسمانی ذرّات ظاہری سورج میں چمک اٹھتے ہیں اِسی طرح سے خیالات کے ذرّات علمِ الٰہی میں چمک اٹھتے ہیں۔

[3] سرِّ غیب۔ علمِ الٰہی، عالمِ غیب کے اسرار میں سے ہے اسمیں عالمِ شہود میں غور و فکر نہ کرنا چاہیئے، تیرے اغیار سے جو خیالات مخفی ہیں وہ سب علمِ الٰہی میں ظاہر ہیں۔ حکایت۔ جبر و اختیار کی یہ حکایت ذکر کی گئی ہے کہ اپنے جرم کو کسی دوسرے کے ذمّہ نہ لگانا چاہیئے۔

مغرور شُد زیراکہ دَرادِراکِ اوّل قاطعے نداشت ودر

میں پڑگیا کیوں کہ وہ پہلے ادراک میں یقین نہ رکھتا تھا اور

ادراکِ دوم قاطعے داشت وَھُوَ الحِرصُ وَالطَّمعُ لَاسِیَّمَا

دوسرا احساس قطعی تھا اور وہ حرص اور لالچ ہے خصوصًا حاجت

عِندَ فَرطِ الحَاجَۃِ وَالفَقرِ قَالَ النَّبی علیہ الصَّلوٰۃ

اور ضرورت کی زیادتی کے وقت نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

وَالسَّلام کَادَ الفَقرُ اَن یَّکُونَ کُفرًا اَصدَقُ

نے فرمایا ہے قریب ہے کہ فقر کفر بن جائے اللہ کے رسول نے

رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّمَ

سچ فرمایا ہے اُن پر اور اُن کی اولاد اور صحابہ پر درود و سلام ہو

رفت مرغے در میانِ مرغزار ۔۔۔ بُود آنجا دام از بہرِ شکار

ایک پرندہ چمن میں گیا ۔۔۔ وہاں شکار کے لئے جال تھا

دانۂ چندے نہادہ بر زمیں ۔۔۔ واں صیّاد آنجا نشستہ در کمیں

چند دانے زمین پر رکھے تھے ۔۔۔ اور شکاری وہاں گھات میں بیٹھا تھا

خویشتن پیچیدہ در برگ و گیاہ ۔۔۔ وز گُل و لالہ وُرا بر سر کلاہ

اپنے آپ کو پتوں اور گھاس میں لپیٹ لیا تھا ۔۔۔ اور اُس کے سر پر گُل و لالہ کی ٹوپی تھی

در کمیں بنشستہ و کردہ نگاہ ۔۔۔ تا در اُفتد صید بیچارہ ز راہ

گھات میں بیٹھا تھا اور نگاہ لگائے ہوئے تھا ۔۔۔ تاکہ بیچارہ شکار، راستہ سے بھٹک جائے

مُرغک آمد سُوئے اُو از ناشناخت ۔۔۔ پس طواف کرد و پیشِ مرد تاخت

انجان پن سے ایک بیچارہ پرندہ اُسکی جانب آیا ۔۔۔ چکر کاٹا اور (اُس) شخص کی طرف دوڑا

گفت اُو را کیستی اے سبز پوش ۔۔۔ در بیاباں در میانِ ایں وحوش

اُس نے کہا، اے سبز پوش! تو کون ہے؟ ۔۔۔ جنگل میں اِن وحشیوں کے درمیان

گفت مردے زاہدم من منقطع ۔۔۔ با گیاہ و با حشیشے مقتنع

انسان نے کہا، میں زاہد ہوں، لاتعلق ۔۔۔ گھاس اور پھونس پر قناعت کرنیوالا

زہد و تقویٰ را گزیدم دین و کیش ۔۔۔ زانکہ می دیدم اجل را پیشِ خویش

میں نے زہد اور تقویٰ کو دین اور مذہب بنالیا ہے ۔۔۔ کیونکہ میں موت کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں

۵۱ کاد۔ فقر اور احساس کامل مومنوں کے لئے باعث فضیلت ہے آنحضورؐ کا ارشاد ہے اَلفَقرُ فَخرِی فقر میرا فخر ہے، لیکن کمزور ایمان والوں کے لئے فقر خطرناک ہے بسا اوقات وہ کفر اختیار کرلیتے ہیں۔ مرغزار۔ چمن۔ کمین۔ گھات۔

۵۲ وز گل۔ اُس شکاری نے اپنے آپ کو چھپانے کیلئے بدن پر گھاس اور سر پر پھولوں کی ٹوپی اوڑھ لی تھی ناشناخت۔ وہ پرندہ نہ سمجھا کہ وہ شکاری ہے اور اُس نے اُس سے دریافت کیا تو کون ہے۔

۵۳ گفت۔ اُس شکاری نے کہا میں ایک متقی اور زاہد ہوں اور صرف گھاس پھوس پر گزارہ کرتا ہوں چونکہ موت ہر وقت میرے پیشِ نظر ہے میں نے دنیا سے زُہد اختیار کرلیا ہے۔

مرگِ[۱] ہمسایہ مرا واعظ شُدہ — کسب و دُکانِ مرا بر ہم زدہ

پڑوسی کی موت میرے لئے واعظ بن گئی ہے — میری کمائی اور دُکان کو تہ و بالا کر دیا ہے

چوں بآخر فرد خواہم ماندن — خُو نباید کرد با ہر مرد و زن

چونکہ میں آخر میں اکیلا رہ جاؤں گا — مجھے ہر مرد و عورت کی عادت نہ ڈالنی چاہیئے

رُوی خواہم کرد آخر در لحد — آں بہ آید کہ کُنم خُو با احد

آخر میں قبر کی طرف رُخ کروں گا — یہ اچھا لگتا ہے کہ خدا کی عادت ڈالوں

چوں زنخ رابست خواہم اے صنم — آں بہ آید کہ زنخ کمتر زنم

اے پیارے! چونکہ میں ٹھوڑی کو باندھوں گا — یہ بہتر ہے کہ میں بکواس نہ کروں

اے بزربفت و کمر آموختہ — آخرستت جامۂ نادوختہ

اے زربفت اور پٹکے کے عادی! — تیرا انجام بلا سِلا کپڑا ہے

رُو[۲] بخاک آریم کز وے رُستہ ایم — دل چرا در بیوفایاں بستہ ایم

ہم مٹی کا رُخ کریں گے کیونکہ اُسی سے پیدا ہوئے ہیں — ہم نے بے وفاؤں سے دل کیوں وابستہ کیا ہے

جدّ و خویشانِ ماں قدیمی چار طبع — ما بخویشِ عاریت بستیم طمع

ہمارے قدیم دادا اور رشتہ دار چار عنصر ہیں — ہم نے عارضی رشتہ داروں سے لالچ وابستہ کیا ہے

سالہا ہم صحبتے و ہمدمی — با عناصر داشت جسمِ آدمی

سالوں ہم صحبت اور ساتھی — انسان کا جسم عناصر سے رہا

روحِ اُو خود از نفوس و از عقول — روحِ اصلِ خویش را کردہ نکول

اُس کی روح نفوس اور عقول سے ہے — روح اپنی اصل سے اعراض کئے ہوئے ہے

از[۳] عقول و از نفوسِ پُر صفا — نامہ می آید بجاں کاے بیوفا

مصفّیٰ عقول اور نفوس سے — روح کو پیام آتا ہے کہ اے بے وفا!

یارگانِ پنج روزہ یافتی — رُو ز یارانِ کہن بر تافتی

تونے کچھ دن کے دوست بنائے ہیں — پُرانے دوستوں سے مُنہ موڑ لیا ہے

کودکاں ہر چند در بازی خوش اند — شب کشاں شاں سُوئے خانہ می کشند

بچے یقیناً کھیل میں خوش ہیں — رات کو اُن کو گھر کی جانب، کھینچ لے جاتے ہیں

[۱] مرگ۔ ایک پڑوسی کی موت سے مجھے عبرت حاصل ہو گئی اور میں نے اپنی دُکان وغیرہ خیرات کر ڈالی ہے۔ چوں۔ مرنے کے بعد مجھے قبر میں تنہا رہنا ہے اِسی لئے میں نے دُنیا والوں سے تعلقات منقطع کر لئے ہیں اور خدا سے لو لگالی ہے۔ چوں۔ موت کے وقت مُنہ پر ڈھاٹا باندھ دیا جاتا ہے۔ زنخ زدن۔ بکواس کرنا آے۔ جو لوگ زندگی میں زربفت کا لباس اور زریں پیٹیاں باندھتے ہیں وہ بھی موت کے بعد بلا سِلا کفن پہنتے ہیں۔

[۲] رُو۔ انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے اور اُس کو مر کر مٹی میں جانا ہے لہٰذا اُسی سے تعلق رکھنا چاہیئے۔ جدّ۔ انسان کا اصل رشتہ چاروں عنصروں سے ہے لیکن انسان عارضی رشتہ داروں سے دل وابستہ کر لیتا ہے۔ سالہا۔ انسان کے جسم کی تخلیق سے قبل اُس کا جسم عناصرِ اربعہ کا ساتھی تھا.... روحِ اُو۔ انسان کی روح عالَمِ نفوس اور عالَمِ عقول کی چیز ہے لیکن وہ اپنی اصل کو فراموش کر دیتی ہے۔

[۳] از عقول۔ جب روح اپنی اصل کو فراموش کرتی ہے تو وہ عقول اور نفوس اُس سے کہتے ہیں کہ تو نے ہمیں بھلا دیا ہے اور عارضی یاروں سے رشتہ جوڑ لیا ہے۔ کودکاں۔ انسانوں کی مثال اُن بچوں کی سی ہے جو دن بھر کھیل میں لگے رہتے ہیں اور رات کو اُن کے والدین اُن کو پکڑ کر جبراً گھر لے جاتے ہیں۔ یہی حال انسان کا ہے کہ اُس کی روح کو لامحالہ اصل وطن کی طرف جانا ہے

شُد برہنہ وقتِ بازی طفلِ خُرد ۱ — دُزد از ناگہہ قبا و کفش بُرد

کھیل کے وقت چھوٹا بچہ ننگا ہوا — چور اچانک چوغہ اور جوتے لے بھاگا

آنچناں گرم اُو ببازی درفتاد — کاں کلاہ و پیرہن رفتش زیاد

وہ کھیل میں اِس قدر لگا — کہ وہ ٹوپی اور لباس اُس کی یاد سے نکل گیا

شب شُد و بازیِ اُو شُد بے مدد — رُو ندارد کہ سُوئے خانہ رود

رات ہو گئی اور اُس کا کھیل بغیر مدد کے رہ گیا — اُس کا مُنہ نہیں ہے کہ گھر کو جائے

نے شنیدی ۲ اِنَّمَا الدُّنیا لَعِب — باد دادی رَخت و گشتی مُرتَعِب

کیا تونے نہیں سُنا، کہ دنیا کھیل ہے؟ — تو نے سامان برباد کر دیا اور تو خوفزدہ ہو گیا

پیش ازانکہ شب شود جامہ بجُو — روز را ضائع مکن در گفتگو

اس سے پہلے کہ رات ہو، کپڑے تلاش کر لے — باتوں میں دن ضائع نہ کر

من بصحرا خلوتے بگزیدہ ام — خَلق را من دُزدِ جامہ دیدہ ام

میں نے جنگل میں تنہائی اختیار کر لی ہے — میں نے لوگوں کو کپڑوں کا چور سمجھا ہے

نیم ۳ عُمر از آرزوئے دلستاں — نیم عُمر از غُصّہائے دُشمناں

آدھی عمر معشوق کی تمنا میں — آدھی عمر دُشمنوں کے غصہ میں

جُبّہ را بُرد آں کُلہ را ایں بَبُرد — غرق بازی گشتہ ما چوں طفلِ خُرد

جُبّہ وہ لے گیا، ٹوپی یہ لے گیا — ہم چھوٹے بچے کی طرح کھیل میں غرق ہیں

نک شبانگاہِ اجل نزدیک شُد — خَلِّ هٰذَا اللَّعبَ بَسَّكَ لَا تَعُدْ

اب موت کی رات قریب آ گئی ہے — اس کھیل کو چھوڑ، بس کر، واپس نہ ہو

ہیں سوارِ توبہ شو در دُزد رَس — جامہا از دُزد بستاں باز پَس

خبردار! توبہ پر سوار ہو جا چور تک پہنچ جا — چور سے کپڑے واپس لے لے

مَرکبِ توبہ عجائب مَرکب است — بر فلک تازد بیک لحظہ زِ پست

توبہ کی سواری عجیب سواری ہے — ایک لحظہ میں نیچے سے آسمان تک دوڑ جاتی ہے

لیک مَرکب را نگہ میدار ازاں — کو بدُزدید آں قبایت را نہاں

لیکن سواری کی اُس سے حفاظت کر — جس نے چھپکے سے تیرا چوغہ چُرا لیا ہے

ہے۔ مَرکبِ توبہ۔ شعر:-

ہر چہ از عمرِ گرامی صرف در غفلت شود

می تواں یک صبحدم دَرْ مَلکِ استغفار یافت

لیکن ۔ توبہ کی حفاظت ضروری ہے کہیں شیطان اُس کو نہ تڑوا دے۔

---

۱ شُد ۔ بچہ کھیل میں اپنے کپڑے اُتار کر رکھ دیتا ہے اور کھیل میں اس قدر منہمک ہو جاتا ہے کہ چور اُس کے کپڑے لے بھاگتا ہے۔ شب شُد۔ جب رات کو وہ گھر لَوٹنا چاہتا ہے تو کپڑوں کی چوری کی شرمندگی سے گھر لوٹنے کی ہمت نہیں کرتا ہے۔ یہی حال انسان کا ہے کہ دنیا کے شغل میں اپنا سب کچھ کھو بیٹھتا ہے اور پھر آخرت کی طرف رُخ کرنے سے ڈرتا ہے۔

۲ نے شنیدی۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ۔ جہان لو دنیا کھیل کود ہے۔ لہٰذا تمہارا حال اُس بچہ کا سا نہ ہو جو کھیل کود میں اپنا سب کچھ کھو بیٹھتا ہے۔ مُرتَعِب۔ خوفزدہ۔ شب شود۔ واپسی کے وقت سے پہلے اپنا جائزہ لے لو۔ من بصحرا۔ اُس شکاری نے پرندے سے کہا۔

۳ نیم عمر۔ انسان غفلت میں اِسی طرح دن گذار دیتا ہے کہ آدھی عمر تو مرغوبات کی تمنا میں گذری اور آدھی عمر دشمنوں کے غصہ میں۔ جُبّہ۔ غرضکہ سفرِ آخرت کے لئے جو سامان تیار کرنا تھا وہ سب برباد ہو جاتا ہے۔ نک۔ واپسی کا وقت قریب ہے، کھیل کو چھوڑ کر چلنے کی تیاری کرنی چاہیئے۔ ہیں۔ یعنی غلطیوں کی تلافی کی تدبیر توبہ اور استغفار

تا[1] نُدزدد مَرکبت را نیز ہم | پاس دار ایں مَرکبت را دمبدم
تاکہ تیری سواری کو بھی نہ چرالے | ہر وقت اپنی اس سواری کی حفاظت کر

حکایتِ آں شخص کہ دُزداں قچ اُو بدُزدیدند و براں
اُس شخص کا قصہ جس کا دُنبہ چوروں نے چُرا لیا اور اُس پر بس نہ کی

قناعت نکردند بحیلہ جامہاش را ہم دُزدیدند
تدبیر سے اُس کے کپڑے بھی چرا لئے

آں یکے قچ داشت از پس میکشید | دُزد قچ را بُرد و حبلش را بُرید
ایک شخص کے پاس دُنبہ تھا وہ اُس کو پیچھے سے کھینچ رہا تھا | دُنبہ کو چور لے گیا اور اُس کی رسّی کاٹ دی

چونکہ شُد آگہ دواں شُد چپ و راست | تا بیابد کاں قچ بُردہ کجاست
جب وہ واقف ہوا، دائیں اور بائیں جانب بھاگا | تاکہ معلوم کرے کہ وہ چرایا ہوا دُنبہ کہاں ہے؟

بر سرِ چاہے بدید آں دُزد را | کو فغاں میکرد کاے واویلتا
اس چور کو ایک کنویں پر دیکھا | کہ وہ فریاد کر رہا ہے، کہ ہائے تباہی

گفت نالاں از چہ اے اوستاد | گفت ہمیانِ زرم در چہ فتاد
اُس نے کہا اے اُستاد! تو کیوں رو رہا ہے؟ | اُس نے کہا میری نقدی کی ہمیانی کنویں میں گر گئی ہے

گر[2] توانی در رَوی بیروں کشی | خُمس بدہم مر تُرا با دل خوشی
اگر تو جا سکے، باہر نکال لائے | میں دل کی خوشی کے ساتھ تجھے پانچواں حصہ دیدونگا

ہست دَر ہمیانِ من پانصد درم | گر کُنی با من چنیں لُطف و کرم
میری ہمیانی میں پانچسو درہم ہیں | اگر تو میرے ساتھ اِس طرح کی مہربانی اور کرم کرے

خُمس صد دینار بستانی بدست | گفت با خود ایں بہائِ دہ قچ ست
پانچواں حصہ سَو درہم تو ہاتھ سے لے لے | اُس نے سوچا، یہ دس دُنبوں کی قیمت ہے

گر[3] درے بر بستہ شُد صد در کشاد | گر قچے شُد حق عوض اُشتر بداد
اگر ایک دروازہ بند ہوا ہے تو سو دروازے کھُل گئے | اگر دُنبہ گیا، اللہ نے بدلے میں اونٹ دیدیا

جامہا بر کند و اندر چاہ رفت | جامہا را بُرد ہم آں دُزد تفت
کپڑے اُتارے اور کنویں میں اُتر گیا | وہ چور فوراً کپڑوں کو بھی لے گیا

حازمے باید کہ رہ تا دہ بُرد | حزم نبود طمع طاعوں آورد
پختہ کار چاہیے، تاکہ گاؤں تک کا راستہ طے کرلے | پختہ کاری نہ ہو تو لالچ طاعون پیدا کر دیتا ہے

---

[1] تا نُدزد د۔ اُس شیطان چور نے تمہارا سامان تو چرا ہی لیا اب اُس توبہ کی سواری نہ چرا لے۔ حکایت۔ اِس حکایت کا منشاء یہ ہے کہ انسان لالچ میں پڑ کر بے دریے چور کو چوری کا موقع دیدیتا ہے۔ قچ دُنبہ آں یکے۔ یہ شخص اپنا دُنبہ رسّی میں باندھے لے جارہا تھا چور نے پیچھے سے آکر رسّی کاٹ کر دُنبہ چُرا لیا اب یہ شخص اُس کی تلاش میں بھاگا تو چور ایک کنویں پر کھڑے ہوکر رونے لگا اور چور نے اُس دُنبہ والے سے کہا کہ میری پانچسو اشرفیوں کی ہمیانی کنویں میں گر گئی ہے اگر کوئی اِس کو کنویں میں سے نکال دے تو میں اُس کو اُس میں سے سَو اشرفیاں دیدوں گا یہ شخص لالچ میں آ گیا اور کپڑے اُتار کر کنویں میں اُتر گیا چور اُس کے کپڑے بھی لے بھاگا۔

[2] گر توانی۔ چور نے دُنبہ والے سے کہا اگر تو میری ہمیانی نکال دے گا تو اُس کا پانچواں حصہ تجھے دیدونگا۔ خُمس۔ پانچواں حصہ۔ گفت۔ دُنبہ والے نے دل میں سوچا کہ مجھے تو دس دُنبوں کی قیمت کی برابر اشرفیاں مل رہی ہیں۔

[3] گر درے۔ اگر دُنبہ گیا تو کیا پروا ہے مجھے اُس کے بدلے میں اونٹ مل رہا ہے۔ جامہا۔ اُس دُنبہ والے نے اپنے کپڑے اُتار کر رکھدیئے اور کنویں میں اُتر گیا وہ چور

اُو یکے دُزدیست فتنہ سیرتے[1] — چون خیال اُو را بہر دم صورتے

وہ (شیطان) ایک فتنہ سیرت چور ہے — خیال کی طرح اُس کی ہر لمحہ ایک (نئی) صورت ہے

کس نداند مکرِ اُو اِلّا خدا — در خدا بگریز و وا رہ زاں دغا

اُس کا مکر خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا — خدا کی پناہ میں بھاگ، اُس دغا بازی سے نجات حاصل کر

مناظرۂ مرغ با صیاد در ترہّب و در معنیٔ ترہّبی کہ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم نہی کرد ازاں اُمّتِ خود را کہ لَا رُہْبَانِیَّۃَ فِی الْاِسْلَامِ

پرند کا شکاری کے ساتھ رہبانیت اختیار کرنے کے بارے میں مناظرہ جس سے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمّت کو روکا ہے کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے

مُرغ گفتش خواجہ در خلوت مایست — دینِ احمدؐ را ترہّب نیک نیست

پرندے نے اُس سے کہا اے خواجہ! خلوت میں نہ ٹھہر — احمدؐ کے دین میں رہبانیت اچھی نہیں ہے

از ترہّب نہی کرد آخر رسولؐ — بدعتے چوں در گرفتی اے فضول

آخر رسولؐ نے رہبانیت سے منع کیا ہے — اے فضول! تو نے بدعت کیوں اختیار کرلی!

جمعہ[2] شرطست و جماعت در نماز — امرِ معروف و ز مُنکر احتراز

جمعہ اور نماز میں جماعت ضروری ہے — بھلی بات کا حکم دینا اور بُری بات سے بچنا

رنجِ بدخویاں کشیدن زیرِ صبر — منفعت دادن بخلقاں ہمچو ابر

صبر کے ماتحت بدمزاجوں کی تکلیف برداشت کرنا — ابر کی طرح لوگوں کو نفع پہنچانا

خَیرُ نَاسٍ اَن یَّنْفَعُ النَّاسَ اے پدر — گر نہ سنگی چہ حریفی با مدر

اے بابا! بہتر انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے — اگر تو پتھر نہیں ہے تو ڈھیلوں سے دوستی کیسی؟

در میانِ اُمّتِ مرحوم باش — سنّتِ احمدؐ مہل محکوم باش

مرحوم اُمّت کے درمیان رہ — احمدؐ کی سنت نہ چھوڑ، محکوم بنا رہ

چوں[3] جماعت رحمت آمد اے پسر — جہد کُن کز رحمت آری تاجِ سر

اے بیٹا! جب کہ جماعت رحمت ہے — تو کوشش کر تاکہ تو رحمت سے سر کا تاج حاصل کرے

در جوابش گفت صیادِ عیار — نیست مُطلق اینکہ گفتی ہوشدار

اُس کے جواب میں چالاک شکاری نے کہا — سمجھ لے یہ مطلقاً نہیں ہے جو تو نے کہا

---

[1] اُو۔ شیطان ہر لمحہ بھیس بدل کر دھوکا دیتا ہے۔ کس نداند۔ اُسکی چالوں کو خدا ہی پہچان سکتا ہے بس اُس کی پناہ مانگتے رہو۔ ترہّب۔ رہبانیت اختیار کرنا، رہبانیت یہ ہے کہ انسان تمام دنیوی علائق منقطع کرکے جنگلوں میں عبادت گذاری کرے آنحضورؐ نے اِس رہبانیت سے منع فرمایا ہے۔ بدعتے۔ رہبانیت اسلامی طریقہ نہیں ہے لہٰذا وہ بدعت ہے۔

[2] جمعہ۔ اسلام، جمعہ اور جماعت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیتا ہے، رہبانیت اِس کے منافی ہے۔ رنج۔ شریعت کا حکم ہے کہ لوگوں کی بدخلقی پر صبر کرو اور ابر کی طرح لوگوں کو نفع پہنچاؤ۔ خیر الناس۔ حدیث شریف ہے: "بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے"۔ گر نہ سنگی۔ ڈھیلوں سے دوستی کرنا پتھر کا کام ہے، انسان کا کام نہیں ہے۔ درمیان۔ عوام سے مل کر زندگی گذارنا سنت ہے۔

[3] چوں جماعت۔ حدیث شریف ہے اَلْجَمَاعَۃُ رَحْمَۃٌ وَّالْفُرْقَۃُ عَذَابٌ "جماعت رحمت ہے الگ رہنا عذاب ہے"۔ در جوابش۔ اُس چالاک شکاری نے کہا کہ جماعت کو تنہائی پر مطلقاً فضیلت نہیں ہے، بسا اوقات گوشۂ تنہائی جماعت سے افضل ہوتا ہے اگر بُرے ساتھی ہوں تو تنہائی افضل ہوگی۔

هست تنہائی به از یارانِ بد
بُرے دوستوں سے تنہائی بہتر ہے

نیک با بد چوں نشیند بد شود
نیک، بد کیساتھ جب بیٹھتا ہے، بد ہو جاتا ہے

زانکه[۱] عقلِ ہر کرا نبود رسوخ
کیونکہ جس کی عقل میں پختگی نہ ہو

پیشِ عاقل اُو چو سنگ ست و کلوخ
وہ عقلمند کے نزدیک پتھر اور ڈھیلے کی طرح ہے

چوں حمار ست آنکه بے اہلیت ست
جو نااہل ہے، وہ گدھے کی طرح ہے

صحبتِ اُو عینِ رہبانیت ست
اُس کی صحبت بالکل رہبانیت ہے

ہوشِ اُو سُوی علف باشد چو خر
اُس کا ہوش گدھے کی طرح چارے کی طرف ہوتا ہے

بگذر از وے تا نمانی بے ہنر
اُس سے بھاگ تاکہ تو بے ہنر نہ رہ جائے

زانکه غیرِ حق ہمه گردد رُفات
کیونکہ اللہ (تعالیٰ) کے سوا سب ریزہ ریزہ ہو جائیگا

کُلُّ آتٍ بَعْدَ حِیْنٍ فَھُوَ آت
تھوڑی دیر کے بعد ہر آنے والا، پہنچنے والا ہے

ہر چه جز آں وجه باشد ہالک ست
جو کچھ اُس وجہ کے سوا ہے، وہ ہلاک ہونے والا ہے

مُلک و مالک عکسِ آں یک مالک ست
مُلک اور مالک، اُس ایک مالک کا عکس ہے

گرچه[۲] سایه عکسِ شخص ست اے پسر
اے بیٹا! اگرچہ سایہ شخص کا عکس ہے

ہیچ از سایه نتانی خورد بر
تو سایہ سے کبھی پھل نہ کھائے گا

ہیں ز سایه شخص را می کُن طلب
آگاہ، سایہ کے ذریعہ شخص کو ڈھونڈے

در مسبّب رَو گذر کُن از سبب
مسبّب کی طرف جا، سبب سے گذر جا

یارِ جسمانی بُوَد رُویش بمرگ
جسمانی دوست کا رُخ موت کی طرف ہے

صحبتش شوم ست باید کرد ترک
اُس کی صحبت منحوس ہے، چھوڑنی چاہیے

حکمِ اُو ہم حکمِ قبلهٔ اُو بُوَد
اُس کا حکم بھی اُس کے قبلہ کا حکم ہوگا

مُرده اش خواں چونکه مُرده جو بُوَد
جبکہ وہ مُردے کا جویاں ہے اُس کو مُردہ سمجھ

ہر که با ایں قوم باشد راہب ست
جو اس قوم کے ساتھ ہو وہ راہب ہے

که کلوخ و سنگ اُو را صاحب ست
کیونکہ ڈھیلا اور پتھر اُس کا ساتھی ہے

بگذر[۳] از سنگ و کلوخِ بے وجود
بے وجود پتھر اور ڈھیلے سے گذر جا

سُوی کانِ لعل رَو از بہرِ جود
بخشش کے لئے لعل کی کان میں جا

خود کلوخ و سنگ کس را رَه زند
ڈھیلا اور پتھر خود کسی کی رہزنی کرتے ہیں؟

زیں کلوخاں صد ہزار آفت رسد
اِن ڈھیلوں سے لاکھوں آفتیں پہنچتی ہیں

---

[۱] زانکه۔ بے عقل انسان، عقلمند کے نزدیک ڈھیلا اور پتھر ہے۔ چوں حمار۔ بے عقل انسان پتھر کیا بلکہ گدھا ہے اُس کے ساتھ رہنا ایسا ہی بُرا ہے جیسا کہ تو رہبانیت کی بُرائی کر رہا ہے۔ ہوشِ او۔ اُس بے عقل انسان کو چرنے اور کھانے کی فکر ہے اُس کی صحبت بے ہنر بنا دیگی۔ زانکه۔ اُس بے عقل کا مقصود جبکہ غیرِ حق ہے وہ بالکل فنا ہوجائیگا بلکہ وہ فنا شدہ ہے۔ کلّ آتٍ۔ جو چیز ہونیوالی ہے سمجھو کہ ہوچکی۔ ہر چه۔ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَهٗ۔ خدا کے علاوہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

[۲] گرچه۔ ممکنات بمنزلہ سایہ کے ہیں اور سایہ مفید نہیں ہے۔ ہیں ز سایه۔ ممکنات اور کائنات سے گذر کر ذاتِ باری سے علاقہ قائم کرنا چاہیے۔ یار۔ غیر اللہ جو فانی ہے اُس کی صحبت بُری ہے۔ ترک۔ مولانا نے اس شعر میں مرگ کو ترک کا ہم قافیہ بنایا ہے۔ حکم۔ چونکہ اس فانی یار نے اپنا مقصود فانی کو بنا رکھا ہے لہٰذا خود فانی ہے۔ ہر که۔ جو دنیا داروں کی صحبت اختیار کرے وہ بھی راہب ہے کیونکہ یہ دنیا دار ڈھیلے اور پتھر ہیں۔

[۳] بگذر۔ بُرے ساتھیوں سے انقطاع کر کے اللہ تعالیٰ کیطرف رجوع کرنا چاہیے۔ کانِ لعل۔ اللہ تعالیٰ۔ خود جنگل کے ڈھیلے اور پتھر کسی راہب کی رہزنی نہیں کرتے بلکہ یہ راہب خود ہی ان کے ساتھ رہنے کا سبب ہیں۔

گفت[1] مرغش پس جہاد آنگہ بُود — کایں چنیں رہزن میانِ رہ بُود

پرندنے اُس سے کہا، جہاد جب ہوتا ہے — جب راستے میں ایسا رہزن ہو

از برائے حفظ و یاری و نبرد — بر رہِ ناایمن آید شیر مرد

حفاظت اور مدد اور جنگ کے لئے — شیر مرد، خوفناک راستہ پر آتا ہے

عرقِ مردی آنگہے پیدا شود — کہ مسافر ہمرہِ اعدا شود

مردانگی کی رگ اُس وقت پیدا ہوتی ہے — جب کہ مسافر دشمنوں کے ہمراہ ہو

چوں نبیُ السیف بودست آں رسول — اُمتِ اُو صفدرانند و فحول

چونکہ وہ رسول نبیُ السیف ہیں — اُن کی اُمت صف شکن اور جوانمرد ہے

مصلحت[2] در دینِ ما جنگ و شکوہ — مصلحت در دینِ عیسیٰؑ غار و کوہ

ہمارے مذہب میں جنگ اور دبدبہ مصلحت ہے — عیسیٰؑ کے دین میں، غار اور پہاڑ مصلحت ہے

مصلحت داد ست ہر یک را جدا — مصلحت جو گر توئی مردِ خدا

ہرایک کو جداگانہ مصلحت دی ہے — اگر تو مردِ خدا ہے، مصلحت تلاش کر

گفت آرے گر بُود یاری و زور — تا بقوت بر زند بر شرّ و شور

اُس نے کہا، ہاں اگر مدد اور طاقت ہو — تاکہ قوت سے شور و شر پر حملہ کرے

قوتے[3] باید دریں رہ مردوار — یار می باید دریں جا فرد وار

اِس راستہ میں مردانہ قوت چاہیئے — اِس جگہ یکتا یار چاہیئے

چوں نباشد قوتے پرہیز بہ — در فرارِ لایطاق آساں بجہ

جب طاقت نہ ہو بچنا بہتر ہے — بے بسی کی بات سے بھاگنے میں آسانی سے کود جا

صنعت ایں ست اے عزیز نامدار — فکرتے کُن در نگر انجامِ کار

اے نامدار عزیز! کاریگری یہی ہے — غور کرلے، انجام کار دیکھ لے

یار می جُو تا بیابی راہ را — ورنہ کے دانی تو راہ و چاہ را

دوست کی تلاش کر، تاکہ تو راستہ پالے — ورنہ تو راستے اور کنوئیں کو کیا سمجھے گا؟

گفت صدقِ دل بباید کار را — ورنہ یاراں کم نیایند یار را

اس نے کہا کام میں دل کی سچائی چاہیئے — ورنہ یار کے لئے، یار کم نہیں ہیں

کہا کہ اگر اپنے دل میں صداقت ہو تو دنیا میں یاروں کی کمی نہیں ہے تو خود دوسرے کا دوست بن پھر دیکھ کس قدر دوست ملتے ہیں اور زندگی کی راہ میں یار کی بے حد ضرورت ہے۔

[1] گفت۔ پرندنے کہا کہ ابھی بُرے ساتھیوں کیساتھ رہنے سے ہی نفس کے ساتھ جہاد کرنا ممکن ہوسکے گا اگر دشمن نہ ہو تو جہاد کی فضیلت کہاں حاصل ہوسکتی ہے۔ از برائے۔ بہادر وہی راہ اختیار کرتا ہے جس پر اُس کو دوستوں کی مدد کا موقع اور راہزنوں سے جنگ کا موقع مل سکے اور دشمنوں کی موجودگی میں اُس کی بہادری کی رگ اُبھرتی ہے۔ چوں۔ آنحضورؐ کو نبی السیف "تلوار والے نبی" بھی کہا جاتا ہے تو آپ کی اُمت بھی بہادر اور مجاہد ہے۔

[2] مصلحت۔ اسلام میں کافروں سے جہاد نیکی اور مصلحت ہے اور رہبانیت اختیار کرنا اور غاروں میں بیٹھ کر عبادت کرنا حضرت عیسیٰؑ کا دین تھا۔ جدا۔ ہر مذہب میں وقت کی مناسبت سے احکام دیئے گئے ہیں۔ گفت۔ شکاری نے کہا کہ بیشک گوشہ نشینی پر جہاد کو فضیلت ہے لیکن اُسی شخص کے لئے جس میں جہاد کی طاقت ہو۔

[3] قوتے۔ شکاری نے کہا جہاد کے لئے قوت اور مخلص ساتھی ضروری ہیں۔ صنعت۔ کاریگری یہی ہے کہ انسان انجام پر نظر رکھ کر کام شروع کرے۔ یار۔ راہ جہاد کیلئے یار کی ضرورت ہے اور اس زمانے میں مخلص دوست کہاں ہیں۔ گفت۔ پرندنے

یار شو تا یار بینی بے عدد — زانکہ بے یاراں بمانی بے مدد

یار بن جا، تاکہ تو بے شمار یار دیکھے — کیونکہ تو یاروں کے بغیر بے مدد رہ جائے گا

دیو گرگ ست و تو ہمچوں یوسفی[1] — دامن یعقوبؑ مگذار اے صفی

شیطان بھیڑیا ہے اور تو یوسفؑ کی طرح ہے — اے برگزیدہ! یعقوبؑ کا دامن نہ چھوڑ

گرگ اغلب آنگہے گیرا بود — کز رمہ شیشک بخود تنہا رود

عموماً بھیڑیا اس وقت پکڑنے والا بنتا ہے — جبکہ ایک سالہ بکری کا بچہ گلّے سے اکیلا چلتا ہے

آنکہ سنّت با جماعت ترک کرد — در چنیں مسبع نہ خونِ خویش خورد

جس نے سنّت مع جماعت کے ترک کر دی — کیا ایسے درندوں کے مقام میں اسنے اپنا خون نہیں پیا؟

ہست[2] سنّت رہ جماعت چوں رفیق — بے رہ و بے یار افتی در مضیق

سنّت راستہ اور جماعت سفر کے ساتھی کی طرح ہے — تو بغیر راستہ اور بغیر یار کے تنگی میں پھنس جائیگا

راہِ سنّت با جماعت بہ بود — اسپ با اسپاں یقیں خوشتر رود

سنّت کا راستہ، اور جماعت کے ساتھ بہتر ہوتا ہے — گھوڑا، گھوڑوں کیساتھ یقیناً اچھا چلتا ہے

لیک ہر گمراہ را ہمرہ مداں — غافلانِ خفتہ را آگہ مداں

لیکن ہر گمراہ کو ہمراہ نہ سمجھ — سوئے ہوئے غافلوں کو، باخبر نہ سمجھ

ہمرہے را جو کزو یابی مدد — ہمدل و ہمدرد و جویانِ احد

ایسا ہمراہ تلاش کر جس سے تجھے مدد حاصل ہو — جو ہمدل اور ہمدرد ہو اور خدا کا جویاں ہو

ہمرہے نے کو بود خصمِ خرد — فرصتے جوید کہ جامہ تو برد

وہ ہمراہی نہیں جو عقل کا دشمن ہو — موقع کی تلاش کرے کہ تیرے کپڑے لے جائے

میرود با تو کہ یابد عقبۂ[3] — کہ تواند کردت آنجا نہبۂ

تیرے ساتھ چلتا ہے، تاکہ کوئی گھاٹی ملے — تاکہ وہاں تجھے لوٹ سکے

میرود با تو برائے سودِ خویش — ہیں منوش از نوشِ او کاں ہست نیش

وہ تیرے ساتھ اپنے نفع کے لئے چلتا ہے — خبردار! اس کا شہد نہ پی، کیونکہ وہ ڈنک ہے

یا بود اشتر دلے چوں دید ترس — گوید او بہرِ رجوع از راہ درس

یا وہ بزدل ہو کہ جب اس نے خوف محسوس کیا — وہ راستہ سے لوٹنے کا سبق پڑھائے

یار را ترساں کند ز اشتر دلی — ایں چنیں ہمرہ عدو داں نے ولی

بزدلی دوست کو ڈرا دیتا ہے — ایسے ساتھی کو دشمن سمجھ، نہ کہ دوست

---

[1] دیو۔ شیطان کو بھیڑیا سمجھو اور بھیڑیا ہمیشہ اس بکری پر حملہ کرتا ہے جو ریوڑ سے جدا رہے۔ گیرا۔ گیرندہ۔ شیشک۔ بکری کا ایک سالہ بچہ۔ آنکہ۔ جو شخص سنّت اور جماعت کو چھوڑ کر تنہائی اختیار کرتا ہے وہ اس بکری کی طرح ہے جو خوفناک درندوں کے جنگل میں ریوڑ سے جدا رہے۔

[2] ہست۔ سنّت راستہ، اور جماعت اس کا ساتھی ہے اس کے بغیر انسان مصیبت میں پھنس جاتا ہے لیکن سفر کا ساتھی جانچ کر بنانا چاہیئے اور وہ ایسا شخص ہونا چاہیئے جو خدا کا طلبگار ہو اور رہبر ہو۔ ہمرہے۔ وہ ساتھی عقل کا دشمن نہ ہو اور ایسا نہ ہو کہ موقع پاکر تیرا سامان ہی لے بھاگے۔ می رود۔ وہ تیرے ساتھ اسلئے لگ گیا ہو کہ کوئی پہاڑ کی گھاٹی آئے تو تجھے وہاں لوٹ لے۔

[3] عقبہ۔ پہاڑ کی گھاٹی۔ نہبہ۔ لوٹ۔ نوش۔ اس ساتھی کی چپڑی باتوں سے دھوکا نہ کھانا۔ یا بود۔ وہ ساتھی ایسا بزدل بھی نہ ہونا چاہیئے کہ اگر دین کی کچھ مشکلات پیش آئیں تو دینداری چھوڑنے کا مشورہ دینے لگے۔ یار ترسا۔ بزدل، دوسرے کو بھی بزدل بنا دیتا ہے۔

یارِ بد مارست ہین بگریز ازو[1]	تا نریزد در تو زہر آں زشت خو
بُرا دوست سانپ ہے خبردار! اس سے بھاگ	تاکہ وہ بدعادت تجھ میں زہر نہ ڈال دے
یار را از راہ برد آں راہزن	مرد نبود آنکہ افتد زیر زن
وہ راہزن یار کو راستہ سے بھٹکا دیتا ہے	مرد نہ ہوگا، جو عورت سے مغلوب ہو جائے
راہ جانبازیست در ہر عیشہ	آفتے در دفعِ ہر جاں شیشہ
زندگی کی ہر حالت میں جانبازی راستہ ہے	ہر نازک دل کو بھگانے کیلئے (وہ) آفت ہے
راہِ دیں ہر گمرہی خود چوں رود	حازمے باید کہ مردِ رہ بود
ہر گمراہ دین کے راستہ پر خود کیسے چلے؟	کوئی پختہ کار چاہیئے جو مردِ راہ ہو
راہِ دیں زاں رو پر از شور و شر ست	کہ نہ راہِ[2] ہر مخنث گوہرست
دین کا راستہ اسی وجہ سے شور و شر سے بھرا ہوا ہے	کیونکہ وہ ہر ہیز طبیعت کا راستہ نہیں ہے
در رہ ایں ترس امتحانہائے نفوس	ہمچو پرویزن بہ تمییز سبوس
اس راستہ میں خوف نفسوں کے امتحانات میں	جس طرح کہ چھلنی بھوسی جدا کرنے کے لئے
راہ چہ بود پُر نشانِ پایہا	یار چہ بود نردبانِ رایہا
راستہ کیا ہوتا ہے؟ پاؤں کے نشانوں سے پُر	دوست کیا ہوتا ہے؟ تدبیروں کی سیڑھی
گیرم آں گرگت نیابد ز احتیاط	بے ز جمعیت نیابی آں نشاط
میں نے مانا احتیاط کی وجہ سے وہ بھیڑیا تجھے نہ پکڑیگا	جماعت کے بغیر تو وہ خوشی نہ محسوس کریگا
آنکہ[3] اندر راہ تنہا خوش رود	با رفیقاں سیرِ او صد تو شود
وہ شخص جو راستہ میں، اکیلا اچھا چلتا ہے	دوستوں کے ساتھ اس کی رفتار سو گنا ہو جائیگی
با غلیظی خر ز یاراں اے فقیر	در نشاط آید شود قوت پذیر
اے فقیر! باوجود کثافت کے، گدھا دوستوں کی وجہ سے	خوش ہو جاتا ہے، قوت پکڑتا ہے
ہر خرے کز کارواں تنہا رود	بر وے آں راہ از تعب صد تو شود
جو گدھا قافلہ سے جدا چلتا ہے	مشقت کی وجہ سے وہ راستہ اس پر سو گنا ہو جاتا ہے
چند سیخ و چند چوب افزوں خورد	تا کہ تنہا آں بیاباں را برد
چند سیخ اور چند لاٹھیاں زیادہ کھاتا ہے	جبکہ اکیلا اس جنگل کو طے کرتا ہے

[1] یارِ بد۔ بُرا ساتھی بمنزلہ سانپ کے ہے۔ یار را ببرد کہ راہزن ہے جو ساتھی کو بے راہ کر دیتا ہے جو شخص ایسے ساتھی سے مغلوب ہو وہ مرد نہیں ہے۔ زن۔ یعنی مردانگی سے خالی بزدل۔ راہ۔ (شعر)

خیرۂ نازک دلاں نبود سلوک راہِ عشق
مخنث ... (شعر)

راہِ دیں۔ (شعر)

خطرہا بسیار دارد در رہِ حق ہر قدم
کہ ... در وادیِ ... آید

[2] کہ نہ راہ۔ دین کے راستہ کو اللہ تعالٰے نے اس لئے پُرخطر بنایا ہے تاکہ چلنے والوں کی آزمائش ہو سکے۔ ترس یہ اس راستہ کا ڈر اچھے بُرے کو اسی طرح جدا کر دیتا ہے جس طرح چھلنی آٹے اور بھوسی کو جدا کر دیتی ہے۔ راہ۔ صحیح راستہ وہی ہے جس پر دوسرے سالکوں کے نشانات قدم ہوں، دوست وہی ہے جس کی عقل تیرا سہارا ہو گیرم۔ تنہا سفر کرنے میں ہو سکتا ہے کہ احتیاط کی وجہ سے نقصان نہ پہنچے لیکن نشاط جماعت کے ساتھ رہنے میں ہے۔

[3] آنکہ۔ تنہائی میں بھی اگر بہتر کام کرتا ہے تو جماعت میں رہ کر اس سے زیادہ بہتر کر سکے گا۔ با غلیظی۔ گدھا جیسا کثیف مزاج بھی دوسرے گدھوں کے ساتھ ہونے سے تیز رفتار بن جاتا ہے، اگر تنہا چلتا ہے تو سست رفتاری کی وجہ سے اس کی زیادہ پٹائی ہوتی ہے۔

مرترا می گوید آں خر، خوش شنو ؂۱
وہ گدھا تجھ سے کہتا ہے اچھی طرح سن لے

گر نۂ خر ہمچنیں تنہا مرو
اگر تو گدھا نہیں ہے اس طرح تنہا نہ چل

آنکہ تنہا خوش رود اندر رصد
جو کمین گاہ میں اکیلا ٹھیک چلتا ہے

با رفیقاں بے گماں خوشتر رود
بلا شک دوستوں کے ساتھ زیادہ بہتر چلے گا

ہر نبیے اندریں راہِ درست
اس سچے راستہ میں ہر نبی نے

معجزہ بنمود و ہمراہاں بجست
معجزہ دکھایا اور ساتھی تلاش کئے

گر نباشد یاریِ دیوارہا
اگر دیواروں کی دوستی نہ ہو

کے برآید خانہ و انبارہا
گھر اور ڈھیر کب حاصل ہوں؟

ہر یکے دیوار اگر باشد جدا
اگر ہر دیوار جدا ہو

سقف چوں باشد معلق بر ہوا
ہوا میں چھت کیسے معلق ہوگی؟

گر نباشد یاریِ حبر و قلم ؂۲
اگر روشنائی اور قلم کی دوستی نہ ہو

کے فتد بر روئے کاغذہا رقم
تو کاغذ پر تحریر کب آئے؟

ویں حصیرے کہ کسے می گسترد
وہ بوریا جو کوئی بچھاتا ہے

گر نہ پیوندد بہم بادش برد
اگر آپس میں نہ جڑے، اس کو ہوا لیجائے

حق ز ہر جنسے چو زوجین آفرید
جب اللہ (تعالیٰ) نے ہر جنس کے جوڑے پیدا کئے

پس نتائج شد ز جمعیت پدید
تو اجتماع سے نتائج ظاہر ہوئے

درمیانِ مرغ و صیاد اے عجب
تعجب ہے، پرند اور شکاری میں

بس شکال افتاد و شد نزدیک شب
بہت سے اشکال پیدا ہوئے اور رات قریب آگئی

او بگفت و ایں بگفت از اہتزاز ؂۳
اس نے کہا اور اس نے کہا جوش کی وجہ سے

بحثِ شاں شد اندریں معنی دراز
اس مسئلہ میں ان کی بحث لمبی ہو گئی

مثنوی را چابک و دلخواہ کن
مثنوی کو چالو اور دل پسند بنا

ماجرا را موجز و کوتاہ کن
قصہ کو مختصر اور کوتاہ کر دے

مرغ را چوں دیدہ بر گندم فتاد
پرند کی آنکھ جب گیہوں پر پڑی

نفسِ او بے طاقت آمد در گشاد
اس کا نفس خوشی میں بے قابو ہو گیا

اور شکاری سے دریافت کرنے لگا کہ یہ گیہوں کس کے ہیں شکاری نے کہا لاوارث، یتیم بچوں کے ہیں چونکہ لوگ مجھے امانتدار سمجھتے ہیں میرے پاس امانت رکھ دیتے ہیں۔

ف۱ مرترا۔ انسان کو گدھے ہی سے عبرت حاصل کرلینی چاہیئے اور جماعت کو ترک نہ کرنا چاہیئے۔ اگر تنہا مسافر غیر مطمئن رہتا ہے ساتھیوں کا ہمراہی آرام سے سفر کرتا ہے۔ ہر نبی۔ انبیاء نے بھی جماعت بنانے کی خاطر معجزے دکھائے اور تنہا روی اختیار نہ کی۔ گر نباشد۔ اگر دیواروں کی باہمی یاری نہ ہو اور صرف ایک دیوار ہو قائم سے نہ گھر بنے گا اور نہ اس میں غلے کے انبار لگیں گے۔

ف۲ گر نباشد۔ روشنائی اور قلم کی اجتماع سے کتابت ہوئی ورنہ تنہا روشنائی اور قلم بیکار ہے۔ ایں حصیر۔ بوریا کھجور کے پتوں کے اجتماع سے بنتا ہے ورنہ ہر پتے کو ہوا اڑا لے جائے۔ حق تعالیٰ نے ہر جنس کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے اعمال کے اجتماع سے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ درمیان۔ پرند اور شکاری میں رہبانیت اور اجتماعی زندگی کی افضلیت کی بحث رات تک ہوتی رہی۔

ف۳ او بگفت۔ پرند اور شکاری میں اس مسئلہ پر بہت سے سوال و جواب ہوئے لیکن چونکہ ہمیں مثنوی کے اور مضامین بیان کرنے ہیں لہٰذا اس بحث کو مختصر کرتے ہیں۔ مرغ۔ جال میں دانہ کو دیکھ کر پرند بے قابو ہو گیا

بعد ازاں گفتش کہ گندم آنِ کیست ۔۔۔ گفت امانت از یتیم بے وصی ست
اُس کے بعد اُس نے اُس سے کہا، گیہوں کس کے ہیں! ۔۔۔ اُس نے کہا، بغیر وصی کے بچہ کی امانت ہیں

مالِ اَیتام[1] ست امانت پیشِ مَن ۔۔۔ زانکہ پندارند مارا مؤتمن
چند یتیموں کا مال میرے پاس امانت ہے ۔۔۔ کیونکہ مجھے امانت دار سمجھتے ہیں

گفت من مضطرم و مجروح حال ۔۔۔ ہَست مُردار ایں زماں بر من حلال
اُس نے کہا میں مُضطر اور بُرے حال ہوں ۔۔۔ اِس وقت مجھ پر مُردار حلال ہے

ہیں بَدستورے ازیں گندم خورم ۔۔۔ اے امین و پارسای محترم
ہاں اجازت ہے؟ کہ میں اِس گیہوں میں سے کھاؤں ۔۔۔ اے امین اور پارسا اور محترم!

گفت مُفتیِ ضرورت ہم توئی ۔۔۔ بے ضرورت گر خوری مُجرِم شوی
اُس نے کہا ضرورت کے بارے میں تو ہی فتویٰ دینے والا ہے ۔۔۔ بغیر ضرورت کے اگر کھائے گا، گنہگار ہو جائیگا

ور ضرورت ہست ہم پرہیز بہ ۔۔۔ ور خوری بارے ضمانِ آں بدہ
اگر ضرورت بھی ہے تو بھی بچنا بہتر ہے ۔۔۔ اگر کھائے گا پھر اُس کا تاوان دے دینا

مُرغ بس در خود فرو رفت آں زماں ۔۔۔ توسنش سر بستد از جذبِ عنان
پرند اُس وقت اپنے اندر ڈوب گیا ۔۔۔ اُس کا گھوڑا، باگ کھینچنے سے قابو میں نہ آیا

چوں[2] بخورد آں گندم اندر فخ بماند ۔۔۔ چند اُو یٰسین وَالاَنعام خواند
اُس نے جیسے ہی گیہوں کھایا جال میں رہ گیا ۔۔۔ اُس نے (سورۂ) یٰسین اور انعام بہت پڑھی

بعد درماندن چہ افسوس و چہ آہ ۔۔۔ پیش ازاں بایست ایں دُود سیاہ
پھنس جانے کے بعد کیا افسوس اور کیا آہ ۔۔۔ یہ کالا دُھواں اِس سے پہلے چاہیئے

پیش ازاں کایں دانہ بر تو فخ شود ۔۔۔ گرمیِ حرص تو ہمچوں یخ شود
اس سے پہلے کہ یہ دانہ تیرے لئے جال بنے ۔۔۔ تیرے لالچ کی گرمی برف کی طرح ہو جائے

آہ[3] و دود و نالہ آں دم کاربند ۔۔۔ حرص را آوارہ کُن اے ہوشمند
آہ اور دھویں اور نالہ پر اُس وقت عمل کر ۔۔۔ اے ہوشمند! حرص کو دفع کر دے

آں زماں کہ حرص جنبید و ہوس ۔۔۔ آں زماں می گو کہ اے فریاد رس
جب حرص اور ہوس حرکت میں آگئے ۔۔۔ اُس وقت کہہ، کہ اے فریاد رس!

کاں زماں پیش از خرابیِ بصرہ است ۔۔۔ بُو کہ بصرہ وارہد ہم زاں شکست
کیونکہ وہ وقت بصرہ کی تباہی سے پہلے کا ہے ۔۔۔ ہو سکتا ہے کہ بصرہ شکست سے نجات پا جائے

[1] ایتام۔ یتیم کی جمع ہے۔ مؤتمن۔ امانتدار۔ گفت۔ پرند نے کہا میں بھوک سے مجبور ہو رہا ہوں ایسی حالت میں تو مُردار کھانا بھی جائز ہو جاتا ہے کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اِس گیہوں کو کھاؤں۔ گفتی۔ شکاری نے کہا کہ تو خود اپنے بارے میں فتویٰ دے کہ تو مجبور ہے یا نہیں؟ ور ضرورت۔ اگر مجبوری بھی ہے تو حرام سے بچنا بہتر ہے اور اگر تو مجبوری کھائے گا تو پھر ضمان بھی دینا پڑے گا۔ مرغ۔ پرند دانہ کھانے پر مجبور ہو گیا۔

[2] چوں بخورد۔ دانہ چگتے ہی پرند جال میں پھنس گیا اُس نے سورہ یٰسین اور سورہ اُنعام پڑھی جن کا پڑھنا مصیبت میں مفید ہوتا ہے لیکن اُس کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بعد درماندن۔ جب عذاب الٰہی آپکڑتا ہے پھر توبہ مفید نہیں ہوتی ہے۔ یخ۔ یعنی خوف کی وجہ سے لالچ ٹھنڈا پڑ جائے۔

[3] آہ و دود۔ توبہ اور آہ و زاری عذاب اور موت کے نرغے سے پہلے مفید ہے۔ آں زماں۔ انسان کا نفس جب گناہ پر مجبور کرے تب خدا کی طرف رجوع مفید ہے۔ خرابی بصرہ۔ بصرہ شہر کی تباہی یعنی تباہی سے قبل اُس کی روک تمام مفید ہے تباہی کے بعد تدبیر بیکار ہے۔

اِبْکِ لِی یَا بَاکِئِی یَا ثَاکِلِی[1] | قَبْلَ ھَدْمِ الْبَصْرَۃِ وَالْمُوْصِلِ
اے میرے رونے والے اے مجھے گم کرنے والے! مجھ پر رو | موصل اور بصرہ کی تباہی سے پہلے

نُحْ عَلَیَّ قَبْلَ مَوْتِیْ وَاغْتَفِرْ | لَا تَنُحْ لِی بَعْدَ مَوْتِیْ وَاصْطَبِرْ
میرے مرنے سے پہلے مجھ پر رو اور مغفرت چاہ | میرے مرنے کے بعد نہ رو اور صبر کر

اِبْکِ لِی قَبْلَ ثُبُوْرِی فِی الثَّوٰی | بَعْدَ طُوْفَانِ الثَّوٰی خَلِّ الْبُکَا
میری ہلاکت میں تباہی سے پہلے مجھ پر رو لے | ہلاکت کے طوفان کے بعد رونا چھوڑ دے

آں زماں کہ دیو می شُد راہزن | آں زماں بایست یٰسین خواندن
جس وقت شیطان رہزن بنا | اُس وقت یٰسین پڑھنی چاہئے

پیش ازاں کاشکستہ گردد کارواں | آں زماں چوبک بزن اے پاسباں
اُس سے پہلے کہ قافلہ تباہ ہو | اے چوکیدار! اُس وقت ڈنکا پیٹ دے

حکایت[2] پاسبانے کہ خاموش کرد تا دُزداں رختِ تاجراں
اُس چوکیدار کا قصّہ جس نے خاموشی اختیار کی حتّٰی کہ چور تاجروں کا سب

ببُردند بکلّی بعد ازاں ہیہای و پاسبانی بنیاد می کرد
سامان لے گئے، اُس کے بعد ہائے ہائے اور حفاظت شروع کی

پاسبانے بُود در یک کارواں | حارسِ مال و قماشِ آں مِہاں
ایک قافلہ میں ایک چوکیدار تھا | اُن بڑے تاجروں کے سامان اور مال کا محافظ

پاسباں شب خفت و دُزد اسباب بُرد | رختہا را زیرِ ہر خاکے فشرد
چوکیدار رات کو سو گیا اور چور سامان لے گیا | سامان زمین کے اندر دبا دیا

روز شُد بیدار شُد آں کارواں | دید رفتہ رخت و سیم و اُشتراں
دن ہوا، وہ قافلہ جاگا | اُس نے دیکھا کہ سامان اور چاندی اور اونٹ جا چکے ہیں

پاسباں[3] در ہَے ہَے و چوبک زدن | گرم گشتہ خود ہمو بُد راہزن
چوکیدار ہائے ہائے اور ڈنکا پیٹنے میں | معروف ہو گیا، خود وہی چور تھا

پس بدو گفتند اے حارِس بگو | کہ چہ شُد ایں رخت و ایں اسباب کو
تو لوگوں نے اُس سے کہا اے چوکیدار! بتا | کہ یہ سامان کیا ہوا؟ اور یہ اسباب کہاں ہیں؟

گفت دُزداں آمدند اندر نقاب | رختہا بُردند از پیشم شتاب
اُس نے کہا چور نقاب ڈالے ہوئے آئے | میرے سامنے سے فوراً سامان لے گئے

---

[1] ثاکل۔ وہ شخص جس کا کوئی مر گیا ہو۔ ھدمِ البصرۃ۔ بصرہ اور موصل کی تباہی سے خود انسان کی تباہی مراد ہے۔ نُحْ۔ یہ خود اپنے نفس کو مطلب ہے تو نوحہ کر۔ ثبور۔ ہلاکت۔ الثّوٰی۔ ہلاکت۔ آں زماں۔ جب شیطان گناہ پر مجبور کرے گناہ سے بچنے کی تدبیر مفید ہے پیش ازاں۔ قافلہ کی تباہی سے قبل بچاؤ کی تدبیر مناسب ہے۔

[2] حکایت۔ اِس قصّے سے یہ بتانا ہے کہ چوکیدار نے قافلہ کے لُٹنے کے بعد اپنا فریضہ ادا کیا جو مفید نہ تھا۔ حارِس۔ نگہباں۔ مِہاں۔ مِہ کی جمع ہے، بڑا، بزرگ۔ رختہا۔ چوری کا سامان، چور نے زمین میں دفن کر دیا۔ روز شُد۔ جب دن نکلا تو قافلہ والوں کا سب سامان لُٹ چکا تھا۔

[3] پاسباں۔ قافلہ لُٹنے کے بعد چوکیدار نے ہائے ہائے شروع کی۔ ہمو بُد۔ چونکہ اس چوکیدار نے چور کو بھگانے کی تدبیر نہ کی اسلئے گویا وہ خود چور ہوا۔ گفت۔ چوکیدار نے کہا چور نقاب پہن کر آئے اور میری موجودگی میں جلدی سے سامان لے گئے۔

قوم گفتندش کہ اے چوں تلِّ ریگ[1] — پس چہ میکردی چہ تو مُردہ ریگ

قوم نے اُس سے کہا، اے ریت کے ٹیلے جیسے! — پھر تو کیا کر رہا تھا، تو کیسا ذلیل ہے

گفت من یک کس بُدم ایشاں گروہ — باسلاح و باشجاعت باشکوہ

اُس نے کہا، میں اکیلا تھا وہ گروہ تھا — ہتھیار اور بہادری اور دبدبہ کے ساتھ

گفت اگر در جنگ کم بُودت اُمید — نعرہ بایستی زدن کہ برجہید

کہا اگر تجھے لڑائی میں اُمید نہ تھی — تجھے نعرہ مارنا چاہیئے تھا کہ اُٹھو

گفت آں دم کارد بنمودند و تیغ — کہ خمش ورنہ کشیمت بیدریغ

اُس نے کہا، اُس وقت اُنھوں نے چُھری اور تلوار دکھائی — کہ خاموش ورنہ ہم تجھے بیدریغ قتل کر دینگے

آں زماں از ترس بستم من دہاں — ایں زماں فریاد و ہیہائے فغاں

اُس وقت میں نے ڈر سے مُنہ بند کر لیا — اب فریاد اور ہائے ہائے اور فغاں ہے

آں زماں[2] بست ایں دمم کہ دم زنم — ایں زماں چندانکہ خواہی می کنم

اُس وقت میرا یہ سانس رُک گیا، کہ دم ماروں — اب جس قدر تو چاہے میں کروں گا

چونکہ عمرت بُرد دیوِ فاضحہ — بے نمک باشد اعُوذُ و فاتحہ

جبکہ رُسوا شیطان تیری عمر لے گیا — تو اعُوذ اور فاتحہ بے مزہ ہے

گرچہ باشد بے نمک اکنوں حنیں — ہست غفلت بے نمک تر زاں یقیں

اگرچہ اب رونا بے مزہ ہے — یقیناً غفلت اُس سے زیادہ بے مزہ ہے

ہمچناں[3] ہم بے نمک می نال نیز — کہ ذلیلاں را نظر کُن اے عزیز

ایسے ہی بے مزہ روتا بھی رہ — کہ اے عزیز! آپ ذلیلوں کیطرف نظر فرمائیں

قادری بیگاہ چہ بُود یا بگاہ — از تو چیزے فوت کے شد اے اِلٰہ

تو قادر ہے، بے وقت اور باوقت کیا ہوتا ہے؟ — اے خدا! تجھ سے کوئی چیز کب فوت ہوئی ہے؟

گفت لَا تَاسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ — کے شود از قدرتش مطلوب گم

اُس نے فرمایا ہے، جو تم سے فوت ہو جائے اُس پر غم نہ کرو — اُس کی قدرت سے مطلوب کب غائب ہوتا ہے؟

حوالہ کردنِ مرغ گرفتاریِ خود را در دام بفعل و مکر و زرقِ زاہد و جوابِ گفتنِ زاہد مرغ را

پرند کا جال میں اپنی گرفتاری کو زاہد کے فعل اور مکر اور دھوکے سے وابستہ کرنا اور زاہد کا پرند کو جواب دینا

---

[1] تلِّ ریگ۔ ریت کا ٹیلہ یعنی بے حس مُردہ ریگ۔ مُردے کی میراث، ناچیز۔ گفت۔ چوکیدار نے جواب دیا کہ وہ بہت اور ہتھیار بند تھے میں اکیلا، نہتا تھا۔ نعرہ۔ قافلہ والوں نے کہا اگر اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا تو شور مچاتا۔ آں دم۔ چوکیدار نے کہا کہ اُنھوں نے تلوار دکھا کر مجھے چُپ کر دیا تھا۔ آں زماں۔ اُس وقت تو میں دم نہ مار سکتا تھا اب میں فریاد کر رہا ہوں۔

[2] آں زماں۔ اُس وقت میں دَم نہیں مار سکتا تھا، اب تم جس قدر چاہو میں شور و غل مچا دوں۔ چونکہ۔ جس طرح قافلہ کے لُٹ جانے کے بعد اس چوکیدار کا شور و غل بیکار تھا اِسی طرح پوری عمر برباد کرنے کے بعد اعُوذ اور فاتحہ پڑھنا بے فائدہ ہے۔ گرچہ۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ آخری عمر میں بھی توبہ غفلت سے بہتر ہے۔

[3] ہمچناں۔ آخر عمر میں ہی آہ و زاری کر لے اور دربارِ خداوندی میں عرض کر کہ اے خدا تو قادرِ مطلق ہے تیرے لئے وقت اور بے وقت کوئی چیز نہیں ہے۔ گفت۔ انسان کے اعتبار سے کسی کام کا وقت گذرتا ہے اور فوت ہو جاتا ہے خدا سے کوئی چیز فوت نہیں ہوتی اِسی لئے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ جو تم سے فوت ہو جائے اور

گفت[1] آں مرغ ایں سزای آں بُوَد | کہ فسونِ زاہداں را بشنود
برندنے کہا، یہ اُس کی سزا ہے | جو زاہدوں کی مکاری کو سُنے

گفت زاہد نے سزای آں نشاف | کہ خورد مالِ یتیماں از گزاف
زاہد نے کہا، نہیں (یہ) اُس دیوانگی کی سزا ہے | کہ بیہودگی سے یتیموں کا مال کھائے

بعد ازاں نوحہ گری آغاز کرد | کہ فخ و صیاد لرزاں شد ز درد
اُس کے بعد اُس نے ایسا رونا شروع کیا | کہ درد سے جال اور شکاری لرز گئے

کز تناقضہای دل پشتم شکست | بر سرم جانا بیا می مال دست
کہ دل کے متضاد خیالوں سے میری کمر ٹوٹ گئی | اے محبوب! آ میرے سر پہ ہاتھ پھیر دے

زیر[2] دستِ تو سرم را راحتے ست | دستِ تو در شکر بخشی آیتے ست
آپ کے ہاتھ کے نیچے میرے سر کو راحت ہے | آپ کا ہاتھ شکر عطا کرنے میں دلیل ہے

سایۂ خود از سرِ من بر مدار | بیقرارم بیقرارم بیقرار
میرے سر سے اپنا سایہ نہ ہٹایئے | میں بے قرار ہوں، میں بے قرار ہوں، بیقرار

خوابہا بیزار شد از چشمِ من | در غمت اے رشکِ سرو و یاسمن
میری آنکھ سے نیندیں غائب ہو گئیں | آپکے غم میں اے سرو اور یاسمین! کیلئے (باعث) رشک

گر نیم لائق چہ باشد گر دمے | ناسزائے را بپرسی در غمے
اگرچہ میں نالائق ہوں کیا ہو جائیگا اگر تھوڑی دیر کیلئے | کسی غم میں آپ کسی نالائق کی پرسش کر لیں گے

مر[3] عدم را خود چہ استحقاق بود | کہ برو لطفت چنیں درہا کشود
خود عدم کا کیا استحقاق تھا؟ | کہ آپ کی مہربانی نے اُس پر ایسے دروازے کھول دیئے

خاکِ گرگیں را کرم آسیب کرد | دہ گہر از نورِ حس در جیب کرد
خارشی خاک کو کرم والا کر دیا | حس کے نور کے دس موتی جیب میں ڈال دیئے

پنج حسِ ظاہر و پنج نہاں | کہ بشر شد نطفۂ مردہ ازاں
پانچ ظاہری حس اور پانچ پوشیدہ | کہ مُردہ نطفہ اُن سے انسان بن گیا

توبہ بے توفیقت اے نورِ بلند | چیست جز بر ریشِ توبہ ریشخند
اے بلند نور آپ کی توفیق کے بغیر، توبہ | سوائے توبہ کی مذاق اُڑانے کے، کیا ہے؟

خارشی مٹی یعنی ذلیل مٹی۔ کرم آسیب۔ یعنی کرم کے اثر والا یعنی اُس نے مٹی کو حواس عطا کر دیئے۔ دہ گہر۔ یعنی باطنی پانچ حواس اور ظاہری پانچ حواس۔ پنج۔ نطفہ ایک بے جان چیز ہے پھر اُس میں دسوں حواس پیدا ہو جاتے ہیں۔ توبہ۔ اگر توبہ میں توفیق الٰہی شامل نہ ہو تو اُس توبہ کا بقا مشکل ہے اور پھر اُس توبہ کا مذاق اڑتا ہے۔

[1] گفت۔ پھنسنے کے بعد پرندنے کہا کہ جو زاہدوں کے مکر میں پھنس جائے اُس کی یہی سزا ہے جو مجھے ملی ہے۔ زاہد۔ زاہد نے کہا کہ اپنی سزا کو اپنے فعل سے وابستہ کر، تو نے یتیموں کا مال کھایا یہ اُس کی سزا ہے۔ نشاف۔ دیوانگی۔ بعد ازاں۔ پھر اُس پرندنے اِس سزا کو اپنے فعل کی سزا سمجھ کر ایسی دردناک طریقہ پہ رونا شروع کر دیا، جس سے شکاری اور جال لرز گیا۔ تناقضہای۔ انسان کے دل میں متضاد خیالات آتے رہتے ہیں کبھی گناہ کی طرف میلان ہوتا ہے کبھی اُس سے نفرت ہوتی ہے۔

[2] زیر دست۔ اب اُس پرند یعنی گناہوں میں مبتلا شخص نے یہ دعا شروع کر دی کہ اے خدا میرے سر پہ دستِ کرم رکھ دے تیرے دستِ کرم کے نیچے میرے سر کو راحت ہے تیرا دستِ کرم مجھے نعمت بخشتا ہے اور شکر کی توفیق دیتا ہے۔ شکر بخشی۔ نعمت بخشی۔ سایہ۔ اے خدا میرے سر سے اپنا سایہ نہ ہٹا میں بیقرار ہوں اور تیرے غم میں میری نیند اڑ گئی ہے، میں اگرچہ نالائق ہوں لیکن ایک نالائق پر کرم کرنے سے تیرا کچھ نہیں بگڑتا ہے۔

[3] مر عدم۔ تو نے مجھے بغیر کسی استحقاق کے اپنے کرم سے پیدا کر دیا۔ خاک گرگیں۔

سبلتانِ توبہ یک یک برکَنی [1] — **توبہ سایہ است و تو ماہِ روشنی**

آپ توبہ کی ایک ایک مونچھ اُکھاڑ دیتے ہیں — توبہ سایہ ہے آپ روشنی کا چاند ہیں

اے زِ تو ویراں دکان و منزلم — **چوں ننالم چوں بیفشاری دلم**

اے (محبوب)! آپ کی وجہ سے میری دکان اور منزل — میں کیوں نہ روؤں جبکہ آپ میرا دل بھینچ رہے ہیں!

چونکہ بے تو نیست کارم را نظام — **بے تو ہرگز کارکے گردد تمام**

کیونکہ آپ کے بغیر میرا کام منظم نہیں ہے — آپ کے بغیر کام کب مکمل ہوگا؟

چوں گریزم زانکہ بے تو زندہ نیست — **بے خداوندیت بود بندہ نیست**

میں کیسے بھاگوں، کیونکہ تیرے بغیر کوئی زندہ نہیں ہے — تیری آقائی کے بغیر بندہ کا وجود نہیں ہے

جانِ من بستاں تو اے جاں را اصول — **زانکہ بے تو گشتہ اَم از جاں ملول**

اے جانوں کی جڑ! تو میری جان لے لے — کیونکہ میں تیرے بغیر جان سے رنجیدہ ہوں

عاشقم من بر فنِ دیوانگی [2] — **سیرم از فرہنگی و فرزانگی**

میں دیوانگی کے ہنر پر عاشق ہوں — میرا عقلمندی اور فرزانگی سے پیٹ بھر چکا ہے

چوں بدرد شرم گویم راز فاش — **چند ازیں صبر و زحیر و ارتعاش**

جب شرم چاک ہو گئی میں راز کو کھول کر کہوں گا — یہ صبر اور پیچ و تاب اور کپکپاہٹ کب تک!

در حیا پنہاں شدم ہمچوں سجاف — **ناگہاں بجہم ازیں زیرِ لحاف**

میں حیا میں گوٹ کی طرح پوشیدہ رہا — اچانک اس لحاف کے نیچے سے کود دوں گا

اے رفیقاں راہہا را بست یار [3] — **آہوے لنگیم و اُو شیرِ شکار**

اے دوستو! دوست نے راستے بند کر دیئے ہیں — ہم لنگڑے ہرن ہیں، وہ شکاری شیر ہے

جز کہ تسلیم و رضا کو چارہٴ — **در کفِ شیرِ نرے خونخوارہٴ**

تسلیم اور رضا کے سوا کیا چارہ ہے؟ — خونخوار نر شیر کے پنجے میں

اُو ندارد خواب و خور چوں آفتاب — **رُوحہا را می کُند بے خورد و خواب**

وہ سورج کی طرح سونا اور کھانا نہیں رکھتا — وہ روحوں کو بغیر کھانے اور نیند کے بناتا ہے

کہ بیا من باش یا ہم خوی من — **تا بہ بینی در تجلی رُوی من**

کہ آجا، میں بن جا، یا میرا ہم خصلت (بن جا) — تاکہ تو تجلی میں میرا رُخ دیکھ سکے

مثال یہ ہے کہ لنگڑا ہرن ہو اور شیر شکاری ہو تو وہ کہاں بچ سکتا ہے یہی حال ہمارا ہے کہ ساری کیوجہ سے قضا وقدر نے ہمارا راستہ بند کر دیا ہے جز۔ لنگڑے ہرن کیلئے اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو شیر کے سپرد کر دے۔ اُو ندکرد۔ وہ خورد خواب کھانے پینے اور سونے سے بے نیاز ہے اُسنے ہمیں بھی ایسا ہی بنا دیا ہے۔ کہ بیا۔ حضرت حق تعالیٰ انسان کو

---

[1] شبلتاں۔ تو توبہ کی مونچھیں اکھاڑ دیتا ہے، توبہ ایک سایہ ہے اور تو چاند ہے، چاند کے سامنے سایہ کہاں باقی رہتا ہے۔ اے ز تو۔ اے خدا تیری ہی قضا و قدر کی وجہ سے میرے حواس اور دل تباہ ہیں۔ چونکہ۔ جب تک تو میرے اعمال کو منظم نہ کریگا میرا کام ناقص رہیگا۔ چوں گریزم۔ بغیر خدا کی توفیق کے کام کا نظام درست ہونا تو درکنار، زندگی ہی ممکن نہیں ہے، خدا کی خدائی کے بغیر بندہ کا وجود ممکن نہیں ہے۔

[2] عاشقم۔ (شعر)

دیوانگی یعنی حالتِ سُکر۔ فرزانگی یعنی عقلِ معاشی۔ راز یعنی تقدیر کا راز حالتِ صحو میں بیان نہیں کیا جا سکتا، عوام کے لئے مضر ہے حالتِ سُکر میں کہا جا سکتا ہے۔ زحیر پیچش۔ ارتعاش۔ اضطراب، یہ کیفیتیں راز کے ضبط کرنے کی صورت میں پیدا ہوتی ہیں۔ در حیا۔ صحو کی حالت، راز بیان کرنے سے مانع ہے۔ سجاف۔ گوٹ جو لحاف کے استر اور ابرے کے درمیان دبی ہوئی ہوتی ہے۔

[3] اے رفیقاں۔ وہ راز یہ ہے کہ قضا و قدر کی اور ہماری

ور ندیدی چوں چنیں شیدا شُدی — خاک بُودی طالبِ اِحیا شُدی
اگر تو نے نہیں دیکھا ہے تو ایسا عاشق کیوں بنا؟ — تو مٹی تھا، زندگی کا طالب بنا

گر زِ بے سویت ندادست اُو عَلَف[1] — چشمِ جانت چوں بماندست آں طرف
اگر اس نے لامکان سے تجھے خوراک نہیں دی ہو — تیری جان کی آنکھ اس طرف کیوں لگی ہے؟

گُربہ بر سُوراخ زاں شُد مُعتکِف — کہ ازاں سُوراخ اُو شد مُعتلِف
بلی، سوراخ پر اس لئے بیٹھی ہے — کہ اس سوراخ سے وہ غذا پانیوالی بنی ہے

گربۂ دیگر ہمی گردد ببَام — کز شکارِ مُرغ یابید اُو طعام
دوسری بلی کوٹھے پر چکر لگا رہی ہے — کیونکہ اس نے پرند کے شکار سے غذا پائی ہے

آں یکے را قبلہ شُد جولاہگی — واں یکے حارس برائے جامگی
ایک کا قبلہ جولاہہ پن بنا — اور ایک تنخواہ کے لئے چوکیدار ہے

واں یکے بیکار رُو در لامکاں[2] — کہ ازاں سُو دادیش تو قُوتِ جاں
اور ایک بیکار ہے اور مُنہ لامکان کیطرف ہے — کیونکہ اسی جانب سے آپنے اُسکو جان کی روزی عطا کی ہو

کار آں دارد کہ حق را شُد مُرید — بہرِ کارے اُو زِ ہر کارے بُرید
کام وہی رکھتا ہے جو اللہ (تعالےٰ) کا ارادہ کرنیوالا بنا — اس نے ایک کام کیلئے ہر کام سے علیحدگی کرلی

دیگراں چوں کودکاں ایں روز چند — تا شبِ ترحال بازی می کنند
دوسرے ان بچوں کی طرح یہ چند روز — سفر کی رات تک، کھیلتے رہے ہیں

خواب ناکے کو زِ یقظہ می جہد — دایۂ وسواس عشوَش می دہد
وہ سویا ہوا جو بیداری کے ذریعہ اٹھتا ہے — وسوسے کی دایہ اس کو فریب دیتی ہے

رَو بخسپ[3] اے جاں کہ بگذاریم ما — کہ کسے از خواب بجہاند ترا
اے جان! جا، سوجا، ہم کسی کو موقع نہ دینگے — کہ کوئی تجھے نیند سے اُٹھائے

ہم تو خود را بر کَنی از بیخِ خواب — ہمچو تشنہ کہ شنود اُو بانگِ آب
تو خود ہی اپنے آپ کو نیند کی جڑ سے علیحدہ کرلے — اس پیاسے کی طرح جو پانی کی آواز سن لے

بانگِ آبم مَن بگوشِ تشنگاں — ہمچو باراں می رسم از آسماں
میں پیاسوں کے کان میں پانی کی آواز ہوں — بارش کی طرح آسمان سے پہنچ رہا ہوں

---

[1] عَلَف۔ چونکہ روح لامکاں سے غذا حاصل کرچکی ہے لہٰذا اس کی نظریں اُدھر لگی ہوئی ہیں۔ گربہ۔ بلی کو جب کسی سوراخ سے غذا حاصل ہو جاتی ہے تو وہ وہاں ہی انتظار میں بیٹھی رہتی ہے۔ دیگر کسی بلی نے اگر بالاخانہ پر شکار پکڑا ہے تو وہ وہاں کے چکر کاٹتی ہے۔ آں یکے۔ جس شخص کو جس پیشے سے فائدہ ہو چکا ہے وہ اس کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ جامگی۔ تنخواہ۔

[2] واں یکے۔ جن کو عالمِ بالا سے روحانی غذا حاصل ہوئی ہے اُنکی توجہ عالمِ بالا کی طرف رہتی ہے۔ کار۔ پہلے شعر میں چونکہ عالمِ بالا کی طرف متوجہ رہنے والوں کو بیکار کہا تھا اب فرماتے ہیں کہ اصل کام انہی لوگوں کا ہے۔ دیگراں۔ دنیاداروں کی مثال اُن بچوں کی سی ہے جو کھیل کود میں وقت ضائع کردیتے ہیں۔ ترحال۔ سفر۔ خوابناکے۔ ان دنیاداروں میں سے جس کو ہوش بھی آتا ہے شیطان اُسکو اسی طرح تھپک کر دوبارہ غافل بنالیتا ہے جس طرح دایہ بچہ کو تھپک کر سُلا دیتی ہے۔

[3] رَو بخسپ۔ وسوسہ کی دائی، شیطان اُس کو سُلاتے ہوئے کہتا ہے کہ آرام سے سوتا رہ میں کسی کو موقع نہ دوں گا کہ تیرے آرام میں خلل انداز ہو۔ ہم تو خود۔ انسان کو چاہئے کہ غفلت کی نیند کے اسباب خود ختم کردے اور اس طرح بیدار رہے جس طرح کہ پیاسا پانی کی آواز سُن کر بیدار رہتا ہے۔ بانگ۔ مولانا فرماتے ہیں جس طرح پانی کی آواز جو آسمان سے نازل ہوتا ہے پیاسوں کی غفلت کو دور کرتی ہے میں بھی غافلوں کو اسی طرح بیدار کر رہا ہوں۔

برجہ[1] اے عاشق برآور اضطراب اے عاشق! اُٹھ اور بے چین ہو جا	بانگِ آب و تشنہ وآنگاہ خواب پانی کی آواز ہو اور پیاسا اور پھر نیند

حکایتِ آں عاشقے کہ شب بیامد بر اُمیدِ وعدۂ معشوق بداں وثاقے کہ اشارت کردہ بود و بعضے از شب منتظر بود کہ خوابش بربود معشوق آمد او را خفتہ یافت جیبش پُر جوز کرد و اُو را خفتہ گذاشت و بازگشت و در بیانِ تحقیق ماہیتِ آں

اُس عاشق کی حکایت جو معشوق کے وعدے کی اُمید پر اُس حجرے میں پہنچا جس کا اُس نے اشارہ کیا تھا اور رات کے کچھ حصہ میں منتظر رہا پھر اُس کو نیند آگئی معشوق آیا اُس کو سویا ہوا پایا اُسکی جیب اخروٹوں سے بھردی اور اُسکو سوتا چھوڑدیا اور واپس ہوگیا اور اُسکی حقیقت کی تحقیق کے بیان میں

عاشقے بُودست در ایامِ پیش اگلے زمانہ میں ایک عاشق تھا	پاسبانِ عہد اندر عہدِ خویش اپنے زمانے میں عہد کا پابند
سالہا در بندِ وصلِ ماہِ خود سالوں اپنے چاند کے وصل کی فکر میں (تھا)	شاہ مات[2] و ماتِ شاہنشاہِ خود عاشقوں کا شاہ اور اپنے شہنشاہ کا مقتول (تھا)
عاقبت جوئندہ یابندہ بُوَد انجام کار تلاش کرنے والا، پانے والا ہے	کہ فرج از صبر زایندہ بُوَد کیونکہ کشادگی صبر سے پیدا ہونیوالی ہوتی ہے
گفت روزے یارِ او کامشب بیا ایکدن اسکے معشوق نے اُس سے کہا کہ آج رات آجا	کہ بپختم از پئے تو لوبیا کیونکہ میں نے تیرے لئے لوبیا پکایا ہے
در فلاں حجرہ نشیں تا نیم شب آدھی رات تک فلاں حجرے میں بیٹھ	تا بیایم نیم شب من بے طلب تاکہ میں بغیر بلائے آدھی رات کو آجاؤں
مرد قرباں کرد و ناںہا بخش کرد مرد نے قربانی دی اور روٹیاں خیرات کیں	چوں پدید آمد مہش از زیرِ گرد جبکہ اُس کا چاند غبار میں سے رونما ہوا
شب دراں حجرہ نشست آں گرمدار وہ گرم جوشی سے رات کو اُس حجرے میں بیٹھ گیا	بر اُمیدِ وعدۂ آں یارِ غار[3] اُس مخلص دوست کے وعدے کی امید پر
منتظر بنشستہ خوابش در ربود منتظر بیٹھا تھا اُس کو نیند آگئی	اُو فتاد و گشت بیخود آں عنود وہ سرکش گر پڑا اور غافل ہوگیا

[1] برجہ۔ سالک کو غفلت ترک کرکے مشاہدہ کے لئے مضطرب ہو جانا چاہیئے ورنہ یہ طلبِ حقیقی نہ ہوگی اور یہ عاشق عشق کے دعوے میں جھوٹا ہوگا۔ حکایت۔ اِس حکایت میں یہ بتایا ہے کہ اِس عاشق کا حقیقی عشق نہ تھا اسی لئے وہ سوگیا، ورنہ عشق اور نیند میں ضد ہے۔ وثاق۔ حجرہ۔ جوز۔ اخروٹ۔ پاسبان۔ یعنی یہ عاشق اپنے زمانہ میں عشق کے عہد کا پابند سمجھا جاتا تھا۔

[2] آہ۔ یعنی معشوق شاہ۔ مات سے مقتول عاشق مراد ہے یعنی وہ عاشقوں کا شاہ تھا۔ کہ فرج۔ حدیث شریف ہے۔ اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ۔ لوبیا۔ ترکاری کا دانہ ہے جو پکا کر کھایا جاتا ہے۔ مرد۔ وصل کے مژدہ اور اُمید پر عاشق نے قربانی کی اور روٹیاں تقسیم کیں۔

[3] یارِ غار۔ حضرت ابوبکرؓ جو کہ ہجرت کے وقت آنحضورؐ کے ساتھ غارِ ثور میں رہے، مطلقاً پکا دوست۔ منتظر۔ اِس عاشق نے ابتداءِ شب میں معشوق کا انتظار کیا اور پھر سوگیا۔

ساعتے بیدار بُد خوابش گرفت — **عاشقِ دلدادہ را خوابے شگفت**

وہ دیر تک بیدار رہا اُس کو نیند نے پکڑ لیا — تعجب ہے، دلدادہ عاشق کو نیند!

بعدِ نصف اللیل آمد یارِ اُو — **صادقُ الوَعدانہ آں دلدارِ اُو**

اُس کا دوست آدھی رات کے بعد آیا — وہ اُس کا معشوق، سچے وعدے والوں کی طرح

عاشقِ خود را فتادہ خُفتہ دید — **اندکے از آستینش اُو دریدؒ**[1]

اپنے عاشق کو پڑا ہوا، سویا ہوا دیکھا — تھوڑی سی اُس کی آستین پھاڑی

گِردگانِ چندش اندر جیب کرد — **کہ تو طِفلی گیر ایں می باز نرد**

چند اخروٹ اُس کی جیب میں ڈال دیئے — کہ تو بچہ ہے، یہ لے لے، کھیل

چوں سحر از خواب عاشق بر جہید — **آستین و گردگانہا را بدید**

جب صبح کو عاشق نیند سے جاگا — آستین اور اخروٹ دیکھے

گفت شاہِ ما ہمہ صدق و وفاست — **آنچہ بر ما میرسد آں ہم زماست**

بولا، ہمارا شاہ، مجسّم سچائی اور وفا ہے — جو کچھ ہم پر نازل ہوتا ہے، وہ ہماری جانب سے ہے

اےؒ[2] **دلِ بے خواب ما زیں ایمنیم** — **چوں حَرَسِ بر بام چوبک میزنیم**

اے بے خواب دل: ہم اس سے مطمئن ہیں — ہم بالاخانے پر نگہبان کی طرح ڈنکا بجاتے ہیں

گردگانِ ما دریں مَطحن شکست — **ہر چہ گویم از غمِ خود اندکست**

ہمارے اخروٹ اِس چکّی میں پس گئے — اپنے غم کے بارے میں جو کچھ کہوں، کم ہے

عاذلا چندیں صُداعِ ماجرا — **پندکم دہ بعد ازیں دیوانہ را**

اے ملامت گر! دردِ سر اور قصّہ کب تک؟ — اِس کے بعد دیوانے کو نصیحت نہ کر

منؒ[3] **نخواہم عشوۂ ہجراں شنُود** — **آزمودم چند خواہم آزمُود**

میں فراق کا فریب نہ سُنوں گا — میں نے آزمالیا، کتنا آزماؤں گا؟

ہر چہ غیرِ شورش و دیوانگی ست — **اندریں رہ دوری و بیگانگی ست**

شورش اور دیوانگی کے علاوہ جو کچھ ہے — اِس راستہ میں دُوری اور بیگانگی ہے

ہیں بنہ بر پایم آں زنجیر را — **کہ دریدم سِلسِلہ تدبیر را**

ہاں میرے پاؤں میں یہ زنجیر ڈال دے — کیونکہ میں نے تدبیر کا سلسلہ توڑ دیا ہے

---

[1] دَرِید۔ نشانی کے طور پر معشوق نے عاشق کی آستین پھاڑ دی۔ گردگان۔ بچوں کو اخروٹ دے کر بہلا دیا جاتا ہے معشوق نے اُس عاشق کو طفلِ مکتب قرار دے کر اُس کی جیب میں اخروٹ ڈال دیئے۔ چوں سحر۔ جب صبح کو عاشق بیدار ہوا اور اُس نے اپنی آستین پھٹی ہوئی اور جیب میں اخروٹ دیکھے تو بولا کہ معشوق تو سچا ہے اور محرومی خود میری وجہ سے ہوئی۔

[2] اے۔ اب مولانا اپنے آپ کو خطاب کر کے کہتے ہیں کہ ہم اِس خوابِ غفلت سے محفوظ ہیں اور چوکیدار کی طرح بالاخانہ پر بیٹھ کر نقارہ بجاتے ہیں اور ہم نے غفلت کے اسباب کو فنا کر دیا ہے۔ عاذلا۔ مولانا نے اپنے عشق کی کیفیت کا اظہار فرمایا ہے فرماتے ہیں ملامت گر ہم دیوانوں کو ملامت نہ کر اِس سے دردِ سر پیدا ہوتا ہے۔

[3] من نخواہم۔ ملامت گر، عموماً فراق سے ڈرا کر عشق ترک کرنے کو کہتا ہے۔ آزمودم۔ میں ہجر کو آزما چکا ہوں وہ ہجر ہی نہیں ہے نیز اُس میں بھی میرے لئے لذت ہے۔ ہر چہ۔ راہِ عشق میں دیوانگی اور شورش کے سوا ہر چیز معشوق سے بیگانگی ہے

(شعر) فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد ازو غیرِ اُو تمنّائے

بس۔ اب میں دیوانگی اختیار کر چکا ہوں لہٰذا میں زنجیر کا مستحق ہوں۔

غیر[1] جعدِ آں نگارِ مُقبلم — گر دو صد زنجیر آری بگسلم

میرے اقبال مند معشوق کے گھنگرالے بالوں کے علاوہ — اگر تو دو سو زنجیریں لائے گا میں توڑ دوں گا

عشق و ناموس اے برادر راست نیست — بر درِ ناموس اے عاشق مایست

عشق اور آبرو اے بھائی! مناسب نہیں ہے — اے عاشق! آبرو کے دروازے پر نہ ٹھہر

وقت آں آمد کہ من عُریاں شوم — نقش بگذارم سراسر جاں شوم

وہ وقت آگیا کہ میں ننگا ہو جاؤں — نقش کو چھوڑ دوں، سراسر جان بن جاؤں

اے عدوِّ شرم و اندیشہ بیا — کہ دریدم پردۂ شرم و حیا

اے فکر اور شرم کے دشمن! آجا — کیونکہ میں نے شرم اور حیا کا پردہ چاک کر دیا ہے

اے[2] بہ بستہ خوابِ جاں از جادُئی — سخت دل یارا کہ در عالم توئی

اے وہ کہ تو نے جان کی نیند کو جادوگری سے روک دیا ہے — اے سخت دل دوست! کہ جہان میں تو ہی ہے

ہیں گلوئے صبر گیر و می فشار — تا خُنک گردد دلِ عشق اے سوار

ہاں صبر کا گلا پکڑ اور دبا دے — اے سوار! تاکہ عشق کا دل ٹھنڈا ہو جائے

تا نسوزم کے خُنک گردد دلش — اے دلِ ما خاندان و منزلش

جب تک میں جل نہ جاؤں گا اُسکا دل کب ٹھنڈا ہوگا؟ — اے وہ کہ جس کا خاندان اور مکان ہمارا دل ہے!

خانۂ خود را ہمی سوزی بسوز — کیست آنکس کہ بگوید لا یجوز

تو اپنا گھر جلاتا ہے، جلا دے — وہ کون ہے جو کہے کہ جائز نہیں ہے؟

خوش بسوز ایں خانہ را اے شیر مست — خانۂ عاشق چنیں اولی تر ست

اے مست شیر! اس گھر کو خوب جلا دے — عاشق کا گھر ایسا ہی بہتر ہے

بعد ازیں من سوز را قبلہ کنم — زانکہ شمعم من بسوزش روشنم

اس کے بعد میں سوزش کو قبلہ بناؤں گا — کیونکہ میں شمع ہوں اسکے سوز سے روشن ہوں

خواب[3] را بگذار امشب اے پدر — یک شبے در کوئے بے خواباں گذر

اے باوا! آج کی رات نیند کو ترک کر — ایک رات جاگنے والوں کے کوچہ میں گذر

بنگر آنہا را کہ مجنوں گشتہ اند — ہمچو پروانہ بوصلش کشتہ اند

اُن کو دیکھ کہ وہ مجنون ہو گئے ہیں — پروانہ کی طرح اُس کے وصل سے مقتول ہو گئے ہیں

بنگر ایں کشتیِ خلقاں غرقِ عشق — اژدہائے گشتہ گوئی حلقِ عشق

دیکھ مخلوق کی کشتی عشق میں غرق ہے — گویا کہ عشق کا حلق اژدہا بن گیا ہے

---

[1] غیر جعد۔ لیکن میں صرف محبوب کی زلف کی زنجیر کا قیدی بن سکتا ہوں اُسکے علاوہ سب زنجیروں کو توڑ ڈالوں گا۔ عشق۔ عشق کے ساتھ رُسوائی اور ذلت ہی جمع ہو سکتی ہے، عاشق آبرو سے بے پروا ہوتا ہے۔ وقت۔ اب میرا ایسا وقت ہو کہ مجھے جسمانی صفات سے عُریاں ہو کر سراسر جان بن جانا چاہیئے۔ عدوِّ شرم۔ یعنی محبوب، عشق میں شرم و حیا وصل سے مانع ہے۔

[2] اے بہ بستہ۔ عشق عجب جادو ہے کہ اُس نے نیند کو آنکھوں سے روک دیا ہے۔ سخت دل۔ مولانا نے غلبۂ حال میں یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ ہیں۔ عشق جب خوش ہوتا ہے جبکہ عاشق کا صبر و قرار فنا ہو جائے۔ تا نسوزم۔ جب تک میں عشق کی آگ سے جلکر خاک نہ ہو جاؤں گا وہ محبوب خاموش نہ ہوگا، میرا دل ہی اُس کا خاندان اور مکان ہے وہ اُسی کو اگر پھونکنا چاہتا ہے پھونک دے اُس کو بُرا کہنے والا کون ہے؟ خوش بسوز۔ عاشق کے دل کو پھونک ڈال وہ اِسی قابل ہے، دل کے جلنے سے جو اُسمیں سوزش ہوگی وہی میرا مقصود ہے شمع سوزش ہی سے روشن رہتی ہے۔

[3] خواب۔ اگر انسان عشق سے خالی ہے تو اُسکو عاشقوں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ بنگر۔ عاشقوں کو دیکھ لے کہ وہ مجنون بنے ہوئے ہیں اور وصل کی خاطر پروانہ کی طرح قربان ہوئے ہیں کشتی۔ اِن عاشقوں کی کشتی کو دیکھو، دریائے عشق میں کس طرح غرقاب ہی ہے گویا عشق ایک اژدہا ہے جس کا حلق سب کو نگل گیا ہے۔

اژدہائے ناپدیدِ دل رُبا ⁽¹⁾ — عقلِ ہمچو کوہ را اُو کہربا
غیر محسوس اژدہا، دل کو چھیننے والا — وہ پہاڑ جیسی عقل کے لئے کہربا ہے

عقلِ ہر عطّار کاگہ شد ازو — طبلہا را ریخت اندر آبِ جو
جس عطّار کی عقل اُس سے واقف ہوگئی — اُس نے گٹھے، نہر کے پانی میں بہا دیئے

رَو کزیں جُو بر نیائی تا اَبد — لَمْ یَکُنْ حَقًّا لَّہٗ کُفُوًا اَحَد
جا تو اس نہر سے قیامت تک باہر نہ آئیگا — یقیناً اُس کا کوئی ہمسر نہیں ہے

اے مزوّرِ چشم بکشا و ببیں — چند گوئی می ندانم آن و ایں
اے مکّار! آنکھ کھول اور دیکھ — تو کہاں تک کہے گا، میں اُسکو اور اسکو نہیں جانتا

از وبائے زرق و محرومی برآ — در جہانِ حیّ و قیّومی درآ
مکر اور محرومی کے مرض سے باہر آجا — حیّ و قیّوم والے جہاں میں آجا

تا نمی بینم ہمی بینم شود — ویں ندانمہات می دانم شود
تاکہ "میں نہیں دیکھتا ہوں" "دیکھتا ہوں" بنجائے — اور یہ "سب میں نہیں جانتا ہوں" "جانتا ہوں" بنجائیں

بگذر ⁽²⁾ از مستی و مستی بخش باش — زیں تلوّن نقل کن در استواش
مستی سے گذر جا اور مستی بخشنے والا بن جا — اس تلوّن سے اُس کی استقامت میں منتقل ہو جا

چند نازی تو بدیں مستیِ پست — بر سرِ ہر کوئی چنداں مست ہست
تو اس پست مستی پر کتنا ناز کرے گا — ہر کوچہ کے سرے پر ایسے مست بہت ہیں

گر دو عالَم پُر شود سرمستِ یار — جملہ یک باشند و آں یک نیست خوار
اگر یار کے سرمستوں سے دنیا بھر جائے — سب ایک ہونگے اور وہ ایک ذلیل نہیں ہے

ایں ⁽³⁾ ز بسیاری نیابد خوارئے — خوار کہ بُود تن پرستے نارئے
یہ کثرت سے ذلیل نہیں ہوتا ہے — ذلیل کون ہوتا ہے؟ تن پرست، دوزخی

گر جہاں پُر شد ز تابِ نورِ مہ — کے کساد آید بر صاحب دلہ
اگر چاند کے نور کی چمک سے تمام جہان بھر جائے — عاشق کے لئے اُس میں کب کھوٹ آتا ہے؟

گر جہاں پُر شد ز نورِ آفتاب — کے بُود خوار آں تفِ خوش اِلتہاب
اگر تمام جہان سورج کے نور سے بھر جائے — وہ گرمی بھڑکنے والی روشنی کب ذلیل ہو گی؟

بھی پُر ہو جائے تو اُس میں کوئی کھوٹ نہیں آتا ہے، اسی طرح سورج کی روشنی سے سارا عالم پُر ہو
—— تو سورج کی روشنی بے قدر نہیں ہوتی۔

⁽¹⁾ اژدہائے۔ عشق ایک ایسا اژدہا ہے جو بظاہر نظر نہیں آتا ہے لیکن دل کو نگل جاتا ہے۔ اور پہاڑ جیسی عقل کو بھی مسخّر کر دیتا ہے۔ عقل۔ عقل جب عشق سے باخبر ہو جاتی ہے اپنا سب کچھ قربان کر دیتی ہے۔ لمْ۔ سب کچھ قربان کرتے ہوئے عقل کہتی ہے کہ اب یہ چیزیں اُس محبوب پر قربان ہیں جو بے نظیر ہے لہٰذا ان چیزوں کی واپسی کی کبھی خواہش نہ ہوگی۔ اے مزوّر۔ مکّار، عاشق کے احوال سے تھوڑا آنکھیں بند کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ان احوال کو نہیں دیکھتا ہوں وہ محروم ہے اگر وہ عشق کے میدان میں آجائے تو اُس کو سب احوال نظر آنے لگیں جن احوال کے بارے میں وہ کہتا تھا "میں نہیں دیکھتا ہوں" اُن کے بارے میں کہنے لگے گا کہ "میں دیکھتا ہوں"

⁽²⁾ بگذر۔ عقل کی مستی سے گذر کر عشق کی مستی تقسیم کرنے والا بن جا۔ تلوّن۔ مختلف رنگ بدلنا۔ چند نازی۔ عقل کے مست تو بہت ہیں جو مارے مارے پھرتے ہیں۔ گر دو عالم۔ اللہ کے مستوں سے اگر دونوں عالم بھی بھر جائیں تو یہ اُنکی ذلت کا سبب نہ ہوگا کیونکہ وہ سب مل کر ایک ہیں۔

⁽³⁾ ایں ز بسیاری۔ علاوہ ازیں محض کثرت ذلت کا سبب نہیں ہے ذلیل تو تن پرست اور جہنمی ہوتا ہے۔ گر جہاں۔ چاند کی چاندنی سے سارا عالم

لیک[1] با ایں جملہ بالاتر خرام | چونکہ ارض اللہ واسع بود ودرام

لیکن اس سب کے ہوتے ہوئے، اوپر چل | جبکہ اللہ (تعالیٰ) کی زمین وسیع اور تابع ہے

گرچہ ایں مستی چو بازِ اشہب ست | بر تر از وے در زمینِ قدس ہست

اگرچہ یہ مستی بھورے باز کی طرح ہے | قدس کی سرزمین میں اس سے بھی بہتر (مقام) ہے

مست ز ابرار، و مقرّب زو بہ ست | بر مقرّب شیرِ او چوں روبہ ست

مست ابرار میں سے ہے، اور مقرّب اس سے بہتر ہے | مقرّب کے نزدیک اس کا شیر، لومڑی کی طرح ہے

رَو سرافیلے شو اندر امتیاز | در دہندہ روح و مست و مست ساز

جا، امتیاز کرنے میں اسرافیلؑ بن جا | روح کا پھونکنے والا اور مست اور مست بنانیوالا

مست[2] را چوں دل مزاح اندیشہ شد | ایں ندانم واں ندانم پیشہ شد

مست کا دل چونکہ مذاق سوچنے والا بن گیا | میں یہ نہیں جانتا اور وہ نہیں جانتا اسکا پیشہ ہو گیا

ایں ندانم واں ندانم بہرِ چیست | تا بگوئی آنکہ میدانیم کیست

میں اسکو نہیں جانتا اور میں اسکو نہیں جانتا کس لئے ہے؟ | تاکہ تو کہے کہ جس کو میں جانتا ہوں وہ کون ہے؟

نفی[3] بہرِ ثبت باشد در سخن | نفی بگذار و ز ثبت آغاز کن

بات میں نفی، اثبات کے لئے ہوتی ہے | نفی کو چھوڑ دے اور اثبات سے ابتدا کر

نیست ایں و نیست آں ہیں واگذار | آنکہ آں ہست ست آں را پیش آر

خبردار! یہ نہیں ہے اور وہ نہیں ہے کو چھوڑ دے | جو کہ موجود ہے اس کو سامنے لا

نفی بگذار و ہماں مستی طلب | تُرک و مُطرب را بگو احوالِ شب

نفی کو چھوڑ دے اور وہی مستی طلب کر | ترک اور مطرب کے رات کے احوال سنا

نفی بگذار و ہماں ہستی پرست | ایں بیاموزے پدر زاں تُرکِ مست

نفی کو چھوڑ اور اس ہستی کو پوج | اے بابا! یہ اس ترک مست سے سیکھ لے

استدعای امیر تُرکِ مخمور مُطرب را بوقتِ صبوح و تفسیر

ایک مخمور ترک امیر کا گویئے سے صبح کی شراب کے وقت فرمائش کرنا اور اس حدیث

ایں حدیث کہ اِنَّ لِلّٰہِ شَرَابًا اُعِدَّ لِاَوْلِیَآئِہٖ اِذَا شَرِبُوْا

کی تفسیر کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک شراب ہے جو اس کے دوستوں کے لئے تیار کی گئی

سَکِرُوْا وَاِذَا سَکِرُوْا طَابُوْا اِلٰی اٰخِرِ الْحَدِیْث

ہے وہ جب اس کو پیتے ہیں مست ہو جاتے ہیں اور جب مست ہو جاتے ہیں پاکیزہ بن جاتے ہیں

---

[1] لیک با ایں۔ مستی اور سُکر کی ان فضیلتوں کے باوجود سالک کو اس سے اعلیٰ مقام صحو حاصل کرنا چاہیئے۔ گرچہ۔ مستی اور سُکر بھی اگرچہ قیمتی چیز ہے لیکن میدانِ سلوک میں اس سے بھی بہتر مقام ہے۔ اور وہ "صحو" ہے۔ مست یعنی سُکر کا مقام ابرار کا ہے اور صحو کا مقام مقرّبین کا ہے ادنیٰ رتبہ کا مقرّب اعلیٰ درجہ کے ابرار سے افضل ہے۔ رَو حضرت اسرافیل قیامت میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے صور پھونکیں گے تو مُردے زندہ ہو جائیں گے جو سالک مقامِ صحو میں ہوتا ہے وہ بھی حضرت حق تعالیٰ سے فیض حاصل کرتا ہے اور دوسروں کو فیض پہنچاتا ہے۔

[2] مست۔ سُکر کی حالت [illegible]ت کی حالت ہوتی ہے اس میں وہ بے اصل باتیں کرتا ہے اور ہر معاملہ میں لاعلمی کا اظہار کرتا ہے۔ ایں ندانم۔ سُکر کی حالت میں جو لاعلمی کا اظہار ہے اس سے مقصود اس ذات کی طرف اشارہ ہے جس کو جانتا ہے۔

[3] نفی۔ انکار کسی چیز کے اقرار کی تمہید ہوتی ہے لہٰذا تمہید کو چھوڑ کر مقصود پر آجاؤ "لا الٰہ" میں نفی "الا اللہ" کے اثبات کے لئے ہے تو لا الٰہ پر پہنچ جانا چاہیئے "نیست" کو چھوڑ کر "ہست" کی جستجو کرنی چاہیئے جس طرح مست ترک اور مطرب کے نغمہ میں

مَے درِ خُمِ اَسرار ازاں میجوشد — تا ہر کہ مجرّد ست ازاں می نوشد

اَسرار کے خُم میں شراب اِسلئے جوش مارتی ہے — تاکہ جو مجرّد ہے وہ اسے پیئے

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الاَبرارَ یَشرَبُونَ (الآیۃ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک ابرار پئیں گے۔

ایں مَے کہ تو میخوری حرام ست — ما مے نخوریم جز حلالے

یہ شراب جو تو پیتا ہے حرام ہے — ہم جائز شراب کے سوا نہیں پیتے ہیں

جہد کُن تا از نیست ہست شوی — وز شرابِ خدائی مست شوی

کوشش کر تاکہ تو نیست سے ہست بن جائے — اور خدا کی شراب سے مست بن جائے

عجمی[1] تُرکے سحر آگاہ شُد — وز خمارِ خمر، مُطرب خواہ شُد

ایک عجمی تُرک صبح کو بیدار ہوا — اور شراب کے خمار کی وجہ سے گوئیے کا خواہشمند ہوا

مُطربِ جاں مُونسِ مستاں بوَد — نُقل و قُوتِ قُوتِ مست آں بوَد

روحانی گویّا مستوں کا دوست ہوتا ہے — چبینا اور روزی اور مست کی طاقت وہ ہوتا ہے

مُطرب ایشاں را سُوئے مستی کشد — باز مستی از دمِ مُطرب چشد

گویّا اُن کو مستی کی جانب کھینچتا ہے — پھر مستی گویّے کے کلام سے غذا حاصل کرلیتی ہے

آں[2] شرابِ حق بداں مُطرب بَرد — ویں شرابِ تَن ازیں مُطرب چَرد

خدائی شراب اس مطرب کیطرف لے جاتی ہے — اور یہ جسمانی شراب اس گویّے سے غذا حاصل کرتی ہے

ہر دو گر یک نام دارد در سخن — لیک فرقست زیں حَسَن تا آں حَسَن

اگرچہ لفظوں میں دونوں ایک ہی نام رکھتے ہیں — لیکن اِس حَسَن سے اُس حَسَن تک فرق ہے

اِشتباہے ہست لفظی در بیاں — لیک خود کُو آسماں کُو رِیسماں

بیان کرنے میں لفظی مشابہت ہے — لیکن خود آسمان کہاں ریسمان کہاں؟

اِشتراکِ لفظ دائم رہزن ست — اِشتراکِ گبر و مومن در تن ست

لفظی شرکت، ہمیشہ رہزن ہے — مومن اور کافر کا اشتراک جسم میں ہے

جسمہا[3] چوں کوزہائے بستہ سر — تا کہ در ہر کوزہ چہ بُوَد آں نگر

جسم مُنہ بندھے ہوئے پیالوں کی طرح ہیں — ہر کوزے میں کیا ہے، اُس کو دیکھ

کوزۂ آں تن پُر از آبِ حیات — کوزۂ ایں تَن پُر از زہرِ ممات

اِس جسم کا پیالہ آبِ حیات سے بھرا ہوا ہے — اِس جسم کا پیالہ موت کے زہر سے بھرا ہوا ہے

---

[1] عجمی۔ ایک تُرک سردار جب صبح کو بیدار ہوا تو اُس پر خمار کی کیفیت طاری تھی اُس نے گوئیے کو طلب کیا۔ مُطرب۔ گویّا، یہاں شیخ مراد ہے۔ مستاں۔ یعنی سُکر کی کیفیت میں مبتلا سُوی مستی۔ شیخ کی توجہ اُن کے لئے مزید سُکر کا سبب بنتی ہے۔

[2] آں شراب۔ یعنی سُکر کی کیفیت شیخ کی طرف متوجہ کرتی ہے اور شراب قوّال کی جانب کھینچتی ہے۔ بَرد۔ یہاں ہم نے مُطرب شیخ اور گوئیے دونوں کے لئے کہا ہے۔ زیں حَسَن۔ پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ ایک بادشاہ کے دو وزیر حسن نامی تھے لیکن ان دونوں میں بہت فرق تھا۔ اشتباہے۔ اِن دونوں میں محض لفظی مشابہت ہے لیکن آسمان اور ریسمان کی طرح دونوں میں بہت فرق ہے۔ رہزن۔ لفظی اشتراک لوگوں کی گمراہی کا سبب بنتا ہے۔ گبر و مومن۔ مومن اور کافر میں بھی جسم یکساں ہے۔

[3] جسمہا۔ محض جسم کو نہ دیکھنا چاہئے اس کی اندرونی حالت پیشِ نظر رہنی چاہیئے۔ کوزۂ آں تن یعنی مومن کا جسم ایمان سے لبریز ہے جو آبِ حیات ہے اور کافر کا جسم کفر سے بھرا ہوا ہے جو زہر ہے اب اگر دونوں کے باطن پر نظر رکھوگے تو تم شاہ ہو ورنہ گمراہ ہو۔

گر بمظروفش نظر داری شہی ۔۔۔ ور بظرفش بنگری تو گمرہی

اگر تو برتن کی چیز کی طرف نظر رکھے تو شاہ ہے ۔۔۔ اور اگر تو برتن پر نظر کرے تو گمراہ ہے

لفظ[1] را مانندہ ایں جسم داں ۔۔۔ معنیش را در دروں مانند جاں

لفظوں کو اس جسم کی طرح سمجھ ۔۔۔ ان کے معانی ان میں جان کی طرح ہیں

دیدۂ تن دائماً تن بیں بود ۔۔۔ دیدۂ جاں جانِ پُر فن بیں بود

جسم کی آنکھ ہمیشہ جسم کو دیکھنے والی ہوتی ہے ۔۔۔ رُوح کی آنکھ، ہنرمند روح کو دیکھنے والی ہوتی ہے

پس ز نقشِ لفظہائے مثنوی ۔۔۔ صورتش ضال ست و ہادی معنوی

مثنوی کے الفاظ کے نقوش ۔۔۔ اُنکی صورت گمراہ کرنیوالی اور معنی کے اعتبار سے ہدایت کرنیوالی

در نُبی فرمود کایں قرآں ز دل ۔۔۔ ہادیِ بعضے و بعضے را مُضل[2]

قرآن میں فرمایا ہے، کہ یہ قرآن دل کے اعتبار سے ۔۔۔ بعض کو ہدایت دینے والا اور بعض کو گمراہ کرنیوالا ہے

اللہ اللہ چونکہ عارف گفت مے ۔۔۔ پیشِ عارف کے بود معدوم شے

توبہ توبہ، جب عارف شراب کہے ۔۔۔ عارف کی نظر میں معدوم، شئ کب ہوتا ہے؟

فہمِ[2] تو چوں بادۂ شیطاں بود ۔۔۔ کے تُرا وہمِ مئے رحماں بود

تیری عقل میں جبکہ شیطانی شراب ہو ۔۔۔ تجھے رحمانی شراب کا خیال کب آتا ہے؟

ایں دو انباز ند مُطرب با شراب ۔۔۔ ایں بداں و آں بدیں آرد شتاب

قوال اور شراب یہ دونوں ساتھی ہیں ۔۔۔ یہ اُس تک وہ اِس تک جلد پہنچا دیتا ہے

پُرخماراں از دمِ مُطرب چرند ۔۔۔ مُطرباں شاں سوئے میخانہ برند

پر خمار، قوال کے گانے سے غذا حاصل کرتے ہیں ۔۔۔ قوال اُن کو میخانہ کی جانب لے جاتے ہیں

آں سرِ میدان و ایں پایانِ اُوست ۔۔۔ دل شدہ چوں گوئے در چوگانِ اوست

وہ میدان کی ابتدا ہے اور یہ اُس کی انتہا ۔۔۔ برباد دل، اُس کے بلّے میں گیند کی طرح ہے

در سر[3] آنچہ ہست گوش آنجا رود ۔۔۔ در سر ار صفر است آں سودا شود

دماغ میں جو ہے کان اُس کی طرف جاتا ہے ۔۔۔ اگر دماغ میں صفرا ہے، وہ سودا بن جاتا ہے

بعد ازاں ایں دو بہ بیہوشی روند ۔۔۔ والد و مولود آنجا یک شوند

اس کے بعد یہ دونوں بیہوشی کی طرف جاتے ہیں ۔۔۔ سبب اور نتیجہ، اِس جگہ ایک ہو جاتے ہیں

بدل جاتی ہے۔ بعد ازاں۔ اگر سر میں صفرا ہے اور سودا کے غلبہ سے سودا بن گیا ہے تو سودا اور صفرا دونوں بیہوشی کا سبب بن جائیں گے اور پھر سبب اور مسبّب ایک سی تاثیر کریں گے۔

[1] لفظ۔ الفاظ کو بمنزلہ جسم اور معانی کو بمنزلہ روح کے سمجھو۔ دیدہ۔ جسمانی آنکھ جسم کو دیکھتی ہے رُوحانی آنکھ روح کو دیکھتی ہے۔ پس۔ مثنوی کا بھی یہی حال ہے کہ جو شخص اُس کی حکایتوں کے محض لفظوں کو دیکھے گا وہ اُس سے بدعقیدہ ہو جائیگا اور جو حکایتوں کے معانی اور مقاصد پر غور کریگا وہ اُس سے مُستفید ہوگا۔ در نُبی۔ قرآن میں خود قرآن کے بارے میں یہی فرمایا گیا ہے۔ تے۔ جب کوئی عارف لفظ شراب بولتا ہے تو اُس سے یہ حقیر اور ظاہری شراب مراد نہیں ہوتی بلکہ شرابِ معرفت مُراد ہوتی ہے۔

[2] فہمِ تو۔ جو شخص محض دنیاوی شراب کو جانتا ہے وہ شراب کے لفظ سے شرابِ محبت کب سمجھ سکتا ہے۔ ایں دو۔ شراب اور گانا دونوں اِس بارے میں یکساں ہیں کہ ان میں ہر ایک دوسرے تک پہنچا دیتا ہے۔ پُرخمار۔ مخمور گویّے سے غذا حاصل کرتا ہے گویا اُس کو شراب خانہ تک لیجاتا ہے۔ آں سرِ میداں۔ میدانِ عشق کی ابتدا، گانا ہے اور اُس کی انتہا شراب ہے، دل گویّے کے قابو میں ہوتا ہے۔

[3] در سر۔ انسان کے دماغ میں جو خیال ہوتا ہے وہ لفظوں کو اُسی طرف لے جاتا ہے اگر دماغ میں تھوڑی سی صحیح بات بھی ہوتی ہے تو وہ ان الفاظ کے بعد غلطی سے

[۱] چونکہ کردند آشتی شادی و درد ۔۔۔ مُطرباں را تُرکِ ما بیدار کرد
جب خوشی اور درد باہم مل گئے ۔۔۔ ہمارے ترک نے قوالوں کو بیدار کیا

مُطرب آغاز ید بیتے خوابناک ۔۔۔ کہ اَنِلْنِی الْکَاْسَ یَا مَنْ لَا اَرَاکْ
قوال نے ایک مست شعر شروع کیا ۔۔۔ کہ اے وہ! کہ میں تجھے نہیں دیکھتا ہوں مجھے پیالہ عطا کر

اَنْتَ وَجْہِیْ لَا عَجَبْ اَنْ لَّا اَرَاہْ ۔۔۔ غَایَۃُ الْقُرْبِ حِجَابٌ وَّاشْتِبَاہْ
تو میرا چہرہ ہے، کوئی تعجب نہیں اگر میں اسکو نہیں دیکھتا ہوں ۔۔۔ انتہائی قرب، پردہ اور اشتباہ ہے

[۲] اَنْتَ عَقْلِیْ لَا عَجَبْ اِنْ لَّمْ اَرَکْ ۔۔۔ مِنْ وُّفُوْرِ الْاِلْتِبَاسِ الْمُشْتَبَکْ
تو میری عقل ہے کوئی تعجب نہیں اگر میں تجھے نہیں دیکھتا ہوں ۔۔۔ تیز اور پیچ التباس کی زیادتی کی وجہ سے

حَیْثُ اَقْرَبْ اَنْتَ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدْ ۔۔۔ لَمْ اَقُلْ یَا یَا نِدَاءٌ لِّلْبَعِیْدْ
چونکہ تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے ۔۔۔ میں نے لفظ "یا" نہیں کہا "یا" دُور کے پکارنے کیلئے ہے

بَلْ اُغَالِطُھُمْ اُنَادِیْ فِی الْقِفَارْ ۔۔۔ کَے لَا کَتَمْ مَنْ مَّعِیْ مِمَّنْ اَغَارْ
بلکہ میں انکو مغالطہ دے رہا ہوں ویرانوں میں پکارتا ہوں ۔۔۔ تاکہ اپنے ساتھی کو ان لوگوں سے چھپاؤں جن سے مجھے غیرت آتی ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز ۔۔۔ بشنو اکنوں نکتۂ صاحب تمیز
اے عزیز! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے ۔۔۔ اب ایک صاحبِ تمیز کا نکتہ سُن لے

آمدنِ ضریر در خانہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم و
نابینا کا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آنا اور
گریختنِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا از پیشِ ضریر و
نابینا کے سامنے سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بھاگنا اور
گفتنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کہ چہ می گریزی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ کیوں بھاگتی ہے؟
کہ او ترا نمی بیند و جواب دادنِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ
وہ تجھے نہیں دیکھتا ہے اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا
عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم را
رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دینا

اندر آمد پیشِ پیغمبر ضریر ۔۔۔ کاے نوا بخشِ تنورِ ہر خمیر
نابینا پیغمبرؐ کے سامنے اندر آیا ۔۔۔ کہ اے تنور کے ہر قسم کے خمیر سے توشہ بخشنے والے

---

۵۱ چونکہ۔ جب اس ترک نے گانے کی خوشی اور خمار کی تکلیف محسوس کی تو اس نے گویوں کو بیدار کر دیا اور گویوں نے یہ اشعار گانے شروع کر دیئے۔ کاس۔ پیالہ۔ انت۔ انسان باوجود قرب کے اپنے چہرے کو خود نہیں دیکھتا ہے انتہائی قرب اشتباہ کا سبب ہو جاتا ہے۔

۵۲ انت عقلی۔ انسان کی عقل انسان سے کس قدر قریب ہے لیکن وہ اس کو بھی نہیں دیکھتا ہے۔ یا۔ یا حرفِ ندا، دُور سے اس شخص کو پکارا جاتا ہے جو دور ہوتا ہے میں تجھے اس لفظ سے اس لئے پکارتا ہوں تاکہ رقیب یہ نہ سمجھ سکیں کہ تو مجھ سے قریب ہے۔

۵۳ ضریر۔ نابینا۔ کانے۔ آنحضورؐ ہر شخص کو اس کے مناسب نذا عنایت فرماتے ہیں۔

اے تو میرِ آب، من مُستَسقیم[1]	مُستغاث المُستغاث اے ساقیم
اے! آپ پانی کے مالک ہیں اور میں پانی مانگنے والا ہوں	اے میرے ساقی! فریاد ہے، فریاد
چوں دَر آمد آں ضریر از در شتاب	عائشہؓ بگریخت بہرِ احتجاب
جب وہ نابینا دروازے سے آیا، جلد	پردہ کرنے کے لئے عائشہؓ بھاگیں
زانکہ واقف بود آں خاتونِ پاک	از غیوریِ رسولؐ رشک ناک
کیونکہ وہ پاک بی بی واقف تھیں	غیور رسولؐ کی غیوری سے
ہر کہ زیبا تر بُوَد رشکش فزوں	زانکہ رشک از ناز خیزد یا بنوں
جو زیادہ حسین ہوتا ہے اُسیں غیرت زیادہ ہوتی ہے	کیونکہ اے فرزندو! غیرت ناز سے پیدا ہوتی ہے
گندہ پیراں شوئیِ را قماد ہند	چونکہ از زشتی و پیری آگہ اند
بوڑھیاں شوہر کو لونڈی دے دیتی ہیں	کیونکہ بھدّے پن اور بڑھاپے سے باخبر ہیں
چوں جمالِ احمدیؐ در ہر دو کون	کے بُدست اے فر یزدانیش عون
احمدی حُسن کی طرح دونوں جہانوں میں	کب ہوا ہے؟ اے (مخاطب) اللہ کا نور اُن کا مددگار
نازہایِ ہر دو کون اُو را رسد	غیرت آں خورشیدِ صد تو را رسد
دونوں جہانوں کے نازوں کا اُن کو حق ہے	غیرت کرنا اُس سو درجہ کے سورج کا حق ہے
کاندرا فگندم[2] بکیواں گویِ را	درکشید اے اختراں ہی رویِ را
کہ میں نے زحل پر گیند پھینکی ہے	خبردار! اے ستارو اپنا منہ چھپالو
دَر شعاعِ بے نظیرم لا شوید	ورنہ پیشِ نورِ من رُسوا شوید
میری بے مثال شعاع میں معدوم ہو جاؤ	ورنہ میرے نور کے سامنے رُسوا ہو جاؤ گے
از کرم[3] من ہر شبے غائب شوم	کے رَوم اِلّا نمایم کہ رَوم
کرم کی وجہ سے میں ہر رات کو غائب ہو جاتا ہوں	میں کب جاتا ہوں، ہاں دکھاتا ہوں کہ میں جا رہا ہوں
تا شما بے من شبے خفّاش وار	پَر زناں گردید گردِ ایں مَطار
تاکہ تم میرے بغیر چمگادڑ کی طرح رات میں	اِس فضا کے گرد چکر لگاؤ
ہمچو طاؤساں پرے عرضہ کنید	باز مست و سرخوش و مُعجب شوید
موروں کی طرح پَر دکھاؤ	پھر مست اور سرخوش اور خود پسند ہو لو
بنگرید آں پایِ زشت از امتیاز	ہمچو چارق کو بود شمعِ ایاز
امتیاز کے لئے، بھدّے پاؤں کو دیکھ لو	چپل کی طرح جو ایاز کی شمع تھی

[1] مُستسقیم۔ میں پانی مانگنے والا ہوں۔ احتجاب۔ پردہ کرنا۔ ہر کہ۔ جو شخص زیادہ حسین ہوتا ہے اُس میں رشک کا مادہ زیادہ ہوتا ہے کیونکہ رشک، ناز کی پیداوار ہے اور ناز زیادہ حسین میں زیادہ ہوتا ہے۔ گندہ پیر۔ جب بیوی خود بوڑھی ہو جائے تو اُس میں نہ ناز رہتا ہے نہ رشک وہ خود شوہر کو باندی مہیا کر دیتی ہے تاکہ اس سے ہم صحبت ہو سکے۔ چوں۔ جبکہ آنحضورؐ حُسن میں بڑھ چڑھ کر تھے اور نورِ خداوندی اُن کا مددگار تھا تو آپ میں ناز بھی بڑھا ہوا تھا اور رشک بھی۔ قماد۔ ترکی لفظ ہے، لونڈی۔

[2] کاندر۔ آنحضورؐ کو اپنے حُسن و جمال کی بنیاد پر یہ کہنے کا حق ہے کہ میں نے اپنے حُسن کے دعوے کی گیند زحل پر پھینک دی ہے لہٰذا اب کسی حسین کو حُسن کی نمائش کا حق نہیں ہے... در شعاع۔ اب جس قدر حسین ہیں وہ اپنے حُسن کو میرے حُسن میں گم کر دیں ورنہ رُسوا ہو جائیں گے۔

[3] از کرم۔ میں کبھی بظاہر روپوش ہو جاتا ہوں تاکہ دوسرے حسین اپنے حُسن کا مظاہرہ کر سکیں، سورج اگرچہ دنیا سے غائب نہیں ہوتا کچھ سمتوں سے اسکی روپوشی ہو جاتی ہے تاکہ چمگادڑ یں پھر آ لیں۔ مَطار۔ اُڑنے کی جگہ۔ مست نشہ کے چار مرتبے ہیں سرخوش، تر دماغ، شیر مست، خراب۔ بنگرید۔ مشہور ہے کہ مور پروں کو دیکھ کر خوش ہوتا اور ناچتا ہے اور پاؤں چونکہ بھدّے ہیں اُنکو دیکھ کر رنجیدہ ہوتا ہے انسان کو بھی چاہیے کہ اپنے عیوب پر بھی نظر رکھے جس طرح ایاز نے اپنے چارق کو رکھا تھا۔

رُو نمایم صبحِ بہرِ گوشمال ۱ — تا نگردید از منی زاہلِ شمال

تنبیہ کے لئے میں صبح کو رُونمائی کرتا ہوں — تاکہ تم خودی کی وجہ سے بائیں ہاتھ والوں میں نہ بنجاؤ

ترکِ آں کُن کہ درازست ایں سخن — نہی کردست از درازی امرِ کُن

اس کو چھوڑ، کیونکہ یہ بات دراز ہے — حکم کرنے والے نے درازی سے منع کیا ہے

٦

امتحان کردنِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ را رضی اللہ عنہا

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عائشہ رضی اللہ عنہا کا امتحان کرنا

کہ چرا پنہاں می شوی پنہاں مشو چوں اعمیٰ ترا نمی بیند تا پدید آید کہ عائشہ رضی اللہ عنہا از ضمیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم واقف ست یا خود مقلدِ گفتِ ظاہر ست

کہ کیوں چھپتی ہے؟ نہ چھپ، کیونکہ نابینا تجھے نہیں دیکھتا ہے تاکہ واضح ہوجائے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی بات سے واقف ہیں یا ظاہری بات کی مقلد ہیں

گفت پیغمبر برائے امتحاں — اُو نمی بیند ترا کم شو نہاں

امتحان کے لئے پیغمبر نے فرمایا — وہ تجھے نہیں دیکھتا ہے، مت چھپ

کرد اشارت عائشہ رض بادستہا ۲ — اُو نمی بیند من ہمی بینم وُرا

عائشہ رض نے ہاتھوں سے اشارہ کیا — وہ نہیں دیکھتا ہے، میں اُس کو دیکھتی ہوں

غیرتِ عقل ست بر خوبیِ رُوح — پُر ز تشبیہات و تمثیل اے نصوح

روح کے حسن پر عقل کو غیرت آتی ہے — جو کہ تشبیہات اور تمثیل سے پُر ہے، اے مخلص!

با چنیں پنہانیِ کیں روح راست — عقل بر وے ایں چنیں رشکیں چراست

ایسی پوشیدگی کے باوجود جو روح کو ہے — عقل اُس پر اس قدر غیرت کرنیوالی کیوں ہے؟

از کہ پنہاں می کُنی اے رشک خُو ۳ — آنکہ پوشیدست نورش رُوئِ اُو

اے غیرت مند! تو کس سے پوشیدہ کرتی ہے — اسکو جس کے نور نے اُس کے مُنہ کو چھپا دیا ہے؟

میرود بے رُوی پوش ایں آفتاب — فرطِ نورِ اُوست رُویش را نقاب

یہ سورج بغیر نقاب کے چلتا ہے — اُس کے نور کی زیادتی، اُس کے چہرے کا نقاب ہے

از کہ پنہاں می کُنی اے رشک ور — کافتاب از وے نمی بیند اثر

اے غیرت مند: تو کس سے چھپاتی ہے؟ — کیونکہ آفتاب بھی اُس کا پتہ نہیں پاتا ہے

---

۱ رُو نمایم۔ سورج پھر صبح کو نمودار ہوجاتا ہے۔ تاکہ ستارے متکبر بنکر دوزخی نہ بنیں۔ امر کُن۔ امر کنندہ، کلام کا بے ضرورت طول شرعاً ممنوع ہے۔ کہ چرا۔ آنحضور م نے حضرت عائشہ رض کی آزمائش کے لئے اُن سے سوال کیا کہ تمہیں اندھے سے چھپنے کی کیا ضرورت تھی!

۲ کرد۔ حضرت عائشہ رض نے ہاتھوں سے اشارہ اسلئے کیا تاکہ آپ کی آواز غیر مرد نہ سُن سکے۔ اُو۔ حضرت عائشہ رض نے عرض کیا وہ تو نہیں دیکھتا لیکن میں تو اُنکو دیکھتی ہوں اور غیر مرد پر میری نگاہ پڑنا آپ کی غیرت کے منافی ہو۔ غیرت۔ عقل کو روح کے حسن پر غیرت ہے اسی لئے وہ روح کی حقیقت کو ظاہر نہیں کرتی ہے محض تشبیہات سے اُسکو سمجھا دیتی ہے۔ اِن اشعار میں روح سے مراد حق سبحانہٗ ہے۔

۳ آز کہ۔ عقل کو خطاب ہے کہ تو ایسی چیز کو کیوں چھپاتی ہے جس کا نور خود اُس کے لئے حجاب ہے۔ میرود۔ سورج بغیر نقاب کے پھرتا ہے، نور کی زیادتی کی وجہ سے کوئی اُس کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھ سکتا ہے۔ آز کہ۔ جس چیز کو وہ سورج بھی نہیں دیکھ سکتا ہے جس کی جہاں گردی مشہور ہے تو اُس کو کیوں چھپاتی ہے۔

رشکؔ ازاں افزوں ترست اندر تنم | کز خودش خواہم کہ ہم پنہاں کنم
میرے اندر غیرت اس سے بھی بڑھی ہوئی ہے | کیونکہ میں اُس کو خود اپنے سے چھپانا چاہتی ہوں

ز آتشِ رشکِ گراں آہنگِ مَن | با دو چشم و گوشِ خود در جنگِ مَن
سخت رشک کی آگ کی وجہ سے میرا لشکر | اپنی دونوں آنکھوں اور کان سے جنگ میں ہے

چوں چنیں رشکے ستت اے جان و دل | پس دہاں بر بند و گفتن را بہل
اے جان اور دل! ایسے رشک ہوتے ہوئے جو تجھ میں ہے | تو منہ بند کر لے اور گفتگو کو چھوڑ

ترسمؔ ار خامش کنم آں آفتاب | از سوئے دیگر بدرّاند حجاب
میں ڈرتی ہوں اگر میں خاموشی اختیار کروں تو وہ سورج | دوسری جانب سے پردے کو چاک کر دے

در خموشی گفتِ ما اظہر شود | کہ ز منع آں میل افزوں تر شود
خاموشی میں ہماری بات زیادہ کھل جاتی ہے | کیونکہ اس کے روکنے سے خواہش بڑھ جاتی ہے

گر بغرّد بحر غرّش کف شود | جوشِ اَحبَبتُ بِاَن اُعرَف شود
اگر سمندر جوش مارتا ہے تو اُس کا جوش جھاگ بنتا ہے | وہ جھاگ میں چاہتا ہوں کہ میں پہچانا جاؤں کا جوش بنتا ہے

حرف گفتن بستنِ آں روزن ست | عینِ اظہارِ سخن پوشیدن ست
بات کرنا، اُس سوراخ کو بند کرنا ہے | بات ظاہر کرنا بعینہٖ چھپانا ہے

بلبلانہؔ نعرہ زن بر روئے گل | تا کنی مشغول شاں از بوئے گل
پھول پر بلبل کی طرح نعرہ مار | تاکہ تو اُنکو پھول کی خوشبو سے مشغول کر دے

تا بقل مشغول گردد گوشِ شاں | سوئے روئے گل نپرّد ہوشِ شاں
تاکہ اُن کا کان بات میں مشغول ہو جائے | اُن کا ہوش پھول کے چہرے کی جانب پرواز نہ کرے

پیشِ ایں خورشید کو بس روشن ست | در حقیقت ہر دلیلے رہزن ست
اس سورج کے پیشِ نظر جو کہ بہت روشن ہے | درحقیقت، ہر دلیل رہزن ہے

حکایتِ آں مطرب کہ در بزمِ امیرِ ترک ایں غزل آغاز کرد

اُس قوال کا قصہ جس نے ترک سردار کی مجلس میں یہ غزل شروع کی

تھوڑی سی تعریف کر دینا گویا اُس کو چھپا دینا ہے اگر باتوں میں نہ لگایا جاتا تو اُس کو دیکھنے کے درپے ہو جاتے۔

۳ بلبلانہ۔ بلبل گل پر جو نعرے لگاتی ہے اُس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ تماشائی اُسکے نعرے سننے میں مصروف ہو جائیں اور پھول کو نہ دیکھ پائیں۔ پیشِ ایں۔ سورج کی جس قدر وضاحت کی جائے وہ اتنا ہی مخفی ہوتا چلا جائے گا۔

(شعر) چگونہ قطرہ تواند محیط دریا شد | ز راہِ فکر رسیدن بذات ممکن نیست

حکایت۔ اِس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ جس چیز کی حقیقت بیان نہ کی جائے اُس کی سلبی صفات سے اُس کا ذکر کیا جاتا ہے اسی لئے حضرت حق تعالیٰ کی سلبی صفات ذکر کی جاتی ہیں۔

۱ رشک۔ کوئی دیکھ سکے یا نہ دیکھ سکے رشک کا تقاضہ تو یہ ہوتا ہے کہ عاشق محبوب کو خود اپنے آپ سے بھی چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ ز آتش۔ چونکہ مجھ میں رشک کی آگ بھڑکی ہوئی ہے تو میری خود اپنی آنکھ اور اپنے کان سے جنگ ہے کہ وہ کیوں محبوب کو دیکھتی ہے اور وہ کیوں محبوب کی بات سنتا ہے۔ چوں چنیں۔ اے عقل اگر تجھ میں ایسا ہی رشک ہے تو پھر اُس کی بات بھی نہ کر

شعر
غیرت از چشم برم روی تو دیدن ندہم
گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

۲ ترسم۔ عقل کا جواب ہے کہ اگر میں بالکل خاموشی اختیار کر لوں تو وہ خموشی پردہ چاک کر دیگی، کسی معاملہ میں اگر بالکل خاموشی اختیار کی جائے تو لوگ اُس کے معلوم کرنے کے اور زیادہ درپے ہو جاتے ہیں مشہور مقولہ ہے۔ اَلمَرءُ حَرِیصٌ فِیمَا مُنِعَ جس بات سے انسان کو روکا جائے اُس کے متعلق وہ اور زیادہ حریص بن جاتا ہے۔ گر بغرد۔ سمندر میں جب جوش آتا ہے تو جھاگ نمودار ہو جاتے ہیں اور اُس کا یہ جوش اُس کے پہچانے کا ذریعہ بن جاتا ہے لیکن وہ جھاگ ہی اُس کو پوشیدہ کر دیتے ہیں۔ حرف گفتن۔ محبوب کی

گُلی یا سوسنی یا سَرو یا ماہی نمیدانم ۔۔۔ وزیں آشفتۂ بیدل چہ میخواہی نمیدانم

تو پھول ہے یا سوسن یا سَرو یا تو چاند ہے میں نہیں جانتا ۔۔۔ اِس پریشان، بیدل سے تو کیا چاہتا ہے میں نہیں جانتا

وبانگ برزدن امیرِ تُرک اُورا کہ آں بگو کہ می دانی وجواب

اُس پر امیر ترک کا چیخ پڑنا کہ وہ کہہ جو تو جانتا ہے اور قوال

مُطرب امیرِ تُرک را

کا امیر تُرک کو جواب

مُطرب آغاز ید پیشِ تُرکِ مست ۔۔۔ دَر حجابِ نغمہ اَسرارِ اَلَست

مَست تُرک کے سامنے قوّال نے شروع کیے ۔۔۔ نغمہ کے پردے میں اَلَستْ کے اسرار

می ندانم کہ تو ماہی یا وثن ۔۔۔ می ندانم کہ چہ می خواہی زمَن

میں نہیں جانتا کہ تو چاند ہے یا بُت ۔۔۔ میں نہیں جانتا کہ تو مجھ سے کیا چاہتا ہے؟

مَن[۵۱] ندانم تا چہ خدمت آرمت ۔۔۔ تَن زنم یا در عبارت آرمت

میں نہیں جانتا، کہ تیری کیا خدمت کروں؟ ۔۔۔ میں خاموش ہو جاؤں یا تیرا بیان کروں

ایں عجب کہ نیستی از من جُدا ۔۔۔ من ندانم من کجایم تو کجا

یہ تعجب ہے کہ تو مجھ سے جُدا نہیں ہے ۔۔۔ میں نہیں جانتا کہ میں کہاں ہوں تو کہاں ہے؟!

می ندانم کہ مرا چوں می کَشی ۔۔۔ گاہ دَر بَر، گاہ در خوں میکُشی

میں نہیں جانتا کہ تو مجھے کیوں کھینچتا ہے ۔۔۔ کبھی بغل میں، کبھی خون میں قتل کرتا ہے؟!

ہمچنیں[۵۲] لَب دَر ندانم باز کرد ۔۔۔ می ندانم می ندانم سَاز کرد

اسی طرح پر اُس نے "میں نہیں جانتا" میں لب کشائی کی ۔۔۔ میں نہیں جانتا، "میں نہیں جانتا" اُس نے گایا

چوں ز حد شُد می ندانم از شگفت ۔۔۔ تُرکِ ما را زیں حرارہ دل گرفت

جب "میں نہیں جانتا" حد سے بڑھا تعجب سے ۔۔۔ اُن آوازوں سے ہمارا تُرک رنجیدہ ہو گیا

بر جہید آں تُرک و دبوسے کشید ۔۔۔ تا علیہا بر سَرِ مُطرب رسید

وہ تُرک کودا اور گرز اُٹھایا ۔۔۔ یہاں تک کہ فی الجملہ قوّال کے سَر پر پہنچ گیا

گرزرا[۵۳] بگرفت سَرہنگے بدست ۔۔۔ گفت نے مُطرب کُشی ایندم بداست

محافظ نے گرز کو ہاتھ سے پکڑ لیا ۔۔۔ بولا نہیں، قوّال کو اِس وقت مارنا بُرا ہے

گفت ایں تکرار بیحد و مرش ۔۔۔ کوفت طبعم را بکوبم من سَرش

اُس نے کہا اِس بیحد اور بے شمار تکرار نے ۔۔۔ مجھے کوفت پہنچائی، میں اُس کا سَر کچل دوں گا

---

[۵۱] من ندانم۔ قوّال نے اپنی پوری غزل میں معشوق کی سلبی صفات کا اظہار کیا۔ ایں عجب۔ تو ہر وقت میرے ساتھ ہے پھر بھی مجھے یہ معلوم نہیں کہ میں کہاں ہوں اور تو کہاں ہے۔ می ندانم۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ تو کبھی مجھے کیوں پیار کرتا ہے اور کبھی کیوں قتل کرتا ہے۔

[۵۲] ہمچنیں۔ وہ گویا "میں نہیں جانتا" "میں نہیں جانتا" گاتا رہا جب اُس کا یہ گانا حد سے بڑھا تو ترک کو غصہ آ گیا۔ بر جہید۔ وہ تُرک غصہ سے ہاتھ میں گرز لیکر قوّال کی طرف دوڑا۔ علیہا۔ محاورے میں فی الجملہ کے معنی میں ہے۔

[۵۳] گرز۔ ایک سپاہی نے دوڑ کر ترک کا گرز پکڑ لیا اور کہا کہ گویّے کو مار ڈالنا مناسب نہیں ہے۔ گفت۔ تُرک نے غصہ میں جواب دیا کہ اِس "میں نہیں جانتا" نے مجھے کوفت پہنچائی میں بھی اِس قوّال کا سَر پھوڑ دوں گا اور غصہ میں قوّال سے کہنے لگا کہ اے دیّوث اگر تو نہیں جانتا ہے تو گُوہ مت کھا اور جو کچھ جانتا ہے وہ گا کر اپنا انعام لے جا۔

قلتبانا می ندانی گہہ مخور — زانچہ میدانی بزن مقصود بر
اے دیوث! تو نہیں جانتا، تو گوہ نہ کھا — جو جانتا ہے وہ بجا، مقصد حاصل کرے

آں[1] بگوا ے گیج کہ میدانیش — می ندانم می ندانم در مکش
اے احمق! وہ کہہ جو تو جانتا ہے — میں نہیں جانتا میں نہیں جانتا کو نہ کھینچ

من بپرسم کز کجائی بے مرے — تو بگوئی نے ز بلخ و نے ز ہرے
میں بغیر کسی جھگڑے کے پوچھتا ہوں کہ تو کہاں کا ہے؟ — تو کہتا ہے نہ بلخ کا نہ ہرات کا

نے ز روم و نے ز ہند و نے ز چین — نے ز شام و نے عراق و باردین
نہ روم کا، نہ ہندوستان کا، نہ چین کا — نہ شام کا اور نہ عراق کا اور نہ باردین کا

نے ز بغداد و نہ موصل نے طراز — در کشی در نے و نے راہِ دراز
نہ بغداد کا اور نہ موصل کا، نہ طراز کا — نہیں نہیں میں لمبی مسافت کھینچتا چلا جاتا ہے

خود[2] بگو تا از کجائی باز رہ — ہست تنقیحِ مناط ایں جا نگہ
بتادے تو کہاں کا ہے، چھوڑ جا — اصل مقصد اسی جگہ ہے

یا بپرسم کہ چہ خوردی تا شتاب — تو بگوئی نے شراب و نے کباب
یا میں پوچھتا ہوں، کہ تو نے کیا کھایا ہے؟ خبردار تو جلدی سے — کہنے لگے، نہ شراب اور نہ کباب

نے بقول و نے پنیر و نے بصل — نے ز شیر و نے ز شکر نے عسل
نہ سبزیاں اور نہ پنیر اور نہ پیاز — نہ دودھ اور نہ شکر، نہ شہد

نے قدید و نے ثرید و نے عدس — آنچہ خوردی آں بگو تنہا و بس
نہ گوشت کے پارچے اور نہ ثرید اور نہ مسور — جو تو نے کھایا ہے، وہ بتادے اور بس

ایں سخن خائی دراز از بہرِ چیست: — گفت[3] مطرب زانکہ مقصودم خفی ست
یہ لمبی بکواس کس لئے ہے؟ — قوال نے کہا اس لئے کہ میرا مقصود پوشیدہ ہے

میرمد اثبات پیش از نفی تو — نفی کردم تا بری ز اثبات بو
نفی سے پہلے اثبات تیرے سامنے سے بھاگ جاتا ہے — میں نے نفی کی تاکہ تو اثبات کا پتہ لگالے

در نوا آرم بہ نفی ایں ساز را — چوں بمیری مرگ گوید راز را
میں اس باجے کو نفی میں بجاتا ہوں — جب تو مر جائے گا، موت راز بتادے گی

تفسیر قولہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مُوتُوا قَبلَ اَن تَمُوتُوا

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مرجاؤ قبل اس کے کہ مرو کی تفسیر

[1] آں بگو۔ جو تو جانتا ہو وہ گا اور میں نہیں جانتا۔ کی رٹ نہ لگا۔ من بپرسم۔ تیری حالت تو یہ ہے کہ میں تجھ سے یہ پوچھوں کہ تو کہاں کا رہنے والا ہے اور تو کہنا شروع کردے کہ میں نہ بلخ کا ہوں نہ ہرات کا نہ روم وغیرہ کا اور نہ ذکر کرتا چلا جائے۔

[2] خود بگو۔ تیرا کام ہے کہ تو سیدھے طریقہ پر یہ بتادے کہ میں فلاں جگہ کا رہنے والا ہوں۔ یا بپرسم۔ یا اگر میں یہ دریافت کروں کہ تو نے کیا کھایا ہے اور تو کہنا شروع کردے کہ یہ بھی نہیں کھایا وہ بھی نہیں کھایا۔ بصل۔ پیاز۔ قدید۔ گوشت کے سوکھے پارچے۔ عدس۔ مسور۔

[3] گفت مطرب۔ قوال نے جواب دیا، جب مقصود تصور سے بالاتر ہو تو اس کے اثبات کا پہلو پیش نہیں کیا جاسکتا ہے لامحالہ اس کے غیر کی نفی کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے جو دراز ہوتا ہے اور اسی طور پر وہ مقصود سمجھ میں آتا ہے۔ در نوا۔ میں نے اس باجے کو نفی پر بجانا شروع کیا تاکہ جب سب کی نفی ہو جائے تو مقصود سمجھ میں آجائے اسی لئے نسکر کا مرتبہ صحو کے مرتبہ کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے، اسی مضمون کو حدیث اور حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کے شعر سے سمجھایا ہے۔ موتوا۔ یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔

دبیتِ حکیم سنائی قدس سرہٗ

اور حکیم سنائی قدس سرہٗ کے شعر کی تفسیر

بمیر اے دوست پیش از مرگ اگر مے زندگی خواہی

اے دوست! مرنے سے پہلے مرجا، اگر تو زندگی چاہتا ہے

کہ ادریسؑ از چنیں مُردن بہشتی گشت پیش از ما

کیونکہ ادریسؑ ہم سے پہلے ایسے مرنے سے بہشتی بن گئے ہیں

جاں بسے کندی و اندر پردہٗ ‌ ‌ زانکہ مُردن اصل بُد ناوردہٗ

تو نے بہت جان کھپائی اور تو پردے میں ہے ‌ ‌ کیونکہ مرنا اصل تھا، وہ تو نے حاصل نہ کیا

تا نمیری نیست جاں کندن تمام ‌ ‌ بے کمالِ نردباں نائی ببام

جب تک تو مر نہ جائے جان کھپانا مکمل نہیں ہے ‌ ‌ سیڑھی کے مکمل ہوئے بغیر تو کوٹھے پر نہیں جا سکتا

چوں ز صد پایہ دو پایہ کم بُوَد ‌ ‌ بام را کوشندہ نامحرم بُوَد

جب سَو پایوں میں سے دو کم ہوں ‌ ‌ کوٹھے کی کوشش کرنے والا، نامحرم ہوگا

چوں رسن یک گز ز صد گز کم بُوَد ‌ ‌ آب اندر دلو از چہ کے رَوَد

جب رسّی سَو گز میں سے ایک گز کم ہو ‌ ‌ کنویں سے ڈول میں پانی کب پہنچے گا؟

غرقِ ایں کشتی نیابی اے امیر ‌ ‌ تا بہ ننہی اندرو مَنِ الاَخیر

اے امیر! اس کشتی کا ڈوبنا تجھے حاصل نہ ہوگا ‌ ‌ جب تک کہ تو اس میں آخری من نہ رکھے گا

مَنِ آخر اصل داں کو طارِق ست ‌ ‌ کشتیِ وسواس و غَی را غارِق ست

آخری من کو اصل سمجھ کیونکہ وہ رات کا ستارہ ہے ‌ ‌ وسوسہ اور گمراہی کی کشتی کو ڈبونے والا ہے

آفتابِ گنبدِ ازرق شود ‌ ‌ کشتیِ ہُش چونکہ مُستغرق شود

نیلے گنبد کا سورج بن جاتا ہے ‌ ‌ جبکہ ہوش کی کشتی ڈوب جاتی ہے

چوں نمُردی گشت جاں کندن دراز ‌ ‌ مات شو در صبح اے شمعِ طراز

جب تو نہ مرا تو جان کھپانا دراز ہو گیا ‌ ‌ صبح کے وقت جان دیدے اے طراز کی شمع!

تا نگشتند اختران ما نہاں ‌ ‌ دانکہ پنہان ست خورشیدِ جہاں

جب تک ہمارے ستارے نہ چھپیں گے ‌ ‌ سمجھ لے کہ جہان کا سورج پوشیدہ ہے

گرز بر خود زن منی را در شکن ‌ ‌ زانکہ پُنبہ گوش آمد چشمِ تن

اپنے گرز مار! خودی کو توڑ ‌ ‌ اس لئے کہ جسم کی آنکھ، کان کی روئی ہے

ا اگر۔ اگر زندگی می خواہی۔ ادریسؑ۔ حضرت ادریسؑ کو آسمان پر اٹھایا گیا ہے.... جاں بسے۔ مجاہدات کے بعد جب تک فنا کا درجہ حاصل نہ ہوگا مشاہدہ نہ ہو سکے گا.... بے کمال۔ مشاہدہ کی سیڑھی فنا ہے اگر اس میں کمی ہے تو مشاہدہ تک نہ پہنچا یا جا سکے گا۔ چوں۔ اگر سیڑھی سَو درجوں کی ہے اور دو درجے بھی باقی ہیں تو چھت پر پہنچنا ممکن نہیں ہے نامحرم۔ یعنی اُسکو معلوم نہ ہوگا کہ چھت پر کیا ہے۔

۲ چوں رسن۔ اگر کنویں میں سَو گز کی رسّی جاتی ہے اور رسّی میں ایک گز کی بھی کمی ہوگی پانی ڈول میں نہ آئے گا۔ غرق۔ کشتی اُس وقت تک نہ ڈوبیگی جب تک اُس میں وہ آخری وزن نہ رکھ دیا جائے جو ڈوبنے کیلئے ضروری ہے یہ آخری وزن بمنزلہ صبح کے ستارے کے ہے جو رات میں چمک کر رہنمائی کرتا ہے اسی طرح اس گمراہی کی کشتی کو غرق کریگا، ہستی مٹنے کے بعد آسمان کا سورج بن جاتی ہے۔ گنبدِ ازرق۔ آسمان۔

۳ چوں نمُردی۔ اگر تو نے فنا کا درجہ حاصل نہیں کیا تو مجاہدوں کا زمانہ طویل ہوجائیگا صبح کے وقت شمع کو جان دے دینی چاہیئے طراز۔ ایک شہر ہے جسکے حسین مشہور تھے شمع سے حسین مراد ہے۔ تا نگشتند۔ سورج جب نکلتا ہے جب ستارے غروب کر جائیں مشاہدہ جب ہی حاصل ہوگا جب غیر اللہ سے

گرز بر خود میزنی خود اے دَنی[۵۱] | عکسِ تُست اندر فعالم ایں منی

اے کمینہ! تو خود اپنے گرز مار رہا ہے | میرے کام میں یہ خودی تیرا عکس ہے

عکسِ خود در صورتِ من دیدہٗ | در قتالِ خویش بر جوشیدہٗ

تو نے میری صورت میں اپنا عکس دیکھا ہے | تو اپنے آپ سے لڑنے کیلئے جوش میں آرہا ہے

ہمچو آں شیرے کہ در چہ شد فرو[۵۲] | عکسِ خود را خصمِ خود پنداشت او

اس شیر کی طرح جو کنویں میں اُترا | اُس نے اپنے عکس کو اپنا دشمن سمجھا

نفیٔ ضد ہست باشد بیشکے | تا ز ضد ضد را بدانی اندکے

بیشک نفی ہست کی ضد ہے | تاکہ تو تھوڑا سا ضد کے ذریعہ ضد کو جان لے

ایں زماں جز نفیِ ضد اعلام نیست | اندریں نشأۃ دمے بیدام نیست

اس وقت ضد کی نفی کے سوا بتانا ممکن نہیں ہے | اس زندگی میں کوئی سانس بغیر جال کے نہیں ہو

بے حجابت باید آں اے ذولباب | مرگ را بگزیں و بردر آں حجاب

اے عقلمند! وہ تجھے بے پردہ چاہیئے | (تو) موت کو اختیار کر اُس پردے کو چاک کردے

نے چناں مرگے کہ در گورے روی[۵۳] | مرگ تبدیلی کہ در نورے شوی

ایسی موت نہیں کہ تو قبر میں چلا جائے | تبدیلی کی موت تاکہ تو نور میں پہنچ جائے

مرد بالغ گشت آں طفلی بمُرد | رومیی شد صبغتِ زنگی سترد

مرد بالغ ہوا، تو بچپن مر گیا | رومی بن پیدا ہوا، حبشی رنگ صاف ہو گیا

خاک زر شد ہیأتِ خاکی نماند | غم فرح شد خارِ غمناکی نماند

مٹی سونا بنی، مٹی کی ہیئت نہ رہی | غم خوشی بن گیا، غم کا کانٹا نہ رہا

مصطفےٰ زیں گفت کے اسرار جو | مُردہ را خواہی کہ بینی زندہ تو

اسی وجہ سے مصطفےٰ (ص) نے فرمایا ہے کہ اے اسرار کے | تو مُردے کو زندہ دیکھنا چاہتا ہے؟

می رود چوں زندگاں بر خاکداں (خواہاں) | مُردہ و جانش شدہ بر آسماں

جو زمین پر زندوں کی طرح چل رہا ہے | وہ مُردہ ہے اُس کی جان آسمان پر پہنچ گئی ہے

جانش را ایندم بہ بالا مسکنے ست | گر بمیرد روح او را نقل نیست

اِس وقت اُس کی جان کی منزل اُوپر ہے | اگر وہ مرے تو اُس کی روح کو منتقل ہونا نہیں ہے

---

۵۱ گرز زن: جس عیب کی بنا پر تو میرے گرز مار رہا ہے وہ خود تیرے اندر ہے تو گویا تو گرز میرے نہیں بلکہ اپنے مار رہا ہے اور میری یہ خودی کہ میں نے یہ سمجھا کہ تو میرے گرز مار رہا ہے تیری خودی کا عکس ہے بعکسِ خود۔ تو نے میرے اندر اپنی صورت دیکھی ہے اور مجھے قتل کرنا دراصل تیرا اپنے آپ کو قتل کرنا ہے۔

۵۲ ہمچو: تیری اور میری مثال اس شیر کی سی ہے جس نے خود اپنا عکس پانی میں دیکھا اور اس پر حملہ کر دیا جیسا کہ پہلے ایک قصہ میں گذر چکا ہے۔ نفی: کسی چیز کی ضد کی نفی سے اس چیز کا اثبات ہوتا ہے اور سلبی صفات سے ذات کا کچھ تعارف ہو جاتا ہے۔ ایں زماں: دنیا کے دور میں ذاتِ حق کی معرفت غیر اللہ کی نفی سے ہی ہو سکتی ہے اس لئے کہ انسان علائقِ دنیوی کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ بے حجابت: اگر انسان بے حجاب مشاہدہ چاہتا ہے تو فنا اختیار کرے اور پردے چاک کر دے۔

۵۳ نے چناں: اس موت سے وہ موت مراد نہیں ہے جس کے بعد انسان قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے بلکہ اوصافِ جسمانی کی تبدیلی مراد ہے مرد: جب انسان بالغ ہو جاتا ہے تو اس کا بچپن فنا ہو جاتا ہے اگر کسی سیاہ چیز کو سرخ کر دو تو اُس کی سیاہی مر جاتی ہے۔ زنگی: یعنی سُرخ رنگت زنگی یعنی سیاہی۔ خاک: مٹی جب سونا بنجاتی ہے تو اسکا مٹی پن مُردہ ہو جاتا ہے غم جب خوشی میں بدل جاتا ہے تو غم مر جاتا ہے مصطفےٰ: آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی کسی مردے کو زندہ دیکھنا چاہتا ہے تو ابو بکرؓ کو دیکھے۔ می رود: اگر کوئی ایسے مُردے کو دیکھنا چاہتا ہے جو زندوں کی طرح زمین پر چلتا پھرتا ہو وہ مُردہ ہو شرط یہ کہ جو ساتواں شعر مرا ابو بکرؓ ہو۔

مردہ ہو مصطفےٰ کا ارشاد ہے منتقل ہونے کی طرح مرنے سے پہلے مرجاؤ۔

زانکہ[1] پیش از مرگ اُو کردست نقل — ایں بمُردن فہم آید نے بعقل
کیونکہ وہ مرنے سے قبل منتقل ہو گئی ہے — یہ مرنے سے سمجھ میں آئے گا، نہ کہ عقل سے

نقل باشد نے چو نقلِ جانِ عام — ہمچو نقلے از مقامِ تا مقام
منتقل ہونا ہوتا ہے، عوام کے منتقل ہونے کی طرح نہیں — ایک مقام سے دوسرے مقام تک منتقل ہونے کی طرح

ہر کہ خواہد کو بہ بیند بر زمیں — مُردہ را می رَود ظاہر چنیں
جو چاہے کہ زمین پر دیکھے — مُردے کو، جو بظاہر چل رہا ہے

مر ابوبکرِ تقی را گو بہ بیں — شُد ز صدیقی امیر المحشریں
کہہ دو، کہ وہ متقی ابوبکر کو دیکھ لے — جو صدیقیت کی وجہ سے محشر والوں کے سردار بنگئے ہیں

اندریں نشأۃ نگر صدیق را — تا بحشر[2] افزوں کُنی تصدیق را
تو اس زندگی میں صدیق کو دیکھ لے — تاکہ حشر کی تصدیق میں اضافہ کر لے

پس محمدؐ صد قیامت بُود نقد — زانکہ حل شُد در فنایش حل و عقد
تو محمدؐ فی الحال سو قیامت تھے — کیونکہ آپ کے دربار میں معاملہ حل ہو گیا

زادہ ثانی ست احمدؐ در جہاں — صد قیامت بُود اُو اندر عیاں
دنیا میں احمدؐ کی دوسری ولادت ہے — آپ، کُھلم کُھلا سو قیامتیں تھے

زد[3] قیامت را ہمی پرسیدہ اند — کاے قیامت تا قیامت راہ چند
اُن سے لوگ قیامت کے بارے میں دریافت کرتے — کہ اے قیامت! قیامت تک کس قدر راستہ ہے؟

با زبانِ حال می گفتے بسے — کہ ز محشر حشر را پُرسد کسے
آپ اکثر زبانِ حال سے فرما دیتے — کہ محشر سے محشر کو کسی نے پوچھا ہے؟

بہرِ ایں گفت آں رسولِ خوش پیام — رمزِ مُوتُوا قبلَ مُوتُوا یا کرام
اسی لئے خوش خبر رسولؐ نے فرمایا ہے — اشارہ، اے کرام! مرنے سے پہلے مر جاؤ

ہمچنانکہ مُردہ اَم من قبلِ موت — زاں طرف آوردہ ام ایں صیت و صوت
جیسا کہ میں مرنے سے پہلے مُردہ ہوں — اسی سے شہرت اور آواز لایا ہوں

ہے کہ یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ وہ کب آئیگی۔ بازبانِ حال۔ آپ انکو زبانِ حال سے جواب دیتے تھے کہ قیامت کو قیامت سے کون دریافت کرتا ہے۔ بہرِ ایں۔ مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا۔ یہ حدیث ثابت نہیں ہے ملا علی قاریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ صوفیاء کا قول ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ مرنے سے پہلے فنا کا درجہ حاصل کر لو ہمچنانکہ۔ آنحضورؐ نے فرمایا میں موتِ طبعی سے پہلے مر چکا ہوں اسی لئے اُس عالم سے یہ باتیں ذکر سناتا ہوں۔ صیت۔ شہرہ، آوازہ۔ صوت۔ آواز۔

[1] زانکہ۔ ظاہری موت کے بعد روح کے منتقل ہونے کو عقلاً نہیں سمجھا جا سکتا ہے، اسکو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے مقامِ فنا حاصل کر لیا ہو نقل۔ یہ روح کا عالمِ بالا کی طرف منتقل ہو جانا اسی طرح کا ہے جیسے زندہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ مر ابوبکرؓ۔ یہ شعر اُس شرط کی جزا ہے یعنی جو چلتے پھرتے مُردے کو دیکھنا چاہے وہ حضرت ابوبکرؓ کو دیکھ لے یہ قول حدیث کے نام سے مشہور ہے لیکن اس کا حدیث ہونا ثابت نہیں ہے وہ یہ ہے مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی مَیِّتٍ یَّمْشِیْ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ فَلْیَنْظُرْ اِلَی ابْنِ اَبِیْ قُحَافَۃَ۔ جو شخص ایسے مُردے کو دیکھنا چاہے جو زمین پر چلتا پھرتا ہو وہ ابو قحافہ کے بیٹے کو دیکھ لے۔

[2] تا بحشر۔ حشر، مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے، ابوبکرؓ کو دیکھ کر اُس کو اس کا یقین آ جائے [3]۔ اُن کو فنا کے بعد بقا حاصل ہو گئی تھی۔ پس محمدؐ۔ قیامت میں فنا کے بعد بقا حاصل ہو گی اسی طرح آنحضورؐ کی صحبت اور دربار میں فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے۔ زادہ۔ آنحضورؐ کو خود فنا کے بعد بقا حاصل تھی اسی لئے آنحضورؐ گویا قیامت کا نمونہ تھے۔

[3] زد۔ قرآنِ پاک میں مذکور

پس[۱] قیامت شو قیامت را ببیں — دیدنِ ہر چیز را شرط است ایں

تو قیامت بن جا، قیامت دیکھ لے — ہر چیز کے دیکھنے کی یہ شرط ہے

تا نگردی اُو ندانیش تمام — خواہ آں انوار باشد یا ظلام

جب تک تو وہ نہ بنے گا اُسکو پورا نہ سمجھے گا — خواہ وہ نور ہوں یا تاریکی

تا نگردی اُو ندانی ایں تمام — خواہ اُو آزاد باشد یا غلام

اگر تو وہ نہ بنے گا، اِس کو نہ سمجھے گا — خواہ وہ آزاد ہو، یا غلام ہو

عقل گردی عقل را دانی کمال — عشق گردی عشق را بینی جمال

عقل بن جا، عقل کو مکمل جان لے گا — عشق بن جا، عشق کا حسن دیکھے گا

گفتمے[۲] برہانِ ایں دعویٰ مُبیں — گر بُدے اِدراک اندر خورد ایں

میں اس دعویٰ کی واضح دلیل پیش کر دیتا — اگر سمجھ اِس کے لائق ہوتی

ہست انجیر ایں طرف بسیار خوار — گر رسد مرغے قنق انجیر خوار

اِدھر انجیر بہت سستا ہے — اگر انجیر کھانے والا پرند مہمان آئے

در ہمہ عالم اگر مرد و زن اند — دمبدم در نزع و اندر مردن اند

تمام دنیا میں اگر مرد اور عورتیں ہیں — ہر وقت نزع اور مرنے میں ہیں

ایں سخن شاں را وصیتہا شمر — کہ پدر گوید دراں دم با پسر

ان کی اِن باتوں کو وصیت شمار کر — جو بات اُس وقت باپ بیٹے سے کہتا ہے

تا بروید غیرت و رحمت بدیں — تا ببرد بیخ بغض و رشک و کیں

تاکہ اِس سے غیرت اور رحمت پیدا ہو — تاکہ بغض اور رشک اور کینہ کی جڑ کٹ جائے

تو بداں[۳] نیت نگر در اقربا — تا ز نزعِ اُو بسوزد دل ترا

تو رشتہ داروں کو اسی نیت سے دیکھ — تاکہ اُس کے نزع سے تیری دلسوزی ہو

کُل آتٍ آت آں را نقد داں — دوست را در نزع و اندر فقد داں

جو آنے والا ہے آ گیا، اسکو اسی وقت سمجھ لے — دوست کو نزع اور گم ہونے میں سمجھ لے

در غرضہا زیں نظر گردد حجیب — ایں غرضہا را بروں افگن ز جیب

اگر اغراض اِس نظر کا پردہ بنیں — اِن غرضوں کو جیب سے نکال پھینک

---

۱ پس قیامت۔ آنحضورؐ نے سوال کرنے والے سے فرمایا تو خود قیامت بن جا تب تجھے قیامت کا مشاہدہ ہو جائے گا ہر چیز کے مشاہدے کی یہی شرط ہے کہ اس چیز میں اس قدر انہماک ہو جائے کہ وہ مشاہد خود وہ چیز بن جائے۔ تانگردی۔ جب تک انسان روشنی کے آثار اپنے اوپر طاری نہ کرے گا، روشنی کو نہ دیکھ سکیگا اِسی طرح عقل اور عشق کے آثار طاری کر لینے سے عقل اور عشق کو جان سکے گا۔

۲ گفتمے۔ یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ اِس قاعدے کے مطابق تو جب تک انسان خدا نہ بن جائے ذاتِ حق کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا اور یہ ممکن نہیں مولانا اِس کو شاید اِس طرح سمجھاتے کہ بیشک مشاہدے کیلئے خدا کے ساتھ اتحاد فی الصفات ضروری ہے اور جب تک انسان تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کا مصداق بن جائے مشاہدہ نہیں ہو سکتا لیکن اس اتحاد کا سمجھنا عام عقلوں سے بالاتر ہے۔ ہست۔ ہمارے پاس اِس قسم کے دلائل بہت ہیں، لیکن اُن کے سمجھنے والے کم ہیں۔ در ہمہ۔ یہ تصور قائم کرو کہ دنیا کے تمام انسان موت کے نزع میں مبتلا ہیں اور اُنکی باتیں گویا مرنے کے وقت کی باتیں ہیں یہ صوفیا کی اصطلاح میں مراقبہ موت کہلاتا ہے اس کا فائدہ یہ ہو کہ انسان کے دل میں ایک غیرت اور رحمت پیدا ہوتی ہے اور بغض و کینہ کا مادہ ختم ہو جاتا ہے ——

۳ تو بداں نیت۔ رشتہ داروں کے بارے میں نزع کی کیفیت کا تصور کرو گے تو تمہارے دل میں سوز و گداز پیدا ہو گا۔ کل آت۔ جو موت آنیوالی ہو سمجھو کہ وہ آگئی۔ در غرضہا۔ اگر نفسانی اغراض اِس مراقبہ سے مانع ہوں تو اُن کو دل سے نکال دو۔ جیب یعنی دل۔

ورنیاری[51] خشک بر عجزے مایست — زانکه با عاجز گزیده معجزیست

اگر تو نہ کر سکے محض عجز پر قائم نہ رہ — کیونکہ ہر عاجز کے ساتھ ایک برگزیدہ عاجز کرنے

عجز زنجیریست زنجیرت نہاد — چشم در زنجیر نہ باید کشاد

عجز ایک زنجیر ہے اس نے تجھے زنجیر میں باندھا — زنجیر دھرنے والے میں آنکھ کھولنی چاہیئے

پس تضرع کن کہ اے ہادیِ زیست — باز بودم پشہ گشتم ایں زچیست

پکار عاجزی کا کہو کہ اے زندگی کے ہادی! — میں باز تھا، مچھر بن گیا ہوں، اسکی کیا وجہ ہے؟

سخت تر افشردہ ام در شر قدم — کہ لفی خسرم ز قہرت دمبدم

میں نے شر میں سختی سے قدم جمایا ہے — کیونکہ تیرے قہر کی وجہ سے میں مسلسل ٹوٹے میں ہوں

از نصیحتہایِ تو کر بودہ ام[52] — بت شکن دعوی و بتگر بودہ ام

میں تیری نصیحتوں سے بہرا ہو گیا ہوں — دعوی بت شکنی کا ہے اور میں بتگر ہو گیا ہوں

یادِ صنعت فرض تر یا یادِ مرگ — مرگ مانندِ خزاں تو اصل و برگ

دستکاری کی یاد زیادہ ضروری ہے یا موت کی — موت خزاں کی طرح ہے تو پتے اور جڑ ہے

سالہا ایں مرگ طبلک می زند — گوشِ تو بیگاہ جنبش می کند

یہ موت سالوں سے ڈھپڑی بجا رہی ہے — تیرا کان بے وقت حرکت کرے گا

گوید اندر نزع از جاں آہ مرگ — ایں زماں کردت زخود آگاہ مرگ

جان نکلنے کے وقت ہائے موت کہے گا — موت نے اب تجھے اپنے آپ سے باخبر کیا

ایں گلوی[53] مرگ از نعرہ گرفت — طبل او بشگافت از ضرب اے شگفت

نعرے سے موت کا یہ گلا بیٹھ گیا — ہائے تعجب، پیٹنے سے اس کا ڈھول پھٹ گیا

در دقائق خویش را در بافتی — رمزِ مردن ایں زماں دریافتی

تو نے اپنے آپ کو باریکیوں میں مبتلا رکھا — مرنے کی حقیقت اب پہچانا!

تشبیہ مغفلے کہ عمر ضائع کند و وقتِ مرگ دراں تنگاتنگ

اس غافل کی تشبیہ جو عمر ضائع کر دیتا ہے اور موت کے وقت اس تنگی میں

توبہ و استغفار کردن گیرد و بہ تعزیت داشتن شیعہ اہلِ

توبہ اور استغفار شروع کرتا ہے اور حلب کے شیعوں کے

حلب ماند ہر سالے در ایامِ عاشورا بدروازہ انطاکیہ و

مشابہ ہے جو ہر سال عاشورا کے ایام میں انطاکیہ کے دروازے میں عزاداری کرتے ہیں اور

---

[51] ورنیاری۔ اگر تم ان اغراض کو دل سے نہ نکال سکو تو اپنے اس عجز پر قائم نہ رہو۔ عجز۔ یہ تمہارا عاجز بننا ایک زنجیر ہے جو زنجیر باندھنے والے نے باندھی ہے، اس کی طرف رجوع کرو۔ پس۔ اس زنجیر باندھنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے کہو کہ اے حقیقی زندگی کی طرف ہدایت کرنے والے میں فطرت کے اعتبار سے باز تھا اب عاجز مچھر کیوں بنگیا ہوں، اب میں نے برائی میں قدم جما رکھا ہے اور تیرے قہر کی وجہ سے میں ٹوٹے میں مبتلا ہوں۔

[52] از نصیحتہای۔ میں نصیحتوں سے بہرا بن گیا تھا، بت شکنی کا مدعی تھا لیکن دراصل میں بتگر تھا۔ یاد صنعت۔ اے موت سے غافل تو یہ بتا کہ تیرے لئے اپنی دستکاری کی یاد ضروری ہے یا موت کی یاد۔ موت تو بمنزلہ خزاں کے ہے اور تو پتہ ہے جو خزاں میں لامحالہ جھڑ جاتا ہے۔ یہ سالہا۔ موت اپنا ڈھنڈورا پیٹ رہی ہے لیکن تو نہیں سنتا ہے جب سننے کا وقت نہ رہیگا تب تو سنے گا، نزع کے وقت تو ہائے موت کہیگا اس وقت کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

[53] ایں گلو۔ اعلان کرتے کرتے موت کا گلا بیٹھ گیا اور اسکا نقارہ پھٹ گیا لیکن تو دنیاداری کی باریکیوں میں لگا رہا نزع کے وقت اسکے اشارے کو سمجھا۔ تشبیہ۔ انسان کی موت

رسیدنِ غریب شاعر از سفر و پرسیدن کہ ایں غریو[۱] و نعرہ

ایک مسافر شاعر کا سفر سے پہنچنا اور دریافت کرنا کہ یہ شور اور نعرہ

چہ تعزیت ست تا فراخورِ آں مرثیہ گوید

کس کی تعزیت میں ہے تاکہ اس کے مناسب مرثیہ پڑھے

روزِ عاشورا ہمہ اہلِ حلب
عاشورے کے دن سب حلب کے باشندے

بابِ انطاکیہ اندر تا بشب
انطاکیہ کے دروازے میں رات تک

گرد آید مرد و زن جمعے عظیم
مردوں اور عورتوں کا بڑا مجمع جمع ہوتا ہے

ماتمِ آں خانداں دارد مقیم
اس خاندان کا ماتم قائم رکھتا ہے

نالہ و نوحہ کنند اندر بکا
رونے میں نالہ اور نوحہ کرتے ہیں

شیعہ عاشورا برائے کربلا
شیعہ، عاشورے میں کربلا کے لئے

بشمرند آں ظلمہا و امتحاں
وہ ظلم اور آزمائش شمار کرتے ہیں

کز یزید و شمر دید آں خانداں
جو اس خاندان نے یزید اور شمر سے دیکھی ہیں

از غریو و نعرہا در سر گذشت
گذرے ہوئے معاملہ میں نعروں کے خروش سے

پر ہمی گردد ہمہ صحرا و دشت
صحرا اور دشت پُر ہو جاتا ہے

یک غریبے شاعرے از رہ رسید
راستے سے ایک مسافر شاعر آ پہنچا

روزِ عاشورا و آں افغاں[۲] شنید
عاشورا کے دن اور اس نے وہ شور سنا

شہر را بگذاشت و آں سو رای کرد
شہر کو چھوڑا اور اس جانب کی رائے کی

قصدِ جستجوئے آں ہیہائے کرد
اس ہائے ہائے کی جستجو کا ارادہ کیا

پرس پرساں می شد اندر افتقاد
وہ جستجو میں پوچھتا پوچھتا چلا

چیست ایں غم بر کہ ایں ماتم فتاد
یہ غم کیا ہے اور یہ ماتم کس کا ہے؟

ایں[۳] رئیسے زفت باشد کو بمرد
یہ کوئی بڑا رئیس ہوگا جو مر گیا ہے

ایں چنیں مجمع نباشد کارِ خرد
اس طرح کا مجمع چھوٹی بات نہ ہوگی

نامِ او و القابِ او شرحم دہید
اس کا نام اور اس کے القاب مجھے بتاؤ

کہ غریبم من شما اہلِ دہید
کیونکہ میں پردیسی ہوں، تم گاؤں والے ہو

چیست نام و پیشہ و اوصافِ او
اس کا نام اور پیشہ اور اوصاف کیا ہیں؟

تا بگویم مرثیہ ز الطافِ او
تاکہ میں اس کی مہربانیوں کا مرثیہ کہوں

---

۱ غریو۔ شور۔ فراخور بمناسبِ حال۔ عاشورا۔ محرم کی دسویں تاریخ۔ آں خاندان یعنی اہلِ بیتِ اطہار۔ کربلا۔ اس علاقہ میں امام حسینؓ اور ان کے ساتھی شہید کئے گئے ہیں۔ یزید۔ جس کے دورِ حکومت میں یہ واقعہ پیش آیا۔ شمر۔ یہ حضرت حسینؓ کا قاتل ہے۔

۲ افغاں۔ شور، فریاد۔ آں سو یعنی حلب کا انطاکیہ کی جانب کا دروازہ۔ افتقاد۔ گم شدہ کی تلاش۔

۳ ایں۔ اس شاعر نے لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ یہ ماتم یقیناً کسی بڑے انسان کا ہوگا مجھے نام اور اس کے اوصاف بتا دو میں اس کا مرثیہ کہوں گا تاکہ کچھ سامان اور لنگر مجھے بھی مل جائے۔

مرثیہ سازم کہ مردِ شاعرم — تا ازیں جا برگ و لا لنگے برم

میں مرثیہ تیار کروں گا کیونکہ میں شاعر انسان ہوں — تاکہ یہاں سے سامان اور لنگر حاصل کروں

آں[1] یکے گفتش کہ ہے دیوانۂ — تو نہ شیعہ عدوِّ خانۂ

ایک شخص نے اُس سے کہا، ہائیں! تو دیوانہ ہے — تو شیعہ نہیں ہے، اہلِ بیت کا دشمن ہے

روزِ عاشورا نمی دانی کہ ہست — ماتمِ جانے کہ از قرنے بہ است

تجھے معلوم نہیں کہ عاشورے کا دن ہے — اُس جان کا سوگ ہے جو ایک قرن سے بہتر ہے

پیشِ مومن کے بود ایں غصہ خوار — قدرِ عشقِ گوش عشقِ گوشوار

مومن کے لئے یہ رنج بے وقعت کب ہوگا؟ — کان کے عشق کے بقدر گوشوارہ کا عشق ہوتا ہے

پیشِ مومن ماتمِ آں پاک روح — شہرہ تر باشد ز صد طوفانِ نوحؑ

مومن کے لئے اُس پاک روح کا ماتم — نوحؑ کے سیکڑوں طوفانوں سے زیادہ مشہور ہوگا

نکتہ گفتنِ آں شاعر جہتِ طعنِ شیعۂ حلب

شاعر کا حلب کے شیعوں کے طعنہ کے لئے ایک نکتہ کہنا

گفت[2] آرے لیک کو دورِ یزید — کے بُدست ایں غم چہ دیر انجا رسید

اُس نے کہا ہاں، لیکن یزید کا زمانہ کہاں؟ — یہ رنج کب پہنچا تھا؟ یہاں کس قدر دیر میں پہنچا

چشمِ کوراں آں خسارت را بدید — گوشِ کراں آں حکایت را شنید

اندھوں کی آنکھ نے اُس نقصان کو دیکھا — بہروں کے کان نے وہ قصہ سُنا

خفتہ بودستید تا اکنوں شما — کہ کنوں جامہ دریدید از عزا

کیا تم اب تک سو رہے تھے؟ — کہ تم نے اب تعزیت میں کپڑے پھاڑے

پس عزا بر خود کنید اے خفتگاں — زانکہ بد مرگیست ایں خوابِ گراں

اے غافلو! اپنا ماتم کرو — کیونکہ یہ گہری نیند بُری موت ہے

روح[3] سلطانے ز زندانے بجست — جامہ چہ دریم و چہ خائیم دست

ایک شاہ کی رُوح قید خانہ سے چھوٹ گئی — ہم کپڑے کیا پھاڑیں ہاتھ کیا چبائیں؟

چونکہ ایشاں خسروِ دیں بودہ اند — وقتِ شادی شد چو بشکستند بند

چونکہ وہ دین کے شاہ ہوئے ہیں — جب اُنھوں نے بیڑی توڑ دی، خوشی کا وقت ہو

سوئے شادُروانِ دولت تاختند — کندہ و زنجیر را انداختند

وہ سلطنت کے خیمہ کی طرف دوڑ گئے — اُنھوں نے کاٹھ اور بیڑی کو پھینک دیا

---

[1] آں یکے۔ ایک صاحب نے اُس شاعر کو جواب دیا کہ تو کوئی دیوانہ معلوم ہوتا ہے تو شیعہ نہیں ہے اہلِ بیت کا دشمن ہے تجھے معلوم نہیں کہ دسویں محرم ہے اور اُس جان کا ماتم ہو رہا ہے جو ایک پیڑھی سے افضل تھی، ایک مسلمان کے لئے یہ قصہ معمولی نہیں ہر جتنی آنحضورؐ سے محبت ہوگی اُسی قدر اُن کے اہلِ بیت سے محبت ہوگی۔ پیشِ مومن۔ ایک مسلمان کے لئے اس نیک روح کا ماتم حضرت نوحؑ کے سَو طوفانوں سے زیادہ مشہور ہے۔

[2] گفت۔ شاعر نے کہا جو تو کہہ رہا ہے وہ ٹھیک ہے لیکن یزید کا دور گذرے ہوئے تو ایک عرصۂ دراز گذر گیا اور یہ واقعہ اُس وقت ہوا تھا یہاں اتنے عرصہ بعد خبر پہنچی یہ واقعہ تو ایسا دردناک تھا کہ اندھوں اور بہروں تک نے دیکھ لیا اور سُن لیا، کیا تم اس وقت سو رہے تھے جو اب ماتم میں کپڑے پھاڑ رہے ہو اگر تم اس قدر غافل ہو تو اپنے اوپر ماتم کرو۔

[3] رُوحِ سلطانے حضرت حسینؓ ایک شاہ تھے اُن کی روح قید خانہ سے چھوٹ گئی تو اس پر ماتم کا کیا موقع ہو "اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ" دنیا مومن کا قید خانہ ہے "شادروان" خیمہ۔ کندہ و زنجیر۔ کاٹھ اور زنجیر جو قیدی کے ہاتھ پاؤں میں ڈالے جاتے ہیں۔

روزِ ملک ست و گہِ شاہنشہی
سلطنت کا دن ہے اور شہنشاہی کا وقت ہے

گر تو یک ذرّہ ازیشاں آگہی
اگر تو ایک ذرہ بھی اُن سے واقف ہے

ورنہ آگہ برو بر خود گری
اور اگر تو واقف نہیں ہے، جا، اپنے اوپر رو

زانکہ در انکارِ نقل و محشری
کیونکہ تو انتقال اور محشر کا منکر ہے

بر دل و دین خرابت نوحہ کُن
اپنے برباد دل اور دین پر نوحہ کر

کہ نمی بیند جز ایں خاکِ کہن
کیونکہ وہ اس پرانی مٹی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے

ور ہمی بیند چرا نبود دلیر
اور اگر دیکھتا ہے کیوں دلیر نہ ہوگا؟

پشت دار و جاں سپار و چشم سیر
بھروسہ کرنے والا اور جان دینے والا اور سیر چشم

در رُخت کو از می دیں فرخی
تیرے چہرے پر دین کی شراب کی رونق کہاں ہے؟

گر بدیدی بحر کو کفِ سخی
اگر تو نے سمندر دیکھا ہے تو سخی ہاتھ کہاں ہے؟

آنکہ جُو دید آب را نکند دریغ
جس نے نہر دیکھ لی وہ پانی کی ممانعت نہیں کرتا

خاصہ آں کو دید آں دریا و میغ
خصوصاً جس نے وہ سمندر اور ابر دیکھا ہو

تمثیلِ مردِ حریص نابینندۂ رزّاقیِ حق را و خزائنِ رحمت

اُس لالچی کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی رزاقی اور رحمت کے خزانوں کو دیکھنے والا

اُو را بمورے کہ در خرمن گاہِ بزرگ با دانۂ گندم می کوشد

نہیں ہے، اُس چیونٹی کے ساتھ جو بڑے ڈھیر میں سے ایک دانہ کی کوشاں ہے

و می جوشد و می لرزد و بتعجیل می کشد و سعتِ آں

اور جوش میں ہے اور لرز رہی ہے اور جلدی جلدی کھینچ رہی ہے، اُس ڈھیر

خرمن را نمی بیند

کی وسعت کو نہیں دیکھتی ہے

مور بر دانہ ازاں لرزاں شود
چیونٹی دانہ پر اِس لئے لرزتی ہے

کو ز خرمنہائے خوش عمیاں بود
کیونکہ وہ اچھے ڈھیروں سے اندھی ہوتی ہے

می کشد آں دانہ را با حرص و بیم
حرص اور ڈر سے، دانہ کو کھینچتی ہے

کو نمی بیند چناں چاشِ عظیم
کیونکہ وہ ایسے ڈھیر کو نہیں دیکھتی ہے

صاحبِ خرمن ہمی گوید کہ ہے
ڈھیر والا کہتا ہے، کہ افسوس ہے

اے ز کوری پیشِ تو معدوم شے
او! اندھے پن کی وجہ سے تیرے لئے معدوم، کوئی چیز ہے!

---

۱ روزِ ملک۔ یہ اُن کے شہنشاہ بننے کا وقت ہے اگر تو اس سے واقف نہیں ہے تو اپنے اوپر ماتم کر۔ بر دل۔ تجھے اپنے دل اور دین پر ماتم کرنا چاہئے کیونکہ تجھے اس دنیا کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ ور ہمی۔ اگر وہ دوسرے عالم کو دیکھتا ہے تو اس کے حصول کے لئے بہادر اور جانباز اور دنیا سے چشم سیر کیوں نہ ہوگا۔ در رُخت۔ جو عالم آخرت کو دیکھتا ہے اس کے چہرے پر ایک خاص نور ہوتا ہے۔ بحر۔ جو سمندر کے خزانہ کو دیکھ لیتا ہے پھر وہ سخاوت میں دریغ نہیں کرتا ہے۔

۲ آنکہ جس نے نہر دیکھ لی ہو وہ کبھی پانی پر بخل نہ کریگا۔ تمثیل جس نے حضرتِ حق کے خزانے نہیں دیکھے ہیں اس کی مثال اس چیونٹی کی سی ہے جو غلّے کے بڑے ڈھیر میں سے ایک دانہ ہی کو سب کچھ سمجھ رہی ہے۔

۳ مور۔ چیونٹی جو ایک دانہ کی حفاظت میں لگی ہوئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بڑے ڈھیروں سے اندھی ہے۔ چاش۔ خرمن۔ آ ہے۔ تو اندھے پن سے ناچیز کو چیز سمجھ رہی ہے۔

تو ز خرمنہای ما آں دیدۂ ۔ کہ دراں دانہ بجاں پیچیدۂ

تو نے ہمارے ڈھیروں میں سے وہی دیکھا ہے ۔ کہ اس دانے میں (دل و) جان سے چپٹی ہوئی ہے

اے بصورت ذرّہ کیواں ببیں ۔ مورِ لنگی رو سلیماں را ببیں

اے وہ جو بظاہر ذرّہ ہے! زُحل کو دیکھ ۔ تو لنگڑی چیونٹی ہے، جا سلیمان کو دیکھ

تو نہ ایں جسمی بل آں دیدۂ ۔ وارہی از جسم گر جاں دیدۂ

تو یہ جسم نہیں ہے، بلکہ وہ آنکھ ہے ۔ اگر تو جان کو دیکھ لے، جسم سے نجات پا جائے

آدمی دید ست و باقی لحم و پوست ۔ ہر چہ چشمش دیدہ است آں چیز اوست

آدمی دید ہے، اور باقی گوشت پوست ہے ۔ جو اس کی آنکھ نے دیکھا ہے چیز وہی ہے

کوہ را غرقہ کند یک خم ز نم ۔ چشمِ خم چوں باز باشد سوئے یم

ایک مٹکا پہاڑ کو ڈبو دیتا ہے ۔ جبکہ مٹکے کی آنکھ سمندر کی جانب کھلی ہوئی ہو

چوں بدریا راہ شد از جانِ خم ۔ خم با جیحوں بر آرد استلم

جب مٹکے کی جان سے دریا کی جانب راستہ ہو جاتا ہو ۔ مٹکا، جیحوں سے زور آزمائی کرتا ہے

زاں سبب قُل گفتۂ دریا بود ۔ گرچہ نطقِ احمدِ گویا بود

اسی وجہ سے "کہہ دے" دریا کا کہا ہوا ہوگا ۔ اگرچہ بولنے والے احمدؐ کا بول ہوگا

گفتۂ او جملہ دُرِّ بحر بود ۔ کہ دلش را بود در دریا نفوذ

اُن کا کہا ہوا سب سمندر کا موتی تھا ۔ کیونکہ اُن کے دل کا دریا میں نفوذ تھا

دادِ دریا چوں زِ خمِ ما بود ۔ چہ عجب در ماہیے دریا بود

جب ہمارے مٹکے سے دریا کی عطا ہو ۔ کیا تعجب ہے! اگر کوئی مچھلی دریا بن جائے

چشمِ حس افسردہ بر نقشِ ممر ۔ تش ممر می بینی و او مستقر

حس کی آنکھ راستے کے نقش پر ٹھٹھری ہوئی ہے ۔ تو اس کو گزرگاہ دیکھ رہا ہے اور وہ قرارگاہ ہے

ایں دوئی اوصافِ دیدِ احول ست ۔ ورنہ اوّل آخر، آخر اوّل ست

یہ دوئی، بھینگا دیکھنے کے اوصاف میں سے ہے ۔ ورنہ اوّل آخر، آخر اوّل ہے

کی طرف منسوب ہوتے ہیں تو اس میں کیا تعجب ہے کہ کسی عارف کو فنا فی الذات کا مرتبہ حاصل ہو جائے۔ ماہی۔ یعنی عارف۔ دریا۔ یعنی بحرِ حقیقت۔ چشمِ حس جس جس مٹکی میں سے سمندر کا پانی گذر رہا ہے تیری ظاہر بین نظر محض پانی کی گذرگاہ کو دیکھ رہی ہے حالانکہ وہ خود سمندر ہے۔ ممر یعنی مٹکی۔ تش۔ تو اش۔ مستقر یعنی دریا۔ ایں دوئی۔ مٹکی اور بحر کو دو سمجھنا بھینگا پن ہے ورنہ دونوں میں اتحاد ہے۔

۱؎ تو۔ اُس چیونٹی نے اُس ڈھیر میں سے صرف یہی دانہ دیکھا۔ اے بصورت۔ انسان جسم کے اعتبار سے ایک حقیر ذرہ ہے لیکن روح کے اعتبار سے سب سے اونچا زحل ستارہ ہے۔ تو رلنگی۔ انسان جسم کے اعتبار سے لنگڑی چیونٹی ہے روح کے اعتبار سے سلیمان ہے۔ تو نہ۔ انسان جسم کا نام نہیں ہے بلکہ انسان دیدِ حق جملہ ہے۔ آدمی۔ انسان کی حقیقت دیدِ حق کا اکر یعنی رُوح ہے اور بقیہ محض گوشت پوست ہے جو کچھ اُس کی حق بیں آنکھ دیکھتی ہے، چیز وہی ہے ورنہ سب ناچیز ہے۔ کوہ۔ وہ مٹکی جس کا تعلق سمندر سے ہو وہ اپنے پانی میں پہاڑ کو غرق کر دیتی ہے۔ استلم۔ زور، غلبہ۔

۲؎ زاں سبب۔ چونکہ آنحضورؐ کے صفات حضرتِ حق کے صفات میں فنا ہو چکے تھے لہٰذا آنحضورؐ کا مقولہ حضرتِ حق تعالیٰ کا مقولہ ہے۔ قرآن میں مختلف جگہ پر لفظ "قُل" آیا ہے وہ بظاہر آنحضورؐ کا مقولہ ہے لیکن حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا مقولہ ہے۔ (شعر)

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ۔ گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود

۳؎ گفتۂ او۔ آنحضورؐ کے دل کی وابستگی جبکہ بحرِ حقیقت سے تھی تو آپ کا مقولہ اسی سمندر کا موتی ہے۔ دادِ دریا۔ جبکہ پوری اطاعت کے بعد انسانوں کے افعال اللہ تعالیٰ

ہیںؐ گذر از نقشِ خُم در خُم نگر | کاندرو بحریست بے پایان و بَر
خبردار! مٹکے کی صورت سے بڑھو، مٹکے میں دیکھو | اُسمیں سمندر ہے جس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا

پاک از آغاز و آخر آں عذاب | ماندہ محروماں ز قہرش در عذاب
وہ شیریں پانی ابتداء اور انتہا سے پاک ہے | محروم اُس کے قہر سے عذاب میں ہیں

تا چنیں سِر در جہاں ظاہر شود | مُقبِل اندر جستجو ماہر شود
تاکہ ایسا راز دنیا میں ظاہر ہو جائے | نصیبہ ور جستجو میں ماہر ہو جائے

تاؔ فزاید در جہاد و کوششِ اُو | تا میسّر گردد ش دیدار ہُو
تاکہ وہ مجاہدے اور کوشش میں ترقی کرے | تاکہ اُس کو اللہ (تعالےٰ) کا دیدار میسّر آجائے

اہلِ دل ہمچوں کہ جُو در وے رواں | بے دوئی یک گشتہ با دریا جاں
اہلِ دل ایسے ہیں کہ نہر اُن میں جاری ہو | جان کے دریا کے ساتھ بغیر دوئی کے ایک ہو گئے ہیں

ایں چنیں خُم را تو در یم داں یقیں | زندہ از وے آسمان و ہم زمیں
ایسے مٹکے کو تو یقیناً دریا میں سمجھ | اُس سے آسمان بھی زندہ ہے اور زمین بھی

بلکہ وحدت گشت اُو را در وصال | شُد خطابِ اُو خطابِ ذوالجلال
بلکہ وصال میں اُس کو وحدت حاصل ہو گئی ہو | اُس کا کلام (اللہ) ذوالجلال کا کلام بن گیا ہے

بعد ازاں گوید حقم منصور وار | تا شود بردارِ شہرت اُو سوار
اُس کے بعد وہ منصور کی طرح اَنَا الحق کہتا ہے | تاکہ وہ بدنامی کی سولی پر سوار ہو جائے

ہےؔ زچہ معلوم گردد ایں بعث | بعث را جُو، گم کُن اندر بحث
ہاں یہ کس طرح سے معلوم ہو گا؟ دوبارہ زندہ ہونے | دوبارہ زندگی کو تلاش کر، دوبارہ زندہ ہونے میں بحث نہ کر

شرطِ روزِ بعث اوّل مُردن ست | زانکہ بعث از مُردہ زندہ کردن ست
دوبارہ زندہ ہونے کے دن کی شرط، پہلے مرجانا ہے | کیونکہ دوبارہ زندہ ہونا، مُردے سے زندہ کرنا ہے

جُملہ عالَم زیں غلط کردند راہ | کز عدم ترسند و آں آمد پناہ
تمام جہان نے اسی لئے راستہ غلط کر لیا | کہ وہ عدم سے ڈرتے ہیں اور وہی پناہ ہے

از کُجا جوئیم علم، از ترکِ علم | از کُجا جوئیم سِلم، از ترکِ سِلم
ہم علم کہاں سے تلاش کریں؟ علم کو ترک کر دینے سے | صلح کہاں سے تلاش کریں؟ صلح کو ترک کر دینے سے

لہ ہیں۔ مٹکے کو نہ دیکھ جو کچھ مٹکے میں ہے اُسکو دیکھ اُس میں ایک لامحدود سمندر ہے انسانِ کامل کے اندر فیوضِ الٰہی ہیں جو لامحدود ہیں جو پاک اور شیریں ہیں جو شخص ان فیوض سے محروم ہے وہ خدائی قہر کی وجہ سے عذاب میں ہے۔ تاچنیں۔ کامل انسان کو اُن فیوض کا مَظہر بنانے میں یہ حکمت ہے کہ اُس سے رازِ وحدت ظاہر ہو اور کوئی بلند اقبال اُس کی جستجو میں لگے۔

لہ تا فزاید۔ اِس مَظہر کو دیکھ کر با نصیب مزید مجاہدے اور کوشش میں لگے گا اور اُس کو مشاہدۂ حق حاصل ہو جائے گا۔ اہلِ دل۔ اہلِ دل کی مثال یہ سمجھو کہ اُن میں ایک نہر جاری ہے اور اُنکو ذاتِ حق سے اتحاد حاصل ہے۔ ایں چنیں۔ یہی اہلِ دل وہ ہیں جن سے زمین آسمان قائم ہے۔ بلکہ۔ اتحاد تو دو چیزوں میں ہوتا ہے اُن کا ذاتِ حق سے ایسا وصال ہو کہ دوئی ختم ہو چکی ہے اب اُنکی بات خدا کی بات ہے۔ بعد ازاں۔ جب یہ وحدت حاصل ہو جاتی ہے وہ منصور حلاج کی طرح اَنَا الحق کا نعرہ لگا دیتا ہے اور موت کی سولی نہ سہی بدنامی کی سُولی پر چڑھ جاتا ہے۔

لہ ہے۔ یہ تعلق مع اللہ بقا بعد الفناء سے معلوم ہو گا اور اُس مقام میں بحث نہ کرو اُسکو حاصل کرو۔ بعث۔ یعنی بقا بعد الفنا۔ شرط۔ حشر اور بعث بعد الموت جب ہی ہو گا جبکہ پہلے موت آجائیگی کیونکہ بعث تو مرنے کے بعد زندہ کرنیکو کہتے ہیں تو اِس بعث کیلئے موت ضروری ہے جو موت سے ڈرتے ہیں اُنکی راہ غلط ہے۔ از کجا۔ تعلق مع اللہ کا علم جبھی حاصل ہو گا جب تعلق غیر اللہ کا علم چھوڑ دوگے اللہ سے صلح

اور یہ وقت جبکہ انسان ماسوا سے تعلق منقطع کر لے گا۔

از کجا جوئیم حال[۵۱] از ترکِ حال
حال کہاں سے تلاش کریں؟ حال کو چھوڑنے سے

از کجا جوئیم قال از ترکِ قال
قال کہاں سے تلاش کریں؟ قال کو ترک کرنے سے

از کجا جوئیم ہست از ترکِ ہست
وجود کو کہاں سے تلاش کریں؟ وجود کو چھوڑنے سے

از کجا جوئیم دست از ترکِ دست
قدرت کو کہاں سے تلاش کریں؟ قدرت کو ترک کرنے سے

ہم تو تانی کرد یا نعم المعیں
اے بہترین مددگار! تو ہی کر سکتا ہے

دیدۂ معدوم بیں را ہست بیں
معدوم کو دیکھنے والی آنکھ کو، موجود کو دیکھنے والی

دیدۂ کو از عدم آمد پدید
وہ آنکھ جو عدم سے آئی

ذاتِ ہستی را ہمہ معدوم دید
اس نے موجود ذات کو بالکل معدوم دیکھا

ایں[۵۲] جہانِ منتظم محشر شود
یہ منظم دنیا محشر بن جائے

گر دو دیدہ مبدّل وانور شود
اگر دونوں آنکھیں تبدیل اور منور ہو جائیں

زاں نماید ایں حقائق ناتمام
یہ حقیقتیں غیر مکمل اِس لئے نظر آتی ہیں

کہ بریں خاماں بود فہمش حرام
کہ اِن ناقصوں کے لئے اُن کا سمجھنا حرام ہے

نعمتِ جنّات خوش بر دوزخی
عمدہ جنتوں کی نعمت دوزخی پر

شد محرّم گرچہ حق آمد سخی
حرام ہو گئی، اگرچہ اللہ (تعالیٰ)، سخی ہے

در دہانش تلخ آمد شہدِ خلد
جنت کا شہد، اُس کے مُنہ میں کڑوا ہے

چوں نبود از وافیاں در عہدِ خلد
چونکہ وہ عہدِ اَلَسْت کے وفاداروں میں سے نہ تھا

مر[۵۳] شمارا نیز در سوداگری
تمہارا بھی تجارت میں

دست کے جنبد چو نبود مشتری
ہاتھ کب ہلتا ہے جبکہ خریدار نہ ہو؟

کے نظارہ زاہل بخریدن بود
تماشائی خریدنے کے اہل کب ہوتے ہیں؟

آں نظارہ گول گردیدن بود
وہ تماشہ، بیہودہ گردی ہوتی ہے

پرُس پرُساں کایں بچند واں بچند
پوچھتے پھرنا، کہ یہ کتنے کی اور وہ کتنے کی؟

از پئے تغییرِ وقت و ریشخند
وقت کاٹنے کے لئے اور تفریح کے لئے ہے

از ملولی کالہ می خواہد ز تو
تھکن (اُتارنے) کے لئے تجھ سے سودا مانگتا ہے

نیست آنکس مشتری و کالہ جو
وہ شخص خریدار اور سامان کا جویاں نہیں ہے

---

۵۱ حال۔ اخلاق اور اسکے مبادی اور آثار مثلاً شہرت ایک مذموم خلق ہے اور ریاء اُس کا مبداء ہے اور شہرت کا جاہ اُس کا اثر ہے تو اُن کے چھوڑنے سے عفت پیدا ہوگی۔ قال۔ یعنی قول بُرا قول چھوڑ دو گے تو اچھا قول حاصل کر سکو گے۔ ہست۔ بقا فنا کے بعد حاصل ہوگی اور فنائے افعال سے بقائے افعال حاصل ہوگی۔ تانی۔ توانی۔ دیدہ۔ یعنی فنائی اشیاء کو دیکھنے والی آنکھ کو تو باقی کو دیکھنے والی آنکھ بنا سکتا ہے۔ از عدم۔ ہماری جسمانی آنکھ عدم سے وجود میں آئی اُس کو معدوم سے ہی مناسبت ہے وہ وجودِ مطلق کو بھی معدوم دیکھتی ہے۔

۵۲ ایں جہان۔ اگر یہ آنکھ حقیقت بین بن جائے تو وہ منظم دنیا کو محشر بنا ہوا دیکھے۔ زاں۔ ناقص مکمل کو بھی ناقص دیکھتا ہے۔ نعمت۔ جنت کی جس قدر نعمتیں ہیں وہ دوزخی پر حرام ہیں۔ در دہانش۔ ملاذمی کے لئے جنت کا شہد بھی کڑوا ہو جائے گا۔ خلد۔ جنت۔

۵۳ مر شما۔ جب تک خریدار نہ ہو سودا دینے میں سوداگر کا ہاتھ حرکت نہیں کرتا ہے اِسی طرح جب کوئی اللہ کی جنت کا طالب نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اُس کو جنت عطا نہیں کرتا ہے۔ نظارہ... تماشائی، ضرورتِ شعری میں نظارہ بغیر تشدید کے پڑھا جائیگا دوسرے مصرع میں بغیر تشدید کے لفظ نظارہ دیکھنے کے معنیٰ میں ہے۔ پرُس پرُس۔ تماشائی کا یہ پوچھنا کہ یہ چیز کتنے کی ہے اور وہ کتنے کی ہے محض وقت گذاری اور تفریح کے لئے ہوتا ہے۔ از ملولی۔ وہ تھکن اُتارنے کے لئے سودا کرتا پھرتا ہے۔

کالہ را صد بار دید و باز داد — جامہ کے پیمود اُو پیمود باد

اُس نے سودے کو سَو بار دیکھا اور واپس کر دیا — اُس نے کپڑا کب ناپا؟ ہوا ناپی

کُو قدوم و کرّ و فرِّ مُشتری — کُو مزاح و گنگلی و سَرسَری

کہاں خریدار کی کرّ و فر اور آنا؟ — کہاں مذاق اور دل لگی اور بیہودگی؟

چونکہ دَر مِلکش نباشد حبّۂ — جُز پئے گنگل چہ جوید جبّۂ

جبکہ اُس کے پاس ایک دمڑی نہیں ہے — سوائے دل لگی کے وہ جبہ کیا تلاش کرتا ہے؟

دَر تجارت نیستش سَرمایۂ — پس چہ شخصِ زشت اُو چہ سایۂ

تجارت کے لئے اُس کے پاس سرمایہ نہیں ہے — تو کیا اُس کا منحوس وجود، کیا سایہ

مایہ دَر بازارِ ایں دنیا زر ست — مایہ آنجا عشق و دو چشمِ تر ست

اِس دنیا کے بازار میں سرمایہ، سونا ہے — وہاں سرمایہ، عشق اور دو تر آنکھیں ہیں

ہر کہ اُو بے مایہ دَر بازار رَفت [۲] — عمر رفت و باز گشت اُو خام تفت

جو شخص بغیر سرمایہ کے بازار میں گیا — عمر برباد گئی اور وہ ناقص واپس آیا

ہے کجا بُودی برادر، ہیچ جا — ہے چہ پختی، بہرِ خوردن، ہیچ با

ہاں بھائی تو کہاں تھا؟ کہیں نہیں — ہاں! کھانے کیلئے تو نے کیا پکایا؟ کوئی سالن نہیں

مُشتری شو تا بجنبد دستِ مَن — لعل زاید معدنِ آبستِ مَن

خریدار بن، تاکہ میرا ہاتھ ہلے — میری حاملہ کان، لعل جنے

مُشتری گرچہ کہ سُست و بارِد ست — دعوتِ دیں کُن کہ دعوت وارِد ست

خریدار اگرچہ سُست اور افسردہ ہے — تو دین کی دعوت دے کیونکہ دعوت کا حکم ہے

بازِ پراں کُن حمامِ رُوح گیر [۳] — دَر رَہِ دعوت طریقِ نوحؑ گیر

باز کو اُڑا، رُوح کا کبوتر پکڑ لے — دعوت کی راہ میں (حضرت) نوحؑ کا طریقہ اختیار کر

خدمتے می کُن برائے کردگار — با قبول و ردِّ خلقانت چہ کار

اللہ (تعالےٰ) کے لئے کام میں لگا رہ — لوگوں کے ماننے اور انکار سے تجھے کیا واسطہ؟

داستانِ آں شخص کہ بر درِ سرائے نیم شب سحوری میزد ہمسایہ

ایک شخص کا قصہ جو آدھی رات کو ایک مکان میں سحری کا نقارہ بجا رہا تھا پڑوسی

طریقہ پر عمل کرے۔ خدمتے۔ یہ اللہ تعالےٰ کے فرض کی ادائیگی ہے لوگوں کے ماننے نہ ماننے سے اُس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ داستان۔ اِس داستان سے یہ بتایا ہے کہ سحری میں بیدار کرنے والا بہر حال اپنا فرض پورا کرتا تھا۔ کورَی۔ رمضان میں سحری کے وقت بیدار کرنے کا نقارہ۔

[۱] کالا۔ ایسا خریدار کپڑا کب حاصل کرتا ہے، وقت ضائع کرتا ہے۔ کُو۔ خریدار کی آمد و رفت اور حالت میں اور نہ خریدنے والے کی مذاق اور دل لگی میں بہت فرق ہے۔ چونکہ۔ اُس کے پاس دمڑی بھی نہیں ہے وہ محض مذاق اور تفریح کے لئے جبہ کو ٹٹول رہا ہے۔ دَر تجارت۔ جب کاروبار کے لئے اُس کے پاس سرمایہ نہیں ہے تو وہ خود اور اُس کا سایہ یکساں ہے۔ مایہ۔ دنیاوی کاروبار کے لئے روپیہ پیسہ ضروری ہے اور آخرت کے کاروبار کے لئے عشق اور آہ و زاری ضروری ہے۔

[۲] ہر کہ۔ جو شخص بغیر سرمایہ کے بازار میں جاتا ہے وہ اپنی عمر برباد کرتا ہے۔ ہے۔ اُس شخص سے اگر کوئی پوچھے کہ تو کہاں گیا تھا تو وہ جواب میں یہی کہے گا کہ کہیں بھی نہیں اُس سے کوئی دریافت کرے کہ تو نے کیا پکایا ہے اُس کو کہنا پڑیگا کچھ بھی نہیں۔ با۔ سالن مُشتری۔ اے مخاطب تو خریدار بن پھر دینے کے لئے حضرت حق تعالیٰ کا ہاتھ حرکت میں آئے گا اور اُس کی بھرپور کان تجھے لعل و جواہر عطا کرے گی۔ بارِد۔ مسلمین کو خطاب ہے جنت کے طالب خواہ سُست ہوں لیکن تمہیں حکم ہے کہ تم اپنا فریضہ پورا کرو۔

[۳] باز۔ مبلغ کا فرض ہے کہ وہ اپنے باز کے ذریعہ قوم کی رُوح کا شکار کرے اور حضرت نوحؑ کے

اُورا گفت کہ آخر نیم شب است سحر نیست و دیگر آنکہ دریں سرائے کسے نیست بہر کہ میزنی و جواب گفتن مطرب اُورا

نے اُس سے کہا کہ آدھی رات ہے، سحری کا وقت نہیں ہے دوسرے یہ کہ اس گھر میں کوئی نہیں ہے تو کس کے لئے بجارہا ہے اور بجانے والے کا اُسکو جواب دینا

آں[1] یکے میزد سحوری بر درے — در گہے بود و رواقِ مہترے
ایک شخص ایک دروازے پر سحری کا نقارہ بجارہا تھا — جو دربار اور ایک سردار کا محل تھا

نیم شب میزد سحوری را بجِد — گفت اُورا قائلے کاے مستمند
وہ محنت سے آدھی رات میں نقارہ بجارہا تھا — اُس کو ایک کہنے والے نے کہا اے بھکاری!

اوّلاً وقتِ سحر زن ایں سحور — نیم شب افغاں مکُن اے ناصبور
ایک تو سحری کے وقت یہ نقارہ بجا — اے بے صبرے! آدھی رات میں شور نہ کر

دیگر آنکہ فہم کُن اے بوالہوس — کاندریں خانہ دروں خود ہست کس
دوسرے یہ کہ اے بوالہوس! سمجھ لے — کہ اِس گھر میں خود کوئی ہے بھی؟

کس[2] دریں جانیست جز دیو و پری — روزگارِ خود چہ یاوہ می بری
اس جگہ دیو اور پری کے سوا کوئی نہیں ہے — تو اپنا وقت کیوں برباد کرتا ہے؟

بہرِ گوشے میزنی دف گوش کو — ہوش باید تا بداند ہوش کو
تو کان کے لئے نقارہ بجارہا ہے، کان کہاں ہے؟ — ہوش چاہیئے، تاکہ سمجھے، ہوش کہاں ہے؟

گفت گفتی بشنو از چاکر جواب — تا نمانی در تحیر و اضطراب
اُس نے کہا تونے کہدیا، خادم سے جواب سن لے — تاکہ تو حیرانی اور پریشانی میں نہ رہے

گرچہ ہست ایندم بر تو نیم شب — نزدِ من نزدیک شد صبحِ طرب
اگرچہ اس وقت تیرے لئے آدھی رات ہے — میرے نزدیک خوشی کی صبح قریب آگئی ہے

ہر[3] شکستے پیشِ من فیروز شد — جملہ شبہا پیشِ چشمم روز شد
ہر شکست میرے لئے کامیابی ہوگئی ہے — تمام راتیں میری نگاہ میں دن بن گئی ہیں

پیشِ تو خون ست آبِ رودِ نیل — پیشِ من آبست نے خوں اے نبیل
نیل، نہر کا پانی تیرے سامنے خون ہے — اے شریف! میرے سامنے پانی ہے نہ کہ خون

در حقِ تو آہن ست و آں رخام — پیشِ داؤدِ نبی موم ست و رام
تیرے حق میں لوہا ہے اور وہ پتھر — داؤدؑ نبی کے لئے موم اور فرماں بردار ہے

---

[1] آں یکے۔ ایک شخص نے ایک دروازے پر آدھی رات کو سحری کا نقارہ بجادیا۔ رواق۔ محل۔ قائل۔ کہنے والا۔ مستمند۔ امداد طلب کرنے والا۔ افغان شور۔ ناصبور بے صبرا۔ دیگر یعنی یہ سمجھ لے کہ اس گھر پر کوئی ہے بھی؟

[2] کس۔ یہ گھر خالی ہے اس میں بھوت اور پریوں کے علاوہ کوئی انسان نہیں ہے۔ یاوہ۔ بیہودہ بیکار۔ بہر۔ نقارہ ہوش وگوش کے لئے بجایا جاتا ہے جو یہاں مفقود ہے۔ گفت۔ اس نقارہ بجانے والے نے کہا تو اپنی بات کہہ چکا اب میرا جواب سن لے تاکہ تیری پریشانی دور ہو۔ نیم شب۔ تیرے لئے یہ آدھی رات ہے لیکن میرے لئے مستی کی صبح ہے، تہجد پڑھ کر مستی پیدا کی جاسکتی ہے۔

[3] ہر شکست۔ جو تیری نظر میں شکست ہے میری نظر میں فتح ہے اور جس کو تو سیاہ سمجھتا ہے وہ میری نظر میں نور ہے۔ پیش تو۔ یہ رات اور دن کی تبدیلی ایسی ہے جیسا کہ دریائے نیل سبطیوں کے لئے پانی تھا اور قبطیوں کے لئے خون بنگیا۔ در حق۔ سخت پتھر حضرت داؤدؑ کے لئے موم تھا منکروں کے لئے سخت پتھر تھا۔

پیشِ تو گُہ بس گران ست و جماد　　مُطربست اُو پیشِ داوٗدؑ اوستاد

تیرے سامنے پہاڑ بہت بھاری اور پتھر ہے　　اُستاد داؤدؑ کے سامنے وہ قوال ہے

پیشِ تو آں سنگریزہ ساکِت سیت　　پیشِ احمدؐ اُو فصیح و قانِت سیت

تیرے لئے پتھر کا ریزہ خاموش ہے　　احمدؐ کے سامنے وہ بولنے والا اور دعا کرنے والا ہے

پیشِ تو اُستونِ مسجد مُردہ ایست　　پیشِ احمدؐ عاشقِ دل بُردہ ایست

تیرے نزدیک مسجد کا ستون مُردہ ہے　　احمدؐ کے سامنے دلدادہ عاشق ہے

جُملہ اجزائے جہاں پیشِ عوام　　مُردہ و پیشِ خدا دانا و رام

عوام کے سامنے دنیا کے سب اجزاء　　مُردہ ہیں اور خدا کے سامنے عقلمند اور فرمانبردار ہیں

آنچہ گفتی کاندریں قصر و سرا　　نیست کس، چوں میزنی ایں طبل را

تونے جو کہا کہ اِس محل اور سرائے میں　　کوئی نہیں ہے، تو کیوں نقارہ بجا رہا ہے؟

بہرِ حق ایں خلق زرہا میدہند　　صد اساسِ خیر و مسجد می نہند

یہ لوگ اللہ (تعالیٰ) کے لئے مال دیتے ہیں　　مسجد اور خیر کی سیکڑوں بنیادیں رکھتے ہیں

مال و تن در راہِ حج دور دست　　خوش ہمی بازند چوں عشّاقِ مست

حج کے دراز راستہ میں، مال اور جسم　　مست عاشقوں کی طرح خرچ کرتے ہیں

ہیچ می گویند کاں خانہ تہی ست　　ایں سخن کے گویدآں کش آگہی ست

کبھی کہتے ہیں کہ گھر خالی ہے　　یہ بات وہ شخص کب کہے گا جو باخبر ہے؟

پُر ہمی بیند سرای دوست را　　آنکہ از نورِ الٰہستش ضیا

دوست کے گھر کو بھرا ہوا دیکھتا ہے　　وہ جس کو خدا کے نور سے روشنی حاصل ہے

بس سرای پُر ز جمع و انبُہی　　پیشِ چشمِ عاقبت بیناں تہی

بہت سے گھر جو مجمع اور کثرت سے بھرے ہوئے ہیں　　انجام پر نظر رکھنے والوں کی آنکھ کے لئے خالی ہیں

ہر کرا خواہی تو در کعبہ بجُو　　تا بروید در زماں پیشِ تو اُو

جس کو تو چاہتا ہے کعبہ (دل) میں تلاش کر　　تاکہ وہ فوراً تیرے سامنے نمایاں ہو جائے

صُورتے کو فاخر و عالی بُوَد　　اُو ز بیت اللہ کے خالی بُوَد

جو صورت صاحبِ فخر اور بلند ہوتی ہے　　وہ بیت اللہ سے کب خالی ہوتی ہے؟

صورتے۔ جن انسانوں کو اللہ تعالےٰ نے فخر اور بلندی عطا فرمائی ہے وہ اللہ کے گھر سے خالی نہیں ہیں اُن کا دل اللہ کا گھر ہے۔

لہ پیشِ تو۔ حضرت داؤدؑ جس وقت خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے پہاڑ بھی پڑھنے لگتے تھے۔ پیشِ احمدؐ۔ آنحضورؐ کے ہاتھ کے سنگریزوں نے آنحضورؐ کی رسالت کی گواہی دی تھی اور تسبیح پڑھی تھی۔ پیشِ تو۔ اسطوانۂ حنانہ عام انسانوں کی نظر میں بے جان کھجور کا تنہ تھا لیکن آنحضورؐ کی جدائی میں رویا۔ جملہ۔ جمادات و نباتات عوام کے اعتبار سے مُردہ ہیں لیکن حضرت حق تعالےٰ کے اعتبار سے سمجھدار اور زندہ ہیں۔

لہ آنچہ گفتی۔ دوسری بات کا جواب شروع کیا ہے۔ بہرِ حق۔ خدا کے لئے جو کام کیا جائے اُس کی جستجو نہیں ہوتی کہ وہاں کوئی انسان ہے یا نہیں۔۔ مال و تن۔ خدا کے عاشق حج کو لے جاتے ہیں اور خدا کے گھر کا طواف کرتے ہیں اور دُعائیں کرتے ہیں، کوئی یہ کہتا ہے کہ گھر تو خالی ہے۔ پر جس کے دل میں نورِ ایمان کی روشنی ہے وہ بیت اللہ کو بھرا ہوا ہی سمجھتا ہے۔

لہ بس سرای۔ بہت سے ایسے مکانات ہیں جو انسانوں سے بھرے ہوئے ہیں لیکن وہ انسان چونکہ حقیقتاً انسان نہیں ہیں اہلِ دل اُن مکانات کو خالی سمجھتے ہیں۔ ہر کرا۔۔۔۔ انسان جس محبوبِ حقیقی کا طالب ہے اس کو کعبہ یعنی قلبِ مومن میں تلاش کرے۔

اُو بُوَد حاضر منزّہ از رِتاج — باقیِ مردم برائے احتیاج
وہ حاضر ہے، دروازے کی بندش سے پاک ہے — باقی انسان احتیاج کے لئے ہیں

ہیچ می گویند کایں لبّیکہا — بے ندایِ می کُنم آخر چرا
کس کہتے ہیں کہ یہ "حاضر ہوں، حاضر ہوں" — بغیر پکار کے آخر میں کیوں کرتا ہوں؟

کُو ندا تا خود تو لبّیکے دہی — از ندا لبّیک تو چوں شُد تُہی
پکارنا کہاں ہے؟ کہ تو خود "میں حاضر ہوں" کہتا ہے — تیرا "میں حاضر ہوں" پکارنے سے کیوں خالی ہے؟

بلکہ توفیقے کہ لبّیک آوَرَد — ہَست ہَر لحظہ ندائے از اَحَد
بلکہ وہ توفیق جو "میں حاضر ہوں" کہلا رہی ہے — وہ ہر لمحہ خدا کی جانب سے پکار ہے

من بِبُو دانم کہ ایں قصر و سَرا — بزمِ جاں افتاد و خاکش کیمیا
میں خوشبو سے جانتا ہوں کہ یہ محل اور سرائے — جاں کی محفل واقع ہوئی ہے اور اس کی خاک کیمیا ہے

مِسِ خود را بر طریقِ زیر و بم — تا اَبد بر کیمیا اَش میزنم
زیر و بم کے طریقہ پر میں اپنے تانبے کو — ہمیشہ اس کی کیمیا پر مل رہا ہوں

تا بجوشد زایں چنیں ضربِ سحور — در دُر افشانی زبخشایش بحور
تاکہ اس طرح نقارے کی چوٹ سے جوش میں آجائیں — دریا بخشش سے، موتی برسانے میں

خَلق در صفِ قِتال و کارزار — جاں ہمی بازند بہرِ کردگار
لوگ قتال اور جنگ کی صف میں — خدا کے لئے جان بازی کرتے ہیں

آں یکے اندر بَلا ایوبؑ وار — واں دگر در صابری یعقوبؑ وار
ایک مصیبت میں ایوبؑ کی طرح ہے — اور دوسرا صبر کرنے میں یعقوبؑ کی طرح ہے

آں یکے چوں نوحؑ در اندوہ و کرب — واں دگر چوں احمدؐ اندر صفِ حرب
ایک نوحؑ کی طرح رنج اور مصیبت میں ہے — اور دوسرا احمدؐ کی طرح جنگ کی صف میں ہے

ایں زدنیا چوں ابوذرؓ بر حذر — واں دگر در استقامت چوں عمرؓ
یہ ابوذرؓ کی طرح دنیا سے محتاط ہے — اور دوسرا جہاد میں (حضرت) عمرؓ کی طرح ہے

صد ہزاراں خَلق تشنہ و مستمند — بہرِ حق از طمع جہدے می کُنند
لاکھوں انسان پیاسے اور حاجت مند — اللہ (تعالیٰ) کے لئے لالچ سے کوشش کرتے ہیں

من ہم از بہرِ خداوندِ غفور — میزنم بر در بامیدش سحور
میں بھی بخشنے والے خدا کے لئے — اُس سے اُمید پر دروازے پر نقارہ بجا رہا ہوں

۱؎ او۔ عارفِ کامل کا دل ہر وقت فیض رسانی کرتا ہے اس گھر کا دروازہ کسی وقت بند نہیں ہوتا ہے اور سب انسان اسکے محتاج ہیں لبّیکہا۔ حاجی لبّیک لبّیک کہتا ہے جس کے معنیٰ "میں حاضر ہوں" ہیں یہ لفظ کسی پکارنے والے کے جواب میں کہا جاتا ہے لیکن حاجی سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ تجھے کون پکار رہا ہے جس کے جواب میں تو لبّیک کہہ رہا ہے۔ بلکہ توفیقے۔ سب یہ سمجھتے ہیں کہ حاجی کو یہ توفیق جو خدا نے دی ہے وہ خدا کی جانب سے پکار ہے جس کے جواب میں حاجی لبّیک کہہ رہا ہے۔

۲؎ مِسِ خود۔ میں اپنے بدن کے تانبے کو اونچے نیچے سُر کے طریقہ پر اس مکان کی کیمیا پر مل رہا ہوں۔ تا بجوشد۔ میں یہ نقارہ اسلئے بجا رہا ہوں تاکہ رحمت کا سمندر جوش میں آکر مجھ پر موتی برسانے لگے۔ خَلق۔ میرا یہ کام تو معمولی ہے لوگ تو خدا کے لئے جہاد میں جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ آں یکے۔ خدا کی رضا کیلئے انبیاء نے بڑے بڑے مصائب جھیلے ہیں حضرت ایوبؑ کے بدن کا گلنا اور انپر انکا صبر، حضرت یعقوبؑ کا حضرت یوسفؑ کی گمشدگی پر صبر مشہور مثل ہے، حضرت نوحؑ نے خدا کی خاطر قوم کے مصائب جھیلے آنحضورؐ نے اللہ کی خاطر دشمنوں سے جہاد کیے۔

۳؎ ایں۔ بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ابوذرؓ کا زہد اختیار کرتے ہیں بعض حضرت عمرؓ کا سا دین پر جہاد اختیار کرتے ہیں... مستمند۔ محتاج۔ من ہم۔ جس طرح

مُشتری خواہی کہ ازوے زر بری — بہ ز حق کے باشد اے دل مُشتری

تو خریدار چاہتا ہے، جس سے تو مال کمائے — اے دل! اللہ (تعالیٰ) سے بہتر کب کوئی خریدار ہوگا؟

میؔ[1] خرد از مالت انبانِ نجس — می دہد نورِ ضمیرِ مقتبس

وہ تیرے مال میں سے، ناقص تھیلا خریدتا ہے — وہ روشنی حاصل کرنے والے قلب کا نور عطا کر دیتا ہے

می ستاند ایں نجس جسمِ فنا — می دہد مُلکے بروں از وہمِ ما

وہ اس ناپاک فانی جسم کو لے لیتا ہے — ہمارے خیال سے بالا سلطنت دیدیتا ہے

می ستاند قطرۂ چندے ز اشک — می دہد کوثر کہ آرد قند رشک

آنسوؤں کے چند قطرے لے لیتا ہے — وہ کوثر عنایت کر دیتا ہے جس پر شکر رشک کرتی ہے

می ستاند آہ پر سودا و دُود — می دہد ہر آہ را صد جاہ و سُود

عشق اور دھوئیں سے پُر آہ لے لیتا ہے — ہر آہ کو سیکڑوں رتبے اور منافع عطا کر دیتا ہے

بادِ آہے کابرِ اشکِ چشم راند — مر خلیلے را بداں اوّاہ خواند

اُس آہ کی ہوا نے جس نے آنسوؤں کے ابر کو چلایا — (حضرت) خلیلؑ کو اُس کی وجہ سے اوّاہ کہا

ہیںؔ[2] دریں بازارِ گرمِ بے نظیر — کہنہا بفروش و مُلکِ نو بگیر

آگاہ، اِس چالو بے مثال بازار میں — پُرانی چیزیں فروخت کر دے اور نئی سلطنت حاصل کرلے

ور ترا شکے و ریبے رہ زند — تاجرانِ انبیا را کُن سَند

اگر شک و شبہ تجھے روکے — انبیاء کے تاجروں سے دلیل حاصل کرلے

بسکہ افزود آں شہنشہ بختِ شاں — می نتاند کہ کشیدن رختِ شاں

اُس شہنشاہ نے اُن کا نصیبہ بہت بلند کر دیا — پہاڑ بھی اُن کا سامان نہیں اُٹھا سکتا

قصۂ[3] اَحَد اَحَد گفتنِ بلال رضی اللہ عنہ در حَرِّ حجاز از محبتِ محمد مُصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلّم در چاشت گاہ کہ خواجہ اَش از تعصّبِ جہودی بشاخِ خارش می زدے پیش آفتاب

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قصّہ، حجاز کی گرمی میں محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبت میں دن چڑھے اَحَد اَحَد کہنا جبکہ اُن کا آقا، انکار کے تعصّب سے اُن کو کانٹوں دار لکڑی سے حجاز کی گرمی کی دھوپ میں مارتا تھا

خواجہ اَش از تعصّبِ جہودی بشاخِ خارش می زدے پیش — آفتاب حَرِّ حجاز و از زخمِ خار خوں از تنِ بلالؓ بر می

اُن کا آقا، انکار کے تعصّب سے اُن کو کانٹوں دار لکڑی سے حجاز کی گرمی کی دھوپ میں مارتا تھا — اور کانٹوں کی چوٹ سے حضرت بلالؓ کے جسم سے خون

[1] می خرد۔ اللہ تیرے ناقص اعمال خریدتا ہے اور اُس کے عوض میں نورِ عطا کر دیتا ہے۔ می ستاند۔ انسان کا فانی جسم خرید کر اُس کے بدلے میں اَبدی سلطنت عطا کر دیتا ہے۔ می ستاند۔ انسان جب اُس کے دربار میں روتا ہے تو آنسوؤں کے چند قطروں کا عوض وہ حوضِ کوثر عطا کر دیتا ہے۔ اَوّاہ۔ آہ آہ کرنے والا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی یہ صفت قرآن میں مذکور ہے۔

[2] ہیں۔ اللہ کے بازار میں پہنچ کر اپنا پُرانا مال فروخت کر دے اور اُس کے بدلے میں نئی سلطنت حاصل کرلے اگر تجھے اِس کاروبار میں شک ہے تو انبیاء کو دیکھ لے انہوں نے اِس قدر نفع کمایا ہے کہ پہاڑ بھی اُن کی دولت کو نہیں اٹھا سکتا ہے۔

[3] قصّہ۔ اِس نفع کی مثال کے لئے حضرت بلالؓ اور حضرت ابوبکرؓ کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ اَحَد۔ باری تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے۔ حَرّ۔ گرمی۔ خواجہ اَش۔ اُس کا نام اُمیّہ بن خلف تھا۔

جوشید وازو واحد احد می جست بے قصدِ او چنانکہ از دندان

اُبلتا تھا اور ان کے ارادے کے بغیر ان سے اَحَد و اَحَد نکلتا تھا جیسا کہ دوسرے

دیگر نالہ جہد بے قصد زیرا کہ از دردِ عشق ممتلی بود واہتمامِ دفعِ

مصیبت زدوں سے بلا ارادہ رونا پھوٹتا ہے کیونکہ وہ عشق کے درد سے پُر تھے اور کانٹوں

زخمِ خار اندخل نبود ہمچوں سحرۂ فرعون و جرجیس علیہ السلام

کے زخم کے دفعیہ کے اہتمام کا کوئی دخل نہ تھا، جیسا کہ فرعون کے جادوگر اور جرجیس علیہ السلام

وغیرہم لایُعد ولا یُحصٰی و برگذشتن صدیق رضی اللہ عنہ در آں

وغیرہ، جو گنے جاسکیں نہ شمار کئے جاسکیں اور وہاں سے صدیق رضی اللہ عنہ کا گذرنا

طرف واحوالِ او را مشاہدہ کردن و نصیحت کردن بلال را رضی اللہ عنہ

اور اُن کے حالات کو دیکھنا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرنا

تن[1] فدائے خار میکرد آں بلالؓ

بلال رضؓ جسم کو کانٹوں پر قربان کر رہے تھے

خواجہ اش میزد برائے گوشمال

اُنکا آقا سزا کے لئے اُن کو مارتا تھا

کہ چرا تو یادِ احمدؐ می کُنی

کہ تو احمدؐ کو کیوں یاد کرتا ہے؟

بندۂ بد منکرِ دینِ منی

تو بُرا غلام اور میرے دین کا منکر ہے

میزد اندر آفتابش او بخار

وہ اُن کو کانٹوں سے دھوپ میں مارتا تھا

او اَحَد میگفت بہرِ افتخار

وہ سرفرازی کے لئے اَحَد کہتے تھے

تا[2] کہ صدیقؓ آں طرف بگذشت تفت

حتیٰ کہ صدیق رضؓ وہاں سے تیزی سے گزرے

آں اَحَد گفتن بگوشِ او برفت

وہ اَحَد کہنا اُن کے کان میں پڑا

چشمِ او پُر آب شد دل پُر عنا

اُن کی آنکھوں میں آنسو آگئے، دل تکلیف سے بھر گیا

زاں اَحَد می یافت بوئے آشنا

اُس اَحَد سے وہ اپنائیت کی بُو محسوس کرتے تھے

بعد ازاں خلوت بدیدش پند داد

اس کے بعد اُن کو تنہائی میں دیکھا، نصیحت کی

کز جہوداں خفیہ میدار اعتقاد

کہ کافروں سے اعتقاد کو چھپائے رکھو

عالِم[3] السِّر ست پنہاں دار کام

وہ راز کا جاننے والا ہے مقصد پوشیدہ رکھو

گفت کردم توبہ پیشت اے ہمام

انھوں نے کہا، اے بزرگ! میں نے آپ کے سامنے توبہ کی

روزِ دیگر از پگہ صدیقؓ تفت

دوسرے دن صبح کو صدیق رضؓ تیزی سے

آں طرف از بہرِ کارے می برفت

اُس طرف کسی کام کو جارہے تھے

---

[1] تن فدا۔ چونکہ وہ پچاؤ کی صورت نہ اختیار کرتے تھے تو گویا خود اپنا جسم قربان کر رہے تھے۔ گوشمال سزا۔ بندہ۔ تو میرا غلام ہو کر میرے مذہب کا انکار کرتا ہے۔ بخار۔ یعنی کانٹوں دار لکڑی۔ افتخار یعنی بلال رضؓ کا اَحَد اَحَد کہنا آہ و زاری کے طور پر نہ تھا بلکہ اپنے دین پر فخر کے لئے تھا۔

[2] تا کہ۔ جہاں بلال رضؓ کا آقا اُن کو مار رہا تھا وہاں سے حضرت ابوبکر کا گذر ہوا تو انھوں نے حضرت بلال رضؓ کی اَحَد اَحَد کی آواز سُنی۔ چشم او۔ اُنکو محسوس ہوا کہ بلال رضؓ مسلمان ہیں اور اُن کو اس قدر پیٹا جا رہا ہے تو انتہائی رنجیدہ ہوئے۔ بعد ازاں۔ حضرت بلال رضؓ سے تنہائی میں کہا کہ اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھو۔

[3] عالم السر۔ اللہ تعالیٰ تیرے پوشیدہ ایمان کو جانتا ہے۔ گفت۔ حضرت بلال رضؓ نے ایمان کو پوشیدہ رکھنے کا وعدہ کر لیا۔ ہمام۔ سردار۔ پگہ۔ پگاہ، صبح۔

بازاَحَد بشنید و ضربِ زخمِ خار — برفروزید از دلش شور و شرار
پھر اَحَد اور کانٹوں کی مار سُنی — اُن کے دل سے شور اور چنگاریاں بھڑک اُٹھیں

باز پندش داد باز اُو توبہ کرد — عشقؔ[1] آمد توبۂ اُو را بخورد
اُنھوں نے پھر اُنکو نصیحت کی، اُنھوں نے توبہ کرلی — عشق آیا اور اُن کی توبہ کو نگل گیا

توبہ کردن زیں نمط بسیار شُد — عاقبت از توبہ اُو بیزار شُد
اِسی طرح توبہ کرنا بہت سی مرتبہ ہوا — آخرکار وہ توبہ سے بیزار ہوگئے

فاش کرد اِسپرد تن را در بلا — کاے محمدؐ اے عدوئے توبہا
ظاہر کردیا، جسم کو مصیبت کے سپرد کردیا — کہ اے محمدؐ! اے توبہ کے دشمن!

اے تنِ من، وے رگِ من پُر زِ تو — توبہ را گنجہ کجا باشد درو
اے وہ! کہ میرا جسم اور رگیں تجھ سے پُر ہیں — اُن میں توبہ کی گنجائش کہاں ہے؟

توبہ را زیں پس زِ دل بیروں کُنم — از حیاتِ خُلد توبہ چوں کُنم
اس کے بعد توبہ کو دل سے نکال دوں گا — جنت کی زندگی سے کیسے توبہ کرلوں؟

عشقؔ[2] قہارست و من مقہورِ عشق — چوں شکر شیریں شُدم از شورِ عشق
عشق غالب ہے اور میں عشق سے مغلوب ہوں — میں عشق کے نمک سے شکر کی طرح میٹھا ہو گیا ہوں

برگِ کاہم پیشِ تو اے تند باد — من چہ دانم تا کُجا خواہم فتاد
اے تیز ہوا! میں تیرے سامنے گھاس کا تنکا ہوں — میں کیا جانوں کہ میں کہاں گِروں گا؟

گر ہلالم گر بلالم می دوَم — مُقتدی بر آفتابت می شوم
خواہ میں چاند ہوں خواہ بلال، میں دوڑ رہا ہوں — میں تیرے سورج کا پیرو ہوں

ماہؔ[3] را باز فتی و زاری چہ کار — در پئے خورشید پوید سایہ وار
چاند کو موٹاپے اور لاغری سے کیا غرض؟ — وہ سایہ کی طرح سورج کے پیچھے دوڑتا ہے

با قضا ہر کُو قرارے می دہد — ریشخندِ سُبلتِ خود می کُند
تقدیر کے مقابلے میں جو کوئی بات طے کرتا ہے — وہ اپنی مُونچھوں کی مذاق اُڑاتا ہے

کاہ برگے پیشِ باد، آنگہ قرار — رستخیزے، وانگہانے عزمِ کار
گھاس کا تنکا ہوا کے سامنے؟ پھر ٹِکاؤ — قیامت، اور اُس وقت کام کا قصد!

گُربہ در انبانم اندر دستِ عشق — یکدمے بالا و یکدم پستِ عشق
میں عشق کے ہاتھ میں، تھیلے میں بِلی ہوں — کبھی اوپر اور کبھی عشق کے نیچے

---

[1] عشق۔ ایمان کے عشق نے ایمان کو پوشیدہ رکھنے کی توبہ پھر توڑ دی۔ توبہ کردن۔ حضرت بلال رضؓ ایمان کے اظہار سے توبہ کرتے تھے اور وہ بار بار ٹوٹ جاتی تھی تو وہ توبہ سے بیزار ہوگئے اور اپنے ایمان کا اظہار کرکے جسم کو مصیبتوں کے سپرد کردیا۔ کاے۔ اور اپنے دل میں کہنے لگے کہ اے محمدؐ تم میری توبہ کے دشمن ہو اور چونکہ تمہاری محبت میری رگ وپے میں سمائی ہوئی ہے وہاں توبہ کی گنجائش کہاں ہے؟ توبہ۔ اب میں توبہ سے توبہ کرتا ہوں اور جس ایمان کی بدولت جنت کی زندگی حاصل ہوتی ہے اس کے اظہار سے کیسے توبہ کروں؟

[2] عشق۔ حضرت بلالؓ نے کہا اب میں عشق سے مجبور ہو چکا ہوں میں عشق کی تیز ہوا کے مقابلہ میں ایک تنکا ہوں معلوم نہیں وہ مجھے کس جگہ لے جاکر پھینکے گی میں خواہ چاند ہوں یا بلال اب میں عشق کے سورج کا پیرو ہوں۔

[3] ماہ را۔ چاند کو تو سورج کے پیچھے رہنا ہے خواہ اس میں اس کا گھٹاؤ ہو یا بڑھاؤ ہو لفظ ماہ سے حضرت بلالؓ کی طرف بھی اشارہ ہے جن کا ذکر آگے آئیگا رضی اللہ عنہ۔ با قضا۔ تقدیر کے بالمقابل کوئی بات طے کرنا اپنی مونچھوں کا مذاق اُڑانا ہے۔ کاہ۔ قضائے خداوندی اور انسان کی مثال تیز آندھی اور گھاس کے تنکے

کی طرح ہے۔ رستخیزے: قیامت، گڑبڑ۔ [illegible]

اُو ہمی گرداندم بر گردِ سر ۱ | نے بزیر آرام دارم نے زبر

وہ مجھے سر کے گرد گھماتا ہے | نہ مجھے نیچے آرام ہے نہ اُوپر

عاشقاں در سیلِ تُند افتادہ اند | بر قضائے عشق دل بنہادہ اند

عاشق، سخت بہاؤ میں پھنسے ہیں | وہ عشق کے فیصلے پر راضی ہو گئے ہیں

ہمچو سنگِ آسیا اندر مدار | روز و شب نالاں و گرداں بیقرار

وہ چکی کی طرح چکر میں ہیں | دن رات رونے میں، وہ بے قرار ہو کر چکر میں ہیں

گردشش بر جوی جویاں شاہد ست | تا نگوید کس کہ آں جو راکدست

اُس کی گردش متحرک نہر کی گواہ ہے | تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ وہ نہر ٹھہری ہوئی ہے

گر نمی بینی تو جو را در کمیں | گردشِ دولابِ گردونی ببیں

اگر تو اُس نہر کو نہیں دیکھتا جو پوشیدگی میں ہے | آسمانی رہٹ کی گردش کو دیکھ لے

چوں قرارے نیست گردوں را ازو | اے دل اختر وار آرامے مجو

جبکہ اُس (قضاء) کی وجہ سے آسمان کو قرار نہیں ہے | اے ستارے جیسے دل! آرام نہ چاہ

گر زنی در شاخ دستے کے ہلد ۲ | ہر کجا پیوند سازی بگسلد

اگر تو شاخ کو پکڑے گا وہ کب چھوڑے گی؟ | جہاں کہیں تو جوڑ لگائے گا، وہ توڑ دے گی

گر نمی بینی تو تدویرِ قدر | در عناصر جوشش و گردش نگر

اگر تو قضا کے گھمانے کو نہیں دیکھتا ہے | عناصر میں جوشش اور گردش کو دیکھ لے

زانکہ گردشہائے آں خاشاک و کف | باشد از غلیانِ بحرِ باشرف

اس لئے کہ کوڑے اور جھاگ کی گردشیں | بڑے دریا کے جوش سے ہوتی ہیں

بادِ سرگرداں ببیں اندر خروش | پیشِ امرش موجِ دریا بیں بجوش

گھومنے والی ہوا کو شور میں دیکھ لے | اسکے حکم کے سامنے دریا کی موج کو جوش میں دیکھ لے

آفتاب و ماہ دو گاوِ خراس ۳ | گرد می گردند و می دارند پاس

سورج اور چاند، چکی کے دو بیل ہیں | چکر لگاتے ہیں اور لحاظ رکھتے ہیں

اختراں ہم خانہ خانہ می دوند | مرکبِ ہر سعد و نحسے می شوند

ستارے بھی گھر گھر دوڑتے ہیں | سعادت اور نحوست کی سواری بنتے ہیں

اختراںِ چرخ گر دور اند ہے | ویں حواست کاہل اند و سست پے

آسمان کے ستارے اگر دور ہیں، ہاں | اور تیرے یہ حواس کاہل اور سست قدم ہیں

---

۱ اُو ہمی گرداندم۔ عشق عاشق کو مسلسل چکر میں رکھتا ہے۔ سیل۔ عشق کی مثال سخت بہاؤ کی سی ہے۔ ہمچو سنگ۔ پن چکی کا پاٹ ہمیشہ گھومتا رہتا ہے۔ گردشش۔ جس طرح چکی کا پاٹ نہر کے وجود کی علامت ہے اسی طرح انسان کا تذبذب اور بیقراری قضاءِ خداوندی کی دلیل ہے۔ گر نمی بینی۔ اگر تجھے خداوندی قضاء نظر نہیں آتی ہے تو اُس کے آثار کو دیکھ لے۔ اے دل۔ جب قضاء کی وجہ سے اتنی عظیم الشان چیزیں بیقرار ہیں تو دل ایک چھوٹی سی چیز بیقرار کیوں نہ ہو گی

۲ گر زنی۔ قضا کے بالمقابل تو جو سہارا ڈھونڈے گا قضا اُس کو فنا کر دے گی۔ گر نمی بینی۔ اگر انسان اللہ کے اس عمل کو نہیں دیکھ سکتا ہے جو وہ عالم کے اجزاء میں کر رہا ہے تو اُسکے فعل کے اس اثر کو دیکھ لے جو اجزاءِ عالم میں ہے۔ زانکہ۔ سمندر کے اوپر کے جھاگ اور تنکوں میں جو حرکت ہے سب سمجھتے ہیں کہ وہ سمندر کے جوش کی وجہ سے ہے۔ باد۔ ہوا کا شور، دریا کی موج کا جوش خدائی تصرف ہے۔

۳ آفتاب۔ چاند اور سورج جو آسمان کی چکی کے دو بیلوں کی طرح ہیں اسی کے فرمانبردار ہیں اور حکم کے مطابق کام کرتے ہیں۔ اختراں۔ ساتوں ستاروں کی مختلف برجوں میں مختلف تاثیرات اسی کے تصرف کا نتیجہ ہیں۔ اختراں۔ اگر تمہاری نگاہ آفاق کی علامتوں کو نہیں دیکھ سکتی ہے تو انفس کے تغیرات کو دیکھ لو جو تمہارے انفس میں ہیں۔

اختران چشم و گوش و ہوشِ ما — شب [1] کجا یند و بہ بیداری کجا
ہمارے ہوش و گوش اور آنکھ کے ستارے — رات کو کہاں ہیں اور بیداری میں کہاں ہیں؟

گاہ در سعد و وصال و دلخوشی — گاہ در نحس و فراق و بیہشی
کبھی سعادت اور وصال اور خوشدلی میں ہیں — کبھی نحوست اور جدائی اور بے ہوشی میں ہیں

ماہِ گردوں چوں دریں گردیدن ست — گاہ تاریک و زمانے روشن ست
آسمان کا چاند چونکہ اس گردش میں ہے — کبھی تاریک اور کسی وقت روشن ہے

گہ بہار و صیف ہمچوں شہد و شیر — گہ سیاستہائے برف و زمہریر
کبھی (موسم) بہار اور گرمی شہد اور دودھ جیسا ہے — کبھی برف اور ٹھٹھر کی سزائیں ہیں

چونکہ کلیات پیش او چو گوست — سخرہ و سجدہ کُن چوگانِ اوست
جبکہ مجموعے اس کے سامنے گیند کی طرح ہیں — اس کے بلّے کے بیگاری اور تابع ہیں

[2] تو کہ یک جزوے دلا زیں صد ہزار — چوں نباشی پیشِ حکمش بیقرار
اے دل! تو کہ اِن لاکھوں میں سے ایک جز ہے — تو اس کے حکم کے سامنے بے قرار کیوں نہ ہوگا؟

چوں ستورے باش در حکمِ امیر — گہ در آخر حبس و گاہے در مسیر
تو حاکم کے حکم میں گھوڑے کی طرح رہ — کبھی اصطبل میں بند اور کبھی چلنے میں

چونکہ بر میخت بہ بند دلبستہ باش — چونکہ بکشاید برو بر جستہ باش
جب وہ تجھے کھونٹے سے باندھے، بندھ جا — جب وہ کھولدے چل پڑ، اور چالاک بن

آفتاب ار بر فلک کژ می جہد — در سیہ روئی کسوفش می دہد
سورج اگر آسمان پر ٹیڑھا چلتا ہے — سیاہ روئی میں اس کو گرہن لگا دیتا ہے

کز ذنب [3] پرہیز کُن ہیں ہوشدار — تانگر دی تو سیہ رُو دیگ وار
کہ ذنب سے بچ، ہوش رکھ — تاکہ تو دیگ کی طرح سیاہ رُو نہ بنے

ابر را ہم تازیانہ آتشیں — میزنندش کاں چناں رو نے چنیں
ابر کے لئے بھی آگ کا کوڑا — مارتے ہیں، کہ اس طرح چل، اس طرح نہیں

بر فلاں وادی بباراں سو مبار — گوشمالش میدہد کہ گوشدار
فلاں وادی پر برس، اس جانب نہ برس — اس کو سزا دیتا ہے، کہ سن

عقلِ تو از آفتابے بیش نیست — اندراں فکرے کہ نہی آمد مایست
تیری عقل سورج سے بڑھ کر نہیں ہے — جس خیال کے بارے میں ممانعت آئی ہے نہ ٹھہر

[1] شب۔ یہ تمہارے حواس رات کو کہاں ہوتے ہیں اور دن میں کہاں ہوتے ہیں، اور اُن پر کیا کیا کیفیات طاری ہوتی ہیں اِن سب پر غور کرلو۔ ماہ۔ چاند کے تغیرات پر غور کرو۔ گہ بہار۔ زمانہ کے تغیرات کو دیکھو۔ چونکہ۔ یہ غور کرو کہ دنیا کی اِسقدر بڑی بڑی چیزیں قدرت کے ہاتھوں کسقدر تغیر پذیر ہیں۔

[2] تو کہ۔ انسان کا دل اس کائنات کے مقابلہ میں بہت ہی چھوٹی سی چیز ہے تو پھر وہ قدرت کے احکام سے بیقرار کیوں نہ ہوگا۔ ستور۔ اس کا اطلاق اونٹ، گھوڑے بیل پر کیا جاتا ہے۔ چونکہ۔ جانور اپنے مالک کا ہر طرح سے مطیع ہوتا ہے اسی طرح انسان کو اپنے مولیٰ کا فرمانبردار ہونا چاہئے۔

[3] ذنب۔ نون کے زبر کے ساتھ بمعنی دُم ہے، ایک ستارے کا نام ہے جس کو ذنب الفرس بھی کہتے ہیں سورج اس کے قریب پہنچ کر گرہن میں آجاتا ہے اور ذنب نون کے سکون کے ساتھ گناہ کے معنیٰ میں ہے، اشارہ ہے کہ جس طرح ذنب کا قرب سورج کے گرہن اور روسیاہی کا سبب ہے اسی طرح ذنب، گناہ کا قرب انسان کی روسیاہی کا سبب ہے۔ ابر۔ فرشتے ابر کو مختلف مقامات پر لے جاکر برساتے ہیں۔ عقل۔ انسانی عقل آفتاب سے بڑی چیز نہیں ہے جب غلط روی سے وہ روسیاہ ہوجاتا ہے تو انسان کی عقل اگر غلط روی اختیار کرے گی تو وہ بھی روسیاہ ہو جائیگی۔

کژ منہ اے عقل تو ہم گامِ خویش
اے عقل! تو بھی اپنا قدم ٹیڑھا نہ رکھ
تا نیاید آں کسوفت زُو بہ پیش
تاکہ اس کی وجہ سے تجھے گرہن درپیش نہ ہو

چوں[1] گنہ کمتر بُود نیمِ آفتاب
جب گناہ تھوڑا ہوتا ہے، آدھا سورج
مُنکسِف بینی و نیمے نور و تاب
تو گرہن میں دیکھتا ہے اور آدھا نور اور چمک میں

کہ بقدرِ جُرم می گیرم ترا
کہ میں تجھے جُرم کی بقدر پکڑتا ہوں
ایں بُوَد تقدیر در داد و جزا
عطا اور سزا میں یہی اندازہ ہوتا ہے

خواہ[2] نیک و خواہ بد فاش و ستیر
خواہ نیک ہو اور خواہ بُرا، کھلا اور چھپا
بر ہمہ اشیا سمیع و بصیر
ہم تمام چیزوں پر، سمیع اور بصیر ہیں

زیں گذر کُن اے پدر نورو ز رسید
اے بابا! اِس سے آگے بڑھ عید آگئی
خلق از اخلاقِ خوش فیروز شد
مخلوق اچھے اخلاق سے بہرہ مند ہوگئی

باز آمد آبِ جاں در جُوئے ما
ہماری نہر میں آبِ حیات پھر آگیا
باز آمد شاہِ ما در کُوئے ما
ہمارا شاہ، ہمارے کوچہ میں پھر آگیا

می[3] خرامد بخت و دامن میکشد
نصیبہ، ناز سے چلتا ہے اور دامن کھینچتا ہے
نوبتِ توبہ شکستن می رسد
توبہ شکنی کا موقع آرہا ہے

توبہ را بارِ دگر سیلاب بُرد
توبہ کو دوبارہ سیلاب بہالے گیا
فرصت آمد پاسباں را خواب بُرد
موقع آگیا، چوکیدار کو نیند آگئی

ہر خماری مست گشت و بادہ خورد
ہر شرابی مست ہوگیا اور شراب پی لی
رَخت را امشب گرو خواہیم کرد
ہم آج کی رات سامان کو گروی کردینگے

زاں شرابِ لعل و لعلِ جانفزا
اُس سُرخ شراب اور جانفزا (لب) لعل سے
لعل اندر لعل اندر لعلِ ما
ہمارا لعل، لعل در لعل ہے

باز خرم گشت و مجلس دلفروز
مجلس پھر پُرلطف اور دلفروز ہوگئی
خیز دفعِ چشمِ بد اسپند سوز
اُٹھ نظرِ بد کو دُور کرنے کیلئے کالادانہ جلا

نعرۂ مستانہ خوش می آیدم
مجھے مستانہ نعرہ بھلا لگتا ہے
تا ابد جاناں چنیں می بایدم
اے محبوب! ہمیشہ مجھے یہی چاہیئے

نکِ ہلالے با بلالے یار شد
اب ہلالؓ، بلالؓ کے یار ہوگئے
زخمِ خار اُو را گُل و گلزار شد
اُن کے لئے کانٹے کا زخم گُل و گلزار ہوگیا

---

[1] چوں گنہ۔ اگر انسان کے مکمل گناہ ہوں گے تو اُس کی رُوسیاہی مکمل ہوگی اگر گناہ ادھورے ہیں تو رُوسیاہی بھی ادھوری ہوگی۔ کہ بقدر۔ قرآن پاک میں ہے وَقُضِیَ بَیْنَہُمْ بِالْقِسْطِ وَہُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۰ اور اُن کے درمیان انصاف فیصلہ کیا جائیگا اور اُن پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

[2] خواہ۔ اللہ تعالیٰ ہر کھلی چھپی نیکی اور بدی کو دیکھنے اور سننے والا ہے۔ زیں۔ اب تقدیر کی بحث ختم کرو کیونکہ عاشقوں میں عشق کے غلبہ سے عید کی خوشی طاری ہوگئی ہے اور معشوق اپنے عاشقوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آرہا ہے۔ آبِ جاں یعنی عشق۔ شاہ یعنی محبوب۔

[3] می خرامد۔ عاشقوں کا نصیبہ اب ناز کررہا ہے اور عشق کے غلبہ سے توبہ شکنی کا وقت آگیا ہے۔ توبہ۔ حضرت بلالؓ دوبارہ اظہارِ ایمان سے توبہ کو توڑنے پر مجبور ہوگئے خماری۔ وہ شرابی جس پر نشہ کا اثر ہو۔ شرابِ لعل۔ یعنی عشق کی سُرخ شراب۔ لعلِ جانفزا۔ یعنی معشوق کا ہونٹ۔ لعل اندر۔ یعنی ہمیں عشق کی دولتیں حاصل ہوگئی ہیں۔ اسپند۔ کالا دانہ جس کی نظرِ بد کے دفعیہ کے لئے دھونی دی جاتی ہے۔ نک ہلالے۔ حضرت ہلال رضؓ کا قصہ آگے مذکور ہے۔

مصرع۔
خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔

گر ز زخمِ خار، تن غربال شد | جان و جسمم گلشنِ اقبال شد

اگر کانٹے کے زخم سے جسم چھلنی ہو گیا ہے | میری جان اور جسم نصیبہ وری کا چمن بن گیا ہے

تن بہ پیشِ زخمِ خارِ آں جہود | جانِ من مست و خرابِ آن وَدُود

میرا جسم اُس منکر کے کانٹے کے زخم کے سامنے ہو | میری جان اُس محبوب سے مست و خراب ہے

بوی جانے سوی جانم می رسد | بوی یارِ مہربانم می رسد

ایک جان کی خوشبو میری جان کو پہنچ رہی ہو | مجھے مہربان دوست کی خوشبو آ رہی ہے

از سوی معراج آمد مصطفےٰ | بر بلالش رض حبذا آں حبذا

مصطفےٰ معروج سے آئے | اُن کے بلال رض کو مبارک ہو وہ مبارکباد

باز گردانیدنِ صدیق رضی اللہ عنہ واقعۂ بلال رضی اللہ عنہ را و ظلمِ جہوداں بر وے و احد احد گفتنِ او و فزوں شدنِ کینۂ جہوداں و قصۂ او پیشِ حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم گفتن و مشورت کردن در خریدنِ او از جہوداں

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت بلال رض کے واقعہ اور اُن پر کافروں کے ظلم اور اُن کے احد احد کہنے کا اور منکروں کے کینہ کے بڑھنے، اور اُن کے قصہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دُہرانا اور منکروں سے خریدنے میں مشورہ کرنا

چونکہ صدیق از بلالِ رض دم درست | ایں شنید از توبۂ او دست شست

جب صدیق رض نے سچے بلال رض سے | یہ سُنا، اُن کی توبہ سے ہاتھ دھو لیا

بعد ازاں صدیق رض پیشِ مصطفےٰ | گفت حالِ آں بلالِ رض با وفا

اُس کے بعد صدیق رض نے آنحضور ص کے سامنے | اُن وفادار بلال رض کا حال کہا

کاں فلک پیمائے میموں فالِ چست | ایں زماں در عشق و اندر دامِ تست

کہ وہ آسمان کو طے کرنے والا، مبارک فال، مستعد | اب وہ آپ کے عشق اور جال میں ہے

بازِ سلطان ست زاں جغداں برنج | در حدث مدفون شد آں زفت گنج

شاہی باز ہے اُن جغدوں سے تکلیف میں ہے | وہ بھاری خزانہ گندگی میں دفن ہو گیا

جغد ہا بر باز استم می کنند | پرّ و بالش بیگناہے می کنند

جغد، باز پر ظلم کر رہے ہیں | بغیر خطا کے اُس کے پر و بال اُکھاڑ رہے ہیں

ف ۱ گر ز زخم۔ یعنی حضرت بلال رض نے کہا۔ غربال۔ چھلنی۔ تن۔ جسم کو اگرچہ یہ کافر زخمی کر رہا ہے لیکن اللہ کے عشق سے مست ہے۔ وَدود۔ اللہ تعالیٰ۔ بوی جانے۔ یعنی آنحضور ص کی خوشبو۔ معراج۔ یعنی آنحضور ص نے عروجِ روحانی سے نزول فرمایا اور حضرت بلال رض کی طرف متوجہ ہوئے۔

ف ۲ ظلمِ جہوداں۔ حضرت بلال رض پر کفار جو ظلم کر رہے تھے اُس کا سارا قصہ حضرت ابوبکر رض نے آنحضور ص سے عرض کیا۔ دم درست۔ سچا۔ دست شستن۔ یعنی حضرت بلال رض کی توبہ سے مایوس ہو گئے۔ کاں فلک۔ حضرت بلال رض کو شاہی باز قرار دے کر اس کی صفات کا ذکر کیا ہے۔۔ سلطان۔ یعنی آنحضور ص۔

ف ۳ جغداں۔ یعنی کفارِ قریش۔ حدث۔ یعنی کفارِ قریش۔ گنج۔ یعنی حضرت بلال رض۔ جغد ہا۔ پہلے قصہ بیان کر چکے ہیں کہ ایک شاہی باز جغدوں میں جا پھنسا تھا۔

جرمِ اُو اینست کو بازست و بس — غیرِ خوبی[1] جرمِ یوسف چیست پس

اُس کی خطا صرف یہی ہے کہ وہ باز ہے — یوسفؑ کا سوائے حُسن کے کیا جرم ہے!

چُغد را ویرانہ باشد زاد و بُود — ہست شاں بر باز زاں خشم و جُحُود

چغدوں کا مولد اور مسکن ویرانہ ہوتا ہے — باز پر اُن کا انکار اور غصہ اِس لئے ہے

کہ چرا تو یاد می آری ازاں — لالہ زار و جُوئبار و گُلستاں

کہ تو کیوں یاد کرتا ہے، اُس — لالہ زار اور نہر اور چمن کو

کہ چرا می یاد آری زاں دِیار — یا ز قصر و ساعدِ آں شہریار

کہ تو اُس وطن کو کیوں یاد کرتا ہے؟ — یا اُس شاہ کے قلعہ اور کلائی کو

در دہِ چغداں فضولی می کُنی — فتنہ و تشویش در می افگنی

تو چغدوں کی بستی میں بیوقوفی کرتا ہے — تو فتنہ اور تشویش پیدا کرتا ہے

مَسکنِ مارا کہ شُد رشکِ اثیر — تو خرابہ خوانی و نامِ حقیر

ہماری قیام گاہ جو رشکِ فلک ہے — تو (اُسکو) ویرانہ کہتا ہے اور حقیر نام (دھرتا ہے)

شید آوردی کہ تا چغدانِ ما — مر تُرا سازند شاہ و پیشوا

تو مکاری کرتا ہے، تاکہ ہمارے چُغد — تجھے شاہ اور پیشوا بنا لیں

وہم[2] و سودائی دَر ایشاں می تنی — نامِ ایں فردوس ویراں می کُنی

تو اُن میں وہم اور دیوانگی پیدا کر رہا ہے — تو اِس جنت کا نام، ویرانہ دھرتا ہے

بر سرت چنداں زنیم اے بد صفات — کہ بگوئی ترکِ شید و تُرّہات

اے بد صفات! ہم تیرے سر پر اتنا ماریں گے — کہ تو مکر اور بکواس کو چھوڑ دے

پیشِ مشرق چار میخش می کُنند — تن برہنہ شاخِ خارش میزنند

مشرق کے رُوبرُو اُس کو چار میخ کرتے ہیں — ننگے بدن، اُس پر کانٹے دار لکڑی مارتے ہیں

از[3] تنش صد جایِ خوں بر می جہد — اُو اَحَد می گوید و سر می نہد

اُس کے جسم سے سیکڑوں جگہ سے خون اُبل پڑتا ہے — وہ اَحَد کہتا ہے، اور سر ڈال دیتا ہے

پندہا دادم کہ پنہاں دار دیں — سِرّ بپوشاں از جہودانِ لعیں

میں نے نصیحتیں کیں کہ دین کو پوشیدہ رکھ — ملعون کافروں سے، راز چُھپا

عاشق ست اُو را قیامت آمدست — تا درِ توبہ برو بستہ شُدہ ست

وہ عاشق ہے، اُس کے لئے قیامت آگئی ہے — حتیٰ کہ توبہ کا دروازہ اُس پر بند ہو گیا ہے

---

[1] غیرِ خوبی۔ حضرت یوسفؑ سے اُن کے بھائیوں کی دشمنی اُن کے حُسن کی وجہ سے تھی۔ جحود یا انکار۔ کہ چرا۔ جب باز لالہ زار اور چمن کو یاد کرتا ہے تو چُغدوں کو غصہ آتا ہے اور کہتے ہیں کہ تو شاہی کلائی اور محلات کا ذکر کر کے ہمیں کیوں پریشان کرتا ہے۔ مسکنِ چند یہ بھی کہتے ہیں کہ تو ہمارے مسکن کو جو آسمانوں سے بھی افضل ہے ویران کہتا ہے۔ شید۔ یہ تیری سب مکاری سردار بننے کے لئے ہے۔

[2] وہم۔ تو ہم کو دیوانہ بنانا چاہتا ہے اور ہماری جنت کو ویرانہ کہتا ہے۔ تُرّہات۔ بکواس۔ پیش۔ حضرت بلالؓ کو اِس طرح سزا دیتے تھے کہ اُن کے چاروں ہاتھ پاؤں کو چار کیلوں سے باندھ دیتے تھے اور خار دار لکڑی سے مارتے تھے یہ باتیں حضرت ابوبکرؓ نے آنحضورؐ سے عرض کیں۔

[3] از تنش۔ مار کھانے سے اُن کے بدن پر سیکڑوں زخموں سے خون بہتا ہے اور وہ برابر اَحَد اَحَد کہتے رہتے ہیں اور اِس سزا سے نہیں گھبراتے ہیں۔ پندہا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ میں نے اُنکو دین و ایمان پوشیدہ رکھنے کی نصیحتیں بھی کیں لیکن وہ خدا اور رسول کا ایسا عاشق ہے کہ گویا قیامت آگئی ہے اور اُس کیلئے اِس عشق کو ظاہر کرنے کی توبہ کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔

عاشقی[1] و توبه یا امکانِ صبر ‌ ‌ ‌ ‌ این محالے باشد اے جاں بس سطبر

عاشقی اور توبہ، یا صبر کا امکان ‌ ‌ ‌ ‌ اے جان! یہ بہت عظیم محال ہوتا ہے

توبه کرم و عشق همچوں اژدها ‌ ‌ ‌ ‌ توبه وصفِ خلق وآں وصفِ خدا

توبہ کیڑا ہے اور عشق اژدھے کی طرح ہے ‌ ‌ ‌ ‌ توبہ مخلوق کی صفت ہے اور وہ خدا کا وصف ہے

عشق ز اوصافِ خدائے بے نیاز ‌ ‌ ‌ ‌ عاشقی بر غیرِ او باشد مجاز

عشق، بے نیاز خدا کے اوصاف میں سے ہے ‌ ‌ ‌ ‌ اُس کے غیر سے عاشقی مجاز ہے

زانکه آں مس زر اندود آمدست ‌ ‌ ‌ ‌ ظاہرش نور اندروں دود آمدست

کیونکہ وہ ملمع شدہ تانبا ہے ‌ ‌ ‌ ‌ اُس کا ظاہر روشن، اندر دھواں ہے

چوں رود نور و شود پیدا دخاں ‌ ‌ ‌ ‌ بفسرد عشقِ مجازی آں زماں

جب چمک چلی جاتی ہے اور دھواں نمودار ہوجاتا ہے ‌ ‌ ‌ ‌ اُس وقت، مجازی عشق ٹھنڈا پڑجاتا ہے

چوں شود پیدا دخانِ غم فزا ‌ ‌ ‌ ‌ بفسرد نے عشق ماند نے هوا

جب غم کو بڑھانے والا دھواں ظاہر ہوجاتا ہے ‌ ‌ ‌ ‌ وہ ٹھٹھر جاتا ہے، نہ عشق رہتا ہے نہ ہوس

وا رود[2] آں حسن سوئے اصلِ خود ‌ ‌ ‌ ‌ جسم ماند گنده و رسوا و بد

وہ حُسن اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے ‌ ‌ ‌ ‌ جسم گندہ اور ذلیل اور بدحال رہ جاتا ہے

نورِ مه راجع شود هم سوئے ماه ‌ ‌ ‌ ‌ وا رود عکسش ز دیوارِ سیاه

چاند کی چاندنی چاند کی طرف لوٹ جاتی ہے ‌ ‌ ‌ ‌ اُس کا عکس کالی دیوار سے واپس ہوجاتا ہے

نے درو[3] نورے بود نے زندگی ‌ ‌ ‌ ‌ نے جمالش ماند و نے فرخندگی

نہ اُس میں نور رہتا ہے، نہ زندگی ‌ ‌ ‌ ‌ نہ اُس کا حسن رہتا ہے، اور نہ خوبی

پس بماند آب و گل بے آں نگار ‌ ‌ ‌ ‌ گردد آں دیوار بے مه دیو وار

اُس حسین کے بغیر پانی اور مٹی رہ جاتی ہے ‌ ‌ ‌ ‌ وہ دیوار چاندنی کے بغیر بھوت کی طرح رہ جاتی ہے

قلب را کز زر زرّی او بجست ‌ ‌ ‌ ‌ بازگشت آں زر بکانِ خود نشست

کھوٹا، جس کے اوپر سے سونا اُڑ گیا ‌ ‌ ‌ ‌ وہ سونا واپس ہوگیا، اپنی کان میں جا بیٹھا

پس مسِ رسوا بماند دود وش ‌ ‌ ‌ ‌ زو سیه تر رو بماند عاشقش

رسوا تانبا دھوئیں کی طرح رہ جاتا ہے ‌ ‌ ‌ ‌ اُس کا عاشق اُس سے زیادہ روسیاہ ہوجاتا ہے

عشقِ بینایاں بود بر کانِ زر ‌ ‌ ‌ ‌ لاجرم هر روز باشد بیشتر

عقلمند دو، کا عشق سونے کی کان سے ہوتا ہے ‌ ‌ ‌ ‌ وہ لامحالہ ہر روز بڑھتا ہے

---

[1] عاشقی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ عاشق ہو اور پھر وہ محبوب کے ذکر سے توبہ کرے یہ ناممکن بات ہے۔ توبہ۔ عشق کے سامنے توبہ ایک کمزور چیز ہے توبہ بندے کی صفت ہے اور عشق خدا کی صفت ہے، اللہ کی صفت اور بندے کی صفت کا کیا مقابلہ۔ عشق۔ حقیقی عشق خدا کی صفت ہے دوسری چیز سے عشق، عشقِ مجازی ہے۔ زانکہ۔ غیر خدا سے عشق ایسا ہی ہے جیسے ملمع شدہ سونے کا عشق۔ چوں۔ جب مجازی معشوق سے خدائی عکس جدا ہوجاتا ہے اس معشوق سے عشق بھی نہیں رہتا۔

[2] وا رود۔ مجازی معشوق کا حسن جب اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے تو معشوق کا جسم گندہ اور بُرا معلوم ہونے لگتا ہے۔ نورِ مہ۔ اس کی یہ مثال ہے کہ کالی دیوار سے جب چاند کی چاندنی غائب ہوجاتی ہے تو پھر دیوار کالی نظر آنے لگتی ہے۔

[3] نے درو۔ مجازی معشوق پر سے اللہ تعالیٰ کے حسن کا عکس ہٹ جانے سے نہ اس میں زندگی رہتی ہے نہ حسن اور وہ محض ایک مٹی اور پانی رہ جاتا ہے۔ قلب۔ ملمع شدہ چیز پر سے جب سونا اُڑ کر اپنی کان میں پہنچ جاتا ہے تو تانبا رُوسیاہ رہ جاتا ہے اور اس کا عاشق اس سے بھی زیادہ رُسوا ہوجاتا ہے۔ عشق۔ جو عقلمند ہیں، وہ اصل پر عاشق ہوتے ہیں وہ سونے کی کان کے عاشق ہیں ان کا عشق ضائع نہیں ہوتا ہے۔

مرحبا[1] اے کانِ زر لاشک فیک ۔۔۔ زانکہ کاں را در زری نبود شریک

اے سونے کی کان تجھے شاباش، تیرے بارے میں شک نہیں ہے ۔۔۔ کیونکہ سونے پن میں کان کا کوئی شریک نہیں ہے

ہر کہ قلبے را کند انبازِ کان ۔۔۔ وا رود زر تا بکانِ لامکان

جو کھوٹے کو کان کا شریک بنائے ۔۔۔ سونا لامکانی کان میں چلا جائے گا

عاشق و معشوق مردہ ز اضطراب ۔۔۔ ماندہ ماہی رفتہ زاں گرداب آب

عاشق اور معشوق اضطراب سے مر گئے ۔۔۔ مچھلی رہ گئی، اس بھنور سے پانی چلا گیا

عشقِ ربانی ست خورشیدِ کمال ۔۔۔ امر نورِ اوست خلقاں چوں ظلال

خدائی عشق کمال کا سورج ہے ۔۔۔ (عالمِ) امر اس کا نور ہے (عالمِ) خلق سایوں کی طرح ہے

مصطفےٰ[2] زیں قصہ چوں گل بر شگفت ۔۔۔ رغبت افزوں گشت او را ہم بگفت

حضرت مصطفےٰ اس قصے سے پھول کی طرح کھل گئے ۔۔۔ کہنے سے، ان کی رغبت بھی بڑھ گئی

مستمع چوں یافت ہمچوں مصطفےٰ ۔۔۔ ہر سر مویش زبانے شد جدا

جبکہ سننے والا (حضرت) مصطفےٰ جیسا پایا ۔۔۔ ان کا ہر سرِ مو مستقل زبان بن گیا

مصطفےٰ گفتش کہ اکنوں چارہ چیست ۔۔۔ گفت ایں بندہ مر او را مشتری ست

حضرت مصطفےٰ نے فرمایا اب کیا تدبیر ہے؟ ۔۔۔ عرض کیا، یہ غلام اس کا خریدار ہے

ہر بہا کہ گوید او را می خرم ۔۔۔ در زیان و حیفِ ظاہر ننگرم

وہ جو قیمت بھی کہے گا، میں اس کو خرید لوں گا ۔۔۔ ظاہری نقصان اور بے انصافی کو نہ دیکھوں گا

کو اسیر اللہ فی الارض آمدست ۔۔۔ سخرۂ خشمِ عدو اللہ شدست

کیونکہ وہ سرزمین میں اللہ (تعالیٰ) کا قیدی ہے ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) کے دشمن کے غصہ کا پابند ہو گیا ہے

وصیت[3] کردنِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ را کہ چوں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ را مشتری میشوی

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ جب تو بلال رضی اللہ عنہ کا خریدار بنے گا

ہر آئینہ ایشاں از ستیزہ بسیار بہائے او را خواہند افزود مر ادر یا

وہ لوگ لامحالہ مخالفت کی وجہ سے اس کی بہت قیمت بڑھا دیں گے اور مجھے اس

فضیلت شریکِ خود کن و وکیلِ من باش و نیم بہا از من بستاں

فضیلت میں اپنا شریک کر لے اور میرا وکیل بنجا اور آدھی قیمت مجھ سے لے لے

---

[1] مرحبا. اب مولانا جوش میں معشوقِ حقیقی کو خطاب کرتے ہیں تیری صفات کے حقیقی ہونے میں کوئی شک نہیں اور تیری اس صفت میں تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ ہر کہ. جو مجازی موصوف کو حقیقی موصوف کا شریک کریگا۔ عاشق۔ وہ عاشق جو کھوٹے کو کان کا شریک بنائیگا جب کھوٹے کا ملمع اتر جائے گا تو عاشق اور معشوق دونوں پریشانی سے ایسے مُردہ ہو جائیں گے، جیسا کہ وہ مچھلی جو گرداب کا پانی خشک ہو جانے کے بعد پڑی رہ جائے۔ عالمِ امر۔ قرآن میں ہے اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ۔ خلق اور امر اسی کے لئے ہے۔ عالمِ امر وہ عالم ہے جو مادے سے خالی ہے اور عالمِ خلق جسمانی عالم ہے۔ اصل عالمِ امر ہے اور عالمِ خلق اس کا سایہ ہے۔

[2] مصطفےٰ۔ حضرت بلال رض کا قصہ سن کر آنحضور خوش ہوئے تو حضرت ابوبکر رض نے اس کی خوب تشریح کی۔ مصطفےٰ۔ آنحضور نے حضرت ابوبکر رض سے حضرت بلال رض کا پورا قصہ سن کر فرمایا، اب کیا تدبیر ہے تو حضرت ابوبکر رض نے فرمایا میں اسکو خرید لونگا وہ جو بھی قیمت طلب کرینگے اُنکو دیدونگا اور کسی ظاہری نقصان کی پرواہ نہ کرونگا کیونکہ وہ خدا کا قیدی دشمنوں کے ہاتھ میں پھنسا ہوا ہے۔

[3] وصیت۔ آنحضور نے حضرت ابوبکر رض سے فرمایا کہ وہ لوگ عداوت کی وجہ سے بہت قیمت طلب کرینگے اُنکو خرید لے اور مجھے بھی اس نیکی میں شریک کر لے۔

مُصطفٰےؐ گفتش کاے اقبال جُو — در خریدن می شوم انبازِ تو
حضرت مُصطفٰےؐ نے اُن سے فرمایا کہ اے نیک بختی کی جستجو کرنیوالے — خریداری میں، میں تیرا شریک بنتا ہوں

تو وکیلم[1] باش و نیمے بہرِ من — مُشتری شو قبض کُن از من ثمن
تو میرا وکیل بن جا، اور آدھے کا میرے لئے — خریدار بن جا، مجھ سے قیمت لے لے

گفت صد خدمت کنم رفت آں زماں — سُوئے خانہ آں جہودِ بے اماں
عرض کیا سو بار، خدمت کرتا ہوں فوراً روانہ ہو گئے — اُس بے پناہ کافر کے گھر کی جانب

گفت باخود کز کفِ طفلاں گہر — می تواں آساں خریدن اے پدر
اپنے آپ سے کہنے لگے کہ بچوں کے ہاتھ سے موتی — اے بابا! آسانی سے خریدا جا سکتا ہے

عقل و ایماں را ازیں قومِ جہول — می خرد با مُلکِ دنیا دیوِ غول
اس نادان قوم سے، عقل اور ایمان کو — شیطان، دنیا کے مُلک کے بدلے میں خرید لیتا ہے

آنچناں[2] زینت دہد مُردار را — کہ خرد زایشاں دو صد گلزار را
وہ مُردار کو اس قدر مزین کر دیتا ہے — کہ اُن سے دو سو چمن خرید لیتا ہے

آنچناں مہتاب بنماید بسحر — کز خساں صد کیسہ بُرباید بسحر
چاندنی کو جادو کے ذریعہ اس طرح دکھا دیتا ہے — کہ شعبدے کے ذریعہ کمینوں سے سو تھیلیاں جھپٹ لیتا ہے

انبیاشاں تاجری آموختند — پیشِ ایشاں شمعِ دیں افروختند
اُن کو نبیوں نے تجارت سکھائی — اُن کے سامنے دین کی شمع روشن کی

دیو و غولِ ساحر از سحر و نبرد — انبیا را در نظرِ شاں زشت کرد
جادوگر بھوت اور بچھلاوے نے جادوگری اور مخالفت سے — اُن کی نظر میں نبیوں کو بے وقعت کر دیا

زشت گرداند بجادوئیِ عدو — تا طلاق اُفتد میانِ جُفت و شو
دشمن جادو سے بُرا بنا دیتا ہے — حتٰی کہ بیوی اور شوہر میں طلاق واقع ہو جاتی ہے

دیدہا[3] شاں را بسحرے دوختند — تا چنیں گوہر بہ خس بفروختند
جادو سے، انھوں نے اُن کی آنکھیں سی دیں — یہاں تک کہ انھوں نے ایسا موتی تنکے کے بدلے بیچ ڈالا

ایں گہر از ہر دو عالم برتر ست — ہیں بخر زیں طفلِ جاہل کو خر ست
یہ موتی، دونوں جہان سے بالاتر ہے — ہاں اِس نادان بچے سے خرید لے کیونکہ وہ گدھا ہے

پیشِ خر خرمہرہ و گوہر یکیست — آں اشک را در دُر و دریا شکیست
گدھے کے سامنے کوڑی اور موتی یکساں ہے — اُس گدھے کو موتی اور سمندر میں شک ہے

[1] تو وکیلم۔ بلالؓ کی خریداری میں تم میرے وکیل بن جاؤ... آں جہود۔ اُمیہ بن خلف کیونکہ۔ ابوبکرؓ نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ کافر بلالؓ کی قدر و قیمت سے بے خبر ہیں میں اُن سے بلالؓ کو آسانی سے اسی طرح خرید لوں گا جس طرح بچے سے موتی خرید لیا جاتا ہے۔ عقل۔ ان کفار سے شیطان دنیا کے بدلے عقل اور ایمان خرید لیتا ہے۔

[2] آنچناں۔ شیطان ان کافروں کے لئے مردار دنیا کو اس قدر خوشنما کر کے دکھا دیتا ہے کہ اُن سے آخرت کے چمن خرید لیتا ہے۔ مہتاب... چاندنی کو کپڑا بنا کر دکھا دیتا ہے اور ان کی ہمیانیاں اُڑا لے جاتا ہے۔ انبیاء نے اُن کو تجارت کرنا سکھایا لیکن شیطان اُن کی نظروں میں انبیاء اور اُن کی تعلیمات کو بُرا کر کے دکھا دیتا ہے۔ زشت۔ شیطان ایسے اثرات پیدا کر دیتا ہے کہ میاں بیوی میں نفرت ہو جاتی ہے اور طلاق تک نوبت آ جاتی ہے۔

[3] دیدہا۔ جس طرح شیطان میاں اور بیوی میں جادوگری کرتا ہے اسی طرح جادو سے اُن کو اندھا کر دیا اور اُن کفار نے حضرت بلالؓ کو چند ٹکوں میں بیچ ڈالا۔ ایں گہر یعنی حضرت بلالؓ۔ زیں طفل یعنی اُمیہ۔ خرمہرہ۔ کوڑی۔ اِشک۔ ترکی لفظ ہے، گدھا۔

مُنکرِ بحرست[1] و گوہرہای اُو — کے بُوَد حیواں دَرو پیرایہ جُو

وہ سمندر اور اُس کے موتیوں کا منکر ہے — جانور، اُس سے آرائش کا کب طالب ہوتا ہے؟

در سَرِ حیواں خدا ننہادہ است — کو بُوَد در بندِ لعل و دُر پرست

خدا نے جانور کے سر میں نہیں رکھا ہے — کہ وہ لعل کی فکر میں اور موتی کا پرستار ہو

مر خراں را ہیچ دیدی گوشوار — گوش و ہوشِ خر بُوَد در سبزہ زار

تو نے گدھوں کے کان کا آویزہ کبھی دیکھا ہے — گدھے کا گوش و ہوش سبزہ زار ہوتا ہے

اَحْسَنُ التَّقْوِیْم در وَالتِّیْن بخواں — کہ گرامی گوہرست اے دوست جاں

"اَحْسَنُ التَّقْوِیْم" کو (سورۃ) "والتّین" میں پڑھ لے — کہ اے پیارے! جان قیمتی موتی ہے

اَحْسَنُ التَّقْوِیْم از عرشش فزوں — اَحْسَنُ التَّقْوِیْم از فکرت بروں

"اَحْسَنُ التَّقْوِیْم" اُس کے عرش سے بڑھ کر ہے — "اَحْسَنُ التَّقْوِیْم" تیری سمجھ سے باہر ہے

گر بگویم قیمت، ایں[2] ممتنع — ہم بسوزم ہم بسوزد مستمع

اگر میں اُس کی قیمت بتاؤں، ناممکن ہے — میں بھی جل جاؤں، سننے والا بھی جل جائے

لب بہ بند اینجا و خر آں سو مراں — رفت آں صدیق سوئے آں خراں

اِس جگہ ہونٹ بند کرلے، اُس جانب گدھا نہ ہنکا — صدیق رض، اُن گدھوں کی جانب روانہ ہوگئے

حلقہ دَر زد چو در را بر کشود — رفت بیخود در سرائے آں جہود

کُنڈی بجائی، جب اُس نے دروازہ کھولا — بیخودی میں اُس کافر کے گھر میں پہنچ گئے

بیخود و سر مست در آتش نشست — از دہانش بس کلامِ تلخ جست

بیخود اور مدہوش (غصہ کی) آگ میں، جا بیٹھے — اُن کے منہ سے بہت کڑوی باتیں نکلیں

کیں[3] ولی اللہ را چوں میزنی — ایں چہ حقد ست اے عدوِ روشنی

کہ تو اللہ (تعالےٰ) کے اِس دوست کو کیوں مارتا ہے؟ — اے نور کے دشمن! یہ کیا کینہ ہے!

گر ترا صدقیست اندر دینِ خود — ظلم بر صادق دلت چوں میدہد

اگر تجھ میں اپنے دین کے بارے میں سچائی ہے — تیرا دل، ایک سچے پر ظلم کیسے گوارا کرتا ہے؟

اے تو در دینِ جہودی مادہ — کیں گماں داری تو بر شہزادہ

ارے تو کفر کے دین میں نامرد ہے — کہ تو ایک شہزادے پر یہ گمان کرتا ہے

---

[1] بحر۔ یعنی ایمان کا سمندر۔ گوہرہای۔ یعنی مومنین۔ پیرآیہ۔ آراستگی۔ در سرِ حیواں یعنی اللہ تعالےٰ نے اتنی سمجھ نہیں دی کہ وہ لعل اور موتی کی قیمت کو سمجھ سکے۔ مر خراں۔ چونکہ وہ موتی کی قیمت نہیں سمجھتا اس لئے وہ کانوں میں موتی کے آویزے نہیں ڈالتے ہیں۔ سبزہ زار یعنی محدود نوش۔ وَالتِّیْن۔ سورۂ والتّین میں ذکر ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ بیشک ہم نے انسان کو بہترین خلقت میں پیدا کیا ہے۔ "فزوں۔ روحِ کامل عرش سے افضل ہے اور انسان اِس دنیا میں اُس کی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے۔

[2] ایں ممتنع۔ روحِ کامل جس کی حقیقت کا بیان ناممکن ہے اگر میں اُس کی قدر و قیمت بیان کروں تو میں بھی اور تم بھی جل جاؤ گے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ لب بہ بند۔ لہٰذا اِس سلسلہ میں خاموشی بہتر ہے حضرت ابوبکر رض کے اِن کفار کے پاس جانے کا ذکر شروع کر۔ ..... حلقہ دَر۔ حضرت ابوبکر رض نے اُمیّہ کے گھر کے کواڑ کھٹکھٹائے اور گھر میں چلے گئے اور چونکہ حضرت بلال رض کے پٹنے کا رنج تھا اُس کو سخت باتیں کہیں۔

[3] کیں۔ یہ کہا کہ تو اِس اللہ کے دل کو کیوں مارتا ہے۔ گر ترا۔ اگر انسان اپنے مذہب میں سچا ہے تو دوسرے مذہب کے سچے دل والے کی حقیقت کو وہ سمجھ سکتا ہے اور اُس پر ظلم کرنا پسند نہ کریگا۔ اُس کے اعتقاد پر اُس کو مجبور سمجھے گا۔ اے تو۔ جب تو کسی سچے دیندار پر ظلم کو روا رکھتا ہے تو معلوم ہوا کہ تو اپنے دین کا پکا نہیں ہے۔ شہزادہ۔ یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ۔

درہمہ[1] زآئینۂ کژ ساز خود — منگر اے مردودِ نفرینِ ابد

اپنے بنائے ہوئے ٹیڑھے آئینہ سے سب کو — اے ابدی لعنت کے مردود! نہ دیکھ

آنچہ آں دم از لبِ صدیق جست — گر بگویم گم کنی تو پا و دست

اُس وقت (حضرت) صدیقؓ کے ہونٹوں سے جو کچھ نکلا — اگر میں کہوں، تو ہاتھ پاؤں گم کر دے

آں ینابیع الحکم ہمچوں فرات — از دہانِ اُو رواں از بے جہات

حکمتوں کے فرات جیسے چشمے — لامکان کی جانب سے اُن کے مُنہ سے جاری تھے

ہمچو[2] از سنگے کہ آبے شد رواں — نے ز پہلو مایہ دارد نز میاں

جس طرح ایک پتھر سے پانی جاری ہوا تھا — جو نہ پہلو میں سرمایہ رکھتا ہے نہ اندر

اِسپرِ خود کردہ حق آں سنگ را — بر گشادہ آبِ مینا رنگ را

(اللہ تعالےٰ نے) اُس پتھر کو اپنی ڈھال بنایا تھا — جس سے آبگینہ جیسا پانی بہا دیا

ہمچناں کز چشمۂ چشمِ تو نُور — اُو رواں کردست بے بخل و فتور

جس طرح تیری آنکھ کے چشمہ سے نور — اُس نے بغیر بخل اور کمی کے جاری کر دیا ہے

نے ز پیہ آں مایہ دارد نے ز پوست — روئے پوشی کردہ در ایجاد دوست

وہ نہ چربی سے سرمایہ رکھتی ہے، نہ کھال سے — دوست نے ایجاد کرنے میں آڑ بنائی ہے

در خلائے[3] گوش بادِ جاذبش — مُدرکِ صدق کلام و کاذبش

اُس کی جذب کرنے والی ہوا کان کے سوراخ میں — اُس کے جھوٹے اور سچے کلام کا ادراک کرنیوالی ہے

آں چہ بادست اندراں خرد استخواں — کہ پذیرد حرف و صوتِ قصہ خواں

اُن چھوٹی ہڈیوں میں یہ کیسی ہوا ہے؟ — کہ بات کرنے والے کے حرف اور آواز کو قبول کرے

استخوان و باد رُو پوش ست و بس — در دو عالم غیرِ یزداں نیست کس

ہڈی اور ہوا، محض پردہ ہے — دونوں جہان میں خدا کے علاوہ کوئی نہیں ہے

مُستمع اُو قائل اُو بے احتجاب — زانکہ الاذنان من راس اے مثاب

بلاشک سننے والا وہی ہے، بولنے والا وہی ہے — کیونکہ اے ثواب پانیوالے دونوں کان سر کا حصہ ہیں

گفت رحمت گر ہمی آید برُو — زر بدہ بستانش اے اکرام خُو

اُس نے کہا اگر (تجھے)، اُس پر رحم آتا ہے — اے کرم کی عادت والے! روپیہ دے اُسکو لے لے

[1] درہمہ۔ چونکہ تیری فطرت کج ہے تو دوسروں کو بھی کج فطرت سمجھتا ہے۔ آنچہ۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُس وقت حیران کن باتیں کہیں جو بڑی پُرحکمت تھیں۔ آں ینابیع۔ اُن باتوں کے پُرحکمت ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ باتیں اگرچہ حضرت ابوبکرؓ کی زبان سے جاری تھیں لیکن اُن کا اصلی سرچشمہ حضرت حق تعالےٰ تھا۔ ینابیع۔ ینبوع کی جمع ہے، چشمہ۔ حِکَم حکمت کی جمع ہے۔

[2] ہمچو۔ حضرت ابوبکرؓ کے مُنہ سے اِن چشموں کے جاری ہونے پر کیا تعجب ہے جبکہ اللہ تعالےٰ پتھر سے چشمہ جاری کر دیتا ہے۔ اسپر۔ حضرتِ حق نے اِس پتھر کو اپنے لئے پردہ بنا لیا تھا۔ اسپر۔ سپر، ڈھال یعنی پردہ۔ مینا۔ آبگینہ۔ ہمچناں۔ تیری آنکھ کو بھی حق تعالےٰ نے اپنا نور عطا کرنے کا ایک حجاب بنا رکھا ہے ورنہ آنکھ کے اجزا میں نور کہاں ہے۔ دوست۔ یعنی اللہ تعالےٰ۔

[3] درخلای۔ انسان کا کان بھی قدرت کا ایک پردہ ہے ورنہ اُس کے اجزاء میں سُننے کی طاقت کہاں ہے۔ خرد استخواں۔ کان کی چھوٹی چھوٹی ہڈیاں۔ غیرِ یزداں۔ ہر معاملہ میں اصل متصرف خدا ہی ہے۔ زانکہ۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ کان سر کا حصہ ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ ایک حادث چیز ہے اُس میں خود یہ صفات کہاں ہو سکتی ہیں۔ گفت۔ اُمیّہ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا اگر تجھے بلالؓ پر رحم آتا ہے تو اُس کو خرید لے۔

از منش وا خر چو می سوزد دلت
بے مؤنت[1] حل نگردد مشکلت

اگر تیرا دل جلتا ہے، مجھ سے اسکو خرید لے
بغیر خرچ کے تیری مشکل حل نہ ہوگی

گفت صد خدمت کنم پانصد سجود
بندۂ دارم نکو لیکن جہود

حضرت ابو بکر(رض) نے کہا سو خدمتیں، پانچسو سجدے کرونگا
میرے پاس ایک اچھا غلام ہے، لیکن یہودی ہے

تن سپید و دل سیاہستش بگیر
در عوض دہ تن سیاہ و دل منیر

اس کا جسم سفید اور دل کالا ہے، لے لے
بدلے میں کالے جسم اور روشن دل کو دیدے

پس فرستاد و بیاورد آں ہمام
بود الحق سخت زیبا آں غلام

پھر اُن سردار نے بھیجا اور بلوایا
سچ سچ وہ غلام نہایت حسین تھا

آں[2] چنانکہ ماند حیراں آں جہود
آں دلِ چوں سنگش از جا رفت زود

ایسا کہ وہ کافر حیران رہ گیا
اس کا پتھر جیسا دل فوراً بے قابو ہو گیا

حالتِ صورت پرستاں ایں بود
سنگِ شاں از صورتے مومیں بود

ظاہر پرستوں کی یہی حالت ہوتی ہے
ان کا پتھر، صورت (دیکھنے) سے موم ہو جاتا ہے

باز کرد استیزہ و راضی نشد
کہ بریں افزوں بدہ بے ہیچ بد

اُس نے جھگڑا شروع کر دیا اور راضی نہ ہوا
کہ بلا ممانعت اس پر اضافہ کرد

یک نصابِ نقرہ ہم بر وے فزود
تا کہ راضی گشت حرصِ آں جہود

انھوں نے چاندی کی ایک مقدار بھی اس پر بڑھا دی
حتیٰ کہ اُس کافر کی حرص راضی ہو گئی

بیع[3] کرد و داد و بستد بے غرض
داد گوہر سنگ بستد در عوض

اُس نے فروخت کر دیا اور بلا مقصد دین کر لیا
موتی دے دیا اور بدلے میں پتھر لے لیا

بر خیالِ آنکہ سودے کردہ ام
دادم اسود ابیضے آوردہ ام

اس خیال سے کہ میں نے نفع کمایا ہے
کالا دے دیا ہے، سفید حاصل کر لیا ہے

منعقد چوں گشت بیع اندر میاں
یافت ایجاب و قبول ہر دو آں

جب باہمی معاملہ طے ہو گیا
دونوں کا ایجاب اور قبول ہو گیا

خندیدنِ جہود و پنداشتن کہ صدیق رض مغبون ست دریں عقد

کافر کا ہنسنا اور خیال کرنا کہ صدیق رضی اللہ عنہ اس معاملے میں ٹوٹے میں ہیں

قہقہہ زد آں جہودِ سنگ دل
از سرِ افسوس و طنز و غش و غل

اُس سنگ دل کافر نے قہقہہ لگایا
مذاق اور طنز اور مکر و فریب کے طور پر

---

[1] بے مؤنت۔ یہ مشکل بغیر خرچ کے آسان نہ ہوگی۔ گفت۔ حضرت ابو بکر رض نے فرمایا۔ یہ معلوم ہو جائے تو خدا کا شکر ادا کروں گا اور فرمایا میرے پاس ایک سفید رنگ کا حسین غلام ہے لیکن اس کا دل کفر کی وجہ سے کالا ہے اُس کے بدلے میں کالے بلال رض کو دیدے جن کا دل منور ہے۔ ہمام۔ سردار۔

[2] آں چنانکہ حضرت ابو بکر رض کا غلام اس قدر خوبصورت تھا کہ اس کو دیکھ کر امیہ کا دل بے قابو ہو گیا۔ حالت۔ ظاہر پرستوں کی یہی حالت ہے کہ وہ ظاہر اور صورت پر قربان ہوتے ہیں۔ باز کرد۔ اُس نے اصرار شروع کیا کہ بلال رض کے عوض اس غلام کے ساتھ کچھ چاندی بھی دو حضرت ابو بکر رض نے چاندی کا اضافہ کر دیا۔

[3] بیع کرد۔ چاندی کے اضافے پر وہ راضی ہو گیا اور لین دین ہو گیا اس نے موتی دے کر پتھر لے لیا اس کو یہ خیال تھا کہ میں نے بہت نفع کمایا، کالا دے کر گورا غلام لے لیا۔ منعقد۔ جب بیع مکمل ہو گئی تو وہ بہت ہنسا اور اسکو یقین تھا کہ حضرت ابو بکر رض نے اس معاملہ میں ٹوٹا اٹھایا ہے۔ مغبون۔ ٹوٹے میں پڑا ہوا۔ قہقہہ۔ معاملہ مکمل ہونے پر اسنے قہقہہ لگایا جس میں مذاق اور طنز کا پہلو تھا حضرت ابو بکر رض نے وجہ دریافت کی تو وہ اور زیادہ ہنسا اور کہنے لگا کہ اگر اس غلام کی خریداری میں آپ کا اصرار نہ ہوتا تو میں اس کی دس گنا قیمت بھی ادا کرتا۔

گفت صدیقش کہ این خندہ چہ بود
حضرت، صدیق نے اُس سے کہا کہ یہ قہقہہ کیسا ہے؟
در جواب پرسش اُو خندہ فزود
جواب میں اور اُنکے دریافت کرنے پر اور زیادہ ہنسا

گفت اگر جدّت نبودے واہتمام
اُس نے کہا اگر تیرا اصرار اور اہتمام نہ ہوتا
در خریداریِ این اسود غلام
اِس کالے غلام کی خریداری میں

من ز استیزہ نمی افروختم
میں جھگڑ کر اُس کو نہ بیچتا
خود بعُشرِ اینش می بفروختم
خود اُس کو دسویں حصہ میں بیچ ڈالتا

کہ[1] بنزدِ من نیرزد نیم دانگ
کیونکہ وہ میرے نزدیک آدھی دمڑی کے لائق نہیں ہے
تو گراں کردی بہایش را بانگ
تو نے شور کرکے اُس کی قیمت بڑھا دی

پس جوابش داد صدیق اے غبی
تب حضرت، صدیقؓ نے اسکو جواب دیا اے بیوقوف!
گوہرے دادی بجوزے چوں صبی
تو نے بچہ کی طرح اخروٹ کے بدلے موتی دیدیا

کو بہ نزدِ من ہمی ارزد دو کون
کیونکہ وہ میرے نزدیک دونوں جہان کی قیمت کا ہے
من بجانش ناظرستم تو بلون
میں اُس کی روح کو دیکھتا ہوں، تو رنگ کو

زرِ سرخ ست و سیہ تاب آمدہ
وہ سُرخ سونا ہے اور کالے رنگ کا ہو گیا ہے
از برایِ رشکِ ایں احمق کدہ
اِس احمقستان کے رشک کی وجہ سے

دیدۂ[2] ایں ہفت رنگِ جسمہا
ست رنگے جسموں کی آنکھ،
در نیابد زیں نقاب آں روح را
اِس پردے کی وجہ سے اُس روح کا ادراک نہیں کرتی

گر مکیسی کردۂ در بیع بیش
اگر تو سودے میں زیادہ کھینچ تان کرتا
دادمے من جملہ مال و مِلکِ خویش
میں اپنا تمام مال اور ملکیت دے دیتا

ور مکیس افزودئی من زاہتمام
اگر تو کھینچ تان بڑھاتا میں اہتمام کی وجہ سے
دامنے زر کردمے از غیر وام
دامن بھر سونا کسی دوسرے سے قرض لے لیتا

سہل[3] دادی زانکہ ارزاں یافتی
تو نے آسانی سے دیدیا، چونکہ تو نے سستا خریدا
دُر ندیدی حقّہ را نشگافتی
تو نے موتی نہ دیکھا، ڈبیہ نہ کھولی

حقّہ سربستہ جہلِ تو بداد
تیری نادانی نے، بند ڈبیہ دے دی
زود بینی کہ چہ غبنت اوفتاد
تو جلد دیکھ لے گا کہ تجھے کس قدر ٹوٹا ہوا

حقّہ پُر لعل را دادی بباد
تو نے لعل بھری ڈبیہ برباد کر دی
ہمچو زنگی در سیہ رُوئی تو شاد
تو حبشی کی طرح سیاہ رُوئی پر خوش ہے

---

[1] کہ بنزد۔ کیونکہ یہ کالا غلام میرے نزدیک دمڑی کا بھی نہیں ہے تو نے شور و شر کرکے اس کے دام بڑھوالئے۔ پس۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُس کو جواب دیا کہ تو بیوقوف نابالغ ہے تو نے اخروٹ کے بدلے میں موتی دے ڈالا میرے نزدیک اُس کی قیمت ہر دو عالم ہے، کیونکہ میری نظر اُس کے باطن پر ہے۔ زر سرخ۔ یہ غلام تو کالا سونا ہے اُس پر سیاہی رشک کی وجہ سے ہے تاکہ احمق اُس کو نہ پہچان سکیں۔

[2] دیدہ۔ جو آنکھیں محض رنگوں کا ادراک کرتی ہیں وہ روح کا ادراک نہیں کر سکتی ہیں۔ مکیس۔ اور مکس، معاملہ میں کھینچ تان کرنا۔ دامنے۔ کسی اور سے قرض لے کر ادائیگی کر دیتا۔

[3] سہل۔ چونکہ تجھے سستا ہاتھ آیا تھا سستا بیچ ڈالا، یہ نہ دیکھا کہ ڈبیہ میں موتی ہے۔ غبن۔ ٹوٹا۔ حقہ۔ حضرت بلالؓ موتی بھری ڈبیہ تھے جو بند تھی۔ بہرحال۔ تو بھی اس معاملہ میں سیاہ رُو بنا اور اُس پر خوش ہو رہا ہے۔

عاقبت[1] واحسرتا گوئی بسے
انجام کار تو بہت واحسرتا کہے گا

بخت و دولت را فروشد خود کسے
کوئی نصیبے اور دولت کو فروخت کرتا ہے؟

بخت با جامہ غلامانہ رسید
نصیبہ غلامی کے باس میں تیرے پاس آیا

چشمِ بدبختت بجز ظاہر ندید
تیری بدبخت نگاہ نے ظاہر کے سوا کچھ نہ دیکھا

او نمودت بندگئ خویشتن
اُس نے تجھ پر اپنی غلامی ظاہر کی

خوئ زشتت کرد با او مکر و فن
تیری بدخصلت نے اسکے ساتھ مکر اور چالاکی کی

ایں سیاہ اسرار تن اسپید را
اِس سیاہ باطن، سفید جسم کو

بت پرستانہ بگیر اے ژاژ خا
اے بیہودے! بت پرستوں کی طرح لے لے

ایں ترا و آں مرا بردیم سود
یہ تیرا اور وہ میرا، ہم نے نفع کمایا

ہیں لکم دینٌ ولی دیں اے جہود
ہاں اے کافر! تمہارا دین تمہارے لئے میرا دین میرے لئے

خود[2] سزای بت پرستاں ایں بود
بت پرستوں کی سزا خود یہی ہوتی ہے

جلش اطلس اسپِ او چوبیں بود
اُسکی جھول اطلس کی، اُس کا گھوڑا لکڑی کا ہوتا ہے

ہمچو گورِ کافراں پُر دود و نار
کافروں کی قبر کی طرح، دھویں اور آگ سے بھری ہوئی

وز بروں بربستہ صد نقش و نگار
اور باہر سے سیکڑوں نقش و نگار کئے ہوئے

ہمچو مالِ ظالماں بیروں جمال
ظالموں کے مال کی طرح، ظاہر حسین

وز درونش خونِ مظلوم و وبال
اور اُس کے اندر مظلوم کا خون اور وبال

چوں[3] منافق از بروں صوم و صلوٰۃ
منافق کی طرح، بظاہر روزہ اور نماز

وز دروں خاکِ سیاہِ بے ثبات
اور اندر سے کالی خاک، بے بنیاد

ہمچو ابرِ خالیٔ پُر قرّ و قر
خالی ابر کی طرح، گڑگڑاہٹ سے پُر

نے درو نفعِ زمیں نے قوتِ بر
نہ اُس میں زمین کا فائدہ، نہ پھل کی غذا

ہمچو وعدہ مکر و گفتارِ دروغ
مکر کے وعدے اور جھوٹی بات کی طرح

آخرش رسوا و اوّل با فروغ
اُس کا آخر رسوا اور اوّل پُر رونق

بعد ازاں بگرفت او دستِ بلال رض
اُس کے بعد انھوں نے بلال کا ہاتھ پکڑا

آں زخمِ ضرسِ محنت چوں خلال
وہ مشقت کی کچلی کے زخم سے خلال جیسے تھے

شد خلالے در دہانے راہ یافت
وہ خلال بن گئے، منہ میں راستہ پالیا

جانبِ شیریں زبانے می شتافت
ایک شیریں زبان کی جانب دوڑ رہے تھے

---

[1] عاقبت۔ جب حقیقت کُھلے گی تو بہت افسوس کریگا۔ بخت۔ تیرا نصیبہ بشکل غلامی تیرے پاس آیا اور تو اُس کو نہ پہچانا۔ او۔ اُس نے غلامی کا اظہار کیا تو نے مکاری اور چالاکی برتی۔ ایں سیاہ۔ تو اِس غلام کو لے لے جس کا جسم سفید ہے لیکن باطن سیاہ ہے یہی بت پرستوں کا طریقہ ہے۔

[2] خود۔ بت پرستوں کی یہی سزا ہے کہ ان کو کاٹھ کا گھوڑا جس پر اطلس کی جھول ہو، حاصل ہوتا ہے۔ ایسی چیز کا حاصل کافر کی قبر جیسا ہوتا ہے کہ اُس کے اوپر نقش و نگار ہوتے ہیں لیکن اندر آگ اور دھواں ہوتا ہے۔ مال ظالماں۔ کافر کے ماحصل کی مثال ظالموں کا مال ہے جس کا ظاہر بڑا پیارا لگتا اُس کے باطن میں مظلوم کا خون مخفی ہے۔

[3] چوں منافق۔ کافر کے ماحصل کی مثال منافق جیسی ہے کہ بظاہر وہ اسلامی فرائض ادا کرتا ہے لیکن اُس کا باطن ایمان و یقین سے خالی ہوتا ہے نیز اُس کو اُس بادل سے بھی تشبیہ دی جاسکتی ہے جو صرف گرجے اور نہ برسے یا جھوٹے وعدہ سے تشبیہ دے تو جس کی ابتدا خوش کُن اور انتہا مایوس کُن ہوتی ہے۔ بعد ازاں۔ خریداری کے بعد حضرت ابوبکر رض نے حضرت بلال رض کا ہاتھ پکڑا اور اُنکو آنحضور کی خدمت میں لے آئے۔ ضرس۔ دانت کی کچلی۔ خلال۔ دانت کریدنے کا تنکا۔ شیریں زباں۔ آنحضور۔

آوریدش تا بنزدِ آں رسولؐ — کز بجاں اُو کردہ بُد دینش قبول

وہ اُن کو رسولؐ کے پاس لے گئے — کیونکہ انھوں نے دل سے اُنکا دین قبول کر لیا تھا

چوں[1] بدید آں خستہ رُوئے مصطفےٰؐ — خرّ مغشیًّا فتاد اُو بر قفا

جب اُن بدحال نے مصطفےٰؐ کا چہرہ دیکھا — وہ غش کھا کر گر گئے، پُشت کے بل جا پڑے

تا بدیرے بیخود و بیخویش ماند — چوں بخویش آمد ز شادی اشک راند

وہ دیر تک بے خود اور بے ہوش رہے — جب ہوش میں آئے خوشی سے آنسو بہانے لگے

مصطفےٰؐ اَش در کنارِ خود کشید — کس چہ داند بخششے کو را رسید

اُن کو مصطفےٰؐ نے بغل میں لے لیا — اس عنایت کو کوئی کیا جانے جو اُن کو حاصل ہوئی؟

چوں بُوَد مِسّے کہ بر اکسیر زد — مُفلسے بر گنجِ پُر توفیر زد

اُس تانبے کا کیا حال ہوگا جو اکسیر سے جا لگا؟ — ایک مُفلس بھرپور خزانہ پر پہنچ گیا

ماہیِ پژمُردہ در بحر اُوفتاد — کاروانِ گُم شُدہ زد بر رشاد

ادھ موئی مچھلی، دریا میں جا پڑی — بھٹکا ہوا قافلہ، راستہ پر پڑ گیا

آں[2] خطاباتے کہ گفت آں دم نبیؐ — گر زند بر شب بر آید از شبی

وہ ارشادات، جو نبیؐ نے اُس وقت فرمائے — اگر رات پر پڑیں، وہ رات پن سے خارج ہو جائے

روزِ روشن گردد آں شب چوں صباح — کے توانم گفت من آں اصطلاح

وہ رات صبح کی طرح روشن دن بن جائے — میں اُس اصطلاح کو کہاں بیان کر سکتا ہوں!

خود تو دانی کآفتاب اندر حَمَل — تا چہ گوید با نبات و با دَقَل

تو خود جانتا ہے کہ سورج (برج) حمل میں — نباتات اور دقل (کھجور) سے کیا کہتا ہے

خود تو دانی ہم کہ آں آبِ زُلال — می چہ گوید با ریاحین و نہال

تو خود بھی جانتا ہے، کہ وہ صاف پانی — بوٹوں اور پودوں سے کیا کہتا ہے!

صُنعِ[3] حق با جُملہ اجزائے جہاں — چوں دم و حرفست از افسونگراں

جہاں کے سب اجزاء کے ساتھ اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری — ایسی ہی ہے جیسا کہ جادوگروں کی پھونک اور حرف

جذبِ یزداں با اثرہا و سبب — صد سخن گوید نہاں بے حرف و لب

آثار اور سبب کے ذریعہ خدا کی کشش — بغیر حرف اور ہونٹ کے چپکے سے سیکڑوں باتیں کہہ دیتی ہے

---

[1] چوں بدید جب حضرت بلالؓ کی نظر آنحضورؐ کے روئے انور پر پڑی تو خوشی کی زیادتی کی وجہ سے بیہوش ہو کر چت گر پڑے، تھوڑی دیر بیہوش رہے جب ہوش آیا خوشی سے رونے لگے مصطفےٰؐ آنحضورؐ نے انکو سینے سے لگا لیا سینہ سے لگانے سے اُن کو کیا فیوض حاصل ہوئے اسکو کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے البتہ اس کی وضاحت چند مثالوں سے کی جاتی ہے یہ سمجھ کہ ایک تانبا تھا جو اکسیر کو چھٹ گیا یا کوئی مفلس تھا کہ یکایک اس کا پاؤں بھرپور خزانہ پر پڑ گیا یا ادھ موئی مچھلی تھی جو سمندر میں پہنچ گئی یا گم کردہ راہ کوئی قافلہ تھا جسکو راستہ مل گیا۔

[2] آں خطاباتے پھر آنحضورؐ نے ان سے ایسی نورانی باتیں فرمائیں کہ ظلمات سے کہدی جائیں تو وہ منور ہو جائے۔ اصطلاح انبیاء اور اولیاء کی صحبت سے بغیر کچھ کہے ہوئے جو قلوب پر اثر طاری ہوتا ہے وہ محض ذوقی ہے الفاظ میں اس کا بیان ممکن نہیں ہے۔ خود۔ بغیر کہے کے جو تاثیر ہے اس کو چند مثالوں سے واضح کیا ہے سورج جب برج حمل میں پہنچتا ہے تو اس کی تاثیر سے پھلوں میں تغیر پیدا ہو جاتی ہے۔ دقل پھلدار کھجور، کھجور کی ایک معمولی قسم ہے۔ آبِ زلال صاف پانی پھولوں اور پودوں میں تازگی پیدا کر دیتا ہے۔

[3] صنع حق۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کے تصرفات بغیر کسی آلہ کے ہیں اور سُرعتِ تاثیر میں جادوگروں کے افسوں کی طرح ہیں۔ جذب۔ اسباب کا وجود اور ان سے اثرات کا تعلق بھی خداوندی حکم کے تابع ہے جو بغیر لب و حرف کے صادر ہوتا ہے۔

نے[۱] کہ تاثیر از قدر معمول نیست	لیک تاثیرش از و معقول نیست
یہ نہیں ہے کہ تاثیر (اللہ کی) قدرت کا عمل نہیں ہو	لیکن اُس قدرت (کی تاثیر (عوام کی) سمجھ میں نہیں آتی ہے
چوں مقلّد بود عقل اندر اصول	داں مقلِّد در فروعش اے فضول
جب اصول کے بارے میں عقل مقلّد ہے	اے فضول (بحث کرنے والے) اُسکو فروع میں بھی مقلد سمجھ
گر بپرسد عقل چوں باشد مرام	گو چنانکہ تو ندانی والسّلام
اگر عقل دریافت کرے کہ یہ مقصد کیسے پورا ہوگا؟	تو کہدے کہ اس طرح جیسا کہ تو نہیں سمجھتی ہے والسلام

معاتبہ کردن حضرتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم با صدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ترا وصیّت کردم کہ بشرکتِ من بخر بلال را رضی اللہ عنہ تو چرا بہرِ خود تنہا خریدی و عُذر گفتنِ صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ناراضگی کا اظہار کرنا، کہ میں نے تجھ سے کہا تھا، کہ بلال رضی اللہ عنہ کو میری شرکت میں خریدنا تو نے صرف اپنے لئے کیوں خریدا؟ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا معذرت کرنا

سیّدِ[۲] کونین و سُلطانِ جہاں	در عتاب آمد زمانے بعد ازاں
دونوں جہانوں کے سردار اور شہنشاہِ عالم	اس کے بعد تھوڑی دیر کے لئے معترض ہوئے
گفت اے صدّیق آخر گفتمت	کہ مرا انباز کُن در مکرمت
فرمایا، اے صدیق رض! آخر میں نے تجھ سے کہا تھا	کہ اعزاز میں مجھے شریک کرلے
تو چرا تنہا خریدی بہرِ خویش	باز گو احوال اے پاکیزہ کیش
تو نے تنہا اپنے لئے کیوں خریدا؟	اے پاکیزہ فطرت! احوال بتا
گفت ما دو بندگانِ کوئے تو	کردمش آزاد من بر روئے تو
انھوں نے عرض کیا کہ ہم دونوں آپ کے کوچے کے غلام ہیں	میں نے آپ کے سامنے اُن کو آزاد کردیا
تو مرا میدار بندہ و یارِ غار	ہیچ آزادی نخواہم زینہار
آپ مجھے غلام اور یارِ غار بنالیں	میں ہرگز کسی وقت آزادی نہ چاہوں گا

[۱] تے ک. اسباب کی تاثیر بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہے لیکن عوام اُس کو سمجھنے سے قاصر ہیں جبکہ عوام کی عقل اللہ کی ذات کے معاملے میں انبیاء کی مقلِّد ہے تو اِن جزوی مسائل میں بھی اُس کو تقلید سے کام لینا چاہیئے، حوادثِ یومیہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہیں یا نہیں حکماء انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ارادہ باری تعالیٰ کا تعلق اگر اِس حادث سے قدیم مانا جائے تو اِس حادث کو بھی قدیم ماننا پڑے گا اور اگر حادث مانا جائے تو پھر اِس حادث میں بھی وہی سوال پیدا ہوگا جس کا نتیجہ یا تو حادث کو قدیم ماننا ہے ورنہ تسلسل لازم آجائے گا اور یہ دونوں باتیں غلط ہیں، لہٰذا قدیم کا حادث سے تعلق بالارادہ نہیں ہو سکتا اس لئے حوادث کو حادث کا فعل ماننا چاہیئے نہ کہ قدیم کا۔ متکلمین متقین نے اِس کا جواب دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ارادہ کا حادث سے تعلق حادث ہے لیکن اِس حادث کے لئے مستقل ایجاد کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ایجاد تو ابتداً حادث کی ہے علاوہ اس کے ضمن میں اِس تعلق کا حدوث وجود میں آجاتا ہے۔ مولانا نے اِس مقام پر اپنے منصب کے مطابق اقناعی تقریر کرکے مسئلہ کا جواب دے دیا ہے۔ [۲] سیّد کونین۔ حضرت ابوبکر رض نے حضرت بلال رض کو صرف اپنے روپے سے خریدا تو حضورؐ کو ناگواری ہوئی۔ انباز۔ شریک۔ مکرمت یعنی بلال رض کی خریداری کی عزت۔ گفت۔ حضرت ابوبکر رض نے عرض کیا میں نے بلال رض کو آزاد کرنے کیلئے خریدا تھا لہٰذا آپ کے سامنے انکو آزاد کرتا ہوں اور آپ اپنی غلامی میں مجھے قبول کرلیں۔

کہ مرا از بندگیت آزادی ست
کیونکہ میرے لئے آپ کی غلامی ہی آزادی ہے

بے تو بر من محنت و بیدادی ست
آپ کے بغیر، میرے اوپر مشقت اور ظلم ہے

اےؒ جہاں را زندہ کردہ ز اصطفا
اے وہ کہ جس نے برگزیدگی سے جہان کو زندہ کر دیا

خاص کردہ عام را، خاصہ مرا
عوام کو خواص بنا دیا، خصوصاً مجھے

خوابہا میدید جانم در شباب
جوانی میں میری روح خوابیں دیکھتی تھی

کہ سلامم کرد قرصِ آفتاب
کہ مجھے سورج کی ٹکیہ نے سلام کیا ہو

از زمینم بر کشید او بر سما
اس نے، مجھے زمین پر سے آسمان پر کھینچ لیا

ہمرہِ او گشتہ بودم زار تقا
چڑھنے کی وجہ سے میں اُس کا ساتھی بن گیا ہوں

گفتم ایں ماخولیا بود و محال
میں نے سمجھا یہ دیوانگی اور محال تھا

ہیچ گردد مستحیلے وصفِ حال
کبھی محال فی الحال وصف بن سکتا ہے

چونؒ ترا دیدم بدیدم خویش را
جب میں نے آپ کو دیکھا میں نے اپنے آپکو دیکھ لیا

آفریں آں آئینہ خوش کیش را
اُس بہتر وصف کے آئینہ پر آفرین ہے

چوں ترا دیدم محالم حال شد
جب میں نے آپ کو دیکھا میرا محال، حال بن گیا

جانِ من مستغرقِ اجلال شد
میری روح، عظمت میں غرق ہو گئی

چوں ترا دیدم خود اے روح البلاد
اے شہروں کی جان! جب میں نے آپکو دیکھا خود

مہرِ ایں خورشید از چشمم فتاد
اس سورج کی وقعت میری نظر سے گر گئی

گشت عالی ہمت از تو چشمِ من
آپ کی وجہ سے میری نظر عالی ہمت بن گئی

جز بخواری ننگرد اندر زمن
زمانے کو سوائے بے قدری کے نہیں دیکھتی ہے

نورؒ جستم خود بدیدم نورِ نور
میں نے نور کی تلاش کی اپنے آپکو نور ہی نور دیکھا

حور جستم خود بدیدم رشکِ حور
میں نے حور کی تلاش کی میں نے خود رشکِ حور کو دیکھ لیا

یوسفے جستم لطیف و سیمتن
میں نے پاکیزہ اور چاندی کے سے جسم والا یوسف تلاش کیا

یوسفستانے بدیدم در تو من
میں نے آپ کے اندر یوسفستان دیکھ لیا

در پئے جنت بدم در جستجو
میں تلاش میں جنت کے در پے تھا

جنتے بنمود از ہر جزوِ تو
آپ کے ہر جزو سے جنت نمودار ہوئی

ہست ایں نسبت بمن مدح و ثنا
میرے اعتبار سے یہ تعریف اور ثناء ہے

ہست ایں نسبت بتو قدح و ہجا
آپ کے اعتبار سے یہ برائی اور ہجو ہے

ؒ اے - آنحضور کی ذاتِ گرامی کے فیضان سے ایک جہان برگزیدہ بن گیا، عوام خواص بن گئے۔ خاصہ مرا۔ حضرت ابو بکرؓ کیلئے خاص فیضان تھا خواآبہا۔ اس خصوصی فیضان کی تفصیل یہ ہے کہ میں جوانی میں خواب میں دیکھا کرتا تھا کہ سورج مجھے سلام کرتا ہے اور اُس نے مجھے زمین سے آسمان پر کھینچ لیا ہے اور میں بلندی پر پہنچ جانے کی وجہ سے اسکے ساتھ ہوں، اُس وقت میں کہتا تھا کہ یہ میری خللِ دماغی ہے کہیں محال کا بھی وقوع ہوتا ہے۔

ؒ چوں ترا۔ لیکن جب آپ کا شرفِ صحبت حاصل ہوا تو مجھ پر اپنی حقیقت کھلی اور آپ کی ذات نے میرے لئے آئینہ کا کام دیا اور وہ بات جسے میں محال سمجھتا تھا اب اُس کر دری ہو گیا آپکے دیدار کے بعد معلوم ہوا وہ سورج تو آپ کی ذاتِ گرامی ہے اور یہ دنیا کا سورج آپکے سامنے ہیچ ہے اور یہ سورج ہی بے حقیقت نہ بنا بلکہ دنیا کی ہر چیز بے حقیقت بن گئی۔

ؒ نور جستم مجھے تمنا تھی کہ نور دیکھوں جب میں نے آپکا دیدار کیا تو نور النور کو دیکھا اور حور ہی کو نہیں دیکھا بلکہ رشکِ حور کو دیکھ لیا حضرت یوسفؑ کے حسن کی شہرت پر انکے دیکھنے کی تمنا تھی آپ کے دیدار سے مجھے یوسفستان کا دیدار حاصل ہو گیا آپکے دیدار سے ایک جنت نہیں بلکہ بہت سی جنتوں کا دیدار ملا

ہمچو مدحِ مردِ چوپانِ سلیم ۔۔۔ مر خدا را پیشِ موسیٰؑ کلیم

جیسی بھولے، چرواہے انسان کی تعریف ۔۔۔ خدا کی، موسیٰ کلیم (اللہ) کے سامنے

کہ بجویم اشپشت شیرت دہم[51] ۔۔۔ چارقت دوزم من و پیشت نہم

کہ میں تیری جوئیں پکڑوں گا، تجھے دودھ پلاؤں گا ۔۔۔ میں تیرے جوتے سی دوں گا اور تیرے سامنے رکھ دونگا

قدحِ اُو را حق بمدحے بر گرفت ۔۔۔ گر تو ہم رحمت کُنی نبُود شگفت

اللہ (تعالیٰ) نے اس کی بُرائی کو تعریف کے بدلے میں ۔۔۔ اگر آپ بھی رحمت فرمائیں تو تعجب نہ ہوگا

رحم فرما بر قصورِ فہمہا[51] ۔۔۔ اے ورائِ عقلہا و وہمہا

عقلوں کی کوتاہی پر رحم فرما دیجئے ۔۔۔ اے وہ کہ عقلوں اور وہموں سے برتر ہے

اَیُّہَا الْعُشّاقُ اِقبالِ جدید ۔۔۔ از جہانِ کہنۂ نو در رسید

اے عاشقو! نیا نصیبہ ۔۔۔ پُرانے جہان سے تازہ بتازہ آپہنچا ہے

زاں[52] جہاں کو چارۂ بیچارہ جُوست ۔۔۔ صد ہزاراں نادرہ عالم درُوست

اُس جہان سے جو ہر لاچار کا چارہ جُو ہے ۔۔۔ اُس میں (اس) جہان کے لاکھوں عجائبہ ہیں

اَبْشِرُوْا یَا قَوْمُ اِذْ جَاءَ الْفَرَج ۔۔۔ اِفْرَحُوْا یَا قَوْمُ قَدْ زَالَ الْحَرَج

اے قوم! بشارت حاصل کرو کیونکہ کشادگی آگئی ہے ۔۔۔ اے قوم! خوش ہو بیشک تنگی زائل ہوگئی ہے

آفتابے[53] رفت در کازہ ہلال ۔۔۔ در تقاضا کہ اَرِحْنَا یَا بِلَالؓ

ہلال رضہ کی جھونپڑی میں سورج گیا ہے ۔۔۔ تقاضے میں ہے کہ اے بلالؓ! ہمیں راحت پہنچا

زیرِ لب میگفتی از بیمِ عدُو ۔۔۔ بر منارہ رَو بگو کوریِ اُو

دشمن کے خوف سے تم آہستہ کہتے تھے ۔۔۔ منارہ پر چڑھ، اُس کے اندھے پن کو بیان کر

میدمد در گوشِ ہر غمگیں بشیر ۔۔۔ خیز اے مُدبر رہِ اقبال گیر

بشیر (آنحضورؐ) ہر غمگین کے کان میں پھونکتے ہیں ۔۔۔ اے بدبخت! اٹھ اقبال (وسعدی) کا راستہ اختیار کر

اے دریں حبس و دریں گندہ و شپش ۔۔۔ ہیں کہ تا کس نشنود زنہار خمش

اے! اس قید اور اس گندگی اور جوؤں میں ۔۔۔ خبردار! کہ کوئی دشمن لے، تو بُرا ہے، چپ ہو جا

چوں کُنی خامش کنوں اے یارِ من ۔۔۔ کز بُنِ ہر مو برآمد طبل زن

اے میرے محبوب! آپ کیسے خاموش ہوں گے ۔۔۔ کیونکہ ہر بال کی جڑ سے اعلان کرنیوالا پیدا ہو گیا ہے

دنیا کے قید خانہ اور گندگی میں کب تک رہیگا۔ شپش۔ جوں، مراد شیاطین ہیں۔ ہیں۔ وہ مُدبر کہتا کہ یہ باتیں بلند سے نہ کہہ کوئی سُن نہ لے۔ چوں کُنی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ آپ خاموشی کیسے اختیار کرسکتے ہیں آپ کے جسم کا ہر رُونگٹا دعوت کا اعلان کر رہا ہے۔

---

[51] کہ بجویم۔ اُس چرواہے نے اللہ کے عشق میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہا تھا کہ اے اللہ میں تیرے سر میں سے جوئیں پاؤں گا تجھے دودھ پلاؤں گا تیرے چپل سی کر تجھے دوں گا۔ قدح۔ چرواہے کی یہ تعریف اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرمایا اسی طرح اگر آپ بھی میری ناقص تعریف کو قبول فرمائیں تو آپ کے کرم سے بعید نہیں ہے کیونکہ ہماری ناقص عقلیں آپ کے کمالات اور اوصاف تک نہیں پہنچ سکتی ہیں۔ اَیُّہَا الْعُشّاق۔ آنحضورؐ کے فیوض کی بشارت ہے۔ جہانِ کہنہ یعنی عالمِ ملکوت۔

[52] زاں۔ وہ عالمِ ملکوت ہر گمراہ کے لئے رہنمائی کرتا ہے اور اس عالم میں بہت عجائبات ہیں آدمی جیسی چیز جس بیچاروں کی رہنمائی ہوتی ہے اس عالم سے آئی ہے جنت اور نیز ملا جیسی عجیب چیزیں اس میں موجود ہیں اب جبکہ آپ کی ذاتِ گرامی اس جیسے عالم سے آگئی ہے تو قوم کیلئے بشارت ہے اس لئے کہ آپ کی آمد تمام گمراہیوں کو ختم کر دے گی۔

[53] آفتابے۔ حضورؐ کی آمد سب کے لئے باعثِ بشارت ہے خصوصاً حضرت بلال رضہ اور حضرت بلال رضہ کے لئے۔ کازہ۔ جھونپڑی۔ اَرِحْنَا۔ حضرت بلالؓ سے آنحضورؐ نے اذان دینے کی فرمائش کی تھی۔ ہر غمگیں۔ یہ حضرت کے عامِ فیض کا ذکر ہے۔ ہیں۔ وہ بشیر مُدبر کو کہتا ہے کہ تو اس

آنچناں کر شد عدوِ رشک خو ۔۔۔ گوید ایں چندیں دہل را بانگ کو
حاسد دشمن، ایسا بہرا ہو گیا ہے ۔۔۔ اتنے ڈھولوں (کی آواز)، کو کہتا ہے، آواز کہاں ہے؟

میزند بر روش ریحاں کہ طریست ۔۔۔ اُو ز کوری گوید ایں آسیب چیست
(کوئی)، اس کے منہ پر تازہ پھول مارتا ہے ۔۔۔ وہ اندھے پن سے کہتا ہے یہ تکلیف کیسی ہے؟

می شکنجد حور و دستش میکشد ۔۔۔ کور حیراں کز چہ دردم میکند
حور چٹکی لیتی ہے اور اس کا ہاتھ کھینچتی ہے ۔۔۔ اندھا حیران ہے کہ مجھے کیوں ستاتی ہے؟

ایں کشاکش چیست بر دست و تنم ۔۔۔ خفتہ اَم بگذار تا خوابے کنم
میرے ہاتھ اور جسم پر یہ کشمکش کیوں ہے؟ ۔۔۔ میں سو رہا ہوں، چھوڑ تاکہ میں سو لوں

آنکہ در خوابش ہمی جوئی ویست ۔۔۔ چشم بکشا کاں مہِ نیکو پےست
تو جس کو خواب میں تلاش کرتا ہے، وہی ہے ۔۔۔ آنکھ کھول، وہی مبارک قدم چاند ہے

زاں بلاہا بر عزیزاں بیش بود ۔۔۔ کاں تجمش یار با خوباں نمود
اسی لئے پیاروں پر مصیبتیں زیادہ آتی ہیں ۔۔۔ کیونکہ محبوب نے وہ چھیڑ چھاڑ حسینوں سے کی ہے

لاغ با خوباں کند در ہر رہے ۔۔۔ نیز کوراں را بشوراند گہے
وہ حسینوں سے ہر راہ میں چھیڑ چھاڑ کرتا ہے ۔۔۔ کبھی اندھوں کو بھی پریشان کر دیتا ہے

خویش را یکدم بدیں کوراں دہد ۔۔۔ تا غریو از کوئیِ کوراں بر جہد
کبھی اپنے آپ کو اندھوں کے سپرد کر دیتا ہے ۔۔۔ تاکہ اندھوں کے کوچہ سے شور برپا ہو

قصۂ ہلالؓ کہ بندۂ مخلص بود خدائے را صاحب بصیرت

ہلالؓ کا قصہ جو صاحبِ بصیرت بغیر تقلید کے خدا کے مخلص بندے

بے تقلید پنہاں شدہ در بندگیِ مخلوق بجہت مصلحت نہ از عجز

تھے مصلحت کی وجہ سے نہ کہ عجز کی وجہ سے، مخلوق کی غلامی میں پوشیدہ تھے

چنانکہ لقمان و یوسف علیہما السلام از روئے ظاہر و غیر ایشاں و ایں

جیساکہ بظاہر لقمانؑ اور یوسف علیہما السلام وغیرہ اور یہ ہلالؓ ایک

ہلال بندہ سائس بود مر امیرے را و آں امیر مسلمان بود اما چشم کور بود

سردار کے سائیس تھے اور وہ سردار مسلمان تھا، لیکن اندھا تھا

کردہ غلام تھے شاید آنحضورؐ کے آزاد کرنے سے پہلے کسی سردار کے غلام ہوں یا کسی سردار کے اصطبل میں ملازم تھے اور چونکہ اس سردار کو بصیرت حاصل نہ تھی وہ اُن کا رتبہ نہ پہچانتا تھا اور وہ حضرت لقمانؑ اور حضرت یوسفؑ کی طرح اپنے آپ کو غلامی میں چھپائے ہوئے تھے۔

ؒ آنچناں۔ باوجود ہر رنگ کے اعلانیہ بن جانے کے دشمن اس قدر بہرا بنا ہوا ہے کہ اس قدر ڈھول پٹ رہے ہیں اور وہ کہتا ہے کہ آواز کہاں ہے۔ می زند۔ وہ دشمن اس قدر اندھا ہو گیا ہے کہ کوئی اس کے چہرے پر تر پھول مار رہا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ مجھے کس چیز سے تکلیف پہنچ رہی ہے۔ می شکنجد۔ اس مدبر کی مثال اس اندھے کی ہے کہ حور جس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچے اور اندھا حیران ہو کہ وہ کیوں ستاتی ہے، اور یہ کہے کہ یہ میرے ہاتھ اور جسم کی کھینچ تان کیوں ہو رہی ہے میں سونا چاہتا ہوں مجھے سونے دے۔

۵۲ آنکہ۔ اس اندھے کو یہ معلوم نہیں کہ جس حور کو وہ خواب میں دیکھتا ہے وہ یہی حور ہے۔ زاں بلاہا۔ جبکہ معلوم ہوا کہ احکام کا مکلف بنانا نفس کو اگرچہ ناگوار ہے لیکن نفسِ امر میں ایسا پر لطف ہے جیساکہ حور ہاتھ پکڑ کر کھینچے تو بلاؤں کا آنا بھی محبوبیت اور مقبولیت کی دلیل ہوئی تو فرماتے ہیں کہ ابتلا اور آزمائش محبوبوں کی ہوتی ہے۔ لاغ۔ مصائب میں مبتلا ہونا عموماً محبوبیت کی دلیل ہے لیکن کبھی اجنبیوں سے بھی چھیڑ چھاڑ ہوتی ہے تاکہ ان میں بھی شور برپا ہو جائے۔

۵۳ ہلال رضؓ۔ ہلال رضؓ شاید ہلال بن حارث ہیں جن کی کنیت ابو الحمراء ہے جو آنحضورؐ کے آزاد

داندؔ اعمیٰ کہ مادرے دارد — لیک چونے بوہم در نارد

اندھا جانتا ہے کہ ماں رکھتا ہے — لیکن وہ کیسی ہے؟ خیال میں نہیں لا سکتا ہے

اگر بایں دانش تعظیمِ مادر کند ممکن بُوَد کہ خلاص یابد کہ اِذَا

اگر اس جاننے پر ماں کی تعظیم کرے تو ممکن ہے، کہ نجات حاصل کرے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ

اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا فَتَحَ عَیْنَیْ قَلْبِہٖ لِیُبْصِرَ بِہِمَا الْغَیْبَ

کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسکے دل کی دونوں آنکھیں کھول دیتا ہے تاکہ ان سے غیب کو دیکھے

ایں راہ ز زندگیِ دل حاصل کُن — کیں زندگیِ تن صفتِ حیوانیست

دل کی زندگی سے یہ راستہ حاصل کر — کیونکہ یہ جسم کی زندگی حیوان کی صفت ہے

چوں شنیدی بعضِ اوصافِ بلالؓ — بشنو اکنوں قصۂ ضعفِ ہلالؓ

جبکہ تو نے بلال رضؓ کے بعض اوصاف سن لئے — اب ہلال رضؓ کے ضعف کا قصہ سن لے

ازؔ بلالؓ اُو بیش بُود اندر رَوِش — خوئ بَد را بیش کردہ بُو گُنِش

وہ بلال رضؓ سے سلوک میں بڑھے ہوئے تھے — انہوں نے بدعادت سے کینہ وری زیادہ کی تھی

نے چو تو پس رَو کہ ہر دم پستری — سُوئ سنگی میروی از گوہری

تیری طرح پیچھے چلنے والے نہ تھے کہ تو ہر دم زیادہ نیچے کو — موتی پن سے پتھر پن کی طرف جا رہا ہے

در تقریرِ ہمیں معنیٰ

اِس معنیٰ کے بیان میں

ہمچناںؔ کاں خواجہ را مہماں رسید — خواجہ از ایامِ سالش پُر رسید

جیسا کہ ایک صاحب کے یہاں مہمان پہنچا — (ان) صاحب نے اُس کی عمر دریافت کی

گفت عمرت چند سالست اے پسر — باز گو و در مدُزد و بر شمر

کہا اے بیٹا: تیری عمر کے سال کی ہے؟ — بتا، اور نہ چُرا، اور شمار کر

گفت ہژدہ ہفدہ یا خود شانزدہ؟ — یا کہ پانزدہ اے برادر خواہ دہ

اُس نے کہا اٹھارہ، سترہ یا خود سولہ — یا پندرہ اے بھائی! خواہ دس

گفت واپس واپس اے خیرہ سرت — باز میرو تا بفرجِ مادرت

اُس نے کہا پیچھے لوٹ جا اے کہ تیرا دماغ پریشان ہے — اپنی ماں کی شرمگاہ تک واپس چلا جا

حکایت در تقریرِ ہمیں سخن

اِسی معنیٰ کے اِثبات میں حکایت

لہ داند۔ اندھا اتنا تو جانتا ہے کہ اس کے ماں ہے لیکن یہ تصور نہیں کر سکتا ہے کہ وہ کیسی ہے اب اگر وہ صرف اسی قدر جاننے پر اُس کی تعظیم کرے تو اس کو نجات حاصل ہو جائے۔ ایں راہ۔ دل کی بصیرت دل کی زندگی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

لہ از بلال۔ حضرت ہلالؓ حضرت بلال رضؓ سے مجاہدوں اور سلوک میں بڑھے ہوئے تھے۔ اے مخاطب۔ ان کی حالت تیری طرح نہ تھی کہ تو ہر دم اور پستی کی طرف جا رہا ہے اپنے موتی پن کو پتھر بنا رہا ہے۔

لہ ہمچناں۔ انسان کا اپنے رتبہ سے پیچھے ہٹتے چلے جانے پر قصہ سنایا ہے، مہمان نے اپنی عمر اٹھارہ سال سے گھٹاتے گھٹاتے دس سال تک پہنچا دی تھی۔ باز میرو۔ یعنی یہ کہہ دے کہ میں ابھی پیدا ہی نہیں ہوا ہوں یہی سخن۔ اس میں بھی گھوڑے کے پیچھے چلنے کا قصہ ہے۔

آں یکے اسپے طلب کرد از امیر — گفت رَو آں اسپِ اشہب[1] را بگیر

ایک شخص نے سردار سے ایک گھوڑا مانگا — اُس نے کہا، جا وہ سفید گھوڑا پکڑ لے

گفت آں را مَن نخواہم گفت چوں — گفت اُو واپس رَوست و بس حروں

اُس نے کہا وہ میں نہیں چاہتا، اُس نے کہا کیوں؟ — اُس نے کہا وہ ہٹی ہے اور بہت سرکش ہے

سخت پس پس میرود اُو سوئے بُن — گفت دُمش را بسوئے خانہ کُن

وہ دُم کی جانب بہت ہی پیچھے کو ہٹتا ہے — اُس نے کہا، اُس کی دُم گھر کی جانب کر لے

دُمِ ایں استورِ نفست شہوتست — زاں سبب پس پس رود آں خود پرست

تیرے اِس جانور نفس کی دُم شہوت ہے — اِسی لئے وہ خود پرست ہٹتا چلا جاتا ہے

شہوتِ اُو را کہ دُم آمد زبُن — اے مُبدّل شہوتِ عقبیش کُن

اُس کی شہوت کو جو اصل میں دُم ہے — اے (مخاطب)، اُسکو آخرت کی شہوت میں تبدیل کر دے

چوں[2] بہ بندی شہوتش را از رغیف — سر کند آں شہوت از عقلِ شریف

جب تو روٹی کی جانب سے اُسکی شہوت کو بند کر دیگا — وہ شہوت، شریف عقل میں سر اُبھارے گی

ہمچو شاخے کش ببری از درخت — سر کند قوّت ز شاخ اے نیکبخت

اُس شاخ کی طرح جسے تو درخت سے کاٹ دے — اے نیکبخت! (دوسری) شاخ سے قوت اُبھرتی ہے

چونکہ کردی دُمِ اُو را آں طرف — گر رود پس پس رود تا مکتنف

جب تو نے اُس کی دُم اُس جانب کر دی — اگر وہ پیچھے کو ہٹتا چلا جائیگا محفوظ جگہ پہنچ جائے گا

حبّذا[3] اسپانِ رامِ پیش رَو — نے سپس رَو نے حرونی را گرو

قابلِ مبارکباد ہیں، آگے بڑھنے والے، مطیع گھوڑے — نہ پیچھے ہٹنے والے ہیں، نہ سرکشی کے عادی ہیں

گرم رَو چوں جسمِ موسیٰؑ کلیم — تا بحرینش چو پہنائے گلیم

حضرت موسیٰ کلیم (اللہ) کے جسم کی طرح تیز رفتار بن — (مجمع) البحرین تک جہاں کیلئے کملی کی چوڑائی کی طرح تھا

ہست ہفصد سالہ راہِ آں حقب — کہ بکرد اُو عزم در سیرانِ حُب

وہ حُقُب سات سو سالہ راستہ ہے — سفرِ عشق میں جس کا اُنھوں نے عزم کیا

ہمتِ سیرِ تنش چوں ایں بود — سیرِ جانش تا بہ علیّیں بود

جب اُن کے جسم کی سیر کی یہ ہمت تھی — اُن کی روح کی سیر علیّین تک ہوگی

---

[1] اشہب. کالے رنگ کا گھوڑا جس پر سفیدی غالب ہو. واپس رَو. یعنی وہ گھوڑا آگے کو چلنے کی بجائے پیچھے کو ہٹتا ہے. حروں. سرکش. بُن یعنی دُم گفت. اُس سردار نے کہا تو اُس کی دم گھر کی جانب کر دیا کر، وہ پیچھے ہٹے گا تو تو اپنی منزل پر پہنچ جائیگا. دم. اب مولانا فرماتے ہیں کہ تیرا نفس تو بمنزلہ گھوڑے کے ہے اور یہ بھی ہٹی گھوڑا ہے اور اس کی دُم شہوت ہے تو اُس کی شہوت کا رُخ دنیا سے موڑ کر عقبیٰ کی طرف کر دے منزل پر پہنچ جائے گا. بُن یعنی اصل.

[2] چوں. جب تو شہوت کا رُخ دنیاوی لذتوں کی طرف سے موڑ دیگا تو پھر وہ شہوت عشق کے راستہ سے اُبھرے گی اس کی مثال یہ ہے کہ درخت کی جب ایک شاخ کاٹ دی جاتی ہے تو اُس کی قوت دوسری شاخ میں نمودار ہو جاتی ہے. چونکہ. جب تو نفس کی دُم یعنی شہوت کو آخرت کی جانب کر دیگا تو وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے محفوظ مقام پر پہنچ جائیگا.

[3] حبّذا. وہ لوگ قابلِ مبارکباد ہیں جن کے نفوس ترکیہ اعلیٰ مراتب طے کرتے چلے جاتے ہیں. گرم رَو. حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ کی ملاقات کے سلسلہ میں فرمایا تھا لَا أَبْرَحُ حَتّٰى أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا، یعنی جب تک میں دونوں دریاؤں کے ملنے کے مقام پر نہ پہنچ جاؤں اپنے ارادے سے باز نہ آؤں گا اسی طرح سالہا سال چلتا رہوں گا. حُقُب. اسّی سال زمانۂ دراز. ہمت. جبکہ اُن کی جسمانی ہمت کی سیر یہ تھی کہ سات سو سال کی مسافت طے کر ڈالی تو روح کی سیر و مسالہ جنت کے اعلیٰ مقام تک ہوگی.

شہسواراں در سباقت[۱] تاختند	خربطاں در پایگہ انداختند
شہسوار گھوڑ دوڑ میں دوڑ پڑے	احمقوں نے معمولی جگہ (ڈیرے) ڈال دیئے

حکایت ہم در تقریر ایں معنیٰ
اِس معنیٰ کے اثبات میں حکایت

آنچناں کہ کاروانے می رسید	در دہے آمد دِرے را باز دید
جیسا کہ ایک قافلہ آرہا تھا	ایک گاؤں میں آیا ایک دروازہ کھلا دیکھا
آں یکے گفت اندریں بَرد العجوز	بار بنداز یم اینجا چند روز
ایک شخص نے کہا اِس سخت سردی میں	چند روز اِسی جگہ سامان ڈال دیں
بانگ آمد نے بینداز از بروں	وانگہانے اندر آ تو اندروں
آواز آئی نہیں، باہر ڈال دے	تب تو اندر آ
ہم بروں افگن ہر آنچہ افگندنی ست[۲]	در میا با آں کہ ایں مجلس سنی ست
تو بھی ہر اُس چیز کو پھینک دے جو پھینکنے کی ہے	اُس کو لے کر اندر نہ آ، کیونکہ یہ مجلس بلند ہے

رجوع بقصۂ ہلال رضی اللہ عنہ
ہلال رضی اللہ عنہ کے قصہ کی جانب رجوع

بُد ہلالؓ اُستادِ دل جاں روشنے	سائس و بندہ امیرِ مؤمنے
ہلال کا دل استاد تھا اور روح نورانی تھی	ایک مسلمان سردار کے سائیس اور غلام (تھے)
سائسی کردے در آخُراں غلام	لیک سلطانِ سلاطیں، بندہ نام
وہ غلام اصطبل میں سائیسی کرتے تھے	لیکن شاہوں کے شاہ تھے اور نام کے غلام تھے
سائسِ اسپان و نفسِ خویش ہم	از فراواں کس شدہ در پیش ہم
وہ گھوڑوں کے سائیس تھے اور اپنے نفس کے بھی	بہت سے لوگوں سے آگے بھی بڑھے ہوئے تھے
آں امیر از حالِ بندہ بے خبر	کہ نبودش جز بلیسانہ[۳] نظر
وہ امیر غلام کی حالت سے ناواقف تھا	کیونکہ اُس کی نظر محض شیطانی تھی
آب و گِل میدید در وے گنج نے	پنج و شش میدید و اصلِ پنج نے
وہ پانی اور مٹی دیکھتا تھا اور اُنہیں خزانہ نہ دیکھتا تھا	پانچ اور چھ کو دیکھتا تھا اور پانچ کی اصل کو نہیں
رنگِ طیں پیدا و نورِ دیں نہاں	ہر پیمبر ایں چنیں بُد در جہاں
مٹی کا رنگ ظاہر ہے اور دین کا نور چھپا ہوا ہے	دنیا میں ہر پیغمبر اسی طرح ہوا ہے

---

۱ سباقت۔ گھوڑ دوڑ۔ خربطاں۔ احمق لوگ۔ در یعنی اُس گاؤں کی چہار دیواری کا دروازہ۔ بَرد العجوز۔ سردی کے چلّے میں سات دن سخت جاڑے کے ہوتے ہیں۔ اُن کو برد العجوز کہا جاتا ہے۔ بانگ۔ گاؤں کے اندر سے آواز آئی کہ سامان گاؤں کے باہر ڈال کر اندر آسکتے ہو۔ ظاہر ہے جن لوگوں کو مال کی محبت ہوگی وہ سامان چھوڑ کر گاؤں کے اندر آرام کی جگہ نہ جاسکے ہوں گے۔

۲ ہم بروں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ مقامِ قرب بھی ایک بلند مجلس ہے اُس میں بھی سامان باہر پھینک کر پہنچا جاسکتا ہے۔ بُد ہلال۔ اب پھر حضرت ہلالؓ کا قصہ شروع کیا ہے وہ دل کے اُستاد تھے یعنی اُن کا دل طریقِ سلوک کا اُستاد تھا اور روح روشن تھی۔ سائسی۔ وہ ہلالؓ اُس سردار کی غلامی کرتے تھے اور اُس کے اصطبل میں سائیس تھے اور کہ غلام تھے لیکن حقیقتاً شاہ تھے۔ نفس۔ وہ جس طرح گھوڑے کے سائیس تھے اپنے نفس کے بھی مصلح تھے اسی لئے اُن کا رتبہ بہت سے انسانوں سے بڑھا ہوا تھا۔

۳ بلیسانہ۔ جس طرح شیطان نے حضرت آدمؑ کے صرف ظاہر کو دیکھا اسی طرح اُس سردار کی نظر بھی صرف حضرت ہلالؓ کے ظاہر پر تھی۔ پنج و شش یعنی پانچ حواس اور چھ جہتیں یعنی جسمانی احوال کو دیکھتا تھا، نہ کہ اُن پانچ حواسوں کی اصل یعنی روح ہی اُس کو نہ دیکھتا تھا۔ رنگ۔ جسمانی احوال تو ظاہر ہوتے [illegible]

آں[1] منارہ دید و بر وے مرغ نے — بر منارہ شاہباز پُر فنے

اُس نے منارہ دیکھا اور اُس پر کا پرند نہیں — منارے پر ہُنر مند شاہباز ہے

واں دوم میدید مرغ پر زنے — لیک موئ اندر دہانِ مرغ نے

دوسرا پھڑ پھڑانے والے پرند کو دیکھتا تھا — لیکن پرند کے مُنہ کے اندر کے بال کو نہیں

وانکہ او ینظر بنورِ اللہ بود — ہم ز مرغ و ہم ز مو آگہ بود

وہ شخص جو "اللہ کے نور سے دیکھتا ہے" ہو — وہ پرندے سے بھی اور بال سے بھی آگاہ ہوتا ہے

گفت[2] آخر چشم سوئ موئ نہ — تا نہ بینی مو نہ بکشاید گرہ

اُس نے کہا، آخر بال کی طرف نظر کر — جب تک تو بال کو نہ دیکھے گا گرہ نہ کھلے گی

آں یکے گل دید نقشیں در وحل — واں دگر دل دید پُر علم و عمل

ایک شخص نے کیچڑ میں منقش مٹی دیکھی — دوسرے نے علم اور عمل سے بھرپور دل دیکھا

تن منارہ علم و طاعت ہمچو مرغ — خواہ سی صد مرغ گیر و یا دو مرغ

جسم منارہ ہے، علم اور عمل پرند کی طرح ہیں — خواہ تین سو پرند فرض کرلے یا دو پرند

مردِ اوسط مرغ بین ست او و بس — غیرِ مرغے می نہ بیند پیش و پس

اوسط (درجہ) کا انسان وہ فقط پرند دیکھنے والا ہو — پرند کے سوا آگے اور پیچھے نہیں دیکھتا ہے

موی آں نوریست پنہاں آنِ مرغ — کہ بداں پایندہ باشد جانِ مرغ

بال پرند کی چھپی صفت، نور ہے — جس سے پرند کی روح پائیدار رہتی ہے

مرغ[3] کاں موئیست در منقارِ او — ہیچ عاریت نباشد کارِ او

وہ پرند جس کی چونچ میں بال ہے — اُس کا عمل کبھی عارضی نہیں ہوتا ہے

علمِ او از جانِ او جوشد مدام — پیش او نے مستعار آمد نہ وام

اُس کا علم ہمیشہ اُس کی روح سے جوش مارتا ہے — وہ اُس کے پاس نہ مانگا ہوا ہے، نہ قرض

رنجور شدنِ ہلال رضی اللہ عنہ و بے خبری خواجۂ او از رنجوری

ہلال رضی اللہ عنہ کا بیمار ہوجانا اور اُن کے آقا کی حقارت اور پہچان نہ

او از تحقیر و ناشناخت و واقف شدنِ دلِ مصطفٰے صلی اللہ

ہونے سے اُن کی بیماری سے لاعلمی اور مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ و علیٰ آلہ وسلم از رنجوری و حالِ او و افتقاد و عیادت رسول

کے دل کا اُن کی بیماری اور حالت سے واقف ہوجانا اور رسول صلی اللہ

---

[1] آں منارہ۔ حقیقت تک پہنچنے میں انسانوں کی تین قسمیں ہیں اِس کو اِس طرح سمجھایا ہے کہ ایک منارہ ہے اُس پر ایک پرند ہے اُس پرند کے مُنہ میں ایک بال ہے جو اُس پرند کے لئے مدارِ حیات ہے کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ اُن کی نگاہ صرف منارے پر پڑتی ہے کچھ ایسے ہیں جو منارے کے ساتھ پرند کو بھی دیکھتے ہیں کچھ ایسے ہیں جو منارے اور پرند اور اُس کے مُنہ کے اندر کے بال کو بھی دیکھتے ہیں۔

[2] گفت۔ انسان کے جسم کی مثال تو منارہ کی سی ہے اور علم و عبادت پرند کی طرح ہے اور انسان کے نورِ باطن کی مثال اُس بال کی سی ہے جو پرند کے مُنہ میں ہے۔ وحل۔ کیچڑ۔ سی صد۔ علم و عمل کی جزئیات۔ دو مرغ۔ یعنی علم و عمل۔ مردِ اوسط۔ اوسط درجہ کا وہ شخص ہے کہ جو جسم کے ساتھ انسان کے علم و عمل کو بھی دیکھتا ہے۔

[3] مرغ۔ تیسرا وہ شخص ہے جس کی نظر انسان کے نورِ باطن پر بھی پڑتی ہے۔ کارِ او۔ یعنی اُس کا علم و عمل عارضی نہیں ہے کہ کسی سے مانگا ہوا یا قرض لیا ہوا ہو۔ رنجور۔ ایک بار حضرت ہلال رضی اللہ عنہ بیمار ہوگئے اُن کے آقا کو علم نہ ہوا آنحضور اُن کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ افتقاد۔ دلجوئی۔

صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہلال را رضی اللہ تعالیٰ عنہ
علیہ وسلم کی ہلال رضی اللہ عنہ کی دل جوئی اور مزاج پرسی

از قضا[1] رنجور و ناخوش شد ہلالؓ — مصطفیٰ را وحی شد غمازِ حال
تقدیر سے ہلال رضؓ بیمار اور علیل ہوگئے — مصطفیٰؐ کے لئے وحی، حال کی مخبر بن گئی

بُد ز رنجوریش خواجہ بے خبر — کہ برِ اُو بُد کساد و بے خطر
آقا اُن کی بیماری سے لاعلم تھا — کیونکہ وہ اُس کے نزدیک کھوٹے اور معمولی تھے

خفتہ نہ روز اندر آخُرِ محسنے — ہیچ کس از حالِ اُو آگاہ نے
ایک نکوکار نو دن سے اصطبل میں پڑا تھا — اُس کی حالت سے کوئی شخص واقف نہ تھا

آنکہ[2] کس بُود و شہنشاہِ کساں — عقل چوں صد قلزمش ہر جا رساں
دو جو کراں اور انسانوں کا شہنشاہ تھا — اُنکی نشو سمندروں جیسی عقل ہر جگہ پہنچنے والی تھی

وحیش آمد رحمِ حق غمخوار شُد — کہ فلاں مشتاقِ تو بیمار شُد
اُن کو وحی آئی، اللہ (تعالیٰ) کی رحمت غمخوار بنی — کہ آپ کا فلاں عاشق بیمار ہوگیا ہے

مصطفیٰؐ بہرِ ہلالؓ باشرف — رفت از بہرِ عیادت آں طرف
مصطفیٰؐ صاحب شرف ہلال رضؓ کے لئے — اُس جانب مزاج پُرسی کے لئے گئے

در پئے[3] خورشیدِ وحی آں مہ دواں — واں صحابہؓ در پئش چوں اختراں
وحی کے سورج کے پیچھے وہ چاند چلا جارہا تھا — اور صحابہ رضؓ اُن کے پیچھے ستاروں کی طرح (تھے)

ماہ می گوید کہ اصحابی نجوم — للسّریٰ قدوہ وللطّاغی رجوم
چاند فرماتا ہے، کہ میرے صحابہؓ ستارے ہیں — راتے چلنے کے لئے پیشرو اور سرکش کیلئے رجوم ہیں

میر را گفتند کاں سلطاں رسید — اُو ز شادی بیدل و جاں بر جہید
لوگوں نے سردار سے کہا، شاہ تشریف لے آئے — وہ خوشی سے بے اختیار اُچھل پڑا

بر گمانِ آں شادی زد دو دست — کاں شہنشہ بہرِ آں میر آمدست
اس خیال سے وہ دونوں ہاتھ بجانے لگا — کہ وہ شہنشاہ اُس سردار کی وجہ سے آئے ہیں

چوں فرود آمد ز غرفہ آں امیر — جاں ہمی افشاند پا مُردِ بشیر
جب وہ سردار بالاخانے سے نیچے اُترا — خوشخبری دینے والے کے انعام میں جان چھڑکتا تھا

پس زمیں بوس و سلام آورد اُو — کرد رُخ را از طرب چوں ورد اُو
پھر وہ زمین بوسی اور سلام بجا لایا — اُس نے خوشی سے چہرہ گلاب کی طرح کرلیا

---

[1] از قضا. تقدیر سے حضرت ہلالؓ بیمار ہوئے آنحضورؐ کو وحی کے ذریعہ اُن کی بیماری کا پتہ چلا. غمّاز. اشارہ کرنیوالا. کہ. چونکہ آقا کے نزدیک اُنکی کوئی قدر و منزلت نہ تھی وہ اُنکی بیماری سے لاعلم رہا اور نو دن تک وہ تنہا اصطبل میں پڑے رہے.

[2] آنکہ. حضرت ہلالؓ کی بیماری کا حال باوجود آنحضورؐ کی عقل کے کمال کے وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوسکا اسلئے کہ اُن کی بیماری عقلی نہ تھی، منقولات کا علم وحی کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے جب آنحضورؐ کو اُن کی بیماری کا علم ہوا تو عیادت کے لئے اُن کے پاس تشریف لے گئے.

[3] در پئے. آنحضورؐ خورشیدِ وحی کی روشنی میں چلتے تھے اور صحابہ ستاروں کی طرح آپ کے ساتھ تھے آنحضورؐ نے فرمایا ہے أَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِأَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ. میرے صحابہؓ ستاروں کی طرح ہیں تم جس کی پیروی کروگے ہدایت پاجاؤگے. السُّریٰ. رات کو چلنا. قدوہ. پیشرو. طاغی. سرکش. رجوم. رجم کی جمع ہے وہ چیز جو پھینک کر ماری جائے. میر. آنحضورؐ کی آمد کی سردار کو اطلاع دی تو وہ خوشی سے بے قابو ہوگیا. چوں. جب خوشخبری دینے والے نے اُس سردار کو آنحضورؐ کی آمد کی اطلاع دی تو بالاخانے سے نیچے اُتر کر آیا اور خوشخبری دینے والے پر قربان ہونے لگا. پس. اُسنے نیچے اُتر کر آنحضورؐ کی قدمبوسی کی اور سلام کیا. طرب.

گفت بسم اللہ مشرف کن وطن¹ — تا کہ فردوسے شود ایں انجمن
اس نے عرض کیا بسم اللہ سے گھر کو مشرف کر دیجئے — تاکہ یہ مجلس جنت بن جائے

تا فزاید قصرِ من بر آسماں — کہ بدیدم قطبِ دورانِ زماں
تاکہ میرا محل، آسمان سے بڑھ جائے — کہ میں نے زمانے کا قطب دیکھا ہے

گفتش از بہرِ عتاب آں محترم — من برائے دیدنِ تو نامدم
اُن محترم نے ناراضی سے فرمایا — میں تیرے دیکھنے کے لئے نہیں آیا ہوں

گفت روحم آنِ تو خود روح چیست — ہیں بفرما کیں تجشم بہرِ کیست
اُسنے عرض کیا میری جان آپ کی ملکیت ہے جان ہی کیا؟ — ہاں فرمایئے کہ یہ تکلیف فرمائی کس کے لئے ہے؟

تا شوم من خاکپائے آں کسے — کہ بباغِ لطف تستش مغرسے
تاکہ میں اُس شخص کے پیروں کی خاک بن جاؤں — کیونکہ آپ کی مہربانی کے باغ میں اُس کی جگہ ہے

چوں چنیں گفت او و نخوت را براند — مصطفےٰ ترکِ عتابِ او بخواند
جب اُس نے یہ کہا اور تکبر کو دور کر دیا — مصطفےٰ نے اُس پر ناراضی ترک فرما دی

پس² بگفتش کاں ہلالِ عرش کو — ہمچو مہتاب از تواضع فرش کو
پھر اُس سے کہا کہ وہ عرش کا چاند کہاں ہے؟ — تواضع کی وجہ سے چاندنی جیسا وہ فرش کہاں ہے؟

آں شہے در بندگی پنہاں شدہ — بہرِ جاسوسی بدنیا آمدہ
وہ بادشاہ ہے، غلامی میں چھپا ہوا ہے — جاسوسی کے لئے دنیا میں آیا ہوا ہے

تو مگو کاں بندہ و آخرچیِ ماست — ایں بداں کہ گنج در ویرانہاست
تو نہ کہہ وہ ہمارا غلام اور سائیس ہے — یہ سمجھ لے ویرانوں میں خزانہ ہے

اے³ عجب چون ست از سقم آں ہلال رض — کہ ہزاراں بدر ہستش پائمال
تعجب ہے، بیماری کی وجہ سے وہ چاند کیسا ہے؟ — کہ جس سے ہزاروں چودھویں کے چاند پامال ہیں

گفت از رنجش مرا آگاہ نیست — لیک روزے چند بر درگاہ نیست
اُس نے عرض کیا اُس کی بیماری کا مجھے علم نہیں ہے — لیکن چند روز سے ڈیوڑھی پر نہیں ہے

صحبتِ او با ستور و اشترست — سائس ست و منزلش آں آخرست
اُس کی صحبت جانوروں اور اونٹ کے ساتھ ہے — وہ سائیس ہے اور اُس کی قیام گاہ اصطبل ہے

درآمدنِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم از بہرِ عیادت

ہلال رضی اللہ عنہ کی مزاج پرسی کے لئے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس سرنار

---

¹ وطن۔ یعنی مکان۔ تا فزاید۔ وہ میرا محل اپنی آسمان پر فوقیت کی وجہ زبانِ حال سے بتائیگا کہ میں نے آج اُس ذات کو دیکھا ہے جو کائنات کے وجود کا مدار ہے۔ گفتش۔ آنحضورؐ نے عتاب اس وجہ سے فرمایا کہ وہ آمد کی اصل وجہ معلوم کرے تو آنکو حضرت ہلال رض کی بیماری کا علم ہو جائے۔ تجشم۔ تکلیف اٹھانا۔ مغرس۔ پودے کا تھاؤ تھا۔ نخوت۔ تکبر۔

² پس۔ حضرت ہلال رض مرتبہ کی بلندی کی وجہ سے عرش کے چاند ہیں اور فروتنی کی وجہ سے فرش ہیں۔ آں شہے۔ (شعر)

آخرچی۔ اصطبل کا نگراں، سائیس۔

³ اے عجب۔ عرفی چاند بیمار ہو کر ہلال بن جاتا ہے لیکن اس ہلال کی بیماری قابلِ تعجب ہے جس پر چودھویں کے چاند قربان ہیں۔ گفت۔ اس سردار نے کہا کہ حضرت ہلال رض کی بیماری کا تو مجھے علم نہیں ہے لیکن چند روز سے وہ مجھے نظر نہیں آئے۔ درآمدن۔ یہ سُن کر کہ حضرت ہلال رض اصطبل میں ہیں آنحضورؐ وہاں تشریف لے گئے اور اُن کی دلجوئی کی۔

ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ در ستورگاہِ آں امیر و نواختنِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ را

ہلال رضی اللہ عنہ کے اصطبل میں جانا اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہلال رضی اللہ عنہ کو نوازنا

رفت پیغمبرؐ برغبت بہرِ اُو
پیغمبرؐ خوشی سے اُن کیلئے روانہ ہوئے

اندر آخُر آمد و اندر جُستجو
تلاش میں اصطبل کے اندر آئے

بُود آخُر مُظلم و زشت و پلید
اصطبل، تاریک اور خراب اور ناپاک تھا

واین ہمہ برخاست چوں اُلفت رسید
جب محبت پہنچی، یہ سب رفع ہو گئے

بُوی پیغمبرؐ ببُرد آں شیرِ نر
اُس نر شیر نے پیغمبرؐ کی خوشبو محسوس کی

ہمچنانکہ بُوی یوسفؑ را پدر
جیسے کہ (حضرت) یوسفؑ کی خوشبو باپ نے

مُوجبِ ایماں نباشد مُعجزات[2]
مُعجزے، ایمان کا سبب نہیں ہوتے ہیں

بُوی جنسیت کند جذبِ صفات
جنسیت کی خوشبو صفات کو جذب کرتی ہے

مُعجزات از بہرِ قہرِ دشمن ست
مُعجزے دشمن کو مغلوب کرنے کے لئے ہیں

بُوی جنسیت پئے دل بُردن ست
جنسیت کی خوشبو دل اُچکنے کے لئے ہے

قہر گردد دشمن اَمّا دوست نے
دشمن مغلوب ہو جاتا ہے لیکن دوست نہیں بنتا ہے

دوست کے گردد بہ بستہ گردنے
گردن بندھا ہوا دوست کب ہو سکتا ہے؟

اندر آمد اُو ز خواب از بُویِ اُو
اُن کی خوشبو سے وہ نیند سے بیدار ہو گئے

گفت سرگیں داں دروں زیں گونہ بُو
سوچا، گوبر خانہ اور پھر اُس میں اِس طرح کی خوشبو؟

از میانِ پایِ استوراں[3] بدید
جانوروں کے پاؤں کے درمیان سے دیکھا

دامنِ پاکِ رسولؐ بے ندید
بے نظیر رسولؐ پاک کا دامن

پس ز کُنجِ آخُر آمد غژ غژاں
وہ کھسکتے ہوئے اصطبل کے گوشہ سے آئے

رُوی بر پایش نہاد آں پہلواں
اُس پہلوان نے آپ کے پاؤں پر چہرہ رکھ دیا

پس پیمبرؐ رُویِ بر رُویش نہاد
پھر پیغمبرؐ نے اُن کے چہرے پر چہرہ رکھ دیا

بر سر و بر چشم و رُویش بوسہ داد
اُن کے سر اور آنکھوں اور چہرے کو چوما

گفت یارا تا چہ پنہاں گوہری
فرمایا اے دوست! تو کس قدر چھپا ہوا موتی ہے؟

اے غریبِ عرش چونی خوشتری
اے عرش کے مسافر! تو کیسا ہے؟ اچھا ہے؟

---

[1] ستورگاہ۔ اصطبل۔ بہرِ اُو یعنی حضرت ہلال رضؓ سے ملاقات کیلئے۔ آخُر۔ اصطبل میں اندھیرا اور گندگی تھی لیکن آنحضورؐ کے انوار سب پر غالب آ گئے۔ بُوی۔ حضرت ہلال رضؓ نے آنحضورؐ کی خوشبو کو اسی طرح محسوس کر لیا جس طرح حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کی خوشبو محسوس کی تھی۔

[2] موجب۔ ایمان لانے کے لئے معجزے مؤثر سبب نہیں ہیں بلکہ ایمان لانے والا اگر نبی کا ہم جنس ہے تو وہ نبی کی صفات کو جذب کرتا ہے تو ایمان کا قریبی سبب جنسیت کی بُو ہے۔ معجزات۔ نبی کے معجزوں سے صرف دشمن عاجز ہو جاتا ہے لیکن اس کا ایمان لانا لازمی نہیں ہے۔ قہر۔ جو عاجز اور مغلوب ہو اُس کے دل میں دوستی پیدا نہیں ہوتی ہے۔ اندر۔ آنحضورؐ کی خوشبو پا کر حضرت ہلال رضؓ جاگ گئے۔

[3] از میاں۔ حضرت ہلال رضؓ کو جو پاؤں کے پاؤوں میں سے آنحضورؐ کے دامن کی جھلک نظر آئی تو کھسکتے ہوئے آنحضورؐ کی طرف بڑھے اور قدم بوسی کے لئے پاؤں پر منہ رکھ دیا.... پس پیمبرؐ۔ آنحضورؐ نے اُن کے منہ کے پاس سے پاؤں ہٹا کر محبت میں اپنا منہ اُن کے منہ پر رکھ دیا اور سر و چشم کا بوسہ لیا۔ اے غریب۔ آنحضورؐ نے حضرت ہلال رضؓ سے فرمایا تو عرشی ہے اور دنیا میں مسافر ہے تیری کیسی طبیعت ہے۔

گفت[1] چوں باشد خود آں شوریدہ خواب ۔ کہ در آید در دہانش آفتاب

عرض کیا اُس پریشان خواب والے کا کیا حال ہوگا؟ ۔ جس کے منہ میں دھوپ آ جائے

چوں بود آں تشنۂ کو گِل خورد ۔ آب بر سر بنہدش خوش می برد

اُس پیاسے کا کیا حال ہوگا؟ کہ مٹی چوسے ۔ پانی اُس کو سر پر رکھ لے، اچھی طرح لے جائے

در[2] بیان آنکہ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم شُنید کہ عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بر روئے آب رفت فرمود کہ لَوِ ازْدَادَ یَقِیْنُہٗ لَمَشٰی عَلَی الْھَوَاءِ

اس کا بیان کہ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا کہ عیسیٰ ہمارے نبی پر اور اُن پر درود و سلام ہو پانی پر چلتے تھے فرمایا کہ اگر اُن کا یقین بڑھ جاتا تو یقیناً ہوا پر چلتے

ہمچو[3] عیسیٰؑ بر سرش گیرد فرات ۔ کایمنی از غرقہ در آبِ حیات

(حضرت) عیسیٰؑ کی طرح فرات اُنکو سر پر اُٹھا لیتی ہو ۔ کہ تو آبِ حیات میں (ہونے کی وجہ سے) ڈوبنے سے محفوظ ہے

گوید احمدؐ گر یقینش افزوں بُدے ۔ خود ہوایش مرکب و ہاموں شُدے

احمدؐ فرماتے ہیں، اگر اُن کا یقین بڑھا ہوا ہوتا ۔ خود ہوا اُن کے لئے سواری اور جنگل ہوتی

ہمچو مَن کہ بر ہوا راکب شُدم ۔ در شبِ معراج مُستصحِب بُدم

میری طرح کہ میں ہوا پر سوار ہوا ۔ معراج کی رات میں اور صحبت حاصل کرنے والا بنا

گفت چوں باشد سگے کورِ پلید ۔ جَست اُو از خواب و خود را شیر دید

(بلالؓ نے)، عرض کیا اُس اندھے ناپاک کتے کا کیا حال ہوگا ۔ جو نیند سے اُٹھا اور اُس نے اپنے آپ کو شیر دیکھا

نے چناں شیرے کہ کس تیرش زند ۔ بل ز بیمش تیغ و پیکاں بشکنند

ایسا شیر نہیں کہ کوئی اُس پر تیر چلائے ۔ بلکہ اُس کے خوف سے تلوار اور تیر ٹوٹ جائے

کور بر اشکم روندہ ہمچو مار ۔ چشمہا بکشادہ در باغ و بہار

اندھا جو سانپ کی طرح پیٹ کے بل چلنے والا ہو ۔ باغ اور بہار میں آنکھیں کھول دے

حوادث یومیہ میں اگر انسان ایک پہلو پر ایسا یقین جما لیتا ہے کہ دوسرے پہلو کا احتمال بھی اسکے ذہن میں نہ ہو تو عادت اللہ یہ ہے کہ اسکے یقین کے مطابق وقوع عمل میں آجاتا ہے لیکن یہ چیز نہ کمالِ نبوت سے متعلق ہے نہ کمالِ ولایت سے۔ فرات بطلقا دریا۔ ہاموں جنگل ——— [3] ہمچو۔ آنحضورؐ شبِ معراج میں براق پر سوار تھے اور براق ہوا پر چل رہا تھا۔ مستصحب صحبت رکھنے والا آنحضورؐ کو ملائکہ اور حضرت حق تعالیٰ کی صحبت میسر آئی۔ گفت۔ حضرت بلال رضؓ نے اپنے لئے تیسری مثال بیان کی یعنی میں پہلے بمنزلہ کتے کے تھا آنحضورؐ کی زیارت سے شیر ہو گیا۔ کور۔ یہ حضرت بلال رضؓ نے اپنی چوتھی مثال بیان کی کہ میں پہلے اندھا اور سانپ کی طرح پیٹ کے بل زمین پر رینگنے والا تھا اب آنکھ کھلی تو باغ و بہار میں ہوں۔

[1] گفت۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا میں تو اس وقت ایسا خوش ہوں جیسا کہ وہ شخص جس کی نیند رات میں پاگیشہ ہو اور وہ سورج کے طلوع کرنے کا منتظر ہو اور اچانک اُس کے منہ پر دھوپ پھیل جائے یا وہ پیاسا کہ پیاس کی شدت سے کیچڑ چوس رہا ہو اور اچانک پانی کا اس قدر سیلاب آ جائے کہ وہ اُس میں تیرنے لگے

[2] دربیان۔ آنحضورؐ نے یہ سُنا کہ حضرت عیسیٰؑ پانی پر چلتے تھے تو آپ نے فرمایا اگر ان کا یقین بڑھ جاتا تو ہوا پر چلتے۔ یہ حدیث احیاء العلوم کی شرح زبیدی میں منقول ہے محدث عراقی نے فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے اس کے راوی غیر ثقہ ہیں صحیح حدیث یہ ہے کہ حواریین نے حضرت عیسیٰؑ سے عرض کیا کہ آپ پانی پر کس طرح چلتے ہیں انھوں نے فرمایا ایمان اور یقین کے ذریعہ تو حواریین نے کہا کہ ایمان اور یقین تو ہمیں بھی حاصل ہے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا تو تم بھی پانی پر چلو جب وہ چلے تو ڈوبنے لگے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا یہ کیا ہوا تو انھوں نے کہا کہ جب موج آئی تو ہم ڈرے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ تم موج سے ڈرے موج کے رب سے کیوں نہ ڈرے اور پھر اُن کو پانی میں سے نکالا۔ یقین سے یہاں توکل علی اللہ کا مرتبہ مراد ہے ایمانی کیفیت مراد نہیں ہے

چون¹ بود آں چوں کہ از چونی رہید — در حیاتستانِ بیچونی رسید
وہ چوں کیسا ہوگا جو چونی سے نجات پا گیا؟ — (اور) بے چونی کی حیات گاہ میں پہنچ گیا ہو

گشت چونی بخش اندر لامکاں — گردِ خوانش جملہ شیراں چوں سگاں
وہ لامکاں میں چونی بخشنے والا بن گیا — اسکے دسترخوان کے چاروں طرف تمام شیر کتوں کی طرح ہوں

اُو ز بیچونی دہدشاں استخواں — در جنابت تن زن ایں سورہ مخواں
وہ بے چونی سے اُن کو ہڈی دیتا ہے — تو جنابت کی حالت میں خاموش رہ، یہ سورت نہ پڑھ

تا ز چونی غسل ناری تو تمام — تو بریں مصحف منہ کف اے غلام
تو جب تک چونی سے مکمل غسل نہ کرے — اے لڑکے! تو اس قرآن پر ہاتھ نہ رکھ

گر² پلیدم ور نظیفم اے شہاں — ایں نخوانم پس چہ خوانم در جہاں
اے شاہو! خواہ میں ناپاک ہوں یا پاک ہوں — دنیا میں یہ نہ پڑھوں تو پھر کیا پڑھوں؟

تو مرا گوئی کہ از بہرِ ثواب — غسل ناکردہ مرو در حوضِ آب
آپ مجھ سے کہیں کہ ثواب کے لئے — تو غسل کئے بغیر پانی کی حوض میں نہ جا

از برونِ حوض غیرِ خاک نیست — ہر کہ او در حوض نایدپاک نیست
حوض کے باہر خاک کے سوا نہیں ہے — جو حوض میں نہ جائے وہ پاک نہیں ہے

گر³ نباشد آب ہا را ایں کرم — کہ پذیرد مر خبث را دمبدم
اگر پانیوں میں یہ کرم نہ ہو — کہ وہ ناپاک کو ہر وقت قبول کر لیا کریں

وائے بر مشتاق و بر اُمیدِ او — حسرتا بر حسرتِ جاویدِ او
تو مشتاق اور اُسکی امید پر افسوس ہوتا — اُس کی دائمی حسرت پر حسرت ہوتی

آب دارد صد کرم صد احتشام — کو پلیداں را پذیرد والسلام
پانی سینکڑوں کرم (اور) سینکڑوں حشمتیں رکھتا ہے — کہ وہ ناپاکوں کو قبول کر لیتا ہے والسلام

---

¹ چوں بود۔ چوں کے لغوی معنیٰ کیفیت کے ہیں یہاں اس سے کیفیات اور عوارض بشریہ مراد ہیں اسی لئے بیچونی کو فنا سے تعبیر کیا جاتا ہے اس شعر میں چوں بود کے اندر چوں بمعنیٰ کیسا ہے اور آں چوں میں چوں سے مراد وہ شخص ہے جو اوصافِ بشریہ سے خالی ہوگیا ہو اور چونی سے مراد اوصاف بشری ہیں۔ در حیاتستان فنا کے بعد مقامِ بقا آتا ہے جس کو حیاتستان سے تعبیر کیا ہے اِس شعر میں مُرشد کے اوصاف کا ذکر ہے۔ گشت۔ اِس شعر میں مُرشد کے افاضہ کا ذکر ہے۔ چونی بخش۔ یعنی سالک پر جو کیفیات طاری ہوتی ہیں لامکاں یعنی وہ مُرشد اب مادی اوصاف سے پاک ہو چکا ہے۔ چوں سگاں یعنی وہ سالکین اپنے آپ کو ایسا سمجھتے ہیں۔ اُو ز بیچونی۔ جب تک سالک ابتدائی کیفیات میں ہوتا ہے تو اُس کی مقصودِ حقیقی کی طلب مناسب نہیں ہوتی ہے اُس کو مُرشد کہہ دیتا ہے کہ ابھی تو اس حالت میں نہیں ہے کہ مقصود تک پہنچ سکے اور تیری حالت اُس ناپاک کی سی ہے جس کو قرآن پڑھنا منع ہے۔

² گر پلیدم۔ سالک عرض کرتا ہے کہ کیفیات کی نفی ہو یا نہ ہو اگر میں مقصود حاصل نہ کروں تو اور کیا کروں۔ تو مرا۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ غسل کے بغیر قرآن نہ پڑھوں یعنی جب تک اوصافِ بشری کا ازالہ نہ ہو مقصود تک پہنچنے کی کوشش نہ کروں حالانکہ مقصود تک پہنچنے پر ہی بشری صفات کی نفی ہوگی تو یہ تو ایسا ہے کہ کوئی ناپاک کو کہے کہ بغیر پاکی کے حوض سے پانی لینے کے لئے نہ جا اگر وہ جائے تو پاک کیسے ہوگا؟ اِسلئے کہ حوض کے باہر تو خاک ہے پانی نہیں ہے اور پاکی پانی سے حاصل ہوگی۔

³ گر نباشد۔ مُرشد کی طرف سے جواب ہے کہ میرا یہ مقصد نہ تھا جو تو سمجھا ہے بلکہ مقصد یہ تھا کہ اوصافِ بشری کو مقصود بالذات نہ بنا، نجاست تو اُن کو مقصود بنانا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ پانی ہی کے ذریعہ ناپاکی دُور ہو سکے گی۔ آب دارد۔ مقصد پر پہنچ کر ہی صفاتِ بشری کی نفی ہوگی، پانی کا یہ کرم ہے کہ وہ ناپاکوں کو قبول کرتا ہے اور پاک بنا دیتا ہے۔

اےؔ ضیاء الحق حسام الدیں کہ نور ۔۔۔ پاسبانِ تست از شرّ الطیور

اے ضیاء الحق حسام الدین ! کہ نور ۔۔۔ بدترین پرندے سے آپ کا محافظ ہے

پاسبانِ تست نور و ارتقاش ۔۔۔ اے تو خورشیدِ مستّر از خفاش

نور اور ارتقاش کی بلندی تمہاری محافظ ہے ۔۔۔ اے وہ کہ تیرا سورج چمگادڑ سے چھپا ہوا ہے

چیست پردہ پیش نورِ آفتاب ۔۔۔ جز فزونی شعشعہ و تیزیِ تاب

سورج کی روشنی کے آگے پردہ کیا ہے ؟ ۔۔۔ شعاع کی زیادتی اور تیزی اور چمک کے سوا

پردہؔ خورشید ہم نورے ربست ۔۔۔ بے نصیب آئی زے خفاش ست و شب ست

سورج کا پردہ بھی خدا کا نور ہے ۔۔۔ چمگادڑ اور رات اس سے محروم ہے

ہر دو چوں در بعد و پردہ ماندہ اند ۔۔۔ با سیہ رویاں فسردہ ماندہ اند

جبکہ دونوں دوری اور پردے میں رہ گئے ہیں ۔۔۔ سیاہ رُو لوگوں کے ساتھ ٹھٹھر کر رہ گئے ہیں

چوں نوشتی بعضے از قصۂ ہلالؓ ۔۔۔ داستانِ بدر آر اندر مقال

جبکہ تو نے ہلال رضؓ کا تھوڑا سا قصہ بیان کیا ہے ۔۔۔ چودھویں کے چاند کا قصہ گفتگو کے دائرہ میں لا

آں ہلال و بدر دارند اتحاد ۔۔۔ از دوئی دور اند و از نقص و فساد

وہ ہلال اور بدر اتحاد رکھتے ہیں ۔۔۔ دوئی اور گھٹاؤ اور فساد سے دور ہیں

آں ہلال از نقص در باطن بری ست ۔۔۔ آں بظاہر نقص تدریج آوری ست

وہ ہلال باطنی نقص سے پاک ہے ۔۔۔ وہ ظاہری نقص، درجہ بدرجہ بلندی بر لاتا ہے

درسؔ گوید شب بشب تدریج را ۔۔۔ در تأنّی بر دہد تفریج را

وہ ہر رات میں ترقی کا درس دیتا ہے ۔۔۔ آہستہ روی میں کشادگی کا پھل دیتا ہے

در تأنّی گوید اے عجولِ خام ۔۔۔ پایہ پایہ بر تواں رفتن بباِم

آہستہ روی کے بارے میں کہتا ہے اے جلد باز کچے! ۔۔۔ درجہ بدرجہ، بالاخانے پر جایا جا سکتا ہے

دیگ را تدریج و استادانہ جوش ۔۔۔ کار ناید قلیۂ دیوانہ جوش

دیگ کو رفتہ رفتہ اور استادوں کی طرح جوش دے ۔۔۔ دیوانے کا جوش دیا ہوا قلیہ کام نہیں آتا ہے

---

۳ درس۔ وہ بدر یعنی شیخ ہلال کو یعنی مرید کو ہر شب میں تعلیم و تربیت کے ذریعہ آہستہ آہستہ مکمل کر رہا ہے۔ در تأنی۔ اس تدریجی ترقی کے بارے میں بتاتا ہے کہ سلوک میں جلد بازی مناسب نہیں ہے بالاخانے پر سیڑھی کے درجات طے کر کے ہی پہنچا جا سکتا ہے۔ دیگ۔ صحیح طور پر دیگ دم کے آنے میں تیار ہوتی ہے۔

۱ اے ضیاء الحق۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ تربیت درجہ بدرجہ ہونی چاہیے سالک کی تعجیل اور تقاضہ مُضر ہے وہ قبل از وقت شیخ بن بیٹھتا ہے۔ اے ضیاء الحق ندا کا جواب چھٹا شعر چوں نوشتی جس سے اصل مضمون شروع ہو گا درمیان میں محامد نیک کا ذکر کیا ہے۔ پاسبان یعنی تمہارا نور چمگادڑوں سے تمہارا محافظ ہے وہ نور ان کو چندھیا دیتا ہے۔ شر الطیور۔ یعنی مخالف جو بمنزلہ چمگادڑ کے ہیں۔

۲ پردہ۔ سورج کے لئے اس کا نور پردہ ہے جس کی وجہ رات اور چمگادڑ نور سے محروم ہیں ضیاء الحق کے نور سے کچھ تو وہ محروم ہیں کہ جن میں صلاحیت ہے لیکن وہ توجہ نہیں کرتے ہیں جیسا کہ چمگادڑ اور کچھ وہ ہیں جن میں صلاحیت ہی نہیں ہے جیسا کہ رات۔ ہر دو۔ چمگادڑ صلاحیت کے ہوتے ہوئے اور رات اس لئے کہ اس میں صلاحیت مفقود ہے دونوں محروم ہیں۔ چوں۔ اب جبکہ ہلال رضؓ یعنی طالب سالک۔ بدر۔ یعنی شیخ جو اس کی مدد کرتا ہے۔ آں ہلال۔ مرید اور شیخ میں اتحاد ہے وہ دوئی اور گھٹاؤ اور فساد سے دور ہیں اس تشبیہ سے مغالطہ میں نہ پڑنا چاہیے۔ از نقص۔ ہلال یعنی مرید میں ظاہری کمی ہے اس کا باطن رفتہ رفتہ مکمل ہو رہا ہے۔

حقؐ نہ قادر بُود بر خَلقِ فلک — دَر یکے لحظہ بکُن بے ہیچ شَک

کیا اللہ (تعالیٰ) آسمان کے پیدا کرنے پر قادر نہ تھا؟ — کُن کے ذریعہ بغیر کسی شک کے ایک لمحہ میں

پس چرا شش روز آنرا درکشید — کُلُّ یَوْمٍ اَلْفُ عَامٍ اے مُستفید

پھر چھ روز اس کو کیوں کھینچا — اے طالب! ہر دن ایک ہزار سال کا

خِلقتِ طفل از چہ اندر نُہ مہ است — زانکہ تدریج از شعارِ آں شہ است

بچے کی پیدائش نو مہینے میں کیوں ہے؟ — کیونکہ درجہ بدرجہ کرنا اس شاہ کی عادت ہے

خِلقتِ آدمؑ چرا چل صبح بُود — اندراں گِل اندک اندک میفزُود

(حضرت) آدمؑ کی پیدائش چالیس روز میں کیوں ہوئی! — اس مٹی میں تھوڑا تھوڑا اضافہ ہوتا تھا

زیں سحر تا آں سحر سالے ہزار — تا بآخر یافت آں صورت قرار

اس صبح سے اس صبح تک ایک ہزار سال — یہاں تک کہ بالآخر اس صورت نے قرار پایا

لےؐ چو تو اے خام کاکنوں تاختی — طِفلی و خود را تو شیخے ساختی

نہ کہ تیری طرح اے کچے! کہ تو ابھی سے دوڑ پڑا — تو بچہ ہے، اور تو نے اپنے آپ کو شیخ بنالیا

بَر دویدی چوں کدُو فوقِ ہمہ — کو تُرا پائی جہاد و ملحمہ

تو کدّو کی طرح سب سے بڑھ کر دوڑ پڑا — تجھ میں جہاد اور جنگ کا ذوم (قدم) کہاں ہے؟

تکیہ کردی بَر درختان و جِدار — بر شُدی اے اُفرمک ہم قرعِ وار

تو نے درختوں اور دیوار کا سہارا لیا — اے حقیر گنجے! تو کدّو کی طرح بڑھ گیا

اوّل ار شُد مَرکبت سَرو سہی — لیک آخر خُشک بے مغز و تہی

ابتداء اگرچہ تیری سواری سیدھا سرو بن گیا — لیکن آخر میں تو خشک، بے مغز اور خالی ہے

رنگِ سبزت زرد شُد اے قرعِ زُود — زانکہ از گلگونہ بُود اصلی نبُود

اے کدو! بہت جلد تیرا سبز رنگ زرد ہو گیا — کیونکہ وہ پوڈر کا تھا اصل نہ تھا

داستانِ آں عجوزہؐ کہ رُوی زشت خود را گلگونہ می ساخت

اس بوڑھی کا قصہ جو اپنے بھدّے چہرے پر پوڈر ملتی تھی وہ

ساختہ نمی شُد و پذیرا نمی آمد

نہ لگتا تھا اور بھلا معلوم نہیں ہوتا تھا

بُود کمپیرے نود سالہ کلاں — پُر تشنّج رُوی و رنگش زعفراں

ایک نوّے سال کی بڑی بوڑھی تھی — چہرہ جھرّیوں بھرا اور اس کا رنگ زرد تھا

لہ حق۔ آہستہ رَوی خدا کی صفت ہے اسی لئے باوجود قدرت کے اس نے آسمانوں کو چھ روز میں پیدا فرمایا ہے۔ پس۔ قرآن پاک میں ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ۔ آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا۔ دوسری جگہ قرآن میں ہے: وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ یعنی اللہ کے یہاں ایک دن ایک ہزار سال کا ہے۔ خِلقت۔ اللہ تعالیٰ بچہ کو بھی ایک منٹ میں پیدا کر سکتا ہے لیکن سنّتِ الٰہی یہ ہے کہ نو مہینے میں اس کی پیدائش ہوتی ہے۔ آدمؑ! حضرت آدمؑ کی پیدائش کی تکمیل بھی چالیس روز میں ہوئی اور ہر روز ایک ہزار سال کا تھا۔

لہ نے۔ تجرّد تو سالک کو یہ نہ چاہیئے کہ جلدبازی کرے اور قبل از وقت شیخ بن بیٹھے۔۔۔ بردویدی۔ کدّو کی بیل بہت جلد پھیل جاتی ہے اس صورت میں سالک کو مجاہدوں کی نوبت نہیں آتی ہے۔ تکیہ۔ کدّو کی بیل دوسرے کے سہارے پھیلتی ہے۔ اُفرمک۔ ناچیز گنجا۔ قرع۔ کدّو۔ اوّل۔ بیشک دوسرے کے سہارے ترقی ہو جاتی ہے لیکن وہ پائیدار نہیں ہوتی ہے اور وہ رنگ جلد اتر جاتا ہے۔

لہ داستان۔ اس قصہ سے بھی یہ بتایا ہے کہ اصل اور بناوٹ میں بہت فرق ہے۔ کمپیر۔ بڑھیا۔ پُر تشنّج رُو۔ یعنی اس کے

چوں سرِ سُفرہ[1] رُخِ اُو توبتوی
مُقعد کے سرے کی طرح اُس کا چہرہ تہ بہ تہ تھا
لیک در وَے بُود ماندہ عشقِ شوی
لیکن اُس میں شوہر کی ہوس تھی

ریخت دَنداںہاش و مُو چوں شیر شُد
اُسکے دانت گر گئے تھے اور بال دودھ کیطرح سفید ہو گئے تھے
قد کماں و ہر حسش تغیر شُد
قد، کمان کی طرح اور اُس کا ہر حس بدل گیا تھا

عشقِ شوی و شہوت و حرصش تمام
شوہر کا شوق اور اُس کی شہوت اور حرص مکمل تھی
عشقِ صید و پارہ پارہ گشتہ دام
شکار کا شوق تھا اور جال ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا

مُرغِ بے ہنگام و راہی بیرہے
بے وقت کا مُرغ اور بغیر راستہ کا مسافر
آتشِ پُر در بُنِ دیگِ تہی
خالی دیگ کے نیچے، بھری ہوئی آگ ہے

عاشقِ[2] میدان و اسپ و پائے نے
میدان کا عشق، اور گھوڑا اور پاؤں ندارد
عاشقِ زمر و لب و سُرنائے نے
بجانے کا شوق اور ہونٹ اور بانسری ندارد

حرص در پیری جہوداں را مباد
خدا کرے بڑھاپے میں حرص کافروں کو بھی، نہ ہو
اے شقیقے کہ خداش ایں حرص داد
ہائے وہ بدبخت جس کو خدا نے یہ حرص دی ہو

ریخت دنداں ہای سگ چوں پیر شُد
کتا جب بوڑھا ہو گیا، دانت گر گئے
ترکِ مردم کرد و سرگیں گیر شُد
اُس نے انسانوں کو چھوڑا اور گوبر حاصل کرنیوالا بنگیا

ایں سگانِ شصت سالہ را نگر
اِن ساٹھ سالہ کُتوں کو دیکھ
ہر دمے دنداں سگ شاں تیز تر
کُتے کا سا اُن کا دانت لمحہ بہ لمحہ زیادہ تیز ہے

پیرِ سگ[3] را ریخت پشم از پوستیں
بوڑھے کُتے کی کھال سے بال جھڑ گئے
ایں سگانِ پیر اطلس پوش بیں
اطلس پہننے والے اِن بوڑھے کُتوں کو دیکھو

عشقِ شاں و حرصِ شاں در فرج و زر
شرمگاہ اور سونے پر اُن کا عشق اور انکی حرص
دمبدم چوں نسلِ سگ بیں بیشتر
کُتے کی نسل کی طرح لمحہ بہ لمحہ زیادتی پر دیکھتا رہ

ایں چنیں عمرے کہ مایہ دوزخ ست
ایسی عمر جو دوزخ کا سرمایہ ہے
مر قصابانِ غضب را مسلخ ست
قہر (خداوندی) کے قصائیوں کا کیلا ہے

چوں بگویندش کہ عمرے تو دراز
جب اگر، اُس سے کہتے ہیں تیری عمر دراز ہو
بشود دلخوش دہانش از خندہ باز
خوش دل ہوتا ہے، اُس کا منہ ہنسی سے کُھل جاتا ہے

---

[1] سُفرہ۔ مُقعد۔ عشقِ شوی۔ یعنی اُس کی خواہش تھی کہ کوئی شوہر کرے۔ ریخت۔ بُڑھاپے سے اُس کے دانت ٹوٹ گئے تھے، بال دودھ کی طرح سفید ہو گئے تھے اور قد کُبڑا ہو گیا تھا۔ حواس میں تغیر آگیا تھا۔ عشقِ صید یعنی شوہر تو چاہتی تھی لیکن اُس کی حالت ایسی نہ تھی کہ اُس سے کوئی نکاح کرنے پر راضی ہو سکے۔ مُرغ۔ یعنی اُس بڑھیا کی خواہش بالکل بے معنی تھی۔

[2] عاشق۔ اُس بڑھیا کی مثال اُس شخص کی ہے جس کو میدانِ جنگ میں جانے کا شوق ہو لیکن اُس کے پاس نہ گھوڑا ہو نہ اُس کے پاؤں ہوں، یا کسی کو منہ سے باجا بجانے کا شوق ہو لیکن نہ اُس کے ہونٹ ہوں نہ اُس کے پاس بانسری ہو۔ حرص۔ ایسی بے موقع حرص خدا دشمن کو بھی نہ دے۔ ریخت۔ کُتا بھی دانت ٹوٹ جانے کے بعد انسانوں کو کاٹنا چھوڑ دیتا ہے اور اپنی غذا گوبر کو بنا لیتا ہے۔ ایں سگاں۔ لیکن انسان کا یہ حال ہے کہ (مصرع)
مرد چوں پیر شود حرص جواں می گردد

[3] پیرِ سگ۔ بڑھاپے میں کُتے کے بال جھڑ جاتے ہیں لیکن انسان کی حرص کا یہ حال ہو کہ بڑھاپے میں بھی اطلس کو زیبِ تن کرتا ہے۔ نسلِ سگ۔ کُتیا کئی کئی بچے دیتی ہے۔۔۔ ایں چنیں۔ جو عمر گناہوں میں بسر ہو وہ دوزخ کا سرمایہ ہو اور عذاب کے فرشتوں کا کیلا ہے۔ چوں۔ اِس سیاہ کار کو جب عمر کی درازی کی دعا دی جاتی ہے تو خوش ہوتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ یہ مزید عذاب کی دعا ہے۔

این چنین نفرین[۵۱] دعا پندار داو — چشم نکشاید سرے برنار داو
ایسی لعنت کو وہ دعا سمجھتا ہے — وہ آنکھ نہیں کھولتا ہے، سر نہیں اٹھاتا ہے

گر بدیدے یک سر مو از معاد — اوش گفتے این چنین عمر تو باد
اگر وہ آخرت کو ایک بال برابر دیکھ لیتا — وہ اُس سے کہدیتا کہ ایسی عمر تیری ہو

داستانِ آں درویش کہ آں گیلانی را دعا کرد کہ خدا تعالیٰ
اُس فقیر کا قصہ جس نے ایک گیلانی کو دُعا دی کہ اللہ تعالیٰ تجھے

ترا بسلامت بخان و مانِ تو باز رساند
سلامتی کے ساتھ گھر بار کو واپس پہنچا دے

گفت[۵۲] یک روزے بخواجہ گیلئے — ناں پرستے نرگدا زنبیلئے
ایک روز، گیلانی سردار سے کہا — ٹکڑ گدا، پیٹ کئے، بھکاری جھولی والے نے

ناں ہمی باید مرا ناں دہ مرا — تا بگویم مر ترا من یک دعا
مجھے روٹی چاہئیے، مجھے روٹی دے — تاکہ میں تجھے، ایک دُعا دوں

چوں ستد زو ناں بگفت اے مستعاں — خوش بخان و مانِ خود بازش رساں
جب اُس نے اُس سے روٹی لے لی، کہا اے خدا! — اُس کو بہتر طریقہ پر اپنے گھر بار کو لوٹا دے

گفت اگر آنست خاں کہ دیدہ ام — حق ترا آنجا رساند اے دژم
اُس نے کہا کہ اگر گھر وہی ہے جو میں نے دیکھا ہے — اے پراگندہ! خدا تجھے وہاں پہنچا دے

ہر محدث[۵۳] را خساں بددل کنند — حرفش ار عالی بود نازل کنند
کمینے، بیان کرنے والے کو بددل کر دیتے ہیں — اُس کی تقریر اگر بلند ہو تو پست کر دیتے ہیں

زاں کہ قدرِ مستمع آید نبا — بر قدِ خواجہ برد درزی قبا
کیونکہ سننے والے کی بقدر کلام ہوتا ہے — درزی قبا خواجہ کے قد کے مطابق تراشتا ہے

چونکہ مجلس بے چنیں بیغارہ نیست — از حدیثِ پست و نازل چارہ نیست
چونکہ مجلس ایسے طعنہ سے خالی نہیں ہوتی ہے — پست اور کم درجہ کی تقریر کے سوا چارہ نہیں ہے

واستاں ہیں ایں سخن را از گرد — سوئے افسانہ عجوزہ باز رو
ہاں اس بات کو گرفت سے چھوڑ دے — بڑھیا کے قصہ کی جانب واپس چل

والے کے قد کے مطابق قبا تراشتا ہے۔ چونکہ۔ مجالس میں عموماً ایسے عوام ہوتے ہیں کہ اُن کے روبرو لامحالہ پست کلام کرنا پڑتا ہے۔

[۵۱] نفرین۔ گنہگار کی عمر کی درازی کی دعا، دعا نہیں ہے بلکہ اُس کے لئے بددعا ہے۔ گر بدیدے۔ اگر اُس کو آخرت کا کچھ بھی خیال ہوتا تو اُس کو بددعا سمجھتا اور دعا دینے والے سے کہہ دیتا کہ ایسی دراز عمر تجھے نصیب ہو۔ داستان۔ اس قصہ کا خلاصہ بھی یہ ہے کہ فقیر نے وطن کی واپسی کی دعا کو دعا سمجھا اور وہ سردار چونکہ وطن والوں سے تنگ ہو کر نکلا تھا تو اُس نے اُس دعا کو بددعا سمجھا گیلی۔ گیلانی۔ گیلان ایک شہر ہے۔

[۵۲] گفت۔ فقیر نے کہا مجھے روٹی دیدے تو میں تجھے دُعا دوں۔ چوں ستد۔ جب فقیر نے روٹی لے لی اور فقراء کے عام دستور کے مطابق خیریت کے ساتھ وطن کی واپسی کی دعا دیدی۔ گفت۔ وہ گیلانی سردار چونکہ وطن سے ناخوش تھا اُس نے فقیر کو غصہ سے کہا کہ خدا تجھے اُس وطن میں پہنچا دے۔

[۵۳] ہر محدث۔ جس طرح اِس فقیر کی دعا کو اُس سردار نے اچھا نہ سمجھا اسی طرح بزرگوں کی بات کو پست فطرت لوگ پست معنیٰ پر محمول کر لیتے ہیں نتیجہ میں وہ بزرگ اُن سامعین کے لئے پست کلام بولنے پر مجبور ہوتا ہے۔ زانکہ۔ مقرر کو سامعین کی عقول کے مطابق کلام کرنا پڑتا ہے۔ نبا۔ خبر، بات.... بر قدِ خواجہ۔ درزی کپڑا سلوانے

صفتِ آں عجوز و رجوع بحکایت آں

اُس بڑھیا کا بیان اور اُس کے قصہ کی جانب واپسی

چوں[1] مُسن گشت و دریں رہ نیست مرد | تو بنہ نامش عجوزِ سالخورد
جب کوئی معمر ہو جائے اور وہ اِس راہ کا مرد نہیں ہے | تو اُس کا نام پُرانی بڑھیا رکھ دے
نے مراُورا راسِ مال و مایۂ | نے پذیرایِ قبول و پایۂ
اُس کے پاس نہ پونجی اور سرمایہ ہے | نہ وہ مقبولیت اور رُتبہ کو قبول کرنیوالا ہے
نے دہندہ نے پذیرندہ خوشی | نے درو معنیٰ و نے معنیٰ کشی
نہ وہ خوشی عطا کرنے والا ہے، نہ قبول کرنیوالا | نہ اُس میں کمال ہے اور نہ اُس میں کمال کی کشش
نے[2] زباں نے گوش نے عقل و بصر | نے ہُش و نے بیہُشی و نے فکر
نہ زبان ہے، نہ کان، نہ عقل اور بصیرت | نہ ہوش ہے اور نہ بے ہوشی اور نہ فکر
نے نیاز و نے جمالے بہرِ ناز | تو بتو ریش گندہ مانندِ پیاز
نہ نیاز ہے اور نہ ناز کرنے کے لئے حسن | وہ تہ بہ تہ، پیاز کی طرح گندہ ہے
نے رہے بُبریدہ و نے پایِ راہ | نے تپش آں قحبہ را نے سوز و آہ
نہ راہِ (سلوک) طے کئے ہوئے ہے اور نہ راہ کا قدم ہے | نہ اُس قحبہ کے لئے گرمی ہے نہ سوز اور آہ

قصۂ[3] درویشے کہ از خانہ ہر چہ میخواست می گفتند کہ نیست

اُس فقیر کا قصہ کہ ایک گھرانے سے جو کچھ بھی وہ مانگتا تھا وہ کہدیتے تھے کہ نہیں ہے

سائلے آمد بسُوئے خانۂ | خشک نانے خواست یا تر نانۂ
ایک سائل ایک گھر کی جانب آیا | ایک سوکھی یا تازہ روٹی مانگی
گفت صاحب خانہ ناں اینجا کجاست | خیرہ کے ایں دُکانِ نانباست
گھر والے نے کہا، روٹی یہاں کہاں ہے؟ | تو پاگل ہے؟ یہاں نانبائی کی دکان کہاں ہے؟
گفت بارے اندکے پیہم بیاب | گفت آخر نیست دُکانِ قصاب
اُس نے کہا تو چربی کا ایک ٹکڑا دیدے | اُس نے کہا قصائی کی دکان تو نہیں ہے
گفت مُشتِ آرد دہ اے کدخدا | گفت پنداری کہ ہست ایں آسیا
اُس نے کہا اے گھر کے مالک! آٹے کی مٹھی دیدے | اُس نے کہا تو یہ سمجھتا ہے، کہ یہ چکی ہے
گفت بارے آب دہ از مکرعہ | گفت آخر نیست جُو یا مشرعہ
اُس نے کہا آخر پانی پینے کے برتن سے پانی دیدے | اُس نے کہا، نہر یا گھاٹ تو نہیں ہے

[1] چوں مُسن۔ پھر حسب میں بوڑھوں کا ذکر شروع کرتا ہے کہ جس بڑھیا کا ذکر ہم نے کیا ہے اُن حریص بوڑھوں کو وہی بڑھیا سمجھو۔ نے مراُورا۔ اِس بوڑھے کا یہ حال ہے کہ اُس کا سرمایۂ حیات ختم ہو گیا اور کوئی نیک کام نہ کیا جس سے اُس کو مقبولیت ہوتی اور مرتبہ بلند ہوتا۔ نے دہندہ یعنی نہ اُس میں افادہ کی صلاحیت ہے نہ استفادہ کی نہ اُس میں کوئی خوبی ہے اور نہ وہ خوبی کا طالب ہے۔

[2] نے زباں۔ نہ اُس میں حق گوئی کی زبان ہے، نہ حق سننے کا کان، نہ حق فہم عقل ہے نہ حق بیں بصر ہے، نہ اُس میں سمجھ ہے نہ فکر، نہ اللہ کی آیات میں تفکر کرنا۔ نے نیاز۔ نہ اُس میں طالب کا نیاز ہے نہ صاحبِ کمال کا ناز ہے۔ رہے۔ نہ اُس نے راہِ سلوک طے کی نہ اُس کے قدم ہیں نہ اُس میں راہِ سلوک کا عزم ہے، نہ محبت کی گرمی ہے نہ محبت کا سوز و گداز ہے۔

[3] قصہ۔ پہلے یہ بتایا تھا کہ اُس بوڑھے حریص میں کوئی چیز بھی نہیں ہے اب اُسی مناسبت سے یہ قصہ نقل کیا ہے کہ سائل نے بہت سی چیزوں کا سوال کیا اور مالکِ مکان ہر چیز کی نفی کر دیتا تھا۔ خیرہ بیہودہ۔ نانبا۔ نانبائی۔ پیہ چربی۔ آسیا۔ چکی۔ مکرعہ پانی نکالنے یا پینے کا برتن۔ مشرعہ گھاٹ۔

ہر چہ او درخواست از نان و سبوس ؎۱	چربکے میگفت و می کردش فسوس
اُس نے جو کچھ بھی روٹی اور بھوسی مانگی	وہ پھبتی کستا تھا اور مذاق اُڑاتا تھا

آں گدا در رفت و دامن در کشید	واندراں خانہ بجست و خواست رید
وہ فقیر اندر پہنچ گیا اور دامن سمیٹا	وہ اُس گھر میں کودا اور ہگنا چاہا

گفت ہے ہے گفت تن زن اے دژم	تا دریں ویرانہ خود فارغ کنم
اُس نے کہا ہائیں ہائیں اُس نے کہا اے پاگل چپ رہ	تاکہ میں اِس ویرانے میں فراغت حاصل کروں

چوں دریں جانیست وجہ زیستن	در چنیں خانہ بباید ریستن
جبکہ اِس جگہ جینے کا کوئی سامان نہیں ہے	ایسے گھر میں ہگنا چاہیئے

چوں نہ بازے کہ گیری تو شکار	دست آموزِ شکارِ شہریار
جبکہ تو باز نہیں ہے کہ شکار پکڑے	بادشاہ کے ہاتھ سے شکار پکڑنا سیکھے ہوئے

نیستی ؎۲ طاؤس با صد نقش و بند	کہ بنقشت چشمہا روشن کنند
تو سیکڑوں نقش و نگار والا مور نہیں ہے	کہ تیرے نقش و نگار سے آنکھیں روشن کریں

ہم نہ طوطی کہ چوں قندت دہند	گوش سوی گفتِ شیرینت نہند
تو طوطی بھی نہیں ہے کہ جب تجھے قند کھلائیں	تیری میٹھی گفتگو پر کان دھریں

ہم نہ بلبل کہ عاشق وار زار	خوش بنالی در چمن با لالہ زار
تو بلبل بھی نہیں ہے کہ عاشق کی طرح زار زار	لالہ زار والے چمن میں خوب نوحہ کرے

ہم نہ ہدہد کہ پیکیہا کنی	نے چو لکلک کہ وطن بالا کنی
تو ہدہد بھی نہیں ہے کہ پیغامبری کرے	نہ لقلق کی طرح ہے کہ وطن کو بڑھیا بنالے

در زمستاں سوی ہندستاں روی	در بہاراں سوی ترکستاں شوی
جاڑوں میں ہندوستان چلا جائے	(موسم) بہار میں ترکستان کی جانب پہنچ جائے

در چہ کاری تو و بہر چیت خرند	تو چہ مرغی و ترا با چہ خورند
تو کس کام کا ہے اور تجھے کس لئے خریدیں؟	تو کیسا پرند ہے اور تجھے کس چیز سے کھائیں؟

زیں ؎۳ دکانِ با مکیساں بر تر آ	تا دکانِ فضلِ اللہ اشتریٰ
کھینچ تان کرنے والوں کی اِس دکان سے آگے بڑھ	"اللہ نے خریدا" کی مہربانی کی دکان کی طرف

کالہ کہ ہیچ خلقش ننگرید	از خلاقت آں کریم آں را خرید
وہ سامان کہ کسی انسان نے اُسکی طرف نظر نہ کی	کہنگی کے سبب، اُس داتا نے اُس کو خرید لیا

؎۱ سبوس۔ بھوسی۔ چربک۔ مذاق کی بات۔ رید۔ ریدن ہگنا۔ دژم۔ پراگندہ دماغ۔ فارغ کنم۔ یعنی پاخانہ سے اپنے آپ کو فارغ کروں۔ چوں دریں فقیر نے کہا جبکہ اِس گھر میں زندگی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے تو پھر ایسا ویرانہ اسی قابل ہے اس میں پاخانہ پھر لیا جائے۔ چوں نہ اب پیر کمالات سے خالی ہونے کا بیان شروع کیا ہے یعنی تو ایسا باز بھی نہیں ہے جس نے بادشاہ کے ہاتھ پر بیٹھ کر شکار پکڑنا سیکھا ہو۔

؎۲ نیستی۔ تجھ میں کوئی حسنِ ظاہری بھی نہیں ہے۔ طوطی۔ طوطی کو جب شکر کھلاتے ہیں وہ خوب بولتی ہے۔ بلبل۔ بلبل آہ وزاری میں چمن کے ہمنوائی کرتی ہے۔ ہدہد۔ ہدہد نے حضرت سلیمانؑ کی پیغامبری کی تھی۔ بالا کنی۔ لقلق ہر موسم میں اپنے لئے بہترین وطن بناتا ہے جاڑوں میں ہندوستان آجاتا ہے اور موسم بہار میں ترکستان چلا جاتا ہے۔ در چہ۔ جب تو تمام کمالات سے خالی ہے تو لوگ تیرے گاہک کیوں بنیں۔

؎۳ زیں دکاں۔ جب تجھ میں کوئی کمال نہیں ہے تو اپنی بناوٹی باتوں کو چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع کر وہاں مقبولیت کیلئے کمال کی ضرورت نہیں ہے وہاں تو صرف تیرا اُدھر کو رجوع کرنا مقبولیت کے لئے کافی ہے۔ کالا۔ سامان۔ خلاقت۔ پرانا ہونا۔ کریم ہالفر تعالےٰ۔

ہیچ قُلبے[۱] پیشِ اُو مردود نیست
کوئی کھوٹا، اُس کے دربار سے مردود نہیں ہے

زانکہ قصدش از خریدن سُود نیست
کیونکہ خریدنے سے اُس کا مقصد نفع کمانا نہیں ہے

سُودِ اُو و بیعِ آں یارِ نکُو
اُس بھلے دوست کا نفع اور خریداری یہی ہے

کوست نیکو خلق و ہم نیکوش خُو
کہ وہ اچھے اخلاق والا ہے اور اُس کی عادت بھی بھلی ہے

بیحدست افضالِ اُو آیس مشو
اُس کی مہربانیاں بے حد ہیں، تو مایوس نہ ہو

سُوی دستانِ عجوزہ بازرو
بڑھی کے قصّہ کی جانب واپس چل

باز میگردم سُوی قصّہ عجُوز
میں پھر بڑھیا کے قصّہ کی طرف لوٹتا ہوں

زانکہ پایانے ندارد ایں رمُوز
کیونکہ اِن نکتوں کی انتہا نہیں ہے

رجوع بداستانِ آں کمپیر

اُس بوڑھی کی داستان کی جانب رجوع

بُود[۲] در ہمسایہ اشں سُورِ عجب
اُس کے پڑوس میں بڑھیا شادی تھی

کردہ بُودند از قضا اُورا طلب
تقدیر سے اُنھوں نے اُسکو (بھی) بلایا تھا

چوں عروسی خواست رفتن آں گندہ پیر
جب اُس بڑھیا نے شادی میں جانا چاہا

کرد ابرو را سیاہ اُو ہمچو قیر
اُس نے اَبرو کو تارکول کی طرح کالا کیا

چوں عروسی خواست رفتن آں خرِ بَف
جب اُس حرفتی نے شادی میں جانا چاہا

مُوی ابرو پاک کرد آں مُستَخِیف
اُس ظالم نے اَبرو کے بال صاف کئے

پیش رُو آئینہ بگرفت آں عجُوز
اُس بڑھیا نے مُنھ کے سامنے آئینہ رکھا

تا بیارایَد رُخ و رخسار و پُوز
تاکہ مُنھ اور رُخسار اور ٹھوڑی کو سجائے

چند گلگونہ[۳] بمالید از بطَر
اُس نے اکڑے سے بہت سا پوڈر مَلا

سُفرۂ رُویش نشد پوشیدہ تر
اُس کے مُنھ کی مُقعد زیادہ نہ چھپی

عُشر ہائے مُصحف از جا می برید
وہ قرآن کے عُشر جگہ سے کاٹتی تھی

می بچسپانید بر رُو آں پلید
وہ ناپاک چہرے پر چپکاتی تھی

تاکہ سُفرہ رُوی اُو پنہاں شَوَد
تاکہ اُس کے مُنھ کی مُقعد چُھپ جائے

تا نگینِ حلقۂ خوباں شَوَد
تاکہ حسینوں کے حلقہ کا نگ بن جائے

عُشر ہا بر رُوی ہر جا می نہاد
چہرے پر ہر جگہ عُشر رکھتی تھی

چونکہ بر می بست چادر می فتاد
وہ جب چادر اوڑھتی تھی وہ گر جاتے تھے

۱ قُلب۔ وہ اللہ تعالیٰ کھوٹے کو بھی خرید لیتا ہے کیونکہ اُس کا منشا نفع کمانا نہیں ہے سُودِ اُو۔ وہاں نفع اور معاملہ صرف اِس بنا پر ہے کہ وہ کریم ہے۔ آیِس۔ مایوس۔ رمُوز۔ اللہ کی مہربانیاں۔

۲ بُود۔ اُس بڑھیا کے پڑوس میں ایک شادی تھی پڑوسیوں نے اتفاقاً اُس کو بھی دعوت دے دی۔ قیر۔ تارکول کی قسم کا ایک مادہ ہے یعنی اُس نے اپنی سفید ابرؤں کو خوب کالا کرلیا۔ خرِ بَف۔ ہم پیشہ دوست، دشمن۔ پاک کرد۔ یعنی اُس نے ابرؤں کو تراش کر صحیح کرلیا۔ مُستَخِیف۔ ظالم۔ پُوز۔ تھوڑی۔

۳ گلگونہ۔ اُبٹن، پوڈر۔ بَطَر۔ اکڑ۔ سُفرہ۔ مُقعد۔ عُشر ہائ قرآن پاک کی ہر دس آیتوں پر نشان بنایا جاتا تھا اُسکو عُشر کہتے تھے وہ شاید سنہرے ہوں۔ تاکہ۔ مُنھ پر عُشر اِس لئے چسپاں کر رہی تھی کہ مُنھ کی سلوٹیں چُھپ جائیں۔ چونکہ۔ عُشر چپکانے کے بعد جب چادر اوڑھتی تھی وہ چادر کی رگڑ سے گر جاتے تھے۔

بازاُو آں عُشر ہارا با خدُو
دہ پھر ان عُشروں کو تھوک سے

می بچفسانید بر اطرافِ رُو
مُنہ کے اطراف پر چپکاتی

باز چادر راست کردے آں نگیں
دہ بہادر پھر چادر کو ٹھیک کرتی

عُشر ہا افتادے از رُو بر زمیں
عُشر چہرے سے زمین پر گر پڑتے

چوں بسے می کرد فن آں می فتاد
جب اُس نے بہت سی تدبیریں کیں اور وہ گرے

گفت صد لعنت بر آں ابلیس باد
بولی، اُس شیطان پر سو لعنتیں ہوں

شد مُصوّر آں زماں ابلیس زُود
اُس وقت فوراً شیطان مجسّم ہو گیا

گفت اے قحبہ قدیدِ بے ورُود
اُس نے کہا اے بدکار سُوکھے گوشت جس کے پاس کوئی نہ آئے

من ہمہ عُمر ایں نیندیشیدہ ام
میں نے تمام عمر یہ نہیں سوچا ہے

نے ز جُز تو قحبہ ایں دیدہ ام
نہ میں نے تجھ بدکار کے سوا کسی سے یہ دیکھا ہے

تخمِ نادر در فضیحت کاشتی
تُو نے رُسوائی میں عجیب بیج بویا ہے

در جہاں تو مُصحفے نگذاشتی
تُو نے دنیا میں قرآن کو بھی نہ چھوڑا

صد بلیسی تو خمیس اندر خمیس
تو لشکر در لشکر سینکڑوں شیطان ہے

ترکِ من گو اے عجوزِ درد بیس
اے گندی بڑھیا! مجھے چھوڑ دے

چند دُزدی عُشر از اُمّ الکتیب
تو قرآن کے عُشر کب تک چُرائے گی؟

تا شود رُویت مُلوّن ہمچو سیب
تاکہ تیرا چہرہ سیب کی طرح رنگین ہو جائے

چند دُزدی حرفِ مردانِ خدا
تو مردانِ خدا کے حرف کتنے چُرائے گا؟

تا فروشی و ستانی مرحبا
تاکہ تو بیچے اور مرحبا وصول کرے

رنگ بربستہ ترا گلگوں نکرد
جمائے ہوئے رنگ نے تجھے گلابی رنگ کا نہ بنایا

شاخِ بربستہ فنِ عرجوں نکرد
بندھی ہوئی شاخ نے اصل شاخ کا کام نہ کیا

عاقبت چوں چادرِ مرگت رسد
انجام کار جب تیرے پاس موت کی چادر آئیگی

از رُخت ایں عُشر ہا اندر فتد
تیرے رُخ سے یہ عُشر جھڑ جائینگے

چونکہ آید خیز خیز آں رحیل
جبکہ اُس کوچ کا چل چلاؤ آ جائے گا

گم شود زاں پس فسونِ قال و قیل
اُس کے بعد قال و قیل کا جادو گم ہو جائے گا

عالَمِ خاموشی آید پیش بیست
خاموشی کا عالم آ جائیگا کہ سامنے کھڑا ہو

وائے آنکو در درُوں اُستش نیست
اُس شخص پر افسوس ہے جس کے اندر محبت نہیں ہے

---

۵۱ خدُو۔ تھوک۔ باز چادر۔ وہ ہمت کر کے دوبارہ چادر اوڑھتی تو وہ عُشر پھر گر جاتے۔ چوں۔ جب بہت تدبیریں کر چکی اور وہ عُشر چہرے پر نہ جمے تو شیطان پر لعنت بھیجنے لگی۔ شد مصوّر۔ شیطان مجسّم بن کر اُس کے سامنے آ گیا۔ قحبہ۔ رنڈی۔ قدید۔ گوشت کا سوکھا ٹکڑا۔ بے ورود۔ یعنی جسے کوئی لینے آئے۔

۵۲ من ہمہ عمر۔ شیطان نے کہا کہ میں نے تمام عمر ایسی خباثت نہیں سوچی نہ تیرے سوا کسی کو ایسی حرکت کرتے دیکھا۔ مُصحف۔ قرآنِ پاک۔ خمیس۔ لشکر۔ درد بیس بہت بوڑھی عورت، سڑیل، گندی۔ اُمّ الکتیب۔ قرآن پاک۔ مُلوّن: رنگین۔ چند دُزدی۔ اب مولانا حکایت کے مقصود کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے بناوٹی شیخ تو کب تک بزرگوں کے اقوال چُرا کر لوگوں کی واہ واہ حاصل کرے گا یہ فرضی رنگ حقیقی رنگ نہ ہوگا۔ کسی درخت پر بندھی ہوئی شاخ اصل شاخ کا سا کام نہ کرے گی۔

۵۳ عاقبت۔ جب تو موت کی چادر اوڑھے گا یہ چپکائے ہوئے عُشر بڑھیا کی طرح جھڑ جائیں گے۔ چونکہ۔ جب چل چلاؤ کا وقت آئے گا یہ فرضی قصے سب ختم ہو جائیں گے۔ عالمِ خاموشی۔ عالمِ آخرت۔ پیش بیست یعنی یہ حکم ہوگا کہ ربّ العالمین کے سامنے کھڑا ہو۔ نیستش۔ جس کے اندر عاشقانہ محبت نہیں۔

صیقلے[1] کن یک دو روزے سینہ را — دفتر خود ساز آں آئینہ را
دو ایک دن سینہ کی صیقل کرے — اُس آئینہ کو اپنا دفتر بنالے

کز سایۂ یوسفِ صاحبقراں — شد زلیخای عجوز از سر جواں
کہ صاحبقراں یوسف کے سایہ سے — بوڑھی زلیخا ازسرِ نو جوان ہوگئی

می شود مبدل بخورشیدِ تموز — آں مزاجِ باردِ بَردُ العجوز
ساون کے سورج سے بدل جاتا ہے — چلّے کے جاڑے کا ٹھنڈا مزاج

می شود مبدّل بسوزِ مریمی — شاخ لب خشکے بہ نخلِ خرمی
مریمی سوز سے بدل جاتی ہے — خشک لب شاخ خوشی کی کھجور سے

اے عجوزہ[2] چند کوشی با قضا — نقد جو اکنوں رہا کن ما مضیٰ
اے بڑھیا! تو حکم خداوندی کے مقابلہ میں کب تک — اب نقد کی جستجو کرلے، گذشتہ کو چھوڑ

چوں رُخت را نیست در خوبی اُمید — خواہ گلگونہ نہ و خواہی مدید
جبکہ تیرے چہرے کو حسن کی اُمید نہیں ہے — خواہ پوڈر لگا اور خواہ سیاہی

حکایتِ آں رنجور کہ طبیب در وے امیدِ صحت ندید

اُس بیمار کی حکایت جس میں طبیب نے صحت کی امید نہ دیکھی

آں یکے رنجور شد سوی طبیب — گفت نبضم را فرو بیں اے لبیب
ایک بیمار طبیب کے پاس پہنچا — بولا اے عقلمند! میری نبض غور سے دیکھ لے

تا ز نبض آگہ شوی بر حالِ دل — کہ رگِ دست است با دل متصل
تاکہ تو نبض سے دل کی حالت پر آگاہ ہوجائے — کیونکہ ہاتھ کی رگ دل سے جڑی ہوئی ہے

چونکہ[3] دل غیبست خواہی زو مثال — زو بجو کہ باد ہستش اتصال
چونکہ دل پوشیدہ ہے، تو اس کی مثال چاہتا ہے — اُس سے تلاش کرلے کیونکہ اُس کا ملاپ اتصال ہے

باد پنہانست از چشم اے امیں — در غبار و جنبشِ برگش ببیں
اے امین! ہوا آنکھ سے پوشیدہ ہے — غبار اور پتّوں کے ہلنے میں اُس کو دیکھ لے

کز یمین ست او وزاں یا از شمال — جنبشِ برگت بگوید وصفِ حال
کہ وہ دائیں جانب سے چل رہی ہے یا بائیں سے — پتّوں کی حرکت حال بتادے گی

نبض والی رگ دل سے جڑی ہوئی ہے ——— [3] چونکہ - دل نظروں سے غائب ہے اگر اُس کی حالت سمجھنے کیلئے کسی مثال کی ضرورت ہے تو نبض سے سمجھ لو اُس کا اِس سے اتّصال ہے وہ نبض اِس کی حالت بتادیگی۔ باد۔ جو چیز مخفی ہو اُس سے متصل چیز سے اُس کی حالت معلوم کیجاتی ہے ہوا مخفی چیز ہے غبار اور پتے اُس سے متصل ہیں اُن سے اُس کی حالت کا پتہ ؟

[1] صیقلے - اللہ تعالےٰ سے محبت پیدا کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ مجاہدوں کے ذریعہ دل کو مانجھو پھر اُس میں اَسرار ظاہر ہونگے اور تیرا دل تیرے لئے دفتر اور کتاب کا کام دے گا۔ کز سایہ۔ جب حضرت یوسفؑ کے سایہ سے زلیخا جوان ہوسکتی ہے تو جب تیرے سینہ میں انوارِ الٰہی پیدا ہونگے تو جو اَب مثل بڑھیا کے ہے جوان بن جائے گا۔ صاحبقراں۔ وہ خوش نصیب جس کی ولادت کے وقت زہرہ اور مشتری دونوں ستارے ایک برُج میں جمع ہوجائیں۔ می شود۔ جس طرح سردی سورج کے اثر سے گرمی میں تبدیل ہوجاتی ہے اِسی طرح تیرے اندر تبدیلی ہوجائے گی۔ تموز۔ ساون کا مہینہ۔ مریمی۔ حضرت مریمؑ کی تاثیر سے خشک کھجور پھل دینے لگی تھی اِسی طرح تیرے اندر تبدیلی آجائے گی۔

[2] اے عجوز - انسان کو گذشتہ معصیتوں سے مایوس ہوکر آئندہ اَعمال کی اصلاح کو ترک نہ کرنا چاہیئے۔ گذشتہ سے قطع نظر کرکے اصلاحِ حال میں لگ جانا چاہیئے۔ چوں رُخت۔ پہلے تونے جو کچھ فرضی باتیں کیں وہ کسی طرح مفید نہ ہونگی اب صحیح حالات پیدا کرلے۔ حکایت۔ فرضی باتوں کا حقیقت بننا اِسی طرح ناممکن ہے جس طرح اِس مریض کی صحت ناممکن تھی۔ رنجور۔ بیمار۔ لبیب۔ ذہین۔ تا ز نبض۔ دل کی حالت نبض سے معلوم کرلے

مستیٔ[1] دل را نمی دانی کہ کو — وصفِ اُو از نرگسِ مخمور جو

اگر تو دل کی مستی کو نہیں سمجھتا ہے کہ وہ کہاں ہے — تو خمار آلود آنکھوں میں اُس کی حالت تلاش کرلے

چوں ز ذاتِ حق بعیدی وصفِ ذات — باز دانی از رسول و معجزات

جبکہ تو خدا کی ذات سے دور ہے ذات کی صفت — تو رسول اور معجزوں سے معلوم کرے گا

معجزاتے و کراماتے خفی — بر زند بر دل ز پیرانِ صفی

معجزے اور مخفی کرامات — برگزیدہ پیروں کی جانب سے دل پر اثر کرتی ہیں

کہ درونِ شاں صد قیامت نقد ہست — کمتریں آنکہ شود ہمسایہ مست

کیونکہ اُن کے باطن میں سیکڑوں قیامتیں موجود ہیں — اُن میں سے کمتر یہ ہے کہ پڑوسی مست ہو جاتا ہے

پس جلیس[2] اللہ گشت آں نیک بخت — کو بہ پہلوئے سعیدے بُرد رخت

وہ نیک بخت خدا کا ہم نشین بنا — جس نے کسی نیک بخت کے پہلو میں سامان لیجا ڈالا

معجزہ کاں بر جمادے زد اثر — یا عصا یا بحر یا شق القمر

وہ معجزہ جس نے بے جان پر اثر کیا — لاٹھی ہو، یا دریا، یا چاند کا پھٹنا

گر اثر بر جاں کُند بے واسطہ — متصل گردد بہ پنہاں رابطہ

اگر بغیر واسطے کے جان پر اثر کرے — تو مخفی طور پر رابطہ جڑ جائے گا

بر جمادات[3] آں اثرہا عاریہ است — آں پئے روحِ خوشِ متواریہ است

بے جانوں پر وہ اثرات عارضی ہیں — وہ مخفی پاکیزہ روح کے لئے ہیں

تا ازاں جامد اثر گیرد ضمیر — حبذا ناں بے ہیولائے خمیر

تاکہ اُس بے جان سے دل اثر قبول کرے — خمیر کے مادے کے بغیر روٹی کیا ہی اچھی ہے

حبذا خوانِ مسیحیٔ بے کمی — حبذا بے باغ میوہ مریمیؑ

بغیر کمی کا مسیحی دسترخوان خوب ہے — (حضرت) مریمؑ کا بغیر باغ کا میوہ خوب ہے

بر زند از جانِ کامل معجزات — بر خمیر جانِ طالب چوں حیات

معجزے کامل روح سے اثر کرتے ہیں — زندگی کی طرح، طلبگار کی روح کے خمیر پر

کنا نہیں ہے بلکہ روح کو متاثر کرنا ہے۔ تا ازاں ـ بے جان معجزے سے اِس لئے متاثر ہوتی ہے کہ اِس سے انسان کا دل متاثر ہوتا ہے تو اگر جان کے واسطے کے بغیر یہ بات حاصل ہو جائے تو کیا اچھا ہے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ روٹی پکانے اور آٹا گوندھنے کی زحمت کے بغیر پیٹ بھر جائے۔ حبذا۔ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کو بغیر مادی وسائط کے نعمتیں حاصل ہوئیں۔ بر زند۔ لیکن اُس تاثیر کے لئے طلب ضروری ہے۔

---

[1] مستی۔ دل کے عشق کا آنکھیں حال بتا دیتی ہیں (چونکہ) ذاتِ باری بھی مخفی ہے اُس کے صفات کا حال اِسی لئے اُس کے معجزوں سے معلوم ہو جاتا ہے۔ ز پیرانِ صفی۔ نبی رسول اور اولیا کی برکت سے معجزے اور کرامات دل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ کہ درون۔ چونکہ اُن کے باطن میں قیامت چھپی ہوئی ہے اور قیامت مُردوں کو زندہ کر دیتی ہے، اِس لئے اُن کا باطن مُردہ قلب کو زندگی بخش دیتا ہے اُس کا اثر یہ ہے کہ اُن کا ہمسایہ مست ہو جاتا ہے۔

[2] پس۔ اُن کا ہم نشین اللہ تعالیٰ کا ہم نشین بن جاتا ہے یعنی اُس میں اللہ کی ہمنشینی کا اثر جو تعلق مع اللہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔ معجزہ۔ معجزے کی تاثیر دل پر خاص مواد کی تاثیر کے واسطے سے پڑتی ہے معجزے کا اثر عصا پر پڑا اور وہ اژدھا بن گئی یا سمندر پر پڑا اور وہ حضرت موسیٰؑ کے لئے گذرنے کی بقدر خشک ہو گیا یا شق القمر پر پڑا اور ان کے ذریعہ سے اُس کی تاثیر اُن پر پڑی تو اگر معجزہ بغیر موادِ خارجہ کے واسطہ کے دل پر اثر کرے گا تو اُس سے معجزے کا مقصد بدرجۂ اتم پورا ہو جائے گا یعنی دل میں اور حضرتِ حق میں ربط پیدا ہو جائے گا۔

[3] بر جمادات۔ معجزوں کا اصل مقصد اِن مواد کو متاثر

مُعجزہ بحر ست[۵۱] ناقص مُرغِ خاک | مُرغِ آبی در وے ایمن از ہلاک

مُعجزہ سمندر ہے اور ناقص خشکی کا پرندہ ہے | پانی کا پرندہ اُس میں ہلاک ہونے سے بے امن ہو

عجز بخشِ جانِ ہر نامحرمے | لیک قدرت بخش جانِ ہمدمے

وہ (معجزہ)، ہر نامحرم کی جان کو عاجزی بخشتا ہے | لیکن ہمدم کی جان کے لئے قدرت بخشنے والا ہے

چوں[۵۲] نیابی ایں سعادت در ضمیر | پس ز ظاہر ہر دم استدلال گیر

اگر یہ سعادت تو باطن میں نہیں پاتا ہے | تو ہر وقت ظاہر سے دلیل پکڑ تا سیکھ لے

کہ اثر ہا بر مشاعر ظاہر ست | ویں اثر ہا از مؤثر مُخبر ست

کیونکہ اثرات، حواس پر ظاہر ہیں | اور یہ اثرات، اثر کرنے والے کی خبر دینے والے ہیں

ہست پنہاں معنیِ ہر دارُوے | ہمچو سحر و صنعتِ ہر جادُوے

ہر دوا کی صفت پوشیدہ ہے | جیسا کہ ہر جادو کی سحر کاری اور کارگری

چوں نظر در فعل و آثارش کُنی | گرچہ پنہانست اِظہارش کُنی

تو جب اُس کے اثرات اور کام پر نظر کریگا | اگرچہ وہ مخفی ہے، تو اُس کا اظہار کردے گا

قوّتے کاں اندرونش مُضمر ست | چوں بفعل آید عیانِ مُظہر ست

وہ قوت جو اُس میں پوشیدہ ہے | جب کام میں آتی ہے ظاہر کردینے والا مشاہدہ ہو

چوں[۵۳] باثار ایں ہمہ پیدا شُدت | چوں نشُد ظاہر بآثار ایزدت

جب یہ سب چیزیں تجھ پر آثار سے ظاہر ہوگئیں | تو تجھے خدا آثار سے کیوں نہ ظاہر ہوا؟

نے سببہا و اثر ہا مغز و پوست | چوں بجوئی جملگی آثارِ اوست

کیا اسباب اور اثرات گودا اور چھلکا نہیں ہیں | جب تو جستجو کریگا سب اُسی کے آثار ہیں

دوست گیری چیزہا را از اثر | پس چرا ز آثار بخشے بے خبر

اثر کی وجہ سے تو بہت سی چیزوں کو دوست بنا لیتا ہے | تو پھر تو آثار بخشنے والے سے بے خبر کیوں ہے؟

از خیالے دوست گیری خلق را | چوں نگیری شاہِ غرب و شرق را

تو ایک خیال سے مخلوق کو دوست بنا لیتا ہے | مغرب اور مشرق کے شاہ کو کیوں نہیں بنا لیتا؟

ایں سخن پایاں ندارد اے قباد | حرص مارا اندریں پایاں مباد

اے شاہ! یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی ہے | اِس میں ہماری حرص ختم نہ ہو

رجوع بقصۂ آں رنجور

اُس بیمار کے قصہ کی طرف واپسی

---

[۵۱] مُعجزہ۔ مُعجزے کو دریا کہو اور ناقص کو خشکی کا پرندہ جو دریا میں نہیں تیر سکتا ہے اور روحِ کامل، بمنزلہ آبی پرندے کے ہے جو دریا میں ہر طرح سے محفوظ رہتا ہے۔ عجز بخش۔ مُعجزے کا اثر ناقص پر اُس کے عجز کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے وہ اُس کے مقابلہ سے عاجز آجاتا ہے اور کامل کو قوت اور عمل کی قدرت عطا کر دیتا ہے۔

[۵۲] چوں نیابی۔ نامحرم اور ہمدم کے علاوہ انسانوں کی ایک تیسری قسم بھی ہے جو بین بین ہے اُس کے لئے مناسب ہے کہ وہ ظاہری امور سے استدلال کرے اللہ تعالیٰ کے اثرات حواس پر ظاہر ہوجاتے ہیں جو مؤثر کی خبر دیتے ہیں ہست۔ دوا کا اثر اور سحر دونوں نظروں سے مخفی ہیں لیکن اُن کے اثرات دیکھ کر تو اُن کا اظہار کر دیتا ہے دوا کی قوت اور جادو کا اثر جب وجود میں آتا ہے محسوس ہوجاتا ہے۔

[۵۳] چوں۔ جبکہ ہر مخفی چیز اپنے آثار سے پہچان لی جاتی ہے تو خدا کے آثار سے اُس کو کیوں نہیں پہچانا جاسکتا۔ نے۔ دنیا میں جس قدر اسباب اور اُن کے آثار ہیں سب اللہ تعالیٰ کے آثار ہیں۔ دوست۔ دنیا کی اشیاء سے اُنکے آثار کی بنا پر محبت ہوتی ہے تو پھر اِن آثار کے پیدا کرنیوالے سے محبت کیوں نہیں ہے۔ از خیالے۔ اگر کسی کے بارے میں اچھا خیال قائم ہو جائے تو خواہ وہ غیر واقعی ہو اُس سے محبت ہوجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ جو شاہِ شرق و غرب ہے اُس سے دوستی کیوں نہیں ہے۔ اندریں۔ یعنی تعلق مع اللہ۔

بازگردو قصۂ رنجور گو
واپس لوٹ اور بیمار کا قصہ کہہ

باطبیبِ آگہ و ستّار[1] خو
واقفِ کار اور پردہ پوشی کرنیوالے طبیب کیساتھ

نبضِ اُو بگرفت و واقف شُد زحال
اُس نے اُس کی نبض پکڑی اور حال سے واقف ہوگیا

کہ اُمیدِ صحتِ اُو بُد محال
کہ اُس کی تندرستی کی اُمید ناممکن تھی

گفت ہر چیت دل بخواہد آں بکُن
اُس نے کہا، جو تیرا دل چاہے وہ کر

تارَوَد از جسمت ایں رنجِ کہن
تاکہ تیرے جسم سے یہ پُرانی بیماری جاتی رہے

ہر چہ خواہد خاطرِ تو وا مگیر
جس چیز کو تیرا دل چاہے، نہ روک

تانگردد صبر و پرہیزت زحیر
تاکہ تیرا صبر اور پرہیز مصیبت نہ بن جائے

صبر و پرہیز ایں مرض را داں زیاں
صبر اور پرہیز کو اس مرض کے لئے مضر سمجھ

ہر چہ خواہد دل در آرش در میاں
جو دل چاہے وہ کر

ایں چنیں رنجور را گفت اے عمو
اے چچا! ایسے ہی بیمار کے لئے فرمایا ہے

حق تعالیٰ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ
اللہ تعالیٰ نے تم جو چاہو کرو

گفت[2] رَو ہیں خیر بادت جانِ عم
اُس نے کہا اے چچا جان! جاؤ تمہارا بھلا ہو

مَن تماشائے لبِ جُو میرَوم
میں دریا کے کنارے سَیر کو جاتا ہوں

بر مرادِ دل ہمی گشت اُو بر آب
وہ دل کی خواہش کے مطابق پانی پر گشت لگا رہا تھا

تاکہ صحّت را بباید فتحِ باب
تاکہ صحت کے دروازے کی کُشادگی ہوجائے

بر لبِ جُو صوفیِ بنشستہ بُود
دریا کے کنارے، ایک صوفی بیٹھا تھا

دستِ رُو می شُست و پاکی میفزود
ہاتھ اور منھ دھو رہا تھا اور پاکی بڑھا رہا تھا

اُو قفایش دید چوں تخییلیے
یا اُس نے اُس کی گدّی دیکھی، تو سودائی آدمی کی طرح

کرد اُو را آرزوئے سیلیے
اُس نے طمانچہ لگانے کی تمنا کی

بر قفائے صوفی آں حیرت پرست[3]
وہ حیرت پرست، صوفی کی گدّی پر

راست میکرد از برائے صفع دست
طمانچہ مارنے کے لئے ہاتھ تان رہا تھا

کآرزو را گر نرانم تا رَوَد
کہ اگر میں آرزو پوری نہ کروں حتیٰ کہ وہ جاتی رہے

آں طبیبم گفت کاں علت شود
تو اُس طبیب نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ بیماری بن جائیگی

---

[1] ستّار خُو۔ مریضوں کی پریشانی کی وجہ سے وہ طبیب مریضوں کی پوری کیفیت سے اُن کو مطلع نہ کرتا تھا۔ بُد مُحال۔ وہ دِق کے آخری درجہ میں پہنچ چکا تھا۔ ہر چیت دل۔ دلِ تو ہر چہ۔ رنجِ کہن۔ یعنی پرہیز کی پُرانی تکلیف یا مریض کی تسلی کے لئے کہہ دیا ورنہ مرض لاعلاج ہو چکا تھا۔ حیر۔ اب صبر اور پرہیز نہ کرو ورنہ طبیعت اور کمزور ہوگی مرض کا غلبہ ہو جائیگا۔ ایں چنیں۔ اب مولانا کا ذہن مایوس العلاج روحانی مریضوں کی طرف منتقل ہوگیا فرماتے ہیں قرآن نے ایسے ہی روحانی مایوس العلاج مریضوں کے لئے فرمایا ہے کہ جو چاہو کرو اگرچہ قرآن کا یہ قول زجر و توبیخ پر مبنی ہے اور طبیب کا قول مریض کو اجازت کیلئے تھا۔

[2] گفت۔ مریض نے طبیب کا قول سُن کر اُس کو رخصت کیا اور خود دریا کی سیر کو چل دیا جو اُس کی دلی خواہش تھی اور طبیب کی نصیحت کے مطابق صحت کی خاطر اُس نے دل کی خواہش پوری کرنے کا ارادہ کرلیا۔ میفزود۔ یعنی باطنی طہارت تو اُس کو حاصل تھی ظاہری طہارت (وضو) کر رہا تھا تاکہ ایک کی بجائے دو طہارتیں حاصل ہو جائیں۔ آو۔ مریض نے صوفی کی گدّی دیکھی تو اُس پر طمانچہ مارنے کی تمنا پیدا ہوگئی.... تخییلیے۔ یعنی وہ آدمی جو سودائی ہو۔

[3] بر قفا۔ اُس مریض نے صوفی کی گدّی پر طمانچہ مارنے کیلئے ہاتھ اُٹھایا۔ حیرت پرست۔ یعنی حیران عقل والا۔ صفع۔ طمانچہ۔ کآرزو۔ دل میں سوچا کہ اگر یہ تمنا پوری نہ کروں گا تو طبیب کے کہنے کے مطابق بیماری میں اضافہ ہوگا اور یہ ہلاکت ہے اور قرآن نے اپنے آپ کو ہلاک کرنے سے منع کیا ہے۔

سیلیش اندر برم در معرکه ـــ زانکه لا تلقوا بایدی تهلکه

میں لڑائی میں اُس کے طمانچہ (مارنے) کو لایا ہوں ـــ کیونکہ (حکم ہے) اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو

تہلکست ایں صبر و پرہیز اے فلاں ـــ خوش بکوبش[1] تن مزن چوں کاہلاں

اے فلاں! یہ صبر اور پرہیز ہلاکت ہے ـــ اُس کو خوب کوٹ، کاہلوں کی طرح خاموش نہ ہو

چو زدش سیلی بر آمد یک طراق ـــ گفت صوفی ہے ہے اے قوادِ عاق

جب اُس نے اُسکے طمانچہ مارا طراق (کی آواز) نکلی ـــ صوفی نے کہا ہائیں ہائیں اے دیّوث، نافرمان

خواست صوفی تا دو سہ مشتش زند ـــ سبلت و ریشش یکایک بر کند

صوفی نے چاہا کہ اُس کے دو تین مکّے مارے ـــ یکبارگی اُس کی مونچھ اور داڑھی اُکھاڑ دے

لیک اُو را خستہ و رنجور دید ـــ بس ضعیف و خوار و زار و عور دید

لیکن اُس کو تھکا ہوا اور بیمار دیکھا ـــ بہت کمزور اور خوار اور لاغر اور برہنہ دیکھا

باز اندیشید او ضعفِ ورا ـــ گفت اگر مشتش زنم گردد فنا

پھر اُس کی کمزوری کو اُس نے سوچا ـــ کہا اگر میں اُس کے گھونسا ماروں گا، مر جائے گا

رنجِ دق از وے بر آوردہ دمار ـــ دید شخصے سخت مدقوق و نزار

دق کی بیماری نے اُس کی تباہی مچا دی ہے ـــ اُس نے ایسا شخص دیکھا جو دق میں مبتلا اور کمزور تھا

خلق[2] رنجورِ دق و بیچارہ اند ـــ وز خداعِ دیو سیلی بارہ اند

مخلوق دق کی مریض اور لاعلاج ہے ـــ اور شیطان کے درغلانے سے طمانچہ مارنے کی شوقین ہے

جملہ در ایذائے بیجرماں حریص ـــ در قفائے ہمدگر جویاں نقیص

سب بے خطاؤں کو ستانے کے شوقین ہیں ـــ ایک دوسرے کے پیٹھ پیچھے عیب کے جویاں ہیں

اے زنندہ بے گناہاں را قفا ـــ در قفائے خود نمی بینی چرا

او بے گناہوں کی گدی پر مارنے والے! ـــ تو اپنی گدّی کو کیوں نہیں دیکھتا ہے؟

اے ہوا را طبِ خود پنداشتہ ـــ بر ضعیفاں صفع را بگماشتہ

اے وہ کہ نفس کی خواہش کو علاج سمجھے ہوئے ہے ـــ کمزوروں پر طمانچہ تلے ہوئے ہے

بر تو[3] خندد آنکہ گفت ایں دوا ست ـــ اُو ست کادم را بگندم رہنما ست

تجھ پر وہ ہنسا جس نے تجھ سے کہا کہ یہ دوا ہے ـــ وہ وہی ہے جو آدم کا گیہوں کیجانب رہنما ہو

کہ خورید ایں دانہ اے دو مستعیں ـــ بہرِ دارو تا تکونا خالدین

کہ اے دونوں مدد چاہنے والو! اس دانہ کو کھاؤ ـــ دوا کیلئے، تاکہ تم دونوں (جنت میں) ہمیشہ رہنے والے بن جاؤ

---

[1] خوش بکوبش۔ یعنی مریض نے اپنے آپ کو کہا۔ طراق۔ طمانچہ کی آواز۔ قواد۔ دیّوث۔ خواست۔ صوفی نے اُس مریض کو مارنا چاہا، لیکن اس کی لاغری کی وجہ سے یہ سوچا کہ اگر میں اس کو ماروں گا تو وہ مر جائے گا۔ عور۔ ننگا۔ دمار۔ ہلاکت، تباہی۔ مدقوق۔ وہ شخص جو دق کا بیمار ہو۔

[2] خلق۔ اب مولانا ارشادی مضمون بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح طبیب کی بات سے غلط فہمی میں اُس بدنی مریض نے صوفی کے طمانچے مارے اسی طرح عوام روحانی مریض شیطان کے ورغلانے سے مخلوقِ خدا کو ستانے پر آمادہ رہتے ہیں۔ سیلی بارہ۔ طمانچہ بازی کا شائق۔ نقیص۔ عیب۔ سعدی کا شعر؛

در برابر چو گوسفند سلیم
در قفا ہمچو گرگ مردم خوار

[3] بر تو۔ وہی شیطان جو تیرا اغوا کرتا ہے تیرا مذاق اُڑاتا ہے۔ اسی نے تیرے باوا آدم کا اغوا کیا تھا۔ مستعین۔ مدد کا طالب۔ دارو۔ دوا۔

اُوش لغزانید و زد اُورا قفا
اُس نے اُن کو پھسلایا اور گدّی پر مارا

آں[۵۱] قفا وا گشت و گشت ایں را جزا
وہ گدّی (پر مارنا) پلٹ اور اُس کی سزا بن گئی

اُوش لغزانید سخت اندر زلق
اُس نے اُن کو پھسلنی میں پھسلایا

لیک پُشت و دستگیرش بود حق
لیکن اللہ (تعالیٰ) اُن کا سہارا اور مددگار تھا

کوہ بُود آدمؑ اگر پُر مار شُد
(حضرت) آدمؑ پہاڑ تھے خواہ سانپوں بھرے ہو گئے

کانِ تریاقست و بے اضرار شُد
وہ تریاق کی کان ہیں اور بے ضرر ہو گئے

تو کہ تریاقے نداری ذرّۂ
تو جو کہ تریاق کا ایک ذرہ نہیں رکھتا

از خلاصِ خود چرائی غرّۂ
اپنی نجات سے تو کیوں غافل ہے؟

آں توکّل کو خلیلانہ تُرا
(حضرت) خلیلؑ کا سا توکل تجھے کہاں حاصل ہو؟

تا نبُرّد تیغت اسمٰعیلؑ را
تاکہ تیری تلوار (حضرت) اسماعیلؑ کو نہ کاٹے

واں کرامت چوں[۵۲] کلیمت از کجا
کلیمُ اللہ کی عزت تجھے کہاں سے حاصل ہے؟

تا کُنی شہ راہ قعرِ نیل را
تاکہ تو نیل (دریا) کی گہرائی کو شاہراہ بنالے

گر سعیدے از منارہ اُوفتید
اگر کوئی سعید منارے سے گر پڑے

بادش اندر جامہ اُوفتاد و رہید
ہوا اُن کے کپڑوں میں بھر گئی اور وہ بچ گئے

چوں یقینت نیست آں بختِ حسن
جب وہ اچھا نصیبہ یقیناً تیرے لئے نہیں ہے

تو چرا بر باد دادی خویشتن
تو نے اپنے آپ کو کیوں برباد کیا؟

زیں[۵۳] منارہ صد ہزاراں ہمچو عاد
اس منارے سے لاکھوں آدمی، عاد کی طرح

در فتادند و سراسر باد داد
گرے اور سراسر برباد ہوئے

سر نگوں افتادگاں زیرِ منار
منارے کے نیچے اوندھے گرے ہوئے

می نگر تو صد ہزار اندر ہزار
تو لاکھوں لاکھ دیکھ لے

تو رسن بازی نمی دانی یقیں
تو یقیناً نٹ بنا نہیں جانتا ہے

شکر پاہا گو و میرو بر زمیں
پاؤں کا شکر ادا کر اور زمین پر چل

پر مساز از کاغذ و از کہ مپر
کاغذ کے پَر نہ بنا اور پہاڑ پر سے نہ اُڑ

کہ دراں سودا بسے رفتست سر
چونکہ اُس جنون میں بہت سے سر ختم ہوئے ہیں

رسن بازی۔ نٹ کا کھیل۔ کہتے ہیں کہ وہ تنی تان کر رسّی پر سے بے کھٹکے گزر جاتے ہیں۔ پرمساز۔ کاغذ کے بناوٹی پر لگا کر پہاڑ پر سے اُڑنے کی کوشش نہ کر۔ ورنہ گر کر ہلاک ہو جائے گا۔

[۵۱] آں قفا۔ اُس شیطان کے لئے وہی طمانچہ سزا بنا اس لئے کہ اس نے توبہ نہ کی۔ زلق پھسلن۔ لیک۔ حضرت آدمؑ نے خطا سے اپنے لئے خفا کا جواز نہ پیدا کر۔ تجھ میں اُن کی جیسی خوبیاں کہاں ہیں حضرت حق اُن کا دستگیر تھا۔ کوہ۔ حضرت آدمؑ کی مثال تو اُس پہاڑ کی سی ہے جس میں سانپ ہوں تو تریاق بھی ہو۔ تو کہ تریاقے۔ عوام میں وہ صلاحیتیں کہاں ہیں جو حضرت آدمؑ میں تھیں۔ آں توکل۔ حضرت ابراہیمؑ کو جو توکل کا مرتبہ حاصل تھا وہ تجھ میں کہاں ہے۔ اسی توکل کی بناء پر اُن کی تلوار حضرت اسماعیلؑ کا گلا نہ کاٹ سکی۔

[۵۲] چوں کلیمت۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا سا توکل تجھ میں کب ہے۔ اسی توکل کی وجہ سے دریائے نیل اُن کو نہ ڈبو سکا۔ سعیدے۔ حضرت شیخ شجاع سید رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ مشہور ہے کہ اُنھوں نے اپنے آپ کو ایک منارے سے گرایا لیکن [illegible] جبکہ [illegible] نہیں ہے جو شیخ شجاع سید کا تھا تو اپنے آپ کو منارے پر سے گرا کر برباد نہ کر۔

[۵۳] زیں منارہ۔ یہی ہوا جو اُن کے کپڑوں میں بھری جس کی وجہ سے وہ بچ گئے قومِ عاد کی طرح لاکھوں کی تباہی کا سبب بنی ہے۔ تو لاکھوں کی تباہی تاریخ میں پڑھ لے۔

گرچہ[۱] آں صوفی پُر آتش شُد زخشم — لیک اُو بر عاقبت انداخت چشم

اگرچہ وہ صوفی غصہ کی آگ سے بھر گیا — لیکن اُس نے انجام پر نظر ڈالی

اوّلِ صف بر کسے ماند بکام — کو نگیرد دانہ بیند بندِ دام

پہلی صف میں وہی شخص بامُراد رہتا ہے — جو دانہ نہ چُگے، جال کا پھندا دیکھ لے

حَبّذا دو چشمِ پایاں بینِ راد — کہ نگہدارند تَن را از فساد

عقلمند کی وہ دو انجام بین آنکھیں بڑی مبارک ہیں — جو جسم کو خرابی سے بچالیں

آں ز پایاں دید احمدؐ بُود کو — دید دوزخ را ہم ایں جا مُو بمُو

جس نے انجام کو دیکھ لیا وہ احمدؐ تھے کہ اُنھوں نے — اِسی جگہ دوزخ کو ذرہ ذرہ دیکھ لیا

دید عرش و کرسی و جنات را — تا درید اُو پردۂ غفلات را

انھوں نے عرش، کرسی اور جنتوں کو دیکھ لیا — یہاں تک کہ انھوں نے غفلتوں کے پردے کو چاک کر دیا

گر ہمی خواہی سلامت از ضرر — چشم زاوّل بند و پایاں را نگر

اگر تو نقصان سے بچاؤ چاہتا ہے — آغاز سے آنکھ بند کرلے اور انجام کو دیکھ لے

تا عدمہا را بہ بینی جُملہ ہست — ہستہا[۲] را بنگری محبوس و پست

تاکہ تو سب عدموں کو موجود دیکھ لے — تو موجودات کو مقید اور پست دیکھ لے

ایں بہ بیں بارے کہ ہر کش عقل ہست — روز و شب در جستجوئے نیست ہست

ذرا اِس کو دیکھ لے کہ جس کو عقل ہے — وہ دن رات عدم کی جستجو میں ہے

در گدائی طالبِ جُودے کہ نیست — بر دُکانہا طالبِ سُودے کہ نیست

فقیری میں اُس سخاوت کا طالب ہے جو کہ عدم ہے — دکانوں پر اُس نفع کا طالب ہے، جو عدم ہے

در مزارع[۳] طالبِ دخلے کہ نیست — در مغارس طالبِ نخلے کہ نیست

کھیتوں میں اُس پیداوار کا طالب ہے جو عدم ہے — تھانولوں میں اُس پودے کا طالب ہے، جو عدم ہے

در مدارس طالبِ علمے کہ نیست — در صوامع طالبِ حلمے کہ نیست

مدرسوں میں اُس علم کا طالب ہے، جو عدم ہے — عبادتخانوں میں اُس حلم کا طالب ہے، جو عدم ہے

ہستہا را سُوئے پس افگندہ اند — نیستہا را طالب اند و بندہ اند

انھوں نے وجودوں کو پیچھے کو پھینک دیا ہے — عدموں کے طالب ہیں اور غلام ہیں

زانکہ کان و مخزنِ صنعِ خدا — نیست غیرِ نیستی در انجلا

کیونکہ اللہ تعالٰی کی کاریگری کی کان اور خزانہ — ظہور میں، عدم کے علاوہ کچھ نہیں ہے

[۱] گرچہ۔ صوفی کو غصہ ضرور آیا لیکن وہ عاقبت بین تھا۔ اوّل۔ بامراد وہی شخص ہوتا ہے جو انجام پر نظر کرے۔ آنکہ۔ آنحضورؐ سب سے زیادہ انجام بین تھے آنحضورؐ پر آخرت کی تمام چیزیں منکشف ہوگئی تھیں۔ گر ہمی خواہی۔ انسان اگر نجات چاہتا ہے تو آغاز سے آنکھ بند کرلے اور انجام پر نظر رکھے۔ عدمہا۔ آخرت کی چیزیں جو اِس وقت نظروں سے معدوم ہیں۔

[۲] ہستہا۔ دنیاوی چیزیں جو اِس وقت پیشِ نظر ہیں۔ ایں بہ بیں۔ غور کر دنیا میں ہر شخص معدوم کی جستجو میں لگا ہوا ہے۔ در گدائی۔ فقیر روپے پیسے کا طالب ہے جو اُس کے اعتبار سے معدوم ہے کاروباری نفع کا طالب ہے جو فی الحال مفقود ہے۔

[۳] در مزارع۔ کاشتکار پیداوار کا طالب ہے، جو معدوم ہے، باغبان پودوں کا طالب ہے، جو معدوم ہیں۔ در مدارس۔ طالب علم اُس علم کا طالب ہے، جو معدوم ہے، عبادتگزار اُس بُردباری کا طالب ہے، جو معدوم ہے۔ ہستہا۔ اِن سب نے اپنے موجود کو پسِ پشت ڈال دیا ہے اور معدوم کی طلب میں کوشاں ہیں۔ زانکہ۔ اللہ تعالٰی کی صفت ایجاد کرنا ہے اور وہ معدوم کو موجود کرتا ہے تو اُنکی صنعت کا تعلق معدوم سے ہے لہٰذا اُس کے بندوں میں بھی یہی صفت ہے۔

پیش۵۱ ازیں رمزے بگفتستم ازیں
اِس سے پہلے اِس سے متعلق میں اشارہ کر چکا ہوں

ایں و آں را تو یکے بیں دو مبیں
تو اِس کو اور اُس کو ایک دیکھ، دو نہ دیکھ

گفتہ شد کہ ہر صناعتگر کہ رُست
کہا گیا ہے کہ جو کاریگر بھی پیدا ہوا ہے

در صناعت جائگاہِ نیست جُست
اُس نے عدم میں جگہ تلاش کی ہے

جُست بنّا موضعے ناساختہ
معمار نے بغیر بنی جگہ تلاش کی

گشت ویراں سقفہا انداختہ
جو ویران ہو گیا ہو، چھتیں گری ہوئی ہوں

جُست سقّا کوزۂ کش آب نیست
سقّے نے وہ پیالہ تلاش کیا جس میں پانی نہیں ہے

واں درو گر خانۂ کش باب نیست
اور بڑھئی نے وہ گھر جس کا دروازہ نہیں ہے

وقتِ۵۲ صید اندر عدم بیں حملہ شاں
شکار کے وقت عدم میں اُن کا حملہ دیکھ لے

وز عدم آنگہ گریزاں جملہ شاں
پھر (بھی) سب عدم سے گریزاں ہیں

چوں اُمیدت لاست زو پرہیز چیست
جبکہ تیری امید عدم ہے اُس سے پرہیز کیا ہے!

با انیسِ طبعِ خود استیز چیست
اپنی طبیعت کے مرغوب سے جھگڑا کیا ہے؟!

چوں انیسِ طبعِ تو آں نیستی ست
جبکہ تیری طبیعت کا مرغوب وہ عدم ہے

از فنا و نیست ایں پرہیز چیست
(تو) فنا اور عدم سے یہ پرہیز کیوں ہے!

گر انیسِ لا نہ اے جاں بسر
اے جان! اگر تو عملی طور پر عدم سے اُنس کرنیوالا (نہیں ہے)

در کمینِ لا چرائی منتظر
عدم کی گھات میں تو منتظر کیوں ہے؟

زانکہ۵۳ داری جملہ دل برکندۂ
تیرے پاس جو کچھ ہے تو اُس سے دل برداشتہ ہو گیا ہے

شستِ دل در بحرِ لا افگندۂ
تو نے دل کی شست کو عدم کے دریا میں ڈالدیا ہے

پس گریز از چیست زیں بحرِ مُراد
تو اِس بحرِ مراد سے گریز کیوں ہے؟

کو بشستت صد ہزاراں صید داد
جس نے شست کے ذریعہ تجھے لاکھوں شکار دیئے ہیں

از چہ نامِ برگ را کردی تو مرگ
تو نے سازوسامان کا نام موت کیوں رکھا ہے؟

جادوئے بیں کہ نمودت مرگ برگ
اُس جادو کو دیکھ جو تجھے برگ کو مرگ دکھا رہا ہے

ہر دو چشمت بست سحرِ صنعتش
اُس کی کاریگری کے جادو نے تیری دونوں آنکھیں بند کر دی ہیں

تا کہ جاں را در چہ آمد رغبتش
حتی کہ جان کنوئیں کی طرف راغب ہے

در خیالِ اُو ز مکرِ کردگار
اُس کے خیال میں خدا کی مخفی تدبیر سے

جملہ صحرا فوقِ چہ زہر ست و مار
کنوئیں کے اوپر کا تمام جنگل زہر اور سانپ ہے

---

۵۱ پیش ازیں۔ دفتر پنجم میں اِس موضوع پر مولانا نے بہت کچھ فرمایا ہے۔ صناعتگر۔ ہر کاریگر معدوم کو موجود کرتا ہے۔ بنّا۔ معمار غیر تعمیر شدہ کی تعمیر کرتا ہے سقّا اُس برتن میں پانی ڈالتا ہے جس میں پانی نہ ہو بڑھئی وہاں دروازہ بنا کر لگاتا ہے جہاں دروازہ نہ ہو۔

۵۲ وقتِ صید۔ جب مقصد کا شکار کرتے ہیں عدم پر حملہ کرتے ہیں پھر بھی عدم یعنی موت سے بھاگتے ہیں۔ چوں امیدت۔ جبکہ ہر شخص نے معدوم سے امید وابستہ کر رکھی ہے تو پھر اپنی مرغوب چیز عدم سے مخالفت کیوں ہے انسان کو اِن حالات میں تو فنا اور نیستی سے رغبت ہونی چاہیئے۔ گر انیس۔ اگر عدم سے محبت نہیں ہے تو ہر وقت عدم کی گھات میں کیوں لگا ہے۔

۵۳ زانکہ۔ انسان کا دل موجود پر مطمئن نہیں ہوتا مزید جو کہ معدوم ہے اُس کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ بحرِ لا۔ فنا کا سمندر۔ بحرِ مراد۔ معدوم انسان کی مراد ہے۔ بشست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ برگ۔ ساز و سامان۔ چہ۔ دنیا داری کا کنواں جو در اصل موت ہے۔ در خیال۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہر ہی دنیا کا کنواں ہے اور اُس کے اوپر کا جنگل عالم غیب زہر اور سانپ ہے۔

لاجرم چہ را پناہے ساختست | تا کہ مرگ اُو را بچاہ انداختست[1]
لامحالہ اُس نے کنویں کو پناہ گاہ بنا لیا ہے | یہاں تک کہ موت نے اُسکو کنویں میں ڈالدیا ہے

آنچہ گفتم از غلطہاش اے عزیز | ہم بریں بشنیدم از عطار نیز
اے پیارے! میں نے جو کچھ اُسکی غلطیاں بتائیں | ایسی ہی میں نے عطار سے بھی سُنی ہیں

قصۂ سلطان محمود و غلام ہندو

ہندو غلام اور سلطان محمود کا قصہ

رحمۃ اللہ علیہ گفتہ است | ذکرِ شہ محمود غازی سُفتہ است
رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے | (سلطان) محمود غازی کا ذکر (نظم کی لڑی میں) پرویا ہے

کز غزای ہند پیشِ آن ہمام | در غنیمت اُوفتادش یک غلام
کہ ہندوستان کے غزوے سے اُس سردار کے پیش میں | غنیمت میں ایک غلام آگیا

پس خلیفہ اش کرد و بر تختش نشاند | بر سپہ[2] بگزیدش و فرزند خواند
پھر اُس کو قائم مقام بنایا اور اُسکو تخت پر بٹھایا | اُس کو لشکر کا سردار بنایا اور فرزند کہا

طول و عرض و وصفِ قصہ تو بتو | در کلامِ آن بزرگِ دین بجو
قصہ کی لمبائی اور چوڑائی اور تہ بہ تہ باتیں | دین کے اُس بزرگ کے کلام میں تلاش کرلے

حاصل آن کودک بر آن تختِ نضار | شستہ پہلوئے قبادِ شہریار
خلاصہ یہ کہ وہ لڑکا اس زریں تخت پر | سلطان فرمانروا کے پہلو میں بیٹھ کر

گریہ کردے اشک میراندے بسوز | گفت شاہ اُو را کہ اے پیروز روز
رونے لگا (اور) سوز کے ساتھ آنسو بہانے لگا | بادشاہ نے اُس سے کہا اے نیک بخت!

از چہ گریی دولتت شُد ناگوار | فوقِ[3] افلاکی قرینِ شہریار
تو کیوں روتا ہے، تجھے سلطنت ناگوار ہوئی | تو آسمانوں پر فوقیت رکھتا ہے، شاہ کا ہمنشین ہے

تو بریں تخت و وزیران و سپاہ | پیشِ تختت صف زدہ چون نجم و ماہ
تو اِس تخت پر ہے اور وزیر اور لشکر | چاند اور ستاروں کی طرح تیرے تخت کے سامنے صف بستہ ہیں

گفت کودک گریہ ام زانست زار | کہ مرا مادر دران شہر و دیار
بچہ نے کہا میرا پھوٹ پھوٹ کر رونا اِسلئے ہے | کہ میری ماں اُس شہر اور وطن میں

از تو ام تہدید کردے ہر زماں | بینمت در دستِ محمود ارسلان
ہر وقت مجھے تجھ سے ڈراتی تھی | میں تجھے محمود شیر کے ہاتھوں میں دیکھوں

---

[1] تا کہ۔ موت نے اُس پر واضح کر دیا کہ جس کو وہ جائے پناہ سمجھتا تھا وہ کنواں یعنی ہلاکت کا سبب تھا۔ غلطہا۔ یعنی اسباب ہلاکت کو اسباب نجات اور اسباب نجات کو اسباب ہلاکت سمجھنا۔ قصہ۔ اِس قصہ میں یہی مذکور ہے کہ ہندو غلام غلط بات سمجھے ہوئے تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ یعنی شیخ فریدالدین عطار۔ آن ہمام۔ یعنی سلطان محمود۔

[2] بر سپہ۔ یعنی اُس کو لشکر کا سردار بنا دیا اور فرزند کا لقب عطا کر دیا۔ نضار۔ نون کے ضمہ کے ساتھ زر و طلا، ہر خالص چیز۔ شستہ نشستہ۔ قباد۔ قاف کے ضمہ کیساتھ، بعض بادشاہوں کا نام ہے، ہر بڑا بادشاہ۔ گریہ کردے۔ وہ ہندو غلام تخت پر بیٹھ کر زار زار رونے لگا۔ دولتت۔ تجھے یہ ناگوار ہوا ہے کہ میں تجھے سلطنت کا مالک بنا چکا ہوں۔

[3] فوقِ افلاکی۔ تیرا رتبہ آسمان سے بھی اونچا ہو گیا۔ پیش۔ تیرے سامنے وزراء اور سپاہی چاند ستاروں کی طرح صف باندھے کھڑے ہیں۔ دیار۔ یعنی ہندوستان۔ از توام۔ میری ماں ناراض ہو کر جب مجھے ڈراتی تھی تو یہ کہتی تھی کہ میں تجھے محمود شیر کے ہاتھ میں دیکھوں۔ ارسلان۔ شیر۔

پس[۵۱] پدر مر مادرم را در جواب
پھر میرا باپ ماں کے جواب میں

جنگ کردے کہ چہ خشم ست و عتاب
لڑتا کہ یہ کیا غصہ اور ناراضی ہے

می نیابی ہیچ نفرینِ دگر
تجھے کوئی دوسری بد دعا نہیں ملتی

زیں چنیں نفرینِ مہلک سہل تر
جو اس مہلک بد دعا سے آسان ہو

سخت بیرحمی و بس سنگیں دلی
تو بہت بے رحم اور بہت سنگین دل ہے

کہ بصد شمشیر او را قاتلی
کہ سیکڑوں تلواروں سے تو اُسکی قاتل ہے

مَن زگفتِ ہر دو حیراں گشتمے
میں دونوں کی گفتگو سے حیران ہوتا

در دل افتادے مرا بیم و غمے
میرے دل میں خوف اور رنج پیدا ہوتا

تا چہ دوزخ خوست محمود اے عجب
ہائے تعجب! محمود کیسا دوزخ خصلت ہے؟

کہ مثل گشت ست در ویل و کرب
کہ ہلاکت اور مصائب میں ضرب المثل بنگیا ہے

من[۵۲] ہمی لرزیدمے از بیمِ تو
میں تیرے ڈر سے لرزتا رہتا

غافل از اکرام واز تعظیمِ تو
تیرے اکرام اور تعظیم سے غافل تھا

مادرم کو تا بہ بیند ایں زماں
میری ماں کہاں ہے؟ کہ اب دیکھے

مر مرا بر تخت اے شاہِ جہاں
اے شاہ جہاں! مجھے تخت پر

یا پدر کو تا مرا بیند چنیں
یا باپ کہاں ہے؟ کہ وہ مجھے ایسا دیکھے

خوش نشستہ پہلوئے سلطانِ دیں
دین کے بادشاہ کے پہلو میں آرام سے بیٹھا ہوا

فقر آں محمودِ تست اے بے سعت
اے بے ہمت! فقر، تیرا محمود ہے

طبع از وے دائم ہمی ترساندت
طبیعت تجھے اُس سے ہمیشہ ڈراتی ہے

گر بدانی رحمِ ایں محمود را
اگر تو اس سخی محمود کا رحم سمجھ لے

خوش بگوئی عاقبت محمود باد
تو خوشی سے کہے گا، بہتر انجام ہو

فقر آں محمودِ تست اے بیم دل
اے ڈرپوک! فقر تیرا محمود ہے

کم شنو زیں مادرِ[۵۳] طبعِ مُضِل
اس گمراہ کرنیوالی ماں، طبیعت کی بات نہ سُن

چوں شکارِ فقر گردی تو یقیں
جب تو فقر کا شکار ہو جائے گا تو یقیناً

ہمچوں کودک اشک باری یومِ دیں
قیامت کے دن بچے کی طرح آنسو بہائے گا

گرچہ اندر پرورش تن مادرست
اگرچہ جسم، پرورش کرنے میں ماں اکی طرح ہے

لیک از صد دشمنت دشمن ترست
لیکن تیرے سَو دشمنوں سے زیادہ دشمن ہے

---

[۵۱] پس پدر۔ میرا باپ میری ماں سے کہتا تھا کہ اس قدر سخت بد دعا کیوں دیتی ہے اس سے نرم کوئی بد دعا دیا کر۔ کہ بصد۔ سلطان محمود کے ہاتھ میں کسی کا پڑ جانا سیکڑوں تلواروں سے قتل ہونا ہے۔ من زگفت۔ میں دونوں کی باتوں سے حیران ہوتا تھا اور غمگین ہوتا تھا۔ تا چہ۔ ان بد دعاؤں سے میں سوچا کرتا تھا سلطان محمود کسقدر ظالم ہے جو تباہی اور بربادی کے لئے ضرب المثل بن گیا ہے۔

[۵۲] من ہمی لرزیدمے۔ میں آپ کے نام سے کانپتا تھا اور آپ کے اکرام اور عظمت عطا کرنے سے غافل تھا۔ آج میرے ماں باپ ہوں تو وہ دیکھیں کہ اُن کے خیالات کسقدر غلط تھے۔ فقر۔ فقر اور عدم سے انسان کا ڈرنا ایسا ہی غیر واقعی ہے جیسا کہ ہندو غلام کا سلطان محمود سے ڈرنا تھا۔ خوش بگوئی۔ تو یہ دعا کرے گا کہ خدا کرے میری عاقبت محمود ہو اس کے دونوں معنی ہیں کہ قابل تعریف ہو یا انجام کار ہمیں بھی سلطان محمود میسر آجائے۔

[۵۳] مادر۔ جس طرح اس لڑکے کی ماں غلط طور پر ڈراتی تھی اسی طرح انسان کی طبیعت انسان کو فقر سے غلط طور پر ڈراتی ہے۔ شکار فقر۔ جب تجھے فقر حاصل ہو جائیگا تو پھر اسی طرح روئیگا جسطرح اپنی پہلی معلومات پر وہ ہندو غلام رویا تھا۔ گرچہ۔ انسان کا جسم انسان

تن[1] چو شد بیمار دارو جوت کرد
جسم جب بیمار ہوا اُس نے تجھے دوا کا جستجو کرنے والا بنایا
ور قوی شُد مر تُرا طاغوت کرد
اگر قوی ہوا، تجھے شیطان بنا دیا

چوں زرہ داں این تنِ پُر حیف را
اِس ظالم جسم کو زرہ کی طرح سمجھ
نے شتا را شاید و نے صیف را
نہ جاڑوں کے لائق ہے اور نہ گرمیوں کے

یارِ بد نیکوست بہرِ صبر را
صبر کے لئے بُرا دوست اچھا ہے
کہ کشاید صبر کردن صدر را
کہ صبر کرنے کیلئے سینہ کو کھول دیتا ہے

صبرِ مہ با شب منوّر داردش
چاند کا رات کے ساتھ صبر اُس کو مُنور بنا دیتا ہے
صبرِ گُل با خار اُذفر داردش
پھول کا صبر کانٹے کے ساتھ اُسکو مہکتا ہوا بنا دیتا ہے

صبرِ[2] شیر اندر میانِ فرث و خوں
لید اور خون میں دودھ کے صبر نے
کرد اُو را ناعشِ ابن اللبّون
اُسکو دودھ پیتے بچے کیلئے زندگی بخشنے والا بنا دیا

صبرِ جُملہ اَنبیا با مُنکراں
منکروں کے ساتھ انبیاء کے صبر نے
کرد شاں خاصِ حق و صاحبقراں
اُنکو اللہ تعالیٰ کا خاص اور با اقبال بنا دیا

ہر کہ را بینی یکے جامہ دُرست
تو جس کسی کا لباس اچھا دیکھے
دانکہ اُو آں را بصبر و کسب جُست
سمجھ لے کہ اُس نے وہ صبر اور کمائی سے حاصل کیا ہے

ہر کرا بینی برہنہ و بینوا
تو جس کو ننگا اور محتاج دیکھے
ہست بر بے صبریِ اُو آں گوا
وہ اُس کی بے صبری پر گواہ ہے

ہر[3] کہ مُستوحش بُوَد پُر غصہ جاں
جو وحشت زدہ ہو، جان غصہ سے بھری ہوئی ہو
کردہ باشد با دغائی اِقتراں
اُس نے دھوکے باز کے ساتھ جوڑ لگایا ہے

صبر اگر کردے زالُف آں بیوفا
اگر وہ بے وفا دوستی سے صبر کر لیتا
از فراقِ اُو نخوردے ایں قفا
اُس کی جدائی کا یہ طمانچہ نہ کھاتا

خُوی باحق ساختے چوں انگبیں
اللہ کے ساتھ موافقت کرتا جس طرح شہد
با لبن کہ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ
دودھ کیساتھ کہ میں غروب کر جانیوالوں کو محبوب نہیں رکھتا ہوں

لاجرم تنہا نماندے ہمچناں
لامحالہ اِس طرح اکیلا نہ رہتا
کاتشے ماندہ براہ از کارواں
جس طرح قافلے سے آگ پیچھے رہ گئی

ابراہیمؑ کی طرح کہہ دیتا کہ مجھے غائب ہو جانے والی چیزوں سے محبت نہیں ہے۔ کاتشے۔ قافلہ روانہ ہو جاتا ہے اور آگ تنہا پڑی رہ جاتی ہے۔

---

[1] تن چو شد۔ اگر جسم بیمار ہوتا ہے تو انسان دوا کی تلاش میں پریشان ہوتا ہے اور اگر وہ تندرست ہو تو پھر انسان میں شیطنیت پیدا کر دیتا ہے۔ چون زرہ جس طرح لوہے کی زرہ بدن کو کسی حالت میں بھی راحت نہیں پہنچاتی ہے اسی طرح جسم انسان کو کسی حالت میں بھی راحت نہیں پہنچاتا ہے۔ یارِ بد۔ جسم اگرچہ بُرا ساتھی ہے لیکن اُس کے مصائب پر صبر کرو تو پھر اُس سے یہ فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ صبرِ مہ۔ کالی رات میں چاند کا صبر اسکو منور کرتا ہے پھول کا کانٹے کے ساتھ صبر اُسمیں مہک پیدا کرتا ہے۔

[2] صبر۔ دودھ لید اور خون کے درمیان صبر کرتا ہے تو بچے کو زندگی بخشنے والا بنتا ہے۔ ابن اللبون۔ دودھ پیتا بچہ۔ جملہ انبیاء۔ تمام انبیاء کے اخروی مراتب صبر کرنے سے بلند ہوئے ہیں۔ ہر کرا۔ دنیاوی منافع بھی صبر سے حاصل ہوتے ہیں انسان کے لباس کی درستگی صبر کے ساتھ کمائی پر لگنے کا نتیجہ ہے اور برہنہ ہونا اسکی دلیل ہے کہ وہ محنت پر صبر نہیں کر سکا ہے۔

[3] ہر کہ۔ جو شخص غمگین ہو اسکے بارے میں سمجھ لو کہ اُس نے تعلق مع اللہ پر صبر نہیں کیا بلکہ اللہ سے بیوفائی اور دغا دینے والی چیز سے تعلق پیدا کیا تھا۔ اقتراں۔ باہم جڑنا۔ آن بے وفا۔ اگر یہ فانی اکیلے وفا سے تعلق نہ پیدا کرتا تو آج غمگین نہ ہوتا۔ خوی۔ وہ خدا سے تعلق پیدا کرتا اور حضرت

چوں[۵۱] ز بے صبری قرینِ غیر شُد
جب بے صبری کی وجہ سے غیر کا ساتھی بنا
در فراقش پُر غم و بے خیر شُد
اُسکی جدائی کے وقت غمگین اور بے خیر بن گیا

صُحبتت چوں ہست زرِ دہ دہی
جبکہ تیری دوستی خالص سونا ہے
پیشِ خائن چوں امانت می نہی
خیانت کرنے والے کے پاس امانت کیوں رکھتا ہے؟

خوئ با اُو کُن کاماں نتہائے تو
اُس سے عادت ڈال کر تیری امانتیں
ایمن آید از افول واز عتو
مفقود ہونے اور تعدّی سے محفوظ ہوں

خوئ با اُو کُن کہ خُو را آفرید
عادت اُس سے ڈال جس نے عادت پیدا کی
خویہائے انبیارا پرورید
انبیاء کی عادتوں کو پرورش کیا

برّہ بدہی رمہ بازت دہد
تو بکری کا بچہ دیتا ہے وہ گلّہ لوٹاتا ہے
پرورندہ ہر صفت خود ربّ بُود
ہر صفت کا پرورش کرنیوالا خود اللہ (تعالےٰ) ہے

برّہ[۵۲] پیشِ گرگ امانت می نہی
تو بکری کا بچہ بھیڑیے کے پاس امانت رکھتا ہے
گرگ و یوسفؑ را مفرما ہمرہی
بھیڑیے اور یوسفؑ کو ساتھ رہنے کا حکم نہ دے

گرگ اگر با تو نماید رُوبہی
بھیڑیا اگر تجھ سے چالاکی برتے
ہیں مکُن باور کہ ناید زُو بہی
خبردار! یقین نہ کر کیونکہ اُس سے بھلائی نہیں آتی ہے

جاہل ار با تو نماید ہمدلی
اگر جاہل تجھ سے دوستی دکھائے
عاقبت زخمت زند از جاہلی
انجام کار جہالت سے تکلیف دے گا

اُو دو آلت دارد و خنثی بُود
وہ دو آلے رکھتا ہے اور ہیجڑا ہے
فعل ہر دو بے گماں پیدا شوَد
یقینًا دونوں کا کام ظاہر ہوگا

اُو[۵۳] ذکر را از زناں پنہاں کند
وہ عورتوں سے ذکر چھپاتا ہے
تا کہ خود را خواہرِ ایشاں کند
تاکہ اپنے آپ کو اُن کی بہن بنائے

شُلّہ از مرداں بکف پنہاں کند
ہاتھ سے فرج کو مردوں سے چھپاتا ہے
تا کہ خود را جنسِ آں مرداں کند
تاکہ اپنے آپ کو مردوں کی جنس بنائے

گفت یزداں زاں کُسِ مکتومِ اُو
خدا تعالےٰ نے فرمایا اُسکی اُس چھپی ہوئی فرج کو
شُلّہ سازیم بر خرطومِ اُو
ہم اُس کی ناک پر فرج بنا دیں گے

---

۵۱ چون ز بے صبری۔ جب انسان اپنی بے صبری سے خدا کے غیر کا ساتھی بنتا ہے تو جب اُس سے جدائی ہوتی ہے غمگین ہوتا ہے۔ صحبتت۔ اللہ نے تجھ میں یہ صلاحیت عطا کی تھی کہ تو تعلق مع اللہ پیدا کر سکتا تھا وہ بہت یقینی چیز ہے کسی خیانت کرنیوالے کے پاس اسکو امانت نہ رکھ یعنی اِس صلاحیت کو غیر اللہ کیلئے صرف کریگا تو فائدہ نہ ہوگا اور گویا وہ امانت ضائع ہوجائے گی۔ اُفول۔ امانت کا ضائع ہونا غائب ہوجانے سے اور عتو یعنی انکار سے ہوتا ہے۔ خُوئی۔ جو عادتیں پیدا کرنے والا ہے اور جس نے انبیاء کو بہترین عادتیں اور اخلاق عطا فرمائے انسان کو اُس سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے۔

۵۲ برّہ۔ اللہ تعالےٰ کے پاس امانت کرنیکا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تو اُس کو بکری کا ایک بچہ دیگا تو وہ بکریوں کا ریوڑ تجھے عطا کریگا۔ گرگ۔ اگر اپنی صفات اور محبت کو تو نے غیر اللہ میں صرف کیا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی بکری کا بچہ بھیڑیئے کے پاس امانت میں رکھدے۔ جاہل۔ نادان کی صحبت کبھی نہ اختیار کر۔ اُو دو آلت۔ اللہ اور دین سے جاہل منافق ہوتا ہے اور اسکے دو چہرے اِسی طرح ہوتے ہیں جیسا کہ خنثیٰ۔ اُسمیں مرد اور عورت دونوں کے اعضاء تناسل ہوتے ہیں۔

۵۳ اُو۔ وہ خنثیٰ عورتوں میں جاتا ہے تو مَرد والے آلۂ تناسل کو چھپاتا اور مَردوں میں بیٹھتا ہے تو عورتوں والے آلۂ تناسل کو چھپاتا ہے۔ شُلّہ۔ عورت کی شرمگاہ۔ گفت۔ اہل بصیرت اسکے دوغلے پن کو سمجھ جائینگے خدا اسکو اسکی ایسی علامتیں دکھادیگا جنسے وہ اسکے نفاق کو سمجھ لینگے۔ خرطوم۔ قرآن پاک میں ولید بن مغیرہ کافر کے بارے میں فرمایا گیا ہے "ہم اسکی ناک پر داغ لگادینگے"۔ کُس۔ عورت کی شرمگاہ۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ۔

تاکہ بینایانِ مازاں دُو دلال
تاکہ ہمارے بینا ان دُو ناز (و انداز) سے

در نیایند از فنِ اُو در جُوال[1]
اُس کے فریب سے دھوکے میں نہ آئیں

حاصل آں کز ہر ذکر ناید نری
خلاصہ یہ ہے کہ ہر مرد میں مردانگی نہیں ہوتی ہے

ہیں ز جاہل ترس گر دانشوری
خبردار! اگر تو عقلمند ہے تو جاہل سے ڈر

دوستیِ جاہلِ شیریں سخن
میٹھی بات والے جاہل کی دوستی (کی باتیں)

کم شنو کاں ہست چوں سمِّ کہن
نہ سن کیونکہ وہ پُرانے زہر کی طرح ہیں

جانِ مادر، چشمِ رُوشن گویدت
وہ تجھے جانِ مادر، روشن آنکھ کہے

جز غم و حسرت ازاں نفزویدت
اُس سے سوائے غم اور حسرت کے کچھ بڑھے گا

مر پدر را گوید آں مادر جہار
ماں علی الاعلان باپ سے کہتی ہے

کز مکتب بچہ ام شد بس نزار
کہ مکتب سے میرا بچہ بالکل لاغر ہو گیا

از زنِ دیگر گرش آوردہ
اگر وہ تیری دوسری بیوی سے ہوتا

بروے ایں جور و جفا کم کردہ
تو اُس پر یہ ظلم و ستم نہ کرتا

از جز از تو گر بُدے ایں بچہ ام[2]
اگر وہ میرا بچہ تیرے سوا (کسی عورت سے) ہوتا

ایں فشار آں زن بگفتے نیز ہم
وہ عورت بھی یہی بکواس کرتی

ہیں بجہ زیں مادر و تیباےِ اُو
خبردار! اُس ماں اور اُسکے افسون سے کود (بھاگ)

سیلیِ بابا بہ از حلواےِ اُو
باپ کا طمانچہ اُس کے حلوے سے بہتر ہے

ہست مادر نفس و بابا عقلِ راد
ماں نفس اور دانا عقل، باپ ہے

اوّلش تنگی و آخر صد گشاد
اُسکی ابتدا تنگی اور آخر سیکڑوں کشادگیاں ہیں

اے دہندہ عقلہا فریاد رس
اے عقل عطا کرنیوالے، مدد کر

تا نخواہی تو نخواہد ہیچ کس
جب تک تو نہ چاہے کوئی شخص نہیں چاہتا

ہم طلب[3] از تست و ہم آں نیکوئی
طلب بھی تیری جانب سے ہے اور نیکی بھی

ما کئیم اوّل توئی آخر توئی
ہم کیا ہیں؟ اوّل تو ہے آخر تو ہے

ہم بگو تو ہم تو بشنو ہم تو باش
تو ہی کہہ، تو ہی سن، تو ہی رہ

ما ہمہ لاشئیم باچندیں تراش
باوجود اس قدر تراش (خراش) کے ہم کچھ نہیں ہیں

زیں حوالت رغبت افزا در سجود
اس حوالے سے سجدہ کرنے میں رغبت بڑھادے

کاہلیِ جبر مفرست و خمود
جبر کی کاہلی اور افسردگی نہ بھیج

[1] جوال۔ بڑا تھیلا، فریب۔ حاصل۔ جسطرح خنثیٰ، مردانگی نہیں رکھ سکتا اسی طرح جاہل کی میٹھی باتیں بھی کام کی نہیں ہیں۔ دوستی۔ جاہل کی دوستی کی مثال ماں کی محبت ہے جو بچے کیلئے مُضر ہے وہ جاہل محبت سے تجھے اپنی جان اور اپنی روشن آنکھ کہتا ہے۔ مر پدر۔ باپ بچے کو تعلیم کیلئے مکتب بھیجتا ہے تو بچے کی محبت میں ماں بچے کے باپ سے اُلجھتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر یہ بچہ تیری کسی دوسری بیوی کا ہوتا تو اُس پر تو اس قدر ظلم نہ کرتا۔

[2] از جز۔ باپ جواب دیتا ہے کہ عورتوں کی یہی بے عقلی کی باتیں ہیں اگر یہ بچہ میری کسی دوسری بیوی سے ہوتا تو وہ بھی یہی کہتی جو تو کہہ رہی ہے۔ ہست انسان کے نفس کو ماں اور عقل کو باپ سمجھ۔ اے دہندہ۔ چونکہ نفس کے فریب سے نجات مشکل ہے اسلئے مولانا نے اسکے بیان کے بعد دعا شروع کر دی۔

[3] ہم طلب۔ ہماری طلب تیری توفیق سے ہے اور نیکی بھی تیری توفیق کیوجہ سے ہے۔ ہم بگو۔ قرآن پاک میں ہے وَمَا تَشَاؤُنَ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ۔ (ترجمہ) "اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے" انسانی افعال سب اللہ کی ایجاد پر موقوف ہیں۔ زیں حوالت۔ اے اللہ ہم نے باتیں تیرے حوالہ کر دیں اور اس سے مقصد یہ ہے کہ تو ہمارے اندر اطاعت و عبادت کی طاقت بڑھا دے اور یہ حوالہ کرنا جبریوں کے عقیدہ کے اعتبار نہیں ہے جو انسان کو کاہل اور افسردہ بنا دیتا ہے۔

جبر باشد پرّ و بالِ کاملاں | جبر ہم زندان و بندِ کاہلاں

جبر کاملوں کا پر و بال ہے | جبر ہی کاہلوں کا قید خانہ اور بیڑی ہے

ہمچو آبِ نیل داں ایں جبر را | آب مومن را و خوں مر گبر را

اس جبر کو نیل کے پانی کی طرح سمجھ | جو مومن کیلئے پانی اور کافر کے لئے خون ہے

بالِ بازاں را سوئے سلطاں برد | بالِ زاغاں را بگورستاں برد

شہبازوں کو بازو شاہ کی جانب لیجاتا ہے | کوؤں کو بازو قبرستان کی طرف لیجاتا ہے

باز گرد اکنوں تو در شرحِ عدم | کو چو پازہر ست و پنداریش سم

اب تو پھر عدم کی شرح کی طرف لوٹ | کیونکہ وہ تریاق ہے اور تو اسکو زہر سمجھتا ہے

ہمچو ہندو بچہ ہیں اے خواجہ تاش | روز محمودِ عدم ترساں مباش

اے آقا بھائی! خبردار تو ہندو بچے کی طرح | چل، عدم کے محمود سے خوفزدہ نہ ہو

از وجودے ترس کاکنوں در وئی | آں خیالت لاشئ و تو لاشئ

اس وجود سے ڈر جس میں تو اب ہے | تیرا وہ خیال معدوم ہے اور تو (بھی) معدوم ہے

لاشئ بر لاشئ عاشق شدست | ہیچ نے مر ہیچ نے را رہ زدست

ایک معدوم دوسرے معدوم پر عاشق ہو گیا ہے | معدوم نے، معدوم کی رہزنی کی ہے

چوں بروں شد ایں خیالا از میاں | گشت نامعقولِ تو بر تو عیاں

جب درمیان سے یہ خیالات خارج ہو گئے | تیرا نامعقول، تجھ پر واضح ہو گیا

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَیْسَ لِلْمَاضِیْنَ

نبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا جانے والوں کو موت کا غم نہیں ہے

ہَمُّ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا لَھُمْ حَسْرَۃُ الْفَوْتِ

اُن کو فوت کی حسرت ہے

راست فرمود آں سپہدارِ بشر | کہ ہر آنکہ کرد از دنیا گذر

انسانوں کے سردار نے سچ فرمایا | کہ جو دنیا سے گذر گیا

نیستش درد و دریغ و غبنِ موت | بلکہ ہستش صد دریغ از بہرِ فوت

اُنکو موت کا درد اور افسوس اور نقصان نہیں ہے | بلکہ اُس کو فوت پر سیکڑوں افسوس ہیں

۵۱ جبر۔ مولانا کئی بار بتا چکے ہیں کہ ایک جبر تو اہلِ سنت کا عقیدہ ہے وہ باعث نجات ہے اور ایک جبر جبریوں کا عقیدہ ہے وہ گمراہی ہے۔ ہمچو۔ جبر محمود بھی ہے اور مذموم بھی اُسکی مثال دریائے نیل ہے جو سبطیوں کیلئے پانی اور قبطیوں کیلئے خون ثابت ہوا۔ بالِ شہباز کے بازو اُسکو شاہ کیطرف لے جاتے ہیں کوؤں کے بازو اُن کو مردار کھانے کیلئے قبرستانوں میں لیجاتے ہیں۔ شرحِ عدم۔ سلطان محمود نے اوپر عدم اور معدوم کے مطلوب ہونے کا ذکر کیا تھا اب پھر اُسکی طرف رجوع کیلئے کہ تو اُسکو زہر سمجھتا ہے حالانکہ وہ تریاق ہے۔

۵۲ ہمچو۔ اِس عدم کے معاملہ میں تیری مثال اُس ہندو بچے کی سی ہے جو سلطان محمود کے نام سے لرزتا تھا اور وہی اُس کیلئے انتہائی شفیق ثابت ہوا۔ از وجود۔ جو اِسوقت تیرا وجود ہے دراصل وہ عدم اور معدوم ہے اور یہ خیالات بھی فانی ہیں اور تو بھی فانی ہے تیرا اِس وجود پر عاشق ہونا گویا معدوم کا معدوم پر عاشق ہونا ہے۔ چوں بروں شد۔ جب تیرا یہ وجود فنا ہو جائیگا تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ تو کن نامعقول باتوں میں پھنسا ہوا تھا

۵۳ قال النبی۔ اِس مضمون کی حدیث تو ثابت نہیں البتہ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ کفار مرنے کے بعد مرنے پر افسوس نہ کریں گے کیونکہ اُن کو معلوم ہو جائیگا وجود فانی کا فوت ہو جانا رنج کی بات نہیں ہے بلکہ اعمالِ صالحہ جن کو وہ معدوم سمجھتے تھے اُن کے نہ کرنے پر افسوس کریں گے۔ نیستش۔ دنیا سے جو مر کر جائیگا اُنکو مرنے کا افسوس نہ ہوگا بلکہ یہ افسوس ہوگا کہ معدوم کیلئے کوشش کیوں کی اور نیک عمل کیوں نہ کیا۔

لَیسَ لِلمَاضِینَ ہَمّ الموتُ گفت
فرمایا جانے والوں کو موت کا رنج نہیں ہے

لیک شاں با حسرتِ فوت اند جُفت
لیکن وہ فوت کی حسرت سے وابستہ ہیں

کہ چرا قبلہ نکردم مرگ را
کہ ہم نے موت کو قبلہ کیوں نہ بنایا؟

مخزنِ[1] ہر دولت و ہر برگ را
ہر دولت اور ہر سامان کے خزانے کو

قبلہ کردم من ہمہ عمر از حَوَل
ہم نے بھینگے پن سے تمام عمر قبلہ بنایا

آں خیالاتے کہ گم شُد در اجل
اُن خیالات کو جو موت میں گم ہوگئے

حسرتِ آں مُردگاں از مرگ نیست
اُن مردوں کی حسرت موت پر نہیں ہے

زانست کاندر نقشہا کردیم ایست
اس سے ہے کہ ہم نے نقوش (خیالی) میں بسر کی

ما ندیدیم اینکہ ایں نقش ست و کف
ہم نے یہ نہ دیکھا کہ یہ نقش اور جھاگ ہے

کفِ ز دریا جنبد و یابد علف
جھاگ دریا سے ہلتے ہیں اور غذا پاتے ہیں

چونکہ بحر افگند کفہا را ببَر
جب سمندر نے جھاگوں کو خشکی پر پھینک دیا

رَو بگورستاں رواں کفہا نگر
جا، بہتے جھاگوں کو قبرستان میں دیکھ

پس بگو کو جُنبش و جولانِ تاں
پھر کہہ کہ تمہاری جُنبش اور جولانی کہاں ہے؟

بحر افگندست در بُحران تاں
سمندر نے تمہیں تغیر میں مبتلا کردیا ہے

تا[2] بگویندت بلب نے بل بحال
تاکہ وہ تجھ سے کہیں ہونٹ سے نہیں بلکہ حال سے

کہ ز دریا کن نہ از ما ایں سوال
کہ یہ سوال ہم سے نہیں، دریا سے کر

نقش چوں کف کے بجنبد بے ز موج
نقش، جھاگ کی طرح بغیر موج کے کب حرکت کرتا ہے

خاک بے بادے کجا آید باوج
خاک بغیر کسی ہوا کے بلندی پر کب پہنچتی ہے

چوں[3] غبارِ نقش دیدی باد بیں
جبکہ تونے نقش کا غبار دیکھا ہے، ہوا کو دیکھ

کف چو دیدی قلزمِ ایجاد بیں
جب تونے جھاگ کو دیکھا ایجاد کے سمندر کو دیکھ

ہیں بہ بیں کز تو نظر آید بکار
خبردار! نظر کر، تیرا نظر کرنا کام آئے گا

باقیت شحمے و لحمے پُود و تار
تیرا باقی (جسم) چربی اور گوشت اور تانا بانا ہے

شحمِ تو در شمعہا نفزود تاب
تیری چربی نے شمعوں میں روشنی نہیں بڑھائی

لحمِ تو مخمور را نامد کباب
تیرا گوشت، مخمور کے لئے کباب نہ بنا

درگداز ایں جملہ تن را در بصر
نظر میں اِس تمام جسم کو پگھلا دے

در نظر رَو، در نظر رَو، در نظر
نظر میں جا، نظر میں جا، نظر میں

---

[1] مخزن۔ اَلمَوتُ جِسرٌ یُوصِلُ الحَبِیبَ اِلَی الحَبِیبِ۔ موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست تک پہنچا دیتا ہے خیالاتے۔ موت کے بعد معلوم ہوگا کہ دنیاوی تمام خیالات لاحاصل تھے۔ نقشہا۔ زندگی عالم آخرت میں ہے دنیاوی چیزیں بے روح تصاویر ہیں۔ ما ندیدیم۔ افسوس یہ ہوگا کہ ہم دنیاوی چیزوں کو تصویر بے روح اور فانی ہونیکا کیوں نہ سمجھے تھے۔ کف۔ جھاگ خود بے حقیقت چیز ہے اُس کی حرکت اور بقا محض دریا کی وجہ سے ہے جب وہ خشکی میں جا پڑے تو بالکل بے حس و حرکت ہیں۔

[2] تا بگویندت۔ وہ حُباب اور کفِ دریا جواب دینگے چونکہ وہ بالکل مُردہ ہیں، انکی زبان قال نہیں ہے اسلئے زبانِ حال سے جواب دیں گے کہ ہماری اصل تو دریا ہے اُس سے سوال و جواب کر۔ نقش۔ عالمِ امکان بغیر بحرِ وحدت کی موج کے کب حرکت کرسکتا ہے عالمِ امکان خاک ہے وہ بغیر ارادۂ خداوندی کی ہوا کے وجود اور بلندی کب حاصل کرسکتا ہے۔

[3] چوں غبار۔ عالمِ امکان کو دیکھنے کے بعد نظرِ توحیدی پیدا کر یہ نظرِ توحیدی تیرے کام آئے گی باقی تیرا تانا بانا گوشت و پوست سب بیکار ہے نہ دنیا میں کارآمد نہ آخرت میں نہ تیری چربی سے شمع بنتی ہے نہ تیرے گوشت کے کباب بنتے ہیں۔ درگداز۔ جبکہ تیرے اندر

یک نظر دو گز ہمی بیند ز راہ[1]	یک نظر دو کون دید و روی شاہ
ایک نظر ہے جو راستے کے دو گز دیکھتی ہے	ایک نظر ہے (جس نے) دونوں جہان اور شاہ کا چہرہ دیکھا
درمیانِ ایں دو فرقِ بیشمار	سُرمہ جُو واللہُ اَعلَمُ بِالسِّرار
اِن دونوں میں لاتعداد فرق ہے	سُرمہ کی تلاش کر، اور اللہ غیب کا جاننے والا ہے
چوں شُنیدی شرحِ بحرِ نیستی	کوشش دائم تا دریں بحر ایستی
جب تونے عدم کے سمندر کی شرح سُن لی	ہمیشہ کوشش کرتا کہ تو اُس سمندر میں ٹھہر جائے
چونکہ اصلِ کارگاہ ایں نیستی ست[2]	کہ خلا و بے نشانست و تہی ست
چونکہ اصل کارخانہ یہ عدم ہے	جو کہ خلا اور بے نشان اور خالی ہے
جملہ اُستاداں پئے اظہارِ کار	نیستی جُویند و جای اِنکسار
تمام اُستاد کاریگری کے اظہار کے لئے	عدم اور شکست کی جگہ کے جویاں ہیں
لاجرم اُستادِ اُستاداں صَمَد	کارگاہش نیستی و لا بُوَد
لامحالہ اُستادوں کا اُستاد، خدا	اُسکا کارخانہ نیستی اور عدم ہوگا
ہر کجا ایں نیستی افزوں تر ست	کارِ حق و کارگاہش آں سر ست
جہاں کہیں یہ عدم بہت زیادہ ہے	اللہ کی کاریگری اور کارخانہ اُس جانب ہے
نیستی چوں ہست بالائیں طَبَق	بر ہمہ بُردند درویشاں سَبَق
فنا، چونکہ بالائی طبقہ ہے	درویش سب پر سبقت لے گئے
خاصہ درویشے کہ شُد بے جسم و مال	کارِ فقرِ جسم دارد نے سُوال
خصوصاً وہ درویش جو بے جسم اور بے مال بن گیا	اعتبار جسمی فقر رکھتا ہے، نہ کہ سوال
سائل آں باشد کہ مالِ اُو گداخت[3]	قانع آں باشد کہ جسمِ خویش باخت
سوالی وہ ہوگا جس کا مال ضائع ہوگیا ہو	قانع وہ ہوگا جس نے اپنے جسم کو باد دیا
پس ز درد اکنوں شکایت بَر مدار	کوست سُوی نیست اسپے راہوار
تو اب درد کی شکایت کا اظہار نہ کر	کیونکہ وہ فنا کی جانب تیز رفتار گھوڑا ہے
ایں قدر گفتیم و باقی فکر کُن	فکر اگر جامد بُوَد رَو ذکر کُن
ہم نے اِسقدر کہدیا اور باقی تو سوچ	فکر اگر افسردہ ہو، جا ذکر کر

ترک کے جو فضائل میں نے بیان کئے ہیں انکے علاوہ فضائل پر تو غور کرلے اور فکر و غور کو بیدار کرلے کا طریقہ ذکر اللہ ہے۔ ذکر۔ ذکر فکر کو بیدار کرتا ہے اور وہی کام کرتا ہے جو ٹھٹھرے ہوئے کے لئے سورج کرتاہے۔

[1] یک نظر۔ تاثر سے موثر کی طرف نظر کرنے کے دو درجے ہیں ایک بدن سے روح پر نظر کرنا دوسرا اس سے موثر حقیقی کی طرف نظر کرنا ہے ہمارا مقصود دوسرا درجہ ہے پہلا درجہ نہیں ہے اِن دونوں نظروں میں بہت فرق ہے۔ چوں شنیدی۔ اب پھر عدم اور نیستی کی خوبیوں کا بیان شروع فرمایا ہے۔ بحر نیستی۔ یعنی عالم ارواح چونکہ وہ نظروں میں معدوم ہے۔

[2] چونکہ۔ ہر کاریگر معدوم کو اپنی کاریگری سے وجود میں لاتا ہے قدرت کی کاریگری بھی معدوم ہی کو موجود کرتی ہے جو بالکل خلا اور بے نشان اور خالی ہے۔ صمد۔ یعنی اللہ تعالے بے نیاز ہے۔ لا۔ معدوم۔ ہر کجا۔ جہاں نیستی زیادہ ہوگی وہاں اللہ تعالی کی کاریگری زیادہ ظہور پذیر ہوگی۔ بالائیں طبق۔ نیستی چونکہ ایک اعلی مقام ہے اور عموماً درویشوں کو حاصل ہے لہٰذا وہ سب سے سبقت لے گئے ہیں خصوصاً وہ درویش جس نے جسم کو بھی لٹا دیا ہو اور مال کو بھی۔ کار فقر جسم۔ اصل فقیری جسمانی فقر ہے کہ انسان جسم کو گھلا دے، نہ کہ بھیک مانگنا۔

[3] سائل۔ بھکاری وہ بنتا ہے جس کا صرف مال گھلا ہو جس شخص نے جسم کو گھلایا وہ قانع اور صابر ہوتا ہے کبھی سائل نہیں بنتا۔ درد۔ مال کا درد ہو یا جسمانی درد اُسکا شکوہ نہ کر کیونکہ وہ نیستی کے اعلی مقام تک تجھے پہنچا دیگا۔ ایںقدر۔ نیستی اور

ذِکر آرَد فِکر را در اہتزاز — ذِکر را خورشیدِ ایں افسردہ ساز
ذکر، فکر کو حرکت میں لے آتا ہے — ذکر کو اس ٹھٹھرے ہوئے کا سورج بنا دے

اَصلؔ[1] خود جذبست لیک اے خواجہ تاش — کار کُن مَوقوفِ آں جذبہ مَباش
اصل خود کشش ہے، لیکن اے آقا بھائی! — کام کر، اُس کشش پر موقوف نہ رہ

زانکہ تَرکِ کار چوں نازے بُوَد — ناز کے درخوردِ جانبازے بُوَد
چونکہ عمل کا ترک کرنا، ناز ہوتا ہے — ناز، جانباز کے مناسب کب ہوتا ہے؟

نے قبول اندیش نے رَد اے غلام — اَمر را و نہی را می بیں مُدام
اے لڑکے! نہ قبولیت کو سوچ نہ رد کو — ہمیشہ اَمر اور نہی کو دیکھتا رہ

مُرغِؔ[2] جذبہ ناگہاں پَرّد ز عُش — چوں بدیدی صبح شمع آنگہ بکش
جذب کا پرند، اچانک گھونسلے سے اُڑے گا — جب تو صبح کو دیکھ لے تب شمع بجھا دے

چشمہا چوں شُد گزارہ نورِ اُوست — مَغز ہا می بیند اُو در عینِ پوست
جب آنکھیں کھل گئیں، اُس کا نور ہے — وہ بعینہٖ چھلکے میں گودوں کو دیکھ لیتا ہے

بیند اندر ذرّہ خورشیدِ بقا — بیند اندر قطرہ کُل بحر را
وہ بقا کے سورج کو ذرّے میں دیکھ لیتا ہے — سب سمندر کو ایک قطرے میں دیکھ لیتا ہے

بارِ دیگر رجوع کردن بقصۂ آں صوفی و قاضی
صوفی اور قاضی کے قصہ کی جانب دُوبارہ واپسی

گفتؔ[3] صوفی در قصاصِ یک قفا — سَر نشاید باد دادن از عمیٰ
صوفی نے کہا ایک طمانچہ کے بدلے میں — اندھے پن سے، سَر نہ گنوانا چاہئے

خرقۂ تسلیم اندر گردنم — بر من آساں کرد سیلی خوردنم
تسلیم کا خرقہ میری گردن میں ہے — جس نے طمانچہ کھانا مجھ پر آسان کر دیا ہے

دید صوفی خصمِ خود را سخت زار — گفت اگر مشتش زنم من خصم وار
صوفی نے اپنے مخالف کو سخت کمزور دیکھا — سوچا اگر میں اسکے مخالفانہ گھونسا ماردوں

اُو بہ یک مشتم بریزد چوں رَصاص — شاہ فرماید مرا زجر و قِصاص
وہ میرے ایک گھونسے سے رانگ کی طرح بکھر جائیگا — شاہ میرے اوپر تنبیہ اور بدلے کا حکم فرمادیگا

خیمہ ویرانست و بشکستہ وَتد — اُو بہانہ می کُند تا در فتد
خیمہ ویران ہے اور کھونٹی ٹوٹ گئی — وہ بہانہ ڈھونڈتا ہے تاکہ گر پڑے

[1] اصل۔ محض ذکر و عبادت سے قرب میسر نہیں آتا جب تک اللہ کی جانب سے جذب و کشش نہ ہو لیکن انسان کو عبادت اور ذکر میں مشغول رہنا چاہئے جذب کے انتظار میں نہ بیٹھنا چاہئے۔ زانکہ۔ محنت کو چھوڑنا ناز دکھانا ہے جو عاشق جانباز کے لئے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ نے قبول۔ بندہ کا کام بندگی ہے اسکو مقبول ہونے یا مردود ہونے میں نہ پڑنا چاہئے، جو خدا کے احکام ہیں انکی پابندی کرنی چاہئے۔

[2] مرغ۔ جب تو برابر مجاہدہ کئے جائیگا تو جذب اپنے مقام سے اڑکر تیرے پاس آجائے گا پھر اسقدر مجاہدوں کی ضرورت نہ رہے گی جذب صبح ہے اور مجاہدے شمع ہیں صبح کو شمع کی ضرورت نہیں رہتی۔ چشمہا جب بندہ نوافل کے ذریعہ تقرب حاصل کر لیتا ہے تو پھر اُسکے افعال حضرت حق تعالیٰ کیطرف منسوب ہو جاتے ہیں۔ بیند اس کو کائنات کے ہر ذرہ میں حق کا مشاہدہ نصیب ہو جاتا ہے۔

[3] گفت صوفی۔ صوفی نے دل میں سوچا کہ اگر میں اس بیمار کے طمانچہ ماردونگا تو قصاص میں میرا سر کاٹ لیا جائے گا۔ تسلیم یعنی قضاء خداوندی سے جو بات پیش آئے اُس پر سرِ تسلیم خم کر دینا پھر قاضی کے پاس اسلئے لے گیا تاکہ کچھ تنبیہ ہو اور دوسرے صوفیوں پر وہ ظلم نہ کرے۔ رَصاص۔ رانگ۔ خیمہ۔ اس بیمار کی حالت بوسیدہ خیمہ کی سی ہے جو ہولکے ایک گھونسے سے گر جائے گا۔ وتد۔ کھونٹا جس سے خیمہ کی طنابیں باندھتے ہیں

بہرِ ایں مُردہ دریغ آید دریغ — کہ قصاصم اُفتد اندر زیرِ تیغ

افسوس پر افسوس ہوگا اِس مردے کیوجہ سے — کہ مجھ پر تلوار کے نیچے قصاص واقع ہو

چوں نمیتانست کف بر خصم زد — عزمش آں کُند کِش سُوئے قاضی بَرد

جب وہ مخالف پر ہاتھ نہ مار سکا — اُسکا ارادہ ہوا کہ اُس کو قاضی کی جانب لیجائے

کہ ترازوئے حق ست وکیلِ اُو — زاں سُوئے حق ست دائم میلِ اُو

کیونکہ وہ حق کی ترازو اور پیمانہ ہے — اِسی لئے ہمیشہ اُسکا جھکاؤ حق کی طرف ہے

مُخلص ست از مکرِ دیو و حیلہ اَش — مامَن ست از قیدِ دیو و قیلہ اَش

شیطان کے مکر اور اُسکے حیلہ سے خلاصی کا سبب ہے — شیطان کی قید اور اُسکے قول سے امن کا سبب ہے

ہست اُو مقراضِ اَحقاد و جِدال — قاطعِ جنگِ دو خصم و قیل و قال

وہ کینوں اور لڑائی کی قینچی ہے — دُو مخالفوں کی جنگ اور سوال و جواب کو قطع کرنیوالا ہے

دیو در شیشہ کُند افسُونِ اُو — فِتنہ ہا سَاکن کُند قانونِ اُو

اُسکا منتر، بھوت کو شیشے میں اُتار لیتا ہے — اُس کا قانون، فتنے کو ساکن کردیتا ہے

چوں ترازو دید خصمِ پُر طمع — سَرکشی بگذارد و گردد تبع

جب لالچی مخالف نے ترازو دیکھی — سرکشی چھوڑ دیتا ہے اور تابع بنجاتا ہے

ور ترازو نیست گر افزونِ بیش — از قَسَم راضی نگردد آں کیش

اور اگر ترازو نہیں ہے اگر تو اسکو زیادہ دے — اُس کی چالاکی قسم سے راضی نہ ہوگی

کے شود راضی ز تو طبعِ تہیش — از پئے بے دانشی و اَبلہیش

اُسکی کھوکھلی طبیعت کب تجھ سے راضی ہوگی — اُس کی بیوقوفی اور بے عقلی کیوجہ سے

ہست[53] قاضی رحمت و دفعِ ستیز — قطرۂ از بحرِ عدلِ رُستخیز

قاضی رحمت اور لڑائی کا دفعیہ ہے — قیامت کے انصاف کے سمندر کا ایک قطرہ ہے

قطرہ گرچہ خُرد و کوتہ پا بُوَد — لُطفِ آبِ بحر ازو پیدا بُوَد

قطرہ اگرچہ چھوٹا اور کم رفتار ہوتا ہے — اُس سے سمندر کے پانی کی لطافت ظاہر ہوجاتی ہے

از غبار ار پاک داری کلّہ را — تو زیک قطرہ بہ بینی دجلہ را

اگر تو کلّہ کو غبار سے صاف رکھے — تو ایک قطرے سے دجلہ کو دیکھ لے

جُزو ہا بر حالِ کُلہا شاہد ست — چوں شفق غمّازِ خورشید آمدست

اجزاء مجموعوں کے حال پر گواہ ہیں — جس طرح شفق، سورج کی غمّاز بنی ہے

---

[51] بہر ایں۔ یہ بیمار جو مردے کی طرح ہے اُس کے بدلے میں سر کٹوانا مناسب نہیں ہے۔ کہ ترا۔ قاضی کا کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کے حقوق کی حفاظت کرے کسی کو کسی کا حق نہ مارنے دے۔ مُخلص۔ شیطان غاصب کو جو حیلہ و مکر سکھاتا ہے قاضی کا فیصلہ اسکو ختم کردیتا ہے۔ ہست اُو۔ مُدعی اور مُدعیٰ علیہ کی جنگ و جدل اور بحث و تمحیص قاضی کے فیصلہ کے بعد ختم ہوجاتی ہے۔

[52] دیو۔ جو فریق شیطنت پر آمادہ ہوتا ہے قاضی کے فیصلہ کے بعد اُس کی شیطنت ختم ہو جاتی ہے۔ چون ترازو۔ جبکہ قاضی ترازو ہے تو اُس میں ترازو کے اوصاف ہیں جب کوئی شخص حصہ سے زیادہ لینے کا خواہشمند ہو تو ترازو کو دیکھکر اُسکی یہ تمنا ختم ہوجاتی ہے اگر ترازو نہ ہو اور دوسرا فریق قسمیں بھی کھائے تو یہ شخص راضی نہیں ہوتا ہے۔

[53] ہست۔ قاضی قیامت کے دن کے عدل کا ایک نمونہ ہے۔ قطرہ۔ قطرے سے دریا کے پانی کا مزا معلوم ہوجاتا ہے۔ کوتہ پا۔ قطرے میں وہ روانی نہیں جو دریا میں ہوتی ہے۔ از غبار۔ اگر تو قطرے میں سمندر کے جلوے دیکھنے چاہتا ہے تو اکلِ حلال کی عادت ڈال۔ جزو ہا۔ اجزاء کُل پر اسی طرح دلالت کرتے ہیں جسطرح شفق سورج کے وجود کا پتہ دیتی ہے۔

آن قسم[1] بر جسم احمدؐ راند حق — آنچه فرموده ست کلّا والشفق

وہ قسم اللہ (تعالیٰ) نے احمدؐ کے جسم پر جاری فرمائی ہو — جو یہ فرمایا ہے کلّا والشفق

مور بر دانه چرا لرزان بُدے — گر ازاں یک دانه خرمن در بُدے

چیونٹی دانہ کے بارے میں کیوں لرزتی؟ — اگر اُس دانہ کی بجائے، کھلیان میں ہوتی

بر سرِ حرف آ کہ صوفی بیدل ست — در مکافاتِ جزا مستعجل ست

مطلب پر آجا، کیونکہ صوفی بے دل ہے — بدلہ لینے میں جلد بازی کرنے والا ہے

اے تو کردہ ظلمہا چوں خوشدلی — از تقاضائے مکافا غافلی

اے وہ کہ تو نے بہت ظلم کئے ہیں کیونکر خوشدل ہو — بدلے کے تقاضے سے تو غافل ہے

یا فراموشت شدست آں کردہا — کہ فرو آویخت غفلت پردہا

یا وہ کارنامے تو بھول گیا — کہ غفلت نے تیرے اوپر پردے لٹکا دیئے ہیں

گر نہ خصمیہا[2] ستے اندر قفات — جرمِ گردوں رشک بُردے بر صفات

اگر تیرے درپے دشمنیاں نہ ہوتیں — تیری صفائی پر آسمان کا جسم رشک کرتا

لیک محبوسی برای آں حقوق — اندک اندک عذر میخواہ از عقوق

لیکن تو اُن حقوق کی وجہ سے مقید ہے — نافرمانی سے تھوڑی تھوڑی معافی چاہو

تا بیکبارت نگیرد محتسب — آبِ خود روشن کن اکنوں یا محب

تاکہ تجھے محتسب یکبارگی نہ پکڑ لے — اے پیارے! اپنے پانی کو صاف کرلے

رفتنِ صوفی سوی سیلی زنش و بُردن او را بقاضی

صوفی کا اپنے طمانچہ مارنے والے کی جانب جانا اور اُس کو قاضی کے یہاں لے جانا

رفت[3] صوفی سوی آں سیلی زنش — دست زد چوں مدعی بر دامنش

صوفی اپنے اس طمانچہ مارنے والے کی جانب روانہ ہوا — مدعی کی طرح اُس کے دامن پر ہاتھ مارا

اندر آوردش بر قاضی کشاں — کایں خرِ ادبار را بر خر نشاں

اُس کو قاضی کے پاس کھینچتا ہوا لایا — کہ اس نحوست کے گدھے کو، گدھے پر بٹھا

یا بزخمِ دُرّہ اُو را دہ جزا — آنچنانکہ رائِ تو بیند سزا

یا دُرّے کی مار سے اُس کو سزا دے — جس طرح تیری رائے مناسب سمجھے

کانکہ از زخمِ تو میرد در دمار — بر تو تاواں نیست باشد آں جُبار

کیونکہ جو شخص تیری مار سے سزا دینے میں مرجائے — تجھ پر تاوان نہیں ہے، وہ (خون) معاف ہوگا

---

[1] آن قسم۔ قرآن پاک میں ہے فلا اُقسِمُ بالشفق میں قسم کھاتا ہوں شفق کی۔ مولانا نے شفق سے آنحضورؐ کا جسم اطہر مراد لیا ہے۔ جو کہ روحِ احمدیؐ کا مظہر ہے۔ مور۔ چیونٹی دانہ کے گم ہونے پر لرزتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اُس نے دانے سے خرمن کو نہیں پہچانا۔ انسان بھی اگر ممکنات کے ذریعہ واجب کو پہچان لے تو کبھی کسی ممکن کے فوت ہونے سے نہ لرزے۔ بر سر۔ پھر صوفی کے قصہ کی طرف رجوع کیا ہے۔ مستعجل۔ جلدی میں مبتلا ہونا۔ مکافات، بدلہ۔ کردہا۔ کارنامے۔

[2] گر نہ خصمیہا۔ اگر انسان اگر انسان مظالم سے پاک و صاف ہو تو اُس کا دل آسمان سے بھی زیادہ منور ہو۔ محبوسی۔ یعنی تاریکیوں میں مقید۔ عقوق۔ نافرمانی۔ محتسب یعنی محاسب حقیقی۔ آب۔ نیک عمل سے کنایہ ہے۔

[3] رفت۔ صوفی طمانچہ مارنے والے کو پکڑ کر قاضی کے پاس لے گیا۔ بر خر نشاں۔ رُسوا کرنے کے لئے مجرم کو گدھے پر بٹھا کر گھمایا جاتا تھا۔ دُرّہ۔ مجرم کو کوڑے کی سزا دی جاتی ہے۔ کانکہ۔ اگر کوئی مجرم سزا کے دوران بغیر کسی زیادتی کے مرجائے تو قاضی پر تاوان نہیں آتا ہے۔

کانکہ[٥١] از زجرِ تو بیند مرگِ خویش — فارغ از دوزخ رود تا خلد پیش

جو تیری سزا سے اپنی موت دیکھے — دوزخ سے بچ کر آگے جنت تک چلا جائے گا

در حد و تعزیرِ قاضی ہر کہ مُرد — نیست بر قاضی ضماں کُو نیست خُرد

قاضی کی حد اور تعزیر میں جو مرا — قاضی پر ضمان نہیں ہے کیونکہ وہ چھوٹا (آدمی) نہیں ہے

نائبِ حق ست و سایہ عدلِ حق — آئینہ ہر مستحِق و مُستحَق

اللہ کا نائب اور اللہ کے انصاف کا سایہ ہے — وہ ہر مدعی اور مدعیٰ علیہ کا آئینہ ہے

کو اَدب از بہرِ مظلومے کُند — نے برائے عرض و خشم و دخلِ خود

کیونکہ وہ مظلوم کی خاطر سزا دیتا ہے — نہ یہ کہ مال اور غصہ اور اپنی آمدنی کے لئے

چوں برائے حق و روزِ آجل ست — گر خطائی شُد دیت بر عاقلست

جبکہ اللہ اور قیامت کے لئے ہے — اگر غلطی ہوئی، عاقلہ پر دیت ہے

عاقلہ[٥٢] اُو کیست دانی ہست حق — سُوئے بیت المال برگرداں ورق

اس کے عاقلہ کون ہیں؟ تو جانتا ہے، اللہ ہے — بیت المال کی جانب ورق پلٹ

آنکہ بہرِ خود زند اُو ضامن ست — آنکہ بہرِ حق زند اُو آمن ست

جو اپنے لئے مارے وہ ضامن ہے — جو اللہ (تعالیٰ) کے لئے مارے وہ محفوظ ہے

گر پدر زد مر پسر را اُو بمُرد — آں پدر را خونبہا باید شُمرد

اگر باپ نے بیٹے کو مارا، وہ مر گیا — اس باپ کو خونبہا شمار کر دینا چاہیے

زانکہ اُو را بہرِ کارِ خویش زد — خدمتِ اُو ہست واجب بر وَلَد

کیونکہ اس نے اپنے معاملہ کے لئے مارا — اس کی خدمت، لڑکے پر واجب ہے

چوں[٥٣] مُعلّم زد صبی را شُد تلف — بر مُعلّم نیست چیزے لاتخف

جب استاد نے بچہ کو مارا اور وہ مر گیا — استاد پر کچھ نہیں ہے، تو نہ ڈر

کاں مُعلّم نائب اُفتاد و امیں — ہر امیں را ہست حُکمش ہمچنیں

وہ استاد نائب اور امین واقع ہوا ہے — ہر امین کا حکم اسی طرح ہے

نیست واجب خدمتِ اُستا برو — پس بزجرش نبُود اُستا کار جُو

استاد کی خدمت اس پر واجب نہیں ہے — تو اس کے مارنے میں استاد کام کا طالب نہیں ہے

---

٥١ کانکہ۔ بعض علماء کے نزدیک حدِ شرعی جاری ہونے سے گناہ معاف ہو جاتا ہے اور مجرم معصوم بن کر جنت میں چلا جاتا ہے۔ نیست خرد۔ قاضی معمولی شخصیت نہیں ہے وہ خدا کا قائم مقام ہے۔ مستحِق۔ صیغہ اسم فاعل مدعی۔ مستحَق۔ صیغہ اسم مفعول مدعیٰ علیہ۔ کو ادب۔ قاضی جو سزا دے رہا ہے اس میں اپنی کوئی ذاتی غرض نہیں ہے بلکہ وہ مظلوم کے لئے سزا دیتا ہے۔ چون۔ مجرم کے مر جانے پر کسی طرح کا ضمان نہ ہونا تو جب تھا کہ سزا قاعدہ کے موافق دی جا رہی ہو لیکن اگر سزا میں کوئی زیادتی ہو اور مر جائے تو اب اس کا بیان ہے۔ روزِ آجل۔ قیامت کا دن۔

٥٢ عاقلہ۔ اگر قاتل نے خطاءً قتل کیا ہو تو مقتول کی دیت قاتل کے عصبات پر آتی ہے جن کو عاقلہ کہا جاتا ہے قاضی نے جو سزا دی تھی وہ کسی ذاتی غرض پر مبنی نہ تھی بلکہ خدا کے لئے تھی لہٰذا اس کی غلطی سے اگر مجرم مرا تو اس کی دیت قاضی کے عاقلہ پر آئے گی اس کا عاقلہ اللہ تعالیٰ ہے۔ برگرداں ورق۔ بیت المال کے مسائل کتابوں میں دیکھو معلوم ہو جائے گا کہ ایسے شخص کی دیت بیت المال سے ادا کر دی جائے گی۔ آمن۔ قاضی بہرحال دیت سے بچ گیا خواہ دیت بیت المال سے ادا کر دی گئی۔ گر پدر۔ باپ بیٹے کو خدمت نہ کرنے پر مارتا ہے لہٰذا باپ پر بیٹے کا خونبہا واجب ہے ——

٥٣ چوں مُعلّم۔ استاد کی شاگرد کو مارنے میں کوئی ذاتی غرض نہیں لہٰذا وہ خونبہا سے بری ہے استاد بچہ کو بچہ کے مفاد میں مارتا ہے شاگرد پر استاد کی خدمت واجب نہیں ہے کہ مارنا اس کے مطالبہ میں سمجھا جا سکے، باپ کی خدمت بیٹے پر واجب ہے اس کا مارنا خدمت کے مطالبہ کی وجہ سے ہے یہ امام ابو حنیفہؒ کا مرجوع قول ہے صاحبین کے نزدیک باپ پر خونبہا واجب نہیں ہے۔

وَر پدر زد از برائے خود زدست
اگر باپ نے مارا تو اپنے لئے مارا ہے

لاجرم از خونبہا دادن نرَست
لامحالہ خونبہا دینے سے نہ بچھوٹا

پسؔ[1] خودی را سر ببُر با ذوالفقار
تو ذوالفقار سے خودی کا سر کاٹ دے

بیخودے شو فانی و درویش وار
درویش کی طرح بے خود اور فانی بن جا

چوں شدی بیخود ہر آنچہ تو کُنی
جب تو بے خود ہو گیا جو کچھ تو کرے گا

مَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ ایمنی
جب تو نے پھینکا تو نے نہ پھینکا تو محفوظ ہے

آں ضماں بر حق بُود نے بر امیں
وہ تاوان اللہ پر ہوگا نہ امانت دار پر

ہست تفصیلش بفقہ اندر ببیں
اس کی تفصیل فقہ میں ہے، دیکھ لے

ہر دکانے راست سودائے دگر
ہر دکان میں ایک دوسرا سودا ہے

مثنوی دُکانِ فقر ست اے پسر
اے بیٹا! مثنوی فقر کی دکان ہے

دَر دکانِ کفش گر چرم ست خوب
موچی کی دکان میں اچھا چمڑا ہے

قالبِ کفش ست اگر بینی تو چوب
اگر تو نے لکڑی دیکھی تو جوتے کا فرمہ ہے

پیشِ قزازاںؔ[2] خزِ ادکن بُود
ریشمین کپڑا فروشوں کے سامنے ریشمی کالا کپڑا ہوگا

بہرِ گز باشد اگر آہن بُود
اگر لوہا ہوگا تو گز کے لئے ہوگا

مثنویِ مادکانِ وحدت ست
ہماری مثنوی وحدت کی دکان ہے

غیرِ واحد ہر چہ بینی آں بُت ست
واحد کے علاوہ تو جو کچھ دیکھے وہ بُت ہے

بُت ستودن بہرِ دامِ عامہ را
بُت کی تعریف کرنا عوام کے جال کے لئے

ہمچناں داں کالغرانیق العُلیٰ
ایسا ہی سمجھ جس طرح "الغرانیق العُلیٰ" کا قصہ

خواندش در سورۂ وَالنَّجم زود
اس کو سورۂ والنجم میں جلدی سے پڑھ دیا

لیک آں فتنہ بُد از سورہ نبُود
لیکن وہ آزمائش تھی، سورت میں سے نہ تھا

جملہؔ[3] کفار آں زماں ساجد شدند
اس وقت سب کافر سجدہ کرنے والے بن گئے

ہم سرے بُود آنکہ سر بر در زدند
راز بھی تھا کہ انہوں نے در پر سر رکھ دیا

بعد ازیں حرفیست پیچاپیچ و دُور
اس کے بعد پیچ در پیچ حرف ہے

باسلیماں باش و دیواں رامشور
حضرت سلیمانؑ کے ساتھ رہ شیطانوں کو شورش میں مبتلا نہ کر

ہو گئے۔ اسیطرح عوام جب غیر توحیدی مضامین سنتے ہیں تو متوجہ ہو جاتے ہیں پھر توحیدی مضامین سننے کا بھی ان کو اتفاق ہو جاتا ہے بعد ازیں۔ بتوں کی تعریف آنحضورؐ کی زبان پر جاری ہونے میں متعدد باتیں بیان کی جا سکتی ہیں لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ بعض مسائل ایسے ہیں کہ ان کے سوال و جواب میں نہ پڑنا چاہیئے ورنہ شبہات پیدا کرنیوالے مزید شبہات پیدا کریں گے لہٰذا توسیع

[1] پس۔ جب معلوم ہوا کہ اگر مارنے میں خودی اور اپنی غرض نہ ہو تو خون بھی معاف ہے، لہٰذا خودی کو ختم کر دے۔ چوں شدی۔ جب تو خودی چھوڑ کر فانی بن جائیگا تیرا فعل اپنا فعل نہ رہے گا۔ ہر دکانے۔ مثنوی میں فقہی مسائل بیان کرنا مقصود نہیں ہیں اس لئے ہم نے دیت اور بیت المال کے مسائل کے لئے فقہ کی کتابوں کا حوالہ دیدیا ہے۔ مثنوی میں اصل مقصد توحید کا بیان ہے۔ در دکان۔ موچی کی دکان میں اصل مقصود چمڑا ہے اگر تو لکڑی کے فرمے دیکھے گا تو وہ اصل مقصود نہیں ہے اسی طرح ریشمی کپڑوں کی دکان میں اصل ریشمی تھان ہیں اگر لوہے کا گز ہے تو وہ اصل مقصود نہیں ہے۔

[2] قزاز۔ ریشمی کپڑا فروخت کرنیوالا۔ خزِ ادکن۔ ریشمی کالا کپڑا۔ مثنوی۔ مثنوی صرف توحید کی دکان ہے توحید کے مضامین کے علاوہ جو کچھ مذکور ہے وہ بُت ہے بُت۔ مثنوی میں توحید کے علاوہ جو کچھ بطور بُت کے بیان کیا گیا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آنحضورؐ کی زبان پر سورۂ والنجم کی تلاوت کے دوران تِلْكَ الْغَرَانِيقُ الْعُلَىٰ جاری ہو گیا تھا اور وہ حقیقتاً سورۂ والنجم کا جز و نہ تھا، محقق محدثین اس قصہ کو بے اصل سمجھتے ہیں۔ [3] جملہ کفار۔ جب کفار نے وہ الفاظ بتوں کی تعریف میں سنے تو سب سجدے میں

[illegible]

ہیں حدیثِ صوفی و قاضی بیار — واں ستمگارِ ضعیفِ زار زار

خبردار! صوفی اور قاضی کا قصہ لا — اور کمزور، لاغر، ظالم کا

ہم در تقریر قصۂ قاضی و صوفی

قاضی اور صوفی کے قصہ کی تقریر

گفت[1] قاضی ثبّتِ العرش اے پسر — تا برو نقشے کنم از خیر و شر

قاضی نے کہا اے بیٹا! تخت جما — تاکہ میں اس پر بھلے اور برے کا نقش قائم کروں

کو زننده کو محلّ انتقام — ایں خیالے گشتہ است اندر سقام

مارنے والا کہاں ہے، انتقام کی جگہ کہاں ہے؟ — یہ تو بیماری میں خیال بن گیا ہے

شرع بہرِ زندگان و اغنیاست — شرع بر اصحابِ گورستاں کجاست

شرع زندوں اور مال والوں کے لئے ہے — قبرستان کے باشندوں کے لئے شرع کہاں ہے؟

آں[2] گروہے کز فقیری بے بَرند — صد جہت زاں مُردگاں فانی ترند

وہ گروہ جس نے فقیری کا پتہ لگا لیا ہے — سو حیثیتوں سے مُردوں سے زیادہ فانی ہیں

مُرده از یک روست فانی در گزند — صُوفیاں از صد جہت فانی شدند

مُردہ ایک حیثیت سے مرض میں فانی ہے — صوفیاء سو حیثیتوں سے فانی ہو گئے ہیں

مرگ یک قتل ست و ایں سیصد ہزار — ہر یکے را خونبہائے بے شمار

موت ایک قتل ہے اور یہ تین لاکھ — ہر ایک کا بے شمار خونبہا ہے

گرچہ کُشت ایں قوم را حق بارہا — ریخت بہرِ خونبہا انبارہا

اگرچہ اللہ (تعالیٰ) نے اس قوم کو بارہا قتل کیا ہے — خونبہا کے لئے انبار بہا دیئے ہیں

ہمچو جرجیس[3] اند ہر یک در سرار — کُشتہ گشتہ زندہ گشتہ شصت بار

باطن میں ہر ایک، جرجیس کی طرح ہے — ساٹھ بار قتل ہوا، زندہ ہوا

کُشتہ از ذوقِ سنانِ دادگر — می بزارد کہ بزن زخمِ دگر

منصف کی بھال کے ذوق سے مقتول — روتا ہے کہ دوسرا زخم لگا

واللہ از عشقِ وجودِ جاں پرست — کُشتہ بر قتلِ دوم عاشق ترست

خدا کی قسم جان پرست وجود کے عشق کی نسبت — دوسرے قتل پر، یہ مقتول زیادہ عاشق ہے

گفت قاضی من قضادار حیم — حاکمِ اصحابِ گورستاں کیم

قاضی نے کہا میں زندہ پر حکم لگانے والا ہوں — میں قبرستان کے باشندوں کا حاکم کب ہوں؟

---

[1] گفت۔ قاضی نے صوفی سے کہا تمہیں علیہ کو متعین کر۔ ثبت۔ مشہور مثل ہے، ثبّتِ العرش ثُمّ النقش، پہلے تخت بچھا پھر اس پر نقش بنا یعنی کام کرنے سے پہلے جگہ متعین کر۔ کو زننده۔ یہ مدعی علیہ تو محض خیالی انسان رہ گیا ہے اس سے بدلہ کہاں لیا جا سکتا ہے۔ شرع۔ ضمان اور تاوان تو زندہ اور مالدار سے لیا جا سکتا ہے مُردے سے نہیں لیا جا سکتا۔

[2] آں گروہے۔ مولانا نے ان درویشوں کا بیان شروع کر دیا ہے جو سکر کی حالت میں ہوتے اور خودی سے گزر کر مقام فنا حاصل کر لیتے ہیں فرماتے ہیں کہ یہ لوگ سیکڑوں حیثیتوں سے مُردہ ہیں حقیقی مُردہ تو محض ایک مرض سے مُردہ بن جاتا ہے۔ مرگ۔ (شعر)

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

ریخت۔ جونکہ اللہ ان کو قتل کرتا ہے اس نے خونبہا میں محبت اور قرب کے خزانے عطا کر دیئے ہیں۔

[3] جرجیس۔ ان کو شاہِ وقت نے ساٹھ بار قتل کیا اور وہ ہر بار زندہ ہو گئے۔ دادگر۔ اللہ کے بھالے کا زخم ان کو ایسا پیارا ہے کہ دوسرے زخم کی تمنا میں روتے ہیں۔ وجودِ جاں پرست۔ یعنی عنصری زندگی جیسی زندگی سے محبت ہوتی ہے۔ گفت۔

این بصورت گرنہ در گورست پست — گورہا در دودِ مانش آمدہ است

یہ اگر چہ بظاہر قبر میں دَبا ہوا نہیں ہے — بہت سی قبریں اُس کے خاندان میں ہیں

بس بدیدی مُردہ اَندر گورِ تو — گور را در مُردہ بیں اے کورِ تو

تُو نے قبر میں بہت سے مُردے دیکھے ہیں — اے اندھے! تو مُردے میں قبر کو دیکھ لے

گر ز گورے خشت بر تو اُوفتاد — عاقلاں از گور کے خواہند داد

اگر قبر کی اینٹ تیرے اوپر گر پڑے — عقلمند قبر سے کب انصاف چاہتے ہیں؟

گِردِ خشم و کینۂ مُردہ مگرد — ہیں مکن با نقشِ گرمابہ نبرد

مُردے کے غصہ اور کینہ کے درپے نہ ہو — خبردار! حمام کی تصویر سے نہ جھگڑ

شکر کُن کہ زندہ بر تو نزد — کانکہ زندہ رَد کند حق کرد رَد

شکر ادا کر، کہ زندہ نے تجھے نہیں مارا — کیونکہ جس کو زندہ رَد کردے اللہ (تعالیٰ) رَد کرچکا

خشمِ احیا خشمِ حق و زخمِ اوست — کہ بحق زندست آں پاکیزہ پوست

زندوں کا غصہ، اللہ کا غصہ اور مار ہے — کیونکہ وہ پاکیزہ کھال، باقی باللہ ہے

حق بکشت اُو را و در پا چاش دمید — پوستش از سر چو قصاباں کشید

اللہ تعالیٰ نے اسکو قتل کیا اور پاؤں میں پھونک — قصائیوں کی طرح اور پر سے کھال کھینچ لی

نفخ در وَے باقی آمد تا مآب — نفخِ حق نبوَد چو نفخ آں قصاب

اُس میں قیامت تک پھونک باقی رہی — اللہ (تعالیٰ) کا پھونک بھرنا قصائی کے پھونک بھرنے کی طرح

فرق بسیارست بین النفختین — اینہمہ زین ست و آں سر جملہ شین

دونوں پھونکوں میں بڑا فرق ہے — یہ بالکلیہ خوبی ہے اور اس جانب بُرائی ہے

ایں حیات از وے بُرید و شد مُضر — واں حیات از نفخِ حق شد مستمر

اس نے اس سے زندگی جُدا کردی اور تصرف ہوئی — وہ زندگی اللہ (تعالیٰ) کی پھونک سے دائمی ہوگئی

ایندم آں دَم نیست کاید آں بشرح — ہیں بر آ زیں قعر چہ بالائے صرح

یہ پھونک وہ پھونک نہیں ہے کہ تشریح ہوسکے — خبردار! کنویں کی اِس گہرائی سے قلعہ کے اوپر آجا

نیستش بر خر نشاندن مجتہد — نقش ہیزم را کسی بر خر نہد

اس کو گدھے پر سوار کرنا، عمل اجتہاد نہیں ہے — ایندھن کے نقش کو کوئی گدھے پر لادتا ہے

بر نشستِ اُو نہ پشتِ خر سزد — پشتِ تابوتیش اولیٰ تر سزد

اسکی نشست کیلئے گدھے کی پشت مناسب نہیں ہے — تابوت کی پُشت اُس کے لئے زیادہ لائق ہے

ا دود رمانش۔ یعنی اس مدعیٰ علیہ کا جسم۔ کور۔ کیونکہ صوفی اس کو مُردہ نہ سمجھ رہا تھا اس لئے اس کو کور کہا ہے۔ گر۔ جبکہ مدعیٰ علیہ مجسم قبرستان ہے اگر قبرستان میں سے کوئی اینٹ کسی پر آپڑے تو اس پر کون دعویٰ کرتا ہے۔ گرد۔ جبکہ مدعیٰ علیہ مُردہ ہے تو اس پر غصہ نہ کر یا تو وہ محض ایک بے جان تصویر ہے اس سے جھگڑا کرنا بیوقوفی ہے۔ زندہ۔ اب اُس شخص کا ذکر شروع فرمایا ہے جس کو بقاء وزندگی بحق حاصل ہوگئی ہو اس کا ہر فعل اللہ کا فعل ہوتا ہے۔

۲ خشم۔ ایسے باقی باللہ کا غصہ اللہ کا غصہ ہوتا ہے۔ حق بکشت۔ اِس باقی باللہ کو اللہ نے پہلے فنا کیا اور اُس کو رذائلِ بشری سے پاک کردیا اور پھر اُس میں نفخِ روح کردیا۔ قصاباں۔ قصائی بکرے کی کھال کھینچ کر پھر اُسمیں پھونک بھرتے ہیں تاکہ چربی وغیرہ پھول جائے اور گوشت چکنا معلوم ہونے لگے۔ نفخ۔ قصائی اور اللہ کے پھونک بھرنے میں فرق ہے۔ اینہمہ۔ اللہ کا قتل کرنا اور پھونک بھر کر پھر زندہ کرنا بڑی خوبی ہے اور قصائی کا معاملہ بُرا ہے اسلئے کہ قصائی اسکی زندگی ہمیشہ کیلئے ختم کرکے پھونک بھرتا ہے۔

۳ ایندم۔ باقی باللہ میں جو اللہ کا نفخ ہے وہ ایک ذوقی چیز ہے اسکی شرح نہیں ہوسکتی تو ہیں

ظلم چہ بُوَد وضعِ غیرِ موضعش — ہین مکن دَر غیرِ موضع ضایعش

ظلم کیا ہے؟ غیر جگہ پر اُس کا رکھنا — خبردار! غیر جگہ میں اُس کو برباد نہ کر

گفت صوفی پس رَوا داری کہ اُو — سیلیم زَد بے قصاص و بے تسو

صوفی نے کہا تو پھر تم اِس کو جائز سمجھتے ہو کہ اُس نے — میرے طمانچہ مارا بغیر قصاص اور بغیر دمڑی کے

کے روا باشد کہ ہر خرسِ قلاش — صُوفیاں را صفع اندازد بَلاش

کب جائز ہوگا کہ ہر ریچھ بے آبرو — صوفیوں کے طمانچہ کھینچ مارے، بغیر کسی چیز کے؟

گفت صوفی را چہ باک از صفع خیز — باچنیں بیمار کمتر کُن ستیز

اُس نے کہا صوفی کو طمانچہ کی کیا پروا، اُٹھ — ایسے بیمار سے جھگڑا نہ کر

گفت قاضی تو چہ داری بیش و کم — گفت دارم در جہاں من شش دِرم

قاضی نے کہا، تو کم و بیش کیا رکھتا ہے! — اُس نے کہا دنیا میں میرے پاس چھ درہم ہیں

گفت قاضی سہ دِرم تو خرچ کُن — آں سہ دیگر را بدُو دہ بے سُخن

قاضی نے کہا، تین درہم تو خرچ کرلے — دوسرے تین، اُس کو بغیر حجت دیدے

زار و رنجور ست و درویش و ضعیف — سہ درم باید ترا بہرِ رغیف

کمزور اور بیمار ہے اور فقیر و ضعیف ہے — تین درہم روٹی (کھانے) کیلئے تجھے چاہئیں

قاضی و صوفی بہم در قال و قیل — لیک آں رنجور برگشتہ سبیل

قاضی اور صوفی آپس میں بات چیت میں تھے — لیکن وہ بیمار، راستہ سے بھٹکا ہوا

بر قفایِ قاضی اُفتادش نظر — از قفایِ صُوفی آمد خوب تر

اُس کی نظر قاضی کی گُدّی پر پڑی — صوفی کی گُدّی سے بہتر معلوم ہوئی

راست میکرد از پئے سیلیش دست — کہ قصاصِ سیلیم اَرزاں شُدست

اُس کے طمانچہ مارنے کے لئے ہاتھ سیدھا کیا — کہ میرے طمانچہ کا بدلہ سستا ہوگیا ہے

سُوئے گوشِ قاضی آمد بہرِ راز — سیلیے آورد قاضی را فراز

راز کی بات کے لئے قاضی کے کان کے پاس آیا — قاضی کے ایک طمانچہ مارا

گفت ہر شش را بگیرید اے دو خصم — مَن شوم آزاد و بے خرخاش و وصم

بولا اے دونوں مخالفو! تم سب روپے چھ لے لو — میں آزاد اور بغیر خرخشہ اور بے عیب ہو جاؤنگا

ہوگیا ہے اپنے ہاتھ کو طمانچہ مارنے کیلئے تیار کیا صوفیؒ. قاضی کے پاس اِس طرح پر آیا جیسے اُس سے کوئی راز کی بات کہے گا اور قاضی کی گدی پر ایک طمانچہ مار دیا۔ گفت۔ قاضی کے طمانچہ مار کر بیمار بولا اب تم دونوں مُدّعی ہو دونوں تین تین درہم لے لو میرا سب مال چلا جائیگا تو نہ کوئی خرخشہ باقی رہیگا اور نہ مالدار ہونے کا عیب رہے گا۔

۵۱ ظلم۔ کسی چیز کو بے موقع رکھنا ظلم ہے تو انس کو گدھے پر بٹھانا ظلم ہوا۔ گفت صوفی۔ صوفی نے قاضی سے کہا پھر تو آپ کا مطلب یہ ہے کہ اِس نے جو میرے طمانچہ مارا ہے نہ اُس کا جسمانی بدلہ ہے نہ مالی۔ کے روا۔ اگر آپ اِس کو اِس طرح چھوڑ دینگے تو پھر صوفیوں کی خیر نہیں ہر آوارہ بے آبرو صوفیوں کو مار دیا کرے گا۔ بلاش۔ بلاشی یعنی بغیر کسی عوض کے۔ گفت قاضی نے صوفی سے کہا کہ صوفی تو بہت مجاہدے کرتا ہے ایک طمانچہ کی اُس کو کیا پروا ہو سکتی ہے۔ بیش و کم۔ قاضی نے کہا جھگڑا تو بغیر کسی عوض کے ختم ہو جانا چاہیئے پھر بھی تجھے کچھ دلائے دیتا ہوں اور قاضی نے بیمار سے پوچھا تیرے پاس کچھ ہے۔ بیمار نے کہا میرے پاس چھ درہم ہیں۔

۵۲ تو خرج کن۔ قاضی نے بیمار سے کہا اِن چھ درہموں میں سے تین تو خرچ کے لئے رکھ لے اور تین صوفی کو دیدے۔ زار۔ صوفی سے یہ کہا کہ وہ بیمار اور کمزور ہے تو تین درہم اس کے پاس رہنے دے اور تین درہم اپنی خوراک کیلئے لے لے۔ قاضی۔ قاضی اور صوفی میں تو یہ گفتگو چل رہی تھی ادھر اُس بیمار کی نظر قاضی کی گدّی پر پڑی جو اسکو طمانچہ مارنے کیلئے صوفی کی گدّی سے بھی بہتر معلوم ہوئی۔

۵۳ راست۔ اُس بیمار نے پھر طرح کر کر طمانچہ کا عوض تو بہت سستا

تیرہ[1] شدنِ قاضی از سیلیے آں درویشِ رنجور و

اُس بیمار فقیر کے طمانچے سے قاضی کا مکدر ہونا اور صوفی

سرزنش کردنِ صوفی قاضی را

کا قاضی کو ملامت کرنا

گشت قاضی تیرہ صوفی گفت ہے ... حکمِ تو عدل ست لاشک نیست غے

قاضی مکدر ہوا، صوفی نے کہا، ہائیں ... آپ کا حکم بیشک انصاف ہے، گمراہی نہیں ہے

آنچہ[2] نہ پسندی بخود اے شیخِ دیں ... چوں پسندی بر برادر اے امیں

اے دین کے شیخ: جو آپ اپنے لئے پسند نہیں کرتے ... اے امانتدار! بھائی کے لئے کیوں پسند کرتے ہیں؟

ایں ندانی کز پئے من چہ کنی ... ہمدراں چہ عاقبت خود افگنی

آپ یہ نہیں جانتے کہ میرے لئے جو کنواں کھودیں گے ... اُس کنویں میں انجام کار آپ خود گریں گے

مَن حَفَرَ بِئراً نخواندی از خبر ... آنچہ خواندی کُن عمل جانِ پدر

حدیث میں آپ نے مَن حَفَرَ بِیرًا نہیں پڑھا ... اے جانِ پدر: جو آپ نے پڑھا ہے اُس پر عمل کیجئے

ایں یکے حکمت چنیں بُد در قضا ... کو ترا آورد سیلے در قفا

فیصلہ میں آپ کا یہ حکم ایک ایسا حکم تھا ... جس نے آپ کی گُدّی پر طمانچہ دلوا دیا

وای بر احکامِ دیگر ہائے تو ... تا چہ آرد بر سر و بر پایِ تو

افسوس، آپ کے دوسرے فیصلے ... آپ کے سر پاؤں پر کیا لائیں گے!

ظالمے[3] را رحم آری از کرم ... کہ برای نفقہ بدہش سہ درم

آپ نے کرم کر کے ظالم پر رحم کیا ... کہ اُس کے خرچ کے لئے تین درہم دیئے

دستِ ظالم را ببر چہ جایِ آں ... کہ بدستِ اُو نہی حکم و عناں

ظالم کا ہاتھ کاٹ، بجائے اس کے ... تو نے اُس کے ہاتھ میں حکم اور باگ دیدی

تو بداں بُزمانی اے مجہول داد ... کہ نژادِ گرگ را اُو شیر داد

اے مجہولُ العَدل: تو اُس بکری کی طرح ہے ... کہ بھیڑیئے کے بچہ کو اُس نے دودھ پلایا

جواب دادنِ قاضی صوفی را

قاضی کا صوفی کو جواب دینا

گفت قاضی واجب آید ماں رضا ... ہر قفا و ہر جفا کارد قضا

قاضی نے کہا ہماری رضامندی ضروری ہے ... ہر اُس طمانچہ اور ظلم پر جو قضا لائے

---

[1] تیرہ شدن۔ قاضی طمانچہ کھا کر بدمزہ ہوا تو صوفی نے قاضی سے کہا۔ حکمِ تو۔ بیشک آپ کا یہ فیصلہ کہ طمانچہ کا عوض تین درہم ہوتے ہیں بالکل منصفانہ تھا اس میں کوئی گمراہی نہ تھی اس فیصلہ کو آپ کو بھی بلا تأمل قبول کرنا چاہیئے۔

[2] آنچہ۔ ہر چہ بر خود نہ پسندی بر دیگراں مپسند۔ مَن حَفَر۔ مشہور مقولہ مَن حَفَرَ بِیرًا لِاَخِیہِ فَقَدْ وَقَعَ فِیہِ جس نے اپنے بھائی کے لئے کنواں کھودا وہ خود اُس میں گرا۔ ایں۔ تیرا فیصلہ خود تیرے لئے طمانچہ کا سبب بنا ہے۔ وای۔ یہ تو ایک فیصلہ کی پاداش تھی نہ معلوم دوسرے فیصلے تیرے اوپر کیا ظلم ڈھائیں گے۔

[3] ظالمے۔ تو نے ظالم کو خرچہ کے تین درہم دلائے۔ دست۔ ظالم کا تو ہاتھ کاٹنا چاہیئے تھا نہ کہ فیصلہ اُس کے ہاتھ میں دینا۔ تو بداں۔ تیری مثال تو اُس بڑھیا کی سی ہے جس نے بھیڑیئے کے بچہ کو بکری کا دودھ پلا کر پالا اور آخر میں وہ بھیڑیا اُسکی بکری کو کھا گیا۔ گفت قاضی۔ قاضی نے کہا قضاءِ خداوندی جو بھی نازل کرے خواہ طمانچہ ہو یا سزا اُس پر راضی ہونا ہمارا فرض ہے۔

خوش دلم در باطن از حکمِ زُبُر[1] | گرچہ شد رُویم تُرش کالحق مُر

کتابوں کے حکم سے میں باطن میں خوشدل ہوں | اگرچہ میرا چہرہ تُرش ہو گیا کیونکہ حق کڑوا ہے

ایں دلم باغست و چشمم ابر وش | ابر گرید باغ خندد شاد و خوش

میرا یہ دل باغ ہے اور میری آنکھ ابر کی طرح ہے | ابر روتا ہے، باغ خوش اور شاد ہو کر ہنستا ہے

سالِ قحط از آفتابِ خیرہ خند | باغہا در مرگ و جانکندن رسند

قحط کے سال میں بیباکی سے ہنسنے والے سورج سے | باغ موت اور جان کنی میں پہنچ جاتے ہیں

زامرِ حق[2] وَابْکُوا کَثِیْرًا خواندۂ | چوں سرِ بریاں چہ خنداں ماندۂ

اور زیادہ روؤ" تو نے خدائی حکم پڑھا ہے | بھنی ہوئی سری کی طرح تو کیوں ہنس رہا ہے؟

روشنیِ خانہ باشی ہمچو شمع | گر فرو باری تو ہمچوں شمع دمع

تو گھر کی روشنی ہوگا، شمع کی طرح | اگر تو شمع کی طرح آنسو بہائے گا

آں ترش رُوئیِ مادر یا پدر | حافظِ فرزند شد از ہر ضرر

ماں باپ کی تُرش رُوئی | ہر نقصان سے لڑکے کی نگہبان بنی

ذوقِ خندہ دیدۂ اے خیرہ خند | ذوقِ گریہ بیں کہ ہست آں کانِ قند

اے بیہودہ ہنسنے والے! تو نے ہنسی کا مزہ چکھ لیا | رونے کا مزا دیکھ جو شکر کی کان کی طرح ہے

چوں[3] جہنم گریہ آرد یادِ آں | پس جہنم خوش تر آید از جناں

جب جہنم کی یاد رُلائے | تو جہنم جنتوں سے زیادہ بھلی معلوم ہوتی ہے

خندہا در گریہا آمد کتیم | گنج در ویرانہا جُو اے سلیم

ہنسیاں، رونے میں چھپی ہوئی ہیں | اے بھولے! خزانے ویرانوں میں تلاش کر

ذوق در غمہاست پے گم کردہ اند | آبِ حیواں را بظلمت بُردہ اند

مزا غموں میں ہے اُنھوں نے نشان گم کر دیا ہے | آبِ حیات کو تاریکی میں لے گئے ہیں

بازگونہ نعل در رہ تا رُباط | چشمہا را چار کُن در احتیاط

راستہ میں منزل تک اُلٹے نعل ہیں | احتیاط میں چار آنکھیں کرلے

چشمہا را چار کُن در اعتبار | یار کُن با چشمِ خود دو چشمِ یار

عبرت حاصل کرنے میں چار آنکھیں کرلے | یار کی دو آنکھوں کو اپنی آنکھوں کا ساتھی بنالے

اَمْرُهُمْ شُوْرٰی بخواں اندر صُحُف | یار را باش و مکُن از ناز اُف

پاروں میں اَمْرُهُمْ شُوْرٰی پڑھ لے | یار کا ہو جا اور ناز سے اُف نہ کر

---

[1] زُبُر۔ زبور کی جمع ہے، بمعنی کتاب۔ الحق مُر۔ صحیح بات کڑوی لگتی ہے۔ ایں دلم۔ آنکھ کے رونے سے دل میں شادابی پیدا ہوتی ہے جس طرح ابر سے باغ میں شادابی آتی ہے۔ سالِ قحط۔ سورج کی چمک کو سورج کا خندہ قرار دیا ہے جس کو باغ کے جلنے کا سبب قرار دیا ہے۔

[2] زامرِ حق۔ قرآنِ پاک میں ہے فَلْیَضْحَکُوْا قَلِیْلًا وَّلْیَبْکُوْا کَثِیْرًا۔ چاہیے کہ وہ تھوڑا ہنسیں اور زیادہ روئیں۔ سرِ بریاں۔ جب سری کو آگ پر بھونا جاتا ہے تو کھال سکڑ کر دانت کھل جاتے ہیں۔ روشنی۔ موم آنسو کی طرح گرتا ہے تو شمع روشن رہتی ہے۔ مادر۔ ماں باپ کی سختی بچے کی حفاظت کرتی ہے۔ ذوق۔ یادِ الٰہی میں رونے میں جو لطف ہے وہ ہنسنے میں نہیں ہے۔

[3] چوں۔ جہنم کا خوف رُلائے تو وہ جنت کی یاد سے زیادہ بہتر ہے۔ خندہا۔ گریہ کا انجام ہنسنا ہے۔ ذوق۔ غموں میں لذت اسی طرح چھپی ہوئی ہو جس طرح آبِ حیات تاریکی میں۔ بازگونہ۔ منزل کو چھپانے کے لئے جوتوں میں اُلٹے نعل لگا لئے جاتے ہیں۔ رُباط۔ منزل۔ چشمہا۔ جبکہ نشان پوشیدہ ہے تو اپنی آنکھوں کے ساتھ شیخ کی آنکھوں کو جوڑ لے تب نشانِ منزل کا پتہ چلے گا۔ چشمہا۔ عبرت حاصل کرنے اور نشان کو پہچاننے کے لئے اپنی آنکھوں کے ساتھ شیخ کی آنکھیں شامل کرلے۔ امرہم۔ صحابہ کیلئے فرمایا گیا ہے کہ وہ باہمی مشورے سے کام کرتے ہیں۔ اُف۔ شیخ سے بے نیازی نہ برت۔

یار[1] باشد راہ را پشت و پناہ | چونکہ نیکو بنگری یار ست راہ
یار راستہ کا مددگار ہوتا ہے | جب تو غور کرے گا یار، راستہ ہے

چونکہ در یاراں رسی خامُش نشیں | اندراں حلقہ مکُن خود را نگیں
جب تو یاروں میں پہنچے چُپ بیٹھ جا | اُس حلقہ میں اپنے آپ کو نگینہ نہ بنا

در نمازِ جمعہ بنگر خوش بہوش | جُملہ جمع اند و یک اندیش و خموش
جمعہ کی نماز میں اچھی طرح ہوش سے دیکھ لے | سب جمع ہیں اور ایک خیال کے اور چپ ہیں

رختہا را سوئی خاموشی کشاں | چوں نشاں جوئی مکُن خود را نشاں
سامان کو خاموشی کی جانب کھینچ لے جا | جب کہ تو نشان تلاش کرتا ہے اپنے آپ کو نشان نہ بنا

گفت پیغمبرؐ کہ در بحرِ ہموم | در دلالت داں تو یاراں را نجوم
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ فکروں کے سمندر میں | تو رہنمائی میں یاروں کو ستارے سمجھ

چشم[2] در استارگاں نہ، رہ بجُوی | نطق تشویشِ نظر باشد مگوی
ستاروں پر آنکھ جمادے، راستہ تلاش کر | بولنا دیکھنے کے لئے پریشان کن ہوتا ہے نہ بول

گر دو حرفِ صدق گوئی اے فلاں | گفتِ تیرہ در تبع گردد رواں
اے فلاں! اگر تو سچائی کے دو حرف بولے گا | مکدر گفتگو پیچھے پیچھے رواں ہو جائے گی

ایں نخواندی کالکلام اے مُستہام | فی شجونٍ جرّہ جرُّ الکلام
اے حیران! یہ تونے نہیں پڑھا کہ گفتگو | مختلف شعبوں میں ہے گفتگو کا کھینچنا اسکو کھینچتا ہے

ہیں[3] مشو شارع دراں حرفِ رَشَد | چوں سخن بیشک سخن را می کشد
خبردار! تو اُس بھلی بات کو شروع کرنیوالا نہ بن | کیونکہ یقیناً بات، بات کو کھینچتی ہے

نیست در ضبطت چو بگشادی دہاں | از پئے صافی شود تیرہ رواں
جب تونے منہ کھولدیا، تیرے قابو میں نہیں ہے | صاف کے پیچھے، مکدر رواں ہو جاتا ہے

آنکہ معصوم رہِ وحیِ خداست | چوں ہمہ صافست بگشاید رواست
جو خدائی وحی کی راہ کا معصوم ہے | جبکہ وہ سب صاف ہے (منہ) کھولے تو مناسب ہے

زانکہ ما ینطِقُ رسولٌ بالہوٰی | کے ہوا زاید ز معصومِ خدای
کیونکہ کوئی رسول خواہشِ نفس سے بات نہیں کرتا | خدائی معصوم سے ہوائے نفسانی کب پیدا ہوتی ہے؟

معصوم انبیاء کی شان ہے کہ اُن کی زبان سے کوئی غلط بات نہیں نکلتی ہے۔ ما ینطق۔ قرآن پاک میں آنحضورؐ کے بارے میں فرمایا گیا ہے مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى "وہ خواہشِ نفس سے کلام نہیں کرتے ہیں وہ وحی ہے جو اُن کو بھیجی جاتی ہے۔"

[1] یار۔ شیخ راستے کا مددگار ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ خود راستہ ہے۔ چونکہ۔ بزرگوں کی مجلس میں خود نمائی مناسب نہیں ہے خاموشی سے بیٹھ کر اُن سے استفادہ کر۔ صحبت پیر از ذکر و فکر برتر ست۔ در نماز۔ جمعہ کی نماز میں سب خاموشی سے خطبہ سنتے ہیں۔ رختہا۔ سالک کو شیخ کی صحبت میں زیادہ خاموشی اختیار کرنی چاہیئے۔ گفت۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ "میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم نے جس کی اقتدا کی ہدایت یافتہ بنے۔"

[2] چشم۔ ستاروں سے ہدایت جبھی حاصل ہو گی کہ خاموشی سے اُن پر نظر کروگے۔ بولنا نظر میں خلل انداز ہوتا ہے۔ گر دو حرف۔ عام حالت میں بھی بولنا مفید نہیں ہے انسان دو باتیں صحیح کہتا ہے تو اُن کے ساتھ غلط باتیں بھی زبان سے نکل جاتی ہیں۔ الکلام فی شجون۔ یعنی گفتگو مختلف شعبوں میں واقع ہوتی ہے جَرَّهٗ جَرُّ الکلام۔ کلام کا دراز کرنا اُس کو کھینچ لاتا ہے یعنی جب گفتگو شروع ہو جاتی ہے تو پھر مختلف گوشوں تک پہنچتی ہے

[3] ہیں۔ انسان بھلی بات شروع کرتا ہے تو کلام کی درازی اُس کو بُری بات تک پہنچا دیتی ہے۔ نیست۔ جب ڈاٹ کھول کر بوتل کو اُلٹا کرو تو صاف کے بعد تلچھٹ آتی ہے۔ آنکہ۔ یہ صرف

خویشتن را ساز منطیقے[1] ز حال — تا نگردی ہمچو من سُخرہ مقال
اپنے آپ کو حال سے بہت بولنے والا بنالے — تاکہ تو میری طرح گفتگو سے مغلوب نہ ہو

سوال کردن صُوفی از قاضی
صوفی کا قاضی سے سوال کرنا

گفت صوفی چوں زیک کان ست زر — ایں چرا نفع ست و آں دیگر ضرر
صوفی نے کہا جبکہ سونا ایک کان کا ہے — یہ نفع کیوں ہے اور وہ دوسرا نقصان کیوں ہے؟

چونکہ ایں جملہ زیک دست آمدست — ایں چرا ہُشیار و آں مست آمدست
جبکہ یہ سب ایک ہی ہاتھ سے ہے — یہ ہوشیار اور وہ مست کیوں بنا ہے؟

چوں[2] زیک دریاست ایں جُوہا رواں — ایں چرا نوش ست و آں زہرِ دہاں
یہ نہریں جب ایک دریا سے رواں ہیں — یہ شہد اور وہ منہ کا زہر کیوں ہے؟

چوں ہمہ انوار از شمسِ بقاست — صبح صادق صبح کاذب از چہ خاست
جبکہ سب نور آفتابِ بقا کے ہیں — سچی صبح اور جھوٹی صبح کیوں پیدا ہوئی؟

چوں زیک سُرمہ ست ناظر را کحل — از چہ آمد راست بینی و حَوَل
جب آنکھ کا سرمہ ایک ہی سرمہ سے ہے — صحیح دیکھنا اور بھینگا پن کیسے ہوا؟

چونکہ دار الضرب را سلطاں خداست — نقد را چوں ضرب خوب و ناروا ست
جبکہ ٹکسال کا بادشاہ خدا ہے — سکّہ پر کھرا ٹھپہ اور کھوٹا ٹھپہ کیوں ہے؟

چوں[3] خدا فرمود رہ را راہِ من — ایں خفیر از چیست و آں یک راہ زن
جبکہ خدا نے فرمایا راستہ، میرا راستہ ہے — یہ راہنما اور راہزن کیوں ہے؟

از یک اشکم چوں رسد حبر و سفیہ — چوں یقیں شد کالولد سرّ ابیہ
ایک ہی پیٹ سے عالم اور جاہل کیوں پیدا ہوئے؟ — جبکہ یقینی ہے کہ بیٹا باپ کا راز ہے

وحدتے کہ دید با چندیں ہزار — صد ہزاراں جنبش از عینِ قرار
اتنے ہزار کے ہوتے ہوئے وحدت کس نے دیکھی ہے؟ — لاکھوں جنبشیں عین قرار سے

جواب گفتن آں قاضی صوفی را
قاضی کا اُس صوفی کو جواب دینا

---

[1] منطیقے زحال۔ زبانِ حال کے ذریعہ بہت بولنے والا۔ تا نگردی۔ مولانا نے اپنے آپ کو فروتنی کے اعتبار سے مغلوبِ مقال کہا ہے۔ سوال پہلے قاضی نے کہا تھا کہ تمام مقدرات پر راضی رہنا چاہئے تو صوفی سوال کرتا ہے کہ ذاتِ خداوندی جبکہ واحد ہے تو اس سے متضاد چیزوں جفا و وفا، سخط و رضا، منع و عطاء کا صدور کس طرح ہوتا ہے۔ گفت صوفی۔ جبکہ سب کا خالق ایک ہے تو ایک مفید اور مضر کیوں ہے۔ یک دست۔ جبکہ ایک دستِ قدرت کے پیدا کردہ ہیں تو ایک عقلمند اور ایک مست کیوں ہے۔

[2] چوں۔ ایک دریا کی نہروں کے پانی کا ایک مزا ہوتا ہے لیکن مخلوق کوئی شیریں اور کوئی کڑوی ہے۔ چوں ہمہ۔ جبکہ سب ذاتِ باقی کے نور ہیں تو ایک صبح صادق اور ایک صبح کاذب کیوں ہے۔ یک سُرمہ۔ جبکہ سب کی آنکھیں ایک ہی سُرمہ سے سُرمگیں ہیں تو پھر راست بینی اور کج بینی کیوں ہے۔ چونکہ۔ جب سب ایک ٹکسال سے ڈھلے ہوئے ہیں تو بعض سکے کھرے بعض کھوٹے کیوں ہیں۔

[3] چوں خدا۔ جبکہ خدا نے دین کے راستہ کو اپنا راستہ فرمایا ہے تو اس میں راہنما اور راہزن کا فرق کیوں ہے۔ از یک اشکم۔ جبکہ سب ایک پیٹ کی پیداوار ہیں اور بیٹے میں باپ کے اوصاف ظاہر ہوتے ہیں تو پھر ایک پیٹ سے ایک عالم اور ایک جاہل کیسے پیدا ہوا ہے۔ وحدتے۔ خدا کی وحدت اور غیر متغیر اور غیر متضاد ہونے کا تو یقین ہے پھر اس سے اسقدر کثیر متغیر اور متضاد چیزیں کیسے صادر ہوئی ہیں۔ مصدر میں سکون اور صادر میں حرکتیں ہونا بھی سمجھ سے باہر ہے، غرضیکہ واحدِ حقیقی سے اسقدر کثیر اور متضاد چیزوں کا مخلوق ہونا مستبعد معلوم ہوتا ہے۔

گفت[1] قاضی صوفیا خیرہ مشو — یک مثالے در بیانِ ایں شنو

قاضی نے کہا، اے صوفی! تو حیران نہ ہو — اِس کے بیان میں ایک مثال سُن لے

ایں ببین و حال آں رانیک داں — ور نہ بینی حال رانیکو بخواں

یہ دیکھ لے اور اس کے حال کو خوب جان لے — اگر نہ دیکھے، حال کو خوب پڑھ لے

ہمچنانکہ بیقراری عاشقاں — حاصل آمد از قرارِ دلستاں

جس طرح کہ عاشقوں کی بے قراری — معشوق کے قرار سے پیدا ہوتی ہے

اُو چو کُہ در ناز ثابت آمدہ — عاشقاں چوں برگہا لرزاں شُدہ

وہ پہاڑ کی طرح ناز پر قائم ہے — عاشق پتّوں کی طرح لرزتے ہیں

خندۂ اُو گریہ ہا انگیختہ — آبرویش آبرو ہا ریختہ

اُس کے ہنسنے نے رونے پیدا کئے — اُسکے چہرے کی رونق نے آبروئیں بہا دیں

ایں ہمہ چون و چگونہ چوں زبد — بر سرِ دریائے بیچوں می طپد

یہ سب کیفیات جھاگ کی طرح — بے کیفیت دریا کے اوپر حرکت کرتی ہیں

ضِد[2] و نِدش نیست در ذات و عمل — زاں بپوشیدند ہستیہا حُلل

اُس کا ضدّ اور نِدّ ذات اور فعل میں نہیں ہے — اسی لئے موجودات نے لباس پہن لئے ہیں

ضِد ضِد را بُود و ہستی کے دہد — بلکہ زُو بگریزد و بیروں جہد

ضِد، ضِد کو وجود اور ہستی کب دیتا ہے؟ — بلکہ اُس سے بھاگتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے

نِد[3] چہ بُود مِثل مِثلِ نیک و بد — مِثل، مِثلِ خویشتن را کے کُند

نِد کیا ہے؟ مِثل ہے، نیک اور بد کی مِثل — مِثل، اپنی مِثل کو کب بناتی ہے؟

چونکہ دو مِثل آمدند اے مُتّقی — ایں چہ اولیٰ تر ازاں در خالقی

اے پرہیزگار! جبکہ دو چیزیں مِثل ہیں — یہ دوسرے سے خالق ہونے میں بہتر کیوں ہے؟

بر شمارِ برگِ بُستاں ضِد و نِد — چوں کفے بر بحرِ بے نِد ست و ضِد

ضِد اور نِد باغ کے پتّوں کی شمار پر — بے نِد اور بے ضِد دریا پر جھاگ کی طرح ہیں

بے چگونہ بیں تو بُرد و ماتِ بحر — چوں چگونہ گنجد اندر ذاتِ بحر

سمندر کی مات اور بُرد بے کیف سمجھ — کیف، سمندر کی ذات میں کیسے سما سکتا ہے؟

مِثل نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نِد مِثل کو کہتے ہیں اور ایک ہستی اپنے مِثل کو وجود عطا نہیں کرسکتی کیونکہ دونوں یکساں ہیں تو ایک کو خالق اور دوسرے کو مخلوق کہنا بلاوجہ ترجیح ہے جو باطل ہے۔ بر شمار اب پھر سابق مضمون کیطرف رجوع کیا ہے کہ تمام ممکنات جو ایک دوسرے کی ضد اور نِد ہیں بحرِ وحدت پر جو بے ضد و نِد ہے م

م جھاگ کی طرح نمودار ہیں۔ بے چگونہ۔ اُسکے تمام افعال ایسے ہیں کہ اُسکی کیفیت کی گہرائی تک نہیں پہنچا جاسکتا ہے تو پھر ذات کی کُنہ تک کہاں رسائی ہو سکتی ہے۔

[1] گفت قاضی۔ قاضی نے کہا ذات غیر متغیر اور غیر متضاد کا متغیر اور متضاد چیزوں کے مبدا بننے سے حیران نہ ہو ایک مثال سُن لے اور حال کو سمجھ لے۔ ہمچنانکہ۔ معشوق کا قرار اور سکون عاشقوں کی بیقراری کا مبدا ہے معشوق پہاڑ کی طرح ناز پر جما ہوا ہے اور عاشق پتّوں کی طرح لرزتے ہیں معشوق کا مسکرانا عاشقوں کے رونے کا مبدا ہے تو اِن باتوں سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ مبدا اور اسکے آثار میں یکسانیت ضروری نہیں ہے۔ ایں ہمہ۔ چون و چگونہ سے کیفیات اور وہ ممکنات جن پر کیفیات طاری ہوتی ہیں مراد ہیں۔ بیچوں۔ ذاتِ باری تعالیٰ جو عوارض سے منزّہ ہے۔

[2] ضِد و نِد۔ مبدا اور اثر، علّت اور معلول میں مشابہت اور ایک دوسرے کی مِثل ہونا تو شرط نہیں ہے البتہ تضاد نہ ہونا چاہیے، اب ثابت کرتے ہیں کہ مبدا جو ذاتِ واحد ہے اور اُسکے آثار جو ممکنات ہیں اُن میں تضاد نہیں ہے اور نہ کوئی اُسکی ذات اور افعال میں اُسکا مِثل ہے۔ زاں۔ چونکہ ذاتِ باری اور ممکنات میں تضاد نہیں ہے اِسی لئے ممکنات نے وجود کا لباس پہنا ہے۔ ضِد۔ ایک ضد دوسری ضد کو موجود نہیں کرسکتا ہے یعنی اُسکی علّت نہیں ہو سکتا ہے بلکہ اُس سے بھاگتا اور گریز کرتا ہے تو دونوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا۔

[3] نِد۔ ذاتِ باری کا تنزّہ

کمترین[1] لعبتِ اُو جانِ تُست
تیری جان اُس کا چھوٹا سا کھلونا ہے

این چگونہ و چونِ جاں کے شُد درست
جان کے لئے چون و چگون کب درست ہیں؟

پس چناں بحرے کہ در ہر قطرہ زاں
ایسا سمندر کہ اُس کے ہر قطرے سے

زیں بدن ناشی تر آمد عقل و جاں
اِس جسم سے زیادہ عقل اور جان پیدا ہوتی ہیں

کے بگنجد در مَضیقِ چند و چُوں
وہ مقدار اور کیفیت کے تنگ مقام میں کب سما سکتا ہے؟

عقلِ کُل آنجاست از لَا یَعْلَمُوْن
وہاں عقلِ کُل (بھی) ناواقفوں میں سے ہے

عقل گوید مر جسد را کاے جماد
عقل، جسم سے کہتی ہے کہ اے بے روح

بُوئے بُردی ہیچ ازاں بحرِ معاد
تو نے اِس بحرِ معاد کا کچھ پتہ پایا؟

جسم گوید من یقیں سایہ توام
جسم کہتا ہے میں یقیناً تیرا سایہ ہوں

یاری از سایہ کہ جُوید جانِ عَم
اے چچا جان! سایہ سے کون مدد چاہتا ہے؟

عقل گوید کایں نہ آں حیرت سرا ست
عقل کہتی ہے کہ یہ ایسا حیرت کدہ نہیں ہے

کہ سزا گستاخ تر از ناسزا است
کہ قابل، ناقابل سے زیادہ دلیر ہو

اندریں[2] جا آفتابِ انورے
اِس جگہ روشن سورج

خدمتِ ذرّہ کُند چوں چاکرے
خادم کی طرح ذرّے کی خدمت کرتا ہے

شیر ایں سُو پیشِ آہو سر نہد
یہاں شیر، ہرن کے سامنے سر رکھ دیتا ہے

باز ایں جا پیشِ تیہو پَر نہد
یہاں باز، تیتر کے سامنے پَر بچھاتا ہے

ایں تُرا باور نیاید مُصطفےٰ
(اگر) تجھے اِس کا یقین نہیں ہے (تو) مصطفیٰ

چوں ز مِسکیناں ہمی جُوید دُعا
مسکینوں سے دعا کیوں چاہتے ہیں؟

گر[3] بگوئی از پئے تعلیم بُود
اگر تو کہے سکھانے کے لئے تھی

عینِ تجہیل از چہ رُو تفہیم بُود
بعینہٖ جہالت میں مبتلا کرنا، سمجھانا کیونکر تھا

بلکہ میداند کہ گنجِ بے شمار
بلکہ وہ جانتے تھے کہ لاتعداد خزانہ

در خرابیہا نہد آں شہریار
وہ شاہ ویرانوں میں رکھ دیتا ہے

---

[1] کمترین۔ روح اُس کی معمولی مخلوق ہے اُس کی حقیقت اور کُنہ تک رسائی ممکن نہیں ہے۔ پس چناں وہ ذاتِ باری جو لاتعداد عقلوں اور جان کی علت ہے اُس کی حقیقت تک کیسے رسائی ہو سکتی ہے وہ کسی طرح بھی کیفیات کی قید میں مقید نہیں ہو سکتی، اُس کی حقیقت کے بارے میں عقلِ کامل بھی ناواقف ہے۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ ۔ اے خدا میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا ہوں تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے خود اپنے نفس کی تعریف کی ہے۔ عقل گوید۔ جب عقلِ کامل کا یہ حال ہو تو تمام عقلیں لامحالہ اُس کی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتی ہیں۔ جماد۔ جسم بغیر رُوح کے بے جان ہے۔ بحرِ معاد۔ ذاتِ باری تعالیٰ۔ سایہ۔ یعنی تابع۔ عقل گوید۔ جسم کا جواب سُن کر عقل کہتی ہے کہ ذاتِ باری کی حقیقت کے ادراک کا معاملہ ایسا ہے کہ اِس میں قابلِ ادراک اور ناقابلِ ادراک یکساں ہیں۔

[2] اندریں جا۔ عقل نے چونکہ جسم ناقابلِ ادراک سے ذاتِ باری کی کُنہ معلوم کرنی چاہی تھی اور اُس نے جواب دیا تھا کہ جب تجھے ہی معلوم نہیں تو تیرا مجھ سے سوال کرنا کیا مناسب ہے تو عقل کہتی ہے کہ یہ وہ مقام ہے کہ یہاں اعلیٰ ادنیٰ سے استفادہ کرتا ہے سورج ذرّے کی خدمتگاری کرتا ہے، شیر ہرن سے عاجز ہے، باز تیتر کے مقابلہ میں عاجز ہے۔ ایں تُرا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضورؐ صحابہ سے فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں بھی اپنی دعا میں شریک کر لینا۔

[3] گر بگوئی۔ آنحضورؐ کی دعا کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے کہ یہ استفادہ کیلئے نہ تھی بلکہ بسا اوقات آنحضورؐ اپنے مقام سے تنزّل اختیار کرتے تھے اور تعلیمِ امّت کیلئے اِس قسم کا طریقہ اختیار کر لیتے تھے تو مطلب یہ ہوگا آنحضورؐ نے یہ طریقہ اِسلئے اختیار کیا تا کہ امّت کو تعلیم دیں کہ تمہیں کا اعلیٰ فرد ادنیٰ فرد سے استفادہ کیا کرے اور یہ بات مشتمل ہو کہ اعلیٰ ادنیٰ سے استفادہ نہیں کر سکتا تو پھر آنحضورؐ کی یہ تعلیم کہاں ہوئی یہ تو امّت کو جہالت میں مبتلا کرنا ہوا۔ بلکہ۔ آنحضورؐ کا دعا کیلئے فرمانا تعلیم کیلئے نہ تھا بلکہ آنحضورؐ جانتے تھے کہ خزانے ویرانے میں ہوتے ہیں؟

بدگمانی[1] نعلِ معکوسِ وَیست | گرچہ ہر جزویش جاسوسِ وَیست
بدگمانی ، اُس کا اُلٹا نعل ہے | اگرچہ اُس کا ہر جز اُس کا جاسوس ہے

بل حقیقت در حقیقت غرقہ شُد | زیں سبب ہفتاد بل صد فرقہ شُد
بلکہ در حقیقت ، حقیقت غائب ہو گئی | اِس لئے ستّر بلکہ سَو فرقے ہو گئے

با تو قُلْ مَاشِئْتَ خواہم گفت ہاں | صُوفیا خوش پہن بکشا گوشِ جاں
میں تجھ سے ایک نکتہ کہوں گا ، خبردار ! | اے صوفی ! جان کے کان کو خوب کھول لے

مر ترا ہر زخم کاید ز آسماں | منتظر می باش خلعت بعد ازاں
تجھے جو تکلیف آسمان سے پہنچے | اس کے بعد تو خلعت کا منتظر رہ

آں قفا دیدی صفا را ہم ببیں | گرد[2] دِراں با گردن آمد اے امیں
تو نے وہ طمانچہ تو دیکھا ، خلوص بھی دیکھ لے | اے امین ! ران کا گوشت گردن کے ساتھ ہے

کو نہ آں شاہ ست کت سیلی زند | کہ نہ تاج و تخت بخشد مُستَنَد
کیونکہ وہ ایسا شاہ نہیں ہے کہ تیرے طمانچہ مارے | اور سہارے کا تخت اور تاج نہ بخشے

جملہ دنیا را پرِ پشہ بہا | سیلئے را رشوتِ بے منتہا
تمام دنیا کی قیمت مچھر کا پَر ہے | ایک طمانچہ کا عطیہ لا تعداد ہے

گردنت زیں طوق زرّینِ جہاں | چُست در دُزد و ز حق سیلی سِتاں
تو اپنی گردن دنیا کے اِس زرّیں طوق سے | جلد نکال لے ، اور اللہ کا طمانچہ لے لے

آں[3] قفاہا کانبیا بر داشتند | زاں بلا سرہائے خود افراشتند
وہ طمانچے جو انبیاء نے برداشت کئے ہیں | اُس بلا سے اپنے سروں کو بلند کیا ہے

لیک حاضر باش در خود اے فتیٰ | تا بخانہ اُو بیابد مر ترا
لیکن اے جوان ! تو اپنے اندر موجود رہا کر | تاکہ وہ تجھے گھر میں پالے

ورنہ خلعت را بَرَد اُو باز پس | کہ نیابیدم بخانہ ہیچ کس
ورنہ وہ خلعت کو لوٹا لے جائے گا | کہ میں نے گھر میں کسی کو نہ پایا

خدا کی ذات سے یہ توقع نہیں ہے کہ وہ صرف سزا دے اور اُس کے ساتھ عطا نہ ہو۔ جملہ دنیا۔ اگر اللہ تعالےٰ کسی سے دنیا کی کوئی چیز چھینتا ہے تو اُس کی حقیقت مچھر کے پَر سے زیادہ نہیں ہے اُس کے بدلے میں لاتعداد نعمتیں عطا کر دیتا ہے۔ طوقِ زرّیں یعنی دنیا کی نعمتیں ——— [3] آں قفاہا۔ انبیاء نے جو تکالیف برداشت کی ہیں وہ اُن کی سرفرازی کا سبب بنی ہیں۔ لیک۔ سزا کے عوض میں عطا کی شرط یہ ہے کہ حضور مع الحق ہو یعنی اللہ کی جانب رضا اور محبت کے ساتھ قلب کے ذریعہ رجوع ہو۔ تا بخانہ۔ وہ تیرے دل پر فیضان کرے گا ورنہ۔ اگر حضورِ قلب نہ ہوگا تو خلعت واپس ہو جائے گی کیونکہ گھر میں کوئی نہ تھا جس کے سپرد کر دی جاتی۔

[1] بدگمانی۔ (شعر)

[illegible]

ساکین اور بظاہر حقیر انسانوں کے ساتھ بدگمانی اُلٹا نعل ہے جس سے انسان غلط راہ اختیار کر لیتا ہے اگرچہ عقلمند انسان کی نظر میں اُس کا جز جز جاسوس اور مخبر بنا ہوا ہے جو اُس کی رہنمائی کرتا ہے۔ بل۔ گمراہوں کے لئے یہ معکوس نعل صرف اُلٹا نشان ہی نہیں ہے بلکہ اُن کی نگاہوں سے حقیقت بالکل چھپ گئی ہے اِسی لئے اُن کے ستّر بلکہ سَو فرقے بن گئے ہیں۔ با تو۔ قاضی کے اِس جواب کی طرف موڑ ہے کہ راضی بالقضاء رہنا چاہیئے۔ قل ماشئت۔ قل ماشئت کا مخفف ہے اِس کے معنیٰ اکبراس اور گھر کے سامان کے ہیں یہاں دوسرے معنیٰ مراد ہیں۔ معنی میں تجھ سے ایک اندر کی بات کہتا ہوں غور سے سُن لے کہ اللہ کی جانب سے ہر سزا کے ساتھ عطا بھی ہے۔ آں قفا۔ تو نے وہ طمانچہ تو دیکھ لیا اُس سے جو باطن کی صفائی ہوئی وہ بھی دیکھ لے

[2] گرد دِراں۔ جب قصائی ران کا حصّہ کاٹ کر دیتا ہے اور اُس میں ہڈی کم اور گوشت زیادہ ہوتا ہے تو اُس کے ساتھ گردن کا حصّہ بھی دیتا ہے جس میں ہڈی زیادہ ہوتی ہے اب اِس کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہر اچھائی برائی کے ساتھ ہے۔

باز سُوال کردنِ آں صُوفی ازاں قاضی
پھر اُس صوفی کا اُس قاضی سے سوال کرنا

گفت[۱] صوفی کہ چہ بودے کایں جہاں | ابروی رحمت گشادے جاوداں
صوفی نے کہا کیا ہو جاتا؟ کہ یہ عالم | ہمیشہ رحمت کی ابرو کو کشادہ رکھتا

ہر دمے شورے نیاوردے بہ پیش | بر نیاوردے ز تلوینہاش نیش
ہر لمحہ شور سامنے نہ لاتا | اپنی نیرنگیوں سے ڈنک نہ نکالتا

شب نہ دزدیدے چراغِ روز را | دَے نبودے باغِ عیش اندوز را
رات، دن کے چراغ کو نہ چُراتی | عیش والے باغ کے لئے خزاں نہ ہوتی

جامِ صحت را نبودے سنگِ تب | ایمنی را خوف ناوردے کرب
صحت کے جام کے لئے بخار کا پتھر نہ ہوتا | اطمینان کو مصیبت نہ ڈراتی

خود چہ کم گشتے ز جُود و رحمتش | گر نبودے خرخشہ در نعمتش
اس کی سخاوت اور رحمت میں خود کیا کمی آجاتی؟ | اگر اس کی نعمت میں خرخشہ نہ ہوتا

حال[۲] بُودے خوب و خوش بر جملگاں | تیرہ کم بودے روانِ انس و جاں
سب کی حالت اچھی اور بہتر ہوتی | انسانوں اور جنوں کی رُوح مکدر نہ ہوتی

جاوداں بُودے حضور و ذوقِ خوش | دائما در جاں بُدے ہم شوقِ خوش
حضور اور عمدہ ذوق ہمیشہ ہوتا | روح میں بھی ہمیشہ بہترین شوق ہوتا

جواب[۳] قاضی سوالِ صُوفی را و قصۂ تُرک و درزی را مثل آوردن
صوفی کے سوال پر قاضیؒ کا جواب دینا اور تُرک اور چور کے قصہ کی مثال دینا

گفت قاضی بس تہی رُو صوفیی | خالی از فطنت چو کافِ کوفیی
قاضی نے کہا، تو بہت تُنک دماغ صوفی ہے | تو کوفی کے کاف کی طرح سمجھ سے خالی ہے

تو نہ بشنیدی کہ آں پُر قند لب | غدرِ خیاطاں ہمی گفتے بشب
تو نے نہیں سُنا کہ وہ شیریں لب | رات کو درزیوں کی غداری بیان کر رہا تھا

خلق را در دُزدیِ آں طائفہ | می نمُود افسانہائے سالفہ
لوگوں کو اِس گروہ کی چوری کے بارے میں | پہلے قصے سُنا رہا تھا

قصۂ پارہ رُبائی در بُریں | می حکایت کرد او با آن و ایں
تراشنے میں ٹکڑا چُرا لینے کا قصہ | اِس اور اُس سے بیان کر رہا تھا

---

۱ گفت صوفی۔ صوفی نے کہا کہ یہ بات تو سمجھ میں آگئی کہ دو متضاد چیزوں کا ایک مبدأ سے صدور ہو سکتا ہے لیکن یہ بات باقی ہے کہ متضاد چیزوں کے صدور میں کیا حکمت ہے، اگر رحمت ہی رحمت ہوتی اور زحمت نہ ہوتی تو کیا مضائقہ تھا خشب۔ ملن ہی دن ہوتا رات نہ ہوتی، موسم بہار ہوتا خزاں نہ ہوتی۔ جامِ صحت صرف صحت ہوتی بیماری نہ ہوتی۔ خرخشہ۔ بے موقع جھگڑا۔

۲ حال۔ اگر صرف رحمت ہوتی تو سب خوش رہتے کسی کی طبیعت میں تکدر نہ پیدا ہوتا۔ جاوداں۔ اشعرا

پراگندہ روزی پراگندہ دل
خدا وند روزی بحق مشتغل

۳ جواب۔ قاضی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر محض عیش و عشرت ہوتا تو اُس سے بہت سی دینی مضرتیں پیدا ہو جاتیں اِسی مناسبت سے تُرک اور درزی کا قصہ سُنایا ہے کہ تُرک نے مسرت میں پڑ کر اپنا کپڑا گنوا دیا۔ کاف کوفی۔ کاف نقطہ سے خالی ہے۔ قند لب۔ شیریں سخن، درزیوں کی چوری کے قصے سُنا رہا تھا۔ طائفہ۔ گروہ۔ سالفہ۔ گذشتہ۔ بُریں۔ کٹائی۔

درسمرؔ[1] می خواند درزی نامہ — گرد او جمع آمدہ ہنگامہ

لسانہ گوئی میں درزی نامہ پڑھ رہا تھا — مجمع اُس کے چاروں طرف جمع تھا

تفسیر قولہٖ علیہ السّلام اِنَّ اللہَ یُلَقِّنُ الحِکمَۃَ علٰی لِسَانِ الوَاعِظِینَ بِقَدرِ ھِمَمِ المُستَمِعِین

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تفسیر اللہ تعالیٰ واعظوں کی زبان سے سننے والوں کی ہمت کی بقدر تلقین کرتا ہے

مستمع چوں یافت جاذب آں وقود — جملہ اجزایش حکایت گشتہ بود

جبکہ اُس آتش بیان نے سننے والے کو قبول کرنے والا پایا — اُس کے سارے اُجزا حکایت بن گئے تھے

جاذب سمع ست ارکسے راخوش لبی ست — گرمی وجد معلم از صبی ست

اگر کسی میں خوش بیانی ہے (تو) سننے کی کشش ہے — اُستاد کی ہنر گرمی اور کوشش بچہ کی وجہ ہے

چنگیے را کو نواز دبست وچار — چوں نیابد گوش گردد چنگ وار

دہ سارنگی بجانے والا جو چوبیس راگ گاتا ہے — جب کان نہیں پاتا سارنگی کی طرح ہوجاتا ہے

نے[2] حرارہ یادش آید نے غزل — نے دہ انگشتش بجنبد در عمل

نہ اُس کو ترانہ یاد آتا ہے نہ غزل — نہ عمل میں اُس کی دسوں اُنگلیاں ہلتی ہیں

گر نبودے گوشہائے غیب گیر — وحی ناور دے زگردوں یک بشیر

اگر غیب کو قبول کرنے والے کان نہ ہوتے — ایک بشارت دینے والا (بھی) وحی نہ لاتا

در نبودے دیدہائے صنع بیں — نے فلک گشتے نہ خندیدے زمیں

اگر کاریگری کو دیکھنے والی آنکھیں نہ ہوتیں — نہ آسمان گردش کرتا، نہ زمین مُسکراتی

آں دم لولاک[3] ایں باشد کہ کار — از برائے چشم تیزست ونزار

لولاک کا مضمون یہی ہے کہ تخلیق — باریک اور تیز آنکھ کے لئے ہے

عامہ را از عشق ہمخوابہ وطبق — کے بود پروائے عشق صنع حق

عوام کو ہم بستر اور دسترخوان سے عشق کیوجہ سے — اللہ کی کاریگری کی پروا کب ہوتی ہے؟

آب تتماجی نریزی درتغار — تا سگے چندے نباشد طعمہ خوار

تو آش کا پانی تغار میں نہ ڈالے گا — جب تک کہ چند کتے خوراک کھانیوالے نہ ہونگے

رو سگ کہف خداوندیش باش — تا رہاند زیں تغارت اصطفاش

جا، اُس کی خداوندی کے غار کا کتا بن جا — تاکہ اُس کی برگزیدگی تجھے اس تغار سے چھڑا دے

---

[1] سمر۔ قصہ گوئی۔ تفسیر۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ جسقدر سُننے والے کی صلاحیت ہوتی ہے اُسی قدر اُس کو وعظ کے بیان سے دانائی کا حصہ ملتا ہے۔ مستمع۔ سُننے والے شوقین ہوتے ہیں تو واعظ بھی دل جمعی سے وعظ کہتا ہے۔ وقود یعنی قصہ سُنانے والا۔ جذب سمع۔ اگر کسی واعظ کی خوش بیانی دیکھو تو سمجھو کہ سننے والوں کی کشش ہے، بچہ ذہین ہوتا ہے تو اُستاد محنت سے پڑھاتا ہے.... چنگیے۔ اگر سننے والے ماہر اور شائق نہیں ہوتے ہیں تو سارنگی نواز کا دل بُجھ جاتا ہے۔

[2] نے حرارہ۔ سارنگی نواز نہ چند بلی بلی آوازیں یاد آتی ہیں نہ غزل نہ اُسکی اُنگلیاں کام کرتی ہیں۔ گر نبودے۔ اگر انبیاء میں وحی سننے کی استعداد نہ ہوتی تو جبرئیلؑ وحی لے کر نہ آتے۔ در نبودے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی صنعت کو دیکھنے والے نہ ہوتے تو نہ آسمان پیدا ہوتا نہ زمین پیدا ہوتی۔

[3] لولاک۔ آنحضورؐ کے بارے میں لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ ۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا، کا مطلب یہی ہے کہ چونکہ آپؐ کامل صاحب نظر ہیں اسلئے آسمان پیدا کئے گئے ہیں محدثین نے اِس حدیث کو بے اصل قرار دیا ہے۔ عامہ۔ عوام، مستورات اور دسترخوان کے شیدائی ہیں انکو اللہ تعالیٰ کی کاریگری میں غور کرنے

دعوٰی کردنِ و گرو بستنِ ترکے درزی از من چیزے نتواند برد

ایک ترک کا دعوٰی کرنا اور بازی لگانا کہ کوئی درزی میری کوئی چیز نہیں چُرا سکتا

چونکہ دُزدیہائے بیرحمانہ گفت — کہ کنند آں درزیاں اندر نہفت

جب اُس نے ظالمانہ چوریاں بیان کیں — جو درزی چُھپکے سے کرتے ہیں۔

اندراں ہنگامہ تُرکے از خطا — سخت تیرہ شد ز کشفِ آں غطا

اُس مجمع میں خطا کا رہنے والا ایک تُرک — اُس پردے کے کُھلنے سے سخت مُکدر ہوگیا

شب چو روزِ رستخیز آں رازہا — کشف می کرد از پئے اہلِ نہٰی

رات کے وقت، قیامت کے دن کی طرح رازوں کو — وہ عقلمندوں کے لئے کھول رہا تھا

ہر کجا آئی تو در کنجِ فراز — بینی آنجا دو عدو در کشفِ راز

تو جہاں کہیں بھی کسی گوشہ میں پہنچے گا — راز کھولنے میں دو دشمنوں کو دیکھے گا

آں زباں را محشرِ مذکور داں — واں گلوئے راز گو را صُور داں

زبان کو تو مذکور محشر سمجھ — اور راز کہنے والے گلے کو صُور سمجھ

کہ خدا اسبابِ خشمی ساختست — واں فضائح را بکُوی انداختست

کیونکہ خدا نے غصہ کے اسباب پیدا فرمائے ہیں — اور رسوائیوں کو کوچہ میں ڈال دیا ہے

بس کہ غدرِ درزیاں را ذکر کرد — حیف آمد تُرک را و خشم و درد

اُس نے درزیوں کی بہت سی غداریوں کا ذکر کیا — تُرک کو افسوس اور غصہ اور درد ہوا

نشان جُستنِ تُرک خانۂ درزی را

تُرک کا درزی کے گھر کا پتہ معلوم کرنا

گفت اے قصاص در شہرِ شما — کیست اُستاتر دریں مکر و دغا

اُس نے کہا اے قصہ گو! تمہارے شہر میں — اِس مکر اور دغا میں سب سے زیادہ اُستاد کون ہے؟

گفت خیاطیست نامش پورِ شش — اندریں دُزدی و چُستی خلق کُش

اُس نے کہا ایک درزی ہے اُس کا نام پورِ شش ہے — اِس چوری اور چالاکی میں لوگوں کو ذبح کرنیوالا ہے

گفت من ضامن کہ با صد اضطراب — اُو نیارد بُرد یک رشتہ تاب

اُسنے کہا میں ضامن ہوں سیکڑوں ہاتھ پاؤں مارنے کے باوجود — وہ میرے سامنے ایک بٹا ہوا دھاگا نہیں لے جاسکتا

پس بگفتندش کہ از تو چُست تر — مات اُو گشتند در دعوٰی مپر

لوگوں نے اُس سے کہا کہ تجھ سے زیادہ چالاک — اُس سے مات کھاگئے ہیں، دعوے پر پرواز نہ کر

لہ دعوٰی۔ تُرک نے دعوٰی کیا کہ وہ درزی میرا کپڑا کبھی نہ چُرا سکے گا۔ اندراں۔ اِس مجمع میں خطا کا رہنے والا ایک تُرک۔ تھا جو درزیوں کی چوری کے قصّے سُن کر برہم ہوگیا۔ اہلِ نہٰی۔ عقلمند لوگ۔ ہر کجا۔ رازوں کے فاش ہونے کا سبب ایک زبان ہے اور ایک راز کہنے والے کا گلہ۔

لہ کہ خدا۔ راز فاش کرنے کا سبب عداوت اور دشمنی ہوتی ہے اور راز فاش ہونے سے رُسوائی ہوتی ہے۔ بس۔ جب اُس نے درزیوں کی چوریوں کا ذکر کیا تو تُرک کو بہت افسوس اور دُکھ ہوا۔ قصاص۔ قصہ گو۔ اُستاتر۔ زیادہ اُستاد۔

لہ گفت۔ قصہ گو نے کہا سب سے زیادہ اُس چالاک درزی کو، پورِ شش۔ کہتے ہیں۔ گفت۔ تُرک نے کہا کہ وہ باوجود اپنی حرکتوں کے میرے سامنے بٹا ہوا ایک دھاگا بھی نہیں چُرا سکے گا۔ پس۔ لوگوں نے تُرک سے کہا کہ تجھ سے زیادہ ہوشیاروں کو وہ دھوکا دے چکا ہے۔

تو[۱] بعقلِ خود چنیں غرّہ مباش　　کہ شوی یاوہ تو در تزویرہاش

تو اپنی عقل پر ایسا مغرور نہ ہو　　کیونکہ اس کی چالاکیوں میں تو گم ہو جائے گا

گرم تر شد تُرک و بست آنجا گرو　　کہ نیارد بُرد نے کُہنہ نہ نو

ترک اور گرما گیا اور وہاں بازی لگائی　　کہ وہ نہیں لے جا سکتا نہ پرانا نہ نیا

مُطمعانش گرم تر کردند زُود　　اُو گرو بست و دہاں را بر کشُود

بھڑکانے والوں نے اس کو فوراً بھڑکا دیا　　اس نے شرط لگائی اور بولا

کہ گرو ایں مرکبِ تازیِ مَن　　بدہم ار دُزدد قماشم را بفن

کہ میرا یہ عربی گھوڑا گروی ہے　　اگر فریب سے اس نے میرا کپڑا چرا لیا، دیدوں گا

ور نتاند بُرد اسپے از شما　　واستانم بہرِ رہنِ مُبتدا

اور اگر وہ نہ اڑا سکا تم سے ایک گھوڑا　　ابتدائی رہن کے مقابلہ میں لے لونگا

تُرک را آں شب نبُرد از غصّہ خواب　　با خیالِ دُزد می کرد اُو حِراب

ترک کو غصّہ سے اس رات نیند نہ آئی　　وہ چور کے خیال سے لڑائی لڑتا رہا

بامداداں اَطلسے زد در بغل　　شُد ببازار و دُکانِ آں دَغل

صبح کو اطلس بغل میں دبائی　　اس مکار کے بازار اور دکان پر پہنچا

پس[۲] سلامش کرد گرم و اُوستاد　　جست از جا لب بپرسش بر کشاد

اس نے اسکو گرمجوشی سے سلام کیا اور استاد　　جگہ سے اٹھا اسکی مزاج پرسی کیلئے لب کشائی کی

گرم پُرسیدش زحدِ تُرک بیش　　تا فگند اندر دلِ اُو مہرِ خویش

اُسنے ترک کی اُسکے مرتبہ سے زیادہ گرمجوشی سے پرسش کی　　حتیٰ کہ اُسکے دل میں اپنی محبت ڈالدی

چوں شُنید از وے نوائے بُلبلے　　پیش افگند اطلسِ اِسطنبلے

اس نے جب اس سے بلبل کا نغمہ سنا　　استنبولی اطلس اس کے سامنے ڈالدی

کہ[۳] بُبر ایں را قبائے روزِ جنگ　　زیرِ دامن واسع و بالاش تنگ

کہ اِسکی جنگ کے دن کی قبا تراش دے　　نیچے کا دامن وسیع ہو اور اسکا اوپر کا حصّہ تنگ ہو

تنگ بالا بہرِ جسم آرائے را　　زیر واسع تا نگیرد پائے را

اوپر کا تنگ حصّہ، جسم کی آرائش کے لئے　　نیچے کا وسیع تاکہ پاؤں نہ اُلجھے

گفت صد خدمت کُنم اے ذو وِداد　　در قبولش دست بر سینہ نہاد

اس نے کہا اے دوست! میں سو خدمتیں بجالاؤنگا　　اس کے قبول کرنے میں سینہ پر ہاتھ رکھا

---

۱ تو بعقلِ خود۔ تو اپنی عقل پر گھمنڈ نہ کر اُسکی مکاریوں میں تو گم ہو جائے گا۔ گرم تر۔ لوگوں کی اِن باتوں سے ترک اور گرما گیا اور اس نے بازی لگائی کہ اگر وہ میرا کپڑا لیگا تو اپنا عربی گھوڑا ہار جاونگا۔ ور نتاند۔ اور اگر وہ نہ چُرا سکا تو تم سے ایک گھوڑا لونگا۔ تُرک۔ اس رات کو ترک غصّہ سے نہ سو سکا اور ساری رات اسکی چوری کے داؤں پیچ اور اسکے توڑ کو سوچتا رہا۔ دَغل کینہ، مکار۔

۲ پس۔ ترک اطلس لے کر درزی کی دکان پر پہنچا تو درزی اپنی جگہ سے اٹھا اسکو سلام کیا اور اسکی مزاج پرسی شروع کر دی گرم۔ جس قدر ترک کی مزاج پرسی کرنی تھی اس سے بہت زیادہ مزاج پرسی کی جس سے ترک کے دل میں اسکی محبت پیدا ہو گئی۔ اِسطنبل۔ استنبول استنبولی اطلس مشہور تھا۔

۳ کہ ببُر۔ ترک نے درزی سے کہا اس اطلس کی قبا سی دے اوپر سے چُست ہو اور دامن فراخ ہوں۔ تنگ۔ اوپر کا حصّہ تنگ ہوگا تو سینہ اور ڈنڈ چُست معلوم ہوں گے، دامن وسیع ہوں گے تو پاؤں نہ اُلجھیں گے ذو وِداد۔ دوست۔ در قبولش۔ سینہ پر ہاتھ رکھنا بات تسلیم کرنے کا اشارہ ہے۔

پس بہ پیمود و بدید اُو رُوی کار — بعد ازاں بکُشاد لب را در فشار[۱]

پھر ناپا اور کام کا اندازہ کیا — اُس کے بعد بکواس کیلئے اس نے ہونٹ کھول دیا

از حکایتہائے میرانِ دگر — وز کرمہائے و عطایِ آں نفر

دوسرے سرداروں کی حکایتوں کا — اور اُس جماعت کے کرم اور عطا کا

وز بخیلان وز تحسیراتِ شاں — از برایِ خندہ داد اُو ہم نشاں

اور بخیلوں اور اُنکے گھٹانے کا — ہنسانے کے لئے اس نے پتہ بھی بتایا

ہمچو آتش کرد مقراضے بُروں — می بُرید و لب بر افسانہ فسوں

آگ جیسی ایک قینچی نکالی — کاٹ رہا تھا اور قصہ اور منتر ہونٹ پر تھا

مضاحک گفتنِ درزی ترک را و از قوتِ خندہ بستہ شدن دو چشمِ تنگ و فرصت یافتنِ درزی در دُزدی

درزی کا ترک سے ہنسی کی باتیں کرنا اور ہنسی کی زیادتی کی وجہ سے دو چھوٹی آنکھوں کا بند ہوجانا اور درزی کا چوری کا موقع پانا

یک مضاحک[۲] جُست گفت آں اُستاد — ترک مست از خندہ شد سُست و فتاد

اُس استاد نے ایک ہنسی کی بات فوراً کہی — مست ترک ہنسی سے سُست ہوگیا اور گر پڑا

ترک خندیدن گرفت از داستاں — چشمِ تنگش گشت بستہ آں زماں

قصہ سے، ترک نے ہنسنا شروع کردیا — اُس وقت اُس کی تنگ آنکھ بند ہوگئی

پارۂ دُزدید و کردش زیرِ راں — غیرِ حق از جملۂ احیا نہاں

اُس نے ایک ٹکڑا چرایا، اُسکو ران کے نیچے کرلیا — خدا کے علاوہ، سب زندوں سے پوشیدہ

حق[۳] ہمی دید آں ولے ستّار خوست — لیک چوں از حد بری غمّاز اوست

اللہ تعالیٰ اُسکو دیکھ رہا تھا لیکن پردہ پوشی کی عادت والا ہے — لیکن جب تو حد سے گذرے، وہ غمّاز ہے

ترک را از لذتِ افسانہ اش — رفت از دل دعویِ پیشانہ اش

اُس کے قصہ کی لذت سے ترک کے — دل سے اُس کا پہلا دعویٰ جاتا رہا

اطلسے چہ دعویِ چہ رہن چہ — ترک سرمست ست در لاغ اے اچہ

کیسی اطلس، کیسا دعویٰ، کیسا رہن؟ — اے بھائی! ترک مذاق میں مست ہے

لابہ کردش ترک کز بہرِ خدا — لاغ می گو کاں مرا شد مغتذی

ترک نے اُس کی خوشامد کی کہ خدا کے لئے — مذاق کی بات سنا کیونکہ وہ میری غذا بن گئی ہے

---

[۱] فشار۔ بیہودہ کلام۔ از حکایتہای۔ اُس درزی نے اُس ترک کو دوسرے سرداروں کی عطا اور بخشش کے قصے سنائے اور بخیلوں کے قصے بھی سنائے مقراض۔ درزی نے تیز قینچی نکالی اور قصے سُناتا رہا۔ مضاحک۔ مضحکہ کی جمع ہے ہنسنے کی باتیں مولانا نے اِس کو مفرد کے معنی میں بولا ہے۔ دو چشم تنگ۔ ترکوں کی آنکھیں فراخ نہیں ہوتی ہیں۔

[۲] یک مضاحک۔ درزی نے ہنسی کی ایک بات شروع کی جس سے وہ ترک ہنستے ہنستے سُست پڑگیا اور گر گیا اور ہنسی میں اُس کی دونوں چھوٹی چھوٹی آنکھیں بند ہوگئیں۔ پارہ۔ درزی نے موقع پاکر اطلس کا ایک ٹکڑا ران کے نیچے چھپالیا جو سب سے پوشیدہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ اُس کو دیکھ رہا تھا۔

[۳] حق۔ خدا کی صفت ستاری ہے وہ پردہ پوشی کرتا ہے لیکن جب معاملہ حد سے بڑھ جاتا ہے تو راز فاش کردیتا ہے۔ ترک۔ ترک درزی کی باتوں سے ایسا خوش ہوا کہ اپنے دعوے کو بھی بھلا بیٹھا۔ اطلسے۔ اب اُسکو نہ اطلس کی پروا تھی نہ دعوے کی نہ اُس گھوڑے کی جو اُس نے گروی رکھا تھا۔ اَچہ۔ ترکی لفظ ہے بمعنی برادر۔ لابہ۔ خوشامد۔

گفت[1] لاغِ خندہ انگیز آں دغا — کہ فتاد از قہقہہ اُو بر قفا

اُس مکار نے ہنسانے والی ایسی بات کہی — کہ قہقہہ کی وجہ سے وہ چت گر گیا

پارۂ اطلس سُبک بر نیفہ زد — تُرکِ غافل خوش مضاحک می مزد

اُس نے جلدی سے اطلس کا ٹکڑا نیفہ میں لگا لیا — غافل ترک ہنسانے والی بات چوس رہا تھا

ہمچنیں بارِ سوم تُرکِ خطا — گفت لاغے گوئے از بہرِ خدا

اسی طرح خطا کے تُرک نے تیسری بار — کہا، خدا کے لئے مذاق کی بات سُنا

گفت لاغے خندہ میں تر زاں دو بار — کرد اُو ایں ترک را کُلّی شکار

اُس نے دو بار سے زیادہ ہنسی لانیوالی بات سُنائی — اُس نے اِس ترک کو پورا شکار کر لیا

چشم بستہ عقل جستہ مُولہہ — مست، تُرکِ مُدعی از قہقہہ

آنکھ بند، عقل روانہ شُدہ، فریفتہ — مُدعی تُرک، قہقہے سے مست تھا

پس[2] سوم بار از قبا دُزدید شاخ — کہ ز خندش یافت میدانِ فراخ

پھر تیسری بار اُس نے قبا میں سے ٹکڑا چرایا — کہ اُسکو اُس کی ہنسی کیوجہ سے وسیع میدان ملا

چوں چہارم بار آں تُرکِ خطا — لاغ زاں اُستا ہمی کرد اقتضار

جب اُس خطا کے ترک نے چوتھی بار — اُس اُستاد سے مذاق کی بات کا تقاضہ کیا

رحم آمد بر وے آں اُوستاد را — کرد در باقی فنِ بیداد را

اُس اُستاد کو اُس پر رحم آگیا — ظلم کے فن کو باقی (لوگوں) کے لئے رکھ چھوڑا

گفت[3] مُولع گشتہ ایں مفتوں دریں — بیخبر کیں چہ خسارست و غبیں

کہا یہ پاگل اِس پر فریفتہ ہو رہا ہے — اِس سے بے خبر کہ یہ کیا خسارہ اور نقصان ہے؟

بوسہ افشاں کرد بر اُستاد اُو — کہ بمن بہرِ خدا افسانہ گو

اُس نے اُستاد پر بوسہ نثار کیا — کہ خدا کے لئے مجھ سے افسانہ کہہ

اے فسانہ گشتہ و محو از وجود — چند افسانہ بخواہی آزمود

اے شخص! تو فسانہ بن گیا اور (اپنے) وجود سے بے خبر ہے — فسانے کو کہاں تک آزمائے گا؟

خندہ میں تر از تو ہیچ افسانہ نیست — بر لبِ گورِ خرابِ خویش ایست

تجھ سے زیادہ ہنسانے والا کوئی افسانہ نہیں ہے — اپنی برباد قبر کے کنارے کھڑا ہو جا

خطاب با ہر نفسے کہ بمثلِ ایں بلا مبتلا است

اُس نفس کو خطاب جو اِس جیسی بلا میں پھنسا ہے

---

[1] گفت۔ درزی نے پھر کوئی ہنسی کا قصہ سنایا جس سے ترک چت لیٹ گیا۔ پارہ۔ اب چونکہ ترک بالکل غافل تھا درزی کو موقع ملا اُس نے اطلس کا ٹکڑا ران کے نیچے سے نکالکر نیفے میں اڑس لیا۔ ہمچنیں۔ ترک نے تیسری بار پھر فرمائش کی۔ کرد اُو۔ اب درزی نے ایک اور ٹکڑا بھی چرا لیا۔ از قہقہہ۔ قہقہے مارنے سے ترک کی آنکھیں بند تھیں عقل بھاگ چکی تھی اور وہ قصہ پر فریفتہ تھا۔

[2] پس سہ بار تیسری بار۔ شاخ۔ یعنی اطلس کا ٹکڑا فراخ۔ وسیع چوں چہارم چوتھی بار پھر ترک نے فرمائش کی۔ اقتضار۔ تقاضہ کرنا۔ رحم۔ اب درزی کو اُس ترک پر رحم آیا اور اُس نے اپنے فن کو دوسرے لوگوں یا دوسرے وقت کے لئے اٹھا رکھا۔

[3] مُولع۔ فریفتہ۔ مفتوں۔ پاگل۔ غبیں۔ ٹوٹا۔ بوسہ۔ اُس ترک نے اُس درزی کا خوشامد میں بوسہ بھی لیا۔ اے فسانہ۔ انسان کا وجود مٹکر وہ صرف افسانہ رہجاتا ہے۔ خندہ میں تر۔ اے انسان تجھ سے زیادہ ہنسی کا کوئی افسانہ نہیں ہے تو قبر کے کنارے جاکر اپنا انجام سوچ۔

اے فرو رفتہ بقبرِ جہل و شک
اے نادانی اور شک کی قبر میں اترے ہوئے

چند جوئی لاغ[51] و دستانِ فلک
فلک کا مکر اور مذاق کہاں تک طلب کریگا؟

تا بکے نوشی تو عشوہ ایں جہاں
تو کب تک اِس دنیا کا فریب کھائے گا!

کہ نہ عقلت ماند بر قانون نہ جاں
کہ نہ تیری عقل قاعدے میں رہی نہ روح

لاغِ ایں چرخِ ندیمِ کُرد و مُرد
اِس آسمان کے مذاق نے جو کُرد اور بے ریش کا ہمنشین ہے

آبروئے صد ہزاراں چوں تو بُرد
تجھ جیسے لاکھوں کی آبرو برباد کی ہے

میدرد میدوزد ایں درزیِ عام
یہ عام درزی، پھاڑتا ہے اور سیتا ہے

جامۂ صد سالگان و طفلِ خام
سَو سالہ اور ناتجربہ کار بچے کے کپڑے

پیر و طفلاں شستہ پیشش بہرِ کُد
بوڑھے اور بچے اُسکے سامنے بھیک کیلئے بیٹھے ہیں

تا بسعد و نحس اُو لاغے کند
تاکہ وہ نیک اور بدبخت سے مذاق کرے

لاغِ اُو گر باغہا را داد داد[52]
اُس کے مذاق نے اگر باغوں کو عطا دی ہے

چوں دے آمد دادہا بر باد داد
جب خزاں آئی اُس نے عطاؤں کو برباد کر دیا ہے

گفتنِ درزی تُرک را کہ ہے خموش کن کہ اگر مضاحکِ دیگر بگویم قبایت تنگ آید

ترک سے درزی کا کہنا کہ خبردار! چپ ہوجا، کہ اگر ہنسی کی دوسری بات کہوں گا، تیری قبا تنگ ہوجائے گی

گفت درزی تُرک اے ازیں بگذر
درزی نے ترک سے کہا اِس کو جانے دے

وائے بر تو گر کُنم لاغِ دگر
تیری حالت پر افسوس ہوگا اگر میں اور مذاق کرونگا

بس قبایت تنگ آید باز پس
پھر تیری قبا بہت تنگ ہوجائے گی

ایں کُند با خویشتن خود ہیچ کس
اپنے ساتھ ایسا کوئی کرتا ہے!

سِرِّ ایں خندہ اگر دانستیے[53]
اِس ہنسی کا راز اگر تو جان لیتا

آں ز صد گریہ بتر دانستیے
تو اُس کو سَو رونوں سے بدتر سمجھتا

تَرکِ خندہ کُن ایا اے تُرکِ مست
اے مست ترک! تو ہنسی کو چھوڑ دے

زانکہ عُمرت رفت خواہی گشت پست
کیونکہ تیری عمر گذر گئی، تو پست ہوجائے گا

چونکہ بنہاد آں قبا درزی ز دست
جب اُس درزی نے قبا ہاتھ سے رکھی

اسپ را بر باد داد آں تُرکِ مست
اُس مست ترک نے گھوڑا برباد کر دیا

---

[51] لاغ۔ بیہودہ بات۔ دستان۔ مکر۔ عشوہ۔ فریب۔ لاغ۔ فلک کے مذاق نے لاکھوں کو برباد کیا ہے۔ کُرد۔ ایک قوم ہے یہاں مُراد داڑھی والے ہیں۔ مُرد۔ اَمرد کی جمع ہے نوخیز لڑکا۔ میدرد۔ یہ آسمان انسانوں کیسا تھ وہی کچھ کرتا ہے جو درزی نے ترک کیسا تھ کیا۔ صد ساﻻ۔ پرانی عمر کے لوگ۔ تا بسعد۔ آسمان اپنے سعد اور نحس کے ذریعہ لوگوں سے مذاق کرتا ہے۔

[52] لاغ اُو۔ آسمان کا مذاق یہ ہے کہ اگر موسم بہار میں وہ باغ کو بخشش دیتا ہے تو خزاں میں چھین لیتا ہے۔ گفتن۔ درزی نے ترک سے کہا کہ بس اب چپ ہوجا اگر میں اور کوئی ہنسی کی بات سناؤنگا تو تیری قبا بہت تنگ ہوجائے گی۔ این کند۔ تیرا ہنسی کی بات کو طلب کرنا اپنا کپڑا چوری کرانا ہے ایسا کوئی اپنے ساتھ نہیں کیا کرتا۔

[53] بتر۔ درزی نے کہا کہ اگر تو اِس ہنسی کا راز سمجھ جاتا کہ میں تجھے کیوں ہنسا رہا ہوں تو اِس ہنسی کو سیکڑوں رونوں سے بدتر سمجھتا۔ ترکِ خندہ۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ اے مخاطب تو بھی مذاق، دل لگی چھوڑ دے کیونکہ زیادہ عمر تو گذر گئی ہے اب بھی باز نہ آئیگا تو بالکل برباد ہوجائے گا۔ چونکہ۔ جب درزی نے ہاتھ سے اطلس رکھدی اور ظاہر ہوگیا کہ اُسمیں چوری ہوچکی ہے تو وہ ترک گھوڑا بھی ہار گیا۔

مخلصش[۵۱] بشنو توئی آں ترکِ گول — عالمِ غدّار خیاطِ چو غول
اُس کا خلاصہ سُن، وہ احمق ترک تو ہے — غدّار عالم، بھوت جیسا درزی ہے

اطلسے کز بہرِ تقویٰ و صلاح — دوخت باید خرچ کردی از مزاح
وہ اطلس جو تقوے اور نیکی کے لئے — سینا چاہئے تھا، تونے مذاق سے اُسکو خرچ کردیا

اطلست عمرو مضاحک شہوتست — روز و شب مقراض و خندہ غفلتست
تیرا اطلس عمر ہے، ہنسانے والی باتیں شہوت ہے — دن اور رات قینچی ہے اور ہنسنا غفلت ہے

اسپ[۵۲] ایمان ست و شیطاں در کمیں — باخود آ افسانہ را بگذار ہیں
گھوڑا ایمان ہے اور شیطان گھات میں ہے — خبردار! ہوش میں آ، افسانہ کو چھوڑ

بیان آنکہ بیکاراں و افسانہ جویاں مثلِ آں ترک اند و عالمِ
اِس کا بیان کہ بیکار اور افسانے کے جویاں اُس ترک جیسے ہیں اور

غدّارِ غرّار ہمچوں آں درزی و شہوات و زنان مضاحک
دھوکے باز غدّار عالم اُس درزی کی طرح ہے اور شہوت اور عورتیں اِس دنیا کی

گفتن ایں دنیاست و عمر ہمچوں آں اطلس پیش ایں درزی
ہنسانیوالی باتیں کہنا ہے اور عمر اُس اطلس کی طرح ہے اُس درزی کے سامنے

جہتِ قبلۂ بقا و لباسِ تقویٰ ساختن
بقا کی قبا اور تقوے کا لباس بنانے کے لئے

اطلسِ عمرت بمقراضِ شہور — بُرد پارہ پارہ خیاطِ غرور
مہینوں کی قینچی سے تیری عمر کا اطلس — دھوکے کا درزی ٹکڑے ٹکڑے کرکے لے اُڑا

تو تمنا می بری کاختر مدام — لاغ کردے سعد بودے بر دوام
تو تمنا کرتا ہے کہ ستارہ ہمیشہ — ہمیشہ مذاق کرتا (اور) سعد ہوتا

سخت می تولی[۵۳] ز تربیعاتِ او — وز وبال و کینہ و آفاتِ او
تو اُس کی نحوستوں سے سخت گھبراتا ہے — اور اُس کے وبال اور کینہ اور آفتوں سے

سخت می رنجی ز خاموشیِ او — وز نحوس و قبض و کیں کوشیِ او
اُسکی خاموشی سے تو سخت رنجیدہ ہوتا ہے — اور اُسکی نحوست اور قبض اور کینہ وری سے

مشتری و زہرہ چوں در رقص نیست — چونکہ بہرام و زحل را نقص نیست
جب مشتری اور زہرہ رقص میں نہیں ہیں — جبکہ بہرام اور زحل میں گھاٹا نہیں ہے

---

[۵۱] مخلصش۔ اب مولانا اپنی زبان سے فرماتے ہیں کہ اے انسان تو بمنزلہ ترک ہے اور یہ دنیا غدار درزی ہے، تیری عمر اطلس ہے اور تیری شہوت ہنسی مذاق کی باتیں ہیں اور دن رات قینچی ہے اور غفلت ہنسنا ہے۔

[۵۲] اسپ۔ گھوڑا تیرا ایمان ہے اور شیطان اسی طرح گھات میں ہے جس طرح شرط باندھنے والے تھے۔ اطلسِ عمرت۔ تیری عمر کی اطلس کو ماہ و سال کی قینچی سے زمانہ ٹکڑے ٹکڑے کرکے چرا رہا ہے۔ تو تمنا۔ یعنی اے صوفی تو یہ تمنا کرتا ہے کہ تیرے ستارے ہمیشہ سعد رہتے اور وہ ہمیشہ تجھ سے ہنسی خوشی کی باتیں کرتے۔

[۵۳] می تولی۔ فعلِ حال ہے تولیدن سے بمعنی رمیدن بھاگنا یعنی رنجیدہ ہونا۔ تربیع۔ کسی ستارہ کا برج سوم سے جو ربع فلک ہے کسی دوسرے ستارے پر نظر کرنا یہ نحوست سے کنایہ ہے۔ سخت می رنجی۔ تجھ ستاروں کی تاثیرات سے بہت رنج ہوتا ہے۔ مشتری یعنی اِن ستاروں کی اچھی تاثیرات نہ ہوں تب تو رنجیدہ ہوتا ہے۔

۱۲

کہ چرا زُہرہ طرب دَر رقص نیست | بر سُعود ورقص و سعدِ اُو مایست
کہ مَستی کی زہرہ رقص میں کیوں نہیں ہے؟ | تو اُس کے سعود اور رقص اور سعد پر نہ ٹھہر

اخترت گوید کہ گر افزوں کُنم | لاغ را پس کُلّیت مَغبوں کُنم
تجھ سے ستارہ کہتا ہے کہ اگر میں بڑھا دوں | مذاق کو تو تجھے بالکل ٹوٹے میں کر دوں گا

تو مبیں قلّابیِ ایں اختراں | عشقِ خود بر قلّب زن بیں اے فلاں
تو اِن ستاروں کی گردش کو نہ دیکھ | اے فلاں! اپنے عشق کو گردش دینے والے پر دیکھ

تمثیلِ[۵۲] ایں جہاں در تسکینِ فقیراں از جورِ روزگار
زمانہ کے ظلم سے فقیروں کو تسکین دینے میں اِس دنیا کی مثال دینا

آں یکے می شُد بَرہِ سوئے دُکاں | پیشِ رَہ را بَستہ دید اُو از زناں
ایک شخص دکاں کی جانب راستہ پر پڑا | اُس نے راستہ کا آگا، عورتوں سے بند دیکھا

پائے اُو می سوخت از تعجیلِ و راہ | بَستہ از جُوقِ زنانِ ہمچو مَاہ
جلدی کی وجہ سے اُسکا پاؤں جل رہا تھا اور راستہ | چاند جیسی عورتوں کے مجمع سے بند تھا

رُو بیک زن کرد و گفت اے مُستہاں | ہے چہ بسیار ند ایں دخترگاں
اُس نے ایک عورت کی جانب مُنہ کیا اور کہا اے ذلیل! | اوہو، یہ نوعمر لڑکیاں کتنی زیادہ ہیں

رُو بدو کرد آں زن[۵۳] و گفت اے مَہیں | ہیچ بسیاریِ ما منگر چنیں
اُس عورت نے اُسکی طرف مُنہ کیا اور کہا اے ذلیل! | ہماری کثرت کو کبھی ایسا نہ دیکھ

بیں کہ با بسیاریِ ما بر بساط | تنگ می آید شما را انبساط
دیکھ، فرش پر ہماری کثرت کے باوجود | تمہیں خوش بیشی تنگ معلوم ہوتی ہے

دَر لواطہ می فتید از قحطِ زَن | فاعل و مفعُول رسوائے زمَن
عورتوں کے ناپید ہونے سے تم لواطت میں مبتلا ہوتے ہو | فاعل اور مفعول جہاں میں رسوا ہوتے ہیں

تو مبیں ایں واقعاتِ روزگار | کز فلک می گردد اینجا ناگوار
تو زمانہ کے اِن واقعات پر نظر نہ کر | جو اِس جگہ فلک سے ناگوار ہوتے ہیں

تو مبیں تخسیرِ روزی و معاش | تو مبیں ایں قحط و خوف و اِرتعاش
تو روزی اور معاش کو کم نہ سمجھ | تو اِس قحط اور ڈر اور لرزہ کو نہ دیکھ

بلکہ یہ دیکھ کہ اُن کے باوجود تو زمانہ پر جان دیتا ہے اور دنیا کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ تخسیر۔ خسارہ میں ڈالنا۔ ارتعاش۔ لرزہ۔

---

۵۱ بر سُعود۔ انسان کو ستاروں کی سعادت اور نحوست کا پابند نہ ہونا چاہیے۔ نحوست۔ اگر تو ہمیشہ خوشی میں رہے گا تو اِس مُرک کی طرح بالکل ٹوٹے میں پڑ جائیگا۔ تو مبیں۔ اِن ستاروں کی گردش پر نظر نہ کرنی چاہیے بلکہ جو ذات اِنکو گھماتی ہے اُس سے عشق پیدا کر۔

شعر

[illegible]

۵۲ تمثیل۔ مولانا نے فرمایا تھا کہ ستاروں کی گردش نہ دیکھ بلکہ گردش دینے والے کو دیکھ۔ اِس قصہ میں بھی عورت نے یہی کہا ہے کہ ہماری کثرت کو نہ دیکھ بلکہ یہ دیکھ کہ ہماری کثرت کے باوجود لوگ کس بدکرداری میں مبتلا ہیں۔ جُوق۔ مجمع۔ ہمچو ماہ۔ حسین عورتیں تھیں۔ رُو بیک زن۔ اُس شخص نے ایک عورت سے مخاطب ہو کر کہا کہ عورتیں اِس قدر زیادہ ہو گئیں کہ راستہ چلنا دشوار ہے۔

۵۳ رُو بدو کرد۔ اُس عورت نے اُس سے مخاطب ہو کر کہا کہ ہماری کثرت دیکھنے کے قابل نہیں بلکہ غور کرنے کی یہ بات ہے کہ ہماری کثرت کے باوجود بدفعل لوگ بدفعلی میں مبتلا ہوتے ہیں اور دونوں رُسوا ہوتے ہیں۔ تو مبیں۔ اِسی طرح اے صوفی تو آسمان اور زمانہ کی سختیوں کو نہ دیکھ

ہیں کہ با ایں جملہ تلخیہائے اُو — مُردۂ اُوئیند و ناپروائے اُو
خبردار! کہ اُس کی اِن تمام تلخیوں کے باوجود — اُس پر مِٹے ہوئے ہیں اور اُس سے بے پرواہ ہیں

[۵۱] رحمتے داں امتحانِ تلخ را — نِقمتے داں مُلکِ مَرو و بَلخ را
تلخ امتحان کو تو رحمت جان — مَرو اور بَلخ کی سلطنت کو عذاب سمجھ

آں براہیم از تلف بگریخت و ماند — ایں براہیمؑ از شرف بگریخت و راند
وہ ابراہیم تلف سے بھاگا اور رہ گیا — یہ ابراہیمؑ وجاہت (دنیوی) سے بھاگے اور آگے بڑھ گئے

[۵۲] ایں نسوزد وِیں بسوزد اے عجب — نعلِ معکوس ست در راہِ طلب
یہ نہ جلے اور یہ جلے، تعجب ہے — طلب کے راستہ میں اُلٹا نعل ہے

باز مکرّر کردنِ صوفی آں سوال را
صوفی کا اُس سوال کو پھر مکرر کرنا

گفت صوفی قادر ست آں مستعاں — کہ کُند سودائے ما را بے زیاں
صوفی نے کہا وہ مددگار قادر ہے — کہ ہمارے معاملہ کو بغیر نقصان کا بنادے

آنکہ آتش را کُند وَرد و شَجر — ہم تواند کرد ایں را بے ضَرر
جو آگ کو پھول اور درخت بنا دیتا ہے — اِسکو بھی بغیر نقصان والا بنا سکتا ہے

آنکہ گُل آرد بُروں از عینِ خار — ہم تواند کرد ایں دَے را بہار
جو بعینہ کانٹے سے پھول پیدا کر دیتا ہے — اِس خزاں کو بھی بہار بنا سکتا ہے

آنکہ زو ہر سرو آزادی کُند — قادر ست از غصہ را شادی کُند
وہ کہ جس کی وجہ سے ہر سَرو آزادی برتتا ہے — وہ قادر ہے اگر غصّہ کو خوشی بنادے

آنکہ شد موجود از وے ہر عدم — گر بدارد باقیش اُو را چہ غم
وہ کہ جس سے ہر عدم موجود بنا — اگر وہ اُس کو باقی رکھے تو کیا غم ہے؟

[۵۳] آنکہ تن را جاں دہد تا حَی شود — گر نمیراند زیانش کے شود
وہ جو جسم کو جان عطا کرتا ہے حتی کہ وہ زندہ ہو جاتا ہے؟ — اگر وہ اُسکو نہ مارے اُس کا نقصان کب ہوگا؟

خود چہ باشد گر ببخشد آں جَواد — بندہ را مقصودِ جاں بے اجتہاد
خود کیا ہو جائے گا اگر وہ سخی عطا فرما دے — بندہ کو جان کا مقصد بغیر مجاہدے کے؟

بخش سکتی ہے وہ رنج کو خوشی بھی بنا سکتی ہے جس ذات نے معدوم کو موجود بنایا وہ موجود کو باقی اور دائم بھی بنا سکتی ہے، جو مُردہ جسم کو حیات عطا کرتا ہے وہ یہ بھی کر سکتا ہے کہ زندہ کو موت نہ آئے۔ خود۔ اِسمیں کیا مضائقہ تھا کہ بغیر کوشش کے مقاصد حاصل ہو جایا کرتے، وہ یہ بھی کر سکتا تھا کہ کمزوروں پر شیطان کو غالب نہ آنے دے۔

[۵۱] رحمتے۔ جس تلخ امتحان سے تو گریزاں ہے اُسکو رحمت سمجھ کیونکہ وہ صبر و رضا کے ظہور کا سبب ہے۔ اور دنیاوی عیش و عشرت کو عذاب سمجھ کیونکہ وہ غفلت اور اللہ سے دوری کا سبب ہے۔ آں براہیم۔ ابراہیم نامی ایک یہودی، بہرام گور کے زمانہ میں تھا جو بُخل اور خِسّت میں ضربُ المثل ہے۔ از تلف۔ یعنی مال کے خرچ کرنے سے گریز کرتا تھا۔ ماند۔ یعنی نجات پانے سے رہ گیا۔ ایں ابراہیمؑ۔ یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ شرف۔ یعنی دنیاوی وجاہت۔ راند۔ یعنی دربارِ حق میں سواری بڑھا دی اور مقربِ بارگاہ ہو گئے

[۵۲] ایں نسوزد۔ حضرت ابراہیمؑ نے دنیا پر لات ماری اور تکالیف برداشت کیں تو اُنکو آگ نہ جلا سکی۔ وِیں بسوزد۔ ابراہیم بخیل مال و دولت کے تلف کی سوزش سے بچا لیکن جہنم کی آگ میں جلا۔ نعلِ معکوس۔ جس طرف مطلوب کے نہ ہونیکا خیال ہے اُدھر چلو تو مطلوب تک پہنچو گے۔ گفت صوفی۔ صوفی کے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالےٰ کو یہ بھی قدرت ہے کہ لذتوں کو تلخیوں سے خالی کر کے بے ضرر بنادے، ایسا کیوں نہیں کیا۔

[۵۳] آنکہ۔ حضرت حق تعالےٰ جبکہ آگ کو چمن بنا سکتا ہے وہ یہ بھی کر سکتا تھا کہ اُسکو بے ضرر بنا دے، جو ذات خار سے پھول پیدا کر سکتی ہے، وہ خزاں کو بہار بھی بنا سکتی ہے جو ذات زمین میں گڑے ہوئے سَرو کو آزادی

دُور دارد از ضعیفاں در کمیں — مکرِ نفس و فتنۂ دیوِ لعیں
کمزوروں سے، گھات میں دور رکھے — نفس کا مکر اور ملعون شیطان کا فتنہ

جوابِ[۵۱] گفتن قاضی صوفی را
قاضی کا صوفی کو جواب دینا

گفت قاضی گر نبودے امرِ مُر — ور نبودے خوب و زشت و سنگ و دُر
قاضی نے کہا، اگر تلخ معاملہ نہ ہوتا — اور اگر اچھا اور برا اور پتھر اور موتی نہ ہوتا

ور نبودے نفس و شیطان و ہوا — ور نہ بودے زخم و چالیش و وغا
اور اگر نفس اور شیطان اور خواہش نفسانی نہ ہوتی — اور اگر زخم اور حملہ اور جنگ نہ ہوتی

پس بچہ نام و لقب خواندے ملک — بندگانِ خویش را اے منہتک
تو شاہ کس نام اور لقب سے پکارتا؟ — اے پردہ درا! اپنے بندوں کو

چوں بگفتے اے صبور و اے حلیم — چوں بگفتے اے شجاع و اے حکیم
اے بہت صبر کرنے والے اور اے بُردبار کیسے فرماتا؟ — اے بہادر اور اے دانا کیسے فرماتا؟

صابرین و صادقین و مُنفقین — چوں بُدے بے رہزنِ دیوِ لعیں
صبر کرنیوالے اور سچے اور خرچ کرنیوالے — بغیر ملعون، ڈاکو، شیطان کے کیسے ہوتے!

رُستم و حمزہؓ مُخنث یک بُدے — علم و حکمت باطل و مُندک بُدے
رُستم اور حمزہؓ اور ہجڑا ایک ہوتے — علم اور دانائی باطل اور ریزہ ریزہ ہوجاتی

علم و حکمت بہرِ راہ و بیرہی ست — چوں ہمہ رہ باشد آں حکمت تہی ست
علم اور دانائی راہ اور بے راہی کیوجہ سے ہے — جب سب راہ ہوتی، حکمت خالی ہوتی

بہرِ[۵۲] ایں دُکانِ طبع، شورہ آب — ہر دو عالم را روا داری خراب
کھاری پانی، مزاج کی اِس دکان کے لئے — تو دونوں عالم کا خراب ہونا روا رکھتا ہے

مَن[۵۳] ہمیدانم کہ تو پاکی نہ خام — ویں سوالت ہست از بہرِ عوام
میں جانتا ہوں کہ تو پاک ہے، نہ کہ خام — تیرا یہ سوال، عوام کے لئے ہے

جورِ دوران و ہر آں رنجیکہ ہست — سہل تر از بُعدِ حق و غفلت ست
زمانہ کا ظلم اور ہر وہ تکلیف جو ہے — اللہ سے دوری اور غفلت سے آسان ہے

کہ صوفی کے یہ سوالات عوام کے شبہات دور کرنے کے لئے تھے۔ جورِ دوراں۔ اگر مصائب نہ ہوں تو حق تعالیٰ سے غفلت ہوجائے گی۔

---

[۵۱] جوابِ گفتن۔ قاضی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مضرتیں اور تلخیاں بالکل ختم ہوجائیں تو پھر ابتلا اور امتحان باقی نہ رہے گا جس کا ثمرہ اور نتیجہ آخرت کا اجر اور روحانی کمال ہے۔ ور نبودے۔ یعنی نفس اور شیطان کی پیدا کردہ برائیاں اور تلخیاں نہ رہیں۔ پس بچہ۔ اللہ کی جانب سے کسی کو صبور کسی کو حلیم اور کسی کو شجاع اور حکیم کہا گیا ہے وہ نہ کہا جاتا اِس لئے کہ جب مصائب نہ ہوں تو صبر نہ پایا جائے گا اور جب برائیاں نہ ہوں تو نہ حلم کا تحقق ہوگا نہ شجاعت اور حکمت کا۔ صابرین۔ یہ خطابات بھی بغیر شیطان کے وجود کے ممکن نہ تھے۔ رستم۔ بہادر اور بزدل یکساں ہوتے۔ علم و حکمت۔ علم اور دانائی کا تحقق بھی جب ہی ہے کہ راہ روی اور گمراہی ہو۔

[۵۲] بہرِ این دکان۔ تو اپنے کڑوے کسیلے مزاج کی وجہ سے یہ چاہتا ہے کہ دونوں عالم برباد ہوجائیں، آخرت تو اِسی لئے ہے کہ فضائل حاصل کئے جائیں اور وہاں اُن کا بدلہ ملے۔ جب ابتلاء اور امتحان ہی ختم ہوجائے گا تو فضائلِ اعمال حاصل نہ ہونگے اور نہ دنیا مزرعۃ الآخرۃ بنے گی لہٰذا دونوں عالم ویران ہوجائیں گے۔

[۵۳] من ہمیدانم۔ قاضی نے صوفی سے تعنت اور جہل کی نفی کرتے ہوئے بتایا

زانکہ اینہا بگذرد واں نگذرد — دولت آں دارد کہ جاں آگہ برد[1]

کیونکہ یہ گذر جائیں گی اور وہ ختم نہ ہوگی — دولت وہ رکھتا ہے، جو آگاہ جان لے جائے

رنج و درد و جور و فقر ایں دیار — صعب نبود چوں فراق و بعد یار

اس جہان کا رنج اور درد اور ظلم اور افلاس — دوست کی دوری اور فراق سے سخت نہیں ہے

حکایت در تقریر آنکہ صبر در رنج کار سہل تر از صبر در فراق یار و محنت او باشد

اس بیان میں حکایت کہ رنج پر صبر کر لینا، دوست کے فراق پر صبر کرنے اور اس کی مشقت سے زیادہ آسان ہے

آں یکے[2] زن شوی خود را گفت ہے — اے مروت را بیک رہ کردہ طے

ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا خبردار! — اے شخص جس نے یکبارگی مروت کو لپیٹ دیا ہے

ہیچ تیمارم نمیداری چرا — تا بکے داری دریں خواری مرا

تو کیوں میری خبرگیری نہیں کرتا ہے؟ — تو مجھے اس ذلت میں کب تک رکھے گا؟

گفت شو من نفقہ چارہ می کنم — گرچہ عورم دست و پائے می زنم

شوہر نے کہا میں خرچ کی تدبیر کرتا ہوں — میں اگرچہ مفلس ہوں ہاتھ پاؤں مارتا ہوں

نفقہ و کسوہ ست واجب اے صنم — از منت ایں ہر دو ہست و نیست کم

اے صنم! خرچ اور لباس واجب ہے — میری جانب سے یہ دونوں ہیں اور کم نہیں ہیں

آستین پیرہن بنمود زن — بس درشت و پر وسخ بد پیرہن

عورت نے کرتے کی آستین دکھائی — کرتا بہت موٹا اور میلا تھا

گفت[3] از سختی تنم را می خورد — کس کسے را کسوہ زینساں آورد

بولی، سختی کی وجہ سے میرے بدن کو کاٹتا ہے — کوئی کسی کو ایسا لباس لاکر دیتا ہے

گفت اے زن یک سوالت میکنم — مرد درویشم ہمیں آمد فنم

اس نے کہا اے بیوی! میں ایک بات پوچھتا ہوں — میں فقیر انسان ہوں میری تدبیر یہی ہے

ایں درشت ست و غلیظ و ناپسند — نیک اندیشہ کن اے اندیشمند

یہ سخت اور موٹا اور ناپسند ہے — اے سوچنے والی! خوب سوچ لے

ایں درشت و زشت تر یا خود طلاق — ایں ترا مکروہ تر یا خود فراق

یہ زیادہ سخت اور بھدا ہے یا طلاق — یہ تجھے زیادہ ناپسند ہے یا جدائی

---

[1] زانکہ۔ دنیا کے مصائب برداشت کرنا آسان ہیں چونکہ وہ اس زندگی کے بعد ختم ہو جائیں گی لیکن اگر اللہ سے دوری ہے تو اس کے مصائب دائمی ہیں۔ حکایت۔ اس حکایت میں شوہر نے بیوی سے یہی کہا کہ کپڑے اور روٹی کی تنگی طلاق سے سہل تر ہے۔

[2] آں یکے۔ بیوی نے شوہر سے نان نفقہ کی کمی کی شکایت کی۔ تیمار۔ خبرگیری۔ خواری۔ نفقہ کی کمی۔ چارہ۔ تدبیر۔ عور۔ ننگا، مفلس۔ نیست کم۔ خرچ اور لباس میں کوئی کمی نہیں ہے۔ آستیں۔ بیوی نے اپنے کرتے کی آستین دکھائی جو بہت میلی اور موٹے کپڑے کی تھی۔

[3] گفت۔ بیوی نے کہا کہ یہ کرتا میرے بدن کو کھائے جاتا ہے۔ گفت اے زن۔ شوہر نے بیوی سے کہا کہ میرے مقدور میں جو کچھ ہے میں کرتا ہوں بیشک یہ لباس گھٹیا ہے اگر تو اس میں گذارہ نہیں کر سکتی تو پھر باہمی تفریق مناسب ہے اب تو غور کرلے کہ یہ لباس بہتر ہے یا طلاق؟

همچنان ای خواجۂ تشنیع زن[۵۱]
اِسی طرح اے طعنہ زن صاحب!

از بلا و فقر و از رنج و محن
بلا اور افلاس اور رنج اور محنت کے بارے میں

لاشک این ترکِ هوا تلخی دہ است
یقیناً یہ خواہش کا چھوڑنا کڑواہٹ پیدا کرتا ہے

لیک از تلخیِ بُعدِ حق بہ است
لیکن اللہ کی دوری کی کڑواہٹ سے بہتر ہے

گر جهاد و صوم سخت است و خشن
اگرچہ جہاد اور روزہ سخت اور درشت ہے

لیک آں بهتر ز بُعد ای مُمتحن
لیکن اے آزمانے والے! دوری سے بہتر ہے

رنج کے ماند دمے کان ذوالمنن
اُس وقت رنج کہاں رہیگا جب وہ احسانوں والا

گویدت چونی تو ای رنجورِ من
تجھے یوں کہے اے میرے بیمار تو کیسا ہے؟

ورنہ گوید کت نہ آں فہم و فن است
اور اگر وہ نہ کہے کیونکہ تجھ میں وہ سمجھ اور فن نہیں؟

لیک آں ذوقِ تو پرسش کردن است
لیکن تیرا ذوق، پرسش کرنا ہے

آں ملیحاں[۵۲] کہ طبیبانِ دل اند
وہ حسین جو دل کے طبیب ہیں

سوی رنجوراں بہ پرسش مائل اند
بیماروں کی جانب، پرسش پر مائل ہیں

ور حذر از ننگ و از نامی کنند
اور اگر ننگ و نام کی وجہ سے اندیشہ کرتے ہیں

چارہ سازند و پیغامی کنند
تو تدبیر کرتے ہیں اور پیغام بھیجتے ہیں

ورنہ در دل شاں بود آں مفتکر
ورنہ وہ اپنے دل میں فکرمند ہوتے ہیں

نیست معشوقی ز عاشق بیخبر
کوئی معشوق، عاشق سے بے خبر نہیں ہوتا

ای تو جویای نوادر داستاں
اے (شخص!) تو جو نادر داستانوں کا جویاں ہے

هم فسانۂ عشق بازاں را بخواں
عاشقوں کا فسانہ بھی پڑھ لے

بس[۵۳] بجوشیدی دریں عهدِ مدید
تو اِس دراز وقت میں بہت جوش میں آیا

تُرکِ جوشی هم نگشتی ای قدید
اے گوشت کے سوکھے پارچے! تو آدھا بھی نہ پکا

دیدہ عمرے تو داد و داوری
تو نے عمر بھر عطا اور حکومت دیکھی

وانگہ از نادیدگاں ناسی تری
پھر بھی تو نہ دیکھنے والوں سے زیادہ بھول میں ہے

هر کہ شاگردیش کرد اُستاد شد
جس نے اُس کی شاگردی کی اُستاد بن گیا

تو سپس تر رفتہ ای گولِ لُد
اے جھگڑالو احمق! تو زیادہ پیچھے کو لوٹا

---

[۵۱] همچناں۔ بلا اور فقر کا نہ ہونا جبکہ اللہ سے دوری کا سبب ہے تو بلا اور فقر کی کمی زیادہ بہتر ہے۔ گر جہاد جہاد کی سختی اللہ کی دوری سے بہتر ہے۔ رنج۔ اُس لئے کہ یہ تکالیف عارضی ہیں جب خدا اپنا کہہ کر پکارے گا تو ساری کلفتیں دور ہو جائیں گی۔ ورنہ گوید۔ الہام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی آواز کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا لیکن ایک قلبی سکون جو اہلِ نسبت محسوس کر لیتے ہیں اِسی کو اللہ تعالیٰ کی پکار سمجھو۔

[۵۲] آں ملیحاں۔ اِس کو سمجھنے کے لئے مجازی عاشقوں اور معشوقوں کے بارے میں سمجھ لو معشوق بیمار عاشق کی مزاج پرسی کرتا ہے اور اگر بدنامی کی وجہ سے نہیں آتا ہے تو پیغام کے ذریعہ مزاج پرسی کرتا ہے۔ ورنہ۔ اگر پیغام بھیجنا بھی ممکن نہیں ہوتا تو دل میں متفکر ہوتا ہے بہرحال معشوق عاشق سے بیخبر نہیں ہوتا۔ اے تو۔ عشقبازوں کی داستان پڑھو یہ باتیں معلوم ہو جائیں گی۔

[۵۳] بس بجوشیدی۔ اوپر کے اشعار میں اللہ سے دوری کی مذمت تھی اب بیان کرتے ہیں کہ تمام عمر تو نے اِس برائی کے ازالہ کی کوشش نہ کی۔ ترک جوش۔ نیم پختہ کے معنیٰ میں ہے ترک ادھکچرا گوشت کھاتے تھے پورا جوش نہ دیتے تھے۔ دیدہ۔ تیرے اسباب موجود تھے جن سے تو تنبیہ حاصل کر سکتا تھا۔ ناسی۔ بھولنے والا۔ تری۔ اگر ان چیزوں سے تنبیہ حاصل کر لیتا تو اُستاد بن جاتا۔

خود نبود از والدینت اعتبار ۔۔۔ ہم نبودت عبرت از لیل و نہار
تجھے نہ اپنے ماں باپ سے عبرت ہوئی ۔۔۔ نہ تجھے دن و رات سے عبرت ہوئی

مثل پرسیدن عارفے از کشیش کہ تو بزرگ تری از ریش یا ریش از تو

ایک عارف کی ایک پادری سے دریافت کرنے کی مثال کہ تو داڑھی سے زیادہ عمر کا ہے یا داڑھی تجھ سے

عارفے پرسید زاں پیر کشیش ۔۔۔ کہ توئی خواجہ مسن تر یا کہ ریش
اُس بوڑھے پادری سے ایک عارف نے دریافت کیا ۔۔۔ کہ اے صاحب! تم زیادہ عمر کے ہو یا داڑھی

گفت نے من پیش از و زائیدہ ام ۔۔۔ بے زریشی بس جہاں را دیدہ ام
اُس نے کہا نہیں میں اس سے پہلے پیدا ہوا ہوں ۔۔۔ میں نے دنیا کو بے داڑھی کا ہوتے ہوئے بہت دیکھا ہے

گفت ریشت شد سفید از حال گشت ۔۔۔ خوئے زشت تو نگردیدست وشت
اُس نے کہا تیری داڑھی سفید ہو گئی، حالت بدل گئی ۔۔۔ تیری بُری عادت بھلی نہ ہوئی

او پس از تو زاد و از تو بگذرید ۔۔۔ تو چنیں خشکی ز سودائے ثرید[۲]
وہ تیرے بعد پیدا ہوئی اور تجھ سے سبقت لے گئی ۔۔۔ تو ثرید کے عشق میں ویسا ہی خشک ہے

تو براں رنگی کہ اول زادۂ ۔۔۔ یک قدم زاں پیشتر ننہادۂ
تو اسی رنگ پر ہے جس پر شروع میں پیدا ہوا ۔۔۔ اُس سے ایک قدم آگے نہیں رکھا ہے

دوغِ ترشی ہمچناں در معدنی ۔۔۔ خود نگردی زو مخلص روغنی
تو معدن میں اُسی طرح کھٹی چھاچ ہے ۔۔۔ اُس سے چھوٹ کر، تو روغن نہ بنا

ہم خمیری خمر الطینہ دری ۔۔۔ گرچہ عمرے در تنورِ آذری
تو خمیر ہی ہے آب و گل کے خمیر میں ہے ۔۔۔ اگرچہ ایک زمانہ سے آگ کے تنور میں ہے

چوں حشیشی[۳] پا بگل بر ہشتۂ ۔۔۔ گرچہ از بادِ ہوس سر گشتۂ
تو نے گھاس کی طرح مٹی میں پاؤں جما رکھا ہے ۔۔۔ اگرچہ ہوس کی ہوا سے سرگرداں ہے

ہمچو قومِ موسیٰ اندر حرِ تیہ ۔۔۔ ماندۂ چل سال بر جائے سفیہ
(حضرت) موسیٰ کی قوم کی طرح تیہ کی گرمی میں ۔۔۔ اے بیوقوف! تو چالیس سال سے (ایک) جگہ پڑا ہے

میروی ہر روز تا شب ہرولہ ۔۔۔ خویش می بینی در اول مرحلہ
تو ہر روز رات تک بھاگ کر چلتا ہے ۔۔۔ اپنے آپ کو پہلی منزل پر دیکھتا ہے

---

[۱] والدینت۔ اپنے ماں باپ سے ہی عبرت حاصل کرتا کہ وہ آج کہاں ہیں۔ مثل۔ اس مثال سے اپنی اصلاح نہ کرنے پر شرم دلاتے ہیں۔ کشیش۔ راہب، پادری۔ مسن۔ زیادہ عمر والا۔ حال یعنی پہلے کالی تھی اب سفید ہو گئی۔ وشت۔ خوب، خوش۔ او پس۔ داڑھی بعد میں پیدا ہوئی اور اُس میں تبدیلی آگئی لیکن تو اُس سے پہلے پیدا ہوا پھر بھی تجھ میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔

[۲] ثرید۔ یعنی لذیذ کھانا۔ دوغ معدن اُس ہنڈیا کو کہتے ہیں جس میں دہی بلو کر روغن نکالا جاتا ہے یعنی چھاچ کی طرح اصل حالت پر ہے۔ ہم خمیری ایک روایت میں حضرت حق نے فرمایا۔ خمرت طینۃ آدم بیدی اربعین صباحا یعنی آدمؑ کی مٹی چالیس دن تک خمیر کی حالت میں رہی۔ آذر۔ آگ۔

[۳] چوں حشیشی۔ ہرا اپنی جگہ گڑی ہوئی ہلتی ہے یہی تیری حالت ہے کہ تو جہاں تھا وہیں ہے۔ تیہ۔ تیہ میدان میں حضرت موسیٰؑ کی قوم چکر کاٹتی رہی اور جہاں تھی وہیں رہی۔ ہرولہ۔ تیز دوڑی کی ایک کیفیت ہے۔

نگذری زیں بُعدِ سہ صد سالہ تو ۔ تا کہ داری عشقِ آں گوسالہ تو

تو اِس تین سو سالہ مسافت کو طے نہ کر سکے گا ۔ جب تک تو اُس بچھڑے کا عشق رکھتا ہے

تا خیالِ عجل شاں از جاں نہ رفت ۔ بُد بر ایشاں تیہ چوں گرداب زفت

جب تک بچھڑے کا خیال اُنکی جان سے نہ نکلا ۔ اُن کے لئے تیہ سخت بھنور کی طرح تھا

غیر ایں عجلے، کزو یابیدۂ ۔ بے نہایت لُطف و نعمت دیدۂ

وہ اِس بچھڑے کے علاوہ ہے کہ تونے اُس سے پائی ہو ۔ بے انتہا مہربانی اور نعمت دیکھی ہے

گاوِ طبعی زاں نکوئیہائے زفت ۔ از دلت در عشقِ آں گوسالہ رفت

تو بیل کی سی طبیعت والا ہے اِسی لئے بڑی بھلائیاں ۔ بچھڑے کے عشق میں تیرے دل سے نکل گئیں

بارے اکنوں تو زہر جزوت بپرس ۔ صد زباں دارند ایں اجزائے خرس

آخر، اب تو اپنے ہر جُز سے دریافت کرلے ۔ یہ گونگے اجزاء سیکڑوں زبانیں رکھتے ہیں

ذکرِ نعمتہائے رزّاقِ جہاں ۔ کہ نہاں شد آں در اوراقِ زماں

جہان کے رزّاق کی نعمتوں کا تذکرہ ۔ جو زمانہ کے اوراق میں پوشیدہ ہوگئی ہیں

روز و شب افسانہ جویائی تو چُست ۔ جُزو جُزوِ تو فسانہ گوی تُست

تو مستعدی سے دن رات افسانہ کا جویاں ہے ۔ تیرا جُز جُز تیرا افسانہ بیان کرنے والا ہے

جُزو جُزوت تا بر ستت از عدم ۔ چند شادی دیدہ است و چند غم

جب سے تیرا جُز جُز عدم سے پیدا ہوا ہے ۔ اُس نے کتنی خوشیاں اور کتنے غم دیکھے ہیں

زانکہ بے لذت نروید ہیچ جُزو ۔ بلکہ لاغر گردد از ہر ہیچ جُزو

اِسلئے کہ کوئی جُز بغیر لذت کے نہیں اُگتا ہے ۔ بلکہ جُز ہر غم سے لاغر ہو جاتا ہے

جُزو ماند و آں خوشی از یاد رفت ۔ بل نرفت آں خُفیہ شد از پنج و ہفت

جُز رہ گیا اور وہ خوشی حافظہ سے نکل گئی ۔ بلکہ نکلی نہیں پانچ اور سات سے پوشیدہ ہوگئی

ہمچو تابستاں کہ از وے پنبہ زاد ۔ ماند پنبہ رفت تابستاں زیاد

گرمی کے موسم کی طرح کہ اُس سے روئی پیدا ہوئی ۔ روئی رہ گئی، گرمی کا موسم حافظہ سے چلا گیا

یا مثالِ یخ کہ زاید از شتا ۔ شد شتا پنہان و آں یخ پیشِ ما

یا جیسے یخ، جو جاڑے کے موسم سے پیدا ہوا ۔ جاڑے کا موسم چھپ گیا وہ یخ ہمارے سامنے ہے

بامُرہ شانُہ سامّہ ذائقۃ لامسہ ۔ ہفت۔ یعنی ہفت اندام۔ سَر۔ سینہ۔ پشت۔ دونوں ہاتھ۔ دونوں پاؤں۔

تابستان۔ جاڑوں اور گرمیوں کا موسم چلا جاتا ہے اور اُن کی یادگاریں روئی اور یخ باقی رہ جاتا ہے۔

له نگذری۔ جب تک تیرا عشق دنیا سے ہے تیرا مقام نہ بدل سکے گا۔ بُعد سہ صد سالہ۔ یعنی طویل مسافت۔ تا خیال۔ جب تک حضرت موسیٰ کی قوم کے دل سے گئوسالہ کی محبت نہ نکلی وہ تیہ میں چکر کاٹتی رہی غیر۔ جس سے تجھے عشق کرنا چاہئے وہ گئوسالہ نہیں ہے اُس کے علاوہ ہے اُس کی لاکھوں نعمتوں سے تو بہرہ اندوز ہے۔ گاوِ طبعی۔ چونکہ تیرا مزاج شیطانی ہے لہذا شیطان ہی سے تجھے عشق ہے۔ بارے۔ جو خدائی نعمتیں تو فراموش کرچکا ہے اُن پر تیرا جُز جُز گواہ ہے۔ خرس۔ اخرس کی جمع گونگا۔

له ذکر نعمتہای۔ اجزاء سے اُن نعمتوں کو دریافت کرلے تو بھول گیا ہے۔ روز و شب۔ تو افسانے سننے کا شوقین ہے اپنے اجزاء سے نعمتوں کے افسانے سُن لے۔ جزو جزوت۔ تو جب سے وجود میں آیا ہے تیرے اجزاء نے سیکڑوں شادیاں اور غم دیکھے ہیں۔ زانکہ۔ غم تو تجھے یاد ہیں شادیاں یاد نہیں شادی دیکھنے کی یہ دلیل ہے کہ تیرے اجزاء نے خوشی کی لذت سے نشو ونما پایا ہے اور تو بچپن سے جوان اِسی لذت کی وجہ سے ہوا ہے۔

له جزو ماند تیرے اجزاء تو باقی ہیں لیکن وہ خوشیاں تیرے حافظہ سے نکل گئی ہیں بلکہ نکلی بھی نہیں ہیں تیرے حواس خمسہ اور ہفت اندام سے مخفی ہوگئی ہیں پنج۔ حواس خمسہ۔

ہست آں تخ زاں صعوبت یادگار	یادگار صیف در دے ایں ثمار
وہ یخ اُس دشواری کی یادگار ہے	یہ پھل موسم خزاں میں گرمی کے موسم کی یادگار ہیں
ہمچناں[1] ہر جزو جزوت اے فتے	در تنت افسانہ گوئے نعمتے
اے نوجوان! اسی طرح تیرا ہر ہر جُز	تیرے جسم میں ایک نعمت کا افسانہ گو ہے
چوں زنے کہ بیست فرزندش بُود	ہر یکے حاکیٔ حالِ خوش بُود
جیسی کہ وہ عورت جس کے بیس اولادیں ہوں	ہر ایک اچھی حالت کی ناقل ہو
حمل نبْوَد بے زمستی و زلاغ	بے بہارے کے شود زاینده باغ
بغیر مستی اور مذاق کے حمل نہیں ٹھہرتا	بغیر بہار، باغ کب جنتا ہے؟
حاملان و بچگاں شاں در کنار	شُد دلیلِ عشقبازی با بہار
حمل والے اور اُن کی بغل میں بچے	بہار کے ساتھ عشقبازی کی دلیل ہیں
ہر درختے[2] در رضاعِ کودکاں	ہمچو مریمؑ حامل از شاہِ جہاں
ہر درخت بچوں کو دودھ پلانے میں	شاہ جہاں سے (حضرت) مریمؑ کی طرح حمل والا ہے
گرچہ در آب آتشے پوشیدہ شُد	صد ہزاراں کف بر و جوشیدہ شُد
اگرچہ آگ پانی میں پوشیدہ ہوگئی	لاکھوں جھاگ اُس پر جوش مارنے لگے
گرچہ آتش سخت پنہاں می تند	کف بدہ انگشت اشارت میکند
اگرچہ آگ بہت مخفی طور پر اثر رہی ہے	جھاگ دس انگلیوں سے اشارہ کر رہا ہے
ہمچنیں اجزائے مستانِ وصال	حامل از تمثالہائے حال[3] و قال
اسی طرح وصال کے مستوں کے اجزاء	حال اور قال کے پیکروں سے حمل والے ہیں
در جمالِ حال وا ماندہ دہاں	چشم غائب ماندہ از نقشِ جہاں
حال کے حسن میں منہ کھلا رہ گیا	دنیا کے نقش سے آنکھ غیر حاضر ہوگئی
آں موالید از رہِ ایں چار نیست	لاجرم منظورِ ایں اَبصار نیست
وہ پیداوار اِن چار کے طریقہ کی نہیں ہے	لامحالہ ان نگاہوں سے نظر آنیوالی نہیں ہے
آں موالید از تجلّی زادہ اند	لاجرم مستورِ پردہ سادہ اند
وہ پیداوار تجلّی سے جنی ہوئی ہے	لامحالہ بے رنگ پردے میں پوشیدہ ہے

[1] ہمچناں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بہت سی نعمتیں ختم ہوجاتی ہیں لیکن اُن کی یادگار جسم کا جزو جزو باقی رہ جاتا ہے۔ چوں زنے۔ جماع کی لذت ختم ہوجاتی ہے اور اُسکی نشانی اولاد باقی رہتی ہے۔ حمل۔ استقرارِ حمل اُس وقت ہوتا ہے جبکہ زوجین میں مستی اور ہنسی مذاق ہو جب تک موسم بہار کی مستی نہیں آتی چمن میں پھول نہیں کھلتا۔ حاملاں۔ درختوں کا پھلنا اور پھولنا اسکی دلیل ہے کہ اُن درختوں نے موسم بہار سے عشقبازی کی ہے۔

[2] ہر درخت۔ حضرت حق کے حکم سے ہر درخت اسی طرح حاملہ بنتا ہے جس طرح حضرت مریمؑ بنیں تھیں۔ گرچہ در آب۔ پانی میں آگ کی گرمی نظر نہیں آتی لیکن اُس کے آثار بلبلے نظر آتے ہیں اور وہ گرمی کے وجود پر دلالت کرتے ہیں ہمچنیں۔ جس طرح اِن چیزوں میں موثر پوشیدہ ہے اور ظاہر آثار اُس پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح جو لوگ وصالِ حق سے مست ہیں اُن کے اجزاء میں حال و قال مخفی ہے اور اُن مستوں کے اجزاء اُسی پر دلالت کرتے ہیں۔

[3] حال و قال۔ حال وہ کیفیت ہے جو مشاہدۂ حق سے انسان پر طاری ہوتی ہے قال سے مراد بھی وہ مضامین اور کلامِ نفسی ہے جو مشاہدۂ حق سے پیدا ہوتا ہے۔ در جمال۔ جب انسان پر حال طاری ہوتا ہے تو حیرانی میں منہ کھلا رہجاتا ہے اور آنکھ دنیا کے نقش نہیں دیکھ پاتی ہے۔ آں موالید۔ وہ حال و قال عنصری نہیں ہے لہٰذا عنصری آنکھیں اُن کو نہیں دیکھ سکتی ہیں۔ از تجلی۔ وہ تجلیِ رب کی پیداوار ہے لہٰذا بے رنگی کے پردے میں مخفی ہیں۔

زادہ[1] گفتیم و حقیقت زاد نیست
ہم نے جنا ہوا کہدیا اور جننے کی حقیقت نہیں ہے
ایں عبارت جز پئے ارشاد نیست
یہ عبارت سوائے رہنمائی کے نہیں ہے

ہیں خمش کن تا بگوید شاہ قُل
خبردار! چپ ہو جا جب تک کہ شاہ کہے کر کہہ
بُلبلی مفروش با ایں جنسِ گُل
پھول کی اس جنس کے ساتھ بُلبل پن نہ جتا

ایں گلِ گویاست پُر جوش و خروش
یہ جوش و خروش سے بھرا ہوا پھول بولنے والا ہے
بُلبلا ترک زباں کُن باش گوش
اے بُلبل! زبان کو ترک کر، کان بن جا

ہر دو گوں تمثال پاکیزہ مثال
دونوں قسم کے پاکیزہ مثال پیکر
شاہدِ عدل اند بر سرِّ وصال
وصال کے راز پر، عادل گواہ ہیں

ہر دو گوں حُسنِ لطیفِ مُرتضےٰ
دونوں قسم کے پسندیدہ لطیف، حُسن
شاہدِ احیا و حشرِ ما مضےٰ
گزشتہ بقا اور فنا پر گواہ ہیں

ہمچو یخ[2] کاندر تموزِ مُستجد
جیسا کہ یخ، جدید موسم گرما میں
ہر دم افسانہ زمستاں می کُند
ہر وقت جاڑوں کا ذکر کرتا ہے

ذکرِ آں اریاحِ سردِ زمہریر
سخت سرد ہواؤں کا ذکر
اندراں ایام و ازمانِ عسیر
جو اُن دنوں اور سخت زمانوں میں تھیں

ہمچو آں میوہ کہ در وقتِ شتا
اُس میوے کیطرح جو کہ جاڑوں کے موسم میں
می کُند افسانۂ لُطفِ صبا
صبا کے لُطف کا قصہ بیان کرتا ہے

قصۂ دَورِ تبسمہائے شمس
سورج کی مسکراہٹوں کے زمانہ کا قصہ
واں عروسانِ چمن را لمس و لمس
چمن کی دلہنوں کو چھونے اور ملنے کا (قصہ)

حال رفت و ماند جزوت یادگار
حال چلا گیا اور تیرا جز یادگار رہ گیا
یا ازو وا پُرس یا خود یاد آر
یا اُس سے پوچھ لے یا خود یاد کرے

چوں[3] فرو گیرد غمت گر چُستیی
اگر تو چُست ہوتا، جب تجھے غم گھیرتا
زاں دمِ نومید کُن وا جُستیی
تو مایوس کرنے والے وقت سے مطالبہ کرتا

گفتیش اے غصۂ منکر بحال
تو اُس سے کہتا، اے غصے! حالت کے ذریعہ منکر
راتبہ انعامہا را زاں کمال
کمال والے کی جانب مقررہ انعاموں کے

ہر دمت گر نہ بہار و خُرمی ست
اگر تجھے ہر وقت بہار اور خوشی نہیں ہے
ہمچو چاشِ گل تنت انبار چیست
پھولوں کے تودے کی طرح تیرا جسم ڈھیر کیوں ہے؟

---

[1] زادہ۔ اِن دونوں کو جنا ہوا کہنا محض سمجھانے کے لئے ہے ورنہ وہاں جننے کی حقیقت نہیں ہے۔ قُل۔ جب تک خدائی حکم نہ ہو اُس وقت تک حال وقال کی تفصیل نہ کرنی چاہیئے۔ یہ حال وقال خود زبانِ حال سے گویا ہیں تو چپ رہ اُنکی بات سُن۔ ہر دو گوں۔ حال و قال اللہ سے وصل کے گواہ ہیں۔ احیا و حشر۔ بقا و فنا۔

[2] یخ۔ یخ جاڑوں کی یاد دلاتا ہے اور جاڑے کی سخت ٹھنڈی ہواؤں کا ذکر کرتا ہے۔ ہمچو۔ گرمیوں کا پیدا شدہ میوہ جاڑوں میں گرمیوں کی یاد دلاتا ہے۔ قصہ۔ سورج کی شعاعوں سے پھل پکتے ہیں۔ حال رفت۔ گذری ہوئی نعمتوں کے بارے میں اپنے اجزاء سے دریافت کرے یا خود یاد کرے۔

[3] چون فرد۔ جب تجھے مصائب گھیریں اور اُن کی وجہ سے تجھ پر غم و غصہ طاری ہو تو اُس غصے سے یہ دریافت کر کہ اگر تو اِن نعمتوں کا منکر ہے تو پھر بتا کہ تیرے جسم نے نشو ونما کیسے پایا۔ چاش۔ ڈھیر۔

چاشِ گُل تن، فکرِ تو ہمچوں گُلاب — مُنکرِ گُل شد گُلاب اینت عجاب

جسم پھولوں کا ڈھیر، تیری فکر گلاب کی طرح — گلاب، گُل کا مُنکر ہوا یہ تعجب ہے

از کپی خویانِ کُفراں کہ دریغ — بر نبی خویاں نثارِ مہر و میغ

بندر خصلت ناسپاس لوگوں سے گھاس (بھی) دریغ ہے — نبی خصلت لوگوں پر سورج اور ابر نثار ہے

آں لجاج و کفر قانونِ کپی ست — واں سپاس و شُکر منہاجِ نبی ست

جھگڑا اور کفر، بندر کا قانون ہے — اور شکر و سپاس نبی کا راستہ ہے

با کپی خویاں تنِ تُنکہا چہ کرد — با نبی رُویاں تنِ تُنکہا چہ کرد

بندر خصلت لوگوں کے ساتھ پردہ دری نے کیا کیا؟ — نبی خصال لوگوں کے ساتھ عبادات نے کیا کیا؟

در عمارتہا سگانند و عقُور — در خرابیہاست گنجِ عزّ و نور

عمارتوں میں کتے ہیں اور کٹ کھنے کُتّے — ویرانوں میں عزت اور نور کا خزانہ ہے

گر نبودے ایں بزوغ اندر کسوف — گُم نکردے راہ چندیں فیلسوف

اگر یہ طلوع (سورج) گرہن میں نہ ہوتا — تو اتنے فلاسفر راہ گم نہ کرتے

زیرکان و مُوشگافانِ دہی — دیدہ بر خرطوم داغِ ابلہی

ذہین اور عقلمند باریک بینوں نے — بیوقوفی کا داغ، ناک پر دیکھ لیا

قصۂ فقیر روزی طلب بے واسطۂ کسب و رنج

اُس فقیر کا قصہ جو بغیر کمائی اور مشقت کے روزی طلب کرتا تھا

آں یکے بیچارۂ مُفلس ز درد — کہ زبے چیزی ہزاراں زخم خورد

ایک بے چارہ مفلس درد سے — جس نے بے سروسامانی کی وجہ سے ہزاروں تکالیف برداشت کی تھیں

لابہ کردے در نماز و در دُعا — کاے خداوند و نگہبانِ رُعا

نماز اور دعا میں خوشامد کرتا — کہ اے خداوند اور گلّہ کے محافظ!

بے ز جہدے آفریدی مر مرا — بے فنِ من روزیم دہ زیں سرا

تونے مجھے بغیر مشقت کے پیدا کیا — اس دنیا سے بغیر ہنر کے مجھے روزی عطا کر

پنج گوہر دادیم در دُرجِ سر — پنج حسِ دیگرے ہم مُستتر

تونے مجھے سر کی ڈبیہ میں پانچ موتی عطا کئے — دوسرے پانچ حواس باطنی بھی

باصرہ سامعہ شامہ ذائقہ لامسہ پنج حس۔ حسِ مشترک خیال وہم حافظہ متخیلہ۔

له چاش۔ جسم پھولوں کا ڈھیر ہے اور فکر اُس کا عرق ہے۔ یہ تعجب کی بات ہے کہ عرقِ گلاب، گلاب کا انکار کرے۔ آز کپی۔ کفران کی برائی اور شکر کی تعریف ہے، خدا کرے ناسپاس لوگ گھاس کے تنکے تک سے محروم ہوں اور شکر گزاروں پر علوی چیزیں نثار ہو جائیں۔ آں لجاج۔ ناسپاسی بندروں کی خصلت ہے اور شکر گزاری انبیاء کا طریقہ ہے منہاج۔ راستہ۔

له با کپی خویاں۔ ناشکر گزار دنیا میں بھی رسوا ہوئے اور آخرت میں بھی۔ تنکہا۔ شکر گزاروں کے مراتب بلند ہوئے۔ در عمارتہا۔ جو تن پرور ہیں وہ کتے بلکہ کٹکھنے کتے ہیں اور جن لوگوں نے مجاہدات میں بدن کو ویران کیا ہے ان کی روح میں نور اور عزت کا خزانہ ہیں۔ گر نبودے۔ اگر یہ خزانے چھپے ہوئے نہ ہوتے تو فلاسفر گمراہ نہ ہوتے اُس کو سمجھنے کے لئے عقلِ دین کی ضرورت ہے زیرکاں۔ جو صرف عقلِ دنیاوی رکھتے ہیں ان کی بیوقوفی نمایاں ہوگئی۔ دہی۔ داہی، چالاک۔

سه قصہ۔ اس قصے میں عقلِ دنیاوی کی بیوقوفیاں واضح کی ہیں۔ ز درد۔ یعنی درد سے نماز اور دعا میں عاجزی کرتا تھا۔ رُعا۔ گلّہ۔ بے ز جہدے۔ انسان کی پیدائش میں انسان کے کسب کا کوئی دخل نہیں ہے لہٰذا اسی طرح مجھے دنیا میں زندہ باقی رکھ اور بغیر کسب کے روزی عنایت کر۔ پنج گوہر

لَا یُعَدُّ ایں دادِ وَلَا یُحصٰے زِ تو
تیری عطا لاتعداد اور بے شمار ہے

من کلیلم از بیانش شرم رُو
میں اُس کے بیان سے عاجز اور شرمندہ ہوں

چونکہ در خلاقیم تنہا توئی
جبکہ میرے پیدا کرنے میں تو تنہا ہے

کارِ رزّاقیم کُن تو مُستوی
میری رزق رسانی کے کام کو درست کردے

سالہا زُو ایں دُعا بسیار شُد
اُس کی جانب سے یہ دُعا سالوں بہت ہوئی

عاقبت زاری اُو برکار شُد
بالآخر اُس کی عاجزی کار آمد ہوگئی

ہمچو آں شخصے کہ روزیِ حلال
اُس شخص کی طرح جو حلال روزی

از خدا میخواست بے کسب و کلال
خدا سے بغیر کمائے اور تھکن کے چاہتا تھا

گاؤ آوردش سعادت عاقبت
بالآخر نیک بختی اُس کے پاس بیل لے آئی

عہدِ داؤدِ لدُنّی معدلت
(حضرت) داؤدؑ کے زمانہ میں جو خدائی انصاف والے تھے

ایں مُتیّم نیز زاریہا نمُود
اِس دردمند نے (بھی) عاجزیاں دکھائیں

ہم ز میدانِ اجابت گُو ربُود
یہ بھی قبولیت کے میدان سے گیند جیت لے گیا

گاہ بدظن می شُدے اندر دُعا
کبھی دعا کے دوران بدظن ہوجاتا

از پئے تاخیرِ پاداش و جزا
نتیجہ اور جزا کی تاخیر کی وجہ سے

باز اِرجائے خداوندِ کریم
پھر خداوند کریم کا امید دلانا

در دلش بشّار گشتے و زعیم
اُسکے دل کو خوشخبری دینے والا اور ذمہ دار بن جاتا

چوں شُدے نومید در جہد از کلال
جب محنت میں تھکن کی وجہ سے نا امید ہوتا

از جنابِ حق شنیدے کہ تعال
اللہ (تعالےٰ) کی جانب سے سنتا، آجا

خافض ست و رافعست ایں کردگار
خدا پست کرنے والا اور بلند کرنے والا ہے

بے ازیں دو بر نیاید ہیچ کار
اِن دو کے بغیر کوئی کام نہیں بنتا

خفضِ ارضی بین و رفعِ آسماں
زمین کی پستی اور آسمان کی بلندی کو دیکھ

بے ازیں دو نیست دورانش ایفلاں
اے فلاں! اِن دو کے بغیر اُسکی گردش نہیں ہے

خفض و رفعِ ایں زمیں نوعِ دگر
اِس زمین کی پستی اور بلندی دوسرے قسم کی بھی ہے

نیم سالے شورہ نیمی سبز و تر
نصف سال شور اور نصف سال سبز و تر ہے

خفض و رفع روزگارِ باکرب
پُر مصائب زمانہ کی پستی اور بلندی

نوعِ دیگر نیم روز و نیم شب
دوسری قسم کی ہے آدھا دن ہے اور آدھا رات ہے

لہ کلیل: درماندہ۔ برکار شُد۔ دعا مقبول ہوگئی۔ آں شخصے۔ اُس شخص کا قصہ دفترِ سوم میں مذکور ہے۔ کلال۔ تھکن۔ گاؤ۔ اُس شخص کے گھر میں خود بیل گھس آیا تھا۔ لدنّی معدلت۔ خدائی انصاف والا۔ متیّم۔ فریفتہ عاشق۔ گاہ بدظن۔ دعا کے دور میں اُس پر مختلف کیفیتیں گذر رہی تھیں۔ اِرجا۔ امید دلانا۔ بشّار۔ خوشخبری دینے والا۔ زعیم۔ کفیل۔ تعال۔ اللہ تعالےٰ کی جانب سے الہام ہوتا کہ "آجا" دعا کر قبول ہوگی۔

سلہ خافض۔ چونکہ پہلے شعر میں متضاد کیفیتوں کا ذکر تھا اب ذکر کرتے ہیں کہ عالم میں متضاد کیفیتیں حکمت کی بناء پر ظہور پذیر ہوتی ہیں حضرت حق تعالےٰ پست بھی کرتا ہے اور بلند بھی کرتا ہے، دنیا کے کام دونوں صفتوں سے مکمل ہوتے ہیں۔

سلہ خفض۔ زمین کو پست کیا اور آسمان کو بلند کیا تب ہی دورانِ فلک ہو سکا خفض و رفع۔ یہ دونوں صفتیں دو چیزوں میں ہی نہیں بلکہ ایک چیز میں دونوں کا ظہور ہے، بنجر بھی پڑا رہنا زمین کا پست ہونا ہے سرسبز ہونا اُس کا بلند ہونا ہے بروزگار۔ زمانہ کا پست اور بلند ہونا، رات اور دن کا ہونا ہے۔

خفض و رفعِ ایں مزاجِ ممتزج
اِس مرکب مزاج کی پستی اور بلندی

گاہ صحت گاہ رنجوریِ مُضج
کبھی صحت، کبھی شور کرنے والی بیماری

ہمچنیں داں جملہ احوالِ جہاں
دنیا کے سب احوال اسی طرح سمجھ لے

قحط و خصب و صلح و جنگ و افتتان
قحط اور ارزانی اور صلح اور جنگ اور فتنوں میں پڑنا

ایں جہاں با ایں دو پر اندر ہواست
یہ عالَم انہی دو پروں سے ہوا میں ہے

زیں دو جانہا موطنِ خوف و رجاست
انہی دونوں سے جانیں خوف اور امید کا مقام ہیں

تا جہاں لرزاں بود مانندِ برگ
تاکہ جہان پتّے کی طرح لرزتا رہے

در شمال و در سموم و بعث و مرگ
شمالی ہواؤں اور لوؤں میں اور حیات اور موت میں

تا خمِ یک رنگیِ عیسیٰ ما
تاکہ ہمارے عیسیٰ کا یک رنگی مٹکا

بشکند نرخِ خُمِ صد رنگ را
سو رنگ والے مٹکے کے نرخ کو سستا کردے

کاں جہاں ہمچو نمکسار آمدست
کیونکہ وہ جہان نمک کی کان کی طرح ہے

ہر چہ آنجا رفت بے تلویں شدست
جو وہاں گیا، وہ بے رنگت ہوگیا

خاک را بیں خلقِ رنگارنگ را
مٹی کو دیکھ، رنگا رنگ مخلوق کو

می کند یک رنگ اندر گورہا
قبروں میں ایک رنگ کردیتی ہے

ایں نمکسارِ جسومِ ظاہرست
یہ ظاہری جسموں کی کانِ نمک ہے

خود نمکسارِ معانی دیگرست
باطنی چیزوں کی کانِ نمک دوسری ہے

ایں نمکسارِ معانی معنویست
باطنی اشیاء کی کانِ نمک، باطنی ہے

از ازل آں تا ابد اندر نویست
ازل سے ابد تک تازگی میں ہے

ایں نوی را کہنگی ضدش بود
اِس تازگی کی، کہنگی ضد ہے

آں نوی بے ضد و بے ند و عدد
وہ تازگی بغیر ضد اور بغیر مقابل اور عدد کے ہے

آں چناں کز صقلِ نورِ مصطفےٰ
جیسے کہ مصطفیٰ کے نور کی صیقل سے

صد ہزاراں نوعِ ظلمت شد ضیا
لاکھوں قسم کی تاریکیاں روشنی بنیں

از جہود و مشرک و ترسا و مغ
یہودی اور مشرک اور نصرانی اور مجوسی

جملگی یکرنگ شد زاں اُلپ اُلغ
اُس بزرگ کے ذریعہ سب یک رنگ ہوئے

سلہ مزاج۔ انسانی مزاج کی پستی اور بلندی اسکی بیماری اور صحت ہے۔ مضج۔ شور کرنے والا۔ ہمچنیں۔ دنیا کے احوال کو اسی طرح سمجھو قحط بھی ہے اور ارزانی بھی صلح بھی ہے اور جنگ و فتنہ میں مبتلا ہونا بھی ہے۔ ایں جہاں۔ عالَم کا بقاء انہی متضاد کیفیتوں سے ہے اور جانوں میں امید و بیم انہی کی وجہ سے ہے۔ تا جہاں۔ انہی امید و بیم کی وجہ سے دنیا لرزتی رہتی ہے اور اس پر مختلف کیفیتیں طاری ہوتی ہیں۔

سلہ تا خم۔ دنیا میں متضاد کیفیتیں اس لئے پیدا کی گئی ہیں تاکہ عالَم آخرت کی قدر ہو کہ وہاں راحت ہی راحت ہے۔ مٹکا ... عیسیٰ سے مراد حضرت حق تعالیٰ ہے۔ خم صد رنگی۔ عالَم دنیا۔ نمکسار۔ نمک کی کان میں جو چیز پہنچ جاتی ہے وہ نمک ہی بن جاتی ہے۔ قبر عالَم آخرت کی ابتداء ہے وہاں پہنچ کر بھی بے رنگی ختم ہو جاتی ہے۔ ایں۔ قبر جسموں کے لئے نمک کی کان ہے۔ نمکسارِ معانی۔ ارواح کا نمکسار عالَم آخرت ہے۔

سلہ ایں نمکسار۔ عالَم آخرت میں نیا پرانا نہیں ہے بلکہ وہاں ہر چیز نئی ہے کیونکہ نئے پن کے بعد پرانا ہونا بے رنگی ہے ایں نوی۔ دنیا میں نئے پن کے بعد کہنگی آجاتی ہے۔ آں چناں۔ عالَم آخرت کی یک رنگی اسی طرح کی ہوگی جیسے کہ

آنحضورؐ کے نور سے مختلف قسم کے کفر کی تاریکیاں ایک قسم کے نور میں تبدیل ہوگئیں۔ مغ۔ آتش پرست۔ اُلپ اُلغ۔ دلیر و بزرگ۔

صد ہزاراں سایہ[1] کوتاہ و دراز | شد یکے در نورِ آں خورشیدِ راز

لاکھوں چھوٹے اور بڑے سائے | اُس معنوی سورج کی روشنی میں ایک ہوگئے

نے درازی ماند و نے کوتہ نہ پہن | گونہ گونہ سایہ در خورشید رہن

نہ درازی رہی اور نہ کوتاہی نہ چوڑا پن | قسم قسم کے سائے سورج میں رہن ہوگئے

لیک یکرنگی کہ اندر محشر ست | بر بد و بر نیک کشف و ظاہر ست

لیکن وہ یک رنگی جو محشر میں ہے | بد پر اور نیک پر واضح اور ظاہر ہے

کہ معانی آں جہاں صورت شود | نقشہاماں در خورِ خصلت شود

کیونکہ معنی چیزیں اس عالم میں ظاہر بنجائیں گی | ہماری صورتیں، عادت کے مطابق ہو جائیں گی

گردد آنگہ فکر نقشِ نامہا | ایں بطانہ روئے کارِ جامہا

اُس وقت فکر، خطوں کی تحریر بنجائے گا | یہ اَستر کپڑوں کا ابرا (بن جائے گا)

ایں[2] زماں سرہا مثالِ گاوِ پیس | دوکِ نطق اندر مِلل صد رنگ ریس

اس وقت راز، چکبرے بیل کی طرح ہیں | گویائی کا تکلا مذہب میں سو رنگ کاتنے والا ہے

نوبتِ صد رنگی ست و صد دلی | عالمِ یک رنگ کے گردد جلی

صد رنگی اور صد دلی کا وقت ہے | یک رنگی عالم کب ظاہر ہوگا؟

نوبتِ زنگی ست و رومی شد نہاں | ایں شب ست و آفتاب اندر رہاں

حبشی کا زمانہ ہے اور رومی پوشیدہ ہوگیا ہے | یہ رات ہے اور سورج قید میں ہے

نوبتِ[3] گرگ ست و یوسف زیرِ چاہ | نوبتِ قبطی ست و فرعون ست شاہ

بھیڑیئے کا زمانہ ہے اور یوسف کنوئیں میں ہے | قبطی کا دور دورہ ہے اور فرعون، بادشاہ ہے

تا ز رزقِ بے دریغ و خیرہ خند | ایں سگاں را حصہ باشد روز چند

تاکہ بے روک ٹوک رزق اور بیہودہ ہنسی | چند روز ان کتوں کا حصہ ہے

در درونِ بیشہ شیراں منتظر | تا شود امرِ تعالوا منتشر

کچھار میں شیر منتظر ہیں | تاکہ "آجاؤ" کا حکم پھیل جائے

پس بروں آیند آں شیراں ز مرج | بے حجابے حق نماید دخل و خرج

تو چراگاہ سے وہ شیر باہر آئیں گے | اللہ بغیر پردے کے حجاب آمد و خرچ کردے گا

جوہرِ انساں بگیرد برّ و بحر | پیسہ گاواں بسملانِ روزِ نحر

انسان کا جوہر بر و بحر پر قبضہ کرے گا | چکبرے بیل قربانی کے دن ذبح ہوں گے

---

[1] سایہ۔ کفر کی تاریکی۔ نے درازی۔ ان کفروں کا تفاوت ختم ہوگیا۔ لیک۔ عالم آخرت کی یک رنگی پوشیدہ ہے لیکن محشر کی یک رنگی سب پر ظاہر ہوجائے گی۔ کہ معانی۔ وہاں پر معنوی چیز ظاہری صورت اختیار کرلے گی۔ گردد۔ وہاں پہنچکر اَستر جو اندر کی چیز ہے ابرا بن جائے گا جو ظاہر ہے۔ بطانہ۔ اَستر روئے کار جامہ۔ ابرا۔

[2] ایں زماں۔ اخروی باتیں اس دنیا میں چکبرے جانور کی طرح ہیں کہ اُس میں مختلف رنگ ہوتے ہیں انہی اُخروی باتوں کے بارے میں مختلف قسم کے خیالات ہیں اور مذہبی باتوں میں زبان کا تکلا مختلف رنگ کا دھاگا کاتتا ہے۔ عالمِ یک رنگ۔ عالم آخرت۔ نوبت زنگی۔ اس دنیا میں حقائق پر پردہ ہے۔ زنگی۔ یعنی بدرنگی۔ رومی یعنی خوش رنگی۔ رہان۔ گروی۔

[3] نوبتِ گرگ یعنی باطل غالب اور حق مغلوب ہے۔ تا۔ یہ خدا اس لئے ہے کہ اہل باطل بھی کچھ دن مزے اڑالیں۔ در درون۔ حقائق مخفی ہیں اور ظاہر ہونے کے منتظر ہیں۔ مرج۔ چراگاہ۔ دخل و خرج جمع ہو جائیں گے۔ جوہر۔ پھر حق کا غلبہ ہوجائے گا اور باطل فنا ہوجائے گا۔ روزِ نحر۔ قیامت کا دن عید کا دن ہوگا۔ جس میں مومن خوشی منائیں گے، اور کفار ہلاک ہونگے۔

روزِ نحرِ رستخیزِ سہمناک
خوفناک قیامت کا قربانی کا دن

مومناں را عید و گاواں را ہلاک
مومنوں کی عید اور بیلوں کی ہلاکت ہے

جملۂ[1] مرغانِ آب آں روزِ نحر
پانی کے سب پرندے اس قربانی کے دن

ہمچو کشتیہا رواں بر روئے بحر
سمندر پر کشتیوں کی طرح رواں ہونگے

تا کہ یَہْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَه
تاکہ جو ہلاک ہو وہ گواہوں کے ذریعہ ہلاک ہو

تا کہ یَنْجُوا مَنْ نَجَا وَاسْتَیْقَنَه
تاکہ نجات پائے جو نجات پائے اس حال میں کہ اس دن کا یقین ہو

تا کہ بازاں جانبِ سلطاں روند
تاکہ باز، شاہ کی جانب روانہ ہوں

تا کہ زاغاں سوئے گورستاں روند
تاکہ کوے قبرستان کی جانب جائیں

کاستخواں و اجزائے سرگیں ہمچو ناں
کیونکہ ہڈیاں اور گوبر کے اجزاء روٹی کی طرح

نقلِ زاغاں آمدست اندر جہاں
دنیا میں کوؤں کی غذا بنے ہیں

قندِ[2] حکمت از کجا زاغ از کجا
کہاں دانائی کی شکر، کہاں کوا؟

کرمِ سرگیں از کجا باغ از کجا
کہاں گوبر کا کیڑا کہاں چمن؟

نیست لائق غزو نفسِ مردِ غر
بزدل مرد کا نفس، جہاد کے لائق نہیں ہے

نیست لائق عود و مشک و کونِ خر
عود اور مشک، گدھے کی مقعد کے مناسب نہیں

چوں غزا ندہد زناں را ہیچ دست
جبکہ زنانوں کو جہاد کا موقع نہیں

کے دہد آنکہ جہادِ اکبرست
تو جہادِ اکبر کا کیا موقع ہے؟

جز بنادر در تنِ زن رستمے
- وائے نادر کے عورت کے جسم میں کوئی بہادر

گشتہ باشد خفیہ ہمچوں مریمے
پوشیدہ ہو (حضرت) مریمؑ کی طرح

آنچناں[3] کہ در تنِ مرداں زناں
جیسے کہ مردوں کے جسم میں عورتیں

خفیہ اند و ماندہ از ضعفِ جناں
پوشیدہ ہیں اور وہ قلبی کمزوری کی وجہ سے عاجز ہیں

آنجہاں صورت شود در مادگی
(وہ) اس عالم میں مادہ کی صورت میں ہوگا

ہر کہ در مردی ندید آمادگی
جس نے مردانگی پر آمادگی نہ دیکھی ہو

روزِ عدل و عدل و داد اندر خورست
(وہ) انصاف کا دن ہے، اور انصاف اور عطا مناسب ہیں

کفش زانِ پا کلاہ آنِ سرست
جوتا پاؤں کی ملکیت اور ٹوپی سر کی ملکیت ہے

تا بمطلب در رسد ہر طالبے
تاکہ ہر طالب مطلوب تک پہنچ جائے

تا بغرب خود رود ہر غاربے
تاکہ ہر غروب ہونیوالا اپنے غروب کو پہنچ جائے

---

[1] جملۂ مرغاں۔ مومنوں کی مثال دریائی پرندوں کی سی ہوگی جو سمندر کی سطح پر تیریں گے، وہ پل صراط پر آرام سے گذر جائیں گے۔ تاکہ حقائق اس لئے واضح کئے جائیں گے کہ نجات اور ہلاکت پورے ثبوت کے ساتھ ہو۔ بازاں۔ نجات پانے والے۔ زاغاں۔ بد باطن لوگ۔ کاستخواں۔ ان کوؤں کی جو غذا دنیا میں تھی وہی آخرت میں ہوگی۔

[2] قندِ حکمت۔ دانائی اور کوے، گبرونڈے اور چمن میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔ نیست۔ جہاد اور بزدل، عود و مشک اور گدھے کی مقعد میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ چوں۔ صوفیا کے نزدیک کافروں سے جہاد، جہادِ اصغر اور نفس سے جہاد، جہادِ اکبر ہے۔ مریمؑ۔ حدیث شریف ہے مرد تو بہت سے کمل ہوئے عورتوں میں صرف حضرت مریمؑ اور حضرت آسیہؑ کمل ہوئیں اور حضرت عائشہؓ کو عورتوں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسے تمام کھانوں میں ثرید افضل ہے۔

[3] آنچناں۔ بہت سے مرد جو زنانہ صفت ہیں آخرت میں انکی صفت واضح ہوجائے گی۔ روزِ عدل۔ عالم آخرت میں قیامت کا دن انصاف کا دن ہوگا وہاں پاؤں جوتا پہنے گا اور سر ٹوپی اوڑھیگا۔ تا بمطلب۔ تاکہ ہر طالب کو اس کا مطلوب مل جائے اور ہر انسان اپنے صحیح

نیست[51] ہر مطلوب از طالب دریغ — جفتِ تابش شمس و جفتِ آب میغ

کوئی مطلوب، طالب سے ممنوع نہیں ہے — تپش کا جوڑا سورج اور پانی کا جوڑا ابر ہے

ہست دُنیا قہر خانہ کردگار — قہر بیں چوں قہر کردی اختیار

دنیا اللہ (تعالےٰ) کا قہر خانہ ہے — جب تو نے ظلم کرنا اختیار کیا قہر کو (بھی) دیکھ

اُستخوان و مُوئے مقہوراں نگر — تیغِ قہر افگندہ اندر بحر و بر

قہر میں مبتلا لوگوں کی ہڈیاں اور بال دیکھ — قہر کی تلوار نے اُنکو سمندر اور خشکی میں بکھیر دیا ہے

پرّ و بالِ مُرغ بیں بر گردِ دام — شرحِ قہرِ حق کنندہ بے کلام

جال کے چاروں طرف پرندے کے پرّ و بال دیکھ لے — جو اللہ تعالےٰ کے قہر کی بغیر لفظوں کے شرح کر رہے ہیں

مُرد[52] اُو بر جائے خرپُشتہ نشاند — وانکہ کہنہ گشت پُشتہ ہم نماند

وہ مرگیا جگہ پر بڑا ڈھیر چھوڑ گیا — اور جو پرانا ہوگیا ڈھیر بھی نہ رہا

ہر کسے را جُفت کردہ عدلِ حق — پیل را با پیل و بَق را جنسِ بَق

اللہ کے انصاف نے ہر چیز کا جوڑ لگا دیا ہے — ہاتھی کا ہاتھی سے اور مچھر کا مچھر کی جنس سے

مُونسِ احمدؐ بمجلس چار یار — مُونسِ بوجہل عتبہ و ذُو الخمار

احمدؐ کی مجلس میں چار یار دوست ہیں — ابوجہل کے دوست، عتبہ اور ذوالخمار ہیں

کعبۂ جبریل و جانہا سِدرہ[53] — قبلۂ عبد البطوں شُد سُفرہ

جبریل اور روحوں کا قبلہ سدرہ ہے — پیٹ کے بندوں کا قبلہ دسترخوان ہے

قبلۂ عارف بُوَد نُورِ وصال — قبلۂ عقلِ مُفلسِف شُد خیال

عارف کا قبلہ وصال کا نور ہے — فلسفی کی عقل کا قبلہ وہم ہے

قبلۂ زاہد بُوَد یزدانِ برّ — قبلۂ مطمع بُوَد ہمیانِ زر

زاہد کا قبلہ محسن خدا ہے — لالچی کا قبلہ سونے کی ہمیانی ہے

قبلۂ مردانِ حق اَعمالِ نیک — قبلۂ نااہل جہلِ مُرد ریگ

مردانِ خدا کا قبلہ نیک اعمال ہیں — نااہل کا قبلہ ذلیل جہل ہے

قبلۂ معنی وراں صبر و درنگ — قبلۂ صورت پرستاں نقشِ سنگ

اہلِ باطن کا قبلہ، صبر اور سکون ہے — ظاہر پرستوں کا قبلہ، پتھر کا نقش ہے

زاہد۔ زاہد کا مقصود خدا ہے اور لالچی انسان کا مقصود دولت ہے۔ قبلۂ مرداں۔ جو خدا پرست ہیں اُن کا مطمحِ نظر نیک اعمال ہیں۔ معنی وراں۔ اہلِ باطن۔ نقشِ سنگ۔ پتھر کی مورتی۔

[51] نیست۔ اللہ کے یہاں انصاف ہے ہر طالب کو اُس کا مطلوب مل جاتا ہے۔ تپش کا مطلوب سورج اور پانی کا مطلوب ابر ہے۔ ہست دنیا۔ دنیا میں بھی حضرت حق تعالےٰ کے قہر کا ظہور ہوتا ہے۔ جب انسان ظلم کرتا ہے تو اُس پر قہرِ خداوندی نازل ہوتا ہے۔ مقہوراں۔ جن پر قہر خداوندی نازل ہوا ہے اُن کا انجام دیکھ لو۔ پرّ و بال۔ جال میں پھنسے ہوئے پرندے کے جو پرّ و بال جال کے چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں وہ اُس کے مقہور ہونے کی زبانِ حال سے شرح کرتے ہیں۔

[52] مرد۔ جن پر قہرِ خداوندی ہے مرنے کے بعد صرف قبر کی مٹی کا ڈھیر اُن کا نشان رہ جاتا ہے اور وہ بھی چند دن بعد مٹ جاتا ہے۔ ہر کسے۔ جس شخص کو جس شخص سے مناسبت ہوتی ہے قدرت اُس کا جوڑ اُس سے لگا دیتی ہے۔ احمدؐ۔ آنحضورؐ کا جوڑ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علی رضی اللہ عنہم سے لگایا۔ عتبہ۔ مکہ کا مشہور کافر سردار تھا جو جنگِ بدر میں حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔ ذوالخمار ایک کاہن تھا، اپنا مُنہ ڈھکے رہتا تھا اس لئے وہ "اوڑھنی والا" کے نام سے مشہور تھا۔

[53] سِدرہ۔ بیری کا درخت جو ساتویں آسمان پر ہے اور وہ مخلوق کے علم اور حضرت جبریلؑ کا منتہیٰ ہے۔ عبد البطوں۔ پیٹو انسان۔ سفرہ۔ دسترخوان۔ قبلہ۔ باخدا انسان نور وصال کا طالب ہے اور فلسفی کا مقصود وہم ہر

قبلۂ باطن نشیناں ذوالمنن ۔ قبلۂ ظاہر پرستاں روئے زن

خلوت گزینوں کا قبلہ، خدا ہے ۔ ظاہر پرستوں کا قبلہ، عورت کا چہرہ ہے

قبلۂ عاشق حق آمد اے پسر ۔ قبلۂ باطل بلیس ست اے پدر

اے بیٹا! عاشق کا قبلہ، خدا ہے ۔ اے بابا! باطل کا قبلہ، شیطان ہے

قبلۂ فرعون نیلے سر بسر ۔ قبلۂ خربندہ چہ بود کونِ خر

فرعون کا قبلہ، سراسر نیل رو ہے ۔ گدھے والے کا قبلہ کیا ہوگا، گدھے کی مقعد؟

ہمچنیں برمی شمر تازہ و کہن ۔ در ملولی رو تو کارِ خویش کن

اسی طرح نئے اور پرانے کو شمار کرلے ۔ اور اگر تو تنگ دل ہے، جا اپنا کام کر

رزقِ ما در کاسِ زریں شد عقار ۔ واں سگاں را آبِ تتماج و تغار

ہمارا رزق، زریں پیالہ میں شراب ہے ۔ ان کتوں کیلئے تتماج اور تغار کا پانی ہے

لائقِ آں کہ بُد اُو خود دادہ ایم ۔ در خورِ آں رزق اُو بفرستادہ ایم

جس کے وہ لائق تھا وہ ہم نے خود دے دیا ۔ اس کے لائق ہم نے رزق بھیج دیا ہے

عاشقِ ناں ساختیم آں خواجہ را ۔ سیر از جاں ساختیم ایں را چرا

ان صاحب کو ہم نے روٹی کا عاشق بنا دیا ہے ۔ اس کو ہم نے جان سے بیزار کر دیا ہے کیوں؟

خوی آں را عاشقِ ناں کردہ ایم ۔ جانِ ایں را مستِ جاناں کردہ ایم

ہم نے اُسکی عادت کو روٹی کا عاشق بنا دیا ۔ اس کی جان کو جاناں کا مست بنا دیا ہے

چوں بخوی خود خوشی و خرمی ۔ پس چرا از خورِ خویت می رمی

جبکہ تو اپنی عادت پر خوش و خرم ہے ۔ تو پھر اپنی عادت کے مناسب سے تو کیوں بھاگتا ہے؟

مادگی خوش آیدت چادر بگیر ۔ رستمی خوش آیدت خنجر بگیر

تجھے زنانہ پن پسند ہے، تو چادر لے لے ۔ تجھے رستمی بھلی لگتی ہے، خنجر تھام لے

غازیی خوش آیدت جوشن بپوش ۔ ور بحیزی مائلی رو کوں فروش

تجھے جہاد اچھا لگتا ہے، زرہ پہن لے ۔ اگر تو ہیجڑے پن پر مائل ہے، جا مقعد بیچ

ایں سخن پایاں ندارد آں فقیر ۔ گشتہ است از زخمِ درویشی عقیر

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ فقیر ۔ محتاجی کے زخم سے زخمی ہو گیا ہے

لـ باطن نشین۔ خلوت گزیں۔ بلیس۔ ابلیس۔ قبلۂ فرعون فرعون کا مطلوب دنیا اور دریائے نیل ہے، گدھے والے کا مقصد گدھے کا مقعد ہے۔ شمر یعنی شمار کر یا ان مثالوں کو شمار کرے۔ کارِ خویش۔ اپنے کام میں لگ یہ تیرا کام نہیں ہے۔ عقار۔ شراب یعنی مضامین عالیہ جن میں سے ایک مضمون یہ بھی ہے۔

۲ـ سگاں۔ دنیادار۔ آب تتماج یعنی آش تتماج جو تتماج (ایک ترش پھل) سے تیار کیا جاتا ہے۔ مراد دنیوی لذتیں۔ لائق۔ پھر پہلے مضمون کی طرف رجوع کیا ہے۔ عاشق۔ ایک کو روٹی کا عاشق بنایا ہے اور ایک کو جان سے بھی بے نیاز بنا لیا ہے اس کی وجہ ہے۔ خوی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک کی باطنی سرشت کو چونکہ اس میں اس کے آثار تھے روٹی کا عاشق کر دیا اور دوسرے کو خدائی مست بنا دیا چونکہ اس میں اُس کے آثار تھے۔

۳ـ چوں۔ جب انسان اپنی بری عادتوں پر خوش ہے اور وہی جزاء کا سبب ہیں تو اس کے مناسب جزا ہے اس سے کیوں گریز کرتا ہے۔ مادگی جب زنانہ پن پسند ہے تو دوپٹہ اوڑھنا بھی پسند کرنا چاہیے بہادری پسند ہے تو خنجر باندھنا بھی پسند ہونا چاہیے۔ جوشن۔ زرہ۔ کوں۔ مقعد۔ ایں سخن۔ خدائی انعامات کا بیان۔ عقیر۔ زخمی۔

قصہ آں گنجنامہ کہ گفتند پہلوئے قُبّہ رُوی بقبلہ کُن و تیر
اس گنجنامہ کا قصہ کہ انہوں نے کہا، قبّہ کے پہلو میں قبلہ کو رُخ کر اور تیر

در کمان نہ و بینداز آنجا کہ اُفتد گنجست
کمان میں رکھ اور پھینک، جس جگہ وہ گرے خزانہ ہے

دید در خواب اُو شبے و خواب کُو ... واقعہ بے خواب صُوفی راست خُو
اُس نے ایک رات کو خواب میں دیکھا، اور خواب کہاں؟ ... بغیر خواب کے واقعہ (دیکھنا) صوفی کی عادت ہے

ہاتفے گفتش کہ اے دیدہ تعب ... رُقعۂ در مشقِ وَرّاقاں طلب
ہاتف نے اُس سے کہا اے مشقت جھیلے ہوئے! ... ایک پرچہ ردی فروشوں کے مشق (شدہ کاغذوں) میں سے لے

خُفیہ زاں وَرّاق کت ہمسایہ است ... سُوئے کاغذپارہاش آور تو دست
چپکے سے اپنے پڑوسی ردی فروش کے ... کاغذ کے ٹکڑوں کی جانب تو ہاتھ بڑھا

رُقعۂ شکلش چناں رنگش چنیں ... پس بخواں آں را بخلوت اے حزیں
ایک ایسی شکل کا پرچہ جس کا رنگ ایسا ہے ... اے غمگین! پھر اُس کو تنہائی میں پڑھنا

چوں بدزدی آں ز وَرّاق اے پسر ... پس بُرول رو زانبہی و شور و شر
اے بیٹا! جب تو اُس کو ردی فروش سے اڑا لے ... تو مجمع اور شور و شر سے باہر نکل جا

تو بخواں آں را بخود در خلوتے ... ہیں مجُو در خواندنِ آں شرکتے
تو تنہائی میں اُس کو خود پڑھ ... خبردار! اُس کے پڑھنے میں شرکت کی جستجو نہ کرنا

ور شود آں فاش ہم غمگیں مشو ... کہ نیابد غیرِ تو زاں نیم جو
اور اگر وہ ظاہر بھی ہو جائے تو بھی غمگین نہ ہونا ... کیونکہ اس میں تیرے سوا کوئی ادنیٰ آدھا جو بھی نہیں حاصل کر سکتا

ور کشد آں دیر ہیں زنہار تو ... وردِ خود کُن دمبدم لَا تَقْنَطُوْا
اور اگر اُس میں دیر لگے خبردار! تو ... ہر وقت اپنا ورد لَا تَقْنَطُوْا رکھنا

ایں بگفت و دستِ خود آں مُژدہ ور ... بر دلِ اُو زد کہ رو زحمت ببر
یہ کہا اور اُس خوشخبری دینے والے نے اپنا ہاتھ ... اُس کے دل پر رکھ دیا کہ جا محنت کر

چوں بخویش آمد زغیبت آں جواں ... می نگنجید از فرح اندر جہاں
جب وہ جوان غیب سے ہوش میں آیا ... خوشی سے دنیا میں نہ سماتا تھا

تاکہ اُس کو سکون حاصل ہو۔ غیبت۔ نیند اور بیداری کی کیفیت۔

۱ قصہ۔ اُس درویش کو ہاتف نے کہا ردّی فروش کے یہاں ایک پرچہ ہے وہ لے لے اُس نے وہ پرچہ لے لیا تو اُس میں لکھا تھا کہ فلاں قُبّہ کے پاس جاکر تیر چلا جہاں وہ تیر گرے اُس جگہ خزانہ مدفون ہے وہ نکال لینا۔ دید۔ اُس نوجوان نے خواب میں دیکھا پھر خود مولانا فرماتے ہیں خواب کی حالت نہ تھی بلکہ جس حالت میں اُس نے دیکھا وہ نیند اور بیداری کی درمیانی ایک کیفیت تھی اِسی کو اصطلاح میں واقعہ کہا جاتا ہے جو صوفیوں کو پیش آتا رہتا ہے۔

۲ ہاتف۔ غیب سے آواز دینے والا۔ وَرّاق۔ کاغذ فروش مراد ردّی کاغذ فروش ہے۔ رُقعہ۔ اُس پرچہ کی علامتیں بتائیں حزیں۔ غمگین۔ بدزدی حقیقت میں چوری نہ تھی اِسلئے کہ ردّی کے ٹکڑے کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ تو بخواں۔ پھر اُس کو تنہائی میں بلا شرکت غیرے پڑھنا تاکہ راز نہ کھلے۔

۳ ور شود۔ اِن احتیاطوں کے باوجود اگر راز کھل جائے تو غمگین نہ ہونا کیونکہ وہ خزانہ صرف تجھے ہی مل سکے گا۔ ور کشد اگر خزانہ ملنے میں دیر ہو تو مایوس نہ ہونا۔ لَا تَقْنَطُوْا۔ تم مایوس نہ ہو۔ ایں بگفت۔ اب وہ ہاتف نمودار بھی ہوگیا اور اُس نے اُس نوجوان کے سینہ پر ہاتھ رکھدیا

زہرۂ[ا۵] او بر دریدے از قلق | گر نبودے رفق و حفظ و لطفِ حق
دم گھٹنے سے اس کا پتہ پھٹ جاتا | اگر خدا کی نرمی اور حفاظت اور مہربانی نہ ہوتی

یک فرح آں کز پسِ ہفصد حجاب | گوشِ او بشنید از حضرت جواب
ایک خوشی یہ کہ سات سو پردوں کے پیچھے سے | اس کے کان نے اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے جواب سنا

از حجب چوں حسِ سمعش در گذشت | شد سر افراز و ز گردوں بر گذشت
جب اس کے سننے کی حس پردوں سے بڑھ گئی | وہ سر بلند ہوگیا اور آسمان سے بڑھ گیا

چوں[۵۲] گذارہ شد حسِ سمعش ز حجب | بر فلک برد او سر افرازی ز عجب
اس کے سننے کی حس جب پردوں سے گذر گئی | خود پسندی سے وہ اپنی سربلندی کو آسمان پر لے گیا

کے بود کاں حسِ چشمش ز اعتبار | زاں حجابِ غیب ہم یابد گذار
کب ہوگا کہ اسکی آنکھ کی حس عزت حاصل کرنے میں | ان غیب کے پردوں سے (بھی) گذر جائے

چوں گذارہ شد حواسش از حجاب | پس پیاپے گرددش دید و خطاب
جب اس کے حواس پردے سے گذر جائیں | تو اسکو پے در پے دیدار اور خطاب حاصل ہوگا

چوں سپاہِ زنگ پنہاں شد ز روم | تیغ زد خورشید و پیدا شد علوم
جب حبش کا لشکر، روم والوں سے چھپ گیا | سورج نے تلوار چلادی اور علوم پیدا ہوگئے

یک[۵۳] فرح آں کز سوال آمد خلاص | خواہدش حاصل شدن آں گنجِ خاص
ایک یہ خوشی کہ سوال سے خلاصی ہوگئی | اس کو وہ خاص خزانہ حاصل ہوجائے گا

یک فرح آنکہ نشد ردش دعا | عاقبت آمد اجابت مر ورا
ایک یہ خوشی کہ اس کی دعا رد نہ ہوئی | بالآخر اس کو قبولیت حاصل ہوگئی

جانبِ دکانِ وراق آمد او | دست میزد او بمشقش سو بسو
وہ ردی فروش کی دکان پر آیا | اسکے مشقی کاغذوں پر ادھر ادھر ہاتھ مارتا تھا

پیشِ چشمش آمد آں مکتوب زود | با علاماتے کہ ہاتف گفتہ بود
بہت جلد وہ لکھا ہوا (کاغذ) اسکی آنکھوں کے سامنے آگیا | ان علامتوں کے ساتھ جو ہاتف نے بتائی تھیں

در بغل زد گفت خواجہ خیر باد | ایں زماں وا میرسم اے اوستاد
اس نے بغل میں دبالیا کہا جناب خیریت سے رہیں | اے استاد! میں ابھی واپس آتا ہوں

نے وہ پرچہ تلاش کیا اور وہ اس کو مل گیا۔ خیر باد۔ خدا آپ کو خیریت سے رکھے۔ وا میرسم۔ اس وقت کام سے میں جارہا ہوں پھر فوراً واپس آجاؤں گا۔

ا۵ زہرہ۔ اس قدر خوش تھا کہ دم گھٹنے سے پتہ پھٹ جاتا اگر اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت نہ فرماتا۔ یک فرح۔ اسکی خوشی کی بہت سی وجہیں تھیں ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو دعا کا جواب دیا۔ ہفصد۔ سات سو بعض نسخوں میں نہصد نو سو ہے، پردوں کی کثرت مراد ہے۔ کے بود۔ جسطرح اسکی قوت سامعہ حجابات سے گزر کر سامع بن گئی اسی طرح یہ کب ہوگا کہ اس کی چشم دل حجابات سے گذر جائے اور اس کو قلبی مشاہدۂ حق حاصل ہوجائے۔

۵۲ چوں گذارہ شد۔ جب سالک کی قوت سامعہ اور باصرہ حجابات کو طے کرجاتی ہے تو پھر اسکو مسلسل اللہ تعالیٰ کی دید اور کلام حاصل ہونے لگتا ہے۔ چوں۔ اب سالک کی ایک تیسری کیفیت کا ذکر ہے کہ اسکے قلب پر واردات ہونے لگتی ہیں اسکو علوم و معارف لدنی حاصل ہونے لگتے ہیں۔ سپاہ زنگ۔ یعنی اوصاف بشری۔ روم۔ یعنی انوار خداوندی۔ تیغ زد خورشید۔ اب وجود حقیقی فنا کی تلوار چلادیتا ہے اور یہ فانی ہوکر بقا باللہ حاصل کرلیتا ہے اور حضرت حق کی صفتِ علمیہ سے مستفید ہونے لگتا ہے۔

۵۳ یک فرح۔ خوشی کی دوسری وجہ یہ تھی کہ اب اسکو خزانہ مل جائے گا۔ یک فرح آنکہ۔ خوشی کی تیسری وجہ یہ تھی کہ اس کی دعا مقبول ہوگئی۔ جانب۔ ہاتف کی آواز سننے کے بعد وہ پردیسی ردی فروش کے یہاں گیا اور اس

رفت کُنجِ خلوتے آں را بخواند | وز تحیرؔ والہٖ و حیراں بماند

وہ تنہائی کے گوشہ میں گیا، اُس کو پڑھا | اور حیرانی سے سرگشتہ اور ششدر رہ گیا

کہ بدیں پنہاں گنج نامہ بے بہا | چوں فتادہ ماند اندر مشقہا

کہ اِس طرح سے بے بہا گنجنامہ | مشق کا غذوں میں کیسے پڑا رہ گیا؟

باز اندر خاطرش ایں فکر جست | کز پئے ہر چیز یزداں حافظ ست

پھر اُس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا | کہ خدا ہر چیز کا نگہبان ہے

کے گذارد حافظ اندر اکتناف | کہ کسے چیزے رباید از گزاف

نگہبان، اپنی حفاظت میں کب موقع دیتا ہے؟ | کہ کوئی آدمی کوئی چیز خواہ مخواہ اڑائے

گر بیاباں پُر شود زرّ و نقود | بے رضائے حق جوے نتواں رُبود

اگر جنگل سونے اور نقد سے بھر جائے | اللہ (تعالےٰ) کی مرضی کے بغیر ایک جو نہیں لیا جاسکتا

ور بخوانی صد صُحُف بے سکتۂ | بے قدر یادت نماند نکتۂ

اگر تو سو کتابیں بغیر وقفہ کے پڑھ جائے | تقدیر کے بغیر تجھے ایک نکتہ یاد نہ رہے گا

ور کُنی خدمت نخوانی یک کتیب | علمہائے نادرہ یابی ز جیب

اگر تو خدمت کرے اور ایک کتاب (بھی) نہ پڑھے | تو گریباں میں سے نادر علوم حاصل کرے گا

شدؔ ز جیب آں کفِ موسیٰؑ ضو فشاں | کاں فزوں آمد ز ماہِ آسماں

(حضرت) موسیٰؑ کا ہاتھ گریبان سے نورافشاں ہوگیا | جو آسمان کے چاند سے بڑھ گیا

کانکہ می جُستی ز چرخِ باہیب | سر بر آورد ست اے موسیٰؑ ز جیب

کہ تو جس چیز کو پُرہیبت آسمان میں تلاش کرتا تھا | اے موسیٰؑ! وہ گریبان میں سے نمودار ہوگئی ہے

تا بدانی کاسمانہائے سمی | ہست عکسِ مُدرکاتِ آدمی

تاکہ تجھے معلوم ہوجائے کہ بلند آسمان | انسان کے علوم کا عکس ہیں

نےؔ کہ اوّل دستِ یزدانِ مجید | از دو عالم پیشتر عقل آفرید

کیا نہیں ہے کہ خداوند تعالےٰ کے دست (قدرت) نے | دونوں جہان سے پہلے عقل پیدا فرمائی؟

ایں سخن پیدا و پنہانست و بس | کہ نباشد محرمِ عنقا مگس

یہ بات بہت واضح اور مخفی ہے | کیونکہ عنقا کی محرم مکھی نہیں ہے

عقل کامل کی افضلیت جس قدر سمعی ہے وہ تو ظاہر ہے اور اُس کا کشفی حصہ اہل قال کی سمجھ سے باہر ہے کیونکہ اُس کی اور اہل قال کی سمجھ کی مثال عنقاء اور مکھی کی ہے۔

---

۵۱ وآلہ۔ سرگشتہ۔ بے بہا۔ اِس قدر قیمتی پرچہ کہ اُس کی قیمت کا اندازہ نہ لگایا جاسکے، ردّی کاغذوں میں کیسے پڑا رہ گیا۔ باز۔ پھر اُس کے دل میں خیال آیا کہ جب اللہ کسی چیز کا محافظ ہو تو غیر مستحق اُسکو کہاں لے جاسکتا ہے۔ گر بیاباں۔ یہ پرچہ تو چھپا ہوا تھا اگر بیابان سونے سے بھرا ہوا ہو جو سب کو نظر آئے تب بھی خدا کی مرضی کے بغیر اُس میں سے ایک دھڑی بھی نہیں لے سکتا۔ ور بخوانی۔ اسباب میں بھی تاثیر خدا ہی پیدا فرماتا ہے، ورنہ سبب بیکار ہے ور کنی۔ اللہ تعالےٰ بغیر اسباب کے بھی مُسبّب کو پیدا فرمادیتا ہے۔

۵۲ شد۔ حضرت موسیٰؑ کا ہاتھ گریبان میں ڈالنے سے چمکنے لگا تھا اور اُن کو یہ دکھا دیا گیا کہ جس نور کو تم آسمان سے طلب کر رہے تھے وہ تمہارے گریبان میں بھی موجود ہے۔ تا بدانی۔ حضرت موسیٰؑ کو گریبان میں سے نور عطا کرنے میں یہ تنبیہ بھی مقصود تھی کہ بلند آسمان بھی انسان کی قوت مدرکہ عقل کامل کا عکس یعنی تابع ہے، اِس سے انسان کی آسمانوں پر افضلیت ثابت ہوتی ہے۔

۵۳ نے کہ۔ بعض احادیث میں ہے۔ "اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ" سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے عقل کو پیدا کیا، عقل سے مراد عقلِ کامل ہے جو معرفت الٰہی کا ذریعہ ہے۔ ایں سخن۔

بازؔ سوی قصه باز آ اے پسر — قصهٔ گنج و فقیر آور بسر
اے بیٹا! پھر قصہ کی جانب واپس آجا — خزانہ اور فقیر کا قصہ ختم کر

تمامی قصهٔ آں فقیر و نشانِ جای آں گنج
اُس فقیر کے قصہ کی تکمیل اور اُس خزانہ کی جگہ کا پتا

اندراں رقعه نوشته بود ایں — که برونِ شهر گنجے داں دفیں
اُس پرچہ میں یہ لکھا تھا — کہ شہر کے باہر ایک خزانہ مدفون سمجھ

آں فلاں قبّه که دروے مشهد ست — پشتِ او در شهر و رو در فدفد ست
وہ فلاں قبّہ جس میں مزار ہے — جس کی پشت شہر کیطرف اور اگلا حصہ جنگل میں ہے

پشت با وے کن تو رو با قبله آر — وانگهاں از قوس تیرے درگذار
تو اُس کی طرف پشت کر اور مُنہ قبلہ کی جانب کر — پھر کمان سے تیر چلا

چوں فگندی تیر از قوس اے سعاد — برکن آں موضع که تیرت اوفتاد
اے محبوب! تو جب کماں سے تیر پھینکے — جس جگہ تیر گرے اُس کو کھود

پسؔ کمانِ سخت آورد آں فتیٰ — تیر پرّانید در صحنِ فضا
وہ نوجوان ایک سخت کمان لایا — (اور) میدان کے صحن میں تیر پھینکا

بیل آورد و تبر او شاد شاد — کند آں موضع که تیرش اوفتاد
(اور) وہ خوشی خوشی بیلچہ اور پھاوڑا لایا — جس جگہ تیر گرا اُس کو کھودا

کُند شد هم او و هم بیل و تبر — خود ندید از گنجِ پنهانی اثر
وہ بھی کُند ہوگیا اور بیلچہ اور پھاوڑا بھی — (اُس) مخفی خزانہ کا کوئی نشان نہ دیکھا

همچنیں هر روز تیر انداختے — لیک جای گنج را نشناختے
وہ روزانہ اسی طرح تیر پھینکتا — لیکن خزانہ کی جگہ نہ پہچانتا

چونکہؔ ایں را پیشه کرد او بر دوام — فجفجے در شهر افتاد و عوام
چونکہ اُس نے مسلسل یہ پیشہ بنا لیا — شہر اور عوام میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں

فاش شدنِ خبرِ آں گنج و رسیدن بگوشِ پادشاه
اُس خزانہ کی خبر کا پھیلنا اور بادشاہ کے کان میں پہنچنا

هر کسے در گفتگوی او فتاد — کایں چنیں بازی نباشد در نهاد
ہر شخص ایک بات کہنے لگا — کہ اس طرح کا کھیل (کسی کی) طبیعت میں نہیں ہوتا ہے

ف۱ باز۔ لہذا اِس بحث کو ختم کرکے اِسی فقیر اور خزانہ کا قصہ شروع کرنا چاہئے۔ اندراں وہ پرچہ جو اُس کوزدی فروش کی دکان سے ملا تھا اُس میں لکھا تھا کہ شہر سے باہر ایک خزانہ مدفون ہے۔ مشہد۔ مزار۔ فدفد۔ جنگل، ہموار زمین۔ سعاد عرب کی ایک مشہور محبوبہ کا نام ہے یہاں مطلقاً محبوب کے معنیٰ میں ہے۔

ف۲ پس کمان۔ مطلب تو یہ تھا کہ تیر کمان میں رکھکر بغیر چلّہ کھینچے چھوڑتا وہ سخت قسم کی کمان لایا اور زور سے چلّہ کھینچکر تیر چلایا اِسی لئے اُس کو پریشانی ہوئی۔ کُند۔ کھودتے کھودتے وہ بھی تھک گیا اور بیلچہ اور تیر بھی کُند ہوگیا۔ ہمچنیں۔ وہ روزمرّہ زور سے تیر چلاتا اور تیر گرنے کی جگہ کو کھودتا لیکن خزانہ کا کوئی نشان نہ ملتا۔

ف۳ چونکہ۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ یہ شخص روز یہ کام کر رہا ہے تو اُنمیں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔ فاش شدن۔ مشہور ہوجانا۔ کاینچنیں۔ اِس کا کام کوئی کھیل تو نہیں ہے بلکہ اِس کے کام میں کوئی خاص راز ہے۔

ہر کسے در گفتگوئ فاسدے | ہر طرف بر خاستش یک حاسدے
ہر شخص ایک بیہودہ بات میں | ہر جانب اس کا ایک حاسد پیدا ہوگیا

پس[۱] خبر کردند سلطاں را ازیں | آں گروہے کہ بُدند اندر کمیں
پھر انہوں نے اس کی بادشاہ کو خبر دی | ان لوگوں نے جو گھات میں تھے

عرض کردند آں سخن را زیر دست | کہ فلانے گنجنامہ یافت ست
انہوں نے وہ بات مخفی طور پر کہدی | کہ فلاں کو گنجنامہ ملا ہے

چوں شنید آں شخص کیں با شہ رسید | جز کہ تسلیم و رضا چارہ ندید
جب اس نے سنا کہ یہ بات بادشاہ تک پہنچ گئی | سوائے تسلیم اور رضا کے چارہ نہ دیکھا

پیش ازاں کاشکنجہ بیند زاں قباد | رُقعہ آورد و بہ پیش شہ نہاد
اس سے پہلے کہ اس بادشاہ کیجانب سے کوئی سختی دیکھے | پرچہ لایا اور بادشاہ کے سامنے رکھدیا

گفت تا[۲] ایں رقعہ را یابیدہ ام | گنج نے و رنج بیحد دیدہ ام
عرض کیا کہ جب سے میں نے یہ پرچہ پایا ہے | خزانہ تو نہیں البتہ بیحد تکلیف دیکھی ہے

خود نشد یک حبہ از گنج آشکار | لیک پیچیدم بسے من ہمچو مار
خزانہ کی ایک دمڑی ظاہر نہ ہوئی | لیکن میں نے سانپ کی طرح بہت بل کھائے

مُدتِ ماہے چنینم تلخ کام | کہ زیان و سُود ایں بر مَن حرام
ایک ماہ کی مدت سے میں اسی طرح ناکام ہوں | کہ اس کا نقصان و نفع مجھ پر حرام ہے

بُوکہ بختت بر کند زیں کاں غطا | اے شہ پیروز جنگ و دژ گشا
ہوسکتا ہے کہ آپ کا نصیبہ اس معدن سے یہ پردہ ہٹادے | اے جنگ میں کامیاب اور قلعہ کشا شاہ!

مُدتِ[۳] شش ماہ وافزوں پادشاہ | تیر می انداخت و برمی کند چاہ
چھ مہینے سے کچھ زیادہ مدت تک بادشاہ | تیر چلاتا تھا اور کنواں کھودتا تھا

ہر کُجا سختہ کمانے بُود چست | تیر می انداخت ہر سُو گنج جُست
جہاں کہیں بھی کوئی سنجیدہ کمان والا چالاک آدمی تھا | وہ تیر پھینکتا اور ہر جانب خزانہ کو تلاش کرتا تھا

غیر تشویش و غم و طاماتے | ہمچو عنقا نام فاش و ذاتے نے
سوائے پریشانی اور غم اور بیہودہ گوئی کے کچھ نہیں | عنقا کی طرح نام مشہور اور ذات ندارد

نومید شدنِ آں پادشاہ از نا یافتنِ آں گنج و ملول

اس خزانہ کے نہ پانے سے پادشاہ کا ناامید ہونا اور اس

---

۱ پس۔ لوگوں کو جستجو سے پتہ چل گیا کہ وہ خزانہ کی تلاش میں ہے اور اس کے ہاتھ کوئی گنجنامہ آیا ہے تو حاسدوں نے بادشاہ سے جاکہا۔ چوں شنید۔ جب اس فقیر نے سنا کہ بادشاہ تک خبر پہنچ گئی ہے تو اس سے پہلے کہ گنجنامہ مجبوراً بادشاہ کو دینا پڑے اپنی خوشی سے بادشاہ کے سامنے پیش کردیا۔

۲ گفت۔ بادشاہ سے یہ بھی کہا کہ جب سے یہ گنجنامہ ملا ہے روز کھدائی کرتا ہوں لیکن سوائے تکلیف کے اب تک کچھ حاصل نہیں ہوا ہے بل آئے۔ سانپ کا بل کھانا مشہور ہے۔ تلخ کام۔ ناکام۔ کہ زیاں۔ اگر خزانہ مل جاتا تو اس سے تجارت کرنے میں مجھے نفع و نقصان پہنچ سکتا تھا۔ بوکہ۔ بُوَد کہ۔ غطا۔ ڈھکن۔ اے شہ۔ اے شاہ آپ جو کہ فاتح جنگ اور قلعوں کو فتح کرنے والے ہیں۔

۳ مدت۔ چھ ماہ تک بادشاہ تیر اندازی کرتا رہا اور جگہ اتنی گہری کھدواتا رہا کہ کنواں بنجاتا تھا۔ ہر کجا۔ بادشاہ ہر جگہ سے تیر انداز بلواتا تھا اور تیر گرنے کی جگہ خزانہ تلاش کرتا تھا۔ سختہ کمان۔ کمان کو کھینچ کر تیر چلانے والا۔ طامات۔ بیہودہ باتیں۔

شدنِ اُو از طلبِ آں گنجِ سعاد

نیک بختی کے خزانہ کی طلب سے اُس کا عاجز آجانا

چونکہ[51] تعویق آمد اندر عرض و طول
جبکہ عرض و طول میں رکاوٹ آئی

شاہ شُد زاں گنج دل سیر و ملول
بادشاہ کا اُس خزانہ سے دل بھر گیا اور ملول ہوگیا

دشتہا را گز گز آں شہ چاہ کند
جنگلوں میں ایک ایک گز پر بادشاہ نے کنواں کھدوادیا

می ندید از گنجِ اُو جز ریشخند
خزانہ سے، سوائے مذاق کے کچھ نہ دیکھا

پس طلب کرد آں فقیرِ دردمند
پھر اُس نے اُس دردمند فقیر کو طلب کیا

رُقعہ را از خشم پیشِ اُو فگند
غصے سے پرچہ اُس کے سامنے پھینک دیا

گفت گیر ایں رُقعہ کِش آثار نیست
کہا یہ پرچہ لے اسکے کچھ نشان نہیں ہیں

تو بدیں اولیٰ تری کت کار نیست
تو اِس کے مناسب ہے، چونکہ تجھے کوئی کام نہیں ہو

نیست ایں کارِ کسے کِش ہست کار
یہ اُس کا کام نہیں ہے، جسے کوئی کام ہو

گر بسوزد گل نگردد گردِ خار
اگر پھول جل جائے تو وہ کانٹے کے چکر نہیں کاٹتا ہے

نادر افتد[52] اہلِ ایں ماخولیا
ایسے مالیخولیے والے کم ہوتے ہیں

مُنتظِر کِش روید از آہن گیا
جو مُنتظر ہوں کہ اُن کیلئے لوہے سے گھاس اُگے

سخت جانے باید ایں فن را چو تو
اِس کام کے لئے تجھ جیسا سخت جان چاہیے

تو کہ داری جانِ سخت ایں را بجُو
چونکہ تو سخت جان ہے اِس کی تلاش کر

گر نیابی نبودت ہرگز ملال
اگر تو نہ پائے گا تجھے رنج نہ ہوگا

ور بیابی آں بتو کردم حلال
اور اگر تو پائے گا تو میں نے تیرے لئے حلال کیا

عقل راہِ نا اُمیدی کے رَوَد
عقل، نا امیدی کے راستہ پر کب دوڑتی ہے؟

عشق باشد کاں طرف بر سر دَوَد
عشق ہی ہوتا ہے جو اُس جانب سر کے بل دوڑتا ہے

لا اُبالی[53] عشق باشد نے خِرَد
بے پروا عشق ہوتا ہے، نہ کہ عقل

عقل آں جُوید کزاں سُودے بَرَد
عقل وہ تلاش کرتی ہے، جس سے نفع اٹھائے

ترکتاز و تن گداز و بے حیا
غارتگر اور بدن گھلانے والا ہے اور بے شرم ہے

در بلا چوں سنگ زیرِ آسیا
مصیبت میں چکی کے نچلے پاٹ کی طرح وہ ہے

سخت رُوئی کہ ندارد ہیچ پُشت
ایسا ڈھیٹ کہ پُشت نہیں پھیرتا

بہرہ جُوئی را درونِ خویش کُشت
اُس نے اپنے اندر مقصد برآری کو فنا کر دیا ہے

---

۵۱ چونکہ۔ جب خزانہ کے ملنے میں لمبی چوڑی تاخیر ہوئی تو بادشاہ رنجیدہ ہوگیا۔ ریشخند۔ مذاق۔ تو بدیں۔ چونکہ تجھے اور کوئی کام نہیں ہے لہذا یہ بیکار کام کرتا رہ۔ گر بسوزد۔ یعنی اصل مقصد حاصل نہ ہو تو بیکار کام میں نہیں لگتا ہے۔

۵۲ نادر افتد۔ خزانہ کا کھودنا تو ایسی دیوانگی ہے کہ کوئی لوہے میں سے گھاس اُگانا چاہے۔ ملال۔ تجھے رنج نہ ہوگا اِس لئے کہ تجھے اور کام نہ تھا۔ عقل۔ بادشاہ کی جستجو عقلی تھی وہ مایوس ہوگیا لیکن اُس فقیر کی جستجو عشق کی بنیاد پر تھی وہ مایوس نہ ہوا۔

۵۳ لا اُبالی۔ عشق بے پروا ہے اور عقل فائدے کی طرف دوڑتی ہے۔ ترکتاز۔ عشق اپنی ہر چیز لٹا دیتا ہے اور ننگ و ناموس کی پروا نہیں کرتا ہے چکی کے نچلے پاٹ کی طرح مصائب جھیلتا ہے۔ سخت رُوی۔ ڈٹ جاتا ہے کبھی رُوگردانی نہیں کرتا ہے وہ مقصود جوئی کو فنا کر چکا ہے۔

پاکؔ می بازد نہ جُوید مزد اُو — آنچناں کہ پاک می گیرد ز ہُو

پاکبازی اختیار کرتا ہے، مزدوری کی جستجو نہیں کرتا ہے — جیسا کہ وہ اللہ (تعالیٰ) سے پاک حاصل کرتا ہے

می دہد حق ہستیش بے علّتے — می سپارد باز بے علّت فتے

اللہ (تعالیٰ) اُنکو کسی غرض کے بغیر وجود عطا کرتا ہے — پھر کسی سبب کے بغیر جوان اسکو واپس کر دیتا ہے

کہ فتوّت دادن بے علّت ست — پاکبازی خارج ہر ملّت ست

کیونکہ جوانمردی، بغیر غرض کے دینا ہے — پاکبازی ہر ملت سے خارج ہے

زانکہ ملّت فضل جُوید یا خلاص — پاکبازانند قربانانِ خاص

کیونکہ ملت ثواب ڈھونڈتی ہے یا نجات — پاکباز لوگ، ذات خاص (اللہ تعالیٰ) کے قربان ہیں

نے خدا را امتحانے می کُنند — نے درِ سُود و زیانے می زنند

نہ وہ خدا کو آزماتے ہیں — نہ وہ نفع اور نقصان کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں

نومید شدن و باز دادن پادشاہ آں گنجنامہ را باں فقیر کہ بگیر

بادشاہ کا ناامید ہوجانا اور گنجنامہ کو اُس فقیر کو واپس کر دینا کہ لے

کہ ما از سرِ ایں گنج در گذشتیم

کیونکہ ہم اس خزانہ کے خیال سے باز آئے

چونکہ رُقعہ گنج پُر آشوب را — شہ مُسلّم داشت آں مکروب را

جب پُرفتنہ خزانہ کا پرچہ — شاہ نے اُس مصیبت زدہ کے سپرد کر دیا

گشت ایمن اُو ز خصمان و زنیش — رفت و می پیچید در سودائے خویش

وہ دشمنوں اور نیش (زنی) سے مطمئن ہو گیا — وہ چلا گیا (اور) اپنے شوق میں پیچاں (و غلطاں) ہو گیا

یار کرد اُو عشقِ دردؔ اندیش را — کلب لیسد خویش ریش خویش را

اُس نے درد اندیش عشق کو دوست بنالیا — کتا اپنے زخم کو خود چاٹتا ہے

عشق را در پیچش خود یار نیست — محرمش در دِہ یکے دیار نیست

پیچ (وتاب) میں عشق کا کوئی دوست نہیں ہے — اُس کا محرم، گاؤں میں کوئی رہنے والا نہیں ہے

نیست از عاشق کسے دیوانہ تر — عقل از سودای اُو کور ست و کر

عاشق سے زیادہ دیوانہ کوئی نہیں ہے — عقل اُس کے جنوں سے اندھی اور بہری ہے

زانکہ ایں دیوانگی عام نیست — طب را ارشادِ ایں احکام نیست

کیونکہ یہ عام دیوانگی نہیں ہے — طب کو ان احکام کی راہبری (حاصل) نہیں ہے

---

۵۱ پاک۔ یعنی پاکباز ہے اُس کے کام غرض سے خالی ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کے کام بغیر غرض کے ہیں۔ می دہد۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کو وجود بغیر کسی غرض کے عطا کیا وہ بھی اپنا وجود اللہ کی جناب میں بغیر غرض کے پیش کر دیتا ہے۔ کہ فتوت۔ اصل جوانمردی یہی ہے کہ بغیر کسی غرض کے داد و دہش ہو اِس طرح کی جوانمردی ملت کے ظاہر پرستوں میں نہیں ہوتی ہے۔ زانکہ۔ ظاہر پرست مذہبی انسان عبادت یا ثواب حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے یا دوزخ سے خلاصی کے لئے کرتا ہے۔

۵۲ پاکباز۔ بے غرض لوگ صرف ذاتِ خداوندی پر قربان ہیں۔ چونکہ۔ جب بادشاہ نے اُسکو پرچہ واپس کر دیا تو اب وہ ہر طرح مطمئن ہو گیا۔ اور پھر اپنی دُھن میں لگ گیا۔ پُر آشوب۔ اُس پرچہ کی وجہ سے کہدائی کی مصیبتیں اٹھانی پڑی تھیں۔ مکروب۔ مصیبت زدہ۔ نیش۔ یعنی دشمنوں کی نیش زنی۔

۵۳ درد اندیش۔ عشق درد اور غم و الم کی سوچتا ہے۔ کلب۔ جس طرح کُتا خود اپنے زخم کا علاج کرتا ہے اسی طرح عاشق اپنے عشق میں کسی دیگر کا سہارا نہیں ڈھونڈھتا ہے عشق را۔ عشق کا کوئی ساتھی نہیں نہ اُسکا کوئی محرم راز ہوتا ہے۔ دیوانہ تر۔ کوئی عقل کی بات نہیں سوچتا اسی لئے عقل کو اُسکے کاموں کی کوئی خبر نہیں ہے زانکہ۔ طب میں عام جنونوں کا علاج ہے عقل کی دلیلوں سے کوئی اُن کا علاج نہیں کرسکتا۔

گر طبیبی[۵۱] را رسد زیں گوں جنوں — دفتر طب را فرو شوید بخوں

اگر کسی طبیب کو اس قسم کا جنوں ہو جائے — وہ خون سے، طب کا دفتر دھو ڈالے

طب جملہ عقلہا مدہوش اوست — روئ جملہ دلبراں روپوش اوست

تمام عقلوں کی طب اس سے حیران ہے — تمام معشوقوں کا چہرہ اس کا پردہ ہے

روی در روی خود آرا ے عشق کیش — نیست اے مفتوں ترا جز خویش خویش

اے عاشق! اپنا رخ اپنی طرف کر — اے دیوانے! تیرے سوا تیرا کوئی اپنا نہیں ہے

قبلہ از دل ساخت آمد در دعا — لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

اس نے دل سے قبلہ بنایا، دعا میں لگ گیا — انسان کیلئے نہیں ہے مگر وہ جو وہ کوشش کرے

پیش[۵۲] ازاں کو پاسخے نشنیدہ بود — سالہا اندر دعا پیچیدہ بود

اس سے پہلے کہ اس نے جواب نہ سنا تھا — سالوں دعا سے لپٹا رہا تھا

بے اجابت بر دعاہا می تنید — از کرم لبیک پنہاں می شنید

بغیر قبولیت کے دعاؤں پر مستعد تھا — کرم سے مخفی لبیک سنتا تھا

چونکہ بے دف رقص میکرد آں علیل — ز اعتماد جود خلاق جلیل

جبکہ وہ بیمار بغیر دف کے رقص کرتا تھا — بزرگ خلاق کی سخاوت کے بھروسہ پر

سوئ او نے ہاتف و نے پیک بود — گوش امیدش پر از لبیک بود

اس کی جانب نہ کوئی ہاتف تھا اور نہ قاصد — اس کی امید کا کان لبیک سے پر تھا

بے زباں[۵۳] می گفت امیدش تعال — از دلش می رفت آں دعوت ملال

امید اس کو بغیر زبان کے کہتی تھی، آجا — وہ بلانا اس کے دل سے ملال کو صاف کر دیتا تھا

آں کبوتر را کہ بام آموختست — تو مخواں میرانش کاں پر دوختست

جس کبوتر کو اٹاری (پر بیٹھنا) سکھا دیا ہے — تو اس کو نہ بلا، اس کو بھگا کیونکہ اسکے پر سلے ہوئے ہیں

اے ضیاء الحق حسام الدیں برانش — کز ملاقات تو بر رستست جانش

اے ضیاء الحق حسام الدین! اس کو بھگا — کیونکہ تیری ملاقات سے اس کی جان اگی ہے

گر برانی مرغ جانش از گزاف — ہم بگرد بام تو آرد طواف

اگر تو بے وجہ اسکے مرغ جان کو بھگائے گا — وہ تیری اٹاری کا چکر لگائے گا

---

[۵۱] گر طبیبی۔ یہ تو وہ بیماری ہے کہ اگر طبیب کو بھی لگ جائے تو وہ خون کے آنسوؤں سے طب کی کتابوں کو دھو ڈالے۔ طب۔ تمام عقلی طبیب عشق کے معاملہ میں حیران ہیں تمام معشوقوں کا چہرہ اس عشق کا برقعہ ہے جس میں جمال عشق پوشیدہ ہے اور صورت پرست ان صورتوں کو مقصود سمجھ بیٹھے ہیں اور ان کو اپنا رفیق بنانا چاہتے ہیں حالانکہ عشق کا کوئی رفیق نہیں ہے۔ روی۔ جبکہ عشق کا کوئی رفیق نہیں ہے تو کسی دوسرے کیجانب رفاقت کی نظر سے نہ دیکھ تو خود ہی اپنا رفیق ہے۔ قبلہ۔ یعنی اس فقیر نے دل کی طرف توجہ کرکے دعا شروع کر دی۔ لیس۔ دعا اس لئے شروع کی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ انسان کی کوشش ہی اس کے کام آتی ہے۔

[۵۲] پیش ازاں۔ گنجنامہ ملا تھا جب بھی وہ دعا کرتا تھا لب تو اسکو بشارت بھی مل گئی تھی۔ بے اجابت۔ دعا کی قبولیت کی بشارت بھی نہ ملی تھی لیکن دل سے دعا کرتا تھا اور لبیک کی مخفی آواز سنتا تھا یعنی سمجھتا تھا کہ دعا کی توفیق خدا کی قبولیت ہے۔ چونکہ۔ جبکہ بغیر دف یعنی بشارت کے اسکا رقص یعنی دعا کی مصروفیت تھی تو اب کیوں نہ ہوتی ہاتف یعنی غیبی آواز نے پرچہ کی بشارت نہ دی تھی لیکن وہ قبولیت سے پر امید تھا۔

[۵۳] بے زباں۔ جب اسکی امید اللہ تعالے کی جانب اسکو دعوت دیتی تھی تو اسکی سب تھکن اتر جاتی تھی۔ آں کبوتر۔ ایسی روح جیسی اس فقیر کی تھی، پالتو کبوتر ہے اسکو بلانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اے ضیاء الحق۔ جن شخصوں کی روح اس فقیر کی روح کی طرح ہے اگر تم انکو اپنی جانب سے ہٹاؤ گے تب بھی وہ تمہاری صحبت ترک نہ کرینگے۔ گزاف۔ یعنی بلا وجہ بھی بھگاؤ گے تو وہ کبیدہ خاطر نہ ہوگا۔

چینۂ[1] نقلش ہمہ بر بامِ تست / پر زناں بر اوجِ مستِ دامِ تست

اُس کا دانہ اور غذا سب تیری اٹاری پر ہے / بلندی پر پرواز کرتا ہوا تیرے جال کا عاشق ہے

گر دمے منکر شود دزدانہ روح / در ادائے شکرت اے فتحِ فتوح

اگر روح کسی وقت چوروں کی طرح منکر بنتی ہے / اے فیوض کی کشادگی! تیرے شکر کی

شحنۂ عشقِ مکرر کینہ اش / طشتِ آتش می نہد بر سینہ اش

مکرر کینہ والا عشق کا کوتوال / اُس کے سینہ پر آگ کا طشت رکھتا ہے

کہ بیا سوئے مہ و بگذر ز گرد / شاہِ عشقت خواند زوتر باز گرد

کہ سورج کی جانب آ اور گرد سے گذر جا / تجھے عشق کے شاہ نے بلایا ہے جلد پلٹ

گردِ ایں بام و کبوتر خانہ من / چوں کبوتر پر زنم مستانہ من

میں اِس اٹاری اور کبوتر خانہ کے گرد / کبوتر کی طرح مستی میں اُڑتا ہوں

جبرئیلِ[2] عشقم و سدرم توئی / من سقیمم عیسیٔ مریم توئی

میں عشق کا جبرئیل ہوں اور تو میرا سدرہ ہے / میں بیمار ہوں اور میرا عیسیٰ (ابن) مریم تو ہے

جوش دہ آں بحرِ گوہر بار را / خوش بپرس امروز ایں بیمار را

موتی برسانے والے اُس سمندر کو جوش میں لا / آج اِس بیمار کی اچھی طرح (مزاج) پرسی کرلے

چوں تو آنِ اُو شدی بحر آنِ تست / گرچہ ایں دم نوبتِ بحرانِ تست

جب تو اُس کا ہو گیا سمندر تیری ملکیت ہے / اگرچہ اِس وقت تیرے بحران کی باری ہے

ایں خود آں نالہ است کو کرد آشکار / آنچہ پنہان ست یا رب زینہار

یہ وہ نالہ ہے جس کو اُس نے ظاہر کیا ہے / جو چھپا ہوا ہے، خدا کی پناہ

دو دہاں[3] داریم گویا ہمچو نے / یک دہاں پنہانست در لبہائے وے

ہم نے کی طرح دو بولنے والے منہ رکھتے ہیں / ایک منہ اُس کے ہونٹوں میں پوشیدہ ہے

یک دہاں نالاں شدہ سوئے شما / ہائے و ہوئے در فگندہ در ہوا

ایک منہ تمہاری جانب نالہ کر رہا ہے / اُس نے فضا میں شور برپا کر دیا ہے

لیک داند ہر کہ اُو را منظر ست / کہ فغانِ ایں سرے ہم زاں سر ست

لیکن ہر وہ شخص جانتا ہے جس میں نظر ہے / کہ اِس جانب کی فریاد بھی اُس جانب کی ہے

---

[1] چینہ۔ چونکہ اُن روحوں کو آپ کی صحبت سے غذا ملتی ہے لہٰذا وہ اُسی کی شیدائی ہیں گردمے۔ اگر کسی وقت یہ روح منکر ہوتی ہے یعنی تقاضائے عشق و محبت کی ادائیگی میں کوتاہی کرتی ہے تو شحنۂ عشق پھر آگ کو بھڑکا دیتا ہے۔ مکرر یعنی شحنۂ عشق بار بار اپنا کینہ نکالنے والا ہے۔ کہ بیا۔ عشق کا کوتوال کہتا ہے کہ چاند یعنی محبوب کی طرف رجوع کر۔ شحنۂ عشق سے خود عشق مراد لیا گیا اور شاہِ عشق سے مراد محبوب ہے۔ گرد۔ مولانا فرماتے ہیں میں ضیاء الحق کی اٹاری کا کبوتر ہوں۔

[2] جبرئیل۔ حضرت جبرئیل کا منتہٰی سدرۃ المنتہٰی ہے۔ جوش۔ اپنے فیوض و برکات کے سمندر کو جوش دیجئے اور مجھ بیمار کی اچھی طرح پرسش کیجئے۔ چوں۔ مجھے مراد حق تعالیٰ ہے حدیث شریف ہے مَن کانَ لِلّٰہِ کانَ اللّٰہُ لَہٗ جو خدا کا ہو گیا خدا اُس کا ہو گیا۔ گرچہ فی الحال۔ اگرچہ تجھے یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے۔ ایں خود۔ میں التجا اور زاری کر رہا ہوں یہ بھی اُسی کا عطیہ ہے اور یہ اُس درد کا تھوڑا سا اظہار ہے۔

[3] دو دہاں۔ جس طرح بانسری کے دو منہ ہوتے ہیں ایک بجانے والے کے منہ میں دوسرا سامعین کی جانب اور جو کچھ سننے والے سنتے ہیں وہ وہی ہوتا ہے جو نے نواز کا منہ اُس کے منہ میں پھونکتا ہے اِسی طرح میرا نالہ و شیون بھی اُس محبوب کا فعل ہے۔ لیک۔ جو صاحب نظر ہے وہ جانتا ہے کہ میری آہ و فغان میری نہیں ہے بلکہ وہی محبوب مجھ سے کرا رہا ہے۔

دمدمہ[1] این نایِ از دمہائے اوست | ہائے ہوئے روح از ہیہائے اوست

اس نے کا شور اس کی پھونکوں سے ہے | روح کی ہائے وہو اس کی ہائے وہو کی وجہ سے ہے

گر نبودے با لبش نے را سَمَر | نے جہاں را پُر نکردے از شکر

اگر نے کا اس کے ہونٹوں سے وصل نہ ہوتا | نے، دنیا کو شکر سے پُر نہ کرتی

با کہ خفتی وز چہ پہلو خاستی | کہ چنیں پُر جوشش چوں دریاستی

آپ کس کے ساتھ سوئے اور کس پہلو سے بیدار ہوئے؟ | کہ آپ ایسے جوش میں، دریا کی طرح ہیں

یا اَبِیتُ عِندَ رَبِّی خواندئی | در دلِ دریائے آتش راندئی

یا آپ نے میں اپنے خدا کے پاس رات گذارتا ہوں پڑھا ہے | اپنے آپ کو آگ کے دریا کے وسط میں ڈال دیا ہے

نعرہ[2] یا نارُ کُونِی بارِدا | عصمتِ جانِ تو گشت اے مقتدا

اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا کا نعرہ | اے مقتدا! آپ کی جان کی حفاظت بن گیا ہے

اے ضیاء الحق حسام الدین و دل | کے تواں اندود خورشیدے بگِل

اے ضیاء الحق آپ دین اور دل کی تلوار ہیں | سورج کو مٹی میں کب چھپایا جا سکتا ہے؟

قصد کردستند این گِل پارہا | کہ بپوشانند خورشیدِ ترا

ان مٹی کے ڈھیلوں نے ارادہ کیا ہے | کہ آپ کے سورج کو چھپا دیں

در دلِ کہ لعلہا دلالِ تست | باغہا از خندہ مالامالِ تست

پہاڑ کے دل کے لعل آپ کے دلال ہیں | باغ مسکراہٹ میں آپ سے مالا مال ہیں

محرمِ مردیت را کو رستمے | تا ز صد خرمن یکے جو گفتمے

آپ کی جوانمردی کا رازدار رستم کہاں ہے؟ | کہ سیکڑوں انبادوں میں سے ایک جو بھر بیان کر دیتا

چوں[3] نخواہم کز سرت آہے کنم | چوں علیؓ سر را فرو چاہے کنم

میں جب چاہتا ہوں کہ آپ کے راز کی ایک آہ کروں | (حضرت) علیؓ کی طرح سر کنویں میں کرتا ہوں

چونکہ اخواں را دل کینہ ور است | یوسفم را قعرِ چہ اولیٰ تر است

چونکہ بھائیوں کا دل کینہ ور ہے | میرے یوسف کے لئے کنویں کی گہرائی زیادہ بہتر ہے

مست گشتم خویش بر غوغا زنم | چہ چہ باشد خیمہ بر صحرا زنم

میں مست ہو گیا ہوں میں اپنے آپ کو شور و غل پر پھینکے مارتا ہوں | کنواں کیا ہوتا ہے، جنگل میں خیمہ لگاتا ہوں

---

[1] دمدمہ۔ اس بانسری کا جو کچھ نوحہ ہے وہ اُس کی پھونکوں کا اثر ہے۔ اَلسُّلطانُ یَتَصَرَّفُ فِی مُلکِہٖ کَیفَ یَشَاءُ "بادشاہ اپنی ملکیت میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے"۔ گر نبودے۔ اگر یہ نالہ و زاری محبوب کی جانب سے نہ ہوتی تو اس میں اس قدر جذب نہ ہوتا اور وہ دنیا کو شکر سے پُر نہ کرتا۔ با کہ خفتی۔ اے ضیاء الحق یقیناً آپ رات کو عشق کے ہم آغوش تھے تب ہی آپ میں اس قدر جوش و خروش ہے۔ یا ابیتُ۔ آنحضور کا ارشاد ہے "اَبِیتُ عِندَ رَبِّی یُطعِمُنِی وَیَسقِینِی" "میں اپنے رب کے پاس رات گذارتا ہوں تو مجھے کھلا پلا دیتا ہے" یعنی آپ کو رات میں وصالِ حق میسر آیا ہے۔

[2] نعرہ۔ باوجود اس کے کہ آپ نے خود کو دریائے آتش میں ڈال دیا پھر بھی آپ زندہ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ والا معجزہ پیش آیا ہے۔ اے ضیاء الحق۔ جبکہ تمہارے جوش و خروش سے بہت سے مستفید ہو رہے ہیں تو چند حاسدوں کے سورج پر مٹی ڈالنے سے سورج نہیں چھپ سکتا۔ گِل پارہا۔ مٹی کے ڈھیلے۔ محرم۔ آپ میں جو کمالات ہیں اگر کوئی اُن کو سننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو میں اس خرمن میں سے ایک جَو کی بقدر بیان کر سکتا ہوں اس شعر میں "را" زائد ہے۔

[3] چوں نخواہم۔ حضرت علیؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ جب بعض اسرار کے چھپانے سے عاجز آ جاتے تھے اور کوئی ہمراز نہ ملتا تھا جس کو سنا کر دل ہلکا کر سکیں تو کنویں میں منہ ڈال کر وہ راز کہہ دیتے تھے۔ چونکہ۔ جب باہر دشمن ہی دشمن ہوں تو پھر کنواں ہی بہتر ہے ایسی جان تو بچی رہے گی۔ مست۔ لیکن اب میری کیفیت یہ ہے کہ مستی کی زیادتی کی وجہ سے رازوں کے چھپانے پر قدرت نہیں ہے لہٰذا اب میں علی الاعلان راز کہہ دوں گا۔

[۵۱] برکفِ من نہ شرابِ آتشیں
میرے ہاتھ پر آتشیں شراب رکھ دو
وانگہاں کرّ و فرِ مستانہ بیں
پھر مستانہ شان و شوکت دیکھو

منتظر گو باش بے گنج آں فقیر
کہہ دو، وہ فقیر بغیر خزانہ کے منتظر رہے
زانکہ ما غرقیم ایں دم در عصیر
کیونکہ ہم اِس وقت شراب میں غرق ہیں

از خدا خواہ لے فقیر ایں دم پناہ
اے فقیر! اِس وقت خدا سے پناہ چاہ
از منِ غرقہ شدہ یاری مخواہ
مجھ ڈوبے ہوئے سے مدد نہ چاہ

کہ مرا پروائے ایں اَسناد نیست
کیونکہ مجھے اِس سند کی پروا نہیں ہے
از خود واز ریشِ خویشم یاد نیست
مجھے اپنی اور اپنی داڑھی کی یاد نہیں ہے

بادِ سُبلت کے بگنجد وآبِ رُو
آبرو اور غرور کہاں سمائے گا؟
در [۵۲] شرابے کہ نگنجد تارِ مُو
اُس شراب میں جس میں بال نہیں سماتا ہے

در دہ اے ساقی یکے رطلِ گراں
اے ساقی! ایک بھاری جام دے
خواجہ را از ریش و سُبلت وارہاں
خواجہ کو داڑھی اور مونچھوں سے نجات دے

نخوتش بر ما سبالے میزند
اُس کا تکبر ہم پر مونچھوں کو تاؤ دیتا ہے
لیک ریش از رشکِ ما بر میکَنَد
لیکن وہ ہمارے رشک سے داڑھی نوچتا ہے

ماتِ اُو شو ماتِ اُو شو ماتِ اُو
تو اُس سے مات کھا، تو اُس سے مات کھا، اُس سے مات
کہ ہمیدانیم تزویرات اُو
کیونکہ ہم تو اُس کی مکاریاں جانتے ہیں

از [۵۳] پسِ صد سال آنچہ آید برُو
سو سال بعد جو اس پر آئے گا
پیر می بیند معیّن مُو بمُو
شیخ معین طریقہ پر بالموجود دیکھ لیتا ہے

اندر آئینہ چہ بیند مردِ عام
عام انسان آئینہ میں وہ کونسی چیز دیکھتا ہے؟
کہ نہ بیند پیر اندر خشتِ خام
جو شیخ کچی اینٹ میں نہ دیکھ لے

آنچہ لحیانی بخانہ خود ندید
جو کچھ داڑھیلے نے اپنے گھر میں نہ دیکھا
ہست بر کوسہ یکایک آں پدید
وہ بے ریش پر ایک ایک ظاہر ہے

اِس غرور کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا تو اُسکی سزا کو فی الحال نہیں دیکھ رہا ہے لیکن ہمیں وہ نظر آ رہی ہے۔ اندر آئینہ۔ سزا اور تکبر کے بد نتائج جو تو سو سال کے بعد دیکھے گا ہمیں ابھی سے نظر آ رہے ہیں عوام جس چیز کو آئینہ میں دیکھتے ہیں شیوخ اُس کو کچی اینٹ میں دیکھ لیتے ہیں جس پر معمولی جلا بھی نہیں ہوتی ہے۔ لحیانی۔ گھر کے اندر کی چیز جو داڑھی والا نہیں دیکھ پاتا بچہ اُس کو دیکھ لیتا ہے محرموں کے چھپے ہوئے اعضاء بڑی عمر کا انسان نہیں دیکھ پاتا بچے دیکھ لیتے ہیں۔

---

[۵۱] برکف۔ ایک توجہ اور ڈال دیجئے پھر میری مستی کی شان دیکھیئے۔ منتظر۔ اگرچہ فقیر کا قصہ خزانے ملنے تک میں پورا نہیں کرسکا ہوں اور وہ اُس مراد کا منتظر ہے لیکن مجھ پر شراب کی مستی طاری ہے اب مجھے اُس کی جگہ کی تلاش کی فرصت نہیں ہے۔ عصیر یعنی انگور کا نچوڑ، شراب۔ از خدا۔ اب میں فقیر کی کوئی مدد نہیں کرسکتا وہ صرف خدا کی پناہ چاہے۔ اَسناد۔ یعنی وہ پرچہ جس میں خزانہ کی بات مذکور تھی۔ از خود۔ میں خود اپنے آپ کو فراموش کر چکا ہوں تو پرچہ کی مجھے کیا پروا ہے۔ بادِ سبلت۔ تکبر و غرور۔ آبرو۔ وجاہت۔

[۵۲] در شرابے۔ جو شراب اِس قدر مُصفّٰی ہے کہ اُس میں بال بھی نظر آجاتا ہے اُس شراب کے بعد انسان میں تکبر اور حُبِ جاہ بالکل باقی نہیں رہتی۔ دردہ۔ تکبر و غرور کے ازالہ کا یہی علاج ہے کہ انسان شرابِ عشق پئے۔ رطلِ گراں۔ بڑا پیمانہ۔ نخوتش۔ چونکہ وہ خواجہ شرابِ عشق سے خالی ہے اور ہماری مستی کے خلاف مونچھوں کو تاؤ دیتا ہے یعنی تفاخر کرتا ہے لیکن اُس کے اِس فعل کا ضرر اُسی کو پہنچتا ہے اور وہ خود اپنی داڑھی نوچتا ہے ماتِ اُو شو۔ اب اُس خواجہ کو تو بیخ کرتے ہیں اچھا اگر تو ہم فقیروں سے تکبر کرتا ہے تو کرتا رہ ہمیں اِس کا کوئی نقصان نہ پہنچے گا ہم اِس تکبر کی مکاریوں سے واقف ہیں۔

[۵۳] از پس۔ تجھے لامحالہ اپنے

رَوْ[۱] بدریائے کہ ماہی زادۂ — ہمچو خَس دَر ریش چوں افتادۂ
تو دریا میں جا، کیونکہ تو مچھلی کا جنا ہے — داڑھی میں تنکے کی طرح کیوں پڑا ہے؟

خس نہ، دور از تو، رشکِ گوہری — در میانِ موج و بحر اولیٰ تری
تو تنکا نہیں ہے، تجھ سے دور، تو رشکِ گوہر ہے — تو موج اور سمندر میں زیادہ مناسب ہے

بحرِ وحدانیست فرد و زوج نیست — گوہر و ماہیش غیر از موج نیست
وہ وحدانی سمندر ہے، وہ فرد اور زوج نہیں ہے — اس کا گوہر اور مچھلی موج کے سوا نہیں ہے

اے محال وائے محال اشراکِ اُو — دور ازاں دریا و موجِ پاکِ اُو
اے مخاطب! محال در محال ہے اُسکا شریک کرنا — اُس دریا اور اس کی پاک موج سے بعید ہے

نیست[۲] اندر بحر شرک و پیچ پیچ — لیک با اَحول چگویم ہیچ ہیچ
دریا میں شرک اور ایچ پیچ نہیں ہے — لیکن بھینگے سے کیا کہوں، کچھ نہیں، کچھ نہیں

چونکہ جفتِ احولانیم اے شمن — لازم آمد مُشرکانہ دَم زدن
اے برہمن! چونکہ ہم بھینگوں کے ساتھی ہیں — مشرکانہ باتیں کرنا ضروری ہوگیا

آں یکے کز آں سوئے وصفست و حال — جز دُوئی ناید بمیدانِ مقال
وہ ذات جو وصف اور خیال سے ورا ہے — گفتگو کے میدان میں بجز دوئی کے نہیں آتی

یا[۳] چو اَحول ایں دُوئی را نوش کُن — یا دہاں بر بند و خوش خاموش کُن
یا تو بھینگے کی طرح اس دوئی کو پی جا — یا منہ بند کرلے اور اچھی طرح چپ ہوجا

یا بنوبت گہ سکوت و گہ کلام — اَحولانہ طبل می زن والسّلام
یا باری باری، کبھی خاموشی اور کبھی گفتگو — بھینگوں کی طرح نقارہ بجا والسلام

چوں بہ بینی محرمے گو سرِّ جاں — گُل بہ بینی نعرہ زن چو بُلبُلاں
جب تو کوئی محرم دیکھے، جان کا راز کہہ — پھول دیکھے تو بلبلوں کی طرح نعرہ لگا

---

[۱] رَوْ بدریا۔ بحر سمندر کو خطاب ہے کہ تو عاشق زادہ ہے آدم ؑ کی اولاد ہے تیرا مادی اور ملجا دریائے عشق ہے تو تنکے کی طرح داڑھی یعنی غرور و تکبر میں کیوں مبتلا ہے۔ خس نہ۔ داڑھی سے تو تنکے کا تعلق ہے موتی کا تعلق دریا سے ہے تو موتی ہے نہ کہ تنکا۔ بحر۔ چونکہ گذشتہ اشعار میں حضرت حق تعالیٰ کو بحر سے تشبیہ دی تھی اور اس بحر کے لئے موتی، مچھلی اور موج ثابت کی تھی اس سے جو شبہات پیدا ہوتے تھے اُن کا ازالہ شروع کیا ہے کہ خدا بحر تو ہے لیکن وہ ایسا بحرِ وحدانیت ہے کہ نہ اس کو فرد کہا جاسکتا ہے نہ زوج یعنی وہ کسی عدد کے ساتھ متصف نہیں ہوسکتا۔ امام اعظم رحؒ کا مقولہ ہے۔ اَللّٰہُ وَاحِدٌ لَیْسَ بِوَحْدَتِہٖ... کَوِحْدَۃِ الْاَعْدَادِ بَلْ بِمَعْنٰی اِنَّہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔ خدا واحد ہے لیکن اس کی وحدت عددوں کی وحدت نہیں ہے بلکہ اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ اُس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اُس کے گوہر یعنی ملائکہ اور مقربین ہیں اور اس کی مچھلی یعنی عاشق اُن کا وجود عینِ وجودِ حق ہے۔

[۲] نیست۔ اس بحر کا کوئی شریک نہیں ہے وہاں موجود بھی عین ذات ہے "لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ" سوائے اللہ کے وجودِ مستقل سے کوئی متصف نہیں ہے۔ اَحول۔ بھینگا جس کو ایک وجود کے دو وجود نظر آتے ہیں۔ وجودِ واجب کے علاوہ کسی اور کو وجودِ مستقل سے موصوف ماننا تو شرک ہے لیکن صوفیاء کے نزدیک بغیر اس عقیدے کے کسی کے ساتھ وہ معاملہ کرنا جو وجودِ مستقل کے ساتھ کیا جاتا ہے یہ بھی شرک ہے بھینگے کو وجود کی وحدت سمجھانا مشکل ہے لہٰذا میں اُس سے کچھ نہیں کہتا ہوں۔ لازم آمد۔ مجبوراً سمجھانے کیلئے سالکین کو کہنا پڑتا ہے کہ موجودات سے صانع کے وجود کو سمجھو حالانکہ ممکنات کا وجود وجود ہی نہیں ہے۔ آں یکے۔ حضرت حق تعالیٰ کی وحدت موصوف یعنی بیانِ لفظی اور خیالی یعنی تصور سے بالاتر ہے اب اگر اسکو سمجھاؤ گے تو لامحالہ دوئی پیدا ہوگی ——— [۳] یا چو احول۔ اب یا تو بھینگے کی طرح اس دوئی کو گوارہ کرلو ورنہ خاموش رہو۔ یا بنوبت۔ یا ایسا کرلو کہ جب صاحبِ باطن ملے اُس کو سمجھاؤ ورنہ خاموشی اختیار کرلو۔ چوں بہ بینی۔ جب رازدار ملے تو اُس سے توحیدِ عارفین کی بات کریا کرو وہ محرم بمنزلہ گُل کے ہے اُس کے سامنے بُلبلانہ نعرے لگاؤ۔

چوں[1] بہ بینی مشک پُر مکر و مجاز — لب بہ بند و خویشتن را خنب ساز

جب تو کوئی مشک مکر اور مجاز سے پُر دیکھے — (تو) ہونٹ بند کر لے اور اپنے آپ کو مٹکا بنا لے

دشمنِ آبست پیشِ او مجنب — ورنہ سنگِ جہلِ او بشکست خنب

وہ پانی کا دشمن ہے اس کے سامنے نہ ہل — ورنہ اُس کی جہالت کا پتھر مٹکا پھوڑ دے گا

با سیاستہائے جاہل صبر کن — خوش مدارا کن بعقلِ من لدن

جاہل کی تکالیف پر صبر کر — خدائی عقل کے ذریعہ اچھی خاطر تواضع کر

صبر با نا اہل اہلاں را جلے ست — صبر صافی میکند ہر جا دلے ست

نا اہلوں کے ساتھ اہلوں کا صبر کرنا جلا ہے — جہاں کہیں کوئی دل ہے صبر اُسکو صاف کر دیتا ہے

آتشِ[2] نمرود ابراہیمؑ را — صفوتِ آئینہ آمد در جلا

نمرود کی آگ (حضرت) ابراہیمؑ کے لئے — جلا میں آئینہ کی صفائی ثابت ہوئی

جورِ کفرِ نوحیان و صبرِ نوحؑ — نوحؑ را شد صیقلِ مرآتِ روح

نوحؑ والوں کے کفر کا ظلم اور (حضرت) نوحؑ کا صبر — (حضرت) نوحؑ کے لئے روح کے آئینہ کا صیقل بنا

حکایت آں مریدِ شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ سرہ العزیز

شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ کے مرید کا قصہ

رفت درویشے ز شہرِ طالقان — بہرِ صیتِ بوالحسنؒ تا خارقان[3]

ایک درویش طالقان سے روانہ ہوا — خارقان کے لئے ابوالحسنؒ کی شہرت کی وجہ سے

کوہہا ببرید و وادیِ دراز — بہرِ دیدِ شیخ با صدق و نیاز

پہاڑ اور دراز وادی قطع کی — سچائی اور نیازمندی کیساتھ، شیخ کے دیدار کیلئے

آنچہ در رہ دید از جور و ستم — گرچہ در خورد ست کوتہ می کنم

جو ظلم و ستم اس نے راستہ میں دیکھے — اگرچہ (بیان کے) لائق ہیں میں مختصر کرتا ہوں

چوں بمقصد آمد از راہ آں جواں — خانۂ آں شاہ را جُست او نشاں

جب وہ جوان راستہ سے مقصود پر پہنچا — اُس نے اُن شاہ کے گھر کا پتا تلاش کیا

چوں بصد حرمت بزد حلقہ درش — زن بروں کرد از درِ خانہ سرش

جب بصد احترام اُس نے اُنکے دروازے کی کنڈی بجائی — عورت نے دروازے سے باہر اپنا سر نکالا

کہ چہ میخواہی بگو اے بوالکرم — گفت بر قصدِ زیارت آمدم

اے صاحبِ کرم! بتا تو کیا چاہتا ہے؟ — اس نے کہا کہ میں زیارت کے ارادہ سے آیا ہوں

---

[1] چوں بہ بینی۔ جب تو غیر عارف کو دیکھے اور وہ ایک مشک ہے جو مکر اور مجاز سے پُر ہے تو سر بمہر مٹکے کی طرح بن جا اور ہونٹ نہ ہلا۔ دشمن۔ یعنی وہ اسرار کا دشمن ہے جو تجھ میں ہیں اور تو ظاہر کرے گا تو وہ تجھے ستائے گا۔ باسیاستہائے۔ لیکن اگر وہ بغیر اظہارِ اسرار کے بھی ستائیں تو اُن کی ایذا رسانی کی وجہ سے تو اُن کو ایذا نہ پہنچا صبر کر اس میں تیرا فائدہ ہے تیرے دل میں صفائی پیدا ہوگی۔

[2] آتش۔ نمرود کی آگ نے حضرت ابراہیمؑ کے قلب کو مزید مصفّٰی کر دیا۔ جورِ کفر۔ حضرت نوحؑ کو قوم نے ستایا تو اُن کے مراتب روحانی اور بلند ہو گئے۔ حکایت۔ اس حکایت سے یہ بتایا ہے کہ شیخ ابوالحسن خرقانی رح کو بیوی کی اذیتیں برداشت کرنے سے بڑے مراتب حاصل ہوئے تھے۔ طالقان۔ ایک شہر کا نام ہے۔ صیت۔ شہرت۔

[3] خارقان۔ خراسان کے نزدیک ایک گاؤں ہے اس کو خرقان بھی کہتے ہیں اسی لئے شیخ کی نسبت خرقانی ہے۔ گرچہ۔ اگرچہ وہ مصائب بیان کرنے کے قابل ہیں لیکن میں بات کو مختصر کئے دیتا ہوں۔ آں شاہ۔ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ۔ حلقہ در۔ دروازے کی کنڈی۔ زن۔ یعنی شیخ کی بیوی۔ زیارت۔ یعنی شیخ کی زیارت۔

خندہ زد زن کہ خہ خہ ریش بیں | ایں سفر گیری و ایں تشویش بیں
عورت نے قہقہہ لگایا، کہ واہ واہ داڑھی دیکھ | اِس سفر کرنے اور پریشانی کو دیکھ

خود ترا کارے نبُود آں جایگاہ | کہ بہ بیہودہ کُنی ایں عزمِ راہ
اُس جگہ تجھے کوئی کام نہ تھا؟ | کہ تو نے خواہ مخواہ راستہ کا ارادہ کیا

اِشتہائے گول گردی آمدت | یا ملولیِ وطن غالب شُدست
تجھے احمقانہ گردش کی خواہش ہوئی | یا وطن کی تکلیف تجھ پر غالب ہوئی

یا مگر دیوت دو شاخہ بر نہاد | بر تو وسواسِ سفر را در کشاد
یا شاید شیطان نے دو شاخہ رکھ دیا | تجھ پر سفر کے وسوسہ کا دروازہ کھول دیا

گفت نافرجام و فحش و دمدمہ | من نتانم باز گفتن آں ہمہ
اُس نے نامناسب اور فحش اور لغو باتیں کیں | میں وہ سب نہیں کہہ سکتا ہوں

از مثل و ز ریشخندِ بے حسیب | آں مُرید افتاد از غم در نشیب
مثل اور بے حساب مذاق | وہ مُرید غم سے گڑھے میں گر گیا

پُرسیدن آں وارد از حرمِ شیخ کہ شیخ کُجاست و کُجا جُوئیم و
اُس آنے والے کا شیخ کی بیوی سے معلوم کرنا کہ شیخ کہاں ہیں اور کہاں تلاش

جوابِ نافرجام دادنِ حرمِ شیخ آں مُرید را
کروں اور اُس مُرید کو شیخ کی بیوی کا نامناسب جواب دینا

اَشکش از دیدہ بجست و گفت او | با ہمہ آں شاہِ شیریں نام کو
اُس کی آنکھ سے آنسو بہہ پڑے اور اُس نے کہا | باوجود اُس کے وہ شیریں نام شاہ کہاں ہیں؟

گفت آں سالوسِ زرّاقِ تہی | دامِ گولان و کمندِ گُمرہی
اُس نے کہا وہ مکار، ریاکار، کورا | احمقوں کا جال اور گمراہی کا پھانسہ

صد ہزاراں خام ریشاں ہمچو تو | اُوفتادہ از وے اندر صد عتو
تجھ جیسے لاکھوں بے عقل | اُس کی وجہ سے صدہا سرکشی میں مبتلا ہو گئے ہیں

گر نہ بینیش و سلامت وا روی | خیرِ تو باشد نگردی زو غوی
اگر تو اُسے نہ دیکھے اور سلامتی سے واپس چلا جائے | تیرے لئے بہتر ہوگا تو اُس کی وجہ سے گمراہ نہ ہوگا

لاف کیشے کاسہ لیسے طبل خوار | بانگِ طبلش رفتہ اطرافِ دیار
شیخی باز، لالچی، پیٹو ہے | اُسکے ڈھول کی آواز اطراف اور ملکوں میں پہنچ گئی ہے

لہ خہ خہ۔ واہ واہ، کیا خوب ریش بین اپنی داڑھی کو دیکھ اُس کے ہوتے ہوئے یہ بیوقوفی! خود۔ تجھے اپنے گھر کوئی کام نہ تھا کہ یہ بیہودہ سفر اختیار کیا۔ اِشتہائے۔ یا تو تجھے احمقوں کی طرح آوارہ گردی پسند ہے یا تجھے وطن کاٹتا ہے۔ دو شاخہ۔ ایک لکڑی تھی جس سے گردن کو شکنجہ میں کستے تھے۔ نافرجام۔ نالائق، نامناسب۔

لہ من نتانم۔ اُن کا نقل کرنا بھی گستاخی ہے۔ بے حسیب۔ بے حساب۔ نشیب۔ گڑھا۔ وارد۔ آنیوالا۔ حرمِ شیخ۔ شیخ کی بیوی۔ اشکش۔ بیوی کے شیخ کو بُرا بھلا کہنے سے وہ رو پڑا اور بولا کہ بہر حال یہ بتا دے کہ شیخ کہاں ہیں۔

لہ گفت۔ وہ شیخ کو بُرے بُرے القاب سے ذکر کر کے بولی اگر تو اُس کو نہ دیکھے تو اِسی میں تیری خیر ہے۔ تہی۔ کمالات سے خالی۔ خام ریشاں۔ ناتجربہ کار، بے عقل۔ عتو۔ سرکشی یعنی گمراہی۔ غوی۔ گمراہ۔

سبطی اند ایں قوم گوسالہ پرست — بر چنیں گاوے ہمی مالند دست

یہ بچھڑے کی پجاری قوم سبطی ہے — وہ ایسے بیل پر ہاتھ پھیر رہے ہیں

جیفۃ اللیل ست و بطال النہار — ہر کہ او شد غرۂ ایں طبل خوار

وہ رات کا مُردار اور دن کا جھوٹا ہے — جو اس پیٹو پر فریفتہ ہوا

ہشتہ اند ایں قوم صد علم و کمال — مکر و تزویرے گرفتہ کایں ست حال

اس قوم نے سینکڑوں علم و کمال چھوڑے — مکر اور فریب اختیار کر لیا، کہ یہ حال ہے

آلِ موسیٰ کو دریغا تا کنوں — عابدانِ عجل را ریزند خوں

افسوس موسوی کہاں ہیں؟ کہ اب — بچھڑے کے پجاریوں کی خوں ریزی کریں

کو رہِ پیغمبر و اصحابِ او — کو نماز و سبحہ و آدابِ او

کہاں ہے پیغمبر اور اُن کے صحابہ کا راستہ؟ — کہاں ہے نماز اور تسبیح اور اُس کے آداب؟

شرع و تقویٰ را فگندہ سوئے پشت — کو عمرؓ کو امرِ معروفِ درشت

شریعت اور تقوے کو پسِ پشت پھینک دیا ہے — کہاں ہیں عمرؓ، کہاں ہے بھلائی کا سخت حکم؟

کایں اباحت زیں جماعت فاش شد — رخصتِ ہر مفلس و قلاش شد

کیونکہ یہ "اباحت" اس جماعت سے پھیلی ہے — ہر مفلس اور آوارہ کو رخصت مل گئی

جواب گفتنِ مرید و زجر کردنِ او آں طعانہ را از کفر و بیہودہ گفتن

مُرید کا جواب دینا اور اُس طعنہ زن کو کفر اور بیہودہ گوئی سے جھڑکنا

بانگ زد بر وے جوان و گفت بس — روزِ روشن از کجا آمد عسس

جوان اُس پر چیخ پڑا اور بولا بس — روشن دن میں رات کا کوتوال کہاں سے آگیا؟

نورِ مرداں مشرق و مغرب گرفت — آسمانہا سجدہ کردند از شگفت

مردانِ خدا کے نور نے مشرق اور مغرب کو گھیر لیا — آسمانوں نے تعجب سے سجدہ کیا

آفتابِ حق بر آمد از حمل — زیرِ چادر رفت خورشید از خجل

چھپر کھٹوں سے حق کا سورج طلوع کر آیا — سورج شرمندگی سے چادر کے نیچے چلا گیا

ترہاتِ چوں تو ابلیسے مرا — کے بگرداند ز خاکِ ایں سرا

تجھ جیسے شیطان کی بکواس مجھے — اس گھر کی خاک سے کب ہٹا سکتی ہے؟

من ببادے نا مدم ہمچوں سحاب — تا بگردے باز گردم زیں جناب

میں ابر کی طرح ہوا کے ذریعہ نہیں آیا ہوں — کہ ایک گرد سے اُس درگاہ سے واپس ہو جاؤں

۱؎ سبطی اند۔ اُس کے مُرید بھی وہ اسرائیلی ہیں جو بچھڑے کو پوجنے لگے۔ چنیں گاوے۔ یعنی شیخ۔ جیفۃ۔ جو شخص اُس کا مُرید اور مُعتقد ہے وہ رات کو مُردار کی طرح پڑا سوتا رہتا ہے اور دن کو بھی اُس کے کچھ اشغال نہیں ہیں۔ ہشتہ۔ تمام صوفی ایسے ہی ہوتے ہیں کہ علم و کمال کو چھوڑ کر کہتے ہیں کہ یہ ایک باطنی حال ہے۔ آلِ موسیٰ۔ یعنی علماءِ حق۔ کو۔ اِن صوفیوں نے رسولؐ اور صحابہ کی سنت کو مٹا دیا اور نماز روزہ ختم کر دیا۔ سبحہ۔ تسبیح۔

۲؎ شرع۔ اِن لوگوں نے شریعت اور تقوے کو پسِ پشت ڈال دیا اس وقت حضرت عمرؓ جیسے شخص کی ضرورت ہے۔ اِباحت۔ یعنی حرام کو حلال سمجھنا۔ قلاش۔ بے نام و ننگ، مفلس۔ طعانہ۔ طعنہ زن عورت یعنی شیخ کی بیوی۔ عسس۔ حفاظت کے لئے رات کو پہرے دینے والا۔ شیخ کو روزِ روشن سے تعبیر کیا اور بیوی کو رات کا کوتوال کہا ہے۔

۳؎ نورِ مرداں۔ تو بزرگوں اور صوفیوں کو بُرا کہہ رہی ہے حالانکہ اُن کی شان یہ ہے کہ مشرق اور مغرب اُن کے نور سے منور ہے اُن کی عظمت کے سامنے آسمان کا سر جھکا ہوا ہے۔ آفتاب۔ اُنہیں جو نور ہے وہ آفتاب میں کہاں ہے۔ ترہات۔ جب میرے یہ عقیدے ہیں تو تجھ شیطان کے بہکانے سے میں اس شیخ کے در کو کب چھوڑ سکتا

عجلؔ با آں نور شُد قبلہ کرم — قبلہ بے آں نور شُد کفر و صنم
اُس نور کے ہوتے ہوئے بچھڑا بھی قبلہ کرم ہو گیا — اُس نور کے بغیر قبلہ کفر اور بُت ہو گیا

ہست اِباحت کز ہوا آمد ضلال — ہست اِباحت کز خدا آمد کمال
جو اِباحت خواہشِ نفس سے آئے وہ گمراہی ہے — جو اِباحت خدا کی جانب سے آئے وہ کمال ہے

کفر ایماں گشت و دیو اسلام یافت — آںؔ طرف کاں نورِ بے اندازہ تافت
کفر ایمان ہو گیا اور شیطان نے اسلام پا لیا — جس طرف وہ غیر محدود نور چمکا

مَظہرِ عشق ست و محبوبِ بحق — از ہمہ کرّوبیاں بُردہ سَبَق
عشق کا مظہر ہے اللہ (تعالیٰ) کا محبوب ہے — تمام (مقربِ بارگاہ) فرشتوں سے بڑھ گیا

سجدہ آدمؑ را بیانِ سَبَق اُوست — سجدہ آرد مغز را پیوستہ پُوست
آدمؑ کو سجدہ اس کی افضلیت کا بیان ہے — جُڑا ہوا چھلکا مغز کو سجدہ کرتا ہے

شمعِ حق را پُف کُنی تو اے عجوز — ہم تو سوزی ہم سَرت اے گندہ پوز
اے بڑھیا! تو خدائی شمع کو پھونک رہی ہے — اے گندہ دہن! تو بھی جل جائے گی اور تیرا سر بھی

کے شود دریا ز پوزِ سگ نجس — کے شود خورشید از پُف منطمس
کُتّے کے مُنہ سے دریا کب ناپاک ہوتا ہے؟ — سورج، پھونک سے کب بجھتا ہے؟

حُکم بر ظاہر اگر ہم می کُنی — چیست ظاہر تر بگو زیں روشنی
اگر تو ظاہر پر بھی حکم لگاتی ہے — تو بتا اِس روشنی سے زیادہ ظاہر کیا ہے؟

جملہؔ ظاہر ہا بہ پیشِ ایں ظہور — باشد اندر غایتِ نقص و قصور
اِس ظہور کے سامنے سب ظاہر — کمی اور کوتاہی میں انتہا پر ہیں

ہر کہ بر شمعِ خدا آرد پُفو — شمع کے میرد بسوزد پوزِ اُو
جو خدائی شمع پر پھونک مارے — شمع کب بجھے گی اُس کا مُنہ جل جائے گا

چوں تو خفّاشاں بسے بینند خواب — کایں جہاں ماند یتیم از آفتاب
تجھ جیسی چمگادڑیں بہت خواب دیکھتی ہیں — کہ یہ دنیا سورج سے یتیم رہ جائے

مَوجہائے تیز دریاہائے روح — ہست صد چندانکہ بُد طوفانِ نوحؑ
روح کے دریاؤں کی تیز موجیں — جتنا (حضرت) نوحؑ کا طوفان تھا اُس سے کئی سوگنا میں

ظاہر پر حکم لگاتی ہو تو بتا اِس ظاہر زیادہ روشن کس کا ظاہر ہے ــــ ۳ جملہ۔ تمام انسانوں کے ظاہری اعمال شیخ کے اعمال کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ ہر کہ ۔ شعر: ہر چراغے را کہ ایزد بر فروزد ❊ ہر آنکو پُف کند ریشش بسوزد۔ چوں تو۔ تجھ جیسی چمگادڑ کی وجہ سے شیخ جیسا آفتاب معدوم نہیں ہو سکتا۔ موجہائے۔ روح کے دریا کی موجیں طوفانِ نوحؑ کی موجوں سے تیز ہوتی ہیں اُن سے ڈرتی رہ۔

خلاصہ عجل۔ تو نے اُن کے مُریدوں کو بچھڑا پوجنے والا کہا ہے تو سُن لے کہ شیخ میں جو نور ہے وہ نورِ حق ہے اگر وہ بچھڑے میں بھی نمودار ہو جائے تو بچھڑا قبلہ بن جائے اور اگر وہ نور قبلہ سے مفقود ہو جائے تو پھر اُس کو سجدہ کرنا کفر اور صنم پرستی بن جائے۔ اِباحت۔ تو نے کہا ہے کہ اِس گروہ سے اباحت پیدا ہوئی تو سمجھ لے کہ اِباحت کی دو قسمیں ہیں، ایک اباحت تو وہ ہے جس کو اہلِ کلام اباحت کہتے ہیں یعنی حرام کو حلال سمجھ لینا۔ یہ خواہشِ نفسانی سے پیدا ہوتی ہے اور گمراہی ہے ایک اباحت وہ ہے جو غلبۂ حال سے پیدا ہوتی ہے جیسے سماع اور وجد یہ خدا کی جانب سے ہے اور کمال ہے۔

۲ آں طرف۔ اِس سے مُراد آنحضورؐ ہیں آپ نے فرمایا میرے ساتھ بھی ایک شیطان ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکے برخلاف میری مدد کی اور وہ مسلمان ہو گیا۔ مَظہرِ عشق۔ ایسے نور والا عشق کا مَظہر ہے اور خدا کا محبوب اور فرشتوں سے افضل ہے۔ سجدہ۔ حضرت آدمؑ کو فرشتوں سے سجدہ کرانا اُن کی افضلیت کا بیان ہے مفضول، افضل کو سجدہ کیا کرتا ہے۔ شمعِ حق یعنی شیخ۔ گندہ پوز۔ گندہ دہن۔ کے شود۔ تیرے بُرا کہنے سے شیخ بُرا نہ ہو گا۔ منطمس۔ مٹنے والا۔ حُکم۔ اگر تو شیخ کے باطنی اوصاف کو نہیں دیکھ سکتی اور

لیک اندر چشمِ کنعاںؔ[۱] مُوئے رَست
لیکن کنعان کی آنکھ میں بڑ دال آگ آیا

نوحؑ و کشتی را بہشت و کوہ جست
(حضرت) نوحؑ اور کشتی کو چھوڑا اور پہاڑ پر کودا

کوہ و کنعاں را فرو بُرد آں زماں
اس وقت پہاڑ کو اور کنعان کو بہا لے گئی

نیم موجے تا بقعرِ امتہاں
ذلت کی گہرائی میں، آدھی موج

مَہ فشاند نور و سگ وَع وَع کُند
چاند نور افشانی کرتا ہے اور کتا بھوں بھوں کرتا ہے

سگ ز نورِ ماہ کے مرتع کُند
کتا چاند کے نور سے کب اقتباس کرتا ہے؟

شبروان و ہمرہانِ مہ بتگ
رات کے مسافر اور دوڑ میں چاند کے ساتھی

ترکِ رفتن کے کنند از بانگِ سگ
کتے کے بھونکنے سے چلنا کب چھوڑتے ہیں؟

جزو سوئے کُل رواں مانندِ تیر
جز کُل کی جانب، تیر کی طرح رواں ہے

کے کُند وقف از پئے ہر گندہ پیر
وہ بڑھیا کی وجہ سے کب ٹھہرتا ہے؟

جانِ شرع و جانِ تقویٰ عارف ست
عارف شرع کی جان اور تقوے کی جان ہے

معرفت محصولِ زُہدِ سالف ست
معرفتِ (خداوندی) پہلے تقوے کا نتیجہ ہے

زُہد[۲] اندر کاشتن کوشیدن ست
تقوے کھیتی میں کوشش کرنا ہے

معرفت آں کشت را روئیدن ست
معرفت اس کھیتی کا اُگنا ہے

پس چو تن باشد جہاد و اعتقاد
مجاہدہ اور اعتقاد جسم کی طرح ہے

جانِ ایں کشتن نبات ست و حصاد
اس بونے کا مقصد پیداوار اور کاٹنا ہے

امرِ معروف اُو و ہم معروف اُوست
وہ امر بالمعروف بھی ہیں اور معروف بھی

کاشفِ اسرار و ہم مکشوف اُوست
وہ رازوں کے کھولنے والے ہیں اور راز بھی وہی ہیں

شاہِ امروزینہ و فردائے ماست
وہ ہمارے آج اور کل کے شاہ ہیں

پوست بندہ مغز نغزش دائماست
چھلکا، عمدہ مغز کا ہمیشہ غلام ہے

چوں[۳] انا الحق گفت شیخ و پیش بُرد
جب شیخ نے انا الحق کہا اور آگے بڑھ گئے

پس گلوئے جملہ کوراں را فشرد
تو تمام اندھوں کے گلے کو دبا دیا

چوں انائے بندہ لا شد از وجود
جب بندے کا وجود (ذہنی) وجود کے اعتبار سے "لا" بنگیا

پس چہ ماند تو بیندیش اے جحود
اے منکر! تو سوچ کہ کیا رہ گیا؟

---

۱ کنعان۔ حضرت نوحؑ کے بیٹے کنعان نے حضرت نوحؑ اور انکی کشتی کو چھوڑ کر کہا سَآوِی اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ۔ میں پہاڑ پر ٹھکانا بنالوں گا وہ مجھے محفوظ رکھیگا۔ کوہ۔ ایک معمولی موج آئی اور اس نے کنعان اور پہاڑ کو ڈبو دیا۔ مہ۔ کتوں کے بھونکنے سے چاند اپنی ضوفشانی نہیں چھوڑتا ہے۔ مرتع۔ چراگاہ۔ شبروان۔ رات کے مسافر چاند کی روشنی سے فائدہ اٹھا کر سفر کرتے رہتے ہیں کتوں کے بھونکنے سے وہ نہیں رکتے ہیں۔ جزو یعنی مرید و معتقد۔ کل۔ یعنی شیخ۔ گندہ پیر۔ بوڑھی عورت۔ جان شرع۔ عارف باللہ شریعت اور تقوے کا خلاصہ ہوتا ہے اُنکو جو معرفتِ خداوندی حاصل ہوتی ہے وہ تقوے ہی کا نتیجہ ہے۔

۲ زہد۔ زہد اور تقویٰ کھیتی کرنے کی کوشش کی طرح ہے اور معرفتِ خداوندی اس کھیتی کا اُگنا ہے۔ جہاد یعنی عملِ صالح اور عقیدہ جسم کی طرح ہوتے اور اس بونے یعنی عمل اور عقیدہ کی جان روئیدگی اور اس کا کاٹنا معرفت ہے۔ امرِ معروف بھلی بات کا حکم یعنی تو نے کہا تھا کہ عرفا کہاں ہیں جو بھلائی کا حکم دیں یعنی شیخ میں بھلائی نہیں ہے تو سمجھ لے وہ تو خود مجسم امر بالمعروف اور خود بھلے ہیں اور ان کے باطن کا حال یہ ہے کہ وہ کاشفِ اسرار ہیں اور خود مجسم اسرار ہیں یعنی شیخ ظاہراً و باطناً مکمل ہیں۔ شاہ امروزینہ۔ وہ دنیا میں بھی ہمارے شاہ ہیں اور عقبیٰ میں بھی ہم پوست ہیں وہ مغز ہیں لہٰذا ہم اُنکے غلام ہیں —

۳ چوں انا الحق۔ شیخ مجسم شریعت ہے اگر وہ انا الحق کہے اور ظاہر بینوں کے نزدیک حد سے تجاوز کر جائے اور اسکی وجہ سے ظاہر بین غصہ میں مبتلا ہوں تو یہ بھی خلاف شرع نہیں ہے۔ چوں۔ جب بندہ کی اپنی ہستی اُسکے ذہن سے فراموش ہوگئی تو پھر تو خود نہیں رہا اب سوائے خدا کچھ نہیں رہا۔

گر ترا[۱] چشم ست بکشا در نگر
اگر تیرے آنکھ ہے، کھول، دیکھ
بعدِ لا آخر چہ می ماند دگر
"لا" کے بعد آخر اور کیا رہ گیا؟

اے بُریدہ آں لب و حلق و دہاں
اے (بڑھیا) وہ ہونٹ اور حلق اور مُنھ کٹ جائے
کہ کُند تف سُوئے مہ یا آسماں
جو چاند یا آسمان کی طرف تھوکے

تف برُویش باز گردد بیشکے
بیشک تھوک اُس کے مُنھ پر واپس آجائے گا
تف سُوئے گردوں نیابد مسلکے
تھوک آسمان کی جانب راہ یاب نہیں ہوتا

تا قیامت تف برُو بارد ز رب
اللہ (تعالےٰ) کی جانب سے قیامت تک اُس پر تھوک
ہمچو تبّت بر روانِ بُولہب
جیساکہ ابولہب کی روح پر تبّت

طبل و رایت ہست مِلکِ شہریار
طبل اور جھنڈا بادشاہ کی ملکیت ہے
سگ کسے کہ خواند اُو را طبل خوار
وہ کتا ہے، جو اُس کو پیٹو کہے

آسمانہا[۲] بندۂ ماہِ وے اند
آسمان اُس کے چاند کے غلام ہیں
شرق و مغرب جملہ ناں خواہِ وے اند
شرق و مغرب سب اُسکی روٹی کے بھکاری ہیں

زانکہ لولاک ست بر توقیعِ اُو
کیونکہ اُس کے طغرے میں "لولاک" ہے
جملہ در انعام و در توزیعِ اُو
سب اُس کے انعام اور بخشش میں ہیں

گر نبودے[۳] اُو نیابیدے فلک
اگر وہ نہ ہوتا آسمان کو حاصل نہ ہوتی
گردش و نور و مکانیِ مَلک
گردش اور نور اور فرشتے کا مکان بننا

گر نبودے اُو نیابیدے بحار
اگر وہ نہ ہوتا سمندر کو حاصل نہ ہوتی
ہیئت ماہی و دُرِّ شاہوار
مچھلی اور دُرِّ شاہوار کی صورت

گر نبودے اُو نیابیدے زمیں
اگر وہ نہ ہوتا تو زمین کو حاصل نہ ہوتا
در درونہ گنج و بیروں یاسمیں
اندر خزانہ اور باہر چنبیلی

رزقہا ہم رزق خوارانِ وے اند
رزق بھی اُس کے رزق خور ہیں
میوہا لب خشکِ بارانِ وے اند
میوے اُس کی بارش کے پیاسے ہیں

ہیں کہ معکوس ست در امر ایں گرہ
امر (خداوندی) میں یہ اُلٹا عقدہ ہے
صدقہ بخشِ خویش را صدقہ بدہ
اپنے صدقہ دینے والے کو تو صدقہ دے

---

[۱] گر ترا۔ اگر تیرے حقیقت بیں آنکھ ہے تو غور کرلے۔ اے بُریدہ۔ اگر اب بھی کوئی اَنَا الحق پر اعتراض کرے تو آسمان کی طرف تھوکتا ہے جس کی بُرائی خود اُس پر آئیگی۔ تف۔ ایسے بزرگوں کی تکفیر کرنیوالا خود اُن میں مبتلا ہے۔ تا قیامت۔ اور ایسے لوگوں پر خدا کی تف قیامت تک رہے گی جس طرح ابولہب کے بارے میں سورہ تبت کی بددعا برستی رہتی ہے۔ طبل۔ جبکہ شیخ شاہ ہیں اور شاہ نقارہ اور جھنڈے کا مالک ہوتا ہے تو اُنکو طبل خوار یعنی پیٹو وہی کہے گا جو خود کُتا ہو۔

[۲] آسمانہا۔ جبکہ شیخ میں نورِ حق ہے تو زمین و آسمان اُس کے غلام ہیں اور بقاءِ کائنات اُس کے طفیل ہے۔ زانکہ۔ یعنی وہ نور ہے جو آنحضورؐ میں تھا جس کی بنیاد پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا تھا کہ اگر تم نہ ہوتے تو میں زمین و آسمان کو نہ پیدا کرتا اور شیخ کو وہی نور حاصل ہوا ہے تو اب تمام عالم اُن کا طفیل ہے اور وہ بھی اللہ تعالےٰ کے اِس فرمان کے مصداق ہیں۔

[۳] گر نبودے۔ چونکہ ان میں وہ نور ہے کہ اگر وہ نور نہ ہوتا تو زمین و آسمان نہ ہوتے لہٰذا آسمانوں کی گردش اور اُس کا نور اُس کا فرشتوں کا مقام ہونا، سمندروں میں مچھلی اور موتی، زمین کے اندر کے خزانے اور باہر کے بیل بوٹے سب اُن کے طفیل سے ہیں۔ رزقہا۔ رزق خواروں کا رزق اور پھلوں کے لئے بارش سب اُن کے طفیل ہے۔ ہیں۔ فقراء کو صدقہ دینے کا حکم ہے اسمیں یہ عجب لطیفہ ہے کہ فقراء اور شیوخ ہی کے طفیل ہیں دولت ملی ہے تو گویا وہ دولت اُنھوں نے ہیں عطا کی ہے اب ہم سے کہا جارہا ہے کہ جن لوگوں نے تجھے صدقہ دیا ہے تو اُنکو صدقہ دے

از فقیر ستت ہمہ زر و حریر — ہیں[1] غنی را دہ زکاتے اے فقیر

تیرا تمام سونا اور حریر فقیر کی وجہ سے ہے — اے فقیر! تو مالدار کو زکوٰۃ ادا کر

چوں تو ننگے جفتِ آں مقبولِ روح — چوں عیالِ کافر اندر عقدِ نوحؑ

تجھ جیسی ذلیل کا اس مقبول روح کی بیوی ہونا — جیسے کہ حضرت نوحؑ کے نکاح میں کافر بیوی

گر نبودے نسبتِ تو زیں سرا — پارہ پارہ کردمے ایں دم ترا

اگر اِس گھر سے تیری نسبت نہ ہوتی — اِسی وقت میں تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا

دادمے آں نوح را از تو خلاص — تا مشرف گشتمے من در قصاص

اُس نوحؑ کو تجھ سے نجات دلاتا — تاکہ میں قصاص سے مشرف ہو جاتا

لیک[2] با خانہ شہنشاہِ زمن — ایں چنیں گستاخی ناید ز من

لیکن شاہِ زمانہ کے گھر کے ساتھ — مجھ سے ایسی گستاخی نہیں ہو سکتی

رَو دعا کن کہ سگِ ایں موطنی — ورنہ اکنوں کردمے من کردنی

جا دعا دے کہ تو اِس جگہ کی کتیا ہے — ورنہ میں جو کچھ کرنا تھا کر گزرتا

بازگشتنِ مرید از وثاقِ شیخ و پرسیدن از مردم و نشان دادنِ ایشاں کہ شیخ بفلاں بیشہ رفتہ است

شیخ کے گھر سے مرید کا لوٹنا اور لوگوں سے دریافت کرنا اور اُن کا پتا بتا دینا کہ شیخ فلاں جنگل میں گئے ہیں

بعد ازاں پرساں شد او از ہر کسے — شیخ را می جست از ہر سو بسے

اس کے بعد وہ ہر شخص سے سوالی بنا — وہ ہر جانب شیخ کو بہت ڈھونڈ رہا تھا

پس کسے گفتش کہ آں قطبِ دیار — رفت تا ہیزم کشد از کوہسار

تو کسی نے اُس سے کہا، کہ وہ قطب عالم — گئے ہیں۔ تاکہ پہاڑ سے لکڑیاں لائیں

آں مریدِ ذوالفقار[3] اندیش تفت — در ہوائے شیخ سوئے بیشہ رفت

وہ تیز سمجھ والا مرید جلد — شیخ کی محبت میں جنگل کی طرف چل دیا

دیو می آورد پیشِ ہوشِ مرد — وسوسہ تا خفیہ گردد مہ ز گرد

شیطان مرد کی عقل کے سامنے لاتا تھا — وسوسہ تاکہ چاند گرد میں چھپ جائے

کایں چنیں زن را چرا ایں شیخِ دیں — دارد اندر خانہ یار و ہمنشیں

کہ دین کے شیخ نے ایسی عورت کو کیوں — گھر میں یار اور ساتھی بنایا ہے؟

---

[1] ہیں۔ تو اِس حکم کا مطلب یہ ہے کہ ہم فقیروں سے کہا جا رہا ہے کہ تو غنی یعنی فقیر اکر شیخ کو صدقہ دے۔ چوں تو۔ شیخ کے مفاخر اور فضائل بیان کرنے کے بعد بیوی کو سرزنش شروع کی ہے کہ تجھ جیسی عورت اِس شیخ کے گھر میں ہے یہ تو ایسا ہی ہے جیسے حضرت نوحؑ کے گھر میں کافر عورت تھی۔ گر نبودے۔ تجھے شیخ سے نسبت ہے ورنہ تیری گستاخی پر تیرے ٹکڑے کر ڈالتا اور نوحؑ صفت شیخ کو تجھ سے نجات دلاتا۔ مشرف۔ اگر تیرے قتل کرنے پر مجھے بدلے میں قتل کیا جاتا تو میرے لئے باعثِ شرف ہوتا۔

[2] لیک۔ مجبوری یہی ہے کہ تجھے شیخ سے نسبت ہے۔ رَو دعا کُن۔ جا دعا دے کہ تو اِس در کی کتیا ہے اس لئے میرے ہاتھ سے بچ گئی۔ بعد ازاں۔ بیوی کو یہ باتیں کرنے کے بعد وہ مرید شیخ کی جستجو میں لگ گیا۔ ہیزم کشد۔ کسی نے اسکو بتایا کہ شیخ جنگل سے لکڑیاں لینے گئے ہیں۔

[3] ذوالفقار اندیش۔ یعنی اُس کا ذہن ایسا ہی تیز تھا، جیسے کہ حضرت علیؓ کی ذوالفقار تلوار تیز تھی۔ دیو۔ شیطان نے شیخ کی بیوی کے سلسلہ میں مرید کے دل میں وسوسے پیدا کرنے شروع کر دیئے۔ کایں چنیں۔ وسوسہ یہ تھا کہ شیخ نے اس بدزبان عورت کو بیوی کیوں بنا رکھا ہے شاید شہوت کے مغلوب ہیں۔

ضد را با ضد ایناس[1] از کجا — با امام الناس نسناس از کجا

ضد کو ضد سے اُنس کہاں سے — انسانوں کے امام کے ساتھ بن مانس کہاں ہے

باز او لاحول می کرد آتشیں — کاعتراضِ من برو کفرست و کیں

پھر وہ آتشی لاحول پڑھتا — کہ میرا اُن پر اعتراض کرنا کفر اور کینہ ہے

من کہ باشم با تصرفہائے حق — کہ برآرد نفسِ من اشکال و دق

(اللہ تعالیٰ) کے تصرفات کے روبرو میں کون ہوتا ہوں — کہ میرا نفس اشکال اور اعتراض کرے

باز نفسش حملہ می آورد زود — زیں تعرض در دلش چوں کاہ دود

پھر اُس کا نفس جلد حملہ کرتا — اس تعرض سے اُنکے دل میں جسطرح گھاس دھواں پیدا کرتی ہے

کہ چہ نسبت دیو را با جبرئیل[2] — کہ بود با او بصحبت ہم مقیل

کہ شیطان کو جبرئیل سے کیا نسبت؟ — کہ وہ صحبت میں اس سے ہمخواب ہو

چوں تواند ساخت با آزر خلیل — چوں تواند ساخت با رہزن دلیل

خلیل، آزر کے ساتھ کیسے نباہ کرسکتا ہے؟ — رہنما، ڈاکو کے ساتھ کیسے نباہ کرسکتا ہے؟

یافتنِ آں مرید مراد را و ملاقاتِ او با شیخ نزدیکِ آں بیشہ

مرید کا مراد حاصل کرلینا اور جنگل کے قریب شیخ سے اُس کی ملاقات

اندریں بود او کہ شیخِ نامدار — زود پیش افتاد بر شیرے سوار

وہ اسی میں تھا کہ نامور شیخ — ایک شیر پر سوار بہت جلد سامنے آگئے

شیرِ غراں ہیزمش را می کشید — بر سرِ ہیزم نشستہ آں سعید

شیر غراتا ہوا اُن کا ایندھن کھینچ رہا تھا — وہ نیک بخت ایندھن پر بیٹھے ہوئے تھے

تازیانہ اش مارِ نر بود از شرف — مار را بگرفت چوں خرزن بکف

بزرگی کی وجہ سے اُن کا کوڑا نر سانپ تھا — سانپ کو کوڑے کی طرح ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے

تو یقیں میداں[3] کہ ہر شیخے کہ ہست — ہم سواری می کند بر شیرِ مست

تو یقین کر کہ جو شیخ بھی ہے — وہ مست شیر پر سواری بھی کرتا ہے

گرچہ آں محسوس و ایں محسوس نیست — لیک آں بر چشمِ جاں ملبوس نیست

اگرچہ وہ محسوس اور یہ محسوس نہیں ہے — لیکن وہ باطن کی آنکھ پر پوشیدہ نہیں ہے

صد ہزاراں شیر زیرِ رانِ شاں — پیش دیدہ غیب داں ہیزم کشاں

لاکھوں شیر اُن کی ران کے نیچے — غیب داں آنکھ کے سامنے لکڑیاں ڈھونے والے ہیں

---

[1] ایناس۔ محبت۔ امام الناس۔ یعنی شیخ۔ نسناس۔ بن مانس یعنی بیوی۔ کاعتراض یعنی شیخ پر بدگمانی۔ دَق۔ اعتراض۔ تصرفہا۔ ایسی بدصورت کا شیخ کی بیوی ہونا خدائی تصرف ہے وہ خود مصلحت جانتا ہے ہمیں اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔ باز۔ وہ لاحول پڑھتا لیکن نفس پھر اُس کے دل میں اسی طرح وسوسہ پیدا کردیتا جیسا کہ گھاس بہت دھواں پیدا کرتی ہے۔ دیو۔ شیطان یعنی بیوی۔

[2] جبرئیل۔ یعنی شیخ۔ ہم مقیل۔ ہمخواب۔ آزر۔ حضرت ابراہیمؑ کا باپ سا فقرہ۔ مرجیاس اُدیڑ بن میں تھا کہ شیخ ایک شیر پر سوار اُس کے سامنے آگئے۔ شیر غراں۔ اس نے دیکھا کہ شیر غرا رہا ہے اور اُس کی کمر پر لکڑیاں ہیں اور شیخ اُن لکڑیوں پر بیٹھے چلے آرہے ہیں تازیانہ۔ ہاتھ میں ایک سانپ ہے جس سے کوڑے کا کام لے رہے ہیں۔ خرزن۔ تازیانہ۔

[3] تو یقیں۔ شیخ ابوالحسنؒ ہی نہیں بلکہ ہر شیخ مست شیر پر سوار ہے۔ گرچہ فرق اتنا ہے کہ شیخ ابوالحسنؒ کا شیر نظر آرہا تھا دوسرے شیوخ کے شیر عوام کو نظر نہیں آتے ہیں صرف اُن لوگوں کو نظر آتے ہیں جن کو چشم بصیرت حاصل ہو۔ صد ہزاراں۔ بزرگوں اور شیوخ کی سواری میں لاکھوں شیر ہیں جو اُنکی خدمت کرتے ہیں مولانا کی مراد شیروں سے نفسِ امارہ ہے

لیک آں یک را خدا محسوس کرد — تا کہ بیند نیز اُو کہ نیست مَرد[1]

لیکن خدا نے اِس ایک کو ظاہر کر دیا — تاکہ وہ بھی دیکھ لے جو مرد (میدان) نہیں ہے

دیدش از دور و بخندید آں خدیو — گفت آں را مشنو اے مفتونِ دیو

اُنھوں نے اُس کو دور سے دیکھا اور وہ شاہ ہنس پڑے — فرمایا اے شیطان کے فریب خوردہ اُس کی بات مت سُن

از ضمیرِ اُو بدانست آں جلیل — ہم ز نورِ دل بلے نعم الدلیل

اُن بزرگ نے اُس کے دل میں سے جان لیا — دل کے نور سے، ہاں وہ اچھا رہنما ہے

خواند بر وَے یک بیک آں ذوفنون — اینچہ در رہ رفت باوَے تاکنوں

اُن ہنرمند نے ایک ایک بتلا دیا — جو اُس پر راستہ میں اب تک گذرا

بعد[2] ازاں در مُشکلِ انکارِ زَن — بر کُشاد آں خوش سَرایندہ دہن

اُس کے بعد عورت کے انکار کے اِشکال کے سلسلہ میں — اُن خوش گو نے، مُنھ کھولا

کاں تحمّل از ہوائے نفس نیست — آں خیالِ نفسِ تُست اینجا مایست

کہ وہ برداشت، نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں ہے — وہ تیرے نفس کا وہم ہے، اِس جگہ قائم نہ رہ

گر نہ صبرم می کشیدے بارِ زَن — کے کَشیدے شیرِ نر بیگارِ من

اگر بیوی کے بوجھ کو میرا صبر برداشت نہ کرتا — تو نر شیر، میری بیگار کب برداشت کرتا؟

اشترانِ بُختیم اندر سَبَق — مَست و بیخود زیرِ محملہائے حق

میں مسابقت میں بختی اونٹ ہوں — اللہ کے کجاووں کے نیچے، مست اور بے خود ہوں

من[3] نیَم دَر امر و فرماں نیم خام — تا بیندیشم مَن از تشنیعِ عام

میں حکم اور فرمان کے بارے میں اَدھ کچرا نہیں ہوں — کہ عوام کے طعن (و) تشنیع کی فکر کروں

عامِ ما و خاصِ ما فرمانِ اُوست — جانِ ما بر رُو دَواں جویانِ اُوست

ہمارے عام اور ہمارا خاص اُس کا حکم ہے — ہماری جان مُنھ کے بل اُس کی تلاش میں دوڑ رہی ہے

دورم از تحسین و تشویقش ہمہ — فارغ از تکذیب و تصدیقش ہمہ

میں اُن کی تعریف اور شوق دلانے سے بالکل دُور — اُن کے جھٹلانے اور تصدیق سے بالکل بے نیاز ہوں

فردیِ ما جُفتیِ ما نہ از ہواست — جانِ ما چو مُہرہ در دستِ خداست

ہمارا اکیلاپن اور جوڑا ہونا نفس کی خواہش سے نہیں ہے — ہماری جان نرد کی طرح خدا کے ہاتھ میں ہے

بارِ آں اَبلہ کشیم و صد چو اُو — نے ز عشقِ رنگ و نے سودائے بُو

ہم اُس بیوقوف کا اور اُس جیسے سینکڑوں کا بار برداشت کرتے ہیں — نہ رنگت کے عشق سے اور نہ خوشبو کے خیال سے

---

[1] مرد۔ یعنی عوام بھی دیکھ لیں۔ آں را مشنو۔ یہ شیطان کے دسوسہ کی بات نہ سُننا۔ از ضمیر۔ شیخ نے جو اُس کو نصیحت کی اُس کی وجہ یہ تھی کہ اُن کو کشف سے اُس کے دل کا وسوسہ معلوم ہو گیا تھا۔ نعم الدلیل۔ اُس کے دل کی بات کیوں نہ معلوم ہوتی کشف بہترین راہنما ہے۔ خواند۔ اُس کے دل پر جو وساوس گذرے تھے وہ سب اُس کو بتا دیئے۔

[2] بعد ازاں۔ عورت نے شیخ کی بزرگی کا انکار کیا تھا اِس سے اُس کے دل میں اشکال پیدا ہوا تھا کہ ایسی عورت کو بیوی کیوں بنا رکھا ہے۔ شیخ نے اِس کا جواب دینا شروع کیا۔ کاں تحمل۔ اس کو میں نے نفسانی خواہش کی وجہ سے بیوی نہیں بنا رکھا ہے بلکہ اپنے نفس کی اصلاح اور صبر کی طاقت بڑھانے کیلئے بیوی بنا رکھا ہے۔ اُشتراں۔ ہم صوفیاء کی مثال نیکیوں کی جانب سبقت کرنے میں بختی اونٹوں کی سی ہے اللہ تعالےٰ کے فیصلوں کا بوجھ مستی اور بےخودی سے برداشت کرتے ہیں۔

[3] من نیم۔ میں بھی خدا کے احکام کے بارے میں کچا نہیں کہ کسی معاملہ میں عام بدنامی یا خاص بدنامی سے ڈروں۔ عامِ ما۔ ہمارا عوام و خواص سے واسطہ نہیں، ہمارا تعلق تو صرف فرمانِ خداوندی سے ہے۔ دورم۔ مجھے لوگوں کی تعریف کی پرواہ ہے نہ مذمت کی۔ فردی۔ کسی سے علیحدگی یا کسی کے ساتھ رہنا اپنی خواہش

اینقدر[1] خود درسِ شاگردانِ ماست	کرّ و فرِّ ملحمہ ما تا کجاست
اتنا تو ہمارے شاگردوں کا سبق ہے	ہماری جنگ کا کرّ و فر کہاں تک ہے؟
تا کجا آنجا کہ جا را راہ نیست	جز سنا برقِ مہِ اللہ نیست
وہاں تک ہے جہاں مکان کیلئے راستہ نہیں ہے	سوائے اللہ تعالیٰ کے چاند کے نور کی چمک نہیں ہے
از ہمہ اوہام و تصویرات دور	نور نورٌ نور نورٌ نورِ نور
تمام وہموں اور تصوروں سے دور ہے	نور ہی نور، نور ہی نور، نور کا نور ہے
بہرِ تو من پست کردم گفتگو	تا بسازی با رفیقِ زشت خو
تیری خاطر میں نے پست گفتگو کی	تاکہ تو بدخو ساتھی سے بنائے رکھے
تا کشی خندان و خوش بارِ حرج	از پئے الصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجْ
تاکہ تو تنگی کا بار ہنسی خوشی برداشت کرلے	"صبر کشادگی کی کنجی ہے" کی خاطر
چون[2] بسازی با خسیِ این خساں	گردی اندر نورِ سنتہا رساں
جب تو اُن کمینوں کے کمینہ پن سے بنالے گا	سنتوں کے نور میں پہنچ جائے گا
کانبیا رنج خساں بس دیدہ اند	از چنیں ماراں بسے پیچیدہ اند
کیونکہ نبیوں نے کمینوں سے بہت تکلیف اٹھائی ہے	ایسے سانپوں سے بہت پیچ (و تاب) میں رہے ہیں
چوں مراد و حکمِ یزدانِ غفور	بود در قدمت تجلی و ظہور
چونکہ اللہ غفور کا مقصود اور حکم	ازل میں تجلی اور ظہور تھا
بے[3] ز ضدّے ضدّ را نتواں نمود	واں شہِ بے مثل را ضدّے نبود
کسی ضد کے بغیر ضد کو نہیں دکھایا جاسکتا	اور اُس بے مثل شاہ کا کوئی ضد نہ تھا

حکمت در اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃ

"میں زمین میں قائم مقام بنانے والا ہوں" میں حکمت

پس خلیفہ ساخت صاحب سینۂ	تا بود شاہیش را آئینۂ
اُس نے صاحب دل کو خلیفہ بنا دیا	تاکہ وہ اُس کی شاہی کا آئینہ ہو
پس صفای بیحدودش داد او	وانگہ از ظلمت ضدش بنہاد او
پھر اُس نے اُسکو بے حد صفائی اور آراستگی بخش دی	پھر اُس نے اُس کی ضد تاریکی سے بنا دی

یعنی تو حضرت حق تعالیٰ نے ایک اپنا خلیفہ بنایا تاکہ اُس کے اوصاف کمالی حضرت حق تعالیٰ کے اوصاف کا آئینہ بن جائیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اِس خلیفہ میں اثباتی صفات ودیعت فرمادیں اور اُس کے بالمقابل ایک مخلوق ایسی پیدا فرمادی جو تاریکی سے پُر ہے۔ دش۔ خود آراستگی۔

[1] اینقدر۔ جس قدر تعلق مع اللہ اور اُس کے احکام کے اِتباع کا ذکر ہے یہ تو ہمارے شاگردوں کو بھی ہے اور خدا کے کرم سے ہمارا مرتبہ تو اِس سے بہت زیادہ ہے۔ تا کجا۔ ہماری پہنچ تو ذاتِ لامکانی کے مشاہدہ میں ہے جہاں نور ہی نور ہے اور جو تصور اور خیال سے بالا ہے۔ بہرِ تو میں نے جان بوجھ کر آپ کو بُختی اونٹ بتایا تھا اور کہا تھا کہ ہم بیوقوفوں کی صحبت اصلاحِ نفس کے لئے برداشت کرتے ہیں یہ اپنے مقام سے پست گفتگو تیری نصیحت کے لئے کی تاکہ تو صبر کی عادت ڈال لے۔

[2] چوں بسازی۔ جب تو کمینوں کے کمینہ پن کو برداشت کریگا تو رسولوں کی سُنّت کا عامل بن جائیگا۔ کانبیا۔ رسولوں اور نبیوں نے کمینوں کے ہاتھوں بڑی تکلیفیں اُٹھائی ہیں اور صبر کیا ہے اور اِن سانپ بچھوؤں سے بہت پیچ و تاب میں رہے ہیں۔ چوں مراد۔ اب اِس کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ ابرار و اشرار کی یہ آویزش کیوں ہے، حضرت حق تعالیٰ نے اپنی تجلی اور ظہور چاہا تو ظاہر ہے کہ ایک چیز کا پورا علمی ظہور جب ہو سکتا تھا کہ اُسکی ضد بھی پیدا کر دی جائے۔

[3] بے ز ضدّے۔ جبکہ علمی اعتبار سے ایک چیز کا ظہور دوسری ضد کے ظہور پر موقوف ہے اور حق تعالیٰ کی کوئی ضد

دو[51] علم برساخت اسپید و سیاہ
سفید اور سیاہ دو جھنڈے بلند کردیئے

آں یکے آدم دگر ابلیس راہ
ایک آدمؑ کا دوسرا شیطانی راستہ

درمیانِ آں دو لشکر گاہِ زفت
ان دو عظیم لشکر گاہ میں

چالش و پیکار آنچہ رفت رفت
جنگ و پیکار جو بھی ہوئی وہ ہوئی

ہمچناں دورِ دوم ہابیل شد
اسی طرح دوسری بار ہابیل ہوا

ضدِ نورِ پاک او قابیل شد
اس کے پاک نور کی ضد قابیل ہوا

ہمچناں ایں دو علم از عدل و جور
اسی طرح انصاف اور ظلم کے یہ دو جھنڈے

تا بہ نمرود آمد اندر دور دور
سلسلہ بہ سلسلہ نمرود تک آئے

ضدِ ابراہیمؑ گشت و خصمِ او
وہ (حضرت) ابراہیمؑ کی ضد اور دشمن ہوا

واں دو لشکر کیں گذار و جنگجو
اور وہ دونوں لشکر کینہ کش اور جنگجو رہے

چوں[52] درازی جنگ آمد ناخوشش
جب اس کو جنگ کا طول ناگوار ہوا

فیصلِ آں ہر دو آمد آتشش
ان دونوں کا فیصلہ کرنے والی اس کی آگ آگئی

حکم کرد او آتشے را و نگر
(پھر) اس نے آگ اور عذاب کو حکم دیدیا

تا شود حلِ مشکلِ آں دو نفر
تاکہ دونوں شخصوں کی مشکل حل ہوجائے

دور دور و قرن قرن ایں دو فریق
زمانہ بہ زمانہ اور قرن بہ قرن یہ دونوں فریق

تا بفرعون و بموسیٰؑ شفیق
فرعون اور مہرباں موسیٰؑ تک

سالہا اندر میاں شاں حرب بود
ان کے درمیان سالوں جنگ ہوئی

چوں ز حد رفت و ملولی میفزود
جب حد سے بڑھ گئی اور ملال بڑھانے لگی

آبِ[53] دریا را حکم سازید حق
اللہ (تعالیٰ) نے دریا کے پانی کو حکم بنایا

تا کہ ماند کہ برد زیں دو سبق
کہ کون بازی لیجاتا ہے اور ان دونوں میں کون بازی لیجاتا ہے؟

تا کہ فرعوں را باآں فرعونیاں
یہاں تک کہ فرعون کو مع فرعونیوں کے

آبِ دریا غرق شاں کرد آں زماں
اس وقت ان کو دریا کے پانی میں ڈبویا

ہم نکر سازید از بہرِ ثمود
ثمود کے لئے بھی عذاب بنا دیا

صیحہ کہ جانِ شاں را در ربود
وہ چیخ کہ جو ان کی جان کو اُچک لے گئی

ہم نکر سازید بہرِ قومِ عاد
قومِ عاد کے لئے بھی عذاب بنا دیا

زود خیزے تیز رو یعنی کہ باد
جلد چلنے والی تیز رفتار یعنی ہوا کو

---

[51] دو علم۔ تو اب دو شخصیتیں رُونما ہوگئیں ایک سفید اور ایک سیاہ یعنی حضرت آدمؑ اور شیطان۔ درمیان۔ اب دونوں قسم کی مخلوق میں متضاد اوصاف ہیں اور ہر ایک خدا کی متضاد صفات کا مظہر ہے سب سے پہلے تو حضرت آدمؑ اور شیطان ان صفات کے مظہر ہیں۔ دورِ دوم۔ پھر ہابیل اور قابیل مظہر ہیں۔ ضدِ ابراہیمؑ۔ پھر حضرت ابراہیمؑ اور نمرود میں کشمکش ہوئی اور وہ دونوں مظہر ہے۔

[52] چون درازی۔ جب ابراہیمؑ اور نمرود کی جنگ دراز ہوگئی تو آگ کو دونوں کا حکم بنادیا اور اس نے فیصلہ کردیا کہ ابراہیمؑ حق پر ہیں اور نمرود باطل پر ہے۔ دور دور۔ ہر زمانہ میں اس طرح کے دو گروہوں میں کشمکش جاری ہے حضرت موسیٰؑ اور فرعون میں بھی کشمکش تھی اور ان کی ایک جنگ و جدل نے طول پکڑا۔

[53] آبِ دریا۔ حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی باہمی آویزش میں دریائے نیل کو حکم دے دیا اس نے حضرت موسیٰؑ کو جتا دیا اور فرعون غرق ہوکر ہار گیا۔ بہر ثمود۔ ثمود چیخ کے عذاب سے ہلاک ہوئے۔ قومِ عاد۔ اس قوم کو تیز ہوا نے ہلاک کردیا۔

هم نگر[۵۱] سازید بر قارون زکیں
غصہ سے قارون کے لئے بھی عذاب بنا دیا

تا فرو بردش چو اژدر ہا زمیں
حتیٰ کہ زمین اسکو اژدھے کی طرح نگل گئی

تا حلیمیِ زمیں شد جملہ قہر
حتیٰ کہ زمین کی بُردباری سب قہر بن گئی

بُرد قاروں او گنجش را بقعر
قارون اور اس کے خزانے کو گہرائی میں لے گئی

لقمہ را کاں ستونِ ایں تن ست
اُس لقمہ کو جو اِس جسم کا ستون ہے

دفعِ تیغِ جوع ناں چوں جوشن ست
روٹی کی بھوک کی تلوار کے دفعیہ کیلئے زرہ کی طرح ہے

چونکہ حق قہرے نہد در نانِ تو
جب خدا تیری روٹی میں قہر پیدا کر دیتا ہے

چوں خُناق آں ناں بگیرد در گلو
وہ روٹی گلے میں خُناق کی طرح پھنس جاتی ہے

ایں لباسے[۵۲] کہ ز سرما شد مجیر
یہ لباس جو سردی میں پناہ دینے والا تھا

حق دہد او را مزاجِ زمہریر
اللہ (تعالیٰ) اسمیں ٹھنڈک کا مزاج پیدا فرما دیتا ہے

تا شود بر جسمت ایں جُبہ شگرف
حتیٰ کہ یہ عجیب جُبہ تیرے جسم پر ہو جاتا ہے

سرد ہمچوں یخ گزندہ ہمچو برف
یخ کی طرح ٹھنڈا برف کی طرح کاٹنے والا

تا گریزی از وشق ہم از حریر
حتیٰ کہ تو پوستین اور حریر سے بھی گریز کرے گا

زو پناہ آری بسوئے زمہریر
(اور) اُس سے زمہریر کی طرف پناہ پکڑے گا

تو دو قُلّہ نیستی یک قُلّہ
تو دو قلے نہیں ہے ایک قلہ ہے

غافل از قصہ عذابِ ظُلّہ
یوم الظلہ کے عذاب کے قصہ سے غافل ہے

امرِ حق آمد بشہرستان و دِہ
شہر اور گاؤں میں اللہ (تعالیٰ) کا حکم آیا

خانہ و دیوار را سایہ مدہ
گھر اور دیوار کو، سایہ نہ دے

مانع[۵۳] از باراں مباش و آفتاب
بارش اور سورج سے مانع نہ بن

تا بداں مُرسل شدند اُمت شتاب
یہانتک کہ امت جلد اس رسول کے پاس گئی

کہ بمُردیم اغلب اے مہتر اماں
کہ ہم زیادہ تر مر گئے اے سردار! اماں

باقیش از دفترِ تفسیر خواں
اس کا باقی تفسیر کی کتاب میں پڑھ لے

چوں عصا را مار کرد آں چُست دست
جبکہ اُس چابک دست نے لاٹھی کو سانپ بنا دیا

گر ترا عقلے ست ایں نکتہ بس ست
اگر تیرے اندر عقل ہے، یہ نکتہ کافی ہے

ہمچنیں تا دور و طورِ مصطفےٰ
اِسی طرح مصطفیٰ کے طور اور دور تک

با ابو جہل آں سپہدارِ جفا
ابو جہل کے ساتھ، جو ظلم کا سپہ سالار تھا

---

۵۱ ہم نگر۔ قارون کیلئے زمین جیسی پُر وقار اور بُردبار چیز کو سببِ عذاب بنا دیا اور وہ اسکو اژدہے کیطرح نگل گئی۔ لقمہ۔ زمین میں بُردباری تھی لیکن قارون کیلئے قہر آلود ہو گئی وہ تو غذا جیسی چیز کو جو انسان کی مددگار اور مدارِ حیات ہے موت کا سبب بنا دیتا ہے۔ خُناق۔ یہ ایک مرض ہے جسمیں گلے اور حلق پر ورم آجاتا ہے اور سانس بند ہو جانے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔

۵۲ ایں لباسے۔ گرم کپڑوں میں ٹھنڈک پیدا فرما دیتا ہے اور وہ برف کیطرح ہو جاتے ہیں۔ وشق۔ پوستین۔ زمہریر۔ سخت ٹھنڈک یعنی تو زمہریر کو اُس گرم کپڑے سے زیادہ غنیمت سمجھے گا۔ دو قلہ۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اگر دو مٹکے پانی ہو اور اسمیں نجاست گرے تو ناپاک نہیں ہوتا یعنی تو مردِ کامل نہیں ہے عذابِ ظلہ۔ اصحابِ ایکہ پر عذاب آیا تو خدا نے مکانات اور درو دیوار کو حکم دے دیا کہ وہ اُن پر سایہ نہ کریں اور وہ لوگ سورج کی گرمی سے مر گئے۔

۵۳ مانع۔ جب مکانات وغیرہ بارش اور دھوپ سے مانع نہ بنے تو وہ لوگ بھاگ کر اپنے رسول حضرت شعیبؑ کے پاس گئے کہ بمردیم۔ جاکر کہنے لگے کہ ہم مرنے کے قریب ہیں، امن دیجئے اب ہم اس قصہ کو چھوڑتے ہیں تو تفسیر کی کتابوں میں پڑھ لینا۔ چست دست۔ چابکدست یعنی حضرت موسیٰؑ۔ ایں نکتہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے کمال کو ثابت کرنے اور حق کو غالب کرنے کے لئے حضرت مصطفیٰ اور ابوجہل کا مقابلہ ہوا اور ابوجہل کے ہاتھ کی کنکریوں نے ان کی رسالت کی گواہی دی۔

سنگ در تسبیح آمد در شتاب
فوراً، سنگ (ریزے) تسبیح کرنے لگے

از میانِ اصبعینِ آفتاب[1]
آفتاب کی انگلیوں میں سے

منکر آں دید و فرو ناورد سر
منکر نے اس کو دیکھا اور سر نہ جھکایا

دشمنی او کور کردش از نظر
دشمنی نے اسکو دیکھنے سے اندھا کر دیا

تو نظر داری ولے امعانش نیست
تو نظر رکھتا ہے لیکن اس میں گہرائی نہیں ہے

چشمۂ افسردہ است و کردہ ایست
ٹھٹھرا ہوا چشمہ ہے اور وہ رُک گیا ہے

زیں ہمی گوید نگارندہ فکر
اسی لئے عقل کا (نقش) نگار کرنیوالا فرماتا ہے

کہ بکن اے بندہ امعانِ نظر
کر اے بندے! گہری نظر کر

آں نمی خواہد کہ آہن کوب سرد
وہ نہیں چاہتا کہ تو ٹھنڈا لوہا کوٹے

لیک اے پولاد بر داؤدؑ گرد
لیکن اے فولاد! داؤدؑ کا چکر کاٹ

تن[2] بمردت سوی اسرافیل را
تیرا جسم مرگیا ہو تو اسرافیلؑ کے پاس جا

دل فسردت رو بخورشیدِ رواں
تیرا دل ٹھٹھر گیا ہو تو روح کے آفتاب کے پاس جا

در خیال از بسکہ گشتی مُکتسی
تو خیالات کو بہت پہننے والا بن گیا

نک بسُو فسطائیِ بدظن رسی
اب تو بدظن سوفسطائی کے پاس جاتا ہے

او خود از لُبِ خرد معزول بود
وہ خود عقل کے جوہر سے جدا تھا

شد ز حس محروم و معزول از وجود
حس سے محروم اور وجود سے جدا ہوگیا

گر ز خود و ز لبِ خود معزول گشت
وہ اگر اپنے آپ سے اور عقل سے جدا ہوا

از وجودِ حسِ خود مفصول گشت
(تو) اپنے حس کے وجود سے جدا ہوگیا

ہیں[3] سخن خا، نوبتِ لب خائی ست
خبردار اے باتیں بنانیوالے! ہونٹ چبانے کا موقع ہے

گر بگوئی خلق را رُسوائی ست
اگر عوام سے کہے گا، رُسوائی ہے

چیست[4] امعاں؟ چشمہ را کردن رواں
اِمعان کیا ہے؟ چشمہ کو جاری کرنا

چوں ز تن جاں رست گویندش رواں
جب جان جسم سے چھوٹی اسکو "رواں" کہتے ہیں

---

[1] آفتاب۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ منکر۔ ابو جہل نے یہ معجزہ دیکھا لیکن پھر بھی سر تسلیم خم نہ کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا غور و فکر صحیح نہ تھا۔ تو نظر داری۔ اب نظر کی صحت اور اس کی نفع رسانی کا بیان شروع کیا ہے کہ اگر نظر میں گہرائی نہ ہو تو وہ مفید نہیں ہوتی ہے۔ زیں ہمی گوید قرآن پاک میں ہے فَارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ "دو مرتبہ نظر ڈال" نظر کی تکرار بھی اس کو گہرائی میں لے جاتی ہے۔ آں نمی خواہد نظر کے صحیح ہونے کی یہ بھی شرط ہے کہ خدا کے نیک بندوں سے جو وحی کے متبع ہوں مدد حاصل کی جائے ورنہ محض فلاسفر کی طرز پر غور کرنا تو ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا ہے۔

[2] تن بمردت۔ حضرت اسرافیلؑ تو جسم کو حیات بخشنے والے ہیں اور اہل اللہ روح کو زندہ کر دیتے ہیں لہذا ان کی صحبت اختیار کریگا تو تجھے صحیح نظر حاصل ہو جائے گی۔ در خیال۔ چونکہ تو فاسد اوہام میں مبتلا ہے لہذا اپنے ہم جنس فلسفی کے پاس جاتا ہے اور چونکہ وہ بھی فاسد خیالات میں مبتلا ہے وہ تجھے کبھی صحیح نظر نہیں عطا کر سکے گا۔ او ز خود۔ چونکہ وہ سوفسطائی خود عقل سے بیگانہ ہے نتیجہ یہ ہے کہ اپنے وجود کو بھی ایک موہوم شئی سمجھتا ہے۔ گر ز خود۔ جبکہ وہ اپنی عقل اور وجود سے بیگانہ ہے تو اس میں حس بھی باقی نہیں لہذا اس کی صحبت تیرے لئے بالکل نفع بخش نہیں ہے۔

[3] ہیں سخن خا۔ گفتگو یہ ہو رہی ہے کہ حضرت حق تعالیٰ کا ظہور مخلوق کے وجود کے واسطے ہے یہ مسئلہ عوام نہ سمجھ سکیں گے لہذا خاموشی اختیار کر ورنہ سوائے رُسوائی کے کچھ حاصل نہ ہوگا لہذا جہاں سے بات شروع ہوئی تھی یعنی صحیح نظر اور امعانِ نظر کی وہی بات کرنی چاہیے۔ چیست۔ اِمعان کے لغوی معنی چشمہ کو جاری کرنے اور رواں کرنے کے ہیں چونکہ روح جسم سے جدا ہو کر رواں ہوتی ہے اس لئے اُس کو رَواں کہتے ہیں لہذا اِمعان کے معنی نظر کو گہرائی کی طرف رواں کرنے کے ہوئے۔

آں[۵۱] حکیمے راکہ جاں از بندِ تن — بازرست و شد رواں اندر چمن

وہ حکیم کہ جس کی جان جسم کی قید سے — چھوٹی اور چمن میں روانہ ہوئی

یا رواں شد خود بسوئے ھاویہ — ہمچو موش از زاویہ در زاویہ[۵۲]

یا جہنم کی جانب روانہ ہوئی — (یا) چوہے کیطرح ایک گوشے سے دوسرے گوشے میں

دو لقب راؤ بریں ہر دو نہاد — بہرِ فرق اے آفریں برجانش باد

اُس نے اِن دونوں کے دو لقب بنائے — فرق کرنے کے لئے اُس کی جان پر آفریں ہے

در بیانِ آنکہ بر فرماں رَوَد — گر گلے را خار خواہد آں شود

اُس شخص کے بیان کے لئے جو حکم پر چلے — اگر پھول کو کانٹا بنانا چاہے وہ ہوجائے

معجزۂ ہود پیغمبر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام در تخلیصِ

پیغمبر ہود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا معجزہ ہوا کے نازل

مومنانِ اُمّت بوقتِ نزولِ باد

ہونے کے وقت اُمّت کے مومنوں کو بچانے کے لئے

ہود گردِ مومناں خطّے کشید — تاز باد آں قوم او رنجے ندید

ہود نے مومنوں کے چاروں طرف ایک لکیر کھینچ دی — یہاںتک کہ اُس قوم نے ہوا سے کوئی تکلیف نہ دیکھی

مومناں از دستِ بادِ ضائرہ[۵۳] — جملہ بنشستند اندر دائرہ

مومن نقصان رساں ہوا کے ہاتھ سے، چکر — سب دائرے میں بیٹھ گئے

باد طوفاں بود و اُو کشتی عسے — ہست ازیں طوفان و ایں کشتی بسے

ہوا طوفان تھی اور وہ یقیناً کشتی تھا — اِس طرح کے طوفان اور کشتیاں بہت ہیں

باد طوفاں بود و کشتی لطفِ ہو — بس چنیں کشتی و طوفاں دار داو

ہوا طوفان تھی اور کشتی اللہ تعالیٰ کی مہربانی — وہ ایسی بہت سی کشتیاں اور طوفان رکھتا ہے

پادشاہے را خدا کشتی کند — تا بحرصِ خویش بر صفہا زند

اللہ (تعالیٰ) بادشاہ کو کشتی بنا دیتا ہے — یہاںتک کہ وہ اپنی حرص کیوجہ سے صفوں پر حملہ کرتا ہے

---

۵۳ ضائرہ۔ نقصان رساں۔ اُو کشتی۔ یعنی دائرہ انکے لئے کشتی تھا۔ عسے۔ عسیٰ کا امالہ ہے جو یقین کے معنی میں بھی مستعمل ہوجاتا ہے۔ بسے۔ یعنی اللہ تعالیٰ بہت سی چیزوں کو ہوا کے طوفان کی طرح ہلاکت کا سبب اور کشتی کی طرح ذریعۂ نجات بنا دیتا ہے۔ بادشاہے۔ جس طرح کشتی ذریعۂ حفاظت ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اُس بادشاہ کو مفسدین سے حفاظت کا سبب بنا دیتا ہے جس کا دراصل مُلک گیری مقصد ہوتا ہے۔

۵۱ آں حکیمے۔ شیخ بوعلی سینا نے رسالہ معراجیہ میں کہا ہے کہ انسان میں دو روحیں ہیں ایک کو روح حیوانی کہا جاتا ہے وہ لطیف بخارات ہیں اور ایک کو روح انسانی جو بدن سے نکل کر روانہ ہوجاتی ہے اور وہ روح حیوانی کو نفسِ حیوانی اور جان سے تعبیر کرتا ہے اور روح انسانی کو نفسِ ناطقہ اور رَوان سے تعبیر کرتا ہے تو اُس نے بھی رَوان میں روانگی اور جاری ہونے کے معنیٰ کا لحاظ کیا اسی طرح اِمعانِ نظر میں نظر کو گہرائی میں جاری کرنے اور روانہ کرنے کا مفہوم ماخوذ ہے۔ یا رَوان۔ شیخ بوعلی سینا کی بعض علماء نے تکفیر کی ہے اسلئے مولانا نے فرمایا ہے کہ اُس کا نفسِ ناطقہ اور رَوان بدن سے جدا ہوکر چمن میں گئی ہے یا ہاویہ یعنی جہنم کے گڑھے میں۔ ہاویہ۔ جہنم۔

۵۲ زاویہ۔ گوشہ یعنی جہنم کے ایک قید خانہ سے دوسرے قید خانہ کی جانب۔ دو لقب۔ شیخ نے دونوں چیزوں کے لئے دو لقب تجویز کئے ہیں ایک کو جان کہا دوسری کو رَوان کہا ہے۔ در بیان۔ اِس مضمون کا مقصد اُس شخص کی حالت بیان کرنے کیلئے ہے جو خدا کے حکم کو بجالاتا ہے اگر وہ خدا سے دعا کرے کہ کانٹا پھول بنجائے تو وہ پھول بنجائے۔ معجزہ۔ اِس قصّے یہ مقصود ہے کہ مقرّبین بارگاہ کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ کشید۔ یعنی ہوا کا عذاب آنیکے وقت۔

قصدِ شاہ آں نے کہ خلق ایمن شوند ‏ — ‏ قصدش آنکہ مُلک گردد پائے بند

بادشاہ کا یہ قصد نہیں ہے کہ مخلوق محفوظ ہو ‏ — ‏ اُس کا قصد یہ ہے کہ ملک پابند ہو جائے

آں خراسی می دود قصدش خلاص ‏ — ‏ تا بیابد اُو ز زخم آں دم مناص

چکی کا بیل دوڑتا ہے اُس کا قصد خلاصی حاصل کرنا ہے ‏ — ‏ تاکہ فوراً مار سے چھٹکارا حاصل کرلے

قصدِ اُو آں نے کہ آبے بر کشد ‏ — ‏ یا کہ کنجد را بداں روغن کند

اُس کا یہ قصد نہیں ہے کہ پانی کھینچے ‏ — ‏ یا اُس کے ذریعہ تلوں کو تیل بنائے

گاؤ بشتابد زبیمِ زخمِ سخت ‏ — ‏ نے برائے بُردنِ گردون و رخت

بیل سخت مار کے ڈر سے دوڑتا ہے ‏ — ‏ نہ کہ گاڑی اور سامان کے لے جانے کے لئے

لیک دادش حق چنیں خوف و وجع ‏ — ‏ تا مصالح حاصل آید در تبع

لیکن اللہ نے اُس کو ایسا خوف اور درد عطا کیا ہے ‏ — ‏ کہ ضمناً مصلحتیں حاصل ہو جائیں

ہمچنیں ہر کاسبے اندر دکاں ‏ — ‏ بہرِ خود کوشد نہ اصلاحِ جہاں

اسی طرح دکان میں ہر کمانے والا ‏ — ‏ اپنے لئے کوشش کرتا ہے نہ دنیا کے فائدے کیلئے

ہر یکے بر درد جُوید مرہمے ‏ — ‏ در تبع قائم شدہ زیں عالمے

ہر شخص درد کے لئے مرہم تلاش کرتا ہے ‏ — ‏ ضمناً یہ جہان قائم ہو گیا ہے

حق ستونِ ایں جہاں از ترس ساخت ‏ — ‏ ہر یکے از ترسِ جاں در کار باخت

اللہ (تعالیٰ) نے اِس جہان کا ستون خوف سے بنایا ہے ‏ — ‏ ہر شخص جان کے ڈر سے ایک کام میں لگا ہوا ہے

حمد ایزد را کہ ترسے را چنیں ‏ — ‏ کرد اُو معمار و اصلاحِ زمیں

اللہ کی تعریف ہے کہ خوف کو اس طرح ‏ — ‏ اُس نے معمار اور زمین کی اصلاح بنا دیا

ایں ہمہ ترسندہ اند از نیک و بد ‏ — ‏ ہیچ ترسندہ نترسد خود ز خود

یہ سب اچھے اور بُرے ڈرنے والے ہیں ‏ — ‏ کوئی ڈرنے والا خود بخود نہیں ڈرتا ہے

پس حقیقت بر ہمہ حاکم کسے ست ‏ — ‏ کہ قریب ست ار چہ محسوس نیست

تو حقیقتاً سب پر کوئی حاکم ہے ‏ — ‏ جو قریب ہے اگرچہ محسوس نہیں ہے

ہست اُو اندر کمیں اے بُوالہوس ‏ — ‏ تا نگردی فارغ از شب اے عسس

اے بُوالہوس! وہ گھات میں ہے ‏ — ‏ تاکہ اے چوکیدار! تو رات سے بے نیاز نہ ہو جائے

معلوم ہوا کہ ہر شخص پر کوئی ذات حاکم ہے اور اُس شخص کو اُس ذات سے محکومیت کا قرب حاصل ہے لیکن وہ ذات اُس کو محسوس نہیں ہوتی ہے۔ ہست۔ محسوس تو وہ نہیں ہے لیکن وہ تیری گھات میں ہے تاکہ تو اپنے فریضہ سے غافل نہ ہو۔

---

۵۱ قصدِ شاہ۔ اُس بادشاہ کا مقصد مخلوق کو ملطنی کرنا نہیں ہوتا بلکہ ملک گیری ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اُس سے مخلوق کی حفاظت کا کام لے لیتا ہے۔ خراسی۔ وہ جانور جو چکی چلاتا ہے۔ خلاص۔ یعنی مار سے بچنے کے لئے دوڑتا ہے۔ مناص بچاؤ کی جگہ۔ یا کہ۔ یعنی تلوں میں سے تیل نکالنا اُس کا مقصد نہیں ہے۔ گاؤ۔ یعنی گاڑی کا بیل۔ گردون۔ گاڑی۔ لیک۔ یہاں مقاصد دوسرے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اُن سے اُنکے مقاصد کے علاوہ لوگوں کے نفع کا کام لے لیتا اور بہتر لکھتی بنا دیتا ہے۔
۵۲ کاسب۔ یعنی دوکاندار، دوکانداری اپنے نفع کے لئے کرتا ہے لیکن اُس کی وجہ سے لوگوں کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ ہر یکے۔ ہر انسان اپنی غرض کے لئے کام کرتا ہے پھر بھی اُس سے نظامِ عالم قائم ہے اور لوگوں کا مفاد وابستہ ہو جاتا ہے۔ حق ستون۔ ہر انسان اپنے مقصد کے فوت ہونے سے ڈرتا ہے اور اسی خوف سے نظامِ عالم قائم ہے۔ حمد ایزد۔ اُس خدا کے لئے تعریف ہے جس نے اِس خوف کو اِس دنیا کا معمار اور آباد کنندہ بنا دیا ہے۔
۵۳ ایں ہمہ۔ دنیا کا ہر نیک و بد اپنے مقصود کے فوت ہونے سے ڈرتا ہے اور یہ ڈر خود بخود نہیں پیدا ہوا ہے بلکہ اُس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے۔ ترجمہ

هست او محسوس اندر مکمنے
وہ محسوس ہے، گھات میں

لیک محسوس حس ایں خانہ نے
لیکن اس جہان کے حس کا محسوس نہیں ہے

آں حسے کہ حق براں حس مظہر ست
وہ حس جس پر اللہ (تعالیٰ) ظاہر ہے

نیست حس ایں جہاں آں دیگر ست
وہ اس جہان کی حس نہیں ہے، وہ دوسری ہے

حس حیواں گر بدیدے آں صور
اگر حیوانی حس اُن صورتوں کو دیکھ سکتی

بایزید وقت بودے گاؤ و خر
تو گاؤ و خر (اپنے) وقت کے بایزید ہوتے

آنکہ تن را مظہر ہر روح کرد
جس نے جسم کو ہر روح کا مظہر بنایا

وانکہ کشتی را براق نوح کرد
اور جس نے کشتی کو نوح کا براق بنایا

گر بخواہد عین کشتی را بخو
اگر وہ چاہے تو کشتی کو عادت میں

او کند طوفان تو اے نور جو
اے نور کے تلاش کرنے والے! وہ تیرا طوفان بنا دے

ہر دمت طوفان و کشتی اے مقل
اے نادار! تیرے طوفان اور کشتی کو ہر وقت

با غم و شادیت کرد او متصل
اُس نے تیری خوشی اور غمی سے وابستہ کر دیا ہے

گر نہ بینی کشتی و دریا بہ پیش
اگر تو کشتی اور دریا کو سامنے نہیں دیکھتا ہے

لرزہا بیں در ہمہ اجزائے خویش
اپنے تمام اجزاء میں کپکپی کو دیکھ لے

چوں نہ بیند اصل ترسش را عیون
جب اُسکے ڈر کی اصل کو آنکھیں نہیں دیکھتی ہیں

ترس دارد از خیال گونا گوں
تو وہ قسم قسم کے خیالات سے ڈرتا ہے

مشت بر اعمیٰ زند یک جلف مست
ایک گنوار مست، اندھے کے مکا مارتا ہے

کور پندارد لگد زن اشتر ست
اندھا سمجھتا ہے مکا مارنے والا خچر ہے

زانکہ آں دم بانگ اشتر می شنید
کیونکہ اُس نے اُس وقت خچر کی آواز سنی تھی

کور را گوش ست آئینہ، نہ دید
اندھے کا آئینہ، کان ہیں نہ کہ نظر

باز گوید کور نے ایں سنگ بود
پھر کہتا ہے نہیں یہ پتھر تھا

یا مگر از قبۂ پر طنگ بود
یا شاید پُر صدا قبہ سے تھا

ایں نبود و آں نبود و او نبود
یہ نہ تھا اور وہ نہ تھا اور وہ بھی نہ تھا

آنکہ او ترس آفرید اینہا نمود
جس نے خوف پیدا کیا ہے اُس نے انکو رونما کیا

کے کان اُس کی آنکھ کا کام کرتے ہیں۔ باز گوید۔ پھر وہ اندھا یہ کہتا ہے کہ نہیں یہ گدھے کی لات نہ تھی بلکہ کسی نے پتھر پھینک کر مارا ہے یا شاید کسی پُر آواز قبہ سے آکر لگا ہے۔ طنگ۔ صدا قبہ پُر طنگ سے مراد پہاڑ ہو سکتا ہے۔ ایں نبود۔ اندھے نے پتھر کے لگنے کے تین سبب سمجھے گدھے کی لات، پھینکنے والا، پہاڑ اور تینوں غلط تھے، جس

---

۵۱ ہست۔ اس کو عقل کامل والے محسوس بھی کر لیتے ہیں عوام کے لئے غیر محسوس ہے چونکہ اُس کمین تک اُنکی رسائی نہیں ہے۔ آں حسے۔ خدا جس حس کا محسوس ہے وہ اِس دنیا کی ظاہری حس نہیں ہے وہ دوسرے عالم کی حس ہے حس حیواں۔ یعنی ظاہری حس جو حیوانات میں بھی ہے۔ گاؤ و خر۔ جو پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت میں مبتلا ہیں۔ آنکہ۔ وہ ذات جو غیر کشتی کو کشتی بنا دیتی ہے اُس میں یہ قدرت بھی ہے وہ کشتی کو طوفان بنا دے یعنی وہی چیز جو ذریعہ نجات تھی ہلاکت کا سبب بنجائے۔

۵۲ ہر دمت۔ تیرا یہ غم اور خوشی تیرے لئے طوفان اور کشتی بنا دیا ہے اور پھر غم کو خوشی کا سبب اور خوشی کو غم کا سبب بنا دیا جاتا ہے۔ گر نہ بینی۔ اگر تیرا غم اور خوشی تجھے نظر نہیں آتے ہیں تو اُن کے آثار سے اُن کو سمجھ لے۔ چوں نہ بیند۔ فلسفی چونکہ اِس خوف کی اصل کو جو خدا سے ہے نہیں دیکھتا ہے تو وہ طبعی اسباب کو خوف کا سبب قرار دیتا ہے جو موہومہ ہوتا ہے۔ مشت۔ اس فلسفی کی مثال اُس اندھے کی سی ہے جسکے کسی گنوار مدہوش نے مکا مارا ہو اور وہ اُس کا سبب خچر کی لات کو سمجھے۔

۵۳ زانکہ۔ خچر کو مکا مارنیوالا اسلئے سمجھے کہ اسوقت اُس نے خچر کا ہنہنانا سنا تھا اور اندھے

ذات نے خوف پیدا کیا تھا اسی نے اندھے کے خیالات پیدا کر دیئے۔

ترسؔ[1] ولرزہ باشد از غیرے یقیں
یقیناً خوف اور کپکپی غیر سے ہوتی ہے

ہیچکس از خود نترسد اے حزیں
اے غمگین! کوئی شخص اپنے آپ سے نہیں ڈرتا ہے

آں حکیمک وہم خواند ترس را
وہ فلسفی اِس ڈر کو وہم بتاتا ہے

فہم کژ کردست اُو ایں درس را
اُس نے اِس سبق کے سلسلہ میں سمجھ کو ٹیڑھا کر لیا ہے

ہیچ وہمے بے حقیقت کے بُوَد
بغیر حقیقت کے کوئی وہم کب ہوتا ہے؟

ہیچ قلبے بے صحیحے کے رَوَد
کوئی کھوٹا بغیر صحیح کے کب چلتا ہے؟

کےؔ[2] دروغے قیمت آرد بے ز راست
سچائی کے بغیر جھوٹ کے دام کب اُٹھتے ہیں؟

در دو عالَم ہر دروغ از راست خاست
دونوں جہان میں ہر جھوٹ سچ سے بنا ہے؟

راست را دید اُو رواجے و فروغ
اُس نے سچ کا چالو ہونا اور فروغ دیکھا

بر امیدِ آں رَواں کرد اُو دروغ
اِس اُمید پر اُس نے جھوٹ چالو کر دیا

اے دروغے کہ ز صِدقت ایں نواست
اے جھوٹ کہ تیرا ساز و سامان سچ سے ہے

شکرِ نعمت کُن مکُن انکارِ راست
نعمت کا شکر ادا کر، سچ کا انکار نہ کر

از مُفلسِف گویم و سودائے اُو
فلسفی اور اُس کے خیال کی بات کروں

یا ز کِشتیہا و دریا ہائے اُو
یا کشتیوں اور اُس کے دریاؤں کی

بَل ز کِشتیہاش کاں بندِ دست است
بلکہ اُس کی کشتیوں کی، کیونکہ وہ دل کا سہارا کرنے والا ہے؟

گویم از کُل جُزو در وے داخل است
کُل کی بات کروں، جز اُس میں داخل ہے

ہر وَلی را نوح و کشتیباں شناس
ہر ولی کو نوح اور کشتی بان سمجھ

صحبتِ ایں خَلق را طوفاں شناس
اِن عوام کی صحبت کو طوفان سمجھ

کمؔ[3] گریز از شیر و اژدرہائے نَر
شیر اور نر اژدہے سے نہ ڈر

ز آشنایان و ز خویشاں کُن حَذَر
دوستوں اور اپنوں سے بچ

در تلاقی روزگارت می بَرَند
ملاقات میں تیرا وقت ضائع کرتے ہیں

یادہاشاں غائبی اَت می چَرَند
اُن کی یادیں تیری غیبت کو چرتی ہیں

چوں خرِ تشنہ خیالِ ہر یکے
ہر شخص کا خیال پیاسے گدھے کی طرح

از قِفِ تن فکر را شربت مکے
جسم کے قیف سے فکر کا شربت چوستا ہے

---

[1] ترس۔ یہ خوف اور لرزہ خود بخود نہیں پیدا ہوتا ہے کسی سبب سے پیدا ہوتا ہے۔ آں حکیمک۔ وہ فلسفی وہم کو خلاق قرار دیکر اُس کو خوف کا خالق قرار دیتا ہے یہ اُس کی کج فہمی ہے۔ ہیچ وہمے۔ وہم کسی چیز سے جب ہی پیدا ہوتا ہے جبکہ اُس چیز سے کبھی وہ چیز پیدا بھی ہوئی ہو مثلاً زید کو یہ وہم کہ مجھے کوئی مار نہ ڈالے جب ہی ہوا جبکہ ایسے واقعات حقیقتاً ہوتے بھی ہیں تو جب وہم کسی حقیقت پر مبنی ہوتا ہے تو لامحالہ اِس حقیقت کا کوئی پیدا کرنے والا ہے جس کی وجہ سے یہ وہم رونما ہوا ہے اِس کو اِس طرح سمجھ لوکہ وہم بمنزلہ کھوٹے سکے کے ہے اور کھرا سکہ حقیقت ہے تو کھوٹا تب ہی چلتا ہے جبکہ کھرا چلتا ہے۔

[2] کے دروغ۔ جھوٹ کا رواج اِسی لئے ہوا کہ لوگوں نے سچ کا رواج دیکھا ہے۔ اے دروغ۔ سچ کا جھوٹ پر یہ احسان ہے کہ اُس کی وجہ سے اُس کا رواج ہوا ہے۔ از مُفلسِف۔ فلسفی اور خدا کی کشتیوں کا بیان ہو رہا تھا اب میں سوچتا ہوں کہ مزید گفتگو فلسفی کے بارے میں کروں یا کشتیوں کے بارے میں۔ گویم۔ کشتی کا بیان کرتا ہوں اُس کے ضمن میں فلسفی کا بھی رد ہو جائے گا۔ ہر ولی۔ اہل اللہ بمنزلہ نوح اور کشتی کے ہیں اور عوام بمنزلہ طوفان کے ہیں۔

[3] کم گریز۔ انسان کیلئے شیر اور سانپ اِس قدر مُہلک نہیں ہیں جس قدر دوست احباب مُہلک ہیں۔ در تلاقی۔ اِن کی موجودگی میں ملاقات سے تضیع اوقات ہوتا ہے اور غیر موجودگی میں اُن کی یادیں تمہارا فکر برباد ہوتا ہے۔ چوں خرِ تشنہ۔ دوستوں اور اپنوں کی یاد تمہاری قوتِ فکریہ کو پیاسے گدھے کی طرح چوستی ہے۔ قِف۔ قیف جس کے ذریعہ بوتل وغیرہ میں تیل بھرتے ہیں۔

نَشَف کرد از تو خیالِ آں وُشات ۱ — شبنمے کہ داری از بحر الحیات

اُن چغلخوروں کی یاد نے تجھ سے چوس لیا — اس تری کو جو تو آبِ حیات سے رکھتا تھا

پس نشانِ نَشفِ آب اندر غصون — آں بُوَد کہ می نجنبد در رکون

شاخوں میں چُوسنے کی علامت — یہ ہوتی ہے کہ وہ میلان میں جنبش کرتی ہیں

عضو چوں شاخِ تر و تازہ بُوَد — می کشی ہر سُو کشیدہ می شَوَد

عضو، تروتازہ شاخ کی طرح ہوتا ہے — جس جانب تو کھینچے، وہ کھنچ جاتا ہے

گر سبد خواہی توانی کردنش — ہم توانی کرد چنبر گردنش

اگر تو ٹوکری چاہے، تو اس کو بنا سکے گا — اس کی گردن کو تو حلقہ بھی بنا سکے گا

چوں شد آں ناشف ز نشفِ بیخِ خود — ناید آں سُوئے کہ امرش می کشد

جب وہ چوسنے والی اپنی جڑ کے چُوسنے سے جُدا ہوگئی — وہ اُس جانب نہ آئے گی کہ حکم اسکو کھینچتا ہے

پس بخواں قَامُوا کُسَالیٰ از نُبے — چوں نیابد شاخ از بیخش طبے

تو قرآن میں "قَامُوا کُسَالیٰ" پڑھ لے — جب شاخ اپنی جڑ سے پستان نہ پائے

آتشین ست ۲ ایں نشاں کوتہ کنم — بر فقیر و گنج و احوالش زنم

یہ علامت آتشین ہے، مختصر کرتا ہوں — فقیر اور خزانہ اور اسکے احوال پر متوجہ ہوتا ہوں

آتشے دیدی کہ سوزد او نہال — آتشِ جاں بیں کزو سوزد خیال

تُونے وہ آگ دیکھی ہے جو پودے کو جلا دیتی ہے — جان کی آگ کو دیکھ لے جس سے خیال جل جاتا ہے

ز آتشِ عشق ست سوزانِ جان و دل — لیک بے انوار زو آں جان و دل

جان اور دل، عشق کی آگ سے جلنے والے ہیں — لیکن وہ جان اور دل اُس سے بے نور ہے

نے خیال ۳ و نے حقیقت را اماں — زیں چنیں آتش کہ شعلہ زد ز جاں

نہ خیال کو امن ہے، نہ حقیقت کو — ایسی آگ سے جس نے جان میں آگ لگا دی

خصم بر شیر آمد و ہر روبہ او — کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ

وہ شیر اور ہر لومڑی پر غالب آگیا — اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہوجانے والی ہے

در وجوہِ وجہِ او رو خرج شو — چوں الف در بسم در رو درج شو

اُس کی ذات کی تجلیات میں جا، خرچ ہو جا — الف کی طرح بسم میں چلا جا، داخل ہو جا

عدم صلاحیت کی بات ہے ورنہ وہ آتشِ عشق جبکہ جان کو جلا ڈالتی ہے تو اس سے جلنے سے نہ خیال بچتا ہے نہ حقیقت واقعی۔ خصم۔ عشق ایسی چیز ہے کہ شیر یعنی حقیقت اور لومڑی یعنی خیال پر غالب آجاتا ہے اور ہر ذرّہ کو فنا کر ڈالتا ہے۔ کلّ شیٔ۔ اِس عشق سے ماسوی اللہ سب جلکر خاک ہوجاتا ہے۔ دَرْ وجوہ وجہ۔ ذات کی تجلیات۔ خرج شو اپنے آپکو

۱ نَشَف۔ دوستوں اور عزیزوں کی یاد تعلق باللہ کو زایل کرتی ہے۔ وُشات۔ چغلخور۔ پس نشان۔ شاخوں کے جڑ سے پانی چوسنے کی علامت یہ ہے کہ انہیں لچک ہوتی ہے۔ غصون۔ غصن کی جمع ہے شاخ۔ رکون۔ میلان۔ عضو۔ اِسی طرح جب اعضاء میں تری ہوتی ہے تو ہر طرف کو مُڑ جاتے ہیں۔ گر سبد۔ تر شاخ کی سوکر ٹوکری بھی بنا سکتے ہیں اسکو گول موڑ کر گردن میں بھی ڈال سکتے ہیں۔ چوں جب وہ اپنی جڑ سے پانی چوسنا چھوڑ دے تو اُنمیں یہ صفات نہیں رہتی ہیں۔ پس بخواں۔ اِسی طرح جب قوٰی ارادیہ سے اعضاء سیراب نہیں ہوتے ہیں تو انمیں جنبش کی کمی ہوتی ہے، کُفّار کے بارے میں قرآن پاک میں ہے وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى اور وہ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو کسلمند ہو کر کھڑے ہوتے ہیں۔ ۲ آتشین۔ یہ تعلق مع اللہ کا بیان عوام نہ سمجھ سکیں گے اور انکو مُضر ہوگا لہذا اب میں فقر اور خزانہ کی بات شروع کرتا ہوں۔ آتشے۔ تو نے یہ آگ تو دیکھی ہے عشق کی آگ کو بھی دیکھ لے جو جان و دل کو جلا ڈالتی ہے اور صرف جان و دل کو ہی نہیں بلکہ انانیت کے خیال کو بھی جلا ڈالتی ہے لیکن جس جان و دل میں قبولیت کی صلاحیت نہیں ہے انہیں سوزندگی تو ہوتی ہے لیکن اس آگ کی روشنی بھی محسوس نہیں ہوتی ہے۔ ۳ نہ خیال۔ یہ

مٹنا ایسے جیسے الف بسم میں داخل ہے اور ظاہراً ساقط ہوجاتا ہے درمیان سے الف غائب ہوجاتا ہے یعنی خود نابود ہوجا تاکہ حق کی ذات آشکار ہو اور حق تعالیٰ کی تجلیات میں اپنے آپکو فنا کر دے

آں[1] الف در بسم پنہاں کردہ ایست — ہست او در بسم و ہم در بسم نیست

اُس "الف" نے "بسم" میں خفیہ قیام کیا ہے — وہ "بسم" میں ہے بھی اور نہیں بھی

ہمچنیں جملہ حروف گشتہ مات — وقتِ حذفِ حرف از بہرِ صلات

اسی طرح وہ تمام حروف جو فنا ہو جاتے ہیں — اتصال کے لئے حرف کے حذف کے وقت میں

او صلہ ست و بے و سیں زو وصل یافت — وصل بے و سین الف را بر نتافت

وہ صلہ ہے اور "با" اور "سین" اس کی وجہ سے جڑے — "با" اور "سین" کے وصل کو "الف" برداشت نہ کر سکا

چونکہ حرفے بر نتابد ایں وصال — واجب آمد کہ کنم کوتہ مقال

جب یہ وصال ایک حرف کی گنجائش نہیں رکھتا — تو ضروری ہو گیا کہ گفتگو کو مختصر کر دوں

چوں یکے حرفے فراقِ سین و بے ست — خامشی اینجا مہم تر واجبے ست

جبکہ ایک حرف "با" اور "سین" کی جدائی ہے — تو اس جگہ چپ رہنا بہت زیادہ ضروری ہے

چوں[2] الف از خود فنا شد مکتنف — بے و سیں بے او ہمی گویند الف

جب پہلو میں آیا ہوا الف اپنائیت سے فنا ہو گیا — تو "با" اور "سین" اس کے بغیر "الف" کہہ رہے ہیں

ما رمیت اذ رمیت بے ویست — ہمچنیں قال اللہ از ضمنش بجست

"تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو نے پھینکا" اس کے بغیر ہے — اسی طرح "اللہ نے کہا" اُسکے ضمن میں مستفاد ہوا

تا بود دارو ندارد او عمل — چونکہ شد فانی کند دفعِ علل

جب تک دوا موجود ہے وہ عمل نہیں کرتی — جب فانی ہو گئی بیماریوں کا دفعیہ کرتی ہے

گر[3] شود بیشہ قلم دریا مدید — مثنوی را نیست پایانی اُمید

اگر جنگل قلم اور سمندر روشنائی بنجائے — مثنوی کے ختم کی توقع نہیں ہے

چار چوبِ خشت زن تا خاک ہست — میدہد تقطیع شعرش نیز دست

پتھے کا سانچہ جب مٹی تک ہے — اُس کے شعروں کی تقطیع بھی میسر رہے گی

چوں نماند خاک و بادش حف کند — خاک سازد بحرِ او چوں کف کند

جب مٹی نہ رہے گی اور اس کو ہوا صاف کر دیگی — جب اُس کا سمندر جوش مارے گا مٹی بنالے گا

---

[1] آں الف. وہ ہمزہ جو بسم میں پوشیدہ ہو گیا معنی کے اعتبار سے موجود ہے اور لفظوں کے اعتبار سے معدوم ہے تو بھی ہی طرح اُس ذات میں فنا ہو جا یعنی جسی اعتبار سے تو تیرا وجود رہے اور ذہنی اعتبار سے نہ رہے. اوصلہ وہ ہمزۂ وصل تھا جب ب اور س کا وصل ہوا وہ وصل اِس ہمزہ کو برداشت نہ کر سکا. چونکہ حرفے. جب وصل ایک حرف کو بھی برداشت نہیں کرتا تو میرا وصل باللہ میری تقریر کو کیسے برداشت کریگا تو یہ میری تقریر اور بیان فنا کے خلاف ہے لہٰذا مجھے خاموشی اختیار کرنی چاہیئے. چوں یکے حرفے. جب ہمزہ کا وجود ب اور س کے وصل سے مانع ہو تو مقام فنا میں پہنچکر خاموشی ضروری ہے بولنا وجود کے آثار میں سے ہے جو فنا کے منافی ہے.

[2] چوں الف. جب ہمزہ نے خود کو فنا کر دیا تو اب ب اور س اُسکو بتلاتے ہیں اِسی طرح جب بندہ فانی فی ذاتِ اللہ ہو جائیگا تو اُسکو بقا بذاتِ اللہ حاصل ہو جائے گا. ما رمیت. آنحضورؐ نے جنگِ بدر میں ایک مٹھی خاک دشمنوں کیطرف پھینکی تو وہ اندھے ہو گئے. چونکہ آنحضورؐ کو مقامِ فنا حاصل تھا اسلئے آنحضورؐ کے اِس فعل کو آنحضورؐ کی بجائے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا اور فرمایا کہ تم نے نہیں پھینکا بلکہ خدا نے پھینکا تو جب فانی کا فعل فانی کیطرف منسوب نہیں ہو سکتا ہے تو اسکا قول بھی اُسکی طرف منسوب نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالےٰ کیطرف منسوب ہوگا تو لیکن "اللہ" ذہنی سے یہ بھی مستفاد ہوا کہ آنحضورؐ نے نہیں کہا بلکہ اللہ نے کہا. گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ÷ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود.

[3] گر شود. چونکہ مولانا نے گزشتہ اشعار میں بہت بلند مضامین ذکر فرمائے اُنکے پیشِ نظر مثنوی کی تعریف شروع کر دی. بیشہ. جنگل یعنی اُسکے درخت. مدید. مداد کا امالہ ہے، روشنائی. مثنوی. اِسکے مضامین کلمات اللہ ہیں اور اُنکے بارے میں قرآن پاک میں یہی کہا گیا ہے. چار چوب. جب تک زمین ہے یعنی دنیا قائم ہے زمین سے اینٹیں بنتی رہینگی اور اُس وقت تک اِس مثنوی کے اشعار بھی دستیاب رہینگے. چوں نماند. جب یہ روئے زمین ختم ہو جائیگی اور قیامت کے دن کی ہوائیں اُسکو تہ و بالا کر دیگی تو اِس مثنوی یعنی کلمات کا سمندر جوش ماریگا اور عالم آخرت میں ایک زمین بنالے گا.

چوں[51] نماند بیشہ و سر در کشند　بیشہا از عینِ دریا سر کشند

جب جنگل نہ رہیں گے اور سر چھپالیں گے　بعینہ دریا سے جنگل سر اُبھاریں گے

بہرِ ایں گفت آں خداوندِ فرج　حدِّثوا عن بحرِنا اِذ لا حرج

اسی لئے کشادگی کے خدا نے فرمایا　ہمارے سمندر سے بیان کرو کیونکہ تنگی نہیں ہے

باز گرد از بحر رُو در خشک نہ　ہم ز لعبت گو کہ کودک را ست بہ

سمندر سے واپس ہوجا، خشکی کی جانب رُخ کر　کھیل کی بات کر کیونکہ بچے کیلئے وہ بہتر ہے

تا ز لعبت اندک اندک در صِبا　جانش گردد با یمِ عقل آشنا

تاکہ بچپن میں کھیل سے تھوڑا تھوڑا　اس کی جان عقل کے سمندر سے آشنا ہوجائے

عقل زاں بازی ہمی گیرد صبی　گرچہ با عقل ست در ظاہر اَبی

بچہ کھیل سے عقل حاصل کرتا ہے　اگرچہ وہ بظاہر عقل کے منافی ہے

کودکِ دیوانہ بازی کے کُند　جزو باید تا کہ کُل را پے کُند

دیوانہ بچہ کب کھیلتا ہے؟　جز چاہیئے تاکہ کل کا پتہ لگائے

رجوع کردن بقصۂ قُبّہ و گنج

قبّہ اور خزانہ کے قصے کی جانب رجوع

تنگ[52] خیالِ آں فقیرِ بے ریا　عاجز آورد از بیا و از بیا

اُس مخلص فقیر کے خیال نے　آجا، آجا کے ذریعہ عاجز کردیا

بانگ اُو تو نشنوی مَن بشنوم　زانکہ در اسرار ہمراز وَیم

تو اُس کی آواز نہیں سنتا، میں سُن رہا ہوں　کیونکہ میں رازوں میں اُس کا ہمراز ہوں

طالبِ گنجش مبیں خود گنجِ اُوست　دوست کے باشد بمعنی غیرِ دوست

اس کو خزانہ کا طالب نہ سمجھ وہ خود خزانہ ہے　باطن میں دوست، دوست کا غیر کب ہوتا ہے؟

سجدہ خود را می کُند ہر لحظہ اُو　سجدہ پیشِ آئینہ ست از بہرِ رُو

وہ ہر لحظہ اپنا سجدہ کرتا ہے　آئینہ کے سامنے سجدہ کرنا چہرے کے لئے ہے

گر بدیدے[53] ز آئینہ اُو یک پشیز　بے خیالِ اُو نماندے ہیچ چیز

اگر وہ آئینہ سے ایک دمڑی دیکھ لیتا　اس کے خیال کے سوا کچھ نہ رہتا

دیکھا تو طلب میں اس قدر منہمک ہوگیا لیکن اگر وہ مطلوب میں اُس حقیقت کو دیکھ لیتا جس حقیقت کیلئے ہر مخلوق اور مطلوب آئینہ ہے تو وہ اُس حقیقت کے درپے ہوجاتا اور اُس کے ذہن سے ہر مطلوبِ خیالی زایل ہوجاتا اور اس حقیقت کے آئینہ بنجانے سے جب اُسمیں اپنا چہرہ نظر آتا تو منصور کیطرح اِنّی اَنَا اللہ کا نعرہ لگانے لگتا۔

[51] چوں نماند بیشۂ۔ جب یہ عالم دنیا کے جنگل ناپید ہوجائیں گے تو مثنوی یعنی کلمات اللہ اور عالم آخرت سے جنگل پیدا ہوجائیں گے۔ بہرِ ایں۔ چونکہ کلمات اللہ غیر محدود ہیں لہذا اُن کی باتیں بھی غیر محدود ہیں اُنکو بیان کئے جاؤ کوئی تنگی نہ آئے گی۔ باز گرد۔ اب کلمات اللہ اور اسرار کے سمندر کی باتوں سے خشکی کیطرف یعنی ظاہری باتوں کیطرف رجوع اور کچھ کھیل کود کی بات کرو وہ بچہ کیلئے مفید ہے جب وہ لکڑی کی تلوار سے کھیلنا سیکھ لیتا ہے تو اصلی تلوار خوب چلاتا ہے۔ تا ز لعبت۔ کھیل کود سے عقل آشنا ہوجاتی ہے۔ بازی۔ کھیل کود سے بچہ ہنر سیکھ لیتا ہے اگرچہ بظاہر عقل اور کھیل میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ کودک۔ کھیل سے عقل آتی ہے اور عقل ہی سے کھیل آتا ہے پاگل بچہ کبھی کھیل میں نہیں لگتا ہے۔

[52] تنگ۔ اُس مخلص فقیر کا خیال مجھے مجبور کر رہا ہے کہ میں اُس کے قصے کو پورا کروں۔ بانگِ اُو۔ چونکہ میں اُس فقیر کا ہمراز ہوں اُس کی آواز بلانے کی مجھے آرہی ہے۔ طالبِ گنجش۔ اُس فقیر کو خزانہ کا طالب نہ سمجھ بلکہ وہ خود خزانہ ہے کیونکہ دوست باطن کے اعتبار سے دوست کا غیر نہیں ہوتا ہے بلکہ مطلوب طالب کا آئینہ ہوتا ہے اور آئینہ کیجانب سجدہ کرنا اپنے لئے ہی سجدہ کرنا ہے، انسان کسی چیز کا طالب اپنی غرض کیلئے ہوتا ہے تو گویا وہ مطلوب خود طالب ہے۔

[53] گر بدیدے۔ طالب نے مطلوب کے آئینہ میں خود ہی کو

ہم خیالاتش ہم اُو فانی شدے — دانشِ اُو محوِ نادانی شدے
اُس کے خیالات اور خود وہ بھی فانی ہو جاتے — اُس کا علم بے علمی میں فنا ہو جاتا

دانشِ دیگر ز نادانیِّ مَا — سَر بَرآوردے عیاں کانی اَنَا
ہماری بے علمی سے دوسرا علم — کُھلم کُھلا سر اُبھارتا کہ "اِنّی اَنَا"

اُسْجُدُوْا لِاٰدَمْ ندا آمد ہمے[۱] — کادمید و خویش بینیدش دَمے
آدمؑ کو سجدہ کرو آواز آرہی تھی — کہ تم آدم ہو اور تھوڑی دیر کیلئے اپنے آپ کو آدم سمجھو

اَحولی از چشمِ ایشاں دُور کرد — تا زمیں شد عینِ چرخِ لاجورد
اُن کی آنکھ سے بھینگا پن دُور کر دیا — یہاں تک کہ زمین بعینہٖ نیلا آسمان ہو گئی

لَااِلٰہ گفت و اِلَّااللہ گفت — گشت لَا اِلَّا اللہ و وحدت شگفت
اُس نے "لَا اِلٰہ" کہا اور "اِلَّا اللہ" کہا — "لَا" ... "اِلَّا اللہ" بن گیا اور وحدت ظاہر ہو گئی

آں[۲] حبیب و آں خلیلِ بارشد — وقت آں آمد کہ گوشِ ما کَشد
وہ حبیب اور ہادی دوست — اِس کا وقت آگیا کہ ہمارے کان کھینچے

سُوئے چشمہ کہ دہاں زینہا بشو — آنچہ پوشیدیم از خلقاں مگو
چشمہ کی جانب، کہ اِن سے مُنہ دھوئے — جو ہم نے مخفی کیا ہے، لوگوں سے نہ کہہ

دَر بگوئی خود نہ گردد آشکار — تو بقصدِ کشف گردی جُرم دار
اگر تو کہے گا واضح نہ ہو گا — تو اظہار کے ارادے میں مجرم ہو گا

لیک[۳] من اینک پریشاں می تنم — قائلِ ایں سامعِ ایں ہم منم
لیکن میں اب پراگندہ بات کر رہا ہوں — اِس کا کہنے والا بھی اور سُننے والا بھی میں ہی ہوں

صورتِ درویش و نقشِ گنج گو — رنج کیشند ایں گروہ از رنج گو
درویش کی (ظاہری) صورت، خزانہ کا نشان بیان کر — یہ لوگ زحمت پسند ہیں زحمت کی بات کر

چشمۂ رحمت برایشاں شُد حرام — می خورند از زہرِ قاتل جام جام
رحمت کا چشمہ اِن پر حرام ہو گیا ہے — زہرِ قاتل کے جام پر جام پیتے ہیں

[۱] اُسْجُدُوْا۔ آدمؑ فرشتوں کے مسجُود اس لئے تھے کہ وہ مَظہرِ حقیقت تھے تو بنی آدمؑ کے لئے یہ اشارہ ہے کہ وہ بھی آدمؑ کی طرح مَظہرِ حقیقت ہیں اور اُن کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو اِس حقیقت کا مَظہر سمجھیں۔ اَحولی۔ اللہ تعالٰی نے فرشتوں کی آنکھ سے بھینگا پن دُور کر دیا اور انھوں نے آدمؑ کی مٹی کو اسی طرح مَہبطِ انوار دیکھا جس طرح فلک مَہبطِ انوار ہے۔ لَا اِلٰہ۔ اُس کا اِنّی اَنَا اللہ کہنا لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ ہی کہنا تھا جبکہ لَا اِلٰہ یعنی غیر اللہ مَظہرِ اِلَّا اللہ بن گیا تو گویا یعنی غیر اِلَّا اللہ عینِ حقیقت بنگیا۔ تو گویا اِنّی اَنَا اللہ کہنا بعینہٖ لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ کہنا تھا یعنی یہ دونوں عنوان ہیں معنون ایک ہی ہے۔

[۲] آں حبیب۔ اب اِن اَسرار کا بیان اس درجہ پر آگیا ہے کہ اللہ تعالٰی ہمارا کان کھینچ کر شرعی احکام کی طرف لے جائے اور حکم دے کہ شریعت کے چشمہ سے مُنہ دھولے تاکہ اِن اسرار کے بیان کا مُنہ میں جو اثر ہے وہ زائل ہو جائے اس لئے کہ شریعت اِس طرح کے کلمات کی اجازت مغلوبُ الحال کے سوا کسی کو نہیں دیتی ہے اور یہ وہ اَسرار ہیں جو شریعت نے عوام سے پوشیدہ رکھے ہیں۔ دَر۔ اگر اِن اَسرار کو بیان بھی کیا جائے گا تو اَسرار واضح نہ ہوں گے اور اِس طرح کے کلمات کہنے والا مُجرم قرار دیا جائے گا اور شریعت کے احکام کے اعتبار سے سُولی کا مستحق ہو گا ـــــ [۳] لیک۔ میں جو کچھ بیان کر رہا ہوں وہ بھی پراگندہ باتیں ہیں جن سے اَسرار کی حقیقت واضح نہیں ہوتی نیز اُن کا کہنے والا بھی میں ہی ہوں اور سُننے والا بھی میں ہی ہوں، چونکہ اور کوئی سمجھنے والا نہیں ہے لہٰذا میں عوام سے راز ظاہر کرنے کا مُجرم بھی نہیں ہوں۔ صورتِ درویش۔ اَسرار کا بیان تو اب ختم ہوا اب دو باتیں اور کہنی ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے ایک درویش کا قصہ دوسرا چشمۂ رحمت یعنی شریعت کا ذکر۔ رنج کیشند۔ عوام کو وہی باتیں پسند ہیں جن کا ذکر غیر خدا کا ذکر ہے اور وہ ہمارے لے تکلیف دہ ہیں لیکن عوام کا چونکہ یہ مزاج بنگیا ہے لہٰذا مجبوراً ہمیں اِس طرح کے قصّے بیان کرنے پڑ رہے ہیں۔ چشمۂ رحمت۔

خاکہا[1] پُر کردہ دامن می کشند
دامن کو مٹی سے بھر کر لا رہے ہیں

تا کنند ایں چشمہا را خشک بند
تاکہ ان چشموں کو خشک اور بند کر دیں

کے شود ایں چشمۂ دریا مدد
یہ دریا کا امدادی چشمہ کب ہو سکتا

مکتبس زیں مُشتِ خاکِ نیک و بد
بٹتا ہوا؟ اِس اچھی بُری مٹی کی کمتی سے

لیک گوید با شما من بستہ اَم
لیکن وہ کہتا ہے تمہارے اعتبار سے میں بند ہوں

بے شما من با ابد پیوستہ اَم
تمہارے علاوہ میں اَبد سے وابستہ ہوں

قومِ معکوس اند اندر مُشتہا
مطلوب کے بارے میں وہ اُلٹی قوم ہے

خاک خوار و آب را کردہ رہا
مٹی بھیتی ہے، پانی کو چھوڑ رکھا ہے

ضدِ[2] طبعِ انبیا دارند خلق
(یہ) لوگ انبیاء کی طبیعت کی ضد ہیں

اژدہا را مُتکا دارند خلق
(یہ) لوگ اژدہے کو تکیہ گاہ بنائے ہوئے ہیں

چشم بندِ خلق چوں دانستۂ
جبکہ تو نے لوگوں کی آنکھ کے پردے کو سمجھ لیا

ہیچ دانی از چہ دیدہ بستۂ
تو جانتا ہے کہ تو نے کس چیز سے آنکھ بند کی ہے؟

بر چہ بکشادی بدل ایں دیدہا
تو نے آنکھوں کو بدلے میں کس چیز پر کھولا ہے؟

یک بیک بئس البدل داں آں ا
اپنے لئے اُس کو سراسر بُرا بدلہ سمجھ

لیک خورشیدِ عنایت تافتہ ست
لیکن مہربانی کا سورج چمکا ہے

آئیسان را از کرم دریافتہ ست
اُس نے کرم سے مایوسوں کو پالیا ہے

نرد[3] بس نادر ز رحمت باختہ
اُس نے رحمت سے عجب نرد کھیلی ہے

عینِ کفراں را انابت ساختہ
بعینہٖ کفر کو رجوع (الی اللہ) بنادیا ہے

ہم ازیں بدبختیِ خلق آں جواد
اُس سخی نے مخلوق کی اِسی بدبختی سے

منفجر کردہ دو صد چشمہ وداد
محبت کے دوسو چشمے جاری کر دیئے

غنچہ را از خار سرمایہ دہد
وہ غنچہ کو کانٹے سے سرمایہ عطا کرتا ہے

مُہرہ را از مار پیرایہ دہد
وہ مہرہ کو سانپ سے لباس عطا کر دیتا ہے

از سوادِ شب بروں آرد نہار
وہ رات کی سیاہی سے دن ظاہر کرتا ہے

وز کفِ مُعسر برویاند یسار
وہ تنگدست کے ہاتھ سے مالداری پیدا کر دیتا ہے

بس اپنی محبت کے چشمے جاری کر دیئے ہیں۔ غنچہ۔ اللہ تعالیٰ ایک ضد سے دوسری ضد پیدا فرما دیتا ہے خار سے غنچہ اور سانپ میں مہرہ پیدا کر دیتا ہے جو اس کے زہر کا تریاق ہے، رات سے دن پیدا کر دیتا ہے مُفلس کے ہاتھ سے مالداری پیدا کر دیتا ہے حضرت ابراہیمؑ نے ریت سے گیہوں کا آٹا پیدا فرما دیا۔ پہاڑ کو حضرت داؤدؑ کا ہم زبان بنا دیا۔

[1] خاکہا۔ یہ لوگ شریعت کے مسائل کو اپنی خرافات سے دبانا چاہتے ہیں لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔ مکتبس۔ اگر نون سے ہے تو پوشیدہ کے معنیٰ ہیں اور اگر با سے ہے تو چُبا ہوا کے معنیٰ ہیں۔ لیک۔ مخالفوں کی مخالفت سے شریعت تو نہ مٹے گی، ہاں وہ محروم رہیں گے۔ قومِ معکوس۔ یہ دین میں تاویلات کرنے والے اوندھی طبیعت کے ہیں کہ اُن کو شریعت کا صاف چشمہ پسند نہیں آتا اور تاویلات کی خاک چاٹتے ہیں۔

[2] ضدِ طبع۔ انبیاء تو حق کہتے تھے خواہ عوام کو پسند نہ آئے، یہ عوام پر تکیہ کرتے ہیں اور اُن کو خوش کرنے کے لئے تاویلات کرتے ہیں۔ چشم بند۔ یہی فلسفیانہ توجیہات اُن کی آنکھوں کا پردہ ہیں انہوں نے حقائق سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ بر چہ۔ شریعت کے اسرار کی بجائے فلسفیانہ تاویلات اُن کے پیشِ نظر ہیں جو حقائقِ شرعیہ کا بدترین بدل ہیں۔ لیک۔ ان جیسی موشگافیاں کرنے والوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اصل شریعت کا تو انکار نہیں کرتے ہیں لیکن بعض جگہ سلف کے خلاف تاویلات کرتے ہیں اُن کو نندے خدا کے کرم نے سنبھال لیا ہے۔

[3] نرد بس نادر۔ اللہ نے اُن پر کرم کیا اور اُن کے بعض عقائد سلف کے خلاف ہوتے ہوئے بھی اُنکو معذور قرار دیا ہے۔ ہم ازیں۔ اُنکے بعض عقائد فاسدے

آرد سازد ریگ را بہرِ خلیلؑ — کوہ با داؤدؑ گردد ہم رسیل

وہ خلیل (ابراہیمؑ) کے لئے ریت کو آٹا بنا دیتا ہے — پہاڑ (حضرت) داؤدؑ کا ہم آواز بن جاتا ہے

کوہ[1] با وحشت دراں ابرِ ظلم — بر گشاید بانگِ چنگ و زیر و بم

وحشت ناک پہاڑ، تاریک ابر میں — چنگ کی آواز اور زیر و بم کو ظاہر کرتا ہے

خیز اے داؤدؑ از خلقاں نفیر — ترک آں کردی عوض از ما بگیر

اے لوگوں سے متنفر داؤدؑ! اُٹھ — تو نے اُس کو چھوڑا ہم سے اس کا بدلہ لے لے

اِنابتِ آں طالبِ گنج بحق تعالیٰ بعد از طلبِ بسیار و عجز

بہت سے عجز اور مجبوری کے بعد اُس خزانہ کے طلبگار کا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا

واضطرار کہ اے ولیُّ الاظہار تو کُن آں پنہاں را آشکار

کہ اے ظاہر کرنے کے والی تو اُس پوشیدہ کو ظاہر کر دے

گفت آں درویش اے دانائے راز — از پئے ایں گنج کردم یادہ تاز

اُس فقیر نے کہا، اے راز داں — میں نے اِس خزانہ کیلئے، بیہودہ بھاگ دوڑ کی

دیوِ حرص و آز مستعجل تگی — نے تانی جست و نے آہستگی

دوڑ میں عجلت کرنیوالے لالچ اور حرص کے دیو نے — نہ آہستہ روی کو طلب کیا اور نہ آہستگی کو

من[2] ز دیگے لقمۂ نند وختم — کف سیہ کردم دہاں را سوختم

میں نے دیگ میں سے ایک لقمہ نہ حاصل کیا — ہاتھ کالا کر لیا، منہ جلا لیا

خود نگفتم چوں دریں نا موقنم — زاں گرہ زن ایں گرہ را حل کنم

میں نے نہ کہا، جبکہ میں اِس میں یقین کرنیوالا نہیں ہوں — اُس گرہ لگانے والے سے، اِس گرہ کو کھلواؤں

قولِ حق را ہم ز حق تفسیر جُو — ہیں مخاز از گماں اے یادہ گو

اللہ کے قول کی، اللہ سے تفسیر چاہ — اے بیہودہ گو! گمان سے بکواس نہ کر

آں گرہ کو زد ہمو بکشایدش — مُہرہ[3] کو انداخت او بر بایدش

جو گرہ اُس نے لگائی ہے وہی اُس کو کھولتا ہے — جو مُہرہ اُس نے بٹھایا ہے وہی اسکو اُٹھاتا ہے

گرچہ آسانت نمود ایں ساں سخن — کے بُود آساں رموزِ مِن لدن

اگرچہ تجھے اِس قسم کا کلام آسان معلوم ہوتا ہے — لدُنیہ رموز آسان کب ہوتے ہیں؟

گفت یارب توبہ کردم زیں شتاب — چوں تو در بستی تو کُن ہم فتحِ باب

اُس نے کہا اے خدا! میں نے اِس جلد بازی سے توبہ کی — جب آپنے دروازہ بند کیا پھر آپ ہی دروازہ کھولیئے

---

[1] کوہ۔ حضرت داؤدؑ کے ساتھ پہاڑ زبور اور تسبیح پڑھنے میں ہم آواز رہتا تھا۔ خیز۔ حضرت داؤدؑ عوام سے گھبرا کر گوشۂ تنہائی میں گئے تو پہاڑ اُن کا ہم آواز بنا۔ اِنابت۔ جب وہ فقیر خزانہ کی جستجو میں تھک گیا تو اُس نے خدا کی طرف رجوع کیا۔ آں پنہاں۔ یعنی خزانہ۔ یادہ تاز۔ بیکار بھاگ دوڑ۔ مستعجل تگی۔ جلدبازی۔

[2] من زدیگے۔ یعنی خزانہ کی تلاش میں سوائے تکلیف کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ خود نگفتم۔ میری یہ غلطی تھی کہ تیر پھینکنے کی تفسیر پر یقین نہ ہوتے ہوئے بھی تیری طرف رجوع نہ کیا۔ قولِ حق۔ اللہ تعالےٰ اپنے کلام کی تفسیر خود کر سکتا ہے چنانچہ قرآن، قرآن کی تفسیر ہے۔

[3] مُہرہ۔ جو مُہرہ اُس نے جس جگہ بٹھائی ہے وہی اسکو اُٹھا کر بازی جیت سکتا ہے دوسرے کی مجال نہیں ہے۔ گرچہ۔ قرآن پاک کو آسان بھی کہا ہے لیکن اُس کے رموز خدا ہی حل کرتا ہے۔

برسرِ حرفہ شُدم بارِ دِگر[1] | دَر دُعا کردن بُدم من بے ہُنر

میں دوبارہ ہُنر کے سر ہوگیا | میں دُعا کرنے میں بے ہُنر تھا

کو ہُنر، کو من، کُجا دلِ مُستوی | ایں ہمہ عکسِ تو است و خود توئی

کہاں ہُنر، کہاں میں، کہاں پُر قرار دل | یہ سب آپ کا عکس ہے اور خود آپ ہی ہو

ہر شبے تدبیر و فرہنگم بخواب | ہمچو کشتی غرقہ می گردد در آب

ہر رات کو سونے میں میری تدبیر اور عقل | کشتی کی طرح پانی میں ڈوب جاتی ہے

خود نہ مَن می مانم و نے آں ہُنر | تن چو مُردارے فتادہ بے خبر

نہ خود میں رہتا ہوں اور نہ وہ ہُنر | جسم مُردے کی طرح بے خبر پڑا ہوتا ہے

تا سحر[2] جملہ شب آں شاہِ عُلا | خود ہمی گوید الستُ و ہم بَلیٰ

تمام رات صبح تک وہ بلندی کا شاہ | خود ہی اَلَسْتُ کہتا ہے اور خود ہی بَلیٰ

کو بَلیٰ گو، جملہ را سیلاب بُرد | یا نہنگے کرد کُل را خُرد مُرد

بَلیٰ کہنے والے کہاں ہیں سب کو بہا دے گیا | یا ناکے نے سب کو ریزہ ریزہ کر دیا

صبحدم چوں تیغِ گوہر دارِ خُود | از نیامِ ظُلمتِ شب بر کَشَد

صبح کا وقت جب اپنی جڑاؤ تلوار | رات کی تاریکی سے سونتتا ہے

آفتابِ شرق شب را طے کُند | ایں نہنگ آں خوردہا را قے کُند

مشرق کا سورج رات کو طے کرتا ہے | یہ ناکہ کھائی ہوئی چیزوں کو اُگل دیتا ہے

رَستہ چوں یونس زِ معدہ آں نہنگ | منتشر گردیم اندر بُو و رنگ

اُس ناکے کے معدہ سے (حضرت) یونس کی طرح نکل کر | بو اور رنگ میں ہم پھیل جاتے ہیں

خلق[3] چوں یونسؑ مُسبّح آمدند | کاندراں ظلمات پُر راحت شُدند

مخلوق (حضرت) یونسؑ کی طرح تسبیح پڑھنے والی بن گئی | کیونکہ اُن تاریکیوں میں آرام سے ہو گئی

ہر یکے گوید بہنگامِ سحر | چوں زِ بطنِ حُوتِ شب آید بدر

ہر شخص صبح کے وقت کہتا ہے | جب رات کی مچھلی کے پیٹ سے باہر آتا ہے

کاے کریمے کاندراں لیلِ وحش | گنجِ رحمت بنہی و چندیں چشش

کہ اے کریم! اُس وحشت ناک رات میں | تو رحمت کا خزانہ اور اس قدر لذّت رکھتا ہے

چشم تیز و گوش تازہ تن سُبک | از شبِ ہمچوں نہنگِ ذوالحُبُک

آنکھ تیز، کان تازہ اور جسم ہلکا (ہو گیا) | رات کی وجہ سے جو ناکے کی طرح کالی زُلفوں والی ہے

---

[1] برسرِ حرفہ۔ یعنی میں نے دُعا اِس طرح نہ کی کہ خزانہ کا ملنا بھی بلا کسب ہو جاتا اور اُس کے تلاش کرنے میں مجھے محنت اور تدبیر کرنی پڑ گئی یہ میری دعا کا قصور تھا۔ کُو۔ انسان ہیچ در ہیچ ہے جو کچھ ہے خدا کا عکس ہے بلکہ عین خدا ہے۔ ہر شبے۔ انسان کے ہُنر اور تدبیر کا حال تو یہ ہے کہ وہ ہر رات کو غائب ہو جاتا ہے۔ خود۔ نیند کی حالت میں انسان کے تمام ہُنر ختم ہو جاتے ہیں اور وہ ایک مُردے کی صورت میں ہوتا ہے۔

[2] تا سحر۔ صبح تک سب انسان مُردہ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی جواب دیتا ہے اُن میں جواب دینے کی صلاحیت نہیں رہتی ہے۔ نہنگ۔ مگرمچھ۔ خُرد مُرد۔ ریزہ ریزہ۔ صبحدم۔ صبح کے وقت جب سورج نکلتا ہے انسان کے ہوش و حواس واپس آ جاتے ہیں۔ تیغ۔ یعنی سورج۔ نہنگ۔ یعنی رات۔ رَستہ۔ اب صبح کو انسان بیدار ہو کر پھر دنیا کے رنگ و بُو میں منہمک ہو جاتا ہے۔

[3] خلق۔ جس طرح حضرت یونسؑ نے فرمایا تھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ ہر انسان صبح کو تسبیح کرتا ہے۔ پُر راحت۔ انسان کو رات میں سونے سے بڑی راحت حاصل ہوتی ہے کہ جب سو کر اُٹھتا ہے تو یہ تسبیح کرتا ہے۔ گنجِ رحمت یعنی خزانہ ملتا ہے یعنی رات کو سونے کے بعد بیداری پر بڑے مزے ملتے ہیں اور انسان ہلکا ہو جاتا ہے۔ ذوالحُبُک۔ زُلف۔ [illegible]

ازمقاماتِ وحشس رُوزیں سپس[1] — ہیچ نگریزیم ما با چوں تو کس

اِس کے بعد وحشت ناک مقامات سے — آپ جیسی ذات کے ہوتے ہوئے کبھی نہ بھاگنے

موسیٰ آں را نار دید و نور بُود — زنگی دیدیم شب را حور بُود

موسیٰؑ نے اُس کو آگ سمجھا، وہ نور تھا — ہم نے رات کو حبشی سمجھا، وہ حور تھی

مانمی خواہیم غیرے از دیدہ — دیدۂ تیزے گشے بگزیدہ

ہم آنکھ کے سوا کچھ نہیں چاہتے ہیں — منتخب، اچھی، تیز آنکھ

بعد ازیں ما دیدہ خواہیم از تو بس — تا نپوشد بحر را خاشاک و خس

اس کے بعد ہم تجھ سے بس آنکھ مانگتے ہیں — تاکہ سمندر کو کوڑا کرکٹ نہ چھپائے

ساحراں را چشم چوں رَست از عمیٰ — کف زناں بُودند بے ایں دست و پا

جادوگروں کی آنکھ جب اندھے پن سے نجات پاگئی — وہ اِس ہاتھ پاؤں کے بغیر ہتھیلیاں بجا رہے تھے

چشم بندِ خلق جز اسباب نیست — ہر کہ لرزد بر سبب ز اصحاب نیست

مخلوق کی آنکھ کا پردہ سوائے اسباب کے کچھ نہیں ہے — جو سبب سے لرزے، وہ اصحاب (دید) میں سے نہیں

لیک[2] حق اصحاب بے نا اصحاب را — در کشاد و بُرد تا صدرِ سرا

لیکن اللہ (تعالیٰ) نے اصحاب اور غیر اصحاب کیلئے — دروازہ کھول دیا ہے اور مکان کے صدر تک لے گیا ہے

با کفش نامستحق و مستحق — معتقانِ رحمت اند از بندِ رِق

اُس کی ہتھیلی میں مستحق اور غیر مستحق — غلامی کی قید سے رحمت کے آزاد کردہ ہیں

در عدم ما مستحقاں کے بُدیم — کہ بریں جان و بریں دانش زدیم

عدم میں ہم مستحق کب تھے؟ — کہ ہم اِس جان اور اِس عقل پر پہنچ گئے

اے بکردہ یار ہر اغیار را — وے بدادہ خلعتِ گل خار را

اے وہ ذات جس نے غیروں کو دوست بنایا ہے — اور اے وہ کہ جس نے کانٹے کو پھول کا لباس عطا فرمایا ہے

خاکِ ما را ثانیاً پالیز کن — ہیچ نے را بارِ دیگر چیز کن

ہماری مٹی کو دوبارہ سرسبز کردے — ناچیز کو دوبارہ چیز بنادے

ایں[3] دعا تو امر کردی ز ابتدے — ورنہ خاکے را چہ زہرہ ایں بُدے

شروع سے اِس دُعا کا تونے حکم دیا ہے — ورنہ ایک مٹی کو یہ حوصلہ کہاں ہوتا؟

چوں دعاماں امر کردی اے عجاب — ایں دعائے خویش را کن مستجاب

جب تونے ہمیں دعا کا حکم دیا ہے اے عجیب! — اپنی اِس دعا کو مقبول بنا

---

[1] ازمقامات۔ جبکہ وحشتناک رات میں اللہ کی اِسقدر رحمتیں مضمر ہیں تو اب خدا کی ذات کے سہارے کسی وحشتناک چیز سے گریز نہ کرنا چاہیے۔ موسیٰؑ۔ ہر چیز ہمارے خیال کے مطابق نہیں ہوتی حضرت موسیٰؑ نے نور کو نار خیال کیا ہم نے رات کو بُرا سمجھا جو صحیح نہ تھا۔ مانمی خواہیم۔ سب سے بڑی نعمت صحیح آنکھ ہے جو ہر چیز کو اصل حالت پر دکھا دے۔ ہمیں اُس کی دعا کرنی چاہیئے۔ گش۔ خوب۔ تانپوشد۔ تاکہ ہماری نگاہ صحیح کام کرے اور ہماری نظر کیلئے خس و خاشاک دریا کو نہ چھپائے۔ ساحراں۔ فرعون کے جادوگروں کو صحیح نظر حاصل ہوگئی تھی وہ اُن جسمانی ہاتھ پاؤں کو کچھ نہ سمجھتے تھے اُن کے کٹنے پر رقص کر رہے تھے۔ چشم بند۔ صحیح نظر وہی ہے جو اسباب کے پردے اُٹھا کر مسبب الاسباب کو دیکھ لے۔

[2] لیک۔ جو صحیح نظر نہیں رکھتے ہیں وہ بھی مایوس نہ ہوں اللہ تعالیٰ اُنکی بھی رہنمائی فرمادیتا ہے۔ باکفش۔ اُس کا دستِ کرم مستحق اور غیر مستحق سب کو عطا کرتا ہے۔ در عدم۔ جبکہ ہم معدوم تھے اُس کا ہم پر کرم ہوا اور اُس نے وجود اور حواس عنایت کردیئے حالانکہ ہم میں کوئی استحقاق نہ تھا۔ اے بکردہ۔ اللہ کی رحمت کا نزول پر بھی ہے۔ خاکِ ما را۔ ابتداءً جسمانی وجود عطا فرمایا اب روحانی حیات عطا فرمادے۔ پالیز۔ کھیت، چمن۔

[3] ایں دعا۔ دعا بھی ہم تیرے حکم اور توفیق سے کر رہے ہیں ورنہ ہماری ہمت کہاں تھی کہ تجھ سے دعا مانگتے۔ چوں دعا۔ جب تونے دعا کی توفیق دی ہے تو یہ ہماری نہیں بلکہ تیری دعا ہے تو اسکو قبول بھی فرمالے۔

شب[1] شکستہ کشتیِ فہم و حواس — نے امیدے ماند و نے خوف و نہ یاس

رات کو سمجھ اور حواس کی کشتی شکستہ ہو گئی — نہ اُمید رہی نہ ڈر اور نہ مایوسی

بُردہ در دریائے حیرت ایزدم — تا ز چہ فن پُر کند بفرستدم

اللہ (تعالیٰ) مجھے حیرت کے دریا میں لے گیا — دیکھو! مجھے کس ہنر سے پُر کر کے بھیجتا ہے؟

آں یکے را کردہ پُر نور و جلال — وِیں دگر را کردہ پُر وہم و خیال

اُس ایک کو نور اور جلال سے پُر کر دیا! — اور اِس دوسرے کو وہم اور خیال سے پُر کر دیا

گر بخویشم ہیچ رائے و فن بُدے — رائے و تدبیرم بحکمِ من بُدے

اگر میری اپنی کوئی رائے اور فن ہوتا — تو میری رائے اور تدابیر میرے قابو میں ہوتی

شب نرفتے ہوش بے فرمانِ من — زیرِ دامِ من بُدے مرغانِ من

رات کو میرے حکم کے بغیر ہوش روانہ نہ ہوتا — میرے پرند میرے جال میں ہوتے

بودمے[2] آگہ ز منزل ہائے جاں — وقتِ خواب و بیہشی و امتحاں

میں روح کی منزلوں سے باخبر ہوتا — خواب اور بے ہوشی اور امتحان کے وقت

چوں کفم زیں حل و عقد او تہی ست — اے عجب ایں معجبی من زکیست

جب میرا ہاتھ اُس کے حل و عقد سے خالی ہے — تعجب ہے! میری خود بینی کس وجہ سے ہے؟

دیدہ را نا دیدہ خود انگاشتم — باز زنبیلِ دعا برداشتم

میں نے دیکھے ہوئے کو اَن دیکھا سمجھ لیا — میں نے دعا کی جھولی کو پھر اُٹھایا ہے

چوں الف[3] چیزے ندارم اے کریم — جز دلے دل تنگ تر از چشمِ میم

اے کریم! میں الف کی طرح کوئی چیز نہیں رکھتا ہوں — سوائے ایک دل کے جو میم کی آنکھ سے زیادہ سنگدل ہو

ایں الف ایں میم اُمِّ بودِ ماست — میمِ اُم تنگ ست الف زو نر گداست

یہ الف یہ میم ہمارے وجود کی ماں ہے — اُم کا میم تنگ ہے، الف اُس سے بھی زیادہ گدا ہے

ایں الف چیزے ندارد غافلی ست — میم دلتنگ آں زمانِ عاقلی ست

یہ الف کوئی چیز نہیں رکھتا، یہ غفلت کی حالت ہے — میم دلتنگ ہے، وہ زمانہ عقلمندی کا ہے

در زمانِ بیخودی خود ہیچ من — در زمانِ ہوش اندر پیچ من

میں بیہوشی کے وقت خود ہیچ ہوتا ہوں — ہوش کے زمانہ میں پیچا پیچ میں ہوتا ہوں

ہیچ دیگر بر چنیں ہیچی منہ — نامِ دولت بر چنیں گیجی منہ

ایسے ناکارہ پر مزید ناکارہ پن نہ ڈال — ایسے بھینگے پن کا نام دولت نہ رکھ

---

[1] شب۔ رات کو حواس اور اُس کے آثار یعنی خوف و بیم سب ختم ہو جاتے ہیں۔ بردہ۔ شب کو اللہ تعالیٰ حواس کو دریائے حیرت میں غرق کر دیتا ہے پھر اُنکو پُر ہنر بنا کر واپس کرتا ہے۔ آں یکے۔ عارفین کو نور سے پُر کرتا ہے۔ ویں دگر۔ دنیاداروں اور فلاسفہ کو وہم و خیال سے پُر کر دیتا ہے۔ گر بخویشم۔ اگر حواس و ہنر ہمارے ذاتی ہوتے تو پھر ہمارے حکم کے تابع ہوتے۔ شب۔ رات کو ہماری اجازت کے بغیر ہم سے جدا نہ ہوا کرتے۔

[2] بودمے۔ ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ ہماری روح کہاں کہاں کی سیر کر رہی ہے۔ امتحان۔ نیند کی حالت امتحان کی ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ ہمارے حواس اور روح ہمارے قبضہ کی نہیں ہے۔ چوں کفم۔ جب ہم اپنے حواس اور عقل سے بھی تہی دست ہیں تو غرور اور تکبر ہمارا کیا کام ہے۔ دیدہ۔ یہاں سے پھر اُس فقیر کی دعا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ اب تک جو دعا میں غلطی ہوئی اور باوجود خزانہ کا پرچہ مل جانے کے خزانہ نہ ملا اس سب کو کالعدم قرار دے کر میں از سرِ نو دعا کرتا ہوں۔

[3] اَلِف۔ نقطہ سے خالی ہے میم کا سر یعنی چشم تنگ ہوتی ہے۔ اُم۔ اصل یعنی ہمارا اصل وجود اور اُس کے لوازم سب الف اور میم کے سرے کی طرح ہیں۔ ایں۔ ہماری غفلت کا وقت ہو یا ہوش کا دونوں الف اور میم کی طرح ہیں۔ [illegible] غفلت اور بیہوشی کے [illegible] بیخودی کے وقت [illegible] ہوش کے وقت دنیا کے دھندوں میں ہیچ در ہیچ ہوتا ہوں۔

خود ندارم ہیچ بہ سازد مرا (لہ)
میں خود کچھ نہیں رکھتا ہوں (وہ) مجھے بہتر بناتا ہے

کہ ز وہم ست ایں کہ دارم صد عنا
یہ سیکڑوں رنج جو میں رکھتا ہوں وہم کی وجہ سے ہیں

ور ندارم ہم تو دارائیم کن
اور اگر میں کچھ نہیں رکھتا ہوں تو تو میری رکھوالی کر

رنج دیدم راحت افزائیم کن
میں نے تکلیف دیکھی ہے تو میری راحت افزائی کردے

ہم در آبِ دیدہ عریاں بیستم
میں آنکھ کے آنسو کے معاملہ میں ننگا کھڑا ہوں

بر درِ تو چونکہ دیدہ نیستم
تیرے در پر، چونکہ میرے آنکھ نہیں ہے

زابِ دیدہ بندۂ بے دیدہ را
بے بصیرت بندے کو آنکھ کے آنسو سے اِس چراگاہ

سبزہ بخش و نباتے زیں چرا
سبزہ اور پیداوار بخش دیجیے

ور نماند آب آبم دہ ز عین
اگر آنسو نہ رہے تو آنکھ سے مجھے آنسو عطا کر

ہمچو عینینِ نبی ہطالتین
جیسی نبی ﷺ کی دو جاری رہنے والی آنکھیں

او چو آبِ دیدہ جست از جودِ حق (لہ)
جبکہ انھوں نے اللہ (تعالےٰ) کی بخشش سے آنسو مانگے

با چناں اجلال و اقبال و سبق
ایسی بزرگی اور اقبال اور سبقت کے ہوتے ہوئے

چوں نباشم ز اشکِ خوں باریک ریس
تو میں خونی آنسو کے ساتھ باریک میں کیوں نہ ہوں

من تہیدست فضول کاسہ لیس
میں خالی ہاتھ، فضول، خوشامدی

چوں چناں چشم اشک را مفتوں بود
جبکہ ایسی آنکھ، آنسو کی عاشق ہو

اشکِ من باید کہ صد جیحوں بود
تو میرے لئے سیکڑوں جیحوں آنسو چاہیئے

قطرۂ زاں زیں دو صد جیحوں بہ است
اُس کا ایک قطرہ اِن دو سو جیحوں سے بہتر ہے

کہ بداں یک قطرہ جن و انس رست
کیونکہ اُس قطرے سے جن اور انسان نجات پاگئے

چونکہ باراں جست آں روضۂ بہشت (لہ)
جبکہ جنت کے اُس باغیچہ نے بارش مانگی

چوں نجوید آب شورہ خاکِ زشت
تو میری شوریلی زمین پانی کیوں نہ مانگے!

اے اخی دست از دعا کردن مدار
اے بھائی! دعا کرنے سے ہاتھ نہ ہٹا

با اجابت یا ردِ اُویت چہ کار
اُس کے قبول کرنے یا رد کرنے سے تجھے کیا کام؟

ناں کہ سد و مانعِ ایں آب بود
وہ روٹی جو اس پانی کی روک اور مانع ہو

دست زاں ناں می بباید شست زود
اِس روٹی سے جلد ہاتھ دھو لینا چاہیئے۔

جب دعا کی تو جن و انس قیامت میں حساب کتاب کے انتظار سے نجات پاگئے اور آنحضورؐ کی اس سلسلہ میں شفاعت منظور ہوگئی ایسی صورت میں تو ہمیں دو سو جیحوں برابر نہیں بلکہ اُس سے بھی زیادہ آنسو درکار ہیں (لہ) چونکہ آنحضورؐ جو خود جنت کے باغیچہ کی طرح ہیں جب آنسوؤں کی بارش کے طالب بنے تو ہم جو کہ بدترین شور زمین ہیں ہمیں آنسوؤں کی *

(لہ) خود: جبکہ میرے پاس کچھ نہیں ہے تو میرا کارساز بن جا۔ کہ ز وہم: انسان اپنے کچھ ہونے کے وہم سے سیکڑوں مصیبتوں میں پھنستا ہے یہی وہم دنیاوی اور دینی ترقی کو مانع بنتا ہے۔ ور: جبکہ یقیناً میرے پاس کچھ نہیں ہے تو شاہی بہت اور میری رکھوالی کر۔ ہم: میں دعا کے آداب سے بھی محروم ہوں دعا کیلئے آنسوؤں کی ضرورت ہے میں اس سے بھی محروم ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس حقیقت بیں نظر ہی نہیں ہے۔ ز آب: میری آنکھ میں آنسو پیدا فرما کر میرے اعمال کو سرسبز کر دیجیے۔ زیں چرا۔ یعنی دنیا جو آخرت کا کھیت اور چراگاہ ہے۔ ور نماند۔ اگر میری آنکھوں میں آنسو نہ رہیں تو آنسو بھی عنایت کر جس طرح تو نے آنحضورؐ کی آنکھوں کو آنسو عطا کر دیئے تھے۔ ہطالتین حدیث شریف ہے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ ھَطَّالَتَیْنِ اے خدا مجھے دو جاری ہونے والی آنکھیں عنایت کر دے۔

(لہ) او: آنحضورؐ باوجود تمام بزرگیوں اور فضائل کے رونے والی آنکھوں کے طالب بنے۔ چوں نباشم: تو پھر ہم جیسوں کے لئے تو وہ بہت ہی ضروری ہیں اور ہماری نجات کیلئے تو سیکڑوں جیحوں دریا کی بقدر آنسو درکار ہیں نظرہ۔ آنحضورؐ کی آنکھ کا ایک آنسو دو سو جیحوں برابر آنسوؤں سے افضل ہے اس لئے کہ اس قطرۂ آنسو کے ساتھ

* بارش کی ضرورت کیوں نہ ہوگی۔ اے اخی۔ جب تجھے دعا کی فضیلتیں معلوم ہو گئیں تو اب دعا کرتا رہ اور تجھے اِس سے کوئی بحث نہ ہونی چاہیئے کہ وہ مقبول ہوتی ہے یا مردود۔ ناں۔ دعا میں اگر گریہ نہیں ہے تو اسکے مانع کو دور کر اور وہ دنیا کی لذتیں ہیں۔

خویش[51] را موزون و چست و سخته کن — زاب دیدہ نانِ خود را پختہ کن
اپنے آپ کو موزوں اور چُست اور سنجیدہ بنا — آنکھ کے آنسو سے اپنی روٹی کو پختہ کرے

آواز دادنِ ہاتف مر طالبِ گنج را و اعلام کردن از حقیقتِ سرِّ آں

غیبی آواز کا خزانہ کے طلبگار کو آواز دینا اور اُس کے راز کی حقیقت سے باخبر کرنا

اندریں بُود اُو کہ اِلہام آمدش — کشف شد ایں مُشکلات از ایزدش
وہ اِسی میں تھا، کہ اُس کو اِلہام ہوا — اُس کی یہ مشکلیں خدا کی جانب سے کُھل گئیں

اندریں بُود اُو کز اِلہامِ خدا — مُشکلش حل گشت و حاجت شد روا
وہ اِسی میں تھا، کہ خدا کے اِلہام سے — اُس کی مشکل حل ہوگئی اور ضرورت پوری ہوگئی

گفت گفتم در کماں تیرے بنہ — کے بگفتم مَن کہ اندر کَش تو زہ
اُس نے کہا، میں نے کہا تھا کہ کمان میں تیر رکھ — میں نے کب کہا تھا کہ چلّے کو کھینچ؟

مَن نگفتم کایں کماں را سخت کَش — در کماں نہ گفتمت نے بر کَشش
میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ کمان کو خوب کھینچ — میں نے تجھ سے کہا تھا کمان میں رکھ نہ کہ کھینچا کر

از فضولی تو کماں افراشتی — صَنعتِ قواسیِ بر داشتی
تو نے بیہودگی سے کمان بلند کی — (اور) تیر اندازی کی کاریگری برداشت کی

ترکِ ایں سخنہ کمانی رو بگو — در کماں نہ تیر و پَریدن مجو
جا اِس سخنہ کمانی کو چھوڑ — کمان میں تیر رکھ اور اُڑنے کی فکر نہ کر

چوں[52] بیفتد بر کَن آنجا می طلب — زور بگذار و بزاری جو ذَہب
جب وہ گر پڑے، کھود اُس جگہ تلاش کر — زور چھوڑ دے زاری سے زر طلب کر

آنچہ حق ست اقرب از حبل الورید — تو فگندہ تیرِ فکرت را بعید
جو حق ہے، وہ شہ رگ سے بھی قریب ہے — تو نے فکر کے تیر کو دور پھینکا

اے[53] کمان و تیر ہا بر ساختہ — صَید نزدیک و تو دور انداختہ
اے وہ! جو تیر اور کمان تیار کئے ہوئے ہے — شکار نزدیک ہے اور تو نے دور چلایا

ہر کہ اُو دُور ست دُور از رُوئے اُو — کاز زیاد قوّتِ بازوئے اُو
جو اُس سے دُور ہے، اُس کے چہرے سے دُور ہے — کہ وہ اپنی قوت بازو آزما رہا ہے

ہر کہ دُور انداز تر اُو دُور تر — وز چنیں گنج ست اُو مہجور تر
جو شخص دور پھینکنے والا ہے، وہ زیادہ دور ہے — اور وہ ایسے خزانہ سے، زیادہ محروم ہے

---

[51] خویش۔ اپنے آپ کو دعا اور گریہ میں چُست کرلے اور اُن آنسوؤں کے ذریعہ آخرت کا توشہ تیار کرلے۔ اندریں۔ وہ فقیر اِس دعا میں معروف تھا کہ اُس کو غیب سے اِلہام ہوا جس سے اُس کی مشکلات حل ہوگئیں۔ گفت۔ ہاتف نے کہا کہ ہم نے تجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ تیر کمان میں رکھ کر چلّہ کھینچ کر زور سے پھینک۔ بلکہ صرف اتنا کہا تھا کہ کمان میں رکھ کر گرا دے۔ افراشتی۔ جس طرح تیر انداز کمان اونچی کرکے تیر چلاتے ہیں۔ صنعت۔ تو نے اپنی کمان بازی کی کاریگری شروع کردی۔ سخنہ کمانی۔ تیر اندازی کی مہارت۔

[52] چوں۔ بیفتد۔ چلّہ کھینچ تیر نہ چلا، کمان میں تیر رکھ کر گرا دے جہاں وہ گرے اُس جگہ کو کھود۔ زور۔ طاقت اور زور سے بچ اور عجز سے سونے کا طلبگار بن۔ آنچہ۔ مولانا فرماتے ہیں حق اور مقصد قریب جگہ میں تھا وہ تیر دور پھینک کر اُس جگہ کو کھود کر خزانہ تلاش کرتا تھا، اللہ تعالیٰ جو حق ہے وہ انسان کی شہ رگ سے قریب ہے اُس کے بارے میں فکر کو دور نہ دوڑانا چاہیئے۔

[53] اے۔ انسان کا مقصودِ حقیقی اُسکے قریب ہے وہ اُسکو اِدھر اُدھر تلاش کرتا پھرتا ہے۔ ہر کہ۔ جو مقصود کو دُور سمجھ رہا ہے وہ مقصود سے بہت دُور ہے وہ اپنی قوّت بازو آزما رہا ہے جو جس قدر مقصود سے دور جاتا ہے وہ مقصود سے زیادہ دور ہوتا ہے۔

فلسفی خود را ز اندیشہ بکُشت ۱ | گو بدو کورا سوئ گنج ست پُشت
فلسفی نے خود کو غور (فکر) سے مار ڈالا | اُس سے کہدے کہ اُسکی خزانہ کی جانب پُشت ہے

گو بدو چندانکہ افزوں میدود | از مرادِ دل جدا تر می شود
اُس سے کہہ دے کہ وہ جتنا دوڑتا ہے | دل کی مُراد سے زیادہ جُدا ہو رہا ہے

جَاھِدُوا فِینَا بگفت آں شہریار | جَاھِدُوا عَنَّا نگفت اے بیقرار
اُس شاہ نے "جَاھِدُوا فِینَا" کہا ہے | اے بیقرار! اُس نے "جَاھِدُوا عَنَّا" نہیں کہا ہے

ہمچو کنعاں کو ز ننگ نوحؑ رفت ۲ | بر فرازِ قلّہ آں کوہ زفت
کنعان کی طرح جو (حضرت) نوحؑ کی ذلت سے بھاگا | بڑے پہاڑ کی چوٹی کی بلندی پر

ہر چہ افزوں تر ہمی جُست او خلاص | سُوئ گہ می شد جدا تر از مناص
اُس نے جس قدر خلاصی کی زیادہ جستجو کی | وہ بچاؤ کی جگہ سے پہاڑ کی جانب زیادہ جُدا ہو گیا

ہمچو ایں درویش بہرِ گنج و کاں | ہر صباحی سخت تر جُستے کماں
جیسا کہ یہ فقیر، خزانہ اور کان کی خاطر | ہر صبح کو زیادہ سخت کمان تلاش کرتا

ہر کمانے کو گرفتے سخت تر | بُودے از گنج و نشاں بدبخت تر
ہر وہ کمان جس کو وہ زیادہ سخت پکڑتا | خزانے اور پتہ سے زیادہ بدبخت بنتا

ایں مثل اندر زمانہ جانی ست ۳ | جانِ ناداناں برنج ارزانی ست
زمانہ میں یہ مثال جان کے قابل ہے | نادان کی جان، تکلیف کے لائق ہے

زانکہ جاہل داشت ننگ از اُوستاد | لاجرم رفت و دُکانِ نو گُشاد
کیونکہ جاہل نے اُستاد سے ذلت محسوس کی | لامحالہ وہ گیا اور اُس نے نئی دُکان کھول لی

آں دُکاں بالائے اُستادانِ کار | گندہ و پُر گژدم ست و پُر ز مار
وہ دُکان جو فن کے اُستادوں سے اوپر ہے | وہ گندی، بچھوؤں اور سانپ سے بھری ہے

زود ویراں کُن دُکان و باز گرد | سُوئ سبز و گلستان و آب خورد
تو دُکان کو جلد ویران کردے اور پلٹ | سبزہ اور چمن اور نہر کی جانب

نے چو کنعاں کو ز کبر و ناشناخت | از کہِ عاصم سفینہ فوز ساخت
نہ کنعان کی طرح جس نے تکبر اور جہالت سے | بچانے والے پہاڑ کو کامیابی کی کشتی بنایا

---

۱ فلسفی۔ اللہ تعالیٰ کی تلاش میں فلسفی کا بھی یہی حال ہے اُس سے کہہ دو کہ مقصود کی طرف اُس کی پُشت ہے۔ گو۔ اُس سے کہہ دو کہ وہ جس قدر دوڑے گا مقصد سے دُور ہوتا جائے گا کیونکہ مقصود کی طرف اُس کی پُشت ہے۔ جَاھِدُوا۔ قرآنِ پاک نے اللہ تعالیٰ کے صحیح طور پر طلب کرنے والوں کے لئے اللہ کا فرمان نقل کیا ہے، جَاھِدُوا فِینَا۔ یعنی ہماری طرف آنے میں جو کوشش کرتے ہیں۔ جَاھِدُوا عَنَّا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہماری جانب سے جانے میں کوشش کرتے ہیں۔

۲ ہمچو کنعاں۔ ایسی ہی بُری کوشش کی مثال حضرت نوحؑ کو لڑکا کنعان ہے جس نے حضرت نوحؑ کی کشتی میں بیٹھنے سے ذلت محسوس کی اور طوفان سے بچاؤ کے لئے پہاڑ کی چوٹی کی طرف بھاگا۔ ہرچہ۔ وہ جس قدر کوشش کر رہا تھا بچاؤ کی جگہ سے دور ہو رہا تھا جو حضرت نوحؑ کی کشتی تھی۔ ہمچو۔ کنعان اسی فقیر کی طرح تھا جو ہر روز ایک سخت کمان تلاش کرتا اور اُس سے تیر پھینکتا اور خزانہ سے زیادہ دُور ہو جاتا۔

۳ ایں مثل۔ مقصد سے دُور ہونے کی وجہ اِس مثال سے سمجھ میں آجائے گی جو جان میں رکھنے کے قابل ہے کہ کوئی شاگرد اُستاد سے ذلت محسوس کرنے لگے اور اپنی دکان خود کھول بیٹھے، ظاہر ہے ایسا شاگرد مقصد سے دُور ہو جائے گا۔ آں دکان۔ ایسے شاگرد کی دکان ہنر سے خالی ہوگی اور نقصان رساں ہوگی اِس سے معلوم ہوا کہ مقصد تک پہنچنے کا راستہ اہلِ حق کا اتباع ہے۔ زود۔ ایسے شاگرد کو چاہئے کہ فوراً اپنی دُکان کو ویران کردے اور اُستاد کی شاگردی اختیار کرکے چلے پھولے۔ کے۔ کنعان کی طرح نہ بنے کہ اس نے سیدھا راستہ چھوڑ کر غلط راستہ اختیار کیا۔

علمِ تیر اندازیش آمد حجیب — واں مراد اُو را بُدے حاضر بجیب

اُس کا تیر اندازی کا فن، پردہ بنا — اور وہ مقصد اُس کی جیب میں موجود تھا

اے بسا علم و ذکاوات و فطن — گشتہ رہرو را چو غول و راہزن

اے (مخاطب)! بہت سے علم اور ذہانتیں اور سمجھ کی — سالک کے لئے بھلاوا اور راہزن بنی ہیں

بیشتر اصحابِ جنت ابلہ اند — تا ز شرِ فیلسوفی می رہند

اہلِ جنت زیادہ تر بھولے ہیں — جب ہی تو فلسفی کے شر سے محفوظ رہتے ہیں

خویش را عریاں کُن از فضل و فضول — تا کُند رحمت ترا ہر دم نزول

اپنے آپ کو فضول اور فضیلت سے عاری کر لے — تاکہ ہر وقت تجھ پر رحمت نازل ہو

زیرکی ضدِ شکست ست و نیاز — زیرکی بگذار و با گولی بساز

ذہانت، تواضع اور عاجزی کی ضد ہے — ذہانت چھوڑ اور بھولا پن اختیار کر

زیرکی داں دام بُرد و طمع گاز — تا چہ خواہد زیرکی را پاکباز

ذہانت کو سہاں سائی کا جال اور حرص کو گاسنی سمجھ — بھر ذہانت کو پاکباز کیا ہے ہو؟

زیرکاں با صنعتے قانع شدہ — ابلہاں از صنع در صانع شدہ

ذہین، کاریگری پر بس کرنے والے ہو گئے — بھولے، کاریگری سے کاریگر میں پہنچ گئے

زانکہ طفلِ خُرد را مادر نہار — دست و پا باشد نہادہ بر کنار

کیونکہ چھوٹے بچے کے لئے ماں، دن میں — بغل میں لئے ہوئے، ہاتھ اور پاؤں کی طرح ہوتی ہے

داستانِ آں سہ مسافر مسلمان و ترسا و جہود و آنکہ بمنزلے قوتے

تین مسافروں نصرانی اور یہودی اور مسلمان کا قصہ، اُن کو راستہ

یافتند ترسا و جہود سیر بُودند گفتند آں قوت را فردا خوریم

میں کھانے کو ملا نصرانی اور یہودی پیٹ بھرے تھے انہوں نے کہا

مسلمان صائم بُود و گرسنہ ماند ازاں کہ مغلوب بُود

کھانا کل کھائیں گے مسلمان روزہ دار اور بھوکا رہا کیونکہ وہ عاجز تھا

یک حکایت بشنو اینجا اے پسر — تا نگردی ممتحن اندر ہنر

اے بیٹا! یہاں ایک حکایت سُن لے — تاکہ تو ہنر میں آزمائش میں نہ پڑے

آں جہود و مؤمن و ترسا مگر — ہمرہی کردند با ہم در سفر

اُس یہودی اور مومن اور عیسائی نے — سفر میں ہمراہی اختیار کی

لہ علمِ تیر۔ اس فقیر کو اس کے تیر اندازی کے علم نے ہی خزانہ سے دُور رکھا ورنہ خزانہ بالکل اُس سے قریب تھا۔
اے بسا۔ مذموم ذہانت تباہ کُن ہے اور مطلب سے دُور کرتی ہے۔ بیشتر۔ حدیث شریف ہے۔ اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ کَرِیْمٌ مومن بھولا بھالا شریف ہوتا ہے نیز مشہور مثل ہے اَکْثَرُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ بُلْہٌ، جنتی بھولے ہوتے ہیں۔ خویش۔ ایسی مذموم ذہانت سے اپنے آپ کو بچالے پھر تجھ پر رحمت نازل ہو گی۔

لہ زیرکی۔ انسان کو ایسی غلط ذہانت اور چالاکی کو چھوڑ کر بھولا پن اختیار کرنا چاہیئے۔ دام بُرد۔ یہ ذہانت سوہانِ روح ہے۔ زیرکاں۔ مذموم ذہین دنیا میں اُلجھ کر رہ جاتے ہیں اور بھولے آدمی صانع یعنی خدا تک پہنچ جاتے ہیں۔ زانکہ جس طرح نادان بچہ کے لئے ماں ہاتھ پاؤں کا کام کرتی ہے اسی طرح بھولے مومن کی خدا دستگیری فرماتا ہے۔

لہ داستان۔ اس قصہ میں مذکور ہے کہ ایک سفر میں یہودی اور نصرانی اور مسلمان ہمسفر بنے راستہ میں حلوا ملا تو دونوں نے چالاکی سے مسلمان کو حلوے سے محروم کرنا چاہا لیکن قدرت نے ایسا بندوبست کر دیا کہ حلوا مسلمان ہی کو ملا اور قدرت نے اس کی دستگیری فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ چالاکی اللہ کو پسند نہ آئی اور

با دو گمرہ ہمرہ آمد مؤمنے — چوںؔ خرد با نفس و با آہرمنے
ایک مومن دو گمراہوں کے ہمراہ ہوگیا — جس طرح عقل نفس اور شیطان کے ساتھ

مرغزی رازی اُفتند در سفر — ہمرہ و ہم سفرہ پیشِ ہمدگر
مرغز کا رہنے والا اور رے کا رہنے والا سفر میں — ہمراہ اور شریک دسترخوان ایک دوسرے کے سامنے ہو

در قفس اُفتند زاغ و چغد و باز — جُفت شُد در حَبس پاک و بے نماز
پنجرے میں کوا اور چغد اور باز واقع ہوجاتے ہیں — قیدخانہ میں پاک اور بے نماز جمع ہو گئے

کردہ منزل شب بیک موضع بہم — مشرقی و مغربی قانع بہم
رات میں ایک جگہ مل کر پڑاؤ کیا — مشرقی اور مغربی نے آپس میں صابر بن کر

ماندہؔ در منزل زرہ خُرد و سُترگ — روزہا باہم ز سرما و ز برف
چھوٹے اور بڑے راستہ سے منزل میں رہ گئے — ایک دوسرے کیساتھ بہت دن تک سردی اور برف کی وجہ سے

چوں کُشاید راہ و بَردارند بند — بگسلند و ہر یکے جائے روند
جب راستہ کھل جائیگا اور وہ روک کو اٹھا دینگے — ایک دوسرے سے جدا ہو جائینگے اور ہر شخص ایک جگہ چلا جائیگا

چوں قفص را بشکند شاہِ خرد — جمع مُرغاں ہر یکے سُوئے پرد
جب عقل کا شاہ پنجرے کو توڑ دے گا — پرندوں کا مجمع ہر ایک ایک جانب کو اُڑ جائے گا

پَر گشادہ پیش ازیں پُر شوق و یاد — در ہوائے جِنس خود سُوئے معاد
اس سے پہلے شوق اور یاد سے بھرے ہوئے پر کھولے — لوٹنے کی جگہ کی جانب اپنے (ہم) جنس کی محبت میں

پَرؔ گشادہ ہر دمے با اشک و آہ — لیک پریدن ندارد روئے و راہ
ہر وقت آنسو اور آہ کے ساتھ پر کھولے ہوئے تھے — لیکن اُڑنے کی صورت اور راستہ نہ تھا

چونکہ رہ یابد پَرد ہر یک چو باد — سُوئے آں کز یادِ آں پَر می گشاد
جب راستہ مل جاتا ہے ہر ایک ہوا کی طرح اڑ جاتا ہے — اُس کی جانب جس کی یاد میں پر کھولتا تھا

آں طرف کش بُود اشک و سُوز و آہ — چونکہ فرصت یافت آں سُو کوفت راہ
جس جانب اُس کا آنسو اور سوزش اور آہ تھی — جب موقع ملا اُس جانب چلنا شروع کردیا

در تنِ خود بنگر ایں اجزائے تن — از کجا جمع آمدند اندر بدن
اپنے جسم میں جسم کے ان اجزاء کو دیکھ — کہ جسم میں کہاں سے جمع ہو گئے ہیں؟

آبی و خاکی و بادی و آتشی — عرشی و فرشی و رومی و کشی
آبی اور خاکی اور بادی اور آتشی — عرشی اور فرشی اور رومی اور کشی

ا؎ چوں۔ یہ دونوں نفس اور شیطان جیسے تھے اور مومن بمنزلہ عقل کے تھا۔ مرغزی۔ مرغز کا رہنے والا۔ رازی۔ رے کا رہنے والا۔ سفرہ۔ دسترخوان۔ در قفس۔ یہ جوڑا ایسا ہی تھا جیسا کہ ایک پنجرے میں بے جوڑ پرند جمع ہوجاتے ہیں یا قیدخانہ میں مختلف قسم کے آدمی یکجا ہوجاتے ہیں۔ کردہ منزل۔ ایسا بھی اتفاق ہوجاتا ہے۔

۲؎ ماندہ۔ یہی مثال اس عالم دنیا میں انسانوں کی ہے۔ چوں کشاید۔ راستہ کھلنے پر یہ سب مسافر اپنی اپنی راہ اختیار کرتے ہیں۔ چوں قفص۔ پنجرا کھلنے پر پرندہ ہم جنس کی طرف اُڑ جاتا ہے۔ پر گشادہ۔ پنجرے میں اپنی جگہ کے شوق میں پرندے پھڑپھڑاتے ہیں۔

۳؎ پر گشادہ۔ یہ پرندہ وطن کے شوق میں پر پھیلائے ہوئے ہیں لیکن اُڑنے کا راستہ نہیں ہے۔ چونکہ۔ راستہ ملنے پر تمنا پوری ہوتی ہے۔ در تنِ خود۔ انسان کے بدن کے اجزاء کا یہی حال ہے۔ آبی۔ انسان عناصر اربعہ سے بنا ہے۔ کشی۔ کش شہر کا رہنے والا

از اُمیدِ عَود[1] ہر یک بستہ طرف
ہر ایک واپسی کی اُمید پر نظر جمائے ہوئے ہے

اندریں منزل بہم از بیمِ برف
برف کے ڈر سے اِس پڑاؤ میں جمع ہیں

برف گوناگوں جمودِ ہر جماد
قسما قسم برف ہر جماد کا سکون ہے

در شتاءِ بُعدِ آں خورشیدِ داد
انصاف کے اِس سورج کی دوری کے جاڑے میں

چوں بتابد تفِ آں خورشیدِ خشم
جب قہر کے اُس سورج کی گرمی چمکے گی

کوہ گردد کاہ ریگ و کاہ پشم
پہاڑ تنکا، ریت اور گھاس اُون بن جائیگا

در گداز آید جماداتِ گراں
بھاری جمادات پگھل جائیں گے

چوں گدازِ تن بوقتِ نقلِ جاں
جس طرح جسم، روح کے منتقل ہونے کے وقت

چوں رسیدند ایں سہ ہمرہ منزلے
جب یہ تینوں ہمراہی ایک پڑاؤ پر پہنچے

ہدیہ شاں آورد حلوا مُقبلے[2]
ایک نصیبہ ور اُن کے لئے حلوا لایا

بُرد حلوا پیشِ آں ہر سہ غریب
اِن تینوں مسافروں کے سامنے حلوا لایا

مُحسنے از مطبخِ اِنّی قریبُ
ایک محسن "اِنّی قریبُ" کے مطبخ سے

نانِ گرم و صحنِ حلوائے عسل
گرم روٹی اور شہد کے حلوے کا طباق

بُرد کاں اندر ثوابش بُد امل
وہ شخص لایا کہ اُس کو ثواب کی اُمید تھی

الکیاسۃُ والادبُ لِاَهلِ المَدَر
ذہانت اور ادب شہریوں میں ہے

الضیافۃُ والقِریٰ لِاَهلِ الوَبَر
مہمان نوازی اور کھانا دیہاتیوں میں ہے

الضیافۃُ لِلغریبِ[3] والقِریٰ
مہمان نوازی اور کھانا مسافر کے لئے

اَودَعَ الرَّحمٰنُ فِی اَهلِ القُریٰ
اللہ (تعالیٰ) نے گاؤں والوں میں رکھی ہے

کُلَّ یومٍ فِی القُریٰ ضیفٌ حَدیثٌ
دیہات میں ہر روز ایک نیا مہمان ہے

مَا لَهٗ غیرُ الالٰہِ مِن مُغیثٍ
جس کا خدا کے سوا کوئی فریاد رس نہیں

کُلَّ لیلٍ فِی القُریٰ وَفدٌ جَدیدٌ
دیہات میں ہر رات کو نیا قافلہ ہے

مَا لَهُم ثَمَّ سِوَی اللہِ المَجیدُ
جن کیلئے وہاں سوائے اللہ بزرگ کے کوئی نہیں ہے

تخمہ بُودند آں دو بیگانہ ز خور
اُن دو بیگانوں کو کھانے سے تخمہ لگ گیا تھا

بُود صائم روز آں مؤمن مگر
وہ مؤمن دن بھر کا روزہ دار تھا

چوں نمازِ شام آں حلوا رسید
جب مغرب کی نماز کے وقت وہ حلوا آیا

بُود مؤمن ماندہ در جوعِ شدید
مؤمن سخت بھوک کی حالت میں تھا

---

[1] از اُمید۔ انسان کے اجزاء اپنے مراکز کی طرف منتقل ہونے کے منتظر ہیں۔ برف۔ یہ جُمود اُسی وقت تک ہے جب تک حضرت حق کے سامنے پیش نہیں ہوئی ہے۔ چوں بتابد جب جلالِ خداوندی کی گرمی پڑیگی قیامت کا منظر سامنے آجائیگا۔ جماداتِ گراں پہاڑ۔ چوں۔ پھر تینوں مسافروں کا قصہ شروع کیا ہے۔

[2] مُقبلے۔ گاؤں کا کوئی مہمان نواز ہوگا۔ اِنّی قریبُ قرآنِ پاک میں ہے۔ وَاِذا سَاَلَکَ عِبادِی عَنِّی فَاِنِّی قَرِیبٌ جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں پس میں نزدیک ہوں۔ ثوابش۔ وہ میزبان مسلمان تھا اُس کو مہمان نوازی میں ثواب کی اُمید تھی۔ الکیاسہ۔ ذہانت۔ اَهلِ المَدَر۔ شہری۔ القِریٰ۔ مہمانداری۔ اَهلِ الوبر۔ خیمہ بدوش، دیہاتی۔

[3] الغریب۔ مسافر۔ اَهلِ القُریٰ۔ دیہاتی۔ مغیث۔ مددگار۔ تخمہ بودند۔ یہودی اور عیسائی نے کھانا زیادہ کھایا تھا جس سے اُنکو دست آرہے تھے۔ مومن روزے سے تھا اسلئے اُسکو خوب بھوک لگی ہوئی تھی۔ چوں۔ مغرب کی نماز کے وقت وہ حلوا آیا۔

آں دو کس گفتند ما ازؔ خور پُریم | امشبش بنہیم و فرداش خوریم
اُن دو شخصوں نے کہا، ہم کھانے سے پُر ہیں | آج کی رات اِس کو رکھ دیں اور کل کو کھائیں گے

صبر گیریم از خورِ امشب تن زنیم | بہرِ فردا لوت را پنہاں کنیم
ہم کھانے سے صبر کرلیں، آج کی رات چُپ رہیں | کل کے لئے عمدہ کھانا چُھپا کر رکھ دیں

گفت مومن امشب ایں خوردہ شود | صبر را بنہیم تا فردا بُوَد
مومن نے کہا یہ آج کی رات کھایا جائے | کل ہونے تک صبر کو اُٹھا رکھیں

پس بدو گفتند زیں حکمت گری | قصدِ تو آنست تا تنہا خوری
تو اُنھوں نے اُس سے کہا کہ تیرا اِس چالاکی سے | یہ ارادہ ہے، کہ تو تنہا کھالے

گفتؔ اے یاراں کہ نے ما سہ تنیم | چوں خلاف اُفتاد ما قسمت کنیم
اُس نے کہا اے دوستو! کیا ہم تین شخص نہیں ہیں؟ | جب اختلاف ہوگیا، ہم بانٹ لیں

ہر کہ خواہد قسمِ خود بر جاں زند | وانکہ خواہد قسمِ خود پنہاں کُنَد
جو چاہے اپنا حصّہ جان کو لگالے | اور جو چاہتا ہے کہ اپنا حصّہ چھپا دے

آں دو گفتندش ز قسمت درگذر | گوش کُن قسّام فی النّار از خبر
اُن دونوں نے اُس سے کہا کہ بانٹنے سے درگذر کر | قسّام جہنمی ہے، حدیث سے سُن لے

گفت قسّام آں بُود کو خویش را | کرد قسمت بَر ہوا نے بَر خدا
اُس نے کہا قسّام وہ ہوتا ہے جس نے اپنے آپکو | خواہشِ نفسانی پر تقسیم کر دیا، نہ کہ خدا پر

مِلکِؔ حقّ و جملہ قسمِ اُو ستی | قسمِ دیگر را دہی دُو گوستی
تو خدا کی ملکیت اور سب اُسی کا حصّہ ہے | تو دوسرے کو حصّہ دیتا ہے تو دُو کہنے والا ہے

ایں اَسد غالب شُدے ہم بر سگاں | گر نبُودے نوبتِ آں بَدرگاں
یہ شیر کتّوں پر بھی غالب ہو جاتا | اگر اُن بدطینتوں کا دَور دورہ نہ ہوتا

ایں اَسد کہ نیست غالب بر بقُور | نوبتِ گاواں بُد و آں گاوِ زُور
یہ شیر جو گایوں پر غالب نہیں ہے | گایوں اور اُس مکّار گائے کا دَور دَورہ ہے

قصدِ شاں آں کاں مسلماں غم خورد | شب برو در بینوائی بگذرد
اُن کا یہ ارادہ تھا کہ وہ مسلمان غم کھائے | اُس پر بے سروسامانی میں رات بسر ہو

بُود مغلوب اُو بتسلیم و رضا | گفت سَمْعًا طَاعَةً اَصْحَابَنَا
وہ مغلوب تھا اُس نے تسلیم کرنے اور رضامندی سے | کہا اے ہمارے ساتھیو! سُن لیا، اور مان لیا

ؔ۱ از خور. کھانا پیٹ میں زیادہ بھرا ہوا تھا. لوت. لذیذ کھانا. گفت. مومن نے کہا ملا آج کھایا جائے صبر کل کے لئے رکھ دیا جائے. پس. اُن دونوں نے کہا کہ تیرا مقصد تنہا خوری ہے کیونکہ ہم تو اِس وقت نہیں کھا سکتے.

ؔ۲ گفت. مومن نے کہا میں تنہا سب نہیں کھانا چاہتا بلکہ چاہتا ہوں کہ تقسیم کر لیا جائے قسم حصّہ. خبر. اَلقسّامُ فِی النَّارِ "بانٹنے والا جہنمی ہے" اگر یہ حدیث ہے تو اُس کا مطلب وہ نہیں ہے جو اِن دونوں نے مُراد لیا بلکہ صحیح مطلب وہ ہے جو مومن نے بیان کیا. بَر ہوا. یعنی تقسیم میں نفسانی غرض ہو.

ؔ۳ ملک. انسان اللہ کی مِلک ہے اب اگر وہ اپنے آپ کو اور اپنے افعال کو تقسیم کرے کچھ خدا کے لئے اور کچھ کسی دوسرے کے لئے تو گویا وہ مُشرک ہے. ایں اسد. مومن کی یہ رائے نہ مانی گئی اور وہ غالب نہ آیا. بقور. بقرۃ کی جمع ہے. زور. مکّار قصد شاں. اُن دونوں کا مقصد یہ تھا کہ مومن رات کو بھی بھوکا رہے. بود. مومن ایک تھا اور وہ دو تھے مجبوراً اُس نے اُن کا کہنا مان لیا.

پس بخفتند آں شب و برخاستند
پھر وہ اُس رات سو گئے اور بیدار ہوئے
بامداداں خویش را آراستند
صبح کو اپنے آپ کو آراستہ کیا

رُوی شستند و دہان ہر یکے [۵۱]
اُنھوں نے چہرہ اور مُنہ دھویا اور ہر ایک
داشت اندر وِرد راہ و مسلکے
وظیفہ میں ایک راہ اور مسلک رکھتا تھا

یک زمانے ہر یکے آورد رُوی
تھوڑی دیر ہر ایک متوجہ ہوا
سُوی وِردِ خویش از حق فضل جُوی
اپنے وظیفہ کی طرف اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی کا طالب

مؤمن و ترسا جہود و گبر و مُغ
مومن اور عیسائی اور یہودی اور کافر اور آتش پرست
جُملہ را رُو سُوی آں سُلطان الغ
سب کا رُخ سلطان معظم کی طرف ہے

مؤمن و ترسا جہود و نیک و بد
مومن اور عیسائی اور یہودی اور نیک اور بد
جملگاں را ہست رُو سُوی احد
سب کا رُخ خدا کی جانب ہے

بلکہ سنگ و خاک و کوہ و آب را
بلکہ پتھر اور مٹی اور پہاڑ اور پانی کا
ہست واگشتِ نہانی با خدا
پوشیدہ طور پر خدا کی طرف رجوع ہے

ایں سخن پایاں ندارد ہر سہ یار
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، تینوں دوستوں نے
رُو بہم کردند آں دم یار وار
دوستانہ ایک دوسرے کی طرف رُخ کیا

آں یکے گفتا کہ ہر یک خوابِ خویش [۵۲]
ایک شخص نے کہا کہ ہر ایک اپنا خواب
آنچہ دید اُو دوش گو آور بہ پیش
جو اُس نے گذشتہ شب دیکھا کہہ کر پیش کرے

ہر کہ خوابش بہتر ایں را اُو خورد
جس کا خواب اچھا ہو اُس کو وہ کھائے
قسمِ ہر مفضول را فاضل برد
گھٹیا کا حصہ بڑھیا لے جائے

آنکہ اندر عقل بالاتر رود
جو عقل میں برتر ہو
خوردنِ اُو خوردنِ جملہ بُود
اُس کا کھا لینا، سب کا کھا لینا ہوگا

فائق آید جانِ پُر انوارِ اُو [۵۳]
اُس کی انوار سے بھری ہوئی جان اونچی ہوگی
باقیاں را بس بُود تیمارِ اُو
بقیہ کے لئے اُس کی خدمت کافی ہوگی

عاقلاں را چوں بقا آمد ابد
عقلمندوں کے لئے چونکہ ہمیشہ کی بقا ہے
پس بمعنیٰ ایں جہاں باقی بُود
تو معنیٰ یہ عالم باقی ہوگا

پس جہود آورد آنچہ دیدہ بُود
پھر یہودی لایا جو اُس نے دیکھا تھا
تا کجا شب رُوحِ اُو گردیدہ بُود
کہ کہاں اُس کی روح رات میں گھومی تھی

---

[۵۱] رُوی۔ چہرہ اور مُنہ دھویا۔ وِرد۔ عبادت کا معمول۔ از حق۔ مقصد سب کا اللہ کا فضل طلب کرنا تھا۔ مومن۔ ہر شخص خدا کا طالب ہے خواہ اُس نے طلب کا غلط طریقہ اختیار کر رکھا ہو۔ الغ۔ معظم۔ بلکہ۔ کائنات کی ہر چیز خدا کی عبادت اور تسبیح اپنے حال کے مطابق کرتی ہے۔ ایں سخن۔ سب کا مقصود خدا کا ہونا۔

[۵۲] آں یکے۔ ایک بولا ہر شخص رات کا خواب بیان کرے جس کا خواب بڑھیا ہوگا وہ حلوے میں سے سب کا حصہ حاصل کرے گا۔ مفضول۔ جس کا خواب گھٹیا ہوگا۔ فاضل۔ جس کا خواب بڑھیا ہوگا۔ آنکہ۔ جس کا خواب بہتر ہوگا یقیناً اُس کی عقل بھی بہتر ہوگی۔ خوردن۔ ایسے عقلمند کا کھانا سب کا کھانا ہوگا۔

[۵۳] فائق آید۔ جس کی عقل بالاتر ہوگی یقیناً اُس کی روح پُر انوار ہوگی اور ایسے بزرگ کی خدمت اور اپنے حصہ کا حلوا اُسکو کھلا دینا برکت کا سبب ہوگا۔ عاقلاں۔ مومنین جن کی عقل کامل ہے اُن کو حیاتِ ابدی حاصل ہے۔ پس جہود۔ سب سے پہلے یہودی نے اپنا خواب بیان کیا۔

گفت[۵۱] در رہ موسیمؑ آمد بہ پیش — گر بہ بیند دنبہ اندر خوابِ خویش

اُس نے کہا راستہ میں (حضرت) موسیٰؑ میرے سامنے آگئے — بلی اپنے خواب میں دُنبہ دیکھتی ہے

در پئے موسیٰؑ شُدم تا کوہِ طور — ہر سہ ماں گشتیم ناپیدا ز نور

میں (حضرت) موسیٰؑ کے پیچھے کوہِ طور تک گیا — ہم تینوں نور سے ڈھپ گئے

ہر سہ سایہ محو شد زاں آفتاب — بعد ازاں زاں نور شُد یک فتحِ باب

اُس سورج سے تینوں سائے ہٹ گئے — اُس کے بعد اُس نور سے فتح باب ہوا

نورِ دیگر از دلِ آں نور رُست — پس ترقی جُست آں ثانیش چُست

اُس نور کے بیچ سے ایک اور نور پیدا ہوا — پھر اُس کے دوسرے نے بہت جلد ترقی کی

ہم[۵۲] من و ہم موسیٰؑ و ہم کوہِ طور — ہر سہ گم گشتیم زاں اِشراقِ نور

میں بھی اور (حضرت) موسیٰؑ بھی اور کوہِ طور بھی — اُس نور کی چمک سے ہم تینوں گُم ہو گئے

بعد ازاں دیدم کہ کُہ سہ شاخ شُد — چونکہ نورِ حق درو نفّاخ شُد

اُس کے بعد میں نے دیکھا کہ پہاڑ تین ٹکڑے ہو گیا — چونکہ اللہ (تعالےٰ) کا نور اُس میں پھونکنے والا تھا

وَصفِ ہیبت چوں تجلّی زد برُد — می شکست از ہم ہمی شُد سُو بسُو

ہیبت کی صفت نے جب اُس پر تجلّی کی — ایک دوسرے سے جدا ہو گیا، الگ الگ ہو گیا

زاں یکے شاخے کہ آمد سُوی یَم — گشت شیریں آبِ تلخ ہمچو سَم

اُس ایک ٹکڑے سے جو سمندر کی طرف آیا — زہر جیسا کھاری پانی میٹھا ہو گیا

آں[۵۳] یکے شاخش فرو شُد در زمیں — چشمہ زاد و بروں آمد مَعیں

اُس ٹکڑے کی وجہ سے جو زمین دھنسا — چشمہ پیدا ہو گیا اور جاری ہو کر باہر آ گیا

کہ شفای جملہ رنجوراں شُد آب — از ہمایونیِّ وحیِ مُستطاب

وہ پانی سب بیماروں کے لئے شفا ہو گیا — پاکیزہ وحی کی برکت سے

واں یکے شاخے دگر پرّید زُود — تا جوارِ کعبہ کہ عرفات بُود

اور ایک دوسرا ٹکڑا جلدی سے اُڑا — کعبہ کے قریب تک، جو عرفات (پہاڑ) ہو گیا

باز زاں صَعقہ چو با خود آمدم — طور بر جا بُود نے افزوں نہ کم

میں جب اُس بے ہوشی سے ہوش میں آیا — (کوہ) طور اپنی جگہ پر تھا نہ زیادہ نہ کم

لیک زیرِ پایِ موسیٰؑ ہمچو یخ — می گدازید و نماندش شاخ و شخ

لیکن (حضرت) موسیٰؑ کے پاؤں کے نیچے برف کی طرح — پگھل رہا تھا اور اُس میں شگفتگی اور کرختگی نہ تھی

[۵۱] گفت۔ اُس نے کہا میں چلا جا رہا تھا راستہ میں حضرت موسیٰؑ مل گئے۔ گر بہ۔ بمراد ۲ کو منقول ہے یعنی بلی کو خواب میں چھیچھڑے نظر آتے ہیں۔ در پئے۔ میں حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کوہِ طور پر پہنچا تو اس قدر نور دیکھا کہ میں اور حضرت موسیٰؑ اور کوہِ طور اُس میں چھپ گئے۔ فتحِ باب۔ یعنی فیض کا ایک دوسرا دروازہ کہ اُس نور سے ایک نور پیدا ہوا۔

[۵۲] ہم۔ یہ دوسرا نور اس قدر تاباں تھا کہ ہم تینوں اُس میں بالکل گم ہو گئے۔ بعد ازاں۔ اُس نور کی تجلی سے کوہِ طور کے تین ٹکڑے ہو گئے اُس تجلی میں اس قدر ہیبت تھی۔ زاں یکے کوہ طور کا ایک ٹکڑا سمندر میں گیا تو اُس کا زہر جیسا پانی شیریں ہو گیا۔

[۵۳] آں یکے۔ دوسرا ٹکڑا زمین میں دھنس گیا تو اُس سے ایک چشمہ پیدا ہو گیا جو بیماروں کے لئے صحت کا باعث تھا۔ وحی۔ کوہِ طور پر حضرت موسیٰؑ کو وحی آئی تھی۔ عرفات۔ تیسرا ٹکڑا اُڑ کر خانہ کعبہ کے پاس پہنچ کر عرفات پہاڑ بن گیا۔ صَعقہ۔ یعنی نور میں گم ہونا۔ لیک۔ اب کوہِ طور میں دوسرا تغیر شروع ہوا کہ حضرت موسیٰؑ کے قدموں میں آسمان سے گرنے والی برف کی طرح نرم ہو گیا۔ شاخ۔ یعنی پہاڑ کی چوٹی۔ شخ۔ کرختگی۔

بازمیں ہموار شد کُہ از نہیب	**گشت بالائش ازاں ہیبت نشیب**
پہاڑ، ہیبت سے زمین سے ہموار ہوگیا	اُس ہیبت سے اُس کی بلندی پستی بن گئی
بازؔ باخود آمدم زاں انتشار	**باز دیدم طور و موسیٰؑ برقرار**
میں پھر اُس انتشار سے ہوش میں آیا	میں نے پھر طور اور حضرت موسیٰؑ کو برقرار دیکھا
واں بیاباں سر بسر در ذیلِ کوہ	**پُر خلائق شکلِ موسیٰ با شکوہ**
اور وہ میدان پہاڑ کے دامن میں پورا	(حضرت) موسیٰؑ کی شکل کی بڑی بڑائی مخلوق سے بھرا ہوا تھا
چوں عصا و خرقہ اُو خرقہ شاں	**جملہ سوئے طور خوش دامن کشاں**
اُن کی لاٹھی اور اُن کی کفنی اُن کی کفنی کی طرح	سب خوشی خوشی طور کی جانب روانہ ہیں
جملہ کفہا در دُعا افراختہ	**نغمۂ اَرِنی بہم در ساختہ**
سب دعا میں ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں	مل کر اَرِنی کا ترانہ بنائے ہوئے ہیں
باز آں غشیاں چو از من رفت زود	**صورتِ ہر یک دگرگونم نمود**
پھر وہ بیہوشی جب جلد مجھ سے چلی گئی	مجھے ہر ایک کی صورت دوسری طرح کی دکھائی دی
اَنبیاؔ بُودند ایشاں اہلِ وُد	**اِتحادِ اَنبیا اَم فہم شد**
وہ دوستی والے نبی تھے	نبیوں کا اتحاد میری سمجھ میں آگیا
باز اَملاکے ہمی دیدم شگرف	**صُورتِ ایشاں بُد از اَجرامِ برف**
پھر میں نے عجیب فرشتے دیکھے	اُن کی صورتیں برف کے جسموں کی تھیں
حلقۂ دیگر ملائک مُستعیں	**صورتِ ایشاں ہمہ بُد آتشیں**
مدد مانگنے والے فرشتوں کی ایک دوسری جماعت تھی	اُن سب کی صورت آتشی تھی
زیں نسَق می گفت آں شخصِ جہُود	**بس جہودے کاخرش محمُود بُود**
وہ یہودی شخص اِس طرح سے کہہ رہا تھا	بہت سے یہودی ہیں جن کا انجام اچھا ہوا ہے
ہیچؔ کافر را بخواری منگرید	**کہ مسلماں مُردنش باشد اُمید**
کسی کافر کو ذلت سے نہ دیکھو	کیونکہ اُس کے مسلمان ہو کر مرنے کی اُمید ہے
چہ خبر داری زختمِ عُمرِ اُو	**تا بگردانی ازو یکبارہ رُو**
اُس کی عمر کے خاتمہ کا تجھے کیا پتہ؟	کہ تو اُس سے فوراً منہ پھیرتا ہے
بعد ازاں ترسا در آمد در کلام	**کہ مسیحم رُو نمود اندر منام**
اُس کے بعد عیسائی نے بات شروع کی	کہ مجھے خواب میں (حضرت) مسیح نظر آئے

۵۱ بازؔ۔ اِس کے بعد پھر میرے حواس درست ہوئے تو حضرت موسیٰؑ اور کوہِ طور کو اصل حالت پر دیکھا۔ واں بیاباں۔ لیکن اب یہ عجیب بات دیکھی کہ اُس کوہ کا دامن عجیب مخلوق سے پُر ہے۔ چوں عصا۔ ہر شخص کے ہاتھ میں حضرت موسیٰؑ کا سا عصا اور اُس کے بدن پر حضرت موسیٰؑ جیسا خرقہ ہے اور وہ سب خراماں خراماں کوہِ طور کی طرف جا رہے ہیں۔ اَرِنی۔ حضرت موسیٰؑ نے کوہِ طور پر دعا کی تھی اَرِنِی کَیۡفَ تُحۡیِ الۡمَوۡتٰی اے خدا مجھے دکھا دے تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے۔

۵۲ انبیاء۔ اب میں یہ سمجھا کہ یہ انبیاء کا مجمع تھا اور اُس سے میں سمجھ گیا کہ انبیاء سب اپنی دعوت میں متحد ہیں۔ باز۔ پھر مجھے فرشتوں کی ایک ایسی جماعت نظر آئی جیسے وہ برف کے بنے ہوئے ہوں۔ حلقہ۔ فرشتوں کی ایک دوسری جماعت بھی تھی جو آتشیں معلوم ہوتی تھی۔ زیں نسق۔ اِس خواب پر تعجب نہ کرو ہو سکتا ہے کہ اُس یہودی کا انجام اور خاتمہ بہتر حالت میں ہوا ہو اور اُس نے مرتے وقت شرک وغیرہ سے توبہ کر لی ہو۔

۵۳ ہیچ۔ کسی کافر کے بارے میں بھی حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا، ہو سکتا ہے کہ اُس کو آخر وقت میں توفیق مل جائے۔ بعد ازاں۔ اُس یہودی کے بعد عیسائی نے اپنا خواب بیان کیا کہ حضرت مسیح مجھ کو نظر آئے۔

من شُدم با اُو بچارم[1] آسماں — مرکز و مثوائے خورشیدِ جہاں
میں اُن کے ساتھ چوتھے آسمان پر پہنچا — جو دنیا کے سورج کا مرکز اور ٹھکانا ہے

خود عجب ہائے قِلاعِ آسماں — نسبتش نبُود باٰیاتِ جہاں
آسمان کے قلعوں کے عجائب کو خود — کوئی نسبت نہیں ہے، دنیا کے عجائب کے ساتھ

ہر کسے داند اے فخر البنیں — کہ فزوں باشد فنِ چرخ از زمیں
اے فخرِ فرزنداں! ہر شخص جانتا ہے — کہ آسمان کا حال، زمین سے بڑھا ہوا ہوتا ہے

حکایتِ[2] شتر و گاو و قچ کہ در راہ بندِ گیاہ یافتند ہر یکے

اونٹ اور بیل اور دُنبہ کا قصہ جنھوں نے راستے میں گھاس کا گٹھا پایا (اور) ہر ایک

می گفت کہ مَن می خورم گفتند ہر کہ از ما پیر تر اُو بہ بَرد

کہتا تھا کہ میں کھاؤں گا انھوں نے کہا جو ہم میں زیادہ بوڑھا ہے وہ لے جائے گا

اُشتر و گاو و قچے در پیشِ راہ — یافتند اندر روشِ بندِ گیاہ
راستہ کے سامنے اونٹ اور بیل اور دُنبہ نے — چلنے میں گھاس کا ایک گٹھا پایا

گفت قچ بخش ار کنیم ایں را یقیں — ہیچ کس از ما نگردد سیر ازیں
دُنبہ نے کہا اگر ہم اِس کو بانٹیں، یقیناً — اِس سے ہم میں سے کسی کا پیٹ نہ بھریگا

لیک عمرِ ہر کہ باشد بیشتر — ایں عَلَف اُو راست اولیٰ گو بخور
لیکن جس کی عمر سب سے زیادہ ہو — یہ چارہ اُس کے مناسب ہے کہدے، کہ کھالے

کہ[3] اکابر را مُقدّم داشتن — آمدست از مُصطفےٰ اندر سُنَن
کیونکہ بڑوں کو مُقدّم رکھنا — حدیثوں میں (حضرت) مُصطفیٰ سے آیا ہے

گرچہ پیراں را دریں دورِ لئام — در دو موضع پیش میدارند عام
اگرچہ بڑوں کو کمینوں کے اِس دور میں — عوام دُو موقعوں پر آگے رکھتے ہیں

یا دراں لوُتے کہ اُو سوزاں بُوَد — یا براں پُل کز خَلَل ویراں بُوَد
یا تو اُس کھانے میں جو جلتا ہوا ہو — یا اُس پُل پر جو خَلَل سے ویران ہو

خدمتِ شیخے بزرگے قائدے — عام نارد بے قرینہ فاسدے
کسی راہنما، بزرگ، شیخ کی خدمت — عوام کسی فاسد غرض کے بغیر نہیں کرتے ہیں

خیرِ شاں اینست چہ بُوَد شرِ شاں — قبحِ شاں را باز داں زِ فرِ شاں
اُن کی بھلائی یہ ہے تو اُن کی برائی کیسی ہوگی؟ — اُن کی برائی کو اُن کی بھلائی سے پہچان لے

---

[1] چارم. حضرت مسیحؑ کا چوتھے آسمان پر ہونا عوام کا خیال ہے، حدیث سے اُن کا دوسرے آسمان پر ہونا ثابت ہے، سورج کا چوتھے آسمان میں ہونا بھی محض ایک تخمینہ ہے. خود. بظاہر آسمانی چیزیں زمین کی چیزوں سے بڑھیا ہیں. فن. حال.

[2] حکایت. عیسائی نے یہ کہکر کہ سب جانتے ہیں کہ آسمان کی چیزیں زمین کی چیزوں سے افضل اور اعلیٰ ہیں اپنی خواب کو اعلیٰ اور اپنے آپ کو حلوے کا مستحق قرار دیا اِس حکایت میں اونٹ کی بھی اِسی قسم کی تقریر ہے. قچ. دُنبہ. بندِ گیاہ. گھاس کا گٹھا. روش. رفتار. بخش کردن. تقسیم کرنا. لیک. دُنبہ نے کہا کہ جسکی عمر زیادہ ہو وہ یہ گھاس کھالے.

[3] کہ اکابر. حدیث شریف ہے کَبِّرِ الکُبَرَ "بڑے کو بڑھا" گرچہ. لیکن اِس زمانہ میں صرف دُو جگہوں پر بڑوں کو آگے بڑھاتے ہیں ایک جبکہ کھانا بہت گرم ہو اور اُس کے کھانے سے مُنہ جل جائے، دوسرے ٹوٹے ہوئے پُل پر جس سے گذرنا خطرناک ہو. خدمت. اگر کوئی کسی بڑے کی خدمت کرتا ہے تو اُسکی تہ میں اُسکی کوئی فاسد غرض ہوتی ہے. خیر شاں. اِن کمینوں کی بزرگوں کیساتھ بھلائی کا تو یہ حال ہے اب بُرائی کا اندازہ خود کرلو.

حکایت[1] در بیانِ حالِ خود پرستاں و شرِ ایشاں در لباسِ خیرات

خود پرستوں کی، اور بھلائی کے پردے میں اُن کی برائی کی حالت کے بیان میں حکایت

سُوئے جامع می شد آں یک شہریار — خَلق را می زد نقیب و چوبدار

ایک بادشاہ جامع مسجد کو جارہا تھا — لوگوں کو نقیب اور چوبدار مار رہا تھا

آں یکے را سَر شکستے چوب زَن — واں دگر را بر دریدے پیرہن

لاٹھی مارنے والا ایک کا سَر توڑتا تھا — اور دوسرے کے کپڑے پھاڑتا تھا

درمیانہ بیدلے دہ چوب خورد — بے گناہے کہ بَرو از راہ گَرد

درمیان میں ایک آزاد شخص نے دس بیدیں کھائیں — بغیر کسی خطا کے کہ جا راستہ سے ہٹ جا

خوں چکاں رُو کرد باشاہ و بگفت — ظلمِ ظاہر بیں چہ پُرسی از نہفت

خون ٹپکتے ہوئے نے، بادشاہ کا رُخ کیا اور بولا — کھلا ہوا ظلم دیکھ لے، چھپا ہوا کیا پوچھتا ہے؟

خیر تو اینست جامع میروی — تا چہ باشد شرّ و ضرت اے غوی

تیری نیکی تو یہ ہے کہ تو جامع مسجد جارہا ہے — اے گمراہ! تیری بدی اور مضرت کیا ہوگی؟

یک[2] سلامے نشنود پیر از خسے — تا نہ پیچد عاقبت از وَے بسے

شیخ کسی کمینہ سے ایک سلام (بھی) نہیں سنتا ہے — تاکہ نتیجہ میں وہ اس سے زیادہ نہ لپٹے

گرگ دَریابد وَلی را بہ بُوَد — زانکہ دریابد وَلی را نفسِ بد

ولی کو بھیڑیا پکڑلے (یہ) بہتر ہے — اس سے کہ ولی کو کوئی بدنفس لے

زانکہ[3] گرگ ارچہ کہ بس اِستم گر یست — لیکش آں فرہنگ و کید و مکر نیست

اِس لئے کہ بھیڑیا اگرچہ بہت ستمگر ہے — لیکن اُسمیں وہ تدبیر اور مکر، در چالاکی نہیں ہے

ورنہ کے اندر فتادے اُو بدام — مکر اندر آدمی باشد تمام

ورنہ وہ جال میں کب پھنستا؟ — پورا مکر، آدمی میں ہوتا ہے

مکر زانِ اُوست کُو دارد درم — بشنوَد آواز و گوید نہ نگرم

مکر اُس کا ہے جو پیسے رکھتا ہے — وہ آواز سنتا ہے اور کہتا ہے میں نہیں دیکھتا ہوں

بازگشتن بحکایتِ شتر و گاو و قچ و ہر یکے از تاریخِ عمرِ خود ظاہر کردن

اونٹ اور بیل اور دُنبہ کی حکایت کی جانب واپسی اور ہر ایک کا اپنی عمر کی تاریخ ظاہر کرنا

گفت قچ باگاو و اشتر کاے رِفاق — چوں چنیں اُفتاد مارا اتفاق

دُنبہ نے بیل اور اونٹ سے کہا اے ساتھیو! — جبکہ ہمیں ایسا اتفاق ہوا ہے

---

[1] حکایت۔ اس سے یہ بتانا ہے کہ اس بادشاہ کے نماز پڑھنے جانے میں تو یہ شر تھا اب شر کا اندازہ اس سے کرلیا جائے۔ نقیب۔ بادشاہ کا پیشرو محافظ۔ از راہ گرد۔ راستہ سے ہٹ جا۔ خوں چکاں۔ جس صاحب دل کو نقیب نے مار کر زخمی کیا تھا اُس نے بادشاہ سے کہا کہ ظاہری ظلم تو دیکھ لے کہ بدن سے خون ٹپک رہا ہے دل کو جو مخفی صدمہ پہنچا ہے اُس کا تو بیان ہی نہیں ہو سکتا۔ خیر تو۔ بادشاہ سے کہا کہ تیری خیر میں جب اس قدر شر ہے تو شر کا اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔

[2] یکے۔ سلامی۔ پھر عوام کا جو بزرگوں کے ساتھ معاملہ ہے اسکا بیان شروع کیا ہے۔ تا نہ پیچد۔ سلام سے چونکہ خاسد غرض ہوتی ہے پھر وہ شیخ سے پوری کرتا ہے اور شیخ پیچ و تاب میں مبتلا ہوتا ہے۔ گرگ۔ بزرگوں کو بھیڑیئے سے وہ نقصان نہیں پہنچتا ہے جو بدنفس مریدوں سے پہنچتا ہے۔

[3] زانکہ۔ بھیڑیئے میں وہ مکر اور فریب نہیں ہوتا جو بدنفس مرید میں ہوتا ہے۔ ورنہ بھیڑیئے میں اگر مکر ہوتا تو وہ جال میں نہ پھنسا کرتا۔ مکر۔ مالدار کا مکر دیکھو غریب سائل کی آواز پر مکاری سے بہرا اور اندھا بنجاتا ہے۔ گفت قچ۔ دُنبہ نے کہا کہ ہر ایک اپنی عمر بتائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ عمر میں کون بڑا ہے رِفاق۔ رفیق کی جمع ہے، سفر کا ساتھی۔

هر یکے تاریخِ عمر املا کنید — پیر ترا ولیٰ ست باقی تن زنید

ہر ایک عمر کی تاریخ بیان کرے — زیادہ بوڑھا مستحق ہے، باقی چپ رہیں

گفت قچ مرجِ من اندر آں عہود — با قچِ قربانِ اسمٰعیل بود

دُنبہ نے کہا، میری چراگاہ اُن دنوں — (حضرت) اسماعیلؑ کی قربانی کے دُنبہ کے ساتھ تھی

گاو گفتا بودہ ام من سالخورد — جفتِ آں گاوے کش آدم جفت کرد

بیل نے کہا، میں پرانا ہوں — اُس بیل کی جوڑی ہوں جسکی آدمؑ نے جوڑی بنائی

جفتِ آں گاوم کہ آدم جدِ خلق — در زراعت بر زمیں میکرد فلق

میں اُس بیل کی جوڑی ہوں کہ جس سے مخلوق کے دادا — کھیتی میں زمین جوتتے تھے

چوں شنید از گاو و قچ اشتر شگفت — سر فرود آورد و آں را بر گرفت

جب اونٹ نے بیل اور دُنبہ کی عجیب بات سُنی — سر نیچے کیا اور اُس کو اٹھالیا

در ہوا برداشت آں بندِ قصیل — اشتر بختی سبک بے قال و قیل

چارے کے اُس گٹھے کو ہوا میں اٹھا لیا — بختی اونٹ نے، کسی تامل کے بغیر

کہ مرا خود حاجتِ تاریخ نیست — کایں چنیں جسمے و عالی گردنیست

کہ مجھے خود تاریخ (بتانے کی) ضرورت نہیں ہے — کیونکہ ایسا جسم اور اونچی گردن ہے

خود ہمہ کس داند اے جانِ پدر — کہ نباشم از شما من خُرد تر

اے جانِ پدر! ہر شخص خود جانتا ہے — کہ میں تم سے چھوٹا نہ ہونگا

داند ایں را ہر کہ ز اصحابِ نہٰیست — کہ نہادِ من فزوں تر از شماست

اِس کو ہر وہ شخص جانتا ہے جو عقلمندوں میں سے ہے — کہ میرا وجود تم سے بڑھا ہوا ہے

جملگاں دانند کایں چرخِ بلند — ہست صد چندانکہ ایں خاکِ نژند

سب جانتے ہیں کہ یہ بلند آسمان — بہ نسبت اِس پست زمین کے سیکڑوں گنا ہے

کو کشادِ قلعہائے آسماں — کو نہادِ بقعہائے خاکداں

آسمانوں کے قلعوں کی وسعت کہا — زمین کے ٹکڑوں کا وجود کہاں؟

کو عجائبہائے بامِ آسماں — کو غرائبہائے گنجِ خاکداں

آسمان کے بالاخانہ کے عجائب کہا — زمین کے خزانہ کے عجائب کہا؟

جواب گفتنِ مسلمان آنچہ دید بترسا و جہود و حسرت خوردنِ ایشاں

عیسائی اور نصرانی کو مسلمان کا جواب دینا جو اُس نے دیکھا اور اُن کا حسرت کرنا

---

۱ قچ. میں اُس دُنبہ کے ساتھ چرا ہوں جو حضرت اسماعیلؑ کی بجائے قربان ہوا تھا یعنی میں حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کا ہوں گاو. بیل نے کہا میں اُس جوڑی کا بیل ہوں جس سے حضرت آدمؑ نے کھیتی کی تھی لہذا میری عمر دُنبہ سے زیادہ ہے۔

۲ چوں شنید. اونٹ نے جب دُنبہ اور بیل کی یہ عجب باتیں سُنیں تو نیچے کو مُنہ کرکے وہ گھاس مُنہ میں لیکر سر بلند کردیا۔ کہ مرا. اونٹ نے کہا مجھے اپنی تاریخ پیدائش بتانے کی ضرورت نہیں ہے میرا جسم اور میری گردن خود بتا رہی ہے۔ خود ہمہ کس. میرے جسم اور گردن سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ میں تم دونوں سے کم عمر نہیں ہوں۔

۳ داند. ہر عقلمند جانتا ہے کہ میرا وجود تم سے بڑھا ہوا ہے۔ جملگاں. ہر شخص جانتا ہے کہ آسمان بلندی کیوجہ سے پست زمین سے بڑھا ہوا ہے اور آسمان میں زمین سے زیادہ عجائب ہیں لہذا میرا خواب یقیناً یہودی کے خواب سے بڑھا ہوا ہے۔

پس مسلماں گفت کاے یارانِ من
پھر مسلمان نے کہا کہ اے میرے دوستو!

پیشم آمد مُصطفےٰ سُلطانِ من
میرے شاہ مُصطفیٰؐ میرے سامنے آئے

سیّدِ سادات و سلطانِ رُسُل
جو سرداروں کے سردار اور رسولوں کے شاہ ہیں

مَفخرِ کونین و ہادیِ سُبُل
دونوں جہان کیلئے باعثِ فخر اور راستوں کیلئے ہدایت کرنیوالے

پس مرا گفت آں یکے بر طور تاخت
پس مجھ سے فرمایا، وہ ایک تو طور پر جا پہنچا

با کلیمُ اللہ نردِ عشق باخت
(اور) اُس نے (حضرت) کلیمُ اللہ کیساتھ عشق کی بازی کھیلی

واں دگر را عیسیٰ صاحبقراں
اور اُس دوسرے کو صاحبقراں عیسیٰؑ

بُرد بر اَوجِ چہارم آسماں
چوتھے آسمان کی بلندی پر لے گئے

خیز[1] اے پس ماندہ دیدہ ضرر
اے پچھڑے ہوئے، نقصان اٹھائے ہوئے، اٹھ

بے توقّف زُود حلوا را بخور
بے تاُمّل جلد حلوا کھالے

آں ہنرمندانِ پُرفن راندند
وہ ہنرمند صاحبِ تدبیر رواں ہوگئے

نامۂ اقبال و مَنصب خواندند
اُنھوں نے اقبال اور منصب کا نامہ پڑھ لیا

آں دو فاضل فضلِ خود دریافتند
اُن دو فضیلت والوں نے اپنی فضیلت حاصل کرلی

با مَلائک[2] از ہُنر دربافتند
ہُنر کی وجہ سے فرشتوں سے منسلک ہوگئے

اے سلیمِ گول واپس ماندہ ہیں
اے بھولے، کم فہم، پچھڑے ہوئے، ہاں

بر جہ و بر کاسۂ حلوا نشیں
اُٹھ اور حلوے کے پیالہ پر بیٹھ جا

مَن بفرمانِ چناں شاہِ جہاں
میں نے ایسے شاہجہاں کے حکم پر

خوردم آں دم کاسۂ حلوا و ناں
فوراً حلوے کا پیالہ اور روٹی کھالی

پس بگفتندش کہ آنگہ تو حریص
تو اُنھوں نے اُس سے کہا کہ اُس وقت اے لالچی!

اے عجب خوردی ز حلوائے خبیص
تعجب ہے تو نے چھوارے کا حلوا کھالیا

گفت چوں فرمود آں شاہِ مُطاع[3]
اُس نے کہا کہ اُس واجب الاطاعت شاہ نے فرمایا

مَن کہ باشم تا کنم زاں اِمتناع
میں کون ہوتا ہوں کہ اُس سے رکوں؟

تو جہود از امرِ موسیٰؑ سرکشی
تو یہودی، حضرت موسیٰؑ کے حکم سے سرکشی کرسکتا ہے؟

گر بخواند در خوشی یا ناخوشی
خواہ خوشی یا رنج میں بلائیں

تو مسیحی ہیچ از امرِ مسیح
تو عیسائی ہے حضرت مسیحؑ کے حکم سے کبھی

سر توانی تافت از خیر و قبیح
بھلائی اور برائی میں روتابی کرسکتا ہے؟

---

[1] خیز۔ آنحضورؐ نے جواب میں کہا کہ تیرے ساتھیوں کو بہت عروج حاصل ہوا تو تو نیچے میں رہا اِس ٹوٹے کو حلوا کھاکر پورا کرلے۔ تاختند۔ یعنی طور اور آسمان پر پہنچے۔ دو فاضل۔ یعنی یہودی اور عیسائی۔

[2] با ملائک۔ اُنھوں نے خواب میں فرشتوں سے ملاقات کا ذکر کیا تھا۔ سلیم۔ بھولا۔ گول۔ بیوقوف۔ من بفرماں۔ مومن نے کہا میں نے آنحضورؐ کے حکم سے حلوا اور روٹی کھالی۔ خبیص۔ چھواروں کا حلوا۔

[3] مطاع۔ جس کی تابعداری کی جائے۔ اِمتناع۔ رکنا۔ تو جہود۔ تو یہودی ہے تو خود بتا کہ اگر حضرت موسیٰؑ تجھے کوئی حکم دیں خواہ وہ تجھے گوارا ہو یا ناگوار تو سرکشی کرسکتا ہے؟ تو مسیحی۔ عیسائی کو بھی یہی کہا۔

منؔ زفخرِ انبیا رچوں سرکشم ۔۔۔ خوردہ ام حلوا واِیں دم سرخوشم
میں انبیاء کے فخر سے کیسے سرکشی کروں ؟ ۔۔۔ میں نے حلوا کھالیا اور میں اِس وقت خوش ہوں

پس بگفتندش کہ واللہ خوابِ راستؔ ۔۔۔ تو بدیدی ویں بہ از صد خوابِ ماست
تو اُنھوں نے اُس سے کہا کہ واللہ سچا خواب ۔۔۔ تو نے دیکھا اور وہ ہمارے سیکڑوں خوابوں سے بہتر ہے

خوابِ تو بیداری ست اے بُو نظرؔ ۔۔۔ کہ بہ بیداری عیانستش اثر
اے صاحبِ نظر! تیرا خواب بیداری ہے ۔۔۔ کیونکہ بیداری میں اُس کا اثر نمایاں ہے

خوابِ تو بیداریست اے خوش نہاد ۔۔۔ کہ تو در خوابت رسیدی بامُرادؔ
اے خوش سرشت! تیرا خواب، بیداری ہے ۔۔۔ کیونکہ تو اپنے خواب میں مراد کو پہنچ گیا

خوابِ تو بیداریست اے نیک خو ۔۔۔ کازاں خوابت رسد امرِ کُلُواؔ
اے نیک خصلت! تیرا خواب بیداری ہے ۔۔۔ کیونکہ اُس خواب میں تجھے "تم کھالو" کا حکم آیا

خوابِ تو بیداریست اے نیک مرد ۔۔۔ کازاں خوابِ تو رُوے ماست زردؔ
اے نیک مرد! تیرا خواب بیداری ہے ۔۔۔ کیونکہ تیرے اُس خواب کی وجہ سے ہم زرد رُو ہیں

خوابِ تو بیداریست اے سیر جاںؔ ۔۔۔ کہ ہُماںؔ را ظاہرا دیدی عیاں
اے پیٹ بھری روح! تیرا خواب بیداری ہے ۔۔۔ کہ اُس کو تونے ظاہر میں عیاں دیکھ لیا

خوابِ تو مانندِ خوابِ انبیاستؔ ۔۔۔ کہ شد ایں خوابِ تو بے تعبیر راست
تیرا خواب انبیاء کے خواب کی طرح ہے ۔۔۔ کہ یہ تیرا خواب بغیر تعبیر کے سچا ہو گیا

درگذر از فضل واز جلدی و فن ۔۔۔ کار خدمت دارد و خُلقِ حسن
بڑائی اور بہادری اور ہنر سے باز آ ۔۔۔ خدمت اور اچھا اخلاق، کام آتا ہے

بہر ایں آورد ما یزداں بروں ۔۔۔ مَا خَلَقْتُ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ
اِسی کے لئے خدا ہمیں باہر لایا ہے ۔۔۔ "میں نے انسان کو نہیں پیدا کیا مگر اِس لئے کہ وہ عبادت کریں"

سامریؔ را آں ہنر چہ سود کرد ۔۔۔ کاں فن از بابُ اللّٰہش مردود کرد
سامری کو اُس ہنر نے کیا فائدہ دیا؟ ۔۔۔ کہ اُس ہُنر نے اُسکو خدا کے در سے مردود بنادیا

چہ کشید از کیمیا قاروں بہ بیں ۔۔۔ کہ فرو بُردش بقعرِ خود زمیں
قارون نے کیمیا سے کیا حاصل کیا؟ ۔۔۔ کہ زمین اُس کو اپنے گڑھے میں لے گئی

بوالحکم آخر چہ بربست از ہنر ۔۔۔ سرنگوں رفت اُو زکفراں در سقر
ابوجہل نے ہُنر سے کیا جمع کیا؟ ۔۔۔ وہ کفر کی وجہ سے جہنم میں اوندھا گیا

---

۵۱ منؔ۔ تو پھر میں مسلمان ہوکر آنحضورؐ کے حکم کو کیسے نہ مانتا؟ پسؔ۔ تب دونوں نے کہا کہ تیرا ہی خواب سچا ہے اور ہمارے سیکڑوں خوابوں سے بہتر ہے۔ بونظرؔ۔ صاحبِ نظر۔ اثرؔ۔ یعنی تونے حلوا کھالیا۔ بامُرادؔ۔ یعنی تجھے حلوا مل گیا۔ کُلُواؔ۔ تجھے آنحضورؐ نے حکم دیا کہ کھالو۔ زردؔ ماست زرد۔ ہم شرمندہ ہیں۔ سیر جاںؔ۔ تیری روح پیٹ بھری ہے۔ کہ ہُماںؔ۔ اس خواب کو ظاہر میں دیکھ لیا یعنی حلوا کھالیا۔

۵۲ خوابِ توؔ۔ انبیاء بسا اوقات جو خواب میں دیکھتے ہیں وہ بعینہ سامنے آجاتا ہے۔ درگذرؔ۔ اب مولانا پھر نصیحت فرماتے ہیں کہ انسان کو بڑائی اور بہادری اور ہنر کا مدعی نہ ہونا چاہیے انسان کے کام آنے والی چیز خدمت یعنی عبادت اور طاعت اور اچھے اخلاق ہیں۔ بہر ایںؔ۔ خدا نے ہمیں اِسی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے اور اِس آیت میں یہی فرمایا گیا ہے۔ مَاخَلَقْتُ۔ پوری آیت یہ ہے کہ مَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ۔

۵۳ سامریؔ۔ سامری نے ہُنرمندی دکھائی اور گئوسالہ بنایا اُس سے وہ مردود بنا۔ قاروںؔ۔ فنِ کیمیا گری اور خزانے نے قارون کو زمین میں دھنسایا۔ بوالحکمؔ۔ یہ ابوجہل کی پہلی کنیت ہے۔ سقرؔ۔ جہنم۔

خود[1] ہنر آں داں کہ دید آتش عیاں | نے گپ دَلَّ عَلَی النَّارِ الدُّخان
خود ہنر اُس کو سمجھ کہ آگ کو عیاں دیکھا | نہ یہ دعویٰ کہ آگ نے دھویں پر دلالت کی

اے دلیلت گندہ تر پیشِ لبیب | در حقیقت از دلیلِ آں طبیب
اے شخص! تیری دلیل عقلمند کے سامنے بہت گندی ہے | حقیقت میں اُس طبیب کی دلیل سے

چوں دلیلت نیست جز ایں اے پسر | گوہ می خور در کمیزے می نگر
اے بیٹا! جب تیرے پاس اِسکے سوا دلیل نہیں ہے | گوہ کھاتا رہ، پیشاب کو دیکھتا رہ

اے[2] دلیلِ تو مثالِ آں عصا | در کفت دَلَّ علےٰ عیبِ العَمیٰ
اے شخص! تیری دلیل اُس لاٹھی کی طرح ہے | جو تیرے ہاتھ میں ہے جو اندھے پن کے عیب پر دلالت کی

اے دلیلِ ما چو فکرِ ما ذلیل | پیشیِ ما پیشِ دانایاں قلیل
اے شخص! ہماری دلیل ہمارے فکر کی طرح ذلیل ہے | عقلمند کے سامنے ہماری حاضری بہت تھوڑی ہے

غلغل و طاق و طرم و گیر و دار | کہ نمی بینم مرا معذور دار
غلغلہ اور دھوم دھام اور پکڑ دھکڑ | کہ میں نہیں دیکھتا ہوں مجھے معذور سمجھ

مُنادی کردنِ سیدِ ملکِ ترمذ کہ کسے باشد کہ بسمرقند رَوَد بسہ روز

ترمذ کے بادشاہ سردار کا منادی کرانا کہ کون ہوگا جو تین دن میں فلاں ضروری کام کے لئے

بفلاں مہم، خلعت و مال بدہم و شنیدنِ دلقک در دہ و آمدن

سمرقند جائے، ہم خلعت اور مال دیں اور مسخرے کا گاؤں میں سننا اور قاصد

بالاغ نزدِ آں سیدِ ملک کہ مَن بارے نتوانم

بن کر سید بادشاہ کے پاس آنا کہ میں یہ کام نہیں کرسکتا

سیدِ[3] ترمذ کہ آنجا شاہ بُود | مسخرہ اُو دلقکِ دلخواہ بُود
ترمذ کا سردار، جو وہاں بادشاہ تھا | اُس کا مسخرہ ایک دلچسپ دلقک تھا

داشت کارے در سمرقند اُو مہم | جُست الاغے تا شود اُو مستتم
وہ (بادشاہ) ایک ضروری کام سمرقند میں رکھتا تھا | اُس نے ایک قاصد تلاش کیا جو تکمیل کرنے والا ہو

زد منادی کانکہ اُو در پنج روز | آردم زانجا خبر بدہم کنوز
اُس نے اعلان کرایا، جو پانچ دن میں | وہاں سے خبر لے آئے، میں اُسکو خزانے دونگا

بخشم اُو را زر و گنج بے شمار | تا شود میر و عزیز اندر دیار
میں اُس کو سونا اور بے شمار خزانہ دونگا | یہانتک کہ ملک میں سردار اور عزت والا ہوجائے

[1] خود۔ یعنی بہتر معارف یقینیہ اور علومِ وہبیہ ہیں نہ کہ علومِ عقلیہ ہیں۔ لبیب۔ یعنی عارف۔ در حقیقت۔ عارف عقلی دلائل کو اُس دلیل سے بھی گندہ سمجھتا ہے جو طبیب کی ہوتی ہے یعنی قارورہ جسکو دیکھکر طبیب مرض پر استدلال کرتا ہے۔ چوں دلیلت۔ اگر تیرے پاس عقلی علوم کے سوا کچھ نہیں ہے تو گوہ کھاتا پھر اور پیشاب کو دیکھتا رہ۔ کمیز۔ بونگریز، جانوروں کا پیشاب۔

[2] اے۔ عقلی دلائل اندھے کی لاٹھی ہے جو اُسکے اندھے پن کی دلیل ہے۔ دلیل۔ عقلی دلائل اور اُسکے بدعی دونوں عارفوں کے نزدیک ذلیل اور حقیر ہیں۔ غلغل۔ دلائلِ عقلیہ کی شان و شوکت تو بہت ہے لیکن مدعی بالکل حقیر ہے اور اُس کی مثال یہ ہے کوئی اندھا اپنے اندھے پن کے ثبوت کیلئے شور غل مچائے۔ منادی کردن۔ اس قصہ کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ مسخرے نے معمولی سی بات کے لئے بڑا اہتمام کیا۔ دلقک۔ ایک مسخرے کا نام ہے، مطلقاً مسخرہ۔

[3] سید ترمذ۔ ترمذ کے بادشاہ کو یہ ضرورت تھی کہ کوئی سمرقند جاکر وہاں کے احوال معلوم کر کے آئے اِس مقصد کیلئے اُس نے منادی کرائی تو مسخرہ ایک گاؤں سے بدحال ہوکر بھاگا آیا اور صرف یہ کہنے آیا کہ میں اِس قابل نہیں ہوں کہ اِس مہم کو سَر کرسکوں۔

دلقک اندر دہ بُد و آں را شنید 　 **بر نشست[1] و تا بہ ترمذ می دوید**

سخرہ گاؤں میں تھا اور اُس نے وہ سُنا 　 سوار ہوا اور ترمذ تک دوڑنے لگا

مرکبِ دو اندراں رہ شد سقط 　 **از دوانیدن فرس را زاں نمط**

اُس راستہ میں دو گھوڑے ہلاک ہو گئے 　 اُس طور پر گھوڑا دوڑانے سے

پس بدیواں در دوید از گردِ راہ 　 **وقتِ ناہنگام رہ جست او بشاہ**

پھر وہ راستہ کے گرد (و غبار) سے کچہری میں دوڑا گیا 　 اُس نے نامناسب وقت بادشاہ کی جانب راستہ ڈھونڈا

فجفجے در جملۂ دیواں فتاد 　 **شورشے در وہمِ آں سلطاں فتاد**

کچہری میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں 　 بادشاہ کے خیال میں پریشانی واقع ہوئی

خاص و عامِ شہر را دل شد ز دست 　 **تا چہ تشویش و بلا حادث شدست**

شہر کے عوام اور خواص کا دل بے قابو ہو گیا 　 کہ کیا پریشانی اور مصیبت پیدا ہوئی ہے؟

یا عدوے قاہرے در قصدِ ماست 　 **یا بلائے مہلکے از غیب خاست**

یا کوئی سخت دشمن ہمارے قصد میں ہے 　 یا کوئی مہلک مصیبت غیب سے اٹھی ہے

کز زدہ دلقک بسیرانِ درشت 　 **چند اسپِ قیمتی در راہ کشت**

کہ سخرہ نے سخت رفتار میں 　 چند قیمتی گھوڑے مار ڈالے

جمع[2] گشتہ بر سرائے شاہ خلق 　 **تا چرا آمد چنیں اشتابِ دلق**

لوگ بادشاہ کے محل پر جمع ہو گئے 　 کہ مسخرہ اس قدر تیزی سے کیوں آیا ہے؟

از شتابِ او و جدّ و اجتہاد 　 **غلغل و تشویش در ترمذ فتاد**

اُس کی جلدی اور کوشش اور محنت سے 　 ترمذ میں شور اور پریشانی واقع ہو گئی

آں یکے دو دست بر زانو زناں 　 **واں دگر از وہم واویلے کناں**

کوئی دونوں ہاتھ ران پر مار رہا تھا 　 اور دوسرا وہم سے واویلا کر رہا تھا

از نفیر و فتنہ و خوف و نکال 　 **ہر دلے رفتہ بصد گونہ خیال**

فریاد اور فتنہ اور خوف اور عذاب سے 　 ہر دل سو خیالوں کی طرف جا رہا تھا

ہر کسے[3] فالے ہمی زد از قیاس 　 **تا چہ آتش او فتاد اندر پلاس**

ہر شخص قیاس سے ایک فال نکال رہا تھا 　 کہ ٹاٹ میں کونسی آگ لگی ہے

راہ جُست و راہ دادش شاہ زود 　 **چوں زمیں بوسید گفتش ہے چہ بود**

اُس نے راستہ چاہا اور بادشاہ نے اُسکو فوراً راستہ دیدیا 　 جب اُس نے زمین بوسی کی بادشاہ نے اُس سے کہا، ہائیں کیا ہوا؟

---

[1] بر نشست۔ سوار ہوا۔ مرکب دو۔ اس بھاگ دوڑ میں اُس نے دو گھوڑے ہلاک کر دیئے۔ پس۔ راستہ کی گرد بھی صاف نہ کی اور سیدھا بادشاہ کی کچہری میں پہنچ گیا۔ [illegible] کا نا پھوسی یعنی دلقک کے گھبرائے ہوئے آنے سے اور اس طریقہ پر بادشاہ کے پاس پہنچنے سے کچہری کے لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں اور بادشاہ بھی کچھ گھبرایا۔ خاص و عام۔ ہر شخص کو یہ خیال ہوا کہ دلقک کوئی خوفناک خبر لایا ہے۔ کز زدہ۔ کوئی خوفناک بات ہے تب ہی دلقک نے اس قدر تیزی سے سفر کیا کہ دو گھوڑے راستہ میں مر گئے۔

[2] جمع گشت۔ ان افواہوں سے کچہری پر مجمع ہو گیا۔ دلق دلقک کا مخفف ہے۔ از شتاب۔ دلقک کی عجلت اور کوشش سے پورا شہر تشویش میں مبتلا ہو گیا سب نے یہ سمجھا کہ کسی بڑی مصیبت کی خبر لایا ہے۔ آں یکے تمام لوگوں کی پریشانی کا یہ حال تھا کہ کوئی رانیں پیٹ رہا تھا کوئی واویلا کر رہا تھا۔ از نفیر ہر شخص فتنہ و فساد کے خیال سے طرح طرح کے خیال میں مبتلا تھا۔

[3] ہر کسے۔ ہر شخص اٹکل لگا رہا تھا کہ نہ معلوم کونسی آگ ٹاٹ میں لگی ہو گی یعنی کونسا عظیم حادثہ پیش آیا ہو گا۔ راہ جست۔ دلقک نے پہلے حال دربار میں حاضری چاہی اور بادشاہ نے فوراً اُس کو باریابی کی اجازت دی دلقک دربار میں زمین بوس ہوا تو بادشاہ نے دریافت کیا کیا حال ہے۔

هرکه[1] می پرسید حالے زاں ترش — دست بر لب می نهاد اُو که خمش
اُس بدحال سے جو کوئی حالت دریافت کرتا — وہ ہونٹ پر ہاتھ رکھتا تھا کہ چپ

وہم می افزود زیں فرہنگِ اُو — جملہ در تشویش گشتہ دنگِ اُو
اُس کی اِس عقلمندی سے اور وہم بڑھتا تھا — سب اُس کے سبب پریشانی میں دنگ ہو رہے تھے

کرد اِشارت دلق کاے شاہِ کرم — یک دَمے بگذار تا مَن دَم زنم
مسخرے نے اشارہ کیا کہ اے شاہِ کرم! — تھوڑی دیر ٹھہئے تاکہ میں سانس لے لوں

تاکہ باز آید بمَن عقلم دمے — کرفتادم در عجائب عالمے
تاکہ میری عقل ذرا ٹھکانے آجائے — کیونکہ میں عجیب عالم میں گرفتار ہوں

بعد[2] یک ساعت کہ شاہ از وہم و ظن — تلخ گشتش ہم گلو و ہم دہن
تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ، وہم اور گمان سے — اُس کا گلا بھی اور منہ بھی کڑوا ہوگیا

کُو ندیدہ بُود دلقک را چنیں — کاز و خوشتر نبود شش ہمنشیں
کیونکہ اُس نے مسخرہ کو اِس حالت میں نہ دیکھا تھا — کیونکہ اُس سے زیادہ خوش مزاج اُسکا کوئی ہمنشیں نہ تھا

دائماً دستان و لاغ افراشتے — شاہ را اُو شاد و خنداں داشتے
وہ ہمیشہ داستان اور مذاق ابھارتا تھا — وہ بادشاہ کو خوش اور ہنستا رکھتا تھا

آنچناں خندانش کردے در نشست — کہ گرفتے شہ شِکم را با دو دست
وہ اُس کو مجلس میں اِس قدر ہنساتا تھا — کہ بادشاہ دونوں ہاتھوں سے پیٹ تھام لیتا تھا

کہ ز زورِ خندہ خوی کردے تنش — رُو در افتادی ز خندہ کردنش
ہنسی کی زیادتی سے اُسکے جسم کو پسینہ آجاتا تھا — اپنے ہنسنے سے اوندھا گرجاتا تھا

باز[3] امروز ایں چنیں زرد و تُرش — دَست بر لَب میزند کاے شہ خمش
پھر آج اِس طرح سے زرد اور تُرش — ہونٹ پر ہاتھ رکھتا ہے کہ اے بادشاہ چُپ

وَہم در وَہم و خیال اندر خیال — شاہ را تا خود چہ آید از نکال
وہم در وہم اور خیال در خیال — بادشاہ کو کر دیکھئے کیا وبال آتا ہے؟

کہ دلے شہ باغم و پرہیز بُود — زانکہ خرم شاہ بس خونریز بُود
کیونکہ بادشاہ کا دل رنجیدہ اور پرحذر تھا — کیونکہ خرم شاہ بہت خونریز تھا

---

[1] ہرکہ۔ بادشاہ یا کوئی وزیر جب بھی دلقک سے حالت پوچھتا تو وہ اپنے ہونٹ پر ہاتھ رکھکر چپ رہنے کا اشارہ کرتا۔ وہم۔ اُس کی اِس حرکت سے اور زیادہ پریشانی بڑھ گئی۔ کرد۔ دلقک نے بادشاہ سے اشارے سے کہا کہ مجھے سانس لے لینے دیجئے۔ تاکہ۔ میں ذرا اپنے حواس دُرست کرلوں اِس وقت میری عجیب حالت ہے پھر کچھ بتاؤں گا۔

[2] بعد یک ساعت۔ بادشاہ نے تھوڑی دیر انتظار کیا اور انتظار میں اُسکو سخت ناگواری ہوئی۔ کو ندیدہ۔ دلقک بہترین خوش طبع ہم نشیں تھا اُس کی کبھی پریشان کن حالت نہ ہوئی تھی۔ دائماً۔ دلقک ہمیشہ داستان گوئی اور مذاق سے بادشاہ کو خوش رکھتا تھا۔ آنچناں۔ وہ بادشاہ کو اِس قدر ہنساتا تھا کہ بادشاہ ہنسی کی زیادتی کیوجہ سے پیٹ پکڑ لیتا۔ خو۔ وہ بادشاہ کو اِس قدر ہنسا دیتا تھا کہ بادشاہ کو پسینے چھوٹ جاتے تھے اور اوندھا گر جایا کرتا تھا۔

[3] باز۔ پھر آج اُس کی یہ حالت کہ بدحال ہے اور بادشاہ کو بھی چُپ رہنے کے اشارے کر رہا ہے۔ وہم۔ اِس سے بادشاہ کو طرح طرح کے خیال آرہے تھے اور بادشاہ سوچنے لگا کہ نہ معلوم کیا مصیبت ٹوٹنے والی ہے۔ کہ دلے۔ بادشاہ کو خوارزم شاہ، شاہِ سمرقند سے بہت ڈر لگ رہا تھا اِس لئے وہ دلقک کی حالت سے یہ سمجھا کہ دلقک کے علم میں اُس کے حملہ کی خبر آئی ہوگی۔ خرم شاہ۔ خوارزم شاہ کا مخفف ہے۔

جائے[1] تختِ اُو سمرقندِ گزیں — بُد وزیرِ دلے اورا ہمنشیں

اُس کا پایہ تخت منتخب سمرقند تھا — ایک چالاک وزیر اُسکا ہم نشیں تھا

بس شہانِ آں طرف راکشتہ بُود — یا بحیلت یا بسطوت آں عنود

اُس جانب کے سب بادشاہوں کو قتل کر چکا تھا — وہ سرکش، یا حیلہ سے یا حملہ سے

ایں شہِ ترمذ از و در وہم بُود — وز فنِ دلقک خود آں وہمش فزود

یہ شاہِ ترمذ اُس سے وہم میں تھا — اور مسخرے کی چال سے اُسکا وہم بڑھ رہا تھا

گفت زُود تر باز گو تا حال چیست — ایں چنیں آشوب و شورِ تو زکیست

اُس نے کہا جلد بتا کیا حال ہے؟ — تیری اِس قدر پریشانی اور شور کس کیوجہ سے ہے؟

گفت مَن در دہ شنیدم آنکہ شاہ — زد منادی بر سرِ ہر شاہ راہ

اُس نے کہا میں نے گاؤں میں یہ سُناکر بادشاہ نے — ہر بڑی سڑک کے سرے پر منادی کرائی ہے

کہ[2] کسے خواہم کہ تازد در سہ[3] روز — تا سمرقند و دہم اورا کنوز

کہ میں ایسا آدمی چاہتا ہوں جو تین دن میں دوڑ کر جائے — سمرقند تک اور میں اُس کو خزانے بخشوں گا

گنجہا بدہم مرُا اندر عوض — چوں شود حاصل ز پیغامش غرض

اُس کو بدلے میں خزانے دونگا — جب کہ اُس کے پیغام سے مقصد حاصل ہوجائیگا

مَن شتابیدم بَرِ تو بہرِ آں — تا بگویم کہ ندارم آں تواں

میں اِس لئے آپ کے پاس دوڑ کر آیا ہوں — تاکہ میں کہہ دوں کہ میں وہ قوت نہیں رکھتا ہوں

ایں چنیں چُستی نیاید از چو مَن — تارِ ایں امید را بر من متن

مجھ جیسے سے ایسی چُستی نہیں ہوسکتی ہے — امید کا تار مجھ پر نہ تنیئے

گفت[4] شہ لعنت بریں زودیت باد — کہ دو صد تشویش در شہر اوفتاد

بادشاہ نے کہا تیری اِس جلدی پر لعنت ہو — کہ شہر میں دو سو تشویشیں پیدا ہوگئیں

از برائے ایں قدر اے خام ریش — آتش افگندی دریں مرج و حشیش

محض اتنی سی بات کے لئے اے احمق! — تو نے اِس چراگاہ اور گھاس میں آگ لگادی

ہمچو ایں خامانِ با طبل و عَلَم — کہ اما مانیم در فقر و عدم

اِن خام کار جھنڈے اور ڈھول والوں کیطرح — کہ ہم فقر و فنا میں امام ہیں

معمولی بات کے لئے اِس قدر طمطراق دکھاتے ہیں۔ ایں خاماں۔ یہ ناقص شیوخ بھی ڈھول پیٹتے ہیں کہ ہم فقر و فنا کے امام ہیں اور شیخی بگھار کر اپنے آپ کو بایزید ثابت کرتے ہیں۔

[1] جائے۔ خوارزم شاہ کا پائے تخت سمرقند تھا اور اُس کا وزیر بڑا چالاک اور ذہین تھا۔ بس شہان۔ وہ بہت سے بادشاہوں کو تدبیر یا حملہ سے قتل کر چکا تھا۔ ایں شہ۔ ترمذ کے بادشاہ کو بھی اِس کا ڈر لگا ہوا تھا اور دلقک کی اِس حالت سے اُس کا ڈر اور خوف اور بڑھ گیا تھا۔ گفت۔ بادشاہ نے دلقک سے کہا جلد بات بتا۔ گفت من بس پر دلقک نے کہا کہ میں نے گاؤں میں آپ کی منادی سنی تھی۔

[2] کہ کسے۔ میں نے منادی میں سنا تھا کہ آپ کسی شخص کو سمرقند بھیجکر احوال معلوم کرانا چاہتے ہیں۔ گنجہا۔ اور آپ نے یہ اعلان کرایا ہے کہ خبر لانیوالے کو آپ بہت انعام دیں گے۔ من شتابیدم۔ میں دوڑ کر اِس لئے آیا ہوں کہ آپ کو بتا دوں کہ میں یہ مہم سر نہیں کر سکتا ایں چنیں۔ ایسی چستی اور چالاکی کہ فوراً سمرقند جاکر میں احوال معلوم کرسکوں مجھ سے ممکن نہیں ہے آپ مجھ سے یہ امید وابستہ نہ کریں۔

[4] گفت۔ جب پہاڑ کھودنے پر چوہا برآمد ہوا تو بادشاہ نے کہا تیری اِس جلدبازی پر لعنت ہو تو نے تمام شہر کو پریشان کر ڈالا۔ از برائے۔ اِس معمولی پیغام کیلئے تو نے تمام انسانوں میں آگ لگادی ہمچو۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اِن جھوٹے شیوخ کی یہی حالت ہے جو دلقک کی تھی کہ ایک

لافِ شیخی در جہاں انداختہ — خویشتن را بایزیدے ساختہ

دنیا میں شیخت کی ڈینگیں مارتے ہیں — اپنے آپ کو "بایزیدؒ" بنا رکھا ہے

ہم[1] زخود سالک شدہ واصل شدہ — محفلے وا کردہ در دعوٰی کدہ

خود ہی سالک اور واصل بن بیٹھا ہے — دعوے خانہ میں ایک محفل کھول رکھی ہے

خانۂ داماد پُر آشوب و شر — قومِ دختر را نبُودہ زیں خبر

داماد کا گھر شورش سے پُر ہے — سسرال والوں کو اِس کی خبر نہیں

ولولہ کہ کار نیمے راست شد — شرطہائے کاں سُوئے ما ست شد

جوش ہے کہ آدھا کام بَن گیا ہے — جو شرطیں ہماری طرف سے ہیں وہ ہو گئیں

خانہا را رُوفتیم آراستیم — زیں ہوس سَرمست و خوش برخاستیم

ہم نے گھروں میں جھاڑو دے لی، آراستہ کر لیا ہے — ہم اِس ہوس سے مست اور خوش اُٹھے ہیں

زاں طرف آمد یکے پیغام نے — آمد ایں سُو مُرغکے زاں بام نے

اُس جانب سے ایک پیغام بھی نہیں آیا — اُس جانب سے اِس جانب ایک چھوٹا سا پرندہ نہیں آیا

زیں[2] رسالاتِ مَزید اندر مَزید — یک جوابے از حوالے شاں کمید

اِن مزید در مزید پیغاموں میں سے — ایک جواب اُن کی جانب سے پہنچا؟

نے ولیکن یارِ ما زیں آگہ ست — زانکہ از دل سُوئے دل لابُد رہ ست

نہیں، لیکن ہمارا دوست اِس سے باخبر ہے — کیونکہ لامحالہ دل سے دل کی جانب راہ ہے

پس ازاں یارے کہ اُمیدِ شماست — از جوابِ نامہ رہ خالی چراست

پھر اُس دوست کی جانب سے جو تمہاری امید گاہ ہے — نامہ کے جواب سے راستہ کیوں خالی ہے؟

صد[3] نشانست از سِرار و از جہار — لیک بس کُن پردہ زیں دَر بر مدار

باطن اور ظاہر سے سَو علامتیں ہیں — لیکن بس کر، اِس در سے پردہ نہ ہٹا

باز رَو تا قصۂ آں دَلقِ گول — کہ بلا بر خویش آورد از فضول

اُس احمق مسخرہ کے قصے کی جانب پھر چل — کہ خواہ مخواہ، اپنے اُوپر بلا لایا

پس وزیرش گفت اے حق را سُتُن — بشنو از بندہ کمینہ یک سخن

پھر وزیر نے اُس سے کہا اے حق کے ستون! — کمینہ خادم سے ایک بات سُن لیجئے

---

[3] صد نشانست. خدا سے تعلق کے بہت سے باطنی آثار ہیں جنکو بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔ باز رَو۔ اُس مسخرے کے قصے کی تکمیل کر و اُس بیہودے نے خواہ مخواہ اپنے اوپر بلا نازل کی بادشاہ نے اسکو جیل بھیجنے کا حکم دیدیا۔ پس۔ وزیر نے کہا کہ اِس مسخرے کو یہاں کوئی کام تھا جس کیوجہ سے یہ بھاگا آیا ہے اب اُس کی کام

[1] ہم زخود۔ یہ شیوخ بالکل بے پیرے ہیں خود بخود سالک بنے اور پھر خود بخود واصل بحق ہو گئے ہیں اور دعوے شروع کر دیئے ہیں۔ خانۂ داماد۔ ان کی مثال بالکل ویسی ہی ہے جیسے کوئی اپنے گھر شادی کی کرد فر دکھا رہا ہو اور لڑکی والوں کو اُس کی کوئی خبر تک نہ ہو۔ ولولہ۔ اُس شوہر کے گھر میں دھما دھڑ کا برپا ہے اور شادی کی تمام ضروریات مہیا کی جا رہی ہیں۔ خانہا۔ اور کہہ رہا ہے کہ ہم نے شادی کی پوری تیاری کر لی ہے مکان پر چونہ قلعی بھی کرا لیا ہے اور اس ہوس میں مست ہو رہا ہو۔ زاں طرف۔ حالانکہ لڑکی والوں کیجانب سے نہ کوئی پیغام ہے نہ سلام۔ مرغکے۔ کبوتر کو پیغامبر مانا جاتا ہے۔

[2] زیں رسالات۔ یہاں سے پیغاموں کے ڈھیر ہیں وہاں سے ایک بھی جواب نہیں۔ نے۔ اگر کوئی اُس سے پوچھتا ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے بھی کوئی پیغام آیا تو کہتا ہے کہ نہیں وہاں سے کوئی جواب تو نہیں آیا لیکن اُنھیں سب کچھ معلوم ہے کیونکہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ یہی حال مکار شیوخ کا ہے کہ اُن کیجانب سے مقبول بارگاہ ہونیکے دعوے ہیں اور حضرت حق کیجانب سے مقبولیت کے کچھ بھی آثار نہیں ہیں۔ پس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اگر تعلق مع اللہ کے دعوے میں کچھ بھی صداقت ہے تو پھر ادھر سے جواب سے کیوں محروم ہو۔

دلقک از دہ بہرِ کارے آمدست
مسخرہ گاؤں سے کسی کام کے لئے آیا ہے

رائے او گشت و پشیمانش شدست
اُسکی رائے بدل گئی ہے اور وہ اُس سے پشیمان ہوا ہے

زاب[۱] و روغن کُہنہ را نو می کُند
پانی اور تیل سے پرانے کو نیا کرتا ہے

او بمسخرگی برُوں شو می کُند
وہ مسخرے پن کے ذریعہ چھٹکارا حاصل کرتا ہے

غمد را بنمُود و پنہاں کرد تیغ
اُس نے نیام دکھائی اور تلوار چھپائی ہے

باید افشردن مر او را بے دریغ
اُس کو بے دریغ بھینچنا چاہیئے

او میاں بنمُود و پنہاں کرد کارد
اُس نے غلاف دکھایا اور چھری چھپائی ہے

بیگماں او را ہمی باید فشارد
بلاشبہ اُس کو کَسنا چاہیئے

پستہ را یا جوز را تا نشکنی
تو پستہ یا اخروٹ کو جب تک نہ توڑے

نے نماید دل نہ بدہد روغنی
وہ نہ مغز ظاہر کرتا ہے نہ چکنائی دیتا ہے

مشنو ایں دفعِ وے و فرہنگِ او
اُس کے ٹالنے اور تدبیر کو نہ سنیئے

در نگر در ارتعاشش و رنگِ او
اُس کے کانپنے اور رنگ کو دیکھیئے

گفت[۲] حق سیماھُمْ فِیْ وَجُوھِھِمْ
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے اُنکی نشانی اُنکے چہرے میں ہے

زانکہ غمّاز ست سیما و مُنِمّ
کیونکہ نشانی غمّاز اور چغلخور ہے

ایں معایَن ہست ضدِّ آں خبر
یہ مشاہدہ اُس خبر کے خلاف ہے

کہ بشر بسرشتہ آمد ایں بشر
کہ یہ بشر شر سے گوندھا ہوا ہے

گفت دلقک با فغان و با خروش
مسخرے نے فریاد اور خروش سے کہا

صاحبا در خونِ ایں مسکیں مکوش
اے صاحب! اِس مسکین کے خون کی کوشش نہ کیجئے

بس[۳] گمان و وہم آید در ضمیر
دل میں بہت سے وہم اور گمان آتے ہیں

کاں نباشد حق و صادق اے امیر
اے امیر! جو کہ صحیح اور سچے نہیں ہوتے ہیں

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ست اے وزیر
اے وزیر! بعض گمان گناہ ہے

نیست ستم راست خاصہ بر فقیر
ستم کرنا خصوصاً فقیر پر درست نہیں ہے

شہ نگیرد آنکہ می رنجانَدش
شاہ اُسکی (بھی) گرفت نہیں کرتا ہے جو اُسکو ستائے

از چہ گیرد آنکہ می خنداندش
جو اُسکو ہنسائے اُسکی کس وجہ سے گرفت کریگا؟

گفتِ صاحب پیشِ شہ جاگیر شُد
وزیر کی بات بادشاہ کے سامنے جم گئی

کاشفِ ایں مکر و ایں تزویر شُد
اِس مکر اور جھوٹ کو کھولنے والی ہو گئی

… دمن۔ یہ چالاکی کر رہا ہے اور اصل مقصد کو چھپا رہا ہے۔ غمد۔ تلوار کی نیام۔ افشردن یعنی شکنجہ میں دبانا۔ او۔ یہ غلاف دکھا رہا ہے اور چھری چھپا رہا ہے یعنی آنے کا اصل مقصد ظاہر نہیں کر رہا ہے۔ پستہ۔ پستہ اور اخروٹ میں سے اصل حقیقت تب ظاہر ہوتی ہے جب اُس کو دبایا جائے اسکو جب شکنجہ میں دبایا جائے گا اصل حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔ مشنو۔ اِس کی بات پر نہ جایئے اُس کی ظاہری علامتوں پر نظر رکھیئے۔

۲ گفت۔ اللہ تعالےٰ بھی نیکی اور بدی کے ظاہری نشان کی جانب اشارہ فرماتا ہے۔ ایں معاین۔ ظاہری علامتیں اُسکے قول کے برخلاف ہیں اور یہ بشر شر سے بنا ہوا ہے۔ گفت۔ دلقک نے جب وزیر کی گفتگو اپنے خلاف سنی تو وزیر سے بولا اے وزیر میرے خون کے درپے نہ ہو۔

۳ بس۔ میرے اوپر تیری یہ بدگمانی ہے جو گناہ ہے۔ نیست۔ ظلم خود بُرا ہے اور فقیر پر ظلم کرنا تو بہت ہی بُرا ہے۔ شہ نگیرد۔ شاہ مخالفوں پر بھی ظلم نہیں کرتا ہے تو دوستوں پر کیسے کریگا۔ صاحب وزیر۔ کاشف۔ بادشاہ وزیر کی گفتگو سے مسخرے کے مکر کو سمجھ گیا۔

گفت دلقک را سوئے زنداں برید[51] | چاپلوس و زرقِ او را کم خرید

اُس نے کہا مسخرے کو جیل خانہ کی جانب لے جاؤ | اس کی چاپلوسی اور جھوٹ کو قبول نہ کرو

میزنیدش چوں دہل اِشکم تہی | تا دہل وار او دہد ماں آگہی

خالی پیٹ ڈھول کی طرح اُسکو پیٹتے رہو | تاکہ ڈھول کی طرح وہ ہمیں بات بتائے

زانکہ ہم پُر ہم تہی باشد دہل | بانگِ او آگہ کند ما را ز کل

کیونکہ ڈھول بھرا ہوا بھی ہوتا ہے اور خالی بھی | اس کی آواز ہمیں سب بات سے باخبر کردیتی ہے

تا نگوید سرّ خود را از اضطرار | آنچنانکہ گیرد ایں دلہا قرار

تاکہ وہ مجبور ہوکر اپنا راز ظاہر کردے | اس طور پر کہ دل مطمئن ہوجائیں

چوں طمانین ست صدقِ با فروغ[52] | دل نیارامد بگفتارِ دروغ

چونکہ روشن سچائی باعثِ اطمینان ہے | جھوٹی بات سے دل مطمئن نہیں ہوتا ہے

کذب چوں خس باشد و دل چوں دہاں | خس نگردد در دہاں ہرگز نہاں

جھوٹ تنکے کی طرح ہے اور دل مُنہ کی طرح | تنکا مُنہ میں کبھی نہیں چھپتا ہے

تا در و باشد زبانے میزند | تا بدانش از دہاں بیروں کند

جب تک وہ اسمیں ہوتا ہے زبان ہلاتا ہے | حتی کہ عقلمندی سے اُسے باہر نکال دیتا ہے

خاصہ کاندر چشم اُفتد خس ز باد | چشم اُفتد در نم و بند و کشاد

خصوصًا وہ تنکا جو ہوا سے آنکھ میں گرجائے | آنکھ آنسو اور بند ہونے اور کھلنے میں پڑجاتی ہے

ما پس ایں خس را زنیم اکنوں لگد | تا دہان و چشم زیں خس وارہد

تو ہم بھی اب اس تنکے کے لاتیں ماریں گے | تاکہ مُنہ اور آنکھ اِس تنکے سے نجات پاجائے

گفت[53] دلقک کاے ملک آہستہ باش | روئے حلم و مغفرت را کم خراش

دلقک نے کہا اے بادشاہ! توقف کر | بردباری اور معاف کرنے کے چہرے کو زخمی نہ کر

تا بدیں حد چیست تعجیلِ نقم | من نمی پرّم بدستِ تو درم

سزاؤں میں اتنی جلدی کیوں ہے؟ | میں اُڑ نہیں رہا ہوں تیرے ہاتھ میں ہوں

آں ادب کہ باشد از بہرِ خدا | اندراں مستعجلی نبود روا

جو سزا خدا کے لئے ہوتی ہے | اُس میں جلد بازی مناسب نہیں ہوتی

وانچہ باشد طبع و خشمِ عارضی | می شتابد تا نگردد مرتضی

اور جو مزاج اور عارضی غصہ کی وجہ سے ہو | اُسمیں جلدی کرتا ہے، تاکہ رضامندی نہ آجائے

---

[51] سوئے زنداں۔ بادشاہ نے حکم دیدیا کہ مسخرے کو جیل خانہ بھیجدیا جائے۔ میزنیدش۔ ڈھول جب پٹتا ہے تو دوسروں کو خبر پہنچاتا ہے۔ زانکہ۔ ڈھول میں دونوں باتیں ہیں ایک تو یہ کہ اسمیں ہوا بھری ہوئی ہے دوسرے یہ کہ اس میں اور کوئی دوسرا جسم نہیں ہے لہذا وہ بھرا ہوا بھی ہے اور خالی بھی ہے۔ تانگوید جب یہ دلقک پٹے گا تو وہ سچی بات کہدیگا جس سے دل مطمئن ہو جائے گا۔ چوں۔ سچ بات سے دل مطمئن ہوجاتا ہے۔

[52] فروغ۔ روشنی۔ دروغ جھوٹی بات دل کو مطمئن نہیں کرتی ہے۔ کذب۔ جھوٹ دل میں اِس طرح کھٹکتا ہے جس طرح تنکا مُنہ میں۔ تادرو۔ تنکا جب تک مُنہ میں رہے گا، مُنہ زبان اِدھر اُدھر گھماتا رہے گا۔ خاصہ۔ اگر تنکا آنکھ میں گرجاتا ہے تو آنکھ میں پانی بھرجاتا ہے اور کھلتی اور بند ہوتی رہتی ہے۔ ماپس۔ ہم بھی اِس دلقک تنکے کو لاتے ماریں گے تاکہ مُنہ اور آنکھ سے وہ دور ہوجائے۔

[53] گفت۔ دلقک نے کہا اے شاہ سزا کے حکم میں جلدی نہ کیجئے آپ کے حلم اور مغفرت کے منافی ہے۔ تابدیں۔ آپ کی جلدی کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے میں آپ کے قبضہ میں ہوں۔ آں ادب۔ جو شخص خدا کیلئے سزا دیتا ہے اسمیں جلد بازی مناسب نہیں ہوتی۔ وانچہ۔ جو سزا خدا کیلئے نہیں بلکہ اپنے ذات کی وجہ سے دیتا ہے اسمیں وہ جلد بازی کرتا ہے تاکہ رضامندی مانع نہ آجائے۔

ترسد[1] ار آید رضا خشمش رود
ڈرتا ہے اگر رضا آگئی غصہ جاتا رہے گا

انتقام و ذوقِ آں فائت شود
بدلہ لینا اور اس کا مزا فوت ہو جائے گا

شہوتِ کاذب شتابد در طعام
جھوٹی بھوک کھانے میں جلدی کرتی ہے

خوفِ فوتِ ذوق ہست آں خود سقام
مزے کے جانے کا ڈر، وہ خود بیماری ہے

اشتہا صادق بود تاخیر بہ
سچی بھوک ہو تو تاخیر بہتر ہے

تا گوارندہ شود آں بے کرہ
تاکہ بغیر کراہت کے خوب ہضم ہو جائے

تو پئے دفعِ بلایم می زنی
آپ مجھے مصیبت ٹالنے کے لئے مار رہے ہیں

تا ببینی رخنہ را بندش کنی
تاکہ آپ شگاف دیکھ لیں، اس کو بند کر دیں

تا ازاں رخنہ بروں ناید بلا
تاکہ اس شگاف سے مصیبت باہر نہ آئے

غیرِ آں رخنہ بسے دارد قضا
قضا (خداوندی) اس کے علاوہ بہت سے شگاف رکھتی ہے

چارۂ[2] دفعِ بلا نبود ستم
مصیبت کے ٹالنے کی تدبیر ظلم نہیں ہے

چارہ احسان باشد و عفو و کرم
احسان اور معاف کرنا اور بخشنا، تدبیر ہے

گفت الصدقۃ ترد للبلا
فرمایا ہے صدقہ مصیبت کو لوٹا دیتا ہے

داوِ مرضاک بصدقۃ یا فتی
اے نوجوان! صدقہ سے اپنے مریضوں کا علاج کر

صدقہ نبود سوختن درویش را
درویش کو جلانا، صدقہ نہیں ہے

کور کردن چشمِ حلم اندیش را
اور بردباری سوچنے والی آنکھ کو اندھا کرنا

گفت شہ نیکوست خیر و موقعش
بادشاہ نے کہا بھلائی اور اس کا موقع بہتر چیز ہے

لیک چوں خیرے کنی در موضعش
لیکن جبکہ تو بھلائی اس کے موقع پر کرے

موضعِ[3] رخ شہ نہی ویرانی ست
تو رخ کی جگہ، شاہ کو بٹھا دے تو تباہی ہے

موضع شہ پیل ہم نادانی ست
شاہ کی جگہ پیدل بھی بے وقوفی ہے

در شریعت ہم عطا ہم زجر ہست
شریعت میں جزا بھی ہے اور سزا بھی

شاہ را صدر و فرس را درگہ است
شاہ کی جگہ صدر اور گھوڑے کی جگہ دروازہ ہے

عدل چہ بود وضع اندر موضعش
عدل کیا ہوتا ہے؟ اس کا جگہ پر رکھنا

ظلم چہ بود وضع در نا موقعش
ظلم کیا ہے؟ اس کا بے جگہ رکھنا

---

[1] ترسد۔ اس شخص کو یہ ڈر ہوتا ہے کہ اگر رضامندی آجائے گی سزا اور اس کا مزا جاتا رہے گا۔ شہوت کاذب۔ جس کی جھوٹی بھوک ہوتی ہے وہ جلد کھانے کی کوشش کرتا ہے کہ کہیں بھوک نہ جاتی رہے حالانکہ یہ جھوٹی بھوک خود ایک بیماری ہے۔ اشتہار۔ اگر سچی بھوک ہے تو کھانے میں تاخیر بہتر ہوتی ہے تاکہ بھوک میں اضافہ ہو اور کھانا بغیر کسی ناگواری کے خوب ہضم ہو جائے تو پے۔ آپ مجھے اسلئے مارنا چاہتے ہیں کہ آپ کے ذہن میں یہ ہے کہ مجھے کوئی خوفناک بات معلوم ہوئی ہے اور وہ میں نہیں بتا رہا ہوں اگر بتادونگا تو آپ تدبیر کرینگے اور مصیبت آنے کے راستہ کو بند کردینگے لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ مصیبت کے آنے کا کوئی ایک راستہ نہیں ہوتا ہے اگر آپ ایک راستہ بند کرینگے اور وہ مصیبت مقدر ہے تو دوسرے راستے آجائیگی۔

[2] چارہ۔ مصیبت ٹالنے کی یہ ترکیب نہیں ہے کہ مجھے مار کر اسکے ٹالنے کی تدبیر بتانے بلکہ اصل ترکیب یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ احسان اور عفو اور کرم کا معاملہ کیا جائے۔ گفت۔ آنحضور نے فرمایا ہے صدقہ، مصیبت کو دفع کرتا ہے تو اصل مرض کا علاج صدقہ ہے۔ صدقہ۔ صدقہ کی یہ کوئی صورت نہیں کہ آپ مجھ درویش کو ستائیں اور اپنی بردباری کی آنکھ کو بند کریں۔ گفت شہ۔ بادشاہ نے کہا کہ بھلائی اچھی چیز ہے لیکن جبکہ باموقع ہو، بے موقع بھلائی تباہی ہے۔

[3] موضع رخ۔ شطرنج کے مہروں میں اگر رخ کی بجائے شاہ کو بٹھا دیا جائے تو بازی ویران ہو جائے گی۔ در شریعت۔ شرع نے جزاء اور سزاء کا حکم دیا ہے اور دونوں چیزیں اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہیں شاہ کے لئے صدر مجلس اور گھوڑے کیلئے دروازہ بہتر جگہ ہے۔ عدل۔ یعنی م

عدل چہ بُوَد آبؔ[۱] دہ اشجار را — ظلم چہ بُوَد آب دادن خار را

عدل کیا ہے؟ درختوں کو پانی دے — ظلم کیا ہے؟ کانٹے کو پانی دینا

نیست باطل ہر چہ یزداں آفرید — از غضب وز حلم وز نصح و مکید

جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا بے کار نہیں ہے — غصہ اور بردباری اور خلوص اور مکر

خیرِ مُطلق نیست زینہا ہیچ چیز — شرِّ مُطلق نیست زینہا ہیچ نیز

ان میں سے کوئی چیز، مطلقاً خیر نہیں ہے — نیز ان میں کوئی چیز مطلقاً شر نہیں ہے

نفع و ضرِ ہر یکے از موضع ست — علم زیں رُو واجب ست و نافع ست

ہر ایک کا نفع اور نقصان ایک مقام سے ہے — اِس اعتبار سے علم ضروری اور مفید ہے

اے بسا زجرے کہ بر مسکیں رود — در ثواب از نان و حلوا بہ بوُد

اے شخص! بسا اوقات وہ جھڑکی جو مسکین پر ہو — ثواب میں روٹی اور حلوے سے بہتر ہے

زانکہ حلوا گرمی و صفرا کُند — سیلیش از خبث مُستنقا کُند

کیونکہ حلوا گرمی اور صفراء پیدا کرتا ہے — طمانچہ اُس کو خباثت سے صاف کر دیتا ہے

سیلئے[۲] در وقت بر مسکیں بزن — کہ رہاند آنش از گردن زدن

مسکین کے بر وقت طمانچہ مار — تاکہ وہ اُس کو قتل ہو جانے سے بچا لے

زخم در معنیٰ فتد بر خوئے بد — چوب بر گرد او فتد نے بر نمد

چوٹ، حقیقتاً بری عادت پر پڑتی ہے — کوڈی، گرد پر پڑتی ہے، نہ کہ نمدے پر

بزم[۳] و زنداں ہست ہر بہرام را — بزم مخلص را و زنداں خام را

ہر بادشاہ کی مجلس اور قید خانہ ہوتا ہے — مجلس مخلص کے لئے اور قید خانہ ناقص کیلئے

شق باید ریش را مرہم کُنی — چرک را در ریش مستحکم کُنی

زخم کو شگاف چاہیے، تو مرہم لگائے — میل کو زخم میں جما دے گا

تا خورد مر گوشت را در زیر آں — نیم سُودے باشد و پنجہ زیاں

یہانتک کہ وہ اس کے نیچے گوشت کو کھا جائے گا — آدھا فائدہ ہوگا اور پچاس گنا نقصان

از تفِ آں اندروں ویراں شود — مرگِ ناگہ درمیاں پنہاں شود

اس کی گرمی سے اندر کا حصہ خراب ہو جائے گا — اچانک موت درمیان میں چھپ جائے گی

---

[۱] آب۔ پانی درختوں کو دینا عدل ہے کانٹے کو پانی دینا ظلم ہے۔ نیست باطل۔ اگر ہر جگہ جزاء ضروری اور مناسب ہو تو پھر سزا کا پیدا کرنا عبث ہو جائے گا۔ خیرِ مطلق۔ کوئی چیز نہ مطلقاً خیر ہے نہ مطلقاً شر، خیر کو اگر بے موقع استعمال کیا جائے تو شر ہے شر کو با موقع استعمال کیا جائے تو خیر ہے۔ نفع۔ نفع اور ضرر کا مقام جداگانہ ہے علم کی ضرورت اور نفع یہی ہے کہ انسان کو اُس سے صحیح جگہ معلوم ہو جاتی ہے۔ مسکین۔ کسی فقیر کے طمانچہ مارنے میں بسا اوقات وہ ثواب حاصل ہوتا ہے جو اسکو روٹی اور حلوہ کھلانے سے نہیں ملتا ہے۔ زانکہ۔ حلوا تو اُسمیں گرمی اور صفرے کا اضافہ کر دے گا اور طمانچہ اُس کی باطنی خباثت کو صاف کر دے گا۔

[۲] سیلئے۔ اگر مسکین کوئی ایسی حرکت کر رہا ہے جس سے اُس کی گردن ماری جانے کا خیال ہے تو اُس کے طمانچہ مار کر روک دے۔ زخم۔ تو کسی مسکین کی بدعادت پر جب اُس کے طمانچہ مارتا ہے تو مسکین کو نہیں مارتا ہے بلکہ اُس کی بدعادت کو مارتا ہے، کمبل پر اگر گرد جمی ہوئی ہے خونکڑی سے تو گرد کو مارتا ہے کمبل کو نہیں مارتا ہے۔

[۳] بزم۔ بادشاہوں کے یہاں محفلِ نشاط بھی ہوتی ہے اور جیل خانہ بھی محفل مخلص دوستوں کیلئے ہے اور جیل خانہ ناقصوں کیلئے ہے۔ شق باید۔ پھوڑا نشتر کو چاہتا ہے اگر تو اُس پر مرہم رکھے گا تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ تو پھوڑے میں پیپ اور میل کو جما رہا ہے۔ تا خورد۔ وہ پیپ اُسکے گوشت کو اور گلا دیگی تو مرہم سے آدھا فائدہ اور پچاس گنا نقصان ہوگا۔ از تف۔ پھوڑے میں سوزش ہوگی اور اُسکا اندرونی حصہ اور تباہ ہو جائیگا

گفت[51] دلقک من نمی گویم گذار — لیک می گویم تحرّی پیش آر

دلقک نے کہا میں یہ نہیں کہتا کہ چھوڑ دیجئے — لیکن میں کہتا ہوں، تحقیق کو پیشِ نظر رکھئے

هیں رہِ صبر و تأنّی درمبند — صبر کُن اندیشہ می کُن روز چند

ہاں صبر اور بُردباری کا راستہ بند نہ کیجئے — صبر کیجئے، چند دن غور کریجئے

در تأنّی بر یقینے بَر زنی — گوشمالِ من بایقانے کنی

تأمل کرنے پر آپ یقینی بات پر پہنچ جائیں گے — مجھے یقین کے ساتھ سزا دیں گے

در روش یمشی مُکبّا خود چرا — چوں ہمی شاید شدن در استوا

رفتار میں "یمشی مُکبّا" خود کیوں ہو؟ — جبکہ سیدھی حالت میں وہ ممکن ہو سکے

مشورت کُن با گروہِ صالحاں — بر پیمبرؐ امرِ شَاوِرْهُمْ بداں

نیکوں کی جماعت سے مشورہ کریجئے — پیغمبرؐ کے لئے "شَاوِرْهُمْ" کا حکم سمجھ لیجئے

اَمْرُهُمْ شُوْرٰی[52] برائے ایں بُوَد — کز تشاور سہو و کژ کمتر شود

"اَمْرُهُمْ شُوْرٰی" اسی کے لئے ہے — کہ باہمی مشورے کرنے سے بھول اور کجی نہیں ہوتی ہے

ایں خردہا چوں مصابیحِ انورست — بیست مصباح از یکے روشن ترست

یہ عقلیں چراغوں کی طرح روشن ہیں — بیس چراغ، ایک چراغ سے زیادہ روشن ہیں

بُوکہ مصباحے فتد اندر میاں — مشتعل گشتہ ز نورِ آسماں

ہو سکتا ہے کہ درمیان میں کوئی چراغ ایسا ہو — جو آسمان کے نور سے روشن ہوا ہو

غیرتِ حق پردہٴ انگیختہ ست — سِفلی و عُلوی بہم آمیختہ ست

اللہ (تعالیٰ) کی غیرت نے پردہ ڈال دیا ہے — سِفلی اور علوی کو باہم ملا دیا ہے

گفت[53] سِیْرُوْا می طلب اندر جہاں — بخت و روزی را ہمی کُن امتحاں

"سِیْرُوْا" فرمایا ہے دنیا میں طلب کر — نصیبہ اور رزق کو، آزماتا رہ

در مجالس می طلب اندر عقول — آنچناں عقلے کہ بُود اندر رسولؐ

مجلسوں میں ڈھونڈتا رہ، عقلوں میں سے — ایسی عقل جو رسولؐ کے اندر تھی

زانکہ میراث از رسول آنست و بس — کُو ببیند غیبہا از پیش و پس

کیونکہ رسولؐ کی میراث فقط وہی ہے — جو کہ آگے اور پیچھے سے چھپی باتوں کو دیکھ لے

حکم ہے کہ چلو پھرو تو جسطرح چلنے پھرنے سے انسان کو وہ نصیبہ اور روزی حاصل ہو جاتی ہے جو وہاں اُس کیلئے مقدر تھی اِسی طرح چلنے پھرنے سے کوئی صاحب باطن اور صاحب عقلِ نورانی بھی ملجاتا ہے جس سے مقدر جاگ جاتا ہے۔ در مجالس۔ چل پھر کر مختلف مجلسوں میں اُس صاحبِ عقل کی تلاش کر جسکو آنحضورؐ کی میراث پہنچی ہو۔ زانکہ حدیثؐ

[51] گفت دلقک۔ دلقک نے کہا کہ میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ مجھ چھوڑ دیجئے بلکہ مقصد یہ ہے کہ پوری تحقیق کر کے عمل کیجئے۔ ہیں۔ صبر اور بُردباری کا دروازہ بند نہ کیجئے چند دن اس معاملہ پر غور کر کے کسی نتیجہ پر پہنچئے۔ در تأنّی۔ تحمل کے نتیجہ میں معاملہ کا یقین حاصل ہو جاتا ہے پھر اگر سزا بھی دینا ہے تو جرم کے یقین پر دی جائے گی۔ در روش۔ جب سیدھا کھڑے ہو کر چلنا ممکن ہو تو اوندھے مُنہ لیٹ کر نہ چلنا چاہئے۔ سزا میں بھی صحیح طریقہ یہی ہے کہ جُرم کا یقین حاصل کر لیا جائے۔ مشورت کن۔ پھر کسی رائے پر پہنچنے کیلئے نیکوں سے مشورہ بھی کر لینا چاہئے آنحضورؐ کو حکم تھا کہ وہ مشورہ کر لیا کریں۔

[52] امرہم شورٰی۔ صحابہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ اُن کا معاملہ مشورہ سے طے ہوتا ہے وہ اِس لئے کہ مشورے کی صورت میں سہو اور غلطی واقع نہیں ہوتی۔ ایں خرد۔ ایک عقل اور چند عقلوں کی مثال ایک چراغ اور چند چراغوں کی سی ہے۔ بوکہ۔ ہو سکتا ہے کہ مشیروں میں کوئی ایسا بھی ہو جسکو آسمان سے فیض حاصل ہوتا ہو۔ غیرتِ حق۔ چونکہ بسا اوقات اللہ کی غیرت کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے محبوب بندے کو دوسروں کی نظروں سے مخفی رکھے تو ہم نہیں سمجھتے کہ اُن لوگوں میں وہ ہے یا نہیں۔

[53] گفت سیروا۔ اللہ کا

دَر بَصَرہا می طلب ہم آں بَصَر [1] | کہ نتابد شرحِ آں ایں مُختصَر

بینائیوں میں اس بینائی کو طلب کر | جس کی تفصیل کو یہ مختصر تحمل نہیں کر سکتا

بہرِ ایں کردست منع آں باشکوہ | از ترہّب وز شُدن خلوت بکوہ

اِسی لئے اُس عظیم الشان نے منع فرمایا ہے | رہبانیت سے اور پہاڑ کی خلوت سے

تا نگردد فوت ایں نوعِ اِلتقا | کاں نظر بخت ست و اِکسیرِ بَقا

تاکہ اس طرح کی ملاقات فوت نہ ہو جائے | کیونکہ وہ نظر نصیبہ اور بقاء کی کیمیا ہے

درمیانِ صالحاں یک اَصلحے ست | بر سَرِ توقیعش از سُلطاں صحّے ست

نیکوں میں ایک زیادہ نیک ہے | جس کے فرمان پر شاہ کی جانب سے صحّ بنا ہوا ہے

کاں دُعا شُد با اِجابت مُقترِن | کفوِ اُو نبوُد کبارِ اِنس و جن

کہ وہ دعا قبولیت سے وابستہ ہو گئی | اُس کی برابر اِنس وجن کے بڑے بھی نہیں ہیں

در مِرے اُش آنکہ حلو و حامض ست [2] | حجتِ ایشاں بَرِ حق داحض ست

اُس سے جھگڑے میں جو شخص میٹھا اور کھٹا ہے | اللہ (تعالےٰ) کے نزدیک اُن کی دلیل کمزور ہے

کہ چو ما اُو را بخود افراشتیم | عُذر و حجت از میاں بَرداشتیم

کیونکہ جب ہم نے خود اُس کو بلند کر دیا ہے | تو عذر اور جھگڑے کو درمیان سے اٹھا دیا ہے

قبلہ را چوں کرد دستِ حق عیاں | پس تحرّی بعد ازاں مردود داں

جب اللہ تعالےٰ کے دستِ قدرت نے قبلہ ظاہر کر دیا | اُس کے بعد اٹکل کو مردود سمجھ

ہیں بگرداں از تحرّی رُو و سَر | کہ پدید آمد معاد و مُستقر [3]

خبردار! اٹکل سے منہ اور سر پھیر لے | کیونکہ لوٹنے کی جگہ اور ٹھہرنے کی جگہ ظاہر ہو گئی

یک زماں زیں قبلہ گر ذاہل شوی | سُخرۂ ہر قبلۂ باطل شوی

تھوڑی دیر کیلئے بھی اگر تو اِس قبلہ سے غافل ہوگا | تو ہر باطل قبلہ کا بیگاری بن جائے گا

چوں شوی تمییز دہ را ناسپاس | بجہد از تو خطرۂ قبلہ شناس

جب تو تمیز عطا کرنے والے کا ناشکرگزار بنے گا | تو وہ خیال جو قبلہ کو پہچاننے والا ہے تجھ سے نکل بھاگے گا

گر ازیں انبار خواہی بِرّ و بُر | نیم ساعت رُوز ہمدرداں مبُر

اگر تو اِس کھلیان سے نیکی اور گیہوں چاہتا ہے | تو تھوڑی دیر کیلئے بھی ہمدردوں سے منہ نہ پھیر

---

[1] دَر بَصَرہا۔ بینائیوں میں سے اِس بینائی کی تلاش کر جس کی تفصیل اس مختصر مجموعہ میں نہیں کی جا سکتی۔ بہرِ ایں۔ رہبانیت اور خلوت کی اِسی لئے مخالفت ہے کہ انسان ہمیشہ کیلئے ایسے صاحبِ علم و نظر سے محروم ہو جاتا ہے۔ درمیان۔ نیک لوگوں میں کوئی ایسا مقبولِ بارگاہ بھی ہوتا ہے جس کی سند پر شاہ کی جانب سے لفظ "صحّ" لکھا ہوا ہے یہ علامت اِس بات کا اشارہ ہوتی ہے کہ اِس فرمان میں جو حکم ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ کاں دعا۔ اور اُس علامت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اُس کی دعا کو قبول فرمایا ہے اور عنداللہ بہت مقبول اور بخشا بخشایا ہے۔

[2] در مِرے۔ یہ بزرگ اِس قدر اللہ کا مقبول ہوتا ہے کہ اُس سے اختلاف کی گنجائش نہیں ہوتی اور اُس کے مخالف کی ہر دلیل اللہ کے نزدیک لچر اور کمزور ہوتی ہے۔ کہ چو۔ اللہ فرما دیتا ہے کہ جب ہم نے اُسکو مقبول بنایا تو اُس سے کسی کو اختلاف کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ قبلہ۔ اُس شخص کی بات کو نہ ماننا اور دوسری بات کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قبلہ آنکھوں کے سامنے ہو اور پھر انسان اٹکل سے قبلہ متعین کرے۔ ہیں۔ جب قبلہ سامنے آ گیا تو اب اٹکل سے روگردانی ضروری ہے۔

[3] مُعاد و مُستقر۔ یعنی قبلہ۔ یک زماں۔ اِس صاحبِ عقل کو اپنا قبلہ بنا لے اور سمجھ لے کہ اگر تو نے اُس سے غفلت کی تو باطل قبلہ کا غلام بن جائیگا۔ چوں شوی۔ جب تو اُس قبلہ کی قدر نہ کریگا تو تیری ناسپاسی کیوجہ سے وہ نظر بھی تجھ سے چھن جائے گی جس سے تو قبلہ کو پہچانتا۔ گر ازیں انبار۔ اگر تو نیکی اور اُسکے رزق کا طالب ہے

کاندراں دم کہ بری زاں معین[1]	مُبتلا گردی تو بائیسَ القرین
اسی وقت جبکہ تو اُس مددگار سے جُدا ہوگا	بُرے ساتھی کے ساتھ مبتلا ہو جائے گا

حکایتِ تعلّقِ مُوش با چغز و بستن پائے ہر دو بر رشتہ دراز و

حکایت - چوہے اور مینڈک کا تعلق اور دراز دھاگے میں دونوں کے پاؤں باندھنا اور

بر کشیدنِ زاغ مُوش را و مُعلّق شُدنِ چغز و نالیدن و

کوّے کا چوہے کو کھینچنا اور مینڈک کا لٹک جانا اور رونا اور اُسی کا

پشیماں شُدنِ اُو از تعلّق با غیر جنس و با جنسِ خود نا ساختن

اپنی جنس سے ہٹ کر دوسری جنس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے پر پشیمان ہونا

از قضا مُوشے و چغزے باوفا	بر لبِ جُو گشتہ بُودند آشنا
مقدر سے ایک چوہا اور ایک وفادار مینڈک	نہر کے کنارے پر دوست ہو گئے تھے
ہر دو تن مربُوطِ میقاتے شُدند	ہر صباحے گوشۂ می آمدند
دونوں ایک وقت کے پابند ہو گئے تھے	ہر صبح کو ایک جگہ آجایا کرتے تھے
نردِ دل[2] باہم گرمی باختند	از وساوس سینہ می پرداختند
دل کی نرد ایک دوسرے سے کھیلتے تھے	اور وسوسوں سے سینہ کو خالی کرتے تھے
ہر دو را دل از تلاقی مُتّسع	ہمدگر را قصّہ خوان و مُستمع
ملاقات سے دونوں کا دل کھلتا تھا	ایک دوسرے سے قصہ کہتے اور سنتے تھے
راز گویاں بازبان و بے زباں	اَلْجَمَاعَۃُ رَحْمَۃٌ را تاویل داں
زبان اور بغیر زبان کے راز کہتے تھے	"جماعت رحمت ہے" کے معنی جاننے والے تھے
آں اَشِر چوں جُفتِ ایں شاد آمدے	پنجسالہ قصّہ اَش یاد آمدے
وہ خود پسند، جب اس سرور کے ساتھ ہوتا	اُس کو پانچ سال کا قصہ یاد آ جاتا
جوشِ[3] نطق از دل نشانِ دوستی ست	بستگیٔ نُطق از بے اُلفتی ست
دل سے گفتگو کا جوش دوستی کی علامت ہے	گویائی کا بند ہونا، بے اُلفتی کی وجہ سے ہے
دل کہ دلبر دید کے ماند تُرش	بُلبلے گُل دید کے ماند خمُش
جس دل نے معشوق کو دیکھ لیا وہ منقبض کب رہتا ہے؟	جس بلبل نے گل کو دیکھا وہ کب چپ رہتی ہے؟
ماہیِ بریاں ز آسیبِ خضر[4]	زندہ شُد در بحر گشت اُو مُستمر
بھنی ہوئی مچھلی (حضرت) خضر کے اثر سے	زندہ ہو گئی، (اور) سمندر میں روانہ ہو گئی

[1] کاندراں۔ اسلئے کہ اچھے ساتھی کو چھوڑنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بُرا ساتھی ملتا ہے۔ حکایت۔ اس حکایت سے بُرے ساتھی کے بُرے انجام کو سمجھایا ہے، مینڈک نے مینڈکوں کا ساتھ چھوڑ کر چوہے کا ساتھ اختیار کیا اور مارا گیا۔ چغز۔ مینڈک۔ ہر دو تن۔ چوہا اور مینڈک ایک مقررہ وقت کے پابند ہو گئے اور دونوں ایک جگہ جمع ہو جاتے۔

[2] نردِ دل۔ ایک دوسرے سے دل کی بازی لگانا اور باتیں کر کے دل کی بھڑاس نکالنا۔ مُتّسع۔ دونوں کے دل میں کشادگی پیدا ہوتی ایک دوسرے کو قصہ سُناتا اور اس کا قصہ سنتا۔ بے زباں یعنی اپنی حالت سے۔ تاویل داں۔ اسی لئے اُس پر عمل کر رہے تھے۔ اَشِر۔ خود پسند، متکبر۔ ایں شاد یعنی مسرور مینڈک۔

[3] جوش۔ مولانا فرماتے ہیں دل سے گفتگو کا جوش اُٹھنا دوستی کی علامت ہے، اور بے اُلفتی میں زبان بات کرنے سے رُکتی ہے۔ دل۔ جب عاشق محبوب کو دل کی نگاہ سے دیکھ لیتا ہے تو اُس کا انقباض ختم ہو جاتا ہے اور دل بھر کر باتیں کرتا ہے۔ چنانچہ بلبل گُل کو دیکھ کر خوب چہکتی ہے۔ ماہی بریاں۔ عاشق، بریاں مچھلی ہے اور معشوق کی دید آبِ حیات ہے۔ خضر۔ جہاں حضرت موسیٰ کی خضر سے ملاقات ہوئی وہاں آبِ حیات کا چشمہ تھا

حضرت موسیٰ کے ناشتہ کی بھنی ہوئی مچھلی اسی پانی سے زندہ ہو کر سمندر میں چلی گئی تھی۔

یار[1] چوں با یارِ خود بنشستہ شُد | صد ہزاراں لوحِ دل دانستہ شُد
یار جب اپنے یار کے پاس بیٹھا | دل کی لاکھوں تختیاں معلوم ہو جاتی ہیں

لوحِ محفوظ ست پیشانیِ یار | رازِ کونینش نماید آشکار
یار کی پیشانی لوحِ محفوظ ہے | اُس کو دونوں جہان کے راز آشکارا کر دیتی ہے

ہادیِ راہ است یار اندر قدوم | مُصطفٰےؐ زیں گفت اصحابی نجوم
یار، سلوک میں طریقت کا راہنما ہے | اسی لئے (حضرت) مصطفٰےؐ نے فرمایا میرے صحابہ ستارے ہیں

نجم اندر ریگ و دریا رہنماست | چشم اندر نجم نہ کو مقتداست
ستارہ، ریگستان اور دریا میں راہنما ہے | ستارے پر آنکھ جمائے رکھ کیونکہ وہ مقتدا ہے

چشم[2] را با رُوِیِ اُو می دار جُفت | گرد مَنگیزاں ز راہِ بحث و گفت
آنکھ اُس کے چہرے سے جوڑے رکھ | بحث اور گفتگو کے طریقہ پر گرد نہ اُڑا

زانکہ گردد نجم پنہاں زاں غبار | چشم بہتر از زبانِ با عِثار
کیونکہ اُس گرد سے ستارہ چھپ جائے گا | پُر لغزش زبان سے آنکھ بہتر ہے

تا بگوید آنکہ وحیستش شِعار | کاں نشاند گرد و ننگیزد غبار
تاکہ وہ کہے جس کا شعار وحی ہے | کیونکہ وہ گرد کو بٹھا دے گا، غبار نہ اُڑائے گا

چوں شُد آدمؑ مظہرِ وحی و وداد | ناطقہ اُو عَلَّمَ الْاَسْمَاء کُشاد
جب آدمؑ وحی اور محبت کے مظہر ہوئے | اُن کی قوتِ ناطقہ نے عَلَّمَ الْاَسْمَاء کو کھول دیا

نامِ[3] ہر چیزے چنانکہ ہست آں | از صحیفہ دل رَوِی گشتش زباں
ہر چیز کا نام جس طرح ہے | اُن کی زبان دل کے صحیفہ سے سیراب ہو گئی

فاش می گفتے زباں از رُویتش | جُملہ را خاصیّت و ماہیتش
اُس کے دیکھنے سے، زبان صاف کہہ رہی تھی | سب کی خاصیت اور ماہیت

آنچناں نامے کہ اَشیا را سزد | نے چنانکہ حیز را خوانند اَسد
ایسے نام جو چیزوں کے مناسب تھے | نہ ایسے کہ بُزدل کو شیر کہہ دیتے ہیں

نوحِؑ نُہ صد سال دَر راہِ سوی | بُود ہر روزیش تذکیرِ نوی
نوحؑ کا نو سو سال تک سیدھے راستہ میں | ہر روز اُن کا نیا وعظ ہوتا

[1] یار۔ مُرید جب شیخ کے سامنے بیٹھتا ہے تو شیخ کے قلب کے اَسرار اُس پر منکشف ہوتے ہیں۔ لوحِ محفوظ۔ شیخ کی پیشانی لوحِ محفوظ ہے، جس میں دونوں جہان کے اَسرار محفوظ ہیں۔ ہادی۔ شیخ راہِ سلوک کا ہادی ہے جس کو دیکھ کر مقصد تک پہنچ سکتے ہو اسی لئے آنحضورؐ نے صحابہؓ کو ستارے قرار دیا جن کے ذریعہ ریگستان اور سمندر میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ چشم۔ لہٰذا مُرید کا فرض ہے کہ وہ اپنی نظر شیخ پر جمائے رکھے۔

[2] چشم۔ شیخ کے دیدار سے رہنمائی حاصل کر بحث و گفتگو کی گرد اُڑا کر اُس ستارے کو پوشیدہ نہ کر۔ شیخ کی زیارت زیادہ نافع ہے بحث و مباحثہ میں زبان لغزش کرتی ہے۔ تا بگوید۔ تاکہ وہ ذات جس کا براہِ راست وحی شعار ہے جیسے انبیاء یا وہ ذات جس کا وحی سے بالواسطہ تعلق ہے جیسے اولیاء خود بات کرے اُس سے شکوک و شبہات کی گرد بیٹھ جاتی ہے اور غبار اُس ستارے کو نہیں چھپاتا ہے۔ چوں شد آدمؑ۔ حضرت آدمؑ وحی کے مظہر بنے تو اُن کو خود بخود تمام چیزوں کے نام یاد ہو گئے۔

[3] نامِ ہر چیزے۔ جس قدر چیزیں بھی اُن کی زبان دل کے صحیفہ سے سیراب ہو کر سنا دیتی تھی۔ فاش۔ وہ لوحِ دل سے پڑھ کر ہر چیز کا نام اُنکی خاصیت اور ماہیت بتا دیتے تھے۔ آنچناں۔ ہر چیز کا وہ نام بتا دیتے تھے جو اُس چیز کے مناسب تھا یہ نہ ہوتا تھا کہ بزدل کو شیر کہہ دیں۔ نوحؑ۔ حضرت نوحؑ ساڑھے نو سو سال تک ہر روز نیا وعظ فرماتے رہے مولانا نے بیکرے کے جُز کو چھوڑ کر نو سو سال فرمایا ہے۔

لعلِ[1] اُو تازہ زیاقوتُ القلوب | نے رسالہ خواندہ نے قوتُ القلوب
اُن کا لعل دلوں کے یاقوت سے تازہ ہوتا | نہ انھوں نے رسالہ پڑھا نہ قوت القلوب پڑھی

وعظ را ناموختہ ہیچ از شروح | بلکہ ینبوعِ کشوف و شرحِ رُوح
انھوں نے شرحوں سے کچھ وعظ نہ سیکھا تھا | بلکہ مکاشفوں کے چشمہ اور روح کے انشراح سے

زاں مے کاں مے چو نوشیدہ شود | آبِ نطق از گنگ جوشیدہ شود
اُس شراب سے، کہ جب وہ شراب پی لی جائے | گونگے کا پانی گونگے میں سے جوش مارنے لگے

طفلِ[2] نوزادہ شود حبر و فصیح | حکمتِ بالغ بخواند چوں مسیحؑ
نیا پیدا شدہ بچہ عالم اور فصیح بن جائے | (حضرت) مسیحؑ کی طرح اونچی حکمت پڑھنے لگے

از کُہے کہ یافت زاں مے خوش لبی | صد غزل آموخت داؤدِ نبی
اس دقت سے کہ اس شراب سے خوش گفتاری حاصل کی | (حضرت) داؤدؑ نبی نے سیکڑوں غزلیں سیکھ لیں

جملہ مرغاں ترک کردہ چیک چیک | ہمزبان و یارِ داؤدِ مَلیک
سب پرندے چیں چیں چھوڑ کر | شاہ داؤدؑ کے ہمزبان اور یار ہو گئے

چہ عجب گر مرغ گردد مستِ اُو | چوں شنید آہن ندائے دستِ اُو
اگر پرند اُن سے مست ہو گئے تو کیا تعجب ہے | جبکہ اُن کے ہاتھ کی آواز لوہے نے سُن لی

صرصرے بر عاد قتالے شُدہ | مر سلیمانؑ را چو حمالے شُدہ
تیز ہوا جو (قوم) عاد کے لئے قتال بنی | سلیمانؑ کے لئے باربردار کی طرح ہو گئی

صرصرے می بُرد بر سر تختِ شاہ[3] | ہر صباح و ہر مسا یک ماہہ راہ
وہ تیز ہوا سر پر شاہ کے تخت کو لیکر چلتی تھی | ایک مہینہ کا راستہ، ہر صبح اور ہر شام کو

ہم شُدہ حمال و ہم جاسوسِ اُو | گفتِ غائب را کناں محسوسِ اُو
وہ باربردار بھی بنی اور جاسوس بھی | غائب کی گفتگو کو محسوس کرانے والی

باد چوں گفتارِ غائب یافتے | سوئے گوشِ آں مَلِک بشتافتے
ہوا جب غائب کی گفتگو کو پالیتی | اُن شاہ کے کان کی جانب دوڑتی

کاں فلانے ایں چنیں گفت ایں زماں | اے سلیمانؑ شہِ صاحبقراں
کہ اُس فلاں نے اِس وقت ایسا کہا | اے شاہ صاحبقران سلیمانؑ!

تدبیر کردنِ مُوش بچغز کہ من نمی توانم آمدن بر تو بوقت

چوہے کی مینڈک سے تدبیر کرنا، کہ میں ضرورت کے وقت تیرے پاس پانی میں نہیں آسکتا ہوں

---

[1] لعل۔ یعنی ہونٹ۔ یاقوت القلوب۔ حضرت نوحؑ کا دل جو دوسرے دلوں کے مقابلے میں بمنزلہ یاقوت کے تھا۔ رسالہ۔ یعنی امام قشیری رح کا رسالہ کیہ۔ قوت القلوب۔ یعنی ابوطالب مکی کی کتاب۔ شروح۔ یعنی تفاسیر اور وعظوں کی بڑی بڑی کتابیں۔ ینبوع۔ چشمہ۔ کشوف۔ مکاشفات۔ شرحِ روح۔ یعنی روح کا انبساط۔ زاں۔ وہ وعظ اُس خدائی شراب سے حاصل ہوا تھا جس کو پینے سے گونگا بھی فصیح و بلیغ بن جاتا ہے۔

[2] طفلِ نوزادہ۔ حضرت مسیحؑ نے بچپن میں فرمادیا تھا۔ اِنّی عَبْدُ اللّٰہِ آتَانِیَ الْکِتَاب۔ "میں خدا کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے" از کُہے۔ حضرت داؤدؑ نے جب وہ شراب پی تو پر لطف اور شیریں کلام فرمانے لگے۔ جملہ مرغاں۔ پرندے بھی اُس سے مست ہو کر حضرت داؤدؑ کے نغمہ میں شریک ہوجاتے تھے۔ چہ عجب۔ پرند تو جاندار ہیں لوہا تک اُن سے متاثر تھا، موم بن جاتا تھا۔ مر صرصرے۔ جب حضرت سلیمانؑ نے وہ شراب پی لی تو وہی ہوا جس کے اثر سے قوم عاد تباہ ہوئی اُن کی خدمتگار بن گئی۔

[3] تختِ شاہ۔ وہی ہوا اُن کا تخت سر پر لاد کر ہر صبح اور ہر شام کو ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتی تھی۔ باد۔ وہی ہوا حضرت سلیمانؑ کو دور کی خبریں لاکر دیتی تھی۔ تدبیر۔ چوہے اور مینڈک نے ایک ایسی تجویز کی کہ

حاجتے در آب در میانِ ما وسیلتے باید کہ چوں مَن بر لبِ

ہمارے درمیان کوئی وسیلہ چاہیئے کہ میں جب پانی کے کنارے آؤں

آب آیم مَر ترا توانم خبر کردن و چوں تو بر در سوراخِ آں موش

تجھے خبر کر سکوں اور جب تو چوہے کے گھر کے سوراخ کے دروازے

خانہ آئی مرا توانی خبر کردن

پر آئے مجھے خبر کر سکے

ایں سخن پایاں ندارد گفت موش ۔ چغز را روزے کہ اے مصباحِ ہوش

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، چوہے نے کہا ۔ ایک روز مینڈک سے کہا اے ہوش کے چراغ!

وقتہا خواہم کہ گویم با تو راز ۔ تو درونِ آب داری تُرکتاز

بسا اوقات میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے راز کہوں ۔ تو پانی میں دوڑ لگاتا رہتا ہے

بر لبِ جو مَن ترا نعرہ زناں ۔ نشنوی در آب بانگِ عاشقاں

میں نہر کے کنارے تجھے آواز دیتا ہوں ۔ تو عاشقوں کی آواز پانی میں نہیں سنتا ہے

مَن دریں وقتِ مُعیّن اے دلیر ۔ مَن نگردم از محاکاتِ تو سیر

اے بہادر! میں اس مقرر وقت میں ۔ تیرے ساتھ بات چیت کرنے سے سیر نہیں ہوتا ہوں

پنج وقت آمد نماز اے رہنمون ۔ عاشقاں را فی صلوٰۃٍ دائمون

اے رہنما! نماز پانچ وقت ہے ۔ لیکن، عاشقوں کیلئے ہے کہ وہ ہمیشہ نماز میں ہیں۔

نے بہ پنج آرام گیرد آں خمار ۔ کاندراں سرہاست نے پانصد ہزار

وہ خمار پانچ سے آرام نہیں حاصل کرتا ہے ۔ جو اُن سروں میں ہے ، نہ پانچ لاکھ ہے

نیست زُرْ غِبًّا نشانِ عاشقاں ۔ سخت مستسقی ست جانِ صادقاں

عاشقوں کی علامت گھہرے اسے زیارت کرو نہیں ہے ۔ صادقوں کی جان سخت پیاسی ہے

نیست زُرْ غِبًّا وظیفہ ماہیاں ۔ زانکہ بے دریا ندارند اُنسِ جاں

مچھلیوں کا معمول کبھی کبھی زیارت کرو نہیں ہے ۔ کیونکہ دریا کے بغیر وہ رُوح کا اُنس نہیں رکھتی ہیں

آبِ ایں دریا کہ ہائل بقعہ ایست ۔ با خمارِ ماہیاں خود جرعہ ایست

اس دریا کا پانی جو خوفناک جگہ ہے ۔ مچھلیوں کے خمار کے سامنے خود ایک گھونٹ ہے

یک دمِ ہجراں بَرِ عاشق چو سال ۔ وصلِ سال متصل پیشش خیال

عاشق کے نزدیک ہجر کا ایک لمحہ سال جیسا ہے ۔ سال بھر کا مسلسل وصل اس کیلئے ایک خیال ہے

۱؎ ایں سخن ۔ اللہ کی طرف محبت پہنے کے آثار کا بیان۔ مصباح ہوش ۔ چوہے نے مینڈک کے ہوش و حواس کو چراغ کہا۔ وقتہا ۔ مقرر وقت کے علاوہ بسا اوقات جی چاہتا ہے کہ تجھ سے کوئی راز کی بات کہوں لیکن تو دریا میں دوڑتا پھرتا ہے بر لبِ ۔ میں دریا کے کنارے پر تجھے آوازیں دیتا ہوں تو مجھ جیسے عاشقوں کی آواز نہیں سُن پاتا ہے۔ مَن دریں وقت ۔ مقرر وقت میں باتوں سے دل نہیں بھرتا ہے تو دوسرے وقت بھی بات کرنا چاہتا ہوں۔

۲؎ پنج وقت ۔ نہیں اخرے وقت باتیں ہوتی ہیں تو یہ مقرر اوقات تو عام کے لئے ہیں، لیکن عاشقانِ خدا تو ہر وقت نماز یعنی خدا سے گفتگو میں لگے رہتے ہیں نے بہ پنج ۔ صرف پانچ وقت میں بات کرنے سے ان کا دل مطمئن نہیں ہوتا اس لئے کہ اُن دلوں میں تو لاکھوں راز ہیں جو وہ اللہ سے کہنا چاہتے ہیں۔ زُرْ غِبًّا ۔ ایک دن چھوڑ کر ملاقات کر، یہ حکم عاشقوں کیلئے نہیں ہے، عاشقوں کی جان بہت پیاسی ہے اس کی سیری کیلئے تو ہر وقت ملاقات درکار ہے

۳؎ نیست ۔ دریا کے بارے میں مچھلی سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تو دریا سے ایک روز چھوڑ کر ملاقات کیا کر کیونکہ مچھلی بغیر دریا کے تھوڑی دیر میں ہی روح سے بیزار ہو جاتی ہے آب ۔ مچھلی تو دریا کے سمندر کو بھی ایک گھونٹ پانی سمجھتی ہے۔

عشق[1] مستسقی ست مستسقی طلب

عشق پیاسا ہے، پیاسے کا طلبگار ہے

در پے ہم این و آں چوں روز و شب

یہ اور وہ دن اور رات کی طرح ایکدوسرے کے پیچھے ہیں

روز بر شب عاشق ست و مضطر ست

دن رات پر عاشق ہے اور بے چین ہے

چوں بہ بینی شب بر و عاشق تر ست

جب تو غور کرے، رات اُس پر زیادہ عاشق ہے

نیست شاں از جستجو یک لحظہ ایست

ان کو جستجو سے ایک لمحہ بھی رکاؤ نہیں ہے

از پے ہم شاں یکے دم ایست نیست

ایک دوسرے کے پیچھے سے اُنھیں ایک لمحہ بھی توقف نہیں

ایں گرفتہ پائے آں، آں گوش ایں

اس نے اُس کا پاؤں پکڑا ہے، اُس نے اِس کا کان

ایں بر آں مدہوش و آں بیہوش ایں

یہ اُس پر مدہوش ہے اور وہ اِس پر بیہوش ہے

در دل[2] معشوق جملہ عاشق ست

معشوق کے دل میں جو کچھ ہے وہ عاشق (ہی) ہے

در دل عذرا ہمیشہ وامق ست

عذرا کے دل میں ہمیشہ وامق ہے

در دل عاشق بجز معشوق نیست

عاشق کے دل میں معشوق کے سوا کچھ نہیں ہے

در میاں شاں فارق و مفروق نیست

اُنکے درمیان کوئی جدا کرنے والا اور جدائی کا سبب نہیں ہے

بر یکے اشتر بود ایں دو درا

یہ دونوں گھنٹے ایک اونٹ پر ہیں

پس چہ زہ غبا بگنجد ایں دو را

تو ان دونوں میں "ایک دن چھوڑ کر زیارت کر" کی گنجائش کہاں ہے

ہیچکس با خویش زرغبا نمود

کسی شخص نے اپنے ساتھ ایک دن چھوڑ کر زیارت کرنے کو ظاہر

ہیچ کس با خود بنوبت یار بود

کوئی شخص باری سے اپنا یار بنا ہے

آں یکیی[3] نے کہ عقلش فہم کرد

وہ یگانگت ایسی نہیں ہے کہ عقل اُسکو سمجھے

فہم ایں موقوف شد بر مرگ مرد

اِس کا سمجھنا انسان کے مرنے پر موقوف ہے

جز مگر مردے کہ پیش از مرگ مرد

سوائے اُس شخص کے جو مرنے سے پہلے مر گیا

رخت ہستی را بسوئے یار برد

ہستی کا سامان، یار کی جانب لے گیا

ور بعقل ادراک ایں ممکن بدے

اور اگر عقل سے اِس کا علم ممکن ہوتا

قہر نفس از بہر چہ واجب شدے

تو نفس کا مجاہدہ کیوں ضروری ہوتا؟

باچناں رحمت کہ دارد شاہ ہش

اُس رحمت کے ہوتے ہوئے جو شاہِ عقل رکھتا ہے

بے ضرورت چوں بگوید نفس کش

بغیر ضرورت کیوں کہتا کہ نفس کشی کر؟

[1] عشق یعنی معشوق بھی عاشق کا پیاسا ہے اور اس کا طلبگار ہے۔ روز۔ عاشق اور معشوق کا حال ایسا ہی ہے جیسے دن اور رات کا کہ ایک دوسرے پر عاشق ہے۔ نیست۔ نہ دن کو رات کی طلب میں قرار ہے نہ رات کو دن کی طلب میں، ہر وقت ایک دوسرے کے درپے ہے۔ ایں گرفتہ۔ دن اور رات نے ایک دوسرے کا کان اور پاؤں پکڑ رکھا ہے اور ایک دوسرے پر مدہوش ہے۔

[2] در دل۔ معشوق کے دل میں عاشق کے تصور کا غلبہ ہو۔ عذرا۔ عرب کی مشہور معشوقہ ہے۔ وامق۔ عرب کا مشہور عاشق ہے۔ درا۔ دال کا زبر اور زیر دونوں جائز ہے، جرس گھنٹہ یعنی عاشق اور معشوق دونوں اس طرح جڑے ہوئے ہیں جیسے اونٹ کے گلے میں دو گھنٹیاں پڑی ہوتی ہیں تو انکے لئے کبھی کبھی ملاقات کرنے کا حکم نہیں ہو سکتا۔ ہیچکس۔ معشوق اور عاشق میں اتحاد ہے، اب اگر عاشق سے یہ کہا جائے کہ تو معشوق کی کبھی کبھی زیارت کیا کر تو گویا یہ صورت ہے کہ اس سے کہا جا رہا ہے کہ تو اپنی گاہے گاہے زیارت کیا کر۔

[3] آں یکیی۔ محبوب حقیقی اور محب کا اتحاد عقلی نہیں ہے یہ مرنے کے بعد سمجھ میں آتا ہے۔ جز۔ اس دنیا میں بھی وہ شخص اس کو سمجھ سکتا ہے جس نے مقامِ فنا حاصل کر لیا ہو۔ ور بعقل۔ اگر نظری عقل سے یہ اتحاد سمجھ میں آسکتا تو اللہ تعالٰے انسان کو مجاہدہ کا حکم نہ دیتا۔ باچناں۔ اللہ تعالٰی رؤف و رحیم ہے وہ بلا وجہ مشقت میں مبتلا نہیں کرتا ہے، مجاہدوں کے بعد یہ ذوق پیدا ہوتا ہے کہ اس اتحاد کو سمجھا جا سکے۔

مبالغہ[1] کردنِ موش درلابہ، وزاری کردن و وصلت

خوشامد میں چوہے کا مبالغہ کرنا اور عاجزی کرنا اور پانی کے مینڈک سے

جُستن از چغزِ آبی

جوڑ چاہنا

گفت اے یارِ عزیزِ مہر کار
اس نے کہا اے مہربان پیارے دوست!

من ندارم بے رُخت یکدم قرار
میں تیرے رُخ کے بغیر ایک لمحہ قرار نہیں رکھتا ہوں

روز نور و مکسب و تابم توئی
دن میں میرا نور اور کمائی اور روشنی تو ہے

شب قرار و سلوت و خوابم توئی
رات میں میرا قرار اور بے غمی اور نیند تو ہے

از مروّت[2] باشد ار شادم کُنی
مروّت ہوگی، اگر تو مجھے خوش کردے

وقت و بے وقت از کرم یادم کُنی
وقت اور بے وقت کرم کرکے تو مجھے یاد کرلے

در شبا روزے وظیفہ چاشتگاہ
دن رات میں، چاشت کے ورد کے وقت

راتبہ کردی وصال اے نیک خواہ
اے خیر خواہ! تو نے وصال مقرر کردیا ہے

مَن بدیں یکبار قانع نیستم
میں اس ایک بار پر صابر نہیں ہوں

در ہوایت طرفہ انسانیستم
تیری محبت میں مَیں عجیب انسان ہوں

پانصد[3] استسقاستم اندر جگر
میرے جگر میں پانچسو استسقاء ہیں

باہر استسقا قرین جوع البقر
(اور) ہر استسقاء کے ساتھ جوع البقر ہے

بے نیازی از غمِ مَن اے امیر
اے حاکم! تو میرے غم سے لا پرواہ ہے

دہ زکاتِ جاہ و بنگر در فقیر
مرتبہ کی زکات دے اور فقیر کی طرف دیکھ

ایں[4] فقیرِ بے ادب نادر خورست
یہ بے ادب فقیر، نالائق ہے

لیک لطفِ عامِ تو زاں برترست
لیکن تیری عام مہربانی! اس سے بالا ہے

می نجوید لطفِ عامِ تو سند
تیری عام مہربانی سند نہیں ڈھونڈتی

آفتابے بر حدثہا می زند
سورج، ناپاکیوں پر اثر کرتا ہے

نورِ او را زاں زیانے نابُدہ
اس کے نور کو اس سے کوئی نقصان نہ پہنچا

واں حدث از خشکیِ ہیزم شدہ
اور وہ ناپاکی خشکی کی وجہ سے ایندھن بن گئی

تا حدث در گلخنی شد نور یافت
یہاں تک کہ ناپاکی بھٹی میں گئی، روشنی ہوگئی

بر در و دیوارِ حمامے بتافت
حمام کے در و دیوار پر چمکی

---

[1] مبالغہ۔ چوہے نے مینڈک کی خوشامدیں شروع کردیں تاکہ آپس میں وصل رہے۔ مہرکار۔ مہربان۔ روز۔ دن اور رات کے جو مقاصد ہوتے ہیں وہ صرف تیری ذات ہے۔ از مروّت۔ تیری مروّت کا تقاضہ ہے کہ مجھے وقتِ معیّن اور اس کے علاوہ بھی بُلایا کرے۔ در شبا روزے۔ اب تو دن اور رات میں صرف ایک ملاقات مقرر ہے لیکن مجھے اس پر قناعت نہیں ہوسکتی۔ میں تو محبت میں عجیب چیز بن گیا ہوں۔

[2] پانصد۔ تیری محبت میں میرے دل میں پانچسو استسقاء ہیں جس میں پیاس نہیں بجھتی اور ہر استسقاء کو جوع البقر ہے جس میں بھوک نہیں جاتی۔ بے نیازی۔ تو میرے عشق سے بے نیاز ہے ورنہ تو بھی خود بکثرت ملاقات کی کوئی تدبیر سوچتا تو عشق کے معاملہ میں امیر ہے اور حُسن سے مالامال ہے اپنے رُتبہ کی کچھ زکات مجھے دے اور مجھ پر محبت کی نظر رکھ۔

[3] ایں فقیر۔ مولانا نے مجازی معشوق سے حقیقی معشوق کی طرف انتقال کیا ہے یعنی میں نالائق اور بے ادب ہوں لیکن تیری مہربانیاں صرف لائقوں کے لئے نہیں۔ سند یعنی قابلیت کی سند۔ آفتاب۔ سورج کا فیض عام ہے۔ نورِ او۔ سورج کی دھوپ اگر نجاست پر پڑتی ہے تو سورج میں کوئی نقصان نہیں آتا وہ نجاست کار آمد ہوجاتی ہے۔

بود[1] آلائش شد آرائش کنوں — چوں برو بر خواند خورشید آں فسوں
وہ آلودگی تھی اب زینت بن گئی — جب سورج نے اُس پر وہ منتر پڑھ دیا

شمس ہم معدہ زمیں را گرم کرد — تا زمیں باقی حدثہا را بخورد
سورج نے زمین کے معدے کو بھی گرم کر دیا — یہاں تک کہ باقی ناپاکی کو زمین نگل گئی

جزوِ خاکی گشت و رُست از وے نبات — ھٰکَذَا یَمْحُو الْاِلٰہُ السَّیِّاٰت
وہ مٹی کا جز بنی اور اُس سے نباتات اُگیں — اسی طرح اللہ (تعالیٰ) گناہوں کو مٹا دیتا ہے

جزوِ خاکی گشت از وے پُر ز نور — ھٰکَذَا یَغْفِرُ لِمَنْ یُعْطِی الْغَفُوْر
اُس سے خاکی جز پُرنور ہو گیا — اِس طرح غفور، مغفرت کرتا ہے جسکو عطا کرتا ہو

جزوِ خاکی گشت از وے بارِ شاد — ھٰکَذَا یَرْحَمُ الْاِلٰہُ لِلْعِبَاد
اُس سے خاکی جز با صلاحیت بن گیا — اِس طرح اللہ (تعالیٰ) بندوں پر رحم کرتا ہے

با حدث[2] کاں بدترین ست ایں کند — کِش نبات و نرگس و نسریں کند
ناپاکی کے ساتھ جو بدتر ہے، یہ کرتا ہے — کہ اُس کو نباتات اور نرگس اور نسرین کر دیتا ہے

تا بہ نسرینِ مناسک در وفا — حق چہ بخشد در جزا و در عطا
تو وفا میں عبادتوں کی نسرین کے ساتھ — اللہ (تعالیٰ) جزا اور عطا میں کیا کچھ بخشے گا؟

چوں خبیثاں را چنیں خلعت دہد — طیّبیں را تا چہ بخشد در رسد
جب خبیثوں کو ایسی خلعت عطا کرتا ہے — تو حقہ میں پاکوں کو کیا کچھ بخشے گا؟

آں دہد حق شاں کہ لَا عَیْنٌ رَأَتْ — کہ نگنجد در زبان و در لُغت
اللہ (تعالیٰ) اُن کو وہ دیتا جو نہ آنکھ نے دیکھا — جو زبان اور لُغت میں نہیں سما سکتا

ما کئیم[3] ایں را بیاں کُن یارِ مَن — روزِ من روشن کُن از خُلقِ حسن
اے میرے دوست! تو بتا ہم کون ہیں! — بہتر اخلاق سے میرے دن کو روشن کر دے

منگر اندر زشتی و مکروہیم — کہ ز پُر زہرے چو مارِ کوہیم
میرے بھدے پن اور مکروہ ہونے کو نہ دیکھ — کیونکہ میں پہاڑی سانپ کی طرح زہر سے پُر ہوں

ایکہ من زشت و خصالم جملہ زشت — چوں شوم گُل چوں مرا او خار کِشت
اے محبوب! میں بُرا اور میری سب عادتیں بُری ہیں — میں پھول کیسے بن جاؤں جبکہ اُس نے مجھے خار بنایا ہے؟

نو بہارا حُسنِ گُل دہ خار را — زینتِ طاؤس دہ ایں مار را
اے نو بہار! تو کانٹے کو پھول کا حسن دیدے — تو اِس سانپ کو مور کی زینت عطا کر دے

---

[1] بود۔ وہ پہلے آلائش تھا اب آرایش بنگیا۔ شمس۔ یہ تو اُس نجاست کا ذکر تھا جو خشک ہونے کے بعد حمام میں پہنچی اگر حمام میں نہ جلائے تو زمین اُس کو نگل جائیگی۔ جزو۔ اور اب وہ مٹی میں مل کر کھاد بنکر نباتات کی پیداوار کا سبب بنے گی۔ ہکذا۔ جس طرح سورج نے نجاست کو دُور کر دیا اِسی طرح اللہ تعالیٰ بُرائیوں کو مٹا دیتا ہے جزو۔ ایک مرتبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بُرائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل فرما دیتا ہے۔ یہ ترجمہ قرآن پاک میں ہے۔ فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنٰتٍ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کریگا۔

[2] باحدث۔ جب سورج (اللہ تعالیٰ) کا نجاستوں (گنہگاروں) کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ اُس نجاست (گناہ) سے پھول بوٹے (نیکیاں) اُگ پڑی ہیں تو پھول (نیکیوں) پر جو اثرات مرتب ہونگے تو انکو تو وہی جانتا ہے۔ خبیثاں۔ نجاستیں، گنہگار۔ طیّبین پھول بوٹے، نیکیاں۔ آں۔ جنت کی وہ نعمتیں ملینگی جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ اُن کا تصوّر کیا جا سکتا ہے اور وہ زبان و بیان میں نہیں سما سکتی ہیں۔

[3] ما کئیم۔ ہم اِن نعمتوں کا بیان نہیں کر سکتے آپ خود بیان کر دیجیے اور اپنے خلقِ حسن سے انہیں سے ہمیں کچھ عطا کر کے ہمارے دن کو روشن کر دیجیے۔ منگر میری ناپاکی پر نظر نہ کیجیے میرے اندر تو زہر ہی زہر ہے۔ چوں۔ جبکہ میں خار ہوں خود پھول بن جانے سے عاجز ہوں۔ نو بہارا۔ آپ میں یہ قدرت ہے کہ مجھ خار کو پھول بنا دیں اور مجھ سانپ کو مور بنا دیں۔

ط۱ در کمالِ زشتیم من منتہی — لطفِ تو در فضل و در فن منتہی
میں بُرائی کے کمال میں انتہا پر پہنچنے والا ہوں — تیری مہربانی فضل اور ہنر میں انتہا پر پہنچنے والی ہو

حاجتِ ایں منتہی زاں منتہی — تو بر آرا اے غیرتِ سروِ سہی
اس انتہا پر پہنچنے والے کی حاجت اُس انتہا پر پہنچنے والے سے — پوری کردے، اے سروِ سہی کے رشک!

چوں بمیرم فضلِ تو خواہد گریست — از کرم، گرچہ ز حاجت اُو بریست
جب میں مرجاؤں گا، تیرا کرم روئے گا — مہربانی سے، اگرچہ وہ حاجت سے پاک ہے

ط۲ بر سرِ گورم بسے خواہد نشست — خواہد از چشمِ لطیفش اشک جست
میری قبر کے سرہانے بہت دنوں بیٹھا رہیگا — اُس کی مہربان آنکھ سے آنسو بہیں گے

نوحہ خواہد کرد بر محرومیم — چشم خواہد بست از مظلومیم
وہ میری محرومی پر نوحہ کرے گا — میرے مظلوم ہونے سے آنکھ بند کرلے گا

اندکے زاں لطفہا اکنوں بکن — حلقہ در گوشِ من کن بے سخن
اُن مہربانیوں میں سے تھوڑی سی اب کردے — بغیر بات کے میرے کان میں حلقہ ڈالدے

ط۳ آنکہ خواہی گفت تو باخاکِ من — برفشاں بر مدرکِ غمناکِ من
جو تو میری خاک سے کہے گا — میرے غمگین احساس پر بکھیر دے

دست گیرم در چنیں بیچارگی — شاد گردانم دریں غمخوارگی
ایسی بیچارگی میں میری دستگیری کر — اِس غمخوارگی میں مجھے خوش کردے

لابہ کردن موش مر چغز را کہ بہانہ میندیش و در نسیہ میندازانجاح آں حاجتِ مرا، کہ فی التاخیر آفات والصوفی ابن الوقت وابن دست از دامنِ پدر باز ندارد و آبِ مشفقِ صوفی کہ وقت ست اُو را بنگرش فردا محتاج نگرداند چندانش مستغرق دارد در گلزار مرتع الحسنات خویش

چوہے کا مینڈک کی خوشامد کرنا، کہ بہانہ نہ سوچ اور میری ضرورت کے پورا کرنے کو اُدھار میں نہ ڈال، کیونکہ تاخیر میں مصیبتیں ہیں اور صوفی ابن الوقت ہے اور بیٹا باپ کے دامن سے ہاتھ نہیں ہٹاتا ہے اور صوفی کا مہربان باپ جو کہ وقت ہے اُس کی نگہداشت کرتا ہے آئندہ کیلئے اُسکو محتاج نہیں بناتا ہے اور اُس کو اپنے حسنات کی چراگاہ کے چمن میں اِسقدر معروف رکھتا ہے

ط۱ در کمال۔ میں بُرائی کی انتہا پر ہوں اور تیری مہربانی کرم کی انتہا پر ہے۔ حاجت۔ مجھ جیسے انتہا درجہ کے گنہگار کو تیرا انتہائی فضل درکار ہے۔ چوں بمیرم۔ اب پھر حقیقی محبوب سے مجازی محبوب کی جانب انتقال کیا ہے یعنی چوہے نے مینڈک سے کہا کہ میری زندگی میں تو بے نیازی برت رہا ہے، لیکن میرے مرنے کے بعد تو روئے گا اور یہ رونا ازراہِ کرم ہوگا ورنہ تجھ کو میری کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ط۲ بر سرِ گورم۔ قبر پر آکر روئیگا اور اشک بہائیگا۔ نوحہ۔ میری وصل سے محرومی پر نوحہ کریگا اور میری مظلومیت کی وجہ سے نظریں نیچی ہوں گی۔ اندکے۔ اے محبوب میرے مرنے کے بعد جو تیری مہربانیاں ہونگی اُن میں سے تھوڑی سی ابھی کردے اور جو باتیں قبر پر آکر کرے گا اُن کا مجھے اِسی وقت حلقہ بگوش کردے۔

ط۳ آنکہ۔ جو محبت آمیز باتیں قبر پر آکر کرے گا اسی وقت غمگین احساس پر بکھیر کردے۔ دست گیرم۔ اسی بیچارگی میں میری دستگیری کردے اور غم میں مجھے خوش کردے، اُدھار سے نقد بہتر ہوتا ہے جو کچھ کرنا ہے اب کردے۔ لابہ۔ اس قصہ سے یہی بات بتائی ہے کہ اُدھار سے نقد بہتر ہے۔

کہ چوں عوامُ منتظرِ مستقبل نباشد نہ دہری باشد و نہ قدری نہ
کہ وہ عوام کی طرح، آنے والے زمانہ کا منتظر نہیں ہوتا ہے، وہ نہ دہری ہوتا ہے، نہ قدری نہ منع کرنے

نہری باشد و نہ دہری کہ لَیْسَ عِنْدَ اللّٰہِ صَبَاحٌ وَلَا مَسَاءٌ ماضی
والا ہوتا ہے اور نہ زمانہ سے ساز باز کرنے والا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں نہ صبح ہے نہ شام گذرا ہوا زمانہ

و مستقبل و ازل و ابد آنجا نباشد آدمؑ سابق و دجال مسبوق
اور آنیوالا زمانہ اور ازل اور ابد وہاں نہیں ہے، آدمؑ پہلے اور دجال بعد میں

نباشد کہ ایں رسوم در خطۂ عقل جزوی ست و روح حیوانی
نہیں ہوتا ہے، کیونکہ یہ باتیں جزوی عقل کے دائرہ میں ہیں اور عالمِ لامکان و

را در عالمِ لامکان و لازمان ایں رسوم نباشد پس اُو ابنِ
لازمان میں حیوانی روح کے لئے یہ رسمیں نہیں ہیں، تو وہ

وقت ست کہ لَا یُفْهَمُ مِنْهُ إِلَّا تَفْرِقَةُ الْأَزْمِنَةِ چنانکہ اِنَّ
ابن الوقت ہے کہ اس سے زمانوں کے تفرقہ کے کچھ سمجھ میں نہیں آتا جس طرح اللہ (تعالیٰ)

اللّٰہَ تعالیٰ وَاحِدٌ فہم شود و نفیِ دوئی نہ حقیقتِ واحدی
ایک ہے سمجھ میں آتا ہے اور دوئی کی نفی نہ کہ واحدی حقیقت

صوفی را گفت خواجہ سیم پاش ۔۔۔ اے قدمہائے ترا جانم فراش
چاندی بخشنے والے ایک صاحب نے ایک صوفی سے کہا ۔۔۔ اے وہ! کہ میری جان تیرے قدموں کا فرش ہو

یک درم خواہی تو امروز اے شہم ۔۔۔ یا کہ فردا چاشتگاہے سہ درم
اے میرے شاہ! تو آج ایک درہم لینا چاہتا ہے ۔۔۔ یا کل کو چاشت کے وقت تین درہم

گفت[1] امروز ایں درم راضی ترم ۔۔۔ زانکہ امروز ایں و فردا صد درم
اس نے کہا میں آج ایک درہم پر زیادہ راضی ہوں ۔۔۔ اس سے بھی کہ آج ایک ہو اور کل کو سو درہم ہوں

سیلیے نقد از عطائے نسیہ[2] بہ ۔۔۔ نک قفا پیشت کشیدم نقد دہ
نقد طمانچہ، ادھار بخشش سے بہتر ہے ۔۔۔ اب میں نے تیرے سامنے گدی کر دی نقد دیدے

خاصہ آں سیلی کہ از دستِ تو است ۔۔۔ کہ قفا و سیلیش مستِ تو است
خصوصاً وہ طمانچہ جو تیرے ہاتھ سے ہو ۔۔۔ کیونکہ گدی اور اُسکا طمانچہ تجھ پر عاشق ہے

ہیں بیا اے شادیِ جان و جہاں ۔۔۔ خوش غنیمت دار نقدِ ایں زماں
خبردار! اے جان اور جہان کی خوشی! آجا ۔۔۔ اس کے وقت نقد کو بہت غنیمت سمجھ

[1] گفت۔ صوفی نے کہا آج کے ایک درہم کی بجائے کل کو تین درہم کیا سَو درہم بھی مجھے پسند نہیں ہیں۔ سیلئے۔ نقد تو ایسی چیز ہے کہ اُس کا چپت بھی ادھار کی عطا سے اچھا ہے۔

[2] نسیہ۔ اُدھار۔ خاصہ۔ خصوصاً تیرا چپت تو بہت ہی بہتر ہے کیونکہ میری گُدی اور اُس پر چپت لگنا تیرے عاشق ہیں۔ ہیں جب نقد بہرحال بہتر ہے تو تو ابھی آجا۔

درنمزد[۱] آں رُوئے ماہ از شب رَواں
چاند کا وہ چہرہ، رات کے چلنے والوں سے نہ چھپا

سَر مکش زیں جوئے اے آبِ رَواں
اے جاری پانی! اِس نہر سے رُوگردانی نہ کر

تا لبِ جو خندد از ماءِ مَعیں
تاکہ جاری پانی سے نہر کا کنارہ مُسکرا پڑے

وز لبِ جو سَر برآرد یاسمیں
اور چنبیلی، نہر کے کنارے سے سَر اُبھارے

چوں بہ بینی بر لبِ جو سبزہ مست
تو جب نہر کے کنارے پر جھومتا سبزہ دیکھے

پس بداں از دور کانجا آب ہست
دور سے سمجھ جا کہ وہاں پانی ہے

گفت[۲] سِیماھم وُجوھم کردگار
اللہ تعالیٰ نے "اُنکے چہروں پر علامتیں ہیں" فرمایا ہے

کہ بُود غمّاز باراں سبزہ زار
کیونکہ سبزہ زار، بارش کا مخبر ہے

گر ببارد شب نہ بیند ہیچ کس
اگر رات میں برسے کوئی شخص نہ دیکھے

کہ بُود در خواب ہر نفس و نفس
کیونکہ ہر انسان اور سانس نیند میں ہوتا ہے

تازگئ ہر گلستانِ جمیل
ہر خوبصورت چمن کی تازگی

ہست بر بارانِ پنہانی دلیل
مخفی بارش کی دلیل ہے

رجوع بحکایت موش وچغز آبی

چوہے اور پانی کے مینڈک کی حکایت کی جانب رجوع

اے اَخی من خاکیم تو آبئی
اے میرے بھیّا! میں خاکی ہوں تو آبی ہے

لیک شاہِ رحمت و وہّابئی
لیکن تو رحمت کا شاہ اور عطا کرنے والا ہے

آنچناں[۳] کُن از عطا واز قِسَم
تو حصّہ اور عطا میں ایسا کر

کہ گہ و بیگہ بخدمت میرسم
کہ وقت اور بے وقت خدمت میں پہنچتا رہوں

بر لبِ جُو من بجاں میخوانمت
نہر کے کنارے میں تجھے دل سے پکارتا ہوں

می نہ بینم از اجابت مرحمت
میں منظوری کی عنایت نہیں دیکھتا ہوں

آمدن در آب بر من بستہ شُد
پانی میں آنا، مجھ پر بند ہے

زانکہ ترکیبم زخاکے رُستہ شُد
کیونکہ میری ساخت مٹی سے ہوئی ہے

یا رسولے یا نشانے کُن مَدد
یا کوئی قاصد یا کوئی علامت مددگار بنا

تا مرا از بانگِ من آگہ کُند
تاکہ میرے پکارنے سے تجھے باخبر کردے

بحث کردند اندریں کار آں دو یار
اس معاملہ میں اُن دونوں دوستوں نے بحث کی

آخر آں بحث ایں آمد قرار
اِس بحث کے آخر میں یہ طے ہوا

---

[۱] درنمزد۔ میں رات کا مسافر ہوں تیرا چہرہ چاند ہے، چاند کو رات کے مسافر سے چھپانا مناسب نہیں۔ میں نہر ہوں تو آبِ رواں ہے پانی کو نہر میں آنا چاہیئے۔ تا لب۔ پانی پہنچنے سے نہر کے کنارے مسکرا پڑتے ہیں اور اُن پر پھول بوٹے نمودار ہو جاتے ہیں چوں بہ بینی۔ اے مخاطب جب تو نہر کے کنارے سبزہ دیکھے تو دور سے سمجھ لے کہ نہر میں پانی ہے یعنی کسی شخص کے انوار و برکات سے اُسکے صاحب نسبت ہونے کو سمجھ لے۔

[۲] گفت۔ نیکی کے آثار پیشانی پر ہوتے ہیں یہ اسی لئے ہے کہ سبزہ زار اشارہ کرتا ہے کہ وہاں پانی ہے۔ گر ببارد۔ اگر رات میں بارش ہوتی ہے بارش کو کوئی نہیں دیکھتا ہے۔ لیکن صبح کو سبزے پر تازگی دیکھتے ہیں تو سمجھ جاتے ہیں کہ رات بارش ہوئی ہے۔ اے اخی پھر چوہے کی گفتگو شروع کی ہے، چوہے نے مینڈک سے کہا کہ اگرچہ میں خاکی ہوں اور تو آبی اسلئے میں تیرا ہم جنس نہیں ہوں لیکن تو شاہِ رحمت اور عطا کی طرف منسوب ہے اور عطا کیلئے ہم جنس ہونا ضروری نہیں ہے۔

[۳] آنچناں۔ مجھے ایسا موقع دیدے کہ وقت بے وقت تجھ سے مل لیا کروں۔ بر لبِ جو۔ چوہے نے مینڈک سے کہا کہ میں نہر کے کنارے پر آ کر آپ کو پکارتا ہوں لیکن آپ جواب عنایت نہیں کرتے۔ آمدن چونکہ میں خشکی کا جانور ہوں اسلئے پانی میں نہیں جاسکتا۔ یا رسولے یا تو کوئی پیغامبر یا اور کوئی ایسی علامت مقرر کردیجے کہ میری آواز آپ کو پہنچ جایا کرے۔ دو یار چوہا اور مینڈک۔

کہ بدست آرند یک رشتہ دراز[1] | تا ز جذبِ رشتہ گردد کشفِ راز

کہ ایک لمبا ڈورا حاصل کرلیں | تاکہ ڈورے کے کھینچنے سے راز کھلجائے

یکسرے بر پائے ایں بندہ دوتو | بستہ باید، دیگرش بر پائے تو

ایک سرا اِس خمیدہ بندہ کے پاؤں پر | بندھا ہوا ہونا چاہیئے (اور) اُسکا دوسرا سرا تیرے پاؤں پر

تا بہم آئیم زیں فن ما دو تن | اندر آمیزیم چوں جاں با بدن

تاکہ اِس ترکیب سے ہم دونوں جمع ہوجائیں | مل جل جائیں، جس طرح جان بدن سے

ہست تن چوں ریسماں بر پائے جاں | می کشاند بر زمینش ز آسماں

جسم، جان کے پاؤں پر ڈورے کی طرح ہے | اُس کو آسمان سے زمین پر کھینچ لاتا ہے

چغزِ جاں در آبِ خوابِ بیہشی | رَستہ از موشِ تن آید در خوشی

جان کا مینڈک بے ہوشی کی نیند کے پانی میں | جسم کے چوہے سے چھوٹ کر خوشی میں ہے

موشِ تن زاں ریسماں بازش کشد[2] | چند تلخی زیں کشش جاں می چشد

جسم کا چوہا اُس ڈورے کے ذریعہ اُسکو پھر کھینچ لیتا ہے | اِس کھچاؤ سے جان بہت سی کڑواہٹیں محسوس کرتی ہے

گر نبودے جذبِ موشِ گندہ مغز | عیشہا کردے درونِ آب چغز

اگر گندہ دماغ چوہے کی کشش نہ ہوتی | تو مینڈک، پانی میں مزے اُڑاتا

باقیش چوں روز برخیزی ز خواب | بشنوی از نور بخشِ آفتاب

اُسکا باقی، جس روز تو نیند سے بیدار ہوگا | تو سورج کو نور عطا کرنیوالے سے سُن لے گا

یک سرِ رشتہ گرہ بر پائے من | زاں سرِ دیگر تو بر پا عقد زن

ڈورے کے سرے کی ایک گرہ میرے پاؤں پر | دوسرے سرے کی گرہ تو (اپنے) پاؤں پر لگالے

تا توانم من دریں خشکی کشید | مر ترا انک شد سرِ رشتہ پدید[3]

تاکہ میں اِس خشکی میں کھینچ سکوں | تجھے اب ڈورے کا سرا ظاہر ہوگیا

تلخ آمد بر دلِ چغز ایں حدیث | کہ مرا در عقد آرد ایں خبیث

یہ بات مینڈک کے دل کو کڑوی لگی | کہ یہ خبیث مجھے گرہ میں پھانستا ہے

ہر کراہت در دلِ مردِ بہی | چوں در آید زآفتے نبود تہی

بہتر انسان کے دل میں جو کراہت | آتی ہے، وہ مصیبت سے خالی نہیں ہوتی

وصفِ حق داں آں فراست را نہ وہم | نورِ دل از لوحِ کُل کردست فہم

اُس فراست کو اللہ (تعالیٰ) کی صفت سمجھ نہ کہ وہم | دل کے نور نے، لوحِ محفوظ سے سمجھا ہے

---

[1] کہ بدست آرند۔ چوہے اور مینڈک میں یہ طے ہوگیا کہ ایک بڑا ڈورا ہو جسکا ایک سرا چوہے کے پاؤں میں اور ایک سرا مینڈک کے پاؤں میں بندھا ہوا ہو۔ تا بہم۔ جب ضرورت ہو تو دونوں میں سے ہر ایک اُس ڈورے کو کھینچ لیا کرے دوسرے کو معلوم ہوجائیگا کہ وہ بلا رہا ہے۔ ہست۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جسم کا تعلق روح کے پاؤں کا ڈورا ہے جو اُس روح کو آسمان سے کھینچ لاتا ہے۔ چغز۔ روح کا مینڈک نیند کی حالت میں جسم کے چوہے سے رہائی پاکر خوشی محسوس کرتا ہے۔

[2] موشِ تن۔ جسم کا چوہا پھر اُسکو کھینچ لاتا ہے۔ گر نبودے۔ اگر جسم کا چوہا روح کے مینڈک سے وابستہ نہ ہوتا تو روح کا مینڈک پانی میں عیش کرتا۔ باقیش۔ جسم اور روح کا یہ تو دنیاوی زندگی میں حال ہے، قیامت میں پھر جب روح جسم سے وابستہ ہوگی تو اُسکے احوال اللہ تعالیٰ سے سُن لینا۔ یک سرِ رشتہ۔ یہ چوہے کا مقولہ ہے۔ تا توانم۔ چوہے نے کہا جب تیرے پاؤں میں ڈورا بندھا ہوا ہوگا میں تجھے خشکی میں کھینچکر لاسکونگا۔

[3] انک شد۔ لب معاملہ حل ہوگیا۔ تلخ۔ مینڈک کو یہ بات ناگوار گذری کہ یہ چوہا مجھے پھانسنا چاہتا ہے۔ ہر کراہت۔ روشن ضمیر انسان کو جو بات ناگوار ہوتی ہے وہ یقیناً کسی مصیبت کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ وصفِ حق۔ مومن میں کی یہ فراست اللہ کی صفت ہے جو مومن کے دل کے نور نے اللہ تعالیٰ کے علم سے حاصل کی ہے۔ لوحِ کل۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا علم، لوحِ محفوظ۔

امتناعِ[1] پیل از سیراں بہ بیت — باجدِ آں پیلبان و بانگِ ہیت

بیت اللہ کی طرف جانے سے ہاتھی کا رُکنا — فیلبان کی کوشش اور ڈانٹ کی آواز سے

جانبِ کعبہ نرفتے پائے پیل — باہمہ لت نے کثیر و نے قلیل

ہاتھی کا پاؤں کعبہ کی جانب نہ چلتا تھا — باوجود پوری لاتیں مارنے کے نہ بہت اور نہ تھوڑا

گفتیی خود خشک شد پاہای اُو — یا بمُرد آں جانِ ہول افزائے اُو

تو کہتا، خود اُس کے پاؤں سوکھ گئے ہیں — یا اُس کی خوفناک جان مُردہ ہو گئی ہے

چونکہ کردندے سرش سوی یمن — پیلِ نر دو اسپہ[2] گشتے گام زن

جب اُس کا سر یمن کی جانب کرتے — نر ہاتھی دوڑ کر قدم اٹھانے لگتا

حسِ پیل از زخمِ غیب آگاہ بُود — چوں بود حسِ ولی با ورُود

ہاتھی کی حِس غیب کی مصیبت سے واقف تھی — جیسی کہ واردات والے ولی کی حِس ہوتی ہے

نے کہ یعقوبِ نبی گفت آں زماں — کہ ازو جستند یوسفؑ را کہاں

کیا یہ نہیں ہوا کہ یعقوب نبیؑ نے جس وقت — اُن سے یوسفؑ کو بڑوں نے مانگا؟

نے کہ یعقوبؑ نبی آں پاک خُو — بہرِ یوسفؑ باہمہ اخوانِ اُو

کیا یہ نہیں ہوا کہ یعقوب نبی پاک خصلت نے — یوسفؑ کے لئے اُن کے سب بھائیوں سے

از پدر چوں خواستند آں داوراں — تا برندش سوی صحرا یک زماں

جب اُن بھائیوں نے باپ سے مانگا — تاکہ تھوڑی دیر کیلئے جنگل کی جانب لے جائیں

جملہ گفتندش میندیش از ضرر — یک دو روزش مہلتے دہ اے پدر

سب نے اُن سے کہا کہ آپ نقصان کا خیال نہ کریں — اے ابا! ایک دو روز اُن کو موقع دیدیجئے

تو چرا[3] مارا نہ پنداری امین — یوسفِ خود نسپری با حافظین

آپ ہمیں محافظ کیوں نہیں سمجھتے؟ — اپنے یوسفؑ کو محافظوں کے سپرد نہیں کرتے

تا بہم در مرجہا بازی کنیم — ما دریں دعوت امین و محسنیم

تاکہ ہم مل کر سبزہ زاروں میں کھیلیں — ہم اس درخواست میں امین اور نکوکار ہیں

گفت ایں دانم کہ نقلش از برم — می فروزد در دلم رنج و سقم

انھوں نے فرمایا کہ یہی جانتا ہوں کہ اسکو میرے پاس سے ہٹانا — میرے دل میں رنج اور بیماری کو مشتعل کریگا

ایں دلم ہرگز نمی گوید دروغ — کہ ز نورِ عرش دارد دل فروغ

میرا یہ دل کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہے — کیونکہ عرش کے نور سے دل روشنی رکھتا ہے

[1] امتناع۔ یہ بات کہ آنے والی مصیبت کو مومن کا دل تاڑ لیتا ہے، اللہ تعالیٰ بسا اوقات یہ بات جانور کے دل میں بھی پیدا فرما دیتا ہے جانبِ کعبہ۔ ابرہہ جب اپنا ہاتھی لیکر خانہ کعبہ کو ڈھانے کیلئے چلا تو وہ ہاتھی آنے والی مصیبت کو تاڑ گیا تھا اور اُس کا قدم خانہ کعبہ کی طرف نہ اٹھتا تھا۔ چونکہ جب اُس ہاتھی کا رُخ یمن کی طرف موڑتے تھے تو دوڑنے لگتا تھا۔

[2] دواسپہ۔ تیز رفتار چوں بود۔ جب ہاتھی کا یہ حال تھا تو سمجھ لو کہ جس ولی پر قلبی واردات ہوں اُس کا کیا حال ہوگا سُنے کہ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کی خفیہ بات کو تاڑ گئے تھے۔ کہاں۔ یعنی بڑے بھائی۔ داوراں۔ برادراں۔ جملہ گفتند۔ سب بھائیوں نے کہا کہ نہ ڈریئے اور یوسفؑ کو اجازت دے دیجئے۔

[3] تو چرا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ آپ ہمیں امین کیوں نہیں سمجھتے ہیں ہم تو اُس کی حفاظت کریں گے۔ مرجہا۔ چراگاہیں۔ گفت۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا یوسفؑ کو جدا کرنے سے مجھے تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ ایں دلم۔ یہ میرا دل کبھی صحیح بات سے تکلیف محسوس نہیں کرتا اس کو اللہ تعالیٰ کے نور سے روشنی حاصل ہے۔

آں[51] دلیلِ قاطعی بُد بر فساد
وہ فساد پر پکی دلیل تھی

وز قضا آں را نکرد اُو اعتداد
قضاء (خداوندی) سے وہ اُسکو گنتی میں نہ لائے

درگذشت از وَے نشانے آنچناں
ایسی علامت اُن سے چھوٹ گئی

کہ قضا در فلسفہ بُود آں زماں
کیونکہ قضاء (خداوندی) اُسوقت حکمت میں تھی

ایں عجب نبُود کہ کور اُفتد بچاہ
یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ اندھا کنویں میں گر جائے

بُو العجب افتادنِ بینائے راہ
بڑا تعجب، راستہ دیکھنے والے کا گرنا ہے

ایں قضا را گونہ گوں تصریفہاست
اِس قضاء (خداوندی) کے طرح طرح تصرف ہیں

چشم بندش یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَاءُست
"اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے"، اُسکی چشم بندی ہے

ہَم[52] بداند ہَم نداند دل فنش
دل اُس کے ہنر کو جانتا بھی ہے اور نہیں بھی جانتا ہے

موم گردد بہرِ آں مُہر آہنش
اُسکا لوہا اُس کی مہر کے لئے موم بن جاتا ہے

گوئیا دل گویدا ے کہ میلِ اُو
گویا دل کہدیتا ہے کہ اے شخص اُس (قضا) کا جھکاؤ

چوں دریں شُد ہر چہ اُفتد باش گُو
جب اُس میں ہے جو بھی ہو، ہونے دے

خویش را ہَم زیں مُغفل می کُند
وہ اپنے آپ کو اِس غفلت میں کر دیتا ہے

در عِقالش جاں مُعقّل می کُند
اُس کی رسّی میں جاں کو باندھ دیتا ہے

گر شود مات اندریں آں بُو العلا
اگر وہ بلند مرتبہ اِس معاملہ میں مات کھا جاتا ہے

آں نباشد مات، باشد ابتلا
وہ مات نہیں ہوتی، آزمائش ہوتی ہے

یَک[53] بلا از صد بلا اَش وا خرد
اُسکو ایک مصیبت سو مصیبتوں سے نجات دیدیتی ہے

یَک ہبوطش بر معارِجہا بَرد
ایک بار نیچے گرنا اُسکو بہت سی بلندیوں پر لے جاتا ہے

خام شوخے کہ رہانیدش مُدام
وہ ناقص شوخ کہ اُسکو شراب نے رہائی دیدی

از خمارِ صد ہزاراں زشتِ خام
لاکھوں بھدّے خاموں کے خمار سے

عاقبت اُو پختہ و اُستاد شُد
انجام کار وہ پختہ اور اُستاد ہو گیا

جَست از رِقِّ جہاں آزاد شُد
اُسنے دنیا کی غلامی سے چھلانگ لگائی، آزاد ہو گیا

اَز شرابِ لایزالی گشت مَست
وہ نہ مٹنے والی شراب سے مست ہو گیا

شُد ممیّز از خلائق باز رَست
وہ لوگوں سے ممتاز ہو گیا، چھوٹ گیا

---

[51] آں دلیل۔ حضرت یعقوبؑ کو قلبی احساس سے پورا یقین ہو گیا تھا کہ بھائیوں کی بات میں فساد مخفی ہے لیکن اِسکے باوجود قضاء خداوندی میں چونکہ ایسا ہونا تھا لہٰذا وہ پھر بھی راضی ہو گئے۔ درگذشت اُنھوں نے دل کی بات سے در گذر کی چونکہ اِس معاملہ میں اللہ کی جانب سے ایک حکمت پوشیدہ تھی۔ ایں عجب حضرت یعقوبؑ کو نورِ دل حاصل تھا پھر بھی وہ فریب میں آگئے یہ بڑی عجیب بات ہے اگر کوئی دل کا اندھا فریب کھا جاتا تو تعجب نہ ہوتا۔ ایں قضاء۔ قضاء خداوندی کے بھی عجیب تصرفات ہیں وہ بینا کو بھی نابینا بنا دیتی ہے اور خدا کی مشیت اُس کی آنکھ کا پردہ بنجاتی ہے۔

[52] ہم بداند جب تقدیر خداوندی کسی معاملہ میں آ جاتی ہے تو انسان یقینی بات میں بھی تذبذب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ موم یعنی دل کا پختہ ارادہ نرم پڑ جاتا ہے۔ گوئیا۔ گویا دل اپنے ارادہ کے خلاف اِس قضاء کے فیصلہ پر راضی ہو جاتا ہے۔ خویش۔ وہ دل اپنے ارادہ سے اپنے آپ کو غافل بنا لیتا اور باگ قضاء کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ گر شود۔ اگر کوئی باطنی نور والا اپنے احساس کیخلاف سے مغلوب ہو جاتا ہے تو وہ دراصل مغلوبیت نہیں ہے بلکہ قدرت کیجانب سے آزمائش ہے کہ اپنے ارادہ کے خلاف پر قضا سے وہ راضی ہے یا نہیں؟

[53] یک بلا۔ قضاء کیوجہ سے جب وہ بلا میں پھنستا ہے اور اِس پر رضا کا اظہار کرتا ہے تو سیکڑوں مصیبتوں سے نجات پا جاتا ہے اور اُسکا یہ گرنا اُسکو بلندیوں پر لیجاتا ہے۔ خام شوخے۔ یہ دلیری میں ناقص تھا اب جبکہ اِس آزمائش میں کامیاب ہو گیا تو سیکڑوں فاسد خیالات سے نجات پا جاتا ہے۔ عاقبت۔ اُس کامیابی کے نتیجہ میں وہ پختہ اور اُستاد بنجاتا ہے اور دنیا کے وسوسوں سے آزاد ہو جاتا ہے اب غیر اللہ سے نجات پاکر وہ توحید کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ شُد ممیز۔ اب اُسکو ایک خاص امتیاز حاصل ہو جاتا ہے۔

زاعتقادِ[1] سُست پُر تقلیدِ شاں
اُنکے تقلید سے پُر کمزور اعتقاد سے

وز خیالِ دیدۂ بے دیدِ شاں
اُن کی بے بصیر کے آنکھ کے خیال سے

اے عجب چہ فن زند ادراکِ شاں
تعجب ہے، اُن کا عِلم کیا تدبیر کرے گا؟

پیشِ جزر و مدِّ بحرِ بے نشاں
بے نشاں دریا کے اُتار اور چڑھاؤ کے سامنے

زاں بیاباں ایں عمارتہا رسید
اُس بیابان سے یہ عمارتیں آئی ہیں

مُلک و شاہی و وزارتہا رسید
مُلک اور بادشاہی اور وزارتیں آئی ہیں

زاں بیابانِ عدم مستانِ شوق
اُس بیابانِ عدم سے، شوق کے مست

میرسند اندر شہادت جوق جوق
جماعت در جماعت (عالَمِ) شہادت میں آ رہے ہیں

کارواں بر کارواں زیں بادیہ
اُس صحراء سے قافلہ در قافلہ

می رسد در ہر مسا و غادیہ
ہر شام و صبح کو پہنچ رہے ہیں

آید[2] و گیرد وثاقِ ما گرو
آتا ہے اور ہمارا گھر گروی کر لیتا ہے

کہ رسیدم نوبتِ ما شُد تو رو
کہ میں آگیا، ہماری باری آگئی، تو چلا جا

چوں پسر چشمِ خرد را وا گُشاد
جب بیٹے نے عقل کی آنکھ کھولی

زُود بابا رخت بر گردوں نہاد
باوا نے سامان جلدی سے آسمان پر جا رکھا

جادۂ شاہ ست آں زیں سُو رواں
وہ شاہراہ ہے، اِس جانب سے رواں ہے

واں ازاں سُو صادران و واردان
وہ اُس جانب سے صادر اور وارد ہیں

نیک بنگر ما نشستہ میرویم
خوب غور کر کہ ہم بیٹھے بیٹھے چل رہے ہیں

می نہ بینی قاصدِ جائے نویم
تو نہیں دیکھتا ہے کہ ہم نئی جگہ کا ارادہ کرنیوالے ہیں

بہرِ[3] حالے می نگیری راس مال
تو موجودہ وقت کے لئے اصل دولت نہیں لیتا ہے

بلکہ از بہرِ غرضہا در مآل
بلکہ مُستقبل کی غرضوں کے لئے

پس مسافر آں بُود اے رہ پرست
پس اے چلنے والے! مسافر وہ ہے

کہ مسیر و رُوش در مُستقبل ست
کہ اُس کا چلنا اور رُخ مُستقبل کی طرف ہے

ہمچناں کز پردۂ دل بے کلال
جس طرح، بغیر تھکن کے دل کے پردے سے

دمبدم در میرسد خیلِ خیال
خیال کا لشکر، پے در پے پہنچتا ہے

ؐ۱ زاعتقاد۔ عام لوگ غیرِ حق کے وجود کو معتد بہ سمجھتے ہیں یہ اُس سے نجات پا جاتا ہے۔ اے عجب۔ قضا و قدر کے لامحدود سمندر کے مقابلہ میں انسان کا علم و احساس کیا بخبر رکھا سکتا ہے۔ زاں۔ عالَمِ شہود میں جو کچھ ہے وہ اسی عالَمِ غیب سے آیا ہے۔ بیابانِ عدم۔ یعنی عالَمِ غیب۔ مستانِ شوق۔ یعنی کائنات جو خدائی حکم بجالانے کی مشتاق ہے۔ شہادت۔ عالَمِ شہادت بادیہ۔ یعنی بیابانِ عدم غادیہ صبح کا وقت۔

ؐ۲ آید و گیرد۔ عالَمِ شہادت میں ایک نئی چیز آکر پرانی چیز کی جگہ لے لیتی ہے۔ چوں پسر بیٹا، باپ کی جگہ سنبھال لیتا ہے باوا عالَمِ آخرت کو سدھار جاتا ہے۔ جادۂ شاہ۔ یہ سمجھ کہ عالَمِ شہادت اور عالَمِ غیب کے درمیان ایک بڑی کھلی سڑک ہے جس پر ہر وقت آمد و رفت ہے لیکن ہمیں محسوس نہیں ہوتا ورنہ عُمر کا جو دن گذر رہا ہے، ہم اُسمیں عالَمِ آخرت کی طرف چل رہے ہیں۔

ؐ۳ بہرِ حال۔ انسان جو کاروبار کرتا ہے اور نفع کمانے کی کوشش کرتا ہے وہ کسی وقتی ضرورت کے پیشِ نظر نہیں کرتا ہے بلکہ آئندہ کی بنا پر کاروبار کرتا ہے تو بھی اپنی عُمر کے مال کی تجارت آخرت کے پیشِ نظر صرف کر موجودہ زندگی میں عُمر صرف نہ کر۔ پس مسافر۔ صحیح مسافر وہی ہے جس کی نظر منزل پر ہو۔ ہمچناں۔ جس طرح خارجی موجودات کا سلسلہ ہے یہی صورت ذہنی موجودات کی ہے، مضامین اور خیالات عالَمِ غیب سے دل میں آتے ہیں۔

گر[۱] نہ تصویرات از یک مغرسند
اگر یہ تصورات ایک کمیت کے نہیں ہیں

در پے ہم سوی دل چوں میرسند
تو آگے پیچھے دل کی جانب کیوں آرہے ہیں؟

جوق جوق اسپاہِ تصویراتِ ما
ہمارے تصورات لشکر در لشکر

سوئے چشمہ دل شتابان از ظما
پیاس سے دل کے چشمہ کی طرف دوڑتے ہیں

جرہا پُر می کنند و میروند
وہ گھڑے بھرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں

دائما پیدا و پنہاں می شوند
ہمیشہ ظاہر اور غائب ہوتے رہتے ہیں

فکرہا را اختران چرخ دان
افکار کو آسمان کے ستارے سمجھ

دائر اندر چرخِ دیگر آسماں
دوسرے آسمان کے دائرہ میں گھوم رہے ہیں

سعد[۲] دیدی شکر کن ایثار کن
تونے سعد دیکھا، شکر ادا کر اور ایثار کر

نحس دیدی صدقہ و استغفار کن
تونے نحس دیکھا خیرات اور توبہ کر

ما کئیم ایں را بیا اے شاہِ من
ہم اسکے لئے کیا ہیں؟ اے میرے شاہ! آجائیے

طالعم مقبل کن و چرخے بزن
میرے طالع کو بااقبال کر دیجئے اور گھما دیجئے

روح را تاباں کن از انوارِ ماہ
چاند کے انوار سے روح کو روشن کر دیجئے

زاں کہ ز آسیبِ ذنب شد جاں سیاہ
کیونکہ روح ذنب کے اثر سے کالی ہوگئی ہے

روح را زاں نورِ مہ کن ملتہب
روح کو اس چاند کے نور سے روشن کر دیجئے

کہ سیہ شد جانِ من ز آسیبِ تب
کیونکہ بخار کے اثر سے میری جان کالی ہوگئی ہے

از[۳] خیال و وہم و ظن بازش رہاں
اسکو خیال اور وہم اور گمان سے چھڑا دیجئے

از چہ و جورِ رسن بازش رہاں
کنویں اور رسی کے ظلم سے اسکو چھڑا دیجئے

تا ز دلداریِ خوبِ تو دلے
تاکہ ایک دل تیری اچھی دلداری سے

پر بر آرد بر پرد ز آب و گلے
پر نکال لے اور پانی اور مٹی سے اڑ جائے

اے عزیزِ مصر جانم دستگیر
اے میری جان کے مصر کے شاہ! دستگیری کیجئے

عذر ایں زندانیِ خود در پذیر
اپنے اس قیدی کا عذر قبول کر لیجئے

اے عزیزِ مصر در پیماں درست
اے مصر کے شاہ! عہد و پیمان میں درست

یوسفِ مظلوم در زندانِ تست
مظلوم یوسفؑ تیرے قید خانہ میں ہے

اعمال۔ تا ز دلداری۔ آپ کی عنایت اور مہربانی سے میرے دل میں پر پرواز پیدا ہوجائے اور وہ دنیا دی دھندوں سے نجات پاجائے۔ عزیز۔ مصر کے بادشاہ اور وزیر کو کہا جاتا تھا یہاں حضرت حق تعالیٰ مراد ہے اور روح کو حضرت یوسفؑ سے تشبیہ دی ہے۔ اے عزیز۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ "اور خدا سے زیادہ اپنا عہد پورا کرنے والا کون ہے"

[۱] گر نہ۔ انکاپے در پے آنا یہ بتاتا ہے کہ وہ سب ایک جگہ سے آرہے ہیں اور ان کا مخزن ایک ہے۔ جوق در جوق۔ جس طرح پیاسے پانی کیطرف دوڑ کرتے ہیں اسی طرح خیالات دل میں آتے ہیں اور اپنی پیاس بجھا کر واپس ہوتے ہیں کچھ نمایاں رہتے ہیں کچھ بالکل پوشیدہ ہوجاتے ہیں۔ فکرہا۔ اختراں جسطرح ستارے آسمان میں گردش کرتے ہیں خیالات دل کے آسمان میں گردش کرتے ہیں۔

[۲] سعد۔ جسطرح نجومی ستاروں کو سعد اور نحس سمجھتے ہیں تو بھی ان خیالات کو ایسا ہی سمجھ اچھا خیال ہو تو اس سے دوسرے کو بھی فیض پہنچا برا خیال آئے تو صدقہ کر اور توبہ کر۔ ما کئیم۔ فاسد خیالات کی نحوست سے بچنے کا علاج ہم نے صدقہ و استغفار بتایا لیکن دراصل ان سے محفوظ رکھنا فضلِ خداوندی کا کام ہے طالعم۔ یعنی میرے منحوس حالات کو تبدیل کر دیجئے اور اس نحس کو گھما دیجئے تاکہ سعد طلوع کر آئے۔ ماہ۔ یعنی نیکیوں کے نور سے روح کو روشن کر دیجئے وہ گناہوں کے اثرات سے کالی پڑگئی ہے۔ ذنب۔ وہ نقطہ جس میں آکر سورج کو گرہن لگ جاتا ہے۔ تب۔ یعنی گناہ کی تپش۔

[۳] از خیال۔ میری روح کو معاصی کے خیالات سے نجات دیدیجئے۔ از چہ یعنی مغر

درخلاصِ اُو یکے خوابے بہبیں[1] | زود، کاللہُ یُحِبُّ المُحسِنِین
اس کی نجات کے۔ یہ ایک خواب دیکھ لیجئے | جلدی سے، کیونکہ اللہ احسان کرنیوالونکو دوست رکھتا ہے
ہفت گاوِ لاغرے وپُر گزند | ہفت گاوِ فربہش رامیخورند
نقصان رسیدہ اور سات کمزور بیل | اُس کے سات موٹے بیلوں کو کھا رہے ہیں
ہفت خوشۂ خُشک وزشت و ناپسند | سُنبلاتِ تازہ اُشس رامی چرند
سات خُشک اور بُرے اور ناپسند خوشے | اُس کی تازہ بالوں کو چر رہے ہیں
قحط از مصرِ شس برآمد اے عزیز | ہیں مباش اے شاہ ایں اُمستجیز
اے شاہ! اُس کے مصر سے قحط برآمد ہوگیا ہے | اے شاہ! ہاں اُس کو رواء نہ رکھیئے
یوسفم در حبسِ تو اے شہ نشاں | ہیں ز دستانِ زنانم وارہاں
اے شاہ! میں تیری قید میں یوسف ہوں، نشانی (عطا کر) | ہاں مجھے عورتوں کے مکر سے نجات دیدے
از سُوی عرشے کہ بُودم مربطِ اُو | شہوتِ مادر فگندم کاہبِطوا
اُس عرش کی جانب سے جو میرا مسکن تھا | ماں کی شہوت نے مجھے گرایا کہ اُترو
پس فتادم زاں کمالِ مُستتم[2] | از فنِ زالے بزندانِ رَحِم
تو میں اُسس مکمل کمال سے گرا | ایک بوڑھی کے مکر سے رحم کے زنداں میں
رُوح را از عرش آرد در حطیم | لاجرم کیدِ زناں باشد عظیم
رُوح کو عرش سے ٹوٹے ہوئے گھر میں لے آتا ہے | بے شک عورتوں کا مکر عظیم ہوتا ہے
اوّل و آخر ہبوطِ من ز زن | چونکہ بُودم رُوح وچوں ہستم بدن
میرا پہلا اور آخری نزول عورت سے ہوا | جبکہ میں رُوح تھا اور جبکہ میں جسم ہوں
بشنو[3] ایں زاریِ یوسف ز عِثار | یا براں یعقوبِ بیدل رحم آر
لغزش کے بارے میں یوسفؑ کی یہ زاری سن لیجئے | یا اُس بیدل یعقوبؑ کے اوپر رحم کیجئے
نالہ از اِخواں کُنم یا از زناں | کہ فگندندم چو آدمؑ از جناں
شکوہ بھائیوں کا کروں، یا عورتوں کا | کہ جنھوں نے مجھے آدمؑ کیطرح جنتوں سے گرادیا
زاں مثالِ برگِ دے پژمُردہ اَم | کز بہشتِ وصل گندم خوردہ اَم
میں اسی وجہ سے خزاں کے پتے کیطرح مرجھایا ہوا ہوں | کہ میں نے وصل کی بہشت سے گیہوں کھالیا

انسان کی قوتِ غضبیہ اور قوتِ شہوانی ہے جو گناہوں کا سبب ہیں۔ زاں۔ میرے معاصی مجھے قرب سے دور کئے ہوئے ہیں اِس لئے میں خزاں کے پتے کی طرح مُرجھایا ہوا ہوں۔

[1] درخلاص۔ عزیز مصر کے خواب میں یوسفؑ کی رہائی کی بشارت تھی۔ زود۔ اللہ جبکہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے تو خود کیوں احسان نہ کریگا۔ ہفت گاو۔ میرے گناہ میری بھلائیوں کو نگل رہے ہیں۔ قحط۔ مجھ میں نیکیوں کا قحط ہے اِس کو جائز نہ رکھ۔ یوسفؑ۔ حضرت یوسفؑ زنانِ مصری کی سازش سے جیل خانہ میں گئے تھے۔ نشاں۔ یعنی رہائی کا حکم۔ از سوی۔ انسان کی شہوتِ نفس اُسکے عالمِ بالا سے گرنے کا سبب بنی۔

[2] کمالِ مستتم۔ یعنی عالمِ عُلوی کی سکونت۔ از فنِ زالے۔ ماں کی شہوت اِس کا سبب بنی کہ میں رحمِ مادر میں قیدی بنا۔ در حطیم۔ یعنی دنیا۔ اول و آخر۔ پہلی بار نیچے اترنا روح کا تھا جو حضرت آدمؑ کے ضمن میں ہوا وہ حضرت حوا کی شہوتِ بطن کی وجہ سے وقوع میں آیا دوسرا نیچے اترنا جسم کا تھا جو ماں کی شہوت کی وجہ سے ہوا اور جسم کی پیدائش ہوئی۔

[3] بشنو۔ یا تو میری زاری سُنکر مجھ پر رحم کردیجئے۔ یا براں یعقوبؑ۔ یا میرا شیخ جو میرے لئے دعا کرتا ہے اُس کی دعاؤں کی وجہ سے مجھ پر رحم کردیجئے۔ نالہ از اِخواں۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی اُن کے مصر پہنچنے کا سبب بنے جہاں وہ قید ہوئے اور عورتوں کی سازش نے اُنکو قید میں پھنسایا مراد اِس سے

۱۸

چوں^لہ بدیدم لطف واکرامِ ترا — واں سلامِ سلم وپیغامِ ترا

جب میں نے تیرا لطف اور اکرام دیکھا — اور تیرے صُلح کے سلام اور پیغام کو

من سپند از چشمِ بد کردم پدید — در سپندم نیز چشمِ بد رسید

میں نے نظرِ بد کی وجہ سے کالا دانہ نکالا — میرے کالے دانہ کو بھی نظرِ بد لگ گئی

دافعِ ہر چشمِ بد از پیش وپس — چشمہائے پُر خمارِ تست وبس

آگے اور پیچھے سے ہر نظرِ بد کے دفعیہ کے لئے — صرف تیری نشیلی آنکھیں ہیں

چشمِ بد را چشمِ نیکویت شہا — مات ومستاصل کند نعم الدّوا

اے شاہ! تیری حسین آنکھ نظرِ بد کو — مغلوب اور ملیامیٹ کردیتی ہے، وہ بہترین دوا ہے

بل ز چشمت کیمیا ہا می رسد — چشمِ بد را چشمِ نیکو می کند

بلکہ تیری آنکھ سے کیمیا پہنچتی ہے — نظرِ بد کو، نیک نظر بنادیتی ہے

چشمِ^۲ہ شہ بر چشمِ بازِ دل زدست — چشمِ بازش سخت باہمت شدست

شاہ کی آنکھ نے دل کے باز کی آنکھ پر اثر کیا ہے — اُس کے باز کی آنکھ بہت باہمت ہوگئی ہے

تا ز بس ہمت کہ یابید از نظر — می نگیرد بازِ شہ جز شیرِ نر

یہانتک کہ پوری ہمت کیوجہ سے جو اُس نے آنکھ سے حاصل — شاہ کا باز، نر شیر کے علاوہ نہیں پکڑتا ہے

شیر چہ، کاں شاہبازِ معنوی — ہم شکارِ تست وہم صیدش توئی

شیر کیا ہوتا ہے؟ بلکہ وہ معنوی شاہ باز — تیرا شکار بھی ہے اور تو اُسکا شکار بھی ہے

شد صفیرِ بازِ جاں در مرجِ دیں — نعرہائے لا اُحبُّ الاٰفِلین

دین کی چراگاہ میں جان کے باز کی آواز — میں غروب کرجانیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں کے نعرے میں

بازِ^۳ہ دل را کز پئے تو می پرید — از عطائے بیحدت چشمے رسید

دل کا باز، جو تیرے واسطے اڑ رہا تھا — تیری بیحد عطاء سے اُسکو آنکھ حاصل ہوگئی

یافت بینی بُوی وگوش از تو سماع — ہر حسے را قسمتے آمد مُشاع

ناک نے بُو اور کان نے سننا تجھ سے حاصل کیا — ہر حس کا حصہ مشترک ہے

ہر حسے را چوں دہی رہ سوئے غیب — نبود آں حس را فتورِ مرگ وشیب

جس حس کو تو غیب کی جانب راستہ عطا کردے — اُس حس میں موت اور بڑھاپے کی کمزوری نہیں ہوتی

مالکُ المُلکی بحس چیزے دہی — تاکہ بر حسہا کند آں حس شہی

تو مالکُ المُلک ہے تو جس کو کوئی چیز دیدیتا ہے — تاکہ وہ حس، حواس پر بادشاہی کرے

لہ چوں بدیدم۔ جب میں نے تیرے لطف اور کرم پر نظر کی اور یہ پیغام سُنا کر تو توبہ کو قبول کرتا ہے تو شیطان کی نظرِ بد کو دفع کرنے کیلئے ہرمل نکالا کر اُسکی دھونی دوں یعنی توبہ کی تو اُس توبہ کو نظرِ بد لگ گئی۔ دافع۔ معلوم ہوا کہ توبہ کرنا کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا بلکہ اصل اُس کی قبولیت ہے جو تیری پُر لطف نظرِ کرم ہے۔ چشمِ بد۔ شیطان سے بچاؤ کا مضبوط ذریعہ تیری نظرِ کرم ہے۔ بل ز چشمت۔ تیری نظرِ کرم کی تاثیر تو یہ ہے کہ وہ نظرِ بد کو نیک نظر بنادیتی ہے۔

۲ہ چشمِ شہ۔ اللہ تعالےٰ کی نظرِ کرم جن پر ہوجاتی ہے اُنکے باز یعنی دل کی ہمت بلند ہوجاتی ہے۔ می نگیرد۔ اب وہ دل صرف شیرِ نر یعنی امورِ آخرت کا شکار کھیلتا ہے۔ شیر چہ۔ ان اولیاء کا مقصد امورِ آخرت کیا معنیٰ صرف ذاتِ خداوندی ہوتی ہے جس کے وہ طالب بنجاتے ہیں۔ شد۔ اور ان اولیاء کا نعرہ یہ ہوتا ہے کہ ہم دنیا کی فانی چیزوں کی کوئی محبت نہیں رکھتے ہیں۔

۳ہ بازِ دل۔ اولیاء اللہ کا دل جو تیری طلب میں پرواز کرتا ہے اُنکو تیری عطاء سے خاص حواس حاصل ہوجاتے ہیں۔ یافت۔ اُنکے حواس خدائی صفات سے متصف ہوجاتے ہیں، جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے۔ ہر حسے۔ اب اُنکے حواس کا تعلق عالمِ حقائق سے ہوجاتا ہے اور ان حواس میں موت یا بڑھاپے سے کوئی کمزوری نہیں آتی۔ مالکُ الملک۔ جب انہیں خدائی صفات پیدا ہوجاتی ہیں تو جسطرح خدا مالکُ الملک ہے اُنکے حواس کو بھی عوام کے حواس پر شاہی حاصل ہوجاتی ہے۔

جہد کن[1] تا حسِ تو بالا رود | تا کہ کارے حس ازاں بالا شود
تو کوشش کر تاکہ تیرا حس اوپر جائے | تاکہ حس کا کام اُس سے بلند ہو جائے

حکایتِ شب دزداں کہ شاہ محمود میانِ ایشاں افتاد
رات اور چوروں کا قصہ کہ سلطان محمود اُن میں پہنچ گیا

کہ من نیز یکے از شماام و بر حالِ ایشاں مطلع شد الخ
کہ میں بھی تم میں کا ایک ہوں اور اُن کی حالت سے باخبر ہوگیا

شب چو شہ محمود برمی گشت فرد | باگروہِ قومِ دزداں باز خورد
رات کو جب سلطان محمود اکیلا گشت کر رہا تھا | چوروں کی قوم کے گروہ سے جا بھڑا

پس بگفتندش کہ اے بُو الوفا | گفت شہ من ہم یکے اَم از شما
انہوں نے اُس سے کہا اے وفادار (تو کون ہے؟) | سلطان نے کہا میں بھی تم میں سے ایک ہوں

آں یکے گفت اے گروہِ مکر کیش | تا بگوید ہر یکے فرہنگِ خویش
ایک نے کہا اے مکار گروہ! | ہر ایک اپنا ہنر بیان کرے

تا بگوید با حریفاں در سمر[2] | کو چہ دارد در جبلت از ہنر
تاکہ دوستوں سے قصہ گوئی میں کہے | کہ وہ فطرت میں کیا ہنر رکھتا ہے؟

آں یکے گفت اے گروہِ فن فروش | ہست خاصیت مرا اندر دو گوش
ایک نے کہا اے ہنر کے دعویدار گروہ | میرے دونوں کانوں میں (یہ) خاصیت ہے

کہ بدانم سگ چہ می گوید بہ بانگ | قوم گفتندش ز دیناری دو دانگ
کہ میں جان لیتا ہوں کہ کتا آواز میں کیا کہتا ہے | قوم نے اُس سے کہا تو دینار میں سے دو دانگ ہے

آں دگر گفت اے گروہِ زر پرست | جملہ خاصیت مرا چشم اندرست
دوسرے نے کہا اے زر کے پجاری گروہ! | مکمل خاصیت میری آنکھ میں ہے

ہر کہ را[3] شب بینم اندر قیرواں | روز بشناسم من اُو را بے گماں
جس کو میں رات کے اندھیرے میں دیکھ لوں | میں اُس کو بے شبہ دن میں پہچان لوں

گفت یک خاصیتم در بازو ست | کہ زنم من نقبہا با زورِ دست
ایک نے کہا میری خصوصیت بازو میں ہے | میں ہاتھ کی طاقت سے نقب لگا دیتا ہوں

گفت یک خاصیتم در بینی ست | کارِ من در خاکہا بُو بینی ست
ایک نے کہا میری خصوصیت ناک میں ہے | میرا کام مٹیوں میں سے بُو سونگھ لینا ہے

---

[1] جہد کن۔ خطاب ہے کہ انسان کو ایسے ہی بالائی حواس حاصل کرنے چاہئیں۔ حکایت۔ اِس حکایت سے حِس کے بالا ہونے کے نفع کو واضح کیا ہے۔ برمی گشت فرد۔ اکیلا گھوم رہا تھا۔ پس۔ چوروں نے سلطان سے دریافت کیا تو کون ہے تو اُس نے کہدیا کہ میں تم میں سے ہی ہوں۔ آں یکے۔ ایک چور نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہر ایک اپنا ہنر ظاہر کرے۔ حریفاں۔ ساتھی۔

[2] سمر۔ قصہ کہانی جبلت۔ فطرت۔ فن فروش۔ ہنر کا مدّعی۔ کہ بدانم۔ ایک نے کہا کہ میں کتّے کی بولی سمجھ لیتا ہوں دانگ۔ درہم کا چھٹا حصّہ اور درہم دینار کا دسواں حصّہ ہے دانگ دینار کا ساٹھواں حصّہ ہوا، یعنی یہ کوئی قابلِ وقعت ہنر نہیں ہے۔

[3] ہر کہ۔ ایک نے کہا کہ میری آنکھ میں یہ تاثیر ہے کہ جس شخص کو اندھیرے میں بھی دیکھ لیتا ہوں دن کو اُس کو فوراً پہچان لیتا ہوں بازو۔ ایک نے کہا میرے بازو میں اِس قدر طاقت ہے کہ پنجہ کے زور سے بغیر کسی اوزار کے دیوار میں نقب لگا دیتا ہوں۔ گفت یک۔ ایک نے کہا کہ میری ناک کی یہ خصوصیت ہے کہ زمین کی مٹی سونگھ کر بتا دیتا ہوں کہ یہاں خزانہ ہے یا نہیں؟

سِرِّ اَلنَّاسُ مَعَادِن داد دست ۔۔۔ کہ رسولؐ آں را پئے چہ گفتہ است

"لوگ کانیں ہیں" کا راز حاصل ہوگیا ہے ۔۔۔ کہ رسولؐ نے وہ کس وجہ سے فرمایا ہے؟

مَن زخاکِ تن بدانم کاندراں ۔۔۔ چند نقدست و چہ دارد بیگماں

میں جسم کی مٹی سے جان لیتا ہوں، کہ اُس میں ۔۔۔ کتنا نقد ہے اور وہ بلاشبہ کیا رکھتا ہے

در یکے کاں زرِ بے اندازہ درج ۔۔۔ واں دگر دخلش بُود کمتر ز خرج

ایک کان میں بے اندازہ سونا داخل ہے ۔۔۔ دوسری میں آمدنی خرچ سے کم ہوتی ہے

ہمچوں مجنوں بُو کُنم من خاک را ۔۔۔ خاکِ لیلیٰ را بیابم بے خطا

میں مجنوں کی طرح مٹی کو سونگھ لیتا ہوں ۔۔۔ بغیر غلطی کے لیلیٰ کی خاک کو پالیتا ہوں

بُو کُنم دانم زِ ہر پیراہنے ۔۔۔ گر بُوَد یوسفؑ و گر آہرمنے

میں ہر لباس میں سے ہمیشہ سونگھ لیتا ہوں ۔۔۔ خواہ یوسفؑ ہو اور خواہ شیطان ہو

ہمچو احمدؐ کہ بَرَد بُو از یمن[۵۲] ۔۔۔ زاں نصیبے یافت ایں بینیِ مَن

احمدؐ کی طرح کہ یمن کی جانب سے بُو پاتے ہیں ۔۔۔ اُس سے میری ناک نے ایک حصّہ پالیا

کہ کدامیں خاکِ ہمسایہ زرست ۔۔۔ یا کدامیں خاک صِفر و اَبترست

کہ کونسی مٹی سونے کی پڑوسی ہے ۔۔۔ یا کونسی مٹی، خالی اور اَبتر ہے

گفت یک ایں خاصیت در پنجہ اَم ۔۔۔ کہ کمندے افگنم طولِ عَلَم

ایک نے کہا میرے پنجہ میں یہ خاصیت ہے ۔۔۔ کہ پہاڑ کی اونچائی پر کمند پھینک دیتا ہوں

قصر اگرچہ چند باشد بس بُلند ۔۔۔ کنگرہ اَش در سخت گردانم کمند

قلعہ خواہ کتنا ہی اونچا ہو ۔۔۔ اُس کے کنگرے میں مضبوط کمند ڈال دیتا ہوں

ہمچو احمدؐ کہ کمند افگند جانشس ۔۔۔ تا کمندش بُرد سُوئے آسمانش

احمدؐ کی طرح کہ اُن کی رُوح نے کمند ڈالی ۔۔۔ یہاں تک کہ وہ کمند اُن کو آسمان کی جانب لے گئی

ہمچو احمدؐ کہ کمند انداخت سخت ۔۔۔ کہ کمندش بُرد سُوئے بخت و تخت[۵۳]

احمدؐ کی طرح کہ انھوں نے سخت کمند ڈالی ۔۔۔ وہ کمند اُن کو نصیبے اور تخت کی جانب لے گئی

گفت حقّش اے کمند اندازِ بیت[ؑ] ۔۔۔ آں ز مَن داں مَا رَمَیتَ اِذْ رَمَیتَ

اُنسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے بیت معمور پر کمند پھینکنے والے ۔۔۔ میری جانب سے سمجھ "تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا"

پس بپرسیدند زاں شہ کاے سَند ۔۔۔ مر تُرا خاصیت اندر چہ بُوَد

پھر سب نے اُس سلطان سے پوچھا کہ اے معتمد! ۔۔۔ تیری خصوصیت کس چیز میں ہے؟

---

۵۱ سِرّ۔ حدیث شریف ہے۔ اَلنَّاسُ مَعَادِنٌ کَمَعَادِنِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ "انسان سونے چاندی کی کانوں کی طرح کانیں ہیں"۔ مولانا فرماتے ہیں اس حدیث کے معنی اِس نقد سے سمجھ میں آگئے مطلب یہ ہے کہ جس طرح اُن لوگوں کے اوصاف مختلف تھے اسیطرح دین سے متعلق خواص انسانوں میں مختلف ہیں۔ من زخاک۔ اُس چور نے کہا کہ میں زمین کی مٹی سونگھ کر بتا دیتا ہوں کہ یہاں کسقدر مال دفن ہے۔ در یکے۔ کسی کان میں بے اندازہ سونا ہوتا ہے کسی میں اتنا بھی نہیں ہوتا کہ کھدائی کا خرچ بھی نکل سکے۔ ہمچو مجنوں۔ مجنوں کو لیلیٰ کی قبر کسی نے نہ بتائی اس نے مٹی سونگھ کر اسکی قبر پہچان لی تھی

۵۲ ہمچو احمدؐ آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں خدائی سانس یہاں سے محسوس کر رہا ہوں اور یمن کی طرف اشارہ فرمایا۔ زاں۔ اسیطرح کے سونگھنے کا مجھے بھی حصّہ ملگیا ہے۔ گفت یک۔ ایک چور نے کہا کہ میرے پنجہ میں یہ خصوصیت ہے کہ میں پہاڑ جیسے بلند قلعہ کی دیوار پر بھی کمند پھینکدیتا ہوں۔ علم پہاڑ۔ کنگرہ۔ بلند قلعے کے کنگرے میں مضبوط کمند ڈالدیتا ہوں۔ ہمچو احمدؐ مولانا فرماتے ہیں کہ آنحضورؐ نے بھی عشق الٰہی کی کمند پھینکی جسکے ذریعہ وہ معراج میں آسمان تک پہنچے۔

۵۳ سُوئے بخت۔ آنحضورؐ نے ایسی کمند پھینکی جو آپکو تخت الٰہی عرش اور بخت یعنی رب النبی تک لیگئی۔ بیت یعنی بیت المعمور آنحضورؐ نے معراج میں اسکی بھی

گفت[1] در ریشم بود خاصیتم
اُس نے کہا میری خاصیت میری داڑھی میں ہے
کہ رہانم مجرمان را از نقم
کہ میں مجرموں کو سزاؤں سے چھڑا دیتا ہوں

مجرماں را چوں بجلاداں دہند
جب مجرموں کو جلادوں کے سپرد کرتے ہیں
چوں بجنبد ریشِ مَن ایشاں رہند
جب میری داڑھی ہل جاتی ہے وہ چھوٹ جاتے ہیں

چوں بجنبانم برحمت ریش را
جب میں رحم سے داڑھی ہلا دیتا ہوں
طے کنند آں قتل و آں تشویش را
وہ اُس قتل اور پریشانی کو لپیٹ دیتے ہیں

قوم گفتندش کہ قطبِ ما توئی
قوم نے اُس سے کہا کہ تو ہی ہمارا قطب ہے
کہ خلاصِ روزِ محنتہا شوی
کہ مشقتوں کے دن خلاصی کا باعث تو ہوگا

بعد[2] ازاں جملہ بہم بیروں شدند
اُس کے بعد سب مل کر باہر نکلے
سُوئے قصرِ آں شہِ میموں شدند
اُس مبارک سلطان کے قلعہ کی طرف چلے

چوں سگے بانگے بزد از سُوئے راست
جب کُتّے نے داہنی جانب سے آواز کی
گفت می گوید کہ سُلطاں با شماست
اُس نے کہا، کہتا ہے کہ سلطان تمہارے ساتھ ہے

خاک بُو کرد آں دگر از ربوہ
دوسرے نے ٹیلے کی مٹی سونگھی
گفت ایں ہست از وثاقِ بیوہ
بولا، یہ ایک بیوہ کے گھر کی ہے

پس کمند انداخت اُستادِ کمند
پھر کمند کے استاد نے کمند پھینکی
تا شُدند آں سُوئے دیوارِ بلند
یہاں تک کہ وہ بلند دیوار کے اُس طرف پہنچ گئے

جائے دیگر خاک را چوں بُو کرد
جب اُس نے دوسری جگہ مٹی سونگھی
گفت خاکِ مخزنِ شاہے ست فرد
بولا بادشاہ کا بے مثال خزانہ ہے

نقب[3] زن زد نقب در مخزن رسید
نقب لگانیوالے نے نقب لگایا خزانہ میں پہنچ گیا
ہر یکے از مخزن اسبابے کشید
ہر ایک نے مخزن سے سامان نکالا

بس زر و زربفت و گوہرہائے زفت
بہت سونا اور زربفت اور بھاری جواہر
قوم بُردند و نہاں کردند تفت
قوم لے گئی اور جلد چھپا دیا

شہ مُعین دید منزل گاہِ شاں
سلطان نے مُعیّن طور پر اُن کی قیامگاہ دیکھ لی
حلیہ و نام و پناہ و راہِ شاں
اُن کا حلیہ اور نام اور پناہ (گاہ) اور راستہ

خویش را زُ دزدید ز ایشاں باز گشت
اپنے آپ کو اُن سے چھپ کر واپس ہو گیا
روز در دیواں بگفت آں سرگذشت
دن میں کچہری میں وہ سرگذشت سُنائی

---

[1] گفت۔ سلطان نے چوروں کے سوال پر فرمایا کہ میری داڑھی میں یہ خاصیت ہے کہ میں جب داڑھی ہلا دوں تو مجرم سزا سے بچ جاتے ہیں۔ مجرماں۔ جب مجرموں کو جلّاد کے سپرد کر دیں اور میں اُنکی رہائی کیلئے سر سے اشارہ کر دوں جس سے داڑھی ہل جائیگی تو وہ مجرم فوراً چھوڑ دیئے جائینگے۔ قوم گفتند۔ چوروں نے کہا تو ہمارا قطب اور پیشرو ہے کیونکہ مصیبت اور گرفتاری کے وقت تو ہی کام آئیگا۔

[2] بعد ازاں۔ اِس گفتگو کے بعد سب چور چوری کرنے چل دیئے۔ چوں سگے۔ ایک کتا بھونکا تو جس چور نے اپنی خاصیت یہی بتائی تھی اُس نے کہہ دیا کہ کتا کہہ رہا ہے کہ سلطان تمہارے ساتھ ہے۔ رَبوہ۔ ٹیلہ۔ وثاق۔ مکان۔ پس کمند۔ شاہی قلعہ کی بلند دیوار پر کمند ڈال دی۔ جائے دیگر۔ قلعہ کی فصیل کے اندر پہنچکر ایک نے مٹی سونگھ کر بتا دیا کہ یہاں بادشاہ کا بیمثال خزانہ ہے۔

[3] نقب زن۔ نقب لگانے والے نے صرف ہاتھ کے ذریعہ نقب لگا دیا اور چوروں نے خزانہ کا سامان لوٹنا شروع کر دیا۔ نہاں۔ سونا اور زربفت کپڑا اور جواہر زمین میں دفن کر دیئے۔ شہ۔ سلطان ان سب کو پہچان چکا تھا اور اُس نے سب کچھ دیکھا تھا۔ خویش۔ سلطان چپکے سے اُنسے جدا ہو کر واپس ہو گیا اور دن میں کچہری میں پہنچکر رات

پسؐ رواں گشتند سرہنگانِ مست — تا کہ دزداں را گرفتند و بہ بست

پھر مست سپاہی روانہ ہو گئے — حتیٰ کہ انھوں نے چوروں کو پکڑ لیا اور باندھ لیا

دست بستہ سوئی دیواں آمدند — وز نہیبِ جانِ خود لرزاں شدند

وہ دست بستہ کچہری میں آئے — اور اپنی جان کے ڈر سے لرزنے لگے

چونکہ استادند پیشِ تختِ شاہ — یارِ شب شاں بود آں شاہِ چو ماہ

جب سلطان کے تخت کے سامنے کھڑے ہوئے — وہ چاند جیسا سلطان، اُن کا رات کا یار تھا

آنکہ شب بر ہر کہ چشم انداختے — روز دیدے بے شکش بشناختے

وہ شخص کہ جو جس پر رات کو نظر ڈال دیتا — دن میں دیکھتا تو بلا شبہ پہچان لیتا

شاہ را بر تخت دید و گفت ایں — بود ما را دوش شب گرد و قریں

اُس نے سلطان کو تخت پر دیکھا اور کہا یہ — گذشتہ رات، ہمارا ساتھی اور رات کو چکر لگانے والا تھا

آنکہؐ چندیں خاصیت در ریشِ اوست — ایں گرفتِ ما ہم از تفتیشِ اوست

وہ کہ جس کی داڑھی میں اس قدر خاصیتیں ہیں — ہماری یہ گرفتاری بھی اُس کی جستجو کی وجہ سے

عارفِ شہ بود چشمش لاجرم — بر گشاد از معرفت لب با حشم

اُس کی آنکھ لامحالہ سلطان کو جاننے والی تھی — پہچان لینے کے بارے میں، مجمع سے ہونٹ کھولا

وَھُوَ مَعَکُم گفت او ایں شاہ بود — فعلِ ما می دید و سرِّ ما شنود

اُس نے کہا "اور وہ تمہارے ساتھ ہے" یہ سلطان تھا — وہ ہمارا کام دیکھ رہا تھا اور ہمارا راز سن رہا تھا

چشمِ من رہ برد شب شہ را شناخت — جملہ شب با روئے ماہش عشق باخت

میری آنکھ نے رات پا لیا رات، سلطان کو پہچان لیا — تمام رات اُس کے چاند جیسے چہرے سے عشق بازی کی

اُمتؐ خود را بخواہم من ازو — کو نگرداند ز عارف ہیچ رُو

میں اُس سے اپنی قوم کو مانگ لوں گا — کیونکہ وہ جاننے والے سے کبھی مُنہ نہ موڑے گا

چشمِ عارف داں امانِ ہر دو کون — کہ بدو یابید ہر بہرام عون

عارف کی آنکھ کو دو جہان کی امن سمجھ — کیونکہ ہر شاہ نے اُس سے مدد پائی ہے

زاں محمدؐ شافعِ ہر داغ بود — کہ ز جز حق چشمِ او ما زاغ بود

اِسی لئے محمدؐ ہر زخم کے سفارشی ہوئے ہیں — کیونکہ حق کے سوا سے اُن کی آنکھ "مازاغ" تھی

در شبِ دُنیا کہ محجوب ست شید — ناظرِ حق بود و زو بودش امید

دنیا کی رات میں جب کہ سورج پوشیدہ ہے — وہ اللہ کو دیکھنے والے تھے اور اُسی سے اُن کی امید تھی

ؐلہ پس۔ بادشاہ کے کہہ دینے پر چوروں کی گرفتاری کے لئے سپاہی روانہ ہو گئے اور انھوں نے چوروں کو گرفتار کر کے اُنکی مُشکیں کس دیں۔ نہیب۔ خوف۔ یارِ شب۔ انھوں نے پہچان لیا کہ سلطان تو رات کا ساتھی تھا۔ آنکہ۔ جس چور کی آنکھ کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ رات کے اندھیرے میں دیکھے ہوئے انسان کو دن میں پہچان لیتا تھا اُس نے کہا سلطان تو رات ہمارے ساتھ تھا۔

ؐلہ آنکہ۔ یعنی سلطان کی داڑھی میں بہت خصوصیتیں ہیں اُسکی جستجو سے ہی ہماری گرفتاری عمل میں آئی ہے۔ عارف۔ چونکہ بادشاہ کو وہ چور پہچانتا تھا اسلئے اُسنے کہا۔ وَھُوَ مَعَکُم "اور وہ تمہارے ساتھ ہے" کا مصداق یہی سلطان ہے اُسنے ہمارے سارے کارنامے اور راز دیکھ لئے ہیں۔ چشمِ من۔ میں رات میں ہی سلطان کو پہچان گیا تھا اور اُسکے چہرے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

ؐلہ اُمتِ خود مجھے معلوم ہے بادشاہ جان پہچان والوں سے مروت برتتا ہے اُنکی بات نہیں ٹالتا میں تم لوگوں کی سفارش کر کے چھڑا لونگا۔ چشمِ عارف۔ چور کے عارف ہونے سے مولانا نے عارف باللہ کا ذکر شروع فرما دیا کہ اُنکی آنکھ دونوں جہان کیلئے باعثِ امن ہے اور ہر بادشاہ اُنسے مدد حاصل کرتا ہے وہ بقاءِ عالم کا سبب ہوتا ہے۔ زاں۔ چونکہ آنحضورؐ کو اللہ تعالیٰ کی مکمل معرفت حاصل تھی اور آنحضورؐ کی نظر کے بارے میں قرآن نے مَا زَاغ

ازالم[1] نشرح دو چشمش سرمہ یافت "الم نشرح" سے اُنکی دونوں آنکھوں نے سُرمہ پایا	دید آنچہ جبرئیل آں برنتافت وہ دیکھ لیا جس کو جبرئیلؑ نے برداشت نہ کیا
ہر یتیمے را کہ سرمہ حق کشد جس یتیم کے اللہ (تعالیٰ) سُرمہ لگادے	گردد اُو دُرِّ یتیم با رشد وہ یکتا موتی ہدایت یافتہ بن جاتا ہے
نورِ اُو بر ذرّہا غالب شود اُس کا نور ذرّوں پر غالب ہوجائے	آنچناں مطلوب را طالب شود وہ ایسے مطلوب کا طالب بن جائے
در نظر بودش مقاماتُ العباد اُس کی نظر میں بندوں کے مقامات تھے	لاجرم نامش خدا شاہد نہاد لامحالہ اللہ (تعالیٰ) نے اُس کا نام شاہد رکھدیا
آلتِ[2] شاہد زبان و چشمِ تیز گواہ کا آلہ، زبان اور تیز نگاہ ہے	کہ ز شب خیزش ندارد سرّ گریز کیونکہ آپکی رات کو بیدار رہنے والے (قلب) سے کوئی راز گریز نہیں
گر ہزاراں مُدّعی سر بر زند مدّعی خواہ ہزار سر پٹخے	گوشِ قاضی جانبِ شاہد کند قاضی، کان گواہ کی طرف کرتا ہے
قاضیاں را در حکومت ایں فن است قاضیوں کا فیصلہ کرنے میں یہی فن ہے	شاہد ایشاں را دو چشمِ روشن است اُن کی گواہ دو روشن آنکھیں ہیں
گفتِ[3] شاہد زاں بجایِ دیدہ است گواہ کی بات اِسی وجہ سے آنکھ کے قائم مقام ہے	کہ بدیدہ بیغرض سر دیدہ است کیونکہ اُس نے بے غرض آنکھ سے حقیقت کو دیکھا ہے
مُدّعی دیدہ است امّا با غرض مدّعی نے دیکھا ہے لیکن غرض کے ساتھ	پردہ باشد دیدۂ دل را غرض غرض دل کی آنکھ کے لئے پردہ ہوجاتی ہے
حق ہمی خواہد کہ تو زاہد شوی اللہ (تعالیٰ) چاہتا ہے کہ تو زاہد بن جائے	تا غرض بگذاری و شاہد شوی تاکہ غرض کو چھوڑ دے اور گواہ بن جائے
حق ہمی گوید غرض را ترک کن اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے غرض کو چھوڑ دے	تا قبول اُفتد تُرا با ما سخن تاکہ تیری بات ہمارے نزدیک مقبول ہوجائے

[1] ازالم نشرح قرآن میں مذکور ہے کہ ہم نے آپکے سینہ کو کشادہ کردیا ہے اور اس شرح صدر کا سُرمہ آپ کی آنکھوں میں تھا اِسی لئے آنحضورؐ نے اُن تجلیات کو بھی دیکھ لیا جن کو جبرئیلؑ نہ دیکھ سکے اور سدرۃ المنتہےٰ سے آگے نہ بڑھے۔ ہر یتیمے۔ ایسا سُرمہ کسی یتیم کے لگ جائے تو دُرِ یکتا اور ہادی بنجاتا ہے جیسے کہ آنحضورؐ بنے۔ نورِ اُو۔ اُس کی روشنی کے مقابلہ میں دوسروں کی بصیرت سورج کے بالمقابل ذرّوں کی چمک ہے پھر وہ اِس بصیرت کے ذریعہ ایسے ہی مطلوب (ذاتِ حق) کا طالب بن جاتا ہے۔ در نظر۔ پھر اُس کی نظر کے سامنے لوگوں کے احوال واضح ہوجاتے ہیں اِسی لئے اللہ تعالےٰ نے آنحضورؐ کو شاہد، دیکھنے والا، گواہ کا لقب عنایت فرمایا۔

[2] آلت۔ آنحضورؐ کو قرآن میں شاہد اور گواہ قرار دیا گیا ہے گواہی کا مدار دو چیزوں پر ہے ایک تو یہ کہ گواہ کے زبان ہو تاکہ عدالت میں گواہی دے سکے دوسرے یہ کہ آنکھ تیز ہو جس سے وہ واقعہ کو دیکھ سکے لہٰذا آپ میں یہ دونوں چیزیں مکمل تھیں۔ کہ ز شب خیزش۔ چونکہ آپ کا قلب نیند کی حالت میں بھی بیدار رہتا تھا اِس لئے آپ کے ایسے بیدار قلب سے کوئی راز چھپا نہ رہتا تھا بلکہ آپ کو اُس راز پر ایسا ہی یقین ہوتا تھا جیسے کہ آپ نے اُسکو دیکھا ہو۔ گر ہزاراں۔ صرف مدّعی کے کہنے پر قاضی اُس کے قول کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا ہے بلکہ گواہی کو سنتا ہے۔ قاضیان۔ قاضیوں کا یہی طریقہ ہے اور اُن کو گواہ کے ذریعہ علم مشاہدہ حاصل ہوتا ہے تو گویا گواہ قاضی کی آنکھ ہے ——

[3] گفت شاہد۔ گواہ کی گواہی قاضی کے لئے مشاہدہ اِس لئے تھی کہ اُس گواہ نے بے غرضی کے ساتھ اُس واقعہ کو دیکھا ہے۔ مدّعی۔ مدّعی نے بھی اِس بات کو دیکھا ہے لیکن اُسکی غرض نے اِس واقعہ کے بعض پہلوؤں کو مخفی کردیا ہے لہٰذا اُس کی بات کا اعتبار نہیں ہے۔ حق۔ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ انسان بے غرض بن جائے تاکہ اُسکو گواہ کا مرتبہ حاصل ہوجائے۔

کاینؒ غرضہا پردۂ دیدہ بُوَد — بر نظر چوں پردہ پیچیدہ بُوَد

کیونکہ یہ غرضیں آنکھ کا پردہ ہیں — وہ نظر پر پردے کی طرح لپٹی ہوئی ہوتی ہیں

پس نہ بیند جملہ را با طِمّ و رِم — حُبُّکَ الْاَشْیَاءَ یُعْمِیْ وَیُصِمّ

تو وہ کل کو اچھے بُرے کیسا تو نہیں دیکھتا — چیزوں سے تیرا محبت کرنا اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے

در دلش خورشید چوں نورے فشاند — پیشش اختر را مقادیرے نماند

اُن کے دل میں جب سورج نے نورافشانی کی — اُن کے سامنے ستاروں کی قدریں نہ رہیں

پس بدید اُو بے حجاب اَسرار را — سیرِ رُوحِ مومن و کفّار را

تو انھوں نے اَسرار کو بغیر پردے کے دیکھ لیا — مومن اور کفّار کی روح کی رفتار کو

درزمیںؑ حق را و در چرخِ سَمی — نیست پنہاں تر ز رُوحِ آدمی

اللہ (تعالیٰ) کی کوئی چیز زمین اور بلند آسمان میں — آدمی کی روح سے زیادہ مخفی نہیں ہے

باز کرد از حق دو چشمِ خویشتن — آنکہ صاحب رفعت آمد در سُنن

اللہ (تعالیٰ) کی مدد سے ایسے شخص نے اپنی دونوں آنکھیں کھول لی ہیں — جو احادیث میں بلندی والا بن گیا ہے

باز کرد از رطب و یابس حق نوَرد — رُوح را مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ مُہر کرد

اللہ (تعالیٰ) نے رطب و یابس سے لپیٹ کر دیا — رُوح پر مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ سے مُہر لگا دی

پس چو دید آں رُوح را چشمِ عزیز — پس بر و پنہاں نماند ہیچ چیز

پھر جب اُس معزز آنکھ نے رُوح کو دیکھ لیا — تو اُس پر کوئی چیز مخفی نہ رہے گی

شاہدؑ مطلق بُوَد در ہر نَزاع — بشکند گفتش خمارِ ہر صُداع

وہ ہر جھگڑے میں کامل گواہ ہوگا — آپ کی بات سر درد سر کے خمار کو توڑ دے گی

نامِ حق عدل ست شاہد آنِ اوست — شاہدِ عدل ست زیں رُو چشمِ دوست

اللہ (تعالیٰ) کا نام عدل ہے، گواہ اُس کا مقرب ہوتا ہے — اِس اعتبار سے دوست کی آنکھ عادل گواہ ہے

منظرِ حق دل بُوَد در دو سرا — کہ نظر در شاہد آید شاہ را

دل دونوں جہان میں اللہ (تعالیٰ) کا منظورِ نظر ہے — کیونکہ بادشاہ کی نظر گواہ پر ہوتی ہے

عشقِ حق و سِرِّ شاہد بازیش — بُود مایہ جملہ پردہ سازیش

اللہ (تعالیٰ) کی محبت اور اُس کی محبت کا راز — اُس کی تمام تر پردہ سازی کا سرمایہ ہوتا ہے

نامِ حق۔ آنحضورؐ کو محبوبیت کا درجہ اسی لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے اور جس گواہ میں عدالت ہوتی ہو وہ عادل کا محبوب ہوتا ہے تو آپ عادل گواہ ہونیکے اعتبار سے دوست یعنی حق تعالیٰ کی قوت باصرہ ہیں۔ منظرِ حق۔ چونکہ عادل گواہ حاکم کا محبوب ہوتا ہے اسلئے قلب اللہ کا منظورِ نظر ہے۔ عشقِ حق۔ اللہ کو جو آنحضورؐ سے محبت ہے، وہی ...

ل۱ کاینؒ غرضہا۔ انسان کی غرضیں اُس کو گواہی کے لئے ناقابل بناتی ہیں۔ طِمّ و رِم۔ طِم دریا کا پانی، رِم نمناک مٹی، اِن سے مراد رطب و یابس ہوتا ہے۔ حُبُّکَ۔ انسان کو محبوب کی بُرائی نظر نہیں آتی نہ وہ اُسکی بُری بات کو سنتا ہے۔ در دلش۔ نورِ خداوندی کی وجہ سے آپ کا علم و معرفت اِس قدر مکمل تھا کہ دوسروں کا علم اُسکے مقابلہ میں ہیچ تھا۔ پس بدید۔ آپ سے اَسرار مخفی نہ تھے اور آپ جان گئے تھے کہ مومن کی روح کی رفتار کس طرف ہے اور کافر کی روح کی رفتار کدھر ہے۔

ل۲ درزمیں۔ دونوں جہان میں رُوح سے زیادہ پوشیدہ کوئی چیز نہیں ہے۔ باز کرد۔ جن لوگوں نے قرآن و حدیث کا علم حاصل کرلیا ہے اُنھوں نے اپنی دونوں آنکھوں کو کھول لیا۔ از رطب۔ اُن کو تمام معلومات حاصل ہوگئیں لیکن رُوح کی حقیقت اُن کے لئے بھی واضح نہ ہوئی کیونکہ اُس کے بارے میں قرآن نے صرف مجملاً اِس قدر فرمایا کہ وہ خدائی اَمر سے ہے۔ پس چو۔ لیکن آنحضورؐ نے اُس روح کو دیکھ لیا تو پھر آپ کی نظر سے کوئی چیز پوشیدہ نہ رہی۔

ل۳ شاہدِ مطلق۔ چونکہ آنحضورؐ کو اَسرار کا بھی مشاہدہ ہے تو قیامت میں آپ گواہ بنیں گے اور آپ کی گواہی اختلاف کے دردِ سر کو رفع کردے گی

پس[1] ازاں لولاک گفت اندر لقا — در شبِ معراج شاہد بازِ ما

تو اسی لئے لولاک فرمایا ملاقات میں — معراج کی رات میں، ہمارے عاشق نے

ایں قضا بر نیک و بد حاکم بود — بر قضا شاہد نہ حاکم می شود

یہ قضاء (خداوندی) بھلے اور برے پر حاکم ہوتی ہے — کیا قضاءِ خداوندی، بر گواہ حاکم نہ ہوگا؟

شد اسیرِ آں قضا میرِ قضا — شاد باش اے چشمِ تیزِ مرتضیٰ

وہ (ذات) جو قضاء (خداوند) کی قیدی تھی تقضائے (خداوندی) — اے مرتضیٰ کی تیز آنکھ! شاباش ہے

عارف[2] از معروف بس درخواست کرد — کاے رقیب ما تو اندر گرم و سرد

جاننے والے نے پہچانے ہوئے سے درخواست کی — کہ اے اچھے برے میں ہمارے نگراں!

اے مشیرِ ما تو اندر خیر و شر — از اشارتہایِ دل ما بیخبر

اے کہ تو بھلائی اور برائی میں ہمارا مشیر ہے — ہم دل کے اشاروں سے بے خبر ہیں

اے یَرانا لا نَراہٗ روز و شب — چشم بندِ ما شدہ دیدِ سبب

اے کہ دن اور رات میں وہ ہمیں دیکھتا ہے ہم اُسکو نہیں دیکھتے — سبب کو دیکھنا، ہماری آنکھ کا پردہ بنا ہے

چشمِ مَن از چشمہا بگزیدہ شد — تا کہ در شب آفتابم دیدہ شد

میری آنکھ (دوسری) آنکھوں سے ممتاز ہو گئی — یہاں تک کہ مجھے رات میں سورج نظر آگیا

لطف[3] معروفِ تو بود اے منتہی — پس کمالُ البِرِّ فی اِتمامِہٖ

اے کامل! تیری مشہور مہربانی ہو چکی ہے — احسان کا کمال اُس کے مکمل کر دینے میں ہے

رَبِّ اَتْمِمْ نُورَنا فی السَّاہِرَہ — وَ اَنْجِنا مِنْ مُفْضِحاتِ الْقاہِرَہ

اے رب! ہمارے نور کو محشر میں مکمل کر دے — اور ہمیں رسوا کرنے والے قہروں سے نجات دے

یارِ شب را روزِ مہجوری مدہ — جانِ قربت دیدہ را دوری مدہ

رات کے دوست کو فراق کا دن نہ دے — قربت دیکھی ہوئی جان کو دوری نہ دے

بُعدِ تو مرگیست با درد و نکال — خاصہ بُعدے کاں بود بعد الوصال

تیری دوری، درد اور عذاب سے بھری ہوئی موت ہے — خصوصاً وہ دُوری جو وصال کے بعد ہو

آنکہ دیدستت مکن نادیدہ اش — آب زن بر سبزۂ بالیدہ اش

جس نے تجھے دیکھا ہے اُسکو اَن دیکھا نہ بنا — اُس کے اُگے ہوئے سبزے پر پانی چھڑک دے

---

[1] پس۔ یہ چونکہ ایجادِ عالم آنحضورؐ سے محبت کی وجہ سے فرمائی گئی اسی لئے شبِ معراج میں آنحضورؐ سے یہ فرمایا "لَوْلاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ" اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو نہ پیدا کرتا۔ ایں قضا۔ عالم کا حکم سب انسانوں پر حاکم ہے۔ بر قضا۔ لیکن حاکم کا حکم شاہد کے تابع ہوتا ہے۔ شد۔ آنحضورؐ عام بشریت کے اعتبار سے قضا کے محکوم تھے لیکن چشمِ بصیرت کی وجہ سے شاہد اور گواہ بنے تو آپ کو اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار سے اپنے فیصلہ کا حکم بنا دیا ہے۔

[2] عارف۔ پہلے فرمایا تھا کہ عارف مخلوق کی امان کا سبب ہوتا ہے اب اسی مناسبت سے فرماتے ہیں، عارف یعنی انبیاء اور اولیاء اللہ نے معروف یعنی حضرت حق سے بہت سی درخواستیں کی ہیں جن کا مولانا ذکر فرماتے ہیں۔ از اشارتہای۔ ہمارا دل ہمیں بھلائی کے اشارے کرتا ہے لیکن ہم اُن کو نہیں سمجھ پاتے ہیں یعنی بسا اوقات اُن پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ اے۔ خدا ہمیں ہر وقت دیکھتا ہے ہم اسکو نہیں دیکھ پاتے کیونکہ سبب یعنی عالمِ اسباب کی مشغولیت ہمارے لئے پردہ بن گئی ہے۔ چشمِ من۔ مشاہدہ کے بھی مراتب ہیں عارف باوجود مشاہدہ کے اور اعلیٰ مرتبہ کیلئے دعا کرتا ہے۔

[3] لطفِ تو۔ تو انعام میں منتہی ہے اور تیرا یہ لطف ایک درجہ کا مشاہدہ ہو گیا ہے جو مجھے حاصل ہے لیکن تیری عطا کا کمال یہ ہے کہ مجھے مزید مراتب عطا کر دے۔ ساہرہ۔ یعنی محشر کی زمین۔ یارِ شب۔ تو نے جب دنیا میں کرم فرمایا تو آخرت میں بھی کرم فرما دے یارِ شب اُس عارف شب بیدار کی طرف تلمیح ہے۔ بُعد۔ وصال کے بعد فراق بڑی مصیبت ہے۔ آنکہ۔ جسکو ایکبار دیدار حاصل ہو چکا ہے اُسکو اب دیدار سے محروم نہ کر بلکہ اُسکے سبزۂ دید میں اور بالیدگی فرما دے۔

منؔ نکردم لاابالی در روش — تو مکن ہم لاابالی در خلش

میں نے رَوش میں لاپروائی نہیں کی — تو بھی عذاب میں لاپروائی نہ برت

ہیں مراں از روی خود او را بعید — آنکہ او یک بار آں روی تو دید

خبردار! اپنے چہرے سے اُس کو دور نہ کر — جس نے ایکبار تیرا چہرہ دیکھ لیا ہے

دید روی جز تو شد غلّ گلو — کُلُّ شَیْءٍ مَا سِوَی اللہِ بَاطِلٌ

تیرے غیر کے چہرے کا دیدار گلے کا طوق ہے — اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے

باطلند و می نمایندم رَشَد — زانکہ باطل باطلاں را می کشد

وہ باطل ہیں اور مجھے خوبی دکھاتی ہیں — کیونکہ باطل باطلوں کو کھینچتا ہے

ذرہ ذرہ کاندریں ارض و سماست — جنسِ خود را ہر یکے چوں کہرباست

ایک ایک ذرہ جو اس زمین اور آسمان میں ہے — اپنی جنس کے لئے کہربا جیسا ہے

معدہ ناں را می کشد تا مستقر — می کشد مر آب را تفِ جگر

معدہ، روٹی کو ٹھہراؤ کی جگہ تک کھینچتا ہے — جگر کی حرارت پانی کو کھینچتی ہے

چشم جذّابِ بتاں زیں کوبہا — مغز جویاں از گلستاں بوہا

آنکھ اُن کوچوں سے معشوقوں کو کھینچنے والی ہے — دماغ، چمنوں سے خوشبوؤں کا جویاں ہے

زانکہ حسِّ چشم آمد رنگ کش — مغز و بینی می کشد بوہای خوش

کیونکہ آنکھ کی حس رنگ کو کھینچنے والی ہے — دماغ اور ناک عمدہ خوشبوؤں کو کھینچتے ہیں

زیں کششہا اے خدای رازداں — تو بجذبِ لطف خودماں دہ اماں

اے رازوں کو جاننے والے خدا! اِن کششوں سے — تو اپنی مہربانی کی کشش کے ذریعہ ہمیں امن دیدے

غالبی بر جاذباں اے مشتری — شاید ار درماندگاں را واخری

اے خریدار! تو کششوں پر غالب ہے — مناسب ہوگا اگر تو بچھڑے ہوؤں کو خریدے

رو بشہ آورد چوں تشنہ بابر — آنکہ بود اندر شبِ قدر آں چو بدر

اُس نے سلطان کی جانب منہ کیا جس طرح پیاسا ابر کیجانب — جو کہ شب قدر میں، بدر کی طرح تھا

چوں لسان و جانِ او بود آنِ او — آنِ او با او بود گستاخ گو

کیونکہ اُس کی زبان اور جان اُس سے وابستہ تھی — اُس سے متعلق، اُس سے جرأت سے بات کرنیوالا ہوگا

گفت ما گشتیم چوں جاں بندِ طیں — آفتابِ جاں توئی در یومِ دیں

اُس نے کہا ہم ایسے ہوگئے ہیں جیسے کہ جان مٹی کی قیدی — بدلہ کے دن تو جان کا سورج ہے

۱؎ من نکردم۔ میں نے تجھ سے کسی وقت استغنار نہیں برتا تو بھی مجھ سے استغنا نہ برت جسکو دیدار کا قرب حاصل ہو چکا ہے اب اُسکو محروم نہ کر۔ دید۔ تیرے سوا کو دیکھنا وبالِ جان ہے کیونکہ تیرے سوا ہر چیز لغو اور فانی ہے۔ باطلند۔ چونکہ میں خود باطل ہوں اسلئے یہ باطل چیزیں مجھے اچھی نظر آتی ہیں اور اپنی طرف کھینچتی ہیں۔

۲؎ ذرہ ذرہ۔ اس عالم کی ہر چیز اپنی ہم جنس کیلئے باعث کشش ہے۔ معدہ۔ معدہ روٹی کو جگر کی گرمی پانی کو کھینچتی ہے۔ چشم۔ معشوق بن سنور کر نکلتے ہیں تاکہ اُنکو کوئی دیکھے تو آنکھ اُنکو کھینچتی ہے دماغ خوشبو کی تلاش کرتا ہے۔ زانکہ۔ آنکھ میں اور رنگ روپ میں مناسبت ہے ناک اور دماغ اور خوشبوؤں میں مناسبت ہے۔ زیں کششہای۔ اِن باطلوں میں جو ہمارے لئے کشش ہے تو اپنی مہربانی کی کشش کے ذریعہ ان کششوں سے ہمیں بچادے۔ غالبی۔ اِن سب کششوں پر تو غالب ہے اگر ہم درماندوں کو تو کھینچے تو تیری کشش کے شایانِ شان ہوگا۔

۳؎ رو بشہ۔ شاہ شناس زرے یعنی شاہ کے عارف چور نے بادشاہ کی طرف اِس طرح رُخ کیا جیسا کہ پیاسا ابر کی طرف کرتا ہے۔ آنکہ۔ اُس شاہ کیطرف جو شب قدر کا چودھویں کا چاند تھا۔ چوں۔ چونکہ اُسکی اور شاہ کی جان پہچان تھی اسلئے درخواست میں اُسنے جرأت سے کام لیا۔ گفت۔ اِس شاہ شناس نے عرض کیا ہم اسوقت مقید

وقت آں شد اے شہِ مکتوم سیر — کز کرم ریشے بجنبانی بخیر
اے مخفی رفتار کے سلطان! اس کا وقت آگیا — کہ تو کرم کر کے بھلائی کے لئے داڑھی ہلادے

ہر یکے خاصیتِ خود وانمود — آں ہنرہا جملہ بدبختی فزود
ہر ایک نے اپنی خاصیت دکھائی — اُن سب ہنروں نے بدبختی بڑھائی

آں ہنرہا گردنِ مارا بہ بست — زاں مناصب سرنگونساریم و پست
اُن ہنروں نے ہماری گردن باندھ دی — ان منصبوں سے ہم اوندھے اور پست ہیں

آں ہنر فی جیدہا حبلٌ مسد — روزِ مُردن نیست زاں فنہا مدد
وہ ہنر اس کی گردن میں مونج کی رسی ہے — مرنے کے دن اُن فنوں سے مدد نہیں ہے

جز ہماں خاصیتِ آں خوش حواس — کہ بشب بُد چشمِ اُو سلطاں شناس
اس بہترین حواس والے کی اُس خصوصیت کے علاوہ — کہ اس کی آنکھ رات میں سلطان کو پہچاننے والی تھی

آں ہنرہا جملہ غولِ راہ بود — غیرِ چشمے کو ز شاہ آگاہ بود
وہ سب ہنر راستہ کے چھلاوہ تھے — بجز اُس آنکھ کے جو سلطان سے آگاہ تھی

شاہ را شرم آمد از وے روزِ بار — کہ بشب بر روئے شہ بودش نظار
باریابی کے دن سلطان کو اس سے شرم آگئی — اِس لئے کہ رات میں سلطان کے چہرہ پر اسکی نظر تھی

واں سگِ آگاہ از شاہِ وداد — خود سگِ کہفش لقب باید نہاد
وہ کتا جو محبوبِ سلطان سے واقف تھا — اُس کا لقب خود سگِ کہف رکھنا چاہیئے

خاصیت در گوش ہم نیکو بود — کو ببانگِ سگ ز شیر آگہ شود
کان کی خاصیت بھی بھلی تھی — کیونکہ وہ کتے کی آواز سے شیر سے آگاہ تھا

سگ چو بیدار ست شب چوں پاسباں — بیخبر نبود ز شب خیزِ شہاں
کتا جب رات کو محافظ کی طرح بیدار ہے — وہ شاہوں کی شب خیزی سے بے خبر نہیں ہے

ہیں ز بدناماں نباید ننگ داشت — ہوش بر اسرارِ شاں باید گماشت
خبردار! بدناموں سے ذلت محسوس نہ کرنی چاہیئے — اُن کے رازوں پر ہوش مسلط رکھنا چاہیئے

ہر کہ اُو یکبار خود بدنام شد — خود نباید نام جُست و خام شد
جو خود ایک بار بدنام ہوگیا ہو — خود نام ڈھونڈنا اور خام نہ ہونا چاہیئے

اے بسا زر کہ سیہ تابش کنند — تا شود ایمن ز تاراج و گزند
اے زرطلب! بہت سا سونا جو اسکو سیاہ رنگ کردیتے ہیں — تاکہ وہ لوٹ اور نقصان سے محفوظ ہوجائے

لہ وقت۔ اب اس کا وقت آگیا ہے کہ آپ اپنی داڑھی کی خاصیت ... ... دکھا کر ہمیں قید سے رہائی دلادیں۔ آں ہنرہا۔ دوسرے ساتھیوں کے ہنر تو ہماری قید کا باعث بنگئے۔ مناصب۔ عہدے فی جیدہ۔ یہ آیت پوری فی جیدہا حبلٌ من مسد۔ اس کی گردن میں مونج کی رسی ہے ابولہب کی بیوی کے بارے میں ہے۔ جز ہماں۔ اور چوروں کی جو خصوصیات تھیں وہ سب تباہی اور قید کا سبب بنیں صرف اس چور کی خصوصیت کام آئی جو رات کے دیکھے ہوئے کو دن میں پہچان لیتا ہے۔

لہ غیرِ چشمے۔ وہ آنکھ کام آئی جس نے بادشاہ کو پہچان لیا تھا۔ شاہ۔ بدلہ کے دن بادشاہ کو اسکو سزا دیتے ہوئے شرم آگئی۔ بار۔ بارگاہ۔ واں سگ جس کتے نے بادشاہ کو پہچان لیا تھا وہ کتا بھی اس قابل ہے کہ اسکو اصحاب کہف کا کتا کہا جائے۔ خاصیت جو چور کتے کی آواز کو سنکر سمجھ لیتا تھا اسکی خاصیت بھی اچھی تھی اسلئے کہ اس سے اسکو شیر یعنی شاہ سے آگاہی حاصل ہوئی۔ سگ۔ اب مولانا ایک مستقل مضمون بیان فرماتے ہیں کہ کتا جو شب بیداری کرتا ہے وہ شب خیزوں سے واقف ہو جاتا ہے اور یہ کتے میں ایک خوبی ہوئی۔

سلہ ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ کتے جیسے بدنام جانور سے بھی بالکل نفرت کرنا مناسب نہیں اسکے پوشیدہ اچھے اوصاف پر نظر رکھنی چاہیئے۔ ہر کہ او۔ اگر کوئی بدنام ہوگیا ہے تو کسی کو بھی اسکا

[51] ہر کسے کے پے بَرَد در سِرِّ ما — بازکُن دو چشم سُوئے ما بیا

ہر شخص ہمارے راز کا کب پتہ لگا سکتا ہے — دونوں آنکھیں کھول ہماری جانب آجا

قصۂ آں گاوِ بحری کہ گوہرِ کاویانی از قعرِ دریا برآوردہ

اُس سمندری بیل کا قصہ جو ایک قیمتی گوہر دریا کی گہرائی سے نکال کر

شب بر ساحلِ دریا نہد و در دُرخش و تابِ آں می چَرَد

رات کو دریا کے کنارے پر رکھتا ہے اور اُس کی روشنی اور چمک میں چرتا ہے

و بازرگان از کمین بیروں آید چوں گاو از گوہر دور تر

اور تاجر گھات سے باہر آتا ہے جب بیل گوہر سے زیادہ دُور چلا

رفتہ باشد بازرگان بلجم و بارگلِ تیرہ گوہر را پوشاند و

جاتا ہے تاجر تلچھٹ اور کالی مٹی سے چھپا دیتا ہے اور درخت

بر درخت گریزد

پر بھاگ جاتا ہے

[52] گاوِ آبی گوہر از بحر آورد — بنہد اندر مَرج و گردش می چَرَد

دریائی بیل، سمندر سے گوہر لاتا ہے — چراگاہ میں رکھتا ہے اور اُس کے گرد چرتا ہے

در شعاعِ نورِ گوہر گاوِ آب — می چَرَد از سُنبل و سوسن شتاب

دریائی بیل، گوہر کے نور کی شعاع میں — جلد سنبل اور سوسن چرتا ہے

زاں فگندہ گاوِ آبی عنبر ست — کہ غذایش نرگس و نیلوفر ست

اسی لئے دریائی بیل کا فضلہ عنبر ہے — کہ اُس کی غذا نرگس اور نیلوفر ہے

[53] ہر کہ باشد قوتِ اُو نورِ جلال — چوں نزاید از لبش سحرِ حلال

جس کی روزی اللہ تعالیٰ کا نور ہے — اُس کے ہونٹ سے حلال جادو کیوں نہ پیدا ہوگا؟

ہر کہ چوں زنبور وحیستش نقل — چوں نباشد خانۂ اُو پُر عسل

شہد کی مکھی کی طرح جس کی غذا وحی ہو — اُس کا گھر شہد سے پُر کیوں نہ ہوگا؟

می چَرَد در نورِ گوہر آں بقر — ناگہاں گردد ز گوہر دُور تر

وہ بیل گوہر کے نور میں چرتا ہے — اچانک گوہر سے بہت دُور ہو جاتا ہے

تاجرے بر دُر نہد وحلِ سیاہ — تا شود تاریک مَرج و سبزہ گاہ

ایک تاجر موتی پر کالی کیچڑ رکھ دیتا ہے — تاکہ چراگاہ اور سبزہ زار تاریک ہو جائے

---

۵۱ ہر کسے۔ دریا معرفت زبانِ حال سے کہتا ہے کہ ہر شخص میرے راز کو نہیں سمجھتا ہے تو میرے پاس آکر دیکھ تب راز سمجھے گا۔ قصہ۔ اِس قصہ سے یہی بتایا ہے کہ اُس سمندری موتی کو دریائی بیل نہ پہچان سکا اسلئے کہ اُس کی نظر ظاہر پر رہی تاجر اُس کے باطن سے واقف تھا لہٰذا وہ اُس کو لے گیا۔ کاویانی۔ کاوہ لوہار کی چیتے کی کھال کو فریدوں نے اپنا جھنڈا بنایا اور ضحاک کے مقابلہ میں کامیاب ہوا تو اُس کو زر و جواہر سے مرصع کر کے اپنا جھنڈا تیار کیا جس کو درفشِ کاویانی کہا جاتا تھا، پھر کاویانی قیمتی چیز کو کہا جانے لگا۔

۵۲ گاوِ آبی۔ سمندری بیل۔ مَرج۔ چراگاہ۔ زاں۔ مولانا نے عنبر کو دریائی بیل کا گوبر قرار دیا ہے کچھ لوگوں نے اُسے عنبر مچھلی کا فضلہ قرار دیا ہے کچھ سمندری چشمے کی پیداوار مانتے ہیں اور بعض لوگ دریائی گھاس سمجھتے ہیں۔

۵۳ ہر کہ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح دریائی بیل کا خوشبودار چیزوں کے کھانے کا نتیجہ خوشبودار ہے اِسی طرح اگر کوئی ذکر اللہ کے نور کی روحانی غذا حاصل کرے گا تو اُس کی زبان سے سحرِ حلال یعنی موثر کلام صادر ہوگا۔ ہر کہ۔ جو شخص وحیِ الٰہی سے خوراک حاصل کریگا اُس کا گھر یعنی منہ شہد سے کیوں نہ پُر ہوگا۔ وَحَل۔ کیچڑ۔

پس گریزد مردِ تاجر بر درخت ۔ گاو جویاں مَرو را باشاخ سخت

پھر تاجر شخص، درخت پر بھاگ جاتا ہے ۔ بیل اُس کو سخت سینگ سے ڈھونڈتا ہے

بیست بار آں گاو تازد گردِ مرج ۔ تا کند آں خصم را در شاخ درج

وہ بیل بیسں مرتبہ چراگاہ کے گرد دوڑتا ہے ۔ تاکہ اُس مخالف کو سینگ میں پیندھ لے

چوں ازو نومید گردد گاوِ نر ۔ آید آنجا کہ نہادہ بد گہر

جب بیل اُس سے نا اُمید ہو جاتا ہے ۔ اُس جگہ آتا ہے جہاں گوہر رکھا تھا

وحل بیند فوق دُرِّ شاہوار ۔ پس ز طیں بگریزد او ابلیس وار

دُرِ شہوار پر کیچڑ دیکھتا ہے ۔ وہ شیطان کی طرح مٹی سے بھاگ جاتا ہے

کاں بلیس از تنِ طیں کور و کرست ۔ گاو کے داند کہ در گِل گوہرست

کیونکہ شیطان مٹی کے درمیان سے اندھا اور بہرا ہے ۔ بیل کیا جانے کہ مٹی میں گوہر ہے؟

اِہْبِطُوا افگند جاں را در حضیض ۔ از نمازش کرد محروم آں محیض

"نیچے اُترو" نے جان کو پستی میں ڈال دیا ۔ حیض نے، اُس کو نماز سے محروم کر دیا

اے رفیقاں زیں مقیل و زاں مقال ۔ اِتَّقُوا اِنَّ الْہَوٰی حَیْضُ الرِّجَال

اے ساتھیو! اس نیند اور اُس قول سے ۔ بچو، نفسانی خواہش مَردوں کا حیض ہے

اِہْبِطُوا افگند جاں را در بدن ۔ تا بگِل پنہاں بود دُرِّ عدن

"تم نیچے اُترو" نے جان کو جسم میں ڈال دیا ۔ تاکہ عدن کا موتی مٹی میں چھپ جائے

تاجرش داند و لیکن گاو نے ۔ اہلِ دل دانند ہر گِل کاونے

اس کو تاجر جانتا ہے، نہ کہ بیل ۔ اہلِ دل جانتے ہیں، نہ کہ ہر مٹی کھودنے والا

ہر گِلے کاندر دلِ او گوہریست ۔ گوہرش غمّازِ طینِ دیگریست

جس مٹی کے دل کے اندر گوہر ہے ۔ اُس کا گوہر دوسری مٹی کا مخبر ہے

واں گِلے کز رشِّ حق نورے نیافت ۔ صحبتِ گِلہائے پُر دُر بر نتافت

وہ مٹی جس نے اللہ (تعالیٰ) کے نور سے چھڑکاؤ حاصل نہ کیا ۔ وہ موتیوں سے پُر مٹی کی صحبت برداشت نہ کر سکی

ایں سخن پایاں ندارد موشِ ما ۔ ہست بر لبہائے جُو بر گوشِ ما

یہ بات آخیر نہیں رکھتی، ہمارا چوہا ۔ نہر کے کناروں پر ہمارے کان میں ہے

رجوع کردن بقصّہ طلب کردن آں موش آں چغز را از لبِ جو

اُس چوہے کے اُس مینڈک کو نہر کے کنارے سے طلب کرنے کے قصہ کی طرف واپسی

۱ؐ پس گریزد۔ وہ جوہری تاجر اُس گوہر کو کیچڑ میں دبا کر درخت پر چڑھ گیا۔ شاخ سخت مضبوط سینگ۔ پس ز طیں جس طرح شیطان نے حضرت آدمؑ کے صرف ظاہر کو دیکھا اور اُن سے گریز کیا اسی طرح یہ دریائی بیل اُس گوبر کے اوپر کی مٹی کو دیکھ کر گریز کرتا ہے۔ کاں بلیس۔ شیطان حضرت آدمؑ کے باطنی اوصاف سے اندھا بہرا تھا اسی طرح بیل یہ نہ سمجھا کہ اس مٹی کے اندر گوہر ہے۔ نتن۔ تیر کے پر اور میان کا درمیانی حصّہ۔

۲ؐ اِہْبِطُوا۔ عوام کی روح کو تکوینی اعتبار سے "نیچے اُترو" کے حکم نے پستی میں ڈال دیا پھر گناہوں کے ارتکاب نے اُس کو اور بدتر کر دیا۔ زیں مقیل۔ یعنی خوابِ خرد۔ مقال۔ یعنی موجب گناہ۔ حیضُ الرِّجال۔ نفسانی خواہش انسان کو نماز یعنی قربِ الٰہی سے محروم کر دیتی ہے۔ اِہْبِطُوا۔ عالمِ بالا سے روح کا جسم میں آنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عدنی موتی کا مٹی میں چھپ جانا۔ تاجرش۔ جب روح جسم میں آگئی تو اب اُسکو جوہری پہچان سکتا ہے عام انسان دنیادار نہیں سمجھ سکتا۔

۳ؐ ہر گِلے۔ جس مٹی میں گوہر ہوتا ہے وہ گوہر والی دوسری مٹی کو بھی پہچان لیتا ہے مشہور ہے دل را دل می شناسد۔ واں گِلے جس جسم پر اللہ کے نور کا چھڑکاؤ نہیں ہے وہ اولیاء کے جسم کی صحبت کو برداشت نہیں

کشیدن اُو سرِ رشتہ تا چغز در آب خبر دار شود از طلبِ اُو

اور اُس کا ڈورے کے سرے کو کھینچنا تاکہ مینڈک پانی میں اسکے ہلانے سے خبردار ہو جائے

آں سرِ رشتۂ[1] عشق رفتہ می کشد
وہ محبت میں گندھا ہوا، ڈورا کھینچتا ہے
بر اُمیدِ وصلِ چغزِ بارَشد
ہدایت یافتہ مینڈک کے وصل کی امید پر

می تنَد بر رشتۂ دل دمبدَم
وہ ہر دم، دل کے ڈورے پر تن رہا ہے
کہ سرِ رشتہ بدست آوردہ اَم
کہ میں نے ڈورے کا سرا ہاتھ میں لے لیا ہے

ہمچو تارے شُد دل و جاں در شہُود
مشاہدہ میں دل اور جان تار کی طرح ہو گئے
تا سرِ رشتہ بمَن رُوی نمُود
تب ڈورے کا سرا مجھے نظر آیا

چوں غرابُ البین آمد ناگہاں
اچانک جب فراق کا کوا آیا
در شکارِ مُوش و بُردش زاں مکاں
چوہے کو شکار کرنے کیلئے، اور اُسکو اُس جگہ سے لے گیا

چوں برآمد بر ہوا مُوش از غراب
کوّے کیوجہ سے جب چوہا فضا میں پہنچا
مُنسحَب شد چغز نیز از قعرِ آب
مینڈک بھی پانی کی گہرائی سے کھنچ گیا

مُوش در منقارِ زاغ و چغز ہم
چوہا کوّے کی چونچ میں اور مینڈک بھی
در ہوا آویختہ پا در رَتم
پاؤں ڈورے میں بندھا فضا میں معلق

خلق[2] می گفتند زاغ از مکر و کید
لوگ کہہ رہے تھے کوّے نے مکر اور چالاکی سے
چغزِ آبی را چگونہ کرد صید
پانی کے مینڈک کو کس طرح شکار کر لیا؟

چوں شُد اندر آب و چونش در ربُود
وہ پانی میں کیسے گیا اور اُسکو کیسے اچک لیا؟
چغزِ آبی کے شکارِ زاغ بُود
پانی کا مینڈک کوّے کا شکار کب تھا؟

چغز گفتا ایں سزای آں کسے
مینڈک نے کہا یہ اُس کی سزا ہے
کو چو بے آباں قسو جُفتِ خسے
جو بے آبروؤں کی طرح کمینہ کا ساتھی بنے

اے فغاں از یارِ ناجنس اے فغاں
فریاد ہے ناجنس دوست سے، فریاد ہے
ہمنشینِ نیک جوئید اے مہاں
اے بزرگو! نیک ساتھی تلاش کرو

عقل[3] را افغان زِ نفسِ پُر عیُوب
عیبوں بھرے نفس سے عقل کی فریاد ہے
ہمچو بینیِ بدے بر رُوی خوب
جیسے حسین چہرے پر بھدی ناک

عقل می گفتش کہ جنسیت یقیں
عقل اُس سے کہتی تھی کہ یقیناً ہم جنس ہونا
از رہِ معنیٰ ست نے از آب و طیں
اوصاف کے لحاظ سے ہے نہ پانی اور مٹی سے

---

[1] سرِ رشتۂ عشق۔ محبت میں چور یعنی چوہا۔ می تند۔ وہ اس پر غرور اور ناز کر رہا تھا۔ سرِ رشتہ۔ یعنی محبت کا ایک ذریعہ۔ ہمچو۔ دیدار کے مطالعہ میں میرا دل اور جان تار کی طرح ہو گئے تھے اب ایک ذریعہ ہاتھ آیا ہے۔ چوں۔ اب اِس ڈورے کا انجام ذکر کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ فراق کا کوا آیا اور چوہے کو اِس جگہ سے اڑا لے گیا۔ غرابُ البین۔ جدائی کا کوا، کوّے کے بولنے کو دوستوں کی جدائی کی علامت مانا جاتا ہے۔ چوں۔ جب کوا چوہے کو لیکر اڑا تو مینڈک بھی پانی کی گہرائی سے کھنچ آیا۔ رتم۔ وہ ڈورا جو ہاتھ کی انگلی میں بطور یادگار کے باندھا جاتا ہے۔

[2] خلق۔ لوگ اِس واقعہ کو دیکھکر کہہ رہے تھے کہ کوّے نے پانی کے مینڈک کو کسطرح شکار کر لیا۔ چوں۔ کوا پانی میں کیسے گھسا، پانی کا مینڈک تو کوّے کا شکار نہیں بنتا ہے۔ چغز۔ مینڈک نے کہا جو بے آبروؤں کیطرح کسی کمینہ کا ساتھی بنے اُسکی یہی سزا ہے۔ اے فغاں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ناجنس کی صحبت سے بچو اور ہم جنس یعنی نیک کی صحبت تلاش کرو۔

[3] عقل۔ ہم جنس سے مراد یہ ہے کہ اوصاف میں باہمی شرکت ہو، عقل اور نفس تقریباً ہم جنس ہیں لیکن اوصاف دونوں کے جدا ہیں لہٰذا عقل، بُرے نفس سے فریاد کرتی ہے جسطرح حسین چہرہ بھدی ناک

ہے۔ عقل۔ عقل نفس سے کہتی ہے کہ ہم جنس ہونا اوصاف کی مناسبت سے ہوتا ہے پانی اور مٹی سے نہیں۔

هین مشو صورت پرست و این[1] مگو — سرِّ جنسیت بصورت در مجو
خبردار! تو صورت پرست نہ بن اور یہ نہ کہہ — ہم جنس ہونے کی حقیقت صورت میں تلاش نہ کر

صورت آمد چون جماد و چون حجر — نیست جامد را ز جنسیت خبر
صورت جماد اور پتھر کی طرح ہے — جامد کو ہم جنس ہونے کا پتہ نہیں ہے

جان چو مور و تن چو دانہ گندمے — می کشاند سو بسویش ہر دمے
جان چیونٹی کی طرح اور جسم گیہوں کے دانہ کیطرح ہے — وہ اُس کو ہر وقت اِدھر اُدھر کھینچتی ہے

مور داند کان حبوب مرتہن — مستحیل و جنسِ من خواہد شدن
چیونٹی سمجھتی ہے کہ قبضہ کے دانے — تبدیل اور میری جنس ہوجائیں گے

آن یکے مورے گرفت از راہ جو — مورِ دیگر گندمے بگرفت و دو
ایک چیونٹی نے راستہ میں سے جَو لے لیا — دوسری نے گیہوں اور بھاگتا لے لیا

جو سوئے گندم نمی تازد ولے — مور سوئے مور می آید بلے
جو گیہوں کی طرف نہیں دوڑتا لیکن — ہاں چیونٹی چیونٹی کی جانب آرہی ہے

رفتنِ[2] جو سوئے گندم تابع ست — مور را بیں کو بجنسش راجع ست
جو کا گیہوں کی جانب جانا تابع ہے — چیونٹی کو دیکھ کہ وہ اپنی جنس کی طرف پلٹ رہی ہے

تو مگو گندم چرا شد سوئے جو — چشم را بر خصم نہ نے بر گرو
تو یہ نہ کہہ کہ گیہوں جو کی جانب کیوں گیا؟ — نظر مقابل پر رکھ، نہ کہ گروی پر

مورِ اسود بر سرِ لبدِ سیاہ — مور پنہاں دانہ پیدا پیشِ راہ
کالی چیونٹی سیاہ نمدے پر — چیونٹی مخفی ہوگی، دانہ راستے کے سامنے ظاہر ہوگا

عقل گوید چشم را نیکو نگر — دانہ ہرگز کے رود بے دانہ بر
عقل آنکھ سے کہتی ہے، غور کر لے — دانہ بغیر دانہ لیجانے والے کے کبھی نہیں چلتا

زیں[3] سبب آمد سوئے اصحاب کلب — ہست صورتہا حبوب و مور قلب
اسی سبب سے کتا اصحاب کی جانب آیا — صورتیں دانہ ہیں اور دل چیونٹی ہے

زاں شود عیسیٰ سوئے پاکانِ چرخ — بُد قفسہا مختلف یک جنس فرخ
اسی لئے عیسیٰ آسمان کے قدسیوں کی جانب جاتے ہیں — پنجرے مختلف تھے، چوزے ایک جنس کے تھے

اصل ہم جنسیت اوصاف کے اعتبار سے ہے نہ کہ صورت کیوجہ سے اسی لئے اصحاب کہف کے کتے کی کشش اصحاب کہف کی طرف تھی صورتوں کو دانہ سمجھ اور دل اور اوصاف باطنی کو چیونٹی سمجھ۔ زاں شود۔ حضرت عیسیٰ اور ملائکہ میں اوصاف کے اعتبار سے ہم جنسیت تھی۔ قفسہا۔ یعنی اجسام۔ فرخ۔ یعنی روح۔

[1] این مگو۔ صورت کی مشابہت سے ہم جنس ہونے کا قائل نہ بن۔ صورت۔ صورت ایک بے جان چیز ہے اسمیں جنسیت کا احساس نہیں ہے جان۔ جسم میں احساس اور حرکت جان کیوجہ سے ہے جیسا کہ گیہوں کے دانے میں حرکت چیونٹی کیوجہ سے ہوتی ہے جو اُس کو لیجارہی ہے۔ مور داند۔ چیونٹی کی دانہ کیطرف کشش بھی جنسیت کیوجہ سے ہے کیونکہ وہ ہضم ہوکر اُس کا ہم جنس بنجاتا ہے۔ آن یکے۔ ایک چیونٹی نے راستہ میں جَو کا دانہ لے لیا دوسری نے گیہوں کا دانہ لے لیا اب وہ ایک دوسری کی طرف چلی تو گیہوں کا دانہ جَو کے دانہ کی جانب نہیں دوڑ رہا ہے بلکہ چیونٹی چیونٹی کی جانب دوڑ رہی ہے۔

[2] رفتن جو۔ جو کا گیہوں کے دانہ کیطرف چلنا تبعاً ہے، چیونٹی کو دیکھ لے تو سمجھ میں آجائیگا۔ تو مگو۔ جو اور گیہوں کے دانے کی حرکت کیوجہ سے یہ نہ سمجھ کہ وہ چل رہے ہیں اُن کے بالمقابل جو چیز ہے یعنی چیونٹی اُسکو دیکھ یہ تو اُسکے قبضہ میں ہیں۔ مور اسود۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چیونٹی تو نظر نہیں آتی وہ کالے نمدے پر چل رہی ہے اور دانہ چلتا ہوا نظر آتا ہے عقل۔ تو عقل سے سمجھ لے کہ دانہ کو لیجانے والی چیونٹی ہر جو چل رہی ہے۔

[3] زیں سبب۔ چونکہ

اینؔ قفس پیدا و آں فرخش نہاں
یہ پنجرا ظاہر اور اس کا چوزہ پوشیدہ ہے

بے قفس کش کے قفس گردد رواں
پنجرا بغیر پنجرا کھینچنے والے کے کہاں چلتا ہے؟

اے خنک چشمے کہ عقلستش امیر
اے (مخاطب) وہ آنکھ ٹھنڈی ہے عقل جس کی حاکم ہو

عاقبت بیں باشد و حبر و قریر
انجام کو دیکھنے والی اور عالم اور ٹھنڈی ہو

فرقِ زشت و لغز از عقل آورید
بُرے اور بھلے کا عقل سے فرق کرو

نے ز چشمے کز سیہ گفت و سپید
نہ کہ آنکھ سے، جو سیاہ اور سفید بتاتی ہے

چشم غرہ شد بخضرای دمن
آنکھ کوڑی کے سبزے پر فریفتہ ہوئی

عقل گوید بر محکِ ماش زن
عقل کہتی ہے، اُسکو ہماری کسوٹی پر رگڑ

آفتِ مرغست چشمِ کام بیں
خود غرض آنکھ، پرند کی تباہی ہے

مخلصِ مرغست عقلِ دام بیں
جال کو دیکھنے والی آنکھ پرند کو نجات دینے والی ہے

دامِ دیگر بُد کہ عقلش در نیافت
ایک دوسرا جال تھا جس کو عقل نہ محسوس کر سکی

وحیِ غائب بیں بداں سو زاں شتافت
غیب کو دیکھنے والی وحی اسوجہ سے اُس جانب دوڑی

جنس و ناجنس از خرد تانی شناخت
تو جنس اور ناجنس کو عقل سے پہچان سکتا ہے

سوی صورتہا نشاید زود تاخت
جلدی سے صورت کی طرف نہ دوڑنا چاہیئے

نیست جنسیت بصورت لی و لک
میرے اور تیرے لئے جنسیت صورت سے نہیں ہے

عیسیٰ آمد در بشر جنسِ ملک
عیسیٰ انسانوں میں فرشتے کی جنس تھے

برکشیدش فوقِ ایں نیلی حصار
اُن کو اِس نیلے قلعہ پر کھینچ لیا

مرغ گردونی چو چغزش زاغ وار
آسمانی پرندنے اُس چوہے کو کوے کی طرح

قصۂ[3] عبدالغوث و ربودن پریاں اُورا و سالہا درمیانِ پریاں
عبدالغوث کا قصہ اور اُس کو پریوں کا لے جانا اور سالوں پریوں

ساکن شدن و بعد ازاں بشہر خود باز آمدن و فرزنداں را دیدن
میں رہنا اور اُس کے بعد اپنے شہر میں آجانا اور اولاد کو دیکھنا

و از پریاں ناشکیفتن بحکمِ جنسیت و ہمدلی با ایشان
اور پریوں سے صبر نہ کرنا اُن کے ساتھ ہم جنس اور ہمدل ہونے کی وجہ سے

بُود عبدالغوث ہم جنسِ پری
عبدالغوث پری کا ہم جنس تھا

چوں پری نہ سال در پنہاں پری
پری کی طرح نو سال تک مخفی پرواز میں تھا

---

[1] اینؔ قفس. جسم ظاہر ہے رُوح مخفی ہے لیکن سمجھ لے کہ جسم رُوح ہی کی وجہ سے حرکت میں ہے۔ اے خنک. آرام سے وہی ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ حبر. عالم۔ قریر. ٹھنڈا۔ فرق. بھلے بُرے میں عقل ہی تمیز کر سکتی ہے آنکھ تو صرف ایک روپ کو دیکھتی ہے۔ چشم. آنکھ کوڑی کے سبزے پر مائل ہو جاتی ہے عقل جان لیتی ہے کہ اسکی تہ میں کیا ہے۔

[2] آفت. جو پرند عقل سے کام نہ لے صرف آنکھ سے دیکھے وہ جال میں پھنس جاتا ہے۔ دامِ دیگر. کچھ باتیں ایسی ہیں کہ وہاں یہ عقلِ جزوی کام نہیں دیتی ہے صرف وحیِ الٰہی رہبری کرتی ہے۔ جنس. جنسیت کا مدار جبکہ باطنی اوصاف پر ہے تو اُسکو عقل پہچان سکتی ہے نہ کہ آنکھ۔ نیست. محض صورت کے اعتبار سے جنسیت نہیں ہے، ورنہ حضرت عیسیٰ جنسِ بشر ہوتے فرشتہ کی جنس نہ ہوتے۔ برکشیدش. اللہ تعالیٰ نے اُنکو اسی لئے فرشتوں سے ملا دیا۔

[3] قصہ. عبدالغوث کوئی شخص ہے جو اوصاف کے اعتبار سے جن اور صورت کے اعتبار سے انسان تھا وہ انسانوں سے مانوس نہ تھا جنوں میں رہنا پسند کرتا تھا اُسکے بال بچے بھی ہوتے لیکن پھر بھی اُسکا دل پریوں اور جنوں میں لگتا تھا۔ پری. جن۔ در پنہاں پری. یعنی جنوں کیطرح چھپی

مخفی پرواز میں نو سال تک رہا

شُد زنش را نسل از شوی دگر
اُسکی بیوی کے دوسرے شوہر سے اولاد ہوگئی

واں یتیمانش ز مرگش در سَمَر[1]
اور اُس کے یتیم اُس کی موت کی کہانیوں میں تھے

کہ مر اُو را گرگ زَد یا رہزنے
کہ اُسکو بھیڑیئے نے یا ڈاکو نے مار دیا

یا فتاد اندر چہے یا مَکمنے
یا کسی کنویں میں گر گیا، یا کسی پوشیدہ جگہ میں

جُملہ فرزندانش در اَشغال مست
اُس کے تمام لڑکے کاموں میں مست تھے

خود نگفتندے کہ بابائے بُدست
وہ یہ بھی نہ کہتے کہ (اُن کا) کوئی باوا تھا

بعدِ نُہ سال آمد آں ہم عاریہ
وہ نو۹ سال کے بعد بھی عارضی طور پر آیا

گشت پیدا باز شُد متواریہ
ظاہر ہوا، پھر چھپ گیا

یک بیک فرزند و زن را دید باز
اُس نے اچانک اولاد اور بیوی کو دیکھا

گشت پنہاں کس ندیدش باز راز
پوشیدہ ہوگیا اور پھر کسی نے اسکا راز نہ دیکھا

یک مہے مہمان فرزندانِ خویش
ایک مہینہ اپنی اولاد کا مہمان

بُود وزاں پس کس ندیدش رنگ بیش
رہا اور اُسکے بعد اُس کا رنگ سامنے کسی نے نہ دیکھا

بُرد ہمجنسیِ پَریانش چُناں
اُس کو پریوں کی ہم جنسی اِس طرح لے گئی

کہ رُباید رُوح را زخمِ سِناں
جس طرح بھالے کا زخم، روح کو اڑا لیجاتا ہے

چوں بہشتی جِنسِ جنّت آمدست
چونکہ جنتی جنت کی جِنس ہے

ہم ز جِنسیّت شود یزداں پرست
جِنسیت کی وجہ سے، وہ خدا پرست ہوتا ہے

نے[2] نبیؐ فرمود جود و محمدہ
کیا نبیؐ نے نہیں فرمایا کہ سخاوت اور اچھائی کو

شاخِ جنّت داں بدنیا آمدہ
جنت کی شاخ سمجھ، جو دنیا میں آگئی ہے

مہر ہا را جُملہ جنسِ مہر خواں
محبتوں کو تمام تر محبت کی جنس سمجھ

قہر ہا را جُملہ جنسِ قہر داں
ظلموں کو ظلم کی جِنس سمجھ

لا اُبالی لا اُبالی آورد
لاپروا، لاپروا کو لاتا ہے

زانکہ جنس ہم بُوند اندر خرد
کیونکہ وہ عقل میں ہم جنس ہوتے ہیں

بُود[3] جنسیت در ادریسؑ از نجوم
حضرت ادریسؑ میں ستاروں کی جنسیت تھی

ہشت سال اُو با زُحل بُد در قدم
وہ آٹھ سال تک زحل سے ہم رفتار رہے

در مَشارق در مَغارب یارِ اُو
مشرقوں اور مغربوں میں اُس کے یار رہے

ہم حدیث و محرمِ اَسرارِ اُو
اُس کے ہم سخن اور اُس کے رازداں رہے

---

[1] در سَمَر: اُس کے بال بچے اُس کے مرجانے کے قصے بیان کرتے تھے۔ مَکمن۔ چھپنے کی جگہ۔ عاریہ۔ عارضی۔ متواریہ چھپنے والی۔ یک بیک۔ اچانک۔ بچوں کو دیکھنے آیا اور پھر ایسا غائب ہوا کہ اُس کا راز کسی کے سامنے نہ کھلا۔ سِناں۔ بھالا چوں بہشتی۔ جنتی، جنت کا ہم جِنس ہوتا ہے اسی لئے وہ خدا کی عبادت کرکے جنت میں جاتا ہے۔

[2] نے نبیؐ۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے سخاوت جنت کا درخت ہے اُس کی ایک شاخ دنیا میں ہے جو اُسکو پکڑ لیتا ہے وہ جنت میں چلا جاتا ہے۔ مہرہا۔ محبتیں، محبتوں کی ہم جنس اور قہر، قہر کا ہم جنس ہے۔ لاابالی۔ لاپروا، لاپروا کی ہم جنس ہے۔

[3] بود جنسیت۔ حضرت ادریسؑ کو ستاروں سے ہم جنسیت تھی اِسی لئے وہ ساتویں آسمان پر زحل ستارے کے ساتھ آٹھ سال تک رہے، یہ سارا قصہ محض شہرت پر مبنی ہے، قرآن وحدیث میں اُسکا بیان نہیں ہے۔ در مشارق۔ زحل ستارہ مشرق و مغرب میں پہنچتا تھا تو یہ بھی ساتھ ہوتے تھے اور اُس سے باتیں کرتے رہتے اور ہمراز ہوتے تھے۔

بعدِ[۵۱] غیبت چونکہ آورد اُو قدوم — در زمیں می گفت اُو درسِ نجوم
غائب رہنے کے بعد جب اُنکی تشریف آوری ہوئی — وہ زمین پر ستاروں کا درس دیتے تھے

پیشِ اُو اِستارگاں خوش صف زدہ — اختراں در درسِ اُو حاضر شدہ
اُنکے سامنے ستارے عمدہ صف باندھے ہوئے تھے — اُن کے درس میں ستارے حاضر ہوئے

آنچناں نکہ خلق آوازِ نجوم — می شنیدند از خصوص و از عموم
اِس طرح کہ ستاروں کی آواز — خواص اور عوام سنتے تھے

جذبِ جنسیت کشیدہ تا زمیں — اختراں را پیشِ اُو کردہ مُبیں
جنسیت نے زمین تک کھینچ لیا — ستاروں کو اُنکے سامنے بیان کرنے والا بنا دیا

ہر یکے نامِ خود و احوالِ خود — باز گفتہ پیشِ اُو شرحِ رَصَد
ہر ایک اپنا نام اور احوال — اُنکے سامنے (آلات) رصد کی طرح کہدیتا

چیست جنسیت یکے نوعِ نظر — کہ بداں یابند رہ در ہمدگر
جنسیت کیا ہے؟ ایک قسم کی نظر — جس کی وجہ سے ایک دوسرے میں راہ پالیں

آں[۵۲] نظر کہ کرد حق در وَے نہاں — چوں نہد در تُو تُو گردی جنسِ آں
اللہ تعالےٰ نے جو نظر اُس میں پوشیدہ کردی ہے — جب وہ تیرے اندر رکھدے تو اُسکی جنس بنجائے

ہر طرف چہ می کشد تن را نظر — بے خبر را کہ کشاند باخبر
جسم کو ہر طرف کیا چیز کھینچ رہی ہے؟ نظر — بے خبر کو کون کھینچ رہا ہے؟ باخبر

چونکہ اندر مرد خُوئے زن نہد — اُو مخنث گردد و گاں می دہد
جب مرد میں عورت کی عادت رکھدیتی — وہ ہیجڑا بن جائیگا اور مفعول بنے گا

چوں[۵۳] نہد در زن خدا خوئے نر — طالبِ زن گردد آں زن سَعتری
جب اللہ (تعالےٰ) عورت میں مَرد کی خاصیت رکھدے — وہ سَعتری عورت، عورت کی طلبگار بنجاتی ہے

چوں نہد در تو صفاتِ جبرئیلؑ — ہمچو فرخے بر ہوا جوئی سبیل
جب تجھ میں جبرئیلؑ کی صفات رکھدے — تو چوزے کی طرح ہوا میں راستہ ڈھونڈھے

منتظر بنہادہ دیدہ در ہوا — از زمیں بیگانہ عاشق بر سما
ہوا میں آنکھ جمائے، منتظر — زمین سے اجنبی، آسمان پر عاشق

[۵۱] بعدِ غیبت۔ نو سال کے بعد جب وہ زمین پر آگئے تو ستاروں کے اُحوال کا درس دیا کرتے تھے۔ پیشِ اُو۔ ستارے بھی اُن کے درس میں موجود رہتے تھے۔ آنچنانکہ۔ درس میں شریک سب آدمی اُن ستاروں کی آوازیں سنتے تھے۔ جذب۔ ستاروں کو زمین پر حضرت ادریسؑ کی جنسیت کھینچکر لے آئی تھی۔ ہر یکے۔ ہر ستارہ اپنا نام اور حالات بتاتا تھا اور ایسی تشریح کرتا جس طرح رصد سے اُنکے حالات معلوم کیے جاتے ہیں۔ نوعِ نظر۔ جنسیت نظر اور فکر کے اتحاد کا نام ہے۔

[۵۲] آں نظر۔ جب حق تعالےٰ دو روحوں میں ایک سے خیالات پیدا فرما دیتا ہے تو وہ ایک دوسرے کی ہم جنس ہو جاتی ہیں۔ ہر طرف۔ جسم کی کشش نظر و فکر کی وجہ سے ہے۔ بے خبر۔ جسم جو بے خبر ہے اُسکو باخبر روح کھینچتی ہے۔ چونکہ۔ جب مرد میں عورت کے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں تو وہ ہیجڑا بنجاتا ہے اور عورتوں کی طرح اپنے ساتھ جماع کراتا ہے۔

[۵۳] چوں نہد۔ جب کسی عورت میں مردانہ صفات پیدا ہو جاتے ہیں وہ عورتوں کیساتھ جماع کرتی ہے۔ سَعتری وہ عورت جو عورتوں سے جماع کرے۔ صفاتِ جبرئیلؑ۔ جب کسی بشر میں ملکوتیت کا غلبہ ہوتا ہے تو پرندے کے بچے کیطرح ملاءِ اعلیٰ کیطرف پروازکے راستے تلاش کرتا ہے۔ منتظر۔ اُسکا دھیان ملاءِ اعلیٰ کی طرف رہتا ہے اور زمین سے بیزار رہتا ہے۔

چوں نہد در تو صفتہای خری [۵۱] — صد پرت گر ہست بر آخر پری

جب تیرے اندر گدھے کی صفات رکھ دے — اگر تیرے سو پر ہیں طویلہ پر اُڑے گا

از پئے صورت نیامد موش خوار — از خبیثی شد زبون موش خوار

چوہا صورت کی وجہ سے ذلیل نہ بنا — خباثت کی وجہ سے چوہے کھانیوالے کا مغلوب بنا

طعمہ جوی و خائن و ظلمت پرست — از پنیر و فستق و دوشاب مست

لقمہ کی جستجو کرنیوالا خائن اور اندھیرے کا پجاری ہے — پنیر اور پستہ اور انگور کے شیرے سے مست ہے

باز اشہب را چو باشد خوئے موش — ننگ موشاں باشد و عار وحوش

سفید باز میں جب چوہے کی خصلت ہو — تو وہ چوہوں کیلئے باعثِ ذلت اور وحشی جانوروں کیلئے عار بنجائے

خوی آں ہاروت و ماروت اے پسر — چوں بگشت و داد شاں خوئے بشر

اے بیٹا! ہاروت و ماروت کی خصلت — جب بدل گئی اور اُن کو انسان کی خصلت دیدی

در فتادند از لنحن الصافون [۵۲] — در چہِ بابل بہ بستہ سر نگون

وہ "بیشک ہم صف بنانیوالے ہیں" سے گرگئے — بابل کے کنویں میں بندھے ہوئے، اوندھے

لوح محفوظ از نظر شاں دور شد — لوحِ ایشاں ساحر و مسحور شد

لوحِ محفوظ اُن کی نظر سے دور ہوگئی — اُن کی لوح، ساحر اور مسحور بن گئی

پر ہماں و سر ہماں ہیکل ہماں — موسیٰ بر عرش و فرعونے مہاں

پَر وہی اور سر وہی، وہی صورت — (حضرت) موسیٰؑ عرش پر اور فرعون ذلیل

در پئے خوباش و با خوش خو نشیں — خو پذیری روغن و گل را ببیں

خصلت کے درپے ہو اور خوش خصلت کے ساتھ بیٹھ — تیل اور پھول کی عادت قبول کرنے کو دیکھ لے

خاکِ گور از مردِ حق یابد شرف [۵۳] — تا نہد بر گورِ او دل روی کف

مردِ خدا سے قبر کی مٹی شرافت پا جاتی ہے — یہاں تک کہ اُس کی قبر پر دل مُنھ اور ہاتھ رکھدیتا ہے

خاک از ہمسائگیِ جسمِ پاک — چوں مشرف آمد و اقبالناک

پاک جسم کی پڑوسی ہونے سے، مٹی — جبکہ شریف اور اقبال والی ہو گئی

پس تو ہم الجار ثم الدار گو — گر دلے داری برو دلدار جو

پس تو بھی "پڑوسی پھر گھر" کہہ — اگر تو دل رکھتا ہے، جا دلدار کی جستجو کر

---

[۵۱] صفاتِ خری۔ اگر انسان میں بہیمیت کا غلبہ ہوتا ہے تو اُس کو ہر وقت کھانے کی فکر رہتی ہے۔ از پئے۔ چوہا صورت کی وجہ سے ذلیل نہیں ہے بلکہ باطنی خباثت کی وجہ سے ذلیل ہے۔ طعمہ جو۔ یہ اُس کی باطنی خباثتیں ہیں فستق۔ پستہ۔ دوشاب۔ انگور کا شیرہ۔ باز اشہب۔ اشہب باز جو نہایت قیمتی ہے اگر اُس میں خباثت پیدا ہو جائے تو وہ چوہوں اور بقیہ وحشی جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ خوی۔ ہاروت و ماروت فرشتے تھے لیکن اُنہیں بشری اوصاف تھے اسی لئے فرشتوں کی صف سے خارج ہوگئے۔

[۵۲] در فتادند۔ فرشتوں کی صفوں سے نکل کر بابل کے کنویں میں سزا میں سرنگوں ہوگئے۔ لنحن الصافون۔ بیشک ہم صف باندھنے والے ہیں یہ فرشتوں کی خصوصیت ہے۔ لوحِ محفوظ۔ پہلے اُن کی نظر لوحِ محفوظ پر رہتی تھی پھر جادو کی لوحوں پر رہنے لگی۔ پر ہماں۔ یعنی دست و بازو۔ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون میں جسمانی جنسیت تھی لیکن اوصاف جداگانہ تھے۔ در پئے۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ جنسیت اوصاف کے اعتبار سے ہے تو تجھے نیکوں کی صحبت حاصل کرنی چاہیئے اور صحبت کی تاثیر دیکھنی ہو تو تیل کو دیکھ لے کہ پھولوں کی صحبت سے اُس میں کیسی خوشبو پیدا ہوجاتی ہے۔

[۵۳] خاکِ گور۔ انسان تو درکنار اگر مٹی بھی بزرگوں کی ہم صحبت ہو جاتی ہے تو اُس میں بزرگی آجاتی ہے، چنانچہ اولیاء کی قبر کی مٹی پر دل قربان ہوتا ہے نمک۔ قبر کی مٹی کو یہ شرافت اُس بزرگ کے جسم کی صحبت سے حاصل ہوگئی۔ الجار۔ مشہور مقولہ ہے کہ گھر لینے سے پہلے پڑوسی کا انتخاب کرو۔ دلدار۔ یعنی ولیِ کامل۔

خاکِ اُو ہم سیرتِ جاں میشود — سُرمہ[۱] چشمِ عزیزاں میشود

اُس کی خاک جان کی ہم سیرت ہو جاتی ہے — معزز لوگوں کی آنکھ کا سُرمہ بن جاتی ہے

اے بسا در گور خفتہ خاک وار — بہ ز صد احیار بنفع و انتشار

اے (مخاطب)، بہت سے مٹی کی طرح قبر میں سوئے ہوئے — نفع اور بشارت حاصل کرنے میں سینکڑوں زندوں سے بہتر ہیں

سایۂ بُود اُو و خاکش سایہ مند — صد ہزاراں زندہ در سایہ وَیند

وہ سایہ تھا اور اُس کی مٹی سایہ دار ہو گئی — لاکھوں زندے، اُس کے سایہ میں ہیں

داستانِ آں مرد کہ وظیفہ داشت در تبریز از محتسب و وی امہا

اُس شخص کی داستان جس کا محتسب کی جانب سے تبریز میں وظیفہ مقرر تھا اور اُس

کردہ بُود بر امیدِ آں وعدہ و وظیفہ و اُو را خبر نبُود از وفاتِ

کے وظیفہ اور وعدے کی اُمید پر اُس نے قرض کر رکھے تھے اور اُس کو محتسب کے مرجانے

محتسب حاصل از ہیچ زندہ وام اُو گزاردہ نشد اِلّا از

کی خبر نہ تھی، نتیجہ یہ ہے کہ کسی زندہ سے اُس کا قرض ادا نہ ہوا مگر وفات

محتسبِ متوفّی گزاردہ شد چنانکہ گفتہ اند — بیت

پائے ہوئے محتسب کی جانب سے ادا ہوا چنانچہ کہا ہے

لَیْسَ[۲] مَنْ مَّاتَ فَاسْتَرَاحَ بِمَیْتٍ — اِنَّمَا الْمَیْتُ مَیِّتُ الْاَحْیَآءِ

جو مر گیا اور اُس نے راحت پالی وہ مُردہ نہیں ہے — مُردہ، زندوں میں کا مُردہ ہے

آں یکے درویش ز اطرافِ دیار — جانبِ تبریز آمد وام دار

مُلک کے اطراف سے، ایک فقیر — قرضدار ہو کر تبریز کی جانب آیا

نہ ہزارش وام بُود از زر مگر — بُود در تبریز بدر الدّیں عُمر

شاید نو ہزار اشرفیاں اُس پر قرض تھیں — تبریز میں، بدرالدین عُمر تھے

محتسب بُود و بدل بحر آمدہ — ہر سرِ مُویش یکے حاتم کدہ

وہ کوتوال تھے اور دل کے دریا تھے — اُن کا ہر بال ایک حاتم خانہ تھا

حاتم[۳] ار بُودے گدائے اُو شدے — سر نہادے خاک پائے اُو شدے

اگر حاتم ہوتا تو اُن کا بھکاری ہوتا — سر رکھ دیتا اور خاکِ پا بن جاتا

گر بدادے تشنہ را بحرِ زلال — در کرم شرمندہ بُودے زاں نوال

اگر وہ پیاسے کو صاف پانی کا سمندر دیدیتے — شرافت کی وجہ سے اُس عطا سے شرمندہ ہوتا

[۱] سُرمہ۔ صاحبِ نسبت کی نسبت، صاحبِ قبر کے فیض سے بڑھ جاتی ہے۔ کہ جبکہ بزرگوں کی قبر سے بھی فیض ہوتا ہے تو زندگی میں اُن کی صحبت کس قدر مفید ہوگی۔ سایہ بود۔ وہ بزرگ انسانوں کے سر کا سایہ تھا اور اب اُس کی قبر سایہ دار ہے جس سے لاکھوں انسان مستفید ہوتے ہیں۔ داستان۔ اِس قصہ میں یہ بتایا ہے کہ اُس سخی سے مرنے کے بعد بھی فیض حاصل ہوا۔ وظیفہ۔ محتسب کے دربار سے اُس کا وظیفہ مقرر تھا۔ گزاردہ نشد۔ وہ قرض وفات یافتہ محتسب سے ہی ادا ہوا۔

[۲] لیس۔ جو شخص قبر میں بھی دوسروں کو فیض پہنچا رہا ہے وہ مُردہ نہیں ہے مُردہ تو وہ زندہ ہے جو بالکل بے فیض ہے۔ دیار۔ مُلک۔ وام۔ قرض۔ نہ۔ اُس پر نو ہزار دینار قرض ہو گئے۔ محتسب۔ اُن کا نام بدرالدین عمر اور عہدہ کوتوال تھا۔ بحر۔ اُن کا دل جود و سخا میں سمندر تھا۔ ہر سرِ مویش۔ اُن کا ہر ہر رونگٹا حاتم طائی کا گھر معلوم ہوتا تھا۔

[۳] حاتم۔ اگر اُس زمانہ میں حاتم طائی زندہ ہوتا تو وہ اُن کا غلام ہوتا۔ گر بدادے۔ اگر وہ پیاسے کو میٹھے پانی کا سمندر بھی دیتے تو اپنی سخاوت کی وجہ سے شرمندہ ہوتے اور اپنی عطا کو حقیر سمجھتے تھے۔

دَر بکردے ذرّہ را مشرقے[۱]
اگر وہ ذرّے کو مشرق بنا دیتے

بُود آں دَر ہمّتش نالائقے
تو وہ بھی اُس کی ہمّت کے لائق نہ تھا

بَر اُمیدِ اُو بیامد آں غریب
وہ پردیسی اُن کی اُمید پر آیا

کُو غریباں را بُدے خویش و نسیب
کیونکہ وہ پردیسیوں کیلئے اپنے اور رشتہ دار تھے

بادرش بُود آں غریب آموختہ
وہ پردیسی اُن کے دروازے کا ہلا ہوا تھا

وامِ بیحد از عطایش توختہ
اُن کی عطا سے بیحد قرض اُتار چکا تھا

ہم بہ پشتی آں کریم اُو وام کرد[۲]
اُس سخی کے بھروسے پر اُس نے قرض لیا

کہ بہ بخششہاش واثق بُود مَرد
کیونکہ وہ اُن کی بخششوں پر بھروسہ رکھتا تھا

لااُبالی گشتہ اُو و وام جُو
وہ لاپروا اور قرض لینے والا بن گیا تھا

بَر اُمیدِ قُلزمِ اکرام خُو
اکرام خصلت، دریا کی اُمید پر

وامِ داراں رُو ترش اُو شاد کام
مقروض رنجیدہ تھے، وہ خوش تھا

ہمچو گُل خنداں ازاں رَوضِ الکرام
پھول کی طرح خنداں تھا اُس شرفاء کے چمنوں کی وجہ سے

گرم شد پُشتش ز خورشیدِ عَرَب
عرب کے سورج سے اُس کی کمر گرم ہو گئی

چہ غمستش از سبالِ بُولہب
ابولہب کی مونچھوں سے اُسے کیا غم ہے؟

چونکہ دارد عہد و پیوندِ سَحاب[۳]
جب کوئی شخص ابر سے ملاقات اور تعلق رکھتا ہو

کے دریغ آید ز سقایانش آب
اُسکو سقّوں کو پانی دینے سے بخل کب ہوگا؟

ساحرانِ واقف از دستِ خدا
خدا کے ہاتھ سے باخبر، جادوگر

کے نہند ایں دست و پا را دست و پا
ان ہاتھ پاؤں کو ہاتھ پاؤں (کے مرتبہ میں) کب رکھتے ہیں؟

روبہے کہ ہست زاں شیرانش پُشت
جس لومڑی کی اُن شیروں سے پُشت (پناہی) ہو

بشکند کلّہ پلنگاں را بمُشت
وہ گھونسے سے چیتوں کا جبڑا توڑ دے گی

آمدنِ جعفر طیّار رضی اللہ عنہ بگرفتنِ قلعہ تنہا و مشورت کردنِ مَلِکِ آں قلعہ با وزیر و دفع کردنِ وزیر مَلِک را کہ

(حضرت) جعفر طیّار رضی اللہ عنہ کا قلعہ پر قبضہ کرنے کے لئے تنہا آنا اور اُس قلعہ کے بادشاہ کا وزیر سے مشورہ کرنا اور وزیر کا بادشاہ کو روکنا کہ خبردار ہوشیار

---

[۱] دَربکردے۔ اگر وہ ذرّے کو مشرق بنا دیتے جس سے خود سورج طلوع ہوا کرتا تو بھی اپنی ہمّت کے اعتبار سے اُس کو حقیر ہی سمجھتے۔ براُمیدِ او۔ اُن کی عطا کی اُمید پر وہ پردیسی تبریز آیا۔ بادرش۔ چونکہ وہ پردیسی اُنکے دروازے سے عطا حاصل کر چکا تھا اور اُس سے بہت سے قرضے ادا کر چکا تھا۔

[۲] ہم بہ پشتی۔ اُس مسافر نے اُن کے سہارے ہی قرض کر لیا تھا کیونکہ اُس کو یقین تھا کہ جب جا کر مانگوں گا وہ دیدیں گے۔ لااُبالی۔ چونکہ اُسکو اُن کی عطا پر اعتماد تھا لہٰذا قرض لینے میں بھی جری ہو گیا تھا۔ وامِ داران۔ دوسرے قرضخواہ جو کا محتسب سے تعلق تھا وہ متفکر رہتے تھے لیکن یہ شخص اُس سخی کی وجہ سے قرضے سے بے فکر رہتا تھا اور مسکراتا رہتا تھا۔ گرم شد۔ جس شخص کو آنحضورؐ کی مدد حاصل ہو وہ ابولہب سے کیا ڈرے گا۔

[۳] چونکہ دارد۔ اگر کسی شخص کا ابر سے جوڑ لگ گیا ہو تو وہ پانی پلانے والوں کو پانی دینے میں کب بخل کر سکتا ہے۔ ساحراں۔ فرعون کے دربار کے جادوگروں کو جب خدائی ہاتھ سے واقفیت ہو گئی وہ اپنے ہاتھ پاؤں سے بے نیاز ہو گئے۔ روبہے۔ اگر لومڑی کو بھی شیر کی پُشت پناہی حاصل ہو جائے تو وہ گھونسے سے چیتوں کا جبڑا توڑ دے۔ جعفر طیّار۔ اب اسی مناسبت سے حضرت جعفر طیّارؓ کی بہادری کا ذکر کرتے ہیں کہ اُن کو اللہ تعالیٰ کی پُشت پناہی حاصل تھی تو وہ بڑے بڑے لشکروں سے نہ ڈرتے تھے۔

زنہار تسلیم کُن واز جہل تہوّر مکُن کایں مَردِ مؤیّد ست از

کردے اور نادانی سے جسارت نہ دکھا کیونکہ اُس شخص کو خدا کی تائید

حق وجمعیتِ عظیم دارد در جانِ خویش

حاصل ہے اور اپنی جان میں بڑا مجمع رحمت ہے

چونکہ جعفرؓ رفت سُوئے قلعۂ[۱] | قلعہ پیشِ کامِ خشکش جُرعۂ
جب جعفرؓ قلعہ کی جانب گئے | قلعہ اُن کے خشک گلے کیلئے ایک گھونٹ تھا

یک سوارہ تاخت تا قلعہ بکرّ | تا درِ قلعہ بہ بستند از حذر
حملہ کر کے تنہا قلعہ کی طرف دوڑے | یہاں تک کہ انھوں نے ڈر سے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا

زَہرہ نے کس را کہ پیش آید بجنگ | اہلِ کشتی را چہ زَہرہ با نہنگ
کسی کا پتہ نہ تھا کہ جنگ کرنے سامنے آئے | ناکے کے سامنے کشتی والوں کا کیا پتہ؟

رُوئیِ آورد آں مَلِک سُوئے وزیر | کہ چہ چارہ است اندریں وقت اے مُشیر
اُس بادشاہ نے وزیر کی طرف رُخ کیا | کہ اے مشیر! اس وقت کیا تدبیر ہے؟

گفت آنکہ ترک گوئی کبر و فن | پیشِ اُو آئی بشمشیر و کفن[۲]
اُس نے کہا یہ ہے کہ تو تکبر اور تدبیر کو چھوڑ | تلوار اور کفن لے کر اُن کے سامنے چلا جا

گفت آخر نے یکے مَرد یست فرد | گفت منگر خوار در فردیِ مَرد
اُس نے کہا آخر کیا وہ ایک تنہا انسان نہیں ہے؟ | اُس نے کہا مَرد کے اکیلے پن کو حقارت سے نہ دیکھ

چشم[۳] بکشا قلعہ را بنگر نکو | ہمچو سیماب ست لرزاں پیشِ اُو
آنکھ کھول قلعہ کو غور سے دیکھ | اُن کے سامنے پارے کی طرح تھرا رہا ہے

شستہ در زیں آنچناں محکم پے | گوئیا شرقی و غربی با وَیست
وہ زین پر اس قدر ثابت قدم بیٹھا ہوا ہے | گویا شرقی اور غربی اُس کے ساتھ ہیں

چند کس ہمچوں فدائی تاختند | خویشتن را پیشِ اُو انداختند
چند شخص قربانی کی طرح دوڑ پڑے | اُنھوں نے اپنے آپ کو اُن کے سامنے لیجا ڈالا

ہر یکے را اُو بگرزے می فگند | سر نگونسار اندر اقدامِ سمند
اُنھوں نے ہر ایک کو گرز سے پھینک دیا | گھوڑے کے قدموں میں اوندھا

دادہ بُودش صُنعِ حق جمعیتے | کہ ہمیزد یک تنہ بر اُمتے
اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری نے اُنکو جمعیتِ قلبی، عطا فرما دی تھی | کہ تنہا ایک قوم پر حملہ کر دیتے تھے

---

[۱] چونکہ جعفرؓ۔ جب وہ قلعہ پر حملہ آور ہوئے تو قلعہ اُنکی ہمت کے سامنے حقیر تھا۔ یک سوارہ۔ وہ تنہا قلعہ پر حملہ آور ہوگئے اور دشمن نے ڈر سے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔ زَہرہ نے۔ کسی کی یہ ہمت نہ تھی کہ ان کے مقابلہ پر آتا۔ اہلِ کشتی۔ جو تیرنا بھی نہ جانتا ہو اور کشتی کی پناہ میں دریا کا سفر کرے وہ ناکے مقابلہ میں کیسے آسکتا ہے۔ رُوی۔ بادشاہ نے اس معاملہ میں وزیر سے مشورہ کیا

[۲] پیشِ او۔ یعنی اُن کے مقابلہ میں تکبر اور جنگ نہ کریں بلکہ عاجزانہ تلوار اور کفن لے کر سامنے چلے جائیں جس میں اشارہ ہوتا تھا کہ ہم اپنی تلوار لائے ہیں کہ اس سے ہمیں قتل کر دو اور کفن بھی ساتھ لائے ہیں کہ دفن کر دو۔ گفت۔ بادشاہ نے کہا کہ آخر وہ تنہا ہی تو ہیں اس قدر خوف وہ کیوں ہوں وزیر نے کہا اُنکے اکیلے پن کو حقارت سے نہ دیکھو۔

[۳] چشم بکشا۔ آنکھیں کھول کر دیکھ کہ قلعہ یا اُس کے باشندے سیماب کی طرح لرز رہے ہیں۔ گوئیا۔ گویا مشرق اور مغرب کے لوگ اُس کے ساتھ ہیں۔ چند کس۔ ابتدا میں چند لوگ قربانی کے بکروں کی طرح اُن کی طرف دوڑے۔ ہر یکے۔ اُنھوں نے ہر ایک کو سرنگوں کر کے گھوڑے کے قدموں میں گرا دیا۔ جمعیتے۔ یعنی اطمینانِ قلبی۔

چشمِ ^ل^ مَن چوں دید رُوی آں قباد
جب میری آنکھ نے اُس شاہ مُعظم کا چہرہ دیکھا
کثرتِ اَعداد از چشمم فتاد
دشمنوں کی کثرت کی میری نظر میں وقعت نہ رہی

اختراں بسیا خورشید ار یکیست
اگر ستارے بہت اور سورج ایک ہے
پیشِ اُو بنیادِ ایشاں مُندکیست
اُس کے سامنے اُن کی بنیاد ریزہ ریزہ ہے

گر ہزاراں مُوش پیش آرند سَر
اگر ہزاروں چوہے سر اُبھاریں
گُربہ را نے ترس باشد نے حذَر
بلّی کو نہ ڈر ہے نہ خوف

کے بہ پیش آیند مُوشاں اے فلاں
اے فلاں! چوہے کب سامنے آتے ہیں؟
نیست جمعیت درونِ جانِ شاں
اُن کی جان میں جماؤ نہیں ہے

ہست ^۲^ جمعیت بصورت ہا فشار
صورتوں کے اعتبار سے کثرت لغو ہے
جمعِ معنیٰ خواہ ہیں از کردگار
ہاں، خدا سے باطن کی جمعیت مانگ

نیست جمعیت زبسیاریِ جسم
جسموں کی کثرت سے جمعیت نہیں ہے
جسم را بَر باد قائم داں چو اِسم
جسم کو نام کی طرح ہوا پر قائم سمجھ

در دلِ مُوشس ار بُدے جمعیتے
چوہے کے دل میں اگر جمعیت ہوتی
جمع گشتے چند مُوش از حمیتے
اپنایت سے چند چوہے جمع ہو جاتے

بَر زدندے چوں فدائی حملۂ
ایک حملہ میں فدائی کی طرح دے مارتے
خویش را بر گربہ بے مہلۂ
بلّی پر اپنے آپ کو، بِلّا مہلت

آں ^۳^ یکے چشمش بکندے از ضراب
ایک، ضرب سے اُس کی آنکھ نکال لیتا
واں دگر گوشش دریدے ہم بناب
دوسرا کچلی سے اُس کا کان پھاڑ دیتا

واں دگر سوراخ کردے پہلوش
دوسرا اُس کے پہلو میں سوراخ کر دیتا
از جماعت گم شُدے بیرُوں شدش
مجمع کی وجہ سے، اُس کا بھاگنا ممکن نہ ہوتا

لیک جمعیت ندارد جانِ مُوش
لیکن چوہے کی جان جمعیت نہیں رکھتی ہے
بجہد از جانش ببانگِ گُربہ ہوش
بلّی کی آواز سے اُس کی جان کا ہوش بھاگ جاتا ہے

خشک گردد مُوش ازاں گربہ عیار
اُس مکار بلّی سے چوہا خشک ہو جاتا ہے
گر بُوَد اَعدادِ مُوشاں صد ہزار
خواہ چوہوں کا شمار لاکھوں ہو

از رمہ اَنبُہ چہ غم قصّاب را
گلّے کے مجمع سے قصائی کو کیا فکر؟
اَنبُہی ہُش چہ بندد خواب را
ہوش کی کثرت نیند کو کیا روکے؟

ل چشمِ من۔ وزیر نے کہا میری نظر جب اُس بڑے بادشاہ پر پڑی تو مجھے یقین ہو گیا کہ ایسے بہادر کے سامنے دشمنوں کی تعداد کی کثرت کوئی چیز نہیں ہے۔ اختراں۔ اب مولانا ایسی مثالیں ذکر کرتے ہیں جن میں ایک کے مقابلہ میں کثرت کوئی چیز نہیں ہے سورج کے مقابلہ میں ستاروں کی کثرت بے معنی ہے۔ گر ہزاراں۔ ایک بلّی کے مقابلہ میں سیکڑوں چوہے بے وقعت ہیں۔ نیست۔ چوہوں کی جمعیت قلبی نہیں ہے۔

۲ ہست جمعیت۔ جسموں اور صورتوں کی کثرت اور جمعیت بیکار ہے۔ جسم۔ جسم اور نام کی کوئی حقیقت ذاتیہ نہیں ہے۔ حمیت۔ اپنے کی طرفداری، حفاظت۔ بر زدندے۔ فدائیوں کی طرح بلّی پر حملہ آور ہو جاتے۔

۳ آں یکے۔ کوئی اُس کی آنکھ پھوڑتا کوئی اُس کے کان کاٹتا۔ واں دگر۔ کوئی اُس کے پہلو میں سوراخ کر دیتا۔ بیرون شو۔ مخلص۔ لیک۔ چوہوں میں جمعیت قلبی نہیں ہے بلّی کی آواز سے اُن کے ہوش اُڑ جاتے ہیں۔ از رمہ۔ ایک قصاب کے مقابلہ میں بکریوں کا گلہ بے معنی ہے۔

مالِکُ المُلک ست جمعیّت دہَد ۱ | شیر را تا بر گلہ گوراں جہد

وہ مالکُ المُلک جمعیّت دیتا ہے | شیر کو ہمّت کہ وہ گورخروں کے گلّے پر کود پڑتا ہے

در زمانے شاں بسازد ثُرّت و مُرّت | کس نیارد گفتنش از راہ بُرّت

تھوڑی دیر میں اُن کو زیر و زبر کر دیتا ہے | کوئی اُس سے نہیں کہہ سکتا کہ راستے سے ہٹ

صد ہزاراں گور دہ شاخ دلیر | چوں عدم باشند پیشِ ہولِ شیر

لاکھوں گورخر، دس سینگوں والے، بہادر | شیر کے خوف کے آگے کالعدم ہو جاتے ہیں

مالکُ المُلک ست بدہد مُلکِ حُسن | یوسفے را تا بود چوں ماءِ مُزن

مالکُ المُلک ہے جو حُسن کی سلطنت عطا کر دیتا ہے | ایک یوسف کو یہاں تک کہ وہ اَبر کے پانی کی طرح بن جاتا ہے

در رُخے بنہد شعاعِ اخترے ۲ | کہ شود شاہے غلامِ دُخترے

کسی رُخسار میں ستارے کی چمک رکھ دیتا ہے | حتّیٰ کہ بادشاہ، ایک لونڈی کا غلام بن جاتا ہے

بنہد اندر رُوئے دیگر نورِ خود | کہ ببیند نیم شب ہر نیک و بد

دوسرے چہرے میں اپنا نور رکھ دیتا ہے | حتّیٰ کہ وہ آدمی رات میں اچھے اور بُرے کو پہچان لیتا ہے

یوسفؑ و موسیٰؑ ز حق بُردند نور | در رُخ و رُخسار و در ذاتُ الصُّدور

یوسفؑ اور موسیٰؑ نے اللہ (تعالیٰ) سے نور حاصل کیا تھا | رُخ اور رُخسار میں اور سینوں والے (دل) میں

رُوئے موسیٰؑ بارقے انگیختہ | پیشِ رُو اُو توبرہ آویختہ

(حضرت) موسیٰؑ کے چہرے سے ایک برق پیدا کرتا تھا | اُن کے چہرے کے سامنے نقاب لٹکا ہوا تھا

نورِ رُویش آنچناں بُردے بصر ۳ | کہ زمرّد از دو دیدہ مارِ کر

اُن کے چہرے کا نور اس طرح بینائی کو اُچک لیتا | جیسا کہ زمرّد بہرے سانپ کی دونوں آنکھوں سے

اُو ز حق درخواستہ تا توبرہ | گردد آں نورِ قوی را ساترہ

اُنھوں نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی تاکہ | اُس قوی نور کو چھپانے والا بن جائے

توبرہ گفت از گلیمت ساز ہیں | کاں لباسِ عارفے آمد امیں

فرمایا، نقاب اپنی کملی کا بنا لو، ہاں | کیونکہ وہ عارف کا لباس ہے

کاں کسا از نور صبرے یافتہ است | نورِ جاں در تار و پودش تافتہ است

کیونکہ اُس کملی نے نور سے صبر حاصل کر لیا ہے | جان کا نور اُس کے تانے اور بانے میں روشن رہا ہے

تو وہ اندھا ہو جاتا ہے یہ ایک مشہور بات ہے۔ مارِ کر۔ سانپ کی ایک قسم بہری ہے جس کا زہر قاتل ہے۔ ساترہ۔ چھپانے والی۔ توبرہ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کے جواب میں فرمایا کہ اپنی کملی کا نقاب بنا لیا کرو اُس میں یہ طاقت ہے کہ وہ اُس نور کا تحمل کر سکے گی کیونکہ اُس نور کے چھپنے کو نہ روک سکے گا۔ عارفے۔ یعنی حضرت موسیٰؑ۔ کسا۔ چادر، کملی۔ نورِ حضرت موسیٰؑ کی کملی اُن کے نور کو برداشت کرتی تھی اور اُس کا تانا بانا نور سے روشن تھا۔

ا مالکُ المُلک۔ جب خدا جمعیّتِ قلبی عنایت کر دیتا ہے تو شیر گورخروں کے گلّے پر حملہ کر دیتا ہے۔ ثُرّت و مُرّت۔ ۲ اور میم کے فتح کے ساتھ زیر و زبر۔ بُرّت۔ با کے ضمہ کے ساتھ، جا، راستہ سے ہٹ۔ گور۔ گورخر۔ مالکُ المُلک۔ اللہ کی عطا صرف جمعیّتِ قلبی نہیں ہے بلکہ اُس کی اور بھی عطایا ہیں۔ یوسفے۔ کوئی حسین۔ ماءِ مُزن۔ اَبر کا پانی شفاف ہوتا ہے۔

۲ در رُخے۔ کسی حسین کے رُخ میں ستارے کی چمک پیدا فرما دیتا ہے جس کی وجہ سے ایک شاہ لونڈی کا غلام بن جاتا ہے۔ بنہد۔ حُسن ظاہر کے علاوہ حسنِ باطن عنایت کر دیتا ہے تو وہ بزرگ آدمی رات میں بھی نیک و بد کو پہچان جاتا ہے۔ یوسفؑ و موسیٰؑ۔ حضرت یوسفؑ کے رُخ کا نور مشہور ہے۔ تجلی طور کے بعد حضرت موسیٰؑ کے چہرے میں بھی ایسا نور پیدا ہو گیا تھا جس کو دیکھنے کی ہر شخص تاب نہ لاتا تھا۔ ذاتُ الصُّدور۔ قلب۔ رُوئے۔ حضرت موسیٰؑ کے مُنھ پر ایسی چمک تھی کہ کوئی اُسکو دیکھ نہ سکتا تھا اس لئے اُنھوں نے مُنھ پر نقاب ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ بارقے۔ برق چمک۔ توبرہ۔ یعنی نقاب۔

۳ نورِ رُویش۔ حضرت موسیٰؑ کے چہرے کا نور دیکھنے سے آنکھیں اندھی ہو جاتی تھیں۔ زمرّد۔ زمرّد پتھر پر اگر سانپ کی نظر پڑ جائے

جز چنیں خرقہ نخواہد شد صِواں[۱] — نورِ ما را برنتابد غیرِ آں

اس کملی کے سوا کوئی محافظ نہیں ہو سکتا — اس کے سوا ہمارے نور کو برداشت نہیں کر سکتا

کوہِ قاف ار پیش آید بہرِ سدّ — ہمچو کوہِ طور نورش بر دَرَد

اگر روک کے لئے کوہِ قاف سامنے آجائے — نور اس کو کوہِ طور کی طرح پھاڑ دے

از کمالِ قدرتِ ابدانِ رجال — یافت اندر نورِ بیچوں احتمال

قدرت کے کمال کی وجہ سے مردان (خدا) کے جسموں نے — بے کیف نور میں تحمل پایا ہے

آنچہ طورش برنتابد ذرّہ — قدرتش جا سازد از قارورہ

جس کے ذرّے کو طور نہ برداشت کرے — قدرت ایک شیشہ میں اس کی جگہ بنا دیتی ہے

آنچہ طورش برنتابد اے کیا — قدرتش اندر زجاجے ساخت جا

اے پاکیزہ! جس کو طور نہ برداشت کر سکا — قدرت نے ایک شیشہ میں اس کی جگہ بنا دی

گشت[۲] مشکوٰۃِ زجاجی جای نور — کہ ہمی درّد ز نورِ آں قاف و طور

شیشے والا طاقچہ، نور کی جگہ بن گیا — کہ جس کے نور سے کوہ قاف اور طور ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے

جسمِ شاں مشکوٰۃ داں دلشاں زجاج — تافتہ بر عرش و افلاک ایں سراج

ان کے جسم کو طاقچہ اور ان کے دل کو شیشہ سمجھ — یہ چراغ عرش اور آسمان پر روشن ہوا

نورِ شاں حیرانِ ایں نور آمدہ — چوں ستارہ زیں ضحیٰ فانی شدہ

ان کا نور اس نور سے حیران ہو گیا — ستارے کی طرح اس چاشت کے وقت سے غائب ہو گیا

زیں حکایت کرد آں ختمِ رسل — از ملیکِ لایزال لم یزل

رسولوں کے خاتم نے اسی سے یہ حکایت کی ہے — شہنشاہِ ابدی اور ازلی سے

کہ[۳] نگنجیدم در افلاک و خلا — در عقول و در نفوسِ باعلا

کہ میں آسمانوں اور فضا میں نہیں سماتا ہوں — علوی عقلوں میں اور نفوس میں

در دلِ مؤمن بگنجیدم چو ضیف — بے ز چون و بے چگونہ بے ز کیف

مومن کے دل میں مہمان کی طرح سما گیا ہوں — بغیر چوں اور بغیر چگون اور بغیر کیف کے

تا بدلّالیِ آں دل فوق و تحت — یابد از من پادشاہیہائے بخت

تاکہ اس دل کے واسطے سے اوپر اور نیچے — مجھ سے نصیبہ کی بادشاہیاں حاصل کریں

---

۱ صواں۔ جامہ دان۔ کوہِ قاف۔ کوہِ قاف جو کوہِ طور سے بڑا مانا جاتا ہے وہ رکاوٹ بنے گا تو کوہِ طور کی طرح پارہ پارہ ہو جائے گا۔ از کمال۔ اللہ تعالیٰ کو کمال قدرت ہے کہ اس نے قلب مومن میں اس نور کے تحمل کی طاقت پیدا کر دی ہے۔ قارورہ۔ شیشہ یعنی قلب۔ کیا۔ پاکیزہ۔ زجاج شیشہ یعنی قلب

۲ گشت۔ قرآن پاک میں ہے مَثَلُ نُورِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال ہے کہ ایک طاقچہ ہو جس میں چراغ ہے وہ چراغ شیشہ میں ہے مولانا نے طاقچہ سے مومن کا جسم مصباح سے نورِ حق اور زجاجہ سے قلب مومن مراد لیا ہے۔ تافتہ۔ مردِ کامل جبکہ تخلیقِ عالم کا سبب ہے تو گویا وہ عرش و افلاک کے نور کا واسطہ ہے۔ نورِ شاں۔ زمین و آسمان کا نور قلب مومن کے نور سے حیران ہے اور اس کے مقابلہ میں مضمحل ہے۔ زیں۔ چونکہ عرش و افلاک پر نورِ قلب مومن کے واسطہ سے ہے اسی لئے اس حدیث قدسی میں یہ مضمون آیا ہے جو آئندہ اشعار میں مذکور ہے

۳ کہ نگنجیدم [illegible] حدیث قدسی کا مفہوم ہے

جو صوفیوں میں مشہور ہے۔ خلا۔ یعنی آسمانوں کے اوپر۔ باعلا۔ علوی۔ ضیف۔ مہمان محترم ہوتا ہے۔ بے ز چوں۔ اس نورِ حق کا قلب سے تعلق بے کیف ہے ایسا نہیں ہے جیسا کہ مظروف کا ظرف سے ہوتا ہے۔ تا بدلالی۔ اس قلب کے واسطے اور دلالی سے علوی اور سفلی مجھ سے فیض حاصل کریں۔

ا۵ے چنیں آئینہ ایں خوبیِ من ‏ برنتابد نے زمین و نے زمن

ایسے آئینہ کے بغیر میرے اِس حُسن کو ‏ کوئی برداشت نہ کر سکتا تھا نہ زمین اور نہ زمانہ

بردوکون اسپِ ترحّم تاختیم ‏ پس عریض آئینۂ بر ساختیم

ہم نے دونوں جہان پر رحم کا گھوڑا دوڑا دیا ‏ پھر ہم نے بہت وسیع آئینہ بنا یا

ہر دمے زیں آئینہ پنجاہ عُرس ‏ بنگر آئینہ ولے شرحش مپرس

ہر وقت اس پچاس شادیوں والے آئینے سے ‏ آئینہ کو دیکھ لیکن اُس کی شرح نہ پوچھ

حاصل آں کز لُبسِ خویشش پردہ ساخت ‏ کہ نفوذِ آں قمر را می شناخت

خلاصہ یہ ہے کہ اُن (موسیٰؑ) نے اپنے لباس سے نقاب بنا لیا ‏ کیونکہ وہ اُس چاند کے نفوذ کو پہچانتے تھے

گر بُدے پردہ ز غیرِ لُبسِ اُو ‏ پارہ گشتے گر بُدے کوہِ دو تو

اگر اُن کے لباس کے سوا کا نقاب ہوتا ‏ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اگر دُو گُنے پہاڑ کا ہوتا

۵۲ز آہنیں دیوارہا نافذ شُدے ‏ توبرہ با نورِ حق چہ فن زدے

لوہے کی دیواروں سے پار ہو جاتا ‏ نقاب اللہ (تعالیٰ) کے نور کے سامنے کیا ہُنر دکھاتا

گشتہ بُود آں توبرہ صاحب تفے ‏ بُود وقتِ شور خرقہ عارفے

وہ نقاب شورش (عشق) کا ساتھی رہا تھا ‏ وہ شورش کے وقت ایک عارف کا خرقہ تھا

گشتہ بُود آں توبرہ ستّارِ نور ‏ زانکہ بُود از خرقۂ یک با حضور

وہ نقاب نور کا پردہ پوش رہا تھا ‏ کیونکہ وہ ایک حاضر باش کی کفنی (کا جزو) تھا

زاں شود آتش رہینِ سوختہ ‏ کوست با آتش ز پیش آموختہ

آگ اسی لئے سوختہ کی مرہون ہوتی ‏ کیونکہ وہ پہلے سے آگ سے سدھا ہوا ہے

وز ہوای و عشقِ آں نورِ رشاد ‏ خود صفورا ہر دو دیدہ باد داد

اُس ہدایت کے نور کے عشق و محبت سے ‏ خود (حضرت) صفورا نے دونوں آنکھیں برباد کر دیں

۵۳اوّلاً بر بست یک چشم و بدید ‏ نورِ رُویِ اُو و آں چشمش پرید

پہلے ایک آنکھ بند کی اور دیکھا ‏ اُنکے چہرے کا نور اور اُن کی وہ آنکھ غائب ہو گئی

بعد ازاں صبرش نماند و آں دگر ‏ برکشاد و کرد خرجِ آں قمر

اُس کے بعد اُن کو صبر نہ رہا اور دوسری ‏ کھول دی اور اُس چاند پر خرچ کر دی

ہمچناں مردِ مجاہد ناں دہد ‏ چوں بروزد نورِ طاعت جاں دہد

اِسی طرح مجاہد آدمی روٹی دیتا ہے ‏ جب اُس پر اطاعت کا نور حملہ کرتا ہے جان دیدیتا ہے

۵۱ بے چنیں۔ قلب مومن کے واسطے کے بغیر علوی اور سفلی میری تجلّی کو برداشت نہ کرسکتے تھے۔ بردوکون قلب مومن کو آئینہ تجلیات بنادیئے ہیں اللہ کا بڑا کرم ہے۔ عریض آئینہ۔ یہ قلب مومن کی وسعت کی طرف اشارہ ہے۔ مصرع سمٹے تو دلِ عاشق پھیلے تو زمانہ ہے ہر دمے۔ اِس آئینہ کے احوال کا اجمالی ذکر شرح بے تشریح میں نہ جا۔ حاصل۔ بات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے زمانے کے بعد جب حضرت موسیٰؑ نے اپنی کملی کو نقاب بنالیا چونکہ اُن کو معلوم تھا کہ اور کوئی چیز اُس نور کے نفوذ کو نہ روک سکے گی. گر بُدے۔ پہاڑ کا دوگنا حجم بھی ہو تو وہ اُس نور کی تجلی سے پارہ پارہ ہو جائے.

۵۲ ز آہنیں۔ وہ نورِ حق لوہے کی دیواروں کو بھی پار کر جاتا ہے۔ گشتہ۔ حضرت موسیٰؑ کی کملی نے عشق کی حرارت اور شورش کو برداشت کیا تھا۔ عارف۔ حضرت موسیٰؑ۔ با حضور یعنی قرب الٰہی۔ سوختہ وہ کپڑا جس کے ذریعہ آگ سُلگائی جائے۔ صفورا حضرت موسیٰؑ کی زوجۂ مطہرہ۔

۵۳ اوّلاً۔ حضرت صفورا نے پہلے ایک آنکھ بند کر کے ایک آنکھ سے اُس نور کو دیکھا تو وہ آنکھ جاتی رہی۔ بعد ازاں۔ پھر دوسری آنکھ سے دیکھا وہ بھی جاتی رہی۔ ہمچناں۔ مجاہدہ کرنے کا پہلا درجہ لذتوں کو ترک کرنا

پس زنے گفتش زچشمِ عبہری[1] — کہ زدستت رفت حسرت میخوری

اُن سے ایک عورت نے کہا، نرگسی آنکھوں سے — جو تمہارے ہاتھ سے چلی گئیں، تم حسرت کرتی ہو؟

گفت حسرت میخورم کہ صد ہزار — دیدہ بودے تا ہمی کردم نثار

اُنھوں نے کہا، مجھے حسرت ہے کہ ایک لاکھ — آنکھیں ہوتیں تاکہ میں نثار کردیتی

روزنِ چشمم زمہ ویراں شدست — لیک مہ چوں گنج در ویراں شدست

میری آنکھ کا دریچہ، چاند سے ویران ہوا ہے — لیکن چاند خزانہ کی طرح ویرانہ میں آگیا ہے

کے گذارد[2] گنج کایں ویرانہ اَم — یاد آرد از رواق و خانہ اَم

خزانہ کب موقع دے گا کہ یہ میرا ویرانہ — میرے محل اور گھر کو یاد کرے؟

حق شنید ایں زود چشمم باز داد — دیدِ موسیٰؑ را ز نورش ساز داد

اللہ (تعالیٰ) نے یہ سُنا فوراً میری آنکھیں لوٹا دیں — (حضرت) موسیٰؑ کے دیدار کیلئے اُنکے نور سے سامان دیا

از نظر آں نور زو پنہاں نشد — از خزینہ خاص بد ویراں نشد

وہ نور، اُن کی نظر سے غائب نہ ہوا — خاص خزانہ کا تھا، ویران نہ ہوا

نورِ روئے یوسفی وقتِ عبور — می فتادے در شباک و در قصور

(حضرت) یوسفؑ کے چہرے کا نور گذرتے وقت — جالیوں اور محلات پر پڑتا تھا

پس بگفتندے درونِ خانہ در — یوسفست ایں سو بسیراں رہگذر

لوگ گھر میں کہا کرتے تھے — یوسفؑ اِس طرف چلتے ہوئے گذر رہے ہیں

زانکہ بر دیوار دیدندے شعاع — فہم کردندیش اصحابِ بقاع

کیونکہ وہ دیوار پر شعاع دیکھتے تھے — اُس کو گھر والے سمجھ جاتے تھے

خانہ[3] را کش دریچہ ست آں طرف — دارد از سیرانِ آں یوسف شرف

جس گھر کی کھڑکی اُس طرف ہے — اُس یوسفؑ کے چلنے سے شرف رکھتا ہے

ہیں دریچہ سوئے یوسف باز کن — وز شگافش فرجہ آغاز کن

خبردار! یوسفؑ کی جانب کھڑکی کھول لے — اُس کے شگاف سے تفریح شروع کر

عشق ورزی آں دریچہ کردن ست — کز جمالِ دوست سینہ روشن ست

عشق کرنا، وہ کھڑکی بنانا ہے — کیونکہ دوست کے حُسن سے سینہ روشن ہے

---

[1] عبہر۔ نرگس کی وہ قسم جس کا پھول درمیان میں سے زرد ہوتا ہے اگر درمیانی حصہ کالا ہو تو وہ شہلا کہلاتی ہے گفت۔ حضرت صفورا نے فرمایا حسرت تو اس کی ہے کہ لاکھوں آنکھیں کیوں نہ ہوئیں کہ اُن سب کو قربان کردیتی۔ روزن۔ اگرچہ میری آنکھ کا دریچہ ویران ہو گیا اور اس میں بصارت نہ رہی لیکن اب اِس ویرانہ میں اُس حُسن کا دفینہ ہے

[2] کے گذارد۔ اب میں اس خزانہ کی وجہ سے پورے جسم سے بے نیاز ہوں. حق۔ حضرت صفورا کی یہ گفتگو حضرت حق کو پسند آئی اور اس نے ان کی آنکھیں فوراً لوٹا دیں، اپنا نور عنایت کردیا جس سے وہ حضرت موسیٰؑ کا دیدار کرسکیں۔ از نظر۔ اب وہ نور چونکہ نورِ خداوندی تھا اِس لئے اُس نے اُس جمالِ موسوی کو برداشت کرلیا۔ نورِ روئے یوسفی۔ حضرت موسیٰؑ کے جمال کے بیان سے فارغ ہو کر حضرت یوسفؑ کے جمال کا ذکر شروع کیا ہے۔ شباک۔ جالی۔ پس جب نور جالیوں سے جھلکتا تھا تو گھر والے سمجھ جاتے تھے کہ حضرت یوسفؑ ادھر سے گذر رہے ہیں۔ بقاع۔ بُقعہ کی جمع ہے سرزمین۔

[3] خانہ۔ اب یہاں سے محبوبِ حقیقی کی تجلّی کا ذکر شروع کیا ہے یعنی جس دل کا دریچہ محبوبِ حقیقی کی جانب کھُلا ہوتا ہے وہ اُس محبوبِ حقیقی کی تجلّیات سے فیض یاب ہوتا ہے۔ انسان کو دل کی کھڑکی حضرتِ حق تعالیٰ کی جانب کھولنی چاہیئے اور پھر عالمِ ملکوت کی سیر اور تفریح کرنی چاہیئے۔ عشق۔ کھڑکی کھولنے کا مطلب یہ ہے کہ اُس سے عشق کر۔

پیش ہمارہ رُوئے معشوق نگر — ایں بدستِ تُست بشنو اے پسر

ہمیشہ معشوق کا رُخ دیکھتا رہ — اے بیٹا! سُن لے یہ تیرے قبضہ میں ہے

راہ کُن در اندرونہا خویش را — دور کُن ادراکِ غیر اندیش را

اپنے باطنوں میں راستہ بنا — دوسرے کو سوچنے والے احساس کو دور کردے

کیمیا داری دوائے پوست کُن — دُشمناں را زیں صناعت دوست کُن

تو کیمیا رکھتا ہے، کھال کا علاج کرلے — اس ہُنر سے، دشمنوں کو دوست بنالے

چوں شُدی زیبا بداں زیبا رسی — کہ رہاند رُوح را از بیکسی

جب تو حسین ہو جائیگا اُس حسین تک پہنچ جائیگا — جو روح کو بیکسی سے چھڑا دیتا ہے

پرورشِ مر باغِ جانہا را نمش — زندہ کردہ مُردۂ غم را دمش

جانوں کے باغ کی اُس کی نمی سے پرورش ہے — غم کے مارے ہوئے کو اُسکے دَم نے زندہ کر دیا ہے

نے ہمہ مُلکِ جہانِ دُوں دہد — صد ہزاراں مُلکِ گوناگوں دہد

صرف یہی نہیں ہے کہ وہ کمتر جہان کا مُلک عطا کرتا ہے — (بلکہ) لاکھوں قِسما قِسم مُلک عطا کرتا ہے

بر سرِ مُلکِ جمالش دادِ حق — مُلکتِ تعبیرِ بے درس و سبق

اُن کے حسن کے علاوہ اللہ (تعالیٰ) نے عطا فرمائی — تعبیر کی مملکت، بغیر درس اور سبق کے

مُلکتِ حُسنش سُوئے زنداں کشید — مُلکتِ علمش سُوئے کیواں کشید

حُسن کی مملکت نے اُن کو قید خانہ کی جانب کھینچا — علم کی مملکت اُن کو زحل کی جانب لے گئی

شہ غلامِ اُو شد از علم و ہُنر — مُلکِ علم از مُلکِ حُسن آسودہ تر

علم اور ہنر کی وجہ سے بادشاہ اُن کا غلام بنا — علم کی مملکت حُسن کی مملکت سے زیادہ پُرسکون ہے

رجوع بحکایتِ آں شخصِ وام کردہ و آمدنِ اُو بامیدِ عنایتِ آں مُحتسِب بسُوئے تبریز

قرض لئے ہوئے شخص کی حکایت کی طرف رجوع اور اُس کا مُحتسِب کی مہربانی کی اُمید پر تبریز کی جانب آنا

آں غریبِ مُمتحن از بیمِ وام — شد سُوئے تبریز و کوئے گلستاں

وہ مصیبت کا مارا، پردیسی قرض کے ڈر سے — تبریز اور گلستان کے کوچہ کی طرف چلا

در رہ آمد سُوئے آں دارالسلام — خفتہ اُمیدش فرازِ گلِ سِتاں

اُس دارالسلام کی جانب، راستہ میں آیا — اُس کی اُمید پھولوں کی سیج پر چت لیٹی تھی

۵۱ پیش ہمارہ۔ اس طور پر تو معشوقِ حقیقی کا مشاہدہ کر سکے گا، یہ تیری اختیاری بات ہے۔ راہ کُن۔ انفُس میں جو آیاتِ الٰہیہ ہیں اُن پر غور کر اور غیر اللہ کے خیال کو دُور کردے۔ کیمیا۔ معشوقِ حقیقی کی طرف رجوع کرنا ایسی کیمیا ہے کہ تو اُس سے نفسانی رذائل دور کر سکتا ہے اور دشمنوں یعنی شیطان وغیرہ کو رام کر سکتا ہے۔ چوں شُدی۔ جب تو کمال کا علاج کر کے حسین بن جائیگا۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچ جائے گا کیونکہ وہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے اور پھر وہ تیری روح کو بیکسی سے نجات دیدیگا۔

۵۲ پرورش۔ اُس کی رحمت کی ادنیٰ بارش تیری ندامت کے باغ کو شاداب کر دے گی اور تیری مُردگی دور کر دیگی۔ نے ہمہ۔ اُس کی عطا صرف دنیا کی دولتیں نہیں ہیں وہ اس طرح کی صدہا سلطنتیں عطا کر دیتا ہے۔ بر سر۔ حضرت یوسفؑ کو اللہ تعالیٰ نے صرف حُسن کی سلطنت ہی نہیں خواب کی تعبیر کی مملکت بھی عطا کی تھی۔ مُلکت۔ اُن کا حسن قید خانہ کا سبب بنا اور خواب کی تعبیر کا علم بلندی اور زحل پر لے گیا شاہِ مصر نے اُنکو مقرب بنا لیا۔

۵۳ شہ غلام۔ شاہِ مصر اُنکا فرمانبردار بنگیا معلوم ہوا کہ علم کی سلطنت زیادہ آرام دہ ہے

[illegible]

زد[1] ز دار الملک تبریز سنی
چمکدار، پائے تخت تبریز سے پڑی
بر امیدش روشنی بر روشنی
اُس کی اُمید پر روشنی پر روشنی

جانش خنداں شد ازاں روضہ رجال
اُس باغِ مرداں سے اُس کی رُوح خوش ہوگئی
از نسیمِ یوسف و مصرِ وصال
یوسف کی نسیم اور وصال کے مصر سے

گفت یا حادی انخ لی ناقتی
بولا اے حُدی خواں میری اونٹنی بٹھا دے
جاء اسعادی وطارت فاقتی
میری کامیابی آگئی اور میرا فاقہ اڑ گیا

ابرکی یا ناقتی طاب الامور
اے میری اونٹنی بیٹھ جا، کام خوب ہوگئے
ان تبریزا مناجات الصدور
بیشک تبریز سینوں کی گفتگو کی جگہ ہے

اسرحی یا ناقتی حول الریاض
اے میری اونٹنی! باغوں کے گرد چرتی رہ
ان تبریز لنا نعم المفاض
بیشک تبریز ہمارے لئے بہترین فیض کی جگہ ہے

سارباناً[2] بار بکشا ز اشتراں
اے ساربان! اونٹوں سے سامان کھولدے
شہر تبریز ست و کوی دلستاں
شہر تبریز ہے اور محبوب کا کوچہ ہے

فرِ فردوسی ست ایں فالیز را
اِس چمن کے لئے جنت کی سی شان ہے
شعشعۂ عرشی ست ایں تبریز را
اِس تبریز کے لئے عرشی نور ہے

ہر زمانے موجِ رُوح انگیز جاں
ہر وقت جان کی روح انگیز موج ہے
از فرازِ عرش بر تبریزیاں
تبریز والوں پر عرش کے اوپر سے

چوں وثاقِ محتسب جُست آں غریب
جب اُس پردیسی نے مُحتسِب کا مکان ڈھونڈا
خلق گفتندش کہ بگذشت آں حبیب
لوگوں نے کہا کہ وہ محبوب گذر گیا

اُو پریر از دارِ دنیا نقل کرد
وہ پرسوں دارِ دنیا سے انتقال کرگیا
مرد و زن از واقعۂ اُو رُوی زرد
مرد و زن اس کے حادثہ سے زرد رُو ہیں

رفت آں طاؤسِ عرشی سوی عرش
وہ عرشی مور عرش کی جانب چلا گیا
چوں رسید از ہاتفانش بوی عرش
جبکہ اُس کے پاس ہاتفوں سے عرش کی خوشبو پہنچی

سایۂ[3] اُش گرچہ پناہِ خلق بود
اُس کا سایہ اگرچہ لوگوں کی پناہ تھا
در نوردید آفتابش زود زود
اُس کو سورج نے جلد جلد لپیٹ دیا

راند اُو کشتی ازیں ساحل پریر
اُس نے پرسوں اِس ساحل سے کشتی روانہ کردی
گشتہ بود آں خواجہ زیں غمخانہ سیر
وہ خواجہ اِس غمکدے سے سیر ہوگیا تھا

لہ[1] زد۔ تبریز سے اُس کی بہت سی اُمیدیں وابستہ تھیں۔ سنی۔ روشن۔ روضہ۔ یعنی تبریز۔ رجال یعنی عطا کے طلبگار۔ یوسف۔ یعنی مُحتسِب۔ مصر۔ مصرِ وصال، مصر میں حضرت یعقوبؑ کا حضرت یوسفؑ سے وصل ہوا تھا یہاں تبریز مراد ہے۔ حادی۔ اونٹ کو تیز چلانے کے لئے حُدی کے اشعار پڑھنے والا۔ مناجات الصدور۔ یہی وہ جگہ ہے جس کے بارے میں یُں دل دل میں باتیں کیا کرتا تھا۔

لہ[2] ساربان۔ اونٹ والا۔ فالیز۔ کھیت۔ شعشعہ۔ چمک۔ وثاق۔ گھر۔ بگذشت۔ یعنی دنیا سے گذر گیا۔ آں حبیب۔ مُحتسِب۔ پریر۔ پرسوں۔ طاؤسِ عرشی یعنی مُحتسِب۔

لہ[3] سایۂ اُش۔ مُحتسِب کی ذات سے مخلوق کو راحت تھی۔ آفتاب۔ یعنی موت۔ سیر۔ اب مُحتسِب دنیا کی زندگی سے اُکتا گیا تھا۔

نعرہ زد مُرد و بیہوش اُوفتاد ۵۱ — گو ئیا اُو نیز درپے جاں بداد

اس شخص نے نعرہ مارا اور بیہوش ہو کر گر پڑا — گویا اس نے بھی (اس کے) پیچھے جان دیدی

پس گلاب و آب بر رُویش زدند — ہمرہاں بر حالتش گریاں شُدند

لوگوں نے اُسکے منہ پر گلاب اور پانی چھڑکا — ساتھی اس کی حالت پر رونے لگے

تا بشب بیخویش بُود و بعد ازاں — نیم مُردہ باز گشت از غیب جاں

وہ رات تک بے ہوش تھا اور اُسکے بعد — جان، غیب سے نیم مردہ واپس ہوئی

باخبر شُدنِ آں غریب از وفاتِ آں مُحتسِب و اِستغفار اُو از اعتماد بر مخلوق و تعویل بر عطائے مخلوق و یادِ نعمت ہای حق سبحانہ وتعالیٰ کردن و انابت بحق از جُرمِ خود ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّھِمْ یَعْدِلُوْنَ

اُس پردیسی کا محتسب کی وفات سے باخبر ہونا اور اس کا مخلوق پر بھروسہ کرنے اور مخلوق کی عطا پر اعتماد کرنے سے استغفار پڑھنا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنا اور اپنے قصور سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا، پھر وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اپنے رب کا مثل قرار دیتے ہیں

هُوَالَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰی اَجَلًا

وہ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک مدت مقرر کی

چوں بہوش آمد بگفت اے کردگار ۵۲ — مُجرمم بُودم بخلق اُمیدوار

جب وہ ہوش میں آیا بولا، اے خدا! — میں قصوروار تھا کہ مخلوق سے امیدوار ہوں

گرچہ خواجہ بس سخاوت کرد و جُود — ہیچ آں کُفو عطائی تو نبُود

اگرچہ خواجہ نے بہت جود و سخا کی — کچھ بھی وہ تیری عطا کا ہمسر نہ تھا

اُو کُلہ بخشید و تو سر پُر خرد — اُو قبا بخشید و تو بالا و قد

اُس نے ٹوپی دی اور تو نے عقل بھرا سر — اُس نے قبا بخشی اور تو نے قد و قامت

اُو زرم داد و تو دستِ زر شُمار ۵۳ — اُو ستورم داد و تو عقلِ سوار

اُس نے مجھے سونا دیا تو نے سونا گننے والا ہاتھ — اُس نے مجھے سواری دی تو نے سوار ہونیوالی عقل

خواجہ شمعم داد و تو چشمِ قریر — خواجہ نُقلم داد و تو طُعمہ پذیر

خواجہ نے مجھے شمع دی اور تو نے ٹھنڈی آنکھ — خواجہ نے مجھے چبینا دیا اور تو نے کھانے کو قبول کرنے والا

۵۱ نعرہ۔ مُحتسِب کی موت کی خبر سے یہ مسافر نعرہ مار کر بے ہوش ہو کر گر گیا۔ باخبر۔ جب اُس مسافر کو ہوش آیا تو یہ بھی ہوش آیا کہ غیر اللہ پر بھروسہ کرنا غلطی تھی اور وہ اپنی غلطی پر نادم ہو کر اللہ کی طرف راجع ہوا۔

۵۲ چوں بہوش۔ جب اُس کو ہوش آیا تو اُس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ گرچہ۔ اُس نے خدا سے عرض کیا کہ بیشک مُحتسب بہت سخی تھا لیکن تیری سخاوت کا ہمسر نہ تھا۔ اُو۔ مُحتسب نے ٹوپی دی تو نے سر عنایت کیا اُس نے قبا دی تو نے وہ قد و قامت عطا کیا جس سے میں اُس قبا سے فائدہ اُٹھا سکا۔

۵۳ اُو۔ مُحتسب نے سونا عطا کیا تو نے وہ ہاتھ عطا فرمایا جس سے میں نے اُس کو شمار کیا اُس نے سواری دی تو نے عقل دی جس کی وجہ سے میں اُس پر سوار ہو سکا۔ خواجہ۔ مُحتسب نے مجھے شمع دی تو نے وہ آنکھ دی جس کے ذریعہ شمع میرے لئے کارآمد ہوئی قریر۔ ٹھنڈی۔ نُقل۔ کھانے کی چیز۔ طُعمہ پذیر۔ یعنی معدہ۔

اُو وظیفہ[1] داد تو عمر و حیات — وعدہ اش زر وعدۂ تو طیبات

اُس نے تنخواہ دی، تو نے عمر اور زندگی — اُس کا وعدہ سونا تھا تیرا وعدہ پاک چیزیں

اُو وثاقم داد و تو چرخ و زمیں — در وثاق اُو و صد چوں اُو ہمیں

اُس نے مجھے گھر دیا اور تو نے آسمان و زمین — تیرے گھر میں وہ اور اُس جیسے سینکڑوں فربہ ہیں

آنچہ اُو داد اے ملک ہم از تو داد — کہ دل و دستِ وُرا کردی تو راد

اے شاہ! جو اُس نے دیا وہ بھی تیری طرف سے دیا — کیونکہ اُس کے ہاتھ اور دل کو تو نے سخی بنایا

زر ازانِ تست اُو زر نافرید — نان ازآنِ تست نان از تُش رسید

سونا تیری ملکیت ہے اُسنے سونا پیدا نہیں کیا — روٹی تیری ملکیت ہے روٹی تجھ سے اُسے پہنچی

آں سخا و رحم ہم تو دادیش — کز سخاوت می فزودے شادیش

وہ سخاوت اور رحم بھی تو نے ہی اُسکو دیا — کیونکہ سخاوت سے اُس کی خوشی میں اضافہ ہوتا تھا

مَن مر اُو را قبلۂ خود ساختم — قبلہ سازِ اصل را انداختم

میں نے اُسی کو اپنا قبلہ بنایا — اصل قبلہ ساز کو نظر انداز کیا

ما کجا بودیم[2] کاں دیانِ دیں — عقل می کارید اندر ماء و طیں

ہم کہاں تھے کہ وہ حکم کا حاکم — عقل کو پانی اور مٹی میں بو رہا تھا

چوں ہمی کرد از عدم گردوں پدید — ویں بساطِ خاک را می گسترید

جبکہ وہ آسمان کو عدم سے پیدا کر رہا تھا — اِس خاک کے بستر کو بچھا رہا تھا

ز اختراں می ساخت اُو مصباحہا — وز طبائع قفل با مفتاحہا

وہ ستاروں سے چراغ بنا رہا تھا — اور طبیعتوں سے قُفل، مع کنجیوں کے

اے بسا بنیادہا پنہاں و فاش — مُضمَر ایں سقف کرد و ایں فراش

اے (مخاطب)! بہت سی چُھپی اور کُھلی بنیادیں — اِس چھت اور اِس بستر میں رکھ دی ہیں

آدمؑ اُصطرلابِ اوصافِ علوست — وصفِ آدمؑ مظہرِ آیاتِ اُوست

آدمؑ بالائی اوصاف کا اُصطرلاب ہیں — آدمؑ کا وصف اُس کی آیات کا مظہر ہے

ہر چہ[3] در وَے می نماید عکسِ اُوست — ہمچو عکسِ ماہ کاندر آبِ جُوست

جو اُس میں نظر آتا ہے، اُس کا عکس ہے — جس طرح نہر کے پانی میں چاند کا عکس ہے

بر صُطرلابش نقوشِ عنکبوت — بہرِ اوصافِ ازل دارد ثبوت

اُس کے اُصطرلاب پر مکڑی کے نقوش ہیں — جو ازلی اوصاف کا ثبوت رکھتے ہیں

---

[1] اُو وظیفہ۔ اُس نے تنخواہ دی تو نے زندگی دی جس کے بغیر تنخواہ بیکار ہوتی۔ وثیق۔ فربہ، تھانا۔ آنچہ آو۔ پھر جو اُس نے دیا اُس میں بھی تیرا کرم شامل ہے کیونکہ تو نے ہی اُس کو سخی بنایا ہے۔ زر۔ وہ جو کچھ دیتا تھا اُس کا نہ تھا تیرا تھا۔ آں سخا۔ اُس میں سخاوت کا مادہ تو نے پیدا کیا تھا اُس کو سخاوت کر کے خوشی محسوس ہوتی تھی۔ مَن مرا اُو را۔ یہ میری خطا تھی کہ میں نے منتخب کر قبلۂ اُمید بنایا اور جو اُس قبلہ کو بنانے والا ہے اُسکو بُھلا دیا۔

[2] ما کجا بودیم۔ اب اللہ تعالیٰ کی اُن نعمتوں کا ذکر کیا ہے جو اُس کے ساتھ مخصوص ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اُس نے ہمیں عقل عنایت کی۔ بساطِ خاک۔ زمین۔ مِصباح۔ چراغ۔ قُفل یعنی مسبّبات۔ مِفتاحہا۔ یعنی اسباب۔ بنیادہا۔ مصنوعات۔ آدمؑ۔ اب اُن نعمتوں کا ذکر ہے جو خود انسان کے اندر مُضمر ہیں۔ اُصطرلاب۔ وہ آلہ ہے جس کے ذریعہ سورج کے فاصلوں وغیرہ کا اندازہ کیا جاتا ہے پہلے مصرع میں انسان کو اسماءِ الٰہی کا مظہر قرار دیا ہے دوسرے مصرع میں اُس کو حقائقِ کونیہ کا جامع قرار دیا ہے۔

[3] ہر چہ۔ چونکہ انسان اسماءِ الٰہی اور حقائق کا مظہر ہے تو اُسمیں جو کچھ نظر آتا ہے وہ خدا کا عکس ہے جس طرح چاند کا عکس دریا کے پانی میں نظر آتا ہے۔

تا[۱] ز چرخِ غیب وز خورشیدِ رُوح
تاکہ غیب کے آسمان اور رُوح کے سورج کا

عنکبوتش درس گوید از شرُوح
اُس کی مکڑی مع شرحوں کے سبق پڑھائے

عنکبوت و ایں صُطرلابِ رَشاد
مکڑی اور یہ رہنمائی کا اُصطرلاب

بے مُنجّم در کفِ عام اُوفتاد
نجومی کے بغیر عوام کے ہاتھ آگیا

انبیا را داد حق تنجیم ایں
اللہ (تعالےٰ) نے اس کی نجومی کا حق انبیاء کو دیا ہے

غیب را چشمے بباید غیب بیں
غیب کے لئے غیب کو دیکھنے والی آنکھ چاہیئے

در چہِ[۲] دنیا فتادند ایں قروں
یہ اہلِ زمانہ دنیا کے کنوئیں میں گر پڑے ہیں

عکسِ خود را دید ہر یک چہ دروں
ہر ایک نے کنوئیں میں اپنا عکس دیکھ لیا ہے

عکس در چہ دید واز بیروں ندید
عکس کو کنوئیں میں دیکھا اور باہر سے نہ دیکھا

ہمچو شیرِ گول کاندر چہ دوید
اُس احمق شیر کی طرح جو کنوئیں میں دوڑ گیا

از بروں داں ہر چہ در چاہت نمود
جو کچھ تجھے کنوئیں میں نظر آیا اُس کو باہر سے سمجھ

ورنہ آں شیری کہ در چہ شد فرود
ورنہ تو وہی شیر ہے جو کنوئیں میں اُترا

بُرد خرگوشیش از رہ کاے فلاں
اُس کو خرگوش نے راستہ سے ہٹایا کہ اے فلاں!

در تگِ چاہست آں شیرِ ژیاں
وہ غضبناک شیر کنوئیں کی تہہ میں ہے

در رَو اندر چاہ وکیں از وے بکش
کنوئیں میں جا اور اُس سے کینہ نکال

چوں ازو غالب تری سر بر کنش
جبکہ تو اُس سے زیادہ غالب ہے اُسکا سر اُکھاڑ دے

آں مقلد سخرۂ خرگوش شد
وہ مقلد، خرگوش کا تابع بن گیا

از خیالِ خویشتن پُر جوش شد
اپنے خیال سے جوش میں آگیا

اُو[۳] نگفت ایں نقش اُو در آب نیست
اُس نے یہ نہ کہا کہ عکس ہے اور وہ پانی میں نہیں ہے

ایں بجز تقلیبِ آں قلاب نیست
یہ اُس پلٹ دینے والے کی پلٹی کے سوا کچھ نہیں ہے

تو ہم از دشمن چو کینے می کشی
تو بھی جب دشمن سے کینہ نکال رہا ہے

اے زبونِ شش غلط در ہر ششی
اے چھ (جہات) کے تابع تو چھ (جہات) میں غلط ہے

آں عداوت اندرو عکسِ حق است
اُس میں وہ عداوت اللہ (تعالیٰ) کا عکس ہے

کز صفاتِ قہر آنجا مشتق ست
کیونکہ وہاں کے قہر کی صفات سے بنی ہے

حقیقت کو نہ سمجھ سکا۔ تو ہم۔ تو بھی دشمن سے دشمنی کرنے میں حقیقت تک نہیں پہنچا ہے۔ اے زبونِ شش۔ تو شش جہات کا تابع ہے۔ غلط در ہر ششی۔ اور ہر جہت میں غلطی پر ہے۔ آں عداوت۔ دشمنی میں جو جذبہ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ قہر کا عکس ہے کیونکہ وہ اسی صفتِ قہر سے پیدا ہوئی ہے۔

[۱] تا ز چرخ۔ جس طرح اُصطرلاب کے عنکبوت سے آسمانوں اور سورج کے احوال معلوم کئے جاتے ہیں اسی طرح انسانی صفات اللہ تعالےٰ کی صفات کی تشریح کرتی ہیں۔ رشاد۔ نجومیوں کے اُصطرلاب سے تو نجومی ہی احوال معلوم کر سکتے ہیں لیکن انسان کے صفات کے ذریعہ عوام بھی صفاتِ خداوندی کا علم حاصل کر سکتے ہیں۔ انبیاء۔ عوام انبیاء کی تعلیم کے واسطہ سے خود یہ علوم حاصل کر سکتے ہیں۔

[۲] در چہ۔ اب انسان دوسرے انسان میں جو کچھ سمجھتا ہے اُس کو اصل سمجھتا ہے، حالانکہ وہ عکس ہے تو انسان کی مثال اُس شیر کی سی ہے جو کنوئیں میں عکس پر حملہ آور ہوا تھا۔ از بروں۔ اگر تو انسان کے فعل کو اصل سمجھے گا تو وہی احمق شیر بنے گا جو عکس پر حملہ آور ہوا تھا۔ برد۔ اُس احمق شیر کو خرگوش نے گمراہ کیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ کنوئیں میں غضبناک شیر ہے۔ در رو۔ کنوئیں کے اندر جا کر اُس سے بدلہ لے اور اُس کا سر اُکھاڑ دے۔ آں مقلد۔ وہ بیوقوف شیر اُس کے بہکائے میں آگیا۔

[۳] اُو نگفت۔ اُس نے یہ نہ کہا کہ یہ تو صرف نقش ہے اور وہ شیر جو خرگوش بتا رہا ہے پانی میں نہیں ہے۔ ایں۔ یہ تصرف بھی خدائی ہے کہ وہ

واں گنہ در وَے ز عکسِ جرمِ تست
اور اُس میں وہ گناہ تیرے جُرم کا عکس ہے

باید آں خُو را ز طبعِ خویش شُست
اُس عادت کو اپنے مزاج میں سے دھونا چاہیئے

خُلقِ زشتت اندر و رُویت نمُود
تیرا بُرا اخلاق تجھے اُس میں نظر آیا

کہ تُرا اُو صفحۂ آئینہ بُوَد
کیونکہ وہ تیرے لئے آئینہ کی سطح ہو گیا

چونکہ قبحِ خویش دیدی اے حسن
اے بھلے! جبکہ تو نے اپنی بُرائی دیکھی ہے

اندر آئینہ، بر آئینہ مزن
آئینہ میں، آئینہ کو نہ مار

می[٥٢] زَنَد بر آب اِستارہ سَنی
روشن ستارہ پانی پر پڑ رہا ہے

خاک تو بر عکسِ اختر میزنی
تو ستارے کے عکس پر ڈلا مار رہا ہے

کایں ستارہ نحس در آب آمدست
کہ یہ نحس ستارہ، پانی میں آگیا ہے

تا کُند اُو سعدِ ما را زیر دست
تاکہ وہ ہمارے سعد (ستارے) کو مغلوب کرلے

خاکِ اِستیلا بریزی بر سرش
غلبہ کی خاک تو اُس کے سر پر ڈال رہا ہے

چونکہ پنداری ز شبہہ اخترش
چونکہ تو اُس کو شبہ میں ستارہ سمجھتا ہے

عکس پنہاں گشت و اندر غیب راند
عکس چھپ گیا اور غائب ہو گیا

تو گماں بُردی کہ آں اختر نماند
تو نے یہ خیال کیا کہ وہ ستارہ نہ رہا

آں[٥٣] ستارہ نحس ہست اندر سما
وہ نحس ستارہ، آسمان میں ہے

ہم بداں سُو بایدش کردن دوا
اُسی طرف اُس کی تدبیر کرنی چاہیئے

بلکہ باید دل سُوی بیسُوئے بست
بلکہ دل کو بے جہت کی جانب لگانا چاہیئے

نحسِ ایں سُو عکسِ نحسِ بیسُوست
اِس طرف کی نحوست، بے جہت کے سوء القضاء کا عکس ہے

داد دادِ حق شناس و بخشش
بخشش کو اللہ (تعالےٰ) کی بخشش اور عطا سمجھ

عکسِ آں داد است اندر پنج و شش
اُسی عطا کا عکس پانچ (حواس)، اور چھ (جہات) میں ہے

گر بُوَد دادِ خساں افزوں ز ریگ
اگر کمینوں کی عطا ریت سے بھی زیادہ ہو

تو بمیری واں بماند مُردریگ
تو مر جائے گا اور وہ میراث میں رہ جائیگی

عکس آخر چند پاید در نظر
آخر عکس کب تک نظر میں ٹھہرے گا

اصل بینی پیشہ کن اے کژ نگر
اے کج نظر! اصل کو دیکھنے کا پیشہ بنا

حق چو بخشش کرد بر اہلِ نیاز
اللہ (تعالےٰ) نے جب نیاز مندوں پر بخشش کی

با عطا بخشید شاں عُمرِ دراز
عطا کے ساتھ اُن کو دراز عُمر بخش دی

---

[٥١] واں گنہ۔ دشمن جو گناہ کر رہا ہے وہ تیرے کسی جُرم کا عکس ہے تو اپنی اس جُرم والی عادت کو اپنے اندر سے دھو دے۔ خُلقِ زشتت تیری بُری عادت کا دشمن میں عکس ہے۔ چونکہ۔ جب تو نے اُس کو اپنی بُرائی کا عکس سمجھ لیا تو اب دشمن کو جو بمنزلہ آئینہ کے ہے نہ مار۔

[٥٢] می زند۔ تیری مثال یہ ہے کہ کوئی پانی میں ستارے کا عکس دیکھے اور اُس پر خاک ڈالے۔ کایں۔ اور یہ کہے کہ یہ ستارہ منحوس ہے اور میرے سعد ستارے کو دبانے آیا ہے۔ خاک۔ تو اُس عکس کو منحوس ستارہ خیال کر کے اُس پر مٹی ڈال رہا ہے۔ عکس۔ تھوڑی دیر میں عکس غائب ہو گیا تو تو سمجھا کہ ستارہ غائب ہو گیا۔

[٥٣] آں ستارہ جس کو تو اپنے خیال سے منحوس سمجھ رہا ہے وہ ستارہ تو آسمان پر ہے اگر کوئی تدبیر بھی کرنی تھی تو آسمان کی طرف کرنی تھی بلکہ اگر ستارہ کی نحوست سے بچنا تھا تو خدا سے التجا کرنی چاہیئے تھی۔ داد۔ جس طرح اشیاء کی نحوست من جانب اللہ ہے اسی طرح عطا بھی دراصل من جانب اللہ ہے۔ پنج۔ یعنی وہ عطائیں اور نعمتیں جو پانچ حواس اور چھ جہت میں ہیں۔ گر بود۔ انسانوں کی عطا مفید نہیں ہے عارضی ہے عکس۔ عکسوں کو دیکھنا چھوڑ

[illegible]

خَالِدِیں شُد نعمت و مُنعم عَلَیہ — مُحیِیُ المَوتٰی است فَاجتَازُوا اِلَیہ

نعمت اور جس پر نعمت ہوئی ہمیشہ رہنے والے بنگئے — وہ مردے کو زندہ کرنے والا ہے، اُس سے التجا کرو

دادِ حق با تو درآمیزد چو جاں — آنچناں کہ آں تو باشی و تو آں

اللہ (تعالیٰ) کی عطا تجھ سے جان کی طرح گُھل مِل جاتی ہے — اِس طرح کہ وہ تو اور تو وہ ہو جاتا ہے

گر نماند اشتہائے نان و آب — بدہدت بے ایں دو قوتِ مُستطاب

اگر پانی اور روٹی کی خواہش نہ رہے — وہ تجھے اِن دونوں کے بغیر پاکیزہ غذا دیتا ہے

فربہی گر رفت حق در لاغری — فربہی پنہانت بخشد آں سری

اگر فربہی جاتی رہی اللہ (تعالیٰ) لاغری میں — اُس جانب کی باطنی فربہی عطا کر دیتا ہے

چوں پری را قوت از بُو می دہد — ہر مَلک را قوتِ جاں اُو می دہد

جس طرح جن کو بُو سے روزی دے دیتا ہے — ہر فرشتہ کو جان کی غذا وہ دیتا ہے

جاں چہ باشد کہ تو سازی زو سند — حق بعشقِ خویش زندت می کند

جان کیا ہوتی ہے کہ اُس کا سہارا ڈھونڈتا ہے؟ — اللہ (تعالیٰ) اپنے عشق سے تجھے زندہ کر دیتا ہے

زو حیاتِ عشق خواہ و جاں مخواہ — تو از و آں رزق خواہ و ناں مخواہ

اُس سے عشق کی زندگی چاہ اور جان نہ چاہ — تو اُس سے وہ رزق چاہ اور روٹی نہ چاہ

خلق را چوں آب داں صاف و زلال — اندراں تاباں صفاتِ ذوالجلال

مخلوق کو پانی کی طرح صاف اور نتھرا سمجھ — اُسکے اندر (اللہ) ذوالجلال کی صفتیں روشن ہیں

علمِ شاں و عدلِ شاں و لطفِ شاں — چوں ستارہ چرخ در آبِ رواں

اُن کا علم اور اُن کا عدل اور اُنکی محبت — رواں پانی میں آسمان کے ستارے کی طرح ہیں

پادشاہی زیبد آں خلاق را — پادشاہاں جملگی عاجز ورا

بادشاہی اُسی خلاق کو زیب دیتی ہے — سب بادشاہ اُس کے سامنے عاجز ہیں

پادشاہاں مظہرِ شاہیِ حق — فاضلاں مرآتِ آگاہیِ حق

بادشاہ، اللہ کی شاہی کے مظہر ہیں — (اور عالم)، فاضل لوگ اللہ کے علم کا آئینہ ہیں

قرنہا بگذشت و ایں قرنِ نویست — ماہ آں ماہ است آب آں آب نیست

زمانے گذر گئے اور یہ نیا زمانہ ہے — چاند وہی چاند ہے، پانی وہ پانی نہیں ہے

عدل آں عدل ست فضل آں فضل ہم — لیک مستبدل شد آں قرن و اُمم

عدل وہی عدل ہے، فضل وہی فضل ہے — لیکن وہ زمانہ اور لوگ بدل گئے

سلہ مُحیی۔ اللہ کی شان مُردوں کو زندہ کرنا ہے تو دراز زندگی بخشنا بھی ہے اُسی کی طرف پناہ پکڑنی چاہیئے۔ دادِ حق۔ خدا جب عطا کرتا ہے تو وہ عطا جان کا جزو بن جاتی ہے۔ گر نماند۔ اُس کی عطا کا یہ حال ہے کہ اگر کثرتِ ذکر و شغل سے روٹی پانی کی طرف رغبت نہ رہے تو وہ روحانی غذا عطا فرما دیتا ہے۔

سلہ فربہی۔ اگر جسمانی فربہی نہیں رہتی تو وہ روحانی فربہی عطا فرما دیتا ہے۔ چوں پری۔ روحانی روزی پر تعجب نہ کیا جائے اللہ تعالیٰ جنوں کا پیٹ خوشبو سے بھر دیتا ہے ہر ملک۔ فرشتوں کو عبادت سے غذا حاصل ہو جاتی ہے۔ جاں۔ حیات کا مدار صرف جان پر نہیں ہے اللہ تعالیٰ عشق کو درجۂ حیات عطا فرما دیتا ہے۔ زِ تو۔ اللہ تعالیٰ سے اُس زندگی کی درخواست کر جس کا مدار عشق پر ہے۔

سلہ خلق۔ اب پھر مخلوق کے مظہر ہونے کا بیان ہے۔ علم۔ انسانوں کی جملہ صفات اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہیں۔ پادشاہی۔ اصل بادشاہی بھی اللہ تعالیٰ کی ہے یہ بادشاہ اُس کا مظہر ہیں۔ فاضلاں۔ جو علم و فضل والے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کا آئینہ ہیں۔ قرنہا۔ یہ مظاہر بدلتے رہتے ہیں اور ظاہر وہی ہے۔ عدل۔ عدل صفتِ خداوندی ہے اور ازلی

قرنہا[1] بر قرنہا رفت اے ہمام
اے سردار! قرنوں پر قرن گذر گئے

ایں معانی برقرار و بر دوام
یہ معانی برقرار اور دوام پر ہیں

آب مبدل شد دریں جو چند بار
اس نہر میں پانی چند بار تبدیل ہوا

عکسِ ماہ و عکسِ اختر برقرار
چاند کا عکس اور ستارے کا عکس برقرار ہے

پس بنااش نیست بر آبِ رواں
کیونکہ اُس کی بنیاد رواں پانی پر نہیں ہے

بلکہ بر اقطارِ عرضِ آسماں
بلکہ آسمان کے عرض کے اطراف پر ہے

ایں صفتہا چوں نجومِ معنویست
یہ صفتیں معنوی ستاروں کی طرح ہیں

دانکہ بر چرخِ معانی مستویست
جان لے معانی کے آسمان پر قائم ہیں

خوبرویاں[2] آئینہ خوبیِ او
حسین اُس کے حُسن کا آئینہ ہیں

عشقِ ایشاں عکسِ مطلوبیِ او
اُن کا عشق اُس کی معشوقیت کا عکس ہے

ہم باصلِ خود رود ایں خدّ و خال
یہ خدوخال اپنی اصل کی طرف چلے جاتے ہیں

دائماً در آب کے ماند خیال
عکس پانی میں ہمیشہ کب رہتا ہے؟

جملہ تصویرات عکسِ آبِ جوست
سب صورتیں نہر کے پانی کا عکس ہیں

چوں بمالی چشمِ خود خود جملہ اوست
جب تو اپنی آنکھ مل لے گا تو سب خود وہی ہے

باز عقلش گفت بگذار ایں حول
پھر اس کی عقل نے کہا اس بھینگے پن کو چھوڑ

خل دوشاب ست و دوشاب ست خل
سرکہ شیرہ ہے اور شیرہ سرکہ ہے

خواجہ[3] را چوں غیر گفتی از قصور
اگر کوتاہی سے تو نے خواجہ کو غیر کہا ہے

شرم دار اے احول از شاہِ غیور
اے بھینگے! غیرت مند شاہ سے شرم کر

خواجہ را کو در گذشت ست از اثیر
خواجہ کو جو کرۂ ناری سے گزر گیا

جنسِ ایں موشانِ تاریکی مگیر
اندھیری کے ان چوہوں کی جنس نہ سمجھ

خواجہ را جاں بیں مبیں جسمِ گراں
خواجہ کو جان سمجھ، بھاری جسم نہ سمجھ

مغز بیں او را مبینش استخواں
گودا سمجھ، اُس کو ہڈی نہ سمجھ

خواجہ را از چشمِ ابلیسِ لعیں
خواجہ کو ملعون شیطان کی نظر سے

منگر و نسبت مکن او را بطیں
نہ دیکھ، اور اس کی نسبت مٹی کی جانب نہ کر

ہمرہِ خورشید را شپّر مخواں
سورج کے ساتھی کو چمگادڑ نہ کہہ

آنکہ او مسجود شد ساجد مداں
جو مسجود ہو گیا اُس کو سجدہ کرنے والا نہ جان

---

[1] قرنہا۔ صفات قدیم اپنی جگہ پر ہیں اور زمانہ بدل رہا ہے۔ آب۔ مظاہر بدل رہے ہیں اور مظاہر قائم ہے پس۔ اس ستارے کی بنیاد پانی پر نہیں ہے آسمان پر ہے۔ ایں صفتہا۔ صفات کا تعلق بھی ذاتِ باری سے ہے۔ چرخِ معانی۔ خدا تعالیٰ۔

[2] خوبرویاں۔ حسین اُس کے حُسن کا آئینہ ہیں اور انسانوں میں عشق اُس کے عشق کا عکس ہے۔ ہم۔ حسینوں کا حُسن مل جاتا ہے اور اصل کی طرف حُسن واپس ہو جاتا ہے۔ چوں بمالی۔ جب صحیح نظر پیدا کرو گے تو معلوم ہو گا کہ "ہمہ اوست"۔ باز عقلش۔ پہلے اُس غریب الوطن نے خواجۂ مرحوم اور حضرت حق کو مغائر سمجھا تھا پھر اُس کی عقل نے اُس کو کہا یہ بھینگا پن چھوڑ اور خواجہ اور حق تعالیٰ کی مثال شیرہ اور سرکہ کی سمجھ دونوں میں اتحاد ہے۔

[3] خواجہ۔ خواجہ کو غیر کہنا بھینگا پن ہے جس سے ایک کے دو نظر آتے ہیں۔ خواجہ۔ خواجہ اب عالمِ بالا میں پہنچ گیا وہ دنیا کا چوہا نہ تھا جسم گراں۔ خواجہ کا جسم نہ تھا بلکہ پاک روح تھی بجنگر۔ شیطان نے صرف حضرت آدمؑ کی مٹی کو دیکھا تو ایسا نہ کر خواجہ کے اوصاف پر نظر رکھ۔ ہمرہِ خورشید۔ خواجہ کو ذاتِ الٰہی سے قربت حاصل تھی۔ مسجود۔ جس حیثیت سے ہوئے کو سجدہ ہوئے کے سامنے

عکسہا[1] را ماند و ایں عکس نیست — در مثالِ عکس حق بنمود نیست

عکسوں کے مشابہ ہے اور یہ عکس نہیں ہے — عکس جیسے میں اللہ (تعالیٰ) تجلی میں ہے

آفتابے دید و او جامد نماند — روغنِ گُل روغنِ کُنجد نماند

اُس نے سورج دیکھا اور جامد نہ رہا — پھول والا تیل، تل کا تیل نہ رہا

چوں مُبدّل گشتہ اند ابدالِ حق — نیستند از خلق برگرداں وَرق

اللہ کے ابدال جب کہ تبدیل ہو گئے ہیں — وہ مخلوق میں سے نہیں ہیں، ورق پلٹ دے

قبلۂ[2] وحدانیت دو چوں بُود — خاکِ مسجودِ ملائک چوں شود

توحید کے قبلے دو کیسے ہو سکتے ہیں؟ — مٹی، ملائک کی مسجود کیسے ہو سکتی ہے؟

چوں دریں جُو دید عکسِ سیب مَرد — دامنش را دیدِ آں پُر سیب کرد

جب کسی شخص نے ایک نہر میں سیب کا عکس دیکھا — اُسکے دیکھنے نے اُس کے دامن کو سیب سے بھر دیا

آنچہ در جُو دید کے باشد خیال — چونکہ شد از دیدنش پُر صد جوال

جو کچھ اُس نے نہر میں دیکھا خیال کب ہو سکتا ہے؟ — جبکہ اُس کے دیکھنے سے سیکڑوں بورے بھر گئے

تن مبین و جاں مکن کاں بُکمٌ و صُمٌّ — کَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ

جسم نہ دیکھ اور جان کو تباہ نہ کر کیونکہ ان گونگوں اور بہروں نے — حق کو جھٹلایا، جب وہ اُن کے پاس آیا

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ احمد بُدست — دیدنِ اُو دیدنِ خالق شدست

تُو نے نہیں پھینکا، جبکہ پھینکا، احمدؐ ہوئے — اُن کا دیکھنا خدا کا دیکھنا بنا ہے

حق مر اُو را برگزید از انس و جاں — رحمۃً للعالمینش خواند ازاں

اللہ (تعالیٰ) نے اُنکو انسانوں اور جنوں میں سے چن لیا — اسی لئے ان کو سب جہانوں کی رحمت فرمایا ہے

خدمتِ اُو خدمتِ حق کردن است — روز[3] دیدن دیدنِ آں روزن است

اُنکی خدمت کرنا اللہ (تعالیٰ) کی خدمت کرنا ہے — دن کا دیکھنا اس دریچہ کا دیکھنا ہے

خاصہ ایں روزن دَرخشاں از خود است — بے ودیعت آفتاب و فرقد است

خصوصاً یہ دریچہ جو خود روشن ہے — سورج اور فرقد کے ذریعہ کے بغیر

ہم ازاں خورشید زد بر روزنے — لیک از راہ و سوئے معہود نے

اسی سورج سے دریچہ پر روشنی پڑی ہے — لیکن متعارف راستہ اور جہت سے نہیں

---

[1] عکسہا۔ وہ خواجہ بظاہر بشر تھا لیکن اُس میں تجلی حق نمایاں تھی۔ آفتابے۔ بمشاہدۂ حق کی وجہ سے اُس کی جامدیت اور جسمیت ختم ہو گئی تھی۔ روغن۔ تل کا تیل جب پھولوں میں بسا دیا جاتا ہے تو پھر اُس کو تل کا تیل نہیں کہا جاتا ہے۔ ابدال۔ اہل اللہ کی ایک جماعت ہے جب اُن کے اوصاف بشری اوصاف خداوندی سے بدل گئے تو اب اُن کو عام مخلوق میں شمار نہیں کیا جاتا ہے۔ برگرداں۔ اب اس موضوع کو ختم کر دے۔

[2] قبلہ۔ توحیدی نظر والے کے دو قبلے نہیں ہو سکتے ملک کی مسجود آدمؑ کی مٹی نہیں ہو سکتی۔ چوں۔ بعض عکس محض عکسوں کے مشابہ ہیں اور حقیقت میں عکس نہیں ہیں بلکہ اصل ہیں، اس کو اس طرح سمجھو کہ نہر میں سیب کے درخت کا عکس دیکھا ہو اور اس کے سیبوں سے دامن بھرا ہو تو وہ بظاہر عکس ہے لیکن حقیقتاً وہ درخت ہو۔ تو آدمؑ میں بھی در اصل صفات حق تھیں اگرچہ بظاہر وہ عکس تھے۔ جوال۔ سامان لادنے کا بورا۔ تن مبیں۔ آدمؑ کو محض جسم سمجھ کر جان کو ہلاک نہ کر اس لئے کہ یہ کام تو اندھوں بہروں کا تھا کہ انھوں نے محض انبیاء کے جسم دیکھ کر اُن کی تکذیب کر دی تھی۔ ما رمیت۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ آنحضورؐ کو حق تعالیٰ کی معیت حاصل تھی اور آپ کا دیدار خدا کا دیدار تھا۔ رحمت۔ آنحضور کو رحمۃ للعالمین اسی وجہ سے کہا گیا کہ آپ جن و انس کے سردار تھے ——

[3] روز۔ جس دریچہ پر دھوپ پڑ رہی ہے اسکو دیکھنا سورج اور دن کو دیکھنا ہے۔ از خود۔ آنحضورؐ کسی سے فیض یافتہ نہ تھے بلکہ دیگر انبیاء اور اولیاء نے آپ سے فیض اور نور حاصل کیا۔ آفتاب۔ یعنی انبیاء۔ فرقد۔ فرقدین دو ستارے ہیں قطب شمالی کے قریب طلوع کرتے ہیں اور شام سے صبح تک نمودار رہتے ہیں۔ ہم ازاں۔ آنحضورؐ پر اللہ کا نور ایک بے کیف خاص راستہ سے پڑتا تھا۔

درمیانِ شمس و ایں روزن رہے [1] | ہستے وز نہاں شُد زاں آگہے
سورج اور اس دریچہ کے درمیان راستہ | ہے، دریچے اس سے واقف نہیں ہیں

تا اگر ابرے برآید چرخ پوش | اندریں روزن بود نورش بجوش
تا کہ اگر کوئی ابر آسمان کو چھپانے والا آ جائے | اس دریچہ میں اس کا نور جوش میں رہے

غیرِ راہِ ایں ہوا و شش جہت | درمیانِ روزن و خور مالفت
اس ہوا اور چھ جہتوں کے راستہ کے سوا | دریچہ اور سورج کے درمیان اُلفت ہے

مدحت و تسبیحِ او تسبیحِ حق | میوہ می روید زعینِ ایں طبق
آپ کی تعریف اور تنزیہ، اللہ تعالیٰ کی تسبیح ہے | اِسی طبق سے میوہ پیدا ہوتا ہے

سیب روید زیں طبق خوش لخت لخت | عیب نبود گر نہی نامش درخت
اس طباق سے بار بار عمدہ سیب پیدا ہوتا ہو | اگر تو اس کا نام درخت رکھدے تو برائی نہ ہوگی

ایں سبد [2] را تو درختِ سیب خواں | کہ میانِ ہر دو راہ آمد نہاں
تو اس ٹوکرے کو سیب کا درخت کہہ دے | کیونکہ دونوں کے درمیان چھپا ہوا راستہ ہے

آنچہ روید از درختِ بارور | زیں سبد روید ہماں نوع از ثمر
جو کچھ پھل دار درخت سے پیدا ہوتا ہے | اسی قسم کا پھل اِس ٹوکرے سے پیدا ہوتا ہے

پس سبد را تو درختِ بخت بیں | زیرِ سایہ ایں سبد خوش می نشیں
پس تو ٹوکرے کو نصیبہ ور درخت سمجھ | اس ٹوکرے کے سایہ میں آرام سے بیٹھ

ناں چو اطلاق آورد اے مہرباں | ناں چرا می خوانیش محمودہ خواں
اے مہربان: روٹی جب دست لگا دے | تو اس کو روٹی کیوں کہتا ہے؟ سقمونیا کہہ

خاکِ رہ [3] چوں چشم روشن کرد و جاں | خاکِ او را سُرمہ بین و سُرمہ داں
راستہ کی گرد نے جب آنکھ اور جان روشن کر دی | اس کی گرد کو سُرمہ دیکھ اور سُرمہ جان

چوں ز روئے ایں زمیں تابد شرق | من چرا بالا کنم رُو در عیوق
جب اس روئے زمین سے روشنی چمکے | میں عیوق میں سر اونچا کیوں کروں؟

شُد فنا ہستش مخواں اے چشمِ شوخ | در چنیں جُو خشک کے ماند کلوخ
اے شوخ چشم! وہ فنا ہو گئے انکو ہست نہ سمجھ | ایسی نہر میں ڈھیلا سوکھا کب رہ سکتا ہے؟

[1] درمیان۔ اللہ تعالیٰ کا فیض ایسے راستہ سے آنحضورؐ کو پہنچا جس سے دوسرے انبیاء واقف نہیں ہیں۔ تا اگر۔ آنحضورؐ کی خصوصیت اس بنا پر تھی کہ اگر نور کیلئے کوئی مانع بھی آئے تو آنحضورؐ میں جو نور ہے وہ خود بخود جوش مارتا ہے اولیاء کے لئے حجابات بشریہ استفادۂ نور سے مانع بن جاتے ہیں۔ غیر ایں راہ۔ عام دریچوں میں سورج کی روشنی ہوا کے متکیف ہونے اور شش جہات سے پہنچتی ہے لیکن آنحضورؐ وہ دریچہ ہیں کہ سورج کو اس سے الفت خاصہ ہے۔ مدحت۔ اب اس اتحاد کی وجہ سے آپ کی تنزیہ اللہ تعریف خدا کی تنزیہ اور تعریف ہے۔ میوہ۔ اگر کسی طباق سے خود میوہ اُگ پڑے تو اگر اس کو درخت کہیں تو کوئی عیب نہ ہوگا۔

[2] ایں سبد۔ جب طباق اور ٹوکرے میں یہ خصوصیت پیدا کر دی جائے کہ انمیں خود بخود پھل اُگ پڑیں تو اسکو پھلدار درخت سمجھو کیونکہ درخت اور اس ٹوکرے میں خاص نسبت ہوئی۔ پس سبد۔ تجھے اس ٹوکرے کو درخت سمجھ کر ٹوکرے کے سایہ میں بیٹھنا چاہیئے۔ ناں۔ صورت کا اعتبار نہیں سیرت معتبر ہے جس روٹی کے کھانے سے دست لگنے لگیں اسکو سقمونیا کہنا چاہیئے جسکی خاصیت دست لانا ہے۔ محمودہ۔ سقمونیا جسکے کھانے سے دست آجاتے ہیں

[3] خاک۔ مٹی میں اگر سُرمہ کی خاصیت ہو تو اسکو سُرمہ کہا جا سکتا ہے۔ چوں ز روئے۔ جب سفلی اجسام میں علوی اجرام کا خاصہ پیدا ہو جائے تو انکے ساتھ علوی اجرام کا سا معاملہ کیا جائے۔ عیوق۔ انہیں یا مشتری ہے شہری ضرورت سے مخفف پڑھی جائیگی ایک سُرخ ستارہ ہے جو کہکشاں کی داہنی جانب ہوتا ہے۔ شُد فنا۔ آنحضورؐ کے اصحاب بشریہ فنا ہو چکے تھے بحر توحید میں غوطہ کھانے سے بشری صفت کہاں رہ سکتی ہے۔

پیشِ[1] ایں خورشید کے تابد ہلال | باچناں رستم چہ باشد زورِ زال
اِس سورج کے سامنے چاند کب چمکتا ہے! | ایسے رستم کے سامنے بڑھیا کا زور کیا ہوگا؟

طالبست و غالبست آں کردگار | تا زہستیہا برآرد اُو دمار
وہ خدا طالب اور غالب ہے | حتّٰی کہ ہستیوں کو ہلاک کر ڈالتا ہے

دو مگوے و دو مخوان و دو مداں | بندہ را در خواجۂ خود محو داں
دوئی کا قائل نہ ہو دوئی نہ پڑھ دوئی نہ سمجھ | غلام کو اپنے آقا میں مٹا ہوا سمجھ

خواجہ ہم در نورِ خواجہ آفریں | فانی ست و مُردہ و مات و دفیں
خواجہ بھی خواجہ کو پیدا کرنے والے نور میں ہے | فانی ہے اور مُردہ ہے اور میّت ہے اور مدفون ہے

چوں[2] جدا بینی زحق ایں خواجہ را | گم کنی ہم متن و ہم دیباجہ را
اگر تو اِس خواجہ کو خدا سے جدا سمجھے گا | تو متن اصل اور دیباچہ کو گم کر دے گا

چشمِ دل را ہیں گذارہ کُن زطیں | ایں یکے قبلہ است دو قبلہ مبیں
خبردار! دل کی آنکھ کو مٹی سے آگے بڑھا | یہ ایک قبلہ ہے، دو قبلے نہ دیکھ

چوں دو دیدی ماندی از ہر دو طرف | آتشے در خف[3] فتاد و رفت خف
جب تو نے دو دیکھے تو دونوں طرف سے گیا | سوختہ میں آگ لگی اور سوختہ جل گیا

مثلِ دو بیں ہمچو آں غریبِ شہرِ کاش عمر نام کہ از یک دکانش
دو دیکھنے والے کی مثال اُس کاش شہر کے پردیسی کی ہے جس کا عمر نام تھا کہ

بسببِ آں نام نانبا بدکانِ دیگر حوالہ می کرد و اُو فہم نہ
اُس نام کی وجہ سے نانبائی ایک دکان سے دوسری دکان کا حوالہ دیدیتا تھا اور وہ نہ سمجھا

کرد کہ ہمہ دکانہا یکے ست دریں معنیٰ کہ بعمر نام، نان
کہ تمام دکانیں یکساں ہیں اِس سلسلہ میں کہ عمر نامی کے ہاتھ روٹی نہیں بیچتے

نفروشند ہم ایں جا تدارک کنم کہ من غلط کردم نامم عمر
ہیں، اِسی جگہ تدبیر کرلوں کہ میں نے غلطی کی ہے میرا نام عمر نہیں

نیست چوں بدیں دکان تدارک و توبہ کنم نان یابم از
ہے جب اِسی دکان پر تدارک اور توبہ کروں گا شہر کی تمام

شہر کا نام ہے مولانا کبھی کاشش کہتے ہیں کبھی کاشان شاید دونوں نام ایک ہی شہر کے ہیں اُس کے تمام باشندے رافضی تھے عمر نام سے چڑتے تھے اور جس شخص کا نام عمر ہوتا اُس سے کوئی لین دین گوارا نہ کرتے تھے۔

[1] پیشِ ایں خورشید۔ آنحضورؐ پر وہ تجلّی خاص تھی کہ آپ کی ذات اُس میں سماگئی تھی۔ رستم۔ تجلّی حق۔ زال یعنی آنحضورؐ کی بشریت۔ طالب۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے فنا کا طالب ہوتا ہے تو اُس کی ہستی کو فنا کر دیتا ہے۔ دو مگوی۔ اب فنا کے بعد اِس اعتبار سے اتحاد اور وحدت ہو جاتی ہے کہ بندہ آقا میں محو ہو جاتا ہے اور یہ مرتبہ فنا فی الشیخ کا ہے۔ خواجہ۔ پھر چونکہ شیخ بھی فانی فی اللہ ہے تو اب مرید مزید ترقی کر کے فنا فی اللہ کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔

[2] چوں جُدا۔ اور اگر تو شیخ کو فانی فی اللہ نہ سمجھے گا اور اُن میں دوئی کا قائل رہیگا تو مقصد اور راہ دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ چشمِ دل۔ تو اِس شیخ کی صورت سے گذر اور ایک قبلہ سمجھ دو نہ سمجھ۔ آتشے۔ محرومی اِس طرح کی ہوگی جیسے چقماق سے سوختہ میں آگ لگے اور کوئی سوختہ سے قطع نظر کر کے چقماق کی طرف متوجہ ہو جائے اور سوختہ جل کر ختم ہو جائے اب وہ آگ سے بالکل محروم ہو جائیگا۔ کیونکہ اب سوختہ ہی نہیں جس کے ذریعہ چقماق سے فائدہ اُٹھا سکے۔

[3] خف۔ سوختہ یشل۔ دو بینی کے مُضر اثرات پر قصّہ نقل کیا ہے۔ کاش۔ ایک

ہمہ دُکانہائے شہر، واگر بے تدارک ہمچنیں عمرؔ نام باشم

دکانوں سے روٹی حاصل کرلوں گا اور اگر بغیر تدارک کے اسی عمرؔ نام کے ساتھ رہوں گا

ازیں دکان در گذرم محروم مانم و احوالِ ایں دکانہا

تو اس دُکان سے چلا جاؤں گا محروم رہوں گا اور اس دکان کے احوال بھی

از ہم جدا دانستہ باشم

میں جداگانہ سمجھتا رہوں گا

گر عُمَر نامی تو اندر شہرِ کاشؔ[۱]	کس نیفروشد بصد دانگ تو اش
اگر تو عمرؔ نام کا ہے، کاشؔ شہر میں	تجھے سَو دانگ میں بھی کوئی روٹی نہ بیچے گا
چوں بیک دُکاں بگفتی عُمَرم	ایں عُمَر را ناں فروشید از کرم
جب تونے ایک دُکان پر کہا کہ میں عُمرؔ ہوں	مہربانی سے اِس عمرؔ کے ہاتھ روٹی فروخت کردو
اُو بگوید رَو بداں دیگر دکاں	زاں یکے ناں بہ گزیں پنجاہ ناں
وہ کہے گا جا، اُس دوسری دُکان پر	کیونکہ وہاں کی روٹی یہاں کی پچاس روٹیوں سے بہتر ہے
گر نبُودے احوَل اُو اندر نظر	اُو بگفتے نیست دُکانِ دگر
اگر وہ نظر میں بھینگا نہ ہوتا	وہ کہہ دیتا دوسری دُکان ہی نہیں ہے
پس[۲] زدے اشراقِ آں نا احولی	بر دلِ کاشی شدے عُمَر علی
اُس بھینگا نہ ہونے کی چمک پڑتی	کاشی کے دل پر، عُمرؔ علی بن جاتا
ایں ازیں جا گوید آں خبّاز را	ایں عُمَر را ناں فروش اے نانبا
یہ یہیں سے اُس نانبائی سے کہتا ہے	اے نانبائی! اِس عمرؔ کو روٹی بیچ دے
چوں[۳] شنید اُو ہم عُمَر از احولی	در کشید آں ناں کہ ہست آنِ علی
جب اُس نے عمرؔ (نام) سنا اُس نے بھی بھینگے پن سے	وہ روٹی ہٹالی کہ یہ علی کی ہے
پس فرستادش بدکّانِ بعید	ناں زپیشِ رُوی اُو اندر کشید
پھر اُس کو دور دُکان پر بھیج دیا	اُس نے روٹی اُس کے سامنے سے ہٹالی
کیں عُمَر را ناں دہ اے انبازِ مَن	راز یعنی فہم کُن ز آوازِ مَن
اے میرے شریک! اِس عمرؔ کو روٹی دیدے	یعنی میری آواز سے راز سمجھ جا
اُو ہمت زاں سُو حوالہ می کُند	ہیں عُمَر آمد کہ تا بر ناں زَنَد
وہ بھی تجھے اُس جانب حوالہ کردے گا	خبردار! عمرؔ آیا ہے تاکہ روٹی حاصل کرے

[۱] گر عمرؔ۔ اگر تیرا نام عمرؔ ہے تو کاش والے بہت قیمت ادا کرنے پر روٹی نہ دینگے۔ کاشؔ۔ ایک خاص قسم کی روٹی ہے۔ چوں۔ اگر تو ایک دکان پر جاکر اپنا نام عمرؔ بتادے گا تو وہ تجھے ٹال دے گا اور کہے گا کہ دوسری دکان سے خرید لے وہاں کی روٹی بہت اچھی ہے۔ گر نبود۔ یہ شخص اپنے بھینگے پن سے دکانوں کو علیحدہ علیحدہ سمجھ رہا ہے حالانکہ عمرؔ نام کے ہاتھ روٹی نہ فروخت کرنے میں وہ ایک ہیں۔

[۲] پس زدے۔ اگر وہ مسافر بھینگا پن چھوڑ کر یہ سمجھ لیتا کہ سب دکانیں ایک ہیں اور اپنا نام بجائے عمرؔ کے علی بتا دیتا تو یہ تدبیر چل جاتی اور وہ کاشی دکان دار اس عمرؔ کو علی سمجھ کر روٹی دیدیتا۔ ایں۔ یہ پہلا نانبائی دوسرے نانبائی کو آواز دے کر کہتا ہے کہ عمرؔ آرہا ہے اس کو روٹی دیدے اور مقصد اس نانبائی کا اس کے نام کا اظہار ہوتا تاکہ وہ بھی روٹی دینے سے انکار کردے۔

[۳] چوں شنید۔ دوسرے نانبائی کا یہ بھینگا پن ہے کہ وہ روٹی کو علی کی سمجھ کر عمرؔ کو روٹی دینے سے انکار کر رہا ہے حالانکہ عمرؔ اور علی رض دو نہیں ہیں بلکہ دونوں حقیقتاً ایک ہیں۔ فرستادش۔ اس دوسرے نانبائی نے نانبائی کو آواز دے کر کہہ دیا کہ عمرؔ آرہا ہے اُسکو روٹی دیدے۔ اور میری آواز سے راز سمجھ جا کہ

[illegible]

چوںؔ بیک دُکاں عمر بُودی برَو | درہمہ کاشاں زناں محروم شو
جب تو ایک دکان پر عمر ہو گیا، چلا جا | پورے کاشان میں روٹی سے محروم رہ

ور بیک دُکاں علی گفتی بگیر | ناں ازینجا بے حوالہ بے زحیر
اور اگر ایک دُکان پر تو نے علی کہدیا لے لے | روٹی اِسی جگہ سے بغیر حوالہ، بغیر کلفت کے

اَحولِ دو بیں چو بے بر شُد ز نوش | اَحولِ صد بینی اے مادر فروش
جب دو۲ دیکھنے والا بھینگا، شہد سے محروم ہو گیا | اے مادر بخطا! تو سَو دیکھنے والا بھینگا ہے

اندریں کاشانِ دنیا ز اَحولی | چوں عُمر میگرد چوں نبُوی علی
دنیا کے اس کاشان میں بھینگے پن سے | عُمر کی طرح پھر کا جبکہ تو علی نہیں ہے

ہست اَحول را دریں ویرانہ دَیر | گوشہ گوشہ نقلِ نو کہ ثَمّ خیر
بھینگے کے لئے اِس ویران بُتکدے میں | گوشہ گوشہ میں از سَرِ نو پھرتا ہے کہ وہاں بھلائی ہے

ورؔ دو چشمِ حق شناس آمد ترا | دوست پُر بیں عرصۂ ہر دو سرا
اور اگر تجھے حق شناس دو آنکھیں حاصل ہو جائیں | دونوں جہاں کے میدان کو دوست سے پُر دیکھ

وارہیدے از حوالہ جابجا | اندریں کاشانِ پُر خوف و رَجا
تو جگہ جگہ کے حوالے سے نجات پا جاتا | اِس امید و خوف سے بھرے ہوئے کاشان میں

اندریں جو غنچہ دیدی با شجر | ہمچو ہر جُو تو خیالش ظن مبر
تو نے اس نہر میں غُنچہ مع درخت کے دیکھ لیا | اُسکے بارے میں ہر نہر کی طرح گمان نہ کر

کہ ترا از عینِ ایں عکسِ نقوش | حق حقیقت گردد و میوہ فروش
کہ تیرے لئے عین اِن نقشوں کے عکس سے | حق، حقیقت اور میوہ فروش بن جائے

چشم ازیں آب از حوَل حُر می شود | عکس می بیند سَبد پُر می شود
اس پانی سے، آنکھ بھینگے پن سے آزاد ہو جاتی ہے | عکس دیکھتا ہے، ٹوکرا بھر جاتا ہے

پسؔ بمعنیٰ باغ باشد ایں نہ آب | پس مشو عُریاں چو بلقیس از حباب
حقیقت میں یہ باغ ہوتا ہے، نہ کہ پانی | تو بلقیس کی طرح بُلبلے سے ننگا نہ بن

بارِ گونا گونست بر پُشتِ خراں | ہیں بیک چوب ایں خراں را تو مراں
گدھوں کی کمر پر قِسما قِسم کے بوجھ ہیں | خبردار! اِن گدھوں کو ایک لکڑی سے نہ ہانک

لہ چوں بیک دکان۔ جب تو ایک دکان پر عُمر بن گیا تو اب سارے کاشان میں گھومتا پھر تجھے روٹی نہ ملیگی۔ ور بیک۔ اگر وہ اِن دکانوں کو چند دکانیں نہ سمجھتا اور شروع میں ہی اپنا نام علی بتاتا تو فوراً روٹی مل جاتی۔ اَحول دو بین۔ اُس مسافر کا بھینگا پن جو معمولی تھا وہ اُس کی محرومی کا سبب بنا تو وہ بھینگا جو جملہ کائنات کو مُستقل موجود سمجھ کر بھینگا بن رہا ہے اُس کی محرومی کو اس پر قیاس کرلے کہ کس قدر ہوگی۔ مادر فروش۔ ماں سے زنا کرا کر کمائی کھانے والا۔ دنیا۔ یہ دنیا بھی کاشان ہے جب تو بھینگا بن: چھوڑیگا مارا مارا پھرے گا۔ گوشہ گوشہ۔ جو کائنات کو حقیقی موجود سمجھےگا وہ کبھی کسی طرف متوجہ ہوگا کبھی کسی کی طرف بھلائی سمجھ کر متوجہ ہوگا۔

لہ ور دو چشم۔ اگر صحیح نظر حاصل ہو گئی تو سب موجودات کو ایک موجودِ حقیقی کا سایہ سمجھیگا اور صرف اُس کی طرف توجہ کریگا۔ وا رہیدی۔ جا بجا مارے مارے پھرنے سے نجات پا جائیگا۔ اندریں۔ اب اُن ابرار کا جو خدائی اخلاق سے آراستہ ہو گئے ہیں اللہ کا مظہر ہونا ثابت کرتے ہیں کہ جب تو کوئی ایسا عکس دیکھے جو پھل اور پھول والا درخت ہے اُسکو اور عکسوں کیطرح نہ سمجھ۔ کہ۔ یعنی عین حقیقت حق بنجائے اور وہ حقیقت تجھے میوے عطا کرنے لگے چشم۔ اہل اللہ

کی صحبت سے صحیح نظر حاصل ہو جاتی ہے، یہ عکس ہیں لیکن اُنہی سے اصل کا فائدہ ہو جاتا ہے اور مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

لہ پس۔ یہ اہلُ اللہ صرف پانی نہیں ہیں کہ اُسمیں خیالی عکس نظر آئے بلکہ عین حقیقت اور باغ ہیں۔ پس۔ تو اِسطرح دھوکا نہ کھا جس طرح بلقیس نے غیر آب کو آب سمجھ لیا یعنی تو اُن بزرگوں کو باغ کی بجائے م

بر یکے خر بارِ لعل و گوہر ست[۵۱] | بر یکے خر بارِ سنگ و مرمر ست
ایک گدھے پر لعل و گوہر کا بوجھا ہے | دوسرے گدھے پر پتھر اور مرمر کا بوجھا ہے

بر ہمہ جوہا تو ہیں حکمت مراں | و اندریں جو ماہ ہیں عکسش مخواں
تو سب نہروں پر اپنا یہ حکم نہ چلا | اس نہر میں چاند کو دیکھ اسکو اسکا عکس نہ کہہ

آبِ خضر ست ایں نہ آبِ دام و دد | ہر چہ اندر وے نماید حق بود
یہ خضرؑ کا پانی ہے نہ کہ چرندہ اور درندہ کا پانی | اسمیں رجو کچھ نظر آئے وہ واقعی ہے

زیں تگ جو ماہ گوید من مہم[۵۲] | من نہ عکسم ہمحدیث و ہم رہم
اس نہر کی گہرائی سے چاند کہتا ہے، میں چاند ہوں | میں عکس نہیں ہوں میں ہم کلام اور ہمراہی ہوں

اندریں جو آنچہ بر بالاست ہست | خواہ بالا خواہ در وے دار دست
اس نہر میں، جو اوپر ہے وہی ہے | خواہ اوپر، خواہ اندر، ہاتھ بڑھا

از دگر جوہا مگیر ایں جوئے را | ماہ داں ایں پرتوِ مہ روئے را
دوسری نہر پر اس نہر کو قیاس نہ کر | اس ماہ رُو عکس کو تو چاند سمجھ

اندریں جو ہر چہ داری تو مراد[۵۳] | باز بیں و شکر گو بہرِ زیاد
تو جو مراد رکھتا ہے، اس نہر میں تلاش کرلے | پھر دیکھ لے اور زیادتی کے لئے شکر ادا کر

اندریں جو ہر چہ می خواہی بہیں | از نعیم و ناز و تاج و ملک و دیں
تو جو چاہتا ہے، اس نہر میں دیکھ لے | ناز و نعم اور تاج اور سلطنت اور دین

جملہ مطلوباتِ خلقِ ہر دو کون | گشت موجود اندر وبے بُعد و بون
دونوں جہان کی مخلوق کے تمام مقاصد | اسکے اندر بغیر بُعد اور دوری کے موجود ہیں

ایں سخن پایاں ندارد آں غریب | بس گریست از دردِ خواجہ شد کئیب
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ پردیسی | بہت رویا خواجہ کے درد سے غمگین ہوگیا

توزیع کردن پائمرد در جملہ شہر تبریز و جمع شدن اندک
مددگار کا تمام شہر تبریز میں چندہ جمع کرنا اور بہت تھوڑا جمع

چیز و رفتن آں غریب بتربتِ محتسب بزیارت و ایں قصہ
ہونا اور اس پردیسی کا محتسب کی قبر کی زیارت کو جانا اور نوحہ

را بر سرِ گورِ او گفتن بطریق نوحہ
کے طریقے پر اس قصہ کو اسکی قبر پر کہنا

---

۵۱ بر یکے۔ مختلف انسان اس طرح ہیں کہ کسی پر لعل و جواہر لدے ہوئے ہیں کسی پر پتھروں کا بوجھا ہے۔ بر ہمہ۔ سب نہروں کو یکساں نہ سمجھ ایک نہر میں بعینہ چاند موجود ہے اس کو عکس نہ سمجھ۔ آب۔ اس نہر کا پانی آبِ حیوۃ ہے وہ محض جانوروں کے پینے کا پانی نہیں ہے، اسمیں جو نظر آئے گا۔ وہ محض عکس نہوگا بلکہ عین حقیقت ہوگی۔
۵۲ زیں تگ۔ اس نہر کی تہ میں چاند خود بول رہا ہے کہ میں ہم سخن اور ہم راہ ہوں جو عکس نہیں ہوسکتا۔ اندریں اس نہر میں جو اوپر ہے وہی اندر ہے تو جہاں سے فیض حاصل کرے گا وہی ایک فیض ہوگا۔ از دگر۔ دوسری نہروں میں تو چاند کا عکس ہے اس نہر کو ایسا نہ سمجھ اس عکس کو تو بعینہ چاند سمجھ۔
۵۳ اندریں۔ اس نہر سے تیرے آخروی اور دنیاوی سب مقاصد پورے ہو جائیں گے۔ تجھ میں اور مقاصد میں کوئی دوری اور جدائی نہ رہے گی۔ توزیع کردن چندہ جمع کرنا۔ پائمرد۔ مددگار۔

واقعہ[51] آں وامِ اُو مشہور شُد
اُس کے قرض کا قصہ مشہور ہوگیا

از پئے توزیع گردِ شہر گشت
چندہ جمع کرنے کے لئے شہر کے چاروں طرف گھوما

ہیچ ناورد از رہِ کدیہ بدست
بھیک کے ذریعہ ہاتھ میں کچھ نہ آیا

پائمرد آمد بدو دستش گرفت
مددگار آیا اور اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا

گفت[52] چوں توفیق یابد بندۂ
بولا، جب کسی بندے کو توفیق حاصل ہو

مالِ خود ایثارِ راہِ اُو کُند
اُس کے راستہ میں اپنا مال صرف کرے

شکرِ اُو شکرِ خدا باشد یقیں
اُسکا شکریہ ادا کرنا یقیناً خدا کا شکریہ ہے

ترکِ شکرش ترکِ شکرِ حق بُود
اُس کا شکر نہ کرنا، اللہ کا شکر نہ کرنا ہے

شُکر می کُن مر خدا را در نعم
نعمتوں کے بارے میں خدا کا شکر ادا کرتا رہ

رحمتِ[53] مادر اگرچہ از خداست
ماں کی محبت اگرچہ خدا کیجانب سے ہے

زیں سبب فرمُود حق صَلّوا عَلَیہِ
اِسی لئے اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا، اُن پر درود بھیجو

در قیامت بندہ را گوید خدا
قیامت میں خدا بندہ کو کہے گا

گوید اے رَب شکرِ تو کردم بجاں
وہ کہے گا اے خدا! میں نے (دل و) جان سے تیرا شکر کیا

پائمرد از دردِ اُو رنجور شُد
مددگار، اُس کے رنج سے متاثر ہوا

از طمع می گفت ہر جا سرگذشت
لالچ سے، ہر جگہ ماجرا بیان کرتا تھا

غیرِ صد دینار آں کدیہ پرست
اُس بھکاری کے، سوائے سَو دینار کے

شُد بگورِ آں کریمِ بس شگفت
اُس عجیب سخی کی قبر پر گیا

کو کُند مہمانیِ فرخندۂ
کہ وہ کسی بابرکت کی مہمانداری کرے

جانِ خود ایثارِ جاہِ اُو کُند
اُس کی عزت میں اپنی جان خرچ کرے

چوں باحساں کرد توفیقش قریں
کیونکہ اُسی نے اُس کی توفیق کو احسان کا ساتھی بنایا

حقِ اُو لاشک بحق ملحق شود
اُس کا حق اللہ (تعالیٰ) کے حق سے وابستہ ہوگیا

نیز می کُن شکر و ذکرِ خواجہ ہم
نیز خواجہ کا ذکر اور شکر بھی کر

خدمتِ اُو ہم فریضہ ست و سزاست
اُس کی خدمت بھی فرض اور مناسب ہے

کہ محمدؐ بُود محتاجٌ اِلَیہ
کیونکہ محمدؐ کی جانب احتیاج ہے

ہیں چہ کردی آنچہ دادم مر ترا
ہاں تونے کیا کیا جو میں نے تجھے دیا تھا

چوں ز تو بُود اصلِ آں روزی و نا
کیونکہ اُس روزی اور روٹی کی اصل تیری جانب سے تھی

[51] واقعہ۔ اُس پردیسی کے قرض کا قصہ تبریز میں مشہور ہوا تو ایک شخص اُسکا ہمدرد بنگیا۔ توزیع تقسیم یعنی اُس نے اُس کا قرض لوگوں پر بانٹ کر جمع کرنے کیلئے شہر کا گشت شروع کردیا اور اس لالچ سے کہ لوگ رحم کھاکر اُسکو چندہ دیدیں اُس کا سارا قصہ بیان کرنا شروع کردیا۔ ہیچ۔ اُس مددگار کو سارے شہر سے صرف سَو دینار چندے میں ملے۔ کدیہ پرست بھکاری یعنی مددگار۔ پائمرد۔ اُس قلیل مقدار سے مددگار کو مایوسی ہوئی تو وہ اُس پردیسی کا ہاتھ پکڑ کر مُحتسب کی قبر کے پاس لے گیا۔

[52] گفت۔ راستہ میں مددگار نے اُس سے کہا کہ اگر کسی کو کسی بابرکت مہمان کی مہمانداری کی توفیق میسر ہو۔ اور وہ اُس مہمان کا پورا اعزاز کرے تو ایسے میزبان کا شکریہ ادا کرنا خدا کا شکریہ ادا کرنا ہے چونکہ اللہ ہی نے اُس میزبان کو توفیق عطا فرمائی ہے۔ ترک۔ ایسے میزبان کی ناشکری اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہوگی۔ شکر می کن۔ چونکہ مُحتسب نے تجھ پر احسان کئے ہیں تو خدا کا شکر ادا کر اور مُحتسب کا بھی شکر گزار بن۔

[53] رحمتِ مادر۔ ماں میں رحم کا مادہ اگرچہ خدا نے پیدا کیا ہے لیکن پھر بھی ماں کی خدمت فرض اور مناسب ہے۔ زیں سبب۔ چونکہ ہم آنحضورؐ کے محتاج ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ہمارے لئے واسطہ ہیں اسلئے ہمیں اُنکا شکریہ ادا کرنے کیلئے اُن پر درود بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔ در قیامت۔ خدا قیامت میں بندے سے کہیگا میں نے تجھے نعمتیں دی تھیں تونے کیا کیا وہ کہیگا چونکہ اصل روٹی دینے والا تو تھا میں نے تیرا شکریہ ادا کیا۔

گویدش[1] حق نے نکردی شکرِ مَن — چون نکردی شکرِ آں اکرام وفن

اللہ (تعالیٰ) اُس سے فرمائیگا تو نے میرا شکریہ ادا نہیں کیا — جبکہ تو نے اُس اِکرام اور ہُنر کا شکریہ نہ ادا کیا

بر کریمے کردہ ظلم و ستم — نے زدستِ اُو رسیدت نعمتم

تو نے سخی پر ظلم اور ستم کیا — کیا میری نعمتیں اُسکے ہاتھ سے تیرے پاس نہیں پہنچیں

چون بگورِ آں ولی نعمت رسید — گشت گریاں زار و آمد در نشید

جب وہ اُس انعام دینے والے کی قبر پر پہنچا — (زار، زار) رونے لگا اور پڑھنے لگا

گفت اے پشت و پناہِ ہر نبیل — مرتجا و غوثِ ابناء السّبیل

بولا اے ہر شریف کی پشت و پناہ — مسافروں کی امیدگاہ اور مددا

اے[2] غمِ ارزاقِ ما بر خاطرت — اے چو رزقِ عام احسان و برت

اے وہ کہ ہماری روزیوں کا تیری طبیعت پر بار تھا — اے وہ کہ تیرا احسان اور بھلائی عام رزق کیطرح تھا

اے فقیراں را عشیر و والدین — در خراج و خرج و در ایفائے دین

اے وہ کہ فقیروں کا خاندان اور ماں باپ تھا — آمدنی اور خرچ میں اور قرض ادا کر دینے میں

اے چو بحر از بہرِ نزدیکاں گہر — دادہ تحفہ سوئے دُوراں از مطر

اے سمندر جیسے! نزدیکوں کے لئے موتی — دیئے، دُور والوں کو بارش کا تحفہ

پشتِ ما گرم از تو بود اے آفتاب — رونقِ ہر قصر و گنجِ ہر خراب

اے سورج! ہماری کمر تجھ سے گرم تھی — تو ہر قصر کی رونق اور ہر ویرانہ کا خزانہ تھا

اے در ابرویت ندیدہ کس گرہ — اے چو میکائیل[3] راد و رزق دہ

اے وہ کہ تیری ابرو پر کسی نے شکن نہیں دیکھی — اے وہ کہ میکائیلؑ کیطرح سخی اور رزق دینے والا

اے دلت پیوستہ با دریائے غیب — اے بقافِ مکرمت عنقائے غیب

اے وہ کہ تیرا دل ہمیشہ غیب کے دریا سے وابستہ تھا — اے وہ کہ شرافت کے (کوہ) قاف میں غائب عنقا ہے

یاد نا وردہ کہ از مالم چہ رفت — سقفِ قصرِ ہمتت ہرگز نکفت

تو نے نہ سوچا کہ میرے مال میں سے کیا گیا — تیری ہمت کے قلعے کی چھت میں کبھی شگاف نہ ہوا

اے مَن و صد ہمچوں مَن در ماہ و سال — مر ترا چوں نسل تو گشتہ عیال

اے وہ کہ میں اور مجھ جیسے سیکڑوں (ہر) ماہ اور سال میں — تیرے لئے تیری نسل کی طرح اولاد بنے تھے

نقدِ ما و جنسِ ما و رختِ ما — نامِ ما و فخرِ ما و بختِ ما

ہماری نقدی اور ہماری جنس اور ہمارا سامان — ہمارا نام اور ہمارا فخر اور ہمارا نصیب

---

[1] گویدش۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا جبکہ تو نے محسن کا شکریہ ادا نہیں کیا تو گویا میرا بھی شکریہ ادا نہیں کیا۔ بر کریمے۔ جس سخی کے ہاتھ سے میں نے تجھے روزی دلائی تھی تو نے اسکا شکریہ ادا نہ کرکے اُس پر ظلم و ستم کیا ہے، یہ سب باتیں مددگار نے اُس پردیسی سے کہیں تاکہ وہ اپنے محسن محتسب کا شکریہ دعائے مغفرت کی صورت میں ادا کرے۔ ولی نعمت۔ محسن یعنی محتسب۔ نشید۔ اشعار۔ نبیل۔ شریف۔ ابناء السبیل مسافرین۔

[2] اے۔ قبر کے پاس پہنچکر شکریہ ادا کرتے ہوئے کہنے لگا کہ ہمیں رزق پہنچانے کا تجھے فکر لگا رہتا تھا اور تیرا احسان اور نیکی اسی طرح عام تھا جس طرح تیرا دسترخوان عوام کیلئے کھلا ہوا تھا۔ عشیر۔ خاندان۔ خراج۔ آمدنی۔ اے بحر۔ سمندر ساحل پر موتی پھینکتا ہے اور دُور والوں کو بارش سے فیض پہنچاتا ہے۔ پشت۔ تو ہمارا پشت پناہ تھا۔ خراب۔ ویرانہ۔ اے در ابروت۔ کبھی کسی کو دیکھکر تیری پیشانی پر گرہ نہ پڑتی تھی سب کو خوش آمدید کہتا تھا۔

[3] میکائیلؑ۔ حضرت میکائیلؑ مخلوق کو رزق پہنچانے پر مقرر ہیں۔ دریائے غیب۔ دریائے غیب کبھی منقطع نہیں ہوسکتا۔ عنقاء۔ معزز پرندہ ہے۔ نکفت۔ از کفتن بمعنی شگافتن۔ من۔ میرا اور مجھ جیسے ہزاروں کا تو اولاد کیطرح خیال رکھتا تھا۔ نقد ما۔ پردیسی نے کہا ہماری تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کیجانب سے تھیں اور تو اُنکا واسطہ اور ذریعہ تھا اور تو ہم میں اور اللہ تعالیٰ میں رابطہ پیدا کردیتا تھا۔

این ہمہ از حق بُدو تو واسطہ — در میانِ ما و حق تو رابطہ
یہ سب اللہ (تعالیٰ) کیجانب سے تھا اور تو واسطہ تھا — ہمارے اور اللہ (تعالیٰ) کے درمیان تو رابطہ تھا

تو نمردی نازو بختِ ما بمُرد[1] — عیشِ ما و رزقِ مستوفا بمُرد
تو نہیں مرا، ہمارا ناز اور نصیبہ مرگیا — ہمارا عیش اور ہمارا پورا رزق مرگیا

واحد کالف در رزم و کرم — صد چو حاتم گاہِ ایثارِ نعم
(تو) ایک ہزار کیطرح تھا شجاعت اور سخاوت میں — نعمتیں صرف کرنے کے وقت سَو حاتم کیطرح تھا

حاتم ار مُردہ بمُردہ میدہد — گردگانہایِ شمردہ میدہد
حاتم اگر بے جان (چیز) بے جان کو دیتا تھا — گنتی کے اخروٹ دیتا تھا

تو حیاتے میدہی در ہر نفس — کز نفیسی می نگنجد در نفس
تو ہر سانس میں ایسی زندگی دیتا تھا — کہ جو خوبی سے بیان میں نہیں سماتی ہے

تو حیاتے میدہی بس پائدار — نقدِ زرِّ بے کساد و بے شمار
تو بہت پائدار زندگی دیتا تھا — کھرا نقد بغیر کھوٹ کے اور بے شمار

وارثے[2] نابودہ یک خوی ترا — اے فلک سجدہ کناں کوی ترا
تیری ایک عادت کا کوئی وارث نہ بنا — اے وہ کہ تیرے کوچہ کو آسمان سجدہ کرتا ہے

خلق را از گرگِ غم لطفت شبان — چوں کلیم اللہ شبانِ مہرباں
مخلوق کیلئے غم کے بھیڑیے سے تیری مہربانی نگہبان تھی — جیسے کہ کلیم اللہ مہربان محافظ

گریختن گوسفندے از موسیٰ علیہ السّلام و شفقت و
ایک بکری کا حضرت موسیٰؑ علیہ السّلام سے بھاگنا اور اُس پر

مہربانیِ موسیٰ علیہ السّلام بر وے
حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی مہربانی اور شفقت

گوسفندے از کلیم اللہ گریخت — پایِ موسیٰ آبلہ شد نعل ریخت[3]
ایک بکری (حضرت) کلیم اللہ سے بھاگ گئی — (حضرت) موسیٰؑ کے پاؤں میں آبلہ ہوگیا اور تھک گئے

در پئے او تا بشب در جستجو — واں رمہ غائب شدہ از چشمِ او
اُس کے پیچھے رات تک تلاش میں رہے — وہ گلّہ اُن کی نگاہ سے غائب ہوگیا

گوسپند از ماندگی شد سست و ماند — پس کلیم اللہ گرد از وے فشاند
بکری تکان سے سُست ہوگئی اور رہ گئی — تو کلیم اللہ نے اُس کی گرد جھاڑی

---

[1] تو نمردی. آج صرف تو نہیں مرا بلکہ ہمارے سارے منافع مُردہ ہوگئے۔ واحد. تو ایک نہ تھا بلکہ رزم و بزم میں ہزار کے قائم مقام تھا اور انعام دیتے وقت سیکڑوں حاتموں کیطرح تھا حاتم۔ حاتم صرف دنیاوی حقیر نعمتیں عطا کرتا تھا جو فانی تھیں۔ تو حیاتے۔ تیری عطا زندگی ہے اور پائیدار ہے یعنی روحانی عطیات اور ظاہری عطیات بھی کھرے اور بے شمار ہیں۔

[2] وارثے۔ تیری ان فضیلتوں میں تیرا کوئی قائم مقام نہیں ہے۔ خلق۔ مخلوق کو رنج و غم سے تو ایسا ہی محفوظ رکھتا تھا جس طرح حضرت موسیٰؑ اپنی بکریوں کے محافظ اور مہربان تھے۔ گریختن۔ اب حضرت موسیٰؑ کے اِس قصہ سے اُنکی بکریوں کی حفاظت اور اُنپر شفقت کا بیان مقصود ہے۔

[3] نعل ریخت۔ نعل ریختن۔ گھوڑے کا دوڑنے سے عاجز آجانا۔ واں رمہ۔ جس گلّہ کی وہ بکری تھی اُس گلّہ سے حضرت موسیٰؑ بہت دور ہوگئے۔ گوسپندے۔ بکری بھاگتے بھاگتے تھک کر گرگئی حضرت موسیٰؑ نے اُس کے پاس پہنچکر اُس کی گرد جھاڑی اور ماں کی طرح اُس پر شفقت سے ہاتھ پھیرنے لگے۔

کف ہمی مالید بر پُشت و سرش — **می نوازش کرد ہمچُو مادرش**

اُس کی کمر اور سر پر ہاتھ پھیرتے تھے — ماں کی طرح اُس پر مہربانی کرتے تھے

نیم[1] ذرّہ تیرگی و خشم نے — **غیر مہر و رحم و آبِ چشم نے**

آدھا ذرہ کدورت اور غصہ نہ تھا — سوائے مہربانی اور رحم اور آنسو کے (کچھ) نہ تھا

گفت گیرم بر منَت رحمے نبُود — **طبع تو بر خود چرا اِستم نمُود**

فرمایا میں نے مانا، تجھ مجھ پر رحم نہ آیا — تیری طبیعت نے اپنے اوپر کیوں ظلم کیا؟

با ملائک گفت یزداں آں زماں — **کہ نبُوّت را ہمی زیبد فلاں**

خدا تعالیٰ نے اُسوقت فرشتوں سے فرمایا — کہ فلاں نبوّت کے لائق ہے

مُصطفٰے فرمُود خود کہ ہر نبی — **کرد چوپانیش برنا[2] یا صبی**

خود (حضرت) مُصطفیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر نبی نے — جوانی یا بچپن میں بکریاں چرائی ہیں

بے شبانی کردن و آں امتحاں — **حق ندادش پیشوائیِ جہاں**

چرواہا پن اور اُس آزمائش کے بغیر — حق تعالیٰ نے اُسکو دنیا کی پیشوائی نہیں دی

تا شود پیدا وقار و صبرِ شاں — **کردشاں پیش از نبوّت حق شباں**

تاکہ اُن کا وقار اور صبر ظاہر ہو جائے — اللہ تعالیٰ نے اُنکو نبوت سے پہلے چرواہا بنایا ہے

گفت سائل ہم تو نیز اے پہلوا — **گفت مَن ہم بُودہ اَم دہرے شباں**

ایک سوال کرنیوالے نے کہا آپ بھی اے سردار! — فرمایا میں بھی ایک زمانہ تک چرواہا رہا ہوں

ہر امیرے[3] کو شبانیِ بشر — **آنچناں آرد کہ باشد مؤتمر**

ہر حاکم جو انسانوں کا چرواہا پن — اس طرح کرے جیسا کہ حکم ہوا ہے

حلمِ موسیٰ وار اندر رعیِ خود — **او بجا آرد بتدبیر و خرد**

اپنے چرواہے پن میں حضرت موسیٰؑ کی بُردباری کیطرح — وہ تدبیر اور عقل سے بجالائے

لاجرم حقش دہد چوپانیے — **بر فرازِ چرخِ مہ رُوحانیے**

لامحالہ (اللہ تعالیٰ) اُسکو چوپانی عطا فرمادے گا — روحانی چاند کے آسمان کی بلندی پر

آنچنانکہ انبیا را زیں رُعا — **بر کشید و داد رعیِ اصفیا**

جس طرح انبیاء کو اس چرواہے پن سے — بلند کردیا اور برگزیدہ لوگوں کی چوپانی دیدی

خواجہ بارے تو دریں چوپانیت — **کردی آنچہ کور گردد شانیت**

اے خواجہ! البتہ تونے اِسی چوپانی میں — وہ کیا جس سے تیرا دشمن اندھا ہو جائے

[1] نیم۔ بکری کی اِس حرکت سے اُنھیں ذرہ برابر غصہ نہ آیا اور اُسکی درماندگی پر آنسو بہانے لگے۔ گفت۔ اور فرمانے لگے کہ اگر تجھے میرے بھاگنے دوڑنے پر رحم نہ آیا تو نہ سہی تونے اپنے اوپر بھی رحم نہ کیا۔ با ملائک۔ حضرت موسیٰؑ کی یہ باتیں سُنکر حضرت حق تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ موسیٰؑ جیسا بُردبار نبوّت کے لائق ہے۔ مُصطفیٰ۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔

[2] برنا۔ نوجوان۔ بے شبانی۔ بکری چرانے والے میں بہت ہی حلم اور بُردباری پیدا ہو جاتی ہے، بکری گلہ سے اِدھر اُدھر بہت بھاگتی ہے اور اُس پر غصہ بھی نہیں اتارا جا سکتا معمولی چوٹ سے مر جاتی ہے۔ گفت۔ جب حضورؐ نے یہ فرمایا کہ ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ نے بھی چرائی ہوں گی تو آپ نے فرمایا ہاں میں نے بھی مکہ والوں کی بکریاں چرائی ہیں۔

[3] ہر امیرے۔ مولانا فرماتے ہیں جو حضرت موسیٰؑ کی طرح مخلوقِ خدا کی چوپانی کریگا اور اپنی تدبیر اور عقل سے اُنکی دیکھ بھال کریگا۔ لاجرم اللہ تعالیٰ اُسکو لامحالہ چوپانی کا روحانی مقام عنایت فرما دیتا ہے۔ آنچناں۔ جسطرح انبیاءؑ کو اِسی چوپانی سے منصب نبوّت حاصل ہوا ہے۔ خواجہ۔ یہ مسافر

دائمم آنجا در مکافات ایزدت ۵۱ — سروری جاودانہ بخشدت

میں جانتا ہوں کہ بدلہ میں اس جگہ تجھے خدا — ہمیشہ کی سرداری عنایت کر دے گا

بر امیدِ کفِ چوں دریایِ تو — بر وظیفہ دادن و ایفائے تو

تیرے دریا جیسی ہتھیلی کی امید پر — تیرے وظیفہ دینے اور (وعدے کا ایفا کرنے پر)

وام کردم نہ ہزار از زر گزاف — تو کجائی تا شود ایں دُرد صاف

میں نے نو ہزار اشرفیاں بے احتیاطی سے قرض کر لیں — تو کہاں ہے؟ تاکہ یہ تلچھٹ صاف ہو جائے

تو کجائی تا کہ صد چنداں کرم — با منِ خستہ بجا آری نعم

تو کہاں ہے؟ تاکہ سَو گنا کرم — ہاں، مجھ عاجز کے ساتھ بجا لائے

تو کجائی تا دو صد لطف و عطا — با غریبِ خستہ دل آری بجا

تو کہاں ہے؟ تاکہ دو سو مہربانیاں اور عطا — خستہ دل، پردیسی کے ساتھ بجا لائے

تو کجائی تا کہ خنداں چوں چمن — گویمم بستاں دو صد چنداں ز من

تو کہاں ہے؟ تاکہ چمن کی طرح مسکراتا ہوا — تو مجھ سے کہے، مجھ سے دو سو گنا لے لے

تو کجائی تا مرا خنداں کُنی — لطف و احساں چوں خداونداں کُنی ۵۲

تو کہاں ہے؟ تاکہ مجھے ہنسا دے — آقاؤں کی طرح، مہربانی اور احسان کرے

تو کجائی تا بری در مخزنم — تا کُنی از وام و فاقہ ایمنم

تو کہاں ہے؟ تاکہ مجھے خزانے میں لیجائے — تاکہ مجھے قرض اور فاقہ سے مطمئن کر دے

من ہمی گویم بس و تو مفضلم — گفتہ کایں ہم گیر از بہرِ دلم

میں کہوں بس، اور تو بڑا مہربان مجھ سے — کہے کہ یہ بھی میری خاطر لے لے

چوں ہمی گنجد جہانے زیرِ طیں — چوں بگنجد آسمانے در زمیں

مٹی کے نیچے، ایک عالم کیسے سماتا ہے؟ — ایک آسمان، زمین کے نیچے کیسے سماتا ہے؟

حاش للہ تو بروُنی زیں جہاں — ہم بوقتِ زندگی ہم ایں زماں

حاش للہ، تو اس دنیا کے باہر ہے — زندگی کے وقت میں بھی، اس وقت بھی

در ہوائے غیب مرغے می پرد — سایۂ او بر زمیں می گسترد

غیب کی فضا میں ایک پرندہ اڑ رہا ہے — اس کا سایہ زمین پر بچھ رہا ہے

جسم سایہ سایۂ سایہ دلست ۵۳ — جسم کے اندر خورِ پایہ دلست

جسم، دل کے سائے کے سائے کا سایہ ہے — جسم، دل کے رتبہ کے لائق کب ہے؟

۵۱ دائمم۔ مجھے یقین ہے کہ خدا نے تجھے بھی دائمی سرداری بخشدی ہے۔ برامید اس پردیسی نے کہا میں نے تیری عطا کے بھروسے پر قرضے لینے میں بے پرواہی برتی اور نو ہزار قرض کر لیا اب تو کہاں ہے کہ میرے مکدر عیش کو صاف کر دے۔ تو کجائی۔ اب تو کہاں ہے کہ مجھے نعمتیں عطا کرے۔ تا دو صد۔ اب اسکی موت کی حسرت کیساتھ اپنی مُردہ تمناؤں کا ذکر کرتا ہے گویمم۔ تو مجھ سے کہے کہ اپنے قرض سے دو سو گنا مجھ سے لیجا

۵۲ خداونداں۔ آقا لوگ۔ مخزن۔ خزانہ۔ من ہمی گویم میں کہوں کہ یہ عطا میرے لئے کافی ہے اور تو کہے کہ میری خاطر اور لے لے مفضل۔ بہت احسان کرنیوالا۔ چوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تجھ جیسا آسمان زمین میں کیسے سما گیا۔ حاش۔ اب کہتا ہے یہ میری غلطی ہے کہ میں تجھے زیر زمین سمجھ رہا ہوں تو زندگی میں بھی ملاءِ اعلیٰ میں تھا اور اب بھی وہاں ہی ہے۔ در ہوا۔ تو دراصل روح تھا جو ملاءِ اعلیٰ کی چیز ہے اور جسم جو زمین پر ہے بمنزلہ اس کے سایہ کے ہے۔

۵۳ دلست۔ جسم کو سایہ قرار دیا اب اس سایہ کی حقیقت بتاتے ہیں کہ قلب روح ہے اور روح کی دو قسمیں ہیں ایک روح سراجی جو روحِ اعظم ہے اور وہ تمام ارواح کا منبع ہے دوسری روح زجاجی جو ہر شخص میں جدا ہے اور اسکا تعلق ہر شخص سے روحِ حیوانی کے ذریعہ ہے تو جسم روحِ حیوانی سے استفادہ کرتا ہے اور وہ روحِ زجاجی کے تابع ہے اور روحِ زجاجی روحِ سراجی کے تابع ہے تو جسم اس روحِ سراجی کے سایہ کے سایہ کا سایہ ہوا لہٰذا جسم کو وہ رتبہ کہاں مل سکتا ہے جو روح کو حاصل ہے۔

مردِ خفتہ[51] روحِ او چوں آفتاب ... در فلک تابان و تن در جامہ خواب

انسان سویا ہوا ہے اُسکی رُوح سورج کیطرح ہے ... آسمان میں چمکتی ہوئی اور جسم بستر میں ہے

جاں نہاں اندر خلا ہمچوں سجاف ... تن تقلب می کند زیرِ لحاف

رُوح، خلا میں گوٹ کی طرح مخفی ہے ... جسم لحاف کے نیچے کروٹیں بدل رہا ہے

رُوح چوں مِن امرِ ربی مختفی ست ... ہر مثالے کہ بگویم منتفی ست

رُوح چونکہ میرے ربکے امر میں سے ہے پوشیدہ ہے ... میں جو مثال بھی کہوں وہ جداگانہ ہے

اے عجب کو لعلِ شکر بارِ تو ... واں جواباتِ خوش و اسرارِ تو

ہائے تعجب، وہ تیرا شکر برسانیوالا لعل کہاں ہے؟ ... وہ تیرے بھلے جوابیں اور اسرار کہاں ہیں؟

اے عجب کو آں عقیقِ قند خا ... آں کلیدِ قفلِ مشکلہائے ما

ہائے تعجب وہ شکر چبانیوالا عقیق کہاں ہے؟ ... وہ ہماری مشکلوں کی کنجی (کہاں ہے)؟

اے عجب کو آں دمِ چوں ذوالفقار ... آنکہ کردے عقلہا را بیقرار

ہائے تعجب کہ وہ ذوالفقار جیسا کلام کہاں ہے؟ ... وہ جو عقلوں کو بے قرار کر دیتا تھا

چند ہمچو فاختہ کاشانہ جو ... کُو کُو کُو کُو کُو کُو کُو کُو

گھونسلا ڈھونڈنے والی فاختہ کی طرح کب تک ... کوکو اور کوکو اور کوکو

کُو[52] ہمانجا کہ صفاتِ رحمت ست ... قدرت ست و نزہت ست و فطنت ست

کہاں ہے؟ وہاں جہاں رحمت کی صفات ہیں ... قدرت ہے اور پاکیزگی ہے اور سمجھ ہے

کُو ہمانجا کہ دل و اندیشہ اش ... دائم آنجا بُد چو شیر و بیشہ اش

کہاں ہے؟ اُس جگہ ہے کہ دل اور اُسکا خیال ... ہمیشہ وہاں تھا شیر اور اُسکی کچھار کی طرح

کُو ہمانجا کہ امیدِ مرد و زن ... میرود در وقتِ اندوہ و حزن

کہاں ہے؟ وہاں ہے کہ جہاں مرد وزن کی امید ... رنج اور غم کے وقت جاتی ہے

کُو ہمانجا کہ بوقتِ علتے ... چشم پرّد بر امیدِ[53] صحتے

کہاں ہے؟ وہاں ہے کہ بیماری کے وقت ... صحت کی امید پر آنکھ اٹھتی ہے

آں طرف کہ بہرِ دفعِ زشتیے ... باد جوئی بہرِ کشت و کشتیے

اُس طرف کہ برائی کے دفعیہ کے لئے ... کھیتی اور کشتی کیلئے تو ہوا کو تلاش کرتا ہے

آں طرف کہ دل اشارت میکند ... چوں زباں یاہُو عبارت میکند

اُس جانب کہ دل اشارہ کیا کرتا ہے ... جب زبان "یاھُو" کہتی ہے

---

۵۱ مردِ خفتہ: نیند کی حالت میں جسم لحاف میں سویا ہوا ہوتا ہے اور رُوح عالمِ مجردات میں درخشاں ہے۔ رُوح۔ رُوح کو قرآن نے امرِ رب کہکر مخفی رکھا ہے تو وہ کسی مثال کے ذریعہ بھی نہیں سمجھائی جا سکتی۔ اے عجب۔ اب پیرِ محتسب کے فضائل کا ذکر ہے۔ عقیقِ قند خا یعنی شیریں کلام ہونٹ۔ کلید یعنی زبان۔ دم یعنی کلام۔ آنکہ۔ اِس قدر فصیح کلام تھا کہ عقلاء اُس کی فصاحت و بلاغت سے حیران ہو جاتے تھے۔ چند۔ فاختہ کی کوکو یعنی کجا کہتا ہے یعنی فاختہ اپنے گھونسلے کی تلاش میں کہتی ہے کہ وہ کہاں ہے۔

۵۲ کو۔ تو کہتا ہے کہ محتسب کہاں ہے تو سُن لے کہ وہ اسی جگہ ہے جہاں حق تعالیٰ کی صفات ہیں یعنی اُس کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہے۔ کہ دل۔ یعنی محتسب اُس جگہ ہے جہاں اُسکا خیال اِسی طرح لگا رہتا تھا جیسا کہ شیر کا خیال اپنی کچھار پر یعنی دربارِ خداوندی پر۔

۵۳ امید۔ یعنی دربارِ خداوندی۔ آں طرف۔ جس وقت ہوا کے رُک جانے سے کھیتی اور کشتی کو نقصان پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ دل اشارہ۔ جب ذکر کرنیوالا یاہُو کا ذکر کرتا ہے تو قلب اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اُو ۵۱ مع اللہ ہست بے کو کو ہمے	کاش جولاہانہ ماکو گفتمے
وہ بغیر کو کو کے اللہ (تعالےٰ) کے ساتھ ہے	کاش ہم جولاہوں کی طرح "ماکو" کہتے
عقلِ ماکو تا بہ بیند غرب و شرق	رُوحہا را می زند صد گونہ برق
ہماری عقل کہاں ہے تاکہ غرب اور شرق کو دیکھے	سیکڑوں قسم کی روشنیاں روحوں پر پڑ رہی ہیں
جزر و مدّش بُد بہ بحرے در زبد	مُنتہی شد جزر و باقی ماند مد
جھاگ میں رہتے ہوئے اُسکے لئے گھٹاؤ بڑھاؤ تھا	گھٹاؤ ختم ہوگیا، بڑھاؤ باقی رہ گیا
۵۲ نہ ہزارم وام و مَن بیدست رَس	ہست صد دینار ازیں توزیع و بس
میرا اوپر نو ہزار قرض اور میں بے دسترس ہوں	اِس چندے سے سَو دینار ہیں اور بس
حق کشیدت ماندہ اَم در کشمکش	میروم نومید اے خاکِ تو خوش
اللہ (تعالےٰ) نے تجھے کھینچ لیا میں کشمکش میں رہ گیا	اے پاک تربت! (تیرے مزار سے) میں مایوس جا رہا ہوں
ہمتے میدار در پُر حسرتت	اے ہمایوں رُوی و دست و ہمتت
کچھ توجہ ڈال، اپنے حسرت بھرے پر	اے کہ تیرا چہرہ اور ہاتھ اور توجہ مبارک ہے
آمدم بر چشمۂ اصلِ عیوں	یافتم در وے بجای آب خوں
میں چشموں کی جڑ، چشمہ پر آیا	میں نے اُس میں پانی کی جگہ خون پایا
چرخ آں چرخ ست و تاب آں تاب نیست	جُوی آں جُو یست آب آں آب نیست
آسمان وہی آسمان ہے اور روشنی وہ روشنی نہیں ہے	نہر وہی نہر ہے، پانی وہ پانی نہیں ہے
مُحسناں ۵۳ ہستند کو آں مُستطاب	اختراں ہستند کو آں آفتاب
احسان کرنے والے ہیں؟ وہ پاکیزہ کہاں ہے؟	ستارے ہیں وہ سورج کہاں ہے؟
تو شُدی سُوئے خدا اے محترم	پس بسُوئے حق رَوم مَن نیز ہم
اے محترم! تو خدا کے پاس چلا گیا	تو میں بھی خدا کے پاس جاتا ہوں
مجمع و پایۂ عَلَم ماوٰی القرون	ہست حق کُلٌّ لَدَیۡنَا مُحۡضَرُوۡن
جمع ہونے کی جگہ اور جھنڈے کا سایہ اور زمانوں کا ملجا	اللہ (تعالےٰ) ہے، ہر چیز ہمارے پاس حاضر ہے
نقشہا گر بے خبر گر با خبر	در کفِ نقاش باشد مُحتضر
نقش خواہ بے خبر ہوں یا باخبر	نقاش کے ہاتھ میں حاضر ہوتے ہیں

۵۱ آو۔ اُسکو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہے اور بغیر کو کے ہے یعنی اُسکے متعلق کجا نہیں کہا جاسکتا کیونکہ وہ مقام لامکانی ہے۔ کاش۔ ہمیں آن کجا کے بجائے "ماکجا" کہنا چاہیے کیونکہ ہم مکانی ہیں۔ ماکو۔ اِسکے دو معنی ہیں ایک یہ "ہم کہاں ہیں" دوسرے جولاہوں کی نالی جس میں وہ لپٹا ہوا دھاگا رکھکر تانے میں بانا بُنتے ہیں۔ عقل۔ اگر ہمیں عقل ہو تو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ مشرق و مغرب میں اہلِ اللہ کی روحوں میں سیکڑوں قسم کی تجلیاں وارد ہو رہی ہیں۔ جزر۔ اہلُ اللہ کی روح کو دنیا کے بعد تو معیتِ حق حاصل ہو ہی جاتی ہے زندگی میں جبکہ روح جسم کے جھاگ میں تھی اُسمیں قربِ الٰہی کے اعتبار سے گھٹاؤ بڑھاؤ تھا جب وفات ہو جاتی ہے تو گھٹاؤ ختم ہو جاتا ہے اور بڑھاؤ ہی رہتا ہے۔

۵۲ نہ ہزار۔ اُس مقروض نے کہا مجھ پر نو ہزار قرض ہے جو میری دسترس سے باہر ہے اِسلئے کہ اِس چندہ میں بھی سَو دینار ملے ہیں۔ حق کشیدت۔ اللہ نے تجھے عالمِ بالا کی جانب کھینچ لیا میں اب کشمکش میں ہوں اور واپس جا رہا ہوں ہمتے۔ اب کچھ روحانی توجہ ڈالدے۔ بجائے آب۔ اشرفیاں تو نہیں رنج و غم حاصل ہوا۔ چرخ۔ آسمان و زمین وہی ہے لیکن تیرے مرنے سے اب اُسمیں رونق اور بحالو نہیں ہے۔ ۵۳ مُحسناں۔ دنیا میں احسان کرنیوالے ہیں لیکن تجھ سا کہاں ہے تو سورج تھا دوسرے ستارے ہیں۔ تو شُدی۔ تو خدا کے پاس پہنچ گیا اب میں بھی پہنچتا ہوں۔ مجمع۔ کُلٌّ لَدَیۡنَا مُحۡضَرُوۡن سب ہمارے پاس حاضر کئے ہوئے ہیں یعنی سب کو خدا کی طرف لوٹنا ہے۔ پایۂ علم۔ لشکر کے لوگ جھنڈے کے پاس م

جمع رہتے ہیں۔ نقشہا۔ مرکز تو سب خدا کی طرف لوٹیں گے زندگی میں بھی سب اُسی ہی کے تصرف میں ہیں۔

دمبدم[۵۱] در صفحهٔ اندیشه شاں — ثبت و محوے میکنداں بے نشاں

ہر وقت اُن کے فکر کے صفحہ پر — وہ بے نشان قایم اور محو کرتا ہے

خشم می آرد رضا را می برد — بخل می آرد سخا را می برد

غصہ کو لاتا ہے، رضامندی کو لیجاتا ہے — بخل لاتا ہے، سخاوت کو لے جاتا ہے

گہہ برد حقد و صفا آرد ہمی — بدرود عجز و عطا کارد ہمی

کبھی کینہ کو لیجاتا ہے اور خلوص کو لاتا ہے — عجز کو کاٹتا ہے، بخشش کو بوتا ہے

نیم لحظہ مُدرکاتم شام و غدو — ہیچ خالی نیست زیں اثبات و محو

میری احساس کرنیوالی قوتیں شام اور صبح آدھے لمحہ کیلئے — کبھی اِس اثبات اور محو سے خالی نہیں ہیں

کوزہ گر با کوزہ باشد کارساز — کوزہ از خود کے شود پہن و دراز

کمہار، کوزہ بناتا ہے — کوزہ از خود کب چوڑا اور لمبا ہوتا ہے؟

چوب در دستِ درودگر معتکف — ورنہ چوں گردد برُیدہ مؤتلف

لکڑی بڑھئی کے ہاتھ میں قائم ہوتی ہے — ورنہ منقطع (اور) مرکّب کب بنے؟

جامہ[۵۲] اندر دستِ خیّاطے بُود — ورنہ از خود چوں بدوزد یا درد

کپڑا درزی کے ہاتھ میں ہوتا ہے — ورنہ از خود کب سِلتا یا پھٹتا ہے؟

مشک با سقّا بُود اے منتہی — ورنہ از خود چوں شود پُر یا تہی

اے مُنتہی! مشک سقّے کے ساتھ ہوتی ہے — ورنہ از خود کب پُر یا خالی ہوتی ہے؟

ہر دمے پُر می شوی تی می شوی — پس بداں کہ در کفِ صنعِ وئی

تو ہر وقت پُر ہوتا ہے، خالی ہوتا ہے — تو جان لے کہ تو اسکی کاریگری کے ہاتھ میں ہے

چشمِ بند از چشم دوزے کے رود — صنع از صانع چساں شیدا شود

بند آنکھ، آنکھ پیدا کرنے والے سے کہاں جاسکتی ہے — مصنوع، صانع سے کب آوارہ ہوسکتا ہے؟

چشم[۵۳] داری تو بچشمِ خود نگر — منگر از چشمِ سفیہ بے خبر

تو آنکھ رکھتا ہے، اپنی آنکھ سے دیکھ لے — بیوقوف، بے خبر کی آنکھ سے نہ دیکھ

گوش داری تو بگوشِ خود شنو — گوشِ گولاں را چرا باشی گرو

تو کان رکھتا ہے، اپنے کان سے سُن — تو احمقوں کے کان کا کیوں پابند ہوتا ہے؟

بے ز تقلیدے نظر را پیشہ کن — ہم برائے عقلِ خود اندیشہ کن

بغیر تقلید کے نظر کرنے کا پیشہ بنالے — اپنی عقل کی رائے سے بھی سوچ

---

۵۱ دمبدم۔ اسکا تعرف ہے کہ انسان کے دل میں ہر وقت خیالات آتے جاتے ہیں۔ خشم۔ کسی وقت وہ انسان میں غصہ پیدا فرماتا ہے کبھی خوشی کبھی بخل پیدا کرتا ہے کبھی سخاوت، یہ سب اُسکا تعرف ہے۔ گہہ۔ کینہ اور خلوص کم ہمتی اور عطا کی ہمت سب اُس کے تعرفات ہیں۔ نیم لحظہ۔ کسی وقت بھی انسان اُسکے تعرف سے باہر نہیں ہے۔ کوزہ۔ مصنوع، صانع کے تعرف میں ہے۔ چوب۔ لکڑی بڑھئی کے تعرف میں ہے۔

۵۲ جامہ۔ کپڑا درزی کے تعرف میں ہے، وہ خود نہ سلتا ہے نہ پھٹتا ہے۔ مشک۔ مشک پر سقے کا تعرف ہے۔ ہر دمے۔ انسان کبھی خیالات سے پُر اور کبھی خالی ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ صانع کے تعرف میں ہے۔ تی مخفف تہی یعنی خالی۔

۵۳ چشم داری۔ صانع کی صنعت کو تو خود اپنی چشم بصیرت سے دیکھ اُس آنکھ سے نہ دیکھ جس کے پاس نہ دلائلِ عقلیہ ہوں نہ دلائلِ نقلیہ۔ گوش داری۔ تجھے خدا نے کان دیئے ہیں تو اُن سے سُن دوسروں کی سُنی سنائی بات پر بھروسہ نہ کر۔ بے ز تقلید۔ اور تحقیقی نظر ڈال تقلیدی نظر کافی نہیں ہے۔

بشنو از من یک حکایت در نظیر — تا شوی از سرّ گفت من خبیر
مثال میں مجھ سے ایک قصہ سن لے — تاکہ تو میری بات کے راز سے واقف ہوجائے

دیدن خوارزم شاہ رحمۃ اللہ علیہ در سیران در موکب خود اسپے
خوارزم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا سفر میں اپنے جلوس میں ایک نادر گھوڑے

بس نادر و تعلق دل شاہ بخوبی و حسن و چستی آں اسپ و
کو دیکھنا اور شاہ کے دل کا اس گھوڑے کی چستی اور حسن اور خوبی سے تعلق اور

سرد کردن عماد الملک آں اسپ را در دل شاہ گزیدن
عماد الملک کا، شاہ کے دل میں اس گھوڑے کو بے وقعت کردینا اور

شاہ گفت او را بر دیدۂ خویش چنانکہ حکیم سنائی
شاہ کا اس کی بات کو اپنے مشاہدہ پر اختیار کرلینا، جیسا کہ حکیم سنائی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در الٰہی نامہ می فرماید
رحمۃ اللہ علیہ الٰہی نامہ میں فرماتے ہیں

چوں زبان حسد شود نخاس — یوسفے یابی از گز کرباس
جب حسد کی زبان بردہ فروش ہو — ایک گز کپڑے کے عوض تو یوسف کو حاصل کریگا

ازدلالی برادران یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام حسودانہ
یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں کی حاسدانہ دلالی کی وجہ سے

در دل مشتریاں آں چنداں حسن پوشیدہ شدہ زشت
خریداروں کے دل میں اس قدر زیادہ حسن چھپ کر برا

نمودن گرفت وکانوا فیہ من الزاہدین
نظر آنے لگا اور وہ ان میں بے رغبت تھے

بود امیرے را یکے اسپ گزیں — در گلہ سلطاں نبودش یک قریں
ایک سردار کا ایک منتخب گھوڑا تھا — بادشاہ کے گلّہ میں اسکے جوڑ کا کوئی نہ تھا

او سوارہ گشت در موکب پگاہ — ناگہاں دید اسپ را خوارزم شاہ
وہ صبح کو جلوس میں سوار ہوا — خوارزم شاہ نے اچانک گھوڑا دیکھ لیا

چشم شہ را فر و رنگ او ربود — تا برجعت چشم شہ بر اسپ بود
شاہ کی نظر کو اسکی شان اور رنگت نے اچک لیا — شاہ کی نظر واپسی تک گھوڑے پر تھی

---

۵۱ بشنو۔ اب تو ایک قصہ سن لے تاکہ تحقیق اور تقلید کے فرق کو اچھی طرح سمجھ لے۔ دیدن۔ خوارزم شاہ نے گھوڑے کو تقلیدی نظر سے دیکھا فوراً عماد الملک کے کہنے سے اس کا خیال بدل گیا اگر تحقیق کی نظر سے کام لیتا تو گھوڑے سے محروم نہ رہتا۔ حکیم سنائی۔ مشہور صوفی شاعر ہیں۔

۵۲ الٰہی نامہ۔ حکیم سنائی کی مشہور کتاب ہے۔ چوں۔ یہ شعر الٰہی نامہ کا ہے اگر بردہ فروش دلال کی زبان حاسد ہو تو غلام بے وقعت ہوجاتا ہے اور معمولی قیمت میں فروخت ہوجاتا ہے حضرت یوسفؑ جیسے غلام کی قیمت بھی ایک گز کپڑا رہ جاتی ہے۔

۵۳ برادران۔ حضرت یوسفؑ کے بھائی چونکہ حاسد تھے اس لیے خریدار ان کے خریدنے کے زیادہ شائق نہ بنے۔ بود۔ ایک سردار کا اس قدر منتخب گھوڑا تھا کہ اس جیسا گھوڑا بادشاہ کے پاس بھی نہ تھا۔ موکب۔ شاہی جلوس۔ چشم۔ بادشاہ اس کو واپسی تک ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا۔

بر ہر آں عضوے کہ افگندے نظر — ہر یکش خوشتر نمودے زاں دگر

وہ اُس کے جس عضو پر نظر ڈالتا — ہر ایک دوسرے سے زیادہ اچھا نظر آتا

غیرِ[۱] چستی و گشی و روحنت — حق برُو افگندہ بُد نادر صفت

چستی اور خوبی اور سبکروی کے علاوہ — اللہ تعالیٰ نے اُس میں نادر صفتیں رکھی تھیں

پس تجسس کرد عقلِ بادشاہ — کایں چہ باشد کو زند بر عقل راہ

پھر بادشاہ کی عقل نے ٹٹول کی — کہ یہ کیا چیز ہے؟ جو عقل کا راستہ روکتی ہے

چشمِ من پُر ہست و سیر ست و غنی — از دو صد خورشید دارد روشنی

میری آنکھ پُر اور سیر اور بے نیاز ہے — دو سَو سورجوں کی روشنی رکھتی ہے

اے رُخِ شاہاں بَرِ من بیذقے — نیم اسپم در رُباید بے حقے

اے (مخاطب)! شاہوں کا رُخ میرے لئے پیادہ ہے — مجھے آدھا (معمولی) گھوڑا خواہ مخواہ فریفتہ کرتا ہے

جادوئی[۲] گر دست جادو آفریں — جذبہ باشد آں نہ خاصیاتِ ایں

جادو پیدا کرنے والے نے، جادو کیا ہے — وہ کشش اسکی ہے، نہ اِس کی خصوصیتیں

فاتحہ خواند و بسے لاحول کرد — فاتحہ اَش در سینہ می افزود درد

اُس نے فاتحہ اور بہت لاحول پڑھی — فاتحہ اُس کے سینے میں درد بڑھاتی تھی

زانکہ اُو را فاتحہ خود می کشید — فاتحہ در جر و دفع آمد وحید

کیونکہ اُس کو فاتحہ خود کھینچ رہی تھی — فاتحہ کشش اور دفعیہ میں یکتا ہے

گر نماید غیر ہم تمویہِ اُوست — ور رود غیر از نظر تنبیہِ اوست

اگر وہ غیر کو دکھاتا ہے تو وہ اُس کا ملمع کرنا ہے — اور اگر غیر نظر سے گرے تو اُس کی تنبیہ ہے

پس[۳] یقیں گشتش کہ جذبہ آں سَرِیست — کارِ حق ہر لحظہ نادر آوریست

تو اسکو یقین ہو گیا کہ اُس جانب کی کشش ہے — اللہ (تعالیٰ) کا کام ہر وقت نادر کو پیدا کرتا ہے

اسپِ سنگیں، گاوِ سنگیں ز ابتلا — می شود مسجود از مکرِ خدا

پتھر کا گھوڑا، پتھر کا بیل، ابتلاء کی وجہ سے — خدا کی تدبیر سے مسجود بنجاتا ہے

پیشِ کافر نیست بُت را ثانیے — نیست بُت را فر و نے روحانیے

کافر کے سامنے بُت کا کوئی ثانی نہیں ہے — بُت میں شان ہے اور نہ روحانیت ہے

---

۱ غیر۔ گھوڑے میں چستی اور خوبی اور سُبکروی کے علاوہ اور بھی صفات تھیں۔ روحنت۔ اِس لفت کا سُبکروی ترجمہ ہم نے دوسروں کی پیروی میں کیاہے، اصل لغت سے اِسکے کوئی معنی واضح نہیں ہوئے۔ پس۔ شاہ کو حیرانی ہوئی کہ یہ گھوڑا کیساہے کہ اُس نے فریفتہ بنا دیاہے۔ چشم من۔ میں سیر چشم ہوں اور بے نیاز ہوں میری آنکھ میں دو سَو سورجوں کی روشنی ہے۔ رُخ۔ شطرنج کا معزز مہرہ ہے۔ بیذق۔ پیادہ شطرنج کا معمولی مہرہ ہے۔ نیم اسپم۔ لیکن اِن باتوں کے باوجود ایک گھوڑے نے میری عقل کو حیران کر دیا ہے۔

۲ جادو۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی سحرکاری ہے اور اُس کی یہ کشش ہے، گھوڑے کی عمدگی کی یہ کشش نہیں ہے۔ فاتحہ۔ گھوڑے کے خیال کو دور کرنے کے لئے اُس نے سورۂ فاتحہ اور لاحول پڑھنی شروع کی لیکن فاتحہ نے بھی اُس کے درد میں اور اضافہ کر دیا۔ زانکہ۔ اُس کے درد میں اِسلئے اضافہ ہوا کہ یہ کشش فاتحہ والے کی تھی اور وہ کشش میں یکتا ہے۔ فاتحہ۔ یعنی فاتحہ کا رب اللہ تعالیٰ۔ گر نماید۔ اگر اللہ تعالیٰ غیر کو حسین کر کے دکھاتا ہے تو یہ اُسکا ملمع کرتا ہے اور اگر غیر کو وہ بُرا کر کے دکھاتا ہے تو یہ اُس کی طرف سے تنبیہ ہوتی ہے۔

۳ پس۔ تو اب شاہ کو یقین ہو گیا کہ گھوڑے کی جانب یہ کشش منجانب اللہ ہے۔ اسپِ سنگیں۔ اللہ تعالیٰ جب کسی اپنے غیر کو حسین بناتا ہے تو اُسکی یہ صورت ہوتی ہے کہ انسان گھوڑے اور بیل کے بُت کو پوجنے لگتا ہے۔ ثانیے۔ وہ کافر اُس بُت کو عدیم المثال سمجھنے لگتا ہے حالانکہ نہ وہ جاندار ہے نہ اُسمیں کوئی شان و شوکت ہے۔

چیست[۵۱] آں جاذب نہاں اندر نہاں
مخفی در مخفی وہ کھینچنے والا کیا ہے؟

در جہاں تابندہ از دیگر جہاں
دنیا میں دوسرے جہاں سے چمکنے والا

عقل محجوب ست و جاں ہم زیں کمیں
اس مخفی سے عقل بھی پردے میں ہے اور جان بھی

مَن نمی بینم تو می تانی ببیں
میں نہیں دیکھتا ہوں اگر تو دیکھ سکے تو دیکھ لے

چونکہ خوارزم شہ زسَیراں بازگشت
جب خوارزم شاہ سیر سے لوٹا

با خواصِ مُلکِ خود ہمراز گشت
اپنے مُلک کے خواص سے ہمراز ہوا

پس بسرہنگاں بفرمود آں زماں
پھر اُسی وقت سپاہیوں کو حکم دیا

تا بیارند اسپ را زاں خانداں
کہ اس خاندان سے گھوڑا لے آئیں

ہمچو[۵۲] آتش در رسیدند آں گروہ
وہ لوگ آگ کی طرح پہنچ گئے

ہمچو پشمے گشت امیرِ ہمچو کوہ
پہاڑ جیسا سردار، اُون جیسا ہو گیا

جانش از درد و غبیں تا لب رسید
اُسکی جان درد اور ٹوٹے سے ہونٹ تک آگئی

جز عمادُ الملک زنہارے ندید
اُس نے عمادُ الملک کے سوا پناہ نہ دیکھی

کہ عمادُ الملک بُد پایۂ عَلَم
کیونکہ عمادُ الملک جھنڈے کا پایہ تھا

بہرِ ہر مظلوم و ہر مغبُونِ غم
ہر مظلوم اور ہر غم کے مارے کا

محترم تر خود نہ بُد زُو سرورے
کوئی سردار اُس سے زیادہ محترم نہ تھا

پیشِ سُلطاں بُود چوں پیغمبرے
وہ سلطان کے نزدیک پیغمبر جیسا تھا

بے طمع بُود و اصیل[۵۳] و پارسا
بے طمع اور اصیل اور نیک تھا

رائض و شب خیز و حاتم در سخا
ریاضت کرنیوالا اور شب بیدار اور سخاوت میں حاتم تھا

بس ہمایوں رائے و با تدبیر و داد
بہت مبارک رائے اور مدبر اور منصف

آزمودہ رائے اُو در ہر مُراد
وہ ہر مقصد میں آزمودہ رائے تھا

ہم ببذلِ جاں سخی و ہم بمال
جان کے خرچ میں بھی سخی اور مال میں بھی

طالبِ خورشید غیب اُو چوں ہلال
وہ ابتدائی راتوں کے چاند کی طرح غیب کے سورج کا طالب تھا

در امیری اُو غریب و محتبس
وہ امارت میں غریب اور پابند تھا

در صفاتِ فقر و خُلت ملتبس
فقر اور خُلت کے صفات سے وابستہ تھا

بُود ہر محتاج را ہمچوں پدر
وہ ہر محتاج کے لئے باپ جیسا تھا

پیشِ سُلطاں شافع و دفعِ ضرر
وہ بادشاہ کے سامنے سفارشی اور ضرر کو دفع کرنیوالا تھا

---

۵۱ چیست۔ یہ انسان کے لئے کشش والی کیا چیز ہے جو مخفی در مخفی ہے؟ اور عالمِ غیب سے اِس عالم میں آکر انسان کو متاثر کرتی ہے۔ عقل۔ اُسکو نہ عقل سمجھ سکتی ہے نہ روح، وہ قدرت کا راز ہے جس میں بحث کرنا بھی ممنوع ہے۔ چونکہ۔ اب پھر اصل قصہ شروع کیا ہے کہ جب خوارزم شاہ واپس آیا تو اُس نے اپنے خواص سے مشورہ کیا۔ پس۔ پھر سپاہیوں کو روانہ کر دیا کہ وہ اُس سردار کا گھوڑا جبراً لے آئیں۔

۵۲ ہمچو۔ وہ سردار بھی تگڑا تھا لیکن سپاہیوں کے بالمقابل اُسکی کچھ نہ چلی۔ جانش۔ وہ سردار اُس گھوڑے کے صدمہ سے جاں بلب ہو گیا اور سوچا کہ اِس مصیبت کو صرف عمادُ الملک ٹال سکتا ہے۔ پایۂ عَلَم۔ جھنڈے کا پایہ یعنی لوگوں کا مرجع۔ مغبون۔ ٹوٹے میں پڑا ہوا۔ محترم۔ خوارزم شاہ عمادُ الملک کی بہت عزت کرتا تھا اور اُسکے کہنے کو نبی زمان جیسا سمجھتا تھا۔

۵۳ اصیل۔ شریف النسب۔ رائض۔ ریاضت کرنے والا۔ آزمودہ۔ یعنی تجربہ کار تھا۔ ہم۔ جان و مال خرچ کرنے میں سخی تھا۔ طالب۔ اللہ تعالیٰ سے اِسی طرح کسب فیض کرتا تھا جس طرح ہلال سورج سے کرتا ہے۔ در امیری۔ امیر تھا لیکن اپنے آپ کو غریبوں میں شمار کرتا تھا اور اُنکا پابند تھا۔ خُلت۔ یعنی خدا کیسا تھ دوستی۔

مر[۱] بداں را ستر چوں حلمِ خدا
اللہ (تعالیٰ) کی بُردباری کیطرح بُروں کیلئے پردہ تھا

خُلقِ اُو بر عکسِ خلقان و جدا
اُس کے اخلاق لوگوں کے برعکس اور جُدا تھے

بارہا می شد بسُوئے کوہ فرد
بارہا، پہاڑ کی جانب اکیلا چلا جاتا تھا

شاہ با صد لابہ اُو را منع کرد
بادشاہ نے سَو خوشامدوں سے اُسے منع کیا تھا

ہر دم ار صد جُرم را شافع شدے
ہر وقت اگر سَو جرموں کا سفارشی بنتا

چشمِ سُلطاں را ازُو شرم آمدے
بادشاہ کی آنکھ کو اُس سے شرم آتی

رفت اُو پیشِ عمادُالملک راد
وہ، جوانمرد عمادُالملک کے سامنے گیا

سر برہنہ کرد و بر خاک اُوفتاد
سَر ننگا کیا اور خاک پر گر گیا

کہ[۲] حرم با ہر چہ دارم گو بگیر
کہدے، کہ لونڈی مع ہر چیز کے جو میرے پاس ہے لے لے

تا بگیرد حاصلم را ہر مُغیر
حتیٰ کہ ہر لوٹنے والا میرے ما حصل کو لے لے

آں یکے اسپ است جانم رہنِ اُوست
وہ ایک گھوڑا ہے، میری جان اُسمیں گروی ہے

گر برد مُردم یقیں اے خیر دوست
اے بھلے دوست! اگر وہ لے لیگا میں یقیناً مر جاؤنگا

گر برد ایں اسپ را از دستِ مَن
اگر وہ میرے ہاتھ سے اِس گھوڑے کو لیجائیگا

مَن یقیں دانم نخواہم زیستن
میں یقین سے جانتا ہوں، میں نہ جی سکونگا

چوں خدا پیوستگی اَم دادہ ست
چونکہ خدانے (اُس سے) مجھے دلچسپی دی ہے

بر سرم مال اے مسیحا زود دست
اے مسیحا! جلد میرے سَر پر ہاتھ پھیر دے

از[۳] زن و زر و عقارم صبر ہست
زن اور زر اور جائداد سے مجھے صبر (حاصل) ہے

ایں تکلّف نیست بے تزویر ہست
یہ بناوٹ نہیں ہے سچائی ہے

اندریں گر می نداری باورم
اگر اِس بارے میں تجھے میرا یقین نہیں ہے

اِمتحاں کُن اِمتحاں گفت و فرم
میرے قول اور دعوے کا امتحان لے امتحان

آں عمادُالمُلک گریاں چشم مال
عمادُالملک روتا ہوا، آنکھیں ملتا ہوا

پیشِ سُلطاں رَد وید آشفتہ حال
پریشان حال، بادشاہ کے پاس دوڑ گیا

لب بہ بست و پیشِ سُلطاں ایستاد
ہونٹ بند کرلئے اور بادشاہ کے پاس کھڑا ہو گیا

راز گویاں با خدا ربُّ العباد
ربُّ العباد، خدا سے راز کہتا ہوا

ایستادہ رازِ سُلطاں می شنُید
وہ کھڑا ہوا بادشاہ کا راز سُن رہا تھا

و اندراں اندیشہ اَش ایں می تنید
اس دوران میں اُسکا خیال یہ بتا رہا تھا

---

[۱] مر بداں را۔ بُروں کی بُرائی کو اللہ تعالیٰ کی بُردباری کیطرح چھپاتا تھا۔ بارہا۔ اِس قدر بہادر تھا کہ اکیلا پہاڑوں کی طرف چلا جاتا تھا جہاں قاتل ڈاکو اور درندے بکثرت ہوتے ہیں۔ ہر دم۔ اگر وہ ایک وقت میں سَو سفارشیں بھی کرتا تو شاہ اُسکی بات ٹالنے میں شرم محسوس کرتا تھا۔ رفت۔ وہ سردار جس کا گھوڑا چھنا تھا عمادُالملک کے دربار میں ننگے سَر زمین پر جا گرا۔

[۲] کہ۔ عمادُالملک سے عرض کیا کہ بادشاہ سے کہدیجئے کہ میری محبوبہ لونڈی اور سارا مال و زر لے لے اور لوٹنے والوں کو لوٹ کا حکم دیدے۔ آں یکے۔ بس میرا گھوڑا چھوڑ دے کیونکہ میری جان اُسمیں اٹکی ہے اُس کے بغیر میں زندہ نہ رہ سکونگا۔ چوں خدا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اُسکی محبت پیدا کردی ہے اگر وہ میرے پاس سے چلا گیا تو میں مر جاؤنگا لہٰذا آپ مسیحائی دکھلایئے۔

[۳] از زن۔ اگر بادشاہ گھر بار نقد و جائیداد لے لیگا تو میں صبر کرلونگا۔ بے تزویری یعنی سچائی۔ فر۔ شان و شوکت، یہاں دعویٰ مراد ہے۔ چشم مل۔ آنکھیں ملتے ہوئے۔ راز گویاں۔ عمادُالملک بادشاہ کے دربار میں کھڑا ہوا خدا سے راز کی باتیں کر رہا تھا جنکا ذکر آئندہ اشعار میں ہے۔ راز سلطان۔ بادشاہ کی باتوں سے

اُس کے دل میں خیال معلوم کر رہا تھا

کاے[1] خدا اگر آنجواں کژ رفت راہ
کہ اے خدا! اگر وہ جوان ٹیڑھا راستہ چلا ہے

کز نشاید ساختن جز تو پناہ
کیونکہ تیرے سوا کسی کو پناہ نہ بنانا چاہیئے

تو از آنِ خود بکن بر وے مگیر
تو اپنے شایانِ شان کر، اُس کی گرفت نہ کر

گرچہ اُو خواہد خلاص از ہر اسیر
اگرچہ وہ ہر قیدی سے اپنی خلاصی چاہے

زانکہ محتاج اند ایں خلقاں ہمہ
کیونکہ سب مخلوق محتاج ہے

از گدائے گیر تا سلطاں ہمہ
سب، فقیر سے لے کر بادشاہ تک

با[2] حضورِ آفتابِ باکمال
مکمل سورج کے ہوتے ہوئے

رہنمائی جُستن از شمع و ذُبال
بتّی اور شمع سے رہنمائی حاصل کرنا

با حضورِ آفتابِ خوش مساغ
خوش رفتار سورج کے ہوتے ہوئے

رہنمائی جُستن از شمع و چراغ
شمع اور چراغ سے رہنمائی ڈھونڈنا

بیگماں ترکِ ادب باشد زما
بیشک ہمارا ترکِ ادب ہے

کفرِ نعمت باشد و فعلِ ہوا
نعمت کا کفر اور خواہشِ نفس کا کام ہے

لیک اَغلب ہوشہا در افتکار
لیکن سوچنے میں اکثر عقلیں

ہمچو خُفّاش اند ظلمت دوستدار
چمگادڑ کی طرح اندھیرے کو پسند کرنیوالی ہیں

در شب ار خُفّاش کرمے می خورد
چمگادڑ رات میں اگر کوئی کیڑا کھاتی ہے

کرم را خورشید جاں می پرورد
کیڑے کی جان کو سورج پالتا ہے

در شب ار خُفّاش از کرمے مست ست
اگر چمگادڑ رات میں کیڑے سے مست ہے

کرم از خورشید جُنبیدہ شدہ است
کیڑا سورج کی وجہ سے حرکت کرنیوالا بنا ہے

آفتا[3]بے کہ ضیا زو می زہد
سورج جس سے روشنی اُبلتی ہے

دشمنِ خود را نوالہ می دہد
اپنے دشمن کو خوراک دیتا ہے

لیک خُفّاشے کہ اُو رہ گم کند
لیکن چمگادڑ جو کہ راستہ گم کرتی ہے

آخر از خورشید ہم یابد سند
آخر وہ بھی سورج سے سہارا پاتی ہے

لیک شہبازے کہ اُو خفّاش نیست
لیکن وہ شہباز جو چمگادڑ نہیں ہے

چشمِ بازش راست بین و روشنیست
اُسکی کھلی ہوئی آنکھ صحیح دیکھنے والی اور روشن ہے

گر بشب جُوید چو خُفّاش اُو نمو
اگر وہ چمگادڑ کی طرح رات کو خروج کرے

در ادب خورشید مالد گوشِ اُو
سورج سزا میں اُس کا کان اینٹھ دے

---

[1] کاے خدا۔ خدا سے یہ راز کہہ رہا تھا کہ اے خدا اگرچہ اِس سردار کی یہ غلطی ہے کہ اُس نے تجھے چھوڑ کر میری پناہ لی ہے۔ تو از آنِ۔ اے خدا تو اُسکی خطا پر گرفت نہ فرما اپنے شایانِ شان اُس سے معاملہ کر۔ اَسیر۔ کسی قیدی کے ذریعہ قید سے نجات چاہنا بیوقوفی ہے۔ زانکہ۔ مخلوق، مخلوق سے کچھ چاہے تو ایسا ہی ہے کہ ایک بھکاری دوسرے بھکاری سے بھیک مانگے۔

[2] با حضور۔ خدا کے ہوتے ہوئے بندہ سے مدد چاہنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی سورج کے ہوتے ہوئے شمع اور چراغ کی بتّی سے روشنی حاصل کرے۔ بیگماں۔ یقیناً انسان کا یہ فعل خدا کی شان میں گستاخی ہے۔ فعلِ ہوا۔ یہ شیطانی نفس کی خواہش ہے۔ لیک۔ لیکن اکثر انسان چمگادڑ صفت ہیں مسبب الاسباب سے قطع نظر کرکے اسباب سے تعلق پیدا کرتے ہیں۔ در شب۔ حالانکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ اسباب سے جو حاصل ہوتا ہے وہ بھی اُسی کی دین ہے۔ کرمے۔ چمگادڑ جو کیڑا کھاتی ہے اُس کو سورج کی روشنی نے پالا ہے۔

[3] آفتابے۔ سورج اپنے دشمن چمگادڑ کو غذا دیتا ہے خدا کافروں کو بھی رزق پہنچاتا ہے۔ لیک۔ اسباب پر اعتماد کرنیوالے بھی مسبب الاسباب کے سہارے سے مقاصد حاصل کر رہے ہیں۔ لیک۔ عوام اسباب پر

گویدش[51] گیرم کہ آں خفاشِ لُد
سو اُس سے کہیگا، میں نے مانا کہ سرکش چمگادڑ
عِلّتے دارد، تُرا بارے چہ شُد
عیب رکھتی ہے، لیکن تجھے کیا ہوا ہے؟

مالِشت بدہم بزجر و اکتیاب
میں تجھے جھڑکی اور غم کی سزا دوں گا
تاں نتابی سر، دگر از آفتاب
تاکہ تو پھر سورج سے سرتابی نہ کرے

مُواخذۂ یوسفِ صدّیق علیٰ نبیّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام
(حضرت) یوسف صدیق کا (ہمارے نبی اور اُن پر درود اور سلام ہو) قیدخانہ

بحبسِ بضعِ سنین بسببِ یاری خواستن از غیرِ حق
کے ذریعہ کچھ سال مؤاخذہ، اُن کے خدا کے غیر سے مدد چاہنے اور کہنے کے

وگفتن وَاذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ الیٰ اٰخر الاٰیۃ
سبب کہ "اور میرا ذکر کردے اپنے آقا کے سامنے"

آنچنانکہ یوسفؑ از زندانیے
جیساکہ (حضرت) یوسفؑ نے ایک قیدی سے
بانیازے خاضعے سعدانیے[52]
جو عاجز، پست، گرہ گیر تھا

خواست یاری گفت چوں بیروں روی
مدد چاہی، کہا جب تو باہر جائے
پیشِ شہ گردد اموُرت مُستوِی
بادشاہ کے سامنے تیرے معاملے ٹھیک ہو جائیں

یادِ مَن کُن پیشِ تختِ آں عزیز
اُس عزیز کے تخت کے سامنے مجھے یاد رکھنا
تامرا ہَم واخرد زیں حبس نیز
تاکہ مجھے بھی وہ اِس قید سے چھڑالے

کے دہد زندانیے در اِقتناص
قیدی پھنساؤ کی حالت میں کب دے سکتا ہے
مَردِ زندانی دیگر را خلاص
نجات، دوسرے قیدی شخص کو؟

اہلِ[53] دنیا جُملگاں زندانی اَند
دنیا دار سب قیدی ہیں
اِنتظارِ مَرگِ دارِ فانی اَند
دارِ فانی کی موت کے منتظر ہیں

جُز مگر نادر یکے فردانیے
بجز کسی نادر یکتا کے
تن بزنداں جانِ اُو کیوانیے
جس کا جسم قید خانہ میں اور رُوح زحل پر ہو

پس جزائے آنکہ دید اُو را مُعیں
تو اُسکی سزا کہ اُنھوں نے اُسکو مددگار سمجھا
ماند یوسفؑ حبس در بضعِ سنیں
(حضرت) یوسفؑ چند سال قید میں رہے

سے مدد چاہنا قیدی سے رہائی میں مدد چاہنا ہے۔ مرگ۔ انسان کو مرنے پر دنیا کے قید خانہ سے نجات ملتی ہے۔ جُز۔ ہاں کسی باخدا انسان سے مدد مانگی جاسکتی ہے۔ کیواں۔ زُحل ستارہ جو ساتویں آسمان پر مانا جاتا ہے۔ پس۔ چونکہ حضرت یوسفؑ سے یہ لغزش ہوئی اِس لئے اُنکو مزید قید بھگتنی پڑی۔

[51] گویدش۔ سورج باز کو کہیگا چمگادڑ میں تو بیماری تھی جس کی وجہ سے اُس کی روش غلط ہوئی تونے کیوں غلطی کی۔ مالِشت۔ لہٰذا باز سزا کا مستحق ہے تاکہ دوبارہ ایسی غلطی نہ کرے۔ مؤاخذہ خواص اگر اسباب پر بھروسہ کریں تو مُجرم ہیں اِس کو حضرت یوسفؑ کے واقعہ سے ثابت فرمایا ہے حضرت یوسفؑ نے رہائی کی امید دوسرے قیدی سے وابستہ کی تو سزا ملی اور اُن کو مزید جیل خانہ میں رکھا گیا۔ بانیازے۔ وہ قیدی خود عاجز اور ذلیل تھا حضرت یوسفؑ نے اُس کا سہارا ڈھونڈا۔

[52] سعدانیے۔ سعدانُ الاُ سعدان ایک خاردار گھاس ہے اور ترازو کی گرہ کو بھی کہتے ہیں، ہم نے اِسی مناسبت سے گرہ گیر ترجمہ کیا ہے یعنی اُسکے دل میں غم کی گرہیں تھیں۔ گفت۔ قرآن نے حضرت یوسفؑ کا مقولہ نقل کیا ہے وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّہٗ نَاجٍ مِّنْہُمَا اذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ "اور کہا (یوسفؑ نے) اُس آدمی سے جسکے بارے میں گمان کیا کہ وہ دونوں میں سے نجات پانیوالا ہے کہ اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کردینا" یادکن۔ اُس شخص سے کہا کہ عزیزِ مصر کے یہاں میرا ذکر کردینا۔ عزیز۔ مصر کے گورنر کو کہا جاتا تھا۔ اِقتناص۔ شکار کا جال میں پھنسنا۔

[53] اہلِ دنیا۔ دنیا کے لوگوں

یادِ[۵۱] یوسفؑ دیو از عقلش سترد — **وز دلش دیو آں سخن از یاد بُرد**

شیطان نے حضرت یوسفؑ کی یاد اُسکے ذہن سے مٹادی — اور شیطان نے وہ بات اُس کے دل سے بھلادی

زیں گنہ کامد ازاں نیکو خصال — **ماند در زنداں ز داور ہفت سال**

اس گناہ کی وجہ سے جو اُن نیک خصلت سے سرزد ہوا — وہ خدا (تعالیٰ) کی جانب سے سات سال قید میں رہے

کہ چہ تقصیر آمد از خورشیدِ داد — **تا تو چوں خفاش اُفتی در سواد**

کہ عطا کے سورج سے کیا کمی ہوئی تھی؟ — جس سے تو چمگادڑ کی طرح تاریکی میں گر گیا

ہیں چہ تقصیر آمد از بحر و سحاب — **تا تو یاری خواہی از ریگ و سراب**

ہاں سمندر اور ابر کی جانب سے کونسی کوتاہی ہوئی؟ — جس سے تو ریت اور سراب سے مدد چاہنے لگا

عام[۵۲] اگر خفاش طبع اند و مجاز — **یوسفا داری تو آخر چشم باز**

عوام اگرچہ چمگادڑ کی طبیعت والے اور مجاز ہیں — اے یوسفؑ! آخر تو تو کھلی ہوئی آنکھ رکھتا ہے

گر خفاشے رفت در کور و کبود — **باز سلطاں دیدہ را بارے چہ بود**

اگر کوئی چمگادڑ اندھے پن اور تاریکی میں چلی گئی — آخر شاہ کو دیکھے ہوئے باز کو کیا ہوا؟

پس ادب کردش بدیں جرم اوستاد — **کہ مساز از چوبِ پوسیدہ عماد**

تو اِس خطا پر اُستاد نے اُن کو سزا دی — کہ پرانی لکڑی کا ستون نہ بنا

لیک یوسفؑ را بخود مشغول کرد — **تا نیاید در دلش زاں حبس درد**

لیکن حضرت یوسفؑ کو اپنے میں مشغول کرلیا — تاکہ اُس قید سے اُن کے دل میں درد نہ آئے

آنچنانش[۵۳] اُنس و مستی داد حق — **کہ نہ زنداں ماند پیشش نے غسق**

اللہ (تعالیٰ) نے اُنکو ایسی اُنسیت اور مستی عطا کی — کہ نہ اُن کے سامنے قید خانہ رہا نہ تاریکی

نیست زندانے وحش تر از رحم — **ناخوش و تاریک و پر خون و وخم**

کوئی قید خانہ رحم (مادر) سے زیادہ وحشتناک نہیں ہے — ناخوش اور تاریک اور خون بھرا اور ناموافق

چوں کشادت حق دریچہ سوئے خویش — **در رحم ہر دم فزاید تنت بیش**

جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے تیرے لئے کھڑکی اپنی جانب کھول دی — ہر وقت رحم میں تیرا جسم بڑھتا ہے

---

۵۱ یادِ یوسفؑ۔ قرآن پاک میں ہے فَاَنْسَاہُ الشَّیْطَانُ ذِکْرَ رَبِّہٖ۔ اُس قیدخانہ سے چھوٹنے والے کو شیطان نے آقا کے پاس ذکر کرنا بھلا دیا۔ زیں گنہ۔ یہ معصیت نہ تھی زلّت تھی۔ ہفت سال۔ قرآن میں بضع کا لفظ فرمایا ہے جو تین سال سے نو سال تک کی مدت کے لئے بولا جاتا ہے۔ مولانا نے سات سال متعین کئے ہیں۔ کہ چہ۔ حضرت یوسفؑ پر ناراضی کا اظہار اس طریقہ پر کیا کہ ہماری جانب سے تمہاری مدد میں کیا کمی آئی کہ تم نے دوسروں کی مدد چاہی ہیں۔ ہاں۔ بحر و سحاب۔ یعنی ذاتِ خداوندی۔ ریگ و سراب۔ یعنی وہ قیدی جس سے مدد چاہی۔

۵۲ عام۔ عوام تو اندھے ہیں وہ دوسروں سے مدد چاہتے ہیں موردِ عتاب نہیں ہیں، اے یوسفؑ تمہاری تو آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ گر خفاشے۔ اگر چمگادڑ تاریکی چاہے تو اتنی قصوروار نہیں جتنا کہ شاہی باز مشہور ہے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْن نیکوں کی نیکیاں بارگاہ کے مقربوں کی بُرائیاں ہیں یعنی وہی ایک بات جس پر نیکوں کو بھلائی ملتی ہے وہ بات اگر مقربِ بارگاہ کرے تو اُس کی گرفت ہوجاتی ہے۔ اوستاد۔ اللہ تعالیٰ۔ چوب۔ یعنی اسباب۔ لیک۔ چونکہ یوسفؑ بہرحال محبوبِ خدا تھے اس لئے اس سزا میں بھی اُن کو راحت عطا کردی گئی ——

۵۳ آنچنانش۔ اِس قید کی حالت میں اُن پر وہ تجلیات تھیں جن سے وہ اُس قید خانہ کو قید خانہ سمجھتے تھے نہ وہاں کی تاریکی کو تاریکی۔ نیست۔ اِس پر تعجب نہ کر دُماں کے رحم سے زیادہ تاریک کونسا قید خانہ ہوگا لیکن خدا اُس رحم کا دریچہ اپنی طرف کھول دیتا ہے اور بچہ کس قدر خوش و خرم رہ کر بڑھتا ہے۔

اندر[1] آں زنداں ز ذوقِ بیقیاس | خوش شگفت از غرسِ جسمِ تو حواس
اُس قید خانہ میں، بے اندازہ ذوق سے | تیرے جسم کے پودے سے عمدہ حواس کھل گئے

زاں رحم بیروں شدن بر تو درشت | می گریزی از زہارش سوئے پشت
اُس رحم سے باہر آنا تیرے لئے ناگوار ہو گیا | تو اُس کی شرمگاہ سے کمر کی طرف بھاگنے لگا

راہِ لذّت از درون داں نز بروں | ابلہی داں جُستنِ قصر و حصون
لذت کا راستہ اندر سے سمجھ، نہ کہ باہر سے | محل اور قلعوں کی جستجو، بے وقوفی سمجھ

آں یکے در کنجِ مسجد مست و شاد | واں یکے در باغ تُرش و بیمراد
ایک مسجد کے کونے میں مست اور شاد ہے | اور وہ دوسرا باغ میں مُنہ بنائے اور بےمراد ہے

قصر چیزے نیست ویراں کن بدن | گنج در ویرانی ست اے میرِ من
محل کوئی چیز نہیں ہے، بدن کو ویران کر دے | اے میرے سردار! خزانہ ویرانی میں ہے

ایں نمی بینی کہ در بزمِ شراب | مست آنگہ خوش شود کو شد خراب
کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ شراب کی محفل میں | مست اُس وقت خوش ہوتا ہے جب وہ ویران ہو جائے

گرچہ[2] پُر نقش ست خانہ بر کنش | گنج جو و ز گنج آباداں کنش
اگرچہ گھر پُر نقش (دنگار) ہے اُسکو اُکھاڑ دے | خزانہ تلاش کر اور خزانہ سے اُس کو آباد کر دے

خانۂ پُر نقش و تصویر و خیال | ویں صُوَر چوں پردہ بر گنجِ وصال
گھر نقش اور تصویر اور خیال سے بھرا ہوا | اور یہ صورتیں وصل کے خزانہ پر پردے کی طرح ہیں

پرتوِ گنج ست و تابشہائے زر | کہ دریں سینہ ہمی جوشد صُوَر
خزانے کا عکس اور سونے کی چمک ہے | کہ یہ صورتیں سینے میں جوش مارتی ہیں

ہم[3] ز لُطف و عکسِ آبِ باشرف | پردہ شد بر روئے آب اجزائے کف
شریف پانی کے عکس اور لُطف سے بھی | پانی کی سطح پر جھاگ کے اجزاء پردہ ہو گئے ہیں

ہم ز لُطف و جوشِ جانِ باثمن | پردہ بر روئے جاں شد شخصِ تن
قیمتی جان کے جوش اور لُطف سے بھی | جسم کا وجود، جان کے چہرے پر پردہ بن گیا ہے

پس مثل بشنو کہ در افواہ خاست | کانچہ بر ما می رود آں ہم ز ماست
تو وہ مثل سُن لے جو زبانوں پر جاری ہے | کہ جو کچھ ہم پر گذرتی ہے وہ ہماری طرف سے ہے

[1] اندر اں۔ اسی رحمِ مادر کے قید خانہ میں بچّہ کے حواس کے پھول کھلتے ہیں۔ زاں۔ بچہ اس رحم سے نکلنا پسند نہیں کرتا پیدائش کے وقت پیچھے کو بھاگتا ہے۔ زہار۔ شرمگاہ۔ راہِ لذت۔ لذت کا مدار خارجی اسباب پر نہیں ہے سکونِ قلب پر ہے، دولت اور قلعوں میں لذت کی تلاش بیوقوفی ہے۔ آں یکے جس کو اللہ تعالیٰ قلبی سکون دے دیتا ہے وہ مسجد کے کونے میں مست رہتا ہے ورنہ چمن میں رنجیدہ رہتا ہے۔ قصر۔ معلوم ہوا کہ لذت قلعہ اور محل میں نہیں ہے لہٰذا تو اس جسم کے قلعہ کو مجاہدے سے برباد کر دے پھر دیکھ ویرانے میں تجھے کیسا خزانہ ملتا ہے۔ ایں نمی بینی۔ شرابی کو اُس وقت لذت آتی ہے جب بزمِ شراب خراب اور اُس کے حواس ویران ہو جاتے ہیں۔

[2] گرچہ۔ جسم کے نقش و نگار کی پسندیدگی کی وجہ سے اُس کے ویران کرنے سے نہ گھبرا اسلئے کہ اس کو ویران کرنے کے بعد اس میں سے بہت قیمتی خزانہ برآمد ہوگا۔ خانہ۔ اس گھر کی بنیاد میں خزانہ مدفون ہے اور یہ حسین مکان اس کا پردہ ہے۔ پرتو گنج۔ سینہ میں جو حسین تصور ابھرتی ہے یہ اُس اصل خزانہ کا عکس ہے۔

[3] ہم ز لُطف۔ جس طرح انسان جھاگ کی وجہ سے اُس پانی کے نظارہ سے محروم رہتا ہے، اسیطرح اس جسم کے نقش و نگار کی وجہ سے روح کے خزانہ کے لُطف سے محروم ہے۔ ہم ز لُطف۔ انسان کا بدن روح کے خزانہ کا پردہ اور حجاب ہے پس جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ ہمارا جسمانی نقش و نگار ہی روح کے خزانہ کے دیدار سے محرومی کا سبب ہے تو یہ مثل ہم پر بالکل صادق آگئی کہ ہمارے مصائب خود ہمارے پیدا کردہ ہیں۔

زیں[۵۱] حجابِ ایں تشنگانِ کف پرست
یہ پیاسے جھاگ کے پجاری اِس پردے کی وجہ سے

زآبِ صافی اُوفتادہ دُور دست
صاف پانی سے دُور جا پڑے ہیں

آفتابا با چو تو قبلہ و اُمیم
اے آفتاب! تجھ جیسے قبلہ اور امام کے ہوتے ہوئے

شب پرستی و خفاشی می کنیم
ہم شب پرستی اور چمگادڑپن کر رہے ہیں

سُوئے خود کُن ایں خفاشاں را مطار
اِن چمگادڑوں کی اُڑان اپنی طرف کردے

زیں خفاشی شاں بخر اے مُستجار
اے پناہ گاہ! اِس چمگادڑپن سے نجات دیدے

ایں جوانے ہیں جُرم ضالست و مُغیر
یہ جوان اِس جرم کی وجہ سے گمراہ اور تباہی مچانے والا ہے

کہ بمن آمد ولے اُو را مگیر
کہ میرے پاس آیا، لیکن اُس کی گرفت نہ کر

در عمادُالملک ایں اندیشہا
عمادُالملک میں یہ خیالات

گشت جوشاں چوں اسد در بیشہا
جوش مار رہے تھے، جیسے کہ شیر کچھاروں میں

ایستادہ[۵۲] پیشِ سُلطاں ظاہرش
اُس کا ظاہر بادشاہ کے سامنے کھڑا تھا

در ریاضِ غیب جانِ طائرش
اُس کی روح کا پرندہ غیب کے باغوں میں تھا

چوں ملائک اُو باقلیمِ اَلَست
وہ فرشتوں کی طرح اَلَست کے مُلک میں تھا

ہر دمے می شُد ز شُربِ تازہ مست
وہ ہر لحظہ نئی شراب نوشی سے مست ہو رہا تھا

اندروں سُور و بروں چوں پُرغمے
اندر خوشی اور باہر غمگین جیسا

در تنِ ہمچوں لحد خوش عالمے
لحد جیسے جسم میں، ایک اچھا عالم تھا

اُو دریں حیرت بُد و در انتظار
وہ اِسی حیرت اور انتظار میں تھا

تا چہ[۵۳] پیدا آید از غیب و سِرار
کہ غیب اور راز سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟

اَسپ را اندر کشیدند آں زماں
اُسی وقت گھوڑے کو اندر کھینچ لائے

پیشِ خرم شاہ سرہنگاں کشاں
سپاہی خرم شاہ کے سامنے، کشاں کشاں

اَلحق اندر زیرِ ایں چرخِ کبود
واقعی اِس نیلے آسمان کے نیچے

آنچناں اسپے بقد و تگ نبُود
ایسا گھوڑا قد اور رفتار میں نہ تھا

می ربودے رنگِ اُو ہر دیدہ را
اُس کا رنگ ہر آنکھ کو اُچک لیتا تھا

مرحبا آں برق و مہ زائیدہ را
مرحبا ہے اُس برق اور چاند کے بچے پر

---

۵۱ زیں حجاب۔ جھاگ کے پُجاری اِسی جھاگ کے پردے کی وجہ سے پانی سے محروم ہیں۔ آفتابا۔ مسبب الاسباب کے ہوتے ہوئے اسباب پر توکل ہمارا چمگادڑپن ہے۔ سوئے خود کن۔ اِن اسباب پرستوں کو اپنی طرف متوجہ کردے تاکہ تجھ پر بھروسہ کریں۔ ایں جواں۔ جس کا گھوڑا چھینا ہے اُس نوجوان نے میرا سہارا ڈھونڈا ہے یہ اُس کی انتہائی غلطی ہے۔ در عمادالملک۔ عمادُالملک کے دل میں یہ باتیں جوش مار رہی تھیں جو اوپر کے اشعار میں مذکور ہوئیں۔

۵۲ ایستادہ۔ اُس کا جسم بادشاہ کے سامنے تھا اور روح غیب کے چمن زاروں میں اِس مناجات میں مشغول تھی۔ چوں ملائک۔ فرشتوں کی طرح اُس کی روح اِس مقام میں تھی جہاں خدا سے مکالمہ ہو رہا تھا۔ اندرون۔ اِس ہم کلامی کی مستی سے اُس کے باطن میں سرور تھا اور جسم اُس مظلوم کی وجہ سے غمگین تھا۔ لحد۔ اِس تنگ، لحد جیسے جسم میں ایک عالمِ مسرت تھا۔

۵۳ تا چہ۔ اُس گھوڑے کے بارے میں عالمِ غیب کا کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ خرم شاہ۔ خوارزم شاہ ہی کو کہا جاتا ہے۔ الحق۔ عمادُالملک نے جب اُس گھوڑے کو دیکھا تو واقعی وہ بے نظیر گھوڑا تھا۔ می ربودے۔ اِس قدر حسین رنگ تھا کہ آنکھوں کو اُچک رہا تھا معلوم ہوتا تھا کہ وہ گھوڑا گھوڑے اور گھوڑی سے نہیں پیدا ہوا بلکہ چاند اور برق سے پیدا ہوا ہے۔

ہمچو مَہ[1] ہمچوں عُطارُد تیز رَو — گویا صَرصَر علف بُودش نہ جَو
چاند جیسا، عطارد کی طرح تیز رفتار — گویا تیز ہوا اُس کا چارہ تھی نہ کہ جَو

ماہ عرصہ آسماں را در شبے — می بَرد اندر مَسیر و مَذہبے
چاند، ایک رات میں آسمان کے میدان کو — چلنے اور رفتار میں قطع کرتا ہے

چوں بیک شب مَہ بُرید ابراج را — از چہ مُنکر می شوی معراج را
جب چاند نے ایک رات میں بُرجوں کو قطع کر لیا — تو تُو معراج کا کیوں مُنکر بنتا ہے؟

صد چو ماہ است آں عجب دُرِّ یتیم — کہ بیک ایمائے اُو شُد مَہ دو نیم
وہ عجیب دُرِّ یکتا، سَو چاند جیسا ہے — کہ اُسکے ایک اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا

آں عجب کُو در شگافِ مَہ نمُود — ہم بقدرِ ضُعفِ حِسِّ خَلق بُود
وہ عجیب بات، جو چاند کے ٹکڑے ہونے میں کھائی — وہ مخلوق کے ادراک کی کمزوری کے بقدر تھی

کار و بارِ[2] انبیا و مُرسلوں — ہَست از افلاک و اختر ہا برُوں
انبیاء اور رسولوں کے کاروبار — آسمانوں اور ستاروں سے باہر ہیں

تو بروں رَو ہم ز افلاک و دوار — وانگہاں نظّارہ کُن آں کار و بار
تو بھی آسمانوں اور گھومنے والے سے باہر نکل — تب اُس کاروبار کا نظارہ کر

درمیانِ بیضۂ چوں فرخہا — نشنوی تسبیح مُرغانِ ہَوا
تو چوزوں کی طرح انڈے میں ہے — تو ہوا کے پرندوں کی تسبیح نہیں سُنتا ہے

مُعجزات اینجا نخواہد شرح گشت — زاسپ و خُرّم شاہ گوی و سرگذشت
مُعجزوں کی اِس جگہ تشریح نہ ہو سکے گی — گھوڑے اور خُرّم شاہ اور سرگذشت کی بات کر

آفتابِ[3] لُطفِ حق بر ہر چہ تافت — از سگ و از اسپ فرِ کہف یافت
اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی کا سورج جس پر بھی چمک گیا — کُتے اور گھوڑے پر اُس نے کہف کی شان شوکت حاصل کر لی

تابِ لُطفش را تو یکساں ہم مَداں — سنگ را و لعل را داد اُو نشاں
تو اُس کی مہربانی کی چمک کو یکساں بھی نہ سمجھ — پتھر اور لعل کو اُس نے نشانی دی ہے

لَعل را زاں ہَست گنجِ مُقتبس — سنگ را گرمی و تابانی و بس
لعل کے پاس اُس سے حاصل شدہ خزانہ ہے — پتھر کے لئے گرمی اور تابش ہے اور بس

---

[1] ہمچو۔ چاند اور عطارد کی طرح تیز رو تھا معلوم یہ ہوتا تھا کہ وہ جَو اور دانے کی بجائے تیز ہوا سے پلا ہو۔ ماہ۔ چاند کی تیز روی کا بیان ہے۔ از چہ۔ جب آنحضورؐ سے کم درجہ چاند کی یہ رفتار آنکھوں نے دیکھی ہے تو آنحضورؐ کی سیرِ معراج پر کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ صد چو۔ آنحضورؐ کا درجہ تو یہ ہے کہ چاند اُن کی انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو گیا۔ آں عجب۔ یہ تعجب خیز مُعجزہ چاند میں اس لئے دکھایا گیا کہ ہمارا ضعیف احساس اِسی کا ادراک کر سکتا تھا، آپ کے وہ عجائب ہیں جو ہمارے احساس اور ادراک میں نہیں سما سکتے۔

[2] کاروبار۔ انبیاء کے اصل مُعجزے اِن مادیات سے دراء ہیں۔ تو بروں رَو۔ تو اِس مادی دنیا سے نکل پھر انبیاء کے عجائب کا نظارہ کر۔ درمیاں۔ اِن مادیات میں رہتے ہوئے تیری مثال انڈے کے اندر کے چوزے کی سی ہے جو فضا کے پرندوں کی تسبیح نہیں سُن سکتا۔ مُعجزات۔ مُعجزوں کی بحث کی یہاں گنجائش نہیں ہے گھوڑے اور خرم شاہ اور اُس واقعہ کی بات کرنی چاہیئے۔

[3] آفتاب۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی کا سورج جس پر چمک جاتا ہے وہ کُتا ہو یا گھوڑا اُس میں اصحابِ کہف کے کہف کی شان پیدا ہو جاتی ہے۔ تاب۔ لیکن اِس چمک کو یکساں نہ کہہ پتھر اور لعل کی صلاحیتوں کے فرق سے اِس میں فرق ہے۔ لعل۔ لعل اِسی چمک سے خزانہ حاصل کر لیتا ہے پتھر میں صرف گرمی اور تابش پیدا ہوتی ہے۔

آنکہ بر دیوار افتد آفتاب — آنچناں نبود کز آب و اضطراب
جو دھوپ دیوار پر پڑتی ہے — ایسی نہ ہو گی جیسی کہ پانی اور حرکت سے

رجوع بحکایتِ سلطان و اسپ و عمادُ الملک و پشیمان کردن شاہ را
سلطان اور گھوڑے اور عمادُ الملک کے قصہ کی جانب رجوع اور شاہ کو شرمندہ کرنا

چوں دمے حیراں شُد از وے شاہِ فرد — رُوئے خود سُوئے عمادُ الملک کرد
جب تھوڑی دیر یکتا شاہ اُس سے حیران ہوا — اُس نے اپنا رُخ عمادُ الملک کی جانب کیا

کاے اخی بس خوب اسپے نیست ایں — از بہشت ست ایں مگر نے از زمیں
کہ اے بھائی! کیا یہ بہترین گھوڑا نہیں ہے؟ — شاید یہ بہشت کا ہے، نہ کہ زمین کا

پس[۵۲] عمادُ الملک گفتش اے خدیو — چوں فرشتہ گرد داز میلِ تو دیو
تو عمادُ الملک نے اُس سے کہا اے شاہ! — آپ کے میلان سے شیطان فرشتہ جیسا بنجاتا ہے

در نظر آنچہ آوری گردید نیک — پس گش و رعناست ایں مرکب و لیک
جو چیز آپ پسند کریں وہ اچھی ہی ہو گئی — یہ سواری بہت عمدہ اور زیبا ہے، لیکن

ہست ناقص آں سر اندر پیکرش — چوں سرِ گاؤ ست گوئی ایں سرش
اُس کے جسم میں سر ناقص ہے — گویا اُس کا یہ سر بیل کے سر کی طرح ہے

در دلِ خُرّم شہ ایں دم کارگرد — اسپ را در منظرِ شہ خوار کرد
خُرّم شاہ کے دل میں یہ بات کارگر ہو گئی — شاہ کی نظر میں گھوڑے کو ذلیل کر دیا

چوں غرض دلّالہ گشت و واصفے — از سہ گز کرباس یابی یوسفے
جب غرض دلّال اور بیان کرنے والی ہو جائے — تو تین گز سوتی کپڑے سے یوسفؑ کو حاصل کرلیگا

چوں[۵۳] کہ ہنگامِ فراقِ جاں شود — دیو دلّالِ دُرِ ایماں شود
جب رُوح کی جُدائی کا وقت ہوتا ہے — شیطان، ایمان کے موتی کا دلّال بن جاتا ہے

پس فروشد ابلہ ایماں را شتاب — اندراں تنگی بیک ابریقِ آب
تو بیوقوف ایمان کو فوراً فروخت کر دیتا ہے — اُس تنگی میں ایک لوٹے پانی کے بدلے

واں خیالے باشد و ابریق نے — قصدِ آں دلّالہ جز تخریق نے
وہ ایک خیال ہوتا ہے اور لوٹا نہیں ہے — اُس دلّال کا ارادہ ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے

ایں زماں کہ تو صحیح و فربہی — صدق را بہرِ خیالے میدہی
اِس وقت کہ تو تندرست اور فربہ ہے — تو ایک خیال میں سچائی کو دے ڈالتا ہے

---

۵۱ آنکہ۔ سورج کی روشنی قبول کرنے میں دیوار اور پانی کی سطح خصوصاً جبکہ وہ متحرک ہو برابر نہیں ہے۔ چوں۔ بھی گھوڑے کے حُسن پر تھوڑی دیر شاہ حیران رہا پھر عمادُ الملک کی جانب رُخ کر کے بولا۔ از بہشت۔ یہ گھوڑا زمین کی پیداوار نہیں ہے شاید بہشت سے آیا ہے۔

۵۲ پس۔ عمادُ الملک نے شاہ سے کہا کہ آپ کی پسندیدگی سے شیطان بھی فرشتہ بن جاتا ہے۔ ولیک۔ اس کا تعلق آئندہ شعر سے ہے یعنی گھوڑے میں اور تو خوبیاں ہیں لیکن اُس کا سر ناقص ہے بیل کا سا معلوم ہوتا ہے۔ چوں۔ چونکہ عمادُ الملک کی غرض اس گھوڑے کو بُرا کہنے سے وابستہ تھی لہٰذا اُس نے اُس کو بُرا کہا اور گھوڑے کی وقعت گر گئی۔ از سہ گز۔ مشہور ہے کہ حضرت یوسفؑ کو خریداروں نے معمولی قیمت پر خرید لیا تھا۔

۵۳ چونکہ۔ موت کے وقت کی پریشانی میں شیطان ایمان کو اس قدر حقیر کر کے دکھاتا ہے کہ بیوقوف آدمی اُس کو ایک لوٹے پانی کے بدلے میں فروخت کر دیتا ہے۔ قصد۔ شیطان کا مقصد تو ایمان کو برباد کرنا ہوتا ہے۔ ایں زماں۔ ایمان کے بیچنے کے قصہ میں تعجب کی کیا بات ہے انسان زندگی میں بھی معمولی نفع کے خیال پر جھوٹ بول دیتا ہے۔

می[1] فروشی ہر زماں دُرّے زکاں — می ستانی ہمچو طفلے گردگاں

تو ہر وقت کان میں سے ایک موتی فروخت کر دیتا ہے — بچے کی طرح اخروٹ لے لیتا ہے

پس دراں رنجوری و روزِ اجل — نیست نادر گر بُود اینت عمل

اُس تکلیف اور موت کے دن — تعجب نہیں ہے اگر تیرا یہ عمل ہو

در خیالت صورتے جوشیدۂ — ہمچو جوزے وقتِ دق بوسیدۂ

تیرے خیال میں ایک صورت جوش مارتی ہے — توڑنے کے وقت سڑے ہوئے اخروٹ کی طرح ہے

ہست از آغاز چوں بدر آں خیال — لیک آخر می شود ہمچوں ہلال

شروع میں وہ خیال، چودھویں کے چاند کی طرح ہے — لیکن آخر میں ہلال کی طرح ہو جاتا ہے

گر تو اول بنگری در آخرش — فارغ آئی از فریب فاترش

اگر تو شروع میں اُس کے آخر کو دیکھ لے — اُس کے سُست فریب سے خالی ہو جائے

جوز[2] بوسیدست دنیا اے امیں — امتحانش کم کن از دورش ببیں

اے امانتدار! دنیا گلا ہوا اخروٹ ہے — اُس کو نہ آزما اُس کو دُور سے دیکھ لے

شاہ دید آں اسپ را با چشمِ حال — واں عمادُ الملک با چشمِ مآل

شاہ نے اُس گھوڑے کو حال کی نگاہ سے دیکھا — اور اُس عمادُ الملک نے انجام کی نگاہ سے

چشمِ شہ دو گز ہمی دید از لُغز — چشمِ آں پایاں نگر پنجاہ گز

شاہ کی آنکھ پیچیدہ سوراخ سے دو گز دیکھتی تھی — اُس انجام بین کی نگاہ نے پچاس گز

تا چہ سرمہ ست آنکہ یزداں میکشد — کز پسِ صد پردہ بیند جاں رشد

کیسا سُرمہ ہے جو خدا لگا دیتا ہے؟ — کہ سو پردوں کے پیچھے سے روح راہ راست کو دیکھ لیتی ہے

چشمِ[3] مہتر چوں بآخر بُود جفت — پس بداں دیدہ جہاں را جیفہ گفت

سردار کی آنکھ چونکہ انجام سے وابستہ تھی — تو اُس آنکھ سے دنیا کو مُردار فرمایا ہے

زیں یکے ذمش کہ بشنود و حسب — بس فسرد اندر دل شہ مہر اسپ

اُس کی ایک بُرائی سے جو بادشاہ نے سنی اور بس — شاہ کے دل میں گھوڑے کی محبت بہت افسردہ ہو گئی

چشمِ خود بگذاشت چشمِ او گزید — ہوشِ خود بگذاشت قولِ او شنید

اُس نے اپنی آنکھ چھوڑ دی اُس کی آنکھ اختیار کر لی — اپنا ہوش چھوڑا، اُس کی بات سُن لی

---

[1] می فروشی۔ معمولی نفع کے عوض سچائی کو فروخت کرنا ایسا ہے جیسے بے عقل بچہ موتی کے عوض چند اخروٹ خرید لیتا ہے۔ پس دراں۔ اُس وقت انسان مجبور بھی نہیں ہے موت کے وقت تو اُس کو پیاس لگی ہو گی۔ در خیالت۔ یہ خیال جس کی وجہ سے انسان سچائی کو فروخت کر دیتا ہے ایک سڑا ہوا اخروٹ ہے۔ ہست۔ شروع میں وہ خیال بڑا بھلا معلوم ہوتا لیکن انجام کار وہ حقیر بن جاتا ہے۔ گر تو۔ اگر انسان ابتداء ہی انجام پر نظر کر لے تو فریب سے بچ جائے۔

[2] جوز۔ یہ دنیا کا نفع ایک بوسیدہ اخروٹ ہے اور یہ اس قدر واضح بات ہے کہ اس کو آزمانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ شاہ۔ بادشاہ نے اُس گھوڑے کے موجودہ حُسن و جمال پر نظر کی اور عمادُ الملک نے اُسکے انجام پر کہ اس گھوڑے کے اس طرح چھیننے سے کتنا بڑا ظلم ہو گا اور انجام کیا ہو گا۔ چشم۔ بادشاہ کی نظر دو گز تک دیکھ رہی تھی اور وہ بھی ٹیڑھے سوراخ میں سے عمادُ الملک کی نظر پچاس گز تک دیکھ رہی تھی۔ لغز۔ چوہے کا سوراخ جو عموماً آڑا ترچھا ہوتا ہے۔ تا چہ۔ اللہ تعالیٰ جس کو بصیرت عطا فرماتا ہے تو وہ ایسا سُرمہ ہے کہ سو پردوں کے پیچھے بھی چیز کو دکھا دیتا ہے۔

[3] چشمِ مہتر۔ آنحضورؐ نے دنیا کو جو مُردار کہا ہے وہ انجام کے اعتبار سے کہا ہے۔ زیں یکے۔ عمادُ الملک کے صرف یہ کہنے سے کہ اس گھوڑے کا سَر ناقص ہے وہ گھوڑا شاہ کے دل سے اُتر گیا۔ چشم۔ بادشاہ نے اپنی آنکھ اور بات پر عمادُ الملک کی آنکھ اور بات کو ترجیح دی۔

این بہانہ بُود آں دیانِ فرد — ازنیاز[۱] آں در دلِ شہ سرد کرد

یہ ایک بہانہ تھا اِس یکتا بدلہ دینے والے نے — نیاز کی وجہ سے اُس کو شاہ کے دل میں سرد کر دیا

در ببست از حُسنِ او پیشِ بصر — آں سخن بُد درمیاں چوں بانگِ در

نظر کے سامنے اُس کے حُسن کا دروازہ بند کر دیا — وہ بات درمیان میں دروازہ کی آواز کی طرح تھی

پردہ کرد آں نُکتہ را بر چشمِ شہ — کہ ازاں پردہ نماید مہ سیہ

اُس نکتہ کو شاہ کی آنکھ کا پردہ بنا دیا — کہ اُس پردے سے چاند کالا نظر آتا ہے

پاک[۲] بنّائے کہ بر سازد حُصوں — در جہانِ غیب از گفت و فسوں

اُس پاک بنانیوالے نے جو قلعے بنا دیتا ہے — گفتگو اور سحر کے، عالمِ غیب میں

بانگِ در داں گفت را از قصرِ راز — تا کہ بانگِ واشُدست ایں یا فراز

گفتگو کو راز کے قلعہ کے دروازہ کی آواز سمجھ — کہ یہ کھُلنے کی آواز ہوئی یا بند ہونے کی

بانگِ در محسوس و دَر از حس برُوں — تُبصِرُوں ایں بانگ و دَر لا تُبصِرُوں

دروازہ کی آواز محسوس ہے اور دروازہ حس سے خارج ہے — تم اِس آواز کو دیکھتے ہو اور در کو نہیں دیکھتے

چنگِ حکمت چونکہ خوش آواز شُد — تا چہ دَر از رَوضِ جنّت باز شُد

دانائی کی سارنگی جبکہ خوش آواز بنی — دیکھ، جنّت کا کونسا دروازہ کھُلا؟

بانگِ گفتِ بد چو دَر وامی شوُد — از سَقر تا خود چہ دَر وامی شود

بُری بات کی آواز جب مُعلّق ہوتی ہے — تو دیکھ جہنّم کا کونسا دروازہ کھُلتا ہے؟

بانگِ دَر بشنو چو دُوری از درش — اے خُنک آں را کہ واشُد منظرش

جبکہ تو اُس کے دَر سے دُور ہے دروازہ کی آواز سُن لے — وہ چین سے ہے جس کا منظر کشادہ ہو گیا

چوں[۳] تو می بینی کہ نیکی می کُنی — بر حیات و راحتے بر می تنی

جب تو دیکھے کہ نیکی کر رہا ہے — تو زندگی اور راحت کی تیاری کر رہا ہے

چونکہ تقصیر و فسادے می رَوَد — آں حیات و ذوق پنہاں میشوَد

جب قصور اور فساد ہو رہا ہے — وہ زندگی اور ذوق چھُپ رہا ہے

دیدِ خود مگذار از دیدِ خساں — کہ بمُردارت کشند ایں کرگساں

کمینوں کی دید کی وجہ سے، تو اپنی دید کو نہ چھوڑ — کیونکہ یہ گِدھ تجھے مُردار کی جانب کھینچتے ہیں

---

[۱] ازنیاز۔ چونکہ عمادُ الملک نے نیاز مندی سے دُعا کی تھی کہ شاہ سے یہ ظلم سرزد نہ ہو۔ لہٰذا خدا نے اُس کی بات کو اس دعا کی منظوری کا ایک سبب اور بہانہ بنا دیا۔ دَربہ بست۔ شاہ کے گھوڑے کو ناپسند کرنے کا اصل سبب اللہ تعالیٰ ہے اسلئے کہ اُسنے اصل دروازہ جو اُسکے حُسن کو دیکھنے کا تھا بند کر دیا اور عمادُ الملک اُس کی ایک ظاہری علامت تھا مکان کی چیزیں دروازہ بند کرنے سے چھُپ جاتی ہیں اور جس شخص نے دروازہ نہ دیکھا ہو وہ دروازہ بند ہونے کی آواز کو چیزوں کے مستور ہونیکا سبب سمجھتا ہے۔ پردہ۔ عمادُ الملک کی بات کو اللہ تعالیٰ نے نظر کا پردہ بنا دیا اور شاہ کی نظر سے گھوڑے کا حُسن پوشیدہ ہو گیا۔

[۲] پاک۔ انسان کی بات کے نتائج عالمِ آخرت میں ہُویدا ہوتے ہیں۔ گفت۔ تو اپنی آواز کو دروازہ کی آواز سمجھ اور پہچان کہ اِس آواز سے دروازہ بند ہوتا ہے یا کھُلتا ہے۔ بانگِ دَر۔ انسانوں کو دَر کی آواز جو خود اُنکی گفتگو ہے محسوس ہوتی ہے وہ جس دروازہ کے کھُلنے اور بند ہونے کی آواز ہے وہ دروازہ نظر نہیں آتا وہ عالمِ غیب میں ہے۔ چنگ۔ انسان کوئی دانائی کی بات کرتا ہے تو جنّت کا دروازہ کھُلتا ہے۔ بانگِ۔ بُرے کلمہ کی آواز دوزخ کا دروازہ کھولتی ہے۔ دَروامُعلّق سرنگوں۔ بانگِ دَر۔ جبکہ تجھے دروازہ نظر نہیں آتا تو اُس کی آواز سُن لے اور اُسکے ذریعہ اس دروازہ کو سمجھ لے —— [۳] چوں تو۔ جب انسان نیکی کرتا ہے تو اُس کا محل جنّت میں تیار ہوتا ہے حیات یعنی جنّت کی ابدی زندگی۔ راحتے۔ یعنی جنّت کی راحت۔ چونکہ۔ جب انسان گناہ کرتا ہے تو جنّت کی نعمتوں سے محروم ہوتا ہے۔ دیدِ خود۔ دنیا کی فانی نعمتوں کو اپنی چشمِ بصیرت سے دیکھ دنیاداروں کی بات کا اعتبار نہ کر یہ گِدھ ہیں جو تجھے مُردار کی طرف لے جاتے ہیں۔

چشم^۵۱ چوں نرگس فرو بندی کہ چی
تونے نرگس کی طرح آنکھ بند کرلی، کہ کیا ہے!
ہیں عصاام کش کہ کورم اے اخی
ہاں اے بھائی! میری لاٹھی (پکڑ کر) کھینچ کیونکہ میں اندھا ہوں

ویں عصاکش کہ گزیدی در سفر
اور یہ لاٹھی کھینچنے والا جو تونے سفر میں منتخب کیا
چوں بہ بینی باشد از تو کور تر
جب تو غور کرے گا وہ تجھ سے زیادہ اندھا ہوگا

دست کورانہ بحبل اللہ زن
اندھا دھند اللہ کی رسی پر ہاتھ ڈال
جز بر امر و نہیِ یزدانی متن
خدائی امر و نہی کے سوا ارادہ نہ کر

چیست حبل اللہ رہا کردن ہوا
اللہ کی رسی کیا ہے؟ خواہشِ (نفسانی) کو چھوڑنا
کیں ہوا شد صرصرے مر عاد را
کیونکہ یہ خواہشِ (نفسانی) عاد کے لئے آندھی تھی

خلق در زنداں نشستہ از ہواست
مخلوق خواہشِ (نفسانی) کی وجہ سے قید خانہ میں بیٹھی ہے
مرغ را پرہا بہ بستہ از ہواست
پرندے کے پَر خواہشِ (نفسانی) کی وجہ سے بندھے ہیں

ماہی^۵۲ اندر تابہ گرم از ہواست
مچھلی گرم توے میں خواہشِ (نفسانی) کی وجہ سے ہے
رفتہ از مستوریاں شرم از ہواست
مستورات سے خواہشِ (نفسانی) کی وجہ سے شرم روانہ ہوری ہے

خشمِ شحنہ شعلۂ نار از ہواست
کوتوال کا غصہ، آگ کی چنگاری خواہشِ (نفسانی) کی وجہ سے ہے
چار میخ و ہیبت دار از ہواست
سزا اور سولی کا خوف خواہشِ (نفسانی) کی وجہ سے ہے

شحنۂ اجسام دیدی بر زمیں
تونے زمین پر جسموں کا کوتوال دیکھا ہے
شحنۂ احکامِ جاں را ہم بہ بیں
روح کے احکام کے کوتوال کو بھی دیکھ لے

روح را در غیب خود اشکنجہاست
خود روح کے لئے غیب میں شکنجے ہیں
لیک تا نجہی شکنجہ در خفاست
لیکن جب تک تو نہیں نکلتا شکنجہ پوشیدگی میں ہے

چوں^۵۳ رہیدی بینی اشکنجہ دمار
جب تو چھوٹے گا ہلاکت کا شکنجہ دیکھ لے گا
زانکہ ضد از ضد گردد آشکار
کیونکہ ایک ضد دوسری ضد سے واضح ہوتی ہے

آنکہ در چہ زاد و در آبِ سیاہ
جو شخص کنویں اور کالے پانی میں پیدا ہوا
او چہ داند لطفِ دشت و رنجِ چاہ
وہ جنگل کے لطف اور کنویں کی تکلیف کو کیا جانے؟

چوں رہا کردی ہوا از بیمِ حق
جب تونے اللہ (تعالیٰ) کے ڈر سے خواہشِ (نفسانی) چھوڑ دی
در رسد شغراق از تسنیمِ حق
اللہ (تعالیٰ) کی تسنیم سے پیالہ پہنچے گا

کر ضد کو دیکھ کر اُس کی ضد پوری طرح سمجھ میں آتی ہے۔ آنکہ۔ کنویں کا مینڈک جب تک چمن کی سیر نہیں کرتا نہ اُس کو کنویں کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے نہ چمن کے لطف کا۔ چوں۔ جب تو نفسانی خواہش کو ترک کر دے گا تو آخرت کی نعمتوں کا لطف محسوس کرنے لگے گا۔ شغراق۔ پیالہ تسنیم۔ جنت کی نہر ہے۔

^۵۱ چشم۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے بھی چشمِ بصیرت عطا کی ہے تو بتکلف اندھا نہ بن چچی چہ یعنی اندھوں کی طرح دریافت نہ کر۔ وایں عصاکش۔ جس کو تو اپنا رہبر بنا رہا ہے وہ دنیا دار تجھ سے زیادہ اندھا ہے۔ دست کورانہ۔ اگر تو مجتہد نہیں ہے تو اللہ کی رسی پکڑ لے اور اُس کے کھلے ہوئے احکام کی پابندی کرلے۔ چیست۔ اللہ کی رسی خواہشِ نفس کو ترک کرنا ہے۔ قومِ عاد اسی نفسانی خواہش کی وجہ سے تباہ ہوئی اور اُن پر آندھی کا عذاب آیا۔ خلق۔ ہر جاندار نفسانی خواہش کی وجہ سے مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے۔

^۵۲ ماہی۔ مچھلی اگر چارے کا لالچ نہ کرے تو کبھی کانٹے میں پھنس کر توے پر نہ بھنے۔ عورتیں اسی لالچ سے خواہش میں مبتلا ہوتی ہیں۔ شحنہ۔ کوتوال کا غصہ و غضب انسان پر اسی خواہشِ نفسانی کی وجہ سے نازل ہوتا ہے اور اُسکو چار میخ اور سولی کی سزا اسی وجہ سے ملتی ہے۔ شحنہ۔ تو دنیا کی کوتوال کو دیکھتا ہے آخرت کے کوتوال کو بھی پیشِ نظر رکھ۔ روح۔ روح کے لئے عذاب کے آلات ہیں جو مرنے کے بعد نظر آئیں گے۔ تجہی۔ یعنی جب تک تو دنیا سے نہ جائیگا۔

^۵۳ چوں رہیدی۔ جب تو عالمِ آخرت کی وسعتوں میں پہنچیگا تو اس دنیا کا شکنجہ ہونا سمجھ سکیگا

لَا تُطَرِّقْ فِیْ هَوَاکَ سَلْسَبِیْلؔ[۱] — مِنْ جَنَابِ اللّٰهِ نَحْوَ السَّلْسَبِیْل

اپنی خواہش (نفسانی) پر نہ چل، راستہ کی درخواست کر — خدا کے دربار سے سلسبیل کی جانب

لَا تَکُنْ طَوْعَ الْهَوٰی مِثْلَ الْحَشِیْش — اِنَّ ظِلَّ الْعَرْشِ اَوْلٰی مِنْ عَرِیْش

گھاس کی طرح خواہش (نفسانی) کا تابعدار نہ بن — بیشک عرش کا سایہ، جھونپڑی سے بہتر ہے

گفت سلطاں اسپِ را واپس برید — زود تر زیں مظلمہ بازم خرید

بادشاہ نے کہا، گھوڑا واپس لے جاؤ — بہت جلد، مجھے اس ظلم سے نجات دو

بادلِ خود شہ بفرمود ایں قدر — شیر را مفریب زیں راس البقر

شاہ نے اپنے دل سے اتنا فرمایا — بیل کے اس سر سے شیر کو فریب نہ دے

پایِ گاو اندر میاں آری ز داو — رو کہ ندوزد حق بر اسپے شاخِ گاو

تو حیلہ سے بیل کا پاؤں درمیان میں لے آتا ہے — جا اللہ (تعالیٰ) گھوڑے پر بیل کے سینگ نہیں جڑتا ہے

بس مناسب صنعتست ایں شہر زاو — کے نہد بر جسمِ اسپ او عضوِ گاو

اس شہر کا بنانے والا بہت موزوں کاریگری والا ہے — وہ گھوڑے کے جسم پر، بیل کا عضو کب رکھتا ہے؟

زاو[۲] ابداں را مناسب ساختہ — قصر ہائے منتقل پرداختہ

بنانے والے نے جسموں کو مناسب بنایا ہے — منتقل ہونے والے قلعے بنائے ہیں

درمیانِ قصر ہا تخریجہا — از سوی ایں سوی آں صہریجہا

قلعوں کے اندر نالیاں ہیں — اس کی جانب سے اُس کی جانب وہ نہریں ہیں

وز درونِ شاں عالمے بے منتہا — درمیانِ خرگہے چندیں فضا

اور اُن کے اندر ایک لاانتہا جہان ہے — ایک خیمہ کے اندر بہت میدان ہیں

گہ[۳] چو کابوسے نماید ماہ را — گہ نماید روضہ قعرِ چاہ را

وہ کبھی چاند کو کابوس کی طرح دکھاتا ہے — اور کبھی کنوئیں کی تہہ کو چمن دکھاتا ہے

قبض و بسطِ چشم و دل از ذوالجلال — دمبدم چوں می کند سحرِ حلال

آنکھ اور دل کا سمٹاؤ اور پھیلاؤ خدا کی جانب ہے — ہر وقت کس طرح سے حلال جادو کرتا ہے

زیں سبب درخواست از حق مصطفےٰ — زشت را ہم زشت و حق را حق نما

اِسی لئے مصطفےٰ نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی — بُرے کو بُرا اور حق کو حق دکھا

اچھا دکھا دیتا ہے، کابوس ایک مرض ہے جب وہ لاحق ہو جاتا ہے تو انسان کا گلا گھٹتا ہے اور بولنے پر قادر نہیں رہتا۔ زیں سبب۔ چونکہ حضرت حق کی تجلی قبض و بسط میں مختلف صورتیں دکھاتی ہے اسی لئے آنحضورؐ نے دعا کی ہے کہ اچھے کو اچھا دکھا اور بُرے کو بُرا دکھا۔

[۱] سلسبیل۔ راستہ کی درخواست کر، سلسبیل جنت کا ایک چشمہ ہے۔ لا تکن۔ گھاس ہوا کے ہر جھونکے سے جھک جاتی ہے۔ ظلّ العرش۔ جو خواہش نفس کو ترک کریگا وہ عرش کے سایہ میں ہوگا۔ عریش۔ جھونپڑی۔ گفت۔ بادشاہ کو اب احساس ہوا کہ اُس سردار سے گھوڑا چھینا ظلم ہے۔ بادلِ خود۔ پھر شاہ نے عماد الملک کو مخاطب بنانے کے بجائے اپنے دل کو مخاطب بنا کر کہا مجھ جیسے شیر کو گھوڑے کے سر کو بیل کا سا سر کہکر فریب نہ دے۔ پایِ گاو۔ درمیان آدر دن بے موقع بات کہنا۔ داو۔ مکر، حیلہ۔ ندوزد۔ اللہ تعالیٰ گھوڑے پر بیل کے سینگ نہیں لگاتا ہے۔ زاو۔ معمار شہر زاو، شہر کو بنانیوالا۔

[۲] زاو۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کو قلعہ کی طرح تعمیر فرمایا ہے اور یہ انسانی جسم چلتے پھرتے قلعے ہیں۔ تخریج۔ نالی، موری۔ صہریج۔ پانی کی نالی۔ وز درون۔ انسانی جسم میں ایک عالم ہے صوفیا انسان کو عالم اکبر کہتے ہیں کیونکہ جس طرح ساری کائنات اسمارِ الٰہی کا مظہر ہے تنہا انسان اُن سب کا مظہر ہے۔ خرگہ۔ خیمہ یعنی انسانی جسم۔

[۳] گہ۔ حضرت حق تعالیٰ کے تصرفات انسانی جسم پر بصورت قبض و بسط طاری ہوتے ہیں اور اس قبض سے کبھی وہ اچھے کو بُرا دکھا دیتا ہے اور بسط کے ذریعہ بُرے کو

تا باآخر چوں بگردانی ورق ۔ از پشیمانی نیفتم در قلق
تاکہ آخر میں جب تو ورق پلٹے ۔ میں شرمندگی سے پریشانی میں نہ پڑوں

مکر کہ کرد آں عمادُالملک فرد ۔ مالکُ المُلکش بداں ارشاد کرد
جو تدبیر یکتا عمادُ الملک نے کی ۔ مالکُ الملک نے اس کی اس طرف رہنمائی کی

حیلۂ محمود ایں باشد ولیک ۔ تو ممیز باش مر بد را ز نیک
یہ پسندیدہ تدبیر ہوتی ہے، لیکن ۔ تو بُری کو بھلی سے ممتاز کرنے والا بن

مکرِ حق سر چشمۂ ایں مکرہاست ۔ قلب بین الاصبعین کبریاست
اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر ان تدبیروں کا سرچشمہ ہے ۔ قلب اللہ (تعالیٰ) کی دو انگلیوں کے درمیان ہے

آنکہ سازد در دلت مکر و قیاس ۔ آتشے داند زدن اندر پلاس
جو تیرے دل میں سوچ اور قیاس پیدا کرتا ہے ۔ وہ ٹاٹ میں آگ لگانا بھی جانتا ہے

رجوع کردن بقصۂ آں پائمرد و آں غریب وامدار و بازگشتن ایشاں از سرِ گورِ خواجہ و خواب دیدن پائمرد خواجۂ محتسب را

مددگار اور اس قرضدار پردیسی کے قصہ کی طرف رجوع اور ان کا خواجہ کی قبر کے سرہانے سے واپس آنا اور مددگار کا خواجہ محتسب کو خواب میں دیکھنا

بے نہایت آمد ایں خوش سرگذشت ۔ چوں غریب از گورِ خواجہ باز گشت
یہ عمدہ قصہ بغیر انجام کے رہ گیا ۔ وہ پردیسی جب خواجہ کی قبر سے لوٹا

پائمردش سوئے خانۂ خویش برد ۔ مُہرِ صد دینار را بااُو سپُرد
مددگار اس کو اپنے گھر کی جانب لے گیا ۔ سو دینار کی مُہر اس کو دے دی

گوتش آورد و حکایتہاش گفت ۔ کز امیدا ندر دلش صد گل شگفت
مزیدار کھانا لایا اور اس سے ایسے قصے کہے ۔ کہ اس کے دل میں اُمید سے سو پھول کھل گئے

آنچہ بعد العسر یسر اُو دیدہ بود ۔ با غریب از قصۂ آں لب کشود
اس نے تنگی کے بعد جو آسانی دیکھی تھی ۔ اس نے اس کا قصہ پردیسی کو سنایا

نیم شب بگذشت افسانہ کناں ۔ خواب شاں انداخت تا مرعائے جاں
باتیں کرتے ہوئے آدھی رات گذر گئی ۔ نیند نے اُن کو رُوح کی چراگاہ میں لے جا ڈالا

۱ؒ تا باآخر۔ یہ دعا اس لئے ہے تاکہ زندگی کا ورق پلٹنے کے بعد شرمندگی نہ ہو۔ مکر شاہ کے دل سے گھوڑے کی محبت دُور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ تدبیر سکھائی تھی۔ حیلہ۔ بھلائی کے لئے حیلہ کرنا بھلا ہے بُرائی کے لئے حیلہ کرنا بُرا ہے۔

۲ؒ مکرِ حق۔ انسان کو اپنی کسی تدبیر پر مغرور نہ ہونا چاہئے کیونکہ ان تدبیروں کا چشمہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہے اور انسان کا قلب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہو وہ جس طرف چاہتا ہے اُس کو پھیر دیتا ہے۔ آنکہ۔ جو ذات تجھے یہ حیلہ سکھا دیتی ہے وہ تیرے علم کو ضائع بھی کر سکتی ہے۔ پلاس۔ ٹاٹ۔ وامدار۔ قرضدار۔ بے نہایت۔ یعنی یہ قصہ ادھورا رہ گیا۔

۳ؒ پائمردش۔ وہ مددگار اس پردیسی کو گھر لے گیا۔ مُہر۔ یعنی سو دینار کی تھیلی جو مہر زدہ تھی اس پردیسی کو دے دی۔ گوتش۔ اُس پردیسی کو کھانا کھلایا اور ایسے قصے سُنائے جس سے اُس کا غم ہلکا ہو۔ آنچہ۔ اُس نے اپنے ایسے قصے سنائے جن میں پریشانیوں کے بعد راحت میسر آئی تھی تاکہ پردیسی کی تسلی ہو جائے۔ نیم شب۔ وہ اس پردیسی کو آدھی رات تک قصے سُناتا رہا پھر انکو نیند آگئی۔ خواب۔ نیند میں انسان کی روح ادھر اُدھر

زید۵۱ پامرد آں ہمایوں خواجہ را
اُس مددگار نے، مبارک خواجہ کو دیکھا

اندراں شب خواب در صدرِ سرا
اُس رات خواب میں مکان کے صدر (نشین) میں

خواجہ گفت اے پامردِ بانمک
خواجہ نے کہا، اے ملیح مددگار!

آنچہ گفتے من شُنیدم یک بیک
وہ جو کچھ کہہ رہا تھا میں نے ایک ایک سُنا

لیک پاسخ دادنم فرماں نبود
لیکن مجھے جواب دینے کا حکم نہ تھا

بے اشارت لب نیارستم کشود
بغیر اشارے کے میں لب کشائی نہیں کر سکتا

ما چو واقف گشتہ ایم از چون و چند
ہم چونکہ کیفیت اور کمیت سے واقف ہو گئے ہیں

مُہر بر لبہای ما بنہادہ اند
انھوں نے ہمارے ہونٹوں پر مُہر لگا دی ہے

تا۵۲ نگردد رازہائے غیب فاش
تاکہ غیب کے راز نہ پھیلیں

تا نگردد منہدم عیش و معاش
تاکہ زندگی اور ذریعۂ زندگی نہ ڈھے جائے

تا ندرد پردۂ غفلت تمام
تاکہ غفلت کا پردہ پورا نہ پھٹ جائے

تا نماند دیگِ محنت نیم خام
تاکہ محنت کی دیگ، ادھ کچری نہ رہ جائے

تا نگردد ہیچکس واقف بداں
تاکہ اس سے کوئی واقف نہ ہو

تا نسوزد پردۂ دعویٰ وراں
تاکہ اس میں دعوے کرنے والوں کا پردہ نہ جل جائے

تا نیفتد از طبق سرپوشِ غیب
تاکہ طباق سے غیب کا ڈھکن نہ ہٹ جائے

می نبیند دیدنی را عینِ ریب
دیکھنے کی چیز کو شک کی نگاہ نہیں دیکھتی ہے

ما۵۳ ہمہ گوشیم گر شد نقشِ گوش
ہم مجسّم کان ہیں اگرچہ کان کا نقش جاتا رہا

ما ہمہ نطقیم لیکن لب خموش
ہم مجسّم گویائی ہیں لیکن خاموش لب ہیں

ما ہمہ عینیم گر شد نقشِ عین
ہم مجسّم آنکھ ہیں اگرچہ آنکھ کا نقش جاتا رہا

بل ہمہ عینیم مالے میغ و غین
بلکہ ہم مجسّم سورج ہیں بغیر ابر و غبار کے

غرقِ دریائیم گرچہ قطرہ ایم
ہم دریا میں غرق ہیں، اگرچہ قطرہ ہیں

جملگی شمسیم گرچہ ذرّہ ایم
ہم مجسّم سورج ہیں، اگرچہ ذرّہ ہیں

بے حجاب دُرد گِل آبیم صاف
ہم بغیر غبار کے پردے کے، صاف پانی ہیں

در جہانِ جاوداں گشتہ مُعاف
ہمیشگی کے جہان میں معاف ہو گئے ہیں

ادراک بہت قوی ہے۔ غرق۔ باوجودیکہ ہم ہیچ ہیں لیکن قُرب کے اعتبار سے ہمیں ذاتِ حق سے اتحاد ہے۔ بے حجاب۔ اب ہماری ذات گناہوں کی کدورت سے صاف ہو چکی ہے اور ہمیں معافی کی حالت میں دوامی زندگی حاصل ہو گئی ہے

۵۱ دید۔ سونے کی حالت میں مددگار نے مُحتسِب کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک مکان کے صدر جگہ میں بیٹھا ہے۔ بانمک۔ ملیح۔ حسین۔ آنچہ۔ مُحتسِب نے خواب میں اُس مددگار سے کہا کہ اُس پردیسی نے میری قبر پر جو باتیں کہیں وہ میں نے سب سُنی ہیں۔ لیک۔ مُردہ سب باتیں سنتا ہے جواب نہیں دے سکتا ہے۔ ما چو۔ مُردوں کو بولنے کی اجازت اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ رازوں سے واقف ہو چکے ہیں اگر بولیں گے تو غیب کے اسرار کھل جائیں گے۔

۵۲ تا نگردد۔ اگر کونیات کے تمام راز کھل جائیں گے تو نظامِ عالَم درہم ہو جائے گا۔ پردہ۔ نظامِ عالَم انسان کی غفلت کے پردوں سے چل رہا ہے۔ تا نماند۔ راز کھلنے سے ترکِ عمل ہو جائیگا۔ تا نسوزد۔ حقیقت کھل جانے پر غلط دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ می نہ بیند۔ دیدنی چیز جو اَن دیکھی بنی ہوئی ہے وہ اُسی غفلت کے پردے کی وجہ سے ہے۔

۵۳ ما ہمہ۔ مُحتسِب نے خواب میں کہا کہ اگرچہ ہمارے کان ختم ہو گئے ہیں لیکن اب ہم ہمہ تن کان ہیں، ہم بغیر زبان کے مُجسّم گویائی ہیں لیکن بولنے کی اجازت نہیں ہے۔ عینیم۔ ہم مُجسّم آنکھ ہیں بغیر آنکھ کے، جس طرح مُردے سنتے ہیں، دیکھتے بھی ہیں۔ بل ہمہ۔ ہم بغیر ابر و غبار کا سورج ہیں جس کا

هرچه ما دادیم دیدیم این زمان[51] — اینجهان پرده ست و عین ست آنجهان
ہم نے جو کچھ دیا، اب دیکھ لیا — یہ جہان پردہ ہے، وہ جہان ظاہر ہے

روزِ کشتن روزِ پنهان کردن ست — تخم در خاکے پریشاں کردن ست
بونے کا دن، پوشیدہ کرنے کا دن ہے — بیج کو مٹی میں بکھیر دینا ہے

وقتِ بدرودن گهِ منجل زدن — روزِ پاداش آمد و پیدا شدن
کاٹنے کا وقت، درانتی چلانے کا وقت — بدلے اور ظاہر ہونے کا دن ہے

گفتنِ خواجه در خواب بآں یارِ مردِ وجوهِ وامِ آں دوست

خواجہ کا خواب میں اُس مددگار سے اُس دوست کے قرض کی ادائیگی کے طریقے

را که آمده بود و نشان دادنِ جایِ دفنِ آں سیم را و

بتا دینا جو آیا تھا اور چاندی کے مدفون ہونے کی جگہ کا پتہ بتانا اور

پیغام کردن بوارثاں که البتّه آں را بسیار نه بینند و

وارثوں کو پیغام دینا کہ کبھی اُس کو بہت نہ سمجھیں اور اُس میں

هیچ باز نگیرند اگرچه قبول نه کند یا بعضے همانجا بگذارد

سے کچھ نہ لیں اگرچہ وہ قبول نہ کرے یا کچھ وہاں چھوڑ دے

یا بهر که خواهد بدهد که من با خدا نذر کرده ام که ازاں سیم

یا جس کو چاہے دے کیونکہ میں نے خدا سے منت مانی ہے کہ اُس چاندی میں سے زیادہ

بمن و متعلّقانِ من حبّه باز نگردد

میں اور میرے متعلقین ایک حبّہ واپس نہ لینگے

بشنو اکنوں دادِ مهمانِ جدید[52] — من همی دیدم که او خواهد رسید
اب نئے مہمان کی بخشش (کا حال) سُن — میں سمجھتا تھا، کہ وہ آئے گا

من شنیده بودم از وامش خبر — بسته بهرِ او دو سه پاره گهر
میں نے اُس کے قرض کی خبر سُن لی تھی — میں نے جواہر کے دو تین ٹکڑے اُس کیلئے باندھ دیئے تھے

که وفایِ وامِ او هست آں و بیش[53] — تا که ضیفم را نگردد سینه ریش
جو اُس کے قرض کے لئے کافی اور زیادہ ہیں — تاکہ میرے مہمان کا سینہ زخمی نہ ہو

وام دارد از ذهب او نه هزار — وام را از بعضِ این گو واگذار
وہ سونے کے نو ہزار قرض رکھتا ہے — کہہ دے کہ اِس میں سے قرض ادا کر دے

---

[51] ہرچہ۔ ہم نے جو عمل دنیا میں کیا اب اُس کے نتائج دیکھ لئے ہیں۔ این جہان۔ دنیا۔ آں جہان۔ آخرت۔ روزِ کشتن۔ جس دن کاشتکار بوتا ہے تو وہ بیج کو زمین میں چھپاتا اور بکھیرتا ہے دنیا بھی کاشت کا وقت ہے۔ وقتِ بدرودن۔ جب کاشتکار کھیتی کاٹتا ہے تو اُس کے چھپائے ہوئے بیج کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے آخرت اِس کی مثال ہے۔ گفتن۔ خواجہ مُحتسب نے مددگار کو خواب میں بتایا کہ میں نے اُس پردیسی کے قرض ادا کرنے کے لئے بہت سامال فلاں جگہ رکھ دیا ہے میرے وارثوں سے کہو کہ وہ اُس کو دیدیں اور اُس میں سے خود کچھ نہ لیں۔

[52] بشنو۔ اب یہ قصّہ سنو کہ مُحتسب نے اُس پردیسی کا قرض ادا کرنے کیلئے کس طرح عمل کیا۔ من همی دیدم۔ مُحتسب نے کہا کہ میں سمجھ گیا تھا کہ یہ پردیسی مقروض ہو کر میرے پاس ضرور آئیگا۔ من شنیده۔ میں سُن چکا تھا کہ وہ مقروض ہو گیا ہے میں نے اُسکے لئے دو تین جواہر باندھ کر رکھ دیئے تھے۔

[53] که وفای۔ وہ گوہر اِسقدر قیمتی ہیں کہ اُن سے اُس کا قرض ادا ہو جائے گا اور بچ بھی رہیگا۔ وام۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ اُس پر نو ہزار دینار قرض ہیں اُن جواہر میں سے کچھ فروخت کر کے ادا کرد

فضلہ[1] ماندزیں بسے گو خرج کن
اُس میں سے بہت بچے گا، کہہ دے خرچ کرے

در دُعا گوئی مرا ہم درج کن
دعا میں مجھے بھی شامل کرے

خواستم تا آں بدستِ خود دہم
میں نے چاہا تھا کہ اُس کو خود اپنے ہاتھ سے دوں

در فلاں دفتر نوشتست ایں رقم
فلاں رجسٹر میں یہ رقم لکھی ہوئی ہے

خود اجل مہلت ندادم تا کہ من
مجھے موت نے فرصت نہ دی، کہ میں

خفیہ بسپارم بدو دُرِ عدن
عدن کے موتی چپکے سے اُسے دے دوں

لعل و یاقوت ست بہرِ وامِ او
اُس کے قرضہ کے لئے لعل اور یاقوت ہے

در خنورے و نوشتہ نامِ او
ایک پیالے میں اور اُس کا نام لکھا ہوا ہے

در فلاں طاقیش مدفوں کردہ ام
میں نے اُس کو فلاں طاق میں دفن کر دیا ہے

من غمِ آں یار پیشیں خوردہ ام
میں نے اُس دوست کی پہلے ہی فکر کر لی ہے

قیمت آں را نداند جز ملوک
شاہوں کے سوا کوئی اُن کی قیمت نہیں جانتا

فاجتھد بالبیعِ اَن لّا یخدعوک
بیچنے میں محنت کر تاکہ وہ تجھے دھوکا نہ دیدیں

در بیوع[2] آں کن تو از خوفِ غرار
معاملوں میں دھوکے کے ڈر سے وہ کر

کہ رسولؐ آموخت سہ روز اختیار
جو تین روز کا اختیار رسولؐ نے سکھایا ہے

از کسادِ آں مترس و در مپفت
اُن کے نرخ گرنے سے نہ ڈر اور نہ گر

کہ رواجِ آں نخواہد ہیچ خفت
کیونکہ اُن کا رواج سُست نہ ہوگا

وارثانم را سلام من بگو
میرے وارثوں سے میرا سلام کہہ دے

ویں وصیت را بگو ہم مو بمو
اور اس وصیت کو بھی پورا کہہ دے

تا ز بسیاریِ آں زر نشکہند
تاکہ اُس زر کی کثرت سے نہ ڈریں

بے گرانی پیشِ آں مہماں نہند
بغیر کسی گرانی کے اُس مہمان کے سامنے رکھدیں

ور بگوید او نخواہم ایں فرہ[3]
اور اگر وہ کہے، میں یہ بہت نہیں چاہتا

گو بگیر و ہر کرا خواہی بدہ
کہہ دے، لے لے اور جس کو تو چاہے دیدے

زانچہ دادم باز نستانم نقیر
جو میں نے دیدیا ہے اُس میں سے ایک ذرہ واپس نہ لونگا

سوئے پستاں باز ناید ہیچ شیر
دودھ، پستان میں ہرگز نہیں لوٹتا

گشتہ باشد ہمچو سگ قے را اکول
کُتے کی طرح قے کو چاٹنے والا ہو جاتا ہے

مسترد نحلہ بر قولِ رسولؐ
عطیہ کو واپس لینے والا، رسولؐ کے قول کے مطابق

---

[1] فضلہ۔ جو بچے اُس کو بھی خرچ کرے اور مجھے دعاءِ خیر میں یاد رکھے۔ خود دہم۔ تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے اور وہ شرمندہ نہ ہو لیکن مجھے موت نے یہ موقع نہ دیا۔ لعل و یاقوت۔ وہ جواہر لعل اور یاقوت ہیں ایک پیالہ میں رکھے ہیں اور اُس پیالہ پر میں نے اُس کا نام لکھ دیا ہے۔ خنور۔ پیالہ، پانی کا مٹکا۔ در فلاں۔ اُس پیالہ کو فلاں طاق میں دفن کر دیا ہے۔ قیمت۔ وہ بہت قیمتی ہیں کوئی دھوکا دے کر سستا نہ خریدلے۔

[2] در بیوع۔ فروخت کرنے میں اپنے لئے تین روز کا اختیار رکھ لینا، اگر قیمت کم لگی ہو تو بیع کو فسخ کر دینا۔ غرار۔ دھوکا۔ از کساد۔ واپس لینے میں بھی نہ ڈر تاکہ اُن کی قیمت گھٹے گی۔ وارثانم۔ محتسب نے اُس مددگار سے یہ بھی کہا کہ میرے وارثوں سے میرا سلام کہہ دے اور یہ میری وصیت اُن کو پہنچا دے۔ تا ز بسیاری۔ وارثوں سے پہلے کہہ دینا کہ اس قدر زیادہ مال ایک پردیسی کو دینے سے گھبرا نہ جائیں۔ نشکہند۔ شکوہیدن، ڈرنا۔

[3] فرہ۔ بمعنی گروہ زیادتی، یعنی اگر پردیسی یہ کہے کہ اس قدر مال کی مجھے ضرورت نہیں تو کہہ دینا وہ لیکر کسی اور کو دیکر ثواب حاصل کرے۔ زانچہ۔ وصیت کرنا گویا دیدینا ہے۔ نقیر۔ وہ گڑھا جو کھجور کی گٹھلی کے سرے پر ہوتا ہے، حقیر چیز مراد ہوتی ہے۔ سوئے پستاں میں سے دودھ

ور ببندد در نبابد آں زرش ۵۱ — تا بریزند آں عطا را بر درش

اگر وہ دروازہ بند کرے تو وہ زر اُس کو نہ چاہیے — اُس عطا کو اُس کے دروازے پر بکھیر دیں

ہر کہ آنجا بگذرد زر می برد — نیست ہدیہ مخلصاں را مُسترَد

جو وہاں سے گذرے، سونا لے جائے — مخلصوں کے ہدیہ کی واپسی نہیں ہے

بہرِ اُو بنہادہ ام آں از دو سال — کردہ ام من نذر ہا با ذُو الجلال

میں نے وہ دو سال سے اس کے لئے رکھا ہے — میں نے اللہ (تعالیٰ) سے منتیں مانی ہیں

ور روا دارند چیزے زاں ستد — بیست چنداں خود زیاں شاں اُوفتد

اگر وہ اس میں سے کچھ لینا جائز سمجھیں گے — اُن کو خود بیس گنا نقصان ہوگا

گر رُوانم را پژولانند زُود ۵۲ — صد در محنت بر ایشاں بر کشود

اگر وہ میری رُوح کو پریشان کریں گے تو جلدی — پریشانی کے سینکڑوں دروازے اُن پر کھلیں گے

از خدا امید دارم من لبق — کہ رساند حق را با مستحق

میں زبان آور اللہ (تعالیٰ) سے امید کرتا ہوں — کہ وہ، حق مستحق کو پہنچا دے گا

دو قضیہ دیگر اُو را شرح داد — لب بذکر آں نخواہم بر گشاد

اُس نے دو دوسرے معاملے اُس پر ظاہر کئے — میں اُن کے ذکر میں ہونٹ نہ کھولوں گا

تا بماند دو قضیہ سِرّ و راز — ہم نگردد مثنوی چندیں دراز

تاکہ دونوں قصّے بھید اور راز رہیں — نیز مثنوی بہت لمبی نہ ہو جائے

بر جہید از خواب انگشتک زناں ۵۳ — گہ غزل گویان و گہ نوحہ کُناں

وہ چٹکیاں بجاتا ہوا نیند سے بیدار ہوا — کبھی غزل گاتا ہوا اور کبھی نوحہ کرتا ہوا

گفت مہماں در چہ سودا ہاستی — یا ئیمر دامست و خوش برخاستی

مہمان نے کہا، تو کن خیالات میں ہے — اے مردگار! تو مست اور خوش اٹھا ہے

تا چہ دیدی خواب دوش اَبُو العلا — کہ نمی گنجی تو در شہر و فلا

اے بلند مرتبہ والے! گذشتہ رات تو نے خواب میں کیا دیکھا ہے — کہ تو شہر اور جنگل میں نہیں سما رہا ہے

خواب دیدہ پیلِ تو ہندوستاں — کہ رمیدستی ز حلقہ دوستاں

تیرے ہاتھی نے ہندوستان خواب میں دیکھ لیا ہے — کہ تو دوستوں کے حلقے سے بھاگ رہا ہے

گفت سودا ناک خوابے دیدہ ام — در دلِ خود آفتابے دیدہ ام

اُس نے کہا کہ میں نے ایک عشقناک خواب میں دیکھا ہے — میں نے اپنے دل میں سورج کو دیکھا ہے

۵۱ ور ببندد۔ اگر وہ عطیہ قبول نہ کرے اور دروازہ بند کرلے تو اُس کے دروازہ پر ڈال دینا۔ می برد۔ ہر گذرنے والا اُس کو اُٹھا کر لے جائے۔ نیست۔ اُس کو یہ چاہیئے کہ وہ یہ عطیہ لینے سے انکار نہ کرے اس لئے کہ مخلص کا ہدیہ واپس کرنا جرم ہے۔ بہر اُو۔ میں نے دو سال سے یہ مال اُس کے لئے رکھ چھوڑا ہے اور خدا سے اُس کو دینے کی منّت مانی ہے۔ ور روا۔ میرے عارفوں کو سمجھا دینا کہ اگر انھوں نے اُس رقم میں سے کچھ لیا تو جتنا لیں گے اُس کا بیس گنا اُن کو نقصان پہنچ جائیگا۔

۵۲ گر روانم۔ عارفوں سے کہہ دینا کہ اگر میری وصیت کے خلاف کر کے میری روح کو ستائینگے تو اُن پر سیکڑوں مصائب آجائیں گے۔ لبق۔ چرب زبان۔ دو قضیہ۔ مولانا فرماتے ہیں محتسب نے اُس مردگار سے دو باتیں اور کہیں تھیں وہ راز ہیں اُن کو میں بیان نہ کروں گا۔ تم بایک تو راز ہونے کی وجہ سے میں بیان نہ کروں گا پھر یہ بھی خیال ہے کہ بیان کروں تو مثنوی بہت طویل ہو جائیگی۔

۵۳ بر جہید۔ وہ مردگار نیند سے خوش ہوتا ہوا اُٹھا، چٹکیاں بجا رہا تھا اور بشارت کی خوشی میں غزل پڑھ رہا تھا اور کبھی محتسب کی وفات کی وجہ سے رونے لگتا تھا۔ دوش۔ رات کا اکثر حصہ گذر چکا تھا۔ فلا۔ جنگل۔ خواب دیدہ۔ ہاتھی

ہندوستان کا باشندہ ہے۔ دوسرے ملک میں خواب میں ہندوستان کو دیکھ لیتا ہے تو وطن یاد کر کے بے قرار ہو جاتا ہے۔ سودا ناک۔ عشقناک۔ آفتاب۔ یعنی محتسب۔

خواجہ را دیدم بخواب اے بُوالعلا
اے بلند رتبہ والے! میں نے خواب میں خواجہ کو دیکھا ہے

آں سپرده[1] جاں برائے کبریا
اُس خدا پر جان باختہ کو دیکھا ہے

خواب دیدم خواجۂ بیدار را
میں نے خواب میں، بیدار خواجہ کو دیکھا ہے

آں سپُرده جاں پئے دیدار را
اُس، دیدار پر جان باختہ کو دیکھا ہے

خواب دیدم خواجۂ مُعطی المُنیٰ
میں نے خواب میں تمنائیں پوری کرنیوالے خواجہ کو دیکھا ہے

واحدٌ کالالفِ از اَمرِ خدا
جو خدا کے حکم سے اکیلا ہزار کی طرح کا ہے

مست و بیخود ایں چنیں کر می شمُرد
مست اور بیخود اِسی طرح شمار کر رہا تھا

تاکہ مستی عقل و ہوشش را ببُرد
حتیٰ کہ مستی نے اُس کی عقل اور ہوش کو ختم کر دیا

درمیانِ خانہ اُفتاد اُو دراز
وہ گھر کے درمیان، لمبا گر گیا

خَلق اَنبُہ گردِ اُو آمد فراز
مخلوق کا مجمع اس کے گرد فراہم ہو گیا

باخود آمد گفت اے بحرِ خوشی
ہوش میں آیا بولا اے خوشی کے سمندر!

اے نہادہ ہوشہا در بیہوشی
اے وہ کہ جس نے بیہوشی میں بہت سے ہوش رکھے ہیں

خواب[2] در بنہادہ بیداری بیے
تم نے خواب میں، بیداری رکھی ہے

بَستہ در بیدلی دلداریے
تم نے بے دلی سے، دلداری وابستہ کر دی

خواجگی پنہاں کُنی در ذُلِ فقر
تو ذلت اور فقر میں آقائی کو پوشیدہ کر دیتا ہے

طوقِ دولت بستہ اندر غُلِ فقر
دولت کے طوق کو فقر کے طوق سے وابستہ کر دیا ہے

ضد اندر ضد پنہاں مُندرج
ضد، ضد میں مخفی طور پر داخل ہے

آتش اندر آبِ سوزاں مندمج
گرم پانی کے اندر آگ پوشیدہ ہے

رُوضہ[3] اندر آتش نمرُود درج
نمرود کی آگ میں چمن درج ہے

دَخلہا رُویاں شُدہ از بذل و خرج
صرف اور خرچ سے آمدنیاں اُگی ہیں

تا بگفتہ مُصطفےٰ شاہِ نجاح
حتیٰ کہ کامیابی کے شاہ، مصطفےٰؐ نے فرمایا

اَلسَّماحُ یَا اُولِی النَّعمَا رَباح
اے اہل نعمت! سخاوت کرنا نفع کمانا ہے

مَا نَقَصَ مَالٌ مِّنَ الصَّدَقَاتِ قَطُّ
صدقوں سے مال کبھی نہیں گھٹتا

اِنَّمَا الخَیرَاتُ نِعمَ المُرتَبَط
خیرات کرنا بہت اچھا رابطہ ہے

جوشش و افزونیِ زر در زکوٰۃ
زکوٰۃ میں مال کا جوشش اور بڑھاؤ ہے

عصمت از فحشا و مُنکر در صلوٰۃ
نماز میں فحش اور بُری باتوں سے بچاؤ ہے

---

[1] سپُردہ۔ یعنی وہ مُحتسب جس نے اللہ تعالیٰ پر جان قربان کر دی ہے۔ مست۔ وہ مددگار مستی اور بیخودی کی حالت میں مُحتسب کے اوصاف گِنا تا گِنا تا بیہوش ہو گیا۔ درمیاں۔ وہ مددگار بیہوش ہو کر گر پڑا اور لوگ اُس کے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ بحرِ خوشی۔ اللہ تعالیٰ۔ ہوشہا بے ہوشی یعنی نیند کی حالت میں اُس کو بہت سے عالی مضامین سِکھائے گئے تھے۔

[2] خواب در۔ خواب میں وہ باتیں معلوم ہوئی ہیں جو بیداری میں بھی معلوم نہ تھیں۔ بستہ۔ جو بیدل یعنی عاشقِ خدا ہوتا ہے وہ محبوب اور حق کا دلدار بھی ہو جاتا ہے۔ ضد اندر ضد۔ اسیر تعجب نہ کرو کائنات میں مشاہدہ کر لو اللہ کی قدرت نے ایک ضد کو دوسری ضد میں مخفی کر دیا ہے گرم پانی میں آگ پوشیدہ ہے اُس کے اجزا سے پانی گرم ہے۔

[3] روضہ۔ نمرود کی آگ میں خلیل اللہ کے لئے چمن پوشیدہ تھا۔ دخلہا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال میں اضافہ ہوتا ہے۔ السّماح۔ آنحضورؐ نے سخاوت کو نفع فرمایا ہے۔ ما نقص۔ خیرات اللہ سے ربط پیدا کر دیتی ہے تو مال میں برکت ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ۔ زکوٰۃ دینے سے برکت ہوتی ہے۔ در صلوٰۃ۔ نماز نیکی، فحش اور منکر کی بدی سے بچانے پر مشتمل ہے۔

آں زکوٰتت کیسہ اَت را پاسباں [51]	واں صلوٰتت ہم ز گرگانت شباں
تیری وہ زکوٰۃ، تیری تھیلی کی محافظ ہے	اور وہ تیری نماز، بھیڑیوں سے تیری نگہبان ہے
میوۂ شیریں نہانی شاخ و برگ	زندگیِ جاوداں در زیرِ مرگ
شاخ اور پتّے میں میٹھا میوہ چھپا ہے	موت کے ماتحت ہمیشگی کی زندگی ہے
زِبل گشتہ قوتِ خاک از شیوۂ	زاں غذا زادہ زمیں را میوۂ
نجاست کی روش سے مٹی کی روزی بنی	زمین میں اُس غذا سے میوہ پیدا ہوا
دَر عدم پنہاں شدہ موجودیئے	در سرشتِ ساجدے مسجودیئے
موجود ہونا، عدم میں پوشیدہ ہوا	سجدہ کرنے والے کی طینت میں مسجود ہونا ہے
آہن و سنگ از برونش مظلمے	اندروں نورے و شمعِ عالمے
لوہا اور پتّھر باہر سے تاریک ہیں	باطن میں نور اور عالَم کی شمع ہے
درج دَر خوفے ہزاراں ایمنی	در سوادِ چشم چنداں روشنی
خوف میں ہزاروں اطمینان درج ہیں	آنکھ کی سیاہی میں اِس قدر روشنی ہے
اندرونِ گاوِ تن شہزادۂ [52]	گنج دَر ویرانۂ بنہادۂ
بیل کے جسم میں، ایک شہزادہ ہے	خزانہ ویرانے میں رکھا ہوا ہے
تا خَرے پیرے گریزد زاں نفیس	گاو بیند شاہ نے یعنی بلیس
تاکہ اُس عمدہ چیز سے ایک بوڑھا گدھا بھاگ جائے	بیل کو دیکھے، شاہ کو نہیں، یعنی شیطان

حکایتِ آں پادشاہ و وصیّت کردن سہ پسرِ خویش را کہ [53]

اُس بادشاہ کی حکایت اور اُس کا اپنے تین لڑکوں کو وصیت کرنا کہ اِس

دریں سفر در ممالکِ مَن در فلاں جا چنیں ترتیب نہید و

سفر میں میرے ملکوں میں فلاں جگہ اِس طرح سے ترتیب قائم کرو اور

فلاں جا چنیں نوّاب نصب کنید واَمّا اللہ اللہ بفلاں

فلاں جگہ اتنے قائم مقام مقرر کرو لیکن خدا کے لئے فلاں قلعہ میں

قلعہ مَروید و گردِ آں مگردید

نہ جانا اور اُس کے چاروں طرف چکر نہ کاٹنا

بُود شاہے شاہ را بُد سہ پسر	ہر سہ صاحب فطنت و صاحب نظر
ایک بادشاہ تھا، بادشاہ کے تین لڑکے تھے	تینوں سمجھ دار اور صاحبِ نظر تھے

[51] آں زکوٰتت۔ زکوٰۃ دینے والے کا مال ضائع نہیں ہوتا۔ صلوٰتت۔ تیری نماز شیطانی بھیڑیوں سے محافظ ہے شاخ۔ درخت کی شاخوں اور پتّوں میں میوہ پوشیدہ ہے۔ ترگ۔ موت، جاوداں زندگی پر مشتمل ہے۔ زبل۔ کھاد، میووں پر مشتمل ہے۔ در عدم۔ عدم سے ہی وجود آتا ہے۔ ساجدے۔ حضرت آدم ساجد ہو کر مسجودِ ملائکہ بنے۔ آہن۔ لوہے اور پتّھر کی سیاہی میں نور مضمر ہے۔ درج۔ جو اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہیں وہ عذاب کی سیکڑوں مصیبتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ سوادِ چشم۔ آنکھ کی پتلی سیاہ ہے اور اُس میں روشنی مضمر ہے۔

[52] اندروں۔ انسان کا جسم بیل کے جسم سے مشابہ ہے اور اُس میں روح جو بمنزلہ شہزادے کے ہے مضمر ہے۔ گنج۔ ویرانہ کے اندر خزانہ ہوتا ہے۔ تا خرے۔ اِن باتوں میں یہ حکمت مضمر ہے کہ خر پیر یعنی شیطان صفت لوگ ظاہر کو دیکھ کر بھاگ جائیں۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کے ظاہری جسم کو دیکھا اور اُن کے باطنی اوصاف پر نظر نہ کی۔

[53] حکایت۔ اِس حکایت میں بھی یہی بتایا ہے کہ تینوں شہزادوں میں سے کوئی شاہ کی حسین لڑکی پر عاشق ہوا اور شاہ کے باطنی کمالات کی طرف متوجہ نہ ہوا کوئی اُسکے باطن کی طرف متوجہ ہو کر کامیاب بنا۔ بور شاہ

هر یکے از دیگرے استودہ تر ❊ در سخا و در وغا و کرّ و فر
ہر ایک دوسرے سے زیادہ قابلِ تعریف تھا ❊ سخاوت اور جنگ اور کرّ و فر میں

پیشِ شہ شہزادگاں استادہ جمع ❊ قرۃ العینانِ[۵۱] شہ ہمچوں شمع
بادشاہ کے سامنے شہزادے جمع ہو کر کھڑے ہوئے ❊ شمع کی طرح بادشاہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک (تھے)

از رہِ پنہاں ز عینینِ پسر ❊ می کشید آبے نخیلِ آں پدر
لڑکے کی آنکھوں سے مخفی راستہ ہے ❊ اُس باپ کا کھجور کا درخت پانی کھینچتا ہے

تا ز فرزند آب ایں چشمہ شتاب ❊ میرود سُوی ریاضِ مام و باب
یہاں تک کہ لڑکے کے اِس چشمہ کا پانی جلد ❊ ماں اور باپ کے باغیچوں کی جانب جاتا رہتا ہے

تازہ می باشد ریاضِ والدین ❊ گشتہ جاری عینِ شاں زیں ہر دو عین
ماں باپ کے باغ تازہ رہتے ہیں ❊ اِن دونوں آنکھوں سے اُن کا چشمہ جاری رہتا ہے

چوں[۵۲] شود چشمہ ز بیماری علیل ❊ خشک گردد شاخ و برگ آں نخیل
جب چشمہ مرض سے بیمار ہو جاتا ہے ❊ اُس کھجور کے درخت کی شاخ اور پتے خشک ہو جاتے ہیں

خشکیِ نخلش ہمی گوید پدید ❊ کہ ز فرزنداں شجر نم می کشید
اُسکے کھجور کے درخت کی خشکی صاف کہتی ہے ❊ کہ درخت فرزندوں سے نمی کھینچتا ہے

اے بسا کاریزِ پنہاں ہمچنیں ❊ متصل با جانِ تاں یا غافلیں
اِسی طرح بہت سے پوشیدہ چشمے ❊ اے غافلو! تمہاری جان سے متصل ہیں

اے کشیدہ ز آسمان و از زمیں ❊ مایہا تا گشتہ جسمِ تو سمیں
اے (مخاطب)! آسمان اور زمین سے کھینچے ہیں ❊ مادے، یہاں تک کہ تیرا جسم موٹا ہوا ہے

تن[۵۳] ز اجزائے جہاں دزدیدہٗ ❊ پارہ پارہ زیں و آں ببریدہٗ
تو نے جہان کے اجزاء سے جسم کو چرایا ہے ❊ تو نے اِس اور اُس سے ٹکڑا ٹکڑا کاٹا ہے

از زمین و آفتاب و آسماں ❊ بارہا بر دوختی بر جسم و جاں
زمین اور سورج اور آسمان سے ❊ تو نے جسم اور جان پر پیوند گانٹھے ہیں

تا تو پنداری کہ بُردی رائگاں ❊ باز نستانند از تو ایں و آں
خبردار! تو سمجھتا ہے تو مفت لے اُڑا ❊ یہ اور وہ تجھ سے واپس نہ لیں گے

کالۂ دُزدیدہ نبُود پائیدار ❊ لیک آرد دزد را تا پائدار
چرایا ہوا سامان پائیدار نہیں ہوتا ہے ❊ لیکن چور کو سولی تک لے آتا ہے

---

[۵۱] قرۃ العینان۔ دونوں آنکھوں کی ٹھنڈک، خوشی و راحت میں آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے رنج میں گرم آنسو بہتے ہیں۔ از رہ۔ باپ کے جسم کی تر و تازگی اولاد سے ہے۔ تا ز فرزند۔ مخفی طور پر اولاد ماں باپ کے بدن کے چمن کو سیراب کرتی ہے۔ تازہ۔ اولاد کی آنکھوں سے مخفی چشمے جاری ہیں جو والدین کے جسم کے باغیچہ کو پانی دیتے ہیں۔

[۵۲] چوں۔ اسی لئے جب اولاد بیمار ہو جاتی ہے اور چشمہ میں کمزوری آتی ہے تو ماں باپ کا جسم سوکھنے لگتا ہے۔ خشکی۔ اِس حالت میں والدین کے جسم کا سوکھنا ظاہر کرتا ہے کہ اُن کا درخت اولاد کی آنکھوں کے چشموں سے سیراب ہوتا تھا۔ اے بسا۔ جس طرح والدین اولاد کے مخفی چشموں سے سیراب ہوتے ہیں اِسی طرح انسان کی جان مخفی چشموں سے سیرابی حاصل کر رہی ہے۔ اے کشیدہ۔ انسان کا جسم عالم کی بہت سی چیزوں سے بنتا ہے۔ سمیں موٹا۔

[۵۳] تن۔ انسانی جسم کی ترکیب عالم کے بہت سے مادوں سے ہوئی ہے۔ از زمیں۔ کائنات عالم کے اجزاء جسمِ انسانی نے حاصل کئے ہیں۔ تا تو۔ انسان کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ اجزاء جو اُسکے جسم نے حاصل کئے ہیں اُنکو واپس لوٹانا نہیں ہے۔ کالہ۔ یہ چرائے ہوئے اجزاء

عاریہ[۵۱] ست ایں کم ہمی باید فشارد	کانچہ بگرفتی ہمی باید گزارد
یہ مانگا ہوا ہے، پاؤں نہ جمانا چاہیئے	کیونکہ جو تو نے لیا ہے، ادا کرنا چاہیئے
جز نَفَخْتُ کاں زِوَہّاب آمدست	رُوح را باش، آں دِگرہا بیہُدست
میں نے پھونکا کے سوا کیونکہ وہ خدا کی جانب سے آئی ہے	رُوح کا بن، دوسری چیزیں بیہودہ ہیں
بیہُدہ نسبت بجاں میگویمش	نے بہ نسبت با صَنیعِ مُحکمش
میں اُن کو رُوح کے اعتبار سے بیہودہ کہہ رہا ہوں	نہ کہ اُس کے مضبوط و مصنوع کے اعتبار سے

بیانِ[۵۲] استمدادِ عارف از سَرچشمۂ حیاتِ اَبدی و مُستغنی شُدنِ

عارف کا ابدی زندگی کے سرچشمہ سے مدد حاصل کرنے کا بیان اور اس کا بے وفا

اُو از استمداد و انجذاب از چشمہاءِ آبہاءِ بیوفا کہ علامۃُ

پانیوں کے چشموں سے جذب کرنے اور مدد حاصل کرنے سے بے نیاز ہونا کہ اُس کی

ذٰلِكَ التَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْدِ کہ آدمی چوں مَددہاءِ

علامت دھوکے کے گھر سے جدائی ہے کیونکہ انسان جب چشموں کی مدد پر

چشمہا اِعتماد کُند دَر طلبِ چشمۂ باقی سُست شَود چنانکہ

بھروسہ کرتا ہے، باقی رہنے والے چشمہ کی طلب سُست ہو جاتی ہے چنانچہ

حکیم الٰہی می فرماید ــــ رُباعی

حکیم الٰہی فرماتے ہیں رُباعی

کاریز درونِ جانِ تو می باید	کز عاریہا تُرا درے نکشاید
تیری جان میں چشمہ چاہیئے	کیونکہ مانگے ہوؤں سے تیرے لئے در نہیں کھلتا ہے
یک چشمۂ آب از درونِ خانہ	بہ زاں جُوئی کہ از بُروں می آید
گھر کے اندر پانی کا ایک چشمہ	اُس نہر سے بہتر ہے جو باہر سے آتی ہے

حَبّذا[۵۳] کاریز اصلِ چیزہا	فارغت آرد ازیں کاریزہا
خوب چشمہ ہے جو چیزوں کی اصل ہے	وہ تجھے اِن چشموں سے بے نیاز کر دے گا
چشمۂ آبی درُونِ خانۂ	بہ ز رودے کاں نہ در کاشانۂ
گھر کے اندر پانی کا ایک چشمہ	اُس نہر سے بہتر ہے جو گھر میں نہیں ہے
تو ز صد ینبوع شربت می کَشی	ہر چہ زاں صد کم شود کاہد خوشی
تو سینکڑوں چشموں سے شربت کھینچ رہا ہے	اُن سیکڑوں میں سے جو کم ہو جائے خوشی گھٹ جاتی ہے

[۵۱] عاریہ۔ مانگی ہوئی چیز واپس کرنی پڑتی ہے تو بدن کے اِن اجزار کو بھی ایک دن واپس دینا ہے۔ جز نفخت۔ البتہ روح کا عطیہ اللہ کی جانب سے ہے جو مستقل اور باقی ہے۔ بیہدہ۔ جسم کے اجزار کو بیہودہ روح کے اعتبار سے کہا گیا ہے ورنہ یہ بھی اللہ کی تخلیق ہے لہٰذا اُس کی مخلوق بیہودہ نہیں ہو سکتی ہے۔

[۵۲] بیان۔ چونکہ بدن کے اجزار مانگے ہوئے ہیں اور رُوح عطیۂ خداوندی باقی رہنے والی ہے تو انسان کو جسم کے چشموں سے زیادہ رُوح کے چشمہ کو حاصل کرنا چاہیئے، چنانچہ عارف باللہ جسم کے چشموں سے فیضیاب ہونے سے زیادہ رُوح کے چشمہ سے فیض حاصل کرنے کی طرف توجہ کرتا ہے اور اسی لئے وہ دار الغرور یعنی دنیا سے بچتا ہے۔ کاریز۔ بوزن فالیز، وہ نہر جو کاشتکار زمین کے نیچے سے کھود کر اِس طریقہ سے نکالتے تھے کہ اوپر کے کھیتوں کو وہ پانی دیتی تھی۔

[۵۳] حبذا۔ جو نہر رُوح کو سیراب کرتی ہے وہ علوم کی اصل ہے۔ وہ حاصل کریگا تو پھر حواسِ ظاہر کے مدرکات سے تو بے نیاز ہو جائیگا۔ چشمہ۔ جو چشمہ گھر میں ہو وہ باہر کی نہر سے بہتر ہوتا ہے۔ ینبوع چشمہ، تو بیرونی چشموں سے لطف حاصل کرتا ہے اور ان میں سے کسی میں کمی ہو جائے تو تیری خوشی ناقص ہو جاتی ہے۔

چوں[۱] بجوشد از دروں چشمہ سَنی
جب اندر سے کوئی روشن چشمہ جوش مارتا ہے

زاستراقِ چشمہا گردی غنی
چشموں کے چرانے سے تو بے نیاز بنتا ہے

قرۃ العینت چو زاب و گِل بوَد
جب تیری آنکھ کی ٹھنڈک پانی اور مٹی سے ہو

راتبہ ایں قترہ دردِ دل بوَد
تو اس ٹھنڈک کا نتیجہ، دل کا درد ہو گا

قلعہ را چوں آب آید از بروں
قلعہ میں جب پانی باہر سے آئے

در زمانِ اَمن باشد بر فزوں
تو امن کے زمانہ میں کثرت سے ہو گا

چونکہ دشمن گردِ آں حلقہ کُند
جب دشمن اس قلعہ کا محاصرہ کرلے

تاکہ اندر خون شاں غرقہ کُند
تاکہ اُن کو خون میں ڈبوئے

آبِ بیروں را بُبرّند آں سپاہ
وہ لشکر، پانی کو باہر سے قطع کر دے گا

تا نباشد قلعہ را زانہا پناہ
تاکہ قلعہ کو اُن سے پناہ نہ حاصل ہو

آں[۲] زماں یک چاہِ شورے از دروں
اُس وقت اندر کا ایک کھارا کنواں

بہ ز صد جیحونِ شیریں از بروں
باہر کے سیکڑوں میٹھے جیحوں سے اچھا ہو گا

قاطعُ الاسباب لشکرہائے مرگ
موت کے لشکر اسباب کو کاٹنے والے

ہمچو دے آید بقطعِ شاخ و برگ
خزاں کی طرح شاخ اور پتّے کاٹتے آتے ہیں

درجہاں نبوُد مدد شاں از بہار
دنیا میں تو اُن کو بہار سے مدد نہیں پہنچتی ہے

جز مگر در جاں بہارِ رُوی یار
علاوہ ازیں کہ جان میں یار کے چہرے کی بہار ہو

زاں[۳] لقب شُد خاک را دارُ الغرور
اِسی لئے زمین کا لقب دھوکے کا گھر ہوا

کو کشد پا را پسِ یوم العبور
کیونکہ وہ گذرنے کے دن پاؤں پیچھے کو کھینچ لیتی ہے

پیش ازاں بر راست و بر چپ مید وید
اُس سے پہلے دائیں اور بائیں دوڑتا پھرتا ہے

کہ بچینم دردِ تو چیزی نچید
کہ میں تیرا دُکھ چن لوں گا (اور) کچھ نہ چُنا

اُو بگفتے مر تُرا وقتِ غماں
وہ تجھ سے غموں کے وقت کہتا تھا

دور از تو رنج و دہ کُہ درمیاں
رنج تجھ سے دُور ہے اور دس پہاڑ درمیان میں ہیں

چوں سپاہِ رنج آمد بست دَم
جب رنج کا لشکر آیا اُس نے دم سادھا

خود نمی گوید تُرا من دیدہ اَم
تجھ سے نہیں کہتا ہے کہ میں نے تجھے دیکھا ہے

گھر قرار دیا گیا ہے یہ دنیا مرتے وقت تیرا ساتھ نہیں دیتی اپنا قدم پیچھے کو ہٹا لیتی ہے۔ پیش ازاں۔ دنیوی یار تیرے دائیں بائیں دوڑا پھرتا تھا اور دعوے کرتا تھا کہ تیرا درد دکھ میں اُٹھالوں گا لیکن اُس نے کچھ نہ اُٹھایا۔ چوں سپاہ۔ جب موت کے سپاہی تیرا محاصرہ کرتے ہیں تو وہ اِس کا بھی اقرار نہیں کرتا کہ کبھی تیری اُس کی جان پہچان بھی تھی۔

[۱] چوں بجوشد۔ جب تیرے اندر خوشی کا منبع ہو تو پھر بیرونی اسباب کی ضرورت نہیں رہتی۔ قرۃ۔ اگر تجھے آنکھ کی ٹھنڈک کسی آب و گِل کے پتلے سے حاصل ہے تو فراق کی صورت میں اُس کا انجام دردِ دل ہے۔ قلعہ۔ جس قلعہ میں باہر سے پانی آئے تو امن کی حالت میں پانی خوب آتا رہتا ہے چونکہ۔ لیکن جب باہر سے دشمن محاصرہ کرتا ہے اور اُس نہر کو بند کر دیتا ہے تو تیری حالت تباہ ہو جاتی ہے۔

[۲] آں زماں۔ محاصرہ کے بعد پھر تیری حالت یہ ہوتی ہے کہ تو اندرونی کھارے پانی کے کنویں کو باہر کی میٹھی سیکڑوں نہروں سے بہتر سمجھتا ہے۔ قاطع الاسباب۔ موت جب لذّت کے سارے خارجی ذرائع ختم کر دے گی تو اب خارجی بہار سے تجھے کوئی نفع نہ ہو گا صرف وہ بہار باعثِ لذّت ہو گی جو رُوئے یار سے تجھے حاصل ہوئی ہو۔ (شعر)

گر نیز در آنگر دلی بس زندہ غم نیست
نیست است بر جریدۂ عالم دوام ما

[۳] زاں۔ چونکہ موت لذّت کے دنیاوی ذرائع کو ختم کر دیتی ہے اور یہ ذرائع تیرا ساتھ نہیں دیتے ہیں اِسی لئے دُنیا کو دھوکے کا

حق[۵۱] پئے شیطاں بدنیساں زمثل — کو ترا در رزم آرد باحیل

اللہ (تعالیٰ) نے شیطان کی اِسی طور پر مثل بیان کی ہے — کہ وہ تجھے حیلوں سے جنگ میں لے آتا ہے

کہ ترا گوید کہ پشتم من ترا — در بلا و در جفا و در عنا

کہ تجھ سے کہتا ہے، کہ میں تیرا مددگار ہوں — بلا اور جفا اور مشقت میں

کہ ترا یاری دہم من با توام — در خطرہا پیشِ تو من می دوم

کہ میں تیری مدد کروں گا، میں تیرے ساتھ ہوں — میں خطروں میں تیرے آگے دوڑوں گا

اسپرت باشم گہِ تیرِ خدنگ — مخلصِ تو باشم اندر وقتِ تنگ

خدنگ کے تیر کے وقت میں تیری ڈھال بنونگا — میں تنگ وقت میں تجھے بچانیوالا بنوں گا

جاں[۵۲] فدای تو کنم در انتعاش — رستمی شیری ہلا مردانہ باش

میں خوشی میں تیرے اوپر جان قربان کرونگا — تو رستم ہے تو شیر ہے خبردار! مرد بن

سوی کفرش آورد زیں عشوہا — آں جوالِ خدعہ و مکر و دغا

اِن فریبوں سے اسکے کفر کی جانب لے آتا ہے — وہ دھوکے اور مکر اور دغا کا تھیلا

چوں قدم بنہاد در خندق فتاد — او بقاہا قاہ خندہ لب کشاد

جب قدم رکھا، خندق میں گر گیا — اُس نے ہنسی کے قہقہہ کے ساتھ ہونٹ کھولا

ہیں بیا من طمعہا دارم ز تو — گویدش رو رو کہ بیزارم ز تو

ہاں، آجا میں تجھ سے اُمیدیں رکھتا ہوں — وہ اُس سے کہہ دیتا ہے، جا جا میں تجھ سے بیزار ہوں

تو نترسیدی ز عدلِ کردگار — من ہمی ترسم تو دست از من بدار

تو خدا کے انصاف سے نہ ڈرا — میں ڈرتا ہوں، تو مجھ سے توقع نہ رکھ

گفت[۵۳] حق او خود جدا شد از بہی — تو بدیں تزویرہا ہم کے رہی

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا وہ خود نیکی سے جدا ہوا — تو بھی اِن حیلوں سے کب نجات پائیگا؟

گفت حق او خود ز نیکی شد جدا — کے رہی ہم تو بدیں تزویرہا

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا وہ خود نیکی سے علیحدہ ہوا — تو بھی اِن مکاریوں سے کب چھوٹے گا؟

فاعل و مفعول در روزِ شمار — رو سیاہ اند و حریف و سنگسار

فاعل اور مفعول، گنتی کے دن — کالا منہ میں اور ساتھی اور سنگسار

رہزدہ و رہزن یقیں در حکم و داد — در چہِ بُعد اند و در بئس المہاد

یقیناً بھٹکا ہوا اور بھٹکانیوالا فیصلے اور انصاف میں — دوری کے کنوئیں میں اور بُرے بستر میں ہیں

[۵۱] حق۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کی یہ حالت بیان کی ہے کہ تجھے حیلہ اور تدبیر سے جنگ میں پھنسا دیتا ہے۔ کہ۔ یہ کہتا ہے کہ میں ہر مصیبت کے وقت تیری مدد کروں گا۔ در خطرہا۔ ہر خطرہ میں تجھ سے آگے رہوں گا۔ اسپرت۔ تیر چلے گا تو تیری ڈھال بنوں گا ہر مصیبت کے وقت تیرا مخلص رہوں گا۔

[۵۲] جاں فدا۔ تجھ پر خوشی خوشی قربان ہو جاؤں گا۔ رستمی۔ تو خود بھی رستم اور شیر ہے، جنگ سے نہ گھبرا۔ سُوی۔ شیطان انسان کو اِسی طرح کے دھوکے دے کر کفر پر آمادہ کر دیتا ہے۔ چوں قدم۔ اب جب انسان تباہی کے گڑھے میں گر جاتا ہے تو وہ اُس کی ہر حالت پر قہقہے لگاتا ہے۔ ہیں۔ انسان اُس شیطان کو مدد کے لئے بُلاتا ہے تو وہ اُس انسان سے اپنی بیزاری کا اظہار کر دیتا ہے۔ تو نترسیدی۔ اُس سے کہتا ہے کہ تو خدا سے نہ ڈرا میں تو خدا سے ڈرتا ہوں میں تیرا ساتھ نہیں دے سکتا۔

[۵۳] گفت حق۔ انسان اپنی معذرت میں یہ کہے گا کہ شیطان نے مجھے دھوکا دیدیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ خیر سے خود جدا تھا اور یہ سب کو بتا دیا گیا تھا، تو نے اُس کا کہنا کیوں مانا اب اِس معذرت کے حیلے سے نجات حاصل نہ کر سکے گا۔ فاعل یعنی بہکانے والا شیطان مفعول جو بہکایا ہوا ہے یعنی انسان دونوں سزا پائیں گے۔ روزِ شمار۔ یعنی جس دن نیکیاں اور برائیاں گنی جائینگی۔ رہزدہ۔ شیطان نے گمراہ کیا۔ رہزن۔ یعنی شیطان۔ بُعد۔ یعنی خدا سے دوری۔ بئس المہاد۔ یعنی جہنم۔

غولؔ را و گول را کو را فریفت ۱ — از خلاص و فوز می باید شگیفت

شیطان کو بھی اور اُس احمق کو بھی جسکو اُس نے فریفتہ کیا — نجات اور کامیابی سے صبر کر لینا چاہیئے

ہم خر و خر گیر اینجا در گلند — غافل اند اینجا و آنجا آفِلند

گدھا اور گدھے والا بھی دونوں اِس جگہ کیچڑ میں ہیں — یہاں غافل ہیں اور وہاں غائب ہیں

جز کسانے را کہ وا گردند ازاں — در بہارِ فضل آیند از خزاں

سوائے اُن کے جو اُس سے لوٹ جائیں — خزاں سے مہربانی کی بہار میں آجائیں

توبہ آرند و خدا توبہ پذیر — امرِ اُو گیرند و اُو نعم الامیر

توبہ کرلیں اور خدا توبہ قبول کرنیوالا ہے — اُس کا حکم جان لیں اور وہ بہترین حاکم ہے

چونؔ بر آرند از پشیمانی حنین ۲ — عرش لرزد از انینِ المذنبین

وہ جب شرمندگی سے رونے کی آواز نکالتے ہیں — گنہگاروں کے رونے سے عرش لرزتا ہے

آنچناں لرزد کہ مادر بر ولد — دستِ شاں گیرد بہ بالا می کشد

اِس طرح لرزتا ہے جس طرح ماں بچہ پر — اُن کی دستگیری کرتا ہے اور اوپر کھینچ لیتا ہے

کائے خدا تاں وا خرید از غرور — نک ریاضِ فضل و نک ربِّ غفور

کہ اے لوگو! تمہیں خدا نے دھوکے سے بچا لیا — اب مہربانی کا باغ ہے اور اب بخشنے والا خدا ہے

بعد ازیں تاں برگ و رزقِ جاوداں — از ہوائے حق بود نز ناودان

اِس کے بعد تمہارا سامان اور مستقل رزق — اللہ (تعالیٰ) کی ہوا سے ہوگا نہ کہ پرنالے سے

چونکہؔ دریا بر وسائط رشک کرد ۳ — تشنہ چوں ماہی بترکِ مشک کرد

جب دریا نے واسطوں پر رشک کیا — مچھلی کی طرح پیاسے نے مشک چھوڑ دی

قصۂ شہزادگاں آور بہ پیش — کایں حدیث از حدِّ امکاں است بیش

شہزادوں کا قصہ پیش کر — کیونکہ یہ مضمون حدِ امکان سے باہر ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز راں — جانبِ احوالِ آں شہزادگاں

یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی پھر چل — شہزادوں کے احوال کی جانب

رواں شدنِ ہر سہ شہزادہ در ممالکِ پدر بعد از وداع

تینوں شہزادوں کا باپ کے ممالک میں روانہ ہونا ان کا شاہ کو رخصت

کردنِ ایشاں شاہ را واِعادہ کردنِ شاہ وقتِ وداع

کرنے کے بعد اور شاہ کا وصیت کو دُہرانا کہ

ل۱ غولؔ۔ یعنی شیطان۔ گولؔ۔ یعنی گمراہ۔ خلاص یعنی جہنم سے خلاصی۔ فوز۔ یعنی جنت کی کامیابی۔ شگیفت۔ شگیفتن، صبر کرنا۔ خرؔ۔ یعنی گمراہ۔ خرگیر۔ یعنی شیطان۔ غافلؔ۔ یعنی حق کی طرف توجہ کرنے سے۔ آفِلؔ۔ غائب یعنی جنت سے۔ جز کسانے۔ یعنی اُس شخص کے علاوہ جس کو شیطان نے گمراہ کیا لیکن اُس نے پھر توبہ کرلی۔ امر۔ یعنی توبہ کے بعد نیک کام کرنے لگیں۔

ل۲ چونؔ۔ جب گنہگار ندامت سے روتا ہے تو عرش اِس طرح سے کانپتا ہے جس طرح ماں بچہ کے رونے پر کانپتی ہے۔ حنین اور انین۔ رونے کی آواز۔ دستِ شاں۔ ماں محبت میں روتے ہوئے بچہ کو گود میں لے لیتی ہے اسی طرح عرش رونے والے گنہگار کو اوپر اُٹھا لیتا ہے اور تسلی دیتا ہے۔ کائے۔ یہ کہتا ہے کہ تجھ پر ربِّ غفور نے رحم کردیا تو اُس کی مہربانی کے باغیچہ میں پہنچ گیا ہے۔ از ہوا۔ یعنی اب رزق بغیر محنت کے ملے گا۔

ل۳ چونکہ۔ جب حضرتِ حق اپنے محبوب کیلئے وسائط کو پسند نہیں کرتا تو بغیر اسباب کے رزق پہنچاتا ہے اور وہ محبوب بھی مشک یعنی اسباب کو ترک کرکے دریا کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے۔ قصۂ۔ شہزادوں کا قصہ بیان کروا لیجئے کہ مضمونِ توحید

وصیت راکہ بقلعہ ہوش ربا نروید

ہوش اڑانے والے قلعہ میں نہ جانا

عزم رہ کردند آں ہر سہ پسر — سوی املاک پدر رسم سفر

تینوں لڑکوں نے راستہ کا پختہ ارادہ کر لیا — سفر کے طریقہ پر، باپ کے ممالک کی جانب

در طواف شہرہا و قلعہاش — از پئے تدبیر دیوان و معاش

اس کے شہروں اور قلعوں کے دورے میں — دفتر اور آمدنی کی تدبیر کے لئے

خواستند از شہ اجازت گاہِ عزم — داد اجازت شاں چو نیت دید جزم

ارادہ (سفر) کے وقت انہوں نے بادشاہ سے اجازت چاہی — چونکہ اس نے نیت پختہ دیکھی انکو اجازت دیدی

دست بوسِ شاہ کردند و وداع — پس بدیشاں گفت آں شاہِ مطاع

انہوں نے شاہ کی دست بوسی کی اور رخصت کیا — پھر حاکم شاہ نے ان سے کہا

ہر کجاتاں دل کشد عازم شوید — فی امان اللہ دست افشاں روید

جہاں تمہیں دل لے جائے ارادہ کرو — اللہ کی حفاظت میں خوش ہوتے ہوئے روانہ ہو جاؤ

غیر آں یک قلعہ نامش ہش ربا — تنگ آرد بر کلہ داراں قبا

سوائے اس ایک قلعہ کے جس کا نام ہوش ربا ہے — وہ تاجداروں پر قبا تنگ کر دیتا ہے

اللہ اللہ زاں دزِ ذات الصور — دور باشید و بترسید از خطر

خدا کے لئے اس تصویروں والے قلعہ سے — دور رہنا اور خطرے سے ڈرنا

روی و پشت برجہاش و سقف و پست — جملہ تمثال و نگار و صورت ست

اسکے رو اور پشت اور برجیاں اور چھت اور فرش — سب تصویر اور نقش اور صورت ہیں

ہمچو آں حجرۂ زلیخا پر صور — تا کند یوسف بناکامش نظر

زلیخا کے تصویروں سے بھرے حجرے کی طرح — تاکہ (حضرت) یوسف بغیر قصد کے اُن پر نظر کریں

چونکہ یوسف سوی او می ننگرید — خانہ را پر نقشِ خود کرد آں مکید

چونکہ (حضرت) یوسف اسکی جانب نہ دیکھتے تھے — اس مکار نے گھر کو اپنی تصویروں سے بھر دیا

تا بہر سو کاں نگرد آں خوش عذار — روی او را بیند او بے اختیار

تاکہ وہ خوبصورت رخ والا جس طرف بھی دیکھے — بے اختیار اس کا چہرہ دیکھ لے

بہرِ دیدہ روشناں یزدانِ فرد — شش جہت را مظہرِ آیات کرد

روشن آنکھ والوں کے لئے، یکتا خدا نے — چھ جانبوں کو دلائل کا مظہر بنایا ہے

---

۱ عزم۔ تینوں شہزادوں نے ملکی انتظام کے لئے سفر کا ارادہ کر لیا۔ دیوان۔ دفتر۔ معاش۔ گذارہ کا ذریعہ، آمدنی۔ جزم۔ پختہ ارادہ۔ مُطاع۔ جس کی اطاعت کی جائے یعنی سردار اور حاکم۔ دست افشاں یعنی خوشی۔

۲ غیر آں۔ بس ہوش رُبا قلعہ میں نہ جانا۔ اللہ اللہ یعنی خدا سے ڈرو۔ دز۔ قلعہ۔ ذات الصور۔ تصویروں والا۔ تنگ بہت سے بادشاہ اس تصویر کو دیکھ کر جس کی وہ تصویر ہے اس پر عاشق ہو کر پریشان ہو گئے ہیں۔ روی۔ اس قلعہ میں ہر جگہ پر تصویریں ہیں۔ ہمچو۔ زلیخا نے حضرت یوسف کو پھانسنے کے لئے اپنی تصاویر محل میں جگہ جگہ لگا دی تھیں تاکہ ان کو دیکھ کر حضرت یوسف زلیخا پر عاشق ہو جائیں وہ زلیخا کو نگاہ اٹھا کر نہ دیکھتے تھے۔

۳ چونکہ۔ حضرت یوسف عفت کی وجہ سے زلیخا پر نظر نہ ڈالتے تھے۔ عذار۔ رخسار۔ روشناں۔ عارفین۔ شش۔

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار
ہر ورقش دفتریست معرفتِ کردگار

تا[1] بہر حیوان و نامی کانگرند — از ریاضِ حُسنِ ربّانی چرند

تاکہ وہ جس حیوان اور بڑھنے والے کو دیکھیں — خدائی حُسن کے باغوں سے غذا پائیں

بہر ایں فرمود با آں اِسپہ اُو — حَیْثُ وَلَّیْتُمْ فَثَمَّ وَجْهُهٗ

اسی لئے اُس گروہ سے اُس نے فرمایا — تم جس طرف بھی رُخ کرو اُس کا چہرہ ہے

از قدح گر در عطش آبے خورند — در درونِ آب حق را ناظر اند

وہ اگر پیاس میں پیالے سے پانی پیتے ہیں — پانی کے اندر خدا کو دیکھنے والے ہیں

آنکہ عاشق نیست اُو در آب در — صورتِ خود بیند اے صاحب نظر

جو عاشق نہیں ہے، وہ پانی میں — اے صاحب نظر! اپنی صورت دیکھتا ہے

صورتِ عاشق چو فانی شُد دروُ — پس در آب اکنوں کرا بیند بگُو

عاشق کی صورت جب اُس میں فانی ہوگئی — تو بتا، اب وہ پانی میں کس کو دیکھتا ہے؟

حُسنِ حق بینند اندر رُوئے[2] حُور — ہمچو مہ در آب از صُنعِ غیور

وہ حور کے چہرے میں اللہ (تعالیٰ) کا حُسن دیکھتے ہیں — غیور کی کارسازی کی وجہ سے جس طرح چاند پانی میں

غیرتش بر عاشقے و صادقیست — غیرتش بر دیو و بر استور نیست

اُس کی غیرت، عاشق اور صادق پر ہے — اُس کی غیرت شیطان اور چوپائے پر نہیں ہے

دیو[3] اگر عاشق شود ہم گوئے بُرد — جبرئیلے گشت و آں دیوے بمُرد

شیطان اگر عاشق ہوگیا اُس نے بھی بازی جیت لی — وہ جبرئیل بن گیا اور وہ شیطان مرگیا

اَسْلَمَ الشَّیْطَانُ در ینجا شُد پدید — کہ یزیدے شُد ز فضلش بایزید

شیطان مسلمان ہوگیا، اِس جگہ ظاہر ہوا — کہ یزید، اُس کی مہربانی سے بایزیدؒ ہوگیا

ایں سخن پایاں ندارد اے گروہ — ہیں نگہدارید ازاں قلعہ وجوہ

اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، اے گروہ! — خبردار! اُس قلعہ سے چہروں کو محفوظ رکھنا

ہیں مبادا کہ ہوس تاں رہ زند — کہ فتید اندر شقاوت تا ابد

خبردار! ایسا نہ ہو کہ ہوس تمہیں بھٹکا دے — کہ تم ہمیشہ کے لئے بدبختی میں جا گرو

---

[3] دیو۔ شیطان صفت اگر توبہ کر کے عاشقِ خدا بنتا ہے تو اسکے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوتا ہے۔ اَسْلَمَ۔ آنحضورؐ کا شیطان کے بارے میں ارشاد ہے وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَعَانَنِیْ فَاَسْلَمَ لیکن اللہ نے میری مدد کی تو وہ مسلمان ہوگیا۔ مولانا فرماتے ہیں اِس کے یہی معنی ہیں کہ اگر شیطان توبہ کرلے تو عارف بن جاتا ہے اور یزید جیسا ظالم بایزیدؒ بسطامیؒ بن جاتا ہے۔ ایں سخن یعنی عارفین کے احوال۔ ہیں۔ بادشاہ نے شہزادوں سے کہا کہ ہوس تمہیں ہوش رُبا قلعہ کی طرف کھینچ کر نہ لے جائے ورنہ ابدی بدبختی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

[1] تا بہر حیوان۔ جب عارفین کائنات میں کمالِ قدرت کا مشاہدہ کرتے ہیں تو انکی معرفت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اِسپہ۔ گروہ، یعنی عارفوں کی جماعت سے کہا ہے کہ جس طرف تم رخ کروگے تمہیں ہمارا جلوہ نظر آئیگا۔ از قدح۔ عارف پانی کے کٹورے میں حق تعالیٰ کو دیکھتا ہے (شعر)

در پیالہ رخِ یار دیدہ ام
اے بے خبر ز لذتِ شربِ مدامِ ما

آنکہ۔ غیر عارف پانی کے کٹورے میں اپنی صورت دیکھتا ہے لیکن عارف جبکہ اپنی ذات کو حق تعالیٰ میں فنا کرچکا ہے تو جو کچھ کٹورے میں نظر آرہا ہے وہ اُس کے چہرے کا عکس نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ کا عکس ہے۔

[2] رُوئے حُور۔ حسین حور کا دیدار بھی اُن کا مقصود نہیں بلکہ اُس میں بھی حُسنِ حق کا تماشا کرتے ہیں۔ ہمچو مہ۔ جیسا کہ چاند کا عاشق پانی کی طرف نظر کرتا ہے تو اُس کا مقصد چاند کا عکس دیکھنا ہے جو پانی میں ہے از صُنعِ غیور۔ عارف چونکہ محبوبِ حق ہے اسلئے اللہ تعالیٰ کی غیرت کا تقاضہ ہے کہ وہ غیر پر نظر نہ کرے۔ غیرتش۔ شیطان اور جانور بھی پانی میں خود اپنا چہرہ دیکھتے ہیں وہاں غیرتِ حق آڑے نہیں آتی کہ وہ اپنے چہرے کی بجائے خدا کا چہرہ دیکھیں۔

از خطر پرہیز آمد مفترض — بشنوید از من حدیث بے غرض[1]

خطرے سے بچنا فرض ہے — مجھ سے بے غرض بات سُن لو

در فرج جوئی خرد سر تیز بہ — از کمین گاہِ بلا پرہیز بہ

کشادگی کی طلب میں سر کی عقل کا تیز ہونا بہتر ہے — مصیبت کی کمین گاہ سے پرہیز بہتر ہے

گر نمی گفت ایں سخن را آں پدر — ور نمی فرمود ازاں قلعہ حذر

اگر وہ باپ یہ بات نہ کہتا — اور اگر اُس قلعہ سے بچنے کا حکم نہ دیتا

خود بداں قلعہ نمی شد خیلِ شاں — خود نمی اُفتاد آں سو میلِ شاں

اُس قلعہ کی جانب اُن کی جماعت خود نہ جاتی — خود ہی اُس طرف اُن کا میلان نہ ہوتا

کاں نہ بُد معروف و بس مہجور بُود — از قلاع و از مناہج دُور بُود

کیونکہ وہ مشہور نہ تھا اور بہت غیر آباد تھا — قلعوں اور راستوں سے دُور تھا

چوں بکرد آں منع دل شاں زاں مقال — در ہوس افتاد و در کوئے خیال

چونکہ اُس نے منع کیا، اُن کا دل اُس گفتگو سے — ہوس اور خیال کے کوچہ میں پڑ گیا

رغبتے زیں منع در دل شاں بُرست — کہ بباید سرّ آں را باز جست

اِس ممانعت سے اُن کے دل میں رغبت پیدا ہو گئی — کہ اُس کے راز کی کھوج لگانی چاہیے

کیست کز ممنوع گردد ممتنع[2] — چونکہ اَلْاِنْسَانُ حَرِیْصٌ مَا مُنِعْ

کون ہے؟ جو روکی ہوئی چیز سے رُک جائے — جبکہ انسان ممنوع چیز پر حریص ہے

نہی بر اہلِ تقیٰ تبغیض شد — نہی بر اہلِ ہوا تحریض شد

متقیوں پر ممانعت مبغوض بنانا ہوئی — خواہش نفسانی والوں پر ممانعت، ترغیب بنی

پس ازیں یُغْوِیْ بِہٖ قَوْمًا کَثِیْر — ہم ازیں یَھْدِیْ بِہٖ قلباً خبیر

پس اسی لئے ہے اُسکے ذریعہ بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیتا ہے — نیز اسی لئے ہے باخبر دل کو اُسکے ذریعہ ہدایت دیتا ہے

کے رمد از نے حمامِ آشنا[3] — بل رمد زاں نے حماماتِ ہوا

پلا ہوا کبوتر، بانس سے کب بِدکتا ہے — بلکہ اُس بانس سے ہوائی کبوتر بھڑکتے ہیں

پس بگفتندش کہ خدمتہا کنیم — بر سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ہا تنیم

پھر اُنھوں نے کہا ہم خدمتیں کریں گے — ہم نے سنا اور ہم نے مانا پر عمل کریں گے

رُو نگردانیم از فرمانِ تو — کفر باشد غفلت از احسانِ تو

آپ کے حکم سے رُوگردانی نہ کریں گے — آپ کے احسان سے غفلت کفر ہے

---

[1] بے غرض۔ بے غرض بات مخلصانہ ہوتی ہے۔ در فرج جس طرح خوشی کی جستجو ضروری ہے مصیبت سے پرہیز کرنا بھی ضروری ہے۔ گر نمی گفت۔ اگر بادشاہ اُن کو نصیحت نہ کرتا اور قلعہ میں جانے سے نہ روکتا تو اُن کا اِس قلعہ کی جانب میلان نہ ہوتا اور وہ وہاں نہ جاتے۔ کاں۔ چونکہ وہ قلعہ کوئی مشہور قلعہ نہ تھا تو اُن کو وہاں جانے کا خیال بھی نہ آتا۔ چوں بکرد۔ چونکہ شاہ نے منع کیا اِسلئے اُن کو اُس قلعہ میں جاکر راز معلوم کرنے کی خواہش پیدا ہو گئی۔

[2] کیست۔ ایسے لوگ کم ہیں جو ممنوع چیز سے رُکیں کیونکہ انسان ممنوع چیز کا اور حریص ہو جاتا ہے۔ نہی۔ جو متقی ہیں اور وہ کم ہیں اُنکے لئے ممانعت اُس چیز سے بغض کا سبب بن جاتی ہے اور جو خواہش کے بندے ہیں اور وہ بہت ہیں اُن کیلئے ممانعت اور آمادگی کا سبب بنجاتی ہے۔ پس ازیں۔ اسی لئے قرآن کی صفت یہ ہے کہ بہت سے اُس سے گمراہ ہو جاتے ہیں لیکن جن کے قلب بیدار اور باخبر ہیں وہ ہدایت حاصل کر لیتے ہیں۔

[3] کے رمد۔ بانس کی چھڑ ہلانے سے پالتو کبوتر گھر واپس آجاتے ہیں جنگلی کبوتر بھاگ جاتے ہیں، ایک ہی چیز کی دو خاصیتیں ہیں۔ رُو نگردانیم۔

لیک[1] اِستثنا و تسبیحِ خدا
لیکن انشاء اللہ کہنا اور خدا کی تسبیح

زاعتمادِ خود بُد از ایشاں جُدا
اپنے اوپر بھروسہ کرنے کی وجہ سے اُنسے جدا تھی

ذکرِ استثنا و حزمِ مُلتوی
انشاء اللہ کہنے اور لپٹی ہوئی احتیاط کا ذکر

گفتہ شُد در ابتدایِ مثنوی
مثنوی کے شروع میں کیا گیا ہے

صد کتاب ار ہست جُز یک باب نیست
اگر سَو کتابیں بھی ہیں تو ایک باب کے سوا کچھ نہیں

صد جہت را قصدِ جُز محراب نیست
سَو جانبوں کا مقصد محراب کے سوائے کچھ نہیں

ایں طُرق را مُخلصش یک خانہ است
[2] اِن راستوں کا مُنتہا ایک گھر ہے

ایں ہزاراں سُنبل از یک دانہ ست
یہ ہزاروں بالیں، ایک دانہ کی ہیں

گونہ گونہ خوردنیہا صد ہزار
قسم قسم کی لاکھوں کھانے کی چیزیں

جُملہ یک چیزست اَندر اِعتبار
غور کرنے سے سب ایک چیز ہیں

از یکے چوں سیر گشتی تو تمام
جب تو ایک سے پورا سیر ہو جائے

سرد شُد اندر دلت پنجہ طعام
تو تیرے دل میں پچاس کھانے بے وقعت ہو گئے

در مجاعت پس تو احول بُودۂ
تو بھوک میں بھینگا ہو رہا تھا

کہ یکے را صد ہزاراں دیدۂ
کہ تو ایک کو، لاکھوں سمجھ رہا تھا

گفتہ بُودیم از سِقامِ آں کنیز
ہم نے اُس لونڈی کی بیماری کی بات کہی تھی

وز طبیبان و قصورِ فہم نیز
اور طبیبوں اور سمجھ کی کمی کی بھی

کاں[3] طبیباں ہمچو اسپِ بے فساک
کہ وہ طبیب بے رَتی کے گھوڑے کی طرح

غافل و بے بہرہ بُودند از سوار
سوار سے غافل اور بے بہرہ تھے

کامِ شاں پُر زخم از قرعِ لگام
اُن کا تالو، لگام کے جھٹکوں سے زخمی ہے

سُمِ شاں مجروح از تحویلِ گام
اُن کے سُم، قدم پھرنے سے زخمی ہیں

ناشُدہ واقف کہ نک بر پُشتِ ما
وہ واقف نہ ہوئے کہ اب ہماری کمر پر

رائضِ چُست ست اُستادی نما
اُستادی دکھانے والا، چُست سدھانے والا ہے

نیست سرگردانیِ ما زیں لگام
اِس لگام سے ہمارے سر کا چکراؤ نہیں ہے

جُز ز تصریفِ سوارِ دوستکام
سوائے کامیاب سوار کے تصرّف کی وجہ کے

---

[1] لیک۔ اُن شہزادوں نے اطاعت کا وعدہ تو کیا اور اللہ کو یاد کر کے انشاء اللہ نہ کہا، اپنے اوپر بھروسہ کیا۔ ذکر۔ انشاء اللہ اور احتیاط کی باتیں ہم پہلے دفتر میں بیان کر چکے ہیں۔ مُلتوی۔ یعنی استثناء کے ذکر کے ضمن میں۔ صد کتاب۔ پہلا دفتر اور یہ دفتر کوئی دو چیزیں نہیں ہیں وہاں کی تفصیل یہاں کافی ہے۔ صد جہت۔ دنیا کے ہر گوشہ سے لوگ ایک خانہ کعبہ کی طرف رُخ کرتے ہیں تو وہ سب متحد ہیں۔ ایں طُرق۔ جب سب راستے ایک مکان تک پہنچتے ہوں تو باوجود تعدد کے اُن میں بھی اتحاد ہے۔ ایں ہزاراں۔ جو بالیں ایک دانہ سے پیدا ہوتی ہیں وہ بھی متحد ہیں۔

[2] گونہ گونہ۔ کھانے کی لاکھوں چیزوں میں اتحاد ہے۔ از یکے۔ اِسی اتحاد کا نتیجہ ہے کہ ایک چیز سے پیٹ بھر جائے تو بقیہ کھانوں سے بے نیازی ہو جاتی ہے۔ در مجاعت۔ بھوک میں انسان غلطی سے اُنکو جداگانہ سمجھتا ہے۔ گفتہ بودیم۔ جب انشاء اللہ نہ کہنے اور اسباب پر اعتماد کرنے کی بات کہی تھی تو لڑکی کا قصہ اور طبیبوں کی بیوقوفی یعنی اسباب پر بھروسہ کرنے کی بات کہی تھی۔

[3] کاں طبیباں۔ وہ طبیب متصرفِ حقیقی سے ایسے ہی غافل تھے جیسا کہ بے سوار کا گھوڑا سوار سے غافل ہوتا ہے۔ کامِ شاں۔ حالانکہ خدا کے تصرفات اُن پر جاری تھے۔ ناشُدہ۔ یہ اِس سے غافل تھے کہ اُنپر سدھانے والا سوار ہے۔ نیست۔ اپنے حالات سے اُن کو سمجھنا چاہئے تھا کہ کوئی متصرف ذات اُن پر مسلط ہے۔

ما پئے[51] گل سوی بستانہا شدہ | گل نمودہ آن واں خارے بدہ
ہم پھول کے لئے باغوں کی جانب گئے | وہ پھول نظر آیا اور وہ کانٹا تھا

ہیچ شاں ایں نے کہ گویند از خرد | بر گلوی ما کہ می کوبد لگد
اُن کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ عقل سے کہتے | ہمارے گلے پر کون لاتیں مار رہا ہے

آں طبیباں آنچناں بندہ سبب | گشتہ اند از مکر یزداں محتجب
وہ طبیب سبب کے غلام، اِس طرح | اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر سے پردے میں ہو گئے

گر بہ بندی در صطبلے گاو نر | باز یابی در مقامِ گاو خر
اگر تو اصطبل میں بیل باندھ دے | پھر تو بیل کی جگہ، گدھا پائے

از خری[52] باشد تغافل خفتہ وار | کہ نجوئی تا کیست ایں خفیہ کار
سوئے ہوئے کی طرح کا تغافل گدھے پن ہوگا | کہ تو تلاش نہ کرے کہ یہ چھپی کاریگری کرنیوالا کون ہے؟

خود نگفتہ کایں مبدل تا کیست | نیست پیدا او مگر افلاکیست
خود نہیں کہتا کہ یہ تبدیلی کرنیوالا کون ہے؟ | وہ ظاہر نہیں ہے، شاید وہ آسمانی ہے

تیر سوی راست پرانیدہ | سوی چپ رفتہ است تیرت دیدہ
تونے داہنی جانب تیر چلایا | تونے دیکھا تیرا تیر بائیں جانب گیا

سوی آہوی بصیدی تاختی | خویش را تو صیدِ خوکے ساختی
تو شکار میں، ایک ہرن کی طرف دوڑا | تونے اپنے آپ کو سوَر کا شکار بنایا

در پئے[53] سودے دویدہ بہرِ کبس | نارسیدہ سود وافتادہ بحبس
کوئی لوٹنے کیلئے نفع کی طرف دوڑا | نفع نہ ہوا اور قید میں پھنس گیا

چاہہا کندہ برائے دیگراں | خویش را دیدہ فتادہ اندراں
دوسروں کے لئے کنویں کھودے تھے | اُن میں اپنے آپ کو گرا ہوا دیکھا

در سبب چوں بےمرادت کرد رب | پس چرا بدظن نگردی در سبب
جب تجھے خدا نے سبب میں ناکام کردیا | تو سبب سے تو بدگمان کیوں نہ ہوا؟

بس کسے از مکسبے خاقاں شدہ | دیگرے زاں مکسبہ عریاں شدہ
بہت سے آدمی ایک کمائی سے شاہ بنے | دوسرا اِس کمائی سے ننگا ہوگیا

بس کس از عقدِ زناں قاروں شدہ | بس کس از عقدِ زناں مدیوں شدہ
بہت سے عورتوں کے نکاح سے قارون ہوگئے | بہت سے عورتوں کے نکاح سے قلاش ہوگئے

[51] ما پئے۔ یہ لوگ اسباب اختیار کرتے ہیں اور پھر مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ ہیچ۔ اُن کو سوچنا چاہیئے کہ اسباب کے خلاف کونسی ذات متصرف ہے۔ آں طبیباں۔ یہ بھی خدا کا تصرف ہے کہ یہ طبیب محض اسباب کے بندے بن گئے ہیں۔ گر بہ بندی۔ واقعات کی ترتیب کے بعد جب خلاف واقعہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے تو اُن کو غور کرنا چاہیئے کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔

[52] از خری۔ اِن حالات میں بھی اگر کوئی نہ سوچے تو پھر وہ خود گدھا ہے۔ خود نگفتہ۔ اِن حالات میں اسکو ایک مخفی متصرف کا قائل ہوجانا چاہیئے۔ تیر۔ انسان اپنے ارادہ سے تیر دائیں جانب چلاتا ہے اور وہ بائیں جانب جاتا ہے، آخر ایسا کیوں ہوتا ہے۔ سوی آہو۔ ارادہ ہرن کے شکار کا کرتا ہے اور خود سوَر کا شکار بنجاتا ہے، یہ کیوں ہے؟

[53] در پئے۔ انسان نفع کی کوشش کرتا ہے اور بجائے نفع کے نقصان حاصل ہوتا ہے یہ کیوں ہے۔ چاہہا۔ انسان دوسرے کیلئے کنویں کھودتا ہے اور خود اُس میں گرجاتا ہے۔ در سبب۔ انسان ایک مقصد کے اسباب اختیار کرتا ہے اور پھر اسکو مقصود حاصل نہیں ہوتا ہے تو اسباب سے بدظن کیوں نہیں ہوتا۔ بس۔ ایک ہی سبب ہے جو ایک کیلئے مفید اور دوسرے کیلئے مضر ہوتا ہے۔ عقد زناں۔ خاوند کیلئے بیوی کسی کو امیر اور کسی کو مفلس بنا دیتی ہے ... دوسرے کیلئے تباہی کا سبب ہوجاتا ہے۔

پسؔ سبب گرداں چو دمِ خر بود	تکیہ بر وے کم کنی بہتر بود
تو سبب گدھے کی دُم کی طرح گھومتا ہے	تو اُس پر بھروسہ نہ کرے تو بہتر ہے
در سبب گیری نگردی ہم دلیر	کہ بس آفتہاست پنہانش بزیر
سبب اختیار کرنے میں بھی بہادر نہ بن	کیونکہ اُس کے نیچے بہت سی آفتیں پوشیدہ ہیں
سرِ استثناست ایں حزم و حذر	زانکہ خر را بز نماید ایں قدر
استثنار کا راز یہی احتیاط اور بچاؤ ہے	اس لئے کہ یہ تقدیر گدھے کو بکری دکھادیتی ہے
آنکہ چشمش بست گرچہ گربزست	زاحولی اندر دو چشمش خر بزست
جس کی، آنکھیں بند کر دیں اگرچہ سیانا ہو	بھینگے پن سے اُس کی دو آنکھوں میں گدھا بکری ہے
چونؔ مقلبِ حق بود ابصار را	اُو بگرداند دل و افکار را
جب اللہ (تعالیٰ) بینائیوں کو پلٹنے والا ہے	وہ دل اور خیالات کو پلٹ دیتا ہے
چاہ را تو خانۂ بینی لطیف	دام را تو دانۂ بینی طریف
تو کنویں کو ایک عمدہ گھر دیکھتا ہے	تو جال کو تازہ دانہ دیکھتا ہے
مشرکاں را در دو چشمِ اہلِ بدر	کم نمودہ تا ندارند ہیچ قدر
بدر والوں کی دونوں آنکھوں میں مشرکوں کو	کم دکھایا تاکہ وہ وقعت نہ کریں
ایں تسفسط نیست تقلیبِ خداست	می نماید کہ حقیقتہا کجاست
یہ سوفسطائیت نہیں ہے خدا کا تصرّف ہے	وہ دکھاتا ہے کہ حقائق کہاں ہیں؟
آنکہؔ انکارِ حقائق می کند	جملگی اُو بر خیالے می تند
جو شخص حقیقتوں کا انکار کرتا ہے	وہ بالکلیہ خیال کے چکر کاٹتا ہے
اُو نمی گوید کہ حسبانِ خیال	ہم خیالے باشدت چشمے بمال
وہ یہ نہیں کہتا کہ خیالی سمجھنا	بھی تیرا خیال ہوگا، آنکھیں مل

رفتنِ پسرانِ سلطان سوئے قلعہ بحکمِ آنکہ الانسانُ حریصٌ علیٰ ما مُنِعَ

بادشاہ کے لڑکوں کا قلعہ کی جانب جانا، اس لئے کہ انسان جس چیز سے روکا جائے اُس کا لالچی ہوجاتا ہے

۵۱ پس۔ تو معلوم ہوا کہ ایک ہی سبب کے مختلف نتیجے اور تاثرات ہیں لہٰذا اسباب پر بھروسہ مناسب نہیں ہے۔ در سبب۔ سبب کو اختیار بھی کرے تو اُس کو مستقل مؤثر نہ سمجھ اور غیر ضروری اسباب اختیار نہ کر اس لئے کہ وہی سبب جس کو تو راحت کا سبب سمجھتا ہے مصیبت بھی لاسکتا ہے وہ گدھے کی دُم کی طرح گھومتا ہے۔ سِرِ استثنا انشاء اللہ کہنے کا راز یہی ہے کہ اس سبب کی تاثیر کو اللہ کے حوالہ کر دینا ہے۔ زانکہ۔ اسلئے کہ اگر مشیتِ خداوندی نہ ہو تو ہر انسان گدھے کو بکری سمجھنے لگتا ہے۔ گربز۔ حیلہ گر، مکّار۔

۵۲ چوں مقلب۔ جبکہ اللہ تعالیٰ حواسِ ظاہری کو بدل سکتا ہے تو فکر کی تبدیلی تو بہت آسان ہے اُس میں از خود بھی غلطی کا زیادہ امکان ہے۔ چاہ۔ اللہ تعالیٰ انسان کی نگاہ میں تبدیلی کرتا ہے وہ کنویں کو عمدہ گھر اور جال کا دانہ دیکھتا ہے۔ مشرکاں چنانچہ صحابہ کی نگاہ میں جنگِ بدر کے اندر مخالفوں کی مقدار کم کر کے دکھادی تاکہ وہ صحابہ کی نگاہ میں بے قدر ہوجائیں اور بہادری سے لڑیں۔ ایں تسفسط۔ سوفسطائی فرقہ تو حقیقت کا ہی انکار کرتا ہے اور ہر چیز کو محض خیالی سمجھتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی تبدیلی حقیقت کا انکار نہیں بلکہ یہ بتانا ہے کہ حقائق تو موجود ہیں اور وہ خدا کے قبضۂ قدرت میں ہیں ——

۵۳ آنکہ۔ سوفسطائی حقیقت کا انکار کرتا ہے اور ہر چیز کو خیالِ محض قرار دیتا ہے اگر وہ صحیح معنی میں اس کا قائل ہے تو اس اپنے عقیدہ اور خیال کو بھی خیالِ محض اور غیر حقیقی سمجھنا چاہیئے۔ چشمے بمال۔ یہ اسکی آنکھ کی غلطی ہے وہ آنکھ کو ملے اور دیکھے تو حقیقت نظر آجائیگی۔

ما بندگیِ خویش نمودیم ولیکن — خوئے بدِ تو بندہ ندانست خریدن

ہم نے اپنی غلامی دکھائی لیکن — تیری بدعادت، غلام کو خریدنا نہ جانی

آں ہمہ وصیتہائے پدر زیرِ پا نہادند تا در چاہِ بلا افتادند

اُن سب نے باپ کی نصیحت کو پامال کر دیا یہانتک کہ مصیبت کے گڑھے میں

و می گفت ایشاں را النفوسِ لوّامہ اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ نَذِیۡرٌ و

گر گئے اور اُن سے لوامہ نفوس کہہ رہے تھے کیا تمہارے پاس ڈرانیوالا نہ آیا تھا اور

ایشاں گریاں و پشیمان می گفتند لَوۡ کُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ نَعۡقِلُ

وہ روتے ہوئے اور شرمندہ، کہہ رہے تھے "اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو

مَا کُنَّا فِیۡۤ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ

ہم دوزخیوں میں سے نہ ہوتے"

ایں[1] سخن پایاں ندارد آں فریق — بر گرفتند از پئے آں دز طریق

یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی ہے، اُس فریق نے — اُس قلعہ کے لئے راہ اختیار کر لی

بر درختِ گندمِ منہی زدند — از طویلہ مخلصاں بیروں شدند

ممنوع گیہوں کے درخت کے پاس جا پہنچے — مخلصوں کی احاطہ سے باہر نکل گئے

چوں شدند از منع و نہیش گرم تر — سوئے آں قلعہ برآوردند سر

چونکہ اُس کے منع کرنے اور ممانعت سے بہت گرم ہو گئے تھے — اُس قلعہ کی جانب سر اُبھارا

بر ستیزِ قولِ شاہِ مجتبیٰ — تا بقلعہ صبر سوزِ ہُش رُبا

برگزیدہ شاہ کے قول کے برخلاف — صبر کو پھونکنے والے ہوش کو اڑانیوالے قلعہ کیجانب

آمدند از رغمِ عقلِ پند توز — در شبِ[2] تاریک برگشتہ ز روز

ناصحِ عقل کے برخلاف پہنچ گئے — دن سے، اندھیری رات کی جانب مڑ گئے

اندراں قلعہ خوش ذات الصّور — پنج در در بحر و پنجے سوئے بر

اُس حسین، تصویروں والے قلعہ میں — پانچ دروازے دریا کی جانب اور پانچ خشکی کیجانب تھے

پنج[3] ازاں چوں حسِ ظاہر رنگ بو — پنج ازاں چوں حسِ باطن راز جو

اُن میں سے پانچ رنگ بو کے ظاہر حس کیطرح تھے — انہیں سے پانچ باطن حس کی طرح راز کو تلاش کرنیوالے

زاں ہزاراں صورت و نقش و نگار — می شدند از سو بسو خوش بیقرار

اُن ہزاروں صورتوں اور نقش و نگار کی وجہ سے — اِدھر اُدھر خوش خوش، بیقرار آ جا رہے تھے

---

[1] ایں سخن۔ یعنی اللہ کی جانب سے گناہ اور دل کی تبدیلی کا بیان۔ بر درخت۔ جس طرح حضرت آدم ممنوع گیہوں کے پودے کے پاس پہنچ گئے تھے اسی طرح یہ شہزادے ممنوع قلعہ میں جا پہنچے۔ از طویلہ۔ بادشاہ کے مخلص اور فرمانبرداروں کے مسکن سے جدا ہو گئے۔ از منع۔ مخالفت کی وجہ سے اُن کا شوق اور تیز ہو گیا تھا۔

[2] شب۔ یعنی رنج و غم۔ روز۔ یعنی راحت و آرام۔ اندراں۔ اُس ہوش رُبا تصویروں والے قلعہ کے پانچ در، دریا کی جانب کھلتے تھے تاکہ آنیوالا دریائی سفر سے اُس میں بسہولت داخل ہو سکے اور پانچ دروازے خشکی کی طرف کھلتے تھے تاکہ خشکی کا مسافر آرام سے داخل ہو سکے۔

[3] پنج۔ پانچ در کو انسان کے ظاہری حواس کی طرح سمجھو پانچ در کو باطنی حواس کی طرح، انسان انہی حواس کے مدرکات سے بسا اوقات مسلوب العقل ہو جاتا ہے اسی طرح اُن دروازوں سے داخل ہونے والا مسلوب العقل ہو جاتا تھا۔ زاں۔ اُس قلعہ کی اُن ہزاروں تصویروں کو وہ خوشی خوشی دیکھتے پھر رہے تھے اور کسی ایک کو دیکھنے کے لئے اُن میں قرار نہ تھا۔

زیں[1] قدحهای صُوَر کم باش مست
صورتوں کے اِن پیالوں سے مست نہ ہو

تا نگردی بُت تراش و بُت پرست
تاکہ تو بُت تراش اور بُت پرست نہ بنے

از قدحهای صُوَر بگذر مایست
صورتوں کے پیالوں سے گذر جا، نہ ٹھہر

بادہ در جام ست لیک از جام نیست
شراب جام میں ہے، لیکن جام سے نہیں ہے

سُوی بادہ بخش بکشا پہن گوش
شراب بخشنے والے کی جانب چوڑے کان کھول

تا ازاں سُو بشنوی بانگ و خروش
تاکہ اُس جانب سے آوازا ور شور سُنے

گوش دار آوازت آید دمبدم
سُن، تجھے دم بدم آواز آئے گی

چوں رسد بادہ نیاید جام کم
جب شراب آئے گی، جام کی کمی نہ ہوگی

آدما[2] معنیِ دلبندم بجُوی
اے آدمؑ! میرے دل پسند معنیٰ کو تلاش کر

ترکِ قشر و صورتِ گندم بگوی
گیہوں کے چھلکے اور صورت کو چھوڑ

چونکہ ریگے آرد شُد بہرِ خلیل
جبکہ خلیل (اللہ) کے لئے ریت آٹا ہو گیا

دانکہ معزولست گندم اے نبیل
اے بزرگ! جان جا کہ گیہوں جداگانہ چیز ہے

صورت از بیصورت آمد در وجود
صورت، بے صورت سے وجود میں آئی ہے

ہمچناں کز آتشے زادست دُود
جیسے کہ دھواں آگ سے پیدا ہوا ہے

کمتریں عیبے مُصَوّر در خیال
خیال میں مصوّر (چیز) کا چھوٹا سا عیب یہ ہے،

چوں بپایے بینیش آرد مَلال
جب تو اُسکو پے در پے دیکھے گا وہ ملال پیدا کریگا

حیرتِ محض آردت بے صورتے
بے صورت تیرے اندر محض حیرت پیدا کرتا ہو

زادہ[3] صد گوں آلت از بے آلتے
بے آلہ سے سینکڑوں قسم کے آلے پیدا ہوتے ہیں

بے زدستے دستہا بافد ہمی
وہ بغیر ہاتھ کے ہاتھوں کو مرکب کرتا ہے

جانِ جاں سازد مُصوّر آدمی
رُوح الرّوح، آدمی کو مصوّر بناتی ہے

آنچناں کاندر دل از ہجر و وصال
جس طرح، ہجر اور وصال سے دل میں

می شود بافیدہ گوناگوں خیال
قسم قسم کے خیال مرکب ہوتے ہیں

---

[1] زیں۔ اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ تصویروں کے پیالوں سے پی کر مست نہ ہو۔ ورنہ تو بھی بُت تراش اور بُت پرست کی طرح ہو جائیگا جس کا تعلق محض صورت سے ہے۔ از قدحهای۔ بیشک ان صورتوں کا حُسن بھی شراب کی سی مستی پیدا کر دیتا ہے لیکن وہ حُسن اُن کا ذاتی نہیں ہے بلکہ مستعار حسن ہے تجھے اصل حُسن اور انکو حُسن عطا کرنے والے کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ سُوی۔ جس ذات نے اِن صورتوں کے جام میں شرابِ حُسن بھری ہے اُس کی طرف توجہ کر پھر تجھے قلبی واردات محسوس ہونگی۔ چوں رسد۔ جب وہ شرابِ عشق حاصل ہو جائیگی پھر تو کسی صورت کا پابند نہ رہے گا کائنات کا ذرہ ذرہ اُس کا مَظہر معلوم ہوگا۔

[2] آدما۔ حضرت آدمؑ کے واسطے سے بنی آدمؑ کو خطاب ہے کہ حقیقت کے طالب بنو اور صورت سے قطع نظر کرو۔ چونکہ۔ صورت بے معنیٰ ہے، گیہوں کی صورت نہ تھی حضرت ابراہیمؑ کو ریت سے آٹا حاصل ہوا۔ صورت۔ صورت کی علّت بے صورت ذات ہے لہذا توجہ کے قابل علّت ہے دھویں کی علّت آگ ہے لہذا وہ اصل ہے۔ کمتریں۔ صورت تو ایسی چیز ہے کہ اگر انسان کو مصور خیال بار بار آتا ہے تو وہ اُس سے تنگدل ہو جاتا ہے۔ حیرت۔ جب تو ذات سے صورت کی طرف توجہ کرے گا تو ملال نہیں بلکہ طبیعت میں حیرت پیدا ہوگی جو مزید توجہ اور کھوج کا سبب بنتی ہے ـــــــ

[3] زادہ۔ اُس بے آلت و بے صورت ذات سے ہزار ہا قسم کے صورت اور آلہ والے پیدا ہوتے ہیں لہذا وہ اصل ہے۔ بے زدستے۔ جو ذات ہاتھ سے مُنزّہ ہے اُس نے کروڑوں ہاتھ بنا دیئے روح الرُّوح (ذاتِ خداوندی) نے ادمی کو مُصوّر پیدا فرمایا تو اصل وہ ہے۔ آنچناں۔ غیر مُصوّر، مُصوّر میں اِس طرح موثر ہے جس طرح، ہجر و وصال طرح طرح کے خیالات کا مُصوّر ہے اور وہ خود غیر مُصوّر ہے۔

هیچ ماند این مؤثر با اثر ١ | هیچ ماند بانگ و نوحه با ضرر

یہ مؤثر اثر کے ساتھ کوئی مناسبت رکھتا ہے؟ | آواز اور رونا، رنج سے کوئی مشابہت رکھتا ہے؟

نوحه را صورت ضرر بی‌صورت است | دست خایند از ضررش نیست دست

رونے کی صورت ہے، رنج بے صورت ہے | لوگ اس رنج سے ہاتھ چباتے ہیں جسکے ہاتھ نہیں ہے

این مثل نالائق است ای مستدل | حیلهٔ تفهیم را جهد المقل

اے دلیل بیان کرنیوالے! یہ مثال مناسب نہیں ہے | سمجھانے کی تدبیر کیلئے، ایک نادار کی کوشش ہو

صنع بی‌صورت نگارد صورتے | تن بروید با حواس و آلتے

بے صورت کی کاریگری صورت بناتی ہے | جسم کو مع حواس اور آلات کے پیدا کرتی ہے

تا چه صورت باشد آن بر وفق خود ٢ | اندر آرد جسم را در نیک و بد

تاکہ اپنے موافق جو بھی صورت ہو | جسم کو اچھی اور بری میں لے آئے

صورت نعمت بود شاکر شود | صورت مهلت بود صابر شود

نعمت کی صورت ہو تو شکرگزار بنتا ہے | تاخیر کی صورت ہو تو صابر بن جاتا ہے

صورت رحمے بود شادان شود | صورت زخمے بود نالان شود

رحم کی صورت ہو تو وہ خوش ہوتا ہے | رنج کی صورت ہو تو وہ رنجیدہ ہوتا ہے

صورت شهرے بود گیرد سفر | صورت تیرے بود گیرد سپر

کسی شہر کی صورت ہو تو وہ سفر اختیار کرتا ہے | تیر کی صورت ہو تو وہ ڈھال سنبھالتا ہے

صورت خوبان بود عشرت کند ٣ | صورت غیبی بود خلوت کند

حسینوں کی صورت ہو تو عیش کرتا ہے | غیبی صورت ہو تو خلوت اختیار کرتا ہے

صورت محتاجی آرد سوی کسب | صورت بازو وری آرد به غصب

ضرورت کی صورت کمائی کی طرف لاتی ہے | قوتِ بازو کی صورت چھیننا پیدا کرتی ہے

این ز حد و اندازها باشد برون | داعی فعل از خیال گونه گون

یہ حد اور اندازوں سے باہر ہے | مختلف خیال سے کام کرانے والا

١ ہیچ۔ مؤثر اور اثر میں مشابہت ضروری نہیں ہے ضرر اور تکلیف رونے اور چلانے کا مؤثر ہے دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ نوحہ۔ نوحہ اور رونا ایک مصور چیز ہے اور ضرر ایک اضافی چیز ہے جو مصور نہیں ہے۔ دست۔ انسان رنج سے ہاتھ چباتا ہے ان دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ این مثل۔ حق تعالےٰ جو کہ مؤثر ہے اور کائنات جو کہ اس کا اثر ہے اس کی یہ مثالیں ناقص ہیں محض سمجھانے کیلئے ایک ایسے شخص کی کوشش ہے جو اس کی صحیح مثال دینے پر قادر نہیں ہو۔ صنع۔ ذات بے صورت یہ صورتیں مع حواس کے پیدا فرما دیتی ہے۔

٢ تاچه۔ اللہ نے ان صورتوں کو اس لئے بنایا ہے تاکہ وہ صورت اپنے مناسب حال انسانی جسم سے نیکی اور بدی کرے۔ صورتِ نعمت۔ اگر وہ نعمت کی صورت ہے تو جسم سے شکرگذاری کراتی ہے اگر وہ صورت مہلت اور دیر کی ہے تو انسانی جسم سے صبر کراتی ہے۔ صورتِ رحمے۔ اگر یہ صورت ہوتی ہے کہ اس پر کوئی رحم کرے گا تو وہ خوش ہوتا ہے رنج کی صورت ہو تو وہ نالاں ہوتا ہے۔ صورتے شہر۔ کسی شہر کی صورت ہو تو نتیجہ سفر ہوتا ہے اگر تیر کی صورت ہو تو ڈھال سنبھالتا ہے۔

٣ صورتِ خوباں۔ اگر خیال میں حسینوں کی صورت آتی ہے تو اُن سے خوش وقتی کرتا ہے۔ صورتِ غیبی۔ اگر غیبی تجلیات کی صورت خیال میں آتی ہے تو گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے۔ صورتِ محتاجی۔ کسی ضرورت اور احتیاج کی صورت آجاتی ہے تو کمائی کرتا ہے۔ صورتِ بازو۔ اپنی طاقت کی صورت خیال میں آتی ہے تو لوگوں کی چیزیں چھینتا ہے۔ این۔ یہ بات کہ قسم قسم کے خیالات فعل کے داعی بنتے ہیں شمار سے باہر ہے۔

بے[1] نہایت کیشہا و پیشہا
لامحدود مذاہب اور پیشے
— جملہ ظلِ صورتِ اندیشہا
سب خیالات کی صورت کا سایہ ہیں

بر لبِ بام ایستادہ قومِ خوش
(کوئی) قوم اچھی خاصی بالاخانہ پر کھڑی ہے
— ہر یکے را بر زمیں بیں سایہ اش
ہر ایک کا زمین پر سایہ دیکھ لے

صورتِ فکرست بر بامِ مشید
فکر کی صورت بلند بالاخانہ جیسی ہے
— واں عمل چوں سایہ بر ارکاں پدید
اور وہ عمل سایہ کی طرح اعضاء پر ظاہر ہے

فعل بر ارکان و فکرت مکتتم
عمل اعضاء پر ہے اور فکر پوشیدہ ہے
— لیک در تاثیر و وصلت دو بہم
لیکن تاثیر اور میل میں دونوں اکٹھے ہیں

آں صور در بزم کز جامِ خوشی ست
وہ صورتیں جو مجلس میں خوشی کے جام کی ہیں
— فائدہ او بیخودی و بیہشی ست
اُن کا نتیجہ بے خودی اور بیہوشی ہے

صورتِ مرد و زن و لعب و جماع
مرد اور عورت، اور مذاق اور ہمبستری کی صورت
— فائدہ اش بیہوشی وقتِ وقاع
جماع کے وقت اُس کا نتیجہ مدہوشی ہے

صورتِ[2] نان و نمک کاں نعمت ست
نان و نمک کی صورت جو نعمت ہے
— فائدہ اش آں قوتِ بیصورت ست
اُس کا نتیجہ بے صورت طاقت ہے

در مصاف آں صورتِ تیغ و سپر
میدانِ جنگ میں تلوار اور ڈھال کی صورت
— فائدہ اش بیصورتی یعنی ظفر
اُس کا اثر فتحمندی ہے جو بے صورت ہے

مدرسہ و تعلیق و صورتہای وے
مدرسہ اور متعلقات اور ان کی صورتیں
— چوں بدانش متصل شد گشت شے
جب علم سے وابستہ ہو گئیں وہ شئی بن گئیں (موجود ہو گئیں)

ایں صور چوں بندۂ بیصورت اند
یہ صورتیں، بے صورت اور غلام کی طرح ہیں
— پس چرا در نفیِ صاحب نعمت اند
تو انعام دینے والے کے انکار میں کیوں ہیں؟

پس[3] صور ہا بندۂ بیصورت اند
تو صورتیں بے صورت کی غلام ہیں
— پیشِ او رویند و در نفیِ او فتند
اُسکے سامنے آگئیں اور اُس کے انکار میں مبتلا ہو گئیں

ایں صور دارد ز بیصورت وجود
یہ صورتیں بے صورت سے وجود رکھتی ہیں
— چیست پس بر موجدِ خویشش جحود
تو اپنے وجود عطا کرنے والے سے انکا انکار کیا ہے؟

خود ازو یابد ظہور انکارِ او
اُس کا انکار خود اُسی سے موجود ہوتا ہے
— نیست غیر عکسِ خود ایں کارِ او
اُس کا یہ کام خود اُسکے عکس کے سوا کچھ نہیں ہے

---

[1] بے نہایت۔ دنیا کے مذہب اور پیشے بھی خیالات کی پیداوار ہیں۔ بر لبِ بام خیالات کے سبب ہونے کی اور افعال کے مسبب ہونے کی مثال یہ سمجھو کہ کچھ لوگ بالاخانہ پر ہوں اور اُن کا سایہ زمین پر پڑ رہا ہو۔ صورتِ فکر خیال کی صورت دماغ کے بالاخانہ پر ہے اور عمل سایہ کی طرح اعضاء پر ہے۔ بلکہ عمل کا تعلق اعضاء سے ہے اور خیال دماغ میں پوشیدہ ہے لیکن دونوں باہم جڑے ہوئے ہیں عمل کے ساتھ وہ خیال بھی موجود رہتا ہے۔ آں صور جام خوشی سے جو صورتیں پیدا ہوتی ہیں اُن کا اثر اور نتیجہ بیہوشی اور بے خودی ہے۔ صورت۔ مرد اور عورت اور جماع کے تصور سے جماع کے وقت مدہوشی طاری ہوتی ہے۔

[2] صورت۔ غذاؤں کی صورت کا نتیجہ بے صورت قوت ہے۔ در مصاف میدانِ جنگ میں تلوار اور ڈھال کی صورت کی علت غائی بے صورت کامیابی ہے۔ مدرسہ۔ مدرسہ اور اُس سے متعلقات کی صورتیں علم و دانش سے متعلق ہوئیں تو وہ بیصورت علم موجود ہو گیا۔ ایں صور جب یہ صورتیں ایک ذاتِ بیصورت کے تابع ہیں تو یہ صورتیں یعنی دہریئے اُس کے منکر کیوں ہیں۔

[3] پس صور ہا۔ یہ بیصورت جبکہ ان صورتوں کا سبب اور علت ہے تو اُس سے پیدا ہو کر اُسکی منکر کیوں ہیں۔ ایں صور۔ وہ بیصورت اِن صورتوں کا موجد ہے پھر یہ صورتیں اُس کا کیوں انکار کرتی ہیں۔ خود۔ منکر کا انکار خود اُس بیصورت کا اثر ہے تو پھر یہ منکر اُسکے وجود کا کیوں منکر ہے۔

صورتِ[۵۱] دیوار و سقفِ ہر مکاں — سایۂ اندیشۂ معمار داں

ہر مکان کی چھت اور دیوار کی صورت — معمار کے فکر کا سایہ سمجھ

گرچہ خود اندر محلِّ افتکار — نیست سنگ و چوب و خشتے آشکار

اگرچہ سوچنے کی جگہ میں — پتھر اور لکڑی اور اینٹ ظاہر نہیں ہیں

فاعلِ مُطلق یقیں بے صورت است — صورت اندر دستِ اُو چوں آلت است

فاعلِ مُطلق یقیناً بے صورت ہے — صورت اُس کے ہاتھ میں آلہ کی طرح ہے

گہ گہ آں بیصورت از کتمِ عدم — مر صُوَر را رُو نماید از کرم

کبھی کبھی وہ بے صورت پردۂ غیب سے — صورتوں (والوں) کیلئے کرم سے رُونمائی کردیتا ہے

تامدد گیرد ازو ہر صورتے — از کمال و از جمال و قدرتے

تاکہ ہر صورت اُس سے مدد حاصل کرے — کمال و جمال اور قدرت سے

باز بیصورت چو پنہاں کرد رُو — آمدند از بہرِ کد در رنگ و بُو

پھر جب بے صورت نے رُخ چھپا لیا — وہ لوگ بھیک کے لئے رنگ بو میں آگئے

صورتے[۵۲] از صورتِ دیگر کمال — گر بجوید باشد آں عینِ ضلال

ایک صورت دوسری صورت سے کمال — اگر ڈھونڈے وہ عین گمراہی ہوگی

جز مگر آں صورتے کاں شیرزاد — بابتِ ارشاد کردش از وداد

علاوہ اُس صورت کے جو اُس شیر نے پیدا کردی ہے — محبت نے اُس کو رہنمائی کے قابل کردیا

پس چہ عرضہ می کُنی اے بے ہُنر — احتیاجِ خود بمحتاجِ دِگر

تو اے بے ہنر! تو کیا پیش کرتا ہے — اپنی ضرورت دوسرے ضرورتمند کی طرف؟

چوں صُوَر بندست بر یزداں مگو — ظن مبر صورت بہ تشبیہش مجو

جبکہ صورتیں قید ہیں، خدا پر اطلاق نہ کر — صورت کا گمان نہ کر اُسکو تشبیہ کے ذریعہ تلاش کر

در تضرع[۵۳] جُو و در افنائے خویش — کز تفکر جز صُوَر ناید بہ پیش

زاری میں تلاش کر اور اپنے آپ کو فنا کرنے میں — کیونکہ سوچنے سے صورتوں کے علاوہ کچھ سامنے نہیں آئیگا

ور ز غیرِ صورتت نبوُد فرہ — صورتے کاں بے تو زاید در تو بہ

اگر تجھے بغیر صورت کے انبساط نہ ہو — تو جو صورت تیرے اندر بغیر تیرے پیدا ہو وہ بہتر ہے

---

۵۱ صورتِ دیوار۔ مکان کی صورت، یہ معمار کے خیال کا اثر ہے اگرچہ اُس معمار کے ذہن کے اندر مکان کے اجزاء موجود نہیں ہیں۔ فاعلِ مُطلق۔ تمام دلائل کا نتیجہ یہ ہے کہ اِن صورتوں کو پیدا کرنے والا بے صورت ہے اور یہ صورتیں اُس کیلئے بمنزلہ آلہ کے ہیں۔ گہ گہ۔ کبھی وہ بے صورت اپنی تجلیات بھی رونما کر دیتا ہے۔ تامدد گیرد۔ اُس تجلی سے مقصود کمال اور جمال اور قدرت کا افاضہ ہے۔ باز۔ پھر جب وہ تجلی غائب ہوجاتی ہے تو لوازمِ بشریت اُبھر آتے ہیں۔

۵۲ صورتے۔ کمال تو بیصورت سے حاصل کیا جاتا ہے ایک صورت دوسری صورت سے کمال کی طالب ہو تو گمراہی ہے۔ جز۔ ہاں اولیاء اللہ جن کو خدا نے رہنمائی کے لئے مُنتخب فرمایا ہے اُن سے کمال کی طلب کی جاسکتی ہے۔ پس۔ ورنہ صورت خود محتاج ہے اُس پر احتیاج کو پیش کرنا کونسی عقلمندی ہے۔ چوں صُوَر۔ جب صورتیں بے صورت کی غلام ہیں تو اُس بے صورت پر صورت کا گمان نہ کر اور مُشبّہ فرقہ کی طرح تشبیہوں کے ذریعہ اُس کی تلاش نہ کر۔

۵۳ در تضرع۔ اُس بیصورت کو صورتوں سے تلاش نہیں کیا جاسکتا بلکہ فنا اور تضرع و زاری کے ذریعہ تلاش کیا جاسکتا ہے اِسلئے کہ سوچنے اور تفکر سے صورتیں ہی خیال میں آتی ہیں اور وہ بے صورت ہے۔ ور۔ اگر مجاہدے سے بھی بغیر صورت کے اُس کا تصور نہیں ہوتا تو پھر تیرے تصور کئے بغیر جو اُس کی صورت سامنے آئے اُس سے سہارا پکڑ لے۔ فرہ۔ بوزن گرہ، انبساط و خوشی۔

صورتِ[51] شہرے کہ آنجا میروی | ذوقِ بیصورت کشیدت اے رَوی
اس شہر کی صورت تو جہاں جاتا ہے | اے سیراب! تجھے بیصورت ذوق نے کھینچا ہے

پس بمعنی میروی تا لامکاں | کہ خوشی غیرِ زمانست و مکاں
تو باطن میں تو لامکان میں جا رہا ہے | کیونکہ خوشی، غیر زمانی اور غیر مکانی ہے

صورتے یارے کہ سُوئے اُو شوی | از برای مُونسی اَش میروی
اس دوست کی صورت جس کی طرف تو جا رہا ہے | اس کی محبت کی وجہ سے تو جا رہا ہے

پس بمعنی سُوی بیصورت شُدی | گرچہ زاں مقصود غافل آمدی
پس در اصل تو بیصورت کی طرف جا رہا ہے | اگرچہ تو اس مقصود سے غافل ہے

پس حقیقت حق بُود معبودِ کُل | کز پے ذوق ست سیرانِ سُبل
تو درحقیقت اللہ (تعالےٰ) سب کا معبود ہے | کیونکہ راستوں کو طے کرنا ذوق کی وجہ سے ہے

لیک[52] بعضے رُو بسُوی دُم کردہ اند | گرچہ سَر اصلست سَر گم کردہ اند
لیکن بعض نے دم کی طرف رُخ کر لیا ہے | اگرچہ سَر اصل ہے، انھوں نے سَر کو گم کر دیا ہے

لیک آں سَر پیشِ ایں ضالان گم | می دہد دادِ سَرے از راہِ دُم
لیکن سَر، ان گمراہوں کے نزدیک گم ہے | وہ سَر کی عطا، دُم کے راستے سے عطا کر دیتا ہے

آں[53] ز سَر می یابد آں داد ایں ز دُم | قومِ دیگر پا و سَر کردند گُم
وہ سَر سے وہ عطا پاتا ہے، یہ دُم سے | دوسرے لوگوں نے پاؤں اور سَر گم کر دیا ہے

چونکہ گم شُد جملہ جملہ یافتند | از گم آمد سُوی کُل بشتافتند
چونکہ سب گم ہو گیا، انھوں نے سارا پا لیا | گم ہو جانے سے، وہ کُل کی جانب دوڑ پڑے

دیدنِ ایشاں در قصرِ آں قلعۂ ذات الصُّوَر نقشِ دُخترِ شاہِ چین و بیہوش شُدنِ ہر سہ و در فتنہ اُفتادن

اس تصویروں والے قلعہ کے قصر میں ان کا شاہِ چین کی لڑکی کی تصویر کو دیکھنا اور تینوں کا بے ہوش ہو جانا اور فتنہ میں پڑنا

[53] آں ز سَر: سَر سے مراد صفاتِ باری تعالیٰ ہیں یہ لوگ صفات کے ذریعہ فیض حاصل کرتے ہیں یہ درجہ خواص کا ہے۔ قومِ دیگر۔ اخص الخواص کا درجہ یہ ہے کہ وہ صرف ذات کی طرف توجہ رکھتے ہیں اور اس سے بلاواسطہ استفادہ کرتے ہیں۔ چونکہ۔ ان لوگوں نے نہ افعال کو مقصود بنایا نہ صفات کو بلکہ ذات کو مقصود بنایا لہٰذا ذاتِ باری تعالیٰ اُن کو حاصل ہوئی۔ دیدن۔ وہ تینوں شہزادے قلعہ ہوش رُبا میں پہنچ گئے اور انھوں نے شاہ چین کی لڑکی کی تصویر کو دیکھا اور بیہوش ہو گئے اور فتنہ میں مبتلا ہو گئے اور یہ جستجو شروع کر دی کہ یہ تصویر کس کی ہے۔

[51] صورت۔ پھر پہلے مضمون کی جانب عود کیا ہے کہ ذوق جو بیصورت ہے وہ تجھے شہر کی صورت کی طرف لے جاتا ہے۔ پس۔ اگرچہ بظاہر تو شہر کی صورت کی طرف جا رہا ہے لیکن حقیقتاً تو لامکانی اور لازمانی ذوق کی طرف جا رہا ہے۔ صورتے یارے۔ دوست کی صورت کی طرف جانے کی غایت اُنس و محبت ہے جو بیصورت ہے۔ پس بمعنی۔ دوست اور شہر کی طرف تیرا جانا ایک بیصورت کی وجہ سے اگرچہ تو اس سے غافل ہے۔ پس حقیقت۔ چونکہ ذوق کا مقصود ہونا پہلی مثالوں سے ثابت ہو گیا ہے تو یہ ثابت ہو گیا کہ درحقیقت اللہ تعالےٰ سب کا معبود ہے کیونکہ سب راستوں کا چلنا ذوق کی وجہ سے ہے۔ اور ذوق بخشی اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔

[52] لیک۔ اب اس معبود کے ساتھ بعض کا معاملہ تو یہ ہے کہ انھوں نے اللہ تعالےٰ کے توابع کی طرف رُخ کر رکھا ہے یعنی افعال باری تعالیٰ کی جانب توجہ کر رکھی ہے حالانکہ مقصود اس کی ذات ہے جو کہ وہ اصل ہے۔ آں سَر۔ ان کو بھی ذات سے استفادہ ہوتا ہے اور اُن کی توجہ بھی مقبول ہے۔ عبادتگذاروں کے مختلف مرتبے ہیں ایک تو وہ ہیں جن کی توجہ اور طلبِ حق، افعالِ حق کے ذریعہ اور واسطے سے ہے یہ درجہ عوام کا ہے دُم سے

و تفحص کردن کہ ایں صورت کیست

اور اس کی جستجو کرنا کہ یہ تصویر کس کی ہے؟

ایںؔ سخن پایاں ندارد آں گروہ　　صورتے دیدند باحُسن و شکوہ

اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، اُس گروہ نے　　ایک حسین اور شاندار تصویر دیکھی

خوب تر زاں دیدہ بُودند آں فریق　　لیک زیں رفتند در بحرِ عمیق

اُس فریق نے اُس سے زیادہ حسین دیکھے تھے　　لیکن اِس سے وہ گہرے دریا میں اُتر گئے

زانکہ افیوں شاں ازیں کاسہ رسید　　کاسہا محسوس و افیوں ناپدید

کیونکہ اُنہیں افیون اِس پیالہ سے پہنچی　　پیالے تو محسوس تھے اور افیون پوشیدہ تھی

کرد فعلِ خویش قلعہ ہُش رُبا　　ہر سہ را انداخت در چاہِ بلا

ہوش رُبا قلعہ نے اپنا کام کر دیا　　تینوں کو مصیبت کے کنوئیں میں ڈال دیا

تیرِ ؔ غمزہ دوخت دل را بیگماں　　الاماں یا ذا الاماں زیں بے اماں

ناز و انداز کے تیر نے اچانک اُن کا دل چھید ڈالا　　اے امن والے اِس بے پناہ سے پناہ دیجئے

قرنہارا صورتِ سنگے بسوخت　　آتشے در دین و دل شاں برفروخت

ساتھیوں کو پتھر کی مورتی نے جلا دیا　　اُن کے دین و دل میں آگ لگا دی

چونکہ رُوحانی بُود خود چوں بُود　　فتنہ اش ہر لحظہ دیگر گوں بُود

اگر وہ روح والی ہوتی تو کیا ہوتا؟　　اُس کا فتنہ ہر لحظہ دوسرے قسم کا ہوتا

عشقِ صورت در دلِ شہزادگاں　　چوں خلش میکرد مانندِ سِناں

شہزادوں کے دل میں تصویر کا عشق　　چونکہ بھالے کی طرح چبھ رہا تھا

اشکؔ می بارید ہر یک ہمچو میغ　　دست میخائید و می گفت اے دریغ

ہر ایک ابر کی طرح آنسو بہاتا تھا　　ہاتھ چباتا تھا اور کہتا تھا، ہائے افسوس

ما کنوں دیدیم شہ ز آغاز دید　　چند ماں سوگند داد آں بے ندید

ہم نے اب دیکھا، شاہ نے اوّل سے دیکھ لیا تھا　　اُس بے نظیر نے، ہمیں کتنی قسمیں دی تھیں

انبیا را حقِ بسیارست ازاں　　کہ خبر کردند از پایانِ ما

اسی وجہ سے انبیاء کے بہت حقوق ہیں　　کہ اُنھوں نے ہمارے انجام سے باخبر کر دیا ہے

کانچہ می کاری نرُوید جز کہ خار　　ویں طرف پرّی نیابی زو مطار

کہ جو کچھ تو بو رہا ہے بجز کانٹے کے کچھ نہ اُگے گا　　تو اِس طرف اُڑ رہا ہے اُس سے تو اُڑنے کی جگہ نہ پائے گا

ؔ۱ ایں سخن۔ یعنی طالب ذات کے مرتبہ کا ذکر۔ خوب تر۔ اِن شہزادوں نے ایک تصویر دیکھی جو حسین تھی اگرچہ وہ اُس سے بھی زیادہ حسین تصویریں دیکھ چکے تھے لیکن وہ اِس تصویر کو دیکھ کر عشق کے گہرے سمندر میں ڈوب گئے۔ زانکہ۔ حُسن کو افیون سے تشبیہ دی ہے، پیالہ سے مراد صورت ہے۔ کاسہا۔ صورتیں تو نظر آتی ہیں لیکن اُنکی افیون غیر محسوس ہے۔ کرد فعلِ خویش۔ غرضیکہ قلعہ ہوش رُبا نے اپنا کام کر دیا اور تینوں کو مصیبت میں پھنسا دیا۔

ؔ۲ تیرِ غمزہ۔ اُس حسین کے غمزے کے تیر نے اُن کے دل کو چھید دیا۔ الاماں۔ یہ تیر بے اماں ہے خدا اس سے پناہ دے۔ قرنہا۔ ساتھی یعنی تینوں شہزادے۔ صورتِ سنگے۔ یعنی شہزادی کا بُت۔ روحانی۔ جاندار۔ سِناں۔ بھالا۔

ؔ۳ اشک۔ وہ تینوں شہزادے رو رہے تھے۔ میغ۔ ابر۔ ما کنوں۔ جو مصیبت ہم نے اب دیکھی شاہ نے پہلے سے دیکھ لی تھی۔ ندید۔ نظیر۔ انبیاء۔ ہم پر انبیاء کے اسی لئے بے پناہ حقوق ہیں کہ اُنھوں نے ہمیں انجام سے باخبر کر دیا ہے۔ کانچہ۔ انبیاء نے بتا دیا ہے کہ نفسانی خواہش سے تم جو کام کرو گے اُس سے کانٹے اُگیں گے۔ ویں طرف۔ تیری رفتار

تخم[1] از مَن بَر کہ تا رَیعے دہد — باپَرِ من پَر کہ تیر آں سُو جہد

تو بیج مجھ سے لے جا تاکہ پیداوار دے — میرے پر سے پرواز کر تاکہ تیر اس جگہ جائے

تو ندانی واجبیِ آن وہست — ہَم تو گوئی آخر آں واجب بُدست

تو اس کی ضرورت کو نہ سمجھا اور وہ ہے — آخر میں تو بھی کہے گا، کہ وہ ضروری تھی

از توست امّا نہ ایں تو کہ تن ست — آں توئی کہ بَرتَر از ما و من ست

وہ "تو" ہی سے ہے لیکن نہ اس "تو" سے کہ جو جسم ہے — اُس "تو" سے جو "ما و من" سے برتر ہے

ایں توئی ظاہر کہ پنداری توئی — ہست اندر سُو و تو دَر بیسوئی

جس ظاہری "تو" کو تو "تو" سمجھتا ہے — یہ جہت میں ہے اور (وہ) "تو" بے جہت ہے

بر صَدف[2] لرزاں چرائی اے گہر — تویِ خود را نے مَلاں ہیداں شکر

اے موتی! تو سیپ پر کیوں لرزتا ہے؟ — اپنے "تو" کو تو نے نہ سمجھ، شکر سمجھ

توئی بیگانہ است با تو ایں توئی — تویِ خود دریاب و بگذر از دوئی

یہ توئی ایسی ہے جو تجھ سے بیگانہ ہے — اپنے "تو" کو حاصل کر لے اور دوئی سے گزر جا

توئی آخر سُوی توئی اوّلت — آمد است از بہر تنبیہ و صلت

تیرا آخری "تو" تیرے ابتدائی "تو" پر — آیا ہے تنبیہ اور وصل کے لئے

توئی[3] تو در دیگرے آمد دفیں — مَن غلامِ مَردِ خود بینِ چنیں

تیرا "تو" دوسرے میں مدفون ہے — میں ایسے خود بیں شخص کا غلام ہوں

آنچہ در آئینہ می بیند جواں — پیر اندر خِشت بیند پیش ازاں

جوان جو کچھ آئینہ میں دیکھتا ہے — شیخ اس سے پہلے اینٹ میں دیکھ لیتا ہے

زامرِ شاہِ خویش بیروں آمدیم — بالعنایاتِ پدر باغی شدیم

ہم اپنے بادشاہ کے حکم سے باہر ہو گئے — باپ کی مہربانیوں کے باغی ہو گئے

سہل دانستیم قولِ شاہ را — واں عِنایتہائے بے اَشباہ را

ہم نے بادشاہ کی بات کو معمولی جانا — اور اُن بے نظیر عنایتوں کو

نک در افتادیم در خندق ہمہ — کُشتہ و خستہ بلا بے ملحمہ

اب ہم سب خندق میں گر گئے — بغیر جنگ کے مصیبت کے مارے ہوئے اور زخمی

---

[1] تخم۔ انبیاء نے بتا دیا کہ ہمارے طریقہ پر عمل کرو اس سے فائدہ حاصل ہوگا ہمارے طریقہ پر چلو گے تو معیت کا تیر اس طرف ہی گر جائے گا تم تک نہ پہنچے گا۔ تو ندانی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان انبیاء کے اتباع کو ضروری نہیں سمجھتا حالانکہ ان کا اتباع ضروری ہے آخر میں اس کو سمجھے گا۔ از تو۔ انبیاء کے پر سے اڑنا خود انکے مخاطب کا ہی عمل ہے لیکن اے مخاطب تیرے "تو" ہونے کے دو حصے ہیں ایک "تو" تیرا بدن ہے دوسرا "تو" تیری روح ہے تو انبیاء کا اتباع جو نافع فعل ہے تیرے "تو" یعنی بدن کا فعل نہیں ہے بلکہ اُس "تو" کا فعل ہے جو تیری روح ہے وہ "ما و من" یعنی جسمی قیود سے بالاتر ہے۔ ایں توئی۔ جس "تو" کو تو "تو" سمجھ رہا ہے یعنی جسم، یہ تو جہات میں مقید ہے اور اصل "تو" روح، ہر جہت سے منزہ ہے۔

[2] بر صدف۔ تو جسم کی تباہی سے لرزتا ہے حالانکہ یہ سیپ ہے اور اصل "تو" تیری روح ہے جو موتی ہے اصل "تو" کو گھٹے یعنی جسم کو نہ سمجھ بلکہ جا نسیں شکر یعنی روح ہے اسکو سمجھ۔ ایں توئی۔ جسم کا "تو" ہونا پرائی چیز ہے تو اپنے آپ تک پہنچ جو کہ روح ہے اور اس دوئی کو یعنی جسم کو روح کے ساتھ جوڑنے کو چھوڑ دے۔ توئی آخر یعنی روح۔ توئی اول جسم جسکا ذکر پہلے کیا ہے —

[3] توئی۔ تیری روح تیرے جسم میں چھپ گئی ہے میں اُس کا غلام ہوں جو خود کو یعنی روح کو دیکھ لے۔ آنچہ۔ شہزادوں نے کہا ہم نے جو اب دیکھا وہ ہمارے بوڑھے باپ نے پہلے ہی دیکھ لیا تھا خِشت یعنی لوہے کا ٹکڑا جس سے آئینہ بنایا جاتا ہے۔ ز امر۔ ہم خدا کے حکم کے اندر نہ رہے۔ ملحمہ۔ جنگ۔

تکیہ بر عقلِ خود و فرہنگِ خویش [١]
اپنی عقل اور اپنی دانائی پر بھروسہ

بُود ماں تا ایں بلا آمد بہ پیش
ہیں ہوا، حتیٰ کہ یہ مصیبت سامنے آگئی

بے مرض دیدیم خویش و بے رِقّ
بغیر مرض اور بغیر غلامی کے ہم نے اپنے آپکو سمجھا

آنچناں کہ خویش را بیمار دق
جیسا کہ دق کا بیمار اپنے آپ کو

علتِ پنہاں کنوں شد آشکار
چھپی ہوئی بیماری اب کھُل گئی

بعد ازاں کہ بند گشتیم و شکار
اس کے بعد کہ ہم قیدی اور شکار ہو گئے

سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق
رہبر کا سایہ، ذکرِ حق سے بہتر ہے

یک قناعت بہ کہ صد لوت و طبق
سینکڑوں کھانوں اور طباقوں سے ایک قناعت بہتر ہے

در قناعت خواندہ باشی اے حسن
اے حسن! تو نے قناعت کے بارے میں پڑھا ہوگا

ذکرِ ذکرِ حق و ذکرِ بوالحسن [٥٢]
حق کے ذکر کا تذکرہ اور ابوالحسن کا تذکرہ

چشمِ بینا بہتر از سہ صد عصا
بینا آنکھ تین سو لاٹھیوں سے بہتر ہے

چشم بشناسد گہر را از حصا
آنکھ موتی کا اور کنکری کو شناخت کر لیتی ہے

در تفحص آمدند از اندہاں
غموں کی وجہ سے جستجو میں پڑے

صورت کہ بُود عجب ایں در جہاں
دنیا میں یہ عجیب تصویر کس کی ہے؟

بعد بسیارِ تفحص در مَسِیر
سفر کے دوران میں بہت جستجو کے بعد

کشف کرد آں راز را شیخِ بصیر
ایک صاحب بصیرت شیخ نے راز کو واضح کر دیا

نز طریقِ گوش بل از وحیِ ہوش [٥٣]
کان کے راستہ سے نہیں، بلکہ ہوش کی وحی کے ذریعہ

راز ہا بُد پیشِ اُو بے رُوی پوش
اُس کے لئے راز بغیر پردے کے تھے

گفت نقشِ رشکِ پروین ست ایں
اُس نے کہا یہ پروین کے (لئے باعثِ) رشک کی تصویر ہے

صورتِ شہزادۂ چین ست ایں
یہ چین کی شہزادی کی تصویر ہے

دخترے دارد شہِ چیں بیہمال
شاہِ چین ایک بے مثال لڑکی رکھتا ہے

در بہاؤ در کمال و در جمال
خوبی میں اور کمال میں اور حسن میں

ہمچو جان و چوں پری پنہاں ست اُو
وہ پری اور جان کی طرح پوشیدہ ہے

در مکتّم پردۂ ایوان ست اُو
وہ قلعہ کے چھپانے والے پردے میں ہے

لہ تکیہ۔ ہم نے اپنی عقل اور سمجھ پر گھمنڈ کیا اور نصیحت نہ سُنی۔ بے مرض۔ ہم اپنے آپکو مرض اور مرض کی غلامی سے آزاد سمجھتے تھے۔ علت۔ ہم اپنی خام کاری کو اب سمجھے جبکہ پھنس گئے۔ سایۂ رہبر۔ شیخ کی صحبت سے خلوص اور استعداد پیدا ہوتی ہے جو ذکر اللہ کے نافع ہونے کی شرط ہے اور شرط پر عمل سے پہلے مشروط پر عمل اچھا نہیں ہے جس طرح کہ وضو اور نماز بغیر وضو کے نماز سے وضو کی مشغولیت بہتر ہے یک قناعت۔ شیخ کی صحبت قناعت اور صبر پیدا کر دے گی جو مجذوب کے لئے ذکر کے ہزاروں کھانوں سے زیادہ مفید ہے۔

٥٢ بوالحسن حضرت ابوالحسن خرقانی رح کو ذکر سے اُسوقت فائدہ پہنچا جبکہ انھوں نے حضرت بایزید بسطامی رح کی قبر کی صحبت حاصل کر لی یہ قصہ پہلے گذر چکا ہے۔ چشمِ بینا۔ شیخ کو چشمِ بینا حاصل ہے اور تجھے صرف ذکر کی لاٹھی کا سہارا حاصل ہے۔ حصا۔ کنکری۔ در تفحص۔ شہزادے جب اس بُت کے عشق میں مبتلا ہو گئے تو جستجو شروع کی کہ یہ کس حسینہ کا بُت ہے۔ شیخ بصیر۔ کوئی ایسے بزرگ تھے جن کو قلبی بصیرت حاصل تھی۔

٥٣ نز۔ یہ بات انھوں نے کسی سے سنی نہ تھی بلکہ کشف کے طور پر ان کو معلوم ہو گئی تھی۔ گفت۔ اُن بزرگ نے بتایا کہ یہ بُت چین کے شاہ کی لڑکی کا ہے جو اس قدر حسین ہے کہ اُس پر پروین بھی رشک کرتی ہے۔ دخترے۔ شاہِ چین کی وہ لڑکی حسن و جمال میں بے مثال ہے۔ ہمچو۔ وہ پری اور روح کی طرح مخفی ہے اور قلعے کے پردوں میں رہتی ہے۔

سوئیِ او[۵۱] نے مرد رہ دارد نہ زن — شاہ پنہاں کردہ او را از فِتن

اس کی جانب نہ مرد راستہ رکھتا ہے، نہ عورت — شاہ نے اُس کو فتنوں سے چھپا رکھا ہے

غیرتے دارد مَلِک بر نامِ او — کہ نپرّد مرغ ہم بر بامِ او

اس کے نام پر بھی، شاہ کو اس قدر غیرت آتی ہے — کہ اُس کے بالاخانے پر پرندہ بھی پر نہیں مارتا ہے

وایِ آں دل کش چنیں سودا فتاد — ہیچکس را ایں چنیں سودا مباد

اُس دل کی شامت ہے جس کو ایسا عشق لگا — خدا کرے ایسا عشق کسی کو نہ ہو

ایں سزایِ آنکہ تخمِ جہل کاشت — واں نصیحت را کساد و سہل داشت

یہ اُس کی سزا ہے جس نے نادانی کا بیج بویا — اور اُس نے نصیحت کو کھوٹا اور معمولی سمجھا

اعتمادے[۵۲] کرد بر تدبیرِ خویش — کہ برم من کارِ خود با عقل پیش

اُس نے اپنی تدبیر پر بھروسہ کیا — کہ میں اپنا کام عقل سے چلا لوں گا

نیم ذرّہ زاں عنایت بہ بُوَد — کہ ز تدبیرِ خرد سہ صد رَصَد

اُس توجہ کا آدھا ذرّہ بہتر ہے — جس کے ذریعہ عقل کی تدبیر میں تین سَو گنا حفاظت ہو

ترکِ مکرِ خویشتن گیر اے امیر — پا بکش پیشِ عنایت خوش بمیر

اے امیر! تو اپنی تدبیر کو چھوڑ — توجہ کے سامنے پاؤں بڑھا، خوشی سے جان دیدے

ایں[۵۳] بقدرِ حیلۂ معدو نیست — زیں حیل تا تو نمیری سود نیست

یہ گِنے چُنے حیلوں کی بقدر نہیں ہے — جب تک تو فنا نہ ہوگا ان تدبیروں سے فائدہ نہیں ہے

تا نمیری سود کے خواہی رُبود — رو بمیر و بہرہ بردار از وجود

جب تک تو فنا نہ ہوگا، فائدہ کہاں اُٹھائیگا؟ — جا فنا ہو جا، وجود سے فائدہ اُٹھالے

حکایت صدرِ جہانِ بخاری کہ ہر سائلے کہ بزبان بخواستے

صدرِ جہاں بخاری کی حکایت، کہ جو سائل زبان سے مانگتا اس کے عام

از صدقۂ عامِ او محروم شدے و آں دانشمند درویش بفراموشی

صدقے سے محروم ہو جاتا اور اُس عقلمند درویش نے بھول کر اور

و تعجیل بزبان خواست و صدرِ جہاں روی از و بگردانید

جلدی میں زبان سے مانگ لیا اور صدرِ جہاں نے اُس سے منہ پھیر لیا

و او ہر روز حیلۂ نو ساختے و خود را گاہ زن کردے

اور وہ ہر روز ایک نیا حیلہ کرتا اور اپنے آپ کو کبھی چادر کے اندر عورت بناتا

---

۵۱ سُوئیِ او۔ اُس کے پاس نہ مرد جا سکتا ہے نہ عورت شاہ نے اُس کو فتنوں سے بچا رکھا ہے۔ غیرتے۔ اگر کوئی اُس کا نام بھی لے تو شاہ کو غیرت آتی ہے اُس کے بالا خانے پر چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی۔ وائی۔ مولانا فرماتے ہیں ایسی معشوقہ کا عشق خدا کرے کسی کو نہ ہو جس کا حصول ناممکن ہو۔ ایں۔ یہ مبتلائے عشق اسی کی سزا ہے۔ جو نادانی سے کام کرے اور بزرگوں کی نصیحت کو معمولی اور کھوٹا سمجھے۔

۵۲ اعتمادے۔ جو شخص محض اپنی تدبیر پر گھمنڈ کرے اور یہ سمجھے کہ میں خود اپنا کام چلا لوں گا اور مجھے شیخ کی ضرورت نہیں ہے۔ نیم ذرہ۔ شیخ کی تھوڑی سی توجہ اپنی سیکڑوں تدبیروں سے بہتر اور نافع ہے۔ ترک۔ اپنی تدبیر کو ترک کر کے شیخ کی توجہ کی طرف چل پڑ اور اُس کے سامنے اپنے آپ کو فنا کر دے۔

۵۳ ایں۔ شیخ کی توجہ تیری گنی چُنی تدبیروں سے بہت زیادہ مُفید ہے جب تک تو شیخ میں اپنے آپ کو فنا نہ کر دے گا یہ تدبیریں مُفید نہ ہوں گی۔ حکایت۔ اس حکایت سے بھی یہ بتانا ہے کہ اُس سائل نے صدرِ جہاں کے سامنے بہت سی تدبیریں کیں لیکن عطا حاصل نہ کر سکا جب مُر کر دکھایا تو عطا مل گئی۔

زیرِ چادر گاہ نابینا و گاہ رُوی خود بہ بستے او بفراستش بشناختے

اور کبھی اندھا اور کبھی اپنا چہرہ چھپا لیتا اور وہ اس کو ذہانت سے پہچان لیتا

در بخارا خُوی آں صدرِ اجل ۱ | بُود با خواہندگاں حُسنِ عمل
بخارا میں، اُس صدرِ اعظم کی عادت | تھی سائلوں کے ساتھ بہتر سلوک۔

دادِ بسیار و عطای بے شمار | تا بشب بُودے ز جود ش زر نثار
بہت بخشش اور بے شمار عطا | رات تک اُس کی سخاوت سے سونا نثار ہوتا

زر بکاغذ پارہا پیچیدہ بُود | تا وجود ش بُود می افشاند جُود
سونے کو کاغذ کے پرزوں میں لپیٹ لیتا | جب تک وہ رہتے سخاوت کرتا رہتا

ہمچو خورشید و چو ماہِ پاکباز ۲ | آنچہ گیرند از ضیا بدہند باز
پاکباز سورج اور چاند کی طرح | کہ وہ جو کچھ روشنی حاصل کرتے ہیں دیدیتے ہیں

خاک را زر بخش کہ بُود آفتاب | زر ازو در کان و گنج اندر خراب
مٹی کو سونا بخشنے والا کون ہوتا ہے؟ سورج | سونا کان میں اور خزانہ ویرانہ میں اسکی وجہ سے ہے

ہر صباحے یک گرہ را راتبہ | تا نماند اُمتے زو خائبہ
ہر صبح کو ایک (الگ) گروہ کا وظیفہ تھا | تاکہ کوئی جماعت اُس سے محروم نہ رہے

مُبتلایاں را بُدے روزے عطا ۳ | روزِ دیگر بیوگاں را آں سخا
ایک دن بیماروں کو بخشش ہوتی | دوسرے دن وہ سخاوت بیواؤں کیلئے ہوتی

روزِ دیگر بر علویانِ مُقِل | با فقیہانِ فقیرِ مُشتغِل
ایک دن نادار علویوں پر | (دوسرے دن) فقیر طالبعلموں کیساتھ مشغول (ہوتی)

روزِ دیگر بر تہیدستانِ عام | روزِ دیگر بر گرفتارانِ وام
ایک روز عام مُفلسوں پر | دوسرے دن قرضداروں پر

روزِ دیگر بر یتیمِ بے پدر | روزِ دیگر بر اسیرِ حبسِ در
ایک روز بے باپ کے یتیموں پر | ایک دن قیدخانہ میں قیدیوں پر

روزِ دیگر بہرِ ابناء السبیل | روزِ دیگر مر مُکاتب را کفیل
ایک روز مسافروں کے لئے | ایک روز مُکاتب کا کفیل ہوتا

شرطِ او بُود آں کہ کس با زباں | زر نخواہد ہیچ و نکشاید دہاں
اُس کی شرط یہ تھی کہ کوئی اُس سے زبان سے | کبھی مال نہ مانگے اور لب کشائی نہ کرے

۵۱ در بخارا۔ بخارا میں ایک صدرِ اعظم تھا اور وہ سائلوں سے بہتر سلوک کرتا تھا۔ داد۔ بہتر سلوک یہ تھا کہ بہت عطا کرتا تھا اور دن بھر اُن پر سونا نثار کرتا رہتا تھا۔ زر۔ سونے کی پڑیاں بنائے رکھتا اور جب تک وہ رہتیں دیتا رہتا۔

۵۲ ہمچو خورشید۔ سورج اور چاند کو اللہ تعالٰے جو روشنی عطا کرتا ہے وہ دوسروں کو عطا کر دیتے ہیں۔ خاک را۔ کان میں سونا اور ویرانہ میں خزانہ سورج کی عطا ہے۔ ہر صباحے۔ جو لوگ خیرات کے مستحق ہیں اُنہیں سے ہر قسم کے لوگوں کا ایک ایک دن مقرر کر رکھا تھا۔ راتبہ۔ مقرر روزینہ۔ خائبہ۔ محروم۔

۵۳ مُبتلایاں۔ مریض لوگ۔ علویاں۔ حضرت علی رض کی وہ نسل جو حضرت فاطمہ رض کے پیٹ سے نہیں ہے۔ مُقِل۔ نادار۔ فقیہاں۔ طلبہ۔ تہیدستاں۔ فقراء۔ گرفتارانِ وام۔ مقروض لوگ۔ روزِ دیگر۔ ایک روز یتیموں کا تھا۔ حبسِ در۔ در حبس۔ ابناء السبیل۔ مسافر۔ مُکاتب۔ وہ غلام جس کو آقا نے کہہ دیا ہو کہ تو اس قدر رقم ادا کر دیگا تو آزاد ہے۔ شرط۔ لیکن اس کے دینے کی شرط یہ تھی کہ سائل زبان سے کچھ نہ مانگے۔

لیک خامُش بر حوالیِ رہش ‏ ‏ ایستادہ مُفلساں دیوار وش

لیکن اُس کے راستے کے اطراف میں خاموش ‏ ‏ مفلس، دیوار کی طرح کھڑے ہو جاتے

ہرکہ کردے ناگہاں بالب سؤال ‏ ‏ زُو نبُردے زیں گنہ یک حبّہ مال

جو شخص اتفاق سے منہ سے سوال کرتا ‏ ‏ وہ اُس سے اِس خطا کی وجہ سے مال کا ایک حبہ نہ لے سکتا

مَن صَمَتَ مِنکُم نَجَا بُد یاسہ اَش ‏ ‏ خامُشاں را بُود کیسہ و کاسہ اَش

اُس کا قانون تھا "جو تم میں سے خاموش رہا اُس نے نجات پائی" ‏ ‏ اُس کی تھیلی اور پیالہ خاموشوں کے لئے تھا

بر نکوشی داشت عشق و تاسہ اَش ‏ ‏ بر خموشی بُود عشق و یاسہ اَش

کوشش نہ کرنے پر اپنا عشق اور بے قراری رکھتا تھا ‏ ‏ اُس کا عشق اور قانون خاموشی پر تھا

نادراً روزے یکے پیرے بگفت ‏ ‏ دہ زکاتم کہ منم با جوعِ[۵۲] جُفت

اتفاقاً ایک روز ایک بوڑھے نے کہا ‏ ‏ مجھے زکوٰۃ دیدے میں بھوک سے دوچار ہوں

منع کرد از پیر و پیر شس جد گرفت ‏ ‏ ماند خلق از جدِ پیر اندر شگفت

اسنے بڈھے کو منع کیا اور بڈھے نے سلسل اصرار شروع کردیا ‏ ‏ لوگ بڈھے کے اصرار سے تعجب میں تھے

گفت بس بے شرم پیری اے پدر ‏ ‏ پیر گفت از مَن توئی بے شرم تر

اُس نے کہا اے باوا! تو بہت بے شرم بوڑھا ہے ‏ ‏ بوڑھے نے کہا تو مجھ سے زیادہ بے شرم ہے

کایں جہاں خوردی و خواہی توز طمع ‏ ‏ کاں جہان با ایں جہاں گیری بجمع

تو اِس جہان کو کھا گیا اور لالچ سے چاہتا ہے ‏ ‏ کہ اُس جہان کو اِس جہان کے ساتھ جمع کرلے

خندہ[۵۳] اَش آمد مال داد آں پیر را ‏ ‏ پیر تنہا بُرد آں توفیر را

اُس کو ہنسی آگئی اُس بوڑھے کو مال دے دیا ‏ ‏ اُس تمام مال کو بوڑھا تنہا لے گیا

غیر آں پیر آنچہ خواہندہ اَزُو ‏ ‏ نیم حبّہ زر ندید و نے تسو

بجز اُس بوڑھے کے کسی مانگنے والے نے اُس سے ‏ ‏ نہ آدھا حبّہ سونا دیکھا اور نہ کوڑی

نوبت و روزِ فقیہاں ناگہاں ‏ ‏ یک فقیہ از حرص آمد در فغاں

اچانک فقیہوں کے دن اور باری میں ‏ ‏ لالچ سے ایک فقیہ فریاد کرنے لگا

کرد زاریہا بسے چارہ نبُود ‏ ‏ گفت ہر نوعے نبُودش ہیچ سُود

اُس نے بہت زاری کی مفید نہ ہوئی ‏ ‏ ہر قسم کی بات کہی اُس کو کوئی فائدہ نہ ہوا

روزِ دیگر بار کو پیچیدہ پا ‏ ‏ با گتس اندر صف قومِ مبتلا

کسی دن پاؤں کو چیتھڑوں میں لپیٹے ہوئے ‏ ‏ پاؤں کو گھسیٹتا ہوا مریضوں کی صف میں

---

۵۱ ہر کہ۔ جو سائل زبان سے مانگ بیٹھتا وہ اُس بخشش سے محروم رہتا۔ من صمت وہ اِس قانون "جو چپ رہا اس نے نجات پائی" پر سختی سے عامل تھا۔ یاسہ۔ قانون۔ تاسہ۔ بے قراری۔ کیسہ۔ تھیلی۔

۵۲ با جوع جفت۔ یعنی بھوکا ہوں۔ گفت۔ صدر جہاں نے کہا اے بوڑھے تو بہت لالچی ہے میرے منع کرنے سے بھی نہیں ٹل رہا ہے۔ پیر گفت۔ بوڑھے نے صدر جہاں سے کہا تو مجھ سے بھی زیادہ لالچی ہے۔ کایں۔ تونے دنیا کی دولتیں اور مزے حاصل کرلئے پھر بھی پیٹ نہیں بھرتا اب آخرت کی دولتیں لوٹ رہا ہے۔

۵۳ خندہ اش۔ اِس لطیفہ پر صدر جہاں کو ہنسی آگئی اور اُس کو بہت سا مال دیدیا۔ حبّہ۔ لاڑھی کی بقدر وزن یعنی رتی۔ تسو دو رتی۔ فقیہاں۔ فقہ پڑھنے والے طالب علم۔ کرد۔ اُس طالب علم نے بہت عاجزی کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بارکو۔ پھٹا پرانا چیتھڑا مبتلا۔ مریض۔

تختہا بر ساق بست از چپ و راست
دائیں اور بائیں چپٹیاں پنڈلی پر باندھیں

تا گماں آید کہ اُو اِشکستہ پاست
تاکہ خیال ہو کہ وہ لنگڑا ہے

دیدش و بشناختش چیزے نداد
اُس کو دیکھا اور پہچان لیا اور کچھ نہ دیا

روزِ دیگر رُو بپوشید از لباد
اس نے کسی دن نمدہ سے مُنہ چھپایا

تا گماں آید کہ نابیناست اُو
تاکہ خیال ہو کہ وہ اندھا ہے

درمیانِ اَعمیاں برخاست اُو
وہ اندھوں کے درمیان کھڑا ہوگیا

ہم بدانستش ندادش آں عزیز
اُس عزیز نے اُسکو پھر بھی پہچان لیا اور اُسکو نہ دی

از گناہ و جرمِ گفتن ہیچ چیز
کوئی چیز، کہنے کی خطا اور جرم کی وجہ کر

چونکہ عاجز شُد ز صد گونہ مکید
جب وہ سیکڑوں قسم کے حیلوں سے عاجز آگیا

چوں زناں اُو چادرے بر سر کشید
اُس نے عورتوں کی طرح سر پر چادر اوڑھی

درمیانِ بیوگاں رفت و نشست
بیوہ عورتوں کے درمیان میں چلا گیا، اور بیٹھ گیا

سر فرو افگند و پنہاں کرد دست
سر جھکا لیا اور ہاتھ چھپا لیا

ہم شناسیدش ندادش صدقہ
پھر بھی وہ اُسکو پہچان گیا اُسکو کوئی خیرات نہ دی

در دلش آمد ز حرماں حُرقہ
اُس کے دل میں محرومی سے جلن ہوئی

رفت اُو پیشِ کفن خواہے پگاہ
وہ صبح کو ایک کفن کے بھکاری کے پاس گیا

کہ بہ پیچم در نمد نہ پیشِ راہ
کہ مجھے نمدے میں لپیٹ دے، راستہ پر رکھدے

ہیچ مکشا لب نشین و می نگر
ہونٹ بالکل نہ کھول، بیٹھا رہ اور دیکھتا رہ

تا کُند صدرِ جہاں زیں جا گذر
جب تک صدرِ جہاں اِس جگہ سے گذرے

بو کہ بیند مُردہ پندارد بظن
ہوسکتا ہے کہ وہ دیکھے اور مُردہ خیال کرکے

زر دراندازد پئے وجہِ کفن
کفن کے خرچ کے لئے سونا پھینک دے

ہر چہ بدہد نیم آں بدہم بتو
وہ جو کچھ دے گا اُسمیں سے آدھا تجھے دیدونگا

ہمچناں کرد آں فقیرِ حیلہ جُو
اُس حیلہ جو فقیر نے ایسا ہی کیا

در نمد پیچید و در راہش نہاد
اُسکو نمدے میں لپیٹا اور راستہ پر رکھدیا

مَعبرِ صدرِ جہاں آنجا فتاد
صدرِ جہاں کا اُس جگہ سے گذر ہوا

زر دراندازید بر روئ نمد
اُس نے نمدے پر سونا ڈال دیا

دست بیروں کرد از تعجیل خود
اُس نے خود جلدی سے ہاتھ باہر کردیا

لہ تختہا۔ پاؤں پر لکڑی کے ٹکڑے اِس طرح باندھکر آیا جیسے کہ پاؤں ٹوٹ گیا ہے۔ لباد۔ نمدہ۔ تاگماں۔ تمز نمدے میں اِس لئے لپیٹا کہ اُس کو اندھا سمجھا جائے۔ اعمیان۔ اندھے۔ جرمِ گفتن۔ اُس کا قصور یہ تھا کہ اُس نے زبان سے مانگا تھا چونکہ وہ طالب علم جب اور تدبیروں سے کامیاب نہ ہوا تو چادر اوڑھکر بیواؤں میں جا بیٹھا سر جھکا لیا اور ہاتھ چھپا لیا تاکہ پہچان میں نہ آئے۔

لہ ہم۔ اُس صدرِ جہاں نے پھر بھی اُس کو پہچان لیا اور اُس طالب علم کا محرومی سے دل جلنے لگا۔ رفت۔ وہ طالب علم ایک شخص کے پاس گیا جو کفن کے لئے چندہ جمع کیا کرتا تھا اور کہا کہ مجھے ایک نمدے میں لپیٹ کر مُردے کی طرح راستہ کے کنارے پر رکھکر بیٹھ جا۔ ہیچ۔ زبان سے کچھ نہ کہنا ورنہ صدرِ جہاں اپنی عادت کے مطابق کچھ نہ دے گا۔

لہ بو کہ۔ ایسا ہوسکتا ہے کہ وہ مجھے مُردہ سمجھکر کفن کے لئے کچھ دیدے۔ ہرچہ۔ وہ جو کچھ دیگا آدھا تیرا اور آدھا میرا ہوگا۔ در نمد۔ کفن کے بھکاری نے ایسا ہی کیا۔ مَعبر۔ گذرگاہ، گذر۔ زر۔ صدرِ جہاں نے نمدے پر کچھ رکھا تو اُس طالب علم نے جلدی سے نمدے سے ہاتھ باہر نکالا۔

تا نگیرد آں کفن خواہ آں صِلہ — تا نہاں نکُند از و آں دہ دِلہ[1]

تاکہ وہ عطیہ وہ کفن مانگنے والا نہ لے لے — تاکہ وہ پریشان آدمی اُس کو اُس سے نہ چُھپالے

مُردہ از زیرِ نمد بر کرد دست — سَر بُروں آمد پئے دستش زپست

مُردے نے نمدے کے نیچے سے ہاتھ باہر کردیا — ہاتھ کے بعد اُس نے نیچے سے سَر باہر نکالا

گفت با صدرِ جہاں چوں بستدم — اے ببستہ بَر مَن ابوابِ کرم

صدرِجہاں سے کہا میں نے کیسا وصول کیا؟ — اے وہ کہ جس نے میرے اوپر کرم کے دروازے بند کردیئے تھے

گفت لیکن تا نمُردی اے عنُود — از جنابِ من نبُردی ہیچ سُود

اُس نے کہا اے سَرکش! لیکن جبتک تو مر نہ گیا — میرے دربار سے تونے کوئی فائدہ نہ اٹھایا

سِرِ مُوتُوا قَبلَ مَوتٍ ایں بُوَد — کز پسِ مُردن غنیمتہا رَسد

"تم موت سے پہلے مرو" کا راز یہ ہے — کہ مرنے کے بعد غنیمتیں آتی ہیں

غیرِ[2] مُردن ہیچ فرہنگِ دگر — دَر نگیرد با خدا اے حیلہ گر

مرنے کے علاوہ دوسری ہوشیاری — اے حیلہ گر! خدا کے دربار میں اثر نہیں کرتی ہے

یک عنایت بہ ز صد گوں اجتہاد — جہد را خوف ست از صد گوں فساد

ایک عنایت سیکڑوں قسم کی کوششوں سے بہتر ہے — کوشش میں سَو قسم کے فساد کا ڈر ہے

واں عنایت ہست موقوفِ ممات — تجربہ کردند ایں رہ را ثِقات

اور وہ عنایت مرنے پر موقوف ہے — معتبر لوگوں نے اِس راستہ کا تجربہ کرلیا ہے

بلکہ مرگش بے عنایت نیز نیست — بے عنایت ہاں و ہاں جائے مایست

بلکہ اُس کی موت بھی مہربانی کے بغیر نہیں ہے — خبردار، خبردار بے عنایت کے کسی جگہ نہ ٹھہر

آں زمرد باشد ایں افعی پیر — بے زمُرّد کے شوَد افعیٰ ضَریر

وہ اِس بوڑھے سانپ کا زمرد ہے — بغیر زمرد کے سانپ کب اندھا ہوتا ہے؟

حکایت[3] آں دو برادر یکے کوسہ و یکے اَمرد در عزب خانہ

اُن دو بھائیوں کی حکایت جو ایک چگی داڑھی والا اور ایک بغیر داڑھی کا تھا وہ ایک رات

بخفتند شبے اتفاقاً اَمرد خشتے چند بر درِ مَقعدِ خود انبار

اتفاقاً مردانہ مکان میں سو گئے بغیر داڑھی والے نے اپنی مقعد کے در پر اینٹوں کا ڈھیر

کرد و عاقبت دَبّاب دب آورد و آں خشتہا را بحیلہ از

لگالیا اور انجام کار مُغلِم نے اغلام کیا اور اُس نے اِن اینٹوں کو تدبیر سے

---

[1] دہ دِلہ۔ متردد انسان۔ مُردہ۔ اُس طالب علم نے پہلے ہاتھ نکالا پھر اس نمدے کے نیچے سے سَر بھی نکالا۔ گفت۔ پھر صدرِ جہاں سے کہا دیکھ میں نے کیسا وصول کیا۔ اے عنود۔ صدرِ جہاں نے جواب میں کہا جب تک تو مَر نہ گیا مجھ سے نہ لے سکا انکار تو تجھے دینے سے کیا تھا۔ سِرِّ مُوتُوا۔ اِس مقولہ مَرنے سے پہلے مرجاؤ کا راز اب ہم سمجھے کہ مرنے کے بعد انعام اور عطیہ حاصل ہوتا ہے۔

[2] غیرِ مُردن۔ خدا کی جناب میں بھی جب تک فنا نہ حاصل کروگے اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی۔ یک عنایت۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک جذب سیکڑوں مجاہدوں سے بہتر ہے کیونکہ مجاہدوں میں عُجب دریا پیدا ہوجانے کا خوف ہوتا ہے۔ واں عنایت۔ جذبِ الٰہی اُس وقت آتا ہے جبکہ انسان فنا حاصل کرلے۔ بلکہ۔ اصل جذبِ الٰہی ہے، فنا کا مقام بھی بغیر جذبِ الٰہی کے حاصل نہیں ہوتا۔ آں۔ جذب کو زمرد اور نفس کو سانپ سمجھو سانپ زمرد سے ہی اندھا ہوتا ہے۔

[3] حکایت۔ اِس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ داڑھی کے دو تین بال جو عطائے خداوندی تھے وہ اُس چگی داڑھی والے کیلئے فساد سے بچاؤ کا سبب بنے۔ عزب خانہ۔ جہاں صرف وہ لوگ ہوں جنکی بیویاں نہیں ہیں۔ دبّاب مُغلِم۔ دَبّ۔ اِغلام۔

بالائے مقعدِ او بر می داشت وآں کودک بیدار
مقعد پر سے ہٹا رہا تھا، وہ لڑکا جاگ گیا
شُد و بخشم گفت کہ خشتہا کو چرا برداشتی و
اور غصہ سے کہا، کہ بتا اینٹوں کو تو نے کیوں ہٹایا؟ اور
او گفت چرا بنہادی
اس نے کہا تو نے کیوں رکھیں؟

امردے^1^ و کوسہ در انجمن — **آمدند و مجمعے بُد در وطن**
ایک مجلس میں ایک امرد اور ایک بچگی داڑھی والا — آئے اور مجمع شہر ہی میں تھا

مشتغل ماندند قومِ منتخب — **روز رفت و شد زمانِ ثلثِ شب**
منتخب لوگ مشغول رہے — دن چلا گیا اور ایک تہائی رات کا وقت ہوگیا

زاں عزبخانہ نرفتند آں دو کس — **ہم بخفتند آں شب از بیمِ عسس**
اس مردانے گھر سے وہ دونوں شخص نہ گئے — کوتوال کے ڈر سے اس رات وہیں سو بھی گئے

کوسہ^2^ را بُد بر زنخداں چار مو — **لیک ہمچوں ماہِ بدرش بود رو**
بچگی داڑھی والے کی ٹھوڑی پر چار بال تھے — لیکن اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح تھا

کودکِ امرد بصورت بود زشت — **ہم نہاد اندر پسِ کوں بیست خشت**
نوخیز لڑکا صورت میں برا تھا — پھر بھی اس نے مقعد کے پیچھے بیس اینٹیں رکھیں

لوطی دَب برد شب از گمرہی — **خشتہا را نقل کرد آں مشتہی**
اغلام بازنے بدنیتی سے رات میں اغلام (کا ارادہ) کیا — اس شہوت ناک نے اینٹیں ہٹا دیں

دست بر وے زد او از جا جست — **گفت ہے ہے تو کیستی اے سگ پرست**
اس نے اس پر ہاتھ ڈالا وہ اپنی جگہ سے کودا — بولا ہائے ہائے اے سگ پرست! تو کون ہے؟

گفت^3^ ایں سی خشت چوں انباشتی — **گفت تو سی خشت چوں برداشتی**
اس نے کہا تو نے یہ تیس اینٹیں کیوں جمع کیں؟ — اس نے کہا تو نے تیس اینٹیں کیوں ہٹائیں؟

گفت اے فی النار خرس مُردہ ریگ — **ابلہ و بے خاصیت مانندِ ریگ**
اس نے کہا اے جہنمی، ریچھ، کمینے — احمق اور بے نفع، ریت جیسے

کودکے بیمارم و از ضعفِ خود — **کردم ایں جا احتیاط و مُرتقد**
میں بیمار لڑکا ہوں اور اپنی کمزوری سے — اس جگہ احتیاط کی تھی اور سونے کی جگہ بنائی

---

[1] امرد۔ نوخیز بغیر داڑھی کا لڑکا۔ کوسہ۔ بچگی داڑھی والا۔ انجمن یعنی خانقاہ۔ مشتغل۔ منتخب لوگ قوالی وغیرہ میں مصروف ہوگئے اور ایک تہائی رات تک یہ مصروفیت رہی۔ زاں۔ وہ دونوں کوتوال کے ڈر سے خانقاہ ہی میں سو گئے کہ کہیں کوتوال آوارہ گردی میں نہ پکڑ لے۔

[2] کوسہ۔ بچگی داڑھی والے کی ٹھوڑی پر دو چار بال تھے اور بہت حسین تھا۔ کودک۔ لڑکا بدصورت تھا پھر بھی اس نے احتیاطاً اپنی مقعد کے پیچھے اینٹیں رکھ لیں۔ لوطی۔ وہاں کوئی شخص تھا جس کو لواطت کی عادت تھی۔ سگ۔ یعنی نفس۔

[3] گفت۔ لوطی نے کہا تو نے اینٹیں کیوں اڑائیں، امرد نے کہا تو نے اینٹیں کیوں ہٹائیں۔ گفت۔ امرد نے کہا او جہنمی، ریچھ۔ مُردہ ریگ۔ حقیر، کمینہ۔ ایں جا۔ خانقاہ ہے یہاں کوئی بدمعاشی نہ ہوگی۔

گفت اگر[1] داری زرنجوری تفے
اُس نے کہا، اگر تو بیماری کی سوزش رکھتا ہے

چوں نرفتی جانبِ دارالشّفے
تو شفاخانہ کیوں نہ گیا؟

یا بخانۂ یک طبیبے مُشفقے
یا کسی مہربان طبیب کے گھر

کو کشادے از سقامت مُغلقے
کہ وہ تیری بیماری کے پھندے کو کھول دیتا

گفت آخر من کجا یارم شدن
اُس نے کہا آخر میں کہاں جاؤں؟

کہ بہر جامے روم من ممتحن
کیونکہ میں مصیبت زدہ جہاں بھی جاتا ہوں

چوں تو زندیقے پلیدے مُلحدے
تجھ جیسا بددین، ناپاک، ملحد

می برآرد سر بہ پیشم چوں ددے
میرے سامنے درندہ کی طرح سر اُبھارتا ہے

خانقاہے کہ بُوَد بہتر مکاں
خانقاہ جو بہتر جگہ ہے

من ندیدم یک دمے در وے اماں
میں نے اس میں ایک لمحہ کے لئے امن نہ دیکھا

رُو بمن آرند مُشتے خمر خوار
شراب نوشوں کا گروہ میری طرف رُخ کرتا ہے

چشمہا پُر نطفہ کف خایہ فشار
آنکھیں مستی سے بھری ہوئی ہاتھ خایہ پر پھیرتے ہوئے

یارِ[2] مر ناموس را غیرِ نظر
آبرو والے کے لئے سوائے نظر (بازی) کے

نیست لیکن زاں نظر دیں پُر خطر
(کچھ) نہیں ہے لیکن اُس نظر سے دین خطرے میں ہے

وانکہ ناموسی ست خود از زیر زیر
وہ جو آبرو والا ہے، خود نیچے نیچے

غمزہ دُزدد، میدہد مالش بکیر
چھپے اشارے کرتا ہے، خایہ کو ملتا ہے

خانقہ چوں ایں بُوَد بازارِ عام
خانقاہ جب یہ عام بازار ہو

چوں بُوَد خر گلہ و دیوانِ خام
تو گدھوں کے گلے اور خام (کار) شیطانوں کا کیا حال ہوگا

خر کجا ناموس و تقویٰ از کجا
کہاں گدھا اور کہاں ناموس اور تقویٰ

خر چہ داند خشیت و خوف و رجا
خوف و رجا اور خدا سے ڈرنے کو گدھا کیا جانے؟

عقل[3] باشد ایمنی و عدل جُو
امن اور انصاف کی جویاں عقل ہوتی ہے

بر زن و بر مرد اما عقل کو
مرد کے لئے اور عورت کیلئے، لیکن عقل کہاں ہے؟

ور گریزم من رَوَم سُوی زناں
اور اگر میں گریز کرتا ہوں، عورتوں کی جانب جاتا ہوں

ہمچو یوسفؑ اُفتم اندر افتناں
(حضرت) یوسفؑ کی طرح فتنوں میں پڑ جاتا ہوں

یوسفؑ از زن یافت زندان و فشار
(حضرت) یوسفؑ نے عورت کی وجہ سے قیدخانہ اور شکنجہ بھگتا

مَن شوم توزیع بر پنجاہ دار
میں پچاس سولیوں پر منقسم ہوتا ہوں

---

[1] اگر۔ لوطی نے کہا اگر بیمار تھا تو ہسپتال جاتا، یا کسی طبیب کے گھر چلا جاتا خانقاہ میں کیوں سویا— دارالشفی۔ شفاخانہ۔ سقامت۔ بیماری۔ گفت آخر۔ لڑکے نے کہا کہاں جاؤں جہاں جاتا ہوں مصیبت میں گرفتار ہوجاتا ہوں۔ دد۔ درندہ۔ خانقاہے۔ جب خانقاہ میں بھی امن نہ ملی تو کہاں ملے گی؟

[2] یار۔ جو لوگ بدنامی سے ڈرتے ہیں وہ چُھپکے چُھپکے اشارے اور نظر بازی کرتے ہیں جو دین کے لئے خطرناک ہے۔ خانقہ۔ جب خانقاہ میں بھی بازاری لوگ ہیں تو اوباشوں کا اس سے اندازہ لگا لیا جائے۔ خر۔ عوام اور اوباش جو گدھوں کی طرح ہیں اُن میں نہ ناموس ہے نہ تقویٰ نہ خدا کا خوف اور نہ اُمید و بیم جو حاصل ایمان ہو۔

[3] عقل۔ نیکی تو عقل کا تقاضہ ہے لیکن اُن لوگوں میں عقل کہاں ہے۔ ور گریزم۔ یہ تو مَردوں کا حال تھا اب عورتوں کا یہ حال ہے کہ اُن کی وجہ سے مصیبت میں پھنستا ہوں۔ یوسفؑ۔ حضرت یوسفؑ کو تو عورتوں نے قید میں پھنسایا میرے لئے ہر طرف سولی ہی سولی ہے، مَردوں کی طرف سے بھی اور عورتوں کے سبب بھی۔

آں زناں از جاہلی بر مَن تنند [1] | **اولیاشاں قصدِ جانِ مَن کُنند**

وہ عورتیں نادانی سے میرے چکر کاٹتی ہیں | اُن کے سرپرست میری جان کے درپے ہوگئے ہیں

نے زمَرداں چارہ دارم نے زناں | **چوں کُنم چوں نے ازینم نے ازاں**

میرے لئے نہ مَردوں سے مفر ہے نہ عورتوں سے | میں کیا کروں جبکہ میں نہ انہیں سے ہوں نہ انہیں سے

بعد ازاں کودک بکوسہ بنگریست | **گفت اُو بایں دُو مُو از غم بَریست**

اُس کے بعد لڑکے نے بُچّی داڑھی والے کو دیکھا | بولا وہ اِن دُو بالوں کی وجہ سے غم سے بَری ہے

فارغست از خشت و از پیکارِ خشت | **وز چو تو مادر فروشِ کنگ و زشت**

اینٹ اور اینٹ کی لڑائی سے بے نیاز ہے | اور تجھ جیسے مادر فروش ہٹے کٹے اور بدمعاش سے

برزنخ [2] **سہ چار مُو بہرِ نمُوں** | **بہتر از سی خشت گرداگردِ کوں**

ٹھوڑی پر دکھاوے کے تین چار بال | مقعد کے چاروں طرف تیس اینٹوں سے بہتر ہیں

ذرّۂ سایہ عنایت بہترست | **از ہزاراں کوششِ طاعت پرست**

عنایت کے سایہ کا ایک ذرہ بہتر ہے | اطاعت گذار کی ہزاروں کوششوں سے

زانکہ شیطاں خشتِ طاعت بر کَند | **گر دُو صد خشتست خود را رَہ کُند**

کیونکہ شیطان اطاعت کی اینٹ ہٹا دیتا ہے | اگر دو سَو اینٹیں ہوں اپنے لئے راستہ بنا لیتا ہے

باعنایت اُو ندارد زَہرۂ | **تا بسازد خویشتن را بہرۂ**

عنایت کے ہوتے ہوئے اُس کا پِتہ نہیں ہے | کہ اپنے لئے کوئی حصہ لگائے

خشت [3] **گر پُرست بنہادہ تواست** | **آں دُو سہ مُو از عطای آں سُو است**

اینٹیں اگر بھری ہوئی ہیں تیری رکھی ہوئی ہیں | وہ دو تین بال، اُس جانب کی عطا ہیں

در حقیقت ہر یکے مُو را ازاں | **خُرد منگر ہمچو کوہے داں کلاں**

حقیقت کے اعتبار سے اُن میں سے ہر بال کو | چھوٹا نہ سمجھ، پہاڑ کی طرح بڑا سمجھ

کاں امان نامہ و صلہ شاہنشہی ست | **خلعتِ خانیِ قُطبِ آگہی ست**

کیونکہ وہ شاہی امن نامہ اور عطیہ ہے | قُطبِ معرفت کی سرداری کا خلعت ہے

تو اگر صَد قفل بنہی بَر درے | **بر کَند آں جُملہ را خیرہ سَرے**

تو اگر ایک دروازے پر سَو تالے لگا دے | کوئی سَر پھرا اُن سب کو توڑ دے گا

---

[1] آں زناں۔ عورتیں مجھ پر گرتی ہیں اور اُن کے سَرپرست میرے خون کے درپے ہوتے ہیں۔ نے ز مرداں۔ میرے لئے مرد بھی مصیبت کا سبب ہیں اور عورتیں بھی۔ چوں کُنم۔ میں نہ مَردوں میں ہوں نہ عورتوں میں، مرد مجھے عورت سمجھتے ہیں عورتیں مجھے مرد سمجھتی ہیں۔ بعد ازاں۔ اِن باتوں کے بعد اُس اَمرد نے مُنچّی داڑھی والے کو دیکھا اور بولا کہ یہ اِن دو چار بالوں کی وجہ سے سب غموں سے بے نیاز ہے۔ فارغست۔ یہ اینٹوں سے بھی بے نیاز ہے اور اینٹوں کے جھگڑے سے بھی مجھے اینٹیں اُڑانی پڑیں اور پھر اینٹیں ہٹانے کے بارے میں تجھ سے جھگڑنا پڑا اور یہ تجھ جیسے ہٹے کٹے بدمعاش سے بھی بے نیاز ہے۔

[2] برزنخ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو داڑھی کے دو چار بال تیس اینٹوں سے بہتر ثابت ہوئے۔ ذرّہ۔ اسی طرح اللہ کے جذب کا ایک ذرہ، عبادت کی ہزار کوششوں سے بہتر ہے۔ زانکہ۔ شیطان عبادت کی اینٹیں اکھاڑ دیگا اور اپنا راستہ بنا لے گا۔ باعنایت۔ اگر جذب خداوندی ہے تو شیطان اُس میں اپنا حصہ نہ بنا سکے گا۔

[3] خِشت۔ عبادت کی اینٹیں تیری جمع کی ہوئی ہیں اور جذب بالوں کی طرح عطیہ خداوندی ہے۔ در حقیقت۔ داڑھی کے ایک بال کو بھی حقیر نہ سمجھ وہ کوہ گراں ہے۔ کاں۔ داڑھی اللہ کی جانب سے امن نامہ ہے اور وہ خلعت ہے جو قطبِ معرفت کو دیجاتی ہے۔ تو اگر۔ عنایت اور مجاہدہ کے فرق کیلئے ایک مثال ہے کہ اگر انسان خود کسی جگہ سَو تالے لگائے تو اُسکو توڑ دیا جاتا ہے کوتوال اگر موم کی بھی مہر لگا دیتا ہے تو بڑے بڑے بہادر توڑنے کی ہمت نہیں کرتے۔

شحنہَ از مُوم اگر مُہرے نہَد
کوتوال اگر موم کی مُہر لگا دیتا ہے
پہلواناں را ازاں دل بشکہَد
اُس سے پہلوانوں کا دل گھبراتا ہے

شحنہ گر مُہرے نہد از مُومِ نرم
کوتوال، اگر نرم موم کی مُہر لگا دے
زاں بُود کوتاہ پنجہ شیرِ گرم
اُس سے پچاس غصیلے شیر عاجز ہوتے ہیں

آں[۵۱] دو سہ تارِ عنایت ہمچو کوہ
وہ دو تین عنایت کے تار، پہاڑ کی طرح
سَد شُدہ چوں فرِ سیما در وجوہ
آڑ ہو گئے، جیساکہ چہروں پر عظمت کا نشان

خِشت را مگذار اے نیکو سرشت
اے نیک طبیعت! اینٹ کو بھی نہ چھوڑ
لیک ہم ایمن مخسپ از دیوِ زشت
لیکن بدشیطان سے بے خوف نہ سو

رَو دو تا مُوزاں کرم با دست آر
جا، اُس کرم کے دو عدد بال حاصل کرلے
وانگہاں ایمن بخُسپ و غم مدار
اور تب اطمینان سے سو، اور فکر نہ کر

نومِ عالِم از عبادت بہ بُوَد
عالِم کا سونا، عبادت سے بہتر ہے
آنچناں علمے کہ مُستنبہ بُوَد
ایسا علم جو آگاہی دینے والا ہو

آں[۵۲] سکونِ سابح اندر آشنا
تیراکی میں تیراک کا سکون
بہ ز جہدِ اعجمے با دست و پا
اناڑی کی ہاتھ پاؤں کی کوشش سے بہتر ہے

دست و پا ساکن بآب اندر سباح
ہاتھ اور پاؤں ٹھہرے ہوئے، تیرنے میں
بہ رَوَد از اعجمے با انتطلاح
وہ بہتر چلے گا اناڑی سے باوجود ٹکر مارنے کے

اعجمی زد دست و پا و غرق شُد
اناڑی نے ہاتھ پاؤں مارے اور ڈوب گیا
میرود سباح ساکن چوں عمد[۵۳]
تیراک شہتیر کی طرح ساکن جا رہا ہے

علمِ دریائیست بیحدّ و کنار
علم ایک لامحدود بے ساحل کا دریا ہے
طالبِ علم ست غوّاصِ بحار
علم کا طالب، سمندروں کا غوطہ زن ہے

گر ہزاراں سال باشد عمرِ اُو
اگر اُس کی عمر ہزاروں سال کی ہو
اُو نگردد سیر خود از جستجو
وہ جستجو سے سیر نہ ہوگا

نیند کا سکون جاہل کی عبادت کی حرکت سے بہتر ہے اُس کے سونے میں اتنا اخلاص اور صحیح نیت ہوگی کہ جاہل کی عبادت میں بھی نہ ہوگی۔ اور افضلیت کا مدار نیت اور اخلاص پر ہے۔ مترجم۔ اب علم کی فضیلت بیان کرکے اُس کی طلب کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ علم ناپیدا کنار دریا ہے اور طالب علم اُس میں سے موتی نکالتا ہے۔ گر ہزاراں علم کی وہ لذت ہے کہ طالب علم کی اُس سے کبھی سیری نہیں ہوتی ہے۔

---

۵۱ آں دو سہ۔ وہ دو تین بال شرّ سے حفاظت کے لئے پہاڑ کی طرح تھے اور وہ ایسی علامت تھی جیسی عبادتگذاروں کے چہروں پر سجدوں کے نشان کی علامت۔ خشت یعنی شیطان سے بچاؤ کی تدبیر اور مجاہدہ کرتا رہ لیکن صرف اُسی پر بھروسہ نہ کر۔ رَو۔ جذبِ الٰہی اور عنایت کے دو چار بال حاصل کرلے پھر قدرے مطمئن ہو جا۔ نومِ عالِم۔ اب اللہ تعالیٰ کی عنایت کی مجاہدے پر ترجیح کے لئے ایک حدیث کا مضمون بیان فرمایا ہے، عالِم کی نیند کو عبادت قرار دیا گیا اور ظاہر ہے کہ عارف و عالِم کی عبادت، جاہل کی عبادت سے افضل ہے لہٰذا عالِم کا سونا، جاہل کی عبادت سے افضل ہوا۔ مستنبہ۔ وہ علم جو دنیا اور آخرت کے نقصانات سے تنبیہ کرنیوالا ہو۔

۵۲ آں سکوں۔ عالِم سونے میں ساکن رہتا ہے اور غیر عالِم جلوت میں ہاتھ پاؤں چلا رہا ہے لیکن ہم اُس کی یہ مثال سمجھو کہ ایک تیراک جا رہا ہے وہ سکون سے پانی پر لیٹا ہوا تیر رہا ہے اور ایک اناڑی ہاتھ پاؤں مار کر تیر رہا ہے۔ سابح۔ تیراک۔ سبّاح۔ تیراک۔ انتطاح۔ ٹکر مارنا۔

۵۳ عمد۔ لکڑی کے شہتیر کی طرح پانی پر بہا جا رہا ہے جس طرح اِس تیراک کا سکون دوسرے کی حرکات سے افضل ہے اسی طرح عالِم کی

کاں رسولِ حق بگفت اندر بیاں	ایں کہ منہومانِ ھُما لایشبعاں
کیونکہ رسولِ حق نے بیان میں فرمایا	یہ کہ دو حریص سیر نہیں ہوتے ہیں

در تفسیر ایں خبر کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود منہومانِ لایشبعان طالبُ الدُّنیا و طالبُ العِلمِ کہ ایں علم غیرِ علمِ دنیا باشد تا دو قسم باشد اما علمِ دنیا ہم دنیا باشد بے آخرت و اگر ہمچنیں باشد کہ طالبُ الدُّنیا و طالبُ الدُّنیا تکرار بُوَد نہ تقسیم مع تقریرہ

اس حدیث کی تفسیر جو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی دو حریص ہیں جو سیر نہیں ہوتے ہیں، دنیا کا طلب گار اور علم کا طلب گار کہ یہ علم دنیا کے علم کے علاوہ ہوگا تاکہ دو قسمیں بن سکیں لیکن دنیا کا علم بھی دنیا ہے بغیر آخرت کے اور اگر ایسا ہو کہ دنیا کا طالب اور دنیا کا طالب ہے تو تکرار ہو جائے گا نہ کہ تقسیم مع اُس کی پوری تقریر کے

طالبُ الدُّنیا و توفیراتِہا[1]	طالبُ العِلمِ و تدبیراتِہا
دنیا کا طالب اور اُس کی ترقیوں کا	علم کا طالب اور اُس کی تدبیروں کا
پس دریں قسمت چو بگماری نظر	غیرِ دنیا باشد ایں علم اے پدر
تو اس تقسیم میں جب نظر کو جمائے گا	اے بابا! یہ علم دنیا کا غیر ہوگا
غیرِ دنیا پس چہ باشد آخرت	کت کُند زینجا و باشد رہبرت
تو دنیا کا غیر کیا ہوتا ہے؟ آخرت	جو تجھے یہاں سے اُٹھائے اور تیرا رہنما ہو
غیرِ دنیا آخرت باشد یقیں	کاں برد زینجات آنجا اے امیں
دنیا کا غیر، یقیناً آخرت ہے	اے امین! کہ وہ تجھے اس جگہ سے اس جگہ لیجائے

بحث کردنِ آں سہ شہزادہ در تدبیرِ ایں واقعہ

اُن تین شہزادوں کا اس واقعہ کی کھود کرید کرنا

رُو بہم کردند ہر سہ مفتتن[3]	ہر سہ را یک درد و یک رنج و حزن
تینوں فتنہ میں مبتلا آپس میں متوجہ ہوئے	تینوں کا ایک ہی درد اور ایک ہی رنج و غم تھا
ہر سہ در یک فکر و یک سودا ندیم	ہر سہ از یک رنج و یک علت سقیم
تینوں ایک ہی فکر اور ایک ہی خیال میں ساتھی تھے	تینوں ایک رنج اور ایک بیماری کے بیمار تھے

[1] کاں۔ آنحضورؐ نے اسی لئے فرمایا ہے کہ دو لالچی ایسے ہیں کہ کبھی اُن کا پیٹ نہیں بھرتا ہے ایک علم کا طالب اور دوسرا دنیا کا طالب۔ تد تفسیر۔ مولانا نے فرمایا کہ یہاں علم سے مراد دین اور آخرت کا علم ہے اگر دنیوی علوم مراد لئے جائیں گے تو یہ تقسیم درست نہ رہے گی اس لئے کہ طالبِ دنیا اور طالب علم دنیا ایک چیز ہے۔

[2] طالب الدنیا۔ ایک سیر نہ ہونے والا دنیا اور اس کی ترقیوں کا طالب ہے دوسرا سیر نہ ہونے والا علم اور اس کی تدبیروں کا طالب ہے۔ قسمت۔ یعنی ایک دوسرے کا قسیم اور بالمقابل ہے، تو علم سے مراد علمِ آخرت ہوگا۔ کت۔ وہ علم دنیا میں معروف نہ ہونے دیگا اور آخرت کا رہبر ہوگا۔ غیرِ دنیا۔ دنیا سے آخرت ہی میں جانا ہے تو دنیا کے سوا وہی جگہ ہے۔

[3] رو بہم۔ تینوں شہزادے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے۔ مفتتن۔ فتنہ میں پڑا ہوا۔ یک فکر۔ تینوں کی ایک ہی فکر تھی ایک ہی قسم کا رنج اور ایک ہی قسم کی بیماری تھی یعنی تینوں شاہ کی چینی لڑکی کے فراق میں مبتلا تھے۔

در خموشی ہر سہ را خطرت یکے ۔۔۔ در سخن ہم ہر سہ را حجت یکے
خموشی میں، تینوں کا ایک ہی خیال تھا ۔۔۔ گفتگو میں، تینوں کی ایک ہی دلیل تھی

یک زمانے اشک ریزاں ہر سہ شاں ۔۔۔ بر سرِ خوانِ مصیبت خونفشاں
کسی وقت تینوں آنسو بہانے والے ہوتے ۔۔۔ مصیبت کے خوان پر خون چھڑکنے والے

یک زماں از آتشِ دل ہر سہ کس ۔۔۔ بر زدہ با سوز چوں مجمر نفس
کسی وقت تینوں دل کی آگ کی وجہ سے ۔۔۔ انگیٹھی کی طرح سوزش کے ساتھ سانس لیتے

مقالتِ برادرِ بزرگ ترین
سب سے بڑے بھائی کی گفتگو

آں بزرگیں گفت کاے اخوانِ خیر ۔۔۔ ما نہ نر بودیم اندر نصحِ غیر
اس بڑے نے کہا اے بھلے بھائیو! ۔۔۔ کیا ہم دوسرے کو نصیحت کرنے میں مرد نہ تھے؟

از حشم ہر کہ بما کردے گلہ ۔۔۔ از بلا و خوف و فقر و زلزلہ
متعلقین میں سے جو ہم سے شکوہ کرتا ۔۔۔ بلا اور خوف اور فقر اور زلزلہ کا

ما ہمی گفتیم کم نال از حرج ۔۔۔ صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
ہم کہا کرتے تھے کہ تنگی سے نالاں نہ ہو ۔۔۔ صبر کر کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے

ایں کلیدِ صبر ما اکنوں چہ شد ۔۔۔ اے عجب منسوخ شد قانوں چہ شد
ہمارے صبر کی یہ کنجی اب کہاں گئی ۔۔۔ ہائے تعجب! قانون منسوخ ہوگیا، کیا ہوگیا!

ما نمی گفتیم کاندر کشمکش ۔۔۔ اندر آتش ہمچو زر خندید خوش
کیا ہم نہیں کہا کرتے تھے کہ کشمکش میں ۔۔۔ آگ کے اندر سونے کی طرح خوب ہنسو؟

ہر سپہ را وقتِ تنگاتنگِ جنگ ۔۔۔ گفتہ ما کہ ہیں مگردانید رنگ
جنگ کی تنگی ترشی میں ہر سپاہی کو ۔۔۔ ہم نے کہا خبردار! رنگ متغیر نہ کر

آں زماں کہ بود اسپاں را وطا ۔۔۔ جملہ سرہا بریدہ زیرِ پا
جس وقت گھوڑوں کی روند ہوتی ۔۔۔ تمام کٹے ہوئے سر پاؤں کے نیچے ہوتے

ما سپاہِ خویش را ہے ہے کناں ۔۔۔ کہ بہ پیش آیید قاہر چوں سناں
ہم اپنے لشکر کو ہائیں ہائیں کرتے ۔۔۔ کہ غلبہ کے ساتھ بھالے کی طرح آگے بڑھو

جملہ عالم را نشاں دادہ بصبر ۔۔۔ زانکہ صبر آمد چراغ و نورِ صدر
ہم نے تمام دنیا کو صبر کا پتہ بتایا ۔۔۔ کیونکہ صبر سینہ کا چراغ اور نور ہے

ف۱ در خموشی۔ چپ رہیں تو سب کا ایک ہی خیال یعنی شہزادی کا تصور تھا۔ در سخن۔ بات کریں تو ایک ہی بات یعنی شہزادی کا ذکر تھا۔ یک زماں۔ کبھی تینوں مل کر رونے لگتے کبھی تینوں گرم آہیں بھرنے لگتے۔ مجمر۔ انگیٹھی۔ نفس۔ سانس۔

ف۲ بزرگیں یعنی تینوں میں سے بڑا۔ اِخوان۔ بھائی۔ نر۔ یعنی بہادر۔ از حشم۔ جب کبھی متعلقین میں سے کوئی مصیبت کا شکوہ کرتا تو ہم اسکو صبر کی تلقین کیا کرتے تھے لہٰذا ہمیں بھی صبر سے کام لینا چاہیئے۔ اِس سے مقصد پورا ہوگا۔

ف۳ ایں کلید۔ ہم دوسروں کو صبر دلاتے تھے اب صبر کی وہ کنجی جس سے کشادگی آتی ہے ہمارے ہاتھ سے کہاں چلی گئی۔ ما نمی گفتیم۔ ہم دوسروں کو کہتے تھے کہ مصیبت کا وقت خندہ پیشانی سے گذارنا چاہیئے۔ رنگ۔ یعنی ڈر سے زرد نہ بن۔ وطا۔ پائمالی۔ ما سپاہ۔ ہم اپنے لشکر سے کہتے تھے بھالے اور تیر کی نوک کی طرح آگے گھس جاؤ۔ جملہ عالم۔ ہم سب کو صبر کی تلقین کرتے تھے کہ صبر سے دل روشن ہوتا ہے۔

نوبتِ[۱] ما شُد چہ خیرہ سَر شُدیم — چوں زنانِ زِشت در چادر شُدیم

جب ہماری باری آئی ہم کیسے حیران ہوگئے — بدصورت عورتوں کی طرح ہم چادر میں ہوگئے

اے دلے کہ جُملہ را کردی تو گرم — گرم کُن خود را واز خود آر شرم

اے دل! کہ تونے سب کو مُستعد کیا — اپنے آپ کو مُستعِد کر، اور اپنے سے شرم کر

اے زباں کہ جُملہ را ناصح بُدی — نوبتِ تو گشت از چہ تن زدی

اے وہ زبان! جو سب کو نصیحت کرنیوالی تھی — تیری باری آئی تو تُو خاموش کیوں ہوگئی؟

اے خِرد کُو پندِ شکّر خایِ تو — دورِ تست ایندم چہ شُد ہیہایِ تو

اے عقل! تیری میٹھی نصیحت کہاں گئی؟ — اب تیری باری ہے، تیری ہائے ہُو کہاں گئی؟

اے زدلہا بُردہ صد تشویش را — نوبتِ تو شُد بجُنباں ریش را

اے (عقل)! تو دلوں سے سیکڑوں پریشانیوں کو دور — تیری باری آگئی، داڑھی ہلا دے

از غَری رِیش ار کنوں دزدیدہٗ — پیش ازیں بر ریشِ خود خندیدہٗ

اگر اب بد دلی کی وجہ سے تونے داڑھی کو چھپا لیا ہے — اِس سے پہلے تو اپنی داڑھی پر ہنستی تھی

وقتِ[۲] پندِ دیگراں ہائے ہائے — در غمِ خود چوں زنانے وائے وائے

دوسروں کو نصیحت کے وقت، ہائے ہائے — اپنے غم میں عورتوں کی طرح، وائے وائے

چوں بدردِ دیگراں درماں بُدی — دردِ مہمانِ تو آمد تن زدی

جب تو دوسروں کے درد میں علاج تھی — درد تیرا مہمان بن کر آیا، تو خاموش ہوگئی

بانگ بر لشکر زَدن بُد سازِ تو — بانگ بر زن چہ گرفت آوازِ تو

لشکر کو للکارنا تیرا طریقہ تھا — (اب) للکار، تیری آواز کو کس نے پکڑ لیا؟

آنچہ پنجہ سال بافیدی بہوش — زاں نسیجِ خود بغلطاقے بپوش

جو تونے پچاس سال ہوشیاری سے بُنا — اُس بُنے ہوئے سے ایک بغلطاق پہن لے

از نوایت[۳] گوشِ یاراں بُود خوش — دست بیروں آرو گوشِ خود بکش

تیری آواز سے دوستوں کے کان خوش تھے — ہاتھ باہر نکال اور اپنا کان کھینچ

سَر بُدی پیوستہ خود را دُم مکُن — پاؤ دست و رِیش و سُبلت گم مکُن

تو ہمیشہ سَر تھی اپنے آپ کو دُم نہ بنا — پاؤں اور ہاتھ اور داڑھی اور مونچھ گم نہ کر

بازی آنِ تُست بر رُوی بساط — خویش را در طبع آرو در نشاط

بساط پر بازی تیری ملکیت ہے — اپنے آپ کو (خوش) طبعی اور نشاط میں لا

---

[۱] نوبت۔ جب ہماری باری آئی تو ہم عورتوں کی طرح ٹسوے بہانے بیٹھ گئے۔ اے دل۔ پھر اپنے دل کو دلاسا دیتا۔ اے زباں۔ اُس شہزادے نے اپنی زبان کو نصیحت کی کر تو دوسروں کو نصیحت کرتی تھی اب کیوں خاموش ہے۔ اے خِرد۔ اپنی عقل کو کہا تو بڑی نصیحتیں کرتی تھی اب کیوں چپ ہے۔ بجُنباں رِیش را۔ پہلے قصہ گذرا ہے کہ سلطان محمود نے کہا تھا میں داڑھی ہلا دیتا ہوں تو لوگوں کی مصیبت ٹل جاتی ہے۔ غَری۔ بد دلی۔ بر ریش خود۔ پہلے تو دوسروں کی داڑھی پر ہنسا کرتی تھی اب معلوم ہوا کہ وہ ہنسی تیری خود اپنی داڑھی پر تھی۔

[۲] وقت۔ دوسروں کو نصیحت کرتے وقت تو اُن کو تنبیہ کرتی تھی اب عورتوں کی طرح وائے وائے کر رہی ہے۔ درماں۔ تو دوسروں کے مرض کا علاج تھی اب اپنے مرض کے وقت کیوں چُپ ہے۔ بانگ۔ لشکر پر چیختی تھی اب تیری آواز کیوں بیٹھ گئی۔ نسیج۔ بُنا ہوا کپڑا۔ بغلطاق۔ قبا، بڑی ٹوپی

[۳] از نوایت۔ تیری آواز سے دوست خوش تھے اب اپنے ہاتھ سے اپنی گوشمالی کر۔ سَر بُدی۔ تو سَر تھی اب اپنے آپ کو دُم نہ بنا اور ذلیل نہ کر اور اپنی قوت وہمت پر عمل کر۔

ایں[1] حکایت گوش کن اے باخرد — تا بدانی اندریں معنیٰ سند

اے عقلمند! یہ حکایت سُن لے — تاکہ اس سلسلہ میں ایک سند کو جان جائے

ذکر آنکہ پادشاہے دانشمندے را باکراہ در مجلس درآورد

اِس کا ذکر کہ ایک بادشاہ ایک فقیہ کو جبراً مجلس میں پکڑ لایا

وبنشاند و ساقی شراب براں دانشمند عرضہ کرد وُوی

اور بٹھادیا اور ساقی نے اُس فقیہ کے سامنے شراب پیش کی اُس

از ساغر بگردانید و ترشی و تندی آغاز کرد شاہ ساقی را

نے جام سے مُنہ پھیر لیا اور ناگواری اور بد مزاجی شروع کردی بادشاہ

گفت ہیں در طبعش آر ساقی مُشت چند بر سرش کوفت

نے ساقی سے کہا، ہاں اُس کا مزاج ٹھکانے کردے ساقی نے چند گھونسے اُسکے

وشراب بخوردش داد

سر پر مارے اور اسکو شراب پینے کیلئے دیدی

پادشاہے مست اندر بزمِ خوش — می گذشت آں یک فقیہے بردرش

ایک بادشاہ خوشی کی محفل میں مست تھا — اس کے دروازے پر ایک فقیہ گذر رہا تھا

کرد اشارت کش دریں مجلس کشید — ویں شرابِ لعل در خوردش دہید

اُس نے اشارہ کردیا کہ اُسکو اس مجلس میں کھینچ لاؤ — اور یہ سُرخ شراب اُس کو پینے کے لئے دیدو

پس کشیدندش بشہ بے اختیار — شست در مجلس ترش چوں زہر مار

وہ اُس کو جبراً بادشاہ کے پاس کھینچ لائے — وہ زہر مار کی طرح مجلس میں مُنہ بناکر بیٹھ گیا

عرضہ[2] کردش مے نہ پذرفت او بخشم — از شہ و ساقی بگردانید چشم

اُسنے اُسکے سامنے شراب پیش کی اُسنے غصہ سے قبول نہ کی — بادشاہ اور ساقی سے نگاہ پھیر لی

کہ بعمرِ خود نخوردستم شراب — خوشتر آید از شرابم زہرِ ناب

کہ میں نے زندگی بھر شراب نہیں پی ہے — مجھے خالص زہر شراب سے اچھا لگتا ہے

ہیں[3] بجایِ مے مرا زہرے دہید — تا مَن از خویش و شما از مَن رہید

ہاں! مجھے شراب کی بجائے زہر دے دو — تاکہ میں اپنے سے اور تم مجھ سے چھوٹ جاؤ

مے نخوردہ عربدہ آغاز کرد — گشتہ در مجلس گراں چوں مرگ و درد

بغیر شراب پیے، لڑائی دنگا شروع کردیا — وہ موت اور درد کی طرح مجلس میں گراں بن گیا

---

[1] ایں حکایت۔ اِس حکایت میں بھی طبیعت کو نشاط میں لانے کا ذکر ہے۔ بادشاہے۔ ایک بادشاہ محفلِ نشاط میں شراب نوشی کر رہا تھا دروازے کے سامنے سے ایک فقیہ طالب علم گذرا۔ کرد۔ بادشاہ نے مصاحبوں کو اشارہ کیا کہ اُس کو پکڑ لائیں اور شراب پلائیں۔

[2] عرضہ کردش۔ ساقی نے اُس کو شراب دی اُس نے بادشاہ اور ساقی سے مُنہ پھیر لیا۔ کہ بعمر۔ میں نے تمام عمر شراب نہیں پی مجھے زہر دیدو وہ اس شراب سے اچھا ہے۔ زہرناب۔ خالص زہر۔

[3] ہیں۔ وہ فقیہ بولا بہتر یہ ہے کہ مجھے شراب کی بجائے زہر دیدو تاکہ میں نجات پاجاؤں۔ عربدہ۔ لڑائی جھگڑے کی وجہ سے وہ سب کیلئے مصیبت بن گیا

همچو[1] اہلِ نفس و اہلِ آب و گِل — در جہان بنشست با اصحابِ دِل

جس طرح اہلِ نفس اور اہلِ جسم — اصحاب دل کے ساتھ دنیا میں بیٹھے ہوئے ہیں

حق ندارد خاصگاں را در کموں — از مَے ابرار، جز در بیشُربُون

اللہ (تعالیٰ) خاص لوگوں کو پوشیدگی میں نہیں کرتا — نیکوں کی شراب ہے، سوائے اِسکے کہ وہ پینے والوں میں ہیں

عرضہ میدارند بر محجوب جام — حِس نمی یابد ازاں غیرِ کلام

وہ محجوب پر جام پیش کرتے ہیں — حِس اُس سے بجز کلام کے کچھ حاصل نہیں کرتا

رُو همی گرداند از ارشادِ شاں — کہ نمی بیند بدیدہ دادِ شاں

وہ اُن کے ارشاد سے رُوگردانی کرتا ہے — کیونکہ وہ آنکھ سے اُن کی عطا کو نہیں دیکھتا

گر ز گوشش تا بحلقش رہ بُدے — سِرِّ نصح اندر درونش در شُدے

اگر اُس کے کان سے اُس کے حلق تک راستہ ہوتا — تو نصیحت کا راز اُس کے اندر پہنچتا

چوں[2] ہمہ نارست جانش نیست نُور — کہ افگند در نارِ سوزاں جز قشور

کیونکہ اُس کی جان بالکل آگ ہے، نور نہیں ہے — چھلکوں کے سوا جلتی آگ میں کون ڈالتا ہے؟

مغز بیروں ماند و قشرِ گفت رفت — کے شود از قشر معدہ گرم و زفت

مغز باہر رہا اور گفتگو کا چھلکا (اندر) گیا — چھلکے سے معدہ گرم اور موٹا کب ہوتا ہے؟

نارِ دوزخ جز کہ قشر افشار نیست — نار را با ہیچ مغزے کار نیست

دوزخ کی آگ پوست گیر کے سوا کچھ نہیں — آگ کو کسی مغز سے سروکار نہیں ہے

ور بُوَد بر مغز نارے شُعلہ زن — بہرِ پختن داں نہ بہرِ سوختن

اور اگر مغز پر کوئی آگ شعلہ زن ہو — پکانے کے لئے جان، نہ کہ جلانے کے لئے

تا[3] کہ باشد حق حکیمِ ایں قاعدہ — مستمر داں تا بَری زاں فائدہ

جب تک اللہ (تعالیٰ) حکیم ہے، یہ قاعدہ — جاری سمجھ، تاکہ تو اُس سے فائدہ اُٹھالے

مغز نغز و قشرہا مغفور ازو — مغز را پس چوں بسوزد، دُور ازو

مغز عمدہ ہے اور اُس کی وجہ سے چھلکے بخشے ہوئے ہیں — تو وہ مغز کو کیسے جلادے گا؟ اُس سے بعید ہے

از عنایت گر بکوبد بر سرش — اشتہار آرد شرابِ احمرش

عنایت سے اگر اللہ (تعالیٰ) اُس کا سَر کوٹ دیں — وہ اُس کو سُرخ شراب کی خواہش پیدا کردیتا ہے

[1] همچو۔ پہلے ظاہری شراب نہ پینے والے کا شرابیوں سے اعراض اور انقباض کا ذکر تھا اب مولانا نے معنوی شراب نہ پینے والوں کا شرابِ معرفت پینے والوں سے انقباض کا ذکر کیا ہے۔ اہلِ نفس یعنی وہ لوگ جن کو شرابِ معرفت حاصل نہیں ہے۔ اصحابِ دل۔ اہلِ دل، اصحابِ معرفت۔ حق ندارد۔ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو بروقت شرابِ معرفت پلاتا رہتا ہے۔ عرضہ۔ یہ لوگ دنیاداروں پر وہ شراب پیش کرتے ہیں لیکن وہ اُس کی حقیقت تک نہیں پہنچتے ہیں۔ کیونکہ اُن کی نظر اُس کی حقیقت تک نہیں پہنچتی ہے۔ گر ز گوشش۔ اگر اُن کے کان سے حلق تک راہ ہوتی تو اُس کلام کی حقیقت اُن کے دل پر اثر کرتی۔ [2] چوں ہمہ۔ اُن کے دل پر شہوت کی آگ ہے اور آگ تک چھلکے ہی پہنچتے ہیں۔ مغز۔ کلام کا مغز تو باہر رہ گیا معدے میں صرف چھلکے پہنچے اُن سے کوئی قوت حاصل نہیں ہوسکتی۔ نارِ دوزخ۔ آگ میں صرف چھلکے جھونکے جاتے ہیں اسی لئے جہنم میں وہ لوگ جائینگے جو مغزِ حقیقت سے خالی ہونگے۔ ور بود۔ اگر مومنین جہنم میں جائینگے تو وہ پختہ کرنے کیلئے بھیجے جائینگے اور اُس سے اُنکی معصیتوں کا ازالہ ہو جائیگا۔ [3] تاکہ۔ جبتک اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے اور وہ ہمیشہ کیلئے حکمت والا ہے، یہ قاعدہ جاری رہیگا کہ وہ مغز کو جہنم میں نہ جلائیگا۔ مغز نغز۔ مغز والے تو اسقدر بہتر ہونگے کہ اُنکی شفاعت سے چھلکوں والے بھی بخشے جائینگے۔ از عنایت۔ اگر عنایتِ خداوندی اور جذبِ الٰہی اعراض کرنیوالے کی سرکوبی کرے تو اُسکو شراب کی خواہش پیدا ہوجائیگی جس طرح اِس فقیہ میں پیدا ہو گئی تھی۔

ورنہ[51] کو بدماند اُو بستہ دہاں
اور اگر نہ کوٹیں وہ بستہ دہن رہ جائے

چوں فقیہ از شرب و بزم ایں شہاں
شاہوں کی محفل اور شراب سے فقیہ کی طرح

گفت شہ با ساقیش اے نیک پے
شاہ نے اپنے ساقی سے کہا اے نیک قدم!

چہ خموشی دہ بطبعش آرہے
تو کیوں چپ ہے دے، ہاں اُس کا مزاج ٹھیک کردے؟

ہست پنہاں حاکمے بر ہر خرد
ہر عقل پر ایک مخفی حاکم ہے

ہر کرا خواہد بفن از خود برد
جس کو چاہے تدبیر سے خودی سے نکالدے

آفتاب[52] و مشرق و تنویر اُو
سورج اور مشرق اور اُس کی روشنی

چوں اسیراں بستہ در زنجیر اُو
قیدیوں کی طرح اُس کی زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں

چرخ را چرخ اندر آرد در زمن
آسمان کو فوراً چکر میں لے آئے

چوں بخواند در دماغش نیم فن
جب اُس کے دماغ میں تھوڑا سا فن پڑھ دے

عقل کو عقل دگر را سخرہ کرد
جس عقل نے دوسری عقل کو مغلوب کر دیا ہو

مہرہ زُو دارد ویست اُستادِ نرد
وہ مہرہ اُس سے رکھتی ہے نرد کا استاد وہی ہے

چند سیلی بر سرش زد گفت گیر
چند چپت اُس کے سر پر لگائے، کہا لے لے

در کشید از بیم سیلی آں زحیر
وہ مصیبت زدہ چپت کے ڈر سے چڑھا گیا

مست گشت و شاد و خنداں شد چو باغ
مست اور خوش ہوگیا اور باغ کی طرح کھل گیا

در ندیمی و مضاحک رفت و لاغ
مصاحبت اور خوش مذاقی اور تمسخر میں لگ گیا

شیرگیر[53] و خوش شد انگشتک بزد
نیم مست اور خوش ہوا، چٹکیاں بجانے لگا

سوی مبرز رفت تا میزک کند
بیت الخلاء کی جانب گیا، تاکہ پیشاب کرلے

یک کنیزک بود در مبرز چو ماہ
بیت الخلاء میں چاند جیسی ایک لونڈی تھی

سخت زیبا و ز قرناقانِ شاہ
شاہ کے خادموں میں سے بہت خوبصورت

چوں بدید اُو را دہانش باز ماند
جب اُس نے اُسے دیکھا اُس کا منہ کھلا رہ گیا

عقل رفت و تن ستم پرداز ماند
عقل چلی گئی مظلوم جسم رہ گیا

عمرہا بودہ عزب مشتاق و مست
عمر بھر کنوارا، مشتاق اور مست رہا تھا

بر کنیزک در زماں در زد دو دست
فوراً لونڈی پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے

پس طپید آں دختر و نعرہ فراشت
وہ لڑکی مچلی اور شور کیا

بر نیامد با وے و سودے نداشت
اُس سے کچھ بن نہ پڑا اور کوئی فائدہ نہ ہوا

---

[51] ورنہ کو بد اور اگر عنایت خداوندی سرکوبی نہ کرے تو اُس فقیہ کی طرح اُن بادشاہوں کی شراب سے محروم رہے گا جو سرکوبی سے پہلے محروم تھا۔ گفت۔ شاہ نے ساقی سے کہا کہ اس فقیہ کے مزاج ٹھکانے لگادے۔ دہ۔ یعنی اُس کو شراب دے۔ ہست۔ جس طرح ساقی نے فقیہ کے مزاج ٹھکانے لگادیئے اسی طرح ہر عقل پر ایک پوشیدہ ذات حاکم ہے جو عقل کو خودی سے بے خود کردیتی ہے۔

[52] آفتاب۔ اُس ذات کے قبضہ میں پوری کائنات ہے۔ چرخ۔ آسمان اُس کے معمولی حکم کا پابند ہے۔ عقل۔ اگر کسی کی عقل میں تابع کرلینے کی قوت ہے تو وہ اُسی کی عطا کردہ ہے۔ چند سیلی۔ ساقی نے اُس فقیہ کے چند چپت لگائے تو اُس کی عقل ٹھکانے آگئی۔ زحیر۔ یعنی پیچ و تاب میں پڑا ہوا۔ ندیمی۔ مصاحبت۔ مضاحک۔ ہنسی کی باتیں۔ لاغ۔ مذاق۔

[53] شیرگیر۔ نشہ کا ایک درجہ ہے۔ مبرز۔ بیت الخلاء۔ میزک۔ پیشاب۔ قرناقاں۔ قرناق کی جمع ہے، خدمتگار۔ کنیزک۔ عزب۔ غیر شادی شدہ مرد، کنوارا۔ در زد۔ یعنی دونوں ہاتھوں سے اُسکو گرفت میں لے لیا۔ پس طپید۔ اُس لڑکی نے گرفت سے چھوٹنے کی بہت کوشش کی۔ بر نیامد۔ کچھ بن نہ پڑا۔

زَن ¹⁵ بدستِ مَرد دَر وقتِ لِقا — چوں خمیر آمد بدستِ نانبا

ملاقات کے وقت، عورت مرد کے ہاتھ میں — نانبائی کے ہاتھ میں خمیر کی طرح ہوتی ہے

بَسرِشد گاہیش نرم وگہ درشت — زُو برآرد چاق چاقے زیرِ مُشت

وہ اُس کو کبھی نرم گوندھتا ہے اور کبھی سخت — مُٹھی کے نیچے اُس کی آواز کھا پچ نکلتی ہے

گاہ پہنش وا کشد بَر تختہ — دَرہمش آرد گہے یک لختہ

کبھی اُس کو تختے پر پھیلا دیتا ہے — کبھی اُس کو ایکدم سے سمیٹ لیتا ہے

گاہ درو ے ریزد آب و گہ نمک — از تنور و آتشش سازد محک

کبھی اُس میں پانی ڈالتا ہے اور کبھی نمک — تنور اور آگ سے اُس کا امتحان کرتا ہے

اینچنیں ¹⁶ پیچند مطلوب و طلوب — اندریں لعب اند مَغلوب و غلوب

اسی طرح عاشق اور معشوق لپٹ جاتے ہیں — اس کھیل میں غالب اور مغلوب ہوتے ہیں

ایں لعب تنہا نہ شوُرا بازن ست — ہر عشیق و عاشقے را ایں فن ست

یہ کھیل نہ صرف شوہر کا بیوی سے ہے — ہر عاشق و معشوق کا یہی طریقہ ہے

از قدیم و حادث و عین و عرض — پیچشے چوں ویس و رامیں مفترض

قدیم اور حادث اور جوہر اور عرض کا — ویس اور رامین کی طرح گتھنا ضروری ہے

لیک لعب ہر یکے رنگے دگر — پیچشِ ہر یک ز فرہنگے دگر

لیکن ہر ایک کا کھیل، دوسرے رنگ کا ہے — ہر ایک کا گتھنا دوسرے طریقہ کا ہے

شوُی وزن را گفتہ شُد بہرِ مثیل — کہ ¹⁷ مکُن اے شوی زن را بد گسیل

شوہر اور بیوی مثال کے لئے کہدیئے گئے ہیں — کہ اے شوہر بیوی کو بُری طرح رُخصت نہ کر

آں شبِ گردک نہ ینگا دستِ اُو — خوش امانت داد اندر دستِ شوُ

کیا نہیں ہے کہ چھپر کھٹ کی رات مشاطہ نے اُس کا ہاتھ — شوہر کے ہاتھ میں بہتر امانت کے طور پر دیا

کانچہ با اُو تو کُنی اے مُعتمد — از بد و نیکی، خدا با تو کُند

کہ اے مُعتمد! جو تو اُس کے ساتھ کرے — بھلی بُری، خدا تیرے ساتھ کرے گا

ایں زنِ دنیا کہ ہست اُو مستِ تو — حق امانت دادش اندر دستِ تو

یہ دنیا عورت، جو تجھ پر فریفتہ ہے — اللہ نے تیرے ہاتھ میں اُس کو امانت دیا ہے

تو بُری طرح نہ کرے فرمایا گیا اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَان "یا اُس کو خوبی کے ساتھ جدا کرنا ہے۔ گردک۔ دُلہن کا چھپر کھٹ۔ ینگا۔ یا نون سے پہلے ہے بھادج، بچی، مشاطہ۔ ایں زن جس طرح مرد و عورت کے حقوق ہیں اسی طرح انسان پر زنِ دنیا کے بھی حقوق ہیں یہ بھی اللہ نے بطور امانت انسان کے ہاتھ میں دی ہے۔

---

¹⁵ زَن۔ ایسے وقت میں عورت مرد کے ہاتھ میں اس طرح ہوتی ہے جس طرح خمیر نانبائی کے ہاتھ میں۔ بَسرشد۔ با زائدہ ہے سرشد سرشتن یعنی گوندھنا کا فعل مضارع ہے۔ گاہ۔ نانبائی خمیر کو کبھی پھیلاتا ہے کبھی سمیٹتا ہے یہی حال مرد عورت کا کرتا ہے۔ گاہ در وے۔ غرضیکہ جس طرح نانبائی خمیر میں تصرفات کرتا ہے اسی طرح مرد عورت کے ساتھ کرتا ہے۔

¹⁶ اینچنیں۔ طلوب اور غلوب یعنی شوہر مطلوب اور مغلوب یعنی عورت سے لپٹتا ہے۔ ہر عشیق۔ یعنی کائنات میں سے ہر عاشق کا اپنے معشوق کے ساتھ یہی طریقہ ہے عالم کی اشیا میں باہمی تجاذب ہے اور ایک دوسرے پر عاشق ہے جس کو مولانا متعدد مقامات پر بیان کر چکے ہیں۔ ویس۔ مشہور معشوقہ ہے۔ رامیں۔ مشہور عاشق ہے۔ لیک۔ مرد اور عورت کی ملاعبت اور طرح کی ہے اور کائنات کی دوسری چیزوں کی ملاعبت اور چیٹاؤ دوسری طرح کی ہے۔ شوئی۔ قرآن پاک میں مرد اور عورت کے حقوق کا تذکرہ بطور مثال کیا گیا ہے ورنہ یہ جوڑ صرف مرد و عورت ہی کا نہیں ہے۔

¹⁷ کہ مکن۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ شوہر اگر عورت کو طلاق دے اور جدا بھی کرے

حاصلِ[1] اینجا آں فقیہ از بیخودی — نے عفیفی ماندش و نے زاہدی

خلاصہ یہ ہے کہ اُس جگہ بے خودی کی وجہ سے اُس فقیہ میں — نہ پاکدامنی رہی اور نہ پرہیزگاری

آں فقیہ اُفتاد برآں حور زاد — آتشِ اُو اندراں پنبہ فتاد

وہ فقیہ اُس حور کے بچہ پر پڑ گیا — اُس کی آگ اُس روئی میں لگ گئی

جاں بجاں پیوست و قالبہا چخید — زن چو مرغِ سر بُریدہ می طپید

جان جان سے پیوستہ ہو گئی اور جسم سکڑ گئے — لڑکی سر کٹے مرغ کی طرح تڑپ رہی تھی

چہ سقایا، چہ مُلک، چہ ارسلاں — چہ حیا، چہ دین و زہد و خوفِ جاں

کیسا جام، کیسا بادشاہ، کیسا ارسلان؟ — کیسی حیا، کیسا دین اور زہد اور جان کا ڈر؟

چشمِ شاں اُفتادہ اندر عین و غین[2] — نے حسن پیداست انجانے حسین

اُن کی آنکھیں عین اور غین میں پڑ گئی تھیں — وہاں نہ حسن ظاہر تھا، نہ حُسین

یافت ہر یک شاں از آں دیگر مُراد — طبعِ ہر یک خُرّم و دل گشت شاد

ہر ایک نے دوسرے سے مقصود پا لیا — ہر ایک کی طبیعت خوش اور دل شاد ہو گیا

شُد دراز و کُو طریقِ بازگشت — اِنتظارِ شاہ ہم از حد گذشت

دیر ہو گئی اور واپسی کا راستہ کہاں؟ — بادشاہ کا انتظار بھی حد سے گذر گیا

شاہ آمد تا بہ بیند واقعہ — دید آنجا زلزلہ وَالقارِعہ

بادشاہ آگیا، تاکہ واقعہ دیکھے — وہاں اُس نے زلزلہ اور قارعہ دیکھی

آں فقیہ از بیم برجست و برفت — سُوی مجلس، جام را بر بود تفت

وہ فقیہ ڈر سے کھڑا ہو گیا اور چل دیا — مجلس کی جانب اور فوراً جام اُچک لیا

شہ[3] چو دوزخ پُر شرار و پُر نکال — تشنۂ خونِ دو جُفتِ بدفعال

بادشاہ دوزخ کی طرح چنگاریوں اور عذاب سے پُر — بدکار جوڑے کے خون کا پیاسا

چوں فقیہش دید رُخ پُر خشم و قہر — تلخ و خونیں گشتہ ہمچوں جامِ زہر

فقیہ نے جب اُس کا چہرہ غصہ اور غضب سے بھرا ہوا دیکھا — کہ زہر کے پیالہ کی طرح کڑوا اور خونی ہو گیا ہے

بانگ زد بر ساقیش کاے گرم دار — چہ نشستی خیرہ دہ در طبعش آر

اُس نے ساقی کو آواز دی کہ اے (مجلس کو) گرم رکھنے والے — سُست کیوں بیٹھا ہے، دے اُسکو مزاج پر لا

خندہ آمد شاہ را گفت اے کیا — آمدم با طبع آں دختر تُرا

بادشاہ کو ہنسی آگئی، بولا اے پاکیزہ! — میں مزاج پر آگیا، وہ لڑکی تیرے لیے ہے

[1] حاصل۔ مولانا نے پھر اُس فقیہ کا ذکر شروع کیا ہے کہ اُس لونڈی کے ساتھ وہ ایسا بے خود ہوا کہ اُس سے پاکدامنی اور زہد و تقویٰ رخصت ہو گیا۔ آں فقیہ۔ وہ فقیہ اُس لونڈی کو چپٹ گیا اور اُس کی آتشِ شہوت لونڈی کی روئی میں لگ گئی۔ چخید۔ چخیدن، جماع کے وقت اپنے آپ کو سمیٹنا۔ سقایہ۔ یعنی جامِ شراب۔ ارسلاں۔ شیر یعنی بادشاہ۔

[2] عین و غین۔ دونوں ہم کے معنیٰ میں ہیں مراد اندھیرا ہے۔ حسن و حسین۔ یعنی بڑا چھوٹا۔ یافت۔ دونوں نے اپنی مراد حاصل کر لی اور ہر ایک کا دل خوش ہو گیا۔ دراز۔ یعنی واپسی کا وقت۔ زلزلہ۔ یعنی عورت کا کانپنا۔ القارعہ۔ یعنی مرد کا عورت کو کھٹکھٹانا۔ آں فقیہ۔ وہ فقیہ لونڈی کے پاس سے فوراً مجلس میں پہنچ گیا اور جام ہاتھ میں تھام لیا۔

[3] شہ۔ بادشاہ دوزخ کی طرح بھڑک رہا تھا اور دونوں بدکاروں کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا۔ چوں۔ جب فقیہ نے بادشاہ کے غصہ کی یہ حالت دیکھی۔ بانگ۔ فوراً زور سے ساقی کو کہا کہ سُست کیوں بیٹھا ہے بادشاہ کو جام دے اور اُنکو نشاط پر لا، یہ وہی جملہ ہے جو بادشاہ نے فقیہ کی ناگواری کے وقت کہا تھا۔ گرم دار۔ یعنی محفل کو گرمانے والا۔ نشستی۔ بیٹھا۔ کیا۔ پاکیزہ، پہلوان آقا۔

آں دختر۔ یعنی وہ لونڈی تجھ کو بخشی۔

پادشاہم[1] کارِ مَن عدلست وداد — زاں خورم کہ یار را جُودم بَداد

میں بادشاہ ہوں، میرا کام انصاف اور عطا ہے — میں وہی کھاتا ہوں جو میرے دوست کو میری سخاوت نے دیا ہو

آنچہ آں را مَن نہ نوشم ہمچو نوش — کے دہم در خورِ یارِ خویش وتوش

میں جس چیز کو شہد کی طرح نہ پیوں — میں اپنے دوست کی خوراک اور توشہ میں کب دونگا؟

آنچہ آں را می خورم از نوش وخوش — میدہم در خورِ یار از پنج وشش

جو میٹھی اور اچھی چیز میں کھاتا ہوں — ہر چیز میں سے دوست کے لائق دیتا ہوں

زاں خورانم مَن غلاماں را کہ مَن — می خورم برخوانِ خاصِ خویشتن

میں غلاموں کو اُسی میں سے کھلاتا ہوں — جو میں اپنے مخصوص دسترخوان پر کھاتا ہوں

زاں خورانم بندگاں را از طعام — کہ خورم مَن خود ز پختہ یا کہ خام

میں غلاموں کو وہی کھلاتا ہوں — جو میں خود پختہ یا کچا کھاتا ہوں

من چو پوشم از خز و اطلس لباس — زاں بپوشانم حشم را نے پلاس

میں جو ریشمین اور اطلس پہنتا ہوں — میں متعلقین کو وہی پہناتا ہوں، نہ کہ ٹاٹ

شرم[2] دارم از نبیؐ ذوفنوں — اَلْبِسُوْھُمْ گفت مِمَّا تَلْبِسُوْنْ

مجھے ہنرمند نبیؐ سے شرم آتی ہے — فرمایا ہے "اُن کو وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو"

مُصطفےٰ کرد ایں وصیّت با بنوں — اَطْعِمُوا الْاَذْنَابَ مِمَّا تَاْکُلُوْنْ

(حضرت) مصطفےٰؐ نے فرزندوں کو یہ وصیت کی ہے — "متعلقین کو وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو"

شُد فقیہ و بُرد با خود جُفتِ خوب — از عطاىِ خاصِ کشّافُ الکروب

فقیہ روانہ ہوگیا اور حسین بیوی کو اپنے ساتھ لے گیا — مصائب کو دفع کرنے والے کی خاص عطا سے

دیگراں را بس بطبع آوردہ — در صبوری چُست و راغب کردہ

تو دوسروں کو بہت مزاج پر لایا ہے — صبر کرنے میں چُست اور رغبت کرنیوالا بنایا ہے

ہم[3] بطبع آور بمردی خویش را — پیشوا کُن عقلِ صبراندیش را

اپنے آپ کو بھی مردانگی سے — صابر عقل کو پیشوا بنا

چوں قلاوزیِ صبرت پَر شوَد — جاں باوجِ عرش وکرسی بر شود

جب صبر کی رہنمائی تیرا پَر بن جائے — جان، عرش وکرسی کی بلندی پر پہنچ جائے

مُصطفےٰ ا بیں چونکہ صبرش شُد بُراق — برکشانیدش ببالائے طباق

(حضرت) مصطفےٰ کو دیکھ لے صبر جب اُنکا براق بن گیا — وہ اُن کو طبقوں کے اوپر لے گیا

---

[1] پادشاہم۔ میں بادشاہ ہوں میرا کام انصاف اور عطا ہے میں بھی وہی کھاتا ہوں جو کسی دوسرے کو کھلاتا ہوں۔ آنچہ۔ جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہوں دوست کے لئے بھی ناپسند کرتا ہوں۔ توش۔ توشہ۔ پنج وشش یعنی ہر قسم کی چیز۔ زاں۔ جو کچا پکا میں کھاتا ہوں غلاموں کو بھی وہی کھلاتا ہوں۔ خز۔ پشمینہ۔ پلاس۔ ٹاٹ۔

[2] شرم۔ آنحضورؐ کا غلاموں کے بارے میں فرمانا ہے کہ "جس قسم کا تم پہنو اُسی قسم کا اُن کو پہناؤ جو تم کھاؤ وہی اُن کو کھلاؤ"۔ اذناب۔ یعنی متعلقین۔ شُد فقیہ۔ بادشاہ کی اجازت پر وہ فقیہ روانہ ہوگیا اور لونڈی کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ کشاف الکروب۔ حضرت حق تعالیٰ۔ دیگراں۔ یہ پھر بڑے بھائی کا مقولہ شروع ہوا ہے اُس بڑے بھائی نے اپنے آپ کو خطاب کرکے کہا تو دوسروں کو صبر دلاتا تھا اب خود صبر کر۔

[3] ہم بطبع۔ اپنی مردانگی سے اپنے مزاج ٹھکانے کر اور عقل [illegible] رہنما بنالے۔ چوں قلاوزی۔ صبر کی رہنمائی ہوگی تو عرش وکرسی کی بلندی حاصل ہوگی۔ مصطفےٰ۔ آنحضورؐ نے کفار کی ایذارسانی پر صبر کیا تو براق پر بیٹھ کر آسمانوں کے طبقوں کے اوپر پہنچے۔

چوں صبوری پیشہ کرد ایوبؑ[1] راد — از بلا اُو را درِ رحمت کشاد

جب بہادر ایوبؑ نے صبر کرنے کو پیشہ بنایا — تو مصیبت سے اُن کیلئے رحمت کا دروازہ کُھل گیا

صبر صدر آمد بہر حالت کہ ہست — صبر را مگذار تا بتواں ز دست

جو حالت بھی ہو صبر، صدر ثابت ہوا ہے — جب تک ممکن ہو صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دے

صبر مفتاح الفرج نشنیدۂ — کاندریں تعجیل دَر پیچیدۂ

تو نے نہیں سنا ہے صبر کشادگی کی کُنجی ہے — کہ تو اِس جلدبازی میں پھنسا ہے

حد ندارد ایں سخن کوتاہ کُن — وز حدیثِ عاشقاں بر گو سخن

اِس بات کی حد نہیں ہے، مختصر کر دے — اور عاشقوں کی بات کر

بازگرد[2] اے عاشق و زُو تر براں — کانتظارِ تست آں شہزادگاں

اے عاشق تو واپس ہو اور جلد چلا — کیونکہ وہ شہزادے تیرے انتظار میں ہیں

رواں شُدنِ شہزادگاں بعد از اتمامِ بحث و ماجرا بجانب ولایتِ چین سُوئے معشوق و مقصود تا بقدرِ امکان بمقصود نزدیک تر شوند اگرچہ راہِ وصل مسدود ست بقدرِ امکان نزدیک تر شُدن محمود ست

بحث اور واقعے کے پورا کرنے کے بعد شہزادوں کا اپنے معشوق اور مقصود کی طرف چین کی ولایت کی جانب روانہ ہونا، تاکہ بقدرِ امکان مقصود سے زیادہ نزدیک ہو جائیں، اگرچہ وصل کا راستہ بند ہے، بقدرِ امکان نزدیک تر ہونا اچھا ہے

ہر سہ[3] شہزادہ چو کار اُفتادشاں — عشق در خورِ گوشمالی دادشاں

تینوں شہزادے جب اُنھیں واسطہ پڑا — عشق نے اُن کی مناسب گوشمالی کی

ایں بگفتند و رواں گشتند زُود — ہر چہ بُود اے یارِ من آں لحظہ بُود

اُنھوں نے یہ کہا اور فوراً روانہ ہو گئے — اے میرے یار! جو کچھ ہونا تھا اُسی وقت ہو گیا

صبر بگزیدند و صِدّیقیں شُدند — بعد ازاں سُوئے بلادِ چیں شُدند

اُنھوں نے صبر اختیار کیا اور صدیقین (میں سے) ہو گئے — اُس کے بعد چین کے شہروں کی جانب روانہ ہو گئے

والدین و مُلک را بگذاشتند — راہِ معشوقِ نہاں بر داشتند

ماں باپ اور مُلک کو چھوڑا — چھپے ہوئے معشوق کی راہ اختیار کی

---

[1] ایوبؑ۔ حضرت ایوبؑ کا صبر مشہور ہے۔ صدر آمد۔ یعنی صبر بہت اعلیٰ چیز ہے۔ صبر۔ جبکہ صبر کشادگی کی کُنجی ہے تو عجلت میں کیوں پڑا ہے۔ ایں سخن۔ صبر کے فضائل۔

[2] بازگرد۔ پھر شہزادوں کا قصہ شروع کیا ہے تینوں شہزادے مُلکِ چین کی طرف روانہ ہو گئے تاکہ محبوبہ سے قریب ہو سکیں۔ اگر محبوبہ کا وصل حاصل نہ ہو تب بھی جتنا قرب ہو جائے بہتر ہے۔

[3] ہر سہ۔ شہزادے دوسروں کو تو صبر کی تلقین کرتے تھے لیکن جب خود عشق میں مبتلا ہوئے تو اُس عشق نے اُن کی کافی گوشمالی کی۔ ہر چہ بُود۔ یعنی جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا اور انھوں نے مزید انتظار نہ کیا فوراً چین کو روانہ ہو گئے یا مطلب یہ ہے کہ یہ روانگی ہی سب کچھ تھی اور آئندہ کے واقعات اسی کی فردعات ہیں۔ صبر۔ یعنی اب اُنھوں نے عشق پر جمادٗ اختیار کیا اور اُس کی عملی تصدیق کر دی۔ معشوقِ نہاں۔ چین کی شہزادی جو پردوں میں تھی۔

همچو ابراهیمِؒ اَدهم از سَریر — عشق شاں بے پا و سَر کرد و فقیر
ابراہیمؒ ادھم کی طرح تخت سے — عشق نے اُن کو بے سروپا اور فقیر کردیا

یا چو ابراهیمؑ مُرسل سَرخوشے — خویش را افگند اَندر آتشے
یا (حضرت) ابراہیمؑ نے عمدہ رسول کی طرح — اپنے آپ کو آگ میں ڈال دیا

یا چو اسمٰعیلؑ صبّارِ مجید — پیشِ عشق و خنجرش حلقے کَشید
یا بزرگ و صابر (حضرت) اسمٰعیلؑ کی طرح — عشق اور اُس کے خنجر کے سامنے گلا رکھ دیا

حکایت امرؤ القیس کہ پادشاہِ عرب بُود و بصُورت

امرؤالقیس کی حکایت جو عرب کا بادشاہ اور صورت میں اپنے دَور کا

یوسفؑ وقتِ خود و زنانِ عرب زلیخا وار مُردہ اُو واُو

یوسفؑ تھا اور عرب کی عورتیں زلیخا کی طرح اُس پر قربان تھیں

شاعر طبع بُود و ایں شعرِ اُوست

اور وہ شاعر مزاج تھا اور یہ شعر اُس کا ہے

قِفَا نَبْکِ مِنْ ذِکْرٰی حَبِیْبٍ وَّمَنْزِلِ

تم دونوں ٹھہرو ہم محبوب اور منزل کے ذکر سے رولیں

چوں ہمہ زناں اُورا بجان می جُستند اے عجب غزل و

جبکہ تمام عورتیں دل و جان سے اُس کی جستجو میں تھیں تعجب ہے، اُسکی غزل اور

نالۂ اُو بہرِ چہ بُود مگر دانست کہ اینہا ہمہ تمثالِ صورتے اند

نالہ کس لئے تھا؟ شاید اُس نے جان لیا تھا کہ یہ تمام تصویریں ہیں جو

کہ بر تختہائے خاک نقش کردہ اند آخر الامر امرؤالقیس را

مٹی کے تختوں پر نقش کردی ہیں، بالآخر امرؤالقیس کی ایسی

حالے پیدا شُد کہ نیم شب از مُلک و فرزنداں گریخت و خود

حالت ہوگئی کہ آدھی رات کو ملک اور اولاد سے بھاگ نکلا اور اپنے

را بدلقے پنہاں کرد و از اقلیمے باقلیمِ دیگر برفت بطلبِ

آپ کو گدڑی میں چھپالیا اور ایک مُلک سے دوسرے مُلک میں اُس ذات

آنکہ از اقلیم منزّہ است وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ

کی طلب میں چل پڑا جو مُلک سے پاک ہے اور اللہ (تعالیٰ) اپنی رحمت سے

لہ ہمچو ابراہیمؒ۔ ابراہیمؒ بن ادھم کی طرح سلطنت کو خیرباد کہدیا۔ ابراہیمؑ حضرت ابراہیمؑ نے بخوشی آگ میں جانا پسند کیا اور اپنی دعوت سے منحرف نہ ہوئے۔ اسمٰعیلؑ۔ حضرت اسمٰعیلؑ اپنی قربانی دینے پر آمادہ ہوگئے۔

لہ حکایت۔ حقیقی عشاق کے ذکر سے مجازی عاشق کی حکایت کی طرف منتقل ہوگئے ہیں۔ امرؤ القیس۔ جو آنحضورؐ کے زمانہ سے چوبیس سال پہلے گذرا ہے وہ تو ایک فاسق و فاجر شاعر تھا ہوسکتا ہے کہ مولانا کی مراد کوئی اور شاعر ہو جو مجاز سے عشقِ حقیقی تک پہنچ گیا ہو اور جو شعر سرخی میں مذکور ہے وہ مولانا نے ذکر نہ کیا ہو کسی اور کا اضافہ ہو۔

مَن یَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ

جس کو چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے

امرؤ القیس[1] از ممالک خشک لب ۔۔ ہم کشیدش عشق از خطّۂ عرب

امرؤالقیس کو پیاسا، ملکوں سے ۔۔ عشق نے اسکو بھی عرب کے خطّہ سے کھینچا

بُود نازک طبع و ہم صاحب جمال ۔۔ شاعر و صاحب اُصول اندر کمال

نازک مزاج اور حسین تھا ۔۔ شاعر اور کمال میں صاحبِ اصول تھا

چونکہ زد عشقِ حقیقی بر دلش ۔۔ سرد شد مُلک و عیال و منزلش

جب عشقِ حقیقی نے اُس کے دل پر اثر کیا ۔۔ تو اُس پر ملک اور بال بچے اور مکان سرد پڑ گیا

نیم شب دَلقے بپوشید و برفت ۔۔ از میانِ مملکت بگریخت تفت

آدھی رات کو گدڑی اوڑھی اور چلا گیا ۔۔ فوراً سلطنت سے بھاگ گیا

تا بیامد خشت میزد در تبوک ۔۔ با ملک[2] گفتند شاہے از ملوک

یہاں تک کہ تبوک میں آیا اینٹیں پاتھتا تھا ۔۔ لوگوں نے بادشاہ سے کہا، بادشاہوں میں سے ایک

امرؤ القیس آمدست اینجا بکد ۔۔ در شکارِ عشق و خشتے میزند

یہاں امرؤالقیس بھکاری بن کر آیا ہے ۔۔ عشق کے شکار میں، اور اینٹیں پاتھتا تھا

آں مَلِک برخاست شب شد پیشِ او ۔۔ گفت اُو را اے ملیکِ خوبرو

وہ بادشاہ رات میں اُٹھا اُس کے سامنے آیا ۔۔ اُس سے کہا اے خوبصورت بادشاہ!

یوسفِ وقتی دو مُلکت شد کمال ۔۔ مر ترا رام از بلاد و از جمال

تو یوسفِ دَوراں ہے، تیرے لئے دو ملک مکمل ہو گئے ۔۔ شہر اور حُسن تیرے تابع ہیں

گشتہ[3] مرداں بندگاں از تیغ تو ۔۔ واں زناں مِلکِ مہِ بے میغ تو

مرد، تیری تلوار کی وجہ سے غلام بن گئے ۔۔ اور وہ عورتیں تیرے بے ابر چاند کی ملکیت ہیں

پیشِ ما باشی تو بختِ ما بُود ۔۔ جانِ ما از وصلِ تو صد جاں شود

اگر تو ہمارے پاس رہے تو ہماری خوش نصیبی ہے ۔۔ ہماری جان تیرے وصل سے سَو جان بن جائے

ہم مَن و ہم مُلکِ مَن مملوکِ تو ۔۔ اے بہمّت مِلکہا متروکِ تو

میں بھی اور میرا ملک بھی تیرا مملوک ہے ۔۔ اے وہ کہ (تیری) ہمت کی وجہ سے ملک چھوڑے ہوئے ہیں

فلسفہ گفتش بسے واُو خموش ۔۔ ناگہاں واکرد از سر روی پوش

اُس نے اُس سے بہت سی دانائی کی باتیں کہیں اور وہ چپ تھا ۔۔ اچانک اُس نے سر سے نقاب اٹھایا

[1] امرؤالقیس ۔ وہ امرؤالقیس جو سلطنت سے محروم ہوا اُس کو بھی عشق نے خطۂ عرب سے جُدا کر دیا۔ جو کہ حسین بھی تھا اور شاعر اور اپنے فن کا مکمل شخص تھا۔ چونکہ زد عشق۔ جب اُس پر عشق کا اثر ہوا تو ہر چیز سے اُس کا دل سرد ہو گیا۔ نیم شب۔ امرؤالقیس پر جب اللہ تعالیٰ کے عشق کا اثر ہوا سلطنت چھوڑ کر آدھی رات کو بھاگ نکلا۔ در تبوک۔ اپنا وطن چھوڑ کر تبوک کے علاقہ میں پہنچا اور وہاں اینٹیں پاتھنے لگا۔

[2] با ملک ۔ لوگوں نے شاہ تبوک سے ذکر کیا کہ امرؤالقیس بادشاہ یہاں گدا بنکر آ گیا ہے اور اینٹیں پاتھتا ہے عشق نے اُس کو شکار کر لیا ہے۔ آں مَلِک۔ تبوک کا بادشاہ رات میں امرؤالقیس کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ تو حسن و جمال میں یوسفِ دَوراں ہے اور ملک و حسن تیرا غلام ہے۔

[3] گشتہ ۔ مرد تیری تلوار کی وجہ سے تیرے غلام ہیں اور عورتیں تیرے حسن کی وجہ سے تیری باندیاں ہیں۔ پیشِ ما ۔ اگر تو میرے پاس مقیم ہو جائے تو میری خوش نصیبی ہوگی۔ ہم من ۔ تو نے اپنی مردانہ ہمت سے اپنے ملکوں کو چھوڑا ہے اور میرا ملک اب تیرا ہے۔ فلسفہ ۔ شاہِ تبوک نے اُس سے بہت سی دانائی کی باتیں کہیں لیکن وہ

تا[1] چہ گفتش اُو بگوش از عشق و درد — ہمچو خود در حال سر گردانش کرد

(نہ جانے) اُسنے اُسکے کان میں عشق دُرد کی کیا بات کہی — اُسکو اُس نے فوراً اپنی طرح سرگرداں کر دیا

دستِ اُو بگرفت و با اُو یار شد — اُو ہم از تخت و کمر بیزار شد

اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور اُس کا یار ہو گیا — وہ بھی تخت اور پٹکے سے بیزار ہو گیا

تا بلادِ دُور رفتند آں دو شہ — عشق یک کرت نکر دست ایں گنہ

یہاں تک کہ دونوں بادشاہ دور شہروں میں پہنچ گئے — عشق نے یہ گناہ ایک بار نہیں کیا ہے

بر بزرگاں شہد و بر طفلانست شیر — اُو بہر کشتی بُود مَنِّ الاخیر

وہ بڑوں کے لئے شہد اور بچوں کیلئے دودھ ہے — وہ ہر کشتی کا آخری وزن ہے

کہ[2] چو در کشتی رود غرقش کُند — تا بقعر از پای تا فرقش کشد

کہ جب وہ کشتی میں پہنچ جائے اُسکو ڈبو دے — اُس کو پاؤں سے سر تک گہرائی میں کھینچ لے

غیر ایں دو بس ملوکِ بے شمار — عشق شاں از مُلک بر بود و تبار

اِن دونوں بادشاہوں کےعلاوہ بہت بیشمار بادشاہ ہوئے ہیں — عشق نے ان کو سلطنت اور خاندان سے جدا کر دیا ہے

قصۂ کیخسرو آں شاہِ زماں — ہست شہرہ درمیانِ انس و جاں

اُس شاہِ زماں، کیخسرو کا قصہ — انسانوں اور جنوں میں مشہور ہے

جانِ[3] ایں سہ شہ بچہ ہم گردِ چیں — ہمچو مرغاں گشتہ ہر سُو دانہ چیں

اِن تینوں شہزادوں کی جان بھی چین کے چاروں طرف — پرندوں کی طرح ہر جانب دانہ چُگتی پھرتی تھی

زہرہ نے تا لب کشا بند از ضمیر — زانکہ رازِ با خطر بُود و خطیر

طاقت نہ تھی کہ دل کی بات پر لب کشائی کریں — کیونکہ راز خطرناک اور عظیم تھا

صد ہزاراں سر بپوُلے آں زماں — عشق خشم آلود زہ کردہ کماں

لاکھوں سر اُس وقت ایک پیسے کے ہوتے ہیں جب — غضبناک عشق کمان پر چلّہ چڑھا لے

عشق خود بے خشم در وقتِ خوشی — خُوئی دارد دم بدم خیرہ کُشی

خوشی کے وقت میں عشق بغیر غصہ کے — ہر وقت بیباکانہ قتل کی عادت رکھتا ہے

---

[1] تا چہ۔ معلوم نہیں کہ امرءُالقیس نے شاہ تبوک کے کان میں عشق و درد کی کیا بات کہی ہے کہ اُس کو بھی اپنا جیسا بنا دیا۔ دستِ اُو۔ شاہ تبوک نے امرءالقیس کا ہاتھ پکڑا اور اُس کا ساتھی بن گیا اور اُس کو تخت شاہی اور پٹکے سے بیزاری ہو گئی۔ تا بلادِ دُور۔ دونوں بادشاہ دور دراز ممالک کی جانب چل کھڑے ہوئے۔ عشق۔ عشق سے یہ کرامت پہلی بار صادر نہیں ہوئی یہ کام وہ سینکڑوں بار کر چکا ہے۔ بر بزرگاں۔ عشق کی یہ تاثیر بڑوں پر ہی نہیں ہر بچوں پر بھی ہے۔ مَنّ الاخیر۔ وہ بوجھ جس کے رکھنے پر اتنا وزن بڑھ جائے کہ کشتی ڈوبنے لگے۔

[2] کہ چو۔ عشق وہ وزن ہے جس کے رکھنے سے انسان کی کشتی غرق ہو جاتی ہے۔ غیرِ ایں دو۔ امرءُالقیس اور شاہِ تبوک کے علاوہ سینکڑوں بادشاہوں کو عشق نے خانہ ویران کیا ہے۔ کیخسرو۔ اُس کا باپ سیاؤش اپنے باپ کیکاؤش سے ناراض ہو کر توران کے بادشاہ افراسیاب کے پاس چلا گیا تھا جسکو کسی وقت افراسیاب نے مار ڈالا کیخسرو توران ہی میں پیدا ہوا اور اُس نے وہیں پرورش پائی پھر اپنے دادا کیکاؤش کے پاس آگیا اور دادا کے مرنے کے بعد تخت نشین ہو کر اُسنے افراسیاب سے اپنے باپ کا انتقام لیا اور پھر ایک وقت آیا کہ اپنے فرزند لہراسپ کو تخت پر بٹھا کر یادِ الٰہی میں جنگلوں میں نکل گیا اور لاپتہ ہو گیا ——

[3] جانِ ایں سہ۔ تینوں شہزادے چین پہنچ کر مارے مارے پھرتے تھے۔ زُہرہ۔ اپنے عشق کا راز بھی خطرناک ہونے کی وجہ سے ظاہر نہ کرتے تھے۔ صد ہزاراں۔ جب عشق میں معشوق یا اُس کے سرپرستوں کے غصہ کی وجہ سے غضبناکی پیدا ہو جاتی ہے تو پھر عاشقوں کے سر کوڑیوں کے مول کے ہوتے ہیں۔ در وقتِ خوشی۔ عشق کی خوشی میں معشوق کی ادائیں قتل کرتی ہیں جب اُسکی خوشی کی حالت کا یہ اثر ہے تو غصہ کی حالت کی کیا بات بتائی جائے۔

این بود آں لحظہ کو خوشنود شد — من چہ گویم چونکہ خشم آلود شد

یہ اُس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ خوش ہوتا ہے — میں کیا بتاؤں جب وہ غضبناک ہوتا ہے؟

لیک[۱] مرج جاں فدای شیر او — کش کشد ایں عشق و ایں شمشیر او

لیکن جان کی چراگاہ اُس کے شیر پر قربان ہے — جس کو یہ عشق اور اُس کی تلوار قتل کرے

کشتنی بہ از ہزاراں زندگی — سلطنتہا مردۂ ایں بندگی

قتل ہو جانا ہزاروں زندگیوں سے بہتر ہے — سلطنتیں اس غلامی پر قربان ہیں

باکنایت رازہا باہم دگر — پست گفتندے بصد خوف و خطر

آپس میں ایک دوسرے سے راز کی باتیں — سینکڑوں خوف اور خطروں کے ساتھ آہستہ کہتے

راز را غیر خدا محرم نبود — آہ را جز آسماں ہمدم نبود

خدا کے سوا راز کا کوئی محرم نہ تھا — آسمان کے سوا آہ کا کوئی ساتھی نہ تھا

اصطلاحاتے میان ہمدگر — داشتندے بہر ایراد خبر

آپس میں کچھ اصطلاحیں — خبر دینے کے لئے رکھتے تھے

زیں لسان الطیر عام آموختند — طمطراق سروری اندوختند

پرندوں کی اس بولی سے عوام نے سیکھ لیا ہے — بڑائی کی شان و شوکت حاصل کر لی ہے

صورت[۲] آواز مرغست آں کلام — غافل ست از حال مرغاں مرد خام

وہ کلام، پرند کی آواز کی صورت ہے — وہ ناقص انسان پرندوں کی حالت سے غافل ہے

کو سلیمانے کہ داند لحن طیر — دیو گرچہ ملک گیرد ہست غیر

سلیمانؑ کہاں ہے جو پرندوں کی بولی سمجھے؟ — دیو اگرچہ ملک پر قبضہ کرلے، اجنبی ہے

دیو بر شبہ سلیماں کردہ ایست — علم مکرش ہست علمناش[۳] نیست

دیو نے سلیمانؑ کی مشابہت پر قیام کیا — اُس کو مکر کا علم ہے "عُلِّمْنَا" کا نہیں ہے

چوں سلیماں از خدا بشاش بود — منطق الطیرے ز علمناش بود

چونکہ سلیمانؑ خدا کی جانب سے خوش تھے — اُن کی پرندوں کی بولی "عُلِّمْنَا" سے تھی

تو ازاں مرغ ہوای فہم کن — کہ ندیدستی طیور من لدن

تو ہوائی پرندے سمجھ لے — کیونکہ تو نے "من لدن" کے پرند نہیں دیکھے

سلہ لیک۔ عاشق بہر حال اُس پر جان قربان کرنے کا خواہشمند رہتا ہے۔ کشتنی۔ فراق کی ہزاروں زندگیوں سے عاشق مر جانے کو بہتر سمجھتا ہے اور عشق کی غلامی پر سینکڑوں سلطنتیں قربان کر دیتا ہے۔ باکنایت۔ چونکہ راز کے ظاہر ہونے میں خطرہ تھا اِس لئے تینوں شہزادوں نے اِس معاملہ میں باہمی بات چیت کے لئے کچھ اصطلاحیں بنالی تھیں۔ راز۔ اُن کے راز کا سوائے خدا کے کوئی محرم نہ تھا اُن کی آہ کا سوائے آسمان کے کوئی ساتھی نہ تھا۔ اصطلاحاتے۔ جب وہ آپس میں دردِ عشق کی بات کرتے تو اُن اصطلاحوں میں کرتے تھے زیں۔ مولانا نے اِن شہزادوں کی اصطلاح سازی سے بزرگوں کی اصطلاحوں کی طرف انتقال فرمایا ہے کہ عوام بزرگوں کی اصطلاحیں سیکھ لیتے ہیں اور اُن کے حقیقی معانی سے بے خبر ہوتے ہیں اور اُن اصطلاحوں کو اپنی شان و شوکت بڑھانے کے کام میں لاتے ہیں۔

سلہ صورت۔ وہ بزرگوں کی اصطلاحیں اُن کیلئے ایسی ہیں کہ کوئی شخص پرندوں کی محض بولی سُن لے اور جو اُن کا مقصد ہے اُس کو نہ سمجھ سکے۔ کو سلیمانے۔ پرندوں کی بولی حضرت سلیمانؑ ہی سمجھ سکتے تھے اسی طرح عارفین کے کلام کو عارف سمجھ سکتا ہے۔ دیو۔ صخر نامی دیو نے اگر حضرت سلیمانؑ کے ملک پر قبضہ بھی کر لیا اور اُن کی سی صورت بنالی تو وہ اُس منطق الطیر کو نہیں سمجھ سکتا ہے یہی حال مزوّرین کا ہے۔

سلہ علمنا۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا تھا کہ ہمیں پرندوں کی بولی سکھا دی گئی ہے۔ تو۔ اے مخاطب قرانِ ہلالؔ پرندوں کو دیکھ کر بات سمجھ لے کہ اُنکی بولی تو سُن لیتا ہے لیکن اُن کا مفہوم نہیں سمجھتا ہے۔ طیور من لدن۔ وہ عارفین جنکو علم لدنی حاصل ہے۔

جائ سیمرغاں[51] بُوَد آں سُوئِ قاف — ہر خیالے را نباشد دست باف

سیمرغوں کی جگہ قاف سے اُس جانب ہے — وہ ہر خیال کے لئے آسان نہیں ہے

ہر خیالے را کہ دید آں اتفاق — آنگہش بعد العیاں اُفتد فراق

جس خیال نے اُس کو اتفاقاً دیکھا — فوراً مشاہدہ کے بعد فراق واقع ہو جائے گا

نے فراقِ قطع بہرِ مصلحت — کایمن ست از ہر فراق آں منقبت

قطع (تعلق)، کا فراق نہیں، مصلحت کی وجہ سے — کیونکہ وہ فضیلت ہر قسم کے فراق سے محفوظ ہے

بہرِ استبقائ آں جسمِ چو جاں — لحظۂ در ابر گردد خور نہاں

اُس جان جیسے جسم کی بقا کے لئے — سورج تھوڑی دیر کیلئے ابر میں چھپ جاتا ہے

بہرِ[52] استبقائ آں رُوحی جَسد — آفتاب از برف یک دَم در کشد

اُس رُوحانی جسم کی بقا کے لئے — سورج تھوڑی دیر کیلئے برف سے جدا ہو جاتا ہے

بہرِ جانِ خویش جوز ایشاں صلاح — ہیں مدزد از حرفِ ایشاں اصطلاح

تو اُن سے اپنی جان کی صلاح تلاش کر — خبردار! اُن کے حرفوں کی اصطلاح نہ چرا

آں زلیخا از سپنداں تا بعُود — نامِ جملہ چیز یوسف کردہ بُود

اُس زلیخا نے کالے دانہ سے لے کر اگر تک — سب چیزوں کا نام یوسفؑ کر رکھا تھا

نامِ اُو در نامہا مکتوم کرد — محرماں را سرِ آں معلوم کرد

اُن کا نام ناموں میں چھپا ہوا تھا — محرموں کو اُس کا راز بتا دیا تھا

چوں[53] بگفتے موم ز آتش نرم شُد — ایں بُدے کاں یار با ما گرم شُد

جب وہ کہتی موم آگ سے نرم ہو گیا — یہ (مطلب) ہوتا کہ وہ یار ہم پر مہربان ہو گیا

ور بگفتے مہ بر آمد بنگرید — ور بگفتے سبز شُد آں شاخِ بید

اور اگر وہ کہتی دیکھو چاند نکل آیا — اور اگر وہ کہتی اُس بید کی شاخ سبز ہو گئی

ور بگفتے آبہا خوش می تنند — ور بگفتے خوش ہمی سُوزد سپند

اور اگر وہ کہتی پانی عمدہ لہریں کھا رہے ہیں — اور اگر وہ کہتی کالا دانہ خوب جل رہا ہے

تھے وہ اُن لفظوں سے حضرت سے متعلق بات سمجھ جاتے تھے —— ۵۳ چوں بگفتے۔ اگر وہ یہ کہتی تھی کہ موم آگ سے نرم ہو گیا تو مطلب ہوتا کہ آج حضرت یوسفؑ نے مجھ پر مہربانی کی۔ ور بگفتے۔ اگر وہ کہتی کہ دیکھو چاند نکل آیا تو اُس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ یوسفؑ آگئے۔ سبز شُد۔ اگر وہ کہتی کہ بید کی شاخ سبز ہو گئی تو مُراد ہوتی تھی کہ وصل کی اُمید ہری ہو گئی ہے۔ آبہا۔ اُس کا مطلب ہوتا کہ اُمید دل کا دریا موجزن ہے۔ سوزد۔ مطلب یہ ہوتا کہ رقیب جل رہا ہے۔

---

۵۱ جائ سیمرغاں۔ عارفوں سے مراد اُن کی روحیں ہیں جس کا مقام عرش سے بھی بالا ہے ہر خیال کے لئے آسان نہیں ہے کہ وہ اُس کے مقام اور استغراق کو دیکھ سکے۔ ہر خیال۔ جو عارفین اُس مقام اور استغراق کا مشاہدہ کرتے ہیں وہ ہر وقت نہیں کرتے بلکہ کبھی کبھی حال میں مشاہدہ کرتے ہیں پھر اُنکو فراق حاصل ہو جاتا ہے۔ نے فراق۔ اُن کی یہ جدائی قطع تعلق کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ جسم سے تعلق کی مصلحت کی بنا پر ہے اِس لئے کہ اِس استغراق کے لئے جسم کا بقا بھی ضروری ہے لہٰذا وہ مشاہدہ منقطع کر دیا جاتا ہے اور تجلیات کا سورج ابر میں غائب ہو جاتا ہے۔

۵۲ بہرِ استبقا۔ چونکہ جسم کو بھی قائم رکھنا ہے لہٰذا تجلیات اِس روحی جسم سے مخفی ہو جاتی ہیں۔ تاکہ بدن کے اِس برف کو سورج کی تجلیات بالکل نہ گھلا دیں۔ بہرِ جاں۔ عارفین سے اپنی روح کی اِصلاح کرا اُنکی اِصطلاحوں کو چرا کر استعمال نہ کر۔ آں زلیخا۔ زلیخا نے رازداری کے لئے مختلف اِصطلاحیں بنا رکھی تھیں سپند اور عود بول کر حضرت یوسفؑ مُراد لیتی تھی۔ سپند۔ کالا دانہ۔ نظر لگ جانے پر جس کی دھونی دی جاتی ہے۔ عود۔ اگر وہ لکڑی جو خوشبو کیلئے جلائی جاتی ہے۔ محرماں۔ جو اُس کے ہمراز

وَر بگفتے برگہا خوش می طپند[1] — دست بر ہم رقص و مستی می کنند

اور اگر وہ کہتی، پتّے خوب لہلہا رہے ہیں — تالیاں بجاتے ہوئے رقص اور مستی کر رہے ہیں

وَر بگفتے گُل بہ بُلبل راز گفت — وَر بگفتے شہ سرِ شہباز گفت

اور اگر وہ کہتی، پھول نے بُلبل سے راز کہہ دیا — اور اگر وہ کہتی، شاہ نے شہباز کا راز کہہ دیا

وَر بگفتے چہ ہُمایونست بخت — وَر بگفتے کہ برافشانید رخت

اگر وہ کہتی، نصیبہ کیسا مبارک ہو گیا — اگر وہ کہتی، سامان جھاڑ دو

وَر بگفتے کہ سقا آورد آب — وَر بگفتے کہ برآمد آفتاب

اور اگر کہتی کہ سقّہ پانی لے آیا — اور اگر وہ کہتی، کہ سورج نکل آیا

وَر بگفتے دوشں دیگے پختہ اند — یا حوائج از پزشس یک لختہ اند

اگر وہ کہتی کل رات انھوں نے دیگ پکائی ہے — یا مصالحہ، پکنے سے ایک جان ہو گئے ہیں

وَر بگفتے ہست نانہا بے نمک — وَر بگفتے عکس می گردد فلک

اور اگر وہ کہتی، روٹیاں بے نمک ہیں — اور اگر وہ کہتی آسمان اُلٹا گھومتا ہے

وَر بگفتے کہ بدرد آمد سرم[2] — وَر بگفتے دردِ سر شُد خوشترم

اور اگر وہ کہتی، میرے سر میں درد ہو گیا — اور اگر وہ کہتی میرے سر کا درد اچھا ہو گیا

محرماں رازاں خبر بُد کہ چہ گفت — کہ مخالف با موافق گشت جفت

محرم سمجھ جاتے کہ اُس نے کیا کہا — کہ مخالف موافق کا ساتھی ہو گیا

گر ستودے اعتناقِ اُو بُدے — وَر نکوہیدے فراقِ اُو بُدے

اگر وہ تعریف کرتی تو اُن کا گلے ملنا ہوتا — اور اگر وہ بُرائی کرتی تو اُن کی جُدائی ہوتی

صد ہزاراں[3] نام گر بر ہم زدے — قصدِ اُو و خواہِ اُو یوسف بُدے

اگر وہ ہزاروں نام ملا دیتی — اُس کا ارادہ اور اُس کی خواہش، یوسفؑ ہوتے

گرسنہ بُودے چو گفتے نامِ اُو — می شُدے اُو سیر و مست از جامِ اُو

جب وہ بھوکی ہوتی اُن کا نام لیتی — وہ اُن کے جام سے سیر اور مست ہوتی

تشنگیش از نامِ اُو ساکن شُدے — نامِ یوسفؑ شربتِ باطن شُدے

اُس کی پیاس اُن کے نام سے بُجھ جاتی — (حضرت) یوسفؑ کا نام باطن کا شربت بنجاتا

وَر بُدے دردیش زاں نامِ بُلند — دردِ اُو درحال گشتے سودمند

اور اگر اُس کے کوئی درد ہوتا اُس بلند نام سے — اُس کا درد فوراً آرام بن جاتا

---

[1] برگہا۔ تو مطلب ہوتا کہ ہر حسین حضرت یوسفؑ کا دلدادہ ہے۔ گل۔ تو مطلب ہوتا کہ آج تنہائی میں باتیں ہوئیں۔ شہ۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ آج حضرت یوسفؑ نے میرے حال کا ذکر کیا۔ بخت۔ تو مطلب ہوتا کہ آج دیدار میسّر آیا۔ رخت۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ میرے پاس محرمِ راز کے علاوہ کوئی نہ رہے۔ سقا۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ وصل کے پانی سے سیرابی کا وقت آگیا ہے۔ آفتاب۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ وصل کی کرن نمودار ہو گئی ہے۔ دیگے۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ وصل کے اسباب مہیا ہو گئے ہیں۔ بے نمک۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ وصل کے اسباب سازگار نہیں ہیں۔ عکس۔ مطلب ہوتا کہ وصل کی تدبیر کا اُلٹا نتیجہ نکلا۔

[2] سرم۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ فراق کے اثرات پڑ رہے ہیں۔ خوشترم۔ درد اچھا ہونے کا مطلب یہ ہوتا کہ وصل کی جھلک نظر آگئی ہے۔ محرماں۔ جو راز داں تھے وہ مطلب سمجھ جاتے تھے اور یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا تھا کہ راز دانوں میں غیر بھی تھے۔ گر ستودے۔ اگر وہ کسی چیز کی تعریف کرتی تو اُس چیز سے مُراد حضرت یوسفؑ کا وصل ہوتا اور اگر بُرائی کرتی تو اُن کا فراق ہوتا۔

[3] صد ہزاراں۔ لاکھوں اصطلاحوں سے اُس کا مقصود حضرت یوسفؑ ہوتے۔ گرسنہ۔

وقتِ[1] سرما بُودے اُو را پوستیں
جاڑے کے وقت وہ اُس کا پوستین ہوتا
ایں کند در عشق نامِ دوست ایں
دوست کا نام عشق میں یہی کرتا ہے

عام می خوانند ہر دم نامِ پاک
عوام ہر وقت، پاک نام لیتے ہیں
ایں عمل نکند چو نبُود عشقناک
جبکہ وہ عشق بھرا نہ ہو یہ کام نہیں کرتا

آنچہ عیسیٰ کردہ بُود از نامِ ہُو
(حضرت) عیسیٰ نے جو کچھ اللہ کے نام سے کیا
می شُدے پیدا وَرا از نامِ اُو
وہ خود اُن کے نام سے بھی اُن کیلئے ظاہر ہوتا

چونکہ با حق متصل گردید جاں
جب جان اللہ (تعالیٰ) سے وابستہ ہوگئی
ذکرِ آں اینست ذکرِ اینست آں
اُس کا ذکر یہ ہے، اِس کا ذکر وہ ہے

خالی[2] از خود بُود و پُر از عشقِ دوست
وہ اپنے آپ سے خالی اور دوست کے عشق سے پُر تھے
پس ز کوزہ آں تراوَد کہ در وست
تو پیالے سے وہی ٹپکے گا جو اُس میں ہے

خندہ بُوئے زعفرانِ وصل داد
مُسکرانا، وصل کے زعفران کی خوشبو دیگا
گریہ بُوہائے پیاز اندر بعاد
فراق میں رونا پیاز کی بوئیں

ہر یکے راہست در دل صد مُراد
ہر ایک کے دل میں سینکڑوں مرادیں ہیں
ایں نباشد مذہبِ عشق و وَداد
عشق و محبت کا یہ مذہب نہیں ہوتا

یار[3] آمد عشق را روز آفتاب
عشق کے لئے دن میں یار، سورج ہے
آفتاب آں رُوی را ہمچوں نقاب
سورج، اُس چہرے کا نقاب ہے

آنکہ نشناسد نقاب از رُوی یار
جو شخص نقاب کو یار کے چہرے سے ممتاز نہ کرے
عابد الشمس ست دست از وے بدار
وہ سورج کا پجاری، اُس سے دستبردار رہنا

روز اُو و روزیِ عاشق ہم اُو
روز وہی ہے اور عاشق کی روزی بھی وہی ہے
دل ہم اُو دلسوزیِ عاشق ہم اُو
دل بھی وہی ہے اور عاشق کی دلسوزی بھی وہی ہے

ماہیاں را نقد شُد از عینِ آب
مچھلیوں کے لئے پانی سے حاصل ہوگئی
نان و آب و جامہ و دارو و خواب
روٹی اور پانی اور لباس اور دوا اور نیند

سلہ[1] وقتِ سرما۔ جاڑوں میں اُن کے ذکر سے بدن میں حرارت پیدا کرتی تھی۔ عام۔ خاص اللہ کے ذکر سے بھی فائدے اُٹھاتے ہیں لیکن عوام کے ذکر میں چونکہ عشق شامل نہیں لہٰذا ذکر کی وہ تاثیرات بھی نہیں ہیں۔ آنچہ۔ خدا کا نام عشق کے ساتھ تو اثر کرتا ہی ہے لیکن فنا کے مقام پر پہنچنے کے بعد خود فانی کا نام وہی اثر کرتا ہے جو خدا کا نام اثر کرتا ہے اب حضرت عیسیٰ کا قُم بِاِذنِیْ کہنا وہی معنیٰ اور اثر رکھتا ہے جو قُم بِاِذنِ اللہ کا تھا۔ چونکہ۔ جب فانی کی جان ذاتِ باری سے متصل ہوگئی تو اُس جان کا ذکر کرنا خدا کا ذکر کرنا ہے اور خدا کا ذکر کرنا اُس جان کا ذکر کرنا ہے۔

سلہ[2] خالی۔ فانی اب اپنی ذات سے خالی ہے اور اللہ کے عشق سے پُر ہے تو پیالہ میں سے وہی ٹپکے گا جو پیالہ کے اندر ہے۔ خندہ۔ اب اُس فانی کے طبعی افعال بھی حضرت حق تعالےٰ کے ساتھ معاملہ کے مُخبِر ہونگے اُس کا ہنسنا وصل کی وجہ سے ہوگا اور اُس کا رونا فراق کی وجہ سے ہوگا۔ ہر یکے۔ عام انسانوں کے دلوں میں سینکڑوں مُرادیں ہیں یہ عشق کا مذہب نہیں ہے، عاشق کے دل میں صرف معشوق کے حصول کی مراد ہوتی ہے۔

سلہ[3] یار آمد۔ عاشق کیلئے تو ہر چیز میں معشوق کی جھلک نظر آتی ہے، سورج میں بھی وہ معشوق کی جھلک سمجھتا ہے، سورج اپنا ذاتی نور نہیں سمجھتا ہے بلکہ اُس کو صرف نورِ حق کا مَظہر سمجھتا ہے اور سورج کو محض اُس محبوب کے چہرے کا نقاب سمجھتا ہے۔ آنکہ۔ جو سورج کا اپنا ذاتی نور سمجھے وہ سورج کا پجاری ہے اُس سے تعلق توڑ لے۔ روز۔ عاشق کا تو سب کچھ وہی معشوق ہے اُس کا دن بھی وہی ہے، اُس کی خوراک بھی وہی ہے، دل بھی وہی ہے اور دلسوزی بھی وہی ہے۔ ماہیاں۔ مچھلی کو سب کچھ پانی ہی سے حاصل ہے اسی طرح خدا کے عاشق کو بھی سب کچھ عینِ ذات سے حاصل ہوتا ہے خواہ خوراک ہو یا پوشاک۔

ہمچو طفلِ ست اُو ز پستاں شیر گیر | اُو نداند در دو عالَم غیرِ شیر
وہ بچے کی طرح پستان سے دودھ حاصل کرنیوالا ہر | وہ دونوں جہان میں دودھ کے سوا کچھ نہیں جانتا

طِفل داند ہَم نداند شیر رَا | راہ نبُوَد ایں طرَف تدبیر را
بچہ دودھ کو جانتاہے، نہیں بھی جانتا | اِس طرف کسی تدبیر کی راہ نہیں ہے

گیج کرد ایں گرَدنامہ روح را | تا نیابد فاتح و مفتوح را
اس بھاگے ہوئے کے تعویذ نے روح کو بیوقوف بنایا | تاکہ وہ فاتح اور مفتوح کو نہ پائے

گیج نبُوَد در رَوِش بلکہ اندرو | حاملش دریا بُوَد نے سیل و جُو
سلوک میں بیوقوف نہیں ہوتا بلکہ اُس میں | اُس کا حامل دریا ہوتا ہے نہ کہ بہاؤ اور نہر

چوں بیاید اُو کہ یابد گم شوَد | ہمچو سیلے غرقہ قُلزم شوَد
جب وہ آتا ہے تاکہ حاصل کرے گم ہوجاتا ہے | بہاؤ کی طرح سمندر میں ڈوب جاتا ہے

دانہ گم شُد انگہے اُو تیں شوَد | تا نمُردی زر نداَدم ایں بُوَد
دانہ گم ہوا تو وہ انجیر بنا | جب تک تو نہ مرا میں نے سونا نہ دیا یہ ہوتا ہے

بعد از مکث و مُتواری شُدن در بلادِ چین در شہرِ تختگاہ

ٹھہرنے اور چین کے شہروں شہر دارالخلافہ میں چھپے رہنے اور صبر کے دراز ہوجانے

و دراز شُدنِ صبر و بے صبر شُدنِ برادرِ بزرگ ترکہ مَن

کے بعد اور سب سے بڑے بھائی کا بے صبر ہوجانا کہ میں

رفتم تا خود را بر شاہِ چین عرضہ کُنم و نصیحتِ برادران

جاتا ہوں تاکہ اپنے آپ کو شاہِ چین کے سامنے پیش کروں اور بھائیوں کی نصیحت

اُو را سُود نا داشتن

کا اُس کو فائدہ نہ دینا

اِمّا قدَمِی یُنیلُنِی مَقصُودِی | اَوْ اُلقِی رَاسِی کَفُوَادِی ثَمَّہ
یا میرا قدم، مجھے میرا مقصود عطا کرے | یا میں اُس جگہ، دل کی طرح اپنا سر ڈالدونگا

یا پای رساندم بمقصود مرا | یا سر بنہم ہمچو دل از دست آنجا
یا پاؤں مجھے مقصود تک پہنچا دے | یا دل کی طرح میں اُس جگہ سر ہاتھ سے رکھ دونگا

یاعاذِلَ العاشِقِینَ دَعْ فِئَۃً | اَضَلَّہَا اللّٰہُ کَیفَ تُرشِدُ ہَا
اے عاشقوں کو ملامت کرنیوالے، اُس جماعت کو چھوڑ | جس کو خدا نے گمراہ کیاہے تو اسکو کیسے ہدایت دیگا!

ا؎ ہمچو طفل۔ عاشق معشوق کے سوا کسی سے تعلق نہیں رکھتا جیسا کہ شیر خوار بچہ صرف دودھ کو جانتاہے۔ ہم نداند۔ بچہ دودھ کو فی الجملہ جانتا ہر اُس کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتا یہی حال عارف کا ہے کہ وہ ذاتِ خداوندی کا عاشق ہے لیکن اُس کی حقیقت سے واقف نہیں ہے۔ گیج کرد۔ عوام عارف کے اِس علم سے بھی محروم ہیں اِس کی وجہ یہ ہے کہ بدنی تعلق نے اُن کی روح کو محروم کردیا ہے۔ گرد نامہ۔ وہ تعویذ جو کسی بھاگے ہوئے کے لئے کیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے وطن کو واپس لوٹ آئے مراد بدنی تعلقات ہیں۔ تا۔ اب اُس کی روح فاتح (حق تعالیٰ) اور مفتوح (مخلوق) میں امتیاز نہیں کرتی ہے۔

۲؎ گیج نبُوَد۔ عام انسانوں کی یہ حالت سلوک سے پہلے ہوتی ہے جب وہ راہِ سلوک اختیار کرلیتاہے تو اُس کی یہ حالت نہیں رہتی اُس کے تعلقاتِ بدنی ختم تو نہیں ہوتے لیکن اب دریائے حقیقت اُس کا حامل بن جاتاہے۔ چوں بیاید۔ سالک جب اُس حقیقت کو تلاش کرتاہے تو خود گم ہوجاتاہے جس طرح بہاؤ سمندر میں پہنچ کر گم ہوجاتاہے۔ دانہ۔ بیج جب گم ہوجاتاہے تو وہ انجیر بنکر رونما ہوتاہے۔ مصدرجہاں کے مقولہ تا نمردی کا یہی مطلب تھا۔

۳؎ اِمّا۔ بڑے بھائی نے یہ کہا کہ یا تو میرے قدم مجھے مقصود تک پہنچا دینگے یا دل کی طرح سر دیں قربان کردونگا۔ یا پای۔ یہ عربی شعر کا ترجمہ ہے۔ یا عاذل۔ ملامتگر کو خطاب ہے کہ تیری نصیحت بیکار ہے جبکہ عاشق کو خدا نے گمراہ کیاہے تو اسکو راہِ راست پر کیسے لا سکتاہے۔

آں[1] بزرگیں گفت اے اخوانِ مَن
اُس بڑے نے کہا، اے میرے بھائیو!

زانتظار آمد بلب ایں جانِ مَن
انتظار سے یہ میری جان ہونٹ پر آگئی

لاابالی گشتہ اَم صبرم نماند
میں لاپرواہ بن گیا ہوں، مجھ میں صبر نہیں رہا

مر مرا ایں صبر در آتش نشاند
اِس صبر نے مجھے آگ میں بٹھا دیا

طاقتِ مَن زیں صبوری طاق شُد
اِس صبر سے میری طاقت اکیلی رہ گئی

واقعہ مَن عبرتِ عُشّاق شُد
میرا واقعہ، عاشقوں کی عبرت بن گیا

مَن ز جاں سیر آمدم اندر فراق
میں فراق میں جان سے سیر ہوگیا

زندہ بُودن در فراق آمد نفاق
فراق میں زندہ رہنا نفاق ہے

چند دردِ فرقتش بکُشد مرا
اُس کے فراق کا درد مجھے کتنا قتل کرے گا

سَر ببر تا عشق سَر بخشد مرا
سَر کاٹ دے، تاکہ عشق مجھے سَر بخش دے

دینِ[2] مَن از عشق زندہ بُودن است
میرا دین، عشق کے ذریعہ زندہ رہنا ہے

زندگی زیں جان و سَر ننگِ من است
اِس جان اور سَر سے جینا میری توہین ہے

تیغ جانہا را کُند پاک از عیوب
تلوار، جانوں کو عیبوں سے پاک کردیتی ہے

زانکہ سیف افتاد محّاء الذُّنوب
کیونکہ تلوار گناہوں کو مٹانے والی (ثابت) ہوئی ہے

چوں غبارِ تَن بشُد ماہم بتافت
جب جسم کا غبار ختم ہوا، میرا چاند چمکا

ماہِ جانِ مَن ہوایِ صاف یافت
میری جان کے چاند نے صاف فضا پالی

عُمرہا بر طبلِ عشقِ آں صنم
اُس معشوق کے عشق کے نقارہ پر عرصہ دراز سے

اِنَّ فِی مَوتِی حَیاتِی میزنم
"بیشک میری موت میں میری زندگی ہے" صدا لگا رہا ہوں

دعویِ[3] مُرغابی کرد است جاں
میری جان نے مُرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے

کے ز طوفانِ بلا دارد فغاں
وہ بلا کے طوفان سے کب فریاد کرتی ہے؟

بَط را از اشکستنِ کشتی چہ غم
بطخ کو کشتی کے ٹوٹنے کا کیا غم ہے!

کشتیش بر آب بس باشد قدم
پانی پر اُس کی کشتی، پاؤں ہی ہوتا ہے

زندہ زیں دعویٰ بُود جان و تنم
اِس دعوے سے میری جان اور جسم زندہ ہے

من ازیں دعویٰ چگونہ تن زنم
میں اِس دعوے سے کیسے چُپ رہوں!

خواب می بینم ولے در خواب نے
میں خواب دیکھتا ہوں لیکن خواب نہیں ہے

مُدّعی ہستم ولے کذّاب نے
میں مدّعی ہوں لیکن جھوٹا نہیں ہوں

---

[1] آں بزرگیں۔ بڑے بھائی نے دونوں چھوٹے بھائیوں سے کہا اب میں صبر کی وجہ سے جاں بلب ہوں اب مجھے موت کی کوئی پرواہ نہیں، موت تیغِ فراق سے بہتر ہے۔ طاقت۔ اب صبر میری طاقت سے باہر ہے۔ زندہ بودن۔ فراق کی حالت میں زندہ رہنا نفاق ہے جو مناسب نہیں ہے۔ چند۔ فراق مجھے ہر وقت قتل کرتا ہے اب میرا سَر قلم کردو تاکہ فنا کے بعد بقا حاصل ہوجائے۔

[2] دینِ من۔ میں معنوی زندگی حاصل کرنا چاہتا ہوں ظاہری زندگی میرے لئے ذلت ہے۔ تیغ۔ شہید گناہوں سے پاک صاف ہوجاتا ہے۔ چوں غبار۔ جسمانی علائق سے جدا ہوکر رُوح اور منوّر ہو جاتی ہے۔ عمرہا۔ میں طویل عمر سے یہ صدا دے رہا ہوں، "میری موت میں میری زندگی ہے"

[3] دعویٰ۔ مرغابی پانی کے طوفان سے نہیں ڈرتی میں بھی قتل سے خائف نہیں ہوں۔ بَط۔ بطخ کا پاؤں خود کشتی ہے وہ کشتی کے ٹوٹنے سے نہیں ڈرتی ہے۔ ازیں دعویٰ۔ جبکہ عشق سے میری زندگی ہے تو اِس عشق کے دعوے سے میں کیسے خاموشی اختیار کروں۔ خواب۔ یہ میری استغراق کی کیفیت ہے عوام اسکو نیند سمجھتے ہیں لیکن وہ

نیند نہیں ہے

گر[1] مرا صد بار تو گردن زنی
اگر تو سو بار میری گردن کاٹے
ہمچو شمعم بر فروزم روشنی
میں شمع کی طرح ہوں، میں روشنی بڑھاؤں گا

آتش ار خرمن بگیرد پیش و پس
اگر کھلیان کو آگے اور پیچھے سے آگ پکڑ لے
شبروان را خرمن آں ماہ بس
رات کے مسافروں کیلئے اُس چاند کا کھلیان کافی ہے

کردہ یوسفؑ را نہان و مختبی
(حضرت) یوسفؑ کو پوشیدہ اور مخفی کر دیا تھا
حیلت اِخواں ز یعقوبؑ نبی
بھائیوں کے حیلے نے (حضرت) یعقوبؑ نبی سے

خفیہ کردندش بحیلت سازیے
اُنھوں نے اُسکو ایک حیلہ سازی سے پوشیدہ کر دیا تھا
کرد آخر پیرہن غمّازیے
بالآخر، لباس نے چغل خوری کی

آں[2] دو گفتندش نصیحت در سمر
اُن دونوں نے اُس کو قصہ میں نصیحت کی
کہ مکُن ز اخطار خود را بے خبر
کہ اپنے آپ کو خطروں سے بے خبر نہ بنا

ہیں منہ بر ریشہای ما نمک
ہاں ہمارے زخموں پر نمک نہ چھڑک
ہیں مخور ایں زہر از جلدی و شک
جلدی اور شک سے یہ زہر نہ کھا

جز بتدبیرِ یکے شیخ خبیر
کسی باخبر شیخ کی تدبیر کے بغیر
چوں روی چوں نبودت قلب بصیر
جبکہ تیرے پاس بینا دل نہیں ہے کیوں چلتا ہے؟

وای آں مرغے کہ ناروئیدہ پَر
اُس پرند پر افسوس ہے جو بغیر پَر نکلے
بر پرد بر اوج و افتد در خطر
بلندی پر پرواز کرے اور خطرے میں پڑ جائے

عقل[3] باشد مرد را بال و پَرے
آدمی کے لئے عقل، بال و پَر ہوتی ہے
چوں ندارد عقل، عقلِ رہبرے
اگر عقل نہ رکھے، تو رہبر کی عقل

یا مُظفّر یا مُظفّر جُوی باش
یا کامیاب، یا کامیاب کا جویاں بن
یا نظر ور یا نظر ور جوی باش
یا صاحبِ نظر، یا صاحبِ نظر کا جستجو کرنے والا بن

بے ز مفتاحِ خرد ایں قرعِ باب
بغیر کنجی کے اِس دروازے کو کھٹکھٹانا
از ہوا باشد نہ از رُوی صواب
خواہشِ نفسانی سے ہوگا، نہ کہ درست طریقہ پر

عالمے در دام می بیں از ہوا
ایک جہان کو خواہشِ (نفسانی) کیوجہ سے جال میں دیکھ لے
وز جراحتہای ہمرنگِ دوا
اور دوا کے ہمرنگ زخموں کی وجہ سے

(کسی رہبر کی عقل کو رہنما بنا لے۔ یا مظفر۔ یا انسان خود کامل ہو ورنہ کسی کامل کی تلاش کرے خود صاحب نظر ہو ورنہ کسی صاحب نظر کو تلاش کرے۔ بے ز مفتاح۔ عقل و نظر کے بغیر اِس راہِ سلوک کا دروازہ کھٹکھٹانا درست نہ ہوگا بلکہ نفسانی خواہش ہوگی۔ عالمے۔ خواہش نفس اور دوا کے ہمرنگ زخموں کی وجہ سے ایک عالم جال میں پھنسا ہوا ہے)

[1] گر مرا۔ عشق میں سر کا کٹنا ایسا ہی ہے جیسے شمع کا گل جھاڑنا جس سے اس کی روشنی اور بڑھ جاتی ہے۔ آتش۔ آتشِ عشق اگر جسم کے خرمن کو فنا کر دے تو کوئی پروا نہیں خرمن جسم کے بغیر خرمنِ محبوب اس کے لئے کافی ہے۔ کردہ یوسفؑ۔ عشق لامحالہ کامیابی کا سبب بنتا ہے حضرت یعقوبؑ کے عشق نے اُن کو کامیاب کر دیا بھائیوں نے اگرچہ اُنکا جسم اُن سے مخفی کر دیا تھا لیکن حضرت یوسفؑ کی قمیص نے غمازی کر دی اور حضرت یعقوبؑ سمجھ گئے کہ وہ زندہ ہیں اِسی طرح اگرچہ میرا محبوب پوشیدہ ہے لیکن کامیابی ضرور ہوگی۔

[2] آں دو۔ دونوں بھائیوں نے بڑے بھائی سے کہا کہ اپنے آپ کو خطروں سے بے خبر نہ بنا تاکہ ہم بھی عشق میں مبتلا ہیں اب تیری جدائی مزید ہوگی۔ ایں زہر۔ یہ خطرناک بات ہے جلدی اور اِس خیال سے کہ شاید خطرناک نہ ہو یہ خطرہ مول نہ لے جز۔ خطرناک راستہ تجربہ کار کی تدبیر سے طے کیا جا سکتا ہے۔ وای۔ جس پرندے کے پَر نہ اُگے ہوں اگر وہ بلند پروازی اختیار کرے گا خطرے میں پڑ جائیگا۔

[3] عقل باشد۔ انسان کے بال و پَر انسان کی عقل ہے اگر اُس کی عقل کامل نہ ہو

مار[1] استادہ است بر سینہ چو مرگ — در دہاں بگرفتہ بہرِ صید برگ

سانپ، موت کی طرح سینہ پر کھڑا ہے — شکار کے لئے مُنہ میں پتے لئے ہوئے

در حشایش چوں حشیشے اُو بپاست — مُرغ پندارد کہ اُو شاخِ گیاست

وہ، گھاسوں میں گھاس کی طرح کھڑا ہے — پرندہ سمجھتا ہے کہ وہ گھاس کی شاخ ہے

چوں نشیند بہرِ خور بر رُوی برگ — در فتد اندر دہانِ مارِ مرگ

جب وہ کھانے کیلئے پتے پر بیٹھتا ہے — موت کے سانپ کے مُنہ میں گر جاتا ہے

کردہ تمساحے دہانِ خویش باز — گِردِ دندانہاش کرمانِ دراز

مگرمچھ نے اپنا مُنہ کھولا ہے — اُس کے دانتوں کے چاروں طرف لمبے لمبے کیڑے ہیں

از بقیہ خور کہ در دندانش ماند — کِرم ہا رویید و بر دنداں نشاند

بقیہ خوراک کی وجہ سے جو اسکے دانتوں میں لگی ہو — کیڑے پیدا ہو گئے اور اُس نے دانتوں پر بٹھائے

مُرغکاں بینند کِرم و قوت را — مرج پندارند آں تابوت را

پرندے کیڑوں اور روزی کو دیکھتے ہیں — اُس تابوت کو چراگاہ سمجھتے ہیں

چوں دہاں[2] پُر شد ز مُرغ اُو ناگہاں — در کشد شاں و فرو بندد دہاں

جب پرندوں سے مُنہ بھر گیا اُس نے اچانک — اُن کو اندر کھینچ لیا اور مُنہ بند کر لیا

ایں جہانِ پُر ز نقل و پُر زناں — چوں دہانِ باز آں تمساح داں

یہ دنیا جو چنے اور روٹی سے پُر ہے — اُس مگرمچھ کے کھلے ہوئے مُنہ کی طرح سمجھ

بہرِ کِرم و طُعمہ اے روزی تراش — از فنِ تمساحِ دہر ایمن مباش

اے روزی تراشنے والے! کیڑوں اور لقمہ کیلئے — زمانے کے مگرمچھ کے مکر سے مطمئن نہ ہو

روبہ افتد پہن اندر زیرِ خاک — بر سرِ خاکش حبوبِ مکرناک

لومڑی مٹی کے نیچے پھیل کر پڑ جاتی ہے — اُس کی مٹی پر مکر بھرے دانے ہوتے ہیں

تا بیاید[3] زاغِ غافل سُوی آں — پای اُو گیرد بمکر آں مکرداں

تاکہ غافل کوا اُس کی جانب آئے — وہ مکار، مکر سے اُس کا پاؤں پکڑ لے

صد ہزاراں مکر در حیواں چو ہست — چوں بود مکرِ بشر کو مہتر ست

جب حیوان میں لاکھوں مکر ہیں — انسان کا مکر کیسا ہوگا جبکہ وہ سردار ہے؟

مُصحفے بر کف چو زینُ العابدیں — خنجرے پُر زہر اندر آستیں

زینُ العابدین کی طرح ہاتھ میں قرآن ہے — آستین میں زہر میں بجھا ہوا خنجر ہے

[1] مار۔ نفس کی مکاریوں کی ایک مثال تو یہ ہے کہ وہ وہ سانپ ہے جو سینہ پر موت کی طرح مُنہ میں کوئی پتہ دبائے کھڑا ہو۔ در حشایش۔ وہ سانپ گھاس میں گھاس کی شاخ کی طرح کھڑا ہے۔ پرندہ یہ سمجھ کر کہ وہ بھی کوئی شاخ ہے پتے پر کھانے کے لئے آ بیٹھتا ہے اور موت کے مُنہ میں آگرتا ہے۔ کردہ تمساحے۔ یا یہ مثال سمجھو کہ ایک مگرمچھ مُنہ کھولے ہوئے ہو اور اُس کے دانتوں پر لمبے لمبے کیڑے ہوں وہ کیڑے اُس گوشت سے پیدا ہو گئے ہیں جو اُس نے کسی چیز کا پہلے کھایا تھا پرندے اُن کیڑوں کو اپنی خوراک سمجھ کر اُن پر آگرتے ہیں اور مگرمچھ اپنا مُنہ بند کر لیتا ہے۔

[2] چوں دہاں۔ اُس مگرمچھ کا مُنہ جب پرندوں سے بھر جاتا ہے تو وہ فوراً اپنا مُنہ بند کر لیتا ہے۔ ایں جہاں۔ اِس نُقل اور نان سے بھری دنیا کو اِس طرح کا مگرمچھ سمجھ۔ روبہ۔ لومڑی بھی مٹی میں اپنے آپ کو چھپا کر شکار کھیلتی ہے۔

[3] تا بیاید۔ لومڑی اپنے آپ کو مٹی میں چھپا لیتی ہے تاکہ کوئی کوا ادھر کے سے ہی آ جائے اور وہ مکار اُس کا پاؤں پکڑ لے۔ صد ہزاراں۔ جب حیوان میں اِس طرح کے لاکھوں مکر ہیں تو انسان کے مکروں کا خود اندازہ لگا لو۔ مُصحفے۔ انسان کا مکر یہ ہوتا

گویدت[۱] خنداں کہ اے مولای من ‌ ‌ ‌ در دلِ اُو بابلے پُر سحر و فن
تجھ سے ہنستا ہوا کہتا ہے کہ اے میرے آقا! ‌ ‌ ‌ (اور) اسکے دل میں جادو اور فن سے بھرا ہوا ایک بابل ہے

زہرِ قاتل، صورتش شہد ست و شیر ‌ ‌ ‌ ہیں مَرَو بے صحبتِ پیرِ خبیر
وہ قاتل زہر ہے، اُس کی صورت شہد اور دودھ ہے ‌ ‌ ‌ خبردار! باخبر پیر کی صحبت کے بغیر نہ چل

جملہ لذّاتِ ہوا مکرست و زرق ‌ ‌ ‌ سوز و تاریکی ست گردِ نورِ برق
خواہش (نفسانی) کی تمام لذتیں، مکر اور دھوکا ہیں ‌ ‌ ‌ بَرق کی روشنی کے چاروں طرف جلن اور تاریکی ہے

بَرقِ، نورِ کوتہ و کذب و مجاز ‌ ‌ ‌ گِردِ اُو ظلمات و راہِ تو دراز
ناقص نور اور جھوٹ اور مجاز کی چمک ہے ‌ ‌ ‌ اُسکے چاروں طرف اندھیریاں ہیں اور تیرا راستہ لمبا ہے

نے بنورش نامہ تانی خواندن ‌ ‌ ‌ نے بمنزل اَسپ تانی راندن
تو اُس کی روشنی میں نہ خط پڑھ سکتا ہے ‌ ‌ ‌ نہ منزل تک گھوڑا چلا سکتا ہے

لیک[۲] جرمِ آنکہ باشی رہنِ برق ‌ ‌ ‌ از تو رُو اندر کشد انوارِ شرق
لیکن اُس جرم میں کہ تو چمک کا مرہون (دَستِ) نگر ہے ‌ ‌ ‌ مشرق کے نور تجھ سے رُوگردانی کرتے ہیں

خشم گیرد بر دلت آں آفتاب ‌ ‌ ‌ چوں تو جوئی از عطارد نور و تاب
وہ سورج تیرے دل پر غصہ کرتا ہے ‌ ‌ ‌ جب تو عطارد سے روشنی اور چمک ڈھونڈتا ہے

می کشاند مکرِ برقت بے دلیل ‌ ‌ ‌ در مفازہ مُظلمے شب میل میل
تجھے برق کا مکر بغیر رہنما کے لئے جارہا ہے ‌ ‌ ‌ تاریک میدان میں رات کو ایک ایک میل کرکے

گاہ بر کُہ گاہ بر جُو اُوفتی ‌ ‌ ‌ گہ بدیں سُو گہ بداں سُو اُوفتی
تو کبھی پہاڑ پر کبھی نہر پر گرتا ہے ‌ ‌ ‌ کبھی اِدھر کبھی اُدھر گرتا ہے

خود[۳] نہ بینی تو دلیل اے راہ جُو ‌ ‌ ‌ ور بہ بینی رُو بگردانی ازو
اے راستہ کے جویاں! تو خود رہنما کو نہیں دیکھتا ‌ ‌ ‌ اور اگر دیکھتا ہے تو اس سے مُنہ پھیر لیتا ہے

کہ سفر کردم دریں رہ شصت میل ‌ ‌ ‌ مر مرا گمراہ گوید آں دلیل
کہ میں نے اِس راستہ پر ساٹھ میل سفر کرلیا ‌ ‌ ‌ وہ رہنما مجھے بھٹکا ہوا کہتا ہے

گر نہم مَن گوش سُوی آں شگفت ‌ ‌ ‌ اَمرِ اُو را ہم ز سَر باید گرفت
اگر میں اُس عجیب بات پر کان دھروں ‌ ‌ ‌ اُس کے معاملہ کو بھی از سرِ نو شروع کرنا چاہیئے

۳؎ خود ۔ تو خود رہبرِ کامل کو نہیں دیکھتا ہے اور اگر وہ کامل از راہِ کرم تجھ پر نظر کرکے تجھے نصیحت کرتا ہے تو تُو اس سے روگردانی کرتا ہے کہ تسفر۔ اور یہ سوچتا ہے کہ میں نے کافی سفر کرلیا لیکن یہ کامل مجھے راہ سے بھٹکا ہوا سمجھتا ہے۔ گر نہم۔ اگر میں اسکی بات پر عمل کروں تو پھر از سرِ نو سفر شروع کرنا ہوگا۔

۱؎ گویدت ۔ زبان تو تجھے اپنا مولیٰ اور آقا کہہ رہا ہے لیکن دل میں تیری عداوت بھری ہوئی ہے۔ بابل ۔ بابل کا جادو مشہور ہے۔ زہرِ قاتل ۔ حقیقتاً قاتل زہر ہے بظاہر شہد اور دودھ نظر آتا ہے۔ ہیں ۔ جب نفس کی یہ دھوکے بازی ہے تو سلوک، بغیر پیر کے اختیار نہ کر۔ جملہ لذات ۔ نفس کی ساری لذتیں مکر اور دھوکا ہیں اور اُس کی مثال بجلی کی کوند ہے۔ اُس میں چمک ہوتی ہے اور اُس کے اِدھر اُدھر سوزش اور اندھیرا ہوتا ہے۔ برق ۔ بجلی میں مختصر سی روشنی ہوتی ہے وہ بھی غلط اور مجازی اور اُسکے چاروں طرف اندھیرا ہوتا ہے جس کی وجہ سے تیرا راستہ دراز ہوجاتا ہے۔ نے ۔ بجلی کی اِس کوند میں نہ تو خط پڑھ سکتا ہے نہ گھوڑے کو منزل تک لے جا سکتا ہے۔

۲؎ لیک ۔ چونکہ تو نفس کے دھوکے میں مبتلا ہے اور ناپائیدار برق سے روشنی حاصل کرنا چاہتا ہے اِس جرم میں تجھ سے کاملین اعراض کرنے لگتے ہیں۔ آفتاب ۔ یعنی کاملین۔ عطارد ۔ یعنی بجلی کی چمک۔ می کشاند ۔ وہ بجلی کی چمک تجھے تاریک جنگل میں پہنچا رہی ہے۔ گہ ۔ تیری رفتار بھی یہ ہوتی ہے کبھی پہاڑ پر چڑھتا ہے کبھی نہر میں اور اِدھر اُدھر گرتا ہے۔

مَن[1] دریں رَہ عمرِ خود کردم گرو — ہر چہ بادا بادا اے خواجہ بُرو

میں نے اس راستہ میں اپنی عمر گروی کردی — اے صاحب! جا جو بھی ہو سو ہو

راہ گردی لیک در ظنّ چو برق — عُشرِ آں رہ کُن پئے وحی چو شرق

تونے راستہ پر گردش کی لیکن برق جیسے گمان میں — اُس کا دسواں حصہ سورج جیسی وحی کے تابع ہو کر طے کر

ظنّ لَایُغْنِیْ مِنَ الْحَقّ خواندہ — وز چناں برقے ز شرقے ماندہ

تونے "گمان حق کے مقابلہ میں کام نہیں آتا" پڑھا ہے — تو ایسی ہی بجلی کی وجہ سے سورج سے رہ گیا ہے

ہے درآ، در کشتیِ ما اے نژند — یا تو ایں کشتی بر آں کشتی بہ بند

خبردار، اے سرگشتہ! ہماری کشتی میں آجا — یا تو اس کشتی کو اس کشتی سے باندھ لے

گویدا[2] اُو چوں ترک گیرم گیر و دار — چوں روم من در طفیلت کور وار

وہ کہتا ہے میں دھوم دھام کیسے چھوڑ دوں! — میں تیرے طفیل میں اندھوں کی طرح کیسے چلوں؟

کور با رہبر بہ از تنہا یقیں — زاں یکے ننگ ست و صد ننگ ست ایں

اندھا، رہبر کے ساتھ یقیناً تنہا سے اچھا ہے — کیونکہ اُس سے ایک ذلت ہے اور اس میں سو ذلتیں ہیں

می گریزی از پشہ در اژدہا — می گریزی از نمی در بحرہا

تو مچھر سے اژدہوں کی طرف بھاگتا ہے — تو نمی سے دریاؤں میں بھاگتا ہے

می گریزی از جفاہائے پدر — درمیانِ لوطیانِ شور و شر

تو باپ کی سختیوں سے بھاگتا ہے — شور و شر والے اِغلام بازوں کے درمیان

می[3] گریزی ہمچو یوسف زاں دہے — تا نزہ و نرتع و نلعب اُفتی در چہے

تو حضرت یوسفؑ کی طرح اُس گاؤں سے بھاگتا ہے — حتی کہ ہم چریں اور کھیلیں کی وجہ سے کنویں میں گرجائے

در چہ اُفتی زیں تفرج ہمچو اُو — مر ترا لیک آں عنایت یار کو

تو اس تفریح کی وجہ سے اُنکی طرح کنویں میں گر پڑیگا — لیکن تیرے لئے دوست کی مہربانی کہاں ہے!

گر نبودے آں بفرمانِ پدر — بر نیاوردے ز چہ تا حشر سر

اگر وہ باپ کی اجازت سے نہ ہوتا — تو قیامت تک کنویں سے سر نہ نکالتے

آں پدر بہرِ دلِ اُو اذن داد — گفت چوں اینست میلت خیر باد

اُن باپ نے اُن کے دل کی خاطر اجازت دیدی — فرمایا جب تیری یہ خواہش ہے، خدا بہتر کرے

---

[1] من ۔ مرد حق اس کاہل سے کہہ دیتا ہے کہ میں نے کامل عمر خرچ کر ڈالی جو کچھ ہونا ہے وہ ہو جائے گا آپ بھی سعی کریں نہ کہیں سے راہ گردی۔ کامل اس سے کہتا ہے کہ یہ تیرا محض خیال ہے کہ تونے راستہ طے کر لیا ہے تو وحی کی روشنی میں تھوڑا سا سفر کر لے منزل تک پہنچ جائیگا۔ ظن۔ تونے محض اپنے گمان سے راستہ طے کیا ہے اور حق کے معاملہ میں گمان کچھ مفید نہیں ہوتا ہے اور اسی گمان کی وجہ سے تو سورج سے محروم ہے۔ ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ تو ہماری بات پر عمل کر لے یا اپنی بات میں ہم سے مشورہ کر لیا کر۔

[2] گویدا۔ وہ اس کاہل سے کہتا ہے کہ اب میں خود مستقل پیر ہوں میں اندھا دھند کسی کا طفیل بننا نہیں چاہتا۔ کور۔ مولانا فرماتے ہیں اندھا بن کر کسی کے ساتھ سفر کرنا تنہا سفر کرنے سے بہرحال بہتر ہے رہبر کے ساتھ اندھا دھند چلنے میں تو صرف اتباع کی ذلت ہے اور تنہا چلنے میں دنیا و آخرت کی سیکڑوں ذلتیں ہیں۔ می گریزی۔ اس ایک ذلت سے بچ کر تنہا چلنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی مچھر سے ڈر کر اژدہے کے منہ میں یا نمی سے بھاگ کر دریا میں پناہ لے۔ می گریزی۔ کامل مربی سے بھاگنے والے کی مثال اُس لڑکے کی سی ہے جو باپ کی تنبیہ سے بھاگ کر اوباشوں میں جا پھنسے۔

[3] می گریزی حضرت یوسفؑ حضرت یعقوبؑ سے کھیل کود کے شوق میں علٰحدہ ہوئے اور نتیجہ میں کنویں میں گرے۔ در چہ۔ تو بھی کنویں میں گریگا لیکن فرق یہ ہے کہ ان کی تو خدا کی مہربانی نے دستگیری کرلی تیرے لئے وہ حمایت کہاں ہے۔ گر نبودے۔ اور بڑا فرق یہ ہے کہ اُنکی مربی سے دوری خود مربی کی اجازت سے تھی ورنہ انکی بھی دستگیری نہ ہوتی۔ آں پدر۔ حضرت یوسفؑ کی یہ بہت حضرت یعقوبؑ کی ملنے کی ذلت؟

مزہ اڑانے گیا تھا خود حضرت یوسفؑ کی تمنا تھی انہوں نے ان کا دل رکھنے کے لئے اجازت دی تھی۔

ہر ضریرے[1] کز مسیحے سر کشد
جو اندھا کسی مسیحؑ سے سرکشی کرے
اُو جہودانہ بماند از رَشَد
وہ یہود کی طرح ہدایت سے دُور رہ جائے گا

قابلِ ضو بُود اگرچہ کور بُود
اگرچہ وہ اندھا تھا لیکن روشنی کو قبول کرنے والا تھا
شُد ازیں اِعراض اُو کور و کبُود
وہ اِس اعراض سے اندھا اور کالا ہوگیا

گویدش عیسیٰؑ بزن در مَن دو دست
اُس سے عیسیٰؑ کہتے ہیں، مجھے دونوں ہاتھوں سے پکڑلے
اے عمیٰ کُحلِ ضریری با مَن ست
اے اندھے! اندھے پن کا سُرمہ میرے پاس ہے

از مَن ار کوری بیابی روشنی
اگر تو اندھا ہے، مجھ سے روشنی پالے گا
بر قمیصِ یوسفِؑ جاں بر زنی
جان کے یوسفؑ کی قمیص سے جالے گا

کاروبارے کت رَسد بعدِ شکست[2]
وہ کاروبار جو تجھے شکست کے بعد ملے
اندراں اِقبال و مِنہاجِ راہ ست
اُس میں نصیبہ وری اور سیدھا راستہ ہے

کاروبارے کاں ندارد پا و دست
وہ کاروبار جس کے ہاتھ پاؤں نہ ہوں
ترک گیر اے بُوالفضولِ گیج مَست
چھوڑ دے، اے بیکار، احمق مست!

کاروبارے کہ ندارد پا و سَر
وہ کاروبار جس کا سَر اور پیر نہ ہو
ترک کُن ہے پیرِ خر اے بیرہ خر
چھوڑ دے خبردار، اے بوڑھے گدھے! پیر بنالے

غیرِ پیرِ اُستاد و سَرلشکر مَباد
خدا کرے پیر کے علاوہ اُستاد اور سپہ سالار نہ ہو
پیرِ گردوں نے و لے پیرِ رَشاد
زمانہ کا بوڑھا نہیں، لیکن ہدایت کا پیر

در زماں چوں پیر را شُد زیرِ دست
فوراً ہی جب راہنما پیر کے ماتحت ہوا
روشنائی دید آں ظُلمت پرست
اُس تاریکی کے پُجاری نے روشنی دیکھ لی

شرطِ تسلیم[3] ست نے کارِ دَراز
شرط سپرد کر دینا ہے، نہ کہ لمبا کام
سُود نبُوَد در ضلالت تُرک تاز
گمراہی میں بھاگ دوڑ مفید نہیں ہے

مَن نجویم زیں سپس راہِ اثیر
اِس کے بعد میں آسمان کا راستہ تلاش نہ کرونگا
پیر جُویم پیر جُویم پیر پیر
پیر کو تلاش کرونگا، پیر کو تلاش کرونگا، پیر کو پیر کو

پیر باشد نَردبانِ آسماں
آسمان کی سیڑھی پیر ہے
تیر پرّاں از کہ گردد، از کماں
تیر کس سے چلتا ہے؟ کمان سے

کمان کے بغیر پرواز نہیں کرتا مرید بھی بغیر شیخ کے پرواز نہیں کرتا ہے۔

---

[1] ہر ضریرے۔ جو ناقص، مُربّی سے سرکشی کریگا اُس کا حال یہود کا سا ہوگا جنھوں نے حضرت مسیحؑ سے سرکشی کی۔ قابل۔ اِس ناقص میں صلاحیت تھی مُربّی سے اعراض کرنے کی وجہ سے وہ بھی اُس نے برباد کردی۔ گویدش۔ مُربّی اُس ناقص سے کہتا ہے کہ میرا اتباع کرلے اِس اندھے پن کا سُرمہ میرے پاس ہے۔ از من۔ اگر تو اندھا ہے تو تجھے مجھ سے بینائی حاصل ہوجائیگی اور تو یوسفؑ کی قمیص حاصل کرے گا جس سے حضرت یعقوبؑ کی بینائی لوٹ آئی تھی۔

[2] شکست۔ یعنی شیخ کی تابعداری۔ ندارد۔ یعنی تیرا بے ڈھنگا عمل۔ کاروبارے۔ اپنے اِس بے ڈھنگے سلوک کو چھوڑ دے۔ غیر پیر۔ خدا کرے پیر کا اتباع نصیب ہو اور پیر سے مراد عمر کا بوڑھا نہیں ہے بلکہ راہِ سلوک کا پیر مُراد ہے۔ در زماں۔ جب وہ اتباع کرلے گا فوراً اُس کو روشنی نظر آجائے گی۔

[3] شرط تسلیم۔ سلوک میں منزل تک پہنچنے کی شرط اپنے آپ کو پیر کے سپرد کردینا ہے نہ کہ دوڑ بھاگ۔ بغیر پیر کے یہ دوڑ بھاگ منزل سے دُور کردے گی۔ من نجویم۔ مولانا کہتے ہیں جب پیر کی ضرورت ثابت ہوگئی تو خود آسمان پر اُڑنے کی کوشش نہ کر پیر کو تلاش کرلے۔ پیر باشد۔ عروج کا ذریعہ ہے جس طرح تیر بغیر

بے[1] زا براہیمؑ نمرودِ گراں | کرد با کرگس سفر بر آسماں
(حضرت) ابراہیمؑ کے بغیر سست نمرود نے | گدھ کے ذریعہ سے آسمان کا سفر کیا

از ہوا شُد سوی بالا او بسے | لیک بر گردوں نپرّد کرگسے
وہ ہَوا سے بہت اونچا ہوا | لیکن گدھ آسمان پر نہیں اُڑتا

گفتش ابراہیمؑ اے مردِ سفر | کرگست مَن باشم اینت خوبتر
(حضرت) ابراہیمؑ نے اُس سے کہا، اے سفر کے مرد! | میں تیرا گدھ بن جاؤں، یہ تیرے لئے بہتر ہے

چوں ز مَن سازی ببالا نردبان | بے پریدن بر روی بر آسماں
جب تو اوپر کے لئے میری سیڑھی بنائیگا | تو بغیر اُڑے آسمان پر چلا جائے گا

آنچنانکہ[2] میرود تا غرب و شرق | بے ز زاد و راحلہ دل ہمچو برق
جیسے کہ مغرب سے مشرق تک چلا جاتا ہے | دل برق کی طرح توشہ اور سواری کے بغیر

آنچنانکہ میرود شب ز اغتراب | حسِ مردم شہرہا در وقتِ خواب
جس طرح رات کو مسافرت کی وجہ سے چلے جاتے ہیں | نیند کے وقت انسانوں کے حواس شہر در شہر

آنچنانکہ عارف از راہِ نہاں | خوش نشستہ میرود در صد جہاں
جس طرح عارف مخفی راستہ سے | سَو جہانوں میں اچھا بیٹھا ہوا چلا جاتا ہے

گر نداد ستش چنیں رفتار دست | ایں خبرہا زاں ولایت از کیست
اگر اُس طرح کی رفتار اُس کے ہاتھ نہیں آئی | اِس ملک کی یہ خبریں کس کی جانب سے ہیں؟

ایں[3] خبرہا ویں روایاتِ مُحق | صد ہزاراں پیر بروے مُتفق
یہ خبریں اور یہ سچی روایتیں | لاکھوں پیر اُن پر متفق ہیں

یک خلافے نے میانِ ایں عیون | آنچنانکہ ہست در علمِ ظنون
اِن بزرگوں میں ایک اختلاف نہیں | جیسا کہ ظنی علوم میں ہوتا ہے

آں تحرّی آمد اندر لیلِ تار | ویں حضورِ کعبہ و وسطِ نہار
اٹکل، تاریک رات میں ہے | اور یہ کعبہ کی موجودگی اور دوپہر ہے

خیز اے نمرود پر جُوی از کساں | نردبانے نایدت از کرگساں
اے نمرود! اٹھ مَردوں سے پَر مانگ | گدھوں سے تجھے سیڑھی نہ ملے گی

عقلِ جزوی کرگس آمد اے مُقِل | پرّ اُو با جیفہ خواری مُتصل
اے نادار! جزوی عقل گدھ ہے | اُس کے پَر مردار کھانے سے وابستہ ہیں

[1] بے ز ابراہیمؑ۔ نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو عروج و پرواز کا ذریعہ بنایا اپنی خواہشِ نفس کو بنایا مردود ہوگیا۔ کرگس۔ گدھ یعنی خواہشِ نفس، شیطان۔ چوں حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اگر تو میرا اتباع کرے گا تو تجھے عروج حاصل ہو جائے گا۔ بر آسماں یعنی تجھے تعلق مع اللہ حاصل ہو جائے گا۔

[2] آنچنانکہ۔ دل، مشرق و مغرب کی سیر بغیر توشہ اور سواری کے کر لیتا ہے، یہی حال عارف کا ہے کہ اُس کو بغیر اسباب ظاہری کے ملکوت کی سیر حاصل ہو جاتی ہے۔ حسِ مردم۔ حواسِ باطنی بھی خواب میں شہر در شہر بغیر اسبابِ ظاہری کے سیر کرتے ہیں۔ عارف۔ اپنے مراقبہ میں عالم کی سیر کرتا ہے۔ گر۔ اگر اُن کی سیر نہیں ہے تو پھر انہوں نے اُن عوالم کی خبر کیسے دے دی۔

[3] ایں خبرہا۔ اگلی یہ خبریں تواتر کا درجہ رکھتی ہیں جن سے یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ علمِ ظنون۔ علومِ عقلیہ میں عقلاً مختلف ہیں لیکن اولیاء اور انبیاء عوالم کی خبروں میں متفق ہیں۔ آں تحری۔ یہ خبریں اٹکل سے نہیں دی گئی ہیں بلکہ مشاہدہ کے بعد دی ہیں۔ خیز۔ لہٰذا انسان کو نمرود نہ بننا چاہیئے بلکہ شیوخ کے ذریعہ پرواز کرنی چاہیئے۔ عقلِ جزوی۔ عقل ناقص گدھ ہے اُس کی پرواز مردار

عقلِ[51] ابدالاں چو پرِ جبرئیل — می پرد تا ظلِّ سدرہ میل میل

ابدال کی عقل (حضرت) جبرئیل کے پر کی طرح ہر — جو سدرۃ (المنتہیٰ) کے سایہ تک میل میل اڑتی ہے

بازِ سلطانم گشم نیکو پیم — فارغ از مردارم و کرگس نیم

میں شاہی باز ہوں، اچھا ہوں، نیک قدم ہوں — میں مُردار سے بے نیاز ہوں اور میں گِدھ نہیں ہوں

ترکِ کرگس کن کہ من باشم گت — یک پرِ من بہتر از صد کرگس ست

گدھ کو چھوڑ، تاکہ میں تیرا دوست بنوں — میرا ایک پر سیکڑوں گدھوں سے بہتر ہے

چند بر عمیا دوانی اسپ را — باید استا پیشہ را و کسب را

تو گھوڑے کو اندھا دھند کب تک دوڑائے گا؟ — پیشہ اور ہنر کے لئے اُستاد چاہیئے

خویش[52] را رسوا مکن در شہرِ چین — عاقلے جو خویش از وے در مچین

چین کے شہر میں اپنے آپ کو رُسوا نہ کر — کوئی عقلمند تلاش کر، اپنے آپکو اس سے جدا نہ کر

آنچہ گوید آں فلاطونِ زماں — ہیں ہوا بگذار و رو بر وفقِ آں

وہ افلاطونِ دَوراں جو کچھ کہے — خبردار: ہوا (نفسانی) کو چھوڑ اُسکے مطابق چل

جملہ می گویند اندر چین بجد — بہرِ شاہِ خویشتن کہ لم یلد

چین میں سب اصرار سے کہتے ہیں — اپنے بادشاہ کے بارے میں کہ اسکے اولاد نہیں ہوئی

شاہِ ما خود ہیچ فرزندے نزاد — بلکہ سوئے خویش زن را رہ نداد

خود ہمارے بادشاہ کے کوئی فرزند نہیں ہوا — بلکہ اُس نے اپنی جانب کسی عورت کو راہ نہ دی

ہر کہ از شاہاں ازیں نوعش بگفت — گردنش با تیغِ بُرّاں گشت جفت

بادشاہوں میں سے جس نے اِس طرح کی بات کہی — اُس کی گردن تیز تلوار سے وابستہ ہوگئی

شاہ[53] گوید چونکہ گفتی ایں مقال — زود ثابت کن کہ من دارم عیال

بادشاہ کہہ دیتا ہے کہ جب تو نے یہ بات کہی — جلد ثابت کر کہ میں اولاد رکھتا ہوں

مر مرا دختر اگر ثابت کنی — یافتی از تیغِ تیزم ایمنی

اگر تو میرے لئے لڑکی ثابت کر دے — (تب) تو نے میری تیز تلوار سے امن پایا

ورنہ بے شک من ببرّم حلقِ تو — بر کشم از صوفیِ جاں دلقِ تو

ورنہ میں بلا شک تیری گردن کاٹ دونگا — تیری صوفی روح سے گدڑی اُتار دوں گا

سر نخواہی برد ہیچ از تیغِ تو — اے بگفتہ لاغ کذب آمیزِ تو

تو کبھی تلوار سے سر نہ بچا کر نہ لے جا سکے گا — اے وہ شخص جس نے جھوٹی بکواس کی

---

[51] عقلِ ابدالاں۔ عارفین کی عقل کامل ہے اور اس کی پرواز حضرت جبرئیلؑ کی طرح سدرۃ المنتہیٰ تک ہے۔ بازِ سلطانم۔ حضرت ابراہیمؑ نے نمرود سے فرمایا میرا اتباع کر وہ تیرے لئے نفس کے اتباع سے بہتر ہے۔ چند۔ اندھا دھند گھوڑا دوڑانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

[52] خویش را۔ چھوٹے بھائیوں نے بڑے بھائی سے کہا۔ مچین۔ کسی عقلمند سے مشورہ کر لے۔ آنچہ۔ وہ عقلمند جو کہے اُس پر عمل کر۔ جملہ۔ سب چینی یہ کہتے ہیں کہ ہمارے بادشاہ کے کوئی اولاد ہی نہیں ہے۔ بلکہ۔ بچہ پیدا ہونا تو درکنار اُس نے کسی عورت سے صحبت ہی نہیں کی۔ ہر کہ۔ اگر کسی بادشاہ نے اسکے یہاں شادی کا پیغام دیا ہے تو اُسکی گردن کٹی ہے۔

[53] شاہ گوید۔ اِس پیغام دینے والے سے شاہ کا مطالبہ ہوتا ہے کہ پہلے یہ ثابت کر کہ میرے اولاد ہے۔ مر مرا۔ اگر تو یہ ثابت کر دے گا کہ میرے کوئی لڑکی ہے تو میری تلوار سے بچ سکے گا۔ بر کشم۔ جان صوفی اور جسم اُسکی گدڑی ہے۔ تیغ۔ بادشاہ کہہ دیتا ہے کہ اب جبکہ تو نے یہ جھوٹ بولا ہے جب تک تو اِس کا ثبوت نہ دیگا تیری جان نہ بچے گی۔

بنگر[1] اے از جہل گفتہ ناحقے ۔۔۔ پُر ز سرہای بُریدہ خندقے

اے وہ جس نے نادانی سے ناحق بات کہی، دیکھ لے ۔۔۔ کٹے ہوئے سروں سے بھری ہوئی خندق

خندقے از قعرِ خندق تا گلو ۔۔۔ پُر ز سرہائے بُریدہ زیں غلو

ایک خندق تلی سے کنارے تک ۔۔۔ اس مبالغہ کی وجہ سے کٹے ہوئے سروں سے بھری

جُملہ اندر کارِ ایں دعویٰ شدند ۔۔۔ گردنِ خود را بدیں دعویٰ زدند

جو لوگ اِس دعوے میں گئے ۔۔۔ اُنھوں نے اِس دعوے سے اپنی گردن کٹا دی

ہاں ببیں ایں را بچشمِ اِعتبار ۔۔۔ اینچنیں دعویٰ میندیش و مبار

خبردار! اس کو عبرت کی نگاہ سے دیکھ لے ۔۔۔ ایسا دعویٰ نہ سوچ، اور نہ کر

تلخ[2] خواہی کرد بر ما عمرِ ما ۔۔۔ کہ بریں مبدار داے دادرِ تُرا

تو ہم پر ہماری زندگی تلخ کردے گا ۔۔۔ اے بھائی! تجھے اِس پر کون آمادہ کر رہا ہے!

گر رَوَد صد سال آنکہ آگاہ نیست ۔۔۔ بر عمیٰ آں از حسابِ راہ نیست

جو واقف نہیں ہے، اگر وہ سو سال چلے ۔۔۔ اندھا دھند، وہ راستہ کے حساب میں نہیں ہے

بے سَلاحے در مَرو در معرکہ ۔۔۔ ہمچو بیباکاں مَرو در تہلکہ

میدانِ جنگ میں بغیر ہتھیار کے نہ جا ۔۔۔ لاپرواؤں کی طرح ہلاکت میں نہ پڑ

ایں ہمہ گفتند وگفت آں ناصبور ۔۔۔ کہ مرا زیں گفتہا آید نفور

اُنھوں نے یہ سب کچھ کہا، اور اس بے صبرے نے کہا ۔۔۔ کہ مجھے اِن باتوں سے نفرت آتی ہے

سینہ[3] پُر آتش مرا چوں منقل ست ۔۔۔ کِشت کامل گشت، وقتِ منجل ست

میرا سینہ انگیٹھی کی طرح آگ سے بھرا ہے ۔۔۔ کھیتی پک گئی، درانتی کا وقت ہے

صدر را صبرے بُد اکنوں آں نماند ۔۔۔ بر مقامِ صبر عشق آتش نشاند

سینہ میں صبر تھا، وہ اب نہیں رہا ۔۔۔ عشق نے صبر کی جگہ آگ بٹھا دی

صبرِ مَن مُرد آں شبے کہ عشق زاد ۔۔۔ درگذشت و حاضراں را عمر باد

جس رات کو عشق پیدا ہوا میرا صبر مر گیا ۔۔۔ وہ مر گیا اور حاضرین کی عمر ہو

اے مُحدِّث از خطاب و از خطوب ۔۔۔ زاں گذشتم آہنِ سردے مکوب

اے خطاب اور مصائب کی باتیں کرنے والے ۔۔۔ میں اس سے آگے بڑھ گیا، ٹھنڈا لوہا نہ کوٹ

سرنگونم ہے رہا کُن پایِ مَن ۔۔۔ فہم کو در جملہ اجزائے مَن

میں اوندھا ہوں، خبردار! میرا پاؤں چھوڑ ۔۔۔ میرے تمام اجزاء میں سمجھ کہاں ہے!

---

[1] بنگر۔ اور کہہ دیتا ہے کہ اِس خندق کو جاکر دیکھ لے جس میں اِس طرح کی بات کہنے والوں کے سر کٹے ہوئے پڑے ہیں۔ تو یعنی یہ کہنا کہ بادشاہ کے لڑکی ہے۔ جملہ۔ بھائیوں نے کہا اُن سب نے یہی بات کہی تھی اور اِس طور پر اپنے قتل کا سبب بنے ہیں۔ ہاں خبردار تو ایسی بات نہ کہنا اور اُن کٹے ہوئے سروں سے عبرت حاصل کرلے۔

[2] تلخ۔ تو اِن باتوں سے اپنا سر کٹا کر ہماری زندگی بھی تلخ کردے گا۔ داور۔ برادر۔ گر رود۔ اگر راستہ سے ناواقف سو سال بھی چلے تو اُس کا چلنا صحیح راستے کے حساب میں نہیں لگتا ہے۔ بے سلاحے۔ کسی عقلمند کے مشورہ کے بغیر تیرا یہ کام ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی شخص بغیر ہتھیار کے میدانِ جنگ میں جائے۔ ایں ہمہ۔ بھائیوں کی اِس تقریر پر وہ بڑا بھائی بولا مجھ سے یہ باتیں نہ کرو مجھے اِن باتوں سے نفرت آتی ہے۔

[3] سینہ۔ اب سینہ میں صبر کی بجائے عشق کی آگ ہے اور سینہ انگیٹھی بنا ہوا ہے، کھیتی پک چکی ہے اور اس کے کٹنے کا وقت آگیا ہے۔ صبر من۔ جس وقت عشق پیدا ہوا صبر مرگیا۔ اے محدث۔ آپ صبر کی تلقین ایسی ہی ہے جیسے کہ ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا سرنگونم

[illegible]

اُشترم[1] مَن تا توانم می کَشم — چوں فتادم زار با کُشتن خوشم

میں اونٹ ہوں جب تک ہو سکے گا کھینچوں گا — جب عاجز ہو کر گر جاؤں گا ذبح ہونے پر خوش ہوں

بر سَرِ مقطوع اگر صد خندق ست — پیشِ دردِ مَن مزاحِ مُطلق ست

کٹے ہوئے سَر پر اگر سو خندقیں (مشکل) ہوں — وہ میرے درد کے سامنے خالص مذاق ہیں

مَن نخواہم زَد گراز خوف و بیم — ایں چنیں طبلِ ہَوا زیرِ گلیم

میں ڈر اور خوف سے، نہ بجاؤں گا — ہوا (نفسانی) کے نقارے کو گدڑی کے اندر

مَن عَلَم اکنوں بصحرا می زنم — یا سَر اندازی و یا رُوِیِ صَنم

اب میں میدان میں جھنڈا گاڑ دوں گا — یا سَر کٹانا ہے، یا محبوب کا چہرہ

حلق[2] کاں نبوُد سزای ایں شراب — آں بُریدہ بہ بشمشیرِ ضراب

جو حلق اِس شراب کے لائق نہ ہو — وہ تلوار بازی کی تلوار سے کٹا ہوا اچھا

دیدہ کو نبوُد زوصلش دَر فرہ — آنچناں دیدہ سفید و کوُر بہ

وہ آنکھ جو اُس کے وصل سے تازگی میں نہ ہو — ایسی آنکھ کا سفید اور اندھا ہونا اچھا

گوش کاں نبوُد سزاِی رازِ اُو — بَر کَنش کہ نبوُد آں بر سَر نکوُ

وہ کان جو اُس کے راز کے لائق نہ ہو — اُس کو اُکھاڑ دے کیونکہ وہ سَر پر اچھا نہیں ہے

اندراں دستے کہ نبوُد آں نصاب — آں شکستہ بہ بسا طورِ قصاب

جس ہاتھ میں وہ مال نہ ہو — وہ قصائی کے بغدے سے، ٹوٹا ہوا اچھا

آنچناں پاِی کہ از رفتارِ اُو — جاں نہ پیوندد بہ نرگس زارِ اُو

وہ پاؤں جس کی رفتار — جان کو اُس کے نرگس زار سے نہ جوڑ دے

آنچناں پا در حدید اولیٰ تر ست — کانچناں پا عاقبت دردِ سَر ست

ایسا پاؤں، لوہے میں زیادہ اچھا ہے — کیونکہ ایسا پاؤں بالآخر دردِ سَر ہے

بیانِ[3] مجاہد کہ دست از مجاہدہ باز ندارد اگرچہ داند کہ بسطتِ

اُس مجاہدہ کرنے والے کا بیان، جو مجاہدہ سے دستبردار نہیں ہوتا اگرچہ وہ جانتا ہے کہ

عطائے حق آں مقصود از طرفِ دیگر و بسبب نوعِ عملِ دیگر

اللہ تعالیٰ کی عطا کی وسعت اُس مقصود کو دوسری جانب سے اور دوسری قسم کے عمل کے سبب سے

کرتا ہے نتیجہ انسان کے قبضہ میں نہیں ہے اَلشَّیْءُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللہِ۔ ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک سبب اختیار کر کے سعی اور کوشش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی دوسرے سبب سے، اس کا مطلب پورا فرما دیتا ہے وَیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ کے یہی معنیٰ ہیں انسان کا کام تدبیر کرنا ہی اور مقدرات اللہ کے قبضہ میں ہیں۔

---

[1] اُشترم۔ مصائب کا بوجھ اُٹھانے سے نہ گھبراؤں گا اگر اس کا انجام قتل ہے تو میں اسکے لئے خوشی آمادہ ہوں۔ بر سَر۔ میرا سَر کٹنے کے بعد سو خندقوں میں بھی مدفون ہو تو مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے یہ میرے لئے ایک تفریح کی بات ہے۔ می نخواہم۔ اب میں اس عشق کو مخفی نہیں رکھ سکتا ہوں۔ من عَلَم۔ اب عشق کا جھنڈا میدان میں گاڑوں گا یا وصل حاصل ہو یا موت آ جائے۔

[2] حلق۔ جو حلق شرابِ وصل نہ پی سکے اُس کا کٹ جانا بہتر ہے۔ دیدہ۔ جس آنکھ کو محبوب کا دیدار میسّر نہ ہو اُس آنکھ کا اندھا ہو جانا بہتر ہے۔ فرہ۔ تازگی۔ گوش۔ وہ کان جو محبوب کا راز نہ سُن سکے وہ سَر کے لئے باعث ننگ ہے۔ اندراں۔ جس ہاتھ کی دولتِ عشق تک دسترس نہ ہو اُس کا کٹنا بہتر ہے۔ ساطور۔ بڑا چھرا۔ پاِی۔ جو پاؤں محبوب کے چمن تک نہ پہنچائے وہ پاؤں بیڑیوں کے لائق ہے۔

[3] بیانِ مجاہد۔ جس طرح مجاز میں یہ ہے کہ انسان سعی اور کوشش جاری رکھے خواہ مقصود تک رسائی ہو یا نہ ہو اسی طرح حقیقت کے طالب کا فرض ہے کہ وہ مجاہدہ جاری رکھے خواہ اُس کو یہ محسوس ہو کہ یہ مجاہدہ حقیقت تک پہنچنے کا ذریعہ نہیں ہے انسان کا کام کوشش

بدو رساند کہ در وہم او نبودہ باشد و او ہمہ وہم و امید دریں

اُس کو پہنچا دے گا جو اس کے وہم میں بھی نہیں ہے اور اُس نے تمام وہم اور اُمیدیں

طریق معین بستہ و ہمیں حلقۂ در می زند بو کہ حق تعالیٰ

اُسی معین راستہ سے وابستہ کر رکھی رہیں اور اسی در کی کنڈی کھٹکھٹا رہا ہے ہوسکتا ہے

آں روزی را از درِ دیگر بدو رساند کہ او آں تدبیر نکردہ

کہ اللہ تعالیٰ اُس روزی کو دوسرے دروازے سے اسے پہنچا دے جس کی اُس نے کوئی تدبیر نہ

باشد وَیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ، اَلْعَبْدُ یُدَبِّرُ وَاللّٰہُ

کی ہو اور اللہ اُس کو اُس جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جس کا اسکو گمان نہ ہو بندہ تدبیر کرتا ہے

یُقَدِّرُہٗ و بود کہ بندہ را وہم بندگی بود کہ مرا از غیر ایں در

اور اللہ تعالیٰ تقدیر لکھتا ہے اور ہوتا ہے کہ بندہ کو بندگی کا خیال ہو کہ مجھے اُس در کے غیر سے وہ

برساند اگرچہ من حلقۂ ایں در می زنم حق سبحانہٗ و تعالیٰ

پہنچائیگا اگرچہ میں اُس در کی کنڈی پیٹتا ہوں، اللہ تعالیٰ اُس کو اسی در

او را ہم ازیں در روزی رساند فی الجملہ ایں ہمہ درہای

سے روزی پہنچا دیتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب ایک مکان

یک سرای ست

کے دروازے ہیں

یا دریں[۱] رہ آبدم آں کامِ من
یا اسی راستہ سے میرا مقصد مجھے حاصل ہو

یا چو باز آیم روم سوی وطن
یا جب میں واپس آؤں، وطن کی جانب جاؤں

بو کہ موقوفست کامم بر سفر
ہوسکتا ہے کہ میرا مقصود سفر پر موقوف ہو

چوں سفر کردم بیابم در حضر
جب سفر کر لوں، حضر ہی میں پالوں

یار را[۲] چنداں بجویم جد و جست
مستعدی اور چستی سے محبوب کو اتنا تلاش کرونگا

تا بدانم کہ نمی بایست جست
جب تک کہ یہ جان لوں کہ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے

آں معیت کے رود در گوشِ من
وہ معیت میرے کان میں کب پہنچے گی ؟

تا نگردم گردِ دورانِ زمن
جب تک میں زمانہ کے دائرے کے گرد نہ پھر لوں

تا حسابِ[۳] خطوتان و قد وصل
تاکہ "دو قدم ہیں اور وصال ہوا" کا حساب

گر دم روشن شود اشکال حل
میرے لئے روشن ہو جائے، اشکال حل ہو جائے

[۱] یا دریں۔ مجاہدہ کرنیوالا کہتا ہے کہ میں کوشش بہرحال جاری رکھوں گا خواہ مقصود اِس سفر میں حاصل ہو یا واپسی پر وطن میں حاصل ہو، میں بہرحال سفر کی سعی جاری رکھونگا بو کہ۔ ہوسکتا ہے کہ میری اِس سعی پر مقصد کا حصول موقوف ہو خواہ وہ مقصد دوسرے سبب سے حاصل ہو جائے مقصود سے مراد اللہ تعالیٰ کی معیت ہے اور سفر سے مراد مجاہدہ اور حضر اور وطن سے خود مجاہدہ کی فطرت اور طبیعت مراد ہے۔

[۲] یار را۔ میں اپنے محبوب کی تلاش میں سرگرداں رہونگا جب تک وہ مل نہ جائے۔ آں معیت۔ یعنی حق تعالیٰ کی معیت نگردم۔ سفر سے مراد مجاہدہ ہے۔

[۳] تا حساب۔ مشہور مقولہ ہے خُطْوَتَانِ مَنْ قَطَعَہَا فَقَدْ وَصَلَ دو قدم ہیں، جس نے وہ طے کر لئے اُس کو وصال حاصل ہو گیا جس کا مطلب یہ ہے "یک قدم در فرقِ خود نہ داں دگر در کوی دوست"

کے کُنم مَن از معیّتِ فہمِ راز ‌ ‌ ‌ ‌ جُز مگر بعد از سفرہائے دراز

میں معیت کے راز کو کب سمجھ سکتا ہوں ‌ ‌ ‌ ‌ دراز سفروں کے بعد کے سوا

حق معیت گفت و دل را مُہر کرد ‌ ‌ ‌ ‌ تا کہ عکس آید بگوشِ دل نہ طرد

اللہ تعالیٰ نے معیت کی خبر دی اور دل پر مہر ‌ ‌ ‌ ‌ تاکہ دل کے کان میں عکس آئے، نہ کہ طرد

چوں سفرہا کرد و دادِ راہ داد ‌ ‌ ‌ ‌ بعد ازاں مُہر از دلِ اُو برکشاد

جب بہت سفر کرلئے اور راستہ کا حق ادا کردیا ‌ ‌ ‌ ‌ اُس کے بعد اُس کے دل سے مُہر کھول دی

چوں خطائین آں حسابِ با صفا[۵۲] ‌ ‌ ‌ ‌ گردَدش روشن ز بعدِ دو خطا

جیسے اُس مُصفّیٰ حساب کی دو خطائیں ‌ ‌ ‌ ‌ دو خطاؤں کے بعد اُس کیلئے روشن ہوجاتا ہے

بعد ازاں گوید اگر دانستمے ‌ ‌ ‌ ‌ ایں معیت را کے اُو را جُستمے

اُس کے بعد کہتا ہے کہ اگر میں جان جاتا ‌ ‌ ‌ ‌ اِس معیت کو، تو میں اُس کو کب ڈھونڈتا؟

دانشِ آں بُود موقوفِ سفر ‌ ‌ ‌ ‌ نا ید آں دانش بہ تیزیِ فکر

اُس کا علم سفر پر موقوف تھا ‌ ‌ ‌ ‌ فکر کی تیزی سے وہ علم حاصل نہیں ہوتا

آنچنانکہ[۵۳] وجہِ وامِ شیخ بُود ‌ ‌ ‌ ‌ بستہ و موقوفِ گریہ آں وجود

جیسے کہ شیخ کے قرضہ کا ذریعہ ‌ ‌ ‌ ‌ اُس وجود کے رونے پر موقوف اور وابستہ تھا

کودکِ حلوائی بگریست زار ‌ ‌ ‌ ‌ توختہ شُد وامِ آں شیخِ کبار

حلوائی کا بچہ، زار (زار) رویا ‌ ‌ ‌ ‌ اُس عظیم شیخ کا قرض ادا کردیا گیا

گفتہ شُد آں داستانِ معنوی ‌ ‌ ‌ ‌ پیش ازیں اندر خلالِ مثنوی

وہ بامعنی قصہ کہہ دیا گیا ہے ‌ ‌ ‌ ‌ اثنائے مثنوی میں اِس سے پہلے

ایں سخن در دفترِ دُویم گذشت ‌ ‌ ‌ ‌ گر نمی دانی کُن آنجا بازگشت

یہ بات دفترِ دوم میں گزر گئی ‌ ‌ ‌ ‌ اگر تجھے معلوم نہیں تو وہاں لَوٹ

در دلت خوف افگند از موضعے ‌ ‌ ‌ ‌ تا نباشد غیرِ آنت مطمعے

تیرے دل میں ایسی جگہ سے خوف ڈال دیتا ہے ‌ ‌ ‌ ‌ کہ اُس کے علاوہ تیرے لئے اُمید گاہ نہ ہو

ہوجاتی ہو تو یہ کہتا ہے کہ میں خود اُسکو تلاش کرتا پھرا۔ دانش۔ اِس معیت کا علم سفر و مجاہدہ پر موقوف تھا محض فکر کی تیزی سے یہ ذوقی معرفت و علم حاصل نہیں ہوتا ہے۔ ۵۳ آنچنانکہ۔ اِس معیت نظری کی باعتبار ذوق کے مجاہدوں کے حصول کی مثال شیخ کا قرض ہے جسکی ادائیگی حلوائی کے بچّہ کے رونے پر موقوف تھی۔ ظاہر ہے کہ قرض کے ادا ہونے اور بچّہ کے رونے میں کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ بسطرحِ اِس معیت کا حصول اور مجاہدہ میں کوئی خاص تعلق نہیں مجاہدہ اسکے حصول میں ایک بہانہ ہے رحمت حق بہانہ می جوید ؛ رحمت حق بہانہ می جوید۔ گفتہ شد۔ شیخ کے قرض کی ادائیگی کا نعتہ دفتر دوم میں گذر چکا ہے۔ در دلت۔ اس کی معیت محض خدا کی دین ہے انسان جسکو سبب سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ اُنہیں سے معیت کو سلب کرلیتے ہیں اور اسباب

---

۵۱ کے کنم۔ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ وہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمادیا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن دل پر مُہر لگادی ہے تاکہ محض اُس کا مفہوم تو سمجھ میں آجائے اور ذوقی معیت بغیر مجاہدے کے سمجھ میں نہ آسکے۔ عکس۔ یعنی تعریف کا افراد کے لئے جامع ہونا۔ طرد۔ تعریف کا دوسرے افراد کے لئے مانع ہونا۔ چوں۔ جب انسان سفر یعنی مجاہدہ کرتا ہے تو اُس معیتِ خداوندی کی جامع مانع تعریف حاصل ہوجاتی ہے اور اُس کی ذوقی حقیقت کُھل جاتی ہے۔ ۵۲ چوں خطائین۔ کسی عدد مجہول کو معلوم کرنے کے بہت سے طریقے ہیں اُن میں سے ایک خطائین کا عمل ہے اِس میں دو خطاؤں پر عمل کرنے سے عدد مجہول معلوم ہوجاتا ہے اسی طرح مجاہد کی دو غلطیاں جن کا غلط ہونا مقصود کے حاصل ہوجانے کے بعد محسوس ہوتا ہے معیت کے حصول کا سبب بن جاتی ہیں ایک غلطی یہ تھی کہ مجاہد سمجھتا تھا کہ مجھے معیت حاصل نہیں ہے دوسری غلطی یہ تھی کہ مجاہد سمجھتا تھا کہ وہ معیت مجاہدہ سے حاصل ہوگی۔ بعد ازاں۔ جب وہ معیت خود اُسکی نظر سے اُسکو حاصل

در طمع[1] خود فائده دیگر نهد — وان مرادت از کسے دیگر دهد

خود اُمید میں دوسرا فائدہ رکھ دیتا ہے — اور وہ تیری مُراد کسی دوسرے سے عطا کر دیتا ہے

اے طمع بربستہ در یکجای سخت — کایدم میوہ ازاں عالی درخت

اے وہ شخص! جو ایک جگہ سے بہت اُمید وابستہ — کہ مجھے اُس بلند درخت سے میوہ ملے گا

آں طمع زاں جا نخواهد شد وفا — بل ز جای دیگر آید آں عطا

وہ اُمید اُس جگہ سے پوری نہ ہوگی — بلکہ وہ عطا دوسری جگہ سے حاصل ہوگی

آں طمع را پس چرا در تو نهاد — چوں نبودش نیتِ اکرام و داد

اُس امید کو پھر کس نے تیرے اندر رکھا؟ — جبکہ اُس کی نیت اِکرام اور عطا کی نہ تھی

از برائے حکمتے و صنعتے — نیز تا باشد دلت در حیرتے

ایک حکمت اور صنعت کے لئے — اِس لئے بھی کہ تیرا دل حیرت میں پڑ جائے

تا دلت حیراں بود اے مستفید — کہ مرادم از کجا خواهد رسید

اے فائدہ مند! تاکہ تیرا دل حیران ہو جائے — کہ میری مُراد کہاں سے پوری ہوگی؟

تا بدانی[2] عجزِ خویش و جهلِ خویش — تا شود ایقانِ تو در غیب بیش

تاکہ تو اپنے عجز اور اپنی نادانی کو جان لے — تاکہ غیب پر تیرا یقین بڑھ جائے

هم دلت حیراں بود در منتجع — کہ چہ رویاند مصرّف زیں طمع

نیز چراگاہ میں تیرا دل حیران ہو جائے — کہ تصرف کرنے والا اِس لالچ سے کیا پیدا فرماتا ہے

طمع[3] داری روزیِ در درزیی — تا ز خیاطی بری زر تا زیی

تو درزی پن میں، روزی کا لالچ رکھتا ہے — تاکہ جب تک تو زندہ ہے درزی پن سے زر حاصل کرے

رزقِ تو در زرگری آرد پدید — کہ ز وهمت بود آں مکسب بعید

وہ تیرا رزق سُنار پن میں پیدا کر دیتا ہے — کہ وہ کمائی کا ذریعہ تیرے وہم سے (بھی) دور تھا

پس طمع در درزیی بهر چہ بود — چوں نخواست آں رزق زاں جانب کشود

تو تیری طمع درزی پن میں کس لئے تھی — جبکہ اُس نے اُس جانب سے رزق نہ کھولنا چاہا

بهر نادر حکمتے در علمِ حق — کہ بنشت آں حکم را در ما سبق

کسی عجیب حکمت کیلئے جو اللہ (تعالیٰ) کے علم میں ہے — کہ اُس حکم کو پہلے ہی لکھ دیا ہے

---

[1] در طمع۔ جس کو تو نفع کا سبب سمجھا تھا اُس سے تیری طمع اُس لئے نابستہ ہوئی کہ وہ دوسرے سبب سے تیری اُس طمع کو پورا کردے گا۔ اے سے۔ انسان ایک خاص درخت کے میوے کی طمع کرتا ہے وہ وہاں سے اُس کو حاصل نہیں ہوتا خدا دوسری جگہ سے اُس کو عطا کر دیتا ہے۔ آں طمع۔ جس سبب سے تیری طمع پوری نہیں ہوئی اُس سے طمع کو وابستہ کرنے میں یہ حکمت ہے کہ تو حیرانی میں مبتلا ہو کر اسباب کو غیر مؤثر سمجھنے لگے اور یہ سمجھے کہ

[2] تا بدانی۔ تاکہ تو یہ سمجھ لے کہ انسان باوجود اسباب کے میسر آجانے کے عاجز ہے اور مؤثر حقیقی کوئی دوسری ذات ہے۔ ہم دلت۔ ایک سبب کو غیر مؤثر بنا کر کسی دوسری چیز کو سبب بنا دینے میں انسان پر حیرانی طاری ہوتی ہے جو ایک خاص تجلی ہے۔ منتجع۔ چراگاہ۔ مُصرّف۔ یعنی حضرت حق تعالیٰ۔

[3] طمع داری۔ انسان اپنے لئے درزی پن کو روزی کا سبب سمجھتا ہے لیکن اُس کا رزق سُنار پن میں مقدر ہوتا ہے اور وہاں سے اُس کو ملتا ہے۔ پس طمع۔ انسان کو اُس سبب کی طرف متوجہ کر دینے میں جس سے روزی حاصل ہوگی کچھ حکمتیں پوشیدہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔

نیز[۱] تا حیراں بُوَد اندیشہ اَت | تا کہ حیرانی بُوَد کُل پیشہ اَت
نیز تاکہ تیری سمجھ حیران ہوجائے | تاکہ حیرانی تیرا مکمل پیشہ بن جائے

یا وصالِ یار زیں سعیم رَسد | یا زراہِ خارج از سعیِ جَسد
یا دوست کا وصال میری اس کوشش سے حاصل ہوئے | یا ایسے راستے سے جو جسم کی کوشش سے باہر ہو

مَن نگویم زیں طریق آید مُراد | می طپم[۲] تا از کجُا خواہد کُشاد
میں نہیں کہتا کہ اِس راستہ سے مراد حاصل ہوگی | میں تو مضطر ہوں. دیکھئے کہاں کشادگی آئیگی؛

سَر بُریدہ مُرغ ہر سُو می فتد | تا کدامیں سُو رہد جاں از جَسد
سَر کٹا ہوا پرند ہرجانب گرتا ہے | دیکھئے کس جانب سے جان جسم سے نجات پائے۔

یا مُرادِ[۳] مَن برآید زیں خروج | یا ز بُرجِ دیگر از ذات البرُوج
یا میری مراد اِس سفر سے بَر آئے گی | یا بُرجوں والے آسمان کے کسی دوسرے بُرج سے

حکایتِ آں شخص کہ دَر خواب دید کہ آنچہ می طلبی از یسار بمِصر وفا شود آنجا گنجے ست دَر فلاں محلّہ در فلاں خانہ

اس شخص کی حکایت جس نے خواب میں دیکھا کہ جو مالداری تو چاہتا ہے وہ مصر میں ملے گی، وہاں فلاں گھر میں فلاں محلہ میں، ایک خزانہ ہے

چوں بمصر آمد کسے گفت مَن خوابے دیدہ اَم کہ گنجے ست دَر بغداد دَر فلاں خانہ و در فلاں محلّہ نام محلّہ و خانہ بگفت آں شخص فہم کرد کہ آں گنج در مصر گفتن جہتِ آں بُود کہ مرا یقین کنند کہ دَر غیر خانہ خود نمی بایست جُست ولیکن ایں گنج معیّن و محقّق جز در مصر حاصل نہ شوَد

جب مصر میں پہنچا ایک شخص نے کہا، کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ فلاں گھر میں فلاں محلہ میں بغداد میں ایک خزانہ ہے، اُس نے محلّہ اور گھر کا نام لیا تو وہ شخص سمجھ گیا، کہ خزانہ کو مصر میں کہنے کا سبب یہ تھا کہ مجھے یقین دلادیں کہ اپنے گھر کے سوا تلاش نہ کرنا چاہیے لیکن یہ معین اور یقینی خزانہ مصر کے علاوہ حاصل نہ ہوگا

بُود زر میراثی را بے شمار | جملہ را خورد و بماند اُو عور زار
ایک میراثی پانے والے کے پاس بیشمار زر تھا | وہ سب کھا گیا اور ننگا و عاجز رہ گیا

---

[۱] نیز یہ حکمت بھی ہے کہ انسان سبب پر پورا بھروسہ نہ کرے اور حیرانی کی کیفیت اُس پر طاری رہے. یا وصال شہزادے نے یہی کہا کہ میں اس طریقہ کو وصال کا سبب نہیں سمجھتا ہوں. ہوسکتا ہے کہ اس طریقہ سے وصل ہوجائے یا اللہ تعالیٰ کوئی اور ذریعہ پیدا فرمادے.

[۲] می طپم. میں تو حیران اور مضطر ہوں کہ دیکھئے کس راستہ سے مقصد کا فتح باب ہوتا ہے سَر بریدہ. ذبح شدہ پرند اپنی جان جسم سے نکالنے کے لئے مختلف جانبوں میں گرتا ہے کہ نہ معلوم کونسے رُخ سے گرنا سبب بنتا ہے.

[۳] یا مراد. شہزادے نے کہا بادشاہ چین تک پہنچنا وصل کا سبب ہو یا ممکن ہو بُرجوں والے آسمان کا کوئی بُرج سبب وصل بنے. میراثی یعنی وارث عور ننگا.

مالِ[1] میراثے ندارد خود وفا — چوں بنا کام از گذشتہ شُد جُدا

وراثت کا مال، خود وفا نہیں رکھتا — جبکہ ناکامی کے ساتھ وہ مرنے والے سے علیحدہ ہوگیا

اُو نداند قدرِ ہم کآساں بیافت — کو بکدّ و رنج و کسبش کم شتافت

وہ قدر بھی نہیں جانتا کیونکہ آسانی سے پالیا — کیونکہ وہ اُسکی مشقت اور تکلیف اور کمائی میں تھوڑا

قدرِ جاں زاں می ندانی اے فلاں — کہ بداد حق بہ بخشش رایگاں

اے فلاں! تو جان کی قدر اسی لئے نہیں جانتا — کیونکہ وہ تجھے اللہ (تعالیٰ) نے بخشش میں مُفت دی ہے

نقد رفت و کالہ رفت و خانہا — ماند چوں چُغداں دراں ویرانہا

نقد چلاگیا اور سامان چلاگیا اور گھر — وہ چغدوں کی طرح اِن ویرانوں میں رہ گیا

گفت[2] یاربّ برگ دادی رفت برگ — یا بدہ برگے و یا بفرست مرگ

اُس نے کہا اے خدا! تونے سامان دیا وہ سامان چلاگیا — یا سامان عطا کردے اور یا موت بھیج دے

چوں تہی شد یادِ حق آغاز کرد — یاربّ و یاربّ اَجِرْنی ساز کرد

جب خالی ہوگیا اللہ (تعالیٰ) کی یاد شروع کردی — اے خدا اے خدا! مجھے پناہ دے (کہنا) شروع کردیا

چوں پیمبر گفت مؤمن مزمرست — در زمانِ خالیے نالہ گرست

جیسا کہ پیغمبر نے فرمایا، مومن بانسری ہے — خالی ہونے کے وقت نالہ کرنے والی ہے

چوں شود پُر مُطربش بنہد ز دست — پُر مشو کا سیبِ دستِ اُو خوش ست

جب وہ بھر جاتی ہے گویا اسکو ہاتھ سے رکھ دیتا ہے — تو پُر نہ ہو کیونکہ اس کے ہاتھ کا اثر اچھا ہے

تی[3] شو و خوش باش بین الاصبعین — کز مئے لا أین سرمست ست این

تو خالی رہ اور دو اُنگلیوں کے درمیان خوش رہ — کیونکہ مکان، لامکانی شراب سے مست ہے

رفت طُغیاں آب از چشمش گشاد — اَبرِ چشمش زرعِ دیں را آب داد

سرکشی جاتی رہی، پانی اُس کی آنکھ سے بہہ نکلا — اُس کی آنکھ کے اَبر نے دین کی کھیتی کو پانی دیا

در دُعا و لابہ درزد ہر دو دست — زر طلب شُد بے تعب آں زر پرست

وہ دعا اور عاجزی میں مصروف ہوگیا — وہ زَر پرست بغیر محنت کے زر کا طالب بنا

سببِ تاخیرِ اجابتِ دُعای مؤمن

مؤمن کی دعا کی قبولیت میں تاخیر کا سبب

اے بسا مُخلص کہ نالد در دُعا — دُودِ اخلاصش برآید تا سما

اے (مخاطب) بہت سے مخلص دعا میں روتے ہیں — اُن کے اخلاص کا دُھواں آسمان پر پہنچتا ہے

[1] مال۔ ورثہ کا مال وفادار نہیں ہوتا اُمیں اگر وفاداری ہوتی تو مرنیوالے سے کیوں جُدا ہوتا۔ اُو نداند۔ وارث کو بھی ورثہ میں ملنے والے مال کی قدر نہیں ہوتی کیونکہ اُسکو حاصل کرنے میں کوئی محنت نہیں اٹھانی پڑتی ہے۔ قدرِ جاں۔ انسان کو رُوح بھی چونکہ بلا محنت حاصل ہوئی ہے اِسلئے وہ اُس کی قدر نہیں کرتا ہے۔ نقد۔ اُس وارث کا مال اور گھر سب برباد ہوگیا اور وہ چُغدوں کی طرح ویرانے میں رہ گیا۔

[2] گفت۔ اُس نے دعا کرنی شروع کردی کہ خدا مجھے مال دے یا موت دے دے۔ چوں تہی۔ انسان افلاس میں خدا کو یاد کرنا شروع کردیتا ہے۔ چوں پیمبر۔ آنحضورؐ نے فرمایا مُومن کی مثال بانسری کی سی ہے جب تک وہ کھوکھلی ہے اُس میں سے نالہ پیدا ہوتا ہے۔ چوں شود۔ اگر بانسری کا سُوراخ بھر جائے تو گویا اُس کو ہاتھ سے رکھ دیتا ہے۔ پُر مشو۔ مولانا فرماتے ہیں تو بھی خالی رہ تاکہ مطرب کے ہاتھ میں رہ سکے

[3] تی شو۔ تو خالی رہیگا تو اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان رہیگا اور غیب کے نشہ سے سرمست رہے گا۔ رفت۔ اب اُس وارث میں مالداری کی سرکشی نہ رہی تھی اور اُس کے آنسوؤں کی بارش سے دین کی کھیتی سیراب ہورہی تھی۔ در دعا۔ اب پوری طرح دعا میں مصروف ہوگیا۔ ۵ اے بسا مخلص۔ بہت سے مخلص نیک بندے دعا میں آہ و زاری کرتے ہیں اور دعا کی آہوں کا دُھواں عالمِ اعلیٰ تک پہنچتا ہے۔

تا رَوَد بالائیِ ایں سَقفِ بَریں
یہاں تک کہ اُس بلند چھت کے اوپر پہنچتی ہے

بُویِ مِجمر[1] از اَنینِ المذنبیں
گنہگاروں کے رونے کی انگیٹھی کی بُو

پَس ملائک باخدا نالند زار
پھر فرشتے خدا کے سامنے عاجزی سے روتے ہیں

کاے مُجیبِ ہر دُعا و مُستجار
کہ اے ہر دعا کو قبول کرنے والے اور پناہگاہ!

بندۂ مؤمن تضرّع می کُند
ایک مؤمن بندہ گڑگڑا رہا ہے

اُو نمی داند بجُز تو مُستند
وہ تیرے سوا کسی کو سہارا نہیں سمجھتا ہے

تو عطا بیگانگاں را می دہی
تو غیروں کو عطا دیتا ہے

از تو دارد آرزو ہر مُشتہی
ہر خواہشمند تجھ سے اُمید رکھتا ہے

حق[2] بفرماید نہ از خواریِ اُوست
اللہ (تعالٰی) فرماتا ہے یہ اُسکی ذلّت کی وجہ سے نہیں ہے

عینِ تاخیرِ عطا یاریِ اُوست
عطا میں تاخیر بعینہٖ اُس کی مدد ہے

نالۂ مؤمن ہمیداریم دُوست
ہم مؤمن کے رونے کو دوست رکھتے ہیں

گو تضرّع کُن کہ ایں اعزازِ اُوست
کہ وہ گڑگڑائے کیونکہ یہ اُس کا اعزاز ہے

حاجت آوردش ز غفلت سُوی مَن
اُس کی حاجت غفلت سے اسکو میری طرف لائی ہے

آں کشیدش مو کشاں در کوی مَن
اُس نے بال پکڑ کر اُس کو میرے کوچہ میں پہنچایا ہے

گر برآرم حاجتش اُو وا رَود
اگر میں اُس کی حاجت پوری کر دوں وہ واپس چلا جائیگا

ہم دراں بازیچہ مُستغرق شود
اسی کھلونے میں معروف ہو جائے گا

گرچہ[3] می نالد بجاں یا مُستجار
اگرچہ وہ دل سے گڑگڑا رہا ہے اے پناہگاہ (کہکر)

دل شکستہ سینہ خستہ سوگوار
دل شکستہ، سینہ خستہ، غمگین

خوش ہمی آید مرا آوازِ اُو
مجھے اُس کی آواز بھلی لگتی ہے

واں خدایا گفتن واں رازِ اُو
اور اُس کا یا خدا کہنا اور اُس کا وہ راز

وانکہ اندر لابہ و در ماجرا
اور یہ کہ وہ خوشامد اور واقعہ میں

می فریباند بہر نوعے مَرا
ہر طرح سے مجھے پھسلاتا ہے

طوطیان و بُلبلاں را از پسند
طوطیوں اور بُلبلوں کو پسندیدگی کی وجہ سے

از خوش آوازی قفس دَر می کشند
(اور) خوش آوازی کی وجہ سے پنجرے میں بند کر دیتے ہیں

زاغ را و چُغد را اندر قفص
کوّے کو اور چغد کو پنجرے میں

کے کُنند ایں خود نیامد در قصص
کب کرتے ہیں؟ یہ خود کہانیوں میں نہیں آیا

---

[1] مجمر۔ انگیٹھی۔ انین۔ رونے کی آواز۔ پس ملائک فرشتے جناب باری تعالٰی میں عرض کرتے ہیں کہ ایک مؤمن بندہ رو رہا ہے تو جب غیروں کو عطا کرتا ہے تو اس مؤمن کی عطا میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے!

[2] حق بفرماید۔ اللہ تعالٰی فرشتوں کے جواب میں فرماتا ہے کہ یہ تاخیر اس لئے نہیں ہے کہ ہم اُس کو حقیر سمجھتے ہیں بلکہ یہ تو اُس کی ایک مدد ہے۔ نالۂ مؤمن کا رونا ہمیں پسند ہے اور اس تاخیر میں اُس کا اعزاز ہے۔ حاجت۔ اُس کی حاجت نے اُس کو ہماری طرف متوجہ کیا ہے۔ گر برآرم۔ اگر اُس کی دعا جلد قبول ہو گئی، اور حاجت رفع ہو گئی تو وہ ہم سے رخصت ہو کر کھیل کود میں لگ جائیگا۔

[3] گرچہ۔ وہ دل سے ہمیں پکار رہا ہے، شکستہ دل ہے، ہمیں اُس کی آواز اور یا خدا کہنا اور خوشامد اور واقعہ بیان کرنے میں ہمیں پھسلانا یہ سب ہمیں پسند ہے۔ طوطیاں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ طوطی کی خوش آوازی کی وجہ سے لوگ اُس کو پنجرے میں قید کر کے رکھتے ہیں۔ زاغ۔ کوّے اور چغد کو کسی نے آج تک پنجرے میں بند کر کے نہیں پالا۔

پیشِ[۵۱] شاہد باز چوں آید دو تن — آں یکے کمپیر و دیگر خوش ذقن

عاشق صفت کے سامنے جب دو شخص آئیں — ایک بوڑھی عورت اور دوسری خوبصورت ٹھوڑی والی

ہر دو ناں خواہند او زُوتر فطیر — آرد و کمپیر را گوید کہ گیر

دونوں روٹی مانگیں، وہ بہت جلد روٹی — لائے گا اور بوڑھی سے کہے گا کہ لے لے

واں دگر را کہ خوشستش قد و خد — کے دہد ناں بل بتاخیر افگند

اور اُس دوسری کو جس کا قد اور رخسار خوبصورت ہیں — روٹی کب دے گا، بلکہ تاخیر میں ڈال دے گا

گویدش[۵۲] بنشیں زمانے بے گزند — کہ بخانہ نانِ تازہ می پزند

اُس سے کہے گا کہ اطمینان سے تھوڑی دیر بیٹھ جا — کیونکہ گھر میں تازہ روٹی پکار ہے ہیں

چوں رسد آں نانِ گرمش بعدِ کد — گویدش بنشیں کہ حلوا می رسد

جب مشقت کے بعد اُس کے پاس گرم روٹی آجائیگی — اُس سے کہے ٹھہر کر بیٹھ جا حلوا آرہا ہے

ہم بدیں فن دارد ارش می کُند — وز رہ پنہاں شکارش می کُند

اسی تدبیر سے اس کو ٹھہر جا ٹھہر جا کرتا رہتا ہے — اور چپکے چپکے، اُس کا شکار کرتا رہتا ہے

کہ مرا کاریست با تو یک زماں — منتظر می باش اے خوبِ جہاں

کہ مجھے تجھ سے تھوڑا سا کام ہے — اے حسینِ عالم! انتظار کرلے

تا بدیں حیلت فریباند وُرا — تا مطیع و رام گرداند وُرا

یہاں تک کہ اِس تدبیر سے اُس کو پھسلائے — کہ اُس کو فرمانبردار اور رام کرلے

مثلِ[۵۳] آں کمپیر داں بیگانگاں — شاہدِ خوش روی مثلِ مومناں

غیروں کو اُس بوڑھی عورت کی طرح سمجھ — خوبصورت معشوق مومنوں کی مثال ہے

ایں جہاں زندانِ مومن زیں بُوَد — کافراں را جنتِ حالی شود

یہ دنیا مومن کے لئے قیدخانہ اِسی لئے ہے — کہ کافروں کے لئے فی الحال جنت ہے

بے مرادی مومناں از نیک و بد — تو یقیں میداں کہ بہرِ ایں بُوَد

مومنوں کی نامرادی خواہ نیکی ہوں یا بد — تو یقین کرلے اسی وجہ سے ہوتی ہے

رجوع بقصۂ آں شخص کہ بادُ نشانِ گنج دادند بمصر و بیانِ

اُس شخص کے قصّہ کی طرف واپسی جس کو مصر میں خزانہ کا پتہ دیا اور فقر

تضرعِ وے از درویشی بحضرتِ جلَّ جلالُہٗ

کی وجہ سے اُس کا (اللہ تعالیٰ) جلَّ جلالُہٗ کے دربار میں عاجزی کرنا

---

۵۱ پیشِ شاہد۔ دوسری مثال یہ ہے کہ کسی حسن پرست کے سامنے اگر دو عورتیں آئیں ایک بوڑھی اور ایک حسین تو وہ بوڑھی کو فوراً روٹی دے کر رخصت کردیتا ہے اور خوبصورت کو مختلف بہانوں سے روٹی دینے میں دیر لگاتا ہے۔

۵۲ گویدش۔ اُس خوبصورت عورت سے کہتا ہے کہ ذرا بیٹھ جا تازہ روٹی پک رہی ہے اُس میں سے دوں گا۔ چوں رسد۔ جب روٹی آجاتی ہے تو اُس کو حلوے کا منتظر بنا کر بٹھاتا ہے۔ ہم بدیں۔ اِن ترکیبوں سے اُس کو ٹھہر جا ٹھہر جا کہتا رہتا ہے اور نظر بازی سے اُس کا شکار کرتا رہتا ہے۔ تا بدیں۔ اِن تدبیروں سے اُس کو فریب دیتا ہے اور اُس کو اپنے قابو میں رکھتا ہے۔

۵۳ مثلِ آں۔ تو بیگانوں اور مومنوں کی مثال ان دو عورتوں سے سمجھ لے۔ ایں جہاں۔ مومنین کی خوبیوں کی وجہ سے یہ دنیا اُن کا پنجرا ہے اور کافروں کی برائیوں کی وجہ سے یہ دنیا اُن کے لئے جنت اور باغ ہے جس میں وہ کھلے پھرتے ہیں۔ بے مرادی۔ مومن کی دعا کی قبولیت میں تاخیر کی وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو اپنے ساتھ مصروف رکھنا چاہتا ہے۔

خواجہ[۵۱] چوں میراث خورد و شد فقیر — آمد اندر یارب و گریہ و نفیر
خواجہ نے جب میراث کھالی اور فقیر ہو گیا — تو یارب اور آہ و بکا میں مصروف ہو گیا

خود کہ کوبد ایں درِ رحمت نثار — کو نیابد در اجابت صد بہار
رحمت کی بکھیر والے اس در کو خود کون کھٹکھٹاتا ہے؟ — جو کہ قبولیت میں سو بہار نہ پاتا ہو

خواب دید و ہاتفے گفت او شنید — کہ تمنّایت بمصر آید پدید
اُس نے خواب دیکھا اور ہاتف نے کہا اور اُس نے سنا — کہ تیری آرزو مصر میں ظاہر ہو گی

رَو بمصر آنجا شوَد کارِ تو راست — کرد گدیہ ات را قبول اُو مرتجاست
مصر جا، وہاں تیرا کام ٹھیک ہو گا — تیرے سوال کو قبول کر لیا ہے، وہ اُمید گاہ ہے

دَر[۵۲] فلاں موضع یکے گنجیست زفت — در پے آں بایدت تا مصر رفت
فلاں جگہ ایک بھاری خزانہ ہے — اُس کی تلاش میں تجھے مصر جانا چاہئے

بیدرنگے ہیں ز بغداد اے نژند — رَو بسُوی مصر و نبت گاہِ قند
اے افسردہ! بغداد سے بغیر تاخیر کے — مصر کی جانب اور شکر اُگنے کی جگہ جا

چوں ز بغداد آمد اُو تا سُوی مصر — گرم شُد پشتش چو دید او روی مصر
وہ جب بغداد سے مصر کی جانب آیا — جب اُس نے مصر کا رُخ دیکھا اُسکی کمر مضبوط ہو گئی

بر اُمیدِ وعدۂ ہاتف کہ گنج — یابد اندر مصر بہرِ دفعِ رنج
ہاتف کے وعدے کی امید پر کہ خزانہ — مصیبت کے دفعیہ کے لئے مصر میں پالیگا

دَر[۵۳] فلاں کوی و فلاں موضع دفیں — ہست گنجِ سخت نادر بس گزیں
فلاں کوچہ میں اور فلاں جگہ مدفون — ہے، نہایت نادر بہت منتخب خزانہ

لیک نفقہ اش بیش و کم چیزے نماند — خواست دَقّے بر عوام النّاس راند
لیکن اُس کے لئے خرچہ تھوڑا بہت کچھ نہ رہا — اُس نے عام لوگوں سے بھیک مانگنی چاہی

لیک شرم و ہمّتش دامن گرفت — خویش را در صبر افشردن گرفت
لیکن شرم اور ہمّت نے اُس کا دامن پکڑ لیا — اُس نے اپنے آپ کو صبر میں دبانا شروع کر دیا

باز نفسش از مجاعت بر طپید — ز انتجاع از خواستن چارہ ندید
پھر اس کا نفس بھوک سے تڑپا — روزی حاصل کرنے میں بھیک مانگنے کے سوا چارہ نہ دیکھا

گفت شب بیروں روم من نرم نرم — تا ز ظلمت نایدم از گدیہ شرم
سوچا کہ رات کو چپکے چپکے سے باہر نکلونگا — تاکہ اندھیری میں بھیک مانگنے سے شرم نہ آئے

---

۵۱ خواجہ۔ میراث پانے والا جب فقیر ہو گیا دعا اور گریہ و زاری میں مصروف ہو گیا۔ خود۔ جو اللہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے وہ ضرور اپنی مراد پالیتا ہے۔ رحمت نثار۔ یعنی وہ دروازہ جس سے رحمت کی بکھیر ہوتی ہے۔ ہاتف غیبی آواز نے اس سے کہا تجھے خزانہ مصر میں ملے گا۔ مرتجا۔ اُمید گاہ۔

۵۲ در فلاں۔ ہاتف نے اُس کو بتا دیا کہ خزانہ فلاں جگہ مصر میں ہے۔ نبت گاہ قند۔ مصر میں شکر بہت پیدا ہوتی تھی۔ گرم شد۔ ہاتف کی بشارت کی وجہ سے۔ بر امید۔ ہاتف کے کہنے کی وجہ سے اُس کو اُمید تھی کہ مصر میں خزانہ ہاتھ آجائے گا۔

۵۳ در فلاں۔ ہاتف نے اُس کو خزانہ کا پورا پتہ بتا دیا۔ نفقہ اش۔ نفقش پڑھا جائیگا۔ دقّ۔ یعنی بھیک کیلئے دروازہ پیٹنا۔ در صبر۔ یعنی صبر کے ذریعہ اپنی خواہش کو دبانا چاہا۔ انتجاع۔ دانہ پانی طلب کرنا۔ گفت۔ اُس نے دل میں سوچا کہ میں بھیک مانگنے کیلئے رات کو نکلوں تاکہ کسی سے آنکھیں دوچار نہ ہوں اور شرم نہ آئے۔

ہمچو شبکوکے کنم من ذکر و بانگ ⁂ تا رسد از باہ مہایم نیم دانگ
شبکوک کی طرح میں ذکر اور آواز کروں گا ⁂ تا کہ بادہ خانوں سے مجھے نیم دانگ مل جائے

اندریں اندیشہ بیروں شد بکو ⁂ واندریں فکرت ہمی شد سو بسو
اس خیال میں کوچہ سے باہر نکلا ⁂ اور اس فکر میں ہر طرف پھرتا تھا

یک زماں مانع ہمی شد شرم و جاہ ⁂ یک زمانے جوع می گفتش بخواہ
کسی وقت شرم اور رتبہ اس کیلئے مانع بنتا ⁂ کبھی اس سے بھوک کہتی، مانگ

پای پیش و پای پس تا ثلث شب ⁂ کہ بخواہم یا بخسپم خشک لب
ایک قدم آگے اور ایک قدم پیچھے تہائی رات تک ⁂ کہ مانگوں یا یونہی سوکھے ہونٹ سو جاؤں

رسیدن آں شخص بمصر و شب بیروں آمدن بکوی از بہر
اس شخص کا مصر میں پہنچنا اور رات کو ایک کوچہ میں شبکوی اور گدائی کے لئے
شبکوی و گدائی و گرفتن عسس او را و مرادِ او حاصل شدن
باہر نکلنا اور کوتوال کا اس کو پکڑ لینا اور کوتوال کے ذریعہ بہت
از عسس بعد از خوردنِ زخم بسیار عسیٰ اَنْ تَکْرَھُوا
پٹنے کے بعد اس کی مراد کا حاصل ہو جانا، قریب ہے کہ تم کسی چیز
شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وقولہٗ تعالیٰ اِنَّ
کو ناپسند کرو اور وہی چیز تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول بیشک
مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا وقولہٗ علیہ الصلوٰۃ والسلام اشتدی
تنگی کے ساتھ سہولت ہے اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول مصیبت تو
اَزْمَۃُ تَنْفَرِجِیْ وجمیع القراٰن والکتب المنزلۃ فی تقریر ھذا
سخت ہو جا کھل جائیگی، اور سارا قرآن اور آسمانی کتابیں اِس کو ثابت کرنے میں

ناگہانی خود عسس او را گرفت ⁂ چوب و مشت زد بے محابا نا شگفت
اچانک خود کوتوال نے اس کو پکڑ لیا ⁂ بغیر مروت کے بے توقف ڈنڈے مارے

اتفاقاً اندراں شبہائے تار ⁂ دیدہ بد مردم زشب دزداں ضرار
اتفاقاً ان اندھیری راتوں میں ⁂ لوگوں نے رات کے چوروں سے مضرت دیکھی تھی

بود شبہائے مخوف و منتحس ⁂ پس بجد می جست دزداں را عسس
خوفناک اور منحوس راتیں تھیں ⁂ کوتوال اہتمام کے ساتھ چوروں کی جستجو میں تھا

۱؎ شبکوک۔ وہ فقیر جو درخت پر بیٹھ کر رات کو بھیک مانگے تاکہ اُس کو کوئی نہ دیکھ سکے۔ اندیشہ۔ یعنی بھیک مانگنے کا خیال۔ سو بسو۔ اسی فکر میں اِدھر اُدھر ٹہلتا پھر ایک زماں۔ شرم، بھیک مانگنے سے روکتی تھی اور بھوک بھیک مانگنے پر آمادہ کرتی تھی۔ ثلث شب۔ اسی کشش و پنج میں ایک تہائی رات گذر گئی۔

۲؎ رسیدن آں شخص۔ یہ مصر میں پہنچا وہاں شب گردی کی وجہ سے گرفتار ہو گیا کوتوال نے گرفتار کر کے مارا لیکن اس کے بعد اُس کی مشکل حل ہو گئی گرفتار ہونا اُس کی مشکل کا حل ہونا بنا۔ انسان کسی چیز کو بُرا سمجھتا ہے اور اسی میں اُس کی بھلائی ہوتی ہے مصیبت جب انتہا کو پہنچ جاتی ہے پھر ٹل جاتی ہے۔

۳؎ ناگہانی۔ رات کو گھومتا دیکھ کر چور ہونے کے شبہ میں کوتوال نے اُس کو بے تحاشا پیٹا۔ اتفاقاً۔ گرفتاری کی وجہ یہ ہوئی کہ اُس زمانہ میں مصر میں چوریاں بہت ہوتی تھیں۔ بس۔ اس لئے کوتوال چوروں کی گرفتاری میں بہت کوشاں تھا۔

تا[51] خلیفہ گفتہ کہ ببُرید دست — ہر کہ شب گردد اگر خویشِ منست

حتیٰ کہ بادشاہ نے کہہ دیا تھا کہ ہاتھ کاٹ دے — جو رات کو گھومے، خواہ میرا رشتہ دار ہو

بر عَسس کردہ مَلِک تہدید و بیم — کہ چرا باشید بر دُزداں رحیم

بادشاہ نے کوتوال کو ڈرادا اور دھمکی دی تھی — کہ تم چوروں پر رحم کھانے والے کیوں ہو؟

عِشوہ شاں را از چہ رُو باور کنید — یا چرا از ایشاں قبولِ زر کنید

اُن کی مکاری کا کس وجہ سے یقین کرلیتے ہو — یا کیوں ان سے رقم قبول کرتے ہو؟

رحم بر دُزدان و ہر منحوس دست — بر ضعیفاں زحمت و بیرحمی ست

چوروں پر اور ہر منحوس ہاتھ پر رحم کرنا — کمزوروں پر زحمت اور بے رحمی ہے

ہیں[52] ز رنجِ خاص مگسل ز انتقام — رنجِ اُو بگزیں و بنگر رنجِ عام

خبردار! کسی خاص شخص کی تکلیف کی وجہ سے انتقام نہ لے — اُس کی تکلیف کو پسند کر اور عام کی تکلیف کو مدِنظر رکھ

اِصبعِ ملدوغ بُر در دفعِ شر — در تعدّی و ہلاکِ تن نگر

شر کو دفع کرنے کیلئے ڈسی ہوئی انگلی کاٹ دے — متعدی ہونے اور جسم کی تباہی کو دیکھ

گشتہ دزدانبہ دراں ایام بس — کاں فقیر اُفتاد در دستِ عَسس

اُن دنوں میں چور بہت ہو گئے تھے — کہ وہ فقیر کوتوال کے ہاتھ پڑ گیا

اِتّفاقاً اندراں ایام دُزد — گشتہ بُود انبُوہ پختہ و خام دُزد

اتفاقاً اِن دنوں میں چور — بہت ہو گئے تھے، پکے اور کچے چور

در[53] چنیں وقتش بدید و سخت زد — بر سر و بر پُشت چوبِ بے عدد

اس کو ایسے وقت میں دیکھا اور بہت مارے — اَن گنت ڈنڈے، سر اور کمر پر

نعرہ و فریاد زاں درویش خاست — کہ مزن تا مَن بگویم حال راست

اس فقیر سے نعرہ اور فریاد نکلی — کہ نہ مار، تاکہ میں سچا حال بیان کردوں

گفت اینک دادمت مُہلت بگو — تا بشب چوں آمدی بیروں بگو

اُس نے کہا اب میں نے تجھے مہلت دیدی، کہہ — بتا تو رات میں باہر کیوں نکلا؟

تو نہ زینجا، غریب و مُنکری — راستی گو تا بچہ مکر اندری

تو یہاں کا نہیں ہے، پردیسی اور اجنبی ہے — سچ بتا، تو کس تدبیر میں ہے؟

اہلِ دیواں بر عَسس طعنہ زنند — کہ چرا دزداں کنوں انبہ شدند

دفتر والے کوتوال کو طعنہ دیتے ہیں — کہ اب چور کیوں زیادہ ہو گئے ہیں؟

[51] تا خلیفہ۔ حاکم نے یہ حکم دے دیا تھا کہ جو بھی رات کو گھومتا پایا جائے اُس کو گرفتار کرکے چوری کی سزا دیدی جائے خواہ میرا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ بر عَسس۔ چوریوں کی کثرت کی وجہ سے کوتوال پر عتاب ہو رہا تھا۔ عِشوہ۔ کوتوال سے کہا گیا تھا یا تو تم لوگ چوروں کے چکروں میں آجاتے ہو یا اُن سے رشوت لے لیتے ہو۔ رحم۔ حالانکہ چوروں پر رحم کرنا کمزوروں پر ظلم ہے۔

[52] ہیں ز رنج۔ عوام کی راحت کی خاطر کسی ظالم پر رحم نہ کرنا چاہیئے۔ اِصبع۔ اگر انگلی میں کوئی زہریلا جانور کاٹ لے تو بقیہ جسم کو بچانے کیلئے اُس کا کاٹنا بہتر ہے۔ گشتہ۔ چونکہ شہر میں چوروں کی کثرت تھی اس لئے شبہ میں اُس کی گرفتاری عمل میں آگئی۔

[53] در چنیں۔ اِن حالات میں جزکہ اُس شخص کو کوتوال نے گھومتا دیکھا تو گرفتار کرکے سخت سزا دی۔ کہ مزن۔ اُس نے کہنا شروع کیا کہ مجھے نہ مار میں صحیح حال بتاتا ہوں۔ گفت۔ کوتوال نے مارنا چھوڑ دیا اور کہا صحیح بات بتادے۔ تو نہ ز۔ تو مصری نہیں ہے پردیسی ہے سچ بتا کہ تو کیوں گھوم رہا تھا۔ اہلِ دیواں۔ شاہی دفتر کے افسران پولیس کو طعنے دے رہے ہیں۔

ابلهی[1] از تست و از امثال تست — وانما یاران زشتت را نخست

کثرت تجھ سے اور تجھ جیسوں سے ہے — پہلے اپنے برے ساتھیوں کو ظاہر کر

ورنه کین جمله را از تو کشم — تا شود ایمن ز شر هر محتشم

ورنہ سب کا کینہ تجھ سے نکالوں گا — تاکہ ہر معزز شر سے محفوظ ہو جائے

گفت او از بعد سوگندان پر — که نیم من خانه سوز و کیسه بر

اُس نے بھرپور قسموں کے بعد کہا — کہ میں گھر پھونکنے والا اور گرہ کٹ نہیں ہوں

من نه مرد دزدی و بیدادیم — من غریب مصرم و بغدادیم

میں چوری اور ظلم والا آدمی نہیں ہوں — میں مصر کا پردیسی اور بغداد کا باشندہ ہوں

در[2] بیان این حدیث شریف که الصدق طمانینةٌ والکذب ریبةٌ

اس حدیث شریف کا بیان کہ سچ اطمینان ہے اور جھوٹ شک ہے

قصه آن خواب و گنج زر بگفت — پس ز صدق او دل آنکس شگفت

اُس نے اس خواب اور سونے کے خزانہ کا قصہ سنایا — اُس کے سچ سے اُس کا دل شگفتہ ہوگیا

بوی صدقش آمد از سوگند او — سوز او پیدا شد از اسپند او

اُس کو اُس کی قسم سے سچائی کی خوشبو آئی — اُس کی سوزش اُس کے کالے دانہ سے ظاہر ہوگئی

دل بیارامد بگفتار صواب — آنچنان که تشنه آرامد بآب

صحیح بات سے دل آرام پا جاتا ہے — جس طرح پیاسا پانی سے آرام پاتا ہے

جز[3] دل محجوب کو را علتیست — از نبی اش تا غبی تمییز نیست

سوائے محجوب کے دل کے جس میں کوئی بیماری ہو — جس کو نبی اور غبی میں تمیز نہیں ہے

ورنه آن پیغام کز موضع بود — بر زند بر مه شکافیده شود

ورنہ وہ پیغام جو جگہ سے ہو — وہ چاند پر اثر کرتا ہے، وہ شق ہو جاتا ہے

مه شکافد وان دل محجوب نی — زانکه مردود است او محبوب نی

چاند شق ہو جاتا ہے اور وہ محجوب دل نہیں — کیونکہ وہ مردود ہے، محبوب نہیں ہے

چشمه شد چشم عسس ز اشک مبل — نی ز گفت خشک بل از بوی دل

کوتوال کی آنکھ تر کرنیوالے آنسوؤں سے چشمہ بن گئی — خشک گفتگو سے نہیں بلکہ دل کی بو سے

یک سخن از دوزخ آید سوی لب — یک سخن از شهر جان در کوی لب

ایک بات دوزخ سے ہونٹ تک آتی ہے — ایک بات جان کے شہر سے ہونٹ کے کوچہ میں

---

[1] ابلهی۔ چوروں کی کثرت تجھ سے اور تجھ جیسوں سے ہوئی ہے۔ وانما۔ اپنے برے ساتھیوں کا پتہ بتا ورنہ سب کے بدلے کی سزا تجھ کو دوں گا۔ محتشم۔ باعزت۔ خانہ سوز یعنی ڈاکو۔ کیسہ بر۔ گرہ کٹ۔ من غریب۔ میں مصر میں پردیسی ہوں میرا دیس بغداد ہے۔

[2] در بیان۔ حدیث شریف ہے کہ سچائی سے دل کو اطمینان ہو جاتا ہے اور جھوٹی بات دل میں شک و شبہ پیدا کرتی ہے۔ آنکس یعنی کوتوال۔ اسپند۔ کالے دانہ کو آگ پر ڈالتے ہیں تو وہ دھواں دیتا ہے تو اُس کا دھواں آگ کے وجود کی دلیل ہے اسی طرح اُس کی باتوں سے اُس کی اندرونی سوزش کا پتہ چل گیا۔ دل۔ کوتوال اُس کی بات سے مطمئن ہوگیا اس لئے کہ سچی بات سننے والے کے دل کو مطمئن کر دیتی ہے۔

[3] جز دل محجوب۔ کافروں کے دل چونکہ پردے میں ہیں اسلئے سچی بات اُن کے دل پر اثر نہیں کرتی ہے۔ از نبی۔ اسی لئے کافر جھوٹے سچے میں تمیز نہیں کر سکتا۔ ورنہ۔ انبیاء کے کلام کی تاثیر کا تو یہ حال ہے کہ چاند پر اثر ہوا تو شق القمر کا معجزہ رونما ہوگیا۔ چشمہ۔ اُس پردیسی کی باتوں سے کوتوال رو پڑا۔ یک سخن۔ انسان کا نفس بمنزلہ دوزخ کے ہے اُسکی بات دوزخی ہے زبان کی بات جنتی ہے۔

بحرِ جاں اَفزا و بحرِ پُر حَرَج ۔۔۔ درمیانِ ہر دو بحر ایں لب مَرَج[1]
جان کو بڑھانے والا سمندر اور تنگی سے بھرا ہوا سمندر ۔۔۔ دونوں سمندروں کے درمیان یہ ہونٹ ملاپ کی جگہ ہے

بحرِ جاں اَفزا و بحرِ عمر کاہ ۔۔۔ ہر دو آں بر لب گذر دارند و راہ
جان کو بڑھانے والا اور عمر کو گھٹانے والا سمندر ۔۔۔ دونوں ہونٹ پر گذر اور راہ رکھتے ہیں

چوں ینیلو درمیانِ شہرہا ۔۔۔ از نواحی آمد آنجا بہرہا
جیسے کہ شہروں کے درمیان میں منڈی ۔۔۔ اس جگہ اطراف سے حصّے آتے ہیں

کالۂ مَعیوب و قُلبِ کیسہ بُرُ ۔۔۔ کالۂ پُر سُود و مُستشرق چو دُر
عیب دار سامان اور گانٹھ کاٹنے والا کھوٹا ۔۔۔ نفع بخش اور موتی کی طرح چمک دار سودا

زیں[2] ینیلو ہر کہ بازرگاں تر ست ۔۔۔ بر سرہ و بر قُلبہا دیدہ ور ست
اس منڈی سے جو شخص اچھا سوداگر ہے ۔۔۔ وہ کھرے اور کھوٹوں کو تاڑنے والا ہے

شُد ینیلو مَرد را دارُ الرّباح ۔۔۔ واں دگر را از عمی دارُ الجُناح
منڈی کسی کے لئے نفع کا گھر ہے ۔۔۔ اور اس دوسرے کیلئے اندھے پن کی وجہ سے گناہ کا گھر ہے

ہر یکے ز اجزائے عالَم یک بیک ۔۔۔ بر غبی بَندست و بر اُستاد فک
عالم کے تمام اجزاء ایک ایک ۔۔۔ غبی کی قید ہیں اور استاد پر قید سے رہائی

بر یکے قندست و بر دیگر چو زہر ۔۔۔ بر یکے لُطف ست و بر دیگر چو قہر
ایک پر شکر ہے اور دوسرے پر زہر جیسا ۔۔۔ ایک پر رحم ہے اور دوسرے پر قہر جیسا

بر[3] یکے دیوست و بر دیگر چو حُور ۔۔۔ بر یکے نار ست و بر دیگر چو نُور
ایک پر شیطان ہے اور دوسرے پر حُور جیسا ۔۔۔ ایک پر آگ ہے اور دوسرے پر نور جیسا

بر یکے گنج ست و بر دیگر چو مار ۔۔۔ بُر یکے وَرد ست و بر دیگر چو خار
ایک پر خزانہ ہے اور دوسرے پر سانپ جیسا ۔۔۔ ایک پر پھول ہے اور دوسرے پر کانٹے کی طرح

بر یکے شیریں و بر دیگر تُرش ۔۔۔ بر یکے مبہوت و بر دیگر چو ہُش
ایک پر میٹھا ہے اور دوسرے پر کھٹا ۔۔۔ ایک پر مدہوش ہے اور دوسرے پر ہوش جیسا

بر یکے پنہاں و بر دیگر عیاں ۔۔۔ بر یکے سُود ست و بر دیگر زیاں
ایک پر پوشیدہ ہے اور دوسرے پر ظاہر ۔۔۔ ایک پر نفع ہے دوسرے پر نقصان

بر یکے بَندست و بر دیگر گُشاد ۔۔۔ بر یکے قیدست و بر دیگر مُراد
ایک پر قید ہے اور دوسرے پر کشادگی ۔۔۔ ایک پر بیڑی ہے اور دوسرے پر مقصود

---

[1] بحرِ جاں۔ نفس اور روح دونوں کی باتیں ہونٹ سے ٹکراتی ہیں۔ مرج۔ یعنی ملنے کی جگہ۔ بحرِ عمر کاہ۔ نفس کی باتیں تو زندگی کی تباہی کا سبب ہیں۔ ینیلو۔ بوزن سنگلو، منڈی۔ بہرہا۔ یعنی مالوں کے حصّے۔ کالا۔ سامان۔ کیسہ بُر۔ کھوٹا مال جیب تراش کی طرح جیب صاف کر دیتا ہے۔

[2] زیں۔ منڈی میں ہر طرح کا سودا ہے اچھا تاجر کھرے کھوٹے میں امتیاز کر لیتا ہے اسی طرح ہونٹ پر آئے ہوئے سچ اور جھوٹ میں ماہر امتیاز کر لیتا ہے۔ غرض منڈی کسی کے نفعوں کا گھر ہے کسی کے لئے گناہوں یعنی ٹوٹے کا گھر ہے۔ ہر یکے۔ منڈی ہی کیا دنیا کے جزء جزء کا یہی حال ہے کسی کے لئے مفید اور کسی کے لئے مضر ہے فک۔ قید سے چھڑانا۔

[3] بر یکے۔ کسی کے لئے عالم کافر شیطان ثابت ہوتا ہے کسی کے لئے حور ثابت ہوتا ہے۔ اگر مشہور ہے کہ خزانہ پر سانپ سوتا ہے، مولانا نے بہت سے اشعار میں یہی بتایا ہے کہ عالم کے ہر جز کے مختلف شخصیتوں کے اعتبار سے مختلف اثرات ہیں۔

بر یکے نوش ست و بر دیگر چو نیش — بر یکے بیگانہ بر دیگر چو خویش

ایک پر شہد ہے اور دوسرے پر ڈنک جیسا — ایک پر بیگانہ ہے دوسرے پر اپنے کی طرح

بر یکے نقص ست و بر دیگر کمال — بر یکے ہجر ست و بر دیگر وصال

ایک پر عیب ہے اور دوسرے پر کمال — ایک پر ہجر ہے اور دوسرے پر وصال

ہر جمادے[1] با نبی افسانہ گو — کعبہ با حاجی گواہ و نطق جو

ہر بے جان نبی سے بات کرنے والا ہے — کعبہ حج کرنے والے کیلئے گواہ اور بات کرنیوالا ہے

بر مصلی مسجد آمد ہم گواہ — کو ہمی آمد بمن از دور راہ

مسجد، نمازی کی بھی گواہ ہے — کہ وہ میرے پاس لیے راستہ سے آیا تھا

بر خلیل آتش بود ریحان و ورد — لیک بر نمرود آں مرگست و درد

آگ خلیل (اللہ) پر خوشبودار بوٹا اور گلاب کا پھول ہے — لیکن نمرود پر وہ موت اور درد ہے

بارہا گفتیم ایں را اے حسن — می نگردم از بیانش سیر من

اے بھلے! میں نے یہ بارہا کہا ہے — اس کے بیان سے میں سیر نہیں ہوتا ہوں

بارہا خوردی[2] تو ناں دفع ذبول — ایں ہماں نانست چوں نبوی ملول

تو نے کمزوری کو دفع کرنے کیلئے بارہا روٹی کھائی ہے — یہ وہی روٹی ہے تو ملول کیوں نہیں ہوتا؟

در تو جوعے میرسد نو ز اعتدال — کہ ہمی سوزد ازو تخمہ و ملال

تیرے اندر صحت کیوجہ سے ایک تازہ بھوک پہنچ جاتی ہے — کہ اس کی وجہ سے بدہضمی اور ملال سوخت ہو جاتا ہے

ہر کرا درد مجاعت نقد شد — نو شدن با جزو جزوش عقد شد

جس کے لئے بھوک کا درد حاصل ہو گیا — نیا ہونا اس کے جز جز سے وابستہ ہو گیا

لذت[3] از جوعست نے از نقل نو — با مجاعت از شکر بہ نان جو

لذت بھوک کی وجہ سے ہے، نہ کہ غذا سے — بھوک کے ہوتے ہوئے جو کی روٹی شکر سے بہتر ہے

پس ز بے جوعیست و ز تخمہ تمام — آں ملالت نے ز تکرار کلام

پس بھوک نہ ہونے اور پوری بدہضمی کی وجہ سے — وہ تنگدلی ہے، نہ کہ کلام مکرر ہونے سے

چوں ز دکان و مکیس و قیل و قال — در فریب مردمت ناید ملال

کیوں دکان اور بھاؤ کی کھینچ تان اور بحث سے — جو لوگوں کو فریب دینے میں ہے تنگدلی نہیں ہوتی!

بر یکے روز ست و بر دیگر چو شب — بر یکے عیش ست و بر دیگر تعب

ایک پر دن ہے اور دوسرے پر رات کی طرح — ایک پر عیش ہے اور دوسرے پر تھکن

---

[1] ہر جمادے۔ آنحضورؐ کو پتھر سلام کرتے تھے۔ کعبہ۔ یہ بھی پتھر ہیں مومنوں کیلئے گواہی دینگے بارہا۔ یہ مضمون کہ ایک چیز کے مختلف اثرات ہیں میں کئی بار بیان کر چکا ہوں لیکن میری سیری نہیں ہوتی ہے اسی لئے اس مضمون میں تکرار ہے۔

[2] خوردی۔ تم روٹی بار بار کھاتے ہو اس سے تم میں کوئی ملال پیدا نہیں ہوتا۔ در تو جوعے۔ تمہاری خواہش تمہیں روٹی سے ملال نہیں ہونے دیتی۔ ہر کرا۔ غرضیکہ ملال کا سبب کسی چیز کی تکرار نہیں ہے بلکہ اس چیز کی خواہش نہ ہونا ہے۔

[3] لذت۔ کھانے کی لذت کا مدار خواہش پر ہے بھوک ہو تو جو کی روٹی پلاؤ قورمہ ہے ورنہ پلاؤ قورمہ سے بھی ملال پیدا ہوگا۔ مکیس۔ یعنی بھاؤ میں کھینچ تان۔ بر یکے۔ پھر مولانا نے وہی مضمون شروع فرمایا کہ ایک چیز کے مختلف اثرات ہیں۔

بَرَیکے محبُوب و بَر دیگر عدو
ایک پر دوست ہے اور دوسرے پر دشمن
بَرَیکے راح[1] ست و بَر دیگر کدو
ایک پر شراب ہے دوسرے پر کدو

بَرَیکے آبست و بر دیگر چو خُوں
ایک پر پانی ہے اور دوسرے پر خون کی طرح
بَرَیکے اِعجاز و بَر دیگر فسُوں
ایک پر معجزہ ہے اور دوسرے پر جادو

بَرَیکے حلوا و بر دیگر چو سَم
ایک پر حلوا ہے اور دوسرے پر زہر کی طرح
بَرَیکے سَنگ ست و بَر دیگر صَنم
ایک پر پتھر ہے اور دوسرے پر بُت

بَرَیکے جسم ست و بر دیگر چو روح
ایک پر جسم ہے اور دوسرے پر روح جیسے
بَرَیکے حَبس ست و بَر دیگر فتوح
ایک پر قید ہے دوسرے پر فتوحات

بَرَیکے تیر ست و بَر دیگر کماں
ایک پر تیر ہے اور دوسرے پر کمان
بَرَیکے نان ست و بَر دیگر سِناں
ایک پر روٹی ہے اور دوسرے پر بھالا

چوں زغیبت واکلِ لحمِ مَردماں
کیوں غیبت اور لوگوں کا گوشت کھانے سے
شصت سالت سیری نامد ازاں
ساٹھ سال میں تجھے اس سے سیری حاصل نہ ہوئی؟

شعرہا در عشقِ قحبہ گفتہ تو
تو نے رنڈی کے عشق میں بہت سے شعر کہے
بے ملالت ہمچو گل بشگفتہ تو
بغیر ملال کے تو پھول کی طرح کھلا رہا

مدحہا در صیدِ شلّہ گفتہ تو
تو نے شرمگاہ کا شکار کرنے میں بہت تعریفیں کیں
بے ملولی بارہا بشگفتہ تو
بغیر ملال کے تو بارہا شگفتہ رہا

بارِ آخر[2] گوئیش سوزان و چست
تو پھر اس کو دوسری بار گرم اور چست ہو کر کہتا ہے
گرم تر صد بار ازبارِ نخست
پہلی بار سے، سو گنا گرم ہو کر

دردِ داروی کہن را نو کُند
درد، پُرانی دوا کو نیا بنا دیتا ہے
درد ہر شاخِ ملولے خو کُند
درد ملال کی ہر شاخ کو کاٹ دیتا ہے

کیمیایِ نو کُنندہ دَرد ہاست
درد، نئی کیمیا بنانے والے ہیں
کو ملولی آں طرف کہ درد خاست
وہاں تنگدلی کہاں ہے جہاں درد اُٹھا؟

ہیں[3] مزن تو از ملولی آہِ سرد
تو تنگدلی سے ٹھنڈی آہ نہ بھر
درد جُو و درد جُو و درد درد
درد کی تلاش کر اور درد کی تلاش کر اور درد، درد

خادعِ درد اند درمانہای ژاژ
بیہودہ معالجے درد کو دھوکہ دینے والے ہیں
رہزنند و زرستانان رسم باژ
ڈاکو ہیں اور خراج کے طریقہ پر روپیہ وصول کرنے والے ہیں

---

[1] راح. شراب۔ کدو جس میں شراب بھر کر رکھتے ہیں۔ سنگ۔ پتھر معمولی چیز ہے۔ صنم۔ بُت کی عبادت کرتے ہیں۔ چوں زغیبت۔ انسان غیبت کرتا ہے جو دوسروں کا گوشت کھانا ہے اُس سے انسان ملول نہیں ہوتا چونکہ اُس کی رغبت ہے۔ قحبہ۔ زانیہ۔ شلّہ۔ عورت کی شرمگاہ۔

[2] بار آخر۔ اس طرح کے اشعار تو مکرر کہتا ہے اور تکرار میں تیرا جوش اور شوق بڑھتا رہتا ہے۔ درد۔ جب درد اُٹھتا ہے تو وہی دوا پیتا ہے جو پہلے بارہا پی چکا ہے۔ خو۔ قطع۔

[3] ہیں مزن۔ جس طرح ظاہری درد پُرانی دوا کو نیا بنا دیتا ہے اور انسان تکرار سے ملول نہیں ہوتا، اسی طرح تو نصیحت کی باتوں سے ملول ہو کر ٹھنڈی آہیں نہ بھر بلکہ اپنے دل میں آخرت کا درد پیدا کر۔ خادع۔ چونکہ آخرت کا درد بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے تو مولانا بناوٹی بزرگوں سے بچنے کی نصیحت کرتے ہیں کہ اُن کی صحبت درد پیدا کرنے کا دھوکہ ہے۔

آبِ[1] شورے نیست درمانِ عطش — وقتِ خوردن گر نماید سرد و خوش
کھاری پانی پیاس کا علاج نہیں ہے — اگرچہ پینے کے وقت ٹھنڈا اور اچھا لگے

لیک خادع گشت و مانع شُد زجُست — زآبِ شیرینی کزو صد سبزہ رُست
لیکن وہ ڈھونڈنے سے دھوکہ دینے والا اور مانع بن گیا — میٹھے پانی کے، جس سے سیکڑوں سبزے اُگتے ہیں

ہمچنیں ہر زرِ قلبے مانع ست — از شناسِ نقدِ زر ہر جا کہ ہست
اِسی طرح ہر کھوٹا سونا مانع ہے — کھرے کی پہچان سے، وہ جہاں کہیں بھی ہو

بال و پرّت را بہ تزویرے بُرید — کہ مرادِ تو منم گیر اے مُرید
اُس نے مکاری سے تیرے بال و پر کاٹ دیئے — کہ اے مُرید! میں تیری مراد ہوں، لے لے

گفت[2] دردت چینم و خود درد بُود — باطناً خار و بظاہر ورد بُود
اس نے کہا، میں تیرا درد چُن لونگا اور وہ خود درد تھا — باطن میں کانٹا اور بظاہر پھول تھا

رَو ز درمانِ دروغیں می گریز — تا شود دردت مُطیبِ مُشک بیز
جا، جھوٹے علاج سے بھاگ — تاکہ تیرا درد پاکیزہ اور مشک کی خوشبو دینے والا بن جائے

گفتنِ عسس خوابِ خود را با غریبِ مسکین و نشانِ گنج دادن ہم زخانۂ او

کوتوال کا مسکین پردیسی سے اپنا خواب بیان کرنا اور اُسی کے گھر میں خزانہ کا پتہ دینا

گفت نے دزدی تو و نے فاسقی — مردِ نیکی لیک گول و احمقی
اُس نے کہا نہ تو چور ہے نہ بدکار — تو نیک انسان ہے لیکن بیوقوف اور احمق ہے

بر[3] خیالِ خواب چندیں رہ کنی — نیست عقلت را تسوئے روشنی
خواب کے خیال پر تو اتنا راستہ طے کرتا ہے — تیری عقل میں ایک دمڑی روشنی نہیں ہے

بر خیالے اینچنیں راہِ دراز — پیش گیری از سرِ جہل و ز آز
ایک خیال پر، ایسا لمبا راستہ — تو نادانی اور لالچ کی وجہ سے اختیار کرتا ہے

بارہا من خواب دیدم مُستمر — کہ بہ بغداد ست گنجے مُستتر
میں نے مسلسل کئی بار خواب دیکھا ہے — کہ چھپا ہوا خزانہ بغداد میں ہے

در فلاں کوی و فلاں خانہ دفیں — بُود آں خود نامِ خانہ و کوئے ایں
فلاں کوچہ اور فلاں گھر میں مدفون ہے — وہ خود اُس کے گھر کا اور کوچہ کا نام تھا

ہست در خانہ فلانے رَو بجُو — نامِ خانہ و نامِ اُو گفت آں عدو
وہ فلانے گھر میں ہے، جا تلاش کر — اُس دشمن نے گھر کا اور اُس کا نام بتا دیا

---

[1] آبِ شورے جس طرح کھاری پانی سے پیاس نہیں بجھتی ہے اِسی طرح غلط صحبتوں سے مقصود حاصل نہیں ہوتا ہے۔ ہمچنیں جس طرح اِن دھوکے باز پیروں میں پھنس کر انسان صحیح پیر سے محروم ہو جاتا ہے اِسی طرح کھوٹے سکے کھروں سے رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ بال و پرّت۔ وہ صحیح بزرگوں تک تیری پرواز کو ختم کر دیتے ہیں۔

[2] گفت۔ وہ جھوٹا پیر کہتا ہے کہ میں تیرے درد کا علاج ہوں حالانکہ وہ علاج کیا ہوتا خود درد ہے۔ تا شود۔ تیری اِس طلب کے بہتر اثرات رونما ہوں۔

[3] بر خیال۔ اُس کوتوال نے اُس پردیسی سے کہا کہ بات تو تیری سچی ہے لیکن تو احمق اور بیوقوف ہے کہ ایک خواب و خیال پر بغداد سے مصر پہنچا۔ بارہا۔ میں نے متعدد بار خواب میں دیکھا کہ وہ خزانہ بغداد میں ہے۔ در فلاں۔ اور اُس کوتوال نے اُس خزانہ کا پورا پتہ بتا دیا۔ بود۔ جہاں کا اُس نے پتہ بتایا وہ خود اُس پردیسی کے کوچہ اور گھر کا پتہ تھا۔ آں عدو۔ کوتوال

دیدہ[۱] ام خود بارہا ایں خوابِ مَن — کہ بہ بغداد ست گنجے در وطن

میں نے خود بارہا یہ خواب دیکھا ہے — کہ وطن میں، بغداد میں ایک خزانہ ہے

ہیچ مَن از جا نرفتم زیں خیال — تو بیک خوابے بیائی بے ملال

میں اِس خیال سے کبھی جگہ سے نہ ہلا — تو بغیر ملال کے ایک خواب کی وجہ سے چلا آیا

خوابِ احمق لائقِ عقلِ ویست — ہمچو او بے قیمت ست و لاشی ست

بیوقوف کا خواب اُس کی عقل کے مناسب ہے — اسی کی طرح بے قیمت اور ہیچ ہے

خوابِ زن کمتر ز خوابِ مرداں — از پئے نقصانِ عقل و ضعفِ جاں

عورت کے خواب کو مرد کے خواب سے کم سمجھ — عقل کی کمی اور جان کی کمزوری کی وجہ سے

خوابِ[۲] ناقص عقل و گول آید کساد — پس ز بے عقلی چہ باشد خواب باد

ناقص عقل والے اور احمق کا خواب کھوٹا ہوتا ہے — تو بے عقلی سے کیسا خواب ہوگا! ہوا

گفت با خود گنج در خانہ مَن ست — پس مرا آنجا چہ فقر و شیون ست

اُس نے اپنے آپ سے کہا خزانہ میرے گھر میں ہے — پھر مجھے اُس جگہ کیا افلاس و شکوہ ہے؟

بر سرِ گنج از گدائی مُردہ اَم — زانکہ اندر غفلت و در پردہ اَم

میں خزانہ کے اوپر بیٹھا ہوا بھکاری پن سے مُردہ ہوں — کیونکہ میں غفلت میں اور پردے میں ہوں

زیں بشارت مست شد دردش نماند — صد ہزار الحمد زیرِ لب بخواند

وہ اس خوشخبری سے مست ہوگیا اس کا درد نہ رہا — لاکھوں الحمد آہستہ آہستہ پڑھیں

گفت[۳] بُد موقوفِ ایں لُت لوتِ مَن — آبِ حیواں بود در حانوتِ مَن

اُس نے کہا میرا لذیذ کھانا اُس لات پر موقوف تھا — آبِ حیات میری دکان میں تھا

رَو کہ بر لوتِ شگرفے بر زدم — کوریِ آں وہم کہ مُفلس بدم

چل، کہ میں نے عجیب مزیدار کھانے پر ہاتھ مارا — اِس وہم کے اندھے پن پر کہ میں مُفلس تھا

خواہ احمق داں و خواہی عاقلم — یافتم ہر چہ کہ می خواہد دلم

تو مجھے خواہ احمق سمجھ اور خواہ عقلمند — جو کچھ میرا دل چاہتا تھا میں نے پا لیا

خواہ احمق داں مرا خواہی فرو — آنِ من شد ہر چہ می خواہی بگو

تو مجھے خواہ احمق سمجھ، خواہ کمتر — وہ میری ملکیت ہوگیا تو جو چاہے کہہ

مَن مُرادِ خویش دیدم بے گماں — ہر چہ خواہی گو مرا اے بد دہاں

یقیناً میں نے اپنی مُراد دیکھ لی — اے بدزبان! تیرا جی چاہے مجھے کہہ لے

---

۱ دیدہ اَم۔ میں نے یہ خواب بار بار دیکھا ہے لیکن میں اپنی جگہ سے نہ ہلا اور بغداد کی راہ نہ لی۔ تو بیک۔ تیری یہ حماقت ہے کہ ایک خواب پر دوڑ پڑا۔ خواب۔ جیسا تو بے عقل ہے، تیری خواب بھی ایسی ہی ہے۔ خوابِ زن۔ اِسی لئے عورت کی خواب اتنی صحیح نہیں ہوتی جیسی کہ مرد کی ہوتی ہے چونکہ عورت کی عقل ناقص ہے۔

۲ خوابِ ناقص عقل۔ جب ناقص عقل کی خواب بھی قابلِ بھروسہ نہیں تو بے عقل کی خواب تو محض ہوائی ہوگی۔ گفت۔ پردیسی نے کوتوال کی خواب سُن کر اپنے آپ سے کہا کہ جب خزانہ خود میرے گھر میں ہے تو میں یہاں فقر اور شکوے کی حالت میں کیوں گھوم رہا ہوں۔ زانکہ۔ یہ سب کچھ میری غفلت کا نتیجہ ہے۔ دردش۔ سفر کی تکلیف یا کوتوال کی مار کا درد۔

۳ گفت بُد۔ اس نے دل میں سوچا کہ خزانہ کا ملنا کوتوال کی مار پر موقوف تھا۔ آبِ حیواں۔ یعنی خزانہ۔ خواہ احمق۔ اُس نے دل ہی دل میں کوتوال کو کہا۔ فرو۔ کمتر۔ اے بد دہاں۔ یعنی کوتوال جس نے اُسکو احمق اور بیوقوف کہا تھا۔

تو مرا پُر دَرد[1] گوا ے محتشم | پیشِ تو پُر دَرد و پیشِ خود خوشم
اے معزز! تو مجھے مریض کہہ | میں تیرے نزدیک مریض اور اپنے نزدیک بھلا ہوں

وایِ گر بر عکس بُودے ایں مَطا | پیشِ تو گلزار و پیشِ خویش خا
افسوس ہوتا، اگر یہ مقامِ پرواز برعکس ہوتا | تیرے نزدیک گلزار اور اپنے نزدیک کانٹا ہوتا

با فقیرے گفت روزے یک خسے | کہ ترا ایں جا نمی داند کسے
ایک کمینہ نے ایک روز ایک فقیر سے کہا | کہ تجھے یہاں کوئی نہیں جانتا

گفت اُو گر می نداند عامیم | خویش را مَن نیک می دانم کیم
اس نے کہا، اگر عام آدمی مجھے نہیں جانتا | میں اپنے آپ کو خوب جانتا ہوں کہ میں کون ہوں!

وایِ گر بر عکس بُودے درد و ریش[2] | اُو بُدے بینایِ مَن، مَن کورِ خویش
افسوس ہوتا، اگر درد اور زخم اُلٹا ہوتا | وہ مجھے دیکھنے والا ہوتا، میں اپنے بارے میں اندھا ہوتا

احمقم گیر احمقم مَن نیک بخت | بخت بہتر از لجاج و رُوی سخت
تو مجھے احمق فرض کر، میں نیک بخت احمق ہوں | جھگڑالوپن اور ترش روئی سے، نصیب بہتر ہے

ایں سخن بر وفقِ ظنّت می جہد | ورنہ بختم دادِ عقلم می دہد
یہ بات تیرے گمان کے مطابق نکل رہی ہے | ورنہ میرا نصیبا میری عقل کی داد دے رہا ہے

بازگشتنِ آں مردِ شادماں و مراد یافتہ و شکر گویاں و سجدہ کناں و
اس شخص کا خوش خوش اور مراد حاصل کرکے اور شکر ادا کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے

حیراں در غرائبِ اشارتِ حق سبحانہٗ و تعالیٰ و ظہورِ تاویلات
اور اللہ تعالیٰ کے اشاروں کے عجائب میں حیران واپس لوٹنا اور انکی تاویلات کا ایسے

آں بر وجہیکہ ہیچ عقلے و فہمے آں جا نرسد
طریقہ پر ظاہر ہونا کہ کوئی عقل اور سمجھ وہاں نہیں پہنچتی ہے

بازگشت[3] از مصر تا بغداد اُو | ساجد و راکع ثنا گو شکر گو
وہ مصر سے بغداد واپس لوٹا | سجدہ اور رکوع کرتے ہوئے تعریف کرتے ہوئے شکر ادا کرتے ہوئے

جملہ رَہ حیران و مَست اُو زیں عجب | زانعکاسِ روزی و راہِ طلب
وہ تمام راستہ حیران اور مست اس عجیب بات سے | طلب کے راستہ اور روزی کے برعکس ہونے سے

کز کجا امیدوارم کردہ بُود | وز کجا افشاند بر مَن سیم و سُود
کہ مجھے کہاں کا امیدوار کیا تھا؟ | اور کہاں سے مجھ پر چاندی اور نفع نثار کیا؟

---

[1] پُر درد۔ یعنی حماقت کا مریض۔ وآی۔ ہاں اگر تیرے سامنے اچھا ہوتا اور خود مریض ہوتا تو افسوس کی بات تھی۔ با فقیرے۔ اسکی یہ مثال ہے کہ کسی نے ایک درویش کو یہ کہا کہ یہاں تجھے کوئی نہیں جانتا۔ گفت۔ اُس درویش نے جواب دیا کہ اگر مجھے عوام الناس نہ جانیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، میں اپنے آپ کو جانتا ہوں کہ اللہ نے مجھے کیا کمالات دیئے ہیں۔

[2] وآی۔ ہاں اگر معاملہ بالعکس ہوتا کہ لوگ مجھے سب کچھ جانتے اور میں کچھ نہ ہوتا تو افسوس کی بات تھی۔ لجاج بغلسی میں جھگڑا اور ترش روئی برداشت کرنی پڑتی ہے۔ ورنہ۔ اپنی بیوقوفی کو تیرے قول کے مطابق تسلیم کر رہا ہوں ورنہ نصیبہ بتا رہا ہے کہ میں عقلمند ہوں۔

[3] بازگشت۔ کوتوال سے خواب سننے کے بعد وہ بغداد کی جانب واپس ہوا شکر ادا کر رہا تھا شکرانہ کی نفلیں پڑھ رہا تھا اللہ تعالیٰ کی تعریفیں کر رہا تھا۔ جملہ رہ۔ وہ واپسی میں راستہ بھر حیران رہا کہ اللہ تعالیٰ نے کہاں کا امیدوار بنایا اور کہاں مقصد پورا فرمایا۔ کجا۔ یعنی مصر۔ کجا۔ یعنی بغداد۔

این۵۱ چه حکمت بود کاں قبلهٔ مراد — کردم از خانه برُوں گمراه و شاد

یہ کیا حکمت تھی کہ اُس قبلۂ حاجت نے — مجھے گمراہ اور خوش کرکے گھر سے نکالا؟

تا شتاباں در ضلالت می شُدم — ہر دم از مطلب جُداتر می بُدم

حتیٰ کہ میں گمراہی میں تیز دوڑا — ہر لحظہ مقصد سے زیادہ دُور ہوتا جاتا تھا

باز آں عین ضلالت را بجُود — حق وسیلت کرد اندر رُشد و سُود

پھر بعینہ اُس گمراہی کو بخشش سے — اللہ (تعالیٰ) نے ہدایت اور نفع کا وسیلہ بنایا

گمرہی را منہج ایماں کُند — کژروی را مقصدِ احساں کُند

وہ گمراہی کو ایمان کا راستہ بنا دیتا ہے — وہ کج رَوی کو اخلاص کا مقصد بنا دیتا ہے

تا نباشد ہیچ محسن بے وَجا — تا نگردد ہیچ خائن بے رَجا

تاکہ کوئی نیکوکار بے خوف نہ ہو — تاکہ کوئی خیانت کرنے والا نا اُمید نہ ہو

اندرونِ۵۲ زہر تریاق آں خفی — کرد تا گویند ذُو اللُّطفِ الخفی

اُس نے زہر کے اندر تریاق کو مخفی — کر دیا تاکہ اُس کو چھپی مہربانی والا کہیں

نیست مخفی در نماز آں مکرمت — در گنہ خلعت نہد آں مغفرت

نماز میں وہ کرم مخفی نہیں ہے — وہ گناہ میں مغفرت کی خلعت رکھ دیتا ہے

مُنکراں را قصد اذلالِ ثقات — ذُل شُدہ عز و ظہورِ معجزات

مُنکروں کا مقصد، ثقہ لوگوں کو ذلیل کرنا تھا — ذلت، عزت اور معجزوں کا ظہور بن گئی

قصدِ۵۳ شاں انکار ذُلِ دیں بُدہ — عینِ ذُل عزِّ رسُولاں آمدہ

اُن کے انکار کا مقصد دین کی ذلت تھا — ذلت بعینہ رسولوں کی عزت بن گئی

گر نہ انکار آمدے از ہر بدے — معجز و بُرہاں چرا نازل شُدے

اگر ہر بُرے کی جانب سے انکار نہ ہوتا — معجزہ اور دلیل کیوں نازل ہوتی؟

تا نگردد خصمِ تو مصداق خواہ — کے کُند قاضی تقاضائے گواہ

جب تک تیرا مخالف ذریعہ تصدیق کا خواہشمند نہ ہو — قاضی گواہ کا تقاضہ کب کرتا ہے؟

مُعجزہ ہمچوں گواہ آمد زکی — بہرِ صدق مُدّعی در بیشکی

مُعجزہ، عادل گواہ کی طرح ہے — شک رفع کرنے میں مدّعی کی سچائی کے لئے

۵۱ این. اِس میں کیا حکمت تھی کہ مجھے وطن سے بے وطن اور خزانہ کے خلاف رہنمائی کر دی جس پر میں خوشی سے دوڑ رہا تھا اور میرا جو قدم مصر کی جانب اُٹھتا تھا میں خزانہ سے دُور ہو رہا تھا۔ باز۔ پھر اسی میری گمراہی کو کامیابی کا ذریعہ بنا دیا۔ مصر میں کوتوال کے ہاتھوں پِٹا اور وہی کوتوال مقصد کا وسیلہ بن گیا۔ گمرہی۔ چونکہ خزانہ گمان کے خلاف حاصل ہوا اب اللہ تعالیٰ کے بعض اسی طرح کے تصرفات کا ذکر فرماتے ہیں تاکہ انسان کا خدا پر بھروسہ بڑھے اور وہ اسباب کو مستقل نہ سمجھے۔ اللہ تعالیٰ بسا اوقات انسان کی گمراہی کو ایمان کا سبب بنا دیتا ہے اور احسان عبادت کے نتیجہ میں انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔ تا نباشد۔ اِس میں یہ حکمت ہے کہ کوئی عبادت گزار خوفِ خدا سے خالی نہ رہے اور کوئی بدکار رحمت سے مایوس نہ ہو۔

۵۲ اندرون۔ بُرائی میں بھلائی کو اِس لئے مخفی کیا ہے تاکہ اُس کے اسم ذُو اللُّطفِ الخفی کا مَظہر سامنے آتا رہے۔ نیست۔ عبادت گزار کو بخشنا اللہ کا مخفی لطف نہیں ہے۔ در گنہ۔ گنہگار کو مغفرت سے نوازنا لُطفِ خفی ہے۔ منکراں۔ عجائب قدرت میں سے یہ بھی ہے کہ منکروں کا اِنکار سے مقصد انبیاء کو ذلیل کرنا ہوتا۔ لیکن اُس سے اُنکی عزت اور بڑھ جاتی ہے اور ان کے

[illegible]

اِنکار کے سبب سے معجزے ظاہر ہوتے ہیں جس سے انبیاء کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے — ۵۳ قصدِ شاں۔ اُن منکروں کا قصد تو یہ تھا کہ اُنکے انکار سے دین کی ذلت ہو جائیگی لیکن وہی چیز اُنکی عزت کا سبب بن گئی۔ گر نہ انکار۔ اگر منکروں کا انکار نہ ہوتا تو معجزوں کی ضرورت ہوتی نہ اُنکا ظہور ہوتا۔ تا نگردد۔ معجزے تو رسول کی صداقت کے گواہ ہیں اگر فریق م

طعنہ[1] چوں می آمد از ہر ناشناخت | معجزہ می داد حق و می نواخت
ہر نہ پہچاننے والے کی جانب سے جب طعنہ آتا تھا | حق (تعالیٰ) معجزہ دیتا تھا اور نوازتا تھا

مکرِ آں فرعون سیصد تو بُدہ | جملہ ذُلِّ اُو و قمعِ اُو شُدہ
اُس فرعون کا مکر تین سَو تہوں کا تھا | وہ سب اُس کی ذلّت اور قلع قمع بنا

ساحراں آوردہ حاضر نیک و بد | تاکہ جرحِ مُعجزہ موسیٰؑ کُند
وہ اچھے اور بُرے ساحر حاضر لایا | تاکہ (حضرت) موسیٰؑ کے معجزہ پر جرح کرے

تا عصا را باطل و رُسوا کُند | اِعتبارش را ز دلہا بر کَند
تاکہ عصا کو باطل اور رُسوا کرے | اُس کے اعتبار کو دلوں سے دُور کرے

عینِ آں مکر آیتِ موسیٰؑ شُدہ | اِعتبارِ آں عصا بالا شُدہ
وہ مکر بعینہٖ (حضرت) موسیٰؑ کا مُعجزہ بنا | اُس عصا کا اعتبار (دو) بالا ہوگیا

لشکر آرد[2] اُو بگہ تا حولِ نیل | تا زند بر موسیٰؑ و قومش سبیل
وہ صبح کو نیل کے گرد لشکر لاتا ہے | تاکہ (حضرت) موسیٰؑ اور اُنکی قوم کی رہزنی کرے

آیمنی اُمّتِ موسیٰؑ شُود | اُو بتحت الارض و ہاموں دَر رَود
وہ (حضرت) موسیٰؑ کی قوم کا اَمن بن جاتا ہے | وہ زمین اور جنگل کے نیچے چلا جاتا ہے

گر بمصر اندر بُدے اُو نامدے | وہم از سبطی کُجا زائل شُدے
اگر وہ مصر کے اندر ہوتا، نہ آتا | سبطی سے وہم کہاں مِٹتا!

آمد و در سبط افگند اُو گداز | کہ بداں کہ اَمن در خوف ست راز
وہ آیا اور اُس نے سبطیوں میں خوف ڈالا | تاکہ جان لے کہ امن خوف میں مخفی ہے

ایں بُوَد[3] لُطفِ خفی کو را صمد | نار بنماید خُود آں نُورے بُوَد
لطفِ خفی یہ ہے کہ اُس کو اللہ (تعالیٰ) | آگ دکھا دے، وہ خود نور ہو

نیست مخفی مُزد دادن در تُقا | ساحراں را اجر بیں بعد از خطا
پرہیزگاری میں اجر دینا مخفی نہیں ہے | غلطی کے بعد جادوگروں کے اجر کو دیکھ

نیست مخفی وصل اندر پرورش | ساحراں را وصل داد اُو در بُرِش
پرورش میں وصل مخفی نہیں ہے | اُس نے قطع و بُرید میں ساحروں کو وصل عطا فرمایا

[1] طعنہ۔ اُن منکروں کے طعنوں کی بدولت معجزوں کا ظہور ہوا۔ مکر۔ اسی طرح فرعون کا مکر بھی اُلٹا ہوگیا۔ ساحراں۔ اُس نے جادوگروں کو اس لئے جمع کیا تھا تاکہ وہ موسیٰؑ کے معجزے پر جو بنزلہ گواہ کے تھا جرح کرکے اُس کی صداقت کو باطل کردیں اور وہ معتبر گواہ نہ رہے۔ عین آں۔ لیکن یہی مکر اُلٹا ہوگیا حضرت موسیٰؑ کا گواہ اور زیادہ معتبر ثابت ہوا اور عصا کی عدالت و صداقت دوبالا ہوگئی۔

[2] لشکر آرد۔ حضرت موسیٰؑ اور اُن کے ساتھی سبطیوں کے تعاقب میں فرعون مصر سے نکلا تاکہ اُن کی رہزنی کرے۔ آیمنی۔ لیکن یہ حرکت نتیجہ میں سبطیوں کے لئے باعثِ اطمینان ہوگئی اور وہ دریا میں غرق ہوکر زمین کے نیچے پہنچ گیا۔ گر بمصر۔ اگر وہ مصر میں رہتا تو سبطیوں کو پورا اطمینان نہ ہوتا بلکہ ڈرتے رہتے کہ کسی وقت حملہ کردے گا۔ آمد۔ وہ فرعون سبطیوں کے تعاقب میں نکلا تاکہ اُن کو خوفزدہ کرے نتیجہ یہ نکلا کہ وہ خود غرق ہوگیا اور سبطی مطمئن ہوگئے یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ جان لیا جائے کہ امن خوف میں پوشیدہ ہے۔

[3] ایں بُوَد۔ لطفِ خفی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور پر حضرت موسیٰؑ کو نار میں نور دکھلا دیا۔ نیست۔ عبادت گزاروں کو اَجر دینا لُطفِ خفی نہیں ہے لطفِ خفی تو یہ ہے کہ فرعون کے جادوگر آئے مقابلہ کرنے کے لئے اور اُن پر مہربانی ہوگئی اور وہ مومن بن گئے۔ پرورش۔ ظاہری انعامات میں لُطفِ خفی نہیں ہے لطفِ خفی تو یہ ہے کہ ساحروں کے ہاتھ پاؤں کٹوائے۔

نیست مخفی[1] سَیر با پائے رَوا — ساحراں را سَیر بیں در قطعِ پا
چلتے پاؤں کے ہوتے ہوئے چلنا مخفی نہیں ہے — جادوگروں کا چلنا، پاؤں کٹنے میں دیکھ

عارفاں زانند دائم آمنوں — کہ گذر کردند از دریای خوں
عارف اسی لئے ہمیشہ امن میں ہیں — کیونکہ وہ خون کے دریا کو پار کر گئے

اَمنِ شاں از عینِ خوف آمد پدید — لاجرم باشندِ ہر دَم در مَزید
اُن کا اَمن بعینہٖ، خوف سے ظاہر ہوا ہے — لامحالہ وہ ہر وقت ترقی میں رہتے ہیں

اَمن دیدی گشتہ در خوفے خفی — خوف بیں ہم در اُمیدے اے صَفی
تو نے وہ اَمن دیکھ لیا جو خوف میں مخفی ہے — اے برگزیدہ! تو خوف کو بھی اَمن میں دیکھ لے

آں اَمیر از مَکر بر عیسٰیؑ تَند — عیسٰیؑ اندر خانہ رُو پنہاں کُند
وہ امیر مکر سے (حضرت) عیسٰیؑ کے درپے ہوتا ہے — (حضرت) عیسٰیؑ گھر میں مُنہ چھپا لیتے ہیں

اَندر آید تا شود اُو تاجدار — خُود زِ شِبہِ عیسٰیؑ آمد تاجدار
وہ اندر آجاتا ہے تاکہ وہ تاجدار بنے — وہ خود (حضرت) عیسٰیؑ کی مشابہت سے سولی پر چڑھتا ہے

ہِیں[2] میاوِیزید مَن عیسٰیؑ نِیَم — من اَمیرم بَر جہوداں، خوش پیم
خبردار مت لٹکاؤ، میں عیسٰیؑ نہیں ہوں — میں یہودیوں کا حاکم ہوں میں وہ باعظمت ہوں

زُو تَرش بردار آویزید کُو — عیسٰیؑ ست از دستِ ما تخلیص جو
اُس کو بہت جلد سُولی پر لٹکاؤ، کیونکہ وہ — عیسٰیؑ ہے ہمارے ہاتھ سے خلاصی چاہتا ہے

چندِ لشکر میرود تا بَر خورَد — بَرگِ اُو بَر گردد و بر سَر خورَد
چند لشکر جاتے ہیں تاکہ نفع اُٹھائیں — اُن کا سامان اُلٹ جاتا ہے اور سر پر (مار) کھاتے ہیں

چند بازرگاں رود بَر بُوئے سُود — عید پندارد بسوزد ہمچو عُود
بہت سے تاجر نفع کی اُمید پر جاتے ہیں — عید سمجھتے ہیں، عود کی طرح جلتے ہیں

چند[3] در عالَم بُوَد در عکس ایں — زَہر پندارد بُوَد آں انگبیں
بہت سی مرتبہ دنیا میں اِس کا اُلٹا ہوتا ہے — زہر سمجھتا ہے، وہ شہد ہوتا ہے

بَس سپہ بنہاد دل بر مرگِ خویش — رو شنیہا و ظفر آید بہ پیش
بہت سے سپاہی ہیں کہ جنھوں نے مَرنے کی ٹھان لی — اُنکو روشنیاں اور فتح پیش آجاتی ہیں

اَبرہہ با پیل بہرِ ذُلِّ بَیت — آمدہ تا اَفگند حَیّ را چو مَیِّت
اَبرہہ، ہاتھی کے ساتھ بیت (اللہ) کو ذلیل کرنے کے لئے — آیا تاکہ زندہ کو مُردہ کی طرح گرادے

---

[1] مخفی۔ ہاتھ پاؤں کے ہوتے ہوئے چلنا کوئی مخفی اَمر نہیں ہے مخفی وہ سَیر ہے جو فرعون کے ساحروں کو بغیر ہاتھ پاؤں کے حاصل ہوئی۔ عارفاں۔ عارف چونکہ ہر قسم کے خطرات سے گذر چکے ہیں لہٰذا وہ بالکل اَمن میں ہیں۔ اَمنِ شاں۔ وہ دیکھ چکے ہیں کہ بہت سے خوف کے اسباب سے اُن کو امن حاصل ہوا ہے۔ اَمن دیدی۔ جس طرح اَمن خوف میں مخفی ہوتا ہے اسی طرح خوف بھی اَمن میں مخفی ہوتا ہے۔ آں امیر۔ وہ یہودی حضرت عیسٰیؑ کو قتل کرنے گیا تاکہ آپکی جگہ سرداری حاصل کرلے حضرت عیسٰیؑ چھپ جاتے ہیں اور اللہ تعالےٰ اُسکو حضرت عیسٰیؑ کے مشابہ بنا دیتا ہے۔

[2] ہِیں۔ قوم اُسکو حضرت عیسٰیؑ سمجھ کر پکڑتی ہے اور سُولی پر چڑھاتی ہے وہ ہر چند یہ کہتا ہے کہ میں عیسٰیؑ نہیں ہوں لیکن کوئی اُس کا یقین نہیں کرتا۔ زُو تر۔ قوم کہتی ہے کہ یہ عیسٰیؑ ہے یہ بہانہ بنا کر ہم سے چھوٹنا چاہتا ہے بالآخر وہ سُولی پر چڑھا دیا جاتا ہے جو فعل اُسکے باعثِ اَمن تھا اُسمیں خوف مخفی تھا۔ چند لشکر۔ لشکر دشمن پر فتح کیلئے حملہ کرتا ہے اور اُسمیں اُسکی موت مضمر ہوتی ہے۔ چند بازرگاں۔ تاجر نفع کیلئے جاتا ہے اور نقصان اُٹھاتا ہے۔

[3] چند در عالَم۔ عالَم میں بہت سے واقعات ہوئے ہیں کہ انسان اُنکو مفید سمجھتا ہے اور وہ

تا حریمِ کعبہ را ویراں کُند — جملہ را زانجای سرگرداں کُند
تاکہ کعبہ کے حرم کو تباہ کردے — سب کو وہاں سے پریشان کردے

تا[51] ہمہ زُوّار گِردِ اُو تنند — کعبۂ اُو را ہمہ قبلہ کُنند
تاکہ سب زیارت کرنیوالے اُسکے گرد جمع ہوں — سب اُس کے کعبہ کو قبلہ بنالیں

وز عرب کینہ کَشد اندر گزند — کہ چرا در کعبہ اَم آتش زنند
اور نقصان پہنچاکر عرب سے کینہ نکالے — کہ وہ کیوں میرے کعبہ میں آگ لگاتے ہیں؟

عَینِ سَعیش عزتِ کعبہ شُدہ — مُوجبِ اِعزازِ آں بیت آمدہ
اُس کی کوشش بعینہ کعبہ کی عزت ہوگئی — وہ اس بیت (اللہ) کے اعزاز کا سبب بن گیا

مکیاں را عِزّ یکے بُد صد شُدہ — تا قیامت عِزِّشاں مُمتد شُدہ
مکہ والوں کی ایک عزت تھی سَو بن گئی — قیامت تک اُن کی عزت دراز ہوگئی

اُو[52] و کعبۂ اُو شُدہ مخسوف تر — از چیست ایں از عنایاتِ قدر
وہ اور اُس کا کعبہ زیادہ دُھنسا ہوا ہوگیا — یہ کیوں ہے؟ تقدیر کی مہربانیوں سے ہے،

از جہازِ ابرہہ خَیلِ عرب — گشتہ مُستغنی ز فضّہ و ز ذہب
عرب کی جماعت، ابرہہ کے سامان کی وجہ سے — چاندی اور سونے سے بے نیاز ہوگئی

از جہازِ ابرہہ ہمچوں دِدہ — آں فقیرانِ عرب مُنعم شُدہ
درندے جیسے ابرہہ کے سامان سے — وہ عرب کے فقیر دولت مند ہوگئے

از جہازِ ابرہہ دونِ دَنی — ایں فقیرانِ عرب گشتہ غنی
کمتر، کمینہ، ابرہہ کے سامان سے — یہ عرب کے فقیر مال دار ہوگئے

اُو گماں بُردہ کہ لشکر می کَشد — بہرِ اہلِ بیت اُو زر می کَشد
اُس نے خیال کیا کہ وہ لشکر لے جارہا ہے — (حالانکہ) وہ بیت (اللہ) والوں کیلئے سونا لیجارہا تھا

اندریں[53] فسخِ عزائم ویں ہِمَم — در تماشا بُود در رَہ ہر قدم
وہ انہی ارادوں کے فسخ کرنے اور اپنے حوصلوں میں — راستہ میں ہر قدم پر تماشے میں تھا

خانہ آمد گنج را اُو باز یافت — کارش از لُطفِ خدائی ساز یافت
وہ گھر آگیا، اُس نے خزانہ پالیا — خدا کی مہربانی سے اُس کا کام سرانجام ہوا

تا بدانی حکمتِ فردِ حکیم — ایمنیہا می نہد در خوف و بیم
تاکہ تُو یکتا دانا کی حکمت کو دیکھ لے — وہ خوف خطر میں بہت سے اطمینان پیدا کردیتا ہے

---

[51] تاہمہ۔ اُس کا منشا یہ تھا کہ مکہ کے کعبہ کو ڈھادے تاکہ سب اُس کے کعبہ کا جشن بلکہ طواف کیا کریں۔ وز عرب۔ اُس کے بنائے ہوئے کعبہ میں کسی نے پاخانہ کردیا یا آگ لگادی تھی اس کے انتقام کے لئے وہ چلا لیکن اُس کا یہ کام جس میں وہ اپنی کامیابی اور مکہ کی توہین سمجھتا تھا مکہ کے اعزاز کا سبب بن گیا اور مکہ والوں کی قیامت تک عزت کا سبب بن گیا۔

[52] اُو۔ ابرہہ اور اُس کا کعبہ نیست نابود ہوگیا۔ از جہاز۔ اُس کے لشکر کا اسقدر سامان اور نقد مکہ والوں کے ہاتھ آیا کہ وہ مالدار ہوگئے۔ اُو گماں۔ وہ سمجھا کہ میں مکہ والوں پر لشکر کشی کررہا ہوں ثابت یہ ہوا کہ وہ مکہ والوں کے لئے دولت لے کر جارہا ہے۔

[53] اندریں۔ وہ بغدادی پردیسی مصر میں اپنے احوال کا تماشا کررہا تھا۔ خانہ آمد۔ اُس نے بغداد میں آکر کوتوال کے خواب کے مطابق گھر کھودا تو اُس کو خزانہ مل گیا۔ تا بدانی۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا کہ اُس کو بتادیا جائے کہ اللہ تعالیٰ مُضر باتوں میں نفع پوشیدہ فرمادیتا ہے۔

یادم[1] آمد قصۂ شہزادگاں | گوشِ ہوش آور بمن بشنو بیاں
مجھے شہزادوں کا قصہ یاد آ گیا | میری جانب ہوش کے کان لا، بیان سُن

مکرّر کردنِ برادران پند دادنِ برادرِ بزرگ ترا و تاب ناآوردن پند را از ایشان و شیدا و بیخود رفتن و خود را در بارگاہِ پادشاہ انداختن و دستوری خواستن لیک از فرطِ عشق و محبت نہ از گستاخی ولاابالی

بھائیوں کا سب سے بڑے بھائی کو مکرر نصیحت کرنا اور اُس کا اُن کی نصیحت کی تاب نہ لانا اور مجنون اور بے خود ہو کر چلا جانا اور اپنے آپ کو بادشاہ کے دربار میں لے جا ڈالنا اور اجازت چاہنا لیکن محبت اور عشق کی زیادتی کی وجہ سے نہ کہ گستاخی اور لاپروائی سے

بیدل گماں مبر کہ نصیحت قبول کُند | مَن گوشِ استماع ندارم لِمَن یقول
بیدل کے بارے میں گمان نہ کر کہ وہ نصیحت قبول کرے گا | جو شخص کہتا ہے میں اُسکے سننے کیلئے کان نہیں رکھتا

آں دو گفتندش کہ اندر جانِ ما | ہست پاسُخہا چو نجم اندر سما
اُن دونوں نے اُس سے کہا کہ ہمارے دل میں | جوابات ہیں، جس طرح آسمان میں ستارے

گر نگوئیم آں نیاید راست نرد | ور بگوئیم آں دلت آید بدرد
اگر وہ ہم نہیں کہتے تو بازی درست نہیں ہوتی ہے | اور اگر وہ ہم کہتے ہیں تیرا دل دُکھتا ہے

ہمچو[2] چغزیم اندر آب از گفتِ الم | وز خموشی اِختنا قست وسقم
تکلیف وہ بات کہنے میں ہم پانی کے مینڈک کی طرح ہیں | اور چپ رہنے سے گلے کی گھٹن اور بیماری ہے

گر نگوئیم آشتی را نور نیست | ور بگوئیم آں سخن دستور نیست
اگر ہم نہیں کہتے ہیں، دوستی میں نور نہیں ہے | اور اگر ہم وہ بات کہتے ہیں، تو اجازت نہیں ہے

در[3] زماں جست کاے خویشاں وداع | اِنَّمَا الدُّنیَا وَمَا فِیہَا مَتَاع
وہ فوراً کھڑا ہو گیا کہ اے اپنو! رخصت | دنیا اور جو کچھ اُس میں ہے محض چند روزہ سامان ہے

پس بروں جست اُو چو تیرے از کماں | کہ مجالِ گفت کم بود آں زماں
وہ باہر نکل گیا جیسا کہ تیر کمان سے | کیونکہ اُس وقت گفتگو کی گنجائش نہ تھی بس

اندر آمد مست پیشِ شاہِ چیں | زود مستانہ ببوسید اُو زمیں
وہ بیخود ہو کر شاہِ چین کے سامنے آیا | اُس نے جلدی سے مستانہ وار زمین کو بوسہ دیا

---

[1] یادم۔ اب پھر اُن شہزادوں کا قصہ شروع ہوا ہے۔ آں دو۔ دونوں چھوٹے بھائیوں نے بڑے بھائی سے کہا کہ تمہاری ساری تقریر کا ہمارے پاس جواب ہے۔ گر نگوئیم۔ وہ جوابات اگر ہم نہیں دیتے ہیں تو کام خراب ہوتا ہے اور اگر دیتے ہیں تو تم کو تکلیف ہوگی۔

[2] ہمچو۔ مینڈک پانی میں مُنہ کھول کر بات کرے تو مُنہ میں پانی بھر جائے بات نہ کہے تو دل گھُٹتا رہے گا۔ گر نگوئیم۔ نہ کہنا صلح اور دوستی کے خلاف ہے اور کہنے کی آپ کی طرف سے اجازت نہیں ہے۔

[3] در زماں بھائی یہی تقریر کر رہے تھے کہ وہ فوراً اُٹھ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ دنیا اور اُس کی زندگی چند روزہ فائدہ کی ہے بس۔ اور فوراً چل دیا کچھ کہنے کا موقع نہ دیا۔ اندر۔ وہ فوراً شاہِ چین کے دربار میں پہنچا اور زمین بوس ہوا۔

شاہ را مکشوف یک یک حالِ شاں ^۱
ان کا ایک ایک حال شاہ پر کھلا ہوا تھا
اوّل و آخر غم و زلزالِ شاں
غم کی ابتدا اور آخر اور اُن کا تذبذب

میش مشغولست در مرعایِ خویش
بھیڑ، اپنی چراگاہ میں مشغول ہے
لیک چوپاں واقفست از حالِ میش
لیکن چرواہا، بھیڑ کی حالت سے واقف ہے

کُلُّکُمْ رَاعٍ بداند از رمہ
وہ تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے کو جسے جانتا تھا کہ گلہ میں سے
کہ علف خوارست و کہ در ملحمہ
کون گھاس کھانیوالا ہے اور کون لڑائی میں ہے

گرچہ در صورت ازاں صف دور بود
اگرچہ بظاہر اُس صف سے دور تھا
لیک چوں دف درمیانِ سُور بود
لیکن ڈھپڑے کی طرح شادی کے درمیان میں تھا

واقف از سوز و لہیبِ آں وفود
وہ اُس گروہ کی سوزش اور لپٹ سے واقف تھا
مصلحت آں بُد کہ خشک آوردہ بُود
مصلحت یہ تھی کہ خشک کر رکھا تھا

درمیانِ جانِ شاں بود آں سمی
وہ بلند رتبہ اُن کی جان کے درمیان تھا
لیک قاصد کردہ خود را اعجمی
لیکن قصداً خود کو گونگا بنا رکھا تھا

صورتِ آتش بود پایانِ دیگ ^۲
آگ کی صورت، دیگ کے نیچے ہوتی ہے
معنیِ آتش بود در جانِ دیگ
آگ کا باطن، دیگ کے اندر ہوتا ہے

صورتش بیروں و معنیٰ اندروں
اُس کی صورت باہر ہے اور باطن اندر ہے
معنیِ معشوقِ جاں در رگ چو خوں
جان کے معشوق کا باطن خون کی طرح رگ میں ہے

شاہزادہ پیشِ شہ زانو زدہ
شہزادہ بادشاہ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گیا
دہ معرّف شارحِ حالش شدہ
مقامی تعارف کرانیوالا اُسکے حال کی شرح کرنیوالا

گرچہ شہ عارف بُد از کُل پیش پیش
اگرچہ شاہ بہت پہلے سے سب کچھ جاننے والا تھا
لیک میکرد ے معرّف کارِ خویش
لیکن تعارف کرانیوالا اپنا کام کرتا تھا

در دروں یک ذرّہ نورِ عارفی ^۳
باطن میں معرفت کے نور کا ایک ذرہ
بہ بود از صد معرّف اے صفی
اے برگزیدہ! سو تعارف کرانے والوں سے بہتر ہے

گوش را رہنِ معرّف داشتن
کان کو تعارف کرانے والے کا گروی رکھنا
آیتِ محجوبی ست و حزر و ظن
پردے میں ہونے اور تخمین اور گمان کی علامت ہے

آنکہ او را چشمِ دل شد دیدباں
جس کے لئے دل کی آنکھ دیکھنے والی ہے
دید خواہد چشمِ او عین العیاں
اُس کی آنکھ بالکل معائنۃً دیکھے گی

---

^۱ شاہ۔ شاہِ چین کہ صاحب باطن تھا اُسکو اُن سب کے حالات بطور کشف معلوم تھے۔ میش۔ شاہ اور اُنکی یہی حالت تھی جیسے کہ بھیڑ اور اُس کا چرواہا، بھیڑ اپنے کام میں مشغول ہے لیکن چرواہا اُسپر نظر رکھتا ہے اور اُسکی ہر حالت سے واقف رہتا ہے کُلُّکُمْ۔ آنحضور ؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہر انسان راعی ہے اور قیامت میں اُس سے اُس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، راعی، چرواہا اپنے گلہ کی حالت سے واقف ہوتا ہے کونسا جانور چر رہا ہے اور کونسا لڑتا ہے۔ خشک۔ یعنی زبان پر خشکی لائے ہوئے تھا اور راز نہ کھولتا تھا۔ سمی۔ بلند یعنی شاہِ چین۔ اعجمی۔ یعنی بے زبان۔

^۲ صورتِ آتش۔ دور رہتے ہوئے اُن میں ہونے کی مثال یہ ہے کہ آگ دیگ کے اندر کے کھانے سے دور ہے لیکن اُس کا اثر کھانے کے اندر ہے۔ معنی روح گو بمنزلہ معشوق ہے جسم مادی سے علیحدہ چیز ہے لیکن اُسکا اثر رگ رگ میں خون کی طرح جاری ہے۔ دہ معرّف۔ وہ معرّف وہ شخص جو دربار میں آنیوالے کو اُس کے مناسب مقام پر بٹھا کر بادشاہ سے اُس کا تعارف کراتا ہے۔ لیک۔ تعارف کرانیوالا اپنا منصبی فرض ادا کر رہا تھا۔

^۳ در دروں۔ اگر باطن میں عرفان کا ایک ذرہ بھی ہوتا ہے تو اُس سے جو کشف ہوتا ہے وہ کسی بتانیوالے کے اعتبار سے بہت زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ گوش۔ کرنے والا ایسا ہے۔ تخمین۔ اگر جب دل کی آنکھ کھل جاتی ہے تو حقیقت سامنے حاصل ہوتا ہے۔

باتواتر[1] نیست قانع جانِ او
اُس کی جان تواتر پر قناعت کرنیوالی نہ ہوگی

بَل زچشمِ دل رسد ایقانِ او
بلکہ اُس کا یقین، دل کی آنکھ سے پہنچتا ہے

پس مُعرّف پیشِ شاہِ منتخب
پھر تعارف کرانے والے نے برگزیدہ شاہ کے سامنے

در بیانِ حالِ اُو بکشُود لب
اُس کے حال کے بیان میں لب کُشائی کی

گفت شاہا صیدِ احسانِ تُوا ست
اُس نے کہا، اے بادشاہ! (وہ) تیرے احسان کا شکار ہے

پادشاہی کُن کہ اُو آنِ تُواست
شاہی برتیے، کیونکہ وہ آپ کا ہے

دست در فتراکِ ایں دولت زدست
اُس نے اِس سلطنت کے شکار بند کو پکڑ لیا ہے

بر سرِ مستِ اُو برمال دست
اُس کے مست سر پر ہاتھ پھیر دیجئے

گفت شہ ہر منصبے و مُلکتے
بادشاہ نے کہا جس عہدے اور مُلک کی

کالتماسش ہست یابد آں فتے
اُس کی درخواست ہو وہ نوجوان حاصل کرلیگا

بیست چنداں مُلک کو شد زاں بری
جس مُلک سے وہ بیزار ہوا ہے اُس کا بیس گنا

بخشمش اینجا و مَن خود بر سَری
میں اُسکو اِس جگہ بخشدونگا اور میں خود علاوہ ہوں

گفت[2] تا شاہیت در وے عشق کاشت
اُس نے کہا جب سے آپ کی شاہی نے اسمیں عشق بویا ہے

جز ہوائے تو ہوائے کے گذاشت
سوائے آپکی خواہش کے اُس نے کونسی خواہش باقی رکھی ہے

بندگی تُش چُناں در خورد شُد
آپ کی غلامی ایسی موافق ہوئی ہے

کہ شہی اندر دلِ اُو سرد شُد
کہ بادشاہی اُس کے دل میں سرد ہو گئی ہے

شاہی و شہزادگی در باختہ ست
اُس نے شاہی اور شہزادگی سب ہار دی

از پئے تو در غریبی ساختہ ست
آپ کی خاطر اُس نے مسافرت سے نباہ کیا ہے

صُوفیے کانداخت خرقہ وجد در
جس صوفی نے وَجد میں گدڑی اُتار پھینکی

کے رَود اُو بر سرِ خرقہ دِگر
وہ دوسری گدڑی پر کب توجہ کرتا ہے؟

مَیل سُوئے خرقہ دادہ ندم
دی ہوئی گدڑی کی طرف میلان اور ندامت

آنچناں باشد کہ مَن مغبون شُدم
ایسا ہے جیسا کہ میں ٹوٹے میں ہو گیا ہوں

بازدہ[3] آں خرقہ ایں سُو اے قریں
اے ساتھی! اِس گدڑی کو اِدھر واپس دے

کہ نمی ارزید آں یعنی بدیں
کہ وہ اُس کی قیمت کی نہیں ہے

دور از عاشق کہ ایں فکر آیدش
عاشق سے بعید ہے کہ اُس کو یہ خیال آئے

ور بیاید خاک بر سر بایدش
اور اگر آئے تو اُس کے سر پر خاک چاہیئے

[1] تواتر۔ کسی خبر کو بہت سے لوگوں سے سننا۔ باتواتر۔ اگر لوگ کثرت کیساتھ بھی اسکو خبر دیں وہ قناعت نہیں کرتا بلکہ اسکو قلبی مشاہدہ سے یقین آتا ہے۔ پس مُعرّف۔ دربار میں تعارف کرانیوالے نے شہزادہ کا حال بیان کرنا شروع کیا۔ پادشاہی کُن۔ اُس کے ساتھ اپنی شاہی شان کے مطابق معاملہ کیجئے۔ دست۔ وہ آپ سے وابستہ ہو گیا ہے اُس کے سَر پر ہاتھ رکھ دیجئے۔ بر سَری۔ علاوہ یعنی علاوہ ازیں میں اُس کا ہوں۔

[2] گفت۔ تعارف کرانے والے نے کہا کہ جب سے وہ آپ کے عشق میں مبتلا ہوا ہے بجز آپ کے اسکے دل میں کوئی خواہش باقی نہیں رہی۔ شاہی۔ اپنے مُلک کی شاہی اور شہزادگی چھوڑ کر آپ کی خاطر غریب الوطن بنا ہے۔ صوفی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح اُس شہزادے نے سلطنت کی گدڑی اُتار پھینکی اور پھر اُس کو واپس لینے کو تیار نہ ہوا اسی طرح صوفی جب وجد میں آکر اپنی گدڑی اُتار کر پھینکدیتا ہے تو وہ کوئی گدڑی لینا پسند نہیں کرتا۔ میل۔ اگر وہ اُتاری ہوئی گدڑی کی خواہش کرے اور پھینکدینے پر نادم ہو تو اسکے یہ معنی ہوئے کہ وہ وجد کے عوض گدڑی دے ڈالنے میں اپنا نقصان سمجھا۔

[3] بازدہ۔ اگر صوفی اُتاری ہوئی گدڑی پر افسوس کرے تو ایکے معنی یہ ہیں کہ وہ یہ کہہ رہا ہے کہ میری گدڑی واپس کر دو وہ میرا وجد اس قیمت کا نہیں تھا کہ میں گدڑی دیکر اُسکو خریدوں۔ آں۔ یعنی وجد۔ ایں یعنی گدڑی۔ دور۔ خدا کے عاشق کو یہ خیال بھی نہ آئے اور اگر آئے تو وہ ذلیل اور خوار ہے۔

عشق[1] ارزد صد چو خرقہ کالبد
عشق اِس جسم کی سَو گدڑیوں کی قیمت کا ہے
کہ حیاتے دارد و حِس و خرد
جو زندگی اور حِس اور عقل رکھتا ہے

خاصہ خرقہ مُلکِ دنیا کابترست
خصوصاً دنیا کی سلطنت کی گدڑی جو ناقص ہو
پنج دانگ ہستیش دردِ سرست
اُس کی پانچ کوڑی کی ہستی، دردِ سر ہے

مُلکِ دنیا تن پرستاں را حلال
دنیا کی سلطنت تن پرستوں کے لئے حلال ہے
ما غلامِ مُلکِ عشقِ بے زوال
ہم تو عشق کی لازوال سلطنت کے غلام ہیں

عاملِ عشق ست معزولش مکُن
وہ عشق کا عہدیدار ہے، اُس کو معزول نہ کیجیے
جُز بعشقِ خویش مشغولش مکُن
اُس کو اپنے عشق کے سوا مشغول نہ کیجیے

منصبے کانم ز رُویت مُحجب ست
وہ عہدہ جو مجھے آپ کے دیدار سے روکنے والا ہے
عینِ معزولی ست نامش منصب ست
وہ بعینہٖ معزولی ہے، وہ نام کا عہدہ ہے

مُوجبِ[2] تاخیر ایں جا آمدن
اِس جگہ پہنچنے میں تاخیر کا سبب
فقدِ استعداد بُود و ضعفِ تن
استعداد کا نہ ہونا اور جسم کی کمزوری تھی

بے ز استعداد بر کانے روی
اگر تو بغیر تیاری کے کان پر جائے
بر یکے حبّہ نگردی مُحتوِی
تو ایک حبّہ کا احاطہ کرنے والا نہ ہوگا

ہمچو عِنّینے کہ بکرے را خرد
اُس نامرد کی طرح جو کسی باکرہ کو خرید لے
گرچہ سیمیں تن بُود کے بر خورد
اگرچہ وہ چاندی جیسے جسم والی ہو کب اُس سے لذت اٹھائیگا؟

چوں[3] چراغِ بے ز زیت و بے فتیل
بے بتی اور بے تیل کے چراغ کی طرح
نے کثیر ستنش ز نور و نے قلیل
اُس کو روشنی نہ زیادہ حاصل ہے نہ تھوڑی

در گلستاں اندر آید اخشمے
باغ میں کوئی اخشم آتا ہے
کے شود مغزش ز ریحاں خُرّمے
اُس کا دماغ ریحان سے کب خوش ہوگا!

ہمچو خوبے دلبرے مہمانِ غر
جیسے کوئی حسین معشوق نامرد کا مہمان ہو
بانگِ چنگ و بربطے در پیشِ کر
بہرے کے سامنے چنگ اور بربط کی آواز ہو

ہمچو مرغِ خاک کاید در بحار
جیسے کہ خشکی کا پرندہ سمندروں میں
زاں چہ یابد جز ہلاک و جز خسار
وہ اُس سے سوائے ہلاکت اور ٹوٹے کے کیا پائیگا؟

---

[1] عشق۔ گدڑی تو بے جان چیز ہے عشق تو ہزاروں جاندار جسموں سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ خاصہ جبکہ عشق جسم سے بھی قیمتی ہے تو دنیا اُس کے مقابلہ میں ہیچ در ہیچ ہے۔ مُلکِ دنیا۔ یہ حقیر چیز دنیاداروں کیلئے مناسب ہے عاشقوں کو تو عشق کی لازوال سلطنت چاہیئے۔ عامل۔ تعارف کرانے والے نے کہا شہزادہ سلطنتِ عشق کا عہدے دار ہے اُس کو عہدے سے برخاست نہ کیجیے۔ منصبے۔ شہزادہ بھی بزبانِ حال آپ سے یہ کہتا ہے کہ جو عہدہ آپ کے دیدار کا حجاب بنے اور آپ سے دُور کردے وہ عہدہ نہیں بلکہ معزولی ہے۔

[2] مُوجبِ تاخیر۔ آپ کی حاضری میں تاخیر عشق کی کمی کے سبب سے نہ سمجھیں بلکہ یہ اپنے اندر استعداد پیدا کرنے میں لگا رہا اور جسم کی لاغری تاخیر کی وجہ ہوئی، اِس حالت میں نہ فیضِ روحانی حاصل کرنے کی صلاحیت تھی نہ جسمانی خدمت گذاری کی قابلیت تھی۔ بے ز استعداد۔ جب تک مقصد کے حصول کی استعداد نہ ہو کوشش بیکار ہے اگر کسی میں کان کنی کی استعداد اور ہنر نہیں ہے کان سے کچھ حاصل نہ کرے گا۔ ہمچو۔ اگر انسان میں مردانہ قوت نہیں ہے تو حسین معشوقہ سے فائدہ نہ اٹھا سکے گا۔

[3] چون چراغ۔ بے استعداد مُرید بے تیل اور بے بتی کا چراغ ہے۔ درگلستان۔ اگر ناک میں خوشبو سونگھنے کی استعداد نہیں ہے تو چمن سے فائدہ نہ اٹھا سکے گا۔ اخشم۔ وہ انسان جس میں سونگھنے کی قوت نہ ہو۔ ہمچو۔ بے استعداد مرید اور شیخ کامل کی مثال نامرد اور حسین محبوبہ کی اور بہرے اور چنگ و بربط کے گانے کی سی ہے۔ ہمچو مرغ۔ جس پرندے میں تیرنے کی استعداد نہ ہو اُس کے لئے دریا ہلاکت ہے۔

ہمچو[۵۱] بے گندم شُدہ در آسیا — جُز سفیدی رِیش و مُو نبوَد عطا
جس طرح بغیر گیہوں کے چکّی پر پہنچا ہوا — داڑھی اور بال کے سفید کرنے کے سوا اُس کا انعام نہ ہوگا

آسیای[۵۱] چرخ بر بے گندماں — مُو سپیدی بخشد و ضُعفِ میاں
بے گیہوں والوں کو آسمان کی چکّی — بالوں کی سفیدی اور کمر کی کمزوری بخشتی ہے

لیک با باگندماں ایں آسیا — مُلک بخش آمد دہد کار و کیا
لیکن گیہوں والوں کے لئے یہ چکّی — مُلک عطا کرنے والی بنی ہے کام اور بادشاہی عطا کرتی ہے

اوّل اِستعدادِ جنّت بایدت — تا ز جنّت زندگانی زایدت
پہلے تجھے جنّت کی اِستعداد چاہیئے — تاکہ جنّت سے تیری زندگی پیدا ہو

طفلِ[۵۲] نو را از شراب و از کباب — چہ حلاوت از قصور و از قباب
نوزائیدہ بچّے کے لئے شراب سے اور کباب سے — کیا مزا قلعوں سے اور قُبّوں سے؟

حد ندارد ایں سخن کم جو سخن — تو برو تحصیلِ اِستعداد کُن
یہ بات حد نہیں رکھتی، بات نہ تلاش کر — تو جا، اِستعداد حاصل کر

بہرِ اِستعداد تا اکنوں نشست — شوق از حد رفت و آں نامد بدست
وہ اِستعداد کے لئے اب تک بیٹھا رہا — شوق حد سے گزر گیا اور وہ ہاتھ نہ آئی

گفت اِستعداد ہم از شہ رسد — بے ز جاں کے مُستعِد گردد جسد
اُس نے کہا اِستعداد بھی شاہ سے حاصل ہوتی ہے — جان کے بغیر جسم کب ذی اِستعداد بنتا ہے؟

لُطفہائے[۵۳] شہ غمش را در نوشت — شُد کہ صیدش گیرد اُو صید گشت
شاہ کی مہربانیوں نے اُس کے غم کو لپیٹ دیا — چلا کہ شاہ کا شکار کرے وہ (خود) شکار ہو گیا

ہر کہ در اِشکار چوں تو صید شُد — صید را نا کردہ قید اُو قید شُد
جو تجھ جیسے شکار کے شکار میں آ گیا — شکار کو قید نہ کر کے، خود قید ہو گیا

ہر کہ جویای امیری شُد یقیں — پیش ازاں اُو در اسیری شُد رہیں
جو شخص امیری کا طالب ہوا، یقیناً — اُس سے پہلے وہ قید میں گروی ہو گیا

عکس میداں نقشِ دیباجہ جہاں — نامِ ہر بندہ جہاں خواجہ جہاں
عالم کے چہرے کے نقش کو اُلٹا سمجھ — جہاں کے ہر غلام کا نام جہان کا آقا ہے

آپکو مسخر کرنے اب یہ آپ کا مسخر ہو گیا۔ ہر کہ۔ ظاہر ہے جو آپ کو مسخر کرنے چلے گا وہ خود مسخر ہو کر رہیگا ہر کہ۔ ہر محبوب چیز کا قاعدہ یہی ہے کہ انسان اُسکو حاصل کرنے کی بجائے اپنے آپ کو اُس کے حوالے کر بیٹھتا ہے۔ بکس۔ دنیا کی باتوں کو برعکس سمجھو جو دنیا کا اُسیر ہے وہ دنیا کا اَمیر کہلاتا ہے۔

[۵۱] بے گندم۔ مُرید کا بغیر استعداد کے شیخ کے پاس جانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی بغیر گیہوں کے چکّی پر جائے تو وہ وہاں سے گرد و غبار میں اَٹ کر اور بال سفید کر کے لوٹے گا۔ آسیای چرخ۔ بے استعداد لوگوں کو بھی آسمان کی گردش سے سوائے بڑھاپے کے آثار کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ لیک۔ آسمان کی یہ چکّی بھی اُن کو نفع دیتی ہے جن کے پاس عمل و عقیدہ کا گیہوں ہو۔ اوّل۔ اعمال صالحہ کے ذریعہ جنّت کی استعداد پیدا کرنی چاہیئے۔

[۵۲] طفلِ نو۔ بچہ میں شراب و کباب اور قصور و قبّوں کی لذت اٹھانے کی استعداد نہیں ہے۔ حد ندارد۔ بغیر استعداد مُستفید نہ ہونے کی بے شمار مثالیں ہیں تو کہاں تک سُنے گا جا استعداد پیدا کر۔ بہرِ استعداد۔ تعارف کرانے والے نے یہ بھی کہا کہ یہ ابتک استعداد کے حصول میں آپ سے دُور رہا اگرچہ اب بھی پوری استعداد پیدا نہ ہوئی لیکن عشق سے مجبور ہو کر حاضر ہو گیا ہے۔ گفت۔ اُس نے اب یہ سوچا کہ استعداد کی تکمیل بھی جناب کی صحبت سے ہوگی۔ بے زجاں۔ پوری استعداد جسم میں روح آنے کے بعد آتی ہے اور وہ آپ عنایت کرینگے۔

[۵۳] لُطفہای۔ جناب کی مہربانیوں کی توقع نے اُسکو سب غم بھلا دیئے ہیں۔ شد۔ گھر سے اِس لئے چلا تھا کہ اپنے کمالات سے

اے تنِ کژ فکرتِ معکوس رَو — صد ہزار آزاد را کردی گرو

اے کج فہم اُلٹی چال والے جسم! تو نے لاکھوں آزاد (روحوں) کو گروی کر دیا

مُدّتے بگذار ایں حیلت پزی — چند دم پیش از اجل آزاد زی

تھوڑی دیر کے لئے اِس حیلہ گری کو چھوڑ دے موت سے پہلے چند گھنٹے آزاد جی لے

وَر در آزادیت چوں خر راہ نیست — ہمچو دلوت سیر جز در چاہ نیست

اور اگر گدھے کی طرح آزادی میں تیرا راستہ نہیں ہے تیری سیر ڈول کی طرح کوئیں کے علاوہ نہیں ہے

مُدّتے رَو ترکِ جانِ مَن بگو — رَو حریفے دیگرے جز مَن بجو

تھوڑی دیر کے لئے چلا جا، میری جان چھوڑ دے جا، میرے علاوہ کوئی دوسرا ساتھی تلاش کر لے

نوبتِ مَن شُد مرا آزاد کُن — دیگرے را غیرِ مَن داماد کُن

میری باری ختم ہو گئی، مجھے آزاد کر دے میرے علاوہ دوسرے کو داماد بنا لے

اے تنِ صد کارہ تَرکِ مَن بگو — عُمرِ مَن بُردی کسے دیگر بجو

اے معروف جسم! مجھے چھوڑ دے تو نے میری عمر برباد کر دی کسی دوسرے کو تلاش کر لے

مفتوں شُدنِ قاضی بر زنِ جوحی و در صندوق ماندن

قاضی کا جوحی کی بیوی پر عاشق ہو جانا اور صندوق میں رہ جانا

و نائبِ قاضی، صندوق را خریدن، باز سالِ دوم

اور قاضی کے نائب کا صندوق کو خریدنا پھر گذشتہ سال کی امید پر جوحی

آمدن زنِ جوحی بر امیدِ پارینہ و بارِ دیگر گفتنِ قاضی

کی بیوی کا آنا اور قاضی کا دوسری مرتبہ میں کہنا کہ

کہ مرا آزاد کُن و دیگرے را بجواہ

مجھے آزاد کر دے اور کسی دوسرے کو تلاش کر لے

ہر زماں جوحی ز درویشی بفن — رُو بزن کردے کہ اے دلخواہِ من

جوحی ہر وقت افلاس کی وجہ سے مکر سے بیوی کا رُخ کرتا، کہ اے میری پسندیدہ!

چوں سلاحت ہست رَو صیدے بگیر — تا بدوشانیم از صیدِ تو شیر

جب تیرے پاس ہتھیار ہے، جا شکار پکڑ تاکہ ہم تیرے شکار سے، دودھ دوہیں

قوسِ ابرو تیرِ غمزہ دامِ کید — بہرِ چہ دادت خدا؟ از بہرِ صید

ابرو کی کمان، ادا کا تیر، مکر کا جال خدا نے تجھے کس لئے دیا ہے؟ شکار کے لئے

---

[1] اے تن۔ چونکہ جسم کی وجہ سے روح قیدی بنتی ہے تو روح کا جسم کو خطاب ہے کہ تو نے لاکھوں آزاد روحوں کو قیدی بنا لیا ہے۔ مدتے۔ تھوڑی دیر کے لئے اپنے مال وجاہ کے کمانے کے حیلوں کو ترک کر دے اور کچھ دن مرنے سے قبل آزادی کی زندگی گنار لے۔ ور۔ اگر گدھے کی طرح تیری آزادی ناممکن ہے اور ڈول کی طرح تو کنوئیں میں گرنے کا عادی ہے۔

[2] مدتے۔ کم از کم مجھے ہی رہا کر دے اور میری جگہ کسی اور کو ساتھی بنا لے۔ نوبت۔ اب میری رہائی کا وقت آگیا مجھے آزاد کر دے اور کسی اور کو داماد بنا لے جیسا کہ آئندہ حکایت میں مذکور ہے کہ قاضی نے جوحی کی بیوی سے کہا تھا۔ صد کارہ۔ سَو کاموں والا، معروف۔

[3] ہر زماں۔ جوحی مفلس بھی تھا اور مکار بھی وہ اکثر بیوی سے کہا کرتا کہ تیرے پاس جب ہتھیار ہیں تو شکار کر تاکہ تیرے شکار سے ہمیں فائدہ پہنچے۔ قوس۔ تیرے ہتھیار تیری ابرو کی کمان اور تیری ادا کا تیر اور تیرے مکر کا جال ہے، یہ خدا نے تجھے اسی لئے عطا کئے ہیں تاکہ تو لوگوں کا شکار کرے۔

رَوْ پئے مُرغِ شگرفے دام نِہ — **دانہ بنما لیک در خوردش مدِہ**

جا کسی عجیب پرند کے لئے جال بچھا — دانہ دکھا، لیکن اُس کو کھانے نہ دے

کام بنما و کُن اُو را تلخ کام — **کے خورد دانہ چو شد در حبسِ دام**

مقصد دکھا دے اور اُس کو ناکام کر دے — دانہ کب کھاتا ہے جب جال کی قید میں ہو گیا

شُد زنِ اُو نزدِ قاضی در گِلہ — **کہ مرا افغاں ز شویِ دہ دلہ**

اُس کی بیوی شکوہ کرنے قاضی کے پاس گئی — کہ پراگندہ خیال شوہر سے میری فریاد ہے

قصہ کوتہ کُن کہ قاضی شُد شکار — **از مقال و از جمالِ آں نگار**

قصہ مختصر کر، کہ قاضی شکار ہو گیا — اُس حسین کے حُسن اور گفتگو سے

گفت ایدر محکمہ است و غلغلہ — **مَن نتانم فہم کردن ایں گِلہ**

اُس نے کہا، اب تو کچہری اور شور ہے — میں اِس شکوے کو نہ سمجھ سکوں گا

گر بخلوت آئی اے سَروِ سہی — **وز ستمگاریِ شُوہَر شرح دہی**

اے سروسہی! اگر تو تنہائی میں آئے — اور شوہر کے ظلم کی مجھ سے تفصیل بیان کرے

فہم آں بہتر کُنم بدہم سزاش — **آنچہ حق باشد تو زیں غمگیں مباش**

میں اُس کو اچھی طرح سمجھ لوں گا اُسکو سزا دونگا — جو کچھ حق ہو گا، تو اُس سے غمگین نہ ہو

مَر مرا معلوم گردد حالِ تُو — **شوہرت را نرم سازم بے عتو**

مجھے تیرا حال معلوم ہو جائے — تیرے شوہر کو بغیر اکڑ کے نرم کر دونگا

گفت زن در خانۂ تو نیک و بد — **ہر دم از بہرِ گِلہ آید رَوَد**

عورت نے کہا آپ کے گھر میں اچھا اور بُرا — شکایت کرنے ہر وقت آتا جاتا ہے

گفت خانہ تو ز ہر نیک و بدے — **باشد از بہرِ گلہ آمد شُدے**

اُس نے کہا آپ کے گھر، ہر بھلے بُرے کی — شکایت کے لئے آمد و رفت ہوتی ہے

خانۂ سَر جُملہ پُر سودا بُوَد — **صَدر پُر وسواس و پُر غوغا بُوَد**

سَر کا سب خانہ سودا سے پُر ہوتا ہے — صدر، وسوسہ سے پُر اور غل سے پُر ہوتا ہے

باقیِ اعضا ز فکر آسودہ اند — **واں صدور از صادراں فرسودہ اند**

بقیہ اعضاء فکر سے آسودہ ہیں — اور وہ صدور آنے والوں سے گھسے ہوئے ہیں

ہمچو شاخ از برگ و از میوہ کہن — **گرد خالی تا رسد از امرِ کُن**

شاخ کی طرح پُرانے پتّہ اور میوہ سے — خالی بن جا، تاکہ کُن کے حکم سے (پھل) آئیں

لے زد. تو جا کسی اچھے پرند کو پھانس اُس کو دانہ دکھا اور کھانے نہ دینا، اپنے حُسن کا گرویدہ کرلے لیکن اُس سے پھنس نہ جانا. تلخ کام. محروم. کے خورد. جال میں پھنس جانے کے بعد پرندے سے دانہ نہیں کھایا جاتا. شد زن. جوحی کی بیوی قاضی کو شکار بنانے کی فکر میں لگی اور قاضی کی عدالت میں جاکر شوہر کی شکایتیں کیں. دہ دلہ یعنی اُس کا تعلق مختلف عورتوں سے ہے. شکار. قاضی جوحی کی بیوی کے دام میں آگیا.

ٹے گفت. قاضی نے جوحی کی بیوی سے کہا کہ اِس وقت تو کچہری کا وقت ہے اور یہ شور و غل ہے میں اِس وقت پوری طرح تیری شکایت نہ سمجھ سکوں گا. سروِ سہی. وہ سرو کا درخت جس کی دو شاخیں سیدھی ہوں. بے عتو یعنی تیرے شوہر میں سرکشی نہ رہیگی. گفت زن. عورت نے کہا آپ کے گھر میں تنہائی نہ ہو سکے گی لوگوں کی آمد و رفت زیادہ ہے.

ٹے خانۂ سر. مولانا نے قاضی کے گھر کی تشبیہ دیکر دنیا داروں کے قلب و دماغ کے بارے میں ارشادی بیان شروع کر دیا ہے کہ اِن لوگوں کا سر فکروں سے پُر رہتا ہے اور سینہ میں ہر وقت وسوسے بھرے رہتے ہیں باقی اعضاء ریکسہ معیبت میں رہتے ہیں اور باقی اعضا آرام سے رہتے ہیں عارماں یعنی دل کی فکر

برگہا و میوہ ہائے نورِ غیب — از پئے آں کہنگی بے ہیچ ریب

غیب کے نور کے پتے اور میوے — اُس پُرانے پن کے بعد بغیر کسی شک کے

در خزان و بادِ خوفِ حق گریز — آں شقائقہائے پارین را بریز

اللہ (تعالیٰ) کے ڈر کی ہوا اور خزاں کی طرف بھاگ — لالہ کے اُن پُرانے پھولوں کو گرا دے

کیں شقائق منعِ نو اشگوفہاست — کہ درختِ دل برائے آں نماست

کیونکہ یہ گُلِ لالہ اُن نئے شگوفوں کی روک ہیں — جن کے لئے دل کے درخت کا نشو ونما ہے

خویش را در خواب کُن زیں افتکار — سر ز زیرِ خواب در یقظت برآر

اپنے آپ کو اِس فکر سے نیند میں کر دے — سَر کو نیند کے نیچے سے بیداری میں نکال

ہمچو آں اصحابِ کہف اے خواجہ زُود — رو بہ ایقاظًا کہ تحسبھم رُقود

اے صاحب! اصحابِ کہف کی طرح جلد ہی — "تو اُنکو بیدار سمجھتا ہے، وہ سوئے ہوئے ہیں" کی طرف جا

گفت قاضی اے صنم تدبیر چیست — گفت خانہ ایں کنیزک بس تہیست

قاضی نے کہا، اے صنم! تدبیر کیا ہے؟ — بولی، اِس لونڈی کا گھر بالکل خالی ہے

خصم در دہ رفت و حارس نیز نیست — بہرِ خلوت سخت نیکو مسکنے ست

خصم علیہ گاؤں کو گیا ہے اور چوکیدار بھی نہیں ہے — تنہائی کے لئے بہت عمدہ گھر ہے

امشب ار امکاں بود آنجا بیا — کارِ شب بے شمع است و بے ریا

اگر ممکن ہو تو آج رات وہاں آ جائیے — رات کا کام بغیر شہرت اور بغیر دکھاوے کے ہوتا ہے

جملہ جاسوساں ز خمرِ خواب مست — زنگیِ شب جملہ را گردن زدست

سب جاسوس نیند کی شراب سے مست ہیں — رات کے حبشی نے سب کی گردن کاٹ دی ہے

خواند بر قاضی فسونہائے عجب — آں شکر لب وانگہانے از چہ لب

قاضی پر عجیب منتر پڑھے — اُس شکر لب نے اور پھر کیسے لب سے

چند با آدم بلیس افسانہ کرد — چونکہ حوا گفت خور آنگاہ خورد

شیطان نے حضرت آدمؑ کیساتھ بہت افسانے کہے — جب حوا نے کہا کھا لیجئے، تب کھا لیا

اوّلیں خوں در جہانِ ظلم و داد — از کفِ قابیل بہرِ زن فتاد

ظلم اور انصاف کی دنیا میں سب سے پہلا خون — عورت کی خاطر قابیل کے ہاتھ سے ہوا

نوحؑ بر تابہ بر چو بریاں ساختے — واہلہ بر تابہ سنگ انداختے

(حضرت) نوحؑ جب توے پر بھونتے — واہلہ توے پر پتھر ڈال دیتی

سلہ برگہا۔ غیبی خیالات اُسی وقت آئیں گے جبکہ پُرانے خیالات ختم کر دیئے جائیں۔ در خزاں۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کی خزاں اُن پُرانے خیالات کے گُل و برگ کو جھاڑ دیگی۔ کیں۔ دنیاوی خیالات کے ازالے کے بعد صحیح خیالات پیدا ہونگے۔ خویش را۔ اِن فکروں سے اپنے آپ کو نیند میں کر دے اور پھر وہ خیالات پیدا ہونگے جو دراصل بیداری ہیں ورنہ دنیوی خیالات تو خوابِ غفلت ہیں۔

سلہ ہمچو۔ جس طرح اصحابِ کہف کو لوگ سمجھتے تھے کہ وہ جاگ رہے ہیں اور حقیقتاً وہ سوئے ہوئے تھے اسی طرح تو اپنے آپ کو دنیوی خیالات کے اعتبار سے بنا لے یعنی لوگ تجھے اِن خیالات سے باخبر سمجھیں اور تو اُن سے بے خبر ہو۔ قاضی۔ قاضی نے کہا کہ اگر خلوت کے لئے میرا گھر مناسب نہیں ہے تو پھر کیا ہونا چاہیئے کنیزک۔ جوحی کی بیوی نے کہا میرا گھر بالکل خالی ہے شوہر گاؤں کو گیا ہے اور وہاں کوئی نگراں بھی نہیں ہے۔ امشب۔ آپ رات میں وہاں آ جائیے۔ شب میں جو کام ہوتا ہے وہ چھپا رہتا ہے لوگ اسکو نہیں دیکھ سکتے۔

سلہ جملہ جاسوساں۔ رات نے جاسوسوں کو بھی سُلا دیا ہوگا۔ خواند۔ قاضی جوحی کی بیوی کے فریب میں آ گیا۔ حوا۔ حضرت آدمؑ بھی حوا سے فریب کھا گئے تھے۔ قابیل حضرت آدمؑ کی اولاد میں قابیل نے بھی ہابیل کو عورت کی وجہ سے قتل کیا

مکرِ زن بر فنِ اُو چیره شدے ¹ — آبِ صافِ وعظِ اُو تیره شدے

عورت کا مکر اُن کی تدبیر پر غالب آجاتا — اُن کے وعظ کا صاف پانی، گدلا ہو جاتا

قوم را پیغام کردے از نہاں — کہ نگہدارید دیں از گمرہاں

وہ چپکے سے قوم کو پیام بھیج دیتی — کہ دین کو اِن گمراہوں سے بچاؤ

لوطؑ را زن ہمچنیں بُد کافره — خوانده باشی قصۂ آں فاجره

اِسی طرح (حضرت) لوطؑ کی بیوی کافرہ تھی — تُو نے اُس بدکار کا قصّہ پڑھا ہوگا

یوسفؑ از کیدِ زلیخای جواں — ماند در زنداں برای امتحاں

(حضرت) یوسفؑ جوان زلیخا کے مکر سے — آزمائش کے لئے قید خانہ میں رہے

ہر بلا کاندر جہاں بینی عیاں — باشد از شومیِ زن در ہر مکاں

تُو دنیا میں جو مصیبت بھی کھُلی دیکھے گا — ہر جگہ عورت کی نحوست سے ہوگی

رفتنِ ² قاضی بخانۂ زنِ جوحی وحلقہ زدن جوحی تُند بخشم بر

قاضی کا جوحی کی بیوی کے گھر پہنچنا اور جوحی کا غصہ سے دروازے کی کُنڈی کھٹکھٹانا

دُر وگریختنِ قاضی در اندرونِ صندوق چوں محلِ دیگر نبود

اور قاضی کا صندوق کے اندر گھس جانا چونکہ دوسری جگہ نہ تھی

مکرِ زن پایاں ندارد رفت شب — قاضیِ زیرک سُوئ زن بہرِ دَب

عورت کا مکر انتہا نہیں رکھتا، چلا رات کو — سمجھدار قاضی عورت کی جانب بدفعلی کے لئے

زن چو شمع و نُقلِ مجلس راست کرد — زاں نوازش شاد شد قاضیِ فرد

جب عورت نے شمع اور مجلس کا نُقل تیار کر لیا — یکتا قاضی اُس نوازش سے خوش ہوگیا

چونکہ بنشستند باہم ساعتے — تا بر آسایند اندر خلوتے

جب دونوں تھوڑی دیر مل کر بیٹھے — تاکہ تنہائی میں آرام کریں

چوں نشست اُو پہلوئے زن بامُراد — گشت جانِ پُر غمش زاں وصل شاد

وہ جب عورت کے پہلو میں بامُراد بیٹھا — اُس کی غم بھری جان اُس کے وصل سے خوش ہوگئی

اندر آں دَم ³ جوحی آمد در بزد — جُست قاضی مَہربے تا در خزد

فوراً ہی جوحی آیا، دروازہ کھٹکھٹایا — قاضی نے بھاگنے کی جگہ تلاش کی تاکہ گھس جائے

غیرِ صندوقے ندید اُو خلوتے — رفت در صندوق از خوفِ آں فتے

صندوق کے سوا اُس نے کوئی خلوت نہ دیکھی — وہ اُس جوان کے ڈر سے صندوق میں گھس گیا

---

¹ مکرِ زن۔ اُنکے وعظ و نصیحت کے صاف پانی کو مکدر کر دیتی تھی۔ قوم۔ لوگوں سے کہتی تھی کہ اِس بے دین سے اپنے دین کو بچاؤ۔ لوطؑ۔ حضرت لوطؑ کی بیوی بھی حضرت لوطؑ کے امرد مہمانوں کی خبر قوم کو دے دیتی تاکہ وہ بدکاری کریں۔ یوسفؑ۔ حضرت یوسفؑ زلیخا کے مکر کی وجہ سے قید خانہ میں رہے۔ ہر بلا۔ غرضکہ اکثر فتنہ و فساد کا سبب عورتیں ہیں۔

² رفتنِ قاضی۔ قاضی جوحی کے گھر پہنچ گیا اور نتیجہ میں صندوق میں بند ہو گیا۔ مکرِ زن۔ عورتوں کے مکر کے لاتعداد قصّے ہیں اُنکو کہاں تک بیان کیا جائے۔ دَب۔ اغلام یعنی زناکاری۔ زن۔ عورت نے شمع اور نُقل محفل تیار کیا تو قاضی بہت خوش ہوا۔ چونکہ۔ قاضی جوحی کی بیوی سے مل کر بیٹھا تاکہ تنہائی میں آرام کرے تو بہت خوش ہوا۔

³ اندر۔ جس وقت دونوں مل کر بیٹھے فوراً ہی جوحی آپہنچا۔ مَہرب۔ بھاگنے کی جگہ بچہ مرد بھاگنے کے لئے کوئی جگہ نہ ملی تو وہاں جو صندوق تھا اُس میں گھس کر بیٹھ گیا۔ فتے۔ نوجوان یعنی جوحی۔

اندر آمد[1] جوحی و گفت اے حریف ‏ ‏ اے وبالم در ربیع و در خریف

جوحی اندر آیا اور بولا، او دشمن! ‏ ‏ او ربیع و خریف میں میرا وبال!

من چہ دارم کہ فدایت نیست آں ‏ ‏ کز من فریاد داری ہر زماں

میں کیا رکھتا ہوں؟ جو تجھ پر فدا نہیں ہے ‏ ‏ کہ تو ہر وقت میری شکایت کرتی ہے

گفت شخصے نزدِ قاضی رفتۂ ‏ ‏ در حقم ناگفتنیہا گفتۂ

ایک شخص نے بتایا، کہ تو قاضی کے پاس گئی ‏ ‏ میرے بارے میں تونے بہت سی اَن کہنی کہیں

بر لبِ[2] خشکم کشادستی زباں ‏ ‏ گاہ مفلس خوانیم گہ قلتباں

میرے خشک ہونٹ پر تونے زبان کھولی ‏ ‏ تو کبھی مجھے مفلس کہتی ہے، کبھی دیوث

ایں دو علت گر بود اے جانِ مرا ‏ ‏ آں یکے از تست و دیگر از خدا

اے جان! اگر یہ دو علتیں ہیں بھی ‏ ‏ تو ایک تیری طرف سے اور دوسری خدا کی جانب سے ہے

من چہ دارم غیرِ ایں صندوق کاں ‏ ‏ ہست مایہ تہمت و پایہ گماں

میں صندوق کے علاوہ کیا رکھتا ہوں، کہ وہی ‏ ‏ تہمت کا سرمایہ اور (بد) گمانی کی جڑ ہے

خلق پندارند زر دارم دروں ‏ ‏ داد وا گیرند از من زیں ظنون

لوگ سمجھتے ہیں میں اندر سونا رکھتا ہوں ‏ ‏ اِن گمانوں سے لوگ مجھ سے بخشش روک لیتے ہیں

صورتِ صندوق بس زیباست نیک ‏ ‏ از عروض و سیم و زر خالیست نیک

صندوق کی صورت بہت اچھی ہے لیکن ‏ ‏ سامان اور چاندی اور سونے سے بالکل خالی ہے

چوں تنِ زرّاق خوب و باوقار ‏ ‏ اندراں سلہ نیابی غیر مار

مکار کے جسم کی طرح اچھا اور باوقار ہے ‏ ‏ تو اُس پٹارے میں بجز سانپ کے کچھ نہ پائیگا

من[3] برم صندوق فردا را بکو ‏ ‏ پس بسوزم در میانِ چارسو

میں صندوق کو کل کو چوراہے میں لے جاؤں گا ‏ ‏ پھر چوراہے میں جلاؤں گا

تا بہ بیند مومن و گبر و جہود ‏ ‏ کاندریں صندوق جز لعنت نبود

تاکہ مسلمان اور نصرانی اور یہودی دیکھ لیں ‏ ‏ کہ اس صندوق میں سوائے مذاق کے کچھ نہ تھا

گفت زن ہی درگذر اے مرد زیں ‏ ‏ خورد سوگند آں کہ نکنم جز چنیں

عورت نے کہا ہاں اے مرد! اس سے درگذر کر ‏ ‏ اُس نے قسم کھائی کہ میں اسکے سوا کچھ نہ کروں گا

بارسن صندوق را در دم بہ بست ‏ ‏ خویشتن را کردہ بد مانند مست

صندوق کو فوراً رسی سے باندھا ‏ ‏ اُس نے اپنے آپ کو دیوانہ کی طرح بنا رکھا تھا

[1] اندر۔ جوحی گھر میں آکر بیوی پر بگڑا کہ تو میرے لئے ہر موسم میں وبال ہے۔ من چہ دارم۔ میں نے تیرے اوپر اپنی ہر چیز قربان کر رکھی ہے پھر تو کیوں شکایت کرتی پھرتی ہے۔ گفت۔ مجھے ایک شخص نے بتایا ہے کہ تونے قاضی کے یہاں جاکر میرے بارے میں بہت نامناسب باتیں کہی ہیں۔

[2] بر لبِ خشکم۔ یعنی میری ہر طرح کی خاموشی کے باوجود تو نے زبان درازی کی ہے۔ قلتباں۔ دیوث۔ آں یکے۔ اگر میں دیوث ہوں تو اس کا سبب تیری آوارگی ہوگی۔ دیگر۔ اگر میں مفلس ہوں تو خدا نے مجھے مفلس بنایا ہے۔ من چہ دارم۔ گھر میں صندوق کے علاوہ اور کیا ہے اسی کی وجہ سے مجھ پر تہمتیں لگتی ہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ اس میں بہت کچھ مال و زر ہے حالانکہ یہ خالی ہے۔ خلق۔ اسی صندوق کی وجہ سے لوگ مجھے مالدار سمجھ کر صدقہ و خیرات بھی نہیں دیتے ہیں۔ صورت۔ صندوق اوپر سے تو بہت اچھا ہے لیکن اندر سے خالی ہے۔ چوں۔ اسکی حالت وہی ہے جیسے مکار پیر کی۔ مار۔ یعنی برے اخلاق۔

[3] من برم۔ میں تہمت کی اس جڑ کو صبح کو چوراہے پر پھونکوں گا۔ لعنت یعنی مذاق۔ گفت زن۔ جوحی نے کہا ایسا نہ کرنا اس نے قسم کھا کر کہا ضرور کرونگا۔ بارسن۔ جوحی نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا رکھا تھا اس نے فوراً صندوق کو رسی سے باندھ دیا۔

ازپگہ[۱] حمال آورد اُو چو باد — زُود آں صندوق بر پُشتش نہاد

صبح سے ہوا کی طرح حمال کو لے آیا — فوراً صندوق اُس کی کمر پر رکھا

اندر آں صندوق قاضی از نکال — بانگ میزد کاے حمال واے حمال

اُس صندوق کے اندر قاضی تکلف سے — چیخ رہا تھا کہ اے حمال اور اے حمال!

کرد آں حمال پیش و پس نظر — کز چہ سُو در میرسد بانگ و خبر

اُس حمال نے آگے اور پیچھے دیکھا — کہ آواز اور اطلاع کس جانب سے آرہی ہے؟

ہاتفِ ست ایں ای مَن اے عجب — یا پری ام می کُند پنہاں طلب

ہائے تعجب: یہ مجھے پکارنے والا غیبی فرشتہ ہے — یا پری خفیہ طور پر مجھے پکار رہی ہے

چوں پیاپے گشت آں آواز بیش — گفت ہاتِف نیست باز آمد بخویش

جب وہ آواز پے در پے بڑھی — بولا غیبی فرشتہ نہیں ہے، ہوش میں آیا

عاقبت[۲] دانست کاں بانگ و فغاں — بُد ز صندوق و کسے در وَے نہاں

انجام کار سمجھ گیا، کہ وہ آواز اور فریاد — صندوق میں سے تھی اور اُسمیں کوئی چھپا ہوا ہے

عاشقے کُو در غمِ معشوق رَفت — گرچہ بیرونست در صندوق رَفت

وہ عاشق جو معشوق کے غم میں پڑا — اگرچہ باہر ہے، وہ صندوق میں گیا

عمر در صندوق بُرد از اندُہاں — جُز کہ صندوقے نہ بیند در جہاں

اُس نے غموں سے صندوق میں عمر گذاری — وہ صندوق کے سوا دنیا میں کچھ نہیں دیکھتا

آں[۳] سَرے کہ نیست فوقِ آسماں — از ہوس اُو را دراں صندوق داں

وہ سَر جو آسمان کے اوپر نہیں ہے — ہوس کی وجہ سے، اُس کو صندوق میں سمجھ

چوں ز صندوقِ بدن بیروں رَوَد — اُو ز گورے سُوی گورے می شوَد

وہ جب جسم کے صندوق سے باہر جائے گا — تو وہ ایک قبر سے دوسری قبر کی جانب جا رہا ہے

ایں سخن پایاں ندارد قاضیش — گفت اے حمال و اے صندوق کش

اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، قاضی نے اس سے — کہا اے حمال! اور اے صندوق لے جانیوالے!

از مَن آگہ کُن درونِ محکمہ — نائبم را زُود تر با ایں ہمہ

میرے بارے میں دفتر میں خبر کردے — میرے نائب کو بہت جلد مع اِس واقعہ کے

تا خرد ایں را بزر زیں بے خرد — ہمچنیں بستہ بخانہ ما بَرد

تاکہ اِس بے عقل سے روپے دیکر اُسکو خرید لے — اسی طرح بندھا ہوا ہمارے گھر لے جائے

۵۱ ازپگہ. صبح کو ہوا کی طرح دوڑ کر ایک حمال کو بلا لایا۔ اندر. جب حمال صندوق لے کر چلا تو قاضی حمال کو آوازیں دینے لگا۔ کرد. حمال حیران ہو کر آگے پیچھے دیکھنے لگا۔ ہاتف. حمال کو جب کوئی نظر نہ آیا تو سوچا کوئی غیبی فرشتہ یا پری مجھے پکار رہی ہے۔ چوں. پیاپے مُسلسل آوازوں کی وجہ سے سمجھا کہ ہاتف نہیں ہے

۵۲ عاقبت. بالآخر سمجھ گیا کہ کوئی صندوق میں بند ہے اور وہ پکار رہا ہے. عاشقے. مولانا فرماتے ہیں عاشق بھی اگرچہ بظاہر باہر ہے لیکن وہ عشق کے صندوق میں بند ہے. عمر. عاشق کی عمر بھی غموں کے صندوق میں گذرتی ہے اُس کو دنیا کی کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی۔

۵۳ آں سرے. عاشق کی تخصیص نہیں بلکہ جو شخص بھی زمین کی چیزوں کا دلدادہ ہے اُس کا یہی حال ہے. چوں. یہ مرتے وقت گویا ایک صندوق سے قبر کے صندوق میں منتقل ہوا ہے. گفت. بالآخر قاضی نے حمال سے کہا تو دوڑ کر میری اِس حالت کی خبر میری عدالت میں میرے نائب کو پہنچا دے. تا خرد. تاکہ میرا نائب آکر اِس صندوق کو تجھ سے خرید لے اور صندوق بند کا بند میرے گھر پہنچا دے۔

اے[51] خدا بگمار قومِ رحم مند
ای خدا! رحم والی قوم کو مقرر کر دے

تا ز صندوقِ بدن ماں وا خرند
تاکہ جسم کے صندوق سے ہمیں خرید لے

خلق را از بندِ صندوقِ فسوں
جادو کے صندوق کی قید سے مخلوق کو

کہ خرد جز انبیا و مرسلوں
کون خریدتا ہے انبیاء اور رسولوں کے علاوہ؟

از ہزاراں یک کسے خوش منظرست
ہزاروں میں سے کوئی ایک خوش نظر ہے

کہ بداند کو بصندوق اندرست
کہ سمجھ لے، کہ وہ صندوق میں ہے

آنکہ داند تو نشانش ایں شناس
جو جانتا ہے اُس کی نشانی تو یہ سمجھ لے

کہ ز روحِ ایں جہاں دارد ہراس
کہ وہ اِس دنیا کی راحت سے ڈرتا ہے

اُو جہاں را دیدہ باشد پیش ازاں
اُس نے جہان (عالمِ آخرت) کو اس سے پہلے دیکھ لیا ہو

تا بداں ضد ایں ضدش گردد عیاں
جس سے اُس ضد کے ذریعہ یہ ضد ظاہر ہو گئی

زیں[52] سبب کہ علم ضالۂ مومن ست
اس لئے کہ علم مومن کی گم شدہ چیز ہے

عارفِ ضالۂ خودست و موقن ست
وہ اپنی گم شدہ چیز کو پہچاننے والا اور یقین کرنے والا ہے

آنکہ ہرگز روزِ نیکو خود ندید
وہ شخص جس نے اپنا بھلا دن کبھی نہیں دیکھا

اُو دریں اِدبار کے خواہد طپید
وہ اِس نحوست میں کب تڑپے گا!

یا بطفلی در اسیری اُو فتاد
یا تو بچپن سے قید میں پھنس گیا ہے

یا خود از اوّل ز مادر بندہ زاد
یا خود شروع ہی سے ماں سے غلام پیدا ہوا ہے

ذوقِ[53] آزادی ندیدہ جانِ اُو
اُس کی جان نے آزادی کا مزہ نہیں دیکھا

ہست صندوقِ صور میدانِ اُو
صورتوں کا صندوق اُس کا میدان ہے

دائماً محبوس عقلش در صور
اُس کی عقل ہمیشہ صورتوں میں مقید ہے

از قفص اندر قفص دارد گذر
پنجرے سے پنجرے میں گذر رکھتا ہے

منفذش نے از قفص سوئے علا
اُس کا پنجرے سے بلندی کی طرف راستہ نہیں ہے

در قفصہا میرود از جا بجا
پنجروں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پھر رہا ہے

در نُبے اِن استطعتم فانفذوا
قرآن میں "اگر تم سے ہو سکے نکل جاؤ"

ایں سخن با جن و انس آمد زہو
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے یہ خطاب جن اور انس کو آیا ہے

---

[51] اے خدا۔ مولانا دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو متوجہ کر دے کہ وہ ہمیں بھی اسی طرح خرید لیں۔ خلق۔ وہ خریدار انبیاء اور رسول ہیں اور انکے وارث۔ از ہزاراں۔ اہلِ دنیا صندوق میں بند ہیں لیکن یہ احساس بہت کم لوگوں کو ہے۔ آنکہ۔ جس کو یہ احساس ہے اُس کی پہچان یہ ہے کہ وہ اِس دنیا کی راحتوں سے گھبراتا ہے۔ اُو جہاں را۔ وہ اس تنگ دنیا کو صندوق اس لئے سمجھے گا کہ عالمِ آخرت کی فراخی دیکھ چکا ہوگا ایک ضد، دوسری ضد کے دیکھنے کے بعد خوب سمجھ میں آتی ہے۔

[52] زیں سبب۔ مومن کا اصل وطن چونکہ عالمِ آخرت ہے اِس لئے وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اِس کے بالمقابل دنیا کو ایک صندوق سمجھتا ہے اِسی لئے آنحضور نے فرمایا ہے کہ ہر حکمت اور دانائی مسلمان کی ایک گم شدہ چیز کی طرح ہے وہ جہاں بھی اُس کو دیکھتا ہے پہچان لیتا ہے کہ یہ چیز تو میری ہے۔ آنکہ۔ جس شخص نے اچھے دن دیکھے ہوں وہ نحوست میں تڑپے گا اور جس کی پوری زندگی نحوست میں گذری ہو وہ نحوست سے کب بے چین ہوگا۔ یا بطفلی۔ جس شخص کی پوری زندگی غلامی میں گذری ہو یا مادرزاد غلام ہو وہ آزادی کی لذت سے واقف نہیں ہوتا۔

[53] ذوق۔ آزادی کی انکو کوئی قدر نہ ہوگی انکی پوری زندگی غلامی کے صندوق میں گذری ہے۔ دائماً۔ وہ شخص صورتوں میں بند ہے انکی عقل صورت کے ایک پنجرے سے صورت کے دوسرے پنجرے میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ منفذش۔ انکے پنجرے میں کوئی ایسا سوراخ بھی نہیں ہے جس سے وہ بلندی کی طرف نظر کر سکے۔ در نُبے۔ قرآن میں انہی بے سوراخ کے پنجرے میں پھنسے ہوئے

[illegible] ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا [illegible] تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ

۲۸

گفت[1] منفذ نیست از گردونِ شاں — جز بسلطان و بوحیِ آسماں

دنیا اُن کے لئے آسمان سے راستہ نہیں ہے — قوت اور آسمان کی وحی کے علاوہ

گر ز صندوقے بصندوقے رود — او سمائی نیست صندوقی بود

اگر ایک صندوق سے دوسرے صندوق میں جاتا ہے — وہ آسمانی نہیں ہے، صندوقی ہے

فرجۂ صندوقِ نو نو مسکرست — در نیابد کو بصندوق اندرست

نئے نئے صندوق کی تفریح مدہوش کرنیوالی ہے — وہ نہیں جانتا کہ وہ صندوق کے اندر ہے

گر نشد غرہ بدیں صندوقہا — ہمچو قاضی جوید اطلاق و رہا

اگر وہ اِن صندوقوں پر فریفتہ نہیں ہوا — تو وہ قاضی کی طرح چھٹکارا اور رہائی ڈھونڈیگا

آنکہ[2] داند ایں نشانش آں شناس — کو نباشد بے فغان و بے ہراس

جو جانتا ہے یہ اُس کی نشانی سمجھ — کہ وہ بے فریاد اور بے خوف نہ ہوگا

ہمچو قاضی باشد او در ارتعاد — کے شود زاں غم دلش یک لحظہ شاد

وہ قاضی کی طرح لرزنے میں ہوگا — اُس کا دل اِس غم سے ایک لمحہ کیلئے کب خوش ہوگا؟

زہروے را گفت آں حمال شاد — کہ برو در محکمہ قاضی چو باد

اُس حمال نے ایک راہگیر سے خوش ہو کر کہا — کہ ہوا کی طرح قاضی کے دفتر میں چلا جا

نائبش را گوی کیں شد واقعہ — بر سرِ قاضی بیامد قارعہ

اُس کے نائب سے کہہ دے کہ یہ واقعہ ہوا — قاضی کے سر پر قیامت آگئی

شغل[3] را بگذار و زود اینجا بیا — زود بخر سر بستہ ایں صندوق را

کام کو چھوڑ دے اور جلد یہاں آجائے — فوراً اُس بند صندوق کو خرید لے

چونکہ رہرو شد رسالت را رساند — ہر کہ زو بشنید ایں خیرہ بماند

جب وہ راہگیر پہنچا، پیغام پہنچایا — جس نے اُس سے یہ سنا حیران رہ گیا

برد القصہ خبر صندوق کش — نائبِ قاضی حسن را از غمش

قصہ مختصر صندوق اُٹھانیوالے کی اطلاع نے دہشت — قاضی حسن کے نائب کو اُس کے غم کی وجہ سے

آتشے برکردہ جوحی از ملا — کہ بخواہم سوخت ایں صندوق را

جوحی نے برملا آگ جلا رکھی تھی — کہ میں اِس صندوق کو جلاؤں گا

بر سرِ بازار جوشش عامہ — چیست جوحی می نہد ہنگامہ

سرِ بازار عوام کا جوش ہے — کیا ہے؟ جوحی نے ہنگامہ برپا کر رکھا ہے

[1] گفت۔ قرآن نے اُن لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ اُن کیلئے اگر کوئی منفذ اور گذرنے کا راستہ ہے تو وحیِ الٰہی اور قوت کے ذریعہ اُنکو حاصل ہوسکتا ہے گر۔ یہ دنیادار آسمانی نہیں بلکہ دنیا کا صندوقی ہے۔ فرجہ۔ یہ دنیا کے لذائذ میں مست ہے جس کی وجہ سے یہ بھی نہیں سمجھتا کہ وہ صندوق میں بند ہے۔ گرنشد۔ اگر وہ اُن صندوقوں پر فریفتہ نہ ہوتا تو قاضی کی طرح اُن سے نکلنے کی کوشش کرتا۔

[2] آنکہ۔ جو یہ سمجھتا ہے کہ وہ دنیا کے صندوق میں مقید ہے وہ ہر وقت آہیں بھرتا ہے۔ ہمچو قاضی۔ وہ جوحی کے صندوق میں بند قاضی کی طرح لرزتا ہے۔ زہروے۔ اب پھر قاضی کا قصہ شروع کیا ہے، قاضی کے کہنے سے حمال نے ایک رہرو سے کہا کہ جلد جاکر قاضی کے نائب کو سارا قصہ بتا دے۔ قارعہ۔ قیامت کے ناموں میں سے ہے۔

[3] شغل را۔ نائب سے کہدے کہ وہ کام چھوڑ کر جلد آجائے اور اس بند صندوق کو خرید کرلے جائے۔ چونکہ۔ اُس شخص کی بات پر قاضی کے متعلقین حیران رہ گئے۔ برد۔ الغرض اُس آدمی کی اطلاع نے قاضی حسن کے نائب کے ہوش اُڑا دیئے۔ آتشے۔ اِس طرف جوحی نے یہ حرکت کی کہ چولہے پر آگ جلائی کہ میں آج اِس صندوق کو جلا کر رہونگا۔ برسرِ بازار۔

دی کہ سرِ بازار عوام کا مجمع جمع ہوگیا۔

آمدنِ نائبِ قاضی میانِ بازار و خرید کردنِ صندوق از جوحی

قاضی کے نائب کا بازار میں آنا اور جوحی سے صندوق خرید لینا

نائب آمد گفت صندوقت بچند
نائب آیا، اُس نے کہا تیرا صندوق کتنے کا ہے؟

گفت نہصد بیشتر زر مید ہند
اُس نے کہا نوسو سے زیادہ قیمت دے رہے ہیں

مَن نمی آیم فروتر از ہزار
میں ایک ہزار سے کچھ نہ اُتروں گا

گر خریداری کُشا کیسہ بیار
اگر تو خریدار ہے، تھیلی کھول، لا

گفت شرمے دار اے کوتہ نمد
اُس نے کہا، اے مفلس! شرم کر

قیمتِ صندوق خود پیدا بُوَد
صندوق کی قیمت خود ظاہر ہے

گفت شرمے دار از اہلِ خرد
اُس نے کہا، عقلمندوں سے شرما

کس بدیں مقدار ایں را کے خرد
کوئی اِس مقدار پر اِس کو کب خریدیگا؟

گفت بے رُویت شریٰ خود فاسد است
اُس نے کہا بغیر دیکھے خود خریداری فاسد ہے

بیعِ ما زیرِ گلیم ایں راست نیست
گدڑی کے نیچے، ہماری بیع صحیح نہیں ہے

بر کُشایم گر نمی ارزد مخر
میں کھولتا ہوں، اگر اتنے کا نہ ہو نہ خرید

تا نباشد بر تو حیفے اے پدر
تاکہ اے بابا! تجھ پر ظلم نہ ہو

گفت اے ستّار بر مکشای راز
اُس نے کہا اے پردہ پوش! راز نہ کھول

سر بہ بستہ می خرم با مَن بساز
میں بندھا ہوا خریدتا ہوں مجھ سے طے کرلے

ستر کُن تا بر تو ستّاری کُنند
پردہ پوشی کر تاکہ تجھ پر پردہ پوشی کریں

تا نہ بینی ایمنی بر کس مخند
جب تک تو اطمینان نہ دیکھ لے کسی پر نہ ہنس

پس دریں صندوق چوں تو ماندہ اند
اِس صندوق میں تجھ جیسے بہت سے رہے ہیں

خویش را اندر بلا بنشاندہ اند
اُنھوں نے اپنے آپ کو بلا میں بٹھا رکھا ہے

آنچہ بر تو خواہ آں باشد پسند
جس چیز کی خواہش تجھے اپنے لئے پسند ہو

بر دگر کس آں کُن از نفع و گزند
نفع اور نقصان سے دوسرے پر وہی کر

آنچہ تو بر خود روا داری ہماں
جس چیز کو تو اپنے لئے روا رکھے، وہی

می بکُن از نیک واز بد با کساں
اچھے اور بُرے میں سے لوگوں کے ساتھ کر

میں بند ہیں۔ آنچہ۔ جس طرح تو اپنے صندوق میں بند ہونے پر مذاق پسند نہیں کرتا ہے دوسروں کی بھی مذاق نہ اُڑا۔ آنچہ۔ جو کچھ اچھا بُرا، انسان اپنے لئے پسند کرے وہی دوسرے کیلئے پسند کرے۔

---

۵۱ آمدن۔ اُس آدمی کی اطلاع پر قاضی جس کا نائب چوراہے پر پہنچ گیا۔ نائب۔ نائب نے آکر جوحی سے صندوق کی خریداری کا معاملہ شروع کیا تو جوحی نے ہزار اشرفیاں قیمت بتائی اور کہا کہ نوسو اشرفیاں تک بکی ہیں لیکن میں ہزار سے کم میں نہ دونگا اگر تو خریدار ہے تو تھیلی نکال اور ہزار اشرفیاں دیدے۔ گفت۔ نائب نے جوحی سے کہا کہ کچھ شرم کر معمولی صندوق کی اتنی قیمت مانگتا ہے۔

۵۲ گفت۔ جوحی نے نائب کو مزید پریشان کرنے کے لئے کہنا شروع کردیا کہ بغیر اچھی طرح دیکھے چیز کو خریدنا درست نہیں ہے۔ بر کُشایم۔ میں اِس صندوق کو کھولکر دکھائے دیتا ہوں اگر اِس قیمت میں لینا پسند کرے تو لے لینا ورنہ ترکیوں ٹوٹے میں پڑتا ہے۔ گفت۔ نائب نے گھبرا کر فوراً کہا نہیں کھولنے کی ضرورت نہیں ہے اب راز کی پردہ پوشی کر میں صندوق کو بندہی خرید لوں گا۔ ستر کُن۔ جوحی سے کہا اب تو قاضی کا پردہ رکھ خدا تیری بھی پردہ پوشی کرے گا۔ تا نہ بینی ایمنی۔ جب تک اپنی نجات کا یقین نہ ہو کسی گنہگار کی مذاق نہ اُڑانی چاہیئے۔

۵۳ پس۔ تیری ہی طرح دوسرے دنیا کے صندوق

آنچہ نہ پسندی بخود از نفع وضر — بر کسے مپسند ہم اے بے ہنر

جو نفع اور نقصان تو اپنے لئے پسند نہ کرے — اے بے ہنر! کسی کے لئے بھی پسند نہ کر

زانکہ بر مرصادِ حق اندر کمیں — می دہد پاداش پیش از یومِ دیں

کیونکہ اللہ تعالیٰ، گذرگاہ پر کمینگاہ میں ہے — قیامت کے دن سے پہلے بدلہ دے دیتا ہے

آں عظیمُ العرش عرشِ اُو محیط — تختِ دادش بر ہمہ جانہا بسیط

وہ بڑے عرش والا ہے، اُس کا عرش احاطہ کرنیوالا ہے — اُس کے انصاف کا تخت تمام جانوں پر احاطہ کرنیوالا ہے

گوشۂ عرشش بتو پیوستہ است — ہیں مجنباں جز بدین و داد دست

اُس کے عرش کا کنارہ، تجھ سے لگا ہوا ہے — خبردار! دین اور انصاف کے سوا ہاتھ نہ ہلا

تو مراقب باش بر احوالِ خویش — نوش بیں در داد و بعد از ظلم نیش

تو اپنے احوال کا نگراں بن — تو انصاف میں شہد دیکھ لے اور ظلم کے بعد نشتر دیکھ لے

پس ہمیں جا خود جزای نیک و بد — میرسد با ہر کسے چوں بنگرد

اسی جگہ اچھے اور بُرے کا بدلہ — ہر شخص کے پاس پہنچ جاتا ہے جب وہ غور کرے

واں جزا کانجا رسد در یومِ دیں — ہیچ آں با ایں نماند نیک بیں

اور وہ بدلہ جو قیامت کے دن وہاں ملے گا — وہ اس جیسا نہیں ہے، غور کر لے

بے حد و بے عد بود آنجا جزا — دوزخ و نارست جای ناسزا

وہاں بدلہ بے حد اور اَن گنت ہے — نالائق کی جگہ جہنم اور آگ ہے

گفت آرے آنچہ کردم آں ستم ست — لیک ہم مبداں کہ بادی اظلم ست

اُس نے کہا ہاں جو میں نے کیا ظلم ہے — لیکن یہ بھی سمجھ لے کہ ابتدا کرنیوالا زیادہ ظالم ہے

گفت نائب یک بیک ما بادیم — با سوادِ رو چہ اندر شادیم

نائب نے کہا ہم سب ابتدا کرنے والے ہیں — منہ کی کالک کے ہوتے ہوئے کیسے خوش ہیں

ہمچو زنگی کو بود شادان و خوش — او نہ بیند غیر او بیند رخش

حبشی کی طرح کہ وہ مسرور اور خوش ہے — وہ نہیں دیکھتا، دوسرا اُس کا چہرہ دیکھتا ہے

ماجرا بسیار شد در مَن یزید — داد صد دینار و آں از وے خرید

نیلام میں بہت تعجب ہوا — اُس نے سَو دینار دیئے اور وہ اُس سے خرید لیا

ہر دمے صندوقی اے بد پسند — ہاتفان و غیبیانت می خرند

اے بُرائی کے پسند کرنیوالے! تو ہر وقت ایک صندوق پر — تجھے ہاتف اور غیبی خرید رہے ہیں

ـــــــ

۵۱ آنچہ۔ ہر چہ بر خود نہ پسندی بر دیگراں مپسند۔ زانکہ۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کی گذرگاہ پر ہے اُس سے کسی کا کام پوشیدہ نہیں رہ سکتا اور وہ اکثر قیامت سے پہلے بھی عمل کی جزا دیدیتا ہے۔ آں عظیم۔ اُس کا انصاف سب پر احاطہ کئے ہوئے ہے گوشہ۔ تو بھی اس کے عدل کے تحت ہے جیسا کرے گا ویسا بھریگا۔ تو مراقب۔ بھلا کرے گا بھلا ہوگا بُرا کرے گا بُرا ہوگا۔

۵۲ پس۔ انسان غور کرے تو انسان کو اعمال کی جزا و سزا دنیا میں بھی مل رہی ہے۔ واں جزا۔ قیامت میں جو بدلہ ملتا ہے وہ غیر معمولی ہے اور بد اعمال کا بدلہ قیامت میں جہنم ہے۔ گفت۔ جوحی نے کہا کہ بے شک قاضی کے ساتھ جو میں نے کیا وہ میرا ظلم ہے لیکن چونکہ بُرائی کی ابتدا قاضی نے کی کہ میری بیوی سے بُرا ارادہ کیا تو وہ مجھ سے زیادہ ظالم ہے لہٰذا اُسکے اوپر ظلم بیجا نہیں ہے۔ گفت۔ نائب نے کہا کہ دوسرے کو اپنے سے زیادہ ظالم قرار دینا درست نہیں ہے ہم سب گناہوں میں ملوث ہیں اور سب ہی بُرائی کی ابتدا کرنیوالے ہیں۔

۵۳ ہمچو۔ ہم اپنے آپکو بہتر اور دوسرے کو بُرا سمجھنے میں اُس حبشی کی طرح ہیں جو اپنی روسیاہی کو نہیں دیکھتا دوسروں کی سیاہی کو دیکھتا ہے۔ مَن یزید۔ یعنی وہ خریدو فروخت جس میں بیچو کہ جو بڑھ کر دام لگائے سودا اُسی

ملے جیسا کہ اس زمانہ کا نیلام ہے۔ ہردمے۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ ہر انسان معتیرون اور دنیا کے صندوق میں مقید ہے اور ہاتف غیبی یعنی اہل اللہ اُسے خرید رہے ہیں۔

اینؔ یقیں میداں کا سیر و بندهٔ — زانکہ در صندوقِ غمہا ماندهٔ

تو یقین کرلے کہ تو قیدی اور غلام ہے — کیونکہ تو غموں کے صندوق میں رہا ہے

بندِ ہر چہ گشتۂ از نیک و بد — ہر یکے بر تو چو صندوقیست سد

بھلے اور برے میں سے تو جس میں مقید ہے — تجھ پر ہر ایک صندوق کی طرح روک ہے

تا نگردی زیں ہمہ آزاد تو — کے شوی اے جاں ز غم دلشاد تو

جب تک قران سب سے آزاد نہ ہوگا — اے پیارے تو غم سے دلشاد کب ہوگا!

دربیانِ خبر مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرمود مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ تا منافقاں طعنہ کردند کہ ایں بس نبود کہ ما مطیع شدیم وے را کہ مطاوعت کودکے فرماید

مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا بیان کہ فرمایا "میں جس کا آقا ہوں پس علی رضؓ اس کا آقا ہے" حتیٰ کہ منافقوں نے طعنہ دیا کہ یہ کافی نہ تھا کہ ہم، اُن کے فرمانبردار ہو گئے، کہ وہ ایک لڑکے کی تابعداری کا حکم کر رہے ہیں

زیںؔ سبب پیغمبرِ با اجتہاد — نامِ خود و آں علیؓ مولا نہاد

اسی لئے باسعی پیغمبرؐ نے — اپنا اور اُن علیؓ کا نام مولیٰ رکھا

گفت ہر کو را منم مولا و دوست — ابنِ عمِّ من علیؓ مولائے اوست

فرمایا جس کا میں مولیٰ اور دوست ہوں — میرے چچا کا بیٹا علیؓ اس کا مولیٰ ہے

کیست مولیٰ آنکہ آزادت کند — بندِ رقیت ز پایت بر کند

مولیٰ کون ہے؟ وہ جو تجھے آزاد کرے — تیرے پاؤں سے، غلامی کی زنجیر نکال دے

چوں بآزادی نبوّت ہادی ست — مومناں را ز انبیا آزادی ست

چونکہ نبوت آزادی کی راہنما ہے — مومنوں کو انبیاء کی وجہ سے آزادی (حاصل) ہے

اےؔ گروہِ مومناں شادی کنید — ہمچو سرو و سوسن آزادی کنید

اے مومنوں کی جماعت! خوشی مناؤ — سرو اور سوسن کی طرح آزادی مناؤ

لیک می گوئید ہر دم شکرِ آب — بے زباں چوں گلستانِ خوش خضاب

لیکن ہر وقت پانی کا شکر ادا کرو — بغیر زبان کے، خوش رنگ چمن کی طرح

بے زباں گویند سرو و سبزہ زار — شکرِ آب و شکرِ عدلِ نوبہار

سرو اور سبزہ زار بغیر زبان کے ادا کرتے ہیں — پانی کا شکریہ اور نوبہار کے انصاف کا شکریہ

لہ اینؔ یقین۔ تجھے یقین کر لینا چاہیئے تو بھی تاضی کی طرح غموں اور فکروں کے صندوق میں مقید ہے۔ بند۔ دل پسند اور ناپسند جو بھی تیرا دنیاوی مطلوب ہے وہ تیرے لئے صندوق اور راہِ آخرت کیلئے رکاوٹ ہے۔ تانگردی۔ جب تک قران علائق کو توڑ کر آزاد نہ ہوگا تجھے حیاتِ طیبہ نصیب نہ ہوگی۔ دربیان۔ اس حدیث سے اس آزادی کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

ٹ زیںؔ سبب۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا جس کا میں مولیٰ اور آقا ہوں علی رضؓ اس کا مولیٰ ہے۔ چوں بآزادی۔ نبوت انسانوں کی رہنمائی کرتی ہے اور دنیاوی علائق سے آزادی دلاتی ہے۔

ٹ اےؔ گروہ۔ مومنوں کو اس آزادی سے خوشی منانی چاہیئے سرو اور سوسن کو بھلا نہ ہونے کی وجہ سے آزاد کہا جاتا ہے۔ لیک۔ اپنے مربی کا اسی طرح شکر ادا کرو جس طرح خوش رنگ چمن اپنے مربی پانی کا شکر ادا کرتا ہے۔ بے زباں۔ بعض زبان سے شکر، شکر نہیں ہے بلکہ اور حال سے شکر ادا کرو چمن کے پودے اسی طرح شکر ادا کرتے ہیں۔

حُلّہا پوشیدہ و دامن کَشاں[۵۱] — مست و رقّاص و خوش و عنبر فشاں

جوڑے پہنے ہوئے اور دامن کھینچتے ہوئے — مست اور ناچنے والے اور خوش اور عنبر چھڑکنے والے

جزو جزو آبستن از شاہِ بہار — جسمِ شاں چوں دُرج پُر دُرِّ ثمار

شاہ بہار سے، جز جز حاملہ ہے — اُن کا جسم ڈبے کی طرح پھلوں کے موتیوں سے بھرا

مریماں بے شوی آبست از مسیح — خامُشاں بے لاف و گفتارِ فصیح

بہت سی مریمیں بغیر شوہر کے مسیح سے حاملہ ہیں — چپ ہیں بغیر دعوے اور گفتگو کے فصیح ہیں

ماہِ ما بے نطق خوش بر تافتہ است — ہر زباں نطق از فرِ او یافتہ است

ہمارا چاند بغیر گویائی کے خوب چمکتا ہوا ہے — ہر زبان نے اُس کے نور سے گویائی حاصل کی

نطقِ عیسیٰؑ از فرِ مریمؑ بُوَد[۵۲] — نطقِ آدمؑ پرتوِ آں دَم بُوَد

(حضرت) عیسیٰؑ کی گویائی (حضرت) مریمؑ کے نور سے ہے — (حضرت) آدمؑ کی گویائی اُس نفخ کے پرتو سے ہے

تا زیادت گردد از شکر اے ثقات — پس نباتِ دیگرست اندر نبات

اے ثقہ لوگو! تاکہ شکر کی وجہ سے زیادتی ہو — نباتات میں بہت سی دوسری نباتات ہیں

عکسِ آں اینجاست ذَلَّ مَن قَنَعَ — اندریں طورست عزَّ مَن طَمَعَ

یہاں "ذلیل ہوا جس نے قناعت کی" کا اُلٹا ہے — اِس راستہ میں ہے "عزت پائی جس نے لالچ کیا"

در جُوالِ نفسِ خود چندیں مرو[۵۳] — از خریدارانِ خود غافل مشو

اپنے نفس کے بورے میں اتنا نہ گھس — اپنے خریداروں سے غافل نہ ہو

بازآمدن زنِ جوحی بمحکمۂ قاضی سالِ دوم بر امید آنکہ وظیفہ

دوسرے سال جوحی کی بیوی کا قاضی کی کچہری میں آنا اِس اُمید پر کر

پارسال بجا آورد و شناخت قاضی اُورا

گذشتہ سال کا معاملہ انجام دے اور قاضی کا اُسکو پہچان لینا

بعدِ سالے باز جوحی از محن — رُو بزن کرد و بگفت اے چُست زن

مصیبتوں کی وجہ سے ایک سال بعد پھر جوحی نے — بیوی کی طرف رُخ کیا اور کہا اے چالاک عورت!

آں وظیفہ پار را تجدید کُن — پیشِ قاضی از گلہ مَن گو سخن

پارسال والے معاملہ کی تجدید کر — قاضی کے سامنے میرے شکوے کی بات کر

---

۵۱ حُلّہا۔ چمنوں کا شکر ادا کرنا یہ ہے کہ انھوں نے نئی پوشاکیں پہنی ہیں اور ناز و ادا دکھارہے ہیں اور خوشبو مہکارہے ہیں جزو جزو۔ چمن اور باغ کا ہر جزو بہار کا شکر یہاں طور پر ادا کرتا ہے کہ اُس کا جز جز پھلوں سے پُر ہو گیا ہے۔ مریماں۔ یعنی درخت۔ مسیح۔ یعنی پھل۔ خامشاں۔ سب خاموش ہیں لیکن اُن کے احوال گویا ہیں۔ ماہِ ما۔ چمن کہتا ہے کہ جس طرح ہم بغیر گویائی کے شکر گذار ہیں اِسی طرح ہمارے محسن موسم بہار میں گویائی نہیں ہے لیکن دوسری گویائیاں اُسی کا فیض ہیں اُن کا نشو و نما موسم بہار کرتا ہے۔

۵۲ نطق عیسیٰ۔ موسم بہار سے زبان کو گویائی حاصل ہونا اسی طرح ہے جس طرح سے حضرت عیسیٰؑ کو بچپن ہی میں گویائی حضرت مریم کے نور سے حاصل ہوئی اور حضرت آدمؑ کو گویائی اللہ تعالیٰ کے نفخ سے حاصل ہوئی۔ اے ثقات۔ شکر کی اسلئے تلقین کی جارہی ہے کہ شکر سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ نبات۔ یعنی نعمتوں کے اندر مزید نعمتیں ہیں جو شکر سے حاصل ہونگی۔ عکس۔ دنیا کی اشیاء کے بارے میں ہے عزَّ مَن قَنَعَ، جس نے قناعت کی اُس نے عزت پائی اور ذُلَّ مَن طَمَعَ، جس نے لالچ کیا ذلیل ہوا لیکن دینی نعمتوں کے بارے میں معاملہ اُلٹا ہے اُن میں جو قناعت کرتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے اور جو لالچ کرتا ہے وہ عزت پاتا ہے ۔۔۔۔۔

۵۳ در جُوال۔ نفس کے صندوق سے باہر نکل تیرے مربی تیرے خریدار ہیں اُنکی اطاعت کر یہی اُنکا شکر یہ ہے۔ بعد سالے۔ جوحی نے کچھ دن اُس روپے سے مزے اُڑائے پھر افلاس سے پریشان ہو کر عورت سے کہا۔ آں وظیفہ۔ گذشتہ سال کی طرح قاضی کو پھر پھنسا

زَنؔ[1] برِ قاضی در آمد بازناں
عورت، عورتوں کے ساتھ قاضی کے پاس آئی

مرزنے را کرد آں زن ترجماں
اُس عورت نے ایک عورت کو ترجمان بنایا

تا نہ بشناسد ز گفتن قاضیش
تاکہ بولنے سے قاضی اُس کو نہ پہچانے

یاد ناید از بلائے ماضیش
اُس کو گذشتہ مصیبت، یاد نہ آ جائے

ہست فتنہ غمزۂ غمّازِ زن
عورت کی چغل خور ادا فتنہ ہے

لیک آں صد تو شود ز آواز زن
لیکن وہ عورت کی آواز سے سَو گنا ہو جاتا ہے

چوں نمی تانست آوازے فراشت
چونکہ وہ آواز بلند نہ کر سکتی تھی

غمزۂ تنہائے زن سودے نداشت
عورت کی اکیلی ادا مفید نہ ہوئی

گفت قاضی رَو تو خصمت را بیار
قاضی نے کہا جا تو اپنے مدعیٰ علیہ کو لے آ

تا دہم کارِ ترا با اُو قرار
تاکہ اُس کے ساتھ تیرا معاملہ طے کر دوں

جوحیؔ[2] آمد قاضیش نشناخت زُود
جوحی آگیا، قاضی نے اُس کو جلد نہ پہچانا

کہ بوقتِ لُقیہ در صندوق بُود
کیونکہ وہ ملاقات کے وقت صندوق میں تھا

زو شنیدہ بُود آواز از بروں
اُس نے اُس کی آواز باہر سے سُنی تھی

در شریٰ و بیع و در نقص و فزوں
خرید و فروخت اور کمی و بیشی میں

گفت نفقہ زن چرا ندہی تمام
اُس نے کہا تو عورت کو پورا خرچ کیوں نہیں دیتا؟

گفت از جاں شرع را ہستم غلام
اُس نے کہا میں شریعت کا جان سے غلام ہوں

لیکؔ[3] اگر میرم ندارم من کفن
لیکن اگر میں مر جاؤں تو میں کفن بھی نہیں رکھتا ہوں

مُفلسِ ایں لعبم و شش پنج زن
میں اِس کھیل سے مُفلس ہوں اور مکر و فریب کرتا ہوں

زیں سخن قاضی مگر بشناختش
قاضی نے شاید اِس بات سے اُس کو پہچان لیا

یاد آورد آں دغل واں باختش
اُس کو وہ مکر اور اُس کی وہ بازی یاد آگئی

گفت آں شش پنج با من باختی
کہا، وہ شش پنج تو نے میرے ساتھ کھیلا تھا

پار اندر شش درم انداختی
گذشتہ سال تو نے مجھے ششدر میں پھنسایا تھا

نوبتِ من رفت امسال آں قمار
میری باری گذر گئی، اِس سال وہ جوا

با دِگر کس باز و دست از من بدار
کسی دوسرے سے کھیل اور مجھ سے ہاتھ اٹھالے

---

[1] زن۔ جوحی کی بیوی کچھ عورتوں کو ساتھ لے کر قاضی کی کچہری میں پہنچی اور ایک عورت کو اپنا ترجمان بنایا۔ تا نہ بشناسد۔ جوحی کی بیوی خود اس لئے نہ بولی کہ قاضی اُس کی آواز سے اُسکو نہ پہچان لے اور گزشتہ سال کی مصیبت قاضی کو یاد نہ آجائے۔ ہست عورتوں کی ادائیں بھی فتنہ ہیں لیکن آواز کے ساتھ مل کر وہ سَو فتنے بن جاتی ہیں۔ چوں۔ جب عورت کی آواز ادا کے ساتھ نہ ہو تو محض ادا اتنا کام نہیں کرتی۔ گفت قاضی چونکہ اس بار فریفتہ نہ ہوا تو اُس نے کہا کہ شوہر کو حاضر کر۔

[2] جوحی۔ وہ عورت اپنے شوہر جوحی کو بُلا لائی قاضی جوحی کو نہ پہچان سکا اس لئے کہ اُس کی ملاقات کے وقت قاضی صندوق میں بند تھا۔ زو۔ قاضی نے جوحی کی صرف آواز سُنی تھی جب وہ نائب سے صندوق کا سودا کر رہا تھا۔ گفت۔ قاضی نے جوحی سے کہا تو بیوی کو پورا خرچ کیوں نہیں دیتا۔ از جاں۔ جوحی نے کہا میں شریعت کے احکام کا غلام ہوں۔

[3] لیک۔ لیکن میں اس قدر مُفلس ہوں کہ اگر مَر جاؤں تو کفن بھی نہیں ہے شش پنج زن حیلہ مکاری کرنے والا۔ زیں سخن۔ اِن باتوں سے قاضی جوحی کو پہچان گیا اور اُس کو اُس کی گزشتہ سال کی مکاری یاد آگئی۔ گفت۔ قاضی نے کہا تو نے گزشتہ سال میرے ساتھ مکاری کی تھی اور مجھے ششدر میں پھنسایا تھا۔ نوبت۔ میری باری تو گذر گئی اب کسی اور کو پھانس۔

از ششش و از پنج عارف گشت فرد[1] — محترز گشت زین ششش پنج نرد

عارف ششش اور پنج سے جدا ہو گیا — بازی کے اس ششش و پنج سے پرہیز کرنیوالا بنگیا

رستہ او از پنج حس و شش جہت — از ورای آن ہمہ کرد آگہت

وہ پانچ حواس اور چھ جہت سے چھوٹ گیا — تجھے ان سب کے آگے سے آگاہ کیا

شد اشاراتش اشاراتِ ازل — جاوزَ الاوہامَ طرّاً واعتزلْ

اس کے اشارے ازل کے اشارے ہو گئے — وہ سب وہموں سے گذر گیا ہے اور یکسو ہو گیا ہے

زین چہ شش گوشہ گر نبود برون — چون بر آرد یوسفے را از درون

اگر وہ اس چھ گوشے والے کنویں سے باہر نہ ہو — یوسف کو اندر سے کیسے نکالے؟

وارد ے بالائے چرخِ بے ستن — جسمِ او چون دلو در چہ چارہ کن

وہ بغیر ستون کے آسمان کے اوپر سے اترنیوالا ہر — اس کا جسم ڈول کی طرح کنویں میں تدبیر کرنیوالا ہے

یوسفان[2] چنگال در دلوش زدہ — رستہ از چاہ و شہ مصری شدہ

یوسفوں نے اس کے ڈول کو پکڑ لیا ہے — کنویں سے نجات پا کر مصری بادشاہ بنگئے ہیں

دلوہای دیگر از چہ آب جو — دلوِ او فارغ ز آب اصحاب جو

دوسرے ڈول کنویں میں سے پانی کے جویاں ہیں — اس کا ڈول پانی سے فارغ ہے یاروں کو ڈھونڈنے والا ہے

دلوہا غواصِ آب از بہرِ قوت — دلوِ او قوت و حیاتِ جانِ حوت

(دوسروں کے) ڈول روزی کیلئے پانی میں غوطہ لگانے والے ہیں — اس کا ڈول جان کی مچھلی کیلئے روزی اور زندگی ہے

دلوہا وابستہ چرخِ بلند[3] — دلوِ او در اصبعین زورمند

(دوسروں کے) ڈول اونچی گھرڑی سے وابستہ ہیں — اس کا ڈول قوی کی دو انگلیوں کے درمیان ہے

دلو چہ و حبل چہ و چرخ چی — این مثالے بس رکیک ست اے اچی

کیسا ڈول اور کیسی رسی اور کیسا آسمان! — اے بڑے بھائی! یہ مثال بہت کمزور ہے

از کجا آرم مثالِ بے شکست — کفوِ او نے آید و نے آمد ست

میں سالم مثال کہاں سے لاؤں؟ — اس کی مثل نہ آئے، اور نہ آیا ہے

صد ہزاران مرد پنہاں در یکے — صد کمان و تیر درجِ ناوکے

لاکھوں انسان ایک میں پوشیدہ ہیں — سیکڑوں تیر و کمان ایک تیر میں داخل ہیں

[1] از ششش۔ عارف۔ ششش و پنج سے فارغ ہوتا ہے۔ رستہ۔ پنج سے مراد پانچ حواس اور ششش سے مراد چھ جہتیں ہیں۔ شد اشاراتش۔ اب اس کا ادراک حواسِ خمسہ اور دنیا کے ششش جہات سے بالاتر ہے اب اس کو علوی علوم حاصل ہیں وہ اوہام سے گذر گیا ہے اور یکسو ہو گیا ہے۔ زین۔ اگر وہ دنیا کے چھ گوشے والے کنویں کے اندر ہوتا تو دوسرے کو کنویں سے باہر کیسے نکال سکتا۔ یوسفے۔ یعنی مرید۔ وارد۔ قرآن پاک میں ہے فارسلوا واردہم یعنی انھوں نے پانی بھرنے والے کو بھیجا یہی وارد تھا جس نے حضرت یوسفؑ کو کنویں سے نکالا اسی طرح مریدوں کو کنویں میں سے نکالنے والا یعنی شیخ دنیا سے بالا ہے صرف اس کا جسم دنیا کے اس کنویں میں ڈول کی طرح آتا جاتا ہے جو کنویں میں محبوس نہیں ہوتا ہے۔

[2] یوسفان۔ مرید اس کے اس جسم سے وابستہ ہو کر دنیا کے کنویں سے نجات پا کر حضرت یوسفؑ کی طرح شاہِ مصر بنتے ہیں۔ دلوہای۔ دنیا داروں کے ڈول تو دنیا حاصل کرتے ہیں اور شیخ کا ڈول دنیا سے باہر نکالتا ہے۔ دلوہا۔ دوسرے کے ڈول پانی حاصل کرنیکے لئے کنویں میں جاتے ہیں اسکا ڈول مچھلی کو روزی اور زندگی عطا کرتا ہے حوت۔ مچھلی یعنی مرید۔

[3] چرخِ بلند۔ یعنی گھرڑی جو کنویں کے اوپر ہوتی ہے۔ در اصبعین۔ یعنی اللہ کے تصرف میں ہے۔ دلو۔ یہاں عارف باللہ کے جسم کو ڈول وغیرہ سے تشبیہ دی اب فرماتے ہیں عارف کیلئے یہ مثالیں بالکل ناقص ہیں۔ از کجا۔ اس کی مثال کائنات میں کوئی نہیں ہو صد ہزاراں۔ وہ عارف ایک ذات ہے لیکن پوری ایک امت ہوتا ہے اور وہ ایک تیر ہے جسمیں سیکڑوں تیر و کمان پوشیدہ ہیں۔

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ فِتنہ[1] — صد ہزاراں خرمن اندر حُفنہ

وہ "تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" ایک امتحان ہے — ایک مُٹھی میں لاکھوں کھلیان ہیں

آفتابے در یکے ذرہ نہاں — ناگہاں آں ذرہ بکُشاید دہاں

سورج ایک ذرّے میں پوشیدہ ہے — (اگر) وہ ذرہ اچانک مُنہ کھول دے

ذرہ ذرہ گردد افلاک و زمیں — پیشِ آں خورشید چوں جست از کمیں

آسمان اور زمین ذرہ ذرہ ہو جائے — اُس سورج کے سامنے جب وہ کمینگاہ سے نکلے

اینچنیں جانے چہ درخورد تن ست — ہیں بشُو اے تن ازیں جاں ہر دو دست

ایسی جان جسم کے کیا لائق ہے؟ — خبردار! اے جسم اِس جان سے دونوں ہاتھ دھولے

اے تنِ[2] گشتہ وثاقِ جاں بس ست — چند تاند بحر در مشکے نشست

اے جسم! جو روح کا گھر بنا ہوا ہے، بس ہے — سمندر ایک مشک میں کہاں تک سما سکتا ہے؟

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر — اے مسیحاں نہاں در جوفِ خر

خبردار! بشر میں ہزاروں جبرئیلؑ ہیں — آگاہ ہو جا، گدھے کے پیٹ میں بہت سے مسیح پوشیدہ ہیں

اے کلیم اللہ نہاں اندر نمد — واقف از خوف ست و رَست از نیک و بد

خبردار! کمبل میں کلیم اللہ پوشیدہ ہے — جو خوف سے واقف ہے اور نیک و بد سے چھوٹ گیا ہے

اے حبیب اللہ نہاں در غارِ تن — گنجِ ربانی نہاں در مارِ تن

خبردار! جسم کے غار میں اللہ کا محبوب پوشیدہ ہے — جسم کے سانپ میں خدائی خزانہ پوشیدہ ہے

اے[3] ہزاراں کعبہ پنہاں در کنیس — اے غلط انداز عفریت و بلیس

خبردار! ہزاروں کعبے گرجا گھر میں پوشیدہ ہیں — اے! بھوت اور شیطان کو غلطی میں مبتلا کرنے والے

سجدہ گاہِ لامکانی در مکاں — مر بلیساں را ز تو ویراں دکاں

تو مکان، میں لامکانی کی سجدہ گاہ ہے — تیری وجہ سے شیطانوں کی دُکان ویران ہو گئی ہے

کہ چرا من خدمتِ ایں طیں کنم — صورتِ دوں را لقب چوں دیں کنم

کہ میں اِس مٹی کی خدمت کیوں کروں؟ — کم درجہ کی صورت کو دین کا لقب کیوں دوں؟

نیست صورت چشم را نیکو بمال — تا بہ بینی شعشعِ نورِ جلال

صورت نہیں ہے، آنکھ خوب مل لے — تاکہ تو جلال کے نور کی چمک دیکھے

بازآمدن بقصۂ شہزادہ و ملازمت او بحضرت شاہ

شہزادے کے قصہ کی طرف واپسی اور اُس کی شاہ کے دربار سے وابستگی

[1] مَا رَمَیْتَ۔ وہ عارف خدا سے وحدت رکھتا ہے فتنہ۔ لوگوں کے لیے آزمائش ہے کہ وہ لوگ محض اُس کے جسم کو دیکھ کر شیطانی نظر اختیار کرتے ہیں۔ حُفنہ۔ یعنی مُٹھی بھر نظر آتا ہے۔ اُس کی روح ایک آفتاب ہے جو جسم کے ذرّے میں پوشیدہ ہے۔ ذرّہ۔ زمین اُس آفتاب کی تاب نہیں لاسکتی۔ اینچنیں۔ جبکہ رُوح کی وسعت اور عظمت کا یہ حال ہے تو وہ اِس جسم کے لائق کہاں ہے۔

[2] اے تن۔ جو جسم رُوح کا گھر بنا ہوا ہے رُوح کا اُس میں تھوڑی دیر کا قیام کافی ہے سمندر جیسی روح مشک کے جسم میں کب تک ٹھہر سکتی ہے۔ اے ہزاراں۔ رُوح بمنزلہ ہزاروں جبرئیلؑ کے ہے اور جسم ایک بشر ہے رُوح مسیح ہے اور جسم خر ہے۔ اے۔ یہ رُوحِ عارف کو خطاب ہے۔ خوف۔ یعنی علم معرفتِ خداوندی۔ نیک و بد۔ یعنی دنیاوی امور۔ حبیب اللہ۔ آنحضورؐ ہجرت کے وقت غارِ ثور میں پوشیدہ رہے تھے۔

[3] اے ہزاراں کعبہ۔ یہ تمام تشبیہیں رُوح اور جسم کی ہیں۔ غلط۔ شیطان محض جسم کو دیکھ کر غلطی میں مبتلا ہو گیا۔ لامکانی۔ یعنی فرشتے۔ در مکان۔ ایک قول کے مطابق فرشتوں نے آدمؑ کو زمین پر سجدہ کیا تھا۔ کہ چرا۔ یہ دُکان کی ویرانی کا بیان ہے۔ نیست۔ مولانا شیطان سے

شاہزادہ پیشِ شہ حیرانِ ایں | ہفت[1] گردوں دیدہ در یکمشتِ طیں
شہزادہ، بادشاہ کے سامنے اس میں حیران تھا | سات آسمان اس نے ایک مٹھی مٹی میں دیکھے

ہیچ ممکن نے بہ بحثے لب کشود | لیک جاں با جاں دمے خامش نبود
بحث میں لب کشائی کسی طرح ممکن نہیں! | لیکن جان، جان کے ساتھ ایک لمحہ کیلئے خاموش نہیں ہے

آمدہ در خاطرش کیں بس خفی ست | ایں ہمہ معنی ست پس صورت ز چیست
اُس کے دل میں آیا، کہ یہ بہت پوشیدہ ہے | یہ سب باطن ہے، تو صورت کس لئے ہے

صورتے از صورتت بیزار کن | خفتۂ مر خفتہ را بیدار کن
یہ ایک صورت ہے تجھے صورت سے بیزار کرنیوالی ہے | ایک سویا ہوا سوئے ہوئے کو بیدار کرنیوالا ہو

آں کلامت[2] می رہاند از کلام | واں سقامت می جہاند از سقام
تجھے وہ کلام، کلام سے چھڑاتا ہے | اور وہ بیماری، تجھے بیماری سے نجات دیتی ہے

پس سقامِ عشق جانِ صحت ست | رنجہایش حسرتِ ہر راحت ست
عشق کی بیماری صحت کی روح ہے | اُس کے رنج ہر راحت کا رشک ہیں

اے تن اکنوں دست خود از جاں بشو | ور نمی شوئی جز ایں جانے بجو
اے جسم! اب اپنا ہاتھ جان سے دھولے | اور اگر تو نہیں دھوتا اسکے علاوہ کوئی جان تلاش کرلے

دربیانِ نوازش و احترامِ شاہِ چین شاہزادۂ غریب عاشق را

شاہِ چین کے پردیسی، عاشق شہزادے، کو نوازنے اور احترام کرنے کے بیان میں

حاصل[3] آں شہ نیک او را می نواخت | او ازاں خورشید چوں مہ می گداخت
خلاصہ یہ ہے کہ شاہ اُس کو خوب نوازتا تھا | وہ اُس سورج سے چاند کی طرح گھلتا تھا

آں گدازِ عاشقاں باشد نمو | ہمچو ماہ اندر گدازش تازہ رو
عاشقوں کا وہ گھلنا، بڑھتا ہے | جس طرح چاند گھٹاؤ میں تازہ رو ہے

جملہ رنجوراں دوا دارند امید | نالد ایں رنجور کم افزوں کنید
سب بیمار، دوا کی اُمید کرتے ہیں | یہ بیمار روتا ہے، کہ میری بیماری بڑھاؤ

جملہ رنجوراں دوا جویند و ایں | رنج افزوں جوید و درد و حنیں
سب مریض دوا تلاش کرتے ہیں اور یہ | زیادہ رنج اور درد اور رونا تلاش کرتا ہے

تکالیف راحتوں کیلئے باعثِ حسرت ہیں جو صحت سے مقصود ہوتی ہیں۔ اے تن۔ اے جسم اب اِس جان کا پیچھا چھوڑ دے اور اگر تو بالکل روح کو چھوڑنا نہیں چاہتا تو جیسا کہ قاضی نے کہا کوئی روح تلاش کرے ۔۔۔ [3] حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ شاہِ چین اُس شہزادے کو نوازتا تھا لیکن عشق اُسکو گھلا رہا تھا۔ عاشقاں جبکہ حقیقی عشق ہر وہ جتنے گھلتے ہیں اُتنے ہی تازہ رو ہیں

[1] ہفت گردوں۔ رُوحِ کامل اس سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ یکمشت طین یعنی جسم۔ ہیچ۔ جو اشکالات شہزادے کے ذہن میں آئے تھے وہ زبان سے تو بیان نہ کرتا تھا لیکن باہمی روحی مکالمہ ہوتا تھا۔ آمدہ۔ شہزادے کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا جبکہ سب فضائل اور خواص رُوح کے ہیں تو جسم سے اُس کا تعلق کیوں کیا گیا ہے۔ صورتے۔ رُوحِ کامل کو صورت سے اسلئے وابستہ کر دیا گیا ہے کہ صورت اختیار کر کے تیرے اندر وہ فیض پہنچائے کہ تو صورت سے بیزار ہو جائے اُس کا یہ فیض رُوحِ مجرد سے تو حاصل نہ کر سکتا تھا تو گویا اُس کی یہ مثال ہوئی کہ ایک خفتہ یعنی صورت نے تجھ خفتہ کو بیدار کر دیا کہ تو صورت سے بیزار ہو گیا۔

[2] آں کلامت۔ اس رُوح سے جبکہ وہ صورت سے وابستہ ہے کلام صادر ہوتا ہے جو تجھے اُس کلام سے باز رکھتا ہے جو مقصود سے مانع ہو۔ واں سقامت۔ جسمانی بیماریوں کو اللہ تعالےٰ گناہوں کی بیماریوں کی دوا بنا دیتا ہے یا مطلب یہ ہے کہ رُوحِ کامل کے جسم پر جب عشق کی بیماری طاری ہوتی ہے تو اُس کے آثار کو دیکھ کر لوگ اپنی اصلاح کرتے ہیں۔ سقامِ عشق۔ ہم نے عشق کو بیماری کہا ہے لیکن یہ ایسی بیماری ہے جو صحت کی جان ہے اور اسکی

خوب[۱] تر زیں سَم ندیدم شَربتے — زیں مَرض خوشتر نباشد صحتے

میں نے اِس زہر سے زیادہ اچھا کوئی شربت نہیں دیکھا — کوئی صحت اِس بیماری سے زیادہ اچھی نہ ہوگی

زیں گُنہ بہتر نباشد طاعتے — سَالہا نسبت بدیں دَم ساعتے

کوئی طاعت اِس گناہ سے بہتر نہیں ہے — بہت سے سال اِس سانس کی نسبت سے ایک گھڑی ہیں

مدّتے بُد پیش آں شہ زیں نسق — دل کباب و جاں نہادہ بَر طبق

وہ ایک مدت تک اُس شاہ کے سامنے اِسی طریقہ پر رہا — دل کباب (تھا)، اور جان طباق پر رکھے ہوئے

گفت شاہ از ہر کسے یکسر بُرید — مَن زشہ ہر لحظہ قربانم جدید

بولا، شاہ نے ہر شخص کا ایک سر کاٹا — میں بادشاہ کی وجہ سے ہر لحظہ نیا قربان ہو رہا ہوں

مَن[۲] فقیرم از زر و از سَر غنی — صَد ہزاراں سَر خلف دارد آں سَنی

میں زر سے فقیر اور سَر سے بے نیاز ہوں — اُس روشنی نے لاکھوں سَر نتیجہ میں دیدیے ہیں

با دو پا در عشق نتواں تاختن — با یکے سَر عشق نتواں باختن

عشق میں دو پاؤں سے نہیں دوڑا جاسکتا — ایک سر سے عشق کی بازی نہیں کھیل جاسکتی

ہر کسے را خود دو پا و یک سَر ست — با ہزاراں پا و سَر تن نادر ست

ہر شخص کے خود دو پاؤں اور ایک سر ہے — ہزاروں پاؤں اور سر کا جسم کمیاب ہے

زیں سبب ہنگامہا شُد کُل ہدر — ہست ایں ہنگامہ ہر دم گرم تر

اسی لئے سب ہنگامے ضائع ہوگئے — یہ ہنگامہ ہر لمحہ تیزی پر ہے

مَعدنِ گرمی ست اندر لامکاں — ہفت دوزخ از شرارش یک دُخاں

گرمی کی کان، لامکان میں ہے — سات دوزخیں اُس کی چنگاری کا ایک دھواں ہیں

دربیانِ[۳] آنکہ دوزخ گوید کہ قنطرۂ صراط بر سرِ اوست اے

اِس کا بیان کہ وہ دوزخ کہ پلصراط اُس کے اوپر ہے، کہتی ہے اے

مُؤمن زُود تر بشتاب و بگذر تا عظمتِ نورِ تو آتشِ مرا نکشد

مومن جلد کر اور گذر جا تاکہ تیرے نور کی عظمت میری آگ نہ بجھادے

جُز یَا مُؤمِنُ فَاِنَّ نُوْرَكَ اَطْفَأَ نَارِیْ

اے مومن! گذر جا بیشک تیرے نور نے میری آگ بجھادی

زآتشِ مُومن ازیں رُو اے صَفی — می شود دوزخ ضعیف و منطفی

اے برگزیدہ! اِسی وجہ سے مومن کی آگ سے — دوزخ کمزور اور بجھنے والی ہوجاتی ہے

---

[۱] خوب تر۔ عشق اگرچہ زہر ہے لیکن اُس کا مٹھاس سب سے بڑھا ہوا ہے۔ یہ مرض ہے لیکن ہر صحت سے بہتر ہے۔ زیں گنہ۔ یعنی جس کو مخالف گناہ سمجھتے ہیں۔ سالہا۔ عشق میں سالہا بمنزلہ ایک ساعت کے ہیں۔ مدتے۔ ایک عرصہ تک وہ اِسی طریقہ پر بادشاہ کے پاس رہا کر دل کباب تھا اور جان قربان کرنے کی فکر میں تھا۔ گفت۔ جن لوگوں نے شاہ کی لڑکی کی تمنا کی ان کا ایک بار سَر کٹا میں ہر وقت بار بار قربان ہو رہا ہوں۔

[۲] من فقیرم۔ میں زر اور سَر قربان کرچکا ہوں۔ صد ہزاراں۔ فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے۔ بادو پا۔ اِس عشق میں دو پاؤں اور ایک سر سے کام نہیں چلتا۔ ہر کسے۔ عوام اِسی لئے اس عشق سے محروم ہیں کیونکہ اُن کے ایک سَر اور دو پاؤں ہیں۔ نادر۔ عاشقانِ خدا نادر ہیں۔ زیں سبب۔ عشقِ مجازی کا ہنگامہ سَر اور پاؤں کے بعد ختم ہوجاتا ہے۔ ایں ہنگامہ۔ لیکن عشقِ حقیقی کا ہنگامہ روز بروز تیز ہوتا ہے۔ معدن۔ چونکہ اِس عشق کا منبع لامکانی اور غیر فانی ہے۔ ہفت دوزخ۔ اِس عشق کی گرمی کے سامنے دوزخ کی گرمی ہیچ ہے۔

[۳] دربیان۔ مومن میں چونکہ عشق کی گرمی ہے اِس لئے دوزخ اُسکو برداشت نہیں کرتی ہے اور مومن سے کہتی ہے جلد گذر جا ورنہ تیرا نور میری نار کو بجھا دیگا۔

آتش۔ مومن کی تاثیر ہے کہ اس سے عذاب کی آگ کمزور ہو کر بجھ جاتی ہے۔

گویدش بگذر سبک اے محتشم ۔ ورنہ ز آتشہائے تو مُرد آتشم
اُس سے کہتی ہے "اے باحشمت! جلدی سے گذر جا ۔ ورنہ تیری آگ سے میری آگ بجھی

کفر کہ کبریتِ دوزخ اوست بس ۔ بین چہ می بچساند او را ایں نفس
کفر، جو بس دوزخ کی گندھک ہے ۔ دیکھ لے وہ اُس کو اس قت کس طرح پژمردہ کر دیتی ہے

کفر کاں کبریتِ نارِ دوزخ ست ۔ بین کہ چوں ہیر داز و لے خود پرست
کفر جو دوزخ کی آگ کی گندھک ہے ۔ اے خود پرست! دیکھ لے اُس سے کس طرح مرجاتی ہے

زود کبریت بدیں سوُ وا سپار ۔ تا نہ دوزخ بر تو تا زد نے شرار
تو جلد اپنی گندھک اِس طرف سپرد کردے ۔ تاکہ تجھ پر نہ دوزخ دوڑے، نہ چنگاری

گویدش[٢] جنت گذر کُن ہمچو باد ۔ ورنہ گردد ہر چہ مَن دارم کساد
اُس سے جنت کہتی ہے، ہوا کی طرح گذر جا ۔ ورنہ جو کچھ میں رکھتی ہوں وہ کھوٹا ہو جائے گا

کہ تو صاحب خرمنی مَن خوشہ چیں ۔ مَن بتے اَم تو ولایتہائے چیں
کیونکہ تو کھلیان والا ہے اور میں خوشہ چگنے والی ہوں ۔ میں ایک بُت ہوں، تو چین کی ولایتیں ہے

ہست لرزاں زو جحیم و ہم جناں ۔ نے مرایں را نے مر آں را ازو اماں
اُس سے دوزخ بھی لرزے میں ہے اور جنتیں بھی ۔ اُس سے نہ اِس کو امن، نہ اُس کو

وفات یافتنِ برادرِ بزرگ از شاہزادگاں و ملازمت کردنِ برادرِ میانہ پادشاہِ چین را

شہزادوں میں سے بڑے بھائی کا مرجانا اور درمیانی بھائی کی شاہِ چین کی صحبت اختیار کرنا

رفت[٣] عمرش چارہ را فرصت نیافت ۔ صبر بس سوزاں بُد و جاں بر نتافت
اُس کی عمر ختم ہو گئی، علاج کی فرصت نہ پائی ۔ صبر بہت جلانے والا تھا اور جان برداشت نہ کر سکی

مدتے دنداں کناں ایں می کشید ۔ نا رسیدہ عمرِ او آخر رسید
ایک مدت تک ڈرتے ہوئے اِسکو برداشت کرتا رہا ۔ مقصود حاصل کئے بغیر اُس کی عمر آخر ہو گئی

صورتِ معشوق ازو شُد در نہفت ۔ رفت و شُد با معنیِ معشوق جفت
اُس سے معشوق کی صورت چھپ گئی ۔ وہ مر گیا اور معشوق کی حقیقت کا ساتھی بنگیا

گفت لُبسش گر ز شعرِ شُستر ست ۔ اعتناقِ بے حجابش خوشتر ست
اُس نے کہا اگر اُس کا لباس شوستر کے پشمینہ کا ہے ۔ اُس کا بغیر پردے کے گلے لگنا زیادہ اچھا ہے

---

[١] کفر۔ دوزخ کی آگ کو بھڑکانے والی گندھک کفر ہے دیکھو دنیا میں مومن کے ایمان سے کفر کیسا مضمحل ہو جاتا ہے تو جب مومن جہنم پر سے گذرے گا تو دوزخ کی گندھک یعنی کفر مضمحل ہو جائیگا۔ زود۔ تو اپنے اندر سے بہت جلد اس مادے کو دُور کر دے اور اپنی ہستی کو کسی صاحبِ عشق و معرفت کے سپرد کر دے تاکہ اُس میں مادہ ہی نہ رہے جس کو دوزخ کی آگ پکڑ سکے۔

[٢] گویدش۔ مومن کے اعتبار سے جنت بھی کم رتبہ ہے قلبِ مومن ذاتِ خداوندی کا مظہرِ اتم ہے، جنت میں یہ صفت نہیں ہے اعلیٰ سے ادنیٰ شرماتا ہے لہذا جنت کا یہ قول خود کو گھٹیا ہونا بتانے کیلئے ہے۔ ہست۔ غرضکہ مومن جنت سے بھی افضل ہے اور جہنم سے بھی۔

[٣] رفت۔ اُس بڑے شہزادے کی عمر اسی حالت میں ختم ہو گئی اور وصل کی کوئی تدبیر نہ ہو سکی۔ مدتے۔ ایک مدت تک اظہارِ عشق سے ڈرتا رہا اور بالآخر وصل کے بغیر اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ صورت۔ اب معشوق جو کہ مظہر تھا وہ اسکی نظروں سے غائب ہو گیا اور جو اُس مظہر میں ظاہر تھا یعنی حُسنِ خداوندی اُس سے جاملا۔ گفت۔ اب وہ مجاز سے نکل کر ہمیشہ کیلئے حقیقت سے ہمکنار ہو گیا۔

من[1] شدم عُریاں زتن اُو از خیال — می خرامم در نہایات الوصال

میں جسم سے ننگا ہو گیا وہ خیال سے — میں وصال کی انتہاؤں میں خراماں جا رہا ہوں

ایں مباحث تا بدینجا گفتنی ست — ہر چہ آید زیں سپس بنہفتنی ست

یہ بحثیں یہاں تک کہنے کی ہیں — اس کے بعد جو کچھ آتا ہے، وہ چھپانے کا ہے

گر بکوشی ور بگوئی صد ہزار — ہست بیکار و نگردد آشکار

اگر تو لاکھ کوشش کرے اور اگر لاکھ کہے — بیکار ہے، اور وہ واضح نہ ہوگا

تا بدریا سیر اسپ و زیں بود — بعد ازانت مرکب چوبیں بود

گھوڑے اور زین کی دوڑ دریا تک ہوتی ہے — اس کے بعد تیرے لئے، لکڑی کی سواری ہوتی ہے

مرکب[2] چوبیں بخشکی اَبتر ست — خاص آں دریائیاں را رہبر ست

لکڑی کی سواری خشکی میں ناقص ہے — وہ خاص دریا والوں کے لئے راہنما ہے

ایں خموشی مرکب چوبیں بود — بحریاں را خامشی تلقیں بود

یہ خاموشی لکڑی کی سواری ہے — سمندر والوں کے لئے خاموشی تلقین ہے

ہر خموشی کاں ملولت می کند — نعرہائے عشق زاں سُو می زند

جو خاموشی تجھے ملول کرتی ہے — وہ اُس جانب عشق کے نعرے لگاتی ہے

تو ہمی گوئی عجب خامُش چرا ست — اُو ہمی گوید عجب گوشش کجا ست

تو کہتا ہے، تعجب ہے وہ چپ کیوں ہے؟ — وہ کہتا ہے تعجب ہے! اُس کا کان کہاں ہے؟

من[3] ز نعرہ کر شدم اُو بے خبر — تیز گوشاں زیں سَمر ہستند کر

میں نعرے سے بہرا ہو گیا، وہ بے خبر ہے — تیز کانوں والے اس قصہ سے بہرے ہیں

آں یکے در خواب نعرہ می زند — صد ہزاراں بحث و تلقیں میکند

ایک شخص خواب میں نعرے لگا رہا ہے — لاکھوں بحثیں اور گفتگوئیں کر رہا ہے

ایں نشستہ پہلوئے اُو بے خبر — خُفتہ خود آنست و کر زاں شور و شر

یہ اس کے پہلو میں بے خبر بیٹھا ہے — وہ خود اس سویا ہوا ہے اور اس شور و شر سے بہرا ہے

واں کسے کش مرکب چوبیں شکست — غرقہ شد در آب اُو خود ماہی ست

اور وہ شخص جس کی لکڑی کی سواری ٹوٹ گئی — وہ پانی میں ڈوب گیا، وہ خود مچھلی ہے

کہتا ہے کہ میں تو عشق کے نعروں سے بہرا ہو رہا ہوں اور یہ بے خبر ہے۔ تیز گوشاں۔ دنیادار تیز کان والے عشق کے نعروں سے بہرے ہوتے ہی ہیں۔ آں یکے۔ اسکی یہ مثال ہے کہ ایک شخص خواب میں نعرے لگاتا ہے اور بہت کچھ باتیں کرتا ہے۔ ایں نشستہ۔ دوسرا شخص جو اسکے پہلو میں بیٹھا ہوا ہے اس سے بے خبر ہے تو یہ اگر چہ جاگ رہا ہے، لیکن سویا ہوا بھی ہے۔ واں کسے۔ یہ حال تو اہلِ ذوق کا تھا اب جو فنا اور استغراق کے مقام میں ہیں اُنکا ذوق بھی فنا ہو چکا ہے اب وہ خود مچھلی ہیں اُنکو اس کشتی کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

[1] من شدم۔ اب وہ یہ کہہ رہا تھا کہ میں جسم سے عُریاں ہو گیا اور جسم اُس شہزادی کے خیال سے عُریاں ہو گیا اور اب میں حقیقت کے وصل کی طرف جا رہا ہوں۔ ایں مباحث۔ یعنی وصلِ خداوندی کے مباحث جزو کر دیئے، بس یہی گفتگو میں سما سکتے تھے اس سے آگے کے احوال محض ذوقی ہیں۔ گر بکوشی۔ ذوقی چیزیں گفتگو سے بیان نہیں کی جا سکتی ہیں۔ تا بدریا۔ آگے کی باتوں کے لئے گفتگو ذریعہ نہیں اس کی مثال اس طرح سمجھو کہ گھوڑے کی سواری دریا کے کنارے تک کام دیتی ہے پھر وہ بیکار ہے دوسری سواری کی ضرورت ہوتی ہے یعنی کشتی کام دیتی ہے۔

[2] مرکب چوبیں۔ اہلِ حال کو حال نہیں سمجھایا جا سکتا اسکو صرف اہلِ حال ہی سمجھ سکتے ہیں جس طرح کشتی خشکی میں کام نہیں دے سکتی۔ ایں خموشی۔ گفتگو سے خاموشی اہلِ حال کیلئے گفتگو ہے ہر خموشی۔ اگر تو اہلِ قال میں سے ہے تو گفتگو سے خاموشی سے ملول ہوگا لیکن اہلِ حال کیلئے وہ عشق کے نعرے ہیں۔ تو ہمی گوئی۔ تو اس خاموشی کو خاموشی سمجھتا ہے صاحبِ حال کہتا ہے کہ تیرے کان نہیں ہیں کہ تو اُس حال کی گفتگو کو سمجھ سکے۔

[3] من ز نعرہ۔ وہ صاحبِ حال

۵۱ نہ خموش ست و نہ گویا نادریست　　حالِ اُورا در عبارت نام نیست

وہ نہ خاموش ہے اور نہ بولنے والا، کچھ عجیب ہے　　اُس کی حالت کا لفظوں میں کوئی نام نہیں ہے

نیست زیں دو، ہر دو ہست آں بوالعجب　　شرحِ ایں گفتن بروں ست از ادب

وہ اِن دونوں میں سے نہیں ہے اور وہ عجیب دونوں ہے　　اِس کی شرح کرنا تہذیب سے باہر ہے

ایں مثال آمد رکیک و بے ورود　　لیک در محسوس زیں بہتر نبود

یہ مثال کمزور اور غیر متعلق نہ ہونے والی ہے　　لیکن محسوس میں اس سے بہتر (مثال) نہ تھی

حاصل آں شہزادہ از دنیا برفت　　جانش پُردرد و جگر پُرسوز و تفت

خلاصہ یہ کہ وہ شہزادہ دنیا سے چلا گیا　　اُن کی جان پُردرد تھی اور جگر پُرسوز اور گرم تھا

آمدنِ برادرِ میانگیں بجنازۂ برادر کہ ایں کوچک صاحب

منجھلے بھائی کا بھائی کے جنازے پر آنا، کیونکہ چھوٹا بیماری کی وجہ سے بستر پر تھا

فراش بود از رنجوری و نواختن پادشاہ میانگیں را و

اور بادشاہ کا منجھلے کو نوازنا اور بادشاہ کی نظر سے اُس

صد ہزار غنائمِ غیبی و عینی بدو رسیدن از نظرِ شاہ

کو لاکھوں غیبی اور عینی دولتیں حاصل ہونا

۵۲ کوچکیں رنجور بود و آں وسط　　بر جنازہ آں بزرگ آمد فقط

چھوٹا بیمار تھا اور وہ منجھلا　　فقط، اُس بڑے کے جنازے پر آیا

شاہ دیدش گفت قاصد کیں کیست　　کہ ازاں بحرست و ہم ماہی ست

شاہ نے اُس کو دیکھا، قصداً کہا کہ یہ کون ہے؟　　کیونکہ اُسی سمندر کا ہے اور یہ بھی مچھلی ہے

پس مُعرّف گفت پورِ آں پدر　　ایں برادر زاں برادر خُرد تر

تعارف کرانیوالے نے کہا اسی باپ کا بیٹا ہے　　یہ بھائی، اُس بھائی سے چھوٹا ہے

شہ نوازیدش کہ ہستی یادگار　　کرد اُورا ہم بداں پرسش شکار

شاہ نے اُس کو نوازا کہ تو یادگار ہے　　اُس نوازش سے اُس کو بھی شکار کرلیا

۵۳ از نوازشہائے آں شاہِ وحید　　در تنِ خود غیرِ جاں جانے بدید

اُس یکتا شاہ کی نوازشوں سے　　اُسنے اپنے جسم میں جان کے سوا ایک اور جان دیکھی

در دلِ خود دید عالی غلغلہ　　کہ نیابد صوفی آں در صد چلہ

اُس نے اپنے دل میں ایک عالیشان غلغلہ دیکھا　　جس کو صوفی سو چلوں میں نہ پائے

۵۱ نہ خموش۔ یہ صاحب شاہزادہ نہ صاحب ذوق کی طرح خاموش ہے اور نہ گویا ہے یہ ایک نادر شخصیت ہے اور اس کی اس کیفیت کا پورا بیان کرنے کے لئے الفاظ نہیں ہیں۔ نیست۔ اُس کو نہ خاموش کہہ سکتے ہیں نہ گویا اور وہ خاموش بھی ہے اور گویا بھی اب اُس کی تشریح کے لئے شریعت کا ادب مانع ہے۔ ایں مثال۔ اسکو مثل سے تشبیہ دینا۔ حاصل۔ بڑے شہزادے کے اُحوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اُسی دردِ عشق اور سوز کی حالت میں دنیا سے چلا گیا

۵۲ کوچکیں۔ سب سے چھوٹا شہزادہ بیمار تھا وہ بڑے بھائی کے جنازے پر نہ آسکا صرف منجھلا آیا۔ قاصد۔ شاہ کشف سے سمجھ گیا تھا پھر بھی اُس نے دریافت کیا۔ بحر۔ بحرِ عشق۔ ماہی۔ عاشق بے کس۔ تعارف کرانیوالے نے کہا کہ یہ بھی اُسی باپ کا بیٹا ہے اور مرنیوالے سے چھوٹا ہے۔ یادگار۔ یعنی مرنے والے کی۔

۵۳ از نوازشہای۔ شاہ کی توجہ سے اُسکی قلبی کیفیت بدلی اور قلب میں زندگی محسوس ہونے لگی۔ در دل۔ اُس نے اپنے دل میں عشقِ الٰہی کا ایسا جوش وخروش دیکھا جو صوفی کو سو چلوں میں بھی حاصل نہیں ہوتا۔

در دلِ خود یافت عالی عالَمے[1] — کاں نیابد کس بصد خلوت ہمے
اُس نے اپنے دل میں ایک عالیشان عالم پایا! — جس کو کوئی سَو خلوتوں میں نہ پائے

عرصہ و دیوار و کوہ و سنگ تافت — پیشِ اُو چون نارِ خنداں می شگافت
میدان اور دیوار اور پہاڑ اور پتھر چمکتا تھے — اُسکے سامنے خنداں انار کی طرح پھٹے پڑتے تھے

ذرّہ ذرّہ پیشِ اُو چوں آفتاب — دمبدم می کرد صد گوں فتحِ باب
اُس کے سامنے ذرّہ ذرّہ، سورج کی طرح تھا — ہر دم سَو طرح سے اُس کے لئے فتحِ باب کرتا تھا

باب گہ روزن شُدے گاہے شُعاع — خاک گہ گندم شُدے و گاہ صاع
دروازہ کبھی روزن بن جاتا، کبھی شُعاع — مٹی کبھی گیہوں بن جاتی اور کبھی صاع

در نظر ہا چرخ بس کہنہ و قدید — پیشِ چشمش ہر دمے خلقِ جدید
آسمان اُس کی نظروں میں بہت پُرانا اور سُوکھا ہوا گوشت تھا — اُسکی آنکھ کے سامنے ہر وقت ایک نئی مخلوق تھی

رُوحِ زیبا[2] چونکہ وارَست از جسد — از قضا بیشک چنیں چشمش رَسد
حسین روح جب جسم سے چھوٹ جاتی ہے — بیشک قضاء (خداوندی) سے اُسکو ایسی آنکھ مِل جاتی ہے

صد ہزاراں غیب پیشش شُد پدید — آنچہ چشمِ محرماں بیند بدید
لاکھوں غیب اُس کے سامنے ظاہر ہو گئے — جو کچھ محرموں کی آنکھ دیکھتی ہے اُس نے دیکھا

آنچہ اُو اندر کتب بر خواندہ بُود — چشم را در صورتِ آں بر گشود
جو کچھ اُس نے کتابوں میں پڑھا تھا — آنکھ کو اُس کی صورت پر کھولا

از غبارِ موکبِ آں شاہِ نر — یافت اُو کحلِ عزیزی در بصر
اُس بڑے بادشاہ کے جلوس کے غبار سے — اُس نے بینائی میں عزیزی سُرمہ پایا!

بر چنیں[3] گلزار دامن می کشید — جزو جزوش نعرہ زن ھَل مِن مزید
اس طرح کے چمن پر وہ دامن کھینچتا تھا — اُس کا جز جز "کیا کچھ اور ہے" کا نعرہ مارتا تھا

گلشنے کز بقل رُوید یک دَم ست — گلشنے کز عقل رُوید خرّم ست
جو چمن سبزی سے اُگے، تھوڑی دیر کا ہے — جو چمن عقل سے آگے وہ تازہ ہے

گلشنے کز گل دمد گردد تباہ — گلشنے کز دل دمد وا فرحتاہ
وہ چمن جو پھولوں سے اُگے وہ تباہ ہو جاتا ہے — جو چمن دل سے آگے سبحان اللہ

عِلمہائے بامزہ دانستہ ماں — زاں گلستاں یک دو سہ گلدستہ داں
ہمارے جانے ہوئے مزیدار علوم کو — اُس چمن سے ایک دو گلدستے سمجھ

---

[1] عالَمے یعنی علم و معرفت کی دنیا۔ عرصہ۔ انعکاسِ انوار سے سب عالم روشن ہو گیا اور اُس میں واردات اور معارف منکشف ہونے لگے اور ہر چیز مظہرِ صفاتِ کمال نظر آنے لگی۔ ذرّہ۔ اب عالم کا ذرّہ ذرّہ اُسکے کشف کا ذریعہ بنگیا اور اُسکے ذریعہ علوم و معارف کا دروازہ کُھلنے لگا۔ باب۔ وہ علم کا دروازہ کبھی روشندان کی طرح علم کا ذریعہ بنتا تھا کبھی، خود علم بنتا تھا۔ خاک۔ خاک کبھی مقصود بالذات بنجاتی تھی اور کبھی مقصود کا ذریعہ اور آلہ۔ در نظر۔ اب عالمِ ناسوت اُسکو بے قدر معلوم ہوتا تھا اور اُسکی نگاہوں کے سامنے عالمِ ملکوت تھا۔

[2] رُوحِ زیبا۔ شہزادے کا یہ کشف تعجب کی بات نہیں ہے رُوحِ زیبا جب جسمانی لذتوں سے آزاد ہو جاتی ہے تو خواہ مجاہدے سے ہو، یا صحبتِ شیخ سے اُسکو اِس قسم کے انکشافات حاصل ہونے لگتے ہیں۔ صد ہزاراں۔ شہزادے کو شیخ کی صحبت سے یہ درجہ حاصل ہو گیا۔ آنچہ۔ پہلے سُنے ہوئے علوم اب مشاہدہ بنگئے۔ از غبار۔ شاہ کی صحبت سے اسکو باطنی سُرمہ حاصل ہو گیا۔ عزیزی۔ یعنی صاحبِ باطن کا سُرمہ۔

[3] بر چنیں یعنی باطنی علوم کے چمن میں وہ ناز سے ٹہل رہا تھا اور اہلِ باطن کی طرح مزید کیلئے نعرے لگا رہا تھا۔ گلشن۔ اسکو جو معنوی چمن حاصل ہوا تھا وہ دائمی تھا سبزے کا چمن عارضی ہوتا ہے۔ کز دل۔ جو چمن دل میں اُگتا ہے وہ پائیدار ہوتا ہے [illegible] عِلمہائے۔ یہ علوم اُس چمنِ معرفت کے فقط دو تین گلدستے ہیں۔

زاں زبونِ یک دو سہ گلدستہ ایم — کاں درِ گلزار بر خود بستہ ایم
ہم اِسی لئے ایک دو گلدستوں سے مغلوب ہیں — کیونکہ ہم نے اپنے اوپر چمن کا دروازہ بند کر لیا ہے

آں چناں مفتاحہا ہر دم بناں — می فتد ایجاں دریغا از بناں
ایسی کنجیاں ہر وقت روٹی کے بدلے — ہائے افسوس اے جان! انگلیوں سے گر رہی ہیں

در دمے ہم فارغ آرندت زناں — گرد چادر گردی و عشق و زناں
اگر تھوڑی دیر کیلئے تجھے روٹی سے فارغ کر دیتے ہیں — تو چادر اور عشق اور عورتوں کے چکر لگاتا ہے

باز استسقات چوں شد موجزن — ملک و شہرے بایدت پُر نان و زن
پھر جب تجھ میں استسقاء موج زن ہوتی ہے — روٹی اور عورتوں سے مُلک و شہر بھرا ہوا تجھے چاہیئے

مار بودی اژدہا گشتی مگر — یکسرت بود ایں زمانے ہفت سر
تو سانپ تھا، شاید اژدہا بن گیا — تیرے ایک سر تھا اب سات سر ہیں

اژدہائے ہفت سر دوزخ بود[2] — حرص تو دانہ است و دوزخ فخ بود
سات پھنوں والا اژدہا دوزخ ہے — تیری حرص دانہ ہے اور دوزخ جال ہے

دام را بدراں بسوزاں دانہ را — باز کن درہائے نو ایں خانہ را
جال کو پھاڑ ڈال، دانہ کو جلا دے — اِس گھر کے نئے دروازوں کو کھول

چوں تو عاشق نیستی اے نرگدا — ہمچو کوہے بے خبر داری صدا
اے بے شرم مفلس! چونکہ تو عاشق نہیں ہے — تو پہاڑ کی طرح بے خبر آواز رکھتا ہے

کوہ را گفتار کے باشد زخود — عکسِ غیرست آں صدا اے معتمد
پہاڑ کی اپنی گفتگو کب ہوتی ہے؟ — اے معتمد: وہ صدا دوسرے کا عکس ہے

گفت[3] تو زاں رو کہ عکسِ دیگریست — جملہ احوالت بغیر عکس نیست
تیری گفتگو جس طرح سے دوسرے کا عکس ہے — تیرے سارے احوال عکس کے سوا نہیں ہیں

خشم و ذوقت ہر دو عکسِ دیگراں — شادیٔ قوادہ و خشمِ عواں
تیرا غصہ اور ذوق دونوں دوسروں کا عکس ہیں — دلالہ کی خوشی اور سپاہی کے غصہ (کی طرح)

آں عواں را آں ضعیف آخر چہ کرد — کہ دہد او را بکینہ زجر و درد
اُس کمزور نے آخر اُس سپاہی کا کیا بگاڑا ہے؟ — کہ وہ اُس کو کینہ سے جھڑکی اور تکلیف دے رہا ہے

تا بکے عکسِ خیالِ لامعہ — جہد کن تا گرددت ایں واقعہ
ایک چمکدار خیال کا عکس کب تک؟ — کوشش کر تاکہ تیرے لئے یہ حقیقت بن جائے

ف[1] زاں: ہم اِن رسمی علوم پر اسلئے فریفتہ ہیں کہ ہم نے اُن علوم حقیقی کا دروازہ اپنے اوپر بند کر رکھا ہے۔ آں چناں: جن کنجیوں سے اُن علوم کے خزانے کھلتے ہیں وہ لذتِ بطن کی وجہ سے ہمارے ہاتھ سے گر جاتی ہیں۔ در دمے: جب کسی انسان کا پیٹ بھر جاتا ہے تو پھر وہ فرج کی شہوت کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ باز: پھر انسان کی ہوس اِتنی بڑھتی ہے کہ نان و زن سے پُر شہروں اور مُلکوں کے درپے ہو جاتا ہے۔ مار بودی: پہلے وہ سانپ تھا جسکے ایک سر تھا اب وہ سات سروں والا اژدہا بن جاتا ہے۔

ف[2] اژدہای: دوزخ سات سروں والا اژدہا ہے دوزخ کے سات دروازے ہیں جن سے جہنمی اُس میں داخل ہونگے حرص انسان کیلئے دانہ اور دوزخ جال ہے۔ باز کن: اُس دانہ اور جال سے دُور ہو جا پھر معارف و علوم لدنیہ کے گھر کا دروازہ کُھلے گا۔ چوں تو: اگر تو خدا کا عاشق نہیں ہے جو اُن علوم و معارف کا حامل ہوتا ہے تو پھر تو ایک پہاڑ ہے جس سے صدائے بازگشت پیدا ہوتی ہے اور وہ پہاڑ اُس سے لاعلم ہوتا ہے یعنی تیرے علوم بھی محض پہاڑ کی صدائے بازگشت ہیں۔

ف[3] گفت: تو جس طرح تیری گفتگو صدائے بازگشت ہے اسی طرح تیرے عارضی حوال بھی کسی دوسرے کا عکس ہیں۔ خشم: تیرا غصہ اور تیرا ذوق

تا[1] کہ گفتارت زحالِ تو بُوَد — سیرِ تو با پر و بالِ تو بُوَد

تاکہ تیرا قال تیرے حال سے ہو — تیری پرواز تیرے بال و پر سے ہو

صَید گیرد تیر ہَم با پرِّ غیر — لاجرم بے بہرہ اَست از لحمِ طیر

دوسرے کے پَر سے، تیر بھی شکار پکڑ لیتا ہے — لامحالہ وہ پرند کے گوشت سے بے نصیب ہے

باز صید آرد بخود از کوہسار — لاجرم شاہش خوراند کبک و سار

باز، خود پہاڑ سے شکار لاتا ہے — لامحالہ شاہ اس کو چکور اور تلیر کھلاتا ہے

باز باپرِّ خود آرد صیدِ شبک — لاجرم شاہش خوراند لحمِ کبک

باز اپنے پَروں سے جال کا شکار لاتا ہے — لامحالہ شاہ اس کو چکور کا گوشت کھلاتا ہے

مَنطقے کز وحی نبُوَد از ہَواست — ہمچو خاکے در ہوا و در ہَباست

وہ گفتگو جو وحی سے نہ ہو خواہشِ (نفس) سے ہے — وہ خاک کی طرح ہوا اور ذرّوں میں ہے

گر[2] نماید خواجہ را ایں دَم غلَط — زاوّل والنجم برخواں چند خط

اگر صاحب کو یہ دعویٰ غلط نظر آتا ہے — والنجم کے شروع سے چند نقش پڑھ لیں

تاکہ مَا یَنطِقُ مُحَمَّدٌ عَنْ ھَوَا — اِنْ ھُوَ اِلَّا یُوحٰی احْتَوٰی

محمدؐ خواہشِ (نفس) سے نہیں بولتے ہیں — نہیں ہے وہ مگر وحی کے ذریعہ جس کا انھوں نے احاطہ کیا

تا بدانی کہ محمدؐ از ہوا — وَا نگفت و گفت از وحیِ خدا

تاکہ تو جان لے کہ محمدؐ نے خواہشِ (نفس) سے — نہیں کہا اور خدا کی وحی سے کہا ہے

احمدا چوں نیستت از وحی یاس — جسمیاں را دہ تحرّی و قیاس

اے احمدؐ! آپ کو وحی سے مایوسی نہیں ہے — جسم والوں کو تحرّی اور قیاس عطا کر دیجئے

بید[3] را اگر میوہ نے باشد ظلال — کز ضرورت ہست مُردارے حلال

بید کے اگر پھل نہیں ہے، سایہ ہوتا ہے — کیونکہ ضرورت کے وقت مُردار حلال ہے

گر تحرّی نیست در کعبہ وِصال — لیک ہست اندر بیابانِ ضلال

اگر کعبۂ وصال میں تحرّی نہیں ہے — گمشدگی کے بیابان میں تحرّی ہے

بے تحرّی و اجتہاداتِ ھُدیٰ — ہر کہ بدعت پیشہ گیرد از ہوا

تحرّی اور ہدایت کے اجتہادوں کے بغیر — جو خواہشِ (نفس) سے بدعت کا پیشہ اختیار کرے

---

[1] تاکہ۔ جب تیرے اندر حقیقی وصف پیدا ہو جائیگا تو تیری گفتار خود اپنی ہوگی اور تیری رفتار خود اپنے بال و پر سے ہوگی۔ صید۔ تیر کے پَر لگے ہوئے ہیں اُس کے اپنے نہیں ہیں لہٰذا وہ شکار کے گوشت سے محروم ہے۔ باز۔ باز اپنے پَروں کے ذریعہ شکار کرتا ہے وہ چکور اور تلیر کھاتا ہے۔ لاجرم نقّال تیر کی طرح اور صاحب حال باز کی طرح ہے۔ کبک۔ چکور۔ سار۔ تلیر۔ شبک۔ جال۔ منطقے۔ علوم بے بصیرت اور احوال بے حقیقت کا تعلق وحی سے نہیں ہے بلکہ محض نفسانی چیزیں ہیں۔

[2] گر نماید۔ سورہ والنجم میں ہے وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی آنحضورؐ کا کلام وحی سے ماخوذ ہے خواہشِ نفس سے نہیں ہے۔ احتوی۔ یعنی جس وحی کا آنحضورؐ نے احاطہ کر لیا ہے۔ احمدا۔ آنحضورؐ کے جو علوم وحی سے متعلق تھے۔ جسمیاں۔ جو لوگ جسمانی ہیں اور اُن کا تعلق روحانی دُنیا سے نہیں ہے اُن کے لئے تحرّی اور اجتہاد وحی کے قائم مقام ہے لہٰذا اجتہادی مسائل بھی نفسانی نہیں ہیں آنحضورؐ کو بھی اجازت تھی کہ جب وحی نہ آئے تو قیاس سے کام لیں۔

[3] بید را۔ وحی نہ ہوتے ہوئے قیاس سے فائدہ اٹھانا ہے کہ اگر بید کے پھل نہیں ہیں تو اُس کے سایہ کا فائدہ حاصل کر لیا جاتا ہے۔ گر تحرّی۔ جس وقت کعبہ سامنے ہو سمتِ قبلہ کی تحرّی اور اٹکل لگانا جائز نہیں لیکن اگر انسان ایسے جنگل میں ہو جہاں دلیلِ قطعی سے سمتِ کعبہ متعین نہ کی جا سکے تو اٹکل سے متعین کرنا جائز ہے۔ بے تحرّی۔ اگر بے اٹکل اور بغیر اجتہاد کے کوئی عمل ہوگا تو وہ بدعت ہے۔

(۲۹)

ہمچو[۱] عادش بر بَرد باد و کُشد | نے سلیمانؑ ست تا تختش کَشد

ہوا اُس کو عاد کی طرح برباد اور ہلاک کر دیگی | وہ سلیمانؑ نہیں ہے کہ اُسکے تخت کو کھینچے

عاد را باد ست حمالِ خذول | ہمچو برّہ در کفِ مردِ اکُول

عاد کے لئے ہوا مخالف بار بردار ہے | جس طرح پیٹو کے ہاتھ میں بکری کا بچہ

ہمچو فرزندش نہادہ بر کنار | می بَرد تا بکُشدش قصاب وار

وہ اُس کو اولاد کی طرح بغل میں دبائے ہوئے | لے جا رہا ہے تاکہ اُس کو قصائی کی طرح ذبح کرے

عادیاں[۲] را باد ز استکبار بُود | یار خود پنداشتند اغیار بُود

عاد والوں کے لئے ہوا تکبر کی وجہ سے تھی | اُنھوں نے اپنا دوست سمجھا، وہ اغیار تھی

چوں بگردانید ناگہ پوستیں | خُرد شاں بشکست آں بئس القریں

جب اُس نے اچانک پوستین اُلٹ دیا | اُس بُرے ساتھی نے اُن کو ریزہ ریزہ کر دیا

باد را بشکن کہ بس فتنہ است باد | پیش ازاں کِت بشکند او ہمچو عاد

ہوا کو توڑ دے کیونکہ ہوا بہت فتنہ ہے | اِس سے قبل کہ وہ تجھے عاد کی طرح توڑے

ہُود دادے پند کاے پُر کبر خیل | بر کَند از دستِ تاں ایں باد ذیل

(حضرت) ہودؑ نصیحت کرتے کہ اے تکبر بھری جماعت | یہ ہوا تمہارے ہاتھ سے دامن پھڑا دے گی

لشکرِ حق ست باد و از نفاق | چند روزے با شما کرد اعتناق

ہوا اللہ (تعالیٰ) کا لشکر ہے اور نفاق کی وجہ سے | چند روز تم سے گلے ملی ہے

اُو بسر با خالقِ خود راست ست | چوں اجل آید بر آرد باد دست

وہ باطن میں اپنے خالق کے ساتھ سچی ہے | جب وقت آئے گا، ہوا ہاتھ نکالے گی

ایں[۳] ہماں باد ست کایمن می گذشت | بُود ہمچوں جان و ہمچوں مرگ گشت

یہ وہی ہوا ہے، جو اطمینان سے گذرتی تھی | جان کی طرح تھی اور موت جیسی ہو گئی

دستِ آنکس کو بکردت دست بوس | وقتِ خشم آں دست می گردد دبوس

اُس شخص کا ہاتھ جو تیرے ہاتھ چومتا تھا | غصہ کے وقت، وہی ہاتھ گرز بن جاتا ہے

باد را اندر دہن بیں رہگذر | ہر نفس آیاں رواں در کرّ و فر

ہوا کا منہ میں راستہ دیکھ | ہر وقت کر و فر کے ساتھ آنے جانے والی ہر

حلق و دندانہا ازو ایمن بُود | حق چو فرماید بدنداں در رَوَد

حلق اور دانت اُس سے محفوظ ہیں | اللہ (تعالیٰ) حکم دیتا ہے تو دانتوں میں گھس جاتی ہے

---

۱ ہمچو۔ بغیر اجتہاد کے کام جبکہ ہوائے نفس ہے تو یہ ہوائے نفس اُس کو اسی طرح برباد کر دیگی جس طرح عنصری ہوا نے قوم عاد کو برباد کیا تھا۔ نے سلیمانؑ۔ مگر اُس نے اجتہاد سے کام لیا ہے تو پھر ہوا اُس کیلئے اِس طرح مُفید ہوگی جس طرح حضرت سلیمانؑ کے لئے مُفید تھی۔ عاد۔ قوم عاد کے لئے ہوا ایسی ہی تھی جیسے کہ پیٹو انسان کے پاس بکری کا بچہ جس کو وہ اولاد کی طرح گود میں اُٹھا کر لے جا رہا ہے اور پھر قصابوں کی طرح اُس کو ذبح کر ڈالتا ہے۔

۲ عادیاں۔ قوم عاد میں تکبر کی ہوا بھری ہوئی تھی جو تباہی کا سبب بنی، وہ ابتداءً اُس کو دیکھ کر خوش ہوئے پھر اُسی سے تباہ ہوئے۔ یار خود۔ قوم عاد نے ہوا کو ابتداءً مُفید سمجھا پھر اُسی کے ذریعہ ہلاک ہوئے۔ باد۔ انسان کو اُس تکبر کی ہوا سے بچنا چاہیئے ورنہ وہ ہلاک کر دے گی۔ ہودؑ۔ حضرت ہودؑ اُنکو تکبر چھوڑنے کو کہتے تھے۔ لشکر۔ یہ سمجھاتے تھے کہ ہوا بھی اللہ تعالیٰ کا لشکر ہے تمہیں نفاق سے کچھ فائدہ پہنچا رہی ہے چونکہ اجل یعنی اللہ کے غصہ کا وقت آ جائیگا پھر یہی تمہیں تباہ کر دیگی۔

۳ ایں ہماں۔ پہلے یہی ہوا دارِ زندگی تھی اب ہلاکت کا سبب بن گئی۔ دست۔ وہی شخص جو تمہاری دست بوسی کرتا ہے

غصہ کے وقت اُس کا ہاتھ گرز بن جاتا ہے۔ باد۔ سانس کیساتھ ہوا کس طرح گلے میں آتی جاتی ہے۔ حق۔ لیکن جس وقت خدا چاہتا ہے وہ دانت کے اندر گھس جاتی ہے۔

کوہ گردد ذرۂ باد و ثقیل ۔ دردِ دنداں داردش زار و علیل
ہوا کا ذرہ پہاڑ اور بھاری بن جاتا ہے ۔ دانتوں کا درد اُس کو عاجز اور بیمار کر دیتا ہے

یارب و یارب برآرد او ز جاں ۔ کہ برایں باد را اے مُستعاں
وہ جان سے اے خدا اے خدا نکالتا ہے ۔ کہ اے مددگار! اِس ہوا کو لے جا

اے دہاں غافل بُدی زیں باد رَو ۔ از بُنِ دنداں درآ استغفار شو
اے منہ! تو اِس ہوا سے غافل تھا، جا ۔ عاجزی سے اِستغفار میں لگ

چشمِ سختش اشکہا باراں کند ۔ مُنکراں را دردِ اللہ خواں کند
اُس کی سخت آنکھ آنسو برساتی ہے ۔ درد منکروں کو اللہ کو پکارنے والا بنا دیتا ہے

چوں دَمِ یزداں نہ پذرفتی ز مرد ۔ وحیِ حق را ہیں پذیرا شو ز درد
جبکہ تونے اللہ (تعالیٰ) کے کلام کو مرد (حق) سے قبول نہ کیا ۔ خبردار! اللہ کی وحی کو درد سے قبول کرلے

باد گوید پیکم از شاہِ بشر ۔ گہہ خبر خیر آورم گہہ شور و شر
ہوا کہتی ہے میں شاہِ بشر کی قاصد ہوں ۔ کبھی بھلائی کی خبر لاتی ہوں کبھی شور و شر کی

من چو تو غافل ز شاہِ خود کیم ۔ زانکہ مامورم امیرِ خود نیم
میں تیری طرح اپنے شاہ سے کب غافل ہوں؟ ۔ کیونکہ میں محکوم ہوں، اپنی حاکم نہیں ہوں

گر سلیماںؑ وار بودے حالِ تو ۔ چوں سلیماںؑ گشتمے حمالِ تو
اگر تیرا حال سلیمانؑ کی طرح ہوتا ۔ سلیمانؑ کی طرح تیری حمال بنتی

عاریستم گشتمے مِلکِ کفت ۔ کردمے بر رازِ خود من واقفت
میں مانگی ہوئی ہوں تیرے ہاتھ کی ملوک بنجاتی ۔ میں تجھے اپنے راز سے واقف کر دیتی

لیک چوں تو باغیی من مستعار ۔ می کنم خدمت ترا روزے سہ چار
لیکن چونکہ تو باغی ہے لہٰذا میں مانگی ہوئی ہوں ۔ میں تیری تین چار روز خدمت کرتی ہوں

پس چو عادت سرنگونیہا دہم ۔ زا سپہ تو باغیانہ بر جہم
پھر تجھے عاد کی طرح اوندھا کردوں گی ۔ تیرے لشکر سے بغاوت کرکے نکل جاؤں گی

تا بغیب ایمانِ تو محکم شود ۔ آں زماں کایمانت مایہ غم شود
انجام یہ ہے کہ تیرا غیب پر ایمان مضبوط ہوگا ۔ جبکہ تیرا ایمان غم کا سرمایہ ہوجائیگا

آں زماں خود جملگاں مومن شوند ۔ آں زماں خود سرکشاں بر سر دوند
اس وقت سب خود مومن ہوجائیں گے ۔ اُس وقت سرکش خود سر کے بل دوڑیں گے

---

۱ کہ۔ جب وہ دانت میں گھس جاتی ہے تو اُس کا ایک ذرہ پہاڑ معلوم ہوتا ہے اور انسان دانت کے درد سے بے چین ہو جاتا ہے۔ یارب۔ اب وہ درد میں خدا سے دعا کرتا ہے اور اِس ہوا کو نکالنے کی درخواست کرتا ہے۔ اے دہاں۔ جبکہ یہ چیزیں اللہ کے حکم کے تابع ہیں تو اُس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ چشم۔ اِس درد کا یہ فائدہ ہے کہ خدا کی یاد دلاتا ہے اور سخت دلوں کو رُلا دیتا ہے۔ ز مرد۔ مراد اولیاء ہیں۔ خدا کی نصیحت کو تونے قبول نہ کیا اب درد کی وجہ سے ہی اُن باتوں کو تسلیم کرلے۔

۲ باد۔ ہوا زبانِ حال سے کہتی ہے کہ میں خدا کی قاصد ہوں کبھی بشارت دیتی ہوں کبھی ڈراتی ہوں۔ من چو تو۔ اور کہتی ہے کہ میں انسان کی طرح خدا سے غافل نہیں ہوں میں حکم کی پابند ہوں حاکم نہیں ہوں۔ گر سلیماں۔ اگر تو سلیمانؑ کی طرح خدا کا مطیع ہوتا تو میں تیری خادم ہوتی۔ عاریستم۔ اب میں تیری ملکیت نہیں ہوں، عارضی طور پر تیرے پاس ہوں۔ راز۔ ہوا اپنا اللہ تعالیٰ کی آیت ہونا واضح کردیتی ہے۔

۳ لیک۔ لیکن چونکہ تو اللہ تعالیٰ کا باغی ہے لہٰذا دو چار روز تجھے دنیوی نفع پہنچا رہی ہوں۔ پس۔ اِن دنوں کے بعد تجھے قوم عاد کی طرح جہنم میں اوندھا گرادوں گی۔ تا بغیب۔ تیری بغاوت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس وقت تیرا ایمان بالغیب مضبوط ہوجائیگا۔

[illegible]

آں[۵۱] زماں زاری کنند و افتقار — ہمچو دُزد و راہزن در زیرِ دار
اُس وقت عاجزی اور ضرورت کا اظہار کرتے ہیں — جس طرح چور اور ڈاکو سُولی کے نیچے

لیک گر در غیب گردی مُستوی — مالکِ دارین و شحنہ خود توئی
لیکن اگر تو غیب میں ٹھیک ہو جائے — تُو خود دونوں جہان کا مالک اور کوتوال ہے

رُو نماید بادشاہیِ مُقیم — نے دو روزہ مُستعار ست و سقیم
ہمیشہ کی بادشاہت رُونما ہو — وہ دو روزہ مانگی ہوئی اور مریض نہیں ہے

رَستی از بیگار و کارِ خود کُنی — ہم تو شاہ و ہم تو طبلِ خود زنی
تو بیگار سے چھوٹ جائے اور اپنا کام کرے — تو بادشاہ بھی ہو جائے اور خود اپنا نقارہ بجائے

چوں گلو تنگ آورد بر ما جہاں — خاک خوردے کاشکے حلق و دہاں
جب حلق ہم پر دنیا کو تنگ کر رہا ہے — کاش کہ حلق اور مُنہ خاک پھانکے

ایں دہاں خود خاک خوارے آمدہ است — لیک خاکے را کہ آں رنگیں شدہ است
یہ منہ خود خاک کھانے والا ہے — لیکن اُس خاک کو جو رنگین ہو گئی ہے

ایں[۵۲] کباب و ایں شراب و ایں شکر — خاکِ رنگین است و نقشیں اے پسر
یہ کباب اور یہ شراب اور یہ شکر — اے بیٹا! رنگین اور نقشین خاک ہے

چونکہ خوردی و شد آنہا لحم و پُوست — رنگِ لحمش داد و اینہم خاکِ کُوست
جب تونے کھا لیا اور وہ گوشت و پوست بن گئی — اسکو گوشت کا رنگ دیدیا اور یہ بھی کوچہ کی خاک ہے

ہم زخاکے بخیہ بر گِل می زنند — جملہ را ہم باز خاکے می کنند
خاک ہی سے مٹی پر بخیہ کرتے ہیں — پھر سب کو خاک کر دیتے ہیں

ہندو و قبچاق و رُومی و حبش — جُملہ یک رنگ اند اندر گور خوش
ہندوستانی اور قبچاقی اور رومی اور حبشی — اچھی طرح قبر میں سب ایک رنگ کے ہیں

تا[۵۳] بدانی کاں ہمہ رنگ و نگار — جُملہ رُوپوش ست و مکر و مُستعار
تاکہ تو سمجھ لے کہ وہ سب رنگ و نقش — سب پردہ اور مکر اور مُستعار ہیں

زانکہ باقی صبغۃ اللہ ست و بس — غیرِ آں بر بستہ داں ہمچوں جرس
کیونکہ باقی رہنے والا اللہ کا رنگ ہے اور بس — دوسرے کو گھنٹہ کی طرح بندھا ہوا سمجھ

---

۵۱ آں زماں جب عذاب نازل ہونے لگتا ہے تو پھر توبہ اور ایمان نافع نہیں ہوتا، سُولی پر پہنچ کر مُجرم کی توبہ مُفید نہیں ہے۔ لیک۔ ہاں اگر انسان اِس حالت میں سیدھا ہو جائے جبکہ عذاب غائب تھا اور اُس نے اُس کو دیکھا نہ تھا تو پھر وہ خود شاہ ہے اُس کو کوئی نہ ستا سکیگا۔ رُو نماید جبکہ ایمان بالغیب ہو تو مُستقل بادشاہی حاصل ہو جاتی ہے۔ رَستی۔ پھر تیری غلامی زندگی نہ ہوگی بلکہ تو آزاد ہوگا۔ چوں گلو۔ یہ مُنہ اور حلق کی لذتیں ہمارے لئے وبالِ جان ہیں، عذاب کے وقت انسان حسرت سے کہے گا کاش میں نے اِن لذیذ چیزوں کی بجائے خاک پھانکی ہوتی۔ ایں دہاں۔ دنیا میں جو کچھ انسان کھا رہا ہے لذیذ چیزیں بھی دراصل خاک ہیں اُنپر صرف رنگ چڑھا ہوا ہے۔ ۵۲ ایں کباب۔ دنیا کی جس قدر مرغوبات ہیں دراصل وہ رنگین اور نقشین خاک ہیں۔ چونکہ۔ پہلے اِس مٹی پر پھل اور غذا کا رنگ تھا اب جبکہ وہ جزوِ بدن بنی اُس پر گوشت و پوست کا رنگ آگیا پھر وہ گوشت و پوست انجام کار کوچہ کی خاک بن جائیگا ہم زخاکے جسم جو خود خاک ہے اُس کا نشوونما خاک کے ذریعہ ہو رہا ہے پھر مرنے کے بعد سب خاک ہو جاتا ہے۔ ہندو۔ انسان خواہ کہیں کا رہنے والا ہو قبر میں جا کر سب یکساں مٹی بن جاتے ہیں۔ قبچاق۔ ایک مشہور صحرا ہے وہاں

کی تُرک قوم ڈاکہ زنی میں مشہور ہے — ۵۳ تا بدانی۔ سب کا یہ انجام عبرت کیلئے ہے اور یہ بتانے کیلئے کہ یہ رنگ محض عارضی ہے۔ زانکہ۔ باقی صرف اللہ کا رنگ ہے جو اعمالِ صالحہ سے چڑھتا ہے۔ جرس۔ گھنٹا جو جانور کے گلے میں بندھا جاتا ہے وہ جانور کا جز نہیں ہوتا محض ایک عارضی چیز ہوتی ہے۔

رنگِ[1] صدق و رنگِ تقویٰ و یقیں — تا ابد باقی بُوَد بر عابدیں

سچائی کا رنگ اور تقوے اور یقین کا رنگ — عبادت گذار کے لئے ہمیشہ کے لئے باقی رہے گا

رنگِ شک و رنگِ کفران و نفاق — تا ابد باقی بُوَد بر جانِ عاق

شک کا رنگ اور کفر و نفاق کا رنگ — نافرمان جان پر ہمیشہ کے لئے باقی رہے گا

چوں سیہ رُوئیِ فرعونِ دغا — رنگِ اُو باقی و جسمِ اُو فنا

جیسی کہ مکار فرعون کی سیاہ روئی — اُس کا رنگ باقی اور جسم فانی ہے

برق و فرِّ رُویِ خوبِ صادقیں — تن فنا شُد واں بجا تا یومِ دیں

سچوں کے حسین چہرے کی چمک اور شان — جسم تو فنا ہو گیا اور وہ قیامت تک باقی ہے

زشت آں زشت است و خوب آں خوب و بس — دائم آں ضحاک و ایں اندر عبس

بُرا وہ بُرا ہے اور بھلا وہ بھلا ہے، بس — وہ ہمیشہ ہنسنے والا اور یہ ترش روئی میں ہے

خاک را رنگ و فن و شنگے دہد — طفل خویاں را بداں جنگے دہد

وہ خاک کو رنگ اور فن اور شوخی دیتا ہے — طفلانہ خصلت والوں کو اُس سے جنگ میں ڈال دیتا ہے

اَز[2] خمیرے اُشتر و شیرے پزند — کودکاں از حرصِ آں کف می گزند

آٹے کے اونٹ اور شیر پکاتے ہیں — بچے اُس کی حرص سے ہاتھ چباتے ہیں

شیر و اُشتر ناں شود اندر لباں — در نگیرد ایں سخن با کودکاں

شیر اور اونٹ مُنہ میں روٹی بن جاتے ہیں — یہ بات بچوں پر اثر نہیں کرتی

دامنِ پُر خاک ما چوں کودکاں — رفتہ از سر جہدِ اسباب و دکاں

ہم بچوں کی طرح دامن خاک سے بھرے ہوئے ہیں — اسباب اور دکان کی کوشش سر سے نکل گئی ہے

کودک[3] اندر جہل و پندار و شکیست — شکر باری قوّتِ اُو اندکیست

بچہ نادانی اور گمان اور شک میں ہے — خدا کا شکر ہے کہ انہیں تھوڑی ہی طاقت ہے

وایِ زاں طفلاں کہ پیری می کنند — لنگ مورانند و میری می کنند

اُن بچوں پر افسوس ہے جو بڑا پا برت رہے ہیں — لنگڑی چیونٹیاں ہیں اور سرداری کر رہے ہیں

طفل را استیزہ و صد آفتیست — شکر ایں کو بے فن و بے آلتیست

بچہ میں تو لڑائی جھگڑے ہیں — شکر ہے کہ وہ بے تدبیر اور بے ہتھیار ہے

وایِ زیں پیرانِ طفلِ نا ادیب — گشتہ از قوّت بلایِ ہر رقیب

افسوس ان بے ادب بوڑھے بچوں پر ہے — جو طاقت کی وجہ سے ہر نگہبان کی مصیبت بن گئے ہیں

---

[1] رنگِ صدق۔ نیک اعمال کا جو رنگ ہے وہ دائمی اور باقی ہے۔ رنگِ شک۔ اسی طرح بُرا اعمال کا رنگ بھی دائمی ہے۔ عاق۔ نافرمان۔ فرعون۔ فرعون کا جسم فنا ہو گیا اُس کی سیاہ روئی باقی ہے۔ برق۔ جو سچے ہیں اُنکے جسم تو فنا ہو جائیں گے لیکن اُن کے اعمال قیامت تک قائم رہینگے۔ زشت۔ بُرائی بھلائی جسم کی نہیں ہے بلکہ اعمال کی ہے جو قائم و دائم ہے۔ خاک۔ جسم کا رنگ و رُوپ بے معنیٰ ہے اُس کا لالچ بچوں کا سا لالچ ہے۔

[2] از خمیرے۔ بچوں کیلئے آٹے کے شیر اور اونٹ پکا دیئے جاتے ہیں جن پر وہ فریفتہ ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ وہی روٹی ہے۔ شیر و اشتر۔ آٹے کے پکے ہوئے شیر و شتر کے بارے میں بچوں کو سمجھاؤ کہ اُن میں اور روٹی میں کوئی فرق نہیں تو اُس کو تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ دامن ہم نے بھی بچوں کی طرح مٹی دامن میں بھر رکھی ہے اور اصل سودے اور دکان سے غافل ہو رہے ہیں۔

[3] کودک۔ بچہ کا جہل اور نادانی زیادہ مُضر نہیں ہے، کیونکہ اسمیں زیادہ طاقت نہیں ہے اگر اُن کے جہل کا نتیجہ لڑائی ہے تو وہ معمولی قسم کی ہے۔ وای۔ قابلِ افسوس تو یہ نابالغ پیر ہیں کہ در اصل لنگڑی چیونٹیاں ہیں اور امارت کے مدعی ہیں۔ طفل۔ بچہ لڑتا ہے لیکن خدا کا شکر ہے نہ کوئی لڑائی کا فن آتا ہے نہ اسکے پاس ہتھیار ہیں۔ وآئے۔ ان نابالغ بوڑھوں کی جہالت آفتِ جان ہے۔

چون[۱] سلاح و جہل جمع آید بہم
جب ہتھیار اور جہالت آپس میں جمع ہو جائیں

گشت فرعونے جہاں سوز از ستم
تو وہ ظلم سے جہاں سوز فرعون بن جاتا ہے

شکر کن اے مردِ درویش از قصور
اے درویش مرد! تو کمی پر شکر کر

کہ ز فرعونی رہیدی وز کفور
کہ فرعونیت اور کفر سے نجات پا گیا

شکر کہ مظلومی و ظالم نۂ
تو شکر کر کہ مظلوم ہے اور ظالم نہیں ہے

آمن از فرعونی و ہر فتنۂ
فرعونیت اور ہر فتنہ سے محفوظ ہے

اشکمِ تی لافِ اللّٰہی نزد
خالی پیٹ نے، خدائی ڈینگ نہیں ماری

کاتشش را نیست از ہیزم مدد
کیونکہ اُس کی آگ کو ایندھن سے مدد نہیں ہے

اشکمِ خالی بود زندانِ دیو
خالی پیٹ شیطان کا قید خانہ ہے

کش غمِ ناں مانعست از مکرِ ریو
کیونکہ اسکے لئے روٹی کی فکر، مکر اور چالاکی سے مانع ہے

اشکمِ پُر لوت[۲] داں بازارِ دیو
تو لذیذ غذا سے پُر پیٹ کو شیطان کا بازار سمجھ

تاجرانِ دیو را در وے غریو
شیطان تاجروں کا اس میں شور ہے

تاجرانِ ساحرِ لاشیٔ فروش
جادوگر تاجر، لاشیٔ فروشوں نے

عقلہا را تیرہ کردہ از خروش
شور سے عقلوں کو مکدر کر دیا ہے

خُم رواں کردہ ز سحرے چوں فرس
اُنھوں نے مٹکے کو جادو سے گھوڑے کی طرح چلا رکھا ہے

کرد کرباسے ز مہتاب و غلس
چاندی اور تاریکی سے کپڑا بنا رکھا ہے

چوں بریشم خاک را بر می تنند
خاک کو ریشم کی طرح تن رہے ہیں

خاک در چشمِ ممیز می زنند
امتیاز کرنے والے کی آنکھ میں دھول جھونک رہے ہیں

جندلے[۳] را رنگ عُودی می دہند
پتھر پر عود کا رنگ چڑھا رہے ہیں

بر کلوخے ماں حسودی می دہند
ڈھیلے پر ہمیں حسد میں مبتلا کر رہے ہیں

پاک آں کو خاک را رنگے دہد
وہ ذات پاک ہے جو خاک کو رنگ عطا کرتی ہے

ہمچو کودک ماں براں جنگے دہد
بچہ کی طرح ہمیں اُس پر جنگ میں مبتلا کر دیتی ہے

دامنِ پُر خاکِ ماں چوں طفلکاں
بچوں کی طرح ہمارا دامن خاک سے پُر ہے

در نظر ما خاک، ہمچوں زرِ کاں
ہماری نظر میں خاک کان کے سونے کی طرح ہے

طفل را با بالغاں نبود جدال
بچے کی بالغوں سے جنگ نہیں ہوتی

طفل را حق کے نشاند با رجال
اللہ تعالیٰ بچہ کو مردوں کے ساتھ کب بٹھاتا ہے

---

[۱] چون۔ جب ہتھیار اور جہالت جمع ہو جائے تو پھر انسان فرعون بن جاتا ہے۔ شکر کن۔ مفلس کو شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اللہ نے اُس کو گمراہی کے اسباب سے محفوظ رکھا ہے۔ شکر۔ مفلس عموماً مظلوم ہوتا ہے ظالم نہیں ہوتا۔ اشکم تی۔ خدائی کا دعوی پیٹ بھرا کرتا ہے بھوکے میں یہ فرعونیت نہیں ہوتی ہے۔ اشکم۔ اگر پیٹ خالی ہو تو شیطان اُس میں قیدی ہو جاتا ہے کیونکہ بھوکے کو روٹی کی فکر سے فرصت نہیں ملتی۔

[۲] پُر لوت۔ جو پیٹ لذیذ غذاؤں سے پُر ہے وہ شیطان کا بازار ہے جہاں مکر و فریب کی چیزیں فروخت ہوتی ہیں اور انسان اُنکو خریدتا ہے۔ تاجراں۔ شیطان تاجروں کی ہاہمی سے انسان کی عقل خراب ہو جاتی ہے اور فریب میں آجاتا ہے۔ خم رواں۔ یہ شیاطین جادوگر اپنی جادوگری سے مٹکے کو گھوڑے کی طرح رواں کر دیتے ہیں۔ کرد۔ چاندنی اور اندھیرے کا سفید و سیاہ کپڑا بنا کر فروخت کر دیتے ہیں۔ خاک۔ دھول سے ریشمین کپڑا بنا کر فروخت کر دیتے ہیں۔

[۳] جندل۔ بوزن مندل پتھر۔ عود۔ اگر کی لکڑی۔ پاک۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے کہ کسی قبیح چیز کو پیدا کرنا قبیح نہیں ہے۔ ہمچو کودک۔ ہم بچوں کی طرح اس رنگین خاک پر لڑتے ہیں۔ دامن۔

میوۂ[51] گر کہنہ شود تا ہست خام
پھل اگرچہ پُرانا ہوجائے، جب تک وہ کچا ہے
پختہ نبود غورہ گویندش بنام
(اور) پختہ نہ ہو اُس کا نام غورہ بولتے ہیں

گر شود صد سالہ آں خام ترش
اگرچہ وہ کچا ترش سَو سال کا ہوجائے
طفل غورہ است او بر ہر تیز ہُش
وہ ہر سمجھدار کے نزدیک بچہ اور غورہ ہے

گرچہ باشد موی و ریشِ او سپید
اگرچہ اُس کے بال اور داڑھی سفید ہوجائیں
ہمدر آں طفلی و خوفست و امید
وہ اُسی بچپن اور خوف اور امید میں ہے

ماند[52] خواہم نارسیدہ یا رسم
میں بے پہنچے رہ جاؤں گا، یا پہنچوں گا
حق کُند بامن غضب یا خود کرم
اللہ (تعالیٰ)، مجھ پر غصہ کرے گا، یا کرم

گر رسم یا نارسیدہ ماندہ ام
خواہ میں پہنچوں، یا بغیر پہنچے رہ جاؤں
اے عجب بامن کُند لُطف و کرم
تعجب ہے، وہ میرے ساتھ لُطف و کرم کریگا

باچنیں ناقابلی و دوریئے
باوجود ایسی ناقابلیت اور دُوری کے
بخشد ایں غورہ مرا انگوریئے
وہ میرے غورے کو انگورپن بخش دے گا

نیستم اُمیدوار از ہیچ سُو
میں کسی جانب سے اُمیدوار نہیں ہوں
واں کرم می گویدم لاتَیاسُو
اور وہ کرم مجھ سے "تم مایوس نہ ہو" کہتا ہے

دائما[53] خاقانِ ما کرد ست طُو
ہمارے شہنشاہ نے ہمیشہ جشن منایا ہے
گوش ما را می کَشد لاتقنطُوا
"تم مایوس نہ ہو" ہمارا کان کھینچتا ہے

گرچہ ما زیں نا اُمیدی در گویم
اگرچہ ہم اِس نا امیدی سے گڑھے میں ہیں
چوں صلا زد دست اندازاں رَویم
جب اُسنے آواز دی ہم رقص کرتے ہوئے جا رہے ہیں

دست اندازیم چوں اسپان سبَس
اِسکے بعد ہم رقص کر رہے ہیں گھوڑوں کی طرح
در دویدن سُوی مرعایِ اُنس
محبت کی چراگاہ کی جانب دوڑنے میں

بلکہ جبن اور بزدلی ہے یہی خوف و اُمید ہے جو بے عمل اختیار کرتے ہیں جو محض طفلانہ حرکت ہے — [52] ماند طفلانہ خوف و رجاء میں انسان یہ کہتا رہتا ہے کہ معلوم نہیں میں وہاں تک پہنچوں گا اور خدا مجھ پر رحم کریگا یا میں مردود بارگاہ ہونگا اور بغیر عمل کے اِن خیالات میں وقت گذارتا ہے۔ گر رسم پھر اپنے آپ کو تسلی دیتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ خواہ کیسا ہی ہوں خدا تو مجھ پر لُطف و کرم کرے گا۔ باچنیں۔ میں کچا ہوں یا دور ہوں خدا مجھے اپنی رحمت سے انگور بنا دیگا۔ نیستم۔ ویسے تو مجھے کوئی امید نہیں لیکن خدا نے چونکہ فرمایا ہے "تم مایوس نہ ہو" اسلئے امید وار ہوں۔

[53] دائما۔ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ جشن مناتا ہے اور جشن کے موقع پر "مایوس نہ ہو" کا شاہی اعلان فرماتا ہے۔ گرچہ ما۔ اب مولانا نے خوف و رجاء شرعی اور کاملین کا ذکر شروع کیا ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ عمل کرتے ہوئے عمل کو ہیچ سمجھے اور خدا کی رحمت پر بھروسہ کرے۔ نا امیدی۔ ہمارے اعمال اِس قابل نہیں کہ اُن سے اُمید وابستہ کریں۔ گو۔ گڑھا۔ دست اندازیم۔ یعنی رقص کرتے ہوئے۔ صلا زد۔ یعنی "مایوس نہ ہو" کا اعلان۔ مرعای اُنس۔ محبت کی چراگاہ یعنی مقعدِ صدق۔

[51] میوہ۔ دنیا داروں کا بڑھاپا انگور کچپن سے نہیں نکلتا ہے۔ غورہ۔ جو انگور پک نہ پائے اور ٹھٹھر کر کچا رہ جائے اگر وہ سال بھر بیل میں لگا رہے گا تو وہ غورہ یعنی کچا ہی کہلائے گا اسی طرح اگر بڑھاپے میں بھی عقل نہ آئے تو وہ بچہ ہی ہے۔ گرچہ۔ جو عقل کے اعتبار سے بچہ ہے اگرچہ اسکی داڑھی اور بال سفید ہوجائیں لیکن اس میں وہی طفلانہ حرکتیں رہیں جو خوف خوف اور رجا یعنی امید ہیں ایک تو کاملین کے ہیں جو شریعت کا مقصود ہے اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔ اِن کی حقیقت تو یہ ہے کہ انسان شریعت اور اوامر و نواہی کی پوری پابندی کرے اور پھر اپنے اعمال کو ہیچ سمجھ کر ڈرے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھ کر قبولیت کا امیدوار بنے اِس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک کاشتکار خوب زمین جوتے اور بیج ڈالے اور پھر اللہ کی رحمت کی بارش کا انتظار کرے اور ایک خوف و امید طفلانہ ہے اور یہ کہ ترک عمل کرے اور پھر رحمت کی اُمید رکھے یہ ایسا ہے کہ کوئی کاشتکار بیج تو نہ ڈالے اور کھیتی کا امیدوار بنے یہ حقیقت میں غرور اور دھوکا ہے یا کوئی شخص اپنی غفلت کے عرف سے اور اپنے عمل کو ہیچ سمجھ کر عمل ترک کردے اور یہ کہے کہ اللہ بڑا کریم ہے بے عمل بدلہ بھی فضل کردیتا ہے یہ غرور سے ہے

گامِ اندازیم و آنجا گام نے
ہم قدم اُٹھا رہے ہیں اور وہاں قدم نہیں ہے

جام پردازیم و آنجا جام نے
ہم جام خالی کر رہے ہیں اور وہاں جام نہیں ہے

زانکہ آنجا جملہ اشیا جانی ست
اس لئے کہ وہاں سب چیزیں روحانی ہیں

معنیٔ اندر معنیٔ و ربانی ست
خلاصہ کا خلاصہ اور خدائی ہیں

ہست صورت سایہ معنیٔ آفتاب
صورت سایہ ہے اور معنیٰ سورج ہے

نورِ بے سایہ بُوَد اندر خراب
بے سایہ نور، ویرانہ میں ہوتا ہے

چونکہ آنجا خشت بر خشتے نماند
کیونکہ وہاں اینٹ پر اینٹ نہ رہی

نورِ مہ را سایۂ زشتے نماند
چاند کے لئے بُرا سایہ نہ رہا

خشت گر زریں بُوَد بر کندنی ست
اینٹ خواہ سونے کی ہو اُکھاڑنے کے قابل ہے

چوں بہای خشت وحی و روشنی ست
جبکہ اینٹ کے عوض وحی اور روشنی ہو

کوہ بہرِ دفعِ سایہ مُندکیست
پہاڑ سایہ کے دفع کرنے کیلئے پارہ پارہ ہے

پارہ گشتن بہرِ ایں نور اندکیست
اس نور کے لئے پارہ پارہ ہو جانا معمولی بات ہے

برِّ بروںِ کُہ چو زد نورِ صمد
جب پہاڑ کے ظاہر پر اللہ (تعالیٰ) کا نور پڑا

پارہ شد تا در درونش ہم زند
ٹکڑے ہو گیا، تاکہ اُس کے اندر بھی پڑے

گرسنہ چوں بر کفش زد قرصِ ناں
بھوکے کے ہاتھ پر جب روٹی لگتی ہے

واشگافد از ہوس چشم و دہاں
ہوس سے آنکھ اور مُنہ پھاڑتا ہے

صد ہزاراں پارہ گشتن ارزد ایں
اس کے لئے لاکھوں ٹکڑے بن جانا مناسب ہے

از میانِ چرخ برخیز اے زمیں
اے زمین! آسمان کے درمیان سے اُٹھ جا

تاکہ نورِ چرخ گردد سایہ سوز
تاکہ آسمان کا نور سایہ کو جلانے والا بن جائے

شب ز سایہ تُست اے باغیِ روز
اے دن کے دشمن! رات تیرے سایہ کی وجہ سے ہے

ایں زمیں چوں گاہوارہ طفلکاں
یہ زمین، بچوں کے پالنے کی طرح ہے

بالغاں را تنگ میدارد مکاں
بالغوں کے لئے تنگ جگہ رکھتی ہے

بہرِ طفلاں حق زمیں را مہد خواند
اللہ تعالیٰ نے بچوں کیلئے زمین کو پالنا فرمایا

واندرو زاں شیر بر طفلاں فشاند
اور اُس میں اس دودھ میں سے بچوں پر بہا دیا

لہ گام۔ یعنی ہاتھ پیر ہلاتے ہیں لیکن وہ عمل ہیچ ہے جام۔ عشق و محبت کے جام پی رہے ہیں لیکن وہ جام قابلِ اعتبار نہیں۔ زانکہ۔ وہاں ہر چیز روحانی درکار ہے جس میں کوئی شائبہ ریا اور شرک کا نہ ہو لیکن اعمال ضروری ہیں اور اُن کی تاثیر رحمت اور جذبِ حق پر موقوف ہے ہست۔ اب فرماتے ہیں کہ اعمال کا خلاصہ سلوک ہے اور رحمت کا نتیجہ جذبِ حق ہے مطلب یہ کہ آثار مرتب ہوتے ہیں یعنی فنا اور بقا اب ان کے خواص بیان کرتے ہیں صورت یعنی اعمال جسمی سایہ ہیں اور معنیٰ یعنی روحانی احکام سورج ہے نورِ بے سایہ تب پڑتا ہے جب فنا کا درجہ حاصل ہو جائے۔

لہ چونکہ۔ آبادی میں دیوار کا سایہ نور سے مانع ہوتا ہے جب فنا کا مقام آجاتا ہے اوصاف بشری کی اینٹیں بالکل مفقود ہو جاتی ہیں تو پھر نور کیلئے سایہ مانع نہیں رہتا خشت۔ جبکہ اینٹ اکھاڑنے سے روشنی حاصل ہوتی ہے تو وہ اینٹ خواہ کتنی ہی قیمتی ہو اکھاڑ دینے کے لائق ہے کوہ۔ تجلی کے وقت پہاڑ نے اپنے جسم کو ریزہ ریزہ کر لیا تھا تاکہ وہ تجلی اس کے اندر پہنچ سکے۔

لہ برّ بروں جب کوہِ طور کے ظاہری حصہ پر تجلی ہوئی تو وہ پارہ پارہ ہو گیا تاکہ نور اندر پہنچ جائے۔ گرسنہ۔ بھوکے کے ہاتھ پر جب روٹی لگتی ہے تو وہ شوق اور حرص سے مُنہ پھاڑ دیتا ہے یہی حال طور کا ہوا۔ صد ہزاراں جسم بمنزلہ زمین کے ہے جو سایہ کا سبب بنتی ہے اور سورج کے نور سے مانع بنجاتی ہے اور رات ہو جاتی ہے۔ ایں زمیں جسم اور عالم ناسوت نابالغ بچوں کا گہوارہ ہے اور گہوارہ بالغوں کیلئے تنگ جگہ ہے۔ بہرِ طفلاں۔ ان نابالغ بچوں کیلئے ناسوتی منافع بمنزلہ دودھ کے ہیں۔

خانہ تنگ آمد ازیں گہوارہا　　طفلکاں را زود بالغ کن شہا

اِن پالنوں سے گھر تنگ ہوگیا　　اے شاہ! بچّوں کو جلد بالغ کر دے

ہاں مکن اے گاہوارہ خانہ تنگ　　تا تواند رفت بالغ بیدرنگ

خبردار! اے گہوارے جگہ تنگ نہ کر　　تاکہ بالغ، بلا توقف چل پھر سکے

خانۂ گہوارہ را ضیق مدار　　تا تواند کرد بالغ انتشار

پالنے کے گھر کو تنگ نہ رکھ　　تاکہ بالغ پھیلاؤ کر سکے

وسوسۂ کہ پادشاہزادہ را پیدا شد از سبب استغنا و کشفے کہ

اُس وسوسہ کی جو شہزادے میں استغنا اور اُس کشف کی وجہ سے پیدا ہوا جو

از شاہ دلِ اُو را حاصل شدہ بود و قصدِ ناشکری و سرکشی

اُس کے دل میں شاہ کی وجہ سے حاصل ہوا تھا اور وہ شاہ سے سرکشی اور

می کرد شاہ را از راہِ الہام ازیں خبر شد و دلش درد کرد

ناشکری کا ارادہ کر رہا تھا، شاہ کو الہام کے راستہ کی خبر ہوگئی اور اُس کا دل دکھا

روحِ اُو را زخمے زد چنانکہ صورت شاہزادہ را خبر نبود

اُسکی روح کو زخمی کیا ایسے طریقہ پر (خبر ہوئی) کہ شہزادے کو خبر نہ ہوئی

۱؎ چوں مسلّم گشت بے بیع و شری　　از درونِ شاہ در جانش جری

جب بغیر خرید اور فروخت کے مسلّم ہوگیا　　شاہ کے باطن سے اُس کی جان کیلئے روزینہ

قُوت می خورد اے ز نورِ جانِ شاہ　　ماہِ جانش ہمچو از خورشید ماہ

شاہ کی جان کے نور سے روزی حاصل کرتا　　اُسکی جان کا چاند، جس طرح چاند سورج سے

راتبہ جانی ز شاہِ بے ندید　　دمبدم بر جانِ مستش می رسید

بے نظیر شاہ سے، روحانی روزینہ　　ہر وقت اُس کی مست جان کو پہنچتا تھا

۳؎ آں نہ کِش ترسا و مشرک میخورند　　زاں غذائے کِش ملائک میخورند

وہ نہیں جو نصرانی اور مشرک کھاتے ہیں　　اُس غذا سے جس کو فرشتے کھاتے ہیں

اندرونِ خویش استغنا بدید　　گشت طغیانی ز استغنا پدید

اُس نے اپنے اندر بے نیازی دیکھی　　بے نیازی سے سرکشی رونما ہوئی

کہ نہ مَن ہم شاہ و ہم شہزادہ ام　　چوں عنانِ خود بدیں شہزادہ ام

کہ کیا میں شاہ اور شہزادہ نہیں ہوں　　میں نے اپنی باگ اِس شاہ کو کیوں دی ہے؟

۱؎ خانہ۔ ان بچّوں کے گہواروں سے گھر میں تنگی ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ اِنکو جلد بالغ کر دے۔ اِهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ "اے خدا میری قوم کو ہدایت دیدے کیونکہ وہ نہیں جانتے" کی طرف اشارہ ہے۔ اے گواہ۔ اِن نابالغوں کے موانع ختم ہو جائیں اور بالغ بھیل کر اپنا کام کر سکیں۔ وسوسہ۔ اِس شہزادے کو شاہِ چین کے فیوض و برکات سے اپنے کمال کا شبہ ہوگیا اور یہ خیال کرنے لگا کہ اب مجھے شاہ کی خدمت اور تابعداری کی کیا ضرورت ہے اِس وسوسہ اور خیال کا یہ نتیجہ ہوا کہ اُس سے سب برکات چھن گئیں۔

۲؎ چوں۔ شہزادہ شاہ سے استفادہ کرنے لگا اور اُس کی مجلس میں اس کو روحانی غذا حاصل ہونے لگی۔ قُوت۔ وہ اِسی طرح شاہ سے مستفید ہو رہا تھا جس طرح چاند سورج سے نور حاصل کرتا ہے۔ راتبہ۔ اسکو روح کی ایک مقررہ خوراک روزانہ شاہ سے حاصل ہوتی تھی۔

۳؎ آں نہ۔ وہ غذا نصرانیوں اور مشرکوں کی جسمانی غذا نہ تھی بلکہ ملائکہ کی خوراک، روحانی غذا تھی۔ اندروں۔ اُس شہزادے نے اپنے اندر ایک بے نیازی دیکھی اور اُس بے نیازی سے اُس میں شاہ سے ایک سرکشی کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ کہ نہ من۔ سرکشی یہ پیدا ہوئی کہ اُس نے اپنے بارے میں یہ خیال قائم کرلیا کہ میں شاہ اور شہزادہ ہوں یعنی باکمال ہوں تو دوسرے کے ہاتھ میں اپنی باگ کیوں دوں۔

چوں[1] مرا ماہے بر آمد با لمع — پس چرا باشم غبارے را تبع

جبکہ میرا روشن چاند طلوع ہو چکا ہے — پھر میں غبار کے تابع کیوں بنوں؟

آب در جوئ منست و وقتِ ناز — نازِ غیر از چہ کشم مَن بے نیاز

میری نہر میں پانی ہے اور ناز کا وقت ہے — میں بے نیاز دوسرے کا ناز کیوں برداشت کروں؟

سَر چرا بندم چو دردِ سر نماند — وقتِ رُوی زرد و چشمِ تر نماند

جب دردِ سر نہیں رہا میں سر کیوں باندھوں؟ — تر آنکھ اور زرد چہرے کا وقت نہیں رہا

چوں[2] شکر لب گشتہ ام عارض قمر — باز باید کرد دُکانِ دگر

جب میں شکر لب اور قمر جیسے رُخسار والا ہو گیا ہوں — دوسری دکان کھولنی چاہیئے

زیں منی چوں نفس زائیدن گرفت — صد ہزاراں ژاژ خائیدن گرفت

اِس انانیت سے جب نفس پھولنا شروع ہوا — لاکھوں بکواسیں بکنی شروع کر دیں

صد بیاباں زاں سُوئ حرص و حسد — تا بدانجا چشمِ بد ہم میرسد

حرص و حسد کے اُس جانب سو بیابان ہیں — تب بھی اُس جگہ نظرِ بد پہنچ جاتی ہے

بحرِ[3] شہ کہ مرجعِ ہر آب اوست — چوں نداند آنچہ اندر سیل و جُوست

شاہ کا سمندر، جو ہر پانی کا مرجع ہے — وہ اسکو کیسے نہ جانے گا جو بہاؤ اور نہر میں ہے؟

شاہ را دل درد کرد از فکرِ اُو — ناسپاسیِ عطای بکرِ اُو

اُس کے خیال سے شاہ کا دل دُکھا — اُس کی نئی عطا کی ناشکر گزاری سے

گفت آخر اے خسِ واہی ادب — ایں سزای دادِ مَن بود اے عجب

اس نے کہا، آخر اے کمینے اور بد تمیز — تعجب ہے، میری عطا کی یہ سزا تھی

مَن چہ کردم با تو زیں گنجِ نفیس — تو چہ کردی با مَن از خوئ خسیس

اِس عمدہ خزانہ سے میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟ — تو نے کمینہ عادت کی وجہ سے میرے ساتھ کیا کیا؟

مَن ترا ماہے نہادم در کنار — کہ غروبش نیست تا روزِ شمار

میں نے تیری بغل میں ایسا چاند رکھ دیا — جس کا قیامت تک غروب نہیں ہے

در جزای آں عطائِ نورِ پاک — تو زدی در دیدۂ مَن خار و خاک

اُس پاک نور کی بخشش کے بدلے میں — تو نے میری آنکھ میں کانٹا اور خاک جھونکی

مَن ترا بر چرخ گشتہ نردباں — تو شدہ در حرب مَن تیر و کماں

میں تیرے لئے آسمان کی سیڑھی بنا — تو مجھ سے لڑنے میں تیر و کمان بن گیا

[1] چوں مرا۔ جب قلب خود منور ہو گیا ہے تو میں دہر کے نور کا جو بمنزلہ غبار ہے کیوں تابع بنوں۔ آب۔ جب میں خود صاحبِ کمال ہوں تو دوسرے کے ناز کیوں اُٹھاؤں۔ سَر چرا بندم جب مجھ میں باطنی امراض نہیں ہیں تو پھر معالجہ میں شیخ کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

[2] چوں شکر لب۔ اب مجھ میں خود باطنی کمالات ہیں مجھے خود مستقل شیخ بننا چاہیئے۔ زیں منی۔ جب اس میں یہ خودی اور انانیت پیدا ہوئی تو لاکھوں بکواسیں بکنے لگا۔ صد بیاباں۔ حرص و حسد سے نظرِ بد بہت دُور تک کام کرتی ہے تہذیبِ اخلاق کے بعد بھی فسادِ حال کا اندیشہ ہے۔

[3] بحرِ شہ۔ شیخ کا دل۔ آب یعنی مریدین عطائے بکر جو فیضِ شاہ سے پہنچا تھا۔ واہی۔ کمزور، سست۔ گنجِ نفیس۔ روحانی خزانہ۔ مَن ترا۔ یعنی میں نے تجھے منور قلب عطا کیا۔ خار یعنی ناسپاسی سے تکلیف پہنچائی۔ نردباں۔ سیڑھی۔

درد غیرت[1] آمد اندر شہ پدید — عکسِ دردِ شاہ اندر وے رسید

غیرت کا درد شاہ میں رونما ہوا — شاہ کے درد کا عکس اُس کے اندر پہنچا

مرغِ دولت در عتابش بر طپید — پردۂ آں گوشہ گشتہ بردرید

دولت کا پرند اُس کے عتاب سے تڑپا — اُس نے اُس کنارہ کئے ہوئے کا پردہ چاک کر دیا

چوں درونِ خود بدید آں خوش پسر — از سیہ کاری خود کردہ اثر

اُس بھلے لڑکے نے جب اپنا باطن دیکھا — اپنی سیہ کاری کا اثر کیا ہوا دیکھا

آں وظیفہ لطف و نعمت گم شدہ — خانۂ شادی او پُر غم شدہ

وہ لطف اور نعمت کا روزینہ گم ہو گیا — اُس کی خوشی کا خانہ، غم سے بھر گیا

با خود آمد او ز مستیِ عقار — زاں گنہ گشتہ سرش خانہ خمار

وہ شراب کی مستی سے ہوش میں آیا — اُس خطا سے اُس کا سر خمار کا خانہ بن گیا

ہر کہ[2] خود بینی کند در راہِ دوست — مغز را بگذاشت کلی دید پوست

جس کسی نے دوست کی راہ میں خود بینی کی — اُس نے مغز کو بالکل چھوڑا، چھلکا دیکھا

دشمنِ مَن در جہاں خود بیں مباد — زانکہ از خود بیں نیاید جز فساد

(خدا کرے) میرا دشمن (بھی) دنیا میں خود بین نہ بنے — کیونکہ خود بین سے سوائے فساد کے کچھ نہیں ہوتا

مے ازاں آمد حرام اندر جہاں — کہ خوری خود بیں شوی اندر زماں

شراب اسی لئے دنیا میں حرام ہوئی — کہ (اگر) تو پئے، فوراً خود بیں ہو جاتا ہے

بہتر از خود در تصور نایدت — ویں ہمہ از نفسِ خود بیں زایدت

تیرے تصور میں اپنے سے بہتر نہیں آتا — یہ سب خود بیں نفس کی وجہ سے تیرے اندر پیدا ہوا

آنکہ با خود می خورد مے با خود ست — اینچنیں مے خوار خوار و مرتد ست

جو خودی کے ہوتے ہوئے شراب پیتا ہے وہ خودی میں ہے — ایسا شرابی ذلیل اور مرتد ہے

ہر کہ[3] با او می خورد بادش حلال — وانکہ بے او دم زند بادش وبال

جو اُسکے ساتھ شراب پیتا ہے اُس کیلئے حلال ہے — اور وہ جو اُسکے بغیر "انا" کا دم بھرے اُس کیلئے وبال ہے

چونکہ با او مے خورد از جام ہو — چشم بکشایم بہ بینم روی او

جو اُسکے ساتھ شراب پیتا ہے اُسکے جام سے ہے — میں آنکھ کھولتا ہوں اُس کا چہرہ دیکھتا ہوں

بعد ازاں از خود بکلی بگسلم — ہم ز مے خوردن شود ایں حاصلم

اُس کے بعد میں اپنے سے بالکل جدا ہو جاتا ہوں — شراب پینے سے میرا حاصل یہ ہے

---

[1] غیرت۔ اِس بات پر غیرت آئی کہ اِس قدر احسان کے باوجود یہ شہزادہ سرکشی کر رہا ہے۔ مرغِ دولت یعنی شہزادے کی قلبی کیفیت۔ پردہ۔ یعنی قلب کا پردہ۔ گوشہ گشتہ۔ شہزادہ جس نے شاہ سے کنارہ کشی کا ارادہ کیا تھا۔ وظیفہ۔ روحانی خوراک جو شاہ سے ملتی تھی۔ عقار۔ شراب یعنی تکبر۔ خمار۔ اعضا شکنی جو شراب کے نشہ کے اُتار کے وقت ہوتی ہے۔

[2] ہر کہ۔ مولانا فرماتے ہیں جو شخص راہِ طریقت میں تکبر کرتا ہے وہ حقیقت سے خالی ہو جاتا ہے۔ دشمن۔ یہ وہ تباہی ہے کہ دشمن کو بھی نصیب نہ ہو۔ مے۔ شراب کی حرمت اِس وجہ سے ہوئی کہ اُس کو پی کر انسان خود بین بن جاتا ہے۔ بہتر۔ قرآنِ پاک میں ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطَانُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَاۤءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ اور عداوت و دشمنی کا سبب ہوگا خود بینی ہر۔ آنکہ۔ جو شخص اپنی خودی کے ہوتے ہوئے انانیت کی شراب پیتا ہو اور اس پر مستی طاری ہو وہ خود بیں اور مردود ہے جیسا کہ شہزادہ تھا۔

[3] ہر کہ با او۔ جو شخص معیتِ حق کیساتھ انانیت کی شراب پئے وہ حلال ہے جیسا کہ اہل اللہ۔ بے او۔ معیتِ حق حاصل نہ ہو لہذا پھر انانیت برتے تو انانیت اُسکے لئے وبال ہے۔ چشم بکشایم۔

اے کہ می خواہی کہ از خود بگسلی[۱]
اے وہ! کہ تو چاہتا ہے کہ اپنے آپ سے جُدا ہو جائے
تا کے اندر بندِ ایں جان و دلی
تو کب تک اِس جان و دل کی قید میں ہے؟

جاں بجاناں واگذار اے جانِ مَن
اے جانِ من! جان جاناں کے سپرد کر دے
تا بہ بینی یارِ دل رنجانِ مَن
تاکہ تو میرے دل کو ستانے والے یار کو دیکھے

دل بدلدارے دہ و آزاد شو
دِل دلدار کو دیدے اور آزاد ہو جا
غمخورِ اُو باش و از وَے شاد شو
اُس کا غم خوار بن اور اُس سے خوش رہ

نَفسِ خود بر خود مگرداں چیر تو
تو اپنے نفس کو اپنے اوپر غالب نہ بنا
زُود اُو را باز گیر از شیرِ تو
تو جلد اُس کا دودھ چھڑا دے

ہر چہ ہست آں مستیے دارد یقیں
جو چیز بھی ہے وہ یقیناً مستی رکھتی ہے
خواہ شیر و خواہ خمر و انگبیں
خواہ دودھ ہو اور خواہ شراب اور شہد

مستیِ گندم بداں اے آدمی
اے آدمی! گیہوں کی مستی کو جان لے
کہ بکرد آں آدمیؑ را اعجمی
کہ اُس نے آدمؑ کو ناواقف بنا دیا

خورد[۲] گندم حُلّہ زو بیروں شُدہ
اُنہوں نے گیہوں کھایا اُن سے لباس علیحدہ ہو گیا
خُلد بر وَے بادیہ و ہاموں شُدہ
جنّت اُن کے لئے دشت اور صحرا ہو گئی

دید کاں شربت وُرا بیمار کرد
اُس نے دیکھا کہ اُس شراب نے اُنکو بیمار کر دیا
زہرِ آں ما و منیہا کار کرد
اُس "ما و من" کے زہر نے کام کر دیا

جان چوں طاؤس در گلزارِ ناز
وہ جان جو ناز کے چمن میں مور کی طرح تھی
ہمچو جُغدے شُد بویرانہ مجاز
وہ مجاز کے ویرانے میں اُلّو جیسی ہو گئی

ہمچو آدمؑ دور ماند اُو از بہشت
وہ آدمؑ کی طرح بہشت سے دُور رہ گیا
در زمیں میراند گاوے بہرِ کشت
جو کھیتی کے لئے زمین میں بیل چلاتے تھے

اشک[۳] میراند اُو کہ اے ہندویِ زاو
وہ آنسو بہاتا تھا کہ اے قوی ڈاکو!
شیر را کردی اسیرِ دُمِ گاو
تو نے شیر کو بیل کی دُم کا قیدی بنا دیا

کردہ اے نفسِ بدِ باردِ نفس
اے نفسِ بد سرد مہر! تو نے کی
بیحفاظی با شہِ فریاد رس
بے لحاظی، فریاد رس شاہ کے ساتھ

دام بگزیدی ز حرصِ گندمے
تو نے گیہوں کے لالچ میں جال پسند کیا
بر تو شُد ہر گندمِ اُو کژدُمے
تیرے لئے اُس کا ہر گیہوں بچھو بن گیا

[۱] کہ۔ مولانا اِس مقام کے حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں کہ اگر تو یہ مقام چاہتا ہے تو اپنے دل و جان کی قید سے آزاد ہو جا۔ جان۔ اپنا سب کچھ محبوب کے سپرد کر دے تب مشاہدہ ہوگا۔ دل رنجاں یعنی دل میں دردِ عشق پیدا کرنیوالا۔ نفسِ خود۔ اپنے نفس سے مغلوب نہو اور لذتوں سے اُسکو محروم کر دے۔ ہر چہ۔ خود بینی کی مستی جس چیز سے بھی پیدا ہو خواہ وہ حلال ہو یا حرام اُسکو ترک کر دے۔ مستیِ گندم۔ ہر چیز سے مستی پیدا ہوتی ہے دیکھو حضرت آدمؑ کی مستی گیہوں سے پیدا ہوئی اُسی نے اُنکو ناواقف بنا دیا اور دھوکا کھا گئے۔

[۲] خورد۔ گیہوں کھانے کے بعد حضرت آدمؑ کا لباس اُن سے جُدا ہو گیا اور وہ جنّت سے محروم ہو گئے۔ دید۔ اب اُس شہزادے کو محسوس ہوا کہ اُس خود بینی کی شراب نے اُسکو مریض بنا دیا۔ ما و منیہا۔ یعنی اُس میں جو انانیت اور خودی پیدا ہوئی تھی۔ در گلزار۔ یعنی اُس کا عروج۔ ویرانہ تنزل کی حالت۔ ہمچو۔ حضرت آدمؑ نے زمین پر آ کر ہل جوتا۔

[۳] اشک۔ وہ اپنی حالت پر رویا۔ ہندو چور یعنی نفس۔ زاو۔ قوی یعنی نفس۔ دُمِ گاو۔ یعنی جسمانی ملاقے۔ بارد نفس۔ جس کے کلام میں کوئی گرمی نہو۔ بیحفاظی یعنی دوسرے کے حق کی حفاظت نہ کرنا۔ حرصِ گندم۔ یعنی گیہوں کے لالچ اور حرص۔

در سرت آمد ہوای ماد مَن — قیدبیں بر پای خود پنجاہ مَن[1]
تیرے سر میں "ماد من" کی ہوا بھری — اپنے پاؤں پر پچاس مَن کی بیڑی دیکھ لے

نوحہ می کرد ایں نمط بر جانِ خویش — کہ چرا گشتم ضدِ سلطانِ خویش
وہ اپنی جان پر اس طرح سے نوحہ کر رہا تھا — کہ میں اپنے شاہ کا مخالف کیوں بنا!

آمد او با خویش استغفار کرد — با انابت چیزِ دیگر یار کرد
وہ ہوش میں آیا اُس نے توبہ کی — توبہ کے ساتھ ایک دوسری چیز ساتھ کی

درد کاں از وحشتِ ایماں بود — رحم کُن کاں درد بیدرماں بُوَد
وہ درد جو ایمان کی وحشت سے ہو — رحم کر، کیونکہ وہ درد ناقابلِ علاج ہے

مر بشر را خود مبا جامہ درست[2] — چوں رہید از صبر در حیں صدر جست
(خدا کرے) انسان کا جامہ درست نہ ہو — جب وہ صبر سے ہٹا، اُس نے فوراً مسند جگہ حاصل کی

مر بشر را پنجہ و ناخن مباد — کو نہ دیں اندیشد آنگہ نے سداد
(خدا کرے) انسان کے پنجہ اور ناخن نہ ہوں — کیونکہ وہ اُس وقت نہ دین کا خیال کرتا نہ درستگی کا

آدمی اندر بلا گشتہ بہ است — نفس کافر نعمت است و گمرہ است
مصیبت میں مبتلا انسان بہتر ہے — نفس، نعمت کا کافر ہے اور گمراہ ہے

نفس کافر خود ہمی ندہد اماں — گشت طاغی چونکہ فارغ شد زناں
کافر نفس خود امن نہیں دیتا — جب وہ روٹی سے بے فکر ہوا سرکش ہو جاتا ہے

آدمی خود مبتلا بہتر بود[3] — زانکہ زار و عاجز و مضطر بود
آدمی خود مبتلا بہتر ہے — کیونکہ وہ ذلیل اور عاجز اور مجبور ہوتا ہے

خطاب حق تعالیٰ بعزرائیل علیہ السلام کہ ترا رحم بر کہ بیشتر آمد ازیں خلائق کہ قبض جانِ ایشاں کردی و جوابِ او حضرتِ عزت را

اللہ تعالیٰ کا خطاب عزرائیل علیہ السلام کو کہ تجھے اِن لوگوں میں سے سب سے زیادہ کس پر رحم آیا جن کی تو نے جان قبض کی اور اُن کا حضرت عزت کو جواب

حق بعزرائیل می گفت اے نقیب — بر کہ رحم آمد ترا از ہر کئیب
اللہ (تعالیٰ) نے عزرائیلؑ سے فرمایا کہ اے نقیبِ حق! — تجھے سب غمزدوں میں سے کس پر رحم آیا؟

گفت بر جملہ دلم سوزد بدرد — لیک ترسم امر را اہمال کرد
اُنھوں نے کہا میرا دل درد سے سب پر جلتا ہے — لیکن میں حکم کی تعمیل نہ کرنے سے ڈرتا ہوں

---

[1] قید۔ اب اس بیڑی کی وجہ سے میرا پاؤں اٹھ نہ سکے گا۔ نوحہ۔ وہ اس بات پر نوحہ کر رہا تھا کہ میں نے بادشاہ کی مخالفت کا کیوں خیال کیا۔ چیزِ دیگر۔ شاید بادشاہ سے معافی مُراد ہو۔ وحشتِ ایمان۔ ایمان سے کامل ایمان مراد ہے یعنی عرفان اور فیضِ الٰہی، وحشت سے مراد وہ وحشت ہے جو اس کیفیت کے مفقود ہو جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ بے درماں۔ یعنی اُس کا علاج بہت مشکل ہے۔

[2] مر بشر را۔ جیسے کہ کمال پر خود پسندی اور خود بینی تباہی کا سبب ہے اسی طرح مال پر خود بینی موجبِ ہلاکت ہے۔ صدر جو مال کی کمی سے حاصل تھا۔ صدر یعنی اپنی بڑائی۔ پنجہ۔ انسان کو جب مال و دولت کی طاقت حاصل ہوتی ہے پھر وہ کچھ نہیں دیکھتا ہے۔ کافر۔ انسان کیلئے ضرورت سے زیادہ دولت مُضر ہے نفسِ نفس ایک تو خود ہی تباہ کرنے والا ہے جب اسکو مال مل جائے تو پھر تباہی کا کیا پوچھنا ہے۔

[3] آدمی۔ عام انسانوں کیلئے حالتِ ابتلا بہتر ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ بہر کہ۔ نمرود کے قصہ سے یہ بتانا ہے کہ اس کا کمال اور مال موجبِ زوال بنا۔ نقیب۔ سردار۔ کئیب۔ رنجیدہ۔ امر۔ جان قبض کرتے ہوئے بہت رحم آتا ہے لیکن آپ کے حکم سے مجبور ہو کر کرتا ہوں۔

[۵۱] تا بگویم کاشکے یزداں مرا
یہاں تک کہ میں کہتا ہوں، کاش خدا مجھے

در عوض قرباں کند بہرِ فنا
جان کے بدلے میں قربان کر دے

گفت بر کہ بیشتر رحم آمدت
فرمایا کہ تجھے سب سے زیادہ کس پر رحم آیا؟

از کہ دل پُر سوز و بریاں تر شدت
تیرا دل کس کی وجہ سے زیادہ جلا اور بُھنا؟

گفت روزے کشتیٔ بر موجِ تیز
عرض کیا ایک دن تیز موج پر ایک کشتی

من شکستم ز امر تا شد ریز ریز
میں نے حکم سے توڑ دی حتیٰ کہ وہ ریزہ ریزہ ہو گئی

پس بگفتی قبض کن جانِ ہمہ
پھر آپ نے فرمایا سب کی جان قبض کر لے

جز زنے و طفلکے را زاں رمہ
اس گروہ میں سے ایک عورت اور ایک ننھے بچہ کے علاوہ

ہر دو بر یک تختہ در ماندند
وہ دونوں ایک تختہ پر رہ گئے

تختہ را آں موجہا می راندند
تختہ کو وہ موجیں جھلاتی تھیں

چوں بساحل او فگند آں تختہ باد
جب ہوا نے اس تختہ کو ساحل پر ڈال دیا

از خلاصِ ہر دو ام دل گشت شاد
دونوں کی نجات سے میرا دل خوش ہوا

[۵۲] باز گفتی جانِ مادر قبض کن
پھر آپ نے فرمایا ماں کی جان قبض کر لے

طفل را بگذار تنہا ز امرِ کن
"امر کن" کی وجہ سے بچہ کو تنہا چھوڑ دے

چوں ز مادر بگسلیدم طفل را
جب میں نے بچہ کو ماں سے جدا کر دیا

خود تو میدانی چہ تلخ آمد مرا
آپ جانتے ہیں کہ مجھے کس قدر کڑوا لگا

پس بدیدم دردِ ماتمہائے زفت
پھر میں نے بھاری ماتموں کا درد دیکھا

تلخیِ آں طفل از فکرم نرفت
اس بچہ کی کڑواہٹ میرے فکر سے نہ گئی

[۵۳] گفت حق آں طفل را از فضلِ خویش
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں نے اپنے کرم سے اس بچہ کیلئے

موج را گفتم فگن در بیشہ ایش
موج سے کہا، اس کو ایک جھاڑی میں ڈال دے

بیشۂ پُر سوسن و ریحان و گل
ایک ایسی جھاڑی جو سوسن اور ریحان اور گل سے پُر تھی

پُر درخت میوہ دار و خوش اُکُل
درختوں سے پُر تھی اور میوہ دار اور عمدہ خوراک والی تھی

چشمہائے آب شیرین زلال
صاف شیریں پانی کے چشموں سے (پُر تھی)

پروریدم طفل را با صد دلال
میں نے بچہ کو سو نازوں سے پالا

صد ہزاراں مرغ مطربِ خوش صدا
لاکھوں خوش آواز گانے والے پرندوں نے

اندراں روضہ فگندہ صد نوا
اس باغ میں سینکڑوں آوازیں پیدا کر رکھی تھیں

---

۵۱ تا بگویم۔ یہاں تک رنج ہوتا ہے کہ بسا اوقات تمنا ہوتی ہے کہ اس کے بدلے میں میری جان لے لی جاتی۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سب سے زیادہ رحم تجھے کس کی جان لینے میں آیا۔ موج تیز۔ تیز دھارا۔ امر۔ آپ کے حکم سے۔ رمہ۔ جماعت۔ چوں بساحل۔ جب وہ بچہ اور اس کی ماں خشکی پر پہنچ گئے تو میں خوش ہوا کہ اب یہ بچ گئے۔

۵۲ باز گفتی۔ لیکن آپ کا پھر حکم ہوا کہ اب اس بچہ کی ماں کی روح قبض کر لے بچہ کو زندہ۔ جب میں نے بچہ کو ماں سے محروم کیا تو آپ کو علم ہے کہ مجھ پر یہ کام کتنا بھاری پڑا۔ پس۔ میرے دل میں درد کی انتہا نہ تھی اور اس کا غم دل سے جدا نہ ہوتا تھا۔

۵۳ گفت حق۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر میں نے اس موج کو حکم دیا تھا کہ وہ اس بچہ کو ایک ایسی جھاڑی میں پھینک دے جو پھولوں سے بھری ہو اس میں سایہ دار درخت ہوں اور درختوں پر لذیذ پھل لگے ہوں۔ چشمہای۔ اس میں میٹھے پانی کے چشمے ہوں اس طرح سے میں نے اس بچہ کو سو نازوں سے پالا۔ صد ہزاراں۔ اس جھاڑی میں لاکھوں خوش آواز پرندے اپنی اپنی بولیاں بول رہے تھے۔

بسترش[1] کردم زبرگِ نسترن — کردم اُورا ایمن از صدمۂ فتن
میں نے اُس کے لئے سیوتی کی پتیوں کا بستر بچھایا — میں نے اُس کو فتنوں کے صدمے سے محفوظ کر دیا

گفتہ من خورشید را کو را مگز — باد را گفتہ برو آہستہ وز
میں نے سورج سے کہہ دیا کہ اُس کو گزند نہ پہنچا — ہوا سے کہہ دیا، اُس پر آہستہ چل

ابر را گفتہ برو باراں مریز — برق را گفتہ برو مگرای تیز
آسمان سے کہہ دیا، اُس پر بارش نہ برسا — بجلی سے کہہ دیا، اُس پر تیزی سے مائل نہ ہو

زیں چمن اے دے مبر آں اعتدال — پنجہ اے بہمن بریں روضہ مال
اے خزاں! اِس چمن سے اعتدال نہ لے جانا — اے بہمن! اِس چمن پر ہاتھ نہ پھیر

کراماتِ شیخ شیبانِ راعی قدس اللہ سرہ العزیز

شیخ شیبان راعی قدس اللہ سرہ العزیز کی کرامات

ہمچو آں شیباں[2] کہ از گرگِ عنید — وقتِ جمعہ بر رعا خط می کشید
اُن شیبان کی طرح کہ سرکش بھیڑیئے کی وجہ سے — جمعہ کے وقت گلّہ پر خط کھینچ دیتے تھے

تا بروں ناید ازاں خط گوسپند — نے در آید گرگ و دزدِ با گزند
تاکہ کوئی بکری اُس خط سے باہر نہ نکلے — بھیڑیا اور نقصان رساں چور نہ آ سکے

بر مثالِ دائرہ تعویذِ ہود — کاندراں صرصر امانِ آل بود
(حضرت) ہودؑ کے تعویذ کے دائرے کی طرح — جو اُس آندھی میں اولاد کی حفاظت تھا

ہشت روزے اندریں خط تن زنید — وز بروں مُثلہ تماشا می کنید
آٹھ دن، اُس دائرے میں چُپ رہو — اور باہر، ہاتھ پاؤں کٹنے کا تماشہ دیکھو

بر ہوا[3] بُردے فگندے بر حجر — تا دریدے لحم و عظم از ہمدگر
وہ فضا میں لے جاتی پتھر پر پٹخ دیتی — حتّٰی کہ گوشت اور ہڈی ایک دوسرے سے جدا کر دیتی

یک گرُہ را بر ہوا برہم زدے — تا چو خشخاش اُستخواں ریزہ شدے
ایک گروہ کو فضا میں آپس میں ٹکرا دیتی — یہاں تک کہ ہڈی خشخاش کی طرح چورا چورا ہو جاتی

آں سیاست را کہ لرزید آسماں — مثنوی اندر نہ گنجد شرحِ آں
وہ سزا جس نے آسمان کو لرزا دیا — اُس کی تفصیل مثنوی میں نہیں سما سکتی

گر بطبع ایں می کنی اے بادِ سرد — گرِدِ خطِ دائرہ آں ہودؑ گرد
اے ٹھنڈی ہوا! اگر تو (اپنی) طبیعت سے یہ کرتی ہو — تو (حضرت) ہودؑ کے دائرے کے خط کے گرد چکر کاٹ

---

[1] بسترش۔ میں نے سیوتی کے پتوں سے اُس کا بستر تیار کر دیا۔ نسترن۔ نسرین، سیوتی۔ گزند۔ گزیدن کا ٹنا، ڈسنا۔ مگرای۔ گرائیدن مائل ہونا، جُھکنا۔ دے۔ ماگھ، پوہ ماہ کا مہینہ ہے۔ بہمن۔ پھاگن ماگھ سے پہلا ہوا مہینہ۔ کرامات۔ جس طرح اِس بچہ کے بارے میں ہوا کو نقصان نہ پہنچانے کا حکم کر دیا گیا تھا اسی طرح ایک نبی اور ایک ولی کے بارے میں بھیڑیئے اور ہوا کو حکم دے دیا گیا تھا کہ وہ نقصان نہ پہنچائیں۔

[2] شیباں۔ یہ بزرگ بکریاں چَراتے تھے اور جمعہ کی نماز کو جب شہر جاتے تھے بکریوں کے چاروں طرف حِصار کھینچ کر چلے جاتے تھے کوئی بکری اُس سے باہر نہ نکلتی تھی اور کوئی بھیڑیا اُس میں داخل نہ ہوتا تھا۔ بر مثال۔ حضرت ہودؑ نے اپنے گھر والوں کو جمع کر کے ایک حصار کھینچ دیا تھا آندھی کا طوفان اُس میں داخل نہ ہوتا تھا۔ مُثلہ۔ کافروں کے ہاتھ پاؤں اُس ہوا سے کٹ کر گِرتے تھے۔

[3] بر ہوا۔ وہ آندھی اُن کو فضا میں اُڑا کر لے جاتی تھی اور پھر پہاڑ پر پٹخ دیتی تھی جس سے اُن کا گوشت پوست بکھر جاتا تھا۔ یک گرُہ۔ کچھ لوگوں کو فضا میں باہم ٹکرا کر پاش پاش کر دیتی تھی۔ آں سیاست۔ اُنکو جو سزا ملی اُس

درِ بحرص ایں می کُند گرگِ نژند[1]
اور اگر غضبناک بھیڑیا حرص کرتا ہے

گو بیا در خطِ راعی کُن گزند
کہدو (حضرت شیبان) راعی کے خط کے اندر نقصان پہنچائے

اے طبیعی فوقِ طبع ایں مُلک بیں
اے فلسفی! طبیعیات سے اوپر اس ملک کو دیکھ

یا بیا و محو کُن از مُصحف آیں
یا آجا، اور قرآن سے یہ مٹا دے

مُقریاں را منع کُن پندے بنہ
میانجیوں کو روک، نصیحت کر

یا مُعلِم را بمال و سَہم دہ
یا پڑھانے والے کو سزا دے اور ڈرا

عاجزی و خیرہ کایں عجز از کجاست
تو عاجز اور حیران ہے، کہ یہ عاجزی کہاں سے ہے

عجزِ تو دانی ازاں روزِ جزاست
تو جان لے، تیرا عجز قیامت کے دن سے ہے

عجزہا داری تو در پیش اے لجُوج
اے جھگڑالو! تو بہت سے عجز در پیش رکھتا ہے

وقت شُد پنہانیاں را نک خرُوج
اب پوشیدہ چیزوں کے ظہور کا وقت ہوا ہے

خرّم آنکہ عجز و حیرت قُوتِ اوست[2]
مبارک ہے وہ شخص جس کی غذا عجز اور حیرت ہے

در دو عالم خفتہ اندر ظلِّ دُوست
وہ دونوں جہان میں دوست کے سایہ میں سویا ہوا ہے

ہم در اوّل عجز خود را اُو بدید
اس نے شروع ہی میں اپنے عجز کو دیکھ لیا

مُردہ شُد دینِ عجائز را گزید
مُردہ ہو گیا، بوڑھیوں کے دین کو اختیار کر لیا

چوں زلیخا یوسفش بر وے بتافت
زلیخا کی طرح اس کا یوسف اس پر چمکا

از عجوزی در جوانی راہ یافت
اس نے بڑھاپے سے جوانی کی راہ پالی

زندگی در مُردن و در محنت ست[3]
زندگی مرجانے اور مجاہدہ میں ہے

آبِ حیواں در درونِ ظلمت ست
آبِ حیات، تاریکی کے اندر ہے

قصۂ پروردنِ حق تعالیٰ نمرود را بے واسطۂ مادر و دایہ در طفلی

اللہ تعالیٰ کا نمرود کو بچپن میں بغیر ماں اور دایہ کے واسطے کے پرورش کرنے کا قصہ

حاصل آں روضہ چو جانِ عارفاں
خلاصہ یہ ہے کہ وہ چمن جو عارفوں کی جان کی طرح تھا

از سَموم و صَرصَر آمد در اماں
لُو اور آندھی سے محفوظ رہا

یک پلنگے بچۂ نو زادہ بُود
ایک چیتے نے ایک نیا بچہ جنا تھا

گفتم اُو را شیر دہ طاعت نمُود
میں نے اس سے کہا دودھ پلا، اُسنے اطاعت کی

---

[1] درِ بحرص ـ اگر بھیڑیے کا پھاڑنا محض اُس کا اپنا فعل ہے تو اس سے کہو کر حضرت شیبان کے حصار میں پہنچکر بکری کو پھاڑے جو ناممکن ہے۔ نژند غضبناک۔ اے طبیعی ـ وہ فلسفی جو طبیعیات کا ماہر ہے اور اشیاء میں محض طبعی خواص مانتا ہے اُس سے کہو کہ عالمِ طبیعیات سے اوپر ایک اور عالم ہے جو نہیں ہو رہا ہے جسکو قرآن بتا رہا ہے۔ مُصحف۔ قرآن میں یہ قصہ موجود ہے جو حضرت ہودؑ اور مومنوں کی نجات کو بتا رہا ہے۔ عاجزی۔ تو اپنے عجز پر حیران ہے اور اسکی وجہ نہیں سمجھ رہا ہے سمجھ لے کہ اصل عجز قیامت کے دن ظاہر ہوگا۔ عجزہا۔ انسانوں کا عجز تو آگے آنیوالا ہے قیامت کے روز ہر چیز کا عجز ظاہر ہو جائیگا اور وہ قیامت بالکل قریب ہے۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ۔

[2] خرّم ـ پہلے عجزِ نامحمود کا ذکر تھا اب عجزِ محمود کا ذکر کرتے ہیں وہ یہ کہ انسان اپنی قدرت اور ارادہ کو بالکل فنا کر دے اور حق تعالیٰ کی رضا کے تابع بن جائے ایسے لوگ جو اس عجز اور حیرت کو اپنی غذا بنا لیتے ہیں وہ قابلِ مبارکباد ہیں وہ آرام سے اللہ تعالیٰ کے سائے میں سوتے ہیں۔ ہم در اوّل۔ اُسنے شروع ہی میں اپنے عجز کو محسوس کر لیا اور اپنی قدرت و ارادہ کے اعتبار سے مُردہ ہو گیا اور اُسنے بوڑھی عورتوں کا دین اختیار کر لیا جنمیں عموماً تابعداری اور اعتقاد کا مادہ زیادہ ہوتا ہے حدیث شریف ہے عَلَيْكُمْ بِدِينِ

الْعَجَائِزِ۔ تم بوڑھی عورتوں کا دین اختیار کرو۔ از عجوزی اس فنا کے بعد بقا حاصل ہو جائیگی —— [3] زندگی۔ اس بقا فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے جس طرح آبِ حیات تاریکی کے بعد آتا ہے۔ قصہ۔ پھر نمرود کی پرورش کے قصہ کو بیان کر۔ آں روضہ جس جھاڑی میں نمرود کی پرورش ہوئی تھی وہ عارفوں کی روح کی طرح تھا۔ یک پلنگے اس جنگل میں ایک چیتے کے بچہ پیدا ہوا تھا۔

پس ادش شیر و خدمتہاش کرد	تا کہ بالغ گشت و زفت و شیر مرد
تو اُس نے اُس کو دودھ پلایا اور خدمتیں انجام دیں	یہاں تک کہ وہ بالغ اور بڑا اور شیر مرد ہو گیا

چوں[۱] فِطامش شد بگفتم با پری	تا در آموزید نُطق و داوری
جب اُس کا دودھ چھڑایا میں نے جنات سے کہا	کہ بولنا اور حکومت کرنا سکھاؤ

پرورش دادم مر اُو را زاں چمن	کہ بگفت اندر نگنجد فنِ من
میں نے اُس کو اس چمن سے ایسا پرورش کیا	کہ میرا تصرف گفتگو میں نہیں سماتا

دادہ من ایوبؑ را مِہرِ پدر	بہرِ مہمانیِ کِرماں بے ضرر
میں نے (حضرت) ایوبؑ کو باپ کی سی محبت دی تھی	کیڑوں کی مہمانی کے لئے، بغیر نقصان پہنچائے

دادہ کِرماں را بِرُو مِہرِ ولد	بر پدر زمن اینت قدرت اینت ید
کیڑوں کو ان کے لئے اولاد کی سی محبت دی تھی	باپ پر مجھ سے عجیب قدرت، عجیب طاقت ہے

مادراں[۲] را مِہرِ مَن آموختم	چوں بُوَد شمعے کہ مَن افروختم
میں نے ماؤں کو محبت سکھائی	وہ شمع کیسی ہو گی جو میں نے روشن کی؟

صد عنایت کردم و صد رابطہ	تا بہ بیند لُطفِ من بے واسطہ
میں نے سو عنایتیں کیں اور سو رابطے	تاکہ وہ میری مہربانی بغیر واسطے کے دیکھے

تا نباشد از سبب در کشمکش	تا بُوَد ہر استعانت از منش
تاکہ وہ سبب کی وجہ سے کشمکش میں نہ ہو	تاکہ اُس کی ہر مدد میری جانب سے ہو

تا خود از ما ہیچ عُذرے نبُودش	شکوہ نبوَد ز ہر یارِ بدش
تاکہ خود اُس کو ہماری جانب سے کوئی عذر نہ رہے	اُس کو کسی بُرے یار کا شکوہ نہ ہو

ایں حضانت دید با صد رابطہ	کہ بہ پروردم وُرا بے واسطہ
اُس نے یہ پرورش سو علاقوں سے دیکھی	کیونکہ میں نے اُس کو بے واسطہ پرورش کیا

شکرِ[۳] اُو آں بُود اے بندہ جلیل	کہ شد اُو نمرود و سوزندہ خلیلؑ
اے جلیل بندے! اُس کا شکریہ وہ ہوا	کہ وہ نمرود (حضرت) خلیلؑ کو جلانے والا بنا

ہمچناں کیں شاہزادہ شکرِ شاہ	کرد از استکبار و استکثارِ جاہ
ایسے ہی جیسا کہ اس شہزادے نے شاہ کا شکریہ	تکبر اور رُتبہ کو بڑھانے سے کیا

کہ چرا مَن تابعِ غیرے شوَم	چونکہ صاحبِ مُلک و اقبالے بوَم
کہ میں غیر کا تابع کیوں بنوں؟	جبکہ میں صاحبِ مُلک اور اقبال ہوں

[۱] چوں فِطامش۔ جب اُس نمرود کا دودھ چھڑا دیا گیا تو تربیت اور تعلیم کیلئے جنوں کو مقرر فرما دیا۔ پرورش۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے اُسکی اِس طرح پرورش کی جو بیان سے باہر ہے۔ دادہ۔ میرے عجیب تصرفات یہ ہیں کہ میں نے ایوبؑ میں اُن کیڑوں کے لئے جو کہ اُن کے بدن سے غذا حاصل کرتے تھے ایسی محبت پیدا کر دی تھی جیسے کہ باپ کی محبت اولاد سے ہوتی ہے۔ کِرماں۔ چنانچہ اگر کوئی کیڑا اُن کے بدن سے گر پڑتا تھا تو وہ اُسکو اُٹھا کر پھر اپنے بدن پر بٹھا لیتے تھے۔ کِرماں۔ کیڑے بھی اُن سے ایسے مانوس تھے جیسے کہ بچہ باپ سے مانوس ہوتا ہے۔

[۲] مادراں۔ ماں کے دل میں اولاد کی محبت کی عجیب شمع روشن ہے۔ صد۔ اِس بچہ پر میں نے بلا واسطہ غذائیں پیش کیں جنمیں اسباب کو دخل نہ تھا۔ تا نباشد۔ ہم نے نمرود کی بغیر اسباب کے اپنے پرورش کی تاکہ وہ اسباب اختیار کرنے سے پریشان نہ ہو اسلئے کہ سبب کبھی اپنے سبب کا ذریعہ نہیں بنتا اور سبب کو چھوڑ کر براہِ راست مجھ سے مدد حاصل کرے۔ تا خود۔ وہ یہ عذر کر سکتا تھا کہ اسباب کی طرف توجہ سے میں آپ سے غافل ہو گیا اس عذر کو بھی ختم کرنا تھا اور وہ یہ بھی نہ کہہ سکے کہ فلاں یار نے مجھے گمراہ کر دیا تھا۔ حضانت۔ پرورش بے واسطہ یعنی بغیر اسباب کے۔

[۳] شکرِ اُو۔ لیکن اُس نے سب باتوں کا شکریہ اِسطرح ادا کیا کہ وہ نمرود بنا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے والا ہوا۔ جلیل یعنی بزرگ۔ [illegible]

لُطفہایِ شہ کہ ذکرِ آں گذشت
شاہ کی وہ عنایتیں جن کا ذکر گذرا
از تبختُر بر دلش پوشید گشت
اکڑ کی وجہ سے، اُس کے دل پر پوشیدہ ہو گئیں

ہمچُناں نمرُود آں اَلطاف را
اِسی طرح نمرود نے اُن مہربانیوں کو
زیرِ پا بنہادہ از جہل و عمٰی
نادانی اور اندھے پن سے پاؤں کے نیچے رکھ دیا

ایں زماں کافر شُد و رَہ میزَند
اب وہ کافر ہوا ہے اور راہ زنی کرتا ہے
کِبر و دعویِ خدائی می کُنَد
تکبّر اور خدائی کا دعویٰ کرتا ہے

رَفت سُویِ آسمانِ باجلال
پُرعظمت آسمان کی طرف چلا
باسہ کرگس تا کُند با مَن قتال
تین گدھ لے کر تاکہ مجھ سے جنگ کرے

صَد ہزاراں طفلِ بے تلویم رَا
لاکھوں ناقابلِ ملامت بچّے
کُشت وَے تا یابد ابراہیمؑ را
اُس نے قتل کئے، تاکہ (حضرت) ابراہیمؑ کو پکڑ لے

کہ مُنجّم گفت اندر حُکمِ سال
کیونکہ نجومی نے اُس سے کہا کہ سال کے حکم کے اندر
زاد خواہد دُشمنے بہرِ قتال
ایک دشمن قتال کے لئے پیدا ہوگا

ہیں بکُن دَر دفعِ آں خصم احتیاط
خبردار! اُس دشمن کے دفع کرنے میں احتیاط کر
ہر کہ می زائید می کُشت از خَباط
جو پیدا ہوتا تھا وہ خبط سے اُسکو قتل کر دیتا تھا

کوریِ اُو رَست طفلِ وحی کَش
اُسکے اندھے پن سے بچہ وحی کی کشش کرنیوالا بچا رہا
ماند خونہائے دگر در گردنش
دوسرے خون، اُس کی گردن پر رہے

از پدر یابید آں مُلکے عجَب
وہ سلطنت اپنے باپ سے پائی تھی؟ تعجب ہے
تا غرورش داد ظلماتِ نَسَب
کہ اُس کو نسب کی اندھیریوں نے مغرور کر دیا

دیگراں را گر اُم و اَب شُد حجیب
اگر دوسروں کے لئے ماں اور باپ پردہ بنے
اُو زِما یابید گوہرہا بجیب
اُس نے (تو) جیب میں موتی ہم سے پائے ہیں

گرگ درندہ است نفسِ بَد یقیں
یقیناً نفسِ بد پھاڑنے والا بھیڑیا ہے
چہ بہانہ می نہی بَر ہر قریں
تو ہر ساتھی پر کیا بہانہ دھرتا ہے؟

دَر ضَلالت ہست صَد کُل را کُلہ
گمراہی میں سَو گنجوں کی ٹوپی ہے
نفسِ زِشتِ کفرناکِ پُر سفہ
کفرناک، بیوقوفی سے پُر، بُرا نفس

زیں سبب میگویم اے بَندہ فقیر
اے فقیر بندے! میں اِسی لئے کہتا ہوں
سلسلہ از گردنِ سگ بَر مگیر
کُتّے کی گردن سے زنجیر نہ نکال

ہ۱ لطفہای۔ اُس شہزادے کے کفر کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ شاہ کی عنایتوں سے محروم ہوگیا۔ ہمچنک نمرود نے بھی اسی طرح بہ تمام مہربانیوں کو پاؤں سے روندا۔ ایں زماں۔ اب دیکھو اُس کی یہ حالت ہے کہ کافر ہے لوگوں کو دین سے روکتا ہے اور خدائی کا دعویٰ کر رہا ہے۔ رفت۔ تین گدھ لے کر آسمان کی طرف چلا تاکہ مجھ سے جنگ کرے۔ صد ہزاراں۔ چونکہ کسی نجومی نے اُس سے کہہ دیا تھا کہ ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کو درہم برہم کر دیگا تو اُس نے لاکھوں بچے قتل کرا دیئے تاکہ وہ ابراہیمؑ کو بھی قتل کر سکے۔ بے تلویم یعنی معصوم بچے جن سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔

ہ۲ کہ منجّم۔ کسی نجومی نے اسکو بتا دیا کہ ایک بچہ پیدا ہوگا جو تجھ سے جنگ کریگا۔ خَباط۔ خبط، پاگل پن۔ وحی کش۔ یعنی حضرت ابراہیمؑ۔ ماند۔ چونکہ ان بچوں کو بغیر قصور کے قتل کرایا۔ از پدر۔ یہ تمام نعمتیں اور سلطنت اس کو براہِ راست ہم سے ملی تھیں، باپ سے ورثہ میں نہ ملی تھیں۔ دیگراں۔ ماں باپ کے ذریعہ جن لوگوں کو نعمتیں اور مال و دولت ملتا ہے وہ تو یہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ چیزیں ہمیں ماں باپ نے دیں لیکن اسکو تو یہ چیزیں براہِ راست ہم سے ملی تھیں۔

ہ۳ گرگ۔ ماں باپ بیشک ظاہری گمراہی کا سبب بنتے ہیں لیکن درحقیقت گمراہی کا سبب انسان کا نفس ہے۔ در ضلالت۔ یہی

گر مُعلَّم گشت ایں سگ ہم سگست ¹ — باش ذلّت نفسہٗ کو بد رگست

اگر یہ کُتا سدھایا ہوا ہو گیا ہے، پھر بھی کُتا ہے — اُس کا نفس ذلیل ہوا، بنکررہ کیونکہ وہ بدرگ ہے

فرض می آری بجا گر طائفی — بر سُہیلے چوں ادیم طائفی

تو فرض ادا کر رہا ہے، اگر تو چکر کاٹنے والا ہے — سُہیل پر، طائف کی نرمی کی طرح

تا سُہیلت وا خرد از ننگِ پوست — تا شوی چوں موزہ ہم پایِ دوست

تاکہ سُہیل تجھے چمڑے کی ذلّت سے نجات دیدے — تاکہ تو موزے کی طرح دوست کا ساتھی بن جائے

جملہ قرآں ² شرحِ خبثِ نفسہاست — بنگر اندر مُصحف آں چشمت کجاست

تمام قرآن نفسوں کی خباثت کی شرح ہے — قرآن میں دیکھ لے، تیری وہ آنکھ کہاں ہے؟

ذکرِ نفسِ عادیاں کالت بیافت — در قتالِ انبیا مُو می شگافت

عاد والوں کے نفس کا ذکر جنہوں نے آلہ پایا — انبیاء کے قتال میں مُوشگافی کرتے تھے

قرن قرن از نفسِ شومِ بے ادب — ناگہاں اندر جہاں میزد لہب

ہر ہر دَور میں بے ادب منحوس نفس کی وجہ سے — اچانک جہان میں شعلہ بھڑکتا ہے

رجوع بداں قصۂ شہزادہ کہ بہ نقصان آمد بداں طغیان و زخم خورد

اُس شہزادے کے قصّہ کی جانب رجوع جو اُس سرکشی کی وجہ سے ٹوٹے میں پڑا اور اُس

از خاطرِ شاہ و پیش از استکمالِ فضائلِ دیگر از دنیا برفت

نے بادشاہ کے قلب سے زخم کھایا اور دوسری فضیلتوں کو مکمل کئے بغیر دنیا سے چلا گیا

قصّہ کوتہ کن کہ رایِ نفسِ کور — بُرد او را بعد سالے سوئے گور

قصّہ مختصر کر کہ اندھے نفس کی رائے — اس کو ایک سال بعد قبر میں لے گئی

شاہ ³ چوں از محو شد سوئے وجود — چشمِ مرّیخیش آں خوں کردہ بود

شاہ جب محویت سے ہستی کی طرف آیا — اُس کا مرّیخ جیسا غصّہ وہ خون کر چکا تھا

چوں بترکش بنگرید آں بے نظیر — دید کم از ترکشش یک چوبہ تیر

جب اُس بے نظیر نے ترکش کو دیکھا — اُس نے اپنے ترکش میں ایک چوب تیر کم دیکھا

گفت کو آں تیر و از حق باز جُست — گفت اندر حلقِ او آں تیر تُست

اُسنے کہا وہ تیر کہاں ہے اور اللہ (تعالیٰ) سے جستجو کی — فرمایا، اُس کے حلق کے اندر تیرا ہی تیر ہے

اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اولیاء کا بدلہ لیتا ہے وہ بدلہ اللہ کا فعل ہے ہاں اگر نبی یا ولی اپنی ہمت سے ہلاک کرے تو اُسکی طرف وہ فعل منسوب ہوگا یہاں اُس شاہ کا غصہ اللہ کے غصہ کا سبب بنا اور وہ شہزادہ اللہ تعالیٰ کے فعل سے ہلاک ہوا۔ چوں بترکش۔ اب محو کے بعد جب شاہ نے غصہ کی کیفیت فرو دیکھی تو خدا کی طرف رجوع کیا اور غصہ کے فرو ہونے کا سبب دریافت کیا تو حضرت ۲ حق نے آگاہ کیا کہ اُس شہزادے سے چونکہ بدلہ لے لیا گیا ہے لہٰذا غصہ فرو ہو گیا ہے۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُسکو ہم نے تیرے غصہ کی وجہ سے فنا کر دیا۔

¹ مُعلَّم۔ اگر کُتے کو سدھا بھی لیا جائے تو پھر بھی وہ کُتا ہی ہے۔ ذلّت نفسہٗ۔ تو اپنے نفس کو ذلیل رکھ۔ فرض۔ لیکن یہ بھی سمجھ لے کہ محض مجاہدے کافی نہیں ہیں بلکہ شیخ کی صحبت کے فرض کی بجا آوری ضروری ہے تو اُس کا طواف کرتا رہ تاکہ تو اُس سے فیض حاصل کرتا رہے۔ سُہیل۔ ستارہ ہے اُس کی شعاعوں سے رنگے ہوئے چمڑے میں لطافت آجاتی ہے۔ ادیم۔ رنگا ہوا چمڑا۔ ازری طائفی۔ حجاز کے شہر طائف کی نرمی مشہور تھی۔ تا سہیلت۔ سُہیل کی شعاعوں سے نرمی کو عمدہ بنا کر اُس سے موزے بناتے تھے تو بھی شیخ کی صحبت سے دوست کے پاؤں کا موزہ بن جائیگا۔

² جملہ قرآں۔ قرآن میں نفس کی خباثتوں اور اُن کی وجہ سے انجامِ بد کی تفاصیل مذکور ہیں۔ ذکرِ نفس۔ قومِ عاد کے نفس نے اُن کو انبیاء سے جنگ پر آمادہ کیا تھا۔ قرن۔ ہر زمانہ میں نفس کی خباثت ہی دنیا میں آگ لگاتی ہے۔ قصّہ۔ قصّہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شہزادہ نفس کی نحوست سے ایک سال بعد مر گیا۔

³ شاہ۔ جب شاہ سُکر سے صحو کی طرف آیا تو اُسکو محسوس ہوا کہ شہزادہ میرے غصّہ کی وجہ سے مر گیا۔ مرّیخ۔ اِس ستارے کو جلّادِ فلک کہا جاتا ہے نبی اور ولی کا غصّہ اللہ تعالیٰ کے غصّہ کا سبب بن جاتا ہے اور

عفو کرد آں شاہِ دریا دل ولے[۵۱] — آمدہ بُد تیرِ اُو بر مَقتلے

اُس دریا دل شاہ نے معاف کر دیا، لیکن — وہ تیر اُس کی قتل گاہ پر لگ چکا تھا

کُشتہ شُد در نوحہ اُو می گریست — اُوست جُملہ ہم کُشندہ ہم ولیست

وہ مارا گیا، وہ اُس کے نوحہ میں روتا تھا — وہ سب کچھ ہے، قتل کرنیوالا بھی، ولی بھی

ور نہ باشد ہر دو اُو پس جملہ نیست — ہم کُشندہ خَلق و ہم ماتم کُنی ست

اور اگر وہ دونوں نہ ہو، تو وہ سب کچھ نہیں ہے — وہ مخلوق کو مارنے والا اور ماتم کرنے والا بھی ہے

شُکر می کرد آں شہیدِ زرد خد — کاں بزد بر جسم و بر معنیٰ نزد

وہ زرد رُو، شہید شکر کرتا تھا — کہ اُس نے جسم پر مارا اور [illegible] نہ مارا

جسمِ ظاہر عاقبت خود رفتنیست — تا ابد معنیٰ بخواہد شاد زیست

ظاہری جسم انجام کار، خود چلا جانے والا ہے — ابد تک رُوح خوش زندہ رہے

آں عتاب ار رفت ہم بر پوست رفت[۵۲] — دوست بے آزار سُوئے دوست رفت

وہ غصہ اگر بیتا، تو بھی کھال پر بیتا — دوست بغیر تکلیف کے دوست کی جانب چلا گیا

گرچہ اُو فتراک شاہنشہ گرفت — آخر از عین الکمال اُو رہ گرفت

اگرچہ اُس نے شاہ کا فتراک پکڑا تھا — آخر کار نظرِ بد سے اُس نے راستہ بند کر دیا

واں سُوم کاہل ترینِ ہر دو بُود — صورت و معنیٰ بکُلّی اُو ربُود

اور وہ تیسرا دونوں سے زیادہ سُست رَو تھا — اُس نے صورت اور معنیٰ سب حاصل کر لیا

دختر و مُلک و خلافت اُو گرفت — می سزد گر زیں بمانی در شگفت

لڑکی اور سلطنت اور خلافت اُس نے لے لی — مناسب ہے، اگر تو اس سے تعجب میں رہے

من ز طولِ قصہ گشتستم ملول[۵۳] — من غریقِ بحرِ معنیٰ تو عجول

میں قصہ کی درازی سے ملول ہوں — میں معنیٰ کے دریا میں ڈوبا ہوا ہوں تو جلد باز ہے

وانگہے از ذلّت و عجز و نیاز — یافت مقصود از کریمِ کارساز

اور اُس وقت ذلّت اور عجز اور نیاز مندی کی وجہ سے — اُس نے کریم کارساز سے مقصود پا لیا

---

۵۱ عفو کرد۔ شاہ نے اُس کو معاف کیا لیکن قدرِ الٰہی کا تیر اُس کے مقتل پر لگ چکا تھا۔ مقتل۔ وہ عضو جس پر چوٹ لگنے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ کُشتہ شُد۔ شہزادہ تو مر گیا اور شاہ نے رونا شروع کر دیا [illegible] لئے کہ اگرچہ وہ [illegible] کی [illegible]ت کا سبب بنا [illegible] دلی اور سرپرست تو [illegible] تو وہ صاحب [illegible]رف بھی [illegible] اور ولی و مربی بھی۔ ور نہ۔ کمال جب ہے کہ یہ دونوں صفتیں ہوں چونکہ وہ شاہ جامع تھا لہٰذا اُس میں دونوں صفتیں تھیں اگر صرف تصرف کی طاقت ہو اور اُس میں ولایت نہ ہو تو کمال نہیں ہے۔ شُکر۔ وہ شہزادہ اِس پر خدا کا شکر کر رہا تھا کہ اُس غلطی کی سزا صرف جسم نے بھگتی، روح اور ایمان محفوظ رہا۔ جسمِ ظاہر۔ جسم تو لا محالہ فانی ہے اگر روح مر جاتی تو تباہی تھی۔

۵۲ آں عتاب۔ غصہ جسم پر پڑا روح کو روحِ اعظم سے جا ملی۔ گرچہ۔ اُس شہزادے نے اگرچہ شاہ کو سلوک کا ذریعہ بنایا تھا لیکن نظرِ بد سے اُس نے راستہ بند کر دیا۔ کاہل۔ متحمل، جس نے بڑے بھائی کی طرح نہ وصل میں جلد بازی کی اور نہ منجھلے کی طرح کمال کے دعوے میں جلدی برتی۔ صورت۔ یعنی شاہ چین کی لڑکی اور سلطنت۔ معنیٰ۔ یعنی خلافت باطنی۔ می سزد۔ اِس طرح کا تحمل نادر ہے جو باعثِ تعجب ہے۔

۵۳ من۔ میں اِس قصہ کی طوالت سے ملول ہوں کیونکہ قصہ کے ہر جزو سے اَسرار کی طرف منتقل ہو جاتا ہوں اور معنیٰ میں غرق ہو جاتا ہوں۔ تو عجول۔ تو چاہتا ہے کہ میں جلد صورتِ قصہ کو بیان کر دوں۔ وانگہے۔ تحمل سے دختر اور سلطنت اور خلافت حاصل کر لی اور ذلّت اور نیاز مندی سے قرب اور قبولیت کی دولت اللہ کارساز سے پالی، یہ مرتبہ صرف اعطاءِ خداوندی ہے۔

مَثَلِ وصیت کردنِ آں شخص کہ سہ پسر داشت و میراث
اُس شخص کی وصیت کی مثال جس کے تین لڑکے تھے اور اُس نے

خود را بکاہل ترین پسر داد و بہ قاضی نیز گفت
اپنی میراث سب سے زیادہ کاہل لڑکے کو دی اور قاضی سے بھی کہدیا

آں یکے شخصے بوقتِ مرگِ خویش
اُس ایک شخص نے اپنی موت کے وقت

گفتہ بُد اندر وصیت بیش بیش
اپنی وصیت میں، بار بار کہا تھا

سہ پسر بُودش چو سہ سرو رَواں
اُس کے تین لڑکے، سرو رواں جیسے تھے

وقفِ ایشاں کردہ اُو جان و رَواں
اُس نے اُن پر جان اور روح وقف کر دی تھی

گفت ہرچہ کالہ و سیم و زرست
اُس نے کہا کہ جو کچھ سامان اور چاندی اور سونا ہے

آں بَرَد زیں ہر سہ کو کاہل ترست
وہ لے، جو تینوں میں زیادہ کاہل ہے

گفت با قاضی و بس اندرز کرد
قاضی سے کہا اور بہت نصیحت کی

بعد ازاں جامِ شرابِ مرگ خورد
اُس کے بعد اُس نے موت کا جام پی لیا

گفت فرزنداں بقاضی کاے کریم
لڑکوں نے قاضی سے کہا، اے کریم!

نگذریم از حکمِ اُو ما سہ یتیم
ہم تینوں یتیم اُس کے حکم سے درگذر نہ کریں گے

سمع و طاعت می کنیم اُو راست دست
ہم سمع اور اطاعت کرتے ہیں، اختیار اُسکا ہے

ہرچہ اُو فرمود بر ما نافذ ست
جو کچھ اُس نے کہا ہے، وہ ہم پر نافذ ہے

ما چو اسمٰعیل ز ابراہیمِ خود
ہم حضرت اسماعیلؑ کی طرح اپنے ابراہیم سے

سر نہ پیچیم ارچہ قرباں می کُند
سر نہ موڑیں گے اگرچہ وہ قربان کر دے

گفت قاضی ہر یکے با عاقلیش
قاضی نے کہا، ہر ایک اپنی سمجھ سے

تا بگوید قصۂ از کاہلیش
اپنی کاہلی کا قصہ بیان کرے

تا بہ بینم کاہلیِ ہر یکے
تاکہ میں ہر ایک کی کاہلی کو سمجھ لوں

تا بدانم حالِ ہر یک بے شکے
تاکہ ہر ایک کا حال بے شبہ جان لوں

عارفاں از دو جہاں کاہل ترند
عارف، دونوں جہانوں سے بہت کاہل ہیں

زانکہ بے شد یار خرمن می برند
کیونکہ بغیر کھیت تیار کئے کھلیان اُٹھاتے ہیں

کاہلی را کردہ اند ایشاں سَنَد
اُنھوں نے کاہلی کو سہارا بنایا ہے

کارِ ایشاں را چو یزداں می کُند
چونکہ خدا اُن کا کام کر دیتا ہے

---

۵۱ مثل۔ چونکہ تیسرے شہزادے کو کاہل کہا اِس مناسبت سے تین کاہلوں کا ذکر فرماتے ہیں کسی کی کاہلی محمود ہے جو امورِ دنیا میں ہر کسی کی کاہلی مذموم ہے جو عقبیٰ کے کاموں میں ہے۔ آں یکے۔ ایک شخص کے تین لڑکے تھے اُس نے مرتے وقت وصیت کی کہ میرا وارث وہ ہے جو سب سے زیادہ کاہل ہو۔ بیش بیش۔ بار بار۔ سَروِ رواں۔ سرو کی ایک قسم ہے۔

۵۲ گفت۔ اُس نے وصیت میں یہ کہا کہ میرا ورثہ اُس کو ملے گا جو سب سے زیادہ کاہل ہوگا۔ گفت با قاضی۔ قاضی سے یہ کہہ کر وہ شخص مرگیا۔ گفت۔ لڑکوں نے قاضی سے کہا کہ ہم باپ کی وصیت پر عمل کرینگے۔ دست۔ یعنی اختیار۔ نافذ۔ جاری۔

۵۳ ما چو اسمٰعیلؑ۔ حضرت اسماعیلؑ نے ذبح کے معاملہ میں حضرت ابراہیمؑ کی اطاعت کی تھی۔ تا گفتی۔ قاضی نے سب سے زیادہ کاہل کا اندازہ لگانے کے لئے اُن سے کہا اپنی سمجھ سے ہر ایک اپنے کاہل ہونے کا کوئی قصہ سنائے۔ عارفاں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اہل اللہ اپنے توکل سے اپنی روزی حاصل کرتے ہیں وہ اِس معاملہ میں سب سے زیادہ کاہل ہیں۔ شد یار۔ وہ زمین جس کو الٹ پلٹ کر تخم ریزی کے لئے تیار کی جائے۔ خرمن۔ کھلیان۔ غلہ کا ڈھیر۔

کارِ یزداں رانمی بینند عام ۱ | می نیاسایند از کَد صبح و شام
اللہ (تعالیٰ) کے کام کو عام نہیں دیکھتے | وہ محنت سے صبح و شام آرام نہیں پاتے

کارِ دنیا را ز کُل کاہل ترند | در رہِ عقبیٰ زمہ گو می برند
وہ دنیا کے کام میں سب سے زیادہ کاہل ہیں | آخرت کی راہ میں چاند سے بازی لے جاتے ہیں

ایں گزیند ہر کہ اُو باشد رَشید | ہیں کہ دنیا رفت و عقبیٰ در رسید
اِس کو وہی اختیار کرتا ہے جو ہدایت یافتہ ہو | آگاہ! دنیا گئی اور آخرت آ پہنچی

مہتریں را گفت قاضی باز گو | قصہ از کاہلی اے مال جو
قاضی نے سب سے بڑے کو کہا، بتا | کاہلی کا قصہ، اے مال کے طالب!

ہیں ز حدِّ کاہلی گوئید باز | تا بدانم حدِّ آں از کشفِ راز
ہاں کاہلی کی انتہا، بیان کرو | تاکہ راز کھلنے سے میں اُس کی انتہا سمجھ لوں

ہیں ز حدِّ کاہلی بشرحے دہید | تا بدانم مَن بچہ حد کاہلید
ہاں کاہلی کی حد تفصیل سے بیان کرو | تاکہ میں جان لوں کہ تم کس حد تک کاہل ہو؟

بیگماں ۲ خود ہر زباں پردہ دل ست | چوں بجُنبد پردہ رُویت حاصل ست
یقیناً ہر زبان خود دل کا پردہ ہے | جب پردہ ہٹ جاتا ہے، دیدار حاصل ہو جاتا ہے

پردہ کوچک چو یک شرحہ کباب | می بپوشد صورتِ صد آفتاب
چھوٹا پردہ، کباب کے ایک ٹکڑے جیسا | سو سورجوں کی صورت کو ڈھانک دیتا ہے

گر بیانِ نُطق کاذِب نیز ہست | لیک بُوی از صدق و کذبش مُخبر ست
اگر گویائی کا بیان جھوٹا بھی ہے | لیکن بُو اسکے سچ اور جھوٹ کو بتا دینے والی ہے

آں ۳ نسیمے کہ بیاید از چمن | ہست پیدا از سمومِ گولخن
وہ ہوا جو چمن سے آتی ہے | وہ بھٹی کی لُو سے جداگانہ ہے

بُوی صدق و بُوی کذبِ گول گیر | ہست پیدا در نفس چوں مُشک و سیر
سچ کی بُو اور احمق کو پھنسانیوالی جھوٹ کی بُو | سانس میں مُشک کی بُو اور لہسن کی طرح ظاہر ہے

بُوی اِخلاص و نفاقِ بے مزہ | ہست ظاہر ہمچو عُود و انگزہ
اخلاص اور بے مزہ نفاق کی بُو | "اگر" اور "ہینگ" کی طرح ظاہر ہیں

---

۱ کارِ یزداں۔ مرام یہ ہے کہ عارفین میں چونکہ اللہ تعالیٰ کے تصرفات نہیں وہ صبح و شام محنت کرتے ہیں۔ در رہِ عقبیٰ۔ عارفین صرف دنیا ہی کے کام میں سُست ہیں آخرت کے کاموں میں تیز رَوی میں چاند سے بڑھے ہوئے ہیں ایں۔ یہ حالت اُس شخص کی ہوتی ہے جو یہ سمجھے کہ دنیا جا رہی ہے اور آخرت آ رہی ہے۔ مہتریں۔ تینوں لڑکوں میں سے سب سے بڑے سے قاضی نے کہا سب سے زیادہ کاہلی کا قصہ سُنا۔ ہیں۔ دوسروں سے بھی کہا کہ اپنی سب سے زیادہ کاہلی کا قصہ سُنا دو تاکہ میں اندازہ لگا لوں کہ تم کس کس درجہ کے کاہل ہو۔

۲ بیگماں۔ اب مولانا نے یہ بیان شروع فرما لیا کہ بولنے سے انسان کے عیب و ہنر ظاہر ہو جاتے ہیں ؎

تا مرد سخن نگفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد

مولانا نے اسی مضمون پر کتاب ختم کر دی ہے اور تیسرے لڑکے کے قصہ کو پورا بیان نہیں فرمایا۔ چوں بجُنبد۔ زبان چلے گی تو دل کے راز ظاہر ہوں گے۔ پردہ کوچک۔ زبان کے پردے میں لاکھوں اسرار چھپے ہوئے ہیں اس پر تعجب نہ کرو چھوٹی سی چیز بڑی چیزوں کو ڈھانپ لیتی ہے آنکھ پر انگلی رکھ دی جائے تو اگر سینکڑوں آفتاب ہوں تب بھی نظر نہ آئینگے۔ شرحہ۔ ٹکڑا۔ گر بیان۔ زبان سے کشفِ راز ضرور ہو جاتا

[illegible]

ہے اگر انسان جھوٹ بھی بولے گا تو وہ پہچان لیا جائیگا اور حقیقت واضح ہو کر رہیگی ۔۔۔ ۳ آں نسیمے۔ انسان چمن کی ہوا اور بھٹی کی ہوا کو پہچان لیتا ہے اسی طرح سچ اور جھوٹ میں امتیاز ہو جاتا ہے۔ بُوی۔ سچ اور جھوٹ میں ایسا ہی امتیاز ہے جیسا کہ مُشک اور لہسن میں۔ اخلاص۔ اخلاص اور نفاق کی بُو میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ اگر اور ہینگ میں

گر ندانی[1] یار را از دہ دِلہ — از مَشامِ فاسدِ خود کُن گِلہ

اگر تو یار کو منافق سے نہ پہچانے — اپنے خراب دماغ کا گلہ کر

وَر ندانی تو عجوز از شاہدے — بیگماں گشت ست چشمت فاسدے

اور اگر تو بوڑھی کو معشوقہ سے ممتاز نہ کرے — یقیناً تیری آنکھ خراب ہو گئی ہے

وَر تو نشناسی شکر را از صَبِر — بیگماں شد حسِّ ذوقِ تو خدِر

اور اگر تو شکر کو ایلوا سے ممتاز نہ کرے — بیشک تیرے ذوق کا حس بے حس ہو گیا ہے

وَر یکے شُد صوتِ بُلبل با غراب — ہست بیشک حسِّ سمعِ تو خراب

اور اگر بُلبل کی آواز کوّے کیساتھ ایک ہے — بیشک تیرے سُننے کی حس خراب ہے

وَر یکے گشتت سمور[2] و خار پُشت — حسِّ لمسِ تو بتو بنمود پُشت

اور اگر سمور اور سہی تیرے لئے ایک ہو گیا ہے — تو تیرے چھونے کی حس نے تجھے پشت دکھا دی ہے

بانگِ حیزان و شجاعانِ دلیر — ہست پیدا چوں فنِ روباہ و شیر

بزدلوں اور بہادروں کی آواز — واضح ہے لومڑی اور شیر کے ہُنر کی طرح

چارۂ کارِ حواسِ خویش کُن — وانگہے راہِ طلب در پیش کُن

اپنے حواس کا علاج کر — پھر طلب کی راہ کو سامنے رکھ

یا زباں ہمچوں سرِ دیگیست راست — چوں بجُنبد تو بدانی چہ آباست

یا زبان بالکل دیگ کے ڈھکن کی طرح ہے — جب وہ سرکتا ہے تو جان لیتا ہے کیا سالن ہے

از بُخارِ آں بداند تیز ہُش — دیگِ شیریں را ز سکباجِ تُرش

تیز ہوش اس کی بھاپ سے جان لیتا ہے — میٹھی دیگ کو کھٹے آش سے

دست[3] بر دیگِ نوی چوں زد فتیٰ — وقتِ بخریدن بدید اشکستہ را

جب نوجوان نے نئی ہانڈی پر ہاتھ مارا — خریدنے کے وقت، اُسنے ٹوٹی ہوئی کو دیکھ لیا

آں یکے پرسید صاحب دَرد را — گفت در چندے شناسی مَرد را

کسی ایک شخص نے صاحب درد سے دریافت کیا — اُسنے کہا تو انسان کو کتنی مدت میں پہچان لیتا ہے؟

گفت دانم مَرد را در حیں زپوز — ور نگوید دانمش اندر سہ روز

اس نے کہا میں انسان کو مُنہ سے فوراً پہچان لیتا ہوں — اور اگر وہ نہ بولے، اُس کو تین دن میں پہچان لیتا ہوں

واں دگر گفت ار بگوید دانمش — ور نگوید در سخن پیچانمش

اور دوسرے نے کہا، اگر وہ بولے تو میں اُس کو پہچان لیتا ہوں — اور اگر نہ بولے تو اُس کو بات میں اُلجھا دیتا ہوں

---

[1] گر ندانی۔ اگر تو دوست اور ہرجائی کی خوشبو میں امتیاز نہیں کر سکتا تو تیرا وہ حاسہ جس میں سونگھنے کی قوت ہے خراب ہے اُس کا شکوہ کر۔ دہ دِلہ۔ وہ شخص جس کا دل کسی ایک سے وابستہ نہو۔ وَر۔ اگر تو معشوقہ اور بڑھیا میں امتیاز نہ کر سکے تو اپنی آنکھ کا شکوہ کر۔ وَر تو نشناسی۔ اگر تو شکر اور ایلوے میں فرق نہیں کر سکتا تو اپنی قوتِ ذائقہ کی شکایت کر۔ خدِر۔ بے حس۔ وَر یکے شُد۔ اگر تو کوّے اور بُلبل کی آواز میں فرق نہیں کر سکتا تو اپنی قوتِ سامعہ کی شکایت کر۔

[2] سمور۔ لومڑی کی قسم کا ایک برفانی جانور ہے جس کی کھال سُرخ مائل بسیاہی ہوتی ہے اُسکے بال بہت نرم ہوتے ہیں اُس سے پوستین بناتے ہیں۔ خار پُشت۔ سہی جس کی کمر پر بڑے بڑے کانٹے ہوتے ہیں۔ حیزان۔ حیز، مُخنّث، بزدل۔ راہِ طلب یعنی شیخ کی طلب۔ یا زبان۔ یہ زبان کی دوسری تشبیہ ہے۔ آبا۔ سالن۔ سکباج۔ وہ شوربا جس میں سرکہ ہو۔

[3] دست۔ اسی طرح انسان جب کوئی نئی ہانڈی خریدتا ہے تو اُسکو بجا کر پہچان لیتا ہے کہ وہ ٹوٹی ہوئی ہے یا سالم۔ آں یکے۔ حقیقت کو پہچاننے میں انسانوں کے مختلف مراتب ہیں ایک شخص نے ایک ہمدرد انسان سے پوچھا تو دوسرے کو کتنی مدت میں پہچان لیتا ہے۔ گفت۔ اُسنے کہا اگر وہ بولے تو فوراً پہچان لیتا ہوں اور اگر نہ

گفت[۱] اگر ایں مکر بشنیدہ بُوَد
اُس نے کہا اگر وہ یہ تدبیر سُن چکا ہو

لَب بہ بندد در خموشی دَر رَوَد
ہونٹ بند کر لے اور خاموشی میں چلا جائے

گفت میرو گوئی تا ہفتم زمیں
اُس نے کہا تو کہہ دے کہ وہ ساتویں زمین تک چلا جائے

تا اَبد پوشیدہ بادم حالِ ایں
مجھ پر قیامت تک، اُس کا حال پوشیدہ رہیگا

حالِ یک تن گر ندانم چہ شَوَد
اگر میں ایک شخص کا حال نہ جانونگا تو کیا ہو جائیگا؟

واندرُو نقصانِ دینم چہ بُوَد
اور اس میں میرے دین کا کیا نقصان ہوگا؟

مَثَل

آنچناں[۲] کہ گفت مادر بچّہ رَا
جیسا کہ ماں نے بچّہ سے کہا

گر خیالے آیدت دَر شب فرا
اگر رات میں کوئی خیال تیرے قریب آئے

یا بگورستان وجائے سہمگیں
یا قبرستان میں اور خوفناک جگہ میں

تو خیالے زِشت بینی دَر کمیں
تو کسی بُرے خیال کو کمینگاہ میں دیکھے

دل قوی دار و بکُن حملہ برُو
دل کو مضبوط کرلے اور اُس پر حملہ کردے

اُو بگردِاند ز تو دَر حال رُو
وہ فوراً تجھ سے مُنہ موڑ لے گا

زانکہ بے ترسے بسُویش ہر کہ رَفت
اس لئے جو بے خوف ہو کر اُس کی طرف گیا

آنخیالِ دیو وش بگریخت تفت
وہ شیطان صفت خیال، فوراً بھاگا

گفت کودک با خیالِ دیو وش
بچّہ نے کہا، شیطان صفت خیال سے

ایں چنیں گر گفتہ باشد مادرش
اگر اُس کی ماں نے بھی یہی کہا ہو؟

حملہ آرد اُفتد اندر گردنم
وہ حملہ کردے، میری گردن میں آپڑے

زام رِ مادر پس مَن آنگہ چوں کُنم
ماں کے حکم سے، پھر اُس وقت میں کیا کروں گا؟

تو ہمی آموزیم کہ چُست ایست
تو مجھے سکھاتی ہے، کہ مضبوط کھڑا رہ

آں خیالِ زشت راہم مادر یست
اُس بُرے خیال کی بھی (کوئی) ماں ہوگی

دیوِ[۳] مَردم را مُلقِّن آں یکے ست
انسانوں کے شیطان کو تلقین کرنیوالا وہ ایک ہی ہے

غالب از وَے گر دو دار خصم اندکے ست
اُسکی وجہ سے غالب آجاتا ہے، اگرچہ لڑنیوالا کمزور ہے

تا کدامیں سُوی باشد آں بَراش
وہ توجہ خواہ کسی طرف ہو

الله الله رَو تو ہم آں سُوی باش
الله الله، جا تو اُسی جانب رہ

[۱] گفت۔ اُسنے کہا اگر وہ تیری اُس تدبیر کو پہلے سے سیکھے ہوئے ہو اور نہ بولے تو کیا ہوگا میرو۔ اُسنے کہا جا تو اُس سے کہہ دے نہ بولے اور زمین میں دھنس جائے اگر اُسکو نہ پہچانونگا میرا کیا بگڑیگا۔ حالِ یک تن۔ اگر مجھے ایک انسان کا حال معلوم نہوا تو میرے دین میں کیا نقصان آجائیگا لہٰذا یہ تیرا سوال ہی لغو ہے۔ مَثَل۔ ایک اور لغو سوال کی مثال دیتے ہیں۔

[۲] آنچنانکہ۔ ماں نے بچّہ سے کہا کہ اگر تجھے کوئی ڈراؤنا خیال آئے قبرستان وغیرہ میں یہ خیال ہو کہ ایک خوفناک چیز گھات میں بیٹھی ہے تو دل مضبوط کر کے اُس پر حملہ کر دینا وہ فوراً بھاگ جائے گا۔ زانکہ۔ ایسے خیال پر جو بلا خوف حملہ کرتا ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے۔ گفت کودک۔ بچّہ نے کہا کہ اگر اُسکی ماں نے بھی اُسے یہی بات سمجھائی ہوگی تو وہ آکر میرے گلے میں چپٹ جائیگا جس طرح تو مجھے سمجھا رہی ہے اس خیال کی بھی کوئی ماں ہوگی جس نے اُسکو اسی طرح سمجھایا ہوگا۔

[۳] دیوِ مردم۔ مولانا کو خیال آیا کہ اگر شیطان کے بارے میں کوئی ایسا ہی سوال کر بیٹھے جیسا کہ اِس بچّہ نے ماں سے سوال کیا، شیطان کے بارے میں قرآن نے کہا ہے اِنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ سُلْطَانٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ یعنی شیطان کا قابو اُن لوگوں پر نہیں ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں یعنی ایمان اور توکل اختیار کرو تو شیطان تم پر غالب آئیگا۔ اب اگر کسی نے یہ سوال کر دیا کہ اگر شیطان کو بھی ایسی ہی تعلیم دیدی گئی ہو تو کیا علاج ہے۔ مولانا اسکا جواب دیتے ہیں کہ خیال کے بارے میں ماں بچہ نے جو احتمال نکالا تھا شیطان کے معاملہ میں یہ احتمال نہیں ہے اسلئے کہ یہاں تو سمجھانیوالی ایک ہی ذات ہے۔ برآش۔ توجہ۔

گفت[1] اگر از مکر ناید در کلام — حیلہ را دانستہ باشد آں ہمام

اُس نے کہا اگر وہ مکر سے بات کرنے میں نہ آئے — وہ بڑا، حیلے کو جانتا ہو

سِرّ اُو را چوں شناسی راست گو — گفت من خامُش نشینم پیشِ اُو

تو اُس کے راز کو کیسے پہچانے گا؟ صحیح بتا — بولا، میں اُس کے سامنے خاموش بیٹھ جاؤنگا

صبر را سُلّم کُنم سُوئے درج — تا بر آیم بر سرِ بامِ فرج

درجہ کی جانب صبر کو سیڑھی بناتا ہوں — تاکہ میں کامیابی کے بالاخانہ پر پہنچ جاؤں

ہست مر ہر صبر را آخر ظفر — ہست روزی بعدِ ہر تلخی شکر

ہر صبر کا انجام کامیابی ہے — ہر تلخی کے بعد شکر نصیب ہوتی ہے

چوں بجوشد در حضورش از دلم — منطقے بیروں ازیں شادی و غم

جب اُس کی موجودگی میں میرے دل سے جوش مارتا ہے — کوئی کلام جو اِس خوشی اور غم کے علاوہ ہو

من بدانم کُو فرستاد آں بمن — از[2] ضمیر چوں سُہیل اندر یمن

میں سمجھتا ہوں، کہ وہ اُس نے میرے پاس بھیجا ہے — دل سے، جو یمن میں سہیل جیسا ہے

من بزرگیِ وُرا گردن نہم — منتے ہم بر دل و بر تن نہم

میں اُس کی بزرگی کے لئے گردن جُھکا دیتا ہوں — دل اور جسم پر بھی احسان جتاتا ہوں

در دلِ من ایں سخن زاں میمنہ ست — زانکہ از دل جانبِ دل روزنہ ست

یہ بات میرے دل میں اُس کی جانب سے ہے — کیونکہ دل سے دل کی جانب سوراخ ہے

چوں[3] فتاد از روزنِ دل آفتاب — ختم شُد واللہ اَعْلَمُ بِالصَّواب

جب دل کے روزن سے سورج ڈھل گیا — ختم ہوگئی، اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

خاتمہ لِوَلَدِہ العارف الکامل المحقق مولانا بہاء الملۃ والدین قُدِّسَ سِرُّہٗ

اُن کے صاحبزادے عارف، کامل محقق، مولانا بہاء الملۃ والدین قدس سرہ کا اختتام

مُدّتے زیں مثنوی چوں والدم — شُد خمش گفتم وُرا کاے زندہ دم

میرے والد جب ایک مُدت تک اِس مثنوی سے — خاموش رہے، میں نے اُن سے کہا اے زندہ دم!

از چہ رُو دیگر نمی گوئی سخن — بہرِ چہ بستی درِ علمِ لدُن

آپ کس وجہ سے اور بات نہیں کر رہے ہیں؟ — علم لدُنّی کا دروازہ آپ نے کیوں بند کر دیا؟

مِن رَبیعِ الثّانی۔ چہار شنبہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ ——— خاتمہ: مثنوی میں تیسرے شہزادے کا قصہ ناقص چھوڑ کر مولانائے روم نے مثنوی ختم کر دی ہے۔ مولانا کے صاحبزادے نے یہ خاتمہ لکھ کر اس طریقہ کار کی کچھ وضاحت کی ہے۔ والدم: یعنی مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ۔ علم لدُنی: مثنوی کے مضامین لدُنی عُلوم ہیں۔

[1] گفت: پھر سوال کرنے والے کی حکایت کی طرف رجوع کیا ہے، سوال کرنے والے نے کہا کہ اگر وہ تدبیر بھی کام نہ آئے پھر اس کا راز معلوم کرنے کی کیا صورت ہے۔ من خامُش: اُس نے جواب دیا کہ میں صبر سے اُسکے سامنے بیٹھا رہوں گا اور صبر کو مقصود کا ذریعہ بناؤں گا۔ ہست: صبر کے بعد ظفر اور کامیابی ہے ہر تلخی کے بعد شکر ہے یعنی مراقب ہو کر بیٹھوں گا۔ چوں بجوشد: اب جو خیالات میرے قلب پر منعکس ہونگے اگر وہ دنیوی خیالات نہیں ہیں تو میں سمجھونگا کہ یہ خیالات اُس نے میرے دل میں بھیجے ہیں۔

[2] از ضمیر: یعنی اُسکے قلبی خیالات ہیں۔ سُہیل: ایک مشہور ستارہ ہے جو بلادِ عرب میں موسم گرما کے آخر میں نظر آتا ہے۔ من بزرگی: جب اُس کے ضمیر کا میرے دل پر عکس پڑتا ہے تو میں اُسکی بزرگی کا قائل ہو جاتا ہوں اور اُس کا شکر گذار رہتا ہوں۔ در دل: میں سمجھ لیتا ہوں کہ یہ میرے قلبی خیالات اُسی مبارک شخص کے دل سے آئے ہیں اس لئے کہ دل سے دل کی طرف راہ ہوتی ہے۔

[3] چوں فتاد: اب القاءِ مضامین کا آفتاب میرے دل کے سوراخ سے ڈھل گیا تو اب میں کتاب کو بھی ختم کرتا ہوں اور خدا اپنی حکمتوں کو خوب جانتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا وَفَّقَنِیْ لِاِتْمَامِ ہٰذَا الْکِتَاب۔ ۸ جولائی ۱۹۸۶ء یَوْمُ الْاَرْبِعَاءِ فِی السَّابِعِ وَالْعِشْرِیْن

قصۂ[1] شہزادگاں نامد بسر — ماند ناسفتہ درِ سومیں پسر

شہزادوں کا قصہ ختم نہ ہوا — تیسرے لڑکے کا موتی، بغیر بندھا رہ گیا

گفت نُطقم چوں شتر زیں پس بخفت — نیستش با ہیچکس تا حشر گفت

فرمایا اس کے بعد میری گویائی اونٹ کیطرح سوگئی — اُس کی حشر تک، کسی سے بول چال نہیں ہے

ہست باقی شرحِ ایں لیکن دروں — بستہ شُد دیگر نمی آید بروں

اِس کی شرح باقی ہے، لیکن وہ اندر — بند ہوگئی، اب وہ باہر نہیں آتی ہے

ہمچو اُشتر ناطقہ اینجا بخفت — اُو بگوید مَن دہاں بستم ز گفت

قوتِ گویائی اس جگہ اونٹ کی طرح سو گئی — وہ (گویائی)، کہتی ہے کہ میں نے گفتگو سے مُنہ بند کرلیا

وقتِ رحلت آمد و جَستن ز جُو — کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ

کوچ اور نہر کو کود جانے کا وقت آگیا — بجز اُس کی ذات کے ہر چیز ہلاک ہونیوالی ہے

باقیِ ایں گفت آید بے زباں — در دلِ آنکس کہ دارد زندہ جاں

اس کا بقیہ بغیر زبان کے کہا ہوا آجائے گا — اُس شخص کے دل میں جو زندہ جان رکھتا ہے

گفتگو آخر رسید و عُمر ہم — مُژدہ[2] آمد وقتِ آں کز تن رہم

بات ختم ہوگئی اور عمر بھی — اُس وقت کی خوشخبری آگئی جبکہ میں جسم سے چھوٹونگا

در جہانِ جاں کُنم جولاں ہمے — بگذرم زیں نَم در آیم در یمے

جان کے جہاں میں جولانی کروں گا — اس نمی سے گذر جاؤنگا سمندر میں پہنچ جاؤنگا

زانکہ ایں عالَم ز نَم زندہ ست و خوش — از یَمِے نَم یافت زاں خوب ست و کش

کیونکہ یہ جہان، نمی سے زندہ اور خوشنما ہے — اُس نے سمندر سے نمی پائی ہے اسلئے اچھا اور خوش ہے

چونکہ جاں در خاک و نَم زندہ بُوَد — در جہانِ یَم ببیں تا چوں شوَد

جبکہ جان مٹی اور تری میں زندہ ہے — غور کر سمندر کی دنیا میں کیسی رہے گی

یَم[3] چو شہرست و چو دروازہ ست نَم — نَم چو قطرہ داں و بے اندازہ یَم

سمندر شہر کی طرح ہے اور نمی دروازے کی طرح — نمی کو قطرے کیطرح سمجھ اور سمندر بے اندازہ ہے

زیں نمی کو ہمچو جانست اندر آ — در یَمِ جاناں کہ تا یابی بقا

اِس نمی سے جو جان کی طرح ہے، اندر آ — جاناں کے سمندر میں تاکہ تو بقا حاصل کرے

چونکہ نَم از بحرِ جانست ایں طرف — پَس ز راہِ جاں طلب کُن آں شرف

چونکہ اِس جانب، جان کے سمندر کی نمی ہے — تو اُس بڑائی کو جان کے راستہ سے طلب کر

---

[1] قصۂ شہزادگاں۔ تینوں شہزادے جو شاہِ چین کی خدمت میں پہنچے تھے۔ درِ سومیں یعنی تیسرا سب سے چھوٹا شہزادہ۔ گفت نُطقم۔ یعنی والد صاحب نے فرمایا۔ شرحِ ایں۔ یعنی تیسرے لڑکے کا قصہ۔ ناطقہ۔ قوتِ گویائی۔ اُو یعنی قوتِ ناطقہ۔ جستن ز جُو یعنی دنیا کی نہر کو پار کرنا۔ باقیِ ایں یعنی اس قصہ کا بقیہ۔ در دل۔ اب کوئی صاحبِ باطن ہوگا جس کے دل میں بغیر میرے کہے وہ قصہ آجائیگا اور وہ اُس کی تکمیل کر دیگا۔

[2] مژدہ۔ اب میری موت کی بشارت آگئی ہے۔ در جہانِ جان۔ اب میں عالمِ ارواح میں چلا جاؤں گا اُس سمندر کے مقابل ناسوت ایک معمولی نمی ہے۔ زانکہ۔ اس عالمِ ناسوت میں عالمِ ارواح کا معمولی سا اثر ہے۔ کش۔ شاد۔ چونکہ۔ یہ روح، عالمِ ناسوت کی خاک اور معمولی نمی میں زندہ ہے تو عالمِ ارواح میں اُس کی زندگی کا تم خود اندازہ لگا لو کیسی ہوگی۔

[3] یَم۔ یہ عالمِ ناسوت، عالمِ ارواح اور ملکوت کے شہر کے لئے بمنزلہ دروازے کے ہے اور اس کی اُسکے مقابلہ میں قطرہ اور دریا کی مثال ہے۔ نمی۔ یہ نمی جان ہے اور سمندر جاناں ہے جان کی بقا جاناں سے اتصال کے اندر ہے۔ چونکہ۔ یہاں جو کچھ ہے وہ روحِ اعظم کا اثر ہے تو اس روحِ اعظم سے اتصال پیدا کرنے کی حاجت حاصل کر۔

تا ترا[1] آنجا برد کو بوده است
تاکہ تجھے اُس جگہ لے جائے جہاں وہ ہے
جُستن اندر خاک یَم بیہوده است
خشکی میں سمندر ڈھونڈنا، لغو ہے

جُزوِ ہر خاکے بخاکستاں برد
ہر خاک کا جزء، خاکستان کی جانب لے جاتا ہے
مَوجِ بحرِ جاں سُوئے جاناں برد
جان کے سمندر کی لہر جاناں کی طرف لیجاتی ہے

پس زِ جاں کُن وصلِ جاناں را طلب
جاناں کے وصل کو (دل د) جان سے طلب کر
بے لب و بے کام می گو نام ربّ
بغیر ہونٹ اور بغیر تالو کے خدا کا نام لے

تا رہی زیں حبس و ایں فانی جہاں
تاکہ تو اس قید اور اس فانی جہاں سے نجات پا جائے
در جہانِ جاں بمانی جاوداں
ہمیشہ جان کے جہاں میں رہے

تخمہائے عمر را در شورہ خاک
عمر کے بیجوں کو، شور زمین میں
می بکاری تا شوی آخر ہلاک
تو بو رہا ہے، تاکہ تو بالآخر ہلاک ہو جائے

ایں چنیں[2] عمرِ عزیزِ بے بہا
ایسی قیمتی پیاری عمر کو
بے عوض ضائع کُنی ہر دم چرا
تو بغیر عوض کے کیوں ضائع کرتا ہے؟

غبن می ناید ترا اے مردِ کار
اے کام کے آدمی! کیا تجھے ٹوٹا نہ ہوگا؟
تا دہی گلزار و گیری خارزار
کہ تو چمن دیتا ہے اور خارستان لیتا ہے

عمر کاں شد صرف در دنیا، نماند
جو عمر دنیا میں صرف ہوئی، نہ رہی
خرّم آنکش حق بسُوئے خویش خواند
مبارک ہے وہ جس کو اللہ (تعالیٰ) نے اپنی جانب بلایا

عمرِ معدودِ شمُردہ چوں دہی
تو جب گنی چنی عمر دیدے گا
در رہِ حق گردد آں نامنتہی
اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں وہ لا انتہا ہو جائے گی

بے شمار و بے حد و بے عد شود
بے شمار اور بے حد اور ان گنت ہو جائے
عمر دہ روزہ کہ در طاعت رود
وہ دس روزہ زندگی جو بندگی میں بسر ہو

ہیں[3] تجارت کُن دریں بازار تو
خبردار! تو اس بازار میں تجارت کرے
صد ہزاراں گُل بر از یک خار تو
تو ایک کانٹے کے عوض لاکھوں پھول لے جا

از یکے دانہ کہ کاری صد ہزار
تو جو ایک دانہ بوئے، لاکھوں
دانہ برگیری ز فضلِ کردگار
دانے اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے حاصل کرلے

خود شمار آنجا بُود کآخر بُود
شمار وہاں ہوتا ہے، جہاں آخر ہو
بیشمار ست آں طرف کاں بر بُود
وہ جانب بے شمار ہے جہاں خدا ہو

---

[1] تا ترا۔ وہ راستہ تجھے وہاں پہنچادے گا جہاں ربِ اعلم ہے، عالمِ ناسوت میں اس کی جستجو بیکار ہے۔ جزو۔ انسان کا خاکی جسم اس کو قبرستان کی طرف لے جاتا ہے روح اس کو محبوب کی طرف لے جاتی ہے۔ پس۔ روح کو ذکر اللہ میں لگا۔ تا رہی۔ جب تیری روح ذاکر ہو جائیگی تو تجھے ابدی زندگی حاصل ہو جائیگی۔ تخمہای۔ عمر کو جسم کی پرورش میں ختم نہ کر ورنہ تباہ ہو جائیگا۔

[2] اینچنیں۔ عمر جیسی قیمتی چیز کو جسم کی پرورش میں ضائع نہ کر۔ غبن۔ ٹوٹا۔ مردکار۔ معاملہ کرنیوالا، بونے والا۔ گلزار۔ عالمِ آخرت۔ خارزار۔ دنیا۔ عمر۔ زندگی کا وہ حصہ جو دنیاوی دھندوں میں صرف ہوا وہ ضائع ہوا لیکن دنیا کی محدود زندگی کو اگر اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کر دیا جائے تو ابدی زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔

[3] ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ۔ صد ہزاراں۔ یعنی جنت۔ یک خار۔ دنیوی متاع۔ از یکے۔ ایک نیکی کا ستر گنا ثواب ملتا ہے اور جس کو خدا چاہے وہ زیادہ بھی دیدیتا ہے۔ خود شمار۔ شمار تو دنیاوی فانی چیزوں کی ہے آخرت کی نعمتوں کی شمار نہیں۔

سُوئے کُلِّ خُود رَدا اے جُزوِ جدا[۵۱] — از خودی بگذر گریز اندر خُدا
اے علیحدہ جزو! اپنے کُل کی جانب جا — خودی سے گذر جا، خدا (کی پناہ) میں بھاگ جا

در تنِ ہمچو سُبُو ہستی چو آب — گفتگو و صلح و جنگت چوں حُباب
تو ٹھلیا جیسے جسم میں پانی کی طرح ہے — تیری گفتگو اور صلح اور جنگ بلبلے کی طرح ہے

چوں حُبابست ایں نقوش و ایں صُوَر — بر سرِ آبِ دروں اے نامور
یہ نقوش اور یہ صورتیں بلبلے کی طرح ہیں — اے نامور! اندرونی پانی کے اوپر

یا چو کفّے بر سرِ آبِ دروں — تا شود سرِّ دروں پیدا بروں
یا اندرونی پانی پر جھاگ کی طرح — تاکہ باطن کا راز باہر ظاہر ہو جائے

از تف و از کف[۵۲] از بُوئے قدور — می نماید خوردنیہا در تنور
گرمی سے اور جھاگ سے اور ہانڈیوں کی بُو سے — تنور میں کھانے کی چیزیں واضح ہو جاتی ہیں

تا کہ شیرینی و یا تُرشی ست آں — می شود ظاہر بر پیر و جواں
کہ وہ شیرینی ہے یا ترشی — بوڑھے اور جوان پر ظاہر ہو جاتی ہے

ہمچنیں از فعل و قولِ مرداں — می شود پیدا کہ چہ سانست جاں
اِس طرح انسانوں کے فعل اور قول سے — ظاہر ہو جاتا ہے، کہ جان کیسی ہے

جانِ اُو در مرتبہ چونست چیست — مُومن ست و یا کہ کافر یا ولی ست
اُس کی جان رتبہ میں کیسی ہے، کیا ہے — مومن ہے یا کافر، یا ولی ہے؟

آب را اندر سُبُو بے یم مدار — تا نگردد آبِ شیریں ناگوار
ٹھلیا میں پانی بغیر سمندر (کی مدد) کے نہ رکھ — تاکہ میٹھا پانی، ناگوار نہ بن جائے

کاب ساکن بے مدد ناخوش شود — رنگ و بُوئے و طعمِ خوب از وے رود
بغیر مدد کے ٹھہرا ہوا پانی بُرا ہو جاتا ہے — اُس میں سے اچھا رنگ اور بُو اور مزہ جاتا رہتا ہے

گفت احمدؐ[۵۳] ہر کہ دو روزش یکیست — ہست مغبون و گرفتارِ شکیست
(حضرت) احمدؐ نے فرمایا کہ جس شخص کے دو روز یکساں ہوں — وہ ٹوٹے میں اور شک میں گرفتار ہے

بے یقینے می زید در ابلہی — پُر ز بادے ہمچو انبانِ تہی
بے وقوفی میں، بغیر یقین کے جی رہا ہے — خالی تھیلے کی طرح، ہوا سے پُر ہے

ہر دمے پس میرود از پیشِ صف — می شود صافیش دُردے ہمچو کف
صف کے آگے سے، ہر لحظہ پیچھے جا رہا ہے — اُس کا صاف، جھاگ کی طرح تلچھٹ بن رہا ہے

---

۵۱ سُوئے کُل۔ رُوحِ اعظم سے اتّصال پیدا کر جس کا طریقہ ترکِ خودی اور رضا ہے۔ حُباب۔ بُلبلہ۔ یا چو۔ جسم کی تشبیہ سبو اور رُوح کی تشبیہ پانی سے دی اب فرماتے ہیں کہ یا جسم کو پانی کے جھاگ سے تشبیہ دیدو۔

۵۲ از تف۔ ہانڈی کی گرمی، اُبال اور خوشبو بتا دیتی ہے کہ تنور میں کیا پک رہا ہے۔ ہمچنیں۔ اِسی طرح انسان کے جسم کا قول و فعل رُوح کی حالت بتا دیتا ہے۔ جانِ اُو۔ انسان کا قول و فعل رُوح کے مرتبہ کفر اور ایمان اور ولایت کو ظاہر کر دیتا ہے۔ آب۔ رُوح کے پانی کا تعلق رُوحِ اعظم کے دریا سے پیدا کرلے ورنہ گڑھے کا ٹھہرا ہوا پانی متغیر ہو جاتا ہے۔

۵۳ گفت احمدؐ۔ حدیث شریف ہے مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ، جس کے دو دن یکساں ہوں وہ ٹوٹے میں ہے یعنی اُس نفع سے محروم ہے جو اُس کو دوسرے دن کمانا چاہیئے تھا۔ انبان۔ چمڑے کا تھیلا۔ ہر دمے۔ جس کو یقین کا مرتبہ حاصل نہیں وہ تنزّل اختیار کرتا رہتا ہے اور دریا سے تعلق نہ ہونے کی وجہ سے اُس کی رُوح کا پانی مکدّر ہو جاتا ہے۔

رنجِ اُو ہر لحظہ بدتر می شود — ہر دمے اُو ... وابتر می شود

اُس کا رنج ہر لحظہ بدتر ہو رہا ہے — وہ ہر لحظہ بُرا ... ہو رہا ہے

سُوئے دوزخ میرود آں رَدِّ باب[51] — بے عذابِ بحرِ در نار و عذاب

وہ مردودِ بارگاہ، دوزخ کی جانب جاتا ہے — بغیر سمندر کے شیریں پانی کے آگ اور عذاب میں

پیش ازانکہ کارِ تو آنجا رسد — ہر دمے غفلت ترا واپس برد

اِس سے پہلے کہ تیرا معاملہ وہاں تک پہنچے — (اور) غفلت کا ہر سانس تجھے اُلٹا لوٹائے

رو بسُوئے اصلِ خود ہمچوں خلیلؑ — بگذر از استارہ و چرخِ چو نیل

(حضرت) خلیل ع کی طرح اپنی اصل کی جانب جا — ستارے اور نیل جیسے آسمان سے گذر جا

پائے ہمت[52] بر خور و بر ماہ نہ — سر براں ایوان و آں درگاہ نہ

ہمت کا پاؤں سورج اور چاند پر رکھ دے — اُس بارگاہ اور اُس درگاہ پر سر رکھ دے

ایں خودی را خرج کُن اندر خدا — تا نمانی ہمچو ابلیسے جُدا

اِس خودی کو خُدا میں صَرف کر دے — تاکہ تو شیطان کی طرح جُدا نہ رہے

آبِ جاں را ریز اندر بحرِ جاں — تا شوی دریائے بیحد و کراں

جان کے سمندر میں جان کے پانی کو بہا دے — تاکہ تو بے حد اور بے ساحل دریا بن جائے

قصہ کوتہ کُن کہ رفتم در حجاب — ہیں خمش واللہُ اَعلَمُ بالصّواب

قصہ مختصر کر کہ میں پردے میں چلا گیا — ہاں چُپ ہو جا اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

شُکر ایں نامہ بعنوانے رسید — گم نشد نقد و باخوانے رسید

شُکر ہے یہ نامہ ایک عنوان (کے خاتمہ) تک پہنچ گیا — نقد، گم نہ ہوا اور بھائیوں کو پہنچ گیا

نردبانِ آسمانست ایں کلام[53] — ہر کہ ازیں بر رود آید ببام

یہ کلام، آسمان کی سیڑھی ہے — جو اِس کے ذریعہ اوپر جائیگا چھت پر پہنچ جائیگا

نے ببامِ چرخ کاں اخضر بود — بل ببامے کز فلک برتر بود

آسمان کی چھت پر نہیں جو سبز ہے — بلکہ اُس چھت پر جو آسمان سے اُونچی ہے

بامِ گردوں را ازو آید نوا — گردشش باشد ہمیشہ زاں ہوا

اُس کیلئے سامان، گردوں کی چھت سے آتا ہے — اسی خواہش سے اُس کی ہمیشہ گردش ہوتی ہے

تمت الخاتمہ لولدہ مولانا بہاء الدین رح

[51] سُوئے دوزخ۔ جس کو ایمان کا مرتبہ حاصل نہیں وہ مردودِ بارگاہ ہے اور جہنم کی طرف جا رہا ہے۔ پیش۔ اِس حالت سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کرلے۔ خلیلؑ۔ حضرت ابراہیمؑ نے ستاروں کی الوہیت کا انکار فرمایا تھا۔

[52] پائے ہمت۔ چاند سورج سب مخلوق ہیں ان سے گذر کر خالق کی بارگاہ میں پہنچ جا۔ ایں خودی۔ فنا حاصل کر جب وصل ہوگا ورنہ شیطان کی طرح جُدا رہیگا۔ قصہ۔ اب اِس ماجرے کو ختم کرو اور چُپ ہو جاؤ۔ شکر۔ میرے پاس جو مضامین تھے وہ میں نے اپنے پیر بھائیوں کو پہنچا دیے۔

[53] ایں کلام۔ مثنوی۔ بام۔ بام سے آسمان کی بلند سطح مُراد نہیں ہے بلکہ بارگاہِ خداوندی مُراد ہے۔ بامِ گردوں۔ اِس بام کو اُس بام سے خوراک ملتی ہے اور یہ اُسی کے عشق میں سرگرداں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اختتامِ مثنویِ مولویِ معنوی

اِفتتاحِ کلام بہ تمہیدِ اختتامِ سراپا اختتامِ مثنویِ معنوی مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ

از حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

جذب ذوق و شوقِ مولانا حُسام[1]
مولانا حسام (الدین) کے ذوق و شوق کی کشش

میکشد ما را بسُوئے اِختتام
ہمیں خاتمہ کی جانب کھینچ رہی ہے

اِختتامِ مثنویِ معنوی
مثنویِ معنوی کو خاتمہ تک پہنچانا

میکشد جاں را براہِ مُستوی
جان کو سیدھے راستہ پر کھینچ رہا ہے

می تراود خود بخود از لب سخن
ہونٹ سے خود بخود کلام ٹپک رہا ہے

آنچہ خواہی اے ضیاء الدین بکن
اے ضیاء الدین! آپ جو چاہیں کریں

چوں زمامِ عقلِ من در دستِ تست
چونکہ میری عقل کی باگ آپ کے ہاتھ میں ہے

ہر کجا خواہی بکش جاں مستِ تست
جس جگہ آپ چاہیں کھینچ لیں، جان آپ کی مست ہے

پرتوِ خور چوں در آبے اوفتاد
سورج کا عکس جب کسی پانی پر پڑا

آب، دادِ آفتابے را بداد
پانی نے سورج کی عطا کی داد دی

رُوحِ مولانا جلال الدینؒ رُوم
مولانا جلال الدین رومیؒ کی رُوح

مِہرِ[2] برجِ معرفت، بحرِ عُلوم
جو علوم کے سمندر (اور) معرفت کے برج کے چاند ہیں

پرتوے زد چونکہ بر طُورِ دِلم
جب میرے دل کے (کوہِ) طور پر عکس ڈالا

گشت نُورانی تنِ آب و گِلم
میرا آب و گِل کا جسم نُورانی بن گیا

ہر زمانم آں مہِ چرخِ بریں
بلند آسمان کا وہ چاند ہر لمحہ

میزند چشمک ببامِ دل کہ ہیں
بامِ دل پر اشارہ کرتا ہے کہ ہاں

اِختتامِ مثنوی آغاز کُن
مثنوی کے خاتمہ کا آغاز کر

نامۂ سربستہ اَم را باز کُن
میرے سربستہ نامہ کو کھول

آں حکایت گو کہ ناگفتہ بماند
وہ حکایت کہہ، جو بغیر کہی رہ گئی

نظم کُن آں دُر کہ ناسُفتہ بماند
اُس موتی کو پرو، جو بغیر پروئے رہ گیا

زُود در سِلکِ بیاں درکش وُرا
جلد اُس کو لڑی میں پرو

در رسد[3] فیضانِ رُوحانی زما
ہمارا روحانی فیضان (ضرور) پہنچے گا

چونکہ حدِ خود ندیدم تن زدم
چونکہ میں نے اپنا مرتبہ نہ دیکھا، میں خاموش ہو گیا

بر درش از عذر سر رامن زدم
عذر سے میں نے اپنا سر اُن کے در پر رکھ دیا

---

[1] حُسام۔ حُسام الدین۔ اِختتام۔ یعنی مثنوی کا خاتمہ لکھنا۔ می کشد۔ یعنی جذب۔ ضیاء الدین۔ ضیاء الحق۔ داد۔ عطا یعنی سورج کا جب عکس پانی پر پڑتا ہے تو پانی بھی اسکو نمایاں کرتا ہے اِسی طرح مولانا حسام الدینؒ کی روح کے عکس کو جو میری روح پر پڑا ہیں نمایاں کر رہا ہوں۔ طُور۔ کوہِ طُور۔ [2] مِہر۔ یعنی مولانا جلال الدینؒ شریعت اور طریقت کے جامع ہیں مہ۔ یعنی مولانائے روم۔ میزند۔ یعنی مولانا جلال الدین آنکھ سے اشارہ کر رہے ہیں کہ مثنوی کا خاتمہ لکھو۔ ناگفتہ۔ یعنی تیسرے شہزادے کا قصہ۔

[3] در رسد بقول مولانا بہاء الدین کے مولانا رومؒ نے فرمایا تھا (شعر) باقیِ ایں گفتہ آید بے زباں ؛ در دلِ آنکس کہ دارد نورِ جاں۔ تن زدم۔ میں خاموش ہو گیا۔

چونکہ قولِ آں ایازِ پاک دید [۵۱]
چونکہ اُس پاک نظر، ایاز کا قول

در نگاہِ دیدۂ دل می خلید
دل کی آنکھ کی نظر میں چبھ رہا تھا

کاشکستن اَمر از گوہر دشوار تر
کیونکہ حکم کا توڑنا موتی کے توڑنے سے زیادہ دشوار تر

لاجرم بستم با مرِ اُو کمر
لامحالہ میں نے اُن کے حکم سے کمر باندھ لی

اے خدا اے قادرِ بیچون و چند
اے خدا اے بے کم وکیف برتر قادر!

راز ہا کردی درونِ سینہ بند
تو نے سینہ میں راز بند کر دیئے ہیں

سینہ را صندوق سر ہا کردہ
تو نے سینہ کو رازوں کا صندوق بنایا ہے

واندراں مخزوں گہر ہا کردہ
اور اُس میں موتی خزانہ کر دیئے ہیں

ربط دادی سینہ را با سینہٗ
تو نے سینہ کو سینہ سے ربط دیا ہے

ربط ایں آئینہ با آئینہٗ
جس طرح اِس آئینہ کا آئینہ سے ربط ہے

نقشِ ایں آئینہ در دیگر پدید
اس آئینہ کا نقش دوسرے میں ظاہر

کردی از صنعِ خود اے ربِ مجید
کر دیا، اے ربِ مجید! تو نے اپنی کاریگری سے

آب از جوئے بجوئے می رَوَد
پانی ایک نہر سے دوسری نہر میں جاتا ہے

باز یکسو گشتہ تا دریا دَوَد
پھر اکٹھا ہو کر دریا میں دوڑ جاتا ہے

رفت چوں در بحر آبِ جویہا
جب نہروں کا پانی سمندر میں چلا گیا

جملہ یکذات و یک آبست اے فتا
اے نوجوان! سب ایک ذات اور ایک پانی ہے

با تو رمزے گفتم اے جاں گوش کن [۵۲]
اے جان اُسن میں نے تجھ سے ایک رمز کہی

جملہ تن جاں باش و جاں را ہوش کن
مجسم جان بنجا، اور جان کو ہوش بنا لے

رو بسوئے آں وصیت باز گرد
چل اُس وصیت کی جانب پلٹ

زانتظار آں سہ پسر را دل بدرد
اُن تینوں لڑکوں کے دل انتظار سے درد میں ہیں

آغاز داستان بیان کردن آں
اُن تینوں لڑکوں کا اپنی کاہلی کو بیان کرنے

سہ پسر کاہلی خود را و طلب حکم از
کی داستان کا آغاز اور سچائی اور صفائی کے

قاضی بصدق و صفا
ساتھ قاضی سے فیصلہ چاہنا

گفت قاضی کاہلی خود شما
قاضی نے کہا تم اپنی کاہلی

سر بسر گوئید تفصیلاً بما
پوری پوری تفصیل سے ہم سے کہو

ہر یکے باید کہ گوید حالِ خویش
ہر ایک کو اپنا حال بیان کرنا چاہیئے

تا بدانم کاہلی کیست بیش
تاکہ میں سمجھوں کس کی کاہلی بڑھی ہوئی ہے

در سخن پنہاں ست حالِ مردماں
انسانوں کی حالت گفتگو میں پوشیدہ ہے

مرد در زیرِ سخن باشد نہاں
انسان گفتگو میں پوشیدہ ہوتا ہے

حقہٗ سربستہ جانِ آدمی ست [۵۳]
انسان کی جان ایک سربستہ ڈبہ ہے

باز مفتاحش زبانِ آدمی ست
پھر اُس کی کنجی آدمی کی زبان ہے

آدمی را از سخن باید شناخت
آدمی کو گفتگو سے پہچاننا چاہیئے

غیرِ کشتی بر سرِ دریا کہ تاخت
کشتی کے بغیر دریا میں کون دوڑ سکتا ہے؟

اوّلیں گفتا بداں خدا کاہلم
پہلے نے کہا میں یہاں تک کاہل ہوں

کاُستاد و تنبلاں را تنبلم
کہ اُستاد اور کاہلوں کا کاہل ہوں

ہیں تو بشنو حالِ ما را اے سنی
اے بزرگ! تو ہمارا حال سُن لے

بُد شب باران و فقدِ روشنی
بارش کی رات تھی اور روشنی مفقود تھی

برف می بارید و باراں زمہریر
برف برستی تھی اور بارش اور پالا

عالَمے مانندِ یخ بستہ قریر
جہان جمے ہوئے برف کی طرح ٹھنڈا تھا

تشنہ گشتم آتشم پردود گشت
میں پیاسا ہو گیا میری آگ دھوئیں سے بھر گئی

آتشِ باطن بزد بر کوہ و دشت
باطن کی آگ، پہاڑ اور جنگل میں جا لگی

---

۵۱ پاک دید۔ پاک نظر۔ کر آستن۔ تیار ہو جانا۔ ربط۔ ایک سینہ سے دوسرے سینہ میں علوم منتقل ہوتے ہیں جس طرح ایک آئینہ سے دوسرے آئینہ میں عکس آجاتا ہے۔ آب۔ وہ علوم جو مولانائے روم کے سینہ میں تھے وہ میرے سینہ میں آگئے۔ باز یکسو۔ ان مضامین کا مقصد ایک ہے۔

۵۲ رمزے۔ یعنی مطالب کا اتحاد اور اُن کا ایک سینہ سے دوسرے سینہ میں منتقل ہو جانا۔ وصیت۔ باپ نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ سب ترکہ میری اولاد میں سے سب سے زیادہ کاہل کو دیا جائے۔ ۵۳ آدمی یعنی انسان کا باطن بمنزلہ دریا کے ہے اور زبان کشتی ہے، دریا کے احوال کشتی کے ذریعہ معلوم کئے جا سکتے ہیں اسی طرح باطن کا حال زبان سے معلوم کیا جا سکتا ہے یہ اہلِ ظاہر کیلئے ہے اور شریعت اسی کو معتبر مانتی ہے، اہلِ باطن کشف سے بھی باطنی احوال معلوم کر لیتے ہیں لیکن کشف دوسرے پر حجت نہیں ہے۔ سنی۔ بلند، روشن۔ پُردود۔ یعنی ابخرات۔ کوہ و دشت یعنی اعضاء۔

نفسِ نالاں در پئے آبِ خنک
ٹھنڈے پانی کے لئے نفس نالاں تھا

تنبلی اَم گفت بنشیں سیکنک[۵۱]
میری کاہلی نے کہا، آہستہ بیٹھ (ٹھہر جا)

از گرانجانی بخواب اندر شدم
میں سستی کی وجہ سے، سونے لگا

گشتہ کاہل پای بر بستر زدم
کاہل بن کر، میں بستر پر چڑھ گیا

خواب نامد اندراں عطشانیم
اس پیاسے پن میں مجھے نیند نہ آئی

دمبدم افزود سر گردانیم
لمحہ بلمحہ میری پریشانی بڑھی

آخرش برخاستم بہرِ وضو
بالآخر میں وضو کے لئے اٹھا

قصد کردم جانبِ آب و سبو
پانی اور ٹھلیا کی جانب میں نے ارادہ کیا

یادِ من آمد حدیثے از انسؓ
مجھے (حضرت) انسؓ کی حدیث یاد آ گئی

اَسْبِغْ امرِ آں رسولِ خوش نفس
اُس خوش دَم رسول کا حکم کہ وضو کمتل کر

طالبِ غُرِّ محجّل گشتہ زود
میں فوراً غُرِّ محجّل کا طالب بن کر

در وضو گشتم شتاباں اے ودود
اے محب! جلد وضو میں لگ گیا

کردم اِسباغِ وضو زاں آبِ سرد
میں نے اُس ٹھنڈے پانی سے وضو کی تکمیل کی

سردیِ اُو دست و پا بیکار کرد
اُس کی ٹھنڈک نے ہاتھ اور پاؤں بیکار کر دیئے

غالب آمد کاہلی بر من چناں
مجھ پر کاہلی ایسی غالب آئی

کہ نکردم جرعۂ زاں اندر دہاں
کہ اُس کا ایک گھونٹ منہ میں نہ ڈالا

از عطش می مُردم و اعضا چو برف
میں پیاس سے مر رہا تھا اور برف جیسے اعضاء نے

بردِ ظاہر را بباطن کردہ صرف
ظاہری ٹھنڈک کو باطن پر صرف کیا

[۵۲] از کسالت گفتم ایں بردِ وجود
میں نے کاہلی کی وجہ سے کہا، یہ جسم کی ٹھنڈک

حرِّ باطن عاقبت خواہد ربود
انجامِ کار، باطن کی گرمی کو دور کر دے گی

کاہلی از آب خوردن منع کرد
کاہلی نے پانی پینے سے روک دیا

آب در دست و بدست اسبابِ برد
پانی ہاتھ میں تھا اور ٹھنڈک کے اسباب ہاتھ میں

لیک از دستم دہاں بس دور بود
لیکن میرا ہاتھ منہ سے بہت دور تھا

از کسالت کے مرا مقدور بود
کاہلی کی وجہ سے مجھے قدرت کہاں تھی؟

گفت رمزے گفتہ اَم زاں کاہلی
اُسنے کہا میں نے اس کیطرف ایک اشارہ کر دیا ہے

قاضیا تو فہم کُن گر عاقلی
اے قاضی! اگر تو سمجھ دار ہے تو سمجھ لے

زاہداں در کارِ دنیا کاہل اند
زاہد، دنیا کے کام میں کاہل ہیں

در اداے بارِ عقبیٰ کامل اند
آخرت کا بوجھ اُتارنے میں، کامل ہیں

نفس را بکشند بہرِ نان و آب
روٹی اور پانی کی خاطر نفس کو مارتے ہیں

یکدمِ آبی بود شاں را شراب
پانی کا ایک گھونٹ اُن کے لئے شراب ہے

نفسِ کافر را بس ست از فربہی
کافر نفس کے موٹاپے کے لئے کافی ہے

[۵۳] آنکہ بہرِ ہر عطش آبش دہی
یہ کہ تو ہر پیاس کے وقت اُسے پانی دیدے

نفسِ سرکش را بسند ست از قساوٗ
قساوت کیوجہ سے سرکش نفس کیلئے کافی ہے

کو خورد آبے بہرِ رغبت چو گاوٗ
کہ وہ ہر خواہش کے وقت بیل کی طرح پانی پی لے

امرِ نفسِ خویش را دانی کشاوٗ
تو اپنے نفس کے حکم کو شاہی فرمان سمجھتا ہے

میبرد ہر سو ترا ایں نفسِ گاوٗ
یہ بیل جیسا نفس، تجھے ہر جانب لے جاتا ہے

کارِ مرداں کاہلی در کارِ تن
بہادروں کا کام جسم کے کام میں کاہلی ہے

جابکی جُستن بطاعت در محن
(اور) مشقتوں میں فرمانبرداری کیساتھ چستی تلاش کرنا

باش کاہل بلکہ میرِ کاہلاں
کاہل بن جا، بلکہ کاہلوں کا سردار

از ہمہ تدبیرِ دنیا اے فلاں
اے فلاں! دنیا کی تمام تدبیروں سے

کارِ عقبیٰ میکند دنیات خوب
آخرت کا کام، تیری دنیا کو اچھا کر دے گا

رو ز راہِ دیں درِ دنیا بکوب
جا، دین کے راستے سے دنیا کا دروازہ کھٹکھٹا

---

[۵۱] سیکنک۔ آہستہ۔ اَسْبِغْ۔ آنحضورؐ کا حکم ہے وضو مکمل کیا کرو مکمل وضو کرنے والے قیامت میں منور چہرے اور منور اعضاء والے ہوں گے۔ غُرّ۔ اغر کی جمع ہے، اغر وہ گھوڑا جس کی پیشانی پر سفیدی ہو۔ محجّل۔ وہ گھوڑا جس کے پاؤں سفید ہوں۔ [۵۲] از کسالت۔ میں نے سستی کی وجہ سے یہ تصور کر لیا کہ یہ بدن کی ٹھنڈک پیاس کی گرمی کو بجھا دے گی۔ اسبابِ برد یعنی پانی جس سے پیاس کی گرمی کو رفع کیا جا سکتا تھا۔ کسالت۔ سستی۔ زاہداں۔ یہ صاحبِ مثنوی کا مقولہ ہے۔ شراب یعنی نفس کشی کیلئے پیاس کے وقت پانی سے ایسا ہی پرہیز کرتے ہیں جیسے کہ شراب سے پرہیز کیا جاتا ہے۔ [۵۳] آنکہ۔ چونکہ نفس کو موٹا کرنا نہیں چاہتے اور اس کے موٹاپے کیلئے یہی کافی ہے کہ تو اس کی خواہش پر اُسکو پانی پلاتا ہے۔ بسند۔ کافی۔ قساوٗ۔ دل کی سختی۔ کشاوٗ۔ شاہی فرمان یعنی تو اپنے نفس کے حکم کو شاہی فرمان کی طرح واجب الاتباع سمجھتا ہے۔ محن۔ مشقتیں۔ کارِ عقبیٰ۔ جو اللہ کے کاموں میں لگتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی دنیا خود سنوار دیتا ہے۔

گفت پیغمبرؐ کہ ہر کس منقطع
پیغمبرؐ نے فرمایا ہر جو شخص انقطاع کرلینے والا

سُوئے حق شد گشت کارش مجتمع
اللہ کی جانب ہوا، اُس کا کام مجتمع ہوگیا

سُوئے دنیا ہر کرا شد انقطاع
جس کا انقطاع دنیا کی جانب ہوا

گشت تفویضش بدنیا بے نزاع
بلا اختلاف اُس کی سپردگی دنیا کی طرف ہوگئی

داستان بر سبیلِ تمثیل کہ اختیارِ کارِ
مثال کے طور پر ایک داستان کہ آخرت کے کام

عقبیٰ بر کارِ دنیا اولیٰ ست
کو دنیا کے کام پر ترجیح دینا زیادہ بہتر ہے

بُود مردِ صالحے با زہد و ورع
ایک شخص نیک، زاہد اور پرہیزگار تھا

داشت وجہ قوتِ خود از حرث و زرع
جو اپنی روزی کی سبیل کھیت اور کیاری سے رکھتا تھا

بُود یک اشتر مر اُو را بس حرُوں
اُس کا ایک بہت سرکش اونٹ تھا

بارہا بگریختے کردے زبُوں
بارہا بھاگ جاتا، عاجز کردیتا

اتفاقاً روزِ جمعہ آمد بہ پیش
اتفاق سے جمعہ کا دن آگیا

اشترش بگریخت از مرعائے خویش
اُس کا اونٹ اپنی چراگاہ سے بھاگ گیا

والہ ِراں جمعہ اش سقائے زرع بُود
اور اُس جمعہ کو اُس کی کھیتی کو پانی دینا تھا

آبِ نہر آں روز بہرش میشود
اس روز اُس کیلئے نہر کا پانی چالو ہوتا تھا

مرد حیراں گشت و گفت یا خدا
مرد حیران ہوگیا اور بولا اے خدا!

نوبتِ سقی آمدہ اکنوں مرا
اب میری سیرابی کی باری آگئی

گر سقایت میکنم اشتر کجا
اگر میں سیرابی کروں، اونٹ کہاں ہے؟

ہم کجا یابم نمازِ جمعہ را
نیز جمعہ کی نماز کہاں پاؤں گا؟

ور کنم اندر سقایت من درنگ
اور اگر میں سیراب کرنے میں دیر کرتا ہوں

یبشود از یُبس کارِ زرع تنگ
تو خشکی کی وجہ سے کھیتی کا معاملہ تنگ ہوجائیگا

بہر اشتر رُو بصحرا گر کنم
میں اگر اونٹ کی خاطر جنگل کا رُخ کروں

وز تفحص در بیاباں بر تنم
اور جستجو میں جنگل میں پھروں

پس نماز و زرع ہر دو میرود
تو نماز اور کھیتی دونوں جارہی ہیں

وہ نمیدانم کہ حالم چوں شود
ہائے میں نہیں سمجھتا کہ میرا کیا حال ہوگا؟

زیں تردد ہا دلِ اُو شاخ شاخ
اِس تردد سے اُس کا دل ٹکڑے ٹکڑے تھا

زیں صد گونہ ز اشجاں بُود وراخ
غموں اور درد میں سو طرح گردی تھا

عاقبت بعد از تردد گفت خُوب
انجام کار، تردد کے بعد بولا، ہاں

بہر جمعہ رَو درِ حق را بکوب
جمعہ کے لئے جا، اللہ (تعالیٰ) کا دروازہ کھٹکھٹا

کیں متاعِ باقی و آں فانی ست
کیونکہ یہ باقی رہنے والی چیز ہے اور وہ فانی ہے

دل بفانی بستن از نادانی ست
فانی سے دل وابستہ کرنا نادانی ہے

ابنِ عباسؓ از پیمبرؐ نقل کرد
(حضرت) ابن عباسؓ نے پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے

ہست جمعہ حجِ مسکینانِ فرد
جمعہ یکتا مسکینوں کا حج ہے

کرد پس تبکیر مسجد اختیار
اُس نے سویرے سویرے مسجد میں جانا پسند کیا

کِش ثواب بدنہ آمد در شمار
کیونکہ شمار کرنے میں اُسکے لئے اونٹ کا ثواب آیا ہے

رفتہ در مسجد بحق مشغول شد
مسجد میں جاکر حق (تعالیٰ) کیساتھ مشغول ہوگیا

جملہ ز افکارِ جہاں معزول شد
دنیا کی تمام فکروں سے جُدا ہوگیا

با نیازِ دل بصد جزع و خضوع
دل کے نیاز کے ساتھ سینکڑوں خشوع اور خضوع سے

گشت با حق در سجود و در رکوع
اللہ (تعالیٰ) کیلئے سجود اور رکوع میں (مشغول) ہوگیا

چوں فراغت یافت از وِرد و نماز
جب نماز اور وظیفہ سے فارغ ہوا

مرد کرد آہنگِ خانہ زود باز
اُس شخص نے جلد گھر کی واپسی کا ارادہ کیا

تا دریں دم کارِ دنیا ہم کند
تاکہ اِس وقت دنیا کا کام بھی کرے

یکزمانے بر مکاسب بر تند
تھوڑی دیر کے لئے کمائی میں معروف ہوجائے

۱؎ سُوئے۔ جو شخص دنیا کے پیچھے پڑتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اُس کی کوئی مدد نہیں فرماتا بلکہ اُس کا معاملہ دنیا کے سپرد فرما دیتا ہے۔ حرث۔ کھیتی۔ حروں۔ سرکش۔ مرعیٰ۔ چراگاہ۔ ۲؎ شاخ شاخ۔ پارہ پارہ۔ اشجان۔ شجن کی جمع ہے، غم۔ واخ۔ درد و غم۔ ابن عباسؓ۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے نقل فرمایا ہے کہ جس کے پاس حج کے اخراجات نہ ہوں اُس کو اللہ تعالیٰ جمعہ میں حج کا ثواب عطا فرما دیتا ہے، جمعہ اور حج اِس اعتبار سے یکساں ہیں کہ دونوں میں مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ تبکیر۔ کام کو صبح سویرے کرنا۔ فرد۔ یعنی وہ مسکین جو مال سے اکیلے ہیں۔ ۳؎ کش۔ حدیث شریف میں ہے جو صبح سویرے جامع مسجد میں پہنچتا ہے اُس کو اونٹ کی قربانی کا ثواب ملتا ہے۔ بدنہ۔ قربانی کا اونٹ۔ جزع۔ ڈر۔ مکاسب۔ کمائی کے ذرائع۔

دید اُشتر بر مُناخش بستہ است
اُس نے دیکھا اونٹ اپنے باڑے میں بندھا ہے

بس غریب و عاجز و تن خستہ است
بہت تھکا ہوا اور عاجز اور زخمی بدن ہے

گفت زن را ایں شتر چوں آمدہ
اُس نے بیوی سے کہا یہ اونٹ کیسے آیا؟

گفت ایں را ختہ آوردہ ددہ
اُس نے کہا اس کو درندہ زخمی کر کے لایا ہے

در پئے او گرگ زفت اُفتادہ بود
موٹا بھیڑیا اُس کے پیچھے پڑا تھا

تا بدینجا ایں حرون را رہ نمود
حتیٰ کہ اس سرکش کی یہاں تک رہنمائی کر دی

مرد را ہر مو زبان شکر گشت
مرد کا ہر ہر رونگٹا شکر کی زبان بن گیا

کایں شتر را حق بیاوردہ ز دشت
کہ اس اونٹ کو خدا جنگل سے لایا ہے

بایدم حالا بسوی زرع رفت
اب مجھے کھیتی کی جانب جانا چاہئے

تا دہم آبے بکشتِ خویش تفت
تاکہ فوراً اپنی کھیتی کو پانی دے دوں

آنچہ ناید کُلِّ آں در دستِ تو
جس کا کل تیرے ہاتھ میں نہ آئے

ہیں تو مگذار اے برادر جزوِ او
خبردار، اے بھائی! اسکے جز کو نہ چھوڑ

آخرش شد سوی کشتِ خود دواں
بالآخر وہ اپنی کھیتی کی جانب دوڑا

دید خوش سبز و دراں آبے رواں
اُس نے بہت سبز دیکھا اور اُس میں پانی جاری تھا

در تعجب آمد آں مردِ خدا
وہ مردِ خدا تعجب کرنے لگا

کیں زراعت را چگونہ شد سِقا
کہ اِس کھیتی کی کس طرح سیرابی ہوئی؟

نیست در ہمسایہ احسان آنقدر
پڑوسی میں اس قدر احسان نہیں ہے

کو دہد آں آب را ایں سو گذر
کہ وہ پانی کو اِس جانب گذرنے دے

آخرش پرسید از جارِ عقار[٢]
بالآخر اس نے زمین کے پڑوسی سے پوچھا

کایں زراعت را کہ آورد آبشار
کہ اِس کھیتی میں پانی کا چشمہ کون لایا؟

گفت حقا کہ عجب کارِ شگرف
اُس نے کہا، یقیناً عجیب معاملہ ہے

خود بخود گردید ایں سو آب صرف
پانی خود بخود اِس جانب پھر گیا

آب را میراندم اندر کشتِ خویش
میں اپنی کھیتی میں پانی چلاتا تھا

آں رواں می شد بزرعت پیش پیش
وہ آگے آگے تیری کھیتی میں جاتا تھا

منع میکردیم و پشتہ میزدیم
میں روکتا تھا اور پشتہ باندھتا تھا

چوں ندیدم حاصلے عاجز شدیم
جب میں نے کوئی نتیجہ نہ دیکھا میں عاجز آگیا

حکمِ حق ایں آب در کشتِ تو راند
اس پانی کو اللہ کے حکم نے تیری کھیتی میں چلایا

مرد شاداں گشت و الحمد بخواند
مرد خوش ہو گیا الحمد پڑھی

ہر کہ کارِ دیں کند دنیای دوں
جو شخص دین کا کام کرتا ہے، کمینی دنیا

بر سرش ریزد زبون و سرنگوں
عاجز اور سرنگوں ہو کر اُس کے سر پڑتی ہے

ور بدنیا سر فرو آرد ز شک
اور اگر شک سے دنیا کی جانب سر جھکاتا ہے

لَا یُبَالِ اللّٰہُ فِیْ وَادٍ ہَلَکْ
اللہ (تعالیٰ) پروا نہیں کرتا کہ وہ کس وادی میں ...

زیں سبب فرمود احمد مجتبےٰ
اسی لئے احمد مجتبیٰ نے فرمایا

کہ اَتَتْکَ رَاغِمًا مَنْ نَفْسِہَا
کہ وہ تیرے پاس ذلیل ہو کر خود بخود آئے گی

در بیانِ ایں شنو یک داستاں
اس کے بیان میں ایک داستان سن لے

کاں چنیں باشد طریقِ راستاں
کہ سچوں کا راستہ ایسا ہوتا ہے

حکایت در بیانِ حالِ آں درویش
اُس درویش کے حال کے بیان میں حکایت

کہ از دنیا عزلت گزیدہ بود و دنیا
جس نے دنیا سے علیحدگی اختیار کر لی تھی

رو بدو آورد و سویش دوید ہر
اور دنیا نے اس کا رُخ کیا اور اس کی جانب

چندکہ او پا کشید بیشتر رسید
دوڑی جتنا وہ پیچھے ہٹا وہ آگے آئی

بود درویشے بسے ماجد دلے
ایک درویش بہت صاحبِ دل تھا

در رہِ حق چست و چابک کاملے
اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں پورا چست اور ...

رو ز ایں وآں خلقاں تافتہ
مخلوق کے اِس اور اُس سے اُس نے منہ موڑ لیا تھا

جاں بتارو پودِ وحدت بافتہ
جان کو وحدت کے تانے بانے سے بنا تھا

خلق را بگذاشت در غارے نشست
اُس نے مخلوق کو چھوڑا، ایک غار میں بیٹھ گیا

در بروی خلق و عالم جملہ بست
مخلوق اور جہان پر دروازہ بند کر لیا

در فضای تیہ و صحرای بعید
تیہ کی فضا اور دور جنگل میں

قربِ یزداں را بخاطر برگزید
اللہ (تعالیٰ) کے قرب کو دل میں پسند کر لیا

---

[١] مُناخ۔ اونٹوں کا باڑہ۔ ددہ۔ درندہ۔ آخرش۔ اُس حال کا اخیر۔ سِقا۔ سیرابی۔ ہمسایہ۔ یعنی پڑوس کی زمین کا مالک۔ جار۔ پڑوسی۔ [٢] عقار۔ زمین۔ شگرف۔ عجیب۔ مُرف۔ خرچ۔ ہر کہ۔ جو دنیا کو ٹھکراتا ہے دنیا ذلیل ہو کر خود اسکے سامنے آتی ہے۔ ز شک۔ یعنی اُسکو اعتبار بھروسہ اور یقین نہو۔ [٣] راستاں۔ یعنی باخدا۔ ایں و آں۔ یعنی لوگوں کا مال و دولت۔ تار و پود۔ کپڑے کا تانا بانا۔ در۔ یعنی وہ لوگوں سے نہ ملتا تھا۔ تیہ۔ حیرانی کن جنگل۔

بُود در صحرا یکے غارِ نہاں
جنگل میں ایک چھپا ہوا غار تھا
مختفی گردید عارف اندراں
عارف اُس میں چھپ گیا
برنمی آمد ازاں در ہیچ گاہ
اس میں سے کسی وقت برآمد نہ ہوتا تھا
جز کہ اغراضِ[1] ضروری گاہ گاہ
کبھی کبھی، ضروری غرضوں کے سوا
در حرا ہمچوں نبیؐ بگرفت جا
اُسنے جگہ پکڑلی جس طرح نبیؐ نے غارِ حرا میں
دل خنیدہ از جہانِ بے وفا
بے وفا دنیا سے دل برداشتہ ہوکر
بعدِ ہفتہ قوتِ او برگِ شجر
اُس کی خوراک ایک ہفتہ کے بعد درخت کے پتے
کمترک خوردے نخفتے تا سحر
تھوڑے سے کھاتا، صبح تک نہ سوتا
مدّتے زانساں دراں صحرا و دشت
اُس صحرا اور دشت میں ایک زمانہ تک اسی طرح
آں غزالِ راہ دیں آوارہ گشت
دین کی راہ کا یہ ہرن آوارہ پھرتا رہا
واندراں آوارگی تعمیر بُود
اور اس آوارگی میں تعمیر تھی
گونہ گونہ نور را تیسیر بُود
قسم قسم کے انوار کی سہولت تھی
ہر کہ بُرد زیں جہاں آں سو رود
جو اس دنیا سے کٹتا ہے اُس جانب جاتا ہے
فصلِ اینجا وصلِ عقبیٰ میشود
اس جگہ (دنیا) سے علیحدگی آخرت کا وصل بنجاتی ہے

فصل وصل آمد برش پیوند گشت
فراق وصل بنا، جدائی جوڑ بنی
شہر ویرانہ ست معمور ست دشت
شہر ویرانہ ہے، جنگل آباد ہے
نعلِ[2] معکوس ست جملہ ایں جہاں
یہ دنیا سب اُلٹا نعل ہے
تا نہ پے ہرگز برد کس رائیگاں
تاکہ خواہ مخواہ، کوئی پتہ نہ لگائے
جِدّ و کوشش شرطِ راہِ دوست ست
دوست کے راستہ کی شرط جد وجہد ہے
جاہِدُوا مغز ست باقی پوست ست
اُنہوں نے کوشش کی، مغز ہے بقیہ چھلکا ہے
سخت باریک ست راہِ آں حبیب
اُس دوست کا راستہ بہت تنگ ہے
کے رود بر استقامت جز لبیب
عقلمند کے سوا سیدھائی کیساتھ کون جاسکتا ہے؟
ہست عقبات اندریں راہِ گراں
اس سخت راستہ میں گھاٹیاں ہیں
طے نگردد بے قلاوز اے فلاں
اے فلاں! بغیر رہنما کے طے نہ ہوں گی
زیں سبب فرمود آں شاہِ شفیق
اسی لئے اُس مہربان شاہ نے فرمایا ہے
کالرَّفیق اوّل بُود ثُمَّ الطَّرِیق
کہ سفر کا ساتھی پہلے ہے بعد میں راستہ ہے
رہبرے جو تا روی تو راہِ راست
کوئی رہبر تلاش کرلے تاکہ تو سیدھا راستہ چلے
ورنہ در رہ بس مغاک و چاہ ہاست
ورنہ راستہ میں بہت سے گڑھے اور کنوئیں ہیں

ہمچو پرکارے ہمیشہ در ذہاب
تو پرکار کی طرح ہمیشہ چلنے میں ہے
لیک یک جا ماندہ بے انقلاب
لیکن بغیر جگہ بدلے، تو ایک جگہ پڑا ہے
سالہا[3] کردی نماز و روزہ را
تونے سالوں نماز اور روزہ ادا کیا
نورِ آں صوم و صلوٰۃ تو کجا
تیری اُس نماز اور روزے کا نور کہاں ہے؟
جملہ عمرت در عبادتہا گذشت
تیری تمام عمر عبادتوں میں گذری
زانچہ اوّل بُود حالِ دل نگشت
دل کا حال جو پہلے تھا وہ نہ بدلا
گر گنی عادت بہ تیر و یا بہ تیغ
اگر تو تیر یا تلوار کی عادت ڈالتا ہے
از جدِ آفتہات خلقے در دریغ
تیری مہارتوں سے مخلوق تعجب کرتی ہے
تا چہل سال ایں عبادت کردہ
تونے چالیس سال یہ عبادت کی
تا کنوں حرص و ہوا را بردہ
تو اب تک حرص اور خواہش نفس کا غلام ہے
چوں نمازت فحش و منکر را نبرد
جب تیری نماز نے فحش اور برائی کو جدا نہ کیا
داں کہ در خمِ تو خالص ہست درد
سمجھ لے کہ تیرے مٹکے میں خالص تلچھٹ ہے
چوں نہیت زو عَنِ الفَحشا بُود
چونکہ اسکی وجہ سے تیرا فحش سے رُکاؤ نہ ہو
منہی ست او زانکہ رجعت میشود
وہ تجھے آگاہ کرنیوالا ہے کہ واپسی ہورہی ہے

---

[1] اغراضِ ضروری یعنی قضاء حاجت وغیرہ۔ حرا۔ مکہ کا مشہور پہاڑ ہے جس کے غار میں آنحضور نبوت سے پہلے خلوت اختیار کیا کرتے تھے۔ غزال۔ ہرن یعنی وہی درویش۔ واندراں۔ اُس درویش کا یہ عمل بظاہر آوارگی تھی لیکن دراصل باطن کی تعمیر تھی۔ تیسیر۔ اُسکو خلوت میں نور باطنی میسر آتا ہے فصل یعنی دنیا سے جدائی۔ وصل یعنی اللہ تعالےٰ کا قرب۔ [2] نعلِ معکوس۔ ڈاکو اپنے جوتوں میں اُلٹا نعل جڑ لیتے ہیں تاکہ کھوج لگانیوالا مغالطہ میں پڑ جائے۔ جاھدوا۔ قرآن پاک میں ہے اَلَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔ جو لوگ ہمارے راستہ میں مجاہدہ کرتے ہیں، ہم اُن کو اپنے راستوں کی ہدایت دیدیتے ہیں۔ لبیب۔ عقلمند۔ عقبات عقبہ کی جمع ہے۔ دشوار گذار گھاٹی۔ قلاوز۔ راہبر مغاک۔ گڑھا۔ [3] سالہا۔ انسان اگر سالوں نماز پڑھے اور اُس کا وہ نتیجہ نہ ہو جو قرآن نے بتایا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ "بیشک نماز بُری باتوں اور منکر سے روکتی ہے"۔ تو اُسکو سمجھنا چاہیئے کہ اُسکی نماز اُسکے درجات کی ترقی کا باعث نہیں ہے اور اُسکی نماز ناقص ہے۔ دریغ۔ تعجب۔ دُرد۔ تلچھٹ۔ منہی۔ خبر دینے والا۔

همچو قومِ موسیٰؑ اندر تیہ[1] و دشت
(حضرت) موسیٰؑ کی قوم کی طرح تیہ اور صحرا میں

داں مناخِ کہنہ منزل گاہ گشت
وہی پرانا پڑاؤ منزل گاہ بنی ہے

اتباعِ آں قلاوز را بکن
تو اُس راہنما کا اتباع کر

تا بمنزل گر رسی تو بے سخن
تاکہ تو بلاکلام منزل گاہ تک پہنچ جائے

ورنہ چوں آں قومِ موسیٰؑ اے سفیہ
ورنہ اے بیوقوف! (حضرت) موسیٰؑ کی اس قوم کی طرح

مدتے آوارۂ در جوفِ تیہ
تیہ کے اندر ایک مدت تک آوارہ ہے

از سحر تا شب ہمی رفتند شاں
وہ صبح سے شام تک چلتے رہتے تھے

باز شب را بر مناخِ خود ہماں
پھر رات کو اپنے اسی پڑاؤ پر ہوتے تھے

ایں چنیں شد ترکِ امرِ پیرہا
پیروں کے حکم کو چھوڑنا ایسا ہی ہے

بے کماں پرد چگونہ تیرہا
تیر بغیر کمان کے کس طرح چلیں!

ہیچ تیرے دیدہ باشی بے کماں
تو نے بغیر کمان کے کبھی کوئی تیر دیکھا ہے

کہ رسد او بر ہدف یا گردِ آں
کہ وہ نشانہ پر، یا اُس کے آس پاس پہنچے

ایں سخن بسیار طولانی ست ہاں
یہ بہت لمبی بات ہے، ہاں

حالِ آں درویش را بشنو بجاں
اُس درویش کا حال دل سے سُن لے

پیش آمدنِ دنیا بصورتِ زن نازنیں در پیشِ آں مردِ خلوت نشیں

اُس خلوت نشیں مرد کے سامنے دنیا کا نازنین عورت کی صورت میں آنا

درمیانِ غارِ تنگ آں خوش لقا[2]
اُس پاک سیرت نے تنگ غار میں

ہمچو ابراہیمؑ کردہ بود جا
(حضرت) ابراہیمؑ کی طرح جگہ بنالی تھی

مدتے دہ سال بد مصروفِ کار
دس سال تک وہ کام میں لگا رہا

باز سر کردہ بیامد پیشِ یار
سر کے بل یار کے سامنے پہنچا

ناگہاں روزے زنے صاحب جمال
اچانک ایک دن ایک خوبصورت عورت

با ہزاراں خوبی و غنج و دلال
ہزاروں حسن اور ناز و ادا سے

غرقِ گوہر بود از پا تا سرش
جو سر سے پاؤں تک جواہر میں ڈوبی ہوئی تھی

باجِ عالم بود ہر یک زیورش
اُس کا ہر ایک زیور جہان کا خراج تھا

آمد و در خدمتِ او ایستاد
آئی اور اُس کی خدمت میں کھڑی ہوگئی

دست بستہ و از ادب لب کشاد
ہاتھ باندھے اور ادب سے لب کشائی کی

گر نہی دستِ قبولی بر سرم
اگر آپ قبولیت کا ہاتھ میرے سر پر رکھ دیں

نبود اے سلطانِ دیں دور از کرم
اے شاہِ دین! کرم سے بعید نہ ہوگا

حاضرم در خدمتِ تو صبح و شام
میں صبح و شام آپکی خدمت میں حاضر ہوں

وانچہ فرمائی بجا آرم تمام
جو آپ حکم دیں گے پورا بجا لاؤں گی

مردِ کامل[3] از رہِ نورِ دروں
مردِ کامل نے باطنی نور سے

یافت کیں پیش آمدم دنیائے دوں
محسوس کرلیا کہ یہ کمینی دنیا میرے سامنے آئی ہے

گفت نے سوئے من ہرگز میا
فرمایا نہیں نہیں، میری طرف کبھی نہ آ

کہ مطلق کردہ ام چوں من ترا
کیونکہ میں نے تجھے طلاق دیدی ہے

من گریزاں از تو اینجا آمدم
میں تجھ ہی سے بھاگ کر یہاں آیا ہوں

دور گشتم از تو در غارے شدم
تجھ سے دور ہوا ہوں، غار میں آگیا ہوں

باز می آئی تو اینجا اے پلید
اے ناپاک! تو پھر یہاں آرہی ہے

اے ز مکرت خائف آمد ہر سعید
اے وہ کہ تیرے مکر سے ہر نیک خائف ہے

گفت اے درویش اینک آمدم
اُس نے کہا اے درویش! اب میں آئی ہوں

من بحکمِ آں شہِ ملکِ قدم
ازلی ملک کے شاہ کے حکم سے

منعِ تو در بابِ من اکنوں چہ سود
اب تیرا مجھے منع کرنا کیا مفید ہے؟

چونکہ حکمِ حاکم اینست اے ودود
اے محبت! جبکہ حاکم کا یہی حکم ہے

---

[1] تیہ۔ وہ جنگل تھا جس میں حضرت موسیٰ کی قوم چالیس برس پریشان پھرتی رہی۔ مناخ۔ اونٹوں کا باڑا۔ پیرہا۔ یعنی شیوخ کا کہنا نہ ماننے کا بھی اثر ہوتا ہے بعض نسخوں میں بے ریا ہے اُس کا خلاصہ بھی یہی ہے۔ [2] خوش لقا۔ خوش منظر۔ باز سر کردہ۔ یعنی سر کو پاؤں بناکر، سر کے بل۔ غنج۔ غمزہ۔ دلال۔ کرشمہ۔ باج۔ خراج، آمدنی یعنی اُس کا ہر زیور ایک ملک کی آمدنی کی قیمت کا تھا۔ [3] مردِ کامل۔ اُس درویش نے باطنی نور کے ذریعہ سمجھ لیا کہ یہ دنیا ہے جو ایک حسین عورت کے روپ میں میرے سامنے آئی ہے۔ من بحکم۔ اُس عورت نے کہا کہ میں اللہ کے حکم سے تیرے پاس آئی ہوں اب مجھے بھگانا بیکار ہے اب تو لامحالہ دنیا میں پھنسے گا۔

ایں بگفت واز نظر مفقود گشت
اُس نے یہ کہا اور نگاہ سے غائب ہو گئی

واقعہ را دید و بس مرعود گشت[51]
اُس نے واقعہ دیکھا اور بہت لرزا

گفت خوب آید اگر دُورش کنم
اُس نے کہا اگر میں اُسکو دور کردوں تو بہتر ہوگا

ور نگردد مصرفِ گورش کنم
اور اگر وہ نہ لوٹے تو اُس کو قبر کا خرچہ بنا دُونگا

صرف سازم در رہِ عقبیٰ و دیں
آخرت اور دین کے راستہ میں خرچ کرونگا

تا شود در عاقبت ما را معیں
تاکہ وہ آخرت میں ہماری مددگار بنے

مالِ دنیا ہست زہرِ سہمناک
دنیا کا مال خوفناک زہر ہے

گر بیابی بازش اندازی بخاک
اگر تو پائے تو وہ پھر اُسکو خاک میں ملا دے

یعنی بہرِ گورِ خود انبار کن
یعنی اپنی قبر کا ساتھی بنا لے

دفن کُن اینجا و آنجا باز کن
اس جگہ دفن کردے تاکہ اُس جگہ کھول لے

گر در اینجا بہرِ حق سازی تو صرف
اگر تو اس جگہ خدا کے لئے صرف کرے گا

حق دہد آنجا عوض صد بار زرف
اللہ (تعالیٰ) اُس جگہ سَو گنا اُس کا عوض دیگا

اَقرِضُوا اللہَ را ز قرآں برگزیں
"اللہ کو قرض دو" قرآن سے اختیار کرلے

وز حِرَف غیر از سخاوت بر مچیں
اور ہنروں میں سے سخاوت کے علاوہ اختیار نہ کر

چونکہ چیزے خواہد آں ربِّ مجید[52]
وہ ربِّ مجید، جب کوئی چیز چاہتا ہے

میکند در ظاہر اسبابش پدید
ظاہر میں اُس کے اسباب پیدا کر دیتا ہے

تا بدہ سال اندراں غار آں فقیر
وہ فقیر اُس غار میں دس سال تک

بود در یادِ خدائے مستجیر
یادِ خدا میں پناہ گزین تھا

می نیامد اندراں صحرا کسے
اُس جنگل میں کوئی نہ آتا تھا

زانکہ دور از عامرہ بود او بسے
کیونکہ وہ آبادی سے بہت دور تھا

اُشتر و گاو و خر از بہرِ چرا
اونٹ اور بیل اور گدھا چرنے کے لئے

ہم نمی آمد در آنجا مطلقا
بھی اُس جگہ مطلقاً نہ آتا تھا

از قضا قحطے بسالے اوفتاد
تقدیر سے ایک سال قحط پڑا

کاہ و زرع از خشکی آمد در فساد
گھاس اور کھیتی خشکی سے فساد میں آگئی

راعیاں بہرِ چراگاہ از بعید
چرواہے چراگاہ کے لئے دور سے

قصد میکردند سُوئے ہر صعید[53]
ہر زمین کی جانب قصد کرتے تھے

چند چوپاں در جوارِ غارِ او
چند چرواہے اُس کے غار کے پڑوس میں

بہرِ کاہے آمدند از جستجو
گھاس کی جستجو کے لئے آگئے

کاہ بسیار ست مرعیٰ نیز خوب
گھاس بہت ہے چراگاہ بھی اچھی ہے

آمدند آنجا بگاوانِ حلوب
وہ اُس جگہ دودھ دینے کے قابل گایوں کو لے آئے

روزے از تقدیرِ ربانی فقیر
ایک دن خدائی تقدیر سے درویش

بہرِ حاجت بیروں آمد زاں نقیر
اُس غار سے ضرورت کے لئے باہر آیا

دید چندے از بنی نوعِ بشر
اُس نے چند انسان دیکھے

جمع گشتہ با سوائم گاو و خر
چرنے والی گایوں اور گدھے کے ساتھ جمع ہیں

چوں ز اکل و شرب بود او منقطع
چونکہ وہ کھانے اور پینے سے جُدا تھا

نورِ حق بود از جبینش مستطع
اللہ (تعالیٰ) کا نور اُسکی پیشانی سے طلوع کر رہا تھا

جملہ چوپاناں بدو راغب شدند
سب چرواہے اُس کی جانب راغب ہو گئے

با ہزاراں خواہشش طالب شدند
لاکھوں خواہشوں کیساتھ اُس کے طالب بن گئے

مردِ فارغ در تبتّل فرد بود
فارغ مرد انقطاع میں یکتا تھا

پیشِ او ایں چاپلوسی سرد بود
اُس کے سامنے یہ خوشامد بیکار تھی

آخرش از راہِ عجز و صد نیاز
بالآخر عاجزی اور سینکڑوں نیازمندیوں کیساتھ

جملہ گفتندش کہ شاہِ پاکباز
سب نے اُس سے کہا کہ اے پاکباز شاہ!

[51] مرعود۔ وہ شخص جس پر کپکپی طاری ہو جائے۔ گفت۔ اُس درویش نے سوچا اگر دنیا میرے بھگانے سے بھاگ گئی تو بہتر ہے ورنہ اُسکو آخرت کے کام میں لاؤنگا۔ مصرفِ گور۔ قبر کا خرچہ یعنی آخرت میں کام آنیوالا۔ انبار کن۔ شریک بنالے دنیا کا لیا دیا قبر اور آخرت میں کام آتا ہے۔ حِرَف۔ حرفہ کی جمع ہے، پیشہ۔ سخاوت۔ سخاوت کے فضائل بہت ہیں۔ [52] چونکہ۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بات کا فیصلہ فرمادیتا ہے تو اُس کے ظاہری اسباب بھی پیدا کردیتا ہے چونکہ اُس درویش کو دنیا میں مبتلا کرنا تھا تو اُس کا ظاہری سبب پیدا کردیا جس کا ذکر آئندہ آرہا ہے۔ مستجیر۔ پناہ چاہنے والا۔ عامرہ۔ آبادی۔ [53] صعید۔ پیداوار کی زمین۔ حلوب۔ یعنی وہ گائیں جن کو اگر چارہ ملتا تو دودھ دینے کے قابل تھیں لیکن چونکہ اُنکو چارہ نہ ملتا تھا لہٰذا وہ دودھ سے بھاگ گئی تھیں۔ نقیر۔ یعنی غار۔ مستطع۔ روشن۔ تبتّل۔ مخلوق سے جدائی۔

گر دلت چیزے بخواہد حکم کُن
اگر ترا دل کسی چیز کو چاہے تو حکم دیدے

تا بجا آرم ذرا چوں[1] امر کُن
تاکہ ہم کُن کے حکم کی طرح اُسکو بجا لائیں

دید چوں درویش زاں‌شاں خواہشے
جبکہ درویش نے اُن کی خواہش دیکھی

وز غنا و کبر شاں را کاہشے
اور استغنا، اور تکبر سے اُن کا گھٹاؤ

گفت اگر شیرے بود قدرے بیار
کہا اگر دودھ ہو تھوڑا سا لے آ

تا بترم زہر ایں نفسِ چو مار
تاکہ اس سانپ جیسے نفس کا زہر اتاردوں

عرض کردندش کہ از قحطِ مطر
اُنھوں نے اُن سے عرض کیا کہ بارش کے قحط سے

جملہ بے شیر اند چہ گاؤ چہ خر
سب بغیر دودھ کی ہیں کیا گائے کیا گدھی

بعد چندیں عجز و زاریہائے ما
ہماری ایسی عاجزی اور خوشامدوں کے بعد

خواستی واں را ندارم دائے ما
آپ نے چاہا! اور وہ ہمارے پاس نہیں، ہم پر افسوس ہے

گفت درویش از ہمہ یک را بدوش
درویش نے کہا سب میں سے ایک کو دوہ لے

حق کند اتمام لیکن تو بکوش
اللہ تعالےٰ پورا کرے گا لیکن تو کوشش کر

جہد شرطِ کار آمد اے عزیز
اے عزیز! کام کی شرط کوشش ہے

جہد میکن جہد گر داری تمیز
اگر تجھے تمیز ہے تو کوشش کر کوشش کر

گفتہ است آں سیدِ پاکیزہ خو
پاکیزہ خصلت سید نے فرمایا ہے

اَلْمُجَاهِدُ مَنْ يُجَاهِدُ نَفْسَهٗ
مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے

بے مساعی کس نہ منزل طے نمود
کوششوں کے بغیر کس نے منزل طے کی ہے

بر سرِ راہے نشستی چہ سود
کیا فائدہ، تو سرِ راہ بیٹھ گیا ہے؟

رو قدم برگیر و قطع راہ کُن
جا قدم اُٹھا اور راستہ طے کر

بعد ازاں منزل بقصرِ شاہ کُن
اُس کے بعد شاہ کے محل میں پڑاؤ کر

مردِ رہ رو را کجا آرام و خواب
مسافر کے لئے آرام اور نیند کہاں ہے؟

در قلق باید دلش از اضطراب
پریشانی سے اس کا دل مضطرب رہنا چاہیے

راہِ حق را چوں تو آساں دیدہ
تو نے خدا کی راہ کو کیوں آسان سمجھا ہے؟

از سفر داماں چرا واچیدہ
سفر سے دامن کو کیوں سمیٹ لیا ہے؟

زہ برو دامن بگیر در راہ شو
جا دامن پکڑ، راستہ اختیار کر

تا نہ پیچد در دو گام اے راہرو
تاکہ اے مسافر! دونوں پاؤں میں نہ لپٹ جائے

منزلے بس پُر خطر با خارہاست
منزل بہت خطروں بھری کانٹوں والی ہے

گر تو بے جامہ روی در وے بجاست[2]
اگر تو اس میں بغیر کپڑے کے چلے تو مناسب ہے

جامہ ہای جسم را کوتاہ کُن
جسم کے کپڑوں کو مختصر کرلے

بادلِ فارغ تو قصدِ راہ کُن
تو فارغ اُبالی سے راستہ کا ارادہ کر

راہ بس دور است ہر سو بیشہ ایست
راستہ بہت لمبا ہے اور ہر جانب جھاڑی ہے

گر توانی رو چو با تو تیشہ ایست
اگر تیرے ساتھ کلہاڑا ہے تو چل سکے گا

ورنہ بے تیشہ تنت پارہ شود
ورنہ بغیر کلہاڑے کے تیرا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیگا

سدِّ راہت سنگ و ہم خارہ شود
تیرے راستہ کی روک پتھر اور سنگ خارہ ہوگا

تیشہ[3] چہ بود آں زنفی لا الٰہ
کلہاڑا کیا ہوتا ہے؟ وہ لا الٰہ کی نفی کا ہے

سنگ غیریت کہ برتابد ز راہ
جو غیریت کے پتھر کو راستے سے ہٹا دیتا ہے

خیمہ را در قصرِ الّا اللہ کُن
الا اللہ کے قلعہ میں خیمہ لگا

سیر آنجا بادلِ آگاہ کُن
باخبر دل سے اُس جگہ کی سیر کر

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز
اے پیارے! اس بات کی انتہا نہیں ہے

قصۂ درویش را بشنو تو نیز
تو درویش کے قصہ کو بھی سُن لے

قصہ دوشیدنِ گاوِ ناز اوماز
بغیر بیاہی ہوئی گائے کا دوہا جانا

راہِ امتحان و شورِ اعتقاد
بد اعتقادی کی وجہ سے دوہنے کا قصہ

---

[1] چوں امر کُن یعنی فی الفور۔ کاہشے۔ یعنی یہ سمجھا کہ میرے انکار سے اُن کی دل شکنی ہوگی۔ بترم۔ اُنکے اصرار پر کہنا سنانا نفس کا تکبر اور زہر تھا۔ دودھ زہر کو قطع کرتا ہے سارا زہر۔ یعنی تم سب میں سے جس بکری کو چاہو۔ سامن بگیر۔ یعنی دنیوی علائق سے دامن چھڑالے۔ دو گام دونوں پاؤں۔ [2] گر تو برہنہ جسم برہنہ ہوتے ہیں تو کانٹوں میں اُلجھتے ہیں اسی طرح علائقِ دنیا راہِ سلوک سے مانع بنتے ہیں۔ بیشہ۔ جھاڑی راہ کی رکاوٹ ہوتی ہے۔ تیشہ۔ کلہاڑا۔ سد۔ رکاوٹ۔ خارہ۔ پتھر کی ایک قسم ہے جو بہت سخت ہوتی ہے۔ [3] تیشہ۔ راہِ سلوک کا کلہاڑا غیر اللہ کی نفی ہے۔ قصہ۔ سائل بد اعتقاد چرواہے نے اس درویش کی کرامت کو آزمانے کے لئے ایک ایسی گائے منتخب کی جو کبھی گابھن نہ ہوئی تھی۔

زاں شباں خاست یکے ولیدہ مرد
ان چرواہوں میں سے ایک الجھا ہوا انسان
رفت سوی گاو بکرے قصد کرد
گائے کی جانب چلا بیاہی کا ارادہ کیا
تا بگیرد امتحانِ آں فقیر
تاکہ اس درویش کو آزمائے
کش زپستانِ توکل ہست شیر
جس کیلئے توکل کے پستان سے دودھ ہے
زد بہ پستانش چو دستِ امتحاں
جب اس کے تھن پر آزمائش کے لئے ہاتھ مارا
جوی شیرے زاندرونش شد رواں
دودھ کی نہر اس میں سے جاری ہو گئی
عاجزانہ پیشِ درویش آمدند
وہ نیازمندی سے درویش کے سامنے آئے
وز عقیدت سر بہ پای او زدند
اور عقیدت سے اس کے پاؤں پر سر رکھ دیئے
شیر آوردند و صوفی نوش کرد
وہ دودھ لائے اور صوفی نے پیا
باز سوی آں حرا[1] رو نوش کرد
پھر اسی حرا کی جانب روپوش ہو گیا
جوق چوپاناں بشہر اندر شدند
چرواہوں کا گروہ شہر میں چلا گیا
لیک زیں خرق آں ہمہ متعجب بُدند
لیکن اس کرامت پر سب متعجب تھے
چند روزے زیں نمط بر می گذشت
چند دن اسی طریقہ پر گزرتے رہے
آمدندے راعیاں بر غار و دشت
چرواہے غار اور جنگل میں آجاتے

رفتہ رفتہ درمیانِ شہر ہم
آہستہ آہستہ شہر میں بھی
یافت شہرہ قصۂ شیر و نعم
دودھ اور جانوروں کے قصہ نے شہرت پکڑلی
بر زبانِ خلق افتاد ایں سخن
یہ بات لوگوں کی زبان پر آگئی
تا بگوشِ شہ رسید از شاخ و بن[2]
حتی کہ شاخ اور جڑ کے ذریعہ بادشاہ کے کان میں
گفت شہ او را زیارت کردنیست
شاہ نے کہا وہ زیارت کرنے کے قابل ہے
در جہاں دیگر بہ از وے مرد نیست
دنیا میں اس سے بہتر کوئی انسان نہیں ہے
نزدِ درویش آمد و تشویش داد
وہ درویش کے پاس آیا اور پریشان کیا
صحبتِ میر و وزیر آمد فساد
امیر اور وزیر کی صحبت فساد ہے
مرد باید کز سلاطیں وا رہد
انسان کو چاہیئے کہ بادشاہوں سے چھوٹا رہے
وز امیراں ہمچو تیراں بر جہد
سرداروں سے تیروں کی طرح کود جائے
باعثِ تشویشِ وقت اند ایں گروہ
یہ گروہ وقت کی پریشانی کا باعث ہے
گشت شیطاں ہم ز مکرِ شاں ستوہ
شیطان بھی اُن کے مکر سے عاجز ہے
کبر و نخوت ہا بخاطر پروزند
انھوں نے دل میں تکبر اور نخوتیں پالی ہیں
ہر دمے چوں گرگ میشے بر درند
ہر وقت بھیڑیئے کی طرح بھیڑ کو پھاڑتے ہیں

پیشِ سلطان و امیراں پس مرد
پس بادشاہ اور سرداروں کے سامنے نہ جا
تا بکے باشی رعونت را گرو
تو تکبر کا کب تک گروی رہے گا؟
صحبتِ شاں کبر و غفلت آورد
ان کی صحبت تکبر اور غفلت پیدا کرتی ہے
واں قباہای قناعت[3] بر درد
اور قناعت کی قباؤں کو چاک کر دیتی ہے
زیں جہت فرمود سلطانِ زماں
سلطانِ دوراں نے اسی لئے فرمایا ہے
سیدِ عالم نبی ذو مکاں
عالم کے سردار رتبے والے نبی نے
عالماں ہستند امینِ دینِ حق
علماء دینِ حق کے امین ہیں
با امیراں گر نباشند ہم طبق
اگر وہ حاکموں کے ہم پیالہ نہ ہوں
خالطوہم پس لصوصِ دیں شدند
وہ اُن سے گھلے ملے تو دین کے ڈاکو ہے
فاحذروہم در حقِ ایشاں زدند
پس اُن سے بچو اُن کے بارے میں فرمایا ہے
چونکہ سلطاں بعدِ عجز و لابہ
جب شاہ نے عاجزی اور خوشامد کے بعد
یافت رہ چوں قند در دوشابہ
راستہ پالیا جیسے کہ شکر انگور کے شیرے میں
پیشِ درویش آمدن آغاز کرد
فقیر کے پاس آنا شروع کر دیا
مکر دیگر از سرِ نو ساز کرد
از سرِ نو ایک مکر تیار کیا

[1] حرا یعنی وہ غار جس میں وہ درویش معتکف تھا۔ خرق۔ پھاڑنا یعنی وہ معجزہ یا کرامت جو عام حالات کے خلاف ظہور پذیر ہو۔ نعم۔ چوپائے۔ شاخ۔ یعنی وہ لوگ جنھوں نے وہ کرامت چرواہوں سے سُنی۔ [2] بن۔ یعنی چرواہے جنھوں نے وہ کرامت خود دیکھی تھی۔ تشویش کرد۔ یعنی اس درویش کی جمعیتِ خاطر کو پراگندہ کیا۔ تیراں۔ یعنی راست باز لوگ۔ ستوہ۔ عاجز۔ میش۔ بھیڑ یعنی غریب لوگ۔ رعونت۔ تکبر۔ [3] قناعت۔ تھوڑے پر صبر کرنا۔ عالماں۔ جو علماء اُمراء کی صحبت سے گریز کرتے ہیں وہ دین کے امانت دار ہیں اور جو اُن کے ہم پیالہ و ہم نوالہ ہیں وہ دین کے رہزن ہیں۔ لابہ۔ خوشامد۔ دوشابہ۔ انگور کا شیرہ۔

گفت با دستورِ خود کاے پُر خِرَد
اُس نے اپنے وزیر سے کہا کہ اے عقلمند!

گر بشہرِ خود بریمش خوش بُوَد
اگر ہم اُسے اپنے شہر میں لے جائیں تو اچھا ہوگا

باعثِ برکاتِ[1] رحمانی ویست
وہ خدائی برکتوں کا سبب ہے

سایۂ سِدراتِ ربّانی ویست
وہ خدائی سِدرۃ (المنتہیٰ) کا سایہ ہے

اینچنیں مردے بشہر شہ نشیں
ایسا انسان پایۂ تخت میں

زیبِ شاہی ہست و فرِّ چترِ دیں
بادشاہی کی رونق اور دین کے چتر کی شان و شوکت ہے

اَلغرض آمد وزیرِ حیلہ جُو
الغرض. بہانہ باز وزیر آیا

کرد با صوفی ازیں رُو گفتگو
صوفی سے اس طرح کی بات کی

مردِ درویش از ہمہ آزادہ بُود
درویش مرد سب سے آزاد تھا

گفت ما را در خلش رفتن چہ سُود
کہا ہمیں خلش میں جانے سے کیا فائدہ؟

میلِ طبعم سُوئے ویرانہ بسے ست
میرا ویرانہ کی جانب بہت میلان ہے

طالبِ آرامِ خود را ہر کسے ست
ہر شخص اپنے آرام کا طالب ہے

طالبِ آرامِ نفسِ خود نیم
میں اپنے نفس کے آرام کا طالب نہیں ہوں

طالبِ آرامِ جاں رُوحانیم
میں روحانی جان کے آرام کا طالب ہوں

در حقِ مَن مصلحت عُزلت نمُود
میرے بارے میں تنہائی مناسب نظر آتی ہے

در میانِ گاؤ و خر ماندن چہ سُود
گاؤ خر کے درمیان رہنے سے کیا فائدہ؟

گفت پیغمبر سلامت وحدت ست
پیغمبر نے فرمایا تنہائی سلامتی ہے

آفتِ جانِ مِہاں ایں کثرت ست
بڑوں کی جان کی آفت یہ کثرت ہے

گفت اگر بگزیدے عُزلت را رسولؐ
اُس نے کہا اگر رسولؐ تنہائی اختیار فرماتے

کے رسیدے دیں بفرعاں از اصُول[2]
دین اصول سے فروع تک کب پہنچتا؟

اولیا زیں گونہ گر گشتے وحید
اولیاء اگر اس طرح سے اکیلے ہوتے

راہِ حق با اہلِ عالم چوں رسید
دنیا والوں کو حق کا راستہ کیسے پہنچتا!

سُنّتِ پیغمبراں دعوت بُوَد
پیغمبروں کی سنت دعوت دینا ہے

آں ولی ہم بر طریقِ اُو رَوَد
ولی بھی اُنہی کے راستہ پر چلتا ہے

گفت پیغمبر کہ یَہدِی اللّٰہُ بِکَ
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اللہ تیرے ذریعہ ہدایت دیدے

خَیْرٌ مِّنْ حُمْرِ النَّعَمْ اِنْ کَانَ لَکَ
تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اگر تجھ کو ملے

گفت درویش ایں ہمہ حق ست لیک
درویش نے کہا یہ سب درست ہے، لیکن

ہر کہ بیمار[3] ست گو پرہیز نیک
جو بیمار ہے کہدے، پرہیز اچھا ہے

ور نہ پرہیزی ز جاں دستے بشو
اور اگر تو پرہیز نہیں کرتا تو جان سے ہاتھ دھولے

رنج زائد گشت و صحت شد فرو
بیماری بڑھی اور صحت گھٹی

وانکہ صحت یافت مُطلق از مرض
اور جس نے مریض سے پوری صحت پالی

با دوا و حِمیہ اُو را چہ غرض
دوا اور پرہیز سے اُسے کیا غرض؟

انبیا و اولیای راسخاں
انبیاء اور پکے ولی

رَستہ انداز رنجِ مُطلق اے فلاں
اے فلاں! بیماری سے بالکل نکل گئے ہیں

لیک در مَن شمّۂ بیماری ست
لیکن مجھ میں کچھ بیماری ہے

زیں سبب از حِمیہ اَم ناچاری ست
اس لئے میرے لئے پرہیز ضروری ہے

باز فرمود آں وزیرِ نیک خُو
اس نیک مزاج وزیر نے پھر کہا

کیں ہمہ از ہضمِ نفسِ خود مگو
یہ سب اپنی کسرِ نفسی سے نہ فرمایئے

ترکِ دنیا دادی و خود نامدی
آپ نے دنیا چھوڑی اور خود (دنیا کی جانب) نہیں آئے

ما بہ پیشت آمدیم از عامدی
ہم قصداً آپ کے پاس آئے ہیں

نفسِ پاکت جانِ ما روشن نمُود
آپ کے پاک نفس نے ہماری روح روشن کردی

آفتابے گشت گرچہ تیرہ بُود
اگرچہ وہ مکدر تھی سورج بن گئی

[1] برکات۔ برکات میں اس کا سکون شعری ضرورت سے ہے۔ سِدرات۔ سدرۃ المنتہیٰ ایک بیری کا درخت ہے جو حضرت جبرئیلؑ کے عروج کی سرحد ہے۔ شہر شہ نشیں پایۂ تخت۔ چتر۔ چھتری، چھتر۔ طالب آرام ہر شخص اپنے آرام کا طالب ہے میری روح کو بھی خلوت میں آرام ملتا ہے۔ عزلت۔ گوشہ نشینی۔ گاؤ و خر بے عقل دنیا دار۔ رسولؐ۔ اگر آنحضورؐ گوشہ نشینی اختیار کر لیتے تو صحابہ بھی گوشہ نشین بنجاتے اور دین کی اشاعت نہ ہوتی۔ [2] اصول یعنی صحابہؓ۔ فرعاں یعنی تابعین۔ کثرت یعنی مخلوق کی کثرت اور مجمع۔ دعوت یعنی دین کیطرف بلانا۔ گفت پیغمبرؐ۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ اگر تیرے ذریعہ کسی ایک کو ہدایت دیدے تو تیرے لئے دنیا کی دولتوں سے بہتر ہے۔ حمر النعم سرخ اونٹ یہ عرب کا بہت قیمتی مال تھا۔ [3] ہر کہ بیمار۔ ہر چیز کا کھانا تندرست کیلئے درست ہے بیمار کیلئے پرہیز ضروری ہے مجھ میں بھی باطنی بیماری موجود ہو لہٰذا مجھے پرہیز بہتر ہے۔ حِمیہ۔ پرہیز۔ انبیاء نبی اور ولی پورے تندرست ہیں انکو کوئی چیز مُضر نہیں ہو سکتی۔ ہضم یعنی اپنے مریض ہونے کی بات۔ ترک۔ آپنے دنیا کو چھوڑ دیا ہو، دنیا خود آئے تو اسکو قبول کرنا چاہیے

درحضورت از ہوا واز ہوس[1]
آپ کی موجودگی میں ہوا اور ہوس
می نماند در دلِ کس ہمچو خس
کسی کے دل میں تنکے کی برابر نہیں رہتی
چونکہ خیرُ النّاسِ مَن یَنفَعُ شدست
چونکہ لوگوں میں بہتر جو لوگوں کو نفع پہنچائے آیا ہے
تو بدیں حَبلُ المَتِین آویز دست
آپ اس مضبوط رسّی کو پکڑ لیں
غافلاں از فیض تو ذاکر شوند
آپ کے فیض سے غافل ذاکر بن جائیں گے
واں کفوران نعم شاکر شوند
اور وہ نعمتوں کے کافر شاکر بن جائیں گے
گفت صوفی چاہ بر تشنہ نرفت
صوفی نے کہا، کنواں پیاسے کے پاس نہیں گیا ہے
تشنہ را باید کہ آید جست و تفت
پیاسے کو چاہیئے کہ چست اور جلد آئے
در دلِ ہر کس کہ میل و رغبت ست
جس شخص کے دل میں میلان اور رغبت ہو
گو بیا کایں گوی و ایں میدان ہست
کہہ دے، آجا یہ گیند اور یہ میدان ہے
مدتے بگذشت تا عرضش قبول
لیک زمانہ گذر گیا کہ اس کی گزارش قبول
می نکرد آں صوفی عین الوصول[2]
نہ کرتا تھا وہ صوفی وصول (الی اللہ) کا چشمہ
آخرش چوں دید ابرامِ وزیر
بالآخر جب اس نے وزیر کا اصرار دیکھا
کرد در دل حیلہ آں مردِ بصیر
اس مردِ بصیر نے دل میں ایک تدبیر کی

گفت خوب امروز بہرِ فرحِ تو
کہا اچھا آج تیری خوشی کی خاطر
سوئے قصرِ شاہ گردم راہ جو
راستہ تلاش کرتا ہوا شاہ کے قلعہ کی جانب آجاؤنگا
بعد ازاں ہر چہ صلاحِ وقت ہست
اس کے بعد جو بھی وقت کے مناسب ہوگا
حسبِ حالت در عمل آوردنی ست
حسبِ حال عمل میں لانا ہے
رفت آں درویش ہمراہِ وزیر
وہ درویش وزیر کے ساتھ چل دیا
سوی دولت خانۂ شاہِ کبیر
سلطانِ معظم کے دولت خانہ کی جانب
چوں زدورش دید شہ از جا بجست
جب بادشاہ نے اسکو دور سے دیکھا کھڑا ہوگیا
بہرِ استقبال ایستاد او چو مست
وہ بیخود کی طرح استقبال کیلئے کھڑا ہوگیا
بہرِ استخلاصِ خود آں پیرِ مرد
اس پیرِ مرد نے اپنے چھٹکارے کے لئے
سنگہا بر تافتن آغاز کرد
پتھر پھینکنے شروع کر دیئے
بے محابا زد بسلطانِ انجمن
بادشاہ کو بے تکلف اس طرح مارے
کو فراری گشت زاں سنگِ گراں
کہ وہ اس بھاری پتھر سے فرار کرنیوالا بن گیا
رفت زاں صُفّہ بروں بگریخت تفت
وہ اس سائبان کے نیچے سے باہر نکل گیا جلد بھاگا
تا رہد زاں سنگہائے کنگ و زفت
تاکہ ان موٹے بھاری پتھروں سے بچ جائے

مردِ درویش از ہنر مستانہ وار
درویش مرد نے ہنرمندی سے دیوانہ وار
سنگ پرتابید از یک تا ہزار
ایک سے ہزار تک پتھر پھینکے
میزد او کلوخ و صد منجنیق[3]
وہ گولے اور سینکڑوں گوپھن پھینکتا تھا
سوئے آں شاہِ وفادارِ عشیق
اس وفادار عاشق شاہ کی جانب
کہ بدیں حیلہ خلاصِ من شود
کہ اس تدبیر سے میری خلاصی ہو جائے
خواندم دیوانہ ترکِ من دہد
مجھے دیوانہ کہہ دے، مجھے چھوڑ دے
شاہ چوں بیروں بر آمد زاں مکاں
بادشاہ جب اس مکان سے باہر نکلا
حیلۂ دیگر بیامد ز آسماں
آسمان سے دوسری تدبیر ہو گئی
سقفِ آں خانہ فتاد از بیخ و بُن
بیخ و بنیاد سے اس گھر کی چھت گر گئی
جز کہ نامے نہ ازاں سور کہن
اس پرانی دیوار کے نام کے سوا کچھ نہ رہا
شاہ دانست ایں ہمہ از لطف بد
شاہ نے سمجھا یہ سب مہربانی تھی
در شکستِ او ہزاراں ہست سود
اس کے گر جانے میں ہزاروں فائدے ہیں
او خلاصی جست و شد زنجیر چست
اس نے بھاگنا چاہا اور زنجیر سخت ہو گئی
ایں چنیں حکمِ قضا بود از نخست
قضاء (خداوندی) کا پہلے ہی سے یہ فیصلہ تھا

[1] درحضورت۔ آپ کی مجلس میں بیٹھ کر دوسروں کے امراض زائل ہوتے ہیں تو آپ کے اندر مرض کہاں ہے۔ حبل المتین۔ مضبوط رسّی، یعنی آنحضور کا یہ ارشاد ہے کہ بہترین انسان وہ ہے جو انسانوں کو فائدہ پہنچائے۔ گفت صوفی۔ درویش نے کہا پیاسا کنوئیں کے پاس جاتا ہے کنواں پیاسے کے پاس نہیں آتا۔

[2] عین الوصول یعنی وہ درویش وصول الی اللہ کا چشمہ تھا۔ ابرام۔ عاجز کر دینا۔ بہر استخلاص۔ اس درویش نے اپنے چھٹکارے کیلئے پتھر مارنے شروع کر دیئے تاکہ اس کو دیوانہ سمجھ کر ہی چھوڑ دیں۔ برتافتن۔ برانداختن۔ صُفّہ۔ سائبان والا چبوترہ۔ کنگ۔ قوی ہیکل۔ کلوخ۔ قلعہ شگاف گولا۔ [3] منجنیق فلاخن، گوپھن۔ حیلۂ دیگر۔ دوسری تدبیر جس کا بیان آئندہ اشعار میں آئے۔ شاہ دانست۔ بادشاہ نے یہ سمجھا کہ درویش کو چونکہ کشف سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ یہ مکان گرنے والا ہے لہٰذا پتھر مار کر مجھے اس میں بھگایا ہے۔ او۔ اس حرکت کے بعد درویش نے بھاگنا چاہا تو دعا نے کی کنڈی نہ کھلی اور وہ بھاگ نہ سکا۔

آمد واز صدقِ در پایش فتاد
آیا اور سچائی سے اُس کے پاؤں پر گر گیا

کہ نہاں در جورِ تو صد لطف و داد
کہ آپ کے ظلم میں سیکڑوں مہربانیاں اور عطائیں ہیں[۵۱]

خضر کشتی را شکستے میبد ہد
خضرؑ کشتی کو توڑتے ہیں

در شکستش کشتی از ظالم رہد
اُن کے توڑنے سے کشتی ظالم سے بچ جاتی ہے

تو مرا چوں خضرؑ بر ساحل کشی
تو مجھے خضرؑ کی طرح کنارے پر کھینچتا ہے

از ہزاراں ورطۂ قاتل کشی
ہزاروں قاتل گرداب سے کھینچتا ہے

گفت صوفی ایں ہمہ حکمِ خداست
صوفی نے کہا یہ سب خدا کا حکم ہے

رفت چوں حکمِ خدا چارہ کجاست
جب خدا کا حکم ہو گیا، تدبیر کہاں ہے؟

بر مشیتہائے او باید تنید
اُس کی مشیتوں پر چلنا چاہیئے

چند روزے زہر ہم باید چشید
چند دن زہر بھی چکھنا چاہیئے

لاجرم گفتِ شہنشہ را شنید
اُس نے لامحالہ بادشاہ کی بات مان لی

پا ز غارِ چوں جرا بیروں کشید
حرا جیسے غار سے قدم باہر نکال لیا

شاہ قصر و خانقاہے خوب ساخت
بادشاہ نے عمدہ محل اور ایک خانقاہ بنائی

زر و دُر و گنج و گہر بیحد نواخت
اور بے شمار موتی اور خزانہ اور جواہر سے نوازا

کرد صوفی را مکینِ آں مکاں
صوفی کو اُس مکان کا مکین بنا دیا

ہمچو مہ در خرمنِ ہالہ جہاں
چاند کی طرح ہالے کے خرمن میں شہلنے والا

آں فقیر پاک جان و راستباز
وہ پاک جان اور راستباز فقیر

شد بظاہر در جوارِ عز و ناز
بظاہر عزت اور ناز کی پناہ میں آ گیا

لیک پنہاں از ہمہ در حجرۂ
لیکن ایک حجرے میں سب سے چُھپ کر

زاشِ جو پیشش کشیدے سفرۂ
آشِ جو کا دسترخوان اپنے سامنے بچھاتا

پوستین و دلق را کردے ببر
پوستین اور گدڑی کو پہنتا

در جہادِ نفس بودے مستمر
نفس کے جہاد میں لگا رہتا

چوں[۵۲] ایاز آں چارق و آں پوستیں
ایاز کی طرح وہ چپل اور وہ پوستین

در مقفّل حجرہ چوں گنجِ دفیں
مقفل حجرہ میں مدفون خزانہ کی طرح تھے

عشق با آں پوستیں خوش باختے
اُس پوستین کے ساتھ اچھا عشق رکھتا

خویش را بر فقر محکم ساختے
اپنے آپ کو فقر پر مضبوط بناتا

ہیچ زیں دولت نبودش حاصلے
اُس دولت سے اس کو کچھ حاصل نہ تھا

غیر ایثارِ فقیرے فاضلے
فاضل فقیر پر ایثار کرنے کے علاوہ

گرچہ دنیا ہست ملعونِ ازل
اگرچہ دنیا ازلی ملعون ہے

لیک دار الحمد شد بیت العمل
لیکن عمل کا گھر دار الحمد ہے

مالِ دنیا گرچہ زہر آگندہ ہست
دنیا کا مال اگرچہ زہر بھرا ہے

چوں بمصرف میدہی فرخندہ ہست
اگر تو مصرف میں خرچ کرے مبارک ہے

گر کنی رادی شہِ اسکندری
اگر تو سخاوت کرے تو اسکندر بادشاہ ہے

ورنہ بر جیفہ سگِ بلغندری
ورنہ تو مُردار پر جھپٹنے والا کتا ہے

مالِ دنیا را بقائے گرچہ نیست
دنیا کے مال کیلئے اگرچہ بقا نہیں ہے

بہرِ صیدِ مرغِ عقبیٰ خوش فنیست
آخرت کے پرند کے شکار کیلئے بہترین ترکیب ہے

ابتلا و امتحانِ ایزدی
خدائی آزمائش اور امتحان نے

داد شیطاں را زر و سیمِ ردی
شیطان کو بُرا سونا اور چاندی دے دیا

بودنِ دنیا بدانا خوشتر ست
عقلمند کے پاس دنیا کا ہونا اچھا ہے

زانکہ جاہل را خود او سم و ضرست
کیونکہ وہ جاہل کیلئے خود زہر اور نقصان ہے

ہر کہ افسوں داند از مارش چہ ضر
جو شخص منتر جانتا ہے اسکو سانپ سے کیا نقصان؟

مار او را یار باشد بے خطر
سانپ اُس کے لئے بے خطر دوست ہو گا

---

[۵۱] خضرؑ۔ حضرت خضرؑ نے کشتی توڑ کر بظاہر نقصان کیا لیکن اُس میں کشتی کا بچاؤ پوشیدہ تھا۔ گفت۔ جب صوفی کی یہ تدبیر بھی اُلٹی پڑی تو دل میں سوچا کہ یہی خدا کا حکم ہے کہ میں اُس بادشاہ کے ساتھ رہنا شروع کر دوں۔ زہر۔ یعنی بادشاہ کی صحبت۔ ہالہ خرمنِ ماہ، جاند اور سورج کے چاروں طرف روشنی کا دائرہ جو کبھی نمایاں ہوتا ہے۔ آش۔ ہر وہ کھانا جو پکایا جاسکے جیسے شوربا یا دلیا۔ سُفرہ۔ دسترخوان۔ [۵۲] چوں ایاز۔ ایاز نے اپنے عروج کے وقت میں بھی اپنی غربت کے چپل اور پوستین کو مقفل کر رکھا تھا اور اُس کو عبرت کیلئے دیکھا کرتا تھا۔ غیر ایثار۔ یعنی اپنی دولت سے فقراء کو فائدہ پہنچاتا تھا۔ لیک۔ اگر انسان دنیا کو دار العمل بنائے تو وہ دار الحمد ہے۔ فرخندہ۔ مبارک۔ [۵۳] رادی۔ جوانمردی، سخاوت۔ جیفہ۔ مُردار۔ بلغندر۔ جھپٹنے جھگڑنے والا۔ ابتلاء۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو انسانوں کی آزمائش کیلئے یہ تصرف دیدیا ہے کہ وہ چاندی سونے سے جو نفس الامر میں بیکار چیز ہے انسان کو پھنسا دیتا ہے۔

دَر ندانی تو فسوں گردش مگرد
اور اگر تو منتر نہیں جانتا اس کے گرد نہ گھوم

تا نبازی جانِ خود را بے نبرد
تاکہ تو بغیر جنگ کے اپنی جان نہ ہار دے

دربیانِ معنی آں حدیث کہ اَلدُّنیا[1] مَزرَعَۃُ الآخِرَۃِ و تفصیلِ آں
اس حدیث کے معنی کا بیان کہ دنیا آخرت کا کھیت ہے اور اس کی تفصیل

زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰ
اسی لئے احمد مجتبیٰ نے فرمایا

مزرعۃ الآخرت ہست ایں سرا
یہ سرائے آخرت کا کھیت ہے

گر ز دستت میشود تخمے بکار
اگر تیرے ہاتھ سے ہو سکے تو بیج بو

تا برآری خرمنے روزِ شمار
تاکہ حساب کے دن تو کھلیان اٹھالے

ور نہ کاری مفلسی یوم التناد
اور اگر تو نہ بوئے تو قیامت کے دن مفلس ہے

گشتۂ مغبون و خاسر بے مراد
تو ٹوٹے میں بے مقصد اور نقصان اٹھانے والا بن گیا

تخم را میکار و آبے ہم بپاش
بیج بو اور پانی بھی چھڑک

تا بری یوم الحصاد[2] از غلہ ہاش
تاکہ کاٹنے کے دن تو اس کی پیداوار اٹھائے

ور نمی کاری چہ برداری از و
اور اگر تو نہ بوئیگا تو اس سے کیا اٹھائیگا؟

روزِ محشر اے عُتُل و اے عُتو
محشر کے دن اے ستمگار اور اے سرکش!

ہیچ مَن یَعمَل بقرآں خواندۂ
تو نے کبھی "من تعمل" قرآن میں پڑھا ہے

ایں چنیں کاہل چرا وا ماندۂ
تو ایسا کاہل کیوں پڑا ہے؟

ہست حکمِ پاکِ او شرًا یَرَہ
اس کا پاک حکم "شرًا یرہ" ہے

باز بہرِ صالحاں خیرًا یَرَہ
پھر نیکوں کے لئے "خیرًا یرہ" ہے

ور نپاشی آب دانہ خشک شد
اور اگر تو پانی نہ چھڑکے گا بیج سوکھ جائیگا

واں ہمہ رنج و تعب خود لغو بُد
وہ سب تکلیف اور تھکن لغو تھی

آب دہ از چشمۂ چشم اے جواں
اے جوان! آنکھ کے چشمے سے پانی دے

تا شود حرثِ[3] تو سبز و کامراں
تاکہ تیری کھیتی سبز اور کامیاب ہو

ہم ز دُزد اے جانِ من غافل مباش
اے میری جان! چور سے بھی غافل نہ رہ

تا نبُرد خام را آں بد قماش
تاکہ وہ بد فطرت کچی نہ کاٹ لے

دُزد پنہاں از نظر ہای عوام
چور عوام کی نگاہ سے چھپا ہوا

میدود در فکرِ زرعت صبح و شام
تیری کھیتی کی فکر میں صبح و شام دوڑتا رہتا ہے

پس ہمہ شب کُن حراست پاس دار
پس تمام رات حفاظت کر نگہبانی رکھ

تا نہ مستاصل کند دُزدش ز داس
تاکہ چور اس کو درانتی سے نہ اکھاڑ لے

گر دمے غافل شوی از پاسِ او
اگر تو اس کی حفاظت سے تھوڑی دیر کیلئے غافل ہو

می نہد در کشتِ تو صد داسِ او
تو وہ تیری کھیتی میں سیکڑوں درانتیاں رکھدیگا

کُستہ خرمن را ز کشتانت بَرد
تیرے روندے ہوئے کھلیان کو تیری کھیتی سے لیجائیگا

یک بیک اعضا چو کشتار ت بُرد
تیرے ایک ایک عضو کو مرغِ بسمل کی طرح کاٹ دیگا پھر

گر بغفلت خفتی و ریعِ تو رفت
اگر تو غفلت سے سوگیا اور تیری پیداوار چلی گئی

یا بہ نسیاں شد گناہے از تو زفت
یا تجھ سے بھولے سے کوئی بھاری گناہ ہوگیا

باخود آ زود و ندامت پیشہ کُن
جلد ہوش میں آجا اور ندامت اختیار کر

وز حسابِ روزِ حشر اندیشہ کُن
حشر کے دن کے حساب سے ڈر

گر تو غافل گردی او زرعت بُرد
اگر تو غافل بنا وہ تیری کھیتی کاٹ لے گا

بلکہ از تو آں گہر ج را بَرد
بلکہ تجھ سے وہ موتی لے جائے گا

کار با ہشیاری و بیداری ست
معاملہ ہوشیاری اور بیداری کا ہے

ہر کہ غافل گشت میداں ناری ست
جو غافل بنا جان لے جہنمی ہے

پاسبانِ توبہ را بروے گمار
توبہ کا محافظ اس پر مقرر کردے

تا بوقتِ خواب تو آید بکار
تاکہ تیری نیند کے وقت وہ تیرے کام آئے

---

[1] الدنیا۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا دنیا آخرت کا کھیت ہے یعنی جو یہاں بوؤگے وہاں کاٹوگے۔ یوم التناد۔ پکار کا دن، محشر۔ مغبون۔ ٹوٹے میں پڑا ہوا۔
[2] یوم الحصاد۔ کھیتی کے کاٹنے کا دن، محشر۔ من یعمل۔ قرآن میں ہے فَمَن یَعمَل مِثقَالَ ذَرَّۃٍ خَیرًا یَرَہٗ وَمَن یَعمَل مِثقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَرَہٗ۔ جو شخص ذرہ برابر بھلائی کرے گا اس کو دیکھے گا اور جو شخص ذرہ برابر برائی کرے گا اس کو دیکھے گا۔ [3] حرث۔ کھیتی۔ حراست۔ حفاظت۔ مستاصل۔ جڑ سے اکھڑا ہوا۔ داس۔ درانتی۔ کُستہ۔ کوفتہ۔ کشتاں۔ کھیت۔ کشتار۔ مرغ بسمل۔ ریع۔ پیداوار۔ گہرج۔ مروارید یعنی ایمان۔ ناری۔ جہنمی۔

تو بخواب اُو خوش نگہبانی کند
تو نیند میں ہے وہ اچھی نگہبانی کرتا ہے

ایں چنیں حارسؔ[1] خدا مارا دِہد
خدا ایسا نگہبان ہمیں عطا کردے

ایں سخن پایاں ندارد نیک مرد
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، اے نیک مرد!

سُوی حالِ صوفیِ خود باز گرد
اپنے صوفی کے حال کی جانب واپس چل

رجوع بداستانِ درویش و وداع شُدنِ دنیا ازاں مردِ حقیقت اندیش

درویش کی داستان کی طرف رجوع اور اس حقیقت اندیش مرد سے دنیا کا رخصت ہونا؟

مُدتِ دہ سال ہم زینساں گذشت
دس سال اسی طریقہ سے گذرے

ہیچ صوفی از طریقِ خود نگشت
صوفی اپنے راستہ سے نہ ہٹا

بُود رسمِ شہ چو اُو گشتے سوار
بادشاہ کی عادت تھی جب وہ سوار ہوتا

بہرِ نظمِ مُلک یا سُوی شکار
سلطنت کے انتظام کے لئے یا شکار کی جانب

وقتِ رجعت سُوی درویش آمدے
وہ واپسی کے وقت درویش کی جانب آ

دقفہ کردے زائرِ آں مہ شُدے
ٹھہرتا، اُس چاند کی زیارت کرنے والا بنتا

ہم بریں منوال بُودش کاروبار
اُس کا کاروبار اسی طریقہ پر تھا

بُود بر مہرِ فقیر اُو جاں نثار
وہ فقیر کی محبت پر جان چھڑکنے والا تھا

اندریں اثنا شُدہ آں کاوزار
اور اِس اثنار میں وہ کاروزار کا شاہ

داشت با پروردگارِ خود نیاز
اپنے پروردگار کے ساتھ نیاز مندی رکھتا

ناگہاں آں زن کہ اوّل آمدش
اچانک وہ عورت جو اسکے پاس پہلے آئی تھی

بارِ دیگر گشت بیدا از درش
اُس کے دروازے سے دوسری بار نمودار ہوئی

گفت صوفی ہے چہ آوردی بگو
صوفی نے کہا، ہائیں کیا لائی ہے بتا؟

چیست باز ایں سُو چرا کردی تو رُو
کیا ہے! تو نے پھر اِس طرف رُخ کیوں کیا؟

گفت بہرِ رخصت تو آمدم
اُس نے کہا آپ سے رخصت ہونے کیلئے آئی ہوں

اَلوَداع اے جاں کہ من رخصت شدم
اے جان! اَلوَداع کہ میں رخصت ہوتی ہوں

گفت دُور اے بیوفا مکار زال
اُس نے کہا اے بیوفا مکار بڑھیا: دُور ہو جا

صد ہزاراں دام داری زیرِ چال
تو کنویں کے نیچے ہزاروں جال رکھتی ہے

تو فسونِ خود بہر کس میدمی
تو ہر شخص پر اپنا منتر پھونکتی ہے

گشت چوں رامِ تو آخر می رمی
وہ جب تیرا فرمانبردار ہو گیا انجام کار تو بھاگ گئی

ہاں برو کایں دلقِ من وِیں پوستیں
ہاں چلی جا، کیونکہ یہ میری گدڑی اور یہ پوستین

ہر دو موجود ست پیشِ من ببیں
دیکھ لے، دونوں میرے سامنے موجود ہیں

من فریب از غدرِ تو کے خوردہ ام
تیری غداری سے میں نے فریب کب کھایا ہے؟

پے بضعفِ عہدت اوّل بُردہ ام
میں نے تیرے عہد کی کمزوری کا پہلے ہی پتہ لگا لیا ہے

زُود باش اے بے حیا زیں جا برو
اے بے حیا! جلدی کر اس جگہ سے چلی جا

تا بکے داری بافسونم گرو
مجھے منتر میں کب تک پھنسائے گی؟

از نظر غائب شُد آں فتانہ زن
وہ فتنہ میں مبتلا کرنے والی عورت نظر سے غائب ہو گئی

در تفکر رفت صُوفی از فتن[2]
فتنوں سے صوفی سوچ میں پڑ گیا

چوں رود ایں شورشِ بلغاکِ من
یہ میرے غوغا کی شورش کیسے جائے گی؟

چوں گشنہا کم شود زیں انجمن
اس محفل سے جھگڑے کیسے جائیں گے؟

شیرج و کسبہ جساں گردد جدا
تیل اور کھل کیسے جدا ہوں گے؟

پرغ بر رُوی جواں اُفتد چرا
جوان کے چہرے پر شکن کیوں پڑیگی؟

گر چہ زاید[3] تا ہمہ دولت رود
کس بات سے ہو گا کہ تمام دولت چلی جائیگی؟

آفتابِ عزِ من کاسِف شود
میری عزت کا سورج گرہن میں ہو جائیگا

خواند لاحول و بحق مشغول گشت
اُس نے لاحول پڑھی اور اللہ (تعالیٰ) سے مشغول ہو گیا

کان امر اللہ چوں مفعول گشت
خدائی حکم تھا، جبکہ واقع ہوا

---

[1] حارس: نگہبان۔ رجعت: واپسی۔ دقفہ: ٹھہراؤ۔ مہ: یعنی درویش۔ منوال: طریقہ۔ مہر: محبت۔ دندریں: اِس دقفہ میں درویش اپنے مجاہدوں میں لگا رہتا۔ آں زن: یعنی دنیا جو عورت کی صورت میں آئی تھی۔ تہ: تعجب۔ چال: چاہ، کنواں ہا کو لام سے بدل لیا جاتا ہے۔ [2] در تفکر: جب دنیا نے اَلوَداع کہا تو درویش سوچنے لگا کہ یہ دنیا مجھ سے کیسے جدا ہوگی، میرے چاروں طرف کا مجمع کیسے غائب ہو جائیگا میں اور بادشاہ جو تیل اور کھل ہیں کیسے ایک دوسرے سے جدا ہونگے بادشاہ کے چہرے پر شکن کیسے آئیگی نغتانہ: فتنہ میں مبتلا کرنے والی۔ فتن: فتنہ کی جمع ہے۔ بلغاک: شور و غوغا۔ گشن: بوزن چین، بسیاری، انبوہی۔ شیرج: تل کا تیل۔ کسبہ: کھل۔ پرغ: شکن۔ جوان: یعنی بادشاہ۔ [3] گر چہ: یہ کس بات سے ہو گا کہ دنیا مجھ سے بھاگ جائیگی اور میری دولت نہ رہیگی اور میری عزت کا چاند گرہن ہو گا۔ خواند: اِس تفکر پر اُس نے لاحول پڑھی اور یادِ خدا میں لگ گیا۔ کان امر اللہ: لیکن اُس درویش سے دنیا کا چلا جانا خدائی حکم تھا جو ہو کر رہا۔

چوں قضا آید شود بر عکس کار
جب قضا آتی ہے، کام اُلٹا ہو جاتا ہے

جملہ تدبیرات باطل گشت و زار
تمام تدبیریں باطل اور کمزور ہو جاتی ہیں

حق چو میخواہد کہ کارے زا کند
جب خدا چاہتا ہے کہ کوئی کام کرے

سلسلہ اسباب را جنبش دہد
اسباب کے سلسلہ کو حرکت دیدیتا ہے

[1]از قضا در صبحِ آں روزِ سعید
تقدیر سے اُس اچھے دن صبح کو

شاہ سُوئے کوہ شُد بہرِ مُصید
بادشاہ شکار کے لئے پہاڑ کی جانب گیا

محنتے بسیار کرد و رنج بُرد
بڑی محنت کی اور تکلیف برداشت کی

ہیچ با صیدے در آنجا دا نخورد
کوئی شکار اُس جگہ نہ ملا

تعب بیحدے چشید و رنجِ سخت
بیحد تھکن اور سخت تکلیف چکھی

شد ز تابِ مہر جانش لخت لخت
سورج کی گرمی سے اُس کی جان ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی

در ایابِ آں شاہ بر رسمِ قدیم
وہ شاہ قدیم عادت کے مطابق واپسی میں

قاصدِ درویش شد او زاں رقیم
اس پہاڑ سے درویش کا قصد کرنیوالا بن گیا

آمدہ بر پای صوفی او فتاد
آیا صوفی کے پاؤں پر گر گیا

بوسہا زد بر دو پایش ز اعتقاد
اعتقاد سے اُس کے دونوں پاؤں چومے

وقتِ گرما بود و تاباں آفتاب
گرمی کا وقت تھا اور سورج چمک رہا تھا

اندکے آسود شہ زاں حر و تاب
اس گرمی اور تابش کیوجہ سے شاہ نے تھوڑا سا آرام کیا

تکیہ بر دیوار زد خوابش بُبُرد
دیوار کا سہارا لیا، اُس کو نیند آ گئی

سُوی سایہ ہر کسے رہ می سپُرد
سایہ کی جانب ہر شخص راستہ اختیار کرتا ہے

شاہ تنہا ماند و آں صوفیِ صاف
شاہ اور صوفی صافی تنہا رہ گئے

از میانِ شاہ خنجر خوش غلاف
شاہ کی کمر سے عمدہ غلاف کا خنجر

در تقلبہا فتادش بر شکم
کروٹیں لینے میں اس کے پیٹ پر گر گیا

مرد درویش از رہِ لطف و کرم
درویش مرد نے لطف و کرم کے طریقہ پر

خواست کاں را از شکم یکسو کند
چاہا کہ اس کو اس کے پیٹ سے علیحدہ کر دے

جائے دیگر دُور تر از وے نہد
دوسری جگہ اس سے دُور رکھ دے

چشمِ شہ یکبارگی بیدار شد
شاہ کی آنکھ اچانک کھل گئی

دید چوں خنجر برہنہ زار شد
جب کھلا ہوا خنجر دیکھا عاجز رہ گیا

زود برجست و بقصرِ خویش رفت
فوراً اُٹھا اور اپنے قلعہ میں چلا گیا

لیک جانش از غضب سوزاں و تفت
لیکن غصہ سے اس کی جان جل بھن گئی

گفت زود آرید آں دستور را
حکم دیا فوراً وزیر کو لاؤ

تا براندازد سرِ ایں بے نور را
تاکہ وہ اس بے نور کا سر اُتار دے

من چہ خوبیہا بجایش کردہ ام
میں نے اُس کے ساتھ کس قدر بھلائیاں کی ہیں

بارہا سر را بپایش کردہ ام
بارہا اُس کے قدم پر سر رکھا ہے

پس سزای نیکوئی زینساں بود
تو بھلائی کا بدلہ ایسا ہوتا ہے!

کز برای کُشتنم خنجر کشد
کہ میرے قتل کرنے کو خنجر سونتے

شد وزیر آگاہ و استغفار کرد
وزیر آگاہ ہوا اور معافی چاہی

در شفاعت پیشِ شہ اصرار کرد
شاہ کے سامنے سفارش میں اصرار کیا

گفت بخشیدم بتو جانش خموش
اُسنے کہا، میں نے تیری وجہ سے اُسکی جان بخشی کی خاموش ہوجا

[2]کُن بدر وے را بیک بینی و دو گوش
اُس کو ایک ناک و دو کان کے ساتھ نکالدے

ایں بود صدق و وفای پُر دول
دولتمندوں کی سچائی اور وفاداری یہ ہوتی ہے

کز پئے وہمے بعدواں شد بدل
کہ ایک وہم کی وجہ سے عداوت میں بدل گیا

دل منہ بر لطفِ میران و وزیر
سرداروں اور وزیر کی مہربانی سے دل نہ لگا

[3]در دمے خُلد اند و در دیگر سعیر
گھڑی میں جنت ہیں اور گھڑی میں دوزخ ہیں

از یکے وہم آں تلطف کینہ شد
ایک وہم سے وہ مہربانی کینہ بن گئی

ہمچو کانوں در تلہب سینہ شد
لپٹیں مارنے میں سینہ بھٹی بن گیا

می نہ بندی دل باں سلطاں چرا
تو اُس شاہ کے ساتھ دل کیوں نہیں وابستہ کرتا؟

کو ہزاراں جُرم بخشد از عطا
جو بخشش سے ہزاروں خطائیں معاف کر دیتا ہو

جُرمہا دیدہ وظیفہ می دہد
خطائیں دیکھتے ہوئے روزی دیتا ہے

از چنیں جود و عطا کس چوں جہد
ایسی سخاوت اور عطا سے کوئی کیوں گریز کرے؟

سلہ از قضا۔ زوال کے اسباب کا بیان ہے۔ مُصید۔ شکار۔ تابِ مہر۔ سورج کی تپش۔ ایاب۔ واپسی۔ رقیم۔ پہاڑ۔ غلاف۔ تقلبہا۔ یعنی نیند میں کروٹیں بدلنے سے۔ زار۔ عاجز۔ دستور۔ وزیر۔ تابراندازد۔ اس کا سر قلم کر دے۔ سلہ کُن بدر۔ نکال دے۔ بیک بینی یعنی سب مال و دولت چھین کر۔ پُر دول۔ دولتوں کا مالک۔ عُدواں۔ عداوت۔ سلہ در دمے۔ یہ بادشاہ کسی وقت جنت کسی وقت دوزخ ہوتے ہیں۔ تلطف۔ مہربانی کرنا۔ کاوش۔

ہر خطا کردی و با زار آمدی
تو نے جو خطا کی اور عاجزی سے آیا
از خواصِ خاصِ دربارش شدی
اُس کے دربار کا خاص الخاص بن گیا
مالِ دنیا را وفا خود ایں بُوَد
دنیا کے مال کی یہی وفاداری ہوتی ہے
دل در و بستن زنقصِ دیں بُوَد
اس سے دل وابستہ کرنا دین کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے
جاں بُبرد از مکرِ دنیا مردِ خوش
بھلا آدمی دنیا کے مکر سے جان بچالے گیا
چوں نہ بست او دل براں مغرورِ کش
چونکہ اسنے اس زیب خوردہ کو قتل کرنیوالی پر دل نہ باندھا
گرفتاد [۵۱] اندر و گشتے ہلاک
اگر اس میں مبتلا ہو جاتا، ہلاک ہو جاتا
ہمچو بلعم می شدے مسجونِ خاک
بلعم کی طرح مٹی کا قیدی بن جاتا
زیرِ تیغ بید ریغِ شاہِ دُول
کینہ بادشاہ کی بے دریغ تلوار کے نیچے
میشدے درویش بس زار و زبول
درویش بہت عاجز اور مغلوب ہو جاتا
چونکہ حزم و احتیاطے کردہ بُود
چونکہ اس نے حزم اور احتیاط کی تھی
میل سُوئے مالہا نا وردہ بُود
مالوں کی جانب میلان نہ کیا تھا
جاں سلامت بُرد ازیں خداعِ او
وہ اس دھوکے باز سے جان بچالے گیا
دل بزہرِ او مبند اے یار تو
اے یار! تو بھی اس کی رونق سے دل وابستہ نہ کر

باز سُوئے داستانِ خود روم
میں پھر اپنی داستان کی جانب لوٹتا ہوں
وہ چرا از نصحِ تو غافل شوم
ہائے میں تیری نصیحت سے کیوں غافل بنوں
باز سُوئے داستانِ من آمدم
میں پھر داستان کی جانب آ گیا
وہ دریں دریا چہ دست و پا زدم
ہائے اس دریا میں میں نے کیسے ہاتھ پاؤں مارے
واں دوم کاہل شد از تطویلِ من
اور وہ دوسرا میرے طول دینے سے کاہل بن گیا
کاہلاں [۵۲] را کرد کاہل پیلِ من
کاہلوں کو میرے ہاتھی نے کاہل بنا دیا

بیان نمودن آں پسرِ دوم حالِ کاہلی خود با قاضی
دوسرے لڑکے کا اپنی کاہلی کا حال قاضی سے بیان کرنا

دو می گفتا کہ بشنو حالِ من
دوسرے نے کہا کہ میرا حال سُن
قرعۂ میراث زن در فالِ من
میری فال پر میراث کا قرعہ نکال دے
نصرت الداخل نگر در بیتِ مال
بیت مال میں نصرت الداخل پر غور کر
تا بیابم از پدر مال و منال
تاکہ میں باپ کی جانب سے مال متاع حاصل کروں
گفت من تنبل ترم از تنبلاں
اس نے کہا میں تمام کاہلوں سے زیادہ کاہل ہوں
ہستم از کوہِ گراں ترہم گراں
میں بھاری پہاڑوں سے بھی زیادہ بھاری ہوں

گرفتد [۵۳] کوہے نجنبم از مکاں
اگر پہاڑ بھی گرے میں جگہ سے نہ سرکوں
یا برد سیلاب مارا رائگاں
یا خواہ مخواہ مجھے سیلاب لے جائے
یا چو ابراہیمؑ گر آتش بُوَد
یا (حضرت) ابراہیمؑ کی طرح اگر آگ ہو
می نتابم سر از و ہم تا اَبد
میں اس سے بھی کبھی سر نہ موڑوں گا
یا چو زکریاؑ شگافد اَرّہ
یا (حضرت) زکریاؑ کی طرح اگر آرہ چیر دے
بر ندارم من سرِ خود ذرّہ
میں ذرہ برابر اپنا سر نہ اُٹھاؤں
یا چو اسمٰعیلؑ زیرِ خنجرے
یا (حضرت) اسمٰعیلؑ کی طرح خنجر کے نیچے
بر ندارم من سرِ خود از مرے
جھگڑے سے میں اپنا سر نہ اُٹھاؤں
گر بریزد بر تنم صد بار نیش
اگر سو بار میرے جسم پر نشتر لگے
یا شود سر تا قدم از تیغ ریش
یا سر سے پاؤں تک تلوار سے زخمی ہو جائے
من ز تنبل بر نہ جنبانم دو دست
میں کاہلی سے دونوں ہاتھ نہ ہلاؤں
میر ود گو بر سرِ من ہر چہ ہست
کہہ دے کہ جو کچھ بھی میرے سر پر گزر جائے
گر بہ پرّد سُوئے من صد تیرِ راست
اگر میری طرف سو تیر سیدھے آئیں
از کسالت بر نگردم چپ و راست
میں کاہلی سے دائیں بائیں کروٹ نہ لوں
بر سرِ من آنچہ بپسندی رواست
تو جو میرے سر پر پسند کرے مناسب ہے
حکم حکمِ تست بندہ خود فناست
حکم تیرا ہی حکم ہے بندہ خود فنا ہے

---

۵۱ گرفتادے۔ اگر وہ درویش دنیا میں پھنس جاتا تو تباہ ہو جاتا۔ بلعم۔ یہ شخص بڑا عبادت گزار تھا لیکن آخر عمر میں برباد ہو گیا۔ مسجون۔ قیدی۔ زبون۔ عاجز۔ خداع۔ دھوکہ باز مکار۔ دوم پہلے لڑکے کی کاہلی کا بیان طویل ہو گیا تو دوسرا لڑکا میرے طویل بیان سے سُست ہو گیا۔ ۵۲ کاہلاں یعنی اہلِ آخرت کی دنیا کے کاموں میں کاہلی کریں نے خوب بیان کر دیا۔ پیل یعنی بیان۔ گفتا۔ یعنی قاضی سے کہا۔ نصرت الداخل۔ دل کی ایک شکل ہو جب وہ زائچہ کے دوسرے خانہ میں آتی ہو جس کو بیت المال کہتے ہیں تو وہ مال و دولت کے حصول کا سبب بنتی ہے۔ منال۔ سامان۔ ۵۳ گرفتد۔ اگر پہاڑ بھی گرے یا دریا بہالے جائے تو بھی اپنی جگہ سے نہ ہلوں۔ مرے۔ جھگڑا۔ حکم حکم تست۔ یہ خدا تعالےٰ کو خطاب ہے۔

جملۂ[1] خواہشہا دراں خواہش گم ست
تمام خواہشیں اس خواہش میں گم ہیں

صلح و تدبیر و ہمہ چالش گم ست
صلح اور تدبیر اور پورا اکڑ کر چلنا گم ہے

چوں جمادم حرکت و خواہش نماند
جب پتھر کیطرح مجھ میں حرکت اور تمنا نہیں رہی

تنبلیم دست از عالم فشاند
میری کاہلی نے دنیا سے ہاتھ جھاڑ لیا

ہمچو میت در ید غسّال شو
مُردہ نہلانیوالے کے ہاتھ میں مُردے کیطرح بنجا

از ارادت وز تکلم لال شو
ارادے اور بولنے سے گونگا بن جا

چوں کفیلِ من شُد اُو در کارہا
جب کاموں میں وہ میرا کفیل ہو گیا

پس چرا چوں خر کشم من بارہا
تو میں گدھے کی طرح بوجھ کیوں اٹھاؤں!

بہ ز من تدبیرِ من میداند اُو
وہ مجھ سے بہتر میری تدبیر جانتا ہے

ہر بلا را بہ ز من میراند اُو
وہ ہر مصیبت کو مجھ سے بہتر ٹالتا ہے

پس چرا در نفع و ضرّ خود تنم
تو میں اپنے نفع اور نقصان کا چکّر کیوں کاتوں!

از کنف ہای حمایت چوں پرم
اپنایت کے پہلو سے کیوں اُڑوں

ایں سخن پایاں ندارد الغرض
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے الغرض

گفت با قاضی کہ اے دفع المرض
اس نے قاضی سے کہا کہ اے مرض کے دفعیہ!

درمیانِ ہر سہ تن کاہل ترم
تینوں شخصوں میں میں زیادہ کاہل ہوں

وز ہمہ نفع و ضرر جاہل ترم
اور تمام نفع نقصان سے زیادہ جاہل ہوں

سُود و نقصانِ دُو عالم ہر چہ ہست
دونوں جہان کا نفع اور نقصان جو بھی ہے

کاہلی من ز ہر دو بہتر ست
میری کاہلی دونوں سے بہتر ہے

در بیانِ ایں شنو یک قصّۂ
اس سلسلہ میں ایک قصہ سن لے

تا بری از تنبلِ من حصّۂ
تاکہ تجھے میری کاہلی کا حصہ حاصل ہو جائے

بہرِ کارے آمدم در مُلکِ خوز
میں مُلکِ خوز میں ایک کام لئے آیا

در رباطے گشتم آسودہ دو روز
ایک سرائے میں دو دن آرام کیا

[2]شاہِ آنجا بس سخی و بحرِ جُود
اس جگہ کا بادشاہ بہت سخی اور سخاوت کا دریا تھا

کانِ لُطف و معدنِ احسان بُود
مہربانی کی کان اور احسان کی معدن تھا

چاوُشِ اُو ہر زماں کردے گذر
اس کا نقیب ہر وقت گذرتا

بانگہا کردے برائے کور و کر
اندھے اور بہرے کو آوازیں دیتا

شاہ ہر شب بر سرِ تختِ کرم
کرم کے تخت پر شاہ ہر رات کو

می نشیند اے گدایانِ دژم
بیٹھتا ہے اے غمگین فقیرو!

ہر کہ را میلے بمال و جاہ است
جس کو مال اور رتبہ کی خواہش ہے

دین و دنیا در رکابِ شاہ ہست
دین اور دنیا شاہ کے جلو میں ہے

ہر کہ بکشاید لبِ انبانِ خویش
جو بھی اپنے تھیلے کا منہ کھولتا ہے

پُر کند در وے دُرّ و مرجانِ خویش
وہ اپنے موتی اور مونگے اس میں بھر دیتا ہے

سیم و زر بس دُرّ و گوہرہای سُود
چاندی اور سونا نفع کیلئے بہت سے موتی اور جواہر

ہر کہ بکشودہ زباں بیشک بود
جس نے زبان کھولی بیشک حاصل کرلئے

خوانِ یغمایش بدشمنہا و دوست
اسکا لوٹ کا دسترخوان دشمنوں اور دوست کیلئے ہر

صرفِ محتاجاں بُود با مغز و پوست
مغز اور پوست کے ساتھ محتاجوں میں صرف ہوتا ہے

آنچہ خواہد از درش ہر کس بَرد
جو چاہے ہر شخص اس کے در سے لے جائے

نیست با اعدائے خود اُو را حسد
اس کو اپنے دشمنوں پر بھی حسد نہیں ہے

دوست دشمن پرورد از لطف و جُود
وہ دوست اور دشمن کو مہربانی اور سخاوت سے پرورش کرتا ہے

ہر کہ لابہ کرد پیشش یافت سُود
جس نے اس کے سامنے خوشامد کی نفع پا لیا

دمبدم طَول و سخایش در وفور
ہر لمحہ اس کی طاقت اور سخاوت زیادتی میں ہے

نیست در انبانِ جُودِ اُو فتور
اس کی سخاوت کے تھیلے میں کمی نہیں ہے

جنبشِ لب کافی آمد بر درش
اس کے در پر ہونٹ ہلا دینا کافی ہے

بہرِ استمطارِ غیثِ ہامرش
اس کی بہنے والی بارش کے برسانے کے لئے

بر درش آید کسے گر صبح و شام
اگر کوئی صبح اور شام اس کے دروازے پر آجائے

کارِ اُو یابد بکلی انتظام
اس کا کام بالکل منتظم ہو جائے

گر بیائی بر درِ اُو صبح گاہ
اگر تو صبح کے وقت اس کے در پر آئے

آنچہ خواہی میدہد آں بادشاہ
تو جو چاہے وہ بادشاہ دیدے

---

[1] جملہ۔ میں راضی برضا ہوں اور اپنی تمام تدبیر ختم کر چکا ہوں۔ ہمچو۔ اللہ کی مرضیات کے سامنے انسان کو ایسا ہونا چاہیئے جس طرح مُردہ نہلانیوالے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ لال۔ گونگا۔ کنف۔ پہلو۔ خوز۔ خوزستان ایک ملک ہے یعنی دنیا۔ رباط۔ سرائے۔ [2] شاہ آنجا یعنی اللہ تعالیٰ۔ چاوش۔ نقیب یعنی انبیاء و اولیاء۔ دژم۔ فسردہ۔ مرجان۔ مونگا۔ یغما۔ لوٹ۔ طول۔ طاقت۔ استمطار۔ برسانا۔ ہامر۔ بہنے والا۔ انتظام۔ درستی۔

گر کسے در نیم شب کوبد درش
اگر کوئی آدھی رات کو اس کا دروازہ پیٹے

مبدہد گوہر بہ از سیم و زرش
وہ اس کو چاندی اور سونے سے بہتر جوہر دیدیتا ہے

جملہ شاہاں شب بہ بستر غافلند
تمام بادشاہ رات کو بستر پر غافل ہیں

وز خبر گیری خلقاں عاطلند
اور لوگوں کی خبر گیری سے معطل ہیں

شاہِ ما بیدار و ہر دم ہوشیار
ہمارا شاہ بیدار اور ہر وقت ہوشیار ہے

عالمے را خود بذات اُو پاسدار
وہ خود اپنی ذات سے دنیا کا نگہبان ہے

بسکہ چاؤشاں حکایت ساختند
بہت سے نقیبوں نے قصہ سنایا

میلِ آں شہ در دلم انداختند
انہوں نے میرے دل میں اس شاہ کی خواہش پیدا کردی

بر درش رفتم شبان و صبحگاہ
میں رات کو اور صبح کو اس کے در پر پہنچ

آستانش را نمودم سجدہ گاہ
میں نے اس کی چوکھٹ کو سجدہ گاہ بنایا

روئے اُو دیدہ زخود رفتم چناں
اس کا رُخ دیکھ کر میں ایسا بیخود ہو گیا

کہ نیامد حرفِ اَعطِ بر زباں
کہ "عطا کر" کا حرف زبان پر نہ آیا

مدتے بگذشت و من از کاہلی
ایک مدت گذر گئی اور میں کاہلی سے

ماندم اندر حیرت و بے حاصلی
حیرت اور بے مرادی میں رہا

کاہلی من زبانم را بہ بست
میری کاہلی نے میری زبان بندی کردی

ہمچو محوِ بادہ و مستِ الست
الست کے مست اور شراب میں محو کی طرح

کاہلی من مرا رخصت نداد
میری کاہلی نے مجھے موقع نہ دیا

کہ بخواہم از شہِ با جود و داد
کہ میں سخی اور بخشش والے شاہ سے مانگوں

واصلاں زینگونہ از ہر دو جہاں
واصل (بحق) لوگ اس طرح سے دونوں جہان

کاہلند و غافلند اے زاہداں
اے زاہدو! کاہل ہیں اور غافل ہیں

نہ ز حق خواہند دنیا نہ بہشت
اللہ تعالیٰ سے نہ دنیا مانگتے ہیں نہ جنت

ہر دو را بہرِ خدای خود بہشت
دونوں کو اپنے خدا کی خاطر چھوڑ دیا ہے

جز خدا را از خدا خود خواستن
خدا سے خود خدا کے علاوہ کو مانگنا

نیست افزونی بود جاں کاستن
بڑھوتری نہیں ہے جان کو گھٹانا ہے

گر خدا را بہرِ جنت عابدی
اگر تو جنت کے لئے خدا کا عبادتگذار ہے

در رفاہِ نفسِ خود بس قاصدی
تو صرف اپنے نفس کے آرام کا ارادہ کرنیوالا ہے

حسنِ ذاتیِ الوہیت چہ شد
خدائی کا ذاتی حسن کیا ہوا؟

آہ آں حقِ ربوبیت چہ شد
افسوس وہ پروردگاری کا حق کیا ہوا؟

ہست اُو معبود بالذات اے پسر
اے بیٹا! وہ ذات کے اعتبار سے معبود ہے

درمیانش بس وسائط را مخر
تو واسطوں کو درمیان میں پسند نہ کر

مر خدا را بہر اُو عابد شوید
خدا کے عبادتگذار اس کے لئے ہی بنو

نہ کہ بہرِ حور و جنت مید وید
نہ کہ حور اور جنت کے لئے تم دوڑتے ہو

حقِ آں ذاتِ خدای پاک کو
اُس خدائے پاک کی ذات کا حق کہاں ہے!

خود بدہ انصاف پاسخ را بگو
تو خود انصاف کرلے، جواب دے

گر پرستی بہر نار و یا جناں
اگر تو جہنم یا جنتوں کے لئے عبادت کرتا ہے

عابدِ اینہا شدی اے کامراں
اے کامیاب! تو ان کا عبادتگذار بنا

گر نبودے جنت و نار اے لئیم
اے کمینہ! اگر جنت اور جہنم نہ ہوتی

بود معبودِ حقیقی آں رحیم
وہ رحیم (پھر بھی) حقیقی معبود ہوتا

نار و جنت ہر دو سوطِ کاہل ست
جہنم اور جنت دونوں، کاہل کیلئے کوڑا ہیں

کاہلاں را تازیانہ ناقص ست
کاہلوں کو کوڑا چلانے والا ہے

اسپِ بحر از تازیانہ بر جہد
تیز گھوڑا کوڑے سے حرکت کرتا ہے

خود بخود پا در رہِ عجلت نہد
وہ خود بخود عجلت کے راستہ پر قدم رکھتا ہے

طفل را گویند در مکتب برو
بچے سے کہتے ہیں مکتب میں جا

جوز و لوزے مبدہم ہاں زود شو
میں اخروٹ اور بادام دیتا ہوں، ہاں جلد جا

پیشِ اُستا خوانِ نعمتہا بسے ست
استاد کے سامنے نعمتوں کے خوان بہت ہیں

فاکہہ و اعناب بہر ہر کسے ست
پھل اور انگور ہر ایک کے لئے ہیں

گر روی پیشش نوازد مر ترا
اگر تو اس کے پاس جائیگا وہ تجھے نوازے گا

ورنہ بدہد زیں تغافلہا سزا
ورنہ ان غفلتوں کی سزا دے گا

لہ عاطل: بیکار۔ اعط: تو عطا کر۔ الست۔ مبدہد: دیتا ہے۔ بہشت: بگذاشت۔ گر خدا۔ اگر خدائی عبادت جنت کیلئے ہے تو یہ عبادت اپنے نفس کے آرام کیلئے ہے

لہ۲ وسائط یعنی جنت اور دوزخ۔ پاسخ: جواب۔ سوط: کوڑا۔ اسپ بحر: تیز رو گھوڑا۔ جوز: اخروٹ۔ لوز: بادام۔ اُستا: استاد۔ فاکہہ: پھل۔ اعناب: عنب کی جمع: انگور

ازطبانچہ روی گلگونت کُند
طمانچہ سے تیرا منہ لال کردے گا

سخت زندانی و محزونت کُند
تجھے سخت قیدی اور غمگین کردے گا

طفل ازاں ترغیب ترہیب، پدر
بچہ باپ کے اس پھسلانے اور ڈرانے سے

رُو سُوی مکتب نماید سر بسر
پورا رخ مکتب کی جانب کرتا ہے

چونکہ طفلی رفت و آمد عقل خوب
جب بچپن جاتا رہا اور خوب عقل آگئی

نیست محتاج رغوب و ہم رہوب
تو وہ پھسلاووں اور ڈراووں کا محتاج نہیں ہے

خود بخود در پیش اُستا میرود
وہ خود بخود اُستاد کے سامنے چلا جاتا ہے

ہر سحرگاہے بسویش میدود
ہر صبح کو اس کی جانب دوڑتا ہے

حُسن ذاتی بین و حق شاہیش
ذاتی حُسن اور اس کی شاہی کا حق دیکھ

غرق شو در بحر چوں ماہیش
سمندر میں اس کی مچھلی کی طرح ڈوب جا

بیخودی شو وز خودی یکسر برآ
بے خود بن اور خودی سے بالکل نکل

ازبرای حق خدا را داں خدا
خدا کے لئے خدا کو خدا جان

مطلب دنیا و عقبیٰ را بہل
دنیا اور آخرت کا مقصد چھوڑ

ہر دو انبان ابیندا از بغل
بغل میں سے دونوں تھیلوں کو پھینک دے

بہر اُو ادراے عبادت کرد نیست
اس کی عبادت اس کیلئے کرنے کی ہے

عابدِ جنت طلب ہم مرد نیست
جنت کے لئے عبادت کرنیوالا مرد نہیں ہے

اُو بذاتِ خود عبادت را سزاست
وہ اپنی ذات کے اعتبار سے عبادت کے لائق ہے

نز برای نار و جنت وے خداست
نہ کہ وہ جہنم اور جنت کی وجہ سے خدا ہے

أُعْبُدُ اللهَ لَهُ يَا ذَا النُّهٰى
اے عقلمند! اللہ کی عبادت اس اللہ کیلئے کر

نَاطِرِحُوا الْأَغْيَارَ عَنْ عَيْنِ الذَّهَا
عقل کی آنکھ کے ذریعہ غیروں کو پھینک دو

نَامِحُ نَقْشَ الْغَيْرِ عَنْ لَوْحِ الصُّدُورِ
غیر کا نقش سینوں کی تختی سے مٹادے

إِنَّهُ الْمَعْبُودُ مِنْ غَيْرِ الْفُتُورِ
بیشک بغیر نقصان کے وہی معبود ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز
اے پیارے! یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے

مُنہی حال خود ست آں سوم نیز
وہ تیسرا بھی اپنی حالت کی خبر دینے والا ہے

حکایت نمودنِ آں پسر سوم
اس تیسرے لڑکے کی اپنی کاہلی کو قاضی کے

کاہلی خود را بہ پیش قاضی کاہل
سامنے پیش کرنے کی حکایت جو دین کے معاملہ

بکارِ دین و چابک بکار دنیا بود و
میں کاہل اور دنیا کے معاملہ میں تیز تھا اور

آنکہ بیکار و کاہل حقیقی
بیکار اور حقیقی کاہل وہی ہے

گفت قاضی آں سوم را کاے فلاں
قاضی نے اس تیسرے سے کہا کہ اے فلاں!

کاہلی خود بہ پیشم کُن بیاں
اپنی کاہلی میرے سامنے بیان کر

گفت قاضی! اتنبل من بیشتر
اس نے کہا اے قاضی میری کاہلی بڑھی ہوئی ہے

ہمچو آتش ہست پر دود و شرر
جو آگ کی طرح دھویں اور چنگاریوں سے پُر ہے

در بیانش داستانے میزنم
میں اس کے بیان میں ایک قصہ سناتا ہوں

حالِ مخفی بر تو روشن میکنم
چھپا ہوا حال تجھ پر ظاہر کرتا ہوں

دوش بردم سُوی صحرا گاؤ را
میں کل ایک بیل کو جنگل میں لے گیا

پاسبانی می نمودم گاؤ را
میں کوشش کی، نگرانی کر رہا تھا

بر سر جوی کہ بُد سبزہ رغید
ایک نہر کے کنارے جس پر بہت سبزہ تھا

گاؤ خود بگذاشتم اُو می چرید
میں نے اپنا بیل چھوڑ دیا وہ چر رہا تھا

در چرامی گشت تدریجا بعید
وہ چراگاہ میں رفتہ رفتہ دور ہو رہا تھا

سبزہ تر می یافت ہر جا میدوید
جہاں تر سبزہ پاتا تھا دوڑ جاتا تھا

بود سبزہ پہن و صحرای دراز
سبزہ وسیع اور جنگل لمبا تھا

می چرید اُو دور دور از راہِ آز
وہ لالچ کے طور پر دور دور چر رہا تھا

چیست دنیا سبزہ زارِ خوش فضا
دنیا کیا ہے! عمدہ فضا والا سبزہ

تو چو گاوے اندراں مرعیٰ چرا
اس چراگاہ میں تو بیل کی طرح ہے

خود چراں کاہے کہ در وے خار نیست
تو وہ گھاس چر جس میں کانٹا نہیں ہے

خار و اژدن و قتادہ زار نیست
وہ چرچٹہ اور قتادہ اُگنے کی جگہ نہیں ہے

تا نگیرد در گلویت خارِ اُو
تاکہ اس کا کانٹا تیرے حلق میں لگ جائے

روزِ محشر گردی آخر زارِ اُو
تاکہ محشر کے دن تو اس سے عاجز ہو جائے

لہ گلگوں۔ سرخ۔ محزوں۔ غمگین۔ ترغیب۔ رغبت دلانا۔ ترہیب۔ ڈرانا۔ مُنہی۔ خبر دینے والا۔ قاضی۔ اے قاضی۔ رغید۔ وسیع۔ آز۔ لالچ۔
لہ ۲ چیست دنیا۔ یہ نظم کا منقولہ ہے۔ مرعیٰ۔ چراگاہ۔ چَر۔ چریدن کا صیغہ امر ہے۔ خار و اژدن۔ چرچٹہ۔ قتادہ۔ ایک خاردار گھاس ہے جس کے چھونے سے ہاتھ میں خارش پیدا ہو جاتی ہے۔

می چرد ایں گاوِ نفس اندر جہاں
نفس کا بیل دنیا میں چر رہا ہے
سبز کلہے ہر کجا بیند عیاں
سبز گھاس جہاں بھی نمایاں دیکھتا ہے
دیں نداند از شکم پروردنی
اور شکم پروری کی وجہ سے یہ نہیں سمجھتا
کیں مرا شد خوردنی ناخوردنی
کہ یہ نہ کھانے کی چیز میرے کھانے کی چیز بن گئی
آخرش دردِ شکم آرد ترا
بالآخر وہ تیرے پیٹ میں درد پیدا کر دیتی ہے
تخمہ آرد خیرہ[۵۱] گرداند ترا
تخمہ لگا دیتی ہے تجھے حیران کر دیتی ہے
گر خوری آں را بحکم آں حکیم
اگر تو اسے اُس حکیم کے حکم کے مطابق کھائے
کو سمیع ست و بصیر ست و علیم
جو سمیع ہے اور بصیر ہے اور علیم
تخمہ و قولنج و ہیضہ ناورد
وہ تخمہ اور قولنج اور ہیضہ نہ لائے گی
ہیچ نفخے در شکم نے ہیچ درد
نہ پیٹ میں اپھارا نہ کوئی درد
بہرِ ایں حکمت رسیدند انبیا
انبیاء اسی حکمت کے لئے آئے ہیں
تا تو در تخمہ نیفتی اے کیا
اے صاحب! تاکہ تو تخمہ میں مبتلا نہ ہو
تو مریضی جسمِ تو یک سر سقیم
تو مریض ہے تیرا جسم بالکل بیمار ہے
رو بپرہیز و بپرس از ہر حکیم
جا پرہیز کر اور ہر حکیم سے دریافت کر لے

ہمچو گاوے خود سری ہرگز مکن
بیل کی طرح کبھی خود سری نہ کر
بر خلافِ نفسِ خود کن ہر سخن
ہر بات اپنے نفس کے خلاف کر

در معنی ایں حدیث اِنَّ لِکُلِّ
اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ ہر بادشاہ
مَلِکٍ حِمیً وَ حِمیَ اللہِ مَحَارِمُہٗ
کا ایک حمیٰ ہے اور اللہ کا حمیٰ اس کے محرمات
رواہ نعمان بن بشیر
ہیں اس کو نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ
رضی اللہ عنہ
نے روایت کیا ہے

نفسِ سرکش را عناں گر وا دہی
اگر تو سرکش نفس کی باگ ڈھیلی چھوڑ دیگا
میرود او تا چراگاہِ شہی[۵۲]
وہ شاہی چراگاہ تک چلا جائے گا
رفتہ رفتہ در حمای شہ رود
آہستہ آہستہ شاہ کے حمیٰ میں پہنچ جائے گا
گوشمالیہا بسے زاں شہ خورد
اس شاہ سے بہت سزائیں پائے گا
بہرِ ایں فرمود خیر الانبیاء
اسی لئے خیر الانبیاء نے فرمایا ہے
خاص باشد بہرِ ہر سلطاں حما
ہر بادشاہ کا ایک خاص حمیٰ ہوتا ہے
از حمی اللہ آں محارم آمدہ
محرمات خدا کا حمیٰ ہیں
حِمیہ اصلِ کُلِّ مکارم آمدہ
تمام بھلائیوں کی جڑ تقویٰ ہے

تاج کرّمنا بسر افراشتی
تونے "ہم کو عزت دی" کا تاج سر پر رکھا
لیک بر سر خاکہا انباشتی[۵۳]
لیکن سر پر بہت خاک ڈال لی
اِنَّ اَکْرَمَ عِنْدَہٗ اَتْقَا بگو
اسکے نزدیک زیادہ متقی زیادہ بھلا ہے کا قائل ہو جا
ہست کرّمنا بتقویٰ اے عمو
اے چچا! "ہم نے عزت دی" تقوے کیوجہ سے ہے
گر نہ تقویٰ داری از گاوی بتر
اگر تو تقوے نہیں رکھتا تو بیل سے بدتر ہے
گوش کن بَلْ ھُمْ اَضَلّ اے دیدہ ور
اے دیدہ ور! "بلکہ وہ زیادہ گمراہ ہیں" کو سن لے

رجوعِ کلام بحکایتِ آں پسرِ سوم
کلام کی واپسی اس تیسرے کی حکایت کی طرف اور
و دور تر رفتنِ گاوِ او
اُس کے بیل کا دُور چلا جانا

ہیں بیا کاں گاوِ او بس دور رفت
ہاں، آ کہ وہ اس کا بیل بہت دُور چلا گیا
میرود آں گاو سوی سبزہ تفت
وہ بیل سبزے کی جانب تیز جا رہا ہے
گاو می شد دور و من از کاہلی
بیل دور ہو رہا تھا اور میں کاہل ہے
می نمودم در رجوعش غافلی
اس کی واپسی میں غفلت دکھا رہا تھا
در تردد می روم بازآرمش
تردد میں، میں جاؤں اس کو واپس لاؤں
یا ہمیں از دور پاسے دارمش
یا اسی طرح دُور سے اس کی نگہبانی کرتا رہوں

---

[۵۱] خیرہ۔ حیران۔ حِمیٰ۔ وہ علاقہ بادشاہ جس میں دوسروں کا داخلہ ممنوع قرار دیدیتا ہے اس میں نہ کسی کا جانور چر سکتا ہے نہ اس میں کوئی آجا سکتا ہے اگر کسی کا مجرم اس میں پناہ پکڑ لے تو وہ بادشاہ کی پناہ میں سمجھا جاتا ہے۔ [۵۲] شہی۔ شاہی یعنی محرمات میں مبتلا ہو جائیگا۔ گوشمالیہا۔ حمیٰ میں داخلہ پر سزا دیجاتی تھی۔ محارم۔ اللہ تعالیٰ نے جو محرمات بنائے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا حمیٰ ہیں۔ حِمیہ۔ پرہیز، تقویٰ۔ مکارم۔ مکرمہ کی جمع ہے، بزرگی۔ کرّمنا۔ قرآن میں ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ۔ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی۔ [۵۳] انباشتی۔ انداختی۔ گوش کن۔ قرآن پاک میں ہے۔ اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلّ۔ یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ وہ زیادہ گمراہ ہیں۔ تفت۔ گرم، تیز۔

می فشردم در تردد سخت سخت
میں تردد میں سخت بیچ رہا تھا
شد دلم از کاہلی لخت[51] لخت
کاہلی کی وجہ سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا

ایں تردد ہست بُنیادِ غموم
یہ تردد غموں کی بنیاد ہے
بر تو می آرد المہا زو، ہجوم
اسی وجہ سے تجھ پر غم ہجوم کرتے ہیں

رو تو یکدل باش و مردِ عزم باش
جا تو ایک دل بن اور پختہ ارادہ کا آدمی بن
نقشِ این و آں زلوحِ دل خراش
اِس اور اُس کا نقش دل کی تختی سے چھیل دے

درگذر زاں کیں بہ است و آں بہ است
اس سے گذر جا کہ یہ بہتر ہے اور وہ بہتر ہے
از ہمہ بہ آں تردد ہا دہ است
وہ تردد پیدا کرنے والا سب سے بہتر ہے

از عدم بر تو تردد ریختند
انہوں نے عدم سے تیرے اوپر تردد بہایا ہے
امتحاں را حیلۂ انگیختند
آزمائش کے لئے ایک حیلہ پیدا کر دیا ہے

زین و آں بگذر بداں سو کن شتاب
اِس اور اُس سے گذر جا اُس جانب جلدی کر
کہ بہر کارے الی اللہ المآب[52]
کیونکہ ہر کام کا مرجع اللہ (تعالیٰ) کی جانب ہے

از سحر تا شام من در فکرِ گاوٗ
میں صبح سے شام تک بیل کی فکر میں
بر ہماں جو بودم و دل فتنہ کاوٗ
اسی جستجو پر رہا اور دل فتنہ کی کاوش میں

ظہر و عصرِ من دریں غم شد قضا
ظہر و عصر (کی نماز) اسی فکر میں قضا ہو گئی
گر روم در سجدہ گردم زو عمیٰ
کہ اگر میں سجدہ میں جاؤں گا تو اُس سے اندھا ہو جاؤں گا

من شوم گر در نماز و در نیاز
اگر میں نماز میں اور نیاز میں مگن ہوں گا
گاوٗ گیرد آں طرف راہِ دراز
بیل اس جانب لمبا راستہ لے لے گا

آخرش چوں قرصِ خورشید در غروب
بالآخر جب سورج کی ٹکیہ غروب میں چلی گئی
گشت ضو از زنگیِ ظلمت ہروب
روشنی تاریکی کے حبشی سے بھاگنے والی بن گئی

چشمِ من شد خیرہ از دیدارِ گاوٗ
میری آنکھ بیل کے دیدار سے تاریک ہو گئی
می ندیدم ہیچ من ز آثارِ گاوٗ
میں نے بیل کے نشانات میں سے کچھ نہ دیکھا

چشمِ من از دید او تاریک شد
میری آنکھ اس کے دیدار سے تاریک ہو گئی
گاوٗ زاں مرعاش در تحریک شد
بیل اپنی چراگاہ سے حرکت میں آ گیا

رفت آں گاوٗ و نشاں معلوم نے
وہ بیل چلا گیا اور پتہ معلوم نہیں
و آں کدِ من جملہ جز معدوم نے
اور وہ میری مشقت معدوم کے سوا کچھ نہیں

روزِ من شد دیر و گاوٗ از دست شد
میرا دن برباد ہوا اور بیل ہاتھ سے گیا
سہ نمازِ من قضا چوں مست شد
دیوانہ کی طرح میری تین نمازیں قضا ہو گئیں

اہلِ دنیا در چنیں اشغالہا
دنیا دار ایسے ہی شغلوں میں
می کنند ایثارِ دنیا اے کیا
اے بزرگ! دنیا کو اختیار کرتے ہیں

مرد آں باشد کہ عقبیٰ را تند
مرد وہ ہے جو آخرت کے لئے کوشش کرے
کارِ دنیا را چو جیفہ رد کند
دنیا کے کام کو مردار کی طرح رد کر دے

اے برائے گاوِ نفسِ بے حیا
اے (مخاطب)! بے حیا نفس کے بیل کے لئے
می کنی ہر دم نمازے را قضا
تو ہر دم ایک نماز قضا کرتا ہے

یادِ او ہمچوں نمازِ فرض داں
اس کی یاد کو فرض نماز کی طرح سمجھ
می کنی تو کاہلی غافل ازاں
تو اس سے غافل ہو کر سستی کرتا ہے

در جہاں فانی چنیں فانی شدی
تو فانی دنیا میں ایسا فانی ہو گیا
کز رہِ عقبیٰ ز نادانی شدی[53]
تو نادانی سے آخرت کے راستے سے ہٹ گیا

گر برائے حق ز دنیا بگذری
اگر تو اللہ (تعالیٰ) کے لئے دنیا سے گذر جائیگا
پیشت آید زالِ دنیا سرسری
تیرے سامنے بڑھیا دنیا آسانی سے آ جائے گی

در بیانِ آنکہ دنیا طالب ہارب
اس کا بیان کہ دنیا اپنے سے بھاگنے والے کی
خود و ہارب از طالب خود ست
طالب اور اپنے طالب سے بھاگنے والی ہے

صوفیِ صاحبدلے اندر رباط
ایک صاحبِ دل صوفی سرائے میں
بُد نشستہ ہمچو گل با صد نشاط
پھول کی طرح سو خوشیوں کے ساتھ بیٹھا تھا

جمع رہطے مستفیداں بر سرش
مریدوں کا ایک مجمع اُس کے پاس
معتقد بودند ہمچوں حیدرش[54]
حضرت علی رض کی طرح اس کے معتقد تھے

ناگہاں سہ جانور از سمتِ شرق
اچانک تین جانور مشرق کی جانب سے
آمدند از سرعتِ طیراں چو برق
تیز پرواز سے بجلی کی طرح آئے

[51] لخت لخت۔ ٹکڑے ٹکڑے۔ ایں تردد۔ یہ ناظم کا مقولہ ہے۔ درگذر۔ یا انسان کو تردد سے گزر کر تردد پیدا کرنے والی ذات کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ امتحان۔ یہ تردد اس اختیار کی دلیل ہے جو دراصل امتحان ہے [52] مآب۔ مرجع۔ فتنہ کاو۔ فتنہ کی کھود کرید کرنے والا۔ عمیٰ۔ یعنی بیل میری نگاہ سے غائب ہو جائیگا۔ ہروب۔ بھاگنے والا غیو۔ جران۔ تاریک۔ ترمی۔ چراگاہ۔ کد۔ محنت۔ ایثار۔ ترجیح دینا۔ جیفہ۔ مردار۔ [53] شدی۔ رفتی۔ سرسری۔ آسانی۔ رباط۔ سرائے، خانقاہ۔ رہط۔ گروہ۔ مستفیداں۔ [54] یعنی مرید۔ حیدر۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ طیراں۔ پرواز۔

ہر یکے زاں دیگرے بُد در گریز[1]
اُن میں سے ہر ایک دوسرے سے بھاگ رہا تھا

واں دگر در جستجویش تیز تیز
اور وہ دوسرا اس کی جستجو میں تیز تھا

کفترے بس لاغرے ژولیدہ
ایک کبوتر بہت کمزور پریشان

پیش پیش از ہر سہ بُد پرّیدہ
تینوں میں سے آگے آگے اُڑ رہا تھا

در پیِ اُو بُود زرّیں مرغ و زفت
اس کے پیچھے موٹا زرّیں مرغ تھا

با ہزاراں زیب و زینت گرم تفت
ہزاروں زیب و زینت کے ساتھ گرم اور تیز

در پے آں مرغ زرّیں زاغ شوم
اس زرّیں مرغ کے پیچھے منحوس کوا

ہمچو بادِ تُند میرفت آں غشوم
وہ ظالم تیز ہوا کی طرح جا رہا تھا

ہر یکے زیں مرغ گردے جہد نیک
اِن پرندوں میں سے ہر ایک بہت کوشش کرتا

یک دگر را می نیابیدند لیک
لیکن ایک دوسرے کو پکڑ نہ پاتے تھے

حاضراں گفتند کاے قطبِ زماں
حاضرین نے کہا، کہ اے قطبِ زماں!

زیں عجب تر ماندیدم از جہاں
دنیا میں ہم نے اس سے زیادہ عجیب نہیں دیکھا

در پے عاجز کبوتر چیست مرغ
عاجز کبوتر کے پیچھے مرغ کیوں ہے؟

وز پے مرغست چوں ایں زاغ یرغ
اور مرغ کے پیچھے یہ تیز رو کوا کیوں ہے؟

کفترے را مرغ پس رو شد چہ خاست
مرغ کبوتر کے پیچھے چلنے والا کیوں ہوا؟

زاغ لاغی تابع مرغے چراست
بکواسی کوا مرغ کے پیچھے کیوں ہے؟

جنس ہای مختلف را چہ فتاد
مختلف جنسوں کو کیا ہوا ہے؟

اتباعِ یک دگر چوں دست داد
ایک نے دوسرے کا پیچھا کیوں کیا ہے؟

ہر کسے مر جنس خود را طالب ست
ہر ایک اپنی جنس کا طالب ہے

جنس ہا مر جنس ہا را جاذب ست[2]
جنسیں، جنس کو کھینچنے والی ہیں

جنس سوی جنس دارد خو و میل
جنس، جنس کی جانب عادت اور میلان رکھتی ہے

روز با روز ست و با لیلست لیل
دن، دن کے ساتھ ہے اور رات رات کے ساتھ

میلِ مومن سوی مومن می شود
مومن کا میلان مومن کی جانب ہوتا ہے

میلِ کافر سوی کافر می رود
کافر کا میلان کافر کی جانب جاتا ہے

صالحاں با صالحاں منضم شوند
نیک، نیکوں کے ساتھ ملتے ہیں

طالحاں با طالحاں محرم شوند
بُرے، بُروں کے محرم ہوتے ہیں

زاغ با زاغاں کُند پروازہا
کوا، کوّوں کے ساتھ اُڑانیں بھرتا ہے

بُلبلے با بلبلاں آوازہا
بلبل، بلبلوں کے ساتھ آوازیں (بلند کرتی ہے)

انبیا زیں رہ بشرہا بودہ اند
انبیاء اسی وجہ سے انسان ہوئے ہیں

از تجانس راہِ حق بنمودہ اند
ہم جنس ہونے کی وجہ سے اللہ (تعالیٰ) کا راستہ دکھایا

بُوی جنسیت رسد فیضش شتاب
جنسیت کی بُو کا فیض جلد پہنچتا ہے

از ملک آدم نگشتے بے حجاب
فرشتہ سے انسان بے تکلّف نہیں ہوتا

کافراں گفتند در حقِ نبی
کافروں نے نبیؐ کے بارے میں کہا

کاں فرشتہ چوں نیامد از غبی[3]
کہ غیب سے وہ فرشتہ (بن کر) کیوں نہ آیا؟

ایں نہ فہمیدند کیں جسمِ بشر
وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ انسان کا جسم

بہرِ روپوشِ جہولستے اے پسر
اے بیٹا! نادان کے حجاب کے لئے ہے

جاہلاں چوں از ملائک می رمند
ناواقف چونکہ فرشتوں سے بھاگتے ہیں

انبیا از بوی جنسیت کشند
انبیاء جنسیت کی بُو سے کھینچتے ہیں

ورنہ در معنیٰ ملک گردِ وے ست
ورنہ فرشتہ حقیقت میں اس کی گرد ہے

چوں نبی در قرب و عرفانِ او کے ست
وہ قرب و معرفت میں نبی کی طرح کب ہے؟

یک خلافِ جنس آمد صد حجاب
جنس کا ایک اختلاف سو حجاب ہے

وز تجانس می شود صد فتح باب
اور ہم جنس ہونے سے سینکڑوں دروازے کھلتے ہیں

---

[1] ہر یکے۔ تینوں آگے پیچھے اُڑ رہے تھے کبوتر سب سے آگے تھا جو زرّیں مرغ سے بھاگ رہا تھا اور زرّیں مرغ اس کو پکڑنا چاہتا تھا یہی حال زرّیں مرغ اور کوّے کا تھا۔ کفتر۔ کبوتر۔ غشوم۔ ظالم۔ یرغ۔ تیز رو۔ حاضراں۔ مریدوں نے اُس درویش سے اِس بھاگ دوڑ کی وجہ دریافت کی۔ [2] جاذب۔ کھینچنے والا۔ روز۔ یعنی ایمان۔ لیل۔ یعنی کفر۔ طالحاں۔ بدکاراں۔ انبیاء۔ انسانوں کو انبیاء اِسی لئے بنایا گیا کہ وہ انسانوں کے ہم جنس ہیں فرشتہ اگر نبی ہوتا انسان اُس سے مانوس نہ ہو سکتے۔ [3] غبی۔ پوشیدہ یعنی عالمِ غیب۔ جاہلاں۔ عوام فرشتہ کی طرف نہ کھنچتے۔ گرد۔ خاک۔ تجانس۔ ہم جنس ہونا۔

روح چوں از عالمِ امر آمدہ است
روح چونکہ عالمِ امر سے آئی ہے
زاں بطاعات و ہدیٰ راغب شدہ است
اسی لئے عبادتوں اور ہدایت کی جانب راغب ہوگئی ہے
جسم چوں از عالمِ خلقست باز
پھر جسم چونکہ عالمِ خلق سے ہے
سوئے خواب و خور گشد بے امتیاز
(اسلئے) بلاامتیاز سونے اور کھانے کی جانب کھینچتا ہے
زیں دو چوں زاید نتیجہ نفسہا
نفوس چونکہ ان دو کے نتیجہ کے طور پر پیدا ہوتے ہیں
ہر دو خو زابوین در طبعش سزا
ماں باپ کی طرف سے دونوں خصلتیں اس کی طبیعت کے
گر بسوئے خاکِ سفلی میرود
اگر وہ سفلی خاک کی جانب جاتا ہے
آں زماں وے نفسِ امارہ شود
تب وہ نفسِ امارہ بن جاتا ہے
در بسوئے روحِ علوی سر کشد
اور اگر علوی روح کی جانب رُخ کرتا ہے
آں زماں لوامہ گشت و بارشد
تب وہ لوامہ اور باہدایت بن جاتا ہے
میلِ مُلکِ امر چوں زاید درو
جب اس میں عالمِ امر کی خواہش پیدا ہوتی ہے
سوئے لوامہ برآید سرخوش او
وہ مست ہو کر (نفسِ) لوامہ کی جانب آجاتا ہے
گر ز کوشش سوئے لاہوتی تند
وہ اگر کوشش سے (عالمِ) لاہوت کی جانب
دم بسوئے ملہمہ وامیزند
ملہمہ کی جانب سانس لیتا ہے
بعدِ تہذیب و کمالِ اجتہاد
تہذیب اور پورے مجاہدے کے بعد
مطمئنہ گردد و اہلِ سداد
درست اور مطمئنہ بن جاتا ہے

ایں سخن را نیست پایاں اے فتا
اے جوان! اس بات کا اخیر نہیں ہے
سوئے شرحِ آں سہ طائر باز آ
اُن تین پرندوں کی شرح کی طرف واپس آ

جواب گفتنِ آں صوفی برائے تسکینِ خاطرِ مریداں و شرح حالِ آں سہ طائر کہ یکے در پئے دیگر می بود

اس صوفی کا مریدوں کی تسکین کے لئے جواب دینا اور ان تین پرندوں کے حال کی شرح، جو ایک دوسرے کے پیچھے رہتا تھا

بر دلِ صوفی ندا آمد نہاں
صوفی کے دل پر مخفی آواز آئی
کیں سہ مرغ آمد مثالِ آں کساں
کہ یہ تین پرندے اُن لوگوں کی مثال ہیں
کہ ز دنیا ہارب اند و طالب اند
کہ جو دنیا سے بھاگنے والے اور طالب ہیں
جملہ شاں یک دگر را جالب اند
سب ایک دوسرے کو کھینچنے والے ہیں
می گریزد ایں کبوتر از ہمہ
یہ کبوتر ان سب سے بھاگ رہا ہے
از فسونِ مرغِ زریں دمدمہ
مرغِ زریں کے منتر (اور) مکر سے
مرغِ زریں در پئیش جویانِ او
زریں مرغ اس کے پیچھے اس کا جویاں ہے
میدود ہر سو بدل قربانِ او
ہر جانب دوڑ رہا ہے، دل سے اس پر قربان ہے
زاغ بہرِ مرغِ زریں می پرد
کوا، زریں مرغ کے لئے اُڑ رہا ہے
در پئیش از حرص ہر سو می دود
لالچ سے ہر جانب دوڑ رہا ہے

لیک زینہا یک دگر را کس نیافت
لیکن ان میں سے ایک نے دوسرے کو نہ پایا
گرچہ در پرواز ہر یک زو شتافت[۳]
اگرچہ ہر ایک نے اُڑنے میں جلدی کی
ہست عارف چوں کبوتر در گریز
عارف کبوتر کی طرح گریز کرتا ہے
دائماً سوئے خدا زیں خاک بیز
ہمیشہ خدا کی جانب، اس خاک چھاننے والے
در پئیش دنیا کہ زریں مرغ اوست
اس کے پیچھے دنیا ہے جو زریں مرغ ہے
می دود ہر سو و گرمِ جستجو ست
ہر جانب دوڑ رہی ہے اور جستجو میں سرگرم ہے
زاغ یعنی اہلِ دنیا از شرہ
کوا یعنی دنیا دار حرص کی وجہ سے
می دود بروے نمی یابد فرہ
دوڑ رہا ہے اس پر غلبہ نہیں پاتا ہے
اہلِ دنیا در پئے دنیائے دوں
دنیا دار، کمینی دنیا کے پیچھے
می دوند و می پرند اے ذوفنوں
اے ہنرمند! دوڑتے ہیں اور اُڑتے ہیں
لیک آں مکارہ زیشاں می رمد
لیکن وہ مکارہ اُن سے بھاگتی ہے
در پئے آں مردِ حقانی دود
ربانی مرد کے پیچھے دوڑتی ہے
می رمد آں مردِ حقانی ازو
وہ ربانی مرد اس سے بھاگتا ہے
بجستجویش می کند آں زشت خو
وہ بدعادت اس کی جستجو کرتی ہے
می کند او در پئیش پروازہا
وہ اس کے پیچھے اڑانیں بھرتی ہے
لیک وے بر می جہد چوں بازہا
لیکن وہ بازوں کی طرح بھاگتا ہے

---

[۱] عالمِ امر۔ وہ عالم جو کلمۂ کُن سے وجود میں آیا ہے۔ عالمِ خلق۔ وہ عالم جو مادہ کے ذریعہ وجود میں آیا ہے۔ دو۔ روح اور جسم۔ نفسِ امارہ۔ وہ نفس جو انسان سے بدی کراتا ہے۔ نفسِ لوامہ۔ جو برائی کے صدور پر انسان کو ملامت کرتا ہے۔ [۲] ملہمہ۔ وہ نفس جو انسان کے دل میں بھلائی کے خیالات پیدا کرتا ہے۔ مطمئنہ۔ وہ نفس ہے جس کو کامل معرفت حاصل ہوجاتی ہے۔ مترجم۔ کبوتر اس شخص کی مثال ہے جو دنیا سے بھاگتا ہے۔ مرغِ زریں دنیا ہے جو اسکے پیچھے لگی ہے اور کوا دنیادار ہے۔

[۳] زو شتافت۔ زود شتافت۔ خاک بیز۔ دنیا دار۔ سو۔ حرص۔ فرہ۔ غلبہ۔ مکارہ یعنی دنیا۔

ہائیناکاں سہ پسر از کاہلی
ہاں، آؤ وہ تینوں لڑکے کاہلی کے ذریعہ
طالبِ حکم اندزاں قاضی ولی
اُس صاحبِ اختیار قاضی سے فیصلہ کے طلبگار ہیں

عرض نمودن آں سہ پسر بجناب قاضیِ پُرہنر فتویٰ خواستن در بابِ میراثِ پدر
اُن تینوں لڑکوں کا ہنرمند قاضی کی عدالت میں عرض کرنا اور باپ کی میراث کے بارے میں فتویٰ چاہنا

ہر سہ با قاضی بگفتند اے حمید
تینوں نے قاضی سے کہا اے محمود!
حالِ ما اینست کُن حکمِ رشید
ہمارا یہ حال ہے صحیح فیصلہ کردے
خلق بہرِ حکمِ اُو شُد مجتمع
لوگ اُس کے فیصلہ کے لئے جمع ہوگئے
ہر یکے ایں ماجرا را مستمع
ہر ایک اِس قصہ کو سُننے والا تھا
تا بدانند آنچہ قاضی حکم کرد
تاکہ قاضی جو فیصلہ کرے اُس کو جان لیں
می چہ گوید اندریں آں مردِ فرد
وہ یکتا انسان اِس معاملہ میں کیا کہتا ہے؟
گفت قاضی ایں ہمہ مالِ پدر
قاضی نے کہا، باپ کا یہ سارا مال
مرِ سُوم را گشت از حکمِ قدر[۵۱]
مقدر کے فیصلہ سے تیسرے کا ہوگیا
خلق آمد در فغاں زیں ماجرا
لوگ اِس فیصلہ سے فریاد کرنے لگے
کیں سخن را شرح کُن بہرِ خدا
کہ خدا کے لئے اِس بات کی تشریح کیجئے

عالمے زیں حکم حیرت ور شُدند
ایک جہان اِس فیصلہ سے حیرت میں پڑگیا
کیں دو چوں محرومِ مال و زر شُدند
کہ یہ دونوں مال و زر سے کیوں محروم ہوئے؟
کاہلی ہر سہ شُد باہم قریب
تینوں کی کاہلی قریب قریب ہے
وجہ ترجیحش چہ باشد اے لبیب
اے عقلمند! اُس کی ترجیح کی کیا وجہ ہے؟
گفت قاضی ہست کاہل تر سُوم
قاضی نے کہا تیسرا زیادہ کاہل ہے
شُد فزوں تر اُو ز اوّل وز دُوم
وہ پہلے اور دوسرے سے زیادہ بڑھا ہوا ہے
زانکہ ایں کاہل بکارِ آخرویست
کیونکہ یہ آخرت کے کام میں کاہل ہے
چُست و چابک در امورِ دنیویست
دنیوی معاملوں میں چُست اور چالاک ہے
برگزید اُو کارِ دنیا بر نماز
اُس نے دنیا کے کام کو نماز پر ترجیح دی
ایں بُود خود کاہلیِ اہلِ آز
اہلِ حرص کی کاہلی یہی ہوتی ہے
کاہلی در کارِ دنیا چُستی ست
دنیا کے کام میں کاہلی چُستی ہے
کاہلی از نار و جنت سُستی ست[۵۲]
جہنم اور جنت سے کاہلی سُستی ہے
مردِ کاہل بہرِ حق کاہل بُود
اللہ (تعالیٰ) کے معاملہ میں کاہل شخص کاہل ہوتا ہے
کاہل از دارین بس عاقل بُود
دونوں جہانوں سے کاہل بہت عقلمند ہوتا ہے

بہرِ ذاتِ حق گذارد ہر دو را
اللہ (تعالیٰ) کی ذات کیلئے دونوں کو چھوڑ دیتا ہے
ایں چنیں کاہل بُود مردِ خدا
مردِ خدا، ایسا ہی کاہل ہوتا ہے
کاہلیِ اوّلیں در زُہد بُرد
پہلے کی کاہلی زُہد میں لی گئی
کرد اسباغِ وضو قطرہ نخُورد
اس نے وضو مکمل کیا، ایک قطرہ نہ پیا
بر امیدِ جنت اُو بردے کشید
اس نے جنت کی اُمید پر سردی برداشت کی
نفس را ہم از عطش گردن بُرید
پیاس سے نفس کی گردن بھی کاٹ دی
واں دُوم[۵۳] از بہرِ حق کاہل شدست
اور وہ دوسرا اللہ (تعالیٰ) کیلئے کاہل بنا
از متاعِ ہر دو کوں غافل شدست
دونوں جہان کے سامان سے غافل ہوا
غیرِ حق را چوں ندید اُو ہیچ قدر
خدا کے سوا کی چونکہ اس نے کوئی قدر نہ دیکھی
کاہلیِ اُوست از چُستی و مکر
اُس کی کاہلی چستی اور تدبیر کی وجہ سے ہے
کاہلیِ عقبیٰ مُرادم چابکی ست
آخرت کے کام میں کاہلی سے میری مراد چستی ہے
در توکل کاہلی و بے تگی ست
(کیونکہ) کاہلی، اور کوشش نہ ہونا، توکل کی وجہ سے ہے
مالِ عقبیٰ بہرِ ایں کاہل بُود
آخرت کا مال اِس کاہل کے لئے ہوتا ہے
مالِ دنیا بہرِ آں کاہل بُود
دنیا کا مال اُس کاہل کے لئے ہوتا ہے

---

۵۱ مرِ سُوم۔ جس نے نماز بھی کھوئی اور بیل بھی کھویا۔ کارِ اُخروی بیل کے چرانے کی فکر میں نمازیں قضا کردیں، ساتھ دنیوی بیل کو اچھی اچھی گھاس کھلاتا رہا اور اُس کی فکر میں لگا رہا۔ کاہلی در کارِ دنیا۔ جو دنیاوی معاملہ میں کاہلی برتتے وہ دراصل چُست ہے۔ ۵۲ کاہلی از نار۔ جو آخرت کے معاملہ میں سُستی برتتے دراصل کاہل وہ ہے۔ اوّلیں۔ پہلے لڑکے نے وضو خوب کیا تو آخرت کے کام میں چُستی دکھائی خود پانی نہ پیا تو دنیا کے کام میں سُستی دکھائی۔ ۵۳ دُوم۔ دوسرے لڑکے میں توکل بڑھا ہوا تھا تو آخرت کے معاملہ میں چُست تھا، کارِ دنیا میں کاہل تھا۔ مالِ عقبیٰ۔ یہ دوسرا آخرت کے مال کا وارث ہے۔ مالِ دنیا۔ دنیا کا مال تیسرے کے لئے ہے کیونکہ کامل کاہل یہی ہے یہ دنیا کے کام میں چُست اور آخرت کے کام میں کاہل ثابت ہوا۔

دایں سوم کو کارِ حق را خوار کرد
اور اس تیسرے نے اللہ کے کام کو ذلیل کیا

بہر گاوے شد فدا روزش بدرد
بیل کے لئے اس کا دن تکلیف کے ساتھ قربان ہوا،

کاہل و جاہل ز جملہ ایں کس ست
سب سے زیادہ کاہل اور جاہل یہ شخص ہے

دولتِ دنیا مر ایں کس را بس ست
دنیا کی دولت اس کے لئے کافی ہے

وانؔ دو را عقبیٰ و ایں را دولت ست
اُن دونوں کے لئے آخرت اور اسکے لئے دنیا کی

نیست ایں دولت بپایاں ذلت ست
انجام کا یہ دولت نہیں ہے ذلت ہے

زیں سبب فرمود پیغمبر مگر
شاید پیغمبر نے اسی لئے فرمایا

اِنَّهٗ لَوْ كَانَ لِلدُّنْیَا قَدَرْ
بیشک، اگر دنیا کی قدر ہوتی

مَا سَقٰی مِنْهَا لِکَافِرْ شُرْبَةً
کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ نہ پلاتا

بلکہ می انداختت بر وے صد محن
بلکہ اُس پر سَو مشقتیں ڈال دیتا

در بیانِ معنیِ ایں حدیث کہ

اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ دنیا

اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ

مومن کا قیدخانہ اور کافر کی جنت ہے

ہست دنیا جنت آں کفار را
دنیا کافروں کے لئے جنت ہے

اہلِ فسق و ظلم و آں اشرار را
فاسقوں اور ظالموں اور ان شریروں کے لئے

بہرِ مومن ہست زنداں ایں مقام
یہ جگہ مومن کے لئے قید خانہ ہے

نیست زنداں جای عیش و احتشامؔ
قیدخانہ عیش اور حشمت کی جگہ نہیں ہے

جہد کن تا خود ازیں زنداں رہی
کوشش کر تاکہ تو اس قیدخانہ سے نجات پائے

مخلصی جاں را ازیں محبس دہی
جان کو اس قیدخانہ سے چھٹکارا دیدے

زود فکرِ ژرف می باید گزید
بہت جلد گہرا فکر اختیار کرنا چاہئے

پا ازیں زنداں بروں باید کشید
اس قیدخانہ سے پاؤں باہر نکالنا چاہئے

آشیانِ تست عرشِ اعتلا
تیرا آشیانہ بلندی کا عرش ہے

چوں بیفتادی دریں دامِ بلا
تو مصیبت کے اس جال میں کیوں گر پڑا؟

ہیچ ناری یاد ازاں کاشانہ
تو کبھی اُس محل کو یاد نہیں کرتا ہے

مست گشتی چوں بریں گہدانہ
تو اس پائے خانہ پر کیسا مست ہو گیا ہے؟

می دہندت دانہ عمرت می خرند
تجھے دانہ دیدیتے ہیں تیری عمر خرید لیتے ہیں

گاوِ گردوں زرعِ عمرت می چرند
آسمان کے بیل تیری عمر کی کھیتی چر جاتے ہیں

روزیِ ہر روزہ پنداری تو مفت
تو ہر دن کی خوراک مفت سمجھتا ہے

عمرِ ہر روزہ بگیرند ایں شگفت
ہر روز تیری عمر لے لیتے ہیں یہ تعجب ہے

تو بدانہ دام را بگزیدہ
تونے دانہ کی وجہ سے جال کو پسند کر لیا ہے

وز لئیمی بر فخے پیچیدہ
اور کمینہ پن سے جال میں الجھ گیا ہے

رَو بداں سو پر بزن کاشانہاست
جا، اُس جانب پرواز کر، محلات ہیں

آں سوی چرخِ بریں بس دانہاست
اس بلند آسمان پر بہت دانے ہیں

لب بہ بند از گفتگوی این و آں
اس اور اُس کی بات سے ہونٹ بند کر لے

تا بیابی نورِ حق در دل عیاں
تاکہ تو اللہ (تعالیٰ) کے نور کو دل میں ظاہر پائے

خویش را رسوای عالم کردہ
تونے اپنے آپ کو رسوائے عالم بنا لیا ہے

بہرِ تصویرِ جہاں چوں گردہ
جبکہ تو دنیا کی تصویر کے لئے نقشہ ہے

لوحِ تو پُر از خیالاتِ جہاں
تیری تختی دنیا کے خیالات سے پُر ہے

فکر و ذکرش چوں شود در دل جہاں
اس کا فکر و ذکر دل میں کیسے پیدا ہونے والا ہوگا؟

از ہمہ می بُر بُدو پیوند کن
سب سے کٹ جا، اُس سے جُڑ جا

بر درِ یک یار خود را بند کن
ایک یار کے در پر اپنے آپ کو پابند کر

یارِ ہر جائی ترا مرغوب نیست
ہرجائی یار، تجھے پسند نہیں ہے

کے سزد آں را کہ چوں او خوب نیست
اسکے لئے کب مناسب ہوگا جس کیطرح کا کوئی حسین نہیں ہے

حکایت بر سبیلِ تمثیل

تمثیل کے طور پر ایک حکایت

بُد زنے سیمیں تنے عشوہ گرے
ایک چاندی جیسے بدن والی ناز دکھانے والی عورت تھی

بر زمیں تاباں چو فرخ اخترے
زمین پر مبارک تارے کی طرح روشن

زلف و رخسار و لبا و رشکِ حور
اسکی زلف اور رخسار اور ہونٹ حور کا رشک تھے

در زنخدانش دلِ خلقے حضور
اُس کی ٹھوڑی میں لوگوں کا دل گھرا ہوا تھا،

---

۵۱ وانؔ دو۔ پہلے اور دوسرے کو آخرت ملے گی تیسرے کو یہ دنیا کی دولت جو در اصل ذلت ہے ملے گی پیغمبرؐ۔ آنحضورؐ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی پر پشّہ کی برابر بھی قدر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ ملتا۔ ۵۲ احتشام۔ صاحب شوکت و حشمت ہونا۔ محبس قیدخانہ۔ ژرف۔ گہرا۔ اعتلاء۔ بلند ہونا۔ گہدان۔ بیت الخلاء۔ فخ۔ جال۔ گردہ۔ وہ پتلی جس پر نمونہ کیلئے نقش نگار بنا لیتے ہیں۔ جہاں۔

از تبختر[1] چوں تذروِ خوش نہاد
ناز سے چلنے میں خوش فطرت چکور کی طرح (تھی)،
بر سرِ کوی گذارے اُو فتاد
اُس کا کوچہ پر سے گذر ہوا

اتفاقاً یک جوانے تفتہ دل
اتفاقاً ایک جوان سوختہ دل
شُد دو چار اُو زد ستش رفتہ دل
اُس کے سامنے آگیا، اُس کا دل بے قابو ہوگیا

دید اُو را گشت تصویرِ خیال
اُس نے اُس کو دیکھا، تصویرِ خیال بن گیا
رفت ہوش از سر بجانش صد نکال[2]
ہوش سر سے روانہ ہوگیا، اُس کی جان میں سو عذاب!

گشت چوں تصویر حیراں اندرو
اُس میں تصویر کی طرح حیران ہوگیا
چشم برہم می نزد از شوقِ اُو
اُس کے شوق سے پلک نہ جھپکاتا تھا

زن چو اُو را والہ و شیدا بدید
عورت نے جب اُس کو عاشق اور شیدا دیکھا
تیرِ عشقِ اُو بجانِ زن رسید
اُس کے عشق کا تیر عورت کی جان میں لگا

گفت اے سادہ چہ می بینی بگو
اُس نے کہا، اے بھولے! کیا دیکھ رہا ہے بتا؟
از چہ حیراں گشتی اے آئینہ رُو
اے آئینہ رُو! تو کس چیز سے حیران ہوگیا ہے؟

رو برای کارِ خود آمادہ باش
جا، اپنے کام پر آمادہ رہ
پا بزنجیرے مَنہ آزادہ باش
پاؤں میں زنجیر نہ ڈال، آزاد رہ

گفت عشقت ہوش و عقلِ من ربود
اُس نے کہا تیرا عشق میرا ہوش اور عقل لے اُڑا
کو مرا پروای کارِ نفع و سود
مجھے نفع اور فائدہ کے کام کی پروا کہاں ہے؟

جز تو کارِ دیگرم باقی نماند
میرے لئے تیرے سوا دوسرا کام نہیں رہا
عشقِ تو در بسترم خارے فشاند
تیرے عشق نے میرے بستر پر کانٹے بچھا دیئے

کار و بارِ من بجز عشقِ تو نیست
میرا کاروبار تیرے عشق کے سوا نہیں ہے
حُسنِ تمثیلِ تو جاں را رہزنیست
تیری تصویر کا حُسن، جان کا رہزن ہے

گفت ہیں وا پس نگر ہمشیرِ من
اُس نے کہا خبردار! پیچھے دیکھ میری ہمشیر
از عقب می آید آں غنچہ دہن
پیچھے آرہی ہے، وہ غنچہ دہن

صد رہ از من در جمالِ اُو خوب تر
وہ مجھ سے حُسن میں سو گنا بڑھی ہوئی ہے
کز نیر زد پیشِ رُوی اُو قمر[3]
کیونکہ اُس کے رُخ کے مقابلہ میں چاند کسی قیمت

آں جوانِ سادہ رُو از وے بتافت
اُس بھولے جوان نے اُس سے منہ موڑ لیا
سُوی محبوبے نشاں کز وے نیافت
اُس محبوب کی جانب جس کا نشان نہ پایا

زن بروئش زد طپانچہ آنچناں
عورت نے اُس کے منہ پر ایسا طمانچہ مارا
کہ برو صد رشک بُردے ارغواں
کہ گلِ بابونہ اُس پر سو رشک کرے

گفت اے ابلہ اگر تو عاشقی
بولی اے بیوقوف! اگر تو عاشق ہے
در بیانِ دعوی خود صادقی
اپنے دعوے کے بیان میں تو سچا ہے

سُوی غیرِ من چرا کردی نظر
میرے غیر کی جانب تو نے نظر کیوں کی؟
دعوی عشق ایں بُود اے خیرہ سر
اے پراگندہ دماغ! عشق کا دعویٰ یہ ہوتا ہے

ایں چنیں باشد وفای عاشقاں
عاشقوں کی وفا، ایسی ہوتی ہے
رُو بغیر آرند ظاہر یا نہاں
ظاہر یا پوشیدہ دوسرے کی طرف رُخ کرتے ہیں!

چونکہ دیدِ غیر در عشقِ مجاز
جبکہ مجازی عشق میں دوسرے کو دیکھنا
ننگِ عشق آمد حقیقت را چہ ساز
عشق کا عیب ہے تو حقیقت سے کیا تعلق!

عاشقِ حقی و بینی غیر را
تو اللہ (تعالیٰ) کا عاشق ہے اور غیر کو دیکھتا ہے
کعبہ می خواہی کہ سازی دیر را
تو کعبہ چاہتا ہے! جبکہ بتخانہ کا ارادہ کرتا ہے

کلفکے داری بروی دل ز غیر
تو دل پر غیر کا زخم رکھتا ہے
وانگہاں خواہی بکوی دوست سیر
پھر دوست کے کوچہ میں سیر چاہتا ہے

تا فشنک داری بکشمانِ وجود
جب تک تو وجود کے کھیت میں ڈریک رکھتا ہے
حبِ حُبِ اللہ در و کشتن چہ سود
اُس میں اللہ (تعالیٰ) کی محبت کا دانہ بونے سے کیا فائدہ؟

غیر اُو را از نظر بیروں فگن
اُس کے غیر کو نظر سے باہر پھینک دے
چشمِ دل نہ بر جمالِ ذو المنن
احسانوں والے کے حُسن پر دل کی آنکھ رکھ

کیست دیگر در جہاں غیر از خدا
دنیا میں خدا کے علاوہ دوسرا کون ہے؟
از چہ احول گشتۂ اے ژاژ خا
اے بیہودہ گو! تو بھینگا کیوں ہوا ہے؟

خود توئی گر غیرِ حق خود را بسوز
اگر تو خود حق کا غیر ہے تو خود کو جلا دے
چشمِ دل بر وحدۂ ہر دم بدوز
دل کی آنکھ ہر وقت اس تنہا پر لگا

---

[1] تبختر۔ ناز سے چلنا۔ تذرو۔ چکور۔ زن۔ عورت کے دل میں اُس عاشق کا عشق پیدا ہوگیا۔ آئینہ رُو۔ حیران۔ زنجیرے۔ یعنی عشق کی زنجیر۔ گفت۔ عورت نے امتحان کیلئے کہا کہ میری بہن مجھ سے زیادہ حسین ہے، وہ پیچھے آرہی ہے۔ آں جوان۔ وہ جوان پیچھے کو مڑ کر دیکھنے لگا لیکن اُسے کوئی عورت آتی ہوئی نہ دکھی۔ [2] زن۔ عورت نے اُس کو طمانچہ مارا کہ اگر تو میرا عاشق تھا تو تو نے دوسری کی طرف نظر کیوں کی ... [illegible]

جُز وجودِ مطلق و ہستیِ پاک
وجودِ مطلق اور پاک ہستی کے سوا
آنچہ آید در خیالت ہست خاک
جو کچھ تیرے خیال میں آئے، خاک ہے
تو کجا و مَن کجا عالَم کجا
تو کہاں اور میں کہاں، عالَم کہاں؟
ہست یک نورِ منزہ لے فتا
اے نوجوان! ایک پاکیزہ نور ہے
ظاہر و باطن نہان و آشکار
ظاہر اور باطن، پوشیدہ اور کھلا
شمع یک شمع ست قندیلش ہزار
شمع تو ایک شمع ہے اسکے قندیل ہزار ہیں
در ہزاراں آئینہ یک صورت ست
ہزاروں آئینوں میں صورت ایک ہے
زین کثرہم خرد را حیرت ست
اس کثرت سے بھی عقل حیرت میں ہے
کثرتِ آئینہ آمد از کجا
آئینہ کی کثرت کہاں سے آئی!
این ز اسماء و صفات ست اے کیا
اے بزرگ! یہ اسماء اور صفات کی وجہ سے ہے
این سخن پایاں ندارد لب بہ بند
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے ہونٹ بند کرلے
ہر دو لبہای مرا بربستہ قند
شکر نے میرے دونوں ہونٹ سی دیئے ہیں
زین شکر ہر دو لبِ مَن بستہ شد
اس شکر سے میرے دونوں ہونٹ بستہ ہوگئے
وز قیودِ گفتگو دل رستہ شد
اور گفتگو کی بیڑیوں سے دل نجات پاگیا

رجوع بحکایت شاہزادہ سوم کہ
تیسرے شہزادے کی حکایت کی طرف رجوع
از بادشاہ شرفِ قرابت و عزّ و
جس نے بادشاہ سے رشتہ داری کا شرف اور
وجاہت یافت و بمنزل گاہِ
عزت اور وجاہت پائی ہم کے حورِ عین سے
زوّجنٰہم بحورٍ عینٍ شتافت
اُن کی شادی کردی" کی منزلگاہ کی طرف دوڑ گیا

اے حسام الدین شہِ ملکِ یقیں
اے حسام الدین! ملکِ یقین کے شاہ
حالِ شہزادہ سوم برگو تو ہیں
ہاں آپ تیسرے شہزادے کا حال بیان کریں
اے ضیاء الحق حسام الدین حسن
اے ضیاء الحق حسام الدین حسن!
جذبِ جاں کردی تو چوں بادِ یمن
آپ نے یمن کی ہوا کی طرح جاں جذب کرلی
می کشد ما را ابر عرشِ علا
ہمیں بلندی کے عرش پر کھینچتا ہے
پرّ پروازت چو جبریلِ صفا
تیرا پرِ پرواز جبریلِ باصفا کی طرح
بُردہ جاں را تو در باغِ خلود
آپ جان کو ہمیشگی کے باغ میں لے گئے
سینہ ام پُر گل ازانست اے ودود
اے محبوب! اسی لیے میرا سینہ پھولوں سے پُر ہے
خود ز تُست این گفتگوئے پُر شکر
یہ شکر بھری گفتگو آپ کی جانب سے ہے
کز زبانم می تراود شعرِ تر
کہ میری زبان سے تازہ شعر ٹپک رہے ہیں
حالِ خود را بر زبانم گفتہ
آپ نے اپنی حالت میری زبان سے بیان کی ہے
خود تو دانی چونکہ این دُر سُفتہ
چونکہ آپ نے یہ موتی پروئے ہیں آپ خود جانتے ہیں
مَن نے خالی بُدم نائی تو ئی
میں خالی نے ہوں نوازنے والے آپ ہیں
مثنوی را گر بیفزائی تو ئی
اگر مثنوی کو بڑھا رہے ہیں تو آپ ہیں

نالۂ مَن از دمِ گرمِ تو ہست
میرا نالہ آپ کے گرم سانس کی وجہ سے ہے
لطفِ تو این تہمتے بر مَن بہ بست
آپ کی مہربانی نے مجھ پر یہ تہمت باندھی ہے
اختتامِ مثنوی خود کردۂ
مثنوی کا اختتام آپ نے کیا ہے
خود تو میگوئی و لے در پردۂ
خود آپ کہہ رہے ہیں لیکن آپ پردے میں ہیں
این مَن و ما جز کہ پردہ بیش نیست
یہ من و ما پردے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے
پیشِ آن عقلِ مآل اندیش نیست
انجام سوچنے والی عقل اس کے سامنے نہیں ہے
در صُوَر گر کثرتے بینی عیاں
تو اگر صورتوں میں کثرت ظاہر دیکھتا ہے
معنیِ جملہ یکیست اے نکتہ داں
اے نکتہ داں! حقیقت سب کی ایک ہے
شمع در آئینہ خانہ گر نہی
اگر تو شیش محل میں شمع رکھ دے
پیشِ ہر آئینہ آتش را بے دہی
ہر آئینہ کے سامنے تو اس کو رات دیدیگا
در حقیقت یک بُود اے ہوشیار
اے ہوشیار! حقیقت میں وہ ایک ہے
پیشِ چشمِ تو نمایاں صد ہزار
تیری آنکھ کے سامنے ہزاروں نمایاں ہیں
ذاتِ شمع آن یک بُود از کثرتے
شمع کی ذات ایک ہے، کثرت کی وجہ سے
مر ترا ز آئینہ باشد حیرتے
تجھے آئینہ سے حیرت ہوگی
بے تکثر شمع یک چوں شد ہزار
بغیر کثرت کے جب ایک شمع ہزار ہوگئیں
وحدتِ ہستیِ مطلق ہوشدار
مطلق ہستی کی وحدت کو سمجھ لے

لـ ۵۱ ظاہر۔ جملہ کائنات صرف ایک وجودِ وحدت کا مظہر ہے ایک روشنی مختلف رنگ کے آئینوں میں سے مختلف نظر آتی ہے۔ ایں۔ خالص ذات وحدت کے متصف ہے، یہ تلزا ما بعصفات کے مظاہر ہیں۔ ۵۲ بادِ یمن آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھے یمن کی جانب سے خدائی سانس کی خوشبو محسوس ہوتی ہے اسکا مصداق وہ کشش تھی جو اویس قرنی رح کی جانب آنحضورؐ میں پیدا ہوئی تھی آیا بہ حمزہ زیادہ ہے۔ نائی۔ نے نواز۔ اختتام۔ یہ خاتمہ

گر بپرسی[1] آئینہ شُد از کجا
اگر تو پوچھے آئینہ کہاں سے پیدا ہوا؟

شمع ہست آں خود قدیم و باضیا
وہ شمع خود قدیم اور منور ہے

آئینہ داں جملہ اسما و صفات
تمام اسماء و صفات کو آئینہ سمجھ

اقتضا کردند فضلِ کائنات
جنھوں نے بقیہ کائنات کو چاہا

زیں سخن بگذر کہ شہزادہ سوم
اس بات سے گذر کیونکہ تیسرے شہزادے نے

چوں شنید از مرگ آں داور[2] دُوم
جب دوسرے بھائی کی موت کے بارے میں سنا

بیانِ حالِ شہزادۂ سوم کہ
تیسرے شہزادے کے حال کا بیان جس

بعدِ مرگِ برادرِ دُوم تقرب
نے دوسرے بھائی کے مرنے کے بعد شاہ کا

سُلطان و قرب و عرفان
تقرب اور قربت و معرفت

یافت
حاصل کرلی

حاضر آمد در جنابِ بادشاہ
وہ بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا

طالبِ محبوبِ خود با درد و آہ
اپنے محبوب کا درد اور آہ کے ساتھ طالب بنکر

پس مُعرّف گفت بہرِ مصلحت
مصلحت کے طور پر تعارف کرانیوالے نے کہا

کیں سُوم بیش ست جائے مرحمت
کہ یہ تیسرا زیادہ رحم کا مستحق ہے

ہر دو بازویش بعشقِ تو شکست
اس کے دونوں بازو آپ کے عشق میں شکستہ ہوگئے

مر شکستش را جبیرہ[3] بستن ست
اس کی شکست پر پٹی باندھنی ہے

شاہ رحمت کرد اُورا پیش خواند
شاہ نے رحم کیا اس کو آگے بلایا

وز تلطف بر سریرِ خود نشاند
اور مہربانی سے اپنے تخت پر بٹھایا

گرچہ میدانست حالش را بکشف
اگرچہ وہ اس کی حالت کو کشف کے ذریعہ جانتا تھا

جملہ می پُرسید باراے شگرف
عجیب رائے سے تمام (احوال) پوچھتا رہا

آنچناں از لطف پُرسشہا نمود
مہربانی سے اس قدر پرسش کی

کاں غم و کربت ز جانِ اُو ربُود
کہ وہ غم اور مصیبت اس کی جان سے نکالدی

آں برادر مُردہ را تدفیں نمود
اس نے مُردہ بھائی کی تدفین کردی

زندہ را با رُوحِ خود تضمیں نمود
زندہ کو اپنی رُوح سے وابستہ کرلیا

بعد چندیں صحبتِ اُو گرم شُد
تھوڑے دن بعد اس کی صحبت گرم ہوگئی

شاہ را بروے بسے دل نرم شُد
اس پر بادشاہ کا دل بہت نرم ہوگیا

بوتہ[4] دپوتک مر اُورا جملہ داد
بڑا چھوٹا خزانہ سب اس کو دے دیا

داخلِ شاہانہ بہرِ اُو کُشاد
دیوان خانہ اس کے لئے کھول دیا

از دمِ جان بخش شاہِ بحرِ جود
سخاوت کے سمندر جان بخش بادشاہ کے دم سے

غنچۂ اُو در شگفتن رُو نمود
اس کا غنچہ کھلنے لگا

رازہا اندر دلش تخمیر گشت
اس کے دل میں بہت سے راز پوشیدہ ہوگئے

ہمچو آں دو میں ہمہ تنویر گشت
وہ منجھلے بھائی کی طرح مجسّم نور بن گیا

منزلِ قربِ وجود و معرفت
قربِ وجود اور معرفت کی منزل میں

بیشتر زاں دو میں شُد در صفت
صفت میں اس منجھلے بھائی سے زیادہ ہوگیا

کسب ہا می کرد و رَہ طے می نمُود
مجاہدے کرتا تھا اور راستہ طے کرتا تھا

جہد ہا می کرد و نورش می فزُود
وہ کوشش کرتا تھا اور اس کا نور بڑھ رہا تھا

لیک اُو خود عبرتے بگرفتہ بُود
لیکن اس نے خود ایک عبرت حاصل کرلی تھی

زاں دو دادر[5] پندہا پذرفتہ بُود
اُن دونوں بھائیوں سے نصیحت قبول کرلی تھی

عقبہائے راہ وا دانستہ بُود
وہ راستہ کی گھاٹیوں کو خوب جان چکا تھا

حزمہا می کرد و بُد شایستہ خود
احتیاطیں برتتا تھا اور خود شائستہ تھا

دید کاں اوّل ز عُجلت جاں بداد
اس نے دیکھا کہ اس پہلے نے جلدی میں جان دیدی

واں دُوم را عُجب در گورے نہاد
اور اس دوسرے کو خودپسندی نے قبر میں رکھدیا

مرد را باید کہ اندر راہِ یار
انسان کو چاہیئے کہ یار کے راستہ میں

در تآنی[6] کوشد و صبر و قرار
آہستہ روی اور صبر و قرار سے کوشش کرے

زیں سبب فرمود احمد[7] مجتبیٰ
احمد مجتبیٰ نے اسی لئے فرمایا ہے

رِفق راس الحکمت آمد اے فتیٰ
اے نوجوان! نرمی دانائی کی جڑ ہے

ابن مسعودؓ از پیمبرؐ نقل کرد
ابن مسعودؓ نے پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے

نصفِ ایماں ست صبر اے نیک مرد
ایک نیک مرد! صبر نصف ایمان ہے

---

[1] گر بپرسی۔ ذات ایک ہے صفات میں کثرت ہے اور یہ کائنات صفات کا مظہر ہے۔ [2] داور۔ برادر۔ [3] جبیرہ۔ ٹوٹے ہوئے عضو کو کسنے کی پٹی۔ [4] بوتہ دپوتک۔ بڑا اور چھوٹا خزانہ۔ [5] زاں دو دادر۔ بڑے نے عجلت میں جان دی چھوٹے کو تکبر نے مار ڈالا۔ [6] تآنی۔ آہستہ روی۔ [7] احمد۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ آہستہ روی تمام حکمتوں کی جڑ ہے۔

ورنہ حُسنِ یار نورِ مُطلق ست
ورنہ یار کا حُسن نورِ مُطلق ہے

چشمِ دل اندر جمالش مُندَق[۵۱] ست
اُسکے جمال میں دل کی آنکھ پارہ پارہ ہے

تاب ناری دیدنش را یک بیک
تو یک بیک اُس کے دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتا

آئینہ مصقول میکُن یک بیک
آئینہ پر آہستہ آہستہ صیقل کر

ایں تانّی بہرِ استعداد ہست
یہ آہستہ روی استعداد کے لئے ہے

کے جمالِ بے حجابش در بہ بست
اُسکے بے حجاب جمال نے دروازہ کب بند کیا؟

یار چوں شمس ست در وسط السّما
یار آسمان کے وسط میں سورج کی طرح ہے

لیک اے خفاش کو چشمے ترا
لیکن اے چمگادڑ! تیری آنکھ کہاں ہے؟

رَو تو اوّل چشم را پیدا بکُن
جا، تو پہلے آنکھ پیدا کر

بعد ازاں دیدہ بسویش وا بکُن
اس کے بعد اس کی طرف آنکھ کھول

بَرنتابی ورنہ آں نور و شُروق
ورنہ اس نور اور چمک کی تو تاب نہ لا سکے گا

نجمِ تو گردد ز مہرش در خفوق
اس کے سورج سے تیرا ستارہ غروب کر جائیگا

یا بمیری یا شوی دیوانہ خود
یا تو مر جائے گا یا دیوانہ ہو جائے گا

زیں سببہا اکثرے مجذوب[۵۲] شُد
اسی وجہ سے بہت سے مجذوب ہو گئے ہیں

برنتابد کاہ بارِ کوہ را
تنکا، پہاڑ کا بوجھ نہیں سہار سکتا

مَرد باید ایں غم و اندوہ را
اِس رنج و غم کے لئے مرد چاہیئے

آں نخستیں دادرش تعجیل کرد
اُس کے پہلے بھائی نے جلدی کی

وصلِ عریاں را طپیاں تحصیل کرد
عُریاں وصل کو تڑپتے ہوئے حاصل کیا

چوں نبُود آں وصل لب در خورد اُو
چونکہ خالص وصل اُس کے مناسب تھا

در طپش اُفتاد و خست مُرد او
وہ تڑپنے لگا اور خستہ ہو گیا اور مر گیا

تا کہ رفعِ ایں حجابِ تن نشُد
جب تک جسم کا یہ پردہ نہ رہیے

وصلِ عُریاں کے بدست آید زلُد
جھگڑے سے عریاں وصل کب ہاتھ آتا ہے!

لیک شیرِ عشق چوں تازد شتاب
لیکن عشق کا شیر جب جلد دوڑتا ہے

لُقمہ گردد عاشق اُو را چوں کباب
عاشق کباب کی طرح اس کا لقمہ بن جاتا ہے

زاضطرابِ عشق جلد یہا کُند
عشق کے اضطراب کی وجہ سے جلد بازیاں کرتا ہے

چکرہ را ہمچوں صدف لب وا کُند
سیپ کی طرح قطرے کیلئے منہ کھولیتا ہے

لیک پیش از ابرِ نیساں فتحِ لب
لیکن ابرِ نیساں سے پہلے منہ کھولنا

نیست زاں حاصل بجز رنج و تعب
اُس سے سوائے تکلیف اور مشقت کے کچھ حاصل نہیں

زَن نباشد طامِثہ یا بالِغہ
جو عورت حائضہ یا بالغہ نہ ہو

باشد از احوائے نطفہ زائغہ
وہ نطفہ کے گھمنے میں کجرو ہوتی ہے

داستانِ آں مطبخی کہ بدونِ
اُس نان بائی کا قصہ جس نے بغیر

اِستعداد از راہِ تعجیل دل
استعداد کے جلد بازی کے طور پر

بوصلِ عُریاں نہاد و جاں
وصلِ عریاں کے ساتھ دل وابستہ کیا اور جان

بداد
دے دی

عارفے را مطبخی[۵۳] ہمسایہ بُود
ایک عارف کا ایک نان بائی پڑوسی تھا

بس سخی و عاقل و پُرمایہ بُود
بہت سخی اور عقلمند اور سرمایہ دار تھا

اکثر استفسار کردے حالِ شیخ
اکثر شیخ کا حال معلوم کرتا

بستہ بُودے چشم بر احوالِ شیخ
شیخ کے احوال پر آنکھ لگائے ہوئے تھا

چونکہ فقر از شانِ فخرِ اولیاست
چونکہ فقر اولیا کے فخر کی شان ہے

اِفتقار از سنّتِ خیرالوریٰ ست
حاجتمندی خیر الوریٰ کی سنت ہے

با وجودِ حزمِ اخفای کمال
باوجود کمال کے اخفاء کی پختہ کاری کے

گر شُدے احیاناً او دانای حال
اگر وہ کبھی حال کا واقف کار بن جاتا

---

۵۱ مُندَق۔ ریزہ ریزہ۔ ایں تانّی۔ آہستہ روی اسلئے ضروری ہے کہ تجھ میں استعداد پیدا ہو جائے اور اُس نور کا تحمل کر سکے۔ یا بمیر۔ اگر بغیر استعداد کے تجلی پڑتی ہے تو سالک مر جاتا ہے یا دیوانہ ہو جاتا ہے۔ ۵۲ مجذوب۔ وہ انسان جس کے ہوش و حواس جذبِ الٰہی نے گم کر دیئے ہوں۔ لُد۔ جھگڑا، مثنوی صاحب نے جھگڑے کے معنیٰ میں استعمال فرمایا ہے۔ چکہ۔ قطرہ۔ صدف۔ سیپ۔ نیساں۔ چیت کا مہینہ اپریل۔ طامِثہ۔ حائضہ۔ زائغہ۔ کجرو۔ ۵۳ عارف۔ صاحبِ معرفت شخص، دلی بزرگوں سے سُنا ہے کہ یہ قصہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اُس نان بائی کی قبر بھی اُن کے مزار کے پاس موجود ہے۔ مطبخی۔ نانبائی۔ اِفتقار۔ فقر میں مبتلا ہونا۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے "اَلفَقرُ فَخرِی" فقر میرا فخر ہے۔

خدمتے کردے بصد عجز و نیاز
سینکڑوں عاجزیوں اور نیازمندیوں سے خدمت کرتا

باکمالِ اعتقاد و امتیاز
پورے اعتقاد اور امتیاز کے ساتھ

اتفاقاً چند مہمانِ عزیز
اتفاقاً چند معزز مہمان

شد قنق[1] روزے بآں صاحب تمیز
ایک روز اُن صاحب تمیز کے مہمان بن گئے

چونکہ فقدِ نزل بود و ہم عشا
چونکہ مہمانی کے سامان اور کھانے کا بھی فقدان تھا

مرد عارف گشت در رنج و عنا
(وہ) عارف مرد رنج اور تکلیف میں (مبتلا) ہوگیا

چوں لیکرم ضیفہ حکمِ رسولؐ
چونکہ چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے رسولؐ کا حکم ہے

در دلِ عارف ز نشتر بُد عجول[2]
وہ عارف کے دل میں نشتر سے زیادہ جلدی کرنیوالا تھا

یک دو بار از خانقہ تا خانہ رفت
ایک دو مرتبہ خانقاہ سے گھر تک گیا

تا کند مہمانیِ شاں چست و زفت
تاکہ ان کی مہمانی اچھی اور بھرپور کریں

لیک در خانہ یسارِ او نبود
لیکن اُن کے گھر میں مالداری نہ تھی

زیں سبب تشویشِ وقتِ او فزود
اس لئے ان کے وقت کی پریشانی بڑھ رہی تھی

مطبخی آں شیخ را بر رغمِ طبع
نان بائی نے شیخ کو اُن کے مزاج کے خلاف

دید گہ در خانقہ گاہے بربع
کبھی خانقاہ میں کبھی گھر میں دیکھا

بر درِ او آمد و تفتیش کرد
وہ ان کے دروازہ پر آیا اور جستجو کی

ماجرا دریافت و بس تشویش کرد
معاملہ سمجھ گیا اور بہت پریشان ہوا

زود از دکان تتماج و خرید
فوراً دکان سے دلیا اور پنیر

نان و قلیہ ماہیِ بریاں گزید
روٹی اور شوربا، بھنی ہوئی مچھلی لی

برد نزدِ شیخ کاے مردِ خدا
شیخ کے پاس لے گیا کہ اے مردِ خدا!

صرف کن ایں جملہ اے نور الہدا
اے نورِ ہدایت! اس سب کو خرچ کر لیجئے

ہر کجا خواہی مر آں را صرف کن
آپ جہاں چاہیں اُس کو خرچ کر لیں

جملہ کردم مِلکِ تو از بیخ و بن
میں نے جڑ اور بنیاد سے سب آپ کی ملک کیا

شیخ شاداں گشت و مہماناں نواخت
شیخ خوش ہوگئے، مہمانوں کو نوازا

جملہ را زاں خوانِ نعمت سیر ساخت
اس خوانِ نعمت سے سب کا پیٹ بھر دیا

آنچہ باقی ماند بخشید اہل را
جو کچھ بچا گھر والوں کو دے دیا

رفت تشویش و دلش[3] آمد بجا
اُنکی پریشانی رفع ہوگئی اور دل ٹھکانے آگیا

مطبخی را گفت چہ خواہی بگو
نان بائی سے فرمایا تو کیا چاہتا ہے بتا؟

ہر دُرے خواہی ازیں دریا بجو
تجھے جو موتی چاہیئے اس دریا میں تلاش کرلے

بحرِ من در جوش آمد ایں زماں
اس وقت میرا سمندر جوش میں آگیا ہے

آنچہ می خواہی بگیر و وا ستاں
تو جو چاہے حاصل کرلے اور لے لے

مطبخی گفتا کہ از لطفِ شما
نان بائی نے کہا آپ کی مہربانی سے

وُلد و مال و جاہ شد حاصل مرا
اولاد اور مال اور رتبہ مجھے حاصل ہے

نیست در دنیا بچیزے حاجتم
مجھے دنیا میں کسی چیز کی حاجت نہیں ہے

از رہِ شکر و قناعت ساکتم
شکر و قناعت کے طریقہ پر میں خاموش ہوں

حق چو بیش از حاجتِ من رحم کرد
جب اللہ (تعالیٰ) نے میری ضرورت سے زیادہ عطا فرمایا

چوں کنم دیگر طلب اے نیک مرد
اے نیک مرد! پھر اور کیا طلب کروں؟

باز چوں دریائے حق در جوش بود
پھر چونکہ اللہ (تعالیٰ) کا دریا جوش میں تھا

عارف اندر خواہ خواہش میفزود
شیخ (اس کی) خواہش کے طلب کرنے میں اضافہ کر رہے تھے

مطبخی گفتا کہ می خواہم شہا
نان بائی بولا اے شاہ! میں چاہتا ہوں

ہمچو خود عارف کنی بے فرقہا
بغیر فرق کے اپنی طرح مجھے عارف بنا دیجئے

غیر ازیں دیگر مرا حاجت چو نیست
اسکے علاوہ چونکہ میری کوئی حاجت نہیں ہے

زیں عطایم گر نوازی خوش فنیست
اگر آپ اِس بخشش سے مجھے نوازدیں تو بہتر کام ہے

عارف اندر فکر رفت و گفت ہیں
عارف متفکر ہوگئے اور فرمایا خبردار!

زیں سوالِ خام رو دیگر گزیں
اس ناقص سوال سے ہٹ جا دوسرا اختیار کرلے

گفت نے من ہمیں را خواستم
اُس نے کہا نہیں نہیں میں یہی چاہتا ہوں

وز سرِ مال و جہاں برخاستم
مال اور دُنیا کے خیال سے میں علیحدہ ہوں

گفت عارف گر چو من عارف شوی
شیخ نے فرمایا اگر تو میری طرح عارف بنے گا

غرق بحرِ لا شوی وز خود روی
"لا" کے سمندر میں غرق ہوجائیگا اور اپنے سے جاتا رہیگا

---

[1] قنق۔ مہمان۔ نُزل۔ مہمانی کا کھانا۔ عنا۔ مشقت۔ چوں لیکرم۔ آنحضورؐ کا حکم ہے جو شخص مومن ہے اسکو چاہیئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ یہ حکم چونکہ رسولؐ کا حکم ہے اسلئے شیخ کے قلب میں نشتر سے بھی زیادہ اثر کر رہا تھا۔ [2] عجول۔ جلدی کرنیوالا۔ یسار۔ مالداری۔ بر رغم طبع۔ خلاف عادت۔ ربع۔ مکان۔ تتماج۔ پینے والی غذا جیسے دلیا، شوربا۔ [3] دلش یعنی شیخ کی پریشانی جاتی رہی۔ وُلد۔ اولاد۔ خواہ یعنی بار بار اُس سے فرمایا کہ جو مانگنا ہو مانگ لے۔ ہمچو خود۔ مجھے اپنا جیسا عارفِ خدا بنا دیجئے۔ زیں سوال۔ یہ تیری نامناسب درخواست ہے اس سے روگردانی کر۔ غرق۔ یعنی تو فنا ہوجائے گا۔

تار و پودِ اُسطقستت[۱] بگسلد
تیرے عناصر کا تانا بانا بکھر جائے گا

طوطیِ تو ایں قفس در دم ہلد
تیری طوطی فوراً پنجرے کو چھوڑ دے گی

گفت ازیں بہتر چہ باشد اے کریم
عرض کیا اے کریم! اس سے بہتر کیا ہوگا؟

واصلِ حق گشتہ بر خیزم سلیم
واصل بحق ہو کر میں سالم اٹھوں گا

گفت عارف اندرونِ حجرہ آ
شیخ نے فرمایا، حجرے کے اندر آ جا

ساعتے بنشیں مراقب پیشِ ما
تھوڑی دیر مراقبہ کر کے میرے سامنے بیٹھ جا

خلوتے کردند آں عارف تمام
اُن شیخ نے پوری خلوت کر لی

صرفِ ہمت کرد در سقیِ المدام
شرابِ معرفت پلانے میں توجہ لگا دی

بعد یک ساعت چو بیروں آمدند
تھوڑی دیر کے بعد وہ جب باہر آ گئے

صورت و معنی ہمہ یکساں شدند
ظاہر اور باطن میں ایک سے ہو گئے

خلق ہم از جمعِ مثلیں خیرہ شد
دو یکساں کے جمع ہونے سے لوگ حیران ہو گئے

عقلِ جزوی از تمیز تیرہ شد
جزوی عقل امتیاز کرنے سے عاجز آ گئی

آخرش بعد از زمانے مطنجی
انجام کار تھوڑی دیر کے بعد ناتائی نے

در طپش جاں داد چوں مرغ اے اخی
اے بھائی! مرغ کی طرح تڑپنے میں جان دیدی

الغرض جاں را بجاناں باز داد
الغرض اُس نے جان جاناں کو واپس دیدی

ہمچو شہزادہ نخستیں[۲] بے مراد
پہلے بے مراد شہزادے کی طرح

نامرادش گفتنم در صورت است
اُس کو میرا نامراد کہنا ظاہر میں ہے

ورنہ در معنی وصالِ حیرت است
ورنہ حقیقت میں وصال حیرت ہے

حبذا خرمن کزیں برق او بسوخت
وہ کھلیان کیا ہی اچھا ہے جو اِس بجلی سے جل گیا

تیر آں دلدار مرغ جانش دوخت
اُس محبوب کے تیر نے اُس کی جان کے پرند کو بیندھ دیا

صورتِ تکمیل[۳] اگرچہ تام نیست
اگرچہ تکمیل کی صورت پوری نہیں ہے

وصل حاصل گشت معنی خام نیست
وصل حاصل ہو گیا حقیقت میں ناقص نہیں ہے

حبذا جانے کہ در راہش دہی
وہ جان کیا ہی اچھی ہے جو تو اُسکی راہ میں دیدے

مرحبا آں سر کہ در کویش نہی
قابلِ تحسین ہے وہ سر جسکو تو اُسکے کوچہ میں رکھدے

بہر او مردن بہ از صد زندگیست
اُسکے لئے مرجانا سو زندگی سے بہتر ہے

کایں چنیں موت است بس فرخندگیست
کیونکہ اِس طرح کی موت بہت مبارک ہے

ایں سخن را اندکے کوتاہ کن
اِس بات کو تھوڑا سا مختصر کر دے

وز حدیث آں سوم آگاہ کن
اور اُس تیسرے کی بات سے آگاہ کر

بیانِ حالِ شہزادہ سوم و اکتساب
تیسرے شہزادے کے حال کا بیان اور اُس

اُو مر کمالاتِ صوری و معنوی را
کا صوری اور معنوی کمالات کو حاصل کرنا اور

صبر کردنِ اُو از بیانِ حاجت
اور اُس کا اپنی ضرورت کے بیان کرنے سے صبر

خود و بمحبوبِ خود رسیدن
کرنا اور اپنے مطلوب کو پہنچ جانا

واں سوم شہزادہ با صد حزم و صبر
اور وہ تیسرا شہزادہ سو احتیاط اور صبر سے

می کشید از یمِ عرفاں ہمچو ابر
عرفان کے سمندر سے اَبر کی طرح کھینچتا تھا

ہر شبے تازے ز صحبت ہای شاہ
ہر رات کو شاہ کی صحبتوں سے دوڑتے

در دلش ز انوارِ وحدت ہا پگاہ
صبح کو وحدت کے انوار اُس کے دل میں

کسبِ استعداد و توفیرِ حکم
استعداد کا کسب اور حکمتوں کی زیادتی

می نمود از فیضِ شاہ اُو دمبدم
اُس کے لئے شاہ کے فیض سے دمبدم ظاہر ہوتی

در دلش ہر دم ز سلطاں چوں قمر
چاند جیسے شاہ کی جانب سے اُسکے دل میں ہر دم

نورِ نو وارد شدے شام و سحر
صبح و شام نئے نور وارد ہوتے

دم نمی زد لیکن از مطلوبِ خود
وہ سانس نہیں لیتا تھا لیکن اپنے مقصود کی وجہ سے

داشت در دل شعلۂ محبوبِ خود
اپنے محبوب کے دل میں شعلہ رکھتا تھا

---

[۱] اُسطقس۔ چاروں عناصر۔ طوطی یعنی روح۔ سلیم۔ یعنی غیر کی یاد سے بچا ہوا ہو۔ ہمت۔ یہ توجہ اتحادی کہلاتی ہے۔ مُدام۔ یعنی شرابِ وحدت و معرفت۔ مثلیں۔ یعنی خواجہ صاحب اور نان بائی بالکل ایک جیسے تھے اُن دونوں میں صورتاً بھی کوئی فرق نہ تھا۔ [۲] نخستیں۔ جس طرح پہلا شہزادہ مہلت کی وجہ سے مرا تھا۔ نامراد۔ میں نے ان دونوں کو نامراد محض ظاہری طور پر مرجانے کی وجہ سے کہہ دیا ورنہ یہ وصال حیرت ہے کیونکہ دونوں نے محبوب کے فراق میں جان دی ہے۔ [۳] تکمیل۔ اگرچہ یہ سلوک کی تکمیل نہیں ہے لیکن بہرحال وصل یار تو حاصل ہو ہی گیا۔ حزم۔ پختہ کاری۔ یم۔ سمندر۔ توفیر۔ زیادتی حاصل کرنا، آمدنی۔

باچنیں شاہِ پُراز جود و سخا
ایسے جود اور سخا سے پُر بادشاہ سے

حرفِ مطلب بر زباں آرم چرا
میں مطلب کا حرف زبان پر کیوں لاؤں؟

لُطفِ اُو بے گفتہ صد نعمت دہد
اس کی مہربانی بغیر کہے سینکڑوں نعمتیں دیتی ہے

سُوئے گفتن چوں دلِ مَن بر جہد
کہنے کی جانب میرا دل کیسے کودے؟

بے طلب بخشید چوں جان و تنم
جبکہ اُس نے بغیر مانگے مجھ کو جان اور جسم عطا کیا!

بر درش پس چوں تبو راکے زنم
پھر اُس کے دروازے پر ڈھڈھری کیوں بجاؤں؟

شاہِ ما آئینۂ صافی دل ست
ہمارا شاہ صاف دل آئینہ ہے

خطرہ اَم را در دلِ شہ منزل ست
شاہ کے دل میں میرے خطرے کی منزل ہے

گر سزاوارم بداں دُرِّ ثمیں
اگر میں اس قیمتی موتی کے لائق ہوں

خود شہم بنوازد از لُطف گزیں
پسندیدہ مہربانی سے خود بادشاہ مجھے نوازے گا

لُطفِ اُو ہر صاحبِ استعداد را
اُس کی مہربانی ہر صاحبِ استعداد کو

حسبِ حالش میدہد بے امترا
بے شک اُس کے حسبِ حال عطا کر دیتی ہے

ہر چکادے راکہ اہلیت بُوَد
جس کھوپڑی میں اہلیت ہوتی ہے

چترِ شاہی بر سرش از شہ رسد
شاہ کی جانب سے اُسکے سر پر شاہی چتر پہنچ جاتا ہے

نیست یکتارہ بر آں شہ چوں خفا
اُس شاہ پر جب سوئی کا ناکہ بھی مخفی نہیں ہے

در طلب پُویم جگارہ مَن چرا
میں طلب میں مختلف راستوں پر کیوں دوڑوں؟

از فضولی چوں سخن پیشش کنم
اُس کے سامنے بیکار بات کیسے پیش کروں؟

از چہ پیدا حاجتِ خویشش کنم
اُس پر اپنی حاجت کیوں ظاہر کروں؟

شاہِ ما روشن ضمیر ست و خبیر
ہمارا شاہ روشن ضمیر اور باخبر ہے

میدہد آخر مرادِ دل بدیر
انجام کار دل کی مراد دے دیتا ہے

صبر کُن اے دل کہ مفتاح خوشی ست
اے دل! صبر کر کیونکہ وہ خوشی کی کنجی ہے

در میانِ صبر بس عیش و خوشی ست
صبر میں بہت عیش اور خوشی ہے

شاہ روزے گفت کاے جانِ کرم
ایک دن شاہ نے کہا اے جانِ کرم!

بحرِ صبر و حلمی و کانِ کرم
تو صبر اور حلم کا سمندر اور کرم کی کان ہے

خاطرم زیں سلطنت بگرفتہ است
میری طبیعت اس سلطنت سے ملول ہے

دل بتختِ اوجِ وحدت بستہ است
وحدت کی بلندی کے تخت سے دل وابستہ ہے

جانشینِ مَن شود خود کامراں
میرا جانشین بن جا اور خود کام چلا

تا رہم مَن از خراشِ این و آں
تاکہ میں اِس اور اُس کی خلش سے نجات پا جاؤں

رُو بخلوت خانۂ خاصے کنم
میں اب خاص خلوت خانہ کا رُخ کرتا ہوں

از سخن گفتن مَن اکنوں تن زنم
میں اب بات کرنے سے خاموش ہوتا ہوں

گفت پیغمبرؐ کلام از فضہ اَست
پیغمبرؐ نے فرمایا کلام گویا چاندی ہے

مر سکوت از تبرِ خالص نقدہ اَست
خاموشی بغیر آن گھڑ خالص سونے سے ہے

تختِ ارشاد ست اگرچہ بس سنی
رہنمائی کا تخت اگرچہ بہت بلند ہے

لیک اَندر بے خودی صد روشنی
لیکن بے خودی میں سینکڑوں روشنیاں ہیں

از تفکرہا دلم خالی شوَد
میرا دل فکروں سے خالی ہو جائے گا

مظہرِ اَنوارِ اِجلالی شوَد
انوارِ اجلالی کا مظہر ہو جائے گا

فکرِ ساعت بہتر از طاعاتِ سال
ایک گھنٹہ کا فکر سال بھر کی عبادتوں سے بہتر ہے

ایں تفکر ہست حیرت در جمال
یہ تفکر جمال میں حیرت ہے

چونکہ شہزادہ شنید ایں ماجرا
جب شہزادے نے یہ قصہ سُنا

زد ز تعظیم اَدب سر را بپا
ادب کی تعظیم سے پاؤں پر سر رکھ دیا

کہ مبادا آں دَم کہ از مسند رَوی
خدا کرے وہ وقت نہ ہو کہ آپ مسند سے جائیں

یا بخلوت خانہ گردی مُنزوِی
یا خلوت خانہ میں خلوت نشین ہوں

سلہ باچنیں۔ اِس کی خاموشی کی وجہ یہ تھی کہ وہ یہ کہتا تھا۔ تبوراک۔ وہ ڈھڈھرا جو کھیت سے چڑیاں اُڑانے کیلئے بجایا جاتا ہے۔ چکاو۔ ایک حاشیہ میں اس کے معنی سَر کی کھوپڑی کے کئے ہیں غیاث اللغات میں چکاد 'دال' کے ساتھ بمعنی پیشانی لکھا ہے۔ یکتارہ۔ ایک حاشیہ میں اس کے معنی سر سوزن کے لکھے ہیں اور غیاث اللغات میں یکتار کو اندک کے معنی میں لکھا ہے۔ سلہ۲ جگارہ۔ مختلف راستے بعض نسخوں میں چکارہ بمعنی بیکار لکھا ہے۔ تبر۔ سونے کا پترا۔ نقدہ۔ ایک حاشیہ میں اس کے معنی بغیر ٹھپہ کا سونا لکھے ہیں بعض لغات میں نقش اور ناصر کے معنی نقد کے لکھے ہیں۔ سلہ۳ سَنی۔ بلند، روشن فکر۔ حدیث شریف ہے فِکْرُ سَاعَۃٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ سَنَۃٍ تھوڑی دیر کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ ایں تفکر۔ تفکر جمال باری تعالیٰ میں حیرت کو کہتے ہیں۔ زد یعنی اپنا سر شاہ کے قدموں پر رکھ دیا۔ منزوی۔ گوشہ نشین۔

سایۂ تو بر سرِ من مُستدام[۱]
ہمیشہ آپ کا سایہ میرے سر پر
ظِل گُستر باد تا یومُ القِیام
قیامت تک سایہ فگن ہو
تاجِ ایں سر سایۂ اقبالِ تُست
اِس سر کا تاج آپ کے اقبال کا سایہ ہے
سُلّمِ من پایۂ اقبالِ تُست
میری سیڑھی آپ کے اقبال کا پایہ ہے
یا ربم ہرگز بقا چنداں مباد
اے خدا! میری اتنی زندگی ہرگز نہ ہو
کہ بہ بینم مسندِ شہ را خماد
کہ میں شاہ کی مسند کا بجھاؤ دیکھوں
زیں نمط بسیار می شُد گفتگو
اِس طریقہ پر بہت گفتگو ہوئی
لیک شہ از امتحاں در جستجو
لیکن شاہ امتحاناً جستجو میں تھا
کہ وُرا در دل بُود از حُبِّ جاہ
کہ اُس کے دل میں حُبِّ جاہ ہو
یا شکوہِ سلطنت مانندِ شاہ
یا شاہ کی طرح سلطنت کا دبدبہ ہو
ہیچ در دل عُجب یا پندار ہست
دل میں کوئی تکبر یا غرور ہے؟
یا درونش از مئے شوقست مست
یا اُس کا باطن شوق کی شراب سے مست ہے؟
دید کاں در سَر سِرِ دیگر نہ بُخت
اُس نے دیکھا کہ اُسنے سر میں کوئی خیال نہیں پکایا
بر نہالش جز نیانے بر نہ بُخت
اُس کے پودے پر نیازمندی کے پھل کے علاوہ نہیں لگا

حُبِّ جاہ و شاہی و حرص و ہَوا
رُتبہ اور شاہی کی محبت اور حرص اور خواہش
در سَرش را ہے ندارد ماسِوا
اُس کے سر میں ماسوا راستہ نہیں رکھتا
جُز خدا و حُبِّ خاصانِ خدا
خدا اور خاصانِ خدا کی محبت کے علاوہ
در دلِ اُو نیست راہے ہیچ را
اُس کے دل میں کسی کا راستہ نہیں ہے
جملہ اَحوالش بطبقِ وضع یافت
اُس کے تمام احوال وضع کے مطابق پائے
ہر قدم بر شاہ راہِ شرع یافت
ہر قدم کو شریعت کی شاہراہ پر پایا
در دلش مَیلے بسُوی مُلک نے
اُس کے دل میں سلطنت کی طرف میلان نہیں ہے
طالبِ بحر ست و رہنِ فُلک نے
سمندر کا طالب ہے اور کشتی کا گروی نہیں ہے
بر مِحکِ امتحاں بس آزمُود
اُس نے امتحان کی کسوٹی پر بہت آزمایا
غیرِ زرِ دَہ دہی[۲] آں جا نبُود
سوائے خالص سونے کے وہاں کچھ نہ تھا
گفت با اَصحابِ شہ کیں نوجواں
شاہ نے مصاحبوں سے کہا کہ یہ نوجوان
می نیرزد جُز بآں دُختِ چو جاں
اُس جان جیسی لڑکی کے سوا کے لائق نہیں ہے
ماہ را با مہر پیوندی خوش ست
چاند کا سورج سے جوڑ بہتر ہے
جسم را با رُوح پابندی خوش ست
جسم کی رُوح سے وابستگی بہتر ہے

ایں مرا اُو را اُو مر ایں را لائق ست
یہ اُس کے اور وہ اِس کے لائق ہے
ہر یکے اَقرانِ خود را فائق ست
ہر ایک اپنے ساتھیوں سے بڑھا ہوا ہے
اینچنیں دختر مر اینکس را سزا ست
ایسی لڑکی اس شخص کے مناسب ہے
آنچناں فصّ اندریں خاتم رَوا ست
ویسا نگ اِس انگوٹھی میں دُرست ہے
جُملگی تحسینِ رائش را بدل
سب نے دل سے اُس کی رائے کی تحسین
کردہ گفتند العُجل نعمَ المحَل
کر کے کہا جلدی کیجئے بہتر موقع ہے
شاہ گفتا، مجلسے آراستند
بادشاہ نے حُکم دیا اُنھوں نے مجلس آراستہ کی
بزمِ طوئی بس سَنی افراشتند
شادی کی محفل، بہت اعلیٰ قائم کی
ہر دو مشتاقِ ازل یک جان و دل
ایک جان و دل دونوں ازلی مشتاقوں کا
گشت ایجاب و قبولِ مُستحِل[۳]
حلال کرنے والا ایجاب، و قبول ہو گیا
ہر یکے زاں دیگرے سرمست شُد
ہر ایک دوسرے سے مست ہو گیا
جاں بجان و دل بدل پیوست شُد
جان، جان سے اور دل، دل سے جُڑ گیا
از تأنّی کارِ دارین ست راست
آہستہ روی سے دونوں جہانوں کے کام درست ہیں
زیں سبب تعجیل از شیطان بخاست
اِس لئے جلد بازی شیطان سے پیدا ہوئی

---

[۱] مُستدام ہمیشہ، یوم القیام۔ روزِ محشر۔ سُلّم سیڑھی۔ خماد۔ بجھاؤ۔ لیک۔ بادشاہ کی اِن باتوں کا مقصد اُس کا امتحان تھا۔ عُجب۔ تکبر۔ پندار۔ غرور۔ فُلک۔ کشتی۔ [۲] دہ دہی۔ خالص سونا جو تپانے سے کم نہ ہو۔ دُخت۔ دختر۔ اقران۔ ساتھی۔ اہم نظر۔ فصّ۔ انگشتری کا نگینہ۔ العُجل۔ یعنی اب دونوں کے نکاح میں جلدی کی ضرورت ہے بہت اچھا موقع ہے۔ طوئی۔ شادی۔ سَنی۔ بلند۔ [۳] مُستحِل۔ حلال کرنے والا، ایجاب وقبول کے بعد بیوی شوہر کے لئے حلال ہو جاتی ہے۔ از تأنّی۔ مشہور ہے التَّاَنّی مِنَ الرَّحمٰنِ وَالعُجلَۃُ مِنَ الشَّیطان۔ آہستہ روی خدا کی جانب سے ہے اور جلد بازی شیطان کی جانب سے۔

صبر را فرمود حق عزم الامور[1]
اللہ (تعالیٰ) نے صبر کو معاملوں کا عزم فرمایا

می بَرد بے رَیب اِرب خود صبور
بے شبہ صابر اپنی خواہش حاصل کر لیتا ہے

ہر کہ رنجے بُرد گنجے ہم بہ بُرد
جس نے تکلیف برداشت کی خزانہ بھی حاصل کیا

وانکہ کاہل گشت در سختی بمُرد
اور جو کاہل بنا وہ تنگی میں مرا

لیک کاہل کارِ دنیا خوش ست
لیکن کاہل، دنیا کا کاہل بہتر ہے

عجلت اندر کارِ دنیا ناخوش ست
دنیا کے کام میں عجلت بری ہے

صبر کُن توکیلِ دنیا کُن بدُو
صبر کر، دنیا اُس کے سپرد کر دے

خیر و شرت را بہ از تو داند اُو
وہ تجھ سے زیادہ تیرا برا بھلا جانتا ہے

کاہلِ دنیا شود چابک بدیں
دنیا کا کاہل دین میں چست ہوتا ہے

ہمچو آں شہزادہ کاں سومیں
اُس شہزادے کی طرح جو تیسرا ہے

تمثیلات چند در بیان آنکہ کارِ دنیا جملہ برعکس کارہاست
چند مثالیں اس بیان میں کہ دنیا کے سب کام، کاموں کے بالعکس ہیں

کارِ دنیا جملہ عکسِ کارہاست
دنیا کے سب کام، کاموں کے اُلٹے ہیں

در خوشی غم ہست و ز غم فرح خاست
خوشی میں غم ہے اور غم سے خوشی پیدا ہوتی ہے

ہر کہ گریان ست اُو خنداں بُوَد
جو روتا ہے، وہ ہنستا ہے

وانکہ شاداں زیست اُو گریاں بُوَد
اور جو خوش جیا، وہ رونے والا ہوتا ہے

نعلِ معکوس ست نقشِ ایں جہاں
اِس دنیا کا نقش اُلٹا نعل ہے

مَیل ہر چیزے بسُوی ضد بداں
ہر چیز کا میلان ضد کی جانب سمجھ

ہر کہ را خوانند سُلطان اُو گدا ست
لوگ جس کو بادشاہ کہتے ہیں وہ فقیر ہے

زانکہ وطرش کامل از اوطارِ ماست[2]
اِسلئے کہ اُس کی حاجت ہماری حاجتوں سے بڑھی ہوئی ہے

کاش فلاں را ایں رعایت کردن ست
کہ اُس فلاں کی یہ رعایت کرنی ہے

وز فلاں مال فلانے بُردن ست
اور فلاں سے فلاں مال لینا ہے

گر گدا را بینی اُو سلطانِ وقت
اگر تو فقیر کو دیکھے وہ وقت کا شاہ ہے

مالکِ وقت و بدر رشد زانِ وقت
وہ وقت کا مالک ہے اور وقت کی ملکیت کیوجہ سے

خود ابُوالوقت ست در احوالِ خویش
وہ اپنے حالات میں ابُوالوقت ہے

نے چو سُلطاں ابنِ وقت و حالِ خویش
بادشاہ کی طرح اپنے وقت اور حال کا بیٹا نہیں

ہمچنیں بُخل و سخا را در نگر
اسی طرح بخل اور سخاوت کو سمجھ

نام بر ضد آمد اے نیکو سیَر
اے نیک سیرت! نام بالعکس ہے

از بخیل آمد سخی تر گو کدام
بتا بخیل سے زیادہ سخی کون ہے!

مالِ خود را می گذارد بہرِ عام
وہ اپنا مال عام کے لئے چھوڑ جاتا ہے

نفسِ خود را جملہ زو محروم داشت
اپنے نفس کو اُس سے بالکل محروم رکھا

بہرِ خرجِ وارثاں معصوم داشت
وارثوں کے خرچ کے لئے محفوظ رکھا

خود نخورد و نا بکس از دست داد[3]
نہ خود کھایا اور نہ کسی کو ہاتھ سے دیا

کیں دو راجع سُوی اُو ہست المراد
کیونکہ یہ دو (ہی) اس سے متعلق ہیں المراد

ہر کہ را خوانی سخی اُو شد بخیل
تو جس کو سخی کہتا ہے، وہ بخیل ہے

زانکہ غیرے را نداد اُو یک فتیل
کیونکہ اُس نے غیر کو قلیل چیز (بھی) نہ دی

یا بدُنیا خود خورد یا میدہد
یا دنیا میں خود کھاتا ہے، یا دے دیتا ہے

بہرِ عقبیٰ در لحد یکسر نہد
آخرت کے لئے سب قبر میں رکھ دیتا ہے

دیگرے از مالِ اُو نفعے نہ بُرد
دوسرے نے اس کے مال سے نفع نہ اُٹھایا

ہم خورانید اُو بمسکیں یا بخورد
اُس نے مسکین کو کھلا دیا یا خود کھا لیا

صرف در راہِ خدا بہرِ خود ست
خدا کی راہ میں خرچ کرنا اپنے لئے ہے

تا بوقتِ بے کسی آید بدست
تاکہ بے کسی کے وقت ہاتھ آئے

[1] عزم الامور۔ صبر کو ہمت کا کام فرمایا ہے۔ اِرب۔ حاجت۔ توکیل۔ وکیل بنا دینا، سپرد کر دینا۔ سومیں۔ تیسرا شہزادہ دنیا کے کاموں میں سُست اور آخرت کے کاموں میں بہت چست تھا۔ ہر کہ۔ جو دنیا میں روئیگا وہ آخرت میں مُسکرائے گا۔ سُلطاں۔ دنیاوی بادشاہ دراصل فقیر ہے۔ وطر۔ حاجت اوطار اُس کی جمع ہے۔ [2] کاش۔ بادشاہ ہر وقت فکروں میں مبتلا رہتا ہے۔ گدا۔ فقیر اپنے اوقات کا مالک ہے اور ابُوالوقت ہے۔ سِیَر۔ سیرت کی جمع ہے، عادت، خصلت۔ بخیل۔ دنیا کا بخیل سخی ہے اپنا مال خود خرچ نہیں کرتا ہے دوسروں کے لئے چھوڑ کر مر جاتا ہے۔ [3] خود۔ خود کھا لیتا یا اپنے ہاتھ سے غریبوں کو دے دیتا ہے تو وہ مال اُس کے کام آتا اور اُس کا سمجھا جاتا ہے۔ سخی۔ دنیا کا سخی بخیل ہے اِس لئے کہ سب مال اُس کے کام آیا یا خود کھا لیا یا آخرت کے لئے خرچ کر دیا جو اُس کے کام آئے گا دوسروں کیلئے نہ چھوڑا۔ فتیل۔ کھجور کی گُٹھلی کے شگاف کا ریشہ، حقیر چیز۔

چونکہ در محشر درم دینار نیست
چونکہ محشر میں درہم، دینار نہیں ہے
ویں دو موزوں را در آنجا بار نیست
اِن دونوں بِکنے والی چیزوں کا وہاں دخل نہیں ہے
اندراں وقتش رسد آں مالِ او
اُس کا وہ مال اُس وقت میں پہنچ جاتا ہے
پُر شود میزانِ[1] فرخ فالِ او
اُس کی بابرکت ترازو بھر جاتی ہے
دوستی و دشمنیِ ایں جہاں
اِس دنیا کی دوستی اور دشمنی
ہمچنیں برعکس آمد اے فلاں
اے فلاں! اِسی طرح اُلٹی ہے
ہر کہ با تو دوست تر دشمن ترست
جو تیرا زیادہ دوست ہے وہ زیادہ دشمن ہے
نخلِ عمرت را بافسوں زود برست
وہ تیری عمر کے پودے کو منتر کے ذریعہ جلد کاٹنے والا ہے
ہر کہ دشمن گشت نامد سویِ تو
جو دشمن بن گیا وہ تیرے پاس نہ آیا
نامد او گاہے ندید او روی تو
نہ وہ کبھی آیا، نہ اس نے تیرا چہرہ دیکھا
در حقیقت او بود از دوستاں
درحقیقت وہ دوستوں میں سے ہے
نقدِ عمرت را نگشتہ او ستاں
وہ تیری نقد عمر لینے والا نہ بنا
دوستاں تضیع عمرت می کنند
دوست تیری عمر ضائع کرتے ہیں
در فسادِ وقت و حالت می تنند
تیرے حال اور وقت کے فساد میں کوشاں ہیں
بر تو حالے آمد، او آمد ز دور
تیرے اوپر ایک کیفیت طاری ہوئی وہ دور
حالِ دل برگشت و پیدا شد نفور
دل کی کیفیت بدل گئی اور نفرت پیدا ہوئی

بر تو حالے آمد، او آمد ز در
تیرے اوپر ایک حال طاری ہوا وہ دروازہ سے آیا
بہرِ گفتِ بیہودہ بہرِ سمر[2]
بیہودہ باتیں کرنے کیلئے (اور) قصہ گوئی کیلئے
صحبتِ عامی بلایِ اکبرست
عوام کی صحبت، بڑی مصیبت ہے
بہرِ عینِ قلب غینِ استرست
دل کی آنکھ کے لئے بہت چھپانیوالا ابر ہے
غینِ زین آمد بقرصِ آفتاب
سورج کی ٹکیا پر سیاہی کا ابر آیا
پس دلِ مہ را ازو چہ بود حساب
تو چاند کے دل کو اُس سے کیا واسطہ!

در بیانِ مغلوبیتِ حالِ خود
اپنے حال کی مغلوبیت کا بیان اور
و پرتوِ نورِ اجلالِ مولانا جلال الدین
مولانا جلال الدین قدس سرہٗ کے نورِ
قدس اللہ سرہٗ العزیز کہ
اجلالی کا سایہ جو خودی کے گھر
کاشانۂ سوزِ خودی گشتہ
کو جلانے والا بن گیا

جلوۂ برقِ تجلیِ جلال
تجلیِ جلال کی برق کے جلوے نے
آتش اندر خرمنم زد چیست حال
میرے کھلیان میں آگ لگا دی کیا حال ہے؟!
نورِ اجلال از جلال الدین رُوم
(حضرت) جلال الدین رومیؒ کا نورِ اجلال
مخزنِ اسرارِ حق صدر النجوم
جو کہ اللہ (تعالیٰ) کے رازوں کے خزانہ ستاروں کے صدر ہیں
از درونم خود بخود سر می زند
میرے باطن سے خود بخود اُبھرتا ہے
ز آشیانم باز شہپر می زند
پھر میرے آشیانے سے بازو پھڑپھڑاتا ہے

مَن ندانم من کیم گویندہ چیست
میں نہیں جانتا کہ میں کون ہوں کہنے والا کیا ہے؟
ویں شرر در پنبہ ام از برق کیست
یہ شرارہ میری روئی میں کس کی برق کی ہے!
نالۂ من از کدامیں پردہ است
میرا نالہ، کون سے پردے سے ہے
حیرتم در بحرِ عماں بردہ است
حیرت مجھے گہرے سمندر میں لے گئی ہے
می تراود بے من و بے سعیِ من
میرے بغیر اور میری کوشش کے بغیر ٹپکتا ہے
از نئے دل نالہ موزوں بر سخن
دل کی نے سے غموں سے بھرا موزوں نالہ
قافیہ مضموں پئے روپوش ہست
مضمون کا قافیہ پردے کے لئے ہے
معنی از دل ہمچو تیر از بیشہ جست
دل میں سے معانی جھاڑی سے تیر کی طرح نکلے ہیں
ہم مرا خوردی و ہم وہمِ خودی
آپ نے مجھے کھا لیا اور خودی کے خیال کو بھی
اے حسام الحق مگر در من شدی
اے حسام الدین! شاید آپ میرے دل میں پہنچ گئے ہیں
آمدی در من مرا بُردی تمام
آپ مجھ میں آگئے اور مجھے بالکل فنا کر دیا
اے تو شیرِ حق مرا خوردی تمام
آپ اللہ تعالیٰ کے شیر ہیں آپ نے مجھے پھاڑ کھایا
من چہ دانم آنچہ می دانی بگو
میں کیا جانتا ہوں آپ جو جانتے ہیں کہیں
شد بدستِ تو زمام اے نیک خو
اے نیک خصلت! باگ آپ کے ہاتھ میں ہے
از چہ رو کردی مرا روپوشِ خود
آپ نے مجھے اپنا پردہ کیوں بنایا؟
من ندارم از سر و پا ہوشِ خود
مجھے تو خود اپنے سر پیر کا ہوش نہیں ہے

[1] میزان۔ اعمال کی ترازو۔ زود برست۔ زود بُرندہ است۔ ستاں۔ گیرندہ۔ دوستاں۔ دوست بُرا دقت برباد کرتے ہیں، حالے۔ جمعیت وقت سے جو برایک کیفیت طاری ہوتی ہے دوست اگر اس کیفیت میں خلل ڈال دیتے ہیں۔ [2] سمر۔ قصہ گوئی۔ عین۔ چشمہ۔ غین۔ ابر۔ استر۔ زیادہ چھپانیوالا۔ زین۔ سیاہی کا۔ جبہ تیش۔ جب کالا دھبہ سورج کی روشنی کے لئے نقصان رساں ہے تو پھر چاند کو کس حساب میں ہے۔ پردہ۔ ساز کا پردہ۔ بحرِ عماں۔ گہرا سمندر۔ منجنیق۔ غم۔

چند نالۂ زار کہ از نے بیقرار ڈرد آثار غمگسار سر زدہ و بیانِ منازلِ کلّی وجود و عروج و نزولِ اطوارِ ہستی بر مرتبۂ شہود

چند نالۂ زار جو غمگین، درد آشنا، بیقرار نَے سے نکلے اور وجود کے تمام منازل اور عروج اور ہستی کے شہود کے مرتبہ پر نزول کا بیان

۴۳

بشنو از نے چوں حکایت میکند
نَے سے سُن کیا حکایت کر رہی ہے؟

قصۂ ہجراں روایت میکند
جدائی کا قصّہ بیان کر رہی ہے

کز وجودِ مُطلقم چوں کندہ اند
کہ جب سے مجھے مُطلق وجود سے جُدا کیا ہے

مَن بگریہ مَردماں در خندہ اند
میں رونے میں، لوگ ہنسنے میں ہیں

حالِ زارِ مَن نمیداند کسے
کوئی میرا حالِ زار نہیں جانتا

ہستم اندر آتشِ غم چوں خسے
میں غم کی آگ میں تنکے کی طرح ہوں

۵۱ چونکہ از قوسِ اَحد مُنزل شُدم
جب میرا "قوسِ احد" سے تنزّل ہوا

خود بخُمِ واحدیت حل شُدم
میں خود "واحدیت" کے مٹکے میں گھُل گئی

منزلِ لاہوت را کردم عبُور
میں نے "لاہوت" کی منزل کو عبور کیا

کردم از جبروتِ اسمی ہم مرُور
میں "اسمی جبروت" سے بھی گذر گئی

رَفتہ رَفتہ عالمِ ملکوت شُد
رفتہ رفتہ "عالمِ ملکوت" ہوگیا

عالمِ روحانیِ منعوت شُد
موصوف "عالمِ روحانی" بن گیا

بعدہٗ در عالمِ مُلک و شہود
اُس کے بعد "عالمِ مُلک و شہود" میں

گشت ظاہر جُملہ اَطوارِ وجود
وجود کے تمام مراتب ظاہر ہوگئے

مُنتہایش عالمِ ناسوت گشت
اُس کا مُنتہا "عالمِ ناسوت" ہوگیا

زیں تنزّلہا دلم مبہوت گشت
اِن تنزّلات سے میرا دل حیران ہوگیا

کے بُوَد یارب کہ معراجے شوَد
اے خدا کب ہوگا کہ "معراج" ہوگی؟

رُوح سُوئے قوسِ احدیت رَوَد
رُوح "قوسِ احدیت" کی جانب جائیگی

۵۲ ہر تنزّل را عروجے لازم ست
ہر تنزّل کے لئے عروج ضروری ہے

قطرہ سُوی بحرِ اَخضر عازم ست
قطرہ، بحرِ اَخضر کے لئے ارادہ کرنیوالا ہے

لیک اَقسامِ عروج ایجاں سہ است
لیکن اے جان! عروج کی تین قسمیں ہیں

بر کسی از فیضِ خدا ایں در نہ بست
خدا کے فیض کا یہ دروازہ کسی پر بند نہیں ہوا

شُد عروجِ عامہ مرگِ جسمِ خاک
عوام کا عروج، خاکی جسم کی موت ہے

بس تعرّج ہست در موت و ہلاک
موت اور ہلاکت میں عروج ہے

قدرِ مرگِ خود نمیدانی چرا
تو اپنی موت کی قدر کیوں نہیں جانتا؟

۵۳ میدہد در مرج لاہوتی چرا
وہ تجھے "لاہوتی" چراگاہ میں خوراک دیتی ہے

موت قبل الموت اگر دستت نداد
موت قبل از موت کا اگر تجھے موقع نہ مِلا

میکنُد کارت اَجل حسب المراد
موت مُراد کے مطابق تیرا کام کر دیتی ہے

موت جسرِ مُوصِل آمد سوئے یار
موت یار کی جانب پہنچانے والا پُل ہے

مرگ را آمادہ باش اے ہوشیار
اے ہوشیار موت کے لئے آمادہ رہ

وہ چہ خوش باشد کہ سُوئے شہ رَوم
واہ، کیا اچھا ہوگا کہ میں شاہ کی طرف جاؤنگا

واصِلِ درگاہِ آں بیچوں شوم
اُس بےچون کے دربار سے متّصل ہو جاؤنگا

---

۵۱ چونکہ۔ وجود کے اِجمالی مراتب کا ذکر کیا ہے، وجود کا پہلا مرتبہ قوسِ احدیت ہے، وجود کا یہ مرتبہ ذاتِ مجرّد ہے اِس کو ذاتِ بحت، منیت ہویت، احدیتِ مُطلقہ کہا جاتا ہے اِس مرتبہ میں نہ اُس کا صفات سے اتصاف ہے، نہ نعوت سے، نہ وہ مطلق ہے، نہ وہ مقید، یہ مرتبہ تنزیہ اور تشبیہ سے بالاتر ہے اور کشف وبیاں سے بھی برتر ہے اِسی کو لاہوت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ دوسرا مرتبہ قوسِ واحدیت ہے یہ مرتبہ ذات مع الصفات کا ہے اِسی کو عالَمِ جبروت کہا جاتا ہے تیسرا مرتبہ ارواحِ مجردہ اور عقول کا ہے اِسی کو عالمِ ملکوت کہا جاتا ہے اِس کے بعد چوتھا درجہ عالمِ مثال کا ہے، وجود کے یہ جملہ مُراتب عالمِ اَمر کہلاتے ہیں، اِس کے بعد عالمِ خلق کا مرتبہ ہے جس کو عالمِ شہادت اور مُلک اور عالمِ ناسوت بھی کہا جاتا ہے یہ سب وجود کے نزول کے مراتب ہیں۔ ۵۲ عروج۔ وجود کے تنزّلات کے بعد عروج شروع ہوتا ہے پہلا عروج وہ ہے جو موت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے جس کے ذریعہ عالمِ برزخ کی جانب عروج ہوتا ہے، دوسرا عروج وہ ہے جو جنّت اور جہنّم میں حاصل ہوتا ہے، وہ قوسِ واحدیت کی جانب عروج ہے، یہ عروج مومن کا جمال کے راستہ ہے، اور کافر کا جلال کے راستہ سے ہے۔ تیسرا عروج وہ ہے، جو خدائی کشش کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ ۵۳ میدہد۔ موت کے ذریعہ انسان کا عروج عالمِ لاہوت کی جانب ہوتا ہے۔

وقت آمد کز جہانِ بیکسی
وقت آگیا کہ بے کسی کی دنیا سے

پای کوبان سُوی بامِ اُو رَسی
تو رقص کرتا ہوا اُسکے بالاخانہ کی جانب پہنچ جائے

زیں سَبب فرمود احمدؐ مجتبےٰ
اِسی لئے احمدِ مجتبےٰ نے فرمایا

تحفۃُ المُومِن کہ اَلموتُ[۵۱] اے فتا
اے نوجوان! موت مُومن کا تحفہ ہے

گر نبُودے موت در دنیایِ دُوں
اگر کمینی دنیا میں موت نہ ہوتی

سخت می گشتیم عاجز بَس زبوں
ہم سب عاجز اور مغلوب بن جاتے

شُکرِ حق کو مَخلصی بنہادہ ست
اللہ (تعالےٰ) کا شکر ہے کہ نجات کا موقع رکھ دیا ہے

غُرفہ سُویِ آں جہاں بکشادہ است
اُس جہان کی جانب کھڑکی کھولدی ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز
اے عزیز! یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے

از عُروجِ بعدِ مُردن گو تو نیز
مرنے کے بعد کے عروج کے متعلق بتا

زاں عُروجے کردہ در برزخ رَود
اُس کے ذریعہ عُروج کر کے برزخ میں جاتا ہے

در میانِ قبر تا محشر بُوَد
قبر کے اندر، محشر تک رہتا ہے

پس[۵۲] عروجے ہست در محشر پدید
پھر ایک عروج محشر میں ظاہر ہوتا ہے

بَعد ازاں در نار یا جنّت کشید
اُس کے بعد جہنّم میں یا جنّت میں لیجاتا ہے

پس بسُویِ واحدیت تا احَد
پھر واحدیت کی جانب "احد" تک

سَر برآرد از تعیّن می رَہد
سَر اُبھارتا ہے، تعیّن سے نجات پا جاتا ہے

مُنتہیٰ سُویِ خدا شُد زیں سبب
اِس لئے منتہیٰ اللہ (تعالےٰ) کی جانب ہوا

ہست رُجعیٰ سُویِ اُو خود بے طلب
خود بغیر مانگے، اُس کی جانب واپسی ہے

مُومن از نورِ جمالے می رسَد
مُومن کو نورِ جمال کے ذریعہ سے پہنچتا ہے

ثمرہا از باغِ رُویت می چشد
دیدار کے باغ کے پھل چکھتا ہے

کافر از نورِ جلالی گو رسید
کافر گویا نورِ جلالی کے ذریعہ پہنچتا ہے

لیک محجوب ست و خُسرانے کشید
لیکن وہ محجوب ہے اور اُسنے نقصان اُٹھایا ہے

معنیِ کُلٌّ اِلَینَا رَاجِعُوْن
"ہر ایک ہماری طرف لوٹنے والا ہے" کے معنیٰ

فہم کُن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالْفُنُوْن
سمجھ لے اور خدا فنون کو زیادہ جانتا ہے

ایں عُروجِ اِضطراری عام ہست
یہ اِضطراری عُروج عام ہے

بہرِ ہر ناپُختہ و ہر خام ہست
ہر نہ پکے ہوئے اور ہر کچے کے لئے ہے

زیں سبب فرمود آں احمدؐ لبیب
اُن عقلمند احمدؐ نے اسی لئے فرمایا

موت جسرِ مُوصِل آمد تا حبیب
موت، دوست تک پہنچانے والا پل ہے

واں عُروجِ دُوُمی[۵۳] شُد ز اِختیار
وہ دوسرا عُروج اختیار سے ہوا۔

اولیا و انبیا را ز اعتبار
اولیاء اور انبیاء کے اعتبار سے

از رہِ علم و عمل عارج شُدند
وہ علم و عمل کے راستے سے عُروج حاصل کرنیوالے بنے

پس بموتِ معنوی خارج شُدند
وہ معنوی موت کے ذریعہ نکلنے والے بنے

پیشِ مُردن مُردہ گرد و شو فنا
مرنے سے پہلے مُردہ بن اور فنا ہو جا

تا عُروجے حاصل آید مر تُرا
تاکہ تجھے عروج حاصل ہو

از منازلہا کہ سالِک آمدست
سالک جن مراتب سے آیا ہے

جہد کردہ ہَم بدانسُو پا زدست
کوشش کر کے اُنکی جانب قدم بڑھایا ہے

تاکہ وجہِ حق برو ظاہر شوَد
تاکہ اُس پر حق کی وجہ ظاہر ہو جائے

در تجلّیِ واحدیِ احدی رَود
"واحدی احدی" تجلّی میں چلا جائے

خود فنا گردد بقا حاصل کُند
خود فنا ہو جائے، بقا حاصل کرے

قطرہ را تا بحرِ کُل واصل کُند
قطرے کو بحرِ کل سے جوڑ دے۔

سُوئیں معراج جذبِ ایزدی
تیسری معراج، ایزدی جذب ہے

کو کَشد در لمحہ سُویِ بے خودی
جو ایک لمحہ میں بے خودی کی جانب کھینچ لیتی ہے

---

۵۱ اَلمَوت۔ موت کو آنحضورؐ نے مومن کا تحفہ اِسی لئے قرار دیا ہے کہ وہ وصلِ یار کا سبب ہے۔ زاں عُروج۔ مرنے سے عالمِ برزخ کی طرف عروج ہوتا ہے، قبر برزخی چیز ہے۔ پس۔ قبر سے محشر کی جانب عروج ہوتا ہے پھر محشر سے جنّت اور دوزخ کی طرف عروج ہوتا ہے۔ ۵۲ پس۔ پھر قوسِ واحدیت اور قوسِ احدیت کی جانب عروج ہوتا ہے۔ رُجعیٰ۔ سورۂ اقراء میں ہے وَاِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجْعٰی اور بیشک تیرے رب کی جانب واپسی ہے۔ اِس عروج۔ موت کے ذریعہ عروج اِضطراری ہے جو ہر ایک کے لئے ہے۔ جِسر۔ پل۔ ۵۳ عروجِ دومی۔ موت کے ذریعہ جو عروج ہے وہ انبیاء اور اولیاء کو مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوا کے ذریعہ اختیاری طور پر حاصل ہوتا ہے۔ واحدی احدی۔ یعنی قوسِ واحدیت اور قوسِ احدیت۔

چوں رسولِ مُجتبیٰ دریک نفَس
جس طرح رسولِ مجتبیٰ ؐ ایک سانس میں

وا رہید از قیدِ ایں نازک قفس
اِس نازک پنجرے کی قید سے چھوٹ گئے

دفعۃً [۱] تا قابَ قوسین اُو پرید
دفعۃً وہ "قاب قوسین" تک اُڑے

راہِ صد سالہ بیک جُنبش بُرید
سَو سالہ راستہ ایک جنبش میں طے کیا

در دَم از ظاہر سُوی باطن رَود
فوراً ظاہر سے باطن کی جانب چلا جاتا ہے

واں کثافت خود لطافتہا شوَد
وہ کثافت، خود لطافتیں بن جاتی ہے

ظُلمتِ خاکی ز جسمِ تو رَود
خاکی ظلمت تیرے جسم سے چلی جاتی ہے

نورِ یزدانی بہفت اعضا دَود
خدائی نور سات اعضا میں دوڑ جاتا ہے

لیکن ایں در اختیارِ عبد نیست
لیکن یہ بندے کے اختیار میں نہیں ہے

بندہ را فعلے بجز در جہد نیست
بندے کا کام کوشش کے سوا نہیں ہے

ز اجتبا گشتند محبوباں مُصیب
محبوب "اجتبا" کی وجہ ٹھیک پہنچنے والے ہیں

واں دگر ہا گشتہ یَہدِی مَن یُنِیب
اور وہ دوسرے "وہ ہدایت کرتا ہے جو رجوع کرتا ہے" کے

ہر مُرید آخر مُرادے می شوَد
ہر مرید آخر میں مُراد بن جاتا ہے

طالبے مطلوبِ رادے می شوَد
طالب جوان کا مطلوب بن جاتا ہے

نے مثابہ آنکہ کار آخر کُنَد
نہ وہ مرتبہ جو کام مکمّل کر دے

ہر مُریدِ ایں اجتبا را کے سزد
ہر مرید اس "اجتبا" کے لائق کہاں ہے؟

قدرِ حالِ خود مُرید آمد مُراد
مُرید اپنے حال کے اندازہ سے مُراد بنتا ہے

زیں سبب فرمود آں ربُّ العباد
اسی لئے اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے

مَن تَقرَّبَ [۲] شِبراً باعاً کُنتُ لَہٗ
جو ایک بالشت قریب ہوا میں چار ہاتھ ہوا

مَن اَتیٰ یَمشِی اَتَیتُ ہَروَلَہ
جو چل کر آیا، میں بھاگ کر آیا

جہد کُن کز جہد ہا عارِج شوی
کوشش کر کیونکہ مجاہدوں سے تو صاحبِ معراج ہوگا

ز آشیانِ آب و گِل خارِج شوی
آب و گِل کے آشیانہ سے نکل جائیگا

از چہ نورِ پاک و خوش آمد مَلَک
فرشتہ پاک نور اور بھلا کس وجہ سے ہے؟

از چہ صاف و روشن آمد ایں فلک
یہ آسمان صاف اور روشن کس وجہ سے ہے؟

زانکہ از خاکِ مُکدّر برتر اُوست
اس لئے کہ مکدّر خاک سے وہ بالا ہے

زانکہ از نفسِ دَنی مُطہَّر اُوست
اس لئے کہ وہ کمینہ نفس سے پاک ہے

نفسِ [۳] خیرہ خاکِ تیرہ شد بہم
بے باک نفس اور مکدّر مٹی اکٹھے ہوئے

بر بَلا آمد بَلا اے خوش قدم
اے خوش قدم! مصیبت بالائے مصیبت ہوئی

جہد کُن تا خاک را صافی کُنی
کوشش کر تاکہ تو مٹی کو صاف کرے

زیں ہمہ آلودگی ہا بَر کَنی
تو ان سب آلودگیوں سے جُدا ہو جائے

نفسِ خیرہ را بدہ بس گوشمال
بے باک نفس کو بہت سزا دے

تا دَمَد از خاکِ جسمت صد نہال
تاکہ تیرے جسم کی مٹی سے سینکڑوں پودے اُگیں

جہد کُن اندک زمانہ روز چند
چند دن تھوڑے وقت مجاہدہ کرے

چند شب گریہ بکُن باقی بخند
چند راتیں رو لے، پھر باقی ہنس

زیں سبب فرمود قرنی اویس رضؓ
اسی لئے اویس قرنی رضؓ نے فرمایا

سَاعَۃٌ دُنیَا وَفِیہَا الرَّوحُ لَیسَ
دنیا کچھ وقت ہے اور اسمیں آرام نہیں ہے

کاہلی در کارِ دنیا در سپار
دنیا کے کام میں کاہلی اختیار کر

چابکی میکُن پئے روزِ شمار
حساب کے دن کے لئے چستی برت

زُہد در دنیا چہ جای فخرِ تُست
دنیا میں زہد، تیرے فخر کا کیا موقع ہے؟

مَیل سُوی جیفہ ننگ و خُرت است
مُردار کی طرف میلان، ذلّت اور گھوٹا ہے

قدرِ اُو حقّا چو پَرِّ پشّہ نیست
یقیناً اُسکی قدر مچھر کے پَر کی طرح بھی، نہیں ہے

پیشِ بحرِ آں جہاں جُز رَشّہ نیست
اُس جہان کے سمندر کے سامنے ایک چھینٹے کے سوا نہیں ہے

---

[۱] دفعۃً۔ آنحضورؐ کو معراج میں جذبِ الٰہی سے دفعۃً عروج ہوا اور مقامِ قُرب تک پہنچ گئے۔ لیکن۔ جذبِ الٰہی کا یہ عروج بندہ کے اختیار میں نہیں ہے۔ دگر ہا۔ جو سعی کرتے ہیں اُن کا بیان یَہدِی مَن یُنِیب میں ہے خدا اُس کو ہدایت کر دیتا ہے جو اُسکی طرف رجوع کرتا ہے۔ نے مثابہ۔ اجتہاد اور کوشش سے وہ مرتبہ حاصل نہیں ہوتا جو جذبِ الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔ [۲] مَن تَقرَّبَ۔ حدیثِ قدسی ہے اللہ تعالٰی نے فرمایا مَن تَقرَّبَ اِلَیَّ شِبراً تَقَرَّبتُ اِلَیہِ بَاعاً جو میرے ایک بالشت قریب ہوا میں اُس کے چار ہاتھ قریب ہوا مَن اَتیٰ اِلَیَّ یَمشِی اَتَیتُہٗ اِلَیہِ ہَروَلَۃً جو میری جانب چل کر آیا میں اُس کے پاس دوڑتا ہوا آیا۔ از چہ۔ فرشتہ اور آسمان اس لئے پاک صاف ہیں کہ وہ کدورت اور نفس سے پاک ہیں۔ [۳] نفس۔ انسان میں یہ دونوں خرابیاں ہیں اُن کے ازالہ کی ضرورت ہے۔ زُہد۔ اگر انسان دنیا سے بچاؤ اختیار کرتا ہے تو اُس کیلئے کوئی خاص فخر نہیں ہے دنیا ہے ہی ایسی چیز کہ اُس سے بچاؤ کرنا چاہیئے۔ رَشَّہ۔ چھینٹا۔

کرد[1] احسانے خداوندِ بلند
خدائے برتر نے بڑا احسان فرمایا
زُہدِ ایں ناچیز را از ما پسند
کہ اس ناچیز سے ہماری بے رغبتی پسند کرلی
زُہدِ نامرغوب چیزے بس حقیر
بہت حقیر ناپسندیدہ چیز سے بے رغبتی کو
از کرم بنوشت اُو شیئاً کثیر
کرم سے اس نے "قیمتی چیز" لکھ دیا
از عنایتہائے خاصِ ایزد ست
اللہ (تعالیٰ) کی خاص عنایتوں میں سے ہے
کو شبہ گیرد دہد گوہر بدست
کہ وہ بوتھ لے لیتا ہے اور موتی عطا کرتا ہے
عمرِ معدودِ قلیلے بے ثبات
ناپائیدار، تھوڑی، گنی چُنی عمر
طاعتے کردی و رفتی در حیات
تو نے عبادت کی اور (ابدی) زندگی میں چلا گیا
آں حیاتِ باقیِ بے انتہا
وہ لامحدود باقی رہنے والی زندگی
نے عدم گردش بگردد نے فنا
جس کے چاروں طرف نہ عدم گردش کرتا ہے نہ فنا
لَا یَحُوْمُ حَوْلَہُ الْاَعْدَامُ قط
نیستیاں اس کے گرد کبھی چکر نہیں کاٹتیں
صِرْتَ رُوْحًا بَاقِیًا حَیًّا فقط
تو بس باقی رہنے والی زندگی، روح بن گیا
عمرِ دنیا پیشِ عقبیٰ ساعت ست
آخرت کے بالمقابل دنیا کی عمر ایک گھڑی ہے
ساعتے را ناہی راحت ست
ایک گھڑی کی وجہ سے لامحدود راحت ہے

ہے کجائی فہم و عقلِ تو چہ شد
ہائیں تو کہاں ہے! تیری سمجھ اور عقل کیا ہوئی؟
پاسِ انفاسِ چو گوہر دارِ خود
اپنے موتی جیسے سانسوں کا لحاظ رکھ
ہر نفس[2] بہرِ مسیحائیت چست
ہر سانس تیری مسیحائی کے لئے تیار ہے
گر نداری پاسِ اُو از جہلِ تست
اگر تو لحاظ نہ رکھے تیری نادانی ہے
قیمتِ یک دم جہانے گر دہی
تو اگر ایک سانس کی قیمت ایک دنیا دے
نیست ممکن کز اجل یکدم رہی
ممکن نہیں ہے کہ ایک سانس کیلئے موت سے نجات پائے
اینچنیں انفاسِ خوش ضائع مکن
ایسی بہتر سانسیں ضائع نہ کر
غفلت اندر شہرِ جاں شائع مکن
جان کے شہر میں غفلت کو رائج نہ کر
بر سِہ بر خی سہ روزہ می تنی
تو تین روز کی خوشی کے گرد گھومتا ہے
چوں ستاع آخر بپاسے بر زنی
بالآخر بانجھ عورت کی طرح ایک سانس میں گر جائے گا
در زغارہ چوں زغارہ سانِ ساں
نمناک مٹی میں سبز شاخ کی طرح ٹکڑے ٹکڑے
بند بندت گردد آخر اے فلاں
بالآخر تیرا جوڑ جوڑ ہو جائے گا اے فلاں!
سامۂ عہدِ ازل را یاد کن
ازل کے عہد کے وعدہ کو یاد کرو
زخشۂ فطرت چو داری باد کن
جبکہ تو فطرت کا شعلہ رکھتا ہے ہوا دے

ہر عبادت را ز حق وقت آمدست
ہر عبادت کا اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے وقت مقرر ہے
در صلوٰۃ و صوم میقاتے[3] شدست
نماز اور روزے کا ایک وقت معین ہے
ہم زکوٰۃ و حج فرضِ وقتی ست
زکوٰۃ اور حج بھی وقتی فرض ہے
غفلت اندر وقتِ آں بدبختی ست
اس کے وقت میں غفلت بدبختی ہے
جز کہ ذکرِ آں خدائے پاک ذات
اُس خدائے پاک ذات کے ذکر کے سوا
نیستش وقتِ معین از خدات
خدا کی جانب سے تیرے لئے اس کا وقت معین نہیں ہے
نوطِ ذکرِ حق بہ نسیاں داشتند
انہوں نے اللہ (تعالیٰ) کی یاد کا بھول سے تعلق کر دیا
ذکر را دائر بہ نسیاں ساختند
ذکر کو بھول میں دائر کر دیا
گفت اُذْکُرْ رَّبَّکَ آں شاہِ جہاں
اس شاہ جہاں نے "تو اپنے آپ کو یاد کر" فرمایا
وقتِ نسیاں اِذْ نَسِیْتَ را بخواں
بھول کے وقت "جبکہ تو بھولے" پڑھ لے
ظرفِ اُذْکُرْ اِذْ نَسِیْتَ آمدست
"تو ذکر کر" کا وقت "جبکہ تو بھولے" آیا ہے
پس بہر نسیاں قرینِ کرے شدست
تو ہر بھول کا ساتھی ذکر ہے
ہر گہت نسیاں بتازد ذکر گو
جس وقت تجھ پر بھول حملہ کرے ذکر کر
تا نماند غیرِ ذکر و فکرِ ہو.
تاکہ اللہ (تعالیٰ) کے ذکر و فکر کے سوا کچھ نہ رہے

[1] کرد۔ اللہ تعالیٰ کا ہمارے زُہد کو پسند کر لینا اُس کا کرم ہے ورنہ یہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ بشتہ۔ کیچ کا دانہ۔ عمرِ دنیا۔ آخرت کی زندگی کے اعتبار سے دنیا کی زندگی ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ہے یہاں اگر انسان نیک عمل کر لیتا ہے تو آخرت میں لاانتہا آرام ملتا ہے۔ [2] ہر نفس۔ تیرا ہر سانس تجھ کو مسیحائی دے سکتا ہے۔ قیمت۔ جب تیرا وقت ختم ہوگیا تو دنیا کی دولتیں دے کر بھی ایک سانس نہیں خرید سکتا۔ بر خی۔ خوشی۔ ستاع۔ بانجھ عورت۔ سامہ۔ عہد۔ زخشہ۔ آگ کا شعلہ۔ باد کن۔ اس کو ہوا دے کر بڑھا۔ [3] میقات۔ وقت۔ نوط۔ تعلق۔ گفت۔ قرآن پاک میں ہے وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ اور یاد کر اپنے خدا کو جس وقت تو بھولا۔ قرین۔ ساتھی۔ ہو۔ خدا۔

جُز خدائے وَحدہٗ چہ بُوَد دِگر
خدائے وحدہٗ کے علاوہ دوسرا کیا ہے؟
نامِ اُو بر جان و دل شیر و شکر
اسی کا نام جان اور دل کیلئے شیر و شکر ہے
ذکر کُن مذکور تا گردد عیاں
(ایسا) ذکر کر کہ جس کا ذکر ہو مشاہد ہو جائے
نے ہمیں ذکرِ کہ باشد بر زباں
نہ وہ ذکر جو (صرف) زبان پر ہو
ذکرِ لفظی غیرِ عارض بیش نیست
لفظی ذکر ایک عارضی سے زیادہ کچھ نہیں
ذکرِ رُوحی جُز فنِ درویش نیست
رُوحی ذکر درویش کے ہنر کے سوا نہیں ہے
چونکہ بر[1] باید تُرا سُلطانِ ذِکر
جب سلطان الذکر تجھے اُٹھا لے
آں زماں گشتی سراپا کانِ ذِکر
اُس وقت تو مجسّم ذکر کی کان بن گیا
ذاکر و مذکور و ذِکر آید یکے
ذاکر اور مذکور اور ذکر ایک ہو جائے گا
غیرِ حق باقی نماند بے شکے
بے شک اللہ (تعالیٰ) کے سوا باقی نہ رہیگا
عالمے[2] دیگر بدل زائد ترا
تیرے دل میں ایک دوسرا ایسا عالم پیدا ہوگا
کیں سما و ارض شد آنجا ہَبا
کہ یہ آسمان اور زمین وہاں ذرّہ ہیں
آفتابِ دیگر از مشرق تند
مشرق سے دوسرا سورج طلوع کرے گا
ذرہ اَت اِشراقِ خورشیدے کند
اُس کا ایک ذرہ سورج کو روشن کرے گا

مِہر چوں آئینہ را گردد محیط
سورج جب آئینہ کو گھیر لیتا ہے
آئینہ خود جلوہ گر شُد زاں بسیط
اُس پھیلے ہوئے سے خود آئینہ جلوہ گر ہو جاتا ہے
بعد ازیں گفتن اِجازت کے بُوَد
اُس کے بعد کہنے کی اجازت کہاں ہے؟
نحنُ اَقرب ہر زمانم وے بُوَد
ہر وقت تیرے لئے "ہم زیادہ نزدیک ہیں" وہ ہوتا ہے
در رگ و در پوست و اندر اُستخواں
رگ میں اور کھال میں اور ہڈی میں
برق زد چندانکہ رفت از مَن نشاں
ایسی بجلی گری، کہ میرا نشان مٹ گیا
شعلۂ عشق از گریباں سر بزد
عشق کے شعلہ نے گریبان سے سر ابھارا
احمدا[3] اکنوں مجو غیر از احد
اے احمدؒ! اب احد کے غیر کو تلاش نہ کر
شُد گریباں صورتِ مقراضِ لا
گریبان "لا" کی قینچی کی صورت بن گیا
مَن کجا و ہستیِ فانی کجا
(اب) میں کہاں اور فانی ہستی کہاں؟
قارِعہ آمد زِ عشقِ ذُوالجلال
ذوالجلال کے عشق کی قیامت آ گئی
ریزہ ریزہ کرد مینائے خیال
جس نے خیال کی صراحی کو ریزہ ریزہ کر دیا
در قیامت رازِ عشق ست اے فلاں
اے فلاں! قیامت میں عشق کا راز ہے
صد قراعِ چوں کتائبُ الاَماں
لشکروں کو سَو مرتبہ کھٹکھٹانے کی طرح "الاماں"

دَر تاویل بر تصوّف سُورۃُ القارِعَۃ
تصوّف کے اعتبار سے اِس سورت کی تفسیر (القارعۃ)

مَاالْقَارِعَۃُ وَمَا اَدْرٰکَ مَا الْقَارِعَۃ
کیا ہے القارعہ اور کس چیز نے تجھے بتایا کیا ہے القارعہ

قارِعہ دانی کہ چہ بُوَد قارِعہ
تو قارعہ کو جانتا ہے قارعہ کیا ہے؟
ہست بہرِ کوبِ دلہا سارِعہ
دلوں کو کوٹنے کے لئے جلدی کرنیوالی ہے
پس چہ آگاہی بگو زاں قرعِ سخت
تو بتا تو کیا جانتا ہے سخت کوٹنے کے بارے میں؟
کو کُند دلہائے عاشق لخت لخت
جو عاشقوں کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے
قرعِ عشق آں روز باشد بر دلت
تیرے دل پر عشق کا کوٹنا اُس روز ہوگا
تا بدیں نوبت رساند منزلت
حتیٰ کہ تیرا مقام اِس نوبت پر پہنچا دیگا
پیشِ تو شاہ و امیر و ہر کبیر
تیرے سامنے شاہ اور امیر اور ہر بڑا
جملہ چوں پروانگاں باشد حقیر
سب پروانوں کی طرح حقیر ہوں گے
در نظر کس را نباشد وزنِ جو
نظر میں کسی کا جَو برابر وزن نہ ہوگا
دل نباشد با کسے ہرگز گرو
دل ہرگز کسی کا پابند نہ ہوگا
روزنِ عُجب و رِیا مسدود شُد
تکبّر اور ریاکاری کا سوراخ بند ہو گیا
تا تُرا خلق از نظر مفقود شُد
حتیٰ کہ مخلوق تیری نظر سے گم ہو گئی

[1] برآید۔ جب سلطان الذکر کا غلبہ ہوتا ہے تو انسان کو اس میں لذّت محسوس ہونے لگتی ہے اور وہ انسان کی غفلت کی حالت اور دوسری مشغولیت میں بھی جاری رہتا ہے۔ ذاکر۔ اب فنا کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ [2] عالم۔ پھر عجیب تجلّیات طاری ہوتی ہیں۔ بسیط۔ پھیلا ہوا، منتشر۔ بعد ازیں۔ جب خدا ہم سے زیادہ قریب ہے تو اب اُس سے کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ [3] احمدا یعنی عارف۔ مَن کجا یعنی اِس عشق نے مجھے فنا کر دیا۔ قارِعہ۔ کھڑکھڑا دینے والی چیز۔ مینا۔ شیشہ۔ کتائب۔ کتیبہ کی جمع ہے، لشکر۔ مسدود۔ بند۔ مفقود۔ گم۔

غیرِ حق را قدر نَبْوَد در دلت
تیرے دل میں حق کے غیر کی قدر نہ ہوگی

مُردہ گردد خواہشِ آب و گِلت
تیری آب و گِل کی خواہش مُردہ ہو جائے گی

وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ
اور ہو جائیں گے پہاڑ دُھنی ہوئی

الْمَنْفُوشِ
روئی کی طرح

کوہہای سخت چوں پنبہ شود
سخت پہاڑ روئی کی طرح ہو جائیں گے

از نظر ہمچوں سحابے میرود
نظر کے سامنے ابر کی طرح چلیں گے

عالمے گردد ہبا[۵۱] پیشِ نظر
آنکھ کے سامنے عالم ذرّات بن جائیگا

غیرِ حق را مُرتفع گردد اثر
حق کے غیر کا اثر اُٹھ جائے گا

چیست عالم آں عَرَضہا مجتمع
عالم کیا ہے؟ جمع شدہ عرَض ہیں

در یکے عینِ بسیطِ متسع
ایک وسیع چوڑے عین میں

نیست چوں اعراض را ہرگز بقا
چونکہ اعراض کے لئے ہرگز بقا نہیں ہے

ہر چہ موجود ہست اکنوں فنا
جو موجود ہے، اب فنا ہے

عالم امواجیست در بحرِ وجود
وجود کے سمندر میں عالم موجیں ہیں

لیک چوں آبیست سیّال اے وَدود
لیکن اے دوست! پانی کی طرح بہنے والا ہے

ہمچو آں جوّالہ شعلہ دائرہ
جس طرح دائرے میں گھومنے والا شعلہ

در نظر آید بسُرعت سائرہ
نظر میں تیز چلنے والا نظر آتا ہے

نیست در واقع بجُز نقطہ دگر
واقع میں سوائے ایک نقطہ کے دوسری چیز نہیں ہے

ایں فساد از حسِ تو شُد اے پسر
اے بیٹا! یہ فساد تیری حس سے ہوا

ہمچناں[۵۲] کہ قطرہائے نازلہ
جیسے کہ نیچے آنے والے قطرات

نزدِ تو شُد مستقیم و واصلہ
تیرے نزدیک سیدھا خط، اور جڑے ہوئے ہو گئے ہیں

بسکہ او جنبش بسُرعت میکند
وہ صرف تیزی سے حرکت کر رہے ہیں

حسِ تو بر فقدِ او کے می تند
تیرا حس اُس کے نہ ہونے کو کب محسوس کرتا ہے

ہست در تجدیدِ اکواں ایں جہاں
اس دنیا کی کائنات نیا ہونے میں ہے

میشود مثلش مجدّد ہر زماں
اُسی جیسا ہر لمحہ نیا آجاتا ہے

لیک حسِ ظاہرت از اشتباہ
لیکن تیری ظاہری حس اشتباہ کی وجہ سے

دائم آں یک شے بہ بیند در نگاہ
ہمیشہ نظر میں ایک چیز کو دیکھتی ہے

در نظر آید نظامِ متسق
نگاہ میں متصل نظام ہے

ہست در ہر آں ولیکن ممتحق
جو ہر آن موجود ہوتا ہے لیکن مٹنے والا ہے

نیست در یک لمحہ عالم را قرار
عالم کو ایک لمحہ کے لئے قرار نہیں ہے

ہمچو[۵۳] موجِ آب دائم در فرار
پانی کی موج کی طرح ہمیشہ روانگی میں ہے

ہر زماں از فیضِ سابق لاحقے
ہر لمحہ پہلے کے فیض کا ایک لاحق ہے

ہمچو او موجود گردد فائقے
ایک بڑھا ہوا اُس جیسا موجود ہو جاتا ہے

موجد و مُفنی ہماں یکذاتِ دوست
پیدا کرنے والی اور فنا کرنے والی دوست کی وہی ایک ذات ہے

اختفا با خود ظہورِ نورِ اوست
اُس کا مخفی ہونا خود اُس کا ظہور ہے

سُرعتِ کون و فساد ایں سحر کرد
بننے اور بگڑنے کی تیزی نے یہ جادو کیا ہے

شُد ز حسِ مشترک تمیز فرد
حسِ مشترک سے تمیز جدا ہو گئی ہے

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهٗ
ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے مگر اُسکی ذات

ایں زماں ہست آشکارا اے عمو
اے بچا! اِسی وقت ظاہر ہے

لیک فیضِ حق مدد آرد ز جود
لیکن سخاوت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فیض مدد

ہر دمش بخشد ز سر نو نو وجود
اُسکو ہر دم از سرِ نو نیا وجود عطا کر دیتا ہے

ہر دمت اے جاں فنا و زندگیست
اے جان! تیری ہر وقت فنا اور زندگی ہے

غیرِ وجہ اللہ کرا پایندگیست
اللہ کی ذات کے سوا کس کے لئے بقا ہے؟

---

۵۱ ہبا۔ وہ ذرّے جو فضا میں اُڑتے رہتے ہیں۔ عرضہا مجتمع۔ صوفیا کے نزدیک تمام عالم اعراض کا مجموعہ ہے جو ایک عین قائم بالذّات سے قائم ہے اور وہی پھیلا ہوا عین تمام عوالم کا حامل ہے۔ ہمچو آں۔ عالم میں تجددِ اَمثال ہو رہا ہے ایک عرَض دوسرے عرَض کی جگہ لے رہا ہے لیکن تمہاری نگاہ میں وہ قائم نظر آتا ہے اِس کی مثال یہ ہے کہ آگ کے انگارے کو اگر تیزی سے گھماؤ تو پورا دائرہ ایک قائم چیز نظر آتا ہے حالانکہ اُس میں صرف ایک انگارہ ہے جو جگہ بدل رہا ہے یہ صرف تمہاری نظر کا فریب ہے ورنہ دائرہ نہیں ہے صرف ایک انگارہ ہے۔ ۵۲ ہمچناں۔ اِسی طرح ایک قطرہ جو تیزی سے گرتا ہے وہ تمہیں پانی کی لڑی نظر آتا ہے حالانکہ وہ صرف ایک قطرہ ہے۔ تجدید۔ اِسی طرح ہر عرَض کی جگہ دوسرا عرَض اُسی طرح کا آرہا ہے لیکن تم سمجھتے ہو کہ وہ پہلا عرض تمام ہے۔ متسق۔ مسلسل۔ ممتحق۔ مِٹا ہوا۔ ۵۳ ہمچو موج۔ دریا کا پانی ہر لمحہ بدل رہا ہے لیکن تمہیں ایک قائم سطح نظر آرہی ہے۔ اختفا۔ مخفی ہونے اور ظاہر ہونے میں اتحاد سرعت سے ہم کو دونوں ایک جیسی چیز نظر آرہے ہیں۔ کل شئ۔ عالم میں جو اعراض ہیں اُن کی فنا دیکھو ذات کا وجود اسی وقت دیکھ لو۔

قارعۂ[1] اینساں چو بر جانت زند
کھڑکھڑانے والی (قیامت) اس طور پر جب تیری جان پر پڑے گی

ضربتِ آں تیشہ ہستت را کند
اُس تیشہ کی ضرب تیری ہستی کو اکھاڑ دیتی ہے

مستمر بینی عدم اعیان را
تو ہمیشہ موجودات کا عدم دیکھے گا

نیست موجودے بجز ذاتِ خدا
خدا کی ذات کے علاوہ کوئی موجود نہیں ہے

کوہہا گردد ترا مر السحاب
پہاڑ تیرے لئے ابر کا چلنا ہو جائے گا

مرتفع شد چونکہ از چشمت حجاب
جبکہ تیری نظر سے پردہ ہٹ گیا

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ فَھُوَ
لیکن وہ شخص جس کی ترازوئیں بھاری ہوئیں

فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ اِلٰی آخرہ
پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہے الخ

ہر کرا[1] در ضربتِ عشق و قراع
عشق اور کھڑکھڑانے کی ضرب میں

کِفۂ میزانِ عقلش شد مراع
جس کی عقل کی ترازو کا پلڑا رعایت کیا گیا ہو گیا

کِفۂ میزانِ عقلش شد گراں
اس کی عقل کی ترازو کا پلڑا بھاری ہو گیا

از نہیبِ عشق نامد در زیاں
عشق کی دہشت سے وہ نقصان میں نہ پڑا

گرچہ[2] کُنْتُ سَمْعَہٗ بِیْ یَسْمَعُ اوست
اگرچہ میں اس کا کان بنتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے وہ ہر

خود کہ بِیْ یُبْصِرُ وَ بِیْ یَبْطِشُ زد وست
وہ خود دست کیجانب سے میرے ذریعہ دیکھتا ہے اور میرے

لیک در شورِ فنا از جاں نشد
لیکن فنا کے شور میں وہ جگہ سے نہ ہٹا

در مقامِ جمع شطح افزا نشد
وہ جمع کے مقام میں خوف شریعت با شطح ہا نیز لانہ بنا

حدِّ خود را داشت ملحوظ نظر
اُس نے اپنی حد کو ملحوظ نظر رکھا

آنچہ می بیند نگفت او از حذر
جو کچھ وہ دیکھتا ہے احتیاط کی وجہ سے اُسنے وہ نہ کہا

اوست در عیشِ پسندیدہ مدام
وہ ہمیشہ پسندیدہ زندگی میں ہے

در مقامِ خلت[3] از کاسُ الکرام
"خلت" کے مقام پر سخیوں کے پیالہ سے

وانکہ شد میزانِ عقلِ او سبک
اور وہ شخص جس کی عقل کی ترازو ہلکی پڑی

رفت در جام از حدآں ظرف تنک
وہ کم ظرف (ایک) جام میں حد سے گزر گیا

شورشے و وحشتے آغاز کرد
شورش اور وحشت شروع کر دی

خویش را با قرصِ خور انباز کرد
اُس نے اپنے آپ کو ٹکیہ کیساتھ شریک کر لیا

گشت در آئینہ تاباں آفتاب
سورج آئینہ میں روشن ہوا

محو شد آئینہ رخشاں آفتاب
آئینہ محو ہو گیا، سورج روشن ہے

خود گمان آفتابے او نمود
اُس نے سورج ہونے کا گمان ظاہر کیا

لیک در واقع بجز عکس او نبود
لیکن واقع میں اُس کے عکس کے سوا کچھ نہ تھا

گشت منصور و سرے بر باد داد
وہ منصور بن گیا اور سر برباد کیا

وز شرارِ عشق آتشہا فتاد
عشق کی چنگاریوں سے آگیں نکلیں

برق از جان و دلش سر بر زند
اُس کی جان و دل سے بجلی نکلتی ہے

شعلۂ شوقش چو خاکستر کند
اُس کو شوق کا شعلہ راکھ کی طرح کر دیتا ہے

شعلۂ غیرت بدل گرم او فتاد
غیرت کا شعلہ دل میں لگا

آتشِ عشق افسرِ سوزش بداد
عشق کی آگ نے سوزش کا تاج پہنا دیا

تیز تر شد برقِ عشقِ بے نشاں
بے نشان عشق کی بجلی زیادہ تیز ہو گئی

سوختہ چوں یافت سوزد بیگماں
جب اُس نے ایندھن پایا وہ یقیناً جل جائیگا

پس شود جای دلش در ہاویہ
اُس کے دل کی جگہ ہاویہ ہو گئی

ہیچ میدانی چہ باشد ہاویہ
تو کچھ جانتا ہے وہ کیا ہوتی ہے "وہ کیا ہے"

آتشِ سوزندہ نقشِ غیر را
غیر کے نقش کو جلا دینے والی آگ

کہ بسوزد پرِ طیر و سیر را
جو اڑنے اور سیر کرنے والے پر کو جلا دیتی ہے

از لہیبِ آتشِ ہجراں بسوخت
وہ ہجر کی آگ کی لپٹ سے جل گیا

ہر کہ زاں شمسِ مشعشع دیدہ دوخت
جس نے اُس شعاع دار سورج پر آنکھ جمائی

---

[1] قارعہ۔ جب جسموں پر قیامت بپا ہوگی تو تجھے نظر آجائیگا کہ کائنات کا وجود بجز ذاتِ واحد کے کچھ نہ تھا۔ ہر کرا۔ جب عشق کے غلبہ میں فنا کا درجہ آتا ہے اگر اس وقت عقل سالم رہی اور انا الحق نہ کہہ بیٹھا تو اس کو عشق سے کوئی ظاہری نقصان بھی نہیں پہنچتا ہے۔ [2] گرچہ حدیث قدسی ہے کہ میں انسان کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے میں اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے میں اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے انسان اس مقام کی شورش سے بچ گیا اور شطحیات پر نہ اتر آیا اور شریعت کا پاس و لحاظ رکھا تو وہ بچ جاتا ہے۔ شطح۔ وہ قول جو صوفیاء سے خلاف شریعت جذب اور فنا کی حالت میں صادر ہو جاتا ہے جیسے اَنَا الْحَقُّ، مَا فِیْ جُبَّتِیْ غَیْرُ اللہِ۔ خویش را یعنی اپنے آپ کو خدا کے ساتھ شریک کرنے لگے۔ [3] خلت۔ دوستی کا ایک مقام ہے جس سے خلیل بنا ہے اور آنحضورؐ نے فرمایا ہے میرا خلیل سوائے خدا کے کوئی نہیں ہے۔ منصور۔ منصور حلاج نے انا الحق کہہ دیا۔ افسر۔ تاج۔ کہ بسوزد۔ ایسے شخص کا عشق کی گرمی سے پر پرواز جل جاتا ہے اور وہ سیر فی اللہ سے رُک جاتا ہے۔

اے ایاز از حدِ خود بشناختی
اے ایاز! (اگر) تو اپنا مرتبہ پہچان جاتا
جانؔ بجانِ شاہِ بیحد ساختی
جان کو لامحدود شاہ کی جان سے وابستہ کرتا

باز رجوع نمودن بتفصیل و تاویلِ قصۂ شہزادگاں و تطبیق نمودنِ او بر منازلِ عرفان

شہزادوں کے قصہ کی تاویل اور تفصیل کی جانب رجوع کرنا اور اُس کی عرفان کے مراتب کے ساتھ مطابقت کرنا

یادم آمد قصۂ شہزادگاں
مجھے شہزادوں کا قصہ یاد آگیا
باز گردانم بسوی آں عناں
اُس کی جانب پھر باگ موڑتا ہوں
اعتبارے گیر ازیں قصہ تمام
اِس قصہ سے پوری عبرت حاصل کرلے
تا بری زیں داستاں حصہ تمام
تاکہ تو اِس داستان سے پورا حصہ حاصل کرلے
مرد را باید کہ کارِ خود کند
انسان کو چاہیئے کہ اپنا کام کرے
نے بر افسون و فسانہ بر تند
نہ کہ افسوں اور افسانہ پر انحصار کرے
عمرہا کردی در افسانہ تمام
تو نے عمر افسانہ میں ختم کردی
صبح نزدیک ست برخیز از منام
صبح قریب ہے نیند سے بیدار ہوجا
صبحِ پیری آمد و وقتِ رحیل
بڑھاپے کی صبح آگئی اور کوچ کا وقت ہے
در اساطیر و سمر کم شو دخیل
کہانیوں اور قصہ میں دخل نہ دے

آں بکن کہ زادِ راہے با شدت
وہ کر جو تیرے راستہ کا توشہ ہو
در لحد روشن چو ماہے با شدت
جو چاند کی طرح تیرے لئے قبر میں روشن ہو
شام شد آمد غروبِ آفتاب
شام ہوگئی آفتاب کے غروب کا وقت ہوگیا
وقت بیگہ شد بخانہ رو شتاب
دیر ہوگئی، جلد گھر جا
نان و حلوا خوردۂ تو مدتے
تو نے ایک مدت تک روٹی اور حلوا کھایا ہے
ہیچ زاں دیدی بباطن عدتے
اس سے باطن میں تو نے کوئی ذخیرہ دیکھا؟
نفس را پروردی و گاوے شدی
تو نے نفس کو پالا اور بیل بن گیا
کے بمنزلگاہِ خود شاوے زدی
تو نے کب اپنی منزل کی جانب قدم اٹھایا؟
چوں ستاکے تازہ سر افراختی
تو نے نئی شاخ کی طرح سر ابھارا
خود ستاوندے معلّے ساختی
اپنے آپ کو اونچا بنگلہ بنایا ہے
سنگ را سنبیدی از ناخن بزور
تو نے طاقت کے ناخن کے ذریعہ پتھر میں سوراخ کردیا
شیر را رنجاندی از قوت چو گور
تو نے قوت کی وجہ سے شیر کو گورخر کی طرح ستایا
آخر انفاست سکنجیدن کند[1]
بالآخر تیرے سانس گھٹنے لگیں گے
چوں چغک در مرگ چغزیدن کند
چڑیا کی طرح مرتے وقت ڈریں گے
پس بکن امروز بہر مرگ ساز
پس تو آج موت کے لئے تیاری کرلے
در گذر سوی حقیقت از مجاز
مجاز سے حق کی جانب چلا جا

نان و حلوا خوردی و لمتر شدی
تو نے روٹی اور حلوا کھایا تو موٹا ہوگیا
در وحلہای گنہ چوں خر شدی
گناہ کی کیچڑوں میں گدھے کی طرح رہ گیا
نعمتِ الوانِ دیگر خوردہ گیر
فرض کرلے تو نے قسم قسم کی نعمتیں کھائیں
خویشتن را آخر اے جاں مردہ گیر
اے جان! بالآخر اپنے آپ کو مردہ فرض کرلے
چرب و شیریں خوردہ گیر اے تیر زفت
اے موٹے شیر! فرض کرلے تو نے چکنی اور میٹھی غذائیں کھالیں
در دو روزہ تب ہمہ آں در رفت
دو دن کے بخار میں وہ سب طاقت ختم ہوگئی
آں بخور کاں نورِ دل افزایدت
وہ کھا جو تیرے دل کا نور بڑھائے
غرفہ سوی آں جہاں بکشایدت
اُس جہان کی جانب تیری کھڑکی کھول دے
رفت عمرِ بے بہا در کاہلی
تیری قیمتی عمر سستی میں ختم ہوئی
چند روزے ماندہ است و غافلی
چند دن رہے ہیں اور تو غافل ہے
رفت رفت اکنوں بیا ہم سوی دوست
جو گذرا سو گذرا اب بھی دوست کی جانب آجا
تیز تر نہ گام اندر کوی دوست
دوست کے کوچہ میں تیز قدم اٹھا
آنچہ باقی ماندہ از دستت مدہ
جو کچھ باقی ہے اُس کو ہاتھ سے نہ دے
باز سر کن سر بہ پائے یار نہ
سر کے بل چل، سر کو یار کے پاؤں پر رکھ دے
آنکہ گر صد سال عصیانش کنی
اے وہ کہ اگر تو سو سال اُس کی نافرمانی کرے
باز در باز ست چوں حلقہ زنی
پھر بھی دروازہ کھلا ہوا ہے اگر تو کنڈی کھٹکھٹائے

۱ؔ جاں بجانِ شاہ۔ وصلِ تام حاصل ہونا۔ منام۔ نیند۔ رحیل۔ کوچ۔ اساطیر۔ بے اصل کہانیاں۔ عدّہ۔ ذخیرہ۔ شاوَہ۔ قدم۔ ستاک۔ شاخ۔ ستاوند۔ وہ مکان جس کی چھت ایک ستون پر قائم ہو جیسے بنگلہ۔ ۲ؔ سکنجیدن۔ سانس کا رکنا۔ چغک۔ سرخاب، چڑیا۔ چغزیدن۔ ترسیدن۔ لمتر۔ موٹا، ناکارہ آدمی۔

زیں چنیں یارے نکو ببریدۂ
تو ایسے بھلے دوست سے کٹ گیا ہے

خاک بر فرقت[1] کہ بد فہمیدۂ
تیرے سر پر خاک، تو غلط سمجھا ہے

کارِ حق بر طاقِ نسیاں داشتی
تونے اللہ (تعالیٰ) کا معاملہ تو طاقِ نسیاں میں رکھ دیا

در ہوا چندیں علم افراشتی
تونے نفس کی خواہش میں اتنے جھنڈے بلند کئے

پنبۂ غفلت بدر از گوش کن
غفلت کی روئی، کان سے نکال

پندم ایجاں بشنو اندکے ہوش کن
اے جان! میری نصیحت سن لے تھوڑا سا ہوش کر

چیست روح آں طائرِ قدسی صفت
روح کیا ہے؟ وہ قدسی صفت پرند ہے

در قفس محبوس بہرِ معرفت
معرفت کے لئے پنجرے میں بند ہے

چیست روح آں طائرِ قدسی نژاد
روح کیا ہے؟ وہ قدسی نسل پرند ہے

بہرِ کسبے اندریں زنداں فتاد
کمائی کے لئے اس قید خانہ میں پڑا ہے

بہرِ تعلیم ست طوطی در قفس
طوطی پنجرے میں سکھانے کے لئے ہے

تا بیاموزد صفیر از خوش نفس
تاکہ وہ خوش آواز سے سیٹی (بجانا) سیکھ لے

آمدہ بہرِ تجارت از عدم
تجارت کے لئے عدم سے آئی ہے

رو بداں سو باشد او را دمبدم
اس کا رخ ہر وقت اس جانب ہے

نفسِ تو ہمچوں پدر در تربیت
تیرا نفس تربیت میں باپ جیسا ہے

میکند منع از حصارِ مدہشت
تجھے دہشت ناک قلعہ سے روکتا ہے

نفسِ امارہ بعصیاں راندت
نفسِ امارہ تجھے گناہ کی طرف چلاتا ہے

سوئے فسق و کفر و طغیاں خواندت
تجھے فسق اور کفر اور سرکشی کی جانب بلاتا ہے

منع آرد زاں حصارِ پر صور[2]
اس تصویروں بھرے قلعہ سے منع کرتا ہے

کاں رباید ہوشِ دنیا سر بسر
کہ وہ دنیاوی عقل بالکل اڑا دیتا ہے

حصنِ دینِ احمدی با برج و بار
برج اور بزرگی والا احمدی دین کا قلعہ

می رباید ہوشِ دنیا ز اعتبار
عبرت کی وجہ سے دنیاوی ہوش اڑا دیتا ہے

اندراں تصویرِ شاہ و دختِ اوست
اس میں شاہ اور اس کی دختر کی تصویر ہے

ذکرِ حور و جنت و عشقِ نکوست
حور اور جنت اور اچھے عشق کا ذکر ہے

چونکہ زوجنا بحورٍ عین گفت
چونکہ ہم نے بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے شادی

گوہرِ دل را بتارِ طمع سفت
دل کے موتی کو لالچ کے تار سے گوندھ دیا

چونکہ انسانست مجبول از ازل
چونکہ انسان ازل سے پیدا کیا ہوا ہے

سوئے جلبِ نفع و دفعِ ہر خلل
نفع کمانے اور ہر نقصان کو دفع کرنے کی جانب

زیں سبب در حصنِ شرعِ خوش نظر
اسی لئے شریعت کے قلعہ میں

کردہ انداز رغبت و رہبت صور
رغبت اور خوف دلانے کی تصویریں بنادی ہیں

گہ ز راہِ طمع بر راہ آورند
کبھی لالچ کے طریقہ سے راستہ پر لگاتے ہیں

گاہ خوفِ قعرِ دوزخ میدہند
کبھی دوزخ کی گہرائی کا خوف دلاتے ہیں

تازیانہ نفسہائے سرکشاں
سرکش نفوس کو کوڑا

جبر و کرہاً می برد سوئے شہاں
جبراً اور قہراً شاہوں کی طرف لے جاتا ہے

تاکہ طوعاً یا کہ کرہاً ایں نفوس
تاکہ یہ نفس خوشی سے یا جبراً

سوئے شاہ و دخترش گردد انوس
شاہ اور اس کی لڑکی کی جانب مانوس ہو جائیں

لیک چوں شہزادگاں یعنی بشر
لیکن شہزادوں کی طرح یعنی انسان

بر سہ قسم اند از سلوک اے دیدہ ور
اے دیدہ ور! سلوک میں تین قسم کے ہیں

ظالمٌ منہم لنفسہٖ مقتصدٌ[3]
انہیں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اور میانہ رو ہر

سابقٌ بالخیر بعضے شد زجد
بعض کوشش سے بھلائی کی جانب سبقت کرنے والا تھا

اولیں شہزادہ کشت او نفسِ خود
پہلا شہزادہ اس نے اپنی جان کو ہلاک کیا

از گروہ ظالمانِ نفس شد
وہ نفس پر ظلم کرنے والوں کے گروہ میں سے ہو گیا

---

[1] فرق۔ سر کی مانگ۔ بدر کردن: نکالنا۔ صفیر۔ پرند کی سیٹی۔ نفس۔ نفس کی مثال اس بادشاہ کی طرح ہے جس نے تینوں شہزادوں کو تصویروں بھرے قلعہ میں داخل ہونے سے منع کیا تھا نفس ہی انسان کو شریعت کے پُر نقش و نگار قلعہ میں داخل ہونے سے روکتا ہے۔ [2] حصارِ پر صور۔ تصویروں بھرا قلعہ۔ بار۔ بزرگ، باریابی۔ گفت۔ قرآن میں اہلِ جنت کے لئے فرمایا گیا ہے زَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ ہم نے ان کا نکاح بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے کر دیا۔ مجبول۔ مخلوق۔ جلب۔ کھینچنا۔ رہبت۔ ڈرانا۔ انوس۔ مانوس۔ [3] ظالم۔ انسانوں کی مثال ان تین شہزادوں کی سی ہے بعض لوگ تو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں یہ لوگ پہلے شہزادے کی طرح ہیں بعض لوگ میانہ روی اختیار کرتے ہیں وہ دوسرے شہزادے کی طرح ہیں بعض لوگ بھلائیوں کی جانب دوڑ کر چلتے ہیں وہ تیسرے شہزادے کی طرح ہیں۔

درطپش آں دُرِّ جانش از کف فتاد
اُس کی جان کا موتی طپش میں ہاتھ سے گر گیا
داد کسب و معرفت ہرگز نداد
اُس نے کسب اور معرفت کی کوئی داد نہ دی
لیک لُطفِ شاہ دستش را گرفت
لیکن شاہ کی مہربانی نے اُس کی دستگیری کی
شد ز منظوران درگاہ ایں شگفت
وہ مقبولانِ بارگاہ میں سے ہو گیا، یہ تعجب ہے،
ہر کہ بہرش جاں دہد جانش دہند
جو اُسکے لئے جان دیدیتا ہے وہ اُسکو جان دیدیتے ہیں
وانکہ یاقوتے دہد کانش دہند
اور جو ایک یاقوت دیتا ہے اُسکو کان دیتے ہیں
سوخت از یک شعلہ چوں پروانگاں
وہ پروانوں کی طرح ایک شعلہ سے جل گیا
در چہے افتاد چوں دیوانگاں
دیوانوں کی طرح ایک کنویں میں گر گیا
مرد باید در نبردِ شیرِ عشق
عشق کے شیر کی جنگ میں بہادر درکار ہے
تا بقدرِ وُسع گردد سیرِ عشق
تاکہ وسعت کی بقدر عشق سے سیراب ہو
گر بمُردن یار در دست آمدے
اگر مرنے سے دوست ہاتھ آجایا کرتا
پس رہِ حق سخت آساں تر بُدے
تو خدا کا راستہ بہت آسان ہوتا
ہست اینجا ہر نفس مرگے دگر
یہاں ہر دم ایک دوسری موت ہے
کز مرارتش موت دارد صد خطر
جس کی تلخی سے موت سو خطرے محسوس کرتی ہے

واں دُوُم[۲] تحصیل کرد و اجتہاد
اور اُس دوسرے نے تحصیل اور کوشش کی
لیک در عُجبے فتاد و در فساد
لیکن تکبر میں اور فساد میں پڑ گیا
خویش را با آفتاب انباز کرد
اپنے آپ کو سورج کا شریک بنایا
دعویِ قولِ انا الحق ساز کرد
"انا الحق" کے قول کا دعوی شروع کر دیا۔
در رہِ او ہم توقف بیش شد
اُس کی راہ میں بھی توقف زیادہ ہوا
منزلِ دار آں سرش را پیش شد
سولی کی منزل اُس کے سر کے سامنے آئی
ماند در راہ از کمالِ احمدی
کمالِ احمدیؐ سے راستہ میں رہ گیا
جُرعہ نوشید از جمالِ احمدی
اُس نے احمدیؐ جمال کا ایک گھونٹ پیا
لُطفِ شہ او را بجاں مقبول کرد
شاہ کی مہربانی نے اُسکو دل و جان سے مقبول بنایا
با وصالِ خویشتن مشغول کرد
اپنے وصال میں مشغول کر دیا
نے ز استعداد و استحقاق بُود
استعداد اور استحقاق کی وجہ سے نہ ہوا
ایں ہمہ لُطفِ شہِ خلاق بُود
یہ سب کچھ پیدا کرنے والے شاہ کی مہربانی تھی
واں سُوُم شہزادہ بُود از سابقاں
اور وہ تیسرا شہزادہ سبقت لیجانے والوں میں تھا
گشت از ہر دو برادر سابق آں
وہ دونوں بھائیوں سے آگے بڑھ گیا

از طریقِ معرفت آگاہ شُد
معرفت کے راستہ سے باخبر ہو گیا
با حقیقتہای شہ ہمراہ شُد
شاہ کی حقیقتوں کا ہمراہ بن گیا
کرد جہد و کسبِ عرفانی نمُود
اُس نے مجاہدہ اور کسب کیا، عرفان ظاہر ہوا
قربِ آں شہ دمبدم بر می فزود
دمبدم اُس شاہ کا قرب بڑھ رہا تھا
چوں[۳] ز ترغیب اہلِ ایماں میروند
چونکہ اہلِ ایمان رغبت دلانے سے چلتے ہیں
سُوئے شاہ از عشقِ دختر میدوند
شاہ کی جانب لڑکی کے عشق سے دوڑتے ہیں
چوں نظر بر شہ فتاد از خود شدند
جب اُن کی نظر شاہ پر پڑی از خود رفتہ ہو گئے
عشقِ دختر مستتر بر شہ زدند
پوشیدہ لڑکی کا عشق، شاہ سے وابستہ کر دیا
چونکہ استعدادِ کامل دید شاہ
شاہ نے چونکہ مکمل استعداد دیکھی
در نکاحش داد دختر زانتباہ
آگاہی کی وجہ سے لڑکی اُس کے نکاح میں دیدی
واں دو را ہم شُد ز دختر گو نصیب
اگرچہ اُن دونوں کو بھی لڑکی سے حصہ ملا
لیک کو آں رُتبہ و قربِ عجیب
لیکن وہ رُتبہ اور عجیب قرب کہاں؟
ناقصے را شاہ بر مسند نشاند
ناقص کو بھی شاہ نے مسند پر بٹھایا
خویش خواند و بر سرش زر ہا فشاند
اپنا کہا اور اُس کے سر پر زر افشانی کر دی

۱؎ درطپش۔ پہلے شہزادے نے عشق کی طپش کی وجہ سے موتی جیسی رُوح کھو دی لیکن شاہ نے اپنے کرم سے اُسکو نواز دیا۔ گر بمُردن۔ محض مرنے سے وصل حاصل نہیں ہوتا ؎ عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال — صد سال می تواں بہ تمنا گریستن
اینجا۔ راہِ عشق میں تو بار بار مرنا پڑتا ہے جب کہیں وصل حاصل ہوتا ہے۔ ۲؎ واں دُوم۔ دوسرے شہزادے نے وصل کے لئے کوشش کی لیکن تکبر اور غرور میں مبتلا ہو گیا اور اپنے آپ کو شیخ کا ثانی سمجھنے لگا۔ دار۔ سولی۔ جرعہ۔ گھونٹ۔ لُطفِ شہ۔ بادشاہ کے کرم نے اُس کو مقبول بنا لیا حالانکہ اُس کو استحقاق نہ تھا۔ سُوُم۔ تیسرا شہزادہ سابقین میں سے بن گیا۔ ۳؎ چوں ز ترغیب۔ ابتدا مومن جنت کے شوق میں کوشش کرتا ہے لیکن مشاہدہ کے بعد پھر صرف ذاتِ خداوندی کا شوق رہ جاتا ہے اور حق تعالیٰ استعداد دیکھ کر جنت خود عطا کر دیتا ہے۔

ہست از نقصانِ خود اُو منفعل[1]
وہ خود اپنی کمی سے شرمندہ ہے
بر سریرِ سلطنت محزون خجل
وہ سلطنت کے تخت پر غمگین، شرمندہ ہے
در دلش از زلّتِ خود خارہا
اُس کے دل میں اپنی لغزش سے کانٹے ہیں
می کشد زاں منقصت آزارہا
اُس کمی سے تکلیفیں برداشت کر رہا ہے
زیں سبب فرمود آں خیر البشر
اسی لئے خیر البشر نے فرمایا
نیست غم در جنّت از غفلت مگر
جنّت میں کوئی غم نہیں ہے، مگر غفلت سے
عاصیاں را گر بجنّت رہ دہند
اگر گنہگاروں کو جنت میں راستہ دیتے ہیں
چترِ سلطانی و قصرِ شہ دہند
شاہی چتر اور شاہی محل دیتے ہیں
ہمچو طاؤس اُو ز پای زشتِ خویش
وہ اپنے بھدے پاؤں سے مور کی طرح
منفعل دارد سر افگندہ بہ پیش
شرمندہ ہے، سامنے کو سر لٹکائے ہوئے ہے
زنگی را ز آئینہ خانہ چہ سود
حبشی کو شیش محل سے کیا فائدہ؟
ہر طرف آئینہ ہست اُو را حسود
اُس کے لئے ہر جانب حاسد آئینہ ہے
صورتِ زشتش در آئینہ بلاست
اُس کی بھدی صورت آئینہ میں مصیبت ہے
دیدنِ خود بر سرِ اُو آرہاست
اُس کا خود دیکھنا اُس کے سر پر آرے ہیں
ایں سخن پایاں ندارد اے عمو
اے چچا! اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے
حالِ آں سلطاں کہ شد لاحق بگو
اُس بادشاہ کا قصہ بتا جو آ ملا

رجوع آوردن بحکایتِ آں بادشاہ کہ در اثنای راہ ترکِ سلطنت کردہ ملحق بایں سہ[3] گردیدہ بود

اُس بادشاہ کی حکایت کی جانب رجوع جو سلطنت چھوڑ کر درمیان راستہ میں، اُن تینوں سے آ ملا تھا

اے ضیاء الحق حسام الدین حسن
اے ضیاء الحق حسام الدین حسن!
باز گو حالِ شہِ چارم بمن
مجھ سے چوتھے بادشاہ کا حال کہیئے
چونکہ شد اُو تارکِ آں سلطنت
جبکہ وہ اُس سلطنت کو چھوڑ نے والا بن گیا
ماند با شہزادگاں در مسکنت
وہ شہزادوں کے ساتھ مسکنت میں رہا
مُلک را بگذاشت شد ایشاں را رفیق
اُس نے سلطنت کو چھوڑا اُن کا ساتھی بن گیا
ہمرہی میکرد در قطعِ طریق[2]
راستہ طے کرنے میں ہمراہی کر رہا تھا
خدمتے میکرد سر گرمِ وفاق
موافقت میں سرگرم رہ کر خدمت کرتا رہا
با دلِ خالص منزّہ از نفاق
نفاق سے پاک، خالص دل سے
پرتوے از عشقِ شاں اُو را ربود
اُن کے عشق کے پرتو نے اُس کو اُچک لیا
در سفر با ہر سہ ہمراہی نمود
سفر میں اُن تینوں کی ہمراہی دکھائی
عشق را زینساں بسے تاثیرہاست
عشق کی اس طرح کی بہت سی تاثیریں ہیں
مر دلِ آزادہ را زنجیرہاست
آزاد دل کے لئے زنجیریں ہیں

صحبتِ عاشق ترا عاشق کند
عاشق کی صحبت تجھے عاشق بنا دیتی ہے
صحبتِ فاسق ترا فاسق کند
فاسق کی صحبت تجھے فاسق بنا دیتی ہے
ہر کسے از دیگرے خوی برد
ہر شخص دوسرے سے اخلاق حاصل کرتا ہے
خربزہ از خربزہ بوی برد
خربوزہ خربوزے سے خوشبو حاصل کرتا ہے
منکر از تاثیرِ صحبت جاہل ست
صحبت کی تاثیر کا منکر نادان ہے
ہر کہ از صحبت رمد بس غافل ست
جو صحبت سے بھاگے وہ بہت غافل ہے
رنگ گیرد خربزہ زانِ دگر
خربوزہ دوسرے خربوزے سے رنگ پکڑتا ہے
صحبتِ انساں نہ بخشد چوں اثر
انسان کی صحبت اثر کیوں نہ پیدا کرے گی؟
ہمرہِ اصحابِ کہف آں کلب شد
وہ کتا اصحابِ کہف کا ہمراہی بنا
تا سگی از وے بکلّی سلب شد
حتیٰ کہ اُس سے کتا پن بالکل جدا ہو گیا
باش مردانِ خدا را خاکِ پا
مردانِ خدا کے پاؤں کی خاک بن جا
تا رسد از مہرِ اُو نورے ترا
تاکہ تجھے اُس کے چاند سے نور حاصل ہو
زیں سبب فرمود احمدِ مجتبیٰ
اسی لئے احمدِ مجتبیٰ نے فرمایا
لَا تُصَاحِبْ اَنْتَ اِلَّا مُؤْمِنًا
تو بجز مومن کے مصاحبت اختیار نہ کر
مشک گرداند معطر طبلہ را
مشک ڈبیہ کو معطر کر دیتا ہے
پشک بخشد منتہا زبلہ را
مینگنی کوڑی کو بدبو بخشتی ہے

---

[1] منفعل۔ متاثر۔ محزوں غمگین۔ زلّت۔ لغزش۔ طاؤس۔ مور اپنے پاؤں دیکھ کر غمگین ہوتا ہے۔ [2] قطعِ طریق۔ راستہ طے کرنا۔ خربزہ مشہور ہے خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ بدلتا ہے۔ طبلہ۔ ڈبیہ۔ منتہی۔ مراد ۔ زبلہ۔ کوڑی۔

چونکہ روغن کرد خود را صرفِ گُل
جب تیل نے اپنے آپ کو پھول میں صَرف کر دیا
گشت در طیب سوائے ظرفِ گُل[1]
وہ خوشبوؤں میں پھول کا ظرف بن گیا
چلچلہ از صحبتِ خود بیضہ را
انجن ہاری اپنی صُحبت سے انڈے کو
می کند مانندِ خود بے امترا
بیشک اپنی طرح (انجن ہاری) بنالیتی ہے
بود آں شہ ہمرہِ شہزادگاں
وہ شاہ، شہزادوں کے ساتھ تھا
تا دو دادر زیں سہ تن دادند جاں
جب اِن تینوں میں سے دو بھائیوں نے جان دیدی
گشتہ با شہزادۂ سوم رفیق
وہ تیسرے شہزادے کا ساتھی بن گیا
ہر نفس حاضر بہ پیشش چوں عشیق[2]
ہر دم اُس کے سامنے عاشق کی طرح حاضر تھا
واں سوم چوں گشت صہرِ شاہِ چیں
وہ تیسرا جب شاہِ چین کا داماد بن گیا
در خواصش بود ایں مردِ گزیں
یہ برگزیدہ مرد اُس کے خواص میں سے تھا
شاہِ چیں چوں دید ملتہاش بیش
شاہِ چین نے جب اُس کی بہت محبتیں دیکھیں
اختصاصِ خاص با محبوبِ خویش
اپنے محبوب کے ساتھ خاص خصوصیت
یافت چوں یک جاں دو قالب ہر دوا
اُس نے جب دونوں کو ایک جاں دو قالب پایا
میل شد شہ را بسویش از ولا
شاہ کا دوستی سے اُس کی طرف میلان ہو گیا

گفت با شہزادہ از روئی کرم
اُس نے از روئے کرم شہزادے سے کہا
کیں رفیق تست پوپِ ہر خدم
کہ یہ تیرا ساتھی ہر خادم کی کلغی ہے
غیر خدمت نہ تتر بوئیش نہ لاغ
خدمت کے علاوہ اُس کا مزاح ہے نہ دل لگی
در خیالت دارد از عالم فراغ
تیرے خیال میں جہان سے فارغ ہے
اینچنیں کس را نوازش لازم ست
ایسے شخص کو نوازنا ضروری ہے
کو ہوائے نفسِ خود را عادم ست
جو اپنے نفس کی خواہش کو معدوم کر دینے والا ہے
در ہوای تو ہوای خویش باخت
تیری مرضی میں اپنے مرضی کو ہار دیا
اینچنیں کس را بسے باید نواخت
ایسے شخص کو بہت نوازنا چاہیئے
کرد شہزادہ زمیں بوس و بگفت
شہزادے نے زمین بوسی کی اور عرض کیا
آشکارا بر تو ہر چہ از ما نہفت
جو ہم سے مخفی ہے آپ پر واضح ہے
چوں بامیدِ تقربہای شاہ
جب شاہ کی قربتوں کی امید پر
از وطن آوارہ افتادم براہ
میں وطن سے آوارہ، راہ پر پڑا
ایں کہ شاہِ کامرانِ ملک بود
یہ جو ملک کا کامیاب بادشاہ تھا
در رفاقتہائے ما چستی نمود
اِس نے ہماری رفاقتوں میں چستی دکھائی

ملک و دولت بہرِ ما بگذاشت ست
اُس نے ملک اور دولت ہماری خاطر چھوڑ دی ہے
در وفاق از دل علم افراشت ست
موافقت میں دل سے جھنڈا بلند کیا ہے
تار و بارش بہرِ ما بسیار شد
ہماری وجہ سے اُس پر بہت نشیب و فراز آئے
ملکِ خود در باخت مارا یار شد
اپنے ملک کو چھوڑا ہمارا دوست بن گیا
آنچہ لطفِ شہ تقاضا می کند
شاہ کی مہربانی کا جو تقاضا ہے
جائے لطف و مرحمت ہست اے سند
اے معتمد! لطف و رحم کا مقام ہے
شاہ گفتا ملک وادرارش کنند
شاہ نے کہا اُس کو ملک اور عطا کر دیں
در خورِ او روز بازارش کنند
اُس کے مناسب گرمئ بازار دیں
لطف فرمود و زحد بنواختش
مہربانی فرمائی اور حد سے زیادہ اُسکو نوازا
تِلوِ آں ہر دو برادر ساختش
اُس کو اُن دو بھائیوں کا تابع بنا دیا
قصرہا[3] و ملکہا اندازہ بیش
اندازہ سے زیادہ قلعے اور ملک
از طفیلِ ایں سوم آورد پیش
اِس تیسرے کے طفیل وہ سامنے لے آیا
آنچہ لا عینٌ رأت او را بداد
جو کچھ آنکھ نے نہ دیکھا وہ اُس کو دیدیا
وانکہ لا اُذنٌ سمع پیشش نہاد
اور جو کچھ کان نے نہ سنا اُسکے سامنے رکھدیا

---

[1] ظرفِ گُل۔ اُس میں پھول کی خوشبو آجاتی ہے۔ چلچلہ۔ مشہور ہے کہ انجن ہاری کیڑے کو پکڑ کر اپنے گھر میں بند کر لیتی ہے اور وہ کیڑا چند روز میں اُسی کی صورت کا بن جاتا ہے لہٰذا اِس شعر میں بیضہ کی بجائے کِرم ہونا چاہیئے۔ [2] عشیق۔ عاشق۔ ملتہا۔ دوستیاں۔ وِلا۔ دوستی۔ پوپ۔ مور کے سر کا تاج۔ خدم۔ خادم کی جمع ہے۔ تتر بوی۔ مزاح۔ عادم۔ مٹانے والا۔ تار و بار۔ زیر و زبر۔ روزِ بازار۔ گرمیِ بازار۔ تِلو۔ تابع۔

[3] قصرہا یعنی جنت میں۔ آنچہ۔ جنت کی نعمتوں کے بارے میں ہے کہ وہ ایسی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا ہوگا نہ کانوں نے سُنا ہوگا اور نہ اُن کا دماغ میں تصور آیا ہوگا۔

گشت آں شہ واصلِ مقصود نیز
وہ شاہ بھی مقصود تک پہنچ گیا

چوں طفیلی باکہ، مہمانِ عزیز
جیسے کہ طفیل کس کے ساتھ! معزز مہمان کیساتھ

زیں سبب فرمود آں شاہِ رئیس
اُس شاہِ رئیس نے اِسی لئے فرمایا ہے

کہ ھُمْ قَوْمٌ فَلَا یَشْقٰی جَلِیس
کہ وہ ایسی قوم ہے جس کا ہمنشین محروم نہیں رہتا

پاسِ دلہا کردن وخدمت گری
دلوں کی پاسداری اور خدمت گذاری

سازدت مخدوم وبخشد سروری
تجھے مخدوم بناتی ہے اور سرفرازی بخشتی ہے

خاصہ خدمتگاریِ مردِ خدا
خصوصًا، مردِ خدا کی خدمتگاری

خوش قبولی بخشدت نزدِ خدا
تجھے خدا کے نزدیک بہترین مقبولیت عطا کردیتی ہے

ہر کہ شد مقبول مقبولِ الٰہ
جو شخص خدا کے مقبول کا مقبول بن جاتا ہے

لطفِ حق مبذولِ او گردد ز شاہ
اُس پر شاہ کی جانب سے اللہ کا لطف وسیع ہوتا ہے

ہر کہ شد مقبول مقبولانِ حق
جو اللہ (تعالیٰ) کے مقبولوں کا مقبول بنا

گردد او لطفِ خدا را مستحق
وہ خدا کی مہربانی کا مستحق ہوجاتا ہے

ہر کہ مردانِ خدا را دل بجست
جس شخص نے مردانِ خدا کی دلداری کی

در ادای خدمتِ شاں گشت چست
اُن کی خدمت گذاری میں چست بنا

گشت ملحوظِ عنایتہای حق
وہ اللہ (تعالیٰ) کی عنایتوں کا منظورِ نظر بنا

ہست محظوظ از حمایتہای حق
وہ اللہ (تعالیٰ) کی حمایتوں کا بہت حصہ دار بنا

ابنِ مسعودؓ از پیمبر نقل کرد
(حضرت) ابن مسعودؓ نے پیغمبر سے نقل کیا ہے

مَرْءُ مَعْ مَنْ اَحَبَّ اے نیک مرد
اے نیک مرد! انسان اُسکے ساتھ ہی جس سے وہ

مَنْ اَحَبَّ الْقَوْمَ مِنْهُمْ آمدہ
جس نے جس قوم سے محبت کی وہ انہیں سے ہوا آیا ہے

حُبِّ اہلِ اللہ نورِ جاں شدہ
اہل اللہ کی محبت جان کا نور بنی

حُبُّ لِلّٰہ بُغْضُ لِلّٰہ کن شعار
محبت اللہ کیلئے، بغض اللہ کیلئے شعار بنالے

تا بیابی بر درِ دلدار بار
تاکہ تو دلدار کے در پر باریاب ہو

چوں نبود ایں شاہِ ملحق را جہاد
جب کہ اُس ساتھی شاہ کا مجاہدہ نہ تھا

حُبِّ پاکاں شمع بر راہش نہاد
پاکوں کی محبت نے اُسکے راستہ پر شمع رکھدی

کو نبودش جہد واستعداد کسب
وہ جس کیلئے مجاہدہ اور استعداد در کسب نہ تھی

صحبتِ مرداں بکار آمد فحسب
مردوں کی صحبت کام آئی اور بس

جہد کن تا خود ز مقبولاں شوی
کوشش کر تاکہ تو خود مقبولوں میں سے ہوجائے

یا بمقبولانِ حق شو منطوی
یا اللہ (تعالیٰ) کے مقبولوں پر مشتمل ہوجا

مرد باش ویا کہ خود پئے مرد گرد
مرد بن جا یا خود مرد کے پیچھے گردش کر

گنج تک ورپوتہ رسد زاں مردِ فرد
بڑا اور چھوٹا خزانہ اس یکتا انسان سے ملیگا

زیں دو کس یک ہم گرائے جاں نیستی
اے جان! اگر تو ان دونوں میں سے ایک نہیں ہے

روزِ محشر سخت رسوا ایستی
تو محشر کے دن سخت رسوا اُٹھے گا

زیں سبب فرمود در قرآں خدا
اسی لئے خدا (تعالیٰ) نے قرآن میں فرمایا

خود طلب میکن وسیلہ در ہدیٰ
ہدایت میں تو خود وسیلہ طلب کر

بے مربی کس مربا چوں خورد
تربیت دینے والے کے بغیر مربا کس نے کھایا؟

مرغ بے پر در ہوا گو چوں پرد
بتا، پرند بغیر پر کے کیسے اُڑے؟

دشت پُر خون ست و پُر دام و دد ست
جنگل خون سے بھرا اور جال اور درندہ بھرا ہے

ہر طرف راہِ کژی پیدا شدست
ہر جانب کجی کا راستہ کھلا ہے

دشت پُر مار و بہر سو سبزہ زار
جنگل سانپوں سے بھرا ہے اور ہر جانب سبزہ زار ہے

بے فسوں گر پا منہ گردی تو زار
بغیر منتر پڑھنے والے کے قدم نہ رکھ تو بلجتا جائیگا

ہست دنیا سبزہ زار و نفس مار
دنیا سبزہ زار اور نفس سانپ ہے

دشتِ پُر خوں راہِ دیں را می شمار
دین کے راستہ کو پُرخون جنگل سمجھ

گر گزد مارت شوی خستہ ملول
اگر تجھے سانپ ڈس لیگا تو خستہ (اور) ملول ہو

بے فسوں گر ایمنی ہستی تو گول
تو بغیر منتر پڑھنے والے کے مطمئن ہے تو احمق ہے

گر خلد خارے بپای دل ترا
اگر تیرے دل کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے

تارہ گر نبود برآری چوں ورا
اگر سوئیں کی نوک نہ ہو تو اسکو تو کیسے نکالیگا؟

فکرِ تارہ کن فسوں را یاد گیر
سوئیں کی نوک کی فکر کر، منتر یاد کرلے

رہبرے جو تا بری راہِ عسیر
کوئی رہبر تلاش کرلے تاکہ تو دشوار راستہ طے کرے

۵۱ کہ۔ حدیث شریف ہے اولیاء اللہ ایسے لوگ ہیں کہ اُن کا ہم نشین بھی محروم نہیں رہتا۔ بہ ہر کہ۔ اللہ اپنے پیاروں کے پیاروں پر کرم کردیتا ہے۔ ۵۲ محظوظ۔ بانصیب۔ اگر۔ حدیث شریف ہے۔ انسان کا حشر ان کے ساتھ ہوگا جن سے وہ محبت کرتا ہے۔ بار۔ باریابی۔ جہاد۔ مجاہدہ، کوشش۔ فحسب۔ بس۔ منطوی۔ مشتمل۔ ۵۳ وسیلہ قرآن پاک میں ہے۔ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ۔ مربی۔ تربیت کرنے والا۔ مربا۔ شکر کے قوام میں پڑا ہوا پھل۔ دد۔ درندہ۔ گول۔ بیوقوف۔ تارہ۔ سوئیں کی نوک۔ عسیر۔ دشوار۔

دشتِ پُر خار و بہر سُو راہہاست
جنگل کانٹوں بھرا اور ہر جانب راستہ ہے

بر سرِ ہر ہر قدم بیں چاہہاست
دیکھ، ہر ہر قدم پر کنویں ہیں

دشت بس خونخوار و رہزن مختفی
جنگل بہت خوفناک ہے اور ڈاکو چھپا ہوا ہے

رہبرے جُو باش ذیرا مُقتفی[1]
کوئی رہبر تلاش کرلے اور اُس کا تبع بن

راہ بس دشوار غُولے ہر طرف
راستہ بہت دشوار ہے ہر جانب چھلاوا ہے

بر سرِ رہ میزند صد چنگ و دف
جو راستہ پر سیکڑوں چنگ اور دف بجا رہا ہے

راہ بس سخت و شبِ تار است پیش
راہ بہت دشوار ہے اور سامنے تاریک رات ہے

گر نگیری دستِ کس رفتی ز خویش
اگر تو نے کسی کا ہاتھ نہ پکڑا اپنے سے گیا

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز
اے پیارے! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

مثنوی را ختم باید کرد نیز
مثنوی کو بھی ختم کرنا چاہیے

کارِ حق را نیست پایاں اے غلام
اے لڑکے: اللہ (تعالیٰ) کے کام کا خاتمہ نہیں ہے

مثنوی را کردہ باید اختتام
مثنوی کو ختم کرنا چاہیے

اختتامِ مثنویِ معنوی
مثنوی معنوی کا خاتمہ

شد ز فیضِ مولویِ اَدلوی
مولوی اَدلوی کے فیض سے ہو گیا

اختتامِ کلام بہ پریدنِ طائرِ روح
خود بلند روح سے پرند کی پرواز، عالیمقام شاہ

خود کام بسُوی شاہِ عالیمقام
کی جانب کی گفتگو پر خاتمہ

بشنو از نے چوں حکایت میکند
نے سے سن کیا حکایت کر رہی ہے

مُنتہیٰ قصدِ بدایت می کُند
آخر ابتداء کا ارادہ کر رہا ہے

بازِ شہ اکنوں سُوی سُلطاں پرید
شاہ کا باز اب شاہ کی جانب اُڑ گیا

پردہای عاریت را بر درید
عارضی پردوں کو پھاڑ دیا

ہست چوں کُلٌّ اِلَیْنَا رَاجِعُوْن
سب ہماری جانب لوٹنے والے ہیں جب

می شوَم مر اصلِ خود را سر نگوں
میں اپنی اصل کے لئے سرنگوں ہوتا ہوں

شد نَے من خالی از صوتِ اَنا
میری نے "انا" کی آواز سے خالی ہو گئی

خالی از خود گشت و در نائی فنا
خودی سے خالی اور نے نواز میں فنا ہو گئی

شد تہی از خود نَے من گشت نیست
میری نے خودی سے خالی ہو گئی، نیست ہو گئی

جز[2] نَفَخْتُ فِیْہِ در وے ہیچ نیست
میں نے اس میں پھونکا کے سوا اس میں کچھ نہیں ہے

سوختم ایں نے و خاکستر شُدم
میں نے یہ نے جلا دی اور میں راکھ ہو گیا

در نیستاں رفتم و مُضمر شُدم
میں نیستان میں چلا گیا اور پوشیدہ ہو گیا

احمدا چوں دورۂ میم از تو رفت
اے احمد! جب میم کا دائرہ آپ میں سے گیا

ماند احد دیگر مشو تو گرم و تفت
احد رہ گیا اب آپ گرم اور تیز نہ ہوں

دورۂ میم آں تعیّن ہائے تست
میم کا دائرہ، تیرے تعینات ہیں

لاکُن ایں را تا شود الّا چُست
ان کو لا بنا تاکہ تیرا الّا چست ہو جائے

وقت آں آمد کزیں فخ[3] بَر پَرَم
وہ وقت آگیا کہ میں اس جال سے پرواز کر جاؤں

رختِ سُوی مُلکِ لاہوتی بَرَم
لاہوتی ملک کی جانب سامان لے جاؤں

ہم ازاں جا آمدم آنجا رَوَم
جس جگہ سے میں آیا ہوں اُسی جگہ چلا جاؤں

با جمالِ یار بے پردہ شوم
یار کے حسن کے ساتھ بے پردہ ہو جاؤں

چوں تجلّی کرد بر طُورِ وجُود
جب اُس نے وجود کے طور پر تجلی کی

گشت کاہِ کوہِ جسمانی چو دُود
جسمانی پہاڑ کا تنکا دھوئیں جیسا ہو گیا

خر موسیٰ صاعقاً خاموش شد
موسیٰ بے ہوش ہو کر گرے خاموش ہو گئے

رفت عقلِ جُزوی و بیہوش شُد
جزوی عقل چلی گئی اور بے ہوش ہو گئے

اللہ اللہ غیرِ اللہ نیست کس
اللہ اللہ، کوئی اللہ کا غیر نہیں ہے

اللہ اللہ گشت مارا ہم نفس
اللہ اللہ، ہمارا ساتھی ہو گیا

اللہ اللہ من کجا و ایں خطاب
اللہ اللہ، میں کہاں اور یہ خطاب کہاں!

ختم کُن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
ختم کر دے اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

اِرجاعِ کلام باستمدادِ روحانی
کلام کا لوٹانا روحانی مدد حاصل کرنے کے

از جنابِ مولانا جلال الدین
لئے، جناب مولانا جلال الدین بزرگ

ہُمام قُدِّسَ سِرُّہٗ
سے ہمیشہ کے لئے اُن کا راز مقدس

عَلَی الدَّوَام
کیا گیا

---

[1] مُقتفی۔ پیچھے چلنے والا۔ اَدلوی۔ اَدلی بمعنی انفس کی طرف منسوب۔ منتہیٰ۔ انتہا کو پہنچنے والا، یعنی روح جو عالم لاہوت تک پہنچی ہے۔ بدایت۔ یعنی روح عالم اجسام پر۔ یعنی مادی پردے۔ نائی۔ نے نواز۔ [2] جز۔ حضرت آدمؑ کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا ہے نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ میں نے اُنہیں اپنی روح پھونکی۔ نیستان۔ ذات۔ دورۂ میم۔ لوازم بشری لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ انانیت ختم ہو جانے کے بعد صرف ذاتِ خدا رہ جاتی ہے۔ [3] فخ۔ جال یعنی وجودِ مادی۔ طور۔ کوہِ طور یعنی مادی جسم۔ دود۔ دھواں۔ ہم نفس۔ ساتھی۔

شمسِ حقانی جلال الدین ہمام[1]

خدائی سورج، جلال الدین، بزرگ

چونکہ خود فرمود وقتِ اختتام

چونکہ ختم کرنے کے وقت خود انہوں نے فرمایا

باقیِ ایں گفتہ آید بے زباں

اس کا باقی بغیر کہے آ جائے گا

در دلِ آں کس کہ دارد زندہ جاں

اس شخص کے دل میں جو زندہ جان رکھتا ہوگا

خواستم از روحِ پاکِ او مدد

میں نے اُن کی پاک روح سے مدد مانگی

خود وفائے وعدہ ہم زاں معتمد

(اور) ان معتمد سے وعدے کی وفا بھی

وعدۂ اہلِ کرم گنجے بود

اہلِ کرم کا وعدہ خزانہ ہوتا ہے

وعدۂ نااہل چوں رنجے بود

نااہل کا وعدہ رنج جیسا ہوتا ہے

رشحۂ زاں بحر بر جانم بریخت

اس دریا کے قطرات میری جان پر پڑے

رشتۂ ما و منِ ما را گسیخت

ہمارے ما و من کے دھاگے کو توڑ دیا

با زبانِ بے زبانی خود بگفت

انہوں نے اپنی بے زبانی کی زبان سے فرمایا

دُرہائے نغز را در سلک تفت

قیمتی موتی لڑی میں پرو دیے

حدِ سعیِ من نبود ایں گفتگو

یہ گفتگو میری کوشش کا نتیجہ نہیں ہے

خود تو ایں دُر را چو آوردی ز جو

خود آپ جبکہ اس موتی کو دریا سے لائے

گر اجازت باشد اظہارش شود

اگر اجازت ہو تو اس کا اظہار ہو

ویں سفینہ ہم بہ بحرِ تو رود

یہ کشتی بھی آپ کے دریا میں چلے

بے اجازت ذرہ را یارا کجاست

بغیر اجازت کے ذرہ کی طاقت کہاں ہے؟

کو ز خورشیدے بجوید نورِ چاشت

کہ وہ سورج سے چاشت کا نور طلب کرے

خود تو دانی از تو شد رد و قبول

آپ خود جانتے ہیں کہ رد اور قبول آپ کی جانب سے ہے

من چہ گویم پیشِ تو حرفِ فضول

میں آپ کے سامنے بیکار بات کیا کہوں؟

آنچہ در پردہ بگفتی اے ہمام

اے بزرگ! آپ نے جو کچھ در پردہ فرمایا

ساز مقبول، اے ضیاء الحق حسام

اے ضیاء الحق حسام اس کو قبول فرمالیں

مناجات بجنابِ قاضی الحاجات

قاضی الحاجات کی بارگاہ میں دعا

اے خدا سازندۂ عرشِ بریں

اے بلند عرش کو بنانے والے خدا!

شام را دادی تو زلفِ عنبریں

تو نے شام کو عنبریں زلف عطا کی

روز را با شمعِ کافور اے کریم

اے کریم! دن کو کافوری شمع کے ساتھ

کردہ روشن تر از عقلِ سلیم

تو نے عقلِ سلیم سے زیادہ روشن کر دیا

خوں بنافِ نافہ مشکے کنی

تو ناف کے خون کو مشک کا نافہ بنا دیتا ہے

سنبل و ریحاں چرد پشکے کنی

وہ سنبل اور ریحان چرتا ہے، تو مینگنی بنا دیتا ہے

قادرا قدرت تو داری بر کمال

اے قادر! تو کمال پر قدرت رکھتا ہے

اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ حَسْبِیْ ذُوالْجَلَال

اے ذوالجلال! تو ہی میرا رب ہے تو ہی مجھے کافی ہے

اے خدا قربانِ احسانت شوم

اے خدا! میں تیرے احسان پر قربان ہوں

کانِ احسانی بقربانت شوم

تو احسان کی کان ہے میں تجھ پر قربان ہوں

معدنِ احسانی و ابرِ کرم

تو احسان کی کان اور کرم کا ابر ہے

فیضِ تو چوں ابر ریزاں بر سرم

تیرا فیض، میرے سر پر ابر کی طرح برستا ہے

از عدم دادی بہ ہستی ارتقا

تو نے عدم سے، وجود کو ترقی عنایت کی

زاں سپس ایمان و نورِ اہتدا

اس کے بعد ایمان اور ہدایت کا نور

اے خدا احسانِ تو اندر شمار

اے خدا! تیرا احسان شمار میں

کے توانم با زبانِ صد ہزار

لاکھ زبانوں سے کب کر سکتا ہوں؟

من بخواب و پاسبانِ من توئی

میں نیند میں ہوں اور میرا محافظ تو ہی ہے

من چو طفل و حرزِ جانِ من توئی

میں بچہ کی طرح ہوں اور میری جان کی حفاظت تو ہی ہے

من بعصیاں صرف وقتِ خود کنم

میں اپنا وقت نافرمانی میں صرف کرتا ہوں

بینی و از حلم می پوشی برم

تو دیکھتا ہے اور بردباری سے میری پردہ پوشی کرتا ہے

روزیت را خوردہ عصیاں میکنم

تیری روزی کھا کر میں نافرمانی کرتا ہوں

نعمت از تو من بغیرے می تنم

نعمت تیری ہے، میں غیر کے بکھر کاتتا ہوں

جملہ می بینی نگیری انتقام

تو سب کچھ دیکھتا ہے، بدلہ نہیں لیتا ہے

از درِ حلم و کرم آئی مدام

تو ہمیشہ بردباری اور کرم کے دروازے سے آتا ہے

بر دلِ من سہ صد و شصت از نظر

میرے دل پر تین سو ساٹھ شفقتیں

می کنی ہر روز اے ربُّ البشر

اے رب البشر! تو ہر دن کرتا ہے

لیک من غافل ز لطفِ بیکراں

لیکن میں بے حد مہربانی سے غافل ہوں

چشم دارم ہر زماں با این و آں

میں ہر وقت اس اور اُس سے امید باندھتا ہوں

دوست را بر من نظر شد دوختہ

دوست کی نگاہ، مجھ پر جمی ہوئی ہے

حیف من با دیگراں دل توختہ

افسوس میں نے دوسروں سے دل وابستہ کیا ہے

[1] ہمام: سردار۔ رشحہ: چھڑکاؤ۔ ارتقاء: بلندی۔ برم: برمن۔

من گنہ آرم تو ستاری کنی
میں گناہ کرتا ہوں تو پردہ پوشی کرتا ہے

مجرم من آرم تو مِعذاری کنی[1]
میں جرم کرتا ہوں تو بہت معذور قرار دیتا ہے

جرمہا بینی و خشم ناوری
تو خطائیں دیکھتا ہے اور مجھ پر غصہ نہیں کرتا

اے بقربانت چہ نیکو داوری
میں تجھ پر قربان، تو کس قدر اچھا خدا ہے

در مصائب در حوادثہائے زار
مصیبتوں میں (اور) عاجز کر دینے والے حادثے میں

چونکہ بر من تنگ شد از درد کار
جبکہ درد کی وجہ سے مجھ پر معاملہ تنگ ہو گیا

یار و خویشانم مرا بگذاردند
اپنوں اور دوستوں نے مجھے چھوڑ دیا

زار در دستِ غمم بسپاردند
مجھ عاجز کو غم کے ہاتھ میں دے دیا

جز تو کے دیگر دراں سختی رسد
اس سختی میں تیرے علاوہ کب پہنچتا ہے؟

در متاعبہا تو گشتی مدد
تکالیف میں تو مددگار بنا ہے

در رسیدی زود بگرفتی مرا
تو جلد پہنچا، تو نے مجھے پکڑا

وا رہاندی از ہمہ سختی مرا
مجھے تمام سختیوں سے رہا کر دیا

چوں شمارم من ز احسانِ تو چوں
میں تیرے احسان کیسے شمار کروں؟ کیونکہ

گر زباں ہر مو شود لطفت فزوں
اگر ہر بال زبان بن جائے تیری مہربانی بڑھی ہوئی ہے

شکر و احسانِ ترا چوں سر کنم
تیرے شکر اور احسان کو کیسے انجام دوں؟

اندریں رہ گو قدم از سر کنم
اس راستہ میں اگرچہ سر کو قدم بنا لوں

جان و گوش و چشم و ہوش و پا و دست
جان اور کان اور آنکھ اور ہوش اور ہاتھ پاؤں

جملہ از دُرہای احسانت پُرست
سب تیرے احسان کے موتیوں سے پُر ہیں

ایں کہ شکرِ نعمتِ تو می کنم
یہ کہ میں تیری نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہوں

ایں ہم از تو نعمتے شد مغتنم
یہ بھی تیری ایک غنیمت نعمت ہے

شکرِ ایں شکر از کجا آرم بجا
اس شکر کا شکر کہاں سے بجا لاؤں؟

من کیم از دستِ توفیق اے خدا
میں کون ہوتا ہوں! اے خدا توفیق تیری جانب سے ہی

دست و پا و ایں زبان و لفظِ شکر
ہاتھ اور پاؤں اور یہ زبان اور لفظ شکر

عاریت از تست بے از ہیچ نکر[2]
بغیر کسی انکار کے، تجھ سے مانگے ہوئے ہیں

طاعت و توفیقِ طاعت ہم ز تو
بندگی اور بندگی کی توفیق بھی تیری جانب سے ہے

لطفِ تو بر ما نوشتہ صد نکو
تیری مہربانی نے ہم پر سینکڑوں بھلائیاں لکھ دی ہیں

خود چہ شیریں ست نامِ پاکِ تو
تیرا پاک نام خود کس قدر میٹھا ہے!

خوشتر از آبِ حیات ادراکِ تو
تیری معرفت، آبِ حیات سے بہتر ہے

نامِ تو چوں بر زبانم می رود
جب تیرا نام زبان پر جاری ہوتا ہے

ہر بنِ مو از عسل جوئی شود
ہر بال کی جڑ شہد کی نہر ہو جاتی ہے

اللہ اللہ ایں چہ شیریں ست نام
اللہ اللہ، یہ نام کس قدر میٹھا ہے

شیر و شکر می شود جانم تمام
میری پوری جان شیر و شکر بن جاتی ہے

اللہ اللہ ایں چہ نامِ خوش مذاق
اللہ اللہ، یہ نام کس قدر خوش ذائقہ ہے

حرف حرفش میدہد جان را زواق
اس کا ایک ایک حرف جان کو مستی عطا کرتا ہے

اللہ اللہ ایں چہ احساں کردۂ
اللہ اللہ، یہ تو نے کیا احسان کیا ہے!

در چنیں برزخ چساں در پردۂ
ایسے برزخ میں تو کس طرح پردے میں ہے؟

ایں چنیں حبلُ المتیں دادی مرا
تو نے مجھے ایسی مضبوط رسی عطا فرمائی

کاعتصامش عرش را شد مرتقی
کہ اس کے پکڑنے سے عرش تک رسائی ہوئی

اللہ اللہ خود چہ نیکو کردۂ
اللہ اللہ، تو نے خود کیسی بھلائی کی ہے

آشکارا ہستی و در پردۂ
تو ظاہر ہے اور در پردہ ہے

وہ چہ بدکارم کہ جملہ نیستم
ہائے میں کس قدر بدکار ہوں بلکہ میں مجسم نیستی ہوں

پس چرا پیشت بہ ہستی ایستم
تو تیرے سامنے وجود کے ساتھ کیوں کھڑا ہوں!

اَللہ اَللہ اَنْتَ لِیْ نِعْمَ الْوَکِیْل
اللہ اللہ تو میرے لئے بہترین وکیل ہے

اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ حَسْبِیْ یَا جَلِیْل
اے جلیل، تو میرا رب ہے، تو مجھے کافی ہے

اَللہ اَللہ لَیْسَ غَیْرُكَ فِی الْوُجُوْد
اللہ اللہ، تیرے سوا کوئی وجود میں نہیں

ھَلْ تَرٰی الدَّیَّارَ فِیْ دَیْرِ الشُّھُوْد
شہود کے دیر میں کوئی چلنے والا ہے؟

اللہ اللہ لَا اِلٰہَ بہرِ چیست
اللہ اللہ، "لا الٰہ" کس لئے ہے؟

چونکہ اِلَّا اللہ خورشیدِ جلیست
جبکہ "اِلّا اللہ" روشن سورج ہے

چشمِ ظاہر بیں بنفی آمد مقل
ظاہر بیں آنکھ نفی کے ذریعہ رفع کر سکتی ہے

می تواں کردن بلیٰ جہد المقل
دکھا کر، نادار کی کوشش "بلیٰ" بھی سکے

اللہ اللہ اسمِ ذاتِ پاکِ دوست
اللہ اللہ، دوست کا پاک اسم ذات

اسمِ اعظم از برائے قربِ اوست
اسمِ اعظم اس سے قرب کیلئے ہے

اللہ اللہ گو برد تا سقفِ عرش
اللہ اللہ کہہ، عرش کی چھت تک پہنچائے گا

پیشِ معراجِ تو گردد چرخ فرش
تیری معراج کے سامنے آسمان فرش بن جائے گا

[1] مِعذار۔ بہت زیادہ عذر خواہ۔ داور۔ حاکم۔ متاعب۔ درد و رنج۔ ایں کہ نعمت کا شکر ادا کرنا بھی خداوندی نعمت ہے [2] نکر۔ اِنکار۔ اِدراک۔ معرفت۔ مذاق۔ ذائقہ۔ زواق۔ خوشی و مستی۔ دَیّار۔ چکر لگانے والا۔ دَیر۔ بُت خانہ۔

چوں بر آرم دم باللہ الصمد
جب میں اللہ الصمد کا نعرہ لگاتا ہوں
چرخ نعرہ لیتنی کنت زند[1]
آسمان "کاش میں ہوتا" کا نعرہ مارتا ہے

اسم اعظم ہست اللہ العظیم
اللہ العظیم! اسم اعظم ہے
جانِ جان و محیِّ عظمِ رمیم[2]
جو جان کی جان اور پرانی ہڈی کو زندہ کردینے والا ہے

اللہ اللہ، مستم از نامِ خدا
اللہ اللہ، میں خدا کے نام سے مست ہوں
می چکد از ہر رگم راوق جدا
میری ہر رگ سے شراب جدا ہو کر ٹپکتی ہے

ساقیم آں بادہ اندر جام کرد
ساقی نے وہ شراب میرے جام میں کردی ہے
کہ ز ما و من بر آورد ست گرد
جس نے ما و من کی گرد اڑا دی ہے

ریخت در جامم مے از کاف و نون
کاف و نون کی وہ شراب میرے جام میں ڈالی ہے
لیس فیہا غول[3] ولاہم ینزفون
جس میں نہ اینٹھن ہے اور نہ وہ بے عقل ہوتے ہیں

بیخودم زاں بادہ و اکنوں مرا
میں اس شراب سے بیخود ہوں اور اب میرے لئے
نیست فرق از جان و تن وز سر ز پا
جان اور جسم اور سر اور پاؤں میں فرق نہیں ہے

ریخت در کامم جلالے جرعہ
جلال نے میرے حلق میں ایک گھونٹ ڈالدیا
میزنم بر لوحِ وحدت قرعہ
میں وحدت کی تختی پر قرعہ ڈالتا ہوں

رشحہ بحرِ[4] جلالش بر دلم
اس کے جلال کے سمندر کا ایک چھینٹا میرے دل پر
آمد و بر بود از یں آب و گلم
آیا اور مجھے اس آب و گل سے اچک لے گیا

شورشِ بحرِ حسامی[5] آمدست
حسامی سمندر کی ایک شورش آئی ہے
زیں صدف ایں دُرِّ نامی آمدست
اس سیپ سے کہ یہ نامی موتی آیا ہے

فیضِ مولانا جلال رح و ہم حسام رح
مولانا جلال رح کے فیض اور حسام رح نے
نخلِ جاں را داد سیرابی تمام
جان کے پودے کو پوری سیرابی دیدی ہے

نورِ مہر و مہ بطورِ دل بتافت
سورج اور چاند کا نور دل کے طور پر چمکا
سنگِ من زاں تاب یاقوتی بیافت
میرے پتھر نے اس گرمی سے یاقوت بننا پایا

بر ادیمم تافت چوں نجمِ یمن
یمن کے ستارے کی طرح میری ادھوڑی پر چمکا
عنبریں شد جملہ چوں مشکِ ختن
وہ سب ختن کے مشک کی طرح خوشبودار بنگئی

پیش ازیں خلقے ز انفاسِ خوشش
اس سے پہلے بہت سے لوگ انکے اچھے سانسوں سے
مقتبس از نورِ عرفاں گشت و خوش
معرفت کے نور کے حاصل کرلینے والے اور بھلے بنے

صد ہزاراں یافتند از مثنوی
مثنوی کے ذریعہ لاکھوں نے حاصل کی
ارتقا سوئے صراطِ مستوی
سیدھے راستہ کی جانب بلندی

من ہم از فیضانِ انفاسِ جلال رح
میں بھی جلال رح کے سانسوں کے فیضان سے
در رسیدم تا جلیلِ ذوالجلال
جلیل ذوالجلال تک پہنچ گیا

نیست دور از لطفِ اخوان الصفا[6]
بزرگوں کی مہربانی سے بعید نہیں ہے
در رسید ایں بندہ ہم سوئے خدا
یہ بندہ بھی خدا کی جانب پہنچ گیا

چہ عجب شمس ار نوازد ذرّہ را
کیا تعجب ہے اگر شمس ذرے کو نوازے
ابرِ خوشش سیراب سازد تِرّہ را
ابر سبزی کو اچھی طرح سیراب کردے

رو بحق آر و بکن ختمِ کتاب
اللہ (تعالیٰ) کی جانب رخ کر اور کتاب ختم کردے
دم مزن واللہ اعلم بالصواب
دم نہ مار، اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

ربنا فالحمد لک فی کل حال
اے ہمارے رب! ہر حال میں تیرے ہی لئے تعریف ہے
انت معنی السر فی کل المقال
ہر قول میں معنیِ راز تو ہی ہے

انت مقصودی الیک وجہتی
تو ہی میرا مقصود ہے، تیری ہی طرف میرا رخ ہے
خالصا للہ کانت نہمتی
میرا ارادہ خالص اللہ کے لئے ہے

یا محیط الکل یا کہف الوریٰ
اے سب کو محیط! اے مخلوق کے کہف!
یا الٰہ العرش یا رب الثریٰ
اے عرش کے خدا! اے زمین کے رب!

کن انیس القلب واختم لی بخیر
تو دل کا غمخوار بن اور میرا خاتمہ بالخیر کر
انت حسبی انت کافی لیس غیر
تو مجھے کافی ہے تیرے لئے کفایت کرنا آسان ہے

در ختم و سالِ تاریخِ اختتامِ
مثنوی مذکور میشود سنہ ۱۲۱۶ ہجری

ختم شد ایں نسخہ در سالِ غیور[7]
(اللہ) غیور کے سال میں یہ نسخہ ختم ہوا
غیرتِ حق داردش از غیر دور
اللہ (تعالیٰ) کی غیرت اسکو غیر سے دور رکھے

[1] لیتنی کنت۔ آسمان یہ نعرہ لگاتا ہے کہ کاش میں مٹی ہوتا تو اس ذکر کرنیوالے کی خاک پا بنتا۔ رمیم۔ بوسیدہ۔ راوق۔ شراب۔ غول۔ اینٹھن جو خلل کی حالت میں پیدا ہوتی ہے [2]۔ بحرِ جلال یعنی مولانا جلال الدین کا علم۔ بحرِ حسامی یعنی مولانا حسام الدین کا علم۔ نہر دو یعنی مولانا جلال الدین اور مولانا حسام الدین۔ [3]۔ اخوان الصفا برادرانِ صفا صوفیا، شمس یعنی شمس تبریزی۔ نہمۃ خواہش۔ غیور۔ ابجد کے حساب سے اس

دستِ غیر از دامنِ اُو[1] دُور باد
غیر کا ہاتھ اُس کے دامن سے دُور رہے
ہر کہ از نورش رَمد بے نُور باد
جو اُس کے نور سے بھاگے، خدا کرے بے نور رہے
غیر آں کز یادِ حق بیگانہ اَست
غیر وہ ہے جو اللہ (تعالیٰ) کی یاد سے بیگانہ ہے
در پئے دنیایِ دُوں دیوانہ اَست
کمینی دنیا کے پیچھے دیوانہ ہے
در پئے مالِ جہاں مجنوں بُود
دنیا کے مال کے پیچھے پاگل ہو
حُبِّ جاہ اُو را بدل مکنوں بُود
اُس کے دل میں رُتبہ کی محبت پوشیدہ ہو
اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ اَوْلَادُکُمْ
بےشک تمہارے اموال، تمہاری اولاد
فتنہ فرمود حق ذُوالحِکَم
حکمتوں والے اللہ تعالیٰ نے (ان کو) فتنہ فرمایا ہے
تا توانی غیرِ حق را دُور کن
جتنا ہو سکے اللہ (تعالیٰ) کے غیر کو دُور کر
بعد ازاں عزمِ دَرِ آں سُور کُن
اُس کے بعد اُس فصیل کے قلعہ کا ارادہ کر
با خودی بینی اگر ایں اختتام
اگر تو اِس خاتمہ کو خودی کے ساتھ دیکھے گا
خود بُرونِ در بمانی والسّلام
خود باہر رہ جائے گا، والسّلام
وز خودی بیروں بر آ و یار باش
خودی سے باہر نکل اور یار بن
ور بہ پندارِ خودی اَغیار باش
اور اگر تو خودی کے غرور میں ہو غیروں میں سے ہو
بہرِ یک رنگ ایں سخن یک رنگ شُد
یک رنگ کے لئے یہ کلام یک رنگ ہے
بہرِ رجمِ آں شیاطیں سنگ شُد
اُن شیطانوں کے سنگسار کرنے کیلئے پتھر ہے

دخلِ غیر اندر چنیں حصنِ حصیں
ایسے محفوظ قلعہ کے اندر غیر کا دخل
کے شود بے صلح و رفعِ حرب و کیں
بغیر صلح اور لڑائی اور کینہ کے ہٹائے بغیر کب ہو سکتا ہے!
با دلِ صاف از برایِ حق ببیں
خدا کے لئے صاف دل کے ساتھ دیکھ
از گُلِ اُو تا بَری بُویِ یقیں
تاکہ تو اُسکے پھول سے یقین کی خوشبو سونگھ لے
ورنہ در چون و چرا آزارہاست
ورنہ چون و چرا میں تکالیف ہیں
ہر کجا گُل ہست آنجا خارہاست
جہاں کہیں پھول ہے وہاں کانٹے ہیں
لفظ رُوپوش ست مقصد معنی ست
لفظ نقاب ہے اور معنیٰ مقصود ہیں
غیرِ حق جُستن ازیں لایعنی ست
اِس سے حق کے سوا ڈھونڈنا لایعنی ہے
حق بجُو و حق بگُو و حق بخواں
حق کو تلاش کر اور حق کہہ اور حق پڑھ
ہر زماں حق حق بگو حق را بداں
ہر وقت حق حق کہتا رہ حق کو جان لے
ہر کہ حق را جُست حقّانی ست اُو
جس نے حق کو تلاش کیا وہ حقانی ہے
رحمتِ حق بادِ رحمانی ست اُو
وہ اللہ کی رحمت، خدائی ہوا ہے
کارِ شیطانی مکُن شیطاں مباش
شیطانی کام نہ کر، شیطان نہ بن
بر غبارِ جانِ کس آبے بپاش
کسی کے جان کے غبار پر آب پاشی کر
وقت را با غیرِ حق ضائع مکُن
وقت کو غیر حق میں برباد نہ کر
بطن را پُر، رُوح را جائع مکُن
پیٹ کو پُر اور رُوح کو بھوکا نہ بنا

پردۂ پندارِ تُست ایں نقشِ غیر
یہ غیر کا نقش تیرے پندار کا پردہ ہے
نیست جُز آں یک صنم در جُملہ دیر
تمام بُت خانہ میں اُس ایک صنم کے علاوہ نہیں ہے
فانی از خود شو بشو باقی بحق
اپنے اعتبار سے فانی بن، باقی باللہ بن
سر بر آرد از باطنت ربُّ الفلق
ربُّ الفلق تیرے اندر سے نمودار ہوگا
مثنوی در شش مجلّد یک نواست
چھ دفتروں میں مثنوی کی ایک آواز ہے
حاصلِ آں غوطہ در بحرِ فناست
اُس کا خلاصہ فنا کے سمندر میں غوطہ لگانا ہے
گر رہِ حق بایدت ہشیار باش
اگر تجھے خدا کا راستہ چاہیئے، ہوشیار بن
غفلت از خود دور کن بیدار باش
اپنے اندر سے غفلت دُور کر، بیدار بن
باش اوّل بر شریعت استوار
پہلے شریعت پر استقامت کر
بعد ازاں سُوِی طریقت رُو بیار
پھر طریقت کی جانب، رُخ کر
گامِ اوّل مستقیمِ شرع شو
پہلے قدم پر شرع پر جم
بعد ازاں راہِ طریقت را بَرَو
اس کے بعد طریقت کا راستہ چل
تخلیہ با تحلیہ باید ضرور
آراستگی کے ساتھ صفائی ضروری ہے
تا نمائی بحرِ عرفاں را عبور
تاکہ تو معرفت کے سمندر کو عبور کر سکے
ایں سخن را نیست ہرگز اختتام
اس بات کا کبھی خاتمہ نہیں ہے
پس سخن کوتاہ باید والسّلام
تو بات کو مختصر کر دینا چاہیئے، والسّلام

قد تمّت الدفتر السادس من الکتاب المثنوی المعنوی للمولوی المعنوی

[1] اُو۔ خاتمہ۔ مکنون۔ چھپا ہوا۔ دَر۔ قلعہ۔ سُور۔ چار دیواری۔ حصن حصین۔ مضبوط قلعہ۔

فہرست عنوانات مثنوی مولانا رومؒ دفتر ششم

غرض نقشیست کز ما باز ماند
کہ ہستی را نمی بینم بقائے

مگر صاحب دلے روزے برحمت
کند در حق این مسکین دعائے